قرآن مجید

مع

عام فہم ترجمہ و مختصر تفسیر

از

مولانا قاری محمد عبدالباری اورنگ آبادی
قاری نشرگاہ حیدرآباد دکن

ناشر

الرحیم اکیڈمی

اے ۷/۷ اکرام آباد، لیاقت آباد کراچی فون: 4913916

قرآن مجید

مع

عام فہم ترجمہ و مختصر تفسیر

از

مولانا قاری محمد عبد الباری اورنگ آبادی
قاری نشرگاہ حیدرآباد دکن

ناشر

الرحیم اکیڈمی

اے ۷/۷ اکرام آباد، لیاقت آباد، کراچی فون:4913916

بسم الله الرحمن الرحيم

هو الله جل جلاله	الذي لا إله جل جلاله	إلا هو جل جلاله	الرحمن جل جلاله	الرحيم جل جلاله	الملك جل جلاله
القدوس جل جلاله	السلام جل جلاله	المؤمن جل جلاله	المهيمن جل جلاله	العزيز جل جلاله	الجبار جل جلاله
المتكبر جل جلاله	الخالق جل جلاله	البارئ جل جلاله	المصور جل جلاله	الغفار جل جلاله	القهار جل جلاله
الوهاب جل جلاله	الرزاق جل جلاله	الفتاح جل جلاله	العليم جل جلاله	القابض جل جلاله	الباسط جل جلاله
الخافض جل جلاله	الرافع جل جلاله	المعز جل جلاله	المذل جل جلاله	السميع جل جلاله	البصير جل جلاله
الحكم جل جلاله	العدل جل جلاله	اللطيف جل جلاله	الخبير جل جلاله	الحليم جل جلاله	العظيم جل جلاله
الغفور جل جلاله	الشكور جل جلاله	العلي جل جلاله	الكبير جل جلاله	الحفيظ جل جلاله	المقيت جل جلاله
الحسيب جل جلاله	الجليل جل جلاله	الكريم جل جلاله	الرقيب جل جلاله	المجيب جل جلاله	الواسع جل جلاله

الحکیم	الودود	المجید	الباعث	الشهید	الحق
الوکیل	القوی	المتین	الولی	الحمید	المحصی
المبدی	المعید	المحیی	الممیت	الحی	القیوم
الواجد	الماجد	الواحد	الاحد	الصمد	القادر
المقتدر	المقدم	المؤخر	الاول	الآخر	الظاهر
الباطن	الوالی	المتعالی	البر	التواب	المنتقم
العفو	الرؤف	مالک الملک	ذوالجلال والاکرام	المقسط	الجامع
الغنی	المغنی	المانع	الضار	النافع	النور
الهادی	البدیع	الباقی	الوارث	الرشید	الصبور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہجرۃ : ۱۲ اشرال الکرم

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ

۲ محرم مشقہ خاکسار محمد عبدالرحیم غفر اللہ ذنوبہ و ستر عیوبہ سنہ ۱۳۵۶ھ

مرشدی و مولائی والدی محترم محمد عبدالرحیم خاطر جیپوری رحمہ اللہ المتوفی ۱۸ جمادی الاول ۱۳۷۲ھ بمطابق ۴ ۲ جنوری ۱۹۵۳ء کراچی

قرآن مجید

مع

عام فہم ترجمہ و مختصر تفسیر

از

مولانا قاری محمد عبد الباری

ناشر: الرحیم اکیڈمی

اے ۷/۷، اکرام آباد، لیاقت آباد کراچی ۷۵۹۰۰

أٰيَاتُهَا ٧ (١) سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١﴾ الرَّحْمٰنِ

ہر طرح کی تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔ بیحد مہربان،

الرَّحِيْمِ ﴿٢﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٣﴾ ط

نہایت رحم والا جزا و سزا کے دن کا مالک ہے

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿٤﴾ ط

(اے پروردگار!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿٥﴾ صِرَاطَ

ہم کو سیدھا راستہ چلا ان لوگوں کا

الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ

راستہ جن پر تو نے (اپنا) فضل و کرم کیا نہ ان

الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿٧﴾ ع

لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ ان لوگوں کا جو گمراہ ہوئے (۲)

(۱) یہ سورۃ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی۔ حدیثوں میں اس کے کئی نام آئے ہیں سب سے زیادہ مشہور نام اَلْفَاتِحَة ہے جو فَاتِحَةُ الْكِتَاب کا مختصر ہے۔ یعنی کتاب کو شروع کرنے والی گویا یہ سورۃ قرآن مجید کا خطبۂ افتتاحیہ یا دیباچہ ہے۔ یہ سورۃ قرآن مجید کی تمام سورتوں میں خاص اہمیت رکھتی ہے اسی لئے اس کا موزوں مقام قرآن مجید کا پہلا صفحہ قرار پایا۔

(۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ تمام کائنات کی اصل وہ ذات ہے جس کا نام اَللّٰه ہے جو ہر طرح کے حسن و جمال اور خوبی و کمال کا سرچشمہ ہے۔ کائنات میں جہاں کہیں بھی اور جس قدر بھی جمال و کمال کی کوئی جھلک دیکھی جائے چونکہ وہ اسی سے ہے لہٰذا اس کو اسی سرچشمہ کی طرف پھیر دیا جائے اور یوں کہا جائے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہر طرح کی حمد و ستائش اللہ ہی کو زیبا ہے۔

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں اللہ تعالیٰ کی دو جمالی صفتوں یعنی ربوبیت اور رحمت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور یہ عقیدہ دلنشین کیا گیا ہے کہ کائنات سے اللہ تعالیٰ کا تعلق سرتاسر ربوبیت اور رحمت کا ہے۔ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں اللہ تعالیٰ کی اس پروردگاری کا تصور دلایا گیا ہے جو کسی نسل یا قوم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ایسی وسیع اور عالمگیر ہے جو ہر فرد ہر قوم اور کائنات کے ذرہ ذرہ کی پرورش فرما رہی ہے۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ یہ دونوں مبالغے کے صیغے ہیں اور صفت رحمت کے بیان کو بڑی قوت پیش کر رہے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت اور اس کے غیر محدود ہونے کا یقین دلوں میں اچھی طرح جاگزیں ہو جائے اور ان قوموں کے جاہلانہ تصورات کی بیخ کنی ہو جائے جو خدا کو صرف قہر و غضب کی صفت میں دیکھتے اور یاد کرتے ہیں۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کا تصور دلایا گیا ہے اور یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہرگز ایسا نہیں ہے کہ ایک بادشاہ کی طرح خدا یوں ہی کسی سے خوش ہو جاتا ہو اور کسی سے ناخوش بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ساری کائنات میں خدا کی صفت عدل کارفرما ہے جو کائنات میں کسی چیز کے فعل و عمل کو ضائع نہیں ہونے دیتی۔ ذرہ ذرہ کے اعمال و افعال کو محفوظ رکھتی اور ان کو نتائج بخشتی ہے۔ اس نے ہر چیز کی ایک خاصیت اور ہر عمل کا ایک نتیجہ مقرر کر دیا ہے۔ اس لئے یہ یقین رکھنا چاہیے کہ اس عالم کی زندگی کا کوئی مقصد اور نتیجہ ضرور ہے اور یہ کہ انسانی اعمال اپنی قدر و قیمت رکھتے ہیں اور اچھے یا برے نتیجے پیدا کرتے ہیں یہی جزا و سزا کا قانون ہے اور اسی سے آخرت کی زندگی کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ جب انسان کے دل میں یہ حقیقت جاگزیں ہوئی کہ سرچشمۂ کائنات حق تعالیٰ کی ذات ہے تو اس کی روح تڑپ جاتی ہے اور بے ساختہ اس کی زبان پر اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ جاری ہو جاتا ہے یعنی اس تصور کے ساتھ ہی انسان حق تعالیٰ کے حضور میں پہنچ جاتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اے حمد و ستائش والے خدا، اے رحمت و ربوبیت والے خدا! تیرے سامنے ہم سب کی حیثیت یہ ہے کہ ہم تیرے بندے اور محتاج ہیں۔ ہم تیری عظمت و کبریائی اور اپنی بندگی و بیچارگی کا اقرار کرتے ہیں اور مضبوط عہد کرتے ہیں کہ اپنی بندگی کا رشتہ ہمیشہ تجھی سے جوڑیں گے اور اپنا سرنیاز ہمیشہ تیرے ہی سامنے جھکائیں گے اور اپنی احتیاجات کے پورا کرنے میں ہمیشہ تیری ہی مدد کے طالب ہوں گے۔ منزل مقصود متعین ہونے کے بعد عملی نقطۂ نظر سے راہ نجات کے جاننے اور پہچاننے کی تمنا انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے جس کے لئے وہ خدا کے حضور میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی التجا کرتا ہے۔ راہ نجات کی تعبیر صراط مستقیم یعنی سیدھی راہ سے کی گئی ہے جو ایک سادہ صحیح اور بلیغ تعبیر ہے پھر صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ میں صراط مستقیم کی ایک سیدھی سادی اور جانی بوجھی پہچان بتائی زندگی کی دو راہیں ہیں۔ ایک نیک اور کامیاب انسانوں کی۔ اور دوسرے بھٹکے ہوئے اور ناکام لوگوں کی۔ پہلی جماعت انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی ہے۔ اس جماعت کے سرگروہ انبیاء ہیں جو وحی الٰہی کی روشنی میں زندگی کا سفر طے کرتے ہیں۔ ان کی پیروی میں لوگ علم و عمل کے لحاظ سے صدیقین، شہداء اور صالحین کے گروہوں میں اپنا اپنا مقام بناتے ہیں۔ یہ سب بزرگ ہدایت یافتہ، نجات یافتہ اور اللہ تعالیٰ کے انعامات سے سرفراز ہیں۔ ان کے مقابل وہ لوگ ہیں جو انبیاء کی رہبری سے منہ پھیر لیتے ہیں اس لئے راستہ بھٹک جاتے ہیں اور خدا کے غضب کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ قرآن مجید دونوں جماعتوں کے صفات ان کے عقائد اور اعمال صاف صاف اور نہایت دلنشیں پیرایہ میں بیان کرتا ہے تاکہ لوگ گمراہوں کے طریقوں سے بچیں اور ہدایت یافتہ بزرگوں کی زندگیوں کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں اور دین و دنیا میں کامیاب و بامراد ہوں۔

ایاتها ۲۸۶ (۲) سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ رکوعاتها ۴۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ۝۱ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ

الم (۲) یہ ایسی کتاب ہے جس میں کچھ شک نہیں (۳)

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ

(یہ) پرہیزگاروں کو (کامیابی کی) راہ بتانے والی ہے (۴) (پرہیزگار وہ ہیں) جو غیب پر

بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا

ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳ وَالَّذِيْنَ

ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور وہ اس

يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ

کتاب پر ایمان رکھتے ہیں جو اے محمدؐ تم پر نازل ہوئی اور ان کتابوں پر بھی

مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴

جو تم سے پہلے نازل ہوئیں اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں (۵)

(۱) یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس کا مشہور نام سُوْرَةُ بَقَرَة ہے۔ بَقَرَة عربی میں گائے کو کہتے ہیں۔ اس سورہ کے آٹھویں رکوع میں بنی اسرائیل کے تعلق سے گائے کا ایک واقعہ مذکور ہے اسی مناسبت سے اس سورہ کا نام سُوْرَةُ بَقَرَة پڑ گیا۔

(۲) الٓمّٓ اور اسی طرح کے دوسرے چند حروف جو قرآن مجید کی بعض سورتوں کے شروع میں آئے ہیں اُن کو حروفِ مُقَطَّعَات کہتے ہیں۔ اکثر مفسرین اور محدثین فرماتے ہیں کہ ان حروف کے معنی اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں اور کوئی نہیں جانتا۔ بعض مفسرین کی یہ رائے ہے کہ یہ حروف اُن سورتوں کے نام ہیں جن کے شروع میں یہ واقع ہیں۔ سُورتوں کے حروفِ تہجی سے نام رکھنے میں عربوں کو اس بات کی تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ قرآن مجید ان ہی حروف تہجی سے مرکب ہے جن سے تم اپنا کلام بناتے ہو لیکن پھر بھی تم ایسا کلام نہیں بنا سکتے لہٰذا اس کلام الٰہی پر ایمان لاؤ۔

(۳) قرآن مجید شروع ہی میں اپنے متعلق یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ کلام الٰہی ہے اور اس لئے ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک ہے۔ اس دعوے کے ثبوت میں قرآن خود اپنے ہی کو پیش کرتا ہے۔ قرآن کی زبان کی فصاحت و بلاغت اور اس کے مضامین کی صداقت اور جامعیت اور آئندہ ہونے والے واقعات کی اطلاع اس امر کا کھلا ثبوت ہیں کہ یہ کتاب کسی انسان کی بنائی ہوئی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی ہے۔

انسان کو قرآن سے جو فائدے ہو سکتے ہیں ان کی تفصیل پورے قرآن کے پڑھنے سے معلوم ہوتی ہے لیکن اس تفصیل کو قرآن مجید نے ابتدا میں دو لفظوں هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ میں بیان کیا ہے یعنی جس کتاب کی تعلیمات و ہدایات ایسی مکمل ہوں کہ اس کے اثر سے انسان زندگی میں پرہیزگاری کا راستہ اختیار کرکے دونوں جہان کی سعادت حاصل کر سکے تو اس کتاب کے کلام الٰہی ہونے میں عقلمندوں کو تو کوئی شک و شبہ نہیں ہونا چاہئے یہ معنوی حیثیت سے قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی کھلی دلیل ہے۔

(۴) مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید سے تو وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو اپنی فطرت کے اعتبار سے متقی ہیں یعنی بھلے بُرے میں تمیز کرتے ہیں، سوچ سمجھ کر زندگی میں قدم اٹھاتے ہیں، نیکی اور سچائی کی طلب اور برائیوں سے بچنے کا عزم اپنے دل میں رکھتے ہیں قبولیتِ حق و صداقت کے لحاظ سے انسانوں کی یہ پہلی قسم ہے۔ ایسے لوگ یقیناً قرآن کے پیغام کو قبول کریں گے اور اس کے احکام کے مُطابق تقوے کی راہ اختیار کرکے عملاً متقی بن جائیں گے اور تقوے کے درجات میں ترقی کرتے رہیں گے۔ ورنہ جن لوگوں کی فطرت میں سچائی کی طلب نہیں وہ قرآن کا مقابلہ کریں گے اور بحث مباحثہ اور ہٹ کو کام میں لاکر قرآن کے پیغام کو رد کردیں گے اور اپنی فطرت کی کجی کی وجہ سے قرآن سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔

(۵) ان آیتوں میں متقیوں کے چند اوصاف بیان کرتے ہوئے تقوے کے بنیادی اجزاء کو واضح فرمایا جس کی تشریح یہ ہے تقوے کے لغوی معنی بچنا اور پرہیز کرنا ہیں شریعت میں تقوے کے دو جز ہیں۔ ایک اچھی باتوں کا اختیار کرنا، دوسرے بُری باتوں سے بچنا۔ پھر اچھی باتوں کی دو قسمیں ہیں ایک اعتقادی دوسرے عملی۔ اعتقادی قسم میں زندگی کی چند بنیادی سچائیوں پر یقین کرنا ہے جس سے دل اور رُوح کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور عمل کے لئے صحیح راستہ متعین ہوتا ہے۔ اعتقادی قسم کو يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ سے ظاہر فرمایا یعنی ان حقیقتوں پر ایمان رکھتے ہیں جو اگرچہ ان کے حواس سے پوشیدہ ہیں لیکن عقل ان کی شہادت دیتی ہے اور وحی الٰہی نے ان کی خبر دی ہے۔ وہ حقیقتیں یہ ہیں: خدا کی ذات و صفات، ملائکہ، تمام انبیاء، تمام الہامی کتابیں، آخرت کی زندگی، حساب کتاب، جنت و دوزخ۔ دوسری قسم نیک اعمال ہیں جن کو عبادات کہتے ہیں۔ ان میں سے بدنی عبادت کو يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ سے اور مالی عبادت کو مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ سے ظاہر کیا۔ تقوے کی دوسری قسم بُری باتوں سے بچنا ہے۔ اعتقادی اور عملی بُرائیوں کو قرآن میں مختلف جگہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے مگر اس جگہ ان کی طرف ضمناً اور اشارۃً توجہ دلائی گئی ہے یعنی جب صحیح عقیدے اور نیک عملی کی وجہ سے انسان کا ظاہر و باطن پاک ہوگیا تو لازمی طور پر وہ اعتقادی اور عملی بُرائیوں سے محفوظ ہوگیا۔ اسی لئے قرآن مجید میں نماز کی کئی صفتوں میں سے ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ نماز ہر قسم کی فحش اور بُری باتوں سے روکتی ہے۔ پرہیزگارانہ زندگی کا یہ مختصر خاکہ ہے جس کی تفصیل سارا قرآن ہے۔

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝۵

یہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں (۱)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ

بیشک وہ لوگ جنھوں نے کفر کی راہ اختیار کی اُن کے حق میں (دونوں باتیں) برابر ہیں کہ (اے محمدؐ) تم ان کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ

لَا يُؤْمِنُونَ ۝۶ خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَىٰ

وہ ایمان نہیں لائیں گے (۲) اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگادی ہے اور ان کی

أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝۷ وَمِنَ النَّاسِ

آنکھوں پر پردہ پڑا ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب تیار ہے (۳) اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں

مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ ۝۸

جو (زبان سے) کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ (دل سے) مومن نہیں (۴)

يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ

یہ (لوگ اپنے خیال میں) اللہ کو اور ایمان والوں کو دھوکا دیتے ہیں اور (واقع میں) وہ اپنے سوا کسی کو دھوکا نہیں دیتے

وَمَا يَشْعُرُونَ ۝۹ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ۖ

مگر (اس حقیقت کو) نہیں سمجھتے ان کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے پھر اللہ نے اس بیماری کو اور بڑھا دیا

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝۱۰ وَإِذَا قِيلَ

اور اُن کے لئے دردناک عذاب تیار ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے اور جب ان سے کہا جاتا

لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۝۱۱

ہے کہ زمین میں فساد مت پھیلاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں

أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ ۝۱۲

یاد رکھو وہی فساد پھیلانے والے ہیں لیکن وہ (اس حقیقت کو) نہیں سمجھتے

(۱) وہ متقین جن کے اوصاف اُوپر کی آیتوں میں بیان کئے گئے ہیں اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سند ملتی ہے کہ وہی لوگ خدا کے ٹھیرائے ہوئے راستہ پر ہیں۔ نیز اُن کو یہ خوشخبری دی جاتی ہے کہ وہی دنیا و آخرت میں کامیاب ہیں۔

(۲) اس آیت میں ان لوگوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے جو اپنی فطرت میں حق و صداقت کی کوئی طلب نہیں رکھتے اور پیغام حق سے علانیہ انکار کر دیتے ہیں۔ قبولیت حق و صداقت کے لحاظ سے انسانوں کی یہ دوسری قسم ہے جو پہلی قسم کی بالکل ضد ہے۔ اس آیت میں جن کافروں کا ذکر کیا گیا ہے اُن سے مُراد خاص وہ لوگ ہیں جو آخر تک ایمان نہیں لائے اور کفر ہی پر مرے جیسے ابوجہل اور ابولہب وغیرہ ورنہ عام کافروں پر اسلام ہمیشہ پیش کیا گیا اور ان ہی میں سے لوگ مشرف باسلام ہوئے اور قیامت تک ایسا ہوتا رہے گا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے انسان کو خیر و شر نیکی و بدی کے دو راستے دکھائے اور اُن کے اچھے اور بُرے نتیجے بھی واضح کر دیے۔ پھر نیکی اور بدی میں تمیز کرنے کی قوت عطا کر کے اُس کو اپنے افعال کا مختار اور اپنے اعمال کا
ع ۱ ذمہ دار بنایا اور وقتاً فوقتاً اس سبق کی یاد دہانی اور اعادہ کے لئے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ اس صورتِ حال کے باوجود جب کوئی شخص جان بوجھ کر نافرمانی اور سرکشی پر سختی سے جم جائے اپنے دل سے سوچنے کا کام نہ لے کانوں سے داعیٔ حق کی آواز نہ سُنے اور آنکھوں سے آفتابِ رسالت کی روشنی نہ دیکھے تو اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ ایسے شخص کی راہ میں حائل نہیں ہوتا اور جبراً اس کو ہدایت نہیں کرتا بلکہ اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور اس کے ارادہ اور اختیار کو اپنی صفت خالقیت سے ظہور بخشتا ہے جیسا کہ ایک حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ داغ پڑ جاتا ہے پھر دوبارہ کرتا ہے تو ایک اور داغ کا اضافہ ہو جاتا ہے چنانچہ گناہ کرتے کرتے اس کا دل ایسا ہو جاتا ہے گویا اس پر سیاہ غلاف چڑھا دیا گیا ہے اس حالت کو استعارہ کے طور پر دلوں اور کانوں پر مہر لگانے اور آنکھوں پر پردہ ڈالنے سے تعبیر کیا گیا ہے اور صفت خالقیت کے اعتبار سے ان افعال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔

(۴) یہاں سے ان لوگوں کا ذکر ہے جن کو قرآن میں منافقین کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ مدینہ میں منافقوں کی ایک جماعت تھی جس کا سرگروہ عبداللہ بن اُبی بن سلول تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں تشریف لانے سے پہلے مدینہ والوں پر اس کا بڑا اثر تھا۔ وہاں کے لوگوں میں یہ مشورہ ہوا تھا کہ اس کو سب کا سردار مان لیا جائے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری کے بعد جب اسلامی تعلیمات اور حضورؐ کی ذاتِ اقدس نے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تو عبداللہ بن اُبی کی وقعت گر گئی اور اس کو اپنا مستقبل تاریک نظر آنے لگا اس لئے اُس کے دل میں آنحضرتؐ اور مسلمانوں سے حسد پیدا ہوا مگر غلبۂ اسلام کی وجہ سے اس نے اور اس کے چند ساتھیوں نے خود کو مسلمانوں میں شامل کر دیا مگر دل میں کفر چھپائے رکھا۔ اُن کا حال یہ تھا کہ جدھر دنیا کا مفاد نظر آتا اُدھر جھک جاتے مسلمانوں کے سامنے اپنے طرزِ عمل سے خود کو مسلمان جتاتے اُدھر کفار سے ساز باز رکھتے اور مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالتے اور اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ منافقوں کے لئے قرآن میں مختلف مقامات پر سخت ترین عذاب کی وعیدیں آئی ہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اور لوگ ایمان لائے تم بھی ایمان لاؤ تو کہتے ہیں کیا ہم بھی اسی طرح ایمان

كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَاۗءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاۗءُ وَلٰكِنْ

لائیں جس طرح یہ بے وقوف ایمان لائے یاد رکھو حقیقت میں وہی لوگ بے وقوف ہیں لیکن وہ

لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ښ

اس بات کو نہیں جانتے (۱) اور جب یہ منافق ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لا چکے ہیں

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ

اور جب اپنے شیطانوں سے تنہائی میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو یقیناً تمہارے ساتھ ہیں (اور مسلمانوں کی تو)

مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِىْ طُغْيَانِهِمْ

ہم ہنسی اڑاتے ہیں (۲) (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ ان کی ہنسی اڑاتا ہے اور ان کو ان کی سرکشی میں ڈھیل دیتا ہے (اور چھوڑ دیتا ہے کہ) وہ

يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰۗئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى

حیران و سرگرداں ہیں (۳) یہی لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی

فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾

نہ ان کی تجارت ہی فائدہ بخش ہوئی اور نہ وہ ہدایت پانے والے ہوئے (۴)

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَاۗءَتْ

ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے (اندھیرے میں) آگ جلائی جب آگ نے اس کے آس پاس

مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ

کی چیزوں کو روشن کیا تو اللہ نے ان کی روشنی کو بجھا دیا اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ

لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّ ۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾ ۙ

کچھ نہیں دیکھ سکتے یہ لوگ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں (اس لئے) یہ لوگ (اپنی گمراہی سے) کبھی نہیں لوٹیں گے (۵)

(۱) اس آیت میں منافقوں کے ایک اور عیب کو واضح کیا گیا ہے کہ وہ خود کو بہت عقلمند اور سچے مسلمانوں کو بیوقوف سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عیب کو واضح کیا اور بتایا کہ حقیقت میں سچے مسلمان بڑے عقلمند ہیں جو صدق دل سے کلام الٰہی کو قبول کرتے ہیں وفاداری کے ساتھ احکام خداوندی کی تعمیل کرتے ہیں راہ حق میں جو تکلیفیں پیش آتی ہیں ان کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں اور حق کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی سے نہیں ڈرتے برخلاف اس کے منافق عقل کے دشمن ہیں کہ دنیا کی لالچ میں پھنسے ہوئے ہیں آخرت کی زندگی کو بھولے ہوئے ہیں اور نافرمانی اور مکارانہ چالوں سے اللہ اور اس کے رسول کو ناخوش کئے ہوئے ہیں۔ منافقوں کی سب سے بڑی حماقت اور جہالت یہ ہے کہ وہ اتنی بات کو بھی نہیں سمجھتے کہ کون سی بات عقلمندی کی ہے اور کون سی بات بیوقوفی کی۔

(۲) اس آیت میں منافقوں کی ایک شیطانی خصلت کو بیان کیا ہے کہ جب وہ مسلمانوں سے ملتے ہیں تو ان کے سامنے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتے ہیں لیکن جب اپنے شیطان صفت سرداروں سے ملتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ ہم تو دین کے معاملہ میں تمہارے ساتھ ہیں اور ہم جو مسلمانوں کے سامنے اسلام ظاہر کرتے ہیں تو وہ ان کا مذاق اڑانے کے لئے اور ان کی بے وقوفی لوگوں پر ظاہر کرنے کیلئے ہے۔ وہ تو ایسے بے وقوف ہیں کہ ہماری ظاہرداری سے دھوکا کھاکر ہم کو مسلمان سمجھ لیتے ہیں اور ہم پر اپنے راز ظاہر کر دیتے ہیں۔ اور مال غنیمت میں ہم کو شریک کر لیتے ہیں۔

(۳) منافقوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم منافقوں کی سب حرکتوں سے باخبر ہیں۔ وہ اہل ایمان کا کیا مذاق اڑا سکتے ہیں ہم نے ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ خود ان ہی کے ساتھ تمسخر ہو رہا ہے منافق زبانی اسلام ظاہر کرکے مطمئن بیٹھے ہیں مگر اپنی بے وقوفی سے یہ نہیں سمجھتے کہ ہم نے ان کی رسی ڈھیلی چھوڑ رکھی ہے اور فی الحال ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ منافقوں کے ساتھ مسلمانوں کا سا برتاؤ کریں۔ وقت آنے پر ہم انھیں سمجھ لیں گے۔ دنیا میں ان کی سخت رسوائی ہوگی اور آخرت میں ان کو دردناک عذاب بھگتنا پڑے گا۔

(۴) اسلام کے ذریعہ نوع انسان کو ہدایت کا راستہ دکھایا گیا تھا مگر منافق ہدایت کی سیدھی سادی راہ چھوڑ کر نفاق کی گمراہی میں پڑ گئے اور سمجھے کہ ہم بڑے عقلمند ہیں اور فائدہ کما رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق سے اپنے نبی کو آگاہ کر دیا اور ان کی سب چالبازیوں کو ناکام بنا دیا۔ آخرکار یہ حقیقت ظاہر ہوئی کہ ان کی تجارت کچھ فائدہ مند ثابت نہ ہوئی اور وہ ہدایت و نجات کی بیش بہا دولت کو اپنے ہاتھوں سے کھو بیٹھے۔

(۵) منافقوں کی چند خصلتیں بیان کرنے کے بعد ان کی محرومی کو واضح کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ دو مثالیں بیان فرماتا ہے کہ منافقوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے اندھیری رات میں راستہ دیکھنے کے لئے جنگل میں آگ جلائی جب اس کے شعلوں سے فضا روشن ہوگئی اور راستہ نظر آنے کو ہوا تو اچانک آگ بجھ گئی اور چاروں طرف اندھیرا چھا گیا اور وہ شخص حیران و پریشان رہ گیا کہ کچھ نہیں دیکھ سکتا۔ ایسا ہی حال منافقوں کا ہے کہ انھوں نے زبان سے اسلام ظاہر کرکے دین حق کی روشنی حاصل کی اور کچھ ہی دنیوی فائدے اٹھانے پائے تھے کہ جلد ہی نفاق کی تاریکی چاروں طرف چھا گئی اور وہ حیران و سرگرداں رہ گئے۔ اب ان کا حال یہ ہے کہ وہ بہرے ہیں کہ حق کی آواز ان کے کانوں میں نہیں پہنچتی گونگے ہیں کہ کلمۂ حق ان کی زبان سے نہیں نکلتا اور اندھے ہیں کہ حق کا نور نہیں دکھائی دیتا۔ جن لوگوں کی محرومی اور شقاوت کا یہ حال ہو ان کے حق کی طرف لوٹ آنے کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ

یا ان کی مثال (ان لوگوں کی سی ہے جن پر) آسمان سے بارش (برس رہی ہو) جس میں اندھیرے پر اندھیرا اور گرج اور بجلی ہو۔

يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ

تو یہ کڑک سے (ڈر کر) موت کے خوف سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس

الْمَوْتِ ۭ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ

لیتے ہیں اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے قریب ہے کہ بجلی ان کی

اَبْصَارَھُمْ ۭ كُلَّمَآ اَضَاۗءَ لَھُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ڎ وَاِذَآ اَظْلَمَ

بینائیوں کو اچک لے۔ جب بجلی (چمکتی اور) ان پر روشنی ڈالتی ہے تو وہ اس میں چلتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا چھا جاتا

عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَذَھَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِھِمْ ۭ

ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں اور اگر اللہ چاہے تو (یوں بھی) وہ ان کی قوت سماعت اور بصارت کو چھین لے

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ ۧ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا

بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۱) اے لوگو! اپنے اس پروردگار

رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ

کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں تاکہ تم

تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ ۙ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَاۗءَ

پرہیزگار بن جاؤ (وہ پروردگار ایسا ہے) جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت

بِنَاۗءً ۠ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ

بنایا اور آسمان سے پانی برسا کر تمہارے کھانے کے لئے طرح طرح کے میوے

رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

پیدا کئے پس کسی کو اللہ کا ہمسر (اور شریک) نہ بناؤ حالانکہ تم خوب جانتے ہو (کہ اس جیسا کوئی بھی نہیں) (۲)

(۱) منافقوں کی دوسری مثال اُن لوگوں کی سی ہے جن پر آسمان سے خوب بارش ہو رہی ہے۔ بھیانک رات ہے، کالی کالی گھٹاؤں سے چاروں طرف اندھیرا چھا رہا ہے، بادل کی گرج سے دل دہل رہے ہیں، بجلی کی چمک تیر کی طرح آنکھوں میں چبھ رہی ہے، زور کی کڑک ہوتی ہے تو موت کے ڈر سے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں، بجلی کی روشنی میں دو چار قدم چل لیتے ہیں پھر اندھیرے میں کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں، ساری دنیا بارانِ رحمت سے فیضیاب ہو رہی ہے لیکن ان نامرادوں کی کیفیت یہ ہے کہ دہشت کے مارے کانوں میں انگلیاں ٹھنسی ہوئیں آنکھوں میں اندھیرا چھایا ہوا، پاؤں چلنے سے درماندہ، دل خوف سے لرزاں۔ بالکل یہی حال منافقوں کا ہے۔ دُنیا بارانِ رحمت کیلئے بے قرار تھی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے وحیِ الٰہی کی بارش نازل فرمائی۔ وحیِ الٰہی کی برکتوں سے فیضیاب ہو رہی ہے۔ اپنے عقائد اور اعمال درست کر کے نئی زندگی حاصل کر رہی ہے لیکن ان بدبخت منافقوں کا حال یہ ہے کہ اپنے نفاق اور کوربا طنی کی وجہ سے وحیِ الٰہی کی برکتوں سے محروم ہیں۔ نفاق، سازشوں اور شرارتوں کی سزاؤں کا ذکر پیغمبر علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے سُن سُن کر ان کے دل دہلتے ہیں، کلامِ الٰہی کی تلاوت کے وقت کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں۔ شک و شبہ کی حیرانی، جان و مال کے خوف اور دنیوی ذلت و رسوائی میں ہر وقت غلطاں و پیچاں ہیں، اسلام کی ترقی اور غلبہ کو دیکھ کر اور دنیوی فائدے حاصل کرنے کے لئے زبان سے اسلام ظاہر کرتے ہیں لیکن جب حق کی خاطر دنیوی ع
۱۴
۲
فائدے ترک کرنے اور اسلام کی راہ میں مشکلیں اُٹھانے کا وقت آتا ہے تو نفاق کی تاریکیاں اُن کے دلوں پر چھا جاتی ہیں اور وہ اسلام کی راہ میں آگے قدم نہیں بڑھا سکتے۔

(۲) سب سے پہلے قرآن کا کتابِ الٰہی ہونا بیان کیا اور اس کی یہ خاصیت بتائی کہ اس سے نیک فطرت لوگوں کو نیکی کا راستہ ملتا ہے۔ پھر متقیوں کے اوصاف بیان کئے، اس کے بعد کافروں اور منافقوں کا ذکر کیا، تاکہ قرآن پڑھنے والوں پر سعادت و شقاوت کی دونوں راہیں واضح ہو جائیں اس وضاحت کے بعد اب تمام انسانوں کو مخاطب کر کے توحید کا درس دیا جاتا ہے کیونکہ سعادت و تقویٰ کی بنیاد توحید پر قائم ہے۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی خالقیت و ربوبیت سے توحید پر دلیل پیش کی گئی ہے جس کا یقین انسان کی فطرت میں ہے اور جس کا مشاہدہ انسان خود اپنی ذات میں اور کائنات میں ہر وقت کرتا رہتا ہے۔ ان آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تم کو اور تمہارے باپ دادا کو پیدا کیا اور جس نے تمہاری پرورش کے لئے طرح طرح کے سامان مہیا کئے، آسائش کے لئے تمہارے پاؤں تلے زمین بچھا دی اور تمہارے سروں پر نیلگوں آسمان کو سائبان کی طرح کھڑا کر دیا، بادل بنا کر آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے طرح طرح کے میوے اور قسم قسم کے دانے پیدا کئے تاکہ تم کھاؤ پیو اور زندگی لُطف سے گزارو جب حقیقت یہ ہے کہ ساری کائنات میں خالقیت اُسی کی خالقیت ہے اور ربوبیت اسی کی ربوبیت ہے تو انسان پر لازم ہے کہ اپنا علم و عمل حقیقت کے مطابق رکھے یعنی اپنے عقیدے میں کسی کو خدا کا شریک نہ سمجھے اور عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ بنائے۔

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا

اور اگر تم اس کتاب کے بارے میں کچھ شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے (محمدؐ) پر نازل کی ہے تو

بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ

اسی طرح کی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جو تمہارے مددگار ہوں ان کو بھی

اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٣﴾ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن

بلاؤ اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو (١) پھر اگر تم ایسا نہ کر سکو اور ہرگز

تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَ

ایسا نہ کر سکوگے تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن آدمی اور

الْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴿٢٤﴾ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَ

پتھر ہیں جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے اور (اے پیغمبرؐ) تم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا

اچھے کام کئے اس بات کی خوشخبری سنا دو کہ ان کیلئے (بہشت کے) باغ ہیں جن کے نیچے نہریں

الْأَنْهَارُ ۖ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِن ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوا

بہہ رہی ہیں جب ان کو باغوں میں سے کوئی میوہ کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے کہ

هَٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا ۖ وَلَهُمْ

یہ تو وہی ہے جو ہم کو پہلے دیا گیا تھا اور ان کو ملتے جلتے پھل دیے جائیں گے اور ان کیلئے

فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۖ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٥﴾ إِنَّ اللَّهَ

وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ بہشتوں میں ہمیشہ رہیں گے بیشک اللہ

لَا يَسْتَحْيِي أَن يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ

کوئی مثال بیان کرنے سے نہیں شرماتا چاہے وہ مثال مچھر کی ہو یا اس سے بھی بڑھ کر کسی حقیر چیز کی (٢)

(١) توحید کا بیان ختم ہونے کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ توحید کا صحیح علم اور متقیانہ زندگی کا صحیح تصور وحی الٰہی کے سوا اور رسول کے واسطے کے بغیر کسی اور ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے ثبوت میں قرآن کریم کو بطور معجزہ اور دلیل کے پیش کیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعویٰ رسالت میں برحق ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جو معجزانہ کلام وہ پیش کر رہے ہیں وہ کلام الٰہی ہے جو فصاحت و بلاغت اور معانی و مطالب کے لحاظ سے بے نظیر ہے اور بشری طاقت سے بالا ہے۔ اگر تم کو اس بات میں کچھ شک ہے تو اس کا فیصلہ بہت آسان ہے تم بھی تو اہل زبان ہو اور تم کو فصاحت و بلاغت کا دعویٰ اور فخر ہے اور تم آئے دن بڑے بڑے فصیح و بلیغ قصیدے کہتے رہتے ہو اور شاعری میں باہم مقابلہ کرتے رہتے ہو اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ کلام کسی انسان کا بنایا ہوا ہے تو اس کا مقابلہ کرو اور اللہ کے سوا جن طاقتوں کو تم نے اپنا حمایتی سمجھ رکھا ہے ان سب کو اپنی مدد کیلئے بلا لو۔ اگر تم ایسا نہ کر سکو اور ہمارا دعویٰ ہے کہ تم ہرگز ایسا نہ کر سکو گے تو پھر سچائی کے انکار سے باز آؤ اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر ایمان لاؤ۔ تاریخ شاہد ہے کہ مخالفین اسلام نے اسلام کی بیخ کنی میں طرح طرح کی تدبیریں کیں اور آج بھی کرتے رہتے ہیں مگر قرآن کے اس دعوے کا جواب نہ دے سکے اور قرآن کے مقابلہ میں ایک چھوٹی سی سورت بھی پیش نہ کر سکے۔

(٢) جب مکہ والے کلام الٰہی جیسی چھوٹی سورت بھی پیش نہ کر سکے اور قرآن کا جواب لانے سے عاجز ہو گئے تو انھوں نے ہٹ دھرمی شروع کی اور کوئی بات تو بن نہ پڑی ایک اعتراض یہ کیا کہ قرآن میں مکھی اور مکڑی جیسی حقیر اور چھوٹی چھوٹی چیزوں کا ذکر ہے اور یہ بات خدا کی عظمت و بزرگی کے خلاف ہے۔

اس آیت میں اُن کے اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ بیشک کلام الٰہی میں مکڑی، مکھی، مچھر جیسی چھوٹی چیزوں کا ذکر بطور مثال کے جابجا آجاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مثالیں جانی بوجھی اور محسوس چیزوں کی بیان کی جاتی ہیں اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے نازک خیالات کی تصویریں کھنچ جاتی ہیں اور اس طرح باریک اور گہری حقیقتیں آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ عام بول چال میں، ادیبوں اور حکیموں کے کلام میں؛ بلکہ تورات و انجیل میں بھی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔

رہی یہ بات کہ مثال چھوٹی چھوٹی اور حقیر چیزوں کی ہے کوئی اعتراض یا عیب کی بات نہیں۔ مثال میں جو چیزیں پیش کی گئی ہیں اُن کا چھوٹا یا بڑا ہونا دیکھا نہیں جاتا بلکہ یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ مثال مناسب اور برمحل اور اُس چیز کے مطابق ہے جس کی وضاحت کیلئے پیش کی گئی ہے۔ اگر کسی چیز کی حقارت اور بے مائیگی ظاہر کرنے کے لئے مثال دینی ہو تو لازمی طور پر مثال بھی حقیر چیز کی ہونی چاہیئے ورنہ ادبی نقطہ نظر سے تمثیل ناقص ہوگی۔ چنانچہ بتوں کی بے مائیگی اور کمزوری ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مکھی کو بطور مثال پیش کیا اور توجہ دلائی کہ جن بتوں کو تم اپنا حاجت روا سمجھتے ہو وہ تو مکھی سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ اگر مکھی اُن سے کوئی چیز چھین لے تو تم دیکھتے ہو کہ وہ اپنی چیز اس سے نہیں چھڑا سکتے تو ایسے کمزور اور بے مایہ بت تمہاری حاجت روائی کیسے کر سکتے ہیں۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا
پس جو لوگ ایمان لاچکے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ مثال ان کے پروردگار کی طرف سے حق (اور ٹھیک) ہے اور جو
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ
کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایسی (حقیر) مثال بیان کرنے سے اللہ کی کیا غرض ہے! ایسی مثال سے اللہ
یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا ۙ وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا ؕ وَمَا یُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا
بہت سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو اسکی وجہ سے ہدایت دیتا ہے (۱) اور اس سے صرف انہی لوگوں کو گمراہ کرتا ہے
الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ
جو نافرمان ہیں جو اللہ کے عہد و پیمان کو مضبوط کرنے کے بعد
مِیْثَاقِهٖ ۪ وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَ
توڑ دیتے ہیں۔ اور جن تعلقات کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے ان کو قطع کرتے ہیں اور
یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ كَیْفَ
ملک میں فساد پھیلاتے ہیں یہی لوگ (آخر کار) نقصان اٹھانے والے ہیں (۲) (لوگو!)
تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاكُمْ ۚ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ
تم اللہ کا کیوں کر انکار کرسکتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے تو اس نے تم کو زندگی بخشی پھر وہ تم کو مارے گا پھر
یُحْیِیْكُمْ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا
دوبارہ زندہ کرے گا بالآخر اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے (۳) وہی تو ہے جس نے تمہارے فائدے کیلئے
فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ
زمین میں تمام چیزیں پیدا کیں پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو عمدہ
سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۹﴾ ع وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ
سات آسمان بنائے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے (۴) اور (وہ وقت یاد کرو) جبکہ تمہارے پروردگار نے

(۱) قرآن مجید میں مثالوں کا ذکر حقائق و معارف کی وضاحت کیلئے اور گفتگو کے عام طریقہ کے مطابق ہے جن لوگوں کے دل ایمان کے نور سے روشن ہیں وہ مثالوں کی صداقت و حقانیت پر یقین رکھتے ہیں اور اس کی حکمت پر غور کرکے اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالےٰ سعادت کی راہ کھول دیتا ہے لیکن جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے اور جنھوں نے صداقت کے انکار پر کمر باندھ رکھی ہے وہ کلام الٰہی میں مثالوں کو دیکھ کر مہمل اعتراض کرتے ہیں اور قرآن سے اپنے لئے گمراہی کا سامان پیدا کر لیتے ہیں۔

(۲) یہودی قرآن مجید کی مثالوں پر اعتراض کرکے خود بھی گمراہ ہوتے تھے اور لوگوں کو بھی بہکایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کام فاسقوں کا ہے اور یہودی تو پرانے فاسق اور اللہ تعالیٰ کے حدود کو توڑنے والے ہیں۔ انھوں نے موسیٰ کے ذریعے پیغمبر آخر الزماں کی اطاعت کا عہد کرکے اس کو توڑ ڈالا اور بہت سے احکام الٰہی کی نافرمانی کرتے ہیں اور ملک میں طرح طرح سے فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں اور دین حق اور اہل حق کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں جس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ ایسی حرکتوں سے خود ہی دنیا و آخرت میں نقصان اٹھائیں گے۔

(۳) خدا کا انکار کرنے والوں کو خالقیت کی صفت کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے جس کا انسان اپنے میں اور ساری کائنات میں مشاہدہ کر رہا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا جبکہ تم کچھ بھی نہ تھے پھر وہی ہے جو زندگی کے بعد موت طاری کرتا ہے اور موت کے بعد دوبارہ زندگی بخشے گا اور پھر تم اپنے اعمال کی جزا یا سزا پانے کے لئے اس کے سامنے حاضر ہوگے۔ جس ذات میں خالقیت کی اتنی بڑی صفت پائی جائے اس کے وجود اور پیغام سے انکار کرنا سخت تعجب کی بات ہے۔

اس آیت میں پہلی پیدائش سے دوسری پیدائش کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور اس طرح آخرت کی زندگی کا یقین پیدا کیا گیا ہے۔ آخرت کی زندگی اور وہاں اعمال کی جزا و سزا پانے کا عقیدہ مذہبی زندگی کے لئے ناگزیر ہے۔

ع ۹ / ۳

(۴) اس آیت میں اللہ تعالےٰ کی ربوبیت کا ذکر فرما کر دوسری نعمت انسانوں کو یاد دلاتا ہے جو پہلی نعمت پر مرتب ہے یعنی تم اللہ سے کیونکر روگردانی کرتے ہو جس نے تم کو وجود بخشا، پھر موجود کرکے یوں ہی بے سروسامان نہیں چھوڑ دیا بلکہ آسمان و زمین چاند و سورج کو تمہاری خدمت اور ضروریات کی تکمیل کیلئے پیدا کیا اور وہ سب اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں انصاف کا تقاضا ہے کہ تم بھی اپنے پروردگار کے احکام کی تعمیل میں کوتاہی نہ کرو ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکارند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ

فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں (اپنا ایک) خلیفہ بنانے والا ہوں (۱) تو فرشتوں نے عرض کیا اے

فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ

پروردگار کیا تو زمین میں ایسی ہستی کو خلیفہ بنانا چاہتا ہے جو اس میں فساد پھیلائے اور خون ریزی کرے حالانکہ ہم (ہر وقت) تیری تعریف کے

بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

ساتھ تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں اللہ نے ارشاد فرمایا کہ میں وہ (حقیقت) جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے (۲)

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ

اور اللہ نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھائے پھر اُن (چیزوں) کو فرشتوں کے آگے پیش کیا

فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾

اور فرمایا اگر تم سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ

فرشتوں نے کہا (پروردگار) تیری ذات پاک ہے ہمیں تو کچھ بھی علم نہیں ہاں صرف اتنا جتنا تو نے ہمیں سکھایا بیشک تو ہی بڑے علم

الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ

و حکمت والا ہے۔ حق تعالیٰ نے حکم دیا اے آدم! فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتادو پس جب آدم نے فرشتوں کو

بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ

چیزوں کے نام بتادیے تو حق تعالیٰ نے (فرشتوں سے) فرمایا (کیوں) میں نے تم سے پہلے ہی نہ کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی سب

وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذْ

چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہوں اور ان باتوں کو بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے اور جو چھپاتے ہو (۳) اور جب

قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى

ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب سجدہ میں گر پڑے۔ اس نے

(۱) اس رکوع میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر فرما کر اولاد آدم کا صحیح مقام بتایا جاتا ہے اور تیسری بڑی نعمت کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے اور اُن کو توحید کی دعوت دی جاتی ہے ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو فضیلت بخشی کہ اُن کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا، اُن کو علم کے زیور سے آراستہ کیا اور اُن کو مسجود ملائکہ بنایا۔ پس اے اولاد آدم جب اللہ تعالےٰ تمہارا اتنا بڑا محسن ہے اور اُس نے تم کو اتنا بڑا مرتبہ بخشا ہے تو کیونکر تم اس کی نافرمانی کرتے ہو اور اس کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اس کا راستہ بتانے والے ہیں کس طرح رُو گردانی کرتے ہو۔

(۲) فرشتے معصوم ہوتے ہیں۔ وہ خدا کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کرسکتے۔ اس سوال سے جناب باری میں اعتراض مقصود نہ تھا بلکہ انھوں نے ادب سے عرض کیا کہ خداوندا! اس نئی مخلوق کے پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے، حالانکہ اس میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو زمین میں طرح طرح سے فساد پھیلائیں گے۔ ہم ہمیشہ آپ کی تسبیح و تقدیس اور اطاعت میں سرگرم ہیں تو ہم ہی کو یہ اعزاز کیوں نہیں بخشا جاتا۔ اس گذارش کا مجمل جواب یہ ملا کہ اس مخلوق کے پیدا کرنے سے ہمارے علم میں جو حکمتیں ہیں تم اُن کو نہیں جانتے۔

اولاد آدم کے فسادی ہونے کا علم شاید فرشتوں کو اس طرح ہوا کہ جب حق تعالےٰ نے اُن کے سامنے زمین میں اپنا خلیفہ اور نائب بنانے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو فرشتوں نے سمجھا کہ خلیفہ اور حاکم کی ضرورت تو اس وقت ہوتی ہے جب کہ ظلم، حق تلفی، ناانصافی، خوں ریزی، اور شر و فساد ہو۔

(۳) اللہ تعالےٰ نے آدم کو بہترین صورت پر بنا کر اُن کو زیورِ علم سے آراستہ کیا جس کی بدولت آدم چیزوں کے نام، ان کی خاصیتوں اور حقیقتوں سے واقف ہوگئے۔ فرشتے نہ تو اس قسم کا علم رکھتے تھے اور نہ آدم کی خصوصیت کو سمجھ سکتے تھے۔ فرشتوں کو آدم کی فضیلت کا یقین دلانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے فرشتوں کا امتحان لیا اور تمام چیزوں کی حقیقتیں ان کے سامنے پیش کرکے فرمایا کہ اگر تم آدم کے مقابلہ میں زمین کی خلافت کے دعویدار بنتے ہو تو ان حقیقتوں کے نام بتاؤ۔ فرشتوں نے اپنے عجز کا اعتراف کیا پھر اللہ تعالےٰ نے آدم کو حکم دیا کہ فرشتوں کو اُن چیزوں کے نام بتاؤ چنانچہ آدم نے سب چیزوں کے نام بتا دیئے۔ فرشتے آدم کی علمیت کو دیکھ کر دنگ رہ گئے اور ان کی فضیلت اور خلافت کے حقدار ہونے کے قائل ہوگئے۔

اس بیان سے واضح ہوگیا کہ انسان کی فضیلت کا دارومدار اس کی صفت علم پر ہے، یہ صفت علم کی وجہ سے انسان میں ترقی کے غیر محدود امکانات پوشیدہ ہیں، یہ کہ صفت علم کی بدولت انسان تمام مخلوقات سے افضل واشرف ہے اور یہ کہ علم کی راہ سے انسان ساری مخلوقات پر قابو اور غلبہ حاصل کرسکتا ہے اور اس کو اپنے فائدے کے لئے استعمال کرسکتا ہے۔

وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٤﴾ وَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ

(حکم الٰہی) نہ مانا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا (۱) اور ہم نے کہا اے آدم: تم اور

اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۖ وَلَا

تمہاری بیوی دونوں بہشت میں رہو اور اس میں جہاں سے چاہو خوب کھاؤ پیو لیکن

تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٣٥﴾ فَاَزَلَّهُمَا

اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ زیادتی کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے پھر شیطان نے ان

الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا

دونوں کو وہاں سے پھسلا دیا اور جس عیش و آرام میں وہ رہتے تھے اس سے نکلوا دیا۔ اور ہم نے حکم دیا کہ تم سب (بہشت بریں)

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ

سے نیچے اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن بن کر رہو گے اور تمہارے لئے زمین میں ٹھکانا ہے اور تمہیں وہاں ایک (مقررہ) وقت تک

اِلٰى حِيْنٍ ﴿٣٦﴾ فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۗ

فائدہ اٹھانا ہے (۲) پھر آدم نے اپنے پروردگار سے چند کلمات سیکھ لئے تو اللہ نے ان کی توبہ قبول کی۔

اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿٣٧﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ

بیشک وہی بڑا توبہ قبول کرنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے (۳) ہم نے حکم دیا کہ تم سب اس (جنت) سے نیچے اتر جاؤ

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا

پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے (تو اس کی پیروی کرنا) تو جو لوگ میری ہدایت کی پیروی کریں گے تو

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (۴) اور جو لوگ اس ہدایت کا انکار کریں گے

وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰۤئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا

اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے وہ دوزخی ہوں گے (اور) وہ ہمیشہ

(۱) جب آدم کی علمی فضیلت اور اُن کے مستحق خلافت ہونے کے فرشتے قائل ہو گئے تو اللہ تعالےٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کی جناب میں سجدۂ تعظیمی بجالائیں۔

چنانچہ سب نے آدم کو سجدہ کیا مگر ابلیس نے آدم سے حسد کیا اور خدا کے حکم سے سرتابی کی اور کفر کا مرتکب ہوا۔

(۲) حضرت آدم کے سر پر خلافت کا تاج رکھا جا چکا اور انکار کی وجہ سے شیطان کو عزت کے مقام سے نکال دیا گیا۔ حق تعالےٰ کی طرف سے آدم وحوا دونوں کو بہشت میں رہنے اور وہاں پُر لطف زندگی گزارنے کا حکم ملا۔ مگر ایک درخت کا پھل کھانے سے منع کر دیا گیا مشہور ہے کہ وہ درخت گیہوں کا تھا چنانچہ آدم وحوا دونوں بہشت میں امن چین کی زندگی بسر کرنے لگے شیطان کو سخت حسد پیدا ہوا اور وہ اُن کا دشمن ہو گیا بالآخر بہشت میں جا گھسا اور حضرت آدم وحوا دونوں کو طرح طرح سے بہکا کر اس درخت کا پھل کھلا دیا جس کے کھانے سے حق تعالےٰ نے منع فرما دیا تھا۔ اس لغزش کے بعد آدم وحوا کی بہشت کی زندگی ختم ہو گئی اور اُن کو زمین پر اُتر کر وہاں ایک نئی زندگی آغاز کرنے کا حکم ملا۔

(۳) زمین پر آنے کے بعد آدم کو اپنی لغزش کا احساس ہوا اور ندامت کے مارے گریہ وزاری کرتے ہوئے زمین میں ادھر اُدھر پھرتے رہے۔ اُن کی گریہ وزاری پر حق تعالےٰ نے رحم فرمایا اور چند کلمات اُن کے دل میں ڈال دیئے وہ کلمات یہ ہیں رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ حضرت آدم کثرت سے اس کو پڑھتے رہتے حق تعالےٰ نے ان کا قصور معاف فرما دیا۔

(۴) حضرت آدم کی توبہ تو قبول فرما لی گئی لیکن فی الحال جنت میں واپس جانے کی اجازت نہیں ملی۔ خلافتِ الٰہیہ کے منصب جلیل کے ظاہر کرنے کے لئے زمین پر ٹھیرنے کا حکم ملا اور اس امر کا اعلان کر دیا گیا کہ زمینی زندگی میں خصوصیت یہ ہوگی کہ اس میں سعادت و شقاوت کا اصول کار فرما رہے گا اور حصول سعادت کا واحد ذریعہ یہ ہوگا کہ انسان وحی الٰہی کی روشنی میں زندگی گزارے۔ اس سے انسان خلافت الٰہیہ کے منصب جلیل کو باقی رکھ سکے گا، اپنی زمینی زندگی کو استوار اور کامیاب بنا سکے گا اور جنت کی اس زندگی کا خود کو مستحق ثابت کر سکے گا جس سے آدم وحوا لطف اندوز ہو چکے تھے اور وحی الٰہی سے روگردانی شیطانی راہ ہوگی جس کا نتیجہ دنیا اور آخرت کی بربادی ہوگی۔

خٰلِدُوْنَ ﴿٣٩﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ

اس میں رہیں گے ۔ اے بنی اسرائیل! میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے

اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ

تم پر کئے تھے اور اس عہد کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا تھا تو میں بھی تمہارے عہد کو پورا

وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿٤٠﴾ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا

کروں گا اور مجھ ہی سے ڈرو اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو میں نے نازل کی (یہ) اس (کتاب) کی تصدیق

مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ

کرنے والی ہے جو تمہارے پاس ہے اور سب سے پہلے تم ہی قرآن کے منکر نہ بنو (۱) اور میری آیتوں کو

ثَمَنًا قَلِيْلًا ز وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿٤١﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ

تھوڑی سی قیمت پر نہ بیچو اور مجھ ہی سے ڈرو اور حق کو باطل کے

بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاَقِيْمُوا

ساتھ نہ ملاؤ اور حق بات کو مت چھپاؤ حالانکہ تم جانتے ہو (کہ حقیقت حال کیا ہے) (۲) اور نماز

الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿٤٣﴾

پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ تم بھی رکوع کیا کرو

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ

کیا (غضب ہے کہ) تم لوگوں سے تو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور خود اپنے کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم

تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ

کتاب الٰہی پڑھتے ہو۔ کیا تم اتنی سی بات بھی نہیں سمجھتے؟ (۳) اور صبر

وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَي الْخٰشِعِيْنَ ﴿٤٥﴾

اور نماز سے مدد لو اور بلاشبہ نماز گراں (گذرتی) ہے مگر ان لوگوں پر (نہیں) جو عاجزی کرتے ہیں

(۱) گزشتہ رکوع اس بیان پر ختم ہوا تھا کہ سعادت و نجات حاصل کرنا وحی الٰہی کی پیروی پر موقوف ہے۔ اس رکوع میں خاص طور پر حق تعالیٰ بنی اسرائیل سے خطاب فرماتا ہے کیونکہ وہ انبیاء کی اولاد، قدیم سلسلۂ وحی کے ماننے والے اور کتاب الٰہی (تورات) کے حامل تھے اس حیثیت سے مشرکین عرب بھی اُن کا احترام کرتے اور ان کے علم پر بھروسہ کرتے تھے۔

ع ۱۰ / ۴

بنی اسرائیل سے فرماتا ہے کہ دیکھو میں نے تم کو طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا تم کتاب الٰہی کے حامل ہو اور تم جانتے ہو کہ حصول سعادت کا واحد ذریعہ وحی الٰہی کی پوری پوری پیروی ہے۔ وحی الٰہی کے قدیم سلسلہ کی آخری کتاب کو میں نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کر دیا ہے جس کی تورات میں اس کی بشارت دے دی تھی اور اس کی نشانیاں بھی بتا دی تھیں بلکہ تم اس بارے میں مجھ سے ایک عہد بھی کر چکے ہو جس کا ذکر تورات میں ہے۔ تم اپنے عہد کو پورا کرو، پھر دیکھو میں کس کس طرح تم کو نوازتا ہوں۔ اس عہد کا پورا کرنا یہ ہے کہ نبی آخر الزمان اور اس وحی پر جو میں نے اُن پر نازل کی ہے ایمان لاؤ۔ اس کتاب (قرآن) کی خصوصیت اور اس کی سچائی کی نشانی یہ ہے کہ وہ تمہاری کتاب کی تصدیق کرتی ہے۔ اب تم کو لازم ہے کہ اس کتاب کی تصدیق کرو جس طرح وہ تمہاری کتاب کی تصدیق کرتی ہے۔ دینی راستہ میں تم نے دنیا کی قوموں کی پیشوائی کی ہے۔ اس لئے آج بھی تم پر لازم ہے کہ اس کتاب (قرآن) پر ایمان لانے میں دوسروں کی قیادت کرو۔ خبردار ایسا نہ ہو کہ سب سے پہلے انکار کرنے والے تم ہی بنو۔ مشرکین عرب کے مقابلہ میں تم پر دُہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ تم پہلے سے کتاب الٰہی کے حامل ہو۔ تمہارے اطراف پھیلے ہوئے مشرکین کی نظریں تم پر لگی ہوئی ہیں۔ اگر تم نے اس کتاب سے انکار کیا تو تمہاری دیکھا دیکھی مشرکین بھی انکار کر بیٹھیں گے اور تم پر دُہرا وبال پڑے گا۔

(۲) علماء یہود میں یہ عادت عام ہو گئی تھی کہ روپیہ پیسہ لے کر یا دنیوی اعزاز اور وجاہت کی خاطر تورات کے حکم کے خلاف لوگوں کو غلط مسئلے بتایا کرتے تھے۔ وہ یہ بھی کیا کرتے تھے کہ اپنے کسی غلط عقیدے یا نفسانی غرض کو ثابت کرنے کیلئے آسمانی کتاب میں کچھ گھٹا بڑھا کر لکھ دیا کرتے تھے یا شرح کو اس طرح لکھتے تھے کہ متن اور شرح مل کر ایک ہو جاتے اور ان دونوں میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں تورات و انجیل میں لکھی تھیں۔ علماء بنی اسرائیل ان بشارتوں کو پڑھ پڑھ کر لوگوں کو سُناتے تھے آنے والے پیغمبر کے اوصاف بیان کرتے تھے اور مشرکین پر فتح پانے کیلئے آپؐ کے منتظر تھے لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کا اعلان کیا اور بنی اسرائیل سے کہا کہ تمہاری کتابوں میں آنے والے جس پیغمبر کا ذکر ہے وہ میں ہی ہوں اور دیکھ لو تمام نشانیاں مجھ پر صادق آتی ہیں تو علماء یہود نے اس وقت بھی وہی کیا جو ہمیشہ کرتے آئے تھے۔ آنحضرتؐ کی نشانیوں کی آیتوں کو بدل ڈالا یا اُن کی شرح اس طرح کی کہ ان کا مطلب کچھ سے کچھ ہو گیا۔ عام لوگ حق بات نہ پہچان سکے۔ ایسا کرنا مذہبی پیشواؤں کیلئے بڑا ہی سخت جرم ہے۔

(۳) کسی قوم کے زوال کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ ہوتا ہے کہ اس قوم کے عالموں اور مذہبی پیشواؤں میں یہ عیب پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ نصیح و بلیغ وعظ کہتے اور دوسروں کو نیک عملی کی نصیحتیں کرتے ہیں لیکن خود اُن نصیحتوں پر کاربند نہیں ہوتے اور اپنی اصلاح نہیں کرتے۔ ایسے علماء و پیشواؤں کیلئے حدیث میں سخت وعید آئی ہے۔ اس لئے اس آیت میں اُن کو اس عیب کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ تم عوام کو نیک عملی اور تورات کے احکام بجالانے کی نصیحت کرتے ہو لیکن خود تم نے تورات کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ تورات میں نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی اور صفات موجود ہونے کے باوجود اس سے جان بوجھ کر چشم پوشی کرتے ہو۔

الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ

جو یہ سمجھتے ہیں کہ انھیں اپنے پروردگار سے ملنا ہے اور بالآخر اسی کی طرف

رٰجِعُوْنَ ﴿٤٦﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ

لوٹ کر جانا ہے (۱) اے بنی اسرائیل! میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے

اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَاتَّقُوْا

تم پر کئے تھے اور یہ کہ میں نے تم کو تمام دنیا کی قوموں پر فضیلت بخشی تھی اور اس دن

يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا

سے ڈرو جس دن کوئی شخص کسی کے کچھ کام آئے گا اور نہ کسی کے حق میں کوئی سفارش

شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٤٨﴾

سنی جائے گی اور نہ کسی سے کسی طرح کا بدلہ قبول کیا جائے گا اور نہ لوگوں کو کسی طرح کی مدد پہنچ سکے گی (۲)

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ

اور (وہ وقت یاد کرو) جب کہ ہم نے تمہیں فرعون کی قوم سے نجات دی تھی وہ تم کو بری طرح تکلیف دیتے

الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ

تھے تمہارے بیٹوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے

وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿٤٩﴾ وَاِذْ فَرَقْنَا

اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی آزمائش تھی (۳) اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جبکہ

بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ

ہم نے تمہاری خاطر دریا کو پھاڑ دیا پھر تم کو تو بچا لیا اور فرعون کی قوم کو تمہارے دیکھتے دیکھتے

تَنْظُرُوْنَ ﴿٥٠﴾ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً

دریا میں غرق کر دیا (۴) اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جبکہ ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا

منزل ۱

(۱) انسان بندہ ہے اور حق تعالےٰ رب اور مالک ہے۔ جو انسان بندگی اور اس کے آداب سے ناواقف ہوتا ہے اس کا قدم نماز کی طرف نہیں اٹھتا اور اس کی پیشانی حق تعالےٰ کے حضور نہیں جھکتی لیکن جن بندوں پر بندگی کی حقیقت اور حق تعالیٰ کی شان کھول دی جاتی ہے ان کے دل بندگی کے خشوع آخرت کے خوف اور لقاء رب کے شوق سے پر ہو جاتے ہیں اور ان کی پیشانیوں میں سجدے تڑپنے لگتے ہیں۔ ایسے بندوں پر نماز پڑھنا یا صبر اور نماز سے استعانت حاصل کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

ع ٥

(۲) بنی اسرائیل کے تاریخی واقعات کو قرآن میں کہیں اجمال اور کہیں تفصیل سے مختلف سورتوں میں بیان فرمایا ہے۔ یہاں چند رکوعوں میں بنی اسرائیل کی تاریخ کا ایک ورق دہرایا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کو وقتاً فوقتاً اللہ تعالےٰ نے جن احسانات اور انعامات سے نوازا تھا ان کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بنی اسرائیل کی سرکشیوں، بداعمالیوں اور نافرمانیوں کے واقعات بھی بیان کئے ہیں تاکہ بنی اسرائیل عبرت و نصیحت حاصل کر سکیں اور قرآن کے پیغام کے علمبردار بن کر مالک سے اپنا رشتہ جوڑیں، زندگی کو پاکیزہ بنائیں اور دنیا کی قوموں کی قیادت کریں۔

(۳) اس زمانے میں مصر کا بادشاہ فرعون کہلاتا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں جو فرعون تھا اس کا نام مصعب یا ولید تھا۔ فرعون نے خواب دیکھا تھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ نکلی اور اس نے مصر کی بستی کو جلا ڈالا لیکن بنی اسرائیل کے گھر محفوظ رہے۔ نجومیوں نے اس خواب کی یہ تعبیر بتائی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو فرعونی خاندان کی سلطنت کا تختہ الٹ دے گا۔ اس ڈر سے فرعون نے یہ حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے ہاں جو لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے اور لڑکیوں کو خدمت کے لئے زندہ رکھا جائے۔ اسی زمانے میں حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو عجیب و غریب طریقہ سے فرعون اور اس کی بیوی کے محل میں پرورش کرایا۔ پھر جوان ہونے کے بعد انہی کے ہاتھوں بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجۂ ظلم سے نجات دی۔ اس واقعہ کا تفصیلی بیان سورۂ طٰہٰ میں ہے۔

(۴) جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے ملک شام کی طرف روانہ ہوئے تو اتفاقاً بحر قلزم کے کنارے پہنچ گئے۔ ان کے پیچھے فرعون ایک زبردست فوج لے کر نکلا۔ یہ دیکھ کر کہ سامنے سمندر ہے اور پیچھے فرعونی لشکر، بنی اسرائیل خوف زدہ ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی۔ حکم ہوا کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مارو۔ چنانچہ آپ نے لاٹھی ماری اور معجزہ ظاہر ہوا کہ سمندر کا پانی پھٹ گیا اور کئی راستے بن گئے۔ بنی اسرائیل مع اپنے سازوسامان کے صحیح و سالم سمندر سے پار ہو گئے۔ فرعون نے بھی ان ہی راستوں پر اپنا لشکر ڈال دیا۔ جب سب لشکر سمندر میں پہنچا تو بحکم الٰہی سمندر کا پانی موجیں مارتا ہوا ابل گیا اور فرعون اور اس کا سارا لشکر غرق ہو گیا۔ بنی اسرائیل دوسرے کنارے پر کھڑے فرعون اور اس کے لشکر کے ڈوبنے کا تماشا دیکھا کئے۔

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝٥١

پھر ان کے جانے کے بعد تم نے بچھڑے کو معبود بنا لیا اور تم ظالم تھے

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٥٢

پھر اس کے بعد ہم نے تم کو معاف کر دیا تاکہ تم ہمارا احسان مانو (۱)

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ

اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) دی اور حق و باطل میں امتیاز کرنے والے احکام دیئے تاکہ

تَهْتَدُوْنَ ۝٥٣ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ

تم ہدایت حاصل کرو اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! بیشک

ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ

تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنے آپ پر بڑا ظلم کیا پس اپنے پیدا کرنے والے کے آگے توبہ کرو

فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ

(وہ یہ ہے کہ) اپنے (مجرموں) کو قتل کرو تمہارے پروردگار کے نزدیک تمہارے حق میں یہی بات بہتر ہے۔

فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝٥٤ وَاِذْ قُلْتُمْ

پھر اس نے تمہاری توبہ قبول کر لی بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا (اور بڑا) مہربان ہے (۲) اور (وہ وقت بھی یاد کرو)

يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ

جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز تمہارا یقین نہ کریں گے جب تک کہ ہم اللہ کو علانیہ نہ دیکھ لیں تو (اس گستاخی کی پاداش میں)

الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝٥٥ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ

تمہارے دیکھتے دیکھتے بجلی نے تم کو آ پکڑا پھر تمہارے مرنے کے بعد

بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٥٦ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ

ہم نے تم کو زندہ کیا تاکہ (ہمارا) احسان مانو (۳) اور ہم نے تم پر ابر کا

(۱) اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمانے کے لئے کوہ طور پر بلایا اور بطور اعتکاف اُن کو وہاں چالیس دن ٹھیرنے کا حکم دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حسب ارشاد خداوندی کوہِ طور پر جا کر چالیس رات دن عبادتِ الٰہی میں مشغول رہے۔ اُس مدت میں بنی اسرائیل سے صبر نہ ہو سکا اور حضرت موسیٰ کی عدم موجودگی میں سامری کے بہکانے سے بچھڑے کی پرستش کرنے لگے۔ بنی اسرائیل کا یہ جرم بہت سنگین تھا اس جرم کی سزا اور اس کی معافی کی کیفیت بعد کے نوٹ میں ملاحظہ کیجئے۔

(۲) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لے کر کوہِ طور سے واپس ہوئے اور بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو بچھڑے کی پرستش کرتے دیکھا تو اُن پر سخت غصہ ہوئے اور اُن سے کہا کہ تم نے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا۔ تم کو چاہئے کہ اپنے پیدا کرنے والے کے حضور توبہ کرو تمہاری توبہ یہ ہے کہ اپنی جانوں کو قتل کرو یعنی گوسالہ پرستی کے مجرم قتل کئے جائیں۔ اور ہر مجرم کا قریبی رشتہ دار اس کو قتل کرے۔ اس حکم کی تعمیل میں تقریباً تین ہزار آدمی قتل ہوئے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کے حضور التجا کی اور بنی اسرائیل کے لئے معافی مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی توبہ قبول کی اور معاف فرما دیا۔

(۳) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور سے واپس تشریف لائے اور کتابِ الٰہی یعنی تورات کو بنی اسرائیل کے سامنے پیش کیا اور اُن سے کہا کہ یہ اللہ کی کتاب اور اس کا کلام ہے تو بعض گستاخوں نے موسیٰ علیہ السلام کی سچائی میں شک کیا اور اُن سے گستاخانہ انداز میں کہا کہ جب تک اللہ تعالیٰ ہم سے یہ نہ کہہ دے کہ یہ میری ہی کتاب ہے اُس وقت تک ہم یقین نہ کریں گے چنانچہ حضرت موسیٰ ستر آدمیوں کو منتخب کر کے کلامِ الٰہی سنانے کے لئے کوہِ طور پر پہنچے جب کلامِ الٰہی سُنا تو وہاں بھی انہوں نے ایک سخت گستاخانہ فرمائش کی اور کہا کہ اے موسیٰ! پردے میں سُننے کا اعتبار نہیں کرتے، جب تک کہ خدا کو آنکھوں سے نہ دیکھ لیں اُس وقت تک ہم یقین نہیں کریں گے۔ اس گستاخی کی پاداش میں دیکھتے دیکھتے ان پر بجلی گری اور وہ سب ہلاک ہو گئے۔

یہ دیکھ کر حضرت موسیٰؑ نے بارگاہِ الٰہی میں التجا کی کہ خدایا! بنی اسرائیل یوں بھی مجھ سے بدگمان رہتے ہیں وہ اس معاملہ میں میرا اعتبار نہیں کریں گے اور سمجھیں گے کہ خود ہی نے اس ترکیب سے ان کا کام تمام کرا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی سفارش قبول فرمائی اور اُن ستر آدمیوں کو دوبارہ زندہ کر دیا۔

الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ
سایہ کیا اور تمہارے کھانے کے لئے من و سلویٰ اُتارا (اور کہا کہ) جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو عطا کی ہیں
مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾
ان کو شوق سے کھاؤ اور (نافرمانی کرکے) انھوں نے ہمارا تو کچھ نہیں بگاڑا بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے (۱)۔
وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ
اور (وہ وقت یاد کرو) جبکہ ہم نے تم کو حکم دیا کہ اس بستی میں داخل ہو اور اس میں جہاں چاہو
شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ
خوب کھاؤ پیو اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور "حِطَّۃٌ" کہتے جاؤ
نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ
(تو) ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ ثواب دیں گے (۲) تو جو ظالم تھے وہ اس لفظ کو
ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِىْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ
جس کے کہنے کا ان کو حکم دیا گیا تھا بدل کر اس کی جگہ ایک اور ہی لفظ کہنے لگے۔ پس ہم نے ان ظالموں پر
ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع
آسمان سے عذاب نازل کیا کیونکہ وہ نافرمانیاں کرتے تھے (۳)
وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ
اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے حکم دیا کہ (اے موسیٰ) اپنی لاٹھی
الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ
پتھر پر مارو پس (لاٹھی مارتے ہی) پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ چنانچہ ہر
اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا
گروہ نے اپنا گھاٹ معلوم کر لیا (پھر ہم نے حکم دیا کہ) اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے کھاؤ اور پیو مگر

(۱) جب بنی اسرائیل دریائے قلزم کو عبور کر کے بحکمِ الٰہی ملکِ شام کی طرف چلے اور میدان تیہ میں پہنچے تو وہاں گرمی کی شدت تھی اور کھانے پینے کا سامان بھی کچھ نہ تھا اُس وقت اللہ تعالیٰ نے اُن پر فضل فرمایا۔ دن بھر اُن پر ابر سایہ کئے رہتا جس کی وجہ سے دھوپ کی تپش سے محفوظ رہتے اور اُن کے کھانے کے لئے مَنّ و سلویٰ اُتارا جس کو وہ بغیر محنت کے حاصل کرتے اور بے فکری سے کھاتے تھے لیکن انھوں نے اس نعمت کی قدر نہیں کی اور اپنے نفسوں پر اس طرح ظلم کیا کہ بٹیروں کے گوشت کو آئندہ کے لئے رکھ چھوڑا یہاں تک کہ وہ سڑ گیا حالانکہ اُن کو رکھنے سے منع کیا گیا تھا۔

مَنّ ایک میٹھی چیز تھی جو شکل میں دھنئے کے دانوں کی طرح اور مزے میں ترنجبین کی مانند ہوتی تھی۔ رات کو اوس کے ساتھ آسمان سے برستی اور لشکر کے گرد اس کے ڈھیر لگ جاتے صبح کو لوگ اپنی اپنی ضرورت کے موافق لے لیتے اور کھاتے۔ سلویٰ بٹیروں کی طرح پرندے تھے شام ہوتے ہی لشکر کے گرد ہزاروں جمع ہو جاتے۔ لوگ اپنی ضرورت کے موافق پکڑ لاتے اور بھون کر کھاتے۔

(۲) اکثر مفسرین قَرْيَة سے بیت المقدس مُراد لیتے ہیں لیکن حضرت ابن عباس شہر اریحا فرماتے ہیں۔ اس شہر کو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت یوشعؑ کی قیادت میں بیت المقدس سے پہلے فتح کیا تھا۔ بعض لوگ شہر شطیم سمجھتے ہیں۔ یہ شہر ریگستان سینا اور ملکِ شام کی سرحد پر واقع ہے۔ بہرحال اس آیت میں بنی اسرائیل کی تاریخ کے اُس واقعہ کو دہرایا جا رہا ہے کہ جب وہ سینا میں دشت پیمائی کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ملکِ شام کے ایک خاص شہر کو فتح کرنے کا حکم دیا جو اُس وقت قوم عمالقہ کے قبضے میں تھا اور اُن سے کہا تھا کہ جب شہر فتح کر کے اس میں داخل ہونے لگو تو اپنی فتح و کامرانی پر اترانا نہیں بلکہ عجز و انکسار کے ساتھ گناہوں کی معافی مانگتے اور حِطَّةٌ (خدایا ہمارے گناہ جھڑ جائیں) کہتے ہوئے دروازے سے گزرنا۔ اگر تم نے ایسا کیا تو ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے اور نیکوکار بندوں کو اُن کے نیک اعمال کے بدلے میں اور زیادہ نعمتیں عطا کریں گے۔

ع ۶ ۱۳ ۶

(۳) لیکن بنی اسرائیل نے اس حکم کی نافرمانی کی اور عاجزی اور نیاز مندی کی جگہ غرور اور سرکشی میں مبتلا ہو گئے اور حِطَّةٌ کی بجائے مذاق سے حِنْطَةٌ (گیہوں) کہتے ہوئے اور سجدہ اور اظہار نیاز مندی کی بجائے سرینوں پر گھسٹتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔ سرکشی اور نافرمانی کی پاداش میں شہر میں داخل ہوتے ہی اُن میں طاعون پھوٹ پڑا اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ ہلاک ہو گئے۔

فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۞ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ
زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔ (۱) اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جبکہ تم نے کہا اے موسیٰ! ہم ایک ہی قسم کے
عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا
کھانے پر ہرگز صبر نہ کریں گے' تو تم اپنے پروردگار سے ہمارے لئے دعا کرو کہ وہ ہمارے لئے
تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا
زمین کی پیداوار میں سے ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور
وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ
اور پیاز پیدا کرے (موسیٰ) نے کہا' کیا تم ایک بہتر چیز کے بدلے ادنیٰ چیز لینا چاہتے ہو؟
هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ
(ہم نے حکم دیا کہ) کسی شہر میں جا کر اُترو۔ وہاں وہ تمام چیزیں تم کو ملیں گی جن کی تم نے درخواست کی ہے (۲) اور (آخرکار)
عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ
ذلت اور محتاجی بنی اسرائیل کے پیچھے لگا دی گئی اور وہ غضب الٰہی کے سزاوار ٹھیرے
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ
یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور اس کے
النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا
نبیوں کو ناحق قتل کر دیتے تھے یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور (اس میں) حد سے
يَعْتَدُوْنَ ۞ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا
بڑھ جاتے تھے (۳) بیشک مسلمانوں اور یہودیوں
وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
اور عیسائیوں اور صابیوں میں سے جو لوگ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں

(۱) یہ واقعہ بھی میدان تیہ (دشت سینا) میں پیش آیا مقام۔ فیہ پر پانی نہ ملا تو لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام سے پانی نہ ہونے کی شکایت کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں دُعا کی۔ حکم ہوا کہ فلاں چٹان پر اپنی لاٹھی مارو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ اس چٹان سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اس وقت بنی اسرائیل کے بارہ خاندان تھے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ فرزندوں کی اولاد تھے۔ ہر خاندان نے ایک ایک چشمہ اپنے لئے مقرر کر لیا۔

(۲) بنی اسرائیل ریگستان سینا میں من وسلویٰ کھاتے کھاتے اُکتا گئے اور اُن کو وہ تمام ترکاریاں وغیرہ یاد آئیں جو وہ مصر میں کھایا کرتے تھے تو وہ حضرت موسیٰؑ سے جھگڑنے لگے اور کہا کہ تم نے ہمیں مصر سے نکال کر اس ریگستان میں لا ڈالا جہاں بجز من وسلویٰ کے کچھ نہیں ملتا۔ مصر میں ہر قسم کی پیداوار ترکاریاں گیہوں، ککڑی، مسور، پیاز، لہسن کھاتے تھے۔ تم اپنے پروردگار سے دُعا کرو کہ یہاں بھی وہی چیزیں ہمیں کھانے کو ملیں۔ اس مطالبہ کے جواب میں پہلے تو حضرت موسیٰؑ نے انھیں سمجھایا کہ من وسلویٰ جو پاک وصاف لطیف اور قوت بخش غذا ہے اور جو تمہیں بے مشقت یہاں مل رہی ہے اس کو چھوڑ کر ادنیٰ قسم کی ترکاریوں کی خواہش کرنا کچھ عقلمندی نہیں ہے۔ لیکن اگر تم کو ان چیزوں کے کھانے پر اصرار ہی ہے تو شہری زندگی اختیار کرو۔ اور کسی شہر میں جاؤ وہاں یہ سب چیزیں تم کو مل جائیں گی۔

(۳) بنی اسرائیل کو حق تعالےٰ نے طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا اور اُن کو بار بار مہلت دی کہ وہ خوش دلی کے ساتھ احکامِ الٰہی کی پابندی کریں لیکن وہ سرکشی اور نافرمانی پر اڑے رہے اور اللہ کی نشانیوں کو جھٹلاتے رہے اور نبیوں اور اللہ کے نیک بندوں پر مظالم توڑے اور بعض کو قتل بھی کیا۔ تب اللہ تعالےٰ نے

ع ۲ اُن سے اپنی نعمتیں چھین لیں اور ذلت وخواری اُن پر مسلط کر دی۔

بنی اسرائیل کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ بابل کے بادشاہ بخت نصر نے اپنے وقت میں رومیوں اور یونانیوں نے اپنے اپنے عروج کے زمانے میں بنی اسرائیل پر حملہ کر کے اُن کی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ملک کو خوب لوٹا۔ مذہبی کتابوں کو جلایا ہزاروں اسرائیلیوں کو قتل کیا اور ہزاروں کو پکڑ کر غلام بنایا۔ اس قتل وغارت سے جو بچے اُنھوں نے ملک عرب میں جا کر پناہ لی۔ ظہورِ اسلام سے پہلے کوئی دو ہزار سال بنی اسرائیل اسی ذلت وخواری میں گزر چکے تھے پھر اسلام کی مخالفت کر کے عربوں کے ہاتھوں رسوا ہوئے۔ اس بیسویں صدی میں ہٹلر نے اُن کے ساتھ جو سلوک کیا اُس کے لئے تو کسی گواہ کی ضرورت ہی نہیں۔ سود خواری، تنگدلی، سخت دلی اور خست میں یہود خود عیسائیوں میں بھی ضرب المثل ہیں۔

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ
اور اچھے کام کریں تو ان کے اعمال کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس ملے گا اور (قیامت کے دن)

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۶۲﴾ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ
ان کو نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (۱) اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جبکہ ہم نے تم سے عہد لیا

وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ ۖ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ
(کہ تورات پر عمل کروگے) اور کوہِ طور کو تم پر بلند کیا (اور حکم دیا کہ) جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے اس کو مضبوطی سے پکڑو

وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۶۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ
اور جو احکام اس میں لکھے ہیں ان کو یاد کرو (جس سے) توقع ہے کہ تم پرہیزگار بن جاؤ پھر تم اس عہد کے

مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ ۖ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ
بعد اس سے پھر گئے۔ تو اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی

لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ
تو تم ضرور نقصان اٹھاتے (۲) اور یقیناً تم ان لوگوں کو جانتے ہو

اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً
جنھوں نے ہفتہ کے دن کے بارے میں حد سے تجاوز کیا تو ہم نے ان سے کہا کہ ذلیل بندر

خَاسِئِينَ ﴿۶۵﴾ فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا
بن جاؤ پس اس واقعہ کو ان لوگوں کے لئے جو اس وقت موجود تھے اور ان لوگوں کے لئے جو ان کے بعد

خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ ﴿۶۶﴾ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ
آنے والے تھے عبرت انگیز اور پرہیزگاروں کیلئے (موجب) نصیحت بنا دیا (۳) اور (اس واقعہ کو یاد کرو) جبکہ موسیٰ نے

لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً ۖ قَالُوا
اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو انھوں نے کہا

(۱) بعض دوسری قوموں کی طرح بنی اسرائیل بھی نسل پرستی کے نشے میں سرشار تھے۔ زندگی کی سب سے بڑی سچائی (وحی الٰہی) کو بھی انھوں نے نسلی بنا رکھا تھا اور خاندانِ اسرائیل کو مذہب کا اجارہ دار مانتے تھے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ اولادِ آدم میں سے صرف بنی اسرائیل ہی خدا کے چہیتے اور مقبول بندے ہیں۔ اس آیت میں اس بنیادی اصول کا اعلان کیا جاتا ہے کہ مذہب کے معاملہ میں نسل خاندان یا مذہبی گروہ بندیوں اور خاص خاص ناموں کو بالکل دخل نہیں ہے انسان کی سعادت و نجات تو اس کے ایمان و عمل سے وابستہ ہے۔ خود بنی اسرائیل کی تاریخ شاہد ہے کہ ایمان اور عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کی قوموں پر فضیلت عطا فرمائی تھی لیکن جب وہ عمل صالح سے محروم ہو گئے تو وہ اللہ کے غضب کے مستحق ٹھیرے خاندانی وجاہت اور مذہبی گروہ بندی ان کے کچھ کام نہ آئی۔ رہا یہ سوال کہ ایمان اور عمل صالح کا معیار کیا ہوگا تو اس بارے میں قرآن کی تعلیم بہت واضح ہے یعنی یہ کہ قرآن خدا کی جامع و کامل ترین وحی ہے جو پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔ اس لئے اب قرآنی تعلیم اور آنحضرت کی سنت ہی ایمان و عمل صالح کا معیار ہے۔

(۲) تورات کے احکام یہود جیسی سرکش اور آرام طلب قوم کے حق میں سخت تھے اُن کی تعمیل سے بنی اسرائیل نے انکار کیا تو گستاخی اور شرارت سے روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور کو اُن کے سروں پر بلند کر کے اُن سے عہد لیا کہ تورات پر مضبوطی سے جمے رہیں گے اور اس کے احکام کی ٹھیک ٹھیک تعمیل کریں گے لیکن بنی اسرائیل کی شرارت حد کو پہنچ چکی تھی کہ اس عہد و پیمان کی بھی پروا نہ کی اور حیلے حوالے نکال کر تورات کے احکام سے بچتے رہے۔ پھر بھی خدا تعالےٰ نے ان سے درگزر کیا اُن کو بار بار مہلت دی یہ میثاق کا واقعہ تو حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کا ہے لیکن اس آیت کے مخاطب وہ یہودی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے اور حضور پر ایمان نہیں لاتے تھے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانا بھی عہد شکنی ہے اس لئے اُن کو عہد توڑنے والوں میں داخل کر کے اُن سے فرمایا گیا وجود عہد شکنی کے ہم نے تم پر بڑا فضل کیا اور عذاب نازل کر کے تم کو ہلاک نہیں کر دیا۔ بلکہ تم کو مہلت دی۔ یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہے۔ جیسا کہ حدیثوں میں مذکور ہے۔

(۳) یہ واقعہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں پیش آیا۔ بنی اسرائیل کے لئے ہفتہ کا دن عبادت کے لئے مقرر تھا۔ اس دن ہر قسم کا کاروبار کرنا یہاں تک کہ مچھلی کا شکار بھی منع تھا۔ یہ لوگ سمندر کے کنارے آباد تھے اور مچھلی کے شوقین تھے۔ چند نافرمانوں نے حکم الٰہی کی پروا نہ کر کے چوری چھپے مچھلی کا شکار کیا اس گستاخی کی سزا میں یہ عذاب نازل ہوا کہ نافرمانوں کی شکل بندر کی سی ہو گئی اور تین دن میں سینکڑوں آدمی مر گئے۔ یہود میں یہ عبرت انگیز واقعہ ہر شخص کی زبان پر تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عصر یہود بھی اس کو خوب جانتے تھے اسی لئے وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ فرمایا۔ یہ واقعہ سورۂ اعراف میں بھی ہے۔

أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۖ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ
(اے موسیٰ) کیا تم ہم سے ہنسی کرتے ہو موسیٰ نے کہا میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ ایسا نادان
الْجَاهِلِينَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ ۚ قَالَ
بنوں (۱) انھوں نے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ ہمیں بتائے کہ وہ گائے کیسی ہو (۲) موسیٰ نے کہا
إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌ
پروردگار فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ بوڑھی ہو اور نہ بچھیا درمیانی
بَيْنَ ذَٰلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ﴿٦٨﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا
عمر کی ہو تو جیسا تم کو حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرو انھوں نے کہا (اے موسیٰ) اپنے
رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا
پروردگار سے درخواست کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بھی بتائے کہ اس کا رنگ کیسا ہو؟ موسیٰ نے کہا پروردگار فرماتا ہے کہ وہ
بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ﴿٦٩﴾
گائے ایسے گہرے زرد رنگ کی ہو کہ دیکھنے والوں کو خوش کر دے (۳)
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ
انھوں نے کہا (اے موسیٰ) تم اپنے پروردگار سے درخواست کرو کہ وہ ہمیں بتائے کہ وہ گائے کیسی ہو؟ کیونکہ ہم کو ابھی تک اس گائے (کے پہچاننے)
عَلَيْنَا وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ﴿٧٠﴾ قَالَ إِنَّهُ
میں شبہ ہے اور اللہ نے چاہا تو اب کے ہم ضرور پتہ لگا لیں گے (۴) موسیٰ نے کہا اللہ تعالیٰ
يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي
فرماتا ہے کہ وہ گائے محنت کرنے والی نہ ہو (نہ تو) زمین میں ہل چلاتی ہو اور نہ کھیتی کو
الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ۚ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ
پانی دیتی ہو صحیح و سالم ہو اس میں کسی طرح کا داغ دھبہ نہ ہو (یہ سن کر) انھوں نے کہا (اے موسیٰ) اب تم نے ٹھیک

(۱) اس واقعہ کے ذکر سے یہود کی مسخ شدہ فطرت کا ظاہر کرنا مقصود ہے جس کی وجہ سے وہ اللہ کے رسول کے ساتھ گستاخیاں کیا کرتے تھے اور احکام الٰہی کی تعمیل میں کٹ حجتیاں نکالتے تھے نیز اس بات کی تعلیم دینی مقصود ہے کہ سچے ایمان والوں کی یہ شان ہونی چاہیئے کہ احکام الٰہی کی بے چون وچرا اطاعت کریں ورنہ بے ضرورت سوالات کر کے باریکیاں نکالنے اور تفصیلات دریافت کرنے سے شریعت کی سادگی اور آسانی سختی اور پیچیدگی سے بدل جاتی ہے جس واقعہ کے تعلق سے بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا آئندہ رکوع میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) اس آیت میں مَا ھِیَ سے مراد بیان حقیقت نہیں توضیح مقصود ہے یعنی وضاحت سے معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم کس طرح کی گائے ذبح کریں۔

(۳) یعنی وہ گائے بدرنگ اور بدنما نہ ہو بلکہ خوش رنگ اور خوش نما ایسی ہو کہ دیکھنے والوں کا جی دیکھ کر خوش ہو جائے۔

(۴) یعنی اب بھی ٹھیک طور پر اس گائے کی شناخت ہمارے لئے مشکل ہے کیوں کہ اس حلیہ اور اس رنگ کی گائیں تو بہت سی ہیں ذرا اور وضاحت کیجئے اور اس کی خصوصیتیں بیان کیجئے۔ انشاء اللہ اس مرتبہ ہم ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔

بِالْحَقِّ ۚ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿٧١﴾ وَإِذْ قَتَلْتُمْ

بات بتائی (غرض) انہوں نے گائے ذبح کی اگرچہ وہ ایسا کرنے پر دل سے آمادہ نہ تھے (۱) اور جب تم نے

نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَا كُنْتُمْ

ایک شخص کو مار ڈالا پھر اس کے قتل کا الزام ایک دوسرے پر ڈالنے لگے اور اللہ اس بات کو ظاہر کرنا چاہتا تھا جس کو تم

تَكْتُمُونَ ﴿٧٢﴾ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذَٰلِكَ يُحْيِي

چھپا رہے تھے تو ہم نے حکم دیا کہ گائے کا ایک ٹکڑا مقتول کو مارو (چنانچہ ایسا کرنے سے مقتول جی اٹھا)

اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٧٣﴾

اسی طرح اللہ مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہ تم کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھو (۲)

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ

پھر اس واقعہ کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے گویا کہ وہ پتھر ہیں

أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ

یا اس سے بھی زیادہ سخت اور بعض پتھر تو ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں سے نہریں پھوٹ

الْأَنْهَارُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ۚ

نکلتی ہیں اور بعض پتھر ایسے بھی ہوتے ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور ان میں سے پانی بہہ نکلتا ہے

وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۗ وَمَا اللَّهُ

اور بعض پتھر ایسے ہوتے ہیں جو اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں اور جو کچھ بھی

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٧٤﴾ أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا

تم کر رہے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں (۳) (مسلمانو!) کیا تم امید رکھتے ہو کہ تمہارے کہنے سے یہودی

لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ

ایمان لائیں گے حالانکہ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کا کلام سنتے ہیں

(۱) بالآخر بہت حجت کے بعد وہ گائے ذبح کرنے پر آمادہ ہوئے اور بتائے ہوئے صفات کی گائے تلاش کی وہ گائے ایک ایسے شخص کی تھی جو بہت نیک بخت اور ماں کا خدمت گزار تھا اس گائے کی بڑی بھاری قیمت دینی پڑی یعنی اس گائے کی کھال بھر کر سونا دیا تب گائے ملی پھر اس کو ذبح کیا۔

ع ۱۰ / ۸

(۲) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار کو وراثت پانے کی لالچ میں قتل کر دیا پھر خود ہی اس کا مطالبہ کرنے لگا۔ حضرت موسیٰؑ نے حکم دیا کہ ایک گائے ذبح کرکے اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول پر رکھو وہ مقتول خود بول اٹھے گا اور اپنا قاتل بتا دے گا۔ یہ عجیب و غریب فیصلہ سن کر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ کی جناب میں گستاخی کی اور کہا کہ اے موسیٰ تم ہم سے دل لگی کرتے ہو۔ آپ نے کہا کہ میں دل لگی نہیں کرتا ہوں بلکہ اللہ کا حکم سناتا ہوں۔ پھر انہوں نے حضرت موسیٰؑ سے اس گائے کے بارے میں طرح طرح کے سوالات کئے اور اس کا اتہ پتہ پوچھا آخرکار بڑی مشکل سے آمادہ ہوئے اور ان صفات کی ایک گائے گراں قیمت پر خرید کر ذبح کی اور اس کا ایک ٹکڑا مقتول پر رکھنے سے معجزانہ طور پر وہ مُردہ زندہ ہو کر بول اٹھا اور اس نے اپنے قاتل کا نام اور پتہ بتا دیا جو اس کے قصاص میں مار ڈالا گیا۔ گائے ذبح کرانے میں یہ مصلحت تھی کہ بنی اسرائیل کے دلوں سے اس جانور کی عظمت دور ہو اور اس کی پرستش کا خیال چھوڑ دیں۔ اس معجزہ کے دکھانے میں یہ حکمت پیش نظر تھی کہ بنی اسرائیل کے سامنے مُردہ زندہ ہونے کی ایک مثال پیش کی جائے اور ان کو یہ بتا دیا جائے کہ جو اللہ ایک شخص کو اس طرح زندہ کر سکتا ہے اس کے لئے تمام لوگوں کو مرنے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔

(۳) بنی اسرائیل کو انبیاء کے ذریعہ کلام الٰہی سنایا گیا اور قدرت الٰہی کی بڑی بڑی نشانیاں دکھلائی گئیں اور نافرمانیوں پر ان کو درگزر کیا گیا مقصد یہ تھا کہ کسی طرح ان کے دل نرم ہوں اور ان پر خشیت الٰہی طاری ہو اور اپنے حال کی اصلاح کریں لیکن ان سب چیزوں کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا ان کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے۔ پتھروں میں تو کچھ اثر قبول کرنے کی صلاحیت بھی ہوتی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض پتھروں سے زوردار چشمے پھوٹ نکلتے ہیں اور بعض میں سے آہستہ آہستہ پانی جھرتا ہے اور بعض پتھر ایسے بھی ہوتے ہیں جو ہیبت الٰہی سے گر پڑتے ہیں لیکن بنی اسرائیل کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے کہ گویا ان میں احساس ہی نہیں رہا یہاں تک کہ وہ اپنے دین و اخلاق کی تباہی کا شعور بھی نہیں رکھتے تھے۔ یہ انسان کے قلب کی انتہائی سختی اور اخلاق کی انتہائی پستی ہے۔ جب کسی قوم کی یہ حالت ہو جائے تو اس کی اصلاح کی کوئی امید باقی نہیں رہتی۔ یہود کی سخت دلی کو دیکھ کر اور ان کی سرکشیوں سے تنگ آ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو سانپوں کے بچے کہا تھا۔

ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۷۵﴾
پھر اس کے سمجھنے کے بعد جان بوجھ کر اس کو بدل دیتے ہیں (۱)
وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ
اور یہ (منافق) جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاچکے ہیں اور جس وقت تنہائی میں ایک دوسرے سے
إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ
ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ کیا مسلمانوں کو وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ نے تم پر (تورات میں) ظاہر فرمائی ہیں (نتیجہ یہ ہوگا کہ)
لِيُحَاجُّوكُمْ بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۷۶﴾ أَوَلَا
وہ ان باتوں کو تمہارے پروردگار کے سامنے (پیش کرکے) تم کو قائل کریں گے۔ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کیا یہ لوگ
يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿۷۷﴾
یہ بات نہیں جانتے کہ جو کچھ یہ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں سب کو اللہ جانتا ہے (۲)
وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ
اور ان میں بعض ایسے ان پڑھ ہیں جو جھوٹی آرزوؤں کے سوا کتاب الٰہی کا کچھ بھی علم نہیں رکھتے اور وہ
هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿۷۸﴾ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ
محض خیالات باندھتے ہیں (۳) پس افسوس ہے ان لوگوں پر جو اپنے ہاتھوں سے تو کتاب
بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ
لکھتے ہیں پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے بدلے (دنیوی فائدہ کی)
ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ
تھوڑی سی قیمت حاصل کریں تو افسوس ہے ان پر کہ انھوں نے اپنے ہاتھوں سے (ایسی باتیں) لکھیں اور افسوس ہے
لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ ﴿۷۹﴾ وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا
ان پر کہ ایسی کمائی کرتے ہیں (۴) اور یہودی کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہمیں چند

(۱) یہ دیکھ کر کہ یہود پہلے سے اللہ کی ایک بڑی کتاب تورات کے حامل ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم مشرکین کے مقابلہ میں ایمان جلد قبول کرنے کی یہود سے بڑی توقع رکھتے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے فرماتا ہے کہ ان سے اس قسم کی توقع نہ رکھو۔ کیونکہ یہ ازلی بدبخت ہیں۔ ان میں ایسے شقی لوگ ہیں جو کلام الٰہی سننے اور سمجھنے کے بعد دیدہ ودانستہ گھٹا بڑھا دیتے ہیں ایسے سنگ دلوں سے ایمان کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔

(۲) یہودیوں میں کچھ لوگ منافق تھے جب وہ مسلمانوں سے ملتے تو اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے اور پیغمبر آخرالزمان کی نشانیاں مسلمانوں سے بیان کرتے۔ دوسرے لوگ جو کھلم کھلا کافر تھے وہ ان کو اس بات پر ملامت کرتے اور کہتے کہ تم مسلمانوں کے روبرو تورات کی وہ باتیں کیوں پیش کیا کرتے ہو جن سے ان کے دین کا برحق ہونا معلوم ہوتا ہے۔
اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمان ان باتوں کو بطور سند پیش کریں گے اور خدا کے سامنے تم کو قائل کریں گے اس وقت تمہارے پاس اسلام قبول نہ کرنے کی کوئی حجت نہ رہے گی اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ معاملہ انسان سے نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ سے ہے جس کے علم سے کوئی بات پوشیدہ نہیں وہ جو کچھ مسلمانوں سے چھپانا چاہتے ہیں نہیں چھپا سکیں گے اللہ تعالےٰ نبی کے ذریعہ مسلمانوں کو بتادے گا جس سے مسلمان اللہ تعالےٰ کے سامنے ان کو الزام دیں گے۔

نصف

(۳) عام یہودی جو ان پڑھ ہیں ان کو تو کچھ خبر بھی نہیں کہ تورات میں کیا لکھا ہے۔ البتہ چند جھوٹی آرزوئیں اور باطل خیالات انھوں نے اپنے دلوں میں جما رکھے ہیں مثلاً یہ کہ یہودی اللہ کی محبوب قوم ہے اور ہمارے باپ دادا جو انبیاء اور اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں وہ ہمیں بخشوالیں گے اور یہ کہ یہودیوں کے سوا جنت میں کوئی بھی نہیں جائے گا اس کا جواب بعد کی آیت میں دیا گیا ہے۔

(۴) عام یہودیوں کے خیالات جو اوپر کے نوٹ میں بیان کئے گئے ان کے بارے میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ یہ اصل خیالات ہیں در اصل اللہ کی طرف سے اتاری ہوئی باتیں نہیں ہیں بلکہ یہ وہ غلط باتیں ہیں جو ان کے دنیا پرست علماء نے دنیاداروں کو خوش کرنے اور عوام کو بہکانے کے لئے اپنی طرف سے گھڑ گھڑ کر لکھ رکھی ہیں اور عام جاہلوں سے یہ کہتے ہیں کہ یہ تورات کی باتیں ہیں جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں۔ دنیا پرست علماء یاد رکھیں کہ جو کچھ آج یہ تورات کے نام سے لکھ رہے ہیں اور جو دنیا آج یہ سمیٹ رہے ہیں، یہ سب کل قیامت کے دن ان کے لئے بڑی خرابی اور تباہی کا باعث ہوگا۔

اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدَۃً ؕ قُلۡ اَتَّخَذۡتُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ عَہۡدًا فَلَنۡ
روز کے سوا چھوئے گی بھی نہیں (اے پیغمبر تم ان سے) کہہ دو کہ کیا تم نے اس بات پر اللہ سے کوئی اقرار لیا ہے کہ وہ ہرگز
یُّخۡلِفَ اللّٰہُ عَہۡدَہٗۤ اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ مَا لَا
اپنے اقرار کے خلاف نہیں کرے گا یا تم اللہ سے ایسی باتیں منسوب کرتے ہو جن کا تمہیں مطلق
تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۰﴾ بَلٰی مَنۡ کَسَبَ سَیِّئَۃً وَّاَحَاطَتۡ بِہٖ
علم نہیں ہے (۱) (سچ تو یہ ہے کہ) جنھوں نے بُرے کام کئے اور ان کے گناہوں نے
خَطِیۡٓـَٔتُہٗ فَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۸۱﴾
ان کو ہر طرف سے گھیر لیا تو ایسے ہی لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے
وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ
اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ایسے ہی لوگ جنتی
الۡجَنَّۃِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۸۲﴾ ع وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ
ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (۲) اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب کہ ہم نے بنی
اِسۡرَآءِیۡلَ لَا تَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰہَ ۟ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا
اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ
وَّذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَقُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ
اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور لوگوں سے اچھی
حُسۡنًا وَّاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّیۡتُمۡ
بات کہنا اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا پھر تم میں سے چند آدمیوں کے
اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡکُمۡ وَاَنۡتُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۸۳﴾ وَاِذۡ اَخَذۡنَا
سوا باقی سب اس عہد سے پھر گئے اور تم ہو ہی عہد سے پھر جانے والے (۳) اور (یاد کرو) جبکہ ہم نے

(۱) یہودیوں کا ایک باطل اور سخت گمراہ کن عقیدہ یہ بھی تھا کہ وہ سعادت و نجات کو نسل و خاندان سے وابستہ سمجھتے تھے اور اس لئے اپنی قوم کو نجات یافتہ مانتے تھے وہ کہتے تھے کہ یہودی اگر دوزخ میں گئے بھی تو صرف چند روز کے لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ بھلا یہود سے کوئی یہ پوچھے کہ تمہارے پاس اس دعوے کی سند کیا ہے؟ کیا تم نے اللہ تعالےٰ سے اس بارے میں کوئی عہد لے رکھا ہے جس کی بنا پر تمہیں گھمنڈ ہے کہ اللہ تعالےٰ وعدہ خلافی نہیں کرے گا یا یونہی جہالت سے اللہ تعالےٰ پر بہتان لگاتے ہو۔ اگر تمہارا ضمیر بیدار ہے تو اتنا بڑا دعویٰ کرنے سے پہلے تمہیں سوچنا چاہیئے کہ انجام کیا ہوگا۔

(۲) قرآن یہود کے اس عقیدے کی تردید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جنت اور دوزخ کی تقسیم قوموں کی تقسیم کی بناء پر نہیں ہے کہ کسی خاص قوم کے لئے جنت ہو اور دوسروں کیلئے دوزخ سعادت و شقاوت کا دار و مدار تمام تر ایمان و عمل پر ہے۔ جو کوئی ایمان اور عمل صالح پیش کرے گا وہ ہمیشہ جنت کی زندگی سے لطف اندوز ہوگا۔ اور جو ایمان و عمل سے محروم ہوگا اُس کا ٹھکانا ہمیشہ کے لئے دوزخ ہوگا۔

ع ۹ / ۱۱ / ۹

(۳) اس آیت میں چند بنیادی احکام بیان کئے گئے ہیں جو تورات کی صحیح تعلیمات کا خلاصہ ہیں۔ یہودی علماء نے تورات کی صحیح تعلیمات کو مسخ کر دیا تھا اپنی خواہشات کو احکام خداوندی کے نام سے لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے اور اس طرح عوام کو طرح طرح کے توہمات میں پھنسا رکھا تھا مثلاً یہ کہ اولاد یعقوب (علیہ السلام) خدا کی محبوب مخلوق ہے اور یہ کہ سعادت و نجات اولاد یعقوب کا پیدائشی حق ہے۔ اس آیت میں یہود سے کہا جاتا ہے کہ اس قسم کی سب باتیں بے اصل ہیں تورات کے احکام نہیں۔ تورات میں تو تم کو تعلیم دی گئی تھی اور تم سے عہد لیا تھا کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا عزیزوں اور قریبوں کے ساتھ نیکی سے پیش آنا یتیموں اور مسکینوں کی خبرگیری کرنا اللہ کے بندوں کو اچھی باتیں بتانا نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا۔ یہ باتیں کس قدر سیدھی سادی اور قابل قبول اور قابل عمل ہیں۔
لیکن افسوس کہ تم اس پاکیزہ تعلیم کو پس پشت ڈال کر توہمات کے پیچھے پڑ گئے ہم قرآن کے ذریعہ اُس بھلائے ہوئے سبق کو زیادہ مکمل صورت میں تمہیں یاد دلاتے ہیں۔ اگر تورات کی صحیح تعلیم معلوم کرنے کی تمہارے دلوں میں سچی طلب ہے تو یاد رکھو کہ وہ قرآن ہی کے ذریعہ مل سکتی ہے۔ لہذا نبی آخر الزماں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ جن سے تمہیں قرآن ملے گا۔

مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ

تم سے یہ عہد لیا کہ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کا خون بہانا اور نہ اپنے (بھائی بندوں)

مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْتُمْ

کو جلا وطن کرنا پھر تم نے اس کا اقرار کیا اور تم خود اس بات کے گواہ ہو (۱) پھر تم ہی

هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ

تو ہو جو اپنے لوگوں کو قتل کرتے ہو اور اپنوں میں سے کچھ لوگوں کو

مِّنْ دِيَارِهِمْ ۡ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۭ

ان کے وطن سے نکال باہر کرتے ہو (اور) گناہ اور سرکشی کی راہ سے ان کے خلاف ان کے دشمنوں کی مدد کرتے ہو

وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ

اور اگر (وہی لوگ) قیدی ہو کر تمہارے پاس آتے ہیں تو تم فدیہ دے کر ان کو چھڑا لیتے ہو حالانکہ ان کا

عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ۭ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ

نکال دینا ہی تم پر حرام تھا تو کیا تم کتاب الٰہی کے بعض احکام کو مانتے ہو اور بعض سے

بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا

انکار کرتے ہو تو جو لوگ تم میں سے ایسی حرکت کریں ان کی سزا اس کے

خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ

سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں رسوائی اٹھائیں اور قیامت کے دن سخت سے سخت

اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

عذاب میں ڈال دیے جائیں اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر

تَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

نہیں ہے (۲) یہی لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی

(۱) تورات میں یہود سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ آپس میں کشت وخون نہ کرنا، اپنے بھائیوں کو جلا وطن نہ کرنا اور جب کبھی تمہارے بھائی بند دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو جائیں تو ان کو فدیہ دے کر چھڑا لینا۔ یہ احکام اور یہ عہد آج تک بھی یہود کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ یہود ان سے انکار نہیں کر سکتے، وہ خود ہی اس کے گواہ ہیں۔

ان احکام کی تعمیل میں یہود جس طرح کوتاہی کرتے تھے اُس کا بیان بعد کی آیت میں ہے۔

(۲) یوں تو یہود کی طویل تاریخ گواہ ہے کہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں حضرت سلیمان ؑ کے بعد کیسا اختلاف ہوا اور باہم کیسی کیسی خونریزیاں ہوئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو کمزور پاکر دوسری قوموں نے اُن کو فتح کر لیا۔

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مدینے کے اطراف جو یہود کے دو گروہ بَنِي نَضِير و بَنِي قُرَيْظَه رہتے تھے ان میں بھی باہم سخت عداوت تھی۔ اسی طرح مدینے والے بھی دو بڑے قبیلوں اَوس و خَزرَج میں بٹے ہوئے تھے جن میں سالہا سال سے عداوت اور دشمنی چلی آتی تھی اور تھوڑے تھوڑے وقفہ سے تباہ کن لڑائیاں ہوتی تھیں۔ بنی قُرَیضہ، اَوس کے دوست اور حلیف تھے اور بنی نضیر خَزرَج کے۔ جب کبھی اَوس اور خزرج میں لڑائی چھڑتی تو بنی قریضہ اور بنی نضیر کو معاہدہ کے مطابق اپنے اپنے حلیفوں کے ساتھ لڑائی میں شریک ہونا پڑتا۔ اس طرح یہودی دشمنوں کے ساتھ مل کر اپنے بھائی بندوں کا بھی خون بہاتے اور ان کا مال و دولت لوٹتے اور ان کو ان کے گھروں سے نکالتے اور اس طرح صریحاً تورات کے احکام کی خلاف ورزی کرتے۔ البتہ یہود کے دونوں قبیلوں میں سے جنگ میں اگر کوئی دشمنوں کے ہاتھ قید ہو جاتا تو ہر قبیلے والے فدیہ و تاوان دے کر اپنے آدمیوں کو چھڑا لیتے اور یہ کہتے کہ تورات کے حکم کی رُو سے فدیہ دے کر چھڑانا ضروری ہے۔ اللہ تعالٰی نے اس آیت میں یہود کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ افسوس ہے تمہارے حال پر کہ تورات کے بعض احکام پر عمل کرتے ہو اور بعض سے جان بوجھ کر رُوگردانی کرتے ہو۔ یہ احکام خداوندی کی تعمیل کرنا نہیں ہے بلکہ خواہشات نفسانی کی پیروی اور دین کے ساتھ کھیل کرنا ہے۔ اگر تمہارے دلوں میں احکام خداوندی کی تعمیل کا سچا جذبہ ہوتا تو تم اپنے بھائی بندوں کا خون نہ بہاتے اور ان کو جلا وطن نہ کرتے جیسا کہ تورات میں تم کو حکم دیا گیا تھا اور اگر تم اس حکم کا لحاظ رکھتے تو تم کو فدیہ دینے اور قیدیوں کو چھڑانے کی نوبت ہی نہ آتی۔ تو دیکھو ایسے نافرمانوں کی سزا اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ دُنیا کی زندگی میں ذلت اور رُسوائی اُٹھائیں اور آخرت میں سخت عذاب الٰہی میں مبتلا کر دیے جائیں۔ یاد رکھیں کہ جو کرتوت وہ کر رہے ہیں اللہ ان سے غافل نہیں ہے۔ البتہ اُن کو مہلت دے رکھی ہے۔ وقت آنے پر سخت گرفت کرے گا۔

بِالْاٰخِرَةِ ز فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ

خریدی پس نہ تو ان سے عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا اور نہ کسی طرح ان

يُنْصَرُوْنَ (۸۶) ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا

کی مدد کی جائے گی اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) دی اور اس کے بعد

مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ز وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

پے در پے رسول بھیجتے رہے اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو کھلے معجزات دیئے

الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ط اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ

اور روح القدس (جبرئیل) کے ذریعہ سے اُن کی تائید کی کیا (تمہارا شیوہ یہ نہیں رہا کہ) جب کبھی کوئی رسول

رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ج فَفَرِيْقًا

تمہارے پاس ایسے احکام لے کر آئے جن کو تمہارا دل پسند نہیں کرتا تھا تو تم نے سرکشی کی پھر بعض (پیغمبروں) کو

كَذَّبْتُمْ ز وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ (۸۷) وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا

تم نے جھٹلایا اور بعض کو قتل کر دیا (۱) اور (یہود فخر کے طور پر) کہتے ہیں کہ ہمارے دل

غُلْفٌ ط بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ (۸۸)

غلافوں میں (محفوظ) ہیں (نہیں) بلکہ اللہ نے کفر کے سبب ان پر لعنت کر رکھی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ بہت ہی کم ایمان لاتے ہیں

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ

اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے کتاب (بشکل قرآن) آئی اور وہ اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو پہلے سے ان کے

لِّمَا مَعَهُمْ لا وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ

پاس موجود ہے اور اس سے پہلے وہ کافروں کے مقابلہ میں فتح کی دعائیں مانگا

كَفَرُوْا ج فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ز

کرتے تھے پھر جب ان کے پاس وہ آپہنچا جس کو وہ خوب پہچانتے تھے تو اس کا صاف انکار کر بیٹھے (۲)

(۱) اللہ تعالٰی کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ وہ انسان کی ہدایت کے لئے پیغمبر بھیجتا ہے۔ بنی اسرائیل کو بھی اس نعمت سے سرفراز فرمایا جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔ خاندان بنی اسرائیل میں کئی سو انبیاء مبعوث ہوئے لیکن بنی اسرائیل نے اس نعمت کی ناقدری کی اور انھوں نے اپنے خاندانی انبیاء کے ساتھ جو سلوک کیا اس کا بھی اس آیت میں ذکر ہے کہ نہ صرف پیغمبروں کی تکذیب کی بلکہ ان کو قتل بھی کیا لہٰذا یہود جس طرح ہمیشہ سچائی کے منکر رہے اسی طرح اب بھی انکار اور عناد میں سرگرم ہیں اس قسم کی بداعمالیوں کی وجہ سے وہ اللہ کے غضب کے مستحق ٹھیرے۔

ع ۱۰ ۱۰

حضرت عیسٰی علیہ السلام بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے لیکن یہود نے ان کو بھی جھٹلایا تھا اور حاکم وقت کے پاس شکایت کر کے ان کو قتل کرانے کی ناپاک سازش کی تھی اس آیت میں اللہ تعالٰی یہود کو متنبہ فرماتا ہے کہ عیسٰیؑ تو ہمارے سچے پیغمبر تھے اور ہم نے ان کو سچائی کی روشن نشانیاں دی تھیں اور اپنے خاص فرشتہ (رُوحُ القدس) کے ذریعہ ان کو اپنی نصرت و تائید سے سرفراز کیا تھا۔ ساتھ ہی اس آیت میں عیسائیوں کے باطل عقیدے کی تردید بھی فرما دی کہ عیسٰی تو ابن مریم ہیں نہ کہ ابن اللہ۔ اسی طرح رُوح القدس اللہ کا ایک برگزیدہ فرشتہ اور بندہ ہے نہ کہ خدائی میں اس کا شریک اور تثلیث کا ایک رُکن۔

(۲) مدینے کے یہودیوں اور عرب قبیلوں میں جب کبھی جنگ چھڑتی اور یہودیوں کو شکست ہوتی تو وہ اس طرح دُعا کرتے کہ اے خداوندا! نبی آخر الزماں کو جلد بھیج اور جس کتاب کے نازل کرنے کا تو نے وعدہ کیا ہے اس کو نازل فرما اور اس کے ذریعہ ہم کو مشرکین پر فتح عطا فرما۔ لیکن جب اللہ تعالٰی نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزماں اور ساری انسانیت کا نجات دہندہ بنا کر مبعوث فرمایا اور ان پر وہ کتاب نازل فرمائی جو توراۃ کی بنیادی سچائیوں کی تصدیق کرنے والی ہے تو اگرچہ یہود وہ سب نشانیاں دیکھ کر جو ان کی کتابوں میں لکھی تھیں آپ کو پہچان گئے لیکن حسد و تکبر کی وجہ سے آپ پر ایمان نہیں لائے اور اپنی قدیم عادت کے موافق آپ کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔

فَلَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿٨٩﴾ بِئۡسَمَا اشۡتَرَوۡا بِهٖۤ

تو کافروں پر اللہ کی لعنت ہے کیا ہی بُری چیز ہے جس کے بدلے انھوں نے اپنی

اَنۡفُسَهُمۡ اَنۡ يَّكۡفُرُوۡا بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بَغۡيًا اَنۡ يُّنَزِّلَ

جانوں کو بیچ ڈالا یعنی یہ کہ انھوں نے اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کا صرف اس لئے سرکشی سے انکار کیا کہ

اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖۚ فَبَآءُوۡ

اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اپنے فضل سے وحی نازل فرمائے تو (انہی باتوں کی وجہ سے)

بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ﴿٩٠﴾

وہ غضب پر غضب کے مستحق ٹھیرے اور کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار ہے (۱)

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اٰمِنُوۡا بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا نُؤۡمِنُ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے (اب) جو کتاب (یعنی قرآن) نازل فرمائی ہے اس پر ایمان لاؤ تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو

بِمَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا وَيَكۡفُرُوۡنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۚ وَهُوَ

اسی کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر اتری ہے اور اس کے علاوہ کسی کتاب کو نہیں مانتے حالانکہ وہ

الۡحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمۡ ؕ قُلۡ فَلِمَ تَقۡتُلُوۡنَ

(قرآن) سچا ہے اور جو کتاب ان کے پاس ہے اس کی بھی تصدیق کرتا ہے اے پیغمبر ان سے یہ تو پوچھو کہ اگر تم تورات پر

اَنۡۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنۡ قَبۡلُ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿٩١﴾ وَلَقَدۡ

ایمان رکھتے تھے تو پہلے (زمانے میں) اللہ کے نبیوں کو کیوں قتل کرتے رہے (۲) اور پھر یہ

جَآءَكُمۡ مُّوۡسٰى بِالۡبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذۡتُمُ الۡعِجۡلَ مِنۡۢ

واقعہ ہے کہ موسیٰ تمہارے پاس کھلے معجزات لے کر آئے تھے تو تم ان کے (کوہِ طور پر جانے کے) بعد بچھڑے کو

بَعۡدِهٖ وَاَنۡتُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿٩٢﴾ وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَكُمۡ

معبود بنا بیٹھے اور تم ظالم تھے اور (وہ واقعہ یاد کرو) جب ہم نے تم سے عہد لیا

منزل ۱

(۱) قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ کسی بندہ کا پیغمبری کے لئے منتخب کیا جانا محض اللہ تعالےٰ کے فضل پر موقوف ہے کسی کی خواہش یا سازش پر کوئی پیغمبر نہیں بن سکتا۔ اللہ تعالےٰ جس قوم میں چاہتا ہے نبی مبعوث فرماتا ہے۔ ایک زمانہ تک خاندان بنی اسرائیل میں پیغمبر بنائے گئے اب اللہ تعالےٰ نے بنی اسمٰعیل یعنی عربوں میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر آخر الزماں بنا کر مبعوث فرمایا۔ یہود اس بارے میں مختلف عقیدہ رکھتے تھے وہ بنی اسرائیل کے سوا کسی دوسرے خاندان کو نبوت کا مستحق نہیں سمجھتے تھے اسی وجہ سے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ماننے سے انکار کر دیا اس آیت میں یہود کے کفر کو اللہ تعالیٰ نے تجارت سے تشبیہ دی ہے۔ گویا انسان دنیا میں ایک تاجر کی حیثیت سے ہے جس کا سرمایہ اس کی عمر ہے اور جو کچھ نیک و بد کام وہ کر رہا ہے وہ سودا اور مال ہے جس کو عمر کے بدلے وہ خرید رہا ہے یہود نے اپنی زندگی کے بدلے جو کچھ خریدا وہ یہی ہے کہ اللہ کی وحی اور اس کے رسول کا انکار کیا اور یہ بہت بُرا سودا ہے۔ کیونکہ اس کی سزا دنیا میں ذلت اور آخرت میں دوزخ کا عذاب ہے۔

(۲) جب یہود سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب یعنی قرآن پر ایمان لاؤ تو وہ یہ عذر کرتے ہیں کہ ہم تو صرف وہی کتاب مانیں گے جو ہم پر نازل ہوئی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہود کے اس عذر کا جواب دیتے ہوئے تین باتوں کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

(۱) پہلی بات یہ ہے کہ قرآن خود اپنی جگہ اللہ کی بھیجی ہوئی ایک سچی کتاب ہے جو صداقت کی ہزاروں نشانیاں اپنے ساتھ لئے ہوئے ہے تو اے یہود! جس طرح تم تورات پر ایمان رکھتے ہو اسی طرح قرآن پر بھی تم کو ایمان لانا چاہئے قرآن کے بارے میں تمہارا یہ عذر کہ وہ بنی اسرائیل کی بجائے بنی اسمٰعیل کے ایک فرد یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا بالکل لغو ہے۔ وحی الٰہی کو کسی ایک قوم یا نسل کے ساتھ مخصوص کرنا تمہاری اپنی من گھڑت ہے۔ ایسی بات اللہ نے کسی کتاب الٰہی میں کبھی نہیں تعلیم فرمائی۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ جس تورات پر ایمان رکھنے کا تم دعویٰ کرتے ہو وہ ہے کہاں تمہارے ہاتھوں میں جو تورات ہے وہ تو وہ نہیں ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی تمہارے دنیا پرست علماء نے تحریف اور رد و بدل کر کے اصلی تورات کو ملیا میٹ کر دیا۔ اے یہود تمہارے ذہنوں میں یہ غلط خیال بیٹھا ہوا ہے کہ قرآن تورات کی تکذیب کرتا ہے اور اس لئے تم اس سے بدگمان ہو اور تمہارے دل اس کی طرف نہیں جھکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن تورات کی تصدیق کرتا ہے اور تورات کی اصلی تعلیم کو غلط تصورات سے پاک کر کے اور نکھار کے اصلی رنگ میں پیش کرتا ہے۔ اگر تمہارے دلوں میں ایمانی جذبہ بیدار ہے تمہیں تورات سے محبت ہے اور تورات کی اصلی تعلیم معلوم کرنے کے لئے تمہارے دل بیتاب ہیں تو تم کو چاہئے کہ قرآن کو اس نقطۂ نظر سے دیکھو تاکہ تم کو اس سے حسن ظن پیدا ہو اس کی طرف رغبت اور اس سے محبت ہو اور یہ سمجھو کہ قرآن کو نہ مان کر تم تورات سے دور نہ ہو گے بلکہ اس سے زیادہ قریب ہو جاؤ گے اور اس کو اصلی رنگ میں پا لو گے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ تم جو تورات پر ایمان رکھنے کا بڑے شد و مد سے دعویٰ کرتے ہو ذرا یہ تو بتاؤ کہ اگر تمہارا جذبۂ ایمان صادق تھا تو تم نے خود اپنے خاندان کے چند نبیوں کو کیوں قتل کیا حالانکہ وہ انبیاء تورات کو ماننے والے اور اسی کی طرف بلانے والے اور تمہارے خیرخواہ تھے۔ تورات پر تو تمہارے ایمان کی یہ حقیقت ہے پھر اس پر کیا فخر کرتے ہو۔

وَرَفَعۡنَا فَوۡقَكُمُ الطُّوۡرَ ؕ خُذُوۡا مَاۤ اٰتَيۡنٰكُمۡ بِقُوَّةٍ

اور کوہِ طور کو تمہارے اوپر اٹھا کھڑا کیا (اور حکم دیا کہ) یہ کتاب جو ہم نے تم کو دی ہے اس کو مضبوطی سے

وَّاسۡمَعُوۡا ؕ قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَعَصَيۡنَا وَاُشۡرِبُوۡا فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ

پکڑے رہو اور (اسکی تعلیمات کو) سنو تو اسکے جواب میں انھوں نے کہا کہ ہم نے سُن لیا مگر مانتے نہیں اور ان کے کفر کی وجہ سے بچھڑے کی محبت

الۡعِجۡلَ بِكُفۡرِهِمۡ ؕ قُلۡ بِئۡسَمَا يَاۡمُرُكُمۡ بِهٖۤ اِيۡمَانُكُمۡ اِنۡ

ان کے دلوں میں رچ گئی تھی (اے پیغمبر ان سے) کہو کہ اس پر بھی اگر تم ایمان کے دعویدار ہو تو (حقیقت یہ ہے کہ) تمہارا ایمان

كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۹۳﴾ قُلۡ اِنۡ كَانَتۡ لَـكُمُ الدَّارُ الۡاٰخِرَةُ

تم کو بہت بری تعلیم دیتا ہے (۱) (ان سے) کہو کہ (بقول تمہارے) اگر آخرت کا گھر

عِنۡدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنۡ دُوۡنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ

اللہ کے نزدیک صرف تمہارے ہی لئے ہے (دوسرے) لوگوں کا اس میں حصہ نہیں تو اگر تم (اس دعوے میں)

اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۹۴﴾ وَلَنۡ يَّتَمَنَّوۡهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتۡ

سچے ہو تو موت کی آرزو کرو مگر اُن بُرے اعمال کی وجہ سے جن کو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں وہ ہرگز

اَيۡدِيۡهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالظّٰلِمِيۡنَ ﴿۹۵﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمۡ

موت کی آرزو نہیں کریں گے اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے (۲) اور (اے پیغمبر) تم پاؤ گے کہ

اَحۡرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡا ۚ

یہ لوگ دنیوی زندگی پر سب لوگوں سے زیادہ حریص ہیں یہاں تک کہ مشرکوں سے بھی زیادہ

يَوَدُّ اَحَدُهُمۡ لَوۡ يُعَمَّرُ اَلۡفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحۡزِحِهٖ

ان میں سے ہر ایک کے دل میں یہ حسرت ہے کہ کاش ایک ہزار سال تو جیئے اور اگر اتنی عمر ان میں سے کسی کو مل جائے تو (حقیقت

مِنَ الۡعَذَابِ اَنۡ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيۡرٌۢ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۶﴾ ع

یہ ہے کہ) درازیٔ عمر اس کو عذاب سے نہیں چھڑا سکتی اور اللہ ان کے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے (۳)

(۱) اس آیت میں یہود کے ایمان کے دعوے کی تردید ذرا تفصیل سے پیش کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم تورات پر ایمان رکھنے کا دعویٰ بہت بڑھ بڑھ کر کرتے ہو لیکن ہم کو اور سب دنیا کو اس کی حقیقت معلوم ہے۔

ذرا اس واقعہ کو تو یاد کرو جب کہ موسیٰ نے تمہارے سامنے تورات پیش کی اور طرح طرح کے معجزات دکھلائے تو تم نے خدا کے نبی اور خدا کی وحی کے ساتھ کس کس طرح گستاخیاں کیں یہاں تک کہ تورات کو منوانے کے لئے ہم کو تم پر سختیاں کرنی پڑیں پھر تم نے سَمِعۡنَا کے ساتھ عَصَيۡنَا (ہم نے نافرمانی کی) بھی کہا۔

پھر جب موسیٰ کوہِ طور پر ہمارے پاس آئے اور تم سے تھوڑی مدت کے لئے جُدا ہوئے تو تم نے ہماری عبادت سے مُنہ موڑ کر بچھڑے کی پرستش شروع کر دی کیا یہی تمہارا ایمان ہے جس پر تم فخر کرتے ہو؟

(۲) حقیقت میں تو یہود سخت بداعمال تھے لیکن زبان سے خدا پرستی اور پاکبازی کی ڈینگیں مارا کرتے تھے یہاں تک دعویٰ کرتے تھے کہ صرف ہم ہی جنت میں جائیں گے اور ہمارے سوا اور کوئی جنت میں نہیں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے پیغمبر ان سے کہو کہ اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو تو موت کی آرزو کرو تاکہ اس ذریعہ سے سیدھے جنت میں جا پہنچو کیوں کہ ایمان والوں اور پاکبازوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ موت سے نہیں ڈرتے لیکن یہود موت سے خوف زدہ رہتے ہیں کیونکہ وہ سخت بداعمال ہیں اور ان کو یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ موت کے بعد ان کو اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

مع عند المتاخرین

(۳) یہود اس وجہ سے بھی موت کی آرزو نہیں کر سکتے کہ وہ سخت دنیا پرست ہیں اس حیاتِ فانی پر مٹے ہوئے ہیں اور اس کو کسی طرح چھوڑنا نہیں چاہتے۔ دنیوی زندگی کے سب سے بڑھ کر حریص یہی ہیں۔

ع ۱۰

یہ عیانِ توحید مشرکوں سے بھی زیادہ حیاتِ فانی کے دلدادہ ہیں۔ ان میں ہر ایک اس حسرت میں مرا جاتا ہے کہ کاش ایک ہزار برس تو جیئے۔ مگر ان کی یہ آرزو بھی فضول ہے کیونکہ ... کہ معاملہ صرف ... کر ذرہ کر دو اس دنیائے فانی میں

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ

(اے پیغمبر یہود سے) کہہ دو کہ جو شخص جبرئیل کا دشمن ہو (تو وہ اللہ کے قانونِ ہدایت کا منکر ہے) اس نے تو یہ قرآن اللہ

بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى

کے حکم سے تمہارے دل پر اتارا ہے، یہ ان کتابوں کی جو اس سے پہلے نازل ہوئیں تصدیق کرتا ہے اور (انسانوں کیلئے) ہدایت اور

لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٧﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ

ایمان والوں کیلئے خوشخبری ہے جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسولوں کا

وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٩٨﴾

اور جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہے تو اللہ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے (١)

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ

اور (اے پیغمبر!) ہم نے تمہاری طرف (رسالت کی) کھلی نشانیاں اتاری ہیں اور ان سے وہی انکار

بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿٩٩﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا

کرتے ہیں جو نافرمان ہیں اور جب کبھی ان لوگوں نے کوئی عہد کیا تو کیا ان میں سے

نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠٠﴾

کسی نہ کسی جماعت نے اس کو پس پشت نہیں ڈالا؟ بلکہ ان میں سے اکثر تو (اس عہد پر) یقین ہی نہیں رکھتے

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ

اور جب اللہ کی طرف سے ان کے پاس رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آئے (اور وہ) اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے

لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ

تصدیق کرتے ہیں تو ان اہل کتاب میں سے ایک جماعت نے

كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾ ز

اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا گویا وہ اس کو جانتے ہی نہیں (٢)

منزل ١

(١) یہود کی روایات میں لکھا ہے کہ حضرت میکائیل علیہ السلام ان کے قومی محافظ اور مددگار ہیں اور اس کے برخلاف حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ کے قہر و غضب کا مظہر ہیں اور بنی اسرائیل کی طویل تاریخ میں کئی مرتبہ انھوں نے اس قوم پر عذاب نازل کیا ہے جب یہود کو معلوم ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام وحی اور قرآن لایا کرتے ہیں تو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کو تسلیم نہ کرنے کی ایک یہ وجہ بھی تراشی کہ جبرئیل تو ہمارا قومی دشمن ہے اس کے لائے ہوئے کلام کو ہرگز نہیں مانیں گے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جبرئیلؑ جو وحی لاتے ہیں وہ اللہ کے حکم سے لاتے ہیں اور نہایت امانت داری کے ساتھ وہ وحی کو نبیؐ کے قلب میں ڈالتے ہیں۔ پھر اس وحی میں یہ صفت ہے کہ وہ سابقہ وحی کی تصدیق کرنے والی، انسانیت کی رہنما اور اہل ایمان کے لئے سراپا خوشخبری ہے تو پھر جبرئیلؑ سے دشمنی رکھنا اور ان کی لائی ہوئی وحی کو نہ ماننا بڑی شقاوت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جبرئیلؑ، میکائیلؑ اور دوسرے فرشتے یہ سب کے سب اللہ کے برگزیدہ اور فرماں بردار بندے ہیں۔ اگر وہ کبھی رحمت کی بارش برساتے ہیں تو اللہ کے حکم سے اور اگر کسی قوم پر عذاب نازل کرتے ہیں تو وہ بھی اسی کے حکم سے اس لئے ان فرشتوں سے عداوت رکھنا اللہ تعالیٰ سے عداوت رکھنا ہے اور یاد رکھو جو کوئی ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی عداوت مول لے گا۔

(٢) یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپؐ کی نبوت کے ثبوت کے لئے ایسے معجزات نہیں ہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام کو دیے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے پیغمبر! ہم نے تمہاری صداقت کی بہت سی نشانیاں اُتاری ہیں، قرآن دیا جو خود اپنی جگہ ایک عظیم الشان معجزہ ہے اس کے علاوہ اور بھی کئی معجزات آپؐ کو عطا فرمائے جن سے کوئی راست انسان انکار نہیں کرسکتا۔ اس سے وہی لوگ انکار کرتے ہیں جن کی فطرت میں کجی ہے اور جو ہمیشہ اللہ کی نشانیوں کو جھٹلاتے رہے ہیں اور اللہ کے عہد کو توڑتے رہے ہیں یہود کا یہی حال ہے کہ انھوں نے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا عہد کیا تھا لیکن جب وہ نبی اُمی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انھوں نے یہود کی کتاب تورات کی تصدیق بھی کی اور علماء یہود نے دیکھ لیا کہ تورات میں نبی آخر الزماں کی جو نشانیاں لکھی ہیں وہ سب آپؐ پر صادق آتی ہیں۔ ان سب باتوں کے باوجود یہود نے حسد و عناد کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا اور اس ضد میں خود اپنی کتاب کو بھی پس پشت ڈال دیا۔ گویا جانتے ہی نہیں کہ وہ کس طرح کی کتاب ہے اور اس میں کیا کیا باتیں درج ہیں یعنی نبی آخر الزماں کی جو نشانیاں اس میں لکھی تھیں جانتے بوجھتے ان سب سے آنکھیں بند کرلیں۔

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ

اور (اللہ کی کتاب کو چھوڑ کر) وہ لوگ اس چیز کے پیچھے پڑ گئے جو سلیمان کے عہد میں شیاطین پڑھا کرتے تھے۔

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ

حالانکہ سلیمان نے کفر کی کوئی بات نہیں کی بلکہ ان شیطانوں ہی نے کفر کیا اور وہ لوگوں کو

النَّاسَ السِّحْرَ ۖ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ

جادو سکھایا کرتے تھے اور ان باتوں کے پیچھے پڑ گئے جو بابل میں دو فرشتوں

هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى

ہاروت اور ماروت پر اتری تھیں حالانکہ وہ کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک کہ

يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ

یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو آزمائش کے لئے ہیں تم (ان باتوں میں پڑ کر) کافر نہ ہو جانا مگر لوگ اُن سے

مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا

ایسی باتیں سیکھتے تھے جن سے میاں بیوی میں جدائی ڈالیں حالانکہ

هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ

اللہ کے حکم کے بغیر وہ اپنی باتوں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا

اور ایسی باتیں بھی سیکھتے تھے جو ان کو نقصان کے سوا فائدہ کچھ نہیں پہنچاتی تھیں حالانکہ وہ جانتے تھے کہ

لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ڜ

جو شخص ان باتوں کو اختیار کرے گا اس کے لئے آخرت (کی نعمتوں) میں کوئی حصہ نہیں ہے

وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

اور بیشک بُری ہے وہ چیز جس کے بدلے انھوں نے اپنی جانوں کو بیچا ہے کاش وہ یہ بات جانتے (۱)

(۱) اوپر کی آیت میں بیان کیا تھا کہ یہود نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تورات کی ہدایت کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ مزید وضاحت کیلئے یہود کی تاریخ کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ ان کے لئے یہ بات کوئی نئی نہیں ہے، یہ بارہا ایسا کرتے آئے ہیں۔ دیکھو انھوں نے اپنی کمزوری اور کج فہمی کا مظاہرہ اُس وقت بھی کیا جبکہ یہ سحر اور جادو پر ایمان رکھنے لگے، اللہ کی کتاب چھوڑ کر جادوگری کو انھوں نے اپنا محبوب مشغلہ بنایا اور خدا پرست ہونے کے بجائے سحر پرست بن گئے۔ تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کی قدیم قومیں کہانت (غیب کا حال بتانا) سحر و ساحری اور شعبدہ بازی جیسی خرافات پر عقیدہ رکھتی تھیں، ان کو صحیح علم سمجھتی تھیں اور ان طریقوں سے زندگی میں کام لیتی تھیں چنانچہ فرعون نے اپنی سلطنت کے تمام چھوٹے بڑے ساحروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے لاکھڑا کیا تھا۔

روایتوں میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں کچھ لوگوں نے جادوگری کو رواج دینا چاہا کیونکہ یہ ایک شیطانی کام ہے اور پیغمبروں کی تعلیم میں اس قسم کی خرافات کی کوئی اصل نہیں ہے، اس لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس فتنہ کو رد کیا اور جادو اور شعبدہ بازی کا کل سامان ان سے چھنوا کر اپنے تخت کے نیچے گڑوا دیا اور حکم دیا کہ آئندہ سے کوئی ایسی حرکتیں نہ کرے لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد فتنہ پردازوں کو موقع ملا اور انھوں نے اس دھندے کو خوب چلایا۔ غضب یہ کیا کہ عوام کو بیوقوف بنانے کے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کا سہارا لیا۔ حضرت کی بڑی سلطنت اور ان کی شان و شوکت کو جادو کا ایک کرشمہ بتایا سلیمان کی انگوٹھی کا قصہ گھڑا اور سحر کے چند اعمال کو خود حضرت کی نسبت سے مشہور کر دیا۔ اسی وقت سے یہودی سحر و ساحری پر اتنے فریفتہ ہوئے کہ اس کی خاطر انھوں نے کتاب الٰہی کی ہدایات کو پس پشت ڈال دیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام پر سحر اور کفر جیسی ناپاک باتوں کا بہتان لگایا۔ اس موقع پر قرآن نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی برأت اور پاکیزگی کا اعلان کیا۔ اس لئے کہ قرآن تمام انبیاء کے بارے میں یہی تعلیم دیتا ہے کہ وہ معصوم، پاکیزہ صفت اور برگزیدہ انسان ہوتے ہیں۔

پھر جب بخت نصر کی غلامی میں یہود شہر بابل پہنچے تو وہاں ان کا ذوق ساحری دو آتشہ ہو گیا۔ وہاں کے شریروں نے ہاروت و ماروت سے یہ ناپاک فن سیکھ کر ملک میں فساد برپا کر رکھا تھا، اعمال خبیثہ کے زور سے میاں بیوی میں لڑائی اور تفریق کراتے اور خاندان کے خاندان تباہ کر ڈالتے تھے۔

ہاروت و ماروت کے بارے میں روایتوں میں لکھا ہے کہ وہ دو فرشتے تھے اور اس ملک کے لوگوں کی آزمائش کے لئے بھیجے گئے تھے لیکن بعض حضرات نے ان کو فرشتہ صفت انسان مانا ہے۔ بہرحال وہ فرشتے ہوں یا فرشتہ صفت انسان وہ خود سحر کو برا سمجھتے تھے اور لوگوں کو اس کے سیکھنے سے منع کرتے تھے اور اس کی برائی سے آگاہ کر دیتے تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ سحر کی تعلیم دینے کا مقصد اس کی اشاعت نہ تھی بلکہ اس سے مقصد ایک برائی سے واقف کرانا تھا جس طرح ایک طبیب یا ڈاکٹر اپنے شاگردوں کو مہلک امراض اور مضر دواؤں کی خاصیتیں بتاتا ہے، ایسے ہی ہاروت و ماروت لوگوں کو سحر سے واقف کراتے تھے تاکہ لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں۔ البتہ شریر اور فسادی لوگ اس کا ناجائز استعمال کرتے تھے اور اس کے ذریعہ ملک میں فساد پھیلاتے تھے۔ غرض اس طرح یہود کی ساری قوم اس ناپاکی میں مبتلا ہو گئی اور اس کو بڑا کمال سمجھنے لگی۔ علماء اور مذہبی پیشواؤں کے لئے جادو اور عملیات میں مہارت حاصل کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ ملک عرب میں بسنے والے یہودیوں میں بھی بہت سے لوگ اس فن میں ماہر تھے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ عِندِ
اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو اللہ کے پاس جو ثواب ملتا وہ بہت
اللَّهِ خَيْرٌ ۖ لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿١٠٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
بہتر تھا کاش وہ یہ بات سمجھتے اے ایمان والو! (جب پیغمبر کو اپنی طرف
آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا ۗ
متوجہ کرنا چاہو تو لفظ) راعنا نہ کہا کرو اور اُنظرنا کہا کرو اور (وہ جو کچھ بھی کہیں اس کو دل لگاکر) سنا کرو
وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٠٤﴾ مَّا يَوَدُّ الَّذِينَ
اور نہ ماننے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے (۱) اہل کتاب اور مشرکین
كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَن يُنَزَّلَ
میں سے جو کافر ہیں وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تمہارے پروردگار کی طرف
عَلَيْكُم مِّنْ خَيْرٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ
سے تم پر کوئی بھلائی (یعنی وحی) نازل ہو اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے
مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿١٠٥﴾ مَا نَنسَخْ
خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے جس آیت کو ہم
مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا ۗ أَلَمْ
منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی اور آیت بھیج دیتے ہیں کیا تم
تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٠٦﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ
نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۲) کیا تم نہیں جانتے
أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُم
کہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لئے ہے اور (یہ بھی سمجھ رکھو کہ)

ع ۱۲/۱۲

(۱) کبھی کبھی یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور حضرت کی باتیں سُنتے۔ دوران گفتگو میں جب کوئی یہودی حضرت کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا تو کہتا رَاعِنَا ہماری رعایت کیجئے اور ہماری طرف متوجہ ہوئیے۔ درحقیقت یہود اس لفظ کو شرارت سے بولتے تھے۔ کیونکہ یہود کی زبان میں رَاعِنَا کے معنی احمق کے بھی ہیں۔ دوسرا پہلو شرارت کا یہ ہے کہ اگر ع کے زیر کو ذرا کھینچ کر بولا جائے تو رَاعِینَا ہوجاتا ہے جس کے معنی ہیں ہمارا چرواہا۔ یہود سے سُن کر بعض مُسلمان بھی اس لفظ کو بولتے تھے۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ مُسلمانوں کو نصیحت فرماتا ہے کہ جب تم رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہو تو یہود کی طرح سے رَاعِنَا مت کہا کرو جو مشتبہ اور دو معنی والا لفظ ہے بلکہ اس کی بجائے اُنظُرنَا کہا کرو جس کے معنی میں تحقیر کا کوئی پہلو نہیں ہے۔

(۲) یہود کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ تمہاری کتاب میں بعض آیتیں منسُوخ ہوتی ہیں۔ اگر یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہوتی تو جس عیب کی وجہ سے کوئی آیت منسُوخ ہوئی اس عیب کی خبر کیا خدا کو پہلے سے نہ تھی؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عیب پہلی میں تھا نہ پچھلی میں اور نہ اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی نقص ہے حقیقت یہ ہے کہ وقت، موقع اور مصلحت کے لحاظ سے احکام نازل کئے جاتے ہیں ایک وقت میں ایک حکم مناسب ہوتا ہے اور دوسرے وقت یا دوسرے حالات میں دوسرا حکم زیادہ مناسب ہوتا ہے۔

اس مقام پر نسخ کے جس معنے میں بحث ہے وہ یہ ہیں کہ ایک حکم موقوف کرکے اس کی جگہ دوسرا حکم جاری کیا جائے۔ پہلے حکم کو منسُوخ اور دوسرے کو ناسخ کہتے ہیں۔ پچھلے نبیوں کے دین اور ان کی کتابوں کا قرآن اور دینِ محمدی سے عملاً منسوخ ہونا تو سب تسلیم کرتے ہیں البتہ یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جبکہ قرآن نازل ہو رہا تھا، قرآن مجید کے کچھ احکام منسوخ ہوئے یا نہیں، اس مسئلہ میں علماء کی دو رائیں ہیں بعض علماء قرآن میں نسخ بالکل نہیں مانتے لیکن اکثر علماء اور مفسرین نسخ کے قائل ہیں۔ یہ تاریخی حقیقت ہم سب جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف تھوڑا تھوڑا کرکے تیئیس ۲۳ برس تک نازل ہوتا رہا اس عرصہ میں لوگوں کی سہولت اور آسانی کی خاطر یا موقع اور محل کی مناسبت سے شروع شروع میں بعض وقتی اور عارضی احکام نازل ہوئے۔ پھر لوگوں کے عادی ہوجانے کے بعد یا موقع اور محل بدل جانے کے بعد ان وقتی اور عارضی احکام کو منسُوخ کرکے ہمیشہ کے لئے مستقل احکام نافذ کئے گئے اور پچھلے احکام سابقہ احکام سے زیادہ مکمل اور بہتر ہیں یا کم از کم اُن کی مانند۔ بس اتنے ہی معنی ہیں نسخ کے اس میں نہ کوئی بات خلافِ عقل ہے اور نہ اس سے علم الٰہی پر کوئی حرف آتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے جیسے طبیب یا ڈاکٹر مریض کی حالت میں تبدیلی ہونے کی وجہ سے دوا بدلتا رہتا ہے۔ ایسا کرنا طبیب کی مہارت اور حذاقت پر دلالت کرتا ہے نہ کہ نادانی پر۔ اس سلسلہ میں یہ بات ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ حسب ذیل اُمور میں نسخ ممکن ہی نہیں ہے:۔ (۱) عقائد یعنی حق تعالیٰ کی ذات و صفات کا یکتا اور بے مثل ہونا، رسالت، ملائکہ، آخرت کی زندگی اور وہاں کے احوال۔ (۲) تاریخی واقعات کا بیان۔ (۳) اخبار غیب۔ (۴) وعدہ وعید۔ (۵) عبادت اور اخلاق کی اُصولی باتیں جیسے عبادت الٰہی کی فرضیت، صلہ رحمی کرنا، عدل و انصاف کا قیام، بُت پرستی کی ممانعت، چوری، جھوٹ، زنا، شراب اور ظلم کی قباحت۔ جن اُمور میں نسخ کی گنجائش ہے وہ صرف فروعی احکام ہیں۔ جیسے عبادت الٰہی کے مختلف طریقے، نماز میں کسی خاص طرف رُخ کرنا، طہارت کے طریقے، چوری، جھوٹ، شراب نوشی جیسے جُرموں کی سزائیں وغیرہ۔

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿١٠٧﴾ اَمْ تُرِيْدُوْنَ

اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار (۱) (مسلمانو!) کیا تم

اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُىِٕلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ

یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے (دین کے بارے میں) ویسے ہی سوالات کرو جیسے اس سے پہلے موسیٰ سے سوالات کیے گئے

وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ

اور (یاد رکھو) جس کسی نے ایمان کے بدلے کفر اختیار کیا وہ سیدھے راستہ سے

السَّبِيْلِ ﴿١٠٨﴾ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ

بھٹک گیا (مسلمانو!) اکثر اہل کتاب دل سے چاہتے ہیں کہ ایمان لانے کے

مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ

بعد کسی طرح پھر تمہیں کافر بنا دیں ان پر حق بات ظاہر ہونے کے بعد صرف اپنے

مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا

دلی حسد کی وجہ سے (وہ ایسا کر رہے ہیں) (خیر اب تو) معاف کردو اور درگزر کرو یہاں تک کہ

حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٠٩﴾

اللہ (اس معاملہ میں) کوئی اور حکم بھیجے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ

اور (دیکھو) نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور جو نیکی بھی اپنے لئے آگے بھیجو گے

مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اللہ کے پاس اس (کے ثواب) کو پاؤ گے بیشک اللہ تمہارے (سب) کاموں کو

بَصِيْرٌ ﴿١١٠﴾ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ

دیکھ رہا ہے (۲) اور اہل کتاب کہتے ہیں کہ یہود یا نصاریٰ کے سوا کوئی اور

(۱) مطلب یہ ہے کہ نسخ پر اعتراض کرنے والے تو یہ جانتے اور مانتے ہیں کہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے سب اللہ تعالےٰ کے زیر اقتدار ہیں اور وہی سب کا حاکم ہے جب ایسا ہے تو پھر وہ اپنی سلطنت میں جس طرح کے احکام چاہے جاری کرسکتا ہے۔ انسان اور دوسری تمام مخلوقات کو بے چون وچرا تعمیل کے سوا اور چارہ کیا ہے ذرا غور کرو آسمان، زمین، چاند، سورج، پہاڑ اور دریا، ان میں سے کس کی مجال ہے جو اللہ کے مقرر کئے ہوئے فطرت کے قوانین کے بال برابر بھی خلاف چلے۔

پھر انسان کو کیا ہو گیا ہے کہ فطری حیثیت سے اپنے کو مجبور پاتے ہوئے بھی اللہ تعالےٰ کے احکام کے خلاف زبان تنقید کھولتا ہے حقیقت پرستی، عقل اور انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ فطری قوانین کی طرح سے ان احکام کو بھی جو پیغمبر علیہ السلام کے ذریعہ اس نے بھیجے ہیں، تم بے چون وچرا تسلیم کرو اور پورے پورے مسلم بن جاؤ۔ لیکن یاد رکھو کہ حاکم مطلق ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالےٰ ہی تمہارا دوست اور مددگار بھی ہے۔ وہ اپنے احکام میں تمہاری خیرخواہی، بہتری اور ترقی کا لحاظ رکھتا ہے چنانچہ تمہاری سہولت اور مصلحت کے پیش نظر اس نے نسخ کا طریقہ اختیار کیا اور رفتہ رفتہ اور موقع کے مناسب احکام نازل کیے ورنہ وہ اس کے خلاف بھی کرسکتا تھا لیکن اس میں تمہارے لئے دشواری ہوتی پھر یہ کہ اس کی ولایت اور نصرت حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ اس کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کر دیا جائے۔

(۲) یہود دین سے برگشتہ کرنے کے لیے صحابہؓ کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک و شبہات ڈالتے اور مختلف سوالات بنا کر ان سے کہتے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کے سوالات کرو۔ چنانچہ یہود کی شرارت کو نہ سمجھ کر بعض صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سوالات کیے اس آیت میں اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو آگاہ فرماتا ہے کہ وہ یہود کے کہنے میں نہ آئیں اور اپنے رسولؐ سے اس طرح سوالات نہ کریں جس طرح یہود موسیٰ علیہ السلام سے کیا کرتے تھے۔ ایسا کرنا گمراہی اور رسولؐ کی شان میں سخت بے ادبی ہے۔ یہود کی نیتوں کا یہ حال ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد تمہیں پھر کفر کی طرف لوٹا دیں محض حسد کی وجہ سے وہ ایسا چاہتے ہیں۔ ورنہ یہ بات ان پر واضح ہو چکی ہے کہ اسلام ایک سچا دین ہے اور تم لوگ سیدھے راستہ پر ہو ان حالات میں تمہارے لئے مناسب ہے کہ ان سے درگزر کرو اور اللہ کے حکم کا انتظار کرو۔ دیکھو اللہ کیا کرتا ہے کس کو کامیاب کرتا ہے اور کس کو رسوا کرتا ہے۔ کیونکہ وہ بڑی قدرت والا ہے۔ تم کو چاہیئے کہ اسلام پر جمے رہو، نماز کی پابندی کرو اور زکوٰۃ دیا کرو۔ ان دونوں کی پابندی سے جماعت کو راہ ایمان میں استواری نصیب ہوتی ہے، جماعت کی معنوی قوت نشو و نما پاتی ہے اور اس کی اجتماعی قوت مستحکم ہوتی ہے۔ جو جماعت صدق دل سے ان باتوں کی پابندی کرے وہ نہ تو دین سے برگشتہ ہو سکتی ہے، نہ اس کی اجتماعی قوت میں ضعف آسکتا ہے اور نہ دشمنوں کی شرارت کا اس پر کچھ اثر ہو سکتا ہے۔

هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا

ہرگز جنت میں نہیں جائے گا ۔ یہ ان کی (خیالی) آرزوئیں ہیں (اے پیغمبر ان سے) کہو کہ

بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ

اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو ہاں (حقیقت یہ ہے کہ) جس نے اپنا

وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪

رخ اللہ کے آگے جھکا دیا اور وہ نیکوکار بھی ہو تو اس کا اجر (یقیناً) اس کے پروردگار کے پاس موجود ہے

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ۧ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ

ایسے لوگوں کو آخرت کی زندگی میں نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (۱) اور یہود کہتے ہیں

لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۪ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ

کہ عیسائی (صحیح) راستہ پر نہیں اور (اسی طرح) عیسائی کہتے ہیں کہ

الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ

یہود (صحیح) راستہ پر نہیں حالانکہ وہ سب (اللہ کی) کتاب پڑھتے ہیں اسی طرح انہی کی سی باتیں

الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ

وہ (مشرکین عرب) بھی کہتے ہیں جو بے علم ہیں ۔ پس قیامت کے دن اللہ ان کے درمیان

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَمَنْ

ان باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن کے بارے میں یہ لوگ (دنیا میں) اختلاف کرتے رہے (۲) اور اس شخص سے

اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ

بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اس بات سے منع کرے کہ اللہ کی مسجدوں میں اس کا نام لیا جائے

وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَا

اور ان کے ویران کرنے کی کوشش کرے یہ لوگ ہرگز اس لائق نہیں کہ مسجدوں میں داخل ہوں

(۱) اوپر کی آیتوں میں یہود کی چند گمراہیوں کا بیان تھا۔ ان آیتوں سے یہود و نصاریٰ دونوں کے چند باطل خیالات اور جھوٹے دعووں کا بیان شروع کیا جاتا ہے۔ یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ جب تک ایک انسان یہودی گروہ بندی میں داخل نہ ہو نجات نہیں پا سکتا۔ اسی طرح عیسائی کہتے تھے کہ نجات کیلئے عیسائی ہونا ضروری ہے۔ یہودیوں کو نسلی غرور تھا اور عیسائی کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب عیسائیوں کی طرف سے کفارہ ہو گئے ہیں۔ خاص کر مسلمانوں کے سامنے ایسی باتیں کرتے تھے تاکہ وہ اسلام کو باعث نجات اور تسلی بخش نہ سمجھ کر اس سے برگشتہ ہو جائیں۔ قرآن اس عقیدے کو غلط ٹھیراتا ہے اور کہتا ہے کہ اس قسم کی باتیں یہود و نصاریٰ کی جاہلانہ آرزوئیں ہیں، کوئی حقیقت نہیں۔ توراۃ و انجیل میں اس طرح کی کوئی صراحت نہیں اور یہ عقل کے بھی خلاف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تمام انسانوں کا تعلق یکساں ہے۔ بلکہ نجات کا

ع ۱۳ ۹ ۱۲

معیار جس کو عقل بھی تسلیم کرتی ہے، یہ ہے کہ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ الخ یعنی کوئی ہو، کسی گروہ میں سے ہو، کسی نام سے پکارا جاتا ہو، کسی ملک کا رہنے والا ہو جس نے اپنا سر نیاز خدا کے آگے جھکا دیا، جس نے اپنی خودی کو اللہ تعالیٰ کے حضور مٹا دیا، اور جن حقیقتوں پر ایمان لانے کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے بے چون و چرا ان پر ایمان لے آیا۔ پھر شریعت کے مطابق نیک عمل اور پاکباز کی زندگی گذاری، ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہوگا اور اس کو دنیا و آخرت میں کسی طرح کا کھٹکا نہیں ہوگا۔

(۲) نسلی اور مذہبی گروہ بندی کے برے نتیجہ کی طرف ان کو توجہ دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ دیکھو اس غلط تصور کی وجہ سے یہ صورت حال پیدا ہو گئی ہے کہ یہود اور نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے کو جھٹلاتے اور گمراہ بتاتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ دونوں جماعتیں ایک ہی کتاب کو پڑھتی اور اس کو مستند مانتی ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ یہود و نصاریٰ کبھی دوست ہو کر نہیں رہے۔ شروع شروع میں یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں پر مظالم توڑے۔ پھر جب عیسائیت کو شہنشاہیت کا سہارا مل گیا تو عیسائیوں نے دل کھول کر یہود سے بدلہ لیا۔ اسی طرح کی بات مشرکین مکہ بھی کہتے ہیں کہ وہ بھی اپنے سوا دوسروں کو گمراہ اور بے دین بتاتے ہیں۔ اس طرح نسلی اور مذہبی گروہ بندی کے غلط تصور نے انسانی اخوت کو پارہ پارہ کر دیا ہے اور باہمی نفرت و عداوت کا بیج بو رکھا ہے۔

دانشمندی اور صحیح احساس کا تقاضا یہ ہے کہ سب جماعتیں قرآن اور نبی آخر الزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر متفق ہو کر دین و دنیا کی کامیابی حاصل کریں، ورنہ یاد رکھیں کہ قیامت کے دن اُن سب پر حقیقت حال کھول دی جائے گی اور آخری فیصلہ سنا دیا جائے گا لیکن اُس وقت صورتِ حال کی اصلاح کا کوئی موقع نہ ہوگا۔

اِلَّا خَآئِفِيْنَ ۬ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي

مگر (ہاں) ڈرتے ڈرتے ان کے لیئے دنیا میں رسوائی اور

الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١١٤﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ

آخرت میں بڑا عذاب ہے (۱) اور مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کا ہے

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ

جدھر تم (عبادت کے لئے) رُخ کرو ادھر اللہ متوجہ ہے بیشک اللہ بڑی وسعت والا

عَلِيْمٌ ﴿١١٥﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ

اور بڑے علم والا ہے (۲) یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنا ایک بیٹا بنا لیا ہے حالانکہ اسکی ذات (ایسی باتوں سے) پاک ہے

بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ

بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے سب اُس کے

قٰنِتُوْنَ ﴿١١٦﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى

فرماں بردار ہیں وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور جب وہ کسی کام کا

اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿١١٧﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ

فیصلہ کر لیتا ہے تو اس کو کہہ دیتا ہے کہ ہوجا پس وہ ہوجاتا ہے (۳) اور وہ لوگ جو کچھ نہیں

لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ

جانتے کہتے ہیں کہ اللہ ہم سے کیوں کلام نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی (حیرت انگیز) نشانی کیوں نہیں آتی

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ

اسی طرح کی (جاہلانہ) بات ان لوگوں نے بھی کہی تھی جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں

تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿١١٨﴾

ان سب کے دل کچھ ایک ہی طرح کے ہیں (حقیقت یہ ہے کہ) ہم تو یقین کرنے والوں کیلئے اپنی نشانیاں ظاہر کر چکے ہیں (۴)

(۱) جاہلیت کے زمانہ میں بھی خانہ کعبہ تمام عرب کے لئے حضرت ابراہیم کی یادگار اور عبادت گاہ تھا۔ ہر شخص کو اس میں عبادت کی آزادی حاصل تھی مگر جب اسلام کا نور کوہِ فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توحیدِ الٰہی کو پھر زندہ کرنا چاہا تو تمام اہلِ عرب خصوصاً قریش کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں اور پیغمبر اسلام اور ان کے اصحابؓ کے خلاف اُن کے دلوں میں آگ بھڑکنے لگی۔ چنانچہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کو اپنے طریقہ پر نماز پڑھنے اور خانہ کعبہ میں اللہ کا نام لینے سے روک دیا۔

پھر جب ۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ عمرہ کرنے کی نیت سے مکہ کا قصد فرمایا تو قریش نے آپؐ کو مقام حدیبیہ پر روک دیا اور عمرہ ادا کرنے نہیں دیا۔ یہ جُرم اللہ کے نزدیک بہت سخت ہے۔ اس جُرم کا ارتکاب کرنے والے بڑے ظالم ہوتے ہیں جو سخت عذاب کے مستحق ہوں گے۔

تاریخ شاہد ہے کہ قریش کی طرح رُومی عیسائی بھی اس جرم کے مرتکب ہوئے جب کہ انھوں نے یہود کو شکست دے کر بیت المقدس فتح کیا تو مسجدِ اقصٰی کو بھی کس طرح خراب اور ویران کیا۔

غرض یہ کہ عیسائی ہوں یا قریش یا کوئی اور قوم جو لوگ بھی اس جُرم کے مرتکب ہوں وہ سب اسی حکم کے تحت ہوں گے۔

(۲) جب قریش نے مسلمانوں کو خانہ کعبہ میں عبادت کرنے سے روکا تو وہ دل شکستہ ہوئے ان کی تسلی کیلئے فرماتا ہے کہ کسی ایک مسجد یا عبادت گاہ کے روکے جانے سے تمہاری عبادت میں خلل نہیں پڑ سکتا اس لئے کہ جس خدا کی تم عبادت کرتے ہو وہ کسی ایک مکان یا کسی جہت میں محدود نہیں ہے مشرق اور مغرب اور سب جہتیں اسی کی ہیں اور وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اُس کے حکم کے مُطابق جس طرف بھی منہ کرو یقین کرو کہ اُدھر ہی اُس کا وَجہ اور اس کی توجہ ہے۔

(۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہود، نصاریٰ اور مشرکین عرب کے ایک سخت مشرکانہ عقیدہ کا ذکر کر کے اُس کی تردید فرماتا ہے۔ یہود کہتے ہیں کہ حضرت عُزیرؑ خدا کے بیٹے ہیں۔ اسی طرح نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ یہ سب عقیدے مشرکانہ اور گمراہ کُن ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے پاک ہے اس کی شان تو یہ ہے کہ آسمان و زمین اور جو کچھ اس کے اندر ہے سب کا پیدا کرنے والا اور سب کا مالک ہے اس لئے سب کائنات اس کی مخلوق اور اس کی فرمانبردار ہے۔ وہ جب کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو نہ اُسے کسی مددگار کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ وسائل و ذرائع کی بس وہ حکم دے دیتا ہے کہ ہوجا تو فوراً اس کے حکم کے مطابق ظہور میں آجاتا ہے۔

(۴) مکہ کے قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں دو باتیں پیش کرتے تھے۔ ایک یہ کہ خدا خود ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا۔ دوسرے یہ کہ کوئی ایسی نشانی کیوں نہیں بھیجا جس سے آپ کا رسول ہونا ہم پر کھل جائے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پہلے انبیاء کی اُمتوں میں بھی ایسے لوگ گذرے ہیں جنھوں نے ایسے مہمل اعتراضات اپنے اپنے پیغمبروں پر کئے تھے۔ ان کے اور اُن کے دل ایک سے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اور اس میں کوئی وزن بھی نہیں۔ دیکھو نشانیاں ایک دو نہیں بلکہ بے شمار اور واضح نشانیاں ہم نے بھیجی ہیں۔ یہ لوگ اگر نشانیوں کے طلبگار ہیں تو ان کو چاہیے کہ نشانیوں کی پہچان بھی اپنے میں پیدا کریں جو لوگ نشانیوں کی پہچان رکھتے ہیں وہ ہماری نشانیوں کو دیکھ کر ان سے ایمان اور معرفت کی روشنی حاصل کرتے ہیں۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ
(اے محمد) بیشک ہم نے تم کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور دوزخ والوں کے
عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا
بارے میں تم سے کوئی باز پرس نہ ہو گی (۱) اور (اے پیغمبر!) نہ تم سے یہود ہی راضی ہوں گے اور نہ
النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ اِنَّ هُدَى
نصاریٰ تاوقتیکہ تم ان کے مذہب کی پیروی (نہ) کرو۔ کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت
اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۗ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ
ہی اصل ہدایت ہے اور (اے پیغمبر!) تمہارے پاس علم (وحی الٰہی) آچکنے کے بعد
الَّذِىْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ
بھی اگر (بالفرض) تم ان کی خواہشوں پر چلو گے تو اللہ کے مقابلہ میں تمہارا نہ کوئی
وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ
دوست ہو گا اور نہ کوئی مددگار (۲) جن لوگوں کو ہم نے کتاب (تورات) دی ہے وہ اس کو اسی طرح
حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ۗ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۗ وَمَنْ
پڑھتے ہیں جس طرح اس کے پڑھنے کا حق ہے یہی لوگ اس (قرآن) پر ایمان لے آتے ہیں اور جو
يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع يٰبَنِىْٓ
اس کو نہیں مانتے ہیں وہ (خود ہی) نقصان اٹھانے والے ہیں (۳) اے
اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ
بنی اسرائیل! میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کئے تھے
وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا
اور اس بات کو بھی کہ میں نے تم کو دنیا کی قوموں پر فضیلت دی تھی اور اس دن سے ڈرو

(۱) اوپر کے جواب کے سلسلہ میں فرماتا ہے کہ بعثت الٰہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کبھی مناسب سمجھتا ہے کسی برگزیدہ انسان کو منتخب فرما کر اپنے کلام اور وحی سے اس کو سرفراز فرماتا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب فرمایا اور ان کو بَشِیر وَ نَذِیر بنا کر بھیجا۔ تو جو لوگ نشانیوں کے طلبگار ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ سچائی کی سب سے بڑی نشانی خود پیغمبرؐ کی اعلیٰ تعلیم اور ان کی پاک زندگی ہے۔ اگر ان کی طلب سچی ہے تو وہ اس سچائی کو پہچان کر اس کے پرتو سے اپنے دل و جان کو منور کر لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرماتا ہے کہ اے پیغمبر! تم کو منکرین کے انکار اور سرکشی کا غم نہیں کھانا چاہیئے۔ تم اپنا کام کئے جاؤ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ یہ تو اپنے کو دوزخ کے حوالے کر چکے ہیں۔ حق کا پیغام پہنچا دینے کے بعد پھر تم سے ان کے بارے میں باز پرس نہیں ہو گی۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ سے تم کو زیادہ امید نہیں رکھنی چاہیئے ان کی تو ذہنیتیں مسخ ہو گئی ہیں۔ سچائی کو پہچاننے کی استعداد مفقود ہو چکی ہے۔ وہ تمہاری تعلیم کی سچائی کو نہیں پہچان سکتے اور نہ تمہارے نور سے روشنی حاصل کر سکتے ہیں۔ گروہ بندی کے حدود کے باہر ان کی نظریں کسی اور سچائی کو دیکھ ہی نہیں سکتیں۔ اس گمراہ کن اور مسخ شدہ ذہنیت کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ تم یہودیت یا نصرانیت کی گروہ بندی میں داخل نہ ہو جاؤ۔ تم اُن سے صاف صاف کہہ دو کہ اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت (اسلام) ہی صحیح ہدایت ہے، نہ کہ تمہاری
ع ۱۴ ۹ ۱۴ گروہ بندیاں۔ اے پیغمبر! جب تمہارے پاس وحی الٰہی کی روشنی آچکی ہے تو ان کی خواہشوں کی پیروی کر کے تم اپنے کو اللہ تعالیٰ کی نصرت سے کیسے محروم کر سکتے ہو۔

(۳) یہودیوں میں کچھ لوگ منصف مزاج اور پاک باطن تھے جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی۔ ایسے لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ لوگ اپنی کتاب یعنی توراۃ کو سچائی اور خلوص کے ساتھ پڑھتے ہیں یعنی اس میں رد و بدل نہیں کرتے اور اس میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی جو نشانیاں لکھی ہیں ان میں تحریف نہیں کرتے۔ ایسے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان کر قرآن پر ایمان لاتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ باقی دوسرے لوگ جو توراۃ میں رد و بدل کرتے ہیں وہ قرآن کو نہیں مانتے۔ ایسے لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْـًٔا وَّلَا یُقْبَلُ

جس دن نہ کوئی شخص کسی کے کچھ کام آئے گا اور نہ کسی کی طرف سے

مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ

کوئی معاوضہ قبول کیا جائے گا اور نہ کوئی سفارش کسی کے کام آئے گی اور نہ لوگوں کو (کسی اور طرح کی)

یُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَ اِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ

مدد پہنچ سکے گی اور (وہ وقت یاد کرو) جبکہ ابراہیم (۱) کو اس کے پروردگار نے چند باتوں میں آزمایا

فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ

تو وہ ان میں پورے اترے (۲) (اس وقت) اللہ نے فرمایا کہ (اے ابراہیم) میں تم کو لوگوں کا پیشوا بناؤں گا (ابراہیم نے) عرض کیا

وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾

(پروردگار!) میری اولاد میں سے بھی، ارشاد ہوا کہ میرا یہ عہد ظالموں تک نہ پہنچ سکے گا (۳)

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ

اور (وہ وقت یاد کرو) جبکہ ہم نے اس گھر (یعنی کعبہ) کو لوگوں کے لئے اجتماع اور امن کی جگہ بنایا

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی ؕ وَعَهِدْنَاۤ

اور (حکم دیا کہ) مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو اور ہم نے

اِلٰۤی اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ

ابراہیم اور اسمٰعیل کی طرف حکم بھیجا کہ طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں

وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ

اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کیلئے اس گھر کو پاک وصاف رکھو (۴) اور (وہ وقت یاد کرو) جبکہ ابراہیم نے

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ

دعا کی کہ اے پروردگار! اس کو امن (و امان) کا شہر بنادے اور اس کے رہنے والوں میں سے

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک عظیم الشان پیغمبر ہیں، مذہب کے میدان میں وہ منصب امامت پر فائز ہیں قرآن کے الفاظ میں وہ ایک اُمّة ہیں یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب تینوں گروہوں کیلئے ان کی شخصیت ایک مسلّمہ شخصیت ہے۔ ہر فریق کو اس بات پر بڑا فخر ہے کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے ہے۔ ان سب کو دعویٰ ہے کہ وہ ملّتِ ابراہیمی کے پیرو ہیں۔ بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ خدا نے ابراہیمؑ کی اولاد کیلئے برکت کا وعدہ فرمایا ہے اس لئے ہمیشہ خدائی برکتیں ہمارے شامل حال رہیں گی اس کے مقابل نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعلان ہے کہ تم نے دعوت ابراہیمی کو بھلادیا اور تم ملّتِ ابراہیمی سے بھٹک گئے ہو۔ مجھے دعوت ابراہیمی کا صحیح علم دیا گیا ہے اور میں ملّتِ ابراہیمی کا سچا پیرو ہوں لہٰذا اگر تمھیں اپنے باپ ابراہیم سے محبت ہے اور تم سچائی کے ساتھ ان کی تعلیم پر عمل کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو میں تمھیں منزلِ مقصود تک پہنچادوں گا۔ اس مناسبت سے اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے اور دعوت ابراہیمی کے بنیادی اُصول اور ملّتِ ابراہیمی کی چند خصوصیات بیان کی گئی ہیں تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اصلی شخصیت روشن ہو جائے، یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب لاجواب ہو جائیں اور حق پرست لوگ معلوم کرسکیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سچا پیرو کون ہے۔

(۲) حق تعالیٰ نے اپنے بندے ابراہیم علیہ السلام کو چند باتوں اور چند احکام میں آزمایا، وہ ان سب میں پورے اترے۔ مثلاً خدا کی محبت میں ان کو خاندان اور وطن چھوڑنا پڑا۔ اور نمرود نے ان کو آگ میں ڈالا ان کی استقامت میں فرق نہ آیا، رضا و تسلیم میں کمی نہ ہوئی، عرب کے بے آب و گیاہ ریگستان میں بیوی اور پیارے بیٹے اسمٰعیل کو بسایا اور لختِ جگر کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کو خوشی خوشی آمادہ ہوگئے۔ نماز، زکوٰۃ، حج، طہارت، مسواک، ناخن ترشوانا، بغل اور زیر ناف کے بال دور کرنا، ختنہ وغیرہ احکام کو پابندی کے ساتھ بجالائے۔

(۳) بنی اسرائیل اس بات پر مغرور تھے کہ ہم ابراہیمؑ کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے وعدہ کیا ہے کہ نبوت اور بزرگی ان کی اولاد میں رہے گی۔ اس لئے ہماری قوم کے سوا کوئی اور نبی نہیں ہوسکتا۔ اس غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی دُعا کا ذکر فرمایا۔ اس میں یہ بات واضح ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی سب اولاد کیلئے دعا کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا صرف نیک کرداروں کے حق میں قبول فرمائی اور ظلم کرنے والوں کو محروم رکھا۔ یہ بات سب جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کے دو فرزند تھے ایک حضرت اسحٰقؑ جن کی اولاد میں بنی اسرائیل (یہود) ہیں اور دوسرے حضرت اسمٰعیلؑ جن کی اولاد عرب ہیں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دونوں فرزندوں کے حق میں دُعا کی تھی۔ ایک زمانہ تک اسحٰق کی اولاد میں نبوت رہی۔ اب اللہ تعالیٰ نے بنی اسمٰعیل میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز فرمایا ہے۔

(۴) آج سے ہزاروں سال پہلے اللہ تعالیٰ نے خانۂ کعبہ کو دنیا جہان کے لوگوں کے لئے مرکز اور عبادت گاہ قرار دیا اور اس کی تولیت حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کے سپرد کی اور ان کو حکم دیا کہ عبادت کرنے والوں اور طواف کرنے والوں کے لئے اس گھر کو ہر قسم کی گندگیوں سے پاک وصاف رکھیں چنانچہ خانہ کعبہ کی مرکزیت اس وقت سے قائم ہے، حج کا طریقہ جاری ہے اور یہ ابراہیمی طریقہ ہے۔

اس آیت میں اہل کتاب کی تردید مقصود ہے جو کہتے تھے کہ ملّتِ ابراہیمی میں خانہ کعبہ کی کوئی اہمیت نہیں اور حج جاہل عربوں کا ایک طریقہ ہے۔ ساتھ ہی مشرکین عرب کو بھی ایک تنبیہ مقصود ہے کہ تم ملّتِ ابراہیمی کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہو مگر خانہ کعبہ کو اس طرح پاک نہ رکھا جس طرح ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ رکھا کرتے تھے بلکہ اس کو شرک و بت پرستی کی گندگیوں سے آلودہ کردیا۔

مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ

جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں ان کے کھانے کو میوے عنایت فرما۔

قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى

ارشاد ہوا کہ جو کفر کی راہ اختیار کرے گا اس کو دنیا میں تھوڑا فائدہ پہنچاؤں گا پھر اسے دوزخ کے عذاب کی

عَذَابِ النَّارِ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٢٦﴾ وَاِذْ يَرْفَعُ

طرف کھینچ لے جاؤں گا اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے (ا) اور (وہ وقت یاد کرو) جبکہ

اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا

ابراہیم اور اسمٰعیل خانہ (کعبہ) کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (اور یہ دعا ان کی زبانوں پر جاری تھی کہ) اے ہمارے پروردگار!

تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١٢٧﴾

ہماری یہ خدمت قبول فرما۔ بیشک تو ہی سننے والا (اور) جاننے والا ہے

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَاۤ

اے ہمارے پروردگار! ہم دونوں کو اپنے فرماں بردار بندے بنا اور ہماری اولاد میں سے ایک ایسی

اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ

امت پیدا کر جو تیری فرماں بردار ہو اور ہم کو عبادت کے طریقے بتا اور ہماری توبہ قبول فرما

اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٢٨﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ

بیشک تو ہی توبہ قبول فرمانے والا (اور) مہربان ہے اے ہمارے پروردگار! اس بستی کے رہنے والوں میں

رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ

انہی میں سے ایک پیغمبر بھیج جو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور کتاب اور

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ

حکمت کی ان کو تعلیم دے اور ان کے نفسوں کو پاک کرے بیشک تو ہی غالب اور

(ا) جب حضرت ابراہیمؑ نے وادی غیر ذی زرع یعنی ایک بے آب و گیاہ میدان میں حضرت اسمٰعیل کو رکھا اور وہاں ایک عبادت گاہ تعمیر کی تو قدرتی بات تھی کہ انھوں نے اس بستی والوں اور زیارت کرنے والوں کے لئے امن و سلامتی اور بڑی مقدار میں پھل پھلاری عطا کئے جانے کی جناب باری میں التجا کی۔ حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا کس طرح قبول ہوئی' اس کا مشاہدہ حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے دوست دشمن سب کرتے آئے ہیں اور آج بھی کر رہے ہیں۔

امن و سلامتی کا حال یہ ہے کہ اسلامی شریعت نے تو شہر مکہ اور اس کے اطراف ایک بڑے رقبہ کو 'حرم' ہی قرار دے دیا یعنی ان حدود کے اندر جانور تک کا شکار نہیں کیا جا سکتا اور نہ وہاں کسی خونی کو قتل کیا جا سکتا ہے۔ اسلام سے پہلے بھی عرب مکہ کے اس حق کو تسلیم کرتے تھے اور وہاں کشت و خون روا نہ رکھتے تھے۔

مکہ میں پھل پھلاری کی افراط کا معاملہ اور بھی عجیب ہے۔ یوں دیکھو تو مکہ کے اطراف کی زمین ریتیلی ہے یا سخت پتھریلی اور بارش بھی کچھ یوں ہی سی ہوتی ہے۔ وہاں کھیتی باڑی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ سال کے بارہ مہینے مکہ کے بازاروں میں ہر قسم کے میوے اور تازہ بہ تازہ ترکاریاں اس افراط سے ملتی ہیں کہ خدا کی قدرت نظر آتی ہے۔

واضح ہو کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منصب امامت عطا فرمایا گیا تو آپ نے التجا کی "وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ" یعنی میری اولاد کو بھی اس نعمت سے سرفراز فرمایا جائے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ یعنی تمہاری اولاد میں صرف نیک بندے ہی منصب امامت پر فائز ہو سکیں گے اور ظالم اور نافرمان اس سے محروم رہیں گے۔

شاید اس سے حضرت ابراہیم نے یہ اشارہ سمجھا کہ خیر و برکت کی دعا نافرمانوں کیلئے کرنا حق تعالےٰ کو پسند نہیں ہے۔ چنانچہ جب مکہ والوں کے لئے امن و سلامتی اور رزق کی دعا کی تو اس کو صرف اہل ایمان تک محدود رکھا۔

لیکن اللہ تعالےٰ نے اس دعا کو مومنوں اور کافروں سب کے لئے قبول فرمایا' کیوں کہ اس دنیا میں رزق جیسی نعمت سے مومن اور کافر دونوں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ البتہ یہ فرق ظاہر فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کے پیغام کو نہ مانیں گے وہ صرف اس دنیا میں نعمتوں سے تھوڑا فائدہ اٹھائیں گے مگر آخرت میں ان کو دوزخ میں عذاب بھگتنا پڑے گا۔ اور اہل ایمان کے لئے یہاں اور وہاں یکساں طور پر حق تعالےٰ کی نعمتوں کا دروازہ کھلا ہے۔

الْحَكِيْمُ ﴿١٢٩﴾ ع وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا

حکمت والا ہے (١) اور ایسا کون ہے جو ابراہیم کے دین سے منہ پھیرے مگر

مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ

(ہاں وہی) جس نے اپنے آپ کو احمق بنالیا ہو اور بیشک ہم نے دنیا میں ان کو منتخب کیا

وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٣٠﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ

اور آخرت میں بھی وہ نیک لوگوں (کی جماعت) میں ہوں گے جب ابراہیم کے پروردگار نے ان سے فرمایا

رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٣١﴾ وَوَصّٰى

کہ فرماں بردار بن جاؤ تو انھوں نے عرض کیا کہ میں سارے جہان کے پروردگار کا فرماں بردار ہو گیا اور ابراہیم اور

بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى

یعقوب نے اپنی اولاد کو اسی دین کی وصیت کی (انھوں نے کہا کہ) اے میرے بیٹو! اللہ نے تمھارے لئے

لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ ط

دین (اسلام) کو پسند فرمایا ہے اس لئے تم دین اسلام ہی پر مرنا

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ

(اے بنی اسرائیل!) کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب کی موت کا وقت قریب ہوا

اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا

(اور) اس وقت انھوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انھوں نے

نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ

(جواب میں) کہا کہ ہم اسی خدائے واحد کی عبادت کریں گے جو تمھارے باپ دادا (یعنی) ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق

اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿١٣٣﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ

کا معبود ہے اور ہم تو اسی کے فرماں بردار ہیں (٢) یہ ایک جماعت تھی

(١) روایت میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر تشریف لائے تو تنہائی سے گھبرا کر عرض کیا خدایا! اس جگہ کوئی مکان ہے نہ عبادت گاہ۔ حکم ہوا کہ ہماری عبادت کے لئے ایک گھر بناؤ کہ یہ سب گھروں سے پہلا گھر ہو۔ آدم نے عرض کیا کس جگہ؟ جبرئیل نے وہ جگہ بتائی جہاں آج خانہ کعبہ ہے چنانچہ حضرت آدم نے اس مقام پر ایک حجرہ تعمیر کیا وہ اس کا طواف کرتے اور اس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھا کرتے تھے۔ طوفانِ نوح میں یہ عمارت گر گئی اور سرخ مٹی کا ٹیلہ سا اس جگہ باقی رہ گیا۔ پھر حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے اسی بنیاد پر خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ ان بزرگوں کے ہاتھ دیواریں چن رہے تھے مگر دل خدا کی طرف لگے ہوئے تھے اور زبانوں پر یہ دعائیں جاری تھیں اے پروردگار! ہم تیرے عاجز بندے تیرے مقدس نام پر اس گھر کی بنیاد رکھ رہے ہیں، ہمارا یہ عمل قبول فرما۔ اے پروردگار ہمیں اپنا فرماں بردار بننے کی توفیق عطا فرما اور ہماری نسل سے بھی ایک ایسی اُمت پیدا کر جو تیری فرماں بردار ہو۔ اے پروردگار ہمیں عبادت کے طریقے بتا اور عبادت میں ہم سے کچھ قصور ہو تو اس کو معاف فرما۔ اے پروردگار ہماری اولاد میں سے ایک ایسا رسول پیدا کرنا جو لوگوں کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے۔ اُن کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور اپنی پیغمبرانہ تربیت سے ان کا ظاہر و باطن پاک کر دے۔

ع ١٥ ٨ ١٥

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے بارے میں امامت و نبوت کے لئے جو دعا کی تھی اور جو آیت (١٢٤) میں مذکور ہے وہ دعا عام تھی چنانچہ حضرت اسحٰق کی اولاد یعنی بنی اسرائیل میں سینکڑوں انبیاء پیدا ہوئے۔ لیکن آیت نمبر (١٢٩) میں جو ایک رسول بھیجنے کی دعا کی ہے وہ خاص ہے۔ موقع کی خصوصیت قابلِ غور ہے۔

مکہ کی سرزمین ہے خانہ کعبہ تعمیر ہو رہا ہے حضرت اسمٰعیلؑ دعا میں شریک ہیں، دعا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا میں رسول کا لفظ واحد ہے۔ دعا کا ماحول صاف طور پر پتہ دیتا ہے کہ جو تمنا حضرت ابراہیمؑ کے مبارک لبوں سے دعا بن کر نکل رہی ہے وہ یہ ہے کہ وہ رسول اسمٰعیل کی اولاد سے ہو کعبہ کو بتوں کی گندگی سے پاک کرنے والا ہو اور فاران کی چوٹیوں سے دعوتِ ابراہیمی اور توحید کا اعلان کرنے والا ہو۔ ان تمام خصوصیات کا مصداق خاتم النبیین، سرورِ کائنات، فخرِ موجودات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ اسی لئے حضورِ انورؐ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا ہوں، عیسیٰؑ کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً کثیراً)

(٢) حضرت ابراہیمؑ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مسلم تھے یعنی خدا کے فرماں بردار اور سچے خدا پرست تھے۔ اسی لئے ان کے طریقے کا نام اسلام ہے۔ یہی وہ طریقہ ہے جس کی ابراہیم اور ان کے پوتے حضرت یعقوب نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی یہود سے کوئی پوچھے کہ تم حضرت یعقوب کی وفات کے وقت موجود تھے۔ انھوں نے انتقال کے وقت اپنی اولاد کو ابراہیم اور اسحٰق کے طریقہ یعنی توحید کی وصیت کی تھی۔ انھوں نے یہودی یا نصرانی گروہ بندیوں کی وصیت نہیں کی تھی۔ یہ ظاہر ہے کہ ان کی وصیت کے وقت تم موجود نہ تھے پس کس لئے انکار کرتے ہو اور اس باطل خیال پر مغرور ہو کہ ہم اُن بزرگوں کی اولاد ہیں ہمارے اعمال سے باز پرس ہوگی تو ہم ان کے اعمال کو پیش کر دیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم کو ان سے کیا نسبت۔ وہ پاکباز بندے تھے جو گزر گئے۔ ان کے اعمال سے ان کو نفع ہوگا اور تم کو اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی پڑے گی۔ تم کو ان کے اعمال سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ چنانچہ بعد کی آیت میں اس کا ذکر ہے۔

قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا

جو گزر چکی ان کو ان کے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے اعمال کا اور ان کے

تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٤﴾ وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا

اعمال کی پرسش تم سے نہ ہوگی اور (یہود و نصاریٰ) کہتے ہیں کہ یہودی

اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ۗ

یا نصرانی ہو جاؤ تو راہِ راست پا لوگے (اے پیغمبر ان سے) کہدو (ہرگز نہیں) بلکہ ہم تو ابراہیم کے دین پر چلیں گے

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٣٥﴾ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ

جو ایک خدا کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے (مسلمانو ان سے) کہدو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لاتے ہیں

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ

اور جو کتاب ہم پر اتری اس پر اور جو صحیفے ابراہیم اور اسمٰعیل

وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى

اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو کتابیں موسیٰ

وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ

اور عیسیٰ کو عطا ہوئیں ان پر اور جو دوسرے پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے ملیں ان سب پر ایمان لاتے ہم

بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿١٣٦﴾ فَاِنْ

ان پیغمبروں میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (خدائے واحد) کے فرماں بردار ہیں (۱) اگر یہ لوگ

اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ

(یعنی یہود و نصاریٰ) بھی ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لے آئے ہو تو وہ بھی سیدھا راستہ پالیں گے اور اگر

تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ

انھوں نے منہ موڑ لیا تو وہ مخالفت ضد میں پڑے ہیں (اے پیغمبر) ان کے مقابلہ میں تمہیں اللہ کافی ہے

(۱) پہلے انبیاء کا طریقہ چھوڑ کر یہود و نصاریٰ نے نیا مذہب بنا رکھا تھا اور اس پر ان کو بڑا ناز تھا۔ اسی کو نجات کا راستہ جان کر یہودی کہتے تھے کہ اس کے بغیر ہدایت ممکن نہیں۔ اسی طرح عیسائی کہتے تھے کہ ہمارے طریقہ کے بغیر کوئی نجات کا راستہ نہیں پا سکتا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تعلیم دیتا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ ہم تو ملتِ ابراہیمی کے پیرو ہیں اور وہ مشرک نہ تھے ان کا طریقہ اسلام تھا۔ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ان کا قول اور شیوہ تھا۔ ان کے طریقہ کے مطابق ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور سب نبیوں پر اور سب نبیوں کی کتابوں پر بغیر تفریق کے ایمان لاتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ پیغمبروں میں سے کسی ایک کا انکار بھی سب کا انکار ہے۔ جو کوئی رسولوں کے درمیان تفریق کرتا ہے یعنی کسی کو مانتا ہے اور کسی کو نہیں مانتا فی الحقیقت وہ خدا کے پورے سلسلۂ ہدایت کا منکر ہے۔

اسی طرح ہمارا قرآن، تورات، انجیل وغیرہ سب انبیاء کی سچی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے، تکذیب نہیں کرتا۔

وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٣٧﴾ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ

اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے (مسلمانو! ان لوگوں سے کہو کہ ہم نے) خدا کا رنگ (اختیار کرلیا ہے) اور اللہ کے

مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿١٣٨﴾ قُلْ

رنگ سے بہتر اور کس کا رنگ ہوسکتا ہے اور ہم تو اسی کی عبادت کرتے ہیں (١) (اے پیغمبر تم

اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ

ان سے) کہو کہ کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہی ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے اور ہم کو

اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿١٣٩﴾

ہمارے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے اعمال کا اور ہم خاص اسی کی عبادت کرنے والے ہیں (٢)

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ

(اے یہود ونصاریٰ) کیا تم اس بات کے قائل ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق

وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۗ

اور یعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا عیسائی تھے

قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ۗ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ

(اے پیغمبر ان سے) کہو کہ بھلا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اس کے پاس

شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

اللہ کی طرف سے گواہی آئی ہو اور وہ اس کو چھپائے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے

تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٠﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ

بے خبر نہیں یہ ایک جماعت تھی جو گذر چکی ان کو ان کے اعمال کا بدلہ ملے گا

وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤١﴾ ع

اور تم کو تمہارے اعمال کا اور جو عمل وہ کرتے تھے ان کی پرسش تم سے نہ ہوگی (٣)

(١) اسلام کا صحیح عقیدہ پیش کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ مسلمانوں سے فرماتا ہے کہ اگر یہود و نصاریٰ تمھاری طرح سے ایمان لے آئیں تو ہدایت پائیں گے ورنہ یہ ضدی ہیں۔ تم ان کے کفر و انکار کی پروا مت کرو اور اپنے کام میں سرگرم رہو۔ اللہ تعالےٰ تمھیں ان کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

اس اعلان کے بعد یہود بدستور کفر و انکار پر جمے رہے اور نصاریٰ نے بھی ان کا ساتھ دیا اور شیخی میں آکر کہنے لگے کہ جب ہمارے ہاں اصطباغ یعنی بپتسمہ ہے تو ہمیں دوسرے مذہب کی ضرورت نہیں۔

نصرانیوں کا دستور ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے سات دن بعد زرد رنگ میں بچے کو غوطہ دیتے ہیں یا جب کوئی ان کے دین میں داخل ہوتا ہے تو اس پر زرد رنگ چھڑکتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس سے نصرانیت کا اثر پختہ ہوجاتا ہے اور اس کو نجات کی کنجی سمجھتے ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اس ظاہری رنگ سے کیا ہوتا ہے کوئی حوض میں ہزار غوطے لگائے اور سر سے پاؤں تک رنگ میں رنگا جائے مگر کیا فائدہ؟ رنگ تو خدائی رنگ ہے جس سے دل کا زنگ دور ہوجائے یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ جو انسان کی روح اور دل کو تمام توہمات و خیالات باطلہ سے پاک وصاف کردیتا اور توحید و رسالت کے رنگ سے رنگین کردیتا ہے۔ ایسا رنگ مفید و کارآمد ہے۔ یہی اللہ کا رنگ ہے۔ بتاؤ اللہ کے اس رنگ سے اچھا کونسا رنگ ہوسکتا ہے۔

(٢) یہودی اور عیسائی طرح طرح کے باطل عقیدے مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے تھے اور ان سے جھگڑتے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے کہ اللہ تعالےٰ کا تعلق صرف ان ہی سے ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ اے پیغمبر! یہود و نصاریٰ سے کہہ دو کیا خدا صرف تمھارا ہی ہے جس کے بارے میں تم ہم سے اس طرح جھگڑتے ہو اور اس سے اپنی خصوصیت جتاتے ہو۔ وہ تو ہمارا تمھارا سب کا پروردگار ہے اور سب کے اعمال کو دیکھتا ہے۔ ہر شخص اس
16 ع 12 16
اپنے عمل کا بدلہ پائے گا۔ تم اس سے ناز و تکبر سے پیش آتے ہو اور برخلاف اس کے ہم عجز و نیاز کے ساتھ اس کے آگے سر خم کرتے ہیں اور اس سے خلوص بھی رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی کیا وہ تم کو ہم سے زیادہ چاہتا ہے؟ یہ صرف تمھارے ڈھکوسلے ہیں۔

(٣) اے پیغمبر! کیا وہ کہتے ہیں کہ ابراہیم اسحٰق اور یعقوب جیسے بزرگ لوگ یہودی یا نصرانی تھے ان سے پوچھو ہزاروں سال کی بات وہ اچھی طرح جانتے ہیں یا اللہ تعالیٰ۔ اس حد تک تو یہ خود بھی جانتے ہیں کہ یہودیت یا عیسائیت کے غلط عقیدے ان بزرگوں کے بہت بعد بنائے گئے ہیں پھر یہ جانتے بوجھتے کس طرح شہادت کو چھپاتے ہیں؟ کیا جان بوجھ کر حق کو چھپانا ظلم نہیں؟ یہ بڑے ظالم ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کے اعمال سے باخبر ہے۔ وہ ان کو سزا دے گا۔ پھر یہود سے فرماتا ہے کہ تم جن بزرگوں کے نام لیتے ہو بیشک وہ لوگ اچھے تھے جو گذر گئے۔ لیکن تم کو ان کے نام لینے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ ان کو ان کے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمھارے اعمال کام آئیں گے اور ان کے اعمال کے بارے میں تم سے بازپرس نہیں ہوگی۔

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ

اب بیوقوف لوگ کہیں گے کہ مسلمانوں کو کس چیز نے اس قبلہ سے پھیر دیا

قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ

جس کی طرف رُخ کرکے وہ پہلے نماز پڑھا کرتے تھے ۔ اے پیغمبر! تم اُن سے کہدو کہ مشرق و

الْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۱۴۲)

مغرب سب اللہ ہی کی ملک ہیں وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ پر چلاتا ہے (۱)

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى

اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک ایسی امت بنایا ہے جو (ہر لحاظ سے) اعتدال پر ہے۔ تاکہ تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ

النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا

بنو اور رسول (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری صداقت کے گواہ بنیں۔ (۲) اے پیغمبر! جس قبلہ پر تم

الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ

پہلے تھے (یعنی بیت المقدس) اس کو ہم نے اس لئے مقرر کیا تھا کہ (جب قبلہ بدل جائے تو) معلوم کریں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے

مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى

اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے ۔ اور البتہ یہ (قبلہ کا بدلنا) لوگوں کو گراں معلوم ہوا مگر جن کو

الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اللہ نے ہدایت دی ہے (وہ اسے گراں نہیں سمجھتے) اور اللہ تمہارا ایمان ضائع کرنے والا نہیں۔ بیشک اللہ تو

بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۱۴۳) قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى

لوگوں پر شفیق (اور) مہربان ہے (۳) اے پیغمبر! تمہارے چہرہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم

السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ

دیکھ رہے ہیں۔ تو جو قبلہ تم چاہتے ہو اسی کی طرف ہم تم کو منہ کرنے کا حکم دیں گے تو (نماز میں) اپنا چہرہ

(۱) تحویلِ قبلہ کے حکم سے پہلے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا کہ جو لوگ عقل سے محروم ہیں اور اس بات کی حقیقت نہیں پا سکتے کہ کیوں بیت المقدس کی جگہ خانہ کعبہ قرار دیا گیا ہے وہ تحویلِ قبلہ پر بیکار باتیں بنائیں گے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ میں تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ بیت المقدس کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھا کریں چنانچہ آپؐ نے سولہ یا سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رُخ کرکے نمازیں پڑھیں۔ یہ دیکھ کر مدینہ کے یہودی بہت خوش ہوتے تھے۔ پھر جب تحویلِ قبلہ کا حکم آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے لگے تو یہودی ناخوش ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ لوگ کل تک جس قبلہ پر تھے آج کیوں اس سے پھر گئے۔

اللہ تعالیٰ ان کا جواب دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ اے پیغمبرؐ ان سے کہدو کہ سب جہتیں اللہ ہی کی ہیں مشرق ہو یا مغرب یا کوئی اور جہت۔ حق تعالیٰ کسی خاص مقام یا جہت میں محدود نہیں ہے۔ البتہ نماز میں ایک خاص جہت مقرر کرنے میں مصلحت ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے چنانچہ امتِ مسلمہ کی مناسبت کا لحاظ کرتے ہوئے ہم کو خانہ کعبہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم دیا ہے۔ ہم اس کا شکر ادا کرتے اور اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ (۲) یعنی جس طرح امتِ مسلمہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا قبلہ وہ مقرر کیا گیا جو حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کا قبلہ تھا اسی طرح امتِ مسلمہ کو فضیلت دی گئی کہ اس کو ایک اُمتِ وسط بنایا یعنی جس کا دین اور طریقِ زندگی افراط و تفریط سے پاک ہے جس کی چال میں میانہ روی ہے جس کے قول و فعل میں توازن اور اعتدال ہے۔ ان صفات کا اثر ہے کہ امتِ محمدیہ کا قول سند ہے اس کا عمل دوسروں کیلئے نمونہ ہے اور اس کو دوسری امتوں پر حَکَم اور گواہ بنایا گیا ہے۔

جیسا کہ حدیثوں میں وارد ہے کہ جب گذشتہ امتوں کے کافر اپنے پیغمبروں کو جھٹلائیں گے اور کہیں گے کہ ہم کو تو کسی نے بھی ہدایت نہیں کی اس وقت امتِ محمدیہ انبیاء علیہم السلام کی صداقت پر گواہی دیگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تصدیق فرمائیں گے تب کافر اعتراض اٹھائیں گے کہ امتِ محمدیہ نے تو ہم کو دیکھا اور نہ ہمارا زمانہ پایا پھر ہمارے بارے میں ان کی گواہی کیسے مقبول ہو سکتی ہے۔ امتِ محمدیہ جواب دیگی کہ ہم کو خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی تعلیم سے اس حقیقت کا علم ہوا ہے اور ہمارے گواہ اللہ کے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس وقت وہ کافر لاجواب ہو جائیں گے۔

(۳) اس آیت میں بیت المقدس کو چند روز کے لئے قبلہ مقرر کئے جانے کی مصلحت بیان فرمائی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ تمہارا اصلی قبلہ تو کعبہ ہی تھا مگر چند روز کے لئے بیت المقدس کو قبلہ مقرر کرنے میں مصلحت یہ تھی کہ ہم لوگوں کو آزمائیں مخلصوں اور منافقوں میں امتیاز ہو جائے اور وقت پر ظاہر ہو جائے کہ کون سچے دل سے رسولؐ کی پیروی کرتا ہے اور کون تعمیلِ حکم سے جان چراتا ہے بیشک یہ آزمائش عام لوگوں کیلئے بہت گراں تھی مگر جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے نورِ ہدایت سے بھر دیا تھا اور کامل مطمئن تھے اور انھوں نے بلاپس و پیش رسولؐ کی پیروی کی۔ پھر اعتراض کرنیوالوں کی تنبیہ اور مسلمانوں کی تسلی کیلئے فرمایا کہ جو لوگ تحویلِ قبلہ سے پہلے مر چکے ہیں ان کی نمازیں ضائع نہیں گئیں کیونکہ انھوں نے اس وقت جو کچھ کیا سچے دل سے اللہ و رسولؐ کی اطاعت میں کیا۔

(۱) تحویلِ قبلہ کے حکم سے پہلے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا کہ جو لوگ عقل سے محروم ہیں اور اس بات کی حقیقت نہیں پا سکتے کہ کیوں بیت المقدس کی جگہ خانہ کعبہ قرار دیا گیا ہے وہ تحویلِ قبلہ پر بیکار باتیں بنائیں گے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ میں تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ بیت المقدس کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھا کریں چنانچہ آپؐ نے سولہ یا سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رُخ کرکے نمازیں پڑھیں۔ یہ دیکھ کر مدینہ کے یہودی بہت خوش ہوتے تھے۔ پھر جب تحویلِ قبلہ کا حکم آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے لگے تو یہودی ناخوش ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ لوگ کل تک جس قبلہ پر تھے آج کیوں اس سے پھر گئے۔

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ

اب بیوقوف لوگ کہیں گے کہ مسلمانوں کو کس چیز نے اس قبلہ سے پھیر دیا

قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ

جس کی طرف رُخ کرکے وہ پہلے نماز پڑھا کرتے تھے۔ اے پیغمبر! تم اُن سے کہدو کہ مشرق و

الْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾

مغرب سب اللہ ہی کی ملک ہیں وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ پر چلاتا ہے (۱)

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى

اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک ایسی امت بنایا ہے جو (ہر لحاظ سے) اعتدال پر ہے تاکہ تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ

النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا

بنو اور رسول (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری صداقت کے گواہ بنیں۔(۲) اے پیغمبر! جس قبلہ پر تم

الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ

پہلے تھے (یعنی بیت المقدس) اس کو ہم نے اس لئے مقرر کیا تھا کہ (جب قبلہ بدل جائے تو) معلوم کریں کہ کون رسولؐ کی پیروی کرتا ہے

مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى

اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔ اور البتہ یہ (قبلہ کا بدلنا) لوگوں کو گراں معلوم ہوا مگر جن کو

الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اللہ نے ہدایت دی ہے (وہ اسے گراں نہیں سمجھتے) اور اللہ تمہارا ایمان ضائع کرنے والا نہیں۔ بیشک اللہ تو

بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي

لوگوں پر شفیق (اور) مہربان ہے (۳) اے پیغمبر! تمہارے چہرہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم

السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ

دیکھ رہے ہیں۔ تو جو قبلہ تم چاہتے ہو اسی کی طرف ہم تم کو منہ کرنے کا حکم دیں گے تو (نماز میں) اپنا چہرہ

اللہ تعالیٰ ان کا جواب دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ اے پیغمبرؐ ان سے کہدو کہ سب جہتیں اللہ ہی کی ہیں مشرق ہو یا مغرب یا کوئی اور جہت۔ حق تعالیٰ کسی خاص مقام یا جہت میں محدود نہیں ہے۔ البتہ نماز میں ایک خاص جہت مقرر کرنے میں مصلحت ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے چنانچہ اس نے امتِ مسلمہ کی مناسبت کا لحاظ کرتے ہوئے ہم کو خانہ کعبہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم دیا ہے۔ ہم اس کا شکر ادا کرتے اور اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ (۲) یعنی جس طرح امتِ مسلمہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا قبلہ وہ مقرر کیا گیا جو حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کا قبلہ تھا اسی طرح امتِ مسلمہ کو فضیلت دی گئی کہ اس کو ایک اُمتِ وسط بنایا یعنی جس کا دین اور طریقِ زندگی افراط و تفریط سے پاک ہے جس کی چال میں میانہ روی ہے جس کے قول و فعل میں توازن اور اعتدال ہے۔ ان صفات کا اثر ہے کہ امتِ محمدیہؐ کا قول سند ہے اس کا عمل دوسروں کیلئے نمونہ ہے اور اس کو دوسری امتوں پر حَکَم اور گواہ بنایا گیا ہے۔

جیسا کہ حدیثوں میں وارد ہے کہ جب گذشتہ امتوں کے کافر اپنے پیغمبروں کو جھٹلائیں گے اور کہیں گے کہ ہم کو تو کسی نے بھی ہدایت نہیں کی اس وقت امتِ محمدیہ انبیاء علیہم السلام کی صداقت پر گواہی دیگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تصدیق فرمائیں گے تب کافر اعتراض اٹھائیں گے کہ امتِ محمدیہ نے تو ہم کو دیکھا اور نہ ہمارا زمانہ پایا پھر ہمارے بارے میں ان کی گواہی کیسے مقبول ہو سکتی ہے۔ امتِ محمدیہ جواب دیگی کہ ہم کو خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی تعلیم سے اس حقیقت کا علم ہوا ہے اور ہمارے گواہ اللہ کے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس وقت وہ کافر لاجواب ہو جائیں گے۔

(۳) اس آیت میں بیت المقدس کو چند روز کے لئے قبلہ مقرر کئے جانے کی مصلحت بیان فرمائی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ تمہارا اصلی قبلہ تو کعبہ ہی تھا مگر چند روز کے لئے بیت المقدس کو قبلہ مقرر کرنے میں مصلحت یہ تھی کہ ہم لوگوں کو آزمائیں مخلصوں اور منافقوں میں امتیاز ہو جائے اور وقت پر ظاہر ہو جائے کہ کون سچے دل سے رسولؐ کی پیروی کرتا ہے اور کون تعمیلِ حکم سے جان چراتا ہے۔ بیشک یہ آزمائش عام لوگوں کیلئے بہت گراں تھی مگر جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے نورِ ہدایت سے بھر دیا تھا اور کامل مومن تھے اور انھوں نے بلا پس و پیش رسولؐ کی پیروی کی۔ پھر اعتراض کرنے والوں کی تنبیہ اور مسلمانوں کی تسلی کیلئے فرمایا کہ جو لوگ تحویلِ قبلہ سے پہلے مر چکے ہیں ان کی نمازیں ضائع نہیں گئیں کیونکہ انھوں نے اس وقت جو کچھ کیا سچے دل سے اللہ و رسولؐ کی اطاعت میں کیا۔

(۱) ملتِ ابراہیمی کی مناسبت سے آپ کا اصلی قبلہ خانہ کعبہ تھا اس کے علاوہ یہودیوں کی طرف سے یہ طعن ہوتا تھا کہ یہ پیغمبر ہماری مخالفت کرتے ہیں پھر بھی ہمارے قبلہ کو اختیار کر رکھا ہے اس لئے اس وقت بھی جب کہ آپ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھا کرتے تھے آپ کے دل میں یہی تمنا تھی کہ کسی طرح کعبہ کو قبلہ مقرر کیا جائے۔ اس شوق میں کبھی کبھی آپ کی نظریں آسمان کی طرف اٹھ جاتی تھیں کہ شاید فرشتہ تحویلِ قبلہ کا حکم لے کر آتا ہو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تحویلِ قبلہ کے ساتھ اپنے محبوب پیغمبر کے شوق کا بھی ذکر فرمایا اور اس راز کو بھی فاش کر دیا کہ جس بات میں تمہاری خوشی ہے اس سے ہم بھی خوش ہیں اور اسی کو شریعت کا حکم بنائے دیتے ہیں اب مسجد حرام کی طرف اپنا منہ پھیر لو چنانچہ حدیث میں ہے کہ جب آپ مسجد بنی سلمہ میں ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ
مسجد حرام (خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لو (۱) اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں بھی ہو (نماز پڑھتے وقت) اسی کی طرف اپنا
شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ
رُخ کر لیا کرو۔ اور بیشک وہ لوگ جن کو (پہلے سے) کتاب دی گئی ہے خوب جانتے ہیں کہ یہ (قبلہ کی)
الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾
تبدیلی ان کے پروردگار کی طرف سے حق ہے۔ اور جو کام یہ کرتے ہیں اللہ اس سے بے خبر نہیں۔ (۲)
وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا
اور اے پیغمبر! اگر تم ان اہل کتاب کے پاس ساری نشانیاں پیش کرو تو بھی وہ تمہارے
قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ
قبلہ کو نہ مانیں گے۔ اور تم بھی ان کے قبلہ کو ماننے والے نہیں۔ اور خود اہل کتاب بھی ایک دوسرے کے
قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
قبلہ کو ماننے والے نہیں۔ اور باوجود اس علم کے جو تمہارے پاس آچکا ہے اگر تم ان کی
مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِيْنَ
خواہشات کی پیروی کرو گے تو تمہارا شمار ظالموں میں ہوگا۔ (۳) جن لوگوں کو
اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ
ہم نے (پہلے سے) کتاب دی ہے وہ اس (رسول) کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور بیشک
فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ
ان میں سے کچھ لوگ جان بوجھ کر حق کو چھپاتے ہیں حق بات
مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع وَلِكُلٍّ
وہی ہے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔ (۴) ہر گروہ کے لئے

وقف لازم

وقف منزل

ع ۱۷/۶

ادا فرما رہے تھے اور دو رکعت بیت المقدس کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھ چکے تھے کہ تحویلِ قبلہ کا حکم نازل ہوا چنانچہ آپ نے اور آپ کے ساتھ سب صحابہؓ نے کعبہ کی طرف رُخ پھیر لیا اور باقی دو رکعتیں پوری کیں اسی سے اس مسجد کا نام مسجد قبلتین پڑ گیا۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی تسکین کیلئے فرماتا ہے کہ تحویلِ قبلہ کے بارے میں اہل کتاب کے اعتراض کی پروا نہ کرنی چاہیئے کیونکہ ان کی مذہبی کتابوں میں نبی آخرالزماںؐ کی جو نشانیاں لکھی ہیں اُن میں یہ بات بھی ہے کہ نبی آخرالزماںؐ کا قبلہ خانہ کعبہ ہوگا البتہ چند ماہ کیلئے وہ بیت المقدس کو اپنا قبلہ بنائیں گے۔

لیکن گروہ پرستی کا تعصب انھیں اجازت نہیں دیتا کہ وہ حق بات کا اقرار کریں۔

(۳) چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو تھی کہ یہود و نصاریٰ قبلہ کے بارے میں متفق ہو جائیں لیکن وہ جان بوجھ کر حق بات چھپا رہے تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تم ان کو دنیا جہان کی ساری نشانیاں دکھلا دو تب بھی تمہاری بات کو ماننے والے نہیں ہیں۔ ان کے دل میں تو یہ ہوس ہے کہ کسی طرح تم کو اپنے قبلہ کی طرف پھیر لیں۔ ان کی ضد کا تو یہ حال ہے کہ وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کو نہیں مانتے۔

یہود بیت المقدس کو قبلہ مانتے ہیں اور عیسائی بیت اللحم کی وجہ سے مشرق کو اہمیت دیتے ہیں اگر ان میں حق پرستی ہوتی تو وہ آپس میں کیوں اختلاف کرتے تمہارے پاس تو اس بارے میں صاف صاف وحی آچکی ہے لہٰذا ان کا تم سے یہ توقع کرنا کہ تم ان کی پیروی کرو گے نہایت بے عقلی کی بات ہے۔

(۴) تحویلِ قبلہ کے بارے میں اہل کتاب جو جان بوجھ کر حق بات کو چھپاتے تھے اس پر مزید زور دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ اہل کتاب تو پیغمبر کو ایسا ٹھیک پہچانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے بچوں کو پہچانتے ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں پیغمبر علیہ السلام کا نسب، جائے پیدائش، صورت و شکل اوصاف سب صاف طور پر لکھے ہوئے ہیں چنانچہ اہل کتاب کے

چند حق پرست علما، جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ نے اپنی کھلی نشانیوں کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا اور آپ پر ایمان لائے۔

ان کے علاوہ دوسرے لوگ نبی آخرالزماںؐ کو پہچان تو گئے لیکن حسد و عناد کی وجہ سے حق بات کو ظاہر نہ کر سکے لیکن ان کے چھپانے سے کیا ہوتا ہے حق بات تو وہی ہے جو اللہ کی طرف سے ہو۔ اس بارے میں تمہیں کچھ تردد نہیں کرنا چاہیئے۔

وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ أَيْنَ مَا

ایک سمت مقرر ہے جدھر وہ عبادت کے وقت رُخ کرتا ہے (تو مسلمانو! تم اختلاف سمت کی پروا نہ کر کے) نیکیوں کی راہ میں سب سے آگے نکل جانے کی کوشش کرو۔ تم جہاں

تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

کہیں بھی ہوگے اللہ تم سب کو جمع کرے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر

قَدِيرٌ (١٤٨) وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ

قادر ہے۔ (۱) اور اے پیغمبر! تم جہاں کہیں سے بھی نکلو نماز میں اپنا رُخ مسجد حرام کی طرف

الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

کرلیا کرو۔ بیشک یہ (قبلہ کا حکم) تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے

تَعْمَلُونَ (١٤٩) وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ

بے خبر نہیں اور اے پیغمبر! تم جہاں کہیں سے بھی نکلو اپنا رُخ مسجد حرام کی طرف

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ

کرلیا کرو اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں بھی ہو (نماز میں) اپنا رُخ اسی مسجد حرام کی

شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ

طرف کرلیا کرو۔ (یہ تاکید) اس لئے (کی گئی ہے) کہ لوگوں کو تم سے کسی قسم کی حجت کرنے کا موقع نہ رہے، مگر ان میں سے جو

ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي

ظالم ہیں (وہ تم کو الزام دیئے بغیر نہیں رہیں گے) تو تم ان سے [illegible] ڈرو اور (صرف) مجھ سے ڈرو اور (یہ حکم) اسلئے (دیا گیا) ہے کہ میں تم پر اپنی نعمت

عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (١٥٠) كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا

پوری کردوں۔ اور یہ (بھی مقصود ہے) کہ تم (دنیا میں) سیدھے راستہ پر رہو (۲) (یہ احسانات ویسے ہی ہیں) جیسے ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک رسول

مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ

بھیجا جو ہماری آیتیں تمہیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور تمہارا (ظاہر و باطن) پاک کرتا ہے اور تم کو کتاب (یعنی قرآن) اور حکمت

(۱) امت مسلمہ سے خطاب کر کے فرماتا ہے کہ ہم نے تمہارے لئے ایک علیحدہ قبلہ مقرر کر دیا ہے تاکہ ایک مرکز قائم ہو جائے اور تم اجتماع کی برکتوں سے فائدہ اٹھا سکو لیکن یاد رکھو کہ ہر گروہ کے لئے کوئی نہ کوئی جہت مقرر ہے جس کی طرف رُخ کر کے وہ عبادت کرتا ہے۔ اور جس طرف بھی رُخ کر کے عبادت کی جائے وہ خدا کو پہنچتی ہے کیونکہ وہ کسی ایک جہت میں محدود نہیں ہے۔ اصل مقصود نیکیاں ہیں ان کو پیش نظر رکھو۔ نیک عملی کی زندگی گزارو اور نیک عملی میں سب سے بڑھ جانے کی کوشش کرو یہی سچی دینداری ہے اور یہی نجات کا راستہ ہے۔

(۲) تحویل قبلہ کے حکم کو مزید تاکید کیلئے دوبارہ بیان کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی اس کی مصلحتیں بھی واضح کی جاتی ہیں۔ پہلی اور بڑی مصلحت یہ ہے کہ یہود کوئی اعتراض نہ کر سکیں اور ان کے پاس کوئی حجت نہ رہے کیونکہ تورات میں لکھا ہے کہ ابراہیمؑ کا قبلہ خانہ کعبہ تھا اور یہ کہ نبی آخر الزماں کے لئے وہی قبلہ مقرر کیا جائے گا۔ اگر تحویل قبلہ کا حکم نہ آتا تو یہود تورات کے بیان کو گواہی میں پیش کر کے اعتراض کرتے ادھر مشرکین مکہ کو یہ کہنے کا موقع ملتا کہ محمدؐ ابراہیم کی نسل سے ہیں اور ملت ابراہیمی کے پیرو ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر ابراہیمی قبلہ کو چھوڑ رکھا ہے۔ اب ان دونوں گروہوں کو اعتراض کرنے کا کوئی موقع نہیں۔ ہاں مگر جو ضدی ہیں وہ تو کچھ نہ کچھ بکتے ہی رہیں گے انکی پروا نہیں کرنی چاہیئے اور مجھ سے ڈر کر میرے احکام کی پیروی کرتے رہو اس کے علاوہ یہ بھی مقصود ہے کہ تم پر اپنی نعمت پوری کردوں۔ نیز اس لئے کہ تم ہدایت کے سیدھے راستہ پر گامزن ہو جاؤ۔

(۱) اس وقت خانہ کعبہ کو قبلہ مقرر کر کے جو ہم نے تم پر ایک نعمت پوری کی تو اس سے پہلے بھی ہم تم کو ایک بڑی نعمت سے سرفراز کر چکے ہیں یعنی یہ کہ ہم نے تم ہی میں سے ایک برگزیدہ شخصیت (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو رسالت کیلئے منتخب کیا وہ ہماری آیتیں تم کو پڑھ کر سناتے ہیں اور تمہارا ظاہر و باطن پاک کرتے ہیں اور وہ باتیں سکھاتے ہیں جن سے تم بالکل ناواقف تھے جب میں نے تم کو اتنے انعامات سے سرفراز کیا تو تم پر لازم ہے

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا
کی تعلیم دیتا ہے اور تم کو ایسی ایسی باتیں بتاتا ہے جو تم پہلے نہیں
تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا
جانتے تھے تو (اے مسلمانو) تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا احسان مانو اور
تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ
ناشکری نہ کرو۔ (۱) اے ایمان والو! صبر اور نماز سے
وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ
لیا کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (۲) اور جو لوگ اللہ کی راہ میں
يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ
مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو وہ تو زندہ ہیں مگر تم (اس بات کو)
لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ
نہیں جانتے (۳) اور یقیناً ہم کسی قدر خوف اور بھوک سے اور مال اور
وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ
جانوں اور پھلوں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے اور (اے پیغمبر)
الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا
ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو کہ جب ان پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو کہتے ہیں کہ
اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰۗىِٕكَ عَلَيْهِمْ
بیشک ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر
صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾
ان کے پروردگار کی عنایت اور رحمت ہے اور یہی سیدھے راستے پر ہیں (۴)

ع ۱۸ ۵ ۲

میری نعمتوں کا شکریہ ادا کرو اور زبان سے دل سے ذکر سے فکر سے ہر طرح سے مجھے یاد کرو اور میری اطاعت میں لگے رہو میں بھی تمہیں یاد رکھوں گا پھر میرا یاد رکھنا ایسا ویسا نہیں بلکہ اس میں دین و دنیا کی بھلائی ہے بھلا جس کو معبود حقیقی یاد کرے اسکی قسمت کا کیا کہنا۔

حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے مجھے دل میں یاد کیا تو میں بھی اس کو اپنے نفس میں یاد کروں گا اور جس نے مجھے جماعت میں یاد کیا تو میں اس کو فرشتوں کی جماعت میں یاد کروں گا جو اس سے بہتر ہے۔

(۲) امت مسلمہ کو طرح طرح کی نعمتوں سے سرفراز فرما کر بہترین امت بنایا اور ساری قوموں کی قیادت کی ذمہ داری اس کے کاندھوں پر رکھی تو لازم ہوا کہ امت مسلمہ کو زندگی میں بڑی بڑی آزمائشوں سے گذرنا پڑے ان آزمائشوں کا مختصر تذکرہ بعد کی آیتوں میں کیا گیا ہے اس لئے امت مسلمہ کو صبر اور نماز کی تلقین کی جاتی ہے صبر کی حقیقت یہ ہے کہ مشکلات کے جھیلنے اور نفسانی خواہشات سے مغلوب نہ ہونے کی قوت پیدا ہو جائے نماز کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے ذکر و فکر سے روح کو قوت ملتی رہے جس جماعت میں یہ دو قوتیں پیدا ہو جائیں گی اللہ کی مدد ہمیشہ اس کے شامل حال رہے گی اور وہ کبھی ناکام نہیں ہوگی۔

(۳) سب سے بڑی آزمائش جس سے امت مسلمہ کو گزرنا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جان کی قربانی ہے اور یہی صبر کا سب سے بڑا درجہ ہے اس لئے ترغیب کیلئے ان لوگوں کی فضیلت کا ذکر کیا جو اللہ کی راہ میں اپنی جانوں کی قربانی دیتے ہیں اور فرمایا کہ جو لوگ راہ حق میں جان دیتے ہیں ان کو مردہ مت کہو اس راہ میں جان دینا مرنا نہیں عین زندگی ہے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ تم اس زندگی کی کیفیت سے واقف نہیں ہو۔

(۴) صبر کا اعلیٰ مرتبہ پانے والوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ یاد رکھو جس راہ میں تم نے قدم اٹھایا ہے اگر ہے ضرور اسکی آزمائشوں سے گزرنا پڑے دشمن کا خوف بھوک کی تکلیف جان و مال کا نقصان پیداوار کی تباہی یہ سب آزمائشیں کچھ نہ کچھ تمہیں پیش آئیں گی پھر جو لوگ صبر سے کام لیں وہ قابل مبارکباد ہیں ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب کبھی ان پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو ثابت قدم رہتے ہیں صبر اور ذکر الٰہی سے اپنی روح کو قوت پہنچاتے ہیں اور یوں کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ ہماری جان و مال سب کچھ اللہ کا ہے اور ہم سب کو بالآخر اسی کے پاس جانا ہے۔
جو لوگ مصیبتوں میں اس طرح صبر کریں ان پر پروردگار کی طرف سے رحمت نازل ہوتی ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ اور کامیاب ہیں۔

(۱) اس سے پہلی آیتوں میں صبر کی فضیلت اور صبر کرنے والوں کی تعریف بیان کی گئی۔ اس سلسلے میں ایک تاریخی واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ لوگوں کو ترغیب ہو اور صبر کی فضیلت ان کے دلوں میں اچھی طرح جاگزیں ہو جائے۔ دیکھو حضرت ہاجرہ کے صبر کی وجہ سے صفا اور مروہ کی دو پہاڑیاں خدا کی نشانیاں اور متبرک مقام قرار پائیں۔ صفا اور مروہ مکہ میں دو پہاڑیاں ہیں قدیم سے عرب کے لوگ حج کرتے وقت ان دونوں پہاڑیوں کا بھی طواف کیا کرتے تھے۔ ایام جاہلیت میں دو پہاڑیوں پر آساف اور نائلہ نام کے دو بت رکھ دیئے گئے تھے اور لوگ غلطی سے یہ سمجھنے لگے تھے کہ صفا اور مروہ کا طواف بتوں کی تعظیم کیلئے کیا جاتا ہے۔ جب عرب کے لوگوں نے اسلام قبول کیا تو انہیں خیال ہوا کہ صفا اور مروہ کا طواف ان بتوں کی تعظیم کے لئے تھا جب بتوں کی تعظیم حرام ہوئی تو صفا اور مروہ کا طواف بھی حرام ہونا چاہیے۔ ادھر مدینہ کے لوگ کفر کے زمانہ میں بھی صفا اور مروہ کے طواف کو برا جانتے تھے۔ اسلام کے بعد ان کی نفرت اور بھی زیادہ ہو گئی اور انھوں نے اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ صفا اور مروہ کو بتوں سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ تو خدا کی نشانیاں اور ہاجرہ کی یادگار ہیں۔ جو لوگ حج یا عمرہ کریں ان کیلئے ضروری ہے کہ صفا اور مروہ کا بھی طواف کریں۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ

بے شک صفا اور مروہ (نامی دو پہاڑیاں) اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں پس جو شخص خانہ کعبہ کا حج

اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۗ وَمَنْ تَطَوَّعَ

یا عمرہ کرے اس پر صفا اور مروہ کے درمیان طواف (یعنی آمد و رفت) کرنے میں کچھ گناہ نہیں (بلکہ موجب ثواب ہے) (۱) اور جو

خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ

کوئی اپنی خوشی سے نیک کام کرے تو اللہ لوگوں کے اعمال کی قدر کرنیوالا اور انکی نیتوں کو جاننے والا ہے۔ جو لوگ ان کھلی نشانیوں اور ہدایت کی باتوں کو

مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ

جو ہم نے نازل کی ہیں چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم نے لوگوں کے سمجھانے کے لئے ان باتوں کو کتاب (تورات)

لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ

میں صاف صاف بیان کر دیا ہے تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت بھیجتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی

اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ

لعنت کرتے ہیں مگر جن لوگوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کی اصلاح کر لی اور احکام حق کو صاف صاف بیان کر دیا

اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

تو میں ایسے لوگوں کی توبہ قبول کر لیتا ہوں اور میں تو بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں (۲) بے شک جن لوگوں نے

كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ

دین حق سے انکار کیا اور انکار ہی کی حالت میں مر گئے تو ایسے لوگوں پر اللہ کی

وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ

اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے وہ ہمیشہ اسی لعنت میں گرفتار رہیں گے: تو ان سے

عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ

عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا اور نہ انھیں کچھ مہلت دی جائے گی (۳) اور (لوگو) تمھارا معبود (تو وہی) ایک معبود ہے

(۲) جس طرح یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں اور نشانیوں کو بدل ڈالا اسی طرح کعبہ کا قبلہ ہونا بھی تورات میں مذکور تھا اس کو بھی انھوں نے چھپا دیا ان ہی لوگوں کے بارے میں اس آیت میں فرماتا ہے کہ جن لوگوں کا شیوہ یہ ہے دنیا کے خوف اور طمع سے ہماری نازل کی ہوئی سچی باتوں کو چھپاتے ہیں حالانکہ ہم نے لوگوں کے جاننے اور عمل کرنے کیلئے ان باتوں کو کتابوں میں کھول کھول کر بیان کر دیا تو ایسے لوگوں پر ہماری لعنت اور دوسرے تمام لعنت کرنے والوں کی لعنتیں برستی ہیں۔ مگر جن لوگوں نے سچے دل سے توبہ کی اور اپنی حالت کی اصلاح کر لی اور ساتھ ہی احکام حق کو چھپانے کی بجائے انہیں صاف صاف بیان کر دیا تو ہم ایسے لوگوں کی توبہ قبول کر لیتے ہیں اور ہم بڑے درگزر کرنے والے اور مہربانی سے بخشنے والے ہیں۔

(۳) اوپر کی آیت میں ان لوگوں کا ذکر تھا جو کفر پر نہیں اڑتے۔ ان کا حال یہ ہے کہ اسلام کے پیغام کو کان دھر کر سنتے ہیں، روشنی اور تاریکی میں فرق کرتے ہیں، توبہ کر کے اسلام کے نور سے اپنے دلوں کو روشن کرتے ہیں اور اس طرح اپنی زندگی کو سدھار لیتے ہیں۔

کچھ دوسرے لوگ فطرت کے لحاظ سے ان کی بالکل ضد ہیں۔ ان کا ذکر اس آیت میں ہے۔ وہ ازلی اشقیا ہیں۔ وہ کفر پر جاتے ہیں۔ حق کی آواز پر کان نہیں دھرتے۔ نیکی اور بدی میں تمیز نہیں کرتے۔ زندگی بھر کفر پر اڑے رہتے ہیں اور کفر کی حالت میں مر جاتے ہیں۔ نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ اپنے اعمال کی اصلاح کرتے ہیں۔ ان اشقیا کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی، فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی لعنت ہے۔ یہ ہمیشہ اسی لعنت میں رہیں گے۔ سعادت اور نجات ان کو کبھی حاصل نہ ہوگی۔ نہ کبھی ان سے عذاب کم کیا جائے گا اور نہ کبھی ان کو مہلت دی جائے گی۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ اِنَّ فِيْ خَلْقِ

اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے (۱) بے شک آسمانوں اور

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ

زمین کے پیدا کرنے میں اور رات دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں

وَ الْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ

اور کشتیوں (اور جہازوں) میں جو سمندر میں لوگوں کے فائدے کی چیزیں لے کر چلتے ہیں

وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ

اور بارش میں جس کو اللہ تعالیٰ آسمان سے برساتا ہے پھر اس کے ذریعہ سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (یعنی خشک

بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّ تَصْرِيْفِ

ہونے کے بعد سرسبز و شاداب) کرتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں

الرِّيٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ

جو اللہ کے حکم سے آسمان و زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں (غرض ان سب چیزوں میں) ان لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ

ہیں اللہ کی قدرت کی) بہت سی نشانیاں ہیں (۲) بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسری چیزوں کو اس کا شریک

دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ

بناتے ہیں اور ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے رکھنی چاہئے۔ لیکن جو لوگ

اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ

ایمان والے ہیں ان کو اللہ کی محبت سب سے بڑھ کر ہوتی ہے (۳) کاش ظالم لوگ جو بات عذاب کے وقت دیکھیں گے اب

الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

دیکھ لیتے کہ سب طرح کی طاقت اللہ ہی کو ہے اور یہ کہ اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے (تو وہ اللہ کا شریک

ع ١٩ ١١ ٣

(۱) اس آیت میں توحید کا بیان ہے ارشاد ہوتا ہے کہ لوگو! تمہارا معبود تو وہی ایک معبود ہے وہ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے۔ نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ مشابہ۔ اسکے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ وہ رحمٰن و رحیم ہے تمام عالم کو اسی نے پیدا کیا۔ بالفعل وجود عطا فرمایا اور زندگی کے لوازم مہیا کئے جسمانی اور روحانی قوتیں مرحمت فرمائیں۔ وحی کی روشنی دکھی۔ ایمان کی توفیق بخشی اور ایمان والوں کو آخرت میں بڑے بڑے درجے عطا فرمائے گا۔

(۲) اوپر کا رکوع توحید کے بیان پر ختم ہوا تھا۔ اس آیت میں صانع کے وجود اور اسکی توحید کے دلائل بیان کئے گئے ہیں فرماتا ہے کہ دیکھو زمین و آسمان کا پیدا کرنا، رات دن کا آنا جانا اور ان کا گھٹنا بڑھنا، تجارت کے مال سے بھرے جہازوں اور کشتیوں کا دریاؤں اور سمندروں میں چلنا، آسمان سے بارش کا برسنا اور اس بارش سے زمین کا سرسبز و شاداب ہونا، انسانوں اور حیوانوں کا زمین میں پرورش پانا، اور ہواؤں کا مختلف سمتوں میں چلنا اور آسمان و زمین کے درمیان بادلوں کا گھرا رہنا ان سب چیزوں میں عقلمندوں کے لئے اللہ کی وحدانیت، قدرت، حکمت اور رحمت کی بڑی بڑی نشانیاں اور دلائل موجود ہیں۔

(۳) یعنی کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کی دی ہوئی عقل و بصیرت سے کام نہیں لیتے اور باوجود ان روشن دلائل کے وہ دوسروں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں اور ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی اللہ سے رکھنی چاہئے۔ مگر جو ایمان والے ہیں ان کے دلوں میں تو سب سے زیادہ اللہ ہی کی محبت ہوتی ہے اور رنج و راحت، مرض و صحت، تنگی و فراخی میں برابر باقی اور پائیدار رہتی ہے۔

(۱) جو ظالم اللہ کیلئے شریک بناتے ہیں اگر وہ آج اُس بات کو سمجھ جائیں جس کو وہ قیامت کے دن عذاب کا مشاہدہ کرکے سمجھیں گے کہ ساری قوت اللہ ہی کے لئے ہے اور اس کا عذاب سخت ہے اور اس سے کوئی بچانے والا نہیں تو دنیا میں وہ کبھی کسی کو اللہ کا شریک نہ بنائیں۔

الْعَذَابِ (١٦٥) إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا

نظر آتے) (۱) اس دن وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی اپنے پیروی کرنے والوں سے بیزاری کا اظہار کریں گے

وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ (١٦٦) وَقَالَ

اور دونوں عذابِ الٰہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات ٹوٹ جائیں گے اور (یہ حال دیکھ کر)

الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا

پیروی کرنیوالے (حسرت سے) کہیں گے کہ کاش ہمیں پھر دنیا میں جانا نصیب ہوتا تو ہم بھی ان سے اسی طرح بیزاری ظاہر کرتے جس طرح

تَبَرَّءُوا مِنَّا ۗ كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ

آج انھوں نے ہم سے ظاہر کی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال کو (سرتاپا) حسرتیں بنا کر

عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ (١٦٧) يَا أَيُّهَا النَّاسُ

دکھائے گا اور وہ کبھی آگ سے نکلنے والے نہیں (۲) اے لوگو! زمین کی

كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا

پیداوار میں سے حلال (اور) پاکیزہ چیزوں کو (شوق سے) کھاؤ اور شیطان کے نقش

خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ (١٦٨) إِنَّمَا

قدم پر نہ چلو کیوں کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے وہ تم کو

يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى

برائی اور بے حیائی کے کام کرنے پر اکساتا ہے اور اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت ایسی

اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (١٦٩) وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا

باتیں کہو جن کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں (۳) اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو ہدایت

مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ

نازل کی ہے اسکی پیروی کرو تو جواب دیتے ہیں (نہیں) بلکہ ہم تو اسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو

(۲) یعنی دیکھو وہ وقت ایسا ہوگا کہ عذاب الٰہی دیکھ کر پیشوایانِ باطل جن کی پیروی کی گئی تھی اور وہ بت جن کی مشرکین نے پرستش کی تھی اپنے پیروؤں سے بیزار ہو جائیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات ٹوٹ جائیں گے اور یہ دیکھ کر جاہل پیرو اس وقت پکار اٹھیں گے کہ کاش ہمیں ایک دفعہ پھر دنیا میں لوٹ کر جانے کی مہلت مل جائے تو ہم ان پیشواؤں اور بتوں سے اسی طرح بیزاری ظاہر کریں جس طرح یہ آج ہم سے بیزاری ظاہر کر رہے ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح مشرکین کو عذاب الٰہی اور اپنے معبودوں کی بیزاری دیکھ کر سخت حسرت ہوگی اسی طرح حق تعالیٰ ان کے سارے اعمال کو حسرت کا سبب بنا دے گا کیوں کہ دنیا میں جو کچھ نیکیاں کی ہوں گی وہ سب شرک کے سبب ضائع ہو جائیں گی اور شرک اور گناہ جس قدر کئے ہوں گے ان کے بدلے عذاب ملے گا۔ تو اب سرتاسر پشیمانی اور حسرت کا منظر ہوگا کسی عمل سے ان کو کچھ فائدہ نہیں پہنچے گا اور وہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے جہاں سے وہ کبھی نہ نکل سکیں گے۔

ع ۲۰ / ۴

(۳) اہلِ کتاب کی ایک گمراہی یہ بھی تھی کہ انہوں نے کھانے پینے کے بارے میں طرح طرح کی پابندیاں اپنے اوپر لگالی تھیں اور دینداری کی سب سے بڑی بات یہ سمجھتے تھے کہ انسان کھانے پینے میں زیادہ سے زیادہ توہم پرست ہو اس کے علاوہ عرب کے مشرکین بتوں کے نام پر سانڈ چھوڑا کرتے تھے اور اُن سے کام لینا یا فائدہ اٹھانا حرام سمجھتے تھے۔ بتوں کیلئے منتیں مانا کرتے تھے اور بتوں کی خوشنودی کیلئے بعض چیزوں کا کھانا ترک کر دیتے تھے۔ یہ سب باتیں توحید پرستی کے خلاف تھیں اس لئے توحید کے دلائل کے بعد ان احکام کا ذکر فرمایا۔ اس بارے میں ایک بنیادی اصول یہ تعلیم فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی غذا کیلئے جس قدر اچھی اور پاکیزہ چیزیں زمین میں مہیا کی ہیں وہ سب شوق سے کھانی چاہئیں۔ من گھڑت پابندیاں لگا کر گویا اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی وسعتوں کو اپنے اوپر تنگ کر لینا ہے۔ دوسرے یہ کہ چیزوں کے حلال و حرام ٹھہرانے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابندی کرنی چاہئے نہ کہ شیطان کی پیروی۔ شیطان تو تمہارا کھلا دشمن ہے وہ تم کو بُرے کام اور بے حیائی کی تعلیم دیتا ہے اور بے جانے بوجھے اللہ تعالیٰ پر بہتان لگانے کیلئے تم کو اکساتا ہے۔

اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا

پایا ہے۔ کیا (وہ اپنے باپ دادا کی پیروی کریں گے) اگرچہ وہ کچھ نہ سمجھتے ہوں اور نہ سیدھے

يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ

راستہ پر ہوں (۱) ان کافروں کی مثال (جانوروں کی سی ہے) جن کو ایک شخص

الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ

(یعنی چرواہا) آواز دیتا ہے مگر وہ بلانے اور پکارنے کے سوا کچھ نہیں سنتے یہ بہرے ہیں

بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

گونگے ہیں اندھے ہیں کہ کچھ سمجھ نہیں سکتے (۲) اے ایمان والو!

اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا

جو پاک چیزیں ہم نے تم کو بخشی ہیں ان کو کھاؤ اور اگر تم اللہ ہی کی بندگی کا

لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ

دم بھرتے ہو تو اس کا شکر بھی ادا کرو۔ اس نے تم پر حرام کیا ہے

الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ

مردہ جانور اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام

اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ

پکارا جائے (۳) البتہ جو شخص (حلال غذا کے نہ ملنے سے) مجبور ہو جائے (اور ممانعت کی ہوئی چیزوں میں سے کچھ کھائے) بشرطیکہ وہ شخص خدا کی نافرمانی

عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

کرنیوالا اور حد سے بڑھ جانیوالا نہ ہو تو اس پر کچھ گناہ نہیں اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۴) جو لوگ ان آیتوں کو جو اللہ نے

يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ

اپنی کتاب میں نازل کی ہیں چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے میں تھوڑا سا دنیوی معاوضہ حاصل

(۱) اہلِ کتاب اور مشرکینِ عرب کی یہ حالت تھی کہ جب وہ کسی معقول دلیل کے پیش کرنے سے عاجز آجاتے تو کہتے کہ ہم تو اپنے باپ دادا کی پیروی کرتے ہیں۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ جواب حد درجہ جاہلانہ ہے، باپ دادا کی اتباع اس وقت صحیح ہے کہ جب کہ وہ راہِ حق پر گامزن ہوں لیکن جب وہ بے علم اور گمراہ ہوں تو ان کی پیروی کرنا سخت حماقت ہے۔

(۲) جو لوگ باپ دادا کی اندھی تقلید میں ڈوبے ہوئے ہیں ان کی مثال چارپایوں کی سی ہے یعنی جس طرح چارپائے اپنے چرواہے کی آواز سنتے ہیں لیکن کچھ سمجھتے نہیں یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ یہ کلامِ الٰہی اور رسول کی باتیں سنتے ہیں لیکن ان پر کان نہیں دھرتے اور ان کا مطلب نہیں سمجھتے اور ان کی تعلیمات سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

(۳) اوپر کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں کو حکم دیا تھا کہ ہماری پیدا کی ہوئی پاک اور حلال چیزیں کھاؤ۔ اس آیت میں خاص مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ تم ان احمقوں کی باتوں میں نہ آؤ۔ ہماری پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے پاک و حلال چیزیں کھاؤ اور ہماری نعمت کا شکر کرو۔ البتہ ان چار چیزوں کو نہ کھاؤ۔

(۱) مردار جانور۔ مردار وہ ہے جو خود مر جائے یا شرعی طریقہ کے خلاف جانور کو ذبح یا شکار کیا جائے مثلاً گلا گھونٹ کر مارا جائے یا زندہ جانور کا کوئی عضو کاٹ لیا جائے جس سے وہ مر جائے۔ یا لکڑی، پتھر، غلیل، بندوق سے مارا جائے یا کسی جانور کے سینگ مارنے سے مر جائے۔ یا درندہ پھاڑ ڈالے۔ یا ذبح کے وقت قصداً تکبیر نہ کہی جائے۔ یہ سب مردار اور حرام ہیں۔ البتہ اپنے آپ مرنے والے جانوروں میں دو جانور حلال ہیں۔ مچھلی اور ٹڈی۔

(۲) خون۔ وہ خون حرام ہے جو ذبح کے وقت رگوں سے بہتا ہے۔ اور جو خون کہ گوشت پر لگا رہتا ہے وہ پاک ہے۔ اس کا کھانا درست ہے، البتہ صفائی کے خلاف ہے اور کلیجی اور تلی حلال ہے۔

(۳) خنزیر کا گوشت۔ اس جگہ چونکہ کھانے کی چیزوں کا ذکر ہے اس لئے فقط گوشت کا حکم بتایا گیا ہے۔ مگر خنزیر کے تمام اجزاء گوشت۔ پوست۔ چربی۔ ناخن۔ بال۔ ہڈی اور پٹھا۔ ناپاک ہیں اور ان کو کسی کام میں لانا حرام ہے۔

(۴) وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ یعنی وہ جانور جس پر ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو اور وہ جانور بھی جس کو غیر اللہ کے نام سے پکارا گیا ہو جیسے لوگ سانڈ یا بکرے کو کسی بت یا جن یا بھوت یا پلیت کے نام سے نامزد کر کے چھوڑ دیتے ہیں پھر اس کو ذبح کرتے ہیں۔ اس قسم کے جانوروں کا گوشت کھانا حرام ہے۔ البتہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ جانور کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کر کے فقیروں کو کھلائے۔ یا تقسیم کر دے اور اس کا ثواب کسی رشتہ دار، پیر یا پیغمبر کو بخشدے یا ذی الحجہ کے مہینے میں کسی مردہ کی طرف سے قربانی دے۔

(۴) جن جانوروں کے کھانے سے منع کر دیا گیا ہے معمولی حالات میں ان کا گوشت نہ کھانا چاہئے لیکن اگر کسی مسلمان کو کوئی حلال چیز نہ ملے اور بھوک سے مرنے لگے تو ایسی صورت میں اگر حرام جانور کا گوشت بھی مل جائے تو کھا سکتا ہے۔ البتہ نافرمانی اور زیادتی نہ کرے یعنی بغیر سخت مجبوری کے اور ضرورت سے زیادہ نہ کھائے۔

ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولَٰٓئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا

کرتے ہیں (تو) وہ لوگ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھرتے ہیں۔ ایسے لوگوں

النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ ۚ

سے اللہ قیامت کے دن نہ بات کرے گا اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۷۴﴾ أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَٰلَةَ

اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے (۱)۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی

بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ أَصْبَرَهُمْ عَلَى

اور بخشش کے بجائے عذاب خرید اتو (دوزخ کی) آگ پر ان کی برداشت کس قدر حیرت انگیز

النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ

ہے (۲) یہ بات اس لئے ہے کہ اللہ نے کتاب برحق نازل کی۔ اور جن

الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَٰبِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿۱۷۶﴾ ع

لوگوں نے کتاب میں اختلاف کیا وہ مخالفت میں (حق سے) دور جا پڑے۔

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ

نیکی کچھ یہی نہیں کہ تم نماز میں اپنا منہ مشرق یا

الْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ

مغرب کی طرف کرو بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور

الْمَلَٰٓئِكَةِ وَالْكِتَٰبِ وَالنَّبِيِّينَ ۚ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ

فرشتوں پر اور اللہ کی سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اللہ کی محبت میں اپنا مال

ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَٰمَىٰ وَالْمَسَٰكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ۙ

رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں

(۱) جو علماء یہود اور مذہبی پیشوا اللہ تعالیٰ کے احکام کو چھپاتے ہیں یا لوگوں کو غلط سلط مسئلے بتاتے ہیں اور ان سے نذرانے وصول کرکے خوب عیش کرتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں کیونکہ یہ نذرانے ایک دن شعلے بن کر ان کو جھلس دیں گے۔

ایسے مذہبی پیشواؤں کیلئے سب سے سخت سزا یہ ہوگی کہ حق تعالیٰ ان سے کلام نہیں فرمائے گا۔ یہ لوگ دنیا میں عوام کے سامنے اللہ تعالیٰ سے محبت کا دم بھرتے ہیں، اپنے کو اس کا ولی اور محبوب بتاتے ہیں اور اس کے نام پر عزت کا مطالبہ کرتے ہیں جب میدان حشر میں ان کے پیروؤں کے سامنے اللہ تعالیٰ ان کو منہ نہیں لگائے گا تو انکی پیشوائی کا پول کھل جائے گا۔ ان کو سخت رسوائی کا سامنا کرنا ہوگا اور وہ اپنے پیروؤں کے سامنے شرم سے سر نہیں اٹھا سکیں گے۔

(۲) مطلب یہ ہے کہ انھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی اور جان بوجھ کر دوزخ کی آگ میں جانے کا سروسامان کیا اُن کی جرأت کس قدر حیرت انگیز ہے کہ دوزخ کی آگ کو برداشت کرنے پر آمادہ ہیں۔

اس انداز بیان سے اُن پر طنز کرنا منظور ہے کہ اس وقت تو وہ دوزخ کی آگ کی پروا نہیں کر رہے ہیں گویا وہ اس کی برداشت کی طاقت رکھتے ہیں لیکن درحقیقت جب دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو تلملائیں گے اور ایک منٹ بھی اس کو برداشت نہیں کرسکیں گے۔

(۱) مذہبی لوگوں کی ایک عام گمراہی یہ تھی کہ مذہب کی اصولی اور بنیادی باتوں کی طرف سے غفلت برتتے تھے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر بہت زور دیتے تھے۔ خاص خاص رسموں اور ظاہری پابندیوں کو بہت اہمیت دیتے تھے خاص کر یہود اس معاملہ میں بہت غلو کرتے تھے مثلاً نماز کے وقت کسی خاص سمت کو قبلہ بنانے کو وہ دین کی اصولی بات اور نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اس اصول کا اعلان فرماتا ہے کہ بڑی نیکی اور نجات کی راہ نہیں ہے کہ نماز میں مشرق یا مغرب کی طرف رُخ کر لیا جائے بلکہ سچی خدا پرستی اور نجات کی راہ یہ ہے کہ آدمی اپنا عقیدہ صحیح رکھے

وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى

اور مانگنے والوں اور غلاموں کے آزاد کرانے میں خرچ کرے اور نماز پڑھے اور

الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ

زکوٰۃ دے اور (وہ لوگ جو) کسی بات کا اقرار کرلیں تو اس کو پورا کریں اور سختی اور

فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

تکلیف میں اور جنگ کے وقت ثابت قدم رہیں یہی لوگ ہیں جو

صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

سچے ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔ (۱) اے ایمان والو! مقتولوں کے بارے

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ

میں تم پر قصاص (یعنی جان کے بدلے جان لینے) کا حکم دیا جاتا ہے آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے

بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ

بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت (۲) پھر اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص میں سے)

شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ ۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ

کچھ معاف کردیا جائے تو چاہئے کہ (مقتول کا وارث) دستور کے موافق (دیت یعنی خون بہا) طلب کرے اور قاتل خوش دلی کے ساتھ اس کو

تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ

ادا کرے۔ یہ حکم تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے حق میں آسانی اور رحمت ہے۔ پھر اس کے بعد جو زیادتی کرے تو

ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ

اس کے لئے دردناک عذاب ہے (۳) اے عقلمندو! قصاص (کے قانون) میں تمہارے لئے زندگی ہے

يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا

(اور اس غرض سے جاری کیا گیا ہے) تاکہ تم خوں ریزی سے باز رہو (۴) اے مسلمانو! تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب

اور نیک عمل کی زندگی گزارے۔ شریعت کے ظاہری احکام بھی اس لئے ہیں کہ یہ مقصود حاصل ہو۔

صحیح عقیدہ یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور روزِ قیامت، جملہ فرشتوں، آسمانی کتابوں اور اللہ کے سب نبیوں پر دل سے یقین رکھے۔

نیک عمل کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے مال کو رشتہ داروں، یتیموں، غریبوں، مسافروں اور سائلوں کو دے۔ نیز گرفتار مسلمانوں کو چھڑانے میں، مقروض کو قرض کی بلا سے نجات دلانے میں، اور غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کرے۔ نماز پابندی سے پڑھے۔ چاندی، سونے اور تجارت کے مال سے زکوٰۃ دے۔ قول و قرار کرے تو اس کو پورا کرے۔ فقر و فاقہ، بیماری اور تکلیف کی حالت میں صبر سے کام لے اور سچائی پر ثابت قدم رہے۔ جو لوگ ایسا عقیدہ اور عمل رکھتے ہیں وہ سچے اور متقی ہیں۔

(۲) اسلام سے پہلے یہودیوں اور عربوں میں قصاص کے طریقے نہایت غیر منصفانہ تھے اور نسلی اور خاندانی امتیازات کا لحاظ رکھا جاتا تھا جس کی وجہ سے انسانی حقوق پامال ہو رہے تھے قرآن نے اس بارے میں بھی انسانی مساوات کے اصول کو پیش نظر رکھ کر قصاص کے احکام جاری کئے ہیں۔ آزاد ہو یا غلام۔ مرد ہو یا عورت۔ بڑا ہو یا چھوٹا۔ شریف ہو یا رذیل انسان ہونے کے لحاظ سے سب برابر ہیں اس لئے قصاص میں کوئی امتیاز تسلیم نہ کیا جائے۔ اگر آزاد آدمی نے کسی آزاد کو قتل کیا ہے تو اس کے بدلے میں قاتل ہی قتل کیا جائے گا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ رعایت کر کے قاتل کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے یا مقتول کی بڑائی کی وجہ سے دو آدمی قتل کئے جائیں جیسا کہ جاہلیت کے زمانہ میں عربوں میں دستور تھا۔ اگر قاتل غلام ہے تو اسی کو قتل کیا جائے گا یہ نہیں ہوسکتا کہ قاتل کے مالک سے قصاص لیا جائے اگر عورت نے قتل کیا ہے تو وہی قتل کی جائے گی یہ نہیں کہ اس کے بدلے میں اس کے شوہر کو قصاص میں پکڑا جائے۔

(۳) لوگوں کی سہولت کی خاطر قصاص کے قانون میں یہ گنجائش بھی رکھی گئی ہے کہ اگر مقتول کے وارث خوں بہا لینے پر راضی ہو جائیں تو قاتل کی جان بخشی ہوسکتی ہے۔ مگر اس صورت میں قاتل کو چاہئے کہ خوش دلی کے ساتھ طے شدہ خوں بہا کی رقم ادا کردے اور فریقین قول و قرار کی پابندی کا لحاظ رکھیں۔

(۴) یعنی بظاہر قصاص کا حکم گراں معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت یہ قانون ایک زندگی بخش قانون ہے کیونکہ قصاص کے ڈر سے لوگ قتل سے باز رہیں گے۔ اس کے علاوہ قاتل و مقتول کی جماعتیں آپس میں خوں ریزی سے محفوظ رہیں گی عربوں میں ایسا ہوتا تھا کہ ایک قتل کی وجہ سے قبیلوں میں جنگ چھڑ جاتی تھی اور طرفین کی ہزاروں قیمتی جانیں ضائع ہو جاتی تھیں۔

حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۚۖ الْوَصِيَّةُ

تم میں سے کسی کی موت (کا وقت) آجائے تو اگر وہ کچھ مال چھوڑ جانے والا ہو تو

لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى

ماں باپ اور رشتہ داروں کے لئے دستور کے موافق وصیت کرجائے اللہ سے ڈرنے والوں پر

الْمُتَّقِيْنَ ۠ ﴿۱۸۰﴾ فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَا

یہ ایک حق ہے (۱) پھر جو شخص وصیت کے سننے کے بعد بدل ڈالے تو اس کے

اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ؕ ﴿۱۸۱﴾

بدلنے کا گناہ انہی لوگوں پر ہے جو وصیت کو بدلیں بیشک اللہ (سب کی باتوں کو) سننے والا (اور سب کچھ) جاننے والا ہے

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ

پھر جس شخص کو وصیت کرنے والے کی طرف سے کسی خاص شخص کی طرفداری یا کسی کی حق تلفی کا اندیشہ ہو اور وہ وارثوں میں صلح

بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ع ﴿۱۸۲﴾

کرادے تو ایسی صورت میں وصیت کے بدلنے کا اس پر کچھ گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح

كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ ﴿۱۸۳﴾

تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ

(وہ بھی) گنتی کے چند دن ہیں (۲) پس تم میں سے جو شخص (روزے کے دنوں میں) بیمار ہو یا

عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ

سفر میں ہو تو (جتنے روزے قضا ہوئے ہیں) اور دنوں میں (اتنے) گن کر رکھ لے (۳) اور جو لوگ اس کی

---

(۱) متروکہ مال کی تقسیم کے بارے میں سورۂ نساء میں تفصیلی احکام بیان کئے گئے ہیں۔ ان کے مطابق متروکہ مال تقسیم کیا جانا چاہئے۔ اس لئے اب وارثوں کیلئے وصیت کرنا ضروری نہیں۔ اگر کوئی چاہے تو دوسرے رشتہ داروں وغیرہ کے حق میں وصیت کرسکتا ہے مگر اس کی مقدار تہائی سے زائد نہیں ہونا چاہئے۔ البتہ اگر کسی شخص پر قرض ہو یا اس کے پاس امانتیں ہوں تو اس بارے میں وصیت کرنا ضروری ہے۔

(۲) اس رکوع میں روزے کی فرضیت اور اس کے چند احکام بیان کئے گئے ہیں۔

روزہ ارکان اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ حدیثوں میں بھی اس کی فضیلت اور تاکید بیان کی گئی ہے۔

مسلمانوں کو یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ یہ مشقت صرف ان ہی پر ڈالی گئی ہے بلکہ روزہ اگلی امتوں پر بھی فرض تھا۔

ع ۲۲ ۶ ۶

پھر روزہ کے حکم سے یہ مقصود نہیں ہے کہ انسان کا فاقہ کرنا اور اپنے جسم کو مشقت و تکلیف میں ڈالنا کوئی بڑی نیکی کی بات ہے جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے بلکہ اس سے نفس کی اصلاح مقصود ہے۔

روزہ صبر کا ایک بڑا مظہر ہے۔ اسی لئے ایک حدیث میں روزہ کو نصف صبر فرمایا ہے۔ روزہ سے انسان میں ایک روحانی قوت پیدا ہوتی ہے جس سے نفسانی خواہشوں پر قابو رکھنے میں مدد ملتی ہے۔ روزہ دار کا ظاہر و باطن پاک ہو جاتا ہے اور وہ ایک متقی اور پرہیزگار انسان بن جاتا ہے۔ پھر روزہ کے حکم میں کئی طرح کی آسانیوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

سب سے پہلی آسانی یہ ہے کہ روزوں کی تعداد کوئی بہت زیادہ اور ناقابل برداشت نہیں رکھی گئی۔ صرف گنتی کے چند دن یعنی ایک مہینہ مقرر کیا گیا ہے۔

(۳) روزہ کے حکم میں دوسری سہولت یہ ہے کہ اگر آدمی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اس کو اجازت ہے کہ مقررہ وقت یعنی رمضان میں روزے نہ رکھے پھر جب کبھی سہولت ہو اتنے روزے رکھ لے خواہ ایک ساتھ یا متفرق دنوں میں۔ حنفیوں کے نزدیک حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کیلئے بھی یہی حکم ہے۔

يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا

طاقت نہ رکھیں تو وہ روزے کے بدلے محتاج کو کھانا کھلا دیں - جو کوئی اپنی خوشی سے نیکی کرے تو

فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

اس کے حق میں زیادہ اچھا ہے (۱) اور اگر سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں

تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ

بہتر ہے - رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا

الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ

گیا (جو) لوگوں کا رہنما ہے اور (جس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (جو حق و باطل کو) الگ الگ

الْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ

کرنے والا ہے - (۲) تو جو کوئی تم میں سے یہ مہینہ پائے اس کو چاہیئے کہ (پورے مہینے کے) روزے رکھے اور جو شخص

كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ

(روزے کے دنوں میں) بیمار ہو یا سفر میں ہو تو (جتنے روزے قضا ہوئے ہیں) اور دنوں میں اتنے ہی گن کر رکھ لے

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ز وَلِتُكْمِلُوا

اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور دشواری نہیں چاہتا ہے اور (یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے)

الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ

تاکہ تم روزوں کی مقررہ تعداد پوری کرلو اور اس احسان کے بدلے کہ اللہ نے ہدایت بخشی ہے تم اس کی بڑائی بیان کرو اور اس کا

تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ

شکر ادا کرو اور (اے پیغمبر) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو ان سے کہہ دو کہ میں

قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ

قریب ہی ہوں - جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہیئے کہ میرا حکم مانیں

(۱) اکثر مفسرین کے مسلک کے لحاظ سے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں چونکہ لوگ روزہ کے عادی نہ تھے اور ایک مہینہ مسلسل روزہ رکھنا لوگوں پر شاق گزرتا اس لئے سہولت کی خاطر شروع میں یہ حکم فرمایا کہ اگرچہ تم کو مرض یا سفر کا کوئی عذر نہ ہو گر صرف عادت نہ ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنا گراں معلوم ہو تو تم کو اختیار ہے چاہو روزہ رکھو چاہو نہ رکھو اور نہ رکھنے کی صورت میں فدیہ دیدو۔ پھر جب لوگ روزہ کے عادی ہوگئے تو آیت فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ سے یہ اجازت اٹھادی گئی اور صحیح و تندرست مرد و عورت پر روزہ رکھنا فرض کر دیا گیا۔

بعض مفسرین کے نزدیک آیت وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ کا ترجمہ یوں ہے۔ اور وہ لوگ جو بڑی تکلیف سے روزہ رکھ سکیں اس مسلک کے لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ایسے ہوں کہ روزہ رکھنے میں بڑی مشقت اور تکلیف محسوس کریں اور جن کیلئے روزہ ناقابل برداشت ہو جیسے شیخ فانی یعنی ایسا بوڑھا آدمی جس کی طاقت بہت کم ہوگئی ہو یا ایسا بیمار جس کو تندرست ہونے کی کوئی امید نہ ہو' ایسے لوگوں کو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھیں اور اس کے بدلے فدیہ دیدیں یعنی ایک روزہ کے بدلے ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا دیدیں۔ پھر اگر کوئی اپنی خوشی سے زیادہ نیکی کرنی چاہے یعنی ایک مسکین کو کئی دن کا کھانا دے یا ایک دن میں کئی مسکینوں کا پیٹ بھردے تو سبحان اللہ بہت ہی اچھی بات ہے۔

(۲) اس سے پہلے آیت میں فرمایا کہ چند دن کے روزے فرض کئے گئے ہیں۔ اب اس آیت میں اس بات کو واضح کر دیا کہ چند دن سے مراد رمضان کا مہینہ ہے۔ یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا جس کی یہ شان ہے کہ وہ سب لوگوں کیلئے رہنما ہے' اپنے اندر ہدایت کی روشن دلیلیں رکھتا ہے اور حق کو باطل سے الگ کر دکھانے والا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے صحیفے اور توراۃ و انجیل رمضان ہی میں نازل ہوئے ہیں اور قرآن مجید بھی شب قدر میں لوح محفوظ سے نقل ہو کر آسمان دنیا میں ایک خاص مقام پر جس کا نام بَيْتُ الْمَعْمُوْر ہے نازل ہوا اور وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تیئیس ۲۳ برس کی مدت میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا اور ہر رمضان میں حضرت جبریلؑ نازل شدہ قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سناجاتے تھے' آخر میں پورا قرآن سنایا۔ روزوں کیلئے رمضان کا مہینہ اس لئے قرار پایا کہ جب مسلمان اس مہینے میں نزول قرآن کی یادگار منائیں اور کثرت سے قرآن کی تلاوت کریں تو وہ روزہ رکھ کر اپنے ظاہر و باطن کو خوب پاک کرلیں تاکہ انوار الہی کی بارش جو اس مبارک مہینہ میں خاص طور پر برستی ہے اس سے ان کے دلوں کی زمین سرسبز و شاداب ہو جائے۔

وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾ أُحِلَّ لَكُمْ

اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ سیدھا راستہ پائیں (۱) روزوں کی

لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ

راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے لئے جائز کردیا گیا ہے وہ تمہارا لباس

لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ

ہیں اور تم ان کا لباس ہو اللہ کو معلوم تھا کہ تم (اس بارے میں)

كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۖ

اپنے حق میں خیانت کرتے تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کرلی اور تمہیں معاف فرما دیا

فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا

تو اب تم کو اجازت ہے کہ اپنی بیویوں کے پاس جاؤ اور اس (اولاد) کو طلب کرو جو اللہ نے تمہارے لئے لکھدی ہے، اور کھاؤ

وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ

اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری رات کی

الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى

کالی دھاری سے تمہیں الگ نظر آنے لگے پھر (اس وقت سے) رات تک روزہ پورا

اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي

کرو۔ اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو تو (اس حالت میں) اپنی بیویوں سے

الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ

ہم بستری نہ کرو یہ اللہ کی ٹھہرائی ہوئی حدیں ہیں ان کے قریب بھی نہ جانا اسی طرح

يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٨٧﴾ وَلَا

اللہ اپنے احکام لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے صاف صاف بیان فرماتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں (۲) اور

(۱) روایت میں ہے کہ چند صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آیا ہمارا پروردگار ہم سے قریب ہے کہ ہم آہستہ اس سے مناجات کریں یا دور ہے کہ زور سے اس کو پکاریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ اے پیغمبر! جب میرے بندے میرے بارے میں تم سے پوچھیں تو اُن سے کہدو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں، جب بندہ پکارتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا ہوں اور اس کی التجا قبول کرتا ہوں۔ پس میرے بندوں کو چاہئے کہ میری بات کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ سیدھا راستہ پاسکیں۔

واضح ہو کہ روزہ کے بیان کے ذکر میں اللہ تعالےٰ نے قربِ الٰہی اور دعا کا ذکر فرمایا اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قربِ الٰہی اور دُعا کو روزہ کے ساتھ خاص مناسبت ہے جس کی وجہ سے روزہ دار کی دعا بہ نسبت بے روزہ دار کے زیادہ قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں کی دعا رد نہیں کی جاتی ایک عادل حکمران۔ دوسرے روزہ دار جب افطار کرے۔ تیسرے نمازی کی دُعا فرض نماز کے بعد۔

(۲) ابتداءِ اسلام میں رمضان کی راتوں میں سونے سے پہلے کھانے پینے اور عورتوں کے پاس جانے کی اجازت تھی مگر سونے کے بعد یہ سب چیزیں منع تھیں۔ بعض صحابہؓ سے اس حکم کی خلاف ورزی ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر انھوں نے قصور کا اعتراف کیا اور توبہ کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد ہوا کہ تمہاری توبہ قبول کی گئی اور آئندہ کیلئے اجازت دیدی گئی کہ رمضان میں صبح صادق تک کھانا پینا اور اپنی بیویوں سے صحبت کرنا جائز ہے۔ کیونکہ تم میں اور ان میں چولی دامن کا ساتھ ہے تمہاری زندگی ایک دوسرے سے وابستہ ہے۔ ہم کو یہ بات معلوم تھی کہ تم سے صبر نہ ہوسکے گا۔ لہٰذا تمہارے لئے آسانی کی جاتی ہے اور اس بارے میں اجازت دی جاتی ہے۔ البتہ جب تم مسجدوں میں اعتکاف کرو تو راتوں میں بیویوں سے صحبت کرنے کی اجازت نہیں۔ یہ سب اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں، ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔

(۱) روزوں سے نفس کی اصلاح ہونی چاہیئے جب روزہ دار اللہ کی رضی کیلئے حلال چیزوں کے کھانے سے بھی چند گھنٹوں کیلئے باز رہتا ہے تو اس کا یہ احساس بیدار ہونا چاہیئے کہ حرام و ناجائز مال کے کھانے سے بھی پرہیز کرے۔ ایک مسلمان کے لئے روزہ میں حلال چیزوں کا ترک کرنا تو صرف چند گھنٹوں کے لئے ہے لیکن حرام مال سے پرہیز کرنا ہمیشہ کے لئے ہے۔ اگر ایک شخص اپنے آپ کو حرام مال کھانے سے نہیں روک سکتا ہے تو روزہ رکھنا اس کیلئے کچھ فائدہ مند نہیں ہے۔ اسی مناسبت سے اس مقام پر یہ حکم فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے مثلاً چوری، دغابازی لوٹ اور جوا، سود، ناجائز طریقے سے خرید و فروخت سے کمایا ہوا پیسہ وغیرہ نہ کھاؤ اور اسی طرح یہ بھی نہ کرو کہ اپنے مال کو حاکموں کے پاس رشوت کے طور پر پہنچا کر دوسروں کی حق تلفی کرو اور ان کے مال پر ناحق قبضہ کرلو۔

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ وَتُدْلُوا۟ بِهَآ إِلَى

اور نہ مال کو حاکموں کے پاس (رشوت کے طور پر) آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ

ٱلْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا۟ فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَٰلِ ٱلنَّاسِ بِٱلْإِثْمِ

پہنچاؤ کہ لوگوں کے مال میں سے تھوڑا بہت (جو کچھ ہاتھ لگے) اس کو جان بوجھ کر

وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٨٨﴾ ع يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْأَهِلَّةِ ۖ قُلْ هِىَ

ناجائز طور پر کھا جاؤ۔ (۱) اے پیغمبر! لوگ تم سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں تم ان سے کہدو کہ وہ

مَوَٰقِيتُ لِلنَّاسِ وَٱلْحَجِّ ۗ وَلَيْسَ ٱلْبِرُّ بِأَن تَأْتُوا۟

لوگوں کے معاملات اور حج کے اوقات معلوم کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور نیکی اس بات میں نہیں کہ پچھواڑے

ٱلْبُيُوتَ مِن ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ ٱلْبِرَّ مَنِ ٱتَّقَىٰ ۗ وَأْتُوا۟

کی طرف سے گھروں میں آؤ بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی پرہیزگاری کی راہ اختیار کرے اور گھروں

ٱلْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَٰبِهَا ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٨٩﴾

میں آؤ تو ان کے دروازوں سے آیا کرو اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو (۲)

وَقَٰتِلُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ٱلَّذِينَ يُقَٰتِلُونَكُمْ وَلَا

اور جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی اللہ کی راہ میں (یعنی دین کی حمایت میں) ان سے لڑو۔ مگر

تَعْتَدُوٓا۟ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلْمُعْتَدِينَ ﴿١٩٠﴾ وَٱقْتُلُوهُمْ

زیادتی نہ کرو کیونکہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا (۳) اور ان کو

حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ

جہاں پاؤ قتل کرو اور جہاں سے انھوں نے تم کو نکالا ہے وہاں سے تم بھی ان کو نکال باہر کرو

وَٱلْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ ٱلْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقَٰتِلُوهُمْ عِندَ

اور فتنہ و فساد، قتل و خوں ریزی سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اور جب تک وہ تم سے مسجد حرام

(۲) عربوں میں مہینوں کا حساب چاند سے ہوتا تھا۔ اسلام نے بھی اس طریقہ کو باقی رکھا۔ اسی لئے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے رمضان کی نسبت فرمایا کہ چاند دیکھ کر روزے رکھنا شروع کرو اور پھر دوسرا چاند دیکھ کر افطار کرو یعنی رمضان ختم کرو۔ البتہ اگر ابر ہو اور چاند نظر نہ آوے تو تیس دن پورے کرلو۔ اوپر کے رکوع میں رمضان کے احکام بیان ہوئے اس مناسبت سے بعض لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ چاند کیوں گھٹتا بڑھتا ہے اور ہمیشہ ایک حالت پر نہیں رہتا۔

ع ۲۳ / ۶

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اس میں مصلحت یہ ہے کہ اس سے لوگوں کے معاملات و عبادات مثلاً روزہ، زکوٰۃ اور حج کے اوقات معلوم ہوتے ہیں۔ اس جواب میں چونکہ حج کا ذکر آیا اس مناسبت سے حج اور عمرہ کے احکام بیان فرمائے حج کو عرب ایام جاہلیت میں بھی بڑی عبادت مانتے تھے مگر اس کے طریقہ میں من مانی تبدیلیاں کرلی تھیں۔

ان میں سے یہ ایک یہ بھی کہ حج کا احرام باندھنے کے بعد جب گھر میں آنے کی ضرورت پڑتی تو دروازہ سے داخل نہ ہوتے بلکہ چھت پر چڑھ کر گھر کے اندر اترتے یا پچھواڑے سے کود کر اندر آتے اور اس کو نیکی کی بات سمجھتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کوئی نیکی کی بات ہے نہ اس طرح کی مشقتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہیں وہ تو صرف اس قدر چاہتا ہے کہ انسان کے اندر تقویٰ پیدا ہو۔

(۳) واقعہ یہ ہے کہ قدیم سے سارے عرب مکہ کا احترام کرتے تھے اور اس کو امن و سلامتی کا شہر مانتے تھے۔ کوئی اپنے دشمن کو بھی کہیں پاتا تو اسکو کچھ نہ کہتا۔ اور سال کے چار مہینے یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب عربوں میں امن کے مہینے مانے جاتے تھے۔ ان مہینوں میں تمام ملک عرب میں جنگ موقوف کردی جاتی تھی۔ ہجرت کے چھٹے سال ذیقعدہ کے مہینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی ایک مختصر جماعت کے ساتھ عمرہ کی نیت سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے جب مقام حدیبیہ میں پہنچے تو کفار مکہ نے آپ کو روک دیا اور جنگ کیلئے آمادہ ہوگئے گفتگو کے بعد اس پر صلح ہوئی کہ اب تو مسلمان واپس چلے جائیں البتہ آئندہ سال آکر عمرہ کرلیں وہ تین روز تک اطمینان سے مکہ میں رہیں چنانچہ دوسرے سال سنہ ۷ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معاہدہ کے مطابق مکہ کیلئے روانہ ہوئے تو بعض صحابہ نے عرض کیا کہ ایسا نہ ہو کہ کفار مکہ اس سال بھی وعدہ خلافی کریں اور لڑنے پر آمادہ ہو جائیں تو ہم کیا کریں گے حالانکہ یہ مہینہ ذیقعدہ کا جس میں جنگ کرنا جائز نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ اگر وہ برسر جنگ ہوں اور ذیقعدہ کے مہینے کا احترام نہ کریں تو تمھارے لئے بھی جنگ کرنا جائز ہے مگر جنگ کی حالت میں بھی ظلم و زیادتی نہ کرو۔

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ
(یعنی کعبہ) کے پاس نہ لڑیں تم بھی وہاں اُن سے نہ لڑو ۔ ہاں اگر وہ تم سے لڑیں تو

فَاقْتُلُوْهُمْ ۭ كَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا
تم بھی ان کو مارو ان کافروں کی یہی سزا ہے پھر اگر وہ (اپنی حرکتوں سے) باز آجائیں تو

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ
اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور ان سے اس وقت تک لڑتے رہو کہ ملک میں

فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۭ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا
فتنہ و فساد باقی نہ رہے اور دین سب اللہ کا ہوجائے ۔ پھر اگر وہ (فتنہ و فساد سے) باز آجائیں تو

عُدْوَانَ اِلَّا عَلَي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ
ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں (کرنی چاہیے) (۱) (یہ) حرمت کا مہینہ (گذشتہ) حرمت کے مہینہ

الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ۭ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ
کا بدلہ ہے اور حرمت والی چیزوں میں عوض معاوضہ ہوتا ہے [illegible]

فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا [illegible]
جیسی زیادتی وہ تم پر کرے ویسی ہی زیاد[illegible]

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ [illegible]
اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ [illegible]

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ [illegible]
اور اللہ کی راہ میں (مال) خر[illegible]

التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَ[illegible]
ہلاکت میں نہ ڈالو ۔ ا[illegible]

(۱) اس میں شک نہیں کہ جنگ بُرائی ہے مگر فتنہ و فساد اس سے کہیں بڑھ کر بُری چیز ہے اس لئے فتنہ و فساد کو مٹانے کی خاطر جنگ و جدال کی بُرائی گوارا کی جا سکتی ہے۔

کفارِ مکہ نے یہ فتنہ اٹھا رکھا تھا کہ دین و عبادت کی آزادی لوگوں سے چھین لی تھی وہ لوگوں کو مجبور کرتے تھے کہ کفر و شرک اور بدعملی کو اختیار کریں اگر کوئی چاہتا کہ ان کا طریقہ چھوڑ کر سچائی اور نیک عملی کی راہ اختیار کرے تو وہ اس کو جبراً روک دیتے تھے اس فتنہ کو دور کرنے کے لئے اور دین و مذہب کی آزادی کو بحال کرنے کے لئے حق پرستوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت دی گئی اور ارشاد ہوا کہ جب کفار تم کو جنگ کیلئے مجبور کر دیں تو اللہ کی راہ میں خوب بہادری سے لڑو اور جہاں ان کو پاؤ قتل کرو اور جہاں سے (یعنی مکہ سے) انھوں نے تم کو نکالا ہے وہاں سے تم بھی ان کو نکال باہر کرو۔ اگر وہ مسجد حرام یعنی مکہ میں تم سے جنگ کریں تو تم بھی اُن سے وہاں جنگ کرو تاکہ دین کے معاملہ میں ظالموں کی مداخلت ختم [illegible] کہ دین صرف اللہ ہی کیلئے ہو جائے۔

[illegible] اگر وہ جنگ سے باز آجائیں تو پھر تمھیں بھی ہاتھ [illegible] انھوں نے ظلم سے ہاتھ روک لیا تو [illegible] سزا تو ظالموں کو ملتی ہے۔

[illegible] فتنہ و فساد دُور کرنے کے لئے [illegible] کے لئے ہتھیار اور سامان کی ضرورت [illegible] میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ کے [illegible] خرچ کرو اور جہاد کے لئے ضروری سامان [illegible] معاملہ میں غفلت برتی اور جہاد کی [illegible] تم نے اپنے ہاتھوں خود کو ہلاک [illegible] بچنا چاہتے ہو تو اس کا یہی [illegible] راستہ میں اور دین کی حفاظت کے [illegible] مال خرچ کرو۔

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا

اور (جب نیت کرلوتو) اللہ (کی خوشنودی) کیلئے حج اور عمرہ پورا کرو۔ پھر اگر تم (راستہ میں) روک دیے

اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى

جاؤ تو جو قربانی میسر ہو کردو اور جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ

يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا

جائے اپنے سر نہ منڈاؤ (۱) پھر اگر تم میں کوئی بیمار ہو

اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ

یا اس کے سر میں تکلیف ہو (اور وہ سر منڈالے) تو اس کے بدلے روزے رکھے یا

صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ٝ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ

صدقہ دے یا قربانی کرے (۲) پھر جب تم مطمئن ہوجاؤ تو جو کوئی عمرہ کو

اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ

حج سے ملا کر فائدہ اٹھانا چاہے تو جو قربانی میسر ہو (کردے) پھر جس کو (قربانی)

يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا

نہ ملے تو حج کے دنوں میں تین روزے اور واپس آنے کے بعد سات

رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ

روزے (رکھے) یہ پورے دس ہوئے۔ یہ (حکم) اس شخص کے لئے ہے جس کے

اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

اہل وعیال مسجد حرام کے پاس (مکہ میں) نہ رہتے ہوں (۳) اور اللہ سے ڈرتے رہو

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝١٩٦ ع اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ

اور یقین رکھو کہ اللہ (نافرمانوں کو) سخت عذاب دینے والا ہے۔ حج کے مہینے (تو سب کو)

(۱) اس رکوع کے شروع میں اس واقعہ کا ذکر تھا کہ کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام حدیبیہ میں روک دیا تھا اور عمرہ نہیں کرنے دیا تھا اور اس سلسلہ میں حج وعمرہ کا ذکر آگیا تھا اس مناسبت سے یہاں حج وعمرہ کے احکام بیان فرمائے۔

ارشاد فرماتا ہے کہ جب کوئی شخص حج اور عمرہ شروع کرے اور اس کا احرام باندھ لے تو پھر اس کا پورا کرنا ضروری ہے لیکن اگر مُحرِم (جس نے احرام باندھا ہے) دشمن یا بیماری کی وجہ سے راستہ میں رُک گیا اور حج یا عمرہ پورا نہیں کرسکا تو اس کو چاہئے کہ قربانی کا جانور جو کم از کم ایک بکری ہو مکہ کو بھیج دے۔ اور جب کافی وقت گزر جائے اور اس بات کا اطمینان ہوجائے کہ قربانی کا جانور پہنچ کر ذبح کردیا گیا ہوگا تو سر منڈا کر احرام کھول دے۔ اور اگر ایسی حالت ہو کہ قربانی کا جانور بھی بھیجنا ممکن نہ ہو تو اس کو وہیں ذبح کرکے سر منڈا لے اور احرام کھول دے۔

(۲) اگر احرام کی حالت میں آدمی بیمار ہوجائے یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو اور اس کو سر کے بال منڈانا پڑیں تو سر منڈا سکتا ہے مگر اس کو فدیہ دینا ہوگا۔ تین روزے رکھے یا چھ محتاجوں کو کھانا کھلائے یا ایک بکری کی قربانی دے۔ ان تینوں صورتوں میں سے جس صورت کو چاہے اختیار کرلے۔

(۳) یعنی جب محرم کو دشمن اور مرض کا خوف نہ ہو اور اس نے حج اور عمرہ دونوں کی نیت کی ہو یعنی قران اور تمتع کی نیت کی تو اس کو قربانی دینی چاہئے ایک سالم بکری یا گائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ۔ اور اگر اس کو قربانی میسر نہ ہو تو دس روزے رکھے۔ تین روزے حج کے دنوں میں اور سات روزے حج سے فارغ ہونے کے بعد واپسی پر۔ اور قران اور تمتع کرنا اس شخص کیلئے ہے جو مسجد حرام یعنی میقات کے اندر کا رہنے والا نہ ہو۔ میقات کے اندر رہنے والوں کو افراد کی اجازت ہے، قران اور تمتع کی نہیں۔

واضح ہو کہ حج کی تین قسمیں ہیں، افراد، تمتع، قران۔

ع ۲۴ ۸

اِفراد: یہ ہے کہ ایام حج میں صرف حج کی نیت کرکے احرام باندھے اور احکام کے مطابق حج پورا کرے۔

تَمَتُّع: یہ ہے کہ میقات سے صرف عمرہ کی نیت کرے اور مکہ پہنچ کر خانہ کعبہ کا طواف اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرکے سر منڈا کر احرام کھول دے پھر آٹھویں تاریخ ذی الحجہ کو حج کی نیت سے

مَعْلُومٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ

معلوم ہیں تو جو شخص ان مہینوں میں اپنے اوپر حج لازم کرلے (تو حج کے دنوں میں) نہ عورتوں سے

وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ

ہم بستری جائز ہے اور نہ کوئی گناہ کا کام اور نہ لڑائی جھگڑا اور جو نیک کام تم کرتے

خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ

ہو اللہ اس کو خوب جانتا ہے اور زاد راہ (یعنی راستہ کا خرچ) ضرور ساتھ لے لیا کرو بیشک بہترین زادِ راہ

التَّقْوٰى ۚ وَاتَّقُونِ يٰٓأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿١٩٧﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ

پرہیزگاری ہے اور اے عقلمندو! مجھ سے ڈرتے رہو (۱) اس بات کا تم پر کچھ گناہ

جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَإِذَآ أَفَضْتُمْ

نہیں کہ حج کے دنوں میں تجارت کے ذریعہ اپنے پروردگار کا فضل (روزی) تلاش کرو۔ اور جب عرفات سے

مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ

واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس (یعنی مزدلفہ میں) اللہ کا ذکر کرو

وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهِ لَمِنَ

اور اس طرح ذکر کرو جس طرح اس نے تم کو سکھایا ہے اگرچہ تم اس سے پہلے (ان طریقوں سے)

الضَّآلِّينَ ﴿١٩٨﴾ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ

ناواقف تھے (۲) پھر تم بھی وہیں سے لوٹو جہاں سے اور لوگ

النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٩٩﴾

لوٹتے ہیں اور اللہ سے بخشش مانگو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۳)

فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ

پھر جب تم حج کے سب ارکان پورے کر چکو تو (منیٰ میں) اللہ کا ذکر کرو جس طرح اپنے باپ دادا (کی بڑائیوں

(۱) حج کے مہینے مقرر اور سب کو معلوم ہیں شوال کی چاند رات سے لے کر ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کی شام تک یہ دو مہینے دس روز حج کے مہینے کہلاتے ہیں کیونکہ یہی مہینے حج کے لئے مقرر ہیں ان مہینوں سے پہلے احرام باندھنا اور حج شروع کرنا جائز نہیں تو جو شخص حج کی نیت سے احرام باندھ لے اس کے لئے نہ تو عورت سے صحبت کرنا جائز ہے، نہ کوئی گناہ کرنا اور نہ لڑائی جھگڑا کرنا۔ اور دیکھو حج کے نکلتے وقت ضروری تیاری کر لو اور سفر خرچ رکھ لو سب سے بڑا توشہ تو پرہیزگاری ہے لیکن سفر خرچ رکھنا بھی ضروری ہے، یہ بات ایک مسلمان کیلئے شایانِ شان نہیں کہ خالی ہاتھ گھر سے نکل کھڑا ہو پھر راہ میں بھیک مانگے اور حاجیوں کو تنگ کرے جیسا کہ جاہلیت عرب کیا کرتے تھے۔

(۲) عرب لوگ قدیم سے تجارت پیشہ تھے حج کے سفر میں کاروبار کا موقع بھی اچھا تھا خاص کر اس لئے کہ حج کے دنوں میں عکاظ اور ذوالمجاز میں خوب بازار بھرتے تھے لیکن بعض صحابہ کو خیال ہوا کہ حج کے ساتھ دنیوی کاروبار کو ملانا دین داری اور پرہیزگاری کے خلاف ہوگا۔ اس آیت میں ارشاد ہوا کہ بے شک حج ایک عبادت ہے لیکن اس کا عبادت ہونا اس بات سے نہیں روکتا کہ حاجی کاروبار سے بھی فائدہ اٹھائے اور اپنی معاش کا انتظام کرے۔ جائز طریقوں سے کمایا ہوا مال تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے تو حج کے موقع پر تجارت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن ایسا نہ کرنا چاہیے کہ دنیوی کاروبار میں مشغول ہو کر حج کے اعمال کو بھول جاؤ۔ تو جب عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام یعنی مزدلفہ میں ٹھہر کر اللہ تعالیٰ کا خوب ذکر کرو اور اسی طرح ذکر کرو جس طرح تمہیں بتایا گیا ہے اگرچہ تم اس سے پہلے ان طریقوں سے واقف نہ تھے۔

(۳) حج کے اعمال میں سے ایک عمل میدان عرفات جا کر ٹھہرنا اور وہاں سے لوٹنا ہے مکہ والوں نے یہ کر رکھا تھا کہ میدان عرفات میں حاضر نہ ہوتے بلکہ حدود حرم تک جا کر لوٹ آتے اور پھر اپنے کاروبار میں لگ جاتے اور دوسرے سب لوگ عرفات تک جا کر آتے۔ اللہ تعالیٰ نے مکہ والوں کو حکم دیا کہ جہاں سے دوسرے لوگ لوٹتے ہیں (یعنی عرفات سے) وہیں سے تم بھی لوٹو اور اللہ سے مغفرت طلب کرو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ

کا ذکر کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ پھر بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ

اے پروردگار ہم کو (جو دینا ہے) دنیا (ہی) میں دیدے۔ یاد رکھو ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی

خَلَاقٍ ﴿٢٠٠﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي

حصہ نہیں ہے اور بعض لوگ دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم کو دنیا

الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ

میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں (بھی) بھلائی (عطا فرما)۔ اور ہم کو دوزخ کے عذاب

النَّارِ ﴿٢٠١﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ

سے بچا یہی لوگ ہیں جن کو ان کے اعمال کے بدلے بڑا اجر ملے گا۔

وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٢٠٢﴾ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ

اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے (۱) اور گنتی کے دنوں میں اللہ کو

مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ

یاد کرو۔ پھر اگر جو شخص جلدی کرے اور دو ہی دنوں میں (منیٰ سے) چل دے تو اس پر کوئی

عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ

گناہ نہیں ہے۔ اور جو دیر تک ٹھہرا رہے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں یہ باتیں اس شخص کیلئے ہیں جو اللہ سے ڈرے

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٠٣﴾

اور مسلمانو اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ تم اسی کے پاس جمع کئے جاؤ گے (۲)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ

اور (اے پیغمبرؐ!) ایک شخص ایسا ہے کہ دنیوی زندگی کے بارے میں اس کی باتیں تمہیں اچھی معلوم

النصف

(۱) زمانۂ جاہلیت میں عربوں کا دستور تھا کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد مقامِ منیٰ میں تین روز قیام کرتے، بازار لگاتے اور اپنے باپ دادا کی بہادری کے کارنامے اور ان کی بڑائی بیان کر کے اس پر فخر کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس جاہلانہ رسم سے روکا اور حکم دیا کہ مسلمانو! اس موقع پر جس طرح پہلے اپنے باپ دادا کی بڑائیاں بیان کیا کرتے تھے اسی طرح اب اللہ کا ذکر کرو بلکہ اس سے بھی زیادہ جوش اور عظمت کے ساتھ۔

پھر دعا کے آداب تعلیم دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ دیکھو کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو صرف دنیا ہی کے پرستار ہیں، دنیا ہی اُن کا مطلوب ہے اسی کے لئے وہ کوشش کرتے ہیں اور دعا میں مانگتے ہیں۔ یاد رکھو ایسے لوگوں کے لئے آخرت کی زندگی میں کوئی حصہ نہیں ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی کے طلبگار رہتے ہیں اور اپنے پروردگار سے دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی مانگتے ہیں۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی کوششوں کو ضرور بار آور کرتا ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے لوگوں کے نقشِ قدم پر چلیں۔

(۲) ذی الحجہ کی گیارہویں، بارھویں، تیرھویں تاریخوں میں منیٰ کے مقام میں ٹھہرنا چاہئے اور وہاں کنکریاں مارنے کے وقت دنیز نمازوں کے بعد بلند آواز سے تکبیریں کہنی چاہئیں دوسرے اوقات میں بھی اللہ کا ذکر کثرت سے کرنا چاہئے۔ اس میں اتنی اجازت دی جاتی ہے کہ جس کا جی چاہے دو دن ٹھہرے، جس کا جی چاہے تین دن پورے کرے مقصد یہ ہے کہ تم میں پرہیزگاری کی روح بیدار رہو اور ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ بات بھولو کہ تم کو ایک دن اسی کے حضور میں جمع ہونا ہے۔

الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ

ہوتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہے حالانکہ وہ

الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ

سخت جھگڑالو ہے۔ اور جب وہ تمہارے پاس سے جاتا ہے تو زمین میں دوڑ دھوپ کرتا ہے تاکہ اس میں فساد

فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ

پھیلائے اور کھیتی کو برباد اور (انسانوں اور حیوانوں کی) نسل کو نابود کرے اور اللہ فتنہ و فساد کو پسند

الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ

نہیں کرتا اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو غرور اس کو گناہ پر اکساتا ہے

بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ وَمِنَ

تو اس کے لئے جہنم کافی ہے۔ اور بے شک وہ برا ٹھکانا ہے (۱) اور ایک

النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ

شخص ایسا بھی ہے کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی جان تک بیچ ڈالتا ہے۔

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا

اور اللہ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے (۲) اے ایمان والو! اسلام میں

فِى السِّلْمِ كَآفَّةً ۖ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ

پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا

وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ پھر اگر صاف صاف احکام آنے کے

جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾

بعد بھی تم لڑکھڑا جاؤ تو یقین رکھو کہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ (۳)

(۱) اوپر کی آیتوں میں کافر اور مومن کا فرق بیان کیا تھا کہ کافر دنیا پرست ہوتا ہے اور مومن دنیا اور آخرت دونوں کو اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہے۔
اب اس آیت میں منافق اور مخلص کا الگ الگ حال بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ منافق کی فطرت یہ ہے کہ وہ دنیا پرستی کے غرور میں راست بازی سے بے پروا ہوتا ہے۔ لوگوں کے سامنے ایسی باتیں بناتا ہے کہ لوگ اس کی گفتگو سن کر تعجب کرتے ہیں بات بات پر اللہ کی قسم کھاتا ہے اور اسلام کی محبت ظاہر کرتا ہے لیکن دل میں اسلام کی دشمنی چھپائے رکھتا ہے جب کبھی اسے موقع ملتا ہے مسلمانوں کی ایذا رسانی سے باز نہیں آتا ملک میں فساد پھیلاتا ہے۔ اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو اور زیادہ اکڑتا ہے اور اس کا غرور اسے اور زیادہ ظلم پر آمادہ کر دیتا ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت ایک منافق اخنس بن شریق کے بارے میں نازل ہوئی وہ بڑا فصیح وہ بلیغ تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو بڑی میٹھی میٹھی باتیں کرتا اسلام کی محبت اور اپنا اخلاص ظاہر کرتا حالانکہ اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی اس کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی کبھی کسی مسلمان کی کھیتی جلا دیتا کبھی کسی کے جانوروں کے پیر کاٹ ڈالتا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔

(۲) اوپر کی آیت میں اس منافق کا حال بیان فرمایا تھا جو دنیا پرستی کے نشہ میں چور ہے اور اللہ اور روزِ آخرت کو بھولا ہوا ہے اس کے مقابل اس آیت میں مخلص اور کامل ایمان والے مسلمان کا حال بیان فرمایا ہے کہ مخلص مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ حق پرستی کے نشہ میں سرشار رہتا ہے، اپنی جان و مال اور ساری قوتیں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں صرف کرتا ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ رہے تھے تو راستہ میں چند کافروں نے آپ کو گھیر لیا اور مدینہ جانے سے روک دیا۔ حضرت صہیبؓ نے کہا میں تم کو اپنا سارا مال اس شرط پر دے دیتا ہوں کہ تم مجھے مدینہ جانے دو اور ہجرت سے نہ روکو۔ اس پر کفار راضی ہو گئے۔ اس طرح صہیبؓ مال قربان کر کے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(۳) اس سے پہلی آیت میں مخلص مسلمانوں کا حال اور اس کی تعریف فرمائی تھی ان دو آیتوں میں تمام مسلمانوں کو کامل ایمان والے بننے کی دعوت دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ اے ایمان والو! مسلمان ہونے کیلئے صرف اتنا ہی کافی نہیں کہ زبان سے اسلام کا اقرار کر لو بلکہ چاہیئے کہ عقیدہ و عمل ظاہر و باطن سارے اور پورے اسلام کے احکام پر عمل کرو اور سراپا پیکرِ اسلام ہو جاؤ۔ یہ نہیں کہ جس بات کو دل چاہا مانا اور جس بات کو دل نے چاہا نہ مانا۔ یا جس بات میں آسانی دیکھی اختیار کر لی اور جس بات میں کچھ دشواری پائی اسکو چھوڑ دیا۔ یا اسلام کے صریح احکام چھوڑ کر باپ دادا کے رسم و رواج یا دیگر اقوام کے طور طریقے اختیار کر لئے ایسا کرنا ایمان کے منافی ہے اور شیطان کے قدم بہ قدم چلنا ہے۔

یہودیوں میں سے بعض حضرات نے اسلام قبول کر لیا تھا مگر یہود کے بعض طریقوں کو بھی اختیار کر رکھا تھا مثلاً ہفتہ کے دن کی تعظیم کرتے تھے اور اونٹ کا گوشت کھانا پسند نہیں کرتے تھے اس آیت میں ان کو بھی تنبیہ کر دی گئی۔

پھر مسلمانوں کو ان کی لغزش اور غفلت پر متنبہ فرماتا ہے کہ اللہ کی ہدایت تم پر ظاہر ہو چکی ہے اور وہ سب کچھ تمہیں بتایا جا چکا ہے جس کی صراطِ مستقیم پر چلنے کے لئے ضرورت تھی اس پر بھی اگر تم نے ٹھوکر کھائی اور راہِ ہدایت پر قائم نہ رہے تو پھر یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے وہ جو مناسب سمجھے تمہارے ساتھ کرے اسکے حکم کو کوئی نہیں روک سکتا۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِىْ ظُلَلٍ مِّنَ

کیا یہ لوگ اس بات کے منتظر ہیں کہ ابر کے سائبانوں میں اللہ اور اس کے

الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِىَ الْاَمْرُ ۗ وَاِلَى اللّٰهِ

فرشتے اتر آئیں اور (ان کا) کام تمام کر دیا جائے۔ اور (آخر کار) سب کام اللہ ہی

تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۲۱۰ ع سَلْ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ

کی طرف لوٹائے جائیں گے (۱) اے پیغمبر! بنی اسرائیل سے پوچھو کہ ہم نے ان کو

مِّنْ اٰيَةٍۭ بَيِّنَةٍ ۗ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْ

کس قدر کھلی نشانیاں دیں اور جو شخص اللہ کی نعمت (یعنی آسمانی کتاب) مل چکنے کے

بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲۱۱

بعد اس کو بدل ڈالے تو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (۲)

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ

کافروں کے لئے دنیا کی زندگی خوشنما کر دی گئی ہے۔ اور وہ ایمان والوں کی (موجودہ

مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ

بے سروسامانی دیکھ کر) ہنسی اڑاتے ہیں۔ حالانکہ جو لوگ پرہیزگار ہیں وہ قیامت کے دن ان کافروں سے

الْقِيٰمَةِ ۗ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۲۱۲

کہیں بلند مرتبہ پر ہوں گے اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے (۳)

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۣ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ

(شروع میں) سب لوگ ایک ہی دین پر تھے (پھر وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے) تو اللہ نے (ایمان والوں کو رضائے الٰہی کی)

مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۠ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ

خوشخبری دینے والے اور (کافروں کو عذاب الٰہی سے) ڈرانے والے پیغمبر بھیجے اور ان کے ساتھ

(۱) مشرکین عرب اور اہل کتاب کے بارے میں فرماتا ہے کہ کلام الٰہی ان کے سامنے نازل ہو رہا ہے پیغمبر آخر الزماں کی صداقت کی سینکڑوں نشانیاں یہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر کیوں ان کے دلوں میں ایمان و یقین پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے بعد اب یہ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ کیا یہ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود ابر کے سایہ میں اور فرشتوں کے جھرمٹ میں قہر و جلال کے ساتھ ان پر نمودار ہو اور آج ہی ان بدبختوں کا فیصلہ کر دے بے شک ایسا ہوگا مگر کب؟ قیامت کے دن جبکہ سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے اور وہ ان بدبختوں کے معاملہ کا فیصلہ کرے گا۔ اور جب ایسا ہوگا تو ان بدبختوں کی آنکھیں کھلیں گی اور وہ اسلام لے آئیں گے مگر اس وقت کا اسلام لانا ان کو عذاب الٰہی سے نہیں چھڑا سکے گا۔

(۲) یعنی اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ وہ بے وجہ کسی قوم کو عذاب نہیں دیتا۔ بنی اسرائیل سے پوچھو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیسا معاملہ کیا۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے ان پر حق کی روشن دلیلیں اتاریں اور ان کو کامیابی کا راستہ دکھلایا جب انھوں نے جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی دلیلوں سے آنکھیں بند کرلیں اور اس کی نعمتوں کو ٹھکرا دیا تب وہ عذاب میں مبتلا کئے گئے۔

ع ۲۵ ۱۰

(۳) یعنی کافروں کے ایمان نہ لانے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی نظروں میں دنیا کی زندگی اور اس کی محبت ایسی سما گئی ہے کہ اس کے مقابلہ میں آخرت کے رنج و راحت کو خیال ہی میں نہیں لاتے بلکہ مسلمانوں پہ ہنستے ہیں اور ان کو ذلیل سمجھتے ہیں۔

وقف لازم

مفسرین نے لکھا ہے کہ قریش کے مغرور سردار حضرت بلالؓ، عمارؓ، صہیبؓ اور فقرائے مہاجرین کو دیکھ دیکھ کر ان کا مذاق اڑاتے اور کہتے تھے کہ ان نادانوں نے بے وجہ آخرت کے خوف سے دنیا کی مصیبتوں کو اپنے سر لے رکھا ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھو کہ ان فقیروں اور بے کسوں کی مدد سے قریش کے سرداروں پر غالب آنا اور دنیا بھر کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان بے وقوفوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ عزت کی اصلی چیز دنیوی جاہ و مال نہیں ہے بلکہ ایمان و عمل کی دولت ہے جو لوگ اس دنیا میں پرہیزگارانہ زندگی بسر کرتے ہیں قیامت کے دن وہی ان کافروں کے مقابلہ میں عزت والے اور بلند مرتبہ ہوں گے اور پھر یہ دنیوی مال و جاہ بھی اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے جس کو چاہے فقیر کر دے اور جس کو چاہے امیر۔ چنانچہ یہی ہوا کہ یہی بے سروسامان لوگ چند سال کی مدت میں ایران اور روم کی سلطنتوں کے مالک بنا دئے گئے۔

بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ

سچی کتابیں نازل کیں تاکہ جن باتوں میں لوگ اختلاف کرتے تھے وہ (کتاب) ان میں فیصلہ کردے

وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ

اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی وہی (لوگ) اپنے پاس کھلے کھلے احکام آنے کے بعد

مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۖ فَهَدَى اللَّهُ

آپس کی ضد سے اس میں اختلاف کرنے لگے تو جس حق بات میں وہ

الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ ۗ

اختلاف کرتے تھے اللہ نے اپنی مہربانی سے مسلمانوں کو اس کی راہ دکھادی

وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٢١٣﴾

اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھادیتا ہے (۱)

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ

(مسلمانو!) کیا تم خیال کرتے ہو کہ (یوں ہی) بہشت میں داخل ہوجاؤگے حالانکہ ابھی تم کو پہلے

الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۖ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ

لوگوں کی سی مشکلیں پیش آئی ہی نہیں ان کو بڑی بڑی سختیاں

وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ

اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ (سختیوں سے) ہلاہلادیے گئے یہاں تک کہ پیغمبر اور جو ایمان والے

آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ

لوگ ان کے ساتھ تھے سب پکار اٹھے کہ کب اللہ کی مدد آئے گی (جب نوبت یہاں تک پہنچی تو ارشاد خداوندی ہوا کہ گھبراؤ

قَرِيبٌ ﴿٢١٤﴾ يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۖ قُلْ مَا أَنْفَقْتُمْ

نہیں) دیکھو اللہ کی مدد قریب ہے (۲) (اے پیغمبر! لوگ) تم سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں تو کہہ دو جو کچھ بھی خرچ کرو

(۱) شروع میں سب لوگ ایک ہی قوم تھے اور ایک ہی دین پر متفق تھے جس کی بنیاد توحید پر تھی۔ ان میں کوئی اختلاف نہ تھا پھر انسانی نسل کی کثرت اور وسعت کی وجہ سے طرح طرح کے اختلافات پیدا ہوئے اور الگ الگ جماعتیں بن گئیں پھر اختلافات نے بڑھ کر ظلم و فساد کی صورت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے انبیاء بھیجے اور ان کے ساتھ سچی کتابیں بھیجیں تاکہ وہ اختلافات کو دُور کرکے لوگوں کو ایک طریقے پر جمع کردیں مگر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس کے باوجود اختلاف ان ہی لوگوں نے کیا جن کو کتاب دی گئی تھی پھر یہ کہ اختلاف کا سبب حسد، آپس کی ضد، آبائی تقلید اور کج بحثی تھی۔ پھر اللہ نے اپنے فضل سے مسلمانوں کو حق کے راستے کی ہدایت فرمائی اور یہود و نصاریٰ جن اختلافات میں پڑے ہوئے تھے اُن سے بچالیا اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دین کی سیدھی راہ دکھادیتا ہے۔

(۲) اس آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صبر و تحمل اور ثابت قدمی کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ صرف یہی کام کافی نہیں ہے کہ تم نے زبان سے اقرار کرلیا اور جنتی ہوگئے بلکہ ضروری ہے کہ اُن تمام آزمائشوں میں ثابت قدم رہو جو تم سے پہلے حق پرستوں کو پیش آچکی ہیں ابھی تو تمھیں وہ آزمائیں پیش ہی نہیں آئیں جو تم سے پہلے لوگوں کو پیش آچکی ہیں اُن پر اتنی سختیاں گذریں کہ ان کے دل دہل گئے یہاں تک کہ نبی اور ان کے ساتھی پکار اُٹھے کہ دیکھئے اللہ کی مدد کب آئے جب یہاں تک نوبت پہنچی تب رحمت الٰہی ان کی طرف متوجہ ہوئی اور ندا آئی کہ گھبراؤ نہیں، اللہ کی مدد تم سے قریب ہے۔

(۱) چونکہ اوپر کی آیتوں میں ان لوگوں کی فضیلت بیان کی گئی تھی جو اللہ کی خوشنودی کیلئے اپنی جان و مال قربان کردیتے ہیں۔ اسلئے یہاں اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کا طریقہ بتایا بعض صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں؟ ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس میں اس بات کو بتایا کہ مال کس کس پر خرچ کرنا چاہیئے چنانچہ فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرنا چاہو تو اس کے مستحق یہ لوگ ہیں تمہارے ماں باپ، عزیز و اقربا، یتیم بچے، مساکین اور تنگ دست مسافر۔ یاد رکھو! جو کچھ تم نیکی کے کام کرتے ہو وہ اللہ سے پوشیدہ نہیں اللہ تم کو ضرور اس کا اجر دے گا۔

مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ

وہ (درجہ بدرجہ) ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں

وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

اور مسافروں کو دو اور جو بھلائی تم کرتے ہو اللہ اس کو

بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ

جانتا ہے (۱) (مسلمانو!) تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اگرچہ وہ تم پر گراں ہوگا

وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ

مگر عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو

وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ

اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اور (اس بات کو) اللہ

يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ ع يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے (۲) (اے پیغمبر! لوگ) تم سے عزت و حرمت والے

الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ

مہینہ میں جنگ کرنے کی نسبت (حکم) دریافت کرتے ہیں کہدو کہ اس مہینہ میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے مگر لوگوں کو

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

اللہ کی راہ سے روکنا اور اللہ کو نہ ماننا اور مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ میں جانے) سے لوگوں کو بند کرنا

وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ

اور اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دینا (جو یہ کفار کرتے ہیں) اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور فتنہ پردازی

اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ

تو خوں ریزی سے بھی بڑھ کر ہے۔ (۳) اور (اے مسلمانو!) یہ کفار ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے

(۲) جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ مکہ میں رہے، کفار کی طرف سے سخت ایذائیں اور تکلیفیں برداشت کرتے رہے لیکن جہاد کی اجازت نہیں دی گئی۔ پھر جب آپ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو بظاہر معلوم ہوا کہ یہاں مسلمانوں کو ایک حد تک امن و چین نصیب ہوا لیکن درحقیقت حالات زیادہ سخت اور نازک ہوگئے۔ کفار مکہ نے مدینہ کے یہود اور منافقوں سے ساز باز کرکے اسلام اور مسلمانوں کی بیخ کنی کی ٹھان لی۔ ان حالات میں مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت ملی۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ ممکن ہے کہ جہاد تم پر گراں گزرے لیکن تمہاری مصلحتوں کو ہم خوب جانتے ہیں ہوسکتا ہے کہ ایک بات کو تم برا سمجھتے ہو اور حقیقت میں وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور ایک بات تمہیں اچھی لگتی ہو اور اسی میں تمہارے لئے برائی پوشیدہ ہو کیونکہ تم کچھ جانتے نہیں لیکن ہم کو ہر چیز کا ٹھیک ٹھیک علم ہے لہٰذا ہم جو حکم دیں اس کو دل و جان سے مانو۔ ہمارا کوئی کام مصلحت سے خالی نہیں۔ بعد کی آیت میں جہاد کی ضرورت اور اس کے فائدے بیان فرمائے۔

۲۶
ع
۶
۱۰

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش کی قیادت میں مجاہدین کی ایک جماعت کو کفار مکہ کے ایک قافلہ کی خبر لانے کے لئے روانہ فرمایا۔ طائف کے قریب بطن نخلہ کے مقام پر کافروں سے جھڑپ ہوگئی۔ مجاہدین کو کامیابی ہوئی اور کچھ مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔ اس پر کفار مکہ نے صحابہؓ کو طعنہ دیا اور کہا کہ تم لوگ شہر حرام یعنی ادب کے مہینے کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔ دیکھو رجب کے مہینے میں تم نے لڑائی کی۔ مجاہدین کو یہ سن کر حیرت ہوئی کیونکہ وہ سمجھے تھے کہ وہ جمادی الثانی کا آخری دن ہے اور ابھی رجب شروع نہیں ہوا۔ مجاہدین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ تاریخ میں شبہ ہونے کی وجہ سے ہم سے یہ غلطی ہوگئی۔ اس کا کیا حکم ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد فرمایا کہ ادب کے مہینوں میں لڑنا جنگ و جدال کرنا بڑے گناہ کی بات ہے لیکن کفار مکہ تو ایسے افعال کر رہے ہیں جو اللہ کے نزدیک ادب کے مہینوں میں جنگ کرنے سے بھی زیادہ بڑے گناہ کے کام ہیں دیکھو انھوں نے خود بھی دین حق سے انکار کیا اور لوگوں کو بھی اس کے قبول کرنے سے روکا، اللہ کے بندوں کو خانہ کعبہ کی زیارت سے روکا، مکہ کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال باہر کیا اور ملک میں فتنہ و فساد برپا کرکے دین حق کی مخالفت پر آمادہ ہوئے۔ ایسے ناپاک افعال کرنے والوں کو کیا حق ہے کہ ادب کے مہینوں میں جنگ کرنے والوں پر نکتہ چینی کریں۔

(۱) اس آیت میں جہاد کی ضرورت اور اس کی مصلحت ظاہر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ کفار مکہ محض اس لئے تم سے ناراض ہیں کہ تم نے پچھلے عقائد چھوڑ کر ایک نیا دین اختیار کر لیا ہے اور ان کی مخالفت بھی کوئی معمولی مخالفت نہیں ہے وہ اپنے دلوں میں یہ بات ٹھان چکے ہیں کہ تم سے برابر جنگ جاری رکھیں یہاں تک کہ یا تو تم کو دین حق سے پھیر دیں یا پھر تمہاری جماعت کو نیست و نابود کر دیں۔ اور یقین ہے کہ تم دین حق سے پھرنے والے نہیں ہو کیونکہ تم جانتے ہو کہ جو دین حق سے پھر جائے اور اسی حالت پر مرے تو اس کے سارے اعمال اکارت ہو جاتے ہیں اور ہمیشہ کیلئے دوزخ اس کا ٹھکانا ہوتا ہے۔ اس لئے اب اس کے سوا چارہ نہیں کہ تم اپنے دین کی حفاظت اور اپنی جماعت کی بقا کیلئے تلوار

حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۭ وَمَنْ

یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں تم میں

يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَھُوَ كَافِرٌ

سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے اور کفر کی حالت میں مر جائے تو

فَاُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ

ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں برباد ہو جائیں گے۔

وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۲۱۷

اور یہی لوگ دوزخ (میں جانے) والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے (۱)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ ھَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا

اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے گھر بار چھوڑا اور اللہ کی

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ

راہ میں جہاد کیا تو ایسے ہی لوگ رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۱۸ يَسْــَٔـلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ

بڑا بخشنے والا (اور) رحم فرمانے والا ہے (۲) (اے پیغمبر! لوگ) تم سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں (ان سے) کہہ دو کہ

فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْـمُهُمَآ اَكْبَرُ

ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کیلئے کچھ فائدے بھی ہیں مگر ان کا گناہ (اور نقصان) ان کے

مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ وَيَسْــَٔـلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ڛ قُلِ

فائدے سے کہیں زیادہ ہے (۳) اور (اے پیغمبر! لوگ) تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں (ان سے) کہہ دو کہ

الْعَفْوَ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ

جو ضرورت سے زیادہ ہو (۴) اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنے احکام صاف صاف

اٹھاؤ اور حملہ آوروں کا مردانہ وار مقابلہ کرو، چاہے کوئی بھی جگہ ہو اور کوئی سا مہینہ ہو۔

(۲) عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھی مجاہدوں کو یہ فکر ہوئی کہ دیکھئے اس جہاد کا ثواب بھی ملتا ہے یا نہیں کیونکہ جہاد کے دن رجب کا مہینہ شروع ہو چکا تھا جس میں جنگ کرنا منع ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ گو یہ جنگ غلطی سے ماہ حرام میں سہی تاہم جو لوگ ایماندار مجاہد ہیں وہ اس ذرا سی غلطی سے اللہ کی رحمت و ثواب سے ناامید و محروم نہیں ہو سکتے۔ اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

(۳) شراب اور جوئے کا جوڑ ہے۔ دنیا کی کوئی قوم ان سے بچ نہ سکی آج بھی ترقی یافتہ قومیں جنگ کے موقع پر غم غلط کرنے اور جوش پیدا کرنے کیلئے شراب کو اور دل بہلانے کیلئے جوئے وغیرہ کو ضروری سمجھتی ہیں اسی مناسبت سے جہاد کے ذکر میں یہ سوال اٹھایا گیا کہ آیا شراب اور جوا جائز ہے یا نہیں۔

جواب میں فرمایا کہ بے شک شراب اور جوئے میں کچھ فائدے بھی ہیں لیکن ان کے نقصانات ان کے فائدوں سے بہت زیادہ ہیں شراب سے دراصل حقیقی جوش و قوت پیدا نہیں ہوتی بلکہ محض عارضی جوش و خروش ہوتا ہے۔ شراب سے ہوش و حواس گم ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات لڑائی اور جھگڑے کی نوبت آجاتی ہے اور طرح طرح کے اخلاقی اور جسمانی امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور جوئے میں اکثر اوقات رائیگاں جاتے ہیں اور مال ضائع ہوتا ہے، اہل و عیال اور دوسرے حق داروں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ اور طرح طرح کے ظاہری باطنی نقصانات ہوتے ہیں چونکہ شراب اور جوئے کی عادت عربوں کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی تھی اس لئے ان دونوں کی حرمت کا حکم ایک دم نہیں دیا گیا بلکہ کئی مرتبہ احکام نازل کر کے رفتہ رفتہ اس عادت کو چھڑایا گیا۔ اس بارے میں سب سے پہلے یہی آیت نازل ہوئی جس میں ان دونوں کے نقصانات کی طرف توجہ دلائی گئی پھر سورۂ نساء کی یہ آیت نازل ہوئی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى۔ یعنی مسلمانو! جب تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ۔ سب سے آخر میں شراب اور جوئے کی حرمت کا وہ حکم نازل ہوا جو سورۂ مائدہ کی اس آیت میں بیان کیا گیا کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ یعنی مسلمانو! شراب، جوا اور بت اور پانسے یہ سب ناپاک اور شیطانی کام ہیں تو ایسے ہر کام سے بچتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو۔

چنانچہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ معرفت و اطاعت الٰہی کے متوالوں نے اس حکم کی تعمیل میں شراب خانے ویران کر دئے اور شراب کے مٹکے توڑ ڈالے دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ اس مبارک دن مدینہ کی گلی کوچوں میں شراب پانی کی طرح بہ رہی تھی۔ کاش آج بھی مسلمان احکام اسلام کا ایسا ہی احترام کرتے۔ (۴) جہاد کے سلسلہ میں سوال ہوا کہ دینی اور قومی کاموں میں کس قدر خرچ کیا جائے اس بارے میں یہ ہدایت فرمائی کہ پہلے اپنے خاندان کے ضروری اخراجات کا خیال کرو۔ اس سے جو بچ جائے وہ دینی اور قومی کاموں میں خرچ کر سکتے ہو۔

تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَيَسْئَلُوْنَكَ

بیان کرتا ہے تاکہ تم دنیا اور آخرت (کی باتوں) میں غور کرو۔ اور (اے پیغمبر! لوگ)

عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ

تم سے یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (ان سے) کہدو کہ یتیموں کی حالت کا درست کرنا بہت اچھا کام ہے۔ اور اگر تم ان سے مل جل کر

تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ

رہو (یعنی خرچ اکٹھا رکھنا چاہو) تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ خرابی کرنے والا کون ہے اور

الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾

اصلاح کرنے والا کون ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو مشکل میں ڈال دیتا۔ بیشک اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے (۱)

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ

اور (اے مسلمانو!) جب تک مشرک عورتیں ایمان نہ لائیں ان سے نکاح نہ کرو۔ کیونکہ مشرک عورت سے خواہ وہ تم کو کیسی

خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا

ہی بھلی معلوم ہو مسلمان باندی بہتر ہے۔ اور (اسی طرح) جب تک مشرک مرد ایمان نہ لائیں

الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ

مسلمان عورتوں کا ان سے نکاح نہ کرو کیونکہ مشرک مرد سے خواہ وہ تم کو کیسا ہی بھلا معلوم ہو

مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ

مسلمان غلام بہتر ہے۔ یہ مشرک (لوگوں کو) دوزخ کی طرف بلاتے ہیں

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ

اور اللہ اپنی مہربانی سے جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے۔

وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾ ع

اور لوگوں کے لئے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں (۲)

(۱) جہاد کے سلسلہ میں یتیموں کا مسئلہ بڑا اہم ہے اس مسئلہ کی تفصیلات دوسری سورتوں میں ذکر کی گئی ہیں اس آیت میں یتیموں کی پرورش کرنے والوں کو یہ اصولی ہدایت فرمائی کہ اصل مقصد یتیموں کی اصلاح اور ان کے مال کی حفاظت ہے۔ ان کے معاملات میں وہی راہ اختیار کرنی چاہئے جس میں اُن کے لئے بہتری ہو۔ لیکن یتیموں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ تم کو مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ یہ ضروری نہیں کہ شدت احتیاط کی وجہ سے تم اُن کا کھانا پینا بالکل الگ رکھو۔ اپنی سہولت کے خیال سے کھانے پینے میں ان کو اپنے ساتھ شریک کر سکتے ہو۔ مگر اس کا خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے کون یتیموں کا بہی خواہ ہے اور کس کی نیت ان کے مال پر ڈانواڈول ہوتی ہے۔

(۲) مدینہ میں مُسلمانوں کی ایک مستقل اور آزاد جماعت قائم ہو جانے کے بعد سوال پیدا ہوا کہ آیا مسلمانوں اور مشرکین میں شادی بیاہ کا رشتہ قائم ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمان مرد مشرک عورت سے اور اسی طرح مسلمان عورت مشرک مرد سے نکاح نہیں کر سکتی۔ اس حکم کی مصلحت یہ بیان فرمائی کہ مشرک برابر شرک کی دعوت دیتے اور مشرکانہ افعال و عادات کو پھیلاتے رہتے ہیں اس لئے باہم شادی کی صورت میں اس بات کا سخت خطرہ ہے کہ مسلمان شرک میں مبتلا ہو کر اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور جنت سے محروم ہو جائینگے جن کی طرف اللہ تعالیٰ دعوت دیتا ہے۔

ع ۲۷ ۵ ۱۱

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا

اور (اے پیغمبر! لوگ) تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تم ان سے کہہ دو کہ وہ (حیض) ایک گندگی ہے

النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى

تو حیض کے دنوں میں عورتوں سے الگ رہا کرو۔ اور جب تک وہ پاک نہ ہوجائیں ان کے پاس

يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ

نہ جاؤ پھر جب وہ پاک ہوجائیں تو جس جگہ سے اللہ نے تم کو اجازت دی ہے ان کے پاس

اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾

جاؤ بےشک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے (۱)

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ص فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ز

تمہاری عورتیں (گویا) تمہاری کھیتی ہیں تو جس طرح چاہو اپنی کھیتی میں جاؤ

وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ

اور اپنے لئے نیک عمل آگے بھیجو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ ایک دن تمہیں

مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً

اس کے روبرو حاضر ہونا ہے۔ اور اے پیغمبر! ایمان والوں کو خوشخبری سنادو اور (مسلمانو!) اللہ کے نام کو اپنی قسموں کا

لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ

نشانہ نہ بناؤ کہ (اس کی آڑ لے کر) لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے اور پرہیزگاری کرنے اور صلح صفائی کرانے

النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ

سے رک جاؤ) اور اللہ (سب کچھ) سننے والا (اور) جاننے والا ہے (۲) اللہ تمہاری لغو قسموں پر

بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ

تم سے مواخذہ نہیں کرے گا لیکن جو قسمیں تمہارے دلوں کے ارادے سے ہوں ان پر ضرور مواخذہ

(۱) یہود کے ہاں رواج تھا کہ ماہواری ایام کے زمانہ میں عورت کو ناپاک سمجھ کر گھر سے باہر کردیتے تھے، اس بارے میں مسلمانوں کو ہدایت دی جاتی ہے کہ ماہواری ایام میں جس کی مدت عام طور پر دس دن ہوتی ہے عورتوں سے صحبت نہ کرنی چاہیئے کیوں کہ ان ایام میں صحبت کرنا طبی حیثیت سے سخت نقصان دہ اور پاکیزگی کے خلاف ہے، البتہ ان کے ساتھ رہنے سہنے، بیٹھنے اٹھنے اور کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں جب وہ نہا دھو کر پاک ہو جائیں تو ان سے صحبت کرسکتے ہو، مگر اس میں بھی اس بات کا خیال رہے کہ فطری خواہش کے پورا کرنے کے ساتھ ساتھ انسانی نسل کی بقا بھی ضروری ہے۔

عورت مرد کے تعلقات میں ناپاک اور غیر فطری راہ اختیار نہیں کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو پاکیزگی کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

(۲) جن لوگوں کی زبانیں قسم کے بارے میں بہت آزاد ہوتی ہیں، وہ کبھی کبھی اچھے اور نیک کام کے نہ کرنے پر بھی قسم کھا بیٹھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ ہم نے تو اللہ کی قسم کھالی ہے، ہم اس کام کو کیسے کرسکتے ہیں۔ اس طرح نیک کام نہ کرنے کے لئے بھی اللہ کے نام کو بہانہ بناتے ہیں۔ اس طرح کی قسمیں کھانے سے منع کیا جاتا ہے۔ فقہ کا حکم یہ ہے کہ اس طرح کی قسم کو توڑ کر اس کا کفارہ دینا چاہیئے۔

(۱) بعض لوگ بے سمجھے بوجھے یوں ہی بات بات پر واللہ باللہ کہتے اور قسمیں کھاتے ہیں ایسی قسم کا نام لغو ہے۔ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم تم پر آسانی کرتے ہیں اور ایسی لغو قسم کو اپنی رحمت سے معاف کردیتے ہیں البتہ جو قسم کہ سوچ سمجھ کر اور دلی ارادے کے ساتھ کھائی جائے اور پھر اس کے خلاف کیا جائے تو بیشک ایسی قسم پر گرفت کی جائے گی۔

(۲) جب کوئی شخص چار مہینے یا اس سے زائد مدت کیلئے اپنی بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھائے تو اس کو ایلا کہتے ہیں حکم یہ ہے کہ اب اس شخص کو صرف چار مہینے کی مہلت دی جاتی ہے۔ اس مدت میں کچھ نہ کچھ فیصلہ کرنا ضروری ہے۔ چاہے تو چار مہینے کے اندر اندر اپنی بیوی سے مل لے اور قسم توڑنے کا کفارہ دیدے۔ عورت بدستور نکاح میں رہے گی۔ ورنہ اگر چار مہینے گذر گئے اور وہ بیوی سے نہ ملا تو قانون شریعت فیصلہ کردیتا ہے کہ طلاق بائن پڑجاتی ہے اور عورت نکاح سے خارج ہوجاتی ہے۔ اب اس میں نہیں مل سکتا ہاں اگر دونوں راضی ہوں تو پھر سے نکاح کرکے میاں بیوی بن سکتے ہیں۔

قُلُوبُكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿٢٢٥﴾ لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ

کرے گا ۔ اور اللہ بخشنے والا بُردبار ہے ۔ (۱) جو لوگ اپنی بیویوں سے

مِن نِّسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ ۖ فَإِن فَاءُوا

(الگ رہنے کی) قسم کھالیں ان کو چار مہینے کی مہلت ہے پھر اگر اس مدت میں قسم سے رجوع کریں

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٢٦﴾ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ

تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر طلاق کا ارادہ کرلیں تو بھی

فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٢٧﴾ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ

اللہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے ۔ (۲) اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو تو

بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن

وہ اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں اور اگر وہ اللہ اور قیامت کے دن پر

يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِن كُنَّ

ایمان رکھتی ہیں تو ان کو جائز نہیں کہ اللہ نے جو کچھ ان کے شکم میں

يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ

پیدا کیا ہے اس کو چھپائیں (۳) اور اس مدت میں ان کے

بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا ۚ وَلَهُنَّ

شوہروں کو لوٹا لینے کا حق ہے بشرطیکہ ان کو اصلاح حال مقصود ہو (۴) اور عورتوں کا

مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ

حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسا دستور کے موافق مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔ البتہ مردوں کو عورتوں پر کچھ

دَرَجَةٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٢٨﴾ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ

فضیلت ہے ۔ اور اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے (۵) اور طلاق (رجعی) دو بار تک ہے

(۳) اس آیت میں مطلقہ کی عدت کا حکم بیان کیا گیا ہے جس عورت کو اس کا شوہر طلاق دیدے وہ مطلقہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ مطلقہ عورتوں کو چاہئے کہ طلاق کے بعد فوراً کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کریں بلکہ تین ماہواری ایام یعنی تین مہینے گزرنے تک انتظار کریں ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ ماہواری ایام یا حمل جو حالت بھی ہو اس کو سچ سچ ظاہر کردیں اور اس بارے میں غلط بیانی سے کام نہ لیں کیونکہ حمل کی صورت میں عدت وضع حمل یعنی بچہ پیدا ہونے تک ہوگی۔ مطلقہ کی کئی حالتیں ہیں اور ہر حالت میں عدت کی مدت جدا ہے اس آیت میں ایک حالت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ باقی حالتوں کا حکم دوسرے مقام پر آئے گا۔

واضح ہو کہ اسلامی نقطۂ نظر سے نکاح کا مقصد یہ نہیں کہ ایک مرد اور عورت کسی نہ کسی طرح ایک دوسرے کے سر پڑجائیں۔ اور نہ یہ ہے کہ عورت کو مرد کی نفسانی خواہشات کے پورا کرنے کا آلہ بنایا جائے مقصد یہ ہے کہ میاں بیوی کے میل ملاپ اور پیار و محبت سے ایک خوش حال اور ازدواجی (گھریلو) زندگی پیدا ہو۔ اگر کسی وجہ سے ایسا نہیں ہے تو نکاح کا مقصد پورا نہیں ہوا۔ اب عورت اور مرد کا ایک دوسرے سے بندھا رہنا ایک بے معنی بات ہوگی۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ اس بے مزہ زندگی سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے کوئی راہ کھولی جائے۔ اس کا نام قرآن کی زبان میں طلاق ہے۔

(۴) جس شوہر نے طلاق دی ہے اس کو اس بات کا حق ہے کہ اگر وہ چاہے تو عدت کے اندر اندر رجوع کرلے اور بیوی کو پھر سے رکھ لے مگر اس میں حکم یہ ہے کہ شوہر کی نیت بھلائی اصلاح اور خانہ آبادی کی ہو۔ اگر بیوی کو ستانے اور معلق حالت میں رکھنے کے ارادے سے کوئی شوہر رجوع کرے گا تو گناہگار ہوگا۔

۲۸ ع ۷ ۱۲

(۵) اس آیت میں عورتوں کے حقوق کا اعلان کیا جاتا ہے ارشاد ہوتا ہے کہ میاں بیوی کا معاملہ یکطرفہ نہیں ہے کہ صرف شوہر ہی کو ہر قسم کے حقوق حاصل ہوں اور بیچاری بیوی کسی حق کی مالک نہ ہو قانون یہ ہے کہ جیسے حقوق مردوں کے عورتوں پر ہیں ویسے ہی حقوق عورتوں کے مردوں پر ہیں البتہ مردوں کو عورتوں پر ایک طرح کی فضیلت دی گئی ہے لیکن اس کا نتیجہ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ مرد عورتوں پر ظلم کریں اور ان کے حقوق تلف کریں بلکہ ہر فریق کو دوسرے فریق کے حقوق کا لحاظ رکھنا چاہئے اس میں اللہ تعالٰی کی خوشنودی بھی ہے اور خانہ آبادی بھی۔

فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ

اس کے بعد یا تو (عورت کو) دستور کے موافق روک لیا جائے یا اچھے طریقہ سے الگ کردیا جائے (۱) اور یہ جائز نہیں

لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ

کہ جو تم ان کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو مگر یہ کہ میاں بیوی کو

يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا

اس بات کا خوف ہو کہ اللہ نے میاں بیوی کے سلوک کی جو حدیں ٹھہرا دی ہیں ان پر قائم نہیں رہ سکیں گے تو اگر تمھیں ڈر ہو کہ

يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا

میاں بیوی اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں پر قائم نہ رہ سکیں گے اور عورت (اپنا پیچھا چھڑانے کے عوض) کچھ دیدے تو اس میں

افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ

دونوں پر کچھ گناہ نہیں (۲) یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں پس تم ان سے باہر قدم نہ نکالو

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝٢٢٩

اور جو اللہ کی حدوں سے باہر نکل جائیں تو وہ ظالم ہیں

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ

پھر اگر شوہرنے (دو طلاق کے بعد تیسری بار عورت کو طلاق دیدی تو اسکے بعد جب تک عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح

زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ

نہ کرلے پہلے شوہر پر حلال نہ ہوگی ہاں اگر دوسرا شوہر اس کو طلاق دیدے اور عورت اور پہلا شوہر پھر ایک دوسرے کی طرف

اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ

رجوع کرلیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ دونوں کو یقین ہو کہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے اور یہ

حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝٢٣٠ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ

اللہ کی حدیں ہیں جن کو اللہ سمجھ دار لوگوں کیلئے صاف صاف بیان کرتا ہے (۳) اور جب تم نے عورتوں کو

(۱) اسلام سے پہلے عرب عورتوں کی حق تلفی کرنے میں بہت بیباک تھے حق تلفی کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ شوہر نے عورت کو طلاق دیدی۔ عدت ختم ہونے کو آئی تو رجوع کرلیا پھر طلاق دیدی پھر رجوع کرلیا۔ اس طرح شوہر برسوں عورت کو لٹکائے رکھتا نہ تو اچھی طرح اس کے حقوق ادا کرتا اور نہ طلاق دیکر اس کو بالکل آزاد ہی کرتا۔ اسلام نے عورت کے حقوق کی حفاظت کی خاطر طلاق کے طریقوں میں بھی اصلاحی احکام جاری کئے۔ فرمایا کہ پہلی اور دوسری طلاق تک تو مرد کو اختیار ہے کہ چاہے تو عدت کے اندر اندر رجوع کرے عورت کو روک لے اور دستور کے موافق اس کے حقوق ادا کرے اور چاہے تو رجوع نہ کرے عدت گزر جانے دے اور خوش اسلوبی کے ساتھ اس کو الگ ہو جانے دے۔ عدت گزر جانے کے بعد رجوع نہیں کرسکے گا ہاں اگر دونوں راضی ہوں تو پھر سے نکاح کرکے نئے سرے سے میاں بیوی بن سکتے ہیں۔ تیسری طلاق کا حکم دو آیتوں کے بعد بیان کیا گیا ہے۔

واضح ہو کہ طلاق کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ماہواری ایام کے بعد عورت کی پاکی کی حالت میں جبکہ صحبت نہ کی ہو ایک طلاق دے اور عورت عدت گزارنی شروع کردے۔ پھر دوسرے مہینہ میں پاکی کی حالت میں دوسری طلاق اور تیسرے مہینہ میں تیسری طلاق۔ تین طلاق کا لفظ بول کر ایک ہی جملہ میں آخری فیصلہ صادر کردینا طلاق کا پسندیدہ طریقہ نہیں ہے۔ اس میں مصلحت یہ ہے کہ شریعت کے نقطۂ نظر سے نکاح کا رشتہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس گھڑی چاہا بات کی بات میں توڑ کر رکھ دیا طلاق کے ذریعہ میاں بیوی میں جدائی ہونا کوئی پسندیدہ بات نہیں ہے۔ میاں بیوی کے انتہائی خراب تعلقات کی صورت میں ایک ناگزیر اصلاحی تدبیر ہے اس لئے شوہر کو موقع دیا گیا ہے کہ اچھی طرح سوچ سمجھ لے انجام پر غور کرلے اصلاحی صورتوں کا جائزہ لے اور ممکن ہو تو آخری فیصلہ صادر کرنے سے پہلے اصلاح کرلے۔

(۲) شوہر کو اس بات کی اجازت نہیں کہ اس نے بیوی کو مہر اور اس کے علاوہ زیور وغیرہ جو کچھ دیا ہے طلاق دیتے وقت وہ واپس لے لے۔ ہاں اگر ایسی صورت ہو کہ شوہر طلاق دینا نہ چاہتا ہو اور اس کی طرف سے کوئی ظلم و زیادتی بھی نہ ہو لیکن کسی وجہ سے میاں بیوی میں بنتی نہ ہو اور تلخی اس حد تک بڑھ گئی ہو کہ نباہ کا کوئی امکان ہی نہ رہا ہو اور عورت مال دیکر اپنا پیچھا چھڑانا چاہتی ہو تو ایسی صورت میں مرد کو اجازت ہے کہ مال لے کر طلاق دیدے۔ اس طرح کی طلاق کا نام خُلَع ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایک بی بی کو اس طرح مال کے بدلے میں طلاق لینے کی اجازت دی تھی۔

(۳) اگر دو طلاق کے بعد شوہر نے رجوع نہیں کیا بلکہ تیسری طلاق بھی دے دی تو اب جدائی قطعی ہوگئی اور شوہر کو رجوع کا حق بھی نہیں رہا۔ لیکن اس کے بعد بھی اگر دونوں ملنا چاہیں تو اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ عدت گزرنے کے بعد عورت کسی دوسرے سے نکاح کرلے اور دونوں صحبت کریں پھر یہ شوہر خوشی سے طلاق دے اور قاعدہ کے موافق عورت عدت گزارے۔ اس طریقہ کو حلالہ کہتے ہیں۔ اب اگر پہلا شوہر اور عورت چاہیں تو از سرِ نو نکاح کرکے پھر سے میاں بیوی بن سکتے ہیں۔

النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ

طلاق (رجعی) دی اور ان کی عدت پوری ہونے کو آئی تو انھیں یا تو دستور کے موافق نکاح میں رہنے دو

اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۠ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا

یا ان کو قاعدے کے موافق چھوڑ دو اور اس ارادہ سے انھیں نہ روکو کہ بعد کو ان پر

لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ

زیادتی کرنے لگو اور جو ایسا کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۡ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ

اور اللہ کے احکام کو ہنسی کھیل نہ بناؤ اور اللہ نے جو تم پر احسان

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ

کئے ہیں ان کو یاد کرو، اور (خاص کر یہ کہ) اس نے تم پر کتاب اور

وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ

حکمت اتاری جس کے ذریعہ وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ

اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٢٣١﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ

سب کچھ جانتا ہے (۱) اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو

فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ

اور ان کی عدت پوری ہو جائے تو ان کے شوہروں کے ساتھ نکاح کرنے سے ان کو

اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ ذٰلِكَ

مت روکو بشرطیکہ دستور کے موافق وہ آپس میں رضامند ہو جائیں اس

يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

حکم سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ اور روز آخرت پر

(۱) اس آیت میں طلاق رجعی کے احکام کی مزید وضاحت فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ رجوع کرنے کا اختیار شوہر کو اسی وقت استعمال کرنا چاہئیے جب کہ اس کی نیت صاف ہو، عورت کو دستور کے موافق بیوی بنا کر رکھنے اور اس کے حقوق پورے کرنے کا ارادہ ہو، ورنہ عورت پر ظلم کرنے اور اس کو اَدھر لٹکائے رکھنے کی نیت سے رجوع کرنا جائز نہیں۔

بہتر یہ ہے کہ عدت پوری ہونے پر خوش اسلوبی کے ساتھ اس کو بالکل آزاد ہو جانے دے۔ پھر مسلمانوں کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ دیکھو ایسا نہ کرو کہ نافرمانی کر کے اللہ تعالیٰ کے احکام کا مذاق اڑاؤ۔ تم پر تو اللہ تعالیٰ نے بڑا انعام فرمایا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تم پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی تم کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی قدر کرو، پرہیزگارانہ زندگی بسر کرو اور زمین پر ایک نمونہ کی قوم بن کر رہو۔

ع ۲۹ / ۳ / ۱۳

یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر و باطن ہر حال کو جانتا ہے۔ لہٰذا نیک نیتی کے ساتھ اور ٹھیک طریقہ پر اس کے احکام کی تعمیل کرو۔

الْاٰخِرِؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ

ایمان رکھتا ہو۔ یہ تمہارے لئے بڑی پاکیزگی اور بڑی صفائی کی بات ہے اور (خانہ داری کی مصلحتوں کو) اللہ جانتا ہے اور تم

لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٣٢﴾ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ

نہیں جانتے (۱) اور مائیں بچوں کو پورے دو سال

حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَؕ

دودھ پلائیں (یہ) حکم اس شخص کے لئے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِؕ

اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے موافق باپ کے ذمہ ہوگا

لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَاۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ

کسی شخص کو اس کی برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیجاتی۔ (اسلئے) نہ تو ماں کو اس کے بچہ کے سبب نقصان

بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖۗ وَعَلَى الْوَارِثِ

پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے۔ اور وارث پر بھی

مِثْلُ ذٰلِكَۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا

ایسا ہی لازم ہے۔ پھر اگر دونوں یعنی (ماں باپ) آپس کی رضامندی سے بچہ کا دودھ

وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ

(وقت سے پہلے) چھڑانا چاہیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں۔ اور اگر تم اپنی اولاد کو

تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ

دوسری عورت سے دودھ پلواؤ تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ جو دینا ٹھہرا

مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ

ہے وہ دستور کے موافق ان کو دیدو (۲) اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ جو کچھ

(۱) معقل بن یسارؓ نے اپنی بہن کا جمیل بن عبداللہؓ سے نکاح کیا۔ کچھ دن بعد میاں بیوی میں نااتفاقی ہوگئی اور جمیل نے بیوی کو طلاق دیدی عدت بھی گذر گئی پھر جب چند لوگوں نے معقل کی بہن کو شادی کے پیغام دیے تو جمیل نے بھی اپنا پیغام بھیجا وہ بی بی جمیل سے دوبارہ شادی کرنے پر راضی ہوگئیں لیکن معقل بہن پر بہت بگڑے اور نکاح کی اجازت نہیں دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں عورتوں کے اولیاء کو ہدایت فرمائی کہ اگر کوئی عورت طلاق ہوجانے اور عدت گزرنے کے بعد دستور اور قانون کے اندر رہ کر اپنے پہلے شوہر سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اُسے نکاح سے نہ روکنا چاہئے نہ اس کی پسند کے خلاف اس پر زور ڈالنا چاہئے اور نہ اس بات پر غم وغصہ کا اظہار کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی طریقہ پاکیزگی کا ہے کہ اس معاملہ میں عورت پر جبر نہ کیا جائے اور اس کی مرضی کے موافق اس کو نکاح کرنے کی اجازت دے دی جائے۔

واضح ہو کہ یہ مسئلہ اس صورت میں ہے کہ جب شوہر ایک یا دو طلاق دے اور عدت میں رجوع نہ کرے تو عدت گذرنے کے بعد اگر میاں بیوی دونوں چاہیں تو دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں۔

(۲) طلاق کے بعد عام طور پر عورت مرد میں نفرت اور تلخی پیدا ہوجاتی ہے ایسی حالت میں اگر دودھ پیتا بچہ ہو تو اس کی ننھی سی جان خطرہ میں پڑجاتی ہے اس لئے طلاق کے سلسلہ میں دودھ پیتے بچوں کی پرورش کے لئے ضروری ہدایتیں فرمائیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ بہتر صورت یہ ہے کہ ماں ہی بچہ کو دودھ پلائے اور رضاعت کی پوری مدت دو سال ہے۔ اگر دونوں راضی ہوں تو عورت پورے دو سال تک دودھ پلاتی رہے ورنہ تھوڑی مدت تک پلا کر چھوڑ دے۔ مدت چاہے کتنی ہی ہو رضاعت کے زمانہ میں عورت کا کھانا کپڑا مرد کے ذمہ لازم ہے اس معاملہ میں دونوں ایک دوسرے کے نازک احساسات کا لحاظ رکھیں۔ دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے پر بے جا بار نہ ڈالے، نہ تو ماں کو اس کے بچہ کے تعلق سے کوئی تکلیف دی جائے اور نہ باپ پر اس کے مقدور سے زیادہ خرچ کا بار ڈالا جائے۔ اور اگر اس مدت میں باپ کا انتقال ہوجائے تو وارثوں میں سے وہ شخص جو بچہ کا اور اس کے مال کا محافظ ہو اس پر عورت کا کھانا کپڑا لازم ہے جس طرح باپ پر تھا۔ بہتر تو یہی ہے کہ ماں بچہ کو دودھ پلائے لیکن اگر کسی مصلحت یا ضرورت سے نہ ہوسکے تو پھر کسی دایہ سے دودھ پلوایا جاسکتا ہے مگر ایسی صورت میں بچہ کی ماں کی کوئی حق تلفی نہیں ہونی چاہئے۔

اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٣٣﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ

تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے (۱) اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور

مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ

عورتیں چھوڑ جائیں تو عورتیں چار مہینے اور دس دن اپنے آپ کو

اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ

روکے رکھیں (۲) پھر جب یہ عدّت پوری کر چکیں

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ

تو جائز طور پر جو کچھ اپنے حق میں کریں (یعنی نکاح کرلیں) تو تم پر کچھ

بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٣٤﴾ وَلَا

گناہ نہیں اور اللہ تمھارے سب کاموں سے باخبر ہے اور

جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ

اس بات میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اشارہ کنایہ میں ان (بیوہ) عورتوں کو نکاح کا پیام دو

اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ

یا نکاح کے خیال کو اپنے دل میں چھپائے رکھو اللہ جانتا ہے کہ تم ان عورتوں کا ذکر ضرور کروگے

وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا

لیکن ایسا نہ ہو کہ چوری چھپے ان سے نکاح کا وعدہ کر بیٹھو ہاں اگر دستور کے موافق بات کرلو

مَّعْرُوْفًا ۬ؕ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى

(تو کچھ حرج نہیں) اور جب تک عدّت پوری نہ ہو جائے نکاح کا پختہ

يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ

ارادہ نہ کرو۔ اور یقین رکھو کہ جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے اللہ کو

(۱) یعنی اللہ سے ڈرتے رہو، نیت اچھی رکھو اور احکامِ الٰہی کی تعمیل کرو۔ یہ خیال نہ کرو کہ ہمارے کاموں کو کوئی دیکھنے والا نہیں۔ یاد رکھو کہ اللہ نہ صرف تمھارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ بلکہ وہ تمھاری نیتوں سے بھی واقف ہے۔

(۲) جس عورت کا شوہر مر جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ چار مہینے دس دن عدّت میں اپنے کو روکے رکھے شوہر مرنے کے بعد نہ تو فوراً ہی دوسرا نکاح کرے کہ اس میں مرحوم شوہر کی محبت کی بے وقعتی ہے اور نہ شوہر کے سوگ میں ساری زندگی برباد کردے اس میں خواہشات پر بے جا جبر اور سماج کی بربادی ہے۔ ہاں جب عدّت پوری ہو جائے تو اس کو اختیار ہے کہ وہ دستور کے موافق نکاح کرلے۔

واضح ہو کہ عدّت کا جو حکم اس آیت میں بیان کیا گیا ہے اس صورت میں ہے جبکہ عورت کو حمل نہ ہو اور اگر حمل ہو تو وضع حمل تک اس کی عدّت ہوگی۔

أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿٢٣٥﴾ ع

سب معلوم ہے تو اس سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ بخشنے والا (اور) بردبار ہے (۱)

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ

ایسی صورت میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم عورتوں کو طلاق دیدو جب کہ تم نے ان کو ہاتھ تک نہ لگایا ہو

أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ ۚ عَلَى

(یعنی ہم بستری نہ کی ہو) اور نہ ان کا مہر مقرر کیا ہو البتہ دستور کے موافق ان کے ساتھ

الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ

کچھ سلوک ضرور کردو، مقدور والا اپنے مقدور کے مطابق دے اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق

حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ﴿٢٣٦﴾ وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ

نیک لوگوں پر یہ ایک طرح کا حق ہے (۲) اور اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے

قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً

سے پہلے طلاق دے دو اور ان کے لئے مہر مقرر کر چکے تھے تو (ایسی صورت میں) مقرر کئے ہوئے

فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَا

مہر کا آدھا حصہ دینا ضروری ہے ہاں اگر عورتیں مہر بخشدیں یا مرد جس کے

الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَنْ تَعْفُوا

ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اپنا حق چھوڑ دے (اور پورا مہر دیدے تو اس کو اختیار ہے) اور اگر تم (مرد لوگ)

أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ

ہی اپنا حق چھوڑ دو تو یہ زیادہ تقوےٰ کی بات ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر احسان کرنے میں غفلت نہ کرو

إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢٣٧﴾ حَافِظُوا عَلَى

بے شک اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے (۳) مسلمانو! نمازوں کی حفاظت

ع ۳۰ ۱۴

(۱) اس آیت میں ہدایت فرماتا ہے کہ جب تک عورت عدت میں ہو کوئی مرد اس سے نکاح نہ کرے نہ تو پوشیدہ طور پر نکاح کا وعدہ لے اور نہ کھلم کھلا نکاح کا پیغام بھیجے ہاں اگر دستور کے موافق کوئی بات کہے یا نکاح کے خیال کو دل میں پوشیدہ رکھے یا اشارہ کنایہ میں اپنا خیال اس پر ظاہر کرے مثلاً اس سے کہے کہ میرا ارادہ نکاح کرنے کا ہے یا تم جیسی اچھے اوصاف کی عورت کو کون پسند نہیں کرے گا" وغیرہ تو اس بات میں کوئی حرج نہیں۔

آخر میں فرماتا ہے کہ اللہ تعالےٰ تمہارے دلوں کی باتیں جانتا ہے تو اس سے ڈرتے رہو اور نافرمانی کا خیال تک دل میں نہ لاؤ۔

(۲) یعنی نہ تو نکاح کے وقت مہر مقرر کیا اور نہ عورت کو ہاتھ لگایا اور طلاق دیدی تو ایسی صورت میں نہ مرد کے ذمہ مہر ہے اور نہ عورت پر عدت۔ البتہ مرد کو چاہیئے کہ اپنی حیثیت کے لائق دستور کے موافق عورت کے ساتھ کچھ سلوک کردے۔

(۳) یعنی نکاح کے وقت مہر تو مقرر کیا تھا لیکن بغیر ہاتھ لگائے ہی عورت کو طلاق دیدی تو ایسی صورت میں آدھا مہر دینا ضروری ہے ہاں اگر عورت خود چاہے تو اپنا حق چھوڑ سکتی ہے اور اگر مرد بڑا دل کر کے پورا مہر دے ڈالے تو یہ بہت ہی اچھی بات ہے اور اگر مرد درگزر کرے اور عورت کے حق سے زیادہ اس کو مہر دیدے تو یہ بات بڑی فضیلت اور پرہیزگاری کی ہے اور دیکھو ایک دوسرے کے ساتھ احسان کرنا ایک ایسا اخلاقی فرض ہے جس کو کبھی نہیں بھولنا چاہیئے۔

الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾

اور پابندی کرو، خاص کر بیچ کی نماز (یعنی عصر) کی اور نماز میں اللہ کے حضور میں نہایت ادب سے کھڑے ہوا کرو (۱)

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ

اگر تم کو دشمن کا خوف ہو تو پیدل یا سوار (جس حال میں ہو نماز پڑھ لو) پھر جب امن اور اطمینان ہو جائے تو

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾

جس طریقے سے اللہ نے تمھیں سکھایا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے اللہ کو یاد کرو (یعنی نماز پڑھو) (۲)

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖ

اور جو لوگ تم میں سے مرجائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں وہ اپنی عورتوں کے حق میں

وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ

(مرنے سے پہلے) وصیت کر جائیں کہ ان کو ایک سال تک خرچ دیا جائے اور وہ گھر سے نہ

اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا

نکالی جائیں پھر اگر عورتیں خود گھر سے چلی جائیں اور شریعت کے مطابق کچھ اپنے لئے

فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ

کرلیں (یعنی نکاح کرلیں) تو اس کا تم پر کچھ گناہ نہیں اور اللہ زبردست (اور)

حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ حَقًّا

حکمت والا ہے (۳) اور جن عورتوں کو طلاق دیجائے ان کو دستور کے مطابق نان نفقہ دینا چاہیئے۔ پرہیزگاروں کے

عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ

ذمہ یہ ایک حق ہے۔ اسی طرح اللہ اپنے احکام تمھارے لئے بیان

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ؏ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا ع ۳۱ ۱۵

فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو۔ (اے پیغمبر!) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے

(۱) یعنی ایسا نہ ہو کہ دنیا کے جھگڑوں میں پڑ کر خدا کی یاد سے غافل ہو جاؤ۔ اس لئے ضروری ہے کہ نمازوں کی پابندی کرو خاص کر بیچ کی یعنی عصر کی نماز کی بہت حفاظت کرو۔ کیونکہ یہ وقت کاروبار میں مصروفیت کا ہوتا ہے اور نماز میں کھڑے ہو تو نہایت ادب اور خشوع و خضوع کے ساتھ کھڑے ہو۔ یاد رکھو کہ نماز سے تم میں ایک روحانی قوت پیدا ہوگی جس کی بدولت تم آپس کے جھگڑوں میں غصہ پر قابو پا سکو گے اور احکام الٰہی کی پابندی آسانی سے کر سکو گے۔

(۲) نماز سے کسی حال بھی غافل نہ رہنا چاہیئے یہاں تک کہ اگر تم دشمن کے مقابلہ میں کھڑے ہو اور میدان کارزار گرم ہو تو ایسی حالت میں بھی نماز مت چھوڑو۔ پیدل ہو یا سوار کی پر جس طرح بن پڑے نماز ادا کرلو۔ پھر جب تمھیں اطمینان ہو جائے اور خوف و جنگ کی حالت باقی نہ رہے تو چاہیئے کہ اسی طرح نماز پڑھو جس طرح اس نے تمھیں تعلیم دی ہے۔

(۳) شروع میں یہی حکم تھا پھر جب بیوہ کی عدت چار مہینے دس دن مقرر کردی گئی اور میراث میں عورت کا حصہ مقرر کر دیا گیا تو اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت کا حکم منسوخ ہے۔

مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۠

ڈر سے اپنے گھروں سے نکل بھاگے حالانکہ وہ شمار میں ہزاروں تھے

فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۣ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

پس اللہ نے ان کو حکم دیا کہ مرجاؤ (وہ مرگئے) پھر اللہ نے ان کو زندہ کردیا بے شک اللہ تو

لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

لوگوں پر بے حد فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ اس کا

لَا يَشْكُرُوْنَ ۝۲۴۳ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا

شکر نہیں کرتے (۱) اور (مسلمانو!) اللہ کی راہ میں لڑو اور یقین رکھو کہ

اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۴۴ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ

اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے کوئی ایسا جو اللہ کو اچھے

اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ

طریقے سے قرض دے پھر اللہ اس کے مال کو کئی گنا بڑھا دے۔

وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۲۴۵ اَلَمْ

اور اللہ ہی روزی کو تنگ کرتا اور وہی کشادہ کرتا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے (۲) (اے

تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ

پیغمبر!) کیا تم نے بنی اسرائیل کی جماعت کو نہیں دیکھا کہ موسیٰ کے بعد (اس کی کیا حالت ہوئی)

اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ

جب انہوں نے پیغمبر سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کردو تاکہ ہم (اس کے ساتھ ہوکر)

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ

اللہ کی راہ میں لڑیں۔ پیغمبر نے کہا اگر تم پر جہاد فرض

(۱) اس آیت میں بنی اسرائیل کا ایک واقعہ اجمالی طور پر ذکر کیا گیا ہے جس کی تفصیل تفسیر ابن کثیر میں یوں لکھی ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک بستی میں طاعون کی وبا پھیلی موت سے ڈر کر ہزاروں مرد عورت بچے بستی سے بھاگ نکلے اور کہیں دور جنگل میں جا کر ٹھہرے پھر حکم الہٰی سے ایک دم سب کے سب مرگئے ایک مدت کے بعد اس جگہ حضرت حزقیل نبی کا گزر ہوا تو اس منظر کو دیکھ کر ان کو بہت تعجب ہوا اور بارگاہ الہٰی میں عرض کیا اے پروردگار! میرے ہاتھ پر ان سب کو زندہ کردیجئے۔ حق تعالےٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان سب کو زندہ کردیا اور حزقیل کو اپنی قدرت کا کرشمہ دکھلایا۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ بستی سے ان لوگوں کے بھاگنے کا سبب دشمن سے ڈر کر جہاد سے جان چرانا اور اپنے نبی کی نافرمانی کرنا تھا۔

اس واقعہ کے ذکر سے مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ وہ اللہ پر بھروسہ رکھیں اور اس کے راستہ میں جان و مال خرچ کرنے سے دریغ نہ کریں، موت سے نہ ڈریں اور اللہ تعالےٰ کی قدرتِ کاملہ پر یقین رکھیں کہ اگر اللہ مارنا چاہے تو اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں اور اگر وہ چاہے تو مُردوں کو دم کے دم میں زندہ کردے۔

(۲) یعنی جب حقیقت یہ ہے کہ سب انسانوں کی جان مال اللہ تعالےٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے تو تم کو چاہئے کہ بے خوف ہو کر، موت سے نہ ڈرو اور دین کی آزادی کے لئے اللہ کے راستہ میں لڑو اور جہاد کے سازوسامان کے لئے خوب روپیہ خرچ کرو اور اس خیال سے نہ ڈرو کہ خرچ کرنے سے تم مفلس بن جاؤ گے۔ یاد رکھو تنگی و کشائش اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کو ایسا سمجھو کہ گویا تم اللہ کو قرض دے رہے ہو وہ اپنے فضل سے تمہارے مال کا بدلہ دینی اور دنیوی بے شمار برکتوں کی شکل میں کئی گنا بڑھا کر بخشے گا۔

عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡا ؕ قَالُوۡا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا

کیا جائے تو ممکن ہے کہ تم نہ لڑو؟ وہ کہنے لگے کہ ہم اللہ کی

نُقَاتِلَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ قَدۡ اُخۡرِجۡنَا مِنۡ دِیَارِنَا

راہ میں کیوں کر نہ لڑیں گے حالانکہ اپنے وطن سے نکالے گئے

وَ اَبۡنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیۡہِمُ الۡقِتَالُ تَوَلَّوۡا

اور بال بچوں سے جدا کردیئے گئے (۱) پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو چند

اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡہُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِالظّٰلِمِیۡنَ ۝۲۴۶

لوگوں کے سوا سب پھر گئے۔ اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے

وَ قَالَ لَہُمۡ نَبِیُّہُمۡ اِنَّ اللّٰہَ قَدۡ بَعَثَ لَکُمۡ طَالُوۡتَ

اور پیغمبر نے ان سے کہا کہ اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر

مَلِکًا ؕ قَالُوۡۤا اَنّٰی یَکُوۡنُ لَہُ الۡمُلۡکُ عَلَیۡنَا وَ نَحۡنُ

فرمایا ہے۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ اسے ہم پر بادشاہی کا حق کیوں کر ہوسکتا ہے حالانکہ اس سے تو

اَحَقُّ بِالۡمُلۡکِ مِنۡہُ وَ لَمۡ یُؤۡتَ سَعَۃً مِّنَ الۡمَالِ ؕ

حکومت کے ہم ہی زیادہ مستحق ہیں اس کو تو کچھ مال کی وسعت بھی میسر نہیں

قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰىہُ عَلَیۡکُمۡ وَ زَادَہٗ بَسۡطَۃً

پیغمبر نے کہا کہ اللہ نے اس کو تم پر (فضیلت دی ہے اور بادشاہی کے لئے) منتخب فرمایا ہے

فِی الۡعِلۡمِ وَ الۡجِسۡمِ ؕ وَ اللّٰہُ یُؤۡتِیۡ مُلۡکَہٗ مَنۡ

اور اس نے اسے علم اور جسم میں بڑائی دی ہے اور اللہ کو اختیار ہے کہ جسے چاہے بادشاہی

یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ۝۲۴۷ وَ قَالَ لَہُمۡ نَبِیُّہُمۡ

بخشے اور اللہ بڑی وسعت والا (اور) جاننے والا ہے (۲) پیغمبر نے ان سے کہا کہ طالوت کے

(۱) اوپر کی آیتوں میں جہاد کا حکم دیا گیا تھا اور اللہ کے راستہ میں جان و مال قربان کرنے کی تاکید کی گئی تھی اب یہاں سے مجاہدین کی ترغیب کی خاطر بنی اسرائیل کی تاریخ کا ایک واقعہ ذکر کیا گیا ہے جس میں بہادروں اور بزدلوں کے اعمال اور ان کے نتیجے ظاہر کئے گئے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی مذہبی اور اخلاقی حالت گر گئی تھی جس کی وجہ سے وہ بزدل اور بے ہمت ہو گئے تھے اور دشمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس حالت میں جالوت نامی بادشاہ ان پر مسلط ہو گیا تھا جس نے ان کو خوب مارا، لوٹا، بہت سی عورتوں مردوں کو پکڑ کر لونڈی غلام بنا لیا اور بہت سوں کو شہروں اور بستیوں سے نکال دیا۔

یہ حالت دیکھ کر بنی اسرائیل کے لوگوں میں غیرت و حمیت پیدا ہوئی اور وہ لوگ حضرت اشموئیل ؑ کے پاس گئے اور ان سے درخواست کی کہ ایک سردار مقرر کر دیجئے جس کی ماتحتی میں ہم اپنے دشمن سے جنگ کریں۔

نبی نے فرمایا کہ اس وقت تو تم بہت جوش میں ہو اور جہاد کے لئے بے تاب ہو، مگر کہیں ایسا نہ ہو کہ جب تم پر جہاد فرض کر دیا جائے تو ہمت ہار جاؤ اور جہاد سے جان چرا بیٹھو۔ لوگوں نے عرض کیا، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ دشمن ہمیں غلام اور محکوم بنائے، ہمیں ملک سے بے دخل کر دے اور ہمارے گھر بار چھین لے اور پھر بھی ہم اس سے نہ لڑیں۔

(۲) پھر جب نبی نے طالوت کو ان کا سردار مقرر کر دیا تو انھوں نے اعتراضات شروع کئے اور کہا کہ ایک ایسے آدمی کو ہمارا سردار مقرر کیا گیا ہے جو بہت کم حیثیت اور مفلس ہے۔ اس کے مقابلہ میں تو ہم ہی بادشاہت کے زیادہ مستحق ہیں۔ نبی نے ان کو سمجھایا کہ حکومت اور سرداری کی جس میں قدرتی صلاحیت ہوتی ہے وہی اس کا اہل ہوتا ہے اگرچہ وہ مال و دولت اور دنیوی عزت سے خالی ہو۔ سرداری کا مستحق بنانے والی اصل چیز علم اور جسم کی قوت ہے، نہ کہ مال و دولت اور خاندانی عزت، تو اللہ نے طالوت کو علم کی وسعت اور جسم کی بڑی قوت عطا فرمائی ہے اور اس کو سرداری کے لئے منتخب فرمایا ہے اور یہ تو اللہ کے اختیار کی بات ہے کہ جس کو چاہے ملک و سلطنت سے نوازے۔

إِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ

بادشاہ ہونے کی یہ نشانی ہے کہ تمھارے پاس ایک صندوق آئے گا اس

سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى

صندوق کو فرشتے اٹھالائیں گے اس میں تمھارے پروردگار کی طرف سے تسلی بخشنے والی چیز ہوگی اور کچھ بچی ہوئی

وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

چیزیں بھی جن کو موسیٰ اور ہارون کی اولاد چھوڑ گئی تھی ۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اس میں

لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٤٨﴾ فَلَمَّا فَصَلَ

تمھارے لئے ایک بڑی نشانی ہے (۱) پھر جب طالوت فوجیں لے کر روانہ ہوا تو

طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ

اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اللہ ایک نہر کے ذریعہ تمھاری آزمائش

بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ

کرنے والا ہے۔ جو شخص اس نہر سے پانی پی لے گا وہ میری جماعت سے نہیں اور جو

لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً

نہ پیئے گا وہ میرا ہے ہاں اگر ہاتھ سے چلو بھر پانی پی لے (تو مضائقہ

بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ

نہیں) ۔ (پھر جب وہ لوگ نہر پر پہنچے) تو چند لوگوں کے سوا سبھی نے پانی پی لیا ۔ پھر جب طالوت اور

هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ

جو ایمان والے ان کے ساتھ تھے نہر کے پار ہو گئے تو (جن لوگوں نے طالوت کی نافرمانی کی تھی) کہنے لگے کہ آج ہم میں

بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ

جالوت اور اسکے لشکر سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ۔ لیکن جو لوگ یقین رکھتے تھے کہ ان کو اللہ کے روبرو

(۱) جب ان لوگوں نے اپنے نبی سے طالوت کے بادشاہ ہونے پر کسی نشانی کا مطالبہ کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس کے ذریعہ تابوت سکینہ مل جائے گا جس کو تمھارا دشمن لے گیا ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کے پاس ایک صندوق تھا جس میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے کچھ تبرکات تھے۔ بنی اسرائیل جنگ کے وقت اس صندوق کو لشکر کے سامنے رکھتے تھے اللہ تعالے اس کی برکت سے کامیابی عطا فرماتا تھا۔

جب جالوت کے سپاہیوں نے بنی اسرائیل کا مال لوٹا تو وہ صندوق بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ ادھر جالوت کی قوم کو صندوق کا تلخ تجربہ ہوا کہ جس شہر میں وہ صندوق رکھا جاتا وہاں طرح طرح کی وبائیں اور بلائیں آتیں آخر بیزار ہو کر اس صندوق کو دو بیلوں پر لاد کر ان کو بنی اسرائیل کے شہروں کی طرف ہانک دیا۔

حکم الٰہی سے فرشتے بیلوں کو طالوت کے دروازہ پر چھوڑ گئے۔ اس نشانی کو دیکھ کر بنی اسرائیل طالوت کی بادشاہت پر یقین لائے۔

ع ٣٢ ٦ ١٦

(۱) پھر جب طالوت لشکر لے کر روانہ ہوا تو اُس نے لوگوں کے صبر و ثبات و اطاعت و فرماں برداری کا امتحان لینا چاہا کیونکہ اس راہ میں اصل چیز صبر و اطاعت ہے جو لوگ ایک گھڑی کی پیاس ضبط نہیں کر سکتے وہ میدانِ جنگ کی تکلیفیں کیوں کر برداشت کریں گے۔

چنانچہ طالوت نے کہا کہ دیکھو راستہ میں ایک ندی پڑے گی وہاں تمھارے صبر اور فرماں برداری کی آزمائش ہے جس کسی نے ندی کا پانی پیا اُس سے میرا کوئی واسطہ نہیں' میرا ساتھی وہ ہوگا جو اس کا پانی نہ پیئے ہاں اگر کوئی بہت ہی مجبور ہو کر ایک چلو پانی پی لے تو کوئی حرج نہیں

مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً

حاضر ہونا ہے (یہ سن کر) کہنے لگے کہ بسا اوقات تھوڑی جماعت نے اللہ کے حکم سے

كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾

بڑی جماعت پر فتح حاصل کی ہے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (۱)

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ

اور جب وہ لوگ میدانِ جنگ میں جالوت اور اسکے لشکر کے مقابل آئے تو اللہ سے دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار

عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى

ہمارے دلوں میں صبر ڈال دے اور میدانِ جنگ میں ہمارے پیر جمائے رکھ اور کافروں کے

الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ ؕ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ قف

لشکر پر ہم کو فتح دے پھر ان لوگوں نے اللہ کے حکم سے دشمنوں کو شکست دی

وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَ

اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا اور اللہ نے اس کو بادشاہی اور

الْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ

حکمت بخشی اور جو کچھ چاہا سکھایا (۲) اور اگر اللہ بعض لوگوں

النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَ

سے بعض کو دفع نہ کرتا رہے تو زمین فساد سے بھر جائے

لٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ

لیکن اللہ جہان والوں پر فضل کرنے والا ہے (۳) (اے پیغمبر!) یہ اللہ کی

اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

آیتیں ہیں جو ہم تم کو صحیح صحیح طور پر پڑھ کر سناتے ہیں اور بے شک تم پیغمبروں میں سے ہو

لیکن جب لشکر ندی پر پہنچا تو ایک قلیل تعداد (۳۱۳) کے سوا سب نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور صبر و اطاعت کی آزمائش میں پورے نہ اترے۔

پھر جب یہ لوگ ندی کے پار اترے اور انھوں نے طالوت اور اس کے لشکر کو دیکھا تو جنھوں نے نبی کی نافرمانی کر کے ندی کا پانی پی لیا تھا ان کے دل بیٹھ گئے اور وہ پکار اٹھے کہ ہم میں ان دیو ہیکل فلسطینیوں کے لشکر سے مقابلہ کی ہمت نہیں۔ لیکن جنھوں نے پانی نہیں پیا تھا اور آزمائش میں ثابت قدم رہے تھے انھوں نے کہا کہ ڈرنے کی بات نہیں فتح و شکست کا دار و مدار کثرت و قلت پر نہیں ہے' بارہا ایسا ہوا ہے کہ اللہ کے حکم سے چھوٹی سی جماعت بڑی جماعت پر غالب آگئی ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہیں۔ اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے اور ان کی مدد کرتا ہے۔

(۲) پھر جب یہ (۳۱۳) مجاہد جالوت اور اس کے ٹڈی دل لشکر کے مقابل ہوئے تو سب سے پہلے انھوں نے بارگاہِ رب العزت میں التجا کی اور عرض کیا کہ اے پروردگار! تو دیکھ رہا ہے کہ ہم تھوڑے اور کمزور ہیں اور دشمن طاقتور اور تعداد میں بہت ہیں ہمارے دلوں میں ہمت پیدا کر دے کہ دشمن سے نہ ڈریں اور جنگ کی سختیاں خندہ پیشانی سے برداشت کریں اور ہمارے قدموں کو میدانِ جنگ میں جما دے کہ دشمن سے ڈٹ کر مقابلہ کریں پھر ہماری اس محنت کو بارآور کر اور دشمن کے مقابلہ میں کامیابی عطا فرما۔

اس طرح دعائیں کرتے ہوئے یہ تین سو تیرہ مجاہد دشمن پر ٹوٹ پڑے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بھی لشکر میں تھے جو اس وقت تک نبی نہیں ہوئے تھے ان کے مقابلہ میں جالوت آیا تو انھیں نے دیکھا کہ وہ زرہ بکتر میں سر سے پیر تک غرق تھا' صرف ماتھا کھلا ہوا تھا حضرت داؤد علیہ السلام نے گوپھن میں پتھر رکھ کر اُس کے ماتھے کو تاک کر مارا جس کے صدمہ سے وہ فوراً مر گیا۔ اُس کو گرتا دیکھ کر اس کا سارا لشکر فرار ہو گیا اس طرح اللہ کی مدد سے چھوٹی سی جماعت نے ایک بڑے لشکر کو شکست دیدی۔

(۳) اس آیت میں سارے قصہ کا نتیجہ اور جہاد کی مصلحت بیان فرماتا ہے کہ اگر قوموں اور جماعتوں میں باہمی کشمکش نہ ہوتی اور ہر جماعت اپنے طریقہ پر بغیر مقابلہ و مزاحمت کے چھوڑ دی جاتی تو نتیجہ یہ نکلتا کہ دنیا ظلم و فساد سے بھر جاتی اور حق و انصاف کا نام و نشان باقی نہ رہتا پس اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یہ انتظام کیا کہ جب کبھی ایک جماعت دنیا میں فتنہ و فساد برپا کرتی ہے تو دوسری جماعت اس کے مقابلہ اور روک تھام کے لئے کھڑی ہو جاتی ہے اور فتنہ و فساد کو دور کر کے دنیا میں امن و امان قائم کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی جہاد کی غرض و غایت یہ ہے کہ فتنہ و فساد دور ہو کر دنیا میں امن و امان قائم ہو جائے۔

(۱) اس سے پہلی آیت میں اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ فرماکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر مہر تصدیق ثبت فرمائی۔ اس آیت میں اجمالی طور پر پیغمبروں میں باہمی فضیلت کا ذکر کرکے آپ کی خصوصی فضیلت کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ سارے پیغمبر مرتبہ میں یکساں نہیں ہیں۔ اُن میں بعض کو بعض پر فضیلت ہے اور کوئی ایسا بھی ہے جس کے درجات نہایت بلند ہیں۔ ہر پیغمبر کو ایک نہ ایک خصوصیت سے سرفراز کیا۔ ابراہیمؑ کو خلیل بنایا، موسیٰؑ کو ایک خاص انداز میں کلام کی عزت بخشی، عیسیٰؑ کی تائید روح القدس سے فرمائی اور اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کے مرتبہ پر سرفراز کیا سارے عالم انسانیت کا رسول اور پیشوا بنایا، معراج کی رات قرب خاص میں باریاب کیا اور سب پیغمبروں میں سراجِ مُنیر بناکر سارے جہان والوں پر فضیلت بخشی۔ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ
یہ پیغمبر (ایسے ہیں کہ) ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی
مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۭ
ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام کیا اور کسی کے درجے بلند کئے۔
وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ
اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کو ہم نے کھلی کھلی نشانیاں دیں اور روح القدس کے ذریعہ ہم نے
الْقُدُسِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ
ان کی تائید کی (۱) اور اگر اللہ چاہتا تو ان پیغمبروں کے بعد آنے والے لوگ ان
بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ
کے پاس کھلی نشانیاں آنے کے بعد آپس میں نہ لڑتے لیکن انھوں نے
اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ
اختلاف کیا، پھر ان میں کچھ ایمان لائے اور کچھ کافر ہوئے اور اگر اللہ چاہتا تو
اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝ يٰٓاَيُّهَا
یہ لوگ آپس میں نہ لڑتے لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (۲) اے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ
ایمان والو! جو (مال) ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس دن کے آنے سے پہلے (پہلے)
يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ
خرچ کرو جس دن نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ کسی کی دوستی (کام آئیگی) اور نہ شفارش (چل سکے گی) اور کافر لوگ ہی
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْـحَيُّ الْقَيُّوْمُ ڬ
ظالم ہیں (۳) اللہ (ایسا ہے کہ) اسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ زندہ (اور سب کا) تھامنے والا ہے۔

(۲) اس آیت میں انسانوں کے باہمی اختلاف کی حقیقت واضح فرمائی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی مشیت اور حکمت کا فیصلہ یہی ہوا کہ انسان کو مجبور نہ بنایا جائے بلکہ ایک حد تک اختیار سپرد کرکے اس کو اس بات کا موقع دیا جائے کہ خیر و شر اور ایمان و کفر میں سے جس کو چاہے اپنے لئے پسند کرلے پھر اللہ تعالےٰ نے مختلف قوموں میں پیغمبر بھیجے جنھوں نے لوگوں کو توحید، اخلاق، امن اور سلامتی کی تعلیم دی کچھ لوگوں نے پیغمبروں کی تعلیم پر عمل کیا اور کچھ لوگ ان کے مخالف ہوگئے اور شر و فساد، عداوت و عناد، باہمی منافرت اور جنگ و جدال کے طریقہ پر قائم رہے۔

بے شک اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو انسان جنگ و جدال اور خونریزی نہیں کرتا۔ یعنی اگر وہ چاہتا تو انسان کو صاحبِ اختیار نہ بناتا بلکہ ایک حالت پر مجبور کردیتا۔ یقیناً
ع ۳۲
۱
اُس وقت لوگوں میں باہمی اختلاف اور جھگڑا نہ ہوتا۔ لیکن ذرا تصور کیجئے کہ جب انسان اختیار سے خالی ہوتا تو اس کی حقیقت کیا ہوتی۔ اچھے اور برے کی تمیز سے محروم، پسند اور ناپسند کے فرق سے ناواقف اور زندگی کے لُطف سے بے بہرہ۔ انصاف سے کہئے کیا اس حالت میں انسان، انسان کہلانے کا مستحق ہوتا اور کیا آج کوئی انسان اس حالت کو اپنے لئے پسند کرے گا۔ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر خدارا بتائیے کہ اللہ تعالےٰ کا انسان کو بااختیار پیدا کرنا رحمت ہے یا زحمت۔

(۳) اللہ تعالےٰ کے راستہ میں مال خرچ کرنے پر قرآن نے بہت زور دیا ہے اور جگہ جگہ اس کی تاکید کی ہے۔ گزشتہ رکوعوں میں چونکہ جہاد کا تذکرہ تھا اس مناسبت سے مال خرچ کرنے کا حکم دیا۔ ظاہر ہے کہ جہاد کی تیاری کے لئے مال خرچ کرنا ناگزیر ہے۔ اس کے علاوہ دوسری چند عبادات [illegible] مسلمانوں اور عام انسانوں کے حقوق سے سبکدوشی کے لئے بھی مال خرچ کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ مال خرچ کرنے کے حکم کے ساتھ یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ نیکیاں کمانے کی جگہ یہی دنیا ہے اور جو کچھ خرچ کرنا ہے وہ آج ہی کرڈالو۔ ورنہ قیامت کے دن مال خرچ کرکے نیکیاں کمانے کا کوئی موقع نہیں مل سکے گا۔ کیونکہ وہ وقت ایسا ہوگا کہ نہ تو وہاں اعمال کی خرید و فروخت ہوسکے گی نہ کسی کی دوستی کام آئے گی اور نہ کسی کی سعی و سفارش چل سکے گی۔

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

اس کو نہ اُونگھ آتی ہے اور نہ نیند جو کچھ آسمانوں

وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا

اور زمین میں ہے (سب) اُسی کا ہے۔ کون ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر (کسی کی)

بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا

سفارش کرسکے۔ جو کچھ لوگوں کے سامنے ہو رہا ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہوچکا ہے وہ سب جانتا ہے اور لوگ

یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ

اس کے علم میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کرسکتے ہاں جتنا علم وہ (خود) چاہے (اتنا دیدیتا ہے) اور اسکی کرسی

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ

آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے اور ان دونوں کی حفاظت اسے کچھ بھی دشوار نہیں اور وہ

الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (٢٥٥) لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۙ قَدْ تَّبَیَّنَ

بلند مرتبہ (اور) عظمت والا ہے (١) دین کے بارے میں زبردستی نہیں، کیونکہ ہدایت گمراہی

الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ۚ فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰهِ

سے الگ (اور نمایاں) ہوچکی ہے پس جس نے بتوں کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا

فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ

اس نے ایک ایسا مضبوط حلقہ تھام لیا جو (کبھی) ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ

سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (٢٥٦) اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُهُمْ

سننے والا (اور) جاننے والا ہے (٢) اللہ ایمان والوں کا دوست (اور مددگار) ہے وہ انہیں (کفر کی)

مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ

تاریکیوں سے نکال کر (اسلام کی) روشنی میں لاتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے دوست

(١) اس آیت کا نام آیت الکرسی ہے۔ کئی حدیثوں میں اس کی بڑی فضیلت مذکور ہے۔ ہر فرض نماز کے بعد اس کی تلاوت باعثِ ثواب و برکت ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اس آیت میں اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ اللہ تعالےٰ کا اسمِ اعظم ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ کی چند بنیادی صفات بیان کی گئیں ہیں تاکہ مشرکین اور کفار کے غلط خیالات کی تردید ہوکر توحید کے صحیح عقیدہ سے ایمان والوں کے دل روشن ہوجائیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ تنہا اللہ تعالےٰ ہی عبادت کا مستحق ہے۔ اس کے سوا کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ معبود بنایا جائے۔ وہ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے۔ وہ اَلْحَیُّ یعنی زندہ ہے اور اس کو کبھی فنا نہیں۔ وہی حیات کا سرچشمہ ہے۔ کائنات میں جہاں کہیں بھی زندگی کی کوئی جھلک نظر آتی ہے، وہ اسی کی صفتِ حیات کا ظہور ہے۔ وہ اَلْقَیُّوْمُ ہے یعنی وہ کسی کا محتاج نہیں۔ خود اپنی ذات سے قائم ہے اور ساری مخلوق کو سہارا دے کر قائم رکھتا ہے۔ اس کی ذات اونگھ، نیند اور ہر طرح کی غفلت سے پاک ہے۔ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب کا خالق و مالک وہی ہے۔ اس کی عظمت و کبریائی کا یہ حال ہے کہ کسی کی مجال نہیں کہ اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کے لئے اس کے سامنے زبان کھول سکے۔ اس کا علم وسیع اور کائنات کے ذرہ ذرہ کو گھیرے ہوئے ہے۔ علم اسی کا ہے۔ انسان اس کے علم میں سے کچھ بھی نہیں لے سکتا، ہاں وہ خود جس کو چاہتا ہے اور جتنا چاہتا ہے، اپنے علم میں سے عطا فرماتا ہے۔ اس کا اقتدارِ اعلیٰ آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے اور وہ بغیر کسی دشواری اور گرانی کے ان کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ ہر نقص و عیب سے پاک ہے۔ وہ بلند مرتبہ اور عظمت والا ہے۔ اس کی پاک ذات کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہ کی جائے جو اس کی عظمت اور کبریائی کے شایانِ شان نہ ہو۔

(٢) گزشتہ رکوع میں جہاد کی حکمت ظاہر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جہاد سے مقصود یہ ہے کہ دُنیا سے شر و فساد دُور کیا جائے۔ اس سلسلہ میں مزید وضاحت کے لئے اس آیت میں فرماتا ہے کہ جہاد سے یہ غرض نہیں کہ بزورِ شمشیر اسلام قبول کرنے پر لوگوں کو مجبُور کیا جائے جیسا کہ مخالفین نے مشہور کر رکھا ہے اس بارے میں اسلام کا اُصول یہ ہے کہ دین و اعتقاد کے معاملے میں کسی طرح کا جبر و تشدد جائز نہیں ہے۔ دین و مذہب کا تعلق دل کے اعتقاد سے ہے اور اعتقاد دعوت و تبلیغ سے پیدا کیا جاسکتا ہے نہ کہ جبر و اکراہ سے۔ قُرآن نے ہدایت و ضلالت کی دونوں راہوں کو روشن نشانیوں اور دلیلوں کے ذریعہ واضح کردیا ہے۔ اب جو کوئی جان بوجھ کر گمراہی کا راستہ اختیار کرے گا، وہ اس کے بُرے نتیجے دیکھ لے گا۔ لیکن جو شخص غیر اللہ کی پرستش چھوڑ کر اللہ تعالےٰ پر ایمان لایا اور اُسی کو اپنا معبُود بنایا تو گویا اُس نے ایسا مضبوط حلقہ پکڑ لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں۔

الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ ۗ
شیطان ہیں وہ انھیں (ہدایت کی) روشنی سے نکال کر (گمراہی کی) تاریکیوں میں لے جاتے ہیں
أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٥٧﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى
یہی لوگ دوزخ والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے (۱) اے پیغمبر! کیا تم نے اس
الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ
شخص کی حالت پر غور نہیں کیا جس نے اس سبب سے کہ اللہ نے اسکو سلطنت دے رکھی تھی ابراہیم سے اسکے پروردگار کے بارے میں جھگڑا کیا
إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ
جب ابراہیم نے کہا کہ میرا پروردگار وہ ہے جو جلاتا اور مارتا ہے تو اس نے کہا
أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ ۖ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ
میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں ابراہیم نے کہا کہ اللہ سورج کو
مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي
مشرق سے نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال (کر دکھادے۔ یہ سن کر) وہ کافر حیران
كَفَرَ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٢٥٨﴾ أَوْ كَالَّذِي
رہ گیا اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا (۲) یا اسی طرح اس شخص (کی حالت پر
مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ
غور نہیں کیا) جو ایک بستی کے پاس سے گزرا جس کے مکانات اپنی چھتوں کے بل گرے پڑے تھے (یہ حال دیکھ کر) اس نے
يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ
کہا اللہ اس بستی کو اسکی ویرانی کے بعد کس طرح دوبارہ آباد کرے گا پھر اللہ نے (اسی جگہ) اسکی روح قبض کرلی (اور) سو برس تک (اسکو مردہ رکھا)
ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ
پھر اسے جلا اٹھایا اور پوچھا تم کتنی مدت اس حالت میں رہے؟ عرض کیا ایک دن یا اس سے بھی کم

(۱) اس آیت میں اللہ تعالیٰ مومنوں اور کافروں کا فرق واضح کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ ایمان ایسی عمدہ چیز ہے جس کی وجہ سے بندہ کا اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور وہ بندہ کا دوست اور مددگار بن جاتا ہے اور جس طرح وہ اس کی جسمانی پرورش کرتا ہے اسی طرح روحانی تربیت بھی فرماتا ہے کفر اور گناہوں کی اندھیریوں سے نکال کر اسلام اور نیکیوں کی روشنی میں لاتا ہے اور دین و دنیا کی کامرانی کی راہیں اس پر کھول دیتا ہے۔ اس کے برخلاف کافروں کا یہ حال ہے کہ شیطان ان کے مددگار ہیں وہ ان کو کفر اور گناہوں کی اندھیریوں میں دھکیلتے ہیں جس کے نتیجہ میں وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

ع ۳۴
۲

نصف

(۲) اس بات کی وضاحت کیلئے کہ اشاعت اسلام کا طریقہ دعوت و تبلیغ ہے نہ کہ جبر و تشدد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ پیش فرماتا ہے۔ حضرت ابراہیم نے ایک ایسے ملک میں جہاں ان کا کوئی ساتھی نہ تھا اور ایسے بادشاہ کے سامنے جو اپنے زمانے کا بڑا سرکش اور مغرور انسان تھا، تن تنہا دعوت تبلیغ کا فرض انجام دیا۔

حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں بابل کا بادشاہ نمرود تھا بادشاہی کا اس کو ایسا گھمنڈ تھا کہ اس نے خدا کے وجود سے انکار کر دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اسی کو خدا مانیں اور اسی کو سجدہ کیا کریں۔ جب حضرت ابراہیمؑ کی توحید پرستی کی شہرت اس کے کانوں تک پہنچی تو اس نے ان کو اپنے سامنے بلایا اور خدا کے بارے میں ان سے سوال کیا کہ تمہارا رب (پروردگار) کون ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ میرا رب وہ ہے جو جلاتا اور مارتا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں جس کو چاہوں قتل کرا دوں اور جس کو چاہوں زندہ رہنے دوں۔ چنانچہ اس نے دو شخصوں کو بلوایا جن میں سے ایک قصوروار تھا اور دوسرا بے قصور۔ اس نے قصوروار کو چھوڑ دیا اور بے قصور کو مروا ڈالا۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ اس بے وقوف نے زندہ کرنے اور مارنے کا مطلب ہی نہیں سمجھا تو انھوں نے دوسری دلیل اس کے سامنے پیش کی اور فرمایا کہ میرا رب وہ ہے جو آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے۔ اگر تجھے بھی خدائی کا دعویٰ ہے تو آفتاب کو مغرب سے نکال کر بتا دے۔ یہ دلیل سن کر نمرود ہکا بکا اور لاجواب ہو گیا۔

(۱) یہ دوسرا قصہ حضرت عزیر علیہ السلام کا ہے۔ اس قصہ میں اُس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب کہ بیت المقدس بالکل ویران کردیا گیا تھا اور یہودیوں کی سلطنت اس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی تھی کہ ہیکل کی دوبارہ تعمیر کا وہم و گمان بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پھر مشیت الٰہی سے ایسا ہوا کہ بنی اسرائیل کا ملک شہنشاہ ایران کے زیر حکومت آگیا اور اللہ تعالےٰ نے اس شہنشاہ کے ذریعہ سے یہودیوں کے ویرانہ کی آبادی اور ان کی مُردہ جماعت کی زندگی کا سامان کیا۔

يَوْمٍ ۭ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ

فرمایا (نہیں) بلکہ تم سَو برس پڑے رہے ذرا اپنے کھانے

وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ

اور پینے کی چیزوں کو دیکھو اتنی مدت میں بگڑی تک نہیں۔ اور اپنے گدھے کو دیکھو (کہ ہڈیوں کا ڈھیر ہے۔ مقصود اس سے یہ ہے کہ)

اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا

ہم تم کو لوگوں کیلئے (اپنی قدرت کی) نشانی بنائیں اور گدھے کی ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم کس طرح ان کو جوڑتے ہیں

ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۭ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ

اور ان پر گوشت (کا جامہ) پہناتے ہیں پس جب اس شخص پر حقیقت کھل گئی تو بول اٹھا کہ میں یقین کرتا ہوں

اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ

کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۱) اور (اے پیغمبر) وہ وقت بھی یاد کرو جب ابراہیم نے کہا اے پروردگار!

اَرِنِيْ كَيْفَ تُـحْيِ الْمَوْتٰى ۭ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۭ قَالَ بَلٰي

مجھے دکھا دے کہ تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا فرمایا کیا تم کو (اس بات کا) یقین نہیں؟ عرض کیا کیوں نہیں

وَلٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِىْ ۭ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ

لیکن (میں دیکھنا) اسلئے (چاہتا ہوں کہ) میرے دل کو اطمینان ہو جائے۔ فرمایا (اچھا) تو چار پرند

الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰي كُلِّ جَبَلٍ

لو پھر ان کو اپنے ساتھ ہلا لو پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر

مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ۭ وَاعْلَمْ

رکھ دو پھر ان کو بلاؤ تو وہ تمہارے پاس دوڑتے چلے آئیں گے اور یقین رکھو

اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲٦۰﴾ ع مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ

کہ اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے (۲) جو لوگ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں

تفسیروں میں اس واقعہ کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے کہ ایک زمانے میں بابل کے بادشاہ بخت نصر نے شام کے ملک پر حملہ کیا اور شہر یروشلم (بیت المقدس) کو جلا کر تباہ کردیا، تورات اور دوسری مذہبی کتابوں کو جلا کر خاک کردیا۔ ہزاروں یہودیوں کو قتل کردیا اور ہزاروں کو گرفتار کرکے اپنے ساتھ لے گیا۔ اس ویران بستی پر حضرت عزیر کا گزر ہوا تو نہایت افسوس کے ساتھ کہا کہ اللہ اس ویران بستی کو کیسے آباد کریگا۔ پھر وہ اپنے گدھے کو زیتون کے درخت سے باندھ کر اور کھانا درخت کی شاخ پر لٹکا کر سو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا تماشہ دکھایا کہ وہیں انکی رُوح قبض کرلیگئی اور انکی سواری کا گدھا بھی مرگیا۔ سَو برس تک اسی حال میں پڑے رہے۔ اس مدت میں بخت نصر بادشاہ بھی مرگیا اور اس کا سارا ملک شہنشاہ ایران کے ماتحت ہوگیا۔ اس نے یہودیوں پر ترس کھا کر انکو آزاد کردیا۔ یہودیوں نے بیت المقدس دوبارہ آباد کیا اور ہیکل تعمیر کیا۔

پھر اللہ تعالےٰ نے حضرت عزیر کو زندہ کیا اور ان سے پوچھا کہ تم کتنی دیر اس حالت میں رہے؟ عرض کیا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم کیونکہ جب انکی روح قبض کی گئی تھی تو صبح کا وقت تھا اور زندہ ہوئے تو عصر کا۔ ارشاد ہوا نہیں، بلکہ سَو برس۔ ذرا اپنے کھانے اور پانی کو دیکھو سَو برس پڑے رہنے کے باوجود اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا لیکن اپنے گدھے کو دیکھو کہ اس کی ہڈیاں بکھری ہوئی پڑی ہیں۔ پھر دیکھو کس طرح ہم ان ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا کر کھڑا کردیتے ہیں اور اس ڈھانچہ پر گوشت پوست چڑھا کر اس کو زندہ کردیتے ہیں۔ چنانچہ انکے دیکھتے دیکھتے گدھا زندہ ہوکر کھڑا ہوگیا۔ پھر انھوں نے شہر کو دیکھا کہ وہ بھی آباد ہے۔ یہ تمام کیفیت دیکھ کر انھوں نے کہا کہ مجھے پورا پورا یقین آگیا کہ مردوں کو جلانا اللہ کے لئے بہت آسان ہے اور یہ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ پھر جب حضرت عزیر یہاں سے اُٹھ کر شہر میں پہنچے تو لوگوں نے ان کو نہ پہچانا کیونکہ انکے ساتھی اور پہچاننے والے سب مرچکے تھے۔ جب انھوں نے اپنا واقعہ بیان کیا اور توراۃ جو ان کو زبانی یاد تھی پڑھ کر سنائی، تب لوگوں نے ان کا یقین کیا۔

٣٥
ع
٢
٢

(۲) یہ تیسرا قصہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مردہ زندہ ہونے کا یقین تو تھا لیکن مشاہدہ کرکے عین الیقین چاہتے تھے اس لئے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ پروردگار مجھے دکھا دیجئے کہ آپ کس طرح مُردوں کو زندہ کریں گے؟ ارشاد ہوا کہ کیا تم کو یقین نہیں؟ عرض کیا یقین تو ہے لیکن اطمینان قلبی کیلئے اس امر کا مشاہدہ چاہتا ہوں تاکہ عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہوجائے۔ ارشاد ہوا کہ چار پرندلو اور ان کو اپنے ساتھ ہلا لو پھر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالو اور ایک ایک ٹکڑا چار پہاڑوں پر رکھ دو پھر ان کو آواز دو تو وہ تمہارے پاس دوڑتے چلے آئیں گے چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے حسب ارشاد چار پرندے مُرغ، کوا، کبوتر لے کر ان کو اپنے ساتھ ہلا لیا پھر چاروں کے ٹکڑے کرکے ایک پہاڑ پر چاروں کے پنجے دوسرے پر پَر تیسرے پر دھڑ اور چوتھے پر سر رکھ دیئے۔ پھر انھوں نے یکے بعد دیگرے ہر ایک پرندہ کا نام لے کر پکارا، تو قدرت الٰہی سے اُن کے ٹکڑے مل گئے اور چاروں پرندے اُڑتے ہوئے ان کے پاس آگئے۔ اس امر کے مشاہدے سے حضرت ابراہیمؑ کو عین الیقین حاصل ہوگیا۔

أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ

ان (کے مال) کی مثال اس دانہ کی سی ہے جس سے سات بالیں

سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ

نکلیں (اور) ہر بال میں سو (سو) دانے ہوں اور اللہ جس (کے مال) کو

لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦١﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ

چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے اور اللہ (بڑی) وسعت والا (اور سب کچھ) جاننے والا ہے (۱) جو لوگ اپنے

أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ أَنْفَقُوْا مَنًّا

مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو احسان جتاتے ہیں اور

وَّلَآ أَذًى ۙ لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ

نہ ستاتے ہیں ان لوگوں کو ان کے اعمال کا ثواب ان کے پروردگار کے پاس ملے گا اور (قیامت کے روز) نہ ان کو خوف

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٦٢﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ

ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (۲) (سائل کو) نرمی سے جواب دینا اور درگزر کرنا اس

خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ أَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿٢٦٣﴾

خیرات سے بہتر ہے جس کے دینے کے بعد (سائل کو) کسی طرح کی ایذا دی جائے اور اللہ بے نیاز (اور) بُرد بار ہے (۳)

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ

اے ایمان والو! احسان جتا کر اور (سائل کو) تکلیف دے کر اپنی خیرات کو اس شخص کی طرح

وَالْأَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا

برباد مت کرو جو لوگوں کو دکھانے کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ

اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا تو اس کی (خیرات کی) مثال ایک چٹان کی سی ہے

منزل ۱

(۱) دولت کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ وہ ایک جگہ بند ہو کر نہ رہے، بلکہ مختلف ہاتھوں میں گردش کرتی رہے۔ اسی لئے اس نے دولت مندوں پر ایک ہلکا سالانہ ٹیکس لگایا جس کا نام زکوٰۃ ہے۔ پھر کئی احکام میں مال خرچ کرنا ضروری قرار دیا۔ اس کے علاوہ بھی حاجت مندوں کی امداد اور دوسرے نیک کاموں میں برضا و رغبت مال خرچ کرنے کی بہت تاکید کی۔

چونکہ گزشتہ رکوعوں میں جہاد کا ذکر کیا گیا تھا جس کی تیاری بغیر مال خرچ کئے نہیں ہو سکتی، اس مناسبت سے اس مقام پر اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کے دینی اور دنیوی فائدے اور اس کے آداب کا ذکر فرمایا۔

اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دینے کے لئے اس آیت میں ایک مثال دے کر اس حقیقت کو ذہن نشین فرمایا کہ جو مال اللہ کے راستے میں خرچ کیا جاتا ہے، وہ اللہ کے پاس کس طرح بڑھتا ہے۔ فرماتا ہے کہ دیکھو جب بیج زمین میں بویا جاتا ہے تو وہ صرف ایک دانہ ہوتا ہے لیکن جب پودا بن کر بارآور ہوتا ہے تو اس میں سات خوشے نکل آتے ہیں اور ہر خوشے میں سو سو دانے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح جو مال اللہ کے راستے میں خرچ کیا جاتا ہے، اس کا ثواب اللہ تعالےٰ سات سو گنا بخشتا ہے بلکہ جس کے لئے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ کر دیتا ہے۔ جس ذات کی فیاضی کا یہ عالم ہے کہ اس کے حکم سے زمین ایک دانے کے سات سو دانے بنا کر پھینک دیتی ہے، کیا اس کی بخشش سے کچھ بعید ہے کہ انسان کا ایک نیک کام عالم آخرت میں بڑھ کر سات سو گنا ہو جائے؟

(۲) اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے والوں کو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ مال خاص اللہ کے واسطے خرچ کیا جائے اور اسی کی خوشنودی مقصود ہو پھر یہ کہ نہ تو لوگوں کو جتاتے پھریں اور نہ سائل کو تکلیف دیں۔ جو لوگ اس طرح مال خرچ کرتے ہیں ان کو اللہ کے پاس پورا پورا اجر ملے گا۔ نہ انھیں ثواب کے کم ہونے کا ڈر ہوگا اور نہ وہ ثواب کے نقصان سے غمگین ہوں گے۔

(۳) یعنی سائل کو خوش خلقی سے جواب دینا اور اس کی بدخوئی سے درگزر کرنا اس خیرات سے کہیں بہتر ہے جس کے بعد سائل کو طعنہ دے کر یا اس پر احسان جتا کر اس کو تکلیف دی جائے۔

اللہ بے نیاز ہے، وہ تمھارے مال کا محتاج نہیں اس کی راہ میں تم جو کچھ خرچ کرو، وہ تمھارے اپنے لئے ہے اور وہ بُرد بار بھی ہے کہ تمھارے قصوروں پر درگزر فرماتا ہے اور پسند کرتا ہے کہ تم میں بھی عفو و درگزر کی صفت پیدا ہو۔

عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ
جس پر کچھ مٹی پڑی ہو پھر اس پر زور کا مینہ برسا تو اس کو صاف چٹ کر دیا
لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي
(اسی طرح قیامت کے دن) یہ (ریاکار لوگ) اپنے اعمال کا کچھ بھی صلہ حاصل کر سکیں گے اور اللہ کافروں کیلئے ہدایت
الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶۴﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ
کی راہ نہیں کھولتا (۱) اور جو لوگ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے
ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ
کے لئے اور خلوص نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی (خیرات کی) مثال
جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ
ایک باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو جب اس پر زور کا مینہ برسے تو دوگنا پھل لائے
فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
اگر زور کا مینہ نہ بھی پڑا تو پھوار (ہی اس کے لئے کافی ہے) اور تم لوگ جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ اس کو
بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ
دیکھ رہا ہے (۲) بھلا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اس کے پاس کھجوروں (کے درختوں) اور انگوروں
نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ
(کی بیلوں) کا ایک باغ ہو جس کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں اور
فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ
ہر طرح کے میوے اس کو وہاں میسر ہوں اور وہ بوڑھا ہو جائے اور اس کی
ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ
کمزور (اور ناتواں) اولاد بھی ہو تو (اچانک) اس باغ پر ایک بگولا چلے جس میں آگ ہو

(۱) اس آیت میں مسلمانوں کو تنبیہ فرماتا ہے کہ احسان جتانے اور سائل کو ایذا پہنچانے سے خیرات تباہ و برباد ہو جاتی ہے اور اللہ کے پاس مقبول نہیں ہوتی اسی طرح جو شخص نام و نمود کے لئے صدقات و خیرات کرتا ہے اس کی خیرات بھی اکارت جاتی ہے ایسے لوگوں کی خیرات کی مثال ایسی ہے جیسے پتھر کی ایک چٹان جس پر مٹی کی تہہ جم گئی ہو، اُس پر کسی نے دانے بوئے، ظاہر ہے کہ وہاں کھیتی سرسبز نہیں ہو سکتی جب بارش ہوگی تو مٹی بہ جائے گی اور دُھل دُھلا کر صاف چٹان نکل آئے گی۔ اسی طرح نمود و شہرت کی خیرات بھی اکارت جاتی ہے اور آخرت میں اس کا کچھ ثواب نہیں ملتا۔

(۲) جو لوگ سچے اعتقاد کے ساتھ، خلوص نیت سے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے مال خرچ کرتے ہیں، ان کی خیرات کی مثال ایسی ہے جیسے کسی اونچے ٹیلے پر ایک باغ ہے اگر خوب بارش ہوئی تو اس میں دوگنا میوہ پیدا ہوا نہیں تو ہلکی ہلکی بوندیں بھی کافی ہیں کسی صورت میں اس کو نقصان نہ ہوگا۔

اس تمثیل میں خیرات کو بارش سے، اور زمین کو دل سے تشبیہ دی گئی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر نیت درست ہے تو بہت مال خرچ کرنے میں بہت ثواب ملے گا اور تھوڑی خیرات بھی برکت و ثواب کا موجب ہو سکتی ہے جس طرح بارش کی چند ہلکی بوندیں بھی باغ کو شاداب کر سکتی ہیں۔

(۱) اس آیت میں ایک اور مثال اس شخص کی بیان کی گئی ہے جو خلوص نیت سے خیرات نہیں دیتا بلکہ نمود و شہرت کی غرض سے خیرات دیتا ہے یا خیرات دے کر احسان جتاتا اور سائل کو ایذا دیتا ہے۔ فرماتا ہے کہ کسی کے پاس کھجوروں کے درختوں اور انگوروں کی بیلوں کا ایک باغ ہے ان کے سوا اور درخت بھی ہیں جن سے اس کو ہر طرح کا میوہ ملتا ہے اور اس باغ میں چوطرف نہریں بہ رہی ہیں پھر جب وہ بوڑھا ہوگیا تو اس کو اس باغ کی اور ضرورت زیادہ ہوگئی کیونکہ بڑھاپے کی وجہ سے کچھ کما نہیں سکتا۔ اس پر طرہ یہ کہ اس بے کسی کی حالت میں اس کی کمزور اولاد بھی ہے جس کی پرورش اسی کے ذمہ ہے ایسی حالت میں اچانک ایک جھلستی آندھی چلی اور

فَاحْتَرَقَتْ ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ

پھر وہ باغ جل کر خاک ہو جائے۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ

تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ

تم غور و فکر کرو (۱) اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی میں سے پاکیزہ

مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا

اور عمدہ چیزیں خرچ کرو اور ان چیزوں میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی ہیں اور بری

تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ

(اور ناکارہ) چیزیں دینے کا قصد نہ کرو حالانکہ (اگر ویسی چیز تمہیں دیجائے تو) تم خود اس کو لینا پسند نہ کروگے مگر

اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۗ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾

ہاں چشم پوشی کر جاؤ (تو اور بات ہے) اور یقین رکھو کہ اللہ بے نیاز اور تعریف کے لائق ہے (۲)

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ

شیطان تم کو مفلسی اور تنگدستی سے ڈراتا ہے اور تم کو بری بات (یعنی بخل) کی ترغیب دیتا ہے

وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ

اور اللہ تم سے اپنی بخشش اور فضل (وکرم) کا وعدہ کرتا ہے۔ اور اللہ بڑی وسعت رکھنے والا

وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ

(اور سب کچھ) جاننے والا ہے (۳) وہ جس کو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جسے

يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ وَمَا

حکمت کی باتیں عطا ہوئیں تو بے شک اس کو بڑی نعمت مل گئی اور نصیحت

يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾ وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ

تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں (۴) اور تم جو کچھ بھی

آن کی آن میں باغ کو جلا کر خاک کر دیا ایسا ہی حال اس آدمی کا ہے جو عمر بھر نام و نمود کیلئے خیرات کرتا رہا اور سمجھتا رہا کہ آخرت میں اس کے کام آئے گی لیکن جب قیامت کا دن آئے گا تو دیکھے گا کہ ساری عمر کی کمائی رائیگاں گئی اور اس کی خیرات اللہ کے حضور میں مقبول نہیں ہوئی۔ آخر میں فرماتا ہے کہ اللہ اپنی آیتیں صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو اور سمجھو۔

ع ۳۶ ۶ ۴

(۲) اوپر کی آیتوں میں صدقات و خیرات کی اہمیت ذہن نشین کرانے کے بعد اس آیت میں بتاتا ہے کہ کیسی چیزیں خیرات میں دینی چاہئیں فرماتا ہے کہ اپنی کمائی میں سے دو یا زمین کی پیداوار میں سے کچھ خیرات کرو، جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں دو وہ پاک اور اچھی چیز ہونی چاہئے۔ ایسی نکمی اور بے کار چیز کو اللہ کے نام پر نہ دو کہ اگر ویسی چیز تمہیں دی جائے تو تم اسے قبول نہ کرو اور اگر قبول کرو بھی تو نہایت بددلی سے۔

اللہ کی ذات بے نیاز ہے وہ تمہارے مال کا محتاج نہیں تم اپنی سعادت و نجات کیلئے نیک عمل کے محتاج ہو۔ اور وہ خوبیوں والا ہے کہ اچھے کام اور اچھی چیزوں کی قدر فرماتا ہے۔

(۳) اس آیت میں ان شیطانی وسوسوں کا ذکر فرماتا ہے جو صدقہ و خیرات اور مالی قربانی کی راہ میں حائل ہوتے ہیں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے وقت شیطان یہ وسوسہ دل میں ڈالتا ہے کہ ان مصارف میں خرچ کرنے سے تم محتاج ہو جاؤگے پھر تم اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات کیسے پوری کر سکوگے۔ اس طرح محتاجی سے ڈرا کر اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے سے روک دیتا ہے لیکن جب نام و نمود اور فضول خرچیوں کا موقع آتا ہے تو خوب مال لٹانے کی ترغیب دیتا ہے اور اس طرح بے جا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں مال خرچ کرا دیتا ہے۔ بخلاف اس کے اللہ تعالیٰ اچھے اور مفید کاموں میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ اگر تم اس کے بتائے ہوئے موقعوں پر مال خرچ کرو تو وہ تمہارے گناہوں کو بخشے گا اور اپنے فضل سے تمہارے مال میں برکت دے گا۔ کیونکہ اللہ بڑی وسعت رکھنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ جو نیک نیتی سے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے اللہ اس کیلئے بہت سی راہیں کھول دیتا ہے۔

(۴) انسان میں ایسی سمجھ بوجھ پیدا ہونا کہ وہ دنیا کے ظاہری اور نمائشی فائدوں ہی میں پھنس کر نہ رہ جائے بلکہ حقیقی نفع و نقصان کو پہچانے اور یہ سمجھ سکے کہ کس نیت سے کس مال سے اور کس طرح محتاج کو دینا چاہیے یہ حکمت کی باتوں میں سے ہے اور جس کو حکمت ملی اسے زندگی کی بہت بڑی برکت مل گئی۔ اللہ اپنے کلام میں لوگوں کو نصیحت فرماتا ہے اور اچھی باتوں کی تعلیم دیتا ہے۔

مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

(اللہ کی راہ میں) خرچ کرو یا کسی طرح کی نذر مانو تو اللہ کو سب

يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ اِنْ تُبْدُوا

معلوم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں اگر تم کھلے طور پر

الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا

خیرات کرو تو یہ بھی اچھی بات ہے اور اگر پوشیدہ طور پر محتاجوں کو

الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ

دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے ۔ اور اللہ (اسکی برکت سے) تمہارے گناہ معاف

سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۱﴾ لَيْسَ

کردے گا اور اللہ ان تمام کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو (۱) (اے پیغمبر!)

عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

ان لوگوں کو راہ راست پر لانا آپکے ذمہ نہیں بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے راہ راست پر لاتا ہے

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ

اور (اے مسلمانو!) جو مال تم خرچ کروگے تو اس کا فائدہ تم ہی کو ملے گا اور تم جو کچھ خرچ کرتے ہو

اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ

اللہ ہی کی خوشنودی کے لئے خرچ کرتے ہو اور جو مال تم خرچ کروگے سب (یعنی اس کا ثواب) پورا پورا

يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾ لِلْفُقَرَآءِ

قیامت کے دن تم کو مل جائے گا اور تمہارے لئے اس میں ذرا کمی نہیں کیجائے گی (۲) (خیرات تو) ان

الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

حاجتمندوں کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں رکے بیٹھے ہیں ملک میں

(۱) دکھاوے کی خیرات سے روکا گیا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ بے جا تکلف کرکے خیرات کو چھپائے۔ مقصود یہ ہے کہ دل میں اخلاص ہونا چاہئے اور اپنی طرف سے اعلان کرنے کی کوشش نہ کرے۔ ہاں کسی موقع پر ترغیب اور تشویق کے خیال سے اگر لوگوں کے روبرو خیرات کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر ظاہر کرنے کا کوئی موقع نہ ہو تو پھر چھپا کر خیرات کرنا بہتر ہے، تاکہ لینے والے کا راز فاش نہ ہو اور چار آدمیوں کے سامنے اس غریب کی آنکھیں نیچی نہ ہوں۔

(۲) مسلمان شروع میں کافروں کو صدقہ اور خیرات دینا برا سمجھتے تھے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ خیرات کے معاملہ میں مسلمان اور کافر کا فرق نہیں ہونا چاہیئے محتاج کافر ہو یا مسلمان اس کی مدد کرنی چاہیئے۔ ہدایت اور گمراہی اللہ کی طرف سے ہے۔ اس کی ذمہ داری تم پر نہیں تم کو خالص اللہ کی خوشنودی پیش نظر رکھنی چاہیئے اللہ کی خوشنودی کے لئے جو کچھ تم خیرات کروگے اس کا بدلہ تم کو پورا پورا ملے گا۔

ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ
چل پھر نہیں سکتے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ناواقف آدمی انھیں مال دار

التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا
سمجھتا ہے ہاں تم ان کے چہروں سے پہچان سکتے ہو (مگر) وہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر سوال نہیں کرتے

وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿٢٧٣﴾ ع
اور جو کچھ بھی تم خیرات کے طور پر خرچ کرتے ہو اس کو اللہ خوب جانتا ہے (۱)

الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَ
جو لوگ اپنا مال (اللہ کی راہ میں) رات اور دن پوشیدہ اور

عَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ
ظاہر طور پر خرچ کرتے ہیں تو ان کا ثواب ان کے پروردگار کے پاس ملے گا اور ان کو (قیامت کے دن)

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٢٧٤﴾ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ
کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے جو لوگ سود کھاتے

الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ
ہیں (۲) وہ (قبروں سے نکل کر) اس طرح کھڑے ہوں گے جیسے شیطان نے کسی کو

الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا
چھو کر خبطی (اور بدحواس) کر دیا ہو یہ اس لئے ہوگا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ خرید

الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا
وفروخت بھی سود کی طرح ہے حالانکہ اللہ نے خرید وفروخت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے

فَمَن جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَانتَهَىٰ فَلَهُ
پھر جس شخص کے پاس اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ (سود لینے سے) باز آگیا تو پہلے جو کچھ

(۱) عام طور پر اُن ہی لوگوں کو خیرات کا مستحق سمجھا جاتا ہے جو بھیک مانگنے میں چست و چالاک ہوتے ہیں لیکن ایک خود دار حاجت مند کو کوئی نہیں پوچھتا اس لئے اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ ایسے لوگوں کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ خیرات و امداد کے سب سے زیادہ مستحق وہ لوگ ہیں جو دنیا کا کام کاج چھوڑ کر دین کی خدمت کے لئے وقف ہوگئے ہیں دن رات دین کی خدمت میں ایسے مشغول رہتے ہیں کہ کاروبار اور معاشی جد وجہد کیلئے کہیں نہیں جا سکتے۔ اس فقر وفاقہ پر بھی ایسی خودداری سے گذارتے ہیں کہ ناواقف لوگ ان کو محتاج نہیں سمجھتے۔ ان کے چہرے دیکھ کر ان کی حالت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے لیکن وہ خود اپنا حال کسی پر ظاہر نہیں کرتے جیسے اصحاب صفہ جو شب و روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے اور دین کی تعلیم حاصل کرتے تھے ان کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا۔ خوش حال صحابہؓ ان کی اعانت کرتے تھے۔

اسی تعلیم کا اثر تھا کہ مسلمان ہر زمانہ میں طلبا، علماء اور خادمان دین کی مالی امداد و خدمت کرتے رہے اور آج بھی حسب استطاعت کر رہے ہیں۔

(۲) پچھلے رکوع میں خیرات کی فضیلت اور اس کے ادا کرنے کے آداب بیان فرمائے چونکہ سود خیرات کی ضد ہے اس لئے اس موقع پر اس کا ذکر بھی فرمایا تاکہ خیرات کی اہمیت اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے اور اس کی استعداد پوری طرح ابھر آئے۔

اسلام انسان میں باہمی محبت اور ہمدردی پیدا کرنی چاہتا ہے یعنی ایک انسان دوسرے انسان کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھے اور اس کی ضرورت کو اپنی ضرورت خیال کرے اور نہ صرف زبانی ہمدردی کرے بلکہ عملی طور پر اپنے روپے پیسے سے دوسروں کی مدد کرے اس لئے وہ ایسے احکام دیتا ہے جن سے یہ جذبہ ابھر آتا ہے اور ویسے تمام طریقوں اور رواجوں کی مذمت کرتا ہے اور ان کو بند کرنا چاہتا ہے جو اس جذبے کے خلاف ہوں۔ اسی لئے وہ سود خواری کی ذہنیت کو ملیامیٹ کر دینا چاہتا ہے۔ سود خوار کی یہ ذہنیت ہوتی ہے کہ وہ ایک انسان کو مشکلات میں جکڑا ہوا دیکھ کر اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اور اس کی مفلسی کو اپنی دولت مندی کا ذریعہ بنانا چاہتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سود خواری انسان کو ایک درندہ بنا دیتی ہے۔

مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ

لے چکا ہے وہ اس کا ہو گیا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے رہا اور جو (نصیحت سننے کے بعد بھی) سود لیتا رہا تو ایسے

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا

لوگ دوزخی ہیں وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اللہ سود کو مٹاتا

وَيُرْبِى الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾

اور خیرات کو بڑھاتا ہے اور اللہ ناشکروں (اور) گناہ گاروں کو دوست نہیں رکھتا (۱)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک کام کئے اور (خاص کر) نماز کی پابندی کی

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ

اور زکوٰۃ دی تو ان کو ان کے پروردگار کے پاس اجر ملے گا اور (قیامت کے دن)

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

انھیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اے ایمان والو!

اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِىَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ

اللہ سے ڈرو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا سُود باقی رہ گیا ہے اس کو

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ

چھوڑ دو پھر اگر ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کے لئے

اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ

تیار ہو جاؤ اور اگر توبہ کرلو (اور سود چھوڑ دو) تو تم کو اصل مال لینے کا حق ہے

لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾ وَاِنْ كَانَ ذُوْ

نہ تم کسی کا نقصان کرو اور نہ کوئی تمہارا نقصان کرے (۲) اور اگر قرض دار

(۱) سُود خواری سے نفرت دلانے کے لئے اس آیت میں سُود خواروں کی اس حالت کا نقشہ کھینچا ہے جو قیامت کے دن ان پر طاری ہوگی۔ پھر سُود خواروں کے غلط استدلال کی تردید فرمائی ہے۔
ارشاد ہوتا ہے کہ جو لوگ حاجت مندوں کی مدد کرنے کی جگہ اُلٹا ان سے سُود لیتے ہیں اور اس سے اپنا پیٹ پالتے ہیں وہ قیامت کے دن اس فعل بد کی پاداش میں عذاب الٰہی کی دہشت سے ایسے بدحواس ہوں گے جیسے جن یا آسیب کے اثر سے انسان بدحواس ہو جاتا ہے جس طرح یہ لوگ دنیا میں قرض دار پر جن بن کر مسلط ہوتے تھے اور شدید تقاضوں سے اس غریب کو بدحواس کر دیتے تھے۔ اسی طرح قیامت کے دن انکی حالت بھی ایسی ہی کر دی جائے گی۔

پھر فرمایا کہ سود خواروں کا یہ استدلال سَراسَر غلط ہے کہ خرید و فروخت اور سُود لینے میں کچھ فرق نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں معاملوں کی نوعیت میں بڑا فرق ہے چونکہ خرید و فروخت میں چیز کے مقابلہ میں قیمت ہوتی ہے اس لئے ان دونوں میں برابری ممکن ہی نہیں۔ اور قیمت کی کمی اور زیادتی لینے والے اور دینے والے کے صوابدید پر چھوڑ دی گئی ہے۔ بخلاف سُود کے کہ اس کی زیادتی بغیر کسی معاوضہ کے اور ادا کرنے والے کیلئے نقصان دہ ہوتی ہے اسلئے اللہ تعالےٰ نے خرید و فروخت کو جائز کیا ہے اور سُود کو حرام۔ وہ سُودی کاروبار کو ناپسند کرتا اور اس کو مٹانا چاہتا ہے۔ بخلاف اس کے خیرات میں اس نے برکت رکھی ہے اور چاہتا ہے کہ اس کا جذبہ لوگوں میں ترقی کرے۔

(۲) اس آیت میں سُود نہ چھوڑنے والوں پر بڑی سخت تہدید فرمائی کہ اگر سود لینا نہ چھوڑتے ہو تو اللہ اور اسکے رسول سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ قرآن میں اتنی سخت وعید کسی اور گناہ کے لئے نہیں ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت بنی ثقیف اور بنی مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ زمانہ جاہلیت میں ان دونوں قبیلوں کے لوگ آپس میں سودی کاروبار کیا کرتے تھے فتح کے بعد ثقیف والوں نے بنی مغیرہ سے اپنے سُود کا مطالبہ کیا۔ انھوں نے سُود دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اسلام لانے کے بعد ہم سُود ادا نہیں کریں گے۔ عَتَّاب بن اُسَید نے جو اس وقت مکہ معظمہ کے حاکم تھے اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم دریافت کیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور آپ نے جواب میں یہ آیت لکھ بھیجی۔
جب قرض خواہوں نے یہ آیت سُنی تو کہا کہ ہم توبہ کرتے ہیں اور سُود کی جو رقم باقی ہے وہ سب چھوڑتے ہیں ہم میں اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔

عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ

تنگ دست ہو تو فراخی حاصل ہونے تک اس کو مہلت دو اور اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو تمہارے لئے

لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨٠﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ

بہتر یہی ہے کہ (زرِ قرض) معاف کردو اور اس دن سے ڈرو جبکہ تم لوٹ کر

فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ

اللہ کے حضور میں جاؤ گے پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٨١﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَا

اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہ ہوگا اے ایمان والو! جب کبھی تم آپس میں کسی مقررہ

يَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ

میعاد تک کے لئے اُدھار کا معاملہ کرو تو اس کو لکھ لیا کرو اور لکھنے والے کو

بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ

چاہیئے کہ تمہارے درمیان دستاویز انصاف سے لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار

يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ

نہ کرے جس طرح اللہ نے اس کو لکھنا سکھایا ہے وہ بھی (بے عذر) لکھدے اور جس کے ذمہ حق واجب ہو وہ

الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ

(دستاویز کا مضمون) لکھوائے اور اللہ سے جو اس کا پروردگار ہے خوف کرے اور اس میں سے کچھ کم نہ کرے

فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا

پھر اگر وہ شخص جس کے ذمہ حق ہے بے عقل یا ضعیف ہو یا (دستاویز کا مضمون)

يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ

لکھوانے کی قابلیت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ دستاویز لکھوائے (۱)

(۱) گزشتہ رکوع میں سُود کی مذمت اور حرمت کا بیان تھا اس رکوع میں اُدھار لین دین کے ضروری احکام کا ذکر ہے۔

واضح ہو کہ شریعت میں اُدھار لین دین کو بیع سلم کہتے ہیں۔ اس کی دو صورتیں جائز ہیں۔ ایک یہ کہ قیمت نقد اور چیز اُدھار۔ دوسرے یہ کہ چیز نقد اور قیمت اُدھار۔ اس معاملہ میں قیمت خریدار کے ذمہ یا چیز بیچنے والے کے ذمہ جو کسی مقررہ مدت پر واجب الادا ہو اُسے دَین کہتے ہیں۔ جس کے ذمہ دین ہو اُسے مَدْیُوْن اور مطالبہ کرنے والے کو دَائِن کہتے ہیں۔

٣٨ ع ٨ ٦

واضح ہو کہ دین اور قرض میں فرق ہے۔ قرض اس معاملہ کو کہتے ہیں جس میں نقد روپیہ پیسہ ہو یا کوئی چیز ہو مثلاً گیہوں چاول وغیرہ جو خریدی نہ گئی ہو بلکہ مبادلہ کے طور پر دی گئی ہو جس کا اسی شکل میں واپس کیا جانا ضروری ہے۔

اس آیت میں مداینت یعنی اُدھار لین دین کے ضروری احکام بیان فرمائے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ جب تم کسی مقررہ مدت کے لئے اُدھار لین دین کرو تو مناسب ہے کہ اسے لکھ لیا کرو، تاکہ حقوق معین کرنے میں کوئی شک اور اختلاف نہ ہو، انصاف کا خون نہ ہو اور آپس کی رنجشیں سر نہ اٹھائیں۔

اور لکھنے والے کو چاہئے کہ دستاویز کے لکھنے سے انکار نہ کرے اور یہ کہ نہایت دیانت داری کے ساتھ دستاویز ٹھیک ٹھیک لکھے جس شخص کو اللہ تعالےٰ نے کوئی نعمت عطا کی ہو اس کا ٹھیک ٹھیک مصرف اور شکریہ یہ ہے کہ اس سے خدا کی مخلوق کو فائدہ پہنچائے۔ اس لئے بلاوجہ کاتب کو لکھنے سے انکار نہ کرنا چاہئے۔ اور مدیون خود دستاویز لکھوائے اور لکھواتے وقت معاملہ کی تفصیلات میں کسی طرح کی کاٹ چھانٹ نہ کرے۔ اگر مدیون ناتجربہ کار بچہ یا بوڑھا ہو کہ دستاویز کا مضمون نہ لکھوا سکتا ہو تو اس کا ولی یا مختار اسکی طرف سے لکھوائے۔

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ ۚ فَإِن

اور تم اپنے میں سے دو مردوں کو (دستاویز پر) گواہ کر لیا کرو۔ پھر اگر

لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ

دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہ پسند کرو

مِنَ الشُّهَدَاءِ أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَ

(کافی ہیں) کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے گی تو

اهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا ۚ

دوسری اسے یاد دلا دے گی اور جب گواہوں کو (گواہی کے لئے) بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں (۱)

وَلَا تَسْأَمُوا أَن تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ ۚ

اور معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کو مدت کے تعین کے ساتھ لکھنے میں کاہلی نہ کرو

ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ

یہ بات اللہ کے نزدیک زیادہ قرین انصاف ہے اور گواہی کے لئے بہت درست طریقہ ہے

وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً

اور بہت ہی قریب ہے اس سے کہ تم (کسی طرح) شک و شبہ میں نہ پڑو۔ ہاں اگر نقد (لین دین) ہو

حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ

جس کا تم آپس میں کاروبار کرتے ہو تو ایسی صورت میں

جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا ۗ وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ ۚ

اگر دستاویز نہ لکھو تو تم پر کچھ گناہ نہیں اور جب ایسا کاروبار کرو تو بھی (احتیاطاً) گواہ بنا لیا کرو (۲)

وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ ۚ وَإِن تَفْعَلُوا

اور (دستاویز کے) لکھنے والے اور گواہ کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچایا جائے اور اگر تم (لوگ) ایسا کرو

(۱) یعنی صرف دستاویز لکھنا کافی نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ معاملے اور دستاویز پر دو مسلمان عاقل بالغ آزاد متقی اور بھروسہ کے مردوں کو گواہ بنا لیا جائے اگر دو مرد نہ مل سکیں تو ایک مرد اور دو عورتیں کافی ہیں۔ ایک مرد کے بجائے دو عورتیں رکھنے کی مصلحت یہ بیان فرمائی کہ عام طور پر عورتیں امور خانہ داری میں مشغول رہتی ہیں ان کو بازار کے معاملات سے زیادہ سروکار نہیں ہوتا اور ان سے لغزش ہونے کا احتمال ہوتا ہے اس لئے اگر ایک عورت معاملے کی تفصیلات میں بھول چوک کا شکار ہو جائے اور گواہی ٹھیک ٹھیک نہ دے سکے تو دوسری عورت اس کو یاد دلا دے۔ پھر گواہوں کو ہدایت ہے کہ گواہی دینے سے انکار نہ کریں جیسا کچھ ان کو معلوم ہے اس کو ٹھیک ٹھیک حاکم کے سامنے ظاہر کر دیں گواہی کو چھپانا یا اس میں غلط بیانی سے کام لینا سخت گناہ کی بات ہے اس سے لوگوں کے حقوق تلف ہوتے ہیں اور معاملات میں ایک بڑے شر کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

(۲) لیکن اگر لین دین اُدھار نہ ہو بلکہ ہاتھوں ہاتھ ہو تو پھر اس کو لکھنے کی ضرورت نہیں البتہ گواہ بنا لینا اس وقت بھی اچھا ہے۔

فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ
تو یہ تمھارے لئے گناہ کی بات ہے اور اللہ سے ڈرو اور (دیکھو) وہ تم کو (فلاح و سعادت کے طریقوں کی) تعلیم دیتا ہے

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (۲۸۲) وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ
اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے (۱) اور اگر تم سفر میں ہو

وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ
اور کوئی لکھنے والا نہ ملے تو (کوئی چیز) بطور رہن قبضہ میں (دیدو) پھر اگر تم میں سے ایک

بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ
شخص دوسرے کا اعتبار کرے تو جس کا اعتبار کیا گیا ہے (یعنی مدیون) اس کو چاہیئے کہ دوسرے کا حق (پورا پورا) ادا کردے

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ
اور اللہ سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرتا رہے اور گواہی کو مت چھپاؤ اور جو کوئی

يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (۲۸۳) ع
اس کو چھپائے گا تو یقین جانو کہ اس کا دل گناہگار ہے اور اللہ تمھارے اعمال کو جاننے والا ہے (۲)

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا
جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے اور جو کچھ تمھارے

مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ
دلوں میں ہے اس کو ظاہر کرو یا چھپاؤ تو اللہ تم سے اس کا حساب لے گا

فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى
پھر وہ جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۲۸۴) اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ
چیز پر قادر ہے (۳) رسول (پیغمبر محمدؐ) اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں جو ان کے

(۱) اہل معاملہ یعنی فریقین کو تنبیہ فرماتا ہے کہ کاتب اور گواہ کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائی جائے نہ کاتب کو بغیر اجرت کے کام کرنے پر مجبور کیا جائے نہ گواہوں کو خرچ سواری وغیرہ سے محروم کیا جائے اور نہ ان کو بے جا دباؤ ڈال کر کوئی ناحق بات اُن سے لکھوائی یا کہلائی جائے۔ آخر میں فرماتا ہے کہ ایسا کرنا بڑے گناہ کی بات ہے اور ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہو اور سچائی کے ساتھ اس کے احکام کی تعمیل کرو اور اللہ نے جو کچھ تعلیم دی ہے اس کی قدر کرو کیونکہ وہ تمھیں سعادت اور نجات کی راہ کی تعلیم دیتا ہے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

(۲) یعنی اگر سفر میں اُدھار لین دین کرو اور وہاں کوئی دستاویز لکھنے والا نہ ملے تو اس صورت میں ایسا ہو سکتا ہے کہ مدیون اپنی کوئی چیز رہن کے طور پر دائن کے قبضہ میں دیدے تاکہ اس کو اطمینان ہو جائے۔ ہاں اگر دائن کو مدیون پر بھروسہ ہو تو رہن رکھنے کی ضرورت نہیں لیکن اس صورت میں مدیون کو چاہیئے کہ اللہ سے ڈرے اور نہایت دیانت داری کے ساتھ دائن کا حق پورا پورا ادا کرے۔ نیز اس معاملہ پر جو گواہ ہوں ان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ گواہی کو نہ چھپائیں اور جب ضرورت ہو تو ٹھیک ٹھیک بیان دیدیں۔ کیونکہ گواہی چھپانا اللہ کے نزدیک سخت گناہ کی بات ہے۔

(۳) اس سورۃ کے شروع میں قرآن کی یہ صفت بیان
۳۹ ع ۲ کی گئی تھی کہ وہ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ یعنی پرہیزگاروں کے لئے ایک ہدایت نامہ اور زندگی کا دستور العمل ہے چنانچہ اس سورۃ میں اسلام کے بنیادی عقائد یعنی توحید و رسالت اور آخرت کی زندگی کا ذکر فرمایا اور اس کے ساتھ عبادات و معاملات میں سے نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، جہاد، قصاص، نکاح، طلاق، ایلا، خلع، رضاعت، بیع، سود اور رہن وغیرہ ضروری احکام بیان فرمائے اور اس طرح پرہیزگارانہ زندگی کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا آخری رکوع کی اس آیت میں اللہ تعالےٰ کی تین صفتوں ملکیت، علم اور قدرت کا ذکر فرمایا تاکہ لوگوں کو تنبیہ ہو جائے اور احکام کی تعمیل میں کوئی حیلہ حوالہ نہ کرسکیں نیز واضح ہو جائے کہ اللہ تعالےٰ کی ان تین صفتوں کو پیش نظر رکھنے سے احکام کی تعمیل میں زیادہ سے زیادہ سچائی اور اخلاص پیدا ہوتا ہے اور متقیانہ زندگی کے مدارج میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہمارا اور کائنات کی ہر چیز کا مالک ہے تو بندہ ہونے کی حیثیت سے ہمیں اس کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کر دینا چاہیئے۔ اور جب وہ ہمارے ظاہر و پوشیدہ کا جاننے والا ہے اور ایک دن ہمارے اعمال کا حساب بھی لے گا تو پھر ہمیں اس کے احکام کی تعمیل میں کوئی حیلہ حوالہ نہ کرنا چاہیئے اور احکام کی تعمیل کے وقت زیادہ سے زیادہ اپنی نیتوں کو خالص رکھنا چاہیئے اور جب کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے کہ جس کو چاہے بخشے اور جس کو چاہے عذاب دے تو اس کے احکام کی زیادہ سے زیادہ تعمیل کرکے بھی ہمیں مغرور نہیں ہونا اور بندگی کے مقام کو نہیں بھولنا چاہیئے۔

اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی اور (اسی طرح) ایمان والے بھی، یہ سب کے سب اللہ

وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ

اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اسکے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم اسکے پیغمبروں میں سے کسی ایک کو

مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ

دوسروں سے جدا نہیں سمجھتے (یعنی سب پر ایمان رکھتے ہیں) اور وہ عرض کرتے ہیں کہ ہم نے (تیرا حکم) سنا اور قبول کیا۔ اے پروردگار!

رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا

ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف

وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ

نہیں دیتا جو اچھے کام وہ کریگا اس کا ثواب اسی کو ملے گا اور جو بُرے کام وہ کریگا اس کا عذاب بھی اسی کو بھگتنا پڑیگا (ایمان والے تو یہ عرض کرتے ہیں)

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا

اے پروردگار! اگر ہم سے بھول یا چوک ہو جائے تو ہم سے مواخذہ نہ کرنا اے پروردگار!

وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ

ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں

مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ

پر ڈالا تھا اے پروردگار! ایسا بوجھ ہم سے نہ اٹھوانا جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو

وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟ اَنْتَ مَوْلٰىنَا

اے پروردگار! ہمارے قصوروں سے درگزر فرما اور ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا مالک (اور آقا) ہے

فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾ ع

پس ہم کو کافروں پر غلبہ عطا فرما (۱)

(۱) جب آیت لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الخ نازل ہوئی اور صحابہؓ کو یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ دل کے خیالات کا بھی حساب لے گا اور ان پر گرفت کرے گا تو ان پر بہت خوف طاری ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ احکام کی تو ہم حسب استطاعت تعمیل کریں گے لیکن خیالات پر ہمارا قابو نہیں ہے اس پر بھی اگر گرفت ہوئی تو ہمارا کیا حال ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کر دو اور پورے عزم کے ساتھ ان کی تعمیل میں کمر بستہ ہو جاؤ اور یوں کہو کہ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا چنانچہ صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں اظہارِ اطاعت کیا اور مغفرت چاہی۔ ان کا اظہار اطاعت اور مغفرت طلب کرنا حق تعالیٰ کو ایسا پسند آیا کہ سورۃ کی آخری دو آیتیں نازل فرما کر صحابہؓ کے جذبات کی ترجمانی فرمائی اور تعلیم دی کہ سب متقی لوگوں کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ اس عقیدہ کو دلوں میں بٹھائیں اور ہماری جناب میں اس طرح سے دعا کیا کریں۔

تَمَّتْ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ بِعَوْنِهٖ تَعَالٰى

(۱) اس سورۃ کے چوتھے رکوع میں اٰل عِمران (یعنی عمران کی اولاد) کا ذکر ہے اسی مناسبت سے اس کا نام اٰلِ عِمران ہے۔
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور دین حق کی روشنی مدینہ اور اس کے اطراف و جوانب میں پھیلی تو نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد مناظرہ کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وفد میں تقریباً (۶۰) آدمی تھے۔ وفد کا سردار عبد المسیح تھا اور مذہبی عالم کی حیثیت سے نجران کا بڑا پادری ابو حارثہ بھی اس کے ساتھ تھا۔

ابو حارثہ اصل میں عرب کے مشہور قبیلہ بنی بکر ابن وائل کا ایک شخص تھا جس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور عیسائی مذہب کا مطالعہ کر کے اس کا بڑا عالم ہو گیا تھا۔ روم کے بادشاہ نے اس کے علم و فضل کی وجہ سے اس کو جاگیر دے رکھی تھی اور کلیسائے عرب کا سردار اور بڑا پادری مقرر کیا تھا۔

اس وفد نے کئی روز تک مدینہ میں ٹھہر کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مناظرہ کیا۔ اس سورۃ کی تقریباً نوّے (۹۰) آیتیں اسی مناظرہ کے تعلق سے نازل ہوئی ہیں جن میں عیسائیوں کے باطل عقیدوں کی تردید کی گئی ہے۔

(۲) سورۃ کی پہلی آیت میں توحید کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی دو صفتوں حیات اور قیومیت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اس میں عام مشرکوں کے ساتھ عیسائیوں کے عقیدہ کی بھی تردید ہے۔ عیسائیوں کے مختلف فرقوں میں حضرت عیسیٰ کے بارے میں یہ تین عقیدے رائج تھے۔

اوّل عقیدہ تثلیث یعنی خدا عیسیٰ اور روح القدس مل کر ایک خدا ہے۔ دوسرا خدا نے عیسیٰ کی شکل میں ظہور کیا۔ تیسرا عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں۔ اس چھوٹی سی آیت سے تینوں عقیدوں کی تردید فرمائی یعنی معبود حقیقی صرف ایک ذات ہے جو اللہ ہے اس کی واحد ذات میں عقیدہ تثلیث کی گنجائش نہیں۔ وہ الحیّ ہے [illegible] اپنی ذات سے موجود ہے اور اس کو فنا نہیں۔ اس کے سوا [illegible] ہیں وہ ذاتی طور پر صفتِ حیات کی مالک نہیں ہیں اور [illegible] ہونے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اَلقیّوم ہے یعنی وہ خود اپنی [illegible] قائم ہے اور دوسری تمام چیزوں کو سہارا دیتا اور قائم [illegible] اس کے سوا تمام چیزیں ذاتی طور پر صفتِ حیات کی [illegible] اپنے قیام میں اسی کی محتاج ہیں لہٰذا اس کے [illegible] دوسری ہستی چاہے عیسیٰ ہوں یا کوئی اور معبود ہونے [illegible] اور نہ کوئی اس کا بیٹا ہو سکتا ہے کیوں کہ [illegible] باپ کی طرح ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی [illegible] القیّوم تو ہے نہیں لہٰذا کوئی اس کا بیٹا [illegible]

[illegible] اس کے حیّ اور قیّوم ہونے کا تقاضہ ہے [illegible] انسان کی ہدایت کا بھی انتظام فرماتا ہے [illegible] تورات و انجیل نازل فرمائیں اور اب اسے [illegible] کیا جس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ سابق [illegible] آسمانی کتابوں تورات اور انجیل کی [illegible] آسمانی کتابوں کے ساتھ روشن نشانیاں بھی نازل کیں۔ تو جو لوگ روشن نشانیوں اور [illegible]

(۴) اللہ کا علم ہر چیز کو [illegible] اس سے بھی واقف ہے بلکہ اپنے علم و حکمت کے مطابق وہی [illegible] کرتا ہے کیا ضروری نہیں کہ پیدائش کے بعد روحانی پرورش کے لئے [illegible]

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِيَّةٌ (٣)   اٰیَاتُہَا ۲۰۰   رُکُوْعَاتُہَا ۲۰

سورۂ اٰل عمران مدینہ میں نازل ہوئی (۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ نَزَّلَ

الم ۔ اللہ (ایسا ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ زندہ (اور سب کا) تھامنے والا ہے (۲) اس نے

عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

تم پر سچائی کے ساتھ کتاب نازل کی جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے

وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى

اور اسی نے اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے تورات اور انجیل [illegible]

لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ

اور اسی نے (حق و باطل میں) تمیز کرنے والی چیز نازل کی ۔ بلاشبہ جن [illegible] کی

اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ

کو نہ مانا ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ زبردست [illegible]

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ [illegible]

بے شک اللہ سے کوئی چیز پوشیدہ [illegible]

السَّمَآءِ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ [illegible]

آسمان میں وہی (تو) ہے جو [illegible]

يَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا [illegible]

بناتا ہے اس کے سوا [illegible] لائق نہیں

الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ

تم پر یہ کتاب نازل کی جس کی بعض آیتیں محکمات ہیں

هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ

یہی اس کتاب کی اصل (اور بنیاد) ہیں اور دوسری متشابہات ہیں (۱) تو جن لوگوں کے

فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ

دلوں میں کجی ہے وہ قرآن کی ان آیتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جو متشابہات ہیں تاکہ (لوگوں میں)

الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۚ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا

فساد برپا کریں اور (غلط) تاویلیں کریں حالانکہ اس کی (صحیح) تاویل اللہ کے سوا کوئی

اللّٰهُ ۘ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ

نہیں جانتا اور جو علم میں پکے ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے

كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۞

یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور عقلمند ہی نصیحت قبول کرتے ہیں (۲)

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَ هَبْ

(ان کی یہ دعا ہوتی ہے کہ) اے پروردگار جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے تو اس کے بعد ہمارے دلوں

لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۞

میں کجی نہ پیدا کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما بے شک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔

رَبَّنَاۤ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ ؕ

اے پروردگار تو اس روز جس (کے آنے) میں کوئی شک نہیں سب لوگوں کو (اپنے حضور میں) جمع کرے گا

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۞ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

بے شک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا (۳) جن لوگوں نے کفر کیا

ع ۹

منزل ۱

(۱) محکمات ان آیات کو کہتے ہیں جن کی مُراد معلوم اور معین ہو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ لغت یا کلمات کی ترکیب کے لحاظ سے ایک معین معنی سمجھ میں آئیں اور دوسرے معنی کا احتمال نہ ہو۔ دوسری صورت یہ کہ اگرچہ لغت اور کلام کے لحاظ سے کئی معنی کا احتمال ہو سکتا ہو لیکن قرآن مجید یا حدیث شریف کے دیگر مطالب، اجماع امت یا مذہب کے عام اصول کی رو سے آیت کے معنی قطعی طور پر معین ہو چکے ہوں۔

واضح ہو کہ محکم آیت کے لئے یہ شرط بھی ضروری ہے کہ اس کے منسوخ ہونے کا احتمال نہ ہو۔

منسوخ ہونے کا احتمال نہ ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ آیت بالذات ایسی ہو کہ نفس معنی کے لحاظ سے منسوخ ہونے کی کوئی گنجائش نہ ہو جیسے اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ۔ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نفس مضمون آیت کے لحاظ سے تو نسخ بلکہ دوسرے وجوہ کی بنا پر آیت کے منسوخ نہ ہونے کا یقین ہو جیسے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔

ان آیتوں کے تواتر اور تعامل کی بنا پر امت کو قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہے کہ یہ آیتیں منسوخ نہیں ہیں۔

متشابہ آیات کی تعریف یہ ہے کہ محکم آیات کی طرح ان میں بھی نسخ کا احتمال نہیں ہوتا لیکن لغت یا ترکیب کلمات کے لحاظ سے معنی معین کرنے میں اشتباہ ہو اور شارع علیہ السلام نے کسی دوسرے مقام پر بھی اس کی تفسیر بیان نہ کی ہو۔ اس کی مثال حروف مقطعات اور قرآن کی وہ آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی صفات کو ایسے کلمات میں بیان کیا گیا ہے کہ کلمہ کے لغوی اور ظاہری معنی مُراد نہیں لئے جا سکتے ہوں جیسے بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ۔ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی۔ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ۔ یٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ۔ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ

ان آیتوں میں ید، استوی، یمین اور جنب کے لغوی معنی تو معلوم ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سے کیا مُراد لئے ہیں ان کی حقیقت سے ہم واقف نہیں ہیں۔ یہ امر ذہن نشین کرنے کے قابل ہے کہ درحقیقت کتاب اللہ کی ساری تعلیم کی اصل اور اساس محکم آیات ہی ہوتی ہیں۔ متشابہ آیات کو محکم آیات کے تابع رکھ کر دیکھنا چاہئے اور ان کے جو معنی محکم آیات کے خلاف پڑیں ان کی قطعاً نفی کی جاتی چاہیئے۔ ان آیات پر ایمان لانا اور اپنی طرف سے ان کی تاویل نہ کرنا ہی سلفِ صالحین کا طریقہ رہا ہے۔ (۲) حقیقت یہ ہے کہ قرآن میں دو طرح کی آیتیں ہیں کچھ محکمات ہیں جن کے معنی صاف، واضح اور متعین ہیں دوسری متشابہات جن میں ایک سے زائد معنی کا احتمال ہوتا ہے۔ تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہوتی ہے وہ قرآن کے بارے میں ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہیں، محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور انکی من مانی تاویل کر کے دین میں فتنہ برپا کرتے ہیں اور قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کی بجائے اسے گمراہی کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ علم کے پکے اور دل کے سیدھے ہوتے ہیں وہ قرآن سے ہدایت حاصل کرتے ہیں اپنے عقیدوں اور اعمال کو درست کرتے ہیں۔ وہ متشابہات کے پیچھے پڑ کر اپنے دین کو خراب نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ محکمات کی طرح متشابہات بھی قرآن کی آیتیں ہیں اور ہمارے پروردگار کے پاس سے آئی ہیں۔ (۳) کامل ایمان اور پختہ علم والے جب دیکھتے ہیں کہ متشابہات کے پیچھے پڑ کر لوگ کس طرح گمراہ ہوتے ہیں تو وہ لرز جاتے ہیں اور اپنے ایمان کی سلامتی کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کرتے ہیں۔

اے پروردگار! تیرا احسان ہے کہ تو نے ہم کو ہدایت بخشی اور ایمان کی توفیق عطا فرمائی۔ پروردگار! اب تو ہم کو ایمان پر ثابت قدم رکھ اور ہمارے دلوں کو اس طرح حق سے مت پھیر جس طرح تو نے ان لوگوں کے دلوں کو پھیر دیا جو متشابہات کے پیچھے پڑتے اور ان میں من مانی تاویلات کرتے ہیں۔

پروردگار! ہمارے اعمال کو نہ دیکھ اپنی رحمت ہم پر نازل فرما اور دینی اور دنیوی برکتوں کے دروازے ہم پر کھول دے تو بلا استحقاق اور بلا معاوضہ بخشش کرنے والا ہے۔ پروردگار! عالم آخرت کے معاملات ہماری عقل نارسا میں آئیں یا نہ آئیں لیکن تو نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں بتایا ہے اور ہم سے وعدہ کیا ہے اس لئے ہم یقین رکھتے ہیں کہ تو ایک دن سب اگلے پچھلے لوگوں کو اپنے حضور میں جمع کرے گا۔

لَنۡ تُغۡنِیَ عَنۡهُمۡ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ مِّنَ
(اس دن) نہ ان کا مال اور نہ ان کی اولاد ان کو اللہ (کے عذاب)
اللّٰهِ شَیۡـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِکَ هُمۡ وَقُوۡدُ النَّارِ ۙ﴿۱۰﴾ کَدَاۡبِ اٰلِ
سے نہ بچا سکے گی اور یہی لوگ دوزخ کا ایندھن ہوں گے (ان کا حال بھی)
فِرۡعَوۡنَ ۙ وَالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا ۚ
فرعون والوں اور ان سے پہلے لوگوں کا سا ہے جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا
فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوۡبِهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۱۱﴾
تو اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو عذاب میں گرفتار کیا اور (یاد رکھو) اللہ سخت عذاب دینے والا ہے (۱)
قُلۡ لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سَتُغۡلَبُوۡنَ وَتُحۡشَرُوۡنَ اِلٰی
(اے پیغمبر!) ان کافروں سے کہدو کہ تم (دنیا میں بھی) عنقریب مغلوب ہو جاؤ گے اور (آخرت میں) جہنم کی طرف ہانکے
جَهَنَّمَ ؕ وَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ﴿۱۲﴾ قَدۡ کَانَ لَکُمۡ اٰیَةٌ
جاؤ گے اور وہ برا ٹھکانا ہے تمہارے لئے ان دو گروہوں میں (اللہ کی) قدرت کی ایک بڑی نشانی ہے
فِیۡ فِئَتَیۡنِ الۡتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ
جو (بدر کے میدان میں) ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تھے ایک گروہ (مسلمانوں کا) تھا جو اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا
وَاُخۡرٰی کَافِرَةٌ یَّرَوۡنَهُمۡ مِّثۡلَیۡهِمۡ رَاۡیَ الۡعَیۡنِ ؕ
اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا وہ ان کو کھلی آنکھوں اپنے سے دوچند دیکھ رہے تھے۔
وَاللّٰهُ یُؤَیِّدُ بِنَصۡرِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ
اور اللہ اپنی مدد سے جس کی چاہتا ہے تائید کرتا ہے بے شک ان لوگوں کے لئے جو
لَعِبۡرَةً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ ﴿۱۳﴾ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ
چشم بینا رکھتے ہیں اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے، (۲) لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے

منزل

(۱) گذشتہ آیتوں میں پختہ علم والوں کی ایمانی کیفیت اور انکی دعائیں ذکر کرنے کے بعد اس آیت میں کافروں کا انجام بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ جو لوگ مال و دولت اور آل و اولاد کے گھمنڈ میں آج اللہ کی کتاب پر ایمان نہیں لاتے ہیں اُن کا انجام بھی وہی ہوگا جو گذشتہ زمانہ میں فرعون اور اس کی قوم اور اس سے اگلی جھٹلانے والی قوموں کا ہوا کہ جب اللہ کے عذاب نے ان کو آگھیرا تو ان کی دولت و ثروت اور اولاد ان کے کچھ کام نہ آئی اور آخرت میں بھی جب وہ دوزخ میں ایندھن کی طرح جلائے جائیں گے، مال و دولت، حکومت و سلطنت، عزیز و اقارب ان میں سے کوئی چیز بھی ان کے کام نہ آسکے گی اور اللہ کے عذاب سے ان کو نہ بچا سکے گی

(۲) اس آیت میں جنگ بدر کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے، جو حق و باطل کے درمیان پہلی جنگ تھی جس کی تفصیل سورہ انفال میں مذکور ہے۔

اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ مکہ والوں کے مظالم سے تنگ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چند جاں نثاروں کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں قیام فرمایا۔ قریش مکہ نے یہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا اور طرح طرح سے تنگ کرتے اور دھمکیاں دیتے رہے۔ آخر کار ہجرت کے دوسرے سال رمضان کے مہینے میں بدر کے میدان میں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے، کفار مکہ اور مجاہدین اسلام کے درمیان ایک معرکہ ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صرف (۳۱۳) تھے اور وہ بھی بے سرو سامان جن کے پاس پوری طرح ہتھیار بھی نہ تھے لیکن حق کا زور ان کے بازوؤں میں تھا اور دین کا جوش ان کے سینوں میں امنڈ رہا تھا۔ ان کے مقابل کفار کا لشکر ایک ہزار سے زیادہ اور پوری طرح ہتھیاروں سے مسلح تھا۔ تماشہ یہ تھا کہ ہر ایک فریق کو مخالف لشکر اپنے سے دوگنا نظر آتا تھا نتیجہ یہ تھا کہ مسلمانوں کی کثرت کے تصور سے کفار مرعوب ہو رہے تھے اور مجاہدین اسلام کافروں کی تعداد اپنے سے دوگنی دیکھ کر حق تعالٰی کی طرف زیادہ متوجہ ہوتے اور کامل توکل و استقلال سے اللہ تعالٰی کے وعدہ پر بھروسہ کر کے فتح و نصرت کی امید رکھتے تھے۔ نصرت الٰہی نے ایمان والوں کا ساتھ دیا اور ایک بے سرو سامان جماعت ایک بڑا مسلح لشکر پر غالب آئی۔

جب مجاہدین اسلام کامیابی کے ساتھ مدینہ واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو اسلام کی دعوت دی یہود نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ عربوں پر فتح پا کر غرور نہ کرو، ہم سے مقابلہ ہوگا تو حقیقت کھل جائے گی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ارشاد ہوتا ہے کہ اے پیغمبر! پیشین گوئی کے طور پر یہ اعلان کردو اور سب کافروں سے کہدو کہ عنقریب تمہارا زور ٹوٹ جائے گا اور تم سب اسلام اور لشکر اسلام کے سامنے ہتھیار ڈالدو گے۔ دیکھو جنگ بدر کے واقعہ سے عبرت حاصل کرو جو ابھی ابھی تمہارے سامنے پیش آیا ہے۔ تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ دین حق کے دشمنوں نے ایمان والوں کو برباد کرنے کے منصوبہ سے بدر کے میدان میں صفیں آراستہ کی تھیں مگر مٹھی بھر، بے سرو سامان مجاہدین نے اللہ کی مدد سے ان کے منصوبے خاک میں ملا دیئے۔
اہل ایمان کا اس طرح کامیاب ہونا چشم بینا رکھنے والوں کے لئے اپنے اندر بڑی عبرت اور بصیرت رکھتا ہے۔

الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ

فریفتہ کیا ہے جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور

مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ

چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور

الْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ

مویشی اور کھیتی (مگر) یہ دنیوی زندگی کا سروسامان ہے

وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ

اور اللہ کے پاس اچھا ٹھکانا ہے (۱) (اے پیغمبر! ان سے) کہو کہ کیا

بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ

میں تم کو ان سب سے بہتر چیز بتاؤں (سنو) جو لوگ پرہیزگار ہیں ان کے لئے ان کے پروردگار

جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

کے پاس (بہشت کے) باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے

وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ

اور (وہاں ان کیلئے) پاکیزہ بیویاں ہیں اور (سب سے بڑھ کر) اللہ کی خوشنودی ہے اور اللہ اپنے

بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ ۚ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا

بندوں کے اعمال کو دیکھ رہا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو (اللہ سے) التجا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم ایمان لائے

فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ ۚ اَلصّٰبِرِيْنَ

تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا (یہی لوگ مشکلات میں) صبر کرنے والے

وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ

اور سچ بولنے والے اور عبادت میں لگے رہنے والے ہیں اور راہِ خدا میں خرچ کرنے والے (۲) اور پچھلی رات میں توبہ و استغفار

(۱) اس دنیا کے انتظام کے لئے اللہ تعالےٰ نے انسان کی فطرت کچھ اس طرح بنائی ہے کہ بیوی بچوں کی محبت اور مال و متاع میں اس کے لئے دلچسپی کا سامان ہے۔ لیکن لوگ ان چیزوں کی محبت میں کچھ ایسے بہہ جاتے ہیں کہ آخرت کو بالکل چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اس آیت میں مسلمانوں کو تسلی فرمائی کہ دنیوی بے سروسامانی سے فکر مند نہ ہوں۔ اہل و عیال اور مال و دولت تو اس دنیا کی زندگی گذارنے کا سامان ہے جو تھوڑی سی ہے۔ اصل دولت ایمان و عمل کی ہے جس کا نتیجہ آخرت کی دائمی زندگی میں راحت و مسرت اور سکون و طمینان ہوگا۔

(۲) ان آیتوں میں فرمایا کہ ایمان اور عمل صالح رکھنے والوں کو آخرت کی زندگی میں اس طرح راحت و مسرت حاصل ہوگی کہ وہاں ان کے رہنے کو بہشت کے ایسے باغ ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور ان کی دلجمعی کے لئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور سب سے بڑھ کر یہ اللہ تعالےٰ کی خوشنودی اور رضامندی انھیں حاصل ہوگی۔ ان پرہیزگار لوگوں کی صفات یہ ہیں کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں، اللہ کے سامنے اپنی بندگی کا اظہار کرتے ہیں اور گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں، مصیبتوں اور آزمائشوں پر صبر کرتے ہیں، ہمیشہ سچ بولتے ہیں، اللہ کی عبادت و فرماں برداری میں مصروف رہتے ہیں اور اپنا مال، اپنی طاقت اور صلاحیت کو اللہ کی مخلوق کے فائدہ کے لئے بے دریغ خرچ کرتے ہیں اور رات کی آخری گھڑیوں میں جبکہ لوگ میٹھی نیند کے مزے لوٹتے ہیں یہ لوگ اللہ کے سامنے عجز و نیاز سے سربسجود ہوتے ہیں اور بخشش چاہتے ہیں۔

بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۙ وَ

کرنے والے ہیں ۔ اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور

الْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا

فرشتے اور علم والے لوگ بھی گواہی دیتے ہیں اور (اللہ) انصاف کے ساتھ (کارخانہ عالم کا) انتظام کرنے والا ہے اسکے سوا کوئی عبادت کے

هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

لائق نہیں وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے (۱) بے شک دین (حق) اللہ کے نزدیک اسلام ہے (۲)

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ

اور اہل کتاب نے جو دین سے اختلاف کیا تو علم حاصل ہونے

مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ

کے بعد آپس کی ضد سے کیا اور جو شخص

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾ فَاِنْ

اللہ کی آیتوں کو نہ مانے تو اللہ جلد حساب لینے والا ہے (۳) (اے پیغمبر) اگر

حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِؕ

یہ لوگ تم سے جھگڑا کریں تو ان سے کہدو کہ میں نے اللہ کے آگے اپنا سر جھکا دیا ہے اور جو لوگ میرے پیرو ہیں انھوں نے بھی ۔

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْؕ

اور (اے پیغمبر) تم اہل کتاب اور (عرب کے) ان پڑھ لوگوں سے کہو کیا تم بھی اسلام لاتے ہو

فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْاۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا

پس اگر وہ اسلام لے آئیں تو (یقیناً) سیدھی راہ پر آ گئے اور اگر وہ منہ موڑ لیں تو اے پیغمبر! تمہارا کام

عَلَيْكَ الْبَلٰغُؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾ اِنَّ

صرف پیغام پہنچا دینا ہے اور اللہ بندوں (کے اعمال) کو خوب دیکھ رہا ہے (۴) بلاشبہ

(۱) سورت کے شروع میں توحید کا ذکر اس انداز میں فرمایا کہ عام مشرکین اور عیسائی دونوں کے باطل عقیدوں کی تردید ہو گئی۔ اس آیت میں فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یکتا اور معبود برحق ہونے کا دعویٰ کوئی ایسا دعویٰ نہیں ہے جس پر کائنات عالم میں کوئی گواہ نہ ہو۔ نہایت معتبر تین گواہیاں اس دعویٰ پر پیش کی جا سکتی ہیں جو کسی جرح سے نہیں ٹوٹ سکتیں سب سے پہلی اور قوی گواہی خود اللہ تعالیٰ کی ہے اور اللہ سے بڑھ کر سچا کون ہو سکتا ہے۔ اللہ نے اپنی گواہی وحی کے ذریعہ ظاہر فرمائی جو تمام الہامی کتابوں میں محفوظ ہے۔ اسکے علاوہ اللہ کی فعلی کتاب یعنی صحیفہ کائنات کا ایک حرف توحید کی گواہی دے رہا ہے۔ شعر ہر گیاہے کہ از زمیں روید ۔ وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید ۔ دوسری گواہی ملائکہ یعنی فرشتوں کی ہے جو عام انسانوں کے مقابلہ میں حقیقت حال اور کائنات کے راز سے زیادہ واقف ہیں اور حق و صداقت کے خلاف کوئی بات نہیں کہتے خاص کر وہ برگزیدہ فرشتہ حضرت جبریل علیہ السلام جو مقرب بارگاہ ہے اور براہ راست حق تعالیٰ سے علم حاصل کرتا ہے۔ اسکی گواہی بڑی معتبر اور مضبوط ہے۔ تیسری گواہی اہل علم کی ہے۔ ہر زمانے کے علم و بصیرت والے توحید کی گواہی دیتے آئے ہیں۔ انبیاء اور ان کی پیروی کرنیوالوں نے تو نصرت زبان سے بلکہ کبھی کبھی اپنے خون سے بھی توحید پر شہادت لکھوائی ہے۔ لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دنیا کی مشرک قوموں میں بھی کچھ صاحب بصیرت لوگ توحید کی آواز بلند کرتے ہیں اور اس طرح نہ صرف توحید پر بلکہ قرآن کی صداقت پر بھی گواہ بن جاتے ہیں۔ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ میں اس طرف اشارہ فرمایا کہ توحید عین عدل ہے اور شرک سراپا ظلم ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ تو جس مذہب کی بنیاد توحید پر ہو گی اس مذہب کے احکام نہایت عادلانہ ہوں گے اور ایسے مذہب کے ذریعہ ہی لوگوں کے ذہنوں میں اعتدال اور انسانی سماج میں عدل و انصاف قائم کیا جا سکتا ہے۔ (۲) اس سے پہلی آیت میں تین معتبر شہادتیں پیش فرما کر توحید کے عقیدہ کو نہایت مضبوط بنیاد پر قائم فرمایا۔ اس آیت میں فرماتا ہے کہ اللہ کے نزدیک مقبول و پسندیدہ دین اسلام ہے جب صحیح توحید کا عقیدہ انسان کے دل میں جاگزیں ہو جائے تو قدرتی بات ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے جمال و کمال کا گرویدہ ہو گا۔ اس کی مرضی اور اس کے احکام پر جان نثار کرے گا۔ اسکے دل میں یہ جذبہ ابھرے گا کہ زندگی ایسے طریقہ سے گزارے جو اسکے معبود و محبوب کی مرضی کے مطابق ہو یہی طریقہ دین اسلام ہے اور یہی دین اللہ کے نزدیک مقبول اور پسندیدہ ہے۔ اسلام کے لفظی معنی اطاعت و فرمانبرداری کے ہیں۔ دین اسلام سے زندگی کے وہ اصول مراد ہیں جن کو سرچشمہ حیات اور خالق کائنات یعنی اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ پیغمبروں کو تعلیم فرمائے جن کو جاننا اللہ تعالیٰ کی مرضی کو جاننا ہے اور جن کے مطابق زندگی گزارنا اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری کرنا ہے۔ مذہب کے بنیادی اصول جیسے توحید، رسالت، آخرت کی زندگی اور وہاں کے احوال، اللہ تعالیٰ کی عبادت، اخلاق، عدل و انصاف سب امور سارے پیغمبروں کی تعلیمات میں مشترک رہے ہیں جب کہا جاتا ہے کہ اسلام سارے پیغمبروں کا دین ہے تو اس سے یہی مشترک اصول مراد ہوتے ہیں۔ ورنہ عبادات اور معاملات کے فروعی احکام شریعتوں میں مختلف رہے ہیں اسی لئے ہر شریعت اپنے اپنے پیغمبر سے منسوب ہو کر ایک الگ شریعت قرار پائی جیسے شریعت موسوی اور شریعت محمدی۔ لیکن نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین پیش کیا اور جس کی شان میں فرمایا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا اس سارے دین اور ساری شریعت کا نام زبان وحی نے اسلام ہی رکھا ہے اسی لئے دین محمدی کا پیرو مسلم کہلاتا ہے۔ غالباً اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوری پوری مشابہت کا لحاظ رکھا گیا ہے کیونکہ ان کے دین کا نام اسلام تھا اور وہ مسلم تھے وَكَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۔ (۳) توحید پر نہایت معتبر اور مضبوط شہادتیں موجود ہیں اور اسلام یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی گزارنا ایک فطری اور سادہ دین ہے، سارے پیغمبر اسی کی تعلیم دی آج نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی کو زیادہ مکمل شکل میں پیش کر رہے ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کے وحی الٰہی ہونے پر نہایت واضح اور مضبوط دلیلیں موجود ہیں سوال ہے کہ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کیوں اسلام کو نہیں مانتے۔ قرآن اس حقیقت کو واضح کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اہل کتاب کے اختلاف کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی صداقت ان پر کھلی نہیں کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھیک ٹھیک پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ اور یہ بات بھی نہیں ہے کہ توحید اسلام پیغمبر اسلام اور قرآن کے سمجھنے میں ان کو کچھ غلط فہمی ہوتی ہو کیونکہ یہ سب سچائیاں بطور خود واضح ہیں اسکے علاوہ ان پر مضبوط دلیلیں بھی پیش کی جا چکی ہیں حقیقت یہ ہے کہ اہل کتاب کو وحی کے ذریعہ صحیح علم دیا گیا تھا

نصف

ع ۱۱/۲

(بقیہ صفحہ ۹۱) انھوں نے بھلا دیا اور دنیا پرستی، ظلم و زیادتی اور رشک و حسد میں پڑ گئے۔ یہ بُری خصلتیں اہل کتاب کی طبیعت میں جڑ پکڑ گئی ہیں اور انھوں نے ان کی فطرت کو مسخ کر دیا ہے یہی ناپاک خصلتیں ان کو اسلام قبول کرنے سے بھی روک رہی ہیں لیکن ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا جلد حساب لینے والا ہے۔ (۴) اسلام کی صداقت پر روشن نشانیاں پیش کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ اے پیغمبر! تم یہود و نصاریٰ مشرکین عرب اور سارے جہان والوں پر حجت پوری کر دو۔ اپنی اور اپنے جان نثاروں کی طرف سے اعلان کر دو کہ ہم نے تو اپنے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے اور اسی کی اطاعت و فرماں برداری کی راہ پر گامزن ہو گئے ہیں۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ اہل و عیال، عزیز و اقارب، وطن و قوم کو چھوڑ کر تن من دھن سب اس کے نام پر قربان کر دیا ہے۔ یہی سچی خدا پرستی ہے اور اسی کا نام اسلام ہے۔ اُن سے کہو کہ ساری باتیں چھوڑ دو۔ یہ بتاؤ کہ تم خدا پرستی کو مانتے ہو یا نہیں۔ اگر مانتے ہو تو سارا جھگڑا ختم ہو گیا کیونکہ اسلام کی حقیقت سچی خدا پرستی کے سوا اور کچھ نہیں پھر آؤ اور ہماری طرح خدا پرستی کی راہ اختیار کر کے ہدایت یافتہ ہو جاؤ لیکن اگر وہ اب بھی نہ مانیں اور اپنی ضد پر اڑے رہیں تو انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ تمہارا کام سمجھا دینا اور نشیب و فراز سے آگاہ کر دینا تھا۔ جس کو تم نہایت خوبی کے ساتھ انجام دے چکے۔ اب ان کو اللہ کے حوالے کر دو۔ وہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے اور ان کے اعمال سے باخبر ہے۔ وہ خود ان سے سمجھ لے گا۔

الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ
جو لوگ اللہ کی آیتوں کو نہیں مانتے اور پیغمبروں کو ناحق قتل
بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ
کرتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی قتل کرتے ہیں جو انصاف کرنے کا حکم
مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢١﴾ اُولٰٓئِكَ
دیتے ہیں (اے پیغمبر!) ان لوگوں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ یہی وہ
الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَھُمْ
لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں اکارت گئے اور ان کا
مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٢﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا
کوئی مددگار نہیں (۱) (اے پیغمبر!) کیا تم نے ان لوگوں کی حالت پر غور نہیں کیا جن کو کتاب (تورات)
مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَھُمْ
کا (کچھ علم) دیا گیا تھا (اور) وہ اللہ کی کتاب کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کردے
ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْھُمْ وَھُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾
تو ان میں سے ایک گروہ منہ پھیر لیتا ہے اور (حقیقت یہ ہے کہ) وہ سب اعراض کرنے والے ہیں
ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا
یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ (دوزخ کی) آگ چند روز کے سوا ہمیں
مَّعْدُوْدٰتٍ ۠ وَغَرَّھُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا
چھوٹے گی بھی نہیں اور یہ دین کے بارے میں جو بہتان باندھتے ہیں اس نے ان کو دھوکے میں
يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰھُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ
ڈال رکھا ہے (۲) تو اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ان کو جمع کریں گے (یعنی) اس دن جس (کے آنے) میں کچھ بھی

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) یہودیوں کی ان بداعمالیوں کا ذکر فرماتا ہے جن کی وجہ سے وہ اسلام قبول کرنے سے رُکتے ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے کہ اہل کتاب کی تو فطرت ہی مسخ ہو گئی ہے۔ ان کا حال یہ ہے کہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں، انبیاء کو قتل کرتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی قتل کرتے ہیں جو عدل و انصاف کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے قبولیت حق کی کیا اُمید کی جا سکتی ہے۔

اے پیغمبر! ان کو سنا دو کہ تم دونوں جہاں میں ناکام ہو گے اور اپنے گناہوں کی پاداش میں سخت عذاب بھگتو گے۔ عذاب سے بچنے کے لئے سہارا ڈھونڈھو گے۔ لیکن اُس وقت اللہ کے مقابلہ میں کوئی تمہاری مدد نہیں کر سکے گا۔

(۲) مفسرین نے لکھا ہے کہ یہودیوں میں ایک مالدار شخص نے زنا کیا تھا۔ اسکی دولت مندی اور وجاہت سے مرعوب ہو کر علماء یہود نے تورات کے حکم کے مطابق اس کی سزا کو چھپا لیا تھا۔ اس معاملہ میں جب ان میں اختلاف ہوا تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیصلہ چاہا۔ آپؐ نے زانی کے بارے میں رَجْم (پتھروں سے مار ڈالنے) کا فیصلہ سُنایا اور تورات میں بھی یہی حکم لکھا ہوا تھا لیکن یہودی عالم عبداللہ بن صوریا نے انکار کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تورات لاؤ۔ جب تورات کھولی گئی تو عبداللہ بن صوریا نے ہاتھ رکھ کر اس حکم کو چھپا لیا۔ دیکھنے والے سب سمجھ گئے۔ چنانچہ دوسرے یہودی عالم عبداللہ بن سلام نے اس کا ہاتھ ہٹایا اور وہ حکم پڑھ کر سُنا دیا۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رَجْم کا حکم جاری کروا دیا۔ یہودی اور ان کے دنیا پرست عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراض ہو گئے۔ اس پر یہ آیت اُتری۔ اس میں ارشاد ہے کہ:

یہود کی ہٹ دھرمی تو اسی بات سے معلوم ہو گئی کہ جس کتاب کو وہ اللہ کی کتاب مانتے ہیں اور اس کے مطابق چلنے کے دعویدار ہیں، مگر دنیاوی فائدوں کی لالچ میں وہ اس کتاب کا حکم ماننے سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔ اس نافرمانی اور ضد کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے ایک عقیدہ گھڑ رکھا ہے کہ ہم کو دوزخ کا عذاب صرف چند دن ہوگا۔ اس غلط عقیدہ نے ان کو نڈر بنا دیا ہے اور وہ اللہ کے احکام کی نافرمانی میں بے باک ہو گئے ہیں۔ لیکن وہ دن دُور نہیں جب ان کو اس بے باکی کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

فِيهِ ۚ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا

شک نہیں ۔ اور ہر شخص اپنے کئے کا پورا پورا بدلا پائے گا اور ان پر کسی طرح کا

يُظْلَمُونَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ

ظلم نہیں کیا جائے گا (اے پیغمبرؐ) تم یوں کہو کہ اے اللہ سارے ملک کے مالک ! تو جس کو چاہے سلطنت

مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ ز وَتُعِزُّ

عطا کرے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جس کو چاہے

مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ

عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے بے شک

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٦﴾ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ

تو ہر چیز پر قادر ہے تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے

وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ز وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ

اور دن کو رات میں اور تو ہی بے جان سے جاندار کو پیدا کرتا ہے

وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ز وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ

اور جاندار سے بے جان کو اور جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق

بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢٧﴾ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ

عطا کرتا ہے (۱) مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو

أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ

اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اسے

فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ

اللہ سے کوئی سروکار نہیں ہاں اگر اس تدبیر سے تم ان کے شر سے بچنا چاہو

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر یہودیوں کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ ہماری کتابوں میں جس نبی کے آنے کی پیشین گوئی ہے وہ بڑی شان و شوکت والا اور طاقت ور ہوگا اور دنیا کی بادشاہتیں اس کے قدموں پر ڈال دی جائیں گی اور محمدؐ کے پاس تو کچھ شوکت و طاقت نہیں ہے۔ تو یہ وہ نبی نہیں ہو سکتے چنانچہ جنگ احزاب میں خندق کھودتے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کشفی حالت میں روم و فارس کے محلات دکھلائے گئے اور آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم لوگ روم و فارس کی سلطنتوں کے مالک بنا دیے جاؤ گے تو منافقوں اور یہودیوں نے اس بات کا بہت مذاق اڑایا۔

اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے دعا کی شکل میں اس حقیقت کو ظاہر فرمایا کہ حکومت و سلطنت اور عزت و دولت سب اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں جس کو چاہتا ہے بادشاہت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ دیکھو اس کی قدرت کا مشاہدہ تو تم رات دن کرتے رہتے ہو کہ کبھی رات کو گھٹا کر دن کو بڑھا دیتا ہے اور کبھی اس کے برعکس دن کو گھٹا کر رات کو بڑھا دیتا ہے اور اسی طرح کبھی مُردہ کو زندہ سے اور کبھی زندہ کو مُردہ سے نکالتا ہے۔ جیسے مُرغی سے انڈا اور انڈے سے مُرغی اور آدمی سے نطفہ اور نطفہ سے آدمی پیدا کرتا ہے۔

اس دعا میں یہ پیشین گوئی بھی تھی کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ دنیا ہی میں حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے گا اور سلطنت و عزت ایک قوم سے چھین کر دوسری قوم کو دلا دی جائے گی چنانچہ تاریخ کے صفحات شاہد ہیں کہ چند سال کی مدت میں دنیا میں کایا پلٹ ہوگئی اور روم و فارس کی سلطنتوں کے مالک رسوا اور ذلیل ہوئے اور عرب جیسی گمنام و بے سر و سامان قوم سلطنت و عزت کی مالک ہوگئی۔

تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (٢٨)

(تو مضائقہ نہیں) اور اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور (آخرکار) اللہ ہی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے (۱)

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ

(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اسے چھپاؤ یا اسے ظاہر کرو اللہ اسے خوب جانتا

اللّٰهُ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

ہے اور (اتنا ہی نہیں بلکہ) آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب جانتا ہے

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (٢٩) يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (لوگو! اس دن کو نہ بھولو) جس دن

نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ

ہر شخص اپنی کی ہوئی نیکی کو اپنے سامنے پائے گا اور جو کچھ برائی کی ہے

مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا ؕ

اس کو بھی پائے گا (تو) آرزو کرے گا کہ کاش اس (بدی) اور اس کے درمیان بڑا فاصلہ ہوتا

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ (٣٠)

اور (یاد رکھو) اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے (۲)

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم (واقعی) اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (٣١)

اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

اور (یہ بھی) کہہ دو کہ اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو پھر اگر یہ لوگ نہ مانیں تو (یاد رکھیں کہ)

(۱) اوپر کی آیتوں میں جب یہ حقیقت واضح کر دی گئی کہ حکومت و سلطنت اور دولت و عزت سب اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے تو اب اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت فرماتا ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں اور دین کے معاملہ میں ان پر بھروسہ نہ کریں۔

اس ممانعت کے بعد بھی اگر کوئی مسلمان کافروں سے ساز باز کرے یا دین کے معاملہ میں ان پر بھروسہ کرے تو اس کو اللہ کی مدد سے کوئی سروکار نہیں رہا۔ ہاں اگر کافروں سے سخت نقصان کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں ظاہرداری کا کچھ مضائقہ نہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اللہ ہی سے ڈریں کہ جس کے قبضہ میں سب کچھ ہے اور کسی سے نہ ڈریں۔ کیونکہ ان کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور اعمال کی جواب دہی کرنا ہے۔

مع

(۲) جب مسلمانوں کو کافروں سے محبت اور دوستی کرنے سے منع فرمایا اور بشرط ضرورت ظاہرداری کی اجازت دی تو ان آیتوں میں اس بات کی تنبیہ فرمائی کہ دیکھو دل کا حال اللہ سے مخفی نہیں۔ اس پر زمین و آسمان کا حال روشن ہے۔ اگر کفر کی محبت کو دل میں جگہ دو گے تو اس کا نتیجہ برا ہوگا۔

ع ۳ / ۱۱

اللہ ہر قسم کی سزا پر قادر ہے۔ اور دیکھو قیامت کا دن بڑا ہی ہولناک دن ہوگا۔ اس دن ہر شخص کے اچھے اور برے اعمال اس کے سامنے ہوں گے۔ اس وقت گنہگار یہ آرزو کریں گے کہ کاش یہ دن ہم سے دور رہتا اور یہ دن ہمیں دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

آخر میں فرماتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے یعنی یہ ڈرانا بھی شفقت اور مہربانی کی وجہ سے ہے تاکہ تم متنبہ ہو کر اس کی نافرمانی سے بچو۔

(۱) اہلِ کتاب اور خاص کر یہودیوں کو اللہ کے محبوب ہونے کا بڑا دعویٰ تھا۔ قرآن میں ان کا دعویٰ ان الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ یعنی ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ لیکن اس آیت میں خطاب سب سے ہے، خواہ مسلم ہو یا کافر، یہودی ہو یا نصرانی۔ ہر قوم اور ہر زمانہ میں جو کوئی بھی اللہ سے محبت کا دعویٰ کرے اس کے لئے اس آیت میں بڑی نصیحت ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اے پیغمبر! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم کو اللہ سے محبت کا دعویٰ ہے تو میری پیروی کرو یعنی اللہ سے محبت کا معیار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے۔ یہ ایک الٰہی معیار ہے جس سے کم اکھوٹا پرکھا جاتا ہے۔

لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٢﴾ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَ

کافروں کو دوست نہیں رکھتا (۱) بے شک اللہ نے آدم اور

نُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٣﴾

نوح اور خاندان ابراہیم اور خاندان عمران کو سارے جہان کے لوگوں میں سے منتخب فرمایا

ذُرِّيَّةً ۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٣٤﴾

ان میں بعض بعض کی اولاد ہیں اور اللہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے (۲)

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ

(وہ وقت یاد کرو) جب عمران کی بیوی نے عرض کیا کہ اے پروردگار! جو (بچہ) میرے پیٹ میں ہے اس کو

مَا فِىْ بَطْنِىْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ

میں (دنیا کے کام کاج سے) آزاد کرکے تیری نذر کرتی ہوں تو اسکو میری طرف سے قبول فرما بیشک تو (خوب)

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ

سننے والا (اور) جاننے والا ہے (۳) پھر جب اس کے لڑکی ہوئی تو (حسرت سے) کہنے لگی کہ اے پروردگار!

اِنِّىْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ۗ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۗ

میرے تو لڑکی پیدا ہوئی حالانکہ جو کچھ پیدا ہوا تھا اللہ کو خوب معلوم تھا

وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّىْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّىْٓ

اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوسکتا اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں

اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٣٦﴾

اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں (۴)

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا

تو اس کے پروردگار نے اس کو پسندیدگی کے ساتھ قبول فرمایا اور اسے اچھی طرح

جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول مانتا ہے، آپ سے محبت کرتا ہے اور دل و جان سے آپ کی پیروی کرتا ہے تو سمجھو کہ وہ اپنے دعوے میں سچا ہے۔ اور جو ایسا نہیں ہے وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔ رسول کی محبت اور اس کی پیروی کا پھل یہ ملے گا کہ تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے اور اللہ کی محبت اور اس کے رسول کی پیروی کی برکت سے تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے اور اللہ کی رحمت تمہارے شاملِ حال ہوگی جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور پیروی سے منہ موڑتا ہے، وہ اللہ کی محبت اور رحمت سے محروم ہو جاتا ہے۔

(۲) اوپر کی آیتوں میں اس اصول کو سمجھایا تھا کہ اللہ کی محبت، رسول کی محبت اور اطاعت سے وابستہ ہے۔ اب اس آیت میں ترغیب کے لئے چند بزرگوں کا ذکر فرمایا جن کو اللہ نے برگزیدہ کیا، جن سے محبت کی، جن کو بلند درجوں پر فائز کیا اور جن کی اولاد سے ایسے رسول پیدا کئے جو اللہ سے محبت کرنے کا طریقہ بتاتے تھے۔ اس سلسلہ میں خاص طور پر عمرانؑ کے خاندان میں سے حضرت مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا تاکہ حضرت مریم و حضرت عیسیٰ کے بارے میں نصاریٰ کے باطل عقیدوں کی تردید ہو جائے جن کی نمائندگی ان کا وفد کر رہا تھا۔

(۳) مفسرین نے لکھا ہے کہ عمران بن ماثان کی بیوی کا نام حنّہ بنتِ فاقوزہ تھا۔

بنی اسرائیل میں دستور تھا کہ وہ لڑکوں کو اللہ کے لئے نذر کرتے تھے یعنی لڑکا دنیا کے کام دھندوں اور خانہ داری کے بکھیڑوں سے آزاد رہ کر اللہ کی عبادت اور مقدس ہیکل کی خدمت کے لئے وقف ہوتا تھا۔ یہودیوں کے ہاں ہیکل اس مسجد کو کہتے ہیں جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس میں بنوائی تھی۔ الغرض جب عمران کا انتقال ہوا تو ان کی بیوی حنّہ حمل سے تھیں۔ انھوں نے دستور کے موافق منت مانی کہ خداوندا! جو بچہ میرے پیٹ میں ہے اسے تیری عبادت اور ہیکل کی خدمت کے لئے آزاد کر دوں گی۔ تو میری نذر قبول فرما۔ تو سب کی دعاؤں کا سننے والا اور ہر ایک کی نیت کو جاننے والا ہے۔

(۴) جب حمل کی مدت پوری ہوئی اور حنّہ کے لڑکی پیدا ہوئی تو حسرت و افسوس سے انھوں نے جنابِ باری میں عرض کیا کہ خداوندا! میرے تو لڑکی پیدا ہوئی ہے اور وہ ہیکل کی خدمت نہیں کر سکتی۔ میری منت کیسے پوری ہوگی؟ میں نے اس کا نام مَرْیَم رکھا ہے۔ میں اسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں کہ شیطان سے محفوظ رہے۔

حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا

پرورش کیا اور زکریا کو اس کا سرپرست بنایا جب کبھی زکریا اس کے پاس حجرہ

الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى

میں جاتے تو اس کے پاس کھانے کی چیزیں پاتے (ایک دن) انھوں نے پوچھا کہ اے مریم یہ تمھارے پاس

لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ

کہاں سے آتا ہے (مریم نے) کہا کہ اللہ کے پاس سے بے شک اللہ جس کو چاہتا

مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝٣٧ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا

ہے بے حساب رزق دیتا ہے (۱) اس موقع پر زکریا نے اپنے پروردگار سے

رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً

دعا کی (اور) کہا کہ پروردگار! مجھے اپنے پاس سے نیک اولاد

طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ۝٣٨ فَنَادَتْهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ

عطا فرما بے شک تو دعا سننے والا ہے وہ ابھی عبادت گاہ میں

وَهُوَ قَاۗىِٕمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ

کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ فرشتوں نے آواز دی کہ (زکریا!) اللہ تم کو یحییٰ (کے پیدا ہونے)

بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّ

کی خوشخبری دیتا ہے جو کلمۃ اللہ (یعنی عیسیٰ) کی تصدیق کرنے والا اور لوگوں کا سردار اور

حَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝٣٩ قَالَ رَبِّ اَنّٰى

عورتوں کی طرف رغبت نہ کرنے والا نیک بندوں میں سے (ایک) نبی ہوگا (۲) زکریا نے عرض کیا اے پروردگار!

يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ

میرے ہاں لڑکا کیسے (پیدا) ہوگا حالانکہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے

(۱) اللہ تعالیٰ نے مریم کو ہیکل کی خدمت کے لئے قبول کر لیا کیونکہ وہ لڑکی ایسی تھی کہ کوئی لڑکا بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی پرورش اور نگہداشت کا مناسب انتظام کیا اور حضرت زکریا کو جو مریم کے خالو تھے ان کا سرپرست اور نگران بنایا۔ جب مریم سیانی ہوئیں تو مسجد میں ان کے لئے ایک حجرہ خاص کر دیا گیا۔ مریم اسی حجرہ میں رات دن عبادت میں مصروف رہتیں حضرت زکریا جب کبھی حجرے میں داخل ہوتے تو مریم کے پاس طرح طرح کے میوے رکھے ہوئے دیکھتے۔ ایک دن حیرت سے انھوں نے پوچھا کہ مریم! یہ تازہ میوے تمھارے پاس کہاں سے آتے ہیں۔
مریم نے جواب دیا کہ اللہ کے پاس سے آتے ہیں۔ اور اللہ تو ایسی بڑی قدرت والا ہے کہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

(۲) حضرت زکریا بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کی بیوی بانجھ تھیں۔ ان حالات میں اولاد ہونے کی کوئی اُمید نہ تھی۔ حضرت مریم کے پاس بے موسم میوے دیکھ کر اللہ کے فضل سے اُمید بندھی اور دُعا کی کہ خدایا! مجھے ایک لڑکا عنایت فرما۔ تو دُعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔ چنانچہ دُعا قبول ہوئی اور ایک دن جب وہ مسجد میں عبادتِ الٰہی میں مشغول تھے فرشتوں نے آکر خوشخبری سنائی کہ تمھارے بیٹا ہوگا جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ اور وہ کلمۃ اللہ یعنی عیسیٰ کی تصدیق کرے گا اور اپنی جماعت کا سردار ہوگا اور عورتوں سے بے رغبت ہوگا اور اللہ کے نبیوں میں سے ہوگا۔

قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿٤٠﴾ قَالَ رَبِّ
(اللہ نے) کہا اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے زکریا نے عرض کیا اے پروردگار!
اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ
میری تسلی کے لئے کوئی نشانی مقرر فرما۔ (اللہ نے) کہا تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں
ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ
سے بات نہ کر سکو گے مگر اشارہ سے اور (ان دنوں میں) اپنے پروردگار کو کثرت سے یاد کرو اور
سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿٤١﴾ ۧ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰۗىِٕكَةُ
صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو (۱) اور (وہ وقت یاد کرو) جبکہ فرشتوں نے کہا
يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ
اے مریم! اللہ نے تم کو برگزیدہ کیا اور تم کو (برائیوں سے) پاک بنایا اور سارے جہاں کی
عَلٰي نِسَاۗءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٢﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ
عورتوں میں تمہارا انتخاب کیا اے مریم! اپنے پروردگار کی فرماں برداری کرتی رہو
وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿٤٣﴾ ذٰلِكَ
اور (اسکی جناب میں) سجدہ کیا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کیا کرو (۲) (اے پیغمبر!)
مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۭ وَمَا كُنْتَ
یہ باتیں غیب کی خبروں میں سے ہیں جو ہم تمہارے پاس وحی کے ذریعہ بھیج رہے ہیں اور یقیناً تم اس وقت
لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَھُمْ اَيُّھُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠
ان کے پاس نہ تھے جبکہ وہ اپنے (اپنے) قلم (قرعہ کے لئے) ڈال رہے تھے کہ مریم کا سرپرست کون بنے
وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٤٤﴾ اِذْ قَالَتِ
اور تم اس وقت (بھی) ان کے پاس نہ تھے جبکہ وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے (۳) اور (وہ وقت یاد کرو) جبکہ

(۱) حضرت زکریاؑ نے جب یہ خوش خبری سنی تو تعجب سے عرض کیا کہ خدایا! میرے ہاں لڑکا کیسے ہو سکتا ہے جبکہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔

جناب باری سے جواب ملا کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، یعنی اگرچہ اس عالم میں اس کی عادت یہی ہے کہ اسباب کے ذریعہ نتائج کا ظہور ہوتا ہے لیکن حقیقت میں اس کی مشیت اور قدرت سلسلۂ اسباب کی پابند نہیں ہے کبھی کبھی غیر معمولی طریقے سے بھی چیزوں کو پیدا فرماتا ہے۔ پھر حضرت زکریاؑ نے کچھ نشانی طلب کی۔

ارشاد ہوا کہ حمل قرار پانے کی نشانی یہ ہوگی کہ تم تین دن لوگوں سے بات چیت نہ کر سکو گے تمہارا کام یہ ہے کہ صبح و شام اللہ کی تسبیح و تہلیل میں مشغول رہو۔

(۲) اس آیت میں حضرت مریمؑ کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ فرشتوں نے مریم کو خوش خبری دی کہ اے مریم! اللہ نے تم کو پہلے ہی دن سے برگزیدہ کیا اور نذر میں قبول کیا۔ باوجود لڑکی ہونے کے مسجد کی خدمت کے لئے مقرر کیا۔ اور ظاہری اور باطنی پاکیزگی عطا فرمائی اور بعض خصوصیات کی وجہ سے دنیا کی عورتوں پر فضیلت بخشی۔ اے مریم: جب اللہ نے تم کو یہ بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے تو تم کو چاہیئے کہ اس کی بندگی میں سرگرم رہو اور جس طرح صالح اور برگزیدہ بندے رکوع و سجود میں مشغول رہتے ہیں، اسی طرح تم بھی رہو۔

ع ۱۱/۱۲

(۳) جب حنہ اپنی نذر کے مطابق بچی کو لے کر ہیکل کے مجاوروں کے پاس گئیں تو یہ سوال پیدا ہوا کہ بچی کی پرورش اور نگرانی کس کے سپرد کی جائے۔ بچی کو اللہ تعالےٰ نے وہ حسن قبول عطا فرمایا تھا کہ مسجد کا ہر مجاور اس کی پرورش کی ذمہ داری لینے کو تیار تھا۔ اختلاف کی صورت میں قرعہ ڈالا گیا رواج کے مطابق سب امیدواروں نے اپنے اپنے قلم جن سے تورات لکھا کرتے تھے بہتے پانی میں ڈالدیے کہ جس کا قلم پانی کے بہاؤ کے خلاف اوپر کو چڑھے اس کو بچی کا کفیل بنایا جائے۔ چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام قرعہ نکلا اور مریم ان کی کفالت میں دے دی گئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ان تاریخی واقعات کا بیان اس بات کی روشن دلیل ہے کہ آپ سچے پیغمبر ہیں اور اللہ تعالےٰ نے وحی کے ذریعہ یہ سب واقعات آپ کو تعلیم دیئے ہیں کیونکہ آپ نہ تو اس وقت موجود تھے جب یہ واقعات پیش آئے نہ آپ یہودی علماء کی طرح پڑھے لکھے تھے اور نہ ان کی صحبت میں رہ کر ان کے علم سے استفادہ کرتے تھے اب اس کے سوا کیا صورت ہو سکتی ہے کہ غیب کی ان خبروں کو عالِمُ الْغَیب نے اپنے برگزیدہ پیغمبر آخر الزماں پر وحی کے ذریعہ ظاہر فرمایا۔ حق پسند اور منصف مزاج لوگوں کی ہدایت کے لئے یہ نشانی کافی ہے۔

الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ق

فرشتوں نے کہا اے مریم! بیشک اللہ تم کو اپنے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا

اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي

نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔ جو دنیا اور آخرت

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَيُكَلِّمُ

میں باعزت ہوگا اور اللہ کے مقرب بندوں میں سے ہوگا اور گہوارہ میں اور

النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٤٦﴾

بڑی عمر میں لوگوں سے (یکساں) گفتگو کرے گا اور اللہ کے نیک بندوں میں سے ہوگا (۱)

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ

مریم نے عرض کیا اے پروردگار! میرے لڑکا کیسے ہوگا؟ اور مجھے کسی بشر نے چھوا تک

بَشَرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۭ اِذَا قَضٰٓى

نہیں (اللہ نے) کہا اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جب وہ کسی کام کا فیصلہ

اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٤٧﴾ وَيُعَلِّمُهُ

کرلیتا ہے تو اس کو حکم دیتا ہے کہ ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے (۲) اور اللہ اسے

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿٤٨﴾ وَرَسُوْلًا

(یعنی عیسیٰ کو) کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائے گا اور بنی اسرائیل

اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ

کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گا (عیسیٰ بنی اسرائیل سے کہیں گے) میں تمہارے پروردگار کی طرف سے

مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـــَٔةِ

تمہارے پاس نشانی لیکر آیا ہوں وہ یہ ہے کہ تمہارے سامنے مٹی سے پرند کی شکل بناتا ہوں

(۱) یہاں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور ان کی خصوصیات اور فضائل کا ذکر شروع ہوتا ہے۔

حضرت مریمؑ ہر روز عبادت الٰہی میں مصروف رہتی تھیں اور ہیکل کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ ایک روز فرشتہ نے آکر خوش خبری سُنائی کہ اے مریم حکم الٰہی سے تمھیں ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا اور جو دنیا و آخرت میں وجاہت والا اور اللہ کے نیک اور مقرب بندوں میں سے ہوگا بچپن اور بڑی عمر میں یکساں طور پر باتیں کرے گا۔ واضح ہو "کہلاً" کے لفظ سے حضرت عیسیٰ کی حیات پر روشنی پڑتی ہے جیسا کہ حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے اور لوگوں سے کلام کریں گے اور اس بات کا اعلان کریں کہ وہ ابن اللہ نہیں عبد اللہ ہیں۔

(۲) جب حضرت مریم نے فرشتوں کی زبانی لڑکے کی بشارت سُنی تو انتہائی تعجب سے عرض کیا کہ اے پروردگار میرے لڑکا کیسے ہوگا حالانکہ مجھے تو کسی مرد نے چھوا تک نہیں۔ ارشاد ہوا اللہ جو چاہتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ وہ ظاہری اسباب کا پابند نہیں جب کسی چیز کے پیدا کرنے کا فیصلہ کرلیتا ہے تو حکم دیتا ہے ہوجا وہ ظہور میں آجاتی ہے۔

الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ

پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرند بن جاتا ہے اور

اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

میں اللہ ہی کے حکم سے اندھے کو اور کوڑھیوں کو تندرست کرتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ

اور جو کچھ تم کھا کر آتے ہو اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو سب تم کو

بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

بتا دیتا ہوں اگر تم واقعی خدا کی قدرت پر ایمان رکھتے ہو تو ان باتوں میں تمہارے لئے خدا کی قدرت

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ

کی بڑی نشانی ہے (۱) اور (وہ یہ بھی کہیں گے کہ) مجھ سے پہلے جو تورات نازل ہوئی تھی اس کی تصدیق

التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ

کرتا ہوں اور (میں اسلئے بھی آیا ہوں کہ) بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں ان کو تمہارے لئے حلال کردوں

وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ

اور میں تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں تو اللہ سے ڈرو اور

اَطِيْعُوْنِ ﴿۵۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ

میرا کہا مانو بیشک اللہ میرا اور تمہارا (سب کا) پروردگار ہے پس اسی کی عبادت کرو

هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۵۱﴾ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ

یہی سیدھا راستہ ہے (۲) پھر جب عیسیٰ نے ان کی طرف سے نافرمانی

الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ

دیکھی تو کہا کون ہے جو اللہ کے راستہ میں میری مدد کرے یہ سن کر حواریوں نے کہا

(۱) ان آیتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کمالات اور معجزات کا ذکر کیا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر نبی کو اس کے زمانے کے حالات اور لوگوں کے خیالات کے مطابق معجزے دیئے جاتے ہیں فرعون اور اس کی قوم سحر و ساحری کی دلدادہ تھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت کی حالت کے مناسب عصا اور ید بیضا جیسے معجزات دیئے گئے۔

حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں طبیبوں، حکیموں اور فلسفیوں کا زور تھا چنانچہ اس وقت اور ماحول کے مناسب چند معجزات ان کو عطا فرمائے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو انھوں نے لوگوں سے کہا کہ میں تمہارے پروردگار کے پاس سے کچھ نشانیاں لے کر آیا ہوں وہ یہ ہیں کہ میں مٹی سے پرند کی شکل بنا کر پھونک ماروں گا اور وہ اللہ کے حکم سے پرند ہو کر اڑ جائیگا۔ اللہ کے حکم سے اندھے اور کوڑھی کو بھلا چنگا کر دوں گا۔ اور اللہ کے حکم سے مردہ کو زندہ کروں گا۔ نیز میں بتا دوں گا کہ لوگوں نے کیا کھایا اور اپنے گھروں میں کیا جمع کر رکھا ہے۔

(۲) حضرت عیسیٰ کا عقیدہ وہی تھا جو سارے پیغمبروں اور حق پرستوں کا رہا ہے اور وہ لوگوں کو یہی تلقین فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا بلکہ سارے عالم کا پروردگار ہے اسی کی عبادت کرنی چاہیئے تو نصاریٰ نے جو باپ بیٹے کا رشتہ قائم کیا اور حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی پرستش شروع کر دی یہ ساری باتیں حضرت عیسیٰ کی حقیقی تعلیم کے خلاف ہیں اور یقیناً یہ لوگ حضرت عیسیٰ کے راستہ سے ہٹے ہوئے ہیں۔

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾

ہم اللہ کے (رسول کے) مددگار ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور اے رسول تم گواہ رہنا کہ ہم اس کے فرماں بردار ہیں

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا

اے پروردگار! جو کتاب تونے نازل فرمائی ہم اس پر ایمان لائے اور تیرے پیغمبر کی پیروی کی پس ہمارا شمار بھی حق کی

مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ

شہادت دینے والوں میں ہو (۱) اور ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ تدبیر کرنے والوں میں سب سے

الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ ع اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ

بہتر ہے (۲) (وہ وقت بھی یاد کرو) جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ میں تمہاری (دنیا میں رہنے کی) مدت پوری کردونگا

وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور تم کو اپنی طرف اٹھالوں گا اور تمھیں کافروں (کی تہمتوں) سے پاک کردوں گا

وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

اور جن لوگوں نے تمہاری پیروی کی ہے ان کو قیامت تک کافروں پر

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ

غالب رکھوں گا پھر تم سب کو (ایک دن) میرے ہی طرف لوٹنا ہے تو اس دن

بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَاَمَّا

ان باتوں کا فیصلہ کردوں گا جن میں تم لوگ اختلاف کرتے تھے (۳) پھر

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي

جنھوں نے انکار کیا ان کو دنیا اور آخرت (دونوں) میں سخت

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَاَمَّا

عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور

ع ۵ ۱۳ ۱۲

(۱) الغرض بشارت کے مطابق اور معجزانہ طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور بڑے ہوکر انھوں نے یہودیوں کے سامنے اپنے صحیح عقائد ظاہر کئے اور معجزات دکھائے یہودیوں کے سردار اور پیشوا حضرت عیسیٰؑ کے مخالف ہوگئے اور حضرت کو طرح طرح ستایا اور ان کی تعلیم کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے جب حضرت عیسیٰؑ نے دیکھا کہ کسی طرح راستہ پر نہیں آتے تو مایوسی کے عالم میں آخری مرتبہ اعلان کیا کہ کون ہے جو اللہ کے راستہ پر میری مدد کرے چند پاک باطن اشخاص نے حضرت عیسیٰ کی دعوت پر لَبَّیْک کہا ان لوگوں کو حواری کہتے ہیں۔ انھوں نے حضرت عیسیٰ سے عرض کیا کہ ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اسکے دین کی مدد کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ آپ گواہ رہئے کہ ہم اسکے فرماں بردار ہیں پھر انھوں نے جناب باری میں عرض کیا کہ اے پروردگار! تونے جو وحی پیغمبر کے ذریعہ ہم پر نازل کی ہے ہم اس پر ایمان لائے اور تیرے رسولؑ کی پیروی کی پس تو ہم کو توحید اور رسالت کی گواہی دینے والوں میں شامل فرما۔

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کے دعوے پر یہودی علما نے ان کی مخالفت پر کمر باندھ لی اور طرح طرح سے ان کے خلاف سازشیں کرنے لگے عہدہ داروں کو ان کے خلاف بہکا دیا اور بادشاہِ وقت کے کان بھر دیئے کہ یہ شخص بد دین ہے اگر اس کی روک ٹوک نہ کی گئی تو سب لوگوں کو بد دین کردے گا چنانچہ اس نے حکم دیدیا کہ عیسیٰ کو گرفتار کرکے سولی دیدی جائے۔ یہود کے اس مکر کے خلاف اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی حفاظت کیلئے جو خفیہ تدبیر کی اس کا ذکر آئندہ آیت میں ہے۔ واضح ہو کہ عربی میں مکر کے معنی وہ نہیں جو ہم عام طور پر اردو میں سمجھتے ہیں۔ مکر کے معنی خفیہ تدبیر کے ہیں خواہ وہ اچھے مقصد کیلئے ہو یا برے مقصد کیلئے چونکہ یہود نے برے مقصد کیلئے مکر کیا تھا اسلئے ان کا فعل قابل سزا پایا اور برخلاف اسکے اللہ تعالیٰ نے اچھے مقصد کیلئے خفیہ تدبیر کی تھی اس لئے وہ برا نہیں سمجھا جائے گا اسی لئے اللہ نے خود کو خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ فرمایا۔

(۳) یہود کے مکر کے توڑنے میں اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مطمئن کردیا کہ تمھیں ان کے مکر سے فکرمند نہ ہونا چاہیئے ہم تمہارے محافظ ہیں اور بڑی حیرت انگیز تدبیر سے ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔ یہ چاہتے ہیں کہ تمہاری زندگی ختم کردیں لیکن ہم تمہاری مقررہ عمر پوری کرکے رہیں گے۔ یہ چاہتے ہیں کہ سولی پر چڑھا کر تمہاری بے عزتی کریں لیکن ہم تمھیں آسمان پر اٹھا کر تمہاری عزت بڑھائیں گے انھوں نے ناپاک و گندی باتیں تمہاری طرف منسوب کررکھی ہیں ہم تمہاری پاکیزگی اور پاکدامنی آشکارا کردیں گے وہ تمہاری اتباع کرنے والوں کو ڈرانا چاہتے ہیں ہم تمہاری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک ان منکروں پر غالب رکھیں گے پھر قیامت کے دن تم سب کو اپنے حضور میں جمع کریں گے اور تمہارے اٹھانے کے بعد تمہارے بارے میں لوگوں نے جو اختلافات کئے تھے ان کا فیصلہ کردیں گے اور مجرموں کو سزا دیں گے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جب یہود نے حضرت عیسیٰ کو ایک مکان کے اندر بند کردیا اور سولی دینے کا انتظام کرنے لگے تو پہلے ایک آدمی کو اندر بھیجا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو تو آسمان پر اٹھا لیا اور اس شخص کی صورت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت جیسی کردی لوگوں نے جب اس شخص کو دیکھا تو عیسیٰ خیال کرکے اس کو سولی دیدی۔ پھر جب اس شخص کو غور سے دیکھا تو کہنے لگے کہ اس شخص کا چہرہ تو عیسیٰؑ کے جیسا ہے لیکن اس کا بدن ان جیسا نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسرا شخص ہے وہ حیرت میں تھے کہ کیا معاملہ ہوا کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ۔ اور صحیح واقعہ ظاہر نہ ہوسکا۔ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ قیامت کے قریب جب دنیا کفر و گمراہی سے بھر جائے گی تو عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے اور امتِ محمدیہ کے ایک فرد کی حیثیت سے ایمان والوں کی قیادت کریں گے۔ یہود کو عبرتناک سزائیں دیں گے اور صلیب کو توڑ دیں گے اور عیسائیوں کے باطل عقائد کی اصلاح کرکے سب لوگوں کو ایمان کے راستہ پر لگا دیں گے۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ
جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل (بھی) کئے تو اللہ ان کو ان کے ایمان اور نیک عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا
وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۷ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ
اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا (اے پیغمبرؐ!) یہ (جو) ہم تم کو پڑھ کر سنا رہے ہیں
مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۝۵۸ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى
اللہ کی آیتیں ہیں اور حکیمانہ تذکرہ ہے بیشک اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی
عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ
مثال آدم کی طرح ہے کہ اللہ نے (پہلے) مٹی سے اس کا (یعنی آدم کا) قالب بنایا پھر اس کو حکم دیا
لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۵۹ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ
کہ (انسان) ہو جا پس وہ (انسان) ہو گیا (۱) (یہ بات) تمھارے پروردگار کی طرف سے حق ہے تو تم (کہیں)
الْمُمْتَرِيْنَ ۝۶۰ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا
شک کرنیوالوں میں سے نہ ہو جانا تو تمھارے پاس صحیح علم آ چکنے کے بعد (بھی) اگر یہ لوگ (عیسیٰ کے بارے میں)
جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ
تم سے جھگڑیں تو ان سے کہدو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور
اَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟
تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم خود بھی آئیں اور تم خود بھی آؤ
ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝۶۱
پھر ہم سب دعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں (۲)
اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا
(اے پیغمبرؐ!) یہ جو کچھ کہا گیا وہی سچا بیان ہے اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کے

(۱) عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ منجملہ اور باتوں کے ان کی ایک دلیل یہ بھی تھی کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ پھر اگر خدا ان کا باپ نہیں تو اور کون ہے۔

اس آیت میں عیسائیوں کے اس استدلال کا جواب دیا کہ عیسیٰؑ تو آدم کی طرح سے ہیں۔ اللہ نے ان کو بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا کیا۔ اس لحاظ سے تو آدم اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ ان کو خدا کا بیٹا کہا جائے حالانکہ تم بھی اس کے قائل نہیں۔ جب آدم بغیر ماں باپ کے ہو سکتے ہیں تو اگر عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہو جائیں تو کیا تعجب ہے۔

(۲) یعنی حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں اتنی وضاحت کر دینے کے بعد بھی اگر نجران کے وفد کے لوگ حق بات کو نہ مانیں اور اپنی ضد پر اڑے رہیں تو اعلان کر دو کہ آؤ، ہم تم مباہلہ کریں یعنی دونوں فریق اپنی جان سے اور اولاد سے حاضر ہوں اور خوب گڑگڑا کر دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت اور عذاب آ پڑے۔ یہ اعلان کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امام حسینؓ، امام حسنؓ، حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر میدان کی طرف نکلے۔ یہ نورانی صورتیں دیکھ کر عیسائیوں کے ایک عالم نے کہا کہ لوگو! میں ایسے پاک چہرے دیکھ رہا ہوں جن کی دعا پہاڑوں کو اپنی جگہ سے سرکا سکتی ہے۔ ان سے مباہلہ نہ کرو، ورنہ ایک عیسائی بھی روئے زمین پر باقی نہ رہے گا۔ آخر انھوں نے مباہلہ چھوڑ کر جزیہ دینا قبول کر لیا اور صلح کر کے نجران واپس چلے گئے۔

اللّٰہُ ۚ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ﴿۶۲﴾ فَاِنْ
لائق نہیں اور بیشک اللہ ہی غالب اور حکمت والا ہے اس پر بھی

تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌۢ بِالْمُفْسِدِیْنَ ﴿۶۳﴾ قُلْ یٰۤاَھْلَ
اگر یہ لوگ پھر جائیں تو (یقین جانو کہ) اللہ فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ اے اہل

الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ
کتاب! اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں طور پر مسلّم ہے وہ یہ

اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ
کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے

بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا
کوئی کسی کو اللہ کے سوا (اپنا) کارساز نہ بنائے اگر یہ لوگ اس بات کو

فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ یٰۤاَھْلَ الْکِتٰبِ
نہ مانیں تو (ان سے) کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم (اللہ کے) فرماں بردار ہیں (۱) اے اہل کتاب!

لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْۤ اِبْرٰھِیْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىۃُ
ابراہیم کے بارے میں تم کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ تورات اور

وَالْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِہٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾
انجیل ان کے بعد نازل ہوئیں کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے

ھٰۤاَنْتُمْ ھٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِیْمَا لَکُمْ بِہٖ عِلْمٌ فَلِمَ
(دیکھو) تم وہ لوگ ہو کہ تم نے ان باتوں میں جھگڑا کیا جن کیلئے تمہارے پاس کچھ نہ کچھ علم موجود تھا مگر

تُحَآجُّوْنَ فِیْمَا لَیْسَ لَکُمْ بِہٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ
ایسی بات میں کیوں جھگڑتے ہو جس کے بارے میں تم کو کچھ بھی علم نہیں اور اللہ جانتا ہے

ع ۶/۱۴

(۱) جب یہود و نصاریٰ کے باطل عقیدوں کی اچھی طرح تردید کر دی گئی اور ان کے اعتراضات کے تشفی بخش جوابات دیئے گئے تو ایک ایسے بنیادی مسئلہ کی طرف اہل کتاب کو دعوت دی جس کی صداقت کو وہ بھی تسلیم کرتے ہیں اگرچہ عملاً اس کو فراموش کر چکے ہیں

ارشاد ہوتا ہے کہ اے پیغمبر ان سے کہہ دو کہ اس بات کو تم بھی جانتے ہو کہ ساری کائنات کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا اللہ ہے بلکہ تم خود بھی موحد ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔ اگر تمہاری مخالفت محض تعصب کی بنا پر نہیں ہے اور دین حق پرستی کی طلب تم میں باقی ہے تو آؤ ساری باتیں چھوڑ کر مذہب کے اس بنیادی صداقت ہی پر ہمارے ساتھ عملی طور پر متفق ہو جاؤ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ صفات میں کسی کو اس کا شریک کریں اور نہ ہم میں سے ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے کہ گویا اللہ کو چھوڑ کر اسے اپنا پروردگار بنا لیا ہے پھر اگر یہ لوگ اس بات سے روگردانی کریں تو ان سے کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم تو اللہ کے پرستار اور اسی کے فرماں بردار ہیں۔

وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا

اور تم کچھ نہیں جانتے ابراہیم نہ تو یہودی تھے

وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا

اور نہ عیسائی بلکہ سب سے بے تعلق ہو کر صرف اللہ کے ہو رہے تھے اور اسی کے فرمانبردار تھے اور

كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦٧﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ

مشرکوں میں سے نہ تھے (۱) ابراہیم سے نزدیک تر وہ لوگ ہیں

لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ

جنھوں نے ان کی پیروی کی اور یہ پیغمبر (محمدؐ) اور وہ لوگ جو (محمدؐ پر) ایمان لائے

وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ

اور اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے (۲) (مسلمانو!) اہل کتاب میں سے

اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ

ایک گروہ تو یہ چاہتا ہے کہ کسی طرح تم کو گمراہ کر دے حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو

اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٩﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ

گمراہ کر رہے ہیں اور اس بات کو نہیں سمجھ رہے ہیں اے اہل کتاب! اللہ کی

تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿٧٠﴾ يٰٓاَهْلَ

آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ تم خود (تورات کو) مانتے ہو اے

الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ

اہل کتاب! تم کیوں حق کو باطل کے ساتھ ملاتے ہو اور جان بوجھ کر کیوں حق کو

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٧١﴾ ع وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ

چھپاتے ہو (۳) اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے (اپنے لوگوں سے) کہا کہ

(۱) یہود و نصاریٰ سب کے سب حضرت ابراہیمؑ کو اپنا بزرگ مانتے تھے لیکن ان کے مذہب کے معاملہ میں دونوں فرقے اختلاف کرتے تھے یہودیوں کا یہ دعویٰ تھا کہ حضرت ابراہیم یہودی تھے اور نصاریٰ یہ کہتے تھے کہ وہ نصرانی تھے۔ دونوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہودیت اور نصرانیت تو تورات اور انجیل کے نازل ہونے بعد کی پیداوار ہے اور ابراہیم تو ان سے سینکڑوں برس پہلے گزرے ہیں۔ ایسا دعویٰ کرنا جہالت اور نفسانیت کی انتہا ہے حقیقت یہ ہے کہ تمھیں ابراہیم کے دین کے بارے میں صحیح بات معلوم ہی نہیں بے سمجھے بوجھے یوں ہی تم اس بارے میں جھگڑتے ہو۔ یہ بڑی حماقت کی بات ہے۔

اصل یہ ہے کہ ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی اور نہ مشرک بلکہ مسلم اور حنیف تھے یعنی سب باطل خداؤں کو چھوڑ کر خدائے واحد کے پرستار اور فرماں بردار تھے۔

(۲) یہود و نصاریٰ حضرت ابراہیمؑ سے بہت قریبی تعلق ظاہر کر کے اس پر فخر کرتے تھے۔

اوپر کی آیتوں میں اس بات کو واضح فرمایا کہ یہود و نصاریٰ حضرت ابراہیمؑ کے طریقہ پر نہیں ہیں پھر یہ لوگ کیوں فخر کرتے ہیں۔ اس آیت میں فرماتا ہے کہ درحقیقت حضرت ابراہیمؑ سے زیادہ مناسبت اور تعلق رکھنے والے وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان کا ساتھ دیا اور ان کے طریقہ پر چلے۔ ان کے طریقہ پر چلنے والے وہ لوگ تھے جنھوں نے ان کو پایا تھا اور ان کی پیروی کی تھی۔ اور اس زمانہ میں نبی محمدؐ اور ان پر ایمان لانے والے حضرت ابراہیمؑ سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔ نبی اُمّی ان کی اولاد میں سے ہیں اور صورت و سیرت اور ملت میں بالکل ان ہی جیسے ہیں اور ان کی دعا کے مطابق ظاہر ہوئے ہیں۔ اور یہ سب اہل ایمان چونکہ حضرت ابراہیمؑ کی ملت پر ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ان کا کارساز ہے۔

(۳) علماء یہود کو ان کی کمزوریوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ تم تورات و انجیل کو پڑھتے ہو اور مانتے ہو کہ وہ سچی کتابیں ہیں۔ پھر ان میں پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو بشارتیں ہیں ان کا انکار کرتے ہو۔ اسی طرح ان کتابوں میں جو حق باتیں ہیں ان کے ساتھ باطل ملا دیتے ہو اور جان بوجھ کر حق بات کو چھپا دیتے ہو۔ یہ باتیں مذہبی پیشواؤں کو زیب نہیں دیتیں۔ یاد رکھو کہ اس کا نتیجہ دنیا و آخرت میں تمہارے لئے برا ہوگا۔

ع ۸
۱۵

(۱) مسلمانوں کو اسلام سے بہکانے کے لئے یہودی علماء نے ایک مکارانہ چال نکالی تھی۔ اپنے لوگوں سے کہا کہ دیکھو ایسا کرو کہ صبح کے وقت مسلمانوں کے سامنے ایمان ظاہر کرو اور مسلمان بن جاؤ اور ان کے ساتھ نمازیں پڑھو اور دن بھر ان کے ساتھ رہو۔ پھر شام کے وقت اسلام سے پھر جاؤ اور یہ بہانہ کرو کہ ہم نے اپنے عالموں سے تحقیق کرلی ہے کہ یہ نبی وہ نہیں ہیں جن کی تورات میں بشارت دی گئی تھی اور ہم نے دیکھ بھی لیا کہ ان کے حالات پیغمبروں کے سے نہیں ہیں شاید یہ تدبیر کارگر ہو اور

الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ

جو کتاب مسلمانوں پر نازل ہوئی ہے اس پر دن کے اول حصہ میں ایمان

النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا

لاؤ اور آخر حصہ میں انکار کر دو شاید (اس تدبیر سے) مسلمان دین اسلام سے پھر جائیں اور دیکھو جو لوگ تمہارے دین کی

اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰی هُدَی اللّٰهِ ۙ

پیروی کرتے ہیں ان کے سوا کسی (اور) کی بات پر ہرگز یقین نہ لانا (اے پیغمبر) ان سے کہہ دو ہدایت (حقیقت میں) اللہ ہی کی ہدایت ہے (۱)

اَنْ یُّؤْتٰۤی اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ اَوْ یُحَآجُّوْكُمْ

(اور انھوں نے اپنے لوگوں سے کہا کہ) یہ بات بھی (نہ مانو) کہ جیسا دین تم کو دیا گیا ہے ویسا کسی اور کو بھی دیا گیا ہے یا یہ کہ مسلمان تمہارے پروردگار کے سامنے

عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ ۚ یُؤْتِیْهِ مَنْ

تم سے جھگڑیں گے (اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ بیشک فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جس پر چاہتا ہے اپنا فضل

یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۷۳﴾ یَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ

فرماتا ہے اور اللہ وسعت رکھنے والا اور جاننے والا ہے وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص

یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۷۴﴾ وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

کر لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے (۲) اور اہل کتاب میں سے کچھ لوگ تو ایسے ہیں

مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ یُّؤَدِّهٖۤ اِلَیْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ

کہ اگر چاہے سونے کا ڈھیر بھی تم ان کے پاس امانت رکھو تو وہ (جوں کا توں) تمہارے حوالہ کر دیں اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ

اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِیْنَارٍ لَّا یُؤَدِّهٖۤ اِلَیْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ

اگر (صرف) ایک دینار ان کے پاس چھوڑ دو تو وہ دینے والے نہیں جب تک تم ہر وقت ان کے

عَلَیْهِ قَآىِٕمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَیْسَ عَلَیْنَا فِی

سر پر کھڑے نہ رہو (یہ بددیانتی) اس لئے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان جاہلوں (یعنی عربوں کے مال) کے

بہت سے کمزور اعتقاد والے مسلمان یہ سمجھیں کہ یہ لوگ اہل کتاب ہیں، ان کا علم اور تجربہ ہم سے بہت زیادہ ہے، انھوں نے اسلام میں کوئی نقص و عیب ضرور دیکھا ہے جبھی تو وہ اسلام سے پھر گئے یہ سمجھ کر شاید وہ خود بھی اسلام سے پھر جائیں۔

یہودی علماء نے اپنے لوگوں کو یہ پُرفریب چال بتانے کو تو بتا دی لیکن ان کو یہ فکر ہوئی کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں یہ لوگ خود ہی اسلام دلدادہ ہو کر سچے اور پکے مسلمان بن جائیں اس لئے انھوں نے اس کے ساتھ ساتھ یہ نصیحت بھی کی کہ دیکھو دین کے معاملہ میں اپنے علماء اور مذہبی بھائیوں کے سوا اور کسی کی بات نہ ماننا اور نہ کسی کو حق پر سمجھنا۔

اس چال بازی کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہدایت تو اللہ کی دین ہے وہ جس کو چاہے عطا فرمائے تمہاری ان مکاریوں اور چال بازیوں سے مسلمان دین سے نہیں پھر سکتے۔ اور اگر اللہ چاہے تو وہ لوگ بھی جن کو تم مسلمانوں کے بہکانے کیلئے بھیج رہے ہو سچے اور پکے مسلمان بن جائیں۔

(۲) اسلام کی ضد میں یہودی علماء اپنے عوام کو طرح طرح کی اُلٹی سیدھی باتیں سمجھا دیتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے عوام کو سمجھایا کہ دیکھو مسلمانوں کی اس بات کو ہرگز نہ ماننا کہ ان کے پاس اللہ کا دیا ہوا دین ہے اور وہ ویسا ہی سچا اور اعلیٰ درجہ کا ہے جیسا یہودیوں کا دین ہے۔ تم اس عقیدہ پر جمے رہو کہ تم اللہ کی چہیتی قوم ہو اور جیسا دین اللہ نے تم کو دیا ہے ویسا دین کسی اور قوم کو ہرگز نہیں دیا گیا۔ اور انھوں نے یہ بھی سمجھایا کہ یہ بات بھی نہ مانو اور اس امر کا خطرہ دل میں نہ لاؤ کہ اگر ہم نے ان مثل کی اور اسلام قبول نہیں کیا تو قیامت کے دن اللہ کے سامنے مسلمان ہمارا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیں گے اور تورات کی پیشین گوئیاں اور ہماری چال بازیاں سب پیش کر کے ہم سے حجت کریں گے اور ہم کو قائل کر دیں گے۔

اس کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ تمہارے جھوٹے اور بے بنیاد دعووں سے کچھ نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے فضل کے تم مالک نہیں ہو کہ جس کو چاہو نواز دو اور جس کو چاہو محروم کر دو۔ بلکہ اللہ ہر چیز کا مالک ہے، وہ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل و کرم سے نوازتا ہے چنانچہ اس نے اپنے [illegible] (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے فضل سے نوازا اور ایک افضل و اکمل دین ان کو عطا فرمایا اسی طرح قیامت کے دن بھی ان کی سچائی ثابت کر کے ان کو سرفراز فرمائے گا۔

الْاُمِّیّٖنَ سَبِیْلٌ ۚ وَیَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَہُمْ

بارے میں ہم سے باز پرس نہ ہوگی اور (ایسا کہہ کر) وہ اللہ پر (محض) جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ وہ

یَعْلَمُوْنَ ۝٧٥ بَلٰی مَنْ اَوْفٰی بِعَہْدِہٖ وَاتَّقٰی فَاِنَّ اللّٰہَ

اس بات کو جانتے ہیں ہاں جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور پرہیزگار رہے تو اللہ پرہیزگاروں کو

یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ۝٧٦ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَہْدِ اللّٰہِ

دوست رکھتا ہے (١) بے شک جو لوگ اللہ کے عہد

وَاَیْمَانِہِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَہُمْ فِی

اور اپنی قسموں کو تھوڑی سی قیمت کے عوض بیچ ڈالتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کا آخرت میں نہ کوئی

الْاٰخِرَۃِ وَلَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْہِمْ یَوْمَ

حصہ ہوگا اور نہ اللہ ان سے کلام فرمائے گا اور نہ قیامت کے روز ان کی طرف نظرِ رحمت سے

الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْہِمْ ۠ وَلَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝٧٧ وَاِنَّ

دیکھے گا اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا (٢) اور

مِنْہُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَہُمْ بِالْکِتٰبِ لِتَحْسَبُوْہُ

اہلِ کتاب میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب (تورات) کو زبان مروڑ مروڑ کر پڑھتے ہیں تاکہ تم سمجھو کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہیں

مِنَ الْکِتٰبِ وَمَا ہُوَ مِنَ الْکِتٰبِ ۚ وَیَقُوْلُوْنَ ہُوَ مِنْ

کتاب میں سے ہے حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے

عِنْدِ اللّٰہِ وَمَا ہُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ ۚ وَیَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ

نازل ہوا ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا اور جان بوجھ کر اللہ پر

الْکَذِبَ وَہُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝٧٨ مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَہُ

جھوٹ بولتے ہیں (٣) کسی انسان کو یہ بات سزاوار نہیں کہ

(١) اوپر کی آیتوں میں دین کے معاملہ میں یہودیوں کی چال بازیوں اور مکاریوں کا ذکر تھا۔

اب دنیوی معاملات میں ان کی خیانت اور بددیانتی کی مذموم عادت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ بیشک یہود میں کچھ لوگ دیانت دار ہیں جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی کہ اگر ان کے پاس سونے کا ڈھیر بھی امانت رکھا جائے تو مطالبہ کے وقت جوں کا توں واپس کر دیتے ہیں۔

لیکن ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ایک اشرفی بھی ان کے پاس امانت رکھو تو وہ بغیر سخت تقاضہ اور اصرار کے ہرگز واپس نہیں دیتے۔ ان کی اس خیانت اور بددیانتی کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جو لوگ اہلِ کتاب نہیں ان کے مال کو غصب کر لینے یا بددیانتی سے کھا جانے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ دیانت داری کا تو صرف اہلِ کتاب میں باہم لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ انھوں نے اپنے دل سے گھڑ رکھا ہے اور اللہ پر بہتان باندھ رکھا ہے۔ اللہ نے ایسا حکم تورات میں نہیں اتارا۔ اللہ کا حکم تو یہ ہے کہ معاملات کی سچائی اور دیانت داری کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، چاہے معاملہ کسی مذہب والے کے ساتھ ہو۔ اللہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو پرہیزگاری کی راہ اختیار کرتے ہیں اور معاملات میں امانت و دیانت داری کا لحاظ رکھتے ہیں اور اپنے وعدوں کو پورا کرتے ہیں۔

(٢) جو لوگ تھوڑا سا مال لے کر اللہ کے عہد اور قسموں کو توڑتے ہیں اور خدا کے احکام کی نافرمانی کرتے ہیں اور لوگوں کا مال ناجائز طریقوں سے کھاتے ہیں، ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ آخرت کی زندگی میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ نہ قیامت کے دن اللہ اُن سے کلام کرے گا، نہ ان کی طرف نظرِ رحمت سے دیکھے گا اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کریگا بلکہ اُن کو دکھ دینے والا عذاب دے گا۔

(٣) اس آیت میں واضح فرماتا ہے کہ یہودی علما کس طرح تورات میں تحریف کیا کرتے تھے۔ فرماتا ہے کہ یہود کے علما تورات میں اپنی طرف سے گھٹا بڑھا دیتے ہیں اور زبان مروڑ کر اس کو اس طرح پڑھتے ہیں کہ سننے والا دھوکے میں آ جائے اور اس سب کو کتابِ الٰہی کی عبارت سمجھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ڈھٹائی سے دعویٰ بھی کرتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ جو کچھ تمہیں سنایا گیا ہے یہ سب اللہ کا کلام ہے۔ مگر حقیقت میں وہ اللہ کا کلام نہیں ہوتا، بلکہ ان کی من گھڑت باتیں ہوتی ہیں۔ وہ صریحاً اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں۔

اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ

اللہ اس کو کتاب اور حکمت اور نبوت عطا فرمائے پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے

كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ

کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ بلکہ (وہ تو یہی کہے گا کہ) تم اللہ والے بن جاؤ

بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿٧٩﴾

کیونکہ تم کتاب الٰہی کی تعلیم دیتے ہو اور خود بھی اس کو پڑھتے ہو

وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ

اور نہ یہ (زیبا ہے) کہ وہ تم کو حکم دے کہ تم فرشتوں اور پیغمبروں کو اپنے رب بنا لو

اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿٨٠﴾ ع وَاِذْ

کیا (ایسا ہوسکتا ہے کہ) وہ تمہیں کفر کرنے کا حکم دے بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو (۱) اور

اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ

(وہ وقت بھی یاد کرو) جبکہ اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ (جب) میں تم کو کتاب

وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ

اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو ضرور

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ

اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ۔ اللہ نے پوچھا کہ کیا تم نے (اس بات کا) اقرار کرلیا اور اس

عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا

اقرار پر میرے عہد کو قبول کر لیا؟ پیغمبروں نے عرض کیا ہاں ہم نے اقرار کرلیا۔ اللہ نے فرمایا تو تم گواہ رہو

وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٨١﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ

میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں (۲) تو اس کے بعد جو لوگ

(۱) جب نصاریٰ قرآن مجید کی دلیلوں کا جواب نہ دے سکے تو چڑ کر کہنے لگے کہ اے محمدؐ! کیا تم چاہتے ہو کہ ہم اسی طرح تمہاری پرستش کریں جس طرح عیسیٰؑ کی کرتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا کہ مَعَاذَ اللّٰہ۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں اپنی پرستش کا حکم دوں میں تو اللہ کی بندگی کی تعلیم دیتا ہوں۔ اس کی تائید میں یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ جس بندہ کو اللہ کتاب و حکمت عطا فرمائے اور نبوت کے مرتبہ پر فائز فرمائے اس کو سزاوار نہیں کہ وہ لوگوں سے کہے کہ میرے بندے بن جاؤ اور میری پرستش کیا کرو۔ بلکہ نبی کا تو یہ کام ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ کی عبادت و معرفت کے طریقے سکھاتا ہے۔ کسی نبی یا فرشتہ کو خدا بنانے اور اس کی پرستش کی تعلیم نہیں دیتا۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں اہل کتاب کو لاجواب کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس میثاق انبیاء کا ذکر فرمایا جو یہودیوں کی کتابوں میں لکھا ہوا تھا اور جس کے وہ خود بھی معترف تھے۔

ع ۹
۱۶

ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ نے عالم ارواح میں انبیاء سے عہد لیا کہ جب میں تم سے کسی کو کتاب و حکمت عطا کروں اور نبوت سے سرفراز کروں پھر ایک رسول آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرتا ہو تو تم بھی اس کی تصدیق کرنا اور اس کی مدد کرنا۔ انبیاء نے اس عہد کو قبول کیا۔ پھر عہد کی مزید توثیق کے لئے فرمایا کہ تم گواہ رہو میں بھی گواہ ہوں۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہ عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لیا گیا تھا جب تمام انبیاء دنیا میں تشریف لائے تو سب نے اپنی اپنی اُمتوں کو یہ عہد پہنچا دیا اور ان کو تاکید کردی کہ تم میں سے جو کوئی نبی آخر الزماں کا زمانہ پائے تو ضرور ایمان لائے اور ان کی مدد کرے۔ لہٰذا جبکہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم کو اس میثاق الٰہی کے بموجب حکم دیا کہ وہ نبی آخر الزماں پر ایمان لائیں اور اس کی تائید کریں تو پھر اس حکم کے بعد جو قوم بھی نبی آخر الزماں پر ایمان نہیں لائے گی وہ نافرمان قرار پائے گی۔ اسی مضمون کی طرف فَمَنْ تَوَلّٰی سے اشارہ کیا گیا ہے۔

ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٨٢﴾ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ

(عہد سے) پھر جائیں تو وہی نافرمان ہیں کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کے

يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

طالب ہیں؟ حالانکہ آسمانوں اور زمین میں جو (مخلوق) ہے وہ خوشی یا ناخوشی

طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ

اسی کی فرماں بردار ہے اور وہ سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے (١) (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ (ہمارا دین تو یہ ہے کہ)

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ

ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر نازل ہوئی اور جو صحیفے ابراہیم اور اسمٰعیل

وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى

اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر اترے اور جو کتابیں موسیٰ

وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ

اور عیسیٰ اور دوسرے انبیاء کو ان کے پروردگار کی طرف سے عطا ہوئیں ان سب پر ایمان لائے ہم ان (پیغمبروں) میں

اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ

سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے فرماں بردار ہیں (٢) اور جو شخص اسلام کے

غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى

سوا کسی اور دین کو چاہے تو اللہ کے ہاں مقبول نہ ہوگا اور وہ شخص

الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٨٥﴾ كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا

آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا (٣) اللہ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت دے

كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ

جو ایمان لانے اور اس بات کی گواہی دینے کے بعد کہ یہ پیغمبر برحق ہیں کافر ہوگئے حالانکہ

(١) ہر وہ قوم جو کسی نہ کسی مذہب کی دعویدار ہے اس کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ اس نے صدیوں کی قومی روایات اور مذہبی پیشواؤں کے خیالات کا نام دین و مذہب رکھ چھوڑا ہے اس بارے میں قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ سچا دین تو اللہ کا دین ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا ضابطہ اور اس کا بھیجا ہوا دین ہے کسی عقلمند انسان کو تو اس کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے پس و پیش نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہی دین فطرت ہے۔ دیکھو آسمان و زمین اور ان کے اندر جو کچھ ہے، سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، اس لئے اس کی ملک ہیں، اس کے مقرر کئے ہوئے فطری ضابطوں میں جکڑے ہوئے ہیں اور ذرہ برابر بھی ان کے خلاف نہیں جا سکتے۔ انسان غور کرے اور دیکھے کہ کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز اور وہ خود بھی خوشی یا ناخوشی سے کس طرح فطرت کے ضابطوں کی پابندی کر رہی ہے۔ تو کیا کائنات کی ہر چیز اور خود انسان اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی فرماں بردار اور مسلم نہیں ہے؟ ہے اور یقیناً ہے۔ تو پھر انسان کے لئے یہ بات کتنی سادہ، سہل اور فطری ہے کہ وہ تازہ بتازہ پیغام الٰہی یعنی قرآن کو قبول کر کے زندگی میں اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند ہو جائے۔ اور اس طرح فطری مسلم ہونے کے ساتھ ساتھ اختیاری طور پر بھی مسلم بن جائے بس اتنا ہی مطالبہ ہے قرآن کا۔

(٢) گذشتہ پیغمبروں اور ان کی کتابوں کے بارے میں قرآن کا عقیدہ اس آیت میں ظاہر کر دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اے پیغمبر اعلان کر دو کہ ہم اور ہمارے پیرو تو سارے پیغمبروں اور ان کی الہامی کتابوں کو مانتے ہیں پیغمبروں کی جلیل القدر جماعت میں ہم تفریق نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں۔ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ یہ تمام بزرگ ایک ہی زنجیر کی مختلف کڑیاں ہیں۔ تو جو کوئی ان میں تفریق کرتا ہے کہ کسی کو مانتا اور کسی کو جھٹلاتا ہے وہ زندگی کی ایک بڑی سچائی سے منہ موڑ لیتا ہے اور ہدایت کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لیتا ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ پورے سلسلہ ہدایت ہی کا منکر ہوتا ہے۔

(٣) اوپر کی آیتوں سے جب یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اسلام دین اللہ اور دین فطرت ہے، سارے پیغمبروں اور حق پرستوں کا یہی دین رہا ہے نبی آخر الزمانؐ اور ان کے پیرووں کا دین بھی یہی ہے تو یہ بات یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور مقبول دین بھی اسلام ہی ہے۔ اور اس راہ کے سوا [illegible] ہیں وہ سب غیر فطری ہیں اس لئے اللہ تعالےٰ کے نزدیک غیر مقبول ہیں اور ان راہوں پر چلنے والے دنیا و آخرت میں نامراد ہیں۔

جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٦﴾

ان کے پاس رسول کی (سچائی کی) روشن دلیلیں آچکی ہیں اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ

ان کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی

وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٧﴾ لا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ

اور انسانوں کی سب کی لعنت ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے نہ تو ان سے عذاب ہلکا کیا

الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٨٨﴾ لا اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ

جائے گا اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی (۱) ہاں جنھوں نے اس کے بعد توبہ

بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۫ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٨٩﴾ اِنَّ

کی اور اپنی حالت درست کرلی تو بلاشبہ اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے اور جو

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ

لوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے پھر کفر میں بڑھتے گئے تو ایسے لوگوں کی

تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّ

توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی اور یہی لوگ گمراہ ہیں جو

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ

لوگ کافر ہوگئے اور کفر کی حالت میں مرگئے (وہ اگر نجات حاصل کرنا چاہیں) اور

اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ

بدلہ میں زمین بھر سونا دیں تو ہرگز قبول نہ کیا جائے گا

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٩١﴾ ع

یہی لوگ ہیں جن کو دردناک عذاب ہوگا اور (اس وقت) ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا (۲)

(۱) جن لوگوں کا یہ حال ہے کہ انھوں نے نبی آخرالزماں کی بشارتیں اپنی کتاب میں پڑھیں، آپ کی زبانِ مبارک سے وحیِ الٰہی کو سنا، آپ کی پیغمبرانہ شخصیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور پہچانا، اور ان کے دل نے آپ کی صداقت کی گواہی بھی دی، باوجود ان سب باتوں کے محض ضد اور شرارت یا مال و جاہ کی محبت کی وجہ سے انکار اور کفر پر اڑے ہوئے ہیں اور دینِ حق اور حق پرستوں کی جماعت کو صفحۂ ہستی سے مٹانے پر آمادہ ہیں، تو ظاہر ہے کہ ایسے بدبختوں کی اصلاح و ہدایت کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ اور جو بدبخت جان بوجھ کر گمراہی اور تباہی پر اڑ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت و کامیابی کی راہ نہیں دکھاتا۔ ایسے ضدی اور سیاہ دل لوگوں کی سزا یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور سب انسانوں کی لعنت میں ہمیشہ ہمیشہ گرفتار رہیں گے۔

(۲) انسانوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو اسلام کے پیغام کو کان دھر کے سنتے ہیں، کفر پر نہیں اڑتے اور صدقِ دل سے توبہ کرکے دینِ حق کو قبول کرلیتے ہیں۔ ایسے لوگ اچھی فطرت والے انسان ہیں ان کی توبہ قبول کرلی جاتی ہے اور ان کی گذشتہ کمزوریوں پر قلم پھیر دیا جاتا ہے۔

دوسرے وہ جو کفر پر اڑ جاتے ہیں، دینِ حق کا مقابلہ کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بہکا کر دینِ حق کے خلاف محاذ بناتے ہیں، ایسے بدبختوں کے راہ پر آنے کی کوئی امید نہیں ہوتی اس لئے فرمایا کہ وہ نہ کبھی توبہ کریں گے اور نہ ان کی توبہ قبول ہوگی۔ ایسے لوگوں کو سخت عذاب ہوگا ان سے نہ کوئی معاوضہ اور فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ کوئی کسی طرح ان کی مدد کرسکے گا۔

ع ١١ / ١٧

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ

(مسلمانو!) تم نیکی (کا درجہ) ہرگز نہ حاصل کرسکوگے جب تک تم اپنی محبوب چیز کو (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ

اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اس کو اللہ (خوب) جانتا ہے (۱) تورات کے

الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ

نازل ہونے سے پہلے بنی اسرائیل کے لئے کھانے کی تمام چیزیں حلال تھیں سوائے ان

اِسْرَآءِیْلُ عَلٰی نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ

چیزوں کے جو (خود) یعقوبؑ اپنے اوپر حرام کرلی تھیں۔ (اے پیغمبر!)

فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ

(یہود سے) کہو کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو تورات لاؤ اور (اس کو ہمارے سامنے) پڑھو (۲) پھر اس کے

افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ

بعد بھی جو کوئی اللہ پر بہتان باندھے تو ایسے ہی لوگ

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ

بے انصاف ہیں (اے پیغمبر!ان سے) کہدو کہ اللہ نے سچ فرمادیا ہے تو اب تم اس ابراہیم کے دین کی پیروی کرو جو

اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ

سب سے بے تعلق ہو کر صرف اللہ کے ہو رہے تھے اور (یقیناً) وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے یقیناً

اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًی

پہلا گھر جو لوگوں کے (عبادت کرنے کے) لئے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے وہ برکت والا اور سارے جہان کے

لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ

لوگوں کیلئے (سرچشمۂ) ہدایت ہے، اس میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں (جن میں سے ایک) مقام ابراہیم ہے

(۱) اس سے پہلی آیت میں یہ ذکر تھا کہ اگر کافر قیامت کے دن روئے زمین کے خزانے بھی دے کر نجات حاصل کرنا چاہیں گے تو ناکام رہیں گے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ کس قسم کا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے نیکی کا بلند درجہ حاصل ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مال و دولت کا وہ مصرف نہیں ہے جو کافر سمجھتے ہیں کہ قیامت کے دن مال و دولت خرچ کرکے عذاب الٰہی سے نجات حاصل کرسکیں گے، بلکہ مال و دولت کا صحیح مصرف یہ ہے کہ اس کو اس زندگی میں اللہ کے راستے میں دل کھول کر خرچ کیا جائے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مال خرچ کرنے والوں کے درجے مختلف ہیں اگر معمولی چیز اللہ کے راستہ میں خرچ کی جائے تو یہ نیکی کا معمولی درجہ ہے اور نیکی کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اللہ کے راستہ میں عزیز ترین چیز خرچ کی جائے۔

(۲) یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض کیا کہ اگر تم ملت ابراہیمی پر ہو تو وہ تمام چیزیں جو حضرت ابراہیم پر حرام تھیں کیوں ان کو حرام نہیں سمجھتے مثلاً اونٹ کا گوشت اور دودھ ابراہیم پر حرام تھے لیکن تم ان کو حلال سمجھتے ہو اور ملت ابراہیمی کا دعویٰ بھی کرتے ہو۔ اس آیت میں اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ تورات کے نازل ہونے سے پہلے کھانے کی تمام اچھی چیزیں بنی اسرائیل کے لئے جائز تھیں اور حضرت ابراہیم سے لے کر حضرت موسیٰ تک تمام پیغمبر انھیں حلال سمجھتے تھے پھر جب تورات نازل ہوئی تو بعض چیزوں کا استعمال روک دیا گیا، اس لئے نہیں کہ اصل میں حرام تھیں بلکہ اس لئے کہ یہود کی بے لگام طبیعتوں کی اصلاح کے لئے ضروری تھا کہ روک ٹوک میں سختی کی جائے۔

اور وہ چیزیں جن کی نسبت تم سمجھتے ہو کہ نزول تورات سے پہلے بھی ممنوع تھیں تو ان کے بارے میں کتاب الٰہی کا کوئی حکم نہیں تھا بلکہ حضرت یعقوبؑ نے اپنی طبیعت سے ترک کردیا تھا اور یہ ترک کرنا حضرت ابراہیمؑ کے بعد اور نزول تورات سے پہلے تھا۔

چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کو عرق النسا کی بیماری تھی انھوں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو اس بیماری سے شفا عطا فرمائے گا تو میں اپنی محبوب چیز کا استعمال چھوڑ دوں گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس بیماری سے ان کو صحت عطا فرمائی تو نذر پوری کرنے کیلئے انھوں نے دیکھا کہ کونسی چیز ان کو زیادہ مرغوب ہے۔ چنانچہ انھوں نے اونٹ کے گوشت اور دودھ کا استعمال چھوڑ دیا اور اس طرح اپنی نذر پوری کردی لیکن بنی اسرائیل غلطی سے یہ سمجھے کہ یہ دونوں چیزیں حضرت ابراہیمؑ پر حکم الٰہی سے حرام ہوئی تھیں۔ آخر میں فرماتا ہے کہ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ اونٹ کا گوشت اور دودھ ابراہیم پر حرام تھا تو تورات لاؤ اور یہ حکم اس میں بتاؤ۔ لیکن یہود خاموش ہوگئے اور تورات لاکر پیش نہیں کی گویا اپنے جھوٹے ہونے کا اعتراف کرلیا۔

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۭ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ

اور جو شخص اس میں داخل ہو وہ امن میں ہو جاتا ہے (١) اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے یعنی

مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ

اس شخص پر) جو وہاں تک پہنچنے کا مقدور رکھے اور جو شخص (اس حکم کی) نہ مانے تو (یاد رکھو) اللہ سارے جہان (والوں)

عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (٩٧) قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ

سے بے نیاز ہے (٢) (اے پیغمبر! ان سے) کہدو کہ اے اہل کتاب تم اللہ کے احکام سے کیوں

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ڰ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰي مَا تَعْمَلُوْنَ (٩٨) قُلْ

انکار کرتے ہو حالانکہ جو کچھ تم کرتے ہو (وہ سب) اللہ کے روبرو ہے کہدو کہ

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ

اے اہل کتاب! ایمان والوں کو اللہ کی راہ سے کیوں روکتے ہو (اس طرح پر کہ) اس

اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَاۗءُ ۭ وَمَا اللّٰهُ

میں کجی نکالتے ہو حالانکہ تم (حقیقت حال سے) واقف ہو۔ اور (یاد رکھو) اللہ

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (٩٩) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ

تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں ہے (٣) اے ایمان والو! اگر

تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ

تم اہل کتاب کے کسی گروہ کا کہا مان لوگے تو وہ تمہیں ایمان لانے کے

اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ (١٠٠) وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى

بعد پھر کافر بنا دیں گے اور تم کیوں کر کفر کر سکتے ہو حالانکہ اللہ کی آیتیں تم کو

عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ

پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور تم میں رسول اللہ موجود ہیں اور (یاد رکھو) جس نے اللہ (کے دین کی رسی) کو

(١) یہود کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ اگر تم ملت ابراہیمی کے پیرو ہو تو کیوں تم نے بیت المقدس کو چھوڑ کر خانہ کعبہ کو قبلہ قرار دیا ہے حالانکہ بیت المقدس قدیم ترین عبادت گاہ ہے اور تمام انبیاء بنی اسرائیل اسی کو قبلہ تسلیم کرتے آئے ہیں۔ اس آیت میں اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اس بارے میں یہود کی معلومات ناقص اور ان کی دلیل کمزور ہے حقیقت یہ ہے کہ روئے زمین پر پہلی عبادت گاہ جو تعمیر کی گئی وہ بیت المقدس نہیں بلکہ خانہ کعبہ ہے جو مکہ میں واقع ہے اور جس کو سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا پھر طوفان نوح کے بعد حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام نے قدیم بنیاد پر دوبارہ تعمیر کیا (ملاحظہ ہو حاشیہ صفحہ ٣٢ پارہ اول) اس طرح خانہ کعبہ خود حضرت ابراہیمؑ کی یادگار ہے۔ اور بیت المقدس تو حضرت ابراہیمؑ کے بہت بعد حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں تعمیر ہوا ہے اس کے علاوہ خانہ کعبہ کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے اس گھر کو ظاہری و باطنی، مادی اور روحانی برکتوں سے سرفراز فرمایا اور اس کو سارے جہان والوں کیلئے سرچشمہ ہدایت ٹھہرایا۔ سارے جہان والوں کو اس گھر کا حج کرنے کی دعوت دی رسول جہاں و پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، امت مسلمہ کیلئے اسی گھر کو قبلہ قرار دیا اور اسی کو عالمگیر مذہب اسلام کا مرکز بنایا پھر اس گھر میں حق و صداقت کی کئی نشانیاں اب بھی موجود ہیں۔ ان میں ایک مقام ابراہیم ہے یعنی وہ پتھر آج تک بجنسہ موجود ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا اور اس پر حضرت ابراہیم کے قدموں کے نشان بھی ہیں۔ ایک اور نشانی یہ بھی ہے کہ اس گھر کو اللہ تعالیٰ نے جائے امن قرار دیا ہے کہ وہاں جنگ و جدال اور قتل و خوں ریزی نہیں ہوتی۔

غرض انہی خصوصیات کی وجہ سے خانہ کعبہ ہی کو ابراہیمؑ سے زیادہ مناسبت ہے، اور اسی کو حق پہنچتا ہے کہ ملت ابراہیمی کی پیروی کرنے والوں کے لئے قبلہ بنے، نہ کہ بیت المقدس۔

(٢) اوپر کی آیت میں خانہ کعبہ کی قدامت، فضیلت اور اس کی خصوصیات کا بیان تھا اس مناسبت سے اس آیت میں حج کے فرض ہونے کا حکم دیا۔ مطلب یہ ہے کہ خانہ کعبہ کی بڑی فضیلت اور اس کی گوناگوں خصوصیات کا لحاظ کرتے مسلمانوں کو حکم دیا جاتا ہے، کہ عمر بھر میں ایک مرتبہ بشرط استطاعت اس مقدس گھر کا حج کریں اور وہاں کے انوار و برکات سے مستفید ہوں۔

استطاعت سے مراد یہ ہے کہ آدمی جسمانی طور پر تندرست ہو راستہ پُرامن ہو، سواری کا انتظام ہو سکے آنے جانے کے مصارف ساتھ ہوں، واپسی تک متعلقین کے گزارے کا بھی انتظام کر سکے۔ آخر میں فرماتا ہے کہ جو شخص ہمارے اس حکم کو نہ مانے تو اللہ بے نیاز ہے۔ اس کو کسی کی پروا نہیں۔

(٣) ان دونوں آیتوں میں اہل کتاب کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم کتاب الٰہی کے حامل ہو اور حقیقت حال سے واقف ہو پھر بھی جان بوجھ کر اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے پاکیزہ سیرت پیغمبر کو جھٹلاتے ہو اور قرآن جیسی بلیغ اور سچی کتاب کو تم نہیں مانتے۔ غضب تو یہ ہے کہ جس کتاب کو تم کتاب الٰہی مانتے ہو یعنی توراۃ اس میں لکھی ہوئی بشارتوں سے بھی تم غفلت برتتے ہو، پھر یہ کہ نہ صرف تم خود گمراہ ہوتے ہو بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اللہ کے راستہ سے روکتے ہو، مسلمانوں کے دلوں میں شک و شبہ ڈالتے ہو اور جو لوگ ایمان لانا چاہتے ہیں ان کو بہکاتے ہو اور جان بوجھ کر صاف اور سیدھی بات یعنی اسلام کو ٹیڑھا کر کے ان کے سامنے پیش کرتے ہو اور ان کو حق و صداقت کی راہ پر چلنے سے روک دیتے ہو۔ یاد رکھو تمہاری ایک ایک حرکت اللہ کے سامنے ہے اور وہ تمہارے اعمال سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہیں ہے۔ اس نے تم کو ڈھیل دے رکھی ہے۔ وقت آنے پر تم سے حساب لے گا اور ان بداعمالیوں کی سخت سزا دے گا۔

بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٠١﴾ يٰٓاَيُّهَا
مضبوط پکڑ لیا وہ سیدھے راستہ پر لگ گیا (۱) اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا
ایمان والو! اللہ سے ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اسلام کے سوا

وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا
کسی اور دین پر نہ مرو (۲) اور سب مل کر اللہ (کے دین) کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو اور

تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً
متفرق مت ہو اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جبکہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے

فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ
پھر اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالدی اور تم اس کے فضل (وکرم) سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم

عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ
آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے پھر اللہ نے تم کو اس سے بچالیا اس طرح

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ وَلْتَكُنْ
اللہ تمہارے لئے اپنی آیتیں صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم سیدھے راستہ پر قائم رہو (۳) اور تم میں

مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو (لوگوں کو) نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾ وَلَا
اور برے کاموں سے منع کرے اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں (۴) اور

تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ
(یاد رکھو!) ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو (بجائے متحد رہنے کے) متفرق ہوگئے اور کھلی کھلی نشانیاں آنے کے بعد

ع ۱

(۱) اوپر کی آیت میں اہل کتاب کو تنبیہ کی گئی تھی کہ بڑے غضب کی بات ہے کہ تم کتاب الٰہی کے حامل ہو اور حقیقت حال سے اچھی طرح واقف ہو پھر بھی جان بوجھ کر خود بھی گمراہ ہوتے ہو اور دوسروں کو بھی راہ حق سے بھٹکاتے ہو۔ اب ان آیتوں میں روئے سخن مسلمانوں کی طرف پھیر دیا گیا ہے۔

ان آیتوں کی شان نزول میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ مدینہ کے عرب لوگ جو زمانہ اسلام میں انصار کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں قدیم زمانہ سے اَوس اور خزرج نامی دو قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے اور ہمیشہ سے ان دو قبیلوں میں سخت عداوت اور دشمنی تھی۔ ذرا ذرا سی بات پر تلواریں بے نیام ہو جاتی تھیں اور کشتوں کے پشتے لگ جاتے تھے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ دونوں قبیلوں میں بارہا سخت خوں ریز لڑائیاں ہوئیں۔ اس سلسلہ کا سب سے مشہور معرکہ بُعَاث کا تھا جس کی ہولناک یادگار لوگوں کے دلوں میں تازہ تھی لیکن پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے شرف صحبت اور اسلامی اصول کے اثر سے دونوں قبیلے سابقہ عداوتیں بھلا چکے تھے اور آپس میں ملکر بھائیوں کی طرح اسلامی زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ ان دونوں حریف قبیلوں کا اس طرح باہم شیر و شکر ہو جانا اور متحدہ طاقت سے اسلام کی حمایت کرنا یہود مدینہ کو ایک نظر نہ بھاتا تھا اور طرح طرح سے فتنہ پردازی کرتے رہتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ ایک اندھے یہودی شَمَّاس بن قیس نے اپنے ایک فتنہ پرداز چیلے کو یہ سکھا کر روانہ کیا کہ انصار کی مجلس میں جا کر گذشتہ لڑائیوں کا تذکرہ چھیڑے اور وہ جوشیلے اشعار پڑھ کر سنائے جو جنگ کے موقع پر دونوں طرف سے پڑھے جاتے تھے چنانچہ وہ یہودی انصار کی مجلس میں پہنچا جہاں دونوں قبیلوں کے لوگ جمع تھے اور وہ اشعار پڑھے جس میں بعاث کی جنگ کا تذکرہ تھا، نتیجہ خاطر خواہ نکلا، انصار کے جذبات بھڑک اٹھے، ہتھیار لیکر میدان میں نکلے اور صف آرائی شروع کردی۔ قریب تھا کہ جنگ کا بازار گرم ہو جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی۔ آپ مہاجرین کے ساتھ انصار کی مجلس میں پہنچے اور ان کو مخاطب کر کے فرمایا مسلمانو! اللہ سے ڈرو، میں تم میں موجود ہوں پھر یہ جاہلیت کی پکار کیسی؟ اللہ تعالیٰ نے تم کو ہدایت دی، اسلام سے مشرف کیا، جاہلیت کی تاریکی کو مٹایا۔ کیا اب پھر اسی تاریکی کی طرف الٹے پاؤں لوٹنا چاہتے ہو؟

پیغمبر کی اس آواز کا کانوں میں پہنچنا تھا کہ جاہلیت کے جذبات سب کافور ہو گئے، سب نے ہتھیار پھینکدیے ایک دوسرے سے گلے مل کر خوب روئے اور سر جھکائے سب کے سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہو گئے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور نصیحت فرمائی کہ مسلمانو اہل کتاب کی فتنہ پردازیوں سے ہوشیار رہو یہ تمہارے دشمن ہیں تمہارا پھلنا پھولنا ان کو ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ یہ تمہارے بارے میں ناپاک ارادے اپنے دلوں میں چھپائے رکھتے ہیں اگر تم ان کے بہکانے میں آگئے تو یاد رکھو یہ تم کو اسلام کی روشنی سے نکال کر پھر کفر اور جاہلانہ عادتوں کی تاریکی کی طرف لوٹا دیں گے۔ اور یہ بات اب کیسے ہو سکتی ہے کہ تم اسلام کے بعد کفر کی راہ اختیار کرو، جبکہ تمہارے درمیان وہ وجود مقدس تشریف فرما ہے جو اللہ کا پیغمبر ہے جو اللہ کا کلام تم کو پڑھ کر سناتا ہے اور جس کی تربیت اور رہنمائی میں تمہاری صلاح و فلاح کی کافی ضمانت ہے۔ البتہ تمہاری طرف سے اللہ پر توکل اس کے رسول پر اعتماد اور اسلام پر استقامت کی ضرورت ہے۔ اگر تم نے اپنے میں یہ صفتیں پیدا کرلیں تو پھر تمہیں کچھ ڈر نہیں کیونکہ اصول یہ ہے کہ جو ہر طرف سے کٹ کر اللہ کا ہو لیتا ہے اس کو مضبوط پکڑ لیتا ہے اور اس پر بھروسہ کرتا ہے تو یقیناً اللہ اس کا مددگار رہتا ہے۔ اور اس کو سیدھے راستہ پر رکھتا ہے۔ (۲) مسلمان کی شان یہ ہے کہ اس کا دل کسی وقت بھی اللہ سے غافل نہ رہے اور زندگی میں قدم قدم پر اس کے احکام کا خیال رکھے اگر کبھی لغزش ہو جائے تو توبہ کر کے اپنی اصلاح کرلے اور گناہ پر اصرار نہ کرے۔ زندگی میں مقدور بھر تقوے کا بلند سے بلند تر درجہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہے استقامت کی دعا اور کوشش کرے۔ ایسا نہ ہو کہ آخر عمر میں یا مرنے کے وقت شیطان بہکا کر نیچے گرا دے غرض جینا اور مرنا تقوے کے بلند سے بلند تر مقام پر ہونا چاہئے۔ (۳) اس آیت میں اتحاد و اتفاق کی تاکید فرماتے ہوئے عربوں کی اس ہولناک حالت کا نقشہ کھینچا ہے جو اسلام سے پہلے تھا۔ فرماتا ہے کہ دیکھو اس سے پہلے تمہاری کیا حالت تھی

(بقیہ تفسیر صفحہ ۱۱۱) تم ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے تم میں ہر وقت کشت و خون کا بازار گرم رہتا تھا گویا تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے اور اس میں گرنے ہی والے تھے کہ اللہ نے تم پر اپنا فضل کیا اور تم میں اپنا پیغمبر بھیجا۔ اسکی پاکیزہ تعلیم و تربیت نے تمہارے دلوں کو ساری کدورتوں سے پاک کر دیا اور تم بھائی بھائی ہو گئے۔ اس اتحاد و اتفاق کا نتیجہ دین اور دنیا کے عظیم الشان فائدوں کی صورت میں ظاہر ہوا۔ لہٰذا اس عظیم الشان نعمت کی قدر کرو، اور سب مل کر اللہ کے دین (اسلام) کی رسی کو مضبوط پکڑو اور متحد و متفق رہو چھوٹی چھوٹی باتوں میں اختلاف رائے کو بے جا اہمیت دے کر مسلمانوں کی جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے مت کر دو۔

مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠٥﴾

آپس میں اختلاف کرنے لگے یہی وہ لوگ ہیں جن کو (قیامت کے دن) بڑا عذاب ہوگا (۱)

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ

جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ تو جن لوگوں کے چہرے سیاہ

اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ

ہوں گے (ان سے کہا جائے گا کہ) کیا تم ایمان لا کر کافر ہو گئے تھے

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿١٠٦﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ

تو (اب) اس کفر کی سزا میں (عذاب کے) مزے چکھو اور جن لوگوں کے

ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا

چہرے چمک رہے ہوں گے وہ اللہ کی رحمت (بہشت) میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ (ہمیشہ)

خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٧﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ

رہیں گے (۲) (اے پیغمبر!) یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو صحیح طور پر ہم تم کو پڑھ کر سناتے ہیں

وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٨﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي

اور اللہ جہان والوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا اور آسمانوں اور

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿١٠٩﴾ ع

زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے اور (آخرکار) سب معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹیں گے

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ

(مسلمانو!) تم (تمام امتوں میں) بہتر امت ہو جو لوگوں (کی اصلاح) کیلئے پیدا کی گئی ہے کہ تم اچھے کام

بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ

کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو

(۴) مسلمانوں کی جماعت کو صالح اور پاکیزہ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان میں ایک جماعت ایسی ہو جو اَمْر بِالْمَعْرُوْف اور نہی عَنِ الْمُنْكَر کی خدمت انجام دیتی رہے۔

یوں تو ہر مسلمان کو ضرورت کے لائق دین سے واقف ہونا چاہیئے اس طرح ہر مسلمان اپنی معلومات کی حد تک دوسروں کی رہنمائی کر سکتا ہے لیکن ایک خصوصی جماعت بھی ہونی چاہیئے جو دینی تعلیم و تربیت حاصل کرنے پر زیادہ وقت صرف کرے، زمانہ کے حالات کے مطابق مسائل کی تعبیر و تشریح کر سکے اور لوگوں کو اچھے کاموں کی طرف رہنمائی کرے اور بری باتوں سے روکے۔

یہ جماعت وہی ہو سکتی ہے جس کو ہماری زبان میں علماء اور مشائخین کی جماعت کہتے ہیں۔ اس جماعت میں کام کرنے والے کو اپنی بھاری ذمہ داری کا احساس ہونا چاہیئے ورنہ اگر اس نے اپنے علم، اپنی حیثیت اور اپنے اقتدار کا غلط استعمال کیا تو وہ خود بھی ڈوبے گا اور قوم کو بھی ڈبوئے گا۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی تاکید فرماتے ہوئے ان کو تفرقہ اور اختلافات سے بچنے کا حکم دیتا ہے، اور اہل کتاب کی طرف توجہ دلا کر ان کو نصیحت فرماتا ہے کہ دیکھو تم ان کی طرح سے نہ ہو جانا کہ اللہ کے صاف صاف احکام آنے کے بعد ذرا ذرا سی بات پر اختلاف کر کے الگ الگ جماعتیں بنا لو اور آپس میں لڑنے جھگڑنے لگو جس کا نتیجہ دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب عظیم کی صورت میں بھگتنا پڑے گا۔

ع ۱۱/۸/۲

(۲) وہ قیامت کا دن ایسا ہوگا کہ اس دن نیک و بد اپنے اپنے اعمال کا بدلہ پائیں گے۔ کافروں، منافقوں، مرتدوں اور فاسقوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ ان سے کہا جائے گا کہ نور فطرت اور اسلام کی روشن شریعت پانے کے بعد پھر تم نے صحیح راستہ چھوڑ دیا اور گمراہی میں پڑ گئے جس کی سیاہی تمہارے چہروں پر نمودار ہے۔ اب اپنے کئے کی سزا عذاب عظیم کی شکل میں بھگتو۔

اس کے برخلاف جو لوگ اسلام پر قائم رہے بدعت اور فسق سے بچتے رہے اور پرہیزگارانہ زندگی بسر کرتے رہے، وہ اللہ کی رحمت کے سایہ میں اور اس کی جنت میں عیش و آرام سے رہیں گے۔

وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْؕ مِنْهُمُ

اور اگر اہل کتاب (بھی) ایمان لاتے تو ان کے لئے بہت اچھا ہوتا ان میں کچھ ایمان

الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿١١٠﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًىؕ

والے بھی ہیں اور اکثر نافرمان ہیں (۱) تھوڑی سی تکلیف کے سوا وہ تمہیں (زیادہ) نقصان نہیں پہنچا سکیں گے

وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ قف ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١١١﴾

اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر ان کو کہیں سے بھی مدد نہیں ملے گی (۲)

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ

ان پر ذلت (و خواری) لازم کر دی گئی ہے (چاہے) جہاں کہیں یہ پائے جائیں مگر یہ کہ یہ اللہ کے

مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ

عہد اور لوگوں کے پیمان میں آ جائیں اور یہ لوگ اللہ کے غضب میں آ گئے

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا

اور ان پر محتاجی لازم کر دی گئی (یہ سب کچھ) اس لئے ہوا کہ وہ

يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّؕ

اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے تھے

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿١١٢﴾ لَيْسُوْا سَوَآءًؕ مِنْ

(نیز) یہ اس وجہ سے ہوا کہ یہ نافرمانی کرنے لگے تھے اور حد سے بڑھ گئے تھے (۳) مگر یہ سب لوگ برابر نہیں ہیں (ان)

اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ

اہل کتاب میں کچھ لوگ (سیدھے راستہ پر) قائم ہیں جو راتوں میں اللہ کی آیتیں پڑھتے

وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿١١٣﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اور سجدے کرتے ہیں یہ لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں

(۱) اس آیت میں مسلمانوں کو اُن کے بلند مقام اور ان کی بھاری ذمہ داری سے آگاہ کیا گیا ہے۔ فرماتا ہے کہ مسلمانو! روئے زمین پر بسنے والی امتوں میں تم بہترین اُمت ہو۔ زبانِ وحی نے تمہارے لئے خیر امت کا لقب پسند فرمایا ہے کیوں کہ تم افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہو، تمہیں جو دین دیا گیا ہے وہ اکمل دین ہے۔ تمہیں جو دستورِ زندگی عطا ہوا ہے وہ تمام سابقہ دستوروں سے بہتر ہے۔ اس لئے تمہیں تمام قوموں کی امامت اور پیشوائی کا بلند مقام عطا ہوا ہے۔ زمانہ کی باگ تمہارے ہاتھوں میں دی گئی ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ تم قوموں کے اعمال پر نظر رکھو، لوگوں کو نیکیوں کا حکم دو اور برائیوں سے منع کرو۔ تمہارا اجتماعی نصب العین یہ نہیں ہے کہ تم طاقتور قوم اس لئے بنو کہ اقوامِ عالم کو لوٹو اور دنیا میں فتنہ و فساد برپا کرو۔ بلکہ تمہارے وجود کا مقصد یہ ہے کہ تمام دنیا میں امن و سلامتی قائم کرو نیکیوں کو پھیلاؤ اور برائیوں کو نیست و نابود کرو۔

آخر میں فرماتا ہے کہ اگر اہل کتاب قرآن کے پیغام کو قبول کر لیتے اور ایمان لے آتے تو وہ بھی خیر اُمت میں داخل ہو کر انسانیت کے بلند مقام پر فائز ہو جاتے۔ لیکن افسوس کہ ان میں سے صرف چند کے سوا باقی اکثر نے اسلام کے پیغام کو رد کر دیا اور اس طرح اپنی دنیا و آخرت تباہ کر لی۔

(۲) اہل کتاب میں سے خاص کر مدینہ کے یہود اسلام کی مخالفت میں بہت سرگرم تھے ان کے بارے میں مسلمانوں کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ مسلمانو! تم ان سے خوف زدہ مت ہو۔ تم ان کے اثر و رسوخ سے مت ڈرو۔ باوجود سارے ساز و سامان اور اثر و رسوخ کے یہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ وہ صرف اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ تمہیں زبان سے برا بھلا کہیں یا کوئی معمولی تکلیف پہنچا دیں اور دیکھو ان کا حال تو یہ ہے کہ اگر یہ تمہارے مقابلہ میں صف آرا ہوں تو پہلے ہی ہلہ میں بھاگتے نظر آئیں گے اور پھر ان کو کہیں سے مدد نہیں ملے گی پس کوئی وجہ نہیں کہ تم ان کی مخالفت سے پریشان خاطر ہو۔ وہ وقت دور نہیں کہ جب عرب میں ان کی رہی سہی طاقت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

(۳) ان کا حال یہ ہے کہ یہ احکامِ الٰہی کی نافرمانی میں حد سے تجاوز کر گئے ہیں۔ انھوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا اور غضب یہ کیا کہ اللہ کے پیغمبروں کو ناحق قتل کیا۔ اس کی پھٹکار ان پر یہ پڑی کہ ذلت و خواری میں گرفتار ہوئے اور اللہ کے غضب کے مستحق ٹھہرے۔

وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ

اور اچھے کام کرنے کو کہتے ہیں اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہیں

وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ ۖ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١١٤﴾

اور اچھے کاموں (کے کرنے) میں جلدی کرتے ہیں اور یہی لوگ نیک بندوں میں سے ہیں

وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَن يُكْفَرُوهُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

اور جو نیک کام یہ لوگ کریں گے اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور اللہ پرہیزگاروں کو

بِالْمُتَّقِينَ ﴿١١٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ

خوب جانتا ہے (۱) جن لوگوں نے کفر کیا (قیامت کے دن)

أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ

ان کا مال اور ان کی اولاد اللہ (کے عذاب) سے ہرگز ان کو نہ بچا سکے گی اور یہی لوگ

أَصْحَابُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١١٦﴾ مَثَلُ مَا يُنفِقُونَ فِي

دوزخی ہیں کہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے (۲) اس دنیا کی زندگی میں یہ

هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ

لوگ جو کچھ مال خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس ہوا کی سی ہے جس میں سخت سردی ہو اور وہ ایسے

حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ

لوگوں کی کھیتی پر چلے جو اپنے پر ظلم کرتے تھے اور وہ ہوا اس کو تباہ کر دے اور اللہ نے ان پر کسی طرح کا ظلم

اللَّهُ وَلَٰكِنْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١١٧﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں (۳) اے ایمان والو

لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا

اپنے لوگوں کے سوا کسی غیر کو رازدار نہ بناؤ کیونکہ یہ تمہارے تباہ کرنے میں کسی طرح کی کمی نہیں کریں گے

ہیں۔ اللہ ان سے وعدہ فرماتا ہے کہ جو نیکیاں یہ کریں گے ان کی قدر کی جائے گی اور ان کو ثواب دیا جائے گا اور اللہ متقیوں کے حال کو خوب جانتا ہے۔

واضح ہو کہ یہ یہود میں سے ان لوگوں کا حال ہے جنھوں نے اسلام قبول کر لیا تھا جیسے عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی۔

(۲) اوپر کی آیتوں میں متقی مومنوں کا حال اور ان کا ثواب بیان کیا گیا تھا۔

اب اس آیت میں کافروں کا حال اور ان کی سزا کا ذکر ہے۔ فرماتا ہے کہ کفر و انکار کی سزا یہ ہوگی کہ کافر دوزخ کی آگ میں ڈالے جائیں گے اور اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ لوگ اس گھمنڈ میں نہ رہیں کہ جس طرح دنیا میں مال و دولت خرچ کر کے یا آل اولاد کی مدد سے بہت سے کام نکال لیتے ہیں اسی طرح آخرت میں بھی یہ ترکیب کارگر ہوگی ہرگز نہیں۔ وہاں کا انتظام کچھ ایسا ہے کہ وہاں یہ چیزیں بالکل کام نہیں آئیں گی اور کوئی طاقت ان کو عذاب سے نہیں چھڑا سکے گی۔

(۳) بہت سے کافر دنیا میں مال و دولت خرچ کرتے ہیں اور اپنے خیال میں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے نیک کاموں میں روپیہ خرچ کیا ہے اور اس کا ثواب آخرت میں پائیں گے۔ اس کے بارے میں فرماتا ہے کہ کافر جو مال و دولت دنیا میں خرچ کرتے ہیں آخرت میں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی ان کے اعمال کو کفر و بدعملی کا روگ لگا ہوا ہے۔ اس لئے ان کے اعمال کی کھیتی سرسبز نہیں ہو سکتی۔ ان کے اعمال ایمان کی روح سے خالی ہیں اس لئے بے جان اور مردہ ہیں۔ اس کی مثال ایسی سمجھو جیسے کسی نے محنت و مشقت اٹھا کر ایک کھیت لگایا۔ اس میں کھیتی لہلہانے لگی اس کی سرسبزی کو دیکھ کر دل ہی دل میں خوش ہوا اور بہت کچھ امیدیں باندھیں یکایک ایک رات زور کا پالا پڑا اور چشم زدن میں لہلہاتا کھیت ٹھٹھر کر رہ گیا۔

یہ مثال اس مال و دولت کی ہے جس کو کافر خیرات اور رفاہ عام کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں، باقی وہ مال و دولت اور وہ زور و قوت جس کو وہ فسق و فجور کے کاموں میں یا دین حق اور اہل حق کے خلاف صرف کرتے ہیں وہ تو ان کے لئے دوگونہ عذاب کا باعث ہوگا اور یہ سب کچھ ان کے کفر اور بداعمالی کے نتائج ہیں۔ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں، اللہ ان پر ظلم نہیں کرتا۔

وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۖ

وہ چاہتے ہیں کہ تمھیں تکلیف پہنچے دشمنی تو ان کے منہ (کی باتوں) سے ظاہر ہو چکی ہے

وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ

اور جو کچھ ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم نے

الْآيَاتِ ۖ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١١٨﴾ هَا أَنْتُمْ أُولَاءِ

تمھارے لئے صاف صاف نشانیاں بیان کردی ہیں (۱) دیکھو تم ان سے

تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ

دوستی رکھتے ہو اور وہ تم سے ذرا بھی دوستی نہیں رکھتے اور تم (اللہ کی) ساری کتابوں پر ایمان رکھتے ہو (اور وہ تمھاری کتاب پر ایمان

كُلِّهِ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا ۖ وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا

نہیں لاتے) اور وہ جب کبھی تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لے آئے ہیں اور جب (تم سے) الگ ہوتے ہیں تو تم پر

عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۚ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ ۗ

غصہ کے مارے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں (اے پیغمبر! ان سے) کہدو کہ (اے بدبختو!) اپنے غصہ میں جل مرو

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١١٩﴾ إِنْ تَمْسَسْكُمْ

بے شک اللہ تمھارے دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے (۲) اگر تم کو کوئی بھلائی

حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا

پہنچتی ہے تو ان کو برا لگتا ہے اور اگر کوئی برائی پہنچتی ہے تو اس سے خوش

بِهَا ۖ وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ

ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو ان کا مکر (و فریب) تمھیں کچھ بھی نقصان

شَيْئًا ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿١٢٠﴾ وَإِذْ غَدَوْتَ

نہ پہنچا سکے گا۔ کیونکہ جو کچھ بھی وہ کر رہے ہیں وہ سب اللہ کے احاطۂ قدرت میں ہے (۳) (اے پیغمبر! وہ وقت یاد کرو) جبکہ

(۱) بعض مسلمان ہمسایگی یا رشتہ داری یا قدیم تعلقات کی بنا پر یہودیوں اور منافقوں سے بدستور میل جول رکھتے تھے اور کبھی کبھی اس میل جول کی وجہ سے راز کی باتیں بھی ان پر ظاہر کردیتے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو متنبہ فرمایا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمانو! اپنے مسلمان بھائیوں کے سوا کسی اور کو دلی دوست اور رازدار نہ بناؤ کیونکہ یہود ہوں یا نصاریٰ، منافقین ہوں یا مشرکین، ان میں سے کوئی بھی تمھارا خیرخواہ نہیں۔ جانتے ہو کہ تمھارے بارے میں ان کے کیا کیا ارادے ہیں؟ یہ تمھیں تباہ و برباد کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔ یہ ہمیشہ تمنا کرتے رہتے ہیں کہ تم کسی نہ کسی مصیبت میں پھنس جاؤ۔ دیکھو کھلی دشمنی تو باتوں ہی سے ٹپک رہی ہے لیکن جو کینہ اور بغض ان کے سینوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بڑھ چڑھ کر زیادہ ہے ہم نے ان کی حقیقت حال صاف صاف بیان کردی ہے، عقلمند لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

(۲) مسلمانو! دیکھو تم تو صاف دلی سے ان سے دوستی کرتے ہو لیکن ان کا حال یہ ہے کہ وہ ذرہ برابر بھی تم سے دوستی رکھنا نہیں چاہتے اور تم سب آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہو لیکن وہ تمھاری کتاب اور تمھارے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے دیکھو ان کا حال ہے کہ جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لے آئے ہیں لیکن جب وہ اکیلے میں ہوتے ہیں تو تمھارا تو کچھ بگاڑ نہیں سکتے، مگر مارے غصہ کے دانت پیستے ہیں اور اپنی بوٹیاں کاٹتے ہیں۔

اے پیغمبر! ان سے کہدو کہ اتنا ہی نہیں بلکہ مارے غصہ کے اپنی جانوں کو ہلاک کر ڈالو۔ اللہ دلوں کی باتیں جانتا ہے تمھارے جل مرنے سے کیا ہوتا ہے۔ اللہ نے جس بات کا فیصلہ کرلیا ہے وہ ہو کر رہے گی اور ضرور بضرور اسلام کی کامیابی ہوگی۔

(۳) اور دیکھو! ان کا حال یہ ہے کہ اگر تمھیں کامیابی ہو یا کسی طرح کا کوئی فائدہ پہنچے تو ان کو ناگوار گزرتا ہے۔ اور اگر تم پر کوئی مصیبت آپڑے تو بہت خوش ہوتے ہیں مسلمانو! ممکن ہے کہ مخالفوں کے غیظ و غضب اور مکر و فریب سے تمھارے دلوں میں کچھ خوف پیدا ہو لیکن یاد رکھو اگر تم نے صبر کیا اور مشکلات کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے اور احکام الٰہی کی نافرمانی سے مقدور بچتے رہے تو یقین جانو کہ وہ تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ کیونکہ مکر و فریب کا جو جال وہ تمھارے اطراف بچھا رہے ہیں وہ سب اللہ کے علم میں ہے۔ اور وقت آنے پر وہ اپنی قدرت سے ان کے جال کو پارہ پارہ کردے گا اور تم کو صاف بچا کر لے جائے گا۔

ع ۱۲ / ۲

مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۭ
تم صبح سویرے اپنے گھر سے نکل کر مسلمانوں کو لڑائی کے لئے مورچوں پر بٹھا رہے تھے
وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذْ هَمَّتْ طَّاۗىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ
اور اللہ سب کچھ سننے والا (اور) جاننے والا ہے اس وقت تم میں سے دو جماعتوں نے ارادہ کیا تھا کہ ہمت ہار دیں
اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
(مگر سنبھل گئے) اور اللہ ان کا مددگار ہے اور مسلمانوں کو تو اللہ ہی پر بھروسہ
الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ
رکھنا چاہیے اور دیکھو بدر کی لڑائی میں اللہ نے تمہاری مدد کی تھی حالانکہ
اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾
تم کمزور تھے پس اللہ سے ڈرو (اور اس کے احسانوں کو یاد کرو) تاکہ شکرگزار بنو (۱)
اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ
(اے پیغمبر) اس وقت تم مسلمانوں سے یہ کہہ رہے تھے کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ تمہارا
رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾
پروردگار تین ہزار فرشتے بھیج کر تمہاری مدد فرمائے
بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ
ہاں کیوں نہیں (یقیناً کافی ہیں) اگر تم ثابت قدم رہو اور (نافرمانی سے) بچو اور دشمن ایک دم تم پر چڑھ آئیں تو (یقین رکھو کہ)
هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ
تمہارا پروردگار پانچ ہزار فرشتوں سے جن پر نشان لگے ہوں گے
مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ
تمہاری مدد کرے گا (۲) اور اللہ نے یہ مدد اس لئے کی کہ تمہیں خوشخبری ہو

منزل ۱

(۱) اوپر کی آیت میں مسلمانوں کو ہدایت کی تھی کہ مخالفوں کے مکر و فریب اور زور و قوت سے محفوظ بننے کی ایک ہی تدبیر ہے۔ وہ یہ ہے کہ بےچینی اور بےقراری سے اپنی کمزوری ظاہر نہ ہونے دو بلکہ صبر اور تقوے کی راہ پر گامزن ہو جاؤ اللہ تم کو ہمیشہ محفوظ رکھے گا۔ ان آیتوں میں جنگِ بدر اور اُحد کے واقعات سے عبرت دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ دیکھو تم نے جنگِ اُحد کے موقع پر صبر اور تقوے کے خلاف مظاہرہ کیا۔ اس طرح کہ مالِ غنیمت کی محبت میں گرفتار ہو گئے اور رسول کے حکم کی نافرمانی کرکے گھاٹی کی حفاظت چھوڑ دی علاوہ ازیں تم میں سے دو قبیلوں یعنی بنو سلمہ اور بنو حارثہ نے بزدلی دکھائی اور میدان جنگ چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ ان سب باتوں کے نتیجہ میں جو خمیازہ تم کو بھگتنا پڑا وہ تم کو معلوم ہے حالانکہ تم کو اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے تھا کیونکہ وہی مسلمانوں کا مددگار ہے بخلاف اس کے جنگِ بدر کے موقع پر تم سے کوئی لغزش نہیں ہوئی اور تم صبر اور تقوے کی راہ پر گامزن رہے۔ اس کا پھل تم کو یہ ملا کہ باوجود بے سروسامانی اور قلتِ تعداد کے اللہ تعالیٰ نے قوی دشمن پر تم کو فتح و کامرانی عطا فرمائی۔ ذیل میں جنگِ اُحد کا مختصر واقعہ بیان کیا جاتا ہے تاکہ آیتوں کا مطلب سمجھنے میں آسانی ہو۔

جنگِ بدر کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ (صفحہ ۸۹) پارہ (۳)

واقعۂ جنگِ اُحد۔

جنگِ بدر کی ناش شکست کا انتقام لینے کیلئے مقتولینِ بدر کے عزیز و اقارب نے مکہ والوں کو غیرت دلائی اور ان سے یہ خواہش کی کہ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ ملک شام سے جو مال و اسباب لایا ہے وہ سب کا سب لشکر کی تیاری میں صرف کیا جائے اور مناسب وقت دیکھ کر مدینہ پر حملہ کیا جائے چنانچہ قریش کا لشکر جس کی تعداد تین ہزار تھی اور جو عمدہ جنگی ساز و سامان سے لیس تھا ماہ رجب ۳ ہجری میں مدینہ سے دو تین میل فاصلہ پر جبلِ اُحد کے قریب آٹھیرا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس لشکر کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپ نے جمعہ کی نماز کے بعد مسلمانوں سے مشورہ کیا کہ اب ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ آیا مدینہ کے اندر رہ کر مدافعت کریں یا مدینہ سے نکل کر میدان میں مقابلہ کریں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک رائے یہ تھی کہ حالات کے پیشِ نظر مدینہ کے اندر رہ کر مدافعت کریں مشہور منافق عبداللہ بن اُبی ابن سلول نے بھی حضور کی تائید کی مگر وہ جوشیلے نوجوان جنھیں بدر کی شرکت نصیب نہیں ہوئی تھی اور جنھیں شوقِ شہادت بےچین کر رہا تھا انھوں نے کہا کہ یہ بزدلی ہے اس سے دشمن کی ہمت بڑھ جائے گی مناسب یہ ہے کہ مدینہ سے نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں۔ باہمی گفتگو کے بعد کثرتِ رائے نوجوانوں کے ساتھ ہوئی بالآخر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر باہر تشریف لائے اور ایک ہزار لشکر کے ساتھ مدینہ سے باہر جبلِ اُحد کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں عبداللہ بن ابی منافق اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ واپس ہو گیا اور کہا کہ جب کوئی ہمارا مشورہ ہی نہیں مانتا تو پھر ہم کیوں ان کے ساتھ جان دیں۔ یہ بھی کوئی لڑائی ہے کہ ایک طرف تو تین ہزار سے زیادہ کا لشکر ہے الربع

اور دوسری طرف صرف ایک ہزار عبداللہ بن ابی کو دیکھ کر انصار کے دو قبیلے بنو حارثہ اور بنو سلمہ بھی پست ہمت ہو گئے اور ارادہ کیا کہ میدان سے سرک جائیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا اور وہ سنبھل گئے بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف سات سو جاں نثاروں کو ساتھ لے کر دشمن کے مقابل ہوئے آپ نے خود ہی صفیں ترتیب دیں اور (۵۰) تیر اندازوں کا ایک دستہ عبداللہ بن جبیر کی قیادت میں پہاڑ کی گھاٹی پر متعین کیا اور اس کو سخت تاکید کی کہ کسی حال میں اس مورچہ کو نہ چھوڑنا۔ الغرض فوج کو پوری ہدایت دینے کے بعد جنگ شروع ہوئی مسلمان بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے لگے اور دشمن کو ہر طرف سے دبانے لگے۔ آخر ان کے حملوں سے دشمنوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ سامان چھوڑ کر بےتحاشا بھاگنے لگے۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ انھوں نے میدان مار لیا چنانچہ دشمن کا پیچھا کرنے کی بجائے مالِ غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ یہ حال دیکھ کر تیر انداز جو درہ کے مورچہ پر متعین تھے اپنی جگہ چھوڑ کر لوٹ مار میں شریک ہو گئے حالانکہ ان کے سردار عبداللہ بن جبیر نے ہرچند انھیں روکا لیکن وہ نہ مانے۔ دشمن کے ایک طاقتور دستہ نے مورچہ خالی دیکھ کر پشت کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا یہ دیکھ کر

(بقیہ تفسیر صفحہ ۱۱۶) قریش کے شکست خوردہ آدمی بھی پلٹ پڑے اور چوطرف سے مسلمانوں پر تلواریں برسانے لگے۔ اور آن کی آن میں مسلمانوں کی فتح شکست سے بدل گئی ستر صحابہ شہید ہوئے جن میں سب سے نمایاں شخصیت حضورؐ کے چچا حضرت حمزہؓ کی تھی۔ خود حضورؐ کا دندان مبارک شہید ہوا اور خود کی کڑیاں رخسار مبارک میں دھنس گئیں حضور کی حفاظت میں گیارہ صحابہ نے بڑی جاں نثاری دکھائی اور سینہ سپر ہو کر حضورؐ کی حفاظت کی اللہ کا فضل ہوا کہ دشمن اپنی فتح کو نامکمل چھوڑ کر میدان جنگ سے چل دیا۔ اس واقعہ کے بعض اجزاء کی تفصیل آئندہ آیتوں کے ذیل میں اپنے اپنے موقع پر ملاحظہ فرمائی جائے۔

وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِ ۗ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ
اور تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں اور فتح و نصرت تو اللہ ہی کی
عِندِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿١٢٦﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ
طرف سے ہے جو غالب (اور) حکمت والا ہے یہ (سب کچھ) اس غرض سے کیا کہ اللہ
الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنقَلِبُوا خَائِبِينَ ﴿١٢٧﴾
کافروں کی ایک جماعت کو ہلاک یا ذلیل (و مغلوب) کردے کہ وہ نامراد ہو کر واپس پھر جائیں (۱)
لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ
(اے پیغمبر) اس معاملہ میں تم کو کچھ اختیار نہیں اللہ چاہے تو ان کی توبہ قبول کرے اور
يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٢٨﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ
چاہے تو انہیں سزا دے کیونکہ یہ لوگ ظالم ہیں اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے
وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ
وہ اللہ ہی کا ہے وہ جسے چاہے بخشدے اور جسے چاہے عذاب
مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٩﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۲) اے ایمان والو!
آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً ۖ وَاتَّقُوا
دو گنا چوگنا سود نہ کھاؤ اور اللہ سے
اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٣٠﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ
ڈرو تاکہ کامیاب ہو اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے
لِلْكَافِرِينَ ﴿١٣١﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ
تیار کی گئی ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو تاکہ

(۲) جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے جس طرح لشکر اسلام کی مدد کی تھی اس آیت میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

جنگ بدر میں مکہ کی فوج کی تعداد ایک ہزار تھی جس کے مقابلہ میں تین سو تیرہ بے سروسامان مجاہدین تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نصرت الٰہی کا کامل یقین تھا۔ آپؐ نے تسلی دیتے ہوئے مسلمانوں سے فرمایا کہ بیشک دشمن کی تعداد دگنی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ تین ہزار فرشتے بھیج کر چشم زدن میں تمہاری تعداد کو دگنی کردے۔ بلکہ اگر زیادہ خطرہ ہوا اور دشمن کے پاس اچانک کمک پہنچ جائے تو تین ہزار کے بجائے پانچ ہزار فرشتے تمہاری مدد کو آسکتے ہیں۔ لہٰذا تمہارا فرض ہے کہ ہمت سے کام لو میدان جنگ میں ثابت قدم رہ کر دشمن کا مقابلہ کرو اور جنگ کی حالت میں بھی کوئی بات ایسی نہ کرو جو تقوے کے خلاف ہو۔ اس طرز عمل میں فتح و کامرانی کی ضمانت ہے۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) فرشتوں کی مدد بھیجنے کا جو وعدہ کیا گیا ہے وہ محض اس لئے ہے کہ تمہارے دلوں سے خوف و ہراس دور ہو اور تم کامل اطمینان اور پورے عزم کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کر سکو ورنہ اللہ تعالیٰ تو اس بات کا پابند نہیں ہے کہ وہ فرشتوں ہی کے ذریعہ تمہاری یا کسی اور کی مدد کرے۔ اس کی قدرت بڑی ہے اور اس کو اپنی مخلوق پر کامل اقتدار ہے۔ وہ چاہے تو چیونٹی سے پہاڑ کا کام لے لے۔ نصرت و تائید کا سرچشمہ اسکی قدرت ہے نہ کہ ظاہری اسباب۔ پھر یاد رکھو کہ اس موقع پر تمہاری مدد کرنے سے غرض یہ تھی کہ کفر کے بازو کٹ جائیں اور اسکی تائید کرنے والے صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں اور جو باقی بچیں وہ ذلیل و خوار اور ناکام ہو کر اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔

(۲) اُحد کے واقعات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو بیحد متاثر کیا۔ گھاٹی کے محافظ دستہ کی ذراسی غفلت سے فتح شکست سے بدل گئی ستر صحابہ شہید ہوئے جن میں سب سے نمایاں شخصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ کی تھی۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوا خود کی کڑیاں رخسار مبارک میں دھنس گئیں آپؐ بیہوش ہو کر گر گئے یہ دیکھ کر دشمنوں میں ایک شیطان نے شور مچانا شروع کیا کہ لوگو! محمدؐ قتل کر دیے گئے۔

ہوش آنے پر آپؐ نے فرمایا کہ وہ قوم کس طرح فلاح پاسکتی ہے جس نے اپنے نبی کا چہرہ زخمی کیا جو اُن کو خدا کی طرف بلاتا ہے۔ ان حالات میں آپؐ کا دل بھر آیا اور ان کافروں کے حق میں آپ نے بددعا کا ارادہ فرمایا۔ اس موقع پر آپؐ کو درگزر کی تعلیم دینے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اے پیغمبر! لوگوں کو بخشنے یا سزا دینے میں تمہیں کوئی دخل نہیں یہ اختیار تو اللہ تعالیٰ کو ہے کہ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے نہ بخشے تمہارا کام یہ ہے کہ لوگوں کو راہ حق کی دعوت دو اور کسی حال میں بھی ان سے مایوس نہ ہو۔ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ان دشمنوں کو اسلام کا محافظ اور آپؐ کا جاں نثار بنا دیا جائے چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ جن لوگوں کے حق میں آپؐ نے بددعا کا ارادہ فرمایا تھا ان کو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے قدموں پر لا ڈالا اور اسلام کا جانباز سپاہی بنا دیا۔

تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ
تم پر رحم کیا جائے (۱) اور اپنے پروردگار کی مغفرت اور جنت کی طرف

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ
لپکو جس کا پھیلاؤ آسمانوں اور زمین کے برابر ہے یہ ان پرہیزگاروں کے لئے

لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ ۙ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ
تیار کی گئی ہے جو خوش حالی اور تنگی میں (اپنا مال اللہ کی راہ میں) خرچ

الضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ
کرتے ہیں اور غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کے قصور

عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ ۚ وَالَّذِيْنَ
معاف کرتے ہیں اور لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے والوں کو اللہ دوست رکھتا ہے (۲) اور وہ لوگ کہ

اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا
جب کوئی سخت گناہ کر بیٹھتے ہیں یا (کوئی نازیبا حرکت کرکے) اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد

اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ
کرکے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں اور اللہ کے سوا کون گناہوں

الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا
کو معاف کرسکتا ہے اور وہ جان بوجھ کر اپنے (برے) افعال پر

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ مَّغْفِرَةٌ
اڑے نہیں رہتے (۳) یہی لوگ ہیں جن کا صلہ ان کے پروردگار کی

مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
طرف سے مغفرت اور (بہشت کے) ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی

منزل ۱

(۱) چونکہ جنگِ اُحد میں گھاٹی کا مورچہ چھوڑنے والوں کی لغزش کا اصلی سبب مال و دولت کی محبت اور لالچ تھی اور عرب کے سرمایہ داروں کے پاس دولت کمانے کا ایک بڑا ذریعہ سودی لین دین تھا اس لئے خصوصیت کے ساتھ جنگ اُحد کے بیان کے سلسلہ میں سودی لین دین کو رد کئے کا ذکر فرمایا۔ اسکے علاوہ سود کا جنگ سے یوں بھی تعلق ہے کہ سرمایہ دار لوگ سود سے کمائی ہوئی بڑی بڑی رقمیں خرچ کرکے ایک طرف تو خود جنگ کا بہتر ساز و سامان تیار کر لیتے ہیں اور دوسری طرف نادار قوموں کو قرضہ دے کر ان کو جنگ کے لئے آمادہ کرتے ہیں۔ اس طرح سود انسانی سماج میں جنگ جاری رکھنے کا ایک بڑا سبب بن جاتا ہے۔ اس مناسبت سے یہاں سود بند کرنے کا حکم نازل فرمایا۔

اسلام جنگ کو ایک وقتی ضرورت سمجھتا ہے نہ کہ ہمیشہ کا مشغلہ اس لئے اسلام نے ایسی تدبیریں بھی اختیار کی ہیں جن کی وجہ سے انسانی سماج جنگ سے زیادہ سے زیادہ محفوظ رہے اس طرح کی ایک تدبیر سود کی ممانعت ہے۔ جنگِ اُحد میں ایک جماعت کی لغزش کی وجہ سے ساری قوم کو نقصان اٹھانا پڑا تھا اس لئے چند ہدایات دی گئیں تاکہ مسلمانوں کی کمزوریاں دور ہو جائیں اور ان کے نفوس پاک و صاف ہو جائیں۔

پہلا حکم یہ ہے کہ سودی کاروبار بالکل بند کردو اور برسوں کے سود در سود کی وجہ سے جو رقمیں لوگوں کے سر ہیں ان کو ایک دم چھوڑ دو اور اس آگ سے بچو جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ سچائی اور خلوص کے ساتھ اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرماں برداری کرو۔ جنگِ اُحد میں گھاٹی کی حفاظت کرنیوالی جماعت سے جس طرح رسول کی نافرمانی ظاہر ہوئی اس طرح کی کمزوری پھر کبھی فرد یا جماعت سے صادر نہ ہونی چاہئے اگر تم نے سچائی اور خوش دلی کے ساتھ اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کی تو یقین ہے کہ تم پر رحمت کی بارش ہو اور دنیا و آخرت میں کامیاب و بامراد ہو۔

(۲) تیسرا حکم یہ ہے کہ ان نیک اعمال کو جلد اختیار کرو جو حق تعالیٰ کی بخشش کا موجب ہوتے ہیں اور جن کی وجہ سے تم اللہ تعالیٰ کی اس جنت میں داخل ہو سکو گے جو وسعت میں آسمان و زمین کے برابر ہے یاد رکھو یہ جنت ان لوگوں کو ملے گی جو متقی ہیں۔ لہٰذا تم بھی متقیوں کی شان اپنے میں پیدا کرو متقیوں کی شان یہ ہے کہ خوش حالی ہو کہ تنگ دستی ہر حال میں اپنا مال اللہ کی راہ میں اور غریبوں کی مدد کیلئے خرچ کرتے ہیں۔ وہ سود خواروں کی طرح نہیں ہوتے کہ غریبوں کی مدد کرنے کی بجائے الٹے ان کا خون چوس لیں متقیوں کی ایک اور صفت یہ ہے کہ وہ غیظ و غضب میں آکر بے قابو نہیں ہو جاتے بلکہ غصہ کو پی جاتے ہیں اور اس کو دبا لیتے ہیں متقیوں کی تیسری صفت یہ ہے کہ وہ بڑے دل والے ہوتے ہیں اور لوگوں کی کمزوریوں کو معاف کر دیتے ہیں نہ صرف معاف کر دیتے ہیں بلکہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں اور یاد رکھو اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

(۳) متقیوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ گناہ کے صادر ہونے کے بعد وہ چونک پڑتے ہیں ان کی غفلت دور ہو جاتی ہے اور وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں پھر اللہ کے سامنے اپنی کمزوری کا اعتراف کرتے ہیں اور اس سے بخشش طلب کرتے ہیں پھر اللہ سے عہد کرتے ہیں کہ جان بوجھ کر اس گناہ کو پھر نہیں کریں گے۔ اس آیت میں متقیوں کی صفت ظاہر کرتے ہوئے توبہ کا قانون بیان فرمایا۔

(۱) گناہ کے تصور سے چونک پڑنا۔ (۲) اللہ کو یاد کرکے لرز جانا۔ (۳) اللہ سے بخشش چاہنا۔ (۴) آئندہ اس گناہ سے باز رہنے کا عہد کرنا۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ قَدْ

جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اچھے کام کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہوگا (اور دیکھو)

خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ

تم سے پہلے بھی بہت سے واقعات گزر چکے ہیں تو تم روئے زمین میں چل پھر کر دیکھو

فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا

کہ (حق کی نشانیوں کو) جھٹلانے والوں کا کیسا (برا) انجام ہوا یہ لوگوں کے

بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾

سمجھنے کے لئے ایک بیان ہے اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت و نصیحت ہے (۱)

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ

اور (مسلمانو) ہمت نہ ہارو اور غمگین نہ ہو تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ تم

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ

سچے مسلمان رہو (۲) اگر تمہیں (شکست کا) زخم لگا ہے تو ان لوگوں کو بھی ایسا زخم

قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ

لگ چکا ہے اور یہ (فتح و شکست کے) دن ہم لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ

اور اس سے یہ بھی مقصود ہے کہ اللہ ایمان والوں کو آزمالے اور تم میں سے بعض کو شہادت کا درجہ دے

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ ۙ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

اور اللہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور تاکہ اللہ مسلمانوں کو پاک

اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا

کر دے اور کافروں کو نیست و نابود کر دے (۳) (مسلمانو) کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جنت میں یوں ہی داخل

(۱) جنگِ اُحد کی شکست پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کو سخت رنج و ملال ہوا جو ایک قدرتی بات تھی۔ ان آیتوں میں تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ اس موقع پر تمہیں جو کچھ پیش آیا ہے وہ دنیا میں کوئی انوکھا واقعہ نہیں ہے۔ حق و باطل کی کشمکش دنیا میں ہمیشہ سے چلی آرہی ہے۔ تم سے پہلے بھی قومیں اور ملتیں ہو چکی ہیں اور ان پر فتح و شکست کے بڑے بڑے واقعات گزر چکے ہیں۔ اللہ کی زمین پر چل پھر کر دیکھو تو قوموں کے نشانات تم کو ہر جگہ نظر آئیں گے جو زبان حال سے اپنا فسانۂ عبرت سنا رہے ہیں۔ یاد رکھو! قوموں پر اس قسم کے واقعات ہمیشہ اس طریقہ اور قانون کے مطابق ظاہر ہوتے ہیں جو اللہ نے مقرر فرما دیا ہے۔ اس معاملہ میں اللہ کا قانون یا سنت اللہ یہ ہے کہ جو جماعت حق کے پیغام کو قبول کرتی اور اس کے احکام پر عمل کرتی ہے وہ کامیاب ہوتی ہے اور جو جماعت حق کو ٹھکرا کر اس سے ٹکراتی ہے وہ آخرکار تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔

(۲) بیشک اس شکست پر ایک حد تک رنج و ملال ہونا ایک فطری بات ہے لیکن ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ اس کا غم تم کو ایسا مغلوب کر دے کہ تم ہمت ہار بیٹھو تمہارا ایمان کمزور پڑ جائے اور تمہاری عملی قوتیں ہمیشہ کے لئے معطل ہو جائیں تمہارے پاس تو حزن و ملال پھٹکنا ہی نہیں چاہئے کیونکہ مسرت و قوت کا سرچشمہ تمہارے پاس ہے یعنی تمہارا ایمان اس نے تمہیں تو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ شکست کی حالت میں بھی تم ہی کامیاب اور سربلند ہو اور آخری فتح تو یقیناً تمہاری ہی ہے خلاصہ یہ کہ سربلندی اور کامیابی مومنوں کا حصہ ہے لہٰذا کبھی تمہارے ہاتھ سے ایمان کا رشتہ نہ چھوٹنے پائے۔

(۳) پھر یہ بھی تو دیکھو کہ اگر آج اُحد کے دن تم نے زخم کھایا ہے تو کل کی بات ہے کہ بدر کے دن تم نے ایسا ہی زخم دشمن کو لگایا تھا۔ وہ تو بدر کی شکست سے بددل نہیں ہوئے اور پھر سال بھر کے اندر ہی اندر باطل کی حمایت کے لئے اُحد کے میدان میں آکر ڈٹ گئے تم تو مومن ہو، حق کی حمایت کیلئے ہتھیلیوں پر سر رکھ کر نکلے ہو ایک اُحد کا میدان ہارنے سے اتنے ملول ہونا تمہارے شایانِ شان نہیں۔ یہ فتح و ظفر اور عروج و زوال تو چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ کبھی ہم ایک قوم کو کامیاب کرتے ہیں اور کبھی دوسری کو۔ اور قوموں کی کشمکش کی تاریخ میں ایک دو میدان کی ہار جیت کیا اہمیت رکھتی ہے؟ آخری فتح کا اعتبار ہے جس پر اہل حق کو یقین رکھنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ یہ واقعہ اگرچہ بظاہر شکست ہے لیکن اس کے اندر بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔ ایک یہ کہ کھرے اور کھوٹے کی آزمائش ہو گئی اور جو منافق اور کچے دل کے آدمی مسلمانوں میں ملے ہوئے تھے ان کے چہرے بے نقاب ہو گئے۔ دوسرے یہ کہ کئی مسلمان شہادت کے بلند درجوں سے نوازے گئے تیسرے یہ کہ آزمائش میں پڑنے سے مسلمانوں کے گناہ جھڑ گئے ان کا ایمان نکھر آیا اور اللہ پر ان کا توکل اور بھروسہ قوی تر ہو گیا اور چوتھے یہ کہ کافروں کے صفحۂ ہستی سے مٹنے کے اسباب پورے پورے مہیا ہو گئے۔

الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ

ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو آزمایا ہی نہیں اور نہ یہ معلوم کیا

وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ

کہ کون ثابت قدم ہیں اور تم موت کے آنے سے پہلے اس کی تمنا

مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۠ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ

کیا کرتے تھے تو اب تم نے اس کو اپنی آنکھوں سے

تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ

دیکھ لیا (۱) اور محمد تو (اللہ کے) ایک رسول ہیں ان کے پہلے بھی

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ

بہت سے پیغمبر گزر چکے ہیں اگر ان کا انتقال ہو جائے یا یہ شہید ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں (کفر کی

عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ

طرف) پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں (کفر کی طرف) پھر جائے تو وہ

يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر سکے گا (۲) اور اللہ شکر کرنے والوں کو بڑا ثواب دے گا

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا

اور کوئی شخص اللہ کے حکم کے بغیر مر نہیں سکتا (موت کا وقت) لکھا ہوا (اور)

مُّؤَجَّلًا ۭ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ

مقرر ہے اور جو شخص (اپنے اعمال کا) دنیوی بدلہ چاہتا ہے تو ہم اس کو دنیا کا حصہ دیدیتے ہیں

وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۭ وَسَنَجْزِي

اور جو آخرت میں ثواب کا طالب ہو اس کو ہم وہاں ثواب عطا کریں گے اور ہم شکر کرنے والوں کو

(۱) یعنی رضائے الٰہی جنت کے بلند درجے اور دنیوی کامرانیاں حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک مسلمان راہِ حق میں آزمائشوں سے گزرے اور ثابت قدم رہے۔ ورنہ یوں زبانی دعوے کرنے والے بلند مقامات تک نہیں پہنچ سکتے۔

اور پھر تمہارا تو یہ حال تھا کہ جنگ بدر کے شہیدوں کے فضائل سن سن کر تم آرزو کرتے تھے کہ کاش کوئی ایسا موقع ہاتھ آئے اسی لئے تم اصرار کر رہے تھے کہ مدینہ سے باہر نکل کر میدان جمانا چاہیے۔ لیکن جب میدانِ جنگ گرم ہو گیا اور موت سامنے آ کھڑی ہوئی تو تم میں سے اکثر کا حال دگرگوں ہو گیا۔

(۲) جب اُحد کے میدان میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور خود حضورِ اقدسؐ بھی زخمی ہو گئے تو دشمنوں میں سے کسی نے یوں پکار دیا کہ محمدؐ مارے گئے۔ یہ سُن کر مسلمانوں میں بڑا اضطراب پیدا ہو گیا۔ کسی نے کہا جب پیغمبر نہیں رہے تو اب لڑنے سے کیا فائدہ۔ منافقوں نے چلانا شروع کیا کہ اگر محمدؐ نبی ہوتے تو ہرگز میدانِ جنگ میں اس طرح نہ مارے جاتے۔

ع ۱۴
۵

کسی نے ارادہ کیا کہ اب کفار سے امن مانگ کر اپنی جان بچانی چاہئے۔ ایسے کٹھن وقت میں انسؓ بن النضر نے لوگوں کو ہمت دلائی اور کہا کہ جب رسول اللہ نہیں رہے تو اب ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ آؤ جس حق کے لئے رسول اللہؐ نے جان دی ہم بھی اسی بات پر جان قربان کر دیں۔ اور ربِّ محمدؐ (محمد کا پروردگار) تو زندہ ہے۔ ہم اپنا کام کریں۔ اُمید ہے کہ وہ ہمیں کامیابی عطا فرمائے گا۔

حضورؐ نے جب یہ افراتفری دیکھی تو مسلمانوں کو آواز دی اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ (اللہ کے بندو! میرے پاس آؤ، میں اللہ کا پیغمبر ہوں) کعب بن مالکؓ نے حضورؐ کو پہچانا اور مسلمانوں کو آپ کی طرف متوجہ کیا۔ مسلمان پروانوں کی طرح شمعِ رسالت کے گرد جمع ہو گئے۔ آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جس طرح پچھلے تمام رسول اس دنیا سے چلے گئے اسی طرح انھیں بھی ایک دن جانا ہے پھر اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم راہِ حق سے پھر جاؤ گے اور حق کی جماعت سے مُنہ پھیر لو گے۔ گویا تمہارا جوش حق کے لئے نہیں بلکہ ایک شخصیت کے لئے تھا۔ اگر واقعی تم حق کیلئے لڑ رہے تھے تو جس طرح وہ ان کی زندگی میں حق تھا، اسی طرح ان کے بعد بھی حق ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ یاد رکھو جو ایسا کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٥﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ

عنقریب اچھا بدلہ دیں گے (١) اور (دیکھو) بہت سے نبی گذرے ہیں جن کے ساتھ ہوکر بہت سے

رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ

اللہ والے دشمنوں سے لڑے تو جو مصیبتیں ان پر اللہ کے راستہ میں پڑیں ان کی

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ

وجہ سے انھوں نے نہ تو ہمت ہاری اور نہ بزدلی دکھائی اور نہ دشمنوں کے آگے عاجزی کا اظہار کیا اور اللہ

يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٤٦﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ

صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے (٢) اور (اس حالت میں) انھوں نے یہی کہا اور دعا کی کہ

قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ

اے پروردگار! ہمارے گناہ اور زیادتیاں جو اپنے معاملات میں کرتے رہے ہیں ان سب کو

اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ

معاف فرما اور ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافروں کے مقابلہ میں ہم کو فتح

الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٤٧﴾ فَاٰتٰىھُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَ

عنایت فرما تو اللہ نے ان کو دنیا میں بھی بدلہ دیا اور

حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٤٨﴾ ع

آخرت میں بھی بہت اچھا ثواب دے گا اور اللہ نیک کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے (٣)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اے ایمان والو! اگر تم کافروں کا کہا مان لوگے تو وہ تم کو الٹے پاؤں پھیر کر

يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓي اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿١٤٩﴾ بَلِ اللّٰهُ

(کفر کی طرف) لے جائیں گے پھر تم بڑے خسارے میں پڑ جاؤ گے (یہ لوگ نہیں) بلکہ اللہ

(١) اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو موت نہیں آسکتی ہر شخص کی موت کیلئے ایک وقت مقرر ہے جو ٹل نہیں سکتا اگر کسی کا وقت آگیا ہے تو کسی طرح موت سے نجات نہیں مل سکتی۔ اور اگر وقت نہیں آیا ہے تو میدان جنگ میں کود پڑنے اور جان لڑانے سے بھی آدمی نہیں مر سکتا جب یہ بات ہے تو موت سے ڈرنا اور جہاد سے جان چرانا ایک مسلمان کے لئے زیبا نہیں۔

چونکہ گھاٹی کے محافظ دستہ کے اکثر لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی تھی اور مورچہ چھوڑ کر مال غنیمت لوٹنے کے لئے چلے گئے تھے لیکن اس دستہ کے سردار عبد اللہ بن جبیر اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ مورچہ پر قائم رہے اور مورچہ کی حفاظت اور اپنے فرض کی ادائی میں وہیں شہید ہوے تھے اس لئے اس آیت میں دونوں گروہوں کے اعمال اور ان کے نتائج کی طرف اشارہ کیا ہے مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنے اعمال کی جزا دنیا ہی میں چاہتے ہیں ان کو ہم دنیا ہی میں بدلہ دیدیتے ہیں، مگر یاد رہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں لیکن جو لوگ آخرت کے ثواب کے طلبگار ہیں ان کو دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائیوں سے بہرہ اندوز کرتے ہیں۔

(٢) اُحد کے دن جن لوگوں نے کمزوری دکھائی تھی ان کی عبرت اور نصیحت کے لئے اس آیت میں گذشتہ پیغمبروں کے ساتھ ثابت قدم رہ کر جہاد کرنے والوں کا ذکر کیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ بہت سے اللہ والوں نے اپنے اپنے پیغمبروں کے ساتھ رہ کر حق کی حمایت کے لئے دشمنوں سے جنگ کی اور ثابت قدم رہے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ سختیوں اور مصیبتوں سے گھبرا کر بے ہمت ہو گئے ہوں یا کمزوری دکھائی ہو یا دشمن کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے ہوں۔ یاد رکھو کہ اللہ مصیبتیں برداشت کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

ع ١٥/٥

(٣) یعنی سختیوں اور مصیبتوں کا کتنا ہی ہجوم کیوں نہ ہو لیکن اللہ والوں کی زبان سے اس کے سوا کچھ نہیں نکلتا کہ پروردگار! ہمارے گناہ بخشدے اور ہم سے ہمارے کاموں میں جو زیادتیاں ہوئی ہیں اُن سے درگزر فرما، ہمارے قدم راہ حق میں جمادے اور دشمنوں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔ تو ان کے ایمان، توکل اور استقامت کو دیکھتے ہوے اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی، اور دشمنوں پر ان کو فتح و نصرت عطا فرمائی، دنیوی برکتوں کے علاوہ آخرت کے بہترین اجر و ثواب سے ان کو بہرہ اندوز فرمایا اور یاد رکھو کہ اللہ نیکوکاروں کے اعمال کی قدر فرماتا اور ان سے محبت کرتا ہے۔

مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿١٥٠﴾ سَنُلْقِيْ فِيْ

تمہارا مددگار ہے اور وہ سب سے بہتر مددگار ہے (۱) (دیکھو) ہم عنقریب

قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ

کافروں کے دلوں میں (تمہارا) رعب ڈال دیں گے کیونکہ انھوں نے اللہ کے ساتھ ان ہستیوں کو بھی شریک

مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَ

ٹھہرایا ہے جن کے (معبود ہونے کی) اس نے کوئی سند نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور

بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٥١﴾ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ

وہ ظالموں کا برا ٹھکانہ ہے (۲) اور (دیکھو) اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا

وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓي اِذَا فَشِلْتُمْ وَ

کر دکھایا جبکہ تم اللہ کے حکم سے ان کو بے دریغ قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ تم جو کچھ چاہتے تھے اللہ

تَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ

نے تم کو دکھا دیا لیکن تم نے کمزوری دکھائی اور (پیغمبر کے) حکم کے بارے میں جھگڑا کیا

اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَ

(بالآخر اس کے حکم کی) نافرمانی کی تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے خواہشمند تھے اور

مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ

کچھ لوگ آخرت کے طالب پھر تم کو ان لوگوں سے ہٹا دیا تاکہ

لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ

تمہاری آزمائش کرے اور پھر بھی اللہ نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور اللہ ایمان والوں پر

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٥٢﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ

بڑا فضل کرنے والا ہے (۳) (اور وہ وقت یاد کرو) جب تم (میدان جنگ سے) بھاگے جا رہے تھے

(۱) اُحد کی شکست سے کافروں اور منافقوں کو موقع ہاتھ آیا طرح طرح کی باتیں بنانے لگے کبھی کہتے کہ ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ مدینہ میں رہ کر لڑنا چاہئے تاکہ گھروں کی پناہ بھی مل جائے۔ اگر ہمارا کہنا مانتے تو یہ برا وقت نہ دیکھتے۔ کبھی مسلمانوں کو مکہ کے مشرکوں کی کثرت تعداد، قوت اور شان و شوکت سے ڈراتے اور کہتے کہ یاد رکھو پھر کبھی ایسی جرأت نہ کرنا۔ ان وسوسوں کے دور کرنے اور مسلمانوں کو ہمت دلانے کیلئے ان آیتوں میں فرمایا کہ مسلمانو! یاد رکھو کافروں اور منافقوں کا کہنا ہرگز نہ ماننا۔ یہ تمہارے دشمن ہیں۔ اگر تم نے ان کا کہنا مانا تو وہ تمہیں پھر کفر و شرک کی تاریکی کی طرف لوٹا دیں گے جس سے تم سراسر نقصان میں پڑ جاؤ گے۔ تمہارا دوست اور مددگار تو اللہ ہے۔ اس کی دوستی اور مدد پر بھروسہ رکھو۔ کافروں اور منافقوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھو۔

(۲) مکہ کے مشرکوں کی تعداد کی کثرت اور ان کی طاقت کا رعب مسلمانوں کے دلوں سے نکالنے کے لئے اس آیت میں ایک اصولی بات کی تعلیم دی۔

فرمایا کہ دیکھو جن لوگوں کے سامنے یقین و ہدایت کی کوئی روشنی نہیں ہوتی اور جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں اور دیوی دیوتاؤں کا سہارا پکڑتے ہیں ایسے لوگوں کے دلوں میں عزم و یقین کی وہ قوت نہیں ہو سکتی جس سے اہل ایمان کے دل معمور ہوتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کافروں کی جماعت ایمان والوں سے مرعوب ہو جاتی ہے اور مقابلے کے وقت میدان میں نہیں ٹھہر سکتی۔ اس وقت مسلمانوں کی جماعت کے مقابلہ میں مشرکین عرب کا یہی حال تھا کہ وہ تعداد میں کثیر اور سرو سامان میں بہتر تھے مگر ایمان و یقین کی روح سے محروم تھے۔ ان کے مقابلہ میں مسلمان تعداد میں قلیل اور سرو سامان سے محروم تھے مگر ایمان و یقین کی روح سے معمور تھے۔

اُحد کے دن مکہ کے مشرکوں کی فوج کے سردار ابوسفیان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسی بات ڈالی کہ اس نے یکایک اپنی فتح یاب فوج کو میدان سے ہٹ جانے اور کوچ کرنے کا حکم دیا۔ مدینہ سے کچھ دور نکل جانے کے بعد اس کو خیال آیا کہ میں اپنی فتح کو ادھورا چھوڑ کر چلا آیا۔ مناسب ہے کہ واپس چل کر شکست خوردہ مسلمانوں کا کام تمام کر دوں۔ لیکن قبیلہ بنی خزاعہ کے سردار معبد نے جو درپردہ مسلمانوں کا دوست تھا اور ابوسفیان کے لشکر کے پیچھے پیچھے مکہ کی طرف جا رہا تھا، ابوسفیان سے ملاقات کر کے کہا کہ میں تمہارے بعد مدینہ سے نکلا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بڑی تیاری کے ساتھ تمہارے پیچھے آ رہے ہیں۔ اگر جان بچانا ہے تو جلد یہاں سے نکل جاؤ۔ یہ سن کر ابوسفیان کے دل میں ایسا رعب پڑا کہ فوراً مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ادھر ابوسفیان کی فوج کے ہٹ جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شکست خوردہ مجاہدین کو جمع کیا اور ایک طاقتور دستہ بنا کر ابوسفیان کا پیچھا کرنے کا حکم دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں زخم خوردہ مجاہدین فوراً کمر کس کر کھڑے ہو گئے۔ چنانچہ آپ اس دستہ کو لے کر ابوسفیان کے لشکر کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور مقام حمراء الاسد تک اس کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ اس مقام پر پہنچ کر جب آپ کو کامل یقین ہو گیا کہ مکے کے مشرکوں کے دل میں اللہ تعالیٰ نے رعب ڈال دیا ہے اور اب وہ پلٹ کر حملہ کرنے والے نہیں تب آپ اپنے دستہ کو لے کر مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

(۳) اس آیت سے یہ حقیقت ذہن نشین کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اہل ایمان پر مہربان ہے اور ان کی تائید فرماتا ہے دیکھو جنگ اُحد میں بھی، جس کے زخموں سے تم چور چور ہو اور جس کی شکست کے طعنے سن سن کر تمہارے دل چھلنی ہوئے ہیں اللہ نے تو اپنا وعدۂ نصرت پورا کیا تھا اور تم کو طاقتور دشمن پر غالب کر دیا تھا۔ فتح و کامرانی کا دلکش چہرہ تم کو صاف نظر آ رہا تھا کہ میدان تمہارے ہاتھ رہے۔ لیکن جب تم میں سے ایک گروہ نے رسول اللہ کے حکم کی نافرمانی کی اور مال غنیمت لوٹنے کی طمع میں مورچے کی حفاظت چھوڑ دی تو میدان جنگ کی ہوا پلٹ گئی اور فتح شکست سے بدل گئی۔ یا تو یہ تھا کہ وہ تمہارے سامنے سے بھاگ رہے تھے یا اب یہ ہو گیا کہ تم ان کے سامنے سے بھاگنے لگے۔ اگرچہ شکست تمہاری غفلت اور نافرمانی کی وجہ سے ہوئی لیکن اس سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ اس صورت حال سے تمہاری آزمائش ہو گئی اور کھرا کھوٹا الگ الگ ہو گیا پھر یہ کہ اللہ نے تمہاری اس کوتاہی سے درگزر فرمایا کیونکہ وہ اہل ایمان پر ہمیشہ اپنے فضل کی بارش کرتا رہتا ہے۔

عَلٰٓى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ

اور کسی کی طرف مڑکر بھی نہیں دیکھتے تھے اور رسول اللہ تمہارے پیچھے کھڑے تم کو پکار رہے تھے تو اللہ نے

فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ

تم کو غم پر غم دیا تاکہ (تم عبرت حاصل کرو اور) جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی یا جو مصیبت

وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ

آپڑے تو اس پر غم نہ کیا کرو۔ اور (یاد رکھو کہ) جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے (۱) پھر اس

اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا

(رنج و) غم کے بعد اللہ نے تم پر اطمینان (و سکون) کی حالت طاری کردی یعنی اونگھ

يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ

جو تم میں سے ایک گروہ پر چھا گئی (۲) اور کچھ لوگ جن کو جان کے لالے پڑ رہے

اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ

تھے وہ اللہ کی جناب میں ناحق جاہلیت کی بدگمانیاں کر رہے تھے

يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ

وہ کہتے تھے کہ بھلا ہمارے اختیار کی کچھ بات ہے تم کہدو کہ

الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا

اختیار تو سب اللہ ہی کا ہے یہ لوگ (بہت سی باتیں) اپنے دلوں میں چھپائے رکھتے ہیں جو

يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ

تم پر ظاہر نہیں کرتے (۳) کہتے ہیں کہ ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم

شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ

یہاں قتل نہ کئے جاتے (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی

(۱) شکست کے وقت مسلمانوں کی جو حالت تھی اس آیت میں اس کا نقشہ کھینچا ہے:۔ صورت یہ ہوئی تھی کہ جب تیر اندازوں کا محافظ دستہ گھاٹی چھوڑ کر مالِ غنیمت لوٹنے میں لگ گیا تو دشمنوں کا ایک طاقتور دستہ گھاٹی کی طرف سے آیا اور پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوا۔ اس ناگہانی حملے سے مسلمان گھبرا گئے، فوج کی صفیں ٹوٹ گئیں اور لوگ تتر بتر ہو گئے۔ پریشانی کی وجہ سے اپنے پرائے میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا۔ بعض لوگوں نے اپنوں پر ہی تلوار چلا دی۔ اس پریشانی میں ایک دشمن نے یہ آواز لگا دی کہ محمدؐ قتل کر دیے گئے۔ اس وحشت ناک خبر سے مسلمانوں کے رہے سہے ہوش بھی اڑ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ حال دیکھا تو چند جاں نثاروں کے حلقے میں کھڑے ہو کر پکارنے لگے اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ، اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ، لوگو! میرے پاس آؤ میرے پاس آؤ۔ گھبراہٹ میں لوگ حضورؐ کو بھی نہیں پہچان رہے تھے اور نہ آپ کی آواز سن رہے تھے جب کعب بن مالک نے چیخ چیخ کر لوگوں کو پکارا اور حضورؐ کی طرف متوجہ کیا تب لوگوں نے آپ کو پہچانا اور سمٹ سمٹ کر آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ اس دن کئی باتوں کا غم مسلمانوں کو اٹھانا پڑا۔ فتح ہاتھ سے گئی۔ مالِ غنیمت گیا۔ شکست کھائی، زخم کھائے۔ بہتر ساتھی کھیت رہے۔ حضورؐ کے بارے میں وحشت ناک خبر سنی۔ البتہ اس صورتِ حال سے مسلمانوں کو ایک طرح کی تربیت ہو گئی کہ کسی نعمت کے جاتے رہنے یا کسی مصیبت کے سر پر آپڑنے سے جو رنج و ملال ہوتا ہے اس کے سہنے اور اس کے برداشت کرنے کی عادت ہو گئی اور صبر کی قوت ابھر آئی جو خود ایک بڑی نعمت ہے۔

(۲) احد کے میدان میں جن خوش قسمت حضرات کو شہید ہونا تھا وہ شہید ہو گئے اور جن کو میدان سے ہٹنا تھا وہ ہٹ گئے اب جو میدان میں باقی رہے ان میں سے مخلص مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے اونگھ طاری کر دی چنانچہ ابو طلحہ کہتے ہیں کہ میدانِ جنگ میں ہم پر اونگھ غالب ہو گئی تھی یہاں تک کہ ہم میں سے بعض لوگوں کے ہاتھ سے تلواریں چھوٹ گئیں۔ اس غم و اندوہ اور پریشانی و سراسیمگی کی حالت میں غنودگی طاری ہونا ایک رحمت تھی مقصد یہ تھا کہ خوف و ہراس کسل و تکان دور ہو کر از سرِ نو مقابلہ کیلئے تیار ہو جائیں۔ چنانچہ صحابہ حضورؐ کے گرد جمع ہو گئے اور نئے جوش اور تازہ قوت کے ساتھ مقابلہ کر کے دشمن کو میدان سے بھگا دیا۔

(۳) مطلب یہ ہے کہ دوسرا گروہ منافقوں کا تھا جن کا حال مخلص مسلمانوں سے مختلف تھا۔ ان کو نہ اسلام کی عزت کی فکر تھی اور نہ حضورؐ کے وجودِ اقدس کی محض اپنی جان بچانے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ وہ اس سکون و اطمینان سے محروم تھے جو مخلص مسلمانوں کو غنودگی کی وجہ سے حاصل ہو گیا تھا وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں زمانہ جاہلیت کی سی بدگمانیاں رکھتے تھے۔ وہ خیال کرتے تھے کہ فتح و نصرت کے وعدے سب یوں ہی تھے۔ اب محمدؐ اور ان کے سب ساتھی یہاں سے بچ کر جانے والے نہیں۔ اب اسلام کا قصہ ہی ختم ہوا چاہتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے جو چاہا کیا۔ ہمارا اس معاملہ میں کیا دخل ہے اے پیغمبرؐ ان سے کہدو کہ اس معاملہ پر کیا موقوف ہے ساری باتیں اللہ ہی کے اختیار میں ہیں لیکن تم جس ارادہ سے یہ بات کہہ رہے ہو اس کو اللہ خوب جانتا ہے۔

لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ ۖ

بیٹھے رہتے تو جن کی تقدیر میں مارا جانا لکھا تھا تو وہ نکل کر اپنی قتل گاہ میں ضرور آ موجود ہوتے

وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا

اور یہ (افتاد) تم پر اس لئے ڈالی گئی تاکہ اللہ ان باتوں کی آزمائش کرے جو تمہارے سینوں میں چھپی ہوئی ہیں اور جو خیالات

فِي قُلُوبِكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١٥٤﴾

تمہارے دلوں میں ہیں ان کو پاک و صاف کردے اور اللہ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے (۱)

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ

تم میں سے جو لوگ دونوں فوجوں کے مقابلہ کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تھے

إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۖ

ان کے بعض اعمال کی وجہ سے ان کو شیطان نے پھسلا دیا تھا

وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٥٥﴾

پھر بھی اللہ نے ان کا قصور معاف کر دیا بیشک اللہ بخشنے والا (اور) بردبار ہے (۲)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا

اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو کافر ہیں

وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ

اور اپنے (مسلمان) بھائیوں کے متعلق جب وہ سفر کریں یا جہاد کو نکلیں اور

كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا

مارے جائیں کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے ساتھ رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے

قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۗ

جاتے (مقصود یہ ہے) کہ اللہ اس بات کو ان کے دلوں میں (موجب) حسرت کر دے

(۱) یعنی یہ الفاظ جو وہ بول رہے ہیں ان سے مراد حقیقت میں یہ ہے کہ جنگ کے بارے میں ہمارا مشورہ مانتے تو یہ دن کیوں دیکھتے اور اتنا نقصان کیوں ہوتا اور ہمارے اتنے بھائی بند کیوں قتل ہوتے۔ ان کو جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص کی موت کا وقت اور اس کی جگہ اور سبب مقرر ہے جو کبھی ٹل نہیں سکتا فرض کرو تمہارے مشورہ پر عمل کیا جاتا تو جن کی قسمت میں موت لکھی ہوئی تھی وہ کسی نہ کسی طرح اپنے مرنے کی جگہ پہنچتے اور وہیں مرتے یا مارے جاتے۔ اس کے علاوہ اس کیفیت میں اللہ تعالیٰ کی حکمت پوشیدہ تھی مقصد یہ تھا کہ سب مسلمانوں کو آزما کر دیکھے کہ کس کس کے دل میں کیا کیا چھپا ہوا ہے۔ مخلص اور منافق الگ الگ پہچانے جائیں اور اپنے ایمان و عمل کا بدلہ پائیں

ع ۱۶ / ۷

(۲) یعنی جنگِ اُحد میں جن لوگوں نے کمزوری دکھائی اس کا سبب ان کی سابقہ کمزوریاں تھیں جس طرح ایک نیکی سے دوسری نیکی کی توفیق ہوتی ہے اسی طرح ایک گناہ سے شیطان غلبہ پالیتا ہے اور دوسرے گناہ کی طرف قدم اٹھوا دیتا ہے۔

بہرحال اللہ تعالیٰ نے ان پر فضل فرمایا اور کوئی مواخذہ نہیں کیا بلکہ ان کی معافی کا اعلان فرما دیا۔ اب کسی کیلئے مناسب نہیں کہ ان بزرگوں کے خلاف لب کشائی کرے۔

وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾

اور اللہ ہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے (۱)

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ

اور (دیکھو) تم اللہ کے راستہ میں مارے جاؤ یا (اپنی موت) مرجاؤ تو اللہ کی

مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَلَئِنْ مُّتُّمْ

بخشش اور رحمت اس (مال) سے کہیں بہتر ہے جس کو لوگ جمع کرتے ہیں (۲) اور اگر تم مرجاؤ

اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ

یا مارے جاؤ تو ضرور اللہ کے حضور میں اکٹھے کئے جاؤ گے (اے پیغمبر!) یہ اللہ کی بڑی رحمت

اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ

ہے کہ تم ان کے حق میں نرم دل ہو اور اگر تم سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو

لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ

لوگ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔ تو ان کو معاف کرو اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت

لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ

مانگو اور اپنے کاموں میں ان سے مشورہ لیا کرو پھر جب کسی کام کا مصمم عزم کرلو تو اللہ پر

عَلَى اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِنْ

بھروسہ رکھو بے شک اللہ بھروسہ رکھنے والوں سے محبت کرتا ہے (۳) (مسلمانو!) اگر

يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ

اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے

ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

جو اس کے چھوڑ دینے کے بعد تمہاری مدد کرے اور ایمان والوں کو چاہیئے کہ اللہ ہی پر

منزل ۱

(۱) منافق جو ایک طرح کے کافر ہی تھے مسلمانوں سے کہتے تھے کہ اگر تم ہمارا کہا مانتے، گھروں میں بند ہو کر رہتے سفر نہ کرتے یا میدانِ جہاد میں نہ جاتے تو تمہارے ساتھی موت کا شکار نہ ہوتے۔ ایمان والوں کو ایسے خیالات دل میں نہ لانے چاہئیں اور نہ منافقوں کی ان باتوں کی طرف کان دھرنا چاہئے۔ ان کو تو اس بات کا یقین رکھنا چاہیئے کہ مارنا اور جلانا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے اور اس نے ہر شخص کی موت کا وقت مقرر کر دیا ہے۔ بہت سے لوگ جہاد میں شریک ہوتے ہیں اور نہیں مرتے۔ اور بہت سے لوگ گھروں میں بیٹھے بیٹھے مرجاتے ہیں

(۲) پھر مسلمانوں کو یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ سفر جہاد میں مرنے یا میدان میں شہید ہونے کا کیا مرتبہ ہے۔ معمولی موت میں اور مجاہدین کی موت میں کیا فرق ہے۔

مجاہد کی موت کی جزا اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت ہے، جو اس تمام مال و دولت سے جس کا ذخیرہ لوگ جمع کرتے ہیں بدرجہا بہتر ہے۔ پھر ایسی موت کا بڑھ کر استقبال کیوں نہ کیا جائے۔

(۳) اُحد کے دن بعض مسلمانوں سے غفلت میں کمزوری سرزد ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جیتا ہوا میدان ہاتھ سے نکل گیا، ستر صحابہ شہید ہوئے اور خود حضور رسالت مآبؐ کا جسمِ اطہر لہولہان ہو گیا۔ قدرتی بات ہے کہ ایسی صورت میں ہر طرف سے قصورواروں پر لعنت و ملامت کی بوچھار ہو۔ لوگوں کی ملامت اور دنیا کی رسوائی تو جانے دیجئے اللہ اور اس کے رسولؐ کی ناراضگی سے تو ایمان ہی سے ہاتھ دھو لینا پڑتا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے عفو و درگزر سے کام لیا پہلے تو خود اپنی طرف سے معافی کا اعلان فرمایا جیسا کہ اوپر کی آیتوں میں گزر چکا ہے۔ پھر اس آیت میں نہایت لطیف طریقہ پر اور تعریف کے انداز میں اپنے رسولؐ کی نرم خوئی اور خوش خلقی کا ذکر کیا اور اس کے فائدے ظاہر فرمائے۔ پھر رسولؐ کو حکم دیا کہ اگرچہ ہم نے معافی کا اعلان کر دیا ہے لیکن تم بھی ان کے لئے مغفرت چاہو اور دعا کرو تا کہ ان لوگوں کو مزید سکون و اطمینان حاصل ہو۔ ان کو تمہاری شفقت کا یقین ہو جائے، وہ تم سے مانوس ہوں اور تم پر جان نثار کریں۔ اس مرتبہ جنگ کے بارے میں جماعت سے مشورہ لینے کی وجہ سے بیشک تم کو تکلیف پہنچی اور تمہیں اپنی مرضی کے خلاف کام کرنا پڑا لیکن جماعت سے مشورہ کرنا بہرحال ضروری ہے۔ البتہ مشورہ کے بعد کسی بات کا عزم کرلو اور پھر اس پر جم جاؤ تو اللہ پر بھروسہ کر کے اس کام کو کرگزرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ امام اور امیر جماعت میں یہ صفات ہونے چاہئیں۔ نرم دلی اور خوش خلقی، جماعت کی خیر خواہی، لوگوں کے ساتھ عام طور پر شفقت اور مہربانی کا سلوک کرنا، لغزشوں اور کوتاہیوں کی صورت میں عفو و درگزر سے کام لینا، جماعتی اور ملکی معاملات میں معاملہ فہم لوگوں سے مشورہ کرنا اور مشورہ کے بعد بڑے عزم کے ساتھ اس کو کرگزرنا۔

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ

بھروسہ رکھیں اور (دیکھو) پیغمبر کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے اور جو شخص خیانت

يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ

کرے گا وہ قیامت کے دن اس چیز کو (اللہ کے حضور میں) حاضر کرے گا جس میں اس نے خیانت کی تھی پھر جس نے جیسا کیا اس کا

نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اَفَمَنِ

پورا پورا بدلہ اس کو دیا جائے گا اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہیں کیا جائے گا بھلا جو

اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ

شخص اللہ کی مرضی کا تابع ہو کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ کے غضب میں گرفتار ہو

وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ

اور جس کا ٹھکانا جہنم ہو اور وہ بُرا ٹھکانا ہے (۱) اللہ کے پاس لوگوں کے درجے مختلف

اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ

ہیں اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ ان کو دیکھ رہا ہے بلاشبہ اللہ نے مسلمانوں پر

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

بڑا ہی احسان کیا کہ ان میں ان ہی میں سے ایک پیغمبر کو بھیجا جو ان کو

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور ان کو کتاب اور حکمت کی

وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

تعلیم دیتے ہیں اگرچہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے (۲)

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ

یہ کیا بات ہے کہ جب تم پر مصیبت آ پڑی حالانکہ اس سے دوگنی مصیبت تم ان کو پہنچا چکے ہو

(۱) مسلمانوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ جب ہمارے رسول کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ تم سے شفقت اور محبت کا سلوک کرتے ہیں تمہاری کوتاہیوں سے درگزر کرتے ہیں، تمہاری عزت کرتے ہیں اور معاملات میں تم سے مشورہ لیتے ہیں تو تم کو بھی چاہیے کہ ان کی شانِ رسالت کا پورا پورا لحاظ رکھو، ان کے احکام کی بے چون و چرا تعمیل کرو، ان کے بارے میں لغو اور بیہودہ خیالات دل میں نہ لاؤ اور خیانت جیسی بُری بات ان کی طرف منسوب نہ کرو۔ کیا وہ برگزیدہ انسان جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے کاموں میں لگا رہتا ہے اس سے خیانت جیسا بُرا فعل صادر ہو سکتا ہے؟ خیانت کرنے والا آدمی تو اللہ کے غضب کا سزاوار ہوتا ہے یہ دونوں آدمی کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ تفسیروں میں لکھا ہے کہ جنگِ بدر میں جو مالِ غنیمت مسلمانوں کو ملا اس میں ایک تلوار یا دھاری دار سُرخ چادر گم ہو گئی، کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں شبہ ظاہر کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو آپ کے بارے میں ادب سکھایا گیا۔

(۲) یعنی رسول کی دیانت و امانت پر شبہ کرنا سخت نادانی اور اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم الشان نعمت کی ناقدری ہے مسلمانوں کو تو اللہ تعالےٰ کا احسان ماننا چاہیے کہ اس نے ان میں ایک ایسا رسول بھیجا جو انہی میں کا ایک فرد ہے، وہ اپنی صورت و سیرت میں یکتائے زمانہ ہے، اس کی چالیس سالہ زندگی ان کے سامنے ہے، یہ وہی ہے جس کو انھوں نے صادق و امین کا لقب دے رکھا تھا، وہ اس سے بے تکلف ملتے ہیں، اس کی باتیں سنتے اور سمجھتے ہیں۔ جو بات چاہتے ہیں اس سے پوچھتے ہیں، وہ نہایت خندہ پیشانی اور نرم خوئی سے ان کے سوالوں کا جواب دیتا ہے، اگر کوئی جن یا فرشتہ رسول بنا کر بھیجا جاتا تو اس سے ملنے اور علم حاصل کرنے میں یہ آسانی کہاں ہوتی؟ اس رسول کی برکتیں یہ ہیں کہ وہ اللہ تعالےٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے جو ان کے دلوں پر اثر کرتی ہیں وہ رسول اپنی عظیم الشان شخصیت کے فیضِ صحبت سے ان کے نفوس کو شرک و معصیت کی گندگی سے پاک کرتا اور صحیح عقائد اور پاکیزہ اخلاق سے آراستہ کرتا ہے۔ وہ رسول ان کو کتابِ الٰہی کی تعلیم دیتا ہے اور جہاں ضرورت ہو اس کے معنی کی وضاحت کرتا ہے اور وہ رسول احکامِ الٰہی کی حکمت اور ان کی گہری باتیں بھی بتاتا ہے اور باریک نکتے سمجھاتا ہے۔

غور کرو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجنا انسانیت پر اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے۔

قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ
توتم بول اٹھے کہ یہ مصیبت کہاں سے آپڑی (اے پیغمبر!) تم ان سے کہدو کہ یہ مصیبت خود تمہارے ہی ہاتھوں آئی۔ بیشک
اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٦٥﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ
اللہ ہر چیز پر قادر ہے　اور دونوں جماعتوں کے مقابلہ کے وقت
الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٦٦﴾
جو مصیبت تم پر آئی　وہ اللہ کے حکم سے آئی　اور اس سے مقصود یہ تھا کہ اللہ ایمان والوں کو معلوم کرلے
وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۖ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا
اور منافقوں کو بھی جان لے (١)　اور جب ان سے کہا گیا کہ آؤ
قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ
اللہ کے راستہ میں لڑو، یا دشمنوں کے حملہ کو روکو　تو کہنے لگے کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ
قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ
لڑائی ضرور ہوگی تو بیشک ہم تمہارے ساتھ ہوتے (یقین کرو کہ) یہ لوگ اس دن بہ نسبت ایمان کے کفر سے
مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ
زیادہ قریب تھے　اپنی زبان سے　ایسی باتیں کہتے ہیں جو (فی الحقیقت)
فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿١٦٧﴾ اَلَّذِيْنَ
ان کے دلوں میں نہیں　اور جو کچھ یہ چھپاتے ہیں اللہ اس سے خوب واقف ہے　یہ لوگ وہی ہیں
قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ
جو (جنگ کے وقت) خود تو گھروں میں بیٹھے رہے اور اپنے بھائیوں کے متعلق کہا کہ اگر وہ ہمارا کہا مانتے تو نہ مارے جاتے
قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ
(اے پیغمبر!) ان سے کہدو کہ اگر تم سچے ہو تو اپنے سے موت کو

(١) منافق ہمیشہ کچھ نہ کچھ شرارت کیا کرتے تھے جنگِ اُحد کی شکست سے ان کو فتنہ پردازی کا ایک نیا موقع ہاتھ آیا اور وہ مسلمانوں کو بہکانے لگے کبھی کہتے کہ دیکھو اچھی ہوا کہ ہماری بات نہیں مانی گئی کبھی طنزاً کہتے کہ اللہ نے فتح و نصرت کے جو وعدے کئے تھے، اُحد کے دن ان کا ظہور کیوں نہیں ہوا؟ اس طرح کی باتوں سے منافقوں کا مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح عام مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرکے ان کو اسلام سے بدظن کردیں۔ اس قسم کے شبہات کا جواب دیتے ہوئے مسلمانوں کو فرماتا ہے کہ اُحد کے دن جو مصیبت تم پر پڑی اس کے بارے میں تم تعجب کرتے ہو اور کہتے ہو یہ مصیبت کہاں سے آپڑی، حالانکہ ہم اللہ کے راستے میں جہاد کررہے تھے اور اللہ نے ہم سے فتح و نصرت کا وعدہ کیا تھا! اس قسم کا شبہ کرتے وقت تم یہ خیال نہیں کرتے کہ ایک سال پہلے تم نے دشمن کو اس سے دگنی تکلیف پہنچائی تھی حالانکہ تم اس وقت بے حد کمزور تھے اور دشمن بہت قوی تھا۔ اگر اس وقت تمہاری کامیابی اللہ کی مدد سے نہ تھی تو اور کس سبب سے تھی؟ اور خود اُحد کے میدان میں بھی شروع شروع میں تمہارا پلہ بھاری تھا پھر بعد میں تم نے شکست کھائی جبکہ تم میں سے ایک گروہ نے رسولؐ کی نافرمانی کی اور گھاٹی کی حفاظت چھوڑ دی اور کچھ لوگ موت سے ڈر کر میدان سے فرار ہوگئے۔

انصاف کرو اور بتاؤ کہ کیا یہ مصیبت تمہارے اپنے ہاتھوں لائی ہوئی نہیں ہے۔ بیشک اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ جو کچھ ہوا اللہ کے حکم ہی سے ہوا۔ اگر وہ چاہتا تو تمہاری کوتاہی کے بعد بھی اپنے رسول کی مدد کرکے دکھا دیتا۔ لیکن مقصود یہ ہے کہ تمہاری تربیت ہو اور واضح ہوجائے کہ کون پکا مومن ہے اور کس کے دل میں نفاق کا چور گھسا ہوا ہے۔

صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ

تمال دو اور جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل ہوئے ان کو مرے ہوئے

اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

نہ سمجھنا (وہ مرے نہیں) بلکہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں ان کو رزق (بھی) مل رہا ہے

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ

اللہ نے اپنے فضل و کرم سے جو کچھ انھیں عطا فرمایا اس سے خوش ہیں اور جو لوگ ان کے پیچھے رہ گئے

بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ

اور (شہید ہوکر) ان میں شامل نہ ہوسکے ان کی نسبت خوشیاں منا رہے ہیں کہ قیامت کے دن انکو کسی

عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ

طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے وہ اللہ کی نعمت اور اس کے فضل سے

مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ

خوش ہو رہے ہیں (نیز اس بات سے کہ انھوں نے دیکھ لیا کہ) اللہ ایمان والوں کے ثواب کو کبھی

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ج اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

ضائع نہیں کرتا (ا) جن لوگوں نے زخم لگنے کے بعد بھی اللہ اور رسول کا حکم مانا

مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ڛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا

تو ان میں جو نکوکار اور پرہیزگار

مِنْھُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾ ج اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ

ہیں ان کے لئے بڑا ثواب ہے یہ وہ لوگ ہیں جن سے بعض

النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْھُمْ

آدمیوں نے آکر بیان کیا تھا کہ دشمنوں نے تمھارے (مقابلہ) کے لئے بڑی فوج جمع کی ہے تو ان سے ڈرو

(ا) منافق خود بھی جہاد سے ڈرتے تھے اور مسلمانوں کو بھی اس سے ڈرایا کرتے تھے۔ اس کے جواب میں اوّل تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موت سے ڈرنا بے وقوفی ہے اس لئے کہ ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے، چاہے میدانِ جنگ میں موت آئے یا بستر پر۔ پھر یہ کہ ہر شخص کی موت کا وقت مقرر ہے اگر کسی کی موت نہیں آئی ہے تو وہ میدانِ جنگ سے بھی زندہ سلامت آتا ہے اور جس کی موت کا وقت آگیا ہے تو وہ گھر میں بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔

پھر اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے دنیا سے جانے کے بعد شہیدوں کا جو حال ہوتا ہے اس کو بیان فرمایا تاکہ مسلمانوں پر حقیقت حال واضح ہو جائے، منافقوں کے بہکانے میں نہ آئیں اور شہادت کے شوق میں جہاد کی طرف لپکیں۔ دنیا سے جانے کے بعد شہیدوں کو ایک خاص طرح کی زندگی عطا ہوتی ہے جو اور مُردوں کو نہیں دی جاتی۔ شہید بڑے بڑے بلند مقامات پر فائز ہوتے ہیں اور ان کو حق تعالےٰ کا خاص قرب حاصل ہوتا ہے ان کو وہاں خاص طرح کا رزق بھی ملتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے جسموں میں داخل ہو کر جنت کی سیر کرتی رہتی ہیں۔ اُس وقت شہید بے حد خوش ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دولت شہادت عطا فرمائی اور ان تمام نعمتوں سے نوازا جس کا وعدہ پیغمبر علیہ السلام کی زبانی فرمایا تھا۔ پھر یہ کہ نہ صرف اپنی حالت پر شاداں و فرحاں ہوتے ہیں بلکہ اُن مسلمان بھائیوں کا تصور کر کے بھی ان کو خوشی ہوتی ہے جن کو وہ جہاد کرتے چھوڑ آئے ہیں۔

ع ۱۷/۸

روایت میں ہے کہ اُحد کے شہیدوں نے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ کر تمنا کی کہ کاش ہمارے اس عیش و آرام کی خبر ہمارے بھائیوں کو پہنچا دی جاتی، تاکہ وہ ان نعمتوں کے شوق میں نڈر ہو کر جہاد کریں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں خود اس کو پہنچا دیتا ہوں اُس وقت یہ آیتیں نازل فرمائیں اور پھر ان کو مطلع کر دیا کہ میں نے تمھاری تمنا تمھارے بھائیوں کو پہنچا دی ہے۔ اس نعمت و مہربانی پر شہید اور مسرور ہوئے اور حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

فَزَادَهُمْ إِيمَانًا ۖ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ (١٧٣)
تو اس بات سے ان کا ایمان اور بھی زیادہ ہو گیا اور انھوں نے کہا کہ ہم کو اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے

فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَمْ يَمْسَسْهُمْ
پس یہ لوگ اللہ کی نعمت اور اس کے فضل کے ساتھ خوش و خرم واپس آئے اور ان کو کوئی

سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ (١٧٤)
ضرر نہیں پہنچا اور وہ اللہ کی رضامندی کے تابع رہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے (١)

إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ
یہ خوف دلانے والا ایک شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے تم کو ڈراتا ہے مگر تم ان سے نہ ڈرو

وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (١٧٥) وَلَا يَحْزُنْكَ
بلکہ مجھ ہی سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔ (اے پیغمبر!) جو لوگ کفر میں

الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا
سرگرم ہیں ان کو دیکھ کر تم غم نہ کرو (یقین رکھو) یہ اللہ کا کچھ نہیں

اللَّهَ شَيْئًا ۗ يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي
بگاڑ سکتے اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کو کوئی حصہ

الْآخِرَةِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (١٧٦) إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا
نہ دے اور ان کے لئے بڑا عذاب تیار ہے (٢) جن لوگوں نے ایمان کے

الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۚ وَلَهُمْ
بدلے کفر خریدا وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ان کے لئے دکھ دینے والا

عَذَابٌ أَلِيمٌ (١٧٧) وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا
عذاب تیار ہے اور کافر یہ خیال نہ کریں کہ ہم جو ان کو ڈھیل

منزل

(١) یہ آیت حمراء الاسد کے واقعہ کے متعلق نازل ہوئی جس کی تفصیل یہ ہے کہ اُحد کے دوسرے ہی روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر لگی کہ ابوسفیان نے مقام رَوحا میں پڑاؤ ڈال رکھا ہے۔ اس کو اس بات کا افسوس ہے کہ اس کی فتح ادھوری رہ گئی۔ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر رہا ہے اندیشہ ہے کہ دوبارہ حملہ کر دے۔ یہ خبر پا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کرادی کہ جو لوگ کل کی جنگ میں میرے ساتھ تھے وہ پھر تیار ہو جائیں حکم نبویؐ کا سننا تھا کہ فدائیانِ رسول جو زخموں سے چور اور تھکے ماندے تھے فوراً کمریں کس کر کھڑے ہو گئے اور حضورؐ ان زخمی شیروں کو لے کر ابوسفیان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ اس روز حضورؐ کے ہم رکاب ستر جان نثار تھے، جن میں صدیق اکبر۔ فاروق اعظم۔ ذوالنورین۔ شیرِ خدا، طلحہ، زبیر، سعد، عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن مسعودؓ، عبیدہ بن الجراح ممتاز بزرگ تھے۔ مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر مقام حمراء الاسد میں قیام فرمایا۔ وہاں قبیلہ خزاعہ کے سردار معبد نے مسلمانوں کی یہ ہمت دیکھی۔

معبد اس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا لیکن مسلمانوں کا ہمدرد تھا۔ معبد نے وہاں سے آگے بڑھ کر مقام رَوحا میں ابوسفیان سے ملاقات کی جہاں ابوسفیان مدینہ پر دوبارہ حملے کیلئے مشورہ کر رہا تھا۔ اس نے مسلمانوں کی بڑی تیاری اور شان و شوکت کا ذکر کیا اور کہا کہ مسلمان تمہارے تعاقب میں ہیں۔ اگر جان بچانا ہے تو فوراً یہاں سے چل دو چنانچہ ابوسفیان مرعوب ہو کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ راستہ میں قبیلہ عبد قیس کا ایک تجارتی قافلہ ملا جو مدینہ جا رہا تھا۔ ابوسفیان نے قافلہ والوں کو لالچ دی اور ان سے کہا کہ میرا ایک کام کر دو۔ وہ یہ کہ مدینہ پہنچ کر وہاں یہ بات مشہور کر دو کہ مکہ والے مدینہ پر حملہ کیلئے زبردست تیاری کر رہے ہیں چنانچہ قافلہ والوں نے مدینہ میں دہشت پھیلانے والی خبریں مشہور کیں۔ یہ خبریں سن کر مخلص مسلمانوں کے منہ سے بے ساختہ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نکلا اور بجائے خوف زدہ ہونے کے ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے اللہ کا سہارا کافی ہے۔ حمراء الاسد میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ ابوسفیان دوبارہ حملے کا ارادہ ترک کر کے مکہ کی طرف بڑھ گیا ہے تو آپؐ نے صحابہ کو مدینہ لوٹ جانے کا حکم دیا۔ اس سفر میں صحابہ کو کچھ کاروبار کا بھی موقع ملا جس میں بعض بزرگوں نے خوب فائدہ کمایا۔ اس فائدہ کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا کہ اللہ کا فضل دیکھو کہ یہ لوگ بغیر لڑے بھڑے صحیح و سلامت تجارت کا نفع کما کر اور رضائے الٰہی سے سرفراز ہو کر گھروں کو واپس ہوئے۔

(٢) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ اے پیغمبر! کافروں اور منافقوں کی کفر میں بہت زیادہ دوڑ دھوپ دیکھ کر تم کو کچھ غم نہ کرنا چاہیئے۔ یقین جانو یہ لوگ اللہ کا اور اس کے دین کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اپنا ہی نقصان کر بیٹھیں گے۔ کفر اور بداعمالیوں میں جدوجہد کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آخرت کی زندگی میں ان کا کچھ حصہ نہیں ہوگا بلکہ وہ وہاں ایک بڑے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ

دے رہے ہیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے (نہیں) بلکہ ان کو صرف اس لئے ڈھیل

لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ج وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ

دے رہے ہیں کہ وہ اور گناہ سمیٹ لیں (آخرکار) ان کیلئے رسوا کرنے والا عذاب تیار ہے (۱) لوگو! اللہ

اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى

نہیں چاہتا کہ پاک کو ناپاک سے الگ کئے بغیر مسلمانوں کو ایسی حالت میں

يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ

چھوڑ دے جس حالت میں تم ہو اور اللہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ غیب کی باتوں پر

عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ

تم کو مطلع کردے بلکہ وہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب

يَّشَآءُ ص فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ج وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَ

فرمالیتا ہے تو تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور

تَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ

پرہیزگاری اختیار کروگے تو تمہارے لئے بڑا اجر ہے (۲) جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے

يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ

کچھ (مال) عنایت فرمایا ہے اور وہ اس میں بخل کرتے ہیں تو وہ اس بخل کو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں

بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ

بلکہ وہ ان کے حق میں برا ہے وہ جس مال میں بخل کرتے ہیں قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کی گردنوں میں ڈال دیا

الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

جائے گا اور (یاد رکھو) آسمانوں اور زمین کا وارث اللہ ہی ہے

(۱) حکمتِ الٰہی نے دنیا کا کارخانہ کچھ اس طرح بنایا ہے کہ یہاں حق و باطل اور نیکی و بدی دونوں کو مہلت ملتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قانونِ رحمت کا اقتضا یہی ہے کہ اصلاح و درستی کیلئے زیادہ سے زیادہ موقع دے لیکن اس صورتِ حال سے کافروں اور منافقوں کو دھوکا نہیں کھانا چاہئے اور نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ اللہ کے دوست اور محبوب ہیں۔ بلکہ مہلت کی مدت ان کے لئے بداعمالیوں کی زیادتی کا سبب ہوتی ہے جس کے نتیجے میں ان کو ذلت آمیز عذاب بھگتنا ہوگا۔

(۲) منافقوں کو بہت مہلت مل چکی ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ اللہ سچے مومنوں کو ان سے الگ کردے۔ اب اللہ مسلمانوں کو اس حال میں رکھنا نہیں چاہتا کہ منافقوں کے ساتھ ملے جلے زندگی بسر کریں اور پہچانے نہ پڑیں۔ اسی لئے وہ ایسے واقعات اور حادثات ظہور میں لاتا ہے جن کی وجہ سے کھرا کھوٹا الگ الگ نظر آنے لگتا ہے۔

رہی یہ بات کہ اللہ مسلمانوں کو منافقوں کے ناموں اور کاموں سے کیوں باخبر نہیں کردیتا تو یہ اس کی سنت اور عادت کے خلاف ہے۔ اس کی عادت یہ ہے کہ ہر شخص کے پاس وحی نہیں بھیجتا، بلکہ انسانوں میں سے کسی ایک کو منتخب فرما کر اپنا رسول بناتا ہے اور اس کو ضرورت کے لحاظ سے غیب کی خبریں بتا دیتا ہے۔ عام مسلمانوں کا فرض یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائیں اور ان کی اطاعت کریں۔ ایمان اور تقویٰ ہی کے ذریعہ انسان آخرت کی زندگی میں بڑا اجر پانے کا مستحق بن سکتا ہے

(۱) اسلام جیسے بلند مقصد کی ترقی جان و مال کی قربانی کا مطالبہ کرتی ہے چنانچہ پختہ ایمان والے راہ مولیٰ میں بے دریغ جان و مال قربان کرتے ہیں لیکن منافق اپنی جان و مال کو بچائے پھرتے ہیں اور اسلام کی راہ میں کسی قسم کی قربانی دینا نہیں چاہتے۔ اوپر کی آیتوں میں اس بات کا ذکر تھا کہ منافق خود بھی جہاد سے گریز کرتے ہیں اور ایمان والوں کو بھی طرح طرح سے روکتے ہیں۔
اس آیت میں ان کے بخل کا بیان ہے فرماتا ہے کہ جو لوگ اس کے عطا کئے ہوئے مال و دولت کو راہ حق میں خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ ان کیلئے بہتر ہے۔ یاد رکھیں جو کچھ وہ

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ
اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے (۱) اللہ نے ان لوگوں کی بات سن لی
قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ
جنھوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں
سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ
یہ جو کہتے ہیں ہم اس کو لکھ لیتے ہیں اور اس کو بھی (لکھتے ہیں) کہ پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے رہے ہیں
وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ
اور ہم قیامت کے دن ان سے کہیں گے کہ (اب) جہنم کے عذاب کا مزہ چکھو یہ ان کاموں کی سزا ہے جن کو تم نے اپنے
اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾
ہاتھوں سے آگے بھیجا ہے اور اللہ تو اپنے بندوں پر مطلق ظلم نہیں کرتا (۲)
اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ
(یہ وہ لوگ ہیں) جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ کسی پیغمبر پر ایمان
لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ۭ قُلْ
نہ لائیں تاوقتیکہ وہ تمہارے پاس ایسی قربانی نہ لائے جس کو آسمان سے آگ آکر کھا جائے اے پیغمبر تم
قَدْ جَاۗءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ
(ان لوگوں سے) کہہ دو کہ مجھ سے پہلے کئی پیغمبر تمہارے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے اور جو کچھ تم
قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾
کہتے ہو (وہ) بھی لے کر آئے تو اگر تم سچے ہو تو تم نے ان کو کیوں قتل کیا (۳)
فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاۗءُوْ
(اے پیغمبر!) پھر اگر یہ لوگ تم کو سچا نہ سمجھیں (تو کوئی تعجب کی بات نہیں) تم سے پہلے بہت سے پیغمبر

کر رہے ہیں وہ ان کے حق میں نہایت ہی برا ہے۔ یہ مال و دولت جس کی حفاظت کی خاطر وہ بخل کر رہے ہیں قیامت کے دن سخت عذاب کی صورت میں ان کے گلے کا ہار بن جائے گا۔ بخیل آدمی اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتا ہے کہ وہ خود کو مال و دولت کا مالک سمجھتا ہے اسی لئے وہ مال و دولت جمع کرکے خوش ہوتا ہے حالانکہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اس زندگی میں کام چلانے کیلئے چیزوں کو تمہارے حوالہ کیا، تمہارے مرنے کے بعد سب چیزوں کا وارث وہی ہوگا اور تمہارے اعمال سے وہ باخبر ہے جیسا عمل کروگے اور جس نیت سے کروگے اسی کے موافق قیامت کے دن تم کو بدلہ دے گا

ع ۱۸ ۹ ۹

(۲) ہر دعوت کے ابتدائی زمانہ کی طرح، اسلام کا ابتدائی عہد بھی تنگی اور سختی کا عہد تھا، جہاد اور دوسرے قومی کاموں کیلئے مال کی ضرورت برابر پیش آتی رہتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب فرماتے رہتے تھے بلکہ ضرورت کے وقت مال طلب بھی فرماتے تھے چنانچہ جب آیت وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا نازل ہوئی تو لوگوں کو اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے سے روکنے کیلئے یہودی سرداروں نے اس کا مذاق اڑایا اور کہا کہ جب اللہ ہم سے قرض مانگ رہا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ محتاج ہے اور ہم مالدار ہیں ورنہ وہ لوگوں سے کیوں قرض مانگتا۔ اس کے جواب میں ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ نے ان کا گستاخانہ کلام سن لیا اور حکم کے مطابق فرشتوں نے اس کو ان کے اعمال نامہ میں لکھ لیا۔ اور ان کا اعمال نامہ تو ایسے جرموں سے سیاہ ہے۔ مثلاً اللہ کے پیغمبروں کو ناحق قتل کرنا، یہودیوں کا قدیمی جرم ہے۔ غرض ان کے اور ان کے باپ دادوں کے جرائم کی فہرست تیار ہے۔ وقت آنے پر ان سب کو اپنے کرتوت کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ اور اس میں اللہ کی طرف سے ذرہ برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔ بلکہ ان کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک بدلہ ہوگا جن کو وہ آگے بھیج چکے تھے۔

(۳) بنی اسرائیل کے بعض پیغمبروں کو یہ معجزہ دیا گیا تھا کہ نذر و نیاز کے قبول ہونے کی نشانی یہ تھی کہ قربانی یا نذر کوئی چیز میدان یا ٹیلہ پر رکھ دی جاتی اور آسمان سے آگ آکر اس کو کھا جاتی۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کے لئے یہودی علما طرح طرح کے بہانے ڈھونڈھا کرتے تھے چنانچہ اسی بات کو انھوں نے بہانہ بنایا اور کہا کہ اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم اسی پیغمبر کو مانیں جو نیاز کے قبول ہونے کا یہ خاص معجزہ دکھلائے۔ اگر آپ یہ معجزہ دکھائیں گے تو ہم آپ کو سچا پیغمبر مانیں گے ورنہ نہیں۔

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿١٨٤﴾ كُلُّ نَفْسٍ
چھٹلائے جاچکے ہیں جو کھلی نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے ہر شخص ایک نہ ایک دن موت کا
ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ
مزہ چکھنے والا ہے اور قیامت کے دن تم سب کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا
فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ
تو (اس دن) جو شخص دوزخ سے دور رکھا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ کامیاب ہوا
وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿١٨٥﴾ لَتُبْلَوُنَّ
اور دنیا کی زندگی تو محض دھوکہ کا سودا ہے مسلمانو! تمہارے مال
فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ قف وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ
اور جانوں میں ضرور تمہاری آزمائش کی جائے گی اور جن لوگوں کو
اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا
تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جو مشرک ہیں تم بہت سی
اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ
ایذا کی باتیں سنو گے تو اگر صبر کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو بلاشبہ
مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿١٨٦﴾ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ
یہ بڑی ہمت کے کام ہیں (ا) اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب اللہ نے ان لوگوں سے
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا
جن کو کتاب دی گئی تھی یہ عہد لیا تھا کہ (اس میں جو لکھا ہے) اسے لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کرنا اور اس (کی
تَكْتُمُوْنَهٗ ز فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ
کسی بات) کو نہ چھپانا تو انھوں نے اس عہد کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی

(بقیہ تفسیر صفحہ ١٣١) اس کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ تمہاری نیت اچھی نہیں ہے تم بہانہ باز ہو۔ ہم تمہارے بہانے خوب جانتے ہیں اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ معجزہ دیکھ کر ایمان لے آؤ گے تو بتاؤ کہ تم نے ان پیغمبروں کو کیوں قتل کیا جنہوں نے تمہارے فرمائشی معجزے اور ان کے علاوہ دوسرے معجزے بھی دکھائے تھے۔ اگر تمہاری نیت اچھی ہوتی تو یقیناً ہم تمہاری فرمائش پوری کر دیتے۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (ا) مسلمانوں سے ارشاد فرماتا ہے کہ جب تم نے حق کا ساتھ دیا اور اس کو دنیا میں پھیلانے کی خدمت اپنے ذمہ لی ہے تو ضروری ہے کہ اس راہ کی تمام آزمائشوں سے بھی تم کو گزرنا پڑے گا اور جان و مال کی قربانیاں دینی ہوگی۔ اس کے علاوہ اہل کتاب اور مشرکین کی زبانوں سے جگر خراش اور دل آزار طعنے سننے پڑیں گے۔ یاد رکھو! تمہاری کامیابی کا راز صبر و تقوے میں پوشیدہ ہے۔

اگر تم نے سختیوں اور مشکلوں کو صبر و استقلال سے برداشت کیا اور زندگی میں پرہیزگاری کی راہ پر گامزن رہے تو یہ بڑے عزم اور حوصلہ کا کام ہوگا اور اسی سے تم دشمن پر فتح پا سکو گے۔

ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ

قیمت حاصل کی تو یہ لوگ کیا ہی بُرا سودا کرتے ہیں (اے پیغمبر!) جو لوگ

الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا

اپنی ان حرکتوں پر خوش ہوتے ہیں اور جو (پسندیدہ) کام ان کو کرنا چاہیئے تھا نہیں کرتے اور اس پر

بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ

چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے (اے پیغمبر!) ایسے لوگوں کی نسبت یہ خیال نہ کرنا کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ

ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت

الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِيْ

اللہ ہی کی ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۱) بے شک

خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ

آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات دن کے ایک دوسرے کے بعد آنے جانے میں عقلمندوں

لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ

کیلئے (اللہ کی قدرت کی) بہت سی نشانیاں ہیں جو لوگ ہیں وہ یہ

اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ

کھڑے بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں

فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ

غور کرتے ہیں (اور بے اختیار بول اٹھتے ہیں کہ) اے پروردگار! تونے اس کارخانۂ عالم کو بے فائدہ

هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

نہیں پیدا کیا تیری ذات پاک ہے تو ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچالے (۲)

(۱) اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنی کتاب (تورات) دی تھی اور ان سے عہد لیا تھا کہ اس کی تعلیم و تلقین اپنا فرض سمجھیں گے، اس کا کوئی حکم لوگوں سے نہیں چھپائیں گے اور نہ ہیر پھیر کرکے کسی حکم کے معنی بدلیں گے لیکن بنی اسرائیل نے اللہ کے اس عہد کو فراموش کردیا۔ دنیا کے حقیر فائدوں کے بدلے تورات کے احکام بیچے، رشوت لی، غلط احکام بتائے اور جس بات کا ظاہر کرنا سب سے زیادہ ضروری تھا یعنی پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اسکو سب سے زیادہ چھپایا۔ باوجود اس کے وہ اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دنیا ان کو اس بات کے لئے سراہے جو نہ تو انھوں نے کی ہے اور نہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وقت آنے پر وہ عذاب الٰہی سے چھوٹ نہ سکیں گے۔

آسمان و زمین سب اللہ کے قبضۂ قدرت میں

19 ع 9 10

ہیں۔ مجرم اس سے بچ کر کہاں جاسکتے ہیں۔

(۲) اس سے پہلی آیت میں اس حقیقت کو واضح فرمایا تھا کہ آسمان و زمین کی حکومت سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس حقیقت کو ذہن نشین کرنے کے لئے اب ان آیتوں میں ارشاد ہوتا ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش اور رات دن کے یکے بعد دیگرے آنے جانے میں عقلمندوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے قادرِ مطلق اور مختارِ کل ہونے کی بہت سی نشانیاں ہیں لیکن یہ نشانیاں انھیں لوگوں پر کھلتی ہیں جو کسی حال میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے بلکہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہر وقت اس کی یاد میں لگے رہتے ہیں اور اس کائنات کی عجیب و غریب پیدائش اور اس کے مضبوط انتظام میں غور و فکر کرتے ہیں۔

اس ذکر و فکر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان پر یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ یہ تمام کارخانۂ ہستی اور اس کا عجیب و غریب نظام بغیر کسی اعلیٰ مقصد اور نتیجہ کے نہیں ہوسکتا اور ضروری ہے کہ دنیوی زندگی کے بعد دوسری زندگی بھی ہو اور انسان اس زندگی میں جو کچھ اعمال کرتا ہے ان کے نتیجے بعد کی زندگی میں دیکھے۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا

اے پروردگار! جس کو تو نے دوزخ میں داخل کیا تو بلاشبہ اس کو رسوا کیا اور (ایسے وقت)

لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا

ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا اے پروردگار! ہم نے ایک منادی کرنے والے کو سنا

يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖۗ رَبَّنَا

جو ایمان لانے کے لئے اعلان کر رہا تھا کہ لوگو! اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے اے پروردگار!

فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا

ہمارے گناہ معاف فرما اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہم کو نیک لوگوں کے

مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ

ساتھ موت دے اے پروردگار! ہمیں وہ سب عطا فرما جس کا تو نے ہم سے پیغمبروں کے ذریعہ وعدہ فرمایا ہے

وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

اور قیامت کے دن رسوا نہ کر بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا (۱)

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ

تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی (اور فرمایا) کہ میں تم میں سے کسی نیک عمل کرنے والے کے

عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ

عمل کو ضائع نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت تم سب ایک دوسرے کی

بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ

جنس ہو جن لوگوں نے ہمارے لئے وطن چھوڑا اور ہماری ہی وجہ سے اپنے گھروں سے نکالے گئے

وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ

اور ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے تو یقیناً میں ان کے

(۱) جب آخرت کی زندگی کا عقیدہ ان کے دلوں میں گھر کر جاتا ہے تو ان کی روح خدا پرستی کے جوش سے معمور ہو جاتی ہے اور وہ خدا کے سامنے اپنی بندگی کا اظہار کرتے ہیں اور عجز و نیاز سے اپنا سر اس کے سامنے جھکا کر یوں دعائیں کرتے ہیں کہ پروردگار! ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا لے کیونکہ دوزخ میں ڈالا جانا ایک انسان کے لئے بڑی رسوائی کی بات ہے۔ خدایا! ہم نے پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار سنی جو تیری طرف بلا رہے تھے تو ہم ان پر ایمان لے آئے اور اب تو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ اس دنیا سے اٹھا اور قیامت کے روز رسوا نہ کر اور ہمیں وہ سب کچھ عطا فرما جس کا وعدہ تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ ہم سے فرمایا ہے ہم یقین رکھتے ہیں کہ تو ضرور اپنا وعدہ پورا کرے گا۔

عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ وَلَاُدۡخِلَنَّهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ

گناہوں کو دور کردوں گا اور ضرور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے

تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ‌ۚ ثَوَابًا مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ‌ؕ وَاللّٰهُ عِنۡدَهٗ

نیچے نہریں بہہ رہی ہیں یہ اللہ کے ہاں سے ان کو بدلہ ملے گا اور اللہ کے ہاں

حُسۡنُ الثَّوَابِ ﴿١٩٥﴾ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيۡنَ

اچھا بدلہ ہے (۱) اے پیغمبر! کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا

كَفَرُوۡا فِى الۡبِلَادِؕ ﴿١٩٦﴾ مَتَاعٌ قَلِيۡلٌ ثُمَّ مَاۡوٰٮهُمۡ

تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے یہ دنیا کا تھوڑا سا فائدہ ہے اس کے بعد ان کا ٹھکانا

جَهَنَّمُ‌ؕ وَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ﴿١٩٧﴾ لٰكِنِ الَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا رَبَّهُمۡ

دوزخ ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے تو

لَهُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ

آخرت میں ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ

فِيۡهَا نُزُلًا مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ‌ؕ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ خَيۡرٌ

رہیں گے یہ اللہ کی طرف سے ان کی مہمانی ہوگی اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیکوکاروں کے

لِّلۡاَبۡرَارِ ﴿١٩٨﴾ وَاِنَّ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَمَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ

حق میں بہتر ہے (۲) اور اہل کتاب میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کتاب

وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِمۡ خٰشِعِيۡنَ لِلّٰهِ ۙ

پر جو تم پر نازل ہوئی اور اس کتاب پر جو ان پر نازل ہوئی (ایمان رکھتے ہیں) اور وہ (ہر وقت) اللہ کے آگے عاجزی

لَا يَشۡتَرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيۡلًا‌ ؕ اُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ

کرتے ہیں اور اللہ کی آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہیں لیتے یہی لوگ ہیں جن کا

(۱) حق تعالےٰ نے ان لوگوں کی یہ مخلصانہ دعائیں سن لیں اور ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی مرد یا عورت کا کوئی عمل ضائع نہیں ہوگا جن لوگوں نے اللہ کے لئے ہجرت کی اور گھروں سے نکالے گئے اور اللہ کے راستہ میں طرح طرح سے تکلیفیں اٹھائیں اور اللہ کے راستہ میں لڑے اور مارے گئے تو یقیناً ان لوگوں کی قربانیاں رائگاں نہیں جائیں گی ہم ان کی خطائیں معاف کردیں گے اور ان کو جنت میں رکھیں گے اور یہ سب کچھ ان کے اعمال کا بدلہ ہوگا جو اللہ کی طرف سے ان کو ملے گا۔ اور اللہ کے پاس اعمال کا بہترین بدلہ ہے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ اسلام کے مخالفوں کی فراغ البالی اور خوش حالی دیکھ کر تنگ دل نہ ہونا چاہئے۔ ان کا یہ عیش و آرام چند روزہ ہے اس دنیا سے جاتے ہی ان کو دوزخ میں جلنا پڑے گا۔

پیغام

لیکن جن لوگوں نے قرآن کے پیغام کو قبول کیا اور اس دنیا میں پرہیزگارانہ زندگی بسر کی آخرت میں وہ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے اور بہشت کے باغوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

صلہ ان کے پروردگار کے ہاں تیار ہے بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے (۱)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا

اے ایمان والو! صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی ترغیب دو اور مقابلہ کیلئے مستعد رہو

وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۲۰۰﴾

اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو (۲)

اٰیاتہا ۱۷۶ (۴) سُورَةُ النِّسَاءِ مَدَنِيَّةٌ رکوعاتہا ۲۴

سورہ نساء مدینہ میں نازل ہوئی (۳)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں (جو) بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن

لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک

نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا

شخص سے پیدا کیا (یعنی پہلے) اس سے اس کا جوڑا بنایا پھر ان دونوں سے بہت سے

رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ

مرد و عورتیں (پیدا کرکے زمین پر) پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو

بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ﴿۱﴾

اور قرابت کے بارے میں بھی ڈرتے رہو بے شک اللہ تمہارے حال کا نگران ہے (۴)

وَآتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ ۖ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ

اور یتیموں کا مال (جو تمہاری تحویل میں ہو) انکے حوالے کردو اور پاک مال کو ناپاک مال سے

منزل ۱

(۱) یعنی اہل کتاب میں چند لوگ اچھے بھی ہیں وہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ٹھیک ٹھیک ایمان لاتے ہیں۔ قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور اپنی کتابوں یعنی تورات و انجیل پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ پھر اللہ کے سامنے بندگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ کی کتاب کی آیتوں کو دنیوی فائدوں کے لئے نہیں بیچتے۔ تو ایسے لوگوں کا اجر یقیناً اللہ کے پاس محفوظ ہے۔

(۲) اوپر کی آیت میں مسلمانوں کو کامیابی کی امید دلائی تھی۔ اس آیت میں کامیابی کا دستور العمل پیش فرماتا ہے یعنی اگر مسلمانوں کو کامیاب اور بامراد ہونے کی آرزو ہے تو ان کو چاہیئے کہ ان ہدایتوں پر عمل کریں۔ راہ حق میں جتنی بھی سختیاں اور مشکلات پیش آئیں ان کو خندہ

ع ۲۰

پیشانی سے برداشت کریں۔ دشمن کے مقابلہ میں

۱۱

ثابت قدمی دکھائیں۔ اسلام کی حفاظت میں سینہ سپر ہو جائیں اور اللہ اور بندوں کے معاملات میں تقوے کی راہ اختیار کریں اگر مسلمانوں نے ان ہدایتوں پر عمل کیا تو وہ یقیناً کامیاب ہوں گے۔ تَمَّت سُورَۃُ آلِ عِمرَان بِعَونِہٖ تَعَالٰی

(۳) چونکہ اس سورۃ کے شروع میں نکاح اور معاشرت کے بہت سے احکام بیان کئے گئے ہیں اس مناسبت سے اس کا نام سُورَۃُ النِّسَآء ہے۔

اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عرب کے لوگ جہاں طرح طرح کی سینکڑوں بیماریوں میں مبتلا تھے، وہاں یتیموں اور عورتوں کی حق تلفی میں بہت بے باک تھے۔ ایک ایک شخص کے پاس بیسیوں عورتیں ہوتی تھیں جن کے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کیا جاتا تھا۔ اسی طرح یتیموں پر بڑے بڑے ظلم ڈھائے جاتے تھے۔ ان کے مال کو مال غنیمت سمجھ کر ہضم کر جاتے تھے۔ یتیم لڑکیوں کو کھلونا سمجھ کر جو چاہتے تھے ویسا سلوک کرتے تھے۔ اس لئے اس سورۃ میں اصلاح معاشرت کے سلسلہ میں سب سے پہلے یتیموں کی پرورش ان کے مال کی حفاظت اور ان کے حقوق کی رعایت کے احکام بیان فرمائے۔

(۴) سورۃ کی پہلی آیت میں تمام بنی نوع انسان کو خطاب کرکے فرمایا کہ لوگو! اس پروردگار سے ڈرو جس نے سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ پھر ان کی بائیں پسلی سے حوا کو نکالا پھر ان دونوں سے مردوں اور عورتوں کی بہت بڑی تعداد روئے زمین پر پھیلا دی اور اس طرح ایک مورث اعلیٰ کی نسل نے خاندانوں اور قبیلوں اور بستیوں کی شکل اختیار کی اور باہمی رشتہ داریوں کا ایک بڑا دائرہ ظہور میں آگیا انسانی اجتماع کا نظام اسی نسلی رشتہ پر قائم ہے۔ یہ رشتہ باہمی الفت و ہمدردی کے جذبات پیدا کرتا اور ایک فرد کو دوسرے فرد سے ملائے رکھتا ہے۔ لہٰذا نظام معاشرت کی درستگی کیلئے ضروری ہے کہ صلہ رحمی کے حقوق کی حفاظت کی جائے۔ صلہ رحمی کے حقوق اللہ تعالیٰ نے ٹھیرائے ہیں اور وہ تم کو اور تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے لہٰذا اس کے احکام کی تعمیل میں کوتاہی سے بچو۔

بِالطَّيِّبِ ۖ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ ۚ

نہ بدلو اور ان کا مال اپنے مال میں ملا کر نہ کھاؤ

إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ﴿٢﴾ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا

کیونکہ یہ بڑا سخت گناہ ہے (۱) اور اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں (کے بارے)

فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ

میں تم انصاف نہ کرسکو گے تو جو عورتیں تم کو پسند ہوں تو دو دو اور تین تین اور

وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً

چار چار عورتوں سے نکاح کر لو پھر اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ کئی عورتوں میں انصاف نہ کرسکو گے تو ایک

أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ﴿٣﴾

عورت کافی ہے یا لونڈی جس کے تم مالک ہو اس (تدبیر) سے تم بے انصافی سے بچ سکو گے

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دیا کرو ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے

شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا ﴿٤﴾ وَلَا تُؤْتُوا

کچھ تم کو چھوڑ دیں تو اسے شوق اور خوشگواری سے کھا لو (۲) اور کم عقلوں کو

السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا

اپنا وہ مال حوالہ نہ کرو جس کو اللہ نے تمہارے لئے (معیشت کا) سہارا بنایا ہے

وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا

اور ہاں اس میں سے ان کو کھلاؤ اور پہناؤ اور نرمی سے ان سے گفتگو

مَّعْرُوفًا ﴿٥﴾ وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ

کرو (۳) اور یتیموں (کی سمجھ بوجھ) کو آزماتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں پھر اگر

(۱) اس آیت میں یتیموں کے مال کے بارے میں ان کے سرپرستوں کو تین ہدایتیں فرمائیں۔

(۱) اوّل یہ کہ جب یتیم بڑے اور ہوشیار ہو جائیں تو ان کا مال سارے کا سارا ان کے حوالے کر دو اور اس میں کسی طرح خورد بُرد نہ کرو۔

(۲) دوسرے یہ کہ پاک مال میں ناپاک مال نہ ملاؤ یعنی ایسا نہ کرو کہ یتیموں کے مال میں سے کوئی اچھی چیز لے کر اس کے بدلے میں کوئی بُری چیز شامل کر دو۔

(۳) تیسرے یہ کہ یتیموں کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر حیلہ حوالہ کر کے ناجائز طور پر ان کا مال نہ کھا جاؤ۔

(۲) یتیم لڑکیوں کے سرپرست ایسا بھی کرتے تھے کہ مال و دولت کی لالچ میں خود ہی لڑکی سے نکاح کر لیتے تھے لیکن اس کے حقوق برابر ادا نہیں کرتے تھے۔

اس آیت میں ایسے سرپرستوں کو حکم دیا کہ اگر تم یتیم لڑکیوں کے حقوق زوجیت ادا نہ کر سکتے ہو تو پھر ان سے نکاح ہی نہ کرو۔ دُنیا میں عورتوں کا کال نہیں۔ اگر تم میں استطاعت ہے تو تم کو چار بیویاں تک رکھنے کی اجازت ہے بشرطیکہ سب بیویوں میں مساوات اور انصاف قائم کر سکو اگر ایسا نہ کر سکو تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو یا پھر باندیاں جو تمہاری ملک میں اُن سے کام نکالو بے انصافی سے بچنے کے لئے ایسا کرنا زیادہ قرین صواب ہے پھر مرد کو چاہیئے کہ عورت کا مہر خوشی خوشی اُدا کر دے کیونکہ یہ اس کا حق ہے۔ اس حق کی ادائی میں کسی تقاضے کا انتظار نہ کرے۔

ہاں اگر عورت خوشی سے معاف کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۳) اس آیت میں یتیموں کے سرپرستوں کو ہدایت کی جاتی ہے اور اس کے ضمن میں مسلمانوں کو دنیوی مال و دولت کی اہمیت اور افادیت کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مال و دولت میں یہ قوت اور صلاحیت رکھی ہے کہ وہ انسانوں کے قیام معیشت کا ذریعہ اور زندگی گزارنے کا سہارا ہے۔ اس لئے سرپرستوں کو ہدایت ہے کہ اگر یتیم لڑکے (سَفِیہ) یعنی بے وقوف ہوں، کاروبار کا ڈھنگ جانتے ہوں اور اس بات کا خطرہ ہو کہ وہ اس مال کو ضائع کر دیں گے تو ایسی صورت میں ان کا مال جو تمہاری نگرانی میں ہے ان کے حوالے نہ کرو۔ البتہ ان کے کھانے کپڑے کا انتظام حیثیت اور گنجائش کے موافق کرتے رہو۔ نیز ان کو نرمی اور محبت کے ساتھ صورتِ حال سے واقف کراتے اور سمجھاتے رہو تاکہ مال نہ ملنے کی وجہ سے وہ رنجیدہ نہ ہوں اور ان کے دلوں میں تمہاری طرف سے بدگمانی پیدا نہ ہو۔

اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا

ان میں ہوشیاری دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کردو اور اس

تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ

اندیشہ سے کہ وہ بڑے ہوجائیں گے ان کا مال فضول خرچی کرکے اور جلدی میں نہ کھا جاؤ اور جو (سرپرست) مقدور والا ہو اسکو

غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ

(یتیم کے مال سے) پرہیز کرنا چاہیئے اور جو نادار ہو تو وہ مناسب طور پر کھا سکتا

بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ

ہے پھر جب تم ان کا مال ان کے حوالے کرنے لگو

فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا (۶) لِلرِّجَالِ

تو ان پر گواہ کرلیا کرو اور (حقیقت میں) حساب لینے کیلئے اللہ کافی ہے (۱) مردوں کے لئے بھی

نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَ

اس مال میں سے جس کو ماں باپ اور قرابت دار چھوڑ مریں حصہ ہے اور

لِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ

عورتوں کے لئے بھی اس مال میں سے جس کو ماں باپ اور قرابت دار چھوڑ مریں حصہ ہے

مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۭ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا (۷) وَاِذَا

(خواہ) مال تھوڑا ہو یا بہت یہ حصے (اللہ کے) مقرر کئے ہوئے ہیں (۲) اور جب

حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ

ترکہ کی تقسیم کے وقت (دوسرے) رشتہ دار اور یتیم بچے اور (محتاج و) مسکین لوگ

فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (۸)

آجائیں تو اس میں سے ان کو بھی کچھ دے دیا کرو اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ (۳)

(۱) لیکن ایسا نہ ہو کہ یتیموں کی تربیت کی طرف سے بالکل غافل ہوجاؤ مناسب ہے کہ اس مدت میں کچھ روپیہ خرچ کرکے ان کو مختلف کاموں اور پیشوں میں لگا کر ان کی صلاحیت اور سمجھ بوجھ کی آزمائش کرتے رہو اور دیکھو کہ وہ کس کام کو بہتر طریقہ پر کرسکتے ہیں اور ان میں کس حد تک اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی صلاحیت ہے۔ پھر جب وہ جوان ہوجائیں اور بلوغ کو پہنچ جائیں تو ان کا مال ان کے حوالے کردو۔ نیز سرپرستوں کو چاہئے کہ یتیموں کے مال کی حفاظت میں بڑی احتیاط برتیں۔ ان کے مال میں سے ایک پیسہ بھی بے جا صرف نہ کریں۔ مال اور دولت ہر حال میں ایک امانت ہے اور سرپرستوں کا فرض ہے کہ دیانت داری سے اس کی حفاظت کریں۔ اس ڈر سے کہ یتیم بالغ ہوکر اپنے مال کا مطالبہ کریں گے ان کے مال کو جلد جلد اور فضول خرچی میں اڑا دینا اللہ کے نزدیک بڑے گناہ کی بات ہے۔

پھر اگر سرپرست خوش حال ہوں تو اپنے خرچ کا بار یتیم کے مال پر نہ ڈالیں۔ البتہ اگر وہ نادار ہوں تو اپنا خرچ یتیم کے مال میں سے لے سکتے ہیں جو کسی صورت میں بھی قدرِ ضرورت سے زیادہ نہ ہونا چاہیئے۔

مناسب ہے کہ مال واپس کرتے وقت گواہ بنالئے جائیں اور کوڑی کوڑی کا حساب سمجھا دیا جائے۔ یہ بات پیشِ نظر رکھنا چاہئے کہ یتیموں کا چاہنے والا اور ان کی جانب سے حساب لینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر یتیموں کے مال میں سے کچھ خورد برد کیا تو ممکن ہے کہ لوگوں کو دھوکہ دے کر دنیا میں گرفت سے بچ جاؤ لیکن اللہ تعالےٰ کے حساب سے کیسے بچوگے۔

(۲) اسلام سے پہلے عربوں میں رواج تھا کہ چھوٹے لڑکوں اور عورتوں کو مال متروکہ میں سے کچھ حصہ نہیں دیتے تھے چنانچہ جب اَوس بن ثابت انصاری کا انتقال ہوا تو ان کے دو چچازاد بھائی سوید اور عرفجہ ان کا سب مال لے گئے اور ان کی بیوی کو بالکل محروم کردیا۔ ان کی بیوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اور عرض کیا کہ میرے ساتھ دو لڑکیاں اور ایک لڑکا بھی ہے۔ میں اپنا اور بچوں کا پیٹ کس طرح بھروں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس کی رو سے اس غیر منصفانہ رواج کو غلط بتایا اور حکم دیا کہ ماں باپ اور دوسرے رشتہ داروں کے مال متروکہ میں سے جس طرح مردوں کا حصہ ہے اسی طرح عورتوں کا بھی ہے۔ ہر ایک کا جو حصہ اللہ نے مقرر فرما دیا ہے جس میں صرف اس بات پر زور دینا مقصود ہے کہ عورتوں کو حصہ ملنا چاہیئے۔ باقی یہ بات کہ کس کو کتنا دیا جائے اس کی تفصیل بعد کے رکوع میں آئی ہے۔

(۳) عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ مال متروکہ کی تقسیم کے وقت ایسے رشتہ دار بھی آجاتے ہیں جن کو کچھ حصہ ملنے والا نہیں ہے اسی طرح محلہ یا بستی کے یتیم بچے اور محتاج لوگ بھی وہاں پہنچ جاتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے اس آیت میں حکم دیا کہ ان کا بھی خیال رکھنا مناسب ہے۔ اگرچہ کہ قاعدہ سے ان کا کوئی حصہ نہیں ہے پھر انسانی ہمدردی کا تقاضا ہے کہ ان کے ساتھ کچھ نہ کچھ سلوک کردیا جائے اگر ایسی صورت ہے کہ ان کو کچھ نہیں دیا جاسکتا مثلاً سارا مال یتیموں کا ہے جس میں سے اس قسم کا خرچ نہیں نکالا جاسکتا تو پھر نرمی سے ان کو سمجھا بجھا کر رخصت کردینا چاہیئے۔

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا

اور لوگوں کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ اپنے پیچھے ننھے ننھے بچے چھوڑ جائیں اور ان کے بارے میں ان کو فکر ہو

خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۖ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿٩﴾

کہ ان کی پرورش کیسے ہوگی پس چاہیے کہ اللہ سے ڈریں اور ان سے سیدھی طرح بات کریں

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا

جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں وہ (درحقیقت)

يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴿١٠﴾ ع

اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے (۱)

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۤ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

(مسلمانو!) اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو حکم دیتا ہے (۲) کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے

الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ

کے برابر ہے اگر (میت کی اولاد) دو سے زیادہ لڑکیاں ہی ہوں تو کل ترکہ میں ان کا حصہ

ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۭ

دو تہائی ہے اور اگر صرف ایک لڑکی ہو تو اسے آدھا حصہ ملے گا (۳)

وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ

میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے ترکہ کا چھٹا حصہ ہے بشرطیکہ میت کے

اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ

کوئی اولاد ہو اور اگر اس کے کوئی اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی اسکے وارث ہوں

اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ

تو اس کی ماں کا حصہ ایک تہائی ہے اور اگر میت کے بھائی ہوں تو ماں کا حصہ

(۱) یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے نفسیاتی انداز میں فرماتا ہے کہ دیکھو اس بارے میں تمھیں خود اپنی مثال سامنے رکھنی چاہیے۔ فرض کرو ایسا معاملہ خود تمھارے ساتھ پیش آتا کہ تم اپنے پیچھے ننھے ننھے بچے چھوڑ جاتے تو ان سے رخصت ہوتے وقت تمھاری محبت پدری کا کیا تقاضا ہوتا؟ تم ان کے بارے میں کس قدر فکرمند ہوتے تمھیں ان کی طرف سے کیسا کچھ اندیشہ ہوتا۔ تم ان پر کتنا ترس کھاتے غور کرو اور یقین جانو ایسی ہی کیفیت ان شخصوں کے دلوں کی بھی تھی جن کے یتیم بچے تمھاری سرپرستی میں ہیں لہذا تمھیں چاہیے کہ یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرو ان پر ترس کھاؤ اور ان سے تسلی اور فائدے کی باتیں کرو۔ آخر میں یتیموں کا مال کھانے والوں کو سخت وعید فرماتا ہے کہ گویا وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور قریب ہے کہ دوزخ میں جھونکے جائیں گے۔

(۲) واضح ہو کہ وارثوں کی تین قسمیں ہیں۔ پہلے وہ وارث جن کا حصہ مقرر ہے ان کو ذوی الفروض یعنی مقرر حصہ پانے والے کہتے ہیں۔ دوسرے وہ وارث جن کا حصہ مقرر نہیں ہے بلکہ حصہ دار وارثوں سے جو بچ رہے وہ سب ان کو ملتا ہے اور اگر کچھ نہ بچے تو ان کو کچھ نہیں ملتا۔ ان کو عصبہ کہتے ہیں۔

ع ۱ ۱۲

اصلی عصبہ صرف مرد وارث ہوتا ہے وہ بھی ایسا جس کا رشتہ میت سے مرد ہی کے واسطہ سے ہو۔ اصلی عصبہ کے چار درجے ہیں۔ اول درجے میں بیٹا پوتا۔ دوسرے درجہ میں باپ دادا۔ تیسرے میں بھائی، بھتیجہ۔ چوتھے درجے میں چچا، چچا کا بیٹا یا اس کا پوتا۔ اگر کئی شخص عصبہ ہوں تو جس کا رشتہ میت سے زیادہ قریب کا ہو مقدم سمجھا جائے گا۔ عورت تنہا تو کبھی عصبہ ہوتی ہی نہیں۔ البتہ بیٹے کے ساتھ بیٹی اور بھائی کے ساتھ بہن عصبہ ہو جاتی ہے۔ ان دو کے سوا اور کوئی عورت عصبہ نہیں ہوتی۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وارثوں کی تیسری قسم ذوی الارحام ہیں یعنی ایسے وارث جن کا رشتہ میت سے عورت کے واسطہ سے ہو جیسے نانا اور نواسا نواسی ماموں اور بھانجا بھانجی۔ خالہ اور پھوپی اور ان کی اولاد۔ وراثت کی بعض شکلیں سادہ ہوتی ہیں۔ ان کا شرعی حکم معلوم کرنا آسان ہوتا ہے لیکن بعض شکلیں پیچیدہ ہوتی ہیں اور ان میں ہر ایک وارث کا صحیح حصہ متعین کرنا دشوار ہوتا ہے ایسی صورت میں علم فرائض کے کسی ماہر مفتی سے فتویٰ دریافت کرنا چاہیے۔

(۳) یعنی اگر کسی میت کی اولاد میں بیٹا بیٹی دونوں ہوں تو لڑکے اور لڑکی کے حصے اس تناسب سے مقرر کئے جائیں کہ لڑکی کے مقابلہ میں لڑکے کو دوہرا حصہ دیا جائے اور اگر لڑکا نہ ہو صرف دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو دو تہائی مال ان سب میں برابر تقسیم کیا جائے اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو آدھا مال اس کو دیدیا جائے۔

السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ
چھٹا ہے اور یہ (تقسیم میت کی) وصیت (کی تعمیل) کے بعد جو اس نے کی ہو اور قرض ادا ہونے کے بعد کی جائے گی (۱)
اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ
تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ دادوں اور بیٹوں پوتوں میں سے فائدے کے لحاظ سے کون تم سے قریب
نَفْعًا ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا
ہے یہ (حصے) اللہ کے مقرر کئے ہوئے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا (اور)
حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ
حکمت والا ہے اور جو مال تمہاری عورتیں چھوڑ دیں اگر ان کے اولاد نہ ہو تو
يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ
اس میں تمہارا حصہ آدھا ہے اور اگر ان کے اولاد ہو تو ترکہ میں سے تمہارا
الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ
(شوہر کا) حصہ چوتھائی ہے لیکن یہ (تقسیم) وصیت کی تعمیل کے بعد جو انھوں نے کی ہو اور قرض کے ادا ہونے کے بعد (جو
اَوْ دَيْنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ
ان کے ذمہ ہو) کی جائے گی اور جو مال تم مرد چھوڑ مرو تو اگر تمہارے اولاد نہ ہو تو تمہاری عورتوں کا اس میں چوتھا حصہ
وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا
ہے اور اگر تمہاری اولاد ہو تو تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ان کو ملے گا اور یہ
تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَ
حصے بھی تمہاری وصیت کی تعمیل کے بعد جو تم نے کی ہو اور ادائے قرض کے بعد (جو تمہارے ذمہ ہو) تقسیم کئے جائیں گے (۲) اور
اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗ اَخٌ
اگر میت مرد یا عورت کلالہ ہو (یعنی اس کے باپ اور بیٹا نہ ہو) اور اس کے بھائی

(۱) ماں باپ کی وراثت کی تین صورتیں ہیں۔
پہلی صورت یہ ہے کہ میت کے اولاد یعنی بیٹا یا بیٹی ہو تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ میت کے کوئی اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی وارث ہوں تو ماں کا تہائی حصہ اور باقی سارا مال باپ کا ہوگا تیسری صورت یہ ہے کہ میت کے کوئی اولاد نہ ہو لیکن بھائی بہن ہوں تو چھٹا حصہ ماں کو دے کر باقی سارا مال باپ کو دیا جائے گا۔ لیکن میراث کی یہ ساری تقسیم وصیت اور دین ادا کرنے کے بعد ہوگی۔ واضح ہو کہ میت کے مال میں سے سب سے پہلے اس کے کفن دفن کا انتظام کیا جائے۔ پھر ہر قسم کا دین ادا کیا جائے دین میں بیوی کا مہر بھی شامل ہے پھر وصیت جاری کی جائے وصیت کے بارے میں حکم یہ ہے کہ جس شخص کے وارث موجود ہوں اس کو ایک تہائی مال تک وصیت کرنے کی اجازت ہے، اگر کوئی اس کے خلاف تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا اور صرف ایک تہائی مال تک وصیت جاری کی جائے گی تجہیز و تکفین دین اور وصیت کے بعد جو مال باقی رہے اس کو احکام کے مطابق وارثوں میں تقسیم کیا جائے۔

واضح ہو کہ دین وصیت پر مقدم ہے۔ قرآن مجید میں وصیت کو اس لئے مقدم کیا گیا ہے کہ عموماً لوگ اس کی اجرائی میں تساہل کرتے ہیں۔

(۲) اگر بیوی مر جائے اور اس کے اولاد نہ ہو تو وصیت اور دین کے بعد شوہر کو آدھا مال ملے گا۔ اور اگر اولاد ہو چاہے اس شوہر سے یا دوسرے شوہر سے تو شوہر کو وصیت اور دین کے بعد چوتھا حصہ ملے گا اسی طرح اگر شوہر مر جائے اور اس کے اولاد نہ ہو تو چوتھا حصہ بیوی کا ہوگا۔ اور اگر اولاد ہو چاہے اس بیوی سے یا دوسری بیوی سے تو وصیت اور دین کے بعد بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا۔

اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا
یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا حصہ چھٹا ہے اور اگر ایک سے
اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ
زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے (یہ تقسیم) وصیت کے بعد جو کی گئی ہے
وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً
اور قرض ادا ہونے کے بعد کی جائے گی بشرطیکہ میت نے کسی کو نقصان نہ پہنچانا چاہا ہو یہ اللہ کا
مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۱۲ۭ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ
حکم ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) بردبار ہے (۱) یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں
وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
پس جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گا تو اللہ اس کو ایسے باغوں میں داخل کریگا جن کے
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۱۳
نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے
وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ
اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے بڑھ جائے گا تو
يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۱۴ۧ
اللہ اس کو دوزخ میں داخل کریگا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو رسوا کرنے والا عذاب ہوگا
وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا
اور (مسلمانو!) تمھاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں تو ان پر
عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ
چار آدمیوں کی گواہی لو پس اگر وہ گواہی دیدیں تو (سزا کے طور پر)

(۱) کوئی مرد یا عورت مرجائے اور اس کے وارثوں میں نہ تو اس کے باپ دادا میں سے کوئی ہو اور نہ اولاد میں سے بلکہ بھائی یا بہن ہو ایسی میت کو کلالہ کہتے ہیں۔ بھائی بہن تین طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) عینی یعنی سگے۔

(۲) علاتی یعنی باپ ایک ہو اور ماں الگ الگ۔

(۳) اخیافی یعنی ماں ایک ہو اور باپ الگ الگ۔

پہلی اور دوسری صورت کا حکم اس سورۃ کی آخری آیت میں ذکر فرمایا ہے۔ اس آیت میں صرف تیسری صورت کا حکم ہے یعنی اگر میت کے وارثوں میں ایک اخیافی بھائی بہن ہو تو اس کا چھٹا حصہ ہوگا اور اگر اخیافی بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو پھر ایک تہائی میں سب برابر کے شریک ہوں گے مرد اور عورت کو برابر حصہ ملے گا۔

ع ۲ / ۱۴

فِي الْبُيُوتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ

ان کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ موت ان کا کام تمام کر دے یا اللہ ان کے لئے کوئی

لَهُنَّ سَبِيْلًا ۝١٥ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ

اور سبیل نکال دے (۱) اور جو دو شخص تم میں سے بدکاری کریں تو ان دونوں کو سزا دو

فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ

پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور اپنی (حالت کی) اصلاح کرلیں تو انھیں چھوڑ دو بے شک اللہ

كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝١٦ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ

توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے (۲) ان لوگوں کی توبہ قبول کرنا اللہ کے ذمہ ہے

يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ

جو نادانی سے کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں

فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

تو اللہ ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ جاننے والا (اور)

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝١٧ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

حکمت والا ہے اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو ساری عمر

السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ

گناہ کرتے رہیں یہاں تک کہ ان میں سے جب کسی کے سامنے موت آ کھڑی ہو تو کہنے لگے کہ

اِنِّىْ تُبْتُ الْئٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۭ

اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہوتی ہے جو کفر کی حالت میں مرجائیں

اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝١٨ يٰٓاَيُّهَا

ایسے لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے (۳) اے

(۱) یعنی اگر کسی عورت پر بدکاری کا الزام لگایا جائے تو الزام لگانے والے پر ضروری ہوگا کہ چار مسلمان، عاقل، بالغ مرد گواہ اپنی تائید میں پیش کرے۔ اگر گواہی ٹھیک ٹھیک گزر جائے اور حاکم کے نزدیک عورت پر الزام ثابت ہوجائے تو سزا یہ ہوگی کہ اس عورت کو گھر میں بند رکھا جائے اور اس کا باہر آنا جانا اور لوگوں سے ملنا جلنا بند کردیا جائے، یہاں تک کہ وہ عورت مرجائے یا اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی اور سزا مقرر فرمائے۔

واضح ہو کہ یہ حکم پہلے کا ہے پھر زنا کی سزا بیان کردی گئی جو سورۂ نور کے پہلے رکوع میں مذکور ہے۔

(۲) یعنی جب دو شخص بدکاری کریں چاہے وہ دونوں مرد ہوں یا ایک مرد اور ایک عورت تو ان کو اذیت اور تکلیف پہنچاؤ۔ پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور اپنا چال چلن درست کرلیں تو ان کا پیچھا کرنا چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور بندوں پر مہربان ہے۔

واضح ہو کہ اکثر مفسرین کا یہ مذہب ہے کہ پہلے پہلے بدکاری کرنے والوں کو بس اتنی ہی سزا دی جاتی تھی۔ پھر وہ آیت نازل ہوئی جو اس سے اوپر گزری جس میں عورت کو قید کرنے کی سزا کا حکم ہے۔

پھر سورۂ نور میں آخری حکم نازل ہوا جس کی تفسیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شادی شدہ مرد اور عورت کو سو سو کوڑے لگائے جائیں اور شادی شدہ کو سنگسار کیا جائے۔

(۳) ان دو آیتوں میں توبہ کا ضابطہ بیان فرمایا کہ جو لوگ جہالت اور نادانی کی حالت میں کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں لیکن وہ اپنے دلوں میں گناہ کی کھٹک محسوس کرتے ہیں اس کے بعد ہی گناہ کے تصور سے لرز جاتے ہیں، اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرتے ہیں، اس کے آگے اپنی کمزوری کا اعتراف کرتے ہیں، ندامت کے آنسو بہاتے ہیں، گڑگڑاتے ہیں، اس سے بخشش کی درخواست کرتے ہیں اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرتے ہیں، ایسے لوگوں کی توبہ قبول فرمانے اور گناہ بخشنے کا اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے جو یقین ہے کہ پورا ہوگا وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا۔

لیکن جو لوگ معصیت پر دلیر ہیں جن کی ساری عمر احکامِ الٰہی کی نافرمانی میں گزرتی ہے، جن کے دلوں میں گناہ کا کانٹا کبھی نہیں کھٹکتا، جو اپنے کرتوتوں پر کبھی پشیمان نہیں ہوتے۔ ہاں جب ان میں سے کسی کے آگے موت آ کھڑی ہوتی ہے اور وہ اس عالم کے امور کو دیکھنے لگتا ہے تو کہتا ہے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں۔ ایسے لوگوں کی توبہ قبول ہونے کا موقع باقی نہیں رہا۔

اسی طرح وہ لوگ جو کفر ہی کی حالت میں دنیا سے جاتے ہیں ان کی توبہ قابلِ اعتبار نہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے تو دردناک عذاب تیار ہے۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ
ایمان والو! تمھارے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ زبردستی عورتوں کے وارث (مالک)

كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ
بن جاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ دی ہوئی چیز میں سے کچھ لینے کے خیال سے تم ان کو

اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ
روکے رکھو البتہ اگر وہ کھلی بدکاری کر بیٹھیں (تو روکنا مناسب ہے)

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ
اور دیکھو عورتوں کے ساتھ خوش معاملگی سے رہو پھر اگر وہ تم کو کسی وجہ سے ناپسند ہوں تو

فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا
عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو ناپسند ہو اور اللہ اس میں بڑی خیر (و برکت)

كَثِيْرًا ﴿١٩﴾ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ
رکھ دے (١) اور اگر تم ایک عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت کرنا چاہو

زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ
خواہ پہلی عورت کو ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس

شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿٢٠﴾ وَكَيْفَ
نہ لو کیا تم کسی قسم کا بہتان لگا کر اور صریح گناہ کے ذریعہ اپنا مال اس سے واپس لوگے اور تم دبا ہوا

تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ
مال (عورت سے) کیونکر لے سکتے ہو حالانکہ تم ایک دوسرے سے بے حجابانہ مل چکے ہو اور

اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿٢١﴾ وَلَا تَنْكِحُوْا
عورتیں نکاح کے وقت تم سے مضبوط عہد بھی لے چکی ہیں (٢) اور جن عورتوں سے

(١) اسلام سے پہلے عربوں میں عورتوں کے ساتھ جو ناانصافیاں کی جاتی تھیں ان میں ایک ناانصافی یہ تھی کہ اگر کوئی شخص مرجاتا تو میت کا سوتیلا بیٹا یا بھائی یا اور کوئی رشتہ دار مال ومتاع کے ساتھ زبردستی اس کی بیوی کو بھی اپنے قبضہ میں کرلیتا اور جس طرح چاہتا اس کو استعمال کرتا نیز اس عورت کو طرح طرح سے تنگ کرتا تاکہ وہ اپنا مہر چھوڑ دے یا جو دولت اس کے پاس ہے اس کے حوالے کردے۔

اس آیت میں اس قسم کی تمام ناانصافیوں سے روکدیا گیا اور ہدایت کی گئی ہے کہ شوہر کے مرنے کے بعد عورت اپنے نفس کی مالک ہے۔ وارثوں میں سے کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ زبردستی اس کو اپنے نکاح میں لے آئے یا کسی دوسرے سے اس کا نکاح کرادے۔ اسی طرح عورت اپنے مال ومتاع کی بھی مالک ہے۔ اس کو ڈرا دھمکا کر یا تنگ کرکے اس کے مال پر قبضہ کرنا ہرگز جائز نہیں۔ ہاں اگر وہ بدچلنی کریں تو ان کے ساتھ سختی کی جاسکتی ہے۔ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر بیوی کی کوئی عادت تمھیں ناپسند ہو تو صبر اور تحمل سے کام لو۔ ہوسکتا ہے کہ ایک بات تمھیں اچھی نہ لگے لیکن اسی بات میں اللہ تعالیٰ نے تمھارے لئے برکت اور سعادت رکھدی ہو۔

(٢) یعنی اگر تم بیوی کے ساتھ نباہ نہ کرسکو اور پکا ارادہ کرلو کہ اس کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نکاح کروگے تو ایسا نہ کرو کہ بے چاری عورت پر بہتان لگا کر اور صحیح ظلم کرکے تم نے جو بہت سی دولت اس کو دے رکھی ہے اس میں سے کچھ لے لو۔ دیکھو! ذرا اس بات کا لحاظ رکھو کہ نکاح کے وقت تم نے عورت سے حسن سلوک، ادائے حقوق اور وفاداری کا پکا اقرار کیا ہے۔ پھر یہ کہ تم دونوں میاں بیوی کی طرح مل چکے ہو۔ اس کے بعد عورت کو اس کے مہر سے محروم کرنا بڑی بے مروتی اور ناانصافی کی بات ہوگی۔

فقہ کا مسئلہ یہ ہے کہ صحبت اور خلوتِ صحیحہ کے بغیر اگر طلاق دیدی جائے تو آدھا مہر دینا ہوگا۔ لیکن صحبت یا خلوتِ صحیحہ کے بعد پورا مہر واجب ہوجاتا ہے۔

مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ

تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو ان سے نکاح نہ کرو مگر (زمانہ) جاہلیت میں جو ہوچکا وہ ہوچکا

اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿٢٢﴾

یہ نہایت بے حیائی اور نفرت کی بات ہے . اور بُرا دستور ہے

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَ

مسلمانو! تم پر حرام کردی گئیں تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور

عَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَ

پھوپیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور

اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ

وہ مائیں جنھوں نے تم کو دُودھ پلایا ہے اور تمہاری رضاعی بہنیں

وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ

اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جو تمہاری زیر

مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ز فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا

پرورش ہوں بشرطیکہ تم ان بیویوں سے صحبت کرچکے ہو لیکن اگر صحبت نہیں کی ہے

دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ز وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ

تو (ان لڑکیوں سے نکاح کرنے میں) کوئی حرج نہیں اور تمہارے حقیقی

الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ

بیٹوں کی بیویاں اور دو بہنوں کا ایک ساتھ نکاح میں رہنا بھی تم پر حرام کردیا گیا ہے

اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٢٣﴾

مگر پہلے جو ہوچکا وہ ہوچکا بے شک اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۱)

ع ۳
۱۴

(۱) اوپر کی آیت میں صرف باپ کی منکوحہ یعنی سوتیلی ماں سے نکاح نہ کرنے کا حکم تھا۔ اس آیت میں ان تمام عورتوں کا ذکر فرمایا جن سے نکاح کرنا حرام ہے۔

نکاح کا حرام ہونا تین رشتوں سے ہوتا ہے۔

(۱) نسب (۲) رضاعت (دودھ پینا) (۳) مصاہرۃ (دامادی)۔ نسب کی وجہ سے جو عورتیں حرام ہیں وہ یہ ہیں، ماں، بیٹی، بہن، پھوپی، خالہ، بھتیجی، بھانجی، دادی اور نانی ماں کے حکم میں ہیں۔ اسی طرح پوتی اور نواسی بیٹی کے حکم میں ہیں۔ اور بہن میں عینی، علاتی اور اخیافی سب شامل ہیں۔ دودھ کے رشتہ سے حرام ہونے والوں میں ماں اور بہن کا ذکر فرمایا۔

لیکن حدیث سے ثابت ہے کہ رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام قرار پاتے ہیں جو نسب سے حرام قرار دیئے گئے ہیں۔ تفصیل فقہ کی کتابوں میں ملاحظہ ہو۔

دامادی کے رشتہ سے یہ عورتیں حرام ہیں خوشدامن بیوی کی وہ بیٹی جو پہلے شوہر سے ہو بشرطیکہ بیوی سے صحبت کی ہو ورنہ اس کی بیٹی سے نکاح ہوسکتا ہے۔ بیٹے کی بیوی سے اور ایک وقت میں دو بہنوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ

اور شوہر والی عورتیں (بھی تم پر حرام ہیں) مگر وہ جو (باندیاں ہوکر) تمہارے قبضہ میں آجائیں

كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ

اللہ نے ان احکام کو تم پر فرض کردیا ہے (۱) اور ان کے علاوہ سب عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں

اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۗ

اس طرح سے کہ مال کے بدلے ان کو حاصل کرو بشرطیکہ (نکاح سے) پاکبازی مقصود ہو نہ کہ نفس پرستی (۲)

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ

پھر جن عورتوں سے تم نے (ازدواجی زندگی کا) فائدہ اٹھایا ہے تو جو مہر ان کا مقرر ہوا تھا وہ

فَرِيْضَةً ۗ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ

ان کو دیدو اور اگر مہر مقرر کرنے کے بعد آپس کی رضامندی سے مہر میں

مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٢٤﴾

کچھ کمی بیشی کرلو تو کوئی حرج نہیں بیشک اللہ (سب کچھ) جاننے والا (اور) حکمت والا ہے (۳)

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ

اور تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کا مقدور

الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ

نہ رکھتا ہو تو مسلمان باندیوں ہی سے جو تمہارے قبضہ میں آگئی ہوں

الْمُؤْمِنٰتِ ۗ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ۗ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ

(نکاح کرلے) اور اللہ تمہارے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے تم ایک دوسرے (کی

بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ

جنس) سے ہو ان باندیوں کے ساتھ ان کے مالکوں سے اجازت حاصل کرکے نکاح کرلو اور دستور کے مطابق

(۱) اس آیت کا پچھلی آیت سے تعلق ہے یعنی ان عورتوں سے بھی نکاح کرنا حرام ہے جو کسی کے نکاح میں ہوں لیکن وہ عورتیں جو لڑائی میں قید ہوکر آئیں اور ان کے شوہر ان کے ساتھ گرفتار نہ ہوں تو وہ حرام نہیں ہیں۔

واضح ہو کہ جب کوئی غیر مسلم عورت جہاد میں گرفتار ہو اور اس کا شوہر گرفتار نہ ہو تو وہ جس مسلمان کے حصہ میں آئے گی وہ اس کے لئے باندی ہوگی اور وہ بغیر نکاح کے صرف ایک حیض کی مدت گزرنے کے بعد اس کو استعمال کرسکے گا بشرطیکہ وہ اہلِ کتاب سے ہو، بُت پرست نہ ہو لیکن اگر وہ خود استعمال نہ کرے تو کوئی دوسرا مسلمان اس سے نکاح کرسکتا ہے۔

(۲) یعنی جن عورتوں کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے ان کے علاوہ اور سب عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں، ان میں سے جس سے چاہو نکاح کرسکتے ہو۔ نکاح کے لئے دو باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے ایک یہ کہ مرد مال خرچ کرے یعنی عورت کو مناسب مہر ادا کرے یا ادا کرنے کا وعدہ کرے۔ دوسرے یہ کہ اس تعلق سے محض نفسانی خواہش کا پورا کرنا پیشِ نظر نہ ہو بلکہ میاں بیوی کی طرح سے عمر گزارنے اور ازدواجی زندگی کی ذمہ داریاں قبول کرنے کا جذبہ کارفرما ہو۔

(۳) یعنی اگر نکاح کے بعد مرد اور عورت مل لیں اور مرد عورت سے فائدہ اٹھالے یا کم از کم میاں بیوی میں خلوت صحیحہ ہوجائے تو جو مہر مقرر ہو، وہ پورا پورا ادا کرنا ہوگا لیکن اگر مہر مقرر ہونے کے بعد میاں بیوی آپس میں کسی بات پر راضی ہوجائیں مثلاً عورت سارا مہر یا اس کا کوئی حصہ معاف کردے یا مرد مقررہ مہر سے کچھ زیادہ دیدے تو اس میں کوئی حرج نہیں یقین رکھو اللہ تعالیٰ تمہارے بھلے بُرے کو خوب جانتا ہے اور تمہارے لئے جو احکام نازل فرماتا ہے ان میں بڑی حکمت و مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے۔

(١) یعنی اگر کسی شخص کی مالی حالت اچھی نہ ہو اور وہ آزاد عورت کا مہر اور نفقہ برداشت نہ کرسکتا ہو تو اس کے لئے یہ ترکیب ہے کہ وہ کسی کی مسلمان باندی سے نکاح کر کے کم خرچ میں اپنا گھر آباد کر سکتا ہے
جنگ میں گرفتار شدہ باندی سے نکاح کرنے میں کوئی عیب محسوس نہ کرنا چاہیئے کیونکہ انسان ہونے کے لحاظ سے سب برابر ہیں اور اللہ کے نزدیک بڑائی کا معیار ایمان اور عمل صالح ہے۔
البتہ نکاح کرتے وقت ان باتوں کا لحاظ رکھو کہ باندی کے مالک سے اجازت لے لو۔ مقررہ مہر دستور کے موافق ادا کر دو۔ یہ بھی دیکھ لو کہ وہ باندی خوشی سے زندگی بھر کے لئے بیوی بن کر رہنے پر آمادہ ہے۔ نیز یہ کہ نہ تو

وقتی طور پر خواہش پوری کرنا اس کے پیشِ نظر ہے اور نہ وہ چوری چھپے بدچلنی کی عادی ہے۔

أُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا
ان کا مہر ان کے حوالہ کر دو بشرطیکہ وہ قید (نکاح) میں لائی جائیں نہ تو کھلم کھلا بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ
مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ
چوری چھپے ناجائز تعلق پیدا کرنے والی ہوں (١) پھر جب وہ قید نکاح میں آکر بدکاری کر بیٹھیں
فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ
تو جو سزا آزاد عورتوں (یعنی بیبیوں) کے لئے ہے اس کی آدھی سزا ان کو دی جائے یہ (باندی کے
لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ
ساتھ نکاح کرنے کی) اجازت اس شخص کو ہے جس کو گناہ کر بیٹھنے کا اندیشہ ہو اور اگر صبر کرو تو تمہارے لئے بہت اچھا ہے
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (٢٥) يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ
اور اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (٢) اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (اپنے احکام) صاف صاف
سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ
بیان کرے اور تم کو ان لوگوں کے راستہ پر چلائے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں اور تم پر اپنی رحمت سے توجہ فرمائے اور اللہ
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (٢٦) وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَيُرِيْدُ
جاننے والا (اور) حکمت والا ہے اور اللہ تو چاہتا ہے کہ تم پر اپنی رحمت سے متوجہ ہو اور جو لوگ
الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا (٢٧)
اپنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھے راستہ سے بھٹک کر دور جا پڑو
يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ
اللہ چاہتا ہے کہ تم پر سے بوجھ ہلکا کرے (کیونکہ) انسان کمزور پیدا
ضَعِيْفًا (٢٨) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ
کیا گیا ہے (٣) اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال

(٢) یعنی اگر کوئی باندی نکاح کے بعد بدکاری کر بیٹھے تو اس کو اُس سزا کی آدھی سزا دی جائے گی جو آزاد عورت کیلئے مقرر ہے۔ یعنی پچاس کوڑے لگائے جائیں گے۔ اور یہ جو باندی سے نکاح کرنے کی تدبیر بتائی گئی ہے یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے نفس کو قابو میں نہ رکھ سکتا ہو اور جس کو بدکاری میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو۔

لیکن جو شخص صبر کر سکتا ہو اور بغیر نکاح کے بھی پاکباز رہ سکتا ہو تو اُس کو باندی سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ اپنے بندوں کی کمزوریوں کو بخش دیتا ہے اور احکام میں رحمت کے پہلو کو پیشِ نظر رکھتا ہے۔

ع ٤
(٣) گذشتہ رکوع میں نکاح اور ازدواجی زندگی سے متعلق جو احکام بیان کئے گئے ان سے نفس کی بے لگامی کے لئے روک پیدا ہوتی ہے اور ان کی تعمیل نفس پر شاق گزرتی ہے۔ اس لئے نفس کو ان احکام کی تعمیل پر مائل کرانے کے لئے ان کے فائدے ظاہر فرمائے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ان احکام سے مقصود یہ ہے کہ

(١) جو باتیں تمہارے فائدہ کی ہیں ان کو صاف صاف بیان کر دیا جائے

(٢) تم پر سعادت و نجات کی وہ راہ کھول دی جائے جس پر تم سے پہلے کے لوگ چل کر کامیاب ہو چکے ہیں۔

(٣) اللہ چاہتا ہے کہ تم پر رحم کرے اور تمہاری کمزوریوں سے درگزر فرمائے۔

(٤) وہ تمہارے بُرے بھلے کو خوب جانتا ہے اس لئے ایسے احکام نازل فرماتا ہے جن میں سراسر تمہارے لئے خیر و برکت ہو۔

(٥) نکاح اور ازدواجی زندگی سے متعلق جو احکام دئے گئے ہیں وہ سراپا رحمت ہیں اور ان سے نفس اور معاشرے کی اصلاح اور پاکیزگی مقصود ہے نہ کہ تمہارے نفسوں کو تکلیفوں اور سختیوں میں مبتلا کرنا جیسا وہ لوگ سمجھتے ہیں جو نفسانی خواہش کی پیروی میں بے لگام رہنا چاہتے ہیں یہ لوگ چاہتے ہیں کہ نفسانی خواہشات کی پیروی میں تم کو بھی بے لگام بنا دیں اور اللہ کی رحمت سے دور پھینک دیں۔

منزل ١

(٦) اللہ چاہتا ہے کہ معاشرے کے احکام میں سختیاں نہ ہوں آسانیاں ہوں۔

(٧) کیونکہ وہ جانتا ہے کہ انسان طبیعت کا بہت بودا ہے اس سے بہت زیادہ سختی برداشت نہ ہو سکے گی اس لئے اس کو خواہشات کی تکمیل سے بالکل محروم نہ کیا جائے بلکہ اس پر اتنی پابندیاں لگائی جائیں جتنی کہ نفس اور معاشرے کی اصلاح اور پاکیزگی کے لئے ناگزیر ہیں۔

بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ

ناجائز طور پر نہ کھایا کرو، ہاں اگر آپس کی رضامندی سے خرید و فروخت ہو تو

مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿٢٩﴾

(مضائقہ نہیں) اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کرو بیشک اللہ تمہارے حال پر مہربان ہے

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ

یاد رکھو جو زیادتی اور ظلم سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿٣٠﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ

اور یہ اللہ کے نزدیک آسان بات ہے (۱) جن کاموں کے کرنے سے تم کو منع کیا جاتا ہے ان میں سے اگر تم بڑے

عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿٣١﴾

بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے تو ہم تمہارے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف کردیں گے اور تم کو عزت کے مقام میں داخل کریں گے (۲)

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ

اور جس چیز میں اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اس کی ہوس مت کرو

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۭ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ

مردوں کو ان کی کمائی کا حصہ ہے اور عورتوں کو ان کی کمائی

مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۭ وَسْـَٔـلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ

کا حصہ ہے اور ہر وقت اللہ سے اس کا فضل مانگتے رہو بیشک اللہ ہر چیز

شَيْءٍ عَلِــيْمًا ﴿٣٢﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ

سے واقف ہے (۳) اور ہر ایک کے لئے ہم نے اس مال میں وارث مقرر کردئے ہیں جو والدین

وَالْاَقْرَبُوْنَ ۭ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ

اور رشتہ دار چھوڑ مریں اور جن لوگوں سے تم عہد کرچکے ہو تو ان کو بھی

(۱) نفس اور معاشرے کی پاکیزگی کیلئے ضروری ہے کہ آدمی کی کمائی جائز ذریعے سے ہو۔ اس لئے حکم دیا کہ مسلمانو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ یعنی سود، دغا، چوری، دغابازی، خیانت، رشوت اور سود خواری جیسے طریقوں کو اپنی آمدنی کے ذریعے نہ بنائیں بلکہ تجارت جیسے طریقہ کو آمدنی کا ذریعہ بنائیں جس میں باہمی رضامندی ہو اور کسی کی حق تلفی نہ ہوتی ہو۔ اسی طرح مسلمانوں کو چاہیے کہ آپس کی خونریزی سے بھی بچیں جو لوگ ظلم کی راہ اختیار کرکے لوگوں کا مال ناجائز طریقہ سے کھائیں گے اور انسانی خون کا احترام نہیں کریں گے ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ میں ڈالے جائیں گے۔ اللہ اتنی بڑی قدرت والا ہے کہ اس کے لئے ایسے ظالموں کو عذاب دینا کچھ مشکل نہیں ہے۔

(۲) نیک عمل کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے کہ: مسلمانو! ہماری رحمت بہت وسیع ہے دیکھو جن بڑے گناہوں سے بچنے کا تم کو حکم دیا گیا ہے اگر تم ان سے بچتے رہے تو ہمارا وعدہ ہے کہ ہم تمہاری چھوٹی چھوٹی لغزشوں سے درگزر کرکے تمہارا مرتبہ بلند کریں گے اور تمہیں جنت میں عزت و شرف کے مقام میں رکھیں گے۔

(۳) حق تعالیٰ نے لوگوں کو کچھ اس طرح پیدا کیا ہے کہ ان میں اختلاف اور رنگا رنگی ہے۔ کوئی مرد ہے کوئی عورت، کوئی کالا ہے کوئی گورا، کوئی امیر ہے کوئی فقیر، کوئی معمولی صلاحیتیں رکھتا ہے اور کوئی اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک ہے۔ بقول حضرت ذوق

شعر۔ گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینتِ چمن
ہے ذوق اس جہان کو زیب اختلاف سے

لیکن عام لوگوں کی کمزوری یہ ہے کہ ان میں جو کمتر حیثیت کے ہیں وہ اپنے سے بہتر حالت والوں کو دیکھ کر کڑھتے ہیں اور ان کے دلوں میں یہ آرزو پیدا ہوتی ہے کہ کاش وہ بھی بہتر حالت میں رکھے جاتے۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ بعض عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میراث میں مردوں کو عورتوں کے مقابلہ میں دوہرا حصہ دیا جاتا ہے اور قرآن میں اکثر جگہ اللہ تعالیٰ صرف مردوں کو خطاب فرماتا ہے۔ اس آیت میں اس قسم کے فاسد خیالات رکھنے والوں کو ہدایت فرماتا ہے کہ کسی کی فضیلت اور برتری دیکھ کر مت کڑھو اور اس کی آرزو مت کیا کرو۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا اور الٹا نقصان ہوگا۔ اس خیال سے تمہارے دلوں میں حسد کی آگ بھڑکے گی اور تمہارے اخلاق پر برا اثر پڑے گا۔ دوسرے یہ کہ اس خیال سے اللہ کے فعل پر ایک طرح کا اعتراض اور اس سے ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے جو بندگی کی شان کے خلاف ہے۔ یاد رکھو کہ مرد اور عورت کا اختلاف صرف جنس کا اختلاف ہے، اختلافِ جنس کا یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ مرد ہی اللہ کی عنایتوں کے سزاوار ہیں اور عورتیں سزاوار نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایمان اور عمل کا دروازہ دونوں کے لئے یکساں طور پر کھلا ہوا ہے اور اللہ کا قانون یہ ہے کہ دونوں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا اس لئے جو کام کرنے کا ہے وہ یہ ہے کہ چاہے مرد ہو یا عورت اللہ نے اس کو جس حال میں پیدا کیا ہے اس پر راضی رہے۔ اپنی صلاحیتوں کو ابھارے۔ عمل صالح کے میدان میں قدم تیز تر کرے اور اللہ کے فضل کا طلب گار رہو کہ وہ تھوڑے سے عمل کا بہت زیادہ بدلہ عطا فرمائے یقین رکھو کہ اللہ نے جو کچھ کیا ہے اپنے علم کے مطابق کیا ہے جو سراسر صحیح ہے۔

نَصِيْبَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝33
ان کا حصہ دیدو بے شک اللہ ہر چیز پر مطلع ہے (۱)
اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَي النِّسَاۗءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ
مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لئے کہ اللہ نے بعض کو بعض پر
عَلٰي بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۭ فَالصّٰلِحٰتُ
فضیلت عطا کی ہے اور اس لئے بھی کہ وہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ جو نیک بیویاں ہیں وہ
قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۭ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ
مردوں کے حکم پر چلتی ہیں اور ان کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت میں (مال و آبرو کی) نگہبانی کرتی ہیں (۲) اور جن بیویوں سے تمہیں سرکشی کا
نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاهْجُرُوْھُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ
اندیشہ ہو تو انہیں پہلے بخوبی سمجھا دو (اگر نہ سمجھیں تو) پھر ان کے ساتھ سونا ترک کر دو (اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو)
وَاضْرِبُوْھُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۭ
انہیں مارو اگر وہ فرماں بردار ہو جائیں تو پھر ان پہ بہانہ مت ڈھونڈو
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝34 وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا
بیشک اللہ عالی شان اور بلند مرتبہ ہے (۳) اور اگر تم کو میاں بیوی کی باہمی مخالفت کا اندیشہ
فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَھْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَھْلِھَا ۚ اِنْ
ہو تو ایک منصف مرد کے خاندان سے اور ایک منصف عورت کے خاندان سے مقرر کرو اگر وہ
يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا
صلح کرا دینی چاہیں گے تو اللہ ان میں باہم موافقت پیدا کر دے گا بلا شبہ اللہ (سب کچھ) جاننے والا (اور)
خَبِيْرًا ۝35 وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَـيْـــًٔـا وَّبِالْوَالِدَيْنِ
خبر رکھنے والا ہے (۴) اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ

ع ۵ / ۲

منزل

(۱) شروع شروع میں ایسا ہوا تھا کہ چند خاندانوں میں سے صرف ایک ایک آدمی نے اسلام قبول کیا تھا اور خاندان کے باقی افراد کفر پر قائم تھے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا تھا وہی آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے جب لوگ کثرت سے اسلام لے آئے تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں ہدایت فرمائی کہ والدین اور رشتہ دار جو مال چھوڑ مریں ان میں وارثوں کے حصے ہم نے مقرر کر دیے ہیں۔ میراث کا مال تو ان ہی میں تقسیم ہونا چاہیئے باقی رہے وہ لوگ جن سے تم نے بھائی چارہ کا عہد کر لیا ہے تو زندگی میں ان کے ساتھ سلوک کرو اور چاہو تو مرتے وقت قاعدہ کے موافق ان کیلئے وصیت کر جاؤ۔

(۲) گذشتہ آیت سے اوپر کی آیت میں بیان کیا تھا کہ عورتیں بھی اپنی مستقل حیثیت رکھتی ہیں اور جس طرح عمل کا میدان مردوں کے لئے کھلا ہوا ہے اسی طرح عورتیں بھی زندگی میں اپنی صلاحیتوں کے فطری جوہر دکھا سکتی اور اللہ کے پاس پورے پورے بدلہ کی مستحق ہو سکتی ہیں اس آیت میں فرماتا ہے کہ اس کے باوجود بھی معاشرے میں مردوں کا درجہ بالا تر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرد کی جسمانی ساخت مضبوط ہے اور عورت نازک اندام ہے قدرت نے عورت کے ذمہ کچھ ایسے کام لگائے ہیں جن کی وجہ سے اس کو مرد کے مقابلہ میں زیادہ آرام لینے اور پر سکون زندگی بسر کرنے کی ضرورت، اس قدرتی فرق کا نتیجہ یہ ہے کہ زندگی کے میدان میں دونوں کی ذمہ داریاں الگ الگ ہو گئیں مرد اپنا زیادہ وقت گھر سے باہر گزارتا ہے اور زیادہ محنت کر کے معاش کا انتظام کرتا ہے بخلاف اس کے عورت گھر کے کام کاج میں اپنا زیادہ وقت صرف کرتی ہے اور اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ معاشرے میں مرد کا درجہ عورت سے زیادہ ہے اس فطری اصول کی تعلیم دیتے ہوئے اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ دیکھو مردوں کو عورت پر ایک طرح کی بالادستی اور حکومت کا مقام حاصل ہے کیونکہ ایک تو یہ کہ پیدائشی طور پر جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں میں مردوں کو عورتوں پر اللہ نے فضیلت اور برتری بخشی ہے۔ دوسرے یہ کہ مرد اپنا خون پسینہ ایک کر کے مال کماتے ہیں اور پھر اس کو عورتوں کی آسائش خاطر داری اور دل جوئی کے لئے خرچ کرتے ہیں جب صورت حال یہ ہے تو جو نیک بیویاں ہیں وہ مردوں کے مرتبہ کا لحاظ رکھتی ہیں اور جائز امور میں اپنے شوہروں کی فرماں برداری کرتی ہیں۔ ان کی غیر موجودگی میں ان کی عزت اور ان کے مال کی حفاظت کرتی ہیں اور ہر حال میں ان کے مفاد کا خیال رکھتی ہیں اللہ نے عورتوں کے حقوق کی حفاظت کا انتظام بھی فرما دیا ہے کہ ان کے بارے میں مردوں کو کافی تاکید کر دی ہے۔

(۳) اگر کوئی عورت سرکش ہو جائے اور مرد کی فرماں برداری نہ کرے تو اس کی اصلاح کی ذریعہ بدرجہ تین تدبیریں بتائی گئی ہیں پہلی یہ کہ شوہر اس کو نصیحت کرے۔ نرمی اور محبت سے سمجھائے اور اس کی غلطی کا اس کو یقین دلائے۔ اگر سمجھانے سے نہ مانے تو دوسرا علاج یہ ہے کہ اس کے ساتھ شب باشی نہ کرے اور اس کو الگ سلائے۔ اگر اس پر بھی وہ اپنی ضد اور ہٹ سے باز نہ آئے تو اس پر سختی کرے اور ضرورت ہو تو تنبیہ کے طور پر مارے مگر اس بات کا خیال رہے کہ کوئی عضو تلف نہ ہو اور ایسا زخم نہ لگے جس کا نشان نہ مٹے پھر اگر ان تدبیروں سے وہ سیدھی ہو جائے اور شوہر کی فرماں برداری اختیار کرے تو شوہر کو چاہیئے کہ سختی نہ کرے۔ اس کی مخالفت پر آمادہ نہ ہو۔ اس پر ناحق الزام لگانے کی راہیں نہ ڈھونڈے اور خواہ مخواہ نکتہ چینی کر کے اس کو پریشان نہ کرے۔ شوہر اپنے بڑے پن کا لحاظ کر کے عورت پر بے جا اور انتہائی سختی کرتے وقت ذرا یہ بھی خیال کرے کہ اللہ سب سے بڑا ہے اور کبریائی اسی کو سزاوار ہے جب وہ ہمارے قصوروں کو معاف کرتا ہے تو اگر ہم بھی اپنے چھوٹوں کی کمزوریوں سے درگزر کریں تو اس سے ہماری شان کچھ گھٹ نہ جائے گی۔ (۴) یعنی اگر دیکھنے والے اس بات کا اندیشہ محسوس کریں کہ معاملہ بہت نازک ہو گیا ہے اور میاں بیوی خود اس معاملہ کو نہ سلجھا سکیں گے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ

(بقیہ تفسیر صفحہ ۱۴۸) وہ مداخلت کریں اور اس معاملہ کو حکم (پنچایت) کے سپرد کردیں پنچایت کی صورت یہ ہو کہ ایک آدمی شوہر کے گھرانے سے لیا جائے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے پنچوں کو چاہیئے کہ اصلاح اور خیر خواہی کی نیت سے کام کریں اور جہاں تک ہوسکے میاں بیوی میں صلح کرانے کی کوشش کریں۔ اگر ان کی نیت ٹھیک ہے تو وہ یقین رکھیں کہ ان کو تائید الٰہی حاصل ہوگی۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) چونکہ اسلام امن عالم کا علم بردار ہے اور عالم کا امن اس بات پر موقوف ہے کہ لوگوں کے باہمی تعلقات اچھے ہوں تعلقات کے خراب ہونے کی بنیاد یہ ہے کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے مطمئن نہیں ہیں اور ہر شخص کو دوسرے سے حق تلفی کا ڈر لگا ہوا ہے۔

اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ

اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور قرابت والے

ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ

پڑوسیوں اور اجنبی پڑوسیوں اور پاس بیٹھنے والے دوستوں اور مسافروں

السَّبِیْلِ ۙ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ

اور جو (باندی غلام) تمہارے قبضہ میں ہوں سب کے ساتھ احسان کرو (یاد رکھو) اللہ تکبر کرنے والے (اور)

کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴿۳۶﴾ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ

شیخی کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا (۱) جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی

النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ؕ

بخل کرنا سکھاتے ہیں اور جو مال اللہ نے اپنے فضل سے ان کو عطا فرمایا ہے اسے چھپا کر رکھتے ہیں

وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّہِیْنًا ﴿۳۷﴾ وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ

اور ہم نے ناشکروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور وہ لوگ جو اپنا مال

اَمْوَالَہُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ

لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان

الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ یَّکُنِ الشَّیْطٰنُ لَہٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ قَرِیْنًا ﴿۳۸﴾

نہیں لاتے اور جس کا ساتھی شیطان ہوا تو (کچھ شک نہیں کہ) وہ برا ساتھی ہے (۲)

وَمَاذَا عَلَیْہِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا

اور ان کا کیا نقصان ہوتا اگر یہ لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے اور جو کچھ

مِمَّا رَزَقَہُمُ اللّٰہُ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ بِہِمْ عَلِیْمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰہَ

اللہ نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے اور اللہ ان کو (خوب) جانتا ہے بلاشبہ اللہ

اس لئے قرآن نے انسان کی مذہبی اور روحانی رہبری کے ساتھ ساتھ معاشرتی زندگی کے ضابطے بھی بیان کئے ہیں اور ان پر عمل پیرا ہونے کی سخت تاکید کی ہے تاکہ سب لوگ شائستہ اور اعلیٰ اخلاق کے حامل ہوں۔ ان میں باہمی محبت اور رواداری کا جذبہ کارفرما ہو اور سارا عالم انسانیت اطمینان اور سکون کے ساتھ علمی اور تہذیبی ترقی کی راہ پر گامزن ہوجائے۔ معاشرتی زندگی کا نقطہ آغاز ازدواجی زندگی ہے چنانچہ گذشتہ چند رکوعوں میں ازدواجی زندگی کے احکام بیان کئے اور اس کو خوشگوار اور پر لطف بنانے کی تاکید کی۔ اب اس آیت میں ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں، محتاجوں، رشتہ دار پڑوسیوں، اجنبی پڑوسیوں، ساتھیوں، دوستوں، مسافروں، باندیوں اور غلاموں سب کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس بیان کو توحید کے ذکر سے شروع کیا۔ کیونکہ قرآن کا تصور یہ ہے کہ توحید زندگی کی بنیادی حقیقت ہے، اور اسی سے انسانی زندگی کے ہر شعبہ کا آغاز ہونا چاہیئے ورنہ زندگی کی شاخوں میں باہمی ربط قائم نہیں ہوگا اور کسی بات کی بھی چول نہیں بیٹھے گی۔

اس آیت میں لفظ اِحْسَان کی بلاغت غور کے قابل ہے، اِحْسَان میں ادائے حق کے سوا اور بہت کچھ ہے یعنی فراخ دلی سے دو۔ خوش دلی سے دو اور حق سے زیادہ دو اور ایسے طریقہ سے دو کہ تمہارے دینے میں حسن و خوبصورتی پیدا ہوجائے اور لینے والے کو لینے کی بدنمائی محسوس نہ ہونے پائے۔ اسی لئے آیت کے آخر میں فرمایا کہ تکبر کرنے والے اور اترانے والے کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ جو آدمی اپنے مال اور مرتبہ پر اترائے گا وہ دوسروں کو حقیر اور ذلیل سمجھے گا اور پہلے تو وہ لوگوں کے حقوق ادا ہی نہیں کریگا اور اگر کریگا بھی تو ایسے بھونڈے طریقہ سے کریگا جس میں حسن اور اخلاق نام کو بھی نہیں ہوگا۔

(۲) یعنی بخیل ہونا، دوسروں کو بخل کی ترغیب دینا اور اللہ کے عطا کئے ہوئے مال اور کمال کو لوگوں سے چھپا رکھنا یہ سب نہایت برے عیب ہیں اور ان سے انسانیت کو بٹا لگتا ہے۔ ان عیبوں سے بچنا چاہیئے کیونکہ جس شخص میں یہ عیب ہوں، احسان کرنا تو بڑی بات ہے اس سے یہ بھی امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ دوسروں کے حقوق واجبی طور پر ادا کرے گا۔

بخیل لوگ سخت غلطی پر ہیں۔ اللہ کا دیا ہوا مال اور کمال تو ہے ہی اس لئے کہ اس کو اللہ کے بندوں کی خدمت کے لئے بے دریغ خرچ کیا جائے۔ اسی طرح دکھاوے کی عادت بہت بری عادت ہے۔ اس سے بھی بچنا چاہیئے جو شخص محض لوگوں کو دکھانے کے لئے مال خرچ کرتا ہے یا اسی طرح دوسرے نیک کام کرتا ہے وہ درحقیقت اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان ہی نہیں رکھتا وہ تو شیطان کا ساتھی ہوتا ہے۔ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کی عبادات میں تو دکھاوے کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ ان کی نیتیں خالص ہوتی ہیں اور ان کا ہر کام حق تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے ہوتا ہے۔

(۱) یعنی جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کی تو عقلیں ماری گئیں ہیں ورنہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنا اور اللہ کے بخشے ہوئے مال اور کمال کو اللہ کے بندوں کی خدمت کے لئے خرچ کرنا ان باتوں میں بھلا کسی کا بگڑتا کیا ہے۔ کون انسان ہوگا جو ان باتوں کو اچھا نہ سمجھے گا اور ان کے قبول کرنے سے انکار کرے گا پھر ایمان لانے والوں کو اس بات کا اندیشہ بھی نہیں کرنا چاہیے کہ ان کو ان کے ایمان اور نیک اعمال کا بدلہ نہیں ملے گا۔ اللہ کے بارے میں ظلم اور حق تلفی کا خیال تک بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی فیاضی کا تو یہ عالم ہے کہ اگر ذرہ برابر بھی کسی نے نیکی کی ہے تو وہ اُسے دُگنا کر دیتا ہے اور اس کے کرنے والے کو دُگنا ثواب دیتا ہے پھر اسی پر بس نہیں۔ چاہتا ہے تو اس کے علاوہ بھی

لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضٰعِفْهَا
کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا بلکہ اگر ایک نیکی ہوتی ہے تو اس کو دوچند کر دیتا ہے
وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٤٠﴾ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ
اور اپنے پاس سے بڑا ثواب عطا فرماتا ہے (۱) بھلا اس دن کیا حال ہوگا جب ہم
كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا ﴿٤١﴾
ہر امت میں سے ایک گواہ طلب کریں گے اور اے پیغمبر! تم کو بھی ان لوگوں پر گواہی دینے کے لئے طلب کریں گے
يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوّٰى
تو اس دن کفر کرنے والے اور وہ لوگ جنھوں نے پیغمبر کی نافرمانی کی یہ آرزو کریں گے کہ کاش
بِهِمُ الْأَرْضُ ۗ وَلَا يَكْتُمُونَ اللّٰهَ حَدِيثًا ﴿٤٢﴾ يٰٓأَيُّهَا
ان کو (زمین میں دفن کر کے) مٹی برابر کر دی جاتی اور (اس دن) وہ اللہ سے کوئی بات نہیں چھپا سکیں گے (۲) اے
الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْتُمْ سُكٰرٰى
ایمان والو! جب تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب بھی نہ جاؤ
حَتّٰى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي
یہاں تک کہ سمجھنے لگو کہ منہ سے کیا کہتے ہو اور جنابت کی حالت میں بھی نماز کے قریب
سَبِيلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوا ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى أَوْ عَلٰى
نہ جاؤ جب تک غسل نہ کر لو سوائے سفر کی حالت کے اور اگر تم بیمار ہو یا سفر
سَفَرٍ أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ أَوْ لٰمَسْتُمُ
میں ہو یا تم میں سے کوئی بیت الخلا ہو کر آیا ہو یا تم عورتوں سے
النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَآءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا
ہم بستر ہوئے ہو اور تمھیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو

کچھ اپنی طرف سے عنایت فرماتا ہے۔

جب صورت حال یہ ہے کہ ایک طرف تو ایمان کی سب باتوں میں خیر ہی خیر ہے اور دوسری طرف اللہ کی فیاضی کا یہ عالم ہے کہ ایک ذرا سی نیکی پر کئی گُنا ثواب عنایت فرماتا ہے تو اس پر بھی جو لوگ ایمان کی قدر نہیں کرتے ان کی عقلوں کے بارے میں کیا کہا جائے۔

(۲) قیامت کے دن کافروں اور حق سے انکار کرنے والوں کا جو حسرت ناک حال ہوگا اس کا منظر پیش کیا جاتا ہے تاکہ ان کے دل پگھلیں، ان کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ ہٹے اور وہ اسلام قبول کر کے سعادت اور نجات کی راہ پر گامزن ہو جائیں۔

قیامت کے دن حشر کے میدان میں جب اللہ تعالیٰ ہر قوم کے مشرکوں، کافروں اور گناہگاروں سے ان کی بداعمالیوں کے بارے میں باز پُرس کرے گا اور ان کے انکار اور بداعمالیوں کے ثبوت میں ہر نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور گواہ کے پیش ہوں گے اور اس بات کی گواہی دیں گے کہ سچائی کا راستہ ہر قوم کو بتا دیا گیا تھا چنانچہ حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی امت کے منکروں کے خلاف گواہی دیں گے اور ان کو لاجواب کر دیں گے اس وقت منکرین حق کا بڑا ہی حسرت ناک حال ہوگا اور وہ حسرت و ندامت سے آرزو کریں گے کہ کاش وہ زمین میں دھنس جاتے اور اس طرح اپنی بداعمالیوں کی باز پُرس سے بچ جاتے لیکن ان کی یہ آرزو پوری نہ ہو سکے گی اور وہ اپنی کوئی بداعمالی اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپا سکیں گے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ هٰٓؤُلَآءِ کا اشارہ سابقہ پیغمبروں کی طرف بھی ہو سکتا ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سابقہ پیغمبروں کی صداقت پر گواہی دیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز مجھ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ قرآن سُناؤ۔ میں نے عرض کیا آپ پر تو قرآن نازل ہی ہوا ہے میں آپ کو کیا سُناؤں۔ فرمایا سُناؤ مجھے دوسروں کی زبان سے سُننا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ میں نے سورۂ نسآء پڑھنی شروع کی جب اس آیت (فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا الخ) کو ختم کیا تو ارشاد فرمایا کہ بس کرو میں نے جو نظر اٹھا کر دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

(یعنی مٹی پر ہاتھ مار کر) اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر پھیر لیا کرو بیشک اللہ

كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝٤٣ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا

معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے (۱) (اے پیغمبر!) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو

نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ

کتاب الٰہی سے ایک حصہ دیا گیا تھا لیکن اس کے باوجود گمراہی کو خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ

اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ۝٤٤ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَاۗىِٕكُمْ ۭ وَكَفٰى

تم بھی راستے سے بھٹک جاؤ اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اللہ

بِاللّٰهِ وَلِيًّا ڐ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ۝٤٥ مِنَ الَّذِيْنَ

کافی کارساز اور کافی مددگار ہے (اے پیغمبر!) یہودیوں میں کچھ لوگ

هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ

ایسے بھی ہیں جو الفاظ کو ان کی اصلی جگہ سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّۢا

ہم نے سن لیا اور نہیں مانا اور پیغمبر سے اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ کہہ کر خطاب کرتے اور اپنی زبانیں مروڑ کر

بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا

اور دین میں طعنہ زنی کے خیال سے (پیغمبر سے گفتگو کے وقت) رَاعِنَا کہتے ہیں (۲) اور اگر وہ یوں کہتے کہ

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ

ہم نے سن لیا اور مان لیا اور صرف اِسْمَعْ اور اُنْظُرْنَا کہہ کر خطاب کرتے تو

خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ

ان کے حق میں بہتر ہوتا اور بات بھی درست ہوتی لیکن اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر رکھی ہے

(۱) اس آیت میں نماز کے بارے میں چند احکام دئے گئے ہیں۔ پہلا حکم یہ ہے کہ نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھو کیونکہ نشہ میں آدمی کے ہوش وحواس ٹھکانہ نہیں رہتے اس کو یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے اور کیا دعائیں مانگ رہا ہے ایسی حالت میں نماز بالکل بے معنی ہے۔ جو نماز قبولیت کے لائق ہو اور جس سے رُوحانی اور اخلاقی فائدے پیدا ہوں وہ وہ نماز ہے جس میں آدمی کے ہوش وحواس قائم ہوں، اس پر بندگی کا خشوع طاری ہو اور اس کا دل محسوس کر رہا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا اس سے عرض معروض کر رہا ہے۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ ناپاکی کی حالت میں بھی نماز نہیں پڑھنی چاہیے بلکہ نہا دھو کر اور غسل کر کے نماز پڑھنی چاہیے۔

تیسرا حکم تیمم کا ہے معمولی حالات میں پاکی حاصل کرنے کے لئے وضو یا غسل کرنا ضروری ہے لیکن اگر عذر ہو تو وضو اور غسل کی بجائے پاک مٹی سے تیمم کرنا کافی ہے۔ عذر کی صورتیں یہ ہیں۔ بیماری کے پیدا ہونے یا بڑھ جانے کا خطرہ ہو۔

آدمی سفر میں ہو اور پانی صرف اتنا ہو کہ پینے اور کھانا پکانے کے کام آسکتا ہے آدمی ضرورت سے فارغ ہو یا عورت سے ہمبستر ہو اور وضو یا غسل کے لئے پانی نہ مل سکے۔

تیمم کا طریقہ یہ ہے

پاک مٹی پر دونوں ہاتھ مارے اور سارے مُنہ پر اچھی طرح پھیر لے۔ پھر دوبارہ مٹی پر ہاتھ مارے اور دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک پھیر لے۔

(۲) ان آیتوں میں یہودیوں کی گمراہیوں اور فتنہ پردازیوں کا بیان ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ یہودیوں کے پاس کتاب الٰہی (تورات) موجود ہے اور وہ ایک حد تک اس کا علم بھی رکھتے ہیں۔ لیکن ان کی بدبختی دیکھو کہ وہ اس سے ہدایت کی روشنی نہیں پاتے۔ بلکہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی سیدھے راستہ سے بھٹکاتے ہیں۔ یہودیوں کی گمراہیاں اور فتنہ پردازیاں کئی طرح کی ہیں بعض یہودی کتاب الٰہی میں تغیر وتبدل کر دیتے ہیں یعنی وہ کلمات اور آیات جن سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہوتی ہے ان کو بدل کر ان کی جگہ دوسرے الفاظ لکھ دیتے ہیں۔ یا جس حکم الٰہی سے ان کے اقتدار اور دنیوی فائدوں کو دھکا لگتا ہے اس کو بدل کر اپنی مرضی کے موافق لکھ دیتے ہیں۔

ان کی ایک گمراہی یہ تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اللہ کا کوئی حکم سُناتے تو وہ کہتے کہ (سَمِعْنَا) یعنی ہم نے سُنا لیکن آہستہ سے اس کے ساتھ (عَصَيْنَا) یعنی ہم نے نافرمانی کی بھی کہہ دیتے اور اس طرح احکام الٰہی کا مذاق اڑاتے۔

یہودیوں کی ایک فتنہ پردازی یہ تھی کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے تو شرارت سے ایسے الفاظ بولتے جن کے دو دو معنی ہوتے۔ مُسلمانوں کا دھیان تو ان کے اچھے اور مناسب حال معنی کی طرف رہتا لیکن خود یہودی اپنے دلوں میں ان کے بُرے اور مکروہ معنی مراد لے کر خوش ہوتے اور حسرت کی آگ بجھاتے مثلاً وہ (اِسْمَعْ کے ساتھ غَيْرَ مُسْمَعٍ) بھی بڑھا دیتے۔

فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا

اس لئے تھوڑے لوگوں کے سوا وہ ایمان نہیں لائیں گے (۱) اے اہل کتاب! اس

الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ

قرآن پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے وہ اس کتاب کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے

مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى

اس سے پہلے کہ ہم لوگوں کے چہرے بگاڑ کر ان کی پیٹھ کی طرف

اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ۗ

پھیر دیں یا ان پر اس طرح لعنت کریں جس طرح ہفتہ والوں پر کی تھی (یاد رکھو)

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ

اللہ کا حکم پورا ہو کر ہی رہے گا بیشک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ کسی کو

يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ

اس کا شریک بنایا جائے اور (ہاں) اس کے سوا جس کو چاہے گا بخش دے گا

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾

اور جس نے اللہ کا شریک بنایا تو وہ اللہ پر بہتان باندھ کر بڑے جرم کا مرتکب ہوا (۲)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۗ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ

(اے پیغمبر) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کو مقدس بتاتے ہیں (اپنے آپ مقدس بننے سے کیا فائدہ) بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۴۹﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ

مقدس بناتا ہے اور ان پر دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا دیکھو یہ لوگ

يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۗ وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا

اللہ پر کیسی جھوٹی تہمت باندھتے ہیں اور صریح گناہ ہونے کے لئے اتنی بات

(بقیہ تفسیر صفحہ ۱۵۱) اِسْمَعْ کے معنی ہیں (سنیے) یہاں تک تو ٹھیک ہے لیکن (غَیْرَ مُسْمَعٍ) کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تمھیں بری اور ناگوار بات نہ سنوائے لیکن دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ خدا تمھیں بہرا کردے یا ایسے موقع پر کبھی (رَاعِنَا) بولتے جس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ ہماری طرف توجہ کیجئے گفتگو میں ہمارا لحاظ رکھئے اور اس کے دوسرے معنی برے ہیں۔ کیونکہ یہ لفظ یہودیوں کی زبان میں تحقیر کے لئے بولا جاتا ہے یا اگر 'ع' کے زیر کو ذرا کھینچ کر پڑھیں تو (رَاعِیْنَا) ہو جائے گا جس کے معنی ہیں (ہمارا چرواہا)۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) یہودیوں کی گمراہیاں اور فتنہ پردازیاں بیان کرنے کے بعد نہایت شفقت آمیز انداز میں ان کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اگر یہ لوگ شرارت آمیز اور گستاخانہ الفاظ چھوڑ کر سیدھے سادے الفاظ مثلاً (سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا) اِسْمَعْ" اور اُنْظُرْنَا کہتے تو بات کرنے کا ایک سیدھا طریقہ تھا اور اس میں ان کے لئے خیر ہی خیر ہوتی لیکن مسلسل کفر اور بد اعمالیاں کر کے انھوں نے اپنی فطری صلاحیتوں کو مسخ کر لیا ہے اس لئے اللہ نے بھی ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ ان میں سے بہت تھوڑے ہی ایمان لاتے ہیں جیسے عبد اللہ بن سلامؓ اور ان کے ساتھی۔

(۲) قرآن کی نظر میں توحید کا عقیدہ زندگی کی بنیادی اور مرکزی حقیقت ہے جو شخص شرک کرتا ہے وہ کائنات کی بنیادی حقیقت کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے اور اللہ تعالےٰ پر بڑی تہمت لگاتا ہے اس لئے عقیدہ کی اصلاح اور توبہ کے بغیر اللہ تعالےٰ شرک کو نہیں معاف کرے گا لیکن اس کے سوا دوسرا گناہ چاہے چھوٹا ہو یا بڑا جس کیلئے چاہے بغیر توبہ کے بھی اللہ تعالےٰ اس کو معاف کرنے کا وعدہ فرماتا ہے۔ اگرچہ بہتر یہی ہے کہ انسان مرنے سے پہلے پہلے ہر چھوٹے بڑے گناہ سے توبہ کرے۔

مُبِينًا ﴿٥٠﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ
کھلا گناہ ہے (۱) (اے پیغمبر!) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب الہٰی سے حصہ دیا
الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ
گیا تھا کہ وہ بتوں اور شیطان کو مانتے ہیں اور کافروں کے
لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا
بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ مسلمانوں کی بہ نسبت زیادہ سیدھے راستہ
سَبِيلًا ﴿٥١﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَمَن يَلْعَنِ
پر ہیں (اے پیغمبر!) یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ لعنت
اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ﴿٥٢﴾ أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ
کرے تو تم ہرگز کسی کو اس کا مددگار نہ پاؤ گے (۲) کیا ان کے پاس سلطنت کا
مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ﴿٥٣﴾
کچھ حصہ ہے پس اگر ایسا ہو تو وہ تل برابر بھی لوگوں کو اس میں سے نہ دیں گے
أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن
یا اللہ نے اپنے فضل سے لوگوں کو جو کچھ دے رکھا ہے اس پر حسد کرتے ہیں (تو یہ کوئی
فَضْلِهِ ۖ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ
نئی بات نہیں۔ پہلے بھی) ہم نے ابراہیم کے خاندان کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی تھی
وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ﴿٥٤﴾ فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُم
اور بڑی بھاری سلطنت بھی بخشی تھی (۳) پھر لوگوں میں سے کوئی تو اس کتاب پر ایمان لایا اور
مَّن صَدَّ عَنْهُ ۚ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ﴿٥٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ
کسی نے اس سے رخ پھیر لیا اور ایسے لوگوں کے لئے دوزخ کی آگ کافی ہے۔ بلاشبہ جن لوگوں نے

(۱) یعنی یہودی اتنی بڑی بڑی خرابیاں رکھتے ہوئے بھی اپنے کو پاکیزہ اور مقدس بتاتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے محبوب ہونے کا دعویٰ کرتے اور اس پر بے جا فخر کرتے ہیں۔ حالانکہ اپنے منہ سے پاک بننے سے کوئی حقیقت میں پاک نہیں ہوجاتا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ جس کو چاہے پاکیزہ کرے حقیقت میں پاک وہ شخص ہے جو اللہ تعالےٰ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے
ع
جو شخص اللہ تعالےٰ کے محبوب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ حالانکہ اس نے اس کو محبوب نہیں بنایا ہے تو وہ اس پر بڑی تہمت لگاتا ہے جو نہایت سخت گناہ ہے۔

(۲) اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں مدینہ کے یہودی کفارِ قریش سے جا کر ملے۔ قریش کی خاطر بتوں کی تعریف کی اور ان کے طریقہ کو مسلمانوں کے طریقے سے اچھا بتایا۔ اس پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہ لوگ کتاب الہٰی کے حامل اور توحید کے مدعی ہیں اور کل تک یہ مشرکوں اور ان کے طریقہ کی مذمت کیا کرتے تھے لیکن آج مشرکوں کی مدد حاصل کرنے کے لئے اپنے اصول کے خلاف بتوں کی تعریف کرتے ہیں اور ان کے طریقہ کو مسلمانوں کے طریقہ سے بہتر بتاتے ہیں۔ کیسے بے ایمان بددیانت اور بے اصول لوگ ہیں
الربع
اسی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے اور جب ان پر اللہ تعالےٰ کی پھٹکار ہے تو کائنات میں ان کو مدد کہاں سے مل سکتی ہے کیسا عبرت کا مقام ہے اصول بھی ہاتھ سے گیا اور مدد سے بھی محروم ہے۔

(۳) یعنی یہ یہودی جو اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں اس قدر آپے سے باہر ہوگئے ہیں اس کی وجہ یا تو ان کا بخل ہے گویا وہ دنیا کی بادشاہت کے اجارہ دار ہیں اور اس لئے نہیں چاہتے کہ ایک ذرہ برابر بھی کسی اور کو کچھ ملے یا پھر یہ بات ہے کہ اللہ تعالےٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے طفیل سے عربوں کو جو نبوت اور سلطنت سے نوازا ہے اس پر یہ لوگ حسد کرتے اور مرے جاتے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کے حسد سے کچھ نہیں ہوتا نبوت اور سلطنت اللہ تعالےٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے اپنے فضل سے نوازے۔ آخر گذشتہ زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرت اسحٰقؑ کی اولاد میں نبوت اور سلطنت سینکڑوں برس تک جاری رکھی جس پر یہود آج بھی فخر کرتے ہیں اگر آج اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے دوسرے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد (عربوں) کو نبوت اور سلطنت سے سرفراز فرمایا تو اس میں کسی کے جلنے اور حسد کرنے کی کیا بات ہے۔

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۚ كُلَّمَا نَضِجَتْ
ہماری آیتوں سے انکار کیا ان کو ہم عنقریب آگ میں داخل کریں گے اور جب ان کی کھالیں
جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا
جل بھن جائیں گی تو ان کی بجائے ہم دوسری کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ
الْعَذَابَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ
چکھتے رہیں بیشک اللہ غالب اور حکمت والا ہے (۱) اور جو لوگ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم ان کو (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَهُمْ
نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے وہاں
فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۚ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا
ان (کی رفاقت) کے لئے پاک بیویاں ہوں گی اور ان کو ہم گھنے سایہ میں داخل
ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ
کریں گے (۲) (مسلمانو!) بلاشبہ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں (جب وہ مانگیں تو)
اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ
ان کے حوالے کردیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو
تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۚ
انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بیشک اللہ تم کو جس بات کی نصیحت کرتا ہے وہ کیا ہی اچھی ہے
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
بیشک اللہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے (۳) اے ایمان والو

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے خاندان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے سرفراز فرمایا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بھی حضرت ابراہیمؑ کے خاندان سے ہیں۔ لہٰذا جو لوگ محض حسد وعناد اور مال و دولت کی محبت کی وجہ سے آپ کی نبوت کا انکار کر رہے ہیں وہ درحقیقت خود اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ منکروں کے لئے دوزخ کی بھڑکتی آگ تیار ہے۔ اللہ تعالیٰ جو نہایت زبردست اور غالب ہے کسی کو ایسی سزا دینے میں اسے کوئی دقت اور دشواری نہیں، نیز مجرموں کو ان کے جرم کی نوعیت کے اعتبار سے سزا کا دیا جانا حکمت کے منافی نہیں بلکہ عین حکمت ہے۔ الربع

(۲) منکروں کے برخلاف جو لوگ قرآن اور اس کی ہدایتوں کو تسلیم کرتے ہیں اور ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور اس سلسلہ میں جو مصیبتیں اور تکلیفیں پیش آئیں ان کو ضبط اور صبر سے برداشت کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کو ان کے حسن عمل کی عمدہ جزا دی جائے گی یعنی ان کو سایہ دار آرام دہ باغ و محل ملیں گے اور انھیں ایسی عورتیں دی جائیں گی جو نہایت ستھری اور ہر طرح کی آلائش سے پاک ہوں گی۔

(۳) اس آیت میں مسلمانوں کو ادائے امانت اور قیام عدل کا حکم دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ مسلمانو! امانت والوں کی امانتیں ان کو پہنچا دو یعنی جو جس بات کا حقدار ہو اس کے حق کا اعتراف کرو اور جو چیز جس کسی کو ملنی چاہیئے وہ اس کے حوالے کردو۔ امانت رکھنے والے کی امانت ہو، قرض خواہ کا قرض ہو، وارث کا حق ہو، صلاحیت رکھنے والے کے لئے مناسب کام یا عہدہ ہو غرض جو جس کا حق ہے اور جو جس کا اہل ہے وہ اس کو ملنا چاہیئے۔

حکومت کا اقتدار اور معاملات کے فیصل کرنے کا اختیار بھی حقیقت میں ایک بڑی امانت ہے اس لئے اس امانت کے سلسلہ میں حکم دیا کہ جب لوگوں کے جھگڑے چکاؤ اور مقدمات کے فیصلے لکھو تو عدل و انصاف کا پورا پورا لحاظ رکھو ایسا نہ ہو کہ مال کی لالچ یا خانگی تعلقات کے دباؤ میں آکر انصاف کا خون کر بیٹھو۔

اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے حکومت والے ہیں

الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ

(ان کی بھی اطاعت کرو) پھر اگر کسی معاملہ میں باہم اختلاف ہو جائے تو اگر تم اللہ

اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اس معاملہ میں اللہ اور اس کے

وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۵۹ۧ

رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو اس میں تمہارے لئے بھلائی ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے (۱)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ

(اے پیغمبر) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ ہم اس کتاب پر ایمان لائے جو

اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ

تم پر نازل ہوئی اور ان کتابوں پر بھی جو تم سے پہلے نازل ہوئیں لیکن چاہتے ہیں کہ اپنا

يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا

مقدمہ ایک سرکش کے پاس لے جا کر فیصلہ کرائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اس کی بات

بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّھُمْ ضَلٰلًۢا

نہ مانیں اور شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ ان کو بھٹکا کر راستے سے دور

بَعِيْدًا ۶۰ وَاِذَا قِيْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ

ڈال دے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کی

اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ

طرف آؤ اور پیغمبر کے پاس آؤ تو تم منافقوں کو دیکھتے ہو کہ وہ تم سے

(۱) اس آیت کی رو سے تین اطاعتیں مسلمانوں پر فرض ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور مسلمان حاکموں کی اطاعت۔ واضح ہو کہ اسلام کے معنیٰ اللہ تعالیٰ کے احکام کے آگے سر جھکانا ہیں اس لئے مسلمانوں پر سب سے اوّل اور سب سے آخر اللہ تعالیٰ کی اطاعت فرض ہے۔ لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے والے اس کا کلام سنانے والے اس کے کلام کی تشریح کرنے والے اور اس کی ٹھیک ٹھیک تعبیر بتانے والے ہیں اور آپؐ کی پاک سیرت کلام الٰہی کی عملی تفسیر ہے اس لئے آپؐ کی اطاعت بھی مسلمانوں پر فرض فرمائی بلکہ آپ کی اطاعت کو عین اپنی اطاعت فرمایا مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ یعنی جو رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ حقیقت میں اللہ ہی کی اطاعت کرتا ہے۔

ع ۹

پھر سیاسی انتظام اور ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کی خاطر مسلمانوں کو حکم دیا کہ خلیفہ یا مسلمان بادشاہ اور چھوٹے بڑے وہ سب حاکم جن کو خلیفہ یا سلطان کی طرف سے اختیارات ملے ہیں اُن سب کی اطاعت تم سب پر ضروری ہے جب تک کہ ان کے احکام اسلامی تعلیمات کے خلاف نہ ہوں۔ لیکن اگر یہ لوگ اسلامی احکام کو پس پشت ڈال دیں تو پھر یہ عام مسلمانوں سے اپنی اطاعت کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خالق یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے مخلوق یعنی کسی انسان کی اطاعت نہیں کرنی چاہیئے۔ پھر مسلمانوں کے آپس کے اختلافات دور کرنے کیلئے ایک زریں اصول کی تعلیم دی اور فرمایا کہ مسلمانو! اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، ملت اسلامیہ کا بھلا چاہتے ہو اور اختلافات کے بُرے نتائج سے بچنا چاہتے ہو تو نفسانیت کو دلوں سے نکال کر اپنے اختلافی مسائل کو کتاب اللہ اور سنت رسول پر پیش کرو اور وہاں سے جو حکم ملے سب اس کے آگے سر تسلیم خم کر دو۔

عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ

رخ پھیر لیتے ہیں (۱) تو کیسی عجیب بات ہے کہ جب ان کے اعمال کی شامت

بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ

سے ان پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو پھر تمہارے پاس (بھاگے) آتے ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں

بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ﴿٦٢﴾ اُولٰٓئِكَ

کہ واللہ ہماری غرض تو بھلائی اور موافقت کی تھی (اے پیغمبر!) ان

الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ

لوگوں کے دلوں میں جو کچھ ہے اللہ اس کو خوب جانتا ہے پس تم ان کی باتوں کا کچھ خیال نہ کرو

وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا ﴿٦٣﴾

اور انہیں نصیحت کرو اور ان سے ایسی باتیں کہو جو ان کے دلوں میں اثر کر جائیں (۲)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ

اور ہم نے ہر رسول کو اس غرض سے بھیجا ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت

اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ

کی جائے اور جب لوگوں نے (تمہاری نافرمانی کرکے) اپنے اوپر ظلم کیا تھا اگر اس وقت تمہارے پاس حاضر ہوجاتے

فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا

اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (یعنی تم بھی) ان کے لئے بخشش طلب کرتے تو یہ لوگ دیکھ لیتے کہ

اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿٦٤﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اللہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے (۳) (اے پیغمبر!) تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہوسکتے

حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ

تاوقتیکہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تم کو منصف نہ بنائیں اور تم جو فیصلہ کردو

(۱) اس رکوع کی چند آیتوں میں ان لوگوں کو سخت تنبیہ کی گئی ہے جو زبان سے تو اللہ پر اس کے رسول پر اور ساری الہامی کتابوں پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اپنے جھگڑے قضیئے چکانے کیلئے کسی شیطان سیرت انسان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اللہ کے رسول کے فیصلہ کے سامنے سر اطاعت خم نہیں کرتے۔ ان آیتوں کی شان نزول یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک یہودی اور ایک منافق میں کچھ جھگڑا ہو گیا۔ منافق نے کہا کہ یہودی عالم کعب بن اشرف کے پاس چلیں اور اس سے فیصلہ کرالیں۔ لیکن یہودی اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ چنانچہ آپؐ نے ان کا مقدمہ سماعت فرمایا اور یہودی کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا۔ مگر منافق راضی نہ ہوا اور دونوں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے۔ یہودی نے حضرت عمرؓ سے آنحضرتؐ کے فیصلہ کی کیفیت بیان کردی حضرت عمرؓ نے منافق سے دریافت کیا کہ یہودی کا بیان ٹھیک ہے اس نے عرض کیا کہ ٹھیک ہے۔ اس جواب کے سنتے ہی حضرت عمرؓ نے منافق کی گردن اڑا دی۔

(۲) یعنی ان منافقوں کا حال یہ ہے کہ جب ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو یہ تمہارے پاس دوڑے آتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ مقتول منافق کے وارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قسمیں کھا کھا کر کہنے لگے کہ آپ کے فیصلہ سے ناراضگی مقصود نہ تھی بلکہ مقصود صرف یہ تھا کہ حضرت عمرؓ دونوں میں میل ملاپ کرادیں۔

اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ ہم ان کے دلوں کا حال خوب جانتے ہیں یہ سراسر جھوٹ بول رہے ہیں۔ خیر، اے پیغمبر! تم ان کی بداعمالیوں کی پروا مت کرو اور موثر انداز میں ان کو نصیحت کرتے رہو۔

(۳) یعنی رسول کے بھیجنے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے حکم کے پیش نظر ان کے فیصلوں کی تعمیل کی جائے لہٰذا اے پیغمبر! تمہارے فیصلہ کے سامنے انہیں بھی سر تسلیم خم کر دینا چاہئے تھا لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا پھر اس کے بعد بھی انہوں نے ایک اور قصور کیا۔ لغزش سرزد ہو جانے کے بعد بھی ان کو یہ کرنا چاہیئے تھا کہ تمہارے پاس شرمندگی ظاہر کرتے ہوئے آتے، اللہ سے معافی چاہتے اور تم بھی ان کے لیئے اللہ سے بخشش طلب کرتے اگر وہ ایسا کرتے تو یقیناً وہ دیکھتے کہ اللہ ان پر مہربان ہوتا اور ان کی توبہ قبول فرماتا لیکن افسوس کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ ڈھٹائی سے پیش آئے اور جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اپنے آدمی کو بے قصور ثابت کرنا چاہا۔

أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ وَلَوْ
اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں بلکہ دل و جان سے اس کو قبول کر لیں (۱) اور اگر
أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا
ہم انھیں حکم دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر ڈالو یا اپنے گھر
مِن دِيَارِكُم مَّا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْ ۖ وَلَوْ
چھوڑ کر نکل جاؤ تو چند آدمیوں کے سوا کوئی بھی اس کی تعمیل نہ کرتا حالانکہ
أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ
جس بات کی انھیں نصیحت کی جاتی ہے اگر یہ اس پر عمل کرتے تو ان کے حق میں بہتر اور (دین میں) زیادہ ثابت قدمی
تَثْبِيتًا ﴿٦٦﴾ وَإِذًا لَّآتَيْنَاهُم مِّن لَّدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٦٧﴾
کا موجب ہوتا اور اس وقت ہم ان کو اپنی طرف سے بڑا اجر عطا فرماتے
وَلَهَدَيْنَاهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿٦٨﴾ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ
اور ان کو سیدھا راستہ بھی دکھاتے (۲) اور جو لوگ اللہ اور اس کے
وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم
رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (آخرت میں) ان (برگزیدہ بندوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے بڑا انعام
مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ
فرمایا یعنی انبیا، اور صدیقین اور شہدا، اور صالحین
وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ﴿٦٩﴾ ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ ۚ
اور یہ بہت اچھے رفیق ہیں اللہ کا فضل ہے
ع ۹ ۱۱ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا ﴿٧٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا
اور اللہ جاننے والا کافی ہے (۳) اے ایمان والو اپنے بچاؤ کا

(۱) یعنی جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو نہ مانے وہ ہرگز سچا مومن نہیں ہو سکتا اور صرف حکم مان لینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ آپ کے حکم کو خوشی خوشی مانے اور آپ کے حکم کے خلاف دل میں کوئی گرانی اور خلش محسوس نہ کرے۔

(۲) یعنی اگر ہم ان منافقوں کو یہ حکم دیتے کہ اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو ان سے اُمید نہیں کہ سب کے سب اس حکم کی تعمیل کرتے، ہاں تھوڑے کر لیتے۔ اور اگر یہ لوگ ہماری نصیحتوں پر عمل کرتے تو اس میں ان کے لئے خیر ہی خیر تھی اور اس سے ان کا ایمان بھی پختہ ہو جاتا۔ اس کے علاوہ ہم ان کو بڑا ثواب دیتے اور دنیا اور آخرت میں سیدھی راہ پر چلاتے۔ لیکن افسوس کہ انھوں نے ہمارے پیغام کو ٹھکرا دیا اور سیدھا راستہ گم کر دیا۔

(۳) آخرت میں فرماں بردار اور اطاعت شعار بندوں پر جو اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم ہوگا اس کو اس آیت میں ظاہر فرمایا تاکہ لوگوں میں اطاعت شعاری کا جذبہ اُبھرے اور وہ شوق سے اس راہ پر گامزن ہوں۔

ارشاد ہوتا ہے کہ جو لوگ ضروری احکام میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کریں گے، ان کی اس تھوڑی سی فرماں برداری کی یہ قدر ہوگی کہ آخرت میں ان کو اللہ تعالےٰ کے خاص انعام یافتہ بندوں، انبیا، صدیقین، شہدا، اور صالحین کی رفاقت اور معیت حاصل ہوگی۔ یہ بزرگ کیسے اچھے رفیق اور ساتھی ہیں اور کون انسان ہوگا جس کے دل میں ان بزرگوں کی رفاقت کی طلب نہ ہوگی۔

یاد رکھو! یہ محض اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم ہے کہ وہ تھوڑی سی اطاعت کی یوں قدر افزائی فرمائے گا۔ واضح ہو کہ قرآن کی رو سے انعام یافتہ اور مقبول بندوں کے چار گروہ ہیں۔ انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین۔

انبیا سے وہ بزرگ ہستیاں مُراد ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے منتخب فرمایا، جن پر خاص فرشتہ کے ذریعہ اپنا کلام اُتارا جنھوں نے مختلف قوموں اور مختلف زبانوں میں بنی نوع انسان کو خدا پرستی اور نیک عملی کی تعلیم دی۔

صدیق، ایک حق شناس اور حق پرست انسان ہوتا ہے اس کی فطرت کو حق و صداقت سے کامل مناسبت ہوتی ہے جب تک صداقت اسکے سامنے نہیں آتی وہ اسکی تلاش میں رہتا ہے اور جوں ہی صداقت سے اسکی نظریں چار ہوئیں وہ مسکراتا ہوا اسکی طرف بڑھتا اور ہمیشہ کیلئے اس کا دامن تھام لیتا ہے۔

شہید وہ بہادر انسان ہوتا ہے جو سچائی کا بول بالا کرنے میں کسی مخالفت کی پروا نہیں کرتا اور کسی سے نہیں ڈرتا وہ ڈنکے کی چوٹ پر حق و صداقت کا اعلان کرتا ہے، چاہے اس کام کیلئے اسکو اپنی جان ہی کیوں نہ دینی پڑے۔

صالح ہر وہ نیک فطرت انسان ہے جو صحیح عقیدہ رکھے اور نیک عملی کی زندگی گزارے۔

حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ۝۷۱ وَاِنَّ

سامان کرو پھر یا تو جماعت جماعت ہو کر نکلا کرو یا سب اکٹھے کوچ کیا کرو اور (دیکھو)

مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ

تم میں کوئی ایسا بھی ہے جو (عمداً) دیر لگاتا ہے پھر اگر تم پر کوئی مصیبت پڑ جائے تو کہتا ہے

قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ۝۷۲

کہ اللہ نے مجھ پر بڑی مہربانی کی کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا

وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ

اور اگر تم پر اللہ کا فضل و کرم ہو تو اس طرح سے کہ گویا تم میں اور اس میں دوستی

تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ

ہی نہیں، (افسوس کرتا) اور کہتا ہے کہ کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا

فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝۷۳ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

تو مجھ کو بھی بڑی کامیابی ہوتی (۱) جو لوگ آخرت کے بدلے دنیا کی

الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ

زندگی کو بیچنا چاہتے ہیں ان کو چاہیے کہ اللہ کی راہ میں دشمنوں سے لڑیں اور جو شخص

يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ

اللہ کی راہ میں دشمنوں سے لڑے پھر شہید ہو جائے یا غلبہ پائے ہم عنقریب

نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۷۴ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ

اس کو بڑا اجر دیں گے اور (مسلمانو!) تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں اور

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ

ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے

(۱) اس رکوع سے جہاد کے احکام، اس کی ضرورت اور مصلحت کا بیان شروع کیا گیا ہے اور جہاد کے تعلق سے منافقوں کی جو نافرمانیاں اور بدعنوانیاں تھیں ان کو بھی ظاہر کیا گیا ہے۔

پہلے تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ دشمن سے غافل نہ رہیں۔ مقدور بھر اپنی حفاظت کا سامان تیار رکھیں اور جب وقت آئے تو دشمن کے مقابلہ کے لئے چھوٹے چھوٹے دستے بنا کر یا سب اکٹھے ہو کر جیسی کچھ مصلحت ہو نکلیں پھر منافقوں کی منافقانہ چال کا ذکر کیا گیا ہے۔

صورتِ حال یہ تھی کہ جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو اپنی حفاظت کی خاطر تلوار اٹھانی پڑتی اور مسلمانوں کا لشکر تیار ہو کر جہاد کے لئے نکلتا تو منافق اور چند کمزور ایمان والے، عبد اللہ بن ابی کی سرداری میں جمع ہو کر کچھ حیلے بہانے کرکے اسلام کے لشکر کا ساتھ نہیں دیتے اور تماشائیوں کی طرح الگ کھڑے ہو جاتے۔ پھر اگر اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوتی تو خوش ہوتے اور کہتے کہ اچھا ہوا ہم ان لوگوں کے ساتھ جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔

اور اگر مسلمانوں کا لشکر کامیابی کے ساتھ واپس آتا تو رشک و حسد سے جل مرتے اور کہتے کہ کاش ہم نے بھی ان کا ساتھ دیا ہوتا تو آج کامیابی میں ہمارا بھی حصہ ہوتا۔

وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ
جو (اللہ سے) دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے پروردگار! ہم کو اس بستی سے نکال کر

هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ
(کہیں اور لے جا) جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے کسی کو

لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۟ ۷۵
ہمارا حامی بنا اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار بنا (۱)

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ
وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو (مسلمانو!) تم شیطان کے طرفداروں

الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۟ ۷۶ اَلَمْ تَرَ
سے لڑو کیوں کہ شیطان کا فریب بودا ہوتا ہے (۲) (اے پیغمبر!) کیا تم نے

اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا
ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو جنگ سے روکے رکھو اور نماز

الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ
پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو پھر جب ان پر جہاد فرض کر دیا

الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ
گیا تو ان میں سے ایک جماعت لوگوں سے ایسے ڈرنے لگی جیسے اللہ سے ڈرنا

اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ
چاہیے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور یوں کہنے لگے کہ اے پروردگار! تو نے ہم پر

(۱) اس آیت میں جہاد کی ضرورت اور مصلحت بیان کی گئی ہے صورت حال یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی بڑی تعداد کے ہجرت کر جانے کے بعد بھی کچھ بے بس مرد عورتیں اور بچے مکہ میں رہ گئے تھے جو گویا کہ قریش کی قید میں تھے اور قریش کا ظلم وستم سہتے رہتے تھے۔ یہ دیکھ کر کہ وہ کمزور اور بے بس ہیں قریش ان کے اوپر اور بھی سختی کرنے لگے تھے تاکہ تکلیفوں سے گھبرا اٹھیں اور اسلام چھوڑ کر کفر کی طرف لوٹ جائیں۔ یہ بے چارے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتے اور اس سے فریاد کرتے کہ اے پروردگار! ہم کو اس بستی سے جہاں کے باشندوں نے ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے ہم کو نجات دلا دے اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا کارساز بنا دے اور کسی کو ہماری مدد کے لئے کھڑا کر دے۔

ع اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد سنی اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ جہاد کریں، مظلوموں اور بے کسوں کی حمایت کریں اور انھیں ظالموں کے پنجہ سے نجات دلائیں۔

(۲) یعنی جنگ سے مسلمانوں کا مقصد یہ ہے کہ مظلوموں کی حمایت کی جائے، ان کو ظالموں کے پنجہ سے نجات دلائی جائے اور دنیا میں امن و امان قائم کیا جائے۔ برخلاف اس کے کافر شیطانی کاموں میں یعنی دنیا میں شر و فساد پھیلانے اور ظلم کرنے کے لئے لڑتا ہے۔ جب حقیقت یہ ہے تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ شیطان کے حمایتیوں سے بے دھڑک ہو کر لڑیں کیونکہ شیطانی مکر و فریب کا جال بہت کمزور ہوتا ہے۔

(۱) مکہ کی زندگی مسلمانوں کیلئے سخت آزمائش کی زندگی تھی بعض جوشیلے جوان قریش کے ظلم وستم سے تنگ آکر بے قابو ہوگئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی اجازت طلب کی۔ جواب ملا کہ جلدی نہ کرو صبر سے کام لو، نماز کے ذریعہ نفس اور اخلاق کی اصلاح کرو اور زکوٰۃ وصدقات کے ذریعہ اپنا مال پاک کرو لیکن جب مدینہ میں مناسب وقت پر جہاد کا حکم دیا گیا تو منافق اور کچھ مسلمان بھی جو ایمان میں کچے تھے گھبرا اٹھے اور آدمیوں سے ایسے ڈرنے لگے جیسے کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور آرزو کرنے لگے کہ کاش جنگ کا حکم نہ دیا جاتا اور ہم کچھ دن اور زندہ رہتے اس آیت میں انہی لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۗ قُلْ

جہاد کیوں فرض کردیا ہم کو تھوڑے دنوں کی مہلت اور کیوں نہ دی (۱) (اے پیغمبر! ان سے)

مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى

کہدو کہ یہ دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے اور پرہیزگاروں کے لئے آخرت ہی بہتر ہے

وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝۷۷ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ

اور (وہاں) تم پر تاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا تم جہاں کہیں بھی ہو موت (ضرور) تم کو

الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ وَاِنْ تُصِبْهُمْ

آپکڑے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں (چھپ کر) رہو (۲) اور (اے پیغمبر!) ان کو کوئی

حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ

بھلائی کی بات پیش آئے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی تکلیف

سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ۗ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ

پہنچے تو کہتے ہیں یہ تمہاری طرف سے ہے تم (ان سے) کہدو کہ سب کچھ اللہ کی طرف

اللّٰهِ ۗ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ

سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ بات بھی نہیں سمجھ

حَدِيْثًا ۝۷۸ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۡ وَمَآ

سکتے (۳) (اے انسان!) جو کچھ تجھے بھلائی پیش آئے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو

اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۗ وَاَرْسَلْنٰكَ

تکلیف تجھ کو پہنچے وہ خود تیرے نفس کی وجہ سے ہے اور (اے محمدؐ!) ہم نے تم کو لوگوں

لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۗ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝۷۹ مَنْ يُّطِعِ

کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور (اس بات کا) اللہ ہی گواہ کافی ہے جس نے رسول کی

(۲) اوپر کی آیت میں جہاد سے جی چرانے والوں کا ذکر کیا تھا۔ اس آیت میں ان کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اے پیغمبر! ان سے کہدو کہ دنیا کی زندگی کی حرص میں تم جہاد سے ڈر رہے ہو اور یہ خیال کرتے ہو کہ اگر جہاد میں مارے گئے تو دنیا کی پرلطف زندگی سے محروم ہو جاؤ گے۔

بات یہ ہے کہ تم حقیقت حال سے واقف نہیں ہو حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا کا عیش وآرام ناپائدار ہے۔ ادھر آنکھ بند ہوئی اور اُدھر کچھ بھی نہیں۔ اس فانی اور زوال پذیر زندگی سے دل لگانا اور موت سے ڈرنا عقلمندی کے خلاف ہے۔ یاد رکھو کہ جو لوگ پرہیزگار ہیں اور اللہ کے احکام کی خوشی خوشی تعمیل کرتے ہیں ان کے لئے آخرت کی زندگی بدرجہا بہتر ہے۔ وہاں ان کو ہمیشہ کا عیش وآرام حاصل ہوگا پھر عقلمند آدمی جہاد سے کیوں جی چرائے۔ اور یاد رکھو اس زندگی میں جتنے اچھے عمل کرو گے ان سب کا پورا پورا بدلہ تم کو ملے گا۔ اور تمہاری حق تلفی بالکل نہ ہوگی۔ اس کے علاوہ اس حقیقت کو بھی ذہن نشین کرلو کہ جہاد میں شریک نہ ہونا تم کو موت سے نہیں بچا سکتا۔ موت بہرحال یقینی ہے اور اس کا ایک وقت مقرر ہے۔ اگر تمہاری موت نہیں ہے تو تم میدان جنگ سے بھی زندہ سلامت واپس ہو سکتے ہو لیکن اگر اس کا وقت آگیا ہے تو چاہے تم مضبوط برجوں میں چھپ کر بیٹھو وہ وہاں بھی تم کو آدبائے گی۔ جب حقیقت حال یہ ہے تو حق کی تائید میں اور باطل کے خلاف صف آرا ہوتے سے ہچکچانا عبث ہے

(۳) منافقوں کا یہ حال تھا کہ اگر جہاد میں کامیابی ہوتی اور مال غنیمت خوب ملتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپؐ کی تدبیر کی کامیابی کو تسلیم نہیں کرتے اور کہتے کہ یہ تو اللہ کی طرف سے ہے لیکن اگر مسلمانوں کو خاطر خواہ کامیابی نہ ہوتی تو آپ کی تدبیر میں عیب نکالتے اور آپؐ پر الزام دھرتے۔ ان کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اے پیغمبر! ان سے کہدو کہ نفع ونقصان، رنج وراحت اور مصیبت ومسرت سب اللہ ہی کی طرف سے ہے کیونکہ وہی ہر شئے کو وجود بخشنے والا اور ہر فعل کو ظہور میں لانے والا ہے تو جس طرح جہاد کی فتح مندیوں کو اللہ کی طرف سے سمجھتے ہو اسی طرح جہاد کی ناکامیوں کو بھی اسی کی طرف سے جانو اور اس کی راہ میں جو آزمائشیں پیش آئیں ان کو ہمت اور صبر کے ساتھ اسی طرح برداشت کرو جس طرح رسول اللہؐ اور مخلص ایمان والے کرتے ہیں لیکن تمہارا تو یہ حال ہے کہ تم جہاد کی آزمائشوں سے طیش میں آکر اللہ کو بھول جاتے ہو اور رسولؐ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہو۔ تمہاری عقلوں پر افسوس ہے کہ تم اتنی سی بات بھی نہیں سمجھتے۔

پھر دیکھو کہ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ کی تعلیم سے تمہیں یہ غلط فہمی نہ ہو کہ تم انسان کے اختیار اور عمل کی طرف سے بالکل غافل ہو جاؤ اور سب کچھ اللہ پر چھوڑ کر زندگی کی ذمہ داریوں سے آزاد ہو بیٹھو۔ خوب یاد رکھو کہ اللہ نے بندہ کو اپنا اختیار سپرد کیا ہے اور اس کے ہر عمل کے لئے اچھا یا برا بدلہ ٹھہرا دیا ہے۔ بندہ اپنے اختیار اور کسب کے ذریعہ اپنے اعمال کی صورت گری کرتا ہے اور ان کے نتائج کا ذمہ دار ہوتا ہے لیکن چونکہ تنہا حق تعالیٰ کی ذات ہی خیر وبرکت کا سرچشمہ ہے جس کے فیضان سے ساری مخلوق مستفید ہو رہی ہے اس لئے بندہ کو چاہئے کہ زندگی میں جو خیر وبرکت اور نعمت ومسرت پیش آئے اس کو حق تعالیٰ ہی کی طرف لوٹا دے اور اسی کا فضل جانے بخلاف اس کے زندگی کے آلام ومصائب کو اپنے نفس کی طرف منسوب کرے کیونکہ وہی شر وفساد کا محل اور اس کا سبب ہے۔

الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ
اطاعت کی تو (حقیقت میں) اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے نافرمانی کی تو (اے پیغمبر!) ہم نے تمہیں ان کا نگہبان
عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿٨٠﴾ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ
بنا کر نہیں بھیجا ہے (۱) اور یہ لوگ (تمہارے سامنے) کہتے ہیں کہ تمہاری فرماں برداری منظور ہے پھر جب تمہارے پاس سے
عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِىْ تَقُوْلُ ۚ
(اٹھ کر) باہر جاتے ہیں تو ان میں سے کچھ لوگ جو کچھ تم سے کہہ چکے تھے اسکے خلاف رات کے وقت مشورے کرتے ہیں
وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ
اور جو مشورے یہ راتوں میں کرتے ہیں اللہ ان کو لکھ لیتا ہے تو تم ان کی طرف توجہ مت کرو اور اللہ پر
عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿٨١﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ
بھروسہ رکھو اور اللہ ہی (تمہارا) کارساز کافی ہے (۲) کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں
الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ
کرتے اور اگر یہ (قرآن) اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو لوگ اس میں
اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿٨٢﴾ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ
بہت سا اختلاف پاتے (۳) اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر
اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۭ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ
آتی ہے تو یہ فوراً اسے مشہور کردیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اس خبر کو اللہ کے رسول کے سامنے اور
اِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ
نیز اپنے حاکموں کے سامنے پیش کرتے تو ان میں سے جو حضرات بات کی تہہ کو پہنچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں
مِنْهُمْ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ
وہ (اس خبر) کی اصلیت معلوم کرلیتے۔ اور (اے مسلمانو!) اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے چند کے سوا

(۱) یعنی اللہ کے رسول کا مقام تو یہ ہے اس کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ تو جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتے ہیں وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا ہیں اور ان کی نافرمانی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی ذمہ داری نہیں آتی۔ رسول اللہ کا کام یہ ہے کہ پیغام پہنچا دیں، ماننا یا نہ ماننا لوگوں کا کام ہے، رسول کے ذمہ یہ کام نہیں کہ جبراً ان سے اطاعت کرائیں۔

(۲) منافقوں کی ایک بد باطنی یہ تھی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو کہتے کہ آپ کا حکم ہمارے سر آنکھوں پر ہم یقیناً آپ کی اطاعت کریں گے۔ لیکن راتوں کو خفیہ مجلس جما کر آپ کے خلاف مشورے کرتے۔ ان لوگوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ شاید تم یہ سمجھتے ہو کہ ان خفیہ مجلسوں کی کسی کو خبر نہ ہوگی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ان کارروائیوں کو فرشتوں کے ذریعہ لکھ رکھا ہے۔ پھر اپنے پیغمبر سے فرماتا ہے کہ تم ان کی مخالفتوں اور سازشوں کی پرواہ مت کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو، اللہ جس کا کارساز اور مددگار ہو اس کو کسی کی مخالفت کا کیا ڈر ہے۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخالفوں میں سب سے بڑا نزاعی مسئلہ یہ تھا کہ آپ قرآن کو وحی الٰہی کہہ کر پیش فرماتے تھے اور مخالفین اس کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے اسی لئے قرآن کے وحی الٰہی ہونے کا بیان خود قرآن میں کئی بار اور مختلف انداز میں کیا گیا ہے۔

چنانچہ اس آیت میں بھی قرآن کے وحی الٰہی ہونے کی ایک قوی دلیل پیش کی گئی ہے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر یہ قرآن کلام الٰہی نہیں ہوتا بلکہ کسی انسان یا جن کا بنایا ہوا ہوتا تو اس کے بہت سے بیانات میں اختلاف ہوتا۔ کوئی حصہ بلاغت کے اعلیٰ درجہ پر ہوتا کہ اس کے مثل لوگ نہ کہہ سکتے۔ کچھ اس سے کم کہ اس کے مثل پر لوگ قادر ہوتے۔ کچھ پیشین گوئیاں صحیح ہوتیں اور کچھ غلط۔ کہیں تناقض ہوتا، کہیں کچھ، کہیں کچھ، غرض کہ سیکڑوں اختلافات ہوتے۔ بیان کی سلاست، کلام کی بلاغت، معانی اور مطالب کی یکسانیت کہاں سے آتی۔ لیکن قرآن میں عقائد اور احکام کا بیان ہے اور گذشتہ واقعات کی خبریں ہیں اور آئندہ حوادث کے متعلق پیشین گوئیاں ہیں اور ان میں باہم نہ کوئی اختلاف ہے اور نہ تضاد۔ کسی قسم کا ذرہ برابر اختلاف نہ ہونا قطعی دلیل ہے کہ یہ خداوند ذوالجلال کا کلام ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔

الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٨٣﴾ فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا

سب کے سب شیطان کے پیچھے ہو لیتے (۱) تو اے پیغمبر! تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو تم پر اپنی ذات کے سوا کسی

تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ

اور کی ذمہ داری نہیں اور مسلمانوں کو (جہاد کی) ترغیب دو عجب نہیں کہ بہت

اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ

جلد اللہ کافروں کی لڑائی بند کردے اور اللہ لڑائی میں بہت شدید اور

اَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿٨٤﴾ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ

عذاب دینے میں بہت سخت ہے (۲) جو شخص اچھی بات کی سفارش کرے تو اس (کے ثواب)

نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ

میں سے اس کو حصہ ملے گا اور جو شخص بری بات کی سفارش کرے تو اس (کے

لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿٨٥﴾

عذاب) میں سے اس کا حصہ ہوگا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے (۳)

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۭ

اور جب تم کو کوئی سلام کرے تو اس سے بہتر (الفاظ میں) سلام کرو یا (کم از کم) وہی الفاظ لوٹا دو

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿٨٦﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ

بےشک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے (۴) اللہ (ایسا ہے کہ) اس کے

اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ

سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ قیامت کے دن تم سب کو (اپنے حضور میں) جمع کرے گا اس (دن کے آنے) میں کچھ شک نہیں

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿٨٧﴾ ع فَمَا لَكُمْ فِي

اور اللہ سے بڑھ کر بات کا سچا کون ہے (مسلمانو!) تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ

النصف

ع ١١ / ٨

(۱) منافقوں اور بعض مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ جب کبھی وہ کوئی بات امن کی یا خوف کی سن پاتے تو منافق محض شرارت سے اور مسلمان ناسمجھی کی وجہ سے اس بات کو لے اڑتے اور لوگوں میں پھیلا دیتے۔ بعض وقت اس حرکت سے ملت کے مفاد کو نقصان پہنچا۔ منافقوں کا تو خیر مقصد زندگی ہی ملت اسلامیہ کے مفاد کو نقصان پہنچانا تھا ان پر تو نصیحت کا اثر ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ البتہ مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ حرکت نہایت نازیبا اور دانشمندی کے خلاف ہے۔ ایسے موقع پر کرنا یہ چاہیے کہ اس خبر کو متعلقہ حاکموں اور معاملہ فہم لوگوں کے پاس پہنچا دو تاکہ وہ خبر کے بارے میں تحقیق کرلیں کہ واقع میں یہ خبر صحیح بھی ہے یا نہیں۔ پھر اگر صحیح ہے تو اس کو عوام میں پھیلانا مفید ہوگا یا نہیں۔ اگر حکام مناسب سمجھیں تو اس سے عوام کو مطلع کریں ورنہ خاموش رہیں۔

آخر میں فرماتا ہے کہ مسلمانو! حقیقت یہ ہے کہ شیطان تم کو بہکاتا ہے اور تم غفلت اور ناسمجھی کی وجہ سے اس کے بہکانے میں آجاتے ہو۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ ایسے موقع پر قرآن کے ذریعہ شیطان کی چالوں سے تم کو متنبہ کردیتا ہے اور صحیح طریقہ کار کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو سوائے چند کامل ایمان والوں کے تم سب کے سب شیطان کے پیچھے ہو لیتے اور اپنی زندگی تباہ کرلیتے لہٰذا اس بات کی قدر کرو اور اللہ کے احکام کی مقدور بھر تعمیل کرو۔

(۲) لکھا ہے کہ جنگ احد سے واپس ہوتے ہوئے ابوسفیان نے اعلان کیا کہ آئندہ سال بدر صغریٰ کے میدان میں پھر ہمارا اور تمہارا مقابلہ ہوگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی کا ارادہ فرمایا۔ اس وقت بعض لوگوں نے تازہ زخموں کی شدت کی وجہ سے اور بعض نے افواہوں سے ڈر کر روانگی میں تامل کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرمایا کہ تم مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو۔ اگر کوئی آمادہ نہ ہو تو تم پروا مت کرو اور تنہا ہی نکل کھڑے ہو۔ کیا عجب ہے کہ اللہ کافروں کا زور توڑ دے اور لڑائی کو روک دے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب آپؐ نے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو ستر صحابہ ہم رکاب ہوگئے۔ آپؐ مقررہ تاریخ پر بدر صغریٰ کے مقام پر پہنچ گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے مکہ والوں کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ لوگ نہیں آئے۔ اس وقت بدر صغریٰ میں سالانہ بازار کا زمانہ تھا۔ مجاہدین نے بھی تین روز وہاں ٹھہر کر خوب کاروبار کیا اور نفع کماکر خیر خوبی کے ساتھ مدینہ واپس ہوئے۔

(۳) یعنی نیک کام میں کسی کے لئے سعی و سفارش کرنی چاہیئے۔ یہ خود اپنی جگہ ایک نیک کام ہے۔ سفارش کرنے والا بھی اسی طرح ثواب کا مستحق ہوسکتا ہے جس طرح اصل کام کرنے والا۔ اس کے برخلاف ناجائز اور برے کام میں کسی کی سعی و سفارش نہ کرنی چاہیئے ورنہ اصل کام کرنے والے کے ساتھ ایسی سفارش کرنے والا بھی عذاب میں مبتلا ہوگا۔

(۴) مسلمانوں کو اخلاق اور حسن معاشرت کی تعلیم دیتے ہوئے یہ ادب سکھایا جاتا ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں ملیں تو ایک دوسرے کو دعا دے یعنی سلام کرے جس کا مطلب یہ ہے کہ تم سلامتی اور عافیت سے رہو اور دوسرے کو چاہیئے کہ زیادہ بہتر الفاظ میں جواب دے ورنہ کم از کم اسی کے الفاظ دہرا دے جیسے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کے جواب میں بہتر یہ ہے کہ وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کہے ورنہ وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ تو ضرور کہے۔

اَلْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ

منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو گئے ہو حالانکہ اللہ نے ان کی بداعمالیوں کے سبب سے ان کو اوندھا کر دیا ہے

اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ایسے لوگوں کو ہدایت کرو جن کو اللہ نے گمراہ کر دیا ہے اور جس کو اللہ گمراہ کرے

اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ

تو اس کے لئے تم ہرگز کوئی سبیل نہ پاؤ گے وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ کافر ہیں

كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ

تم بھی کافر ہو جاؤ پھر تم سب برابر ہو جاؤ تو جب تک وہ اللہ کی راہ میں وطن نہ

اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا

چھوڑیں تم ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ پھر اگر وہ (تم سے) روگردانی کریں

فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا

تو انہیں پکڑو اور جہاں کہیں انہیں پاؤ قتل کر دو اور

تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ

ان میں سے کسی کو اپنا دوست اور مددگار نہ بناؤ (۱) مگر وہ لوگ

يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ

جو ایسی قوم سے جا ملیں کہ تم میں اور ان میں صلح کا معاہدہ ہے یا ایسی حالت میں تمہارے

حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا

پاس آئیں کہ ان کے دل تمہارے ساتھ یا اپنی قوم کے ساتھ جنگ کرنے سے تنگ

قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ

آ گئے ہوں اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر مسلط کر دیتا پھر وہ تم سے ضرور لڑتے

(۱) معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ مکہ کے مشرکوں میں سے کچھ لوگ مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور اسلام ظاہر کیا چند روز کے بعد تجارت کے بہانہ سے مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے اور مکہ پہنچ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خط بھیجا کہ ہم اسلام پر قائم ہیں۔ لیکن مدینہ کی آب و ہوا ہمارے موافق نہیں اس لئے ہم یہاں چلے آئے ان لوگوں کے بارے میں صحابہ میں اختلاف رائے ہوا۔ چند بزرگوں نے کہا کہ وہ سچے ہیں۔ دوسرے حضرات کا خیال تھا کہ وہ مرتد ہو چکے ہیں۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ ان کے بارے میں اختلاف کی کہاں گنجائش ہے۔ یہ تو صریحاً پرانے طریقہ کی طرف لوٹ گئے اور کافروں سے جا ملے۔ اب ان کے ہدایت پانے کی کوئی امید مت رکھو۔ یہ تو کفر میں اتنے سخت ہیں کہ چاہتے ہیں کہ تم بھی ان ہی کی طرح کافر ہو جاؤ۔ اب ان کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر وہ اسلام لے آئیں اور ہجرت کر کے تمہارے پاس چلے آئیں تو یقیناً تمہارے دوست بلکہ بھائی ہیں۔ لیکن اگر وہ اسلام اور ہجرت سے انکار کریں تو پھر جنگ میں ان کے ساتھ کافروں کا سا سلوک کرو یعنی ان کو اپنا دوست اور مددگار مت سمجھو اور جب موقع پاؤ ان کو پکڑو اور قتل کرو۔

فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ
پھر اگر وہ تم سے کنارہ کشی کریں اور لڑیں نہیں اور تمہارے سامنے صلح کا پیغام
السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ۝
پیش کریں تو اللہ نے تمہارے لئے ان کے خلاف (جنگ کرنے کی) کوئی راہ نہیں رکھی (١)
سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَ
(ان کے علاوہ) تم کچھ لوگ ایسے بھی پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور
يَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ۭ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا
اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں (لیکن) جب کبھی انہیں فتنہ و فساد کی طرف بلایا جائے تو وہ اس میں اوندھے منہ
فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ
گر پڑتے ہیں پھر اگر یہ لوگ تم سے کنارہ کش نہ ہوں اور تمہارے سامنے صلح نہ پیش کریں
وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ
اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو تم ان کو پکڑو اور جہاں پاؤ
ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا
قتل کرو اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے مقابلہ میں ہم نے تمہیں کھلی حجت
مُّبِيْنًا ۝ۧ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا
دیدی ہے (٢) اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ (کسی دوسرے) مسلمان کو قتل کر ڈالے مگر یہ کہ غلطی سے
خَطَــــًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَــــًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ
ایسا ہو جائے اور جو کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کر ڈالے تو (اس کی سزا یہ ہے کہ) وہ ایک مسلمان غلام
مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَھْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ
آزاد کرے اور (نیز) اس کے وارثوں کو خوں بہا دے ہاں اگر وہ

(١) یعنی اوپر کی آیتوں میں بیان کئے ہوئے حکم سے دو قسم کے کافر مستثنیٰ رہیں گے ایک تو وہ لوگ جو تمہارے دشمنوں کا ساتھ چھوڑ کر کسی قوم کے پاس جا کر ٹھہر جائیں جس سے تم صلح کا پیمان کر چکے ہو۔
دوسرے وہ کافر جو جنگ میں غیر جانب دار رہیں یعنی جنگ میں نہ تمہارا ساتھ دیں اور نہ اپنی قوم کا۔ آخر میں فرماتا ہے کہ اس بات پر اللہ تعالٰی کا شکر ادا کرو کہ اس نے لوگوں کے دلوں کو جنگ سے پھیر دیا اور تمہارے کام کو آسان کر دیا۔

(٢) یعنی کچھ کافر ایسے بھی ہیں جو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ لڑائی کے خواہشمند نہیں ہیں۔ وہ جنگ میں کسی جماعت کے بھی طرف دار رہنا نہیں چاہتے نہ تمہارے اور نہ اپنی قوم کے۔ لیکن جب ان کو فتنہ برپا کرنے اور تمہارے خلاف جنگ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے تو وہ بڑے جوش سے جنگ میں کود پڑتے ہیں تو ایسے دغابازوں کا علاج یہ ہے کہ اگر وہ تمہاری طرف صلح کا ہاتھ نہ بڑھائیں اور جنگ سے ہاتھ نہ روکیں تو تم بھی ان کے ساتھ کوئی رعایت مت کرو اور جہاں کہیں پاؤ ان کو قتل کرو اس معاملہ میں تم پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالٰی نے ان کے خلاف تمہارے ہاتھوں میں ایک قوی دلیل دے رکھی ہے انہوں نے دغابازی کی اس لئے ان کو اپنے کرتوت کی سزا بھگتنی چاہیئے۔

ع ١٢ ٩

يَّصَّدَّقُوْا ۚ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ

معاف کردیں (تو خیر) پس اگر مقتول تمہارے دشمنوں کی جماعت میں سے ہو اور وہ خود

مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ وَاِنْ كَانَ

مسلمان ہو تو ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا کافی ہے اور اگر مقتول ایسی

مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ

قوم میں سے ہو کہ اس کے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ ہے تو مقتول کے

مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ

وارثوں کو خوں بہا دینا اور ایک مسلمان غلام آزاد کرنا (بھی ضروری ہے)

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً

پھر جس کو (غلام) میسر نہ ہو تو متواتر دو مہینے کے روزے رکھے یہ کفارہ بطور توبہ کے اللہ کی طرف سے

مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٩٢﴾ وَمَنْ

(مقرر) ہے اور اللہ (سب کچھ) سننے والا (اور) حکمت والا ہے (١) اور جو

يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا

شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ

فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا

رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہوگا اور اس کی لعنت پڑے گی اور اللہ نے اس کے لئے بڑا عذاب

عَظِيْمًا ﴿٩٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ

تیار کر رکھا ہے (٢) اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى

میں باہر نکلو تو تحقیق سے کام لیا کرو اور جو شخص تم کو سلام کرے تو

(١) جہاد کے احکام کے سلسلہ میں مسلمانوں کو آپس کی خوں ریزی سے منع فرماتا ہے۔
ارشاد ہوتا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئے کہ ایک مسلمان جان بوجھ کر اپنے کسی مسلمان بھائی کی زندگی کو ختم کردے۔ ہاں اگر بھول چوک اور خطا سے ایسا ہو جائے تو معذوری ہے لیکن ایسی صورت میں بھی قاتل کو سزا بھگتنی پڑے گی۔
قتل خطا کی صورت میں تین حالتیں ہیں۔ مقتول کے وارث مسلمان ہیں یا کافر۔ اگر کافر ہیں تو ان سے صلح ہے یا جنگ۔ پہلی اور دوسری صورتوں میں سزا دوہری ہوگی۔ ایک یہ کہ ایک مسلمان غلام یا باندی کو آزاد کرے۔ اگر غلام یا باندی آزاد کرنے کا مقدور نہ ہو تو دو مہینے کے مسلسل روزے رکھے۔ دوسرے یہ کہ مقتول کے وارثوں کو خوں بہا دے اگر وارث چاہیں تو خوں بہا معاف کرسکتے ہیں تیسری صورت میں صرف غلام یا باندی آزاد کرنا ہوگا خوں بہا کی ضرورت نہیں۔
(٢) یعنی جو مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کو جان بوجھ کر اور عمداً قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں مدت دراز تک رہے گا اس کے علاوہ اس پر اللہ کا غضب ہوگا اور اس کی پھٹکار پڑے گی اور بڑا عذاب ہوگا یہ سزا تو آخرت کی ہے۔ دنیا میں بھی قاتل کو سزا دی جائے گی جس کا ذکر سورۂ بقر میں گزر چکا۔

اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ

اس سے یہ نہ کہا کرو کہ تو مسلمان نہیں کیا تم دنیوی زندگی کا ساز

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ

و سامان چاہتے ہو تو اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں تم بھی تو

كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ

پہلے ایسے ہی تھے لیکن اللہ نے تم پر احسان کیا تو ایسے موقع پر تم تحقیق کر لیا کرو بلاشبہ

اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿٩٤﴾ لَا يَسْتَوِي

جو کچھ تم کرتے ہو اللہ سب کی خبر رکھنے والا ہے (۱) وہ مسلمان (جہاد)

الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَ

بیٹھ رہتے ہیں حالانکہ وہ کوئی عذر نہیں رکھتے ہرگز ان

الْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

مسلمانوں کے برابر نہیں ہوسکتے جو اپنی جان اور مال سے اللہ کے

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

راستہ میں جہاد کرتے ہیں جو لوگ اپنی جان و مال سے جہاد کرتے ہیں ان کو بیٹھ رہنے والوں

عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ

پر اللہ نے مرتبہ میں فضیلت بخشی ہے اور (یوں تو) اللہ نے سب ہی سے بھلائی کا وعدہ

الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ

کر رکھا ہے البتہ بیٹھ رہنے والوں کے مقابلہ میں جہاد کرنے والوں کو اللہ نے اجر عظیم میں

اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٩٥﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ

فضیلت بخشی ہے (یعنی) اس کی طرف سے (بلند) درجے ہیں اور اس کی رحمت اور بخشش ہے

(۱) ایک بار صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک فوجی دستہ فدک والوں کی سرکوبی کے لئے پہنچا۔ وہاں ایک شخص مسلمان ہو چکا تھا لیکن قوم کے ڈر سے اس نے اپنے اسلام کو چھپا رکھا تھا۔ فوجی دستہ کی تکبیروں کی آواز سن کر وہ شخص بکریاں ساتھ لے کر بستی سے باہر آگیا اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہتا ہوا دستہ کی طرف بڑھا۔ دستہ والوں میں سے کسی نے یہ خیال کیا کہ جان بچانے کی خاطر ایسا کر رہا ہے اور فوراً حملہ کر کے اس کو قتل کر ڈالا۔ ے

اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمانو! جہاد کے وقت سوچ سمجھ کر کام کیا کرو۔ اگر دشمنوں میں کوئی شخص آگے بڑھ کر تم سے صلح کا ہاتھ ملائے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہے اور اسلام کی کوئی نشانی ظاہر کرے تو اس کو مسلمان سمجھ کر خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کرو اور اس کو اپنی جماعت میں لے لو۔ کوئی وجہ نہیں کہ تم اس کے اسلام میں شک کر کے اس غریب کو قتل کر ڈالو اور اس کا مال و متاع لوٹ لو۔ جہاد دین اور انسانیت کی خدمت کے لئے ہونا چاہیے نہ کہ دنیوی مال متاع کی غرض سے تمہارے پیش نظر تو اللہ کے حکم کی پیروی ہونی چاہیئے اگر وہ چاہے گا تو بہت سا مال غنیمت بھی تم کو دلا دے گا۔ تم کو یہ سوچنا چاہیے کہ ایک زمانہ تھا کہ تم بھی ایسے ہی تھے۔ دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے اسلام کی ایک آدھ بات کے سوا کچھ جانتے ہی نہ تھے۔ پھر اللہ نے تم پر فضل کیا کہ تم آزاد ہو گئے اور تم نے اسلامی زندگی کا پورا نقشہ جما لیا۔ اسی طرح دوسروں کا حال بھی سمجھو۔ اور شروع شروع اسلام لانے والوں میں اسلام کی ایک آدھ نشانی دیکھ کر ان کا اعتبار کر لیا کرو اور ان کو مسلمان سمجھو۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝٩٦ ع إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ

اور اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۱) جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں

الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ

جب فرشتے ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے

قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ

وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم ملک میں بے بس اور کمزور تھے فرشتے کہتے ہیں کیا

تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ

اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرکے کسی دوسری جگہ چلے جاتے

فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝٩٧

یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہوگا وہ بہت ہی بری جگہ ہے

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَ

ہاں جو مرد اور عورتیں اور بچے (واقعی)

الْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ

بے بس ہیں کہ نہ تو کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ راستہ

سَبِيْلًا ۝٩٨ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ

جانتے ہیں تو امید ہے کہ ایسوں کو اللہ معاف کردے

وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝٩٩ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ

اور اللہ معاف کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے (۲) اور جو شخص اللہ کی راہ میں اپنا گھر بار

سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا

چھوڑ جائے تو وہ زمین میں بہت سی جگہ اور کشائش

ع ۱۳/۵

(۱) جہاد کی ترغیب دینے کی غرض سے اس آیت میں مجاہدین کی فضیلت بیان فرمائی۔

ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں جو لوگ بغیر عذر کے گھروں میں بیٹھے عبادت میں مشغول رہے اور جہاد میں شریک نہیں ہوئے اگرچہ ان کو اپنے اعمال کا ثواب ملے گا لیکن وہ ان لوگوں کے برابر ہرگز نہیں ہو سکتے جنھوں نے نہ صرف یہ کہ اپنا مال خرچ کیا بلکہ اپنی جانیں تک اللہ کی راہ میں لگا دیں۔

اللہ تعالےٰ کے پاس مجاہدین کے لئے بڑا اجر ہے یعنی جنت میں بڑے درجے ملیں گے نیز اللہ کی مغفرت اور اس کی رحمت ان کے شامل حال ہوگی۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد بھی کچھ لوگ مکہ میں رہ گئے تھے وہ وہاں اسلامی زندگی سے محروم تھے اور انھیں دشمنوں کا ظلم و ستم سہنا پڑتا تھا۔ ایسے لوگوں میں جن کو کوئی عذر نہ تھا ان کو ہجرت نہ کرنے پر سخت تنبیہ فرمائی کہ مرتے وقت فرشتے ان سے سوال کریں گے کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم دشمنوں کے ملک میں بے بس اور مجبور تھے فرشتے ان سے کہیں گے کہ اللہ کی زمین کشادہ تھی تم اپنے وطن سے ہجرت کرکے کہیں دور کی جگہ جا سکتے تھے اور اپنے کو ظالموں کے پنجہ سے نجات دلا سکتے تھے۔ تو ان لوگوں کا عذر مقبول نہیں ہوگا اور ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا البتہ وہ مرد، عورتیں اور بچے جو درحقیقت بے بس اور مجبور ہیں اور ظالموں کے پنجہ سے نجات پانے کی کوئی تدبیر ان کو بن نہیں پڑتی ہے تو بے شک اللہ ایسے لوگوں کا عذر قبول کرلے گا اور ان کی بخشش فرما دے گا۔

وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى

پائے گا اور جو شخص اللہ اور اس رسول کی طرف ہجرت کرکے

اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ

گھر سے نکلے پھر راستہ میں اس کو موت آجائے تو اس کا ثواب

اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٠٠﴾

اللہ کے پاس ثابت ہو چکا (۱) اور اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ

اور جب تم ملک میں سفر کرو تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز

اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ

کو کم کرکے پڑھو بشرطیکہ تم کو خوف ہو کہ کافر لوگ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا

تم کو ایذا دیں گے واقعی کافر تمہارے کھلے دشمن

مُّبِيْنًا ﴿١٠١﴾ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ

ہیں (۲) اور (اے پیغمبر) جب تم ان (مجاہدوں کے لشکر) میں ہو اور ان کو نماز پڑھانے لگو تو

فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ

ان میں کی ایک جماعت اپنے ہتھیار لئے ہوئے تمہارے ساتھ نماز کو کھڑی ہو

فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ

پھر جب یہ سجدہ کر چکیں تو یہ تمہارے پیچھے (یعنی دشمن کے مقابلہ پر) ہو جائے پھر دوسری

طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ

جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی (ان کی جگہ) آئے اور تمہارے ساتھ نماز پڑھے

ع

(۱) ہجرت کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ مال و متاع کی لالچ سے ہجرت نہ کرنا دانشمندی کے خلاف ہے۔ ہجرت کرنے والوں کو اس بات کا یقین کرنا چاہیئے کہ خاص نیت سے ہجرت کرنے والوں کے ساتھ تائید غیبی ہے گی اور جہاں کہیں وہ جائیں گے انہیں نئی نئی اقامت گاہیں اور معاش کے نئے نئے سامان ملیں گے اور اگر منزل مقصود تک نہ پہنچ سکے اور راستہ میں موت آجائے تو بھی اللہ تعالے کے پاس ان کا اجر یقینی ہے۔

(۲) یعنی اگر آدمی سفر میں ہو، چاہے سفر جہاد کی غرض سے ہو یا اور کسی کاروبار کی غرض سے، تو نماز میں قصر کرنا چاہیئے۔

واضح ہو کہ قصر صرف فرض نماز میں ہے اور وہ بھی چار رکعت والی نمازوں میں یعنی ظہر، عصر اور عشا کی فرض نمازوں میں صرف دو دو رکعتیں پڑھنا کافی ہے، فجر اور مغرب میں قصر نہیں ہے۔

وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ۗ وَدَّ الَّذِينَ

مگر اپنے بچاؤ کا سامان اور ہتھیار لئے رہے (کیونکہ) کافر چاہتے ہیں

كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ

کہ اگر تم ذرا بھی اپنے ہتھیاروں اور سامان (جنگ) سے

فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ

غافل ہو جاؤ تو وہ تم پر ایک دم ٹوٹ پڑیں اور اگر تمہیں

عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنتُم

بارش کی وجہ سے کچھ تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو

مَّرْضَىٰ أَن تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ ۖ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ ۗ

پھر تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار کر رکھ دو مگر ہوشیار (ضرور) رہو

إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿١٠٢﴾ فَإِذَا

بے شک اللہ نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے (۱) پھر

قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَ

جب نماز پوری کر چکو تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حالت میں)

عَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۚ

اللہ کو یاد کرو پھر جب (دشمن کی طرف سے) مطمئن ہو جاؤ تو (اس طرح) نماز پڑھو (جس طرح امن کی حالت میں پڑھتے ہو)

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا ﴿١٠٣﴾

بے شک مومنوں پر مقررہ اوقات میں نماز (ادا کرنا) فرض ہے (۲)

وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ۖ إِن تَكُونُوا تَأْلَمُونَ

اور (دیکھو) دشمنوں کا پیچھا کرنے میں ہمت نہ ہارو اگر تمہیں (جنگ میں) تکلیف پہنچتی ہے

(۱) اس آیت میں جنگ کی حالت میں نماز پڑھنے کا خاص طریقہ بتایا گیا ہے۔ اس نماز کو نماز خوف کہتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ لشکر کے دو گروہ ہو جائیں ایک گروہ دشمن کے مقابلہ میں رہے اور ایک گروہ کو امام آدھی نماز پڑھائے پھر یہ گروہ بغیر سلام پھیرے دشمن کے مقابلہ میں جا کھڑا ہو اور دوسرا گروہ آ کر امام کے پیچھے نماز شروع کر دے۔ امام اس گروہ کو بقیہ نماز پڑھا دے اب جماعت ختم ہو چکی یہ دوسرا گروہ دشمن کے مقابلہ میں جا کھڑا ہو اور پہلے گروہ کے لوگ آ کر اکیلے اکیلے بقیہ نماز پوری کر لیں۔ اسی طرح دوسرے گروہ کے لوگ بھی آ کر الگ الگ نماز پڑھ لیں۔

مغرب کی نماز میں پہلا گروہ دو رکعت نماز امام کے ساتھ پڑھے اور دوسرا گروہ صرف ایک رکعت۔ پھر ہر گروہ بقیہ نماز بطریق مذکورہ بالا ادا کرے۔ جنگ کی حالت میں ہتھیار لگائے ہوئے نماز پڑھنی چاہئے کیونکہ ایسا نہ ہو کہ دشمن تم کو غافل پا کر اچانک تم پر ٹوٹ پڑے لیکن اگر بارش، بیماری یا ضعف کی وجہ سے ہتھیار اتار دو تو کوئی حرج نہیں لیکن اپنی حفاظت پوری طرح کر لینی چاہئے۔

(۲) یعنی نماز خوف بتائے ہوئے طریقہ سے پڑھ لینے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل مت رہو۔ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں اس کو یاد کرتے رہو۔ اس کی یاد صرف نماز ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ نماز سے مقصد یہی ہے کہ مسلمان کے دل میں اللہ کی یاد اس طرح رس بس جائے کہ وہ کسی وقت اور کسی حال میں بھی اس سے غافل نہ رہے یہاں تک کہ جنگ کے میدان میں اور غیظ و غضب کی حالت میں بھی مسلمان کی توجہ اللہ کی طرف سے نہ ہٹے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ کافروں پر حقیقت آشکارا ہو جائے گی کہ مجاہدین کا مرنا مارنا محض اللہ کے نام کو بلند کرنے اور اس کے دین کی حفاظت کے لئے ہے فساد پھیلانے اور مال و دولت لوٹنے کے لئے نہیں ہے نیز ذکر الٰہی کی بدولت انتہائی غیظ و غضب کی حالت میں بھی حق و صداقت اور عدل و اعتدال کا رشتہ مجاہدین کے ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے گا جو اسلامی جہاد کی خاص خصوصیت ہے۔

اس کے بعد واضح فرمایا ہے کہ خوف میں جو رعایتیں ہیں وہ عارضی اور وقتی ہیں معمولی حالات میں مسلمانوں کو اسے اپنے وقت پر اور مقررہ شرائط و آداب کے ساتھ ادا کرنا چاہیے کیوں کہ نماز وقت کی پابندی کے ساتھ مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے۔

فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ

تو تمھاری طرح ان کو بھی تکلیف پہنچتی ہے اور تم اللہ سے ایسی (ایسی) امیدیں رکھتے ہو

مَا لَا يَرْجُوْنَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٠٤﴾ اِنَّآ

جو وہ نہیں رکھتے اور اللہ (سب کچھ) جاننے والا (اور بڑی) حکمت والا ہے (۱) (اے پیغمبر)

اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ

ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے تاکہ جو کچھ اللہ نے تم کو دکھا دیا ہے

بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۗ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿١٠٥﴾

اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور ان دغا بازوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنو

وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٠٦﴾

اور اللہ سے بخشش مانگو بلاشبہ اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۲)

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۗ اِنَّ

اور تم ان لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑو جو خود اپنے دل میں دغا رکھتے ہیں بیشک

اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ﴿١٠٧﴾ يَّسْتَخْفُوْنَ

اللہ ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جو بڑا دغا باز (اور) گناہگار ہے (ان کی کیفیت یہ ہے کہ) یہ

مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ

لوگوں سے تو شرماتے ہیں لیکن اللہ سے نہیں شرماتے حالانکہ جب وہ راتوں کو ایسی

اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۗ وَكَانَ

باتوں کے مشورے کیا کرتے ہیں جو اللہ کو پسند نہیں تو اس وقت وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے اور جو

اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿١٠٨﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ

کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے (۳) (دیکھو) تم لوگ دنیوی زندگی میں تو ان لوگوں کی

ع ١٥ / ١٤

(۱) جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ مسلمانو! جنگ کی سختیوں سے گھبرا کر دشمن کا پیچھا کرنے میں سستی مت دکھاؤ۔ یاد رکھو اگر جنگ میں تم نے مصیبتیں جھیلیں جسموں پر زخم کھائے اور کڑیل جوانوں کو خاک و خون میں تڑپتے چھوڑا تو ٹھیک ایسی ہی مصیبتیں دشمن نے بھی تو اٹھائی ہیں۔ اس لحاظ سے تو دشمن اور تم برابر ہو لیکن تمھاری تسلی کے لئے ایک دوسرا پہلو بھی ہے تمھارا مقصد بلند اور نیک ہے۔ تم اللہ کے لئے جنگ کرتے ہو، تمھیں اللہ تعالیٰ سے وہ وہ امیدیں ہیں جو دشمن کو نہیں ہیں۔ تمھارے لئے دنیا میں بھی کامیابی ہے اور آخرت میں بھی۔ اگر مارے گئے تو شہادت کا درجہ نصیب ہوا اگر زندہ رہے تو غازی و مجاہد کہلائے۔ اللہ کی خوشنودی حاصل کی، جنت کمائی اور مال غنیمت پایا۔ اس حقیقت پر نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کو چاہیے کہ ہمت اور عزم کے ساتھ جہاد میں حصہ لیں۔

(۲) یہ آیت اور اس کے بعد کی چند آیتیں ایک واقعہ سے متعلق ہیں لکھا ہے کہ طُعمہ بن اُبَیرق ایک منافق تھا۔ ایک مرتبہ اس نے چوری کی اور چالاکی یہ کی کہ چوری کا مال ایک یہودی کے پاس امانت رکھ دیا۔ تفتیش کرنے پر سارا مال یہودی کے ہاں سے برآمد ہوا۔ یہودی نے سارا راز ظاہر کر دیا کہ یہ مال تو طُعمہ کی امانت ہے۔ طُعمہ نے دیکھا کہ جان بچانے کا موقع اچھا ہے۔ مال کی ملکیت سے صاف انکار کر دیا اور جا کر اپنے قبیلہ والوں کو پٹی پڑھا دی کہ سب مل کر اس کو بچائیں۔ اور یہودی کو چور ثابت کریں۔ چنانچہ اس کے رشتہ داروں اور دوستوں نے اس بات کا پروپیگنڈا شروع کیا اور بستی بھر میں اس جھوٹ کو مشہور کر دیا پھر جتھا بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے، جھوٹی قسمیں کھا کھا کر کوشش کی کہ آپ کو بھی اس فریب میں مبتلا کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی اور آپ کے فیصلہ فرمانے سے پہلے یہ چند آیتیں نازل فرما کر آپ کو طُعمہ کے قبیلہ والوں کے فریب سے آگاہ فرما دیا۔ اس سلسلہ کی پہلی آیت میں فرماتا ہے کہ اے پیغمبر ہم نے تم پر یہ کتاب اس لئے اتاری ہے کہ تم اس کے احکام کے مطابق اور اس کی ہدایت کی روشنی میں لوگوں کے آپس کے قصے قضیے چکایا کرو۔ لہٰذا موجودہ مقدمہ میں بھی ہماری ہدایت پر عمل کرو۔ ہم تم پر یہ حقیقت واضح کرتے ہیں کہ طعمہ اور اس کے خاندان والے سب کے سب دغا باز اور فریبی ہیں۔ انھوں نے ایک بے قصور یہودی کے خلاف فریب گھڑا ہے تم ان کی قسموں پر نہ جانا اور ان کے فریب میں نہ آنا اور یہ جو تم نے ان کی قسموں کا اعتبار کر کے بے قصور یہودی کے چور ہونے کا خیال کیا ہے تو یہ تمھاری شان پیغمبری کے مناسب نہیں، اس لئے اللہ سے بخشش چاہو اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

(۳) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ان دغا بازوں کی سفارش مت کرو اور ان کے لئے معافی نہ چاہو اللہ ایسے دغا بازوں کو پسند نہیں کرتا۔ یہ بے وقوف، لوگوں سے تو شرماتے ہیں اور طُعمہ کی چوری کو چھپاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے جب وہ رات کی تاریکی میں چھپ کر ایسی باتوں کے مشورے کرتے ہیں جن کو اللہ پسند نہیں کرتا تو اس وقت بھی وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے اور ان کی سازشوں کو دیکھتا ہے۔ ان کی سب بداعمالیاں اس کے پاس محفوظ ہیں۔ وقت آنے پر ان کا اعمال نامہ ان کے سامنے رکھ دے گا اور ان کو سزا دے گا۔

عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ

لیکن (یہ تو بتاؤ کہ) قیامت کے دن ان کی طرف ہو جھگڑتے سے طرف

عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿١٠٩﴾

سے اللہ کے ساتھ کون جھگڑے گا یا کون ان کا وکیل بنے گا (۱)

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ

اور جو شخص بُرا کام کر بیٹھے یا اپنے حق میں ظلم کر بیٹھے پھر اللہ سے بخشش

اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١١٠﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ

مانگے تو وہ اللہ کو بخشنے والا (اور) مہربان پائے گا اور جو کوئی گناہ کرتا

اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

ہے تو اس کا وبال اسی پر ہوتا ہے اور اللہ

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ

جاننے والا (اور) حکمت والا ہے اور جو شخص کوئی خطا یا گناہ کرے پھر

يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓــــًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿١١٢﴾

اسکی تہمت کسی بے گناہ پر لگانے تو اس نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر لیا (۲)

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ

اور (اے پیغمبر!) اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان لوگوں میں

طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ۭ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ

سے ایک گروہ تو تم کو بہکانے کا ارادہ کر ہی چکا تھا اور یہ لوگ اپنے سوا

اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ

کسی کو بہکا نہیں سکتے اور نہ تمہارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں کیونکہ اللہ نے

(۱) طُعمہ کے قبیلہ والوں سے خطاب کرکے فرماتا ہے کہ تم نے اس دُنیا میں تو طُعمہ کی طرف سے جھگڑ جھگڑ کر لوگوں کو اس کے بے قصور ہونے کا یقین دلا دیا اور اس پر تم بہت خوش ہوئے لیکن یہ تو بتاؤ کہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے کون اس کی وکالت کرے گا اور اس کی طرف سے جھگڑے گا۔

(۲) یعنی اللہ کی نظر میں یہ بہت سخت اور صریح گناہ ہے کہ آدمی جرم تو کرے خود اور اس کو تھوپ دے کسی دوسرے بے قصور کے۔ یہ تو ایک جرم کے بعد دوسرا جرم کرنا اور گناہوں کا انبار جمع کرنا ہے۔ بے قصوروں پر صریح بہتان اور ظلم ہے۔

ع ١٦ ٨ ١٣

عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ

تم پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہے اور تم کو وہ باتیں سکھا دی ہیں جو تم پہلے نہیں

تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ لَا خَيْرَ

جانتے تھے اور تم پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے (۱) ان

فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىھُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ

لوگوں کی بہت سی سرگوشیوں میں بھلائی نہیں ہاں جو کوئی خیرات دینے یا کسی نیک کام کرنے یا

مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْ

لوگوں کے درمیان صلح وصفائی کرانے کی ترغیب دیتا ہے (تو بیشک وہ اچھے کام کرتا ہے) اور جو ایسے کام

ذٰلِكَ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا

اللہ کی خوشنودی کے لئے کرے گا تو ہم اس کو بڑا ثواب

عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا

دیں گے (۲) اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے گا

تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور مسلمانوں کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلے گا تو ہم اسے اسی طرف لے جائیں گے جس طرف

نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾

جانا اس نے پسند کیا ہے اور (بالآخر قیامت کے دن) اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے (۳)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ

بلاشبہ اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (دوسرے گناہ)

ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ

جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا اور جس کسی نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنایا وہ سیدھے راستے سے

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرماتا ہے کہ اے پیغمبر! طُعمَہ کے قبیلہ والوں نے تو ٹھان لیا تھا کہ جھوٹی قسمیں کھا کھا کر تم کو غلط راہ پر ڈال دیں اور ایک ناحق فیصلہ تم سے کرا دیں۔ اگرچہ حقیقت میں ایسا کرنے سے یہ خود ہی گمراہ ہوتے ہیں اور تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ کیونکہ اللہ کا فضل ہر وقت تمہارے شامل حال ہے اور وہ تمہاری حفاظت کرتا ہے چنانچہ اس وقت بھی اس نے تم کو حقیقت حال سے واقف کرا دیا اور ان کے فریب سے بچا لیا۔

دیکھو اللہ کا سب سے بڑا فضل تم پر یہ ہے کہ اس نے تم پر وحی نازل فرمائی، کتاب اور حکمت کی تعلیم دی اور تم کو دین اور معرفت کی وہ سب باتیں سکھائیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

(۲) یعنی اللہ کے نزدیک وہ مشورے پسندیدہ نہیں جو کار خیر کے لئے نہ ہوں، جیسے منافقوں کے خفیہ مشورے ہوا کرتے ہیں کہ اکثر وبیشتر وہاں بھلائی کی کوئی بات زیر بحث نہیں آتی۔ ہاں اللہ کے نزدیک وہ مشورے پسندیدہ ہیں جو کار خیر کے لئے ہوں جیسے محتاجوں کی امداد کرنا، لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی ترغیب دینا، لوگوں کے آپس کے جھگڑے چکا کر ان میں صلح وصفائی کرانا۔ یہ اور اسی طرح کے اور کام بے شک ایسے ہیں جن کے لئے مشورے کرنا اللہ کے نزدیک پسندیدہ فعل ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ نیک کام کرتے وقت بھی نفسانیت اور دنیوی اغراض ملحوظ نہ ہوں بلکہ رضائے الٰہی پیش نظر رہے۔ ع ۱۷ ۱۴

(۳) لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کو بری کرکے طُعمَہ بن اُبَیرِق کے خلاف فیصلہ صادر فرمایا تو طُعمَہ مدینہ چھوڑ کر مکہ چلا گیا اور مشرکوں سے مل گیا۔ یہ آیت اسی کے بارے میں نازل ہوئی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ جس شخص پر ہدایت اور دین کی راہ کھل جائے اور پھر وہ جان بوجھ کر رسول اللہ کا ساتھ چھوڑ دے اور مسلمانوں کے راستہ کے خلاف راستہ اختیار کرے تو پھر ہم اس کو اسی راہ پر چلائیں گے جس پر چلنا اس نے پسند کیا ہے یہاں تک کہ اس کو جہنم میں پہنچا دیں گے۔

ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿١١٦﴾ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ

(بھٹک کر) دور جا پڑا۔ (۱) یہ (مشرک) اللہ کے سوا چند عورتوں ہی کو پکارتے ہیں

وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿١١٧﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ

اور (درحقیقت) یہ شیطان سرکش ہی کو پکارتے ہیں جس پر اللہ نے لعنت کی ہے

وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿١١٨﴾

اس نے (اللہ سے) یوں کہا تھا کہ تیرے بندوں سے ضرور ایک مقررہ حصہ لوں گا

وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ

اور میں ان کو ضرور بہکاؤں گا اور انھیں باطل آرزوؤں میں مبتلا رکھوں گا اور انھیں حکم دوں گا کہ وہ جانوروں

اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۚ

کے کان چیریں اور انھیں حکم دوں گا کہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بدل ڈالیں

وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ

اور جو شخص اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنائے گا (اور اس کی پیروی کرے گا)

خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿١١٩﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۚ وَمَا

وہ یقیناً کھلی تباہی میں پڑے گا (۲) وہ ان سے وعدہ کرتا اور ان کو باطل آرزوؤں میں پھنساتا ہے اور شیطان

يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿١٢٠﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ

ان سے جو کچھ بھی وعدہ کرتا ہے وہ دھوکا ہی دھوکا ہے ایسے لوگوں کا ٹھکانا

جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿١٢١﴾ وَالَّذِيْنَ

دوزخ ہے اور وہ اس سے نکل کر بھاگنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے (۳) اور جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے تو انھیں ہم بہشت کے ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے

(۱) قرآن کی نظر میں توحید کائنات اور زندگی کی بنیادی اور مرکزی حقیقت ہے
جو شخص شرک کرتا ہے وہ کائنات کی بنیادی حقیقت کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے، راہِ راست سے بہت دُور بھٹک جاتا ہے اور حق تعالےٰ سے خود کو منقطع کرلیتا ہے اور اس طرح خود کو حق تعالےٰ کی رحمت اور اس کی رہبری سے محروم کردیتا ہے لیکن جو شخص توحید کا عقیدہ رکھتا ہے چاہے وہ کتنا ہی گناہوں میں پھنسا ہوا ہو، رحمتِ حق اس سے قریب رہتی ہے اور اس کے گناہوں سے درگزر کرنے کے لئے بہانہ تلاش کرتی ہے
طُعمَہ بن اُبَیرِق نے چوری کی۔ پھر اس کا الزام ایک بے گناہ شخص کے سر تھوپا۔ یہ گناہ اگرچہ کبیرہ تھے، مگر ان کی معافی کی توقع تھی لیکن اس کمبخت نے غضب یہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ کر مشرکوں سے جا ملا اور حق تعالےٰ کی رحمت سے بہت دُور جا پڑا جب تک وہ اپنی حالت کو نہ بدلے اس کی معافی کا کوئی امکان نہیں۔

(۲) ان آیتوں میں واضح فرمایا کہ مشرک شیطان کے پیرو ہیں اور شیطان اُولادِ آدم کا پرانا دشمن ہے، اس نے ان کو انگلیوں پر نچا رکھا ہے۔ مشرک بڑے ہی جاہل اور بے وقوف ہیں کہ اللہ کو چھوڑ کر ایسے بتوں کو پکارتے ہیں جن کو انھوں نے عورتوں کے نام دے رکھے ہیں، جیسے لات منات، عُزّیٰ، نائلہ وغیرہ جن کو عرب کے مشرک دیویاں مانتے تھے۔
حقیقت میں یہ لوگ شیطان کے پیرو ہیں۔ شیطان کا یہ حال ہے کہ وہ بڑا سرکش اور نافرمان ہے اور ربُّ العٰلَمین کی بارگاہ سے دھتکارا ہوا ہے۔ وہ تو اولادِ آدم کا پُرانا دشمن ہے۔ اس نے اللہ کے حضور عہد کیا تھا کہ میں آدم کی اُولاد میں سے بہت سوں کو اپنے ساتھ لوں گا، ان کو بہکاؤں گا، ان کو باطل آرزوؤں اور جھوٹی اُمیدوں میں الجھائے رکھوں گا۔
جب شیطان کی عداوت کا یہ حال ہے تو جو شخص اس کو دوست بناتا اور اس کی پیروی کرتا ہے، وہ یقیناً سخت گھاٹے میں رہے گا۔

(۳) مطلب یہ ہے کہ بیشک شیطان وعدے کرتا اور امیدیں دلاتا ہے لیکن اس کے قول وفعل کا اعتبار نہیں۔ اس کے وعدے سرتاسر فریب ہوتے ہیں۔ اس کے وعدوں پر جینے والوں کو کبھی سکون واطمینان نصیب نہیں ہوتا۔ دنیا کی زندگی یوں ہائے ہائے کرتے گزرتی ہے۔ پھر جب دوسرے عالم میں پہنچتے ہیں تو وہاں ان کا حال اور بھی بُرا ہوتا ہے۔ وہاں وہ جہنم میں جھونک دیے جاتے ہیں جس سے ان کو نجات نہیں ملتی۔ اَلْاَمَان اَلْحَفِیظ۔

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ

نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ کا سچا

حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۝١٢٢ لَيْسَ

وعدہ ہے اور اللہ سے بڑھ کر بات کا سچا کون ہو سکتا ہے (مسلمانو! نجات وسعادت)

بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ

نہ تو تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے اور نہ اہلِ کتاب کی آرزوؤں پر (بلکہ ایمان و عملِ صالح پر موقوف ہے) جو کوئی برا کام کرے گا

سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا

وہ اس کی سزا پائے گا اور پھر اللہ کے سوا نہ تو اسے کوئی دوست ملے گا

وَّلَا نَصِيْرًا ۝١٢٣ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ

اور نہ مددگار اور جو کوئی نیک کام کرے گا خواہ مرد ہو

اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

یا عورت اور وہ صاحبِ ایمان بھی ہو تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے

وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۝١٢٤ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ

اور ان پر تل برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا (۱) اور (بتاؤ) اس شخص سے بہتر کس کا دین ہو سکتا ہے جس نے

اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ

اللہ کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا اور وہ نیکوکار بھی ہے اور ابراہیم کے دین کا پیرو ہے جو

اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۝١٢٥

صرف ایک اللہ کے ہو رہے تھے اور (یہ حقیقت ہے کہ) اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنا لیا تھا (۲)

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ

اور (یاد رکھو) آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے اور

(۱) مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مسلمانوں اور اہلِ کتاب میں نجات کے بارے میں بحث چھڑ گئی۔ یہودیوں نے کہا کہ ہم انبیاء کی اولاد ہیں۔ ہمارا دین سب دینوں سے قدیم ہے ہم ہی جنت کے مستحق ہیں

عیسائیوں نے کہا ہم عیسیٰ مسیح خدا کے بیٹے کو مانتے ہیں انہوں نے اپنی جان دے کر ہمارے گناہوں کا کفارہ دے دیا ہے اس لئے نجات صرف ہمارے ہی لئے ہے۔

مسلمانوں نے کہا ہمارے نبی خاتم النبیین ہیں اور ہمارا دین سب دینوں سے اکمل و افضل ہے اس لئے ہم ہی نجات یافتہ ہیں۔

اس پر اس آیت میں مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ باطل آرزوؤں اور جھوٹی امیدوں سے نجات نہیں ملتی یہودی اور عیسائی اس غلط فہمی میں مبتلا ہوئے۔ تم اس غلطی سے ہوشیار رہنا محض آرزو اس راہ میں کام نہیں آتی۔ اس راہ میں سعی و عمل کام دیتا ہے جس شخص کا عمل برا ہوگا، وہ اس کی سزا پائے گا۔ اور جو شخص ایمان والا ہو پھر اچھے عمل کرے، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، چاہے وہ کسی نسل یا قبیلہ سے ہو، وہ اللہ کی جنت کا مستحق ہوگا، اور اس کو اس کے ایمان و عملِ صالح کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔

(۲) اوپر کی آیت میں یہ بتایا تھا کہ انسان کی فلاح اور سعادت ایمان اور عملِ صالح پر موقوف ہے۔ اب اس آیت میں اس شخص کی پہچان بتائی جس کا ایمان اور عمل اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہو سکتا ہے۔

فرماتا ہے کہ جس شخص کا دین اللہ کے نزدیک احسن اور پسندیدہ ہو اس کی تین نشانیاں ہیں سب سے پہلے یہ کہ وہ مسلم ہو، یعنی اس نے خود کو اللہ کے حوالے کر دیا ہو رضائے حق کا طالب ہو اور اپنی خواہشات کو ترک کر کے احکامِ الٰہی کا پیرو بن گیا ہو۔ دوسرے یہ کہ اس نے زندگی میں نیک عمل کی راہ اختیار کی ہو۔ تیسرے یہ کہ ملتِ ابراہیمی کا سچا پیرو ہو۔

واضح ہو کہ یہ تین نشانیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اتباع کرنے والوں کے سوا اور کسی میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ گویا اس آیت سے یہودیوں اور عیسائیوں کو متنبہ کیا کہ تم تو پسندیدہ دین کی نشانیوں سے محروم ہو، یہ نشانیاں تو ہمارے رسول میں پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا اگر نجات کے طالب ہو تو ہمارے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور ان کا طریقہ اختیار کرو۔

اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿١٢٦﴾ وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي

اللہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور (اے پیغمبرؐ) لوگ تم سے عورتوں کے بارے میں حکم دریافت

النِّسَآءِ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ

کرتے ہیں تم کہہ دو کہ اللہ تم کو ان کے (ساتھ نکاح کرنے کے) بارے میں اجازت دیتا ہے اور وہ حکم جو تم کو قرآن میں

فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ

سنایا جاتا ہے (اور پہلے بھی سنایا جا چکا ہے) وہ ان یتیم عورتوں کے بارے میں ہے جن کو تم ان کا مقررہ حق تو

مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَ

دیتے نہیں اور خواہش رکھتے ہو کہ ان کے ساتھ نکاح کر لو اور

الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى

نیز بیچارے بے کس بچوں کے بارے میں بھی حکم دیتا ہے کہ ان کے حقوق کی حفاظت کرو۔ اور (خاص کر) یہ کہ یتیموں کے حق میں انصاف کو

بِالْقِسْطِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ

ملحوظ رکھو اور تم جو کچھ بھلائی کرو گے اللہ اس کا

بِهٖ عَلِيْمًا ﴿١٢٧﴾ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا

علم رکھنے والا ہے (۱) اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی

نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا

یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو میاں بیوی پر کچھ گناہ نہیں کہ آپس میں

بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ

(کسی قرارداد پر) صلح کر لیں اور صلح بہر حال بہتر ہے اور مال کی حرص تو سب ہی میں

الشُّحَّ ۭ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا

ہوتی ہے اور اگر تم ایک دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو اللہ تمہارے اعمال کی پوری

(۱) قرآن عورتوں اور یتیموں کے حقوق کا پاسبان ہے چنانچہ اس سورہ کے شروع میں کئی ایسے احکام بیان کئے گئے جن سے عورتوں اور یتیموں کے معاملہ میں عربوں کے رسم و رواج کی بیخ کنی اور ان کے جائز حقوق کی حفاظت ہوتی ہے۔

ع ١٨ / ١١ / ١٥

اسلام سے پہلے عربوں میں مالدار یتیم لڑکیوں کے ساتھ بڑی بے انصافی کی جاتی تھی۔ اگر لڑکی خوبصورت ہوتی تو مال اور حسن کی لالچ سے اس کا ولی یعنی سرپرست خود اس سے نکاح کر لیتا۔ لیکن اس کے حقوق کی پروا نہیں کرتا۔ اور اگر بدقسمتی سے وہ لڑکی خوبصورت نہ ہوتی تو اس کا سرپرست نہ خود اس سے نکاح کرتا اور نہ کسی دوسرے سے اس کا نکاح کراتا تاکہ اس کا مال اسی کے تصرف میں رہے اور باہر نہ جانے پائے۔ اور اگر کسی دوسرے سے اس کا نکاح کرتا بھی تو اس سے اچھی خاصی رقم وصول کرتا۔

اس لئے مسلمانوں کو حکم دیا کہ یتیم لڑکی کا سرپرست خود اس سے نکاح نہ کرے۔ بلکہ کسی دوسرے سے اس کا نکاح کرا دے اور سارا مال اس کے حوالے کر دے اور اس کے حقوق کی حفاظت کرے۔

لیکن بعض صورتیں ایسی پیش آئیں جن سے معلوم ہوا کہ یتیم لڑکی سے خود سرپرست کا نکاح کرنا زیادہ مناسب ہے۔ چنانچہ حضرت جابرؓ نے اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔

اس آیت میں اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ سابقہ حکم سرپرستوں کے ظلم کے انسداد کی خاطر دیا گیا تھا۔ لیکن اگر یتیم لڑکیوں کے مال اور حقوق کی طرف سے پورا پورا اطمینان ہو تو پھر سرپرستوں کو ان یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت ہے جو ان کی زیر سرپرستی ہیں۔

آیت کے آخر میں تاکید کے طور پر فرمایا کہ یتیموں کے بارے میں جو احکام پہلے دیئے جا چکے ہیں ان کی پوری پوری تعمیل کی جائے اور ان کے حق میں انصاف کیا جائے۔ بلکہ اگر یتیموں کے ساتھ احسان کرو اور حق سے زیادہ ان کو دیدو تو یہ اللہ کی خوشنودی کا باعث ہوگا۔

تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١٢٨﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوٓا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ

خبر رکھنے والا ہے (۱) اور خواہ کتنا ہی چاہو تم عورتوں میں ہرگز

النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا

برابری نہیں کر سکو گے تو ایسا نہ کرو کہ کسی ایک ہی کی طرف جھک جاؤ اور دوسری کو اس طرح چھوڑ دو کہ گویا

كَالْمُعَلَّقَةِ ۚ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللّٰهَ

ادھر لٹک رہی ہے اور اگر آپس میں صلح کر لو اور ایک دوسرے پر زیادتی کرنے سے بچے رہو تو اللہ

كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٢٩﴾ وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا

بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۲) اور اگر (میاں بیوی) ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنی کشائش سے

مِّنْ سَعَتِهِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيمًا ﴿١٣٠﴾ وَلِلّٰهِ مَا

بے نیاز کر دے گا اور اللہ بڑی کشائش والا (اور) حکمت والا ہے اور

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے اور (مسلمانو: یاد رکھو) جن لوگوں کو

أُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۚ

تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی ان کو حکم دیا گیا تھا اور (اسی طرح) تم کو بھی حکم دیا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو

وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ

اور اگر اس کا حکم نہ مانو گے تو (یقین رکھو کہ) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے

وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيدًا ﴿١٣١﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

اور اللہ بے نیاز اور تعریف کے لائق ہے اور (پھر سن رکھو کہ) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے

وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيلًا ﴿١٣٢﴾ إِنْ يَشَأْ

سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہی کارساز کافی ہے (۳) لوگو: اگر وہ چاہے

(۱) قرآن کا منشا یہ ہے کہ میاں بیوی آپس میں اتفاق اور پیار محبت سے رہیں اور ہنسی خوشی زندگی بسر کریں۔ اس لئے بار بار مردوں کو تاکید فرمائی کہ بے وجہ عورتوں کو تنگ نہ کریں اور ان کا مال جبراً نہ چھینیں۔ اب اس آیت میں عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اگر کوئی عورت دیکھے کہ شوہر کا دل اس سے پھر گیا ہے اور وہ اس سے بے رخی برت رہا ہے، تو اس کو چاہیئے کہ صلح کر لے اور کسی نہ کسی طرح شوہر کو راضی کر لے۔ اگر ضرورت سمجھے تو اپنا حقِ زوجیت چھوڑ دے یا مہر اور نفقہ بالکل معاف کر دے یا ان کے ایک حصہ سے دست بردار ہو جائے۔ اگرچہ اپنا حق چھوڑنا نفس پر بڑا گراں گزرتا ہے لیکن خاندان کی بھلائی کے لئے اس گرانی کو برداشت کرنا چاہیے۔ مناسب یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کو آپس میں حسنِ سلوک سے پیش آنا چاہیئے اور ایک دوسرے کی حق تلفی سے بچنا چاہیئے۔

(۲) یعنی ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی صورت میں ہم نے عدل اور مساوات قائم کرنے کا حکم دیا ہے لیکن ہم تمہاری اس کمزوری سے بھی واقف ہیں کہ تم محبت میں پوری طرح عدل نہ کر سکو گے، چاہے اس بات کے لئے تم کتنی ہی خواہش اور کوشش کرو۔ کیونکہ انسان کی طبیعت کا میلان اس کے اختیار سے باہر ہے۔ یاد رکھو عدل کے حکم سے مقصود یہ ہے کہ جو بات تمہارے اختیار میں ہے اس میں افراط اور تفریط سے بچو۔ یعنی یہ نہ ہو کہ ایک کی طرف بالکل جھک پڑو اور دوسری کو ادھر چھوڑ دو۔ نہ اس کے نان نفقہ کی فکر رہے اور نہ حقوق زوجیت کا خیال۔ گویا وہ شوہر والی ہی نہیں۔ کم از کم اس بات کا خیال رکھو کہ کھانے پینے، کپڑے اور شب باشی میں تمہاری حیثیت کے موافق سب بیویوں کی ضروریات اور خواہشات پوری ہوتی رہیں۔ اور کوئی ایک بیوی بھی اپنے کسی حق سے بالکل محروم نہ رہے۔

(۳) جس اللہ کی عبادت اور اطاعت کرنے کے لئے تم کو دعوت دی جا رہی ہے اس کی شان یہ ہے کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کی ملک ہے۔ وہی سب کا مالک، خالق اور پروردگار ہے۔ اس لئے تم سے پہلے جو قومیں گزری ہیں ان کو یہی حکم دیا گیا تھا، اور تم کو بھی یہی حکم دیا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو اور اس کے احکام بجا لاؤ! اگر تم اس کے پیغام کو قبول نہ کرو گے تو یاد رکھو وہ بے نیاز ہے اور آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کی ملک ہے۔ تمہارے کفر سے اس کی عظیم الشان سلطنت میں کچھ کمی نہ ہوگی اور اگر تم اس کا پیغام قبول کرو گے اور اس کے احکام بجا لاؤ گے تو یاد رکھو وہ بڑی قدرت اور سلطنت والا ہے۔ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے۔ وہ اپنی قدرت سے تمہاری کارسازی کرے گا اور اللہ جس کا کارساز ہو اس کو کوئی اور سہارا ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے۔

يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۭ وَكَانَ
تو تم کو فنا کردے اور تمھاری جگہ اور لوگوں کو پیدا کردے اور

اللّٰهُ عَلٰي ذٰلِكَ قَدِيْرًا ۝١٣٣ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ
اللہ اس بات پر قادر ہے جو شخص دنیا میں اپنے اعمال کی جزا کا طالب ہو تو (اسے

الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَكَانَ
معلوم ہونا چاہیئے) اللہ کے پاس دنیا اور آخرت (دونوں) کا ثواب موجود ہے اور اللہ

اللّٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝١٣٤ؑ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا
(سب کچھ) سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے (۱) اے ایمان والو! انصاف پر

قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاۗءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ
قائم رہو (اور) اللہ کے لئے سچی گواہی دو خواہ (یہ گواہی) تمھارے اپنے یا تمھارے

اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا
ماں باپ اور رشتہ داروں کے خلاف (ہی کیوں نہ) ہو اگر کوئی مالدار ہے یا محتاج تو

فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ
اللہ (سب سے بڑھ کر) ان کا خیر خواہ ہے تو تم نفسانی خواہش کے پیچھے چل کر انصاف کو نہ چھوڑ بیٹھو

وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
اور اگر دبی زبان سے گواہی دو گے یا گواہی سے بچنا چاہو گے تو یاد رکھو تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خبر رکھنے والا

خَبِيْرًا ۝١٣٥ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ
ہے (۲) اے ایمان والو اللہ پر اور

رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ
اس کے رسول پر اور جو کتاب اس نے اپنے پیغمبر پر نازل کی ہے اور جو کتابیں اس سے

(۱) لوگو سنو! اس کی بے نیازی کا یہ عالم ہے کہ اگر وہ چاہے تو تم سب کو نیست و نابود کرکے زمین پر دوسرے لوگوں کو پیدا کردے۔ اور یاد رکھو وہ ایسا کرنے پر اچھی طرح قادر ہے۔

اور دیکھو! تم دنیا کی طلب میں مرے جاتے ہو اور اس کی خاطر اللہ کو چھوڑے ہوئے ہو۔ لیکن تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر تم اللہ کی رسی کو پکڑو، اس کے پیغام کو قبول کرو اور اس کے احکام کو بجالاؤ تو دنیا اور آخرت دونوں کا فائدہ ہے۔ اس کے پاس دونوں جہان کی نعمتیں ہیں۔ یہاں اور وہاں دونوں جگہ وہ تمھیں سرفراز فرما سکتا ہے۔

ع ۱۹ ۸ ۱۶

(۲) معاشرت میں عدل و انصاف قائم کرنا ہر اچھی حکومت کا فرض ہے اور امنِ عالم کیلئے ضروری بھی ہے۔ لیکن عدل و انصاف کے لئے لازم ہے کہ فریقین کے گواہ سچی گواہی دیں۔ اگر گواہ جان بوجھ کر اور قصدًا جھوٹے بیانات لکھوائیں تو حاکم اور جج کو حقیقتِ حال معلوم کرنا اور انصاف قائم کرنا نہایت دشوار ہوجائے گا۔

اسی لئے اس آیت میں پہلے تو مسلمانوں کو حکم دیا کہ پوری طرح انصاف قائم کرنے والے بن جاؤ۔ پھر فرمایا کہ اللہ کے لئے سچی گواہی دینے والے بنو۔ سچائی اور حق گوئی کو اپنا وتیرہ بناؤ اور ہمیشہ سچی گواہی دو۔ دنیا کی کوئی چیز تمھیں سچ کہنے سے نہ روک سکے۔ یہاں تک کہ اگر دیکھو کہ حق گوئی خود تمھاری ذات کے خلاف پڑتی ہے یا اس سے تمھارے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں پر حرف آتا ہے تب بھی سچ کہنے سے دریغ نہ کرو۔ سچی گواہی دینے سے نہ تو کسی دولت مند کی دولت تمھیں باز رکھے اور نہ کسی حاکم کا رعب و اثر۔ ایسا نہ کرو کہ اپنی خواہش کو بیچ میں لاکر انصاف کو کھو بیٹھو۔

اور دیکھو! ہیر پھیر کر اور چبا چبا کر بات مت کہو کہ حقیقت گم ہوجائے۔ گواہی میں جب بات کرو صاف صاف کہو۔

الَّذِیٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓىِٕكَتِهٖ

پہلے نازل کی تھیں سب پر ایمان لاؤ اور جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور

وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا

اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن سے انکار کرے وہ سیدھے راستہ سے بھٹک کر

بَعِیْدًا ﴿۱۳۶﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ

دُور جا پڑا (۱) بیشک جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے پھر

كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ

کافر ہو گئے پھر کفر میں بڑھتے گئے ان کو اللہ نہ تو بخشے گا

وَلَا لِیَهْدِیَهُمْ سَبِیْلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ

اور نہ سیدھا راستہ دکھائے گا (۲) (اے پیغمبر!) منافقوں کو خوش خبری سنا دو کہ ان کو (آخرت میں)

عَذَابًا اَلِیْمَا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ

دردناک عذاب ہوگا وہ (منافق) جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو

مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ

دوست بناتے ہیں کیا ان کے ہاں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں (ان کو معلوم ہونا

فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ﴿۱۳۹﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی

چاہیئے کہ) عزت تو ساری اللہ ہی کی ہے (۳) (مسلمانو!) اللہ نے تم پر اپنی کتاب میں یہ حکم نازل

الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا وَ

فرمایا ہے کہ جب تم (کہیں) سنو کہ اللہ کی آیتوں سے انکار کیا جا رہا ہے اور

یُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ

ان کی ہنسی اڑائی جا رہی ہے تو تم ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو تاوقتیکہ وہ اس کو چھوڑ کر

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں جو لوگ اسلام کے دائرہ میں داخل ہو رہے تھے، ان میں بڑی تعداد عرب کے مشرکین کی تھی۔ ان کے علاوہ کچھ یہودی اور کچھ عیسائی بھی تھے اگرچہ یہ سب لوگ اسلامی عقیدوں کو قبول کر چکے تھے، لیکن پھر بھی خطرہ تھا کہ دل و دماغ کے کسی گوشہ میں کوئی باطل عقیدہ چپکا نہ رہ جائے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ بعض یہودی نو مسلموں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ عیسیٰ اور ان کی کتاب انجیل کو ہم نہیں مانیں گے۔

چونکہ یہ بات اسلامی نقطۂ نظر سے غلط اور سخت خطرناک تھی، اس لئے سارے اسلامی عقیدوں کو بار بار دُہرایا جاتا ہے اور مسلمانوں کو تعلیم دی جاتی ہے کہ ان ساری باتوں پر یقین رکھنا ضروری ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک بات کو بھی چھوڑا تو پھر تمہارے ایمان کی خیر نہیں۔ اس کے علاوہ اس بات کی طرف اشارہ کرنا بھی مقصود ہے کہ ایمان اور معرفتِ الٰہی کے بہت درجے ہیں۔ اگر تم ایمان کے ابتدائی درجہ کو پا چکے ہو تو اس پر قناعت کر کے نہ بیٹھ رہو بلکہ بلند تر درجہ پر نظر رکھو، دل میں اس کی طلب پیدا کرو اور اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اسی طرح زندگی بھر ایمان اور معرفتِ الٰہی میں ترقی کرتے رہو۔ شعر

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب ٹھہرتی ہے دیکھیئے جا کر نظر کہاں

(۲) یہ ان لوگوں کی حالت کا بیان ہے جو مذبذب اور ڈلمل یقین ہیں۔ کفر اور اسلام میں سے کسی ایک پر بھی نہیں جمتے۔ کبھی اسلام کا دم بھرتے ہیں اور کبھی کفر کا نام لیتے ہیں۔ کبھی مسلمانوں میں مل جاتے ہیں اور کبھی کافروں میں جا گھستے ہیں۔ ساری زندگی اسی بے اطمینانی میں کٹتی ہے اور آخرکار اسی حالت پر دنیا سے چل بستے ہیں۔ جب انھوں نے اپنے لئے یہی راہ پسند کر رکھی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی ان کو اسی راستہ پر چلاتا رہتا اور شک و تردد کی تاریکیوں میں یوں ہی بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتا ہے۔

(۳) لکھا ہے کہ مدینہ کے منافق یہودیوں کے پاس بیٹھ کر مسلمانوں کا مذاق اڑاتے اور اسلام سے نفرت کا اظہار کرتے تھے تاکہ یہودی ان سے بدظن نہ ہوں اور ان کی عزت کیا کریں۔

اس آیت میں ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ آخرت میں سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے کیونکہ وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے اور ان کے پاس عزت حاصل کرنا چاہتے۔ یہ لوگ سخت غلطی پر ہیں اگر یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو کافروں کے پاس عزت مل سکے گی۔ کیونکہ دین و دنیا کی عزت سب کی سب اللہ کے ہاتھ ہے اور اللہ کے پاس عزت انھیں لوگوں کو ملتی ہے جو اس کو اپنا پروردگار سمجھتے اور اس کا پیغام قبول کرتے ہیں۔ اگر منافقوں کے دلوں میں عزت کی سچی طلب ہے، تو ان کو چاہیئے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں اور مسلمانوں سے دوستی کریں۔

حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ

کسی دوسری بات میں نہ لگ جائیں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے بے شک اللہ

الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَاۨ ۙ﴿۱۴۰﴾ الَّذِيْنَ

منافقوں اور کافروں (سب کو) دوزخ میں (ایک جگہ) جمع کرنے والا ہے (۱) (ان کا شیوہ یہ ہے کہ)

يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا

وہ تم کو تکا کرتے ہیں اگر تم کو اللہ کی طرف سے فتح نصیب ہو تو کہتے ہیں کہ کیا

اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا

ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کو فتح حاصل ہو تو ان سے کہتے ہیں

اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ

کہ کیا ہم تم پر غالب نہیں تھے اور تم کو مسلمانوں کے ہاتھ سے نہیں بچایا تو یقین رکھو

يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ

اللہ قیامت کے دن تم میں فیصلہ کرے گا اور اللہ کافروں کو

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ

مسلمانوں پر ہرگز غلبہ نہیں دے گا (۲) منافق (اپنے خیال میں) اللہ کو دھوکہ دے رہے

اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا

ہیں حالانکہ اللہ ان کو دھوکہ کی سزا دینے والا ہے ان کا حال یہ ہے کہ جب یہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بے دلی

كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا

کے ساتھ اور صرف لوگوں کے دکھانے کیلئے کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کا ذکر برائے نام

قَلِيْلًا ۙ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ

کرتے ہیں (وہ) کفر و ایمان کے درمیان مذبذب ہیں نہ ان (مسلمانوں) کی طرف ہیں

(۱) یہودی علماء اور دوسرے کافر اپنی اپنی مجلسوں میں قرآن اور اسلام کا مذاق اڑاتے تھے۔ منافق ان مجلسوں میں جا کر بیٹھتے اور ان باتوں میں خوشی خوشی حصہ لیتے تھے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو متنبہ فرماتا ہے کہ جب تم دیکھو کہ کسی مجلس میں اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو تم وہاں سے اٹھ جاؤ۔ ہاں اگر وہ ان باتوں کو چھوڑ کر دوسری باتوں میں لگ جائیں تو پھر تم ان کے ساتھ بیٹھ سکتے ہو۔ یاد رکھو قرآن کا مذاق اڑاتے وقت اگر تم ان کے پاس بیٹھو گے تو تم بھی ان ہی جیسے ہو جاؤ گے۔ جانتے ہو کہ ان کا کیا حشر ہونے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان منافقوں اور کافروں کو جہنم میں اکٹھا کریگا جس کی آگ میں پڑے یہ سب کے سب جلتے رہیں گے۔

(۲) یعنی یہ منافق دو رخے اور مذبذب ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ دین داری اور حق پرستی سے ان کو دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ یہ دنیا پرست اور موقع پرست ہیں یہ اپنی جانیں بچائے الگ تھلگ بیٹھے سیاسی اتار چڑھاؤ کو دیکھتے رہتے ہیں۔ اگر مسلمان کامیاب ہوئے تو فتح کے مال میں حصہ دار بنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے اور اگر کبھی کافروں کا پلہ بھاری رہا تو ان کے پاس دوڑے جاتے ہیں اور ان پر اپنا احسان جتاتے ہیں کہ اگر ہم مدد نہ کرتے تو مسلمانوں نے تم کو ختم ہی کر ڈالا تھا۔ اس لئے لوٹ کے مال میں ہمارا بھی برابری کا حصہ ہونا چاہیئے۔

آخر میں مسلمانوں کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ اللہ قیامت کے دن تم میں اور ان میں فیصلہ کر دے گا اور اس سے پہلے دنیا میں بھی اللہ کافروں کو مسلمانوں پر غالب نہیں ہونے دے گا۔

ع ۲۰ / ۱۴

وَلَآ إِلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ ۚ وَمَن يُضْلِلِ ٱللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُۥ

اور نہ ان (کافروں) کی طرف۔ اور (حقیقت یہ ہے کہ) جس کو اللہ گمراہ چھوڑ دے تو پھر ممکن نہیں تم اس کیلئے کوئی

سَبِيلًا ﴿١٤٣﴾ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟

راستہ نکال سکو (۱) اے ایمان والو! مومنوں کو

ٱلْكَٰفِرِينَ أَوْلِيَآءَ مِن دُونِ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۚ أَتُرِيدُونَ

چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ! کیا تم چاہتے ہو

أَن تَجْعَلُوا۟ لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَٰنًا مُّبِينًا ﴿١٤٤﴾ إِنَّ

کہ اللہ کا صریح الزام اپنے اوپر لے لو (۲) بیشک

ٱلْمُنَٰفِقِينَ فِى ٱلدَّرْكِ ٱلْأَسْفَلِ مِنَ ٱلنَّارِ وَلَن

منافق دوزخ کے سب سے نیچے کے درجے میں ہوں گے اور اس دن

تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ﴿١٤٥﴾ إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُوا۟ وَأَصْلَحُوا۟

تم کسی کو بھی ان کا مددگار نہ پاؤ گے ہاں جن لوگوں نے توبہ کی اور اپنی حالت درست کرلی

وَٱعْتَصَمُوا۟ بِٱللَّهِ وَأَخْلَصُوا۟ دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُو۟لَٰٓئِكَ

اور اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لیا اور اپنے دین کو خالص اللہ ہی کے لئے کرلیا تو ایسے لوگ

مَعَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۖ وَسَوْفَ يُؤْتِ ٱللَّهُ ٱلْمُؤْمِنِينَ

ایمان والوں کے ساتھ ہوں گے اور اللہ عنقریب مومنوں کو بڑا

أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٤٦﴾ مَّا يَفْعَلُ ٱللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِن

ثواب دے گا (۳) (لوگو!) اگر تم اللہ کے شکرگزار رہو اور اس پر ایمان لے آؤ تو اللہ تم کو

شَكَرْتُمْ وَءَامَنتُمْ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ﴿١٤٧﴾

عذاب دے کر کیا کرے گا اللہ (تو بڑا) قدر دان (اور ہر چیز کا) جاننے والا ہے (۴)

(۱) منافقوں کی چال دورنگی تھی۔ ظاہر میں اسلام اور دل میں کفر۔ مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں میں مل کر اسلام کے تمدنی قوانین کی برکتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ وہ اپنے خیال میں اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیکر اپنا اُلو سیدھا کرنا چاہتے تھے منافقوں کے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ زعم باطل میں مبتلا ہیں۔ وہ اللہ کو کیا دھوکہ دیں گے وہ تو دلوں کے بھید کا جاننے والا ہے اور ان کی حقیقت حال سے اچھی طرح واقف ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس دھوکہ بازی کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ایسی حالت پیدا کردی ہے جس کی وجہ سے منافق خود بڑے فریب میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس زندگی میں فرصت اور مہلت کا قانون کارفرما ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو اس بات کا موقع دیا ہے کہ زندگی میں جو راستہ چاہے اختیار کرے اور آزادی کے ساتھ اس پر چلتا رہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بد عملو کی گرفت فوراً نہیں ہوتی اور نیکوں کے ساتھ ان کو بھی زندگی میں عمل کرنے کی مہلت اور فرصت ملتی ہے چنانچہ منافقوں کے ساتھ یہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت فوراً نہیں فرمائی، ان کے نفاق پر پردہ ڈالے رکھا اور اپنے رسول کو حکم دیا کہ ظاہرداری کے لحاظ سے ان کے ساتھ بھی مسلمانوں کا سا سلوک کریں۔ اس طرز عمل سے منافق دھوکہ میں پڑ گئے اور سمجھے کہ ان کا فریب چل گیا اور انھوں نے اللہ کو دھوکہ دے لیا لیکن جب وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان کے کاموں سے واقف کرادیا اور حکم دیا کہ ان کے ساتھ کوئی رعایت نہ کی جائے۔ اس دُنیا کی سزا کے علاوہ آخرت کا عذاب بھی ان کے لئے تیار ہے جو دو آیتوں بعد ذکر کیا گیا ہے۔ چونکہ منافقوں کی فریب کاری اور ظاہرداری کا بڑا مظاہرہ نماز میں ہوتا تھا اس لئے ان کی نماز کا حال بیان فرمایا یعنی منافق نماز پڑھتے تو ہیں مگر بڑی سستی اور کاہلی کے ساتھ۔ وہ محض لوگوں کو دکھانے کے لئے نماز پڑھتے ہیں۔ یوں ہی زبان سے اللہ کا نام لیتے ہیں مگر ان کے دل خشوع اور خضوع سے خالی ہوتے ہیں۔ پھر منافقوں کی ایمانی حالت کا پردہ فاش کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ در اصل وہ ایمان اور کفر دونوں کے یقین سے محروم ہیں۔ نہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور نہ کافروں کے ساتھ گویا ان کا ایک قدم کفر میں ہے اور ایک اسلام میں۔ وہ حیرت و تذبذب میں مبتلا ہیں۔ نفاق اور بد اعمالیوں کی تاریکی میں بھٹک رہے ہیں۔ وہ سیدھے راستے سے محروم ہیں۔ اب ان کو راستہ کیسے ملے

(۲) اوپر کی آیتوں میں منافقوں کی چند بُری خصلتوں کا ذکر تھا اب اس آیت میں مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ تم ان خصلتوں کو اختیار نہ کرو اور مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ اگر تم نے ایسا کیا تو تمھارے خلاف اللہ تعالیٰ کی حجت پوری طرح قائم ہوجائیگی اور اس کے نزدیک تم منافقوں میں شمار کئے جاؤ گے۔

(۳) یعنی منافقوں کا اصل مقام تو جہنم کا سب سے نیچا طبقہ ہے اور وہاں ان کو کسی طرح کی مدد بھی نہیں پہنچ سکے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کا دروازہ سب کے لئے کھلا ہوا ہے اگر منافق اپنے نفاق سے توبہ کرلیں، خلوص کے ساتھ اللہ پر ایمان لائیں، اسی پر بھروسہ کریں، اس کی رسی کو مضبوط پکڑیں اور اپنے اعمال کی اصلاح کرلیں تو پھر ان کا حشر مومنوں کے ساتھ ہوگا اور وہ اس اجر عظیم کے مستحق ہوں گے جو مومنوں کے لئے مقرر ہے۔

(۴) یعنی عذاب یا ثواب اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ جوش انتقام میں کسی کو جہنم میں ڈال دیتا ہے اور کسی کو یوں ہی انعام سے سرفراز فرمادیتا ہے جیسا کہ مشرکین اپنے دیوتاؤں کے متعلق خیال کرتے ہیں یہودی اور عیسائی تصورات میں بھی اس خیال کی آمیزش ہوگئی ہے بلکہ عذاب یا ثواب انسانی عمل کا قدرتی نتیجہ ہے جو اس کی حکمت نے ٹھہرا دیا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں بندوں سے خطاب کرکے فرماتا ہے کہ اگر تم ایمان لے آؤ اور اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو اور اپنی زندگی کو سنوارلو تو وہ تم کو کیوں عذاب دینے لگا۔ وہ بندوں کے اچھے اعمال سے باخبر ہے اور قدردان بھی ہے یعنی ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیتا ہے۔

(۱) اسلام کے شروع زمانہ میں مہمان کو کھانا کھلانے اور اس کی خاطر تواضع کرنے کی بڑی تاکید کی گئی تھی۔ اگر مہمان کی خاطر تواضع نہ کی جاتی تو سمجھا جاتا تھا کہ اس کا حق تلف کیا گیا اور اس پر ظلم کیا گیا۔
اسی وجہ سے مہمان کو اجازت تھی کہ وہ بستی والوں سے اپنا حق سختی کے ساتھ طلب کرے۔
چنانچہ لکھا ہے کہ مدینہ میں ایک شخص نے اپنے مہمان کی مہمانی کا حق ادا نہیں کیا یہ بات مہمان کو سخت ناگوار گزری اور اس نے لوگوں سے اپنے میزبان کی شکایت کی اور اس کو برا بھلا کہا۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ
اللہ (اس بات کو) پسند نہیں کرتا کہ کوئی علانیہ (کسی کی) برائی بیان کرے مگر (ہاں جس پر ظلم ہوا ہو
ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا
(وہ معذور ہے) اور اللہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے (۱) اگر تم کوئی نیک کام ظاہر طور پر کرو
اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا
یا چھپا کر کرو یا کسی برائی کو معاف کرو (تو بہتر ہے) کیونکہ اللہ (بھی) معاف کرنے والا (اور)
قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ
بڑی قدرت والا ہے (۲) بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور (ایمان کے اعتبار سے)
اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ
اللہ میں اور اس کے رسولوں میں فرق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم (ان میں سے) بعض کو مانتے ہیں
وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ
اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ کفر و ایمان کے درمیان ایک
سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ
راہ نکالیں ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت دینے والا
عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا
عذاب تیار کر رکھا ہے (۳) اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی میں
بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ
فرق نہیں کیا (یعنی سب کو مانا) ایسے لوگوں کو اللہ عنقریب ان (کے اعمال) کا ثواب دے گا
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾ يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ
اور اللہ بخشنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے (اے پیغمبر) اہل کتاب تم سے درخواست کرتے ہیں

اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ایک عام انداز میں نصیحت فرمائی کہ مسلمان کیلئے یہ بات مناسب نہیں کہ اگر کسی میں کچھ عیب دیکھے تو اس کو مشہور کرے اور لوگوں کے سامنے بیان کرتا پھرے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں کیونکہ اس سے باہمی اتحاد کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے اور قوموں کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ ہر بات کا سننے والا اور ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی اچھائیوں اور برائیوں سے واقف ہے اس کے بندوں کا معاملہ اس پر چھوڑ دو اور کسی کی برائی ظاہر کر کے اس کو لوگوں کی نظروں میں ذلیل مت کرو۔
البتہ مظلوم کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ ظالم کے خلاف فریاد کرے اور اس کے ظلم کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرے۔ اس معاملہ میں مظلوم بالکل حق بجانب ہے۔
(۲) یعنی اگرچہ مظلوم کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ ظالم کے خلاف فریاد کرے اور اس کے ظلم کو لوگوں کے سامنے بیان کرے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات بہتر اور پسندیدہ ہے کہ مظلوم صبر اور برداشت سے کام لے اور زیادتی کرنے والے کے قصور سے درگزر کرے۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ کتنی بڑی قدرت والا ہے پھر بھی وہ تمہاری برائیوں اور کمزوریوں کو معاف کر دیتا ہے۔ ایسے ہی تم کو بھی چاہئے کہ اپنے بھائیوں کی زیادتیوں سے درگزر کرو۔ کیا عجب ہے کہ تمہاری اس فراخ دلی کی وجہ سے زیادتی کرنے والے کے دل میں ندامت کا احساس بیدار ہو، وہ تم سے معافی چاہ لے اور اپنی اصلاح کر لے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ بھی تم پر رحم کرے اور تمہاری کمزوریوں سے درگزر فرمائے۔
(۳) مدینہ میں یہود کا بہت زور تھا اور بہت سے منافق بھی انہیں میں سے تھے۔ اس مناسبت سے منافقوں کے ذکر کے ساتھ یہودیوں کا ذکر فرمایا۔ یہود کی بنیادی گمراہی یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسولوں میں تفریق کرتے تھے یعنی بعض رسولوں کو مانتے تھے اور بعض کو نہیں۔ وہ حضرت نوحؑ ابراہیمؑ موسیٰؑ داؤدؑ اور سلیمانؑ وغیرہ کو مانتے تھے لیکن حضرت عیسیٰؑ کو نہیں
۲۱ مانتے تھے۔ اسی طرح یہود اور عیسائی دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ع ۱۱ کو نہیں مانتے تھے۔ اس گمراہی کے باوجود اپنے کو راہ ہدایت پر سمجھتے تھے۔
اس بارے میں قرآن نے اپنے اصول کا صاف صاف اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسولوں میں تفریق کرنا بالکل غلط اور سخت گمراہی ہے۔ جو لوگ رسولوں میں سے کسی کو مانتے ہیں اور کسی کو نہیں مانتے وہ گویا ایمان اور کفر کے بیچ میں ایک درمیانی راہ نکالنا چاہتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ دین میں ایسی کوئی راہ نہیں ہے۔ یا تو صریح ایمان ہے یا کھلا کفر۔

منزل ۱

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سچے رسولوں میں سے ایک کو بھی نہیں مانتے وہ گویا رسولوں کے پورے سلسلہ کا انکار کرتے ہیں۔ ایک کو نہ ماننا سب سے انکار کرنا ہے کیونکہ وہ سب ایک سچائی کے لانے والے ہیں۔ ایسے لوگ حقیقت میں کافر ہیں۔ وہ اس دھوکے میں نہ رہیں کہ ان کا ادھورا ایمان مقبول ہوگا اور ان کو عذاب سے نجات مل جائے گی ۔۔۔ واضح ہو کہ اس آیت میں ان سب لوگوں کو تنبیہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور قرآن کو زندگی کا دستور العمل بنانا ضروری نہیں سمجھتے اور اس خیال میں مست ہیں کہ ہم گزشتہ پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی کتابوں کو مانتے ہیں۔ لہٰذا ہم نجات یافتہ لوگوں میں ہوں گے۔

اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى
کہ تم ان پر کوئی لکھی لکھائی کتاب آسمان سے اُتار لاؤ تو یہ (کوئی نئی بات نہیں) ان کے بڑوں (نے)
اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ
بھی بڑی بات کی درخواست موسیٰ سے کر چکے ہیں چنانچہ انھوں نے (موسیٰ سے) کہا کہ ہمیں اللہ کو علانیہ دکھا دو (نتیجہ یہ ہوا کہ) اس گستاخی کی
الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ
وجہ سے ان کو بجلی نے آپکڑا پھر انھوں نے بچھڑے کو (معبود) بنا لیا باوجود اس کے کہ
مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى
ان کے پاس روشن نشانیاں آچکی تھیں پھر ہم نے اس سے بھی درگذر کیا اور ہم نے موسیٰ کو
سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿١٥٣﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ
کھلا ہوا غلبہ دیا (١) اور ان سے عہد لینے کے لئے ہم نے ان پر کوہِ طور اٹھا کھڑا کیا
وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا
اور انھیں حکم دیا کہ (شہر کے) دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا اور یہ (بھی) حکم دیا کہ ہفتہ کے دن کے
فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿١٥٤﴾ فَبِمَا
بارے میں حد سے تجاوز نہ کرنا غرض ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا (٢) لیکن انھوں نے
نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللهِ وَقَتْلِهِمُ
عہد کو توڑ ڈالا) تو ان کے عہد توڑ دینے اور اللہ کی آیتوں سے کفر کرنے اور نبیوں کو ناحق
الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ
مار ڈالنے اور یہ کہنے کے سبب سے کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں (اللہ نے ان کو مردود کر دیا۔ ان کے دلوں پر پردے نہیں ہیں) بلکہ
طَبَعَ اللهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٥٥﴾
ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی (اسی لئے) ان میں سے چند کے سوا ایمان نہیں لاتے

(١) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے اُترتا تھا۔ یہ دیکھ کر یہود کو ایمان نہ لانے کا ایک بہانہ ہاتھ آیا۔ ان کے چند سردار آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا "اے محمدؐ اگر تم سچے ہو تو ایک لکھی لکھائی کتاب آسمان سے اُتار لاؤ جیسے حضرت موسیٰؑ لائے تھے"۔

اس سوال سے صاف ظاہر ہے کہ یہود کے دلوں میں خصومت اور عناد کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے سوال کے جواب میں ان کے تاریخی واقعات کو دُہرایا۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس بات کو واضح فرمایا کہ یہود کی درخواست قابلِ توجہ نہیں ہے۔ ان کے دلوں میں حق و صداقت کی طلب نہیں ہے یہ تو محض دشمنی اور عناد سے بیہودہ فرمائشیں کرتے ہیں اگر ان کے دلوں میں صداقت کی طلب ہوتی تو یہ نہ دیکھتے کہ قرآن مجید لکھی لکھائی کتاب کی شکل میں نازل نہیں ہو رہا ہے بلکہ اس بات پر غور کرتے کہ اس کے ذریعہ سے جو تعلیم دی جا رہی ہے وہ کیسی سچی، پاکیزہ اور انسانیت پرور ہے اور اس کے پیش کرنے والے کے اخلاق کتنے بلند ہیں۔

اس آیت میں یہود کی تاریخی سرکشیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے باپ دادا نے تو اس سے بھی بڑھ کر عجیب و غریب اور گستاخانہ فرمائش کی تھی۔ انھوں نے حضرت موسیٰؑ سے کہا تھا کہ "ہمیں اللہ کو کھلم کھلا دکھا دو"۔ اس گستاخی کی پاداش میں ان پر بجلی گری۔ یہود کے باپ دادا نے ایک اور سرکشی کی۔ ان کے پاس توحید کی روشن دلیلیں آنے کے بعد بھی انھوں نے حضرت موسیٰؑ کے غیاب میں بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ مگر حضرت موسیٰؑ کی سفارش سے اللہ تعالےٰ نے ان کے گناہِ عظیم کو معاف کر دیا۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰؑ کو اور ان کے طفیل سے بنی اسرائیل کو نبوت، حکومت اور دولت سے نوازا لیکن بنی اسرائیل نے ان نعمتوں کی کوئی قدر نہیں کی۔

(٢) اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے یہودیوں کی تاریخ میں سے تین واقعات کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔
(١) ایمان لانے کے بعد بنی اسرائیل نے پے در پے گستاخیاں اور نافرمانیاں کیں۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی فرمائی اور ان کو ڈرایا۔ ان کے سروں پر کوہِ طور کو بلند کیا اور ان سے عہد لیا کہ وہ احکام الٰہی کی تعمیل کریں گے۔ (٢) اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو ملکِ شام کے ایک شہر کو فتح کرنے کا حکم دیا تھا اور کہا تھا کہ جب وہ شہر کو فتح کر کے اس میں داخل ہوں تو فتح و کامرانی پر اترائیں نہیں بلکہ عجز و نیاز کے ساتھ گناہوں کی معافی مانگتے اور "حطة حطة" (خدایا ہمارے گناہ بخش دے) کہتے ہوئے دروازے سے گزریں۔ لیکن انھوں نے اس حکم کی نافرمانی کی اور عاجزی اور نیازمندی کی جگہ غرور اور سرکشی سے اور "حطة" کی جگہ مذاق سے "حنطة" (گیہوں) کہتے ہوئے سرینوں پر گھسٹتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔ (٣) یہودیوں کو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا تھا کہ سبت یعنی ہفتہ کے دن کا احترام کریں اور اس دن مچھلیوں کا شکار نہ کیا کریں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو کئی حکم دیے تھے اور ان سے عہد لیا تھا کہ وہ احکام الٰہی کی تعمیل کریں گے۔ لیکن یہودیوں نے سرکشی اور نافرمانی کی اور اپنے عہد پر قائم نہ رہے۔

(۱) یہودیوں پر قہرِ الٰہی نازل ہونے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ کا انکار کیا اور ان کی والدہ حضرت مریم پر بُری بات کا الزام لگایا اور ان پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ اور انھوں نے نہایت گستاخی اور غرور کے ساتھ کہا کہ "ہم نے عیسیٰ کو قتل کر دیا جو اپنے کو مریم کا بیٹا اور اللہ کا رسول کہتا تھا۔"

وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۝۱۵۶

اور (اس وجہ سے بھی ان پر عتاب ہوا کہ) انھوں نے کفر کیا اور مریم پر ایک بڑا بہتان باندھا

وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ

اور انھوں نے (بڑے فخر سے) کہا ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو جو اللہ کا پیغمبر تھا قتل کر ڈالا (حالانکہ)

اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَاِنَّ

انھوں نے نہ تو عیسیٰ کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا اور جو لوگ

الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ

عیسیٰ کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں یقیناً وہ ان کی نسبت شک میں پڑے ہوئے ہیں اس بارے میں ان کے پاس کوئی یقینی بات

عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝۱۵۷ بَلْ رَّفَعَهُ

تو ہے نہیں صرف اٹکل کے پیچھے چل رہے ہیں اور یقیناً انھوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو اپنی

اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۱۵۸ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ

طرف اٹھا لیا اور اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے (۱) اور جتنے اہل کتاب ہیں وہ سب

الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ

ان کے انتقال سے پہلے ان پر ایمان لائیں گے اور قیامت کے دن عیسیٰ

عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝۱۵۹ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا

ان پر گواہ بنیں گے (۲) غرض یہ کہ یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے (کئی ایک)

عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

چیزیں ان پر حرام کر دیں جو (پہلے) ان کے لئے حلال تھیں اور اس وجہ سے بھی کہ وہ اکثر اللہ کے راستہ سے لوگوں کو

كَثِيْرًا ۝۱۶۰ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ

روکتے تھے اور اس سبب سے بھی کہ منع کئے جانے کے باوجود سود لیتے تھے اور اس سبب سے بھی

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی تردید کی اور فرمایا کہ انھوں نے حضرت عیسیٰؑ کو نہ تو قتل کیا اور نہ سُولی پر چڑھایا۔ اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی خفیہ تدبیر فرمائی جس کی وجہ سے یہودی شک و شبہ میں پڑ گئے اور حقیقت ان سے گم ہو گئی۔

مُفسرین نے یہودیوں کے اشتباہ کے بارے میں کئی قول لکھے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہودیوں نے جب عیسیٰ علیہ السلام کو سُولی دینے کا ارادہ کیا تو انھوں نے پہلے اپنے ایک آدمی کو مکان میں بھیجا جس میں حضرت عیسیٰؑ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تو آسمان پر اٹھا لیا اور اس شخص کی صُورت حضرت عیسیٰؑ کی صُورت کے مُشابہ کر دی۔ لوگوں نے اس کو عیسیٰ سمجھ کر سُولی پر چڑھا دیا۔ پھر جب اس کو غور سے دیکھا تو کسی نے کہا کہ اس کا چہرہ تو عیسیٰؑ کے جیسا ہے مگر بدن تو ہمارے آدمی کا معلوم ہوتا ہے۔ کسی نے کہا اگر یہ عیسیٰ ہے تو ہمارا آدمی کہاں گیا۔ اور اگر یہ ہمارا آدمی ہے تو عیسیٰ کہاں ہے۔

غرض اس صُورتِ حال کی وجہ سے یہودی شبہ اور اختلاف میں پڑ گئے۔ اسی طرح عیسائیوں میں بھی حضرت عیسیٰ کے قتل کے متعلق اختلاف ہے ہر فرقہ سُولی کے واقعہ کو ایک الگ انداز سے تعبیر کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں وہ محض اٹکل کی باتیں ہیں۔ اس بارے میں صحیح علم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھا کر ان کو یہودیوں کی دسترس سے بچا لیا اور یہودیوں کو شبہ میں ڈال کر حیران کر دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت اور حکمت والا ہے۔ یہودیوں کو چاہیئے تھا کہ اس واقعہ سے عبرت حاصل کر کے اپنے گناہوں سے توبہ کرتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاتے، لیکن وہ اپنی ضد اور گمراہی پر اڑے رہے۔

(۲) یعنی جب حضرت عیسیٰؑ قیامت کے قریب تشریف لائیں گے، اس وقت حق بات واضح ہو جائے گی اور یہودیوں اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں جتنی غلط فہمیاں پیدا کر رکھی ہیں وہ سب دُور ہو جائیں گی۔ یہودی ان پر ایمان لے آئیں گے اور اس بات کو مان لیں گے کہ انھوں نے ان کو سُولی نہیں دی تھی۔ اسی طرح یہ بات بھی واضح ہو جائے گی کہ حضرت عیسیٰ خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہیں۔ اور عیسائی اس عقیدہ کو تسلیم کریں گے کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

آخر میں اس بات کو واضح فرمایا کہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حضور میں اہل کتاب کی گمراہیوں کو ظاہر فرمائیں گے اور ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ یہودیوں کے بارے میں فرمائیں گے کہ انھوں نے میری والدہ پر تہمت لگائی، مجھے جھٹلایا اور سُولی دے کر مجھے ہلاک کرنے کی ٹھان لی۔ اور عیسائیوں کے خلاف شکایت کریں گے کہ انھوں نے میری تعلیم کو کچھ کا کچھ کر دیا۔ مجھے خدا یا خدا کا بیٹا کہا، حالانکہ میں نے ان کو یہ تعلیم نہیں دی تھی۔

(۱) یہودیوں کی نافرمانیوں کے بیان کے سلسلہ میں اس بات کو واضح فرمایا کہ انہی گستاخیوں کی وجہ سے ہم نے یہودیوں کو سخت احکام دیے تھے اور بہت سی پاکیزہ چیزوں کو ان پر حرام کردیا تھا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ یہودیوں کی بے لگام طبیعتوں کو تنبیہ ہو اور وہ شرارتوں سے باز آجائیں۔ لیکن وہ کسی طرح مانتے ہی نہ تھے اور شرارتوں پر شرارتیں کرتے چلے جاتے تھے۔ اوپر کی آیتوں میں جن گستاخیوں کا ذکر ہوا ان کے علاوہ اور بھی ہیں مثلاً یہ کہ وہ اللہ کے بندوں کو راہِ حق سے روکتے تھے، سُود لیتے تھے اور لوگوں کا مال ناجائز طریقوں سے مار کر کھا جاتے تھے۔ حالانکہ ان سب باتوں سے ان کو منع کیا گیا تھا۔

اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ

کہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے اور (یاد رکھو!) ان میں جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے ہم نے

عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ

دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے (۱) مگر ان (یہودیوں) میں جو لوگ علم میں پکے ہیں وہ

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ

اور جو مسلمان ہیں وہ، اس کتاب پر جو (اے پیغمبر!) تم پر نازل ہوئی اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل ہوئیں

مِنْ قَبْلِكَ وَ الْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَ الْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ

سب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ

اور اللہ اور آخرت کے دن کو مانتے ہیں ان کو ہم عنقریب بہت بڑا

اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾ اِنَّاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ كَمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى

اجر عطا فرمائیں گے (۲) (اے پیغمبر!) ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح

نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ ۚ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ

کی طرف اور ان پیغمبروں کی طرف جو نوح کے بعد ہوئے وحی بھیجی تھی اور جس طرح ہم نے ابراہیم

وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِيْسٰى

اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولادِ یعقوب اور عیسیٰ

وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَيْمٰنَ ۚ وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ

اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی بھیجی تھی اور داؤد کو ہم نے زبور عنایت

زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾ ۚ وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ

کی تھی (۳) اور ہم نے بعض رسول تو ایسے بھیجے ہیں جن کے حالات ہم اس سے پہلے تم سے بیان کرچکے ہیں

منزل ۱

واضح ہو کہ اس موقع پر یہودیوں کی نافرمانیوں کی داستان کو دُہرانے سے مقصود یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس بات کو واضح کیا جائے کہ اگر آج یہود آپ کے ساتھ گستاخیاں کرتے ہیں اور قرآن مجید کو نہیں مانتے تو یہ بات کچھ قابلِ تعجب نہیں ہے۔ ان کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ یہ ہمیشہ کے سرکش اور نافرمان ہیں۔ انھوں نے دنیا میں بھی نافرمانیوں کی سزا بھگتی ہے اور آخرت میں بھی بھگتیں گے۔

(۲) عام طور پر یہود نافرمان، مغرور اور ضدی تھے۔ چنانچہ اُوپر کی آیتوں میں ان کی نافرمانیوں کا ذکر فرمایا لیکن ان میں کچھ لوگ اچھے بھی تھے جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی۔ اس آیت میں ان کی صفات بیان فرمائی ہیں۔ ان کی سب سے پہلی صفت یہ ہے کہ ان کا علم بڑا پختہ ہے چنانچہ علم کی پختگی کی وجہ سے وہ حق و باطل میں تمیز کرتے ہیں اور جب ان پر حق واضح ہو جاتا ہے تو اس کو بے چون و چرا مان لیتے ہیں اسی پر جم جاتے ہیں اور اس کا اعلان کردیتے ہیں اس کے علاوہ ان میں یہ خوبی بھی ہے کہ وہ ایمان والوں کی طرح اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو آنحضرتؐ پر نازل ہوئی ہے اور ان ساری کتابوں کو بھی مانتے ہیں جو آپؐ سے پہلے دوسرے پیغمبروں پر نازل ہوئی تھیں۔ یہ سب لوگ نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ سارے عالم کے پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اور آخرت کی زندگی پر یقین رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ان کے ایمان اور نیک اعمال کا عنقریب بڑا اجر دے گا۔

ع ۲۲
۱۰
۲

(۳) مکہ والے اور اہلِ کتاب دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو نہیں مانتے تھے لیکن گزشتہ پیغمبروں پر یقین رکھتے تھے۔ مکہ والے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کو پیغمبر مانتے تھے اور ان کے دین پر ہونے کا دعوے کرتے تھے۔ اسی طرح اہلِ کتاب بنی اسرائیل کے ان سارے پیغمبروں کو مانتے تھے جن کا ذکر توراۃ میں ہے۔ ان لوگوں کے دلوں میں آپ کی رسالت کا یقین پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بڑی تاکید کے ساتھ اور نہایت قوی لفظوں میں اس حقیقت کا اعلان کیا کہ جس طرح ہم نے ان پیغمبروں پر وحی بھیجی جن کو تم جانتے اور مانتے ہو، اسی طرح ہم نے پیغمبرِ اسلام محمدؐ پر بھی وحی بھیجی ہے۔ پھر تمہاری عقلوں پہ تعجب ہے کہ تم دوسرے پیغمبروں کو تو مانتے ہو لیکن محمدؐ کو نہیں مانتے حالانکہ ان کی تعلیم اور زندگی دوسرے پیغمبروں کی تعلیم اور زندگیوں کے مقابلہ میں اکمل و افضل ہے۔

وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى

اور بہت سے پیغمبر ایسے بھی ہیں جن کے حالات تم سے نہیں بیان کئے اور موسیٰ سے تو اللہ نے

تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ

کلام کیا (۱) ان سب پیغمبروں کو اللہ نے خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر اس لئے بھیجا تھا کہ پیغمبروں کے آنے کے

لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

بعد لوگوں کو اللہ کے سامنے کوئی عذر باقی نہ رہے اور اللہ سب پر

عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ

غالب (اور) حکمت والا ہے (۲) (اے پیغمبر اگر یہ لوگ تمہاری سچائی سے انکار کریں تو کریں) لیکن اللہ نے جو کچھ تم پر نازل کیا ہے

اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

اس کی نسبت گواہی دیتا ہے کہ اس نے اس کو اپنے علم سے نازل کیا ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور اللہ کی گواہی

شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ

کافی ہے (۳) جن لوگوں نے کفر کیا اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے

اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

روکا بلاشبہ وہ سیدھے راستے سے بھٹک کر دور جا پڑے جن لوگوں نے کفر کیا

وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ

اور ظلم کیا تو اللہ ان کو بخشے گا نہیں اور نہ ان کو جہنم کے راستے کے

طَرِيْقًا ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ

سوا کوئی اور راستہ دکھائے گا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ

اور ایسا کرنا اللہ کے لئے آسان ہے (۴) اے لوگو!

منزل ۱

(۱) بعض دوسری قوموں کی طرح یہودی بھی پیغمبری کو نسلی اور قومی ملکیت سمجھتے تھے اور آج بھی سمجھتے ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی اس تنگ دلی اور غلط عقیدہ کی تردید فرما دی تاکہ مسلمان اس طرح کا غلط عقیدہ نہ رکھیں۔ اس بارے میں اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ملک اور ہر قوم میں پیغمبر بھیجے تھے۔ ان میں سے بعض پیغمبروں کے حالات تو قرآن میں بیان فرما دیئے اور بعض پیغمبر ایسے بھی ہیں جن کا ذکر نہیں فرمایا۔ اجمالی طور پر ان پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔

(۲) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کا کام اور ان کے بھیجنے کا مقصد بیان فرمایا ہے۔ پیغمبروں کا کام یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں کو سنا دیتے ہیں نیکی اور بدی کے دونوں راستے واضح کر دیتے ہیں اور ایمان والوں کو جنت کی خوشخبری سناتے ہیں اور انکار کرنے والوں کو نافرمانی کے نتائج سے آگاہ کر دیتے ہیں۔

پیغمبروں کے بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں پر نیکی اور بدی کے راستے واضح ہو جائیں، لوگوں کے پاس کوئی حجت باقی نہ رہے اور نافرمان لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ عذر پیش نہ کر سکیں کہ ہم کو کچھ خبر نہیں ہوئی اور کسی نے ہم کو راہِ حق کی طرف دعوت نہیں دی ورنہ ہم نافرمانی نہیں کرتے۔

(۳) روایت ہے کہ جب آیت اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ نازل ہوئی تو یہودیوں نے کہا کہ ہم تو قرآن کو نہیں مانتے اور اس کی سچائی کی گواہی نہیں دیتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں یہودیوں کی تردید، قرآن کی تصدیق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہودیوں کے انکار کرنے اور گواہی نہ دینے سے کیا ہوتا ہے، خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے قرآن کی صداقت اور آپ کی نبوت پر گواہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کے بعد پھر کسی اور گواہی کی ضرورت نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید اپنے اسلوب کی فصاحت و بلاغت اور اپنے مطالب کی صحت و جامعیت کے لحاظ سے خود ہی اپنی صداقت کی واضح دلیل ہے۔ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب۔

(۴) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایسی روشن دلیلیں اور مضبوط گواہیاں سننے کے بعد بھی جو لوگ آپ کی ہدایت قبول نہیں کریں گے اور اپنی زندگیوں کو نہیں سدھاریں گے بلکہ اُلٹے ظلم و زیادتی کرتے رہیں گے ... اور اللہ تعالیٰ سے بخشش نہیں مانگیں گے تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشے گا اور ان کے لئے کامیابی کا راستہ نہیں کھولے گا۔ ان کے لئے صرف ایک راستہ کھلا ہو گا یعنی جہنم کا راستہ جس میں اللہ تعالیٰ ان کو پہنچا دے گا اور جہاں وہ ہمیشہ پڑے رہیں گے۔ اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے بہت آسان ہے جب وہ اپنے قانون کو جاری کرنا چاہے تو کون ہے جو اس کے کام میں رکاوٹ ڈال سکے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سارے جہاں والوں کے لئے ہے۔ اس لئے آپؐ کی رسالت کے بارے میں یہودیوں کو نصیحت کرنے کے بعد سارے جہاں والوں سے خطاب کر کے ایک عام اعلان کیا اور فرمایا:۔ اے لوگو! غور سے سنو! یہ رسول یعنی مُحَمَّدؐ حق اور سچائی کے ساتھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس آگئے ہیں۔ وہ خود سچے اور ان کے ساتھ جو کتاب ہے وہ بھی سچی۔ ان کی سچائی خوب ظاہر ہو چکی ہے اور اب کسی کے جھٹلائے جھٹلائی نہیں جا سکتی۔ دیکھو! تمہارے لئے اسی میں خیر ہے کہ تم ان پر ایمان لے آؤ اور ان کی لائی ہوئی ہدایت کو قبول کر لو۔

قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا

یہ رسول (یعنی محمدؐ) تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حق بات لے کر آئے ہیں تو ان پر ایمان لاؤ یہی تمہارے حق میں

لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

بہتر ہے۔ اور (دیکھو!) اگر تم کفر کرو گے تو (جان رکھو کہ) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧٠﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا

اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے (۱) اے اہل کتاب! اپنے دین کے معاملہ میں

فِىْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا

حد سے نہ بڑھو اور اللہ کی شان میں حق بات کے سوا کچھ نہ کہو بیشک

الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى

مسیح (یعنی) مریم کے بیٹے عیسیٰ تو اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ تھے جو اس نے

مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا

مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح تھے تو تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یہ بات نہ کہو کہ خدا

ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ

تین ہیں (ایسی بات کہنے سے) باز آؤ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے (۲) بلاشبہ اللہ ہی اکیلا معبود ہے

سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى

وہ اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی

الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿١٧١﴾ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ

کا ہے اور اللہ ہی کارساز کافی ہے (۳) مسیح ہرگز اس بات سے عار نہیں رکھتے

اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰۤئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ

کہ وہ اللہ کے بندہ ہوں اور نہ مقرب فرشتے (اس سے عار رکھتے ہیں)

اگر تم نے ان کو نہ مانا تو یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ بے نیاز ہے، وہ تمہاری کسی بات کا محتاج نہیں۔ تمہاری گمراہی سے اس کی عظیم الشان مملکت اور اس کی کبریائی میں کچھ فرق نہ آئے گا، بلکہ تمہارا ہی نقصان ہوگا اور تمہاری دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو جائیں گی۔ یاد رکھو! اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال سے واقف ہے۔ قیامت کے دن ان کا حساب لے کر تم کو سزا دے گا۔ اگر وہ چاہتا تو آج ہی تم کو سزا دے دیتا لیکن حکمت کے پیش نظر اس نے یہی انتظام کیا ہے کہ دنیا میں بُروں کو مہلت دی جائے اور آخری فیصلہ قیامت کے دن کے لئے اٹھا رکھا جائے۔

(۲) اُوپر کی آیتوں میں روئے سخن یہودیوں کی طرف تھا۔ اب ان آیتوں میں عیسائیوں کو نصیحت ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کی ایک بہت بڑی گمراہی یہ تھی کہ وہ دین کے معاملہ میں غلو کرنے اور اعتدال سے گزر جانے کے عادی ہو گئے تھے یعنی افراط و تفریط میں مبتلا تھے۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور ان کی والدہ پر تہمت لگائی۔ ان کے برخلاف عیسائیوں نے ان دونوں بزرگوں کو ان کے مرتبہ سے زیادہ بڑھا دیا۔ حضرت مریمؑ کو خدا کی بیوی اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا یا خدا کا بیٹا بنا دیا۔

ان آیتوں میں عیسائیوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ دین کے معاملہ میں غلو کرنا چھوڑ دو اور اللہ تعالےٰ کے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہو جو حقیقت اور اعتدال کے خلاف ہو۔ دیکھو! عیسیٰؑ کے معاملہ میں تم نے کیا کیا غلط عقیدے گھڑ رکھے ہیں۔ حالانکہ وہ مریمؑ کے بیٹے اور اللہ تعالےٰ کے پیغمبر تھے۔ اللہ تعالےٰ کے حکم اور اس کے کلمۂ کُن سے ان کا ظہور ہوا تھا اور وہ ایک پاکیزہ رُوح تھے جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنے پاس سے بھیجا تھا.

ع ٢٣ / ٢

اب جبکہ صحیح علم سے تم واقف ہو چکے ہو تو تم کو چاہئے کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولوں پر اسی طرح ایمان لاؤ جس طرح تم کو بتایا گیا ہے اور تین خداؤں کا عقیدہ چھوڑ دو۔ اور دیکھو! گزشتہ پیغمبروں کی طرح محمدؐ بھی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ لہٰذا ان پر ایمان لاؤ اور ان کی بات سنو۔ وہ تم کو ایسے دین کی تعلیم دیں گے جو غلو اور مُبالغہ سے پاک ہے۔

(۳) اور دیکھو! اللہ تعالےٰ کی ٹھیک ٹھیک صفات یہ ہیں:۔ وہی اکیلا معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ اس بات سے پاک ہے کہ اس کے کوئی اولاد ہو۔ لہٰذا مریمؑ کو اس کی بیوی اور عیسیٰؑ کو اس کا بیٹا نہ کہو۔ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب اس کی مخلوق اور اس کی مِلک ہے۔ عیسیٰ اور رُوح القدس بھی اس کی مخلوق ہیں۔ پھر وہ اس کی خدائی میں کیسے شریک ہو سکتے ہیں۔ وہ بڑا کارساز ہے اور سب مخلوق کی کارسازی کے لئے کافی ہے۔ اس کو کسی مددگار اور شریک کی ضرورت نہیں۔ تم کو چاہیئے کہ اسی کو کارساز مانو اور دین و دنیا کے سب کاموں میں اسی کی طرف رجوع کرو۔

وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ

اور جو شخص اللہ کی بندگی سے عار رکھے اور تکبر کرے تو اللہ ان سب کو قیامت میں

اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

اپنے حضور میں جمع کرے گا پھر (اس دن ایسا ہوگا کہ) جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام

الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ

کرتے رہے تو وہ ان کی نیکیوں کا پورا پورا بدلہ انہیں دے گا اور اپنے فضل سے کچھ اور زیادہ بھی عنایت کرے گا

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا

اور جن لوگوں نے (بندہ ہونے سے) عار اور تکبر کیا تو وہ ان کو تکلیف دینے والا عذاب

اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا

دے گا اور (اس دن) وہ اللہ کے سوا کسی کو اپنا حامی اور مددگار

نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ

نہ پائیں گے (۱) اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے (روشن) دلیل

رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ

آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف چمکتا ہوا نور (قرآن) بھیجا ہے پس جو لوگ

اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ

اللہ پر ایمان لائے اور اس (کے دین کی رسی) کو مضبوط پکڑے رہے تو اللہ بھی ان کو عنقریب اپنی رحمت اور فضل (کے

مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۱۷۵﴾ ؕ

سایہ) میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف (پہنچنے کا) سیدھا راستہ بھی دکھا دے گا (۲)

يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا

(اے پیغمبر! لوگ) تم سے (کلالہ کے بارے میں) حکم دریافت کرتے ہیں آپ کہہ دو کہ اللہ تم کو کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا مرد

(۱) لکھا ہے کہ نجران کے چند عیسائی پیشوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کے طور پر عرض کیا کہ محمدؐ! تم ہمارے مسیح کی توہین کرتے ہو حضورؐ نے فرمایا کیا مطلب ہے؟ عیسائیوں نے عرض کیا کہ تم ان کو اللہ کا بندہ اور رسول کہتے ہو اس سے ان کی توہین ہوتی ہے۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں عیسائیوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو تمہاری عقل کا پھیر ہے جس کی بنیاد مسیح کے بارے میں تمہارا غلط عقیدہ ہے۔ درحقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونا اور اس کی بندگی بجا لانا تو انسان کا سب سے بڑا شرف ہے۔ انسان کی توہین تو اس میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کی بندگی کرے چنانچہ جتنے عقلمند انسان ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی بندگی کا اقرار کرتے ہیں۔ تم نے مسیح کو خدا کا بیٹا بنا رکھا ہے۔ اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں لیکن اگر مسیح سے اور ان فرشتوں سے پوچھا جائے تو وہ اس عقیدہ سے بیزاری ظاہر کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کا اقرار کریں گے۔

اس دنیا میں چاہے کوئی اللہ تعالیٰ کی بندگی کا اقرار کرے یا اس سے ناک بھوں چڑھائے بہرحال سب انسان ایک دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوں گے اور اپنے اپنے اعمال کے لحاظ سے بدلہ پائیں گے۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی بندگی کا اقرار کیا یعنی ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کو اللہ تعالیٰ ان کے ایمان و عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا بلکہ اپنے فضل سے بہت کچھ زیادہ بھی عطا فرمائے گا لیکن جن لوگوں نے تکبر کیا اور اس کی بندگی کا اقرار نہیں کیا یعنی ایمان نہیں لائے اور اس کی نافرمانی کرتے رہے ان کو سخت دردناک عذاب دے گا۔ ایسے لوگ یاد رکھیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی ان کو نجات نہیں دلا سکے گا۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیغمبرانہ سیرت کے لحاظ سے سارے عالم کے لئے حق و صداقت کی یقینی برہان اور قطعی حجت ہیں۔ اسی طرح جو قرآن آپ پر نازل ہوا ہے وہ ایک روشن نور ہے جس سے باطل کی ساری تاریکیاں کافور ہو جاتی ہیں اور علم صحیح اور عمل صالح کے لحاظ سے زندگی کا راستہ روشن ہو جاتا ہے۔

جو لوگ اس الٰہی نور سے روشنی حاصل کرتے ہیں یعنے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں، اس کو مضبوط پکڑتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں، اس کے بھیجے ہوئے قانون کو اپنے لئے مشعل راہ بناتے ہیں اور اسی کی ہدایت پر کاربند رہتے ہیں، تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و فضل کے سایہ میں داخل کرے گا اور ان کو ایسے راستہ پر چلائے گا جس پر چل کر وہ سیدھے اس تک پہنچ جائیں گے۔

هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ

مرجائے جس کے اولاد نہ ہو اور اس کی بہن موجود ہو تو بہن کو ترکہ کا آدھا

مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَتَا

حصہ ملے گا اور اگر (بہن مرجائے اور) اس کے اولاد نہ ہو تو اس کے سارے مال کا وارث بھائی ہوگا اور اگر دو بہنیں

اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً

ہوں تو دونوں کو بھائی کے ترکہ میں سے دو تہائی مال ملے گا۔ اور اگر بھائی اور بہن (یعنی)

رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ يُبَيِّنُ

مرد اور عورتیں (ملے جلے وارث) ہوں تو ہر مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہوگا (۱) اللہ یہ احکام

اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۚ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١٧٦﴾ ع

تم سے اس لئے بیان فرماتا ہے کہ تم گمراہی میں نہ پڑو اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے

(٥) سُوْرَةُ الْمَآئِدَةِ مَدَنِيَّةٌ

اٰیاتہا ١٢٠ | رکوعاتہا ١٦

سورۂ مائدہ مدینہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۗ اُحِلَّتْ لَكُمْ

اے ایمان والو! اپنے عہدوں کو پورا کرو (۲) تمہارے لئے چارپائے جانور

بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي

حلال کر دیئے گئے ہیں مگر وہ جن کی نسبت آگے چل کر حکم سنایا جائے گا لیکن جب تم احرام کی حالت میں

الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ﴿١﴾

ہو تو شکار کو حلال نہ سمجھو بیشک اللہ جیسا چاہتا ہے حکم دیتا ہے (۳)

ع ٢٤ ٥ ٤

منزل ٢

---

(۱) اس آیت میں کلالہ کی میراث کی تقسیم کے چند احکام بیان کئے گئے ہیں. کوئی مرد یا عورت مرجائے اور اس کے وارثوں میں باپ دادا اور اولاد میں سے کوئی نہ ہو بلکہ بھائی یا بہن ہو ایسی میت کو کلالہ کہتے ہیں. بھائی بہن تین طرح کے ہوتے ہیں:۔ (۱) عینی یعنی سگے (۲) علاتی یعنی باپ ایک ہو اور ماں الگ الگ ہو (۳) اخیافی یعنی ماں ایک ہو اور باپ الگ الگ ہو۔ اس آیت میں پہلی اور دوسری صورت کے احکام بیان کئے گئے ہیں اور تیسری صورت یعنی اخیافی بھائی بہن کا حکم اسی سورہ کے دوسرے رکوع میں گزر گیا۔

۱ اس آیت میں حقیقی اور علاتی بھائیوں اور بہنوں کی میراث کی چار مختلف صورتوں کے احکام بیان کئے گئے ہیں:۔ (۱) اگر میت مرد ہو اور اس کی وارث ایک بہن عینی یا علاتی ہو تو ترکہ کے مال کا آدھا حصہ اس کو ملے گا۔ (۲) اگر کوئی عورت مرے اور اس کا وارث ایک بھائی عینی یا علاتی ہو تو سارے مال کا وہی تنہا وارث ہوگا۔ (۳) اگر کلالہ کی وارث دو حقیقی یا علاتی بہنیں ہوں تو مال کا دو تہائی دونوں میں برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔ (۴) اگر کلالہ کے پس ماندگان میں چند بھائی بہن ملے جلے ہوں تو ان میں مال متروکہ اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ مرد کو دو حصے اور عورت کو ایک حصہ۔

(۲) عُقُوْد، عقد کی جمع ہے عقد کے معنی گرہ کے ہیں. باہمی معاملہ کو بھی عقد کہتے ہیں جیسے عقد نکاح وغیرہ. اس آیت میں "عقود" سے عہد و پیمان مراد ہیں. جب آدمی ایمان لاتا اور اسلام قبول کرتا ہے تو حقیقت میں وہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی اطاعت اور فرماں برداری کا عہد کرتا ہے چنانچہ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرتے تھے تو اس وقت بھی یہ الفاظ دہراتے تھے کہ ہم ہر حال میں آپ کی اطاعت کریں گے چونکہ اسلام ایک جامع مذہب ہے اور زندگی کے سارے پہلوؤں پر حاوی ہے اس لئے عقود کا لفظ سارے معاہدوں کو شامل ہے چاہے ان کا تعلق اللہ تعالےٰ کے حقوق سے ہو چاہے بندوں کے حقوق سے اور چاہے یہ عہد و پیمان شخصی ہوں یا قومی سیاسی ہوں یا معاشرتی مسلم سے ہوں یا غیر مسلم سے چنانچہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ "ایمان والو! اپنے معاہدے پورے کرو" یعنی ایمان قبول کرتے وقت اطاعت و فرماں برداری کا جو عہد و پیمان تم نے کیا ہے اس کو نباہو اور دیانت داری کے ساتھ پورا کرو خبردار ایسا نہ ہو کہ احکام کی تعمیل سے جان چراؤ اور ٹال مٹول کرو۔

(۳) چند ضروری احکام دیتے ہوئے اس آیت میں ایک عام اصول کے طور پر فرمایا کہ مسلمانوں کے لئے چارپائے جانور حلال کئے یعنی اونٹ گائے بھیڑ بکری اور اسی طرح کے جنگلی جانور جیسے ہرن نیل گائے وغیرہ کا گوشت کھانا مسلمانوں کے لئے جائز ہے. البتہ قرآن مجید یا حدیث شریف میں ان چارپایوں کی بھی صراحت کر دی گئی ہے جن کا گوشت کھانا انسان کی صحت یا اس کے اخلاق کے لئے نقصان دہ ہے۔ تو ان جانوروں کا گوشت مسلمانوں کو نہیں کھانا چاہیئے. اسی طرح جب کوئی مسلمان حج یا عمرہ کے لئے احرام باندھے ہو تو اس کو چاہیئے کہ شکار کرکے کسی جانور کا گوشت نہ کھائے۔ یاد رکھو! اللہ تعالےٰ حرام اور حلال کے معاملہ میں جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے کوئی اس کے حکم کو روک نہیں سکتا مسلمان کا فرض ہے کہ اس کے احکام کی تعمیل کرے اور اپنی دنیا اور آخرت سدھارے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا

اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو اور نہ

الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ

عزت والے مہینوں کی اور نہ قربانی کے جانوروں کی اور نہ ان جانوروں کی جن کی گردنوں میں شناخت کے طور پر

آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ

پٹے بندھے ہوں اور نہ ان لوگوں کی بے حرمتی کرو جو عزت والے گھر (یعنی خانۂ کعبہ) کو جا رہے ہوں اور اپنے پروردگار کے فضل اور اس کی خوشنودی

وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ

کے طلبگار ہوں (١) اور جب تم احرام کی حالت سے باہر آ جاؤ تو (تمہیں اجازت ہے کہ) شکار کرو اور لوگوں کی دشمنی اس وجہ سے

شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ

کہ انھوں نے تم کو مسجد حرام (یعنی عزت و حرمت والی مسجد) سے روکا تھا تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان پر

تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا

زیادتی کرنے لگو اور (دیکھو!) نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم

عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

کی باتوں میں مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کا عذاب

الْعِقَابِ ۝ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ

سخت ہے (٢) (مسلمانو! یہ چیزیں) تم پر حرام ہیں:۔ مرا ہوا جانور اور خون اور سور کا

الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ

گوشت اور جس جانور پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور جو جانور گلا گھٹنے سے مر جائے

وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ

اور جو چوٹ لگ کر مر جائے اور جو گر کر مر جائے اور جو سینگ لگ کر مر جائے اور نیز وہ جانور جس کو درندے

(١) اوپر کی آیت میں حکم دیا گیا تھا کہ جو شخص احرام باندھے ہوئے ہو وہ شکار نہ کرے اور اس کا گوشت نہ کھائے۔ اس حکم سے حالتِ احرام کے ادب کرنے کا اشارہ نکلتا ہے۔ احرام بیت اللہ کی زیارت کی نیت سے باندھا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور معبودیت کے اظہار کی خاص نشانی ہے۔

اب اس آیت میں پہلے تو ایک عام حکم صادر فرمایا کہ مسلمانو! اللہ تعالیٰ کی عظمت اور خداپرستی کی ساری نشانیوں کا احترام اور ادب کرو۔ پھر کعبہ شریف سے تعلق رکھنے والی چند نشانیوں کا خاص طور پر ذکر فرمایا۔

(١) ادب والے مہینے چار ہیں:۔ ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب ان مہینوں میں حاجیوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ ان مہینوں کا ادب یہ ہے کہ دوسرے مہینوں سے زیادہ ان میں نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں کی طرف توجہ کی جائے شر و فساد اور خوں ریزی سے ہاتھ روک لیا جائے اور بیت اللہ کے زائرین کی جان و مال کو نقصان نہ پہنچایا جائے (٢) ھدی اور قلادہ کے طریقہ کو اسلام نے باقی رکھا ہے۔ اس لئے ان سب چارپایوں کو جو دور دور سے قربانی کے لئے مکہ میں لائے جاتے ہیں نہ روکو اور نہ لوٹو چاہے ان کی گردن میں پٹا پڑا ہو یا نہ پڑا ہو۔ (٣) جو اللہ کے بندے اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور ساتھ ساتھ تجارت سے نفع کمانے کے لئے بیت اللہ کا قصد کرتے ہیں ان کو مت ستاؤ اور ان کے کام میں رکاوٹ مت پیدا کرو۔

(٢) ٦ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ عمرہ کی نیت سے مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ مکہ کے مشرکوں کو جب اس بات کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے آگے بڑھ کر حدیبیہ کے مقام پر آپؐ کو اور مقدس ساتھیوں کو روک دیا اور عمرہ ادا کرنے سے مانع ہوئے۔

اس وقت مشرکین مکہ نے تمام شعائر اللہ یعنی اللہ کی مقرر کردہ نشانیوں کی بے حرمتی کی۔ نہ حالتِ احرام کا لحاظ کیا، نہ حرم شریف کی حرمت کا اور نہ بیت اللہ کے مقدس زائرین کا۔ اس نامعقول حرکت پر مسلمان جس قدر بھی غیظ و غضب کا اظہار کرتے، کم تھا چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ حدیبیہ کے واقعہ کے بعد مشرکین کی ایک جماعت کعبہ شریف کی زیارت کو جا رہی تھی۔ صحابہؓ میں سے بعض حضرات نے خیال ظاہر کیا کہ اس جماعت کو کعبہ شریف کی زیارت سے روک دیا جائے اور اس طرح حدیبیہ کے واقعہ کا بدلہ لیا جائے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی اور حکم دیا کہ اس قسم کے موقع پر مسلمان اپنے جذبات کو قابو میں رکھیں اور سخت ترین دشمن کے مقابلہ میں بھی عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

مشرکین نے شعائر اللہ کی تعظیم نہیں کی تھی یہ ان کی زیادتی تھی لیکن مسلمانوں کو چاہیئے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے احکام کا لحاظ رکھیں اور شعائر اللہ کی توہین نہ کریں۔ اگر کوئی مسلمان جوشِ انتقام میں ایسا کرنے لگے تو دوسرے مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس کو روکیں کیونکہ مسلمانوں کی زندگی کا دستور العمل یہ ہونا چاہیئے کہ وہ نیک کام میں ایک دوسرے کی مدد کریں اور برائی کرنے والے کا ہاتھ پکڑ لیں۔

بہرحال دوسرے لوگ چاہے کچھ بھی کریں مسلمانوں کو زندگی میں نیکی اور پرہیزگاری کی راہ پر گامزن رہنا چاہیئے۔ اگر مسلمانوں کے قدم پرہیزگاری کی راہ سے ڈگمگائے تو سمجھو کہ پھر خیر نہیں۔

(۱) اس آیت میں گیارہ چیزیں بیان کی گئی ہیں جن کا کھانا مسلمانوں پر حرام ہے۔ (۱) مُردار جانور یعنی وہ جانور جو بغیر ذبح کئے ہوئے یونہی مر جائے۔ (۲) بہتا ہوا خون۔ (۳) سور کا گوشت۔ (۴) وہ جانور جس پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے۔ (۵) وہ جانور جو گلا گھٹ کر مر جائے۔ (۶) وہ جانور جو لاٹھی یا پتھر کی چوٹ سے مر جائے۔ (۷) وہ جانور جو بلندی سے گر کر مر جائے۔ (۸) وہ جانور جو کسی دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے مر جائے۔ (۹) وہ جانور جس کو درندہ پھاڑ کھائے۔ (۱۰) وہ جانور جو کسی پرستش گاہ پر چڑھایا جائے۔ (۱۱) اس گوشت کا کھانا بھی حرام ہے جو تیروں کے پانسوں سے تقسیم کیا جائے جس کا عرب میں رواج تھا ۔۔۔ یہ سب چیزیں اس لئے حرام کی گئیں ہیں کہ ان کے استعمال سے جسمانی اور روحانی نقصانات پیدا ہوتے ہیں۔

السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۗ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ

پھاڑ کھائیں مگر وہ حرام نہیں جن کو تم مرنے سے پہلے ذبح کر لو اور وہ جانور بھی حرام ہے جس کو کسی تھان پر ذبح کیا گیا ہو اور

اَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ اَلْيَوْمَ يَئِسَ

یہ بات بھی منع ہے کہ کسی جانور کا گوشت تیروں اور پانسوں سے آپس میں تقسیم کرو یہ گناہ کے کام ہیں (۱) آج کافر تمہارے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ

دین کی طرف سے مایوس ہو گئے ہیں تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری

نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ

کر دیں اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا (۲) تو جو کوئی بھوک سے مجبور

فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

ہو جائے بشرطیکہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو (اور وہ کوئی حرام چیز کھالے) تو اللہ بخشنے والا (اور)

رَّحِيْمٌ ۝ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ

مہربان ہے (۳) (اے پیغمبر) لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ کون کونسی چیزیں ان کیلئے حلال ہیں (تو ان سے) کہہ دو کہ سب پاکیزہ چیزیں تمہارے

الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ

لئے حلال ہیں اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سدھا رکھا ہو (اور شکار کا طریقہ) جیسا کچھ تم کو اللہ نے سکھایا،

مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا

ویسا ہی تم نے ان کو (بھی) سکھا دیا ہو تو جو شکار وہ تمہارے لئے پکڑ رکھیں اس کو کھا لو اور شکاری جانوروں کو چھوڑتے

اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

وقت اللہ کا نام لے لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے (۴)

(۲) واضح ہو کہ سورۂ بقرہ کے پندرھویں رکوع میں بیت اللہ کی تعمیر کے وقت حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی ایک طویل دعا کا ذکر ہے جس کا ایک حصہ یہ ہے "پروردگار! ہماری اولاد میں سے ایک ایسی امت پیدا فرما جو تیرے حکموں کی فرماں بردار ہو" پھر اٹھارویں رکوع میں تحویل قبلہ کی مصلحت ظاہر کرتے ہوئے امت مسلمہ سے خطاب کر کے فرمایا تھا کہ "میں چاہتا ہوں کہ تم پر اپنی نعمت پوری کر دوں"۔

چنانچہ اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کے استحکام، دین کی تکمیل اور امت مسلمہ پر اپنی نعمت پوری کرنے کا اعلان فرمایا۔ یہ آیت حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی جس کے تقریباً تین مہینے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے۔

اس آیت کے نازل ہونے کے وقت صورت حال یہ تھی:۔
قریش کے مغرور سرداروں کی ساری طاقت ٹوٹ چکی ہے۔ مکہ معظمہ پر توحید کا پرچم لہرا رہا ہے۔ لوگ گروہ در گروہ اسلام قبول کر رہے ہیں۔ سارا جزیرۂ عرب اللہ اکبر کے نعروں سے گونج رہا ہے۔

وحی الٰہی اور سنت نبوی نے زندگی کے سارے بنیادی اصول اور ضروری چھوٹے چھوٹے مسائل مدون اور مرتب کر دیئے ہیں اور دین کی تکمیل ہو چکی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ تربیت سے وفادار اور جاں نثار فرزندان توحید کی ایک طاقتور جماعت پیدا ہو چکی ہے اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی دعا کے مطابق امت مسلمہ ظہور میں آچکی ہے۔

ان حالات میں مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ کافروں کی طاقت ٹوٹ چکی ہے ان کی ساری امیدیں خاک میں مل گئی ہیں اور وہ اس بات سے مایوس ہو گئے ہیں کہ اسلام کو مغلوب کر سکیں اور تم کو دین حق سے پھیر سکیں آج تم کو ایک مکمل اور جامع دین مل چکا ہے جو تمہاری دنیا اور آخرت کی کامیابی کا ضامن ہے آج میں نے تم پر اپنا انعام پورا کر دیا ہے دینی اور دنیوی نعمتوں کے دروازے کھول دیئے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے کہ قیامت تک کوئی دوسرا دین نازل نہیں کروں گا۔

اب تم کو چاہیئے کہ مخالفوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھے ناراض کرنے سے ڈرتے رہو یعنی میرے انعام کی قدر کرو اور میرے پسندیدہ دین کے احکام کی وفاداری اور سچائی کے ساتھ تعمیل کرو اور یاد رکھو جب تک تم تقوے اور پرہیزگاری کی راہ پر گامزن رہو گے اس وقت تک دنیا میں کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

(۳) پہلے ان جانوروں کی صراحت کی گئی تھی جن کا گوشت کھانا حرام ہے اور ذٰلکم فسق سے ان کے جسمانی اور روحانی مضرتوں کی جانب اشارہ کیا گیا تھا اب اس آیت میں یہ واضح کیا گیا کہ اگر ان چیزوں کے کھانے کی مجبوری لاحق ہو یعنی بھوک کی شدت سے بے چین ہو اور کوئی حلال چیز کھانے کے لئے میسر نہ ہو تو مجبوری کی صورت میں جان بچانے کی خاطر کوئی حرام چیز استعمال کی جا سکتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس سے لذت مطلوب نہ ہو اور ضرورت سے زائد استعمال کی جائے ۔۔۔ اس استعمال کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے درگزر فرمائے گا۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ چیز تو بدستور حرام ہی رہی مگر ایسی حالت میں بقدر ضرورت اس کا استعمال جرم متصور نہ ہو گا واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی یہ اجازت بھی درحقیقت اتمام نعمت کا ایک شعبہ ہے اسی لئے اکمال دین اور اتمام نعمت کے بعد اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۴) اوپر کی آیتوں میں ان چیزوں کی صراحت کی گئی تھی جن کا کھانا حرام ہے۔ قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوا کہ پھر حلال چیزیں کیا ہیں؟ اس آیت میں اس سوال کا جواب دیا اور بتایا کہ حلال کا دائرہ تو بہت وسیع ہے

(بقیہ تفسیر صفحہ ۱۹۰) چند چیزوں کو چھوڑ کر جن کے کھانے میں جسمانی اور روحانی نقصان ہے، دنیا کی ساری ستھری اور پاکیزہ چیزیں مسلمانوں کے لئے حلال ہیں۔

اس سلسلہ میں بعض صحابہؓ نے شکاری جانوروں کے شکار کے متعلق دریافت کیا تھا اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ شکاری جانوروں کا شکار ان شرطوں کے ساتھ حلال ہے: (۱) شکاری جانور سدھا ہوا ہو اور اسے اس طریقہ سے سدھایا گیا ہو جو شریعت میں معتبر ہے یعنی کتے کو اس طرح سدھایا جائے کہ وہ شکار کو پکڑ کر کھائے نہیں۔ بلکہ اس کو مالک کے لئے روک رکھے اور باز کو یہ سکھایا جائے کہ جب وہ شکار کے پیچھے جا رہا ہو اور اس کو بلایا جائے تو وہ اشارہ کو سمجھے اور فوراً واپس ہو جائے۔ (۲) شکاری جانور کو شکار پر چھوڑا جائے۔ (۳) شکاری جانور کو چھوڑتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ لیا جائے جیسے ذبح کے وقت کہتے ہیں۔

حنفیوں کے نزدیک ایک شرط یہ بھی ہے کہ شکاری جانور شکار کو زخمی بھی کرے کہ خون بہنے لگے۔

آخر میں ہدایت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو وہ جلد حساب لینے والا ہے۔ یعنی حلال و حرام کے جو احکام بتائے گئے ہیں ان کا پورا پورا خیال رکھو۔ لذت یا شکار کے شوق میں احکام الٰہی کو پس پشت نہ ڈالو کیونکہ تم کو اپنے سب اعمال کا حساب ایک دن اس کے سامنے دینا ہے۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمْ سے پچھلی آیت کی تاکید اور آئندہ کی تمہید مقصود ہے یعنی مسلمانو! تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں ہی حلال کی گئی ہیں۔ اگر یہود و نصاریٰ ذبح کے شرائط کی رعایت رکھیں تو ان کا ذبیحہ بھی کھانے کی تم کو اجازت ہے۔ اسی طرح تم اپنا ذبیحہ بھی اہلِ کتاب کو کھلا سکتے ہو اس میں کسی قسم کی ممانعت نہیں اس سے تو اہلِ اسلام کی رواداری اور خوش اخلاقی کا ثبوت ملتا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس طرح کی اجازت نکاح کے بارے میں بھی حاصل ہے۔ یاد رکھو تمہاری عورتیں اہلِ کتاب کے مردوں کے لئے کسی صورت میں حلال نہیں۔ البتہ تم کو مسلمان پاک دامن عورت اور اہلِ کتاب کی پاک دامن عورت سے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ کتابی عورتیں تمہارے لئے ان شرطوں کے ساتھ جائز ہیں۔ (۱) تم نے ان سے نکاح کر لیا ہو۔ مہر ادا کر دیا ہو یا نہ ادا کیا ہو مگر ادا کرنے کی نیت ہو۔ (۲) نکاح شرعی طریقہ سے علی الاعلان ہو۔ بدکاری مقصود نہ ہو۔ (۳) ان سے کسی قسم کا کوئی خفیہ ناجائز تعلق نہ ہو۔

اگر کوئی کتابی عورت جائز طریقہ سے رشتہ نکاح سے منسلک نہ ہو سکے اور تم اس کی خاطر اسلام کو چھوڑ دو اور دین اور احکامِ دین کا انکار کر بیٹھو تو یاد رکھو: تم نے جو اچھے کام کئے ہیں وہ سب رائگاں جائیں گے اور آخرت میں تم کو بھاری نقصان اٹھانا پڑے گا۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

آج تمہارے لئے سب پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہلِ کتاب کا کھانا بھی

الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ

تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور (مسلمانو!) تمہارے لئے

مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

مسلمان پاکدامن عورتیں اور ان لوگوں کی پاکدامن عورتیں جن کو تم سے پہلے

الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ

کتاب دی گئی ہے (حلال ہیں) بشرطیکہ تم ان کا مہر ان کو دیدو اور تمہارا ارادہ ان کو قیدِ نکاح میں لانے کا ہو

غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْۤ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ

نہ کہ علانیہ بدکاری کرنے کا اور نہ چوری چھپے آشنائی کا اور جو شخص ایمان کے ساتھ

بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ

کفر کرے گا تو اس کے عمل ضائع ہو جائیں گے اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں

الْخٰسِرِيْنَ ۟ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى

میں سے ہوگا (۱) اے ایمان والو! جب تم نماز کا

الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ

ارادہ کرو تو اپنے چہروں کو اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھو لیا کرو

وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ

اور اپنے سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھو لو۔ اور اگر

كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى

تم کو نہانے کی حاجت ہو تو نہا کر پاک ہو جایا کرو (۲) اور اگر تم بیمار ہو یا

ع ۱

(۲) اس آیت میں وضو کے احکام بیان کئے گئے ہیں ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمانو! جب تم نماز کا ارادہ کرو اور وضو نہ ہو تو وضو کر لو جس کی صورت یہ ہے کہ اپنے چہروں کو اور کہنیوں تک ہاتھوں کو اور ٹخنوں تک پاؤں کو دھو لو اور سر کا مسح کر و ہر کو دھونے کی ضرورت نہیں اور اگر ناپاک ہو تو غسل کر کے یعنی سارے بدن کو دھو کر پاک ہو جاؤ۔

(۱) پچھلی آیت میں نماز کے لئے وضو کو ضروری قرار دیا گیا تھا۔ اب اس آیت میں بیان فرماتا ہے کہ اگر کسی عذر کی وجہ سے وضو یا غسل نہ کر سکو تو پاکی حاصل کرنے کیلئے تیمم کر لینا کافی ہے۔ عذر کی صورتیں حسب ذیل ہیں:-

آدمی بیمار ہو اور وضو یا غسل کرنے سے بیماری کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔ آدمی سفر میں ہو اور اس کے پاس پانی تھوڑا ہو جس کو اس نے پینے کے لئے بچا رکھا ہو۔

آدمی ضرورت سے فارغ ہو یا عورت سے ہم بستر ہو اور وضو یا غسل کے لئے پانی نہ مل سکے یا کسی وجہ سے پانی کا استعمال نہ کر سکے۔

سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ

سفر میں ہو یا کوئی تم میں سے بیت الخلا جا کر آیا ہو یا تم عورتوں سے

النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا

ہم بستر ہوئے ہو اور تمہیں پانی نہ مل سکے تو ان حالتوں میں پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو

فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ۭ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ

یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر اس سے مسح کر لیا کرو (۱) اللہ نہیں چاہتا کہ تمہیں

لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ

کسی طرح کی مشقت میں ڈالے بلکہ چاہتا ہے کہ (اس طرح کے احکام دیکر) تمہیں

وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاذْكُرُوْا

پاک کرے اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کرے تاکہ تم شکر کرو (۲) اور اللہ نے جو

نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ

تم پر احسان کیا ہے اس کو یاد کرو اور اس عہد کو بھی یاد کرو جس کا وہ تم سے پکا قول و قرار لے چکا ہے

اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

(یعنی) جب تم نے کہا تھا کہ (خدایا) ہم نے تیرا حکم سنا اور اسے قبول کیا۔ تو اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ

عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

دلوں کی باتوں کو (بھی) خوب جانتا ہے (۳) اے ایمان والو!

كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ

اللہ کی خوشنودی کے لئے (احکام کی) پوری پابندی کرنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور دیکھو! لوگوں کی دشمنی تم کو

شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓي اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ

اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ (معاملات میں) انصاف نہ کرو (ہر حال میں) انصاف کیا کرو کہ انصاف پرہیزگاری سے

تیمم کا طریقہ یہ ہے

پاک مٹی پر دونوں ہاتھ مارے اور سارے منہ پر اچھی طرح پھیرے۔ پھر دوبارہ مٹی پر ہاتھ مارے اور کہنیوں تک دونوں ہاتھوں پر پھیرے۔

(۲) یعنی نماز کے لئے جو وضو یا غسل ضروری قرار دیا ہے اس سے یہ ارادہ نہیں ہے کہ تم کو خواہ مخواہ تکلیف دی جائے ہم نے تو پہلے ہی تمہاری سہولت کا لحاظ رکھا ہے اور وضو میں صرف ہاتھ پاؤں اور منہ کا دھونا ضروری قرار دیا ہے جن کو صفائی کی خاطر تم یوں بھی دھوتے رہتے ہو۔ البتہ غسل کے لئے سارے بدن کا دھونا ضروری رکھا کیونکہ غسل کی ضرورت کبھی کبھی پڑتی ہے اور کبھی کبھی سارے بدن کا دھونا بھی صحت کے لئے ضروری ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی آسانی رکھی کہ عذر کی صورت میں وضو اور غسل کی بجائے تیمم کی اجازت دے دی ہے۔

بہر حال وضو اور غسل ضروری قرار دینے سے مقصد یہ ہے کہ تمہارے جسم بھی صاف رہیں جس طرح ایمان کی وجہ سے تمہارے دل پاک ہیں۔

دیکھو! ذرا غور کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ یہ احکام اتمام نعمت کے سلسلہ کی چیز ہے۔ اگر اس طرح سوچو گے تو تمہارے دل جذبات شکر سے بھر جائیں گے اور تم دل و زبان سے ہمارا شکر ادا کرو گے۔

(۳) گزشتہ رکوع میں دینی اور دنیوی بہت سی نعمتوں کا بیان تھا۔ اب اس آیت میں اجمالی طور پر ان نعمتوں کی طرف اشارہ فرمایا اور اس کے ساتھ ساتھ اطاعت و فرماں برداری کے اس عہد و پیمان کو بھی یاد دلایا جو لفظ اسلام میں مضمر ہے اور قبول اسلام کے ساتھ لازم ہے اور جس کا مسلمان زبان سے بھی اقرار کرتے ہیں جیسا کہ سورۂ بقرہ میں ایمان والوں کا قول نقل فرمایا کہ وہ کہتے ہیں۔ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا یعنی ہم نے سنا اور فرماں برداری کی۔

[illegible] حال احسانات اور عہد و پیمان کو یاد دلا کر ترغیب دی گئی۔

کہ مسلمان اپنے مالک و منعم کی بندگی کے لئے پوری مستعدی کے ساتھ کھڑے ہو جائیں اور مزید تاکید کے لئے فرمایا کہ اللہ سے ڈرتے رہو یعنی [illegible] اسی طرح ان ساری نعمتوں کو چھین لینے پر بھی قادر ہے پھر اس بات کا بھی خیال رکھو کہ وہ تمہاری [illegible] سے بھی واقف ہے اور اس بات کو جانتا ہے کہ تم [illegible] میں سچائی اور اخلاص کس حد تک ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ منعم حقیقی کا بندوں کو اس طرح متنبہ فرمانا بھی ایک احسان عظیم ہے [illegible] شرافت احسان اور عہد و پیمان کا تقاضہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے پروردگار کے سچے اور وفادار بندے بن جائیں۔

لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾
بہت قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے (۱)

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ
جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ (آخرت میں) ان کے لئے

مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۹﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا
مغفرت اور بڑا ثواب ہے اور جن لوگوں نے (دین حق قبول کرنے سے) انکار کیا اور

بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ دوزخی ہیں (۲) اے ایمان

اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ
والو! اللہ نے جو تم پر احسان کیا ہے اس کو یاد کرو کہ جب کچھ لوگوں نے

اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ
تم پر دست درازی کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع
اور اللہ سے ڈرتے رہو اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیئے (۳)

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا
اور اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور (فرمایا کہ) ہم نے

مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ؕ
ان میں بارہ سردار مقرر کئے پھر اللہ نے ان سے کہا کہ (دیکھو!) میں تمہارے ساتھ ہوں

لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ
اگر تم نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور میرے پیغمبروں پر

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو عہد و پیمان کیا گیا تھا اس کو وفاداری اور ایمان داری کے ساتھ پورا کرنے کی تاکید کرنے کے بعد اس آیت میں اس کا عملی ثبوت طلب کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے کہ مسلمانو! جو احکام تم کو دیئے گئے ہیں ان سب کی تعمیل کے لئے کمربستہ ہو جاؤ۔ نہ صرف اللہ کے حقوق بلکہ تمہارے آپس کے حقوق کے ادا کرنے میں بھی کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو۔ اگر گواہی کی ضرورت پڑے تو ٹھیک ٹھیک گواہی دو۔ اگر کوئی تمہارا دشمن ہو اور اس کے ساتھ عدل و انصاف کا کوئی معاملہ پیش ہو تو اس کے ساتھ معاملہ کرنے میں بھی عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ ایک مسلمان کے لئے عدل و انصاف کی بڑی اہمیت ہے، کیونکہ عدل و انصاف تقویٰ حاصل کرنے کا قریب ترین طریقہ ہے، اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ تقویٰ حاصل کریں اور تقوے کے مدارج میں ترقی کریں۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ معاملات کے وقت اس یقین کو دلوں میں تازہ کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ہر عمل سے باخبر ہے اور ہماری کوئی چھوٹی بڑی بات اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس یقین کی وجہ سے تمہارا دل خشیت الٰہی سے لرز اٹھے گا اور عدل و انصاف کا رشتہ تمہارے ہاتھوں سے نہ چھوٹے گا۔

واضح ہو کہ آیت میں 'قِسْط' اور 'عَدْل' کے لفظ استعمال ہوئے ہیں۔ دونوں لفظ ہم معنی ہیں۔ مفہوم یہ ہے کہ معاملات میں کمی زیادتی نہ ہو یعنی معاملات کو انصاف کی ترازو میں اس طرح تولا جائے کہ ہر شخص کو اس کا حق پورا پورا مل جائے۔

(۲) اس آیت کا مضمون گزشتہ مضمون کا تتمہ ہے اور اس میں احکام الٰہی کی تعمیل کی طرف ترغیب دلائی گئی ہے اور نافرمانی سے ڈرایا گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے، ان سے جو کمزوریاں سرزد ہوں گی، ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے معاف فرمائے گا۔ نہ صرف گناہوں کی بخشش ہوگی بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر بھی ملے گا۔

ع ٢ ٦

اس کے برخلاف جو لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو نہیں مانیں گے اور اس کی نشانیوں کو جھٹلائیں گے، تو ایسے سرکشوں کو دوزخ کی دہکتی آگ میں ڈالا جائے گا۔

(۳) گزشتہ آیتوں میں عام احسانات کا ذکر کرنے کے بعد اب اس آیت میں مسلمانوں کو ایک خاص احسان یاد دلاتا ہے۔

ارشاد فرماتا ہے کہ مسلمانو! دیکھو قریش اور ان کے حمایتیوں نے تم کو ختم کرنے اور اسلام کے پودے کو پھلنے پھولنے سے روکنے کے لئے اپنی ساری قوت خرچ کر ڈالی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تمہاری مدد اور حفاظت فرمائی اور مخالفین کی ساری کوششوں کو بے اثر کر دیا تم کو چاہیے کہ اس کے اس بڑے احسان کو یاد کرو، اس سے ڈرتے رہو، اس کے احکام کی تعمیل کرو تقوے کی راہ اختیار کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو۔ یاد رکھو! تقویٰ اور توکل میں جس قدر تمہارا قدم مضبوط ہوتا جائے گا اسی قدر تائید الٰہی سے تمہارے لئے کامیابی کی راہیں کھلتی رہیں گی۔

بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور اللہ کو اچھے طور پر قرض دو تو

لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ

میں تم سے تمہارے گناہ دور کر دوں گا اور تم کو (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ

کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی پھر تم میں سے جس کسی نے اس کے بعد

مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ

کفر کیا تو وہ بیشک سیدھے راستہ سے بھٹک گیا (۱) تو ان لوگوں کے عہد توڑ دینے

مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ

کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا وہ

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا

(خدا کی کتاب میں) کلمات کو ان کی اصلی جگہ سے بدل دیتے ہیں اور جو نصیحت ان کو کی گئی تھی

ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ

اس کا ایک بڑا حصہ انھوں نے بھلا دیا اور (اے پیغمبر) تم (اب بھی) ان کی کسی نہ کسی خیانت پر اطلاع پاتے رہتے ہو

اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

مگر ان میں بہت تھوڑے ہیں (جو ایسا نہیں کرتے) تو تم ان کے قصور معاف کر دو اور ان سے درگزر کرو بیشک اللہ

يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى

احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے (۲) اور جو لوگ اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں ہم نے

اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا

ان سے بھی عہد و پیمان لیا تھا مگر جو نصیحت ان کو کی گئی تھی اس کا ایک بڑا حصہ انھوں نے (بھی) بھلا دیا پس ہم نے ان کے

(۱) اس سے پہلے مسلمانوں کو ان کا عہد و پیماں یاد دلا کر ان کو احکام شریعت پر عمل کرنے کی ترغیب دی تھی۔ اب بنی اسرائیل کی تاریخ کا ایک ورق دُہرایا جاتا ہے تاکہ اس سے مسلمان عبرت اور بہود نصیحت حاصل کریں۔ بنی اسرائیل کے عہد و پیمان کا ذکر کر کے مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کیا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم سے اطاعت و فرماں برداری کا عہد لیا تھا اسی طرح بنی اسرائیل سے بھی لیا تھا لیکن تاریخ گواہ ہے کہ انھوں نے سرکشی کی راہ اختیار کی۔ ایسا نہ ہو کہ یہود کی طرح تم بھی اپنا عہد بھلا بیٹھو اور راہ حق سے بھٹک جاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے بارہ سردار چن لئے تھے اور ان کو اپنے قبیلہ کی حالت کا نگران مقرر کیا تھا۔ بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ وہ سب سے پہلے اپنے دلوں میں اس بات کا یقین پیدا کریں اور اس شعور کو بیدار کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے۔ کیونکہ یہ شعور مذہبی نفسیات کا بنیادی نقطہ ہے اور انسان کے دل و دماغ پر اس شعور کے بڑے عجیب و غریب اثرات ہوتے ہیں۔ پھر ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر تم نے نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ دی اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور ان کی تعظیم اور مدد کی اور راہِ حق میں جان و مال خرچ کیا، تو میں تمہاری کمزوریوں سے درگزر کروں گا اور تم کو بہشت کے باغوں میں داخل کروں گا۔ لیکن اس عہد کے بعد بھی اگر کوئی شخص نافرمانی کرے گا تو یاد رکھو! وہ سیدھے راستہ سے بھٹک جائے گا اور اس کا خمیازہ بھگتے گا۔

(۲) مگر چونکہ بنی اسرائیل نے اس عہد کو توڑ دیا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کی، پیغمبروں کو جھٹلایا اور ستایا تو اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا کہ وہ کلام الٰہی سے اثر قبول نہیں کرتے بلکہ اللہ کے کلام میں طرح طرح سے تحریف کرتے ہیں اور پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو بشارتیں ہیں ان کو بدل ڈالتے ہیں اور تورات میں جن باتوں کی ان کو نصیحت کی گئی تھی ان کو بھلا بیٹھے ہیں۔

آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرماتا ہے کہ اب بھی انھوں نے سرکشی کو نہیں چھوڑا ہے اور آج بھی ان کی مذہبی خیانت اور بددیانتی کا کوئی نہ کوئی واقعہ تمہارے کانوں تک پہنچتا رہتا ہے۔

ان میں سے چند ہی لوگ ایسے ہیں جو سیدھی راہ پر ہیں اور مذہبی خیانت سے بچے ہوئے ہیں۔ اگرچہ یہود نے بہت فساد پھیلا رکھا ہے مگر تم کو چاہیئے کہ ان کی خیانتوں سے درگزر کرو اور ان کو معاف کر دو کیونکہ اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے کیا عجب کہ درگزر کرنے کا کوئی اچھا نتیجہ برآمد ہو۔

بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ

درمیان قیامت تک کے لئے دشمنی اور کینہ ڈالدیا اور جو کچھ وہ

يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿١٤﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ

کرتے رہے ہیں اللہ عنقریب ان کو اس سے آگاہ کرے گا (١) اے اہل کتاب! تمہارے پاس

قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ

ہمارے پیغمبر (آخر الزماںؐ) آگئے ہیں کہ تم کتابِ الٰہی میں سے جو کچھ چھپاتے تھے وہ اس میں سے

تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ

بہت کچھ تمہیں صاف صاف بتا دیتے ہیں اور تمہارے بہت سے قصور معاف کر دیتے ہیں بیشک تمہارے پاس

مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾ لا يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ

اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آچکی ہے جو لوگ اللہ کی رضا کے طلب گار

مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ

ہوتے ہیں ان کو اللہ اس کتاب کے ذریعہ سلامتی کے راستے دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے ان کو (کفر کی)

مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى

تاریکیوں سے نکال کر (ایمان کی) روشنی میں لاتا ہے اور ان کو سیدھے

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٦﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ

راستہ پر چلاتا ہے (٢) یقیناً وہ لوگ کافر ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ

اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ

اللہ تو وہی مسیح ابن مریم ہے تو ان لوگوں سے کہدو کہ (بھلا بتاؤ تو سہی)

مِنَ اللّٰهِ شَيْــًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ

اگر اللہ مسیح ابن مریم کو اور ان کی والدہ کو اور روئے زمین پر جتنے انسان بستے ہیں سب کو

(١) یعنی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں سے بھی احکام الٰہی کی اطاعت کا عہد لیا تھا اور خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں انجیل میں بشارت نازل فرمائی تھی اور عیسائیوں سے عہد لیا تھا کہ وہ آپؐ پر ایمان لائیں اور آپؐ کی اطاعت کریں۔ لیکن افسوس ہے کہ انھوں نے بھی انجیل کی بہت سی نصیحتوں کو بھلا دیا اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے۔ جس میں ان ہی کا دینی و دنیوی فائدہ تھا۔ آپؐ پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے عیسائیوں کو کوئی صحیح راستہ نہ مل سکا اور مذہبی اختلاف کی وجہ سے ان میں بہت سے فرقے پیدا ہو گئے جو صدیوں سے آپس میں دست و گریباں ہیں اور عمر بھر ایسے ہی رہیں گے۔

آج کل تو سیاسی اور اقتصادی خود غرضیوں نے یورپ کی قوموں کے اختلافات کو پہلے سے بھی زیادہ ہولناک بنا دیا ہے۔

(٢) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی طرف متوجہ کیا ہے۔ فرماتا ہے اے اہلِ کتاب! وہ نبی آخر الزماں مُحَمَّدؐ جن کی بشارت تورات اور انجیل میں دی گئی تھی اور جن کے آنے کا تم انتظار کر رہے تھے، وہ آگئے اور تمہارے سامنے موجود ہیں۔ ان کے پاس وحی الٰہی کا صحیح علم ہے۔ اس لئے وہ بہت سی ان باتوں کو ٹھیک ٹھیک بیان کر دیتے ہیں جن میں تم نے طرح طرح کے اختلاف پیدا کر رکھے ہیں اور جو باتیں چشم پوشی کے قابل ہیں، اپنی خوش اخلاقی اور مروت کی وجہ سے ان سے درگزر کرتے ہیں۔ یہ ان کی رسالت کی بہت بڑی دلیل ہے، اس لئے تم کو چاہیئے کہ ان کی رسالت کو مان لو اور ان کے فیصلہ کے آگے سرِ تسلیم خم کر دو۔ وہ خود ایک نورِ الٰہی ہیں اور ان کے ساتھ ایک روشن کتاب ہے۔ لیکن یاد رکھو! اس کتاب سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جن میں حق و باطل کی تمیز اور رضائے حق کی طلب ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ سلامتی کی راہ دکھاتا ہے، کفر کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لاتا ہے اور زندگی میں ایسے راستہ پر چلاتا ہے جو کامیابی کا سیدھا راستہ ہے۔

مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ

ہلاک کرنا چاہے تو کیا کوئی شخص ایسا ہے جو اللہ سے ان کو ذرا بھی بچا سکے اور

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ

آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب پر اللہ ہی کی حکومت ہے وہ جو چاہتا ہے

مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَقَالَتِ

پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۱) اور

الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ

یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں (ہم جو کچھ بھی کریں ہمارے لئے نجات ہے) اے پیغمبر ان سے پوچھو

فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ

کہ اگر ایسا ہے تو پھر اللہ تمہاری بدعملیوں کی وجہ سے تمہیں عذاب کیوں دیا کرتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس کے پیدا کئے ہوئے انسانوں میں سے تم بھی

خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ

انسان ہو وہ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب دے اور

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ز وَاِلَيْهِ

آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب پر اللہ ہی کی حکومت ہے اور سب کو اسی کی طرف

الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا

لوٹ کر جانا ہے (۲) اے اہل کتاب! ایسی حالت میں کہ پیغمبروں کا آنا

يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا

ایک عرصہ سے موقوف تھا ہمارے پیغمبر (محمدؐ) تمہارے پاس آچکے ہیں جو ہمارے احکام تم سے صاف صاف بیان کرتے ہیں تاکہ

جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ز فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ

تم یہ نہ کہو کہ ہماری طرف کوئی خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا (پیغمبر) نہیں آیا تو اب تمہارے پاس خوشخبری سنانے والے

(۱) عیسائیوں میں ایک فرقہ ایسا بھی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا قائل ہے۔ اس آیت میں اس باطل عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ دیکھو! اگر اللہ تعالےٰ مسیحؑ اور ان کی والدہ ماجدہ کو بلکہ روئے زمین پر جتنے جاندار بستے ہیں سب کو نیست و نابود کرنا چاہے تو کس کی طاقت ہے جو اس کو روک سکے۔ جبکہ کوئی نہیں جو اللہ تعالےٰ کو اس کے ارادے سے باز رکھنے کی جرأت کر سکے۔ جب اللہ تعالےٰ کے اس اقتدار کو تسلیم کرتے ہو تو پھر یہ کس طرح مانتے ہو کہ مسیحؑ خدا ہیں۔ (نعوذ باللہ) مسیح تو اللہ تعالےٰ کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں اور اللہ تعالےٰ کی یہ شان ہے کہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے سب اسی کی مخلوق اور اس کی ملک ہیں وہ جو چاہتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور اس کے سوا بھی وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ظاہر ہے کہ مسیحؑ میں یہ صفات نہیں ہیں۔ پھر کس طرح کہتے ہو کہ وہ خدا ہیں۔

لہٰذا اس باطل عقیدہ سے توبہ کرو اور حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ کا بندہ اور رسول مانو کہ یہی واقعہ اور حقیقت ہے۔

(۲) اہل کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کو اس بات پر بڑا گھمنڈ تھا کہ وہ پیغمبروں کی اولاد ہیں چنانچہ وہ کہتے تھے ہم اللہ تعالےٰ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں، ہم کو وہ عذاب نہیں دے گا۔

اس آیت میں اس باطل عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اچھا! اگر ایسا ہے تو بتاؤ کہ تمہاری نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ تعالےٰ دنیا میں تم کو کیوں عذاب دیتا رہا ہے اور آخرت میں بھی عذاب دے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ تم کو اللہ تعالےٰ کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں ہے تم بھی دوسرے آدمیوں کی طرح انسان ہو۔ اس نے کسی انسان کو نجات کا پروانہ لکھ کر نہیں دیا ہے بلکہ واضح فرما دیا ہے کہ نجات کا طریقہ ایمان اور عمل صالح ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ ایمان اور عمل صالح سے اپنی زندگی کو سنوارے اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے نجات کی اُمید رکھے کیونکہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے جس کو چاہتا ہے بخشتا ہے اور حکمت کے لحاظ سے جس کو مناسب سمجھتا ہے عذاب دیتا ہے۔ یاد رکھو کہ سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اس کے سامنے جواب دینا ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو پوری سنجیدگی کے ساتھ اس کی تیاری کرنی چاہئے نسلی نخوت و غرور کے نشہ میں مست رہنا اور زندگی تباہ کرنا دانشمندی اور انسانیت کے خلاف ہے اور اس سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔

وَّنَذِيْرٌ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٩﴾ وَاِذْ قَالَ

اور ڈرانے والے (پیغمبر) آچکے ہیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۱) اور (وہ واقعہ یاد کرو) جبکہ

مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! تم پر اللہ نے جو احسان کئے ہیں ان کو یاد کرو کہ

اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ

اس نے تم میں پیغمبر پیدا کئے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تم کو اتنا کچھ عنایت

مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٠﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا

کیا کہ دنیا میں کسی کو نہیں دیا اے میری قوم! تم مقدس

الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا

سرزمین (یعنی ملکِ شام) میں جسے اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے (عزم و ہمت کے ساتھ) داخل ہو جاؤ اور

تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٢١﴾ قَالُوْا

(دیکھنا مقابلے کے وقت) پیٹھ نہ پھیرنا ورنہ (کامیابی کی جگہ) نقصان میں پڑ جاؤ گے (۲) انہوں نے (اس کے جواب

يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖۗ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا

میں) کہا کہ اے موسیٰ! اس سرزمین میں تو بڑے ہی زبردست لوگ ہیں جب تک وہ اس سرزمین سے نکل نہ جائیں

حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا

ہم وہاں ہرگز نہ جائیں گے ہاں اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم وہاں ضرور

دٰخِلُوْنَ ﴿٢٢﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ

جا داخل ہوں گے (۳) اس پر دو آدمیوں نے جو اللہ سے ڈرنے والوں میں سے تھے (اور) جن پر

اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ

اللہ نے فضل کیا تھا، لوگوں سے کہا کہ (ہمت کرکے) ان لوگوں پر دروازے کے راستے سے حملہ کردو جب تم دروازے میں داخل ہو گئے

(۱) لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تقریباً چھ سو برس کا فصل تھا اس مدت میں کوئی پیغمبر پیدا نہیں ہوا۔ اس وقفہ کے زمانہ کو زمانۂ فترة کہتے ہیں۔ اس وقت دنیا کا یہ حال تھا کہ گزشتہ پیغمبروں کی تعلیم اصلی حالت میں باقی نہیں رہی تھی اور ہدایت کا راستہ انسانوں پر گم ہو گیا تھا اور دنیا پر فتنہ و فساد، جہالت و گمراہی کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ایسے وقت میں اللہ تعالےٰ نے سارے عالم کی ہدایت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا ـــ چنانچہ اس آیت میں اہل کتاب سے فرمایا کہ اس طویل وقفہ کے بعد ہم نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے جو ہمارے احکام تمھارے سامنے صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ ان کو ہم نے اس لئے پیغمبر بنایا ہے کہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی پیغمبر نہیں آیا جو ہم کو جنت کی خوشخبری سناتا اور دوزخ کے عذاب سے ڈراتا ہے تو دیکھو! اب ہوشیار ہو جاؤ! یہ پیغمبر تمھارے پاس آچکے ہیں جو فرماں بردار بندوں کو جنت اور رضائے الٰہی کی خوشخبری سناتے ہیں اور سرکشوں اور نافرمانوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے ہیں۔ دیکھو! اس موقع کو غنیمت سمجھو اور فوراً ہمارے پیغمبر محمد کے دامن سے وابستہ ہو کر بہترین انسان بن جاؤ اور دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کرو۔ اگر تم نے پیغمبر کو نہ مانا تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا ہے وہ تمھارا محتاج نہیں ہے وہ کسی اور قوم کو کھڑا کر دے گا اور ان سے اپنا کام لے گا۔

ع ۳

(۲) اس رکوع میں بنی اسرائیل کی تاریخ کا ایک واقعہ دہرایا ہے جس میں ان کی پست ہمتی، بزدلی اور سرکشی ظاہر کی گئی ہے۔ یہ واقعہ اُس وقت کا ہے کہ جب بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ مصر سے نکلے تھے تو ان کو حکم ہوا تھا کہ ملکِ شام فتح کرکے اس پر قابض ہو جائیں کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے شام ہی میں آکر ٹھہرے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ میں تمھاری اولاد کو بہت پھیلاؤں گا اور ان کو نبوت و سلطنت عطا فرماؤں گا چنانچہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ جہاد کے ارادہ سے ملکِ شام کی طرف چلے جب قریب پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے بارہ نقیب (سردار) مقرر فرمائے اور ان کو حکم دیا کہ ملکِ شام جائیں اور عمالقہ کی قوم کی خبر لائیں جو اس وقت ملکِ شام پر قابض تھی جب یہ لوگ واپس آئے تو انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملکِ شام کی سرسبزی اور شادابی کی بڑی تعریف کی اور ساتھ ساتھ قوم عمالقہ کی شان و شوکت اور طاقت و قوت کا حال بھی سنایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ باتیں سب لوگوں کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ وہ ہمت ہار دیں گے اور جہاد نہیں کریں گے لیکن دو آدمیوں کے سوا جن کا نام یوشع اور کالب تھا، باقی دس سرداروں نے قوم عمالقہ کی شان و شوکت اور طاقت و قوت کا حال سب لوگوں کے سامنے بیان کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب لوگوں کی ہمتیں پست ہو گئیں اور جہاد کرنے سے انکار کر دیا اور مصر کو واپس جانے کا ارادہ کیا۔ اس موقع پر موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو نقل فرمائی ہے کہ انھوں نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ نے جو تم پر احسانات کئے ہیں ان کو یاد کرو۔ یعنی یہ کہ تم میں بہت سے نبی پیدا کئے اور تم کو دینوی بادشاہت بھی دی اور تم کو وہ نعمتیں عطا فرمائیں جو اس وقت تک دنیا میں کسی کو نہیں دی تھیں اور اب اللہ تعالیٰ تم کو ایک اور نعمت دینا چاہتا ہے جس کا اس نے تمھارے جدِ امجد حضرت ابراہیم سے وعدہ کیا تھا تو اب ملکِ شام میں داخل ہو جاؤ اور اسے فتح کر لو۔ خبردار دشمن سے ڈر کر پیٹھ نہ پھیرنا ورنہ ذلیل و خوار ہو جاؤ گے۔

(۳) ایک عرصہ دراز تک فرعون کی غلامی میں رہتے رہتے بنی اسرائیل کی ہمت پست ہو گئی تھی اور بلند مقاصد کے لئے جدوجہد کرنے کا عزم ان میں باقی نہیں رہا تھا چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کو ملکِ شام فتح کرنے کی ترغیب دلائی تو انھوں نے بزدلی دکھائی اور بے ادبی سے جواب دیا۔ اے موسیٰ ملکِ شام پر ایک زبردست اور طاقتور قوم یعنی عمالقہ قابض ہے جب تک وہ ملک سے نکل نہ جائیں ہم اس میں داخل نہیں ہو سکتے۔ یعنی ہم تو ان سے مقابلہ کا خطرہ نہیں مول لے سکتے۔ البتہ اگر تم کوئی معجزہ دکھاؤ اور ان کو نکال دو تو پھر ہم اس سرزمین میں داخل ہو جائیں گے۔

فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ

تو بلاشبہ تمہاری فتح ہے اور اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ ہی پر

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا

بھروسہ رکھو (۱) وہ لوگ کہنے لگے کہ اے موسیٰ! جب تک وہ وہاں موجود ہیں ہم کبھی اس میں داخل

مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا

ہونے والے نہیں (اگر لڑنا ہی ضروری ہے) تو تم اور تمہارا پروردگار دونوں جاؤ اور ان لوگوں سے لڑو، ہم

هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا

یہیں بیٹھے رہیں گے (۲) (یہ حالت دیکھ کر) موسیٰ نے اللہ سے التجا کی کہ اے پروردگار! میں

نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٥﴾

اپنے اور اپنے بھائی کے سوا اور کسی پر اختیار نہیں رکھتا پس تو ہم میں اور ان نافرمان لوگوں میں جدائی کر دے (۳)

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ

(اس پر) اللہ نے کہا کہ وہ ملک ان پر چالیس برس تک کے لئے حرام کردیا گیا ہے (وہ وہاں جانے نہ پائیں گے اور)

يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ

زمین میں بھٹکتے پھریں گے تو (اے موسیٰ) تم ان نافرمان لوگوں پر

الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَىْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ

افسوس نہ کرو (۴) اور (اے پیغمبر) تم ان کو آدم کے دو بیٹوں (ہابیل اور قابیل) کا قصہ سچائی کے ساتھ پڑھ کر سنا دو

اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ

جب ان دونوں نے اللہ کی جناب میں نیازیں چڑھائیں تو ایک کی نیاز قبول ہوئی اور دوسرے کی

مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ

قبول نہ ہوئی (اس پر قابیل نے ہابیل سے) کہا کہ میں تمہیں قتل کردوں گا (۵) (ہابیل نے) کہا کہ اللہ صرف

(۱) بنی اسرائیل کے بارہ سرداروں میں دو شخص یعنی یوشع اور کالب بڑے خداترس اور باہمت تھے وہ اللہ کے سوا کسی سے ڈرتے نہ تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے ایمان اور حکمت کی نعمت سے سرفراز فرمایا تھا۔ انھوں نے بنی اسرائیل کو سمجھایا اور کہا کہ یقین رکھو کہ نصرتِ الٰہی تمہاری مدد کے لئے تیار ہے۔ تم ذرا ہمت کر کے قدم اٹھاؤ اور دروازہ تک پہنچو پھر دیکھو اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے جونہی تم دروازے میں داخل ہو گے نصرتِ الٰہی تمہاری مدد کرے گی دشمن کے قدم اکھڑ جائیں گے اور تم کو غلبہ عطا ہوگا۔ اگر تم ایماندار ہو تو اللہ تعالیٰ کی نصرت پر بھروسہ رکھو اور دشمن کی ظاہری طاقت سے مرعوب مت ہو۔

(۲) اس پر بھی بنی اسرائیل نے دشمن سے مقابلہ کی ہمت نہیں کی۔ اللہ کے پیغمبر کے حکم کی نافرمانی کی اور نہایت گستاخی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا کہ جب تک وہ لوگ ملک پر قابض ہیں ہم ہرگز اس میں قدم نہیں رکھیں گے ہم تو کسی صورت قوم عمالقہ سے جنگ نہیں کرسکتے۔ اگر بہادر ہو اور ہمت رکھتے ہو تو تم اور تمہارا پروردگار جاکر ان سے لڑو اور ان کو مغلوب کرلو ہم یہیں بیٹھے بیٹھے تمہاری بہادری کا تماشہ دیکھیں گے۔ تورات میں لکھا ہے کہ جنگ سے دہشت کھا کر بنی اسرائیل نے یہ ارادہ کرلیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ چھوڑ دیں گے اور مصر کو واپس چلے جائیں گے۔

(۳) بنی اسرائیل کی سرکشی اور بدتمیزی دیکھ کر حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو غضبِ الٰہی کا اندیشہ ہوا اور خوفِ الٰہی سے لرز گئے اور سجدے میں گر پڑے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جنابِ باری میں عرض کیا کہ پروردگار! مجھے اپنے پر اور اپنے بھائی پر تو قابو ہے میں اپنے آپ کو اور بھائی کو تعمیلِ حکم پر مجبور کرسکتا ہوں لیکن تو جانتا ہے کہ ان جاہلوں پر میرا کچھ بس نہیں چلتا۔ میں نے ہر طرح سے ان کو سمجھایا لیکن وہ کسی طرح اپنی جہالت سے باز نہیں آتے۔ اس لئے ہماری یہ درخواست ہے کہ تو ہم کو ان بدکاروں سے الگ رکھ اور ہم کو ان کا ساتھی نہ بنا۔

(۴) اس پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اچھا! چالیس برس تک مقدس سرزمین بنی اسرائیل پر حرام کردی گئی ہے اس مدت میں یہ نافرمان لوگ تیہہ کے میدان میں حیران اور سرگردان پھریں گے۔ اور اے موسیٰ ان نافرمانوں کی بربادی پر تم غم نہ کھانا اس سزا میں بھی ایک مصلحت تھی وہ یہ کہ چالیس سال کے اندر وہ ساری نسل ختم ہو جائے گی جس کو مصر کی غلامانہ زندگی نے بزدل بنا دیا تھا۔ اور ایک نئی نسل پیدا ہوگی جس نے میدانوں کی آزاد اور کھلی آب و ہوا میں پرورش پائی ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا بنی اسرائیل کے قبیلے چالیس برس تک تیہہ کے میدان میں سرگرداں پھرتے رہے۔ جن لوگوں کی عمر بیس سال سے زائد تھی وہ سب مر گئے حضرت موسیٰ بھی نہر یردن کے کنارے انتقال فرما گئے۔ ان کی جگہ حضرت یوشع اور کالب نے بنی اسرائیل کی قیادت سنبھالی۔ ان کی قیادت میں نئی نسل عزم و ہمت کے ساتھ بڑھی اور قوم عمالقہ سے لڑ کر ملکِ شام کی مالک بن گئی۔

(۵) بنی اسرائیل قتل اور خوں ریزی میں بڑے بے باک تھے۔ اپنی قوم کے بہت سے پیغمبروں کو انھوں نے قتل کیا تھا۔ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مقدس صحابہؓ کے خلاف بھی سازشیں اور ریشہ دوانیاں کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو بیان کیا جو انسانی معاشرہ میں خونِ ناحق کا پہلا واقعہ تھا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کی پیدائش کا یہ دستور تھا کہ ایک بطن سے دو بچے یعنے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے اور ایک بطن کے لڑکے کا نکاح دوسرے بطن کی لڑکی سے کردیا جاتا تھا چنانچہ ایک دفعہ ہابیل اور اس کی بہن لبوذا ایک ساتھ پیدا ہوئے۔ اور ایک دفعہ قابیل اور اس کی بہن اقلیما پیدا ہوئے۔ اقلیما، لبوذا سے حسین تھی۔ اس لئے قابیل چاہتا تھا کہ دستور کے خلاف اس کا نکاح

(بقیہ تفسیر صفحہ ۱۹۸) اقلیمیا سے کردیا جائے لیکن حضرت آدمؑ اس پر راضی نہیں ہوئے اور دونوں بھائیوں کو حکم دیا کہ بارگاہِ الٰہی میں نذریں پیش کریں جس کی نذر قبول ہوجائے گی وہی اقلیمیا کا مستحق سمجھا جائے گا۔ چنانچہ دونوں نے اپنی نذریں میدان میں رکھدیں۔ اس وقت کے رواج کے مطابق آسمان سے آگ ظاہر ہوئی اور ہابیل کی نذر کو لے گئی یعنی اس کی نذر قبول کرلی گئی۔ یہ دیکھ کر قابیل حسد کی آگ سے جل گیا اور ہابیل سے کہا کہ میں تجھے ضرور مار ڈالوں گا۔

(تفسیر صفحہ ہٰذا) (۱) ہابیل نے جواب دیا کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں سے قربانیاں قبول کیا کرتا ہے۔ اگر تجھے اپنی قربانی قبول کرانا ہے تو تو بھی میری طرح سے پرہیزگار بن جا۔ اس طرح تو فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اور میرے قتل سے تو تجھے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوگا۔ بہرحال اگر تو میرے قتل کے لئے ہاتھ اٹھائے گا تب بھی میں تو تیرے قتل کے لئے ہرگز ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور اپنے بھائی کے خون سے ہاتھ رنگنا نہیں چاہتا، میں چاہتا ہوں کہ مجھ سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو تو نے ظلم کرنے کی ہی ٹھان لی ہے تو یاد رکھو کہ میرے قتل کا گناہ اور تیرے اس قتل کی وجہ سے قتل کا جو دروازہ کھل جائے گا اس کا گناہ بھی تیری گردن پر رہے گا۔ اس طرح سارے گناہ تیرے ہی سر رہیں گے کیونکہ ایسے ظالموں کی یہی سزا ہے۔

(۲) آخرکار قابیل کے نفس نے بھائی کے قتل پر اس کو آمادہ کردیا اور اس نے بھائی کو بے گناہ مار ڈالا اور ہمیشہ کے لئے نقصان میں پڑگیا۔

قابیل نے مارنے کو تو مار ڈالا، لیکن اب حیران ہوا کہ اس لاش کو کیا کرے، کیونکہ روئے زمین پر یہ انسان کی پہلی موت تھی۔ آخرکار اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جس نے پنجوں سے زمین کھودی اور ایک مُردہ کوے کو اس میں دفن کردیا۔ یہ دیکھ کر قابیل سخت شرمندہ ہوا اور کہا کہ افسوس! میں کوے سے بھی گیا گزرا ہوگیا۔ میں تو یہ بھی نہیں سمجھ سکا کہ زمین کھود کر بھائی کی لاش کو اس میں دفن کردیتا۔ بہرحال قابیل نے کوے سے سبق سیکھا اور اس بے عقلی پر سخت پشیمان ہوا۔

مع

اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝۲۷ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ
پرہیزگاروں کی نیاز قبول فرماتا ہے اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے مجھ پر ہاتھ

لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ
چلائے گا تو میں تو تجھ کو قتل کرنے کے لئے تجھ پر ہاتھ نہیں چلاؤں گا

اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۸ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ
کیونکہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے عالم کا پروردگار ہے میں تو یہ چاہتا ہوں

اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ
کہ تو میرا اور اپنا دونوں کا گناہ سمیٹ لے اور پھر دوزخ والوں میں شامل

النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝۲۹ ۚ فَطَوَّعَتْ لَهٗ
ہوجائے اور ظالموں کی یہی سزا ہے (۱) اس پر بھی اس کے

نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۳۰
نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر ابھارا چنانچہ اس نے (ہابیل کو) قتل کردیا پس وہ نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہوگیا

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ
پھر اللہ نے ایک کوّا بھیجا جو زمین کریدنے لگا تاکہ اسے دکھادے کہ

كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ۭ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ
وہ اپنے بھائی کی لاش کس طرح زمین میں چھپائے (یہ دیکھ کر قابیل نے) کہا افسوس میری حالت پر کہ

اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ
میں اس کوے سے بھی گیا گزرا ہوا کہ اپنے بھائی کی لاش تو (زمین کھود کر) چھپا دیتا

اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۝۳۱ ۚۛ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛ
غرض یہ کہ وہ اپنی حالت پر پشیمان ہوا (۲) اس واقعہ کی وجہ سے

كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا

ہم نے بنی اسرائیل کو یہ حکم لکھ دیا کہ جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے

بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ

(یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے تو گویا اس نے تمام

النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا

آدمیوں کو قتل کر دیا اور جس نے ایک شخص کو مرنے سے بچا لیا اس نے گویا سب

النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ز

آدمیوں کو بچا لیا اور بنی اسرائیل کے پاس ہمارے پیغمبر سچائی کی روشن دلیلوں کے ساتھ آتے رہے

ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ

پھر اس کے بعد بھی ان میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو ملک میں زیادتیاں

لَمُسْرِفُوْنَ ﴿٣٢﴾ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ

کرنے والے ہیں (ا) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کرتے ہیں اور ملک

وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا

میں فساد کی غرض سے دوڑتے پھرتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کر دیئے جائیں

اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ

یا سولی پر چڑھا دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے

خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ

کاٹ ڈالے جائیں یا انہیں جلا وطن کر دیا جائے یہ تو ان کے لئے

خِزْىٌ فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ

دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں (بھی) ان کے لئے بڑا

(ا) قابیل نے جو ہابیل کو قتل کیا تو اس سے انسانی معاشرہ میں قتل اور خوں ریزی کا دروازہ کھل گیا اور انسانی جان کا احترام جاتا رہا۔ اس لئے اللہ تعالٰے نے بنی اسرائیل کو انسانی جان کے احترام کرنے کی تعلیم دی اور ان کو بتایا کہ قتل اور خوں ریزی بہت بڑا گناہ ہے اور دنیا اور آخرت میں اس کا نتیجہ بہت برا ہے۔ اس بات کی اہمیت کو یوں سمجھو کہ اگر کسی نے ایک شخص کو ناحق یعنی جان کے معاوضہ کے بغیر یا فساد مچانے کی سزا کے بغیر مار ڈالا تو گویا اس نے سارے انسانوں کو قتل کر دیا۔ اور جس نے ایک شخص کی جان بچائی تو گویا اس نے سارے لوگوں کی جانوں کی حفاظت کی۔

پھر ایسا ہوا کہ بنی اسرائیل کے پاس بہت سے پیغمبر سچائی کی کھلی نشانیاں لے کر آئے اور انھوں نے ان کو نیکی کی راہ پر چلنے اور احکام الٰہی پر عمل کرنے کی ترغیب دی۔ لیکن بنی اسرائیل نے پیغمبروں کا کہنا نہ سنا' احکام الٰہی کی نافرمانی کی اور ناحق خوں ریزیاں کر کے اللہ کی زمین پر بے حد فساد مچایا۔ اور پیغمبر آخرالزماں اور ان کی مقدس جماعت کے خلاف بھی سازشیں کر کے سارے ملک میں شر و فساد کی ایک آگ لگا دی۔

عَظِيْمٌ ﴿٣٣﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا

عذاب ہے (۱) مگر جو لوگ تمہارے قابو میں آنے سے پہلے توبہ کرلیں (تو ان سے تعرض

عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٤﴾ يٰٓاَيُّهَا

نہ کرو) اور جان لو کہ بیشک اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۲) اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ

ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس تک (پہنچنے کا) ذریعہ ڈھونڈو

وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٣٥﴾ اِنَّ

اور اس کے راستہ میں جہاد کرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے (۳) جن

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا

لوگوں نے کفر اختیار کیا اگر ان کے پاس زمین کا سب مال و متاع ہو بلکہ

وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

اس کے ساتھ اسی قدر اور بھی ہو اور پھر وہ سب کچھ دے کر روز قیامت کے عذاب سے چھوٹنا چاہیں

مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٣٦﴾ يُرِيْدُوْنَ

تب بھی یہ ہرگز ان سے قبول نہ کیا جائے گا اور ان کو دردناک عذاب ہوگا وہ ہر چند چاہیں گے

اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ز

کہ دوزخ کی آگ سے باہر نکل آئیں مگر اس سے باہر نہیں نکل سکیں گے

وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٣٧﴾ وَالسَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ

اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے (۴) اور (دیکھو) جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے

فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ

تو دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو یہ ان کے عمل کی سزا اور اللہ کی طرف سے

(۱) مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں کی سزا بیان فرمائی ہے جو زمین پر فساد مچاتے ہیں یعنی ڈاکے ڈالتے اور لوٹ مار کرتے ہیں۔ اس آیت میں چار سزائیں ذکر فرمائی ہیں جو جرم کی نوعیت کے لحاظ سے ہیں۔ (۱) اگر ڈاکو نے کسی کو قتل کیا ہے اور مال نہیں لوٹا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ (۲) اگر قتل بھی کیا ہے اور مال بھی لوٹا ہے تو سولی دی جائے گی۔ (۳) اگر صرف مال لوٹا ہے اور قتل نہیں کیا تو ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں گے۔ (۴) اگر صرف ڈرایا دھمکایا ہے نہ قتل کیا اور نہ مال لوٹا تو جلاوطنی یا حبس دوام کی سزا دی جائے گی۔

ع ۵ ۸ ۹

(۲) یعنی ڈاکوؤں کی جو سزا اوپر بیان کی ہے وہ شرعی حد ہے۔ تو اگر ڈاکو گرفتاری سے پہلے توبہ کرلے اور اپنی حالت درست کرلے تو امید ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا کیونکہ وہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے لوگوں کو قتل کیا ہو اور ان کا مال لوٹا ہو تو اس گناہ کی توبہ یہ ہے کہ مقتول کے وارثوں سے بھی معاف کرایا جائے۔

(۳) اوپر کی آیتوں میں مجرموں اور ان کی سزاؤں کا ذکر تھا۔ اب اس آیت میں ایمان والوں کو نصیحت فرماتا ہے مطلب یہ ہے کہ ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ ایمان والے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی سے بچیں اور زندگی میں پرہیزگاری کا راستہ اختیار کریں۔ مومن کا حقیقی مقصود قرب الٰہی ہے اور یہی مقصود پیش نظر رہنا چاہیئے اور اس کے حاصل کرنے کے لئے پوری جدوجہد اور انتہائی کوشش کرنی چاہیئے وہ سارے اعمال، طریقے اور ذریعے اختیار کرنے چاہئیں جو شریعت نے جائز رکھے ہیں اور جن سے قرب الٰہی حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔

شریعت کے مقرر کردہ اعمال کو قرب الٰہی کا وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔ اور وسیلۂ قرب کو اختیار کرنے کے لئے وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ کہہ کر قرب الٰہی حاصل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے تاکہ احکام شریعت پر عمل پیرا ہو کر دینی اور دنیوی کامیابیوں سے مسلمان فائز المرام ہوں۔

(۴) یعنی جو لوگ ایمان اور پرہیزگاری کی جگہ کفر اور نافرمانی کا طریقہ اختیار کریں گے تو ان لوگوں کو سخت عذاب بھگتنا پڑے گا اور وہ اس عذاب سے کسی طرح بچ نہیں سکتے۔ فرض کرو اگر ان لوگوں کو قیامت کے دن زمین کی ساری دولت بھی مل جائے اور وہ اس کو دے کر دوزخ کے عذاب سے چھوٹنا چاہیں تب بھی ان کو عذاب سے نجات نہیں ملے گی۔ وہ آرزو کریں گے کہ کسی طرح دوزخ سے نکل سکیں لیکن ان کی یہ خواہش ہرگز پوری نہ ہوگی اور وہ اس سے کبھی نہ نکل سکیں گے بلکہ ان کو دائمی عذاب ہوگا کیونکہ انھوں نے دنیا کی پوری زندگی کفر میں گزاری اور کفر ہی پر مرے۔

(۱) اس آیت میں اصولی طور پر چوری کی سزا بیان فرمائی ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ اس حکم کی تفصیلات کے لئے فقہ کی کتابیں دیکھنی چاہئیں
چوری ایک ایسا فعل ہے جس سے لوگوں کا مال و دولت ہی نہیں بلکہ ان کا چین و اطمینان بھی رخصت ہو جاتا ہے اس لئے یہ فعل کسی قوم کے نزدیک بھی مہذب نہیں ہے اور اس غیر مہذب فعل کے لئے سزا بھی ایسی ہونی چاہیئے کہ اس کا قطعی سد باب ہو جائے۔

اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ

عبرت ہے۔ اور اللہ سب پر غالب (اور) حکمت والا ہے۔ جو شخص گناہ کے بعد توبہ

ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

کرلے اور (اپنے اعمال) درست کرلے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے بیشک اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ

بخشنے والا مہربان ہے (۱) (اے انسان) کیا تو نہیں جانتا کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَغْفِرُ

اللہ ہی کے لئے ہے وہ جسے چاہے عذاب دے اور جسے

لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا

چاہے بخشدے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۲) اے

الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ

پیغمبر! تم کو ان لوگوں کی حالت مغموم نہ بنائے جو کفر میں جلدی کرتے ہیں (یہ دو قسم کے لوگ

مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ

ہیں) بعض تو ایسے (منافق) ہیں جو اپنے منہ سے تو کہدیتے ہیں کہ ہم ایمان لائے لیکن ان کے دل مطلق ایمان

قُلُوْبُهُمْ ڔ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ڔ سَمّٰعُوْنَ

نہیں لائے اور بعض یہودی ہیں۔ یہ جھوٹی باتیں بنانے کے لئے جاسوسی کرتے

لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ

پھرتے ہیں اور ایسے لوگوں (کے بہکانے) کے لئے جاسوس بنتے ہیں جو ابھی آپ کے پاس نہیں آئے

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ

یہ تورات کے کلمات کو ان کے مقامات میں ثابت ہونے کے بعد بدل دیتے ہیں (اور) لوگوں سے کہتے ہیں کہ

اسلام کی مقرر کردہ سزا کے سوا کوئی ایسی سزا نہیں جس سے اس کا دروازہ بند ہوسکے اگر کوئی شخص اس کا اثر اور فائدہ دیکھنا چاہے تو اس کو چاہیئے کہ حجاز مقدس کا سفر کرے وہاں یہ حکم نافذ ہے جس کا اثر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ مسافر سونا اچھالتے پھرتے ہیں لیکن کسی کی ہمت نہیں پڑتی کہ ان کے مال کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ سکے اور اگر کسی کا کوئی مال راستہ میں گر جائے تو کسی کو اس کے اٹھانے کی ہمت نہیں ہوتی حیرت ہے کہ ایسی موثر سزا کو موجودہ دور تہذیب میں وحشیانہ سزا تصور کیا جاتا ہے۔

حالانکہ اس کے لئے اس مہذب اور ترقی یافتہ دور میں جو سزا دی جاتی ہے اس سے اس غیر مہذب فعل کی بیخ کنی نہیں ہوتی۔ حاملین تہذیب کو اسلام کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ اس سزا کے طفیل سے چوری جیسے غیر مہذب فعل کا قلع قمع ہو جاتا ہے اور اس تھوڑی سی وحشت کو برداشت کرنے سے بہت سے چور مہذب بنائے جاسکتے ہیں۔

یاد رہے کہ انسانی ہاتھ کی قیمت اسی وقت تک ہے جب کہ وہ امانت دار ہے اگر یہی ہاتھ خائن ہو جائے اور لوگوں کا سکون و اطمینان چھین لے تو پھر وہ اس لائق ہے کہ اس کو کاٹ کر پھینک دیا جائے۔

واضح ہو کہ توبہ کا عام اصول اس جرم پر بھی اثر انداز ہے یعنی اگر کوئی شخص اپنے قصور سے توبہ کرے اور اپنے حال کی اصلاح کرلے تو امید ہے کہ اللہ تعالے اس کی توبہ قبول فرمائے گا بشرطیکہ بندوں کے حقوق مقررہ طریقہ پر اس نے ادا کر دیئے ہوں۔

(۲) مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو اس بات پر تعجب نہ کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالے چوروں اور ڈاکوؤں کی توبہ قبول کرلیتا ہے اور ان کے قصور معاف فرما دیتا ہے کیونکہ اللہ کے نزدیک شرک کے سوا کوئی ایسا قصور نہیں جو ناقابل معافی ہو اسی لئے ارشاد ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ یعنی بیشک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اس کے سوا جس کو چاہے گا بخشدے گا۔

اس لئے کہ آسمان و زمین کا تنہا وہی مالک ہے جس طرح وہ مجرموں کو سزا دے سکتا ہے اسی طرح اس کو یہ اختیار بھی ہے کہ وہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کر کے ان کے قصور کو معاف کر دے اور کائنات میں کوئی نہیں ہے جو اس کو اپنا اختیار استعمال کرنے سے روک سکے کیونکہ وہ اپنے ہر فیصلہ کو نافذ کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔

إِنْ أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِن لَّمْ تُؤْتَوْهُ

اگر تم کو یہ حکم ملے تو اسے قبول کر لینا اور اگر نہ ملے تو اس سے

فَاحْذَرُوا ۚ وَمَن يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَن تَمْلِكَ

احتراز کرنا (۱) اور اے پیغمبر! اگر کسی کو اللہ گمراہ کرنا چاہے تو اس کے لئے تم کچھ بھی اللہ سے

لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ

(ہدایت کا) اختیار نہیں رکھتے یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ ان کے دلوں

اللَّهُ أَن يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ

کو پاک کرنا نہیں چاہتا ان کے لئے دنیا میں (بھی) ذلت ہے

وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٤١﴾ سَمَّاعُونَ

اور آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے (۲) (اے پیغمبر) یہ لوگ

لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ ۚ فَإِن جَاءُوكَ فَاحْكُم

جھوٹی باتیں بنانے کیلئے جاسوسی کرنے والے اور رشوت کا حرام مال کھانے والے ہیں اور اگر یہ لوگ تمہارے پاس آئیں تو (تم کو اختیار ہے کہ)

بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ ۖ وَإِن تُعْرِضْ عَنْهُمْ

ان کے درمیان فیصلہ کر دینا یا ان سے کنارہ کش ہو جاؤ اور اگر تم ان سے کنارہ کشی کرو گے تو

فَلَن يَضُرُّوكَ شَيْئًا ۖ وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم

مجال نہیں کہ وہ تم کو نقصان پہنچا سکیں اور اگر تم فیصلہ کرو تو ان میں عدل و انصاف کے

بِالْقِسْطِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿٤٢﴾ وَكَيْفَ

ساتھ فیصلہ کرو بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے (۳) اور یہ لوگ کس طرح

يُحَكِّمُونَكَ وَعِندَهُمُ التَّوْرَاةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ

تم سے فیصلہ کراتے ہیں جبکہ خود ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ کا حکم لکھا ہوا ہے

(۱) اس آیت میں منافقوں اور یہودیوں کی شرارتوں کا ذکر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی ہے کہ آپ ان لوگوں کی شرارتوں سے فکرمند نہ ہوں۔ آپ کو کچھ نقصان نہیں پہنچے گا۔

اس آیت کا شانِ نزول مفسرین نے یوں لکھا ہے کہ مقام فدک کے یہودیوں میں سے ایک مرد اور عورت نے زنا کیا تورات کی رو سے ان کی سزا رجم تھی یعنی یہ کہ ان دونوں کو سنگسار کر دینا چاہیئے تھا لیکن ان دونوں کے اثر و رسوخ کی وجہ سے علماء یہود 'رجم' کا فتویٰ نہیں دینا چاہتے تھے چنانچہ انہوں نے مدینہ کے یہودیوں کو لکھ بھیجا کہ آنحضرتؐ سے فتویٰ دریافت کرو اگر معمولی سزا کا حکم دیں تو مان لو ورنہ نہیں۔ آنحضرتؐ کو وحی کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے اس راز کی خبر فرما دی اور 'رجم' کا حکم نازل فرمایا چنانچہ آنحضرتؐ نے 'رجم' کا فیصلہ صادر فرما دیا اور یہودیوں سے پوچھا کہ کیا تورات میں 'رجم' کا حکم نہیں ہے۔ یہودیوں نے چھپانا چاہا۔ حضورؐ نے حکم دیا کہ تمہارے کسی بڑے عالم کو بلاؤ چنانچہ ابن صوریا بلایا گیا اور اس نے تورات کو سب کے سامنے پڑھنا شروع کیا۔ جب اس آیت پر پہنچا جس میں رجم کا حکم ہے تو اس کو چھپانا چاہا۔ حضرت عبداللہ ابن سلام موجود تھے جو یہودیوں کے زبردست عالم تھے اور اسلام قبول کر چکے تھے انہوں نے ٹوک دیا۔

غرض مجبور ہو کر اور شرما کر ابن صوریا نے اس بات کا اقرار کیا کہ تورات میں رجم کا حکم موجود ہے لیکن دولتمند اور بااثر لوگوں کی خواہشوں کو پورا کرنے کی خاطر علماء نے اس حکم کو چھپا رکھا ہے اور معطل کر رکھا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے 'رجم' کا حکم صادر فرمایا اور اس بات پر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا کہ تورات کے جس حکم کو یہودیوں نے چھپا رکھا تھا، اس کو آپؐ نے ظاہر اور جاری فرمایا۔

(۲) یعنی جب ان یہودیوں اور منافقوں کی شقاوت اس حد تک پہنچ گئی ہے تو اب کوئی امید نہیں رہی کہ وہ اپنی اصلاح کریں گے ان کے کفر اور گناہوں کے سبب سے اللہ تعالےٰ نے ان کو آزمائش میں ڈال رکھا ہے وہ ان کو ہدایت پر زبردستی نہیں چلائے گا اور ان کے دلوں کو پاک نہیں کرے گا وہ یاد رکھیں کہ ان کی گمراہی کی سزا میں ان کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

(۳) یعنی اے پیغمبر! یہ لوگ کچھ اچھے لوگ نہیں ہیں۔ یہ لوگ جاسوسی کرنے والے اور رشوت کا حرام مال کھانے والے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی اگر یہ لوگ تمہارے پاس اپنے معاملات لے کر آئیں اور تم سے فیصلہ چاہیں تو تم کو اختیار ہے۔ چاہو تو ان کو ٹال دو اور چاہو تو ان کو فیصلہ سنا دو۔ اگر تمہارا دل نہ چاہے تو ان سے کنارہ کش ہو جاؤ اور اس بات سے اندیشہ مت کرو کہ وہ ناراض ہو کر تم کو نقصان پہنچائیں گے کیونکہ اللہ تعالےٰ تمہارا نگہبان ہے۔ اور اگر تم ان کے معاملات میں فیصلہ کرنا چاہو تو ضرور ہے کہ عدل و انصاف کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾

پھر اس کے بعد بھی وہ اللہ کے حکم سے پھر جاتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان ہی نہیں رکھتے (۱)

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ

بے شک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور نور ہے انبیاء بنی

بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا

اسرائیل جو اللہ کے فرماں بردار تھے اسی کے مطابق یہودیوں کو حکم دیتے رہے

وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ

اور مشائخ اور علماء بھی کیونکہ وہ اللہ کی کتاب کے نگہبان مقرر کئے گئے

اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ

تھے اور وہ اس کی صداقت پر گواہ تھے (اے یہودیو! حق کی پیروی میں) لوگوں سے نہ ڈرو

وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ

اور مجھ ہی سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لو

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

اور (یاد رکھو) جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دیں تو ایسے ہی لوگ

الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ

کافر ہیں (۲) اور ہم نے یہودیوں کے لئے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے

بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ

بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک

وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ

اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا

---

(۱) اس آیت میں یہودی علماء کی مذہبی بددیانتی کو ظاہر فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہودی علماء کے پاس کتاب الٰہی تورات موجود ہے جس میں احکام الٰہی صاف صاف لکھے ہیں۔ اس کو دیکھ کر یہ اپنے معاملات کا خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ پھر کیا بات ہے کہ یہ لوگ اپنے معاملات تصفیہ کرانے کے لئے پیغمبر آخر الزماںؐ کے پاس لے جاتے ہیں اور پھر ان کے فیصلہ سے روگردانی کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں چور ہے۔ دولت مندوں سے رشوت لے کر ان کو مقررہ سزا سے بچانا چاہتے ہیں اور عوام کو اپنا دامن بھی پاک دکھانا چاہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ تورات ہی پر پُورا پُورا ایمان نہیں رکھتے۔ اگر یہ لوگ سچائی کے ساتھ تورات پر ایمان پر رکھتے تو اس طرح سے اس کے احکام کی بے وقعتی کیوں کرتے۔

ع ۹/۱۰

(۲) اس آیت میں تورات کی صداقت کو ظاہر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اس کو ہم ہی نے نازل کیا تھا۔ وہ طالبانِ حق کو سیدھا راستہ دکھانے والی اور زندگی کی تاریکیوں میں ایک روشن چراغ تھی۔ بنی اسرائیل کے سارے پیغمبر، علماء اور مشائخ سب اسی کے احکام کے موافق یہودیوں کے معاملات کا تصفیہ کیا کرتے تھے۔ یہی لوگ اس کے محافظ اور نگہبان تھے۔ جب تک ایسے لوگ رہے کام ٹھیک چلتا رہا لیکن جب سے دنیا پرست علماء پیدا ہوئے اس وقت سے تورات کے احکام پس پشت ڈال دیئے گئے۔

آخر میں دنیا پرست علماء یہود کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ لوگوں کے اثر اور رسوخ سے مت ڈرو، کیونکہ وہ تمہارے آقا نہیں ہیں بلکہ مجھ ہی سے ڈرو کہ میں تمہارا خالق اور مالک ہوں۔ اور مال و دولت کی لالچ میں پڑ کر میرے احکام کو حقیر قیمت پر مت بیچو۔ دیکھو جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف فیصلہ کرتے ہیں وہ کافر ہیں، حالانکہ تم تورات پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہو۔

قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ
اسی طرح بدلہ ہے لیکن جو شخص معاف کردے تو یہ اس کے لئے گناہوں کا کفارہ ہوگا
وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
اور جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دیں تو ایسے ہی لوگ
الظّٰلِمُوْنَ ۝۴۵ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ
ظالم ہیں (۱) اور پھر (ان نبیوں کے پیچھے) انہیں کے نقش قدم پر ہم نے عیسیٰ ابن
مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ
مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتے تھے
وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا
اور ہم نے انہیں انجیل عنایت کی جس میں ہدایت اور نور ہے اور تورات کی
لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً
جو پہلے سے موجود تھی تصدیق کرتی ہے اور پرہیزگاروں کو راستہ بتاتی (اور)
لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۴۶ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ
نصیحت کرتی ہے اور انجیل والوں کو چاہیئے کہ جو احکام اللہ نے اس میں نازل کئے ہیں انہی کے
اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ
مطابق حکم دیا کریں اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ
هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴۷ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ
نافرمان ہیں (۲) اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر سچائی کے ساتھ
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ
کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے

(۱) لکھا ہے کہ مدینہ کے یہودیوں نے قصاص کے حکم کو بھی بدل ڈالا تھا۔ اس آیت میں اس حکم کو ٹھیک ٹھیک ظاہر فرمایا۔ اور آخر میں یہودیوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کے احکام کو بدلنا سخت ظلم ہے۔ لہٰذا تم تورات کے احکام کو نہ بدلو اور ظالموں میں شامل مت ہو۔

علماء نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کے لئے بھی قصاص کے یہی احکام ہیں۔

(۲) اوپر کی آیتوں میں تورات کی تصدیق کرکے یہودیوں کو تنبیہ فرمائی تھی۔ اب اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور انجیل کی صداقت کا بیان فرمایا پھر عیسائیوں کو نصیحت فرمائی کہ احکام الٰہی پر عمل کریں۔

چنانچہ فرماتا ہے کہ بنی اسرائیل کے جن پیغمبروں کا ذکر گزشتہ آیتوں میں کیا گیا ہے، ان کے بعد انہی کے نقش قدم پر ہم نے بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے عیسیٰؑ بن مریم کو پیغمبر بنا کر بھیجا جو تورات کی سچائی کے معترف تھے۔ اور عیسیٰؑ کو جو انجیل عطا فرمائی اس میں بھی تورات کی صداقت کا ذکر تھا اور یہ انجیل طالبان حق کو سیدھا راستہ دکھانے والی، زندگی کی تاریکیوں میں روشن چراغ اور پرہیزگاروں کے لئے سرتاپا نصیحت و موعظت تھی۔

لیکن افسوس کہ انجیل کے ماننے والوں نے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا لہٰذا ان کو نصیحت کی جاتی ہے کہ اے اہل انجیل! اس کتاب میں اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان پر عمل کرو اور پیغمبر آخر الزماں کی شان میں جو نشانیاں اس میں بتائی گئی ہیں، ان کے مطابق پیغمبر آخر الزماں کی تصدیق کرو۔ یاد رکھو! جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ نافرمان کہلاتے ہیں۔ اور تم تو فرماں بردار اور پرہیزگار ہونے کے دعویدار ہو۔ پھر ایسا کیوں کرتے ہو۔

وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
اور ان کی محافظ (بھی) ہے تو (اے پیغمبر!) جو حکم اللہ نے نازل کیا ہے اسی کے مطابق تم ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ
اور جو حق بات تمہارے پاس آچکی ہے اس کو چھوڑ کر لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو (۱) ہم میں سے

جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ
ہر ایک گروہ کے لئے ہم نے ایک شریعت اور طریقہ مقرر کر دیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو

لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ
سب کو ایک ہی اُمت کر دیتا مگر جو احکام اس نے تم کو دیئے ہیں اُن میں وہ تمہاری آزمائش کرنی

اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا
چاہتا ہے تو تم نیک کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی کوشش کرو (آخرکار) تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاَنِ احْكُمْ
پھر جن باتوں میں تم آپس میں اختلاف کرتے تھے وہ تمہیں (ان کی حقیقت) بتا دے گا (۲) اور (اے پیغمبر!) جو حکم اللہ نے

بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ
نازل کیا ہے اسی کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کرو اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو

وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
اور ان سے بچتے رہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو کچھ اللہ نے تم پر نازل کیا ہے اس کے کسی حکم سے وہ تم کو

اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ
بہکا دیں پھر اگر یہ لوگ نہ مانیں تو یقین کر لو کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے

يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ
بعض گناہوں کی وجہ سے ان پر مصیبت نازل کرے اور بلاشبہ اکثر

(۱) یعنی جس طرح ہم نے تورات اور انجیل کو نازل کیا تھا، اسی طرح حق و صداقت کے ساتھ ہم نے 'الکتاب' یعنی قرآن کو پیغمبر آخرالزماں محمدؐ پر نازل کیا ہے۔ اس لئے جو لوگ تورات اور انجیل کے ماننے والے ہیں، ان کو قرآن کے ماننے میں کچھ تامل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس قرآن کی ایک صفت تو یہ ہے کہ یہ اپنے سے پہلی کتابوں یعنی تورات اور انجیل کی تصدیق کرتی ہے اور ان کو الہامی کتابیں بتاتی ہے۔ اور قرآن کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ گزشتہ الہامی کتابوں کی 'مُھَیمِن' ہے یعنی علم صحیح اور عمل صالح کے بارے میں جو ہدایات گزشتہ الہامی کتابوں میں نازل کی گئی تھیں، وہ سب قرآن میں محفوظ ہیں بلکہ بعض امور کو قرآن نے درجۂ تکمیل تک پہنچا کر ساری انسانیت کے لئے دین کی تکمیل کا اعلان کر دیا ہے۔ لہٰذا اب تورات اور انجیل کے احکام پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہودیوں اور عیسائیوں نے تورات اور انجیل میں اپنی خواہشات اور باطل رایوں کو شامل کر دیا ہے اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ فریب دے کر آنحضرتؐ کو اپنی خواہشات کی پیروی کرنے پر مائل کر دیں، لیکن وہ یاد رکھیں کہ آنحضرتؐ ہرگز قرآن کے حکم سے نہیں ہٹیں گے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہیں کریں گے۔

(۲) اس مقام پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن مجید ساری الہامی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے تو پھر دین میں اختلاف کیوں ہے۔

اس آیت میں اس سوال کے جواب کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

بات یہ ہے کہ مذہب کے عقائد اور اس کی اصولی باتیں اصل دین ہیں اور ان کے بارے میں ساری الہامی کتابوں کی صحیح تعلیم میں اختلاف نہیں ہے البتہ احکام یعنی عبادات کے طور طریقے اور حرام و حلال کے احکام میں اختلاف ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر زمانے، ہر ملک اور ہر قوم کے ماحول اور عقلی استعداد کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے ہر کتاب میں مختلف احکام نازل فرمائے تاکہ لوگوں کو دین کے احکام پر عمل کرنے میں سہولت ہو۔ ورنہ اگر وہ چاہتا تو ہر زمانے کے لوگوں کے لئے ایک ہی شریعت مقرر کر دیتا۔ لیکن اس کی حکمت نے چاہا کہ ہر زمانے کی ضرورت کے لحاظ سے الگ الگ احکام دیئے جائیں اور لوگوں کو آزمایا جائے کہ کون بے چون و چرا بدلے ہوئے احکام کی تعمیل کرتا ہے۔

اس لئے یہودیوں اور عیسائیوں کو چاہیئے کہ احکام کے اختلاف کے جھگڑے میں نہ پڑیں اور اب قرآن مجید میں جو مکمل احکام دیئے گئے ہیں ان کی تعمیل میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں کیونکہ یہی جذبہ مذہب کی جان ہے اور اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔

اس وضاحت کے بعد بھی اگر اختلاف میں پڑے رہے تو یاد رکھو کہ قیامت میں تم سب اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوگے اور اس وقت سارے اختلافات کی حقیقت تمہارے سامنے کھول دی جائے گی۔

(۱) لکھا ہے کہ یہودیوں کے سرداروں میں سے کعب بن اُسید، عبداللہ بن صوریا اور شاس بن قیس باہم مشورہ کرکے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ "محمدؐ! قوم میں ہمارا کتنا اثر اور رسوخ ہے تم اس سے واقف ہو۔ ہم ایک معاملہ تمہارے سامنے پیش کریں گے اگر تم ہماری مرضی کے موافق فیصلہ کردو تو ہم اسلام قبول کرلیں گے اور ہمارے ساتھ سارے یہودی مسلمان ہوجائیں گے۔" آنحضرتؐ نے جواب میں فرمایا کہ میں تو احکامِ الٰہی کے لحاظ سے فیصلہ کروں گا جو قرآن مجید کے ذریعہ مجھ پر نازل کئے گئے ہیں۔

النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ۝٤٩ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ

لوگ نافرمان ہیں (۱) کیا یہ لوگ زمانۂ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟

وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝٥٠

اور جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں ان کے لئے اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا اور کون ہوسکتا ہے (۲)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى

اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست

اَوْلِيَآءَ ؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ

نہ بناؤ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو شخص ان کو دوست

مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

بنائے گا وہ انھیں میں سے ہوگا بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت

الظّٰلِمِيْنَ ۝٥١ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

نہیں دیتا (۳) تو (اے پیغمبرؐ!) تم دیکھوگے کہ جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق) کی بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر

يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِيْبَنَا

(یہود و نصاریٰ) میں مل جاتے ہیں (اور) کہتے ہیں کہ ہمیں خوف ہے کہ ہم پر کوئی مصیبت

دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ

نہ آپڑے تو (یقین کرو کہ) وہ وقت دُور نہیں جب اللہ تمہیں فتح دے گا یا اپنی طرف سے کوئی

مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ

اور بات ظاہر فرمائے گا تو اس وقت یہ منافق اس بات پر جو اپنے دلوں میں چھپایا کرتے تھے

نٰدِمِيْنَ ۝٥٢ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ

شرمندہ ہوکر رہ جائیں گے (۴) اور اس وقت ایمان والے تعجب سے کہیں گے کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں

اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آنحضرتؐ کے جواب کی تائید فرمائی اور مزید تاکید کے لئے احکامِ الٰہی کے موافق فیصلہ کرنے اور یہودیوں کے فریب سے ہوشیار رہنے کا حکم دیا۔ اس کے ساتھ یہودیوں کو بھی مایوس کردیا کہ آنحضرتؐ ان کے فریب میں آنے والے نہیں۔ نیز ان کو تنبیہ فرمائی کہ اگر وہ آنحضرتؐ کے فیصلہ کو جو حکمِ الٰہی کے موافق ہے، نہ مانیں گے تو وہ یاد رکھیں کہ ان کی نافرمانیوں کی پاداش میں ان پر آفت آئے گی۔

ع ١١

آخر میں آنحضرتؐ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپؐ کو یہودیوں کی نافرمانیاں دیکھ کر افسوس تو ضرور ہوتا ہوگا لیکن صبر کرنا چاہئے اور اس حالت کو گوارا کرنا چاہئے، کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ اکثر لوگ نافرمان اور فاسق ہیں۔

وقف منزل
وقف لازم
وقف غفران

(۲) یعنی ان لوگوں کی عقلوں پر تعجب ہے کہ ایک طرف تو اہلِ کتاب اور اہلِ علم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور دوسری طرف احکامِ الٰہی سے روگردانی کرکے ایسے فیصلے چاہتے ہیں جیسے جاہلیت کے زمانہ میں ہوا کرتے تھے جبکہ لوگ وحیِ الٰہی کی روشنی سے محروم تھے اور باطل خیالات اور جاہلانہ رسم ورواج کے موافق فیصلے کیا کرتے تھے۔ حالانکہ جو لوگ ایماندار ہیں اور علم و معرفت سے بہرہ ور ہیں ان کے لئے حکمِ الٰہی سے بڑھ کر اور کونسا فیصلہ ہوسکتا ہے۔

(۳) لکھا ہے کہ اُحد کے دن جنگ کی حالت دیکھ کر منافقین مسلمانوں کی کامیابی سے مایوس ہوگئے اور انھوں نے سوچا کہ بُرا وقت آنے سے پہلے اس کا انتظام کرلینا چاہئے۔ چنانچہ کسی منافق نے کہا میں فلاں یہودی سے دوستی کرلیتا ہوں۔ اور کسی نے کہا میں فلاں عیسائی سے دوستی کرلیتا ہوں۔ غرض ان لوگوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کا سہارا لینا چاہا۔ اسی طرح منافقوں کے سردار عبداللہ بن اُبی کی یہودیوں سے دوستی تھی۔ وہ بھی یہی سوچے بیٹھا تھا کہ جب مسلمانوں پر کوئی آفت آئے گی تو ان یہودیوں کے پاس جاکر پناہ لوں گا۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ پہلی آیت میں مسلمانوں کو اہلِ کتاب سے دوستی کرنے سے منع فرمایا اور دوسری آیت میں منافقوں کے مایوس کن خطرات کے خلاف مسلمانوں کو فتح و کامرانی کی خوشخبری سنائی۔ اس آیت میں مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ تم منافقوں کی طرح نہ کرنا کہیں یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی کرنے لگو اور ان کا سہارا تلاش کرو، کیونکہ یہ لوگ تمہارے سخت دشمن ہیں۔ اگرچہ وہ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں لیکن تمہارے مقابلہ میں وہ سب ایک ہوجاتے ہیں۔ یاد رکھو جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو اس کا شمار بھی انہی میں ہوگا اور دشمنِ اسلام سمجھا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے محروم ہوجائے گا۔ (۴) یعنی یہ منافق جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے، وہ جو دوڑ دوڑ کر اہلِ کتاب سے دوستی کرتے ہیں، یہ موجودہ حالات میں مسلمانوں کی کامیابی سے مایوس ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر مسلمانوں پر برا وقت آیا تو ان کے ساتھ ہم بھی پس جائیں گے۔ اس لئے یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی کرکے دل میں خوش ہورہے ہیں کہ ہم نے اپنے بچاؤ کا انتظام کرلیا ہے۔ لیکن ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ دن دُور نہیں جب کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح و کامرانی عطا کرے گا یا کوئی اور صورت ایسی پیدا کرے گا جس سے ان کی تدبیر ناکام ہوجائے گی اور وہ اپنے

(بقیہ تفسیر صفحہ ۲۰۷) دلوں میں جو خیالات چھپائے ہوئے تھے ان پر پچتائیں گے۔

(تفسیر صفحہ ہٰذا) (۱) یعنی جس دن ایسا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح و کامرانی عطا فرمائے گا اور منافقوں کے نفاق کا راز فاش کردے گا اس دن منافقوں کی یہ حالت دیکھ کر مسلمان تعجب سے کہیں گے۔ کیا یہ وہی لوگ ہیں جو بہت زور دے کر اور اللہ کی قسمیں کھا کھا کر ہم سے کہا کرتے تھے کہ ہم تو تمہارے دوست ہیں اور وقت پڑنے پر تمہارا ہی ساتھ دیں گے۔ لیکن ان کے سارے اعمال اکارت ہوگئے انھوں نے مسلمانوں کی تباہی کی جو آرزو کی تھی، وہ پوری نہیں ہوئی۔ نہ ان کا ظاہری ایمان کام آیا اور نہ اہل کتاب ہی ان کی مدد کرسکے غرض منافقوں کی دنیا اور آخرت دونوں برباد ہوگئیں۔

الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۙ إِنَّهُمْ

جو اللہ کی سخت سے سخت قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ ہم تمہارے

لَمَعَكُمْ ۚ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خَاسِرِينَ ﴿٥٣﴾

ساتھ ہیں (تو دیکھو) ان کے تمام اعمال اکارت گئے اور وہ (سراسر) نقصان میں آگئے (۱)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ

اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو

فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ

اللہ ایسے لوگ پیدا کردے گا جنہیں اللہ دوست رکھتا ہوگا اور وہ اس کو دوست رکھتے ہوں گے

أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ

وہ مسلمانوں کے حق میں نرم دل ہوں گے لیکن کافروں کے مقابلہ میں سخت ہوں گے

يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ

وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی

لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن

ملامت سے نہیں ڈریں گے یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے

يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٤﴾ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ

دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت رکھنے والا (اور) جاننے والا ہے (۲) (مسلمانو!) تمہارے دوست تو اللہ

وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ

اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں

وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ﴿٥٥﴾ وَمَن يَتَوَلَّ

اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور (ہر حال میں) اللہ کے آگے جھکے رہتے ہیں اور جو شخص

چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ مکہ فتح ہوگیا اور کفار قریش کی ساری قوت ٹوٹ گئی۔ ادھر یہودیوں کی سازشیں بھی ختم ہوگئیں اب منافقوں کا کوئی سہارا نہیں رہا اور جو کچھ انھوں نے سوچا تھا وہ سب ملیامیٹ ہوگیا اور آخرکار وہ نامراد ہوکر رہ گئے۔

(۲) ان آیتوں کے نازل ہونے کے وقت سرزمین عرب میں کفر و اسلام کے درمیان کشمکش جاری تھی اور کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ اس صورت حال کی وجہ سے مسلمانوں کی جماعت میں مہاجرین اور انصار جیسے مخلص اور جاں نثاروں کے ساتھ ساتھ کچھ لوگ کمزور ایمان والے اور کچھ منافق بھی تھے جو بیٹھے موقع کا انتظار کررہے تھے۔ چنانچہ پچھلی آیت میں اہل کتاب سے منافقوں کی دوستی کا ذکر گزر چکا ہے۔

ایسے لوگوں کی تنبیہ کے لئے بڑی شان استغنا کے ساتھ فرمایا کہ اگر کوئی فرد یا گروہ اسلام سے پھرنا چاہتا ہے تو پھر جائے، ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہئیے کہ دنیا میں حق پرست اور بلند حوصلہ ایمان والوں کی کمی نہیں ہے جب وقت آئے گا تو اللہ تعالےٰ اپنے دین کی حمایت کے لئے ایسے لوگوں کو کھڑا کردے گا جن سے اللہ محبت کرے گا اور جو خود بھی اللہ کے اور اس کے دین کے سچے عاشق ہونگے، وقت پڑنے پر سچے عاشقوں کی طرح سے اپنی جانیں قربان کردیں گے لیکن اللہ کو اور اس کے دین کو نہیں چھوڑیں گے۔ ان لوگوں میں مزید یہ چار صفات ہوں گی:۔ (۱) مسلمان بھائیوں کے آگے جھک جانے والے، ان کے حق میں نرم دل اور ان کے ساتھ محبت و شفقت کا برتاؤ کرنے والے (۲) منکرین اسلام کے مقابلہ میں نہایت سخت اور دشمنان اسلام پر غالب رہنے والے (۳) دین کی حفاظت کے لئے جان و مال سے جہاد کرنے والے (۴) اسلام اور حق بات کے ظاہر کرنے میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی مطلق پروا نہیں کرنے والے۔

واضح ہو کہ اس آیت میں کمزور مسلمانوں کی تنبیہ کے ساتھ ساتھ، اسلام کی بقا اور حفاظت کے بارے میں ایک عظیم الشان پیشین گوئی کی گئی تھی جس کی صداقت تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے۔ اس قسم کا

نہایت خطرناک فتنہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں میں کھڑا ہوا تھا جبکہ عربوں کے ساتھ قبیلے دین حق سے پھر گئے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کا سینہ کھول دیا اور آپ نے مہاجرین و انصار کا لشکر بھیج کر نام دار کو ان کے کرتوت کی سزا دی۔ آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود انتشار کے مسلمانوں میں ایسے مخلص و جاں نثار موجود ہیں جو زبان، قلم، مال اور ضرورت پڑے تو جان سے بھی اسلام کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ حقیقت بھی دوست دشمن سب کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے کہ آئے دن دنیا کے مختلف گوشوں میں تعلیم یافتہ ذہین اور سنجیدہ لوگ اپنی خوشی سے (ظاہر ہے کہ موجودہ حالات میں جبری اسلام کا تصور ہی نہیں ہوسکتا) حلقہ بگوش اسلام ہوکر اسلام کی بقا اور حفاظت کے سامان کررہے ہیں اور اس کی صداقت کو تاریخ کے صفحات پر سنہری حرفوں سے لکھ رہے ہیں۔

(۱) گزشتہ ایک آیت میں مسلمانوں کو منع کیا تھا کہ یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی نہ کریں۔ اب اس آیت میں مسلمانوں کو بتایا کہ کون کون ان کے دوست ہیں اور ان کو کس کس سے دوستی کرنی چاہیئے۔ چنانچہ فرمایا کہ مسلمانو! تمہارے دوست اور مددگار تو خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ ہیں پھر وہ مخلص مسلمان تمہارے دوست ہیں جو نماز کی پابندی کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور جن کے دل ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے رہتے ہیں۔ یاد رکھو! جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کو اپنا دوست اور مددگار بنائے گا ان پر بھروسہ کرے گا اور ان کے احکام کی تعمیل کرے گا تو وہ حِزبُ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی جماعت میں شامل ہو جائے گا۔

اللهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ

اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں سے دوستی کرے گا تو (وہ اللہ کی جماعت میں سے ہوگا اور) بلاشبہ اللہ کی

اللهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٥٦﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جماعت غالب رہنے والی ہے (۱) اے ایمان والو!

لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ

جن لوگوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے یعنی وہ

لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ

لوگ جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی (ان کو) اور (دوسرے)

وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَ اتَّقُوا اللهَ اِنْ كُنْتُمْ

کافروں کو دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرو اگر تم

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا

ایمان دار ہو (۲) اور جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو یہ لوگ اسے (بھی)

هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿٥٨﴾

ہنسی اور کھیل بنا لیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے یہ لوگ (بالکل) عقل نہیں رکھتے (۳)

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ

(اے پیغمبر! ان سے) کہو اے اہل کتاب! تم ہم میں اس کے سوا اور کیا عیب پاتے ہو کہ

اَنْ اٰمَنَّا بِاللهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ

ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کتاب پر (ایمان رکھتے ہیں) جو ہم پر نازل کی گئی اور ان کتابوں پر (بھی) جو پہلے

مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٥٩﴾ قُلْ هَلْ

نازل ہو چکی ہیں حالانکہ تم میں اکثر نافرمان ہیں (۴) (اے پیغمبر! ان سے) کہو کہ کیا

اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہی کی جماعت غلبہ پانے والی جماعت ہے۔ تو دانشمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ آدمی اس جماعت سے دوستی کرے جس کی کامیابی یقینی ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اس کے رسولؐ اور مخلص ایمان والوں کی جماعت کے سوا کسی اور کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔

ع ۸ ۱۲

(۲) پچھلی آیتوں میں مسلمانوں کو ہدایت فرمائی تھی کہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی نہ کریں۔ اب اس آیت میں اس حکم کی علت سمجھائی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس آیت میں یہ بھی حکم دیا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے علاوہ دوسرے کفار مثلاً مشرکین مکہ کی دوستی سے بھی پرہیز کرو۔ "اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ" فرما کر مسلمانوں کی غیرتِ ایمانی کو بیدار کیا۔

مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی دوستی سے اس لئے منع کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ اسلام اور اسلامی عبادت کے طریقوں کی ہنسی اڑاتے ہیں اور ان کی توہین کرتے ہیں دیکھو! تم مومن ہو اور ایمان و اسلام تم کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے پھر کیا تمہاری غیرت ایمانی ایک لمحہ کے لئے بھی ان لوگوں سے دوستی کرنا گوارا کرے گی جو تمہارے مذہب کا مذاق اڑاتے اور اس کی تحقیر کرتے ہیں؟

(۳) مفسرین نے لکھا ہے کہ جب مسلمان نماز پڑھتے تو یہودی کہتے "یہ کھڑے ہوئے ہیں۔ خدا کرے یہ کھڑے نہ ہو سکیں" اور جب مسلمانوں کو رکوع اور سجدہ میں دیکھتے تو ہنستے اور ان کا مذاق اڑاتے۔ اسی طرح ایک عیسائی کا واقعہ لکھا ہے کہ جب اذاں میں آنحضرتؐ کا نام نامی لیا جاتا تو وہ آپؐ کو بد دعا دیتا اور کہتا "جھوٹا ہے۔ خدا کرے جل جائے"۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایسا ہوا کہ ایک رات وہ اور اس کے گھر والے سو رہے تھے۔ ایک خادمہ کے ہاتھ سے گھر میں آگ لگ گئی اور وہ اور اس کے بال بچے سب جل کر خاک ہو گئے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور جو جھوٹا تھا اس کو دنیا میں جلا کر بتا دیا۔

اس آیت میں اسی قسم کے واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہودیوں اور عیسائیوں کے استہزاء کی خاص خاص مثالوں کی طرف مسلمانوں کی توجہ دلائی ہے۔ آخر میں فرمایا کہ یہ لوگ ایسی ناشائستہ حرکت اس وجہ سے کرتے ہیں کہ یہ عقل سے محروم ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عقل و ہوش رکھنے والا آدمی ایسی حرکت کبھی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اذاں میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کی جاتی ہے۔ پھر اللہ کی توحید اور آنحضرتؐ کی رسالت پر گواہ ہونے کا اعلان کیا جاتا ہے پھر نماز اور کامیابی کے رستے کی طرف بلایا جاتا ہے۔ اسی طرح نماز بدنی عبادتوں میں بہترین اور جامع ترین عبادت ہے۔ لہٰذا اذاں اور نماز کا وہی شخص مذاق اڑا سکتا ہے جو عقل و ہوش سے محروم ہو۔

(۴) اہل کتاب کو لاجواب کرنے کے لئے اس آیت میں ان سے سوال کیا ہے ___ مطلب یہ ہے کہ اے اہل کتاب! یہ تو بتاؤ کہ مسلمانوں کا قصور کیا ہے جو تم ان کے دشمن ہو گئے ہو اور ان کے مذہب کا مذاق

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ
میں تم کو ان لوگوں کا پتہ بتاؤں جو اللہ کے نزدیک اس سے بھی بدتر بدلہ پانے والے ہیں
مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ
یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور اپنا غضب نازل کیا اور جن میں سے بعض کو
الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ
بندر اور (بعض کو) سور بنا دیا اور جنھوں نے شیطان کی پرستش کی یہ لوگ
شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿٦٠﴾ وَ
بدترین درجہ والے ہیں اور سیدھے راستہ سے بہت بھٹکے ہوئے ہیں (۱)
اِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ
اور (دیکھو) جب یہ لوگ تمھارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں حالانکہ وہ کفر لے کر آئے تھے
وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا
اور کفر ہی کو لے کر واپس گئے اور جن باتوں کو یہ چھپاتے ہیں اللہ ان کو
يَكْتُمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ
خوب جانتا ہے (۲) اور تم دیکھو گے کہ ان میں اکثر گناہ اور زیادتی اور حرام
وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا
مال کے کھانے کی طرف جھپٹتے ہیں بہت بُرے کام ہیں جو یہ
يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٢﴾ لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ
کر رہے ہیں بھلا ان کے مشائخ اور علماء انھیں
عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ
گناہ کی بات کہنے اور حرام مال کھانے سے کیوں نہیں روکتے بہت بُرے کام ہیں

(بقیہ تفسیر صفحہ ۲۰۹) اڑاتے ہو۔ کیا ان کا یہی قصور ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں، آنحضرتؐ پر جو قرآن نازل ہوا ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان ساری کتابوں کو بھی مانتے ہیں جو قرآن سے پہلے نازل ہوئی ہیں۔ کیا اسی وجہ سے تم کو مسلمانوں پر غصہ آتا ہے کہ وہ ایمان والے اور اللہ کے فرماں بردار بندے کیوں بنتے ہیں جبکہ تم اس کی نافرمانیوں اور گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہو۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) یعنی مسلمان جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے اور اس کے فرماں بردار بندے بنتے ہیں، وہ تو استہزاء کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ البتہ وہ لوگ استہزاء کے مستحق ہو سکتے ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور شیطان کی پیروی کی اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی اور غضب نازل کیا۔ پھر ان میں سے بعضوں کو بندر اور بعضوں کو سور بنا دیا۔ یہ لوگ بدترین قسم کے انسان ہیں اور سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اہل کتاب ذرا سوچیں کہ یہ حالات کس قوم کے ہیں۔ وہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ یہ کارنامے انھیں کے ہوں۔

اب ذرا اہل کتاب اپنے دلوں میں سوچیں کہ ایمان والوں کا مذاق اڑانے میں وہ کہاں تک حق بجانب ہیں۔

(۲) یہودیوں میں کچھ لوگ منافقانہ چال چلتے تھے۔ چنانچہ جب یہ لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اسلام ظاہر کرتے لیکن اپنے دلوں میں کفر چھپائے رکھتے۔ کفر کے ساتھ دربارِ رسالت میں آتے اور کفر ہی کے ساتھ وہاں سے نکل جاتے۔ ان کمبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ صرف زبانی اقرار سے وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکا نہیں دے سکتے، کیونکہ وہ تو دلوں کے حال کی بھی خبر رکھتا ہے۔

مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿٦٣﴾ وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ ۚ
جو یہ لوگ کر رہے ہیں (۱) اور یہود کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے
غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۘ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ
انہی کے ہاتھ باندھے گئے ہیں اور ایسا کہنے کے سبب ان پر لعنت کی گئی بلکہ اللہ کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہیں
يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا
وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے (۲) اور (اے پیغمبر) یہ قرآن جو تمہارے پروردگار کی طرف سے
أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ وَأَلْقَيْنَا
تم پر نازل ہوا ہے ان میں بہت سے آدمیوں کی سرکشی اور کفر کو اور زیادہ کردے گا اور ہم نے
بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ
ان کے آپس میں عداوت اور کینہ قیامت تک کے لئے ڈال دیا ہے
كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللّٰهُ ۚ وَيَسْعَوْنَ
جب کبھی یہ لڑائی کی آگ سلگاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے اور یہ ملک میں فساد
فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٦٤﴾
پھیلانے لئے دوڑے پھرتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا (۳)
وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ
اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور پرہیزگار بنتے تو ہم ان سے ان کے گناہ
سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ
دور کردیتے اور ان کو نعمت کے باغوں میں داخل کرتے (۴) اور اگر وہ
أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ
تورات اور انجیل کو (اور ان کے سوا) اور جو (اور کتابیں) ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئیں ان کو قائم رکھتے

(۱) یعنی یہودیوں کی اکثریت کی مذہبی اور اخلاقی حالت صد درجہ خراب ہو چکی ہے۔ ان کے قدم گناہوں کی طرف بڑی تیزی سے اُٹھتے ہیں۔ لوگوں کے حقوق تلف کرنے اور ان پر ظلم کرنے میں بے باک ہیں۔ حرام مال کو لقمۂ تر سمجھ کر کھاتے ہیں۔ جن لوگوں کے یہ کرتوت ہوں ان کی اصلاح کی کیا توقع ہو سکتی ہے ـــ معلوم ہونا چاہئے کہ یہودی عوام کی بربادی کی ذمہ داری ان کے علماء اور مشائخ پر بھی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے فرضِ منصبی کو پورا نہیں کرتے ان کا کام یہ تھا کہ وہ عوام کو جھوٹ، سود خواری اور دوسرے گناہوں سے روکتے اور ان کو سچائی اور پرہیزگاری کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی ترغیب دیتے لیکن یہ خود مال و دولت اور عزت و جاہ کی محبت میں دیوانے ہو گئے ہیں اور اپنا فرضِ منصبی بھلا بیٹھے ہیں۔ افسوس ان کی حالت پر کہ وہ کتنے بُرے کام کر رہے ہیں۔

(۲) یہودیوں کو اپنی مذہبی برتری کا بڑا غرور تھا۔ وہ کہتے تھے کہ اللہ تورات کے بعد کوئی اور کتاب نہیں نازل کرے گا اور نہ بنی اسرائیل کے سوا کسی دوسری قوم کو برکت دے گا۔ لیکن جب اللہ تعالےٰ نے بنی اسمٰعیل یعنی عربوں کو اپنے فضل و کرم سے نوازا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر آخر الزماں بنایا تو ان کو سخت حیرت ہوئی۔ پھر انھوں نے یہ بھی دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے عربوں کے لئے دنیوی برکتوں کے دروازے بھی کھول دیئے ہیں کہ سرزمینِ عرب میں ان کا اثر روز بروز بڑھ رہا ہے۔ اور اس کے برخلاف خود یہودیوں کا اثر کم ہوتا جا رہا ہے اور رزق کے دروازے ان پر بند ہو رہے ہیں۔ غرض یہ سب حالات دیکھ کر یہودی سخت پریشان ہوئے اور ان میں سے کسی نے اللہ تعالیٰ کی شان میں بھی گستاخی کی اور کہا "يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ" "اللہ کا ہاتھ بندھ گیا ہے" یعنی وہ بخیل ہو گیا اور اس نے ہم پر رزق کے دروازے بند کر دیئے ہیں اس گستاخانہ کلمہ کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہی کمبختوں کے ہاتھ جکڑ گئے ہیں، اس کلمۂ کفر کی پاداش میں یہ رحمتِ الٰہی سے دُور جا پڑے۔ یہ جو کچھ بکتے ہیں بالکل غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں اور اس کا فیض جاری ہے وہ اپنے خزانۂ رحمت کا مالک و مختار ہے جس طرح چاہتا ہے اس کو خرچ کرتا ہے۔ چنانچہ اب اس نے اپنی بخشش کے لئے آنحضرتؐ اور ان کے طفیل میں عربوں کو چن لیا ہے۔

(۳) یعنی یہودیوں میں سے اگر کوئی کلمۂ کفر نکلے تو اس پر تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ ان میں سے اکثر کے دل دینی جذبہ سے خالی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب تم ان کو قرآن سناتے ہو تو وہ اس سے فائدہ اٹھانے کی بجائے اُلٹے سرکشی اور نافرمانی میں زور دکھاتے ہیں اور رحمتِ الٰہی کو اپنے لئے عذاب کا سبب بنا لیتے ہیں۔ احکامِ الٰہی کی نافرمانی اور وحیِ الٰہی کے خلاف سرکشی کرنے کی پاداش میں ان میں بہت سے فرقے ہو گئے ہیں اور ان کے دلوں میں عداوت اور کینہ کی آگ بھڑک گئی ہے جو قیامت تک ٹھنڈی ہونے والی نہیں۔ مسلمانوں کی ترقی دیکھ کر بھی ان یہودیوں کے دلوں میں عداوت اور کینہ کی آگ بھڑکتی ہے اور چاہتے ہیں کہ اسی طرح کی آگ مسلمانوں میں بھڑکا دیں اور وہ تباہ ہو جائیں لیکن جب کبھی وہ اس طرح کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں، اللہ تعالےٰ اس کو بجھا دیتا ہے اور مسلمانوں کو بچا لیتا ہے۔ مگر وہ شیطان باز آنے والے نہیں ہیں۔ ایک طرف سے مایوس ہوتے ہیں تو دوسری طرف فساد پھیلانے کے لئے دوڑتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان جیسے فسادیوں کو اللہ تعالےٰ دوست نہیں رکھتا ـــ (۴) گزشتہ آیتوں میں اہل کتاب کی سرکشیوں اور نافرمانیوں کا ذکر فرمایا تھا۔ اب ایمان کی برکتیں ظاہر کر کے ان کو اسلام قبول کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب کی تباہ حالی اور رحمتِ الٰہی سے محرومی صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ ایمان نہیں لائے۔ اگر پیغمبر آخر الزماں پر ایمان لے آتے اور پرہیزگار بن جاتے تو ہم ان کے پچھلے گناہوں کو ایک قلم معاف کر دیتے اور اس دنیا سے جانے کے بعد ان کو نعمت کے باغوں میں رکھتے لیکن افسوس کہ انھوں نے ایمان اور عملِ صالح کی جگہ سرکشی اور نافرمانی کی راہ اختیار کی۔ اس لئے ہماری بخششوں سے محروم ہو گئے۔

(۱) یعنی اگر یہودی اور عیسائی تورات اور انجیل کی اصلی تعلیم پر عمل کرتے ان میں جو ہدایتیں ہیں ان کو مان لیتے اور پیغمبر آخر الزماں کے بارے میں جو تورات اور انجیل میں بیان کئے گئے ہیں ان کو سچائی کے ساتھ تسلیم کرکے آپ پر ایمان لے آتے اور قرآن کی ہدایات قبول کرتے تو یہ منحوس دن ان کو کیوں دیکھنا پڑتا اور رزق کی تنگی ان پر کیوں ہوتی؟ بلکہ اللہ تعالیٰ نہایت کشادگی اور فراخی سے اُن کو رزق عطا فرماتا، آسمان سے بھی ان پر برکتوں کی بارش ہوتی اور زمین سے بھی ان کے لئے رزق اُبلتا۔ لیکن افسوس کہ انھوں نے تورات اور انجیل کی اصلی تعلیم کو بدل ڈالا قرآن کی ہدایت کو قبول نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کی برکتوں سے محروم ہوگئے۔ بیشک ان میں سے چند لوگ میانہ رو اور راستباز ہیں لیکن اکثر بداعمال اور نافرمان ہیں۔

مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ

کے ساتھ قائم رکھتے تو (ضرور ہم ان کو ایسی برکت دیتے کہ) اوپر سے رزق برستا اور پاؤں کے نیچے سے اُبلتا اور وہ فراغت سے کھاتے

مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا

ان میں سے ایک جماعت سیدھی راہ پر ہے اور بہت سے ایسے ہیں جن کے اعمال

يَعْمَلُوْنَ ۝۶۶ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

بُرے ہیں (۱) اے پیغمبر! جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے

مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ

اسے (لوگوں تک) پہنچادو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو (سمجھا جائے گا کہ) تم نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي

اور اللہ تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا بیشک اللہ کافروں کو

الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۶۷ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى

ہدایت نہیں دیتا (۲) (اے پیغمبر! ان سے) کہہ دو اے اہلِ کتاب! تم کسی راہ پر

شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ

نہیں ہو جب تک کہ تم تورات اور انجیل کو اور اس کے سوا جو کچھ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے

اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ

نازل ہوا ہے اس کو قائم نہ رکھو اور (اے پیغمبر!) یہ قرآن جو تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل

اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ

ہوا ہے ان میں سے بہت سے آدمیوں کی سرکشی اور کفر کو اور زیادہ کردے گا تو تم اس کافر قوم

عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝۶۸ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

پر افسوس مت کرو (۳) بیشک مسلمانوں اور

(۲) ان آیتوں کے نازل ہونے کے وقت کفر و اسلام کی کشمکش انتہائی نقطہ پر تھی۔ مکہ والوں کی فوج کشی کا خطرہ الگ رہا خود مدینہ میں یہودیوں اور منافقوں نے خطرناک سازش کا جال بچھا رکھا تھا۔ وہاں یہودیوں کا بڑا اثر تھا اور انھوں نے اپنا سارا زور اسلام کے خلاف لگا رکھا تھا۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مقدس کے بارے میں ان کی نیتیں خراب ہوچکی تھیں۔ اس زہریلے ماحول اور مخالفتوں کے ہجوم میں بھی آنحضرت نہایت عزم و ہمت اور صبر و استقلال کے ساتھ تبلیغ کے کام کو جاری رکھے ہوئے تھے اور وحی الٰہی کے ذریعہ جو کچھ نازل ہوتا تھا اس کو بلا کم و کاست بندگانِ خدا تک پہنچا دیتے تھے، اگرچہ اس سے لوگ ناراض ہی کیوں نہ ہوتے۔

ع ۱۰/۱۴

گزشتہ آیتوں میں اہلِ کتاب کی سرکشیاں، نافرمانیاں اور گمراہیاں صاف صاف بیان فرمائی تھیں، اسی طرح آئندہ آیت میں اہلِ کتاب کے سامنے ایک نہایت تلخ حقیقت کا اعلان کرنا تھا اور اس بات کا سخت خطرہ تھا کہ اس اعلان کو سن کر اہلِ کتاب کے امرا، علما اور مشائخ انگاروں پر لوٹنے لگیں گے اور اسلام کے خلاف اپنی شرارتوں کو تیز تر کردیں گے، اس لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا۔ "یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ" سے خطاب فرما کر سارے جہان والوں کے سامنے آنحضرتؐ کی شانِ رسالت کا اعلان فرمایا اور منصبِ رسالت کے فرائض کی اہمیت کو واضح کیا کہ اس منصب کا تقاضہ یہ ہے کہ جو کچھ تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اس کا ایک ایک حرف بندگانِ خدا کو پہنچا دو چونکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اس منصب پر فائز کیا ہے اور تبلیغ کا حکم دیا ہے اس لئے یقین رکھو کہ وہ تمہارا محافظ ہے وہ دشمنوں کو تمہارے مقابلہ میں کامیاب نہیں کرے گا اور وہ تم کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے لہٰذا تم بے خوف ہوکر ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دو اور اس بات کی فکر مت کرو کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ ان کا حال تو یہ ہے کہ یہ ضد کررہے ہیں اور کفر اور نافرمانی پر اڑ کر بیٹھ گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ ایسے ضدیوں پر ہدایت کی راہ نہیں کھولی جاتی۔

جب ہم سیرت پاک کی روشنی میں اس آیت کا مطالعہ کرتے ہیں تو آیت کے دونوں حصوں کی صداقت پر مضبوط تاریخی شہادت ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر صفات ہیں جن کو آپ نے شدید ترین مصیبتیں جھیل کر انجام دیا۔ بیس برس تک دشمنوں کے ہجوم میں رہ کر کامل صداقت اور وفاداری، عزم و ہمت، صبر و استقلال اور بے نفسی کے ساتھ آپ نے اللہ تعالیٰ کے احکام بندگانِ خدا کو پہنچائے۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر چالیس ہزار مقدس انسانوں کے سامنے آپ نے اپنے خطبہ کے ختم پر فرمایا کہ اے اللہ! تو گواہ رہنا کہ میں نے تیرا پیغام تیرے بندوں کو پہنچا دیا ہے۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی حفاظت کا وعدہ اس طرح پورا کیا کہ مکہ کے قریش اور مدینہ کے یہود اور منافق آپؐ کا بال بیکا نہ کرسکے اور اللہ تعالیٰ نے جانی دشمنوں کے ہجوم میں سے صحیح و سالم نکال لیا۔ اب پر آپؐ کو کامیابی عطا فرمائی اور آپؐ کو سارے عرب کا تاجدار بنا دیا۔

(۳) یہودی اور عیسائی دونوں اپنی اپنی جگہ دینِ حق پر ہونے کے مدعی تھے۔ حالانکہ یہودی انجیل اور حضرت عیسیٰؑ کی سچائی کے قائل نہیں تھے، اسی طرح یہودی اور عیسائی دونوں قرآن مجید اور آنحضرتؐ کی ہدایت کو قبول نہیں کرتے تھے۔

(بقیہ تفسیر صفحہ ۲۱۲) اس آیت میں آنحضرتؐ کو حکم ہوتا ہے کہ اے پیغمبر! تم اعلان کردو اور یہودیوں اور عیسائیوں کو بتادو کہ تمھارا یہ طریقہ غلط ہے اور دینی لحاظ سے تم کسی مقام پر نہیں ہو۔ صحیح دین یہ ہے کہ تورات اور انجیل اور دوسری الہامی کتابوں پر ایمان لاؤ نیز قرآن مجید پر ایمان لاؤ اور اس کی ہدایت پر عمل کرو۔ کیونکہ وہ گزشتہ کتابوں کی صحیح تعلیم کی حفاظت اور تکمیل کرنے والا ہے۔ جب تک تم اس کی تعلیم پر کاربند نہ ہوگے ہرگز ہدایت کا خوبصورت چہرہ نہ دیکھ سکو گے لیکن افسوس ہے کہ تمھارا حال یہ ہے کہ قرآن کو سن کر تمھاری سرکشی اور نافرمانی میں اضافہ ہوتا ہے! ایسی حالت میں تم کس منہ سے صحیح راستہ پر ہونے کے مدعی ہو۔ آخر میں آنحضرتؐ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ان لوگوں کی سرکشی گمراہی اور تباہی دیکھ کر تم کو ضرور افسوس ہوتا ہوگا۔ لیکن اپنے دل کو تسلی دو۔ اس حالت پر صبر کرو اور اللہ کی حکمت اور اس کے انتظام کے آگے سر تسلیم خم کردو۔

الَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ
یہودیوں اور صابیوں اور عیسائیوں میں سے جو لوگ

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ
اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں اور اچھے کام کریں تو (قیامت کے دن) ان کو نہ کسی طرح کا خوف

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٩﴾ لَقَدْ اَخَذْنَا
ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (۱) ہم نے

مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ۭ
بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان کی طرف بہت سے پیغمبر بھیجے

كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ
کہ جب کبھی کوئی رسول ان کے پاس ایسا حکم لے آیا جو ان کی نفسانی خواہشوں کے خلاف تھا تو

فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا
انھوں نے ان میں سے بعض کو جھٹلایا اور بعض کو قتل کیا (۲) اور یہ خیال کیا کہ

تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ
ایسا کرنے سے ان پر کوئی آفت نہیں آئے گی تو وہ اندھے اور بہرے ہوگئے پھر اللہ نے ان پر (رحمت کے ساتھ)

عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ
توجہ فرمائی (لیکن) پھر ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہوگئے اور اللہ

بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٧١﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا
ان کے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے (۳) یقیناً وہ لوگ کافر ہیں جنھوں نے کہا کہ

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ
بیشک اللہ تو یہی مسیح ابن مریم ہے اور مسیح نے تو کہا تھا کہ

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) اہل کتاب کو نصیحت کرتے ہوئے اس آیت میں دین کا ایک بنیادی اور عام اصول ذکر فرمایا جو ساری مذہبی جماعتوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ صورتِ حال یہ تھی کہ قرآن مجید کے نازل ہونے کے وقت دنیا مذہبی گروہوں میں بٹی ہوئی تھی جن پر ان کے خاص خاص ناموں کی چٹھیاں لگی ہوئی تھیں۔ ہر گروہ نجات کا مدعی تھا اور اپنے سوا سب کو نجات سے محروم سمجھتا تھا۔ اس آیت میں سب کی غلط فہمی کو واضح کرتے ہوئے نجات و سعادت کا ایک بنیادی اور عام اصول بیان فرمایا کہ دین کے بارے میں نسل و خاندان، مذہبی گروہ بندیوں اور خاص خاص ناموں کو بالکل دخل نہیں ہے! اس لئے کسی انسان کا مسلمانوں یا یہودیوں یا عیسائیوں یا صابیوں میں سے ہونا اس کی نجات کا ضامن نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہر انسان کی سعادت اور نجات اس کے ایمان اور عمل سے وابستہ ہے۔ یعنی جو شخص اپنے عقیدے کو درست کرے یعنی اللہ تعالےٰ پر، آخرت کے دن پر اور دوسری ضروریاتِ دین پر ایمان لائے اور نیک عملی کی زندگی گزارے اس کی نجات ہوگی اور اس کو آخرت میں کسی طرح کا خوف اور غم نہ ہوگا۔

واضح ہو کہ جس شخص نے قرآن کے بتائے ہوئے اس اصول کو تسلیم کیا اس نے اس حد تک تو قرآن کی ہدایت قبول کرلی۔ اب اگر وہ انصاف کو کام میں لائے اور غور کرے تو اس کو قرآن کی صداقت اور آنحضرتؐ کی رسالت پر ایمان لانے میں کچھ پس و پیش نہیں کرنا چاہئے کیونکہ قرآن زندگی کا ایک منظم اور مربوط نظام پیش کرتا ہے۔ ایک آدھ بات مان کر قرآن کی ہدایت سے پورا پورا فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔

(۲) یعنی نجات کا جو اصول اوپر کی آیت میں بیان کیا گیا ہے بنی اسرائیل نے کبھی اس کی پابندی نہیں کی۔ ان کی تاریخ گواہ ہے کہ ہم نے ان سے خدا پرستی کی راہ پر قائم رہنے کا پختہ عہد لیا تھا۔ پھر اس عہد کے یاد دلانے کے لئے ہم پے درپے ان کے پاس اپنے پیغمبر بھیجتے رہے۔ لیکن یہودیوں نے اپنے عہد کو پورا نہیں کیا اور ہمارے پیغمبروں کے ساتھ صرف اس وجہ سے گستاخی کی کہ پیغمبروں کی پاکیزہ تعلیم ان کی حد سے بڑھی ہوئی خواہشات کے خلاف پڑتی تھی اور ان پر پابندی لگاتی تھی چنانچہ انھوں نے ہمارے پیغمبروں کو جھٹلایا اور بعض پیغمبروں کو تو قتل بھی کیا۔ حضرت زکریاؑ اور یحییٰؑ کو قتل کر ڈالا اور حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں تو وہ خود ہی بڑے غرور سے کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو قتل کر ڈالا۔ (۳) یعنی بنی اسرائیل کے دل اتنے سیاہ ہوگئے تھے اور ان کو اپنی نسلی شرافت کا اتنا گھمنڈ تھا کہ اتنے شدید جرم کرنے کے بعد بھی یہ سمجھے بیٹھے رہے کہ ان سے باز پرس نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ ان کو کسی آزمائش میں نہیں ڈالے گا۔ چنانچہ وہ خدائی نشانات کے دیکھنے سے اندھے اور خدا کا کلام سننے سے بہرے ہوگئے اور نڈر ہوکر نافرمانیاں کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان گناہوں کی پاداش میں ان کو پکڑا اور بابل کے ظالم و جابر بادشاہ بخت نصر کے ہاتھ سے ان کو سزا دلائی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ایرانی شہنشاہ کے ذریعہ ان کو بخت نصر کی غلامی سے نجات دلائی۔ صرف چند لوگوں نے اس آزمائش سے نصیحت حاصل کی اور راہ راست پر آگئے لیکن بہت سے یہودی پھر سرکشیوں اور نافرمانیوں سے بے باک ہوگئے۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے بخوبی واقف ہے اور پھر ان کو سخت آزمائش میں ڈالے گا۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ

اے بنی اسرائیل اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

بلاشبہ جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام

الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿72﴾

کردی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں (۱)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ

یقیناً وہ لوگ (بھی) کافر ہیں جنھوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا

ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ

ایک ہے حالانکہ اس معبودِ یکتا کے سوا کوئی معبود نہیں اور اگر

لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

یہ لوگ ایسے اقوال (اور عقائد) سے باز نہیں آئے تو ان میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کو

مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿73﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى

دردناک عذاب ہوگا یہ لوگ کیوں اللہ کے آگے توبہ

اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿74﴾

نہیں کرتے اور اس سے گناہوں کی معافی نہیں مانگتے حالانکہ اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۲)

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ

مسیح ابن مریم تو ایک پیغمبر تھے ان سے پہلے بھی بہت

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا

پیغمبر (اپنے اپنے وقتوں میں) گزر چکے ہیں اور ان کی والدہ مریم (بھی اللہ کی ایک) سچی (بندی تھیں) یہ دونوں (انسان تھے)

(۱) یعنی یہودیوں کی طرح عیسائیوں نے بھی اپنے عہد و پیمان کو بھلا دیا اور انجیل کی صحیح تعلیم کو بدل ڈالا۔ انھوں نے تو یہ غضب کیا کہ مذہب کی بنیاد ہی کو ڈھا دیا یعنی توحید کے مسئلہ میں بہک گئے اور کہنے لگے کہ: "مسیح ابن مریم خدا ہے" حالانکہ یہ بات صریحاً حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم کے خلاف تھی۔ انھوں نے بنی اسرائیل کو شرک سے منع کیا تھا، خالص توحید کی تعلیم دی تھی اور حکم دیا تھا کہ: اس اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے۔

واضح ہو کہ بعض عیسائی عالموں نے تحقیقی مضامین لکھے ہیں جن میں یہ ثابت کیا ہے کہ موجودہ انجیل کے گہرے مطالعہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ انجیل کی اصلی تعلیم خالص توحید کی تعلیم تھی اور یہ کہ الوہیتِ مسیح، ابنیتِ مسیح اور تثلیث کے عقیدے بعد کی پیداوار ہیں۔

(۲) عیسائیوں کے پاس ایک عقیدہ تثلیث کا ہے جس کی رو سے اللہ تین میں کا ایک ٹھہرتا ہے یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس تینوں الوہیت کی شان رکھتے ہیں۔ باپ، خدا، بیٹا مسیح اور روح القدس جبرئیل یا مریم ہے۔ پھر اس تثلیث میں توحید کا رنگ بھرنے کے لئے عیسائی کہتے ہیں "ایک تین اور تین ایک" جس کا مطلب سمجھنا انسان کے بس سے باہر ہے۔ اسلامی اصول پر یہ عقیدہ بھی غلط ہے۔ اس لئے فرمایا کہ جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں اور توحید کے منکر ہیں۔ توحید تو یہ ہے کہ اللہ ایک ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ آخر میں نہایت شفقت آمیز انداز میں فرمایا کہ جب روشن دلیلیں ان کے سامنے پیش کردی گئی ہیں اور ان پر حق واضح ہوچکا ہے تو پھر وہ کیوں اللہ کی طرف نہیں لوٹتے اور کیوں اس سے بخشش نہیں چاہتے؟ چاہے گناہ کتنے ہی سنگین ہوں، لیکن بندے کو اپنے پروردگار سے خوف زدہ اور مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ بخشش کرنے والا اور مہربان ہے، اس کی بخشش کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ بندہ سچائی کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو، گناہ کا اعتراف کرے اور اس سے بخشش چاہے۔

يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ

کھانا کھایا کرتے تھے (اے پیغمبر!) دیکھو! ان لوگوں کے لئے ہم کس طرح اپنی آیتیں صاف صاف بیان کرتے ہیں

ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ

پھر (دیکھو) کہ یہ کدھر پھرے جارہے ہیں (۱) (اے پیغمبر ان سے) کہو (تعجب ہے) کہ

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ

کیا تم اللہ کے سوا ایسی ہستیوں کی عبادت کرتے ہو جن کے اختیار میں نہ تمہارا نقصان ہے اور نہ نفع

وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ قُلْ يٰۤاَهْلَ

اور اللہ تو سب کچھ سننے والا (اور) جاننے والا ہے (۲) اے پیغمبر! ان سے کہو اے اہل

الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا

کتاب! اپنے دین کے بارے میں ناحق غلو نہ کرو اور ایسے

تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ

لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو جو خود بھی پہلے گمراہ ہوئے اور

اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۝ ع

بہت سے لوگوں کو گمراہ کر گئے اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے (۳)

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ

بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم

دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا

کی زبان سے لعنت کی گئی یہ اس لئے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے

يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ

گزر جاتے تھے اور وہ ایک دوسرے کو ان برے کاموں سے نہیں روکتے تھے

منزل ۲

(۱) اس آیت میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کے بارے میں عیسائیوں کے باطل عقیدے کی تردید میں ایسی دلیل پیش کی ہے جس کو ایک موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ دیکھو! مسیح ابن مریم تو ایسے ہی ایک رسول تھے جیسے ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ اور گزشتہ رسولوں کے بارے میں کوئی یہ نہیں کہتا کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے تھے ان کے بارے میں عیسائی بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ برگزیدہ انسان تھے جن کے پاس اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی بھیجی تھی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کی والدہ حضرت مریم بھی ایک خدا پرست اور راست باز بی بی تھیں۔ دیکھو! ماں اور بیٹے دونوں میں وہ ساری باتیں پائی جاتی تھیں جو ایک انسان میں پائی جاتی ہیں۔ ان کو بھوک پیاس لگتی تھی، وہ کھاتے پیتے تھے، وہ سوتے جاگتے تھے اور دوسری انسانی ضرورتیں محسوس کرتے تھے جو کھانے پینے کا لازمی نتیجہ ہیں۔ جب حقیقت حال یہ ہے تو پھر ان دونوں میں خدائی صفات کس طرح مانے جاسکتے ہیں کیونکہ خدا کی ذات تو اس طرح کی ضرورتوں سے پاک ہے لیکن تعجب ہے ان عیسائیوں پر کہ ایسی صاف صاف باتیں بھی نہیں سمجھتے اور اللہ کے ان دو بندوں کے بارے میں مہمل عقیدے گھڑ کر بہکے چلے جارہے ہیں۔

(۲) عیسائیوں کے عقیدے کی تردید کے سلسلے میں شرک کے خلاف ایک عام دلیل اس آیت میں بیان فرمائی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان مجسم احتیاج ہے اور کوئی لمحہ انسان پر ایسا نہیں گزرتا جس میں وہ زندگی کی احتیاجات سے بے نیاز ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انسان جس کی عبادت کرتا ہے اس کے سامنے اپنی احتیاجات کو پیش کرتا ہے اور ان کی تکمیل کے لئے اس سے درخواست، التجا اور دعا کرتا ہے۔ اس لئے دانشمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان اس کو اپنا معبود بنائے جو قدرت اور اختیار رکھتا ہو اور نفع اور نقصان پہنچانے پر قادر ہو۔ اور یہ بات اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے جو نفع اور نقصان پہنچانے پر قدرت رکھتا ہو۔ تو ایسے لوگوں کی عقلوں پر حیرت ہے جو کسی بے جان چیز یا کسی انسان کی عبادت کرتے ہیں جو خود محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے جو ان کی دعاؤں کو سنتا ہے، ان کے دلوں کی آرزوؤں کو جانتا ہے اور ان کی زندگی کی ساری احتیاجات کو جانتا ہے اور ان کی تکمیل کرتا ہے۔

ع ۱۰ ۱۱ ۱۴

(۳) یعنی عیسائیوں کی ان ساری گمراہیوں کے دو سبب ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ دین کے معاملے میں غلو کرتے ہیں یعنی توازن کھو بیٹھتے ہیں اور اعتدال کی حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ دین کے معاملے میں اس سے بڑھ کر بے اعتدالی اور کیا ہو گی کہ انھوں نے ایک انسان کو خدا یا خدا کا بیٹا بنا دیا۔ ان کی گمراہی کا دوسرا سبب یہ ہے کہ وہ اپنے ان بزرگوں کی اندھی تقلید کر رہے ہیں جنھوں نے انجیل میں توحید کی صحیح تعلیم کو بدل کر اس کی غلط تعبیر کر کے الوہیت مسیح، ابنیت مسیح، الوہیت مریم اور تثلیث کے عقیدے گھڑے جس کی وجہ سے وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور بعد کی آنے والی نسلوں کو بھی گمراہ کیا۔

فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٩﴾ تَرٰى كَثِيْرًا

جو وہ کرتے تھے بہت بُرا کام ہے جو وہ کیا کرتے تھے (۱) (اے پیغمبر!) تم ان میں سے

مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ

بہت سے لوگ ایسے دیکھو گے جو کافروں سے دوستی رکھتے ہیں انھوں نے اپنے لئے جو کچھ آگے

لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ

بھیجا ہے وہ بُرا ہے (وہ یہ) کہ اللہ ان سے ناخوش ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب

هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ

میں (مبتلا) رہیں گے اور اگر یہ لوگ اللہ پر اور پیغمبر پر اور جو کتاب ان پر

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ وَلٰكِنَّ

نازل ہوئی اس پر ایمان رکھتے ہوتے تو کبھی ان کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن

كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٨١﴾ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ

ان میں اکثر لوگ نافرمان ہیں (۲) (اے پیغمبر!) تم دیکھو گے کہ مسلمانوں کے

عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ

ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا

اور مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان لوگوں کو

الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ

پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لئے کہ ان میں

قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٨٢﴾

عالم اور عابد اور زاہد ہیں اور یہ (بات بھی ہے) کہ وہ تکبر نہیں کرتے (۳)

(۱) یعنی ان اہلِ کتاب کو جو اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید کر رہے ہیں، ان کے حال کی بھی کچھ خبر ہے؟ ان کا حال تو یہ تھا کہ وہ سخت سرکش اور نافرمان تھے۔ ان لوگوں میں ایک بڑی خرابی یہ پیدا ہوگئی تھی کہ جو لوگ سرکش اور نافرمان تھے، ان کے دلوں سے گناہ کا احساس جاتا رہا تھا اور جو لوگ ایسے نہ تھے، ان میں اخلاقی جرأت نہیں رہی تھی کہ مجرموں کو منع کرتے اور فساد کو پھیلنے سے روکتے۔ نتیجہ یہ تھا کہ معصیت کا فساد روز بروز پھیلتا جا رہا تھا۔ ایسی حالت دیکھ کر پیغمبر ان سے مایوس ہوگئے اور حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسیٰؑ جیسے پیغمبروں نے اپنے اپنے وقت میں ان کے لئے بددعا کی اور ان پر لعنت بھیجی جو آج تک زبور اور انجیل میں لکھی ہوئی ہے۔ کون عقلمند ہوگا جو ایسے باپ دادا کی پیروی کرے گا۔

(۲) یعنی ان یہودیوں کی شقاوت کا یہ حال ہے کہ انھوں نے مقدس ایمان والوں کو چھوڑ کر مکہ کے مشرکین سے دوستی کر رکھی ہے اور اسلامی تحریک کو روکنے کے لئے ہر طرح سے ان کی اعانت کر رہے ہیں۔ ایسی ہی بداعمالیوں کی وجہ سے ان پر اللہ تعالےٰ کا غضب نازل ہوتا رہا اور وہ عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

ان کے حال پر تعجب ہے کہ یہ ایک طرف تو توحید کے علمبردار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور دوسری طرف مشرکوں سے دوستی رکھتے ہیں۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں، ان کو ایسے لوگوں سے نفرت ہوتی ہے جو مشرک ہیں اور اللہ کے پیغمبر کو اور اس کی کتاب کو نہیں مانتے۔ لیکن یہ یہودی بھی عجیب قسم کے ایمان دار ہیں کہ ایمان و کفر اور توحید و شرک کی جنگ میں کھلم کھلا مشرکوں اور کافروں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں تھوڑے لوگ مخلص ہیں اور اکثر بے ایمان اور بدکردار ہیں۔

(۳) واضح ہو کہ یہودی اور عیسائی دونوں اسلام کے مخالف تھے، لیکن دونوں جماعتوں کے مزاجوں میں خاصا فرق تھا۔ یہودی سخت دنیا پرست اور لالچی تھے۔ سود خواری نے ان کے دلوں کو نہایت سخت کر دیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ یہودیوں کے دلوں میں حق بات کے قبول کرنے کی صلاحیت بہت کم ہوگئی تھی۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ مسلمانوں کی دشمنی میں مشرکین مکہ کی طرح نہایت سخت ہیں۔

لیکن عیسائی ایسے نہیں تھے۔ انھوں نے قدیم سے رہبانیت، یعنی ترکِ دنیا کا اصول اختیار کر رکھا تھا، جس کے اثر سے ان میں بہت سے لوگ مذہبی کتابوں کے عالم ہوتے تھے جو اپنی عمریں عبادت و ریاضت اور مطالعہ میں گزار دیتے تھے۔ اس کا اثر یہ تھا کہ عیسائیوں میں ایک طرح کی خاکساری اور انکساری تھی، ان کے دل نرم تھے اور ان میں قبولیتِ حق کی کافی صلاحیت باقی تھی۔ اسی وجہ سے ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ مسلمانوں سے زیادہ قریب ہیں اور ان سے دوستی کرنے پر زیادہ آمادہ ہیں۔

تاریخی واقعات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کے مقابلہ میں عیسائیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ نہایت شریفانہ سلوک کیا۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی مشرف باسلام ہوگئے۔ ہرقل، قیصرِ روم، آنحضرتؐ کا نامۂ مبارک سن کر بہت متاثر ہوا اور اس نے اسلام قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ اسی طرح مقوقس، شاہِ مصر نے خدمتِ اقدس میں بہت سے تحفے روانہ کر کے اپنی عقیدت مندی کا اظہار کیا۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ

اور جب یہ (عیسائی) اس (قرآن) کو سنتے ہیں جو (ہمارے) پیغمبر (محمدؐ) پر نازل ہوا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں

تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ

سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس لئے کہ انھوں نے حق بات پہچان لی ہے (۸۳) کہتے ہیں کہ

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا

اے پروردگار ہم ایمان لے آئے تو ہم کو بھی انہی لوگوں کے ساتھ لکھ لے جو (تیری سچائی کی) گواہی دینے والے ہیں اور (وہ کہتے ہیں کہ)

لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ

ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم اللہ پر اور اس حق بات پر جو ہمارے پاس آئی ہے ایمان نہ لائیں اور ہم امید رکھتے ہیں کہ

يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ

ہمارا پروردگار ہم کو نیک بندوں کے ساتھ (بہشت میں) داخل کرے گا (۱) (اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ)

اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اللہ نے ان کو اس کہنے کے صلے میں (بہشت کے) باغ عطا فرمائے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِيْنَ

وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور نیکوکاروں کا یہی صلہ ہے اور جن لوگوں نے

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾ ع

کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ دوزخی ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ

اے ایمان والو! اللہ نے جو پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال کی ہیں ان کو (اپنے

اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾

اوپر) حرام نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا

(۱) یہ آیت گزشتہ آیت کے سلسلہ کی ہے اور اس میں شاہ نجاشی اور ان کے درباریوں میں سے جو لوگ ایمان لے آئے تھے، ان کی رقت اور نرم دلی کا بیان ہے۔ لکھا ہے کہ قریش کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر صحابہؓ کی دو جماعتوں نے یکے بعد دیگرے ملک حبش کی طرف ہجرت کی تھی جس کا بادشاہ نجاشی تھا۔ قریش نے ان بزرگوں کو وہاں بھی چین لینے نہ دیا۔ چنانچہ قریش کا ایک وفد بہت سے تحفے تحائف لے کر نجاشی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سے مسلمانوں کی شکایت کی اور درخواست کی کہ آپ ان کو اپنے ملک سے نکلوا دیجئے۔ نجاشی نے جو ایک نیک دل عیسائی تھا مسلمانوں کو دربار میں بلایا اور ان سے چند سوالات کیے۔ حضرت جعفر طیارؓ نے مسلمانوں کی طرف سے گفتگو کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مکہ والوں کی کشمکش کا سارا حال صاف صاف سنایا۔ نجاشی نے قرآن مجید سننے کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں جن میں حضرت عیسیٰؑ کا ذکر ہے۔ قرآن مجید سن کر نجاشی پر ایک کیفیت طاری ہو گئی، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انھوں نے برسر دربار اعلان کیا کہ بیشک یہ کلام کلام الٰہی ہے اور محمدؐ وہی پیغمبر ہیں جن کی بشارت تورات اور انجیل میں دی گئی ہے۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد حضرت نجاشی نے اپنے ہاں کے ستر مسلمانوں کا ایک وفد قیمتی تحائف کے ساتھ آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا۔ ان بزرگوں نے آپ کی زبان مبارک سے سورۂ یٰسٓ سنی تو بے اختیار رو پڑے اور بارگاہ الٰہی میں التجا کی رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔

(۱) اوپر کی آیت میں عیسائی راہبوں کا تعریف کے انداز میں ذکر فرمایا تھا۔ اس سے یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ قرآن کے نزدیک بھی رہبانیت پسندیدہ ہے۔ اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے اس آیت میں حکم دیا کہ حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام مت کرو۔ واضح ہو کہ شدید قسم کے مذہبی لوگوں میں ترکِ دنیا کا رجحان پایا جاتا ہے۔ وہ یقین رکھتے ہیں کہ جب تک دنیا کی لذتوں کو چھوڑا نہ جائے اس وقت تک روحانی ترقی نہیں ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں میں رہبانیت کا اور ہندوؤں میں جوگ کا طریقہ رائج ہوا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ چند صحابہؓ نے بھی ترکِ دنیا کا طریقہ اختیار کرنا چاہا تھا چنانچہ انھوں نے آپس میں عہد کیا کہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھیں گے اور رات بھر عبادت کریں گے گوشت اور گھی نہیں کھائیں گے اور عورتوں سے کچھ واسطہ نہیں رکھیں گے۔ جب آنحضرتؐ کو اس بات کا علم ہوا تو آپؐ نے لوگوں کو جمع کر کے ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا، لوگوں کو ترکِ دنیا سے منع کیا اور فرمایا کہ "مجھے دیکھو کہ میں رات کو سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں، کبھی روزہ رکھتا ہوں اور کبھی نہیں رکھتا، گوشت اور گھی بھی کھاتا ہوں۔ یاد رکھو جو میرے طریقہ کو پسند نہیں کرتا وہ مجھ سے نہیں ہے"۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس میں مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ زندگی کی جائز لذتوں اور راحتوں کو اپنے اوپر حرام نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے خوب فائدہ اٹھائیں البتہ تقوے کی راہ اختیار کریں اور حد سے نہ گزریں یعنی اعتدال کا راستہ اختیار کریں، نہ تو جائز چیزوں کو اپنے اوپر حرام کریں اور نہ دنیوی لذتوں میں ایسے غرق ہوجائیں کہ اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ان سے چھوٹ جائیں۔

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ

اور اللہ نے جو حلال (اور) پاکیزہ روزی تم کو دی ہے اس کو (بلا تامل) کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے

الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ

رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو (۱) اللہ تمھاری قسموں میں سے جو لغو (اور بے معنی) ہوں ان

اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ

پر تم سے مواخذہ نہیں کرے گا البتہ ان قسموں پر مواخذہ کرے گا جن کے لئے تم نے پکا ارادہ کیا ہو

فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ

تو ایسی قسم کے توڑنے کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا کھلانا ہے

مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ

جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا اور جس کو

لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ

یہ میسر نہ ہو تو پھر تین دن تک روزے رکھے یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے جبکہ تم قسم

اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ

کھالو (اور اس کو توڑ دو) اور (دیکھو) اپنی قسموں کی حفاظت کرو (کہ کہیں توڑنی نہ پڑیں) اسی طرح اللہ تمھارے (سمجھانے کے)

لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

لئے اپنی آیتیں صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر کرو (۲) اے ایمان

اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ

والو! بلاشبہ شراب اور جوا اور بت اور پانسے (یہ سب)

رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾

ناپاک اور شیطانی کام ہیں تو ان سے بچتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو (۳)

(۲) اوپر کی آیت کے مضمون کی مناسبت سے اس آیت میں قسم اور اس کے کفارہ کا ذکر فرمایا۔ فقہا نے لکھا ہے کہ یمین کی تین قسمیں ہیں:-

(۱) یمین لغو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یمین لغو یہ ہے کہ آدمی اپنے گمان غالب کے لحاظ سے کسی گزری ہوئی بات کو قسم کھا کر بیان کرے اور واقعہ اس کے خلاف ہو۔ اگر یونہی کسی بات پر بلا ارادہ زبان سے قسم نکل جائے تو یہ صورت بھی یمین لغو میں داخل ہے۔ شریعت میں اس طرح کی قسم کا کچھ اعتبار نہیں۔ اس میں نہ کفارہ ہے اور نہ گناہ۔ (۲) یمین منعقدہ یہ ہے کہ آدمی کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قصداً قسم کھائے اور عہد کرے پھر اس قسم کو جان بوجھ کر توڑ دے یا بھولے سے یہ قسم ٹوٹ جائے تو ایسی صورت میں کفارہ دینا ضروری ہے۔

کفارہ یہ ہے:- دس محتاجوں کو اوسط درجہ کا کھانا دو وقت پیٹ بھر کر کھلائے۔ ہر محتاج کو صدقۂ فطر کے برابر غلہ دینا بھی جائز ہے یا کھانے کی بجائے دس محتاجوں کو اتنا کپڑا دے جس سے بدن کا اکثر حصہ ڈھک جائے مثلاً کرتہ اور پاجامہ یا چادر۔ اور چاہے تو کفارہ میں ایک غلام یا لونڈی آزاد کرے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔ اگر ان تینوں باتوں میں سے کسی کی بھی گنجائش نہ ہو تو مسلسل تین دن کے روزے رکھے۔ (۳) یمین غموس یہ ہے کہ آدمی کسی گزرے ہوئے واقعہ کو قصداً غلط بیان کرے اور اس پر جھوٹی قسم کھائے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس قسم کا کفارہ نہیں ہے مگر چونکہ جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسم کھانا گناہ ہے اس لئے قسم کھانے والے کو چاہیے کہ اس فعل سے توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے۔

(۳) اس آیت میں مسلمانوں کو چار چیزیں چھوڑ دینے کا حکم ہے چنانچہ فرمایا: اے ایمان والو! شراب، جوا، وہ پتھر یا مورتیاں جن پر لوگ بھینٹ چڑھاتے ہیں اور فال لینے کے پانسے، یہ سب گندے اور شیطانی کام ہیں، تم ان سے پرہیز کرو۔ اگر تم ان کاموں سے بچتے رہے تو امید ہے کہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوگے۔ واضح ہو کہ شراب اور جوا عربوں کی گھٹی میں پڑے تھے اور ان کا چھوڑنا ان کے لئے نہایت دشوار تھا اس لئے ان کے بارے میں بتدریج حکم نازل فرمائے۔ سب سے پہلی آیت سورۂ بقرہ کی ہے جس میں فرمایا کہ ان میں فائدے کم ہیں اور برائیاں زیادہ ہیں (ملاحظہ ہو رکوع ۲۷ بقرہ) پھر وہ آیت نازل ہوئی جو نساء میں ہے (ملاحظہ ہو رکوع ۷ نساء) جب دیکھا کہ لوگوں کے دلوں میں کافی نفرت پیدا ہوچکی ہے اور بعض اصحاب خاص کر حضرت عمرؓ کو اس بارے میں قطعی حکم کا انتظار ہے تو یہ آیت نازل فرمائی جس میں ان چیزوں سے بچنے کا قطعی اور واضح حکم موجود ہے۔ چنانچہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ ان شراب کے متوالوں نے اطاعت و عمل کے جذبہ میں سرشار ہو کر خود ہی اپنے ہاتھوں سے شراب کے برتن توڑ ڈالے اور شراب خانے ویران کر دیئے۔

(بقیہ تفسیر صفحہ ۲۱۸) دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ اس مبارک دن مدینہ کی گلیوں میں شراب پانی کی طرح بہہ رہی تھی۔ افسوس ہے کہ آج کے مسلمانوں میں اطاعت و عمل کا جذبہ مفقود ہے اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ

بلاشبہ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعہ تمہارے دلوں

الْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

میں عداوت اور کینہ ڈلوادے اور تم کو اللہ کی یاد

وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ

اور نماز سے باز رکھے تو کیا تم (اب بھی باز) آؤ گے (یا نہیں) (۱) اور اللہ کی فرماں برداری کرو

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا

اور اللہ کے رسول کی (بھی) فرماں برداری کرو اور (برائیوں سے) بچتے رہو پھر اگر تم نے روگردانی کی تو جان رکھو کہ

اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ

ہمارے پیغمبر کے ذمے تو پیغام کا صاف طور پر پہنچا دینا ہے (۲) جو لوگ ایمان

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا

لائے اور نیک عمل کرتے رہے اُن پر ان چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ (پہلے) کھا پی چکے جبکہ

مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا

انھوں نے پرہیز کیا اور ایمان لائے اور اچھے کام کئے پھر پرہیز کیا اور ایمان لائے

ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع

پھر پرہیز کیا اور نیکی کی اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے (۳)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ

اے ایمان والو! اللہ کسی قدر شکار کے معاملہ میں تمہاری ضرور آزمائش کرے گا

تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ

جس تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچ سکیں تاکہ اللہ معلوم کرے کہ بغیر دیکھے اس سے

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) اس آیت میں شراب و جوے کے نقصانات بیان فرمائے تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ ان چیزوں سے بچنے میں ان ہی کا فائدہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شراب اور جوے میں دنیوی اور دینی دونوں نقصانات ہیں۔ شراب سے صحت خراب ہو جاتی ہے اور روپیہ بھی برباد ہوتا ہے۔ شراب سے ہوش و حواس معطل ہو جاتے ہیں اور آدمی چند گھنٹوں کے لئے اچھا خاصا پاگل بن جاتا ہے۔ بسا اوقات شراب معاشرہ میں خوں ریزی اور فساد کا سبب ہوتی ہے۔ اسی طرح جوا کھیلنے میں مال اور وقت ضائع ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ لوگوں کے اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے۔ ہار جیت کے جھگڑے میں لوگ آپس میں لڑ پڑتے ہیں اور ان کے دلوں میں کینہ اور عداوت کی آگ بھڑکنے لگتی ہے۔ شراب اور جوے سے دینی نقصان یہ ہوتا ہے کہ آدمی ان دونوں میں ایسا غرق ہوتا ہے کہ اسے دین دنیا کی کچھ خبر ہی نہیں رہتی۔ غفلت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ آدمی اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے سے بھی غافل ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت ہوئی تو نماز بھی ہاتھ سے گئی۔ کیا یہ جاننے کے بعد بھی کہ شراب اور جوا اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دیتے ہیں، ایمان کا دم بھرنے والے ان چیزوں سے باز نہیں رہیں گے؟

(۲) یعنی اے ایمان والو! ہمارے رسولؐ نے ہمارے احکام تم کو پہنچا دیئے ہیں اور ان کی مصلحتیں بھی صاف صاف بیان کر دی ہیں۔ اب بھی اگر تم اپنے نفع اور نقصان کی پروا نہ کرو اور ہمارے رسول کی اطاعت نہ کرو تو برے نتائج کی ذمہ داری تمہارے اوپر رہے گی۔ اس لئے کہ رسول کا کام تو ہمارے احکام کا پہنچانا تھا جس کو وہ بخوبی انجام دے چکے۔

ع ۱۲ ۲

(۳) مفسرین نے لکھا ہے کہ جب گزشتہ آیت کے ذریعہ شراب اور جوے کے حرام ہونے کا اعلان کیا گیا تو بعض صحابہؓ کے دلوں میں یہ خدشہ گزرا کہ ایمان والوں میں سے بہت سے لوگ اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے گزر گئے اور وہ ان باتوں سے نہیں بچتے تھے، ان کا کیا حال ہوگا؟ کیا اس بارے میں ان سے بازپرس ہوگی؟ چنانچہ انھوں نے اپنے اس خدشہ کو آنحضرتؐ کی خدمت میں ظاہر کیا۔ اس پر یہ آیت اتری اور ان حضرات کے خدشہ کو دور فرمایا کہ جن لوگوں نے پرہیزگاری کی راہ اختیار کی یعنی جس بات سے ان کو روکا گیا اس سے رک گئے اور ایمان اور عمل صالح کی راہ پر گامزن رہے پھر جب دوسری بات سے روکا گیا تو اس سے بھی رک گئے اور نیک اعمال کرتے رہے غرض اسی اصول پر زندگی بھر عمل پیرا رہے اور تقوے کے درجوں میں ترقی کرتے رہے، تو ایسے لوگوں سے ان چیزوں کے بارے میں کچھ بازپرس نہیں ہوگی جن سے ان کو روکا نہیں کیا گیا تھا اور جن کو وہ حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے کھا پی چکے تھے۔ آیت میں سوال کرنے والوں کو اس اصول کی طرف توجہ دلائی کہ جب تک کسی چیز یا کام کی حرمت کا حکم نازل نہ ہو اس کی بازپرس کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایمان والوں کا کام یہ ہے کہ تقوے کی روح کو اپنے سینوں میں بیدار رکھیں، تقوے کے درجوں میں ترقی کرتے رہیں، احسان کے مرتبہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش اور دعا کرتے رہیں۔

بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾

کون ڈرتا ہے پھر اس کے حکم کے بعد جو کوئی زیادتی کرے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے (۱)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ

اے ایمان والو! جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار نہ مارو اور جو کوئی

قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ

تم میں سے جان بوجھ کر شکار مارے تو (یا تو اس کا) بدلہ (دے) (یعنی) جیسے جانور کو مارا ہے اس کے مانند

يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا ۢ بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ

چوپایوں سے ایک جانور جسے تم میں سے دو معتبر شخص مقرر کردیں (قربانی کرے اور یہ) قربانی کعبہ تک پہنچائی جائے یا کفارہ (دے وہ یہ کہ)

طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ

مسکینوں کو کھانا کھلائے یا اس کے برابر روزے رکھے تاکہ اپنے کئے کی سزا (کا مزہ)

اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ

چکھے اور جو پہلے ہو چکا وہ اللہ نے معاف کردیا اور جو پھر ایسا کرے گا تو اللہ اس سے بدلہ

مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ

لے گا اور اللہ غالب اور بدلہ لینے والا ہے (۲) تمہارے لئے دریا کا شکار اور اس کا کھانا (احرام کی

الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ

حالت میں بھی) حلال کردیا گیا ہے تاکہ اس سے خود تمہیں بھی فائدہ پہنچے اور دوسرے مسافروں کو بھی فائدہ پہنچے اور خشکی کا شکار

عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

جب تک احرام کی حالت میں ہو تم پر حرام ہے اور اللہ سے ڈرو

الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ

جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے (۳) اللہ نے کعبہ کو جو عزت کا گھر ہے لوگوں کے لئے

(۱) روایت ہے کہ جب ۶ھ میں آنحضرتؐ بہت سے صحابہؓ کے ساتھ مکہ شریف سے باہر حدیبیہ مقام پر روک دیئے گئے تو بہت سے شکار کے جانور صحابہؓ کے پڑاؤ میں گھس آتے تھے جن کو وہ ہاتھ سے یا نیزہ سے بآسانی شکار کرسکتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کی آزمائش فرمائی اور احرام کی حالت میں ان کو شکار سے منع فرمایا۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرماں بردار بندوں کی آزمائش کرنا چاہتا ہے اور اس بات کو ظاہر فرمانا چاہتا ہے کہ کون اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہے اور اپنے ہاتھوں اور ہتھیاروں کو شکار سے روکتا ہے۔

آخر میں تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسے واضح حکم کے بعد بھی اگر کوئی حکم الٰہی کی نافرمانی کرے گا اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حد کو توڑے گا تو وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہوگا۔

بعد کی آیت میں یہ حکم زیادہ صراحت اور تفصیل کے ساتھ ہے۔

(۲) حنفی مذہب کے لحاظ سے احرام کی حالت میں خشکی کے جانوروں کا شکار کرنا یا قتل کرنا منع ہے چاہے وہ جانور کھایا جاتا ہو یا نہیں۔ البتہ بعض خاص جانوروں کے مارنے کی اجازت ہے جیسے سانپ، بچھو، چیل، کوا، چوہا اور دیوانہ کتا وغیرہ۔

جو شخص اس حکم کی نافرمانی کرے اس کو کفارہ دینا ضروری ہے۔

کفارہ کی تین صورتیں ہیں:- (۱) دو عادل شخصوں سے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک عادل تجربہ کار شخص سے) اس جانور کی قیمت کا تخمینہ کرائے اور اس قیمت سے کوئی جانور خرید کر اس جانور کو 'ھدی' بناکر کعبہ شریف کو بھیجے اور حرم کے اندر ذبح کرکے اس کا گوشت محتاجوں کو بانٹ دے اور خود نہ کھائے۔ (۲) قربانی کے جانور کی قیمت کا غلہ خرید کر محتاجوں میں تقسیم کردے۔ (۳) ایک صدقہ فطر کے عوض ایک روزے کے حساب سے جتنے روزے ٹھہریں اتنے روزے رکھے۔

ان تین صورتوں میں سے جو صورت چاہے اختیار کرے قتل خطا کی صورت میں بھی یہی کفارہ دینا ہوگا۔

(۳) یعنی احرام کی حالت میں دریائی شکار کی اجازت ہے خشکی کے شکار کی نہیں۔

صَيْدُ الْبَحْرِ سے مراد ہے دریا کی پیداوار چاہے وہ کھائی جاتی ہو یا نہ کھائی جاتی ہو۔

طَعَامُهٗ سے مراد وہ دریائی چیز ہے جو کھائی جاتی ہو جو حنفی مذہب کے لحاظ سے صرف مچھلی ہے۔ تالاب کا شکار بھی دریائی شکار ہے۔

جو جانور پانی میں پیدا ہوا اور اسی میں رہے وہ آبی ہے لیکن جو جانور خشکی میں پیدا ہوتا ہے اور پانی میں رہتا ہے یا کبھی خشکی میں اور کبھی پانی میں رہتا ہے وہ آبی نہیں ہے اور صید البحر کا اس پر اطلاق نہ ہوگا۔ احرام کی حالت میں ایسے جانور کے شکار کی اجازت نہیں۔ اجازت اسی جانور کی ہے جو پانی میں پیدا ہوا ہو اور پانی ہی میں رہے۔ اس کے علاوہ دوسری دریائی پیداوار سے نفع حاصل کرنا بھی جائز ہے۔ اور یہ اجازت مسافر اور غیر مسافر دونوں کے لئے ہے۔ لہٰذا احکام الٰہی کی پابندی ضروری ہے۔ تعمیل احکام کے لئے یہ چیز پیش نظر رہنا چاہئے کہ خدا کے حضور جانا اور اپنے اعمال کی جواب دہی کرنا ضروری ہے۔

(۱) اوپر کی آیتوں میں احرام کی حالت کے چند احکام بیان کئے تھے چونکہ احرام کعبہ شریف کی زیارت کے لئے باندھا جاتا ہے' اس مناسبت سے کعبہ شریف کی عظمت اور حُرمت کا ذکر کیا اور اس کی حُرمت کی مصلحت بیان فرمائی کہ وہ 'قِيَامًا لِّلنَّاسِ' ہے یعنی وہ زندگی کا سہارا ہے اور لوگوں کی فلاح و بہبود اس سے وابستہ اور قائم ہے۔

اسلام سے پہلے بھی کعبہ شریف عربوں کی مذہبی' معاشی اور تمدنی زندگی کا مرکز اور سہارا تھا۔ حج اور عمرے کے لئے لوگ سال میں کئی مرتبہ کعبہ شریف کے اطراف جمع ہوتے تھے۔ اس اجتماع کی بدولت مختلف قبیلوں کے لوگ آپس میں

الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ

(امن اور جمعیت کے) قیام کا ذریعہ بنایا ہے اور عزت کے مہینوں کو اور قربانی کو اور قربانی کے ان جانوروں کو بھی

وَالْقَلَآئِدَ ۭ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

جن کی گردنوں میں پٹے پڑے ہوئے ہوں یہ اس لئے کہ تم جان لو کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں

وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ٩٧ اِعْلَمُوْٓا

ہے اللہ سب کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ ہر بات کا جاننے والا ہے (۱) جان رکھو کہ

اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٩٨ ۭ

اللہ سخت عذاب دینے والا ہے اور اللہ بخشنے والا (اور) مہربان (بھی) ہے

مَا عَلَي الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا

پیغمبر کے ذمہ تو صرف (اللہ کا) پیغام پہنچانا ہے اور جو کچھ تم کھلے طور پر کرتے ہو اور جو کچھ چھپا کر کرتے ہو

تَكْتُمُوْنَ ٩٩ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ

اللہ سب کچھ جانتا ہے (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ ناپاک چیزیں اور پاک چیزیں برابر نہیں ہوتیں اگرچہ ناپاک چیزوں کی

كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ

کثرت تم کو اچھی معلوم ہوتی ہو پس اے عقلمندو! اللہ سے ڈرو تاکہ تم

تُفْلِحُوْنَ ١٠٠ ۧ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـــَٔـلُوْا عَنْ اَشْيَاۗءَ

کامیاب ہو (۲) اے ایمان والو! ایسی باتوں کے بارے میں نہ پوچھا کرو کہ

اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـــَٔـلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ

اگر تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں بری معلوم ہوں اور اگر قرآن کے نازل ہونے کے زمانہ میں ایسی باتیں پوچھو گے

الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ١٠١

تو تم پر ظاہر (بھی) کردی جائیں گی (اب تو) اللہ نے یہ بات معاف کردی ہے (لیکن آئندہ احتیاط کرو) اور اللہ بخشنے والا (اور) بردبار ہے

ملتے جلتے تھے اور ایک دوسرے سے واقف ہوتے تھے تجارتی سامان ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں منتقل ہوتا تھا اور لین دین کے ذریعہ لوگوں کو معاشی فائدے حاصل ہوتے تھے۔ اسی طرح حرمت والے مہینوں میں جنگ جو قبائل کشت و خون سے ہاتھ روک لیتے تھے اور لوگ چند مہینوں کے لئے امن کی صُورت دیکھ سکتے تھے۔ ھَدْيٌ اور قَلَآئِدُ یعنی قربانی کے جانور بھی قیامِ امن میں مدد دیتے تھے کعبہ شریف اور اس کا حرم ہمیشہ سے جائے امن ہے اور قیامت تک رہے گا' انشاء اللہ تعالےٰ۔

اسلام کے بعد کعبہ شریف کے 'قِيَامًا لِّلنَّاسِ' ہونے کے مفہوم میں اور بھی وسعت پیدا ہوگئی۔ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے مسلمان نماز کے وقت اس کی طرف منہ کرتے ہیں پھر حج کے موقع پر تقریباً ساری متمدن دنیا کے مسلمان کعبہ شریف کے اطراف جمع ہوتے ہیں جہاں اس بات کا سنہری موقع ہوتا ہے کہ مُسلمان بے شمار تجارتی' معاشی' اخلاقی' علمی اور سیاسی فائدے حاصل کرسکیں۔

کعبہ شریف اس لحاظ سے بھی قیاماً للناس ہے کہ خدا کا آخری پیغام حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس مقدس سرزمین میں نازل ہوا جو ساری انسانیت کے لئے پیغامِ رحمت ہے' جو زندگی کے سارے شعبوں کی ترقی کا ضامن ہے اور جس پر عمل پیرا ہونے سے انسانی زندگی کو حقیقی معنی میں قیام و نظام حاصل ہو سکتا ہے۔ آخر میں فرمایا اگر اپنے نظامِ زندگی کو دیکھو اور احکامِ الٰہی کی مصلحتوں پر غور کرو تو تم کو اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک بڑی صفت یعنی صفتِ علم کی طرف رہبری ہوگی اور اس کے علم کے بارے میں تمہارا اعتقاد اور پختہ ہوجائے گا کہ وہ کائنات کی ہر چیز کے بارے میں پورا پورا علم رکھتا ہے۔ نیز تم پر یہ حقیقت واضح ہوجائے گی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ضرورتوں اور مصلحتوں سے خوب واقف ہے اور وہ اپنے احکام میں ان کا لحاظ رکھتا ہے۔ بندے نہ تو خود اپنی ضروریات سے پورے پورے واقف ہیں اور نہ اپنی تدبیروں سے ان کی تکمیل کا انتظام کرسکتے ہیں۔ اس لئے بندوں کے لئے کامیابی کا ایک ہی راستہ ہے کہ وہ بلا چون و چرا اپنے مالک کے احکام کی تعمیل کریں۔

ع ١٣ / ٢

(۲) یعنی اللہ تعالےٰ نے جن چیزوں کی اجازت دی ہے وہ پاکیزہ اور مفید ہیں اور جن چیزوں سے روکا ہے' وہ گندی اور مضر ہیں۔ عام لوگوں کا معیار کثرت و قلت ہے لیکن اللہ تعالےٰ کے نزدیک یہ معیار غلط ہے۔ اور صحیح معیار پاکیزگی اور گندگی ہے۔ تھوڑی سی پاکیزہ چیز گندی چیز کے بڑے ڈھیر سے بہتر ہے۔ آدمی اگر عقل سے کام لے اور سوچے تو بہت جلد اس پر واضح ہوجائے گا کہ اللہ تعالےٰ کا معیار ہی صحیح ہے۔ اس لئے دانشمند آدمیوں کو چاہیئے کہ وہ عقل سے کام لیں اور پاکیزہ اور حلال چیزوں پر قناعت کریں خواہ وہ ظاہر میں کتنی ہی حقیر اور قلیل ہوں اور حرام چیزوں کی طرف ہاتھ نہ بڑھائیں اگرچہ وہ ظاہر میں شاندار اور کثیر ہوں۔

(۱) مفسرین نے لکھا ہے کہ بعض لوگ آنحضرتؐ سے فضول سوالات کرتے تھے. جیسے ایک صاحب نے آپؐ سے پوچھا: "میرا اصلی باپ کون ہے"؟ اسی طرح بعض لوگ احکام الٰہی میں غیر ضروری پوچھ گچھ کرتے تھے، بال کی کھال نکالتے تھے اور چھوٹی چھوٹی باتوں کی صراحت چاہتے تھے. مثلاً حج کے بارے میں ایک صاحب نے دریافت کیا کہ "کیا ہر سال فرض ہے"؟ ایسے غیر ضروری سوالات سے اس آیت میں مسلمانوں کو منع کیا اور اس کی مصلحت یہ ظاہر فرمائی کہ تمھارے سوال کرنے پر ممکن ہے کہ قرآن میں کوئی حکم نازل ہو جائے اور اس میں کوئی ایسی بات ظاہر کی جائے جو تم کو ناگوار گزرے یا کسی حکم کے ایسے پہلو کی صراحت کر دی جائے جس پر عمل کرنا تمھارے لئے شاق ہو، ایسی صورت میں تم خود مشکل میں پڑ جاؤ گے. گزشتہ قوموں میں سے یہودیوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا. لیکن وہ خود ان باتوں پر جن کو انھوں نے پوچھ پوچھ کر معلوم کیا تھا، عمل نہ کر سکے۔

واضح ہو کہ اس بارے میں کئی حدیثیں بھی ہیں جن کا مضمون یہ ہے کہ جب میں تم کو آزادی دوں تو تم بھی مجھ کو آزاد دو اور سوال مت کرو. کیونکہ گزشتہ لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ انھوں نے اپنے اپنے پیغمبروں سے بہت سے سوالات کئے پھر جب ان کو احکام بتا دیئے گئے تو انھوں نے پیغمبروں کی تعلیم کی مخالفت کی. اللہ تعالیٰ نے جو فرائض ٹھہرا دیئے ہیں ان سے غفلت مت برتو اور جو حدود مقرر کر دی ہیں ان سے تجاوز مت کرو جن چیزوں کو حرام کر دیا ہے تم ان کی حرمت کی خلاف ورزی مت کرو. اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم و فضل سے نہ کہ بھول چوک سے جن چیزوں سے سکوت فرمایا، تم ان کے بارے میں سوالات مت کرو کہ احکام الٰہی کا دائرہ تم پر تنگ ہو جائے۔

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا

(دیکھو) ایسی باتیں تم سے پہلے لوگوں نے بھی پوچھی تھیں (مگر جب بتائی گئیں تو) پھر وہ ان سے

كٰفِرِيْنَ ۝١٠٢ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ

منکر ہو گئے (۱) اللہ نے نہ تو بحیرہ کو مقرر کیا ہے اور نہ سائبہ کو

وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو لیکن جو لوگ کافر ہیں

يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝١٠٣

وہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں اور ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے (۲)

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو (قرآن) اللہ نے اتارا ہے اس کی طرف اور اس کے

الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ

رسول کی طرف آؤ تو کہتے ہیں کہ جس طریقے پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے

اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْــًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝١٠٤

(ان سے پوچھو کہ) اگر ان کے باپ دادا کچھ نہ جانتے ہوں اور نہ سیدھے راستے پر ہوں (تب بھی وہ انہی کے طریقہ پر رہیں گے) (۳)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ

اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی

مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا

گمراہ تمھارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا (آخرکار) تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝١٠٥ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اس وقت وہ تم کو تمھارے سب کاموں سے آگاہ کر دے گا جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے (۴) اے ایمان والو!

(۲) عرب کے مشرکوں نے جانوروں کے تعلق سے مشرکانہ رسوم ٹھہرا رکھی تھیں اور ان کو حق تعالیٰ کی خوشنودی کا سبب سمجھتے تھے. اس آیت میں ظاہر فرمایا کہ یہ رسوم اللہ تعالیٰ کی ٹھہرائی ہوئی نہیں ہیں. جو لوگ ایسا کہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہیں. اور بے عقل ہیں. بحیرہ وہ اونٹنی جس کا کان چیر کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور اس کا دودھ نہیں نکالتے تھے. سائبہ وہ اونٹ یا اونٹنی جس کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور اس سے کوئی کام نہیں لیتے تھے اور اس پر سوار نہیں ہوتے تھے. وصیلہ وہ اونٹنی جس کے پہلے دو بچے اوپر تلے مادہ ہوتے تھے. اس کو متبرک سمجھ کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے. حامی وہ اونٹ جس کی نسل سے متواتر دس بچے پیدا ہو جاتے تھے اس کو بھی متبرک سمجھ کر چھوڑ دیتے تھے اور اس سے کام نہیں لیتے تھے.

(۳) یعنی ان مشرکین کی عقلوں پر تعجب ہے کہ جب ان پر ان کی جہالت کو واضح کیا جاتا ہے اور ان کو احکام الٰہی کی طرف بلایا جاتا ہے تو بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کریں یہ جواب دیتے ہیں کہ ہمارے لئے تو وہ طریقے کافی ہیں جن پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے. تعجب ہے کہ وہ اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید کرتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ان کے باپ دادا عقل و بصیرت کی راہ پر تھے یا نہیں. بزرگوں کی تقلید اسی وقت تک ٹھیک ہے جب کہ وہ راہ راست پر ہوں لیکن اگر وہ گمراہ ہوں تو ان کی تقلید کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟

(۴) یعنی اے مسلمانو! ان کافروں اور مشرکوں کی گمراہی سے تم کو زیادہ رنجیدہ نہیں ہونا چاہئے. تمھارا کام یہ ہے کہ تم خود راہ راست پر رہو اور مقدور بھر کوشش کر کے کافروں کو دین حق سمجھا دو پھر بھی اگر وہ نہ مانیں تو تم ان کی گمراہی سے زیادہ رنجیدہ نہ ہو اور اپنے کام میں لگے رہو. اگر تم خود ٹھیک رہے تو ان کی گمراہی تم کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گی.

شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ

جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب ہو (اور وہ وصیت کرنی چاہے) تو وصیت کے

الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ

وقت تم میں سے دو معتبر شخصوں کی گواہی ہونی چاہیئے یا اگر ایسا ہو کہ تم سفر میں ہو

اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ

اور موت کی مصیبت پیش آجائے (اور مسلمان گواہ نہ مل سکیں) تو کسی دوسرے مذہب کے دو شخصوں کو

الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ

گواہ کر لو پھر اگر تم کو ان گواہوں کی سچائی میں کسی طرح شبہ پڑ جائے تو ان دونوں کو (کسی) نماز کے بعد روک لو پھر وہ دونوں اللہ کی قسم کھا کر

اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِىْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا

کہیں کہ ہم اس قسم کے عوض کوئی نفع لینا نہیں چاہتے اگرچہ وہ شخص جس کے حق میں ہم گواہی دیں ہمارا قرابتدار ہی کیوں نہ ہو اور نہ

نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ۝۱۰۶ فَاِنْ عُثِرَ

ہم اللہ کی گواہی چھپائیں گے اگر ایسا کریں تو بیشک ہم گناہ گار ہیں (۱) پھر اگر یہ معلوم ہو کہ

عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا

ان دونوں گواہوں نے جھوٹ بول کر گناہ کمایا ہے تو جن لوگوں کا انھوں نے حق مارنا چاہا تھا

مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ

ان میں سے ان کی جگہ دو گواہ کھڑے ہوں جو میت سے قریبی رشتہ رکھتے ہوں پھر وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ

لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَاۤ ۖ اِنَّاۤ

ہماری گواہی ان کی گواہی سے بہت سچی ہے اور ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی ہے

اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰۷ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ

ایسا کیا ہو تو ہم ظالم ہیں تو اس طریقہ سے بہت قریب ہے کہ گواہ

(۱) اس آیت میں متنبہ کیا گیا ہے کہ انسان کو ایک روز خدا کے حضور میں پیش ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا مرنے سے قبل سارے کام ٹھیک کرلے۔ ان میں ایک اہم کام مال کی وصیت بھی ہے تاکہ خود بھی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائے اور وارث بھی کسی پریشانی میں نہ پڑیں۔ اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ دو معتبر مسلمانوں کو گواہ یعنی وصی بنائے۔ اگر مسلمان نہ ملیں جیسے سفر کی حالت میں تو دو غیر مسلم ہی وصی بنالے یعنی ان کو وصیت کرے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کا مال و متاع اس کے وارثوں کے سپرد کردیں۔

ان آیات کا شان نزول یہ ہے کہ بنی سہم کا ایک مسلمان تاجر دو نصرانی تاجروں کے ساتھ تجارت کی غرض سے ملک شام کی طرف گیا اور وہاں پہنچ کر بیمار ہو گیا۔ اس نے اپنے سامان کی فہرست لکھ کر سامان میں رکھ دی اور اپنے رفیقوں کو اطلاع نہیں کی۔ ان کو وصیت کی کہ میرا کل مال میرے وارثوں کو پہنچا دینا۔ انھوں نے ایک قیمتی پیالہ نکال لیا اور باقی مال حوالے کر دیا۔ وارثوں کو مال میں فہرست ملی۔ انھوں نے وصیوں سے دریافت کیا کہ میت نے اپنا کچھ مال فروخت کیا تھا یا اس مال سے بیماری میں کچھ خرچ ہوا تھا ان دونوں نے نفی میں جواب دیا معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا۔ وارثوں کے پاس شہادت نہ ہونے کی وجہ سے وصیوں سے قسم لی گئی اور قسم پر فیصلہ ہوا۔ کچھ دنوں بعد معلوم ہوا کہ ان دونوں نے ایک سنار کے ہاتھ پیالہ فروخت کیا ہے دریافت کرنے پر انھوں نے کہا کہ پیالہ ہم نے خرید لیا تھا مگر خریدی پر گواہ نہ تھے اس لئے ہم نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ اب وصی خریدی کے مدعی تھے اور وارث اس کا انکار کر رہے تھے بالآخر میت کے قریبی رشتہ داروں نے قسم کھائی کہ یہ پیالہ مرحوم کا تھا اور یہ نصرانی قسم میں جھوٹے ہیں رشتہ داروں کی اس قسم پر پیالہ کی قیمت وارثوں کو دلا دی گئی۔

عَلٰی وَجْهِهَاۤ اَوْ یَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَیْمَانٌۢ بَعْدَ اَیْمَانِهِمْؕ
ٹھیک ٹھیک گواہی دیں گے یا اس بات سے خوف کریں گے کہ کہیں ہماری قسمیں ان کی قسموں کے بعد رد نہ کر دی جائیں
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْاؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ
بہرحال اللہ سے ڈرو اور اس کا حکم سنو اور (یاد رکھو کہ) اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت
الْفٰسِقِیْنَ۠ ﴿۱۰۸﴾ یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَاۤ
نہیں کرتا (۱) (اس دن کو یاد کرو) جس دن اللہ تمام پیغمبروں کو جمع کرے گا پھر ان سے پوچھے گا کہ تم کو (اپنی امتوں کی طرف سے) کیا
اُجِبْتُمْؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَاؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۱۰۹﴾
جواب ملا تھا؟ وہ عرض کریں گے کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں تو ہی غیب کی باتوں سے واقف ہے (۲)
اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِیْ
جب اللہ فرمائے گا اے عیسیٰ ابن مریم! میرے ان احسانات کو یاد کرو جو
عَلَیْكَ وَعَلٰی وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَیَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۫
میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کئے (جبکہ) میں نے روح القدس (یعنی جبرئیلؑ) سے تمہاری مدد کی
تُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ
(اور جبکہ) تم جھولے میں اور بڑے ہو کر (دونوں حالتوں میں) لوگوں سے یکساں گفتگو کرتے تھے اور (جبکہ) میں نے تم کو کتاب
وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ
اور حکمت اور تورات اور انجیل (یہ سب چیزیں) سکھائی تھیں اور (جبکہ) تم میرے حکم سے مٹی سے
كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِیْ
پرند کی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتا تھا
وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی
اور (جبکہ) تم مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کر دیتے تھے اور (جبکہ) تم میرے حکم سے مردوں کو (زندہ کر کے قبر سے)

ع ۱۴/۸/۴

(۱) اس سلسلہ میں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ اگر وارثوں کو شبہ ہو کہ وصی نے کچھ مال چھپا رکھا ہے تو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اس شبہ کو شہادت سے ثابت کریں۔ شہادت نہ ہو تو وصی سے قسم لی جائے اور یہ قسم ایسے وقت لی جائے جبکہ بہت سے لوگ جمع ہوں جیسے عصر کی نماز کا وقت۔ تاکہ ان کی موجودگی میں وہ جھوٹی قسم کھانے سے باز رہے۔ اگر وہ قسم کھا لے تو مقدمہ اس کے موافق ہوگا۔ لیکن اگر قسم کھانے کے بعد یہ ظاہر ہو جائے کہ اس نے جھوٹی قسم کھائی تھی تو ایسی صورت میں میت کے دیگر قریبی رشتہ داروں سے وارثوں کے بیان کی تصدیق حاصل کی جائے۔ اس لئے کہ ان کی شہادت وصی کی شہادت سے زیادہ قابلِ قبول ہوگی۔ اور جب رشتہ دار اس امر کی شہادت دیں کہ وصی جو کچھ کہہ رہا ہے اس کے صحیح ہونے کا ان کو کوئی علم نہیں ہے اور وارثوں کا بیان صحیح ہے تو ایسی صورت میں فیصلہ وارثوں کے حق میں ہوگا۔ وصی کی دروغ بیانی کے آثار و قرائن کی صورت میں میت کے قریبی رشتہ داروں کی شہادت رکھی جانے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب وصی کو یہ معلوم ہوگا تو وہ دروغ بیانی سے باز رہے گا اور خلاف بیانی سے یہ اندیشہ اس کو روک دے گا کہ اس کی قسم رشتہ داروں کی قسم کے بعد بے اثر ہو جائے گی۔ بہرحال خدا کی نافرمانی کرنے والے کبھی کامیابی کا چہرہ نہیں دیکھتے اور انجام کار رسوا اور ذلیل ہوتے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے اور ہر ملک میں پیغمبروں کو بھیجا۔ بہت کم لوگوں نے ان بزرگوں کی نصیحتوں کو سنا اور ان پر عمل کر کے اپنی زندگیوں کو سدھارا لیکن بہت سے بندوں نے اپنے پروردگار کے پیغام سے منہ پھیر لیا اور پیغمبروں کی نافرمانیاں کیں۔ اس کے علاوہ اہلِ کتاب نے پیغمبروں کی اولاد ہونے پر بڑا غرور کیا اور یہ سمجھ بیٹھے کہ پیغمبر بہرصورت شفاعت کر کے ان کو عذابِ الٰہی سے بچا لیں گے۔ خاص کر عیسائیوں نے تو کفارہ کا عقیدہ گھڑ کر اپنے خیال میں اللہ تعالیٰ سے نجات کا پروانہ لکھوا لیا ہے اور بے فکر ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔ قیامت کے دن پیغمبروں سے جو سوال و جواب ہوں گے ان کا ذکر ایک پُر رعب انداز میں فرمایا تاکہ نافرمانوں اور مغروروں کے دل ہل جائیں، ان کی آنکھیں کھلیں اور وہ راہِ راست پر آنے کی کوشش کریں۔ عیسائیوں کی تنبیہ کے لئے خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نمایاں اور طویل فرمایا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عظمت و جلال کے ساتھ ظہور فرمائے گا۔ اور سارے انسان اس کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ اس وقت پیغمبروں کو جمع کر کے ان سے دریافت فرمائے گا کہ میں نے تم کو اپنی اپنی قوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔ بتاؤ کہ انھوں نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا اور میرے پیغام کو کس حد تک قبول کیا۔ پیغمبر جواب دیں گے "ہمیں کچھ علم نہیں۔ تو ہی غیب کی باتیں جاننے والا ہے۔" یعنی ہم تیرے سامنے کیا بیان کریں تیرے علم کے آگے ہمارا علم بہت کم ہے گویا کہ نہیں ہے۔ ہم تو وہی جانتے ہیں جو انھوں نے ظاہر میں کیا اور جس کو ہم نے دیکھا لیکن ان کے دلوں کا حال ہم نہیں جانتے اسی طرح ہم ان افعال و اعمال کو بھی نہیں جانتے جو انھوں نے ہمارے پیچھے کئے۔ تو ہی ان سب باتوں سے خوب واقف ہے، کیونکہ غیب کی باتوں کا جاننے والا تو ہی ہے۔

بِإِذْنِيْ ۚ وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُمْ

نکال کھڑا کرتے تھے اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم پر دست درازی کرنے سے روکا جس وقت تم ان کے پاس

بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ إِنْ هٰذَآ إِلَّا

روشن دلیلیں لے کے آئے تو ان میں سے جو لوگ (تمہاری رسالت کے) منکر تھے وہ (نشانیاں دیکھ کر) کہنے لگے

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾ وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيّٖنَ أَنْ اٰمِنُوْا بِيْ

کہ یہ تو کھلا جادو ہے (۱) اور جب کہ میں نے حواریوں کی طرف حکم بھیجا کہ مجھ پر اور میرے پیغمبر پر

وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ إِذْ قَالَ

ایمان لاؤ تو انھوں نے کہا کہ (اے پروردگار) ہم ایمان لے آئے اور تو گواہ رہنا کہ ہم فرماں بردار ہیں (۲) (وہ واقعہ بھی یاد کرو)

الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ أَنْ

جب کہ حواریوں نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تمہارا پروردگار ایسا کر سکتا ہے کہ ہم پر

يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۗ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ إِنْ كُنْتُمْ

آسمان سے (کھانے کا) خوان اتارے تو (عیسیٰ نے) کہا کہ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ أَنْ نَّأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا

اللہ سے ڈرو انھوں نے کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم اسمیں سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن

وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ

ہو جائیں اور ہم جان لیں کہ تم نے ہم سے سچ کہا ہے اور ہم اس خوان کے نازل ہونے پر

الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ أَنْزِلْ

گواہ رہیں (۳) تب عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی اے اللہ! ہمارے پروردگار ہم پر

عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّأَوَّلِنَا

آسمان سے خوان نازل فرما تاکہ ہمارے لئے وہ (دن) عید قرار پائے یعنی ہمارے اگلوں

(۱) یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ساری اولاد آدم کے سامنے حضرت عیسیٰؑ پر اپنے احسانات کو ظاہر فرمائے گا۔ قیامت کے دن ہونے والے واقعہ کا ذکر اس لئے فرمایا کہ عیسائیوں پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کی نعمتوں کے محتاج تھے، خدا یا اس کے فرزند نہ تھے۔

روح القدس، سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں جن کا فرشتوں میں بہت بلند مقام ہے۔ جہاں تک ہم کو معلوم ہے پیغمبروں کے پاس وحی لانا اور ان کی تائید کرنا حضرت جبرئیل کا خاص کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ روح القدس کا خاص تعلق تھا جس کا اثر یہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کی زندگی میں روحانیت کا غلبہ تھا۔ حضرت مریمؑ کے پاس بشارت وہی لائے تھے اور لکھا ہے کہ انہی کے نفخ (پھونک) سے حمل قرار پایا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ کے وہ سارے معجزات جن کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور روح القدس کی تائید سے ظاہر ہوتے تھے

(حضرت عیسیٰؑ کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو رکوع ۵ سورۂ آل عمران)

(۲) یعنی یہ بھی ہمارا احسان ہے کہ ہم نے حواریوں کو تمہارے گرد جمع کر دیا اور ان کے دلوں میں ڈالا کہ وہ تمہاری نبوت کی تصدیق کریں تاکہ تمہارا نام اور کام دنیا میں باقی رہے، ورنہ یہودیوں کی ساری قوم تو تمہاری جان کی دشمن ہو گئی تھی۔

اس آیت میں اس بات کو بھی واضح فرمایا کہ حواریوں کا عقیدہ صحیح تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے تھے یعنی انھوں نے حضرت عیسیٰؑ کو رسول کی حیثیت سے مانا تھا نہ کہ عین اللہ یا ابن اللہ وغیرہ کی حیثیت سے جو بعد کے عیسائیوں کی من گھڑت ہے۔

(۳) جب حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ سے مائدہ یعنی خوان کی فرمائش کی تو انھوں نے ان کو سرزنش کی اور فرمایا کہ ایمان والوں کی یہ شان نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایسی بے جا فرمائشیں کیا کریں۔ اس پر حواریوں نے عرض کیا کہ معاذ اللہ! اس کی شان میں گستاخی کا خیال نہیں ہے بلکہ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اس میں سے کچھ کھائیں جس سے ہمارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو اور ہم کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ آپ نے ہم کو جو غیب کی خبریں بتائی ہیں ان میں آپ بالکل سچے ہیں۔ پھر یہ کہ ہم دوسروں کے لئے گواہ بن جائیں اور آپ کی صداقت کا یقین دوسروں کے دلوں میں پیدا کریں۔

وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿١١٤﴾

اور پچھلوں کے لئے اور وہ تیری طرف سے نشانی ہو اور ہم کو روزی عطا فرما کہ تو بہتر روزی دینے والا ہے (۱)

قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ

اللہ نے فرمایا کہ میں تم پر ضرور خوان نازل کروں گا لیکن اس کے بعد تم میں سے جو شخص کفر کریگا

فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ

تو میں اس کو ایسا عذاب دوں گا کہ دنیا میں کسی کو ایسا عذاب نہ

الْعٰلَمِيْنَ ﴿١١٥﴾ ع وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ

دوں گا (۲) اور (اس وقت کو یاد کرو) جب اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا

قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ

تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود قرار دو

قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۤ بِحَقٍّ ۭ

وہ کہیں گے (اے پروردگار:) تو پاک ہے مجھ سے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں تیری شان میں ایسی بات کہوں جسکے

اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ

کہنے کا مجھکو کوئی حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہو گا تو تجھکو ضرور معلوم ہو گا (کیونکہ) جو بات میرے دل میں ہے تو اسے جانتا

اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿١١٦﴾

ہے اور جو تیرے ضمیر میں ہے اسے میں نہیں جانتا بیشک تو ہی غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے (۳)

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

میں نے تو ان سے وہی بات کہی تھی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا

رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ

اور تمہارا (سب کا) پروردگار ہے اور جب تک میں ان میں رہا ان کے حالات کی خبر رکھتا رہا

منزل ۲

(۱) جب اس بات کا اطمینان ہو گیا کہ حواریوں کی نیت ٹھیک ہے تو حضرت عیسیٰؑ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ:۔ پروردگار! ہم پر ایک خوان نازل فرما جو تیری ایک نعمت ہونے کی وجہ سے ہمارے زمانے والوں کے لئے اور بعد آنے والوں کے لئے عید اور خوشی کا سبب ہو اور تیری قدرت کی اور میری نبوت کی ایک نشانی ہو۔

پروردگار! ہماری التجا قبول فرما اور خوان کے ذریعہ ہم کو روزی عطا فرما کیونکہ تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

(۲) حضرت عیسیٰؑ کی دعا کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ:۔ میں تم پر مطلوبہ خوان تو نازل کروں گا لیکن جو شخص ناشکرگزار ہو گا اور میری ہدایات کی پابندی نہیں کرے گا اس کو ایسی سخت سزا دوں گا کہ ایسی سزا دنیا جہان میں کسی کو نہ دوں گا۔

مفسرین نے کئی حدیثوں کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں پر غیب سے خوان اترتا تھا جس پر روٹیاں اور گوشت ہوتا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے حکم دیا تھا کہ اس کو کھاؤ اور جمع کرکے نہ رکھو۔ لیکن بعض لوگوں نے حکم الٰہی کی خلاف ورزی کی اور خوان کا کھانا دوسرے دن کے لئے اٹھا رکھا۔ نافرمانی کی سزا میں ان لوگوں پر عذاب نازل ہوا کہ بندروں اور سوروں کی طرح ہو گئے۔

(۳) یعنی قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اپنے احسانات کا ذکر کرکے حضرت عیسیٰؑ سے دریافت فرمائے گا کہ:۔ کیا تم نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لو۔ اس سوال پر حضرت عیسیٰ لرز اٹھیں گے اور نہایت عاجزی سے عرض کریں گے:۔ پروردگار! میں تیرا عاجز بندہ ہوں میں نہایت ادب کے ساتھ ساری مخلوق کے سامنے تیری سبوحیت یعنی ہر عیب سے پاک ہونے کا اظہار کرتا ہوں اور شرک سے اپنی برأت کا اعلان کرتا ہوں۔ پروردگار! تو نے اپنے فضل سے مجھے پیغمبر بنایا تھا اور میں نے اپنے کو لوگوں کے سامنے تیرے ایک پیغمبر کی حیثیت سے پیش کیا تھا۔ مجھ سے یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ تیری سبوحیت کے خلاف کوئی بات زبان سے نکالتا اور اپنے کو پیغمبری کے مقام سے گراتا۔

پروردگار! تو جانتا ہے کہ میں غلط بیانی نہیں کر رہا ہوں۔ اگر میں نے ایسی ناپاک بات کہی ہو گی تو وہ ضرور تیرے علم میں ہو گی تو تو میرے دل کی باتوں کو جانتا ہے، کیونکہ تو غیب کی ساری باتوں کا جاننے والا ہے۔

واضح ہو کہ قیامت کے دن ہونے والے اس سوال و جواب کے بیان کرنے سے عیسائیوں کو تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ حضرت عیسیٰؑ جن کی محبت میں غلو کرکے انھوں نے شرک اور کفارہ کے عقیدے گھڑ رکھے ہیں، وہ خود قیامت کے دن ان عقیدوں سے بیزاری ظاہر کریں گے اور ساری اولاد آدم کے سامنے عیسائیوں کے مشرک ہونے کا اعلان کردیں گے اور شرک کی وجہ سے ان کو سزا کا مستحق قرار دیں گے۔ لہٰذا عیسائیوں کو چاہیئے کہ اپنی آنکھوں سے غفلت کے پردے ہٹائیں، اپنی غلطی پر متنبہ ہوں اس بات پر یقین کریں کہ آج جو کچھ وہ مانتے ہیں وہ قطعاً حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم نہیں ہے، نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن اقدس سے وابستہ ہوں اور قرآن مجید سے صحیح توحید کا وہ درس لیں جس کی تلقین حضرت عیسیٰؑ اور دوسرے پیغمبر اپنے اپنے وقت میں کرتے رہے ہیں، کیونکہ آج قرآن مجید ہی ان بزرگوں کی صحیح تعلیم کا محافظ ہے اور آنحضرتؐ ہی اس کی تعلیم دینے والے ہیں۔

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ

جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھالیا تو پھر تو ہی ان کا نگہبان تھا اور تو ہر چیز سے

شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿١١٧﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ

با خبر ہے (١) اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان

تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١١٨﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا

کو بخشدے (تو تیری مہربانی ہے) بیشک تو غالب اور حکمت والا ہے (٢) اللہ فرمائے گا آج وہ

يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ

دن ہے کہ سچے بندوں کو ان کی سچائی فائدہ دے گی ان کے لئے (بہشت کے) باغ ہیں جن کے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ

نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (اور) وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے خوش ہے اور

رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١١٩﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

وہ اللہ سے خوش ہیں (انسان کے لئے) یہی سب سے بڑی کامیابی ہے (٣) آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان

وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٢٠﴾ ع

دونوں میں ہے سب کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے (٤)

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ (٦)

آیاتها ١٦٥ ۔۔۔ رکوعاتها ٢٠

سورہ انعام (٥) مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ

ہر طرح کی تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیاں

(١) یعنی حضرت عیسیٰؑ عرض کریں گے کہ پروردگار میں نے اپنی اُمت کو شرک کی تعلیم نہیں دی تھی بلکہ میں نے تو ان کو وہی حق بات سکھائی تھی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا یعنی لوگو! اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو جو میرا اور تمھارا سب کا پروردگار ہے پھر جب تک میں ان میں رہا ان کے حال سے باخبر رہا ان کی نگرانی کرتا رہا اور شرک سے ان کو بچاتا رہا لیکن جب تو نے مجھ کو اٹھالیا تو تو ہی ان کے حال کا نگران تھا۔ اور تو ہر بات سے اچھی طرح واقف ہے اور اس کا نگراں ہے۔ لہذا تو ہی بہتر جانتا ہے کہ میری امت نے اس عرصہ میں کیا کیا اور میری تعلیم کو کس کس طرح بگاڑا۔

(٢) حضرت عیسیٰؑ اپنا صحیح عقیدہ اور اپنی صحیح تعلیم ظاہر کرنے کے بعد اپنی امت کے متعلق نہایت بلیغ انداز میں عرض کریں گے کہ:- پروردگار! میری امت کے لوگوں نے دنیا میں جو کچھ کیا بیشک تو اس سے خوب واقف ہے لیکن پروردگار! یہ تیرے بندے ہیں اور آج تیرے حضور میں حاضر ہیں۔ پروردگار! تو قادر مطلق اور مختارِ کُل ہے۔ تجھے یہ بھی اختیار ہے کہ تو ان کی بدعقیدگیوں اور بداعمالیوں کی پاداش میں ان کو عذاب دے، اور تجھے یہ بھی قدرت ہے کہ تو ان کو معاف فرما دے۔ پروردگار! تو ان کے معاملے میں جس بات کو چاہے اختیار کرسکتا ہے، کائنات میں کوئی ایسا نہیں ہے جو تجھ کو اپنا اختیار استعمال کرنے سے روک سکے کیونکہ تو ہر چیز پر غالب ہے۔ اور چونکہ تو حکیم بھی ہے، اس لئے تیرا فیصلہ سرتاسر حکمت ہوگا۔

(٣) حضرت عیسیٰؑ کی التجا کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج وہ دن ہے جبکہ سچوں کو ان کی سچائی کام دے گی یعنی جن لوگوں نے پیغمبروں کی لائی ہوئی سچائی کو قبول کیا، کائنات کی بنیادی سچائی یعنی توحید کے قائل ہوئے اور اس کے
١٦ ع ٥ ٦ تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے سچوں کی طرح زندگی گزاری ایسے لوگوں کو قیامت کے دن ان کی سچائی کا پورا پورا بدلہ ملے گا کہ ان کو ہمیشہ کا عیش و آرام نصیب ہوگا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کا پروردگار ان سے خوش ہوگا اور پروردگار کی خوشنودی کا حاصل ہونا ہی انسان کے لئے سب سے بڑی کامیابی ہے۔

(٤) یعنی جب اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ تنہا وہی ساری کائنات کا مالک اور شہنشاہ ہے اور قادرِ مطلق ہے کہ اس کو ہر چیز پر کامل قدرت حاصل ہے تو پھر وہی اس لائق ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا جائے اسی کی عبادت کی جائے اور اس کے احکام کے آگے سرِ تسلیم خم کردیا جائے۔

(٥) یہ سورت مکی ہے، صرف چند آیتوں کو بعض مفسرین نے مستثنیٰ کرکے مدنی بتایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے اخیر زمانے میں یہ سورت نازل ہوئی جبکہ آپؐ پر اور صحابہؓ پر سختیوں اور دشواریوں کا ہجوم تھا۔ لکھا ہے کہ رات کے وقت ساری سورت ایک دفعہ میں نازل ہوئی۔ نیز لکھا ہے کہ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرتؐ نے تسبیح کہی اور فرمایا کہ اس کے ساتھ اتنی کثرت سے فرشتے ہیں کہ انھوں نے ساری اُفق کو ڈھانک لیا ہے۔ اس سورت میں دین کے بنیادی اُصول یعنی توحید و رسالت، وحی و قرآن اور حشر ونشر کا ذکر بڑی محکم اور نفسیاتی دلیلوں کے ساتھ کیا گیا ہے۔

الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ؕ۬ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ

اور روشنی بنائی پھر (بھی) کافر (اور چیزوں کو) اپنے پروردگار

يَعْدِلُوْنَ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ

کے برابر ٹھہراتے ہیں (۱) وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر (تمہارے مرنے کا) ایک

قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ

وقت مقرر کیا اور (قیامت کا بھی) اس کے ہاں ایک وقت مقرر ہے پھر بھی تم اس میں

تَمْتَرُوْنَ ② وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ؕ

شک کرتے ہو (۲) اور آسمانوں اور زمین میں وہی اللہ ہے

يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ③

تمہاری پوشیدہ اور ظاہر (سب باتیں) جانتا ہے اور تم جو کچھ عمل کرتے ہو وہ سب سے واقف ہے (۳)

وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا

اور (دیکھو!) ان کے پروردگار کی نشانیوں میں سے جو نشانی ان کے پاس آتی ہے

كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ④ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ

وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں چنانچہ جب ان کے پاس حق آیا تو انہوں

لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا

نے اس کو جھٹلایا تو جس بات کی وہ ہنسی اڑاتے ہیں عنقریب اس کی حقیقت

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑤ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا

انہیں معلوم ہو جائے گی (۴) کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ

پہلے کتنی امتوں کو ہلاک کر دیا جن کو ہم نے دنیا میں ایسی قوت دی تھی

(۱) دوسرے مذہب والوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے غلط اور مشرکانہ عقیدے گھڑ رکھے ہیں اور اس کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنا رکھا ہے۔ کوئی دو خداؤں کو مانتا ہے اور کوئی تین کو کسی نے کروڑ ہا دیوؤں اور دیوتاؤں کو خدائی کا درجہ دے رکھا ہے۔

اس آیت میں سارے باطل عقیدوں کی تردید کر کے توحید کا درس دیا گیا ہے یعنی حقیقت یہ ہے کہ ساری کائنات کی اصل وہ ذات ہے جس کا پاک نام اللہ ہے اور جو ہر طرح کے جمال و کمال کا سرچشمہ ہے۔ اس کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ اس نے آسمان و زمین کی اس عظیم الشان کائنات کو پیدا کیا اور اس میں اندھیرے اجالے، رات دن اور علم و جہل کا اختلاف رکھا۔ جب حقیقت یہ ہے تو پھر ہر طرح کی حمد و ستائش اسی ایک ذات کو زیبا ہے۔ یاد رکھو کہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور محتاج ہے اور مخلوق میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقابل میں کسی طرح کی ستائش کا دعویٰ کر سکے۔ پھر ان لوگوں کی عقلوں کو کیا ہو گیا ہے اپنے پیدا کرنے والے اور پروردگار کو چھوڑ کر دوسروں کی پوجا کرتے اور ان کی تعریفوں کے گیت گاتے ہیں۔

(۲) اوپر کی آیت میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا پیدا کرنے والا ہے، اس لئے تنہا وہی عبادت کا مستحق ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی طرف متوجہ فرمایا کہ اسی نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا اور اسی نے اس کی موت کا وقت بھی ٹھہرا دیا۔ لہذا اسی کی عبادت کرنی چاہئے۔ نیز اس آیت میں موت کے ذکر کے تعلق سے قیامت کا ذکر بھی کیا اور اس کا یقین دلوں میں پیدا فرمایا۔ بات یہ ہے کہ انسان، حیوانات اور نباتات کے افراد کی موت اور ہلاکت کے واقعات تو ہر وقت ہمارے سامنے ہوتے رہتے ہیں اگر ہم یوں سوچیں کہ سب کا پیدا کرنے والا تو ایک ہی ہے جس طرح اس نے افراد کی زندگی کے لئے ایک مدت مقرر کر دی ہے، بالکل اسی طرح ساری کائنات کے لئے بھی ایک مدت ٹھہرا دی ہے۔ مدت کے ختم پر اس کے حکم سے ساری کائنات فنا کر دی جائے گی اسی کا نام قیامت ہے۔ اس میں شک کرنے کی کیا بات ہے۔

(۳) یعنی جب حقیقت یہ ہے کہ آسمان اور زمین میں اسی کی فرماں روائی ہے، اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے، وہ انسان کے ظاہر و باطن کو بھی خوب جانتا ہے اور اس کے اعمال سے بھی خوب واقف ہے تو پھر وہی اس بات کا مستحق ہے کہ لوگ اس کو معبود بنائیں اس سے التجا کریں اور اس سے مدد چاہیں۔ یہی توحید ہے اور یہی قرآن کا پیغام ہے۔

(۴) یعنی انسان کی غفلت اور جہالت پر افسوس ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو جھٹلاتا ہے اور ان سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ چنانچہ قریش کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی قدرت کی ایک بہت بڑی نشانی یعنی قرآن مجید کو نازل فرمایا، لیکن یہ لوگ ہیں کہ اس سے منہ پھیرے ہوئے ہیں اور اس سے نصیحت نہیں حاصل کرتے ہیں۔ لیکن ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کے استہزا اور تمسخر کے برے نتیجے عنقریب ان کے سامنے آ جائیں گے۔ کے بڑے مفسرین نے لکھا ہے کہ آخرت کے عذاب کے علاوہ اس آیت میں کفر و اسلام کی کشمکش کے اس نتیجے کی طرف بھی اشارہ تھا جو ہجرت کے بعد ظاہر ہوا یعنی اسلام کی فتح ہوئی، قریش کا باطل پرستانہ نظام ایک ایک کر کے ٹوٹ گیا اور ان کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں۔

مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا

کو ویسی قوت تم کو نہیں دی اور ان پر آسمان سے لگاتار مینہ برسایا

وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ

اور ان (کی بستیوں) کے نیچے نہریں جاری کیں لیکن پھر ہم نے ان کے گناہوں کی

بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝٦

وجہ سے انھیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد دوسری امتیں پیدا کر دیں (۱)

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ

اور (اے پیغمبر) اگر ہم تم پر کاغذ میں لکھی لکھائی ایک کتاب نازل کرتے اور یہ اسے کو

بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ

اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے پھر بھی جو کافر ہیں وہ یہی کہتے کہ یہ تو کھلا جادو

مُّبِيْنٌ ۝٧ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ

ہے (۲) اور وہ کہتے ہیں کہ اس پیغمبر پر فرشتہ کیوں نہیں اترتا (کہ اس کی تصدیق کرے) اور

اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝٨ وَلَوْ

اگر ہم فرشتہ نازل کرتے تو قصہ ہی ختم ہو جاتا پھر ان کو (کچھ بھی) مہلت نہ دی جاتی اور اگر

جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا

ہم کسی فرشتے کو (رسول بنا کر) بھیجتے تو اسے بھی انسان ہی کی صورت پر بھیجتے اور جو شبہ یہ اب کرتے ہیں اسی شبہ میں

يَلْبِسُوْنَ ۝٩ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ

اس وقت بھی انھیں ڈال دیتے (۳) اور (اے پیغمبر) تم سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا ہے تو مذاق

بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝١٠ ع

اڑانے والوں کو اسی عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے

(۱) گزشتہ قوموں کی سرگزشتوں میں منکرین کے لئے درس عبرت ہے۔ اگر یہ تاریخ کی ورق گردانی کریں تو ان کو معلوم ہوگا کہ بعض قوموں کو اپنے اپنے زمانے میں اللہ تعالےٰ نے بڑی عظمت عطا فرمائی تھی اور طرح طرح کی نعمتوں سے ان کو نوازا تھا۔ حکومت و سلطنت، شان و شوکت، دولت و عزت اور عیش و عشرت میں ان کا کوئی مدِ مقابل نہ تھا لیکن جب انھوں نے اللہ تعالےٰ کے احکام سے منہ پھیرا اور نافرمانی اور سرکشی پر کمر باندھی تو اللہ تعالےٰ نے ان کے اعمال کی پاداش میں ان کو تباہ کر دیا اور ان کی جگہ دوسری قوموں کو اٹھا کھڑا کیا۔

اگر قریش کی سرکشی کا یہی حال رہا تو وہ دن دور نہیں جب کہ وہ صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے جائیں گے اور ان کی سرگزشت بھی دوسروں کے لئے درس عبرت بن جائے گی۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ ایسا ہی ہوا۔

(۲) لکھا ہے کہ نضر بن حارث، عبداللہ بن امیہ اور نوفل بن خویلد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم آپ کو اس وقت سچا مانیں گے جب کہ آپ پر ایک لکھی لکھائی کتاب نازل ہو اور اس کے ساتھ چار فرشتے بھی ہوں جو اس بات کی گواہی دیں کہ یہ کتاب اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے اور یہ کہ آپ اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔

اس جاہلانہ فرمائش کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جن لوگوں کے دلوں میں سچائی کی طلب نہیں ہوتی ان کے حق میں کوئی گواہی بھی کارآمد نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ان لوگوں کا یہی حال ہے کہ اگر ان کی فرمائش پوری کر دی جائے اور لکھی لکھائی کتاب اُن کے سامنے رکھ دی جائے جس کو یہ ہاتھ سے چھو بھی لیں تب بھی یہ لوگ یہی کہیں گے کہ یہ تو ایک کھلا ہوا جادو ہے۔

(۳) فرشتہ اُترنے کے مطالبہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ دنیا ایک طرح کی امتحان گاہ ہے۔ یہاں انسانوں سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ غیب کی باتوں پر ایمان لائیں اور پھر ایمان کے تقاضوں کو پورا کر کے اپنی زندگی کو سدھاریں۔ انکار کرنے والوں کو بھی مہلت دی جاتی ہے کہ وہ زندگی میں کسی وقت بھی عقل و بصیرت سے کام لے کر راہ راست پر آجائیں۔ گویا یہ مہلت منکروں کے لئے ایک بڑی رحمت ہے لیکن اگر اللہ تعالےٰ فرشتہ نازل کر دیتا تو پھر اس کے ساتھ آخری فیصلہ بھی صادر فرما دیتا یعنی امتحان کی مدت ختم ہو جاتی اور نتیجہ کا وقت آجاتا اور منکروں پر عذاب نازل ہو جاتا اس لئے منکروں کے حق میں فرشتہ کا نازل نہ ہونا ہی رحمت ہے۔

ع
۱
۷

دوسری بات یہ کہ اگر فرشتہ اپنی اصلی صورت میں لوگوں کے سامنے آئے تو نہ تو یہ لوگ اس سے مانوس ہو سکتے ہیں اور نہ اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور اگر فرشتہ آدمی کی صورت میں آئے تو اس کے آنے سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ یہ لوگ اس کے بارے میں بھی اسی طرح شبہ میں پڑ جائیں گے جس طرح آنحضرت ؐ کے بارے میں پڑے ہوئے ہیں۔

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ
(اے پیغمبر!) ان لوگوں سے کہو کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ (پیغمبروں کے) جھٹلانے والوں کا
عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١١﴾ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ
کیا انجام ہوا (۱) (اے پیغمبر!) ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے
وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ
وہ کس کا ہے تم (خود ہی) کہدو کہ یہ سب کچھ اللہ کا ہے اس نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم کر لیا ہے
لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا
وہ تم سب کو قیامت کے دن جس کے آنے میں کچھ بھی شبہ نہیں ضرور جمع کرے گا (اے پیغمبر!) جن لوگوں نے اپنے آپ کو
اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢﴾ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ
نقصان میں ڈال رکھا ہے وہ ایمان نہیں لاتے اور (دیکھو!) جو کچھ رات کی تاریکی میں ہے
وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١٣﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ
اور دن کی روشنی میں ہے وہ سب اسی کا ہے اور وہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے (۲) (اے پیغمبر!) ان سے کہدو کہ کیا میں
اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ
اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو کارساز بناؤں؟ وہ تو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ سب کو روزی دیتا ہے
وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ
لیکن کوئی اسے روزی نہیں دیتا (یہ بھی) کہدو کہ مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اللہ کا فرماں بردار
اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٤﴾ قُلْ اِنِّيْٓ
بنوں اور (اس نے مجھ سے کہا ہے کہ اے پیغمبر!) خبردار مشرکوں میں سے نہ ہونا (۳) (اور یہ بھی) کہدو کہ
اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥﴾
اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن (یعنی قیامت) کے عذاب کا ڈر ہے

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے پیغمبر! تم سے پہلے جتنے پیغمبر گزرے ہیں سب کا اسی طرح مذاق اڑایا گیا ہے جس طرح یہ لوگ تمہارا مذاق اڑاتے ہیں۔ لیکن آخرکار مذاق اڑانے والوں کے اعمال کی پاداش ان کے سامنے آگئی اور عذاب الٰہی نے ان کو گھیر لیا۔ لہٰذا جو لوگ تمہارا مذاق اڑاتے ہیں ان سے کہدو کہ ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو اور تباہ ہونے والی قوموں کے آثار کا مطالعہ کرو جو ہر ملک میں دکھائی دیتے ہیں۔ ان پر غور کرنے سے تم کو صاف نظر آجائے گا کہ پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔ اگر تم میرا مذاق اڑانے اور میرے جھٹلانے سے باز نہیں آتے تو تم بھی اسی انجام کے لئے تیار رہو جو گزشتہ قوموں کا ہوا۔

(۲) یعنی اے پیغمبر! توحید کا انکار کرنے والوں سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، وہ سب کس کا ہے؟ اوّل تو ان کو خود ہی جواب دینا چاہئیے، کیونکہ یہ خود اس حقیقت کو جانتے اور مانتے ہیں کہ سب کچھ اللہ ہی کا ہے۔ لیکن اگر یہ بحث میں مغلوب ہو جانے کے خیال سے صحیح جواب نہ دیں تو تم خود ان سے کہو کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے، وہ اللہ ہی کا ہے۔ جب حقیقت یہ ہے تو پھر اس کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنانا کہاں کی عقلمندی ہے۔

نیز ان کو یہ بتاؤ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے سرکشوں کو دنیا میں مہلت دے رکھی ہے اور ان کے اعمال کا فیصلہ اس دن کے لئے اٹھا رکھا ہے جس کا نام قیامت ہے اور جس کے آنے میں کچھ شک نہیں ہے لیکن افسوس کہ جن لوگوں نے اپنے ہاتھوں اپنے کو تباہ کر رکھا ہے، وہ اس دن کو نہیں مانتے۔ دیکھو! وہ کمبخت قیامت کو کیا مانیں گے جو اللہ تعالےٰ کو معبود یکتا نہیں مانتے۔ حالانکہ اس کی شان یہ ہے کہ رات کے اندھیرے اور دن کے اجالے میں جو کچھ ٹھہرا ہوا ہے، سب کچھ اسی کا ہے، وہ سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔ پھر ایسی ذات کو چھوڑ کر انھوں نے دوسروں کو معبود بنا رکھا ہے۔

(۳) اے پیغمبر! توحید کا انکار کرنے والوں سے کہدو کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو کارساز بنالوں، حالانکہ اللہ وہ ہے جو آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا ہے، جو ساری مخلوق کو روزی دیتا ہے اور سب کی احتیاجات کو پوری کرتا ہے اور جو خود کسی کا محتاج نہیں ہے۔ دیکھو! اگر میں ایسا کروں تو مشرکوں میں سے ہو جاؤں گا۔ اس لئے میں ایسا نہیں کر سکتا بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ چاہے کوئی برا مانے یا بھلا مانے اور چاہے کوئی ایمان لائے یا نہ لائے، میں سب سے پہلے شرک سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں اور اسلام کا اعلان کرتا ہوں اور دوسروں کو دعوت دیتا ہوں کہ ہمت کر کے وہ بھی میرے ساتھ بولیں اور بے دھڑک حق بات کا اعلان کر دیں۔

مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ

اس روز جس شخص سے عذاب ٹال دیا گیا اس پر اللہ نے بڑا رحم فرمایا اور یہ کھلی کامیابی

الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ

ہے (۱) اور (اے انسان!) اگر اللہ تجھ کو کسی قسم کی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس تکلیف کو

اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

دور کرنے والا نہیں اور اگر تجھ کو کچھ نعمت اور راحت پہنچائے تو (کوئی اس کو روکنے والا نہیں کیونکہ) وہ ہر چیز پر

قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ

قادر ہے اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ بڑی حکمت والا اور سب کی خبر

الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ

رکھنے والا ہے (۲) (اے پیغمبر! ان لوگوں سے) پوچھو کہ کونسی چیز ہے جس کی گواہی سب سے بڑی گواہی ہے، پھر تم (ان سے) کہہ دو کہ

شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۚ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ

میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اور یہ قرآن وحی کے ذریعہ مجھ پر اتارا گیا ہے تاکہ تم کو اور اس کو جس تک

لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ

یہ قرآن پہنچے (سب کو) اللہ کے عذاب سے ڈراؤں۔ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے

اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ

ساتھ اور معبود بھی ہیں؟ تم کہہ دو کہ میں تو ایسی گواہی نہیں دیتا کہہ دو کہ میری گواہی یہ ہے کہ صرف وہی ایک معبود

وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾ م اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ

ہے اور جو تم شرک کرتے ہو میں اس سے بری (اور بیزار) ہوں (۳) جن لوگوں کو ہم نے کتاب

الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ م اَلَّذِيْنَ

دی ہے وہ (ہمارے پیغمبر محمدؐ کو) اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں جن

(۱) یعنی میں شرک کے معاملہ میں تمہارا کہنا کیسے مان سکتا ہوں کیونکہ اگر میں پروردگار کی نافرمانی کروں تو مجھے قیامت کے دن عذاب کا ڈر ہے۔ اور قیامت کا دن ایسا سخت ہے کہ جنت حاصل کرنا تو بڑی بات ہے، اگر اس دن آدمی سے عذاب ٹل جائے تو سمجھو کہ اللہ نے اس پر بڑا رحم کیا اور وہ کامیاب ہو گیا۔

(۲) اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور اس کی قدرت بہت بڑی ہے۔ اگر وہ کسی کو تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی دوسرا اس کو نہیں ٹال سکتا۔ اور اگر وہ کسی کو اپنی نعمت سے سرفراز کرے تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ اس کو اپنے بندوں پر پورا پورا اقتدار حاصل ہے۔ وہ اپنے بندوں کے حالات سے پوری طرح واقف ہے، اور بڑی حکمت کے ساتھ ان کے حق میں فیصلے صادر فرماتا ہے۔

اس لئے وہی اس بات کا مستحق ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس سے دعائیں مانگیں۔

(۳) توحید کے بیان کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی صداقت کا ذکر بھی اس آیت میں فرمایا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اے پیغمبر! جو لوگ تمہاری نبوت کے بارے میں شک کرتے ہیں اور تم سے گواہی طلب کرتے ہیں تو ان سے کہو کہ چھوٹی چھوٹی گواہیوں کا ذکر ہی کیا ہے، میں تو کائنات کی سب سے بڑی شہادت اپنی تائید میں پیش کر سکتا ہوں۔ اچھا تم ہی بتاؤ کہ کائنات میں سب سے بڑی شہادت کس کی ہے۔ اگر ضد اور ہٹ کی وجہ سے تم نہیں بتاتے تو میں بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی گواہی کائنات کی سب سے بڑی گواہی ہے کیونکہ اُسی نے ساری کائنات کو پیدا کیا ہے، وہ ذرہ ذرہ کے حال کا نگراں اور اس سے واقف ہے۔ اس لئے میں اپنے اور تمہارے درمیان اس کو گواہ کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ اس نے میرے پاس اس قرآن کی وحی بھیج کر اپنی گواہی کو ظاہر فرما دیا ہے۔ لہٰذا میں تم کو اور ان لوگوں کو جن کے پاس یہ پیغام پہنچے، سب کو آگاہ کر دیتا ہوں۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی اس گواہی کو سمجھ لو اور میری رسالت پر ایمان لے آؤ تو اچھا ہے۔ ورنہ تھوڑے دن انتظار کرو! اللہ تعالیٰ مجھے کامیاب اور تم کو ناکام کرکے میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا اور میری تائید میں اپنی گواہی کو فیصلہ کن شکل میں ظاہر فرما دے گا کہ پھر تمہاری زبانیں ہی بند ہو جائیں گی اور تم ہٹ دھرمی بھی نہ کر سکو گے۔

اچھا! رسالت پر کائنات کی سب سے بڑی شہادت پیش ہونے کے بعد اور وحی الٰہی کے ذریعہ یقینی علم ظاہر ہونے کے بعد اب بتاؤ کہ توحید کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا اب بھی تم یہی گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود بھی ہیں۔ اگر تمہاری گواہی یہی ہے تو سنو کہ میں ایسی گواہی نہیں دیتا۔ میں تو یہ اعلان کرتا ہوں کہ وہی اللہ اکیلا معبود ہے اور یہ کہ تم جو شرک کرتے ہو میں اس سے بالکل بری اور بیزار ہوں۔

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ

لوگوں نے خود اپنے آپ کو نقصان میں ڈال رکھا ہے وہ ایمان نہیں لاتے (۱) اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا

مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ

جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے بیشک

لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ

ظلم کرنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوں گے اور جس دن ہم سب لوگوں کو جمع کریں گے پھر مشرکوں سے پوچھیں گے کہ

لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ

آج وہ تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریک کہاں ہیں جن (کے معبود ہونے) کا تم دعوے

تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ

کرتے تھے تو اس وقت ان کے پاس اس کے سوا کوئی بہانہ نہ ہوگا کہ وہ یوں کہیں کہ اللہ کی قسم جو ہمارا

رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى

پروردگار ہے، ہم تو مشرک نہیں تھے دیکھو کس طرح یہ اپنے اوپر جھوٹ

اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْهُمْ

بولنے لگے اور دنیا میں جو کچھ افترا کرتے تھے وہ سب ان سے غائب ہوگیا (۲) اور ان میں بعض لوگ ایسے

مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ

بھی ہیں جو (کلامِ الٰہی سننے کیلئے (بظاہر) تمہاری طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ اس کو

يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا

سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کردی ہے اور اگر یہ لوگ سب نشانیاں بھی دیکھ لیں تب بھی

يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ

ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ جب تمہارے پاس جھگڑنے کو آتے ہیں تو جو کافر ہیں

(۱) مکہ کے مشرک کہا کرتے تھے کہ ہم نے اہلِ کتاب سے بھی دریافت کرلیا ہے۔ وہ بھی محمدؐ کی رسالت کی گواہی نہیں دیتے۔ ان کو سمجھاتے ہوئے فرماتا ہے کہ اس معاملہ میں اہلِ کتاب کا حال تو زیادہ افسوس ناک ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ آپؐ کو اس طرح صحت کے ساتھ پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بچّوں کو پہچانتے ہیں لیکن حسد، عداوت، ضد، جاہ و مال کی محبت اور امیروں کو خوش رکھنے کے خیال سے یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اور انھوں نے اپنے کو نقصان میں ڈال رکھا ہے۔

ع ۲ ۸

(۲) ان آیتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ہے اور ان لوگوں کو تنبیہ ہے جو اللہ تعالےٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے پاس وحی بھیجی ہے اور آپؐ کو رسول بنایا ہے۔ البتہ یہ منکر بڑے ظالم ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور اس کے پیغام کو ٹھکراتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں ظالم لوگ کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ لہٰذا ان کو چاہیئے کہ عقل سے کام لیں اور اپنی عاقبت کی فکر کریں۔ ذرا اس پر غور کریں کہ قیامت کے دن مشرکوں اور منکروں کا کیا حشر ہوگا۔

قیامت کے دن اللہ تعالےٰ مشرکوں سے دریافت کرے گا کہ وہ آج سب کے سب کہاں ہیں جن کو تم اللہ تعالےٰ کا شریک سمجھتے تھے، جن کی عبادت کرتے تھے، جن سے دعائیں مانگتے تھے اور جن کے بارے میں تم یقین رکھتے تھے کہ وہ آج کے دن تمہاری شفاعت کریں گے۔ حقیقت حال کھل جانے کے بعد مشرک ہیبت اور حیرت کے مارے پریشان ہوجائیں گے اور اس کے سوال سے کچھ نہ بن پڑے گا کہ وہ شرک سے انکار کردیں۔ چنانچہ وہ قسمیں کھا کھا کر کہیں گے "پروردگار! ہم تو مشرک نہیں تھے"۔

اس وقت اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ دیکھو کیسے جھوٹے اور فریبی لوگ ہیں۔ جب تک دنیا میں رہے، شرک پر اڑے رہے لیکن آج جب دیکھتے ہیں کہ ان کے شرک کا دعویٰ اور وہ بڑی بڑی اُمیدیں جو انھوں نے اپنے جھوٹے خداؤں کے ساتھ وابستہ کر رکھی تھیں، سب ہوا ہوگئی ہیں، تو وہ ایک فریب کھیلتے ہیں، خود اپنے کو جھٹلاتے ہیں اور بڑی صفائی کے ساتھ شرک اور کفر سے انکار کرتے ہیں۔

الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۲۵﴾ وَهُمْ

وہ کہتے ہیں کہ بیشک یہ قرآن اور کچھ نہیں صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں اور یہ لوگ

یَنْهَوْنَ عَنْهُ وَیَنْــٴَـوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ یُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ

قرآن کے سننے سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی دور بھاگتے ہیں حالانکہ (ان باتوں سے) اپنے آپ ہی کو ہلاک

اَنْفُسَهُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى

کرتے ہیں مگر وہ اس بات کو سمجھتے نہیں (۱) اور (اے پیغمبرؐ) کاش تم ان کو اس وقت دیکھو جب یہ دوزخ کے کنارے

النَّارِ فَقَالُوْا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا

کھڑے کئے جائیں گے اور کہیں گے کہ اے کاش ہم پھر دنیا کی طرف لوٹا دیے جائیں تاکہ اپنے پروردگار کی آیتوں کو نہ جھٹلائیں

وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا

اور ایمان والوں میں شامل ہو جائیں بات یہ ہے کہ (اس وقت) وہ چیز ان پر کھل جائے گی جس کو

یُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ

وہ پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر یہ دنیا میں لوٹائے بھی جائیں تو جن کاموں سے ان کو منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگیں گے اور

اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَمَا

کچھ شک نہیں کہ یہ (اظہار ندامت میں) جھوٹے ہیں (۲) اور وہ کہتے ہیں کہ ہماری جو دنیا کی زندگی ہے بس یہی زندگی ہے اور ہم

نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ

(مرنے کے بعد) پھر نہ اٹھائے جائیں گے (اے پیغمبرؐ) کاش تم ان کو اس وقت دیکھو جب یہ (قیامت کے دن) اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے

قَالَ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا

اور وہ فرمائے گا کیا یہ دوبارہ زندگی برحق نہیں تو کہیں گے کیوں نہیں اے پروردگار کی قسم (یقیناً برحق ہے) اللہ فرمائے گا کہ تم جو دنیا میں

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا

کفر کرتے تھے تو اب اس کی پاداش میں عذاب کے مزے چکھو (۳) جن لوگوں نے (مرنے کے بعد) اللہ سے ملنے کو جھوٹ سمجھا

(۱) لکھا ہے کہ ایک دن قریش کے چند سردار جمع ہو کر کہیں جا رہے تھے۔ راستہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت قرآن مجید کی آواز ان کے کانوں میں پہنچی یہ کھڑے ہو کر سننے لگے تھوڑی دیر سن کر آگے بڑھ گئے کسی نے پوچھا کہ محمدؐ کا کلام تم نے سنا کچھ سمجھ میں آیا؟ اس میں کس قسم کی باتیں ہیں؟ نضر بن حارث جو اس جماعت میں تھا اور عرب کا مشہور داستان گو تھا منہ بگاڑ کر بولا "کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ اور اس میں ہوگا بھی کیا؛ وہی پچھلوں کی کہانیاں ہوں گی جو میں تم کو سناتا رہتا ہوں"۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس میں نضر بن حارث اور اس کے ساتھیوں کی ذہنیت کو ظاہر فرمایا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کلام الٰہی سے منہ پھیر لیا ضد اور ہٹ دھرمی پر اتر آئے اور اللہ کے کلام اور اس کے رسولؐ کا مذاق اڑایا۔ اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے دل سخت ہو گئے اور حق کے قبول کرنے کی صلاحیت ان سے مفقود ہو گئی۔ اب ان کا حال یہ ہے کہ حق بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی، کلام الٰہی ان کے کانوں میں نہیں اترتا اور قدرت الٰہی کی ساری نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی ان کے دلوں میں ایمان کا جذبہ بیدار نہیں ہوتا۔ یہ لوگ کلام الٰہی کو سن کر کہتے ہیں کہ "یہ تو وہی پرانی کہانیاں ہیں جو ہم ہمیشہ سے سنتے آئے ہیں" افسوس ان کی عقلوں پر! یہ احمق یہ خیال کرتے ہیں کہ سچائی پرانی نہیں ہو سکتی اور وہی بات سچی ہو گی جو نئی بھی ہو حالانکہ دنیا میں سچائی سے زیادہ کوئی بات پرانی نہیں۔ زندگی جتنی پرانی ہے اس کی سچائیاں بھی اتنی ہی پرانی ہیں۔ دنیا میں جتنے سچے پیغمبر آئے وہ زندگی کی ابدی سچائیوں کو دہراتے رہے اور لوگوں کو بھولا ہوا سبق یاد دلاتے رہے۔ ان کمبختوں کے کفر و عناد کا یہ حال ہے کہ یہ دوسروں کو بھی اپنے مرض میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کے سامنے اپنے انکار اور اعراض کا مظاہرہ کرتے ہیں تاکہ لوگ ان سے متاثر ہوں اور کلام الٰہی کے سننے سے اعراض کریں۔ ان احمقوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اپنے اس طرز عمل سے اللہ کے دین کو، اس کے رسولؐ کو اور مسلمانوں کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، البتہ اپنی ہی دنیا اور عاقبت بگاڑ لیں گے لیکن سرکشی اور نافرمانی کے نشے میں ایسے مست ہیں کہ اپنے نقصان کا احساس بھی نہیں رکھتے۔

(۲) ان آیتوں میں عذاب الٰہی کی ہیبت، جہنم کا ہولناک منظر اور کفار کی حسرت ناک حالت کا نقشہ کھینچا ہے۔

فرمایا کہ دیکھو وہ منظر بھی کیسا ہیبت ناک اور عبرتناک ہوگا: کفار دوزخ کے کنارے کھڑے ہوئے انتہائی مایوسی سے کہیں گے کہ کاش ہم کو دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جاتا تاکہ ہم آیات الٰہی کو نہیں جھٹلاتے بلکہ ان کو مان کر ایمان والوں میں شامل ہو جاتے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اس وقت بھی جھوٹ بولیں گے اور ان کی یہ حسرت سچے دل کی حسرت نہ ہو گی بلکہ ہو گا یہ کہ جب دنیا میں پیغمبرؐ کے ذریعہ ان کو عذاب الٰہی سے ڈرایا جاتا تھا تو یہ لوگ اس پر

ع ۳ ۱۰ ۹

پردہ ڈالتے تھے اور اس کا انکار کرتے تھے اور قیامت کے دن عذاب الٰہی ان کے سامنے آ جائے گا تو اس کو دیکھ کر دہشت کھائیں گے اور اس سے بچنے کے لئے دوبارہ دنیا میں جانے کی خواہش ظاہر کریں گے۔ لیکن اگر ان کو دنیا میں بھیج دیا جائے تب بھی یہ راہ راست پر نہیں آئیں گے اور پہلے کی طرح سے زندگی کی غفلتوں میں سرشار ہو کر پھر اسی راہ پر پڑ جائیں گے جس سے انہیں روکا گیا تھا۔ (۳) اوپر کی آیت میں ان لوگوں کا قول نقل فرمایا تھا جو آخرت کے منکر ہیں، وہ کہتے ہیں کہ زندگی جو کچھ بھی ہے بس یہی دنیا کی زندگی ہے اور مرنے کے بعد ہم ہرگز دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے اور ہمارے اعمال کا کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا۔ ان لوگوں کی تنبیہ کے لئے اس آیت میں فرمایا کہ دیکھو وہ منظر کیسا عبرت ناک ہوگا جب قیامت کے دن ان سب کو ان کے پروردگار کے سامنے لے جا کر کھڑا کیا جائے گا اور وہ ان سے پوچھے گا کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے تھے۔ اور اب تم زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے ہو اب بتاؤ کہ کیا یہ حقیقت نہیں ہے۔ اس وقت ان سے اس کے سوا اور کوئی جواب نہیں بن پڑے گا کہ وہ کہیں گے کہ "پروردگار! بیشک یہ حقیقت یہ ہے" اس طرح وہ اپنے کفر اور انکار کا اعتراف کر لیں گے۔ تب ان سے کہا جائے گا کہ اپنے انکار کی پاداش میں عذاب کا مزہ چکھو۔

بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا
وہ نقصان میں پڑے۔ یہاں تک کہ جب ان پر قیامت اچانک آپہنچے گی تو اس وقت کہیں گے کہ
یٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ
ہائے افسوس ہماری کوتاہی پر جو ہم نے (قیامت کے بارے میں) کی اور وہ اس وقت اپنے (گناہوں کا) بوجھ اپنی پیٹھوں پر
عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْحَيٰوةُ
اٹھائے ہوئے ہوں گے تو دیکھو کیا ہی برا بوجھ ہے جس کو یہ اٹھائے ہوئے ہیں (۱) اور دنیا کی
الدُّنْيَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ
زندگی تو صرف ایک کھیل اور تماشا ہے اور جو متقی ہیں ان کے لئے آخرت ہی کا گھر بہتر ہے
لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ
تو کیا تم لوگ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے (۲) (اے پیغمبر!) ہم خوب جانتے ہیں کہ ان
لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ
کافروں کی باتیں تم کو رنج پہنچاتی ہیں مگر یہ تم کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ
الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ
ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ تم سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر
مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى
جھٹلائے گئے تو انھوں نے لوگوں کے جھٹلانے اور تکلیف پہنچانے پر صبر کیا۔ یہاں تک کہ
اَتٰهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ
ان کے پاس ہماری مدد آپہنچی اور (یاد رکھو کہ) اللہ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور تمہارے پاس
مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ
پیغمبروں کے حالات تو پہنچ ہی چکے ہیں (۳) اور اگر ان لوگوں کی روگردانی تم پر

(۱) اس آیت میں بھی آخرت کی زندگی کا انکار کرنے والوں کو تنبیہ کی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اس بات کو نہیں مانتے کہ انسان مرنے کے بعد پھر زندہ ہو کر اٹھیں گے اور اپنے پروردگار کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب کتاب دیں گے، وہ لوگ بڑے ہی نقصان میں ہیں کیونکہ ان کے انکار کرنے سے کیا ہوتا ہے، وہ تو یقیناً آئے گی۔ یہ اس کا انکار کر سکتے ہیں لیکن اس کو روک نہیں سکتے۔ یہ ذرا سوچیں کہ جب قیامت اچانک آجائے گی تو ان کا کیا حال ہوگا۔ اس وقت یہ لوگ افسوس کریں گے اور کہیں گے کہ ہم نے بڑی کوتاہی کی کہ اس دن سے غفلت برتی اور اس کے لئے کوئی تیاری نہیں کی لیکن اس وقت افسوس کرنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ یہ لوگ اپنے گناہوں کا بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوئے اپنے پروردگار کے سامنے حاضر ہوں گے۔

(۲) چند آیات اوپر ان لوگوں کا قول نقل کیا تھا جو آخرت کی زندگی پر ایمان نہیں رکھتے اور کہتے ہیں کہ اس دنیا کی زندگی کے سوا کوئی اور زندگی نہیں ہے۔ ان لوگوں کی تنبیہ کے لئے اس آیت میں فرمایا کہ بے وقوفو! جس زندگی پر تم فریفتہ ہو اس کی حقیقت تو یہ ہے کہ وہ ایک کھیل تماشے کی طرح ہے یعنی ناپائدار اور چشم زدن میں ختم ہو جانے والی ہے۔ اس کے مقابلہ میں آخرت کی زندگی اور اس کا عیش و آرام ہمیشہ ہمیش رہنے والا ہے اور دنیا کی زندگی کے مقابلہ میں لاکھوں درجہ بہتر ہے لیکن آخرت کا بہتر ہونا انہی لوگوں کے لئے ہے جو دنیا میں عقل سے کام لیتے ہیں، آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور پرہیزگاری کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک انسانی ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبہ سے بھرا ہوا تھا اور تبلیغ اسلام سے مقصود بھی یہی تھا کہ نہ صرف عرب بلکہ ساری انسانیت کو نیکی کے راستے پر لگایا جائے اور انسانیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچایا جائے۔ اس کا قدرتی نتیجہ تھا کہ جب مکہ والے آپ کی بات نہیں سنتے تھے تو آپ کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔

ان آیتوں میں آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم جانتے ہیں کہ ان جاہلوں کے طرز عمل سے تم کو تکلیف ہوتی ہے لیکن دیکھو! یہ تمہیں نہیں جھٹلا رہے ہیں کیونکہ تمہاری سچائی کا سارے عرب میں شہرہ ہے، یہی لوگ کل تک تم کو امین اور صادق کے لقب سے یاد کرتے تھے اور آج بھی تمہاری سچائی کے قائل ہیں۔ حقیقت میں یہ ظالم ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔ اس لئے تم ان کا معاملہ ہمارے اوپر چھوڑ دو اور جس طرح ہم نے ان کو ڈھیل دے رکھی ہے، اسی طرح تم بھی ان کے کفر پر صبر کرو۔ دیکھو! تم کو دوسرے پیغمبروں کے حالات سنائے جا چکے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ ان کو بھی ان کی قوموں نے جھٹلایا لیکن انھوں نے صبر کیا اور نافرمانوں کے ہاتھوں تکلیفیں برداشت کیں۔ جب ان حق پرستوں نے راہ حق میں استقامت دکھائی اور اعلیٰ کردار کا ثبوت دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور مخالفوں پر ان کو کامیابی عطا فرمائی۔ حق و باطل کی کشمکش میں اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ ہے۔ لہٰذا تم بھی صبر و برداشت سے کام لو، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے تبلیغ اسلام کے کام کو برابر جاری رکھو اور نصرت الٰہی کے منتظر رہو۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ضرور پورا ہوگا۔

النصف

اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ
گراں گزرتی ہے تو تم سے ہو سکے تو زمین کے اندر کوئی سُرنگ ڈھونڈ نکالو
اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ
یا آسمان میں کوئی سیڑھی لگا کر ان کے پاس کوئی معجزہ لے آؤ (مگر پھر بھی وہ انکار ہی کریں گے) اور اگر اللہ چاہتا تو
لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝۳۵
ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا تو (دیکھو!) تم ہرگز نادانوں میں سے نہ ہونا (۱)
اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؔ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ
بات یہ ہے کہ (حق کو) وہی قبول کرتے ہیں جو سنتے بھی ہیں لیکن جو مُردے ہیں انھیں تو اللہ قیامت
اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝۳۶ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ
ہی کے دن اٹھائے گا پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے اور کافر کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) پر اس کے پروردگار کے پاس سے کوئی نشانی
مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً
کیوں نہیں اتاری گئی (اے پیغمبر) ان سے کہہ دو کہ بیشک اللہ نشانی اتارنے پر قادر ہے
وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۷ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ
مگر ان میں سے اکثر نہیں جانتے (۲) اور (دیکھو!) زمین میں جو چلنے پھرنے والے جانور ہیں
وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا
اور جو ایسے اپنے دو پروں سے اڑنے والے پرند ہیں ان کی بھی تمہاری طرح جماعتیں ہیں ہم نے کتاب (یعنی لوح محفوظ)
فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝۳۸ وَالَّذِيْنَ
میں کسی چیز کے لکھنے میں کوتاہی نہیں کی پھر یہ سب اپنے پروردگار کے حضور میں جمع کئے جائیں گے (۳) اور جو لوگ ہماری
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ
آیتوں کو جھٹلاتے ہیں وہ بہرے اور گونگے ہیں (اور) تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں جس کو اللہ چاہتا ہے

(۱) اوپر کی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ کافروں کی باتوں پر صبر و برداشت سے کام لو۔ اُسی بات کو زیادہ تاکید کے انداز میں اس آیت میں بھی ذکر فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سارے انسانوں کو ہدایت یافتہ بنا دیتا، کیونکہ یہ بات اس کی قدرت سے دُور نہیں لیکن اس کی مشیت نے چاہا کہ اس دنیا میں لوگوں کو ایمان اور عمل کی راہ پسند کرنے میں آزاد چھوڑا جائے کہ ہر شخص اپنے ارادہ کو کام میں لا کر جو راستہ چاہے اختیار کرے۔ پیغمبر کا کام یہ ہے کہ وہ سب کو پیغام الٰہی پہنچا دیں۔ جن لوگوں کے دل زندہ ہوں گے اور جو سچائی کی طلب کے ساتھ پیغمبر کی بات کو سُنیں گے، وہ پیغام الٰہی کو قبول کر لیں گے لیکن جن لوگوں کے دل مُردہ ہوں گے اور غرور و تعصب سے بھرے ہوئے ہوں گے، وہ ایمان نہیں لائیں گے چاہے کیسی ہی بڑی نشانی ان کو دکھلائی جائے۔ مگر ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زندہ کرے گا جب وہ ساری باتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور مانیں گے۔ لیکن اس وقت کا ماننا کچھ مفید نہ ہوگا۔

(۲) یعنی ان سے کہہ دو کہ تم جس قسم کی نشانی چاہتے ہو ویسی نشانی اللہ تعالیٰ دکھا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ لیکن کسی مصلحت سے وہ فرمائشی نشانیاں دکھانا نہیں چاہتا جس کو تم میں سے اکثر نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ فرمائشی اور محسوس نشانی دیکھنے کے بعد جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں، ان کو مہلت نہیں دی جاتی اور وہ فوراً ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے فرمائشی نشانیاں نہ دکھانا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے جس کو تم سمجھتے نہیں۔

(۳) یعنی اگر تمہارے دلوں میں حق و صداقت کی طلب ہے، تو نشانیوں کا مطالبہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کائنات میں چاروں طرف نشانیاں ہی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ دُور جانے کی ضرورت نہیں۔ زمین پر چلنے پھرنے والے جانوروں کو دیکھو جو تمہارے قدموں کے پاس ہیں۔ پرندوں کو دیکھو جو تمہارے چاروں طرف ہوا میں اڑتے پھرتے ہیں۔ یہ سب تمہاری ہی طرح جماعتوں اور گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ہر جماعت کی پیدائش، اس کی روزی اور فطری ضروریات کی تکمیل، اس کی موت۔ غرض کہ سب کچھ ایک نظام کے تحت ہے جو تقدیر الٰہی میں مقرر ہے اور جس میں بال برابر بھی فرق نہیں ہو سکتا۔ اگر تم بے تعصبی اور سچائی کے ساتھ ان چیزوں پر غور کرو تو تم کو معلوم ہو جائے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ہستی، اس کی توحید، اس کے علم، اس کی قدرت، قیامت، حشر و نشر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی سچی نشانیاں ہیں۔

يُضْلِلْهُ ۭ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ٣٩

گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ پر چلاتا ہے (١)

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ

(اے پیغمبر! ان لوگوں سے) کہدو کیا تم نے اس بات پر غور کیا ہے کہ اگر اللہ کا عذاب تم پر آجائے یا قیامت آموجود ہو

اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ٤٠ بَلْ اِيَّاهُ

تو ایسے وقت کیا تم اللہ کے سوا دوسروں کو پکاروگے اگر تم سچے ہو (تو بتاؤ) (نہیں) بلکہ تم اسی کو

تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَاۗءَ وَ

پکارتے ہو اور جس مصیبت کے لئے پکارتے ہو اگر وہ چاہتا ہے تو اس کو دور کردیتا ہے اور جن

تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ٤١ ۧ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ

معبودوں کو تم شریک بناتے ہو اس وقت ان سب کو بھول جاتے ہو (٢) اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف

مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ لَعَلَّهُمْ

اپنے رسول بھیجے (جب انھوں نے پیغمبروں کے کہنے کو نہ مانا) تو ہم نے ان کو سختی اور تکلیف میں گرفتار کیا تاکہ وہ (ہمارے

يَتَضَرَّعُوْنَ ٤٢ فَلَوْلَآ اِذْ جَاۗءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا

حضور میں) عاجزی کریں پس جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو انھوں نے کیوں عاجزی نہ کی

وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا

مگر ان کے تو دل ہی سخت ہوگئے اور جو کام وہ کرتے تھے انھیں شیطان نے (ان کی نظروں میں) خوشنما

يَعْمَلُوْنَ ٤٣ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ

کر دکھایا تھا جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو انھیں کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر طرح کی

اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓي اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ

خوش حالیوں کے دروازے کھول دیئے تھے یہانتک کہ جب ان چیزوں پر جو ان کو دی گئی تھیں خوب خوشیاں منانے لگے تو اچانک ہم نے

(١) یعنی حق و صداقت کی طلب رکھنے والوں کے لئے آفاق و انفس میں نشانیوں کی کمی نہیں ہے لیکن شرط یہ ہے کہ آدمی اپنے ہوش و حواس سے کام لے۔ لہٰذا جو لوگ تاریکیوں میں گم ہیں، اپنے ہوش و حواس سے کام نہیں لیتے، بہرے اور گونگے بنے ہوئے ہیں، سمجھانے والے کی بات نہیں سنتے، خود اپنی زبان نہیں کھولتے اور سچائی کے بارے میں جاننے والے سے پوچھتے نہیں۔ ایسے لوگوں پر کامیابی کی راہ نہیں کھولی جاتی۔ بہرحال پیغمبر کا کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کے انکار کی پروا کئے بغیر نہایت صبر و سکون کے ساتھ تبلیغ کے کام کو جاری رکھیں اور ہدایت و ضلالت کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑیں کہ ان کا سر رشتہ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اپنی مصلحت اور اپنے مقررہ قانون کے مطابق جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔

ع ١١

(٢) یعنی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں جس طرح باہر پھیلی ہوئی ہیں اسی طرح خود انسان کے اندر بھی ہیں۔ دیکھو! جب تم پر کوئی مصیبت آپڑے یا قیامت اپنی ہولناکیوں کے ساتھ آکھڑی ہو تو بتاؤ کہ ایسے وقت میں تم مدد کے لئے کس کو پکاروگے۔ سچ بتاؤ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکاروگے؟ ہرگز نہیں۔ یقیناً تم اللہ ہی کو پکاروگے بلکہ جب کبھی کوئی سخت وقت آپڑتا ہے تو تم اسی کو پکارتے ہو اور اس کے سوا ان سب کو بھول جاتے ہو۔ جن کو تم اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔ کیا یہ تجربہ اس بات کی نشانی نہیں ہے کہ خدا پرستی اور توحید کی شہادت انسان کے اندر موجود ہے، جو غفلت کے پردوں میں چھپی رہتی ہے، مگر کبھی نہ کبھی ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔

بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ ﴿٤٤﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ

انھیں پکڑ لیا پس وہ اس وقت مایوس ہو کر رہ گئے غرض ظالم لوگوں کی جڑ

الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٥﴾ قُلْ

کاٹ دی گئی اور ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہاں کا پروردگار ہے (۱) (اے پیغمبر!

أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ

ان سے) کہو کہ دیکھو اگر اللہ تمھارے کان اور آنکھیں چھین لے اور تمھارے

عَلَىٰ قُلُوبِكُم مَّنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُم بِهِ ۗ انظُرْ

دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے سوا کونسا معبود ہے جو تمھیں یہ نعمتیں بخشے دیکھو ہم کس کس طرح

كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ ﴿٤٦﴾ قُلْ

دلیلیں بیان کرتے ہیں پھر بھی یہ لوگ روگردانی کرتے ہیں (۲) (اے پیغمبر! ان لوگوں سے)

أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً

کہو کہ کیا تم نے اس بات پر غور کیا ہے کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب بے خبری میں یا خبردار کرنے کے بعد آجائے

هَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الظَّالِمُونَ ﴿٤٧﴾ وَمَا نُرْسِلُ

تو کیا ظالم لوگوں کے سوا کوئی اور بھی ہلاک ہوگا (۳) اور ہم پیغمبروں کو صرف اس غرض سے

الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۖ فَمَنْ آمَنَ

بھیجتے ہیں کہ وہ (نیک لوگوں کو) خوشخبری سنائیں اور (بروں کو) ڈرائیں تو جو شخص ایمان لائے

وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٤٨﴾ وَالَّذِينَ

اور اپنی حالت درست کرلے تو ایسے لوگوں کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جنھوں نے

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٤٩﴾

ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو نافرمانیوں کی سزا میں ان پر عذاب نازل ہوگا (۴)

(۱) یعنی ہمارا طریقہ یہ ہے کہ جب لوگ ہمارے پیغمبروں کو جھٹلاتے ہیں تو ہم فوراً ان کو تباہ نہیں کرتے۔ بلکہ جان و مال کے نقصان اور قحط و امراض کی سختیوں سے ان کی گرفت کرتے ہیں، تاکہ وہ ہماری طرف جھکیں، ہمارے سامنے عاجزی کا اظہار کریں اور گڑگڑائیں، نافرمانی اور سرکشی چھوڑ دیں لیکن اگر شیطان نے ان کے اعمال ان کی نظروں میں خوشنما بنا دیئے، ان کے دل سخت ہو گئے اور وہ ہمارے سامنے نہیں گڑگڑائے، تو ہم ہر طرح کی خوش حالیوں کے دروازے ان کے لئے کھول دیتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ ان خوش حالیوں میں پڑ کر مست ہو جاتے ہیں، دولت، حکومت اور عیش و عشرت کے نشے میں چور ہو کر اترانے لگتے ہیں، تو ہم ان کو اچانک پکڑ لیتے ہیں اور ظالموں کی جڑ کاٹ کر رکھ دیتے ہیں۔

اس بیان پر غور کرو اور اس سے نصیحت حاصل کرو۔ یہ ظالم اللہ تعالےٰ کے سوا جن معبودوں کو پکارا کرتے تھے، وہ ان کی مدد نہ کر سکے اور اللہ تعالےٰ کا ارادہ اور حکم سب پر غالب آیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی عبادت اور تعریف کا مستحق ہے

(۲) اس آیت میں اللہ تعالےٰ کی توحید اور الوہیت کی ایک فطری دلیل پیش فرمائی ہے مطلب یہ ہے کہ تم اپنے ہوش و حواس کی تیزی اور عقل کی رسائی پر ناز کرتے ہو۔ دیکھو اگر اللہ تعالےٰ تمھارے حواس کو بےکار کر دے یعنی کانوں سے سماعت، آنکھوں سے بینائی اور دلوں سے فہم کی قوتیں چھین لے تو بتاؤ کہ اس کے سوا کون معبود ہے جو تمھیں یہ سب قوتیں بخش سکتا ہے، جب حقیقت یہ ہے کہ کائنات میں کوئی نہیں جو وہ قوتیں انسان کو دے سکے جو اللہ تعالےٰ نے اس میں پیدا کی ہیں، تو کس قدر تعجب کی بات ہے کہ بعض انسان اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بناتے ہیں۔ اور تعجب پر تعجب یہ ہے کہ ایسی کھلی کھلی نشانیاں پیش ہونے کے بعد بھی یہ لوگ اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اس سے منہ پھیرے رہتے ہیں۔

(۳) یعنی ظالم اور سرکش اگر کچھ بھی عقل رکھتے ہیں تو ان کو سوچنا چاہئے اور مغرور نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب کبھی اچانک آتا ہے اور کبھی خبردار کر کے اور جتلا کر آتا ہے اور ظالموں کو تباہ و برباد کر ڈالتا ہے۔

(۴) اللہ تعالےٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کے پاس پیغمبروں کو بھیجتا ہے جو لوگوں کو ایمان اور نیک عملی کی برکتوں کی خوشخبری سناتے ہیں اور سرکشی اور بدعملی کے خطرناک نتیجوں سے ان کو آگاہ کر دیتے ہیں۔ تو جو لوگ ایمان لاتے ہیں، اپنی حالت کی اصلاح کر لیتے ہیں اور نیک عملی کی زندگی گزارتے ہیں ایسے لوگوں کو قیامت کے دن نہ تو عذاب الٰہی کا ڈر ہوگا اور نہ ایمان و عمل کی جسزا سے محروم ہونے کا غم ہوگا لیکن جو لوگ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور اس کے پیغمبروں کا مقابلہ کرتے ہیں، وہ اپنی سرکشی اور بدعملی کی پاداش میں عذابِ الٰہی میں مبتلا ہوں گے۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ

اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہدو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں

الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ

غیب جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اس حکم پر چلتا ہوں

اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى

جو وحی کے ذریعہ میرے پاس آتا ہے (اے پیغمبر! ان لوگوں سے) پوچھو کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر

وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝۵۰ وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ

ہو سکتے ہیں تو کیا تم (غور و) فکر نہیں کرتے (۱) اور (اے پیغمبر!) اس قرآن کے ذریعہ ان لوگوں کو ڈراؤ

يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ

جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے سامنے اس طرح حاضر کئے جائیں گے کہ اس دن اللہ کے سوا

دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝۵۱ وَلَا

نہ تو ان کا کوئی دوست ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا کیا عجب ہے کہ وہ ڈر جائیں (۲) اور جو

تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ

لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اس کی خوشنودی

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ

چاہتے ہیں ان کو اپنے پاس سے نہ نکالو نہ تو ان کے حساب میں سے کسی چیز کی ذمہ داری

شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ

تم پر ہے اور نہ تمہارے حساب میں سے کسی چیز کی ذمہ داری ان پر ہے کہ ان کو نکال دو (اگر ایسا کروگے) تو تم

فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۲ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ

نامناسب کام کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے (۳) اور اسی طرح ہم نے بعض کو بعض کے ذریعہ

(۱) انسان کی طبیعت عجائب پسند ہے۔ دنیا کے مذاہب کی تاریخ گواہ ہے کہ عام لوگوں نے ہمیشہ پیغمبروں سے یہ خواہش کی کہ وہ عجیب و غریب طرح کے کاموں کا مظاہرہ کریں۔ ان لوگوں کا یہ جاہلانہ نظریہ تھا کہ پیغمبر گویا انسان نہیں ہوتا بلکہ انسان کے ماوراء کچھ اور ہوتا ہے۔ وہ لوگ پیغمبر کو عام انسانوں کے سے کام کرتے ہوئے دیکھتے تھے تو تعجب سے کہتے تھے کہ یہ کیسا پیغمبر ہے کہ عام انسانوں کی طرح کھاتا پیتا ہے اور کاروبار کے لئے بازاروں میں پھرتا ہے۔ چنانچہ مکہ والے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائشی نشانیوں کا مطالبہ کیا کرتے تھے جس کا ذکر گزشتہ رکوع میں فرماتا ہے۔

اس قسم کے خیالات کی اصلاح کے لئے اوپر کی آیت میں پیغمبروں کے کام اور مقاصد کو واضح فرمایا۔ اسی بات کو اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے کہلایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اے پیغمبر! لوگوں کے سامنے اپنے منصب کا اعلان کردو اور ان سے کہدو کہ میں یہ دعوی نہیں کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے سارے خزانے میرے پاس ہیں کہ جس چیز کی تم فرمائش کرو، میں فوراً تم کو دیدوں، نہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ جو کچھ میرے مشاہدے سے غائب ہے اور جس کے متعلق مجھے وحی بھی نہیں کی گئی ہے، میں اس کو جانتا ہوں، اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں ایک فرشتہ ہوں۔ البتہ میرا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ میرے پاس وحی بھیجتا ہے اور مجھ پر اپنا علم کھولتا ہے۔ اس لحاظ سے میری اور تمہاری مثال بینا اور نابینا کی ہے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں، دیکھ کر کہتا ہوں اور تم ان حقیقتوں سے بالکل ناواقف ہو۔ لہٰذا میری اس خصوصیت کو پیشِ نظر رکھو اور ایمان، عمل صالح اور معرفتِ حق کا جو علم تم کو دوں، اس کو حاصل کرو اور عجیب و غریب کاموں کی فرمائشیں کرکے میرا اور اپنا وقت ضائع مت کرو۔

ع ۱۱

(۲) مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دنیا کی زندگی میں ایسے غرق ہیں کہ انھیں نہ موت کی فکر ہے، نہ یہ خیال ہے کہ کبھی اللہ تعالےٰ کو منہ دکھانا ہے، اور نہ کلامِ الٰہی کو کان لگا کر سنتے ہیں، بلکہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں، ایسے لوگ قرآن سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔ ایسے لوگوں کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ زیادہ توجہ کے وہ نیک فطرت لوگ مستحق ہیں جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ ایک دن ان کو اللہ تعالےٰ کے سامنے جانا ہے اور یہ کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی اور ان کا مددگار اور سفارش کرنے والا نہیں ہے۔ ایسے لوگ قرآن سے بہت فائدہ اٹھائیں گے اور تقوے کے درجوں میں خوب ترقی کریں گے۔

(۳) واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں بڑی تعداد غریب اور نادار لوگوں کی تھی۔ ان میں چند غلام بھی تھے۔ جیسے بلال، عمار، صہیب، اور خباب۔ لکھا ہے کہ قریش کے مغرور سرداروں نے آپ سے درخواست کی کہ اگر تم ان غریب اور کم درجہ لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دو تو پھر ہم تمہارے پاس آئیں گے اور قرآن سنیں گے ـــــ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں مساوات کا سبق دیا اور اس اصول کا اعلان کیا کہ سرکش مال داروں اور نافرمان دولت مندوں سے فرماں بردار اور نیکو کار غریب مسلمان اللہ تعالےٰ کے نزدیک بہتر ہیں۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ ان غریب مسلمانوں کی دل جوئی کریں اور قریش کے مغرور سرداروں کی خاطر سے ان کو اپنی مجلس سے نہ نکالیں۔

بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوٓا أَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنۢ

آزمایا ہے کہ (جو دولت مند ہیں وہ غریبوں کی نسبت) کہتے ہیں کہ کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم میں سے فضل

بَيْنِنَا ۗ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَعْلَمَ بِالشّٰكِرِينَ ﴿٥٣﴾ وَإِذَا جَآءَكَ

کیا ہے کیا اللہ اپنے شکرگزار بندوں سے واقف نہیں ہے (یقیناً ہے) (۱) اور (اے پیغمبر) جب تمہارے پاس

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِـَٔايٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ

ایسے لوگ آیا کریں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو ان سے کہا کرو کہ تم پر سلامتی ہو اللہ نے

رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ أَنَّهُۥ مَنْ عَمِلَ مِنكُمْ

اپنی ذات پر رحمت کو لازم کرلیا ہے کہ جو کوئی تم میں نادانی سے کوئی

سُوٓءًۢا بِجَهٰلَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنۢ بَعْدِهِۦ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُۥ

بُرا کام کر بیٹھے اور پھر اس کے بعد توبہ کرلے اور اپنی حالت درست کرلے تو

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥٤﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْـَٔايٰتِ وَلِتَسْتَبِينَ

وہ بخشنے والا اور مہربان ہے (۲) اور اسی طرح ہم اپنی آیتیں تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور (اس لئے بیان کرتے ہیں)

سَبِيلُ الْمُجْرِمِينَ ﴿٥٥﴾ قُلْ إِنِّى نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ

تاکہ گناہگاروں کا راستہ واضح ہوجائے (اے پیغمبر! ان لوگوں سے) کہو کہ مجھے اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ میں ان معبودوں کی

تَدْعُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ ۚ قُل لَّآ أَتَّبِعُ أَهْوَآءَكُمْ ۙ

عبادت کروں جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو (اور یہ بھی) کہہ دو کہ میں تمہاری خواہشوں کی پیروی نہیں کروں گا

قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَآ أَنَا۠ مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾ قُلْ

(اگر) ایسا کروں تو گمراہ ہوجاؤں گا اور ہدایت یافتہ لوگوں میں نہ رہوں گا (۳) (اے پیغمبر! ان سے)

إِنِّى عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّى وَكَذَّبْتُم بِهِۦ ۚ مَا عِندِى

کہہ دو کہ میں تو اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور تم نے اسے جھٹلایا ہے تم جس عذاب کے لئے

---

(۱) لکھا ہے کہ مغرور قریش طعنہ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ملک میں اتنے بڑے بڑے شریف، باعزت اور دولت مند لوگ ہوتے ہوئے بھی اللہ نے ایسے نادار، کم درجہ اور حقیر لوگوں کو اپنے فضل کے لئے خاص کیا ہے۔ کیا ہی عجیب و غریب انتخاب ہے۔
اس آیت میں قریش کے طعنہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے غریبوں کے ذریعہ دولت مندوں کو آزمایا ہے تاکہ ان کا غرور پاش پاش ہوجائے اور انسانیت کے بارے میں ان کے غلط خیالات آشکارا ہوجائیں۔ یہ مغرور دولت اور نسب کے نشے میں مست ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرنے والا کون ہے۔ ان مغروروں نے اسلام جیسی نعمت کو ٹھکرا دیا لیکن ان غریبوں [illegible] تعالیٰ کی اس نعمت کی پوری پوری قدر کی اور اس [illegible] کے لئے جانوں تک کی بازی لگا دی غریبوں کے اس طرزِ عمل سے اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے اور اسی وجہ سے اس کے نزدیک ان غریبوں کی بڑی قدر ہے۔

(۲) قریش کے طعنے کی وجہ سے غریب مسلمانوں کا دل ٹوٹ گیا تھا۔ ان کی تسلی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ تم ان کی عزت کرو، ان کو سلام کرو اور ان کے لئے دعائیں کیا کرو۔ ان کو یہ خوش خبری سنادو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ پہلے کے گناہ تو اسلام کی وجہ سے دھل گئے۔ اور اسلام کے بعد بھی اگر کوئی گناہ ہوجائے تو مایوس مت ہو اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا دروازہ کھٹکھٹاؤ۔ جب تم سچے دل کے ساتھ گناہ سے توبہ کروگے اور اپنی حالت درست کرلوگے تو خود کو اس کے دامنِ رحمت میں پاؤگے۔

ع ۶
۵
۱۲

(۳) اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ وہ منکروں کے سامنے عقیدۂ توحید کا صاف صاف اعلان کردیں چنانچہ فرمایا کہ ان سے کہدو کہ مجھے اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ میں ان چیزوں کی عبادت کروں جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ لہٰذا میں ہرگز تمہارا کہنا نہیں مانوں گا اور توحید کے راستہ کو نہیں چھوڑوں گا جو ہدایت یافتہ لوگوں کا راستہ ہے۔

مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ

جلدی کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے حکم تو بس اللہ ہی کا ہے وہ حق بات بیان کرتا ہے

وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ۝ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا

اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے (اے پیغمبر! ان سے) کہدو کہ جس چیز کے لئے تم جلدی کر رہے ہو

تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ

اگر وہ میرے اختیار میں ہوتی تو مجھ میں اور تم میں فیصلہ ہو چکا ہوتا

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا

اور اللہ ظلم کرنے والوں سے خوب واقف ہے (۱) اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو

يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ

اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ

اور (درختوں سے) کوئی پتہ نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں

ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ

میں کوئی دانہ اور کوئی ہری اور سوکھی چیز نہیں ہے مگر وہ روشن

كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَ

کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے (۲) اور (دیکھو!) وہی تو ہے جو رات میں تم پر موت طاری کر دیتا ہے (یعنی

يَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ

سلا دیتا ہے) اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو وہ اس کو جانتا ہے پھر دن کے وقت تمہیں اٹھا کھڑا کرتا ہے

لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ

تاکہ مقررہ مدت پوری کر دی جائے پھر تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر

(۱) یعنی میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، وحی الٰہی کی روشنی میں کہہ رہا ہوں۔ اور یاد رکھو کہ وحی الٰہی کی راہ دلیل و یقین اور علم و بصیرت کی راہ ہے۔ لیکن تمہاری راہ شک اور گمان کی راہ ہے۔ مگر افسوس کہ تم میرے یقینی علم کو جھٹلاتے ہو اور کہتے ہو کہ وحی کے جھٹلانے کی وجہ سے عذاب الٰہی جلد کیوں نہیں آجاتا۔ یاد رکھو کہ عذاب لانا میرے اختیار میں نہیں ہے۔ حکم اور فیصلہ کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے علم میں تمہارے عذاب کا ایک وقت مقرر ہے۔ اگر تم اس مہلت سے فائدہ نہ اٹھاؤ گے تو یاد رکھو کہ وہ وقت دور نہیں جب وہ تمہارے حق میں عذاب کا فیصلہ صادر فرمائے گا۔

(۲) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت کا تصور دلایا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح فرمایا کہ غیب کا علم اسی کے ساتھ خاص ہے۔ مطلب یہ ہے کہ غیب کے خزانے اور اس کی کنجیاں اسی کے قبضہ اور علم میں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ البتہ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اور جس قدر چاہتا ہے اپنے علم غیب کے خزانے کھول دیتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ اس کا علم بہت وسیع ہے اور غیب و شہادت، یعنی پوشیدہ اور ظاہر سب کو گھیرے ہوئے ہے ریگستانوں کے ایک ایک ذرہ کو جانتا ہے۔ سمندروں کے ایک ایک قطرہ سے واقف ہے۔ درختوں کے ایک ایک پتے سے باخبر ہے۔ غرض یہ کہ کائنات کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی ایسی نہیں ہے جو اس کے علم سے باہر ہو۔

يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٦٠﴾ ع وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ
اس وقت وہ تم کو تمہارے عمل جو کچھ دنیا میں کرتے رہے ایک ایک کرکے بتادے گا (١) اور وہ اپنے بندوں پر غالب
عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ط حَتّٰٓى إِذَا جَاءَ
ہے اور تم پر نگہبان (فرشتے) بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے
أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ﴿٦١﴾
کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرلیتے ہیں اور وہ کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے
ثُمَّ رُدُّوٓا إِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ط أَلَا لَهُ الْحُكْمُ قف
پھر (قیامت کے دن سب) لوگ اپنے مالک حقیقی (اللہ) کی طرف لوٹائے جائیں گے یادرکھو کہ حکم اسی کا ہے
وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ﴿٦٢﴾ قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِنْ
اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے (٢) (اے پیغمبر لوگوں سے) پوچھو کہ تم کو بیابانوں اور سمندروں کے
ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ج
اندھیروں سے کون نجات دیتا ہے جبکہ تم اس کو گڑگڑا کر اور کبھی چپکے چپکے پکارتے ہو (اور کہتے ہو کہ)
لَئِنْ أَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشّٰكِرِينَ ﴿٦٣﴾
اگر اللہ ہمیں اس مصیبت سے نجات بخشے تو ہم ضرور اس کے شکرگزار بندے ہوکر رہیں گے۔ (اے پیغمبر ان سے)
قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ
کہو کہ اللہ ہی تم کو ان اندھیروں سے اور ہر طرح کی سختی سے نجات دیتا ہے پھر بھی تم اس کے ساتھ شریک
تُشْرِكُونَ ﴿٦٤﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ
ٹھہراتے ہو (٣) (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ وہ اللہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم پر اوپر (یعنی فضائے آسمانی)
عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ
سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے (یعنی زمین سے) عذاب بھیجے یا تم کو گروہ

(١) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کی طرف توجہ دلائی ہے اور نیند کی حالت کو مثال کے طور پر پیش کیا ہے تاکہ انسان اس پر غور کرے اور سمجھے کہ مرنے کے بعد زندہ ہونے کا عقیدہ برحق ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ لوگو! تم مرنے کے بعد زندہ ہونے کے عقیدہ پر تعجب کرتے ہو حالانکہ تم روزانہ مرتے اور زندہ ہوتے ہو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ ایسی قدرت والا ہے کہ ہر رات وہ تم پر ایک خالت طاری کردیتا ہے جس سے تمہارے ہوش وحواس سب معطل ہوجاتے ہیں۔ غور کرو! کیا یہ حالت موت سے ملتی جلتی نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم سوتے کے سوتے رہ جاؤ۔ لیکن وہ جانتا ہے کہ ابھی تم کو دن میں بہت کچھ کرنا ہے۔ اس لئے تم کو دن میں اٹھا کر کھڑا کردیتا ہے تاکہ تم اپنی زندگی کی مقررہ مدت پوری کرلو۔ پھر جب تمہاری عمر ختم ہوجائے گی تو وہ تم کو اپنے پاس بلالے گا۔ پھر قیامت کے دن تم کو اٹھا کر کھڑا کرے گا، تمہارے اعمال سے تم کو باخبر کرے گا اور تم کو ٹھیک ٹھیک بدلہ دے گا۔

ع ٥
١٢

(٢) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غالب ہے اور ان پر اس کا زور چلتا ہے۔ اس نے ان کی زندگی، موت اور حشر ونشر کے بارے میں جو فطرت کے قاعدے مقرر کردیئے ہیں، لوگ بال برابر بھی ان کے خلاف نہیں کرسکتے، اگرچہ غرور اور سرکشی کی وجہ سے وہ اس کے کلام اور اس کے پیغمبر کو نہ مانیں۔ چنانچہ فرمایا یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر نگہبان فرشتے مقرر کئے ہیں جو تمہارے اعمال کو محفوظ کرتے ہیں۔ پھر تم میں سے کسی کی موت کا وقت آپہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کی جان نکال لیتے ہیں اور حکم کی تعمیل میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر سب لوگوں کو ان مالک حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹا دیا جائے گا۔ یاد رکھو! حکم اسی کا ہے اور ساری مخلوق اس کے حکم کی تعمیل کرتی ہے۔ جب وہ حکم دے گا تو سارے انتظامات ہوجائیں گے اور وہ ایک لحظہ میں سب کا حساب لے ڈالے گا۔

(٣) اس آیت میں توحید کی ایک فطری اور نفسیاتی دلیل پیش کی ہے۔ فرماتا ہے کہ دیکھو! جب بیابانوں اور سمندروں کی تاریکیوں میں تم سخت خطرات میں گھر جاتے ہو اور ظاہری اسباب کا رشتہ تمہارے ہاتھوں سے چھوٹ جاتا ہے تو تم اسی کو پکارتے ہو اور گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں مانگتے ہو اور کہتے ہو کہ اگر اس مصیبت سے نجات دیدے تو پھر ہم شکرگزار بندے بن جائیں گے۔ بیشک وہ اللہ ہی ہے جو تمہاری آہ وزاری سنتا ہے، تمہاری دعائیں قبول کرتا ہے اور تمہیں مصیبتوں سے نجات دیتا ہے۔ لیکن افسوس کہ جب مصیبت ٹل جاتی ہے تو تم اسے بھول جاتے ہو، پھر دیویوں اور دیوتاؤں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو اور ان کے نام پر نذریں چڑھاتے ہو — مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا احساس انسان کی فطرت میں ہے اور قرآن اسی دین فطرت کی تعلیم دیتا ہے لیکن غفلت، جہالت اور ضد کی وجہ سے کچھ لوگ توحید کا سیدھا راستہ چھوڑ کر شرک کی بھول بھلیاں میں پڑ جاتے ہیں۔

شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ
گروہ کر دے اور ایک کو دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھا دے دیکھو! ہم اپنی
نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝۶۵ وَكَذَّبَ بِهٖ
آیتوں کو کس کس طرح بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ سمجھیں (۱) اور (اے پیغمبر!) تمہاری قوم
قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝۶۶ ؕ
نے اسے (یعنی قرآن) کو جھٹلایا حالانکہ وہ حق ہے ان سے کہدو کہ میں تم پر داروغہ نہیں ہوں
لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ؗ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۶۷ وَاِذَا رَاَيْتَ
ہر خبر کے لئے ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب تمھیں معلوم ہو جائے گا (۲) اور جب تم ایسے لوگوں
الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى
کو دیکھو جو ہماری آیتوں میں عیب جوئی کرتے ہیں تو ان سے کنارہ کش ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ
يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ
کسی دوسری بات میں مصروف ہو جائیں اور اگر شیطان تم کو (ہماری یہ نصیحت کسی
الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۶۸
وقت) بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو
وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ
اور جو لوگ پرہیزگاری کرتے ہیں ان پر ایسے لوگوں کے حساب کی کوئی ذمہ داری نہیں
وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝۶۹ وَذَرِ الَّذِيْنَ
لیکن ان کے ذمہ نصیحت کر دینا ہے تاکہ وہ بھی پرہیزگار بنیں (۳) اور ایسے لوگوں کو چھوڑ دو
اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ
جنھوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے اور جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں

(۱) جو لوگ عذاب الٰہی سے نڈر ہو کر اسلام کی مخالفت میں زور پر زور لگا رہے تھے، ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا ہے وہ جس طرح تم کو مصیبتوں سے نجات دلاتا ہے اسی طرح تم پر عذاب بھی نازل کر سکتا ہے یاد رکھو! ہوا کا ایک طوفان تمھیں ذرا سی دیر میں تباہ کر سکتا ہے۔ زلزلے کا ایک جھٹکا تمھاری عالیشان عمارتوں کو پلک جھپکنے میں مٹی پتھر کا ڈھیر بنا سکتا ہے۔ قبیلوں اور قوموں کی عداوتوں کے میگزین میں ایک چنگاری وہ تباہی لا سکتی ہے کہ برسوں تک خوں ریزی اور بدامنی سے نجات نہ ملے پس اگر عذاب نہیں آرہا ہے تو غفلت میں سرشار مت ہو، بلکہ غنیمت سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تم کو مہلت دے رکھی ہے وہ طرح طرح سے نشانیاں تمھارے سامنے پیش کرتا ہے تاکہ تم سمجھو اور سیدھا راستہ اختیار کر کے دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کرو۔

واضح ہو کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ عذاب الٰہی کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ کوئی قوم اتحاد و اتفاق سے رہنے کے بجائے مختلف گروہوں میں بٹ جائے اور ہر ایک گروہ دوسرے کو دبائے اور اپنی قوت و شدت کا مزہ چکھائے مسلمانوں کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے

(۲) یعنی اے پیغمبر! قرآن مجید تو اپنی جگہ حق ہے لیکن لوگ اس کو جھٹلاتے ہیں تو ان سے کہدو کہ میں تم پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں یعنی میرا یہ کام نہیں ہے کہ حق کے قبول کرنے پر تم کو مجبور کر دوں یا انکار کی وجہ سے تم پر عذاب نازل کر دوں۔ میں نے حق کو روشن دلیلوں کے ساتھ تمھارے سامنے پیش کر دیا ہے اور تمھیں سیدھا راستہ دکھا دیا ہے۔ اب اگر تم نہیں مانتے تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہر بات کا ایک وقت مقرر ہے۔ لہٰذا جس عذاب سے تمھیں ڈرایا جاتا ہے وہ بھی اپنے وقت پر سامنے آجائے گا اور تم اس کو دیکھ لوگے پھر تم اس کا مذاق نہیں اڑا سکو گے۔

(۳) یعنی ایماندار آدمی کو نہیں چاہئے کہ ان لوگوں کی مجلس میں بیٹھے جو اپنے دلوں میں حق و صداقت کی طلب نہیں رکھتے اور کلام الٰہی میں عیب نکالنے کے لئے اور اس کا مذاق اڑانے کے لئے قرآن پر گفتگو کرتے ہیں اور اس کے مسائل میں غور و خوض کرتے ہیں۔ اگر یہ نصیحت یاد نہ رہے اور آدمی ایسے ظالموں کی مجلس میں پہنچ جائے تو اس کو چاہئے کہ یاد آنے پر وہاں سے اٹھ جائے۔

لیکن یاد رکھو کہ گمراہوں کی گمراہی اور بداعمالی کا حساب ان لوگوں سے نہیں لیا جائے گا جو اپنی جگہ راست باز اور پرہیزگار ہیں۔ لہٰذا اگر اچھے لوگوں کو کسی دینی یا دنیوی کام کے لئے منکروں اور ظالموں کی مجلس میں جانا پڑے تو وہ بازپرس کا خطرہ محسوس نہ کریں۔ البتہ ان کے لئے ضروری ہے کہ منکروں اور ظالموں کو نصیحت کریں اور حق بات پہنچا دیں، شاید یہ بدبخت نصیحت حاصل کریں اور سرکشی سے باز آئیں۔

الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ

ڈال رکھا ہے اور قرآن کے ذریعہ ان کو نصیحت کرتے رہو تاکہ قیامت کے دن کوئی شخص اپنی بدعملیوں کی وجہ سے ہلاکت میں

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ

نہ ڈالا جائے (اس روز) اللہ کے سوا نہ تو کوئی اس کا مددگار ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا اور اگر وہ

تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

دنیا کی ساری چیزوں کو بدلے میں دینا چاہے گا تو وہ اس سے قبول نہ کی جائیں گی یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی بدعملیوں کی

اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ

وجہ سے عذاب میں ڈالے گئے پینے کے لئے ان کو کھولتا ہوا پانی (ملے گا) اور دردناک عذاب

اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ

ہوگا کیونکہ وہ کفر کرتے تھے (۱) (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کیا (تم چاہتے ہو کہ) ہم اللہ کے

اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا

سوا ان (معبودوں) کو پکاریں جو نہ ہم کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان اور جبکہ اللہ نے سیدھا راستہ دکھایا ہے تو کیا ہم

بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ

اس کے بعد بھی الٹے پاؤں (گمراہی کی طرف) پھر جائیں؟ (پھر ہماری مثال ایسی ہو) جیسے کسی کو شیطانوں نے کہیں جنگل میں

فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۖ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى

بھٹکا دیا ہو اور وہ حیران و پریشان پھر رہا ہو اور اس کے ساتھی اس کو سیدھے راستہ کی طرف بلا رہے

الْهُدَى ائْتِنَا ۗ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۗ

ہوں (اور کہہ رہے ہوں) کہ ادھر ہمارے پاس (۲) (اے پیغمبر تم ان سے) کہہ دو کہ اللہ ہی کی ہدایت (حقیقت میں) ہدایت ہے

وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَاَنْ اَقِيْمُوا

اور ہم کو تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ پروردگار عالم کے آگے سر اطاعت جھکا دیں اور یہ (بھی حکم دیا گیا ہے) کہ

منزل ۲

(۱) اے پیغمبر! ان لوگوں سے بالکل الگ ہو جاؤ اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو جو دین کے معاملہ کو اہم نہیں سمجھتے اور اس پر سنجیدگی سے غور نہیں کرتے جنھوں نے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے جو زندگی کے فریب میں پڑے ہیں اور عیش و عشرت میں مگن ہیں جو اسی زندگی کو زندگی سمجھتے ہیں حشر و نشر، جزا و سزا اور حساب و کتاب کے قائل نہیں ہیں۔ البتہ ان بدبختوں کو قرآن سنا کر نصیحت کرتے رہو اور عذاب الٰہی سے ڈراتے رہو کہیں کوئی شخص اپنے کرتوتوں کے بدلہ میں عذاب میں نہ پڑ جائے اور دیکھو جو شخص عذاب الٰہی میں مبتلا ہوگا تو اللہ تعالےٰ کے سوا نہ تو اس کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا کہ اس کو عذاب الٰہی سے چھڑا سکے۔ اور اگر وہ اپنی بدعملی کے بدلہ میں وہ ساری چیزیں بھی دینا چاہے گا جو دنیا میں بدلہ کے طور پر دی جا سکتی ہیں تو وہ بھی اس سے قبول نہیں کی جائیں گی۔ غرض ایسے لوگوں کو ان کے اعمال کے بدلے میں عذاب میں ڈال دیا جائے گا۔ ان کے کفر اور انکار کی وجہ سے ان کو کھولتا ہوا پانی اور اس کے سوا دوسرا دردناک عذاب ملے گا۔

ع ۸ ۱۰ ۱۴ (۲) لکھا ہے کہ مشرکوں نے بعض مسلمانوں کو ترغیب دی تھی کہ وہ اسلام چھوڑ کر پرانے دین کی طرف لوٹ جائیں تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں مشرکوں کو جواب دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آیت میں توحید پر دلیل بھی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ قابل عبادت اور لائق اطاعت تو وہی ہو سکتا ہے جو عبادت کرنے والے کو نفع یا نقصان پہنچا سکے جس معبود میں فائدہ بخشی اور نقصان رسانی کی طاقت نہ ہو وہ ہرگز عبادت کے لائق نہیں ہو سکتا۔ اس لئے مسلمانوں سے یہ کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ ایسی خلاف عقل بات کریں گے کہ اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر ایسے معبودوں کو پوجنے لگیں جو نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اور ان سے یہ امید بھی کیسے کی جا سکتی ہے کہ وہ ہدایت کا سیدھا راستہ یعنی اسلام چھوڑ کر پھر شرک کی گمراہیوں کی طرف الٹے پاؤں لوٹ جائیں گے۔

اسلام کو چھوڑنے والے کی مثال ایسی ہوگی جیسے ایک مسافر اپنے ساتھیوں کے ساتھ سفر کر رہا ہے۔ اس کو کسی شیطان نے بہکایا اور وہ راستہ بھٹک گیا۔ اس کے ساتھی اس کو سیدھے راستہ کی طرف بلا رہے ہیں، لیکن وہ حیران اور سرگردان پھرتا ہے اور سی[redacted]ہ نہیں لگتا۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان مشرکوں کے بہکانے سے اسلام کا سیدھا راستہ چھوڑ دے جس پر اپنے مقدس ساتھیوں یعنی پیغمبرؐ اور صحابہؓ کے ساتھ چل رہا ہے، تو وہ بھی زندگی میں حیران و سرگرداں پھرے گا اور اپنی دنیا و آخرت تباہ کر لے گا۔ لہٰذا مشرکوں کو جاننا چاہئے کہ مسلمان ہرگز ان کے بہکانے میں نہیں آ سکتے۔

(۱) یعنی ہم دینِ اسلام کو چھوڑ کر پُرانے دین کی طرف ہرگز نہیں لوٹ سکتے، کیونکہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھیج کر ہم کو دینِ اسلام کی طرف ہدایت کی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی ہدایت ہی سچی اور حقیقی ہدایت ہے اور اسی میں کامیابی کی ضمانت ہے پھر ہم کس طرح اس دین کو چھوڑ سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جس دین کی اللہ تعالےٰ نے ہم کو ہدایت کی ہے وہ بڑا فطری اور معقول ہے۔ ایسے فطری اور معقول دین کو چھوڑنا کہاں کی عقلمندی ہے؟

دیکھو اللہ تعالےٰ نے ہم کو جس بات کا حکم دیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں جو سارے جہانوں کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے، اسی کی عبادت کریں اور اس کے سارے احکام کو مانیں اور ان پر عمل کریں، خاص کر نماز کو پابندی سے اور نہایت خشوع سے ادا کریں، اور جن باتوں سے اس نے منع کیا ہے ان سے بچیں۔ غرض یہ کہ پرہیزگار بن جائیں اور پرہیزگاری کی راہ میں زیادہ سے زیادہ ترقی کرتے رہیں۔ پرہیزگار بننے میں ہم کو اس بات سے مدد ملے گی کہ ہم ہر وقت اس شعور کو اپنے دلوں میں تازہ رکھیں کہ ہم کو ایک دن اللہ تعالےٰ کے حضور میں حاضر ہونا اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔

(۲) یعنی ہم اس اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتے ہیں جو بڑی اعلیٰ صفات رکھتا ہے۔ اسی نے آسمان و زمین کو برحق پیدا کیا، حکمت کے ساتھ بنایا اور ان میں بڑے بڑے فائدے رکھے۔ جب یہ سب کچھ فنا ہو جائے گا تو پھر حکم دے گا کہ ہو جا۔ اس کا حکم پورا ہو گا اور اس کی تعمیل میں ہر چیز ظہور میں آجائے گی۔ جس دن صُور پھونکا جائے گا اور حشر کے میدان میں سب لوگ جمع ہوں گے، اس دن اسی کی بادشاہی ہو گی یعنی دنیا میں جو لوگ بادشاہت کے دعویدار اور حکومت کے نشان بردار تھے، ان میں سے کوئی بھی اس دن اس کے مقابلہ میں بادشاہی کا دعویٰ نہ کر سکے گا۔ وہ غیب اور شہادت یعنی جو چیزیں ہم اپنے حواس سے محسوس کرتے ہیں، ان کو، اور جو چیزیں کہ ہمارے حواس کی گرفت میں نہیں آتیں، ان کو بھی جانتا ہے۔ وہ بڑی حکمت والا اور ہر چیز سے باخبر ہے۔

(۳) مکہ والوں سے گفتگو کے سلسلہ میں شرک کی تردید اور توحید کے ثابت کرنے کے لئے اس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ دہرایا گیا ہے۔ عرب کے لوگ حضرت ابراہیمؑ کو اپنا بزرگ مانتے تھے۔ خاص کر قریش کو اس بات پر فخر تھا کہ وہ ابراہیم کی اولاد اور ان کے بنائے ہوئے خانۂ کعبہ کے خادم ہیں۔ اس لئے حضرت ابراہیمؑ کے عقیدۂ توحید کا ذکر کر کے قریش اور سارے عربوں کو آگاہ کیا کہ دیکھو حقیقت میں محمدؐ اور ان کے ساتھی ابراہیمؑ کے طریقہ پر ہیں نہ کہ تم۔

الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾
نماز پڑھتے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور وہی ہے جس کے حضور میں تم سب (قیامت کے دن) جمع کئے جاؤ گے (۱)
وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ
اور وہی ہے جس نے مصلحت اور حکمت کے ساتھ آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ جس دن وہ
وَیَوْمَ یَقُوْلُ كُنْ فَیَكُوْنُ ۬ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ
(حشر کی نسبت) فرمائے گا کہ ہو جا بس وہ ہو جائے گا اس کا ارشاد برحق ہے اور جس
الْمُلْكُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ
دن صور پھونکا جائے گا اس دن اسی کی حکومت ہو گی وہ پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے
وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۷۳﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ
اور وہی حکمت والا (اور ہر چیز سے) خبردار ہے (۲) اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جبکہ ابراہیم نے اپنے باپ
اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ
آزر سے کہا کہ کیا تم بتوں کو معبود بناتے ہو میں دیکھتا ہوں کہ تم اور تمہاری قوم
فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۷۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ
کھلی گمراہی میں (مبتلا) ہے اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں
مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَكُوْنَ مِنَ
اور زمین کے عجائبات دکھانے لگے تاکہ وہ کامل یقین کرنے والوں
الْمُوْقِنِیْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ
میں سے ہو جائیں (۳) جب ابراہیم پر رات چھا گئی تو انھوں نے آسمان پر ایک ستارہ دیکھا
قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ
کہا یہ میرا پروردگار ہے لیکن جب وہ غروب ہو گیا تو کہنے لگے کہ غروب ہو جانے والوں کو میں

توارت میں حضرت ابراہیمؑ کے باپ کا نام "تارخ" لکھا ہے ابن کثیرؒ نے کہا کہ اگر اس کو صحیح مانا جائے تو یہ کہنا چاہیئے کہ آزر ان کا لقب تھا۔ بعض علماء نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ آزر حضرت ابراہیمؑ کے چچا کا نام تھا، چونکہ اسی نے حضرت ابراہیمؑ کی پرورش کی تھی اس لئے اس کو باپ کہہ دیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں بابل اور نینوا کے لوگ بڑے مشرک تھے اور اجرامِ سماویہ یعنی سُورج چاند اور بڑے بڑے ستاروں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ شہر "اُور" میں زہرہ، چاند اور سورج کے بُت خانے جگہ جگہ بنے ہوئے تھے جہاں صبح و شام پوجا کرنے والوں کا ہجوم رہا کرتا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کے باپ خود بُت بنا کر بیچا کرتے تھے۔ ایسے مشرکانہ ماحول میں حضرت ابراہیمؑ نے آنکھیں کھولیں۔

لیکن جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی نظر میں شرک کی بُرائی اور قوم کی گمراہی واضح کر دی تھی، اسی طرح قدرت کے عجائبات جو ساری کائنات میں پھیلے ہوئے ہیں، اللہ تعالےٰ نے ان کے قلبِ سلیم پر کھول دیئے تھے یعنی حضرت ابراہیمؑ نے قدرت کی نشانیوں کو بصیرت کی نظر سے دیکھا اور ان سے توحید کا سبق حاصل کیا اور حق الیقین کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔

الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ
پسند نہیں کرتا پھر جب چاند کو دیکھا کہ چمک رہا ہے تو کہا کہ یہ میرا پروردگار ہے
فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ
لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہا کہ اگر مجھ کو میرا پروردگار سیدھا راستہ نہیں دکھائے گا تو
مِنَ الْقَوْمِ الضَّاۗلِّيْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً
میں (بھی) گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا پھر جب سورج کو دیکھا کہ جگمگا رہا ہے تو
قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ
کہا کہ یہ میرا پروردگار ہے کہ یہ سب سے بڑا ہے پھر جب وہ (بھی) غروب ہو گیا تو کہا کہ
يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ
اے لوگو! جن چیزوں کو تم اللہ کا شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں میں نے تو ساری مخلوق سے یکسو ہو کر
وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا
صرف اسی ہستی کی طرف اپنا رُخ کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے
وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَحَاۗجَّهٗ قَوْمُهٗ ۭ قَالَ
اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں (۱) اور ابراہیم سے ان کی قوم جھگڑنے لگی تو ابراہیم نے کہا کہ
اَتُحَاۗجُّوْۗنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ۭ وَلَآ اَخَافُ مَا
کیا تم مجھ سے اللہ (کی وحدانیت) کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ اس نے مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے تو یاد رکھو! جن کو
تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ رَبِّيْ شَيْـــًٔا ۭ وَسِعَ رَبِّيْ
تم نے اللہ کا شریک ٹھہرایا ہے میں ان سے نہیں ڈرتا مگر ہاں جو میرا پروردگار ہی مجھے کچھ نقصان پہنچانا چاہے (تو اس کی مرضی) میرا پروردگار اپنے
كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَكَيْفَ
علم سے تمام چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے کیا تم (اس بات کو) نہیں سوچتے اور (دیکھو!) میں ان چیزوں سے کیونکر

(۱) جب شام ہوئی اور زہرہ ستارہ افق پر چمکا تو سوال کے طور پر حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ کیا اس کو پروردگار بناؤں۔ لیکن جب وہ ڈوب گیا تو انھوں نے کہا کہ میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر جب چاند چمکتا ہوا سامنے آیا اور اس نے ساری زمین کو جگمگا دیا تو حضرت ابراہیمؑ بولے "یہ میرا پروردگار ہے"۔ پھر وہ بھی ڈوب گیا تو حضرت ابراہیمؑ کا دل اس سے بھی پھر گیا۔ جب صبح ہوئی اور سورج نے سارے جہان کو روشن کیا تو حضرت ابراہیمؑ نے کہا یہ سب سے بڑا ہے اس کے فیض سے کائنات کا ذرہ ذرہ روشن ہے اسی کو پروردگار بنانا چاہیے۔ لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا تو ان پر حقیقت کھلی اور انھوں نے اعلان کیا اور کہا اے قوم: میں شرک سے بری ہوں جس میں تم مبتلا ہو۔ دیکھو ان میں سے کوئی بھی پروردگار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کے حالات بدلتے رہتے ہیں۔ یہ کبھی گھٹتے ہیں کبھی بڑھتے ہیں، کبھی ڈوبتے ہیں کبھی نکلتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مختار نہیں، مجبور ہیں، حاکم نہیں، محکوم ہیں۔ کوئی اور بالاتر ہستی ہے جس نے ان کو بنایا ہے اور حرکت کے قاعدوں میں جکڑ رکھا ہے لہٰذا ان سب خداؤں سے منہ موڑ کر میں اسی کی طرف رُخ کرتا ہوں اور اسی کا ہو رہتا ہوں اور اعلان کرتا ہوں کہ میں ہرگز مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

واضح ہو کہ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح فطرت رکھنے والے ایک انسان کا ذہن عجائباتِ قدرت کے مطالعہ اور غور و فکر سے کس طرح حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔

اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ

ڈروں جن کو تم نے اللہ کا شریک ٹھہرایا ہے جبکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے ایسی چیزوں کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا

بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَيُّ

ہے جن کے بارے میں اس نے تم پر کوئی دلیل نازل نہیں کی تو اگر سمجھ رکھتے

الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨١﴾ مؕ

ہو تو بتاؤ کہ دونوں فریقوں میں سے کونسا فریق امن و سلامتی کا مستحق ہے

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ

جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم (یعنی شرک) سے آلودہ نہیں کیا انہی کے لئے

لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٨٢﴾ ع وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ

امن ہے اور وہی ٹھیک راستہ پر ہیں (۱) اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے

اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ

ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابل عطا کی تھی ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں (اے پیغمبر!)

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿٨٣﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ

بیشک تمہارا پروردگار حکمت والا (اور) جاننے والا ہے (۲) اور ہم نے ابراہیم کو اسحق اور یعقوب بخشے (اور)

كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ

ان سب کو ہدایت بخشی اور ابراہیم سے پہلے نوح کو بھی ہم نے ہدایت دی تھی اور ابراہیم کی اولاد میں سے داؤد

وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ

اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو بھی ہدایت دی اور ہم نیک لوگوں کو

نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٤﴾ لا وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ

ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں اور زکریا اور یحیٰی اور عیسیٰ اور الیاس کو بھی ہدایت دی

(۱) جب حضرت ابراہیم سے ایسی روشن دلیلیں سن کر لوگ لاجواب ہو گئے اور ان سے کچھ نہ بن پڑا تو خواہ مخواہ جھگڑا کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اگر تم ہمارے معبودوں کو برا کہو گے تو وہ تم کو نقصان پہنچا دیں گے۔

حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ تعجب ہے کہ تم مجھ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ اس نے مجھے سیدھی راہ پر لگایا ہے۔ لہٰذا تمہارے جھگڑنے سے میں تو اس سیدھی راہ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اور میں اس بات سے نہیں ڈرتا ہوں کہ وہ معبود جن کو تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو، مجھے نقصان پہنچا دیں گے۔ میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ اگر میرا پروردگار جس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، مجھے نقصان پہنچانا چاہے، تو اس کو کوئی نہیں روک سکتا۔

ع ٩ ١٤ ١٥

تعجب ہے کہ تم مجھے معبودان باطل سے ڈراتے ہو، حالانکہ تم کو اس بات سے ڈرنا چاہیئے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہو جن کے ماننے کے لئے تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر میرے پاس عقل و علم کی بڑی بڑی روشن دلیلیں ہیں۔ اب تم ہی انصاف کرو اور بتاؤ کہ ہم دونوں میں سے کونسے فریق کی راہ امن کی راہ ہے ہر عقلمند آدمی یہی جواب دے گا کہ وہی لوگ باامن اور ہدایت یافتہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک سے پاک رکھتے ہیں۔

(۲) یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے پاک دل پر یہ حقیقت کھول دی تھی کہ عبادت اس کی کرنی چاہیئے جس کی عبادت کے لئے علم و بصیرت کی گواہی موجود ہو نہ یہ کہ آدمی محض باپ دادا کی اندھی تقلید میں ہر کسی چیز کی پوجا شروع کر دے یہ ایک زبردست حجت تھی جس سے حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم پر غلبہ پایا جس سے حضرت ابراہیمؑ کا درجہ دنیا اور آخرت میں بہت بلند ہو گیا۔

كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۸۵ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَ

یہ سب ہمارے نیک بندوں میں سے تھے اور اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو بھی

لُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝۸۶ وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَ

ہدایت دی اور ان سب کو ہم نے دنیا جہان کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی اور ان کے کچھ باپ دادا

ذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى

اور کچھ اولاد اور کچھ بھائیوں کو بھی ہدایت دی تھی اور ان کو برگزیدہ کیا تھا اور سیدھے

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۸۷ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ

راستہ پر چلایا تھا (۱) یہ اللہ کی ہدایت ہے اس پر اپنے بندوں میں سے

يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

جس کو چاہتا ہے چلاتا ہے اور اگر یہ (پیغمبر توحید کا راستہ چھوڑ کر) شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے سب

يَعْمَلُوْنَ ۝۸۸ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَ

ضائع ہو جاتے (۲) یہ وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب اور شریعت اور نبوت عطا

النُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَاۗءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا

فرمائی تھی پھر اگر یہ (کافر ان باتوں سے انکار کرتے ہیں (تو کچھ پروا نہیں) ہم نے ان پر (ایمان لانے کو) ایسے لوگ مقرر کر دیئے

لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۝۸۹ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ

ہیں جو ان سے انکار کرنے والے نہیں (۳) (اے پیغمبر!) یہ وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے ہدایت دی تھی تو تم بھی انہی کے

اقْتَدِهْ ۭ قُلْ لَّآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰي

طریقہ پر چلو (اور) کہہ دو کہ میں اس (رہنمائی) کا تم سے کوئی معاوضہ نہیں چاہتا یہ قرآن تو دنیا جہان کے لوگوں کے لئے

لِلْعٰلَمِيْنَ ۝۹۰ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ

ایک نصیحت ہے (۴) اور ان لوگوں نے اللہ کی جیسی قدر پہچاننی چاہیے تھی ویسی نہ پہچانی جبکہ انہوں نے (نہایت بیہودگی سے) کہہ دیا

(۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو ذاتی فضیلت کے علاوہ اس طرح بھی فضیلت عطا فرمائی کہ ان کو حضرت اسحٰقؑ جیسا بیٹا اور حضرت یعقوبؑ جیسا پوتا عطا فرمایا اور دونوں کو نبوت کے درجہ کی ہدایت بخشی اور حضرت ابراہیمؑ کے بزرگوں میں سے حضرت نوحؑ کو بھی اسی طرح ہدایت فرمائی تھی اور نبی بنایا تھا پھر حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے بہت سے پیغمبر بنائے جیسے حضرت داؤدؑ حضرت سلیمانؑ، حضرت ایوبؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت اسمٰعیلؑ، حضرت الیسعؑ، حضرت یونسؑ اور حضرت لوط علیہ السلام ان بزرگوں کو اپنے اپنے زمانے کے لوگوں پر فضیلت بخشی۔ ان کے بزرگوں، ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بھی بعضوں کو ہدایت بخشی اور مخلوق کی رہبری کے لئے منتخب فرمایا اور زندگی میں سیدھے راستہ پر چلایا۔

(۲) یہ بڑے بڑے پیغمبر توحید، معرفت اور خدا پرستی کی جس ہدایت پر تھے، وہ اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی ہدایت ہے، ایسی ہدایت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور معبود کے پاس نہیں مل سکتی۔ اور ایسی ہدایت اللہ تعالیٰ کے پاس سے ان لوگوں کو ملتی ہے جو شرک سے بچتے ہیں۔ فرض کرو اگر یہ لوگ بھی شرک میں مبتلا ہوتے تو ان کا کیا کرایا سب اکارت جاتا اور ان کو یہ مرتبے نصیب نہیں ہوتے۔ اس لئے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ہدایت اور رہنمائی حاصل کرنے کی طلب ہو، ان کو چاہیے کہ اپنے دلوں کو مشرکانہ خیالات سے پاک کریں اور سچی نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں۔ یقیناً ان کو خدا پرستی کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا ہوگی۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ جس طرح ہم نے گزشتہ پیغمبروں کو نبوت، کتاب اور شریعت بخشی تھی، اسی طرح ہم نے تم کو بھی نبوت، کتاب اور شریعت سے سرفراز فرمایا ہے۔ اگر مکہ والے اور دوسرے منکرین اس حقیقت کو نہ مانیں تو تم پروا مت کرو۔ ہم دوسرے لوگوں کو کھڑا کر دیں گے جو ان کی طرح منکر نہیں ہوں گے بلکہ تمہارے فرماں بردار اور جاں نثار ہوں گے۔ واضح ہو کہ یہ پیشین گوئی مہاجرین اور انصار کے بارے میں تھی چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔

ع ۱۰ ۸ ۱۶

(۴) یعنی اے محمدؐ جس طرح گزشتہ پیغمبروں نے صبر و تحمل سے کام لیا اسی طرح تم بھی صبر و برداشت سے کام لو اور مخالفتوں کے ہجوم میں رہ کر دین کی تبلیغ کا کام جاری رکھو۔ تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں تبلیغ اور رہنمائی کے کام پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں اور سارے انسانوں کی خیر خواہی میرے پیش نظر ہے۔ میں سب کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں اور یہ قرآن سارے جہان والوں کے لئے سرتاسر نصیحت ہے۔

(۱) مکہ کے مشرکوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جھگڑا اسی بات پر تھا کہ وہ لوگ اس بات کو نہیں مانتے تھے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے بلکہ وہ اس اصول ہی کے قائل نہیں تھے کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان پر وحی بھیجتا ہے اور کتاب نازل فرماتا ہے چونکہ عرب میں یہودی اور عیسائی الہامی کتابوں کے عالم اور پڑھے لکھے لوگ سمجھے جاتے تھے اس لئے مکہ کے مشرک آنحضرتؐ اور قرآن مجید کے بارے میں انہی سے پوچھتے تھے۔ وہ حسد اور تعصب کی وجہ سے کہدیتے تھے کہ قرآن الہامی کتاب نہیں ہے کیونکہ اس طرح سے کوئی الہامی کتاب نازل نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک یہودی عالم نے غصے اور مخالفت کے جوش میں یہ بھی کہدیا کہ اللہ نے کبھی انسان پر کوئی کتاب نہیں اتاری۔

اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ

کہ اللہ نے کسی انسان پر کچھ نازل ہی نہیں کیا (اے پیغمبرؐ ان سے) کہو کہ (اگر ایسا ہی ہے تو) جو کتاب

الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ

موسیٰ لے کر آئے تھے اسے کس نے نازل کیا تھا جو لوگوں کے لئے نور اور ہدایت تھی جس کو تم نے متفرق

قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ

اوراق میں رکھ چھوڑا ہے کہ اس کے کچھ حصہ کو تو ظاہر کرتے ہو اور اکثر کو چھپاتے ہو اور جس کے ذریعہ تم کو وہ باتیں سکھائی گئیں

تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ

جن کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمھارے باپ دادا (اے پیغمبرؐ ان سے) کہو کہ اللہ ہی نے (نازل کیا) پھر ان کو چھوڑ دو کہ اپنی بیہودہ بکواس

یَلْعَبُوْنَ (۹۱) وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ

میں کھیلتے رہیں (۱) اور یہ قرآن بھی ایسی ہی کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے جو بڑی برکت والی ہے اور اپنے سے پہلی کتابوں کی

بَیْنَ یَدَیْهِ وَ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ الَّذِیْنَ

تصدیق کرتی ہے اور (ہم نے اس قرآن کو) اس لئے (نازل کیا ہے) کہ تم مکہ والوں کو اور ان کو جو اس کے چاروں طرف ہیں ڈراؤ اور جو لوگ

یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ

آخرت کا یقین رکھتے ہیں وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی

یُحَافِظُوْنَ (۹۲) وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

پابندی کرتے ہیں (۲) اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹی تہمت لگائے

اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَ لَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ

یا کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے حالانکہ اس پر کچھ بھی وحی نہیں آئی اور جو یہ کہے کہ جیسا کلام اللہ نے

مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ

نازل کیا ہے اسی طرح کا کلام میں بھی لاتا ہوں اور (اے پیغمبرؐ) کاش تم ان ظالموں کو اس وقت دیکھو جب وہ موت کی سختی میں

اس مقام پر چند آیتوں میں دونوں گروہوں کے خیالات کی تردید فرمائی ہے پہلے ایک اصولی بات کی طرف توجہ دلائی کہ جو لوگ ایسی بات کہتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی قدر اچھی طرح نہیں پہچانتے اور اس کی صفات کو ٹھیک ٹھیک نہیں جانتے۔ ان جاہلوں نے اللہ تعالیٰ کو بھی پتھر کے بت کی طرح سمجھ رکھا ہے جو نہ اپنی کہہ سکے، نہ دوسرے کی سن سکے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ بڑی صفتوں والا ہے۔ اس کی صفات میں سے ایک صفت کلام بھی ہے۔ وحی میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام ہی کا ظہور ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ رب العالمین ہے جس طرح اس نے انسان کے جسم کی پرورش کا انتظام کیا ہے اسی طرح اس نے وحی کے ذریعہ انسانی رُوح کی پرورش اور ہدایت کا بھی انتظام فرمایا ہے۔ اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے نظام ربوبیت کو جانتے اور سمجھتے تو ہرگز ایسی جاہلانہ بات مُنہ سے نہیں نکالتے۔

اس کے بعد یہودیوں کو لاجواب کرنے کے لئے ان سے سوال کیا کہ اچھا! بتاؤ حضرت موسیٰ پر کس نے کتاب یعنی توراۃ نازل فرمائی تھی وہ توراۃ جو انسانوں کے لئے سرتاسر روشنی اور ہدایت تھی جس کو تم نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے متفرق ورقوں میں لکھ رکھا ہے کہ اس کے کچھ احکام لوگوں پر ظاہر کرتے ہو اور بہت سے احکام چھپاتے ہو۔ اور جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے تم کو وہ علم سکھایا تھا جو تم اور تمھارے باپ دادا نہیں جانتے تھے۔

آخر میں آنحضرتؐ سے فرمایا کہ اگر ضد کی وجہ سے وہ اس سوال کا جواب نہ دیں تو تم خود اعلان کر دو اور بتا دو کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تو موسیٰ پر توراۃ نازل فرمائی تھی پھر اگر وہ تمھاری بات مان لیں تو اچھا ہے۔ ورنہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو کہ وہ بے فائدہ بحثوں میں پڑے رہیں اور اپنی زندگی تباہ کرتے رہیں۔

(۲) جب اوپر کی آیت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ پیغمبروں پر وحی بھیجی تھی اور کتاب نازل فرمائی تھی، تو اب اس آیت میں اس بات کی طرف یہودیوں اور مکہ والوں کو توجہ دلائی کہ یہ قرآن مجید بھی اللہ تعالیٰ ہی نے نازل فرمایا ہے اور یہ بھی الہامی کتابوں کی طرح چند خاص خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے چنانچہ فرمایا کہ دیکھو یہ کتاب بڑی خیر و برکت والی ہے اس میں انسان کی فلاح و بہبود کے لئے زندگی کا ایک مکمل نظام پیش کیا گیا ہے۔ اس میں ایک خاص خوبی یہ ہے کہ یہ گزشتہ الہامی کتابوں کو جھٹلاتی نہیں بلکہ ان کے الہامی ہونے کی تصدیق کرتی ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ یہ مکہ والوں، عرب والوں بلکہ سارے جہان والوں کو انکار اور بدعملی کے خطرناک نتیجوں سے آگاہ کرتی ہے۔ اس کا اثر یہ ہے کہ اس نے مقدس انسانوں کی ایسی جماعت پیدا کر دی ہے جو آخرت کی زندگی پر ایمان رکھتے ہیں اور جنھوں نے نماز کی پابندی کر کے اپنی ظاہری اور باطنی زندگی کو پاکیزہ بنا لیا ہے۔

الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ

مبتلا ہوں اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہوں (اور یہ کہہ رہے ہوں) کہ نکالو اپنی جانیں

اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى

آج تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی اس لئے کہ تم اللہ پر جھوٹ

اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ

بولا کرتے تھے اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے (۱) اور (پھر) ان سے

جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ

اللہ فرمائے گا کہ) ہمارے پاس تم تنہا آگئے جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ تنہا پیدا کیا تھا اور جو کچھ ساز و سامان

مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ

تمہیں دنیا میں دیا تھا وہ سب پیچھے چھوڑ آئے اور آج ہم تمہارے ساتھ ان سفارش کرنے والوں کو نہیں دیکھتے

الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ

جن کی نسبت تم دعوے کرتے تھے کہ وہ تمہارے کاموں میں اللہ کے شریک ہیں آج تمہارے آپس کے سب تعلقات ٹوٹ گئے

وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾ ع اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ

اور جو دعوے تم کیا کرتے تھے وہ سب جاتے رہے (۲) بیشک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑ کر ان سے

وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ

درخت اگاتا ہے وہی جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے اور وہی بے جان کو جاندار سے نکالنے والا

الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَ

ہے یہی تو اللہ ہے پھر تم کہاں بہکے جا رہے ہو؟ (وہی رات کے اندھیرے سے) صبح نمودار کرنے والا ہے اور

جَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ

اسی نے (تمہارے لئے) رات کو (راحت و) سکون کا سامان بنایا اور سورج اور چاند کی رفتار کو حساب سے رکھا یہ

(۱) ایک قریشی سردار نضر بن حارث نے قرآن مجید کے بارے میں کہا تھا کہ میں بھی ایسا کلام بنا سکتا ہوں۔ اسی طرح مسیلمہ نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا اور کہا تھا کہ میرے پاس بھی وحی آتی ہے۔

اس آیت میں ایسے مہمل دعوے کرنے والوں کی تردید فرمائی ہے اور تنبیہ کے لئے اس عذاب کا نقشہ کھینچا ہے جس میں ایسے لوگ مبتلا ہوں گے۔

چنانچہ فرماتا ہے کہ وہ شخص بڑا ظالم اور حق ناشناس ہے جو اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتا ہے یا پیغمبری کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے یا کلام الٰہی کو سن کر کہتا ہے کہ میں بھی ایسا کلام نازل کر سکتا ہوں۔ موت کے وقت ایسے ظالموں کا یہ حال ہوگا کہ موت کے فرشتے ان کی ناپاک روحوں کی طرف ہاتھ بڑھائیں گے اور سختی سے کہیں گے کہ اپنی جانوں کو نکالو۔ آج تم کو ان اعمال کی پاداش میں ذلت کا عذاب بھگتنا پڑے گا جو تم دنیا میں کرتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور نشانیوں کا انکار کرتے تھے اور ان کے مقابلہ میں سرکشیاں دکھاتے تھے۔

ع ۱۱ — ۱۷

(۲) یعنی قیامت کے دن ایسے ظالموں سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ دیکھو آج تم اکیلے اور بے یار و مددگار ہمارے پاس اس حال میں آکر حاضر ہوگئے جس حال میں ہم نے تم کو پیدا کیا تھا یعنی نہ بدن پر کپڑا اور نہ پاؤں میں جوتا۔ دنیا میں جو کچھ ساز و سامان ہم نے تم کو دیا تھا، وہ سب اپنے پیچھے چھوڑ آئے۔ آج تمہارے ساتھ وہ معبود بھی نہیں ہیں جن کو تم ہمارا شریک ٹھہراتے تھے اور جن کے بارے میں تم سمجھتے تھے کہ وہ آج کے دن تمہاری سفارش کریں گے۔ دیکھو آج تمہارے اور ان کے سارے تعلقات ٹوٹ گئے اور جو کچھ تم سمجھتے تھے وہ سب غلط ثابت ہوا اور تم بے سہارا اور بے یار و مددگار رہ گئے۔

(۱) ان چند آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے اس بات کو واضح فرمایا ہے کہ اگر انسان اس کائنات کے کارخانہ پر سنجیدگی سے غور کرے تو اس کو دو باتیں بہت نمایاں طور پر معلوم ہوں گی پہلی بات یہ کہ یہ سارے کا سارا کارخانہ انسان کی خدمت میں لگا ہوا ہے اور اس کے لئے زندگی اور روزی کا انتظام کر رہا ہے۔ آسمان، زمین، سورج، چاند، تارے، ابر، ہوا سب کے سب انسان کی ضروریات کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں اور اس کی پرورش کا سامان مہیا کر رہے ہیں۔
دوسری بات یہ کہ اس کارخانہ میں نظم اور ترتیب نہایت اعلیٰ درجہ پر ہے۔ ہر بات کے لئے ایک اصول اور ہر کام کے لئے ایک ضابطہ مقرر ہے جس میں بال برابر فرق نہیں ہوتا۔

تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ
اس کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے جو (سب پر) غالب (اور) علم والا ہے اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے
لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ
تاکہ بیابانوں اور سمندروں کے اندھیروں میں ان کے ذریعہ راستہ معلوم کرو بلاشبہ علم والوں کے لئے ہم نے اپنی آیتیں
لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ
تفصیل کے ساتھ بیان کر دی ہیں اور وہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص (یعنی آدم) سے
وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
پیدا کیا پھر (تمہارے لئے) ایک ٹھیرنے کی جگہ ہے اور ایک سپرد ہونے کی جگہ۔ بلاشبہ سمجھنے والوں کے لئے ہم نے اپنی آیتیں تفصیل کے ساتھ
يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا
بیان کر دی ہیں (۱) اور وہی تو ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا (اور فرمایا کہ دیکھو!) پھر ہم نے
بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ
اس کے ذریعہ سے ہر قسم کے نباتات کو نکالا پھر اس سے سبز شاخیں نکالیں جن سے ایک دوسرے کے ساتھ
حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ
گتھے ہوئے دانے پیدا کرتے ہیں اور اسی طرح کھجور کے درخت (بھی پھل پیدا ہوتے ہیں) جس کے گچھے سے خوشے جھکے پڑتے ہیں
وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا
اور (اسی پانی سے ہم نے) انگوروں کے باغ (پیدا کئے) اور زیتون اور انار (بھی) جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں
وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ
اور نہیں بھی ملتے ان کے پھلوں کو دیکھو جب درختوں میں لگتے ہیں اور ان کے پکنے کو دیکھو!
اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ
بلاشبہ ان میں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں (اللہ کی قدرت کی بہت سی) نشانیاں ہیں (۲) اور ان لوگوں نے جنوں کو

اس طرح غور کرنے سے انسان کو اس بات کی طرف رہبری ہوتی ہے کہ اس کارخانہ کا کوئی بنانے والا ہے جس نے بڑی قدرت اور حکمت کے ساتھ اس کو بنایا ہے اور وہی اس کو چلا رہا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اسی پیدا کرنے والے اور پالنے والے کی طرف متوجہ ہو اور اسی کو اپنا معبود بنائے۔ قرآن مجید بتاتا ہے کہ اس کا نام "اللہ" ہے۔
چنانچہ فرماتا ہے کہ لوگو دیکھو! وہ اللہ تعالےٰ ہی ہے جو ایک خشک گٹھلی یا دانے کو پھاڑ کر اس سے ہرا بھرا اور پھلنے پھولنے والا ایک درخت پیدا کر دیتا ہے۔ وہ زندہ کو مُردہ سے نکالتا ہے، جیسے بیج سے پودے اور درخت کو اور نطفے سے حیوان اور انسان کو۔ اور وہی مُردہ کو زندہ سے نکالتا ہے جیسے انسان اور بعض حیوانوں سے نطفے کو اور بعض حیوانوں سے انڈے کو۔ دیکھو وہ اللہ تعالےٰ ہی ہے جس کی قدرت کا یہ کرشمہ ہے۔ پھر تعجب ہے کہ تم اس سے پھر جاتے ہو اور دوسروں کو معبود بناتے ہو۔
دیکھو وہ اللہ تعالےٰ ہی ہے جو رات کا پردہ چاک کر کے صبح نمودار کرتا ہے۔ اسی نے رات کو تمہارے لئے سکون اور آرام کا وقت بنایا ہے۔ اسی نے سورج اور چاند کے طلوع اور غروب کا ایسا انتظام کیا ہے کہ رات، دن، مہینہ، سال اور موسم سب اپنے اپنے وقت پر آتے جاتے رہتے ہیں اور بال برابر بھی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ جانتے ہو کہ ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ یہ اس کا ٹھیرایا ہوا اندازہ ہے جو بڑا علم رکھنے والا اور سب پر غالب ہے لہٰذا اس کے ٹھیرائے ہوئے اندازہ میں کہیں بال برابر بھی غلطی نہیں ہے، اور جس چیز کے لئے جو اندازہ ٹھیرا دیا ہے، اس سے وہ چیز انحراف نہیں کر سکتی ہے — اور دیکھو: وہ اللہ تعالےٰ ہی ہے جس نے تمہارے لئے بے شمار ستارے بنا دیئے ہیں تاکہ تم ان کی روشنی سے بیابانوں اور سمندروں کی تاریکیوں میں راستے معلوم کر سکو۔ پھر دیکھو کہ اللہ تعالےٰ نے ایک انسان سے لاکھوں کروڑوں انسان پیدا کر دیئے اگر تم انسان کی پیدائش پر غور کرو اور دیکھو کہ ماں کے پیٹ میں بچّہ کا نطفہ ٹھیرنے کے بعد سے لے کر قبر میں اس کے سونپے جانے تک اس پر کیسے کیسے حالات گزرتے ہیں، تو یقیناً اللہ تعالےٰ کی قدرت اور حکمت کی بے شمار نشانیاں تمہارے سامنے آجائیں گی۔ یہ نشانیاں وہی دیکھ سکتے ہیں جو اپنی سمجھ بوجھ سے کام لیتے ہیں۔
(۲) پھر دیکھو! وہ اللہ تعالےٰ ہی ہے جو ابر سے پانی برساتا ہے جس سے گھاس پات اور طرح طرح کے پودے نکلتے ہیں۔ اور ہری ہری کونپلیں اور بیچ شاخیں پھوٹتی ہیں۔ پھر ان میں سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے دانے نکلتے ہیں۔ اور اسی طرح کھجور کے درختوں میں بڑے بڑے گچھے لگتے ہیں اور اسی طرح پانی سے انگور کے باغ لگتے ہیں۔ اور زیتون اور انار کے درخت بھی اُگتے ہیں۔ ان میں سے بعض پھل صورت، رنگ اور مزہ میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور بعض نہیں ملتے۔ اور دیکھو جب درختوں میں پھل لگتے ہیں تو کیسے عجیب و غریب طریقے سے ٹہنیوں میں سے نکلتے ہیں اور پھر ایک مقررہ انتظام کے ساتھ درجہ بدرجہ بڑھتے اور پختگی سے قریب ہوتے جاتے ہیں۔ اور پھر ان کے پکنے کو دیکھو کہ پکنے کے بعد اپنی شکل، اپنی رنگت، اپنی خوشبو اور اپنے مزہ میں کیسی عجیب نوعیت پیدا کر لیتے ہیں۔ دیکھو ان چیزوں میں ان لوگوں کے لئے اللہ تعالےٰ کی قدرت اور حکمت کی بے شمار نشانیاں ہیں جو اس کی رُبوبیت پر یقین رکھتے ہیں۔

شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍۭ

اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا ہے حالانکہ انہیں بھی اللہ ہی نے پیدا کیا ہے اور ان لوگوں نے جہالت سے اللہ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں

بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۞ ۱۰۰ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ

بھی تراش لی ہیں اس کی ذات ان تمام باتوں سے پاک اور بلند ہے جو یہ اسکی نسبت بیان کرتے ہیں (۱) (وہی) آسمانوں اور

وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ

زمین کا موجد ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی اس کے بیٹا ہو جبکہ کوئی اس کی بیوی نہیں

وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ۞ ۱۰۱ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے (۲) یہی صفتیں رکھنے والا اللہ

رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ

تمہارا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے تو اسی کی عبادت کرو اور وہ

عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِيْلٌ ۞ ۱۰۲ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ؗ وَهُوَ يُدْرِكُ

ہر چیز کا کارساز ہے وہ ایسا ہے کہ اس کو نگاہیں نہیں پاسکتیں اور وہ نگاہوں کو

الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۞ ۱۰۳ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ

پاسکتا ہے اور وہ باریک بیں اور خبردار ہے (۳) بیشک تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے روشن

رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَيْهَا ؕ

دلیلیں پہنچ چکی ہیں پس جو دیکھے (اور سمجھے) تو اس کا فائدہ اسی کے لئے ہے اور جو اندھا ہو جائے تو اس کا وبال اسی پر ہے

وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۞ ۱۰۴ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَ

اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں اور اسی طرح ہم اپنی آیتیں بار بار بیان کرتے ہیں تاکہ

لِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۞ ۱۰۵ اِتَّبِعْ مَاۤ

کافر یہ کہیں کہ تم نے یہ باتیں (کسی سے) سیکھ لی ہیں اور تاکہ ہم جاننے والوں کے لئے قرآن صاف صاف بیان کردیں (۴) (اے پیغمبر) تمہارے پروردگار کی طرف

(۱) اس آیت میں عرب کے مشرکوں کے غلط عقیدوں کی تردید فرمائی ہے۔ عرب کے لوگ جنوں کی نسبت طرح طرح کے توہم پرستانہ خیالات رکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ وہ جس انسان کو چاہیں نقصان پہنچا دیں اور جسے چاہیں بڑی طاقت دیدیں۔ اسی طرح وہ لوگ فرشتوں کو خدا کے بیٹے اور بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ یہ سب عربوں کی خرافات اور جاہلانہ باتیں تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان ساری باتوں سے پاک ہے جو یہ مشرک اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

(۲) اوپر کی آیت میں جو مشرکین کا عقیدہ بیان کیا تھا اس کی تردید کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بغیر کسی نمونے کے محض اپنے علم اور اپنی قدرت سے بنایا ہے۔ یعنی سورج چاند، جن، فرشتے وغیرہ جن کو تم اس کا شریک ٹھہراتے ہو سب اس کی مخلوق ہیں۔ پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مخلوق میں سے کوئی چیز اس کی شریک ہو یا اس کی اولاد ہو۔ کیونکہ کائنات کی ساری چیزوں سے اس کا تعلق یہ ہے کہ وہ سب کا جاننے والا، پیدا کرنے والا، پالنے والا اور کارساز ہے۔ ایسی صفتوں والے کو شریک اور
ع ۱۳ ۶ ۱۸
اولاد کی کیا ضرورت ہے اور اولاد کا نہ ہونا اس لئے بھی ثابت ہے کہ اس کے کوئی بیوی نہیں ہے پھر اولاد کہاں سے ہو۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کائنات کی ساری چیزیں اس کی محتاج اور اس کے سامنے عاجز ہیں۔ تو یہ لوگ جو مخلوق میں سے کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں یہ بات نہیں سوچتے کہ ایک مجبور اور عاجز چیز کو اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہرانا کہاں کی عقلمندی ہے اور اس حرکت سے آخر کیا فائدہ ہے۔ بندوں کے لئے عقلمندی اور نجات کا راستہ تو یہ ہے کہ ان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتوں پر نظر رکھتے ہوئے اسی کی عبادت کریں اور سارے کاموں میں اسی سے مدد چاہیں۔

(۳) واضح ہو کہ اکثر صحابہ، تابعین، مفسرین اور محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آخرت میں ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ اپنے دیدار سے مشرف فرمائے گا اور بعض آیتوں اور حدیثوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

اس لئے حضرت شاہ عبد القادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کا مطلب یوں لکھا ہے "آنکھ میں یہ قوت نہیں کہ اس کو دیکھ لے، مگر جو وہ آپ کو دکھا دے، اس واسطے کہ لطیف ہے" مطلب یہ ہے کہ بیشک انسان کی نظر میں یہ قوت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے اگر خود اپنے کو ظاہر کرنا چاہے تو انسانی آنکھ میں ایسی قوت و صلاحیت پیدا کر دیتا ہے جس سے انسانی آنکھ اس کے دیدار سے مشرف ہو سکے۔

(۴) یعنی جب اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیاں ظاہر کرکے اپنے کلام کو لوگوں کے سامنے پیش فرمایا تو اس کی وجہ سے لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے۔ کچھ لوگ تو وہ تھے جو اس کو پڑھ کر یا سُن کر اس پر غور کرتے تھے، اس پر ایمان لاتے تھے۔ اور اس کی ہدایات کے مطابق اپنے عقیدوں اور اعمال کو درست کرکے اپنی زندگیوں کو سدھارتے تھے۔ ایسے لوگ اس کلام سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے تھے ـــ لیکن کچھ لوگ دوسرے انداز طبیعت کے تھے اس کلام کو سُن کر ان کے دلوں میں طرح طرح کے شبہات پیدا ہوتے تھے۔ وہ خیال کرتے تھے کہ "محمدؐ" تو اُمّی ہیں یعنی پڑھے لکھے نہیں ہیں۔ وہ خود تو ایسا کلام نہیں بنا سکتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی سے پوچھ کر اور پڑھ کر یہ فصیح و بلیغ کلام پیش کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ اس قسم کے شک میں پڑھ کر یہ لوگ قرآن کی روشنی سے آنکھیں بند کر لیتے تھے اور اس کی ہدایت سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔

(۱) یعنی اے پیغمبر! تمہارا کام یہ ہے کہ تمہارے پاس ہم جو وحی بھیجتے ہیں اس کی تعمیل کرو اور اس کو لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کر دو۔ اگر کوئی اس حق بات کو قبول نہیں کرتا ہے تو نہ کرے، تم اس کی گمراہی کی زیادہ فکر مت کرو کیونکہ تمہیں لوگوں پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا گیا ہے اور تم پر اس بات کی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی ہے کہ لازمی طور پر سارے لوگوں کو مسلمان اور نیک بنا ہی ڈالو۔

اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اَعْرِضْ عَنِ

جو کچھ تم پر وحی کی گئی ہے اس کی پیروی کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے

الْمُشْرِكِیْنَ ۝۱۰۶ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ

کنارہ کش رہو اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے اور ہم نے تم کو ان پر

عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ۚ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ۝۱۰۷ وَلَا تَسُبُّوا

نگہبان مقرر نہیں کیا ہے اور نہ تم ان پر داروغہ ہو (۱) (مسلمانو!) لوگ

الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَیْرِ

اللہ کے سوا جن معبودوں کی پرستش کرتے ہیں تم ان کو برا بھلا نہ کہو کہ یہ لوگ بھی حد سے متجاوز ہو کر بے سمجھے بوجھے اللہ کو برا بھلا

عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَیَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ

کہنے لگیں اسی طرح ہم نے ہر جماعت کے اعمال (ان کی نظروں میں) خوشنما بنا دیئے ہیں آخر کار سب کو اپنے پروردگار کی طرف

مَّرْجِعُهُمْ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝۱۰۸ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ

لوٹ کر جانا ہے تب وہ ان کو بتا دے گا کہ وہ دنیا میں کیا عمل کرتے رہے (۲) اور یہ لوگ اللہ کی سخت سخت

جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَىِٕنْ جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ لَّیُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ

قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اگر کوئی معجزہ ان کے سامنے آجائے تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے (اے پیغمبر!) تم

اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا یُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ

کہدو کہ معجزے تو اللہ ہی کے پاس ہیں (اور مسلمانو!) تمہیں ان لوگوں کا حال کیا معلوم یہ ایسے بدبخت ہیں کہ اگر ان کے پاس معجزے

لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰۹ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ

آبھی جائیں تب بھی ایمان نہ لائیں گے اور ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے یہ معجزے دیکھ کر بھی اسی طرح انکار کریں گے

یُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ۝۱۱۰

جس طرح قرآن پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے اور ہم انھیں چھوڑ دیں گے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں (۳)

دیکھو! زندگی کا ایک یہ اصول پیش نظر رکھو کہ ہماری قدرت میں تو یہ بات ہے کہ اگر ہم چاہتے تو انسان کی فطرت کو اس طرح بناتے کہ وہ اختیار کی آزادی سے محروم ہوتا اور زندگی میں ایک ہی راستہ پر چلنے کا پابند ہو جاتا۔ بیشک اس وقت انسانوں میں کسی بات پر اختلاف نہیں ہوتا اور اسلام اور کفر کی دو راہیں پیدا نہیں ہوتیں۔ لیکن ہم نے یہ چاہا کہ انسان کو مجبور محض بنا کر نہ پیدا کریں بلکہ اس کو انتخاب کی آزادی بخشیں کہ زندگی کی راہوں میں سے جو راہ چاہے اپنے لئے پسند کرلے۔ اس لئے اسلام اور کفر کا اختلاف ہماری مشیت کے تحت ہے اور ناگزیر ہے۔ لہذا اس کو صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کرو۔

(۲) اس آیت میں تبلیغ کے بارے میں مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ دیکھو غیر مسلموں سے بحث کرتے وقت اتنے بے قابو نہ ہو جاؤ کہ ان کے معبودوں اور پیشواؤں کو گالیاں دینے لگو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو وہ بھی جواب میں تمہارے معبود اور تمہارے بزرگوں کی شان میں بے ادبی کریں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ مسائل پر سنجیدگی سے گفتگو نہ ہو سکے گی اور تم تبلیغ کے کام کو امن وسکون کے ساتھ جاری نہ رکھ سکو گے۔

اس مقام پر بھی وہی اصول پیش نظر رکھنا چاہیئے جس کا ذکر گزشتہ آیت میں کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ انسان کی فطرت کو اس طرح بنایا ہے کہ لوگوں کو اختیار کی آزادی حاصل ہے۔ ہر شخص ہر معاملہ میں اپنی ایک رائے رکھتا ہے، اس کو پسند کرتا ہے اور اس کو اچھا سمجھتا ہے۔ یہ دنیا ایک آزمائش گاہ ہے۔ یہاں حق و باطل اور صحیح وغلط سب ملے جلے ہیں۔ آخری فیصلہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ فرمائے گا اور حق کو باطل سے ممتاز فرما دے گا۔ اس لئے اس زندگی میں اختلاف رائے کو برداشت کرنا ناگزیر ہے۔

(۳) لکھا ہے کہ قریش کے بعض سرداروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائشی معجزہ کی خواہش کی تھی کہ صفا کا پہاڑ سونے کا بنا دیا جائے۔ اور قسمیں کھا کر وعدہ کیا تھا کہ اس وقت ہم ضرور ایمان لے آئیں گے۔ مسلمانوں نے بھی تمنا کی اور خوشی ظاہر کی کہ اگر ایسا ہو جائے تو بڑا اچھا ہے۔

اس پر یہ تین آیتیں نازل ہوئیں۔ فرمایا کہ پہلے تو ان کو اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ کرو اور کہدو کہ نشانی اور معجزہ اسی کے قبضہ میں ہے۔ میں اس سے درخواست کروں گا۔ اگر مناسب سمجھے گا تو مطلوبہ نشانی دکھا دے گا۔ ع ۱۰
۱۹

پھر مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ تم نہیں جانتے لیکن ہم جانتے ہیں کہ معجزہ دیکھنے کے بعد بھی یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے یعنی ان کے دل ابھی تک حسد وعناد سے پاک نہیں ہوئے ہیں اور ان کے دلوں میں حق کی طلب پیدا نہیں ہوئی ہے۔ ان کا وہی حال ہے جو پہلے تھا پہلے بھی یہ نشانیاں دیکھ چکے ہیں۔ انکار اور سرکشی کی وجہ ان کا یہ حال ہو گیا ہے کہ اگر یہ معجزہ دیکھ بھی لیں تو یہ حق بات کو نہ دیکھ سکیں گے اور نہ سوچ سکیں گے بلکہ پہلی کی طرح یہ اب بھی انکار ہی کریں گے اور سرکشی کی تاریکیوں میں بھٹکتے رہیں گے۔

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةَ وَکَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰی

اور اگر ہم ان پر فرشتوں کو بھی اتار دیتے اور مُردے بھی (اٹھ کر) ان سے باتیں کرنے لگتے

وَحَشَرْنَا عَلَیْهِمْ کُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا مَّا کَانُوْا لِیُؤْمِنُوْٓا

اور ہم سب چیزوں کو ان کے سامنے جمع کر دیتے تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے

اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَهُمْ یَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَکَذٰلِکَ

ہاں اگر اللہ ہی چاہے (تو اور بات ہے) لیکن ان میں زیادہ لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں (۱) اور اسی طرح

جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ

ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا

یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ

وہ دھوکا دینے کے لئے ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی ہوئی باتیں ڈالتے رہتے تھے اور اگر تمہارا

رَبُّکَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلِتَصْغٰٓی اِلَیْهِ

پروردگار چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے پس تم ان کو اور ان کی افترا پردازیوں کو چھوڑ دو (۲) اور (وہ ایسے کام) اس لئے بھی

اَفْئِدَةُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِیَرْضَوْهُ وَلِیَقْتَرِفُوْا

(کرتے تھے) کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل ان کی باتوں پر مائل ہوں اور وہ انھیں پسند کریں اور جیسے کام

مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِیْ حَکَمًا وَّهُوَ

وہ خود کرتے تھے ویسے ہی کام وہ بھی کرنے لگیں (۳) (اے پیغمبر! ان سے پوچھو کہ) کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اللہ کے سوا کوئی

الَّذِیْٓ اَنْزَلَ اِلَیْکُمُ الْکِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِیْنَ

اور منصف تلاش کروں؟ حالانکہ اسی نے تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی ہے جو نہایت واضح ہے اور (دیکھو) وہ لوگ جن کو

اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّکَ بِالْحَقِّ

ہم نے کتاب (تورات) دی ہے وہ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ یہ کتاب تمہارے پروردگار کی طرف سے برحق نازل کی گئی ہے

منزل ۲

(۱) اس آیت میں اوپر کی آیتوں کے مضمون کی تاکید ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ تو اس بات پر قادر ہے کہ بڑی سے بڑی نشانی ان کو دکھادے لیکن افسوس یہ ہے کہ ان کے دل صاف نہیں ہیں اور ان میں حق کی طلب پیدا نہیں ہوئی ہے۔ ان کی دشمنی، ضد اور ہٹ دھرمی کا یہ حال ہے کہ اگر ان کے پاس فرشتے بھی آجائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کریں، مُردے قبروں سے اُٹھ کر ان سے حالات بیان کریں بلکہ دنیا بھر کی چیزوں کو ان کے سامنے لاکر کھڑا کر دیا جائے کہ وہ سب کو کھلم کھلا دیکھ لیں تب بھی وہ اپنے اختیار سے ایمان نہیں لائیں گے، ہاں ان کے باایمان بنانے کی ایک ہی صورت ہے کہ اللہ تعالےٰ ان سے اختیار کی آزادی چھین لے اور ان کو ایسی چیزوں کی طرح بنادے جو ایک ہی حالت پر رہتی ہیں، لیکن یہ بات اللہ تعالےٰ کی اس حکمت کے خلاف ہے جس کے تحت اس نے انسان کو پیدا کیا ہے، اس لئے وہ ایسا نہیں کرے گا۔ غرض یہ کہ یہ لوگ جو معجزات کی فرمائش کرتے ہیں اور فرمائشی معجزات دیکھ کر ایمان لانے کا وعدہ کرتے ہیں، یہ سب جہالت کی باتیں ہیں اور اس قسم کی باتوں سے کوئی بہتر نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان لوگوں کی اس قسم کی باتوں سے کوئی توقع وابستہ نہ کریں۔

(۲) اس آیت میں قرآن مجید نے اس اہم اصول کی تعلیم دی ہے کہ اس دنیا کو اللہ تعالےٰ نے اس طرح بنایا ہے کہ یہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے اور یہاں پر حق و باطل، خیر و شر اور نیکی و بدی کی قوتیں ساتھ ساتھ اور یکساں طور پر کام کرتی ہیں چنانچہ دیکھو! تاریخ گواہ ہے کہ جب کبھی کسی پیغمبر نے حق کی آواز بلند کی تو انسانوں اور جنوں میں سے بہت سے شیطان اس کی مخالفت پر کھڑے ہوگئے، ان سب نے آپس میں ایک دوسرے کو مکر و فریب کی باتیں سکھائیں اور پیغمبر کے کام میں رکاوٹ ڈالنے لگے لیکن پیغمبروں اور ان کے ساتھیوں نے شیطانوں کی مخالفت کی بالکل پروا نہ کی اور حق پر جمے رہے اور تبلیغ کا کام برابر کرتے رہے۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو تسلی اور نصیحت فرمائی کہ اگر آج یہ سب شیطان ایکا کر کے تمہارے مقابلہ میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں تو اس کی پروا نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ہر پیغمبر کے ساتھ ایسا ہی ہوتا آیا ہے، لہٰذا تم ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو کہ وہ اپنی افترا پردازیوں میں سرگرداں رہیں اور تم تبلیغ کے کام کو پوری جد و جہد کے ساتھ جاری رکھو۔

(۳) یعنی شیطانوں کے بہکانے کا اثر انہی لوگوں پر ہوتا ہے جو دنیا کی زندگی پر فریفتہ ہیں اور آخرت کی زندگی پر ایمان نہیں رکھتے۔ یہ لوگ شیطانوں کی پُر فریب اور چکنی چپڑی باتیں سُنتے ہیں، ان کو پسند کرتے ہیں اور پھر ویسی ہی بدعملیاں کرنے لگتے ہیں جیسی وہ شیطان کرتے ہیں۔

فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿١١٤﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ

تو (اے پیغمبر!) تم ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا اور تمہارے پروردگار کی باتیں سچائی اور

صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ

انصاف کے اعتبار سے پوری (اور کامل) ہیں اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١١٥﴾ وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ

سننے والا (اور) جاننے والا ہے (١) اور (اے پیغمبر!) اگر تم دنیا کے اکثر لوگوں کے کہنے پر چلو گے تو وہ تم کو

يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ

اللہ کے راستہ سے بہکا دیں گے وہ تو محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں

وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿١١٦﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ

اور بالکل اٹکل کی باتیں کرتے ہیں (٢) بلاشبہ تمہارا پروردگار ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اس کی

يَّضِلُّ عَنْ سَبِيلِهٖ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١١٧﴾ فَكُلُوا

راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں اور ان سے بھی خوب واقف ہے جو (اس کے) راستہ پر چل رہے ہیں (٣) تو جس (جانور)

مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾

پر (ذبح کرتے وقت) اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے (بلاتامل) کھاؤ اگر تم اللہ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ

اور تمہارے لئے کیا چیز مانع ہے کہ جس (جانور) پر (ذبح کرتے وقت) اللہ کا نام لیا گیا ہو تم اسے نہ کھاؤ حالانکہ جو

فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ۗ

چیزیں اس نے تمہارے لئے حرام ٹھہرا دی ہیں وہ تفصیل سے بیان کر دی ہیں مگر جب تم سخت مجبور ہو جاؤ (تو ان کو بھی کھا سکتے ہو)

وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ

اور بہت سے لوگ ہیں جو بغیر علم کے محض اپنے نفس کی خواہشوں سے لوگوں کو بہکاتے رہتے ہیں (تو اے پیغمبر!) بیشک تمہارا پروردگار

(١) یعنی اے پیغمبر! تم ان شیطانوں سے کہہ دو کہ میں اور میرے ساتھی تو تمہاری باتوں میں نہیں آ سکتے کیونکہ ہم نے تو اللہ تعالیٰ کو اپنا حَکَم بنایا ہے اور اس کے فیصلوں کے آگے اپنا سر تسلیم خم کیا ہے۔ دیکھو! اس نے اپنے فضل سے تمہاری ہدایت کے لئے کتاب نازل فرمائی، جس میں ہر ضروری بات تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے، اور پیشین گوئیوں کی بنا پر اہل کتاب بھی اس کتاب کی سچائی کی تصدیق کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے بارے میں کسی طرح کا شک نہیں کرتے لیکن تم ہو کہ آسمانی ہدایت سے منہ پھیرے ہوئے ہو اور اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو۔

بہرحال سنو: میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں اور تم کو بھی آگاہ کئے دیتا ہوں کہ میرے پروردگار نے میرے اور تمہارے درمیان جو فیصلہ کر دیا ہے، جو بڑا سچا اور منصفانہ فیصلہ ہے، وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا، کیونکہ اس کے فیصلوں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ اس لئے کہ وہی سب کی باتیں سننے والا اور سب کا حال جاننے والا ہے۔ سب کچھ سن کر اور جان کر ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرتا ہے۔ اس کے سوا اور کسی میں یہ صفات نہیں ہیں جو اس کے خلاف فیصلہ صادر کرے اور اس کے فیصلہ کو بدلے۔

(٢) اس آیت میں اس حقیقت کو واضح فرمایا کہ دنیا میں اکثر لوگ محض اٹکل کی باتوں پر زندگی گزارتے ہیں۔ ان کے عقیدے، ان کے خیالات، ان کے قاعدے قانون سب کے سب قیاس کی باتیں ہوتی ہیں جو علم و یقین سے بالکل محروم ہوتی ہیں۔ اس لئے ان لوگوں کی پیروی میں سراسر گمراہی ہے۔ بخلاف اس کے پیغمبر کا راستہ اللہ کا راستہ ہوتا ہے کیونکہ پیغمبر کا علم خود اللہ تعالیٰ کا علم ہوتا ہے جس کو وہ وحی کے ذریعہ پیغمبر پر ظاہر فرماتا ہے۔ اس لئے ایک پیغمبر اور ان کے ساتھی وحی الٰہی کے سوا کسی اور کی اتباع نہیں کر سکتے۔ ان آیتوں کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ کافر مشرکوں میں سے چند شیطانوں نے مسلمانوں کو بہکانے کے لئے کہنا شروع کیا کہ "تم اپنا مارا ہوا جانور (یعنی ذبیحہ) تو کھا لیتے ہو لیکن اللہ تعالیٰ کا مارا ہوا جانور (یعنی مردار) نہیں کھاتے" یہ بات تو بڑی ناسمجھی کی ہے۔

(٣) یعنی اگرچہ دنیا میں اکثر لوگ قیاس، گمان توہمات اور خرافات میں مبتلا ہیں، لیکن تم ان کی پرواہ مت کرو اور ثابت قدمی کے ساتھ اس راہ پر چلتے رہو جس پر اللہ تعالیٰ نے تم کو چلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ باخبر ہے۔ وہ گمراہوں کے اطوار کو بھی جانتا ہے اور سیدھے راستہ پر چلنے والوں کے حال سے بھی خوب واقف ہے۔ وہ ہر ایک کو اس کے

هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ
زیادتی کرنے والوں کو خوب جانتا ہے (۱) اور (اے مسلمانو!) ظاہری اور پوشیدہ (ہر طرح کا)

وَ بَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا
گناہ ترک کر دو بیشک جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ عنقریب اپنے کئے کی سزا

يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَ لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
پائیں گے اور (دیکھو!) جس (جانور) پر (ذبح کرتے وقت) اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ کہ

وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ
اس کا کھانا گناہ ہے اور بیشک شیطان اپنے رفیقوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں

لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع
تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کا کہا مان لیا تو (پھر سمجھو کہ) تم بھی مشرک ہوئے (۲)

اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ
(دیکھو! ایک شخص ہے) جو (پہلے) مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کو ایک ایسا نور دیا جس کے ذریعہ سے وہ لوگوں میں (بے کھٹکے چلتا)

بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ
پھرتا ہے کیا (ایسا شخص) اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کی حالت یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں پڑا ہے کہ ان سے نکل ہی نہیں سکتا

مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾
(ہرگز نہیں) اسی طرح کافروں کی نظروں میں وہ کام خوشنما دکھائی دیتے ہیں جو وہ کرتے رہتے ہیں (۳)

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا
اور (دیکھو) اسی طرح ہم نے ہر بستی میں گناہ گاروں کے سردار پیدا کئے ہیں تاکہ وہ وہاں مکر

فِيْهَا ؕ وَ مَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾
(و فریب) کریں اور جو مکر (و فریب) وہ کرتے ہیں اپنے ہی حق میں کرتے ہیں مگر (اس بات کو) نہیں سمجھتے

(۱) مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم ان شیطانوں کی باتیں مت سنو۔ کیونکہ ان کی باتیں محض اٹکل کی اور گمراہی کی ہیں۔ تم تو اللہ تعالےٰ پر ایمان لا چکے ہو۔ تمہیں تو اس کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کر دینا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ اپنی کتاب میں تفصیلی احکام نازل کر دیئے ہیں اور بتا دیا ہے کہ جب مجبوری کی حالت نہ ہو تو فلاں فلاں جانور کا گوشت نہیں کھانا چاہیئے۔ لہٰذا تم کو چاہیئے کہ ان شیطانوں کے بہکانے میں نہ آؤ اور اس جانور کا گوشت بلا تامل کھاؤ جس کو اللہ تعالےٰ کا نام لے کر قاعدہ کے موافق ذبح کیا گیا ہو۔

یاد رکھو کہ یہ شیطان تو کوئی علم و بصیرت نہیں رکھتے اور لوگوں کو بہکا کر اپنی خواہشات کے پیچھے چلانا چاہتے ہیں۔ یہ حد سے بڑھنے والے لوگ ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کے حال سے خوب واقف ہے۔ وہ ان کو ان کی بدعملیوں کی سزا دے گا۔

(۲) یعنی اے مسلمانو! جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے، جس جانور پر ذبح کرتے وقت اللہ تعالےٰ کا نام نہ لیا گیا ہو، اس کا گوشت نہ کھاؤ اور ان شیطانوں کے بہکانے میں نہ آؤ۔ یہ لوگ احکام الٰہی میں بے تکی بحثیں نکالتے ہیں اور طرح طرح کے شبہات پیدا کر کے تم کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ دیکھو! تم ان کی بات ہرگز نہ مانو۔ اگر تم نے اللہ تعالےٰ کی بات کو چھوڑ کر ان مشرکوں کی بات مانی، ان کے کہنے سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال سمجھا اور ان کے کہنے سے احکام الٰہی کے خلاف عمل کیا تو یقین جانو کہ تم نے بھی عمل میں شرک کیا۔

ع ۱۴ / ۱۱

یاد رکھو کہ شریعت نے جو احکام دیئے ہیں ان میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں۔ لیکن سب لوگ حکمت کی گہرائی تک نہیں پہنچتے، اس لئے لوگوں کو چاہیئے کہ راست بازی کے ساتھ شریعت کے احکام کی تعمیل کریں اور ان میں کج بحثی نہ کریں۔ البتہ اگر کسی جاننے والے سے سنجیدہ طور پر گفتگو کر کے سمجھنے کی کوشش کریں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(۳) اس آیت میں ایمان اور کفر کی ایک مثال بیان فرمائی ہے۔ ایمان زندگی ہے اور علم و بصیرت کی روشنی ہے۔ کفر موت ہے اور وہم و گمان کی تاریکی ــ آیت کا مطلب یہ ہے کہ دیکھو! دو شخص ہیں۔ ایک وہ جو پہلے مُردہ تھا پھر اللہ تعالےٰ نے اس کو زندہ کیا اور اس کو ایک روشن چراغ دیا جس کی روشنی میں وہ لوگوں کے درمیان بے کھٹکے چلتا پھرتا ہے۔ دوسرا وہ شخص ہے جو گھٹا ٹوپ اندھیرے میں پھنسا ہوا ہے جس سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں۔ یہ دونوں شخص نتیجہ کے اعتبار سے یقیناً برابر نہیں ہیں۔

مومن اور کافر کی ایسی ہی مثال ہے۔ مومن پہلے مُردہ تھا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اس کو ایمان و عرفان کی روح سے زندہ کیا پھر اس کو قرآن کا چراغ عطا فرمایا جس کی روشنی میں وہ زندگی کا سفر اطمینان کے ساتھ طے کرتا ہوا منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ لیکن کافر شرک و کفر کی تاریکیوں میں بھٹکتا رہتا ہے اور آخر کار تباہ ہو جاتا ہے ــ آخر میں فرمایا کہ کافروں کے تاریکیوں میں پھنسے رہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اعمال ان کو خوشنما معلوم ہوتے ہیں یعنی جب یہ لوگ اللہ تعالےٰ کی ہدایت کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں تو پھر ان کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ ان کو تاریکی ہی اچھی معلوم ہوتی ہے، ان کو کانٹے ہی پھول نظر آتے ہیں اور حماقت ہی ان کو عقلمندی دکھائی دیتی ہے۔

(۱) اس آیت میں ایک بڑی تاریخی حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ وہ یہ کہ جب کبھی کسی بستی میں کسی پیغمبرؑ نے حق کی آواز بلند کی اور اللہ تعالےٰ کا پیغام سنایا، تو وہاں کے سردار اور با اثر لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور پیغمبرؑ کی مخالفت پر آمادہ ہوگئے۔ انھوں نے دیکھا کہ اگر عوام نے پیغمبرؑ کے پیغام کو قبول کرلیا تو ان کے ظالمانہ اختیارات اور عیش پرستیوں کا خاتمہ ہوجائے گا۔ اس لئے انھیں پیغمبرؑ سے ایک طرح کی ذاتی دشمنی ہوگئی اور وہ طرح طرح کی مکاریاں اور چال بازیاں کرکے پیغمبر کے کام کو خراب کرنے لگے ۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ مکہ کے سرداروں یعنی ابوجہل، ابولہب، ولید، عتبہ وغیرہ نے آپؐ کے خلاف جتھا بنایا اور طرح طرح سے مکر و فریب کیے تاکہ عوام اسلام کی طرف رغبت نہ کریں۔

وَاِذَا جَآءَتۡهُمۡ اٰيَةٌ قَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ حَتّٰى نُؤۡتٰى مِثۡلَ

اور جب ان کے پاس (سچائی کی) کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم کو بھی ویسی ہی چیز نہ دی جائے جیسی

مَاۤ اُوۡتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ‌ؕ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسٰلَـتَهٗ‌ ؕ

اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہے (یاد رکھو) اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی پیغمبری کسے عنایت فرمائے

سَيُصِيۡبُ الَّذِيۡنَ اَجۡرَمُوۡا صَغَارٌ عِنۡدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ

عنقریب ان لوگوں کو جنھوں نے (یہ) جرم کیا ہے اللہ کے پاس ذلت اور سخت عذاب

شَدِيۡدٌۢ بِمَا كَانُوۡا يَمۡكُرُوۡنَ ﴿۱۲۴﴾ فَمَنۡ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنۡ يَّهۡدِيَهٗ

ہوگا کیونکہ یہ مکر (و فریب) کرتے تھے (۱) تو جس شخص کو اللہ چاہتا ہے کہ ہدایت بخشے

يَشۡرَحۡ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ‌ ۚ وَمَنۡ يُّرِدۡ اَنۡ يُّضِلَّهٗ يَجۡعَلۡ

اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ

صَدۡرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ‌ ؕ كَذٰلِكَ

(اور) بند کردیتا ہے (اسے اسلام لانا ایسا معلوم ہوتا ہے) گویا وہ زور لگا کر آسمان پر چڑھ رہا ہے اسی طرح

يَجۡعَلُ اللّٰهُ الرِّجۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲۵﴾ وَهٰذَا

اللہ ان لوگوں پر عذاب بھیجتا ہے جو ایمان نہیں لاتے (۲) اور یہی

صِرَاطُ رَبِّكَ مُسۡتَقِيۡمًا‌ ؕ قَدۡ فَصَّلۡنَا الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ

تمہارے پروردگار کا سیدھا راستہ ہے جو لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں ان کے لئے ہم نے اپنی آیتیں

يَّذَّكَّرُوۡنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمۡ دَارُ السَّلٰمِ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ‌ وَهُوَ وَلِيُّهُمۡ

تفصیل کے ساتھ بیان کردی ہیں ان لوگوں کے لئے ان کے پروردگار کے ہاں سلامتی کا گھر (یعنی بہشت) ہے اور وہ ان کا مددگار (ہے) ہے

بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۲۷﴾ وَيَوۡمَ يَحۡشُرُهُمۡ جَمِيۡعًا‌ ۚ يٰمَعۡشَرَ

ان (نیک) اعمال کی وجہ سے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے (۳) اور جس دن اللہ سب کو (اپنے حضور میں) جمع کرے گا (اور فرمائے گا) اے جنوں کی

چنانچہ ان کے ایک بہانہ اور مکر کو اس آیت میں ظاہر فرمایا کہ جب وہ پیغمبرؐ کی سچائی کی کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہمارے پاس بھی اسی طرح وحی نہ آئے جس طرح پیغمبروں کے پاس آتی ہے۔

ان کو جواب دیتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ نبوت کسی کی خواہش اور آرزو سے نہیں ملتی۔ اور نہ اس کے لئے مال و دولت اور وجاہت شرط ہے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ جس کو اس بڑے منصب کا اہل سمجھتا ہے اس کو منتخب فرمالیتا ہے۔

یہ لوگ وحی کی خواہش کرتے ہیں۔ ان سے کہو کہ تم ذرا اپنے اعمال کو دیکھو اور وحی کی خواہش کو دیکھو۔ تم جیسے مجرموں کے سرغنوں پر وحی تو کیا اترے گی، تم پر تو سخت پھٹکار پڑے گی اور عذاب نازل ہوگا جو تم کو تباہ کرڈالے گا۔

(۲) اوپر کی آیت میں ابوجہل، ابولہب، ولید وغیرہ کے بارے میں بیان کیا تھا کہ یہ لوگ مجرموں کے سرغنہ ہیں اور طرح طرح سے مکر و فریب کرکے اور فرمائشی معجزوں کا مطالبہ کرکے شرارتیں کرتے رہتے ہیں۔ خود بھی اسلام قبول نہیں کرتے اور لوگوں کو بھی اس سے برگشتہ کرتے ہیں۔

اب اس آیت میں ایمان لانے والوں اور نہ لانے والوں کی الگ الگ پہچان بتائی اور واضح کیا کہ قریش کے سرداروں کا ڈھنگ ایمان نہ لانے والوں کا سا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایمان قبول نہیں کریں گے اور کفر ہی پر مریں گے۔

ایمان قبول کرنے والوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ پیغام الٰہی کو کان دھر کے سنتے ہیں اور پیغمبرؐ کی نصیحتوں پر سنجیدگی سے غور کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہدایت ملتی ہے، ان کا سینہ اسلام کے لئے کھل جاتا ہے، اسلام کی خوبیاں ان کے دل میں گھر کرجاتی ہیں، اسلام کو ماننا اور اس کے احکام پر عمل کرنا ان کے لئے آسان ہوجاتا ہے۔

بخلاف اس کے ایمان نہ لانے والوں کا ڈھنگ یہ ہوتا ہے کہ وہ پیغمبر کی بات نہیں سنتے، اپنی ضد پر اڑے رہتے ہیں، پیغام الٰہی کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس میں عیب نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالےٰ ہدایت کی راہ نہیں کھولتا۔ حق کے لئے ان کا سینہ نہایت تنگ ہوجاتا ہے، وہ اسلام سے دور بھاگتے ہیں اور اسلام لانا ان کو ایسا دشوار معلوم ہوتا ہے جیسے آسمان پر چڑھنا۔

یاد رکھو! دل کی یہ تنگی اور سختی دنیا میں ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا ایک عذاب ہے۔ پھر یہی کیفیت آخرت میں زیادہ ہولناک عذاب کی شکل اختیار کرے گی۔ غرض کہ یہ لوگ دنیا اور آخرت دونوں میں عذاب الٰہی میں مبتلا ہوں گے۔

(۳) یعنی یہ اسلام ہی سیدھا راستہ ہے جس کو تمہارے پروردگار نے وحی کے ذریعہ بتایا ہے جس میں کامیابی کی ضمانت ہے اور جس پر چل کر آدمی اپنے پروردگار تک پہنچ سکتا ہے۔ ہم نے سچائی کی نشانیاں صاف صاف بیان کردی ہیں لیکن ان سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو سمجھ سے کام لیتے ہیں، غور و فکر کرتے ہیں اور نصیحت حاصل کرتے ہیں چنانچہ ہم نے یہ بات بھی واضح کردی ہے کہ جو لوگ دنیا میں اسلام کے سیدھے راستہ پر

الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ

جماعت! تم نے (بہکا بہکا کر) انسانوں میں سے بہت سے لوگوں کو اپنا تابع بنا لیا اور جو انسان ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ

الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا

(اعتراف کریں گے اور) کہیں گے کہ اے پروردگار! (دنیا میں) ہم ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے رہے اور (آخرکار) اس میعاد تک پہنچ

الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۭ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ

گئے جو تو نے ہمارے لئے ٹھہرادی تھی (اللہ) فرمائے گا تمہارا ٹھکانا (دوزخ کی) آگ ہے اس میں ہمیشہ جلتے رہو گے

اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿١٢٨﴾ وَكَذٰلِكَ

مگر ہاں جو اللہ چاہے (اے پیغمبر!) تمہارا پروردگار حکمت والا (اور) جاننے والا ہے اور اسی طرح

نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٢٩﴾ ع

ہم بعض ظالموں کو ان کے اعمال کے سبب سے بعض ظالموں کے ساتھ ملا دیں گے (١)

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ

(ہم قیامت کے دن پوچھیں گے کہ) اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آتے رہے جو میری

يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ

آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر سناتے اور تم کو اس دن کے پیش آنے سے ڈراتے

هٰذَا ۭ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓي اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ

تھے! وہ عرض کریں گے کہ (اے پروردگار!) ہم اپنے خلاف آپ گواہی دیتے ہیں (کہ بیشک آئے تھے۔ اللہ فرمائے گا کہ) دنیا

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا

کی زندگی نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا تھا اور (اب) انھوں نے خود اپنے خلاف گواہی دی کہ بیشک وہ (دنیا میں)

كٰفِرِيْنَ ﴿١٣٠﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰي

کافر تھے (٢) یہ (جو پیغمبر آتے رہے، تو) اس لئے کہ تمہارے پروردگار کی شان نہیں کہ وہ ظلم سے بستیوں کو ہلاک کردے

(بقیہ تفسیر صفحہ ٢٥٦) چلیں گے اور نیک عملی کی زندگی گزاریں گے وہ امن وسلامتی کے گھر یعنی جنت میں پہنچ جائیں گے جو ان کے پروردگار نے ان کے نیک اعمال کے بدلے کے طور پر اپنے پاس تیار کر رکھا ہے۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کا مددگار اور کارساز ہوگا یعنی ان کے اعمال کو ضائع نہیں ہونے دے گا بلکہ ان کو کارآمد اور نتیجہ خیز بنائے گا اور ان نتیجوں سے ان کو فائدہ اٹھانے کا موقع عطا فرمائے گا۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (١) اس آیت میں قیامت کا ایک منظر پیش کیا ہے تاکہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کے پاس وحی بھیجتا ہے اور ان کے ذریعہ لوگوں کو سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے۔ لیکن شیطان اولاد آدم کا سخت دشمن ہے۔ اس لئے تھوڑے لوگ پیغمبروں کا کہنا مانتے ہیں اور پرہیزگاروں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں لیکن بہت سے لوگ اپنی ناسمجھی سے شیطانوں کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ ان کی پرستش کرتے ہیں اور ان کے ناموں پر بھینٹ چڑھاتے ہیں اسلام سے پہلے عرب جنوں کی تعظیم کرتے تھے اور ان سے مدد مانگا کرتے تھے۔

ع ١٥ ٨ ٢ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب کو جمع کرے گا اور تنبیہ کے لئے شیطانوں سے کہے گا کہ تم نے لوگوں کو خوب گمراہ کیا اور بہکا بہکا کر بہت سے انسانوں کو اپنے ساتھ لے لیا۔ انسانوں میں سے جو لوگ شیطانوں کے دوست تھے اور ان کا کہنا مانتے تھے، وہ جرم کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کریں گے کہ پروردگار ہم نے ایک دوسرے سے خوب فائدہ اٹھایا شیطانوں نے ہم پر اپنا حکم چلایا اور ان کے اشارے سے ہم نفسانی خواہشات کے مزے لوٹتے رہے آخرکار وہ وقت آگیا جو تو نے ٹھہرا دیا تھا اور آج ہم تیرے سامنے حاضر ہو گئے۔ اب تجھ کو اختیار ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم ہمیشہ دوزخ میں رہو گے۔ اور یہ فیصلہ علم وحکمت کی رو سے ہوگا۔

آخر میں فرمایا کہ جو لوگ ظالم اور بدعمل ہیں، ان کو دوزخ میں قریب قریب رکھا جائے گا۔ تاکہ وہ ان بدعملیوں کی سزا بھگتیں جن میں وہ شریک تھے اور ایک دوسرے کے مددگار تھے۔

(٢) یعنی جنوں اور انسانوں سب پر اپنی حجت پوری کرنے کے لئے اور سب کو لاجواب کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کیا میرے پیغمبر تمہارے پاس نہیں آئے جو میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر سناتے تھے اور آج کے دن کے آنے سے تم کو ڈراتے تھے؟ کوئی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکے گا اور سب اپنے قصور کا اعتراف کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ دنیا میں یہ لوگ وہاں کی زندگی پر فریفتہ تھے اور اس زندگی کو بھولے ہوئے تھے لیکن آج کے حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اعتراف کرتے ہیں کہ بیشک ہم دنیا میں کافر تھے۔ مگر اس بے وقت کے اقرار سے ان کو کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ۝١٣١ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۭ
ایسی حالت میں کہ وہاں کے رہنے والے (راہِ حق سے) بے خبر ہوں اور سب کے لئے ان کے اعمال کے لحاظ سے درجے مقرر ہیں
وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝١٣٢ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ
اور جو اعمال یہ لوگ کرتے ہیں ان سے تمہارا پروردگار غافل نہیں ہے (۱) اور (دیکھو!) تمہارا پروردگار بے نیاز
ذُو الرَّحْمَةِ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ
(اور) رحمت والا ہے اگر وہ چاہے تو تم سب کو لے جائے اور تمہارے بعد جس (قوم) کو
بَعْدِكُمْ مَّا يَشَاۗءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ
چاہے تمہارا جانشین بنادے جس طرح (خود) تم کو ایک دوسری قوم کی نسل سے
اٰخَرِيْنَ ۝١٣٣ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝١٣٤
پیدا کیا بیشک جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ یقیناً آنے والی ہے اور تم (اللہ کو) عاجز نہیں کرسکتے (۲)
قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ
(اے پیغمبر! ان سے) کہدو کہ اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کئے جاؤ میں (بھی اپنی جگہ) عمل کر رہا ہوں پھر عنقریب تمہیں
تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ
معلوم ہو جائے گا کہ اس دنیا کا انجام کس کے لئے (بہتر) ہے یہ یقینی بات ہے کہ ظالم کبھی
الظّٰلِمُوْنَ ۝١٣٥ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ
کامیاب نہیں ہوں گے (۳) اور یہ (مشرک) اللہ ہی کی پیدا کی ہوئی چیزوں (یعنی) کھیتی اور چوپایوں
وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا
میں اللہ کا (بھی) ایک حصہ مقرر کرتے ہیں اور اپنے (باطل) خیال سے کہتے ہیں کہ یہ حصہ اللہ کا ہے اور یہ ہمارے
لِشُرَكَاۗىِٕنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَاۗىِٕهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ
(ٹھہرائے ہوئے) شریکوں کا ہے پھر (ان کا برتاؤ یہ ہوتا ہے کہ) جو حصہ ان کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کا ہوتا ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں پہنچتا

(۱) اس آیت میں پیغمبروں کے بھیجنے کی وجہ بیان فرمائی ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے۔ اس کی یہ عادت نہیں کہ بغیر آگاہ کئے لوگوں کو ان کے اعمال کی پاداش میں پکڑے اور ان کی بستیوں کو تباہ کردے۔

اس لئے اس نے یہ قانون مقرر کیا ہے کہ پہلے پیغمبر بھیجتا ہے جو لوگوں پر نیکی اور بدی کے دونوں راستے واضح کر دیتے ہیں اور لوگوں کو بدعملی کے نتیجوں سے آگاہ کر دیتے ہیں۔

پھر ہر فرد اور ہر گروہ کے لئے اس کے اعمال کے مطابق مختلف درجے ہیں۔ اگر اچھے اعمال ہیں تو اچھائی کے درجے ہیں، بُرے ہیں تو بُرائی کے درجے ہیں اور انہی کے مطابق ہر ایک کو بدلہ ملے گا۔

(۲) مکہ والے جو پیغامِ الٰہی کے انکار پر اڑے ہوئے تھے، اور اس کے مقابلہ میں تکبر اور غرور کرتے تھے، ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے وہ تمہاری بندگی کا محتاج نہیں ہے اور اس کا کوئی کام تم سے اٹکا ہوا نہیں ہے۔ محض اپنے فضل و کرم سے وہ وحی بھیجتا ہے تاکہ تم آگاہ ہو جاؤ اور تم پر نیکی اور بدی کی راہیں واضح ہو جائیں اگر تم اسلام کی قدر نہ کرو گے تو یاد رکھو کہ جس طرح اس نے تم کو گزشتہ قوموں کا جانشین بنایا ہے، اسی طرح وہ تم کو میدان سے ہٹا دے گا اور جس قوم کو چاہے گا تمہارا جانشین بنا دے گا جس سے وہ اپنا کام لے گا۔ لیکن یاد رکھو! نہ صرف یہ کہ تم اس نعمت اور فضیلت سے محروم ہو جاؤ گے بلکہ انکار اور اعراض کی پاداش میں دنیا اور آخرت میں تم کو عذابِ الٰہی گھیر لے گا۔ اور جب وہ آئے گا تو تم اس کو ٹال نہ سکو گے اور اس سے بچ نہ سکو گے۔

(۳) یعنی اے پیغمبر! مکہ والوں کے سامنے اعلان کر دو کہ اتنا سمجھانے کے بعد بھی اگر تم نہیں سمجھتے ہو اور گمراہی سے باز نہیں آتے ہو، تو تم اپنی راہ پر چلتے رہو اور میں اپنی راہ پر چلتا ہوں۔ میرا اور تمہارا فیصلہ خدا کے ہاتھ ہے۔ اس کا قانون یہ ہے کہ وہ ظالموں اور ناانصاف لوگوں کو کامیاب نہیں کرتا پس وہ تم دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کو کامیاب کرکے ظاہر فرما دے گا کہ کون سچائی اور انصاف کے راستہ پر تھا اور کون سچائی کو جھٹلا کر اپنے پر اور سچائی پر ظلم کر رہا تھا۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ اپنے حبیب کے ساتھ پورا فرما دیا۔ مکہ اور سارے جزیرۂ عرب کی فتح عنایت فرمائی اور مشرکین کو زیر کیا پھر خلفاء راشدین کے زمانے میں عظیم الشان سلطنت اور وسیع اقتدار عنایت فرمایا۔ اس کے علاوہ یہ کہ قیامت کے دن حسن عاقبت ایمان والوں کو نصیب ہوگا اور منکروں کا انجام بُرا ہوگا۔

وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا

لیکن جو اللہ کے لئے ہے وہ ان کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کی طرف پہنچ جاتا ہے (تو) کیا ہی برا فیصلہ

يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ

ہے جو یہ کرتے ہیں (۱) اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لئے ان کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں نے ان بچوں کو جان سے مار ڈالنے

اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ

کا (وحشیانہ فعل بھی) خوشنما کر دکھایا ہے تاکہ انھیں ہلاکت میں ڈال دیں اور ان کے دین کو ان پر مشتبہ

دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

کر دیں اور اگر اللہ چاہتا تو یہ ایسے (بے رحمی کے) کام نہ کرتے تو (اے پیغمبر) ان کو اور ان کی افترا پردازیوں کو چھوڑ دو (۲)

وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَاۤ

اور یہ (مشرکین) اپنے (باطل) خیال سے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ چار پائے اور کھیتی ممنوع ہے اس کو

اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا

اس شخص کے سوا جسے ہم چاہیں اور کوئی نہیں کھا سکتا اور (اسی طرح) کچھ چار پائے ہیں جن پر سواری اور بار برداری حرام کر دی

وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ

گئی ہے اور کچھ چار پائے ہیں کہ ذبح کرتے وقت ان پر اللہ کا نام نہیں لیتے (یہ) محض اللہ پر بہتان (ہے)

سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ

وہ ان کو عنقریب ان کے بہتان باندھنے کی سزا دے گا (۳) اور وہ یہ (بھی) کہتے ہیں کہ جو بچہ ان

هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى

چار پایوں کے پیٹ میں ہے وہ خاص ہمارے مردوں کے لئے (حلال) ہے اور ہماری عورتوں کو (اس کا کھانا)

اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ

حرام ہے اور اگر وہ بچہ مرا ہوا ہو تو وہ سب اس میں شریک ہیں

منزل ۲

(۱) ان چند آیتوں میں عربوں کی بعض مشرکانہ رسموں اور ظالمانہ افعال کو بیان کر کے ان کی تردید فرمائی تھی۔

اسلام سے پہلے عربوں کے ہاں یہ رسم تھی کہ وہ کھیتی، پھلوں اور چار پایوں میں اللہ تعالےٰ کا حصہ بھی ٹھہراتے تھے اور ان کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں یعنی دیوتاؤں، جنوں، شیطانوں اور بتوں کا حصہ بھی لگاتے تھے۔ پھر اگر شریکوں کے حصے میں سے کچھ اللہ کے حصہ میں مل جاتا تو ان کے حصے کی کمی برداشت نہیں کرتے اور فوراً اسے نکال کر ان کے حصے کو پورا کر دیتے لیکن اگر اللہ کے حصے میں سے کچھ اُدھر مل جاتا تو کہتے کہ اللہ تو غنی ہے اس کا حصہ کم ہو تو کچھ پروا نہیں۔ اسی طرح اگر اللہ کے نام کا جانور موٹا تازہ ہوتا تو اس کو شریکوں کی طرف کر دیتے اور ادھر سے اُدھر نہیں کرتے۔

اللہ تعالےٰ نے سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ فرما کر اس رسم کی تردید فرمائی کہ یہ فیصلہ انھوں نے خود ہی کر لیا ہے اللہ تعالےٰ نے تو ان کو اس بات کا حکم نہیں دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی بخشی ہوئی نعمتوں میں سے ان کو کیا حق ہے کہ اپنی طرف سے حصے مقرر کریں اور علاوہ یہ کہ اللہ تعالےٰ کی ادنیٰ مخلوق کو اس کے برابر کا شریک ٹھہرائیں۔

(۲) اس آیت میں عربوں کی ایک نہایت بے رحمانہ رسم کی مذمت فرمائی ہے۔ اسلام سے پہلے عرب ایسے جاہل اور وحشی تھے کہ اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں سے مار ڈالتے تھے اور اس کو بڑی شرافت کی نشانی سمجھتے تھے۔

اولاد کے قتل کرنے کے کئی سبب تھے۔ بعض لوگ فقر اور تنگدستی کی وجہ سے چھوٹی اولاد کو مار ڈالتے تھے۔ لڑکیوں کو خاص طور پر اس وجہ سے مار ڈالا جاتا تھا کہ عرب سسر کہلانے میں شرم محسوس کرتے تھے، یا یہ کہ قبائلی لڑائیوں میں اگر لڑکیاں دشمن کے ہاتھ پڑیں تو بڑی بے عزتی ہوگی۔ بعض لوگ منت مان کر لڑکوں کو بتوں کے بھینٹ چڑھا دیتے تھے۔

آیت میں فرمایا کہ ان کے شریکوں یعنی شیطانوں یا گمراہ انسانوں نے ان کے اس فعل کو ان کی نظروں میں پسندیدہ بنا دیا ہے کہ وہ اس بے رحمانہ حرکت کو شرافت اور عزت کے خیال سے یا عبادت کے طور پر کرتے ہیں۔ اس طرح ان گمراہ کرنے والوں نے لوگوں کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ کیں اور مختلف وقتوں میں طرح طرح کی رسمیں اور خرافات اضافہ کر کے ان پر دین ابراہیمی کو مشتبہ کر دیا۔ آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ لوگ ایسا نہیں کرتے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے انسان کو اختیار کی آزادی بخشی ہے۔ مگر افسوس کہ ان لوگوں نے اس کا غلط استعمال کیا اور اللہ تعالےٰ پر بہتان باندھا۔ لہٰذا تم ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور اپنے کام میں لگے رہو۔

(۳) عربوں میں یہ رسم بھی تھی کہ کچھ چار پایوں کو اور کھیتوں کی کچھ پیداوار کو کسی خاص بُت کے نام سے نامزد کر دیتے تھے۔ اور اس طرح نامزد کی ہوئی چیز کے بارے میں ان کے ہاں قاعدہ مقرر تھا کہ اس کو صرف مرد کھائیں اور عورتیں نہ کھائیں یا یہ کہ اس بت کے پجاریوں اور خدمتیوں کے سوا اور کوئی نہ کھائے ۔۔۔ اسی طرح بعض چار پایوں کو خاص خاص بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ان پر سوار ہونا اور سامان لادنا حرام ہے۔ اور اسی طرح بعض خاص خاص منتوں کے چار پایوں کے متعلق یہ پابندی تھی کہ ان کا دودھ دوہتے وقت یا ان پر سوار ہونے کی حالت میں یا ان کو ذبح کرتے وقت اللہ تعالےٰ کا نام نہ لیا جائے۔ ان سب چیزوں کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالےٰ پر بہتان ہے اور عنقریب اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو اس افترا پردازی کی سزا دے گا۔

سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿١٣٩﴾ قَدْ خَسِرَ

تو عنقریب اللہ انھیں ان کے اس بیہودہ بیان کی سزا دے گا بیشک وہ حکمت والا (اور) جاننے والا ہے یقیناً وہ لوگ تباہ

الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا

و برباد ہوئے جنھوں نے اپنی اولاد کو بے وقوفی اور جہالت سے قتل کیا اور اللہ پر

مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَاۗءً عَلَي اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا

افترا کرکے اس کی عطا کی ہوئی روزی کو حرام ٹھہرایا بلاشبہ وہ گمراہ ہوئے اور سیدھے راستہ پر

مُهْتَدِيْنَ ﴿١٤٠﴾ ۧ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ

نہ آئے (۱) اور (دیکھو) وہ اللہ ہی ہے جس نے باغ پیدا کئے وہ بھی جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں

وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ

اور وہ بھی جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی (پیدا کی) جس میں کھانے کی چیزیں مختلف قسم کی ہوتی ہیں

وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ

اور زیتون اور انار (پیدا کئے) جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور نہیں بھی ملتے تھے

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ

اللہ کی اس پیداوار کے جب پھل آئیں تو ان کو (شوق سے) کھاؤ اور جس دن فصل کاٹو تو اس کا حق بھی دے دو

وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٤١﴾ ۙ وَمِنَ

اور فضول خرچی نہ کرو کیونکہ فضول خرچی کرنے والوں کو اللہ دوست نہیں رکھتا اور (اسی اللہ نے)

الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ۭ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ

چارپایوں میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے پیدا کئے اور کچھ زمین سے لگے ہوئے (تو) اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٤٢﴾ ۙ

اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (۲)

(۱) عربوں میں یہ رواج بھی تھا کہ جانور ذبح کیا جاتا اور اس کے پیٹ سے بچہ نکلتا، تو اگر زندہ بچہ ہوتا تو اس کو مرد کھا سکتے تھے اور عورتیں نہیں کھا سکتی تھیں۔ اور اگر بچہ مردہ نکلتا تو اس کو عورتیں بھی کھا سکتی تھیں۔

اس کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ بیان اور حکم غلط اور بے سند ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے سب اعمال سے واقف ہے۔ لیکن حکمت کے تحت ان کو ڈھیل دے رکھی ہے۔

بہرحال جن ظالموں نے قتل اولاد جیسے وحشیانہ فعل کو رسم بنایا ہو، جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کے بارے میں طرح طرح سے پابندیاں لگا کر خواہ مخواہ اس کو اللہ کے بندوں پر حرام کیا ہو اور جنھوں نے دین میں اپنی طرف سے نئی نئی باتیں شامل کرکے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہو، ایسے لوگ آخر کس طرح کامیاب اور ہدایت یافتہ ہو سکتے ہیں؟

(۲) اوپر کی آیتوں میں اس بات کا بیان تھا کہ عرب مشرکین نے غلہ، پھلوں اور چارپایوں کے بارے میں کس طرح مشرکانہ رسمیں ٹھہرا رکھی تھیں اور اپنی طرف سے حرام اور حلال کے احکام گھڑ رکھے تھے۔

ع ١٣/١٧

اب ان آیتوں میں اس مسئلہ پر تفصیل کے ساتھ ایسے انداز میں گفتگو فرمائی ہے جس سے عربوں کے جاہلانہ طریقوں کی تردید ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ غلہ، پھلوں اور چارپایوں کا پیدا کرنے والا تو تنہا اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ان چیزوں کو دیوتاؤں، جنوں اور بتوں کے نام پر نامزد کرتے ہو، ان میں ان کے حصے لگاتے ہو اور ان کے تعلق سے ان چیزوں میں حرام اور حلال ٹھہراتے ہو۔

چنانچہ ارشاد فرمایا کہ دیکھو: وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے طرح طرح کے درختوں کے باغ پیدا کئے، وہ بھی جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں جیسے انگور کی بیلیں اور وہ بھی جو اپنے تنوں پر کھڑے رہتے ہیں اور جو بیلیں زمین پر پھیلی رہتی ہیں۔ اور دیکھو: اسی نے کھجور کے درخت اور کھیتیاں پیدا کیں جن میں طرح طرح کے کھانے کی چیزیں لگتی ہیں۔ اور اسی نے زیتون اور انار کے درخت پیدا کئے جن کے بعض پھل صورت، رنگ، بو اور مزے میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور بعض نہیں ملتے۔ دیکھو یہ غلہ اور پھل اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے پیدا کئے ہیں۔ تو تم ان سب کو شوق سے کھاؤ اور لوگوں کی بے سند باتوں کو مت مانو۔ البتہ دو باتوں کا خیال رکھو۔ ایک یہ کہ جب فصل کاٹو تو اس میں سے غریبوں کا حق ضرور دیدو۔ اور دوسرے یہ کہ فضول، بے موقع اور ضرورت سے زیادہ مت خرچ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فضول خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اور دیکھو جس طرح کھیت اور باغ اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں، اسی طرح مختلف قسم کے جانور بھی اسی نے پیدا کئے ہیں چنانچہ اسی نے کچھ اونچے قد کے چارپائے پیدا کئے جیسے اونٹ گھوڑا، بیل وغیرہ جو تمہارا بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے پھرتے ہیں، اور کچھ چھوٹے قد کے چارپائے پیدا کئے جیسے بھیڑ بکری وغیرہ ـــ دیکھو یہ چارپائے بھی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے پیدا کئے ہیں، تو اس کے احکام کے مطابق ان کو کھاؤ اور اپنی طرف سے احکام تراش کر ان میں حرام اور حلال مت ٹھہراؤ اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ

(چار پایوں میں) آٹھ قسمیں (پیدا کیں) بھیڑ میں سے دو قسمیں اور بکری میں سے

اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا

دو قسمیں (اے پیغمبر! ان سے پوچھو کہ) اللہ نے ان دونوں کے نروں کو حرام کیا ہے یا مادہ کو یا اس

اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِىْ بِعِلْمٍ

بچہ کو جسے دونوں قسموں کی مادہ اپنے شکم میں لئے ہوئے ہے اگر تم سچے ہو تو مجھے

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٤٣﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ

سند کے ساتھ بتاؤ اور (دیکھو! اسی طرح) اونٹ میں سے دو قسمیں اور گائے میں

الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ

سے دو قسمیں (پیدا کیں) (اے پیغمبر! ان سے) پوچھو! کیا اللہ نے ان دونوں کے نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں کی مادہ کو

اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ

یا اس کے بچے کو جس کو ان دونوں کی مادہ اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہے کیا تم اس وقت

شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ

حاضر تھے جب اللہ نے تم کو اس بارے میں حکم دیا تھا تو (بتاؤ) اس شخص سے زیادہ ظالم

افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ

کون ہے جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے تاکہ بغیر علم کے لوگوں کو گمراہ کرے بیشک

اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٤﴾ ع قُلْ لَّآ اَجِدُ فِىْ

اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا (۱) (اے پیغمبر! ان سے) کہدو کہ جو کچھ (احکام)

مَآ اُوْحِىَ اِلَىَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ

میرے پاس وحی کے ذریعے آئے ہیں ان میں سے کسی کھانے والے کے لئے میں کوئی چیز حرام نہیں پاتا سوائے اس کے

(۱) واضح ہو کہ مشرکین عرب کے نزدیک اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری۔ یہی چار پائے ذبح کرنے اور بھینٹ چڑھانے کے کام آتے تھے اور انہی کے بارے میں انھوں نے مشرکانہ رسمیں ٹھہرا رکھی تھیں۔ یوں بھی عام طور سے انہی جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہی چار پایوں کا ذکر فرمایا۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ نر اور مادہ ملا کر یہ آٹھ قسم کے جانور اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں اور ان کا گوشت کھانا جائز ہے۔ نر، مادہ اور بچے میں سے کسی کو بھی حرام نہیں کیا۔ پھر جو تم نے ان میں سے بعض کو حرام ٹھہرایا ہے تو اس کی اصل کیا ہے۔ اگر تمہارے پاس کوئی علمی دلیل ہے تو پیش کرو۔ کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ ایسی بات منہ سے نہ نکالو۔ یہ تو سراسر جھوٹ اور بہتان ہے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنا اور بغیر علم کے احکام بنا کر لوگوں کو گمراہ کرنا بڑے ظلم کی بات ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں پر ہدایت اور کامیابی کی راہ نہیں کھولتا۔

ع ١٧

يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ
کہ وہ مردار جانور ہو یا بہتا ہوا خون یا سور کا گوشت کہ یہ

رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ
ناپاک ہے یا ناجائز ذبیحہ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو پھر جو شخص مجبور ہو جائے (بشرطیکہ)

بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ
وہ نافرمانی کرنے والا اور حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو تو (وہ کھا سکتا ہے) بلاشبہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۱) اور (دیکھو!) یہودیوں پر

هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ
سب ناخن والے جانور ہم نے حرام کر دیئے تھے اور گائے اور بکری میں سے

حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ
ان کی چربی بھی حرام کر دی تھی سوائے اس چربی کے جو ان کی پیٹھ پر

اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۫
یا انتڑیوں پر لگی ہو یا جو ہڈی سے ملی ہو ان کی سرکشی کی وجہ سے ہم نے ان کو یہ سزا دی تھی

وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ
اور یقیناً ہم سچے ہیں (۲) تو (اے پیغمبر) اگر یہ تم کو جھٹلائیں تو (ان سے) کہہ دو کہ تمہارا پروردگار بڑی

رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ
وسیع رحمت والا ہے اور گناہ گاروں پر سے اس کا عذاب

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ
نہیں ٹلے گا (۳) جو لوگ شرک کرتے ہیں وہ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا

اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ
تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے

(۱) اوپر کی آیت میں ان جانوروں کا ذکر کیا تھا جو حلال تھے لیکن مشرکوں نے ان میں سے بعض کو حرام قرار دے رکھا تھا۔ اب اس آیت میں ان جانوروں کا بیان ہے جو حرام اور ناپاک ہیں، لیکن عرب ان کو کھانے کے عادی تھے۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ جن جانوروں کے کھانے کا دستور ہے اور جن کے بارے میں پہلے سے گفتگو ہو رہی ہے، ان میں سے صرف یہ چار چیزیں حرام ہیں یعنی مُردار جانور، بہتا ہوا خون، سُور کا گوشت اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور لیکن اس میں بھی یہ آسانی رکھی ہے کہ اگر کسی مُسلمان کو کوئی حلال چیز کھانے کو نہ ملے اور وہ بھوک سے مرنے لگے، تو ایسی صُورت میں جان بچانے کے لئے کوئی حرام چیز بھی کھا سکتا ہے البتہ نافرمانی اور زیادتی نہ کرے یعنی بغیر سخت مجبوری کے اور ضرورت سے زیادہ نہ کھائے۔

واضح ہو کہ ان چار چیزوں کے علاوہ اور بھی چند جانور حرام ہیں جن کا حرام ہونا حدیثوں سے ثابت ہے۔ تفصیل کے لئے فقہ کی کوئی کتاب دیکھنی چاہئے۔

یہ حکم پہلے بھی گزر گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو سورۂ بقرہ رکوع ۲۱ اور سورۂ مائدہ رکوع ۱)

(۲) یعنی اوپر کی آیت میں جن چار چیزوں کو بیان کیا ان کے علاوہ بھی بعض چیزیں اللہ تعالےٰ نے یہودیوں پر خاص طور پر حرام ٹھہرا دی تھیں۔ یہ چیزیں اصل میں پاک ہیں، لیکن یہودیوں پر ان کو حرام کرنے سے مقصد یہ تھا کہ ان کی گستاخ اور بے لگام طبیعتوں کو تنبیہ ہو اور وہ شرارتوں سے باز آجائیں، یعنی ان چیزوں کی حرمت سزا کے طور پر محض وقتی مصلحت سے اور ایک خاص قوم کے لئے تھی۔ اللہ تعالےٰ کا بیان سچ ہے اور یہودیوں کا یہ دعوٰی غلط اور بے بنیاد ہے کہ یہ چیزیں حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے حرام تھیں۔ (ملاحظہ ہو سورۂ آلِ عمران رکوع ۱۰)

(۳) یعنی اے پیغمبر! اتنے صاف صاف اور معقول بیانات کے بعد بھی اگر یہ لوگ تم کو جھٹلائیں اور تمہاری رسالت پر ایمان نہ لائیں تو ان سے کہہ دو کہ یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت ہے کہ اس سرکشی کے باوجود بھی وہ تم کو فوری طور پر سزا نہیں دیتا بلکہ مہلت پر مہلت دیتا ہے تاکہ کسی وقت بھی سرکشی سے باز آجاؤ، لیکن یاد رکھو کہ اگر تم نے اللہ تعالےٰ کی اس رحمت سے فائدہ نہیں اٹھایا تو پھر اس کا عذاب تم کو گھیرے لے گا اور اس سے تم کسی طرح نہ بچ سکو گے۔

كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا

اسی طرح ان لوگوں نے (پیغمبروں کو) جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں یہاں تک کہ انھوں نے ہمارے عذاب

بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ

کا مزہ چکھا (اے پیغمبر! ان سے) پوچھو کیا تمھارے پاس کوئی سند ہے (اگر ہے) تو اسے ہمارے سامنے پیش کرو

اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿١٤٨﴾

تم تو محض گمان کی پیروی کرتے ہو اور بالکل اٹکل سے باتیں بناتے ہو

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ

تم کہدو کہ اللہ ہی کی حجت پوری (اور کامل) ہے تو اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت

اَجْمَعِيْنَ ﴿١٤٩﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ

دے دیتا (۱) (اے پیغمبر!) ان سے کہو کہ تم اپنے گواہوں کو لاؤ جو اس بات کی گواہی دیں کہ

اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ

اللہ نے یہ چیزیں حرام کی ہیں پھر اگر وہ اس بات کی گواہی دیں تو (اے پیغمبر!) تم ان کے ساتھ ہو کر گواہی نہ دینا

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا

اور ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر

يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿١٥٠﴾ ع قُلْ

ایمان نہیں رکھتے اور جو دوسری ہستیوں کو اپنے پروردگار کے برابر ٹھہراتے ہیں (۲) (اے پیغمبر! ان سے)

تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ

کہو کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمھارے پروردگار نے تم پر حرام کی ہیں (چنانچہ اس نے فرمایا ہے کہ) اللہ کے ساتھ

شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ

کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور مفلسی کے ڈر سے اپنی اولاد کو

(۱) باطل پرستوں کا قاعدہ ہے کہ جب وہ کوئی معقول دلیل اپنے غلط عقیدوں کی تائید میں پیش نہیں کر سکتے تو ہٹ دھرمی اور ضد پر اتر آتے ہیں اور کسی مہمل بات کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ مشرکین عرب نے بھی یہی کیا کہ جب وہ قرآن مجید کے مقابلہ میں لاجواب ہوگئے تو ہٹ دھرمی کے طور پر کہنے لگے کہ "کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے، اللہ تعالےٰ کی مشیت سے ہوتا ہے۔ لہٰذا ہمارا اور ہمارے باپ دادا کا شرک کرنا اور بعض چیزوں کو حرام ٹھہرانا یہ بھی اللہ تعالےٰ کی مشیت کے تحت ہے۔ جب صورت حال یہ ہے تو ہم شرک کرنے پر مجبور رہیں۔ لہٰذا ہم پر جو الزام لگایا جاتا ہے اور ہم کو جو عذاب سے بار بار ڈرایا جاتا ہے، یہ سب زیادتی ہے۔

اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے پہلے تو ان لوگوں کو اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ پیغمبروں کو جھٹلانے والے اور ہٹ دھرمی کرنے والے لوگ ہمیشہ سے یہ دلیل پیش کرتے آئے ہیں لیکن اس طریقہ سے کچھ کام نہیں چلا اور جو عذاب ان پر آنے والا تھا، وہ آکر رہا۔ لہٰذا غور کرو کہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی مشیت کی آڑ لے کر اپنے کو مجبور ثابت کرنا اور کفر و شرک کے الزام سے بری کرنا کوئی علمی اور عقلی دلیل نہیں ہے، بلکہ یہ ایک خیالی اور اٹکل کی بات ہے اور عملی طور پر بے اثر ہے۔

اس کے بعد مشیت کے مسئلہ کی صحیح صورت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالےٰ اس پر قادر ہے کہ اگر وہ چاہتا تو تم کو مجبور پیدا کرتا اور ایک طریقہ کا پابند کر دیتا جیسا کہ اس نے آسمان، زمین، سورج، چاند، ہوا، پانی وغیرہ کو چند قاعدوں کا پابند کر کے پیدا کیا ہے لیکن انسان کے حق میں اس کی مشیت یہ ہوئی کہ اس کو عقل، ارادہ اور اختیار کی قوتوں سے آراستہ کرے اور زندگی کی راہ اپنے اختیار سے پسند کرنے کی آزادی بخشے۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ زندگی میں روشنی کے ساتھ تاریکی، حق کے ساتھ باطل اور ہدایت کے ساتھ گمراہی کی راہیں بھی کھل گئیں۔ اب جس کا جی چاہے ہدایت کی راہ اختیار کرے اور جس کا جی چاہے گمراہی کی۔ لہٰذا سمجھو اور یاد رکھو کہ مشیت کے مسئلہ کی آڑ لے کر تم جو الزام سے بری ہونا چاہتے ہو وہ غلط اور گمراہ کن ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مشیت کا مسئلہ خود تمھارے اوپر اللہ تعالےٰ کی 'حجة بالغة' یعنی پوری، قوی اور کامل حجت ہے، اور اسی سے تم پر الزام ثابت ہوتا ہے۔

ع ٦/٥

(۲) یعنی اے پیغمبر! ان سے کہو کہ اگر تمھارے پاس کچھ لوگ ہیں جو اس بات پر گواہی دے سکتے ہیں کہ ان چیزوں کو اللہ تعالےٰ نے حرام کیا ہے تو ان کو سامنے لاؤ اور ان سے گواہی دلواؤ۔ اگر ان لوگوں کے دلوں میں ایمان ہے اور گواہی کی ذمہ داری کا احساس ہے تو یقیناً یہ لوگ اس طرح کی جھوٹی گواہی دینے کی جرأت نہیں کریں گے۔ لیکن اگر ان میں سے چند لوگ اتنی بے ایمانی پر اتر آئیں اور اس طرح کی جھوٹی گواہی دے دیں تو تم اپنے ساتھیوں کو لئے ہوئے اپنی جگہ حق پر جمے رہو اور ان جھوٹوں کی باتوں میں نہ آؤ اور لوگوں کی خواہشوں کی پیروی مت کرو۔ یہ لوگ اللہ تعالےٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں، آخرت کی زندگی پر ایمان نہیں رکھتے اور دوسری ہستیوں کو اپنے پروردگار کے ساتھ برابر کرتے ہیں۔ اس لئے یہ لوگ اس قابل نہیں کہ ایمان والے ان کی باتوں کو سنیں اور ان کے قدم بقدم چلیں۔

مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا
قتل نہ کرو کیونکہ تم کو اور ان کو ہم ہی رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کی باتوں کے
الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا
پاس بھی مت جاؤ چاہے ظاہری ہوں یا پوشیدہ اور جس جان کا قتل کرنا
النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ
اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے اس کو قتل نہ کرو مگر کسی حق پر۔ ان باتوں کا اس نے تمہیں حکم دیا ہے
بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١٥١﴾ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا
تاکہ تم سمجھو اور (اسی طرح) یتیم کے مال کے نزدیک بھی نہ جاؤ مگر ایسے
بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا
طریقے سے جو بہت پسندیدہ ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی (کی عمر) کو پہنچ جائے اور انصاف
الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا
(اور دیانت) کے ساتھ ناپ اور تول پوری پوری کرو ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف
وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ
نہیں دیتے اور جب کوئی بات کہو تو انصاف سے کہو اگرچہ وہ (تمہارا) رشتہ دار ہی ہو
وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ
اور اللہ کے عہد کو پورا کرو یہ وہ باتیں ہیں جن کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم
تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٥٢﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا
نصیحت حاصل کرو (١) اور (اس نے یہ بھی فرمایا ہے کہ) یہی میرا سیدھا راستہ ہے
فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ
تو اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ راستے تم کو اللہ کے راستہ سے

(١) اوپر کی آیتوں میں مشرکین کی گمراہی کو واضح فرمایا تھا کہ وہ اپنے دل سے بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام ٹھہرا لیتے ہیں، حالانکہ یہ اختیار تو اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ چنانچہ جن جانوروں کا گوشت کھانا حرام تھا اور مشرکین عرب ان کو کھایا کرتے تھے، ان کو بیان فرمایا۔ اب اس آیت میں ان چند اصول کو بیان فرماتا ہے جو باہمی معاملات کی درستی کے لئے نہایت ضروری ہیں لیکن مشرکین عرب نے ان کو نظر انداز کر رکھا تھا۔ یہ جملہ (٩) احکام ہیں۔

چونکہ اسلامی معاشرہ کی بنیاد توحید پر ہے، اس لئے سب سے پہلا حکم یہ رکھا کہ (١) شرک سے پرہیز کرو یعنی ذات اور صفات میں کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک مت ٹھہراؤ، اسی کی عبادت کرو، اسی سے مدد مانگو اور اسی کی فرماں برداری کرو۔ (٢) ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو یعنی ان کی تعظیم، اطاعت اور خدمت کرو۔ (٣) عرب میں دستور تھا کہ لڑکیوں کو عام طور پر اور کبھی کبھی لڑکوں کو بھی مار ڈالتے تھے۔ اس لئے حکم دیا کہ مفلسی کے ڈر سے اولاد کو مت قتل کرو۔ سب کا رازق اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے زمین میں رزق کے خزانے بھر رکھے ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ عقل و علم سے ان خزانوں کی کنجیاں تلاش کرے۔ اولاد کو قتل کرنا مفلسی کا بڑا ظالمانہ علاج ہے جس کی اللہ تعالیٰ اجازت نہیں دیتا (٤) قرآن شرم و حیا کو انسان کا زیور سمجھتا ہے۔ اس لئے حکم دیا کہ بے حیائی کے کاموں کے قریب بھی نہ پھٹکو، نہ چھپ کر اور نہ کھلم کھلا۔ (٥) معاشرہ کی سلامتی کے پیش نظر قرآن نے انسانی جان کی حفاظت کا انتظام کیا اور حکم دیا کہ کسی انسان کو ناحق مت قتل کرو۔ البتہ حق کے ساتھ یعنی جن حالات میں شریعت نے انسان کا قتل کرنا جائز قرار دیا ہے، ان میں کسی انسان کو تم قتل کر سکتے ہو۔ (٦) اسی طرح یتیم کا مال جو تمہارے قبضہ میں ہے، اس کے بھی قریب نہ جاؤ اور اس میں تصرف نہ کرو۔ ہاں اگر یتیم کی خیر خواہی کی خاطر کچھ تصرف کرنا ضروری سمجھو تو بیشک کر سکتے ہو۔ اور جب یتیم جوان اور ہوشیار ہو جائے تو اس کا مال اس کے حوالے کرو۔ (٧) اور مقدور بھر کوشش کرو کہ ناپ تول میں کمی نہ ہو اور لوگوں کا حق نہ مارا جائے۔ (٨) اور جب بات کرو تو سچی اور انصاف کی کرو اور کسی کی رو رعایت نہ کرو، اگرچہ اس میں تمہارے کسی رشتہ دار کا نقصان ہی کیوں نہ ہوتا ہو (٩) اور احکام الٰہی پر عمل کرنے کا جو تم نے عہد کیا ہے، اس کو پورا کرو۔ اور اگر کسی بات پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھاؤ یا کوئی منت مانو تو اس کو بھی پورا کرو۔

سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٥٣﴾ ثُمَّ

جدا کردیں گے یہ وہ باتیں ہیں جن کا اللہ نے تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگار بنو (۱) پھر (دیکھو!)

اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَ

ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) عطا فرمائی تھی جس سے اچھی طرح عمل کرنے والوں پر نعمت پوری ہو اور

تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ

سب احکام کی تفصیل ہو جائے اور ہدایت اور رحمت ہو تاکہ وہ (اس کو پڑھ سن کر)

رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٥٤﴾ ع وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ

اپنے پروردگار سے ملنے کا یقین کریں (۲) اور یہ (قرآن بھی) ایک کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے جو برکت والی ہے

فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٥٥﴾ لا اَنْ تَقُوْلُوْٓا

تو اس کی پیروی کرو اور پرہیزگار بنو تاکہ تم پر رحم کیا جائے (ہم نے یہ کتاب اس لئے نازل کی)

اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪

کہ تم (یوں نہ) کہو کہ ہم سے پہلے دو جماعتوں (یعنی یہود و نصاریٰ) پر کتابیں نازل ہوئی تھیں

وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿١٥٦﴾ لا اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ

اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے (معذور اور) بے خبر تھے یا (یہ نہ) کہو کہ اگر ہم پر بھی

اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ج

کتاب نازل ہوتی تو ہم ضرور ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر سیدھے راستہ پر ہوتے

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ج

تو (دیکھو!) اب تمہارے پاس بھی تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح (کتاب) اور ہدایت اور رحمت آگئی ہے تو

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ

اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور ان سے

(۱) مذہب اسلام جس کے بنیادی اصول اوپر کی آیت میں بیان کئے گئے ہیں اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور زندگی کو سدھارنے کا سیدھا راستہ ہے۔ اگر تمہیں سیدھے راستہ کی قدر ہے تو تمہارے دلوں میں اس کی طلب ہے تو اس راستہ پر چلو، یقیناً تم منزل مقصود کو پالوگے۔ لیکن اگر دوسرے راستوں پر چلے تو یاد رکھو کہ تم بھٹک جاؤگے اور منزل مقصود تم پر گم ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ تم اس پر چلو اور پرہیزگار بن جاؤ۔

ع ١٩ ٦

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک سے ایک سیدھا خط کھینچا اور فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے جو راست اور مستقیم ہے۔ پھر اس خط کے دائیں بائیں بہت سی لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ بہت سی ٹیڑھی راہیں ہیں جن میں سے کوئی راہ ایسی نہیں جس پر شیطان نہ بیٹھا ہو۔ ہر شیطان اپنی ٹیڑھی راہ کی طرف بلاتا ہے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

(۲) یعنی ہم ہمیشہ پیغمبروں پر کتابیں نازل کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ دیکھو ہم نے موسیٰ پر تورات نازل کی تھی جس کے ذریعہ نیک لوگوں پر نعمت پوری ہوتی تھی، جس میں ہر ضروری بات کی تفصیل تھی، اور جو سراپا ہدایت اور رحمت تھی۔ تورات نازل کرنے سے مقصد یہ تھا کہ لوگ اپنے پروردگار سے ملنے پر یقین رکھیں اور اس کے احکام پر عمل کرکے اپنے پروردگار سے ملنے کی تیاری کریں۔

عَنۡهَا ؕ سَنَجۡزِی الَّذِیۡنَ یَصۡدِفُوۡنَ عَنۡ اٰیٰتِنَا

اعراض کرے جو لوگ ہماری آیتوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں اس کی پاداش میں

سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ بِمَا کَانُوۡا یَصۡدِفُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾ هَلۡ یَنۡظُرُوۡنَ

ہم ان کو بُرے عذاب کی سزا دیں گے (۱) کیا یہ اس بات کے انتظار میں ہیں

اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِیَهُمُ الۡمَلٰٓئِکَةُ اَوۡ یَاۡتِیَ رَبُّکَ اَوۡ یَاۡتِیَ

کہ (آسمان سے) فرشتے ان کے پاس آئیں یا خود تمہارا پروردگار آئے یا تمہارے پروردگار

بَعۡضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ ؕ یَوۡمَ یَاۡتِیۡ بَعۡضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ

کی بعض نشانیاں نمودار ہوں جس دن تمہارے پروردگار کی بعض نشانیاں نمودار ہوں گی

لَا یَنۡفَعُ نَفۡسًا اِیۡمَانُهَا لَمۡ تَکُنۡ اٰمَنَتۡ مِنۡ قَبۡلُ

(اس دن) کسی انسان کو جو پہلے ایمان نہ لایا ہوگا ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا

اَوۡ کَسَبَتۡ فِیۡۤ اِیۡمَانِهَا خَیۡرًا ؕ قُلِ انۡتَظِرُوۡۤا اِنَّا

یا اپنے ایمان کی حالت میں نیک عمل نہ کیا ہو (تو اس وقت توبہ کرنا مفید نہ ہوگا اے پیغمبر) کہدو کہ تم انتظار کرو ہم بھی

مُنۡتَظِرُوۡنَ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَهُمۡ وَکَانُوۡا

انتظار کرتے ہیں (۲) جن لوگوں نے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی کئی

شِیَعًا لَّسۡتَ مِنۡهُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمۡرُهُمۡ اِلَی اللّٰهِ

فرقے ہو گئے تم کو ان سے کوئی کام نہیں ان کا معاملہ تو اللہ ہی کے حوالے ہے

ثُمَّ یُنَبِّئُهُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ ﴿۱۵۹﴾ مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ

پھر جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں وہ ان کو (سب) بتادے گا (۳) جو کوئی (اللہ کے حضور میں) نیکی لے کر آئے گا

فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا ۚ وَمَنۡ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا

تو اس کو ویسی دس نیکیاں ملیں گی اور جو کوئی بدی لے کر آئے گا تو اس کو

(۱) اسلام سے پہلے جزیرۂ عرب میں یہودی اور عیسائی رہا کرتے تھے۔ عرب اس بات سے واقف تھے کہ یہودی تورات کے اور عیسائی انجیل کے قائل تھے لیکن چند کے سوا عام عرب تورات اور انجیل کو پڑھتے پڑھاتے نہیں تھے۔ اس آیت میں عربوں سے فرمایا کہ جس طرح ہم نے تورات نازل کی تھی اسی طرح یہ کتاب یعنی قرآن بھی نازل کی ہے جو بڑی برکت والی کتاب ہے۔ تم اس پر چلو اور پرہیزگار بن جاؤ۔ اللہ تعالےٰ سے اُمید رکھو یقیناً وہ تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔

دیکھو! یہ قرآن اس لئے نازل کیا ہے تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہم سے پہلے دو فرقوں پر کتابیں نازل کی گئیں ہم ان سے واقف نہ تھے یا یہ نہ کہو کہ اگر ہم پر کتاب نازل کی جاتی تو ہم ان سے بڑھ کر ہدایت یافتہ ہوتے۔ دیکھو! تمہارے لئے کوئی عذر باقی نہیں رہا ہے اور تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک کتاب آگئی ہے جو روشن دلیل ہے اور سراپا ہدایت اور رحمت ہے۔

اب تم ہی بتاؤ کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی آیتوں کو جھٹلائیں اور ان سے مُنہ پھیریں تو ان سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے اور کیا ایسے لوگ سخت عذاب کے مستحق نہیں ہیں؟

(۲) یعنی اتنی نصیحتوں کے سُننے اور اتنی روشن نشانیوں کے دیکھنے کے بعد بھی اگر ان کے دل نہیں پگھلتے اور یہ سنگ دل ایمان نہیں لاتے تو پھر یہ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کیا یہ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ موت کے فرشتے رُوح قبض کرنے کے لئے ان کے سامنے آ کھڑے ہوں یا اللہ تعالےٰ قہر وجلال کے ساتھ نمودار ہو یا قیامت کے قریب ہونے کی کوئی نشانی ظاہر ہو مثلاً یہ کہ سُورج مغرب کی طرف سے نکلے۔

وہ یاد رکھیں کہ ایسا ضرور ہوگا لیکن جس دن ایسا ہوگا اُس دن کسی شخص کو جو پہلے سے ایمان نہیں لایا ہے یا جس نے کوئی نیکی نہیں کمائی ہے، اس کا ایمان لانا اور توبہ کرنا کچھ فائدہ نہیں دے گا جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ موت کے وقت اور قیامت کے قریب ہونے کی بڑی نشانیاں ظاہر ہونے کے بعد اللہ تعالےٰ توبہ قبول نہیں فرماتا کیونکہ آزمائش کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور فیصلہ کا وقت قریب آجاتا ہے۔

آخر میں فرمایا کہ ان سے کہدو کہ اگر تمہارا یہی حال ہے تو تم اپنی راہ پر چلتے رہو اور ہم اپنی راہ پر چلتے رہتے ہیں۔ تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔ جب فیصلہ کا وقت آئے گا تو معلوم ہو جائے گا کہ کون کامیاب رہا اور کس نے اپنے کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈالا۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ جن لوگوں نے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور ایک جماعت کی جگہ بہت سے فرقے بنا ڈالے جیسے یہودی اور عیسائی، تم ان سے کچھ سروکار مت رکھو اور ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ تم اپنی جگہ اتحاد و اتفاق سے رہو اور دینِ اسلام کو فرقوں اور جماعتوں میں تقسیم مت کرو، ورنہ تم بھی ان کی طرح تباہ ہو جاؤ گے۔ ان لوگوں کا معاملہ اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وقت آنے پر وہ ان کو بتادے گا کہ وہ کیسی کیسی بدعملیاں کرتے رہے تھے اور انہی بدعملیوں کے لحاظ سے ان کو سزا دے گا۔

واضح ہو کہ آج مسلمانوں کو اس آیت کی روشنی میں اپنی حالت کا جائزہ لینا چاہیئے اور عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔

يُجْزَىٰٓ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦٠﴾ قُلْ إِنَّنِي

اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان پر (کسی طرح کا) ظلم نہیں کیا جائے گا (۱) (اے پیغمبر! ان سے) کہدو کہ

هَدَىٰنِي رَبِّيٓ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۚ دِينًا قِيَمًا

مجھے تو میرے پروردگار نے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے (یعنی) دین مستحکم (اور)

مِّلَّةَ إِبْرَٰهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٦١﴾

ابراہیم کا طریقہ جو ایک ہی (خدا) کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے (۲)

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ

(اے پیغمبر یہ بھی) کہدو کہ بیشک میری نماز اور میری تمام عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لئے ہے

رَبِّ الْعَٰلَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُۥ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ

جو سارے جہان کا پروردگار ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں اللہ کے

وَأَنَا۠ أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾ قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِي رَبًّا

فرماں برداروں میں پہلا فرماں بردار ہوں (۳) (اے پیغمبر! ان سے) پوچھو کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور پروردگار تلاش کروں

وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ

حالانکہ وہی ہر چیز کا پروردگار ہے اور (دیکھو!) جو شخص برا عمل کرتا ہے اس کا وبال

إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ

اسی پر ہوتا ہے اور کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا پھر تم سب کو اپنے

رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿١٦٤﴾

پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو جن باتوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے وہ تم کو بتادے گا (اور ان کی اصل حقیقت کیا تھی) (۴)

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَٰٓئِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ

اور وہی ہے جس نے تم کو زمین میں اپنا نائب مقرر کیا اور تم میں سے ایک کے

(۱) یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھے اور بُرے اعمال کے بدلے کا اُصول یہ ہے کہ نیکی کا بدلہ کم از کم دس گناہ ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَآءُ (یعنی اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے ثواب کئی گنا کر دیتا ہے) اور بُرائی کا بدلہ اس کے برابر ہے۔ اس میں تخفیف کر دے یا بالکل معاف کر دے اُس کو اختیار ہے۔ جہاں رحمت کی یہ شان ہو وہاں ظلم کا کیا گزر ہو سکتا ہے۔

(۲) یعنی اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہدو کہ تم چاہے کسی راستہ پر چلو میں تو اسی سیدھے راستہ پر چلوں گا جس کی میرے پروردگار نے مجھ کو ہدایت کی ہے یعنی دینِ اسلام۔ وہ ایک مضبوط، استوار اور محکم دین ہے وہ حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ ہے جنھوں نے اپنے کو مشرکوں سے الگ کر لیا تھا اور جو سب کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کے ہو رہے تھے۔ اگر تم کو اپنے پروردگار کے راستہ کی طلب ہے، اگر تم کو ایک دین کی تلاش ہے اور اگر تم حضرت ابراہیمؑ اور ان کے طریقے سے محبت کرتے ہو تو آؤ میرے ساتھ چلو۔ ورنہ دنیا پر واضح ہو جائے گا کہ تم اپنے دعووں میں جھوٹے ہو۔

(۳) اوپر کی آیت میں واضح فرمایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس طریقہ پر گامزن ہیں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے۔ اُدھر یہودیوں، عیسائیوں اور عربوں کو بھی دعویٰ تھا کہ وہ ابراہیمی دین پر ہیں چونکہ دینِ ابراہیمی کی بنیاد خالص توحید پر ہے، اس لئے اب اس آیت میں توحید کامل کے اُس بلند ترین مقام کو واضح فرمایا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فائز ہیں۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ یہودیوں، عیسائیوں اور عربوں کو تنبیہ ہو اور ان پر یہ بات روشن ہو جائے کہ حقیقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی دینِ ابراہیمی پر ہیں جو توحید کے اس بلند ترین مقام پر فائز ہیں۔ اس کے برخلاف خود یہ لوگ توحید سے بہت دُور جا پڑے ہیں، خاص کر عرب تو کھلم کھلا شرک میں مبتلا ہیں۔ یہ لوگ اپنی زبان سے چاہے جو دعویٰ کریں، لیکن دیکھنے والے تو ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیرو نہیں کہہ سکتے۔ انصاف پسند تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیرو بتائیں گے جنھوں نے اپنی توحید کا حال یوں بیان فرمایا ہے: ”لوگو! اگر تم میرا حال معلوم کرنا چاہتے ہو تو سنو: میرا حال تو یہ ہے کہ میری نماز، میرا حج، میری قربانی اور ساری عبادات، خلاصہ یہ کہ میرا جینا اور مرنا سب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے اور ذات و صفات میں جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس طرح کی توحید کا مجھے حکم دیا گیا ہے، چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں سب سے پہلے میں اسلام لا چکا ہوں اور تم کو بھی دعوت دیتا ہوں کہ سب کے سب میرے پیچھے چلے آؤ۔“

(۴) یعنی جب حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز کا پروردگار اللہ تعالیٰ ہی ہے اور ہر چیز اس کے مقرر کئے ہوئے قانون کی فرماں برداری کر رہی ہے اور میں خود بھی اپنے اندر اس کی پروردگاری کی کھلی نشانیاں دیکھ رہا ہوں، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اس کو چھوڑ کر کوئی دوسرا پروردگار ڈھونڈوں۔ مطلب یہ ہے کہ جب تنہا وہی ساری مخلوق کا پروردگار ہے تو ہر شخص کو اسی کی عبادت کرنی چاہئے اور اسی سے مدد مانگنی چاہئے، اسی کے احکام کی تعمیل کرنی چاہئے۔ کیونکہ اس نے یہ قاعدہ بنا دیا ہے کہ ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے اور ہر شخص اپنا ہی بوجھ اٹھائے گا۔ اگر کوئی کسی دوسرے کے بوجھ کو اٹھانے کا ذمہ لیتا ہے تو وہ دھوکا دیتا ہے۔ غرض یہ کہ اگر تم میرا کہنا نہیں مانتے ہو تو تمہارا راستہ الگ ہے اور میرا راستہ الگ۔ پھر جب ہم سب اللہ تعالیٰ کے پاس جمع ہوں گے تو وہ ہم کو اپنے اپنے اعمال سے واقف کرا دے گا، حق و باطل کا فیصلہ کر دے گا اور تمہارے اختلاف کی حقیقت کھول کر رکھ دے گا۔

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ

دوسرے پر درجے بلند کئے تاکہ جو کچھ تم کو بخشا ہے اس میں تمھیں آزمائے (اے پیغمبر!) بیشک تمھارا

رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱٦۵﴾

پروردگار جلد عذاب دینے والا ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے (۱)

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ (٧)

اٰیاتھا ۲۰٦ — رکوعاتھا ۲۴

سورۂ اعراف مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان اور نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓصٓ ﴿۱﴾ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ

المص (اے پیغمبر!) یہ کتاب جو تم پر نازل کی گئی ہے اس سے تمھیں کسی طرح تنگ دل نہ ہونا چاہئے

حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾

یہ اس لئے (نازل کی گئی ہے) کہ تم اس کے ذریعہ سے (کافروں کو عذاب سے) ڈراؤ اور یہ ایمان والوں کے لئے نصیحت ہے (۲)

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ

(لوگو!) یہ (قرآن) جو تمھارے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا دوسرے

دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ وَكَمْ مِّنْ

رفیقوں کی پیروی نہ کرو مگر تم بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو اور (دیکھو!) کتنی ہی

قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ﴿۴﴾

بستیاں ہیں کہ ہم نے تباہ کر ڈالیں جن پر ہمارا عذاب (یا تو رات کو) آیا جبکہ وہ سوتے تھے یا (دن کو) جبکہ وہ دوپہر کو آرام کرتے تھے

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا

تو جس وقت ان پر عذاب آتا تھا تو اس وقت ان کے منہ سے یہی نکلتا تھا کہ

(۱) سورت کے خاتمہ پر سب کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا احسان کیا ہے اور تم کو بڑی فضیلت بخشی ہے کہ تم کو زمین میں اپنا خلیفہ اور نائب بنایا عقل، علم اور ارادہ جیسی بڑی بڑی صفتیں تمھارے اندر رکھیں جن کی بدولت تم ساری کائنات پر حاکمانہ اقتدار رکھتے ہو، کائنات کی چیزوں کو جس طرح چاہتے ہو کام میں لاتے ہو۔ پھر اس نے تمھارے آپس میں مرتبوں کا فرق رکھا یعنی شکل و صورت، حسن و علم، مال و دولت اور جاہ و عزت کے لحاظ سے تم کو الگ الگ مرتبہ پر رکھا۔ اس صورت حال میں اللہ تعالیٰ تمھاری آزمائش کرنا چاہتا ہے۔ وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم میں سے کون اس کو اپنا پروردگار مانتا ہے، اس کی بخشی ہوئی نعمتوں کی قدر کرتا ہے اور اس کے احکام کی پابندی کرکے ایک فرماں بردار بندے کی طرح زندگی گزارتا ہے۔ اور کون اس کی نعمتوں کی ناقدری کرتا ہے اور اس کے پیغام سے اعراض کرکے سرکشوں کی فہرست میں اپنا نام لکھواتا ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ وہ جلد حساب لینے والا ہے۔ سرکشوں اور نافرمانوں سے حساب لے کر ان کو ان کی بدعملیوں کی سزا دے گا۔ اور فرماں برداروں کے لئے اس کی بخشش اور رحمت کا دامن پھیلا ہوا ہے

ع ۲۰ ۱

(۲) واضح ہو کہ مکہ میں تبلیغ اسلام کا کام نہایت دشوار تھا۔ مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی اور وہ دنیوی اسباب کے لحاظ سے بے سہارا تھے۔ اُدھر قریش کے سرداروں کا بہت زور تھا۔ وہ طرح طرح سے شرارتیں کرتے تھے اور تبلیغ کے کام میں رکاوٹ ڈالتے تھے۔ کبھی کبھی بے ہودہ اور جاہلانہ سوالات کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرتے تھے۔

ایسے حالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرمایا کہ اس کتاب کے نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تم سارے جہان کے لوگوں کو حق بات پہنچا دو اور نافرمانی کے سخت نتیجوں سے ان کو آگاہ کردو۔ لہٰذا تم نافرمانوں کے بیہودہ برتاؤ اور ان کے ایمان نہ لانے سے تنگ دل مت ہو اور ان کی شرارتوں کی پروا مت کرو۔ سختیوں اور دشواریوں کو برداشت کرتے ہوئے تبلیغ کا کام جاری رکھو اور دیکھو! یہ کتاب ایمان والوں کے لئے سراپا نصیحت و موعظت ہے، اس لئے ان کو بھی سناتے رہو۔

إِنَّا كُنَّا ظٰلِمِينَ ۝٥ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ

بلاشبہ ہم اپنے اوپر ظلم کرتے رہے (۱) تو جن لوگوں کی طرف پیغمبر بھیجے گئے تھے ہم ان سے ضرور پوچھیں گے

وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ۝٦ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِم بِعِلْمٍ وَمَا

اور (خود) پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے پھر اپنے علم سے حقیقت حال ان سے بیان کریں گے اور ہم

كُنَّا غَآئِبِينَ ۝٧ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ ۚ فَمَن ثَقُلَتْ

(ان کے عمل کے وقت) ان سے غائب نہ تھے (۲) اور اس دن اعمال کا تلنا برحق ہے تو جن لوگوں کے (نیک

مَوَٰزِينُهُۥ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝٨ وَمَنْ خَفَّتْ

اعمال کے) وزن بھاری ہوں گے تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہوں گے اور جن کے (نیک اعمال کے)

مَوَٰزِينُهُۥ فَأُولٰٓئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوٓا أَنفُسَهُم بِمَا كَانُوا

وزن ہلکے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنا نقصان کرلیا کہ ہماری آیتوں کے بارے میں

بِـَٔايٰتِنَا يَظْلِمُونَ ۝٩ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِى الْأَرْضِ وَ

بے انصافی کرتے تھے (۳) اور بیشک ہم نے تم کو زمین میں جگہ دی اور

جَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعٰيِشَ ۗ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝١٠ ع

اس میں تمھاری زندگی کے سامان مہیا کئے مگر تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ

اور ہم نے تمھیں پیدا کیا پھر تمھاری (شکل و) صورت بنائی پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ

اسْجُدُوا لِـَٔادَمَ فَسَجَدُوٓا إِلَّآ إِبْلِيسَ ۗ لَمْ يَكُن مِّنَ

آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس کہ وہ سجدہ کرنے والوں

السّٰجِدِينَ ۝١١ قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ ۖ

میں شامل نہ ہوا (اللہ نے اس سے) پوچھا کہ جب میں نے تجھ کو حکم دیا تو کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے سے روکا؟

(۱) اوپر کی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ اسلام اور وعظ و نصیحت کی تاکید اور اس کام میں تنگ دل نہ ہونے کا حکم تھا اب ان آیتوں میں سارے بندوں سے خطاب ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ لوگو! ذرا اس بات پر دھیان کرو کہ یہ احکام تمھارے پروردگار نے نازل کئے ہیں۔ اگر تم اس کے احسانات کا خیال کرو تو اُمید ہے کہ تمھارے دل نرم ہوں اور تم اس کی طرف جھکو۔ لہٰذا تم اپنے پروردگار کے احکام کی پیروی کرو اور اس کو چھوڑ کر دوسروں کو دوست اور معبود مت بناؤ اور ان کی پیروی مت کرو۔

یاد رکھو! اگر تم نے سرکشی اور نافرمانی کی تو تم بھی اسی طرح ہلاک کردیئے جاؤ گے جس طرح تم سے پہلے نافرمانی کرنے والے ہلاک کردیئے گئے۔ دیکھو! ہم نے ان کو اس طرح ہلاک کیا کہ رات کو یا دوپہر کو جب وہ میٹھی نیند کے مزے لوٹ رہے تھے، اچانک ہمارا عذاب ان پر آپہنچا پھر جب ہمارا عذاب ان پر آپڑا تو ان کی آنکھیں کھلیں اور انھوں نے شرمندگی کے ساتھ اقرار کیا کہ واقعی ہم خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے۔ لیکن اس وقت پشیمانی سے کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا تھا۔

(۲) اوپر کی آیت میں نافرمانوں پر آنے والے جس عذاب کا ذکر کیا وہ دنیوی عذاب تھا۔ اب ان چند آیتوں میں تنبیہ کے لئے آخرت کے حال کا نقشہ کھینچا ہے۔

اس آیت میں فرمایا کہ قیامت کے دن ہم پیغمبروں سے ان کے فرض کے متعلق سوال کریں گے کہ کیا تم نے ہمارا پیغام لوگوں کو ٹھیک ٹھیک پہنچا دیا تھا۔ اسی طرح لوگوں سے پوچھیں گے

ع ۱ / ۸

کہ کیا پیغمبر تمھارے پاس آئے تھے اور انھوں نے ہمارے احکام تم کو پہنچا دیئے تھے۔ پھر اگر نافرمان لوگ واقعات غلط بیان کریں گے تو ہم اپنے علم سے ان کی سرگزشت ٹھیک ٹھیک بیان کردیں گے۔ کیونکہ ہم کچھ ان سے غائب نہیں ہیں، ہر وقت ان کے ساتھ ہیں اور ان کے حال سے واقف ہیں۔

(۳) یعنی قیامت کے دن لوگوں کے اعمال کا وزن دیکھا جائے گا۔ جن کی نیکیاں وزنی ہوں گی بس وہی کامیاب ہوں گے۔ اور جن کی بُرائیاں وزنی ہوں گی وہ نقصان اٹھائیں گے۔ اور یہ نقصان اپنے ہی کرتوت کی وجہ سے ہوگا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور نشانیوں کو جھٹلاتے تھے اور ان کی خلاف ورزی کیا کرتے تھے — حضرت عبد القادر صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "ہر شخص کے عمل وزن کے موافق لکھے جاتے ہیں۔ ایک ہی کام اگر اخلاص سے اور شریعت کے حکم کے موافق کیا اور برمحل کیا تو اس کا وزن بڑھ گیا۔ اور اگر شریعت کے حکم کے خلاف کیا یا دکھانے کو کیا تو اس کا وزن گھٹ گیا آخرت میں وہ کاغذ (یعنی اعمال نامے) تولے جائیں گے۔"

واضح ہو کہ بعض مفسرین کی رائے ہے کہ خود اعمال تولے جائیں گے۔ بہرحال قرآن مجید اور حدیث شریف کے بیانات کے لحاظ سے ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اعمالنامے یا خود اعمال تولے جائیں گے لیکن سمجھنے کے لئے اگر ہم اس مادی مثال کو سامنے رکھیں تو کوئی حرج نہیں ہے — گراموفون میں لمبی چوڑی تقریریں اور گانے بند کرلئے جاتے ہیں پھر رکارڈ ان چیزوں کو ہو بہو دُھرا دیتا ہے۔ اسی سے سمجھنا چاہیئے کہ جو اللہ تعالیٰ گراموفون کے موجد کا بھی موجد ہے اس کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ انسانوں کے اعمال کے رکارڈ تیار کر رکھے اور ان کو قیامت کے دن سب کے سامنے دُھرا دے۔

(۱) یہاں سے اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیوں کا ذکر شروع ہوتا ہے جو خود انسان کے اندر اور اس کے باہر ساری کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات اور انعامات کا بھی ذکر کیا ہے تاکہ انسان ان کو یاد کرکے اپنے پروردگار کی طرف جھکے اور اس کے احکام کی تعمیل کرے۔

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ
اس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں کیوں کہ مجھ کو تو نے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے
طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ
بنایا (۱) (اس پر اللہ نے) فرمایا کہ بہشت سے اتر جا تو اس لائق نہیں کہ
تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَالَ
یہاں رہ کر تکبر کرے پس نکل جا بلاشبہ تو ذلیلوں میں سے ہے (ابلیس نے) کہا کہ
اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ
مجھے اس دن تک مہلت عطا فرما جس دن لوگ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے (اللہ نے فرمایا (اچھا) تجھے مہلت
الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ
دی جاتی ہے (ابلیس نے) کہا چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے (اس لئے) میں بھی تیرے سیدھے
صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ
راستہ پر بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لئے ضرور بیٹھوں گا پھر ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے
اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ
اور بائیں سے (غرض ہر طرف سے) ان کے پاس آؤں گا (اور جس طرف سے بن پڑے ان کو
شَمَآئِلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ قَالَ
بھٹکاتا رہوں گا) اور تو اکثر بنی آدم کو شکر گزار نہ پائے گا (۲) (اللہ نے) فرمایا
اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۭ لَمَنْ تَبِعَكَ
کہ یہاں سے نکل جا ذلیل اور راندہ ہوا بنی آدم میں سے جو تیری پیروی کریں گے تو
مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيٰٓاٰدَمُ
میں (ان کو اور تجھ کو جہنم میں ڈال کر) تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا (۳) اور اے آدم!

مطلب یہ ہے کہ تم کو پیدا کرنے سے پہلے ہم نے زمین پر تمہارے رہنے سہنے اور کھانے پینے کا انتظام کیا۔ پھر تمہارے باپ آدمؑ کو پیدا کیا اور ایک بہترین صورت ان کو عطا فرمائی۔ پھر ساری مخلوق پر آدم اور اولادِ آدم کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اظہارِ تعظیم کے لئے آدم کو سجدہ کرو۔ سب نے آدم کی فضیلت کو مانا اور اس کو سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا، تکبر کیا اور گستاخی سے اپنی فضیلت اور برتری کا دعویٰ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی، آدم کی حقیقت کو نہ پہچانا اور تکبر و غرور کا شکار ہو گیا۔

(۲) جب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے شیطان پر اللہ تعالیٰ کا عتاب ہوا تو اس کو حضرت آدمؑ پر اور بھی غصہ آیا اور اس نے حق تعالیٰ سے قیامت تک رہنے کی مہلت چاہی۔ حق تعالیٰ نے اس کی درخواست منظور فرمائی۔

پھر شیطان نے مہلت مانگنے کی وجہ نہایت گستاخانہ انداز میں یوں بیان کی کہ پروردگار! جب آدمؑ کی وجہ سے تو نے مجھے گمراہ کیا ہے تو میں بھی اس کا بدلہ لوں گا۔ آدمؑ اور اولادِ آدمؑ کے راستے میں بیٹھوں گا اور آگے پیچھے، دائیں بائیں غرض ہر طرف سے ان کو گھیروں گا اور طرح طرح سے ان کو بہکاؤں گا اور تیرے بتائے ہوئے سیدھے راستے سے ان کو بھٹکاؤں گا۔ میرا دعویٰ ہے کہ اولادِ آدمؑ میں سے بہت سے تیرے ناشکر گزار اور نافرمان ہوں گے اور میرے نقشِ قدم پر چلیں گے۔

واضح ہو کہ اُس دن سے شیطان اور اولادِ آدمؑ کی کشمکش جاری ہے۔ بظاہر اولادِ آدمؑ کے لئے شیطان سے مقابلہ کرنا دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن اس مقابلہ ہی میں انسانی فضیلت کا راز پوشیدہ ہے۔ اس مقابلہ ہی کی وجہ سے انسان کی وہ صلاحیتیں ابھرتی ہیں جن کی بدولت وہ نیابتِ الٰہیہ کے اس بلند مقام پر فائز ہو سکتا ہے جو کائنات میں اسی کے لئے خاص ہے۔

اس لئے اس مقام پر ہر شخص کو یہ بات ذہن نشین کرنا چاہیئے کہ انسان کی کامیابی کا ایک ہی راستہ ہے۔ وہ یہ کہ انسان کو چاہیئے کہ وہ شیطان کے مقابلہ سے تنگ دل نہ ہو بلکہ ہمت اور عزم کے ساتھ اس کا مقابلہ کرکے اس پر غلبہ حاصل کرے اور اپنے کو نیابتِ الٰہیہ کا اہل ثابت کر دے۔

(۳) شیطان کی اس گستاخانہ اور مغرورانہ گفتگو کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم دیا کہ تو عزت کے مقام سے نکل جا اور ذلیل و خوار ہو کر رہ۔ پھر اس کو آگاہ فرمایا کہ تیرا اور تیرے نقشِ قدم پر چلنے والوں کا انجام یہ ہوگا کہ تم سب ہماری رحمت سے دُور ہو جاؤ گے اور جہنم کا ایندھن بنو گے اور ہم تم سب سے جہنم کو بھر دیں گے۔

اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا
تم اور تمھاری بیوی جنت میں رہو اور جس جگہ سے جو چیز پسند آئے اسے شوق سے کھاؤ

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾
مگر اس درخت کے قریب بھی نہ جاؤ ورنہ تم زیادتی کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے (۱)

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا
پھر شیطان ان دونوں کو بہکانے لگا تاکہ ان کی ستر کی چیزیں جو ان سے پوشیدہ تھیں

مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ
ان پر کھول دے اور اس نے کہا تمھارے پروردگار نے جو اس درخت سے

هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا
تمھیں روکا ہے تو صرف اس لئے کہ کہیں (ایسا نہ ہو کہ) تم فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے

مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ
والوں میں سے ہو جاؤ اور ابلیس نے ان دونوں کے آگے قسم کھائی کہ میں بلاشبہ تمھارا

النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ
خیر خواہ ہوں غرض کہ شیطان دھوکہ دے کر ان دونوں کو نافرمانی کی طرف کھینچ لایا (۲) پھر جونہی انھوں نے درخت (کا پھل) چکھا

بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ
تو ان کے ستر کی چیزیں ان پر کھل گئیں اور (جب انھیں برہنگی سے شرم محسوس ہوئی) تو جنت کے درختوں کے

وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ
پتے اپنے اوپر چپکانے لگے (۳) اس وقت ان کے پروردگار نے آواز دی (اور کہا) کہ کیا میں نے تم کو اس درخت کے

تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ
پاس جانے سے منع نہیں کیا تھا؟ اور جتا نہیں دیا تھا کہ بلاشبہ شیطان تمھارا کھلا

شرارتوں سے بالکل ناواقف تھے۔ وہ اپنی بیوی (حضرت حوّاؑ) کے ساتھ جنت میں نہایت عیش و آرام کی زندگی گزار رہے تھے وہاں ان کو ہر چیز کے کھانے پینے کی پوری پوری آزادی حاصل تھی صرف ایک درخت کا پھل کھانے سے منع کیا گیا تھا۔ مشہور ہے کہ وہ درخت گیہوں کا تھا۔ شیطان نے خیال کیا کہ آدمؑ اور حوّاؑ کو بہکانے کا یہ اچھا موقع ہے۔ چنانچہ اس نے بہکا کر دونوں کو وہ پھل کھلا دیا جس کے کھانے سے اللہ تعالیٰ نے ان کو منع کیا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل بعد کی آیتوں میں ہے۔

(۲) شیطان نے حضرت آدمؑ اور حضرت حوّاؑ کو بہکانا شروع کیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ان دونوں کی بُرائی یا کمزوری جو ابتک خود ان کی نظروں سے بھی چھپی ہوئی تھی، ظاہر ہو جائے اور ان کو فرشتوں کے سامنے رُسوا ہونا پڑے۔ چنانچہ اس نے ان سے کہا کہ اگر تم اس پھل کو کھاؤ گے تو تم فرشتوں کی طرح کھانے پینے کی ضرورت سے بے نیاز ہو جاؤ گے اور جنت میں ہمیشہ رہو گے۔ اور جب انھوں نے یوں معمولی طریقے سے اس کا کہنا نہ مانا تو قسمیں کھا کھا کر اپنے خیر خواہ ہونے کا ان کو یقین دلایا۔ غرض یہ کہ شیطان نے کچھ ایسا فریب کھیلا کہ حضرت آدمؑ اور حضرت حوّاؑ کو نہ تو اس کی دشمنی یاد رہی اور نہ وہ حکمِ الٰہی پیشِ نظر رہا جس میں اس خاص پھل کے کھانے سے منع کیا گیا تھا اور دھوکے میں آکر دونوں نے وہ پھل کھا لیا اور حق تعالیٰ کی نافرمانی کر بیٹھے۔

(۳) جب شیطان کے بہکانے سے حضرت آدمؑ اور حضرت حوّاؑ نے وہ پھل کھایا اور حق تعالیٰ کی نافرمانی کی تو جنت کا نورانی لباس ان کے بدن سے گر گیا اور بدن کے پوشیدہ حصے ظاہر ہو گئے۔ دونوں شرمائے اور گھبرائے اور بدن چھپانے کے لئے درختوں کے پتے لپیٹنے لگے۔

واضح ہو کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ اس آیت کا مطلب یوں لکھتے ہیں:۔ "حاجتِ استنجا اور حاجتِ شہوت جنت میں نہ تھی۔ ان کے بدن پر کپڑے تھے جو کبھی اترتے نہ تھے کیونکہ حاجت اتارنے کی نہ ہوتی تھی۔ آدمؑ و حوّاؑ اپنے اعضا سے واقف نہ تھے جب یہ گناہ ہوا تو لوازمِ بشری پیدا ہوئے، اپنی حاجت سے خبردار ہوئے اور اپنے اعضا دیکھے۔" حضرت شاہ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ ابتک صرف اپنے کمالات حضرت آدمؑ کے پیشِ نظر تھے اور کمزوریاں چھپی ہوئی تھیں۔ اس نافرمانی نے پردہ فاش کر دیا اور تصویر کے دونوں رُخ حضرت آدمؑ کے سامنے آگئے، جس میں کمالات کے ساتھ کمزوریاں بھی ہیں۔ آدمؑ کی یہی دو رنگی حقیقت ہے۔

مُّبِيْنٌ ۝۲۲ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتہ وَ اِنْ لَّمْ
دشمن ہے دونوں نے عرض کیا پروردگار! ہم نے اپنے اوپر خود ظلم کیا اور اگر تو ہم کو
تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۲۳ قَالَ
نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ فرمائے گا تو ہم واقعی نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے (۱) اللہ نے فرمایا
اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ
کہ تم سب (بہشت سے) اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لئے ایک خاص وقت تک زمین
مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝۲۴ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ
میں ٹھکانا اور فائدہ حاصل کرنا مقرر ہے (اور) فرمایا تم زمین ہی میں زندگی بسر کرو گے اور
فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ۝۲۵ۧ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ
اسی میں مرو گے اور اسی میں سے (قیامت کے دن) نکالے جاؤ گے (۲) اے بنی آدم!
قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ
ہم نے تمہارے لئے ایسا لباس مہیا کیا جو تمہاری ستر پوشی کرتا ہے اور (جو باعث) زینت (بھی) ہے
وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ
اور جو پرہیزگاری کا لباس ہے وہ تمام لباسوں سے بہتر لباس ہے یہ اللہ (کی قدرت) کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے
لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝۲۶ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ
تاکہ لوگ اس بات سے نصیحت حاصل کریں (۳) اے بنی آدم (دیکھو!) شیطان تمہیں اس طرح نہ بہکا دے
كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا
جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ کو (بہکا کر) جنت سے نکلوا دیا (اور) ان سے کپڑے اتروا دیئے تاکہ ان کے
لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ
ستر کی چیزیں ان پر ظاہر کر دے (دیکھو!) وہ اور اس کا گروہ تمہیں اس طرح دیکھتا ہے

(۱) جب اس نافرمانی پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کو تنبیہ فرمائی کہ جتا دینے اور آگاہ کرنے کے باوجود تم نے کیوں نافرمانی کی تو دونوں بزرگوں نے اپنی کمزوری اور لغزش کا اعتراف کیا اور اللہ تعالیٰ سے بخشش کے طلبگار ہوئے یہی بندگی کا صحیح مقام ہے کہ بندہ اپنے نفس پر الزام رکھے اور حق تعالیٰ کی شان میں گستاخی نہ کرے جیسے شیطان نے کی کہ کہا رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ (پروردگار! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا)

(۲) حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کی توبہ قبول کی گئی اور ان کا قصور معاف کر دیا گیا لیکن ان کو حکم ہوا کہ اب تم جنت میں نہیں رہ سکتے۔ تم میں دشمنی کا بیج پڑ گیا ہے۔ لہٰذا آج سے ایک نئی زندگی کا آغاز کرو۔ تم سب کے سب زمین پر اترو، وہاں کشمکش اور جدوجہد کی زندگی گزارو اور وہاں اس مدت تک فائدہ اٹھاتے رہو جو تم میں سے ہر ایک کے لئے مقرر کر دی ہے۔ دیکھو! اسی زمین پر تم زندگی گزارو گے، اسی پر مرو گے اور قیامت کے دن اسی میں سے اٹھائے جاؤ گے۔ ع ۲/۱۵

(۳) حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کی ابتدائی زندگی کے واقعات سنانے کے بعد اولاد آدمؑ کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ شیطان نے جنت کا لباس تم سے اتروا دیا لیکن ہم نے تم کو لباس بنانا سکھا دیا جو تمہارے بدن کی حفاظت کرتا ہے اور تمہارے ستر کو چھپاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ لباس تمہارے لئے زینت اور آرائش کا کام بھی دیتا ہے۔ لہٰذا لباس اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت سمجھ کر پہنو اور لباس کے بارے میں شریعت نے مرد اور عورت کے لئے جو حدود مقرر کر دیئے ہیں، ان کا لحاظ رکھو۔

لیکن یاد رکھو کہ اس ظاہری لباس کے علاوہ ایک معنوی لباس بھی ہے۔ یعنی تقوے اور پرہیزگاری کا لباس یہ روح کا لباس ہے۔ اپنی روح کو تقوے کے لباس سے آراستہ کرو اور خیال رکھو کہ اس لباس پر کوئی داغ دھبا نہ لگنے پائے کیونکہ یہی لباس تمہیں جنت میں کام دے گا۔

حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ

کہ تم اسے نہیں دیکھتے (دیکھو!) ہم نے شیطانوں کو انہی لوگوں کا دوست

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا

بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے (۱) اور یہ لوگ جب کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ

وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ

ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور اللہ نے بھی ہم کو یہی حکم دیا ہے (اے پیغمبر! ان سے) کہدو کہ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

اللہ بے حیائی کے کام کرنے کا ہرگز حکم نہیں دیتا کیا تم اللہ کی نسبت ایسی بات کہتے ہو

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۫ وَاَقِيْمُوْا

جو تم نہیں جانتے (۲) (اے پیغمبر!) کہو کہ میرا پروردگار تو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ ہر نماز

وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ

کے وقت اپنا رُخ سیدھا رکھا کرو اور اسی کو پکارو (اور) خاص اسی کی

لَهُ الدِّيْنَ ۬ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾ؕ فَرِيْقًا هَدٰى

عبادت کرو (۳) اس لئے جس طرح تم کو ابتدا میں پیدا کیا تھا اسی طرح تم پھر پیدا ہوگے ایک فریق کو تو اس نے ہدایت دی

وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا

اور ایک فریق پر (انکار اور بدعملی سے) گمراہی ثابت ہو چکی ان لوگوں نے اللہ کو

الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ

چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا دوست بنایا اور (پھر بھی) سمجھتے ہیں کہ

اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ

وہ سیدھے راستہ پر ہیں (۴) اے اولادِ آدم! ہر نماز کے وقت (لباس وغیرہ سے)

(۱) یعنی اے اولادِ آدمؑ جو واقعات تم کو سُنائے گئے ان سے نصیحت حاصل کرو اور شیطان سے ہوشیار رہو کہیں ایسا نہ ہو کہ جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ کے کپڑے اتروا کر ان کو جنت سے نکلوا دیا، وہ تم کو بھی فریب دے کر گناہوں اور نافرمانیوں میں مبتلا کر دے۔

یاد رکھو! وہ تمہارا ایسا دشمن ہے کہ وہ اور اس کا گروہ تم کو دیکھتے ہیں اور تم ان کو نہیں دیکھ سکتے، اس لئے شیطان اور اس کی ذریت سے بہت ڈرتے رہو شیطان سے بچنے کی ایک ہی تدبیر ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالےٰ کی پناہ میں آجاؤ اور اسی کو اپنا سرپرست بناؤ۔

پھر یہ یاد رکھو کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ پر ایمان نہیں لاتے اور اس کو اپنا سرپرست نہیں بناتے، ان کے دوست اور رفیق شیطان ہوتے ہیں جو ان کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔

(۲) لکھا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں عرب برہنہ ہو کر کعبہ شریف کا طواف کیا کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس آیت میں اس مہمل دعوے کی تردید فرمائی کہ اللہ تعالےٰ تو بے حیائی کے کاموں کا حکم نہیں دیتا۔ تم بے جانے بوجھے اللہ تعالےٰ پر بہتان باندھتے ہو۔ ہاں یہ بے حیائی کے کام کرنا تمہارے باپ دادا کا طریقہ تھا۔ لیکن باپ دادا کا حال معلوم ہے کہ وہ شیطان کے فریب میں آگئے تھے۔ پھر ایسے لوگوں کا عمل کیسے سند ہو سکتا ہے۔

(۳) مشرک بے حیائی کے کاموں کو اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اس کی تردید میں فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تو بے حیائی کے کاموں کا حکم نہیں دیتا بلکہ وہ تو سارے معاملات میں انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور اس بات کا حکم دیتا ہے کہ عبادت میں ظاہری آداب اور شرطوں کا بھی خیال رکھو اور اپنی نیتوں میں خلوص پیدا کرو۔ جو اس طرح کی پاکیزہ باتوں کا حکم دے وہ فحش اور بے حیائی کے کاموں کا کیسے حکم دے سکتا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ پر تمہارا بہتان ہے۔

(۴) یعنی اللہ تعالےٰ کے احکام کی تعمیل کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اس نے جس طرح تم کو پہلے پیدا کیا تھا، اسی طرح وہ پھر تم کو اٹھا کھڑا کرے گا۔ پھر اس دن لوگوں کے دو گروہ ہوں گے ایک گروہ ہدایت یافتہ اور کامیاب ہوگا۔ اور دوسرا گروہ وہ ہوگا جس پر گمراہی مسلط ہو چکی تھی۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے دنیا میں شیطانوں کو رفیق اور دوست بنا رکھا تھا اور طرہ یہ کہ شیطان دوستی کے باوجود سمجھتے تھے کہ وہ سیدھے راستے پر ہیں۔ بہرحال ان کے سمجھنے سے کچھ نہیں ہوتا اور ان کی شیطان دوستی ان کو دوزخ میں پہنچا دے گی۔ یاد رکھو! شیطان دوستی کی مثال زہر کی سی ہے۔ چاہے آدمی اس کو جان کر کھائے یا غفلت میں کھائے، دونوں صورتوں میں نتیجہ ایک ہی ہوتا ہے۔

(۱) لکھا ہے کہ اسلام سے پہلے عرب کعبہ شریف کا طواف برہنہ کیا کرتے تھے۔ اور بعض لوگ حج کے زمانے میں کھانے پینے میں بہت کمی کر دیتے تھے۔ بعض لوگ دودھ، گھی اور گوشت کھانا بالکل چھوڑ دیتے تھے اور اس بات کو بڑی نیکی اور پرہیزگاری سمجھتے تھے۔

اس آیت میں واضح فرمایا کہ یہ باتیں توہم پرستی اور جہالت کی ہیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے تم کو لباس عنایت فرمایا ہے جس سے تمہاری ستر پوشی بھی ہوتی ہے اور زینت بھی۔ دوسرے اوقات کے مقابلہ میں نماز اور عبادت کے وقت صاف ستھرا لباس پہننا اور اللہ تعالیٰ کی نعمت

كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ

اپنے کو آراستہ کر لیا کرو اور کھاؤ اور پیو مگر فضول خرچی مت کرو کیونکہ اللہ

لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ

فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا (۱) (اے پیغمبر! ان لوگوں سے) پوچھو کہ جو زینت (کے سامان) اور کھانے (پینے)

اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ

کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں ان کو کس نے حرام کیا؟ تم (خود) کہہ دو کہ

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ

یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لئے ہیں اور قیامت کے دن خاص انہی کے

الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾

لئے ہوں گی (دیکھو!) اسی طرح ہم اپنی آیتیں سمجھنے کے لئے تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں (۲)

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا

کہہ دو کہ میرے پروردگار نے بے حیائی کی باتوں کو خواہ وہ ظاہر ہوں

وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا

یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے اور اس کو بھی کہ تم کسی کو اللہ کا

بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَي

شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی سند نہیں اتاری اور اس کو بھی کہ اللہ کے

اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ

بارے میں ایسی باتیں کہو جو تم نہیں جانتے (۳) اور (دیکھو!) ہر گروہ کے لئے ایک وقت مقرر ہے جب ان کا وقت

اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾

آ جاتا ہے تو اس سے ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں اور نہ ایک گھڑی آگے بڑھ سکتے ہیں (۴)

کا شکر ظاہر کرنا زیادہ مناسب ہے۔ لہٰذا تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ نماز اور طواف کے وقت لباس کا اہتمام کیا کرو۔ اسی طرح حج کے زمانے میں کھانے پینے پر بھی کوئی بے جا پابندی نہ لگاؤ بلکہ خوب کھاؤ پیو۔ البتہ اس کا خیال رکھو کہ اسراف نہ کرو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمتوں کو اس طرح خرچ مت کرو کہ وہ ضائع ہو جائیں اور مستحق لوگ ان سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔

ع ۱۰

(۲) کائنات کی ساری پاکیزہ اور عمدہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی ہیں اور ان سے مومن اور کافر سب ہی فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن دیکھا جائے تو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا مستحق مومن ہی ہے۔ کیونکہ وہ ان کو صحیح نقطۂ نظر سے اور خود اپنے اور دوسرے انسانوں کے فائدہ کے لئے استعمال کرتا ہے۔ بخلاف کافر کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو نفسانی خواہشات کے تحت کام میں لاتا ہے اور بسا اوقات اسراف کرتا ہے، تو جو لوگ اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ اور حلال چیزوں کو ایمان والوں پر حرام کرتے ہیں وہ بڑا ہی ظلم کرتے ہیں۔ اس نقطۂ نظر سے دنیا میں بھی ایمان والے ہی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مستحق ہیں۔ اور آخرت میں تو ساری نعمتیں انہی کے لئے خاص ہوں گی اور کافروں کو ان میں سے کچھ بھی حصہ نہیں ملے گا۔

(۳) یعنی یہ تمہاری عجیب ذہنیت ہے کہ تم اپنی طرف سے حج کے زمانے میں حلال اور پاکیزہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہو اور اُن باتوں کو نہیں چھوڑتے جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھیرا دی ہیں۔ یہ بات بڑی نادانی اور جہالت کی ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے ان باتوں کو چھوڑو جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھیرا دیا ہے۔ دیکھو! اس نے ظاہر اور پوشیدہ ہر طرح کی بے حیائی کی باتوں کو حرام ٹھہرا دیا ہے۔ اس نے ہر طرح کے گناہ سے اور خاص کر لوگوں پر ناحق زیادتی کرنے سے منع کیا ہے۔ اور دیکھو اس نے شرک کرنے سے بھی منع فرمایا ہے جو ساری برائیوں کی جڑ ہے۔ اسی طرح اس نے اس بات سے بھی روکا ہے کہ آدمی جانتے بوجھتے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھے۔

(۴) دشمنانِ اسلام کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اگر تمہاری سزا میں تاخیر ہو رہی ہے تو اس پر مغرور مت ہو اور یہ خیال نہ کرو کہ تم دنیا میں ہمیشہ رہو گے اور کفر و ظلم کا زور دکھاتے رہو گے۔ یاد رکھو! ہر قوم کے زوال اور اس کی موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ لہٰذا تمہاری سزا اور موت کا بھی ایک وقت مقرر ہے۔ اس وقت تک تم کو ڈھیل دی جا رہی ہے۔ اگر اس مدت میں تم اپنی اصلاح کر لو تو اچھا ہے، ورنہ جب وہ مقررہ وقت آ جائے گا تو پھر کچھ دیر نہیں لگے گی اور تمہارے حق میں جو فیصلہ ہو چکا ہے وہ جاری ہو جائے گا۔ پھر تم فریاد کرو گے لیکن اس وقت کوئی فریاد نہیں سُنی جائے گی۔

يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ اِمَّا يَاۡتِيَنَّكُمۡ رُسُلٌ مِّنۡكُمۡ يَقُصُّوۡنَ

(دیکھو!) اے اولادِ آدم! اگر تم ہی میں سے تمہارے پاس پیغمبر آئیں (اور) میرے احکام تم کو پڑھ کر سنائیں

عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِىۡ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ

تو (ان پر ایمان لانا) جو لوگ (ایمان لاکر) پرہیزگاری اختیار کریں گے اور اپنی حالت درست رکھیں گے تو (قیامت کے دن)

وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۝٣٥ وَالَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا

ان پر نہ تو (کسی طرح کا) خوف طاری ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے

وَاسۡتَكۡبَرُوۡا عَنۡهَاۤ اُولٰۤـئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ‌ ۚ هُمۡ فِيۡهَا

اور ان سے سرکشی کریں گے وہی دوزخی ہیں کہ ہمیشہ اس میں

خٰلِدُوۡنَ ۝٣٦ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ

پڑے رہیں گے (۱) تو (بتاؤ کہ) اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ بہتان

كَذِبًا اَوۡ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ‌ؕ اُولٰۤـئِكَ يَنَالُهُمۡ نَصِيۡبُهُمۡ

باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے ان کو (ان کی تقدیر کے) لکھے ہوئے میں سے ان کا حصہ

مِّنَ الۡكِتٰبِ‌ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوۡنَهُمۡ ۙ

(رزق وغیرہ) تو ملتا ہی رہے گا یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) جان نکالنے آئیں گے تو

قَالُوۡۤا اَيۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ‌ ؕ قَالُوۡا

اس وقت وہ ان سے پوچھیں گے کہ جن کو تم اللہ کے سوا (حاجت روائی کے لئے) پکارا کرتے تھے وہ اب کہاں ہیں؟ وہ کہیں گے

ضَلُّوۡا عَنَّا وَشَهِدُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا

(معلوم نہیں) وہ ہم سے کہاں غائب ہو گئے اور اپنے اوپر خود گواہی دیں گے کہ بیشک وہ

كٰفِرِيۡنَ ۝٣٧ قَالَ ادۡخُلُوۡا فِىۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ

کافر تھے (۲) اس پر حکم الٰہی ہوگا کہ جنوں اور انسانوں کی جو جماعتیں تم سے

(۱) حق تعالیٰ نے عالم ارواح ہی میں ساری اولادِ آدمؑ کو آگاہ کیا تھا اور فرمایا تھا کہ دیکھو! دنیا میں ہمارے پیغمبر تمہارے پاس آئیں گے اور ہمارے احکام تم کو پڑھ پڑھ کر سنائیں گے۔ تو جو لوگ اپنے پیغمبرؑ کی ہدایت کے مطابق پرہیزگار بنیں گے اور اپنی زندگیوں کو درست کریں گے، ان کو قیامت کے دن نہ تو عذاب الٰہی کا ڈر ہوگا اور نہ اپنے نیک اعمال کے ضائع ہونے کا غم ہوگا۔ لیکن جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے اور ہمارے احکام سے سرتابی کریں گے، وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ پڑے رہیں گے۔

قرآنِ مجید کے ذریعہ اب پھر اسی ہدایت کی یاددہانی کی جاتی ہے تاکہ لوگ آگاہ ہوں اور پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر آپؐ کی ہدایت کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو سدھاریں اور حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔

(۲) یعنی ان ہدایات کے بعد بھی جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں یا اس کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں وہ بڑے ہی ظالم ہیں۔ وہ حق و صداقت پر بھی ظلم کرتے ہیں اور اپنے نفسوں پر بھی ظلم کرتے ہیں کہ ان کو تباہی کے گڑھے میں ڈالتے ہیں۔

بہرحال یہ لوگ کچھ دن دنیا میں رہیں گے اور تقدیرِ الٰہی کے مطابق دنیا کی چیزوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔ لیکن جب موت کے فرشتے ان کے سامنے آکھڑے ہوں گے، تو طنزیہ انداز میں ان سے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تم جن کو پکارا کرتے تھے وہ آج کہاں ہیں؟ ان کو بلاؤ تاکہ تم کو عذاب سے چھڑائیں۔ یہ لوگ جب کسی کو اپنی مدد کے لئے نہ پائیں گے تو حیران ہوں گے اور اقرار کریں گے کہ بیشک ہم ان معبودوں کی طرف سے دھوکے میں رہے اور کفر کرتے رہے۔

قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۖ كُلَّمَا دَخَلَتْ

پہلے گزر چکی ہیں انہی کے ساتھ تم بھی (دوزخ کی) آگ میں داخل ہو جاؤ جب ایک جماعت (دوزخ میں) داخل ہوگی

اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۖ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ

تو اپنی جیسی دوسری جماعت کو لعنت کرے گی یہانتک کہ جب سب دوزخ میں جمع ہو جائیں گے تو

قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا

ان میں کی پچھلی جماعت اپنے سے پہلی جماعت کی نسبت کہے گی کہ اے پروردگار! انہی لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا

فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۗ قَالَ لِكُلٍّ

تو ان کو دوزخ کا عذاب (ہم سے) دوگنا دے اللہ فرمائے گا تم میں سے

ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ

ہر ایک کے لئے دوگنا عذاب ہے لیکن تمہیں معلوم نہیں اور (یہ سن کر) پہلی جماعت

لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ

پچھلی جماعت سے کہے گی کہ تم کو ہم پر کچھ بھی فضیلت ثابت نہ ہوئی

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿٣٩﴾ ع اِنَّ

تو اپنے کئے کی سزا میں عذاب کے مزے چکھو (۱) جن

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ

لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان (کے ماننے) سے تکبر کیا تو ان کے لئے نہ تو

لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى

آسمانوں کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے جب تک کہ

يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي

اونٹ سوئی کے ناکے کے اندر سے (نہ) نکل جائے اور گنہگاروں کو ہم ایسی ہی

(۱) یعنی قیامت کے روز حساب کتاب کے بعد شیطان سیرت انسانوں اور جنوں کے گروہ کے گروہ آگے پیچھے دوزخ میں داخل ہوں گے۔ وہاں ایک گروہ اپنے جیسے دوسرے گروہ پر لعنت بھیجے گا اور پچھلا گروہ اگلے گروہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا کہ ان کو دوگنا عذاب ہونا چاہیئے کیونکہ یہ خود بھی گمراہ ہوئے اور انہوں نے ہم کو بھی گمراہ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم میں سے ہر ایک کو دوگنا ہی عذاب ہے لیکن تم کو ابھی اس کی خبر نہیں ہے۔ دیکھو! پہلوں کا گناہ اس لحاظ سے دوگنا ہے کہ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور انہوں نے دوسروں کے لئے بھی گمراہی کا دروازہ کھولا۔ اور پچھلوں کا گناہ اس لئے دوگنا ہے کہ وہ خود بہکے اور پہلوں کا حال دیکھ سن کر بھی انہوں نے عبرت حاصل نہیں کی۔

حق تعالیٰ کا یہ جواب سن کر پہلا گروہ پچھلے گروہ سے طنز کے طور پر کہے گا کہ تم کو ہم پر کوئی فضیلت نہیں ہے کہ تمہارا عذاب کم ہو۔ لہذا ہماری طرح تم بھی اپنے کرتوت کا مزہ چکھو۔

(۱) حدیث شریف میں ہے کہ ایمان والوں کی پاک روحوں کو فرشتے ساتویں آسمان تک لے جاتے ہیں۔ اور کافروں کی ناپاک روحوں کو آسمان پر چڑھنے کی اجازت نہیں ملتی۔
اسی طرح اس آیت میں بھی فرمایا کہ جن لوگوں نے دنیا میں ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے مقابلہ میں سرکشی دکھائی، مرنے کے بعد ان کے لئے آسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور ان کی ناپاک روحوں کو آسمانوں پر چڑھنے کی اجازت نہیں ملے گی۔ اور جس طرح ایک اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہیں گزر سکتا، اسی طرح یہ بدبخت بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے جہاں ان کا اوڑھنا بچھونا سب آگ ہی کا ہوگا۔

یہ ان کے اس ظلم کی سزا ہوگی جو یہ اپنے نفسوں پر اور حق و صداقت پر کیا کرتے تھے۔

الْمُجْرِمِينَ ﴿٤٠﴾ لَهُم مِّن جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِن فَوْقِهِمْ
سزا دیتے ہیں ۔ ان کے لئے نیچے بچھونا بھی دوزخ (کی آگ) کا ہوگا اور اوپر سے اوڑھنا بھی
غَوَاشٍ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٤١﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا
اسی کا ہوگا اور ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں (۱) اور جو لوگ ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا
اور نیک عمل کرتے رہے (اور یاد رہے کہ) ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے
أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٤٢﴾ وَ
ایسے ہی لوگ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (۲) اور
نَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ تَجْرِي مِن
ان لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی طرف سے جو کینہ ہوگا اس کو بھی ہم نکال دیں گے (اور) جنت میں ان کے (محلوں کے)
تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ ۖ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا
نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم کو اس بہشت میں آنے کا راستہ
لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ ۖ
دکھایا اور اگر اللہ ہماری رہنمائی نہ کرتا تو ہم کبھی اس کی راہ نہ پاتے
لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۖ وَنُودُوا أَن
بلاشبہ ہمارے پروردگار کے پیغمبر سچائی کا پیغام لے کر آئے تھے اور اس وقت ان لوگوں کو پکار کر کہہ دیا جائے گا
تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾
کہ یہ جنت ہے، جو نیک اعمال تم دنیا میں کرتے تھے ان کے بدلے میں تم اس کے وارث بنائے گئے ہو (۳)
وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَن قَدْ
اور جنتی لوگ دوزخیوں سے پکار کر کہیں گے کہ ہمارے پروردگار نے

(۲) جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور ہماری ہدایت کے مطابق نیک عمل کرتے رہے وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ واضح ہو کہ اس مقام پر لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا فرما کر اس بات سے آگاہ کیا کہ اللہ تعالیٰ انسانی کمزوری سے واقف ہے۔ اس لئے اس نے ایمان اور عمل صالح کے ذریعہ انسان پر صرف اتنی پابندیاں عائد کی ہیں جو اس کی طاقت سے باہر نہیں ہیں قرآن مجید میں ایک مقام پر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا اور حدیث شریف میں ہے "اَلدِّيْنُ يُسْرٌ" یعنی دین آسان ہے۔ دوسرے مذہبوں میں عبادات اور معاملات میں جو سخت پابندیاں ہیں، جب آدمی ان کا مقابلہ اسلامی احکام سے کرتا ہے تو اس وقت بات ٹھیک ٹھیک سمجھ میں آتی ہے اور یہ حقیقت بے نقاب ہوتی ہے کہ واقعی دین اسلام بہت آسان ہے۔

(۳) اس آیت میں اہل جنت کا کچھ حال بیان کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نیک اور صالح لوگوں کے دلوں میں بھی اگر دنیوی معاملات کی وجہ سے کسی طرح کی رنجش، گرانی اور کدورت رہی ہوگی تو جنت میں داخل ہونے سے پہلے ان حضرات کے درمیان صفائی کرا دی جائے گی اور یہ سب بزرگ صاف دلی کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے چنانچہ ابن جریر نے حضرت قتادہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اور عثمانؓ و طلحہؓ و زبیرؓ انہی لوگوں میں سے ہوں گے جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ"
پھر جب یہ حضرات جنت کی نعمتوں کی شکل میں حق تعالیٰ کی طرف سے قدر افزائی دیکھیں گے تو عرض کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کی ہدایت اور توفیق سے ہم کو یہ سب کچھ حاصل ہوا۔ اگر وہ وحی نازل نہیں فرماتا اور ہم کو ایمان اور عمل صالح کی توفیق نہیں دیتا تو ہم ہرگز یہ نعمتیں نہیں پا سکتے تھے۔
پھر یہ لوگ پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہوئے اور ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہیں گے کہ پروردگار کے حکم سے ان حضرات نے ہماری رہنمائی فرمائی، اور جو باتیں ان حضرات نے ہم کو پہنچائی تھیں وہ حرف بحرف سچ نکلیں ـــ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک فرشتہ آواز دے کر ان سے کہے گا کہ یہ جنت تمہاری ہے اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کی میراث کے طور پر تم کو ملی ہے۔ دیکھو! حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تمہارے ایمان و اعمال صالحہ کو قبول فرما کر جنت کی نعمتوں کی شکل میں ان کا بدلہ عطا فرمایا ہے۔

وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا
جو ہم سے وعدہ کیا تھا ہم نے اس کو سچا پالیا تو کیا تم نے بھی وہ تمام باتیں ٹھیک پائیں جن کا
وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ۚ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ
تمہارے پروردگار نے تم سے وعدہ کیا تھا وہ کہیں گے کہ ہاں اس وقت ایک پکارنے والا ان کے
بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝٤٤ الَّذِيْنَ
درمیان پکارے گا کہ ان ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو جو
يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ
اللہ کے راستہ سے (لوگوں کو) روکتے تھے اور اس میں کجی تلاش کرتے تھے
وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۝٤٥ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ
اور وہ آخرت کا انکار کرتے تھے (۱) اور ان دونوں (یعنی جنت اور دوزخ) کے درمیان
وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِيْمٰىهُمْ ۚ
ایک دیوار ہوگی (جس کا نام اعراف ہے) اور اعراف پر کچھ آدمی ہوں گے جو سب کو ان کی صورتوں سے پہچان لیں گے
وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۣ لَمْ
اور وہ اہل جنت کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو۔ ابھی یہ اہل اعراف
يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ۝٤٦ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ
جنت میں داخل تو نہیں ہوئے ہوں گے مگر امید رکھتے ہوں گے اور جب ان کی نگاہیں
تِلْقَاۗءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ
پلٹ کر دوزخ والوں کی طرف جائیں گی تو عرض کریں گے کہ اے پروردگار ہم کو ان
الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝٤٧ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ
ظالموں کے ساتھ نہ کرنا (۲) اور اعراف والے (دوزخی) لوگوں کو

(۱) حساب کتاب کے بعد جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں پہنچ جائیں گے اور اپنے اپنے اعمال کا بدلہ دیکھ لیں گے تو دوزخیوں کو رسوا کرنے کے لئے جنتی کہیں گے کہ حق تعالیٰ نے پیغمبروں کے ذریعہ ایمان اور اعمال صالحہ کے بدلے میں ہم سے جن نعمتوں کے وعدے کئے تھے، وہ سب ہم کو مل گئیں، تم بتاؤ کہ تم کو کفر و سرکشی کی پاداش میں جس عذاب سے ڈرایا گیا تھا، تم نے بھی اس کو پایا یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ دوزخیوں کو انکار کی گنجائش نہیں ہوگی اور جواب میں یہی کہیں گے کہ ہاں، وہ بات سچ نکلی اور اب ہم عذاب بھگت رہے ہیں۔

دوزخیوں کی مزید شرمندگی کے لئے اس کے بعد ایک فرشتہ پکار کر کہے گا کہ ان ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار ہو جو نہ صرف خود گمراہ تھے بلکہ بندگان خدا کو بھی اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستے سے روکتے تھے، بے تکی بحثیں نکال کر راہ خدا کو ٹیڑھا ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے تھے اور آخرت کی زندگی، حساب و کتاب اور جزا و سزا کا انکار کرتے تھے۔

(۲) لکھا ہے کہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہوگی جو دونوں کے درمیان حد فاصل ہوگی۔ وہاں نہ جنت کی سی راحت ہوگی اور نہ دوزخ کی سی تکلیف۔ اس حد فاصل پر ایک بلند مقام ہے اس کا نام 'اعراف' ہے۔ اس کو اعراف اس لئے کہتے ہیں کہ وہاں سے جنت اور دوزخ دونوں طرف کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔

اس مسئلہ میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ اہل اعراف کون لوگ ہوں گے۔ حافظ ابن کثیر نے اختلاف نقل کرنے کے بعد راجح قول یہ لکھا ہے کہ اعراف والے وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ برائیاں تو جنت میں داخل ہونے سے روکیں گی اور نیکیاں دوزخ سے آڑے آئیں گی پس وہ ایسے مقام پر رکھے جائیں گے جہاں سے وہ دونوں طرف دیکھ سکیں گے۔ اہل جنت کو دیکھ کر خوشی سے ان کو سلام کریں گے اور اس جنت میں جانے کی امید کریں گے جس میں وہ اب تک داخل نہیں ہو سکے ہیں۔ لیکن دوزخیوں کو دیکھ کر لرز اٹھیں گے اور پناہ مانگیں گے کہ پروردگار! ہمیں ان ظالموں کے ساتھ دوزخ میں داخل نہ فرمانا۔

ع ۵
۸
۱۲

رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ

جنہیں ان کی صورتوں سے پہچانتے ہوں گے پکار کر کہیں گے (کہ آج) نہ تو تمہاری جماعت ہی تمہارے

جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ اَهٰٓؤُلَآءِ

کچھ کام آئی اور نہ تمہارا تکبر تمہارے کام آیا (دیکھو!) کیا یہ وہی لوگ ہیں

الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا

جن کے بارے میں تم قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ اللہ ان پر رحمت نہ کرے گا (لیکن ان سے کہہ دیا گیا کہ)

الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾

جنت میں داخل ہو جاؤ تمہیں کچھ خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہو گے (۱)

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا

اور دوزخ والے (پکار پکار کر) جنتیوں سے کہیں گے کہ تھوڑا سا پانی ہم پر بہا دو

عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ

(کہ گرمی سے ہم پھنکے جاتے ہیں) یا جو رزق اللہ نے تمہیں عنایت فرمایا ہے (اس میں سے کچھ ہم کو بھی دیدو) جنت والے جواب دیں گے

اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا

کہ اللہ نے بہشت کا پانی اور رزق کافروں پر حرام کر دیا ہے جنہوں نے اپنے دین کو

دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ

تماشا اور کھیل بنا رکھا تھا اور جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا (اللہ فرمائے گا)

فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا

تو آج ہم اسی طرح انہیں بھلا دیں گے جس طرح انہوں نے اس دن کے پیش آنے کو بھلا دیا اور ہماری

كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ

آیتوں سے (جان بوجھ کر) انکار کرتے تھے (۲) اور (دیکھو!) ہم نے ان لوگوں کیلئے ایک ایسی کتاب بھی نازل کر دی

(۱) یعنی اہل اعراف جن کافروں کو دنیا میں پہچانتے تھے، جب ان کو دوزخ میں دیکھیں گے تو ان کو پکار پکار کر کہیں گے کہ بھائی! بندوں اور یار دوستوں کا وہ جتھا جس پر تم دنیا میں گھمنڈ کرتے تھے، آج تمہارے کچھ بھی کام نہ آیا اور آج تمہارا غرور کافور ہو گیا۔ آج تم بے یار و مددگار پڑے دوزخ میں جل رہے ہو۔

پھر جب وہ جنت میں ان غریب اور مسکین مسلمانوں کو دیکھیں گے جن کو کافر دنیا میں حقیر سمجھا کرتے تھے، تو ان کی طرف اشارہ کر کے کافروں سے کہیں گے کہ ذرا پہچانو! کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل نہ فرمائے گا۔ دیکھو! ان کے حق میں تو جنت میں داخل ہونے کا فرمان صادر ہو چکا ہے چنانچہ وہ جنت میں داخل ہو چکے ہیں اور بے غم ہیں لیکن تم ہو کہ پڑے دوزخ میں جل رہے ہو۔

(۲) یعنی جب دوزخ والے دیکھیں گے کہ جنت والے بڑے آرام سے ہیں تو ان کو بڑی حسرت ہو گی اور وہ اپنے اپنے رشتہ داروں اور یار دوستوں کو پہچان کر آواز دیں گے اور کہیں گے کہ جنت کا تھوڑا سا پانی ہماری طرف بھی بہا دو اور اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں تم کو دی ہیں ان میں سے کچھ ہم کو بھی دو۔ اہل جنت جواب دیں گے کہ ہم اپنے اختیار سے تم کو کچھ نہیں دے سکتے۔ ہم تو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ہو کر رہے اور یہاں بھی اس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔ بات یہ ہے کہ جنت کی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر حرام کر دی ہیں جو دنیا میں اس کے احکام کو نہیں مانتے تھے جو دین کی باتوں کو کھیل تماشا سمجھ کر یوں ہی ٹال دیتے تھے اور جو دنیا کی زندگی پر مغرور تھے۔

پھر دوزخیوں کو سرزنش کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس طرح یہ لوگ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے، قیامت کے دن کو بھولے ہوئے تھے اور اس کے لئے کوئی تیاری نہیں کرتے تھے، اسی طرح آج ہم بھی ان کی کچھ پروا نہیں کریں گے اور ان کی کوئی درخواست منظور نہیں فرمائیں گے۔

فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾
جس میں ہم نے (دین حق کی تمام باتیں) علم کے ساتھ الگ الگ کرکے بیان کردی ہیں جو ایمان رکھنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے،

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ
کیا یہ لوگ اس کی حقیقت ظاہر ہونے کا انتظار کر رہے ہیں جس دن اس کی حقیقت ظاہر ہوگی تو

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ
وہ لوگ جو پہلے سے اس کو بھولے ہوئے تھے کہیں گے کہ بلاشبہ ہمارے پروردگار کے پیغمبر ہمارے پاس

رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَاۗءَ فَيَشْفَعُوْا
سچائی (کا پیغام) لے کر آئے تھے تو کیا (اب) کچھ سفارش کرنے والے ہیں کہ وہ ہماری سفارش کریں

لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ قَدْ
یا پھر ہم (دنیا میں) لوٹائے جائیں تاکہ ہم ان اعمال کے خلاف اعمال کریں جو ہم کرتے رہے تھے (اللہ فرمائے گا) کہ بیشک

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع
ان لوگوں نے اپنے ہاتھوں اپنے کو تباہی میں ڈالا اور (دنیا میں) جو جو افترا پردازیاں کیا کرتے تھے وہ سب آج ان سے کھوگئیں (۱)

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
بلاشبہ تمہارا پروردگار اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو

فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَي الْعَرْشِ ۣ يُغْشِي
چھ دن میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا وہ رات سے

الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
دن کو ڈھانک دیتا ہے کہ رات دن کے پیچھے جلدی جلدی آتی ہے اور (اسی نے) سورج اور چاند

وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ
اور ستاروں کو پیدا کیا اس طور پر کہ یہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں (یاد رکھو!) اللہ ہی کا کام پیدا کرنا اور حکم فرمانا ہے

(۱) جنت والوں، دوزخ والوں اور اعراف والوں کی گفتگو اور ان کے حالات بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے کہ ہم نے تو لوگوں کی ہدایت کا کافی سامان مہیا کردیا ہے اور پورے علم کے ساتھ ان کے لئے ایک ایسی کتاب نازل فرمائی ہے جس میں عقائد، احکام اور ضروری ہدایات نہایت واضح طور پر درج ہیں۔ دیکھو! اس کے مفید ہونے کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں، ان کے لئے وہ زندگی میں ایک روشن چراغ ہے اور ان کے لئے اس نے رحمت الٰہی کے دروازے کھول رکھے ہیں۔

لیکن یہ کافر اس کتاب کی قدر نہیں کرتے اور اس پر ایمان نہیں لاتے۔ کیا یہ عقل کے دشمن اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ اس کی حقیقت ظاہر ہوجائے اور جو کچھ اس میں بیان کیا گیا ہے، وہ واقعہ بن کر سامنے آجائے۔ بیشک ایک دن ایسا
ضرور ہوگا اور قرآن مجید کی حقیقت ضرور ظاہر ہوگی۔ ع ٦ ٦ ١٤
لیکن وہ یاد رکھیں کہ اس دن وہ قرآن کی سچائی کا اقرار کریں گے اور کہیں گے کہ بیشک ہمارے پروردگار کے پیغمبر ہمارے پاس حق لے کر آئے تھے۔ لیکن اس دن کا اقرار ان کو کچھ فائدہ نہیں دے گا اور عذاب الٰہی سے ان کو نہیں بچاسکے گا۔ اس دن وہ اس بات کی فکر کریں گے کہ کوئی سفارش کرکے عذاب الٰہی سے بچاسکے یا پھر ان کو دنیا میں دوبارہ بھیجدیا جائے تاکہ اس مرتبہ وہ اس طرح کفر نہ کریں جس طرح پہلی بار کیا تھا۔ مگر یہ سب تمنائیں بے سود ہوں گی۔ کیونکہ وہ اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کرچکے اور جن معبودوں کے بھروسہ پر وہ اللہ تعالیٰ پر افترا پردازیاں کیا کرتے تھے، وہ سب ہوا ہوگئے اور ان میں سے کوئی ان کے کچھ بھی کام نہیں آیا۔

(۱) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی چند صفات کا تصور اس طرح دلایا گیا ہے جس سے شرک کی تردید ہو جاتی ہے اور توحید کا نقش دل پر جم جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ساری کائنات پیدا کی ہے اور وہی اس کو چلا رہا ہے۔ آسمان، زمین، سورج، چاند، تارے، درخت اور پتھر سب کو اسی نے پیدا کیا ہے اور یہ سب اسی کے فرماں بردار ہیں۔ لہٰذا وہی اس لائق ہے کہ لوگ اس کا حکم مانیں، اس کو کارساز سمجھیں اور اس سے دعائیں مانگیں لیکن افسوس ہے کہ اتنی موٹی بات بھی بعض لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی اور وہ ایسی صفات والے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کی مخلوق میں سے بعض چیزوں کو اپنا معبود بنا لیتے ہیں۔

تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ

اللہ جو تمام عالم کا پروردگار ہے بڑی برکت والا ہے (۱) (لوگو!) اپنے پروردگار سے

تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۵۵﴾ۚ

گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعائیں کیا کرو بلاشبہ وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا (۲)

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا

اور (دیکھو!) زمین کی درستی کے بعد اس میں فساد نہ پھیلاؤ اور (عذاب) کے ڈر سے اور

وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾

(رحمت کی) امید پر اللہ کو پکارو بیشک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے (۳)

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ

اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (یعنی بارش) سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری دینے کے لئے بھیجتا

رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ

ہے یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا لیتی ہیں تو ہم اس بادل کو

لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ

ایک مردہ بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر وہاں بادل سے پانی برساتے ہیں پھر اس پانی سے

مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ

ہر طرح کے پھل پیدا کرتے ہیں اسی طرح ہم مردوں کو (زندہ کر کے زمین سے) نکالیں گے (یہ باتیں اس لئے بیان کی جاتی ہیں کہ)

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ

تم نصیحت حاصل کرو اور جو بستی کہ (اس کی زمین) عمدہ ہے اس کے پروردگار کے حکم سے اس کی پیداوار

بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ

(بھی عمدہ) نکلتی ہے اور جو بستی کہ (اس کی زمین) ناقص ہے اس کی پیداوار بھی ناقص ہی ہوتی ہے

واضح ہو کہ اس آیت میں دو باتیں تشریح کے قابل ہیں:۔

آیت میں 'یوم' یعنی دن سے کونسا دن مُراد ہے؟ ایک دن تو وہ ہے جو ہم جانتے ہیں اور سورج کے نکلنے اور ڈوبنے سے متعین ہوتا ہے۔ اور دوسرا دن وہ ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں دو جگہ مقام پر ہے اور جس کی مقدار ہمارے دنوں کے لحاظ سے ایک ہزار برس بتائی گئی ہے۔

بعض مفسرین نے پہلے معنیٰ مراد لئے ہیں اور بعض حضرات نے دوسرے معنے کو ترجیح دی ہے۔ بہرحال مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اس عظیم الشان کائنات کو دفعۃً اور 'کُن' کے ایک ہی حکم سے پیدا کر دیتا لیکن اس نے اپنی قدرت کو ظاہر کرنے کے لئے نیز انسانوں کی رہبری کے لئے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ کائنات کی چیزوں کی پیدائش رفتہ رفتہ اور درجہ بدرجہ ہو۔ اس لئے آسمان، زمین، سورج، چاند، تارے، انسان، حیوانات وغیرہ کے موجودہ شکل تک پہنچنے میں چھ دن یا چھ ہزار برس لگ گئے۔

دوسری بات یہ کہ قرآن مجید کے بیان کے مطابق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مُستوی ہے لیکن اس کی کیفیت بیان کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح ہم مانتے ہیں کہ اللہ 'سمیع' اور 'بصیر' ہے لیکن اس کی سمع اور بصر کو ہم انسان کے سننے اور دیکھنے کی طرح نہیں سمجھتے اور نہ اس کی کیفیت بیان کرتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں بال کی کھال نکالنا پسند نہیں کرتے جس سے معرفت حاصل ہونے کی بجائے اور پیچیدگی بڑھ جائے اور ہم گمراہی میں مبتلا ہو جائیں۔

بہرحال معلوم ہوتا ہے کہ آیت سے یہ تعلیم دینا مقصود ہے کہ یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو پیدا کر کے یوں ہی چھوڑ دیا ہے اور اب اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز اس کے قبضۂ قدرت میں ہے جس طرح ایک بادشاہ یا شہنشاہ کا اقتدار اس کے مُلک کے چپہ چپہ پر ہوتا ہے، اسی طرح کائنات کے گوشہ گوشہ اور ذرہ ذرہ پر اللہ تعالیٰ کا اقتدار جاری ہے اور وہ ہر چھوٹی بڑی چیز کا انتظام کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ پیدا کرنا بھی اسی کا کام ہے اور حکم دینا بھی اسی کا کام یا یوں کہو کہ مخلوق بھی اسی کی ہے اور اس پر حکم بھی اسی کا چلتا ہے پھر ان لوگوں کی عقلوں کو کیا کہا جائے جو اللہ تعالیٰ کا حکم چھوڑ کر خود اپنے نفس کا یا دوسرے انسانوں کا حکم اپنے اوپر چلاتے ہیں۔

(۲) یعنی جب یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ساری کائنات کا پیدا کرنے والا، پالنے والا اور انتظام کرنے والا ہے اور کائنات کی ہر چیز پر اسی کا حکم چلتا ہے، تو پھر یہ بات بھی یقینی ہے کہ وہی اس لائق ہے کہ لوگ اس کو پکاریں، اس کی عبادت کریں اور اس سے دعائیں مانگیں۔ واضح ہو کہ اس آیت میں دعا کرنے کے آداب بھی بتائے گئے ہیں:۔ (۱) یہ کہ آدمی گڑگڑا کر اور عاجزی کے ساتھ دعا کرے یعنی آدمی بندگی کے پورے شعور کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی احتیاجات کو پیش کرے۔ (۲) یہ کہ دعا کرنے والا بے ضرورت آواز بلند نہ کرے اور چیخ چیخ کر اپنی جان

(بقیہ تفسیر صفحہ ۲۸۱) ہلاک نہ کرے۔ (۳) یہ کہ آدمی کو چاہیئے کہ دعا میں حد سے تجاوز نہ کرے یعنی وہ باتیں جو شریعت اور معقولیت کے لحاظ سے پسندیدہ نہ ہوں ان کے لئے دعا نہ کرے اور دعا کو اپنی کاہلی اور سستی کے لئے بہانہ نہ بنائے۔

(۳) جب اللہ تعالےٰ نے پیغمبروں کو بھیجا اور دینی اور دنیوی معاملات کے متعلق ضروری ہدایات صاف صاف بیان فرمادیں، تو زمین کی اصلاح اور انسانی معاشرہ کی فلاح و بہبود کا سامان مہیا ہوگیا۔ اب جو لوگ احکام الٰہی کو رد کرکے انسانی معاشرہ کو امن و سلامتی کی نعمت سے محروم کریں گے وہ فسادی کہلائیں گے اور اللہ کی زمین پر فساد پھیلانے کی ذمہ داری انہی کی گردن پر ہوگی۔

كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ۟ؑ ۵۸

اسی طرح ہم (اپنی قدرت کی) نشانیاں طرح طرح سے ان لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں جو شکر کرنے والے ہیں (۱)

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ

بیشک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف (پیغمبر بناکر) بھیجا تو انھوں نے ان سے کہا کہ اے میری قوم!

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْۤ

اللہ ہی کی عبادت کرو (کیونکہ) اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں مجھ کو

اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۵۹ قَالَ

تمہارے متعلق بڑے (ہولناک) دن کے عذاب کا خوف ہے (۲) تو جو لوگ

الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۶۰

نوح کی قوم میں سردار تھے وہ کہنے لگے کہ ہم تمھیں صریح گمراہی میں دیکھتے ہیں

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ

(اس پر) نوح نے کہا کہ اے میری قوم! مجھ میں تو گمراہی کی کوئی بات نہیں ہے بلکہ میں تو

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۶۱ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ

پروردگار عالم کا پیغمبر ہوں (اور) تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور

اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۶۲

تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے ایسی باتیں جانتا ہوں جن کو تم نہیں جانتے

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى

(نوح نے کہا کہ) کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی نصیحت ایک ایسے شخص کے ذریعہ پہنچی

رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَ لِتَتَّقُوْا وَ لَعَلَّكُمْ

جو تم ہی میں سے ہے (اور اس لئے پہنچی) تاکہ وہ تم کو خبردار کرے اور ڈرائے اور تم برائیوں سے بچو اور تاکہ تم پر

ع ۵
۱۴

اس لئے ایک عام نصیحت فرمائی کہ لوگو! اللہ کی زمین پر فساد پھیلانے والے نہ ہو، اللہ تعالےٰ پر ایمان لاؤ اور اس کو خوف اور اُمید کے ساتھ پکار دیعنی نہ اتنے مایوس ہو کہ اللہ تعالےٰ کی بخشش کے امیدوار نہ رہو اور نہ اتنے بے باک ہو کہ اس کی گرفت کے خوف سے تمہارے سینے خالی ہوجائیں۔ یاد رکھو! یوں تو اللہ تعالےٰ کی رحمت ساری کائنات کو اپنے اندر سمائے ہوئے ہے اور وہ نافرمانوں کو بھی بخشش دیتا ہے لیکن اس کی رحمت نیکوکار لوگوں سے قریب رہتی ہے۔ لہٰذا مقدور بھر کوشش کرکے اپنے ایمان اور عمل کو بہتر سے بہتر بناؤ اور رحمتِ الٰہی کو زیادہ سے زیادہ اپنے سے قریب کرو۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) یعنی آسمان سے بارش سب جگہ یکساں برستی ہے، جو زمین عمدہ اور پاکیزہ ہوتی ہے اس میں سبزہ، پھول اور پھل بھی عمدہ پاکیزہ اور لطیف نکلتے ہیں۔ لیکن جو زمین ناقص ہوتی ہے اس کی پیداوار بھی ناقص اور خراب ہوتی ہے۔

یہی حال انسانوں کا ہے۔ پروردگارِ عالم اپنے فضل سے پیغمبروں کو بھیجتا ہے اور ان پر وحی کی بارش فرماتا ہے۔ وہ بزرگ اپنی تعلیم اور ہدایات کو سب کے سامنے پیش کردیتے ہیں۔ جن کی فطرت اصلی حالت پر ہوتی ہے، وہ پیغمبروں کی تعلیم سے اپنی زندگیوں کو روشن کرلیتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں نے صحیح فطرت کو مسخ اور خراب کرلیا ہے وہ پیغمبروں کی تعلیم کو رد کردیتے ہیں اور اس سے اپنی زندگیوں کو شاداب نہیں بناسکتے۔

(۲) جس طرح وہ پروردگارِ عالم ابر سے پانی برساکر مُردہ زمین کو سرسبز اور شاداب بنادیتا ہے، اسی طرح وہ آسمان سے وحی کی بارش نازل فرماکر مُردہ دلوں کو زندہ فرمادیتا ہے ــــ پھر جس طرح زمین اپنی صلاحیت کے لحاظ سے بارش سے فائدہ اٹھاتی ہے، اسی طرح لوگ بھی اپنی اپنی استعداد کے لحاظ سے پیغمبروں کی تعلیم سے فائدہ حاصل کرتے ہیں ــــ ان باتوں کی تاریخی شہادت کی طرف توجہ دلانے کے لئے آئندہ کئی رکوعوں میں چند پیغمبروں کے حالات بیان فرمائے ہیں ــــ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام بڑے اولوالعزم اور مشہور پیغمبر ہیں۔ ان کی قوم بُت پرستی کا شکار تھی۔ غالباً یہ قوم ارمینیا اور ایشیاءِ کوچک میں آباد تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید اور خدا پرستی کی طرف دعوت دی اور نافرمانی کی صورت میں طوفان یا قیامت کے ہولناک عذاب سے ڈرایا۔

تُرْحَمُوْنَ ﴿٦٣﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ
رحم کیا جائے (۱) مگر ان لوگوں نے نوح کو جھٹلایا تو ہم نے نوح کو اور جو ان کے ساتھ کشتی
مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
میں سوار تھے (طوفان سے) نجات دی اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا
بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ؑ وَ اِلٰى
ان کو ہم نے غرق کر دیا کیونکہ وہ لوگ (کفر کی وجہ سے) اندھے ہو گئے تھے (۲) اور (اسی طرح)
عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ
ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا ہود نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو
مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ
(کیونکہ) اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں تو کیا تم (اللہ کے عذاب سے) نہیں ڈرتے (۳) (اس پر)
الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ
ہود کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے کہ ہمیں تو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ
سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦٦﴾ قَالَ
تم حماقت میں پڑ گئے ہو اور ہمارا خیال یہ ہے کہ تم جھوٹ بولنے والوں میں سے ہو اس پر ہود نے کہا
يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ
کہ اے میری قوم! مجھ میں تو حماقت کی کوئی بات نہیں بلکہ میں تو پروردگارِ عالم کا
رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٧﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنَا
پیغمبر ہوں (اور) تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں
لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿٦٨﴾ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ
تمہارا امانت دار خیر خواہ ہوں کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تم ہی میں سے ایک

(۱) حضرت نوحؑ کا پیغام سن کر سب سے پہلے وہ لوگ شور مچانے لگے اور حضرت کو گمراہ بتانے لگے جن کی پیشوائی اور اجارہ داری کے محل حضرت کی تعلیم سے لرزنے لگے تھے. حضرت نوحؑ نے جواب دیا کہ "لوگو! میں تو اللہ کا پیغمبر ہوں اور مجھ میں گمراہی کا شائبہ تک نہیں ہے. البتہ تم گمراہ ہو کہ اللہ تعالےٰ کے پیغمبر کو گمراہ بتاتے ہو. میں تو اللہ تعالےٰ کا پیغام تم کو پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے مجھے وہ علم دیا گیا ہے جس کی تم کو ہوا تک نہیں لگی. کیا یہ حقیقت جاننے کے بعد بھی تم مجھے گمراہ کہنے کی جرأت کروگے؟

ع ٨ ١٥ پھر کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ تم میں سے ایک آدمی پر اللہ تعالےٰ کا پیغام نازل ہوا ہے. یہ بات تو کوئی تعجب کی نہیں ہے. دیکھو! اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے تم میں سے ایک شخص کو منتخب فرمایا اور اس کے پاس اپنا پیغام بھیجا تاکہ وہ تم کو آگاہ کر دے اور تم اس کی نصیحت قبول کر کے پرہیزگار اور رحمتِ الٰہی کے مستحق بن جاؤ. غور کرو! یہ بات تعجب کی نہیں بلکہ شکرگزاری کی ہے۔

(۲) لکھا ہے کہ صرف چند پاکیزہ فطرت لوگ ایمان لائے. باقی ساری قوم ساڑھے نو سو برس حضرت نوحؑ سے الجھتی رہی اور ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتی رہی گویا وہ لوگ اندھے ہو گئے تھے اور نفع نقصان ان کو کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔

آخرکار حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے ایک کشتی بنائی اور اس میں سارے ایمان والوں کو سوار کر لیا. پھر ایک سخت ہولناک طوفان اٹھا جس میں سارے نافرمانوں کا بیڑا غرق ہو گیا. صرف حضرت نوحؑ اور جو ایمان والے ان کے ساتھ کشتی میں تھے وہ بچ گئے۔

(۳) یعنی قوم نوحؑ کے بعد قوم عاد کا حال سنو. اللہ تعالےٰ نے ان کے قومی بھائی حضرت ہودؑ کو پیغمبر بنا کر ان کی طرف بھیجا. حضرت ہودؑ نے بھی سب سے پہلے ان کو توحید اور خداپرستی کی تعلیم دی اور شرک و نافرمانی کی پاداش سے ڈرایا۔

واضح ہو کہ قوم عاد حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے ارم کی اولاد میں سے تھی. اس قوم کو عادِ ارم بھی کہتے ہیں. یہ قوم یمن کے علاقہ میں آباد تھی. لکھا ہے کہ اس قوم کے لوگ بڑے قدآور اور طاقتور ہوتے تھے. اسی وجہ سے وہ مغرور ہو گئے تھے اور انھوں نے ظلم اور نافرمانی پر کمر باندھ رکھی تھی۔

ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ۚ

شخص کے ذریعہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آئی تاکہ وہ تم کو (اللہ کے عذاب سے) ڈرائے

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ

اور اللہ کا یہ احسان یاد کرو کہ اس نے تم کو قوم نوح کے بعد اس کا جانشین

نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا

بنایا اور بدن کا پھیلاؤ بھی تم کو اوروں سے زیادہ دیا تو اللہ کی نعمتوں کو

اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۶۹ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا

یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو (۱) ان لوگوں نے (ہودؑ سے) کہا کیا تم ہمارے پاس

لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ

اس لئے آئے ہو کہ ہم صرف اکیلے اللہ کی عبادت کریں اور جن معبودوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں

اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ

ان کو چھوڑ دیں تو اگر تم سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو

الصّٰدِقِيْنَ ۝۷۰ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ

اسے لے آؤ (۲) (ہودؑ نے) کہا کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر عذاب اور

رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۚ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ

غضب کا نازل ہونا مقرر ہو چکا ہے (پھر کہا کہ) کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو

سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ

جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے اپنی طرف سے رکھ لئے ہیں جن کی اللہ نے کوئی سند

بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۚ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ

نازل نہیں فرمائی تو تم بھی آنے والے وقت کا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ

(۱) حضرت نوحؑ کی قوم کے سرداروں کی طرح سے حضرت ہودؑ کی قوم کے سرداروں نے بھی سب سے پہلے شور مچایا اور حضرت ہودؑ کو نادان اور جھوٹا بتایا اور ان کی پیغمبری کے بارے میں شک کرنے لگے۔ حضرت ہودؑ نے ان کے سارے شبہات دُور کئے اور کہا کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ کا وہ احسان یاد کرو کہ اس نے تم کو قوم نوحؑ کا جانشین بنایا اور جسمانی قوت اور ڈیل ڈول میں تم کو دوسروں سے زیادہ حصہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کو یاد کر کے اس کا پیغام قبول کرو اور اس کے احکام پر عمل کر کے دنیا اور آخرت میں سُرخ روئی حاصل کرو۔

(۲) لیکن وہ لوگ بڑے مغرور اور نافرمان تھے اور باپ دادا کے طریقوں کے بڑے شیدائی تھے۔ کہنے لگے کہ کیا تم یہ پیغام لے کر آئے ہو کہ ہم ان بتوں کو چھوڑ دیں جن کو ہمارے باپ دادا برسوں سے پوجتے آئے ہیں، اور صرف اللہ کی عبادت کیا کریں؟ یہ تو بڑا ہی عجیب و غریب پیغام ہے۔ ہم تو اس کو قبول کرنے والے نہیں۔ اور جو تم ہم کو عذاب سے ڈراتے ہو، تو دیکھو کہ ہم ایسی ویسی باتوں سے ڈرتے نہیں۔ کیونکہ ہم تم کو سچا نہیں سمجھتے اگر تم اپنے کو سچا سمجھتے ہو تو اس عذاب کو لے آؤ ہم تو سمجھتے ہیں کہ تم نہیں لا سکو گے۔

الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ

انتظار کرتا ہوں (۱) آخر کار ہم نے ہود کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ تھے اپنی رحمت سے

مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

بچا لیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کی جڑ کاٹ دی

وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾ ع وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ

اور وہ کبھی ایمان لانے والے ہی نہ تھے (۲) اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (پیغمبر

صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ

بنا کر) بھیجا صالح نے کہا اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو کیونکہ اس کے سوا تمہارا

اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ

کوئی معبود نہیں (دیکھو!) تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک کھلی دلیل آچکی ہے (دیکھو!)

نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ

یہ اللہ کی (بھیجی ہوئی) اونٹنی تمہارے لئے ایک نشانی ہے تو اسے آزاد چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں (جہاں

اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾

چاہے) چرتی پھرے اور اسے کسی طرح کا نقصان پہنچانے کی نیت سے ہاتھ نہ لگاؤ (ورنہ) تمہیں دردناک عذاب آپکڑے گا

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ

اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب کہ اس نے تم کو قوم عاد کے بعد اس کا جانشین بنایا اور

بَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا

تم کو زمین پر اس طرح آباد کیا کہ نرم زمینوں میں تم

قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ

محل تعمیر کرتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہو تو تم اللہ کی نعمتوں کو

ع ۹ ۸ ۱۶ نصف

(۱) اس گستاخی کے بعد بھی حضرت ہودؑ نے صبر کیا اور ان کو سمجھایا کہ کم بختو! مجھے جھوٹا نہ سمجھو اور عذاب الٰہی کو دعوت نہ دو۔ اگر تم سرکشی سے باز نہیں آتے تو عذاب الٰہی کا آنا ایسا یقینی ہے کہ گویا وہ آچکا۔

دیکھو! میں پھر سمجھاتا ہوں کہ عذاب الٰہی کو دعوت دینے سے پہلے اس بات پر غور کرو کہ جن بتوں کے بارے میں تم مجھ سے جھگڑتے ہو ان کی حقیقت کیا ہے۔ تم بھی اس بات کو جانتے ہو کہ ان کی حقیقت کچھ نہیں ہے۔ وہ خالی خولی نام ہیں جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گھڑ لیا ہے اور جن کے بارے میں تم وحی الٰہی کی کوئی سند پیش نہیں کر سکتے۔

اگر اب بھی یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی ہے تو تم عذاب الٰہی کا انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں اس وقت میری سچائی تم پر کھل جائے گی۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو سچا کر دکھایا۔ حضرت ہودؑ اور ان کے ساتھ جو لوگ ایمان لا چکے تھے ان سب کو تو بچا لیا اور باقی سب نافرمانوں کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ لکھا ہے کہ اس قوم پر ایک سخت آندھی چلی۔ آندھی کے زور سے آدمی ہوا میں اڑتے تھے اور زمین پر گر کر مر جاتے تھے۔ بڑے بڑے قد آوروں کے لاشے ایسے پڑے تھے جیسے زمین سے اکھڑے ہوئے درخت۔ جو لوگ مکانوں میں بند ہو گئے تھے، ان پر مکان گر گئے اور وہ وہیں دب کر مر گئے۔ غرض عذاب الٰہی نے سب مغروروں اور نافرمانوں کو تباہ کر ڈالا اور ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔

(۱) قوم ثمود اپنے جدِّ اعلیٰ ثمود کی طرف منسوب ہے، اور قوم عاد کی دوسری شاخ ہے۔ اس کو عادِ ثانیہ بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ حجاز اور شام کے درمیانی علاقے میں آباد تھے۔ حجر اور وادی القریٰ ان کی خاص بستیاں تھیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ ان بستیوں کے کھنڈرات اب تک باقی ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف سے تبوک کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو اس علاقے سے گزرے تھے اور آپؐ نے صحابہؓ کو نصیحت فرمائی تھی اور قوم ثمود کے حالات سے عبرت دلائی تھی ۔ اس قوم کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا جنھوں نے ان کو توحید اور نیک عمل کی تعلیم دی۔ جب لوگوں نے

اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ قَالَ

یاد کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو (۱) صالح کی

الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِلَّذِينَ

قوم میں جن سرداروں کو (اپنی دولت وطاقت پر) گھمنڈ تھا انھوں نے ان کمزور لوگوں سے

اسْتُضْعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ

جو ان میں ایمان لے آئے تھے کہا کہ کیا تم کو یقین ہے کہ صالح اپنے پروردگار

صَالِحًا مُرْسَلٌ مِنْ رَبِّهِ ۚ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ

کی طرف سے (پیغمبر بنا کر) بھیجا گیا ہے انھوں نے کہا ہاں بیشک جس پیغام کے ساتھ وہ بھیجے گئے ہیں

بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي

ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جو لوگ متکبر تھے وہ کہنے لگے کہ جس چیز پر تم

آمَنْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ۝ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا

ایمان لے آئے ہو ہم تو اس کو نہیں مانتے (۲) آخر انھوں نے اونٹنی (کی کونچوں) کو کاٹ ڈالا اور اپنے

عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا

پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور کہا کہ اے صالح! اگر واقعی تم پیغمبر ہو تو جس عذاب سے

إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

تم ہمیں ڈراتے ہو' اسے ہم پر لے آؤ پس ان کو زلزلہ نے پکڑ لیا اور جب

فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ۝ فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَ

ان پر صبح ہوئی تو گھروں میں اوندھے منہ پڑے تھے (۳) صالح ان سے منہ موڑ کر چلے اور

قَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ

ان سے کہا کہ اے میری قوم! میں نے اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا دیا تھا اور تمہاری خیر خواہی

حضرت صالحؑ سے ایک فرمائشی معجزہ طلب کیا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی فرمائش کے مطابق ایک بڑے ڈیل ڈول کی حاملہ اونٹنی پتھر سے نکال کر کھڑی کر دی۔ حضرت صالحؑ نے لوگوں کو آگاہ کیا کہ دیکھو: یہ اونٹنی ایک نشانی ہے جو تمھاری فرمائش کے مطابق ظاہر ہوئی ہے۔ اس کو کسی طرح تکلیف مت دو اور اس کو اس کی مرضی پر چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں جہاں چاہے چرے۔ ورنہ تم پر عذابِ الٰہی نازل ہو جائے گا۔

حضرت صالحؑ نے قوم کو نصیحت کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ احسان فرمایا کہ اس نے تم کو قوم عاد کا جانشین بنایا اور مال و دولت اور سلطنت عطا فرمائی نیز اس نے تم کو یہ صلاحیت دی کہ تم نرم اور ہموار زمین میں بھی عالی شان محل تعمیر کرتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر بھی بڑے بڑے مضبوط مکانات بناتے ہو جن میں عیش و آرام سے زندگی بسر کرتے ہو۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد کرو اور اس کی زمین پر فساد مت پھیلاؤ بلکہ اس کے احکام پر عمل کر کے دنیا میں امن و امان قائم کرو۔

(۲) چند پاک فطرت اور سادہ طبیعت لوگ حضرت صالحؑ پر ایمان لا چکے تھے۔ جو لوگ اپنے مال و دولت اور جاہ و عزت پر مغرور تھے انھوں نے ان غریب اور کمزور ایمان والوں کا مذاق اڑانے کے لئے ان سے کہا "کیا واقعی تم لوگوں کو یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ صالحؑ اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجا ہوا سچا پیغمبر ہے؟" ایمان والوں نے بڑی ہمت اور پوری قوتِ ایمانی کے ساتھ جواب دیا کہ "حضرت صالحؑ کی سچائی تو اس درجہ واضح ہے کہ ان پر ایمان لے آنا چاہیے۔ چنانچہ ہم ان پر ایمان لا چکے ہیں۔ البتہ تم ضدی ہو اور ایک کھلی سچائی کو جھوٹ بتانے کی ناکام کوشش کر رہے ہو۔" ایمان والوں کے اس سچے اور جرأت آمیز جواب کو سن کر وہ مغرور کوئی معقول بات تو نہ کہہ سکے' بس یہی ہٹ دھرمی کا جواب دیا کہ "جس بات پر تم ایمان لا چکے ہو' ہم تو اس کو نہیں مانتے۔"

(۳) لکھا ہے کہ وہ اونٹنی بڑی قد آور اور بھاری ڈیل ڈول کی تھی۔ گھاس' جھاڑیاں اور درختوں کی پتیاں چرتی پھرتی تھی اور ایک دن بیچ کنویں پر آیا کرتی اور سب پانی پی جاتی تھی بستی والوں کے مویشی اس کو دیکھ کر ڈرتے تھے اور اس سے دور بھاگتے تھے۔ حضرت صالحؑ نے پہلے ہی سے لوگوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور میری صداقت کی نشانی ہے۔ اس کا پورا پورا احترام کرو اور اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ لیکن جن لوگوں کے پاس مویشیوں کے گلے تھے انھوں نے اس اونٹنی کی وجہ سے تکلیف محسوس کی اور بدمعاشوں کو ابھارا۔ چنانچہ سات آدمی اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ قیدار نامی ایک بدمعاش نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور سب نے حملہ کر کے اس کو قتل کر ڈالا جب حضرت صالحؑ نے عذابِ الٰہی سے ڈرایا تو ان کے قتل پر آمادہ ہو گئے اور گستاخی سے کہا کہ اگر تم سچے پیغمبر ہو تو عذابِ الٰہی لے آؤ ہم ایسی دھمکیوں کی پروا نہیں کرتے۔

لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿٧٩﴾ وَ لُوْطًا

کی تھی اور لیکن (افسوس تم پر کہ) تم خیر خواہوں کو دوست نہیں رکھتے (۱) اور اسی طرح ہم نے

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ

لوط کو پیغمبر بنا کر بھیجا جبکہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم لوگ ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے ساری

بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ

دنیا جہان میں کسی نے ایسا نہیں کیا (وہ یہ کہ) تم عورتوں کو چھوڑ کر

الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ

خواہش نفسانی پوری کرنے کے لئے مردوں پر مائل ہوتے ہو حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ حد سے

مُّسْرِفُوْنَ ﴿٨١﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا

گزر جانے والے ہو (۲) اور لوط کی قوم سے اس کے سوا کچھ جواب نہ بن پڑا کہ وہ (آپس میں) کہنے لگے

اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿٨٢﴾

کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو کہ یہ (بڑے) پاک بنتے ہیں

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٨٣﴾

تو ہم نے لوط کو اور اس کے گھر والوں کو تو بچا لیا مگر اس کی بیوی (نہ بچی) کہ وہ انہی لوگوں میں رہی جو (عذاب میں) رہ گئے تھے

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

اور ہم نے ان پر (پتھروں کا) مینہ برسایا تو دیکھو ان مجرموں کا انجام

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٨٤﴾ ع وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ

کیسا ہوا (۳) اور ہم نے مدین (والوں) کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا انھوں نے کہا

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ

اے میری قوم: اللہ کی عبادت کرو کیونکہ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں

(بقیہ تفسیر صفحہ ۲۸۶) جب ان مغروروں کی سرکشی حد سے بڑھ گئی اور انھوں نے احکام الٰہی سے روگردانی کی تو ان کو عذاب الٰہی نے گھیر لیا۔ لکھا ہے کہ زمین میں ایک سخت زلزلہ آیا اور آسمان سے ایک سخت ہولناک آواز آئی جس سے سارے سرکش اور مغرور لوگ مر گئے اور اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) قتادہ کی رائے ہے کہ حضرت صالحؑ نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب کہ لوگوں نے اونٹنی کو قتل کر ڈالا تھا یعنی جب لوگوں نے اونٹنی کو قتل کر ڈالا تو حضرت صالحؑ نے ان کو آگاہ کیا کہ میں تم کو نصیحت کر چکا اور پیغام الٰہی پہنچا چکا۔ لیکن افسوس کہ تم نے میرا کہنا نہ مانا اور اونٹنی کو قتل کر ڈالا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اب تم پر عذاب آنے والا ہے۔ لیکن ابن کثیر وغیرہ کی رائے ہے کہ عذاب کے بعد جب سب نافرمان اور مغرور ہلاک ہو گئے تو حضرت صالحؑ نے مکہ شریف یا ملک شام کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس وقت انھوں نے ان مغروروں کے لاشوں کو خطاب کر کے فرمایا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی جنگ کے بعد سرداران قریش کے لاشوں کو خطاب کر کے فرمایا تھا۔

(۲) لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور ان پر ایمان لے آئے تھے۔ جب ابراہیمؑ بابل سے ہجرت کر کے ملک شام کی طرف چلے تو حضرت لوطؑ بھی ان کے ساتھ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی پیغمبری کے مرتبے سے سرفراز فرمایا اور شہر سدوم اور اس کے اطراف کی بستیوں کی طرف بھیجا۔ لکھا ہے کہ سدوم والے ایک نہایت بُرے اخلاقی مرض میں مبتلا تھے۔ حضرت لوطؑ نے ان کو اس بدفعلی سے منع کیا اور کہا کہ یہ کام سخت بے حیائی کا ہے۔ اس کام کا کرنے والا انسانیت کے درجے سے گر جاتا ہے۔ دیکھو! یہ بات بڑی شرم کی ہوگی کہ ساری دنیا تمہارے نام کو اس طرح یاد رکھے گی کہ تم ہی اس بے حیائی کے موجد ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو اور اس بے حیائی کے کام سے باز آؤ۔

ع ۱۰ ۱۲

(۳) لوگوں نے حضرت لوطؑ کی نصیحت کا مذاق اڑایا، آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ لوطؑ اور اس کے ساتھی بڑے پاک بنتے ہیں اور ہمیں ناپاک بتاتے ہیں جب ایسا ہے تو ان سے کہو کہ ہم جیسے ناپاکوں کی بستی میں تم جیسے پاکوں کا کیا کام لہٰذا ہمارا پیچھا چھوڑو اور ہماری بستی سے نکل جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کو یہ گستاخانہ جواب پسند نہ آیا اور حضرت لوطؑ اور ان کے ساتھیوں کو ان ناپاکوں سے الگ کر لیا۔ لیکن اس طرح نہیں جس طرح وہ کمبخت خیال کرتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان ناپاکوں پر عذاب نازل کیا اور حضرت لوطؑ اور ان کے ساتھیوں کو بچا لیا۔ البتہ ان کی بیوی جو نافرمان تھی اور ناپاکوں سے ملی ہوئی تھی وہ بھی عذاب میں ہلاک ہو گئی۔ قرآن میں دوسری جگہ ہے کہ وہ بستیاں الٹ دی گئیں اور ان پر پتھر برسائے گئے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ ان بدکاروں کے انجام پر غور کریں اور اس سے عبرت حاصل کریں۔

قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ

(دیکھو) تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے تو (دیکھو) ناپ

وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا

اور تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور اصلاح کے

فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

بعد زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اگر تم ایمان دار ہو (تو یقین کرو) یہ

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ۝ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ

تمہارے لئے بہتر ہے (۱) اور (دیکھو) راستوں پر (اس غرض سے) مت بیٹھا کرو

تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ

کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو دھمکیاں دو اور ان کو اللہ کے راستے سے

بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ كُنْتُمْ

روکو اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے رہو اور اس حالت کو یاد کرو کہ تم کم

قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

تھے پھر اللہ نے تم کو زیادہ کر دیا اور دیکھو کہ فساد کرنے والوں کا انجام

الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِىْۤ

کیسا ہوا (۲) اور اگر تم میں سے ایک جماعت اس پیغام پر ایمان لائی ہے جس کے ساتھ

اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى

میں بھیجا گیا ہوں اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی تو ذرا ٹھیر جاؤ یہاں تک کہ

يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝

اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کردے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے (۳)

(۱) شہر مدین عرب کے شمال مغربی حصہ میں واقع تھا۔ مدین والوں میں بت پرستی کے علاوہ ایک یہ عیب بھی تھا کہ وہ ناپ تول میں کمی بیشی کرتے تھے۔ لوگوں کو دیتے تھے تو ناپ تول میں کمی کر دیتے تھے۔ اور جب خود لیتے تھے تو زیادہ لینے کی کوشش کرتے تھے۔

اس قوم کی اصلاح کے لئے اللہ تعالٰی نے انہی کے ایک بھائی حضرت شعیبؑ کو نبی بنایا۔ انہوں نے قوم کو نصیحت کی کہ اللہ تعالٰی کے سوا اور کسی کی عبادت مت کرو، ناپ تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کو چیزیں دیتے وقت ان میں کمی نہ کیا کرو۔ اللہ تعالٰی کے صاف صاف احکام آچکے ہیں اور انسانی معاشرہ کی اصلاح کا سامان ہو گیا ہے۔ اب تم معاملات میں بد دیانتی کرکے اللہ کی زمین میں فساد مت پھیلاؤ۔ ایمان لاؤ اور میری ہدایتوں پر عمل کرو یہی طریقہ تمہارے لئے بہتر اور مفید ہے۔

(۲) حضرت شعیبؑ نے قوم کو یہ نصیحت بھی کی کہ قافلوں کے راستے میں بیٹھ کر مسافروں کو مت دھمکاؤ اور ان کا سامان مت لوٹو۔ اسی طرح جو لوگ سچائی کے طلب گار بن کر اللہ تعالٰی کے راستے میں سفر کرتے ہیں اور پیغمبر تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں ان کو بھی نہ ڈراؤ اور اس نیک کام سے نہ روکو اور آڑی ٹیڑھی بحثیں کرکے اللہ تعالٰی کے سیدھے راستے کو ٹیڑھا بنانے کی کوشش مت کرو۔

دیکھو! اللہ تعالٰی کا یہ احسان یاد کرو کہ تم بہت تھوڑے تھے، پھر اس نے اپنے فضل سے تمہاری تعداد بھی زیادہ کر دی اور مال و دولت بھی تم کو بہت زیادہ عطا فرمایا۔ اس نعمت کے شکریہ میں اس کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کر دو۔

دیکھو! اگر اس کے احکام کو نہ مانوگے تو تمہارا بھی وہی حشر ہوگا جو تم سے پہلے نافرمانوں یعنی عاد و ثمود اور قوم لوط وغیرہ کا ہوا۔

(۳) کچھ تھوڑے سے غریب اور کم درجہ لوگ حضرت شعیبؑ پر ایمان لائے تھے لیکن دولت مند لوگ غرور اور تکبر سے پیغام الٰہی کی پروا نہیں کرتے تھے۔ حضرت شعیبؑ نے ان کو آگاہ کیا کہ میں پیغام الٰہی تم کو پہنچا چکا۔ میں تم کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کر سکتا ہوں۔ اب میرا اور تمہارا معاملہ اللہ تعالٰی کے ہاتھ ہے۔ وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ انتظار کرو اور دیکھو کہ اس کی طرف سے کیا فیصلہ صادر ہوتا ہے۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ
(تو) شعیب کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا کہ اے شعیب! (یا تو)
يٰشُعَيْبُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ
ہم تم کو اور جو لوگ تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کو اپنی بستی سے نکال باہر کریں گے یا
لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ۟ۚ ﴿۸۸﴾
(یہ ہو کہ) تم ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ (۱) شعیب نے کہا اگرچہ ہم (تمہارے مذہب سے) بیزار ہوں (تب بھی لوٹ آئیں؟)
قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ
جب کہ اللہ نے ہم کو تمہارے مذہب سے نجات دے دی اس کے بعد بھی اگر ہم تمہارے مذہب میں لوٹ جائیں
بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ
تو بیشک ہم نے اللہ پر جھوٹ بہتان باندھا اور (یاد رکھو) ہمارے لئے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں
فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ
لوٹ جائیں ہاں اللہ جو ہمارا پروردگار ہے وہ چاہے (تو اور بات ہے) ہمارے پروردگار کا علم ہر چیز
شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ
کو گھیرے ہوئے ہے ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں (اور دعا کرتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار ہم میں اور ہماری
بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَقَالَ
قوم میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کردے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے (۲) اور ان کی
الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ
قوم کے کافر سرداروں نے (لوگوں سے) کہا کہ اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو یقیناً
اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا
تم نقصان اٹھاؤ گے تو (ایسا ہوا کہ) ان لوگوں کو زلزلہ نے آپکڑا اور وہ صبح کو

الجزء ۹ ۱۴ سبع

(۱) چند غریب اور نادار لوگ حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان لاچکے تھے۔ لیکن دولت مند اور بااثر لوگ جو دولت اور حکومت کے نشے میں مست تھے وہ برابر کفر اور سرکشی پر اڑے ہوئے تھے۔ ایک دن ان مغروروں نے حضرت شعیبؑ کو دھمکی دی اور کہا کہ اب ہم تمہاری باتوں کو برداشت نہیں کرسکتے۔ آج ہم اپنا آخری فیصلہ تم کو سُناتے ہیں اگر تم اپنی حالت نہیں بدلنا چاہتے ہو تو تم اور تمہارے ساتھی سب کے سب ہماری بستی سے نکل جاؤ اور ہمیں اپنے حال پر چھوڑ دو لیکن اگر یہ بستی تمہیں عزیز ہے اور اس کو چھوڑنا تم پر شاق گزرتا ہے' تو پھر اس نئے مذہب کو چھوڑ کر بستی والوں کے طریقے میں شامل ہوجاؤ اور سب کے ساتھ مل جل کر رہو۔

واضح ہو کہ حق و باطل کی کشمکش کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ یہی ہوا کہ پیغمبروں اور ان کے ساتھیوں نے وعظ و نصیحت کے ذریعہ سچائی کا پیغام سُنایا اور لوگوں کے دل و دماغ سے اپیل کی لیکن انکار کرنے والوں نے جبر و تشدد سے کام لیا اور ڈرا دھمکا کر لوگوں کو سچائی کا راستہ اختیار کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کی یعنی حق کے پرستاروں نے صاف اور سیدھا طریق کار اختیار کیا اور باطل کے پجاریوں کے قدم غلط راستے پر پڑے۔

(۲) حضرت شعیب علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہم کو تمہارے طریقے سے سخت نفرت ہوچکی ہے۔ کیا اتنی نفرت کے ہوتے ہوئے بھی ہم تمہارے مذہب میں شامل ہوجائیں گے یعنی کیا تم جبر و تشدد کے ذریعہ ہم سے مذہب بدلوانا چاہتے ہو۔ یہ تو بڑا غلط طریق کار ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی دیکھو کہ ہم اس بات کا اعلان کرچکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس وحی بھیجی ہے' حق کو ہم پر واضح کردیا ہے اور تمہارے باطل مذہب سے ہم کو نجات بخشی ہے۔ اس اعلان کے بعد اگر ہم تمہارا مذہب اختیار کرلیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حقیقت میں ہم اسی مذہب کو حق سمجھتے تھے اور ہم نے جو وحی کا دعویٰ کیا تھا' وہ اللہ تعالیٰ پر محض بہتان تھا۔

بہرحال ہم اپنے اختیار سے تو تمہارے مذہب میں واپس نہیں ہوسکتے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی یہی مشیت ہو تو اور بات ہے۔ اس کو ہر بات کا علم ہے۔ وہ ہمارے ارادہ کو بھی جانتا ہے اور تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے بھی خوب واقف ہے۔ ہمارا اس پر بھروسہ ہے۔ اور ہمیں امید ہے کہ وہ ہم کو اس حق پر ثابت قدم رکھے گا جس کو اس نے ہم پر کھولا ہے۔ اسی لئے ہم اس سے دعا کرتے ہیں کہ پروردگار! ہم میں اور ہماری قوم میں حق اور انصاف کے ساتھ فیصلہ صادر فرما دے۔ کیونکہ تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا

اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے ۔ جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا تھا (وہ ایسے برباد

كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۛ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا

ہوئے) گویا وہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے (غرض یہ کہ) جنھوں نے شعیب کو جھٹلایا وہی

هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ

نقصان میں پڑ گئے (۱) پھر شعیب ان سے منہ موڑ کر چلے اور کہا کہ اے میری قوم! میں نے

اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى

تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیے تھے اور تمھاری خیرخواہی کی تھی تو میں نہ ماننے والوں (کی

عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ

تباہی) پر کیوں افسوس کروں (۲) اور ہم نے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں

نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ

بھیجا مگر یہ کہ وہاں کے رہنے والوں کو ہم نے سختی اور مصیبت میں مبتلا کیا تاکہ (ہمارے حضور

يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى

میں) گڑگڑائیں پھر ہم نے اس مصیبت کو راحت سے بدل دیا یہاں تک کہ (جب

عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ

وہ (خوشحالی میں) خوب بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ (اسی طرح) ہمارے بزرگوں کو بھی مصیبت اور راحت پہنچتی رہی ہے

فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَوْ اَنَّ

تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور وہ (اس سے) بے خبر تھے (۳) اور اگر ان

اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ

بستیوں کے رہنے والے ایمان لاتے اور پرہیزگار بن جاتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی

(۱) غرض یہ کہ ان سرکشوں نے نہ تو خود حضرت شعیبؑ کی نصیحت مانی اور نہ دوسروں کو ماننے دی۔ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ جب پانی سر سے گزر گیا تو عذاب الٰہی نے ان کو گھیر لیا۔ ایک ہولناک زلزلہ آیا اور یہ سب نافرمان گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ بدبخت ان گھروں میں کبھی رہتے ہی نہ تھے۔ ایمان والوں کو نقصان زدہ بتایا کرتے تھے، مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ خود ہی نقصان میں رہ گئے۔

(۲) جب نافرمان اور سرکش قوم عذاب الٰہی سے تباہ ہو گئی تو حضرت شعیب علیہ السلام بستی کے کھنڈرات پر آ کھڑے ہوئے اور کہا میں نے تم کو پیغام الٰہی پہنچا دیا تھا اور تمھاری خیرخواہی میں کوئی بات اٹھا نہ رکھی تھی۔ مگر تم نے میری نصیحت نہ سُنی اور پیغام الٰہی کا مذاق اڑایا۔ تم نے جو کچھ کیا اس کی سزا تم نے دیکھ لی۔ اب تم پر کوئی کاہے کو افسوس کرے۔ مع

واضح ہو کہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس قوم پر کئی طرح کا عذاب آیا تھا۔ ایک خوفناک بادل ان پر چھا گیا جس میں چنگاریاں تھیں۔ پھر آسمان سے سخت ہولناک آواز آئی اور زمین میں سخت زلزلہ آیا۔

(۳) گزشتہ چند قوموں کے حالات بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ایک اصول بیان فرماتا ہے کہ جب لوگ پیغمبر کی مخالفت کرتے ہیں تو پہلے اللہ تعالیٰ ان کو سختی اور تکلیف میں ڈالتا ہے اور قحط اور بیماریاں بھیجتا ہے تاکہ ان کے دل نرم پڑیں اور مصیبتوں سے گھبرا کر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکیں اور پیغمبر کی نافرمانی سے باز آئیں۔ لیکن جب اس تنبیہ سے وہ آگاہ نہیں ہوتے تو پھر اللہ تعالیٰ مصیبت کی جگہ راحت، تنگی کی جگہ فراخی، بیماری کی جگہ تندرستی اور قحط کی جگہ ارزانی اور بے امنی کی جگہ امن و چین عطا فرماتا ہے۔ اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگ مصیبت اور راحت کا مقابلہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے احسان کو محسوس کر کے اس کے شکرگزار اور فرماں بردار بندے بنیں۔ اس پر بھی اگر وہ متنبہ نہیں ہوئے اور عیش و عشرت میں مست ہو گئے اور کہنے لگے کہ دنیا کا یہی دستور ہے۔ زمانہ کبھی یکساں نہیں رہتا۔ کبھی راحت ہے کبھی تکلیف۔ ہمارے باپ دادا کے ساتھ بھی ایسا ہوا تھا اور ہمارے ساتھ بھی زمانے کا یہی رنگ ہے۔ ایمان اور کفر یا نیک عملی اور بدعملی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ع ۱۱ / ۱

جب یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور اصلاح حال کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا تو پھر اچانک اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر آتا ہے اور ان کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔

مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا
برکتوں کے دروازے کھول دیتے مگر انھوں نے (پیغمبروں کو) جھٹلایا تو ہم نے بھی ان کے اعمال
كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٩٦﴾ أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم
کی سزا میں ان کو پکڑ لیا (۱) تو کیا بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے خوف ہیں
بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ ﴿٩٧﴾ أَوَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ
کہ ان پر ہمارا عذاب راتوں رات آئے جب وہ پڑے سوتے ہوں اور کیا بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہیں کہ
أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يَلْعَبُونَ ﴿٩٨﴾ أَفَأَمِنُوا
ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے نازل ہو جب وہ کھیل کود میں مشغول ہوں۔ کیا یہ لوگ اللہ کی
مَكْرَ اللَّهِ ۚ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٩٩﴾ ع
پوشیدہ تدبیر سے بے خوف ہیں تو یاد رکھو اللہ کی پوشیدہ تدبیر سے وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو نقصان اٹھانے والے ہیں (۲)
أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِن بَعْدِ
اور جو لوگ زمین پر رہنے والوں کے بعد اس کے وارث ہوتے ہیں کیا ان کو اس بات سے ہدایت
أَهْلِهَا أَن لَّوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ
نہیں ہوتی کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کے سبب ان کو مصیبتوں میں مبتلا کر دیں اور (اصل یہ ہے کہ)
عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿١٠٠﴾ تِلْكَ الْقُرَىٰ
ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں تو وہ نہیں سنتے (۳) (اے پیغمبر!) یہ
نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَائِهَا ۚ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ
بستیاں ہیں جن کے کچھ حالات ہم تم کو سناتے ہیں اور بیشک ان بستیوں والوں کے
رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِن
پاس ان کے پیغمبر (سچائی کی) نشانیاں لے کر آئے مگر وہ لوگ ایسے نہ تھے کہ جس بات کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے اسے

(۱) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر یوں ہی عذاب نازل نہیں فرماتا۔ وہ بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ اگر لوگ پیغام الٰہی کو قبول کریں، اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور اس کے احکام کی تعمیل کر کے پرہیزگاری کا طریقہ اختیار کریں تو آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے ان پر کھول دیئے جائیں۔ لیکن جب بندے سرکشی کرتے ہیں اور بدعملیوں سے اللہ کی زمین پر فساد مچاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کر کے زمین کو ان سے پاک کر دیتا ہے۔

(۲) یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے لوگوں کو بے خوف نہ ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کے حالات کو دیکھ رہا ہے اور تدبیر میں لگا ہوا ہے۔ اس کے پاس ہر بات کا وقت مقرر ہے۔ جب وقت
۱۲ آجائے گا تو اچانک عذاب الٰہی نافرمانوں
ع کو گھیر لے گا۔ ہو سکتا ہے کہ عذاب الٰہی رات میں
٦
۲ آئے جب لوگ میٹھی نیند میں غافل ہوں اور ہو سکتا ہے کہ عذاب دن چڑھے آ دھمکے جب کہ لوگ کھیل کود میں مشغول ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بے خوف ہونا اس بات کی نشانی ہے کہ آدمی اپنے کو نقصان میں ڈال چکا ہے۔

(۳) گزشتہ قوموں کے عذاب کے حالات بیان کرنے کے بعد تنبیہ کے لئے فرمایا کہ جو لوگ اگلوں کے جانشین بنتے ہیں ان کے حال پر تعجب ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کے حالات سنتے ہیں اور تباہ شدہ بستیوں سے ان کی تباہی کا مشاہدہ کرتے ہیں، پھر بھی وہ عبرت حاصل نہیں کرتے، پیغام الٰہی کو قبول نہیں کرتے اور اپنی زندگی کو درست نہیں کرتے۔

آخر میں فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ انکار اور بدعملی پر اصرار کی وجہ سے ان کے دل زنگ آلود ہو گئے ہیں اور ہم نے ان پر مہر کر دی ہے۔ اس لئے وہ پیغام الٰہی سنتے ہی نہیں اور اس پر ایمان ہی نہیں لاتے۔ اور اب ان کی اصلاح کی کوئی توقع نہیں ہے۔

قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَمَا

مان لیتے اسی طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے اور ہم نے

وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ

تو ان میں سے اکثروں میں عہد (کا نباہ) نہیں پایا اور ان میں اکثروں کو (دیکھا تو)

لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى

نافرمان ہی پایا (۱) پھر ان پیغمبروں کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور

فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

اس کے سرداروں کے پاس بھیجا مگر انھوں نے ہماری نشانیوں کے ساتھ ناانصافی کی تو دیکھو! مفسدوں کا

عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ

انجام کیسا ہوا (۲) اور موسیٰ نے کہا اے فرعون! میں

رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ

سارے جہان کے پروردگار کی طرف سے بھیجا ہوا پیغمبر ہوں میرا فرض (منصبی) ہے کہ سوائے سچ کے

عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۗ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ

اللہ کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں میں تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے (سچائی کی)

فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ

نشانی لے کر آیا ہوں لہٰذا بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو (۳) (اس پر) فرعون نے کہا کہ اگر واقعی تم کوئی

بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى

معجزہ لے کر آئے ہو اور (اپنے دعوے میں) سچے ہو تو اس کو پیش کرو تب موسیٰ نے

عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا

اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دی تو وہ اسی وقت ایک نمایاں اژدھا بن گئی اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ باہر نکالا تو اچانک

(۱) جب عربوں کا کفر اور انکار بہت بڑھ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اے پیغمبر دیکھو! ہم نے تم سے گزشتہ قوموں کے حالات بیان کئے ہیں۔ ہمارے پیغمبران کے پاس معجزات اور روشن نشانیاں لے کر گئے تھے۔ لیکن انھوں نے پیغمبروں کی ایک نہ سنی اور پہلے دن جس بات سے انکار کیا تھا ساری عمر اس سے انکار کرتے رہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کفر کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں پر مہر کر دی تھی۔ انھوں نے اپنے سب عہد و پیمان کو بھلا دیا اور ان میں سے بہت سوں کو ہم نے نافرمان پایا۔

دیکھو! ایسا ہی حال تمھاری قوم کا بھی ہے کہ تم روشن نشانیاں لے کر ان کے سامنے موجود ہو اور پیغام الٰہی ان کو سناتے رہتے ہو۔ لیکن وہ ہیں کہ اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں۔ کسی نشانی کو نہیں دیکھتے اور کسی نصیحت کو نہیں سنتے۔ لیکن تم اس صورت حال سے مایوس نہیں، صبر کرو اور پیغام حق لوگوں کو پہنچاتے رہو۔

(۲) یعنی جن پیغمبروں کا حال ہم نے گزشتہ رکوع میں بیان کیا ہے، ان کے بعد ہم نے موسیٰ کو روشن نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا تھا لیکن انھوں نے ہماری نشانیوں پر بڑا ظلم کیا، ان کی ناقدری کی اور ان کو جھٹلایا۔ اس کا نتیجہ ہوا کہ عذاب الٰہی نے ان کو تباہ کر دیا۔ دیکھو! اللہ کی زمین پر فساد پھیلانے والوں کا ہمیشہ یہی انجام ہوتا ہے۔ آج تمھاری قوم کے لوگ جو پیغام الٰہی کے انکار پر اڑے ہوئے ہیں، ان کا بھی ایسا ہی حشر ہوگا۔ لہٰذا تم ان کے انکار سے دل شکستہ مت ہو اور تبلیغ کا کام جاری رکھو۔

(۳) واضح ہو کہ اس وقت مصر میں دو قومیں آباد تھیں قبطی اور بنی اسرائیل۔ قبطی ملک کے قدیمی باشندے تھے اور وہی حکومت کے سارے کاروبار پر چھائے ہوئے تھے۔ بنی اسرائیل کا اصلی وطن کنعان تھا لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے سے یہ لوگ مصر میں آگئے تھے۔ قبطیوں نے بنی اسرائیل کو غیر ملکی سمجھ کر اچھوت کی طرح سے غلام بنا رکھا تھا اور انسانیت کے حقوق سے ان کو محروم کر رکھا تھا۔ انتہائی ظلم یہ تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو اپنے وطن واپس جانے کی اجازت بھی نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رسالت کا پیغام پہنچانے کے بعد فرعون سے یہی مطالبہ کیا کہ بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے آزاد کرو اور ان کو میرے ساتھ جانے دو۔

هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ۧ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ

وہ دیکھنے والوں کی نگاہوں میں سفید چمکتا ہوا ہو گیا (۱) (اس پر) فرعون کی قوم میں جو سردار تھے وہ

فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ۙ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ

(آپس میں) کہنے لگے کہ یہ تو بڑا ماہر جادو گر ہے یہ چاہتا ہے کہ (اپنی طاقتوں سے کام لے کر) تم کو

اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَ

تمہارے ملک سے نکال دے تو (بتاؤ کہ) اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے انھوں نے فرعون سے کہا کہ فی الحال موسیٰ اور

اَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ۙ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ

اس کے بھائی کو مہلت دیجیے اور شہروں میں اپنے آدمیوں کو روانہ کیجیے کہ تمام ماہر جادوگروں کو جمع کر کے آپ کے پاس

عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا

لے آئیں (۲) (چنانچہ ایسا ہی کیا گیا) اور جادوگر فرعون کے پاس آ پہنچے اور کہنے لگے کہ اگر ہم

لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ

(موسیٰ پر) غالب آئے تو ہم کو بڑا بھاری انعام ملنا چاہیے فرعون نے کہا ہاں ضرور اور (اس کے علاوہ) تم میرے

الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ

مقربین میں داخل کر لیے جاؤ گے (۳) (پھر) جادوگروں نے کہا کہ اے موسیٰ یا تو تم (پہلے اپنی لاٹھی) ڈالو اور (کہو تو) ہم ہی

نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا

(اپنی لاٹھیاں اور رسیاں) ڈالتے ہیں موسیٰ نے کہا تم ہی پہلے ڈالو پس جب انھوں نے (اپنی لاٹھیاں اور رسیاں)

سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ

ڈالیں تو جادو کے زور سے لوگوں کی نظر بندی کر دی اور سب کو دہشت میں ڈال دیا اور بہت

عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا

بڑا جادو دکھایا اور اس وقت ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ تم بھی اپنی لاٹھی ڈال دو تو لاٹھی ڈالنا تھا

(۱) فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت میں شک کیا اور کوئی نشانی طلب کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کئی معجزے عطا فرمائے تھے ان میں سے دو کا ذکر اس آیت میں ہے۔ ایک یہ کہ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اژدھا بن جاتی تھی، دوسرے یہ کہ حضرت موسیٰؑ جب بغل میں ہاتھ ڈال کر نکالتے تھے تو وہ چاند کی طرح چمکنے لگتا تھا۔

واضح ہو کہ اس زمانے میں جادو کا بہت زور تھا۔ اور فرعون کے دربار میں بڑے بڑے جادوگر رہتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسے معجزے دیئے تھے جن کے ذریعے قوم کی ذہنیت کے لحاظ سے جادوگروں کے جادو کا توڑ ہو سکے اور وہ مغلوب ہو جائیں۔

(۲) جب فرعون اور اس کے درباریوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے دیکھے تو گھبرا گئے۔ فرعون نے اپنے اور اپنے زمانے کے باطل خیال کے مطابق کہا کہ یہ تو کوئی بڑا ماہر جادوگر معلوم ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہارے ملک سے نکال باہر کرے۔

پھر اس نے اپنے درباریوں کی رائے طلب کی۔ نادانوں نے حضرت موسیٰؑ کے مرتبہ اور کام کو نہ سمجھا اور مشورہ کر کے یہ رائے دی کہ موسیٰؑ اور اس کے بھائی کو تو تھوڑی مہلت دو اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اور ان کو مغلوب کرنے کے لئے یہ ترکیب کرو کہ ملک میں آدمی بھیج کر بڑے بڑے ماہر جادوگروں کو جمع کر لو اور موسیٰؑ اور اس کے بھائی کو بلا کر جادوگروں سے ان کا مقابلہ کرا دو۔ بھلا اپنے جادوگروں کے مقابلہ میں موسیٰؑ اور اس کے بھائیؑ کی کیا چلے گی۔ بس ذرا سی دیر میں دونوں ہار جائیں گے۔

(۳) جب جادوگر میدان میں جمع ہوئے تو انھوں نے سب سے پہلے اپنے معاوضہ کی فکر کی اور فرعون سے عرض کیا کہ اگر ہم جیت گئے تو ہم کو کیا معاوضہ ملے گا۔ فرعون نے کہا کہ یقیناً بہت کچھ انعام و اکرام ملے گا اور تم مقرب درباریوں میں سے ہو جاؤ گے جو ملک میں سب سے بڑا اعزاز ہے۔

واضح ہو کہ جادوگروں نے معاوضہ کا مطالبہ کر کے اپنے گروہ کو پیغمبروں کے مقدس گروہ سے الگ کر دیا کیونکہ پیغمبر دین کے کام پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتے ہیں۔ وہ تو صاف صاف اعلان کرتے ہیں:

لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا یعنی میں دین کے کام پر تم سے کوئی اُجرت نہیں چاہتا۔

هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا

کہ اس نے (اژدہا بن کر) ان کے بنائے ہوئے سانپوں کو نگلنا شروع کر دیا غرض جو حق بات تھی وہ سب پر ظاہر ہو گئی اور جو کچھ

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا

جادوگر دانے کیا تھا وہ سب ملیا میٹ ہو گیا پس فرعون اور اس کے درباری اس مقابلہ میں مغلوب ہو گئے اور (فتح مند

صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَاُلْقِىَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْٓا

ہونے کی بجائے) الٹے ذلیل ہوئے۔ اور جادوگر (بے اختیار) سجدے میں گر پڑے (اور) کہنے لگے

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

ہم سارے جہان کے پروردگار پر ایمان لائے جو موسیٰ اور ہارون کا پروردگار ہے (۱)

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ

فرعون نے (غضبناک ہو کر) کہا کہ قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم (موسیٰ کے) خدا پر ایمان لے آئے بیشک

هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِى الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا

یہ ایک مکر ہے جو تم نے مل کر شہر میں کیا ہے تاکہ شہر والوں کو

مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ

یہاں سے نکال دو تو عنقریب تمہیں اس کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا میں (پہلے تو) تمہارے ایک طرف کے ہاتھ

وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا پھر تم سب کو سولی پر چڑھاؤں گا (۲)

قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ

انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں اور تو نے ہم میں کونسا عیب دیکھا

اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَآ اَفْرِغْ

بجز اس کے کہ جب ہمارے پروردگار کی نشانیاں ہمارے پاس آئیں تو ہم ان پر ایمان لائے (ہماری دعا ہے کہ) اے ہمارے پروردگار

(۱) جب فرعون کی طرف سے کافی معاوضہ کا یقین ہو گیا تو حضرت موسیٰؑ کو مرعوب کرنے کے لئے جادوگروں نے ان کو اجازت دی کہ چاہو تو تم پہلے اپنا جادو دکھاؤ ورنہ پھر ہم دکھاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ نے ان کو اجازت دی کہ وہی پہل کریں۔ چنانچہ جادوگروں نے اپنے خیال میں بہت بڑا جادو دکھایا۔ لوگوں کی نظر بندی کردی رسیاں اور لاٹھیاں میدان میں پھینک دیں جو سانپوں کی طرح بل کھانے لگیں اور جن کو دیکھ کر لوگ ڈر گئے۔

اللہ تعالےٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ نے لاٹھی میدان میں پھینکی۔ لوگوں نے دیکھا کہ ایک اژدہا نمودار ہوا اور جادوگروں کے سانپوں کو نگل نگل کر ختم کرنے لگا۔ حضرت موسیٰ کا معجزہ حق ثابت ہوا، جادوگروں کا جادو باطل ہو گیا اور وہ مغلوب ہو گئے۔ لیکن جادوگروں کے دلوں میں ایمان کی روشنی چمکی اور وہ سب سجدہ میں گر گئے اور کہنے لگے کہ ہم پروردگار عالم پر ایمان لاتے ہیں جس کی طرف موسیٰؑ اور ہارونؑ بلاتے ہیں۔

(۲) یہ دیکھ کر فرعون بڑے طیش میں آیا اور کہنے لگا کہ میرے حکم کے بغیر تم موسیٰ اور اس کے پروردگار پر ایمان لے آئے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے پہلے سے موسیٰؑ سے سازش کر لی تھی اور تم بھی موسیٰؑ کے ساتھ اس کوشش میں لگے ہوئے ہو کہ ہم لوگوں کو ملک سے نکال کر اس پر قبضہ کر لو۔ دیکھو تو تم کو اس گستاخی کی کیسی سزا دیتا ہوں۔ تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ کر تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا اور بڑی عبرتناک سزا دوں گا۔

(۱) ایمان اور یقین سے ایک بہت بڑی اخلاقی طاقت انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے جس کی مدد سے ایماندار آدمی دنیا کی کسی طاقت سے مرعوب نہیں ہوتا چنانچہ یہ جادوگر جو تھوڑی دیر پہلے تک فرعون کی نظرِ کرم کے محتاج تھے، ایمان لانے کے بعد بڑے نڈر ہو گئے، انھوں نے فرعون کی دھمکیوں کی کوئی پروانہ کی اور اس کو جواب دیا کہ ہمیں اپنے پروردگار کے پاس ضرور جانا ہے اور اس کو جواب دینا ہے۔ تیرا جو جی چاہے کر گزر۔ ہم تیری دھمکیوں سے ڈرنے والے نہیں۔ اور ذرا غور تو کر! ہمارا قصور ہی کیا ہے جو تو اتنا بگڑ رہا ہے۔ ہم نے اپنے پروردگار کی نشانیوں کو دیکھا اور ان پر ایمان لے آئے۔ اس میں تیرا کیا نقصان ہے۔

عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ۝۱۲۶ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ

ہمارے دلوں میں صبر ڈال دے اور ہمیں دنیا سے اس حالت میں اٹھا کہ ہم تیرے فرمانبردار ہوں (۱) اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے

قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي

(فرعون سے) کہا کہ کیا آپ موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑ دیں گے کہ ملک میں فساد

الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ

کرتے پھریں اور آپ کو اور آپ کے معبودوں کو چھوڑ دیں فرعون نے کہا کہ ہم ان کے بیٹوں کو تو قتل کر دیں گے

وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ۝۱۲۷ قَالَ

اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دیں گے اور ہم ان پر (ہر طرح سے) غالب ہیں (۲) موسیٰ نے

مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ

اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو بلاشبہ

الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ

یہ زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور اخیر کامیابی

الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۱۲۸ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ

انہی کی ہوتی ہے جو پرہیزگار رہتے ہیں (اس پر) بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہا کہ تمہارے آنے سے پہلے بھی ہم کو (فرعونیوں

اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ

سے) تکلیفیں پہنچتی رہیں اور اب تمہارے آنے کے بعد بھی (ہم ستائے جا رہے ہیں) موسیٰ نے (اپنی قوم سے) کہا کہ قریب ہے کہ

اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ

تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تمہیں ملک میں اس کا جانشین بنا دے پھر دیکھے کہ

كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۲۹ ع وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ

(اس جانشینی کے بعد) تم کیسے عمل کرتے ہو (۳) اور ہم نے فرعون کی قوم کو (کئی برس تک)

ہم اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم کو صبر عطا فرمائے کہ ایمان کی راہ میں ہم تکلیفیں برداشت کر سکیں اور یہ کہ جب ہم مریں تو مسلمان مریں۔

ع ۱۵/۴ (۲) جادوگروں کے ایمان لے آنے سے حضرت موسیٰؑ کی بڑی فتح ہوئی، جس کو دیکھ کر بنی اسرائیل کو ان پر بھروسہ ہوا اور وہ حضرت موسیٰؑ کا ساتھ دینے میں ذرا ہمت دکھلانے لگے اور حضرت موسیٰؑ کا کام چلتا ہوا معلوم ہوا۔

قبطیوں کے سرداروں اور پیشواؤں نے جب یہ صورت حال دیکھی اور نتائج کو سمجھے تو فرعون کو ورغلانے کے لئے انھوں نے اس سے کہا کہ کیا تم موسیٰؑ اور اس کی قوم کو یوں ہی چھوڑ دو گے کہ وہ ملک میں فساد مچاتے پھریں، تم کو اور تمہارے ٹھیرائے ہوئے معبودوں کو چھوڑ دیں اور لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کریں۔

فرعون خود حضرت موسیٰؑ کی فتح سے مرعوب تھا اور ان کو روک نہیں سکتا تھا۔ لیکن وہ اپنے اس خوف کو سرداروں پر ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے رعب ڈالنے کے لئے سرداروں سے کہا کہ گھبراؤ نہیں، میں موسیٰؑ اور اس کی قوم کا ابھی علاج کئے دیتا ہوں۔ ابھی تو بنی اسرائیل ہمارے قبضہ میں ہیں۔ میں حکم دیتا ہوں کہ ان کے لڑکوں کو زندہ نہ چھوڑا جائے، تاکہ اس قوم کے مردوں کی تعداد بڑھنے نہ پائے اور بغاوت کا خطرہ نہ رہے۔

(۳) حضرت موسیٰؑ نے جب دیکھا کہ بنی اسرائیل سخت مصیبتوں میں گرفتار ہیں تو انھوں نے ان کو تسلی دی اور کہا کہ مصیبتوں پر صبر کرو اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اسی سے مدد مانگو۔ یاد رکھو کہ سارا ملک اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے حکومت اور بادشاہت دیتا ہے۔ اس کا قانون یہ ہے کہ آخرکار پرہیزگار کامیاب ہوتے ہیں۔ لہذا
ع ۱۵/۵ تم بھی پرہیزگار رہو۔ اور اس کی رحمت سے امید رکھو کہ وہ تم کو کامیاب کرے۔

صدیوں سے غلامی میں رہنے کی وجہ سے بنی اسرائیل کی ہمتیں پست ہو گئی تھیں اور وہ آزادی کی قدر و قیمت کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔ لہذا انھوں نے حضرت موسیٰؑ کی نصیحت سن کر الٹے ان سے شکایت شروع کی اور کہا کہ حضرت! آپ کے آنے سے ہم کو کچھ آسانی نہیں ہوئی، آپ کے آنے سے پہلے بھی ہم قبطیوں کے ہاتھوں مصیبتیں جھیلتے رہے اور آپ کی تشریف آوری کے بعد تو قبطیوں کا غصہ اور بھی بڑھ گیا اور ہماری مصیبتیں زیادہ سخت ہو گئیں ۔۔۔ حضرت موسیٰؑ نے پھر ان کو تسلی دی اور کہا گھبراؤ نہیں وہ وقت قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو تباہ کر دے اور تم کو ان کا جانشین بنا دے لیکن یاد رکھو! اس وقت بھی تمہارا سخت امتحان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ دولت اور حکومت کے بعد تمہارے اعمال کیسے رہتے ہیں۔ تم اللہ کی زمین پر امن و امان قائم کرتے ہو یا فساد مچاتے ہو۔

بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿١٣٠﴾
قحط سالی اور میووں کے نقصان میں مبتلا کیا تاکہ وہ لوگ نصیحت حاصل کریں

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ
تو جب ان کو بھلائی پہنچتی تو کہتے یہ ہمارے لئے سزاوار ہے اور اگر ان کو

تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ
کوئی مصیبت پیش آتی تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے

اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا
یاد رکھو کہ ان کی نحوست اللہ کے ہاں (مقدر) ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں

يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣١﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا
جانتے (۱) اور فرعون کی قوم نے موسیٰ سے کہا کہ چاہے تم کیسی ہی نشانی ہمارے پاس لاؤ تاکہ اس کے ذریعے

بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٢﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ
ہم پر جادو چلاؤ مگر ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں تو ہم نے ان پر (بارش اور سیلاب کا).

الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَ
طوفان بھیجا اور (نیز) ٹڈیوں کے دل اور جوئیں اور مینڈک اور

الدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا
خون (کے عذاب) بھیجے یہ سب الگ الگ نشانیاں تھیں (اس پر بھی) انہوں نے سرکشی کی اور وہ لوگ تھے ہی

مُّجْرِمِيْنَ ﴿١٣٣﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى
گنہگار اور جب ان پر عذاب آتا تو کہتے کہ اے موسیٰ!

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ
تمہارے پروردگار نے تم سے جو عہد کیا ہے اس کی بنا پر تم ہمارے لئے دعا کرو اگر تم اس عذاب کو

(۱) جب فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰؑ کی نصیحت نہیں سنی اور اپنی بڑائی کا دعویٰ نہیں چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر سختیاں ڈالیں۔ ان کی کھیتیاں خشک ہوگئیں۔ پھلوں اور غلہ کی پیداوار میں کمی ہوگئی اس سے مقصود یہ تھا کہ وہ چونکیں، نصیحت حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوں۔

لیکن ان مصیبتوں سے بھی ان کی سرکشی میں کمی نہیں ہوئی، جب کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خیر و برکت اور آسانی پیدا ہوتی تو کہتے کہ ہم اس کے مستحق ہیں اور یہ بات ہماری شان کے لائق ہے۔ لیکن اگر کوئی مصیبت نازل ہوتی تو گستاخی سے کہتے کہ یہ موسیٰؑ اور اس کے ساتھیوں کی نحوست کی وجہ سے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حقیقت میں خود ان کی نحوست اور بدعملیوں کی وجہ سے یہ مصیبتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر نازل ہوئی ہیں۔ مگر ان میں سے اکثر اس حقیقت کو نہیں سمجھتے اور اپنی نحوست کو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر پر ڈالتے ہیں۔

عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيٓ
ہم سے دور کردو تو ہم ضرور تم پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی ضرور تمہارے ساتھ

اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ
بھیج دیں گے (۱) تو جب ہم ایک خاص مدت کے لئے جس تک وہ پہنچنے والے تھے، ان سے

بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ
عذاب دور کر دیتے تو وہ فوراً عہد کو توڑ دیتے (آخرکار) ہم نے ان سے بدلہ لیا کہ ان کو دریا میں

فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا
غرق کر دیا کیونکہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے اور ان سے بے پروائی

غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ
کرتے تھے (۲) اور ہم نے ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کئے جاتے تھے

مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ
اس سرزمین کی مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا جس میں ہم نے برکت دی تھی

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬
اور (اے پیغمبر!) بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کی وجہ سے تمہارے پروردگار کا

بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ
نیک وعدہ پورا ہو گیا اور فرعون اور اس کی قوم جو کچھ بناتے تھے اور جو کچھ اونچی اونچی

قَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيٓ
عمارتیں تعمیر کرتے تھے ان سب کو ہم نے تباہ و برباد کر دیا (۳) اور ہم نے بنی

اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى
اسرائیل کو دریا کے پار اتار دیا تو وہ ایسے لوگوں پر سے گزرے جو (پرستش کے لئے) اپنے

(۱) قبطیوں کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تھی۔ انھوں نے الٰہی نشانات دیکھ کر کہا کہ موسیٰ! چاہے کیسا ہی جادو تم ہم پر چلاؤ، ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے" اس گستاخانہ جواب پر اللہ تعالےٰ نے ان کو کئی قسم کے عذاب میں مبتلا کیا۔
ابن جریر نے سعید بن جُبیرؒ کی روایت لکھی ہے کہ جب فرعون نے بنی اسرائیل کی آزادی کے بارے میں حضرت موسیٰؑ کا مطالبہ منظور نہیں کیا تو اللہ تعالےٰ نے فرعون کی قوم پر بارش کا طوفان بھیجا جس سے کھیتوں اور باغوں کے تباہ ہونے کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ قبطی گھبرائے ہوئے حضرت موسیٰؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کی کہ رسول ہونے کی حیثیت سے تم ہمارے لئے دعا کرو۔ اگر یہ مصیبت ہم پر سے ٹل گئی تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ چھوڑ دیں گے۔ غرض حضرت موسیٰؑ کی دعا سے طوفان ٹل گیا۔ کھیتیاں سرسبز اور شاداب ہو گئیں، غلہ اور پھل خوب پیدا ہوئے خوش حالی میں مست ہو کر قبطی اپنا وعدہ بھول بیٹھے تو اللہ تعالےٰ نے تیار فصلوں پر ٹڈی دل بھیج دیا۔ قبطی پھر دوڑے ہوئے حضرت موسیٰؑ کے پاس گئے۔ بنی اسرائیل کی آزادی کا پکا وعدہ کیا اور دعا کی درخواست کی لیکن مصیبت دور ہونے کے بعد قبطیوں نے گھروں میں غلہ خوب بھر لیا اور بے فکر ہو کر بیٹھ گئے۔ پھر ان پر قُمّل کا عذاب آیا یعنی غلہ میں گھن لگ گیا بعض مفسرین کہتے ہیں کہ بدن اور کپڑوں میں چیچڑیاں اور جوئیں پڑ گئیں جن سے لوگ سخت پریشان ہوئے۔ پھر مینڈکوں کا عذاب آیا کہ بڑی کثرت سے مینڈک پیدا ہو گئے جن سے قبطیوں کو سخت تکلیف ہوئی۔ پھر خون کا عذاب نازل ہوا کہ قبطی جہاں پانی کو ہاتھ لگاتے وہ خون بن جاتا۔ غرض کئی بار قبطیوں پر عذاب آیا لیکن وہ برابر تکبر اور نافرمانی کرتے رہے اور انھوں نے حضرت موسیٰؑ سے وعدہ پورا نہ کیا"۔

(۲) یعنی قبطیوں پر مختلف قسم کی مصیبتیں آتی رہیں اور وہ برابر عہد و پیمان توڑتے رہے اور نافرمانیاں کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی تباہی کا وقت آ گیا جو علم الٰہی میں مقرر ہو چکا تھا چنانچہ اللہ تعالےٰ کی نشانیوں کو جھٹلانے اور ان سے غفلت برتنے کی پاداش میں وہ لوگ دریا میں غرق کر دیئے گئے۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ فرماتے ہیں:۔

"یہ سب بلائیں اتر آئیں ایک ایک ہفتہ کے فرق سے۔ اول حضرت موسیٰؑ فرعون کو کہہ آتے کہ اللہ تم پر یہ بلا بھیجے گا۔ وہی بلا آتی پھر مضطر ہوتے۔ حضرت موسیٰؑ کی خوشامد کرتے۔ ان کی دعا سے رفع ہوتی، پھر منکر ہو جاتے۔ آخر کو وبا پڑی۔ نصف شب کو سارے شہر میں ہر شخص کا بیٹا مر گیا۔ وہ لگے مُردوں کے غم میں۔ حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کو لے کر شہر سے نکل گئے۔ پھر کئی روز کے بعد فرعون پیچھے لگا۔ دریائے قلزم پر جا پکڑا۔ وہاں یہ قوم سلامت گزر گئی اور فرعون ساری فوج سمیت غرق ہوا۔"

(۳) اس آیت میں حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی کشمکش کے نتیجہ کو ظاہر فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو برکت والی زمین یعنی شام کا مالک بنا دیا، اگرچہ قبطیوں نے ان کو غلام بنا رکھا تھا چونکہ بنی اسرائیل نے مصیبتوں پر صبر کیا اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان سے نصرت اور کامیابی کا جو وعدہ کیا تھا، اس کو پورا کیا اور فرعون نے جو شان و شوکت کی نمائش کی تھی اور جو عالی شان محل بنائے تھے، ان سب کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ واضح ہو کہ اس آیت میں مسلمانوں کے لئے تسلی تھی کہ ان میں اور قریش کے مغرور سرداروں میں جو کشمکش تھی اس کا نتیجہ بھی اسی اصول کے مطابق نکلے گا۔ نیز اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر زمانے میں اسی اصول کے مطابق فیصلہ ہوتا ہے۔ اگر مسلمان حق پر جمے رہیں اور مصیبتوں پر صبر کرتے رہیں تو آخرکار وہی کامیاب ہوں گے

أَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوا يَا مُوسَى اجْعَل لَّنَا إِلَٰهًا كَمَا

بتوں پر جمے بیٹھے تھے (ان کو دیکھ کر بنی اسرائیل) کہنے لگے کہ اے موسیٰ جیسے ان لوگوں کے پاس بت ہیں ایسا ہی ایک بت

لَهُمْ آلِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿١٣٨﴾ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ

ہمارے لئے بھی تیار کر دو تو موسیٰ نے کہا بیشک تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو (دیکھو) یہ لوگ

مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيهِ وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٣٩﴾

جس کام میں لگے ہوئے ہیں وہ برباد ہونے والا ہے اور جو عمل یہ کر رہے ہیں وہ سب باطل (و بے بنیاد) ہے

قَالَ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِيكُمْ إِلَٰهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ

(اور یہ بھی) کہا کہ کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود تمہارے لئے تلاش کروں حالانکہ اس نے تم کو سارے جہان والوں

عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿١٤٠﴾ وَإِذْ أَنجَيْنَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ

پر فضیلت بخشی (۱) اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب کہ ہم نے تم کو فرعون کی قوم سے نجات

يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ ۖ يُقَتِّلُونَ أَبْنَاءَكُمْ

دی کہ وہ لوگ تم کو بڑی تکلیفیں پہنچاتے تھے تمہارے بیٹوں کو قتل کر ڈالتے تھے

وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ

اور تمہاری بیٹیوں کو (اپنی خدمت کے لئے) زندہ رکھتے تھے اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف

مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿١٤١﴾ ع وَوَاعَدْنَا مُوسَىٰ ثَلَاثِينَ

سے بڑی آزمائش تھی (۲) اور ہم نے موسیٰ سے تیس

لَيْلَةً وَأَتْمَمْنَاهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ

راتوں کا وعدہ کیا اور دس راتیں اور ملا کر ان کی تکمیل کر دی تو (اس طرح) ان کے پروردگار کی چالیس راتوں

لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي

کی میعاد پوری ہو گئی اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ تم میری قوم میں میرے جانشین

(۱) اس آیت میں بنی اسرائیل کے شوق بت پرستی کا ذکر فرمایا ہے۔ بات یہ ہے کہ بنی اسرائیل قبطیوں کی غلامی میں رہتے رہتے بت پرستی کے خوگر ہو گئے تھے۔ چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام ان کو لے کر مصر سے نکلے اور بحر قلزم پار کر کے عرب کے شمال مغربی حصے میں پہنچے تو وہاں لخمی یا کنعانی قبیلوں کو انھوں نے بت پرستی کرتے دیکھا تو ان کے منہ میں پانی بھر آیا اور انھوں نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایش کی کہ جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں، ایسے ہی معبود ہمارے لئے بھی بنا دو۔

حضرت موسیٰؑ کو اس بیہودہ فرمایش پر سخت غصہ آیا اور فرمایا کہ تم لوگ بڑے ہی جاہل ہو۔ حق تعالیٰ کی عظمت اور توحید کی سچائی کو نہیں سمجھتے اور خود ساختہ بتوں کی پرستش کی طرف رغبت ظاہر کرتے ہو۔ نادانو! اتنا نہیں سمجھتے کہ معبود بھی کوئی بنانے کی چیز ہے کہ میں تمہارے لئے بنا دوں۔ دیکھو! ان لوگوں نے جو معبود بنا رکھے ہیں اور جس بت پرستی میں یہ لوگ مشغول ہیں یہ سب کا سب تباہ و برباد ہو جائے گا اور ان کے اعمال رائیگاں جائیں گے ذرا سوچو تو کہ ایسے کاموں کی طرف رغبت کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو سارے جہان والوں پر فضیلت بخشی اور اشرف المخلوقات بنایا۔ اب اگر تم نے اس کے سوا کسی اور کے سامنے سر جھکایا تو یاد رکھو کہ تمہاری ساری فضیلت اور شرافت ختم ہو جائے گی۔ ع ۱۶ / ۱۲ / ۶

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو سمجھانے کے لئے حق تعالیٰ کے احسانات یاد دلائے اور فرمایا کہ اس نے تم کو سارے جہان والوں پر فضیلت بخشی اور بڑی بڑی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ تم کو سچائی کا راستہ دکھایا، فرعون اور اس کی قوم کے پنجے سے نجات دلائی۔ اس میں تمہارے لئے ایک طرح کی آزمایش ہے۔ اب اگر تم اللہ تعالیٰ کے احسانات کو فراموش کر کے اس سے بغاوت کرو گے تو یاد رکھو کہ تم آزمایش میں ناکام ثابت ہو گے۔

(۱) لکھا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے وعدہ فرمایا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو ہلاک کردے گا اور تمہیں ان کا جانشین بنادے گا تو اس وقت میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے پاس سے ایک کتاب لادوں گا جو تمہارے لئے دستور العمل ہوگی چنانچہ جب فرعون ہلاک ہوگیا اور بنی اسرائیل پھرتے پھراتے سینا کے میدان میں پہنچے تو حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے کتاب کی درخواست کی حکم ہوا کہ طور کے پہاڑ پر تیس دن اعتکاف کرو اور روزے رکھ کر ہماری عبادت میں مشغول رہو۔ اس کے بعد کتاب عنایت ہوگی ۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کو اپنا جانشین مقرر کرکے طور پر تشریف لے گئے اور تیس روزے رکھے۔ اخیر دن

منہ صاف کرنے کے لئے انھوں نے مسواک کی۔ فرشتوں نے کہا کہ موسیٰؑ! تمہارے منہ سے جو خوشبو آتی تھی وہ جاتی رہی۔ حق تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ دس روزے اور رکھو۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ طور پر پورے چالیس دن ٹھہرے اور روزے رکھ کر عبادت میں مشغول رہے۔ لکھا ہے کہ ذیقعدہ کے پورے مہینے اور ذی الحجہ کے پہلے دس روز میں حضرت موسیٰؑ نے اعتکاف فرمایا تھا۔

حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کی عادت سے واقف تھے۔ چنانچہ انھوں نے حضرت ہارونؑ کو سخت تاکید فرمائی کہ اگر یہ لوگ کچھ خرابی پیدا کریں تو تم فساد کرنے والوں کا ساتھ نہ دینا اور حالات کو درست رکھنا۔

چنانچہ حضرت موسیٰؑ کا گمان صحیح نکلا اور بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پوجا شروع کردی حضرت ہارونؑ نے لاکھ منع کیا۔ لیکن انھوں نے ایک نہ سنی۔

(۲) چالیس روز کی مقررہ مدت پوری ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک خصوصی اور امتیازی رنگ میں بلا واسطہ اپنے کلام سے سرفراز فرمایا۔ کلام کی لذت نے دیدار کا ولولہ پیدا کیا اور حضرت موسیٰؑ نے عالم ذوق وشوق میں بے ساختہ درخواست کی کہ پروردگار! اپنا جمال جہاں آرا مجھے دکھا دیجئے۔ جواب میں ارشاد ہوا کہ موسیٰؑ! تم اس مادی حالت میں رہ کر مجھے بے حجاب نہیں دیکھ سکتے۔ یہ مادی کثافتیں میرے بے حجاب ظہور کی تاب نہیں لاسکتیں۔ اچھا! ذرا پہاڑ کی طرف دیکھو۔ اگر وہ تاب لاسکا تو سمجھو کہ تم بھی برداشت کرسکو گے۔ چنانچہ جب حق تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا اور حضرت موسیٰؑ بے ہوش ہوکر گر پڑے۔

جب ہوش آیا تو عرض کیا کہ پروردگار! تو ہر عیب سے پاک ہے۔ یہ میری ہی نظر کی کوتاہی ہے کہ میں تجھے نہیں دیکھ سکتا۔ میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے اپنی نارسائی کو نہیں سمجھا اور دیدار کا طالب ہوا میں اس والہانہ درخواست سے توبہ کرکے اعلان کرتا ہوں کہ اپنے زمانے کے لوگوں میں سب سے پہلے میں تیری عظمت وجلال پر یقین رکھتا ہوں اور پہلا وہ شخص ہوں جس پر یہ حقیقت علانیہ طور پر منکشف ہوئی کہ یہ مادی

قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۴۲﴾
بن کر رہو اور ان کی اصلاح کرتے رہنا اور فساد کرنے والوں کے راستہ پر نہ چلنا (۱)
وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ
اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر (کوہ طور پر) حاضر ہوئے اور ان کے پروردگار نے ان سے کلام کیا تو موسیٰ نے عرض کیا کہ اے میرے
رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰكِنِ
پروردگار! اپنا دیدار مجھ کو دکھلادے کہ میں تجھ کو ایک نظر دیکھ لوں فرمایا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکو گے مگر ہاں (اگر ایسا ہی شوق ہے تو)
انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ
اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر یہ (حق کی تجلی کی تاب لایا اور) اپنی جگہ قائم رہا تو تم بھی مجھے
تَرٰىنِیْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ
دیکھ سکو گے پھر جب ان کے پروردگار نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو تجلی نے پہاڑ کو ریزہ ریزہ کردیا اور
مُوْسٰی صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ
موسیٰ بے ہوش ہوکر گر پڑے جب ہوش آیا تو عرض کیا (اے پروردگار!) تیری ذات پاک ہے میں تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں
اِلَیْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۴۳﴾ قَالَ یٰمُوْسٰٓی اِنِّی
اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں (۲) ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ! میں نے
اصْطَفَیْتُكَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِكَلَامِیْ ۫ۖ
تم کو اپنی پیغمبری اور ہم کلامی سے (دوسرے) لوگوں پر امتیاز بخشا
فَخُذْ مَآ اٰتَیْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ
پس جو کچھ میں نے تم کو دیا ہے اس کو لے لو اور میرا شکر بجا لاؤ (۳) اور ہم نے موسیٰ
فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِیْلًا
کے لئے (تورات کی) تختیوں میں ہر طرح کی نصیحت اور ہر (ضروری) چیز کی

آنکھیں تیری بے حجاب تجلی کو برداشت نہیں کرسکتیں۔ واضح ہو کہ اہل سنت وجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ آخرت میں ایمان والے حق تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے۔

(۳) حضرت موسیٰؑ کی تسلی اور ان کے بلند مرتبہ کے ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ دیکھو! میں نے تم کو یہ بلند مرتبہ عطا فرمایا کہ اس زمانے کے لوگوں میں سے تم کو پیغمبری کے لئے منتخب کیا اور ایک امتیازی رنگ میں تم کو ہم کلامی کا شرف بخشا۔ لہٰذا جو احکام میں نے تم کو دیئے ہیں ان کو خوب مضبوط پکڑو اور ان احسانات پر میرا شکر بجالاؤ۔

لِكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا

تفصیل لکھ دی پھر فرمایا کہ ان کو قوت سے پکڑے ہوا اور اپنی قوم کو حکم دو کہ ان کے پسندیدہ احکام

بِأَحْسَنِهَا ۚ سَأُورِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ ﴿١٤٥﴾ سَأَصْرِفُ

پر کاربند رہے عنقریب میں نافرمانوں کی جگہ تمھیں دکھلا دوں گا (۱) جو لوگ زمین میں

عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط

ناحق سرکشی اور غرور کرتے ہیں ان کو اپنی نشانیوں سے پھیر دوں گا

وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا ج وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ

اور اگر یہ سب نشانیاں بھی دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کی (سیدھی) راہ

الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ج وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ

سامنے دیکھیں تو کبھی اسے راستہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کی راہ دیکھیں تو

يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا

اسے راستہ بنالیں اس کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے

عَنْهَا غَافِلِينَ ﴿١٤٦﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ

غافل رہے (۲) اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کے

الْآخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۚ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا

پیش آنے کو جھٹلایا ان کے اعمال ضائع ہوجائیں گے (یاد رکھو) وہ جیسے عمل کرتے ہیں ویسا ہی

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٤٧﴾ ع وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِن بَعْدِهِ

ان کو بدلا ملے گا (۳) اور موسیٰ کی قوم نے ان کے (کوہ طور پر جانے کے) بعد

مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ ۚ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ

اپنے زیور سے ایک بچھڑا بنایا کہ وہ ایک جسم تھا جس میں سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی کیا ان لوگوں نے یہ بات بھی نہیں دیکھی

(۱) پھر فرمایا کہ ہم نے موسیٰؑ کو جو تختیاں دی تھیں ان میں ہر طرح کی نصیحت اور ہر ضروری بات کی تفصیل تھی اور موسیٰؑ کو حکم دیا تھا کہ ان تختیوں کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو اور اپنی قوم کو تاکید کرو کہ وہ بھی ان احکام کی پوری پوری حفاظت کرے اور سنجیدگی کے ساتھ ان پر عمل کرے۔ پھر بنی اسرائیل سے خطاب کرکے فرمایا کہ اگر تم نے سنجیدگی کے ساتھ شریعت کے احکام کی پابندی کی تو بہت جلد میں تم کو نافرمانوں کا گھر دکھا دوں گا یعنی ملک شام سے نافرمانوں کو نکال کر تم کو اس ملک کا مالک بنا دوں گا۔ بعض مفسرین کے نزدیک نافرمانوں کے گھر سے دوزخ مراد ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تم شریعت کے احکام کی پابندی نہ کروگے تو دوزخ میں جاؤگے جو نافرمانوں کا گھر ہے۔

(۲) یعنی جو لوگ غفلت کے نشہ میں مست ہوکر پیغمبر کے مقابلہ میں ناحق تکبر کرتے اور سرکشی دکھاتے ہیں ان کا دل سخت ہوجاتا ہے ان کی فطرت مسخ ہوجاتی ہے اور ان میں حق کے قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رہتی۔ ان کا حال یہ ہوجاتا ہے کہ وہ سچائی کی نشانی کو نہیں دیکھتے اور نہ اس سے اثر لیتے ہیں۔ اگر ان کو نیکی اور ہدایت کا راستہ بتایا جاتا ہے تو اس پر ان کے قدم نہیں اٹھتے لیکن گمراہی اور بدعملی کے راستہ پر خوب دوڑتے ہیں۔

(۳) یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو جھٹلایا اور آخرت کی زندگی سے انکار کیا، وہ اس بات پر مغرور نہ ہوں کہ انھوں نے کچھ نہ کچھ نیکیاں تو کی ہیں، ان کا اچھا بدلہ تو ان کو ضرور ملے گا۔ اول تو یہ کہ جب آخرت کی زندگی کا سرے سے انکار ہی ہے تو پھر نیکیوں کے بدلے کا سوال ہی کب پیدا ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جب وہ شرک اور کفر میں مبتلا رہے تو انھوں نے نیکی کی بنیاد ہی قائم نہیں کی۔ اب چھوٹی موٹی نیکیاں بے بنیاد کیسے ٹھیر سکتی ہیں لہٰذا وہ سب اکارت ہوجائیں گی منکروں کی نیکیوں کا اس طرح اکارت جانا خود ان کی بدعملیوں کی پاداش میں ہوگا۔ اس معاملہ میں ان کو کسی سے شکایت نہیں ہونی چاہیئے، کیونکہ انھوں نے خود ہی اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا۔

ع ۱۷ ۶

لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا م اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا

کہ وہ نہ تو ان سے بات کرتا ہے اور نہ ان کو کوئی راستہ بتاتا ہے اس کو انھوں نے (معبود) بنا لیا اور وہ (اپنے حق میں)

ظٰلِمِيْنَ ﴿١٤٨﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ

ظلم کرنے والے تھے (۱) اور جب وہ نادم ہوئے (اور ندامت سے ہاتھ ملنے لگے) اور انھوں نے دیکھ لیا کہ

قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا

واقعی وہ گمراہی میں پڑ گئے تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا پروردگار ہم پر رحم نہیں کرے اور ہم کو نہ بخشے

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿١٤٩﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى

تو بیشک ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے (۲) اور جب موسیٰ (کوہ طور سے) اپنی قوم کے پاس

قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ

غصے میں بھرے ہوئے (اور) افسوس کرتے ہوئے لوٹے تو لوگوں سے کہا کہ میرے بعد تم نے بہت بری

مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ

جانشینی کی کیا تم لوگ اپنے پروردگار کا حکم آنے سے پہلے ہی جلدی کر بیٹھے اور موسیٰ نے (تورات) کی تختیاں ڈال دیں

وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ۭ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ

اور اپنے بھائی (ہارون) کے سر (کے بالوں) کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے ہارون نے کہا کہ اے ماں جائے (بھائی)

الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ڮ فَلَا

قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھ کو قتل کر ڈالتے پس

تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَاۗءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ

مجھ پر دشمنوں کو نہ ہنساؤ اور مجھے ان ظالموں کے ساتھ

الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٥٠﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا

شمار نہ کرو موسیٰ نے دعا کی کہ اے پروردگار! مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما اور ہم دونوں کو

(۱) بنی اسرائیل قبطیوں کے ساتھ رہ کر بت پرستی کے اتنے خوگر ہو گئے تھے کہ رہ رہ کر انھیں اس کا شوق ہوتا تھا۔ چنانچہ جب موسیٰ چالیس دن کے لئے ان سے الگ ہوئے تو انھوں نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔

لکھا ہے کہ سامری نام کے ایک شخص نے زیورات کو گلا کر گائے کے بچھڑے کا ڈھانچہ بنا کر کھڑا کر دیا جس میں سے بچھڑے کی سی آواز بھی نکلتی تھی۔ بنی اسرائیل نے اس کی پوجا شروع کر دی۔ (یہ واقعہ سورہ طٰہٰ میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے)

اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کی اس مشرکانہ حرکت پر فرمایا کہ سامری کے بنائے ہوئے ایک ڈھانچہ کو خدا سمجھ بیٹھے۔ خدا تو کلام کرتا ہے اور اس کے کلام میں لوگوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی ہوتی ہے۔ ان احمقوں نے یہ نہ سوچا کہ بچھڑے کی آواز بالکل بے معنیٰ ہے جو نہ تو کلام ہی ہے اور نہ اس سے کسی طرح کی رہنمائی ہوتی ہے۔ بہر حال بنی اسرائیل نے کچھ نہیں سوچا اور بچھڑے کی پوجا کر کے اپنے نفسوں پر بڑا ظلم کیا۔

(۲) بنی اسرائیل اپنی بے عقلی سے بچھڑے کی پوجا تو کر بیٹھے لیکن حضرت موسیٰ کی تنبیہ کے بعد جب باطل کا جوش ٹھنڈا ہوا، ہوش ٹھکانے لگے اور گمراہی واضح ہوئی تو اپنی اس حرکت پر بڑے شرمندہ ہوئے اور مارے افسوس کے ہاتھ کاٹنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ اگر پروردگار ہم پر رحم نہ کرے اور ہماری بخشش نہ فرمائے تو یقیناً ہم نقصان میں پڑ جائیں گے۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے طور کے پہاڑ ہی پر حضرت موسیٰؑ کو قوم کی گمراہی سے واقف کر دیا تھا چنانچہ حضرت موسیٰؑ غصہ میں بھرے ہوئے اور قوم کی جہالت پر افسوس کرتے ہوئے لوٹے اور لوگوں سے کہا کہ میرے پیچھے تم نے میری جانشینی بڑے غلط طریقے پر کی میں نے خاص توحید کا سبق تم کو پڑھایا تھا لیکن اتنی جلدی تم اس کو بھلا بیٹھے اور شرک میں مبتلا ہو گئے۔ میں تو صرف چالیس دن کے لئے گیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے احکام لینے گیا تھا۔ تم نے بڑی جلدی مچائی۔ میری واپسی کا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کا انتظار نہیں کیا۔ واضح ہو کہ ایک پیغمبر کی حیثیت سے اس وقت حضرت موسیٰؑ کے دل میں توحید کی حفاظت اور دین کی حمایت کا جذبہ ابل رہا تھا۔ مشرکوں پر غصہ کے ساتھ ساتھ ان کو حضرت ہارونؑ کے بارے میں یہ گمان ہوا کہ شاید انہوں نے جانشینی میں کوتاہی کی اور مشرکوں کو پوری قوت کے ساتھ نہیں روکا۔

فِي رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿١٥١﴾ إِنَّ الَّذِينَ

اپنی رحمت میں داخل فرما اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے (۱) جن لوگوں نے

اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ

بچھڑے کو (معبود) بنایا ان پر ان کے پروردگار کا غضب آئے گا اور دنیا کی

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿١٥٢﴾

زندگی میں ذلت (نصیب ہوگی) اور ہم افترا کرنے والوں کو اسی طرح بدلا دیا کرتے ہیں

وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا وَآمَنُوا

اور جن لوگوں نے برے کام کئے پھر اس کے بعد توبہ کی اور ایمان لائے

إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٥٣﴾ وَلَمَّا سَكَتَ

تو بلاشبہ تمہارا پروردگار توبہ کے بعد عفو (بخشنے والا اور) مہربان ہے (۲) اور جب

عَن مُّوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ ۖ وَفِي نُسْخَتِهَا

موسیٰ کا غصہ تھم گیا تو انہوں نے (تورات کی) تختیاں اٹھالیں اور جو کچھ ان میں لکھا ہوا تھا

هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ﴿١٥٤﴾

اس میں ان لوگوں کے لئے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ہدایت اور رحمت تھی (۳)

وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا ۖ

اور موسیٰ نے اس وقت پر جو ہم نے مقرر کیا تھا اپنی قوم کے ستر آدمیوں کو منتخب (کرکے کوہ طور پر حاضر) کیا

فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ

جب ان کو زلزلے نے آپکڑا تو موسیٰ نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! اگر تو چاہتا تو ان کو

أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِيَّايَ ۖ أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ

اور مجھ کو پہلے ہی ہلاک کر دیتا (مگر تو نے اپنے فضل سے ہمیں مہلت دی) پھر کیا اس فعل کی سزا میں جو ہم میں سے چند

ع ۱۸

چنانچہ دینی غیرت کے جوش سے بے قابو ہو کر انہوں نے وہ تختیاں جن پر تورات لکھی ہوئی تھی ایک طرف کو ڈال دیں اور حضرت ہارون کے سر کے بال پکڑ کر ان کو کھینچنے لگے۔

حضرت ہارونؑ نے اپنا عذر پیش کیا کہ بھائی! میں نے مقدور بھر کوشش کر کے ان ظالموں کو روکنا چاہا لیکن ان سرکشوں نے میری ایک نہ سنی مجھے کمزور سمجھا اور الٹے مجھے قتل کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ بھائی! تم میرے ساتھ ایسا سلوک نہ کرو جس کو دیکھ کر میرے دشمن مجھ پر ہنسیں اور مجھ کو ان ظالموں میں شامل مت کرو۔ میں ان سے اور ان کے کام سے بالکل بری ہوں۔

یہ معقول عذر سن کر حضرت موسیٰؑ کا غصہ ٹھنڈا ہوا وہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا کہ پروردگار! اس معاملہ میں مجھ سے اور میرے بھائی سے جو لغزش ہوئی ہو، اسے معاف کر دے اور ہم کو اپنی رحمت کے سایہ میں داخل فرما۔ کیونکہ تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

(۲) یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا کہ جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا کی اور شرک میں مبتلا ہوئے وہ غضب الٰہی میں آئیں گے یعنی قتل کئے جائیں گے اور دنیا میں ذلت و رسوائی اٹھانا پڑے گی۔

پھر فرمایا کہ یاد رکھو! جس طرح ہم نے بچھڑا پوجنے والوں کو سزا دی، اسی طرح ہم ان سب لوگوں کو سزا دیتے ہیں جو جھوٹی باتیں گھڑ لیتے ہیں اور شرک، ظلم اور برائی کو حق بتاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بندوں کی تسلی کے لئے فرمایا کہ غضب اور ذلت سے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ شرک اور دوسرے گناہوں سے توبہ کریں اور ایمان لا کر فرماں بردار بندے بن جائیں۔ جو بندے سچائی اور خلوص سے توبہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرماتا ہے کیونکہ وہ غفور رحیم ہے۔ اس کی بخشش اور رحمت کے دروازے توبہ کرنے والوں کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔

(۳) جب حضرت موسیٰؑ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو انہوں نے تختیوں کو اٹھا لیا اور ان کو سنبھال کر رکھا۔ ان تختیوں پر جو احکام لکھے ہوئے تھے ان سے زندگی میں لوگوں کو ہدایت اور رہنمائی ہوتی تھی اور ان پر عمل کرنے سے لوگ رحمت الٰہی کے مستحق ٹھیرتے تھے۔ لیکن ان احکام سے وہی لوگ فائدہ حاصل کر سکتے تھے جن کے دل اپنے پروردگار کے ڈر سے بھرے ہوئے تھے اور جو یہ سمجھتے تھے کہ ان کو ایک دن اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہونا ہے اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔

السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا

احمق لوگوں نے کیا ہے تو ہمیں ہلاک کر دے گا؟ یہ واقعہ محض تیری طرف سے ایک آزمائش ہے تو جس کو چاہے اس (آزمائش)

مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ

میں گمراہ کرے اور جس کو چاہے ہدایت دے تو ہی ہمارا کارساز ہے پس ہمارے قصور

لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ (۱۵۵) وَاكْتُبْ لَنَا

معاف کر اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے اور (اے پروردگار!) ہمارے

فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ

لئے اس دنیا میں بھی بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی، ہم تیری طرف رجوع

اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَ

ہوتے ہیں (۱) (اللہ نے) فرمایا کہ جو میرا عذاب ہے اسے تو جس پر چاہتا ہوں نازل کرتا ہوں اور جو

رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ

میری رحمت ہے وہ سب پر چھائی ہوئی ہے پس میں ان لوگوں کے لئے رحمت لکھ دوں گا

يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا

جو پرہیزگاری کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر

يُؤْمِنُوْنَ (۱۵۶) ۚ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ

ایمان رکھتے ہیں (۲) وہ لوگ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو نبی

الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي

امی ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور

التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۫ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ

انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ (نبی امی) انھیں نیک کام کرنے کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے

(۱) جب حضرت موسیٰؑ نے کتاب الٰہی یعنی تورات کو بنی اسرائیل کے سامنے پیش کیا اور ان سے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کا کلام ہے، تو ان میں سے بعض گستاخوں نے موسیٰؑ کی سچائی میں شک کیا اور گستاخانہ انداز میں ان سے کہا کہ جب تک ہم خود اللہ کا کلام نہ سن لیں اس وقت تک ہم تم پر یقین نہیں کر سکتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے موسیٰؑ نے قوم میں سے ستر سرداروں کو چنا اور ان کو لے کر کوہ طور پر تشریف لے گئے۔ وہاں حق تعالیٰ نے موسیٰؑ سے کلام فرمایا جس کو سرداروں نے سنا لیکن بدبختوں نے پھر شرارت کی اور کہا کہ موسیٰؑ! پردے کے پیچھے سے کلام سننے کا کیا اعتبار؛ جب تک خدا کو علانیہ نہ دیکھ لیں اس وقت تک ہم تم پر یقین نہیں کر سکتے" اس گمراہی کی پاداش میں عذاب الٰہی نے ان کو گھیر لیا۔ زمین میں زلزلہ آیا اور اوپر سے بجلی کی کڑک ہوئی، سب کے سب دہشت سے مر گئے۔

یہ حال دیکھ کر حضرت موسیٰؑ گھبرا گئے اور خیال کیا کہ بنی اسرائیل اور بھی بدگمان ہو جائیں گے۔ بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ پروردگار! ہم تیرے عاجز بندے ہیں۔ اگر تو چاہتا تو مجھ کو اور ان سب کو یہاں بلانے سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا اب جب کہ تو نے ہم کو یہاں بلایا ہے تو چند نادانوں کی غلطی کی وجہ سے ہم کو ہلاک مت کر۔ مجھے یقین ہے کہ اس واقعہ سے ہماری آزمائش مقصود ہے۔ ایسی سخت آزمائش میں ثابت قدم رکھنا یا نہ رکھنا بھی تیرے ہی اختیار میں ہے۔ اس خطرناک موقع پر ہماری دستگیری فرما، کیونکہ تو ہی ہمارا مددگار اور کارساز ہے۔ نیز ہم پر رحم فرما اور ہماری لغزشوں کو بخش دے، تو سب سے بہتر بخشش کرنے والا ہے۔ اور پروردگار! اب ہم تیری طرف رجوع ہوتے ہیں، تو دنیا اور آخرت دونوں میں ہمارے لئے بھلائیاں لکھ دے

(۲) حضرت موسیٰؑ کو جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ اصول واضح فرمایا کہ کائنات میں اس کی رحمت کارفرما ہے نہ کہ عذاب۔ کیونکہ اس کی رحمت وسیع ہے اور عذاب کا تعلق خاص خاص حالات سے ہے جو وقتی ہوتے ہیں۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کائنات کے ذرہ ذرہ کو گھیرے ہوئے ہے لیکن اس نے اپنی رحمت خاص طور پر ان بندوں کے لئے لکھ دی ہے جو اس سے ڈرتے ہیں، پرہیزگاری کرتے ہیں اپنے مال سے اللہ کے بندوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور اس کی نشانیوں کو مانتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں "شاید حضرت موسیٰؑ نے اپنی امت کے حق میں دنیا و آخرت کی نیکی جو مانگی، مراد یہ تھی کہ سب امتوں پر مقدم رہیں دنیا اور آخرت میں۔ فرمایا کہ میرا عذاب اور رحمت کسی فرقے پر مخصوص نہیں۔ سو عذاب تو اسی پر ہے جس کو اللہ چاہے اور رحمت سب کو شامل ہے۔ لیکن وہ رحمت خاص لکھی ہے ان کے نصیب میں جو اللہ کی ساری باتیں یقین کریں گے یعنی آخری امت کہ سب کتابوں پر ایمان لاویں گے۔ سو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں جو کوئی آخری کتاب پر یقین لاوے، وہ پہنچے اس نعمت کو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا ان کو لگی۔"

عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ
روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو ان کے لئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام

الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ
ٹھیراتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور پھندے تھے ان سب کو ان سے

عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ
اتار دیتے ہیں تو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی حمایت کی اور ان کی مدد کی

وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ
اور جو نور (ہدایت یعنی قرآن) ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے اس کی پیروی کی تو وہی کامیاب

الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ
ہونے والے ہیں (۱) (اے محمد!) تم کہدو کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا

اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ
بھیجا ہوا پیغمبر ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ
اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے تو تم اللہ پر ایمان لاؤ اور

رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ
اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ کہ وہ بھی اللہ پر اور اس کے تمام کلمات پر ایمان رکھتے ہیں

وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى
اور ان کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ (۲) اور موسیٰ کی قوم میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں

اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ وَقَطَّعْنٰهُمُ
جو (لوگوں کو) سچائی کا راستہ بتاتے ہیں اور اسی کے مطابق انصاف کرتے ہیں (۳) اور ہم نے بنی اسرائیل کو

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے اہل کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ جب کہ پیغمبر آخر الزماں کا ظہور ہو چکا ہے اور سارے انسانوں کے لئے اللہ کی رحمت اور بخشش کا دروازہ کھل گیا ہے تو اب اس کی خاص رحمت کے سزاوار وہی لوگ ہیں جو اس کی سب سے بڑی سچائی اور نشانی کو مانتے ہیں یعنی آپ پر اور آپ کی لائی ہوئی کتاب پر ایمان لاتے ہیں، آپ کی اطاعت و فرماں برداری کرتے ہیں اور آپ کی پیروی میں پرہیزگارانہ زندگی گزارتے ہیں۔ واضح ہو کہ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی (۹) صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) آپ رسول ہیں یعنی آپ پر کتاب بھی نازل ہوئی ہے (۲) آپ نبی ہیں (۳) آپ اُمّی ہیں یعنی آپ نے کسی استاد کے سامنے زانوے ادب تہ نہیں کیا ہے اور ظاہری تعلیم و تربیت کا آپ پر سایہ بھی نہیں پڑا ہے۔ جو کچھ ہے سرچشمۂ وحی کا فیضان ہے۔ اس لئے اُمّی ہونا آپ کے لئے مایۂ صد افتخار ہے۔ (۴) آپ کی نشانیاں اور صفات تورات اور انجیل میں لکھی ہوئی ہیں۔ (۵) آپ اچھے اور نیک کاموں کے کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ (۶) برائیوں سے روکتے ہیں۔ (۷) پاکیزہ اور پسندیدہ چیزوں کے استعمال کی اجازت دیتے ہیں۔ (۸) ناپاک اور گندی چیزوں کے استعمال سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ (۹) اسلام سے پہلے ساری مذہبی دنیا بھاری بوجھ کے نیچے دبی ہوئی تھی۔ ناقابل فہم عقیدوں کا بوجھ، توہم پرستیوں کا انبار، مذہبی احکام کی بیجا سختیاں اور خود غرض پیشواؤں کی تقلید کی بیڑیاں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب کو بلکہ ساری مذہبی دنیا کو ان پابندیوں سے نجات دلائی، ساری انسانیت کو آپ کا شکر گزار ہونا چاہیئے

ع ۱۹
۹

(۲) اوپر کی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کئے تھے۔ اب اس آیت کے ذریعہ آپ کی عالمگیر رسالت کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ سے پہلے جتنے پیغمبر گزرے ان میں سے کسی کا کام بھی عالمگیر پیمانہ پر نہ تھا۔ یہ شرف اللہ تعالےٰ نے پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے مقدر فرمایا تھا چنانچہ اس آیت کے ذریعہ اس کا اعلان فرما دیا۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالےٰ کی فرماں روائی ساری کائنات پر ہے، اسی طرح آپ کی رسالت بھی عالمگیر ہے۔ اللہ تعالےٰ شہنشاہِ جہاں ہے اور محمدؐ رسولِ جہاں۔

یہ بات بڑی سیدھی اور واضح ہے کہ سارے انسانوں کے لئے نجات اور کامیابی کا راستہ یہی ہے کہ وہ اپنے مالک کو پہچانیں اور اس کے احکام کو مانیں۔ پھر بندوں کے لئے اپنے مالک کو پہچاننے اور اس کے احکام کو جاننے کا ذریعہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ رسول جہاں اور نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانیں اور ان کی پیروی کریں، کیونکہ آپ کا پیغام یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ پر ایمان لاؤ، اس کو سارے جہان کا مالک اور پروردگار سمجھو اور اسی کے احکام کے موافق زندگی گزارو۔ آپ کی سچائی کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ آپ خود بھی اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھتے ہیں، اس کی کتابوں کو مانتے ہیں اور اس کے احکام کے آگے سرنیاز خم کرتے ہیں۔

(۳) اوپر سے بنی اسرائیل کے تاریخی واقعات بیان کئے جا رہے تھے۔ بیچ میں حضرت موسیٰؑ کی دعا کی مناسبت سے آنحضرتؐ کے اوصاف اور آپ کی رسالت کا ذکر ہوا۔ اب پھر بنی اسرائیل کے واقعات کا ذکر شروع ہوتا ہے۔

اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۭ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى

بلحاظ قبائل (ہی) تقسیم کرکے ان کے بڑے بڑے گروہ بنا دیئے اور جب موسیٰ سے ان کی قوم کے لوگوں نے پینے کے لئے پانی مانگا

اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ

تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی اس پتھر پر مارو (لاٹھی کا مارنا تھا کہ)

فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ

اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے (چنانچہ) ہر گروہ نے

كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَ

اپنا اپنا گھاٹ معلوم کرلیا اور ہم نے بنی اسرائیل پر (تیہ کے میدان میں) ابر کا سایہ کیا اور

اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ

(غذا کے لئے) ان پر من وسلویٰ اتارا (اور اجازت دی کہ) جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں

مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

انہیں کھاؤ اور (نافرمانی کرکے) انھوں نے ہمارا تو کچھ نہیں بگاڑا خود اپنا ہی

يَظْلِمُوْنَ ۝ ۱۶۰ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ

نقصان کرلیا (۱) اور (وہ واقعہ یاد کرو) جب کہ بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ اس شہر میں جاکر آباد ہو جاؤ

وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ

اور اس میں جہاں چاہو کھاؤ (پیو) اور (زبان سے) حِطَّةٌ کہتے جاؤ اور شہر کے دروازے میں سجدہ کرتے

سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْۗـٰٔتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ۱۶۱

ہوئے داخل ہو (ایسا کروگے تو) ہم تمھارے قصور معاف کردیں گے اور نیکی کرنے والوں کو ہم اور زیادہ ثواب دیں گے

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ

مگر جو لوگ ان میں ظالم تھے انھوں نے اس لفظ کو جس کے کہنے کا ان کو حکم دیا گیا تھا بدل کر اس کی جگہ ایک اور لفظ کہنا

(بقیہ تفسیر صفحہ ۳۰۴) مطلب یہ ہے کہ اگرچہ بنی اسرائیل میں سے بہت سے لوگ سرکش اور نافرمان تھے لیکن ان میں سے کچھ اللہ کے بندے ایسے بھی تھے جنھوں نے سرکشی نہیں کی۔ توراۃ میں تحریف نہیں کی اور احکام کو نہیں بدلا، بلکہ حق پر قائم رہے، لوگوں کو حق کا راستہ دکھاتے رہے اور معاملات میں توراۃ کے احکام کے مطابق عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے کرتے رہے۔

لیکن ابن کثیر کی رائے ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو آنحضرتؐ کے زمانے میں تھے اور توراۃ کی صحیح تعلیم پر عمل پیرا تھے۔ پھر آپؐ کی دعوت پر لبیک کہا اور آپؐ پر ایمان لے آئے جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے۔ ہر ایک کی اولاد بڑھ کر ایک بڑا قبیلہ اور گروہ بن گئی تھی۔ اس طرح بنی اسرائیل کے کل بارہ قبیلے یا خاندان ہوگئے تھے۔

یہ واقعہ ریگستان سینا میں پیش آیا تھا۔ مقام رفیدیم پر پانی نہ ملا تو لوگوں نے موسیٰؑ سے شکایت کی۔ حضرت موسیٰؑ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ حکم ہوا کہ فلاں چٹان پر اپنی لاٹھی مارو۔ چٹان پر لاٹھی کا مارنا تھا کہ اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ ہر خاندان نے ایک ایک چشمہ اپنے لئے مقرر کرلیا۔

پھر چونکہ ریگستان کی جھلسا دینے والی دھوپ سے بچنے کا کوئی سامان نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک ابر چھایا رہتا تھا جس کے سایہ میں دھوپ سے محفوظ رہتے تھے اور کھانے کے لئے من اور سلویٰ اترتا تھا جس کو وہ بغیر محنت کے حاصل کرتے اور بے فکری سے کھاتے تھے لیکن انھوں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور حکم الٰہی کی نافرمانی کی۔ حکم تھا کہ روز کی غذا روز ختم کردی جائے اور اگلے روز کے لئے اٹھا نہ رکھی جائے۔ لیکن بنی اسرائیل نے نافرمانی کی اور من وسلویٰ جمع کرنے لگے۔ اس کے علاوہ یہ کہ ایک طرح کی غذا کھاتے کھاتے اکتا گئے اور پیاز، لہسن وغیرہ کی فرمائش کرنے لگے۔

(۱) یہ واقعہ حضرت موسیٰ ؑ کے بعد ان کے خلیفہ حضرت یوشع ؑ بن نون کے زمانے میں پیش آیا تھا۔ اس وقت بنی اسرائیل کو حکم ہوا تھا کہ ملکِ شام کے ایک خاص شہر یعنی اریحا کو، جو اس وقت عمالقہ کے قبضہ میں تھا، فتح کرلیں اور وہاں خوب آرام سے زندگی گزاریں۔
اور یہ بھی حکم دیا تھا کہ جب شہر فتح کرکے اس میں داخل ہونے لگیں تو اپنی فتح و کامرانی پر نہ اترائیں، بلکہ عجز و انکسار کے ساتھ گناہوں کی معافی مانگتے اور "حِطَّةٌ" (خدایا ہمارے گناہ جھڑ جائیں) کہتے ہوئے دروازے سے گزریں۔ ایسا کرنے سے ان کے گناہ معاف ہوں گے اور نیک اعمال کے بدلے میں نعمتیں اور زیادہ پائیں گے۔
لیکن بنی اسرائیل نے اس حکم کی نافرمانی کی اور عاجزی اور نیازمندی کی جگہ غرور اور سرکشی دکھانے لگے۔ حِطَّةٌ کی جگہ حِنْطَةٌ (گیہوں) کہتے ہوئے اور اظہار نیازمندی کی جگہ سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔ سرکشی اور نافرمانی کی پاداش میں شہر میں داخل ہوتے ہی ان میں طاعون پھوٹ پڑا اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ ہلاک ہوگئے۔

لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا
شروع کیا پس ہم نے ان لوگوں پر آسمان سے عذاب بھیجا اس وجہ سے کہ وہ
يَظْلِمُونَ ﴿۱۶۲﴾ وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ
ظلم کرتے تھے (۱) اور اے پیغمبر! تم یہودیوں سے اس بستی کے بارے میں پوچھو جو سمندر کے
حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ
کنارے واقع تھی جب کہ وہ ہفتے کے دن کے بارے میں حد سے نکل رہے تھے۔ جب
تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا
ہفتہ کا دن ہوتا تو مچھلیاں کثرت سے سامنے آجائیں اور جب ہفتہ نہ ہوتا
يَسْبِتُونَ ۙ لَا تَأْتِيهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ ۚ نَبْلُوهُم بِمَا
تو ان کے سامنے نہ آئیں اسی طرح ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا اس وجہ سے
كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿۱۶۳﴾ وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ
کہ وہ نافرمانی کرتے تھے (۲) اور وہ وقت یاد کرو جب اس بستی کے رہنے والوں میں سے ایک گروہ نے کہا کہ
تَعِظُونَ قَوْمًا ۙ اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ
تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ یا ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب میں
عَذَابًا شَدِيدًا ۖ قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ
مبتلا کرنے والا ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم اس لئے نصیحت کرتے ہیں کہ تمہارے پروردگار کے سامنے معذرت کرسکیں اور شاید یہ
يَتَّقُونَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنجَيْنَا الَّذِينَ
باز آجائیں (۳) پھر جب ان لوگوں نے وہ تمام نصیحتیں بھلا دیں جو انہیں کی گئی تھیں تو جو لوگ برائی سے منع کرتے تھے
يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا
ان کو تو ہم نے بچا لیا اور جو لوگ ظلم کرتے تھے انہیں ان کی نافرمانیوں کی

ع ۲۰/۱۰

(۲) یہ واقعہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں پیش آیا تھا جبکہ بنی اسرائیل ملکِ شام میں رہنے لگے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے لئے سَبْت یعنی سنیچر کا دن مقدس قرار دیا گیا تھا۔ ان کو حکم تھا کہ سنیچر کے دن دنیوی کچھ کام کاج نہ کریں اور مچھلیاں ہرگز نہ پکڑیں بلکہ سارا دن عبادت میں گزاریں۔ دریائے قلزم کے کنارے ایک گاؤں تھا جس کو ایلہ کہتے تھے۔ وہاں کے باشندے نہایت نافرمان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ایک آزمائش میں ڈالا سنیچر کے دن دریا کے کنارے بے انتہا مچھلیاں ابھر آتیں اور باقی دنوں میں ایک مچھلی بھی پانی پر نظر نہ آتی۔ لوگوں کا دل للچایا اور ان سے صبر نہ ہوسکا مچھلیاں پکڑنے کا ایک حیلہ نکالا۔ کنارے سے کچھ فاصلے پر چند گڑھے کھود دیئے اور نالیوں کے ذریعہ ان گڑھوں کو دریا سے ملا دیا۔ سنیچر کے دن مچھلیاں آتیں تو نالیوں میں تیرتی ہوئی گڑھوں میں جاگرتیں اور اتوار کے دن لوگ ان سب مچھلیوں کو پکڑ لیتے۔ غرض اس طرح شہر ایلہ کے باشندے نافرمانی میں مبتلا ہوگئے۔

مع

(۳) شہر میں کچھ نیک لوگ بھی تھے، انھوں نے شکاریوں کو منع کیا اور عذاب سے ڈرایا۔ مگر جب شکاریوں نے نہ مانا تو وہ چپ ہوگئے۔ لیکن کچھ اللہ کے بندے ایسے بھی تھے جو شکاریوں کو برابر منع کرتے رہے۔ غرض بستی میں تین جماعتیں ہوگئیں۔ دوسری جماعت کے لوگوں نے نصیحت کرنے والوں سے کہا کہ ان نافرمانوں کو نصیحت کرنے سے کیا فائدہ؟ یہ ماننے والے نہیں۔ یہ تو عذاب الٰہی سے تباہ ہوں گے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم ان نافرمانوں کو برابر منع کرتے رہیں گے، تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی ذمہ داری سے سُبک دوش ہوجائیں۔ دوسرے یہ کہ ممکن ہے کہ یہ لوگ کسی وقت سمجھ جائیں اور باز آجائیں۔
واضح ہو کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ گمراہوں کی ہدایت کی طرف سے چاہے کتنی ہی مایوسی ہو، لیکن اہلِ حق کا فرض ہے کہ نصیحت سے باز نہ رہیں۔

بِعَذَابٍۭ بَـِٔيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝١٦٥ فَلَمَّا

پاداش میں سخت عذاب میں مبتلا کر دیا پھر جب وہ

عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً

اس بات میں حد سے زیادہ سرکش ہو گئے جس سے انھیں روکا گیا تھا تو ہم نے انھیں حکم دیا کہ ذلیل بندر

خٰسِـِٔيْنَ ۝١٦٦ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ

بن جاؤ (۱) اور (اے پیغمبر وہ وقت یاد کرو) جبکہ تمہارے پروردگار نے (یہود کو) آگاہ کر دیا تھا کہ وہ ان پر

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ

قیامت کے دن تک ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا جو انھیں بڑی تکلیفیں دیتے رہیں گے

اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝١٦٧

بیشک تمہارا پروردگار جلد عذاب دینے والا ہے اور بلاشبہ وہ بخشنے والا اور مہربان (بھی) ہے (۲)

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو الگ الگ گروہ کرکے ملک میں منتشر کر دیا ان میں بعض تو نیک ہیں اور

مِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ

بعض اور طرح کے ہیں (یعنی بدکار ہیں) اور ہم نے انھیں اچھی اور بری دونوں طرح کی حالتوں میں ڈال کر آزمایا

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝١٦٨ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ

تاکہ (بدعملیوں سے) باز آجائیں (۳) لیکن ان کے بعد ایسے ناخلف ان کے جانشین ہوئے

وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ

جو کتاب (تورات) کے وارث بنے یہ بے تامل اس حقیر دنیا کا مال و متاع لے لیتے ہیں اور

يَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ

کہتے ہیں کہ ہم بخش دیے جائیں گے اور اگر ان کے پاس ویسا ہی مال آنے لگتا ہے تو

(۱) یعنی جب ان نافرمانوں نے نصیحت نہ سنی تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو نافرمانوں کو اس بُرے کام سے منع کرتے تھے اور ان ظالموں کو بڑے ذلت کے عذاب میں پکڑ لیا۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب لکھتے ہیں:- "منع کرنے والوں نے شکار کرنے والوں سے ملنا چھوڑ دیا اور بیچ میں دیوار اٹھائی۔ ایک دن صبح کو اٹھے، دوسروں کی آواز نہ سنی۔ دیوار سے دیکھا، ہر گھر میں بندر۔ وہ آدمی کو پہچان کر اپنے قرابت والوں کے پاؤں پر سر رکھنے لگے اور رونے لگے۔ آخر بُرے حال سے تین دن میں مر گئے۔"

(۲) اللہ تعالیٰ نے تورات میں صاف صاف اعلان فرما دیا تھا کہ اگر بنی اسرائیل نے تورات کے احکام پر عمل نہیں کیا اور نافرمانی کی تو ان کو سخت ظالم دشمن کے ہاتھوں عذاب دلایا جائے گا۔

چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ جب بنی اسرائیل سرکشی اور نافرمانی میں حد سے بڑھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے حکومت اور عزت سے ان کو محروم کر دیا۔ کبھی نینوا اور بابل کے بادشاہوں نے ان پر مظالم کے پہاڑ توڑے اور کبھی عیسائیوں نے ان کو ذلیل کیا۔ اور ایک ہزار برس تک مسلمانوں کی حکومت میں رہے۔ اس بیسویں صدی میں ہٹلر یہودیوں پر عذاب کی طرح مسلط ہو گیا تھا۔ بیشک اب امریکہ اور انگریزوں کے طفیل سے فلسطین میں یہودیوں کے پاؤں جم گئے ہیں۔ لیکن سارے عرب ان کے جانی دشمن ہیں۔ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔

واضح ہو کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی قوم پر ظالم حکمرانوں کا مسلط ہونا بھی خدا کا ایک عذاب ہے جو سرکشی اور نافرمانی کی سزا میں ظاہر ہوتا ہے۔

(۳) بنی اسرائیل کی سلطنت ٹوٹ جانے کے بعد ساری قوم مختلف فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئی اور منتشر ہو گئی۔ بنی اسرائیل ایک عقیدہ اور عمل پر متفق نہ رہ سکے اور مذہبی لحاظ سے مختلف گروہ بن گئے۔ پھر بھی ان میں کچھ لوگ واقعی نیک تھے اور تورات کے احکام پر نیک نیتی کے ساتھ عمل پیرا تھے۔ لیکن باقی افراد بدکار اور فاسق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان بدکاروں کو طرح طرح سے ہدایت فرمائی اور راہ پر آنے کے موقعے دیے۔ کبھی نعمت، فراغت اور راحت بخشی کہ شاید احسان مان کر شکرگزار اور نیک بندے بن جائیں اور کبھی فقر و فاقہ اور بیماریوں میں مبتلا کیا تاکہ مصیبتوں سے گھبرا کر بے راہ روی سے باز آجائیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔

يَأْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ

اس کو لے لیتے ہیں کیا ان لوگوں سے وہ عہد نہیں لیا گیا جو کتاب (تورات) میں لکھا ہے کہ

اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ

اللہ کی طرف حق بات کے سوا کسی دوسری بات کی نسبت نہیں کریں گے اور جو کچھ اس (کتاب) میں ہے اس کو انھوں نے پڑھ بھی لیا ہے

وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا

اور جو پرہیزگار ہیں ان کے لئے آخرت کا گھر (دنیا اور اس کی خواہشوں سے) بہتر ہے (اے علمائے یہود) کیا اتنی سی بات بھی

تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا

تم نہیں سمجھتے؟ (۱) اور بنی اسرائیل میں سے جو لوگ کتاب (تورات) کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں (وہ ضرور)

الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَاِذْ

کامیاب ہوں گے) بلاشبہ ہم نیکوکاروں کے ثواب کو ضائع نہیں کرتے (۲) اور (وہ وقت

نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ

یاد کرو) جبکہ ہم نے ان کے (سروں کے) اوپر پہاڑ اٹھا کھڑا کیا گویا کہ وہ سائبان تھا اور انھوں نے خیال کیا کہ وہ

وَاقِعٌ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا

ان پر گرنے والا ہے (تو ہم نے حکم دیا کہ) جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور جو احکام اس میں لکھے

مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ؒ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ

ہیں ان کو یاد کرو امید ہے کہ تم پرہیزگار بن جاؤ (۳) اور (اے پیغمبر وہ وقت بھی لوگوں کو یاد دلاؤ) جبکہ

بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى

تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے (یعنی) ان کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کو خود ان کے نفسوں پر گواہ

اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛ شَهِدْنَا ۛ

ٹھہرایا (اور پوچھا کہ) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں۔ ہم سب گواہ ہیں

(۱) بہرحال ان یہودیوں کے اسلاف میں تو کچھ اللہ کے بندے نیک بھی تھے لیکن یہ ان کے جانشین تو بڑے ہی ناخلف نکلے۔ اگرچہ یہ تورات کے وارث اور حامل ہیں، لیکن رشوت لے کر اس کے احکام کو بدل ڈالتے ہیں اور حق کے بدلے دنیا کا حقیر مال حاصل کرتے ہیں بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ بڑے بے باک ہیں اور اتنا بڑا گناہ کر کے کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ کے پیارے اور اس کی اولاد ہیں، ہم کو تو معافی مل ہی جائے گی۔ اصل میں یہ غلط عقیدہ ہی ان کی تباہی کا باعث ہے۔ اس غلط عقیدہ کی وجہ سے یہ گناہ سے باز نہیں آتے اور ہر موقع پر احکام الٰہی کو حقیر مال کے بدلے بیچ ڈالتے ہیں۔

حالانکہ تورات میں ان سے عہد لیا گیا تھا کہ اللہ تعالےٰ پر جھوٹ نہ بولیں اور اس کی طرف سے غلط بات نہ بیان کریں۔ یہ لوگ اس عہد کو جانتے ہیں اور اس کو پڑھتے پڑھاتے بھی ہیں، لیکن پھر بھی کرتے وہی ہیں جس سے آخرت تباہ ہو اور اس بات پر دھیان نہیں دیتے کہ آخرت کا گھر تو پرہیزگاری ہی سے آراستہ کیا جا سکتا ہے۔

(۲) یعنی ان یہودیوں میں سے جو اللہ کے بندے تورات کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں، اس کی پیشین گوئیوں کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں، نماز اور دوسرے نیک اعمال کے ذریعہ اپنی زندگیوں کو سنوارتے ہیں، ایسے لوگوں کے نیک اعمال ہرگز ضائع نہیں کئے جائیں گے، بلکہ ان کو ان کے نیک اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام

ع ۲۱/۹/۱۱
وغیرہ ایسے ہی لوگ تھے جنھوں نے تورات کے احکام کو نہیں بدلا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان کر اور آپ پر ایمان لا کر خدا کے مقبول بندوں میں شامل ہوئے۔

(۳) یعنی تورات کو مضبوط پکڑنے کا عہد بڑے اہتمام سے لیا گیا تھا۔ لیکن بنی اسرائیل میں سے چند

مع
تو اس عہد پر جمے رہے اور بہت سے لوگوں نے اس کو بھلا دیا۔

لکھا ہے کہ بنی اسرائیل نے تورات کے احکام کی تعمیل سے انکار کیا تو گستاخی اور نافرمانی سے روکنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے ان پر پہاڑ کو بلند کر دیا اور تورات کو مضبوط پکڑنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا عہد لیا۔ بنی اسرائیل سمجھے کہ اگر اس وقت عہد نہیں کرتے ہیں تو پہاڑ کے نیچے دب کر مر جائیں گے۔ اس لئے انھوں نے فرماں برداری کا اقرار کر لیا۔ لیکن افسوس کہ سوائے چند کے باقی سب اس کو بھلا بیٹھے۔

اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝

(یہ اقرار اس لئے کیا گیا) کہ قیامت کے دن تم کہیں یوں (نہ) کہنے لگو کہ ہم تو اس بات سے بے خبر تھے

اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا

یا یہ (نہ) کہو کہ شرک تو ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا نے کیا تھا اور ہم تو

ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ

ان کی اولاد تھے جو ان کے بعد پیدا ہوئے کیا تو ہمیں اس کام کی سزا میں ہلاک کرتا ہے جو

الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ

گمراہوں نے کیا (۱) اور اسی طرح ہم اپنی نشانیاں تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ (ہماری

يَرْجِعُوْنَ ۝ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ

طرف) رجوع کریں اور (اے پیغمبر) تم ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنا دو جس کو ہم نے اپنی

اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ

آیتیں دی تھیں پھر وہ ان سے نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگ گیا (نتیجہ یہ ہوا کہ) وہ

مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ

گمراہوں میں شامل ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں سے اس (کے درجوں) کو بلند کر دیتے مگر وہ

اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ

تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کرنے لگا تو اس کی مثال

الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ

کتے کی سی ہے کہ اگر اس پر سختی کرو جب بھی ہانپتا ہے یا اس کو یوں ہی چھوڑ دو تب بھی

يَلْهَثْ ۚ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ

ہانپتا ہے یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا

(۱) اوپر کی آیت میں اُس عہد کا ذکر تھا جو بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا۔ اب اس آیت میں اس عہد کا ذکر ہے جو ساری اولاد آدم سے لیا گیا تھا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو اور ان سے ان کی اولاد کو جو قیامت تک پیدا ہونے والی ہے نکالا اور ان سے سوال کیا کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں سب نے حق تعالیٰ کو پہچانا اور ایک زبان ہو کر جواب دیا کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ بیشک تو ہمارا پروردگار ہے۔

اس سے یہ ہوا کہ حق تعالیٰ کی ہستی اور اس کی ربوبیت کے عقیدہ کا بیج انسان کی فطرت میں رکھ دیا گیا اور خود انسان کو اپنے اوپر گواہ بنا لیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی صالح فطرت پر پیدا کیا اور اس فطرت کو چمکنے کے لئے اس میں عقل کا چراغ روشن کیا۔ پھر اس عہد کو یاد دلانے کے لئے وحی نازل فرمائی اور پیغمبر بھیجے۔

اس اہتمام اور انتظام کے بعد بھی جو لوگ اپنی فطرت کی آواز کو دبائیں پیغمبروں کی تعلیم کو رد کریں اور باپ دادا کی گمراہی کو آڑ بنائیں وہ ہرگز انسان کہلانے کے مستحق نہیں ہیں اور قیامت کے دن ان کا کوئی عذر نہیں سنا جائے گا۔

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿١٧٦﴾ سَآءَ

تو (اے پیغمبرؐ!) یہ قصے ان لوگوں سے بیان کردو شاید وہ (غور و) فکر کریں (دیکھو) جن

مَثَلَا ِۨ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ اَنْفُسَهُمْ

لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کی مثال کیا ہی بری ہے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی ہی

كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿١٧٧﴾ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ

جانوں پر ظلم کرتے رہے (١) جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے

وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٧٨﴾ وَلَقَدْ

اور جن کو وہ گمراہ کرے تو ایسے ہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں (٢) اور ہم نے

ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۖ

بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ

ان کے دل ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں ان کی آنکھیں ہیں

لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ

مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں مگر ان سے سنتے نہیں

اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ

یہ لوگ چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں یہی لوگ ہیں جو غفلت

الْغٰفِلُوْنَ ﴿١٧٩﴾ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ

میں پڑے ہوئے ہیں (٣) اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں تو اس کو ان ہی ناموں سے

بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ

پکارو اور جو لوگ اس کے ناموں میں کجی کرتے ہیں ان کو چھوڑ دو

(١) اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ اس آیت میں بلعم بن باعور کی طرف اشارہ ہے جو حضرت موسیٰ کے زمانے میں تھا۔ لکھا ہے کہ بلعم بڑا عالم، عابد و زاہد اور صاحب کرامات تھا لیکن ایسا ہوا کہ دولت کی لالچ میں پڑگیا اور حضرت موسیٰ کے لشکر کے مقابلہ میں ایک کافر بادشاہ کو تدبیریں بتانے لگا اور اپنی روحانی قوت کا زور صرف کرنے لگا اور وہ چاہتا تو علم اور عبادت کے ذریعے سے خود کو بہت بلند کرسکتا تھا لیکن اس بدبخت نے اس نعمت کی ناقدری کی پستی کا رُخ کیا اور نفسانی خواہشات کا شکار ہوگیا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے بھی اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اس شیطانی حرکت سے اس کا علم چھین لیا گیا، اس کی روحانی قوت جاتی رہی اور وہ ایک کتے کی طرح ذلیل اور خوار ہوگیا جو ہر وقت زبان لٹکائے ہانپتا پھرتا ہے اور جدھر جاتا ہے لوگ اس کو دھتکارتے ہیں۔

واضح ہو کہ اس آیت میں ان سب لوگوں کے لئے تنبیہ ہے جو عالم و فاضل ہیں اور حق بات کو پہچانتے ہیں، پھر بھی محض ضد اور تعصب کی وجہ سے پیغمبر آخرالزماںؐ کو اور اللہ تعالےٰ کی نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں۔ یہودی عالموں کا یہی حال تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے پہچانتے تھے جیسے وہ اپنی اولاد کو جانتے تھے لیکن پھر بھی آپؐ کو جھٹلاتے تھے۔

(٢) لوگوں کے ظاہری علم و فضل سے دھوکا نہ کھانا چاہیئے اور نہ آدمی کو اپنے علم و فضل پر مغرور ہونا چاہیئے قرآن کہتا ہے کہ ظاہری علم و فضل کا کچھ اعتبار نہیں جب تک کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہدایت کی توفیق نہ ہو اور آدمی کے دل میں پرہیزگاری کا چشمہ نہ پھوٹے۔ اصل میں ہدایت یافتہ تو وہی ہے جس کو اللہ تعالےٰ ہدایت دے ورنہ اگر وہ گمراہی میں چھوڑ دے تو نقصان ہی نقصان ہے۔ اس لئے آدمی کو چاہیئے کہ اپنے علم و فضل پر مغرور نہ ہو اور ہر وقت اللہ تعالےٰ سے ہدایت اور فضل کی دعا مانگتا رہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ اور اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وغیرہ دعائیں اسی لئے بتائی گئی ہیں۔

(٣) اوپر کی آیت میں فرمایا تھا کہ جن کو اللہ تعالےٰ گمراہ کرتا ہے وہی نقصان میں پڑتے ہیں۔ اب اس آیت میں واضح فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کس طرح کے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔

وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی بخشی ہوئی قوتوں اور صلاحیتوں سے ٹھیک ٹھیک کام نہیں لیتے وہ دل رکھتے ہیں لیکن ان سے سوچنے سمجھنے کا کام نہیں لیتے۔ وہ آنکھیں رکھتے ہیں لیکن ان سے حق و صداقت کی نشانیوں کو نہیں دیکھتے۔ وہ کان رکھتے ہیں لیکن ان سے کلام الٰہی کو نہیں سنتے۔ غرض یہ کہ انھوں نے ظاہری اور باطنی سارے حواس کو بےکار کر رکھا ہے۔ گویا یہ انسان نہیں ہیں، جانور ہیں کہ اپنی ساری قوتوں کو کھانے پینے کی ضرورتوں اور نفسانی خواہشوں کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں۔ بلکہ سچ پوچھو تو یہ لوگ جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ اور ناکارہ ہیں کیونکہ جانور تو اپنے مالک کے اشارے پر کام کرتے ہیں لیکن یہ کمبخت اپنے مالک کے حکم سے بھی کان بند کئے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ کہ جانور تو اپنی قوتوں سے ٹھیک ٹھیک وہی کام لیتے ہیں جو اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے ٹھیرا دیئے ہیں لیکن ان بدبختوں نے ان ساری علمی، اخلاقی اور روحانی صلاحیتوں کو تباہ کر رکھا ہے جن سے اللہ تعالےٰ نے خاص طور پر انسانوں کو نوازا ہے۔ ایسے لوگوں کو دیکھ کر ہر شخص یہی کہے گا کہ دوزخ کا ایندھن بننے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔

(۱) مشرک اللہ تعالیٰ کو ایسے ناموں سے پکارتے ہیں جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں. اس لئے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم اس کو اچھے ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اللہ تعالیٰ کے ناموں میں کجی پیدا کرتے ہیں اور اس کو نامناسب ناموں سے پکارتے ہیں ـــــ واضح ہو کہ قرآن نے اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے ناموں کا جو تصور لوگوں کے دماغوں میں پیدا کرنا چاہا ہے وہ سرتاسر حُسن اور خوبی کا تصور ہے چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے سارے ناموں کو "حُسنیٰ" کہتا ہے. یعنی قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی ایسا نام استعمال نہ کیا جائے جو حسن و کمال سے خالی ہو. لوگوں کو سکھانے کے لئے

سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٨٠﴾ وَمِمَّنْ خَلَقْنَا

وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس کی سزا پائیں گے (۱) اور ہماری مخلوق میں سے کچھ لوگ

أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿١٨١﴾ وَ

ایسے بھی ہیں جو حق کا راستہ بتاتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف بھی کرتے ہیں (۲) اور

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ

جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہم انھیں اس طرح پکڑیں گے کہ

حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٨٢﴾ وَأُمْلِي لَهُمْ ۚ إِنَّ كَيْدِي

انھیں خبر بھی نہ ہوگی اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں بلاشبہ میری خفیہ تدبیر

مَتِينٌ ﴿١٨٣﴾ أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا ۜ مَا بِصَاحِبِهِم مِّن

بڑی مضبوط ہے (۳) کیا ان لوگوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ ان کے رفیق (محمدؐ) کو ذرا بھی

جِنَّةٍ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿١٨٤﴾ أَوَلَمْ يَنظُرُوا فِي

جنون نہیں وہ تو کھلے طور پر لوگوں کو ڈرانے والے ہیں کیا انھوں نے آسمانوں اور

مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِن

زمین کی بادشاہت میں اور ان چیزوں میں جو اللہ نے پیدا کی ہیں غور نہیں

شَيْءٍ وَأَنْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ قَدِ اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ ۖ

کیا اور اس بات کا خیال نہیں کیا کہ عجب نہیں کہ ان کی موت کا وقت قریب آگیا ہو

فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿١٨٥﴾ مَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَا

تو وہ اس کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے؟ (۴) جس شخص کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی

هَادِيَ لَهُ ۚ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١٨٦﴾

ہدایت دینے والا نہیں اور وہ ان گمراہوں کو چھوڑ دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں پڑے بھٹکتے رہیں

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے بہت سے نام ظاہر کئے گئے ہیں اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسماء حُسنیٰ کل (۹۹) ہیں۔

(۲) اوپر کی آیت میں ان لوگوں کا حال بیان کیا تھا جو گمراہ اور دوزخی ہیں۔ اب اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر

۲۲ فرماتا ہے جو ہدایت یافتہ اور جنتی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو

ع خود بھی حق بات کو مانتے ہیں اور دوسروں کو بھی حق و صداقت

۱۲ کی تلقین کرتے ہیں، جو ہر طرح کی بے راہ روی سے بچ کر حق و انصاف اور اعتدال کے راستہ پر گامزن ہیں اور دوسروں کو بھی اس راستہ کی طرف بُلاتے ہیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس جماعت سے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام مُراد ہے. چنانچہ قتادہؒ نے بیان کیا کہ ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ آنحضرتؐ جب اس آیت کو پڑھتے تو فرماتے کہ یہ تم لوگوں کے واسطے ہے. اور تم سے اگلی اُمت کو بھی اسی طرح دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" ومن قوم موسیٰ امۃ یھدون بالحق و بہ یعدلون"

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری اُمت میں قیامت ہونے تک برابر ایک گروہ حق پر قائم رہے گا، جو کوئی اس کو ذلیل کرنا یا اس کی مخالفت کرنا چاہے گا وہ اس کو نقصان نہ پہنچا سکے گا"۔ (صحیحین)

(۳) اس آیت میں "استدراج اور امہال" کے قانون کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور مکہ کے سرداروں کی نسبت خبر دی ہے کہ جزا اور سزا کا قانون ان کی طرف سے غافل نہیں ہے. البتہ ان کو ڈھیل دے رکھی ہے. چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ چند برسوں کے اندر مکہ والوں کی ساری طاقت نیست و نابود ہوگئی۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سرکشوں اور نافرمانوں پر جلد گرفت نہیں کی جاتی، بلکہ دنیوی نعمتوں کے دروازے ان کے کھول دیئے جاتے ہیں. یہاں تک کہ عیش و آرام میں پڑھ کر نافرمانیوں پر دلیر ہو جاتے ہیں. غرض یہ کہ اس طرح رفتہ رفتہ وہ اپنے کو اس سزا کا مستحق ثابت کر دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ٹھیرادی ہے. قرآن کی زبان میں اس طریقہ کا نام استدراج، امہال اور املاء ہے. اور یہی وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا "کید" فرمایا ہے یعنی ایسی تدبیر جس کا ظاہر رحمت اور باطن عذاب ہوتا ہے۔

(۴) مکہ والے جو آنحضرتؐ اور قرآن مجید کو جھٹلاتے تھے ان کی بے عقلی پر ان کو تنبیہ کرنے کے لئے فرمایا کہ ان لوگوں کو آپؐ کی مبارک زندگی کو پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ (معاذ اللہ) آپؐ مجنون اور بے عقل نہیں ہیں. قوم کو آپؐ کی دانشمندی پر اتنا بھروسہ تھا کہ آپ کو معاملات میں حَکَم بنایا جاتا تھا. پھر آج آپؐ کی بات ماننے سے کیوں پس و پیش کیا جائے؟

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا

(اے پیغمبر!) یہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کے قائم ہونے کا وقت کب ہے تو تم کہدو کہ اس کا

عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔؕ ثَقُلَتْ

علم تو میرے پروردگار ہی کے پاس ہے وہی اس کو اس کے مقررہ وقت پر ظاہر کردے گا (یاد رکھو)

فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ یَسْـَٔلُوْنَكَ

وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری حادثہ ہوگا (اور) ناگہاں تم پر آجائے گا (۱) وہ تم سے اس طرح پوچھتے

كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ

ہیں کہ گویا تم بھی اس کی جستجو میں لگے ہوئے ہو کہدو کہ اس کا علم اللہ ہی کے پاس ہے

وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ

لیکن اکثر لوگ یہ بات نہیں جانتے (۲) کہدو کہ میں خود اپنے

لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ

نفس کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی جتنا اللہ چاہے اور اگر میں غیب کی

الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۛۚ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ

باتیں جانتا تو بہت سے فائدے حاصل کرلیتا اور مجھ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی میں تو

اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ هُوَ الَّذِیْ

ایمان والوں کو (عذاب سے) ڈرانے والا اور (ثواب کی) خوشخبری سنانے والا ہوں وہ اللہ ہی ہے

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا

جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا

لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا

تاکہ وہ اس سے سکون (خاطر) حاصل کرے پھر جب مرد نے عورت سے قربت کی تو اس کو ہلکا سا حمل رہ گیا

(بقیہ تفسیر صفحہ ۳۱۱) اسی طرح ان کو کائنات کی تخلیق اور اس کے مستحکم نظام پر غور کرنا چاہیئے۔ آسمان و زمین کا ایک ایک ذرہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت اور وحدانیت پر پکار پکار کر گواہی دے رہا ہے۔ اسی سچی اور فطری بات کی طرف پیغمبر اسلام بھی بلاتے ہیں پھر ان کو یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ اس دنیا کی زندگی چند روزہ ہے۔ معلوم نہیں کب روانگی کا وقت آجائے اس لئے ایمان اور کفر کے معاملہ میں زیادہ تاخیر نہیں کرنی چاہیئے بلکہ جلد فیصلہ کر کے عاقبت کے سنوارنے میں لگ جانا چاہیئے اگر اس طرح وہ لوگ سوچیں اور غور کریں تو امید ہے کہ ان پر یہ حقیقت کھل جائے کہ قرآن کیسی سیدھی سچی اور فطری باتوں کی طرف رہبری کرتا ہے لیکن اگر وہ اب بھی قرآن پر ایمان نہیں لائیں تو پھر وہ دنیا میں کس بات پر ایمان لائیں گے۔ اس لئے کہ اس سے بڑھ کر سیدھی سچی اور فطری بات تو دنیا میں اور کہیں مل نہیں سکتی۔ اور اگر ان کے پاس ہے تو وہ پیش کریں۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) مکہ کے مشرک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار اور تمسخر کے انداز میں پوچھتے تھے کہ اگر تمہیں یقین ہے کہ قیامت آنے والی ہے تو بتاؤ کہ وہ کب آئے گی۔

جواب میں فرمایا کہ جب کسی انسان کو اپنی موت کا علم نہیں تو ساری دنیا کی موت کا وقت کون بتا سکتا ہے۔ اس کا وقت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس کے علم میں قیامت کا جو وقت مقرر ہے اس وقت پر وہ اس کو ظاہر کردے گا۔

معٌ البتہ تم اس کے بارے میں اتنی بات یاد رکھو کہ وہ آسمان اور زمین کا ایک بڑا بھاری واقعہ ہوگا۔ دوسرے یہ کہ وہ واقعہ اچانک ظاہر ہوگا اور لوگوں کو گھبرا دے گا۔

ع ٢٣ ١٢ (۲) سوال کرنے والوں کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ آنحضرتؐ کے بارے میں یہ خیال کرتے ہیں کہ آپؐ بھی قیامت کا وقت معلوم کرنے کی کھوج میں لگے ہوئے ہیں اور تحقیق کر کے اس سوال کا جواب معلوم کر چکے ہیں۔

جواب میں فرمایا کہ یہ بھی ان کی غلط فہمی ہے پیغمبر کا یہ کام نہیں کہ جس بات کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کیا ہو، اصرار کر کے اس کو معلوم کرنا چاہیں۔ قیامت کا علم تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ہی ذات کے ساتھ خاص رکھا ہے البتہ اس کی نشانیوں کا علم آپؐ کو دیا ہے چنانچہ آپؐ نے قیامت کی بہت سی نشانیاں لوگوں پر ظاہر فرما دیں۔ یاد رکھو! رسالت کے بھی آداب ہیں اور پیغمبران آداب کو پیش نظر رکھ کر بارگاہ رب العزت میں سوال کرتے ہیں لیکن یہ جاہل آداب رسالت کو کیا جانیں؟

فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ

تو وہ اسے لئے چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو (میاں بیوی) دونوں نے اپنے پروردگار اللہ سے دعا کی کہ

اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٨٩﴾ فَلَمَّآ

اگر تو ہمیں صحیح و سالم بچہ دے تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے پھر جب

اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى

اللہ نے انہیں صحیح و سالم بچہ عطا فرمایا تو اس بچہ کے بارے میں اللہ کے شریک ٹھہرانے لگے تو (حقیقت یہ ہے کہ)

اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿١٩٠﴾ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا

اللہ ان کے شرک سے بہت بلند ہے (۱) کیا وہ ایسوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے

وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿١٩١﴾ ۖ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ

بلکہ خود پیدا کئے جاتے ہیں اور نہ ان کی مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ

اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿١٩٢﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى

اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں (۲) اور اگر تم ان کو سیدھے راستہ کی طرف بلاؤ تو وہ

لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ۭ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ

تمہاری پیروی نہ کریں گے تمہارے لئے دونوں باتیں یکساں ہیں چاہے تم ان کو پکارو

صَامِتُوْنَ ﴿١٩٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ

یا خاموش رہو (اے مشرکو!) اللہ کے سوا جن ہستیوں کو تم (اپنی مدد کے لئے) پکارتے ہو وہ بھی تو تمہاری طرح

اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

(اللہ کے) بندے ہیں (اچھا) تو تم ان کو پکارو اگر تم سچے ہو تو چاہیے کہ وہ تمہاری پکار کا

صٰدِقِيْنَ ﴿١٩٤﴾ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ

جواب دیں (اچھا بتاؤ کہ) کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلیں یا ان کے ہاتھ ہیں

(۱) واضح ہو کہ اس آیت میں شرک کرنے والوں کی ذہنیت کو ظاہر فرمایا کہ پہلے تو وہ اللہ تعالٰے سے دعا کرتے ہیں۔ پھر جب ان کا کام نکل جاتا ہے تو جہالت سے اللہ تعالٰے کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور طرح طرح سے شرک کرنے لگتے ہیں۔

چنانچہ فرمایا کہ لوگو! تمہاری پیدائش کا سلسلہ ایک شخص سے شروع ہوا یعنی پہلے ہم نے آدم کو پیدا کیا پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے انسانی نسل پھیلی پھر ایسا ہوا کہ ایک مرد اپنی بیوی سے ملا۔ عورت کو حمل رہ گیا جو شروع میں بالکل ہلکا پھلکا تھا جس کو لئے ہوئے وہ اِدھر اُدھر پھرتی رہی اور کام کاج کرتی رہی پھر جب حمل بھاری ہو گیا اور میاں بیوی کو اولاد پیدا ہونے کا یقین ہو گیا تو دونوں نے دعا کی کہ پروردگار! اگر تو ہم کو تندرست اور اچھا بیٹا دے تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے۔ پھر جب ان کی تمنا پوری ہوئی تو وہ اپنے وعدے سے پھر گئے اور بیٹے کے معاملہ میں شرک کرنے لگے۔ لیکن اللہ تعالٰے کی شان ان کے شرک سے بہت بلند و برتر ہے۔

(۲) اوپر کی آیت میں مشرکوں کی اس ذہنیت کو ظاہر کیا تھا کہ پہلے تو وہ اللہ تعالٰے سے دعا اور التجا کرتے ہیں۔ پھر جب اللہ تعالٰے ان کی التجا قبول کرتا ہے اور ان کو بیٹا یا کوئی دوسری نعمت عطا فرماتا ہے تو وہ دوسرے معبودوں کو اللہ تعالٰے کا شریک ٹھہراتے ہیں اور ان کے شکر گزار ہوتے ہیں۔

اب ان آیتوں میں مشرکوں کے معبودوں کی حالت کا نقشہ اس انداز سے کھینچا ہے کہ اس کو پڑھ کر آدمی کے اندر توحید پرستی کا شعور بیدار ہو اور اس کو شرک سے نفرت ہو جائے۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالٰے کو چھوڑ کر ایسے بتوں کو اپنا معبود بناتے ہیں جو ذرا سی چیز کو بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود بھی دوسروں کے ہاتھوں سے بنے ہوئے ہیں۔ ان کی مجبوری کا یہ عالم ہے کہ خواہ کتنی ہی دعائیں ان سے مانگی جائیں وہ کسی کی کچھ بھی مدد نہیں کر سکتے۔ دوسروں کی مدد کرنا تو الگ رہا، وہ تو اس قابل بھی نہیں ہیں کہ خود اپنی مدد کر سکیں۔

(١) شرک کرنے والوں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ دیکھو! یہ تمہارے معبود کس طرح لاچار اور مجبور ہیں! اگر تم ان کو کسی بات کے لئے پکارو تو ان کو اتنی قدرت نہیں کہ وہ تمہاری آواز سن سکیں اور تمہارے کہنے کے مطابق کچھ کرسکیں۔ وہ تو ایسے بے حس ہیں کہ تم ان کو پکارو یا نہ پکارو، وہ ایک ہی حالت پر ہیں۔ آخر وہ بُت ہی تو ہیں۔ وہ کیا سُن سکتے ہیں اور کیا جواب دے سکتے ہیں؟ آخر ایسے بے جان اور بے حس بتوں کو پکارنے سے کچھ فائدہ؟ اور اگر تم یہ یقین رکھتے ہو کہ وہ سُن سکتے ہیں تو ان کو پکار کر دیکھو! کیا وہ تمہارا کہنا کریں گے؟ ہرگز نہیں۔ ذرا غور کرو! کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ تمہاری طرف چل کر آئیں، کیا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ کسی چیز کو پکڑیں، کیا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ کچھ دیکھیں، کیا ان کے کان ہیں جن سے وہ تمہاری دُعائیں سُنیں نادانو: ذرا سوچو تو کہ ان بتوں سے تو تم خود بدرجہا افضل ہو کہ تم میں یہ سب قوتیں موجود ہیں۔

يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ز اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ز اَمْ

جن سے وہ (چیزوں کو) پکڑیں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھیں یا

لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ط قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ

ان کے کان ہیں جن سے وہ سنیں (١) (اے پیغمبر! ان سے) کہو کہ اپنے شریکوں کو پکارو پھر میرے خلاف جو تدبیر کرنی

كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ (١٩٥) اِنَّ وَلِيِّ َۧ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ

ہو کرلو اور مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو (پھر دیکھو وہ میرا کیا کرسکتے ہیں) بلاشبہ میرا کارساز اللہ ہے جس نے اس کتاب (یعنی قرآن)

الْكِتٰبَ ز وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ (١٩٦) وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ

کو اتارا ہے اور وہ نیک بندوں کی مدد کرتا ہے اور (یاد رکھو) تم اللہ کے سوا جنھیں

مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ

پکارتے ہو وہ نہ تو تمہاری مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ خود اپنی ہی

يَنْصُرُوْنَ (١٩٧) وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ط

مدد کرسکتے ہیں اور اگر تم ان کو سیدھے راستے کی طرف بلاؤ تو وہ کبھی تمہاری پکار کو نہ سنیں گے

وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (١٩٨) خُذِ

اور تم انھیں دیکھتے ہو کہ وہ (بظاہر) تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے (٢) (اے پیغمبر!)

الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (١٩٩) وَ

تم درگزر سے کام لو اور نیک کام کرنے کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کرو (٣) اور

اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ط اِنَّهٗ

اگر شیطان کی طرف سے تمہارے دل میں کسی طرح کا وسوسہ پیدا ہو تو اللہ کی پناہ مانگو بلاشبہ وہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (٢٠٠) اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ

سننے والا (اور) جاننے والا ہے (٤) بیشک جو لوگ پرہیزگار ہیں جب انھیں شیطان کی وسوسہ اندازی سے

(٢) قریش کے سرداروں میں سے کسی نے کہا تھا کہ محمدؐ: تم ہمارے معبودوں کو بُرا نہ کہا کرو، ورنہ وہ تم کو نقصان پہنچا دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اس بے ہودہ دھمکی کا جواب آپؐ کو تعلیم فرمایا کہ تم ان سے کہہ دو کہ تمہارے بنائے ہوئے وہ معبود جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھتے ہو، ان سب کو بلالو، میرے خلاف تدبیریں کرو، مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرو۔ اور بچاؤ کرنے کی مجھے ذرا بھی فرصت [illegible]۔ مجھے پورا پورا یقین ہے کہ پھر بھی تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے کیونکہ میرا حافظ و ناصر وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے مجھ پر کتاب اتاری ہے اور مجھ کو پیغمبر بنایا ہے۔ اس نے مجھ سے حفاظت اور نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ سارے نیک لوگوں کی کارسازی اور مدد فرماتا ہے۔

رہے تمہارے یہ بت تو وہ بے چارے مجبور محض ہیں جب وہ اپنی ہی مدد نہیں کرسکتے تو تمہاری مدد کیا کریں گے۔ ان کی مجبوری تو اس سے ظاہر ہے کہ جب تم ان کو بلاؤ تو وہ سنتے ہی نہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں لیکن حقیقت میں وہ کچھ نہیں دیکھتے۔

(٣) مسلمانوں کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دینے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ لوگوں پر سختی نہ کرو اور ان کی کمزوریوں کو معاف کردو۔ البتہ تبلیغ کے کام سے غافل مت رہو اور لوگوں کو نیکی اور بھلائی کا راستہ دکھاتے رہو۔ اگر کچھ لوگ تمہارے ساتھ جہالت سے پیش آئیں تو ان سے الگ ہوجاؤ اور مت اُلجھو۔

(٤) اوپر کی آیت میں نصیحت فرمائی تھی کہ جہالت کرنے والوں سے مت اُلجھو۔ اس سلسلہ میں فرمایا کہ اگر کبھی اس کے خلاف خیال پیدا ہو تو سمجھو کہ وہ شیطان کی طرف سے ہے۔ اور فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاؤ اور اس کی پناہ میں آجاؤ۔ وہ تم کو اپنی پناہ میں لے لے گا کیونکہ وہ سب کی دعاؤں کا سُننے والا اور سب کی دلی آرزوؤں کا جاننے والا ہے۔

(۱) شیطان کے تعلق سے لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے ہیں اور ہر ایک کا طرز عمل الگ الگ ہے — جو لوگ ایماندار اور پرہیزگار ہیں، جب ان کے دلوں میں شیطان وسوسہ ڈالتا ہے تو پرہیزگاری کی وجہ سے ان کے دل ایسے پاک وصاف ہوتے ہیں کہ وہ فوراً شیطانی وسوسہ کو تاڑ جاتے ہیں اور چونک پڑتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور شیطان سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس قلبی عمل سے شیطان کے فریب کا پردہ چاک ہو جاتا ہے، ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور نیکی کا راستہ ان کو صاف نظر آنے لگتا ہے جس پر وہ چل پڑتے ہیں۔

مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ وَاِخْوَانُهُمْ

کوئی خیال گدگداتا ہے تو وہ فوراً چونک اٹھتے ہیں پھر وہ (سیدھا راستہ) دیکھنے لگتے ہیں ۔ مگر جو شیطانوں کے بھائی ہیں

يَمُدُّوْنَهُمْ فِى الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ وَاِذَا لَمْ

انہیں شیطان گمراہی میں کھینچے لئے جاتے ہیں پھر اس میں ذرا بھی کمی نہیں کرتے (۱) اور (اے پیغمبر!) جب تم

تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۭ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ

ان لوگوں کے پاس کوئی نشانی پیش نہیں کرتے تو کہتے ہیں کہ تم اپنی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں بنا لائے (اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ حقیقت یہ ہے کہ

مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ

جو کچھ میرے پروردگار کی طرف سے مجھ پر وحی کی جاتی ہے میں اس کی پیروی کرتا ہوں یہ (قرآن) تمہارے پروردگار کی طرف سے سرمایہ بصیرت ہے

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَاِذَا قُرِئَ

اور جو لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے ہدایت و رحمت ہے (۲) اور (مسلمانو!) جب قرآن

الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾

پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر غور سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ (اس کی برکت سے) تم پر رحم کیا جائے (۳)

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ

اور (اے پیغمبر!) اپنے پروردگار کو دل ہی دل میں عاجزی اور خوف سے اور بہت پکار کر

الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ

نہیں (بلکہ دھیمی آواز سے) صبح اور شام یاد کرتے رہو اور (اس کی یاد سے)

الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ

غافل نہ رہو جو (فرشتے) تمہارے پروردگار کے مقرب ہیں وہ اس کی عبادت سے سرتابی نہیں کرتے

عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾

اور وہ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں (۴)

دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جنھوں نے شیطانوں کو اپنا بھائی بنا رکھا ہے۔ ان لوگوں کو شیطان گمراہی کے راستہ پر کھینچے لئے جاتے ہیں اور ان کو کچھ ڈھیل نہیں دیتے۔ اور یہ لوگ بھی شیطانوں کے پیچھے چلنے میں بڑے استوار ہیں، کبھی کچھ کوتاہی نہیں دکھاتے اور بدی کے راستہ کو نہیں چھوڑتے۔

(۲) اگر کبھی وحی کے آنے میں کچھ دیر ہو جاتی یا منکر ذالوں کا کوئی فرمائشی معجزہ پیش نہیں کیا جاتا تو وہ مذاق اڑانے کے لئے کہتے کہ محمد! تم خود کوئی آیت کیوں نہیں بنا لیتے یا ہمارا فرمائشی معجزہ کیوں نہیں ظاہر کر دیتے۔

ان بے ہودہ طعنوں کے جواب میں فرمایا کہ تم ان سے کہہ دو کہ میں تو اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو پروردگار کی طرف سے مجھ پر نازل ہوتی ہے۔ نہ تو میں اپنی طرف سے وحی بناتا ہوں اور نہ گستاخی کر کے بارگاہ رب العزت میں اس کا مطالبہ کرتا ہوں۔

اور یہ جو تم عجیب و غریب طرح کے معجزات کی فرمائش کیا کرتے ہو اس سے کیا حاصل ہے۔ اگر تمہارے دلوں میں ایمان اور سچائی کی طلب ہے تو دیکھو کہ یہ قرآن سب سے بڑا معجزہ ہے۔ یہ اپنے اندر ہزاروں دلیلیں رکھتا ہے اور سراپا ہدایت و رحمت ہے، اس سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو ایمان لے آئے ہیں یا ایمان کی سچی طلب اپنے دلوں میں رکھتے ہیں۔

(۳) قرآن مجید کے بارے میں مسلمانوں کو ادب سکھایا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوگی، قرآن مجید تمہارے دل میں اترے گا اور اس کی حکمتیں تم پر کھلیں گی۔

واضح ہو کہ اس آیت سے امام ابو حنیفہ استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مقتدی کو چاہیئے کہ قیام کی حالت میں امام کے پیچھے خاموش کھڑا رہے اور سورۂ فاتحہ بھی نہ پڑھے۔

(۴) اوپر کی آیت میں قرآن مجید کا ادب بیان فرمایا تھا جو سب سے بڑا ذکر الٰہی ہے۔ اسی مناسبت سے 'ذکر اللہ' کے آداب اس آیت میں بیان فرماتا ہے۔

ذکر الٰہی کا سب سے پہلا ادب یہ ہے کہ انسان کا دل بیدار ہو اور زبان سے جو کچھ ذکر کر رہا ہے، دل کو اس کا پورا پورا شعور ہو۔ ذکر الٰہی کا پورا فائدہ اسی وقت ہوتا ہے جبکہ دل بھی ذکر میں مشغول ہو — دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے تصور سے انسان پر ہیبت طاری ہو اور عجز و انکسار کے ساتھ ذکر کرے اور دعا مانگے۔ تیسرے یہ کہ ذکر کرنے والا بے ضرورت آواز بلند نہ کرے — غرض یہ کہ انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے خالق و مالک کے ذکر سے کسی وقت بھی غافل نہ رہے۔ وہ فرشتے جن کو اللہ تعالیٰ کا قرب خاص حاصل ہے، وہ اس کی عبادت اور تسبیح میں مشغول رہتے ہیں اور اس کو سجدے کرتے ہیں، پھر بعض انسانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ ریز ہونے سے گریز کرتے ہیں۔

(٨) سُوْرَةُ الْأَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ

سورۂ انفال (۱) مدینہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ
(اے پیغمبر) یہ مجاہد لوگ تم سے غنیمت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ کیا حکم ہے) تم ان سے کہدو کہ غنیمت کا مال تو اللہ اور اس کے رسول کا ہے
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ
پس تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو اور اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ
وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ① اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ
اور اس کے رسول کی اطاعت کرو (۲) (یاد رکھو!) مومن تو وہ ہیں کہ
الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ
جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں
عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰي رَبِّهِمْ
ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ (ہر حال میں) اپنے پروردگار پر
يَتَوَكَّلُوْنَ ② الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
بھروسہ رکھتے ہیں (وہ) جو نماز پڑھتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے
يُنْفِقُوْنَ ③ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ
اس میں سے خرچ کرتے ہیں یہی لوگ سچے مومن ہیں ان کے لئے
دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ④
ان کے پروردگار کے ہاں بڑے بڑے درجے ہیں اور بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے (۳)

(۱) یہ سورۃ مدینہ منورہ میں جنگ بدر کے بعد نازل ہوئی تھی۔ واضح ہو کہ مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں مشرکوں نے جو دردناک مظالم مٹھی بھر مسلمانوں پر کئے اور مسلمانوں نے جس صبر و استقلال سے مسلسل تیرہ برس تک ان ہولناک مظالم کو برداشت کیا، وہ دنیا کی تاریخ کا بے مثال واقعہ ہے۔ مشرکوں نے ظلم و ستم کی کوئی صورت اٹھا نہ رکھی تھی۔ اس پر بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان ظالموں کے مقابلہ میں ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہ دی۔ صبر و تحمل کے امتحان کی آخری حد یہ تھی کہ مسلمان پیارا وطن، اہل و عیال اور مال و دولت سب کچھ چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے گھروں سے نکل پڑے۔ جب مکہ والوں نے مسلمانوں کو مدینہ میں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا، ان کے خلاف سازشیں کرتے رہے اور ان کو دھمکیاں دیتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تلوار اٹھانے اور ظالموں سے بدلہ لینے کی اجازت دی۔ چنانچہ مکہ کے مشرکوں اور مسلمانوں کے درمیان جو پہلی لڑائی ہوئی وہ بدر کے میدان میں لڑی گئی۔ اس معرکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار (۳۱۳) تھے۔ وہ بھی بے سروسامان جن کے پاس پوری طرح ہتھیار بھی نہ تھے لیکن حق کا زور ان کے بازوؤں میں تھا اور دین کا جوش ان کے سینوں میں امنڈ رہا تھا۔ ان کے مقابل میں مکہ کے مشرکوں کا لشکر ایک ہزار سے زیادہ اور پوری طرح مسلح تھا۔ نصرتِ الٰہی نے ایمان والوں کا ساتھ دیا اور ان کی بے سروسامان جماعت ایک ہزار مسلح لشکر پر غالب آئی۔

اس سورہ میں اس جنگ کے جستہ جستہ واقعات اور ان کے متعلق اصولی ہدایات کا بیان ہے۔

(۲) انفال، نفل کی جمع ہے۔ نفل ایسی چیز کو کہتے ہیں جو اصل پر زائد ہو۔ یہاں نفل سے مال غنیمت مراد ہے کیونکہ غنیمت کا مال بھی ایک زائد چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے کا اصل صلہ تو کامیابی، جماعت کا استحکام، حق تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت کا ثواب ہے۔ ـــــ جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنگ بدر میں فتح ہوگئی اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے پہلے اس کی تقسیم کے بارے میں لوگ اختلاف کرنے لگے۔ طاقتور نوجوان جنہوں نے سر ہتھیلی پر رکھ کر بیچ میدان میں شجاعت کے جوہر دکھائے تھے، ان کا دعویٰ تھا کہ ہماری جان نثاری کے طفیل سے معرکہ سر ہوا ہے اس لئے یہ سارا مال ہمارا حق ہے۔ اور تجربہ کار بزرگ اپنی دانشمندانہ خدمات کے صلے میں سارے مال غنیمت کا مطالبہ کرتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ تم سب کی مخلصانہ خدمات اپنی اپنی جگہ نہایت قابل قدر ہیں لیکن حقیقت میں کامیابی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوئی ہے۔ اس لئے مال غنیمت پر تم اپنا حق مت جتاؤ۔ اس کو اللہ تعالیٰ کی ملک سمجھو اور اللہ کے رسول اس معاملہ میں جو فیصلہ کردیں، بسر و چشم اس کی تعمیل کرو۔ دیکھو! تم تو مومن ہو۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ پرہیزگاری کا راستہ اختیار کرو۔ مال و دولت کو ضرورت سے زیادہ اہمیت مت دو۔ آپس میں صلح و صفائی رکھو۔ تھوڑے سے مال و دولت کے پیچھے جماعت کے امن و سکون کو برباد مت کرو۔ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے آگے سر نیاز خم کرو کہ اسی میں تمہاری دینی اور دنیوی، انفرادی اور اجتماعی ساری کامیابیوں کی ضمانت ہے۔ ـــــ

(۳) موقع کی مناسبت سے سچے اور پکے ایمان والوں کا حال بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال سے ان کے دل معمور ہوتے ہیں اور جب ان کے آگے اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے تو وہ لرز اٹھتے ہیں اور عجز و نیاز کا اظہار کرتے ہیں۔ اسی طرح جب ان کے آگے اللہ تعالیٰ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان زیادہ مضبوط اور قوی ہو جاتا ہے اور قوتِ ایمانی کی وجہ سے ان میں توکل کی صفت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ وہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو مال و دولت اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا ہے

(بقیہ تفسیر صفحہ ۳۱۶) اس کو جمع کر کے نہیں رکھتے۔ بلکہ اپنی ضرورتوں کے لئے اور غریبوں کے فائدے کے لئے اس کو خرچ کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ عقیدے اور عمل کے لحاظ سے وہ نہایت اچھے ہوتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو حقیقی مومن کہلانے کے مستحق ہیں۔ ان کے پروردگار نے ان سے وعدہ فرمایا ہے کہ عقیدے اور عمل کے لحاظ سے ان کو بڑے بڑے درجے عطا فرمائے گا، ان کی لغزشوں کو معاف کر دے گا اور طرح طرح کے انعام و اکرام سے ان کی عزت افزائی فرمائے گا۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ

(اللہ نے غنیمت کی تقسیم کا حکم اسی طرح دیا) جس طرح اس نے (اے پیغمبر!) تم کو سچائی کے ساتھ تمہارے گھر سے نکالا اور

فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ﴿٥﴾ يُجَادِلُوْنَكَ

مسلمانوں کا ایک گروہ اس بات کو ناپسند کرتا تھا وہ تم سے حق بات میں

فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى

جھگڑنے لگے باوجودیکہ معاملہ واضح ہو چکا تھا گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں

الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿٦﴾ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ

اور وہ موت کو (اپنی آنکھوں سے) دیکھ رہے ہیں اور (مسلمانو! اس وقت کو یاد کرو) جبکہ اللہ تم سے وعدہ

اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ

فرما رہا تھا کہ دشمن کی دو جماعتوں میں سے کوئی ایک ضرور تمہارے ہاتھ آئے گی اور تم چاہتے تھے کہ غیر مسلح جماعت

ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ

(یعنی تجارتی قافلہ) تمہارے ہاتھ آجائے اور اللہ چاہتا تھا کہ اپنے

يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧﴾

فرمان کے ذریعہ حق قائم کر دے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٨﴾

تاکہ سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کر دکھائے اگرچہ (یہ ظلم و فساد کے) مجرم اس کو ناپسند کریں (۱)

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ

(اس وقت کو یاد کرو) جبکہ تم نے اپنے پروردگار سے مدد چاہی تھی تو اس نے تمہاری دعا قبول کر لی اور (فرمایا کہ)

مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴿٩﴾

میں ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا جو ایک دوسرے کے پیچھے آئیں گے

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) یعنی بعض لوگوں کی ناخوشی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کی تقسیم کا حکم اسی طرح دیا جس طرح اس نے اے پیغمبر! بڑی مصلحت سے تم کو تمہارے گھر اور شہر سے باہر نکالا اور بدر کے میدان میں قریش کے لشکر کے مقابل لا کھڑا کیا۔ اگرچہ اس وقت بھی بعض لوگ اس بات کو ناپسند کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ گویا وہ آنکھوں دیکھتے موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔ حالانکہ حق واضح ہو چکا تھا پھر بھی وہ تم سے اس بارے میں جھگڑتے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ مکہ والوں کی دو جماعتوں میں سے ایک جماعت ضرور تمہارے ہاتھ آجائے گی۔ یہ لوگ چاہتے تھے کہ کانٹا چبھے اور تجارتی قافلہ ہاتھ لگ جائے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ مسلح لشکر سے مقابلہ ہو، حق ثابت ہو جائے کافروں کی جڑ کٹ جائے اور حق و باطل میں امتیاز ہو جائے۔ اگرچہ یہ بات ان مجرموں یعنی قریش کے سرداروں کو ناگوار گزرے۔

واضح ہو کہ ان آیتوں میں جنگ بدر کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے، جس کے اسباب کا مختصر بیان یہ ہے:۔ ہجرت کے دوسرے سال رمضان کے مہینے میں وحی کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی کہ قریش کا تجارتی قافلہ شام سے مکہ کو جا رہا ہے جس میں بہت سا مال و اسباب ہے۔ حضورؐ نے مسلمانوں کو مطلع فرمایا۔ مشورہ ہوا کہ قافلہ پر حملہ کیا جائے اور قریش کو معاشی نقصان پہنچایا جائے کیونکہ دونوں جماعتوں میں حالت جنگ قائم تھی اور مکہ والے بھی مسلمانوں کو جانی اور مالی نقصان پہنچایا کرتے تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تین سو سے کچھ زائد صحابہؓ کی جماعت کو ہمراہ لے کر قافلہ کی طرف روانہ ہوئے۔

اُدھر یہ ہوا کہ قافلہ والوں کو اس بات کی خبر مل گئی اور انہوں نے راستہ کاٹ کر مکہ کا رُخ کیا۔ اس ترکیب کے ساتھ ساتھ انہوں نے ایک تیز رفتار سانڈنی سوار بھیج کر مکہ والوں کو صورت حال سے واقف کرایا چنانچہ ابوجہل کی سرکردگی میں ایک ہزار سورماؤں کا لشکر پوری طرح مسلح ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں ابوجہل کو خبر ملی کہ تجارتی قافلہ راستہ کاٹ کر خیر خوبی کے ساتھ مکہ پہنچ چکا ہے۔ لشکر والوں نے چاہا کہ واپس ہو جائیں لیکن ابوجہل نہ مانا اور کہنے لگا کہ ہم بدر کے میدان میں جا کر ٹھہریں گے اور وہاں جشن منائیں گے۔ شراب کا دور چلے گا اور خوب ناچ رنگ ہوگا۔ اس سے مسلمانوں کی ذلت ہوگی اور ان کو

ہمارا رعب پڑے گا چنانچہ ابوجہل کے لشکر نے بدر کے میدان میں پانی کے چشمے کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذفران کے مقام پر پہنچے تو آپؐ کو اطلاع ملی کہ قریش کا لشکر بدر کے میدان میں پہنچ چکا ہے۔ آپؐ نے ساتھیوں سے مشورہ کیا بعض لوگوں نے عرض کیا کہ ہماری تعداد کم ہے اور ہم جنگ کے ارادے سے بھی نہیں آئے ہیں۔ مناسب ہے کہ لشکر کا مقابلہ نہ کیا جائے اور تجارتی قافلہ کا راستہ روکا جائے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت مقدادؓ اور حضرت سعدؓ کی ہمت افزا تقریروں کے بعد آپؐ نے حکم دیا کہ اللہ کے نام پر بدر کی طرف کوچ کرو۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ دونوں جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت پر وہ ہم کو فتح عطا فرمائے گا۔

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَىِٕنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ
اور اللہ نے جو مدد کی تو اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ تمہارے لئے خوش خبری ہو اور تمہارے دل مطمئن ہو جائیں
وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ
ورنہ مدد تو ہر (حال میں) اللہ ہی کی طرف سے ہے بلاشبہ اللہ سب پر غالب اور
حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ ۧ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ
حکمت والا ہے (۱) (یاد کرو) جبکہ اللہ نے تمہاری تسکین کے لئے اپنی طرف سے تم پر اونگھ طاری کر دی تھی اور
يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ
آسمان سے تم پر پانی برسایا تھا تاکہ اس کے ذریعہ سے تم کو پاک کر دے
وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰي
اور شیطانی ناپاکی تم سے دور کر دے اور تمہارے دلوں
قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾ ۭ اِذْ يُوْحِيْ
کو مضبوط کر دے اور اس کے ذریعے تمہارے قدم جما دے (۲) (اے پیغمبر اس وقت کو یاد کرو)
رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰۗىِٕكَةِ اَنِّىْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ
جبکہ تمہارے پروردگار نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو تم مسلمانوں کو جمائے
اٰمَنُوْا ۭ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا
رکھو میں عنقریب کافروں کے دلوں میں (مسلمانوں کی) دہشت
الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا
ڈال دوں گا تو تم ان کی گردنوں پر مارو اور ان (کی انگلیوں) کے
مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ
پورے پورے پر ضرب لگاؤ یہ (سزا) اس لئے ہے کہ انھوں نے اللہ

(بقیہ تفسیر صفحہ ۳۱۷) اللہ کی قسم: گویا کہ میں اس وقت قریش کے سرداروں کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں چنانچہ آپؐ نے (۳۱۳) جاں نثاروں کی جماعت کے ساتھ ابوجہل کے لشکر کے مقابل قیام فرمایا۔

(تفسیر صفحہ ہٰذا) (۱) حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ بدر کے دن جنگ سے پہلے آنحضرتؐ نے میدان کی طرف دیکھا۔ مسلمان کل (۳۱۳) تھے اور مکہ والوں کے لشکر میں ایک ہزار سے زائد لڑنے والے تھے۔ آپؐ نے قبلہ کی طرف منہ کرکے دعا فرمائی، عرض کیا "پروردگار! تونے مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے اس کو پورا فرما۔ پروردگار! مسلمانوں کی یہ چھوٹی سی جماعت اگر آج تباہ ہو گئی تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا" آپؐ نے اتنے جوش سے دعا فرمائی کہ آپؐ کے دوشِ مبارک سے چادر گر گئی۔ حضرت ابوبکرؓ پاس تھے۔ انھوں نے چادر سنبھالی اور عرض کیا "یا رسول اللہ! بس کیجئے۔ آپ کی دعا کافی ہو چکی عنقریب اللہ تعالےٰ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔" اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالےٰ نے فرشتوں کے ذریعہ اپنے پیغمبر اور مسلمانوں کی مدد فرمائی تاکہ مسلمان خوش ہو جائیں اور ان کے دلوں کو سکون اور اطمینان حاصل ہو جائے۔ ورنہ مدد کے اور بھی طریقے ہو سکتے ہیں۔ اللہ کسی ایک طریقہ کا پابند نہیں ہے۔ وہ ہر چیز پر غالب ہے جس چیز سے چاہے کام لے سکتا ہے۔ لیکن وہ حکیم بھی ہے اور اپنی حکمت کے لحاظ سے مختلف موقعوں پر مختلف چیزوں سے کام لیتا ہے۔

ع ۱ ۱۰ ۱۵

(۲) واضح ہو کہ بدر کا دن مسلمانوں کے لئے سخت آزمائش کا دن تھا۔ وہ تعداد میں کل (۳۱۳) تھے بے سروسامان تھے اور جنگ کے ارادے سے نکلے نہ تھے۔ بڑی مشکل یہ تھی کہ پانی پر دشمن نے پہلے سے قبضہ کر لیا تھا۔ غسل اور وضو کا تو ذکر ہی کیا ہے پینے تک کو پانی نہیں تھا۔ پھر ایک اور پریشانی کی بات یہ تھی کہ مسلمانوں کی طرف میدان میں ریت بہت زیادہ تھی جس میں پاؤں دھنستے تھے۔ قدرتی بات تھی کہ یہ صورت حال دیکھ کر مسلمانوں کے دلوں میں شکست کا خطرہ پیدا ہوا اور شیطان نے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے ڈالے۔

ایسے وقت میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے بارش ہو گئی جس سے مسلمانوں کی سب پریشانیاں دور ہو گئیں اور سارے شیطانی وسوسے کافور ہو گئے۔ مسلمان نہا دھو کر صاف ستھرے اور چاق و چوبند ہو گئے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اونگھ طاری کر دی جس سے سارا خوف و ہراس جاتا رہا۔ دلوں کو اطمینان حاصل ہوا ہمتیں بندھ گئیں اور میدان میں قدم جم گئے۔

وَرَسُولَهُۥ ۚ وَمَن يُشَاقِقِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَإِنَّ

اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا تو (یاد رکھو کہ)

ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ﴿١٣﴾ ذَٰلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَأَنَّ

اللہ سخت عذاب دینے والا ہے (اے کافرو) یہ (مزہ تو یہاں) چکھو اور (جان رکھو کہ)

لِلْكَٰفِرِينَ عَذَابَ ٱلنَّارِ ﴿١٤﴾ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ

کافروں کے لئے آگ کا عذاب تیار ہے (۱) اے ایمان والو!

ءَامَنُوٓا۟ إِذَا لَقِيتُمُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ زَحْفًا فَلَا

جب (میدان جنگ میں) کفار کے لشکر سے تمہارا مقابلہ ہو تو

تُوَلُّوهُمُ ٱلْأَدْبَارَ ﴿١٥﴾ وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ

ان سے پیٹھ نہ پھیرو اور جو شخص جنگ کے روز اس صورت کے سوا

دُبُرَهُۥٓ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ

کہ لڑائی کے لئے پینترا بدلے یا اپنی جماعت میں ملنا چاہے، ان سے پیٹھ پھیرے گا تو (سمجھو کہ)

فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَمَأْوَىٰهُ جَهَنَّمُ ۖ

وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گیا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے

وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ ﴿١٦﴾ فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ

اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے (۲) تو (دیکھو!) تم نے انھیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے

ٱللَّهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ

انھیں قتل کیا اور (اے پیغمبر) جب تم نے (میدان جنگ میں مٹھی بھر خاک) پھینکی تو وہ تم نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ

رَمَىٰ ۚ وَلِيُبْلِىَ ٱلْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ۚ إِنَّ

نے پھینکی اس سے یہ غرض تھی کہ مومنوں کو اپنے (احسانوں) سے اچھی طرح آزمائے۔ بلاشبہ

(۱) جب مکہ کے مفسدوں اور سرکشوں نے اللہ کے پیارے رسولؐ اور ایمان والوں کی مٹھی بھر جماعت پر ہجوم کیا تو اللہ تعالٰی نے ان کی مدد کے لئے فرشتے بھیجے۔ اور اس وقت فرشتوں کو یہ ہدایت دی کہ دیکھو! میں خود بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ تو تم مسلمانوں کے دلوں کو تھامو اور ان کو ہمت دلاؤ تاکہ وہ میدان جنگ میں ثابت قدم رہیں۔ اُدھر کافروں کے دلوں میں رعب اور دہشت ڈالتا ہوں۔ اتنا ہی نہیں؛ بلکہ کافروں کی گردنیں مارو، ان کے پور پور اور جوڑ جوڑ پر ضرب لگاؤ اور ان کے ہاتھ پاؤں بے کار کر دو۔ دیکھو! یہ نابکار مٹھی بھر ایمان والوں پر یلغار کر کے آئے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے مقابل بڑے غرور و تکبر کے ساتھ کھڑے ہوئے ہیں۔ آج یہ اپنے کرتوت کا تھوڑا سا مزہ چکھ لیں اور ان کو معلوم ہو جائے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف کھڑے ہونے کا انجام کیا ہوتا ہے، یہ تو صرف دنیا کا عذاب ہے اور آخرت میں ان کے لئے آگ کا عذاب تیار ہے۔

(۲) اوپر کی آیت میں نصرتِ الٰہی کا ذکر کیا تھا اب ظاہر فرمایا کہ نصرتِ الٰہی اسی وقت آئے گی جب کہ خود مسلمان اپنا فرض ادا کریں۔ میدان جہاد میں مسلمانوں کا فرض یہ ہے کہ وہ سینہ سپر ہو کر دشمن کا مقابلہ کریں اور اس کو پیٹھ نہ دکھائیں۔ ہاں اگر حیلہ کرنا اور داؤ لگانا مقصود ہو یا سہارا لینے کے لئے اپنی جماعت میں ملنے کا ارادہ ہو تو بیشک ایسی صورتوں میں مقابلہ سے ہٹ جانے میں کوئی ہرج نہیں۔

واضح ہو کہ اسی سورۃ میں آگے ایک آیت آتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کو کم از کم دو دشمنوں پر بھاری ہونا چاہیئے یعنی مسلمانوں کو دوگنی تعداد کے مقابلہ میں بھی ڈٹ جانا چاہیئے لیکن اگر دشمن کی تعداد دوگنی سے بھی زائد ہو تو پھر میدان چھوڑنے اور جان بچانے کی اجازت ہے۔

اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ

اللہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے (ایک بات) یہ (ہے) اور (دوسری) یہ کہ اللہ کافروں کی تدبیروں کو

كَیْدِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۸﴾ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ

کمزور کرنے والا ہے (۱) (اے کافرو!) اگر تم فتح چاہتے ہو تو وہ فتح تو تمہارے سامنے

الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا

آموجود ہوئی اور اگر تم (اسلام کی مخالفت سے) باز آجاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم پھر (اسلام کی مخالفت) کروگے

نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِیَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَیْئًا وَّلَوْ

تو ہم بھی (مسلمانوں کی) مدد کریں گے اور تمہاری جماعت تمہارے کچھ بھی کام نہ آئے گی اگرچہ وہ کتنی ہی

كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹﴾ یٰۤاَیُّهَا

زیادہ ہو اور (یاد رکھو کہ) اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے (۲) اے

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا

ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے

تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا

روگردانی نہ کرو حالانکہ تم سن رہے ہو اور (دیکھو!) ان لوگوں کی طرح

كَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ

نہ ہو جاؤ جو زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم نے سنا مگر (حقیقت میں) وہ سنتے نہیں بیشک

شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِیْنَ لَا

اللہ کے نزدیک جانداروں میں سب سے برے وہ (انسان) ہیں جو بہرے گونگے ہیں جو کچھ نہیں

یَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِیْهِمْ خَیْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ۚ وَلَوْ

سمجھتے اور اگر اللہ ان میں کچھ بھی بھلائی دیکھتا تو ان کو سننے کی توفیق دیتا اور اگر

(۱) لکھا ہے کہ بدر کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میدان جنگ سے کچھ دور ایک ٹیلہ پر پھونس کے چھپر کے نیچے تشریف فرما تھے اور دعا فرما رہے تھے جب ابوجہل کے سارے لشکر نے مسلمانوں پر حملہ کیا اور لڑائی بہت سخت ہو گئی تو حضرت جبرئیل آئے اور عرض کیا کہ حکم ہوا ہے کہ ایک مٹھی ریت دشمن کی طرف پھینکو چنانچہ آپ نے ایک مٹھی ریت دشمن کے لشکر کی طرف پھینکی اور زبان سے تین مرتبہ فرمایا شاہت الوجوہ (یعنی دشمنوں کے چہرے بگڑ جائیں) لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ابوجہل کے لشکر والوں کی آنکھوں میں خاک پڑ گئی، وہ کمزور پڑ گئے اور مغلوب ہو گئے۔ ابوجہل، عتبہ، ولید وغیرہ بڑے بڑے ستر سردار مارے گئے اور اتنے ہی گرفتار ہوئے۔

قریش کے مسلح لشکر پر بے سروسامان (۳۱۳) مسلمانو کا فتح پانا جنگ کا ایسا غیر معمولی واقعہ ہے جس پر مشکل سے یقین آتا ہے۔ اس لئے اس آیت میں واضح فرما دیا کہ محض اللہ تعالیٰ کی مدد اور قدرت سے یہ عجیب و غریب کامیابی مسلمانوں کو نصیب ہوئی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ریت پھینکی تو آپ کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ کام کر رہا تھا۔ جنگ بدر کا نتیجہ اس شکل میں ظاہر کرنے سے مقصود یہ تھا کہ مسلمان کامیابی اور مال غنیمت کی بہت بڑی نعمت سے سرفراز ہوں اور قریش کے مکر و فریب کا جال پاش پاش ہو جائے۔

ع ۹ / ۱۶

(۲) روایت میں ہے کہ مکہ سے روانہ ہوتے وقت مشرکوں نے کعبہ شریف کے پردے پکڑ کر دعا کی تھی کہ پروردگار! دونوں جماعتوں میں سے جو جماعت افضل اور اعلیٰ ہو، اس کو کامیاب فرما۔ اور خود ابوجہل نے میدان جنگ میں دعا مانگی تھی کہ خدایا دونوں دینوں میں سے جو دین تجھے پسند ہو، اس کے ماننے والوں کی مدد کر اور ان کو کامیابی عطا فرما۔

اس آیت میں مکہ کے مشرکوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم جس فتح کو چاہتے تھے، وہ ظاہر ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیاب کر کے واضح فرما دیا کہ وہ تم سے افضل ہیں اور ان کا دین یعنی اسلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین ہے۔ "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ" اب بھی اگر تم اسلام کی مخالفت کرنے سے باز آجاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ورنہ اگر تم اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پھر ویسی ہی حرکتیں کروگے تو ہم بھی پھر ان کی مدد کریں گے اور ان کو کامیابی عطا فرمائیں گے۔ اور تمہاری جماعت چاہے وہ تعداد میں کتنی ہی زائد ہو، تمہارے کچھ کام نہ آسکے گی کیونکہ مسلمانوں کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کی نصرت ہے۔

(۱) اوپر کی آیت میں ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔ اب واضح فرماتا ہے کہ ایمان والوں کو بھی اپنی ذمہ داری محسوس کرنی چاہیئے۔ ایمان والوں کی یہ شان ہونی چاہیئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرماں برداری میں کمر بستہ رہیں جب وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا کلام سنیں تو پوری توجہ سے سنیں اور اس سے لاپرواہی نہ کریں مسلمانوں کو یہودیوں اور منافقوں کی طرح نہ ہونا چاہیئے جو کہتے ہیں کہ ہم سنتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ نہیں سنتے۔ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے ـــــ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو آنکھ، کان اور عقل و حواس دیئے ہیں لیکن جو لوگ ایسے ہیں کہ ان کی زبانیں حق کے لئے گویا نہیں ہوتیں، ان کے کان حق بات کے سننے کے لئے نہیں کھلتے اور ان کی عقل میں حق بات نہیں اُترتی، تو یقیناً وہ لوگ بہرے گونگے ہیں، بے عقل ہیں، جانور ہیں بلکہ بدترین خلائق ہیں ـــــ انھوں نے اپنے حواس اور اپنی عقلوں کو معطل کر رکھا ہے، وہ نہ آنکھوں سے حق کی نشانیاں دیکھتے ہیں، نہ کانوں سے حق کا کلام سنتے ہیں، اور نہ عقل سے حق بات کو سوچتے سمجھتے ہیں۔ جب انھوں نے خود ہی خیر و برکت کے سارے دروازے اپنے اوپر بند کر لئے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو اسی حال پر چھوڑ دیا اب موجودہ حالت میں اگر اللہ تعالیٰ ان کو اپنا کلام سنائے بھی تو وہ اعراض کرکے منہ پھیر لیں گے۔

اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ يٰۤاَيُّهَا

اب انھیں سنا دے تو اس سے اعراض کرکے منہ پھیر لیں گے (۱) اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ

ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو جبکہ وہ (رسول) تم کو ایسے کام کی طرف بلاتے ہیں

لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ

جس میں تمہاری زندگی ہے اور جان رکھو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل

وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاتَّقُوْا

ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اسی کے حضور میں جمع کئے جاؤ گے (۲) اور اس فتنہ سے

فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ

ڈرو جس کا وبال خاص کر انھیں لوگوں کو نہیں پہنچے گا جو تم میں سے ظلم کرنے والے ہیں (بلکہ سب ہی اس کی لپیٹ

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾ وَاذْكُرُوْۤا

میں آجائیں گے) اور جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے (۳) اور (وہ وقت) یاد کرو

اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ

جب کہ تم ملک میں تھوڑے سے تھے (اور) کمزور سمجھے جاتے تھے (اور) اس بات سے

تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ

ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک نہ لے جائیں پھر اللہ نے تمہیں (رہنے کیلئے) جگہ دی اور اپنی مدد سے

بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

تمہاری تائید کی اور تمہیں کھانے کے لئے پاکیزہ چیزیں دیں تاکہ تم (اس کا) شکر کرو (۴)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ

اے ایمان والو! نہ تو اللہ و رسول کی امانت میں خیانت کرو

(۲) اس آیت میں واضح فرمایا کہ سرورِ انبیاء، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ایک حیات بخش پیغام ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اسلام نے کیسی کیسی مردہ قوموں کو زندگی اور تازگی بخشی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اسلام کے پیغام کو قبول کرکے عرب کے بادیہ نشین ایسے زندہ ہوئے کہ ان کے طفیل سے اس وقت کی دنیا میں زندگی کی ایک لہر دوڑ گئی۔

اس لئے عام طور پر ساری اولادِ آدم کو اور خاص کر مسلمانوں کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے اس آخری پیغام کی قدر کریں اور اس سے اپنی زندگیوں کو تازہ کریں۔

پھر فرمایا کہ انسان کا دل اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اور انسان کے افکار و اعمال پر اس کا ایک خاص قانون کام کر رہا ہے۔ انسان کا دل ہمیشہ ایک حال پر نہیں رہتا۔ اس کے ارادے اور جذبات بدلتے رہتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اچانک اچھائی سے برائی میں جا پڑتا ہے، اور کبھی اچانک برائی سے اچھائی میں جا نکلتا ہے۔ اس لئے انسان کو چاہیئے کہ اپنے دل کی نگرانی سے غافل نہ رہے۔ غفلت دور کرنے کا صحیح اور موثر طریقہ یہ ہے کہ آدمی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور اس بات کو پیشِ نظر رکھے کہ مجھے ایک دن اس کے حضور میں جانا ہے۔

(۳) اوپر کی آیت میں انفرادی خطرات سے بچنے کا حکم دیا تھا اب اجتماعی خطرات اور فتنوں سے ہوشیار رہنے کی ہدایت فرماتا ہے ـــــ مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچنا چاہیئے جس کا وبال صرف ظالموں اور اصل مجرموں ہی پر نہیں پڑتا بلکہ نیک اور بد سبھی اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ اگر بہادر لوگ جنگ میں کاہلی دکھائیں اور ان کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی میدان جنگ سے بھاگ جائیں تو شکست کا خمیازہ سبھی کو بھگتنا پڑے گا۔ اسی طرح اگر نیک لوگ بدکاروں کو برائیوں سے نہ روکیں اور اس وجہ سے عذابِ الٰہی اس قوم پر نازل ہو تو عام عذاب میں سب تباہ ہو جائیں گے۔ اس لئے عالموں کو وعظ و نصیحت سے غافل نہ رہنا چاہیئے ـــــ (۴) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جو احسان فرمایا تھا اس کو یاد دلاتا ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے کہ دیکھو! مکہ میں تم بہت کم زور تھے اور تمہاری تعداد بہت تھوڑی تھی تم زندگی کے ساز و سامان سے بھی محروم تھے کمزوری کی وجہ سے تم کو اس بات کا اندیشہ لگا رہتا تھا کہ کہیں لوگ تم کو صفحۂ ہستی سے نہ مٹا دیں ـــــ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تم کو مدینہ میں ٹھکانا دیا اور مہاجرین اور

(بقیہ تفسیر صفحہ ۳۲۱) انصار میں اتحاد و اتفاق پیدا کر کے تمہاری جماعت کو مستحکم کیا، پھر بدر کے دن فرشتے بھیج کر تمہاری مدد کی اور ایک قوی دشمن کے مقابلہ میں تم کو فتح عطا فرمائی اور تمہاری معاش کا بہتر انتظام کیا۔ اُمید ہے کہ ان احسانات کو یاد کر کے تم اس کا شکر ادا کرو گے اور اس کے فرماں بردار بندے بن کر رہو گے۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ وہ ہر طرح کی خیانت سے پرہیز کریں۔ فرائض الٰہی اور سنتِ رسول کو ترک نہ کریں، مالِ غنیمت میں خیانت نہ کریں، مسلمانوں کے راز کو دشمنوں پر ظاہر نہ کریں۔ اسی طرح آپس کی امانتوں میں بھی خیانت نہ کریں۔

وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ

اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم (خیانت کے وبال سے) واقف ہو اور جان رکھو کہ تمہارا

اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ

مال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے آزمائش کی چیز ہے اور اس بات کو بھی (جان رکھو) کہ اللہ کے

اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٨﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا

پاس (نیکیوں کا) بہت بڑا ثواب ہے۔ (۱) اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو تو

اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ

وہ تمہارے لئے (حق و باطل میں) امتیاز کرنے والی ایک قوت پیدا کر دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٢٩﴾ وَاِذْ

اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے (۲) اور اے پیغمبر!

يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ

وہ وقت یاد کرو) جب (مکہ میں) کافر تمہارے خلاف اپنی تدبیروں میں لگے تھے تاکہ تم کو گرفتار کر رکھیں یا تم کو قتل کر دیں یا تم کو

يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ

نکال دیں تو (ادھر) وہ اپنی خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور (ادھر) اللہ اپنی خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ تدبیر کرنے والوں میں

الْمٰكِرِيْنَ ﴿٣٠﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ

سب سے بہتر ہے (۳) اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ (یہ کلام) ہم نے

سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ

سن لیا اگر ہم چاہیں تو اسی طرح کا کلام ہم بھی کہہ دیں یہ تو صرف پہلے لوگوں کی

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣١﴾ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ

کہانیاں ہیں اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب کہ کفارِ مکہ نے کہا تھا اے اللہ! اگر

مال و اولاد کی محبت عام طور پر آدمی کو خیانت اور بددیانتی پر مجبور کرتی ہے۔ لیکن مسلمانوں کو چاہیئے کہ مال و اولاد کی محبت کے مقابلہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کو مقدم سمجھیں، بخوشی ان کی تعمیل کریں اور یقین رکھیں کہ نیکیوں کا بہت بڑا ثواب اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے۔

مفسرین نے اس آیت سے متعلق حضرت ابولبابہؓ کا واقعہ لکھا ہے۔ قبیلۂ بنی قریظہ کے یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کی درخواست کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم چاہو تو سعد بن معاذ کو حکم بنالو۔ یہود نے حضورؐ سے اجازت لے کر ابولبابہؓ کو اپنے ہاں بلایا اور سعدؓ بن معاذ کو حکم بنانے کے معاملہ میں ان سے مشورہ کیا۔ انھوں نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔ مطلب یہ تھا کہ سعدؓ کو حکم بناؤ گے تو قتل کر دیئے جاؤ گے۔ لیکن اس بات کے کہنے کے بعد ابولبابہؓ کو خیال آیا کہ میں نے سخت غلطی کی۔ آنحضرتؐ کے معاملہ میں خیانت کی۔ چنانچہ وہاں سے واپس آکر اپنے کو مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا اور عہد کیا کہ جب تک اللہ تعالیٰ مجھے معاف نہ کرے میں کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا خواہ مجھے موت ہی کیوں نہ آجائے۔ سات آٹھ روز اسی طرح گذر گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ لوگوں نے آکر ان کو خوشخبری سنائی۔ انھوں نے کہا کہ جب تک آنحضرتؐ مجھے نہ کھولیں میں یہاں سے نہ ہٹوں گا۔ چنانچہ آپؐ تشریف لے گئے اور دست مبارک سے رسی کھول کر ابولبابہؓ کو آزاد کیا۔

ع ۳
۹
۱۷

(۲) اگر ایمان والے اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور پرہیزگاری کا راستہ اختیار کریں تو اللہ تعالیٰ ان پر فضل فرماتا ہے، ان کی کمزوریوں کو معاف کر دیتا ہے، حق و باطل میں فیصلہ فرما دیتا ہے، ان کے دشمن پر ان کو غلبہ عطا فرماتا ہے اور دنیا کی قوموں پر ان کو ایک امتیازی نشان بخشتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہوتا ہے کہ تقوے کی برکت سے ایمان والوں میں حق و باطل اور خیر و شر کے درمیان امتیاز کرنے کی ایک خاص قوت پیدا ہو جاتی ہے جس کی بدولت زندگی کے معاملات میں ان کے قدم ہمیشہ عدل و انصاف اور خیر و سعادت کی طرف اٹھتے ہیں۔

(۳) اس آیت میں ہجرت کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس کا مختصر بیان یوں ہے:۔ اسلام کی ترقی کو دیکھ کر قریش کے سردار بہت گھبرائے اور ایک روز دار الندوہ میں سر جوڑ کر بیٹھے۔ ایک نے قید کرنے کی تجویز پیش کی۔ دوسرے نے کہا محمدؐ کو وطن سے نکال باہر کرو۔ آخر کار ابوجہل کی تجویز پر سب نے اتفاق کیا کہ سب قبیلوں میں سے ایک ایک جوان تیار ہو اور وہ سب مل کر ایک ساتھ محمدؐ پر ہاتھ چھوڑیں اور ان کو قتل کر دیں۔ اس صورت میں قتل کی ذمہ داری کسی ایک شخص پر نہیں ہوگی بلکہ سارے قبیلوں پر ہوگی اور سب قبیلے بنی ہاشم کو خون کا بدلہ (دیت) دے دیں گے۔ چنانچہ ایک رات کئی نوجوان تلواریں بے نیام کئے ہوئے کاشانۂ نبوت کے اطراف چھپ کر بیٹھ گئے ـــــ ادھر دشمن یہ تجویز کر رہے تھے اُدھر اللہ تعالیٰ اپنا انتظام فرما رہا تھا چنانچہ وحی کے ذریعہ

هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً

تیری طرف سے یہی (دین اسلام) برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر

مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَا كَانَ

برسا دے یا کوئی اور دردناک عذاب ہم پر بھیج دے اور (اے پیغمبرؐ) اللہ ایسا

اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ

نہیں ہے کہ ان پر عذاب نازل کرے اس حالت میں کہ تم (جیسے سراپا رحمت) ان میں موجود ہو اور اللہ ایسا بھی نہیں کہ انھیں عذاب میں ڈالے

وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ

اس حالت میں کہ وہ اللہ سے معافی مانگ رہے ہوں (۱) اور اب ان کے لئے کونسی وجہ ہے کہ اللہ انھیں عذاب نہ دے

وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا

حالانکہ وہ مسجد حرام (یعنی خانۂ کعبہ) سے (مسلمانوں کو) روک رہے ہیں اور (حقیقت یہ ہے کہ) وہ اس کے

اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

متولی ہونے کے لائق نہیں بیشک اس کے متولی تو ایسے ہی لوگ ہوسکتے ہیں جو پرہیزگار ہوں لیکن ان میں سے اکثر

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ

لوگ نہیں جانتے اور ان لوگوں کی نماز خانۂ کعبہ کے پاس سیٹیاں

اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا

اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہیں تو (دیکھو!) تم جو کفر کرتے رہے ہو اب

كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ

اس کے بدلے عذاب کا مزہ چکھو (۲) بیشک جو لوگ کافر ہیں وہ اپنا مال اس لئے

اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا

خرچ کرتے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکیں تو یہ لوگ آئندہ بھی (اسی طرح) خرچ کریں گے

(بقیہ تفسیر صفحہ ۳۲۲) آپؐ کو قریش کی تجویز کی اطلاع ہوئی اور مدینہ شریف کی طرف ہجرت کا حکم ہوا۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹایا اور دشمنوں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر مکان سے روانہ ہوگئے۔ حضرت ابوبکرؓ کے مکان تشریف لے گئے جہاں وہ منتظر بیٹھے تھے۔ وہاں سے روانہ ہوکر دونوں حضرات نے غارِ ثور میں جاکر قیام کیا اور پناہ لی جب دشمن کا خطرہ دور ہوگیا تو غارِ ثور سے نکل کر دونوں حضرات صحیح وسلامت مدینہ شریف پہنچ گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی حفاظت فرمائی اور قریش کی چالوں کو خاک میں ملادیا۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) ابوجہل وغیرہ نے انتہائی جہالت اور شقاوت سے کہا تھا کہ خدایا اگر یہ دین اسلام سچا ہے اور اس قرآن کا تیرے پاس سے آنا برحق ہے اور ہم اس کو جھٹلارہے ہیں، تو ہم پر پتھروں کی بارش کیوں نہیں ہوجاتی یا اور کوئی سخت عذاب ہم پر کیوں نازل نہیں ہوتا۔

اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ لوگ عذاب مانگ رہے ہیں اسے دو چیزیں روکتی ہیں۔ ایک یہ کہ ان میں رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْن موجود ہیں۔ آپؐ کی برکت سے آپؐ کے جھٹلانے والوں اور جانی دشمنوں پر بھی ایسا عذاب نہیں آتا جو چشم زدن میں ساری قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹادے۔ دوسری بات یہ کہ ان میں استغفار کرنے والے موجود ہیں مسلمان تو اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن لکھا ہے کہ مشرک بھی طواف وغیرہ کے وقت جو استغفار کرتے تھے، اس سے بھی عذابِ الٰہی رکا ہوا تھا۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ درود شریف اور استغفار کثرت سے پڑھا کریں۔ امید ہے کہ اس سے ان کی مشکلات آسان ہوجائیں گی۔

(۲) یعنی ان دو باتوں کی وجہ سے عذاب رکا ہوا ہے ورنہ ان مشرکوں کے مظالم تو ایسے ہیں کہ فوراً عذاب نازل ہوجانا چاہیئے۔ ان کو عذاب کا مستحق ٹھیرانے والا ان کا یہ ظلم کیا کم ہے کہ وہ اللہ کے پیغمبرؐ اور ان کے ساتھیوں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں بلکہ انھوں نے ان بزرگوں کو وطن چھوڑنے پر مجبور کردیا ہے۔ شاید ان کو اس بات کا بڑا غرہ ہے کہ وہ مسجد حرام کے متولی ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مسجد حرام کے متولی ان جیسے بدعمل لوگ نہیں ہوسکتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے وہ بندے اس کے متولی ہوسکتے ہیں جو پرہیزگار ہیں اور اس کے رسولؐ کے فرماں بردار ہیں۔

یہ بدبخت اللہ کے برگزیدہ بندوں کو مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے روکتے ہیں اور خود نماز اس طرح پڑھتے ہیں کہ سیٹیاں اور تالیاں بجا بجا کر شور مچاتے ہیں۔ ایسے ظالموں اور بدعملوں پر عذاب الٰہی نہ آئے تو کیا ہو۔

ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ۬

گروہ مال ان کے لئے حسرت کا سبب ہوگا پھر (آخرکار) مغلوب ہو جائیں گے (۱)

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿٣٦﴾ لِيَمِيْزَ

اور (یاد رکھو!) جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی تو وہ دوزخ کی طرف جمع کئے جائیں گے یہ اس لئے ہوگا کہ

اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ

اللہ ناپاک (لوگوں) کو پاک (لوگوں) سے الگ کردے اور جو ناپاک ہیں ان میں بعض کو

عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ

بعض کے ساتھ ملا دے پھر سب کو اکٹھا کردے پھر اس (گروہ) کو دوزخ میں ڈال دے

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ

یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں (۲) (اے پیغمبر!) جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی تم ان سے کہہ دو کہ اگر

يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ

وہ اب بھی اپنی حرکتوں سے باز آجائیں تو جو کچھ گزر چکا وہ معاف کر دیا جائے گا اور اگر پھر (وہی حرکتیں) کریں گے تو ان سے پہلے

مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ

لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے وہی ان کے حق میں برتا جائے گا (۳) اور (مسلمانو!) ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (و فساد)

فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ

باقی نہ رہے اور دین سب اللہ ہی کے لئے ہو جائے پھر اگر فساد سے باز آجائیں تو جو کچھ

اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٣٩﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا

وہ کرتے ہیں اللہ اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر روگردانی کریں تو جان رکھو کہ

اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿٤٠﴾

اللہ تمہارا رفیق (اور کارساز) ہے (وہ) کیا ہی اچھا رفیق اور کیسا ہی اچھا مددگار ہے (۴)

(۱) بدر کے دن مکہ کے مشرک سارے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر اللہ والوں کے مقابلہ کے لئے نکلے تھے۔ نیز لکھا ہے بدر کے موقع پر ابو جہل، عتبہ وغیرہ بارہ دولت مندوں نے ایک ایک دن لشکر کو کھانا کھلانے کی ذمہ داری لی تھی پھر بدر کی شکست کے بعد قریشی سرداروں نے تجارتی قافلہ کی ساری رقم صرف کر کے بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے ایک بڑا لشکر تیار کیا تھا۔

اس آیت میں اسی قسم کے خرچ کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے لوگوں کو مال و دولت دیتا ہے۔ لیکن کافر کیسے بدبخت اور ناقدر شناس ہیں کہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے اپنے مال و دولت کو بار بار خرچ کرتے ہیں مگر یاد رکھیں کہ وہ کتنا ہی مال و دولت خرچ کریں، اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ان کی ایک نہیں چلے گی۔ وہ یقیناً شکست کھائیں گے اور افسوس کریں گے کہ ہائے! مال بھی خرچ ہوا، آدمی بھی گئے اور شکست کی رسوائی الگ اٹھانی پڑی۔

(۲) حضرت شاہ عبد القادر صاحب فرماتے ہیں:- آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ اسلام کو غالب کرے گا۔ اس درمیان میں کافر اپنا جان و مال کا زور خرچ کر لیں گے تا نیک و بد جدا ہو جائے یعنی جن کی قسمت میں اسلام لکھا ہے وہ سب مسلمان ہو چکیں اور جن کو کفر پر مرنا ہے وہی اکٹھے دوزخ میں جائیں۔

ع ۹/۱۸

(۳) یعنی اگر کافر کفر اور جنگ سے باز آجائیں، ایمان لے آئیں اور سب کے ساتھ مل جل کر رہیں تو ان کو یقین رکھنا چاہیئے کہ ان کے گزشتہ سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور ان سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔

لیکن اگر وہ باز نہ آئیں اور بدستور کفر پر اڑے رہیں اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنے میں اپنا زور صرف کرتے رہیں تو ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جس طرح گزشتہ نافرمان قوموں کو تباہ کر دیا گیا اسی طرح وہ بھی صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے جائیں گے۔

(۴) اس آیت سے ظاہر ہوا کہ اسلامی جہاد کا مقصد یہ ہے کہ دنیا سے فتنہ و فساد مٹ جائے اور امن و امان قائم ہو جائے۔ لوگوں کو ضمیر اور مذہب کی آزادی ہو اور اللہ کے راستے پر چلنے والوں کے لئے کوئی روک ٹوک نہ ہو۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ لوگوں کے من گھڑت دین اور طریقے مٹ جائیں یا مغلوب ہو جائیں اور سارے انسانیت کے لئے ایک ہی دین اور زندگی کا ایک ہی بنیادی اصول ہو یعنی وہ دین جو اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا ہے، جو پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ السلام پر نازل ہوا ہے اور جس کا نام اسلام ہے۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔

وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ

اور (مسلمانو! اس بات کو) جان رکھو کہ جو مال تمہیں غنیمت میں ملے تو (اس کا حکم یہ ہے کہ) اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کے لئے

وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَ

اور اس کے رسول کے لئے اور (رسول کے) قرابت داروں کے لئے اور یتیموں اور مسکینوں اور

ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا

مسافروں کے لئے ہے اگر تم اللہ پر اور اس (غیبی مدد) پر ایمان رکھتے ہو جو (حق و باطل میں)

عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ

فیصلے کے دن (یعنی جنگ بدر میں) جبکہ دو لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تھے ہم نے اپنے بندے پر نازل کی

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤١﴾ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ

تھی اور (یاد رکھو!) اللہ ہر چیز پر قادر ہے (١) (یہ وہ وقت تھا) جبکہ تم (میدان کے) ادھر والے

الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ

کنارے پر تھے اور وہ لوگ (یعنی کفار میدان کے) اُدھر والے کنارے پر تھے اور قافلہ تم سے نیچے اتر گیا

مِنْكُمْ ۭ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ

تھا اور اگر تم آپس میں (لڑائی کی بات) ٹھہرائے ہوتے تو وقت معین (پر جمع ہونے) میں ضرور اختلاف کرتے

وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ڏ لِّيَهْلِكَ

لیکن (اللہ کو منظور تھا کہ) جو کام ہونے والا تھا اُسے کر ہی ڈالے تاکہ جو مرے

مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ

وہ حجت پوری ہونے کے بعد مرے اور جو زندہ رہے وہ بھی حجت پوری ہونے کے بعد

بَيِّنَةٍ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٤٢﴾ ۙ اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ

زندہ رہے اور بلاشبہ اللہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے (٢) (اے پیغمبر!) اس وقت اللہ نے تمہیں خواب میں

(١) اس آیت میں غنیمت کے مال کی تقسیم کا طریقہ بتایا کہ اس کے پانچ حصے کئے جائیں۔ ایک حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصول فرما کر پھر اس کو پانچ حصوں پر اس طرح تقسیم فرمائیں (١) آپؐ کی ذات خاص کے اخراجات کے لئے (٢) آپؐ کے ان رشتہ داروں کے لئے جنھوں نے شروع سے اسلام کے کام میں آپؐ کی مدد کی اور آپؐ کا ساتھ دیا اور جو زکوٰۃ نہیں لے سکتے۔ (٣) یتیموں کے لئے (٤) محتاجوں کے لئے۔ (٥) مسافروں کے لئے۔ باقی چار حصے لشکر والوں میں تقسیم کر دیئے جائیں اس طرح کہ سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ۔ (تفصیلی احکام فقہ کی کتابوں سے معلوم کئے جاسکتے ہیں۔)

آیت کے پچھلے حصے میں مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس حقیقت پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندے حضرت محمدؐ کے لئے جنگِ بدر کے دن فرشتوں کی مدد نازل فرما کر مسلمانوں کو فتح عنایت فرمائی ان کو غنیمت کے مال میں سے پانچواں حصہ آپؐ کے اخراجات کے لئے اور یتیموں، محتاجوں اور مسافروں کے لئے دینا کچھ بھاری نہیں ہونا چاہیئے۔ پھر مسلمانو کو یقین رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے۔ جس طرح اس نے بدر کے دن مسلمانوں کو فتح عنایت فرمائی اسی طرح وہ ہر موقع پر ان کو کامیاب کر سکتا ہے۔

(٢) اس آیت میں اس بات کو واضح فرمایا کہ بدر کے دن ایک خاص مصلحت سے اللہ تعالیٰ نے جنگ کی صورت پیش فرمادی۔ ہوا یہ کہ مدینہ سے مسلمان قریش کے تجارتی قافلہ کی تاک میں نکلے اور مکہ سے ابوجہل ایک ہزار کا لشکر لے کر قافلہ کی مدد کو روانہ ہوا۔ تجارتی قافلہ تو راستہ کاٹ کر اور نشیب میں اُتر کر مسلمانوں کی زد سے نکل گیا لیکن دونوں لشکر بدر کے میدان کے دونوں کناروں پر آمنے سامنے ہوگئے اور جنگ کا نقشہ جم گیا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے ہوا، ورنہ اگر پہلے سے وقت مقرر کر کے چلتے تو شاید اس طرح ٹھیک وقت پر نہ پہنچ سکتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بات کا فیصلہ کر لیا تھا کہ مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے تاکہ حق واضح ہو جائے اور پیغمبر اسلام کی سچائی ظاہر ہو جائے۔ پھر اس کے بعد جو شخص اسلام قبول کرے یا کفر پر جما رہے اس پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو جائے اور کافر غلط فہمی کا عذر پیش نہ کر سکیں۔

فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۚ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ

کافروں کی تعداد تھوڑی کرکے دکھلائی اور اگر انھیں بہت کرکے دکھاتا تو (مسلمانو!) تم ضرور ہمت ہار دیتے

وَ لَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۚ اِنَّهٗ

اور اس معاملہ میں ضرور جھگڑنے لگتے لیکن اللہ نے تمھیں (اس صورت حال سے) بچا لیا بیشک وہ

عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٤٣﴾ وَ اِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ

دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے اور (دیکھو!) جبکہ تم دونوں فریق ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو

الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ

اللہ نے کافروں کو تمھاری نظروں میں تھوڑے دکھلایا اور (اسی طرح) ان کی نظروں میں تم کو تھوڑے کرکے دکھلایا

لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۚ وَاِلَى اللّٰهِ

تاکہ اللہ کو جو کام کرنا منظور تھا اسے کر ڈالے اور (آخرکار) سب معاملات

تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿٤٤﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً

اللہ ہی کی طرف لوٹیں گے (١) اے ایمان والو! جب (کفار کی) کسی جماعت سے تمھارا مقابلہ ہو تو (لڑائی میں)

فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٤٥﴾

ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ

اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور

تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٤٦﴾

تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (٢)

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ

اور (دیکھو!) ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلانے کے لئے

(١) جنگ سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ کفار مکہ تھوڑے ہیں۔ آپؐ نے صحابہؓ سے بیان فرمایا۔ سب نے یقین کیا اور خوش ہوئے پھر جب دونوں لشکر مقابل کھڑے ہوئے تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی نظروں میں کافروں کی تعداد کم کرکے دکھلائی۔ یعنی آنحضرتؐ کے خواب کے مطابق مسلمانوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ کافروں کی تعداد بہت کم ہے۔ شاید اس بات کو ظاہر کرنا مقصود تھا کہ کافر مغلوب ہو جائیں گے۔ یا یہ کہ اس وقت مکہ والوں کی فوج میں جو لوگ تھے، ان میں تھوڑے ایسے تھے جو کفر کی حالت میں مرنے والے تھے۔ باقی بڑی تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ اُدھر کافروں نے دیکھا کہ مسلمان ان کے مقابلہ میں بہت تھوڑے ہیں۔

جنگ شروع ہونے سے پہلے یہ صورت حال تھی لیکن جب ابوجہل کے لشکر نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا تو مسلمانوں کی مدد کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیجے تو کافروں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی تعداد ان سے دوگنی ہے اور یہ دیکھ کر ان کے دل چھوٹ گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے جس بات کا فیصلہ کیا تھا، وہ ظاہر ہو گئی۔ کیونکہ سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

ع ٥

(٢) اس آیت میں مسلمانوں کو آگاہ فرمایا کہ تمھارا فرض یہ ہے کہ میدان جنگ میں ثابت قدم رہو اور ڈر کر نہ بھاگو۔ اور میدان جنگ میں اللہ تعالیٰ کی یاد خوب کرو۔ یعنی نماز پڑھو، دعا کرو، تکبیر کہو تاکہ تمھارے دل قوی رہیں اور تمھاری ہمت بندھی رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ کی، اس کے رسولؐ کی اور امیر کی فرماں برداری کرو اور آپس میں جھگڑا مت کرو۔ ایک نہایت اہم بات یہ ہے کہ جنگ کے وقت مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ

اپنے گھروں سے نکلے اور (جن کا حال یہ تھا کہ) وہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے

اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿٤٧﴾ وَاِذْ زَيَّنَ

روکتے تھے اور (یاد رکھو!) جو کچھ یہ لوگ کرتے ہیں اللہ اس کو گھیرے ہوئے ہے (١) اور جبکہ شیطان نے

لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ

ان کے اعمال ان کی نگاہوں میں خوشنما کرکے دکھائے اور کہا کہ آج کے دن ان لوگوں میں کوئی

الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّىْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ

نہیں جو تم پر غالب آسکے اور میں تمھارا حمایتی ہوں پھر جب دونوں فوجیں آمنے سامنے

الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ

ہوئیں تو وہ الٹے پاؤں واپس ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے تم سے کوئی واسطہ نہیں

مِّنْكُمْ اِنِّىْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ

میں ایسی چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے میں اللہ سے ڈرتا ہوں

وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ

اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے (٢) اس وقت منافق اور وہ جن کے

وَالَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ؕ

دلوں میں مرض تھا کہنے لگے کہ مسلمانوں کو ان کے دین نے مغرور کر دیا ہے

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٤٩﴾

(یاد رکھو) جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو بیشک اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے (٣)

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ

کاش تم (اپنی آنکھوں سے) وہ حالت دیکھو جبکہ فرشتے ان کافروں کی جان نکالتے ہیں

منزل ٢

(١) یعنی مسلمانوں کو چاہیئے کہ جب جہاد کے لئے نکلیں تو کافروں کی طرح غرور اور تکبر کا مظاہرہ نہ کریں بلکہ جہاد کو عبادت سمجھیں، مخلوق کی خدمت کا جذبہ دل میں رکھیں اور یہ نیت کریں کہ اللہ کی زمین سے فتنہ و فساد دُور ہو، اللہ کا دین ہر طرف پھیلے اور اللہ کی مخلوق امن و چین کے ساتھ زندگی بسر کرے۔

واضح ہو کہ اس آیت میں ابوجہل کی ذہنیت کو ظاہر فرمایا ہے۔ لکھا ہے کہ جب ابوجہل کو یہ اطلاع ملی کہ قریش کا تجارتی قافلہ خطرہ سے نکل گیا ہے اور سلامتی کے ساتھ مکہ کے راستے پر جا رہا ہے تو اس کے لشکر والوں نے واپس ہونے کی خواہش ظاہر کی لیکن ابوجہل نے غرور اور تکبر کا مظاہرہ کیا اور کہا کہ ہم بدر کے میدان میں ٹھیریں گے اور وہاں جشن منائیں گے تاکہ سارے عرب کو ہماری طاقت اور برتری کا یقین ہو جائے اور مسلمانوں کی جماعت ہمارے مقابلہ کی جرأت نہ کر سکے۔

(٢) مفسرین نے لکھا ہے کہ قریش کی بنی بکر سے اَن بَن تھی جب قریش ایک ہزار کا لشکر لے کر مکہ سے نکلنے لگے تو ان کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بنی بکر حملہ کر دیں۔ اس وقت شیطان بنی بکر کے سردار سراقہ بن مالک کی صورت میں ظاہر ہوا اور قریش کے سرداروں کو یقین دلایا کہ ڈرو نہیں، آج تم پر کوئی غالب نہیں ہو سکتا بنی بکر سے اندیشہ نہ کرو۔ میں ضامن ہوں کہ وہ تم پر حملہ نہ کریں گے۔ یہ باتیں سُن کر قریش کو اطمینان ہوا اور وہ بے فکر ہو کر روانہ ہوئے۔

ع ٢
پھر جب بدر کے میدان میں جنگ شروع ہوئی اور شیطان نے دیکھا کہ فرشتے مسلمانوں کی مدد کے لئے آئے ہیں، تو وہ ڈرا اور ابوجہل سے ہاتھ چھڑا کر بھاگا۔ ابوجہل نے کہا کہ سراقہ ایسے نازک وقت میں ہم کو چھوڑ کر کہاں جاتا ہے؟ شیطان نے جواب دیا کہ میں اس جنگ کا جو نتیجہ دیکھ رہا ہوں وہ تم نہیں دیکھ رہے ہو، مجھے اللہ کے فرشتوں سے ڈر لگتا ہے جو مسلمانوں کی مدد کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ تم پر اللہ کا سخت عذاب نازل ہونے والا ہے۔

علامہ بیضاوی نے آیت کے معنی یوں لکھے ہیں کہ شیطان نے قریش کے دل میں یہ بات ڈالی کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں ہو سکتا کیونکہ تمھاری تعداد زیادہ ہے اور تمھارے پاس جنگ کا سامان بھی بہت ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ تمھارے عقیدوں اور اعمال کی برکت سے تم شکست سے بالکل محفوظ ہو۔

(٣) بدر کے دن منافق اور کچے دل کے لوگ کہنے لگے کہ مسلمان اپنے دین پر مغرور ہیں اور دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں کہ (٣١٣) نہتے ایک ہزار جنگجو قریشیوں سے لڑنے نکلے ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی یہ دلیری غرور اور فریب کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل کا نتیجہ ہے۔ اور یاد رکھو جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرکے اس کے دین کی مدد کے لئے اپنی جان کی بازی لگاتا ہے، اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرتا ہے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔ وہ جس کی مدد کرتا ہے، بڑی حکمت کے ساتھ کرتا ہے اور جس کی مدد کرتا ہے وہ یقیناً غالب ہوتا ہے۔

يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا

اور ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہیں اور (کہتے ہیں کہ ابھی کیا ہے آگے چل کر)

عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝٥٠ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ

دوزخ کے عذاب کا مزہ چکھو یہ ان اعمال کی سزا ہے جو تمھارے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں

وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝٥١ۙ كَدَاْبِ اٰلِ

اور بلاشبہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں (۱) (ان کی حالت ایسی ہے) جیسی

فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

فرعون کی قوم کی اور ان لوگوں کی جو ان سے پہلے گزر چکے انھوں نے اللہ کی آیتوں سے انکار کیا تو

فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ

اللہ نے ان کے گناہوں کی سزا میں ان کو پکڑ لیا بیشک اللہ بڑی قوت والا (اور) سخت

الْعِقَابِ ۝٥٢ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً

عذاب (دینے) والا ہے (۲) یہ (بات) اس لئے (ہوئی کہ اللہ کا یہ قانون ہے) کہ جو نعمت وہ کسی قوم کو عطا فرماتا ہے

اَنْعَمَهَا عَلٰي قَوْمٍ حَتّٰي يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَ

اسے نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدل ڈالے اور نیز اس لئے

اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝٥٣ۙ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ

بھی کہ اللہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے (ان کی حالت ایسی ہے) جیسی فرعون کی قوم کی

وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ

اور ان لوگوں کی جو ان سے پہلے گزر چکے انھوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کو جھٹلایا

فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ

تو ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر ڈالا اور فرعون کے گروہ کو (سمندر میں) غرق کر دیا

(۱) یعنی بدر کے میدان میں جو کافر مارے گئے ان کا وہی حشر ہوا جو سب کافروں کا ہوتا ہے جب فرشتے ان کی جان نکالتے ہیں تو ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس مار پیٹ کے علاوہ قیامت کے فیصلے کے بعد تم دوزخ میں جلو گے۔ اور یہ سب کچھ خود تمھارے برے اعمال کی سزا ہوگی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ وہ اپنے بندوں پر ظلم کرے۔

(۲) یعنی ہمیشہ سے یہی طریقہ چلا آرہا ہے کہ جو جیسا کرتا ہے ویسا بھرتا ہے۔ تاریخ کی ورق گردانی کرو۔ فرعون کی قوم اور اس سے پہلے کی قوموں کے حالات دریافت کرو کہ ان کا کیا حشر ہوا۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو جھٹلایا اور اس کے احکام کا انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ان کو نہایت سختی سے پکڑا اور ان کو نیست و نابود کر دیا۔

(١) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قوموں کے زوال اور ان کی بربادی کا ایک اصول بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ بندوں پر بڑا مہربان ہے اور وہ لوگوں کو طرح طرح کی نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے۔ پھر لوگ بے عقلی اور گمراہی سے اپنی فطری استعداد کو خراب کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی صلاحیتوں کا ٹھیک استعمال نہیں کرتے۔ سیدھے راستے کو چھوڑ کر ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرنے کی جگہ اس کی ناشکری کرتے ہیں۔ اللہ کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کی جگہ ان کی حق تلفی کرتے ہیں۔

جب کسی قوم کا یہ حال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی بخشی ہوئی نعمتیں اس سے چھین لیتا ہے۔ عزت کی جگہ ذلت، آزادی کی جگہ غلامی، حکومت کی جگہ محکومی، دولت مندی کی جگہ مفلسی اور راحت کی جگہ مصیبت اس پر نازل کرتا ہے۔

دیکھو! فرعون کی قوم اور اس سے پہلے کی قوموں کے حالات کا مطالعہ کرو۔ ان قوموں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی نعمتوں سے نوازا تھا۔ پھر جب انھوں نے ناشکری کی کہ اس کی نشانیوں کو جھٹلایا اور اس کے احکام سے سرتابی کی تو اللہ تعالیٰ نے فرعون کی قوم کا بیڑا غرق کر دیا اور دوسری قوموں کو بھی مختلف طریقوں سے تباہ کر دیا۔ کیونکہ یہ سب قومیں بڑی ظالم اور ناشکر گزار تھیں۔

(٢) لکھا ہے کہ بنی قریظہ کے یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کی مدد نہیں کریں گے۔ لیکن انھوں نے بدر کے دن اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی۔ جب ان سے جواب طلب کیا گیا تو کہنے لگے کہ ہم بھول گئے تھے۔ اب ایسا نہیں کریں گے۔ مگر غزوۂ خندق کے موقع پر پھر انھوں نے معاہدہ توڑا اور مشرکوں کو مدد پہنچائی۔

اس آیت میں معاہدہ توڑنے والوں کی سخت مذمت کی اور فرمایا کہ کافروں میں وہ لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں جو کفر پر جم گئے ہیں اور کسی طرح کفر کی راہ کو نہیں چھوڑتے۔ کفر کی وجہ سے ان میں یہ عیب بھی پیدا ہو گیا ہے کہ وہ عہد کو بار بار توڑتے ہیں اور کسی بات سے ڈرتے نہیں۔

پھر فرمایا کہ جو لوگ عہد توڑ کر کھلم کھلا میدان میں نکل آئیں اور جنگ پر آمادہ ہو جائیں تو ان سے جنگ کرنی چاہیے اور ان کو ایسی سخت سزا دینی چاہیے کہ ان کو

ع ١٠
٣

وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿٥٤﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ
اور وہ سب ظلم کرنے والے ہیں (١) بیشک اللہ کے نزدیک جانداروں میں سب سے بدتر وہ لوگ

اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٥﴾ اَلَّذِيْنَ
ہیں جنھوں نے کفر کی راہ اختیار کی تو (یہ) وہ (لوگ ہیں جو کبھی) ایمان لانے والے نہیں ان لوگوں کی

عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ
کیفیت یہ ہے کہ تم ان سے (کئی بار) عہد لے چکے ہو (مگر) پھر (بھی) وہ ہر بار اپنا عہد

كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي
توڑ ڈالتے ہیں اور (عہد شکنی کے وبال سے) نہیں ڈرتے تو اگر تم انھیں لڑائی میں پاؤ تو ایسی

الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿٥٧﴾
سزا دو کہ جو لوگ ان کے پیچھے ہیں وہ انھیں دیکھ کر بھاگ جائیں شاید وہ عبرت حاصل کریں

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ
اور اگر تم کو کسی قوم سے عہد شکنی کا اندیشہ ہو تو ان کا عہد ان کی طرف (اس طرح) لوٹا دو کہ تم اور

عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿٥٨﴾ وَلَا
وہ برابر جائیں بیشک اللہ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا (٢) اور جن

يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ﴿٥٩﴾
لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی وہ خیال نہ کریں کہ وہ ہمارے قابو سے بھاگ نکلے ہیں وہ اپنی چالوں سے ہم کو) عاجز نہیں کر سکتے (مسلمانو)

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ
جہاں تک ہو سکے قوت پیدا کرکے اور گھوڑے تیار رکھ کر دشمنوں کے مقابلہ کے لئے اپنا ساز

رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ
وسامان مہیا کئے رہو اس طرح مستعد رہنے سے تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں پر اپنی دھاک بٹھائے رکھو گے

دیکھ کر وہ لوگ بھی جو ان کی مدد پر ہیں یا ان کے بعد آنے والے ہیں، میدان چھوڑ کر بھاگ جائیں اور غداری کی جرأت نہ کریں۔
اور جو لوگ ایسے ہیں کہ انھوں نے کھلم کھلا معاہدہ نہیں توڑا ہے لیکن قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے عہد پر قائم رہنے والے نہیں، تو مسلمانوں کو چاہیے کہ معاہدہ ختم ہونے کا اعلان کر دیں اور ان کو بھی اطلاع دے دیں تاکہ وہ بھی غلط فہمی میں نہ رہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ معاملہ صاف رکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت اور فریب کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ

اور نیز ان کے سوا دوسروں پر بھی جن کو تم نہیں جانتے (لیکن) اللہ

يَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

جانتا ہے اور (یاد رکھو) اللہ کی راہ میں تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ

يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝۶۰ وَاِنْ جَنَحُوْا

تم کو پورا پورا دیا جائے گا اور کسی طرح بھی تمہاری حق تلفی نہ ہوگی (۱) اور (اے پیغمبر!) اگر یہ لوگ صلح کی طرف

لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ

مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو بیشک وہی

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۶۱ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ

سننے والا (اور) جاننے والا ہے (۲) اور اگر وہ لوگ تم کو دھوکا دینا چاہیں تو (کوئی اندیشہ کی بات نہیں)

فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ

بلاشبہ اللہ تمہارے لئے کافی ہے وہی تو ہے جس نے تم کو اپنی مدد سے اور مسلمانوں (کی

بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝۶۲ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا

جمعیت) سے قوت دی اور جس نے مسلمانوں کے دلوں میں الفت پیدا کر دی اگر تم دنیا بھر کی دولت

فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ

خرچ کر ڈالتے تب بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۶۳

لیکن اللہ ہی نے ان میں باہمی الفت پیدا کر دی بلاشبہ وہ غالب (اور) حکمت والا ہے (۳)

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ

اے پیغمبر! تمہارے لئے اللہ کافی ہے اور ان مسلمانوں کے لئے بھی

منزل ۲

(۱) مسلمانوں کو آگاہ فرمایا کہ کافروں کی تیاری سے بالکل نہ ڈریں۔ کیونکہ کافر کتنی ہی تیاری کریں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ہرگز نہیں نکل سکتے۔

البتہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور اس کے ساتھ ساتھ جنگی سامان کی تیاری بھی خوب کریں۔ ہر زمانے کے لحاظ سے جنگ کا بہتر سے بہتر سامان تیار اور فراہم کریں۔ گھوڑے اور تلوار سے لے کر جوہری آلات تک مسلمانوں کو فراہم کرنا چاہیئے کیونکہ سامان جنگ کو دیکھ کر کھلے اور پوشیدہ ہر طرح کے دشمن مرعوب ہوتے ہیں۔

پھر مسلمان یہ یقین رکھیں کہ سامان جنگ کی تیاری میں جس قدر مال و دولت صرف ہوگا اللہ تعالیٰ اس کا پورا پورا بدلہ ان کو عنایت فرمائے گا۔

(۲) اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے اور اس کا اصول یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے جنگ کی آگ سے دامن بچایا جائے۔ اسی اصول کو پیش نظر رکھ کر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو ہدایت فرمائی کہ اگر دشمن جنگ اور خوں ریزی سے منہ موڑ لیں اور تمہارے سامنے صلح کی درخواست پیش کریں تو اللہ پر بھروسہ کر کے تم بھی صلح کا ہاتھ ان کی طرف بڑھا دو اور کچھ اندیشہ مت کرو۔

(۳) یعنی اگر صلح کے بعد دشمن دھوکا دیں تو ان سے مت ڈرو اور یقین جانو کہ اللہ تم کو کافی ہے۔ دیکھو! بدر کے دن اس نے فرشتوں کو بھیج کر تمہاری مدد فرمائی اور مسلمانوں کو جاں نثاری کے لئے تمہارے گرد جمع کر دیا۔ اور دیکھو! اس نے مسلمانوں کے دلوں میں باہمی الفت اور محبت ڈال دی اور ان کو بھائی بھائی بنا دیا۔ یہ کام محض اللہ کے فضل سے اور اس کی حکمت کے تحت ہوا۔ اور دنیا میں کوئی قوت ایسی نہ تھی جو ان جنگجو عربوں کو ملا دیتی اور ان کے دلوں سے صدیوں کے کینے نکال دیتی۔

واضح ہو کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا آپس کا اتحاد اور بھائی چارہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اسی اتحاد کی بدولت گزشتہ زمانے کے مسلمان دشمنوں پر غالب آئے تھے۔ اس آیت کی روشنی میں مسلمانوں کو اپنی حالت کا جائزہ لینا چاہیئے اور عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٤﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ

جنھوں نے تمھاری پیروی کی (۱) اے پیغمبر! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب

عَلَى الْقِتَالِ ۚ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ

دو (اور مسلمانو!) اگر تم میں سے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو

يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ

وہ دو سو پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں سے (ایسے) سو آدمی ہوں گے تو

يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ

ہزار کافروں پر غالب رہیں گے اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں

لَا يَفْقَهُونَ ﴿٦٥﴾ الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ

جو سمجھ نہیں رکھتے (دیکھو!) اب اللہ نے تم پر سے بوجھ ہلکا کر دیا اور معلوم کر لیا کہ

أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا ۚ فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ

تم میں (کسی قدر) کمزوری ہے پس اگر تم میں ایک سو ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو

يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا

وہ دو سو پر غالب رہیں گے اور اگر ایک ہزار ہوں گے تو اللہ کے حکم سے

أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ

دو ہزار پر غالب رہیں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (۲) پیغمبر کے لئے سزاوار

لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي

نہیں کہ اس کے قبضہ میں قیدی رہیں جب تک کہ (کافروں کو قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون

الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ يُرِيدُ

(نہ) بہا دے (مسلمانو!) تم دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو اور اللہ (تمھارے لئے) آخرت کی بھلائی

---

(۱) اکثر مفسرین کے مسلک کے مطابق ہم نے آیت کا ترجمہ کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے پیغمبر! تم کو

ع ۴ اور تمھارے ساتھیوں کو اللہ کافی ہے۔ تم سب اللہ پر بھروسہ رکھو اور دشمن کی کثرت سے کچھ اندیشہ نہ کرو۔

لیکن حضرت شاہ عبدالقادر صاحب اس آیت کا ترجمہ اور مطلب یوں تحریر فرماتے ہیں:۔ اے پیغمبرؐ! کفایت ہے تجھ کو اللہ اور جنھوں نے پیروی کی ہے تیری مومنوں سے۔ فائدہ روایت میں ہے کہ انتالیس ۳۹ مرد اور چھ عورتیں ایمان لائے تھے۔ جس وقت حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے چالیس مرد پورے ہوئے۔ یہ آیت نازل ہوئی۔ سبب نزول اس آیت کا اسلام حضرت عمرؓ کا تھا۔"

اور حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی بیان القرآن میں آیت کا ترجمہ اور مطلب اسی انداز پر لکھا ہے۔

(۲) شروع میں جب مسلمانوں کو جہاد کرنے کی اجازت ملی تو اس وقت ان کی تعداد بہت کم تھی۔ لیکن ان کا ایمان نہایت قوی تھا اور اسلام کی حفاظت کے لئے جان کی بازی لگا رکھی تھی۔ وہ جب میدان جنگ میں اترتے تھے تو اس کی پروا نہیں کرتے تھے کہ دشمن کی تعداد کتنی زیادہ ہے۔ اس لئے بشارت کے رنگ میں ان جاں نثاران اسلام کو حکم دیا کہ اگر ضرورت ہو تو دس گنے دشمنوں کے مقابلہ سے بھی منہ نہیں پھیرنا چاہیئے۔ اللہ کی مدد سے تم ہی غالب رہو گے۔

لیکن بعد میں جب مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی اور حالات کے بدلنے سے لوگوں کی ہمتیں کچھ پست ہو گئیں تو اس حکم کو ہلکا کر دیا گیا اور خوشخبری سنائی گئی کہ اگر تم جنگ کی سختیوں کو برداشت کروگے تو اللہ کی مدد سے دشمن کی دوگنی تعداد پر بھی غالب ہو سکو گے۔

علماء نے لکھا ہے کہ دشمن کی دوگنی تعداد سے مقابلہ کرنا واجب ہے اور پیٹھ پھیرنا سخت گناہ ہے۔ لیکن اگر دشمن کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہو تو میدان چھوڑنے اور جان بچانے کی اجازت ہے۔

الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۶۷ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ

چاہتا ہے ۔ اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے (۱) اگر ایک بات اللہ کی طرف سے پہلے نہ لکھی جا چکی

سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۶۸ فَكُلُوْا

ہوتی تو جو کچھ تم نے (بدر کے قیدیوں سے) لیا ہے اس کے بدلے ضرور تم پر عذاب نازل ہوتا ۔ تو جو مال تمہیں

مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ڮ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

غنیمت میں ہاتھ لگا ہے اسے حلال اور پاکیزہ سمجھ کر کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۶۹ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ

بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۲) اے پیغمبر! (بدر کے) جو قیدی تمہارے قبضہ میں ہیں ان سے

مِّنَ الْاَسْرٰٓي ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا

کہہ دو کہ اگر اللہ تمہارے دلوں میں نیکی معلوم کرے گا تو

يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَ

جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے کہیں بہتر چیز تمہیں عطا فرمائے گا اور تمہیں بخش دے گا اور

اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۷۰ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ

اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے اور (اے پیغمبر!) اگر یہ لوگ تم سے دغا کرنا چاہیں تو (کوئی

فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۭ

تعجب نہیں) یہ اس سے پہلے اللہ کے ساتھ دغا کر چکے ہیں تو (اس کی سزا میں) اس نے ان کو تمہارے قبضہ میں کر دیا

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۷۱ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے (۳) بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور

هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے

ع ۹ ۵

(۱) لکھا ہے کہ بدر کی جنگ میں ستر قیدی گرفتار ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آپؐ کی قوم کے لوگ ہیں۔ ان سے توبہ کرائیے اور چھوڑ دیجئے شاید اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان لوگوں نے آپؐ کو جھٹلایا اور آپؐ کو مکہ سے نکالا۔ اجازت دیجئے کہ میں ان کی گردنیں اڑا دوں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے یہ تجویز پیش کی کہ ان کو آگ میں جلا دیا جائے۔ اکثر صحابہؓ کا رجحان دیکھ کر آپؐ نے یہ حکم فرمایا کہ ہر قیدی سے فدیہ (یعنی مال کی شکل میں جان کا معاوضہ) لے کر اس کو چھوڑ دیا جائے اور جو فدیہ نہ دے اس کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ فدیہ لے کر ان قیدیوں کو چھوڑ دیا گیا اور ان سے یہ اقرار لیا گیا کہ آئندہ مسلمانوں سے نہ لڑیں گے۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کے اس فیصلہ کو ناپسند فرمایا اور اس طرف توجہ دلائی کہ کفار کی کثرت اور شدت کو دیکھتے ہوئے مناسب یہ تھا کہ فدیہ کے مال کی طرف توجہ نہ کی جاتی بلکہ قیدیوں کو قتل کر دیا جاتا تاکہ کفار کا زور ٹوٹ جاتا اور ان پر مسلمانوں کا رعب بیٹھ جاتا۔

(۲) اس موقع پر صحابہؓ سے اجتہاد اور رائے میں غلطی ہوئی تھی اور یہ بات ہرگز نہ تھی کہ انھوں نے کسی حکم کی نافرمانی کی ہو۔ کیونکہ اس بارے میں پہلے سے کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا۔ دوسرے یہ بات بھی تھی کہ یہ حضرات بدر کے مجاہدین تھے جن کی بخشش کا اعلان ہو چکا تھا۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ بدر کے قیدیوں میں سے کئی حضرات بعد میں مسلمان ہو گئے۔

اس لئے اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت نہیں کی اور اس لغزش کو معاف فرما دیا بلکہ اس عتاب کے ساتھ یہ خوشخبری بھی سنائی کہ غنیمت کا مال جس میں فدیہ بھی شامل ہے تمہارے لئے پاک اور حلال ہے۔ اس کو کھاؤ اور پرہیزگاری کا راستہ اختیار کرو۔ اگر کوئی لغزش ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور اس سے بخشش چاہو۔ وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

(۳) بدر کے قیدیوں میں آنحضرتؐ کے چچا حضرت عباسؓ بھی تھے جب ان سے فدیہ مانگا گیا تو انھوں نے کہا کہ میں تو اسلام قبول کر چکا ہوں۔ لیکن ابو جہل وغیرہ نے زبردستی مجھ کو جنگ میں شریک کر لیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ دل کا حال اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ ظاہر میں تو تم ہم پر چڑھ کر آئے تھے۔ پھر انھوں نے چار آدمیوں کا فدیہ ادا کیا۔

چنانچہ اس آیت میں بدر کے قیدیوں میں سے اس طرح کے لوگوں کو آگاہ فرمایا کہ اگر تم ایمان میں سچے ہو تو گھبراؤ نہیں۔ اس موقع پر جو کچھ تم سے فدیہ کے نام سے لیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بہتر تم کو دیدے گا اور تمہارے گناہوں کو بخشے گا۔ لیکن اگر تمہاری نیتیں خراب ہیں اور آنحضرتؐ کو دھوکا دینے کا ارادہ ہے، جس طرح کہ تم پہلے آپؐ کے ساتھ مکر و فریب کر چکے ہو۔ تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔ وہ تم کو پھر سزا دے گا جس طرح کہ اس نے اس جنگ میں تم کو سزا دی اور تم کو مغلوب کر کے اپنے نبیؐ کے ہاتھوں میں گرفتار کرا دیا۔

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا

جہاد کیا اور وہ جنھوں نے (مہاجرین کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی

اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ

(تو) یہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور جو لوگ

اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ

ایمان تو لائے مگر ہجرت نہیں کی تو جب تک وہ ہجرت نہ کریں

مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ

تمھیں ان کی رفاقت سے کچھ سروکار نہیں اور اگر وہ تم سے دین کے معاملہ میں

فِی الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ ۢ بَيْنَكُمْ

مدد طلب کریں تو تم کو مدد کرنی لازم ہے مگر ان لوگوں کے مقابلہ میں کہ تم میں اور ان میں صلح کا

وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۷۲﴾

عہد (وپیمان) ہو (مدد نہیں کرنی چاہیئے) اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے (۱)

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا

اور جو لوگ کافر ہیں وہ بھی (کفر میں) ایک دوسرے کے رفیق ہیں اگر تم

تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ؕ ﴿۷۳﴾

ایسا نہ کروگے تو ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بڑا فساد مچے گا (۲)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ

اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ

جہاد کیا اور اور وہ لوگ جنھوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی تو یہی

(۱) واضح ہو کہ مدینہ شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرینؓ اور انصارؓ میں باہمی بھائی چارہ (مواخاۃ) کرا دیا تھا جس کی بنیاد صرف اسلامی تعلق پر تھی۔ اس وقت مہاجرینؓ اور انصارؓ ایسے بھائی بھائی ہو گئے تھے کہ اگر ایک مر جاتا تو دوسرا اس کا وارث اور حقدار سمجھا جاتا تھا۔

چنانچہ اس آیت میں مہاجرینؓ اور انصارؓ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ مہاجرینؓ کی یہ صفات ہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے، اسلام کی خاطر انھوں نے اپنا پیارا وطن چھوڑا اور جان و مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔ اسی طرح انصارؓ کا حال ہے کہ وہ بھی اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے، پھر انھوں نے جان و مال سے اللہ کے رسولؐ کی مدد کی اور آپؐ کو اور آپ کے ساتھی مہاجرینؓ کو اپنے وطن میں پناہ دی جب کہ ان کے ہم وطنوں نے ان کو وطن سے نکال دیا تھا۔

یہ سب کے سب ایک اُصول کے ماننے والے اور ایک طریقے پر چلنے والے ہیں۔ یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست، رفیق، ولی اور مددگار ہیں۔

پھر ان لوگوں کا حال بیان فرمایا جو فتح مکہ سے پہلے ایمان تو لے آئے تھے لیکن کفار مکہ کے پنجے میں گرفتار ہونے کی وجہ سے یا اور کسی عذر سے ہجرت کر کے مدینہ شریف نہ آسکے تھے ظاہر ہے کہ مدینہ والوں کے ساتھ ان کے تعلقات اتنے گہرے اور قریبی نہیں ہو سکتے تھے جتنے گہرے مہاجرینؓ کے تھے۔

البتہ اسلام کے تعلق سے ان کا یہ حق ضرور ہے کہ جب وہ دین کے معاملہ میں مدد چاہیں تو ضرور ان کی مدد کرنی چاہیئے۔ مگر اس میں بھی معاہدوں کا لحاظ رکھا جائے اور ایسے کافروں کے مقابلہ میں ان کی مدد نہ کی جائے جن سے جنگ نہ کرنے کا عہد و پیمان ہے۔

(۲) یعنی اگرچہ کافر مختلف مذہبوں کے پیرو ہیں اور مختلف عقیدے رکھتے ہیں مگر اسلام کی مخالفت میں سب ایک دوسرے کے دوست اور مددگار ہیں چنانچہ بنی قریظہ کے یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف مکہ کے مشرکوں سے دوستی کی تھی اور ان کی مدد کی تھی حالانکہ اپنے عقیدے کے لحاظ سے مشرکوں کے سخت دشمن تھے ــــ اس لئے مسلمانوں کو بھی چاہیئے کہ آپس میں اتحاد رکھیں اور ضرورت کے وقت ایک جماعت دوسری جماعت کی مدد کرے۔ اگر مسلمان ایسا نہ کریں گے تو کفر اور بدعملی کی وجہ سے اللہ کی زمین میں فساد برپا رہے گا اور اسلامی اصول کے پھیلنے کی وجہ سے دنیا میں امن و امان کا جو دروازہ کھل گیا ہے، وہ بند ہو جائے گا۔

(۱) یعنی اللہ تعالےٰ کے نزدیک یہ دو گروہ بڑے مرتبے والے ہیں. ایک وہ مہاجرین جنہوں نے حق کی خاطر گھر بار چھوڑا اور جان و مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا. دوسرے وہ انصار جنہوں نے مہاجرین کو اپنے گھروں میں پناہ دی اور ہر طرح سے ان کی مدد کی. یہ لوگ سچے اور پکے مسلمان ہیں اور اللہ تعالےٰ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کے گناہ بخشے جائیں گے اور دنیا و آخرت میں بڑی عزت کے ساتھ ان کو رزق ملیگا.
(۲) یعنی جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کر کے مہاجرین اور انصار کے ساتھ مل گئے اور ان کے ساتھ جہاد کیا' ان کا شمار بھی مہاجرین اور انصار میں ہوگا اور وہ بھی دوستی' رفاقت اور وراثت کے حقوق میں سب کے ساتھ شریک رہیں گے.

هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٧٤﴾
لوگ سچے مسلمان ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے (۱)
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ
اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کرتے رہے
فَاُولٰۗىِٕكَ مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى
وہ بھی تم ہی میں داخل ہیں انہیں الگ نہ سمجھو باقی رہے قرابت دار تو وہ اللہ کے حکم کی رو سے ایک
بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٧٥﴾
دوسرے کی میراث کے زیادہ حقدار ہیں بلاشبہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے (۲)

اٰیاتہا ۱۲۹ (۹) سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ رکوعاتہا ۱۶

سورۂ توبہ (۳) مدینہ میں نازل ہوئی

بَرَاۗءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ
اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکوں (کے عہد) سے بیزاری ہے جن سے
مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ۭ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ
تم نے عہد کر رکھا تھا تو (مشرکو!) تم اس سرزمین میں چار مہینے
اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ
چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور یہ بھی (یاد رکھو) کہ اللہ
اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ
(حق سے) انکار کرنے والوں کو ذلیل کرنے والا ہے (۴) اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف
رَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ
سے لوگوں (کو آگاہ کرنے) کے لئے حج اکبر کے دن اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ

واضح ہو کہ آخر میں وراثت کے مسئلہ کو صاف فرمایا. پہلے بیان کیا گیا تھا کہ بھائی چارہ کے تعلق کی وجہ سے مہاجرین اور انصار ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے. اب اس بات کو صاف فرمادیا کہ اگر مہاجرین کے رشتہ دار بعد میں ہجرت کر کے مدینہ آجائیں اور سب مسلمانوں کے ساتھ مل جائیں تو وراثت کے معاملہ میں رشتہ داروں کے حقوق زیادہ سمجھے جائیں گے کیونکہ وراثت اللہ تعالےٰ کا ٹھیرایا ہوا ایسا حق ہے جس کو بھائی چارہ کے حق پر ترجیح حاصل رہے گی.

(۳) اس سورۃ کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی جاتی. لکھا ہے کہ امام قشیری کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت جبرئیل اس سورۃ کے ساتھ 'بسم اللہ' نہیں لائے اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ 'بسم اللہ' امان کے لئے ہوتی ہے. چونکہ اس سورۃ میں کفار کے لئے امن نہیں ہے' اس لئے بسم اللہ نہیں لکھی گئی تاکہ غضب الٰہی کے آثار ظاہر ہوں.

ع ۱۰

یہ سورۃ ۹ھ میں فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی. لکھا ہے کہ ۶ھ میں حدیبیہ کے مقام پر آنحضرتؐ اور قریش مکہ میں معاہدہ ہوا. مسلمانوں کے ساتھ قبیلۂ خزاعہ شریک ہوا اور قریش کے ساتھ قبیلۂ بنی بکر. صلح کی بنیادی شرط یہ تھی کہ دس برس تک دونوں فریق جنگ نہیں کریں گے لیکن معاہدہ کو دو برس بھی نہیں گزرے تھے کہ قبیلۂ بنی بکر نے قبیلۂ خزاعہ پر حملہ کر دیا اور قریش نے ان کی مدد کی. اس طرح قریش نے معاہدہ توڑ دیا اس لئے ۸ھ میں آنحضرتؐ نے دس ہزار صحابہؓ کے ساتھ قریش پر اچانک حملہ کر کے آسانی کے ساتھ مکہ شریف کو فتح کر لیا. فتح مکہ کے بعد عرب کے بہت سے قبیلوں نے آپؐ سے معاہدے کئے کہ ہم آپؐ سے اور آپؐ کے حلیفوں سے جنگ نہیں کریں گے.

لیکن جب ۹ھ میں آنحضرتؐ ملک شام کے بادشاہ کے حملہ کو روکنے کے لئے 'تبوک' کو تشریف لے گئے تو بہت سے قبیلوں نے عہد توڑ دیا. چنانچہ جب آپؐ 'تبوک' سے واپس تشریف لائے تو اس سورۃ کی ابتدائی تیس یا چالیس آیتیں نازل ہوئیں.

اس سال آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو حاجیوں کے قافلہ کا سالار بنا کر بھیجا. بعد میں حضرت علیؓ کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ حج کے دن یہ آیتیں مجمع عام میں پڑھ کر سنا دیں چنانچہ حضرت علیؓ نے 'جمرۃ العقبیٰ' کے پاس کھڑے ہو کر یہ آیتیں سنا دیں اور معاہدوں کے بارے میں سب کو آگاہ کر دیا نیز یہ بھی کہدیا کہ آئندہ سال سے کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا.

(۴) یعنی عہد شکنی کرنے والوں کو اور ان لوگوں کو جن کے معاہدات غیر معین مدت کے لئے تھے' جتا دیا جاتا ہے کہ اب معاہدات ختم کر دیئے گئے. البتہ تم کو چار مہینے کی مہلت دی جاتی ہے. ان

بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۵ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ

اور اس کا رسول مشرکوں سے بیزار ہیں تو (مشرکو!) اگر تم توبہ کرلو تو

فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ

تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر نہ مانو تو جان رکھو کہ تم اللہ کو کسی طرح

مُعْجِزِي اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ

عاجز نہیں کرسکتے اور (اے پیغمبر!) جو لوگ کفر کی راہ چل رہے ہیں تم انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری

اَلِيْمٍ ۳ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ

سنادو البتہ جن مشرکوں کے ساتھ تم نے عہد کیا ہو پھر انھوں نے (معاہدہ کی

ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ

تکمیل میں) کوئی کمی نہ کی ہو اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی ہو تو

اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ

جس مدت تک ان کے ساتھ عہد کیا ہو اسے پورا کرو بلاشبہ

اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۴ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ

اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے (۱) پھر جب حرمت کے مہینے

الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ

گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور (جہاں کہیں ملیں)

وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ

گرفتار کرو اور گھیر لو اور ہر گھات کی جگہ ان کی تاک میں بیٹھو

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ

اور پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں

(بقیہ تفسیر صفحہ ۳۳۴) چار مہینوں میں بے کھٹکے تم ملک میں چل پھر سکتے ہو۔ اس مدت میں تم اپنے بارے میں فیصلہ کرلو۔ اگر تم ایمان لے آؤ تو ہمارے بھائی ہو۔ ورنہ پھر یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم کو دنیا اور آخرت میں رسوا کرے گا اور تم اس کی تدبیر کو نہیں روک سکتے۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) جن لوگوں سے ایک خاص مدت تک کے لئے معاہدہ تھا اور انھوں نے معاہدہ کے احترام میں کوئی کمی نہیں کی، نہ تو خود جنگ چھیڑی اور نہ حملہ کرنے والوں کی مدد کی، تو مسلمان بھی اس معاہدہ کا پورا پورا احترام کریں گے اور اس مقررہ مدت تک معاہدہ کو پورا کریں گے۔ مسلمان عہد شکنی سے بچتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ عہد شکنی سے پرہیز کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٥ وَاِنْ

توان کی راہ چھوڑ دو بلاشبہ اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۱) اور اگر

اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى

اگر مشرکوں میں سے کوئی شخص تم سے پناہ کا طالب ہو تو اس کو پناہ دو یہاں تک کہ

يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

وہ (اچھی طرح) اللہ کا کلام سن لے پھر اس کو اس کے امن کی جگہ پہنچا دو اس کی وجہ یہ ہے کہ

قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝٦ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ

وہ لوگ جانتے نہیں (۲) بھلا مشرکوں کے لئے (جنھوں نے عہد توڑ ڈالا)

عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ

اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک عہد کیوں کر قائم رہ سکتا ہے؟ ہاں جن لوگوں کے ساتھ

عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا

تم نے مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کے قریب عہد کیا ہے تو جب تک وہ تم سے سیدھی طرح

لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝٧

رہیں تم بھی ان سے سیدھی طرح رہو بیشک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ

(ان کا عہد) کیسے (معتبر ہو جبکہ ان کا حال یہ ہے کہ) اگر تم پر غلبہ پالیں تو نہ قرابت کا

اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۚ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى

لحاظ رکھیں نہ عہد کا یہ منہ سے تو تم کو رضامند کر رہے ہیں مگر ان کے دل ان باتوں

قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝٨ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

کو نہیں مانتے اور ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں (۳) یہ لوگ اللہ کی آیتوں کے عوض

(۱) جب چار مہینے کی مدت پوری ہو جائے گی تو مشرکوں کے لئے جزیرۂ عرب میں پناہ کی کوئی جگہ نہ ہوگی ان کو گھیر ا جائے گا، گرفتار کیا جائے گا اور قتل کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ شرک اور کفر سے باز آجائیں، ایمان لے آئیں، نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو پھر ان سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

(۲) چار مہینوں کے بعد بھی اگر کوئی مشرک امن کی درخواست کرے اور کلام الٰہی سننے اور اسلام کو سمجھنے کے لئے مسلمانوں کی جماعت میں آنا چاہے تو اس کو اس بات کا موقع دیا جائے۔ اگر سمجھ لے اور ایمان لے آئے تو اچھا ہے۔ ورنہ اس کو قتل نہ کیا جائے اور حفاظت کے ساتھ اس کو اس کے ملک میں پہنچا دیا جائے۔ کیونکہ مشرک اسلام کو سمجھتے نہیں ہیں۔ اس لئے ان کو اس بات کا پورا پورا موقع دیا جائے کہ وہ اسلام کی حقیقت سے واقف ہو جائیں۔ ع ۶

(۳) صلح حدیبیہ کے وقت قریش کے ساتھ بنی ضمرہ وغیرہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کیا تھا جس پر وہ قائم رہے۔ اس لئے ان کے بارے میں فرمایا کہ تم اپنی طرف سے معاہدہ مت توڑو اور جب تک وہ سیدھے رہیں تم بھی سیدھے رہو۔ کیونکہ عہد وپیمان کا پورا کرنا پرہیزگاروں کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔ لیکن دوسرے مشرکوں کے بارے میں فرمایا کہ ان کے عہد وپیمان کا اعتبار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کے دل تمہاری طرف سے صاف نہیں ہیں۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی حفاظت میں لے رکھا ہے، اس لئے وہ مجبور ہیں۔ ورنہ اگر ان کا بس چلے تو یہ تم پر بڑے مظالم ڈھائیں، نہ رشتہ داری کا خیال کریں اور نہ قول وقرار کا۔ اب جبکہ ان کا بس نہیں چلتا ہے تو یہ میٹھی میٹھی باتیں کرکے تمھیں راضی کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ باتیں ان کے دل سے نکلی ہوئی نہیں۔ یہ بڑے جھوٹے دغاباز اور بدکردار ہیں۔

ثَمَنًا قَلِيلًا فَصَدُّوا عَن سَبِيلِهِ ۚ إِنَّهُمْ

تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں بلاشبہ

سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۞٩ لَا يَرْقُبُونَ فِي

برے کام ہیں جو یہ کرتے ہیں یہ لوگ کسی مسلمان کے حق میں نہ تو

مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ ۞١٠

رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ عہد کا اور یہی لوگ زیادتی کرنے والے ہیں (۱)

فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ

تو اگر یہ لوگ توبہ کرلیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو دین میں

فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ۗ وَنُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ

تمھارے بھائی ہیں اور جو لوگ سمجھ دار ہیں ان کے لئے ہم اپنی آیتیں تفصیل کے ساتھ

يَعْلَمُونَ ۞١١ وَإِن نَّكَثُوا أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ

بیان کرتے ہیں (۲) اور اگر یہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو

عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ

توڑ ڈالیں اور تمھارے دین میں طعنہ زنی کریں پھر (اس کے سوا چارہ نہیں کہ) ان کفر کے

الْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ ۞١٢

پیشواؤں سے لڑو بلاشبہ ان کی قسمیں کچھ بھی قابل اعتبار نہیں ہیں اس لئے لڑو تاکہ وہ بدعہدی سے باز آجائیں (۳)

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا

مسلمانو! تم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنھوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور اللہ کے رسول کو

بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ

(ان کے وطن سے) نکال باہر کرنے کا پکا ارادہ کیا اور خود ان ہی نے پہلے تم سے چھیڑ شروع کی

---

(۱) یہ مشرک بڑے ناقدرے ہیں۔ یہ اللہ تعالٰی کے کلام اور اس کی آیتوں کی کچھ بھی قدر نہیں کرتے۔ ان کا حال یہ ہے کہ اگر کوئی ان کو تھوڑا مال دیدے تو یہ مال کی لالچ میں آکر خود بھی اللہ تعالٰی کے راستے سے رُک جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس سے روکنے کے لئے اپنی ساری قوت صرف کردیتے ہیں۔ اور بدبخت یہ خیال نہیں کرتے کہ جو اعمال وہ کر رہے ہیں وہ بہت ہی بُرے ہیں اور ان کا نتیجہ بہت بُرا نکلے گا۔ بات یہ ہے کہ ان کو اسلام اور مسلمانوں سے ضد ہوگئی ہے اور مسلمان ان کو ایک آنکھ نہیں بھاتے۔ مسلمانوں کی مخالفت میں یہ حد سے گزر جاتے ہیں؛ نہ رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ عہد وپیمان کا۔

(۲) اسلام کو کسی انسان سے شخصی مخالفت نہیں ہے۔ جو لوگ آج اسلام کی مخالفت پر کمر باندھے ہوئے ہیں، اگر وہ ضد چھوڑ دیں، کفر وشرک سے توبہ کرلیں، اسلامی احکام کے پابند ہوجائیں، خاص کر نماز وزکواۃ کا بہت اہتمام کریں تو وہ اسلامی جماعت میں شامل ہوجائیں گے اور ہر طرح کے حقوق میں سب کے ساتھ برابر کے شریک رہیں گے۔ یاد رکھو: اس طرح کی باتوں سے وہی فائدہ اٹھاتے ہیں جو علم وعقل رکھتے ہیں۔

(۳) یعنی مشرکوں میں سے جن لوگوں نے عہد توڑ ڈالا۔ جیسے بنی بکر اور قریش مکہ کہ انھوں نے قبیلہ خزاعہ کے معاہدہ کا پاس نہیں کیا، پھر دین اسلام پر نامناسب حملے کرتے رہے تو سمجھو کہ یہ لوگ سرغنہ ہیں۔ یہ خود بھی کفر کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی کفر پر آمادہ کرتے ہیں۔ اس لئے ایسے لوگوں سے جنگ کرو اور ان کو سزا دو۔ شائد تمھارے ہاتھوں سزا پاکر اپنی بدعملی سے باز آجائیں۔

أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ

کیا تم ان سے ڈرتے ہو اگر تم ایمان دار ہو تو (سمجھ لو کہ) اللہ اس بات کا زیادہ سزاوار ہے کہ

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣﴾ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِأَيْدِيْكُمْ

تم اس سے ڈرو (١) تم ان لوگوں سے (بلا تامل) لڑو اللہ تمہارے ہی ہاتھوں ان کو سزا دے گا

وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ

اور ان کو رسوا کرے گا اور ان پر تم کو فتح دے گا اور مسلمانوں کے دل

قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٤﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۚ

ٹھنڈے کرے گا اور ان کے دلوں سے غصہ دور کرے گا

وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

اور پھر جس پر چاہے گا اپنی رحمت سے توجہ کرے گا اور اللہ جاننے والا (اور)

حَكِيْمٌ ﴿١٥﴾ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ

حکمت والا ہے (٢) (مسلمانو!) کیا تم سمجھتے ہو کہ یوں ہی (بغیر آزمائش کے) چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ ابھی تو

اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ

اللہ نے ان لوگوں کو نہیں آزمایا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور اللہ اور اس

دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۚ

کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو اپنا دلی دوست نہیں بنایا

وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٦﴾ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ

اور (یاد رکھو!) جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے (٣) مشرکوں کا کام نہیں کہ

أَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ

اللہ کی مسجدیں آباد کریں جبکہ وہ خود اپنے کفر کا اعتراف

(١) قریش مکہ نے بار بار اپنی قسموں اور اپنے معاہدوں کو توڑا۔ بے قصور مسلمانوں پر مظالم ڈھائے ہجرت سے پہلے اللہ کے آخری رسول ؐ کو ان کے وطن سے نکالنے کے منصوبے باندھے۔ صلح حدیبیہ کا معاہدہ پہل کرکے توڑا۔ ایسے ظالموں کے خلاف تلوار اٹھانے میں مسلمانوں کو کیا تامل ہو سکتا ہے۔ ایمان والے ظالموں اور فسادیوں سے نہیں ڈرتے۔ وہ تو صرف اللہ سے ڈرتے ہیں اور اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

(٢) اس آیت میں حق تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے خلاف جنگ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ تمہارے ہاتھوں ان مشرکوں کو عذاب دے گا اور ان کو ذلیل کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد فرمائے گا۔ ایمان والوں کے دلوں سے غصہ نکال دے گا اور ان کے سینوں کو ٹھنڈا کرے گا۔

تاریخ گواہ ہے کہ یہ سب باتیں پوری ہوئیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی اور قریش مکہ مسلمانوں کے ہاتھوں رسوا اور قتل ہوئے۔ ان کے دلوں میں ظالموں کے خلاف جو غصہ بھرا ہوا تھا وہ دور ہوا اور ان کے دل ٹھنڈے ہوئے۔

(٣) مسلمانوں پر جہاد فرض کرنے میں ایک اور مصلحت بھی ہے کہ جہاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو آزمانا چاہتا ہے اور دیکھنا چاہتا ہے کہ کون اللہ کو، اس کے رسول کو اور ایمان والوں کو دوست رکھتا ہے اور جان و مال سے اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ویسے بھی سب کچھ جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب سے باخبر ہے، لیکن وہ چاہتا ہے کہ جہاد کے ذریعہ سچے مسلمان ممتاز ہو جائیں اور ان کے نمونے لوگوں کے سامنے آ جائیں۔

ع ٢ ٨

بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ښ وَفِي النَّارِ

کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے سب اعمال بیکار ہیں اور یہ ہمیشہ دوزخ

هُمْ خٰلِدُوْنَ ۱۷ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ

میں رہیں گے حقیقت میں اللہ کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ

آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں

وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰۗىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا

اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے ایسے لوگوں کی نسبت امید ہے کہ

مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۱۸ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاۗجِّ

ہدایت پانے والے لوگوں میں سے ہوں گے (۱) کیا تم لوگوں نے حاجیوں کو پانی پلانے (والے)

وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

اور مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کو آباد کرنے (والے) کو اس شخص کی طرح قرار دیا ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان

الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ

رکھتا ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اللہ کے نزدیک یہ دونوں برابر

اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۱۹ اَلَّذِيْنَ

نہیں اور اللہ ظلم کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا (۲) جو لوگ

اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں

بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ

جہاد کیا تو یقیناً اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے

(۱) مکہ کے مشرک اس بات پر بڑا فخر کرتے تھے کہ وہ اللہ کے گھر یعنی کعبہ شریف کے متولی اور محافظ ہیں، اس کی تعمیر کرتے ہیں اور اس کو آباد رکھتے ہیں، حاجیوں کی خدمت کرتے ہیں، ان کو پانی پلاتے ہیں اور ان کی مہمان داری کرتے ہیں چنانچہ جب حضرت عباسؓ جنگ بدر میں گرفتار ہوئے تو حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہؓ نے ان کے مشرکانہ اعمال پر ان کو سخت وسست کہا۔ انھوں نے جواب میں یہی کہا "تم ہمارے عیب تو گناتے ہو لیکن ہماری نیکیاں نہیں دیکھتے کہ ہم اللہ کے گھر کو آباد رکھتے ہیں اور حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں۔ یہ نیکیاں بھی اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا وزن رکھتی ہیں۔

اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور فرمایا کہ مشرکوں کو یہ دعویٰ زیب نہیں دیتا اور ان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مسجدوں کو آباد کریں جبکہ وہ علانیہ شرک، کفر اور بدعملیوں میں مبتلا ہیں۔ انھوں نے کعبہ شریف میں بت رکھ چھوڑے ہیں، وہ برہنہ ہو کر کعبہ شریف کا طواف کرتے ہیں، انھوں نے اللہ کی کتاب اور اس کے رسولؐ کو ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ ایسے لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس طرح مقبول ہو سکتے ہیں۔

حقیقت میں ساری مساجد اور خاص کر مسجد حرام کی تعمیر اور اس کے آباد کرنے کے مستحق تو اللہ کے وہ بندے ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لا چکے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکال کر اللہ کے بندوں کی خدمت کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مشرکوں کی قوت اور کثرت سے مرعوب نہیں ہوتے اور ان کو مسجد حرام سے نکالنے کے لئے جہاد کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی سچے اور پکے ایمان والے اور فرماں بردار لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پانے کی امید رکھ سکتے ہیں۔

ربع

(۲) مکہ کے مشرک بڑی غلط فہمی میں ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ حاجیوں کو پانی پلانے والے اور مسجد حرام کی خدمت کرنے والے ان لوگوں کے برابر ہو سکتے ہیں جو اللہ پر آخرت کے دن پر ایمان لائے اور جنھوں نے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا۔

حقیقت میں اللہ کے نزدیک یہ دونوں گروہ برابر نہیں ہیں یہ مشرک ظالم ہیں اور ظلم کرنے والوں کو اللہ ہدایت نہیں فرماتا۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿٢٠﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ

اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں ان کا پروردگار انھیں اپنی

بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ

رحمت اور کامل خوشنودی اور بہشت کے ایسے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کو دائمی آسائش

مُّقِيْمٌ ﴿٢١﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ

ملے گی اور یہ لوگ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے بلاشبہ اللہ کے پاس

اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٢﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا

بڑا ثواب ہے (١) اے ایمان والو! اگر تمھارے

اٰبَاۗءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَاۗءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ

باپ دادا اور تمھارے بھائی ایمان کے مقابلہ میں کفر کو عزیز رکھیں تو

عَلَي الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ

انھیں اپنا رفیق نہ بناؤ اور تم میں سے جو ان سے دوستی رکھیں تو وہی

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٣﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ

ظالم ہیں (٢) (اے پیغمبر! مسلمانوں سے) کہدو کہ اگر تمھارے باپ اور بیٹے

وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ

اور بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارے خاندان کے آدمی اور مال

اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ

جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور تمھارے رہنے کے مکانات

مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

جن کو تم پسند کرتے ہو (اگر یہ ساری چیزیں) تمھیں اللہ

(١) وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کی اور جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اللہ کے نزدیک ان کے درجے بہت بلند ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں اللہ ان کو خوشخبری سناتا ہے کہ ان پر اللہ کی رحمت اور خوشنودی نازل ہوگی اور ایسے باغ ہوں گے جن میں طرح طرح کی نعمتیں پائیں گے اور وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ لوگ اللہ کے پاس سے بڑا اجر پائیں گے۔

(٢) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب مسلمانوں کو ہجرت کا حکم ہوا تو بعض لوگوں کے بال بچے اور متعلقین رونے چلانے لگے اور کہنے لگے کہ ہمیں کس پر چھوڑ جاتے ہو۔ بال بچوں کی محبت اور ان کے مطالبہ سے مجبور ہو کر وہ لوگ سست پڑ گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ ایسے لوگوں سے دوستی مت رکھو جن کو ایمان کے مقابلہ میں کفر زیادہ پسندیدہ ہے۔ کیونکہ اندیشہ ہے کہ وہ تم کو بھی کفر کی طرف کھینچ لیں گے۔ اگر کوئی مسلمان ایسا کرے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ بڑا ظالم ہے۔

(۱) مسلمانو! اگر تمہارے دلوں میں شیطان یہ وسوسہ ڈالے کہ اگر ہم وطن چھوڑیں یا اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے نکلیں تو ہمارے باپ، بھائی، بیویاں، بال بچے اور دوسرے رشتہ دار ہم سے چھوٹ جائیں گے، ہمارے کاروبار خراب ہو جائیں گے اور ہمیں آرام دہ مکانوں سے نکلنا پڑے گا، تو پھر تم انتظار کرو اور دیکھو کہ اس آرام طلبی اور نافرمانی کی سزا میں تم پر کس طرح کا عذاب آتا ہے۔ جو لوگ دنیا کی محبت میں ڈوب جاتے ہیں اور احکام الٰہی کی نافرمانی کرتے ہیں، اللہ تعالےٰ کا قانون یہ ہے کہ زندگی میں ان پر کامیابی کی راہیں نہیں کھولی جاتیں۔

وَ رَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ

اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا

اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۴﴾

حکم بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا (۱)

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ ۙ وَّیَوْمَ

(مسلمانو!) بیشک اللہ نے بہت سے موقعوں پر تمہاری مدد کی ہے اور (خاص کر)

حُنَیْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ

حنین کے دن جبکہ تمہاری کثرت نے تم کو مغرور کر دیا تھا تو (دیکھو!) وہ کثرت تمہارے کچھ کام

شَیْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَیْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ

نہ آئی اور زمین باوجود اتنی وسیع ہونے کے تمہارے لئے تنگ ہو گئی پھر

وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی

تم پیٹھ دکھا کر بھاگنے لگے پھر اللہ نے اپنے رسول اور مسلمانوں

رَسُوْلِهٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ

پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی اور (تمہاری مدد کو فرشتوں کے) ایسے لشکر بھیجے

تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ

جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو (خوب) سزا دی اور کافروں کی

الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰی

یہی سزا ہے (۲) پھر اس کے بعد اللہ جس کو چاہے توبہ نصیب

مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۷﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ

کرے اور اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے اے ایمان والو!

(۲) جب مسلمان جہاد کے لئے نکلیں تو ان کو اپنے لشکر کی طاقت اور کثرت تعداد پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کے فضل پر نظر رکھنی چاہیئے۔ دیکھو! بہت سے معرکوں میں باوجود اسباب کی کمی اور قلت تعداد کے اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے تم کو کامیابی عطا فرمائی۔ خاص کر حُنَین کی جنگ کا واقعہ یاد کرو جب کہ تمہارے پاس بڑا لشکر اور بہت کچھ ساز و سامان تھا

ع ۳ ۸ ۹

جس پر تم کو بڑا ناز تھا، لیکن اللہ تعالےٰ نے تمہاری آزمائش کی، تمہاری کثرت تعداد تمہارے کچھ کام نہ آئی، زمین باوجود وسیع ہونے کے تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے تمہارے دلوں پر سکون اور اطمینان کی بارش فرمائی، تمہاری مدد کے لئے فرشتوں کا ایسا لشکر اتارا جو تم کو نظر نہیں آتا تھا۔ اس لشکر کے ذریعہ کافروں کو سزا دلوائی۔ اور یاد رکھو کہ کافروں کی یہی سزا ہے۔

جنگ حنین کا مختصر بیان یہ ہے کہ ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ ہوازن اور ثقیف کے قبیلوں نے بڑا لشکر جمع کیا ہے اور حملہ کی تیاری کر رہے ہیں۔ آپؐ نے فوراً لشکر اسلام کو کوچ کا حکم دیا۔ اس وقت مسلمانوں کے لشکر کی تعداد بارہ ہزار تھی جس میں مکہ کے دو ہزار نو مسلم بھی تھے جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اتنا بڑا لشکر پورے ساز و سامان کے ساتھ جہاد کے لئے تیار تھا۔ یہ شاندار منظر دیکھ کر بعض صحابہؓ کی زبان سے یہ فخریہ الفاظ بے ساختہ نکل گئے: "جب ہم تھوڑے تھے تو ہمیشہ غالب رہے۔ اور آج تو ہمارے لشکر کی تعداد اتنی زیادہ ہے پھر آج ہمیں کون مغلوب کر سکتا ہے"۔ تعداد کی کثرت پر یوں فخر کرنا اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کرنے والوں کی شان کے لائق نہ تھا۔ فوراً آزمائش میں ڈال دیئے گئے۔ مکہ سے تھوڑی دور نکلے تھے کہ حُنَین کے مقام پر دشمن سامنے آگیا اور میدان کارزار گرم ہو گیا۔ شروع میں دشمنوں کو شکست ہوئی اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ یہ دیکھ کر مسلمان مطمئن ہو گئے اور مال غنیمت کے سمیٹنے میں لگ گئے۔ لیکن ہوازن کے تیر انداز گھاٹیوں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ انھوں نے مسلمانوں کو غافل پا کر اچانک حملہ کر دیا اور اس شدت سے تیر برسائے کہ مسلمان بدحواس ہو گئے اور جدھر کو جس کا منہ اٹھا بھاگ نکلا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اطراف ایک سو سے بھی کم قدیم جاں نثار تھے جو دشمن کے حملہ کو روک رہے تھے۔ ایسی پریشانی کے وقت اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کے دل پر سکون اور اطمینان کی بارش نازل فرمائی۔ آپؐ سفید خچر پر سوار تھے اور حضرت عباسؓ رکاب مبارک تھامے ہوئے تھے۔ آپؐ پیغمبرانہ صداقت اور شجاعت کے ساتھ فرما رہے تھے:۔ اَنَا النَّبِیُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ (میں نبی ہوں۔ یہ بات جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں) پھر آپؐ نے لوگوں کو آواز دی:۔ اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ، اِلَیَّ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ (لوگو: میری طرف آؤ کہ میں اللہ کا رسول ہوں) حضرت عباسؓ نے بلند آواز سے ان صحابہؓ کو پکارا جنھوں نے درخت کے نیچے جہاد کی بیعت کی تھی۔ آواز کا سننا تھا کہ بھاگ

اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ

بلاشبہ مشرک ناپاک ہیں پس اس سال کے بعد وہ حرمت والی مسجد

الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً

(یعنی خانہ کعبہ) کے پاس نہ آنے پائیں اور اگر تم کو (ان کی آمد و رفت بند ہو جانے سے)

فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ

مفلسی کا خوف ہو تو (گھبراؤ نہیں) اللہ چاہے گا تو عنقریب تم کو اپنے فضل سے مالدار کر دے گا بیشک

اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے (۱) اہل کتاب جو نہ اللہ پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں

بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ

اور نہ قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہیں اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو اللہ اور

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ

اس کے رسول نے حرام ٹھیرا دیا ہے اور نہ دین حق (اسلام) کو قبول کرتے ہیں تو (مسلمانو!) تم ان سے جب

اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ

لڑو یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ

صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ

دیں (۲) اور (دیکھو!) یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں

وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ

اور عیسائیوں نے کہا کہ (عیسیٰ) مسیح اللہ کے بیٹے ہیں یہ ان کی محض زبانی

بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـــُٔـوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

باتیں ہیں یہ بھی ان لوگوں کی سی باتیں کرنے لگے جو ان سے پہلے کفر کی راہ

(بقیہ تفسیر صفحہ ۳۴۱) ہوئے لوگ ہتھیار سنبھال کر دشمن پر پلٹ پڑے۔ اُدھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا لشکر بھیجا جن سے مسلمانوں کی ہمتیں بندھیں اور کافروں کے دل ٹوٹ گئے۔ اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹھی بھر کنکریاں دشمن کے لشکر کی طرف پھینکیں جن کی برکت سے دشمنوں کے منہ پھر گئے اور ان کے قدم اکھڑ گئے۔ غرض اُس دن نصرتِ الٰہی سے کھویا ہوا میدان مسلمانوں نے جیت لیا۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے مقصد یہ تھا کہ کعبہ شریف کو شرک اور کفر کی آلودگیوں سے پاک کیا جائے اور اس کو امت مسلمہ کے لئے ایک روحانی مرکز قرار دیا جائے۔

چنانچہ جب مکہ شریف فتح ہو گیا اور جزیرۂ عرب کی اکثر آبادی اسلام کے حلقہ میں داخل ہو گئی تو ۹ھ میں یہ اعلان فرمایا کہ آئندہ سے کوئی مشرک یا کافر مسجد حرام میں داخل نہ ہونے پائے۔ کیونکہ مشرکو کے دل شرک اور کفر کی وجہ سے ناپاک ہیں۔ اس لئے وہ اس لائق نہیں کہ اس پاک مرکز توحید میں قدم رکھ سکیں۔

مسلمانوں کو اس بات کا اندیشہ ہو سکتا تھا کہ کافروں کی آمد و رفت بند ہونے سے ان کے کاروبار کو نقصان پہنچے گا اور ان کی معاشی حالت تباہ ہو جائے گی۔ اس لئے ان کو تسلی دی اور وعدہ فرمایا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم کو مالدار کر دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فتوحات کی وجہ سے مکہ اور مدینہ والوں کے لئے رزق کے دروازے کھل گئے۔

(۲) جب جزیرۂ عرب مشرکوں کے وجود سے پاک ہو گیا تو مسلمانوں کو حکم دیا کہ اہل کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کا بھی علاج کرنا چاہیئے۔ اگرچہ یہ لوگ ایمان کے دعویدار ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ نہ تو اپنے ہی دین پر ٹھیک قائم ہیں اور نہ اس دین حق کو مانتے ہیں جو پیغمبر آخر الزماں کے ذریعہ بھیجا گیا ہے۔ اس لئے ان کو حکم دو کہ شرارت نہ کریں اور جزیہ دے کر اسلامی حکومت کی حفاظت میں امن سے رہیں لیکن اگر وہ اس بات پر راضی نہ ہوں اور ملک میں فساد مچاتے پھریں تو پھر تلوار سے ان کا بھی فیصلہ کر دو۔

ع ۴/۱۰

لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق مشرکوں، یہودیوں اور عیسائیوں سب کو جزیرۂ عرب سے نکال دیا تھا۔

مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِتَّخَذُوْٓا

ان لوگوں نے ... اختیار کر چکے ہیں اللہ ان کو ہلاک کرے یہ کدھر بہکے جا رہے ہیں

اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اللہ کو چھوڑ کر اپنے علما اور مشائخ اور

وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا

مسیح ابن مریم کو خدا بنا لیا ہے حالانکہ ان کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ (صرف) ایک معبود کی

اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾

عبادت کریں اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ان کے شرک سے پاک ہے (۱)

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (یعنی دین اسلام) کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں حالانکہ

اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۳۲﴾ هُوَ

اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا اگرچہ کافر (کیسے ہی) ناخوش ہوں وہی

الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ

(پاک ذات) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو (حقیقی) ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک (کیسے ہی) ناخوش ہوں (۲)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ

اے ایمان والو! (یہود و نصاریٰ کے) علماء اور مشائخ میں

الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ

ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو لوگوں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں

(۱) یہودیوں اور عیسائیوں کی تنبیہ کے لئے ان آیتوں میں ان کے مشرکانہ عقیدوں اور عملی گمراہیوں کا ذکر فرمایا۔

یہودیوں میں ایک فرقہ تھا جو یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ حضرت عُزیر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ اور عیسائی تو کھلم کھلا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں اور ان کی تصویر کی عبادت کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ عقیدے مشرکانہ ہیں یہودی اور عیسائی ان باتوں کو بے سمجھے بوجھے زبان سے نکالتے ہیں اور گزشتہ کافروں کی پیروی کرتے ہیں جس طرح مشرک فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں اسی ڈھنگ پر یہ لوگ بھی حضرت عزیرؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا کے بیٹے بتاتے ہیں۔ ان کی عقلیں کہاں ماری گئی ہیں؟ یہ کمبخت اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے سیدھے راستے کو چھوڑ کر کن کن گمراہیوں میں بہکے جاتے ہیں!

یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے عالموں اور مشائخ کو اللہ تعالیٰ کے برابر بنا رکھا ہے اور ان کی بتائی ہوئی غلط باتوں کو احکام الٰہی کے برابر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے ذریعے ان سب کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ اس ایک معبود کے سوا اور کسی کی نہ تو عبادت کریں اور نہ اس کے احکام مانیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دین اسلام کو نازل فرمایا اور دنیا میں اس کا چراغ روشن کیا۔ مخلوقِ خدا اس سے فائدہ اٹھا رہی ہے اور اپنی زندگیوں کو روشن کر رہی ہے لیکن کچھ جاہل اور ضدی ایسے بھی ہیں جو اس کی مخالفت پر اڑے ہوئے ہیں۔ ان کی آنکھیں اس کی روشنی کی تاب نہیں لا سکتی ہیں۔ ان کی فطرت ایسی مسخ ہو گئی ہے کہ وہ اجالے کی جگہ اندھیرے کو پسند کرتے ہیں۔ بے تکی بحثیں چھیڑ کر، بیہودہ اعتراض کر کے اور غلط الزام لگا کر وہ چاہتے ہیں کہ اس چراغ کو پھونکیں مار مار کر بجھا دیں۔

لیکن ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس چراغ کو اپنے رسولؐ کے ہاتھوں روشن کیا ہے اور اس بات کا فیصلہ کر لیا ہے کہ اس کی روشنی ساری دنیا میں پھیلے اور دینِ اسلام سارے دینوں پر غالب آ جائے، چاہے یہ نادان اس بات سے کتنا ہی برا مانیں۔

چنانچہ لوگوں نے دیکھ لیا کہ اسلام عرب سے نکل کر ساری دنیا میں پھیل گیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج بھی پھیلتا جا رہا ہے اور لوگ اس کے اصول کی سچائی کو مانتے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ یورپ اور امریکہ میں بھی لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہوتے جا رہے ہیں۔ باقی رہا مسلمانوں کا سیاسی غلبہ تو وہ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ اس وقت مکمل ہو جائے گا جب ہم پورے طور پر اسلامی اصول اور احکام کے پابند ہو جائیں گے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَوَفِّقْنَا لِاتِّبَاعِ دِيْنِكَ وَسُنَّةِ نَبِيِّكَ۔

وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ

اور (ان کو) اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں (۱) اور جو لوگ سونا اور چاندی

الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ

جمع کرکے رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے تو

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ ۳۴ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا

(اے پیغمبر!) تم ان کو (اس دن کے) دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو جس دن (وہ مال) دوزخ کی

فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ

آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان بخیلوں کی پیشانیاں اور پہلو

وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا

اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور ان سے کہا جائے گا کہ دیکھو!) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا تو تم جو

مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۳۵ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ

جمع کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو (۲) بلاشبہ اللہ کے نزدیک مہینوں کی

اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ

تعداد بارہ ہے (جو اس دن سے) اللہ کی کتاب (لوح محفوظ) میں (لکھی ہے)

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ

جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں یہی

الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ

سیدھا دین ہے تو (مسلمانو!) ان (چار مہینوں) میں (کشت و خون کرکے) اپنے آپ پر ظلم نہ کرو

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ

اور سب مشرکوں سے لڑو جس طرح (۵) تم سب سے لڑتے

(۱) یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کے علماء اور مشائخ میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو ظاہر میں تو بڑے مذہبی بنے ہوئے ہیں لیکن حقیقت میں بڑے بددین ہیں۔ ان کے دلوں میں مذہب کا ذرا احترام نہیں اور اللہ کا ذرا ڈر نہیں۔ ان کے دلوں میں مال و دولت کی حرص کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ لوگوں سے رشوت لے کر تورات اور انجیل کے احکام کو بدل دیتے ہیں اور ان کی جگہ غلط احکام اپنی طرف سے بناکر لوگوں کو بتادیتے ہیں اور اس طرح عوام کو مکر و فریب کے جال میں پھانس کر ان کو دین کے سیدھے راستے سے روکتے ہیں۔

واضح ہو کہ مسلمانوں کے علماء اور مشائخ کو بھی اپنی بھاری ذمہ داری محسوس کرکے اس آیت سے نصیحت حاصل کرنی چاہیئے۔

(۲) اہل کتاب کے علماء اور مشائخ کا یہ حال بیان کیا تھا کہ وہ بڑے لالچی ہیں اور ناجائز طریقوں سے مال و دولت بٹورتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جو شخص اتنا حریص ہو کہ ناجائز طریقوں سے بھی دریغ نہ کرے، وہ یقیناً بخیل ہوگا اور مال جمع کرنے کا عادی ہوگا۔

اس مناسبت سے بخیلوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ جو لوگ مال و دولت کو جمع کرتے ہیں اور اس میں سے زکوٰۃ نہیں دیتے، حقداروں کے حقوق ادا نہیں کرتے اور غریبوں کی امداد نہیں کرتے تو ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس بخل کی سزا میں قیامت کے دن ان کو سخت عذاب بھگتنا پڑے گا۔

واضح ہو کہ عام طور پر دولت مند بخیل کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ خرچ کا نام سنتے ہی اس کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں۔ اگر کوئی توجہ دلائے تو پہلو بدل کر اس کی طرف سے اعراض کر لیتا ہے۔ زیادہ اصرار کرے تو پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے۔ شاید اس مناسبت کی وجہ سے فرمایا کہ بخیل کی جمع کی ہوئی دولت کو تپا کر اس کی پیشانی، پہلو اور پیٹھ پر داغ دیئے جائیں گے اور اس کو بتایا جائے گا کہ دنیا میں تو اس دولت سے محبت کرتا تھا، آج یہ تجھ سے محبت کر رہی ہے، کل تو اس سے چمٹتا تھا، آج یہ تجھ سے چمٹ رہی ہے۔ اب اس سے محبت کرنے اور چمٹنے کا مزہ چکھ۔

كَآفَّةً ۗ وَاعْلَمُوٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنَّمَا

ہیں اور جان رکھو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے (۱) بلاشبہ مہینہ کو

النَّسِيٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اس کی جگہ سے آگے پیچھے ہٹا دینا کفر میں زیادتی کرنا ہے جس کی وجہ سے کافر گمراہی میں پڑتے ہیں

يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا

ایک مہینہ کو ایک برس حلال سمجھ لیتے ہیں اور پھر اسی کو دوسرے برس حرام کر دیتے ہیں تاکہ ان مہینوں کی گنتی پوری کرلیں جن کو

حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ۚ زُيِّنَ لَهُمْ سُوٓءُ

اللہ نے حرمت والے مہینے ٹھیرایا ہے پھر جو (مہینہ) اللہ نے حرام کیا ہے اس کو حلال کرلیں ان کی نظروں میں ان کے بُرے کام

اَعْمَالِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

خوشنما کر دیئے گئے ہیں اور اللہ (حق سے) انکار کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا (۲)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ

انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ۚ

اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکلو۔ تو تم (کاہلی کے سبب سے) بوجھل ہو کر زمین پر گرے جاتے ہو

اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ

کیا تم آخرت (کی نعمتوں) کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو بیٹھے (حالانکہ) دنیا کی

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا

زندگی کے فائدے تو آخرت کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہیں (دیکھو!) اگر تم نہ نکلو گے تو

يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ

اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو لا کھڑا کرے گا

---

(۱) عربوں میں قدیم سے قمری مہینوں کا رواج تھا۔ ان میں چار مہینے الاشہر الحرم (ادب کے مہینے) تھے رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم۔ یہ امن کے مہینے سمجھے جاتے تھے اور ان میں جنگ کرنا اور دشمن سے انتقام لینا جائز نہ تھا۔ لیکن بعض خود غرض لوگوں نے ایک طریقہ نکالا جس کا نام 'نسیٔ' تھا۔ اس کے ذریعہ جب چاہتے ادب کے مہینوں میں تبدیلی کرلیتے جس کا ذکر بعد کی آیت میں ہے۔

اس لئے اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ مہینوں کا نظام جو ملتِ ابراہیمی کا تھا، وہی باقی رکھو اور ادب کے مہینوں میں تبدیلی مت کرو۔ اگر ان مہینوں میں دشمن جنگ کرے تو تم بھی تلوار اٹھاؤ۔ ورنہ دستور کے مطابق ان مہینوں کا ادب کرو۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ پرہیزگاروں کا ساتھ دیتا ہے۔

(۲) 'نسیٔ' کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی زبردست

ع ۵ ۱۱

قبیلہ ادب کے مہینے کو دشمن سے انتقام لینے کے لئے مناسب وقت سمجھتا اور اس میں جنگ چھیڑنا چاہتا تو اس کا سردار اعلان کر دیتا اور اس خاص مہینے کو اپنی جگہ سے ہٹا کر کسی دوسرے مہینے کی جگہ رکھ دیتا۔ اور اس ڈھنگ سے جنگ چھیڑنے کی صورت پیدا کرلیتا۔ مثلاً محرم کا مہینہ ادب کا مہینہ تھا جس میں جنگ نہیں چھیڑی جاسکتی تھی۔ اب اگر محرم کے مہینے میں کوئی قبیلہ اپنے دشمن پر حملہ کرنا چاہتا تو وہ اعلان کر دیتا کہ اس سال محرم صفر میں ہوگا۔ اور یہ بہانہ کرکے محرم کے مہینے میں دشمن پر حملہ کر دیتا۔ پھر دوسرے سال اعلان کر دیا جاتا کہ محرم اور صفر دستور کے مطابق اپنی اپنی جگہ رہیں گے۔ اس طرح ادب کے چار مہینوں کی گنتی تو پوری کرلیتے لیکن ان کی جگہ اپنی غرض کے تحت بدلتے رہتے تھے۔

چونکہ اس طریقہ سے مہینوں کے نظام میں خلل پڑتا ہے، جنتری ٹھیک طور سے نہیں بن سکتی اور حج کا مہینہ اپنی جگہ پر نہیں رہتا، اس لئے قرآن نے ایک قطعی حکم دے کر اس طریقہ کو بند کر دیا۔

وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۳۹

اور تم اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۱)

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ

اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو (کوئی پروا نہیں دیکھو) اللہ نے اس وقت ان کی مدد کی جبکہ کافروں نے ان کو اس حال میں

كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ

(مکہ سے) نکالا تھا کہ (صرف دو شخص تھے اور وہ) دو میں کے دوسرے (تھے) جبکہ وہ دونوں غار (ثور) میں تھے (اور) جبکہ وہ

لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ

اپنے رفیق سے کہہ رہے تھے کہ کچھ غم نہ کرو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے پس اللہ نے ان پر اپنی

سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ

(طرف سے) تسکین نازل فرمائی اور ان کو ایسے لشکروں سے مدد دی جن کو تم نہیں دیکھ سکتے تھے اور

جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ

(آخرکار) کافروں کی بات نیچی کردی اور (یاد رکھو!) اللہ ہی کی

اللّٰهِ هِىَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۴۰ اِنْفِرُوْا

بات ہمیشہ بلند ہے اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے (۲) (مسلمانو!) گھروں سے

خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ

نکل کھڑے ہو (چاہے ساز و سامان سے) ہلکے ہو یا بوجھل۔ اور اپنے مال اور اپنی جانوں سے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

اللہ کی راہ میں جہاد کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم (اپنا نفع و نقصان)

تَعْلَمُوْنَ ۴۱ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا

جانتے ہو اگر قریب میں کوئی مالی فائدہ نظر آتا اور سفر بھی آسان ہوتا تو یہ (منافق)

منزل ۲

(۱) اس رکوع سے سورۃ کے ختم تک غزوۂ تبوک کے جستہ جستہ واقعات کا بیان ہے ـــــ اس آیت میں بڑی شدت کے ساتھ مسلمانوں کو جہاد کے لئے ابھارا گیا ہے۔ فرمایا کہ مسلمانو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جہاد کا حکم ملنے پر تم سست پڑ گئے' تمہارے قدم بوجھل ہو گئے اور زمین سے چمٹ گئے؟ کیا تم نے دنیا کے عیش و آرام کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دے لی ہے؟ یاد رکھو کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی اور اس کا عیش و آرام تو بہت حقیر اور چند روزہ ہے ـــــ اور دیکھو! یہ نہ خیال کرو کہ اگر تم جہاد کے لئے نہ اٹھے تو کام نہ چلے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہارا محتاج نہیں ہے۔ وہ بڑی قدرت والا ہے۔ تمہاری جگہ وہ کسی اور قوم کو کھڑا کر دے گا اور اس سے اپنا کام لے گا۔ لیکن یاد رکھو کہ اگر ایسا ہوا تو تم اس سعادت سے محروم ہو جاؤ گے ـــــ

غزوۂ تبوک:۔ جب ۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین سے واپس ہوئے تو آپ کو خبر ملی کہ قیصر روم نے جس کا نام ہرقل تھا' مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے ایک بڑی فوج تیار کی ہے اور عرب کے عیسائی قبیلے بھی اس میں شامل ہو گئے ہیں۔ آنحضرت ؐ نے صحابہ ؓ کو تیاری کا حکم دیا اور نقیبوں کو بھیج کر قبائل میں بھی اعلان کرا دیا کہ جلد سے جلد سب لوگ مدینہ پہنچ جائیں۔

مسلمانوں کے لئے یہ وقت بہت نازک تھا۔ موقع کی اہمیت یہ تھی کہ ایک طاقتور شہنشاہی فوج سے مقابلہ تھا لیکن اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی دشواریاں بھی بہت تھیں۔ ابھی ابھی جنگ حنین سے واپس ہوئے تھے۔ قحط کی وجہ سے لوگوں کی مالی حالت اچھی نہ تھی۔ پھر سخت گرمی کا زمانہ تھا' فصل تیار کھڑی تھی' درختوں کے سایہ سے باہر قدم رکھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ ریگستان میں طویل سفر کا تصور بھی لوگوں کی ہمتیں پست کر رہا تھا۔

ان سب باتوں نے مل جل کر مسلمانوں کے لئے بڑی دشواریاں پیدا کر دی تھیں اور قدرتی بات تھی کہ لوگوں کے قدم رک رک کر اٹھنے لگے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ منافقین تو حیلے بہانے تراش کر گھروں میں بیٹھ رہے۔ لیکن چند مسلمانوں کے سوا سب نے بڑی گرم جوشی سے لبیک کہا۔ مالی امداد کا یہ حال تھا کہ حضرت عثمان ؓ نے سو اونٹ مع ساز و سامان کے پیش کئے۔ حضرت ابوبکر ؓ نے سارا اندوختہ حاضر کر دیا۔ ابو عقیل انصاری نے مزدوری کر کے دو سیر کھجوریں کمائی تھیں' وہ لا کر اللہ کے رسول ؐ کے قدموں پر رکھ دیں۔

غرض تیس ہزار جاں نثاروں کو ہمراہ لے کر آنحضرت ؐ نے مدینہ سے کوچ کیا اور شام کی سرحد کے قریب پہنچ کر تبوک کے مقام پر قیام فرمایا۔ وہاں سے آپ ؐ نے ہرقل کو نامۂ مبارک روانہ فرمایا اور اس کو اسلام کی دعوت دی۔ آپ ؐ کی سچائی اس کے دل میں گھر کر گئی لیکن اس کی قوم نے ساتھ نہ دیا' اس لئے وہ اسلام کا اعلان نہ کر سکا۔ مگر اس نے آپ ؐ کے خلاف فوج روانہ نہیں کی اور جنگ نہ ہوئی۔ چند روز قیام فرما کر آپ مدینہ شریف واپس ہوئے۔

(۲) اس آیت میں ہجرت کے واقعہ کی طرف اشارہ کر کے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ اگر تم اللہ کے رسول ؐ کی مدد نہ کرو گے تو اللہ کو تمہاری کوئی پروا نہیں ہے۔ وہ خود اپنے رسول ؐ کی مدد کرے گا جس طرح اس نے اس سے زیادہ نازک موقع پر ان کی مدد کی تھی۔ اس وقت ایک یار غار کے سوا تم میں سے کوئی بھی ان کے ساتھ نہ تھا لیکن اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ؐ کے قلب مبارک کو سکون اور اطمینان سے بھر دیا' ایک غیبی لشکر سے ان کی مدد فرمائی' کافروں کی بات نیچی کر دی۔ اور یاد رکھو اللہ ہی کی بات ہمیشہ اونچی رہتی ہے۔

واقعۂ ہجرت:۔ جس رات قریش نے آپ ؐ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا' اسی رات آپ ؐ کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم ملا۔ آپ ؐ نے اپنے بستر پر حضرت علی ؓ کو سلایا اور مکہ والوں کی امانتیں ان کے سپرد فرمائیں پھر قریشی خونخواروں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر آپ ؐ مکان سے نکلے اور سیدھے حضرت ابوبکر ؓ کے ہاں پہنچے۔ ان کو ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں مکہ سے روانہ ہو کر غار ثور میں جا کر قیام فرمایا۔ دوسرے دن دشمن نشان قدم

(بقیہ تفسیر صفحہ ۳۴۶) دیکھتے ہوئے غار کے دروازہ تک پہنچ گئے۔ یہ دیکھ کر ابو بکرؓ گھبرائے اور پریشانی کا اظہار کیا۔ آپؐ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا "گھبراؤ نہیں۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔ روایت میں ہے کہ غار کے دروازہ پر راتوں رات مکڑی نے جالا تن دیا تھا اور کبوتری نے انڈے دے دیئے تھے۔ یہ دیکھ کر تلاش کرنے والوں نے غار کے اندر جانے کا ارادہ نہیں کیا اور وہ باہر ہی سے واپس ہو گئے۔ تین دن کے بعد دونوں حضرات غار ثور سے نکل کر خیر خوبی کے ساتھ مدینہ شریف پہنچ گئے جہاں مہاجرین اور انصارؓ سب کے سب آپؐ کی آمد کے منتظر تھے۔

لَّاتَّبَعُوكَ وَلَٰكِن بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۚ

ضرور تمہارے ساتھ ہو لیتے لیکن انہیں مسافت دور دراز معلوم ہوئی اور

وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ

وہ عنقریب قسمیں کھا کر (مسلمانوں سے) کہیں گے کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو ضرور تمہارے ساتھ نکلتے (یعنی)

يُهْلِكُونَ أَنفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ (۴۲)

یہ اپنے کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں (۱)

عَفَا اللَّهُ عَنكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ

(اے پیغمبر!) اللہ تمہیں معاف کرے تم نے ان کو اجازت کیوں دے دی اس وقت تک (انتظار کیا ہوتا)

لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ (۴۳) لَا

کہ تم پر سچے لوگ ظاہر ہو جاتے اور جھوٹوں کو تم الگ معلوم کر لیتے (۲) جو

يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

لوگ اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے مال اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے

أَن يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

کے بارے میں تم سے اجازت نہیں مانگتے (بلکہ وہ حکم کے ساتھ ہی دوڑ پڑتے ہیں) اور اللہ پرہیزگاروں کو

بِالْمُتَّقِينَ (۴۴) إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

خوب جانتا ہے تم سے وہی لوگ اجازت مانگتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ

ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں تو وہ اپنے شک

فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ (۴۵) وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ

کی حالت میں حیران ہیں (کہ کیا کریں کیا نہ کریں؟) (۳) اور اگر یہ لوگ (جہاد کے لئے) نکلنے کا ارادہ رکھتے

(تفسیر صفحہ ہٰذا) (۱) منافقوں نے طرح طرح کے جھوٹے بہانے کر کے غزوۂ تبوک میں جانے سے اعراض کیا۔ کسی نے جسمانی کمزوری کا عذر کیا، کسی نے فقر و ناداری کا بہانہ کیا، کسی نے کاروبار خراب ہونے کا اندیشہ ظاہر کیا اور کسی نے کہا کہ مجھ پر اہل و عیال کی ذمہ داری بہت ہے۔

چنانچہ اس آیت میں ان کی منافقانہ اور بزدلانہ ذہنیت کو ظاہر فرمایا کہ حقیقت میں ان لوگوں کو کوئی عذر نہیں ہے۔ یہ محض ان کا نفاق ہے جو طویل اور مشقت آمیز سفر پر روانہ ہونے سے ان کے قدموں کو روکتا ہے۔ اگر سفر طویل نہ ہوتا اور قریب میں کچھ مال ملنے کی امید ہوتی، تو بہت جلد یہ لوگ تمہارے ساتھ ہو لیتے۔ ع ۱۲

اور دیکھو! جب تم غزوہ سے واپس آؤ گے تو یہ لوگ جہاد میں شریک نہ ہونے پر اظہار افسوس کریں گے اور قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ اگر ہم سے بن پڑتا تو ضرور ہم تمہارے ساتھ چلتے۔

لیکن ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جھوٹی قسموں کا وبال انہیں پر پڑے گا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

(۲) روانگی سے پہلے بہت سے منافقوں نے طرح طرح کے بہانے کر کے آنحضرتؐ سے مدینہ میں ٹھیرے رہنے کی اجازت طلب کی۔ اور کئی منافق ایسے بھی تھے جو روانگی کے وقت تو لشکر کے ساتھ ہو لئے لیکن منزل دو منزل جا کے اور بیماری وغیرہ کا بہانہ کر کے راستے سے واپس ہونے کی اجازت طلب کی چونکہ اس بارے میں پہلے سے کوئی حکم نہیں آیا تھا شاید آپ نے اس خیال سے کہ اس طرح کے لوگوں کو لشکر میں رکھنے سے کچھ بھلائی کی امید تو نہیں ہے، بلکہ فتنہ و فساد ہی کا اندیشہ ہے، سب کو اجازت دے دی۔

اس آیت میں آپؐ کو اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ اچھا ہوتا کہ آپؐ ان کو اجازت نہ دیتے۔ اب تو ان کو ایک بہانہ ہاتھ آ گیا اور ان کے نفاق پر پردہ پڑ گیا۔ ورنہ اگر آپؐ اجازت نہ دیتے تب بھی یہ لوگ جہاد میں شریک نہیں ہوتے اور اس وقت ان کے نفاق کا بھانڈا پھوٹ جاتا۔

(۳) ایمان سے اللہ تعالےٰ کی محبت کا جذبہ بیدار ہوتا ہے اور آدمی اپنا سب کچھ اللہ تعالےٰ کے حوالے کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ پر اور آخرت کے دن پر سچائی اور خلوص کے ساتھ ایمان لا چکے ہیں، وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے منہ نہیں موڑتے بلکہ نہایت شوق سے اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ اور اگر کسی مجبوری کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہو سکیں تو اس کو بڑی محرومی سمجھتے ہیں اور اس پر زار و قطار روتے ہیں ـــــ جہاد سے جان چرانا اور بہانے کر کے آنحضرتؐ سے گھر میں بیٹھنے کی اجازت مانگنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ تعالےٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے، جو ایمان کے معاملے میں اور مسلمانوں کی کامیابی کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں اور جو نفاق و شک کی تاریکی میں پڑے بھٹک رہے ہیں۔

لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ

تو اس کے لئے کچھ نہ کچھ سامان تیار کرتے لیکن اللہ نے ان کا اٹھنا (اور نکلنا) پسند ہی نہیں کیا

فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿٤٦﴾ لَوْ

تو ان کو روک دیا اور ان سے کہدیا گیا کہ بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ تم بھی بیٹھ رہو (دیکھو!) اگر

خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَا۠اَوْضَعُوْا

وہ تم میں (شامل ہو کر) نکلتے بھی تو تم میں خرابیاں ہی بڑھاتے اور تم میں فساد

خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ

پھیلانے کی غرض سے دوڑے دوڑے پھرتے اور (اب بھی) تم میں ان کے کچھ جاسوس

لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٧﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا

موجود ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے (۱) (اے پیغمبر!) ان لوگوں نے اس سے

الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ

پہلے بھی فتنہ پردازی کی کوششیں کیں اور تمہارے خلاف ہر طرح کی تدبیریں الٹ پھیر کرتے رہے یہاں تک کہ

الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَمِنْهُمْ

حق ظاہر ہو، اور اللہ کا حکم غالب رہا اور وہ برا مانتے ہی رہے (۲) اور ان منافقوں

مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ

میں ایک شخص ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ مجھے اجازت دیجیے اور مجھ کو فتنہ میں نہ ڈالیے (تو دیکھو!) یہ لوگ فتنہ میں تو

سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٩﴾ اِنْ

پڑ ہی گئے اور یقیناً دوزخ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے (۳) (اے پیغمبر!)

تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ

اگر تم کو کوئی اچھی بات پیش آتی ہے تو وہ ان کو بری لگتی ہے اور اگر تم پر کوئی مصیبت پڑتی ہے

(۱) حقیقت یہ ہے کہ یہ منافق بالکل جھوٹے بہانے کر رہے ہیں اور ان کے دلوں میں جہاد پر جانے کا بالکل ارادہ ہی نہیں ہے۔ اگر واقع میں ان کا ارادہ ہوتا تو یہ ایسے بے فکر نہیں پھرتے، کچھ ہاتھ پاؤں ہلاتے اور ضرور کچھ نہ کچھ تیاری کرتے۔ بات یہ ہے کہ ان کی حرکتوں کو دیکھ کر اللہ تعالےٰ نے ان کو جہاد میں بھیجنا ہی پسند نہیں کیا، ان کو روک دیا اور ان کے بہانوں کی بناء پر آنحضرتؐ کی زبانِ مبارک سے کہلا دیا گیا کہ جب یہ بات ہے تو معذوروں اور اپاہجوں کے ساتھ تم بھی گھروں میں بیٹھ رہو۔ کیونکہ ان کی شرکت سے کچھ فائدہ تو ہوتا نہیں، اُلٹا نقصان ہی ہوتا۔ یہ کمبخت شرارتیں کرتے جھوٹی خبریں اُڑا کر مجاہدین کی ہمتیں پست کرتے اور لگائی بجھائی کر کے مسلمانوں میں فساد برپا کرتے۔ اس لئے ان کا جہاد میں شریک نہ ہونا ہی اچھا ہوا۔ یوں تو اب بھی کچھ منافق لشکر میں ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ وہ مخبری کرتے ہیں لیکن وہ کمزور ہیں اور ان سے زیادہ نقصان کا اندیشہ نہیں ہے۔

(۲) یعنی منافقوں کی شرارت اور فتنہ پردازی کوئی نئی نہیں ہے۔ یہ شروع ہی سے ایسی حرکتیں کرتے رہے ہیں۔ انھوں نے یہودیوں کے ساتھ مل کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیں اور طرح طرح کی تدبیریں کر کے چاہا کہ تختہ اُلٹ دیں۔ جنگِ اُحد کے موقع پر عبداللہ بن اُبی اپنی جماعت کو لے کر مجاہدین سے الگ ہو گیا۔ غرض یہ کہ انھوں نے تو اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ لیکن آخر کار حق ظاہر ہوا اور اللہ تعالےٰ کا فیصلہ ان کی مکاریوں پر غالب آیا اور یہ نابکار دل پکڑ کر رہ گئے۔

(۳) لکھا ہے کہ جُدّ بن قیس ایک بڑا منافق تھا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسُول اللہ! میری قوم جانتی ہے کہ مجھے عورتوں کی طرف زیادہ رغبت ہے۔ اگر میں جہاد میں شریک ہوا تو مجھے اندیشہ ہے کہ رومی عورتوں کو دیکھ کر میں اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکوں گا۔ تو آپ مجھے تبوک لے جا کر فتنہ میں نہ ڈالئے۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ اس طرح کا بہانہ کرنے والوں اور فتنہ سے بچنے کی خواہش ظاہر کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ تو فتنے میں پڑ چکے۔ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنا اور بہانے کر کے جہاد سے جان چُرانا تو بہت بڑا فتنہ ہے جس میں وہ اپنے کو مبتلا کر چکے ہیں۔ اور ایک دن وہ ہوگا جبکہ وہ جہنم کے گڑھے میں ڈالے جائیں گے اور لوگ دیکھیں گے کہ جہنم ان کو گھیرے ہوئے ہے۔

يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَ يَتَوَلَّوْا

تو کہتے ہیں کہ ہم نے تو اپنا کام پہلے ہی (ٹھیک) کر لیا تھا اور خوشیاں

وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ﴿٥٠﴾ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ

مناتے لوٹ جاتے ہیں (ان سے) کہدو کہ ہم کو کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی بجز اس کے جو اللہ نے ہمارے

اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

لئے لکھ دی ہے وہی ہمارا کارساز ہے اور ایمان والوں کو چاہیئے کہ وہ اللہ ہی پر

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿٥١﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى

بھروسہ رکھیں (١) (اے پیغمبر! ان لوگوں سے) کہدو کہ تم ہمارے حق میں دو بھلائیوں میں سے ایک کے

الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ

منتظر ہو اور ہم تمہارے حق میں اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ (یا تو)

بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ڶ فَتَرَبَّصُوْٓا

اپنے پاس سے تم پر کوئی عذاب بھیجے یا ہمارے ہاتھوں (عذاب دلوائے) تو اب تم بھی انتظار کرو

اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿٥٢﴾ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ

ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں (٢) (اے پیغمبر! ان سے) کہدو کہ تم چاہے خوشی سے خرچ کرو یا

كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا

ناخوشی سے تمہارا خرچ کرنا ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا (کیونکہ) بلاشبہ تم نافرمان

فٰسِقِيْنَ ﴿٥٣﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ

لوگ ہو اور ان کی خیرات قبول ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں

اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ

مگر یہی کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نماز کو

(١) منافقوں کا یہ طریقہ تھا کہ جب کسی بات میں مسلمانوں کا فائدہ ہوتا اور جہاد میں کامیابی ہوتی تو ان کو بہت ناگوار گزرتا اور ان کے دل جل کر خاک ہو جاتے۔ لیکن اگر ان پر کوئی مصیبت آپڑتی تو بہت خوش ہوتے اور اپنی دانشمندی ظاہر کرنے کے لئے کہتے کہ ہم تو پہلے ہی سمجھ گئے تھے کہ یہ نتیجہ ہوگا اور ہم نے پہلے ہی سے اپنا بچاؤ کر لیا تھا۔

فرمایا کہ ان کے جواب میں کہہ دو کہ ہم تو یہ یقین رکھتے ہیں کہ مصیبت اور راحت جو کچھ اللہ تعالےٰ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے وہ تو ضرور ہم کو پہنچے گی اور وہ کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتی، چاہے ہم گھروں میں بیٹھیں یا میدان جہاد میں کھڑے ہوں۔ اس لئے ہم تمہاری طرح ڈرتے نہیں، ہمت نہیں ہارتے اور حکم الٰہی سے منہ نہیں موڑتے۔ ہم اللہ تعالےٰ کو اپنا کارساز سمجھتے ہیں اور اس پر بھروسہ کرکے میدان جہاد میں کود پڑتے ہیں۔ کیونکہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے کہ ایمان والوں کو اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔

(٢) منافق مسلمانوں کی مصیبت اور شکست سے خوش ہوتے تھے اور اس کو مسلمانوں کا نقصان خیال کرتے تھے۔ اور اپنے بچ جانے کو اپنے لئے بڑا فائدہ جانتے تھے۔

اس آیت میں ان کے خیال کی تردید فرمائی اور مسلمانوں سے کہا کہ منافقوں پر یہ بات واضح کر دو کہ ہمارا اور تمہارا حال یکساں نہیں ہے۔ ایمان والوں کے لئے ہمیشہ اُمید اور کامیابی ہے، مایوسی اور ناکامی نہیں ہے۔ جنگ کا انجام چاہے کچھ ہی ہو، ایمان والوں کا ہر حال میں فائدہ ہے۔ مارے گئے تو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے اور زندہ رہے تو فتحمند ہوئے اور غازی کہلائے۔

اور تمہارا حال یہ ہے کہ یا تو اللہ تعالےٰ ہمارے ہاتھوں سے تم کو سزا دلائے گا اور تباہ کرائے گا یا پھر کسی اور مصیبت میں گرفتار کرکے عذاب دے گا۔ غرض یہ کہ جلدی مت کرو اور انتظار کرو۔ ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو کچھ وعدہ فرمایا ہے، وہ یقیناً پورا ہوگا۔

الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ

آتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر اور خرچ کرتے ہیں تو ناخوشی سے

كٰرِهُوْنَ ۝ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ

خرچ کرتے ہیں (۱) تو (اے پیغمبر) ان کا مال اور ان کی اولاد تم کو تعجب میں نہ ڈالے

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

بیشک اللہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں سے دنیا کی زندگی میں (بھی) ان کو عذاب دے اور

وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ وَيَحْلِفُوْنَ

(جب) ان کی جان نکلے تو (اس وقت بھی) وہ کافر ہی ہوں (۲) اور وہ اللہ کی قسمیں

بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ

کھاتے ہیں کہ وہ تم ہی میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں لیکن (بات یہ ہے کہ)

قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ

وہ ڈرپوک لوگ ہیں اگر ان لوگوں کو کوئی پناہ کی جگہ مل جائے یا کوئی غار

اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝ وَمِنْهُمْ

یا گھس بیٹھنے کی کوئی اور جگہ تو وہ رسیاں تڑاتے ہوئے اسی طرف بھاگ جائیں (۳) اور ان میں بعض لوگ

مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِى الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا

ایسے بھی ہیں جو صدقات (کے تقسیم کرنے) کے بارے میں تم پر طعن کرتے ہیں۔ پھر اگر ان میں سے ان کو (ان کی خواہش کے مواقف)

رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝

دیا جائے تو خوش رہیں اور اگر اس میں سے ان کو (ان کی خواہش کے مواقف) نہ دیا جائے تو جھٹ خفا ہو جائیں

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ

اور (کیا اچھا ہوتا) اگر وہ اس پر راضی رہتے جو اللہ اور اس کے رسول نے ان کو دیا تھا

(۱) جد بن قیس منافق غزوۂ تبوک سے جان چرا کر گھر میں بیٹھ گیا لیکن اس نے آنحضرتؐ کی خدمت میں مالی امداد پیش کی۔

اس کو جواب دیتے ہوئے سب منافقوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ سب کے سب نافرمان ہیں۔ اور نافرمانوں سے مالی امداد بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ ان کا حال یہ ہے کہ انھوں نے ایمان صرف زبان سے ظاہر کیا ہے اور حقیقت میں اللہ اور رسول پر ایمان نہیں لائے۔ نماز کو آتے ہیں تو کاہلی کے ساتھ اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں تو ناخوشی کے ساتھ جب ان کے ایمان اور عمل کا یہ حال ہے تو پھر ان سے جہاد کے لئے مالی امداد کس طرح قبول کی جائے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے مسلمانوں کو نصیحت فرماتا ہے کہ ان منافقوں کی دولتمندی اور اولاد کو دیکھ کر تعجب مت کرو حقیقت یہ ہے کہ یہ چیزیں ان کے لئے رحمت نہیں ہیں بلکہ عذاب ہیں۔ یہ لوگ مال دولت اور آل اولاد کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں، بڑی مصیبتیں اٹھا کر مال و دولت کماتے ہیں، پھر اس کی حفاظت کی فکر کرتے ہیں۔ اگر دکھاوے کے لئے کبھی اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرتے ہیں تو اس سے ان کے دلوں کو سخت تکلیف پہنچتی ہے۔ اسی طرح اولاد کے معاملہ میں بھی ہمیشہ پریشان رہتے ہیں۔ کیونکہ ان میں سے بعض لوگوں کے بیٹے سچے اور پکے مسلمان ہوجاتے ہیں۔ غرض یہ کہ مال اور اولاد ان منافقوں کے لئے جیتے جی کا عذاب ہے۔ بلکہ یہ دکھ فقط زندگی ہی کا نہیں ہے، مرنے کے وقت بھی ان کی روح مال اور اولاد میں اٹکی رہتی ہے۔ اس مال اور اولاد کی وجہ سے ان کو موت بھی چین سے نصیب نہیں ہوتی۔

(۳) منافقوں کو اندیشہ تھا کہ اگر اسلام ظاہر نہیں کریں گے تو مسلمان ان کو کافر سمجھیں گے اور ان کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کریں گے جیسا کافروں کے ساتھ کرتے ہیں۔ اس ڈر کی وجہ سے ظاہر میں مسلمان ہوگئے تھے نماز بھی پڑھتے تھے زکوٰۃ دیتے تھے اور دوسرے احکام کی پابندی کرتے تھے۔

منافقوں کے اس حال کو آیت میں بیان فرمایا کہ قسمیں کھا کھا کر تم کو یقین دلاتے ہیں کہ وہ تم میں شامل ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ تم میں سے نہیں ہیں۔ وہ تو نہایت ڈرپوک لوگ ہیں محض ڈر کے مارے ایسا کہتے ہیں۔ ورنہ ان کے ارادے تو یہ ہیں کہ اگر ان کو کوئی پناہ کی جگہ یا سر چھپانے کے لئے کوئی غار وغیرہ مل جائے تو رسیاں تڑا کر تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوں۔

وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

اور کہتے کہ ہم کو اللہ کافی ہے اللہ اپنے فضل سے اور اس کے پیغمبر (اپنی مہربانی سے)

وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿٥٩﴾ اِنَّمَا

ہمیں پھر دیدیں گے (اور) ہم اللہ ہی کی طرف رغبت کرنے والے ہیں (١) بلاشبہ

الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا

صدقات (یعنی زکوٰۃ) تو فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں اور ان کے لئے جو ان کے وصول کرنے پر مقرر کئے جائیں

وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَ

اور ان کے لئے جن کی دلجوئی کرنی منظور ہو اور (غلاموں کی) گردنیں چھڑانے میں اور قرضداروں (کے قرض ادا کرنے) میں

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ

اور خدا کی راہ میں اور مسافروں (کی مدد) میں (بھی یہ مال خرچ کرنا چاہیئے۔ یہ حقوق) اللہ کی طرف سے فرض

اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٦٠﴾ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ

ہیں اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے (٢) اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو

يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ

پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص تو کان (کا کچا) ہے (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ (وہ) کان

خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

(ہیں تو) تمہاری بھلائی کے لئے ہیں وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں پر یقین رکھتے ہیں

وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ

اور ان لوگوں کے لئے رحمت ہیں جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جو لوگ

يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦١﴾

اللہ کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے (٣)

(١) لکھا ہے کہ ایک موقع پر ایک منافق نے اور دوسرے موقع پر ایک گاؤں کے رہنے والے (بدو) نے مال غنیمت کی تقسیم کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی۔

ایسے لوگوں کی ذہنیت کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا حال یہ ہے کہ اگر ان کو بہت سا مال دیدیا جائے تو یہ خوش ہو جاتے ہیں، ورنہ ناراضی ظاہر کرتے ہیں اور گستاخی کرتے ہیں۔

حالانکہ ان کو چاہیئے تھا کہ اللہ اور اس کے رسول نے ان کو جو کچھ دیا تھا، اس پر راضی رہتے اور یوں کہتے کہ ہم کو تو اللہ کافی ہے۔ اللہ اپنے فضل سے بہت کچھ عطا فرمائے گا اور اس کے
ع ١٤/١٢ رسولؐ بھی دیں گے۔ ہم تو بس اللہ ہی سے لو لگائے بیٹھے ہیں۔

(٢) اس آیت میں صدقات یعنی زکوٰۃ کے مصارف بیان فرمائے ہیں اور بتایا ہے کہ زکوٰۃ کن کن لوگوں کو دینی چاہیئے۔ اس آیت کی رو سے زکوٰۃ کے مصارف آٹھ ہیں:-

(١) فقیر یعنی وہ لوگ جن کے پاس کچھ نہ ہو (٢) مسکین یعنی وہ جن کے پاس ضرورت کے لائق نہ ہو (٣) عامل۔ وہ لوگ جو حکومت کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مقرر ہوں (٤) مولفۃ القلوب۔ وہ لوگ جن کے اسلام قبول کرنے کی اُمید ہو یا جو اسلام میں کمزور ہوں (٥) رقاب یعنی غلام یا قیدی کو مال دے کر آزاد کرایا جائے (٦) غارم یعنی قرض دار کا قرض ادا کیا جائے (٧) فی سبیل اللہ یعنی جہاد وغیرہ میں کام کرنے والوں کی مدد کی جائے (٨) ابن سبیل یعنی مسافر اگر محتاج ہو تو اس کی بھی مدد کی جائے۔

(تفصیلی احکام فقہ کی کسی کتاب سے معلوم کئے جا سکتے ہیں۔)

(٣) لکھا ہے کہ منافقوں کی مجلس میں ایک منافق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ناشائستہ الفاظ کہے۔ دوسرے منافق نے کہا کہ ایسی باتیں مت کہو کہیں ایسا نہ ہو کہ اُن کو خبر ہو جائے۔ اس پر ایک منافق نے کہا کہ "ان سے مت ڈرو۔ ان کے سامنے صفائی پیش کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ وہ بڑے کچے کان کے ہیں جیسا کہو ویسا سُن لیتے ہیں اور مان لیتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں کی بہت سی بیہودہ اور لغو باتوں کو سُن کر خاموشی اختیار فرما لیتے تھے اور ان کی تردید نہیں فرماتے تھے۔ منافقوں نے شرارت اور بد باطنی سے آپؐ کی اس صفت کا مذاق اُڑایا۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے منافقوں کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم بالکل غلط سمجھتے ہو حقیقت یہ کہ تمہاری بہت سی باتوں پر آپؐ کا خاموشی اختیار فرمانا تو تمہارے حق میں خیر اور بھلائی ہے۔ وہ تمہاری جھوٹ اور بیہودگی کو جانتے ہوئے چشم پوشی کرتے ہیں اور تمہاری بہت سی برائیوں کا پردہ فاش نہیں کرتے۔

غرض یہ کہ آپؐ کی صفات تو یہ ہیں کہ آپؐ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، سچے اور مخلص ایمان والوں کی باتوں پر یقین کرتے ہیں اور تم جیسے زبانی ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کے حق میں بھی مہربانی کا سلوک کرتے ہیں لیکن تم جو ایسے 'خلق عظیم' والے اللہ کے رسول کی شان میں گستاخی کرتے ہو اور ان کو تکلیف پہنچاتے ہو تو یاد رکھو کہ اس کی سزا میں تم کو سخت عذاب بھگتنا پڑے گا۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ

(مسلمانو!) یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو خوش کریں حالانکہ اگر یہ دل سے مومن ہوتے تو (سمجھتے کہ)

اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ

اللہ اور اس کے پیغمبر اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ ان کو خوش کیا جائے کیا ان کو

يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ

خبر نہیں کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو اس کے لئے

لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ

دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا یہ بڑی

الْعَظِيْمُ ﴿۶۳﴾ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ

رسوائی ہے منافق ڈرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی سورت نازل

سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ

(نہ) ہو جائے جو ان کو ان باتوں سے آگاہ کر دے جو ان (منافقوں) کے دلوں میں ہیں (اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ اچھا تم ہنسی اڑاتے رہو

اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ

بلاشبہ اللہ اس بات کو ظاہر کر دے گا جس سے تم ڈرتے ہو (۱) اور اگر تم اس بارے میں ان سے

لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ

پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو (یوں ہی) بات چیت اور دل لگی کرتے تھے (اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ کیا تم اللہ کی

وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا

اور اس کی آیتوں کی اور اس کے رسول کی ہنسی اڑاتے تھے (۲) بہانے

تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ

مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کفر کرنے لگے اگر ہم تم میں سے

(۱) منافقوں کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ظاہر میں مسلمان بنے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے، نمازیں پڑھتے اور مسلمانوں کے ساتھ شریک رہتے لیکن جب وہ اپنے ہم خیال لوگوں میں بیٹھتے تو آنحضرت کی شان میں گستاخی کرتے، اسلام کا مذاق اڑاتے اور مسلمانوں کی توہین کرتے۔

اللہ تعالیٰ ان کی ان سب حرکتوں سے واقف تھا اور کبھی کبھی وحی کے ذریعہ ان کے کسی راز کو آنحضرتؐ پر ظاہر فرما دیا کرتا تھا۔ اس لئے وہ اس بات سے ڈرتے رہتے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے ڈر کو ظاہر فرمایا اور تنبیہ کے لئے ان سے فرمایا کہ تم اپنا کام کرتے رہو، اسلام کا خوب مذاق اڑاؤ اور پیغمبرؐ کی شان میں خوب گستاخیاں کرو۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ تمہاری کوئی پروا نہیں کرے گا اور یقیناً تمہاری خفیہ حرکتوں کو فاش کر دے گا۔ جس کا تم کو ڈر لگا ہوا ہے۔

(۲) لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے لشکر کو لئے ہوئے تبوک کو تشریف لے جا رہے تھے تو اس وقت چند منافق بھی لشکر کے ساتھ تھے۔ راستے میں ودیعہ بن ثابت اور مخشی بن حمیر وغیرہ جانباز مجاہدین کا مذاق اڑانے لگے اور کہنے لگے کہ یہ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ کہاں یہ اور کہاں رومیوں کا لشکر۔ انھوں نے رومیوں کی جنگ کو بھی عربوں کی آپس کی لڑائیوں کی طرح سمجھا ہے ہم کو تو یہ نظر آ رہا ہے کہ کل ہم سب رسیوں سے جکڑے ہوئے رومیوں کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

لیکن مخشی بن حمیر کے دل میں ایمان کی لہر پیدا ہوئی اور اس نے کہا "مجھے اندیشہ ہے کہ تمہاری اس گفتگو کے بارے میں کہیں قرآن نہ نازل ہو جائے۔ مجھے پسند ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کے سو سو کوڑے مارے جائیں۔ اُدھر آنحضرتؐ کو وحی کے ذریعہ اس گفتگو کی اطلاع ہو گئی۔ آپؐ نے حضرت عمار بن یاسر کو ان لوگوں کا حال دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ یہ لوگ دوڑے ہوئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم تو راستہ کاٹنے کے لئے دل لگی کی باتیں کر رہے تھے۔

مخشی بن حمیر نے توبہ کی، سچے دل سے مسلمان ہو گئے اور دعا مانگی کہ الٰہی مجھے ایسی جگہ شہید کر کہ کسی کو میری قبر بھی نہ معلوم ہو۔ چنانچہ لکھا ہے کہ وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ ان کا اسلامی نام عبد الرحمٰن ہے۔ ان آیتوں میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ
ایک جماعت کو معاف کردیں گے تو دوسری جماعت کو (ضرور) سزا دیں گے اس لئے کہ
كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ
وہ جرم کرنے والے تھے (۱) منافق مرد اور منافق عورتیں سب (کے کام)
مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ
ایک طرح کے ہیں (یعنی) برے کام کرنے کو کہتے ہیں اور نیک
عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ
کاموں سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں انھوں نے اللہ کو بھلادیا تو
فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَعَدَ
اللہ نے (بھی) ان کو بھلادیا بلاشبہ یہ منافق (بڑے) ہی نافرمان ہیں (۲) اللہ نے
اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ
منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے دوزخ کی آگ
جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ
کا وعدہ کیا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہی ان کے لئے کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت
اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۶۸﴾ كَالَّذِيْنَ مِنْ
کی اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے (۳) (منافقو!) تم ان لوگوں کی طرح ہو جو
قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ
تم سے پہلے ہوچکے ہیں وہ تم سے بہت طاقتور اور مال اور اولاد میں کہیں
اَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ
زیادہ تھے اور انھوں نے اپنے حصے سے فائدہ حاصل کیا تو تم نے (بھی) اپنے حصے سے (خوب) فائدہ اٹھایا

ع ۱۴

(۱) یعنی تمہارا عذر بالکل جھوٹ اور لغو ہے۔ کیا اللہ، اس کا رسول اور اس کے کلام کی آیتیں ہی ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے تھے۔ ایسا لغو اور مہمل عذر قبول نہیں ہوسکتا تم نے ایمان ظاہر کرکے پھر کافروں کے سے کام کئے۔ مجاہدین کا مذاق اڑایا اور ان کو پست ہمت کرنے کی کوشش کی۔ ایسے مجرموں کو یقیناً سزا دی جائے گی۔ ہاں جو لوگ توبہ کرکے سچے اور پکے مسلمان بن جائیں تو ان کے قصور معاف کردئیے جائیں گے۔

(۲) گزشتہ آیتوں میں خاص خاص لوگوں کے منافقانہ اعمال بیان کئے تھے۔ اب سب منافقوں کے اعمال بیان فرماتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ منافق مرد ہوں یا عورتیں نفاق میں سب ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور سب ایک چال چلنے والے ہیں۔ یہ سب کے سب کفر، شرک اور بدعملیوں میں مبتلا ہیں۔ یہ نہ صرف خود گمراہ ہیں بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ اچھے کاموں سے مخلوق خدا کو روکتے ہیں اور برے کاموں کی طرف بلاتے ہیں۔ مال خرچ کرنے کا وقت آتا ہے تو مٹھیاں بند کرلیتے ہیں۔ جب انھوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلایا اور اس کے پیغام سے منہ موڑا، تو اس نے بھی ان کو چھوڑ دیا کہ وہ دوزخ کے گڑھے میں گر پڑیں۔

(۳) یعنی منافق مرد اور عورتیں جنھوں نے محض ظاہرداری کے لئے زبان سے اسلام کا اقرار کیا، جنھوں نے اللہ کے رسولؐ اور ان کے ساتھیوں کا مذاق اڑایا، جنھوں نے نیکیوں کی راہ روک کر برائیوں کو دنیا میں پھیلایا، جنھوں نے اپنے پروردگار کی نعمتوں کی ناقدری کی، جو اس کو بھلا بیٹھے اور بے فکر ہوگئے، اسی طرح وہ لوگ جنھوں نے کھلم کھلا کفر و عناد کی راہ اختیار کی، ان سب کی سزا یہ ہوگی کہ ان کو دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جائے گا جہاں ان پر اللہ کی پھٹکار پڑے گی اور جہاں ان کے لئے دائمی عذاب ہوگا۔

كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ
جس طرح تم سے پہلے لوگ اپنے حصے سے فائدہ اٹھا چکے
وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ
اور تم (بھی برائیوں میں) ڈوبے رہے جس طرح وہ ڈوبے رہے وہ ایسے لوگ تھے جن کے
اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ
اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے اور یہی لوگ نقصان
الْخٰسِرُوْنَ ۝٦٩ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
اٹھانے والے ہیں (۱) کیا ان کو ان لوگوں (کے حالات) کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے تھے
قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ڏ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ
(یعنی) نوح اور عاد اور ثمود کی قوم اور ابراہیم کی قوم
وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۭ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ
اور مدین والے اور الٹی ہوئی بستیوں والے ان کے پاس ان کے پیغمبر روشن
بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا
نشانیاں لے کر آئے تو اللہ تو ایسا نہیں کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہی اپنے
اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝٧٠ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ
آپ پر ظلم کرتے تھے (۲) اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں
بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہتے ہیں
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ
اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں

(۱) تنبیہ کے لئے کافروں اور منافقوں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تمہارا طریقہ ان لوگوں کا سا ہے جو تم سے پہلے گزر گئے ان کی قوت وشوکت، دولت کی فراوانی اور اولاد کی کثرت تم سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھی۔ جب تک دنیا میں رہے اپنا حصہ حاصل کرتے رہے اور خوب مزے اڑاتے رہے۔ تم بھی انہی کے نقش قدم پر ہو۔ خدا سے غافل ہو کر دنیا کے مزے لوٹ رہے ہو اور بدعملیوں میں ڈوبے ہوئے ہو۔ غرض یہ کہ جو ان کا چلن تھا، وہی تمہارا چلن ہے اور جو ان کی حالت تھی، وہی تمہاری حالت ہے۔ نتیجہ بھی یکساں ہوگا۔ جس طرح انھوں نے دنیا میں کوئی نیک نامی اور عزت حاصل نہیں کی، جس طرح دنیا اور آخرت میں ان کے اعمال اکارت گئے اور جس طرح وہ نقصان میں پڑے، یاد رکھو! بالکل اسی طرح تمہارا بھی حشر ہونے والا ہے۔

(۲) کیا ان لوگوں کو گزشتہ نافرمان اور سرکش قوموں کے حالات کی اطلاع نہیں ہوئی۔ ان کو چاہئے کہ قومِ نوحؑ، قومِ ہودؑ (عاد) قومِ صالحؑ (ثمود) قومِ ابراہیمؑ قومِ شعیبؑ (مدین والے) اور قومِ لوطؑ (جس کی بستیاں الٹ دی گئیں) ان سب کے حالات سے واقفیت اور عبرت حاصل کریں۔

ان کا حال یہ ہوا کہ اللہ کے پیغمبر ان کے پاس روشن نشانیاں اور معجزات لے کر آئے لیکن ان سب نے اپنے اپنے پیغمبر کو جھٹلایا، پیغامِ الٰہی سے منہ موڑ لیا اور غرور وسرکشی کی راہ سے ان کا مقابلہ کیا جب انھوں نے خود اپنے نفسوں پر ظلم کیا تو اللہ کے قانون جزا وسزا نے ان کو تباہ وبرباد کردیا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ یوں ہی کسی قوم کو تباہ نہیں کرتا۔

الربع

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ

اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں

اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ

یہی لوگ ہیں جن پر اللہ عنقریب رحم فرمائے گا بلا شبہ اللہ غالب

حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ

(اور) حکمت والا ہے اللہ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں سے (بہشت کے ایسے)

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

باغوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے

وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ

اور ہمیشہ رہنے کے باغوں میں پاکیزہ مکانات کا (بھی ان سے وعدہ کیا ہے) اور اللہ کی خوشنودی

مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾ ع

(جو انہیں حاصل ہوگی) اس سے بڑی (نعمت) ہے یہی بڑی کامیابی ہے (۱)

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ

اے پیغمبر! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو

وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ

اور ان پر سختی کرو اور (سمجھ لو کہ) ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بری

الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ

جگہ ہے یہ (منافق) اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے (تو ایسا) نہیں کہا حالانکہ

قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ

انہوں نے یقیناً کفر کا کلمہ کہا اور اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے

(۱) اوپر کی آیت میں منافقوں کے بُرے اعمال کا ذکر کیا تھا۔ اس آیت میں ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کی صفات بیان فرمائیں، تاکہ قرآن مجید کے پڑھنے والے دونوں جماعتوں کے صفات اور اعمال کا مقابلہ کرکے نصیحت حاصل کرسکیں۔

منافق نیکیوں کی راہ روک کر بُرائیوں پر مخلوقِ خدا کو اکساتے پھرتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں ایمان والوں کا یہ کام ہے کہ وہ بُرائیوں سے لوگوں کو روکتے ہیں اور نیکیوں کی راہ پر لگاتے ہیں۔ منافقوں کا دل تنگ اور ان کی مٹھی بند ہے، لیکن مومنوں کا دل بڑا اور ہاتھ کھلا ہے۔ منافق سرکش ہیں اور خدا کو بھلا بیٹھے ہیں۔ مومن اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے فرماں بردار ہیں، منافقوں پر لعنت برستی ہے اور مومنوں پر رحمت کی بارش ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ ان ایمان والے مردوں اور عورتوں سے اللہ تعالےٰ وعدہ فرماتا ہے کہ وہ بہشت کے باغوں میں اور

ع ۹ ۶ ۱۰
پاکیزہ محلوں میں رہیں گے جہاں وہ طرح طرح کی نعمتوں سے لطف اٹھائیں گے۔ لیکن وہاں سب سے بڑی نعمت اللہ تعالےٰ کی رضا اور خوشنودی ہوگی۔ جنت بھی اسی لئے مطلوب ہے کہ وہ رضائے الٰہی کا مظہر ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالےٰ جنت والوں کو پکارے گا۔ سب لَبَّیْكَ کہہ کر اس کی طرف متوجہ ہوں گے پھر اللہ تعالےٰ دریافت فرمائے گا کہ کیا تم خوش ہو گئے؟ بندے عرض کریں گے "پروردگار! تو نے اپنے فضل سے ہم کو ہر طرح کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ پھر خوش نہ ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے"۔ ارشاد ہوگا: کیا ان سب سے بڑھ کر کچھ اور چیز تم کو دوں؟ عرض کریں گے۔ پروردگار! جنت کی ان نعمتوں سے بڑھ کر کیا چیز ہو سکتی ہے؟ ارشاد ہوگا: میں اپنی رضا اور خوشنودی کی نعمت تم کو بخشتا ہوں جس کے بعد کبھی تم سے ناخوش نہ ہوں گا۔

رزقنا اللہ ھٰذہِ النعمۃ العظیمۃ۔

وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ

اور انھوں نے ایسی بات کا ارادہ کیا جس کو وہ نہ پا سکے اور یہ انھوں نے اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ اللہ نے اپنے فضل سے

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ

اور اس کے رسول نے (اپنی مہربانی سے) ان کو دولت مند کر دیا (۱) تو اگر یہ لوگ توبہ کریں تو ان کے

خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا

حق میں بہتر ہوگا اور اگر وہ روگردانی کریں تو اللہ انہیں دنیا

اَلِيْمًا ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِى الْاَرْضِ

اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور روئے زمین پر

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۷۴﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ

ان کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ مددگار (۲) اور (دیکھو) ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد

لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ

کیا تھا کہ اگر وہ اپنے فضل سے (بہت سا مال) عطا فرمائے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور نیک لوگوں میں سے

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ

ہو جائیں گے پھر جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے (بہت سا مال) دیا تو اس میں کنجوسی کرنے لگے

وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِىْ قُلُوْبِهِمْ

اور (اپنے عہد سے) روگردانی کر کے پھر گئے (۳) تو اس کا انجام یہ ہوا کہ اللہ نے اس دن تک کے لئے جس میں وہ

اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ

اس سے ملیں گے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا اس لئے کہ انھوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا

وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

اور (نیز) اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ان کے بھید دل

(۱) لکھا ہے کہ تبوک سے واپسی کے وقت آنحضرتؐ لشکر سے علیحدہ ہو کر ایک گھاٹی میں سے گزر رہے تھے۔ حضرت حذیفہؓ اور حضرت عمارؓ آپ کے ساتھ تھے۔ بارہ منافق پہلے سے گھاٹی میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ جب آپؐ کی سواری گھاٹی کے خطرناک مقام پر پہنچی تو ان منافقوں نے آپؐ پر حملہ کیا اور چاہا کہ آپؐ کو پہاڑی سے گرا کر ختم کر دیں۔ آپؐ نے ان کو ڈانٹا اور حضرت حذیفہؓ اور حضرت عمارؓ نے ان کو مار کر ان کو روکا اور آپؐ کی شان میں گستاخی کرنے سے باز رکھا۔ انھوں نے اپنے چہرے چھپا رکھے تھے اس لئے پہچانے نہیں گئے وحی کے ذریعہ آپؐ کو ان کے نام بتا دیئے گئے۔ منزل پر پہنچ کر آپؐ نے ان کو بلا کر دریافت فرمایا۔ وہ سب قسمیں کھا گئے اور صاف انکار کر گئے۔ ان میں ایسے بھی تھے جن کے ساتھ آپؐ نے خاص طور پر احسان کیا تھا۔ جیسے جُلاس کہ آپؐ نے اس کا قرض ادا کیا تھا۔ اور ظاہری میل جول کی وجہ سے ویسے بھی منافقوں کو کچھ نہ کچھ مالی فائدہ ہوتا ہی رہتا تھا۔ اس آیت میں انہی لوگوں کا ذکر ہے۔

(۲) یعنی اگر اب بھی یہ لوگ توبہ کریں اور شرارتوں سے باز آجائیں تو ان کے حق میں بہتر ہے۔ ورنہ پھر اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دے گا اور پھر کوئی ان کو عذابِ الٰہی سے نہیں بچا سکے گا۔ لکھا ہے کہ اس آیت سے جُلاس نے نصیحت حاصل کی اور نفاق سے توبہ کر کے سچے اور پکے مسلمان ہو گئے اور باقی عمر آنحضرتؐ کی اطاعت اور اسلام کی خدمت میں گزاری۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔

(۳) یہ آیتیں ثعلبہ بن حاطب منافق کے بارے میں نازل ہوئی تھیں۔ لکھا ہے کہ اس نے آنحضرتؐ سے درخواست کی کہ حضور! دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دولت مند کر دے۔ آپؐ نے فرمایا ثعلبہ! تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرے اس بڑی دولت سے اچھا ہے جس کا حق تو ادا نہ کر سکے۔ اس نے پھر وہی درخواست کی۔ آپؐ نے پھر فرمایا "ثعلبہ! کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ اللہ کے رسول کی طرح تیری حالت ہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر میں چاہوں تو سونے چاندی کے پہاڑ میرے ساتھ چلیں"۔ ثعلبہ نے پھر اصرار کیا اور وعدہ کیا کہ میں سارے حقوق ادا کروں گا۔

آپؐ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اس کی بکریوں میں اتنی برکت عطا فرمائی کہ اس کو مدینہ سے باہر گانوں میں رہنا پڑا۔ رفتہ رفتہ اس کا کاروبار بہت بڑھ گیا اور وہ اتنا مشغول رہنے لگا کہ مسجد نبوی میں نماز باجماعت کے لئے حاضر نہیں ہو سکتا تھا۔ چند مہینوں تک صرف جمعہ میں حاضر ہوتا رہا۔ پھر جمعہ کی حاضری بھی ترک کر دی۔

پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کئے ہوئے آدمی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے اس کے پاس پہنچے تو اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور طنز کے طور پر کہا کہ زکوٰۃ تو جزیہ کی بہن ہے۔

جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو اس کے ایک رشتہ دار نے اس کو خبر کی۔ گھبرایا ہوا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور زکوٰۃ پیش کی۔ حضورؐ نے قبول نہیں فرمائی۔ پھر حضورؐ کے وصال کے بعد خلفاء راشدینؓ نے بھی اس کی زکوٰۃ قبول کرنے سے انکار کیا۔ آخر کار حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں نفاق اور محرومی کی حالت میں مر گیا۔

سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿٧٨﴾ اَلَّذِيْنَ

اور (پوشیدہ) مشوروں کو جانتا ہے اور یہ کہ وہ غیب کی ساری باتوں کا جاننے والا ہے (۱) (یہ وہ لوگ ہیں)

يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ

جو ان مسلمانوں پر طعن کرتے ہیں جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور (ان پر بھی طعن کرتے ہیں)

وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ

جو مزدوری کے سوا کچھ نہیں پاتے اور ان کی ہنسی اڑاتے

مِنْهُمْ ۭ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٩﴾

ہیں اللہ ان کی ہنسی اڑاتا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے (۲)

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ

(اے پیغمبر) چاہے تم ان کے لئے استغفار کرو یا نہ کرو (دونوں برابر ہیں) اگر ستر بار بھی

لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ

ان کے لئے استغفار کرو گے تب بھی اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا یہ اس وجہ

بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

سے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ ایسے نافرمان لوگوں کو

الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٨٠﴾ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ

ہدایت نہیں دیتا (۳) جو لوگ (غزوہ تبوک میں) پیچھے رہ گئے وہ اس بات سے خوش ہوئے

خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

کہ اللہ کے رسول کے (جانے کے) بعد وہ اپنے گھروں میں بیٹھیں اور وہ اس بات سے ناخوش ہوئے کہ اپنے مال

وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ

اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستہ میں جہاد کریں اور (لوگوں سے) کہنے لگے کہ ایسی گرمی میں مت نکلو

(۱) یعنی جب انہوں نے بخل کیا جھوٹ بولے اور وعدہ خلافی کی تو اس کا اثر یہ ہوا کہ قانونِ الٰہی کے مطابق نفاق کی جڑیں ان کے دلوں میں اور مضبوط جم گئیں جو قیامت تک نہیں اکھڑ سکتیں۔

ان بدبختوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ ان کی نیتوں، ارادوں اور مشوروں سے خوب واقف ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ سے کسی بات کو نہیں چھپا سکتے کیونکہ وہ غیب کی ساری باتوں کا جاننے والا ہے۔ وہ جب چاہے گا دنیا میں ان کے رازوں اور ان کی سازشوں کو اپنے پیغمبر پر ظاہر کردیگا پھر ان شرارتوں کی وجہ سے آخرت میں ان کو سخت سزا دے گا۔

(۲) منافقوں کی یہ عادت بھی تھی کہ وہ مسلمانوں پر ہر وقت کچھ نہ کچھ نکتہ چینی کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے صحابہؓ کو صدقہ و خیرات دینے کی ترغیب دی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے چار ہزار درہم حاضر کئے۔ یہ دیکھ کر منافق شرارت سے کہنے لگے کہ محض دکھاوے اور نام کے لئے اس نے اتنا بہت سامال دیا ہے۔ اور جب اسی وقت ایک غریب صحابی حضرت ابو عقیلؓ نے ایک صاع کھجوریں خدمتِ اقدس میں پیش کیں جن کو انہوں نے مزدوری کرکے حاصل کیا تھا تو حضورؐ نے ان کے اس جذبہ کی قدر افزائی فرمائی لیکن منافقوں سے اس وقت بھی نہ رہا گیا اور حقارت سے کہا کہ اللہ کو اس کے صدقے کی کوئی ضرورت نہیں۔

انہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جس کے ذریعہ ان کو تنبیہ فرمائی کہ وہ یاد رکھیں کہ ایمان والوں کا مذاق اڑانا ان کے حق میں اچھا نہ ہوگا اور اس کی سزا میں اللہ تعالےٰ ان کو سخت عذاب دے گا۔

ع ٨ ١٦

(۳) اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی کہ منافقوں کے لئے چاہے استغفار کرو یا نہ کرو، دونوں باتیں برابر ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان خبیثوں کو کبھی معاف نہیں فرمائے گا کیونکہ انہوں نے اسلام صرف زبان سے ظاہر کیا ہے اور دلوں میں کفر چھپا رکھا ہے۔ یہ نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ اس کے رسول پر۔ تو ایسے نافرمانوں کو اللہ تعالےٰ معاف نہیں کرتا اور سیدھے راستے پر نہیں لگاتا۔

واضح ہو کہ اس آیت کی مزید وضاحت کے لئے بعد کے صفحہ پر نوٹ (۳) ملاحظہ فرمائیے۔

قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨١﴾ فَلْيَضْحَكُوْا

ان سے کہدو کہ جہنم کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے کاش یہ (اس بات کو) سمجھتے تو یہ (دنیا میں) تھوڑا سا

قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا

ہنس لیں اور ان اعمال کے بدلے جو کرتے رہے ہیں (آخرت میں) بہت سا

يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ

رو لیں (گے) (۱) تو (اے پیغمبر!) اگر اللہ تم کو (اس سفر سے مدینہ میں صحیح و سالم) ان کے کسی گروہ کی طرف واپس لائے

فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا

اور وہ لوگ (کسی جہاد میں) چلنے کی تم سے اجازت مانگیں تو کہہ دو کہ تم کبھی بھی میرے

مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ

ساتھ نہ چلو گے اور نہ میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے لڑو گے تم نے پہلی دفعہ بیٹھے

بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿٨٣﴾

رہنے کو پسند کیا تھا تو اب بھی پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو (۲)

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى

اور (اے پیغمبر) ان میں سے اگر کوئی مر جائے تو تم کبھی اس (کے جنازہ) پر نماز نہ پڑھو اور نہ (دفن کے لئے) اس کی

قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ

قبر پر کھڑے ہو کیونکہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور نافرمانی کی حالت ہی میں

فٰسِقُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ

مرے (۳) اور (اے پیغمبر!) ان کا مال اور ان کی اولاد تم کو تعجب میں نہ ڈالے بلا شبہ اللہ چاہتا

اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ

ہے کہ ان (چیزوں) کے ذریعہ دنیا میں ان کو سزا دے اور (جب) ان کی جان نکلے تو (اس وقت بھی) وہ

(۱) اس آیت میں ان منافقوں کی ذہنیت کو واضح فرمایا ہے جو حیلے بہانے کرکے مدینہ میں رہ گئے تھے اور نبی ہی کے ساتھ تبوک کو نہیں گئے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ جو لوگ رسول اللہ کے ساتھ جہاد کے لئے نہیں گئے تھے اور مدینہ میں رہ گئے وہ اس بات سے بہت خوش ہیں کہ ان کی چال چل گئی اور تبوک کے لمبے سفر سے بچ گئے۔ ان کمبختوں نے اس بات کو برا سمجھا کہ اپنے مال اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کریں۔ خود بھی جہاد پر نہیں گئے اور لوگوں کو بھی یہ کہہ کہہ کر بہکاتے رہے کہ ایسی سخت گرمی میں جہاد کے لئے مت نکلو۔ یہ کمبخت بڑے نادان ہیں اور اپنے نفع نقصان کو نہیں سمجھتے۔ اگر یہ سمجھدار ہوتے تو ایسی بات نہیں کہتے کیونکہ دوزخ کی آگ اس گرمی سے لاکھوں درجے زیادہ شدید ہے۔ اس دنیا میں یہ جتنا چاہیں ہنس لیں لیکن آخرت میں ان کو اپنی بدعملیوں کی سزا بھگتنی پڑے گی اور ہمیشہ رونا پڑے گا۔

(۲) یعنی اے پیغمبر! ان کمبختوں کی سزا یہ ہے کہ اگر یہ لوگ پھر کبھی جہاد میں شریک ہونے کے لئے تم سے اجازت چاہیں، تو ان سے کہنا کہ بس جھوٹی باتیں مت بناؤ۔ اب بھی تمہارا چلن نہیں بدلا ہے۔ زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ۔ مجھے یقین ہے کہ تم ہرگز میرے ساتھ جہاد پر نہیں نکلو گے اور دشمن سے نہیں لڑو گے۔ تم نے پہلے بھی گھر میں بیٹھنا پسند کیا تھا۔ تمہارے لئے مناسب یہی ہے کہ اب بھی عورتوں اور بچوں کے ساتھ گھروں میں بیٹھے رہو۔

(۳) لکھا ہے کہ جب منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی نفاق کی حالت پر مرا تو اس کے بیٹے جن کا نام بھی عبداللہ تھا اور جو پکے مسلمان تھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ حضور اپنا قمیص مبارک عطا فرمائیں اور جنازہ کی نماز پڑھیں۔ چنانچہ آپ نے اپنا قمیص مبارک عطا فرمایا اور تشریف لے گئے۔ جب آپ نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے تو حضرت عمرؓ آڑے آئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ! یہ دشمن اسلام تھا اور اس نے فلاں فلاں موقع پر ایسی ایسی حرکتیں کی ہیں اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرنا مناسب نہیں ہے۔" آپ نے فرمایا "اے عمر! اس کے لئے دعا کرنے سے مجھے منع نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ اختیار دیا گیا ہے۔ چاہے کروں، چاہے نہ کروں۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ستر بار سے زائد مرتبہ استغفار کروں گا تو اس کی بخشش ہو جائے گی تو میں ضرور ایسا کرتا۔" پھر آپ نے نماز پڑھائی اور جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور دفن ہونے تک اس کی قبر کے پاس ٹھیرے رہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے بعد پھر آپ نے کسی منافق کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی۔ واضح ہو کہ ایک حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پیش نظر یہ مصلحت تھی کہ آپ کی شفقت اور مہربانی کو دیکھ کر عبداللہ بن ابی کے قبیلے کے ہزاروں آدمی اسلام کے حلقہ بگوش ہو جائیں گے۔ لیکن وحی الٰہی نے واضح فرمایا کہ اس طرز عمل سے دشمنان اسلام کی ہمت افزائی ہوتی ہے جو کسی طرح مناسب نہیں۔

كٰفِرُوْنَ (٨٥) وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا

کافر ہی ہوں اور جب کوئی سورت (اس حکم کی) اترتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے

مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا

رسول کے ساتھ جہاد کرو تو ان میں سے مقدور والے تم سے اجازت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ (٨٦) رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ

ہمیں چھوڑ دو کہ گھروں میں بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ بیٹھ رہیں انھوں نے اس بات کو پسند کیا کہ عورتوں کے ساتھ جو پیچھے

الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ (٨٧) لٰكِنِ

رہ جاتی ہیں (گھروں میں بیٹھ) رہیں اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے پس یہ کچھ سمجھتے ہی نہیں (١) لیکن

الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

پیغمبر نے اور ان لوگوں نے جو ان کے ساتھ ایمان لائے اپنے مال اور اپنی جانوں سے (اللہ کے

وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ز وَاُولٰٓئِكَ

راستے میں) جہاد کیا اور انہی لوگوں کے لئے بھلائیاں ہیں اور یہی

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (٨٨) اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

کامیاب ہونے والے ہیں اللہ نے ان کے لئے (بہشت کے) باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ

نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی

الْعَظِيْمُ (٨٩) ع وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ

ہے (٢) اور (اے پیغمبر!) عرب کے دیہاتیوں میں سے بہانہ کرنے والے (تمہارے پاس) آئے تاکہ ان کو

لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ

(گھروں میں بیٹھنے کی) اجازت مل جائے اور (ان میں سے) جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا تھا وہ گھروں ہی میں بیٹھے رہے ان میں سے

(١) ان منافقوں کے نفاق کا بھانڈا تو اس وقت پھوٹتا ہے جب کسی سورت یا آیت کے ذریعہ یہ حکم دیا جاتا ہے کہ خلوص کے ساتھ ایمان لاؤ اور پیغمبر کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ اس وقت ان میں سے وہ لوگ بھی جو مالدار اور حیثیت والے ہیں اور جو نہ صرف یہ کہ خود جہاد کی تیاری اچھی طرح سے کر سکتے ہیں بلکہ دوسرے نادار مجاہدین کے لئے بھی جہاد کا سامان مہیا کر سکتے ہیں، حیلے بہانے کر کے آپؐ سے اجازت چاہتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ ہم کو تو گھروں میں بیٹھنے والوں کے ساتھ چھوڑ دیجئے اور جہاد پر نہ لے جائیے۔
حقیقت یہ ہے کہ نفاق اور کفر پر جمے رہنے کی وجہ سے ان کے دل زنگ آلود ہو گئے ہیں اور ان کی عقلیں ماری گئی ہیں۔ وہ کسی بات کی اچھائی برائی کو سوچ ہی نہیں سکتے۔ دیکھو! وہ اس بے غیرتی اور بزدلی کی بات پر بھی راضی ہو گئے کہ عورتوں، بچوں اور اپاہجوں کے ساتھ گھروں میں بیٹھ رہیں اور مجاہدین سے پیچھے رہ جائیں۔
(٢) ان منافقوں کے مقابلہ میں سچے اور پکے ایمان والوں کا یہ حال ہے کہ وہ کچھ حیلے بہانے نہیں کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے مال اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے دنیا اور آخرت کی ساری بھلائیاں
ع ١١ ٦ ١٧ اور خوبیاں اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہیں اور اعلان فرمایا ہے کہ یہی لوگ کامیاب ہوں گے اور ان ہی کے لئے بہشت کے باغ تیار ہیں جن میں نہریں بہتی ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا مظہر ہیں اور جن کا حاصل کرنا بندے کے لئے سب سے بڑی کامیابی ہے۔

الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ⊙ لَيْسَ عَلَى

جو لوگ کافر ہیں عنقریب ان کو دردناک عذاب پہنچے گا (۱) (جہاد میں نہ جانے کا)

الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَىٰ وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ

نہ تو ضعیفوں پر کچھ گناہ ہے اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جن کے پاس خرچ کرنے

مَا يُنفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ مَا عَلَى

کو کچھ نہیں جبکہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ رہیں نیکو

الْمُحْسِنِينَ مِن سَبِيلٍ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۹۱) وَلَا

کاروں پر کسی طرح کا الزام نہیں اور اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۲) اور نہ

عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا

ان لوگوں پر (کسی طرح کا الزام) ہے جو کہ تمہارے پاس آئے کہ تم ان کو سواری دو (اور) تم نے کہا کہ

أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ

میرے پاس کوئی چیز نہیں جس پر تم کو سوار کروں تو اس حال میں وہ لوٹ گئے کہ اس غم سے کہ ان کے پاس

مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ (۹۲)

(اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے کو کچھ نہ تھا، ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے (۳)

إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ

بلاشبہ الزام تو ان لوگوں پر ہے جو تم سے اجازت طلب کرتے ہیں

وَهُمْ أَغْنِيَاءُ ۚ رَضُوا بِأَن يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ

حالانکہ وہ مالدار ہیں انھوں نے اس بات کو پسند کیا کہ عورتوں کے ساتھ جو پیچھے رہ جاتی ہیں (گھروں میں بیٹھے) رہیں

وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (۹۳)

اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے پس یہ کچھ جانتے ہی نہیں

(۱) جس طرح مدینہ کے رہنے والوں میں مخلص بھی تھے اور منافق بھی، اسی طرح اعراب (بدو یعنی دیہات کے رہنے والوں) میں بھی مخلص اور منافق تھے۔ مخلص دیہاتیوں کا ذکر اس رکوع کے آخر میں آئے گا۔ اس آیت میں دو طرح کے دیہاتیوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک عذر کرنے والے اور دوسرے گھروں میں بیٹھنے والے۔ لکھا ہے کہ بنی اسد اور بنی غطفان کے لوگ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور ناداری اور کثرتِ اہل و عیال کا عذر کرکے گھروں میں بیٹھنے کی اجازت چاہی۔ یہ بھی لکھا ہے کہ عامر بن طفیل نے اپنے قبیلہ کی طرف سے عرض کیا کہ اگر ہم لوگ گھروں کو چھوڑ کر جہاد پر چلے جائیں گے تو قبیلہ طی کے لوگ ہمارے گھر بار اور اہل و عیال کو لوٹ لیں گے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ یوں تو ایمان کے دعوے میں سبھی منافق جھوٹے ہیں، مگر جو عذر کرنے کے لئے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے ظاہرداری تو کی اور اپنے دعوے کو نباہنے کے لئے بہانہ تو کیا لیکن دوسروں نے تو بڑا غدر کیا اور گھروں میں بیٹھے رہے۔ ظاہرداری نباہنے کے لئے بھی آپؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے۔ اس سے ان کا جھوٹا ہونا اور بھی ظاہر ہو گیا۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان میں سے جو لوگ نفاق چھوڑ کر سچے اور پکے مسلمان نہیں بنیں گے، ان کو دردناک عذاب بھگتنا پڑے گا۔

(۲) اوپر کی آیتوں میں منافقوں کا ذکر تھا جنھوں نے جھوٹی باتیں بنا بنا کر جہاد میں جانے سے انکار کیا تھا لیکن کچھ مسلمان بھی ایسے تھے جو عذر کی وجہ سے جہاد میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ ان کی تسلی کے لئے اس آیت میں فرمایا کہ جو لوگ کمزور ہیں یعنی بوڑھے، عورتیں، اور بچے یا جو لوگ مریض ہیں جیسے بیمار، اندھے، لنگڑے وغیرہ، یا جو غریب اور نادار ہیں اور جہاد کے لئے کوئی ساز و سامان تیار نہیں کر سکتے، ایسے لوگ اگر جہاد پر نہ جائیں تو ان سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی لیکن شرط یہ ہے کہ یہ لوگ نیکوکار رہیں اور اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسولؐ کے اطاعت گزار رہیں اور اپنی جگہ رہ کر بھی مقدور بھر اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے کام کرتے رہیں۔ ایسے مخلص مسلمانوں سے اگر کوئی لغزش ہو جائے تو ان کو امید رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا کیونکہ وہ غفور رحیم ہے۔

(۳) اس وقت تک حکومت کی کوئی باقاعدہ فوج تیار نہیں ہوئی تھی سبھی رضاکار تھے اور ہر شخص کے لئے ضروری تھا کہ اپنا خرچ خود ہی اٹھائے بلکہ ہو سکے تو دوسروں کی بھی مدد کرے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف وغیرہ مالدار صحابہؓ نے خوب دل کھول کر خرچ کیا اور اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی حاصل کی لیکن جن حضرات کے پاس کچھ نہ تھا، ان کے ایمان کی کیفیت اس آیت میں ملاحظہ فرمایئے۔ لکھا ہے کہ چند حضرات آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے لئے سواری کا انتظام فرما دیجئے۔ چونکہ اس وقت سواریوں کی بڑی کمی تھی، آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے جو تم کو دوں۔ یہ جواب سن کر وہ حضرات روتے ہوئے واپس ہوئے۔ تصور کیجئے کہ ان کے ایمان و خلوص کا کیا عالم ہوگا جو اس بات پر روتے روتے مرے جاتے تھے کہ اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے ان کے پاس کچھ نہ تھا اور اس لئے وہ جہاد کی فضیلت سے محروم ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے پاس ایسے مخلصین کی بڑی قدر ہے چنانچہ روایت ہے کہ (مجاہدین سے) حضورؐ نے فرمایا تھا کہ لوگو! تم مدینہ میں کچھ ایسے لوگوں کو چھوڑ آئے ہو جو ہر وادی طے کرنے میں اور ہر راستے میں چلنے کے وقت تمہارے ساتھ ہیں۔ صحابہؓ نے تعجب سے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! اور وہ مدینہ میں ہیں! فرمایا ہاں، کچھ مجبوریاں ایسی تھیں جن کی وجہ سے ان کو مدینہ میں رہنا پڑا!" (صحیحین)

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا

(مسلمانو!) جب تم (جہاد سے لوٹ کر) ان کے پاس واپس جاؤ گے تو وہ تمہارے پاس عذر پیش کریں گے (اے پیغمبر! ان سے) کہنا کہ

تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ

بہانے مت بناؤ ہم ہرگز تمہاری بات نہیں مانیں گے اللہ نے ہم کو تمہارے سب حالات بتا دیئے ہیں

وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى

اور آیندہ بھی اللہ اور اس کا رسول تمہارا عمل دیکھیں گے (کہ کیسا رہتا ہے) پھر تم (اس اللہ کی طرف) لوٹائے جاؤ گے جو

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

ظاہر اور پوشیدہ (ہر طرح کی باتوں کا) جاننے والا ہے پھر وہ تم کو بتائے گا کہ تم (دنیا میں) کیسے عمل

تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٤﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ

کرتے رہے تھے (۱) (مسلمانو!) جب تم (جہاد سے لوٹ کر) ان کے پاس واپس جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے اللہ کی

اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ

قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو تو تم کو چاہیئے کہ ان سے درگزر کرو یہ لوگ

رِجْسٌ ؗ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٩٥﴾

گندے ہیں اور (آخرکار) ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے (یہ) ان کاموں کا بدلہ (ہوگا) جو (دنیا میں) وہ کرتے تھے (۲)

يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ

وہ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ تو اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٩٦﴾ اَلْاَعْرَابُ

ان نافرمانوں سے کبھی راضی ہونے والا نہیں (۳) (ان منافقوں میں جو)

اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ

دیہاتی لوگ (ہیں وہ) کفر اور نفاق میں بڑے سخت ہیں اور اس لائق ہیں کہ اللہ نے اپنے رسول پر

(۱) یہ چند آیتیں تبوک کے سفر میں واپسی سے پہلے نازل ہوئی تھیں۔ اس آیت میں منافقوں کے طرز عمل کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے مطلع فرمایا کہ یہ اندیشہ تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ تم تبوک سے خیر و عافیت کے ساتھ واپس نہ ہو گے۔ اسی لئے وہ جھوٹے بہانے کر کے گھروں میں بیٹھ رہے تھے لیکن اب جب تم خیر و عافیت ساتھ واپس ہو گے تو وہ حیران ہو جائیں گے، تمہارے پاس دوڑے ہوئے آئیں گے اور طرح طرح کے عذر پیش کریں گے۔ اس وقت تم ان سے کہنا کہ اب ہمارے سامنے عذر پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے حالات سے ہم کو واقف کر دیا ہے۔ تمہاری باتیں ہم بہت سن چکے، اب تمہارا عمل دیکھنا چاہتے ہیں۔ خیر! یہ موقع تو گزر گیا۔ اگر سچے ہو تو آیندہ کچھ کر کے دکھاؤ۔ یاد رکھو کہ تم کو اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے جو کھلی اور چھپی ہر طرح کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ اس وقت وہ تمہارے آگے ان باتوں کو کھول کر رکھ دے گا جو تم دنیا میں کرتے رہے تھے، پھر اسی کے لحاظ سے تم کو بدلہ دے گا۔ اس لئے اپنی جان کی خیر مناؤ اور نفاق کا راستہ چھوڑ کر ایمان اور اخلاص کی راہ اختیار کرو۔

(۲) یعنی جب منافق جھوٹی قسمیں کھا کھا کر تم سے درگزر کی درخواست کریں تو ان کو درگزر کر دینا۔ لیکن معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ درگزر اس وجہ سے نہیں ہے کہ واقع میں وہ درگزر کے مستحق ہیں۔ بلکہ اس لئے ہے کہ یہ لوگ کفر اور نفاق کی وجہ سے ناپاک اور ناکارہ ہیں اور اس لائق نہیں ہیں کہ مسلمان ان کو منہ لگائیں اور جہاد جیسے اہم کاموں میں ان کو شریک کریں۔ ان کا ٹھکانا تو دوزخ ہے جس میں یہ لوگ اپنے نفاق اور بدعملیوں کی وجہ سے ڈالیں جائیں گے جہاں ان کو ان کے کرتوت کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔

(۳) منافقوں کی انتہائی کوشش یہ ہوتی تھی کہ مسلمان ان سے بدظن اور ناراض نہ ہوں۔ اس لئے جھوٹی قسمیں کھا کر اور چکنی چپڑی باتیں کر کے مسلمانوں کو راضی کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے ـــــ ان کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے اس آیت میں فرمایا کہ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اول تو یہ بات یقینی ہے کہ مسلمان خود ان سے راضی نہیں ہوں گے لیکن فرض کرو کہ مسلمان راضی ہو بھی جائیں تو صرف ان کے راضی ہونے سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اصل راضی ہونا تو اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا ہے۔ مسلمان خود اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ منافقوں اور بدکاروں سے راضی نہیں ہوتا بلکہ ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں سے راضی ہوتا ہے۔

مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٩٧﴾ وَمِنَ
جو احکام نازل فرمائے ہیں ان سے واقف نہ ہوں اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے (۱) اور بعض
الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ
دیہاتی ایسے بھی ہیں کہ جو کچھ اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں اسے (اپنے اوپر) جرمانہ سمجھتے ہیں اور تمہارے حق میں
بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ
(زمانہ کی) گردشوں کے منتظر رہتے ہیں (حقیقت یہ ہے کہ) بُری گردش کے دن انہی پر آنے والے ہیں اور اللہ سننے والا (اور)
عَلِيْمٌ ﴿٩٨﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
جاننے والا ہے (۲) اور بعض دیہاتی ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے
الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ
ہیں اور جو کچھ اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں اس کو اللہ کا قرب اور رسول کی دعاؤں کا
الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ
ذریعہ سمجھتے ہیں دیکھو! بیشک وہ ان کے لئے (موجب) قرب ہے عنقریب ان کو اللہ اپنی رحمت
فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩٩﴾ ع وَالسّٰبِقُوْنَ
میں داخل کرے گا بیشک اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۳) اور مہاجرین اور
الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ
انصار میں سے جن لوگوں نے (اسلام کے قبول کرنے میں) سبقت کی اور جن لوگوں نے
اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا
نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی
عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ
ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے (بہشت کے ایسے) باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں

(۱) عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ شہریوں کے مقابلہ میں دیہاتی لوگ سخت مزاج، تند خو اور اجڈ ہوتے ہیں اور ان میں وہ لچک اور نرمی نہیں ہوتی جو شہروں میں رہنے والوں کی طبیعتوں میں علم، صحبت اور تربیت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے یہی حال عرب کے دیہاتیوں یعنی بدوؤں کا تھا۔

چنانچہ اس آیت میں اَعراب یعنی بدوؤں کے بارے میں فرمایا کہ ان میں سے جو کافر اور منافق ہیں وہ کفر اور نفاق میں بڑے سخت ہیں۔ اور چونکہ وہ ان احکام اور قوانین سے واقف نہیں ہیں جو اللہ تعالٰی نے اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائے ہیں، اس لئے سخت جاہل بھی ہیں۔ اللہ تعالٰی نیک اور بد سب کا حال جانتا ہے اور حکمت کے ساتھ ہر ایک سے معاملہ کرتا ہے۔

(۲) یعنی ان بدوؤں میں وہ منافق بھی ہیں جو اگر کبھی اسلام کی خدمت کے لئے کچھ خرچ کرتے بھی ہیں تو بڑی بددلی سے خرچ کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ گویا تاوان اور جرمانہ دے رہے ہیں۔ اور یہ کمبخت مسلمانوں کے سخت بدخواہ ہیں۔ یہ اس انتظار میں رہتے ہیں کہ مسلمان کسی گردش میں آجائیں اور پریشان ہوں تو یہ کھڑے تماشہ دیکھیں اور شادیانے بجائیں۔ ان کمبختوں کو معلوم نہیں کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خود انہی کا ستارہ گردش میں ہے اور انہی پر بُرے دن آنے والے ہیں مسلمان ترقی کریں گے اور کامیاب ہوں گے اور یہ کمبخت ناکام اور ذلیل ہوں گے۔ اللہ تعالٰی نیک اور بد سب کی باتیں سنتا ہے اور سب کے حال سے باخبر ہے۔

ع ۱۲ / ۱

(۳) یعنی بدوؤں میں ایسے نیک اور نرم دل لوگ بھی ہیں جو قرآن مجید کو توجہ کے ساتھ سنتے ہیں اور اس کی ساری باتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کا حال یہ ہے کہ وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰی کی خوشنودی اور اس کا قرب حاصل کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دعائیں لیں۔

اللہ تعالٰی ان کو خوش خبری دیتا ہے کہ بیشک وہ اپنے فضل سے ان کو اپنا قرب عطا فرمائے گا اور اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ رہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا، تو اُسے تو وہ دنیا ہی میں حاصل کر لیتے ہیں کیونکہ آپ کی مبارک عادت تھی کہ جب کوئی مسلمان کچھ مال پیش کرتا تو آپ اُسے دعائیں دیتے تھے۔

مخلص اور نیک کردار مسلمان کے لئے یہ بات بھی بڑی خوش خبری کی ہے کہ اللہ تعالٰی غفور رحیم ہے یعنی اگر مخلص اور نیک کردار مسلمانوں سے کچھ لغزش بھی ہو گی تو اللہ تعالٰی اس کو معاف فرما دے گا اور ان کو اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ دے گا۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ١٠٠ وَمِمَّنْ

جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے (١) اور

حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ڔ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ڀ

ان دیہاتیوں میں جو تمہارے آس پاس بستے ہیں کچھ منافق ہیں اور خود مدینہ کے باشندوں میں بھی

مَرَدُوْا عَلَي النِّفَاقِ ۣ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۭ

جو نفاق پر اڑے ہوئے ہیں (اے پیغمبر) تم انھیں نہیں جانتے (لیکن) ہم جانتے ہیں

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ١٠١

ہم انھیں دوہرا عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے (٢)

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا

اور کچھ اور لوگ ہیں جنھوں نے اپنے گناہوں کا صاف اقرار کرلیا انھوں نے ملے جلے عمل کئے

وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

کچھ اچھے اور کچھ برے امید ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے بلاشبہ اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ١٠٢ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَـةً تُطَهِّرُهُمْ

بخشنے والا (اور) مہربان ہے (٣) (اے پیغمبر) تم ان لوگوں کے مال سے صدقہ (خیرات) لے لو اس کے قبول کرنے سے تم

وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ

ان کو گناہوں سے پاک صاف کردوگے اور ان کے لئے دعا بھی کرو بلاشبہ تمہاری دعا ان کے لئے (موجب) تسکین

لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ١٠٣ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

ہے اور اللہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے (٤) کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ ہی

هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ

اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کے صدقہ (خیرات) منظور فرماتا ہے

(١) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرینؓ اور انصارؓ کی نیز ان مخلص ایمان والوں کی جو حسن نیت اور نیک عملی کے ساتھ ان بزرگوں کی پیروی کرتے رہے تعریف فرمائی ہے اور ان کو اپنی خوشنودی اور جنت کی خوشخبری دی ہے۔ مہاجرینؓ اور انصارؓ میں بھی درجہ بدرجہ زیادہ فضیلت اور ثواب کے مستحق وہ حضرات ہیں جنھوں نے حق کے قبول کرنے میں سبقت کی دوسروں سے پہلے ایمان لائے اور ہجرت کرنے میں اور اسلام کی مدد کرنے میں دوسروں سے پیش پیش رہے۔ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ سے واضح ہوتا ہے کہ مہاجرینؓ اور انصارؓ کی پیروی یعنی قبول ایمان، عمل صالح اور اسلام کی خدمت میں سبقت، اولیت اور قربانی ہر زمانے میں اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور فضیلت کا معیار ہے — تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ اسلام کا ابتدائی زمانہ بڑی سختی، تنگی اور تکلیف کا تھا۔ اس وقت تک اسلام پر دولت و عزت اور سلطنت و حکومت کا سایہ نہیں پڑا تھا اور دنیاوی دلچسپی کی کوئی بات ایسی نہ تھی جو لوگوں کو اسلام کی طرف رغبت دلا سکتی۔ ان حالات میں جن حضرات نے آگے بڑھ بڑھ کر اسلام قبول کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور اسلام کے پودے کو اپنے خون سے سینچا، ان کی حق پرستی، خلوص اور قربانیوں کی اللہ تعالیٰ نے بڑی قدر فرمائی اور اس آیت میں اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ سے ان کی تعریف فرمائی کیونکہ سابق اور اول ہونا ہی ان حضرات کی زندگیوں کا سب سے بڑا کارنامہ تھا پھر آیت کے آخری حصے میں رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ سے اپنی خوشنودی کا اظہار فرمانے کے بعد وَرَضُوْا عَنْهُ فرمایا۔ اس صفت سے بھی ان حضرات کے ایمان اور خلوص کا اصلی مقام نمایاں ہوتا ہے۔ مہاجرینؓ اور انصارؓ کی زندگیوں کے

ع ٥

مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے راہ حق کی مصیبتوں کو صرف جھیلا ہی نہیں بلکہ ان سے مسرت اور لذت حاصل کی۔ انھوں نے مال و دولت کو اسلام کی راہ میں اس مسرت سے خرچ کیا گویا اس دنیا جہان کی خوشیاں ان کے لئے فراہم ہو گئی تھیں اور اسلام کی حفاظت کی خاطر اس طرح جانیں قربان کیں گویا ان کے لئے زندگی کی سب سے بڑی خوشی زندگی میں نہیں بلکہ موت میں تھی۔

(٢) اس آیت میں منافقوں کے ایک خاص گروہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اس طرح کے منافق شہر مدینہ میں بھی تھے اور اس کے اطراف دیہاتوں میں بھی۔ یہ اپنے نفاق میں بڑے پکے اور اپنے فن میں بڑے تجربہ کار اور ماہر تھے۔ کمبخت اپنے کو اس طرح سے بناتے تھے اور اپنے نفاق کو اس صفائی سے چھپائے پھرتے تھے کہ کسی کو اپنے بارے میں شبہ کرنے کا موقع بھی نہیں دیتے تھے۔ دوسروں کا تو ذکر ہی کیا ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کے نفاق کا علم وحی الٰہی سے ہوتا تھا۔

نفاق اور اس میں شدت کی سزا میں ان کمبختوں کو عذاب بھی بڑا سخت دیا جائے گا۔ نفاق کے ظاہر ہونے کی رسوائی، معاشی تنگی اور بیماری وغیرہ کی مصیبت، اسلام کی ترقی کو دیکھ کر کڑھنا پھر قبر کا عذاب غرض طرح طرح کا عذاب ہے جو دوزخ کے بڑے عذاب سے پہلے ان کو بھگتنا پڑے گا۔

(٣) تبوک کے سفر پر روانگی کے وقت جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ نہیں ہوئے ان میں بڑی جماعت تو منافقوں کی تھی جس کا ذکر اوپر کی کئی آیتوں میں فرمایا۔ ان کے علاوہ چند مخلص ایمان والے بھی محض سستی اور کاہلی کی وجہ سے آپؐ کے ہمرکاب نہیں ہو سکے تھے۔ مگر جب آپؐ تبوک کے سفر سے واپس تشریف لائے تو ان حضرات نے منافقوں کی طرح جھوٹے عذر پیش نہیں کئے بلکہ نہایت صفائی اور عاجزی کے ساتھ اپنے قصور کا اعتراف کیا اور توبہ کی۔ ان چند آیتوں میں انہی حضرات کا ذکر ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیتیں حضرت ابو لبابہؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی تھیں۔ یہ حضرات محض سستی، کاہلی اور تن آسانی کی وجہ سے مدینہ ہی میں رہ گئے تھے لیکن جب آپؐ کے واپس تشریف لانے کی خبر مدینہ میں مشہور ہوئی تو یہ حضرات سخت پشیمان ہوئے اور انھوں نے سزا کے طور پر اپنے کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ دیا اور عہد کیا کہ جب تک خود آنحضرتؐ نہیں کھولیں گے اسی طرح بندھے رہیں گے۔ آپؐ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ جب تک اللہ تعالیٰ حکم نہیں دے میں ان کو نہیں کھول سکتا چنانچہ جب یہ چند آیتیں نازل ہوئیں تو آپؐ نے ان حضرات کو کھولا اور توبہ قبول ہونے کی خوشخبری سنائی۔

(٤) شکر گزاری کے طور پر ان حضرات نے کچھ مال آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس کے قبول کرنے کا حکم دیا اور ظاہر فرمایا کہ اس کا فائدہ بھی انہی کو پہنچے گا کہ ان کے دل اور زیادہ پاکیزہ ہو جائیں گے اور ان کے مال و دولت میں برکت ہوگی۔ خیرات کا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ آپؐ خیرات دینے والوں کے حق میں دعا فرمایا کرتے تھے جس سے ان کی ہمت بڑھتی تھی اور ان کے دلوں میں سکون اور اطمینان کی لہر دوڑ جاتی تھی۔

(۱) ان حضرات کی تسلی کے لئے فرمایا کہ جو لوگ اپنے گناہوں کا اقرار کریں اور سچے دل سے توبہ کریں اور اپنے مال میں سے صدقہ اور خیرات نکالیں ان کو یقین رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ ایسے مخلصین کی توبہ اور خیرات کو قبول فرماتا ہے کیونکہ وہ توبہ قبول کرنے والا اور بڑا مہربان ہے ــــ لیکن جو لوگ منافقانہ چالیں چلیں اور اپنے نفاق کو چھپانے کے لئے صدقہ اور خیرات پیش کریں تو ایسے لوگوں کی خیرات اللہ تعالےٰ کے نزدیک مقبول ہونے والی نہیں اور ان کے حق میں بخشش کی دعا بھی نہیں سنی جائے گی ــــ (۲) تنبیہ کے لئے ان لوگوں سے فرمایا کہ تمہارے گزشتہ گناہ تو معاف کردیئے گئے لیکن تمہارے خلوص کی آزمائش آئندہ ہوگی۔ اگر تم اپنی توبہ میں سچے ہو تو آئندہ موقعوں پر بھی عمل کرکے دکھاؤ۔ اللہ تعالےٰ تو یوں بھی ہر بات کا جاننے والا ہے۔ لیکن تمہارے خلوص کے ظاہر کرنے کے لئے اور تمہاری بصیرت کی تکمیل کے لئے وہ چاہتا ہے کہ تم عمل کرو اور آنحضرتؐ اور سارے مسلمان تمہارے اعمال کو دیکھیں اور گواہ بنیں۔ یاد رکھو کہ تم اللہ تعالےٰ کے پاس لوٹ کر جاؤ گے جو چھپی اور کھلی ساری باتوں کا جاننے والا ہے۔ پس وہ تمہارے اعمال کو تمہارے سامنے کھول کر رکھ دے گا اور مناسب بدلہ دے گا۔

وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝١٠٤ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى

اور بلاشبہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا (اور) مہربان ہے (۱) (اے پیغمبر! ان سے) کہہ دو کہ عمل کئے جاؤ! آئندہ

اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ

اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے تمہارا عمل دیکھیں گے اور پھر تم اس (اللہ) کی طرف لوٹائے

اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

جاؤ گے جو ظاہر اور پوشیدہ (ہر طرح کی باتوں کا) جاننے والا ہے پھر وہ تم کو بتائے گا کہ تم (دنیا میں) کیسے عمل کرتے

تَعْمَلُوْنَ ۝١٠٥ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا

رہے تھے (۲) اور کچھ اور لوگ بھی ہیں جن کا معاملہ اللہ کے حکم پر ملتوی ہے چاہے

يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

ان کو عذاب دے اور چاہے معاف کردے اور اللہ جاننے والا (اور)

حَكِيْمٌ ۝١٠٦ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا

حکمت والا ہے (۳) اور بعض منافق ایسے ہیں جنہوں نے اس غرض سے مسجد بنائی کہ نقصان پہنچائیں اور (اس میں بیٹھ کر) کفر

وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ

کی باتیں کریں اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالیں اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ

پہلے لڑ چکے ہیں ان کے لئے گھات کی جگہ بنائیں اور اگر ان سے پوچھا جائے گا تو وہ قسمیں کھا کر کہیں گے کہ

اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝١٠٧ لَا تَقُمْ

ہم تو بھلائی چاہتے تھے لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ (اپنی قسموں میں) جھوٹے ہیں (۴) (اے پیغمبر!) تم

فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ

مسجد میں کبھی (نماز کے لئے) کھڑے نہ ہونا۔ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقوے پر رکھی گئی ہے

(۳) یعنی ان کے بارے میں ابھی کچھ فیصلہ نہیں ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنی حکمت اور ان کے حال کے لحاظ سے جو چاہے گا فیصلہ فرمادے گا۔

یہ تین حضرات تھے کعبؓ بن مالک، ہلالؓ بن اُمیّہ اور مرارہؓ بن ربیع۔ یہ حضرات بھی تبوک کے سفر میں آنحضرتؐ کے ساتھ نہیں گئے تھے۔ آپؐ کے واپس تشریف لانے کے بعد ان حضرات نے نہ تو اپنے کو ستونوں سے باندھ کر سزا دی اور نہ منافقوں کی طرح جھوٹے عذر پیش کئے۔ بلکہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر صاف صاف عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! سچی بات یہ ہے کہ ہمیں کوئی عذر نہیں تھا۔ محض سستی اور کاہلی کی وجہ سے ہم آپؐ کے ہمراہ نہیں نکل سکے۔" آپؐ نے وحی کا انتظار فرمایا۔ پچاس روز تک انتظار کرنے کے بعد ان حضرات کی معافی کا حکم نازل ہوا جس کا ذکر اگلے رکوع کے آخر میں ہے۔ ملاحظہ ہو آیت وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ....

(۴) اس آیت میں منافقوں کی ایک خاص شرارت کا ذکر ہے جو انہوں نے مسجد بنا کر کرنی چاہی تھی۔ اس کا مختصر واقعہ یوں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لئے ہوئے مکہ شریف سے ہجرت کرکے تشریف لا رہے تھے تو مدینہ شریف میں داخل ہونے سے پہلے آپؐ نے قبا نامی بستی میں چودہ روز تک قیام فرمایا۔ پھر آپؐ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے ہمراہ مدینہ شریف میں داخل ہوئے۔ قبا کے قیام کے زمانے میں جہاں آپؐ نماز پڑھا کرتے تھے وہاں قبا کے مسلمانوں نے ایک چھوٹی سی مسجد بنالی تھی جس میں قبا کے سارے مسلمان نماز پڑھا کرتے تھے۔ آنحضرتؐ بھی کبھی کبھی قبا تشریف لے جاتے تھے، اس مسجد میں نماز پڑھتے تھے اور اس کی فضیلت بیان فرماتے تھے۔ قبا میں کچھ منافق بھی رہتے تھے۔ ابو عامر نامی ایک کٹر دشمن کے اشارے سے انھوں نے قبا میں ایک دوسری مسجد بنائی جس کو اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں مسجد ضرار (یعنی نقصان پہنچانے والی مسجد) فرمایا۔

یہ ابو عامر مدینہ کا رہنے والا تھا جو عیسائی مذہب اختیار کرکے بڑا راہب بن گیا تھا اور لوگوں سے اپنی تعظیم کرایا کرتا تھا جب مدینہ میں اسلام پھیلا اور آنحضرتؐ تشریف لے آئے تو اس کو اپنا ستارہ ڈوبتا نظر آیا۔ اس کو آپؐ سے سخت حسد پیدا ہوا اور اس نے آپؐ کی مخالفت کا بیڑا اٹھایا۔ مکہ کے قریش سے جا کر ملا اور جنگ اُحد میں خود ان کے ساتھ شریک رہا۔ پھر جب اللہ تعالےٰ کے فضل سے مکہ فتح ہوگیا تو شہنشاہ روم ہرقل کے پاس پہنچا اور اس کو آنحضرتؐ کے خلاف فوج کشی پر آمادہ کرنے لگا۔ اس وقت اس نے قبا کے منافقوں کو لکھا کہ میں قیصر کی فوج لے کر آتا ہوں۔ تم مسجد کے نام سے ایک مکان بنالو۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ ہمارے ہم خیال لوگ نماز کے بہانے سے بے کھٹکے اس جگہ جمع ہوسکیں گے اور آپس میں مشورہ کرسکیں گے میرا قاصد بھی وہیں تم سے ملاقات کیا کرے گا میں بھی آؤں گا تو وہیں ٹھیروں گا۔ غرض یہ کہ ابو عامر کے بہکانے سے قبا کے منافقوں نے ایک دوسری مسجد بنائی اور جس وقت آپؐ تبوک کے سفر پر روانہ ہو رہے تھے اس وقت آکر بڑے معصومانہ انداز میں اور قسمیں کھا کھا کر عرض کیا کہ "قبا کے مسلمانوں کی سہولت کی خاطر ہم نے یہ مسجد بنائی ہے حضورؐ خود تشریف لے چلیں اور اس میں نماز ادا کرکے اس کا افتتاح فرمادیں"۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس وقت تو میں سفر پر روانہ ہو رہا ہوں۔ واپسی پر دیکھا جائے گا۔" تبوک سے واپسی کے وقت جب آپؐ مدینہ شریف کے قریب پہنچے تو یہ چند آیتیں نازل ہوئیں۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے منافقوں کے ناپاک ارادوں کا پول کھول دیا اور ان کا جھوٹا ہونا ظاہر فرمایا۔ آپؐ کے حکم سے دو صحابیوں نے جاکر اس مسجد ضرار کو گرادیا اور ابو عامر کی آرزوؤں کو خاک میں ملادیا۔

يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ
وہ واقعی اس لائق ہے کہ تم اس میں (نماز کے لئے) کھڑے ہو اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک صاف رہنے کو

يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ﴿١٠٨﴾ أَفَمَنْ أَسَّسَ
پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے (١) بھلا جس شخص نے اپنی عمارت کی

بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَنْ
بنیاد اللہ کے خوف اور اس کی خوشنودی پر رکھی، وہ بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد

أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ
ایسی کھائی (یعنی غار) کے کنارہ پر رکھی جو گرنے ہی کو ہے پھر وہ اس کو لے کر

فِي نَارِ جَهَنَّمَ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٩﴾
دوزخ کے گڑھے میں جا گرا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا (٢)

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا
یہ عمارت جو انھوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں شک (کا سبب) بنی رہے گی (اور ان کو مضطرب رکھے گی) مگر

أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١١٠﴾ إِنَّ اللَّهَ
یہ کہ ان کے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے (٣) بلاشبہ اللہ نے

اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ
مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو (اس قیمت پر) خرید لیا ہے کہ ان کے لئے

لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَ
جنت ہے یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور

يُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ
مارے جاتے بھی ہیں یہ وعدہ یقیناً اللہ کے ذمہ ہے جو تورات اور انجیل

(١) یعنی اے پیغمبر! چونکہ ان منافقوں نے اس مسجد ضرار کو کفر، نفاق، مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور اسلام کے خلاف سازشیں کرنے کے ناپاک ارادوں سے بنایا ہے، اس لئے اس میں ہرگز نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔ وہ مسجد تمہارے لائق ہے جس کی بنیاد پہلے دن سے تقوے اور اخلاص پر رکھی گئی ہے (یعنی مسجد قبا یا مسجد نبوی)۔ اس مسجد کی بنیاد تقوے اور اخلاص پر ہے اور اس میں نماز پڑھنے والے بھی ایسے لوگ ہیں جو پاکیزگی کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔ یاد رکھو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔

روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے قبا کے مسلمانوں سے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طہارت کی تعریف فرمائی ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ ڈھیلے لینے کے بعد ہم پانی سے بھی استنجا کرتے ہیں۔ فرمایا یہی بات ہے۔ اس کو کرتے رہو۔

(٢) یعنی مخلص اور منافق برابر نہیں ہو سکتے، ان دونوں میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ جس شخص کے کام کی بنیاد اخلاص، تقوے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پر ہو، وہ اچھا اور بہتر انسان ہے۔ اس کا عمل سرسبز ہوگا اور اچھے نتائج پیدا کرے گا۔ بخلاف اس کے وہ شخص جس نے اپنے کام کی بنیاد کفر، نفاق، سازش اور مکر و فریب پر رکھی، وہ بہت برا انسان ہے۔ اس کے کام کا انجام بہت برا ہوگا اور وہ ہرگز کامیاب نہ ہوگا۔ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک کھائی کے گرتے ہوئے کنارے پر مکان کھڑا کیا جو ذرا سے جھٹکے سے زمین پر آرہا اور اپنے مالک کو لئے ہوئے دوزخ کے گڑھے میں جا گرا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظلم اور فساد کرنے والوں کو کامیابی کے راستے پر نہیں لگاتا۔

١٣ ع ١١ ٢

(٣) "رِيبَةً" کے معنی شک و شبہ کے ہیں جس سے مراد نفاق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں پہلے سے نفاق بھرا ہوا تھا۔ یہ عمارت بھی انھوں نے نفاق کی وجہ سے بنائی تھی اور اس کے پردے میں ایک بڑی شرارت کرنی چاہی تھی لیکن جب آنحضرتؐ نے اس عمارت کو گروا دیا اور ان کی چال کو خاک میں ملا دیا تو ان کے دلوں میں آپؐ کے خلاف بڑا غصہ پیدا ہوا اور نفاق کی جڑیں ان کے دلوں میں اور مضبوط ہو گئیں جو قیامت تک اکھڑنے والی نہیں۔

حضرت تھانویؒ نے بیان القرآن میں آیت کا مطلب اس طرح لکھا ہے:- "ان کی یہ عمارت جو انھوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں کانٹا سا کھٹکتی رہے گی کیونکہ جس غرض سے بنائی تھی وہ پوری نہ ہوئی اور قلعی کھل گئی سو الگ۔ اور پھر اوپر سے منہدم کر دی گئی۔ غرض کوئی ارمان نہ نکلا۔ اس لئے ساری عمر اس کا افسوس در ارمان باقی رہے گا۔"

وَالْقُرْاٰنِ ۭ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا

اور قرآن (تینوں کتابوں) میں (مذکور) ہے اور اللہ سے بڑھ کر وعدہ پورا کرنے والا کون ہے پس (مسلمانو!)

بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

جو سودا تم نے اللہ سے کیا ہے اس پر خوشیاں مناؤ اور یہی بڑی

الْعَظِيْمُ ﴿١١١﴾ اَلتَّاۗىِٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ

کامیابی ہے (١) (سچے ایمان والوں کے اوصاف یہ ہیں) توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے اللہ کی حمد کرنے والے

السَّاۗىِٕحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ

روزہ رکھنے والے رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے اور لوگوں کو نیکی

بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ

کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی مقرر کی ہوئی

لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٢﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ

حد بندیوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور (اے پیغمبر ایسے) مومنوں کو خوشخبری سنا دو (٢) پیغمبر کو اور

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا

مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ

اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ

رشتہ دار ہی (کیوں نہ) ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ

الْجَحِيْمِ ﴿١١٣﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا

دوزخی ہیں (٣) اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت مانگنا تو صرف

عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ

وعدہ کے سبب سے تھا جو انھوں نے اس سے کیا تھا پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ

(١) اوپر کی چند آیتوں میں ان لوگوں کا حال بیان کیا تھا جو جہاد سے جان چرا کر گھروں میں بیٹھ رہے تھے جہاد کی ترغیب دینے کے لئے اس آیت میں مجاہدین کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور بیان کو مؤثر کرنے کے لئے خرید و فروخت کے معاملے سے تشبیہ دی ہے — حقیقت یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز کا مالک اللہ تعالےٰ ہی ہے اور اس زندگی میں جو چیزیں بندوں کے قبضے میں ہیں وہ سب اُسی کی بخشی ہوئی ہیں پھر بھی ازراہ لطف و کرم بندوں کی جان و مال کو ان کی ملک قرار دے کر خود خریدار کے بھیس میں سامنے آتا ہے اور پوچھتا ہے:- کوئی ہے جو اپنی جان و مال کو ہمارے ہاتھ فروخت کرے اور جنت کی ابدی نعمتوں کا حقدار بنے؟ — اللہ کے جو بندے ایمان لائے یوں سمجھو کہ انھوں نے اپنا سب کچھ اللہ تعالےٰ کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اب وہ اپنی کسی چیز کے مالک نہیں ہے۔ اب ان میں یہ شعور بیدار رہنا چاہیئے کہ جو کچھ ان کے قبضے میں ہے وہ اللہ تعالےٰ کی امانت ہے جس کو اس کی مرضی کے موافق خرچ کرنا چاہیئے جن ایمان والوں کے دلوں میں یہ شعور بیدار رہتا ہے وہ دین کے راستے میں جد وجہد سے جی نہیں چراتے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کے حکم پر خوشی خوشی جان و مال اس کے حضور میں حاضر کردیتے ہیں اور ضرورت پڑتی ہے تو دین کی حفاظت اور ترقی کے لئے جان کی بازی بھی لگا دیتے ہیں اور میدانِ جہاد میں کود پڑتے ہیں۔ دشمن کو مارتے ہیں اور کبھی خود بھی جان دے کر شہید ہو جاتے ہیں۔

ان قربانیوں کے مقابلے میں جنت کا جو وعدہ ہے وہ بڑا پکا ہے۔ یہ وعدہ اللہ تعالےٰ کا ہے جس کا اعلان توراۃ، انجیل اور قرآن مجید سب میں کیا گیا ہے۔ یہ سودا بڑا کھرا ہے۔ یہ تجارت بڑی فائدہ بخش ہے۔ دوسرے سب کاروبار میں گھاٹے کا خطرہ ہے لیکن اس تجارت میں ذرہ برابر بھی نقصان کا اندیشہ نہیں کیونکہ یہ معاملہ ایسے سے ہے جس سے بڑھ کر وعدہ پورا کرنے والا کائنات میں کوئی نہیں۔ جو لوگ یہ معاملہ کرتے ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ اپنی کامیابی کا یقین رکھیں اور اس پر خوشیاں منائیں۔ بندوں کے لئے سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ وہ اپنے مالک کو پہچان لیں، اسی سے معاملہ کریں اور اسی سے رشتہ جوڑ لیں۔

(٢) اللہ کے جو بندے اپنے مالک پر ایمان لاتے اور اس کے ہاتھ بک جاتے ہیں، ان میں ایمان کی وجہ سے چند خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں جن کی بدولت وہ اعلیٰ درجے کے انسان بن جاتے ہیں۔ اس آیت میں اعلیٰ درجہ کے ایمان والوں کی تعریف کرتے ہوئے ان صفات کا ذکر فرمایا ہے:- (١) اَلتَّاۗىِٕبُوْنَ۔ یعنی یہ لوگ گناہوں اور کمزوریوں سے توبہ کرتے ہیں، برائیوں سے منہ پھیر لیتے ہیں، اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ رہتے ہیں، نیک کاموں اور اعلیٰ مقصدوں کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ (٢) اَلْعٰبِدُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں سرگرم رہتے ہیں۔ اسلام میں جو عبادتیں مقرر ہیں، ان کو بڑے خلوص اور خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ کہ ان میں ہر وقت بندگی کا شعور بیدار رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کے خیالات، ان کی باتیں اور ان کے اعمال سب کے سب بندگی کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔ (٣) اَلْحٰمِدُوْنَ۔ ان کے دل و دماغ اللہ تعالےٰ کے صفات اور کمالات کی معرفت سے معمور رہتے ہیں اور ان کی زبانیں اسی کی حمد و ستائش کے ترانے گاتی ہیں۔ (٤) اَلسَّاۗىِٕحُوْنَ۔ روزہ رکھنے والے جو کھانے پینے کی خواہشات کو روک کر اور دنیا سے ایک گونہ بے تعلق ہو کر اپنی اپنی صلاحیت کے لحاظ سے روحانی اور ملکوتی عالموں کی سیر کرتے ہیں — بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد ہجرت کرنے والے، دین کی راہ میں جد وجہد کرنے والے اور علم کی تلاش میں ملک ملک پھرنے والے ہیں۔ (٥) اَلرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ۔ یعنی نماز پڑھنے والے جو فرض نمازوں کا خاص طور پر اہتمام کرتے ہیں اور نفل نمازیں بھی بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔ (٦) اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ یعنی اپنی حالت درست کرنے کے بعد ان میں اللہ کے بندوں کی خیر خواہی اور اصلاح کا ولولہ پیدا ہوتا ہے چنانچہ وہ دین کی راہ میں جد وجہد کرتے ہیں اور دین کی جو روشنی ان کو ملی ہے اس سے دوسروں کے دل و دماغ کو بھی روشن کرتے ہیں۔ (٧) اَلْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ۔ یعنی اپنے نفسوں کو قابو میں رکھتے ہیں، احکام کی پابندی کرتے ہیں اور حلال و حرام، جائز و ناجائز کی جو حدیں اللہ تعالےٰ نے مقرر کردی ہیں ان کی سختی سے حفاظت اور نگہبانی کرتے ہیں۔

(٣) اس آیت کی شانِ نزول میں زیادہ صحیح روایت یہی معلوم ہوتی ہے کہ جب آپ کے چچا ابوطالب کا انتقال ہونے لگا تو آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ چچا! میرے سامنے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ دو۔ پھر میں اللہ تعالےٰ سے تمہاری بخشش کرالوں گا" اس وقت ابوطالب کے پاس ابوجہل وغیرہ چند کافر بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے ابوطالب کو کلمہ پڑھنے سے روکا۔ آپ نے کئی مرتبہ اصرار کیا لیکن ابوجہل وغیرہ کے روکنے کی وجہ سے ابوطالب نے کلمہ نہیں پڑھا اور ان کا انتقال ہو گیا چونکہ ابوطالب کو آنحضرتؐ سے بڑی محبت تھی آپ برسوں ان کے گھر میں رہے تھے، اور رسالت کے اعلان کے بعد انھوں نے آپ کا بہت ساتھ دیا تھا اور آپ کی وجہ سے بہت تکلیفیں اٹھائی تھیں

(بقیہ تفسیر صفحہ ۱) اس لئے ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپؐ بڑے فکرمند ہوئے اور فرمایا کہ جب تک مجھ کو روکا نہ جائے گا' میں چچا کے حق میں بخشش کی دعا کرتا رہوں گا' چنانچہ آپؐ ابوطالب کے حق میں مغفرت کی دعا کرنے لگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور کافروں کے حق میں دعائے مغفرت کرنے سے منع کر دیا گیا لیکن اس بات کی اجازت ہے کہ کوئی مسلمان کافروں کے حق میں ہدایت اور ایمان کی دعا کرے۔ خود آنحضرتؐ اپنی قوم کے حق میں ہدایت کی دعا فرمایا کرتے تھے۔

عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے بلاشبہ ابراہیم بڑے نرم دل (اور) بردبار تھے (۱)

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًاۢ بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى

اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ ایک گروہ کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ کر دے جب تک

يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ

ان کو وہ چیزیں (نہ) بتادے جن سے وہ پرہیز کریں بلاشبہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے (۲) بلاشبہ

اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا

آسمانوں اور زمین کی ساری بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے وہی جِلاتا اور وہی مارتا ہے اور

لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾ لَقَدْ

(مسلمانو!) اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار (۳) یقیناً

تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ

اللہ نے پیغمبر پر مہربانی کی اور ان مہاجرین و انصار پر جنھوں نے بڑی تنگی اور

اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ

بے سروسامانی کے وقت پیغمبر کا ساتھ دیا باوجودیکہ ان میں سے ایک گروہ کے دل

قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ

ڈگمگانے کے قریب ہو چکے تھے مگر پھر اللہ نے ان پر مہربانی کی (اور ان کو سنبھال لیا) بلاشبہ وہ ان پر شفقت کرنے والا

رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰى

(اور) مہربان ہے (۴) اور ان تین شخصوں پر بھی (مہربانی کی) جن کا معاملہ ملتوی رکھا گیا تھا یہاں تک کہ

اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ

جب زمین باوجود اس قدر وسیع ہونے کے ان پر تنگ ہو گئی اور وہ خود بھی

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) حضرت ابراہیمؑ اپنے باپ کے لئے مغفرت کی دعا کیا کرتے تھے چنانچہ سورہ شعراء میں ان کی یہ دعا مذکور ہے وَاغْفِرْ لِاَبِيْ۔ یہ دیکھ کر بعض صحابہؓ نے خیال کیا کہ ہم بھی اپنے ماں باپ کے حق میں دعائے مغفرت کریں جو کفر کی حالت میں مر چکے تھے۔ اس آیت میں سمجھایا کہ حضرت ابراہیمؑ نے گھر بار چھوڑتے وقت محبت اور خیر خواہی کے جوش میں اپنے باپ سے وعدہ کیا تھا کہ تمہارے حق میں دعا کیا کروں گا۔ چنانچہ اس وعدہ کی وجہ سے وہ اپنے باپ کے حق میں ہدایت اور مغفرت کی دعا کیا کرتے تھے اور امید رکھتے تھے کہ شاید توفیق الٰہی سے کسی وقت ایمان لے آئے لیکن جب وہ کفر کی حالت میں دنیا سے چل بسا' ہدایت کا دروازہ اس پر بند ہو گیا اور حضرت ابراہیمؑ کو یقین ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن تھا' تو انھوں نے دعا کرنا چھوڑ دیا۔ اگرچہ اس بات سے ان کو تکلیف ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے اس تکلیف کو برداشت کیا۔

(۲) یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ ہے کہ وہ ہدایت نازل فرماتا ہے اور ان باتوں کو واضح فرما دیتا ہے جن سے لوگوں کو بچنا چاہیئے اس کے بعد جو لوگ گمراہی میں مبتلا ہوتے ہیں' ان کی گرفت کرتا ہے اس لئے جو ایمان والے پہلے اپنے ماں باپ کے حق میں دُعائے مغفرت کر چکے ہیں' انھیں اطمینان رکھنا چاہیئے کہ نازل ہونے سے پہلے کے اعمال پر ان کی گرفت نہیں ہوگی۔

(۳) یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہی آسمان و زمین اور ساری کائنات کا مالک ہے اور وہی مارتا ہے اور جلاتا ہے۔ لہٰذا مسلمان جو اس پر ایمان لائے ہیں' ان کو چاہیئے کہ اسی سے ڈریں' اس کے احکام کی بسروچشم تعمیل کریں' اسی کو خوش کرنے کی کوشش کریں اور اسی کی دوستی اور مدد پر بھروسہ رکھیں' کیونکہ اس کے سوا کوئی اور ان کا دوست اور مددگار نہیں ہے۔

(۴) پچھلے کئی رکوع سے تبوک کے سفر کے واقعات کا بیان ہو رہا ہے۔ اس سفر میں جو لوگ آنحضرتؐ کے ساتھ نہیں گئے تھے' ان میں بہت سے تو منافق تھے جن کا راز فاش کیا گیا اور جن کی تنبیہ کی گئی۔ ان کے علاوہ چند مخلص مسلمان بھی پیچھے رہ گئے تھے۔ ان میں سے کئی حضرات نے سزا کے طور پر اپنے کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ دیا تھا جن کا قصور معاف کر دیا گیا۔ ان کے علاوہ تین حضرات ایسے تھے جنھوں نے اپنے کو ستونوں سے تو نہیں باندھا لیکن آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر صاف صاف اقرار کیا کہ محض سستی اور کاہلی کی وجہ سے ہم حضورؐ کے ہمراہ نہ نکل سکے تھے۔ ان کے معاملہ کو معلق رکھا تھا۔ (اسی سورۃ کے (۱۳) رکوع میں یہ آیت ملاحظہ ہو وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ)۔ آخر کار پچاس روز کے سخت انتظار کے بعد جس کی کیفیت کا بیان بعد کے نوٹ میں ہے' اس آیت کے ذریعہ ان تینوں حضرات کی معافی کا اعلان فرمایا گیا۔ ان حضرات کی دل جوئی' تشفی اور تسلی کے لئے پیرایۂ بیان خاص طرح کا اختیار فرمایا اور آیت کو "لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ" سے شروع فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تو اپنے پیغمبر پر ہے اور آپؐ کی برکت سے ان مہاجرینؓ اور انصارؓ پر ہے جنھوں نے سفر کی انتہائی سختیوں کو برداشت کر کے نہایت خوش دلی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی مہربانی ان ایمان والوں پر بھی ہے جنھوں نے منافقوں کی طرح جھوٹے بہانے نہیں بنائے بلکہ صاف صاف اپنے قصور کا اعتراف کیا اور احکام الٰہی کے انتظار میں معاشرتی تعلقات سے محروم ہونے کی سختی اور تکلیف برداشت کی۔ ان حضرات کی یہ بڑی خوش نصیبی ہے کہ ان کا تصور معاف کر دیا اور ان کا ذکر آنحضرتؐ' مہاجرینؓ اور انصارؓ کی برگزیدہ جماعت کے ساتھ کیا گیا۔

منزل ۲

عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ
اپنی جان سے تنگ ہو گئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ اللہ کی گرفت سے انھیں کہیں پناہ نہیں مل سکتی مگر یہ کہ

اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ
اسی کی طرف رجوع کیا جائے پھر اللہ نے ان پر مہربانی کی تاکہ وہ توبہ کریں بلاشبہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا (اور)

الرَّحِيْمُ ۝ (١١٨) ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا
مہربان ہے (١) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہمیشہ

مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (١١٩) مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ
سچوں کے ساتھ رہو مدینہ کے رہنے والوں کو اور ان دیہاتیوں کو جو ان کے آس

حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ
پاس رہتے ہیں مناسب نہ تھا کہ اللہ کے رسول سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ اپنی

وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا
جانوں کو رسول کی جان سے زیادہ عزیز رکھیں (٢) یہ (رسول کا ساتھ دینا) اسلئے

يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ
کہ انہیں اللہ کی راہ میں جو پیاس اور محنت اور بھوک کی تکلیف پہنچتی ہے

اللّٰهِ وَلَا يَطَــٴُـوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ
اور ہر قدم جو وہ اٹھاتے ہیں جو کافروں کے لئے غیظ و غضب کا باعث ہوتا ہے اور

مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ۭ
ہر وہ چیز جو دشمنوں سے لیتے ہیں (غرض) ہر ہر کام کے بدلے ان کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (١٢٠) وَلَا يُنْفِقُوْنَ
بلاشبہ اللہ خلوص دل سے (اسلام کی) خدمت کرنے والوں کے اجر کو کبھی ضائع نہیں کرتا اور (اسی طرح) وہ جو کچھ

(١) حضرت کعبؓ نے یہ سارا واقعہ بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر سب لوگ سفر کی تیاری کرنے لگے۔ مجھے اس وقت ہر طرح کی سہولت حاصل تھی۔ میں نے خیال کیا کہ جلدی کیا ہے، جب لشکر روانہ ہوگا، میں بھی تیاری کرکے ہمراہ ہو جاؤں گا۔ میں اسی خیال میں رہا یہاں تک کہ آنحضرتؐ نے مجاہدین کو کوچ کا حکم دیا۔ اس وقت بھی میں نے خیال کیا کہ ایک یا دو دن بعد روانہ ہو کر مجاہدین سے جا ملوں گا لیکن آج کل کرتے کرتے سارا وقت نکل گیا اور میں روانہ نہ ہو سکا۔ آخرکار مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ محض کاہلی کی وجہ سے میں اس جہاد کی شرکت سے محروم رہا۔ بڑی وحشت اس بات سے ہوتی تھی کہ سارے مدینہ میں پکے منافقوں یا معذور مسلمانوں کے سوا مجھے کوئی مرد نظر نہیں آتا تھا۔ اب میں سوچنے لگا کہ آنحضرتؐ کے سامنے کیا بہانہ بناؤں گا لیکن جب آنحضرتؐ مع سارے مجاہدین کے خیریت کے ساتھ واپس ہوئے تو میں بھی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ منافق خدمت میں حاضر ہو کر جھوٹی باتیں بنا بنا کر اپنی معذوری ظاہر کر رہے تھے۔ میں سامنے گیا تو آنحضرتؐ نے غیر حاضری کی وجہ دریافت فرمائی۔ مجھ سے یہ نہ ہو سکا کہ کوئی جھوٹی بات بنا کر عذر کرتا۔ جو کچھ سچی بات تھی صاف صاف عرض کر دی۔ آپؐ نے فرمایا "اچھا جاؤ اور انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ تمہارے معاملہ میں کوئی حکم نازل فرمائے"۔ میں سامنے سے ہٹ گیا مجھے معلوم ہوا کہ اسی طرح کا حکم ہلال بن اُمیہؓ اور مرارہ بن ربیع کو بھی دیا گیا ہے۔

اس کے بعد آنحضرتؐ کو حکم ہوا کہ ہم تینوں سے کوئی بات چیت نہ کرے سب نے ہم سے منہ پھیر لیا۔ اچانک دنیا کچھ سے کچھ ہو گئی۔ میرے دونوں ساتھی تو گھروں میں بند ہو کر بیٹھ رہے اور رونے دھونے میں لگ گئے لیکن میں ذرا سخت جان تھا۔ اس حالت میں بھی گھر سے نکلتا اور مسجد میں حاضری دیتا۔ نماز کے بعد سامنے جا کر آنحضرتؐ کو سلام عرض کرتا اور دیکھتا کہ جواب میں لب مبارک کو حرکت ہوئی یا نہیں۔ آپؐ گوشۂ چشم سے میری طرف دیکھتے لیکن جب میری نگاہ حسرت اُٹھتی تو رُخ پھیر لیتے۔ ایک دن میں اپنے چچیرے بھائی ابو قتادہ کے باغ میں گیا۔ اس کو سلام کیا۔ اس نے جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا "کیا تم نہیں جانتے کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت دل میں رکھتا ہوں"۔ اس نے صرف اتنا جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ ابو قتادہ کی سختی دیکھ کر مجھے سخت صدمہ ہوا اور میں رو پڑا۔ اسی حالت میں ایک روز بادشاہ غسان کا خط ملا جس میں میرے ساتھ بڑی ہمدردی ظاہر کی تھی اور مجھے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی تھی۔ خط پڑھ کر میں نے دل میں کہا کہ یہ ایک اور آزمائش ہے۔ چالیس دن کے بعد آنحضرتؐ کا حکم ہوا کہ ہم لوگ اپنی بیویوں سے الگ رہیں۔ چنانچہ میں نے اپنی بیوی کو اس کے میکے بھیج دیا۔ غرض پچاس روز اس حالت میں گزرے جس کا نقشہ قرآن مجید نے کھینچا ہے کہ اللہ کی زمین باوجود فراخی کے میرے اوپر تنگ ہو گئی تھی اور میں زندگی سے تنگ آ گیا تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ کا فضل ہوا۔ فجر کی نماز پڑھ کر میں مکان کی چھت پر غم زدہ بیٹھا تھا۔ اچانک کیا سنتا ہوں کہ کوہ سلع پر سے کوئی پکار رہا ہے "کعب بن مالک! تجھے خوشخبری ہو!" ہوا یہ کہ اخیر رات میں آنحضرتؐ پر وحی نازل ہوئی کہ تم تینوں کا قصور معاف کر دیا گیا۔ آپؐ نے فجر کی نماز کے بعد صحابہؓ کو خبر کی لوگ مجھے مبارکباد دینے کے لئے دوڑے۔ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑا لیکن کسی مہربان نے زیادہ ہوشیاری کی اور پہاڑ پر سے آواز دی جو سوار سے بھی جلد مجھ تک پہنچ گئی۔ میں مسجد میں حاضر ہوا۔ خوشی کے مارے آنحضرتؐ کا چہرۂ مبارک چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ فرمایا "خوشخبری ہو کہ اللہ تعالےٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی"۔ عرض کیا اس خوشی میں سارا مال اللہ کے راستے میں خیرات کر دیتا ہوں۔ فرمایا "سب نہیں، کچھ اپنی ضروریات کے لئے رکھ لو"۔ چنانچہ میں نے تھوڑا رکھ کر باقی مال آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ چونکہ محض سچ بولنے کی وجہ سے مجھے نجات ملی تھی اس لئے میں نے پکا عہد کیا کہ ہمیشہ سچ بولوں گا۔ الحمد للہ کہ آج تک اسی پر قائم ہوں۔

ع ١٤ ٣

(٢) جو لوگ تبوک کے سفر پر روانہ نہیں ہوئے تھے ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ ان لوگوں کو یہ مناسب نہیں کہ آنحضرتؐ کی جان پاک کے مقابلہ میں اپنی جانوں کو زیادہ عزیز رکھیں اور عیش و آرام لوٹنے کے لئے آپؐ کا ساتھ چھوڑ کر گھروں میں بیٹھ رہیں جبکہ آپؐ سخت موسم اور ناموافق حالات کے شقتیں جھیلتے ہوئے منزل بہ منزل طے کر رہے ہیں ـــ روایت ہے کہ حضرت ابو خیثمہؓ بھی آنحضرتؐ کے ہمراہ نہیں گئے تھے آپؐ کے روانہ ہونے کے بعد

(بقیہ تفسیر صفحہ ۳۶۸) بعد باغ میں گئے۔ بیوی نے درختوں کے خوش گوار سایے میں فرش بچھایا۔ تازہ کھجور کے خوشے پیش کئے اور ٹھنڈا پانی سامنے رکھا۔ یہ سامان عیش دیکھ کر ابو خیثمہ کے دل میں حُبِ نبوی کا جذبہ بیدار ہوا اور ایک بجلی سی دوڑ گئی۔ سوچا "لعنت ہے اس زندگی پر کہ میں تو باغ کی بہار لوٹوں اور اللہ کے محبوب پیغمبر بھوک، پیاس اور سخت گرمی کی تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے تپتے ہوئے ریگستان میں منزل پر منزل طے کریں۔" یہ خیال آتے ہی اٹھے، ہتھیار سنبھالے اور اونٹنی پر سوار ہو کر اپنے آقا کے نقش قدم پر چل پڑے اور زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ لشکر کو جالیا۔ آنحضرت ﷺ نے مڑ کر دیکھا تو ایک سوار لشکر کے پیچھے گرد و غبار میں لپٹا ہوا سے باتیں کرتا چلا آرہا ہے۔ پیغمبر ذیشان نے حکم دیا "کُن اَبا خَیثَمَة" (ابو خیثمہ ہو جا) اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر کی بات سچی کردی اور تھوڑی دیر میں سارے لشکر والوں نے دیکھ لیا۔ وہ ابو خیثمہ ہی تھے۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) یعنی اگر یہ لوگ جہاد کے لئے گھر وں سے نکلتے تو ان کو قدم قدم پر ثواب ملتا کیونکہ مجاہدین کو اللہ کے راستے میں جو بھوک پیاس لگتی ہے، جو مصیبت ان کو پہنچتی ہے، جو قدم وہ ایسی جگہ رکھتے ہیں جہاں قدم رکھنا کافروں کو ناگوار گزرتا ہے اور جو جانی اور مالی نقصان وہ دشمن کو پہنچاتے ہیں ان میں سے ہر ایک کام ان کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ نیک عمل کرنے والوں کا ثواب ضائع نہیں کرتا۔ اسی طرح تھوڑا یا بہت مال جو مجاہدین اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں اور جو مشقت وہ دشوار گزار میدانوں کے طے کرنے میں اٹھاتے ہیں یہ سب بھی ان کے
۱۵ ع نامۂ اعمال میں لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ اپنے اچھے اعمال کا اچھا بدلہ پاسکیں۔

(۲) پچھلے رکوعوں میں جہاد کے لئے نکلنے کی تاکید فرمائی تھی۔ اس سے غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی۔ اس لئے اس آیت میں واضح فرمایا کہ یہ مناسب نہیں کہ سب لوگ جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوں بلکہ مناسب یہ ہے کہ کچھ لوگ جہاد کے لئے جائیں اور کچھ لوگ شہر میں رہ کر آنحضرت یا عالموں سے دین کی باتیں سیکھیں جو جب مجاہدین واپس آئیں تو ان کو بھی سکھا دیں۔

بعض مفسرین کی رائے ہے کہ اس آیت کا تعلق جہاد سے نہیں ہے بلکہ اس میں علم سیکھنے اور اس کے لئے سفر کرنے کا حکم ہے چونکہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں علم دین سیکھنے کے لئے مدینہ شریف آنا ہوتا تھا اور قبیلے کے سب لوگوں کا مدینہ شریف میں حاضر ہونا ممکن نہ تھا اس لئے حکم دیا کہ قبیلے میں سے کچھ لوگ نکلیں اور علم سیکھیں پھر اپنے اپنے قبیلے میں واپس جا کر باقی لوگوں کو علم سکھا دیں۔

(۳) بعض وقت آدمی دشمنوں میں گھرا ہوا ہوتا ہے۔ یہ ظاہر بات ہے کہ ایک ہی وقت میں چاروں طرف جنگ چھیڑنا دانشمندی نہیں ہے۔ اس لئے اس آیت میں مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ جہاد میں بھی ایک طرح کی ترتیب کا لحاظ رکھنا چاہئے پہلے اس دشمن سے نمٹنا چاہئے جو زیادہ قریب ہے پھر دور والے کو دیکھنا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے بھی جہاد میں اسی طرح کی ترتیب کا لحاظ رکھا تھا۔
دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے میں شدت اور قوت پیدا کریں اور اس کا مظاہرہ کریں تاکہ دشمن ان کو حقیر اور کمزور نہ سمجھے بلکہ ان کی قوت اور شدت سے مرعوب ہو کر مقابلہ کی ہمت نہ کرے۔
تیسری اہم نصیحت یہ فرمائی کہ مسلمان جہاد اور جنگ کے معاملے میں بھی پرہیزگاری کو اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور اس بات پر یقین رکھیں کہ اگر وہ پرہیزگار رہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے گا جو ہر وقت ان کے ساتھ ہے۔

نَفَقَةً صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً وَّلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا
خرچ کرتے ہیں تھوڑا ہو یا بہت اور جو میدان طے کرتے ہیں
إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢١﴾
(یہ سب کچھ) ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائے (۱)
وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ
اور مسلمانوں کو یہ بھی نہیں چاہئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں تو ایسا کیوں نہیں ہوا کہ ان کے
كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ
ہر گروہ میں سے چند آدمی نکلتے تاکہ دین (کے مسائل) میں سمجھ پیدا کرتے
وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ
اور جب اپنے لوگوں کے پاس جاتے تو ان کو آگاہ کرتے کہ وہ بھی برائیوں
يَحْذَرُونَ ﴿١٢٢﴾ ع يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ
سے بچیں (۲) اے ایمان والو! ان کافروں سے لڑو
يَلُونَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۚ وَاعْلَمُوا
جو تمہارے نزدیک ہیں اور چاہئے کہ وہ تم میں سختی اور قوت محسوس کریں اور جان رکھو کہ
أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿١٢٣﴾ وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ
اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے (۳) اور جب (قرآن کی) کوئی سورت نازل کی جاتی ہے
فَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِ إِيمَانًا ۚ فَأَمَّا
تو بعض منافق پوچھتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا تو جو ایمان
الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿١٢٤﴾
رکھتے ہیں اس سورت نے ان کا ایمان تو ضرور زیادہ کیا اور وہ (اس پر) خوش ہوتے ہیں

(۱) منافقوں کی ایک شرارت یہ بھی تھی کہ قرآن مجید کی کوئی سورت نازل ہوتی اور آنحضرتؐ پڑھ کر لوگوں کو سناتے تو ان میں سے کوئی کمبخت اس کا مذاق اڑاتا اور دوسرے منافقوں سے یا سادہ دل مسلمانوں سے پوچھتا "ذرا بتاؤ تو سہی کہ اس سورت نے تم میں سے کس کس کا ایمان زیادہ کیا؟

اس شرارت کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جب قرآن مجید کی کوئی سورت اترتی ہے تو یقیناً ان لوگوں کا ایمان تازہ اور قوی ہوتا ہے جن کے دل پاک اور ایمان کے نور سے روشن ہیں اور وہ اس پر خوشیاں مناتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کے دلوں میں پہلے سے کفر اور نفاق کی بیماری اور گندگی بھری ہوئی ہے اور جو قرآن سے تعصب رکھتے ہیں اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں، وہ قرآن کے آب حیات کو اپنے لئے زہر بنا لیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان پر کلام الٰہی کی توہین کرنے کی پھٹکار پڑتی ہے اور ان کے دلوں کی بیماری اور گندگی اور زیادہ بڑھ جاتی ہے یہاں تک کہ وہ اس گندہ حالت میں مر جاتے ہیں۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى

اور لیکن جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے تو بلا شبہ اس سورۃ نے ان کی ناپاکی پر

رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ

ایک اور ناپاکی بڑھا دی اور وہ کفر ہی کی حالت پر مر گئے (۱) کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے

اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا

کہ یہ ہر سال ایک یا دو بار (کسی نہ کسی مصیبت میں) مبتلا کئے جاتے ہیں پھر بھی یہ

يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ

توبہ نہیں کرتے اور نہ نصیحت حاصل کرتے (۲) اور جب کوئی سورۃ نازل کی جاتی ہے تو

نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ

ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں (اور پوچھتے ہیں کہ) کیا تم کو کوئی دیکھتا ہے؟ پھر منہ پھیر کر

انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا

چل دیتے ہیں اللہ نے ان کے دل پھیر دیئے ہیں کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو

يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ

سمجھ سے کام نہیں لیتے (۳) (لوگو!) تمہارے پاس ایک ایسے رسول آئے ہیں جو تم ہی میں سے ہیں تمہارا رنج و تکلیف

عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ

میں پڑنا ان پر بہت گراں گزرتا ہے وہ تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند رہتے ہیں (خاص کر) مسلمانوں پر نہایت شفقت کرنے

رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

والے (اور) مہربان ہیں (۴) پھر اے پیغمبر اگر اس پر بھی یہ لوگ روگردانی کریں تو تم کہہ دو کہ مجھ کو اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود

هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

نہیں اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے (۵)

ع ۱٦ ۵

(۲) یعنی سال میں کم سے کم ایک دو مرتبہ ان منافقوں کو ضرور آزمائش میں ڈالا جاتا ہے۔ بیماری یا معاشی تنگی میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ کبھی آنحضرتؐ کی زبانی ان کا نفاق ظاہر کر کے ان کی رسوائی کی جاتی ہے۔ کبھی جہاد کے موقع پر ان کی بزدلی بے نقاب کر دی جاتی ہے۔ مگر یہ ایسے بے غیرت اور سخت دل ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے اور پچھلی بدعملیوں سے توبہ کر کے آئندہ کے لئے نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

(۳) جب کبھی کچھ منافق دربار نبویؐ میں حاضر ہوتے اور اس وقت کوئی ایسی سورت اترتی جس میں منافقوں کی بدعملیوں کا ذکر ہوتا تو اس پر وہ چونک اٹھتے اور گھبرا جاتے۔ پھر آپس میں ایک دوسرے کی طرف کن انکھیوں سے دیکھنے لگتے کہ ان کی اس حالت پر کسی مسلمان کی نظر تو نہیں پڑی۔ پھر منہ پھیر کر دربار نبویؐ سے چل دیتے۔ ان کی اس منافقانہ حرکت پر اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ وہ دربار نبویؐ سے کیا پھرے کہ اللہ نے ان کے دلوں ہی کو پھیر دیا کیونکہ وہ سمجھ بوجھ سے کام نہیں لیتے اور اللہ کے کلام سے اور اس کے رسول کی صحبت سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

(۴) ترغیب کے لئے اللہ تعالٰی نے اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چند صفتیں بیان کی ہیں اور لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا ہے کہ دیکھو! آپؐ رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں جو انسانیت کا سب سے بڑا مرتبہ ہے۔ پھر یہ کہ آپؐ بشر ہیں، کوئی فرشتہ یا جن نہیں ہیں۔ لوگ آپؐ سے مانوس نہ ہو سکیں۔ آپؐ کا لڑکپن، آپ کی جوانی، رسالت کے لئے آپؐ کا اعلان، اسلام کی تبلیغ کی راہ میں آپ کی قربانیاں غرض یہ کہ آپؐ کی ساری زندگی تمہارے سامنے ہے جس کو تم اچھی طرح پرکھ سکتے ہو بلکہ بار بار پرکھ چکے ہو اور تمہارے دل آپؐ کی صداقت اور امانت کی گواہی دیتے ہیں۔ آپؐ کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ آپؐ کے دل میں انسانیت کا درد ہے۔ تمہاری تباہی اور بربادی آپؐ کو بہت شاق گزرتی ہے اور آپؐ اس بات کے لئے بے چین رہتے ہیں کہ کسی طرح تم راہ راست پر آجاؤ اور تمہاری دنیا اور آخرت دونوں سدھر جائیں۔ آپؐ سارے انسانوں کے خیر خواہ ہیں لیکن جو اللہ کے بندے آپؐ پر ایمان لے آتے ہیں اور آپؐ کے فرماں بردار بن جاتے ہیں، ان کے حال پر تو آپؐ کی نظر شفقت اور رحمت خاص طور پر رہتی ہے اور ان کی ہر طرح کی بھلائی کے لئے آپ کوشاں رہتے ہیں۔

(۵) لوگوں کو نصیحت کرنے کے بعد آنحضرتؐ سے خطاب کر کے فرمایا کہ اگر لوگ آپؐ کی خیر خواہی کی پروا نہ کریں اور آپؐ کا ساتھ نہ دیں تو آپؐ اعلان کر دیجئے کہ مجھے تمہاری پروا نہیں ہے۔ مجھے اللہ تعالٰی کافی ہے جس کے سوا کائنات میں کوئی دوسرا عبادت کا مستحق نہیں اور میرا بھروسہ اللہ تعالٰی پر ہے جو عرش عظیم کا مالک ہے اور ساری کائنات جس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص صبح و شام اس آیت کو سات سات مرتبہ پڑھے گا، انشاء اللہ تعالٰی رنج و غم اور مصیبتوں سے محفوظ رہے گا۔

آیاتہا ۱۰۹ (۱۰) سُوْرَةُ يُوْنُسَ مَكِّيَّةٌ (۱۰) رکوعاتہا ۱۱

سورۂ یونس (۱) مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ ۫ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ① اَكَانَ لِلنَّاسِ

الرا ۔ حکمت سے بھری ہوئی کتاب (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں کیا لوگوں کو اس بات پر

عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ

تعجب ہوا کہ ہم نے انہی میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیجی کہ لوگوں کو (بدعملی کے نتیجوں سے) خبردار کرے

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ

اور ایمان والوں کو خوشخبری سنائے کہ ان کے پروردگار کے ہاں ان کا اچھا

رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ②

مرتبہ ہے (لیکن ایسے شخص کی نسبت) کافر کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا جادوگر ہے (۲)

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ

بیشک تمہارا پروردگار اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو

سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا

چھ دن میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا وہی ہر ایک کام کی تدبیر اور انتظام کرتا ہے کوئی

مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ

اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر (کسی کی) سفارش نہیں کر سکتا یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے

فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ③ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ

پس اسی کی عبادت کرو بھلا تم غور و فکر نہیں کرتے (۳) (آخرکار) اسی کے پاس تم سب کو لوٹ کر جانا ہے

(۱) یہ سورۃ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور اس میں دین حق کے بنیادی اصول یعنی قرآن کی سچائی، وحی کی ضرورت، توحید کا اثبات، آخرت کی زندگی اور عذاب و ثواب وغیرہ بیان کئے گئے ہیں۔

چونکہ پچھلی سورۃ یعنی سورۂ توبہ کی آخری آیتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا ذکر فرمایا تھا اور آپؐ کے اوصاف بیان کئے تھے، اس مناسبت سے اس سورۃ کو قرآن مجید اور وحی الٰہی کے ذکر سے شروع فرمایا۔

(۲) مکہ کے لوگ نہ صرف یہ کہ قرآن مجید کو کتاب الٰہی نہیں مانتے تھے بلکہ اس بات پر بھی تعجب کرتے تھے کہ کسی انسان پر وحی الٰہی اترتی ہے۔ لوگوں کے دلوں میں قرآن مجید کی سچائی کا یقین پیدا کرنے کے لئے پہلی آیت میں بڑی قوت کے ساتھ فرمایا "تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ" یعنی اس کتاب میں جتنی باتیں بیان کی گئی ہیں وہ سب حکمت اور دانائی کی باتیں ہیں۔ اس لئے معقول انسان جو ہر وقت حکمت اور دانائی کی تلاش میں رہتے ہیں، اس کتاب کو سچا مانتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔ البتہ وہی لوگ اس کا انکار کرتے ہیں جن کے دماغ عقل اور حکمت سے خالی ہیں۔

پھر فرمایا کہ حقیقت میں یہ بات قابل تعجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان کو چن لے اور وحی کے ذریعہ اس کو حکم دے کہ وہ نافرمانی کے نتیجوں سے لوگوں کو آگاہ کردے اور ایمان والوں کو خوشخبری سنا دے کہ پروردگار عالم کے پاس ان کے بڑے بڑے درجے مقرر ہیں۔ لیکن جن لوگوں کی عقلوں پر پردے پڑے ہیں، وہ قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے کا انکار کرتے ہیں اور اس کو جادو بتاتے ہیں۔

واضح ہو کہ مکہ کے مشرک قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے کا انکار کرتے تھے لیکن اس کی فصاحت و بلاغت، حکمت اور سچائی سے اس قدر متاثر ہوتے تھے کہ اس کو سن کر حیرت میں پڑ جاتے تھے اور کہتے تھے "ہو نہ ہو یہ ایک بڑا جادو ہے۔" ان کا یہ قول قرآن مجید کی حیرت انگیز تاثیر کی سب سے بڑی گواہی ہے۔

(۳) اوپر کی آیت میں قرآن مجید، وحی الٰہی اور رسالت کا ذکر کیا تھا۔ اب اس آیت میں توحید کی دلیل پیش فرماتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ یہ عظیم الشان کائنات اپنے آپ پیدا ہو گئی ہے اور اپنے آپ ہی چل رہی ہے۔ بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے چھ دن یا چھ ہزار برس کی مدت میں رفتہ رفتہ پیدا کیا ہے۔ اور جس طرح ایک بادشاہ یا شہنشاہ کا اقتدار اس کے ملک کے چپہ چپہ پر ہوتا ہے، اسی طرح کائنات کے گوشہ گوشہ اور ذرہ ذرہ پر اللہ تعالیٰ کا اقتدار جاری ہے، اور وہی ہر چھوٹے بڑے کام کا انتظام کر رہا ہے اور ساری کائنات کو چلا رہا ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کائنات کے پیدا کرنے اور چلانے میں کوئی دیوتا وغیرہ قطعاً اس کے شریک نہیں ہیں، جیسا کہ بہت سے لوگ جہالت سے خیال کرتے ہیں اور اس مقصد سے ان کی پوجا کرتے ہیں کہ وہ ان کی سفارش کردیں گے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کا یہ عالم ہے کہ اس کے آگے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے آگے وہی مقبول بندہ سفارش کر سکے گا جس کو اجازت ہوگی۔ جب حقیقت یہ ہے کہ تنہا اللہ تعالیٰ ہی اس کائنات کا پیدا کرنے والا اور چلانے والا ہے اور کائنات کی ہر چیز پر اسی کا حکم چلتا ہے، تو پھر یہ بات بھی یقینی ہے کہ اسی کی عبادت کرنی چاہیئے اور اسی سے دعا مانگنی چاہیئے۔ تعجب ہے کہ بہت سے لوگ اس طرح غور و فکر نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کی مخلوق میں سے کسی کی پوجا کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ اسی طرح کی ایک آیت سورۂ اعراف میں صفحہ (۲۸۰) پر گزر چکی ہے جہاں 'یوم' اور 'استوی علی العرش' کے مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے۔

وَعۡدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ لِيَجۡزِىَ

اللہ کا وعدہ سچا ہے وہی مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی اس کو دوبارہ اٹھائے گا۔ تاکہ جو

الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالۡقِسۡطِ ؕ وَالَّذِيۡنَ

لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے انھیں انصاف کے ساتھ بدلہ دے اور جنھوں نے

كَفَرُوۡا لَهُمۡ شَرَابٌ مِّنۡ حَمِيۡمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيۡمٌۢ بِمَا كَانُوۡا

کفر کیا ان کے لئے پینے کو کھولتا پانی اور دردناک عذاب ہوگا کیونکہ وہ

يَكۡفُرُوۡنَ ۝٤ هُوَ الَّذِىۡ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِيَآءً وَّالۡقَمَرَ

کفر کرتے تھے (۱) وہی تو ہے جس نے سورج کو چمکتا اور چاند کو

نُوۡرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِيۡنَ وَ

روشن بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور (کاموں کا) حساب

الۡحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالۡحَـقِّ ۚ يُفَصِّلُ

معلوم کرلیا کرو۔ یہ سب کچھ حکمت (اور مصلحت) کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ جو لوگ سمجھ رکھتے ہیں ان کے

الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ۝٥ اِنَّ فِى اخۡتِلَافِ الَّيۡلِ

لئے اللہ (اپنی قدرت کی) نشانیاں تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ بلاشبہ رات اور دن کے آنے جانے میں اور ان تمام چیزوں میں جو

وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰيٰتٍ

اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیں ہیں، ان لوگوں کے لئے اس کی قدرت کی بہت سی نشانیاں

لِّقَوۡمٍ يَّتَّقُوۡنَ ۝٦ اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوۡا

ہیں جو ڈرتے ہیں (۲) جو لوگ ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے اور دنیا کی

بِالۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَاطۡمَاَنُّوۡا بِهَا وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ اٰيٰتِنَا

زندگی کو پسند کرتے ہیں اور اسی پر مطمئن ہو بیٹھے ہیں اور جو ہماری (قدرت کی) نشانیوں سے

(۱) اس آیت میں آخرت کی زندگی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور اس کو اس طرح سمجھایا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی نے اس کائنات کو پیدا کیا اور اسی کے حکم سے یہاں زندگی کا ظہور ہوا۔ وہی اللہ تعالےٰ مخلوق کو دوبارہ بھی زندہ کردے گا۔

یہ دوسری زندگی اس لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اعمال کے بدلے کا قانون ٹھہرادیا ہے۔ جس طرح ایک زندگی عمل کے لئے ہے، اسی طرح ایک اور زندگی عمل کی جزا کے لئے بھی ہونی چاہیئے۔

(۲) یعنی یہ نظام کائنات اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ یہاں کوئی بات بغیر حکمت اور مصلحت کے نہیں ہے۔ سورج کو دیکھو کہ کس طرح ساری کائنات کو روشن کرتا ہے۔ چاند اسی سے روشنی حاصل کرکے روزانہ ایک ایک منزل طے کرتا ہے جس سے تم مہینوں اور سالوں کی گنتی معلوم کرتے ہو اور اپنے کاموں کا حساب ٹھیک رکھتے ہو اگر یہ سب کچھ بغیر مصلحت کے نہیں ہے تو کیا ممکن ہے کہ انسان کا وجود بغیر کسی مقصد کے ہو اور صرف اس لئے ہو کہ کھائے پیے اور مر کر ہمیشہ کے لئے فنا ہوجائے۔

حقیقت یہ ہے کہ نظام کائنات میں سچائی کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں مگر ان سے وہی لوگ فائدہ اٹھاسکتے ہیں جو علم و عقل سے کام لیتے ہیں، جو اچھے اور برے میں تمیز کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہیں۔

غٰفِلُوْنَ ۝۷ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۸

غافل ہیں ایسے لوگوں کا ٹھکانا ان کے اعمال کے سبب جو وہ کرتے ہیں، دوزخ ہے (۱)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کا پروردگار ان کے ایمان کی وجہ سے ان کو

بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ

(کامیابی کا) راستہ دکھائے گا (اور) ان کے (محلوں کے) نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی (جبکہ) وہ عیش و آرام کے باغوں

النَّعِيْمِ ۝۹ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ

میں ہوں گے (۲) وہاں ان کا قول سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ ہوگا اور ان کا باہمی

فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ

سلام یہ ہوگا السلام علیکم اور ان کا آخری قول یہ ہوگا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ

الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ

الْعٰلَمِيْنَ (۳) اور اگر اللہ لوگوں کو نقصان پہنچانے میں اسی طرح جلدی کرتا جس طرح لوگ

بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۭ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا

فائدہ کے لئے جلدی کرتے ہیں تو ان کی (عمر کی) میعاد (کبھی کی) پوری ہو چکی ہوتی تو جو لوگ ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے

يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۱۱ وَاِذَا مَسَّ

ہم انہیں چھوڑ دیتے ہیں تاکہ وہ سرکشیوں میں بہکتے رہیں (۴) اور جب انسان کو

الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ

کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹے بیٹھے اور کھڑے (ہر حال میں) ہم کو پکارتا ہے

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى

پھر جب ہم اس سے تکلیف دور کر دیتے ہیں تو بے پروا بن کر) اس طرح چل دیتا ہے کہ گویا کسی تکلیف کے پہنچنے پر

(۱) اس آیت میں کافروں کی ذہنیت کو واضح کیا ہے جو آخرت کی زندگی کا انکار کرتے ہیں۔ پھر ان کی سزا کو بیان کیا ہے۔

یعنی ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونے اور اس سے ملنے کی امید نہیں رکھتے ہیں۔ انھوں نے اس دنیا کی زندگی کو پسند کیا ہے اور اسی کی لذتوں میں مگن ہیں۔ یہ کبھی بھول کر بھی آخرت کا خیال نہیں کرتے۔ ان کی غفلت کا یہ عالم ہے کہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی جو نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں، یہ ان کی طرف آنکھیں کھول کر نہیں دیکھتے اور ان سے نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ ظاہر ہے کہ ان غفلتوں اور بدعملیوں کی پاداش میں ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔

(۲) یعنی جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک اعمال سے اپنی زندگیوں کو سنوارتے ہیں، ان کا نور ایمان ان کے لئے مشعل راہ ہوتا ہے جس کی روشنی میں وہ اس دنیا کی زندگی میں بھی کامیابی کی منزلیں طے کرتے ہیں اور آخرت کی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں پہنچائے گا جہاں ان کے محلوں کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جہاں وہ نہایت عیش و آرام سے رہیں گے۔

ع ۱ | ۶

(۳) مفسرین نے لکھا ہے کہ جب ایمان والے جنت کے عجائبات اور وہاں کی آرائش و زیبائش دیکھیں گے تو حیرت و تعجب سے 'سُبْحَانَ اللّٰه' پکار اٹھیں گے۔ جب ان کو کسی چیز کی خواہش ہوگی تو 'سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ' کہیں گے اور فوراً فرشتے وہ چیز حاضر کر دیں گے۔ جب وہ آپس میں ملیں گے تو ایک دوسرے کو سلام کریں گے جیسے دنیا میں کرتے تھے۔ یا خود اللہ تعالیٰ جنتیوں پر سلام کا تحفہ بھیجے گا یا فرشتے ان کو سلام کریں گے۔ پھر جب جنت میں وہ اپنی ہر تمنا کو نہایت آسانی سے پورا ہوتا دیکھیں گے تو نہایت جوش و مسرت سے حمد و ثنا کے ترانے گائیں گے اور ہر دعا کے آخر میں 'اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ' کے نعرے بلند کریں گے۔

(۴) مکہ کے مشرک مذاق اڑانے کے لئے کہا کرتے تھے کہ اگر ہم پر عذاب آنا ہے تو وہ کیوں نہیں آجاتا؟ اس کے آنے میں دیر کیوں لگ رہی ہے؟

اس نامعقول اور غلط خیال سے ذہنوں کو پاک کرنے کے لئے سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس عالم کی زندگی میں مہلت اور ڈھیل دینے کا قانون رکھا ہے جو یقیناً لوگوں کے فائدے کے لئے ہے۔ اگر سرکشوں اور نافرمانوں کو پاداش عمل میں فوراً پکڑ لیتا تو یہ لوگ کبھی کے تباہ ہو گئے ہوتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ڈھیل دیتا ہے اور اس بات کا موقع دیتا ہے کہ زندگی کی کسی منزل میں بھی یہ بیدار ہو جائیں اور غلط راہ چھوڑ کر سیدھی راہ پر لگ جائیں۔ افسوس ان کی عقلوں پر کہ یہ اس بات کو نہیں سمجھتے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی قدر نہیں کرتے اور اس کے قانون کا مذاق اڑاتے ہیں۔

ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ١٢

ہمیں کبھی پکارا ہی نہ تھا اسی طرح حد سے گزر جانے والوں کو ان کے اعمال آراستہ کرکے دکھائے گئے ہیں (١)

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَ

اور تم سے پہلے کتنی امتوں کو ہم نے ہلاک کر دیا جبکہ انھوں نے ظلم کیا

جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ

حالانکہ پیغمبر ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے مگر وہ ایمان لانے والے نہ تھے

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ١٣ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ

ہم گنہگاروں کو اسی طرح بدلا دیا کرتے ہیں پھر ان کے بعد

خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ

ہم نے تمھیں ان کا جانشین بنایا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے

تَعْمَلُوْنَ ١٤ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ

عمل کرتے ہو (٢) اور جب ان کے سامنے ہماری صاف صاف آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو جو

الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ

لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ (یا تو) اس کے سوا اور قرآن لاؤ یا اس کو

اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ

بدل دو (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اسے اپنی طرف سے

نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ

بدل دوں میں تو صرف اسی حکم کا تابع ہوں جو میرے پاس وحی کے ذریعہ بھیجا جاتا ہے اگر میں اپنے پروردگار کی

عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ١٥ قُلْ لَّوْ شَآءَ

نافرمانی کروں تو مجھے بڑے (سخت) دن کے عذاب کا خوف ہوتا ہے (٣) (یہ بھی) کہدو کہ اگر

منزل ٣

(١) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایک بڑی کمزوری کی طرف توجہ دلائی ہے۔ بعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو وہ بیدار ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اٹھتے بیٹھتے اس سے دعائیں مانگتے ہیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کی دعائیں قبول کرتا ہے اور ان کی مصیبتوں کو دور کر دیتا ہے تو پھر وہ غفلت میں پڑ جاتے ہیں اور منہ پھیر کر چل دیتے ہیں گویا ان پر کبھی مصیبت پڑی ہی نہ تھی اور انھوں نے کبھی اللہ تعالیٰ کو پکارا ہی نہ تھا۔

یہ حال نہایت تباہ کن ہے۔ اس لئے قرآن مجید اور حدیث شریف میں جابجا مسلمانوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ بدحالی ہو یا خوشحالی، تنگی ہو یا فراخی، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کریں اور اس سے دعائیں مانگتے رہیں۔

(٢) یعنی اگر ان سرکشوں پر جلد عذاب نہیں آتا ہے تو ان کو بے فکر نہ ہونا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ وہ واضح نشانیوں کے ساتھ پیغمبروں کو بھیجتا ہے لیکن جب لوگ ان کو جھٹلاتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے تو کئی بار ڈھیل دینے کے بعد ان کو ہلاک کر ڈالتا ہے۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ گزشتہ زمانے میں بہت سی ظالم قومیں ہلاک کر دی گئیں

آج جو لوگ ان کے جانشین بنے ہیں، ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ عیش کرنے کے لئے ان کو دنیا میں نہیں بھیجا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ اگر انھوں نے ایمان اور عمل صالح سے زندگی کو سدھارا اور اللہ کی زمین پر امن قائم رکھا تو اچھا ہے، ورنہ وہ بھی گزشتہ ظالموں کی طرح تباہ کر دیئے جائیں گے۔

(٣) اگرچہ مکہ کے مشرک قرآن مجید کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سمجھتے تھے پھر بھی اس کی فصاحت و بلاغت سے متاثر ہو کر کبھی کبھی توجہ کے ساتھ اس کو سنتے تھے اور اس سے لذت حاصل کرتے تھے۔ لیکن جب دیکھتے کہ اس میں ان کے مشرکانہ عقیدوں اور رسموں کی مذمت کی گئی ہے تو ناک بھوں چڑھاتے اور آنحضرت ﷺ سے فرمائش کرتے کہ یا تو کوئی دوسرا قرآن بنا لاؤ، یا پھر اسی قرآن میں ان باتوں کو بدل دو جن سے ہمارے بزرگوں کے عقیدوں اور طور طریقوں کی تردید ہوتی ہے۔

اس مہمل فرمائش کا جواب دینے کے لئے آنحضرت ﷺ کو حکم ہوا کہ تم ان لوگوں کے سامنے اعلان کر دو کہ تمھاری یہ خواہش سخت مہمل اور نامعقول ہے میں تم سے بار بار کہہ چکا ہوں کہ یہ میرا کلام نہیں ہے۔ میں تو وحی الٰہی کی پیروی کرتا ہوں۔ جو کچھ مجھ پر وحی ہوتی ہے اسے پڑھ کر سنا دیتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں تمھاری طرح گستاخ اور نافرمان نہیں ہوں میں تو اس کی نافرمانی سے ڈرتا ہوں۔ پھر تم مجھ سے کس طرح فرمائش کرتے ہو کہ میں اپنی طرف سے قرآن مجید میں ترمیم کر دوں۔

(۱) قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے پر اس آیت میں ایک بہت واضح اور مضبوط دلیل پیش فرمائی ہے۔ یعنی قرآن مجید کا معاملہ محض اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے حکم کا ہے۔ اس نے مجھ پر قرآن مجید نازل فرمایا اور حکم دیا کہ اسے لوگوں کو سنا دوں۔ اس لئے میں پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔ اگر وہ چاہتا تو مجھ پر وحی نازل نہ فرماتا اور تم کو قرآن نہ سنواتا۔ تمہارا یہ سمجھنا غلط ہے کہ میں خود قرآن بنا کر تم کو سناتا ہوں۔ دیکھو! اس کی بڑی واضح اور مضبوط دلیل یہ ہے کہ میں قرآن مجید کے نازل ہونے سے پہلے چالیس برس کی طویل عمر تک تم میں رہا، میری ساری زندگی تمہاری آنکھوں کے سامنے رہی۔ تم جانتے ہو کہ میں تمہارے شاعروں اور خطیبوں کی صحبت میں نہیں رہا اور

اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ

اللہ چاہتا تو میں یہ قرآن تم کو پڑھ کر نہ سناتا اور نہ اللہ تمہیں اس سے واقف کراتا پھر (دیکھو کہ) میں اس

لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَمَنْ

معاملہ سے پہلے تم لوگوں میں ایک پوری عمر بسر کر چکا ہوں کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے (۱) پس (بتلاؤ کہ)

اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ

اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو جھوٹ بات بنا کر اللہ پر افترا کرے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ

بیشک گنہگار کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے (۲) اور مشرکین اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش

دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ وَيَقُوْلُوْنَ

کرتے ہیں جو نہ تو ان کو نقصان ہی پہنچا سکتی ہیں اور نہ فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ

هٰٓؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ قُلْ اَتُنَبِّـــُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا

یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی

لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى

خبر دیتے ہو جو اللہ کو معلوم نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں حقیقت یہ ہے کہ اللہ ان لوگوں کے

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً

شرک سے پاک اور بلند ہے (۳) اور (شروع میں) سب لوگ ایک ہی دین پر تھے

فَاخْتَلَفُوْا ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ

پھر انھوں نے اختلاف کیا اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے پہلے ایک بات نہ ٹھہرا دی گئی ہوتی تو جن باتوں

بَيْنَھُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ

میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں ان کا فیصلہ کبھی کا ہو چکا ہوتا (۴) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس پیغمبر پر

نہ کبھی میں نے قصیدے بنائے۔ پہلے تو یہ سوچو کہ اگر میں شاعر ہوتا تو چالیس برس تک اپنی زبان کیوں بند رکھتا؟ دوسرے یہ کہ جب میں نے ادب اور شاعری میں کوئی تربیت حاصل نہیں کی تو میرے لئے یہ کس طرح ممکن ہوا کہ میں نے ایک ایسا کلام تمہارے سامنے پیش کیا جس کی ظاہری اور معنوی خوبیوں سے تم حیرت کرتے ہو؟ پھر یہ بھی دیکھو کہ میری صداقت و امانت کے تم خود ہی گواہ ہو۔ ذرا اس بات پر غور کرو کہ جب میں چالیس برس کی مدت میں کسی انسان کے حق میں جھوٹ نہیں بولا تو آج اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کیسے بول سکتا ہوں۔ یہ باتیں اپنی جگہ بڑی واضح ہیں لیکن تعجب ہے کہ اتنی موٹی باتیں بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آتیں!

(۲) یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھنے والا بڑا ظالم ہے اسی طرح وہ شخص بھی بڑا ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کی نشانیوں کو جھٹلاتا ہے۔ اب جبکہ میرے بارے میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ پر بہتان نہیں باندھ رہا ہوں تو یقیناً تمہارا شمار سچائی کے جھٹلانے والوں اور ظالموں میں ہوتا ہے۔ اور یاد رکھو کہ ایسے مجرم کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

(۳) یعنی ان کا ظالم ہونا اس وجہ سے بھی ثابت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسے بتوں کی عبادت کرتے ہیں جو خود لاچار اور بے بس ہیں اور ان کو کسی طرح کا نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے بتوں کے بارے میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہماری شفاعت کرنے والے ہیں، اس لئے ان کی عبادت کرنا ضروری ہے۔

اس عقیدے کے غلط ہونے کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ اس عقیدہ کی بنیاد کیا ہے اور تم اس کی خبر کہاں سے دے رہے ہو؟ یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں تو نہیں ہے، حالانکہ اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ اگر یہ عقیدہ صحیح ہوتا تو یقیناً اس کے علم میں ہوتا اور وہ وحی کے ذریعہ اپنے پیغمبر کو خبر دیتا لیکن جب اس نے ایسے عقیدے کی خبر نہیں دی تو پھر تمہارا خبر دینا غلط اور بے بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عقیدے کی خبر نہیں دی جس کی تم گواس کرتے پھرتے ہو۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ وہ مشرکوں کے شرک سے پاک اور بلند و برتر ہے۔

(۴) یعنی شرک کا طریقہ اور دین کا اختلاف لوگوں کا پیدا کیا ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شروع میں سب لوگ ایک ہی جماعت تھے اور ایک ہی طریقہ پر تھے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام نے سب کو توحید کی تعلیم دی تھی۔ پھر انسانی نسل کی کثرت اور وسعت کی وجہ سے طرح طرح کے اختلاف پیدا ہوئے اور دین کے الگ الگ طریقے بن گئے۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو فکر و عمل کی آزادی بخشی ہے اور اس کے سامنے خیر اور شر کی راہیں کھول دیں ہیں کہ اپنے اختیار سے جس راہ کو چاہے پسند کرے۔ اور دنیا کو دار عمل بنایا ہے اور لوگوں کو ڈھیل دی ہے کہ اپنی پسند سے جو چاہیں عمل کریں۔ اور اعمال کی جزا اور سزا کا فیصلہ قیامت

اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ

اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں نازل ہوتی تو (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ غیب کا علم تو صرف

لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (۲۰) وَاِذَآ

اللہ ہی کو ہے تو تم (اللہ کے حکم کا) انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں (۱) اور جب

اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا

لوگوں کو تکلیف پہنچنے کے بعد ہم اپنی رحمت (سے آسائش) کا مزہ چکھاتے ہیں تو فوراً

لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ۭ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ۭ

ہماری نشانیوں میں حیلے نکالنے لگتے ہیں (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ اللہ سب سے جلد خفیہ تدبیر کرنے والا ہے

اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ (۲۱) هُوَ الَّذِيْ

بلاشبہ جو کچھ تم حیلہ بازی کر رہے ہو ہمارے فرشتے اسے لکھ رہے ہیں (۲) وہ اللہ ہی تو ہے

يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓي اِذَا كُنْتُمْ فِي

جو تم کو خشکی اور تری میں پھراتا ہے یہاں تک کہ جب تم (بعض اوقات) کشتیوں میں

الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا

سوار ہوتے ہو اور کشتیاں موافق ہوا پا کر مسافروں کو لے چلتی ہیں اور وہ خوش ہوتے ہیں

جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ

پھر اچانک تند ہوا کے جھونکے نمودار ہوتے ہیں اور ہر طرف سے موجیں ان پر آنے لگتی ہیں

مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ

اور وہ خیال کرتے ہیں کہ بس اب تو موجوں میں گھر گئے تو اس وقت خالص اخلاص کے ساتھ اللہ ہی کے لئے بندگی کا

لَهُ الدِّيْنَ ڬ لَىِٕنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ

اقرار کرکے اس کو پکارنے لگتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ اے اللہ) اگر تو ہم کو اس مصیبت سے نجات بخشے تو ہم ضرور

(بقیہ تفسیر صفحہ ۳۰۵) دن کے لئے اٹھا رکھا ہے۔ اگر علم الٰہی میں یہ بات پہلے سے طے نہ ہوئی ہوتی تو جن باتوں میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں، ان کا فیصلہ کبھی کا ہو چکا ہوتا۔

(۱) مکہ کے مشرک آنحضرتؐ سے کوئی خاص قسم کا معجزہ دکھانے کی فرمائش کرتے۔ پھر اگر ان کی فرمائش کے پورے ہونے میں دیر لگتی تو شکایت کرتے اور آپؐ کا مذاق اڑاتے۔ اس آیت میں فرمایا کہ ان سے کہدو کہ حقیقت یہ ہے کہ میری سچائی کی تو بہت سی نشانیاں اللہ تعالٰی نے ظاہر فرما دی ہیں۔ مگر تم ٹھنڈے دل سے ان پر غور ہی نہیں کرتے۔ اگر واقعی تمہارے دلوں میں سچائی کی طلب ہے تو ان نشانیوں سے فائدہ اٹھاؤ۔ باقی رہا فرمائشی معجزات کا ظاہر ہونا تو وہ اللہ تعالٰی کے علم اور اختیار میں ہے جب مصلحت سمجھے گا ظاہر فرما دے گا۔ تم بھی انتظار کرو میں بھی انتظار کرتا ہوں۔

(۲) بعض لوگوں کی یہ بڑی کمزوری اور غفلت ہے کہ درد دکھ اور سختی کے بعد جب اللہ تعالٰی ان کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے اور ان کے لئے آسانیاں مہیا فرماتا ہے، تو وہ اس سے پھر جاتے ہیں اور اس کی نشانیوں کے بارے میں طرح طرح کی مکاریاں اور شرارتیں کرنے لگتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ اللہ تعالٰی تمہاری مکاریوں اور شرارتوں سے خوب واقف ہے، اس کے علاوہ یہ کہ اس کے فرشتے تمہاری ساری مکاریوں کو لکھتے ہیں۔ یاد رکھو کہ جب وقت آئے گا تو تمہارے سارے مکر و فریب دھرے کے دھرے رہ جائیں گے اور تم آن کی آن میں ہلاک ہو جاؤ گے۔ کیونکہ اس کی تدبیر بڑی تیز اور اس کی پکڑ اچانک ہوتی ہے۔

مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٢٢﴾ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ

تیرے شکر گزار بندوں کے لیکن جوں ہی اللہ ان کو نجات دے دیتا ہے تو بس وہ (اپنا عہد و پیماں بھول جاتے ہیں اور) ناحق ملک میں

بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ ۙ

سرکشی (و فساد) کرنے لگتے ہیں (۱) اے لوگو! تمہاری سرکشی کا وبال تمہاری ہی جانوں پر پڑے گا

مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؗ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ

(بس چند روز) دنیا کی زندگی کے فائدے (اٹھالو) پھر تم کو ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے پھر جو کچھ دنیا میں

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٣﴾ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

تم کرتے رہے ہم تم کو بتا دیں گے دنیا کی زندگی کی مثال تو ایسی ہے

كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ

جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس پانی سے زمین کی نباتات

الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَآ

جن کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں خوب گنجان ہو کر نکلیں یہاں تک کہ جب

اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ

زمین (سبزے سے) خوشنما اور آراستہ ہو گئی اور زمین والوں نے خیال

اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا

کیا کہ وہ اس پر قابو پا گئے تو اچانک رات کے وقت یا دن کے وقت اس پر ہمارا حکم (یعنی عذاب) آ پہنچا

فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ

اور ہم نے اس کو کاٹ کر ایسا (تباہ) کر ڈالا کہ گویا کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں جو لوگ غور و فکر کرنے والے

نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَاللّٰهُ يَدْعُوْۤا اِلٰى

ہیں ان کی ہدایت کے لئے ہم اپنی قدرت کی نشانیاں اسی طرح بیان کرتے ہیں (۲) اور اللہ سلامتی کے گھر (یعنی جنت)

(۱) جب تک دنیوی اسباب کا سہارا رہتا ہے غافل انسان اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا لیکن جونہی اسباب کا رشتہ ٹوٹا اور ہر طرف سے مایوسی ہوئی، اصلی فطرت اُجاگر ہو جاتی ہے اور خدا پرستی کا جوش ابھر آتا ہے۔ اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں پکارتا۔ پھر جب اس کی کشتی کنارے لگتی ہے اور اُس کو اطمینان ہو جاتا ہے تو پھر غفلت اس کو آگھیرتی ہے۔ اس کو سرکشی کی راہ پر ڈال دیتی ہے۔

اس کیفیت کو اس آیت میں دریائی سفر کی ایک مثال سے واضح فرمایا ہے۔

یہ کیفیت غافلوں کی ہے لیکن پاک اور بلند فطرت انسان فطرت کی بیداری سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

چنانچہ لکھا ہے کہ ابوجہل کے بیٹے حضرت عکرمہؓ کے اسلام قبول کرنے کا سبب ہو بہو وہی کیفیت ہوئی جس کا نقشہ اس مثال میں کھینچا ہے۔ فتح مکہ کے بعد وہ مکہ سے بھاگے۔ سمندر کے کنارے پہنچ کر کشتی میں سوار ہوئے۔ تھوڑی دور چل کر کشتی طوفان میں پھنس گئی۔ ناخدا نے کہا کہ اللہ کو پکارو۔ اس کے سوا کوئی اور معبود آج کام نہیں دے گا۔ حضرت عکرمہؓ نے کہا یہ تو وہی بات ہے جس کی تعلیم محمدؐ دیتے ہیں۔ اگر دریا میں اس اللہ کی مدد کے بغیر نجات نہیں ملتی تو پھر خشکی میں بھی اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرنا سخت بے عقلی ہے۔ یہ سوچ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور وعدہ کیا کہ اگر تو نے اس مصیبت سے نجات بخشی تو پھر محمدؐ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ چنانچہ وعدہ کے موافق حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، واقعہ بیان کیا اور اسلام سے مشرف ہوئے۔

(۲) جو لوگ دنیا کی زندگی پر فریفتہ ہیں اور اس وجہ سے آخرت کو بھولے ہوئے ہیں، ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ دنیا کی زندگی کی مثال ایسی سمجھو جیسے کھیتی کہ آسمان سے پانی برسایا، ہرے بھرے درخت کھیتوں میں لہلہانے لگے جن سے زمین بارونق اور خوشنما ہو گئی۔ پھر جب وہ وقت آیا کہ تم سمجھے کہ فصل پک گئی اور محنت ٹھکانے لگی تو اچانک کوئی آفت آ پہنچی اور ساری فصل ایسی برباد ہو گئی گویا یہاں کبھی کچھ اگا ہی نہ تھا۔

یہی حال دنیا کی زندگی کا ہے۔ اول تو زندگی ہی چند روز کی ہے۔ پھر یہ یہاں کا سارا عیش و آرام اور ساری دلفریبیاں بے ثبات اور ہنگامی ہیں کہ صبح ہیں تو شام نہیں اور شام ہیں تو صبح نہیں۔ ایسی حالت میں اس سے بڑھ کر غفلت اور گمراہی اور کیا ہو سکتی ہے کہ انسان ایسی ناپائدار زندگی پر فریفتہ ہو کر حق و صداقت کی راہ چھوڑ بیٹھے اور آخرت کے لئے کوئی تیاری نہ کرے۔

دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝٢٥
کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے
لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ
جن لوگوں نے بھلائی کی ان کے لئے ویسی ہی بھلائی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور ان کے چہروں پر نہ سیاہی
قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا
ہوگی اور نہ ذلت ایسے ہی لوگ جنتی ہیں کہ ہمیشہ جنت میں
خٰلِدُوْنَ ۝٢٦ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ
رہیں گے (ا) اور جن لوگوں نے برے کام کئے ان کو ان کی برائی کے برابر
بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ
سزا ملے گی اور ان پر ذلت چھا جائے گی ان کو اللہ (کے عذاب) سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا
كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ
ان کے چہروں (کی سیاہی کا یہ عالم ہوگا کہ ان) پر گویا اندھیری رات کے ٹکڑے اڑھا دیئے گئے ہیں
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝٢٧ وَيَوْمَ
یہی لوگ دوزخی ہیں یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ اور (وہ دن یاد کرو) جس دن
نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا
ہم سب لوگوں کو (اپنے حضور میں) جمع کریں گے پھر مشرکوں سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے (بنائے ہوئے)
مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ
شریک اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو پھر ان میں پھوٹ ڈال دیں گے اور ان کے (بنائے ہوئے)
شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ۝٢٨ فَكَفٰى بِاللّٰهِ
شریک ان سے کہیں گے کہ تم ہماری تو پرستش نہیں کرتے تھے (دیکھو) ہمارے اور

(ا) ایمان لانے والوں اور اچھے کام کرنے والوں کو آخرت میں اچھی جگہ یعنی جنت ملے گی اور اس سے بھی کچھ زیادہ ملے گا۔ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ کئی حدیثوں میں "زیادہ" کی تفسیر دیدار الہٰی سے کی گئی ہے چنانچہ حضرت صہیبؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو فرشتہ پکار کر کہے گا "اے جنت والو! اللہ تعالیٰ کا ایک وعدہ باقی ہے جس کو وہ اب پورا کرنا چاہتا ہے۔" جنتی کہیں گے "وہ کیا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے ہماری نیکیوں کا پلہ بھاری نہیں کیا۔ کیا اس نے ہمارے چہروں کو نورانی نہیں بنایا۔ کیا اس نے ہم کو دوزخ سے بچا کر جنت میں نہیں پہنچایا؟" (یعنی وہ کیا چیز ہے جو اتنی بڑی بڑی نعمتوں کے بعد ہم کو ملنی والی ہے؟) اس کے بعد پردہ اٹھے گا اور جنتی دیدار الہٰی سے مشرف ہوں گے۔ اللہ کی قسم جنتیوں کو جتنی نعمتیں ملیں گی ان میں سے کوئی نعمت ان کے نزدیک دیدار الہٰی سے زیادہ محبوب نہیں ہوگی اور نہ کوئی چیز اس سے زیادہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن سکے گی۔

شَهِيۡدًاۢ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ اِنۡ كُنَّا عَنۡ عِبَادَتِكُمۡ

تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے بلاشبہ ہم تمہاری پرستش سے بالکل

لَغٰفِلِيۡنَ ﴿٢٩﴾ هُنَالِكَ تَبۡلُوۡا كُلُّ نَفۡسٍ مَّاۤ اَسۡلَفَتۡ وَ

بے خبر تھے (۱) وہاں ہر شخص اپنے اعمال کو جانچ لے گا جو اس نے آگے بھیجے تھے اور

رُدُّوۡۤا اِلَى اللّٰهِ مَوۡلٰٮهُمُ الۡحَـقِّ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا

لوگ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا حقیقی مالک ہے اور جو کچھ وہ بہتان باندھا کرتے تھے

كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿٣٠﴾ قُلۡ مَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَ

سب ان سے گم ہو جائے گا (۲) (اے پیغمبر ان مشرکوں سے) پوچھو کہ وہ کون ہے جو تمھیں آسمان اور

الۡاَرۡضِ اَمَّنۡ يَّمۡلِكُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَمَنۡ

زمین سے رزق دیتا ہے یا وہ کون ہے جو تمہارے کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون

يُّخۡرِجُ الۡحَـىَّ مِنَ الۡمَيِّتِ وَيُخۡرِجُ الۡمَيِّتَ مِنَ

ہے جو جاندار کو بے جان سے اور بے جان کو جاندار سے پیدا

الۡحَـىِّ وَمَنۡ يُّدَبِّرُ الۡاَمۡرَ ؕ فَسَيَـقُوۡلُوۡنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلۡ

کرتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام دنیا کا انتظام کر رہا ہے تو وہ (بے تامل) کہیں گے کہ اللہ۔ تو تم ان سے کہو کہ

اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿٣١﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الۡحَـقُّ ۚ فَمَاذَا بَعۡدَ

کیا تم اس پر بھی اس سے نہیں ڈرتے۔ تو (دیکھو) یہی اللہ تمہارا حقیقی پروردگار ہے پھر بتلاؤ کہ حق ظاہر ہونے کے بعد

الۡحَـقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۖۚ فَاَنّٰى تُصۡرَفُوۡنَ ﴿٣٢﴾ كَذٰلِكَ حَقَّتۡ

اس کو نہ ماننا گمراہی کے سوا اور کیا ہے تو پھر تم لوگ کدھر پھرے جا رہے ہو (۳) (اے پیغمبر) اسی طرح تمہارے

كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيۡنَ فَسَقُوۡۤا اَنَّهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿٣٣﴾

پروردگار کا حکم ان نافرمانوں کے حق میں ثابت ہو کر رہا کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے (۴)

(۱) مشرکوں کی تنبیہ کے لئے اس آیت میں اس حالت کا نقشہ کھینچا ہے جو قیامت کے دن پیش آئے گی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب انسانوں کو حشر کے میدان میں جمع کرے گا۔ پھر مشرکوں کو اور ان کو جن کو مشرک پوجتے ہیں حکم دے گا کہ تم سب اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ اس دن ایسا ہوگا کہ مشرکوں میں اور ان کے جھوٹے معبودوں میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ مشرک دیکھیں گے کہ ان معبودوں کے بارے میں ان کے سارے خیالات غلط نکلے اور وہ معبود ان کے کچھ کام نہیں آئے چنانچہ وہ معبود کہیں گے کہ ہمیں تمہاری عبادت کی کچھ خبر نہیں۔ تم ہم کو نہیں پوجتے تھے۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ نہ تو ہم نے تم کو ہماری پرستش کا حکم دیا تھا اور نہ ہم کو اس کی کچھ خبر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم اپنے توہمات کی اور ان غلط خیالات کی پرستش کرتے تھے جن کو شیطان نے تمہارے دلوں میں ڈال دیا تھا۔ اب ہم سے دور ہو جاؤ۔ ہم تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے۔

ع ١٨

(۲) یعنی اس دن حقیقت بے نقاب ہو جائے گی اور ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ اس نے جو اعمال آگے بھیجے ہیں ان میں کتنا وزن ہے۔ مشرکوں اور گمراہوں نے دنیا میں جو غلط خیالات اور باطل عقیدے گھڑ رکھے تھے وہ سب ہوا ہو جائیں گے، ان کے فرضی معبود ان کے کچھ کام نہیں آئیں گے اور وہ دیکھ لیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہیں جو ان کا حقیقی مالک ہے۔

(۳) اس آیت میں واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی سارے عالم کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے جس کو مشرک بھی مانتے ہیں جب ایسا ہے تو یقینی بات ہے کہ تنہا وہی عبادت کے لایق ہے یعنی ربوبیت کی توحید کو پیش کر کے الوہیت کی طرف توجہ دلائی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب مشرک بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی سارے عالم کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے، اسی نے انسانوں کو سننے اور دیکھنے کی قوتیں عطا فرمائی ہیں، وہی جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے اور بے جان کو جاندار سے نکالتا ہے، وہی سارے عالم کے کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔ تو ان سے پوچھو کہ پھر کیوں اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے؟ جب یہ بات یقینی ہے کہ وہی حق ہے تو پھر اس کو چھوڑ کر دوسروں کی پرستش کرنا گمراہی نہیں تو اور کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرنے کے بعد تم کدھر بھٹکے جا رہے ہو؟

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے فرمایا کہ جو لوگ حق بات واضح ہو جانے کے بعد بھی ایمان نہ لائیں اور گمراہی پر اڑے رہیں تو تم ان کے بارے میں رنجیدہ نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی بات سچ ثابت ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ اگلی پچھلی سب باتوں کا جاننے والا ہے۔ اس نے اپنے علم کی بنا پر یہ بات پہلے سے لکھ دی تھی کہ یہ لوگ حق واضح ہونے کے بعد بھی ضد کریں گے اور ایمان نہیں لائیں گے۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ

(اے پیغمبر ان سے) پوچھو کہ تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرے پھر اس کو

يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى

دوبارہ پیدا کرے تم ہی ان سے کہدو کہ اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا پس غور کرو کہ

تُؤْفَكُوْنَ ۝۳۴ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى

تم کدھر کو الٹے چلے جا رہے ہو (۱) (اے پیغمبر ان سے) پوچھو کیا تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو حق کا راستہ

الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى

دکھا سکے تم ہی ان سے کہدو کہ اللہ ہی ہے جو حق کا راستہ دکھاتا ہے بھلا جو حق کا راستہ دکھائے وہ

الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ

اس قابل ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود ہی راستہ نہ پائے جب تک کہ کوئی اسے راستہ نہ بتائے

فَمَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝۳۵ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا

(افسوس) تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کیسے فیصلے کر رہے ہو؟ (۲) اور ان میں سے اکثر لوگ (وہم و) گمان کی باتوں پر

ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

چلتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ سچائی کے مقابلہ میں گمان کچھ کام نہیں دے سکتا یہ جو کچھ کر رہے ہیں

عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝۳۶ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ

بیشک اللہ اس سے بخوبی واقف ہے (۳) اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اللہ کے سوا کوئی

يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ

اور اس کو اپنی طرف سے بنا لائے یہ تو ان کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جو اس سے

يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ

پہلے نازل ہو چکی ہیں اور احکام (الٰہیہ) کی تفصیل (بیان کرنے والا) ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ رب العلمین کی طرف

(۱) اس آیت میں توحید کی دلیل اس انداز سے پیش کی گئی ہے کہ اسی سے آخرت کی زندگی کا یقین بھی دلوں میں پیدا ہو جائے۔ مطلب یہ ہے کہ اس بات پر غور کرو کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو، وہ تو پیدا کرنے کی طاقت سے بالکل محروم ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب پہلی بار ہی کوئی چھوٹی سی چیز بھی پیدا نہیں کر سکتے تو دوسری مرتبہ پیدا کرنے پر کس طرح قادر ہوں گے۔ پھر ایسی چیزوں کے پوجنے سے کیا فائدہ؟ لیکن تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے پہلی مرتبہ بغیر کسی نمونہ کے ایسی عظیم الشان کائنات کو بنایا جس کا تم خود بھی اقرار کرتے ہو، اور پھر وہی اپنی مخلوق کو جب چاہے گا دوسری مرتبہ بھی زندہ کرے گا کیونکہ وہ پیدا کرنے پر ہر وقت قادر ہے۔ ذرا غور کرو کہ اس قدر صاف اور سیدھی باتوں کو چھوڑ کر تم کدھر بھٹکے جا رہے ہو۔ نہ توحید کو مانتے ہو اور نہ آخرت کی زندگی کو۔

(۲) اس آیت میں توحید کی دلیل ایک دوسرے انداز سے پیش کی ہے یعنی توحید کے ساتھ وحی الٰہی کا برحق ہونا بھی ثابت کر دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارے معبودوں کا حال تو یہ ہے کہ وہ کسی کو سچائی اور بھلائی کا راستہ نہیں بتا سکتے۔ لیکن یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ہے کہ وہ ہر چیز کو بھلائی کی راہ پر لگاتا ہے۔ چنانچہ انسانوں کی ہدایت کے لئے اس نے پیغمبر بھیجے اور ان پر وحی نازل فرمائی۔ اب ذرا سوچو کہ اللہ تعالیٰ پیروی کا زیادہ حقدار ہے جو حق کا راستہ بتاتا ہے یا تمہارے وہ معبود جو خود ہی راہ نہیں پا سکتے جب تک کہ کوئی دوسرا ان کو راہ پر نہ لگائے۔ لیکن افسوس ہے کہ تم اس طرح سوچتے ہی نہیں۔ ذرا غور تو کرو کہ تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے اور تم کس طرح کے فیصلے کرتے ہو؟ کہ توحید کی صاف اور سیدھی بات چھوڑ کر شرک کی راہ اختیار کرتے ہو اور وحی الٰہی کو بھی نہیں مانتے۔

(۳) یعنی جو لوگ توحید اور وحی کا انکار کرتے ہیں ان کے پاس علم و یقین کا کوئی سہارا نہیں ہے۔ وہ محض ظن اور گمان کے پیچھے چل رہے ہیں۔ حالانکہ حق بات کے ثابت کرنے کے لئے ظن کام نہیں دے سکتا اس کے لئے تو علم و یقین کی روشنی کی ضرورت ہے جس سے یہ لوگ محروم ہیں۔ کاش وہ اس بات کو سمجھتے اور وہم و گمان کو چھوڑ کر علم و یقین کو اختیار کرتے جس کو قرآن مجید نے ان تک پہنچا دیا ہے۔ لیکن افسوس کہ وہ راہ پر نہیں آتے۔ خیر! وہ جو چاہیں کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے باخبر ہے۔ وقت آنے پر ان کو مناسب سزا دے گا۔

الْعٰلَمِيْنَ ۝۳۷ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ
نازل ہوا ہے (۱) کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس کو بنالیا ہے اے پیغمبر! تم کہدو کہ تم بھی اس جیسی ایک

مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ
سورۃ بنالاؤ اور اللہ کے سوا جن کو تم اپنی مدد کے لئے بلا سکتے ہو بلالو اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۳۸ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ
تم سچے ہو (۲) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کے علم پر یہ قابو نہ پاسکے اور جس کی حقیقت

وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ
ان کی سمجھ میں نہیں آئی اس کو انھوں نے جھٹلایا اسی طرح ان لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا جو ان سے

قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝۳۹ وَ
پہلے گزر چکے تو دیکھ لو کہ ظالموں کا کیسا انجام ہوا (۳) اور

مِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَ
اے پیغمبر! ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو قرآن پر ایمان لائیں گے اور بعض ایسے ہیں جو ایمان نہیں لائیں گے (اے پیغمبر!) تمہارا

رَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝۴۰ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ
پروردگار مفسدوں کو خوب جانتا ہے اور اگر یہ لوگ سمجھانے پر بھی تم کو جھٹلائیں تو تم کہدو کہ میرے لئے

عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْۗـــــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ
میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل اور میں جو کچھ کرتا ہوں اس کی ذمہ داری تم پر نہیں

وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۴۱ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ
اور تم جو کچھ کرتے ہو اس کے لئے میں ذمہ دار نہیں (۴) اور ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو تمہاری باتوں کی طرف

اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۴۲
کان لگاتے ہیں تو کیا تم ان بہروں کو سنا دو گے اگرچہ یہ کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں

(۱) مشرک اور کافر محض وہم و گمان کے پیچھے چل رہے ہیں اور علم و یقین سے محروم ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ علم و یقین تو وحی الٰہی سے پیدا ہوتا ہے جس کو قرآن مجید کی شکل میں پیغمبر آخر الزماں پیش کر رہے ہیں لیکن یہ بدنصیب قرآن مجید کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ وحی الٰہی نہیں ہے بلکہ انسان کا بنایا ہوا کلام ہے۔ حالانکہ قرآن مجید سابقہ الہامی کتابوں کو مانتا ہے اور دین کے اُن بنیادی اصول کی تصدیق کرتا ہے جو ان کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ قرآن مجید تو گزشتہ الہامی کتابوں کے احکام کی تفصیل، تفسیر اور تکمیل کرتا ہے۔ قرآن مجید کا یہ وصف واضح طور پر بتاتا ہے کہ یہ انسان کا بنایا ہوا کلام نہیں ہے بلکہ اس کا کلام ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے جس نے اپنے فضل سے سارے جہان کے انسانوں کی ہدایت کے لئے سابقہ الہامی کتابوں کی تصدیق، تفصیل اور تکمیل کی غرض سے پیغمبر آخر الزماں کو اپنے کلام سے سرفراز فرمایا ہے۔

(۲) اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ قرآن مجید کلام الٰہی نہیں ہے بلکہ محمدؐ نے خود ہی بنالیا ہے تو اس فیصلہ بہت آسان ہے۔ تم بھی اہل زبان ہو۔ تم کو فصاحت و بلاغت کا بڑا دعوےٰ ہے۔ تم آئے دن فصیح و بلیغ قصیدے کہتے ہو۔ اور شاعری میں باہم مقابلہ کرتے رہتے ہو۔ زیادہ نہیں، اس جیسی ایک سورۃ ہی بنالاؤ۔ بلکہ تم کو اس بات کی بھی اجازت ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا جن کو تم پوجتے ہو، ان کو بھی مدد کے لئے بلالو، پھر سب مل کر قرآن مجید کا مقابلہ کرو۔ لیکن اگر تم قرآن مجید کا مقابلہ نہ کرسکو، اور یقین ہے کہ ہرگز نہ کرسکوگے، تو پھر حق کے انکار سے باز آؤ۔ کیونکہ حق کے انکار کا نتیجہ تباہی اور بربادی کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔

ع ۱۰/۹

(۳) یعنی یہ لوگ قرآن مجید کو بے سمجھے بوجھے جھٹلا رہے ہیں۔ قرآن مجید کے معنی اور مطلب کو سمجھنے سے پہلے اور اس کے مضامین سے واقفیت حاصل کئے بغیر ہی انھوں نے اس کے وحی الٰہی ہونے کا انکار کرنا شروع کردیا۔ انھوں نے اس بات کی تکلیف گوارا نہیں کی کہ قرآن مجید کو ٹھنڈے دل سے سنتے، اس کے مضامین پر غور کرتے اور اس کی خوبیوں کو پرکھتے۔ حالانکہ معقول لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ کسی بات کو ماننے یا نہ ماننے سے پہلے اس پر اچھی طرح غور کرلیتے ہیں اور اس کو خوب پرکھ لیتے ہیں۔ مگر حق کی ضد میں انھوں نے عقل کو بھی بالائے طاق رکھ چھوڑا ہے۔ لیکن ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ٹھیک اسی طرح کچھ پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا اور ظلم کیا تھا جس کا نتیجہ وہ بھگت چکے۔ ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کا بھی وہی حشر ہوگا۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اتنا سمجھا بجھانے کے بعد بھی اگر یہ لوگ نہ مانیں تو انھیں اپنے حال پر چھوڑ دو اور ان سے کہدو کہ میں اپنا فرض ادا کرچکا ہوں۔ اب میرا تمہارا راستہ الگ الگ ہے۔ میرا عمل میرے لئے اور تمہارا عمل تمہارے لئے۔ تم میرے عمل کے ذمہ دار نہیں اور میں تمہاری شرارتوں اور نافرمانیوں کا ذمہ دار نہیں۔ ایک دن ہم سب اللہ تعالےٰ کے سامنے حاضر ہوں گے جہاں آپ اپنے عمل کا مناسب بدلہ پائیں گے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِى الْعُمْىَ

اور (اسی طرح) ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو تمہاری طرف دیکھتے ہیں تو کیا تم ان اندھوں کو راستہ دکھاؤ گے

وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ

اگرچہ یہ کچھ بھی نہ دیکھتے ہوں یقیناً اللہ انسانوں پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا

شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَيَوْمَ

(کہ انہیں جبراً اندھا یا بہرا بنادے) مگر لوگ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں (۱) اور جس دن اللہ

يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ

ان سب کو اپنے حضور میں جمع کرے گا تو ان کو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا وہ دنیا میں ایک گھڑی بھر دن سے زیادہ رہے ہی نہیں

يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ

وہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے جن لوگوں نے اللہ کے حضور میں حاضر ہونے کو جھٹلایا وہ بڑے ہی نقصان

اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ

میں رہے اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے (۲) (اے پیغمبر!) ہم کوئی عذاب جس کا ان لوگوں سے وعدہ

الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ

کرتے ہیں، تم کو دکھلا دیں یا ہم تم کو وفات دیدیں بہرحال ان کو تو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے پھر یہ جو

اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ

کچھ کررہے ہیں اللہ اس پر گواہ ہے (۳) اور ہر امت کے لئے

رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ

ایک رسول ہے جب ان کا پیغمبر آتا ہے تو ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا جاتا ہے

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ

اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا (۴) اور (مسلمانو!) یہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ انسانیت کی بربادی سے آپ کے قلب مبارک کو بڑا دکھ ہوتا تھا چنانچہ لوگوں کو سیدھے راستے پر لگانے کے لئے آپ ان کو قرآن مجید سناتے تھے اور ان کے سامنے فصیح و بلیغ تقریریں فرماتے تھے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے تھے جو قرآن مجید اور آپ کی باتیں سنتے تھے آپ کے پیغمبرانہ کمالات اور اخلاق کو دیکھتے تھے مگر فائدہ کچھ بھی نہیں اٹھاتے تھے گویا وہ لوگ بہرے تھے کہ کچھ سنتے ہی نہ تھے اور اندھے تھے کہ کچھ دیکھتے ہی نہ تھے ــــ ایسے لوگوں کی حالت دیکھ کر آپ بڑی بےچینی محسوس فرماتے تھے۔ اس آیت میں آپ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ صبر کرو اور ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ یہ کبھی راستہ پر آنے والے نہیں۔ بات یہ ہے کہ ان لوگوں کے حواس بےکار ہوگئے ہیں اور یہ سچائی کی حقیقت کو نہیں پاسکتے۔ یہ حالت خود ان کی بدعملیوں کی وجہ سے پیش آئی ہے۔ جہالت، تعصب اور ضد نے ان کے کانوں، ان کی آنکھوں اور عقلوں کو بےکار کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا کیونکہ وہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ یہ بدبخت انسان ہی ہے جو خود اپنے پر ظلم کرتا ہے۔

(۲) اوپر کی آیتوں میں قرآن مجید اور آنحضرتؐ کا انکار کرنے والوں کو اندھا اور بہرا فرمایا تھا اس آیت میں تنبیہ کے لئے ان کے سامنے قیامت کا ہولناک نقشہ کھینچا ہے۔

قیامت کے دن جب سب لوگ حشر کے میدان میں جمع ہوں گے تو کافروں پر دنیا کی زندگی کی حقیقت کھلے گی جس کو وہ ہمیشہ رہنے والا سمجھتے تھے، جس پر وہ مغرور تھے اور جس کے نشے میں مست ہو کر وہ قیامت اور آخرت کی زندگی کو بھولے ہوئے تھے۔ اس وقت ان کو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا وہ دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ ٹھہرے ہی نہ تھے۔ اس وقت وہ ایک دوسرے کو پہچانیں گے لیکن مدد نہیں کرسکیں گے۔ اس دن ان کی آنکھیں کھلیں گی اور ان کو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے کے عقیدے کو نہ ماننے کا نتیجہ کیسا ہوتا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے اسلام کی کامیابی اور کافروں کی بربادی کا وعدہ فرمایا تھا لیکن یہ بات کچھ ضروری نہ تھی کہ ساری باتیں آنحضرتؐ کی مبارک زندگی ہی میں ظاہر ہوجائیں۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ اس وعدے کا کچھ حصہ آپؐ کی مبارک زندگی میں ظاہر ہوا اور آپؐ کے مبارک ہاتھوں سے سارا جزیرۂ عرب فتح ہوگیا۔ پھر خلفاء راشدین اور دوسرے مسلمان بادشاہوں کے زمانے میں اسلام دنیا کے بڑے حصے پر پھیلا، بہت سے ملک فتح ہوئے اور مخالف برباد ہوئے۔

بہرحال کافروں کی بربادی ضروری ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے بچ کر کہیں نہیں جاسکتے۔ آخرکار ان کو اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے اور اپنی بدعملیوں کی سزا بھگتنا ہے جو ایک ایک کرکے اس کے پاس محفوظ ہیں۔

(۴) اوپر کی آیت کے تعلق سے اس آیت میں وہ قانون بیان فرمایا ہے جو ہمیشہ سے دنیا میں جاری ہے۔

رسول بھیجے بغیر اور آگاہ کئے بغیر اللہ تعالیٰ کسی قوم کو عذاب

إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ۝٤٨ قُل لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِى ضَرًّا

یہ عذاب کا وعدہ کب پورا ہوگا (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ میں تو اپنے نقصان اور فائدہ کا بھی

وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ ۗ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ إِذَا جَآءَ

کچھ اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے ہر امت کے لئے ایک وقت مقرر ہے جب ان کا وقت

أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَـْٔخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝٤٩

آجاتا ہے تو پھر وہ ایک گھڑی بھر کی نہ دیر کر سکتے ہیں اور نہ جلدی کر سکتے ہیں (۱)

قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَتَىٰكُمْ عَذَابُهُۥ بَيَٰتًا أَوْ نَهَارًا مَّا

(اے پیغمبر) ان سے پوچھو کہ یہ تو بتاؤ کہ (تم کیا کرو گے) اگر اللہ کا عذاب رات میں یا دن میں نازل ہو جائے تو پھر

ذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ ٱلْمُجْرِمُونَ ۝٥٠ أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ

گنہگار کس بات کی جلدی کر رہے ہیں کیا جب وہ واقع ہو جائے

ءَامَنتُم بِهِۦٓ ۚ ءَآلْـَٰٔنَ وَقَدْ كُنتُم بِهِۦ تَسْتَعْجِلُونَ ۝٥١

اس وقت تم یقین کرو گے (اس وقت کہا جائے گا کہ ہاں) اب (تم نے یقین کیا) حالانکہ اس کے لئے تو تم جلدی مچایا کرتے تھے (۲)

ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ ذُوقُوا۟ عَذَابَ ٱلْخُلْدِ هَلْ

پھر ظلم کرنے والوں سے کہا جائے گا کہ اب ہمیشگی کے عذاب کا مزہ چکھو یہ انہی

تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ۝٥٢ وَيَسْتَنۢبِـُٔونَكَ

اعمال کی سزا ہے جو تم دنیا میں کرتے تھے اور (اے پیغمبر) یہ لوگ تم سے

أَحَقٌّ هُوَ ۖ قُلْ إِى وَرَبِّىٓ إِنَّهُۥ لَحَقٌّ ۖ وَمَآ أَنتُم

دریافت کرتے ہیں کہ کیا یہ بات سچ ہے تو تم کہدو کہ ہاں میرے پروردگار کی قسم وہ سچ ہے اور تم کسی طرح اللہ کو

بِمُعْجِزِينَ ۝٥٣ وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِى

عاجز نہیں کر سکتے (۳) اور اگر ایک نافرمان شخص کے پاس روئے زمین کی تمام چیزیں ہوں

(۱) مکہ کے مشرک قیامت اور عذاب و ثواب کو نہیں مانتے تھے۔ اور جب ان کو عذاب سے ڈرایا جاتا تو اس کا مذاق اڑانے کے لئے پوچھتے کہ وہ کب آئے گا۔ اگر تم سچے ہو تو کیوں نہیں آجاتا؟ اس کے جواب میں آنحضرتؐ کو حکم فرمایا کہ ان سے یوں کہدو کہ عذاب نازل کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، میرا کام نہیں۔ میں تو اس کے احکام پہنچانے والا ہوں۔ مجھے تو اپنی ذات کے نفع نقصان کا بھی پورا اختیار نہیں۔ مجھے اتنا ہی اختیار ہے جتنا اس نے اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے۔ باقی رہا عذاب کا وقت تو اتنا یاد رکھو کہ ہر قوم کے لئے ایک مدت مقرر ہے۔ اس وقت تک اس قوم کو ڈھیل ملتی رہتی ہے۔ جب مقررہ مدت ختم ہو جاتی ہے تو پھر عذاب ایک گھڑی بھی آگے یا پیچھے نہیں ہوتا۔ اس لئے عذاب کے لئے جلدی مچانے سے کچھ فائدہ نہیں۔

(۲) یعنی اے پیغمبر! ان کافروں سے پوچھو کہ تو بتاؤ کہ اگر دن میں یا رات میں تم پر عذاب آجائے تو تم کیا کرو گے۔ کیا تم نے بچاؤ کا انتظام کر رکھا ہے؟ اگر نہیں تو پھر جلدی مچانے میں تم نے کیا فائدہ سوچا ہے؟ عذاب سے بچاؤ کا انتظام تو یہ ہے کہ اس کا مذاق نہ اڑایا جائے لیکن تم تو سرکشی کرتے ہو، اس کا مذاق اڑاتے ہو اور اس کی خبر کو سچا نہیں مانتے۔ شائد تم یہ سمجھے بیٹھے ہو کہ عذاب آجائے گا تو آنکھوں دیکھ کر اس کا یقین کریں گے، ابھی سے پیغمبر کی بات پر کیوں ایمان لائیں۔ لیکن یاد رکھو کہ اس وقت ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا۔ اس وقت تو تم سے کہا جائے گا کہ اب کیوں ایمان لاتے ہو؟ اب بھی انکار کرو اور مذاق اڑاؤ۔ ڈرتے کیوں ہو؟ یہ تو وہی چیز ہے جس کے لئے تم جلدی مچایا کرتے تھے

(۳) مکہ کے مشرک قیامت کے بارے میں تعجب سے پوچھتے تھے کہ کیا واقعی اس کا آنا برحق ہے۔ آنحضرتؐ کو حکم دیا کہ پرزور طریقہ پر ان سے کہدو کہ قسم ہے میرے پروردگار کی کہ قیامت یقیناً ہوگی۔ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا ہے۔ تم کسی حال میں بھی ہو وہ تم کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا اور تم اس کو عاجز نہیں کر سکتے۔

الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا

تو وہ ضرور ان کو عذاب کے بدلے میں دے دے گا اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو (پچھتائیں گے اور)

رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا

ندامت کو چھپائیں گے اور پھر ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر کسی طرح

يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

کا ظلم نہ ہوگا (۱) یاد رکھو! آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کے لئے ہے

اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا

خبردار! اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں

يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾

جانتے وہی جِلاتا ہے اور وہی مارتا ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے (۲)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایسی کتاب آچکی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں کی

وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ

تمام بیماریوں کے لئے شفا ہے اور مومنوں کے لئے ہدایت اور

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ

رحمت ہے (اے پیغمبر! ان سے) کہدو کہ (یہ کتاب) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے نازل ہوئی تو لوگوں کو چاہئے کہ

فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ

اس سے خوش ہوں یہ ان ساری چیزوں سے بہتر ہے جن کو وہ جمع کرتے ہیں (۳) (اے پیغمبر! ان سے) کہدو کہ یہ بتاؤ کہ

مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ

اللہ نے جو تمہارے لئے روزی پیدا کی ہے تو تم نے اس میں سے بعض چیزوں کو حرام ٹھہرا دیا ہے

(۱) یعنی قیامت کا دن ایسا ہولناک ہوگا کہ جن لوگوں نے وحی الٰہی اور اللہ کے رسول کا انکار کر کے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، وہ خواہش کریں گے کہ اُن کو دنیا جہان کی دولت مل جائے تو اُس کو دے کر وہ عذاب سے اپنی جانیں بچالیں لیکن وہاں اس کا موقع نہیں ہوگا۔ نہ تو لوگوں کے پاس دولت ہوگی، ورنہ بدلا قبول کیا جائے گا۔ وہاں ان کا یہ حال ہوگا کہ عذاب کو دیکھ کر دل ہی دل میں پشیمان ہوں گے اور اس خیال سے کہ رسوائی نہ ہو اپنی پشیمانی کو لوگوں سے چھپائیں گے۔ مگر آخرکار پشیمانی کو چھپا بھی نہ سکیں گے کہ افسوس ہم اس عذاب سے غفلت میں رہے اور اس کا انکار کرتے رہے لیکن اس وقت افسوس کرنے سے کچھ نہ ہوگا کیونکہ وہ وقت فیصلہ کا ہوگا اور ان کے حق میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

(۲) آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالےٰ ہی کی ملک ہے اور اسی کے قبضہ میں ہے۔ جو لوگ نادانی سے کفر کرتے ہیں اور قیامت کا انکار کرتے ہیں، وہ یاد رکھیں کہ اس سے بچ کر کہیں بھاگ نہ سکیں گے۔

اور دیکھو! اللہ تعالےٰ نے قیامت کا جو وعدہ کیا ہے وہ بالکل برحق ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس بات کو سمجھتے نہیں اور نادانی سے انکار کرتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ جب اللہ تعالےٰ ہی پیدا کرتا اور مارتا ہے تو پھر دوبارہ پیدا کرنا اور لوٹا کر سب کو اپنے پاس بلانا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔

(۳) سارے جہان کے انسانوں کو آگاہ ہونا چاہئے کہ قرآن مجید جو پیغمبر آخر الزماں کے ذریعہ ان کے پاس آیا ہے، بڑی قابل قدر اور اہم کتاب ہے۔ اس کی چار صفتیں بہت خاص ہیں:- (۱) موعظمت یعنی دل میں اتر جانی والی دلیلوں کے ذریعہ برائیوں سے روکتا ہے اور اچھی باتوں کی ترغیب دیتا ہے۔ (۲) دل اور روح کی ساری بیماریوں کے لئے نسخۂ شفا ہے۔ اس کی تعلیم کے اثر سے سارے باطل عقیدوں، غلط خیالات اور برے اخلاق کی بیماریوں سے آدمی کو نجات ملتی ہے اور وہ ایک تندرست انسان بن جاتا ہے۔ (۳) ایمان والوں کے لئے زندگی کے اندھیرے میں شمع کا کام دیتا ہے اور ہر قدم پر ان کی رہبری کرتا ہے۔ (۴) ایمان والوں کے لئے دنیا اور آخرت میں سراپا رحمت ہے یعنی اس کی تعلیم کے ذریعہ انسان انفرادی پریشانیوں اور اجتماعی مشکلات سے نجات پاتا ہے اور زندگی امن و سلامتی اور محبت و سعادت کی روح سے معمور ہو جاتی ہے ـــــ یہ محض اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ اس نے قرآن مجید نازل فرمایا۔ لوگوں کو چاہئے کہ اس کی قدر کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں حقیقت میں یہی وہ بڑی نعمت ہے جس کے ملنے پر لوگوں کو خوشیاں منانی چاہئیں کیونکہ یہ اس تمام مال و دولت سے بہتر ہے جس کو جمع کر کے لوگ خوش ہوتے ہیں

حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى

اور بعض کو حلال ٹھہرا دیا ہے (ان سے) پوچھو کہ کیا اللہ نے اس کا حکم دیا ہے یا تم اللہ پر

اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝٥٩ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ

بہتان باندھتے ہو (۱) اور جو لوگ جھوٹ بول کر اللہ پر افترا

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ

پردازی کرتے ہیں ان کا قیامت کے بارے میں کیا خیال ہے بلاشبہ لوگوں پر اللہ کا

فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝٦٠ ع

بڑا ہی فضل ہے لیکن اکثر لوگ اس کا شکر نہیں کرتے (۲)

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ

(اے پیغمبر!) تم کسی حال میں کیوں نہ ہو اور کہیں سے قرآن کیوں نہ

قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ

پڑھتے ہو اور (لوگو!) تم کچھ ہی عمل کیوں نہ کرتے ہو مگر (یاد رکھو!) ہم کو تمہارے ہر کام کی

شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ

خبر ہوتی ہے جب تم اس میں مصروف ہوتے ہو اور (اے پیغمبر!) تمہارے پروردگار

رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي

(کے علم) سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے نہ زمین میں اور نہ

السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا

آسمان میں اور نہ اس سے کوئی چیز چھوٹی ہے اور نہ بڑی مگر یہ کہ

فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝٦١ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ

روشن کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے (۳) یاد رکھو کہ اللہ کے دوستوں کے لئے

(۱) عربوں نے جو طرح طرح کے جاہلانہ قاعدے اپنے لئے مقرر کر رکھے تھے، ان میں سے وہ سخت احکام بھی تھے جو کھانے پینے کی چیزوں کے حلال اور حرام ہونے کے بارے میں انھوں نے ٹھہرا رکھے تھے۔ اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان احکام کی تفصیل سورۂ انعام میں گزر چکی ہے۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید وحی الٰہی اور لوگوں کے لئے نسخۂ شفا اور سرتاپا ہدایت و رحمت ہے۔ اس کے سرتاپا رحمت ہونے کی ایک مثال یہ ہے کہ اس نے کھانے پینے کی چیزوں کے بارے میں بڑی آسانی پیدا کی ہے اور بہت آسان اور فطری احکام دیئے ہیں۔ صرف انھیں چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے جو انسان کے لئے روحانی، اخلاقی اور مادی طور پر نقصان دینے والی ہیں۔ لیکن لوگوں کی بے عقلی اور بدبختی دیکھو کہ قرآن مجید کی ہدایت اور رحمت سے فائدہ نہیں اٹھاتے، اپنی فطرت سے حلال اور حرام کے احکام بنا لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی پاک چیزوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اپنی جانوں کو بے فائدہ سختی میں ڈالنے کے علاوہ یہ ظالم اللہ تعالیٰ پر بہتان بھی لگاتے ہیں اور ان فرضی قاعدوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ خدائی احکام ہیں حالانکہ ان کا دامن احکام الٰہی سے یکسر خالی ہے۔

ع ۱۱

(۲) جو لوگ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہیں، وہ نادان قیامت کے بارے میں کیا خیال کئے بیٹھے ہیں۔ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ قیامت نہیں ہوگی اور اگر ہوئی بھی تو ان سے کوئی بازپرس نہیں ہوگی۔ ان ظالموں کو معلوم ہونا چاہئے کہ یقیناً قیامت ہوگی، ان سے بازپرس ہوگی ان کو سخت سزا ملے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ اس نے بندوں کی ہدایت کے لئے قرآن مجید نازل فرمایا، اس میں بہت آسان اور فطری احکام مقرر کئے اور نافرمانوں کو فوراً سزا نہیں دی بلکہ مہلت کا قانون ٹھہرایا اور ڈھیل دے کر سوچنے سمجھنے کا موقع دیا۔ سخت افسوس ہے کہ اس پر بھی بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کے احسانات کی قدر نہیں پہچانتے اور اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ آسمان اور زمین میں ایک ذرہ بھی ایسا نہیں ہے جو اس کے علم سے باہر ہو۔ چنانچہ لوگوں کے اعمال سے بھی وہ بے خبر نہیں ہے۔ وہ جانتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کس طرح رات دن اس کی عبادت اور مخلوق کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اور قرآن مجید پڑھ پڑھ کر لوگوں کو سناتے رہتے ہیں۔ دوسرے لوگ بھی جن جن کاموں میں مشغول رہتے ہیں، وہ سب اس کے سامنے ہیں۔ جب حقیقت یہ ہے تو ان لوگوں کو ذرا سوچنا چاہیے جو اللہ کے رسول کی دشمنی اور دین حق کی مخالفت میں رات دن سرگرم رہتے ہیں۔ وہ آگاہ ہو جائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی بدعملیوں کو دیکھ رہا ہے اور دنیا اور آخرت میں ان کو سخت سزا دے گا۔

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (یہ وہ لوگ ہیں) جو ایمان لائے

وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اور پرہیزگار رہے (۱) ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے

وَفِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ

اور آخرت (کی زندگی) میں بھی اللہ کی باتیں بدلتی نہیں یہی

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٤﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ

بڑی کامیابی ہے (۲) اور (اے پیغمبر) ان کافروں کی باتوں سے تم آزردہ نہ ہو

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۭ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٥﴾

کیونکہ سارا غلبہ اللہ ہی کے لئے ہے وہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے (۳)

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ

یاد رکھو! آسمانوں اور زمین میں جو ہیں وہ سب اللہ ہی کے (بندے) ہیں

وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور جو لوگ اللہ کے سوا اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو پکارتے ہیں (تم جانتے ہو)

شُرَكَاۗءَ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا

وہ کس بات کی پیروی کرتے ہیں وہ تو محض وہم و گمان پر چلتے ہیں اور ہر بات میں اپنی

يَخْرُصُوْنَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا

اٹکل دوڑاتے ہیں (۴) وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ اس میں تم

فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

آرام کرو اور دن کو روشن بنایا (تاکہ اس میں کام کرو) بلاشبہ اس بات میں ان لوگوں کے لئے جو سنتے سمجھتے ہیں

(۱) یعنی آنحضرتؐ اور ان کے ساتھیوں کو اپنی جگہ حق تعالیٰ کی فرماں برداری اور اسلام کی تبلیغ میں لگا رہنا چاہیے اور کامل اطمینان رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے ایمان اور عمل کی بڑی قدر ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ولی اور دوست ہیں جن کی شان یہ ہے کہ وہ ہر طرح کے خوف اور غم سے محفوظ رہتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ ہوتا ہے اور دنیا میں جو ناخوش گوار واقعات پیش آتے ہیں ان کے بارے میں وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی مصلحت پوشیدہ ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مست اور اس کی فرماں برداری میں سرگرم رہتے ہیں۔ واقعات کے اتار چڑھاؤ کا کچھ اثر نہیں لیتے۔ اس لئے خوف اور غم سے محفوظ رہتے ہیں۔

آیت میں اس بات کو بھی واضح فرمایا کہ اللہ کے ولی وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کرتے ہیں اس لحاظ سے ہر ایماندار آدمی جو ضروری احکام پر عمل کرتا ہے اور بڑے بڑے گناہوں سے بچتا ہے وہ بھی اللہ کا ولی ہے۔ لیکن ایمان اور تقوے کے بہت سے درجے ہیں سب سے اونچے درجے پر خاتم النبیین حبیب رب العالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فائز ہیں اور سب سے بڑے ولی اللہ وہی ہیں۔ پھر آپؐ کی اتباع میں جو شخص بھی اپنی توجہ اور کوشش سے ایمان اور تقوے کے جس اونچے درجے پر اپنے کو پہنچائے گا اسی کے لحاظ سے وہ ولایت کا مقام پائے گا۔

(۲) اولیاء اللہ کے لئے آخرت کی بشارت یہ ہے کہ وہ جنت میں نہایت عیش و آرام سے رہیں گے جہاں ان کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کا دیدار حاصل ہوگا۔ اس کے علاوہ دنیا میں بھی کئی طرح کی بشارتیں ہیں جن میں سب سے بڑی بشارت یہ ہے کہ قرآنِ مجید نے ان کے لئے اعلان کیا لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ قرآن میں یہ بھی ہے کہ موت کے وقت رحمت کے فرشتے ان کے پاس آتے ہیں اور ان کو جنت کی خوش خبری دیتے ہیں۔ لکھا ہے کہ اولیاء اللہ کو سچے اور اچھے خواب نظر آتے ہیں اور ان کو قبول عام نصیب ہوتا ہے اور لوگ ان کے بارے میں خوش عقیدہ ہوتے ہیں۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ انکار کرنے والوں کی باتوں کی پروا مت کرو۔ صبر کرو اور دین حق کی تبلیغ کرتے رہو۔ یقین رکھو کہ ایک دن یہ مغلوب ہوں گے اور دین حق غالب ہوگا۔ کیونکہ سارا غلبہ اور زور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ کائنات میں کوئی نہیں جو اس کو مغلوب کرسکتا ہو۔ وہ ان بدبختوں کی باتیں سنتا ہے اور ان کی شرارتوں کو خوب جانتا ہے۔ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔

(۴) حقیقت یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو انسان، جن اور فرشتے ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے بندے ہیں۔ اس کے سوا کوئی ان کے مالک ہونے دعوٰی نہیں کرسکتا جب حقیقت یہ ہے تو پھر سیدھی بات یہی ہے کہ اسی کی عبادت کرنی چاہیئے اور اسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا چاہیئے۔ لیکن کچھ لوگ ایسی سیدھی بات کو بھی نہیں مانتے اور اللہ کی مخلوق میں سے کسی انسان جن یا فرشتے کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں اور مدد کے لئے اسی کو پکارتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس علم و یقین کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ وہم و گمان کی باتیں کرتے ہیں اور اٹکل کے گھوڑے دوڑاتے ہیں۔

لِقَوۡمٍ يَّسۡمَعُوۡنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبۡحٰنَهٗ ؕ
اللہ کی قدرت کی بہت سی نشانیاں ہیں (۱) لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنا ایک بیٹا بنا رکھا ہے (یاد رکھو) اس کی ذات پاک ہے

هُوَ الۡغَنِىُّ ؕ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ
وہ بے نیاز ہے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اسی کا ہے

اِنۡ عِنۡدَكُمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍۢ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوۡلُوۡنَ عَلَى
تمہارے پاس اس دعوے پر کوئی دلیل نہیں کیا تم اللہ کی نسبت ایسی بات

اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿٦٨﴾ قُلۡ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَفۡتَرُوۡنَ
کہتے ہو جس کو تم نہیں جانتے (۲) (اے پیغمبر!) کہدو کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ

عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ لَا يُفۡلِحُوۡنَ ﴿٦٩﴾ؕ مَتَاعٌ فِى الدُّنۡيَا
باندھتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے (ان کے لئے صرف) دنیا ہی میں فائدے ہیں

ثُمَّ اِلَيۡنَا مَرۡجِعُهُمۡ ثُمَّ نُذِيۡقُهُمُ الۡعَذَابَ الشَّدِيۡدَ
پھر آخر کار ہماری طرف ان کو لوٹنا ہے تب ان کے کفر کی سزا میں ہم انھیں سخت عذاب

بِمَا كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ ﴿٧٠﴾ۚ وَاتۡلُ عَلَيۡهِمۡ نَبَاَ نُوۡحٍ ۘ
(کے مزے) چکھائیں گے (۳) اور (اے پیغمبر!) تم ان لوگوں کو نوح کا قصہ (پڑھ کر) سناؤ

اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖ يٰقَوۡمِ اِنۡ كَانَ كَبُرَ عَلَيۡكُمۡ مَّقَامِىۡ
جب کہ نوح نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اگر تم کو میرا رہنا اور اللہ کی آیتوں

وَتَذۡكِيۡرِىۡ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلۡتُ فَاَجۡمِعُوۡۤا
سے نصیحت کرنا ناگوار ہو تو (یاد رکھو) میں تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھتا ہوں تو تم اور تمہارے

اَمۡرَكُمۡ وَشُرَكَآءَكُمۡ ثُمَّ لَا يَكُنۡ اَمۡرُكُمۡ عَلَيۡكُمۡ
(ٹھہرائے ہوئے) شریک سب مل کر اپنا کام مقرر کرلو پھر دیکھ لو کہ اس کام میں تمہارے لئے کچھ

(۱) دیکھو! اللہ تعالیٰ ہی نے رات اور دن بنائے۔ سکون اور آرام کے لئے رات کو تاریک بنایا اور کام کاج کے لئے دن کو روشن کیا۔ یعنی پیدا کرنے والا بھی وہی ہے اور اسی نے پرورش کا سروسامان بھی مہیا کیا ہے۔ پھر بھی یہ مشرک عظیم الشان قدرت والے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو محض بے طاقت اور محتاج ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی قدرت کی نشانیاں بیان کی ہیں لیکن ان سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو وحی الٰہی کو سنتے ہیں اور اس پر غور کرتے ہیں۔

(۲) عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ اسی طرح عرب کے مشرک فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ اس آیت میں اس باطل عقیدے کی تردید فرماتے ہوئے تین باتوں کی طرف توجہ دلائی۔ (۱) یہ بات بالکل واضح ہے کہ بیٹا بیٹی حیوانی خواہش کے تعلق سے پیدا ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حیوانی لوازم اور خواہشات سے پاک ہے پھر اس کو بیٹا بیٹی کیسے پیدا ہو سکتے ہیں:۔ (۲) دوسری بات یہ کہ بیٹا بیٹی پیدا ہونے کے لئے بیوی کی ضرورت ہے۔ پھر یہ کہ بیٹا بیٹی کی خواہش رکھنا ایک طرح کا محتاج ہونا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور کسی بات میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ (۳) تیسری بات یہ کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب کا خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس لحاظ سے حضرت عیسیٰؑ اور فرشتے سب اس کے بندے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ میں اور حضرت عیسیٰؑ وغیرہ میں خالق و مخلوق اور مالک و مملوک کا تعلق ہے نہ کہ بیٹا بیٹی کا۔

حقیقت یہ ہے کہ مشرکوں کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے محض جہالت سے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہیں۔

(۳) یعنی اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والے ہرگز کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔ اگر ان کو دنیا میں کچھ ساز و سامان دیا گیا ہے تو اس پر مغرور نہ ہوں۔ دنیا کی زندگی تو مٹنے والی ہے بس تھوڑے دن اس ساز و سامان سے مزے اڑا لیں۔ پھر یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جائیں گے جہاں اپنی گمراہیوں اور بدعملیوں کا مزہ چکھیں گے۔

ع ۱۲ / ۱۱

غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿٧١﴾ فَاِنْ

شبہ نہ رہے پھر جو کچھ میرے خلاف کرنا ہے کر گزرو اور مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو پھر اگر تم نے

تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى

روگردانی کی تو یاد رکھو کہ میں نے اس (تبلیغ) پر تم سے معاوضہ نہیں مانگا میرا معاوضہ تو اللہ کے

اللّٰهِ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٧٢﴾ فَكَذَّبُوْهُ

ذمہ ہے مجھے (اسی کی طرف سے) یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس کے فرماں برداروں میں رہوں (۱) اس پر بھی لوگوں نے نوح کو

فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ

جھٹلایا تو ہم نے نوح کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ کشتی میں سوار تھے بچا لیا اور ان کو جانشین بنایا

وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان سب کو غرق کر دیا تو دیکھو! جو لوگ سرکشی کے نتیجے سے

عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٧٣﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا

ڈرائے گئے تھے ان کا کیسا انجام ہوا (۲) پھر نوح کے بعد ہم نے کتنے ہی پیغمبر

اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا

اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے اور وہ پیغمبر ان کے پاس معجزات لے کر آئے مگر وہ لوگ ایسے نہ تھے کہ جس بات کو پہلے

كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ

جھٹلا چکے تھے پھر اس کو مان لیتے اسی طرح ہم زیادتی کرنے والوں کے دلوں پر

الْمُعْتَدِيْنَ ﴿٧٤﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ

مہر لگا دیتے ہیں (۳) پھر ہم نے ان پیغمبروں کے بعد موسیٰ اور ہارون کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں دے کر

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا

فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا تو انھوں نے تکبر کیا اور وہ

(۱) یہاں سے چند پیغمبروں اور ان کی قوموں کی کشمکش کا حال بیان فرمایا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی اور آپ کی قوم کے لئے تنبیہ ہے۔ وہ دیکھیں کہ پیغمبروں کی مخالفت کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔
حضرت نوحؑ کی قوم کے لوگ ایسے سیاہ دل اور قدر ناشناس تھے کہ ان کی مقدس ذات سے بیزاری ظاہر کرتے تھے، تبلیغ کرنے سے ان کو منع کرتے تھے اور قتل کی دھمکیاں دیتے تھے۔ اس کے جواب میں حضرت نوحؑ نے اپنے عزم کا اظہار کیا اور اعلان کیا کہ میں تمھاری دھمکیوں سے نہیں ڈرتا ہوں۔ میرا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے اور میں اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا ہوں۔ میں برابر نصیحت کرتا رہوں گا اور اس کا کلام تم کو سناتا رہوں گا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ تم سب جمع ہو جاؤ اور اپنے باطل معبودوں کو بھی مدد کے لئے بلا لو۔ سب سر جوڑ کر بیٹھو اور خوب مشورے کرو اور تدبیریں سوچو۔ پھر جو کچھ تم کر سکتے ہو، بلا تاخیر کر گزرو۔ اس کے بعد نتیجہ دیکھو کہ کیا تم مجھے تبلیغ سے روک سکو گے یا میرے کام کو دنیا سے مٹا سکو گے۔
پھر دیکھو! ذرا اس بات پر بھی تو غور کرو کہ میں جو اتنی تن دہی سے نصیحت کر رہا ہوں تو اس میں میرا تو کچھ فائدہ ہے نہیں، سراسر تمھارا ہی فائدہ ہے۔ اگر تم میری بات نہیں مانو گے تو اس میں میرا کچھ نقصان نہیں ہوگا کیونکہ مجھے تم سے کچھ تنخواہ یا معاش تو ملتی نہیں ہے جو تم بند کر لو گے۔ میں تم سے کچھ فائدہ کی امید نہیں رکھتا۔ میں تو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار ہوں، اسی کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں اور اسی سے ثواب کی امید رکھتا ہوں۔

(۲) حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو کئی برس تک سمجھایا لیکن ان لوگوں نے ایک نہ سنی۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان پر طوفان کا عذاب بھیجا جس میں سب کافر غرق ہو گئے مگر حضرت نوحؑ اور ایمان والے، ان کے ساتھ کشتی میں بچ گئے۔ یہ لوگ غرق ہونے والوں کے جانشین ہوئے اور ان ہی کی نسل سے دنیا آباد ہوئی۔ اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے کہ جن لوگوں نے پیغمبر کے ڈرانے کی پروا نہ کی اور نڈر ہو کر اس کو جھٹلاتے رہے ان کا کیا انجام ہوا۔

(۳) حضرت نوحؑ کے بعد پھر جب دنیا میں گمراہی پھیلی تو اللہ تعالیٰ نے مختلف قوموں میں مختلف پیغمبر بھیجے جن میں سے کئی ایک کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ ان بزرگوں نے اپنی اپنی قوم کو اللہ کا کلام سنایا اور اس کی نشانیاں دکھلائیں۔ لیکن ان میں سے بہت سے ایسے بدبخت تھے کہ انھوں نے جو پہلی دفعہ انکار کیا تو آخر وقت تک انکار ہی پر اڑے رہے اور کسی طرح ایمان لانے پر آمادہ نہیں ہوئے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں اور کفر و نافرمانی میں حد سے گزر جاتے ہیں، ان کا یہی حال ہوتا ہے کہ ان کے دل سیاہ اور سخت ہو جاتے ہیں اور ان پر مہر لگ جاتی ہے۔

قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا

گنہگار لوگ تھے پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق بات پہنچی تو وہ

قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٦﴾ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ

کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے تو موسیٰ نے کہا کہ کیا تم

لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿٧٧﴾

حق کے بارے میں جب وہ تمہارے پاس آیا یہ کہتے ہو کہ یہ جادو ہے حالانکہ جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوتے (۱)

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ

انھوں نے (جواب میں) کہا کہ کیا تم اس لئے ہمارے پاس آئے ہو کہ جس راہ پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے

اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا

اس سے ہمیں پھیر دو اور ملک میں تم دونوں کی (ریاست اور) سرداری ہو جائے اور

نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٨﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِىْ

(خوب سمجھ لو کہ) ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں (۲) اور فرعون نے حکم دیا کہ سب ماہر

بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿٧٩﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ

جادوگروں کو میرے پاس لاؤ پس جب جادوگر آئے (اور مقابلہ کا میدان گرم ہوا)

لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿٨٠﴾ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ

تو موسیٰ نے کہا کہ تمھیں جو کچھ ڈالنا ہے ڈالو جب انھوں نے (جادو کی رسیاں) ڈالیں

مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ

تو موسیٰ نے کہا کہ تم جو کچھ بنا کر لائے ہو یہ جادو ہے یقیناً اللہ اسے ملیا میٹ کر دے گا

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٨١﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ

بلاشبہ اللہ مفسد لوگوں کے کام نہیں بناتا اور اللہ اپنے حکم سے سچ کو سچ ہی

(۱) جب فرعون اور اس کے سرداروں نے حضرت موسیٰؑ کے معجزات کو دیکھ کر کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے تو حضرت موسیٰؑ نے ان کو جواب دیا کہ نا سمجھو! حق کو جادو کہتے ہو۔ کیا جادو ایسا ہوتا ہے اور کیا جادو کرنے والے نبوت کا دعویٰ کر کے حق اور باطل کی کشمکش سے کامیاب نکل سکتے ہیں۔ پیغمبر پاکیزہ زندگی رکھتا ہے، حیات بخش تعلیم پیش کرتا ہے اور نیکی کا راستہ بتاتا ہے۔ جادوگر کو پاکیزگی اور نیکی سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ پیغمبر کو جادوگر کہنا یا تو انتہائی درجے کی بے عقلی ہے یا محض ضد اور ہٹ ہے۔

(۲) فرعون اور اس کے سرداروں نے حضرت موسیٰؑ پر ایک اور الزام لگایا اور کہا کہ حقیقت میں تم ایک دنیا پرست آدمی ہو اور حکومت کے خواہش مند ہو۔ عوام کو دھوکا دینے کے لئے پیغمبری کا ڈھونگ رچایا ہے۔ چاہتے ہو کہ مذہبی قیادت کی راہ سے حکومت پر قبضہ کر لو اور ملک کے مالک بن بیٹھو۔ ہم تمہاری چالوں کو خوب سمجھتے ہیں۔ ہم ہرگز تمہاری پیغمبری کو نہیں مانیں گے اور تمہاری چالوں میں نہیں آئیں گے۔

بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا
کردکھائے گا اگرچہ مجرم برا مانیں (۱) پس موسیٰ پر ان کی قوم کے چند لڑکوں کے سوا
ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ
کوئی ایمان نہیں لایا (اور وہ بھی) فرعون اور اس کے سرداروں سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں وہ ان کو آفت
اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ
میں نہ پھنسا دے اور بلاشبہ فرعون ملک میں متکبر تھا اور حد سے
لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ
بڑھا ہوا تھا (۲) اور موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ لوگو! اگر تم فی الحقیقت اللہ پر
بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا
ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسہ رکھو اگر تم فرمانبردار ہو تو انھوں نے
عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ
عرض کی کہ ہم نے اللہ پر بھروسہ کیا (اور دعا کی کہ) ہمارے پروردگار! ہم کو ان ظالم لوگوں کے ہاتھ سے
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾
آزمائش میں نہ ڈال اور ہم کو اپنی رحمت سے ان کافروں سے نجات دے (۳)
وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا
اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی (ہارون) کی طرف وحی بھیجی کہ اپنے لوگوں کے لئے
بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا
مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ رخ کرو (ان میں) نماز
الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ
پڑھو اور ایمان والوں کو خوشخبری سنادو (۴) اور موسیٰ نے عرض کی کہ اے ہمارے پروردگار!

ع ۱۲ / ۱۳

(۱) فرعون کے زمانے میں جادو کا بہت زور تھا اور لوگ جادو کو بہت مانتے تھے۔ چنانچہ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو جادوگر کہا تھا۔ اسی خیال کے تحت فرعون نے حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ کے لئے ملک کے بڑے بڑے جادوگروں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے جادوگروں کو اجازت دی کہ پہلے تم اپنا کام دکھاؤ۔ چنانچہ انھوں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں میدان میں ڈالیں اور اس طرح نظر بندی کی کہ سارے میدان میں سانپ دوڑتے معلوم ہونے لگے۔

لیکن حضرت موسیٰؑ اپنی پیغمبرانہ بصیرت سے اس بات کو سمجھ گئے۔ انھوں نے فرمایا کہ بیشک یہ جادو ہے اور بے حقیقت بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ابھی اس کو مٹا دے گا کیونکہ وہ فساد کرنے والوں کے کاموں کو نہیں سنوارتا۔ اس کا قانون یہ ہے کہ وہ باطل اور جھوٹ کو مٹا دیتا ہے اور حق اور سچائی کو کامیاب اور غالب کر کے بتا دیتا ہے۔ اگرچہ یہ بات مجرموں کو ناپسند ہوتی ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو نہیں روک سکتے۔

(۲) سارے ملک پر فرعون کا پورا پورا قبضہ تھا۔ وہ بڑا طاقتور، متکبر اور ظالم بادشاہ تھا۔ خاص کر بنی اسرائیل کو تو اس نے بالکل غلام بنا رکھا تھا۔ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰؑ ایک نجات دلانے والے کی حیثیت سے نمودار ہوئے تھے۔ اگرچہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ کی اس حیثیت کو خوب سمجھتے تھے، لیکن وہ فرعون، اس کے سرداروں اور حاکموں کے ظلم سے بہت ڈرتے تھے۔ اس لئے شروع شروع میں سب بنی اسرائیل ایمان نہیں لائے۔ بڑی عمر والوں نے تو ہمت ہار دی۔ لیکن نوجوان جن کی رگوں میں تازہ خون اور جن کے دلوں میں تازہ امنگیں تھیں، آگے بڑھے اور حضرت موسیٰؑ پر ایمان لائے بلکہ ہے کہ قبطیوں یعنی فرعون کی قوم میں سے بھی چند آدمی ایمان لائے تھے اور حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ہو گئے تھے۔

(۳) یعنی جب کشمکش نے زور پکڑا تو فرعون بنی اسرائیل پر ظلم کے پہاڑ ڈھانے لگا۔ جو لوگ کم ہمت تھے اور فرعون کے ظلم کو برداشت نہیں کر سکتے تھے، انھوں نے حضرت موسیٰؑ سے شکایت کی۔ حضرت موسیٰؑ نے ان کو نصیحت فرمائی کہ ایمان والوں کا کام یہ ہے کہ ایمان کی راہ میں سختیوں سے گھبرائیں نہیں، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور کامیابی کے امیدوار رہیں۔

حضرت موسیٰؑ کی نصیحت سے لوگوں کی ہمت بندھی اور ان کے دلوں میں ایمان اور اخلاص کا جذبہ بیدار ہوا۔ چنانچہ انھوں نے فوراً اپنے توکل کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ پروردگار! ہم کو ان ظالموں کے ظلم کا تختۂ مشق نہ بنا اور اپنی رحمت کے صدقے میں ہم کو ان کافروں کے پنجے سے نجات دلائے۔ (۴) کسی ظالم قوم سے مقابلہ کرنے کے لئے ظاہری تدبیروں سے زیادہ نفس کی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جادوگروں کے شکست کھانے اور ایمان لے آنے کے بعد فرعون اور بھی مشتعل ہو گیا اور بنی اسرائیل پر زیادہ سختیاں کرنے لگا یہاں تک کہ ان کے عبادت خانے بھی گروا دیئے۔ اس لئے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اپنے گھروں میں ٹھہرے رہو اور وہیں نمازیں پڑھو، دعائیں کرو [illegible] پڑھاؤ۔ اور یقین رکھو کہ ایمان والوں کی کامیابی ضروری ہے۔

إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي

تونے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زینت کی چیزیں اور مال و دولت

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِكَ ۖ رَبَّنَا

دے رکھی ہے تو اے پروردگار! کیا یہ اس لئے ہے کہ تیری راہ سے لوگوں کو بھٹکائیں اے پروردگار!

اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا

ان کے مال و دولت کو برباد کردے اور ان کے دلوں کو سخت کردے کہ اس وقت

يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝ قَالَ قَدْ أُجِيبَتْ

تک ایمان نہ لائیں جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں اللہ نے کہا کہ تم دونوں کی

دَعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَانِّ سَبِيلَ الَّذِينَ

دعا قبول کرلی گئی تو تم دونوں ثابت قدم رہو اور ناواقف لوگوں کے راستہ پر

لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ

نہ چلو (۱) اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار اتار دیا

فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَعَدْوًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا

پھر فرعون اور اس کی فوجوں نے ظلم اور زیادتی سے ان کا پیچھا کیا یہاں تک کہ جب

أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا الَّذِي

فرعون ڈوبنے لگا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ سوائے اس کے جس پر

آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝

بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں کوئی معبود نہیں اور اب میں بھی اسی کے فرماں برداروں میں ہوں

آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ۝

(جواب ملا کہ) اب (تو ایمان لاتا ہے) حالانکہ پہلے برابر نافرمانی کرتا رہا اور تو مفسدوں میں سے تھا (۲)

(۱) جب حضرت موسیٰؑ نے فرعون اور اس کے سرداروں کو کئی برس تک سمجھایا اور ایمان کی دعوت دی، لیکن وہ لوگ کسی طرح ایمان لانے پر آمادہ نہیں ہوئے، بلکہ ان کی مخالفت اور زیادہ شدید ہو گئی جس کو دیکھ کر حضرت موسیٰؑ ان کی طرف سے مایوس ہو گئے، تو انھوں نے جناب باری میں عرض کی کہ پروردگار! تونے فرعون اور اس کے سرداروں کو دولت اور حکومت عطا فرمائی جس کے سہارے یہ خوب عیش کر رہے ہیں اور ٹھاٹھ کی زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن دولت اور حکومت کے نشہ میں مست ہو کر یہ تجھ کو بھولے ہوئے ہیں، خود بھی گمراہ ہیں اور ساری قوم کو تیری راہ سے بھٹکا رہے ہیں۔ پروردگار! ان کو بہت مہلت مل چکی۔ اب ان کو ہلاک کردے تاکہ عوام کو ان کے شر و فساد سے نجات ملے۔ پروردگار! ان کے مال و دولت کو تباہ کردے اور ان کے دلوں کو اور زیادہ سخت کردے تاکہ یہ ایمان نہ لائیں، کفر میں خوب ترقی کریں اور عذاب کے مستحق ٹھہریں۔ پھر کفر اور نافرمانی کی سزا میں ان پر دردناک عذاب نازل فرما اور ان کے وجود سے دنیا کو پاک کردے۔

حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں بھائیوں کی دعا قبول کرلی گئی یقین رکھو کہ ایسا ہی ہوگا لیکن تم اپنی راہ میں ثابت قدم رہو اور دعوت و تبلیغ کا کام برابر کرتے رہو۔ اور تمھاری قوم میں سے جو لوگ ہماری حکمت اور مصلحت پر نظر نہیں رکھتے ہیں اور فرعون کی ہلاکت کو دیکھنے کی جلدی مچاتے ہیں ان کی باتوں پر دھیان مت دو، بلکہ ان کو سمجھاؤ اور صبر کی تلقین کرو۔

(۲) جب فرعون کی ہلاکت کا وقت آپہنچا تو حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل جاؤ، چنانچہ حضرت موسیٰؑ قوم کو لے کر راتوں رات نکلے اور شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اتفاقاً بحر قلزم کے کنارے پہنچ گئے۔ فرعون ایک زبردست لشکر لے کر بنی اسرائیل کے پیچھے نکلا تاکہ ان پر خوب ظلم کرے اور ان کو سخت سزا دے۔ یہ دیکھ کر کہ سامنے سمندر ہے اور پیچھے فرعونی لشکر، بنی اسرائیل گھبرائے۔ حضرت موسیٰؑ نے بارگاہ خداوندی میں التجا کی۔ حکم ہوا کہ اپنی لاٹھی کو سمندر پر مارو۔ چنانچہ یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ لاٹھی مارتے ہی سمندر کا پانی پھٹ گیا اور بارہ راستے بن گئے۔ بنی اسرائیل ساز و سامان کے ساتھ صحیح و سالم سمندر سے پار ہو گئے۔ فرعون نے بھی ان ہی راستوں پر اپنا لشکر ڈال دیا۔ جب سارا لشکر سمندر میں آگیا تو حکم الٰہی سے سمندر کا پانی موجیں مارتا ہوا مل گیا اور فرعون لشکر سمیت موجوں کی نذر ہو گیا۔ جب فرعون غوطے کھانے لگا اور سمجھا کہ اب موت کے پنجے سے نجات نہیں مل سکتی تو گھبرا کر ایمان لایا۔ اس کو فرشتے کے ذریعہ کہلایا گیا کہ "برسوں تو سرکشی کرتا رہا اور ملک میں فساد مچاتا رہا۔ اب موت کو سامنے دیکھ کر اور مجبور ہو کر ایمان لاتا ہے۔ ایسا ایمان ہرگز قبول کئے جانے کے لائق نہیں ہے۔"

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً ۚ
تو آج ہم تیرے بدن (یعنی لاش) کو (سمندر کی موجوں سے) بچالیں گے تاکہ ان لوگوں کے لئے جو تیرے بعد آنے والے ہیں (قدرت کی) نشانی
وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ ﴿۹۲﴾
ہو اور بلاشبہ بہت سے لوگ ہماری (قدرت کی) نشانیوں سے غافل ہیں (۱)
وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَاهُم
اور ہم نے (فرعون کے غرق کرنے کے بعد) بنی اسرائیل کو رہنے کے لئے بہت اچھا ٹھکانا دیا اور کھانے کو
مِّنَ الطَّيِّبَاتِ فَمَا اخْتَلَفُوا حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْعِلْمُ ۚ
پاکیزہ چیزیں دیں لیکن ان کے پاس حکم آچکنے کے باوجود بھی انھوں نے اختلاف کیا
إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ
(اے پیغمبر!) تمہارا پروردگار قیامت کے دن ان باتوں کا فیصلہ کردے گا جن میں یہ لوگ
يَخْتَلِفُونَ ﴿۹۳﴾ فَإِن كُنتَ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ
اختلاف کرتے رہے (۲) تو (اے پیغمبر!) اگر تم کو اس (کتاب) کے بارے میں جو ہم نے تم پر نازل کی کچھ شک
فَاسْأَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتَابَ مِن قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ
ہو تو جو لوگ تم سے پہلے کی کتابیں پڑھتے ہیں ان سے پوچھ لو بلاشبہ
جَاءَكَ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿۹۴﴾
تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس حق آچکا ہے تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا
وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَتَكُونَ
اور نہ ان لوگوں میں سے ہونا جنھوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا ورنہ نقصان
مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۹۵﴾ إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ
اٹھانے والوں میں سے ہوجاؤ گے (۳) بیشک جن لوگوں پر تمہارے پروردگار کا حکم ثابت ہوگیا

منزل ۳

ع ۹/۱۰ ۱۴

(۱) عذابِ الٰہی سے نجات پانے کے لئے فرعون ایمان لایا تھا جو بے موقع ہونے کی وجہ سے قبول نہیں ہوا اور اس کو نجات نصیب نہیں ہوئی لیکن اس کے جسم کو نجات دی گئی یعنی مرنے کے بعد اس کو ڈوبنے اور ضائع ہونے سے بچالیا گیا۔ اس لئے نہیں کہ فرعون کو نجات دینا مقصود تھا۔ بلکہ اس لئے کہ اس کی لاش قدرتِ الٰہی کی ایک نشانی کے طور پر باقی رہے جس کو دیکھ کر آنے والی نسلیں عبرت حاصل کریں۔ لکھا ہے کہ مصر کے لوگوں میں یہ طریقہ تھا کہ بادشاہوں اور سرداروں کی لاشوں کو ایک خاص مصالحہ لگا کر محفوظ کرلیا کرتے تھے جس کو "ممی" کہتے تھے۔ قاہرہ کے عجائب خانہ میں اس طرح کئی لاشیں آج بھی موجود ہیں جن میں فرعون کی لاش بھی ہے۔

(۲) اس آیت میں فرعون اور اس کی قوم کے تباہ ہونے کے بعد کے واقعات کی طرف اشارہ ہے۔

بنی اسرائیل پر سب سے بڑا احسان تو اللہ تعالیٰ کا یہ تھا کہ ان کو فرعون اور اس کی قوم کی غلامی سے نجات دلائی۔ اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے ان پر کئی طرح کے احسانات کئے۔ ان کو شام کے ملک کا مالک بنایا جو نہایت سرسبز اور شاداب ملک ہے، جہاں ہر طرح کے پاکیزہ اور لذیذ میوے اور پھل پیدا ہوتے ہیں۔ مادی آسائشوں کے علاوہ روحانی نعمت سے بھی ان کو سرفراز فرمایا کہ ان میں بہت سے پیغمبر پیدا کئے۔

لیکن وحیِ الٰہی کے باوجود بھی بنی اسرائیل طرح طرح کے اختلافات اٹھاتے رہے اور آپس میں فرقے پیدا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی اختلاف کیا۔ بنی اسرائیل میں سے صرف تھوڑے سے لوگ آپؐ پر ایمان لائے باقی سب نے تکبر اور سرکشی کی راہ سے منہ پھیرلیا۔

(۳) اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے قریش کو تنبیہ فرمائی ہے کہ اگر تم کو اس وحی کے بارے میں شک ہو جس کو ہم نے اپنے بندے محمدؐ پر نازل کیا ہے تو تم یہود اور نصاریٰ کے عالموں سے پوچھ لو جن کے علم پر تم کو بھروسہ ہے اور جن کی کتابوں میں نبی آخرالزماںؐ کے ظہور کی پیشین گوئیاں اور نشانیاں لکھی ہوئی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جو وحی محمدؐ پر نازل ہوئی ہے وہ بالکل برحق ہے۔ لہٰذا اس میں کسی طرح کا شک مت کرو اور ان لوگوں کے نقشِ قدم پر مت چلو جنھوں نے اللہ کی نشانیوں کو جھٹلایا، ورنہ تم بھی انھیں کی طرح نقصان اٹھاؤ گے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے فرمایا کہ جو لوگ اتنا سمجھانے پر بھی ایمان نہیں لاتے اور اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں، ان کی وجہ سے زیادہ رنج مت کرو کیونکہ ان کے بارے میں پہلے ہی سے فیصلہ لکھا جاچکا ہے کہ سرکشی اور غرور کی وجہ سے ان کے دل سیاہ ہو جائیں گے، وہ برابر اللہ کی نشانیوں کو جھٹلاتے رہیں گے اور ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ دردناک عذاب اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں لیکن اس وقت ایمان لانا کچھ فائدہ نہ دے گا۔

رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٩٦﴾ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّىٰ يَرَوُا

وہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے تاوقتیکہ وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں اگرچہ سارے معجزے

الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٩٧﴾ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ

ان کے سامنے آموجود ہوں (۱) پس (دیکھو!) کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ ایمان لاتی

فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا

تو اس کا ایمان اسے نفع دیتا مگر ہاں یونس کی قوم کہ جب وہ لوگ ایمان لائے تو

عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ

ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے ذلت کا عذاب دور کردیا اور ایک مدت تک

إِلَىٰ حِينٍ ﴿٩٨﴾ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ

ان کو فائدہ اٹھانے دیا (۲) اور (اے پیغمبر) اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ روئے زمین پر ہیں

كُلُّهُمْ جَمِيعًا ۚ أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا

سب کے سب ایمان لے آتے کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو کہ وہ ایمان

مُؤْمِنِينَ ﴿٩٩﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ

لے آئیں (۳) حالانکہ کسی شخص کا ایمان لانا بغیر اللہ کے حکم کے ممکن

اللَّهِ ۚ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٠٠﴾

نہیں اور (یاد رکھو!) جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے اللہ ان کو گندگی میں چھوڑ دیتا ہے (۴)

قُلِ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَا

(اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ دیکھو! آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ ہے لیکن جو لوگ

تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠١﴾ فَهَلْ

ایمان نہیں لاتے ان کے لئے (قدرت کی) نشانیاں اور دھمکیاں کچھ کام نہیں دے سکتیں تو کیا

(۲) آیت کا مطلب یہ ہے کہ پچھلی قوموں میں سے جو قومیں عذاب الٰہی سے ہلاک ہوئیں، ان کا حال یہ تھا کہ وہ آخر وقت تک اپنے اپنے پیغمبر کو جھٹلاتی رہیں اور عذاب نازل ہونے سے پہلے ایمان نہیں لائیں کہ ایمان لانا ان کو فائدہ دیتا۔ البتہ یونس علیہ السلام کی قوم کے لوگوں نے ایمان قبول کرلیا ان سے وہ عذاب ٹل گیا جو ان کے سروں پر منڈلا رہا تھا پھر وہ لوگ ایک مدت مقررہ تک زندگی کے فائدے اٹھاتے رہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یونس علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً آٹھ سو برس پہلے یہودیوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے۔ آپ شہر نینوا کے لوگوں کو سات برس تک نصیحت کرتے رہے لیکن انھوں نے ایک نہ سنی۔ آخر آپ نے ان کو آگاہ کیا کہ تین دن کے بعد عذاب آئے گا۔ آپ رات میں بستی سے نکل گئے اور ایک پہاڑ میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ مقررہ تاریخ پر عذاب کے آثار شروع ہوئے۔ یہ دیکھ کر لوگ گھبرا گئے۔ حضرت یونس کو تلاش کیا۔ وہ نہ ملے۔ آخر سب بستی والے شہر سے باہر نکل گئے اور جنگل میں جمع ہو کر خوب روئے گڑگڑائے، توبہ کی اور اعلان کیا کہ ہم یونس کے پروردگار پر ایمان لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آہ وزاری پر رحم کیا، ان کا ایمان قبول فرمایا اور عذاب ٹال دیا جو ان کے سروں پر منڈلانے لگا تھا۔

(۳) رحمتِ عالم ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی آرزو تھی کہ اللہ کی زمین پر بسنے والے سارے انسان ایمان لے آئیں اور اچھے بن جائیں لیکن جب لوگ ایمان نہیں لاتے تھے تو آپ کو سخت رنج وملال ہوتا تھا۔ آپ کی تسلی کے لئے اور اس اصول کو سمجھانے کے لئے کہ ایمان کے معاملہ میں زبردستی نہیں کی جاسکتی، اس آیت میں فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت ہے کہ اگر وہ چاہتا تو انسانوں کو ایسی حالت پر پیدا کرتا کہ سب کے سب ایمان والے اور فرماں بردار ہوتے لیکن اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ انسانوں کے سامنے فکر اور عمل کی مختلف راہیں کھولی جائیں اور ان کو ارادے اور اختیار کی آزادی بخشی جائے کہ جو شخص چاہے جو راہ اختیار کرے پھر اسی کے لحاظ سے اچھا یا برا بدلہ پائے۔ یہی وجہ ہے کہ دین کے معاملہ میں جبر اور اکراہ نہیں ہے اور پیغمبر کا یہ کام نہیں ہے کہ لوگوں کے دلوں میں زبردستی ایمان ٹھونس دیں۔ ان کا فرض تو صرف یہ ہے کہ حق کا پیغام پہنچادیں۔ پھر اگر لوگ ایمان نہ لائیں تو صبر کریں — (۴) بیشک کائنات میں اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور اس کے حکم کے بغیر کوئی شخص ایمان نہیں لاسکتا لیکن اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اندر عقل کا چراغ روشن کیا ہے جس سے وہ اچھے اور برے میں تمیز کرسکتے ہیں۔ تو جو لوگ دین کے معاملہ میں عقل سے کام نہیں لیتے اور ضد میں آکر بے سمجھے بوجھے کلام الٰہی کا انکار کرتے ہیں اور اللہ کے رسول کو جھٹلاتے ہیں تو ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے محروم ہو جاتے ہیں اور کفر و نافرمانی کی گندگی میں پڑے رہتے ہیں۔

يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ

یہ وہ لوگ بھی ویسے ہی (بُرے) دنوں کے منتظر ہیں جیسے ان سے پہلے لوگوں پر گزر چکے ہیں

قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝١٠٢

(اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں

ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ

پھر (دیکھو کہ) ہم اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو بچا لیتے ہیں اسی طرح ہمارا ذمہ ہے کہ ایمان والوں

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١٠٣ ع قُلْ يٰٓاَيُّھَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ

کو بچائیں گے (۱) (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ اے لوگو! اگر تم کو میرے دین کے بارے میں کسی

مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

طرح کا شک ہو تو (سن لو کہ) تم اللہ کے سوا جن کی پرستش کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں

اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ښ وَاُمِرْتُ

کرتا میں تو اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور مجھ کو یہی حکم ہوا ہے

اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١٠٤ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ

کہ ایمان والوں کے (زمرہ) میں رہوں اور (اللہ نے فرمایا کہ) ہر طرف سے ہٹ کر اپنا رخ

لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝١٠٥ وَلَا

(اللہ کے) دین کی طرف کئے رہو اور مشرکوں کے زمرہ میں ہرگز شامل نہ ہو اور اللہ

تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ

کو چھوڑ کر ایسی چیز کو نہ پکارو جو تم کو نہ نفع پہنچا سکے اور نہ نقصان پھر اگر

فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝١٠٦ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ

ایسا کرو گے تو ظالموں میں سے ہو جاؤ گے اور (دیکھو!) اگر اللہ تمہیں کوئی

ع ۱۱ / ۱۵

(۱) جو لوگ آسمان اور زمین میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہیں لاتے ان کے اس طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان سرکشوں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ لہٰذا ان سے کہدو کہ تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ اس نے اپنے پیغمبروں اور ایمان والوں کو بچایا ہے اور اس نے اب بھی وعدہ کیا ہے کہ وہ ایمان والوں کو بچائے گا۔ ہم کو تو اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر بھروسہ ہے اس لئے ایمان پر ثابت قدم رہ کر اس کے فیصلہ کا انتظار کرتے ہیں۔ تم بھی کچھ دن انتظار کرو۔ دیکھو نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ

تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس تکلیف کو دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تم کو کچھ فائدہ

بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ

پہنچانا چاہے تو کوئی اس کے فضل کو روکنے والا نہیں وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے فضل

عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ

سے نوازتا ہے اور وہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۱) (اے پیغمبر) کہہ دو کہ لوگو! تمہارے

قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا

پروردگار کی طرف سے (دین) حق آچکا ہے تو جو کوئی ہدایت اختیار کرے گا تو

يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ

اپنے ہی فائدہ کے لئے کرے گا اور جو گمراہ ہوگا تو اس کا وبال اسی پر پڑے گا

وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ

اور میں تمہارا ذمہ دار نہیں (۲) اور (اے پیغمبر) جو حکم تم پر وحی بھیجی جاتی ہے اسی پر چلو

وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

اور (تکلیفوں پر) صبر کرو یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے (۳)

آیاتہا ۱۲۳ (۱۱) سُوْرَةُ هُوْدٍ مَّكِّيَّةٌ رکوعاتہا ۱۰

سورۂ ہود (۴) مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ ۟ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ

الرٰ یہ (قرآن ایسی) کتاب ہے جس کی آیتیں مستحکم ہیں پھر کھول کھول کر واضح کردی گئی ہیں ایک کی طرف سے

(۱) اس سورۃ میں دین اسلام کے بنیادی اصول توحید، رسالت، وحی، آخرت کی زندگی وغیرہ کا ذکر کیا تھا اب سورۃ کے آخری رکوع میں توحید کو زیادہ واضح انداز میں بیان فرماتا ہے کیونکہ توحید کا عقیدہ اسلام کا مرکزی اور بنیادی عقیدہ ہے اور اس کو مختلف انداز میں پیش کیا گیا ہے اور سمجھایا گیا ہے۔

چنانچہ فرمایا کہ لوگوں سے کہہ دو کہ میرے دین کے بارے میں تم کو کچھ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے جس کی بنیاد توحید پر ہے میرا صاف صاف اعلان یہ ہے کہ میں ان بتوں کی عبادت نہیں کرتا جن کو تم پوجتے ہو میں تو اس اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتا ہوں جس کے قبضہ میں انسانوں کی موت اور حیات ہے میں اسی پر ایمان لاتا ہوں اور کائنات کی سب چیزوں سے منہ پھیر کر اسی کی طرف رخ کرتا ہوں میں اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا اور اس کو چھوڑ کر ان چیزوں کو نہیں پکارتا جو کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتیں میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ اگر معاذ اللہ میں شرک کروں تو تمہاری طرح سے میں بھی ظالم اور ناانصاف ہوجاؤں گا۔

میں یہ عقیدہ بھی رکھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہی ہر چیز کا مالک ہے اور زندگی کی بھلائی اور برائی سب اسی کی قدرت میں ہے۔ اگر وہ کسی کو تکلیف پہنچائے تو کوئی اس کو دور نہیں کرسکتا اور اگر وہ کسی کو اپنے فضل سے نوازے تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے سرفراز فرماتا ہے کیونکہ وہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

ع ۱۱ ۶ ۱۶

(۲) اسلام کے بنیادی عقیدے بیان کرنے کے بعد سب لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہی دین سچا دین ہے جو پکی دلیلوں کے ساتھ تمہارے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اب حق اور باطل کا فیصلہ ہوچکا ہے۔ اب کسی کو عذر کرنے کا موقع نہیں ہے لیکن اس معاملہ میں جبر نہیں ہے۔ جو چاہے مانے اور جو چاہے نہ مانے۔ جو اپنے پروردگار کے بتائے ہوئے راستے پر چلے گا یقیناً دنیا اور آخرت میں کامیاب رہے گا اور جو اس سے منہ موڑے گا اپنا ہی نقصان کرے گا۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ دین کے معاملے میں اللہ کے رسول کسی کے ذمہ دار نہیں ہیں کہ ان سے لوگوں کے اعمال کی بازپرس کی جائے۔ آپؐ کا کام صرف اتنا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے احکام لوگوں کو پہنچا دیں۔

(۳) سورۃ کے ختم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر لوگ اتنا سمجھانے پر بھی نہیں مانیں تو تم صورت حال پر صبر کرو اور اپنے کام میں لگے رہو یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کشمکش کا فیصلہ صادر ہوجائے یقین رکھو کہ اس کا فیصلہ تمہارے حق میں اچھا ہی ہوگا کیونکہ وہ انصاف کرنے والا اور سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

(۴) پچھلی سورۃ کی طرح یہ سورۃ بھی مکہ شریف میں نازل ہوئی تھی۔ اس میں بھی دین اسلام کے بنیادی اصولوں کی تعلیم دی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ انکار کرنے والوں کی تنبیہ کے لئے گذشتہ قوموں کے حالات بیان کئے ہیں اور واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے پیغام کو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوتا ہے۔

حَكِيمٍ خَبِيرٍ ۝١ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّا ٱللَّهَ ۚ إِنَّنِى

حکمت والا (اور) خبر رکھنے والا ہے (۱) یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو (اے پیغمبر کہہ دو کہ)

لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ ۝٢ وَأَنِ ٱسْتَغْفِرُوا۟

میں اللہ کی طرف سے تم کو ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں اور (اس کا حکم ہے) کہ تم اپنے پروردگار

رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓا۟ إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُم مَّتَـٰعًا حَسَنًا

سے بخشش چاہو پھر اس کی طرف رجوع کرو وہ تم کو ایک مقررہ وقت تک اچھا

إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِى فَضْلٍ

فائدہ پہنچائے گا اور ہر زیادہ عمل کرنے والے کو زیادہ ثواب

فَضْلَهُۥ ۖ وَإِن تَوَلَّوْا۟ فَإِنِّىٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ

دے گا اور اگر تم روگردانی کرو تو مجھ کو تمہارے بارے میں (قیامت کے)

عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ ۝٣ إِلَى ٱللَّهِ مَرْجِعُكُمْ ۖ وَهُوَ

بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور وہ

عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ۝٤ أَلَآ إِنَّهُمْ يَثْنُونَ

ہر چیز پر قادر ہے (۲) دیکھو! وہ لوگ اپنے سینوں کو

صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا۟ مِنْهُ ۚ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ

دوہرا کرتے ہیں تاکہ اپنی باتوں کو اللہ سے چھپائیں (مگر یاد رکھو جس وقت وہ کپڑے اوڑھتے ہیں)

ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ

تو اس وقت بھی وہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں

إِنَّهُۥ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ ۝٥

بلاشبہ وہ دلوں کی باتوں کا جاننے والا ہے (۳)

(۱) اس آیت میں قرآن مجید کی تین صفتیں بیان فرمائی ہیں یعنی یہ کہ اس کی آیتیں محکم ہیں، مفصل ہیں اور وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید ایک سچی کتاب ہے اور اس لائق ہے کہ لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کو زندگی کا دستور العمل بنائیں کیونکہ وہ ایک ایسی کتاب ہے جو اپنے الفاظ اور معانی کے لحاظ سے نہایت محکم، مضبوط اور اٹل ہے۔ اس کی عبارت میں فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بال برابر بھی فرق نہیں ہے جس مضمون کو جس عبارت میں بیان کیا گیا ہے وہی اس کی بہترین تعبیر ہے اور ممکن نہیں کہ اس سے بہتر تعبیر کوئی انسان بنا سکے۔ قرآن مجید میں مذہب، عبادات، معاملات، اخلاق، سیاسیات اور معاشیات کے جو اصول اور قاعدے بتائے گئے ہیں اور ان کو سمجھانے کے لئے جو دلیلیں دی گئی ہیں، وہ سب اپنی جگہ نہایت مضبوط اور اٹل ہیں۔ قرآن مجید میں زندگی کے جو اصول بیان کئے گئے ہیں وہ ایسے صحیح اور فطری ہیں کہ ہر زمانہ کے لئے کارآمد ہیں اور زمانہ چاہے کتنے ہی رنگ بدلے لیکن ان اصول سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

کمال یہ ہے کہ ان لفظی اور معنوی خوبیوں کے باوجود یہ نہیں ہوا کہ اجمال کی وجہ سے کلام پیچیدہ ہو گیا ہو اور چیستاں بن کر رہ گیا ہو۔ جو اصول پیش کیا گیا ہے وہ صاف اور واضح عبارت میں بیان کیا گیا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جگہ جگہ جانی بوجھی اور محسوس چیزوں کی مثالیں دی گئی ہیں اور پچھلی قوموں کے حالات بیان کئے گئے ہیں تاکہ بات دل میں اتر جائے اور رگ و ریشہ میں پیوست ہو جائے۔ قرآن مجید کی ان حیرت انگیز صفات کو جاننے کے بعد سوچنا چاہئے کہ وہ کس کا بنایا ہوا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ وہ اس اللہ تعالےٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہے جو ہر چیز کو جانتا ہے اور ہر بات میں حکمت اور مصلحت کا لحاظ رکھتا ہے۔

(۲) یعنی یہ کہ قرآن مجید کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالےٰ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں۔ جو لوگ اس عقیدہ سے انکار کرتے ہیں ان کو آگاہ کئے دیتا ہوں اور جو لوگ مانتے ہیں ان کو خوشخبریاں سناتا ہوں۔ ایک خوشخبری یہ ہے کہ اگر لوگ پچھلے گناہوں سے توبہ کریں، اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہوں اور نیک عمل کی زندگی گزاریں تو آخرت کی نعمتوں کے علاوہ ان کو دنیا میں بھی آرام کی زندگی ملے گی اور اللہ تعالےٰ کے پاس نیک اعمال کے بدلہ کا قانون یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کی فرماں برداری میں زیادہ کوشش کرے گا اسی لحاظ سے اس کو زیادہ ثواب اور بڑا درجہ ملے گا۔

لیکن اگر تم لوگ اس بات کو نہیں مانتے تو پھر میں تم کو آگاہ کئے دیتا ہوں کہ بڑے ہولناک دن کے عذاب کے لئے تیار ہو جاؤ! اور یاد رکھو کہ تم اللہ تعالےٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے کیونکہ ایک دن تم اسی کے پاس لوٹائے جاؤ گے۔ اور اس کے لئے یہ بات کچھ مشکل نہیں ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ (۳) یعنی جس طرح اللہ تعالےٰ دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے اسی طرح وہ ہر بات کا جاننے والا بھی ہے چنانچہ وہ ان اعمال کو جانتا ہے جن کو لوگ دن میں یا رات میں اور ظاہری طور پر یا چھپ کر کرتے ہیں۔ بلکہ وہ تو ان خیالات اور ارادوں کو بھی جانتا ہے جن کو لوگ اپنے سینوں میں چھپائے پھرتے ہیں۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ

اور کوئی جاندار زمین پر چلنے پھرنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی کا انتظام اللہ کے ذمہ نہ ہو اور اللہ جانتا ہے

مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۶

اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے سونپے جانے کی جگہ (یہ) سب کچھ روشن کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے (۱)

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ

اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں

اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ

پیدا کیا اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا (اور تم سب کو اس لئے پیدا کیا) کہ تمہاری آزمائش

اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ

کرے کہ تم میں عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے اور (اے پیغمبر) اگر تم ان لوگوں سے کہو کہ تم لوگ مرنے کے بعد زندہ کرکے

بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ

اٹھائے جاؤ گے تو ان میں جو لوگ کافر ہیں وہ کہیں گے کہ یہ تو

اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى

کھلا جادو ہے (۲) اور اگر ہم ان پر عذاب کا نازل کرنا ایک مدت مقررہ تک

اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ

تاخیر میں ڈال دیں تو یہ لوگ ضرور کہیں گے کہ وہ کونسی چیز ہے جس نے عذاب کو روک رکھا ہے۔

يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا

یاد رکھو! جس دن ان پر عذاب آئے گا تو پھر وہ نہ ٹلے گا اور جس (عذاب) کی یہ ہنسی اڑاتے

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۸ وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً

تھے وہ ان کو گھیر لے گا (۳) اور اگر ہم انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھا دیں

(۱) آدمی ذرا غور کرے تو یقیناً یہ حقیقت محسوس کرے گا کہ اللہ نے زمین پر بسنے والے ہر جاندار کی روزی کا ذمہ لیا ہے اور اپنی جگہ پر اس کو مناسب روزی پہنچانے کا انتظام کیا ہے یہ انتظام اس لئے ممکن ہوا کہ اللہ تعالےٰ ہر چیز کے ٹھہرنے اور سونپے جانے کی جگہ سے باخبر ہے اور ان سب باتوں کو اس نے لوح محفوظ میں بھی لکھ رکھا ہے۔ اسی کے مطابق یہ انتظام چلتا رہتا ہے۔ لہٰذا لوگوں کو چاہیئے کہ یہ عقیدہ رکھیں۔ اللہ تعالےٰ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور وہی ساری کائنات کا پیدا کرنے والا اور پرورش کرنے والا ہے۔

(۲) اللہ تعالےٰ نے سب جانداروں کی روزی کا انتظام اس لئے کیا ہے کہ وہی ان کا پیدا کرنے والا بھی ہے۔ بلکہ کل کائنات کا پیدا کرنے والا وہی ہے۔ چنانچہ معلوم ہونا چاہیئے کہ آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے اندر ہے ان سب کو رفتہ رفتہ اس طرح پیدا کیا کہ چھ دن یا چھ ہزار برس کی مدت میں یہ کارخانہ تیار ہوا۔ کائنات کی پیدائش سے پہلے عرش الٰہی پانی پر تھا جو پہلے پیدا ہو چکا تھا اور جس سے زندگی کی نمود ہونے والی تھی جیسا کہ فرمایا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (اور ہم نے ہر جاندار کو پانی سے بنایا۔)

اور دیکھو! اس کارخانۂ عالم کے بنانے سے یہ مقصود تھا کہ انسانوں کو عقل و حواس دے کر اور اشرف مخلوقات بنا کر زمین پر بسایا جائے اور ان کو آزمایا جائے کہ دیکھیں کون عقل و حواس سے ٹھیک ٹھیک کام لیتا ہے، اپنے خالق کو پہچانتا ہے، اس کا شکر کرکے زندگی کو اس کی مرضی کے مطابق گزارتا ہے اور اپنے اشرف مخلوقات ہونے کو ثابت کر دکھاتا ہے۔

پھر دیکھو! یہ مقصد جان لینے کے بعد اس بات کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ دنیا کی زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہوگی جب لوگ اپنے اپنے اعمال کا اچھا یا برا بدلا پائیں گے۔ لیکن تعجب ہے کہ بہت سے لوگ اس بات کو نہیں مانتے اور جب اللہ کے رسول اس بارے میں قرآن مجید کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔

ع ۸

(۳) مکہ کے لوگ قرآن مجید کا اور آخرت کی زندگی کا انکار کرتے تھے اس پر ان کو عذاب الٰہی سے ڈرایا جاتا تھا۔ لیکن اگر عذاب میں تاخیر ہوتی تھی تو اور بھی سرکشی دکھاتے تھے، عذاب الٰہی کا مذاق اڑاتے تھے اور نہایت گستاخی سے کہتے تھے کہ وہ عذاب آتا کیوں نہیں؟ وہ کیوں رک گیا ہے؟ اس کے آنے میں دیر کیوں ہو رہی ہے؟

اس کے جواب میں فرمایا کہ آج یہ چاہیں جتنی گستاخیاں کرلیں۔ یاد رکھیں کہ عذاب الٰہی اپنے وقت پر ضرور آئے گا۔ اور جب آئے گا تو پھر یہ گھبرائیں گے اور اس کو ٹالنے کی بڑی خواہش کریں گے، مگر وہ کسی کے ٹالے ٹلے گا نہیں اور گستاخیوں کی سزا میں ان نابکاروں کو گھیر کر تباہ کر ڈالے گا۔

ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ (٩) وَلَئِنْ

پھر اس سے اس نعمت کو چھین لیں (تو وہ ذرا بھی صبر نہیں کر سکتا) بلاشبہ وہ ناامید (اور) ناشکرا (ہو جاتا) ہے اور اگر تکلیف

اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ

پہنچنے کے بعد ہم اس کو راحت کا مزہ چکھائیں تو کہنے لگتا ہے کہ اب مجھ سے سختیاں

السَّيِّاٰتُ عَنِّیْ ۚ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ (١٠) اِلَّا الَّذِيْنَ

دور ہو گئیں حقیقت یہ ہے کہ انسان (ذرا سی بات میں) خوش ہو جانے والا اور فخر کرنے والا ہے مگر (ہاں) جو لوگ

صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

صبر کرتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے (اللہ کے پاس) بخشش

وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ (١١) فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى

اور بہت بڑا اجر ہے (١) تو (اے پیغمبر) شاید تم ان باتوں میں سے جو تمہارے پاس وحی کے ذریعہ بھیجی جاتی ہیں

اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ

بعض کو چھوڑ دو اور تمہارا دل اس خیال سے تنگ ہو کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی خزانہ

عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ۚ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ۚ

کیوں نہیں اترا یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا اے پیغمبر تم تو (بدعملی کے نتائج سے) ڈرانے والے ہو

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِيْلٌ (١٢) اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ

اور اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے (٢) کیا کافر یہ بات کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس (قرآن) کو

قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا

(اپنے دل سے) بنا لیا ہے تو تم (جواب میں) کہہ دو کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو تم بھی اسی طرح کی دس (١٠) سورتیں

مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (١٣)

بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جس جس کو اپنی مدد کے لئے بلا سکتے ہو بلا لو

(١) عذاب الٰہی کے لئے جلدی مچانے والوں کی تنبیہ کے لئے اس آیت میں انسان کی ایک بڑی کمزوری کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جب کوئی نعمت اس سے چھین لی جاتی ہے اور اس کو تکلیف میں مبتلا کر دیا جاتا ہے تو دل چھوڑ دیتا ہے اور مایوس ہو کر بیٹھ جاتا ہے بلکہ پچھلی نعمت کو بھی بھول جاتا ہے اور اس پر اللہ تعالےٰ کا شکر نہیں کرتا۔

اور اگر تنگی کے بعد اللہ تعالےٰ خوش حالی نصیب کرتا ہے تو بہت خوشیاں مناتا ہے، فخر و غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ مصیبتوں کا خاتمہ ہو گیا اور برے دن پھر کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے۔

لیکن ایمان والے ایسا نہیں کرتے۔ وہ تو مصیبتوں پر صبر اور نعمتوں پر شکر کرتے ہیں اور ہر حال میں نیک عمل کی راہ پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ یقیناً ایسے ہی لوگ اللہ تعالےٰ کی بخشش اور ثوابِ عظیم کے مستحق ہیں۔

(٢) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کام بہت دشوار اور نازک تھا۔ تبلیغ کے معاملہ میں آپ کو طرح طرح کی باتیں سننی پڑتی تھیں۔ مشرکوں کو یہ بات بہت ناگوار گزرتی تھی کہ قرآن مجید ان کے توہمات، مشرکانہ عقیدوں اور بیہودہ رسم و رواج کی تردید کرتا ہے۔ وہ کبھی آپ سے خواہش کرتے کہ اس قرآن کو بدل دو۔ اور کبھی آپؐ کی نبوت کی تصدیق کے لئے بے عقلی سے کہتے کہ ان کے ساتھ ایک بڑا خزانہ آسمان سے کیوں نہیں نازل کیا گیا یا کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا۔ قدرتی بات ہے کہ اس بیہودگی اور بے عقلی پر آپؐ کو سخت صدمہ ہوتا تھا۔

آپؐ کی ہمت افزائی اور تسلی کے لئے اور مشرکوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ ان بے وقوفوں کی ناراضگی کی وجہ سے کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ تم قرآن مجید میں کچھ بدل دو یا ان کی بیہودہ فرمائشوں سے ملول ہو کر تبلیغ کے کام میں کچھ کوتاہی دکھاؤ۔ ہرگز نہیں۔ تمہارا کام یہ ہے کہ لوگوں کو ٹھیک ٹھیک احکام پہنچا دو اور سرکشی کے انجام سے آگاہ کر دو۔ اگر لوگ نہ مانیں تو اس ناگوار صورتِ حال پر صبر کرو اور ان کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دو۔ وہ اپنے بندوں پر نگران ہے۔

فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ
پھر اگر وہ تمھارا کہنا پورا نہ کریں تو سمجھ لو کہ قرآن اللہ ہی کے علم سے
اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾
اترا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو کیا (ایسے واضح دلائل کے بعد بھی) تم اسلام لاتے ہو (یا نہیں) (۱)
مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ
جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت چاہتے ہیں ہم ان کے
اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾
اعمال کا بدلا انھیں دنیا ہی میں پورا پورا دیتے ہیں اور اس میں ان کے لئے کچھ کمی نہیں کی جاتی
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ
(یاد رکھو!) یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت (کی زندگی) میں دوزخ کی آگ کے سوا اور کچھ نہ ہوگا
وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا
اور انھوں نے دنیا میں جو کچھ بنایا ہے وہ آخرت میں اکارت جائے گا اور وہ جو کچھ کرتے ہیں وہ سب برباد
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ
ہونے والا ہے (۲) پھر کیا (دنیا پرست اس شخص کے برابر ہے) جو اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل رکھتا ہو اور اس کے ساتھ
شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ
اللہ کی جانب سے ایک گواہ بھی ہو اور قرآن سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہو جو (قرآن کی تصدیق کرنے والی اور دین کی) رہنما اور رحمت ہے (۳)
اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ
یہ لوگ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور فرقوں میں سے جو کوئی اس (قرآن) سے انکار کرے تو
فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۤ اِنَّهُ الْحَقُّ
دوزخ اس کے وعدہ کی جگہ ہے تو تم اس قرآن کی طرف سے کسی طرح شک و شبہ میں نہ ہونا یہ تمھارے

(۱) یعنی یہ لوگ سرکشی کرتے ہیں اور ہمارے رسولؐ کا مذاق اڑانے کے لئے طرح طرح کے معجزات کی فرمائش کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر ان لوگوں کے دلوں میں ذرا بھی خلوص ہوتا تو یہ قرآن مجید کے ہوتے کسی اور معجزے کی فرمائش نہیں کرتے۔ کیونکہ قرآن مجید وحی الٰہی ہے اور پیغمبر کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ لیکن یہ کمبخت قرآن مجید کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کو محمدؐ نے خود ہی بنا لیا ہے۔

اس بیہودہ اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ان سے کہدو کہ اگر میں یہ قرآن بنا سکتا ہوں تو تم بھی ایسا کلام بنا سکتے ہو کیونکہ تم بھی اہل زبان ہو اور تم میں بڑے بڑے شاعر اور ادیب موجود ہیں۔ زیادہ نہیں صرف دس سورتیں ہی قرآن مجید کے مقابلے کے لئے بنا لاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا ساری مخلوق سے اس کام میں مدد لو۔ خاص کر ان کو مدد کے لئے بلاؤ جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو اور جن کی عبادت کرتے ہو۔

لیکن اگر وہ تمھاری بات نہ سنیں اور تمھاری مدد نہ کریں تو پھر تو اپنی ضد کو چھوڑ دو اور عقل سے کام لے کر اس بات پر یقین کر لو کہ اس قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے نازل کیا ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ ان باتوں کے جاننے کے بعد بھی کیا تم ضد نہ چھوڑو گے اور اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندے نہ بنو گے؟

(۲) بعض کافر کہا کرتے تھے کہ ہم بھی بہت سے نیک کام کرتے ہیں مثلاً بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں، ننگوں کو کپڑے پہناتے ہیں اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کرتے ہیں۔ پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ہمیں کامیابی ہوتی ہے اور ہم دنیا میں عیش و آرام کرتے ہیں۔ بس انسان کے لئے اتنا کافی ہے۔

اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ ہر شخص کے عمل کا بدلا اس کو ضرور ملتا ہے۔ چنانچہ جو لوگ دنیا کے طلبگار ہوتے ہیں اور اس کے فائدوں کے لئے جدوجہد کرتے ہیں ان کے اعمال کو بھی اللہ تعالیٰ بارآور فرماتا ہے۔ اگر یہ لوگ کچھ نیک کام کرتے ہیں تو ان کا بدلا بھی ان کو دنیا ہی میں عطا فرما دیتا ہے اور ان کو عزت، نیک نامی اور مال و دولت بخشتا ہے۔ یعنی ان کی نیکیوں کا پورا پورا بدلا دنیا ہی میں ان کو مل جاتا ہے لیکن چونکہ ان کے نیک اعمال روحِ ایمان سے خالی تھے اس لئے آخرت میں ان کو کچھ ثواب نہیں ملے گا۔ وہاں ان کے سارے اعمال بیکار ثابت ہوں گے اور کفر و شرک اور نافرمانیوں کی پاداش میں ان کو دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا۔

واضح ہو کہ اس آیت سے ان مسلمانوں کو بھی نصیحت حاصل کرنی چاہیئے جو نام و نمود اور دنیوی فائدوں کی غرض سے نیک کام کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں بھی ریاکاروں کے لئے بڑی سخت وعید آئی ہے

(۳) یعنی دنیا پرست کے مقابلے میں اس شخص کو دیکھو جو اصلی فطرت کی آواز پر لبیک کہتا ہے اور اسلام قبول کرتا ہے۔ فطرت انسانی کی رہبری کے لئے خالق فطرت کی طرف سے قرآن مجید نازل ہوا۔ قرآن مجید سے پہلے دوسری آسمانی کتابیں بھی اسی غرض سے نازل ہوئی تھیں۔ مثال کے طور پر تورات کو دیکھو کہ اپنے وقت میں یہودیوں کی رہنمائی کرتی تھی اور ان کے لئے باعثِ رحمت تھی۔

مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾
پروردگار کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ (قرآن پر) ایمان نہیں رکھتے (۱)

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ
اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جو جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان باندھے ایسے لوگ اپنے

يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ
پروردگار کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور (اس وقت) گواہ کہیں گے کہ یہی ہیں جنہوں نے

الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى
اپنے پروردگار پر جھوٹ کہا تھا یاد رکھو! ان ظالموں پر اللہ کی

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
لعنت ہے جو اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکتے تھے اور اس میں کجی پیدا

وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾
کرنے کی فکر میں رہا کرتے تھے اور یہی لوگ ہیں جو آخرت سے بھی منکر تھے (۲)

اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَمَا
یہ لوگ نہ تو زمین میں اللہ کو عاجز کر سکتے ہیں اور

كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ
نہ اللہ کے سوا ان کا کوئی حمایتی ہے (اے پیغمبر!)

لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا
قیامت میں ان کو دگنا عذاب ہوگا یہ نہ تو حق بات سنتے تھے اور نہ اللہ

كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھتے تھے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے خود اپنا نقصان کیا

(۱) جو لوگ فطرت کی آواز پر لبیک کہتے ہیں، وہ قرآن مجید پر ایمان لاتے ہیں، اس لئے کہ وہ فطرت کی رہبری کرتا ہے۔ سارے گروہوں پر لازم ہے کہ قرآن مجید پر ایمان لائیں۔ جو لوگ الگ الگ گروہ بنا کر بیٹھے ہیں اور قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتے، وہ یاد رکھیں کہ ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔

اے پیغمبر! قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہے۔ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ تم اس یقین پر جمے رہو اور لوگوں کو اس کی طرف بلاتے رہو۔ لیکن یہ واقعہ نہایت قابل افسوس ہے کہ اکثر لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے اور اپنی زندگی تباہ کرتے ہیں۔

(۲) جو لوگ قرآن مجید کو وحی الٰہی نہیں مانتے وہ بڑے ظالم ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ایک بڑا جھوٹ بول رہے ہیں کہ اس نے قرآن مجید کو نہیں نازل کیا۔ یہ کمبخت اس بات سے نہیں ڈرتے کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر کئے جائیں گے۔ اس وقت پیغمبر، علماء اور فرشتے گواہی دیں گے کہ یقیناً یہ جھوٹ بولتے تھے اور اللہ تعالیٰ پر الزام لگاتے تھے۔

جب ان سچے گواہوں کے بیانات کی رو سے ان ظالموں کا قصور ثابت ہو جائے گا تو ان پر خدا کی پھٹکار پڑے گی اور ان کی رسوائی کے لئے اعلان کیا جائے گا کہ یہ کمبخت مخلوق خدا کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے اور سیدھے راستے کو ٹیڑھا ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے تھے۔ یہ بدبخت آخرت کا انکار کرتے تھے لیکن آج ان پر یہ بات واضح ہو گئی کہ ان کے انکار کی حقیقت کیا تھی۔

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ
اور جو افترا پردازیاں کرتے تھے وہ سب آخرت میں ان سے کھوئی جائیں گی بلاشبہ یہی لوگ آخرت میں
فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
زیادہ نقصان اٹھانے والے ہوں گے (۱) لیکن جو لوگ ایمان لائے اور
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
نیک عمل کرتے رہے اور اپنے پروردگار کے آگے عاجزی کی تو یہی لوگ
الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ
جنتی ہیں وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے (۲) ان دو فرقوں کی مثال ایسی ہے
كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ
جیسے ایک اندھا اور بہرا اور (دوسرا) دیکھنے اور سننے والا بھلا دونوں کا حال یکساں
مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى
ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں، پھر کیا تم غور و فکر نہیں کرتے (۳) اور بےشک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا
قَوْمِهٖۤ ۫ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا
(تو انہوں نے کہا) کہ میں تم کو صاف طور پر ڈرانے والا ہوں (اور تم کو سمجھاتا ہوں) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت
اللّٰهَ ؕ اِنِّىْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ
نہ کرو (ایسا کرو گے تو) میں تمہارے بارے میں (ایک بڑے) تکلیف دینے والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں تو ان کی قوم
الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰٮكَ اِلَّا
کے سردار جو ان کو نہیں مانتے تھے وہ کہنے لگے کہ ہم تم کو اپنے ہی جیسا ایک
بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰٮكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ
آدمی دیکھتے ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تمہاری اتباع انہی لوگوں نے کی جو ہم میں

(۱) قیامت ضرور ہوگی، اعمال کا حساب کتاب ہوگا اور کافروں کو ان کے اعمال کی سزا ضرور ملے گی۔ یہ دنیا میں جو چاہیں کرلیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو ہرگز نہیں روک سکتے۔ اس دن ان کو دگنا عذاب ہوگا اور وہ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن معبودوں کو وہ اپنا حمایتی سمجھتے تھے وہ ان کی کچھ مدد نہیں کرسکتے۔

یہ کمبخت دنیا میں وحی الٰہی کو نہیں سنتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو نہیں دیکھتے تھے۔ اس دن ان کو معلوم ہوگا کہ ان کی افترا پردازیاں گم ہوگئیں اور وہ گھاٹے میں رہے یقیناً ایسے ہی لوگ آخرت میں سب سے زیادہ گھاٹے میں رہنے والے ہیں۔

(۲) یعنی ان کافروں کے مقابل کچھ اور لوگ ہیں جن کے اعمال بھی کافروں کے اعمال سے الگ ہیں اور قدرتی طور پر ان کا بدلا بھی دوسری طرح کا ہے۔ یہ لوگ قرآن مجید کو وحی الٰہی مانتے ہیں اور توحید و رسالت وغیرہ سارے بنیادی عقیدوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ پھر قرآن کی ہدایات کی روشنی میں نیک عملی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہمیشہ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور نہایت عجز و انکسار کے ساتھ اس کے سامنے جھکتے ہیں۔ ان کا پروردگار ان کے ایمان، عمل صالح اور عجز و انکسار کی قدر فرماتا ہے اور ان کو خوشخبری سناتا ہے کہ وہ نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور اپنے پروردگار کی خوشنودی سے ہمکنار ہوں گے۔

ع ۲ ۱۶

(۳) اعمال اور انجام کے لحاظ سے کافر اور مؤمن کی حالت کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھنا چاہیئے۔ کافر ایسا ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا آدمی۔ گویا اس کے کان بند ہیں کہ ان میں وحی الٰہی کی آواز داخل نہیں ہوتی اور اس کی آنکھیں پھوٹی ہیں کہ اللہ کے رسولؐ کی نورانی صورت اور پاکیزہ زندگی اس کو نظر نہیں آتی۔

کافر کے برخلاف مؤمن کی آنکھیں بھی کھلی ہوئی ہیں اور اس کے کان بھی کھلے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے ہوش و حواس سے اچھی طرح کام لیتا ہے اور خوب سوچتا سمجھتا ہے۔ اللہ کے رسولؐ اور اس کے کلام پر ایمان لاتا ہے اور اپنی زندگی کو سدھارتا ہے۔

جب کافر اور مؤمن کا حال یکساں نہیں تو غور کرنا چاہیئے کہ کیا ان دونوں کا انجام ایک طرح کا ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں! تاریخ کے اوراق میں گزشتہ قوموں کے حالات کا مطالعہ کرو۔ وہاں بھی تم کو یہی حقیقت نظر آئے گی۔

أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ ۚ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ

ادنیٰ درجے کے ہیں اور انھوں نے اتباع بھی کی تو بے سمجھے بوجھے اور ہم تم میں اپنے اوپر کسی طرح کی

فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ ﴿٢٧﴾ قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ

فضیلت نہیں دیکھتے بلکہ تمھیں جھوٹا خیال کرتے ہیں (۱) نوحؑ نے کہا اے میری قوم! تم نے اس بات پر بھی غور

إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَآتَانِي رَحْمَةً

کیا ہے کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک روشن دلیل رکھتا ہوں اور اس نے اپنے پاس سے مجھ کو رحمت

مِنْ عِنْدِهِ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنْتُمْ

بھی عطا کی ہو مگر وہ تم کو دکھائی نہ دے تو کیا ہم اس کے لئے تمھیں مجبور کرسکتے ہیں

لَهَا كَارِهُونَ ﴿٢٨﴾ وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۖ

حالانکہ تم اس سے بیزار ہو اور اے میری قوم! میں اس نصیحت کے بدلے تم سے مال و دولت نہیں مانگتا

إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۚ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ

میرا معاملہ تو اللہ کے ذمہ ہے اور یہ بھی سمجھ لو کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں میں ان کو اپنے پاس سے

آمَنُوا ۚ إِنَّهُمْ مُلَاقُو رَبِّهِمْ وَلَٰكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا

نکالنے والا نہیں، وہ تو اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ

تَجْهَلُونَ ﴿٢٩﴾ وَيَا قَوْمِ مَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ

نادانی کر رہے ہو اور اے میری قوم! اگر میں ان کو اپنے پاس سے نکال دوں تو اللہ کے مقابلہ میں کون ہے

طَرَدْتُهُمْ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٣٠﴾ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي

جو میری مدد کرے گا (افسوس تم پر) کیا تم غور و فکر نہیں کرتے (۲) اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس

خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ إِنِّي

خدائی خزانے ہیں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں

(۱) حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو شرک اور بت پرستی سے ڈرایا اور توحید کی دعوت دی۔ پھر ان کو تنبیہ کی کہ اگر تم نے پیغامِ الٰہی نہیں قبول کیا تو یاد رکھو کہ ایک دن دردناک عذاب میں پکڑے جاؤ گے۔

چند مفلس، غریب اور ادنیٰ طبقہ کے لوگ حضرت نوحؑ پر ایمان لائے لیکن مغرور دولت مندوں نے سرکشی دکھائی اور حضرت نوحؑ پر اعتراضات کی بوچھار کردی۔ کہنے لگے کہ تم تو ہماری طرح ایک انسان ہو، تمھاری بات کیا مانیں۔ ہاں اگر کوئی فرشتہ ہوتا تو بیشک مرعوب ہوکر اس کے سامنے جھکتے۔ پھر یہ کہ جو لوگ تم پر ایمان لائے ہیں وہ معمولی پیشہ ور اور نیچے درجے کے لوگ ہیں اور عقل و دانش سے بھی بے بہرہ ہیں۔ محض ناسمجھی سے یہ بے وقوف تمھارے جال میں پھنس گئے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ کہ تم سب کے سب ہمارے مقابلہ میں بہت کم درجے کے لوگ ہو۔ تمھارے پاس نہ دولت و ثروت ہے اور نہ عزت و وجاہت۔ ہم تم جیسے لوگوں کے ساتھ کس طرح مل جل سکتے ہیں۔ حقیقت میں ہماری رائے تو یہ ہے کہ تم سب نے مل کر مکر و فریب کا ایک جال پھیلایا ہے۔ یاد رکھو کہ ہم کسی طرح تمھارے جال میں پھنسنے والے نہیں۔

(۲) حضرت نوحؑ نے جواب میں فرمایا کہ بیشک میں تمھاری طرح ایک انسان ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تم پر فضیلت بخشی۔ اس نے اپنے فضل سے مجھ پر وحی نازل فرمائی اور مجھ کو سیدھا راستہ دکھایا۔ اگر تم کو میری یہ فضیلت نظر نہیں آتی اور میرا سیدھے راستے پر ہونا تم کو سجھائی نہیں دیتا جس کی وجہ سے تم مجھ کو جھوٹا بتاتے ہو، تو میرے پاس اس کا کچھ علاج نہیں میرا کام صرف اتنا ہے کہ سچائی کو تمھارے سامنے پیش کردوں۔ اگر تم اس سے نفرت کرو تو میں یہ نہیں کرسکتا کہ زبردستی اس کو تمھارے سر منڈھ دوں یا تمھارے دلوں میں اتار دوں۔

پھر دیکھو! تم کو اپنی دولت پر بڑا گھمنڈ ہے لیکن مجھ کو اس کی ذرا پروا نہیں۔ کیونکہ میں تمھاری طرح مال و دولت پر فریفتہ نہیں اور نہ مجھے تم سے کچھ معاوضہ لینا ہے۔ میں تو اللہ تعالیٰ کا کام کرتا ہوں اور اسی سے قبولیت اور انعام کی توقع رکھتا ہوں۔ جب میں مال و دولت کی پروا نہیں کرتا تو کس طرح کرسکتا ہوں کہ تمھاری جاہلانہ باتوں میں آکر محض غریب ہونے کی وجہ سے ایمان والوں کو اپنے پاس سے نکال دوں۔ مجھے اس بات کا خیال ہے کہ اگر میں مخلص ایمان والوں کو اپنے پاس سے نکال دوں تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھاؤں گا جب کہ وہ بھی وہاں موجود ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی گرفت سے مجھ کو کون بچاسکے گا۔ کیا میرے اس طرزِ عمل سے تم نصیحت حاصل نہیں کرتے اور میری سچائی کے قائل نہیں ہوتے۔

مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ
فرشتہ ہوں اور میں یہ بھی نہیں کہتا کہ جن لوگوں کو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو اللہ
يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ښ
انھیں کوئی بھلائی نہ دے گا جو ان کے دلوں میں ہے اسے اللہ خوب جانتا ہے
اِنِّىْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۳۱ قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا
اگر میں ایسا کہوں تو ظالموں میں سے ہوں گا (۱) انھوں نے کہا کہ اے نوح: تم نے ہم سے جھگڑا کیا
فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ
اور جھگڑا بھی بہت کیا لیکن اگر تم سچے ہو تو جس (عذاب) سے ہمیں ڈراتے ہو
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۳۲ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ
اسس کو لے آؤ (۲) نوح نے کہا کہ اس کو تو اللہ ہی چاہے گا تو لے
شَاۗءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۳۳ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ
آئے گا اور تم اس کو عاجز نہیں کرسکتے اور میری خیرخواہی تمھیں کچھ فائدہ نہیں دے سکتی
اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ
اگر میں چاہوں کہ تمھاری خیرخواہی کروں اور اللہ چاہے کہ تمھیں
اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ۭ هُوَ رَبُّكُمْ ۣ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۳۴ۭ اَمْ
گمراہ کرے وہی تمھارا پروردگار ہے اور تمھیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (۳) کیا یہ
يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ
یہ کہتے ہیں کہ قرآن کو پیغمبر نے خود بنا لیا ہے (اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ اگر میں نے اس کو بنا لیا ہے تو میرے گناہ (کا وبال) مجھ پر ہے
وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ۝۳۵ۧ وَاُوْحِيَ اِلٰي نُوْحٍ
اور جو گناہ تم کرتے ہو اسس سے میں بری ہوں (۴) اور نوح کی طرف وحی کی گئی

(۱) یعنی میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں لیکن جن باتوں کو تم فضیلت سمجھتے ہو اور مجھ سے منوانا چاہتے ہو، میں ہرگز ان کا دعویٰ نہیں کرتا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ نے سارے خزانے میرے حوالے کر دیئے ہیں، نہ یہ کہتا ہوں کہ غیب کی ساری باتیں جانتا ہوں۔ نہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں فرشتہ ہوں۔ اور تمھاری طرح سے یہ جاہلانہ بات بھی نہیں کہتا کہ جن غریب ایمان والوں کو تم ذلت کی نگاہ سے دیکھتے ہو، ان کو اللہ تعالیٰ کوئی بھلائی نہیں دے گا۔ بظاہر وہ ایمان لا چکے ہیں، اور دل کا حال تو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔ اس حال میں ان کے بارے میں یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ ان کو کوئی بھلائی نہیں دے گا، بڑے ظلم کی بات ہوگی۔

(۲) حضرت نوح علیہ السلام برسوں تک اپنی قوم کو سمجھاتے رہے اور ان کے اعتراضات کے جوابات دیتے رہے لیکن ان کمبختوں نے اُن سے کچھ فائدہ نہیں اٹھایا۔ بلکہ الٹے گستاخی پر اتر آئے اور کہنے لگے کہ تم نے ہم سے بہت جھگڑا کیا اور ہمارا ناک میں دم کر دیا۔ اب ہمارا صاف جواب یہ ہے کہ اس بحث سے کچھ نتیجہ نہیں نکلے گا۔ اگر تم سچے ہو تو جس عذاب سے تم ہم کو ڈراتے رہتے ہو، اسس کو لے آؤ۔

(۳) حضرت نوح ؑ نے جواب دیا کہ عذاب لانا میرے اختیار میں نہیں ہے۔ میرا کام تو یہ ہے کہ نافرمانی اور سرکشی کے انجام سے تم کو آگاہ کر دوں۔ عذاب کا لانا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ وہ جب چاہے گا تم کو عذاب میں مبتلا کر دے گا اور یاد رکھو کہ تم اس کے عذاب کو ٹال نہ سکو گے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے تو تمھارے ساتھ خیرخواہی کی اور تم کو سیدھی راہ بتائی۔ لیکن تم میری نصیحت کو رد کر رہے ہو اور اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہو۔ یہ آثار اچھے نہیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان لانا تمھارے نصیب میں نہیں ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات مقرر ہو چلی ہے کہ تم اسی طرح ضد کرتے رہو گے اور ایمان نہیں لاؤ گے جب تمھارے بارے میں اس طرح کا فیصلہ ہو چکا ہے تو میں کتنی ہی نصیحت کروں، اس کا کچھ فائدہ ظاہر نہیں ہوگا لیکن رسول کی حیثیت سے میں تم کو آگاہ کئے دیتا ہوں کہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہی تمھارا پروردگار ہے، اور اسی کے پاس تم کو لوٹ کر جانا ہے جہاں تم اپنی سرکشی کی سزا پاؤ گے۔

ع ۱۱ ۳

(۴) مکہ کے سردار قرآن مجید کو وحی الٰہی نہیں مانتے تھے اور گستاخی سے کہتے تھے کہ یہ تو محمدؐ کی من گھڑت ہے اس آیت میں قریش کی گستاخی کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو بیشک اس کی ذمہ داری مجھ پر ہوگی۔ مگر مجھے کامل یقین ہے کہ میں اپنی جگہ سچا ہوں۔ اس لئے مجھے تمھاری بکواس کا ڈر نہیں —— لیکن ذرا تم اس بات پر غور کرو کہ اگر میں سچا ہوں، اور تم میری لائی ہوئی سچائی کو جھٹلا رہے ہو تو پھر تمھارا کیا حشر ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت تمھارے اعمال کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہوگی اور انکار حق کی پاداش میں تم پکڑے جاؤ گے۔

اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا

کہ تمہاری قوم میں جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا اور کوئی ایمان نہیں لائے گا تو جو

تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ

کام یہ کر رہے ہیں ان کی وجہ سے تم غم نہ کھاؤ اور ہمارے حکم کے مطابق

بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ

ہمارے سامنے ایک کشتی بناؤ اور جو لوگ ظالم ہیں ان کے بارے میں ہم سے

ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَیَصْنَعُ الْفُلْكَ ۟ وَكُلَّمَا

کچھ نہ کہنا کیونکہ وہ ضرور غرق کر دیئے جانے والے ہیں (۱) اور نوح کشتی بنانے لگے اور جب ان

مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ قَالَ

کی قوم کے سردار ان کے پاس سے گزرتے تو ان سے تمسخر کرتے نوح کہتے

اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا

اگر تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو جس طرح تم ہم سے تمسخر کرتے ہو اسی طرح (ایک وقت) ہم بھی تم سے

تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ

تمسخر کریں گے اور تم کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے

یُّخْزِیْهِ وَیَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۳۹﴾ حَتّٰۤی اِذَا

رسوا کرے اور (پھر) اس پر ہمیشہ کا عذاب نازل ہوتا ہے (۲) یہاں تک کہ جب

جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ

ہمارا حکم آ پہنچا اور تنور جوش مارنے لگا تو ہم نے (نوح کو) حکم دیا کہ ہر قسم کے جانوروں میں سے

كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ

جوڑا جوڑا (یعنی) دو دو (ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ) کشتی میں سوار کرلو اور جس کی نسبت پہلے سے (ہلاکت کا) حکم ہو چکا ہے اسے چھوڑ کر اپنے گھر والوں کو

(۱) حضرت نوحؑ کو قوم کی گمراہی اور تباہی دیکھ کر صدمہ ہوتا تھا۔ وحی الٰہی نے ان کو آگاہ کیا کہ جو لوگ ایمان لاچکے ہیں، ان کے سوا اور کوئی راہ راست پر نہیں آئے گا۔ اور ان شریروں کے بارے میں فیصلہ صادر ہو چکا ہے۔ اب صبر کرو، ان کی تباہی پر غم نہ کھاؤ۔ اپنی حفاظت کا انتظام کرو اور ہمارے حکم کے تحت اور ہماری حفاظت میں ایک کشتی بناڈالو جس میں تم اور تمھارے ساتھی محفوظ رہ سکیں، کیونکہ ان سرکش لوگوں کو غرق کرنے کے لئے ایک سخت طوفان اٹھنے والا ہے۔ اور یاد رکھو کہ ان ظالموں میں سے کسی کے بارے میں ہمارے آگے سفارش نہ کرنا کیونکہ ہر ظالم کے غرق ہونے کا فیصلہ صادر ہو چکا ہے۔

(۲) غرض حکم الٰہی کے مطابق حضرت نوحؑ کشتی بنانے لگے۔ لیکن جب ان کی قوم کے شریر اور سرکش لوگ ان کے پاس سے گزرتے تو ان کا مذاق اڑاتے اور کہتے کہ "نبوت نہیں چلی تو بڑھئی کا پیشہ اختیار کیا ہے" اور جب کشتی کو دیکھتے تو کہتے کہ "سمندر یا دریا کہاں ہے جس میں چلے گی۔ کیا خشکی پر کشتی چلانے کا ارادہ ہے؟" حضرت نوحؑ صبر اور ضبط سے کام لیتے اور جواب دیتے کہ آج تو تم ہم پر خوب ہنس لو۔ اس لئے کہ حقیقت تمھاری نظروں سے بوجھل ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ وہ وقت دور نہیں جب ہم کو تمھاری حماقت کا مذاق اڑانے کا موقع ملے گا۔ بہت جلد دیکھ لوگے کہ دنیا میں رسوا کرنے والا اور آخرت میں ہمیشہ رہنے والا عذاب کس پر نازل ہوتا ہے۔

الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝۴۰

اور دوسرے ایمان والوں کو (بھی سوار کر لو) اور ان کے ساتھ بہت کم لوگ ایمان لائے تھے (۱)

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ

اور نوح نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا کہ کشتی میں سوار ہو جاؤ کہ اس کا چلنا اور ٹھہرنا سب اللہ ہی کے نام سے ہے بیشک

رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۴۱ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ

میرا پروردگار بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۲) اور وہ ان کو لے کر پہاڑوں جیسی موجوں پر چلنے لگی

وَنَادٰى نُوْحُ ِۨابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ

اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ ان سے الگ تھا کہ اے بیٹے ہمارے ساتھ

مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۴۲ قَالَ سَاٰوِيْۤ اِلٰى

سوار ہو جا اور کافروں میں شامل نہ ہو اس نے کہا میں (ابھی) کسی پہاڑ سے

جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ

پناہ لے لوں گا وہ مجھے پانی سے بچا لے گا نوح نے کہا کہ آج اللہ کے عذاب سے

مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ

کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر وہی رحم کرے اور (اتنے میں) دونوں کے درمیان موج حائل ہوئی

فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ۝۴۳ وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ

اور وہ ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا (۳) اور حکم دیا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل جا

وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ

اور اے آسمان تھم جا اور پانی جذب ہو گیا اور کام تمام کر دیا گیا اور کشتی

عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۴۴

جودی (پہاڑ) پر جا ٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ ظالموں پر لعنت ہو (۴)

(۱) تنور کے معنی روئے زمین یا سطح زمین کے ہیں اور روٹی پکانے کا تنور بھی۔ لیکن مفسرین نے دونوں معانی بیان کیے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے۔ اس آیت میں تنور سے مراد وَجْهُ الْاَرْض یعنی سطح زمین ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا تھانوی نے وَفَارَ التَّنُّوْرُ کا ترجمہ یوں کیا ہے "اور زمین میں سے پانی ابلنا شروع ہوا"۔ مطلب یہ ہے کہ جب قوم کے تباہ ہونے کا وقت آپہنچا تو حکم الٰہی سے بادلوں سے بے تحاشا پانی برسنا شروع ہوا اور زمین سے بھی پانی ابلنے لگا۔ زمین پر سیلاب موجیں مارنے لگا اور ہر چیز ڈوبنے لگی۔ حضرت نوح کو حکم ہوا کہ کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ کارآمد پرندوں اور جانوروں میں سے ایک ایک جوڑا لے لو۔ اپنے اہل و عیال کو بھی کشتی میں سوار کر لو۔ البتہ ان کو چھوڑ دو جن کی تباہی کا پہلے سے فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور دوسرے ایمان والوں کو بھی ساتھ لے لو جو تعداد میں تھوڑے ہی ہیں۔ لکھا ہے کہ مرد و عورت ملا کر کل (۸۰) آدمی تھے۔

(۲) حضرت نوحؑ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ بے خوف و خطر اللہ کا نام لے کر میری کشتی میں سوار ہو جاؤ جس کا چلنا اور ٹھہرنا سب اللہ کے حکم اور اس کے نام کی برکت سے ہے۔ دیکھو تم سب ایمان والوں کو اس ہولناک طوفان کا کچھ ڈر نہیں ہے۔ اگر تم سے کچھ لغزشیں بھی ہوئی ہیں تو یقین رکھو کہ میرا پروردگار اپنے کرم سے معاف کر دے گا اور طوفان سے بچائے گا کیونکہ وہ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ہے۔

(۳) لکھا ہے کہ حضرت نوحؑ کا بیٹا جس کا نام کنعان یا یام تھا ایمان نہیں لایا تھا اور ان سے الگ تھا۔ جب طوفان زوروں پر ہوا تو ہر چیز ڈوبنے لگی لیکن کشتی پہاڑ جیسی موجوں پر صحیح و سالم تیر رہی تھی۔ حضرت نوحؑ نے بیٹے کو دیکھا تو شفقت پدری سے بیتاب ہو گئے۔ اس امید پر کہ شاید اس ہولناک طوفان کو دیکھ کر ایمان لے آئے، کہا کہ کافروں کے ساتھ مت رہ۔ ادھر آ اور میرے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا۔ لیکن اس نے بڑے غرور سے جواب دیا کہ میں تمہاری مدد کا محتاج نہیں ہوں عنقریب کسی پہاڑ پر پہنچ کر پناہ لے لوں گا۔ حضرت نوحؑ نے پھر سمجھایا کہ نادان پہاڑ کے دھوکے میں مت رہنا، یاد رکھ کہ آج کے دن عذاب سے اللہ کے سوا کوئی دوسرا کسی کو نہیں بچا سکے گا۔ باپ اور بیٹے میں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک ہولناک موج بیچ میں آگئی جس نے کنعان کو ڈبو دیا۔

(۴) ایک عرصہ تک طوفان کا زور رہا۔ نافرمان تباہ ہو گئے اور ایمان والے حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں محفوظ رہے۔ جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانی برسنا بند ہو گیا اور زمین نے سارا پانی جذب کر لیا اور ظالموں [illegible]

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ

اور نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا اور کہا کہ اے پروردگار! میرا بیٹا بھی میرے گھر والوں میں

اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ

سے ہے اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا

الْحٰكِمِيْنَ ﴿٤٥﴾ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ

حاکم ہے اللہ نے کہا اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے کیونکہ

عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۫ۖ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ

اس کے عمل اچھے نہیں ہیں تو جس چیز کی حقیقت تجھے معلوم نہیں اس کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کر

اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٤٦﴾ قَالَ رَبِّ

میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ نادانوں میں شامل نہ ہو (۱) نوح نے کہا اے پروردگار!

اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ

میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ ایسی چیز کا تجھ سے سوال کروں جس کی حقیقت مجھے معلوم نہیں

وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٤٧﴾

اور اگر تو مجھے نہ بخشے گا اور مجھ پر رحم نہ کرے گا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا (۲)

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَ

حکم ہوا کہ اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تم پر اور تمہارے ساتھ کی جماعتوں پر

عَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ

(نازل کی گئی ہیں) کشتی سے اتر جاؤ اور کچھ اور جماعتیں ہوں گی جن کو ہم (چند روزہ) فائدہ پہنچائیں گے

يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٤٨﴾ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ

پھر ان کو ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا (۳) (اے پیغمبر!) یہ قصے غیب کی

(۱) ایک آیت اوپر گزر چکا ہے کہ حضرت نوحؑ نے کنعان کو ایمان لانے اور کشتی میں سوار ہونے کی ترغیب دی لیکن اس نے پروا نہ کی۔ اتنے میں ایک ہولناک موج نے اس کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ یہ دیکھ کر حضرت نوح کا دل شفقت پدری سے بھر آیا۔ حق تعالٰے کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کی "پروردگار! یہ میرا بیٹا ہے اور تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے اہل و عیال محفوظ رہیں گے تو احکم الحاکمین ہے اور تیرا حکم ہر چیز پر چلتا ہے۔ اپنے وعدہ پر نظر کر کے میری درخواست قبول فرما اور میرے بیٹے کو بچا لے مجھے امید ہے کہ وہ ایمان لے آئے گا۔"

بارگاہ رب العزت سے جواب ملا کہ نوح: تم نے ہمارے وعدہ کو ٹھیک طور پر نہیں سمجھا۔ تمہاری نظر نسبی رشتہ پر ہے اس لئے تم کنعان کو اپنے اہل و عیال میں شمار کرتے ہو لیکن یاد رکھو کہ ہماری بارگاہ میں نسبی رشتہ کا کوئی وزن نہیں ہے۔ ہمارے پاس تو ایمان اور تقوٰے اہلیت اور مقبولیت کا معیار ہے۔ جب کنعان ایمان نہیں لایا تو وہ تمہارے اہل و عیال میں سے نہیں ہے۔ اس بات کو یاد رکھو اور ہماری بارگاہ میں نادانوں کی سی درخواستیں مت کیا کرو۔

(۲) بارگاہ رب العزت سے اس انداز کا جواب سن کر حضرت نوحؑ لرز گئے اور عرض کی کہ "پروردگار! مجھ کو اپنی پناہ میں لے لے اور اس بلا سے محفوظ رکھ کہ میں تیری بات کو ٹھیک طور پر نہ سمجھ سکوں اور تیری جناب میں کوئی ایسی درخواست کروں جو تیری مرضی کے خلاف ہو۔ میری اس کوتاہی کو معاف فرما۔ تیرے کرم کے سوا کوئی اور پناہ کی جگہ نہیں ہے۔ اگر تو مجھ پر رحم نہ فرمائے گا اور میرا قصور معاف نہ کرے گا تو میں سخت نقصان میں پڑ جاؤں گا۔"

(۳) ایک ایسے شدید طوفان کے بعد ملک کی جو حالت ہوئی ہوگی اس کی ہولناکی بیان کی محتاج نہیں۔ قدرتی طور پر حضرت نوح اور ان کے ساتھیوں کو خیال گزرا ہوگا کہ یہ سرزمین زندگی کے سارے سامانوں سے خالی ہو گئی ہے اس بے سروسامان خطہ میں اب ہم کس طرح زندگی بسر کریں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالٰے نے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ کسی طرح کا خوف دل میں نہ لاؤ اور نہایت اطمینان کے ساتھ اسی ملک میں قیام کرو۔ ہماری طرف سے ہر طرح کی برکتیں نازل ہوں گی اور ہر طرح کی نعمتوں کے دروازے تم پر اور تمہارے ساتھیوں پر کھول دیئے جائیں گے۔ اور تمہارے بعد آنے والے لوگ بھی ایک مدت تک ان نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ لیکن یہ لوگ سرکشی دکھائیں گے اور ملک میں فساد مچائیں گے تو اپنے اعمال کی سزا میں سخت عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

الْغَيْبِ نُوحِيهَآ إِلَيْكَ ۚ مَا كُنتَ تَعْلَمُهَآ أَنتَ

خبروں میں سے ہے جسے ہم وحی کے ذریعہ تمہاری طرف بھیجتے ہیں اور اس سے پہلے نہ تم ہی اس کو جانتے تھے

وَلَا قَوْمُكَ مِن قَبْلِ هَٰذَا ۖ فَاصْبِرْ ۖ إِنَّ الْعَاقِبَةَ

اور نہ تمہاری قوم (ہی اس سے) واقف تھی تو صبر کرو بیشک پرہیزگاروں ہی کا

لِلْمُتَّقِينَ ﴿۴۹﴾ وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۚ قَالَ يَٰقَوْمِ

انجام بہتر ہے (۱) اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا تو ہود نے کہا اے میری قوم

اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا

اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تم (شرک کرکے) اللہ پر

مُفْتَرُونَ ﴿۵۰﴾ يَٰقَوْمِ لَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ أَجْرِيَ

بہتان باندھتے ہو اے میری قوم! میں اس (وعظ و نصیحت) کا تم سے صلہ نہیں مانگتا میرا صلہ تو

إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِيٓ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۵۱﴾ وَيَٰقَوْمِ

(اللہ) کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے پس تم کیوں نہیں سمجھتے اور اے میری قوم!

اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُم

اپنے پروردگار سے بخشش مانگو پھر اسی کی طرف متوجہ رہو وہ تم پر آسمان سے موسلادھار مینہ

مِّدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا

برسائے گا اور تمہاری قوت پر قوت بڑھائے گا اور (دیکھو!) گنہگار بن کر

مُجْرِمِينَ ﴿۵۲﴾ قَالُوا يَٰهُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ

روگردانی نہ کرو (۲) انھوں نے کہا اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل نہیں لائے اور ہم صرف تمہارے

بِتَارِكِيٓ ءَالِهَتِنَا عَن قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۵۳﴾

کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ تم پر ایمان لانے والے ہیں

---

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرکے فرمایا کہ ان عبرت انگیز واقعات کو تم اور تمہاری قوم کے
ع ۹
لوگ نہیں جانتے تھے۔ ہم نے وحی کے ذریعہ ان حقیقتوں کو تم پر ظاہر کیا ہے تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ اگر تمہاری
ع ۴
قوم ان واقعات سے عبرت حاصل نہیں کرتی ہے تو
۱۴
نوح کی طرح تم اور تمہارے ساتھی سب کے سب صبر کرو، پرہیزگاری کی راہ پر قائم رہو اور کامیابی کا یقین رکھو۔

(۲) قوم عاد میں سے حضرت ہود علیہ السلام کو پیغمبر بنایا۔ انھوں نے لوگوں کے باطل عقیدوں کی تردید کی اور توحید اور خداپرستی کا سبق پڑھایا اور کہا کہ دیکھو! ذرا اس بات پر غور کرو کہ میں تم سے مال و دولت کا خواہشمند نہیں ہوں۔ میں تو محض تمہاری خیرخواہی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں تم کو سیدھا راستہ بتا رہا ہوں۔ تعجب ہے کہ اتنی موٹی بات بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آتی اور تم میری نصیحت کی قدر نہیں کرتے۔

لکھا ہے کہ اس وقت تین سال سے بارش نہیں ہوئی تھی اور ملک میں سخت قحط پڑا ہوا تھا۔ اس مناسبت سے حضرت ہودؑ نے لوگوں کو اس بات کی طرف توجہ دلائی اور کہا اگر تم شرک سے توبہ کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اطاعت گزار بندے بن جاؤ تو تمہاری معاشی تکلیف بھی دور ہو جائے گی خوب بارش ہوگی باغ اور کھیت لہلہانے لگیں گے غلّے اور میوے کی بڑی افراط ہوگی روحانی اور اخلاقی قوت کے ساتھ ساتھ مادی قوت میں بھی اضافہ ہوگا۔

إِن نَّقُولُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوءٍ ۗ
ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تمہیں بری طرح آسیب پہنچایا ہے (۱)
قَالَ إِنِّي أُشْهِدُ اللَّهَ وَاشْهَدُوا أَنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا
ہود نے کہا کہ میں اللہ کو گواہ کرکے کہتا ہوں) اور تم بھی گواہ رہو کہ اللہ کے سوا جن کو تم اس کا
تُشْرِكُونَ ۝٥٤ مِن دُونِهِ ۖ فَكِيدُونِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا
شریک ٹھہراتے ہو میں ان سے بیزار ہوں تو تم سب مل کر میرے خلاف تدبیر کرو پھر مجھے
تُنظِرُونِ ۝٥٥ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُم ۚ
مہلت نہ دو میں اس اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے
مَّا مِن دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ۚ إِنَّ رَبِّي
جتنے جاندار ہیں سب کی چوٹی اسی کے قبضہ میں ہے بیشک میرا پروردگار
عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝٥٦ فَإِن تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُم
سیدھے راستہ پر ہے (۲) پس اگر تم روگردانی کرو تو جو پیغام
مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ ۚ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ
میرے ذریعہ تمہاری طرف بھیجا گیا ہے اس کو میں تمہیں پہنچا دیا ہے اور میرا پروردگار تمہاری جگہ اور لوگوں کو لا بسائے گا
وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا ۚ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ۝٥٧
اور تم اس کا کچھ بھی نقصان نہیں کرسکتے بیشک میرا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے (۳)
وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُودًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ
اور جب ہمارے عذاب کا حکم آپہنچا تو ہم نے ہود کو اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے
بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَنَجَّيْنَاهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝٥٨
ان کو اپنی مہربانی سے بچا لیا اور انہیں سخت عذاب سے نجات دی (۴)

(۱) لوگوں نے حضرت ہود کی نصیحت قبول نہیں کی اور ہٹ دھرمی سے کہنے لگے کہ تم ہمارے سامنے اپنی سچائی پر کوئی واضح دلیل پیش نہیں کرسکے۔ صرف تمہارے کہنے پر ہم معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ تم نے جو اپنے بزرگوں کے معبودوں کی پرستش چھوڑ دی تو ان کی مار تم پر یہ پڑی کہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگے۔ اگر پھر ان کی پرستش کرنے لگو تو ٹھیک ہو جاؤ گے۔

(۲) حضرت ہود نے جواب دیا کہ میں تو تمہارے معبودوں کو چھوڑ چکا۔ اب ہرگز ان کی طرف پلٹنے والا نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کرکے اعلان کرتا ہوں اور تم بھی اس پر گواہ رہو کہ تم جن معبودوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو میں ان سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔

اور دیکھو! میں تم سے اور تمہارے معبودوں سے کسی سے نہیں ڈرتا۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ تم اور تمہارے معبود سب مل کر میرے خلاف جو کچھ کرسکتے ہو ابھی کر ڈالو اور مجھے تیاری کی مہلت نہ دو۔ مجھے یقین ہے کہ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ سنو کہ میرا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے بلکہ ساری کائنات کا پروردگار وہی ہے اور کوئی جاندار بھی اس کے حکم کے بغیر حرکت نہیں کرسکتا۔ اس کے ہاں ظلم نہیں، اس کے سارے کام حق و عدل پر مبنی ہیں اور اس کی بتائی ہوئی راہ ہی سیدھی راہ ہے۔ بتاؤ کہ جب اس کے ہاں ظلم نہیں اور میں اسی کی بتائی ہوئی راہ پر چل رہا ہوں تو مجھے تم سے اور تمہارے باطل معبودوں سے کس بات کا ڈر ہوسکتا ہے۔

(۳) اگر تم ایسی صاف صاف باتوں کو بھی میری سچائی کی دلیل نہ سمجھو اور پیغام حق کے ماننے سے روگردانی کرو تو سمجھ لو کہ مجھ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ میں اپنا فرض ادا کرچکا اور پیغام حق تم کو سنا چکا لیکن سمجھو! تم اپنی خبر لو کہیں ایسا نہ ہو کہ انکار اور سرکشی کی پاداش میں اللہ تعالیٰ روئے زمین کو تم سے پاک کردے اور کسی دوسری قوم کو تمہارا جانشین بنادے۔ یاد رکھو کہ پیغام حق کا انکار کرکے تم اللہ کی زمین کو ویران نہیں کرسکتے اور نہ اللہ کو اور اس کے بندوں کو نقصان پہنچا سکتے ہو۔ وہ خود اپنی مخلوق کا نگہبان ہے۔ نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے اور فساد برپا کرنے والوں کو نیست و نابود کردیتا ہے۔

(۴) لکھا ہے کہ جب لوگوں کی سرکشی و نافرمانی حد سے بڑھ گئی تو آندھی کا ایک زبردست طوفان اٹھا جس نے ساری آبادی کو تہ و بالا کر ڈالا۔ آندھی کا اندازہ تھا کہ مکانوں کی چھتیں اڑ گئیں، موٹے موٹے درخت جڑ سے اکھڑ کر کہیں سے کہیں جا پڑے، بڑے بڑے قد آور آدمی مکانوں سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ گلی کوچوں میں لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ جو لوگ مکانوں میں بند ہوگئے تھے وہ وہیں دب کر مر گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضرت ہود اور ایمان والوں کو اس سخت عذاب سے بچا لیا۔

وَتِلْكَ عَادٌ ۛ جَحَدُوا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ

اور یہ قوم عاد تھی جس نے اپنے پروردگار کی نشانیوں سے انکار کیا اور اس کے پیغمبروں کی نافرمانی کی

وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿٥٩﴾ وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهِ

اور ہر سرکش اور متکبر کے حکم کی پیروی کی تو اس دنیا میں بھی

الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا

لعنت ان کے پیچھے لگادی گئی اور قیامت کے دن (بھی لگی رہے گی) دیکھو! قوم عاد نے اپنے پروردگار

رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿٦٠﴾ ع وَاِلٰى ثَمُوْدَ

سے کفر کیا سن رکھو کہ ہود کی قوم پر لعنت ہے (١) اور ہم نے قوم ثمود کی طرف

اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

ان کے (قومی) بھائی صالح کو (پیغمبر بنا کر بھیجا) صالح نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا

مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ

تمہارا کوئی معبود نہیں اسی نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور پھر

اسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ

اسی میں تم کو آباد کیا تو تم اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو پھر اسی کے طرف متوجہ رہو۔

اِنَّ رَبِّیْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿٦١﴾ قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ

بیشک میرا پروردگار نزدیک ہے اور دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے (٢) انہوں نے کہا اے صالح! اس سے پہلے تو ہم کو

فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰنَآ اَنْ نَّعْبُدَ

تم سے بہت کچھ امیدیں تھیں تو کیا تم ہم کو ان معبودوں کی پرستش سے منع

مَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ

کرتے ہو جن کی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے چلے آئے ہیں اور جس بات (یعنی توحید) کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو اس میں ہم کو

(١) سرکشوں اور مغروروں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ قوم عاد کے حال سے عبرت حاصل کرو۔ دیکھو کہ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا، اس کے پیغمبروں کی نافرمانی کی اور اپنی قوم کے مغروروں اور سرکشوں کے پیچھے چلے تو عذاب الٰہی نے ان کو نیست و نابود کر ڈالا۔ دنیا میں بھی وہ خدا کی بخشی ہوئی نعمتوں اور برکتوں سے محروم رہے اور آخرت میں بھی محروم رہیں گے یہ واقعہ یونہی سن کر ٹال دینے کا نہیں ہے۔ خوب سنو اور غور کرو کہ عاد کے لوگوں نے جن کو ایک برگزیدہ پیغمبر ہودؑ نے حق کا پیغام پہنچایا اور کئی برس تک نصیحت کی ان کو جھٹلایا اور اپنے پروردگار کے پیغام کو رد کیا جس کی پاداش میں وہ برباد کردیئے گئے۔

(٢) قوم ثمود کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ انہوں نے لوگوں کو بت پرستی سے نفرت دلائی اور کہا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ دیکھو! اس بات پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین سے اٹھایا پھر اسی پر تم کو آباد کیا اور اسی سے تمہارے لئے رزق نکالا۔ ایسے پروردگار کا احسان مانو اور شرک و نافرمانی سے توبہ کرکے اسی کی طرف متوجہ رہو۔ یقین رکھو کہ وہ اپنے بندوں سے بہت قریب ہے اور ان کی دعائیں سنتا ہے۔

اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝٦٢ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ

(بڑا) شک ہے (جو) دل نہیں مانتا (۱) صالح نے کہا کہ اے میری قوم! کیا تم نے اس بات پر بھی غور کیا کہ اگر میں اپنے

عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ

پروردگار کی طرف سے ایک روشن دلیل رکھتا ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت (یعنی نبوت) عطا کی ہو تو اگر

يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ

میں اس کی نافرمانی کروں تو ایسا کون ہے جو اللہ کے مقابلہ میں میری مدد کرے گا تو تم سراسر میرا نقصان

غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ۝٦٣ وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ

ہی کررہے ہو (۲) اور اے میری قوم! (دیکھو!) یہ اللہ کی بھیجی ہوئی اونٹنی تمہارے لئے

اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا

ایک نشانی (یعنی معجزہ) ہے تو اسے آزاد چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں جہاں چاہے چرتی پھرے اور اسے کسی طرح کا نقصان

بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ۝٦٤ فَعَقَرُوْهَا

پہنچانے کی نیت سے ہاتھ نہ لگاؤ ورنہ فوراً تمہیں عذاب آپکڑے گا لیکن لوگوں نے اس اونٹنی

فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ

کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو صالح نے کہا کہ اپنے گھروں میں تین دن اور فائدے اٹھا لو یہ وعدہ

وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ۝٦٥ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا

ہے جو جھوٹا نہ ہوگا (۳) تو جب ہماری طرف سے عذاب کا حکم آپہنچا تو ہم نے

صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ

صالح کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچا لیا اور اس دن کی

خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۝٦٦

رسوائی سے نجات دے دی (اے پیغمبر!) بیشک تمہارا پروردگار قوت والا (اور) غالب ہے

(۱) لوگوں نے حضرت صالحؑ کی بات نہ سنی اور جواب دیا کہ "تم بڑے ہونہار تھے اور ہم کو تم سے بڑی بڑی امیدیں تھیں لیکن تمہاری یہ باتیں سن کر ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔ ہم کو یقین تھا کہ باپ دادا کے طریقے پر چلو گے اور ان کا نام روشن کرو گے۔ مگر الٹے تم تو بزرگوں کو برا کہنے لگے اور ان کے طریقے سے روکنے لگے۔ بھلا تمہارے کہنے سے ہم اپنے بزرگوں کے ٹھہرائے ہوئے بتوں کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ ہم کو تو تمہاری بات کا یقین نہیں آتا۔

(۲) حضرت صالحؑ نے جواب دیا کہ اگر توحید کے اعلان سے تمہارے باطل عقیدوں کو ٹھیس لگتی ہے تو میرے پاس اس کا کچھ علاج نہیں ہے۔ میں تمہاری خاطر اس اعلان سے باز نہیں رہ سکتا۔ توحید میں تم کو شک و شبہ ہوگا لیکن مجھے تو ذرا بھی شک نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے عقل عطا فرمائی جس سے میں توحید کے حق ہونے کو سمجھا۔ پھر اس نے اپنے فضل سے مجھ پر وحی نازل فرمائی۔ اب میں اس بات میں کس طرح شک کرسکتا ہوں اور تمہاری خاطر اس کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ میں تو اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کرسکتا۔

ذرا غور تو کرو! کیسی الٹی بات ہے؟ میں تو تمہارے ساتھ خیرخواہی کرتا ہوں اور تمہیں ایسی راہ بتاتا ہوں جس پر چلنے سے دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی کی ضمانت ہے لیکن تم مجھے جس بات کا مشورہ دیتے ہو وہ تو سراسر نقصان میں ڈالنے والی ہے۔

(۳) لکھا ہے کہ جب ثمود کے لوگوں کی فرمائش کے مطابق معجزہ کے طور پر سخت چٹان سے ایک حاملہ اونٹنی نکل آئی تو حضرت صالحؑ نے لوگوں سے کہا کہ یہ اونٹنی اللہ تعالےٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔ اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں جہاں چاہے چرتی پھرے۔ اگر تم نے اس کو ستایا تو یاد رکھو بہت جلد تم کو عذاب الٰہی گھیر لے گا۔

لیکن لوگوں نے حضرت صالحؑ کی بات نہیں سنی اور چند بدمعاشوں نے مل کر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اس کو مار ڈالا۔ اس پر حضرت صالحؑ نے ان کو آگاہ کیا کہ تین دن اور مزے اڑا لو۔ پھر تم کو عذاب الٰہی گھیر لے گا۔ یاد رکھو! یہ وعدہ بالکل یقینی ہے جو ہرگز جھوٹا نہیں ہوگا۔

وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ

اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کو ایک ہولناک آواز نے پکڑ لیا تو صبح کو اپنے (اپنے)

دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۶۷﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ

گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے گویا ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے دیکھو! ثمود

ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾ ع

نے اپنے پروردگار سے کفر کیا سن رکھو کہ ثمود پر لعنت ہے (۱)

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا

اور ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر آئے انھوں نے ابراہیم کو

سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾

سلام کیا ابراہیم نے سلام کا جواب دیا پھر تھوڑی دیر میں ابراہیم ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے

فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ

جب ابراہیم نے دیکھا کہ ان (مہمانوں) کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھتے تو ان سے بدگمان ہوئے

مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى

اور دل میں کچھ ڈرے مہمانوں نے کہا آپ کسی طرح کا خوف نہ کیجئے ہم فرشتے ہیں جو قوم لوط کی طرف

قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا

بھیجے گئے ہیں (۲) اور اس گفتگو کے وقت ابراہیم کی بیوی وہاں کھڑی تھی وہ ہنس پڑی تو ہم نے اس کو

بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ

(فرشتوں کے ذریعہ) اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی اس نے کہا

يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ

اے ہے! کیا میرے بچہ ہوگا حالانکہ میں بڑھیا ہو گئی ہوں اور یہ جو میرے شوہر ہیں یہ بھی بوڑھے ہیں

(۱) حضرت صالحؑ کی پیشین گوئی کے مطابق چوتھے روز عذاب الٰہی نمودار ہوا۔ اس رسوا کرنے والے عذاب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالحؑ کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لے آئے تھے بچا لیا۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ قوی اور غالب ہے جس کو چاہے عذاب سے بچالے۔ اس کے حکم کو کوئی روک نہیں سکتا۔

لکھا ہے کہ زمین میں سخت زلزلہ آیا اور آسمان سے ہولناک چیخ سنائی دی جس کی ہیبت سے سارے کافر مر گئے اور گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے گویا ان میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ قوم ثمود کی تباہی سے لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ اپنے پروردگار کے پیغام کے انکار اور اس سے سرکشی کرنے کی وجہ سے یہ لوگ تباہ اور رحمت الٰہی سے محروم ہوئے۔

ع

(۲) حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے اور ان کے ماتحت پیغمبر تھے۔ حضرت لوطؑ نے شہر سدوم والوں کو نصیحت کی جو بد فعلی کے عادی تھے۔ جب لوگوں نے سرکشی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کیا۔ عذاب کے فرشتے قوم لوطؑ کی بستی کی طرف جاتے ہوئے راستے میں حضرت ابراہیمؑ کے پاس ٹھہرے اور انھوں نے حضرت ابراہیمؑ کو اس بات کی خبر دی۔ نیز ان کو ایک خوش خبری بھی سنائی۔

لکھا ہے کہ فرشتے آدمیوں کی شکل میں تھے جب وہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس پہنچے تو ان کو سلام کیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے سلام کا جواب دیا اور ان کو مہمان سمجھ کر مکان میں بٹھایا اور بچھڑے کا تلا ہوا گوشت ان کے سامنے حاضر کیا۔ مہمانوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔ یہ دیکھ کر ملک کے رواج کے مطابق حضرت ابراہیم کو مہمانوں سے ڈر ہوا اور خیال ہوا کہ شاید یہ لوگ دشمن ہیں اور برے ارادے سے آئے ہیں۔ مہمانوں نے حضرت ابراہیمؑ کو اطمینان دلایا اور واقعہ ظاہر کیا کہ ہم فرشتے ہیں اور سدوم والوں کی ہلاکت کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ۝٧٢ قَالُوٓا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ
بیشک یہ بڑی عجیب بات ہے فرشتوں نے کہا کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب
اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ۚ
کرتی ہو؟ اے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں
إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ۝٧٣ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ
بلاشبہ وہ تعریف کے لائق (اور) بڑی شان والا ہے (۱) تو جب ابراہیم کے دل سے اندیشہ
الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ
دور ہوا اور ان کو خوشخبری بھی مل گئی تو وہ قوم لوط کے بارے میں ہم سے بحث
لُوطٍ ۝٧٤ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ ۝٧٥
کرنے لگے بیشک ابراہیم بڑے بردبار، بڑے نرم دل ہر بات میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے
يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۖ إِنَّهُ قَدْ جَآءَ أَمْرُ
(ہم نے کہا) اے ابراہیم! اس بات کا خیال چھوڑ دو تمہارے پروردگار کا جو حکم تھا
رَبِّكَ ۖ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ۝٧٦
آپہنچا اور ان لوگوں پر ایسا عذاب آنے والا ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتا (۲)
وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ
اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس پہنچے تو وہ ان کے آنے سے غمگین اور تنگ دل
بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هَٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ۝٧٧ وَجَآءَهُ
ہوئے اور کہا کہ آج کا دن تو بڑی مصیبت کا دن ہے اور لوط کی قوم کے
قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ ۖ وَمِن قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ
لوگ (لڑکوں کا نام سن کر بے اختیار) دوڑتے ہوئے لوط کے پاس آئے اور یہ لوگ پہلے سے برے کام

(۱) حضرت ابراہیمؑ کی بیوی حضرت سارہ بھی وہیں کھڑی تھیں۔ فرشتوں کو انسانی شکل میں دیکھ کر ان کو تعجب ہوا اور وہ ہنس پڑیں۔ وہ صاحب اولاد نہ تھیں اور بوڑھی ہو چکی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ ان کو بیٹے اور پوتے یعنی حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کی خوشخبری سنائی۔ انھوں نے اس خبر پر تعجب ظاہر کیا اور کہا کہ ہم دونوں بوڑھے ہو چکے ہیں۔ اس عمر میں اولاد ہونے کی خبر بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے۔ فرشتوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اور تمہارے خاندان پر تو اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی رحمتیں اور برکتیں ہیں۔ اس خبر پر تعجب مت کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور اس کی تعریف و بڑائی بیان کرو۔

واضح ہو کہ حضرت ابراہیمؑ کی دو بیویاں تھیں۔ سارہ اور ہاجرہ۔ حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہو چکے تھے لیکن حضرت سارہ کو کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی اور وہ اولاد کی تمنا لیے بوڑھی ہو چکی تھیں۔ اس لئے اس موقع پر فرشتوں نے انھیں خوشخبری سنائی جس کے بعد حضرت اسحاق پیدا ہوئے۔

(۲) حضرت ابراہیمؑ بیٹے اور پوتے کی خوشخبری سن کر خوش ہوئے لیکن حضرت لوطؑ کی قوم کی تباہی سے فکرمند ہوئے۔ حضرت ابراہیمؑ فطرۃً رحم دل اور مہربان تھے اور ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ سدوم والوں کی تباہی کی خبر سن کر ان کا دل بھر آیا اور ازراہ شفقت اور ہمدردی سدوم والوں کی معافی کے لئے اصرار کے ساتھ جناب باری میں التجا کرنے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی رحم دلی اور شفقت کی قدر فرمائی لیکن ان کو آگاہ کیا کہ اس معاملہ میں درخواست کی گنجائش نہیں ہے۔ سدوم والوں کے حق میں فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب ان پر عذاب آنے والا ہے جو کسی طرح نہیں ٹل سکتا۔

السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ

کیا کرتے تھے لوط نے کہا اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں موجود ہیں یہ تمہارے لئے جائز اور پاک ہیں

لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ

(لہٰذا ان لڑکیوں کی طرف نظر کرو اور) اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے معاملہ میں مجھے رسوا نہ کرو کیا تم میں

مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا

کوئی بھی بھلا آدمی نہیں ہے (۱) اس پر ان لوگوں نے کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہم کو تمہاری

فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾

بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں اور جو ہماری غرض ہے اس کو بھی تم خوب جانتے ہو

قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ

لوط نے کہا کہ کاش آج مجھ کو تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا کوئی مضبوط سہارا ہوتا جس کا آسرا

شَدِيْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ

پکڑ سکتا (۲) تب مہمانوں نے کہا کہ اے لوط! (آپ پریشان نہ ہوں) ہم آپ کے پروردگار کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور

يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ

ہلاک کرنے کے لئے آئے ہیں) یہ لوگ کبھی تم تک پہنچ نہ پاسکیں گے تو کچھ رات رہے سے تم اپنے اہل وعیال کو لے کر نکل جاؤ

وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا

اور پھر تم میں سے کوئی مڑ کر بھی ادھر نہ دیکھے مگر تمہاری بیوی کہ اس پر بھی وہی عذاب آئے گا جو

مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ

ان لوگوں پر آئے گا ان کے (عذاب کے) وعدہ کا وقت صبح ہے کیا صبح قریب

بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا

نہیں ہے؟ (۳) تو جب ہمارے عذاب کا حکم آپہنچا تو ہم نے اس بستی کو (الٹ کر) نیچے اوپر کر دیا

(۱) حضرت ابراہیم کے پاس سے اٹھ کر فرشتے حضرت لوطؑ کے پاس پہنچے۔ انھوں نے بھی مہمان سمجھ کر فرشتوں کو اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ لیکن بڑے فکرمند تھے، اس لئے کہ قوم کی عادت جانتے تھے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ قوم کے بدمعاشوں کو جب معلوم ہوا کہ چند خوبصورت نوجوان حضرت لوطؑ کے گھر میں مہمان ہیں تو وہ مکان پر چڑھ دوڑے اور حضرت لوطؑ سے مطالبہ کیا کہ مہمانوں کو ہمارے حوالے کردو۔ حضرت لوطؑ نے کہا کہ دیکھو بستی میں بہت سی جوان لڑکیاں ہیں، ان سے شادی کرکے اپنی خواہش پوری کرو۔ اللہ تعالےٰ سے ڈرو، اس بُری عادت کو چھوڑ دو اور مہمانوں کو ستا کر مجھے رسوا مت کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی نیک اور سمجھدار آدمی نہیں ہے جو میری نصیحت سمجھے اور دوسروں کو سمجھائے۔

(۲) ان بدمعاشوں نے حضرت لوطؑ کو یہ گستاخانہ جواب دیا کہ ہم کو عورتوں سے رغبت نہیں ہے۔ تم جانتے ہو کہ ہم کس غرض سے آئے ہیں۔ ہم کوئی دوسری بات نہیں سننا چاہتے۔

اس جاہلانہ جواب کو سُن کر حضرت لوطؑ بہت تنگ دل ہوئے، اور ان کے مقابلہ میں اپنے کو بےبس پاکر ظاہری اسباب کے لحاظ سے کہنے لگے کہ "کاش! مجھ میں اتنی طاقت ہوتی کہ تنہا تم سب سے لڑ سکتا یا میرے خاندان والوں کا کوئی مضبوط جتھا ہوتا جس کی مدد سے میں مہمانوں کو تم سے بچا سکتا"۔

(۳) جب مہمانوں نے حضرت لوطؑ کو سخت پریشانی میں دیکھا تو اپنا راز فاش کیا اور کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ ہم فرشتے ہیں۔ آپ اطمینان رکھئے۔ یہ بدمعاش ہم کو اور آپ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ ان کی تباہی کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ آپ کچھ رات رہے اپنے گھر والوں کو ساتھ لے کر بستی سے نکل جایئے اور ساتھیوں کو ہدایت کیجیے کہ کوئی دیر نہ کرے اور مڑ کر نہ دیکھے لیکن آپ اپنی بیوی کو چھوڑ دیجئے۔ اس لئے کہ وہ ان بدمعاشوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے ساری قوم کے ساتھ وہ بھی اسی عذاب میں ہلاک ہوگی۔ صبح کے وقت ان پر عذاب آئے گا۔ دیکھئے! صبح قریب ہے۔ آپ ہماری فکر میں وقت مت کھویئے۔ جلدی کیجیے! اور بستی سے نکل جایئے۔

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾

اور اس پر ایسے سخت پتھر لگاتار برسائے جن پر تمہارے پروردگار

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ۭ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

کے ہاں نشان کئے ہوئے تھے اور (دیکھو) وہ بستی ان ظالموں (یعنی کفار مکہ) سے

بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ قَالَ

کچھ دور نہیں (۱) اور ہم نے مدین کی طرف ان کے (قومی) بھائی شعیب کو (پیغمبر بنا کر بھیجا) شعیب نے کہا

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ وَلَا

اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور (دیکھو)

تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ

ناپ اور تول میں کمی نہ کیا کرو میں تم کو خوشحال دیکھتا ہوں اور (اگر تم ایمان نہ لاؤ گے)

اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا

مجھے تمہارے بارے میں ایک ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو سب پر چھا جائے گا اور اے میری قوم! ناپ اور

الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں

اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾

کم نہ دیا کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرا کرو

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ

اگر تم کو (میرے کہنے کا) یقین ہو تو اللہ کا دیا جو کچھ بچ رہے وہی تمہارے لئے بہتر ہے

وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ

اور میں تم پر نگہبان نہیں ہوں (۲) تو انہوں نے کہا کہ اے شعیب! کیا تمہاری نماز

(۱) مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت جبریلؑ نے ان بستیوں کو اٹھا کر الٹ دیا۔ پھر نشان لگے ہوئے پتھر لگاتار برسائے گئے جن سے قوم کے وہ افراد بھی ہلاک ہو گئے جو بستیوں سے باہر تھے۔

آیت کے آخر میں فرمایا کہ مکہ کے ظالموں کو قوم لوطؑ کی تباہی سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے کیونکہ ان کے نشانات مکہ والوں کے قریب ہی ہیں مکہ سے شام کو جاتے ہوئے یہ لوگ ہمیشہ اس علاقے سے گزرتے ہیں۔ ان کو ڈرنا چاہیئے اور یہ بات پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ اگر وہ اسی طرح ظلم پر کمر باندھے رہے اور آنحضرتؐ کی مخالفت کرتے رہے تو کچھ بعید نہیں کہ وہ بھی قوم لوطؑ کی طرح ہلاک کر دیئے جائیں۔

ع ۱۵

(۲) حضرت شعیبؑ مدین والوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔ انہوں نے سب سے پہلے لوگوں کو توحید کا پیغام سنایا، پھر نصیحت کی کہ ناپ تول میں کمی مت کرو۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے تم پر فضل کیا ہے اور تم کو مال و دولت میں بڑی برکت دی ہے۔ اگر تم نے اس نعمت کی قدر نہ کی تو مجھے ڈر ہے کہ تم کسی عذاب میں مبتلا کر دیئے جاؤ گے۔

دیکھو: میں پھر تم سے کہتا ہوں کہ انصاف کے ساتھ ناپ تول پوری پوری کیا کرو، لوگوں کو دیتے وقت ان کی چیزیں کم کر کے مت دیا کرو اور لوٹ مار کر کے اللہ کی زمین پر فساد مت مچاؤ۔ میری یہ نصیحت یاد رکھو کہ لوگوں کا مال پورا پورا دینے کے بعد کاروبار میں جو نفع بھی بچ جائے وہ بہتر ہے اس بہت سے نفع سے جو لوگوں کے حقوق تلف کر کے حاصل کیا جائے۔ پاک مال میں اگرچہ تھوڑا ہو بڑی برکت ہوتی ہے اور اس سے سکون قلبی حاصل ہوتا ہے۔ دیکھو! میں نے تم کو نصیحت کر دی ہے۔ چاہو مانو، چاہو نہ مانو۔ میں تم پر کچھ نگہبان تو ہوں نہیں کہ زبردستی تم سے منوا کر چھوڑ دوں۔

تَأْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ

تم کو یہ حکم دیتی ہے کہ ہم ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے چلے آئے ہیں یا یہ کہ (ہمیں اختیار نہیں کہ)

فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿٨٧﴾

اپنے مال میں جس طرح کا تصرف کرنا چاہیں کریں بس تم ہی ایک نرم دل اور راست باز آدمی رہ گئے ہو (۱)

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ

شعیبؑ نے کہا کہ اے میری قوم! کیا تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک روشن دلیل رکھتا ہوں

وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ

اور اس نے مجھے اپنے نفضل سے اچھی روزی عطا کی ہو (پھر بھی اس سے روگردانی کروں) اور (دیکھو!) میں نہیں چاہتا کہ جس بات سے

اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا

تمہیں روکتا ہوں خود اس کے خلاف چلوں میں تو اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا کہ جہاں تک میرا بس چلے تمہاری

اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

حالت درست کر دوں اور مجھے توفیق کا ملنا اللہ ہی کے فضل سے ہے اسی پر میں نے بھروسہ کیا

وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿٨٨﴾ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ

اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں (۲) اور اے میری قوم! میری ضد میں آ کر کہیں ایسی بات نہ کر بیٹھنا کہ تم پر

يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ

بھی ویسی مصیبت پڑے جیسی مصیبت نوح کی قوم یا ہود کی قوم یا

قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿٨٩﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا

صالح کی قوم پر پڑی تھی اور لوط کی قوم (کا زمانہ تو) تم سے دور نہیں اور اپنے پروردگار سے

رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا

بخشش مانگو پھر اسی کی طرف متوجہ رہو بیشک میرا پروردگار رحم والا اور محبت والا ہے (۳) لوگوں نے کہا

(۱) مدین والوں کو حضرت شعیبؑ کا تبلیغ کرنا ناگوار گزرا اور ان کی نیکی اور تبلیغ کا مذاق اڑانے لگے۔ کہنے لگے کہ تم اپنی جگہ نیک ہو اور نمازیں پڑھتے ہو تو پڑھا کرو تمہاری نمازیں تم کو مبارک۔ لیکن تم ہمارے معاملات میں کیوں دخل دیتے ہو؟ ہم کو اپنے بزرگوں کے معبودوں کی پوجا سے کیوں روکتے ہو اور مال میں من مانے تصرف کرنے سے ہم کو کیوں منع کرتے ہو؟ بس زیادہ نیک نہ بنو: معلوم ہوتا ہے دنیا میں بس تم ہی ایک نیک اور دیانتدار پیدا ہوئے ہو۔ جاؤ اپنی نیکی اپنے پاس رکھو اور ہمیں اپنے حال پر چھوڑ دو۔

(۲) حضرت شعیبؑ نے لوگوں کے مذاق اڑانے پر صبر کیا اور اپنی صداقت اور تبلیغ کی اہمیت ان کو سمجھانے کے لئے فرمایا کہ بظاہر میں تم جیسا انسان ہوں لیکن اللہ تعالےٰ نے مجھ کو عقل و فہم کی روشنی دی اور وحی کا نور عطا فرمایا جس سے میں ایمانی اور اخلاقی حقیقتوں کو واضح طور پر دیکھ سکتا ہوں جن کو تم نہیں دیکھ سکتے۔ میں ان حقیقتوں سے کیسے انکار کر سکتا ہوں اور تم سے ڈر کر تبلیغ کا کام کس طرح چھوڑ سکتا ہوں۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو رزق وافر عطا فرمایا ہے اور تمہارا محتاج نہیں رکھا ہے کہ تم مجھ پر اپنا دباؤ ڈال سکو۔

دیکھو! میری صداقت کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ میرا ظاہر و باطن اور علم و عمل ایک ہے۔ میں جس بات کی تم کو نصیحت کرتا ہوں، اس پر خود بھی عمل کرتا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ میری ساری جدوجہد اس مقصد کے لئے ہے کہ تمہاری اصلاح ہو جائے اور تمہاری دینی اور دنیوی حالت درست ہو جائے۔ چاہے تم میری بات سنو یا نہ سنو، میں اس کام سے باز نہیں آؤں گا اور مقدور بھر تمہاری اصلاح کی کوشش کرتا رہوں گا۔ میں اس معاملہ میں اللہ تعالےٰ سے توفیق مانگتا ہوں، ورنہ میں کیا اور میرا ارادہ کیا۔ میرا بھروسہ اسی پر ہے اور میں ہر کام میں اسی کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اسی سے مدد مانگتا ہوں۔

(۳) حضرت شعیبؑ نے لوگوں کو یہ نصیحت بھی فرمائی کہ اس معاملہ میں ضد سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ میری ضد اور عداوت کی وجہ سے تم مشتعل ہو جاؤ اور اللہ تعالےٰ کی بھیجی ہوئی سچائی کو ٹھکرا دو۔ دیکھو! اللہ تعالےٰ کے پیغام کو ٹھکرانے کی سزا تم کو معلوم ہے۔ قوم نوحؑ، قوم ہود اور قوم صالحؑ کی سرگزشت تمہارے سامنے ہے، خاص کر قوم لوطؑ کا زمانہ تو زیادہ دور نہیں ہے۔ ان سب قوموں کے انجام پر غور کرو اور نصیحت حاصل کرو۔ عذاب الٰہی سے نجات حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ شرک و کفر اور بدعملیوں کو ترک کرو، پچھلے گناہوں سے معافی چاہو، اللہ تعالےٰ پر ایمان لاؤ، ہمیشہ اسی کی طرف متوجہ رہو اور نیک عملی کی زندگی گزارو۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ رحیم اور ودود ہے۔ اگر اخلاص کے ساتھ تم اس کی طرف متوجہ ہو گے تو یقین رکھو کہ وہ ضرور تم پر رحم فرمائے گا بلکہ تم سے محبت کا سلوک کرے گا۔

يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ

اے شعیب! تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم تم کو اپنے لوگوں

فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۫ وَمَآ اَنْتَ

میں کمزور پاتے ہیں اور اگر تمہارا خاندان نہ ہوتا تو ہم تم کو سنگسار کر ڈالتے اور ہماری نظر میں

عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿٩١﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ

تمہاری کچھ بھی وقعت نہیں ہے شعیب نے کہا اے میری قوم! کیا میرا خاندان تمہارے نزدیک اللہ سے بھی بڑھ کر

اللّٰهِ ۭ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا

باعزت ہے اور اللہ کو تم نے پیٹھ پیچھے ڈال دیا ہے بیشک میرا پروردگار تمہارے

تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿٩٢﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ

اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے (۱) اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ کام کرتے رہو میں (اپنی جگہ)

اِنِّيْ عَامِلٌ ۭ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ

کام کرتا ہوں تم عنقریب جان لوگے کہ رسوا کرنے والا عذاب کس پر

يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۭ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ

نازل ہوتا ہے اور کون جھوٹا ہے اور تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ

رَقِيْبٌ ﴿٩٣﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ

انتظار کرتا ہوں (۲) اور جب ہمارے عذاب کا حکم آپہنچا تو ہم نے اپنی مہربانی سے شعیب کو اور ان لوگوں کو جو

اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا

ان کے ساتھ ایمان لائے تھے بچا لیا اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کو ایک ہیبت ناک

الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٩٤﴾ ۙ كَاَنْ لَّمْ

آواز نے پکڑ لیا پھر صبح کو اپنے (اپنے) گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے گویا کہ وہ

(۱) لوگوں نے جاہلانہ انداز میں کہا کہ اے شعیب: تم تو عجیب طرح کی باتیں کرتے ہو. تمہاری بہت سی باتیں تو ہماری سمجھ ہی میں نہیں آتیں. تمہارے سارے خاندان والے ہمارے ساتھ ہیں. تم اکیلے اور بے یارومددگار ہو. اگر تمہارے خاندان کا لحاظ نہ ہوتا تو پتھروں سے مار کر کبھی کا تم کو ختم کر دیا ہوتا کیونکہ ہمارے دلوں میں تمہاری کچھ بھی وقعت نہیں ہے.

حضرت شعیبؑ نے اس غیر معقول استدلال پر ان کو تنبیہ کی اور فرمایا کہ افسوس تمہاری عقلوں پر کہ تم نے میرے خاندان کا لحاظ کیا لیکن اس بات کا خیال نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اور اس کا پیغام تم کو سنا رہا ہوں. گویا تمہارے نزدیک میرے خاندان والے اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ باعزت ہیں. یاد رکھو کہ جو کرتوت تم کر رہے ہو وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں. تم اس کی گرفت سے بچ نہیں سکتے.

(۲) جب حضرت شعیبؑ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ راہ راست پر آنے والے نہیں ہیں تو تنبیہ کے لئے فرمایا کہ لوگو! تم اپنے راستے پر چلتے رہو اور میں اپنے طریقہ پر ثابت قدم رہوں گا. تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں عنقریب بارگاہ الٰہی سے فیصلہ صادر ہوگا اور معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا تھا اور کس کو رسوا کرنے والے عذاب نے آگھیرا.

يَغْنَوْا فِيهَا ۗ أَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُودُ ﴿٩٥﴾
ان میں کبھی بسے ہی نہ تھے سن رکھو کہ مدین پر (ویسی ہی) پھٹکار پڑی جیسی پھٹکار ثمود پر پڑی تھی (۱)

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٩٦﴾
اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور روشن دلیل کے ساتھ

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاتَّبَعُوا أَمْرَ فِرْعَوْنَ ۖ وَمَا
فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا مگر ان لوگوں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی حالانکہ

أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ ﴿٩٧﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
فرعون کا حکم درست نہ تھا وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا

فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۖ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُودُ ﴿٩٨﴾ وَأُتْبِعُوا
اور ان کو دوزخ میں آتارے گا یہ برا گھاٹ ہے جس پر وہ پہنچیں گے اور اس دنیا میں

فِي هَٰذِهِ لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ بِئْسَ الرِّفْدُ
بھی لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی اور قیامت کے دن (بھی لگی رہے گی) یہ برا انعام ہے

الْمَرْفُودُ ﴿٩٩﴾ ذَٰلِكَ مِنْ أَنبَاءِ الْقُرَىٰ نَقُصُّهُ عَلَيْكَ ۖ
جو ان کو ملا (۲) (اے پیغمبر) یہ (پرانی) بستیوں کے کچھ حالات ہیں جن کو ہم تم سے بیان کرتے ہیں

مِنْهَا قَائِمٌ وَحَصِيدٌ ﴿١٠٠﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِن
ان میں سے بعض تو باقی ہیں اور بعض کی جڑ کٹ گئی اور ہم نے ان لوگوں پر ظلم نہیں کیا بلکہ

ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ۖ فَمَا أَغْنَتْ عَنْهُمْ آلِهَتُهُمُ الَّتِي
انھوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا تو جب تمہارے پروردگار کے عذاب کا حکم آ پہنچا تو ان کے وہ

يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مِن شَيْءٍ لَّمَّا جَاءَ أَمْرُ
معبود جنھیں وہ اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے ان کے کچھ بھی

ع ١١

(۱) جب عذاب الٰہی آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضرت شعیبؑ کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لے آئے تھے بچا لیا لیکن فرشتے کی ایک ہولناک آواز سے سارے ظالم گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے، گویا وہ ان میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ مدین والوں پر بھی اسی طرح لعنت پڑی جس طرح قوم ثمود پر پڑی تھی۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت سے معجزات دیئے تھے۔ ان میں سے لاٹھی (عصا) کا معجزہ بہت واضح تھا شاید اسی کو 'سلطان مبین' فرمایا ہے۔ لیکن فرعون اور اس کے سرداروں نے ان معجزات کی قدر نہ کی اور ان سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ سب کا سرغنہ فرعون تھا اور باقی سب لوگ بے سمجھے بوجھے اسی کے پیچھے چل رہے تھے حالانکہ یہ بات ظاہر تھی کہ فرعون ٹھیک راہ پر نہ تھا۔

جس طرح فرعون دنیا میں گمراہوں کا پیشوا تھا، اسی طرح وہ قیامت کے دن بھی ان سب کے آگے آگے چلے گا اور سب کو جہنم کے گھاٹ پر پہنچا دے گا جو بہت برا گھاٹ ہے۔

فرعون اور اس کے پیچھے چلنے والے ایسے لوگ ہیں جن پر دنیا میں بھی پھٹکار پڑی اور قیامت کے دن بھی پڑے گی حقیقت یہ ہے کہ ان کے کرتوتوں کا یہی صلہ ہے جو ان کو ملے گا اور جو بہت برا صلہ ہے۔

رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿١٠١﴾ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ

کام نہ آئے اور تباہ کرنے کے سوا ان کے حق میں اور کچھ نہ کر سکے اور (اے پیغمبر) تمہارے پروردگار کی

رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ

پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ بستیوں والوں کو پکڑتا ہے جبکہ وہ ظلم کرتے ہیں یقیناً اس کی پکڑ

اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿١٠٢﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ

دکھ دینے والی اور سخت ہے (۱) بلا شبہ ان واقعات میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو

عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَ

آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے یہ وہ دن ہوگا جس میں سب لوگ اکٹھے کئے جائیں گے اور

ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿١٠٣﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ

یہی وہ دن ہوگا جس میں سب حاضر کئے جائیں گے اور ہم اس کے لانے میں ایک وقت معین تک

مَّعْدُوْدٍ ﴿١٠٤﴾ ؕ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ

تاخیر کر رہے ہیں جب وہ دن آئے گا تو اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص بات بھی نہ کرسکے گا

فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿١٠٥﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي

پھر ان میں سے کچھ بدبخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت (۲) تو جو بدبخت ہوئے وہ دوزخ میں

النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿١٠٦﴾ ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا

ہوں گے اس میں ان کا چیخنا اور دہاڑنا ہوگا وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے

دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ

جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں مگر جو تمہارا پروردگار چاہے بیشک

رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٠٧﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا

تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے لیکن جو لوگ نیک بخت ہوئے

(۱) جن بستیوں کے رہنے والوں کے حالات گزشتہ چند رکوعوں میں بیان کئے گئے ان میں سے بعض بستیاں تو اب بھی باقی ہیں اور بعض اجڑ گئیں اور مٹ گئیں۔

یاد رکھو کہ ان لوگوں پر جو تباہی آئی تو اس وجہ سے آئی کہ انھوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا اور ایسے ڈھنگ اختیار کئے جن کی وجہ سے عذاب الٰہی کے مستحق ٹھہرے۔ یہ لوگ اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے تھے اور ان سے مدد کی اُمیدیں رکھتے تھے لیکن جب عذاب الٰہی آیا تو ان کے باطل معبود کچھ کام نہ آسکے۔ اور کام کیا آتے وہ اُلٹے نقصان کا سبب ہوئے کہ ان کی پرستش کی وجہ سے یہ لوگ گمراہ ہوئے اور عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ کا قانون یہی ہے کہ ظالموں اور سرکشوں کو بہت ڈھیل دیتا ہے کہ شرارت سے باز آجائیں اور اپنی اصلاح کرلیں لیکن جب ظالم لوگ باز نہیں آتے تو ان کو ایسا سخت پکڑتا ہے کہ لاکھ سر پٹکیں، اس سے چھوٹ نہیں سکتے۔

(۲) گزشتہ قوموں کے حالات میں بڑی عبرت پوشیدہ ہے لیکن ان سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو آخرت کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور قیامت ہونے کا یقین رکھتے ہیں۔ وہ دن ایسا ہوگا کہ اس میں اگلے پچھلے سب اکٹھے کئے جائیں گے اور اس دن کوئی غیر حاضر نہ ہو سکے گا۔

یاد رکھو کہ قیامت کا آنا یقینی ہے۔ اس میں تاخیر صرف اس وجہ سے ہو رہی ہے کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے۔ اس دنیا کی مدت پوری ہو جانے پر قیامت آجائے گی۔ وہ دن ایسا ہولناک اور وحشت انگیز ہوگا کہ لوگوں کے منہ سے بات بھی نہ نکل سکے گی۔ صرف وہی لوگ بات کر سکیں گے جن کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اجازت ملے گی۔ پھر اس دن حساب کتاب ہوگا اور ہر شخص کے بارے میں فیصلہ سُنا دیا جائے گا کہ آیا وہ خوش نصیب ہے یا بدبخت۔ چنانچہ اس دن کچھ لوگ خوش نصیب اور کامیاب ہوں گے، اور کچھ لوگ بدنصیب اور ناکام۔

فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ
وہ جنت میں ہوں گے وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے جب تک آسمان اور
وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾
زمین قائم ہیں مگر جو تمہارا پروردگار چاہے یہ (اللہ کی) بخشش ہے کبھی منقطع نہ ہوگی (۱)
فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ۭ مَا يَعْبُدُوْنَ
تو (اے مخاطب) یہ لوگ (اللہ کے سوا) جن چیزوں کی پرستش کرتے ہیں ان کے بارے میں تم شبہ میں نہ پڑنا یہ (اسی طرح) پرستش کرتے ہیں
اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ
جس طرح پہلے سے ان کے باپ دادا کرتے آئے ہیں اور ہم ان کو ان کا حصہ پورا پورا
نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى
بغیر کسی کمی کے دینے والے ہیں (۲) اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب (یعنی
الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ
تورات) دی تھی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک بات
مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ
پہلے نہ ہو چکی ہوتی تو ان میں فیصلہ کر دیا جاتا اور لوگوں کو اس کی طرف سے شبہ ہے کہ
مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ
تردد میں پڑے ہیں اور بیشک سب کے لئے یہی ہے کہ جب وقت آئے گا تو تمہارا پروردگار ان کو ان کے
اَعْمَالَهُمْ ۭ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ
اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا بیشک وہ لوگوں کے اعمال سے واقف ہے (۳) تو (اے پیغمبر) جیسا
كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ اِنَّهٗ
تم کو حکم دیا گیا ہے اس پر تم اور وہ لوگ جو تمہارے ساتھ ہوگئے ہیں تائب ہو کر ثابت قدم رہو اور حد سے نہ بڑھو بیشک

(۱) لکھا ہے کہ عربوں کے محاورہ کے لحاظ سے 'مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ' سے ہمیشگی اور دوام مراد ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ دنیا کے آسمان و زمین مراد نہیں ہیں بلکہ آخرت کے آسمان و زمین مراد ہیں جو فنا نہیں ہوں گے۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ حساب کتاب کے بعد بدبخت دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ہاں اگر اللہ چاہے تو اور بات ہے۔ لیکن قرآن اور حدیث کے بیانات سے یہ بات واضح ہے کہ شفاعت اور آخری فیصلہ کے بعد جنتی اور دوزخی اپنی اپنی جگہ ہمیشہ رہیں گے۔ واللہ اعلم۔

(۲) یعنی مشرکوں کے طریقوں اور ان کے معبودوں کے بارے میں کسی کو ذرا بھی شبہ نہ کرنا چاہئے اور خلجان میں نہ پڑنا چاہئے۔ یقین رکھنا چاہئے کہ یہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کی پرستش میں لگے ہوئے ہیں تو بزرگوں کی اندھی تقلید میں مبتلا ہیں۔ اپنے باپ دادا کو جس طرح کرتے دیکھا ہے بے سوچے سمجھے ویسا ہی یہ خود بھی کرتے ہیں۔ یہ بات یقینی ہے کہ یہ لوگ گمراہ ہیں اور ان کی گمراہی کا پورا پورا بدلا ان کو ضرور ملے گا۔

ع ۹

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اگر یہ لوگ قرآن مجید کو وحی الٰہی نہیں مانتے ہیں تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی لوگوں نے آسمانی کتابوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا ہے۔ چنانچہ دیکھو کہ حضرت موسیٰ پر ہم نے تورات نازل کی تھی لیکن لوگوں نے اس کے ماننے میں اختلاف کیا۔ بعض نے مانا اور بعض نے جہالت اور ضد سے اس کے ماننے سے انکار کر دیا۔ یہ اس وجہ سے ہوا کہ ہم نے پہلے سے اس بات کا فیصلہ کر دیا تھا کہ اس دنیا میں لوگوں کو مجبور نہیں کیا جائے بلکہ ان کو فکر و عمل کی آزادی دی جائے۔ پھر سرکشوں کو مہلت پر مہلت دی جائے اور آخری فیصلہ قیامت کے دن کے لئے اٹھا رکھا جائے۔ اگر یہ بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی تو لوگوں کے اختلافات کا فیصلہ کبھی کا کر دیا گیا ہوتا۔ لوگ اس حقیقت کو سمجھتے نہیں اور جہالت سے آخری فیصلہ کے متعلق شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ خیر! ان کے شک سے حقیقت نہیں بدلتی۔ یاد رکھو کہ جب وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا کیونکہ وہ اپنے بندوں کے اعمال سے باخبر ہے۔

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ
جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے اور جو لوگ ظالم ہیں ان کی طرف
ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
مت جھکو کہیں تم کو بھی آگ چھو جائے اور اللہ کے سوا تمہارے اور دوست
مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ
نہیں ہیں پھر تم (کہیں سے) مدد نہ پا سکو گے (۱) اور (اے پیغمبر) نماز پڑھا کرو دن کے دونوں
النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ
سروں پر (یعنی صبح و شام) اور رات کے حصے میں بھی کچھ شک نہیں کہ نیکیاں برائیوں کو
السَّيِّاٰتِ ۭ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَاصْبِرْ
دور کر دیتی ہیں یہ ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں اور صبر کئے رہو
فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَلَوْلَا
بیشک اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا (۲) پھر (دیکھو)
كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ
ایسا کیوں نہیں ہوا کہ جو قومیں تم سے پہلے گزر چکی ہیں ان میں ایسے اہل خیر باقی رہتے
يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ
جو لوگوں کو ملک میں شر و فساد پھیلانے سے روکتے البتہ ایسے تھوڑے لوگ (تھے) جن کو
اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ
ہم نے عذاب سے بچا لیا اور ظالم لوگ تو انہی باتوں کے پیچھے پڑے رہے جن میں عیش و آرام تھا
وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ
اور وہ مجرم تھے اور تمہارا پروردگار ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو

(۱) سورۃ کے آخری رکوع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کو خطاب کر کے چند نصیحتیں فرمائی ہیں۔ ایمان والوں کو چاہیئے کہ دین کا جو روشن راستہ ان کو بتایا گیا ہے اس پر جمے رہیں اور سیدھے چلتے رہیں۔ دین کے معاملہ میں افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال اور توسط کی راہ اختیار کریں۔ ہمیشہ اس شعور کو اپنے اندر بیدار رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ جن لوگوں نے سرکشی اور نافرمانی پر کمر باندھ رکھی ہے ان کی طرف نہ جھکیں اور ان کی روش اختیار نہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ ان کو بھی دوزخ کی آگ چھو جائے پھر اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی دوست اور مدد کرنے والا نہ ہو۔

(۲) مسلمانوں کو چاہیئے کہ نمازوں کی پابندی کریں۔ کیونکہ نماز بہت بڑی نیکی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس یہ ضابطہ مقرر ہے کہ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ بہت بڑی نصیحت ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس نصیحت کو یاد رکھیں اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ مسلمان نمازوں کی پابندی کریں اور دین کے راستے میں جو تکلیفیں پہنچیں ان کو خندہ پیشانی سے برداشت کریں۔ سورۂ بقرہ میں فرمایا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ نیک کرداروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ اسی لئے ضروری ہے کہ آخرکار کامیابی انہیں کے حصے میں آئے گی۔

الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿١١٧﴾ وَلَوْ شَآءَ
ناحق تباہ کردے حالانکہ وہاں کے رہنے والے نیکوکار ہوں (۱) اور اگر تمہارا
رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ
پروردگار چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی طریقہ پر کردیتا لیکن وہ ہمیشہ
مُخْتَلِفِيْنَ ﴿١١٨﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ
اختلاف کرتے رہیں گے مگر جن پر تمہارا پروردگار رحم کرے اور اسی لئے ان کو پیدا کیا ہے
وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ
اور تمہارے پروردگار کی یہ بات پوری ہوگئی کہ میں جہنم کو جنوں اور
وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿١١٩﴾ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ
انسانوں سے بھر دوں گا (۲) اور (اے پیغمبر!) رسولوں کے قصوں میں سے یہ سارے قصے ہم
اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ
تم سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعے ہم تمہارے دل کو تسلی دیتے ہیں اور ان قصوں کے ضمن میں تمہارے
هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٠﴾ وَقُلْ
پاس حق بات پہنچ گئی اور یہ مسلمانوں کے لئے نصیحت اور یاد دہانی ہے (۳) اور (اے پیغمبر!)
لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا
جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان سے کہدو کہ تم اپنی جگہ عمل کرو ہم بھی
عٰمِلُوْنَ ﴿١٢١﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿١٢٢﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ
عمل کرتے ہیں اور (اعمال کے نتیجہ کا) تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کے
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ
غیب کی باتوں کا علم اللہ ہی کو ہے اور اسی کی طرف سب معاملات لوٹنے والے ہیں تو اے پیغمبر تم اسی کی عبادت کرو

(۱) پچھلی قوموں کے واقعات بیان کرنے کے بعد اس آیت میں مسلمانوں کو ایک اصول کی تعلیم دی ہے۔
پچھلی قوموں کی تباہی کا راز یہ ہوا کہ عام طور پر لوگ عیش و عشرت میں پڑ کر گناہوں کے عادی ہو گئے۔ جن لوگوں پر ذمہ داری تھی انھوں نے وعظ و نصیحت کا کام ترک کر دیا۔ صرف چند آدمی تھے جو لوگوں کو آگاہ کرتے رہے۔ مگر نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ظلم و عناد اور شر و فساد عام ہو گیا۔ اس نوبت پر عذاب الٰہی نمودار ہوا اور ساری قوم تباہ ہو گئی صرف وہ چند مقدس حضرات محفوظ رہے جو وعظ و نصیحت کا فرض انجام دیتے رہتے تھے۔ اللہ کا یہ قانون ہے کہ اگر لوگ اپنی اصلاح کرلیں اور نیکوکار رہیں تو پھر وہ ناحق بستیوں کو تباہ نہیں کرتا۔

(۲) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ بیشک اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگ ایک ہی طریقہ اور دین پر رہتے اور آپس میں اختلاف نہ کرتے۔ لیکن اس کی حکمت کا اقتضاء یہ ہوا کہ اس نے لوگوں کو ایک بات کے ماننے پر مجبور نہیں کیا۔ چنانچہ پہلے بھی ایسا ہوا ہے کہ لوگ راہ حق سے اختلاف کرتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔ البتہ کچھ لوگ ضرور ایسے ہوتے ہیں جو دین حق سے اختلاف نہیں کرتے اور جو اپنے کو رحمت الٰہی کا مستحق بناتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ انسانوں کو پیدا کرنے سے مقصد تو یہی ہے کہ وہ راہ حق پر قائم رہیں اور رحمت الٰہی کے مستحق ٹھہریں لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ اس مقصد کو پورا نہیں کرتے اور دین حق سے اختلاف کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے کو جہنم کا مستحق ٹھہراتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں ضرور جہنم کو انسانوں اور جنوں سے بھر دوں گا۔
واضح ہو کہ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ کا مطلب یوں بھی بیان کیا گیا ہے کہ انسانوں کے پیدا کرنے سے مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتوں کا ظہور ہو۔ اس لئے لوگوں میں اختلاف ضروری ہوا۔ جو لوگ راہ حق پر قائم رہتے ہیں وہ صفت رحمت سے فیض پائیں گے اور جو لوگ حق سے پھیرتے ہیں وہ صفت عدل کے تحت جہنم میں سزا بھگتیں گے۔

(۳) مکہ کے مشرک قرآن مجید کے قصوں کا مذاق اڑاتے تھے اور ان کو (اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ) داستان پارینہ کہتے تھے۔ اس آیت میں قرآنی قصوں کی حکمت اور مصلحت مختصر طور پر واضح فرمائی ہے کہ ان سے آنحضرت کو بھی فائدہ پہنچتا ہے اور مسلمانوں کے لئے بھی ان میں بڑی بڑی نصیحتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔
حقیقت یہ ہے کہ گزشتہ قوموں کی سرکشیوں اور نافرمانیوں کے واقعات اور ان کے پیغمبروںؑ کے صبر و ثبات کی کیفیات معلوم ہونے سے آنحضرتؐ کے قلب مبارک کو مزید صبر و سکون حاصل ہوتا ہے اور اپنی قوم کی گمراہی اور نافرمانی کے رنج میں ایک گونہ کمی ہو جاتی ہے ـــــ اس کے علاوہ یہ کہ قرآنی قصوں کے ذریعہ مذہبی، اخلاقی اور تاریخی حقیقتیں آشکارا ہوتی ہیں جن سے مسلمان نصیحت حاصل کرتے ہیں، زندگی میں غلط طریقوں سے بچتے ہیں اور صحیح راستہ اختیار کرتے ہیں۔

وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٢٣﴾

اور اسی پر بھروسہ رکھو اور تم جو کچھ کر رہے ہو تمہارا پروردگار اس سے بے خبر نہیں ہے (۱)

(۱۲) سُوْرَةُ يُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ

اٰيَاتُهَا ۱۱۱ رُكُوْعَاتُهَا ۱۲

سورہ یوسف مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿١﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ

الرٰ یہ ایک روشن کتاب کی آیتیں ہیں ہم نے اس کو عربی قرآن

قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢﴾ نَحْنُ نَقُصُّ

(کی شکل میں) اس لئے اتارا ہے تاکہ تم (لوگ) سمجھ سکو (۳) (اے پیغمبر!) ہم اس

عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا

قرآن کے ذریعے جو ہم نے تمہاری طرف بھیجا ہے تم سے ایک نہایت عمدہ قصہ

الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿٣﴾

بیان کرتے ہیں اور تم اس کے (نازل ہونے سے) پہلے اس سے بے خبر تھے (۴)

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ

(وہ وقت یاد کرو) جب یوسفؑ نے اپنے والد سے کہا کہ ابا! میں نے (خواب میں) گیارہ

كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ﴿٤﴾

ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے۔ دیکھتا کیا ہوں کہ یہ سب مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ

(یعقوبؑ نے) کہا بیٹا! اپنے خواب کو اپنے بھائیوں سے بیان کرنا

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر لوگ تمہاری نصیحت نہیں سنتے ہیں تو ان کو چھوڑ دو اور اپنے کام میں لگے رہو۔

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں تک کا جاننے والا ہے اور سارے معاملات آخرکار اسی کی طرف لوٹیں گے اور وہی سب کا فیصلہ کرے گا۔ لہٰذا تم اسی پر بھروسہ رکھو، اسی کی عبادت میں لگے رہو اور اس کا پیغام لوگوں کو پہنچاتے رہو۔ وہ تمہارے سب کے اعمال سے واقف ہے۔ یقیناً ہر ایک کو اس کے اعمال کا مناسب بدلا دے گا۔

ع ۱۰

(۲) یہ سورت مکہ شریف میں نازل ہوئی تھی۔ اس کی شان نزول کے بارے میں لکھا ہے کہ یہودیوں نے مکہ کے مشرکوں سے کہلا بھیجا کہ محمدؐ کا امتحان لو اور ان سے پوچھو کہ حضرت یعقوبؑ تو کنعان میں رہتے تھے۔ پھر ان کی اولاد مصر کس طرح پہنچ گئی اور حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں میں کیا واقعہ پیش آیا تھا؟ چنانچہ جب مکہ کے مشرکوں نے آنحضرتؐ کے سامنے یہ سوال پیش کیا تو اس کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی جس میں حضرت یوسفؑ کے واقعہ کے خاص خاص حصے تسلسل کے ساتھ اور بہترین طرز میں بیان فرمائے۔ جس کو سن کر عرب اور یہودی حیران اور لاجواب ہو گئے۔

(۳) اصل سوال کا جواب دینے سے پہلے قرآن مجید کی صداقت اور اس کے وحی الٰہی ہونے کا یقین عربوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے فرمایا کہ یاد رکھو کہ یہ آیتیں جو تم کو پڑھ کر سنائی جا رہی ہیں ایک ایسی کتاب کی آیتیں ہیں جس کا بیان نہایت واضح اور صاف ہے اور جس کے اصول اور احکام بھی انسانی فطرت کے مطابق ہونے کی وجہ سے واضح اور معقول ہیں۔

پھر دیکھو! یقین مانو کہ اس کتاب کو ہم نے اپنے بندے محمدؐ پر قرآن مجید کی شکل میں اور تمہاری عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ پہلے تم خود اس کو سمجھو اور مانو پھر دوسروں کو سمجھاؤ اور منواؤ۔

(۴) آنحضرتؐ پڑھے لکھے نہیں تھے اور قوموں کی تاریخ سے واقف تھے پھر بھی آپؐ نے ایک سچا اور عمدہ قصہ فصیح و بلیغ عربی زبان میں اور بہترین طرز میں عربوں اور یہودیوں کے سامنے پیش کیا۔ عقل والوں کے لئے یہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

واضح ہو کہ اس قصہ میں کئی خوبیاں جمع ہو گئی ہیں مثلاً یہ کہ حضرت یوسفؑ کی ذات گرامی ہے جن کا حسن صورت و سیرت ضرب المثل ہے۔ داستان حسن و عشق میں انسانی فطرت کے لئے بڑی کشش ہے۔ سارا قصہ اخلاقی نصیحتوں سے پُر ہے۔ یوسفؑ کے بھائی ان سے حسد کرتے ہیں لیکن وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ بڑی ہمدردی کا سلوک کرتے ہیں حتیٰ کہ بھائی کو مانگ لینے کے لئے ان کے پاس مصر میں پہنچتے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ پیارے بیٹے کے گم ہو جانے پر صبر کرتے ہیں۔ حضرت یوسفؑ کا پیغمبرانہ کردار، ان کی پاکدامنی، ان کا صبر، ان کی حق پرستی، ان کی امانت و دیانت، غرض ان کا حسن صورت، حسن سیرت اور حسن انتظام اس قصہ کو احسن القصص کے لقب کا مستحق بنا دیتا ہے۔

فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوٌّ

تو وہ تمہارے خلاف کوئی چال چلیں گے بیشک شیطان انسان کا کھلا

مُّبِينٌ ﴿٥﴾ وَكَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ

دشمن ہے (١) اور اسی طرح تمہارا پروردگار تم کو برگزیدہ کرے گا اور تم کو (خواب کی)

مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ

باتوں کی تعبیر کا علم بھی سکھائے گا اور اسی طرح تم پر اور یعقوب کی اولاد پر

وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِن

اپنی نعمت پوری کرے گا جس طرح اس سے پہلے وہ اپنی نعمت تمہارے

قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٦﴾ ع

دادا پردادا ابراہیم اور اسحاق پر کرچکا ہے بلاشبہ تمہارا پروردگار جاننے والا اور حکمت والا ہے (٢)

لَّقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِينَ ﴿٧﴾

بیشک یوسف اور ان کے بھائیوں (کے قصہ) میں پوچھنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں (٣)

إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَ

جب یوسف کے بھائیوں نے (آپس میں) کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سب سے بہت زیادہ محبوب ہیں

نَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٨﴾ ج اقْتُلُوا

حالانکہ ہم بھائیوں کی طاقتور جماعت ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے باپ صریح غلطی پر ہیں (آپس میں کہا کہ)

يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ

یوسف کو یا تو جان سے مار ڈالو یا اس کو کسی (دور) جگہ پھینک آؤ (جب وہ نہیں رہے گا) تو ابا کی توجہ صرف تمہاری ہی طرف

وَتَكُونُوا مِن بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ ﴿٩﴾ قَالَ قَائِلٌ

رہے گی اور اس کے بعد تم اچھی حالت میں ہوجاؤ گے اس پر ان میں سے ایک کہنے والے نے

(١) لکھا ہے کہ حضرت یوسفؑ کی عمر بارہ یا تیرہ برس کی تھی جب انھوں نے خواب میں دیکھا کہ سورج، چاند اور گیارہ ستارے ان کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔ وہ اس خواب کا مطلب نہ سمجھ سکے اور انھوں نے اپنے باپ حضرت یعقوبؑ سے اس خواب کو بیان کیا۔ حضرت یعقوبؑ پیغمبرانہ فراست سے اس خواب کی اہمیت کو سمجھ گئے اور انھوں نے حضرت یوسفؑ کو منع کیا کہ اپنے علاتی بھائیوں سے اس خواب کو نہ بیان کرنا۔ وہ پہلے ہی تم سے جلتے ہیں اس خواب کو سن کر شیطان ان کو بہکائے گا اور حسد کی آگ ان کے سینوں میں بھڑکائے گا۔ وہ تمہارے خلاف منصوبے سوچیں گے اور تم کو نقصان پہنچانے کی فکر کریں گے۔

(٢) پھر حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ پر اس خواب کی اہمیت اور خصوصیت ظاہر کی اور ان کو بتایا کہ اس خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا مستقبل بڑا شاندار ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو نبوت سے سرفراز فرمائے گا اور ایسا علم تم کو بخشے گا جس سے خوابوں کی تعبیر اور باتوں کا ٹھیک ٹھیک مطلب سمجھ سکو گے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے دادا

ع ٦/١١

اور پردادا حضرت اسحاق اور حضرت ابراہیم پر اپنی نعمتیں پوری کیں اسی طرح وہ تم پر نعمت پوری کرے گا۔ نبوت کے ساتھ سلطنت بھی عطا فرمائے گا۔ نہ صرف تم کو بلکہ آئندہ نسلوں میں میرے خاندان کے بہت سے افراد کو نبوت اور بادشاہت سے سرفراز فرمائے گا۔ وہ علیم اور حکیم ہے۔ اپنے علم اور حکمت کے مطابق جس کو چاہتا ہے نبوت اور بادشاہت سے سرفراز فرماتا ہے۔

(٣) جو لوگ حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کی سرگزشت سے نصیحت حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے اس سرگزشت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور آنحضرتؐ کی صداقت کی نشانیاں موجود ہیں۔ خاص کر مکہ والوں کے لئے اس واقعہ میں بڑی عبرت کا سامان ہے جنھوں نے یہودیوں کے کہنے پر حضرت یوسفؑ کا واقعہ آنحضرتؐ سے دریافت کیا تھا۔

جس طرح حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے ان سے حسد کیا اور ان کو گھر سے نکالا لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کی حفاظت فرمائی، ان کو نبوت اور حکومت اقتدار سے سرفراز فرمایا، پھر جب حضرت یوسفؑ کے بھائی محتاج ہو کر ان کے پاس مصر میں پہنچے تو انھوں نے بھائیوں کا قصور معاف کر دیا اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ ٹھیک اسی طرح مکہ والوں اور آنحضرتؐ کا حال ہوا۔ مکہ والوں نے آپ کے ساتھ گستاخیاں کیں آپ کو سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائیں اور آخرکار وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ لیکن چند سال کے بعد ہی وہ دن آیا جب کہ آپ فاتحانہ شان کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے اور حضرت یوسفؑ کی طرح آپ نے بھی اپنے قومی بھائیوں کو معاف کرتے ہوئے فرمایا "لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ"

مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ
کہا کہ یوسف کو جان سے نہ مارو بلکہ اس کو لے جا کر کسی اندھے کنویں میں ڈال دو
یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّیَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ۱۰
کوئی مسافر اسے نکال لے جائے گا اگر تم کو کرنا ہی ہے (تو یوں کرو) (۱)
قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى یُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ
(تب وہ سب مل کر باپ کے پاس آئے اور) کہا کہ ابا جان! کیا وجہ ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے اور ہمارے ساتھ نہیں جانے
لَنٰصِحُوْنَ ۱۱ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَیَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ
دیتے حالانکہ ہم اس کے خیرخواہ ہیں کل ہمارے ساتھ اسے (جنگل میں) جانے دیجئے تاکہ خوب کھائے پیئے کھیلے کودے اور ہم اس کی
لَحٰفِظُوْنَ ۱۲ قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ
حفاظت کے ذمہ دار ہیں (یعقوب نے) کہا مجھ کو یہ بات غم میں ڈالتی ہے کہ تم اس کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور میں اس بات سے بھی ڈرتا ہوں
اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۱۳ قَالُوْا
کہ اس کو بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے غافل رہو انہوں نے کہا
لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۱۴
اگر ہماری موجودگی میں کہ ہم ایک طاقتور جماعت ہیں اسے بھیڑیا کھا گیا تو ہم نقصان اٹھانے والے ہوئے (۲)
فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْۤا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ
غرض جب وہ یوسف کو ساتھ لے گئے اور سب نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ اس کو اندھے کنویں میں ڈال دیں تو اس
الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا
وقت ہم نے یوسف پر وحی بھیجی کہ (مایوس نہ ہو ایک وقت ایسا آئے گا کہ) تم ان کو ان کی بدسلوکی سے آگاہ کرو گے اور ان
یَشْعُرُوْنَ ۱۵ وَجَآءُوْۤ اَبَاهُمْ عِشَآءً یَّبْكُوْنَ ۱۶ قَالُوْا
تم کو پہچانیں گے بھی نہیں (۳) اور (یہ حرکت کر کے) وہ رات کے وقت باپ کے پاس روتے ہوئے آئے (اور لگے)

(۱) حضرت یعقوبؑ کے کئی بیویوں سے بارہ لڑکے تھے۔ حضرت یوسفؑ اور بنیامین ایک بیوی سے تھے۔ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ اور بنیامین سے بہت محبت کرتے تھے۔ خاص کر حضرت یوسفؑ تو باپ کی آنکھوں کا نور تھے۔ حضرت یوسفؑ کے علاتی بھائیوں کو یہ بات ناگوار تھی اسی لئے حضرت یوسفؑ سے جلتے تھے اور حضرت یعقوبؑ کی شان میں بھی گستاخانہ الفاظ بکتے تھے۔ ایک دن وہ سب کے سب سر جوڑ کر بیٹھے اور مشورہ کیا کہ اس معاملہ میں کیا کریں۔ یا تو یوسف کو مار ڈالیں یا پھر اس کو کسی دور مقام پر پھینک آئیں جب یوسفؑ والد کے سامنے نہ رہے گا تو یقین ہے کہ ان کی ساری محبت ہمارے ہی لئے خاص ہوگی اور ہمارے سب کام ٹھیک ہو جائیں گے۔

یہودا نے کہا کہ یوسف کو جان سے مارنا ٹھیک نہیں البتہ اگر تم کرنا چاہتے ہو تو یہ کرو کہ اس کو کسی اندھے کنویں میں ڈال دو۔ قافلے والوں میں سے کوئی مسافر اس کو اٹھا کر لے جائے گا اور اس طرح ہم کو اس سے نجات ملے گا۔

(۲) اس خوفناک سازش کے بعد سب بھائی حضرت یعقوبؑ کے پاس پہنچے اور عرض کی کہ بابا! تعجب ہے کہ آپ یوسفؑ کے معاملہ میں ہم سے بدگمان ہیں حالانکہ ہم اس کے خیرخواہ ہیں۔ دیکھئے! گھر میں پڑے پڑے بچہ کی صحت خراب ہوتی ہے۔ کل اس کو ہمارے ساتھ جنگل جانے کی اجازت دیجئے۔ وہاں خوب کھائے پیئے گا اور کھلی ہوا میں آزادی سے کھیلے کودے گا یقین رکھئے کہ ہم سب اس کی حفاظت کریں گے۔

حضرت یعقوبؑ بیٹوں کے حسد سے واقف تھے۔ لیکن اس کو صاف طور پر ظاہر نہ کر سکے۔ بات بدل کر یوں فرمایا کہ اگر تم اس کو لے جاؤ گے تو دن بھر اس کی یاد مجھے ستائے گی۔ پھر یہ بھی اندیشہ ہے کہ جنگل میں بھیڑیئے بہت ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کھیل کود میں لگ جاؤ اور کوئی بھیڑیا بچہ کو پھاڑ کھائے۔

حضرت یعقوبؑ کو دھوکا دینے کی غرض سے سب کے سب اکڑ کر بولے کہ بابا! ہمارے ہوتے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یوسف کو بھیڑیا کھا جائے۔ کیا ہم ایسے گئے گزرے ہیں کہ بھائی کو بھیڑیئے کے حوالے کر کے نقصان عظیم گوارا کر لیں گے؟

(۳) غرض انتہائی اصرار کر کے اور حضرت یعقوبؑ کو مجبور کر کے دوسرے دن سب کے سب حضرت یوسفؑ کو اپنے ساتھ جنگل لے گئے اور سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق ان کو اندھے کنویں میں ڈال دیا۔ اس وقت حضرت یوسفؑ کی تسلی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اشارہ کیا یا جبریلؑ کے ذریعہ کہلایا کہ گھبراؤ نہیں۔ آج کی سختیوں پر صبر کرو اور یقین رکھو کہ ایک دن ایسا آئے گا جب کہ تم کو رہائی ملے گی، تم بڑے مرتبے پر فائز ہو گے یہ سب لوگ حاجت مندوں کی طرح تمہارے سامنے حاضر ہوں گے، تم ان کی یہ ساری بدسلوکیاں ان کو یاد دلاؤ گے لیکن وہ تم کو پہچان بھی نہ سکیں گے۔

يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا

ابا جان! ہم تو دوڑنے اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے میں مصروف ہوگئے اور یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑ گئے

فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾

تو اسے بھیڑیا کھا گیا اور ہم جانتے ہیں کہ آپ ہماری بات کا یقین کرنے والے نہیں اگرچہ ہم سچے ہوں

وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ

اور وہ یوسف کے کرتے پر جھوٹ موٹ کا خون لگا لائے باپ نے اسے دیکھتے ہی کہا (کہ نہیں) بلکہ

لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ

تم اپنے دل سے یہ بات بنا لائے ہو خیر اب میرے لئے صبر ہی بہتر ہے اور جو باتیں تم بیان کرتے ہو

عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ

اس پر اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں (۱) اور (کنوئیں کے پاس) ایک قافلہ ٹھہرا انہوں نے (پانی کے لئے) اپنا سقہ بھیجا اس نے

فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ

کنوئیں میں ڈول ڈالا (یوسف ڈول میں بیٹھ کر باہر آئے تو) اس نے کہا کیا خوشی کی بات ہے یہ تو ایک لڑکا ہے اور قافلہ والوں نے اسے پنا قیمتی سرمایہ

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ

سمجھ کر چھپا لیا اور وہ جو کچھ کر رہے تھے اللہ کو سب معلوم تھا (یوسف کے بھائیوں کو خبر ہوئی تو وہ فوراً پہنچ گئے) اور اس کو

مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ ع وَقَالَ الَّذِى

بہت ہی کم داموں میں یعنی چند درہم کے عوض بیچ ڈالا اور وہ اس سے بیزار تھے (۲) اور مصر والوں میں سے جس شخص نے

اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِىْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى

یوسف کو خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اسے عزت کے ساتھ رکھو عجب نہیں کہ یہ

اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ

(بڑا ہو کر) ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنا لیں (۳) اور اس طرح ہم نے سرزمین مصر میں یوسف کو

(۱) حضرت یوسفؑ کو کنوئیں میں ڈال کر اور اپنے خیال میں ان کا کام تمام کر کے سب بھائی روتے دھوتے رات کے وقت حضرت یعقوبؑ کے پاس پہنچے اور ان کو یہ خبر سنائی کہ باوا! ہم نے یوسفؑ کو اپنے کپڑوں کے پاس بٹھا دیا اور ہم دوڑنے میں مقابلہ کرتے ہوئے دور نکل گئے۔ اتنے میں کوئی بھیڑیا آیا اور یوسف کو کھا گیا، اور آپ نے جو اندیشہ ظاہر کیا تھا، وہ واقعہ بن گیا۔ مگر آپ ہم سے بدگمان ہیں۔ اگر ہم سچے بھی ہوں تو آپ ہمارا یقین نہیں کریں گے۔ آپ کو یقین دلانے کے لئے ہم یوسف کا کرتا لے آئے ہیں۔ یہ دیکھئے! سارا خون میں لتھڑا ہوا ہے۔ بھلا جس کو کنعان میں بیٹھ کر مصر سے یوسفؑ کے کرتے کی خوشبو آتی تھی وہ بکری کے خون پر یوسف کے خون کا گمان کب کر سکتا تھا۔ چنانچہ حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو جھٹلا دیا، اور فرمایا کہ حقیقت حال تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے لیکن اتنا میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ سب تمہارا گھڑا ہوا فریب ہے۔ بہرحال میں صبر جمیل کا شیوہ اختیار کرتا ہوں جس میں نہ شکوہ ہوگا اور نہ انتقام کی کوشش۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہاری بیان کی ہوئی باتیں غلط ثابت کر کے اس معاملہ کا بہتر انجام ظاہر فرمائے۔

۴۰
۲۰۲

(۲) لکھا ہے کہ حضرت یوسفؑ تین روز تک کنوئیں میں رہے۔ یہودا کھانا پہنچا دیتا تھا۔ دوسرے بھائی بھی خبر رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ یوسف کو کوئی راہ گیر نکال لے جائے۔ چنانچہ عربوں کا ایک قافلہ آکر وہاں ٹھہرا۔ ان کے سقے نے کنوئیں میں ڈول ڈالا۔ حضرت یوسفؑ سمجھے کہ شاید کوئی آدمی مجھے نکالنے آیا ہے، اور ڈول میں بیٹھ گئے۔ جب ڈول اوپر آیا اور سقے نے دیکھا کہ ایک جیتا جاگتا لڑکا سامنے ہے تو خوشی سے پکار اٹھا کہ واہ واہ، بڑی خوشی کی بات ہے! ایک خوبصورت لڑکا ہاتھ لگا۔ پھر اس کے ساتھیوں نے حضرت یوسف کو ایک قیمتی سرمایہ سمجھ کر چھپا لیا کہ کوئی دعویدار نہ نکل آئے۔ دیکھو! جو کچھ یہ لوگ حضرت یوسف کے ساتھ کر رہے تھے اللہ تعالیٰ اس سے واقف تھا مگر پھر بھی ان کو ڈھیل دے رکھی تھی۔

ع ۲
۱۴
۱۲

جب حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کو خبر ہوئی کہ قافلہ والوں نے یوسفؑ کو کنوئیں سے نکال لیا ہے تو دوڑے ہوئے ان کے پاس پہنچے اور کہا کہ یہ غلام ہے جو بھاگ آیا ہے۔ ہم اس سے بیزار ہیں اور اسے بیچنا چاہتے ہیں۔ چاہو تو تم خرید لو۔ کہتے ہیں کہ (۱۸) درہم میں بیچ ڈالا اور نو بھائیوں نے دو دو درہم بانٹ لئے۔ یہودا نے بھائی کی قیمت میں سے حصہ لینا پسند نہیں کیا۔

(۳) قافلے والے حضرت یوسفؑ کو لے کر مصر پہنچے اور نیلام کرنے کے لئے ان کو بازار میں لا کھڑا کیا۔ عزیز مصر وہاں کا بہت بڑا عہدہ دار تھا شاید وزیر اعظم رہا ہو۔ تورات میں اس کا نام فوطیفار لکھا ہے۔ وہ لاولد تھا۔ اس کی بیوی بہت حسین تھی جس کا نام زلیخا یا راعیل تھا۔ عزیز مصر حضرت یوسفؑ کو گھر لے گیا اور بیوی سے کہا کہ غلام ہونہار معلوم ہوتا ہے۔ اس کو معمولی غلاموں کی طرح نہ سمجھو۔ خاص طور پر اس کی دیکھ بھال کرو، اس کو بہت عزت و احترام کے ساتھ رکھو اور اس کی تعلیم و تربیت کا اچھا انتظام کرو۔ شاید ہم اس سے کوئی بڑا کام لیں یا اس کو بیٹا بنا لیں۔

فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَاللَّهُ غَالِبٌ

جما دیا اور مقصود یہ تھا کہ ان کو (خواب کی) باتوں کی تعبیر سکھا دیں اور اللہ اپنے

عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢١﴾ وَلَمَّا بَلَغَ

کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اور جب یوسف اپنی

أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٢٢﴾

جوانی کو پہنچے تو ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلا دیا کرتے ہیں (۱)

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ

اور یوسف جس عورت کے گھر میں رہتے تھے وہ (ان پر فریفتہ ہو گئی اور) ان کو پھسلانے لگی اور (ایک مرتبہ گھر کے)

الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ رَبِّي

دروازے بند کر دیئے اور کہنے لگی (یوسف) لو آؤ (۲) (یوسف نے) کہا کہ اللہ کی پناہ وہ (یعنی تمہارے شوہر) میرا آقا ہے

أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ

اس نے مجھے کیسی اچھی طرح رکھا ہے بیشک ظالم لوگ کبھی کامیاب نہیں ہوتے (۳) اور بیشک اس عورت نے یوسف کے

بِهِ ۖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ ۚ كَذَٰلِكَ

ساتھ ارادہ کر ہی لیا تھا اور اگر یوسف اپنے پروردگار کی دلیل یعنی ہدایت نہ دیکھتے تو وہ بھی عورت کا ارادہ کر لیتے اس طرح

لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ ۚ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا

ہم نے یوسف کو بچا لیا تاکہ ہم برائی اور بے حیائی (کے کام) ان سے دور رکھیں بیشک یوسف ہمارے برگزیدہ بندوں

الْمُخْلَصِينَ ﴿٢٤﴾ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ

میں سے تھے (۴) اور (اس وقت) دونوں دروازہ کی طرف دوڑے اور عورت نے ان کا کرتا پیچھے سے پھاڑ دیا

وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ ۚ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ

اور (اچانک) دونوں نے اس عورت کے شوہر کو دروازہ کے پاس کھڑا ہوا پایا تو عورت نے کہا کہ جو شخص تمہاری بیوی سے بدکاری کا

(۱) اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضرت یوسفؑ کو عزیز مصر کے محل میں پہنچا دیا جہاں وہ عزت و احترام کے ساتھ رہنے لگے اور جوانی کی آئندہ ترقیوں کے لئے زینہ ثابت ہوا اسی زمانہ میں ان کو خواب کی تعبیر کا علم بخشا گیا۔ نیز عزیز مصر کے دربار میں رہ کر حضرت یوسفؑ نے متمدن زندگی کے طور طریقے دیکھے۔ اور سلطنت کے پیچیدہ مسائل کو سمجھنے اور ان کو مناسب طریقے پر حل کرنے کا سلیقہ اور تجربہ حاصل کیا۔ یہ سب باتیں آئندہ زمانہ میں ان کے کام آئیں حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے ان کو ذلیل اور رسوا کرنا چاہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو بڑے عزت و احترام کے مقام پر پہنچا دیا۔ اس واقعہ پر غور کرنے والوں کے دلوں میں یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا اور ہر چیز پر غالب ہے۔ وہ جو چاہے کرے اس کی بات کو کوئی نہیں روک سکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ اکثر لوگ اس طرح نہیں سوچتے اور معاملات میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہیں کرتے۔

ماحصل کلام یہ کہ عزیز مصر کے محل میں حضرت یوسفؑ کے لئے اعلیٰ تعلیم و تربیت کی راہیں کھل گئیں۔ اور جب عمر پختہ ہوئی تو ان کا علم و فضل اور سیاست و تدبر کمال کے درجے کو پہنچ گیا اور نبوت و بادشاہت سے سرفراز کئے گئے۔ اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کی طرح جو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں مصیبتوں پر صبر کریں اور آزمائشوں میں ثابت قدم رہیں تو ان کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی طرح کے انعام کی امید رکھنی چاہیئے۔

(۲) یہاں سے عزیز مصر کی بیوی کی محبت کا واقعہ شروع ہوتا ہے جو حضرت یوسفؑ کے لئے سخت ترین آزمائش کا واقعہ تھا۔ یہ ان کے جذبات شباب کی آزمائش تھی جس میں اللہ کے خاص بندے ہی ثابت قدم رہتے ہیں۔

واقعہ یوں ہوا کہ حضرت یوسفؑ حسن و جمال کا ایک نورانی پیکر تھے اور رات دن زلیخا کی نظروں کے سامنے رہا کرتے تھے زلیخا حسن یوسفی کی تاب نہ لا سکی اور بے قابو ہو کر دل کو بیٹھی اور اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لئے ان پر ڈورے ڈالنے لگی پھر جب کسی تدبیر سے حضرت یوسف نہیں پھسلے تو ایک دن جوش جذبات میں وہ بات کر بیٹھی جو اس معاملہ کی آخری حد ہے اور جس کو اس آیت میں نمایاں کیا گیا ہے یعنی ہر طرح کی رکاوٹیں راستے سے دور کر کے مستانہ وار طالب وصال اور حملہ آور ہوئی۔

یہ وقت حضرت یوسفؑ کے لئے بڑا نازک تھا کیونکہ نفس پرستی اور عیش کوشی کے سارے اسباب جمع تھے جوانی کی عمر جذبات کے ہیجان کا زمانہ تنہائی کا وقت کسی غیر کی دخل اندازی کے سارے دروازے بند سب سے زیادہ نازک بات یہ کہ زلیخا جیسی عیش پرست عورت کا خود بڑھ کر مستانہ وار طالب ہونا۔ یہ ایسا شیطانی قلعہ تھا جس کی دیواروں سے ٹکرا کر بڑے سے بڑے زاہد کا تقویٰ بھی پاش پاش ہو جاتا لیکن حضرت یوسفؑ کی پیغمبرانہ عصمت نے اس کا مقابلہ کیا۔ انھوں نے ایک لفظ کہا "مَعَاذَ اللهِ" (خدا کی پناہ) اور شیطانی قلعہ کی ساری دیواریں دھڑام سے گر گئیں۔

(۳) حضرت یوسفؑ نے زلیخا کے شدید مطالبہ کا جواب نفی میں دیتے ہوئے فرمایا کہ خدا کی پناہ! میں ایسا کام کیسے کر سکتا ہوں اس کے علاوہ یہ کہ عزیز مصر میرا آقا اور مربی ہے۔ اس نے مجھے عزت و احترام سے اپنے گھر میں رکھا میں اپنے شریف آقا کی عزت پر کیسے ہاتھ ڈال سکتا ہوں۔ اگر میں ایسا کروں تو یہ بڑے ظلم اور حق تلفی کی بات ہوگی اور ظالم لوگ ہرگز کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔ (۴) یعنی زلیخا تو دل میں ٹھان چکی تھی کہ ضرور حضرت یوسفؑ سے اپنی خواہش پوری کرے گی لیکن حضرت یوسفؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی برہان دکھائی یعنی ان کو توفیق عطا فرمائی کہ ان کے دل میں زنا کی حرمت اور گناہ سے نفرت کا شعور بیدار ہوا اور ان کو قوت بخشی کہ وہ نفس پر پورا قابو رکھ سکے اس لئے ان کے دل میں برائی کا ارادہ پیدا نہ ہوا۔ یہ اس لئے ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو برائی اور بے حیائی کی باتوں سے دور رکھتا ہے۔

(۱) زلیخا بے تابانہ انداز میں حضرت یوسفؑ کے پیچھے پڑی تھی اور وہ اپنا پیچھا چھڑانے کے لئے اس سے کشمکش کر رہے تھے۔ اس کشمکش میں ان کو موقع ملا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور دروازے کی طرف لپکے۔ زلیخا بھی ان کے پیچھے دوڑی پیچھے سے اس نے ہاتھ مارا تو حضرت یوسفؑ تو نکل گئے لیکن ان کے کرتے کا پچھلا دامن اس کے ہاتھ میں آ گیا اور بے تابی میں جو کھینچا تو جسم سے پھٹ گیا۔
دونوں آگے پیچھے دوڑتے ہوئے دروازے تک پہنچے تو اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے عزیز مصر کھڑا ہے۔ عورت نے تالی ملانے کے لئے فوراً بات بنائی اور کہا کہ جو آدمی تیری بیوی کے ساتھ برے کام کا ارادہ کرے اس کی سزا اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ یا تو قید میں ڈال دیا جائے یا کوئی اور دردناک عذاب بھگتے۔

بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِيَ
ارادہ کرے اس کی سزا اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ اس کو یا تو قید کر دیا جائے یا کوئی دردناک سزا دی جائے (۱) اس پر یوسف نے کہا

رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ
کہ اسی نے مجھے پھسلایا (اس موقع پر) اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے گواہی دی (کہ یوسف کا کرتا

قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾
دیکھو) اگر اس کا کرتا آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹا ہے

وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ
اور اگر کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو عورت جھوٹی اور یوسف

الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ
سچا ہے (۲) تو جب عورت کے شوہر نے دیکھا کہ یوسف کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو عورت سے کہا کہ یہ تم

مِنْ كَيْدِكُنَّ ۭ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ
عورتوں کا ایک فریب ہے بیشک تمہارا فریب بڑا (بھاری) ہوتا ہے پھر اس نے کہا کہ یوسف! اس معاملہ سے

عَنْ هٰذَا سکتة وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ
درگزر کر اور (عورت سے کہا کہ) تو اپنے قصور کی معافی مانگ کیونکہ تو ہی

الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾ ع وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ
خطاوار ہے (۳) اور شہر میں کچھ عورتیں کہنے لگیں کہ عزیز (مصر) کی بیوی

تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۭ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ
اپنے غلام کو پھسلاتی ہے اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی ہے ہم تو اس کو صریح

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ
گمراہی میں دیکھتے ہیں (۴) تو جب عزیز (مصر) کی بیوی نے ان عورتوں کی مکاری کی باتیں سنیں تو ان کو بلوا بھیجا

(۲) اب تک حضرت یوسفؑ نے زلیخا کے عشق کو راز میں رکھا تھا اور اپنے آقا کی ناموس کی حفاظت کی خاطر زلیخا کی ہوسناکیوں کی ساری مصیبتیں خود اپنی جان پر جھیل رہے تھے لیکن اب جبکہ خود بخود راز فاش ہو گیا اور زلیخا نے اپنی جان بچانے کے لئے سارا الزام ان کے سر دھر دیا تو مجبوراً ان کو حقیقت حال ظاہر کرنی پڑی۔ ورنہ اگر اس موقع پر وہ خاموش رہتے تو عزیز مصر کی نظروں میں وہ قصوروار ٹھہرتے اور اس کے دل میں ان کی جو عزت تھی وہ ساری خاک میں مل جاتی۔

چنانچہ انہوں نے زلیخا کی بات کاٹ کر کہا کہ جناب! معاملہ بالکل برعکس ہے حقیقت یہ ہے کہ بیگم صاحبہ خود ہی ایک عرصہ سے مجھے پھسلانے کی جان توڑ کوشش فرما رہی ہیں۔ یہ میں ہی ہوں جو آپ کی ناموس اور خوفِ خدا کے خیال سے بچا ہوا ہوں۔

عزیز مصر دونوں کا بیان سن کر حیران ہو گیا اور کچھ فیصلہ نہ کر سکا۔ ایک طرف بیوی تھی جس پر زنا کا الزام لگاتے حیا دامن گیر ہوتی تھی۔ دوسری طرف فرشتہ صفت غلام تھا جس کی شرافت دیانت اور عصمت پر اس کو پورا پورا بھروسہ تھا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کی برأت ثابت کرنے کے لئے ایک گواہ کو کھڑا کر دیا۔ لکھا ہے کہ وہ زلیخا کے خاندان کا ایک شیرخوار بچہ تھا
ع ۹/۱۴ جس نے معجزانہ طور پر بات کی لیکن بعض مفسرین کہتے ہیں کہ وہ ایک عمر رسیدہ آدمی تھا جس کو حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی کا یقین تھا۔ اس نے ان کی پاکدامنی کی گواہی اس انداز میں دی کہ ایک نشانی کی طرف توجہ دلا دی جس کی بنا پر فیصلہ کرنا نہایت آسان ہو گیا۔ اس نے کہا کرتا دیکھو۔ اگر آگے سے پھٹا ہے تو زلیخا سچی اور اگر پیچھے سے پھٹا ہے تو یوسف سچا۔

(۳) یہ بات بڑی معقول تھی چنانچہ عزیز مصر نے جو نظر ڈالی تو کیا دیکھتا ہے کہ کرتا پیچھے سے پھٹا ہے۔ سمجھ گیا کہ سارا فریب عورت کا ہے۔ اپنے غلام کے سامنے شرم سے پانی پانی ہو گیا اور کہا یوسف! جو کچھ ہوا سو ہوا۔ بس اب خاموش ہو جا اور اس کو زبان پر نہ لا کہ اس میں میری رسوائی ہے۔ پھر اپنی بیوی سے کہا کہ سراسر قصور تیرا ہے۔ بس اسی میں خیر ہے کہ اپنے قصور کی معافی مانگ اور آئندہ کے لئے اپنا رویہ ٹھیک کر۔

(۴) پھر وہ وقت آیا جبکہ زلیخا کے عشق کا چرچا سارے شہر میں ہونے لگا۔ چند امیرزادیاں آپس میں مل کر بیٹھیں اور کہنے لگیں "سنتے ہیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام پر مرتی ہے اور اس پر ڈورے ڈالتی ہے لیکن وہ کسی طرح قابو میں نہیں آتا۔ ہمارے خیال میں تو وہ سخت غلطی پر ہے۔ دیوانی ہو گئی ہے کہ عزیز جیسا شوہر ہوتے ہوئے ایک غلام کے پیچھے پڑی ہے"۔

(۱) جب زلیخا نے ہم مرتبہ امیرزادیوں کے یہ پُرفریب اور بناوٹی طعنے سُنے تو بہت بگڑی اور ان کو شرمندہ کرنے اور اپنے غلام کے عشق میں حق بجانب ثابت کرنے کی غرض سے ان سب کو دعوت دے کر بلایا۔ محل میں ایک پُر تکلف ضیافت کی محفل آراستہ کی پھل تراشنے کے لئے ہر ایک مہمان کے سامنے ایک ایک چھری بھی رکھ دی جب مہمان چھریاں ہاتھوں میں لئے کھانے میں مشغول ہوگئے تو زلیخا نے حضرت یوسفؑ کو سامنے بُلایا۔ ان کا آنا تھا کہ ایک بجلی سی کوند گئی۔ ان کے جمال دلفریب کا مشاہدہ کرکے سب امیرزادیاں اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھیں اور عالمِ بے خودی میں پھل کاٹنے کی بجائے انھوں نے چھریوں سے اپنے ہاتھ زخمی کرلئے لیکن حضرت یوسف معصومانہ انداز میں کھڑے رہے اور حسینانِ مصر کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ یہ دیکھ کر فتنہ گرانِ مصر سخت حیرت میں ہوئیں اور بے ساختہ پکار اٹھیں۔

سبحان اللہ! یہ آدمی نہیں، کوئی معصوم فرشتہ ہے۔

وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ

اور ان کے لئے ایک محفل آراستہ کی اور (پھل تراشنے کے لئے) ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک

سِكِّيْنًا وَّ قَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ

چھری دے دی اور یوسف سے کہا کہ ان سب کے سامنے نکل آؤ پھر جب ان عورتوں نے (یوسف کو) دیکھا تو (ان کے جمال سے)

وَ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۫ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ

حیران رہ گئیں اور (پھل تراشتے تراشتے) اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہا سبحان اللہ! یہ انسان نہیں

اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ

یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے (۱) تب (عزیز مصر کی بیوی نے) کہا کہ دیکھا یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے

فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ

برا بھلا کہتی تھیں بے شک میں نے اس کو پھسلانا چاہا تھا مگر وہ بچا رہا اور اگر یہ

لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

وہ کام نہ کرے گا جو میں اسے کہتی ہوں تو قید کر دیا جائے گا اور بے عزت بھی ہوگا (۲)

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ ۚ

یوسف نے یہ سن کر دعا کی کہ اے پروردگار! جس بات کی طرف یہ عورتیں مجھ کو بلا رہی ہیں مجھ کو قید میں رہنا اس بات سے

وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ

کہیں زیادہ پسند ہے اگر تو نے مجھ سے ان کے فریب کو نہ ہٹایا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور جاہلوں کا کام

الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ

کر بیٹھوں گا (۳) تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان سے عورتوں کا فریب دفع کر دیا بے شک

هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ

وہ سننے والا اور جاننے والا ہے (۴) پھر باوجود اس کے کہ وہ نشانیاں دیکھ چکے تھے ان کی رائے

(۲) اب زلیخا کو موقع ملا کہ طعن وتشنیع کے تیر خود ان امیرزادیوں کی طرف لوٹا دے۔ چنانچہ اس نے سب کو مخاطب کرکے کہا کہ دیکھ لیا! یہی ہے وہ غلام جس کے بارے میں تم نے مجھے طعنے دیئے تھے اور ملامت کی تھی۔ اگر میں نے اس سے محبت کی تو کیا قصور کیا۔ مگر افسوس کہ یہ ظالم اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ لیکن اب میں اس کو آگاہ کئے دیتی ہوں کہ اگر اب اس نے میری خواہش پوری نہ کی تو میں اس کو جیل میں ڈلوادوں گی اور بڑا ذلیل کروں گی۔

(۳) لکھا ہے کہ ادھر تو زلیخا نے جیل کی دھمکی دی اور ادھر ساری امیرزادیاں حضرت یوسف کے پیچھے پڑگئیں اور ان سے زلیخا کی سفارش کرنے لگیں۔ اب ایک زلیخا ہی نہیں بلکہ مہ جبینانِ مصر اور فتنہ گرانِ روزگار سب اکٹھی ہو کر حضرت یوسفؑ کی عصمت کو لوٹنے کے لئے کمربستہ ہوگئیں تھیں جب حضرت یوسفؑ نے دیکھا کہ شیطان اپنا جال سخت سے سخت کر رہا ہے تو انھوں نے بھی اپنا عزم مضبوط کیا اور مزید نصرت الٰہی حاصل کرنے کے لئے دعا کی کہ پروردگار! تو دیکھ رہا ہے یہ سب کی سب کس طرح میرے پیچھے پڑی ہیں۔ مگر میں عہد کرچکا ہوں کہ ان کے آگے ہرگز نہ جھکوں گا میں جیل کی مصیبتیں جھیل لوں گا مگر ان کی بات ہرگز نہ مانوں گا۔ تجھ سے میری التجا ہے کہ اس کام میں میری مدد فرما اور مجھ کو ان کے فریب سے بچا کیونکہ تیری توفیق اور مدد کے بغیر میں ان سے چھٹکارا نہیں پاسکتا ہوں حقیقت یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کی پیغمبرانہ سیرت کا سب سے بڑا مظاہرہ ہے۔ یہ عشق حق کا نمونہ اور ایمان کامل کا معیار ہے۔ ان کے سامنے دو باتیں پیش کی گئیں کہ ان میں سے کسی ایک کو پسند کرلیں ایک زندگی کا عیش مگر معصیت اور نافرمانی حق کی راہ میں۔ دوسرے زندگی کی سختیاں مگر پاکبازی اور رضائے حق کے ساتھ۔ انھوں نے بغیر کسی تامل کے فیصلہ کیا اور قطعی طور پر کہا۔ مجھے جیل کی سختیاں محبوب ہیں مگر معصیت گوارا نہیں — (۴) حضرت یوسفؑ کی دعا کے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی التجا قبول فرمائی اور ان کو مصر کی فتنہ گر امیرزادیوں کے مکر وفریب سے محفوظ رکھا۔ یاد رکھو کہ وہ ہر ایک کی دعا سنتا ہے اور سب کے حال سے باخبر ہے۔ جو کوئی شخص بھی اس قسم کی آزمائش میں پاکباز پر ثابت قدم رہنے کا عزم کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو [illegible] اسے پاکبازی پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾ ع وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ

یہی مناسب ہے کہ کچھ عرصے کے لئے ان کو قید ہی کر دیں (۱) اور یوسف کے ساتھ اور دو جوان آدمی جیل خانے میں داخل ہوئے

قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ

ان میں سے ایک نے یوسف سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ میں نے خواب میں

اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا

دیکھا کہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں اور پرندے اس میں سے کھا رہے ہیں ہم کو اس کی

بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ

تعبیر بتا دیجئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تم بڑے نیک آدمی ہو (۲) اس پر یوسف نے کہا جو کھانا تم کو دیا جاتا

تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ۭ ذٰلِكُمَا

ہے اس کے آنے سے پہلے میں تمہارے خوابوں کی تعبیر تم کو بتا دوں گا (یہ خوابوں کی تعبیر بھی) منجملہ ان باتوں

مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۭ اِنِّىْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ

کے ہے جو مجھ کو میرے پروردگار نے تعلیم فرمائی ہیں میں نے ایسے لوگوں کا دین چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان

بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَاۗءِيْٓ

نہیں رکھتے اور جو آخرت کے منکر ہیں اور میں اپنے باپ دادا (یعنی)

اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ

ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے مذہب پر چلتا ہوں ہم کو کسی طرح زیبا نہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک

مِنْ شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَي النَّاسِ

ٹھہرائیں یہ (عقیدۂ توحید) اللہ کا فضل ہے جو اس نے ہم پر اور (سب) لوگوں پر کیا ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ

لیکن اکثر لوگ اس کی نعمت کا شکر نہیں کرتے (۳) اے قید خانہ کے رفیقو!

(۱) معلوم ہوتا ہے کہ زلیخا نے جو حضرت یوسفؑ کو جیل کی دھمکی دی تھی اس کو پورا کر کے چھوڑا۔ شاید اس نے عزیز سے کہا ہو کہ اس غلام کو جیل بھیجنا ضروری ہے ورنہ سارے شہر والے مجھ پر الزام دھریں گے اگرچہ عزیز پر حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی آشکارا ہو چکی تھی لیکن عزت و آبرو کی حفاظت
۴ کی خاطر اس نے انصاف کو قربان کرنے کا ارادہ کر لیا اور
ع ۶ ۱۴ حضرت یوسفؑ کو کچھ عرصہ کے لئے جیل بھیج دیا۔

(۲) جس زمانے میں حضرت یوسفؑ جیل خانے بھیجے گئے تھے اسی زمانے میں دو نوجوان بھی جیل خانے میں داخل کئے گئے جو شاہی معتوب تھے۔ ایک بادشاہ مصر کا ساقی تھا اور دوسرا نان بائی۔ لکھا ہے کہ بادشاہ کو زہر دینے کے الزام میں دونوں کو سزا دی گئی تھی۔

ان دونوں نے اپنے اپنے خوابوں کی تعبیر حضرت یوسفؑ سے پوچھی اور کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نیکوں میں سے ہیں۔ بات یہ تھی کہ جیل خانے میں شروع ہی سے حضرت یوسفؑ کے علم و فضل، ان کی حق پرستی، راست بازی، امانت و دیانت، خدمتِ خلق اور خوش خلقی کا شہرہ تھا چنانچہ توراۃ میں ہے کہ "جب یوسف جیل میں ڈالا گیا تو جیل خانے کا داروغہ اس پر مہربان ہو گیا اور تمام قیدیوں کا انتظام اس کے سپرد کر دیا گیا۔ وہ قید خانے کا بالکل مختار ہو گیا تھا۔"

(۳) حضرت یوسفؑ کی حق پرستی اور ان کا جوشِ تبلیغ دیکھئے کہ جیل خانے کی چار دیواری میں بھی خاموش نہیں رہے اور جب موقع ملا مخلوقِ خدا کو حق کا پیغام پہنچایا۔ جیل خانے میں اپنی رہائی کی فکر نہ تھی بلکہ تمام تر فکر اس بات کی تھی کہ خدا کے بندے جہالت اور گمراہی سے کس طرح نجات پائیں۔ چنانچہ رہائی کا انتظار کئے بغیر انھوں نے قیدیوں میں تبلیغِ حق شروع کر دی اور ان کی برکت اور کوشش سے مصر کا جیل خانہ دعوتِ حق کی تعلیم و تربیت کا ایک مدرسہ بن گیا۔ پیغمبروں کی یہی شان ہے۔

حضرت یوسفؑ کی یہی سیرت ہے جو قید خانے کی تنگ و تاریک کوٹھری کو بھی اسی طرح روشن کر دیتی ہے جس طرح عزیزِ مصر کے محل کو اس نے روشن کیا تھا۔

حضرت یوسفؑ نے جب دیکھا کہ اپنے اپنے خواب کی تعبیر جاننے کے لئے دونوں قیدی ان کی طرف متوجہ ہیں تو موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انھوں نے تعبیر بیان کرنے میں ذرا تاخیر کی اور پہلے وحیِ الٰہی کی طرف ان کو توجہ دلائی جو مذہب اور علمِ حق کی بنیاد ہے۔ پھر آخرت کی زندگی کا یقین ان کے دلوں میں پیدا کیا پھر ملتِ ابراہیمی کا ذکر چھیڑ کر شرک اور مشرکوں کے طریقے کی برائی ان پر ظاہر کی اور توحیدِ خالص کا بیج ان کے دلوں میں ڈالا۔

ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٣٩﴾

کیا متفرق معبود بہتر ہیں یا اکیلا اللہ جو سب پر غالب ہے

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ

تم اللہ کے سوا جن چیزوں کی پرستش کرتے ہو وہ صرف نام ہی نام ہیں جو تم اور تمہارے باپ دادا نے

اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ

اپنے دل سے گھڑ رکھے ہیں۔ اللہ نے تو ان کے معبود ہونے کی کوئی سند نہیں بھیجی (یاد رکھو کہ) حکم صرف اللہ ہی کے لئے ہے

اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ

اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یہی دین کا سیدھا راستہ ہے مگر

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٠﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا

اکثر لوگ نہیں جانتے (١) اے قید خانہ کے رفیقو! (اب خوابوں کی تعبیر سنو)

فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ

تم میں ایک آدمی (بدستور) اپنے آقا کو شراب پلائے گا اور دوسرا آدمی سولی پر چڑھایا جائے گا اور پرندے اس کا

الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿٤١﴾

سر (نوچ نوچ کر) کھائیں گے جو بات تم مجھ سے پوچھتے تھے اسی طرح اس کا فیصلہ ہو چکا (٢)

وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ

اور یوسف نے جس آدمی کی نسبت سمجھا تھا کہ وہ قید سے رہا ہو جائے گا اس سے کہا کہ اپنے آقا سے میرا بھی تذکرہ

رَبِّكَ ۡ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ

کرنا لیکن شیطان نے اس کو اپنے آقا سے یوسف کا تذکرہ کرنا بھلا دیا پس یوسف کئی برس تک

بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿٤٢﴾ ۧ وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّىْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ

قید خانہ میں رہے (٣) اور بادشاہ نے (اپنے درباریوں سے) کہا کہ میں (خواب میں) دیکھتا ہوں کہ سات موٹی

(١) شرک سے مزید نفرت دلانے کے لئے حضرت یوسفؑ نے کہا کہ دوستو! ٹھنڈے دل سے ذرا اس بات پر غور کرو کہ تم نے سینکڑوں دیوتا بنا رکھے ہیں ان کو ماننا بہتر ہے یا اس ایک اللہ کو جو سب پر غالب ہے اور جس کے حکم سے کوئی چیز سرتابی نہیں کر سکتی۔

پھر ایک بات یہ بھی سوچو کہ تم اللہ کے سوا جن دیوتاؤں کو پوجتے ہو وہ خالی خولی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گھڑ رکھے ہیں۔ ان ناموں کے پیچھے کوئی حقیقت نہیں ہے اور نہ اللہ نے ان کے لئے کوئی سند نازل فرمائی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حکم دینے کا اختیار صرف اللہ ہی کو ہے اور اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے یہی حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو۔

حقیقت یہ ہے کہ سارے انسانوں کے لئے نجات اور کامیابی کا سیدھا راستہ یہی ہے۔ مگر افسوس کہ بہت سے لوگ اس بات کو نہیں جانتے اور ٹیڑھے راستوں پر بھٹکتے پھرتے ہیں۔

(٢) حق کا پیغام سنانے کے بعد حضرت یوسفؑ نے ان دونوں کو ان کے خوابوں کی تعبیر الگ الگ بتائی کہ جس نے خواب میں دیکھا ہے کہ شراب بنانے کے لئے انگور کا عرق نچوڑ رہا ہے تو وہ ضرور رہائی پائے گا اور دربار میں پہنچ کر پھر بادشاہ کو شراب پلانے کا کام کرے گا۔ لیکن دوسرا شخص جس نے دیکھا ہے کہ اس کے سر پر سے پرندے روٹیاں کھا رہے ہیں تو وہ سولی دیا جائے گا اور پرندے اس کا سر نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ یہ تمہارے خواب کی تعبیر ہے اور یقین رکھو کہ اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ ایسا ہی ہوگا اور میں جو خبر دے رہا ہوں وہ بالکل صحیح ہے۔

(٣) جس آدمی کے بارے میں حضرت یوسفؑ کو یقین تھا کہ وہ رہا ہو کر بادشاہ کے دربار میں پہنچے گا اس سے کہا کہ اپنے آقا کے سامنے میرا ذکر کرنا کہ ایک ایسا شخص بے قصور جیل میں پڑا ہوا ہے۔ ع ٥

شاید حضرت یوسفؑ کا مطلب یہ ہو کہ کیا عجب ہے کہ اس طرح بادشاہ کے دربار میں ان کی رسائی ہو اور وہ پیغام حق بادشاہ اور اس کے درباریوں کو پہنچا سکیں اور رہا ہو کر ملک میں آزادی سے تبلیغ کر سکیں۔

لیکن شیطان نے اس شخص کو یہ بات بھلا دی اور وہ بادشاہ مصر کے سامنے حضرت یوسفؑ کا ذکر نہ کرسکا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت یوسفؑ کئی برس تک جیل خانے میں رہے۔

سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ
گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور (یہ بھی دیکھتا ہوں کہ اناج کی) سات بالیں ہری ہیں
وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ؕ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ
اور دوسری سات سوکھی اے اہل دربار! اگر تم خواب کی تعبیر دے سکتے ہو تو میرے اس
لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿٤٣﴾ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ
خواب کی تعبیر دو درباریوں نے عرض کیا کہ یہ تو یونہی پریشان خیالات ہیں اور ہم ایسے
بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا
خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے (١) اور وہ شخص جس نے ان دونوں قیدیوں میں سے نجات پائی
وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿٤٥﴾
تھی اور جسے ایک عرصہ کے بعد یوسف کی بات یاد آئی، وہ بول اٹھا کہ میں اس کی تعبیر بتا دوں گا مجھ کو (قید خانہ تک جانے کی) اجازت دو
يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ
(چنانچہ وہ جیل خانہ پہنچا اور کہا) اے یوسف اے سچے! اس خواب کی تعبیر دو کہ سات موٹی گائیں
سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ
ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیں ہری اور سات بالیں سوکھی ہیں
اُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٦﴾
(اس کی تعبیر بتاؤ) تاکہ میں یہ تعبیر لے کر لوگوں کے پاس جاؤں کیا عجب ہے کہ وہ تمہاری قدر جانیں (٢)
قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ
(یوسف نے) کہا کہ سات برس تک لگاتار کھیتی کرتے رہو گے پس (جب فصل کاٹنے کا وقت آئے تو) جو غلہ کاٹو اسے بالوں سمیت
فِيْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ
رکھ چھوڑو ہاں تھوڑا سا نکال لو جو تمہارے کھانے میں آئے پھر ان سات برسوں

(١) کئی سال گزرنے کے بعد یہ معاملہ پیش آیا کہ بادشاہ مصر نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں۔ نیز یہ بھی دیکھا کہ سات ہری بالیں ہیں اور دوسری سات سوکھی۔ بادشاہ اس خواب سے پریشان ہوا اور اپنے درباریوں اور نجومیوں سے اس کا مطلب دریافت کیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس کے درباری خواب کی تعبیر کا علم نہیں جانتے تھے۔ لیکن اپنی جہالت کو چھپانے کے لئے انھوں نے کوشش کی کہ بادشاہ کے دل سے اس خواب کی اہمیت کا خیال نکال دیں۔ چنانچہ انھوں نے عرض کیا کہ یہ کوئی سچا خواب نہیں ہے۔ یوں ہی پریشان خیالی ہے۔ ہم ایسی پریشان خیالی کا مطلب نہیں جانتے۔ ہم تو سچے خوابوں کی تعبیر بتاتے ہیں۔

(٢) لیکن خواب کا معاملہ سن کر اس ساقی کو جو جیل سے چھوٹ کر آیا تھا، حضرت یوسفؑ یاد آئے۔ چنانچہ اس نے بادشاہ سے ان کا ذکر کیا اور اجازت لے کر بادشاہ کے خواب کی تعبیر معلوم کرنے کے لئے جیل میں حضرت یوسفؑ کے پاس حاضر ہوا اور بادشاہ کا خواب بیان کر کے عرض کیا کہ اگر آپ اس کی مناسب تعبیر بتا دیں تو میں بادشاہ اور اس کے درباریوں کے سامنے جا کر اس کو بیان کر دوں۔ امید ہے کہ وہ لوگ اس تعبیر کو پسند کر کے آپ کے گرویدہ ہو جائیں اور آپ کی قدر کریں اور اس طرح آپ کی رہائی کا سامان ہو جائے۔

بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا

کے بعد (قحط کے) سات سخت برس آئیں گے جو کچھ تم نے پہلے سے ان (برسوں) کیلئے جمع کر رکھا ہوگا (یہ اس سب کو) کھا جائیں گے مگر

قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ يَاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ

ہاں تھوڑا سا جو تم روک رکھو گے (بچ رہے گا) پھر اس کے بعد ایک برس ایسا آئے گا جس میں

فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ ع وَقَالَ الْمَلِكُ

لوگوں کے لئے خوب بارش ہوگی اور لوگ اس میں پھلوں سے رس نچوڑیں گے (۱) اور (یہ تعبیر سن کر) بادشاہ نے حکم دیا کہ

ائْتُوْنِىْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ

یوسف کو میرے پاس لاؤ جب بادشاہ کا قاصد یوسف کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا کہ تم اپنے آقا کے پاس جاؤ اور

فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِىْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ

(میری طرف سے) دریافت کرو کہ آپ کو کچھ ان عورتوں کا حال بھی معلوم ہے جنہوں نے (مجھ کو دیکھ کر) اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے بیشک

رَبِّىْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ

میرا پروردگار ان کی چالوں سے خوب واقف ہے (۲) بادشاہ نے (ان عورتوں کو بلا کر) پوچھا کہ تم کو کیا معاملہ پیش آیا جس وقت تم نے یوسف

عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ

کو پھسلایا تھا انہوں نے عرض کیا کہ حاشا للہ ہم نے یوسف میں کسی طرح کی برائی نہیں پائی عزیز (مصر)

امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ؗ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ

کی بیوی نے کہا کہ اب تو حق بات ظاہر ہو گئی (حقیقت یہ ہے کہ) میں نے ہی یوسف

نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ

کو پھسلایا تھا اور بیشک وہ سچا ہے (۳) (یوسف نے کہا کہ میں نے) یہ بات اس لئے (پوچھی ہے) کہ عزیز (مصر) کو

اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾

یقین ہو جائے کہ میں نے اس کی پیٹھ پیچھے خیانت نہیں کی اور یہ (بھی معلوم ہو جائے) کہ اللہ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا (۴)

ع ۶/۱۶

منزل ۳

(۱) بادشاہ کا خواب سننے کے بعد حضرت یوسفؑ فوراً اس کی تعبیر بتانے پر آمادہ ہو گئے۔ نہ تو ساقی سے کچھ شرط کی اور نہ وعدہ خلافی کی اس سے شکایت کی۔ پھر یہ کہ خواب کی تعبیر کے ساتھ ساتھ ازراہ خیرخواہی مناسب تدبیر بھی بتادی۔ چنانچہ فرمایا کہ سات موٹی گایوں اور سات ہری بالوں کا مطلب یہ ہے کہ لگاتار سات سال تک خوب غلہ پیدا ہوگا۔ اس وقت تم کو یہ چاہیئے کہ ضرورت کے لائق خرچ کرو اور بہت سا غلہ بچا کر بالوں سمیت رکھ چھوڑو۔ اس کے بعد پھر سات سال تک سخت قحط پڑے گا جس کو سات دبلی گایوں اور سات سوکھی بالوں کی شکل میں ظاہر کیا گیا ہے۔ ان سات سالوں میں وہ غلہ تمہارے کام آئے گا جو تم پہلے سے اٹھا رکھو گے۔ پھر اس کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں خوب بارش ہوگی اور افراط سے غلہ اور پھل پیدا ہوں گے۔

(۲) ساقی نے جا کر بادشاہ کے سامنے اس کے خواب کی تعبیر بیان کی جو اس کو بہت مناسب اور معقول معلوم ہوئی۔ وہ پہلے ہی ساقی سے حضرت یوسفؑ کے علم و فضل کی تعریف سن چکا تھا۔ اب خواب کی مناسب تعبیر سن کر ان کے دیدار کا مشتاق ہوا اور ایک خاص قاصد بھیج کر ان کو بلوایا۔

جب قاصد نے بادشاہ کا پیغام پہنچایا تو حضرت یوسفؑ نے جانے سے انکار کیا اور فرمایا کہ بادشاہ سے جا کر کہو کہ پہلے ان عورتوں سے حقیقت حال دریافت کرو جنہوں نے اپنے ہاتھ زخمی کر لئے تھے۔ یاد رکھو کہ میرا پروردگار ان کے مکر و فریب سے باخبر ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے خیال کیا کہ زلیخا کے معاملہ کی صفائی کئے بغیر جیل سے جانا مناسب نہیں ہے کیونکہ وہ پیغمبر تھے اور آئندہ زندگی میں ان کو لوگوں کی ہدایت اور خدمت کا کام انجام دینا تھا۔ لیکن زلیخا اور اس کی سہیلیوں نے مکر و فریب کر کے حضرت یوسفؑ کو جیل بھجوا دیا تھا جس سے عوام ان کی سیرت کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ عوام کا بدگمان ہونا ان کی پیغمبری کی شان کے خلاف تھا۔ اس لئے انہوں نے معاملہ کی صفائی کو رہائی پر مقدم سمجھا۔ پھر یہ کہ بادشاہ کی وجہ سے معاملہ کی صفائی کا وقت قریب معلوم ہونے لگا تھا چنانچہ انہوں نے ان عورتوں کو اپنی طرف سے گواہی میں پیش کیا جنہوں نے ہاتھ زخمی کر لئے تھے۔

(۳) حضرت یوسفؑ کے خیال کے مطابق بادشاہ معاملہ کی تفتیش کی طرف متوجہ ہوا۔ معاملہ سے پوری پوری واقفیت حاصل کرنے کے بعد اس نے عورتوں کو بلا کر پوچھا کہ وہ کیا معاملہ تھا جبکہ تم نے یوسف پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ عورتیں بادشاہ کی اس واقفیت سے گھبرا گئیں اور انہوں نے حضرت یوسفؑ کی پاکبازی کی گواہی دیتے ہوئے صاف صاف کہا کہ حاشا للہ! ہم نے ان کی طرف سے کوئی برائی نہیں دیکھی۔ اب زلیخا بھی مجبور ہو گئی اور اس نے بھرے دربار میں بے دھڑک ہو کر اپنی کوتاہی اور حضرت یوسفؑ کی پاکبازی اور صداقت کا اعلان کر دیا۔ اب سارے معاملہ کی حقیقت حال کھل گئی اور حضرت یوسفؑ کی پیغمبرانہ عصمت کا سکہ سب کے دلوں پر بیٹھ گیا۔ (۴) یہ کیفیت معلوم ہونے کے بعد حضرت یوسفؑ مطمئن ہوئے اور فرمایا کہ میں نے اس معاملہ کی تحقیق اور تفتیش پر اصرار اس لئے کیا کہ عزیز مصر کو کامل یقین ہو جائے کہ میں نے اس کے پیٹھ پیچھے امانت میں خیانت نہیں کی اور اس کی بیوی کو بری نظر سے نہیں دیکھا۔ نیز اس کو مذہب کا یہ اصول بھی معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا۔ چنانچہ اس نے زلیخا کی خیانت کو ناکام کر دیا۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِىْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ ۢ بِالسُّوْٓءِ

اور میں اپنے نفس کو (بذاتِ خود) پاک نہیں کہتا بیشک نفس برائی سکھاتا ہے

اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّىْ ؕ اِنَّ رَبِّىْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَقَالَ

مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے بیشک میرا پروردگار بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۱) اور بادشاہ نے حکم دیا

الْمَلِكُ ائْتُوْنِىْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِىْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ

کہ اس کو میرے پاس لاؤ میں اسے خاص اپنے (کاموں کے) لئے مقرر کروں گا پھر جب (یوسف اُن سے) اور

قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ۝ قَالَ

بادشاہ نے ان سے گفتگو کی تو کہا کہ آج سے تم ہمارے نزدیک بڑے معزز اور معتبر ہو یوسف نے کہا

اجْعَلْنِىْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّىْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ۝

(مجھے) ملک کے خزانوں پر مامور کر دیجئے کیونکہ میں حفاظت کرنے والا ہوں (اور اس کام سے) واقف ہوں (۲)

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا

اور (دیکھو) اس طرح ہم نے ملک (مصر) میں یوسف کو با اختیار کر دیا کہ وہ اس ملک میں جہاں

حَيْثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ

چاہتے تھے رہتے تھے ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچاتے ہیں اور نیکی کرنے والوں کا

اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ

اجر ضائع نہیں کرتے اور آخرت کا اجر ان لوگوں کے لئے بہت ہی اچھا ہے جو

اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ

ایمان لائے اور پرہیزگار رہے (۳) اور یوسف کے بھائی (قحط سے پریشان ہو کر مصر)

فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝ وَلَمَّا

آئے اور یوسف کے پاس پہنچے تو یوسف نے ان کو پہچان لیا اور وہ یوسف کو نہ پہچان سکے اور جب

(۱) گزشتہ بیان سے حضرت یوسفؑ کی عصمت اور پاکبازی ظاہر ہوئی جو ایک پیغمبر کے شایانِ شان ہے۔ لیکن حضرت یوسفؑ پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی عبدیت یعنی بندگی کا بھی پورا پورا احساس رکھتے تھے جو ایک پیغمبر کا خاص کمال ہے۔

اس لئے انھوں نے فرمایا کہ بندہ ہونے کے لحاظ سے میں یہ نہیں سمجھتا کہ عصمت اور پاکبازی میرے نفس کا ذاتی کمال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نفس انسانی برائی پر اکساتا ہے۔ بس وہی نفس برائی سے محفوظ رہ سکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم فرمایا اور میرے نفس کو مطمئنہ بنا دیا یعنی اس کو حق کا تابع کر دیا کہ اس میں برے خیالات پیدا ہی نہیں ہوتے۔ اس لئے میں اس سخت آزمائش میں ثابت قدم رہا جس پر میں غرور نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

واضح ہو کہ حضرت یوسفؑ کا یہ بیان آنحضرتؐ کے اس بیان سے ملتا جلتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ہر انسان کے ساتھ شیطان ہے اور میرے ساتھ بھی ہے لیکن میرا شیطان میرا فرمان بردار ہو گیا ہے۔

ان بیانات سے یہ نصیحت حاصل ہوتی ہے کہ نفس کو بغیر تربیت کے چھوڑ دینا سخت خطرناک ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کو اپنے نفس کی روحانی اور اخلاقی تربیت کا انتظام کرنا چاہیئے اور اس مقصد کو پیش نظر رکھنا کہ نفس حق کا تابع ہو جائے۔ ایسے نفس کو قرآن میں "نفسِ مطمئنہ" کہا گیا ہے۔

(۲) کھانے کے بعد یہ باتیں ہو چکیں تو بادشاہ نے پھر قاصد کو بھیج کر حضرت یوسفؑ کو اپنے پاس بلوایا اور بڑے اعزاز سے بھرے دربار میں اپنے پاس بٹھایا، ان سے باتیں کیں اور اپنے خواب کی تعبیر ان کی زبان سے سنی۔ ان کی گفتگو سن کر بادشاہ ان کے علم و فضل، ان کی عقل و فہم اور سیاست و تدبر کا قائل ہو گیا اور اس کو یقین ہو گیا کہ سلطنت کا انتظام کرنے کے لئے سارے ملک میں ان سے بہتر کوئی آدمی نہیں ہے۔

ع ۸

پھر اس نے قحط کے انتظام کے بارے میں مشورہ کیا کہ کس کے سپرد کیا جائے۔ مخلوقِ خدا کی خدمت کی خاطر حضرت یوسفؑ نے اس سے خواہش کی کہ مال اور خزانہ کا محکمہ میرے سپرد کر دیا جائے۔ میں ملک میں غذا کا انتظام بھی کروں گا اور غلہ اور دولت کی حفاظت بھی کروں گا کیونکہ میں اس فن سے بخوبی واقف ہوں۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ پورے اختیارات کے ساتھ مصر کے مال اور خزانے کے حاکم یعنی عزیزِ مصر بنا دیئے گئے۔

(۳) اس موقع پر حضرت یوسفؑ کی سرگزشت سے لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہیئے اور غور کرنا چاہیئے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو کنوئیں کی تاریکی، عزیزِ مصر کی غلامی اور قید سے نکال کر عزت اور اقتدار کے مقام پر پہنچا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے سرفراز فرماتا ہے۔ اور اس کا قاعدہ یہ ہے کہ نیکی کرنے والوں کو دنیا میں اچھا بدلا دیتا ہے جیسے حضرت یوسفؑ کو دیا۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایمان والوں اور پرہیزگاری کرنے والوں کو آخرت میں اس سے بھی بہتر بدلا ملے گا۔

جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ
یوسف نے ان کے لئے ان کا سامان تیار کردیا تو کہا کہ (پھر آنا تو) اپنے علاتی بھائی کو بھی میرے
اَبِیْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْٓ اُوْفِی الْكَیْلَ وَاَنَا خَیْرُ
پاس لانا کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں ماپ بھی پوری پوری دیتا ہوں اور مہمان داری بھی اچھی
الْمُنْزِلِیْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ
طرح کرتا ہوں تو اگر تم اسے میرے پاس نہ لاؤ گے تو نہ تمھیں میرے ہاں سے
عِنْدِیْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ
غلہ ملے گا اور نہ تم میرے پاس آسکو گے انھوں نے کہا کہ ہم اس کے بارے میں والد
اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَقَالَ لِفِتْیٰنِهِ اجْعَلُوْا
راضی کریں گے اور ہم ضرور ایسا کریں گے (۱) اور یوسف نے اپنے خدمت گاروں سے کہا کہ ان کی پونجی
بِضَاعَتَهُمْ فِیْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا
(یعنی غلے کی قیمت) ان کے اسباب میں (چھپا کر) رکھ دو عجب نہیں کہ جب اپنے گھر والوں میں واپس ہوں تو
اِلٰٓی اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا
اسے پہچان لیں (اور) عجب نہیں کہ پھر یہاں آئیں (۲) تو جب وہ اپنے باپ کے پاس واپس
اِلٰٓی اَبِیْهِمْ قَالُوْا یٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَیْلُ فَاَرْسِلْ
گئے تو کہنے لگے کہ ابا! آئندہ ہمارے لئے غلہ کی تول روک دی گئی ہے تو ہمارے بھائی (بنیامین)
مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ
کو بھی ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ ہم پھر غلہ لائیں اور ہم اس کے نگہبان ہیں یعقوب نے کہا کہ کیا میں
اٰمَنُكُمْ عَلَیْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓی اَخِیْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ
اس کے بارے میں اسی طرح تمہارا اعتبار کروں جس طرح پہلے اس کے بھائی (یوسف) کے بارے میں کرچکا ہوں

(۱) لکھا ہے کہ سات برس تک حضرت یوسفؑ نے بڑے پیمانے پر غلہ کی کاشت کا انتظام کیا۔ تھوڑا حصہ خرچ کیا اور بہت بڑا ذخیرہ جمع کیا۔ پھر سات برس کے بعد قحط شروع ہوا۔ قحط کا اثر مصر کے اطراف میں دور دور تک تھا۔ حضرت یوسفؑ نے باہر والوں کو بھی سستے داموں غلہ فروخت کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ اس بات کی شہرت ہوگئی چنانچہ حضرت یعقوبؑ نے بھی اپنے بیٹوں کو مصر بھیجا۔ یہ لوگ حضرت یوسفؑ کے پاس پیش کئے گئے حضرت یوسفؑ نے ان سے نام ونشان اور پتہ دریافت کیا جواب سن کر بھائیوں کو پہچان گئے لیکن وہ لوگ حضرت یوسفؑ کو نہ پہچان سکے ظاہر ہے وہ کیسے پہچانتے؟ یہ بات ان کے خواب وخیال میں بھی نہیں آسکتی تھی کہ جس یوسفؑ کو انھوں نے قافلہ والوں کے ہاتھ چند کھوٹے سکوں کے بدلے فروخت کیا تھا وہ آج عزیز مصر بنا بیٹھا ہے۔

غرض حضرت یوسفؑ نے بھائی ہونا تو ان پر ظاہر نہیں کیا لیکن ان کی خاطر مدارات خوب کی اور فی آدمی ایک ایک اونٹ غلہ ان کے ہاتھ بیچ دیا۔ جب بھائیوں نے بنیامین کے نام سے ایک اونٹ خریدنا چاہا تو حضرت یوسفؑ نے کہا کہ یہ بات خلاف قاعدہ ہے۔ مناسب یہ ہے کہ آئندہ جب تم آؤ تو اس کو بھی ساتھ لیتے آنا۔ لیکن اگر تم اس کو نہیں لائے تو تم کو بھی غلہ نہیں ملے گا بلکہ ملک میں داخل ہونے کی اجازت بھی نہیں دی جائے گی۔ انھوں نے کہا کہ اس کا لانا ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ وہ باپ کا لاڈلا ہے۔ ہم باپ کو راضی کرنے کے لئے مقدور بھر کوشش کریں گے۔

(۲) پھر جب سب بھائی غلہ کے اونٹ لے کر مصر سے روانہ ہونے لگے تو حضرت یوسفؑ نے اپنے ملازمین کو حکم دیا کہ غلہ کی قیمت جو انھوں نے ادا کی ہے پوشیدہ طور پر ان کے سامان میں رکھ دو۔ اس طرح ان کی مالی اعانت بھی ہوجائے گی اور ان کو ترغیب ہوگی کہ بنیامین کو ساتھ لے کر دوبارہ غلہ لینے کے لئے آئیں گے۔

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۖ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَمَّا

تو اللہ ہی سب سے بہتر نگہبان ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے (۱) اور جب

فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ

انھوں نے اپنا اسباب کھولا تو دیکھا کہ ان کی پونجی (یعنی غلہ کی قیمت) واپس کردی گئی ہے

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ

کہنے لگے کہ ابا! ہمیں (اور) کیا چاہیے یہ ہماری پونجی (یعنی غلہ کی قیمت) بھی ہمیں واپس کردی گئی ہے اور ہم اپنے

وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ

اہل و عیال کے لئے پھر غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک بوجھ اونٹ (غلہ) زیادہ لائیں گے (کہ)

ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿٦٥﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى

یہ غلہ (جو ہم لائے ہیں) تھوڑا ہے (۲) (یعقوبؑ نے) کہا میں اسے ہرگز تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا جب تک تم

تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ

اللہ کی قسم کھا کر پکا عہد نہ کرو کہ تم اس کو ضرور میرے پاس واپس لاؤ گے مگر یہ کہ تم سب کسی

يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى

مصیبت میں گھیر لئے جاؤ تو جب انھوں نے یعقوبؑ سے عہد کیا تو یعقوب نے کہا کہ جو قول قرار ہم کرتے

مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿٦٦﴾ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا

ہیں اس پر اللہ نگہبان ہے (۳) اور (چلتے وقت) کہا کہ اے بیٹو! (شہر میں) ایک ہی

مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ

دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا

وَمَاۤ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ

اور میں تم کو اللہ کے حکم سے نہیں بچا سکتا بیشک حکم تو اللہ ہی کا ہے

(۱) جب یہ لوگ کنعان پہنچے تو سب سے پہلے حضرت یعقوبؑ سے یہ بات کہی کہ ابا! بنیامین کا حصہ نہیں ملا۔ آئندہ اس کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دیجئے تاکہ ایک اونٹ بھر غلہ اور مل سکے۔ اور آپ اطمینان رکھئے۔ ہم سب اچھی طرح اس کی حفاظت کریں گے۔

حضرت یعقوبؑ نے طنز کے انداز میں فرمایا۔ بیشک! جس طرح تم نے اس سے پہلے اس کے بھائی یوسف کی حفاظت کی تھی، شاید ویسی ہی حفاظت اس کی بھی کروگے۔ پھر فرمایا خیر! اگر اس کو بھیجنا ضروری ہوا تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر بھروسہ کر کے بھیجوں گا کیونکہ وہ سب سے بہتر حفاظت کرنے والا اور سب سے بڑھ کر مہربانی کرنے والا ہے۔

(۲) پھر جب ان لوگوں نے اپنا سامان کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں وہ رقم بھی رکھی ہوئی ہے جو انھوں نے غلہ کی قیمت میں ادا کی تھی۔ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور حضرت یعقوبؑ سے کہنے لگے ابا! اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے؟ یہ دیکھئے! ہماری رقم ہم کو واپس کردی گئی ہے۔ عزیز مصر تو بڑا دریا دل ہے۔ ہماری مہمان نوازی کی، غلہ دیا اور رقم بھی واپس کردی۔ اب آپ ہم کو اجازت دیجئے کہ اور غلہ لینے کے لئے پھر جائیں اور بنیامین کو بھی ساتھ لے جائیں یقین رکھئے ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ بنیامین کو ساتھ لے جانے میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کے حصے کا ایک اونٹ بھر غلہ اور ہم کو مل جائے گا۔ جس کی ہمیں سخت ضرورت ہے کیونکہ یہ غلہ جو ہم لائے ہیں، بہت تھوڑا اور ناکافی ہے۔

(۳) حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ اس مرتبہ تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر پختہ عہد و پیمان کرو کہ بنیامین کی حفاظت پوری طرح کروگے اور ضرور بالضرور اس کو اپنے ساتھ واپس لاؤ گے۔ ہاں یہ بات الگ ہے کہ خدانخواستہ کوئی ایسا حادثہ پیش آجائے جس میں تم سب کے سب گھر جاؤ اور بنیامین کی حفاظت نہ کرسکو۔

پھر جب ان سب نے قسم کھا کر پکا قول و قرار کیا تو حضرت یعقوبؑ نے توکل ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ جو کچھ قول و قرار ہم کر رہے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے یعنی میں نے تم سے قول و قرار لے کر ظاہری اسباب کی حد تک بنیامین کی حفاظت کا انتظام کیا ہے لیکن میرا بھروسہ تو اللہ پر ہے اس لئے کہ ظاہری اسباب میں اثر پیدا کرنا اسی کی قدرت میں ہے۔

اس کے علاوہ یہ کہ حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں کو اس طرف توجہ دلائی کہ تم نے جو قول و قرار کیا ہے اس کو سنجیدگی کے ساتھ پورا کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہماری باتوں کو سنتا ہے اور ہمارے کاموں کو دیکھتا ہے۔

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٦٧﴾
میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ رکھنا چاہیئے (۱)

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ
اور جب وہ (مصر میں) اسی طرح داخل ہوئے جس طرح ان کے باپ نے حکم دیا تھا تو وہ تدبیر

يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ
ان سے اللہ کے حکم کو ذرا بھی ٹال نہیں سکتی تھی مگر ہاں وہ یعقوب کے دل کی

نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ
خواہش تھی جو انھوں نے پوری کر دی تھی اور بیشک یعقوب علم والے تھے کیونکہ ہم نے ان کو علم سکھایا تھا

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾ ع وَلَمَّا دَخَلُوْا
لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (۲) اور جب سب بھائی

عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا
یوسف کے پاس پہنچے تو یوسف نے اپنے بھائی (بنیامین) کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا میں تمھارا

اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٩﴾
حقیقی بھائی ہوں تو جو سلوک یہ ہمارے ساتھ کرتے رہے ہیں اس پر غم نہ کرو (۳)

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ
پھر جب یوسف نے ان کا اسباب تیار کیا تو اپنے بھائی (بنیامین) کے سامان میں پانی پینے

رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ
کا پیالہ رکھ دیا پھر (جب وہ لوگ روانہ ہوئے تو) ایک پکارنے والے نے آواز دی کہ اے قافلہ والو! تم

لَسٰرِقُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿٧١﴾
یقیناً چور ہو وہ ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ تمھاری کیا چیز کھو گئی ہے

منزل ۳

(۱) جب پہلی مرتبہ حضرت یعقوبؑ کے بیٹے غلہ لینے کے لئے مصر پہنچے تو معمولی مسافروں کی طرح شہر میں داخل ہوگئے۔ لیکن جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے، حضرت یوسفؑ نے ان کی بہت خاطر مدارات کی۔ قدرتی بات ہے کہ ان حالات میں مصر والوں کی نظریں ان سب بھائیوں کی طرف اٹھنے لگی ہوں گی اور لوگ ان کے بارے میں طرح طرح کی باتیں بنانے لگے ہوں گے۔ اس لئے حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں کا دوبارہ مصر میں داخل ہونا ایک خاص اہمیت رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ یہ کہ اس مرتبہ بنیامین بھی بھائیوں کے ساتھ تھے جن کی حفاظت کا خیال خاص طور پر حضرت یعقوبؑ کو دامن گیر تھا۔

شاید ان باتوں کے پیش نظر حضرت یعقوبؑ نے اس مرتبہ بیٹوں کو نصیحت کی کہ سب کے سب بھائی اکٹھے ہو کر ایک دروازے سے شہر میں مت داخل ہونا کہ مصر والے دیکھتے ہی پہچان جائیں۔ ممکن ہے حسد کے مارے کوئی کچھ الزام لگا دے اور عزیز مصر تک تم لوگوں کو پہنچنے ہی نہ دے۔ یا ہو سکتا ہے کہ ایک باپ کے گیارہ خوش رو نوجوان بیٹوں کو دیکھ کر کوئی تعجب کرے اور نظر لگا دے۔

حفاظت کی تدبیر بتانے کے ساتھ ساتھ بیٹوں کی ایمانی تربیت کی خاطر فرمایا کہ میرا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے کیونکہ میں یقین رکھتا ہوں کہ کائنات میں اسی کا حکم چلتا ہے۔ آدمی تدبیر کرے لیکن بھروسہ اسی کی ذات پر رکھے۔ اعلیٰ درجے کے ایمان والوں کا یہی طریقہ ہے۔

ع ۸/۱۱/۲

(۲) جب یہ سب لوگ مصر پہنچے تو انھوں نے حضرت یعقوبؑ کی ہدایت کو یاد رکھا اور الگ الگ دروازوں سے شہر میں داخل ہوئے۔ لیکن جو آفت آنے والی تھی وہ اس تدبیر سے نہ رکی اور جس بات کا خطرہ محسوس کیا تھا وہ ایک دوسری راہ سے پیش آ کر رہی۔ یعنی بنیامین کو چوری کے الزام میں روک لیا گیا جو ایک تقدیری امر تھا جس کو کوئی تدبیر نہیں روک سکتی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم دیا گیا تھا اور وہ تقدیر اور تدبیر کا صحیح ربط جانتے تھے۔ یعنی یہ کہ آدمی کو علم اور عقل کے لحاظ سے معاملات کے لئے تدبیر کرنی چاہیئے لیکن بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھنا چاہیئے جیسا کہ حضرت یعقوبؑ نے کیا۔ مگر افسوس کہ بہت سے لوگ تقدیر اور تدبیر کا صحیح ربط نہیں سمجھتے اور غلطی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کوئی تقدیر کا بہانہ کر کے تدبیر سے غافل ہو جاتا ہے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہتا ہے۔ اور کوئی تدبیر پر ایسا فریفتہ ہوتا ہے کہ تقدیر کا انکار ہی کر بیٹھتا ہے۔

(۳) جب یہ سب بھائی عزیز مصر یعنی حضرت یوسفؑ کے پاس پہنچے تو انھوں نے بنیامین کو حضرت یوسفؑ کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ آپ کے اطمینان کی خاطر اس مرتبہ ہم اس کو بھی ساتھ لے آئے ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے سب کو نہایت عزت کے ساتھ اپنے محل میں ٹھہرایا۔ بنیامین پر خاص نظر رکھی اور موقع پا کر اس کو تنہائی میں اپنے پاس بلایا اور اس کو حقیقت حال سے آگاہ کیا کہ میں تمھارا حقیقی بھائی 'یوسف' ہوں۔ ان بھائیوں نے اب تک جو تکلیفیں تم کو دی ہیں ان کا خیال دل سے نکال دو۔ اطمینان رکھو کہ اب دن پھرنے والے ہیں اور مصیبت کا زمانہ ختم ہو کر راحت و آرام کا وقت آنے والا ہے۔

قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ

خدمت گاروں نے کہا کہ ہم شاہی پیمانہ کو نہیں پاتے اور جو شخص اس کو لے آئے اس کے لئے ایک اونٹ کا بوجھ (غلہ انعام) ہے

وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا

اور میں اس کا ذمہ دار ہوں (یوسف کے بھائیوں نے) کہا کہ اللہ کی قسم تم جانتے ہو کہ ہم اس ملک میں

لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿٧٣﴾ قَالُوْا

اس لئے نہیں آئے کہ فساد پھیلائیں اور نہ ہم چوری کیا کرتے ہیں (۱) خدمت گاروں

فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿٧٤﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ

نے کہا کہ اس (چور) کی کیا سزا ہے اگر تم جھوٹے نکلے (یوسف کے بھائیوں نے) کہا اس

مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ

کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان سے وہ پیالہ نکلے وہی اس کے بدلے میں پکڑا جائے۔ ہم زیادتی کرنے والوں

نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ

کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں پھر یوسف نے اپنے بھائی (بنیامین) کے تھیلے سے پہلے بھائیوں کے

اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ

تھیلوں کو دیکھنا شروع کیا پھر اس پیمانہ کو اپنے (حقیقی) بھائی کے تھیلے سے نکالا اس طرح ہم نے

كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ

یوسف کی خاطر یہ تدبیر کی (ورنہ) وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق اپنے بھائی (بنیامین) کو نہیں

الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ

لے سکتے تھے ہاں اگر اللہ چاہے (تو اور بات ہے) ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند

نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿٧٦﴾ قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ

کرتے ہیں ہر جاننے والے سے بڑھ کر ایک جاننے والا ہے (۲) یوسف کے بھائیوں نے کہا کہ اگر اس نے چوری کی ہے

(۱) حضرت یوسفؑ اور بنیامین دونوں حقیقی بھائی تھے اور ایک مدت دراز کے بعد ملے تھے۔ حضرت یوسف کا دل کسی طرح نہیں مانتا تھا کہ ماں جائے بھائی کو پھر اپنے سے جدا کردیں۔ لیکن مشکل یہ آپڑی تھی کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا کہ اپنا اصلی حال دوسرے بھائیوں پر ظاہر کردیں۔ اور مصر کے قانون کی رو سے ایک اجنبی ملک کے آدمی کو بلا وجہ روک بھی نہیں سکتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالٰی نے حضرت یوسفؑ کے دل میں ایک تدبیر ڈالی جس سے کسی کا نقصان بھی نہ ہو اور کام نکل جائے۔ شاید حضرت یوسفؑ نے بنیامین پر اس بات کو ظاہر کردیا ہوگا تاکہ وہ چوری کے الزام کو ایک بہانہ سمجھے اور رنجیدہ نہ ہو۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ کے حکم سے ایک چاندی کا پیالہ پوشیدہ طور پر بنیامین کے سامان میں رکھ دیا گیا اور قافلہ روانہ ہوگیا۔ اتنے میں محل کے خدمت گاروں نے پیالہ تلاش کیا اور جب نہ ملا تو سمجھے کہ ہو نہ ہو، انہی کنعانیوں کی کارستانی ہے کیونکہ محل میں وہی لوگ ٹھہرے تھے۔ ایک آدمی نے دوڑ کر قافلہ والوں کو آواز دی اور کہا کہ ٹھہرو! تم چور ہو۔ چوری کا الزام سن کر حضرت یوسفؑ کے بھائی پریشان ہوئے اور پوچھا کہ کیا بات ہے؟ ہمیں چور کیوں بناتے ہو؟ خدمت گاروں نے بتایا کہ شاہی پیمانہ گم ہوگیا ہے۔ بنیامین کے سوا دوسرے بھائیوں کو اس راز کا علم نہ تھا۔ اس لئے انھوں نے قسم کھا کر کہا کہ ہم چور نہیں ہیں اور نہ ہم اس ملک میں فساد پھیلانے کے لئے آئے ہیں۔

(۲) جب سرکاری آدمیوں نے حضرت یوسفؑ کے بھائیوں سے چور کی سزا دریافت کی تو انھوں نے شریعت ابراہیمی کا حکم بیان کردیا کہ جس کے پاس چوری کا مال نکلے اسی کو پکڑ کر روک لیا جائے۔ پھر ایک سرکاری عہدہ دار نے قافلہ والوں کے سامان کی تلاشی شروع کی پہلے دوسرے بھائیوں کے تھیلے کھول کھول کر دیکھے۔ آخر میں بنیامین کا تھیلا کھولا تو اس میں شاہی پیمانہ نکل آیا۔ اس طرح اللہ تعالٰی نے حضرت یوسفؑ کو ایک تدبیر بتادی کہ وہ بنیامین کو روک سکے۔ ورنہ ملک کے قانون کی رو سے ایسا کرنا ممکن نہ تھا۔ اللہ تعالٰی جس کو چاہتا ہے زیادہ عقل و علم دے کر اس کے درجے بلند کرتا ہے اور اس کو دوسروں پر غالب کرتا ہے۔ جیسے حضرت یوسفؑ کو بھائیوں پر غالب کردیا۔ دیکھو! دنیا میں ایک عالم سے بڑھ کر دوسرا عالم ہے لیکن آدمی چاہے کتنا ہی زیادہ علم والا ہو اس کا علم محدود ہے اور ذاتی نہیں ہے۔ سب علم والوں کے اوپر ایک علم والا ہے یعنی اللہ تعالٰی جس کا علم ذاتی اور غیر محدود ہے۔

فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ
تو (کچھ عجب نہیں کیونکہ) اس کے بھائی (یوسف) نے بھی پہلے چوری کی تھی تو یوسف نے اس بات کو اپنے
فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ
دل میں چھپا رکھا اور ان پر ظاہر نہ ہونے دیا (صرف اتنا) کہا کہ تم بہت برے درجے کے
مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝٧٧ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا
لوگ ہو اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اللہ اس کو خوب جانتا ہے (۱) انھوں نے کہا اے عزیز (مصر)
الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا
اس (بنیامین) کے والد بہت بوڑھے ہیں (اور اس سے محبت کرتے ہیں) تو اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو
مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝٧٨ قَالَ مَعَاذَ
روک لیجئے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ (بڑے) احسان کرنے والے ہیں یوسف نے کہا اللہ اس بات سے
اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ
پناہ میں رکھے کہ جس شخص کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اس کو چھوڑ کر کسی اور کو پکڑ لیں
اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝٧٩ فَلَمَّا اسْتَيْــَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا
ایسا کریں تو ہم بڑے بے انصاف ہیں (۲) پھر جب وہ اس سے ناامید ہوگئے تو مشورہ کرنے
نَجِيًّا ۭ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ
الگ جا بیٹھے ان میں سے بڑے بھائی نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے والد نے
قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ
اللہ کی قسم دے کر تم سے عہد لیا ہے اور اس سے پہلے بھی
مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ
تم یوسف کے بارے میں قصور کر چکے ہو تو میں تو اس جگہ سے نہیں ہلوں گا

(۱) جب بنیامین کے سامان سے شاہی پیمانہ نکل آیا تو سب بھائی بڑے شرمندہ ہوئے اور بنیامین پران کو بڑا غصہ آیا۔ سب بھائیوں کو حضرت یوسفؑ اور بنیامین سے حسد تو پہلے ہی سے تھا۔ اس وقت اور بھڑک اٹھا اور انھوں نے غصے میں حضرت یوسفؑ پر بھی الزام دھر دیا کہا کہ جناب! یہ بھائی ہم لوگوں سے الگ ہے۔ یہ اپنے حقیقی بھائی کے نقش قدم پر ہے۔ اس نے بھی چوری کی تھی۔

حضرت یوسفؑ چوری کا الزام سن کر خاموش رہے، کیونکہ ابھی اصل حقیقت ظاہر کرنے کا وقت نہیں آیا تھا۔ دل میں کہا کہ تم سب سے بڑے چور ہو۔ کوئی مال چرایا ہے۔ تم نے تو آدمی غائب کر دیا تھا۔ اس کو بھول گئے۔ باقی تم جو ہم دونوں بھائیوں کے بارے میں کہتے ہو، تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ صحیح نہیں ہے۔

(۲) جب حضرت یوسفؑ نے بنیامین کو روک لینے کا حکم دیا تو یہ سب بھائی ان کی خوشامد کرنے لگے۔ کہا کہ اے عزیز! اس لڑکے کا باپ بوڑھا ہے اور وہ اس کو بہت چاہتا ہے۔ اگر یہ لڑکا واپس نہ گیا تو اس کے باپ کو بہت رنج ہوگا۔ آپ ہم میں سے کسی ایک کو روک لیجیے۔ آپ سب پر احسان کرتے ہیں اور ہم پر تو آپ نے بہت بڑا احسان کیا ہے۔ امید ہے کہ آپ ہماری درخواست قبول فرمائیں گے۔

ع ١١
٢

حضرت یوسفؑ نے قانونی انداز میں جواب دیا کہ تم نے خود ہی یہ قانون بتایا ہے کہ جس کے پاس چوری کا مال نکلے اسی کو روکا جائے۔ اب تم یہ چاہتے ہو کہ دوسرے آدمی کو گرفتار کر کے ہم قانون کی خلاف ورزی کریں اور نا انصافی میں شامل ہو جائیں۔ معاذ اللہ! ایسا ہم ہرگز نہیں کریں گے۔

حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ

جب تک کہ خود والد مجھے حکم دیں یا اللہ میرے لئے کوئی دوسرا فیصلہ ہمارا در فرمادے اور وہ سب سے بہتر

الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ

فیصلہ کرنے والا ہے تم سب والد کے پاس واپس جاؤ اور کہو کہ ابا! آپ کے صاحبزادے (بنیامین)

اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا

نے چوری کی (اس لئے گرفتار ہو گیا) اور ہم نے تو اپنی دانست کے مطابق عہد کیا تھا

وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ

اور ہم غیب کی باتوں کے جاننے اور یاد رکھنے والے تو نہیں تھے اور آپ اس بستی (والوں) سے پوچھ لیجئے

كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْۤ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ وَاِنَّا

جہاں ہم ٹھہرے تھے اور اس قافلہ (والوں) سے (پوچھ لیجئے) جس میں ہم آئے ہیں اور ہم (اپنے

لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ

بیان میں) بالکل سچے ہیں (۱) یعقوب نے کہا (نہیں) بلکہ یہ بات تم نے اپنے دل سے بنا لی ہے

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ

تو صبر ہی بہتر ہے امید ہے کہ اللہ ان سب کو میرے پاس پہنچا دے گا

اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ

بیشک وہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے (۲) اور یعقوب نے ان کی طرف سے منہ

يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ

پھیر لیا اور کہا افسوس! ہائے یوسف! اور غم کے مارے (روتے روتے) ان کی آنکھیں سفید پڑ گئیں اور وہ

فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ

غم سے گھٹا کرتے تھے (۳) بیٹوں نے کہا کہ اللہ کی قسم آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے

(۱) جب بھائی حضرت یوسفؑ سے مایوس ہو گئے کہ وہ کسی طرح بنیامین کو چھوڑنے پر راضی نہیں ہوتے تو وہاں سے ہٹ کر آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ ان میں جو سب سے بڑا تھا (جس کا نام روبیل لکھا ہے) اس نے سب بھائیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ یوسف کے معاملہ میں ہم نے جو کچھ کیا تھا اس کا داغ اب تک باپ کے دل سے نہیں مٹا ہے اور بنیامین کے لئے جو قول و قرار کیا تھا اس کا نتیجہ یہ نکلا۔ اب میری تو ہمت نہیں پڑتی کہ جا کر باپ کو منہ دکھاؤں میں تو یہاں سے نہیں ٹلوں گا، جب تک باپ مجھ کو نہ بلوائیں یا پھر اللہ تعالیٰ میرے بارے میں کوئی دوسرا فیصلہ کر دے کیونکہ وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

پھر اس نے بھائیوں سے کہا کہ تم سب جاؤ اور باپ سے سارا حال بیان کرو کہ ابا! ہم کیا کریں؟ آپ کے بیٹے نے چوری کی اور گرفتار ہو گیا۔ ہم نے اپنی دانست کے لحاظ سے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ بنیامین بھلے آدمیوں کی طرح رہے گا۔ ہم کو کیا معلوم تھا کہ وہ چوری کر بیٹھے گا۔ ہم کوئی غیب کی باتیں تو جانتے نہیں۔ اگر آپ کو ہمارا یقین نہ ہو تو آپ کسی آدمی کو بھیج کر اس بستی والوں سے معلوم کرا لیجئے اور جس قافلے والوں کے ساتھ ہم آئے ہیں، ان سے بھی دریافت کر لیجئے یقین جانئے ہم بالکل سچے ہیں۔

(۲) چنانچہ بڑے بھائی کو چھوڑ کر باقی سب بھائی کنعان پہنچے اور حضرت یعقوبؑ سے سارا ماجرا بیان کیا۔ حضرت یعقوب پہلے ہی بیٹوں سے بدگمان تھے۔ سنتے ہی بولے کہ یہ سب تمہارے من گھڑت ہے جیسے تم نے یوسفؑ کے معاملہ میں ایک فریب کیا تھا، اسی طرح بنیامین کے بارے میں بھی ایک جھوٹ بات بنا لائے ہو۔ خیر! اب بھی صبر ہی کروں گا۔ جیسے اس وقت کیا تھا۔ اور دیکھو! مجھ کو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ میرے تینوں بیٹوں کو مجھ سے ملا دے گا۔ وہ علم والا اور بڑی حکمت والا ہے۔ اپنی حکمت سے ایسے اسباب جمع کر دے گا کہ ہم سب پھر اکٹھے ہو جائیں گے۔

(۳) بنیامین کی چوٹ سے حضرت یعقوبؑ کا پرانا زخم تازہ ہو گیا۔ چنانچہ حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں سے منہ پھیر لیا اور ایک آہ بھر کر حضرت یوسفؑ کو یاد کیا اور رونے لگے۔ حضرت یعقوب بیٹوں کی یاد میں اتنے روئے کہ آنکھیں سفید پڑ گئیں یعنی بے رونق ہو گئیں نہ بالکل بے نور ہو گئیں لیکن دل صبر سے بھرا ہوا تھا۔ شدت غم کے ساتھ جب ضبط اور صبر ہو تو گھٹن پیدا ہو جاتی ہے یہی کیفیت حضرت یعقوبؑ کی ہو گئی تھی۔ اسی لئے فرمایا فَهُوَ كَظِيْمٌ پیغمبروں کی یہی شان ہے۔ آنحضرتؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کے انتقال پر آپؐ کے آنسو جاری ہو گئے۔ اس پر بعض صحابہؓ نے تعجب کیا۔ فرمایا "یہ نرم دلی ہے۔ دل غمگین ہوتا ہے اور آنکھیں روتی ہیں۔ لیکن ہم زبان سے وہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا پروردگار خوش ہو"

حَتّٰی تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِیْنَ ۝٨٥
یہاں تک کہ گھل جائیں گے یا ہلاک ہو جائیں گے
قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ
یعقوب نے کہا میں تو اپنا رنج و غم اللہ کے سامنے پیش کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ
اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝٨٦ یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ
باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے (۱) اے بیٹو! جاؤ! یوسف اور اس
یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ
کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلاشبہ
لَا یَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝٨٧ فَلَمَّا
اللہ کی رحمت سے وہی مایوس ہوتے ہیں جو کافر ہیں (۲) پھر جب
دَخَلُوْا عَلَیْهِ قَالُوْا یٰٓاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا
سب بھائی یوسف کے پاس پہنچے تو کہا اے عزیز (مصر) ہم کو اور ہمارے گھر والوں کو
الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ وَ
بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے اور ہم تھوڑی سی پونجی لے کر آئے ہیں تو ہمیں پورا غلہ دے دیجئے اور
تَصَدَّقْ عَلَیْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ ۝٨٨
ہمیں خیرات سمجھ کر دیدیجئے بیشک اللہ خیرات دینے والوں کو ثواب دیتا ہے (۳)
قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ وَاَخِیْهِ اِذْ
یوسف نے کہا کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا جبکہ
اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ۝٨٩ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ یُوْسُفُ ؕ
تم نادانی میں پھنسے ہوئے تھے انھوں نے کہا کیا حقیقت میں تم ہی یوسف ہو (۴)

(۱) باپ کو روتا دیکھ کر بیٹوں کو طعنہ دینے کا موقع ہاتھ آیا اور کہا ابا! آپ ہمیشہ یوسف کو روتے رہتے ہیں۔ اس کی یاد آپکے دل سے کبھی جاتی ہی نہیں معلوم ہوتا ہے روتے روتے آپ اپنی جان گھلادیں گے بلکہ بالکل ہی ہلاک کردیں گے۔ اب صبر کیجئے، جو ہونا تھا ہوگیا۔ اب غم کرنے سے کوئی یوسف واپس تھوڑی آجائے گا۔

حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں کو جواب دیا کہ تم مجھ کو کیا صبر سکھاتے ہو میں بے صبر نہیں ہوں بے صبر وہ ہے جو غیر کے آگے اپنا دکھڑا روئے اور اس سے مدد چاہے۔ میں تو اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، اسی کے آگے اپنا دکھ بھرا دل رکھتا ہوں اور اسی سے التجا کرتا ہوں کیونکہ میں بندگی کے بھید جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ تم ان سب باتوں کو جانتے نہیں اور بے سمجھے بوجھے میرے خلاف زبان کھولتے ہو۔

(۲) حضرت یعقوبؑ کو وحی کے ذریعہ معلوم ہوگیا تھا یا وہ اپنی فراست سے سمجھ گئے تھے کہ حضرت یوسف کا خواب ایک نہ ایک دن ضرور سچ ثابت ہوگا۔ اس لئے بیٹوں کو حکم دیا کہ جاؤ! یوسف اور اس کے بھائی بنیامین کو تلاش کرو۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس مت ہو۔ اس کی رحمت سے مایوس ہونا ایمان والوں کا کام نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے سربستہ رازوں کو کون سمجھ سکتا ہے۔ اگر کسی کو کچھ خبر ہو بھی جاتی ہے تو مجال نہیں کہ دم مار سکے۔ حضرت یعقوبؑ نے چاہِ کنعان میں یوسف کی تلاش نہیں کرائی، زلیخا کے محل میں نہیں کرائی، مصر کے جیل خانہ میں نہیں کرائی، کیونکہ اس وقت تک اجازت نہ تھی۔ اب وقت آیا تو شاہی تخت پر یوسف کو ڈھونڈتے ہیں۔ پھر لطف یہ کہ یوسف کے جانی دشمنوں ہی کو اس کے تلاش کرنے پر مامور کرتے ہیں۔

(۳) باپ کا حکم سن کر سب کے سب مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ شاید انھوں نے یہ خیال کیا ہو کہ یوسف کا تو کچھ نشان پتہ ہے نہیں جو اس کو ڈھونڈیں۔ البتہ بنیامین کا ٹھکانہ معلوم ہے وہ عزیز مصر کے پاس قید ہے۔ اس لئے کنعان سے نکل کر سیدھے عزیز مصر کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے آگے قحط کی سختی اور اپنے فقر و فاقہ کا ذکر کرکے انتہائی عاجزی کے ساتھ کہا کہ اس مرتبہ ہم غلہ کی پوری قیمت تو دے نہیں سکتے، یہ حقیر رقم لے لیجئے اور خیرات سمجھ کر ہم کو پوری تول دلا دیجئے۔ ہم ہمیشہ آپ کے شکرگزار رہیں گے اور اللہ تعالیٰ بھی آپ کو اچھا بدلا دے گا۔

(۴) حضرت یوسفؑ نے یہ حال زار سنا اور دیکھا کہ بھائی سامنے کھڑے خیرات مانگ رہے ہیں تو محبت اور رحم کے جوش سے بے اختیار ہوگئے اور اپنا راز فاش کرتے ہوئے کہا۔ "تمھیں کچھ یاد ہے کہ تم نے نادانی سے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا" اس سوال پر سب بھائی چونک پڑے اور سوچنے لگے کہ عزیز مصر کو یوسف کے حال سے کیا واسطہ۔ اور اب جو اس کی صورت اور آواز پر غور کیا تو صاف نظر آیا کہ یہ تو بالکل یوسف کی سی ہے۔ حیران ہو کر بول اٹھے۔ ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ یُوْسُفُ؛

قَالَ اَنَا يُوسُفُ وَهٰذَآ اَخِىْ ز قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ

یوسف نے کہا ہاں میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے بیشک اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا جو شخص

مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾

اللہ سے ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو بیشک اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا (۱)

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِــِٕيْنَ ﴿۹۱﴾

بھائیوں نے کہا اللہ کی قسم! اللہ نے تم کو ہم پر فضیلت بخشی اور ہم ہی خطاوار تھے

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ز

یوسف نے کہا کہ آج کے دن (میری طرف سے) تم پر کوئی عتاب نہیں اللہ تم کو معاف کرے

وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِىْ هٰذَا

اور وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے یہ میرا کرتا لے جاؤ اور اس کو

فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِىْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِىْ بِاَهْلِكُمْ

والد کے چہرے پر ڈال دو وہ بینا ہو جائیں گے اور پھر اپنے سب گھر والوں کو لے کر

اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ

میرے پاس چلے آؤ (۲) اور جب قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا تو ان لڑکوں کے باپ (کنعان میں) کہنے لگے کہ

اِنِّىْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾

اگر تم مجھ کو بہکا ہوا نہ سمجھو (تو ایک بات کہوں کہ) مجھے یوسف کی بو آرہی ہے (۳)

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِىْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّآ اَنْ

لوگوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! آپ تو اسی پرانی غلطی میں مبتلا ہیں پس جب خوش خبری

جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ

دینے والا آیا اور کرتا یعقوب کے چہرے پر ڈال دیا تو وہ بینا ہو گئے

(۱) جب حضرت یوسفؑ نے اپنا راز فاش کیا تو خود حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کے سامنے وہ منظر پیش ہو گیا جب کہ بھائیوں نے یوسف کو اندھے کنویں میں ڈالا تھا اور پھر قافلے والوں کے ہاتھ چند درہم میں بیچ دیا تھا۔ وہی یوسف آج عزیز مصر بنا بیٹھا ہے۔ ایسے حالات میں شیطان آدمی کو غرور میں مبتلا کر دیتا ہے۔

اسی لئے لوگوں کی تعلیم کے لئے حضرت یوسفؑ نے اپنے جذبات کا اظہار اس طرح کیا کہ میں اس صورت حال پر غرور نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالٰی کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے کنویں کی تاریکی اور قید کی ذلت سے نکال کر عزت کے اس بلند مقام پر پہنچایا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی بھی پرہیزگاری کا راستہ اختیار کرے اور مصیبتوں پر صبر کرے تو اللہ تعالٰی کا قانون یہ ہے کہ وہ نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

(۲) جب بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کی عظمت اور فضیلت کا اعتراف کیا اور اپنے قصور پر نادم ہوئے تو حضرت یوسفؑ نے ان کو اطمینان دلایا اور کہا کہ فکر مت کرو، میں تم سے کوئی انتقام نہیں لوں گا۔ بلکہ میں تو تم پر کوئی الزام بھی نہیں دھرتا اور نہ حرف شکایت زبان پر لاتا ہوں۔ اور چونکہ تم نے اس معاملہ میں اللہ تعالٰی کی نافرمانی بھی کی تھی، اس لئے اس سے بھی تمہارے لئے بخشش کی دعا کرتا ہوں۔ وہ بڑا مہربان ہے۔ امید ہے کہ تم پر رحم فرمائے گا اور تمہاری لغزش معاف کر دے گا۔

ع ۱۴ / ۳

دیکھو! اب یوں کرو کہ یہ میرا کرتا لے جاؤ اور والد بزرگوار کے چہرۂ مبارک پر ڈال دو۔ اس سے ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ پھر سب گھر والوں کو لے کر میرے پاس چلے آؤ۔

واضح ہو کہ سب بھائیوں نے یوسف کی ہلاکت کی خبر سنائی تھی تو خون آلود کرتا جا کر دکھایا تھا۔ اب وقت آیا کہ زندگی اور اقبال مندی کی خوش خبری سنائی جائے، تو اس کے لئے بھی کرتے ہی نے نشانی کا کام دیا۔ خدا کی قدرت دیکھئے کہ وہی چیز جو کبھی فراق کا پیام لائی تھی، اب وصال کی بشارت بن گئی۔

(۳) ادھر بھائی حضرت یوسفؑ کا کرتا لے کر مصر سے روانہ ہوئے، ادھر حضرت یعقوبؑ نے کنعان میں لوگوں سے کہنا شروع کر دیا کہ حقیقت یہ ہے کہ مجھے تو یوسف کی مہک آرہی ہے۔ لیکن ڈرتا ہوں کہ تم اسے یہ کہو گے کہ بڈھا سٹھیا گیا ہے۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ ۚۙ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا

اور کہا کہ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں

تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا یٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا کُنَّا

جانتے (۱) بیٹوں نے کہا کہ ابا! ہمارے گناہوں کی معافی کے لئے دعا کیجئے بلاشبہ ہم

خٰطِـِٕیْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّہٗ ھُوَ

خطاوار تھے یعقوبؑ نے کہا کہ عنقریب میں اپنے پروردگار سے تمہارے لئے بخشش مانگوں گا بلاشبہ وہ

الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۹۸﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰٓی

بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۲) پھر جب یہ سب لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو انھوں نے اپنے ماں

اِلَیْہِ اَبَوَیْہِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ

باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا کہ مصر چلئے اور اللہ نے چاہا تو وہاں امن

اٰمِنِیْنَ ﴿۹۹﴾ وَرَفَعَ اَبَوَیْہِ عَلَی الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَہٗ

چین سے رہیئے گا (۳) اور یوسف نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور سب یوسف کے آگے

سُجَّدًا ۚ وَقَالَ یٰٓاَبَتِ ھٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ

سجدے میں گر پڑے اور (اس وقت) یوسف نے کہا کہ ابا! یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے

قَبْلُ ز قَدْ جَعَلَھَا رَبِّیْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْٓ اِذْ

دیکھا تھا میرے پروردگار نے اسے سچ کر دکھایا (۴) اور اس نے اس وقت بھی مجھ پر احسان کیا جب

اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِکُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ

مجھ کو جیل سے نکالا اور تم سب کو گاؤں سے یہاں لایا اور یہ سب کچھ) اس (واقعہ) کے

بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ ؕ

بعد (ہوا) کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈال دیا تھا

منزل ۳

(۱) چنانچہ لوگوں نے حضرت یعقوبؑ کے کہنے کا مذاق اڑایا لیکن کیا دیکھتے ہیں کہ چند ہی روز کے بعد قافلہ کنعان پہنچتا ہے اور خوش خبری دینے والا حضرت یعقوبؑ کے چہرے پر کُرتا ڈال دیتا ہے جس سے ان کی آنکھیں روشن ہوجاتی ہیں۔ اب انھوں نے لوگوں سے کہا کہ دیکھا تم نے! میری بات کس طرح سچ نکلی! بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کچھ ایسی باتیں کھولی ہیں جن سے تم واقف نہیں ہو۔

(۲) اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ مصر میں سب بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کے سامنے اپنے قصور کا اعتراف کیا۔ پھر جب وہ سب کے سب خوش خبری لے کر کنعان پہنچے تو انھوں نے حضرت یعقوب کے آگے بھی اپنے خطاوار ہونے کا اقرار کیا اور ان سے درخواست کی کہ ابا! آپ بھی معاف کر دیجئے اور اللہ تعالیٰ سے بھی ہمارے گناہوں کی بخشش کے لئے دعا فرمایئے۔

حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ عنقریب میں تمہاری بخشش کے لئے دعا کروں گا۔ بیشک میرا پروردگار بخشنے والا اور مہربان ہے گویا حضرت یعقوبؑ نے اپنی طرف سے تو معاف کر دیا، کسی خاص وقت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا وعدہ کیا اور اس کی طرف سے بھی بخشش کی اُمید دلائی۔

(۳) حضرت یوسفؑ کی دعوت پر حضرت یعقوبؑ کا سارا خاندان کنعان سے روانہ ہوا۔ لکھا ہے کہ کم وبیش کل (۷۰) افراد تھے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت یوسفؑ کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا اور حضرت یعقوبؑ نے اپنی سالی سے نکاح کر لیا تھا جو قافلہ کے ساتھ مصر پہنچی تھیں اور جن کے ساتھ حضرت یوسفؑ نے والدہ کا سا سلوک کیا تھا۔

لکھا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے شہر سے باہر نکل کر والدین کا استقبال کیا اور بڑی عزت سے ان کو اپنے پاس بٹھایا پھر عرض کیا کہ شہر میں چل کر آرام سے رہیئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہاں کسی طرح کی تکلیف نہیں ہوگی۔ جدائی کے دن بھی ختم ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں ہم کو ہر طرح کی نعمتیں بھی عطا فرمائی ہیں۔

(۴) پھر حضرت یوسفؑ سب کو شہر میں لے گئے اور محل میں دربار منعقد کیا۔ والدین کی تعظیم ظاہر کرنے کے لئے ان کو تخت پر بٹھایا اور باقی سب کے لئے نیچے نشستیں رکھیں۔ حضرت یوسفؑ بھی اپنے عہدے کے مناسب دربار میں ایک خاص مقام پر بیٹھے۔ اس وقت مصر کے دستور کے مطابق تمام درباری حضرت یوسفؑ کی تعظیم بجالائے اور سجدے میں گر گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت یعقوبؑ اور ان کی بیوی اور گیارہ بیٹے بھی حضرت یوسفؑ کے آگے جھک گئے اور ایک عجیب سماں بندھ گیا۔ یہ حیرت انگیز سماں دیکھ کر حضرت یوسفؑ کے ذہن میں خواب کا نقشہ کھنچ گیا اور بے ساختہ فرمایا ابا! دیکھئے! یہ ہے میرے اس خواب کی تعبیر جو بہت دن ہوئے میں نے دیکھا تھا اور آپ سے بیان کیا تھا۔ آج میرے پروردگار نے اس کو سچا ثابت کر دکھایا۔ واضح ہو کہ علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک سارے پیغمبروں کے دین میں سجدۂ تعظیمی جائز تھا۔ لیکن آنحضرتؐ نے توحید کا جو بلند معیار قائم کیا تو سجدۂ تعظیمی کو بھی حرام ٹھہرا دیا۔

اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۰۰﴾

بیشک میرا پروردگار جو چاہتا ہے تدبیر سے کرتا ہے بلاشبہ وہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے (۱)

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِیْ مِنْ

(پھر یوسف نے دعا کی کہ) اے میرے پروردگار! تو نے مجھے حکومت عطا کی اور مجھے

تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۫ قف

خوابوں کی تعبیر کا علم بخشا اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے و!

اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا

تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے تو مجھے دنیا سے فرماں برداری کی حالت میں اٹھا

وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ

اور نیک بندوں میں شامل فرما (۲) (اے پیغمبر!) یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم تمہاری

نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ۚ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ

طرف وحی کے ذریعہ بھیجتے ہیں اور جب یوسف کے بھائی اپنا ارادہ پختہ کرچکے تھے اور خفیہ تدبیریں کر رہے تھے تو

وَ هُمْ یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ مَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَ لَوْ حَرَصْتَ

اس وقت تم ان کے پاس کھڑے نہ تھے (۳) اور اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں اگرچہ تم

بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَ مَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ

کتنا ہی چاہو اور تم اس کام پر کچھ صلہ بھی تو نہیں مانگتے یہ قرآن تو

هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۴﴾ ع وَ كَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَةٍ فِی

سارے جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے (۴) اور (دیکھو!) آسمانوں اور زمین میں

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا وَ هُمْ عَنْهَا

بہت سی نشانیاں ہیں جن پر لوگ گزرتے ہیں مگر وہ ان کی طرف سے

(۱) آخر میں حضرت یوسفؑ نے اس سرگزشت کا خلاصہ دو جملوں میں بیان فرمایا جن میں اللہ تعالیٰ کے احسانات اور اس کی لطیف تدبیر کی طرف توجہ دلائی۔ اس بیان میں خاص طور پر قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ نے اپنی زندگی کی ساری مصیبتوں کا تذکرہ اس انداز سے کیا جس کو سن کر بھائیوں کو کسی طرح شرمندگی نہ ہو۔ فرمایا کہ "شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں مخالفت ڈال دی تھی اس وجہ سے یہ داستان ظہور میں آئی"۔

یہ ہے ایک اولوالعزم پیغمبر کے اخلاق کا نمونہ جس سے ہم کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔

(۲) ایک پیغمبر کی شان کے مطابق حضرت یوسفؑ نے شکر گزاری کے طور پر پہلے اللہ کی نعمتوں کا ذکر کیا پھر اس کی صفات بیان کیں پھر خاتمہ بالخیر ہونے اور اپنے بزرگوں یعنی حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کے زمرہ میں شامل ہونے کی دعا پر اس بیان کو ختم کیا۔

حضرت یوسفؑ کی اس دعا سے یہ نصیحت حاصل ہوتی ہے کہ ایک مسلمان کے دل میں ہمیشہ یہ تمنا بیدار رہنی چاہیے کہ اسلام اور اطاعتِ حق پر خاتمہ ہو اور آخرت میں انبیاء، اولیاء اور صالحین کا ساتھ نصیب ہو۔

(۳) حضرت یوسفؑ کا قصہ ختم کرنے کے بعد بیان کا رُخ آنحضرتؐ کی طرف پھیر دیا گیا ہے۔ ظاہر میں خطاب آنحضرتؐ سے ہے لیکن مقصود یہ ہے کہ مکہ والوں کو توجہ دلائی جائے اور ان کے دلوں میں اس بات کا یقین پیدا کیا جائے کہ آنحضرتؐ پر وحی نازل ہوتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ اس قصہ میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، وہ سب ایسے وقت کی باتیں ہیں جب آنحضرتؐ موجود نہ تھے، اور آپؐ رسمی انداز میں پڑھے لکھے بھی نہیں ہیں کہ تاریخی واقعات کو جان لیتے۔

ع ۱۱ ظاہر ہے کہ آپؐ پر اسی کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے جو اگلی پچھلی سب باتوں کا جاننے والا ہے۔ ۵

(۴) قرآن مجید اور سیرت پاک کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ آنحضرتؐ اس بات کے لئے بہت بے چین رہتے تھے کہ لوگ حق کا پیغام قبول کرلیں اور راہ راست پر آجائیں۔ لیکن جب لوگ ایمان نہیں لاتے تھے تو آپؐ کو بہت رنج ہوتا تھا۔

اس لئے اس آیت میں آپؐ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ان لوگوں کی سرکشی اور ہٹ دھرمی سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، چاہے تم کتنی ہی آرزو اور کوشش کرو۔ افسوس ہے کہ یہ کمبخت اپنے خیرخواہ کی بھی قدر نہیں پہچانتے اور اس بات پر غور نہیں کرتے کہ تم بغیر کسی لالچ کے ان کو قرآن پہنچا رہے ہو جو پروردگار کا کلام ہے اور سارے جہان والوں کے لئے سرتاسر نصیحت و ہدایت ہے۔

مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ
منہ پھیر لیتے ہیں اور ان میں اکثر لوگ جو اللہ کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح کہ اس کے ساتھ

مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ
شرک بھی کرتے ہیں (۱) کیا یہ لوگ اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ کی طرف سے کوئی چھا جانے والا

عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ
عذاب ان پر آپڑے یا اچانک ان پر قیامت آجائے اور ان کو

لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ
خبر بھی نہ ہو اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ یہ میرا راستہ ہے میں سمجھ بوجھ کر لوگوں کو اللہ کی

عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ
طرف بلاتا ہوں اور جو لوگ میرے تابع ہیں وہ بھی (اسی طرح بلاتے ہیں) اور اللہ پاک ہے اور میں

اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا
شرک کرنے والوں میں نہیں ہوں (۲) اور اے پیغمبر! ہم نے تم سے پہلے مختلف بستیوں

رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا
والوں میں جتنے رسول بھیجے وہ سب آدمی ہی تھے (فرشتے نہ تھے) کیا یہ لوگ ملک میں چلے

فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ
پھرے نہیں کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں ان کا

مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ
انجام کیا ہوا اور پرہیزگاروں کے لئے آخرت کا گھر بہت اچھا ہے

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ حَتّٰٓي اِذَا اسْتَيْــَٔسَ الرُّسُلُ
کیا تم لوگ سمجھتے نہیں (۳) اگر گزشتہ نافرمان قوموں کو بہت ڈھیل دیکھی یہاں تک کہ جب پیغمبر مایوس ہو گئے

(۱) بہت سے لوگ گویا اندھے واقع ہوئے ہیں نہ یہ قرآن مجید کے مضامین میں غور کرتے ہیں، نہ پیغمبر کی پاکیزہ سیرت کو دیکھتے ہیں اور نہ قدرت کی نشانیوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ حالانکہ آسمان و زمین میں قدرتِ الٰہی کی بیشمار نشانیاں ہیں۔ آسمان کا ہر ستارہ، سمندر کا ہر قطرہ، ریگستان کا ہر ذرہ، پہاڑوں کا ہر پتھر اور درختوں کا ہر پتا اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور الوہیت کی روشن نشانی ہے۔ لوگ ان چیزوں پر گزرتے ہیں مگر اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے۔

اور بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ ایمان لاتے بھی ہیں تو اس کے ساتھ شرک ملا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو خالق اور مالک مانتے ہیں لیکن عبادت میں دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں ٹھہراتے ہیں۔ کچھ لوگ مادہ اور روح کو اس کے ساتھ قدیم مانتے ہیں۔ اور شرکِ خفی سے بچنے والے تو اللہ کے بندے چند ہی ہوں گے مسلمانوں کو چاہیئے کہ مشرکانہ باتوں سے بچیں اور ہو سکے تو شرکِ خفی سے بھی محفوظ رہیں۔

(۲) اوپر کی آیت میں لوگوں کے طریقہ کا ذکر فرمایا تھا کہ ان کا ایمان شرک کی آمیزش سے خالی نہیں ہے دوسرے مذہبوں کے مقابلہ میں اسلام کی حقیقت اور فضیلت سمجھانے کے لئے آنحضرتؐ کو حکم دیا کہ تم اپنے طریقہ کا اعلان کر دو کہ میرا طریقہ خالص توحید کا ہے جس کا میں بار بار اعلان کر چکا ہوں جو لوگ میرے ساتھ ہیں وہ بھی اسی طریقہ پر ہیں۔ ہم نے سمجھ بوجھ کر اس بات کو مانا ہے اور ہم سب علم و عقل اور بصیرت و وجدان کی روشنی میں اس راستے پر گامزن ہیں۔ ہم سب خالص توحید پر قائم ہیں اور ساری دنیا کو اس کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ میرا اعلان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے نقص اور عیب سے پاک ہے اور یہ کہ میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ اگر تم کو یہ بات پسند ہے تو میرے ساتھ آؤ اور زندگی کی بنیادی سچائی کا بے دھڑک اعلان کرو اور لوگوں کو اس کی طرف بلاؤ کیونکہ اسی بات کے ماننے میں دنیا کی نجات ہے۔

(۳) مکے کے لوگ آنحضرتؐ کی رسالت میں شک کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ایک انسان کیسے پیغمبر ہو سکتا ہے۔ اس خیال کو غلط ثابت کرنے کے لئے فرمایا کہ تاریخ کا مطالعہ کرو اور زمین پر چل پھر کر دیکھو کہ اس سے پہلے بھی ہم نے آدمیوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی فرشتہ یا جن انسانوں کی ہدایت کے لئے پیغمبر بنایا گیا ہو۔ آدمیوں ہی کے پاس ہم وحی بھیجتے چلے آئے ہیں۔ وہ آدمی بھی انہی بستیوں کے رہنے والے تھے کسی اجنبی نوع کے افراد نہ تھے اور نہ عام انسانوں سے جداگانہ کوئی اور شکل و صورت رکھتے تھے ۔۔ پھر ایسا ہوا کہ کچھ لوگوں نے پیغمبروں کی بات مانی اور بہت سے لوگوں نے نہ مانی۔ اگر تم پچھلی قوموں کے حالات معلوم کرو تو تم کو معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں تو کافروں اور بدکاروں کو بھی عیش نصیب ہو جاتا ہے۔ لیکن آخرت کا عیش انہی کے لئے مقرر ہے جو پرہیزگاری کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ افسوس کہ اتنی سی بات بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔

وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ

اور لوگوں نے خیال کیا کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا تو اچانک ان کے پاس ہماری مدد آپہنچی پھر جسے ہم نے

مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۱۰

چاہا بچا لیا اور ہمارا عذاب مجرموں سے ٹالا نہیں جاتا (۱)

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ

بلاشبہ ان (پیغمبروں اور ان کی امتوں کے) قصوں میں عقلمندوں کے لئے بڑی عبرت ہے

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ

یہ قرآن کوئی دل سے بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ ان کتابوں کی تصدیق ہے جو اس سے

بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّ

پہلے نازل ہوئی ہیں اور ہر چیز کی تفصیل ہے اور ایمان والوں کے

رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۱۱۱ ع

لئے ہدایت اور رحمت ہے (۲)

سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَكِّيَّةٌ (۱۳)

اٰیاتها ۴۳　　رکوعاتها ۶

سورۂ رعد (۳) مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان اور نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

الٓمّٓر (اے پیغمبر) یہ ایک بڑی کتاب (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں اور جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر

مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱

نازل ہوا ہے وہ حق ہے لیکن اکثر لوگ (اس پر) ایمان نہیں لاتے (۴)

(۱) کفر اور انکار کرنے والوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ پچھلی قوموں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا کہ ہم نے ان کو بہت ڈھیل دی تاکہ وہ سنبھل جائیں اور اپنی اصلاح کر لیں لیکن وہ غفلت میں پڑ گئے اور سرکشی میں آزاد ہو گئے یہاں تک کہ پیغمبر ان کی اصلاح سے مایوس ہو گئے اور کافروں نے خیال کیا کہ پیغمبروں کی باتیں سب جھوٹی ہیں نہ یہ پیغمبر ہیں اور نہ خدا کی طرف سے ان کی تائید ہو گی۔ تو ایسے حال میں ہم نے پیغمبروں کی مدد کی یعنی دریائے غضب جوش میں آیا اور اچانک عذاب نازل ہوا۔ ایسے وقت میں بھی جن لوگوں کو بچانا مقصود تھا ان کو بچا لیا گیا یعنی پیغمبر اور ان کے ساتھی محفوظ رہے اور مجرموں کو عذاب نے تباہ کر ڈالا۔

(۲) گزشتہ قوموں کے عروج و زوال اور کامرانی و ناکامرانی کے جو واقعات اس قرآن میں بیان کئے گئے ہیں، وہ سب سچے اور تاریخی واقعات ہیں جن سے عقلمندوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ نیز اس قرآن کے بارے میں یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ یہ کسی انسان کا گھڑا ہوا کلام نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔

اس کے کلام الٰہی ہونے کی پہچان یہ ہے کہ یہ گزشتہ الہامی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان سب کا سرچشمہ ایک ہی ہے اور یہ سب ایک ہی زنجیر کی مختلف کڑیاں ہیں۔ دوسری بات یہ کہ گزشتہ کتابوں میں دین کے جو اصول مجمل طور پر بیان کئے گئے تھے، ان کو قرآن مجید نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے یعنی توحید، رسالت، آخرت کی زندگی، اعمال کی جزا و سزا وغیرہ کے مسئلوں کو قرآن مجید جس طرح تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے اور دلیلوں کے ساتھ سمجھاتا ہے، اس طرح یہ مسئلے پچھلی کتابوں میں نہیں بیان کئے گئے جس سے قرآن مجید کی نہ صرف صداقت بلکہ فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ پھر یہ کہ یوں تو یہ قرآن مجید سب کے لئے باعث ہدایت و رحمت ہے۔ لیکن جو لوگ اس پر ایمان لاتے اور عمل کرتے ہیں ان کے لئے خاص طور پر زندگی میں مشعل راہ ہے اور رحمتوں اور برکتوں کے دروازے کھولنے والا ہے۔

(۳) یہ سورت بھی مکہ شریف میں نازل ہوئی تھی اور مکہ والوں کو سمجھانے کے لئے اس میں بھی دینِ حق کے بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت، آخرت کی زندگی، اعمال کی جزا و سزا کا بیان ہے ——— (۴) سورت کی پہلی آیت میں قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے فرمایا کہ اے پیغمبر یہ کتاب یعنی قرآن مجید کی آیتیں ہیں اور یہ قرآن بالکل برحق ہے، اس میں ذرا بھی باطل کا شائبہ نہیں۔ کیونکہ یہ پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے۔ لوگوں کو چاہیئے تھا کہ اس کو حق سمجھتے اور اس پر ایمان لاتے لیکن افسوس بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے اور اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

اَللّٰهُ الَّذِىْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ
اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کیا (چنانچہ) تم ان (آسمانوں) کو اسی طرح دیکھتے ہو پھر
اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ
وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا اور سورج اور چاند کو کام میں لگایا
كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ
ہر ایک ایک معین وقت تک چلتا رہے گا وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے (اور اپنی قدرت کی) نشانیاں صاف
الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝۲ وَهُوَ الَّذِىْ
صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے پروردگار سے ملنے کا یقین کرو (۱) اور وہی تو ہے جس
مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِىَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ
نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور دریا بنائے اور ہر طرح
كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِى
کے میووں کی دو دو قسمیں زمین میں پیدا کیں وہی رات سے
الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۳
دن کو ڈھانکتا ہے بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں (۲)
وَفِى الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ
اور زمین میں طرح طرح کے قطعے ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور انگوروں کے باغ ہیں اور (غلہ کی) کھیتیاں
زَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ
ہیں اور کھجور کے درخت ہیں کچھ ملے ہوئے اور کچھ بغیر ملے ہوئے (باوجودیکہ) سب کو ایک ہی پانی
وَّاحِدٍ ۫ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِى الْاُكُلِ ؕ
ملتا ہے اور ہم بعض میووں کو بعض پر مزے میں برتری دیتے ہیں

(۱) ذیل کی چند آیتوں میں آسمان و زمین کی عجائبات کا ذکر کرکے اللہ تعالےٰ کی صفات کا تصور دلایا ہے تاکہ توحید کا نقش لوگوں کے دلوں پر بیٹھ جائے۔ اس آیت میں آسمانی عجائبات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ وہ اللہ تعالےٰ ہی ہے جس نے آسمانوں کو پیدا کیا اور ان کو ایسے ضابطہ میں جکڑ دیا کہ وہ بغیر ستونوں کے ٹھہرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پھر اس نے عرش پر سے احکام و قوانین جاری کئے اور اس کے احکام کے آگے سب جھک گئے۔ سورج اور چاند کو دیکھو کہ وہ الٰہی ضابطہ میں کس طرح جکڑے ہوئے ہیں۔ وہ مقررہ وقت پر اپنا اپنا دورہ پورا کرتے ہیں اور قیامت تک اسی طرح کرتے رہیں گے یقین مانو کہ ساری کائنات اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور وہی سب کا انتظام کرتا ہے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ ان سب باتوں پر غور کریں اور سوچیں کہ جو اللہ تعالےٰ ایسی عظیم الشان کائنات پہلی بار پیدا کر سکتا ہے، اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ نیز یہ بھی سوچیں کہ جب اللہ تعالےٰ نے کائنات کی ہر بات میں حکمت اور مصلحت رکھی ہے تو وہ انسانی اعمال کو بے نتیجہ کس طرح چھوڑ سکتا ہے۔ اور جب یہ بات ظاہر ہے کہ اس زندگی میں ہر شخص کو اپنے اپنے اعمال کا پورا پورا بدلا نہیں ملتا تو لازمی ہے کہ ایک اور زندگی ہو جبکہ سب لوگ اپنے پروردگار کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال کا اچھا یا برا بدلا پائیں۔

(۲) اس آیت میں زمین کی عجائبات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ زمین کو دیکھو کہ گول ہونے کے باوجود فرش کی طرح پھیلی ہوئی ہے۔ اس پر کہیں بلند پہاڑ کھڑے ہیں اور کہیں نہریں اور ندی نالے جاری ہیں جن کے پانی سے زمین پر باغات اور کھیت لہلہاتے ہیں۔ ہر طرح کے پھلوں کے درخت ہیں۔ ہر طرح کے دانوں کے کھیت ہیں۔ سب میں دو دو قسموں اور جوڑوں کا قانون کام کر رہا ہے۔ چھوٹے بڑے، کھٹے میٹھے، خوش مزہ بدمزہ پھلوں کے جوڑے ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں بلکہ جدید تحقیقات کی رو سے تو درختوں میں بھی نر اور مادہ کے جوڑے ہیں۔ پھر دیکھو کہ زمین پر رات اور دن کا کیا عجیب و غریب انقلاب آتا ہے۔ دن میں ساری زمین روشن ہوتی ہے اور رات میں سیاہ نقاب منہ پر ڈال لیتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب اللہ تعالےٰ کی قدرت اور عظمت کی بڑی واضح نشانیاں ہیں لیکن ان سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو ان میں غور و فکر کرتے ہیں۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٤﴾ وَإِن تَعْجَبْ
بلاشبہ ان میں ان لوگوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں (۱) اور اگر تم تعجب کرو تو
فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ أَإِذَا كُنَّا تُرَابًا أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ
(سب سے زیادہ) عجیب بات ان کا یہ کہنا ہے کہ جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو کیا از سر نو پیدا
جَدِيدٍ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ
ہوں گے یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا اور یہی ہیں
الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ
جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی دوزخ والے ہیں
هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٥﴾ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ
کہ ہمیشہ اس میں رہیں گے (۲) اور (اے پیغمبر!) یہ لوگ بھلائی سے پہلے تم سے
قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِمُ الْمَثُلَاتُ ۗ
برائی طلب کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے بہت سے عذاب کے واقعات گزر چکے ہیں
وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ ۖ وَ
اور بیشک تمہارا پروردگار لوگوں کو باوجود ان کے ظلم کے معاف کرنے والا ہے۔ اور
إِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٦﴾ وَيَقُولُ الَّذِينَ
بیشک تمہارا پروردگار سخت عذاب دینے والا ہے (۳) اور کافر کہتے ہیں کہ
كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ إِنَّمَا
اس (پیغمبر) پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی (اے پیغمبر!)
أَنتَ مُنذِرٌ ۖ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿٧﴾ اللَّهُ يَعْلَمُ
تم تو صرف ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کے لئے ایک ہدایت کرنے والا ہے (۴) اللہ جانتا ہے

(۱) پھر قدرت الٰہی کا کرشمہ دیکھو کہ زمین کے مختلف قطعے اور ٹکڑے ہیں جو ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں لیکن پیداوار کے لحاظ سے الگ الگ ہیں۔ ایک قطعہ میں انگور ہیں، ایک میں کھیت ہیں، ایک میں کھجور کے درخت ہیں۔ ان میں بعض درخت ایک تنے والے ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ایک جڑ سے کئی کئی تنے پھوٹتے ہیں — پھر دیکھو کہ زمین ایک ہی ہے اور سب درخت ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں۔ لیکن ہر درخت کا پھل یکساں نہیں ہوتا۔ کوئی پھل اعلیٰ درجے کا ہے کوئی ادنیٰ درجے کا، کسی کا کچھ مزہ ہے اور کسی کا کچھ — اگر لوگ عقل سے کام لیں اور ان نشانیوں کو غور سے دیکھیں تو یقیناً ان پر واضح ہو جائے گا کہ کوئی ہستی ضرور موجود ہے جو اس کارخانہ کو اپنے علم، حکمت اور قدرت سے ایسے عجیب و غریب انتظام کے ساتھ چلا رہی ہے۔ پھر یہ کہ ایسی قدرت رکھنے والے کے نزدیک کیا مشکل ہے کہ مخلوق کو دوبارہ زندہ کر کے میدان حشر میں اکٹھا کرے۔

(۲) جو لوگ دوبارہ زندہ ہونے پر تعجب کرتے ہیں ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ دراصل تعجب خیز بات تو خود ان کا یہ کہنا ہے کہ کیا مٹی ہونے کے بعد پھر ہم نئی زندگی پائیں گے؟

حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے نئی زندگی کا انکار کر کے اپنے پروردگار کا انکار کیا اور اس کے رسولؐ کا انکار کیا۔ ظاہر ہے کہ اس کفر اور سرکشی کی سزا میں ان کی گردنوں میں طوق ڈالے جائیں گے اور ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ پڑے رہیں گے۔

(۳) مکہ کے بعض لوگ آنحضرتؐ سے گستاخی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جو عذاب ہم پر آنے والا ہے اس کو جلد کیوں نہیں لے آتے؟ ایسے بدبختوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ ان کو چاہیئے تھا کہ پیغام الٰہی کو قبول کر کے نیکی اور بھلائی کے طلب گار بنتے۔ لیکن یہ بدبخت اللہ کے رسولؐ کے ساتھ گستاخی کرتے ہیں اور عذاب الٰہی مانگتے ہیں، حالانکہ کئی قومیں عذاب الٰہی سے ہلاک کر دی گئی ہیں جن کے واقعات ضرب المثل بن گئے ہیں جو لوگوں کی عبرت کے لئے کافی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا ہے اور بندوں کی سرکشی پر ان کو جلد نہیں پکڑتا بلکہ مہربانی سے ان کو مہلت دیتا ہے تاکہ سنبھل جائیں اور اپنی اصلاح کر لیں۔ لیکن جب وہ کسی کو پکڑتا ہے تو پھر اس کی پکڑ سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

ع ۷

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی معجزے دیئے گئے تھے جن کو دیکھ کر عقل و بصیرت والے حضرات آپؐ پر ایمان لائے تھے لیکن کچھ لوگ محض ضد سے عجیب عجیب قسم کے معجزات کی فرمائش کیا کرتے تھے اور جب ان کی فرمائشیں پوری نہ ہوتیں تو طرح طرح سے گستاخیاں کرتے۔

ایسے بدبختوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارے پیغمبرؐ کا کام عجیب و غریب باتیں دکھانا نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد تو مخلوق خدا کو سیدھا راستہ دکھانا ہے جس طرح ہر قوم میں ہدایت کرنے والے گزرے ہیں اسی طرح آپ بھی پیغمبر ہیں اور ساری دنیا کی ہدایت کے لئے مامور ہیں۔ اگر ان بدبختوں کے دلوں میں سچائی کی طلب ہوتی تو یہ آپ کی پاکیزہ زندگی اور اعلیٰ تعلیم کا مطالعہ کرتے اور ان سے ہدایت حاصل کرتے۔ فرمائشی نشانات طلب کرنے سے ہدایت حاصل نہیں ہوتی۔

مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ
اس کو جو ہر مادہ اپنے پیٹ میں اٹھائے ہوئے ہے اور پیٹ کے گھٹنے اور بڑھنے سے بھی واقف ہے

وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ (٨) عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ
اور ہر چیز کا اس کے ہاں ایک اندازہ مقرر ہے (١) وہ پوشیدہ اور ظاہر سب کا

الشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ (٩) سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ
جاننے والا ہے سب سے بڑا اور عالی شان ہے تم میں سے کوئی چپکے سے بات

الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَ
کہے یا پکار کر اور رات میں کہیں چھپا ہوا ہو یا دن میں (کھلم کھلا) چلے

سَارِبٌ بِالنَّهَارِ (١٠) لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ
پھر (اس کے نزدیک) برابر ہے (٢) ہر شخص کے آگے اور پیچھے اللہ کے

مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں بیشک اللہ

لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ
کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدلے اور اگر

اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ
اللہ کسی قوم پر مصیبت ڈالنی چاہے تو اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور اللہ کے سوا ان کا

مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ (١١) هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا
کوئی مددگار نہیں (٣) وہی ہے جو تم کو بجلی دکھاتا ہے جس سے ڈر بھی ہوتا ہے

وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ (١٢) ۚ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ
اور امید بھی بندھتی ہے اور وہی بھاری بھاری بادل پیدا کرتا ہے اور رعد اس کی تعریف کے ساتھ

(١) اس آیت میں اللہ تعالےٰ کے علم کی وسعت کا تصور دلایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے علم سے کوئی بات اور کوئی حالت پوشیدہ نہیں۔ چنانچہ دیکھو! وہ جانتا ہے کہ حاملہ کے پیٹ میں جو بچّہ ہے وہ کیسا ہے۔ نر ہے یا مادہ ہے، خوبصورت ہے یا بدصورت ہے۔ اسی طرح وہ یہ بھی جانتا ہے کہ حاملہ کا پیٹ کیوں گھٹتا ہے اور کیوں بڑھتا ہے یعنی اس کے پیٹ میں ایک بچہ ہے یا زیادہ، پورا بن چکا ہے یا ادھورا ہے، تھوڑی مدت میں پیدا ہوگا یا زیادہ مدت میں۔

اس مقام پر یہ بات بھی جان لینی چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے علم کے لحاظ سے ہر بات اور ہر حالت کا پہلے ہی سے ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے۔ اسی کے موافق چیزیں ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ اسی کا نام تقدیر ہے۔

(٢) اللہ تعالےٰ سب سے بڑا اور بڑی شان والا ہے، اس کا علم اتنا وسیع ہے کہ وہ کائنات کی ہر چیز کو جانتا ہے، چاہے وہ پوشیدہ ہو یا ظاہر چنانچہ وہ بندوں کے اعمال سے بھی اچھی طرح واقف ہے۔ چاہے کوئی شخص بات چپکے سے کہے یا پکار کر بولے، اور چاہے کوئی شخص رات کی تاریکی میں چھپ کر کوئی کام کرے یا دن دہاڑے اور سر بازار کرے، ان سب باتوں کو اللہ تعالےٰ یکساں طور پر جانتا ہے۔

(٣) اللہ تعالےٰ کی کریمی دیکھو کہ اس نے اپنے بندوں کو طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے۔ چنانچہ اس نے ہر انسان کے ساتھ کچھ فرشتے مقرر کر دیئے ہیں جو بحکمِ الٰہی اس کو بہت سی آفتوں اور بلاؤں سے محفوظ رکھتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے یہ قانون ٹھہرا دیا ہے کہ وہ آپ سے آپ بندوں سے اپنی نعمتیں نہیں چھین لیتا۔ ہاں جب لوگ خود اپنے پر ظلم کرتے ہیں، اپنی صلاحیتوں کو کام پر نہیں لگاتے اور اللہ تعالےٰ کی بخشی ہوئی نعمتوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو پھر اللہ تعالےٰ ان سے اپنی نعمتیں چھین لیتا ہے اور ان کی حالت کو بدل دیتا ہے۔ یاد رکھو کہ جب ایسی حالت میں کسی قوم پر اللہ تعالےٰ کا عذاب آتا ہے تو پھر وہ کسی کے ٹالے نہیں ٹلتا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی اور بندوں کا مددگار اور کارساز نہیں ہے جو اس کے حکم کو ٹال سکے۔

بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ
اس کی پاکی بیان کرتا ہے اور فرشتے بھی اس کے خوف سے (اس کی پاکی بیان کرتے ہیں) اور وہی
الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ
بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے اور وہ اللہ کے بارے میں
فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۱۳ؕ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ
جھگڑتے ہیں اور وہ بڑی قوت والا ہے (۱) اسی کو پکارنا سچا پکارنا ہے
وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ
اور جن کو یہ لوگ اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی پکار کو کسی طرح قبول نہیں کرتے (ان لوگوں کا حال)
بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا
اس شخص کی طرح ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلا دے تاکہ وہ اس کے منہ تک آپہنچے حالانکہ پانی
هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۱۴
اس کے منہ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا اور (اسی طرح) کافروں کی درخواست محض بے اثر ہے (۲)
وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ
اور جتنی مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے خوشی سے یا زبردستی سے اللہ کے آگے سجدہ
كَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۱۵ السجدۃ قُلْ مَنْ رَّبُّ
کرتی ہے اور ان کے سائے بھی صبح اور شام (سجدہ کرتے ہیں) (۳) (اے پیغمبر ان سے) پوچھو کہ آسمانوں
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ
اور زمین کا پروردگار کون ہے؟ (وہ تو کیا کہیں گے) تم ہی کہہ دو کہ اللہ (ہی تو ہے) پھر ان سے کہو کہ تم نے اللہ کو چھوڑ کر ایسے
دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ
لوگوں کو کیوں کارساز بنایا ہے جو خود اپنے نفع اور نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے (۴)

(۱) یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ پانی سے بھرے ہوئے بادل فضا میں چکر لگاتے ہیں، ان میں چمکتی چمکتی بجلیاں چمکتی ہیں، جن کو دیکھ کر امید بندھتی ہے کہ بارش آئے گی لیکن ساتھ ہی ڈر بھی لگتا ہے کہ کہیں گر کر تباہی کا سبب نہ بن جائیں۔ ٹھیک اسی طرح ایمان والوں کو بھی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کے امیدوار رہیں لیکن اس کی عظمت و جلال کی ہیبت سے اپنے دلوں کو خالی نہ ہونے دیں۔ دیکھو رعد اور دوسرے فرشتے اللہ تعالیٰ کے خوف سے لرزاں رہتے ہیں اور اس کی تسبیح و تعریف میں سرگرم رہتے ہیں۔ وہ جب چاہتا ہے بجلی کسی چیز پر گرتی ہے اور اس کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ تعجب ہے کہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت، قوت اور عظمت کی ایسی روشن نشانیوں کو دیکھ کر بھی اس پر ایمان نہیں لاتے اور اس کی ہستی اور یکتائی کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔

(۲) سچی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنا چاہئے اور اسی سے دعا مانگنی چاہئے۔ کیونکہ وہ سنتا ہے اور دعائیں قبول کرتا ہے۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارتے ہیں وہ ان لوگوں کی پکار کو سنتے ہی نہیں اور سنتے بھی ہیں تو ان کی کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ ان لوگوں کا حال ایسا ہے جیسے ایک آدمی پیاس کی شدت سے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے اور یہ امید کرے کہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے گا۔ ظاہر ہے کہ پانی آپ سے آپ اٹھ کر اس کے منہ تک نہیں پہنچتا اور وہ اپنی کوشش میں ناکام ہوتا ہے۔ اسی طرح بت وغیرہ مشرکوں کی کچھ مدد نہیں کر سکتے اور ان کی پکار رائگاں جاتی ہے۔

(۳) آسمان و زمین میں جتنی چیزیں ہیں سب اللہ تعالیٰ کے آگے سربسجود ہیں اور اس کی فرماں بردار ہیں یہاں تک کہ وہ انسان بھی جو خوشی سے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور اس کے احکام کی تعمیل نہیں کرتے، فطری قوانین کی تعمیل کر رہے ہیں، گویا فطری طور پر ہر چیز مجبور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرماں برداری کرے۔ ان لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنے سایوں کو دیکھیں کہ وہ کس طرح صبح و شام زمین پر پھیل کر اپنے سربسجود ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ ان بدبختوں کو چاہئے کہ اپنے سایوں سے تو عبرت حاصل کریں اور شرما کر اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کا اعلان کریں۔

سجدہ ۲

(۴) جب مشرکوں کو اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ساری کائنات کا پروردگار ہے تو ان سے پوچھو کہ پھر یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ اس کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو اپنا سرپرست اور معبود بنائے بیٹھے ہو جو خود اپنی ہی جانوں کو کچھ نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے ہیں۔ ذرا سوچو تو کہ جب وہ اتنے مجبور اور بے اختیار ہیں تو پھر تمہاری دعاؤں کو کیسے سن سکتے ہیں اور تم کو کس طرح کچھ نفع پہنچا سکتے ہیں ـــــ دیکھو! کافر کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اندھا آدمی اور ایماندار کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آنکھوں والا آدمی۔ یا یوں سمجھو کہ کفر بالکل تاریکی ہے اور ایمان سرتاسر روشنی ہے۔ پھر کیا عقل اس بات کو مان سکتی ہے کہ اندھا اور دیکھنے والا دونوں یکساں ہیں یا یہ کہ اندھیرے اور اجالے میں کوئی فرق نہیں ہے، لیکن افسوس کہ کچھ ایسے بھی ہیں جو عقل کے فیصلے کو ٹھکرا دیتے ہیں اور اسلام کے اجالے سے منہ موڑ کر اندھیرے میں گم رہنا گوارا کرتے ہیں چنانچہ اس مضمون کو بعد کی آیت میں واضح کیا گیا ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي
(یہ بھی) پوچھو کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہیں یا اندھیرا اور

الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا
اجالا برابر ہے؟ بھلا ان لوگوں نے جن کو اللہ کا شریک مقرر کیا ہے کیا انھوں نے اسی طرح مخلوقات پیدا کی

كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ
جس طرح اللہ نے کی ہے تو اس وجہ سے پیدا کرنے کا معاملہ ان نظر میں مشتبہ ہو گیا (ان سے) کہہ دو کہ اللہ ہی ہر چیز کا

كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝۱۶ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ
پیدا کرنے والا ہے اور وہ یکتا اور زبردست ہے (۱) اسی نے آسمان سے مینہ

مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ
برسایا تو اس سے اپنی اپنی گنجائش کے موافق نالے بہہ نکلے اور پھولے ہوئے جھاگ کو

زَبَدًا رَّابِيًا ۭ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ
پانی کے ریلے نے اٹھا لیا اور جس چیز کو زیور یا کوئی اور چیزیں بنانے کے لئے آگ میں

ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ
تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی جھاگ ہوتا ہے اسی طرح اللہ حق اور

اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ڛ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ
باطل کی مثال بیان فرماتا ہے تو جھاگ تو سوکھ کر چلا جاتا ہے

وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۭ كَذٰلِكَ
اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے اسی طرح

يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۝۱۷ۭ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ
اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے (تاکہ تم سمجھو) (۲) جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا حکم مانا ان کے لئے

(۱) اگر ایسا ہوتا کہ مشرکوں کے ٹھہرائے ہوئے معبودوں میں بھی بڑی قدرت ہوتی اور انھوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی طرح سے کچھ پیدا کیا ہوتا تو بیشک یہ کہا جا سکتا تھا کہ پیدا کرنے کا معاملہ مشرکوں پر مشتبہ ہو گیا اور اس وجہ سے وہ شرک میں پڑ گئے۔ لیکن جب حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے جو یکتا اور غالب ہے، تو پھر تعجب ہے کہ یہ لوگ کیوں ایسی چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے مقابل لا کھڑا کرتے ہیں جو اپنے اندر کسی طرح کا کوئی کمال ہی نہیں رکھتیں۔

(۲) اوپر کی آیتوں میں یہ بیان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے اور اس کے سوا جو معبود مشرکوں نے ٹھہرا رکھے ہیں، وہ سب باطل ہیں۔

اس آیت میں حق اور باطل کی حقیقت اور مقابلہ کی کیفیت کو دو مثالوں کے ذریعہ واضح کیا ہے۔

چنانچہ فرماتا ہے کہ دیکھو! آسمان سے پانی برستا ہے اور اپنی اپنی گنجائش کے لحاظ سے زمین پر ندی نالے بہنے لگتے ہیں۔ بہت سا پانی زمین جذب کر کے اپنی شادابی کا انتظام کرتی ہے۔ لیکن کوڑے کرکٹ سے جو جھاگ بن بن کر پانی کی سطح پر آتے ہیں، ان کو زمین اپنی گود میں نہیں رکھتی بلکہ چھوڑ دیتی ہے اور پانی کا بہاؤ ان کو بہا لے جاتا ہے۔

اسی طرح جب سونا، چاندی یا اور کوئی دھات آگ میں پگھلاتے ہیں تو اس میں بھی میل کچیل جھاگ کی شکل میں اوپر آجاتا ہے لیکن تھوڑی دیر میں جل کر ختم ہو جاتا ہے اور خالص دھات رہ جاتی ہے جو لوگوں کے کام آتی ہے۔ اسی طرح حق اور باطل کا حال سمجھو جب وحی الٰہی کی بارش ہوتی ہے تو لوگوں کے دل اپنی اپنی صلاحیت کے لحاظ سے نور ایمان سے بھر جاتے ہیں۔ پھر حق و باطل کی ٹکر ہوتی ہے۔ شروع میں باطل بہت سر اٹھاتا ہے اور زور باندھتا ہے لیکن آخر کار اس کو شکست ہوتی ہے اور حق ٹھہر کر مخلوق کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

الْحُسْنٰى ؕ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا

سرتاسر بھلائی ہے اور جنھوں نے اس کو نہیں مانا وہ چاہیں گے کہ اگر روئے زمین کے سارے خزانے

فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ

ان کے پاس ہوں تو وہ سب کے سب اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور بدلہ میں دے کر چھوٹ جائیں

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ

یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے حساب کی سختی ہوگی اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور

بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٨﴾ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

وہ بری جگہ ہے (١) بھلا جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ تمھارے پروردگار کی طرف سے تم پر

مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ

نازل ہوا وہ حق ہے کیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اندھا ہے بیشک عقلمند ہی نصیحت

اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿١٩﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا

قبول کرتے ہیں (٢) یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور

يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿٢٠﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ

قول و قرار کو نہیں توڑتے اور جن رشتوں کو جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا

بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ

ہے ان کو جوڑتے ہیں اور اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور سخت حساب کا خوف

الْحِسَابِ ﴿٢١﴾ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ

رکھتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے (مصیبتوں پر) صبر کرتے ہیں

اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً

اور نماز پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں

(١) جب حق و باطل کی حقیقت اور خاصیت الگ الگ ہے تو ضروری ہے کہ اہل حق اور اہل باطل کا انجام بھی الگ الگ ہو۔

چنانچہ فرماتا ہے کہ جو لوگ اپنے پروردگار کے پیغام کو قبول کرکے ایمان لاتے ہیں اور نیک عملی کی زندگی بسر کرتے ہیں، ان کے لئے دنیا و آخرت میں بہت اچھا بدلا ہوگا۔

لیکن جو لوگ پیغامِ الٰہی کو رد کرتے ہیں اور من مانی زندگی بسر کرتے ہیں، ان کے لئے آخرت میں بہت برا بدلا ہوگا۔ وہ قیامت کے دن خواہش کریں گے کہ کاش ساری دنیا کی دولت سے دوگنی دولت ان کو مل جاتی اور وہ اس کو بدلے میں دے کر اپنی جانوں کو عذاب سے چھڑا لیتے لیکن وہاں ایسا نہ ہوسکے گا۔ بلکہ ان سے بہت سخت حساب لیا جائے گا پھر ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا جو بہت برا ٹھکانا ہے۔

(٢) اوپر کی آیت میں مومن اور کافر کا انجام الگ الگ بیان کرنے کے بعد اس آیت میں واضح فرمایا کہ ایسا ہونا عین عقل و حکمت کے موافق ہے۔ بھلا کوئی عقلمند آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ شخص جو اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کلام نازل ہوا ہے وہ حق ہے، اس شخص کے برابر ہے جس نے بالکل آنکھیں بند کر رکھی ہیں اور جس کو کلام الٰہی کی سچائی اور آپ کے پیغمبرانہ اخلاق کی عظمت نظر ہی نہیں آتی۔ لیکن ان باتوں سے وہی لوگ نصیحت حاصل کرسکتے ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ اور جنھوں نے عقل سے منہ موڑ لیا ان سے کوئی توقع نہیں۔

وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى
اور بھلائی سے برائی کو دور کرتے ہیں (۱) یہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت کا
الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ
گھر ہے (یعنی) ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے ماں باپ
اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ
اور بیویوں اور اولاد میں سے جو نیکوکار ہوں گے (وہ بھی داخل ہوں گے) (۲) اور فرشتے ہر ایک دروازے سے
عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ
ان کے پاس آئیں گے (اور کہیں گے) تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم نے صبر کیا تو کیا ہی اچھا
عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ
آخرت کا گھر ہے (۳) اور جو لوگ اللہ سے مضبوط عہد کرنے کے بعد اس کو توڑ ڈالتے
مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ
ہیں اور جن رشتوں کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے ان کو قطع کرتے ہیں اور
يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ
ملک میں فساد مچاتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر لعنت ہے اور ان کے لئے
سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ
گھر بھی برا ہے (۴) اللہ جس کی روزی چاہتا ہے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کی روزی چاہتا ہے تنگ
يَقْدِرُ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
کر دیتا ہے اور کافر لوگ دنیا کی زندگی سے خوش ہو رہے ہیں اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں
فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ
بہت تھوڑا فائدہ ہے (۵) اور کافر کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) پر

(۱) اس آیت میں ان لوگوں کے چند اوصاف اور اعمال بیان کئے ہیں جو حق کا پیغام قبول کر چکے ہیں:۔

(۱) یہ لوگ اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں، یعنی ازل کے روز اللہ تعالیٰ سے ربوبیت کا جو عہد کیا ہے اس کو دنیا کی زندگی میں پورا کرتے ہیں۔ اسی طرح قسم کھا کر یا منت مان کر اللہ تعالیٰ سے جو عہد کرتے ہیں اس کو بھی پورا کرتے ہیں اور لوگوں سے جو عہد و پیمان کرتے ہیں اس کو بھی نہیں توڑتے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کے ملانے کا حکم دیا ہے ان کو ملاتے ہیں یعنی رشتہ داروں کے حقوق ادا کرتے ہیں یا ایمان کو عمل کے ساتھ ملاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ بندوں کے حقوق بھی ادا کرتے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے تصور سے لرزتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ ایک دن اس کے آگے ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی محبت میں اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دین کے راستے میں سخت سے سخت مصیبتیں جھیل جاتے ہیں اور نفسانی خواہشات پر قابو پا کر گناہوں سے باز رہتے ہیں۔

(۵) نماز پابندی کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

(۶) جو کچھ کماتے ہیں اسے صرف اپنے ہی نفسوں پر خرچ نہیں کرتے بلکہ اللہ کے راستے میں اور بندوں کی خدمت کے لئے بھی کبھی چھپا کر اور کبھی کھلے طور پر خرچ کرتے ہیں۔

(۷) برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں بدی سے بچ کر نیکی اختیار کرتے ہیں اگر کبھی کوئی برا کام ہو جاتا ہے تو توبہ کرتے ہیں اور نیک کاموں میں لگ جاتے ہیں۔

(۲) ایسے اوصاف اور اعمال والے بزرگوں کو جنت کی بشارت ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ نیز یہ خوشخبری بھی ہے کہ ان بزرگوں کی عزت افزائی کے لئے ان کے ساتھ ان کے ماں باپ، بیویوں اور اولاد کو بھی جنت میں رکھا جائے گا بشرطیکہ وہ ایمان اور نیک عمل کے زیور سے آراستہ ہوں۔

(۳) ان حضرات کی تعظیم و تکریم کے لئے اللہ تعالیٰ یہ انتظام فرمائے گا کہ جنت کے ہر دروازے سے رحمت کے فرشتے داخل ہوں گے اور کہیں گے "تم پر اللہ کی سلامتی اور رحمت ہو" تم نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہر طرح کی مصیبتیں جھیلیں اور حق کے راستے پر ثابت قدم رہے تو دیکھو! تم کو عاقبت کا کیسا اچھا ٹھکانا ملا ہے۔

ع ۸/۹

(۴) لیکن نافرمانوں کا کام یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور بندوں سے لئے ہوئے عہد و پیمان کو پس پشت ڈالتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جن رشتوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے ان کو توڑتے ہیں اور اللہ کی زمین پر فساد مچاتے پھرتے ہیں۔ ایسے لوگ آخرت میں رحمتِ الٰہی سے دور رہیں گے اور وہاں ان کے لئے برا ٹھکانا ہوگا۔ (۵) دنیا میں کافروں، سرکشوں کی دولت و ثروت کو دیکھ کر یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ یہ لوگ اللہ کے مقبول بندے ہیں حقیقت یہ ہے کہ روزی کی کمی اور بیشی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے روزی زیادہ دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے لیکن نادان لوگ دنیا کی زندگی پر فریفتہ ہوتے ہیں اور آخرت کو بھول جاتے ہیں۔ حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں بالکل معمولی اور حقیر ہے جس پر فریفتہ ہونا بڑی نادانی اور عاقبت نااندیشی ہے۔

اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ

اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا

يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۚۖ ﴿۲۷﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ہے اور جو اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے (۱) (یہ وہ لوگ ہیں) جو ایمان لاتے ہیں

وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ

اور جن کے دلوں کو اللہ کی یاد سے اطمینان حاصل ہوتا ہے اور یاد رکھو کہ اللہ کے ذکر سے لوگوں کے

تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ؕ ﴿۲۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے

طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ

ان کے لئے خوشحالی اور اچھا ٹھکانا ہے (۲) (اے پیغمبر!) اسی طرح ہم نے تم کو ایسی

اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ

امت میں بھیجا ہے جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں تاکہ تم ان کو وہ (کتاب) پڑھ کر سنادو

الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ

جو ہم نے تمہاری طرف وحی کے ذریعہ بھیجی ہے اور وہ لوگ رحمٰن کا انکار کرتے ہیں۔ ان سے کہدو کہ

هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ

وہی میرا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کے پاس مجھ کو

مَتَابِ ﴿۳۰﴾ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ

جانا ہے (۳) اور اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اس سے پہاڑ چلنے لگتے یا اس کے ذریعہ زمین

قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ

کی مسافت (جلدی طے ہوتی یا اس کے ذریعہ مردوں سے بات چیت کی جاتی (تو یہی قرآن ہوتا) مگر بات یہ ہے کہ

(۱) جو لوگ فرمائشی معجزات کا مطالبہ کرتے رہتے تھے، ان کے بارے میں فرمایا کہ اگر قرآن مجید اور دوسرے معجزات سے وہ ہدایت حاصل نہیں کرسکتے ہیں تو ان کے اس طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ازلی بدبخت ہیں اور ان کے بارے میں پہلے سے یہ فیصلہ ہوچکا ہے کہ وہ گمراہی پر اڑے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ بھی ان کو اسی طرح چھوڑ دے گا۔ کیونکہ اس کا یہ قانون ہے کہ وہ جبراً کسی کو مومن نہیں بناتا البتہ جو لوگ اس کی طرف جھکتے ہیں اور اس کی راہ میں قدم اٹھاتے ہیں، ان کی مدد فرماتا ہے اور بڑے بڑے درجوں تک پہنچنے کے لئے ان پر راہ کھول دیتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے والوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اور ان کے دلوں کو ذکر الٰہی اور قرآن مجید سے اطمینان حاصل ہوتا ہے یعنی اس کے ہوتے ہوئے کسی اور معجزے کی فرمائش نہیں کرتے۔ اسی کو پڑھ کر ان کے سارے شکوک و شبہات دور ہوجاتے ہیں اور وہ آنحضرتؐ کی رسالت پر اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ذکر الٰہی اور قرآن مجید ایسی چیز ہے جس سے انسان کو سیری ہوتی ہے۔ اور اس کی ساری تمنائیں اور آرزوئیں پوری ہوجاتی ہیں اور اس کا دل ہمیشہ کے لئے سکون اور اطمینان سے بھر جاتا ہے۔

آخر میں نیک لوگوں کے انجام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک عملی کی زندگی گزارتے ہیں ان کے لئے طرح طرح کی خوش حالیاں اور بہت اچھا ٹھکانا ہے۔

(۳) جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو نہیں مانتے تھے ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ آپؐ کی رسالت کوئی انوکھی چیز نہیں ہے۔ پہلے بھی بہت سے پیغمبر اپنی اپنی قوموں میں گزر چکے ہیں۔ پیغمبر کا کام یہ ہے کہ وہ پیغام جو وحی کے ذریعہ ان پر نازل ہوا ہے، لوگوں کو پہنچا دیں حقیقت یہ ہے کہ پیغام الٰہی یعنی قرآن مجید عظیم الشان نعمت اور معجزہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے لوگوں کی ہدایت کے لئے اتارا ہے۔ مگر افسوس کہ بعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی قدر نہیں کرتے بلکہ 'رحمٰن' ہی کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ 'رحمٰن' ہی سارے جہان کا پروردگار ہے۔ آنحضرتؐ کو حکم دیا کہ آپ کہہ دیجئے کہ چاہے کوئی مانے یا نہ مانے میں تو اپنی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ وہ 'رحمٰن' ہی میرا پروردگار ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میرا بھروسہ اسی پر ہے اور آخرکار اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ
ساری باتوں کا اختیار اللہ ہی کو ہے (١) کیا ایمان والوں کو اس سے اطمینان نہیں ہوا کہ اگر اللہ چاہتا تو

يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ
سب لوگوں کو ہدایت کے راستہ پر چلا دیتا (٢) اور کافروں کو

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ
ان کے اعمال کے بدلے میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ مصیبت پہنچتی رہے گی یا ان کے

قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا
گھروں کے قریب اترے گی یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آ پہنچے بیشک اللہ

يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝٣١ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ
وعدہ خلافی نہیں کرتا (٣) اور (اے پیغمبر!) تم سے پہلے بھی رسولوں کی ہنسی اڑائی

قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ
گئی ہے تو میں نے کافروں کو ڈھیل دی پھر (چند روز کے بعد) ان کو پکڑ لیا تو (دیکھو!)

كَانَ عِقَابِ ۝٣٢ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۢ بِمَا
میرا عذاب کیسا تھا پھر کیا (وہ اللہ) جو ہر شخص کے اعمال کا نگراں ہے (وہ اور ان کے ٹھہرائے ہوئے معبود برابر

كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ
ہو سکتے ہیں) اور لوگوں نے اللہ کے شریک ٹھہرا رکھے ہیں ان سے کہو کہ ذرا ان کے نام تو بیان کرو کیا تم

تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ
اللہ کو ایسی چیز کی خبر دینا چاہتے ہو کہ دنیا بھر میں اس کے وجود کی اللہ کو خبر نہ ہو یا پھر محض ایک دکھاوے کی

الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا
بات ہے (٤) اصل یہ ہے کہ کافروں کے مکر و فریب ان کے لئے آراستہ کر دیئے گئے ہیں اور وہ سیدھے راستے سے

(١) مکہ کے کافر گستاخانہ انداز میں کہتے تھے کہ ہم قرآن پر اس وقت ایمان لائیں گے جبکہ اس سے اس طرح کے معجزات ظاہر ہوں کہ یک پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں اور ہماری کھیتی باڑی کے لئے زمین کشادہ ہو جائے یا دور دور کی مسافتیں کم وقت میں طے ہو جائیں یا ہمارے باپ دادا جو مر چکے ہیں وہ ہم سے باتیں کرنے لگیں ــــ اس جاہلانہ فرمائش کے جواب میں فرمایا کہ اگر کوئی قرآن یا صحیفہ ایسا ہوتا کہ اس سے اس طرح کے معجزات ظاہر ہوتے تو یقیناً قرآن مجید سے بھی ایسا ہو سکتا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید اس لئے نازل نہیں ہوا کہ اس سے اس طرح کے تماشے دکھائے جائیں۔ اس کا مقصد تو کچھ اور ہے۔ اسی طرح کی عجائب آفرینیوں کی فرمائش اس بات کی دلیل ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں حق و صداقت کی طلب نہیں ہے۔ اگر حق کی طلب ہوتی تو پہاڑوں کے چلنے اور مردوں کے بولنے کا انتظار نہ کرتے بلکہ یہ دیکھتے کہ قرآن مجید نے کس طرح لوگوں کے دلوں کو گمراہی سے ہدایت کی طرف پھیر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستے لمحوں میں طے کرا دیئے اور مردہ دلوں میں زندگی کی روح پھونک دی۔ جب قرآن مجید کے یہ واضح معجزے ان لوگوں کے دلوں پر اثر نہ کر سکے تو پہاڑوں کا چلنا اور مردوں کا بولنا کیا اثر کرے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اور چونکہ ان لوگوں نے ہدایت کی کچھ طلب ظاہر نہیں کی، اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو توفیق بھی نہیں ملی۔

(٢) مسلمانوں کی تسلی کے لئے فرمایا کہ بیشک اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سارے انسانوں کو ایک راہ پر لگا دیتا لیکن اس کی حکمت نے چاہا کہ لوگوں کو مجبور نہیں کیا جائے بلکہ ارادہ اور اختیار کی آزادی دی جائے اور ان پر ہدایت و ضلالت کی دونوں راہیں کھول دی جائیں پھر دیکھا جائے کہ کون اپنے اختیار سے راہ حق قبول کرتا ہے اور کون جان بوجھ کر گمراہی کے گڑھے میں گرتا ہے۔

ع ٥
١٠

(٣) یعنی یہ مکہ کے کافر یوں باز آنے والے اور ایمان لانے والے نہیں۔ سرکشی اور نافرمانی کی پاداش میں کوئی نہ کوئی آفت اور مصیبت خود ان کو یا ان کے آس پاس والوں کو پہنچتی رہے گی جس کو دیکھ کر چاہیں تو عبرت حاصل کریں۔ مثلاً مسلمانوں کے ہاتھوں کچھ جہاد میں قتل ہوں گے کچھ قید کئے جائیں گے اور کچھ دوسری مصیبتوں کا شکار ہوں گے کئی سال اس طرح ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ پورا ہوگا یعنی مکہ فتح ہو جائے گا اور سارے جزیرۂ عرب پر اسلام کا پرچم لہرانے لگے گا۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اٹل ہے ضرور پورا ہوگا۔ تاریخ گواہ ہے کہ یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔

(٤) یعنی یہ مشرک کیسے بے عقل ہیں کہ چند بے حقیقت اور حقیر چیزوں کو اس اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں جو اپنے وسیع علم سے ہر شخص پر نگراں اور اس کے اعمال سے واقف ہے۔ ان بے وقوفوں سے کہو کہ تم جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو، ذرا ان کے نام اور اوصاف تو بیان کرو، ہم بھی کچھ ان کی حقیقت سے واقف ہوں اور دیکھیں کہ تمہارے ان معبودوں میں کیا کیا اوصاف ہیں جن کو دیکھ کر تم نے ان کو معبود بنایا ہے ــــ حقیقت یہ ہے کہ ان کے ٹھہرائے ہوئے معبودوں کا کائنات میں کہیں وجود ہی نہیں ہے۔ گویا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو ایسی بات بتانا چاہتے ہیں جس کو وہ نہیں جانتا۔ ان لوگوں نے تو ہم پرستی کے شوق میں چند خالی خولی نام گھڑ رکھے ہیں جن کے پیچھے کوئی حقیقت نہیں۔

عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾
روک دیئے گئے ہیں اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں
لَهُمْ عَذَابٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ
ان لوگوں کو دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت سخت ہے
وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِىْ
اور ان کو اللہ کے عذاب سے کوئی بھی بچانے والا نہیں (۱) جس جنت کا پرہیزگاروں سے
وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا
وعدہ کیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اس کے میوے
دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى
ہمیشہ رہنے والے ہیں اور اس کے سائے بھی یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو پرہیزگار ہیں اور کافروں کا
الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ
انجام دوزخ ہے اور (اے پیغمبر) جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس (قرآن) سے خوش ہوتے ہیں
بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ
جو تم پر نازل کیا گیا ہے اور بعض گروہ ایسے ہیں جو اس کی بعض باتوں کا انکار کرتے ہیں
قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ
(اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤں
اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ
میں اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھ کو جانا ہے (۲) اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو
حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ
عربی زبان کا فرمان نازل کیا ہے اور اگر اس واقعہ کے بعد کہ تمہارے پاس علم آچکا ہے

(۱) اصل بات یوں ہے کہ ان لوگوں نے دین حق کے خلاف جو سرکشی دکھائی اور اس کے مٹانے کے لئے جو فریب کھیلے اس کی وجہ سے ان کے دل سیاہ ہوگئے اور ان پر ہدایت کی راہ بند ہوگئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے قانون کے مطابق ان کو گمراہی میں چھوڑ دیا۔ ظاہر ہے کہ اب ان کو ہدایت نہیں مل سکتی۔

ان بدبختوں کو دنیا میں بھی طرح طرح کا عذاب ہوگا مثلاً مجاہدین کے ہاتھوں قتل یا گرفتار ہوں گے یا قحط یا بیماریوں میں مبتلا ہوں گے۔ اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی سخت ہوگا۔ یاد رکھیں کہ ان کو عذابِ الٰہی سے کوئی طاقت نہیں بچا سکے گی۔

(۲) اہلِ کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں میں کچھ لوگ ایسے تھے جو اپنی کتابوں یعنی توراۃ و انجیل پر ٹھیک طور پر ایمان رکھتے تھے۔ اور جب قرآن مجید نازل ہوا تو اس سے خوش ہوئے اور اس پر بھی ایمان لائے۔ یہودیوں میں ایسے لوگ عبداللہ بن سلام وغیرہ تھے اور عیسائیوں میں نجران اور حبش کے چند حضرات تھے۔ یہ لوگ آنحضرتؐ اور قرآن مجید پر ایمان لاچکے تھے جن کو دوگنا ثواب ملنے کی خوشخبری ایک حدیث شریف میں دی گئی ہے۔ ان چند حضرات کے علاوہ دوسرے یہودی اور عیسائی آنحضرتؐ کی رسالت کو اور قرآن مجید کی بعض ہدایات کو نہیں مانتے تھے۔ یہ وہی باتیں تھیں جو ان کی خواہشاتِ نفسانی کے خلاف قرآن مجید نے واضح کی تھیں۔

اس آیت میں ان دونوں گروہوں کا ذکر کرکے آنحضرتؐ کو حکم دیا کہ تم اپنے عقیدہ کا صاف صاف اعلان کردو اور کہہ دو کہ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم سناتا ہوں۔ اور اس نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کروں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں۔ چنانچہ میں اسی کی طرف سب کو بلاتا ہوں۔ یاد رکھو کہ میں اس یقین کے ساتھ اپنا دعویٰ پیش کرتا ہوں کہ مجھے اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔

مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا

تم ان کی خواہشوں کے پیچھے چلو گے تو اللہ کے مقابلے میں نہ کوئی تمہارا مددگار ہوگا اور نہ کوئی

وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا

بچانے والا (۱) اور بیشک ہم نے تم سے پہلے بھی پیغمبر بھیجے تھے اور ان کو بیویاں

لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ

بھی دی تھیں اور اولاد بھی اور کسی پیغمبر کے اختیار میں نہ تھا کہ اللہ

يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾

کے حکم کے بغیر کوئی نشانی لاسکے ہر ایک وعدہ (کا وقت) لکھا ہوا ہے

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ښ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ

اللہ جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اسی کے پاس اصل

الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ

کتاب ہے (۲) اور (اے پیغمبر) اگر ہم کوئی عذاب جس کا ان لوگوں سے وعدہ کرتے ہیں تمہیں دکھائیں

اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا

یا تمہاری مدت حیات پوری کردیں (اور اس کے بعد عذاب بھیجیں) تو تمہارا کام (ہمارے احکام کا) پہنچا دینا اور ہمارا کام

الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا

حساب لینا ہے (۳) کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے

مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۭ

چلے آرہے ہیں اور اللہ (جیسا چاہتا ہے) حکم کرتا ہے کوئی اس کے حکم کو رد کرنے والا نہیں

وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ

اور وہ جلد حساب لینے والا ہے (۴) اور جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے خفیہ تدبیریں

(۱) حق پرستوں کی ہدایت کے لئے آنحضرتؐ کو خطاب فرمایا کہ بیشک پہلے بھی آسمانی کتابیں احکام کے ساتھ اتری تھیں لیکن اب یہ قرآن آخری حکم کے طور پر فصیح و بلیغ عربی زبان میں نازل ہوا ہے جس کو اہل عرب یعنی عرب اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں اور دوسروں کو سمجھا سکتے ہیں ــــ آپ اگر اس آسمانی حکم اور فیصلے کے ہوتے ہوئے تم نے گمراہوں کے توہمات اور خواہشات کی پیروی کی تو یاد رکھو کہ اللہ کے مقابلے میں نہ کوئی تم کو مدد دے گا اور نہ کوئی بچانے والا ہوگا ــــ (۲) مکہ کے مشرک اور عرب کے کافر آنحضرتؐ کی رسالت پر طرح طرح کے شبہات کیا کرتے تھے جن میں سے تین حسب ذیل ہیں: ــــ وہ کہتے تھے کہ یہ کیسے رسول ہیں جن کے بیوی بچے ہیں اور جو دنیا کے سارے کاروبار کرتے ہیں ــــ ان کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ ہماری فرمائش کے مطابق معجزات کیوں نہیں دکھاتے اور یہ کہ نافرمانی کی سزا میں عذاب الٰہی جلد کیوں نہیں آجاتا۔ نیز احکام کے بدلنے پر بھی ان کو اعتراض تھا۔

اس آیت میں ان اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو بہت سے پیغمبر مختلف قوموں میں گزرے ہیں وہ سب فرشتے تو تھے نہیں، انسان ہی تھے۔ ان کے بیوی بچے بھی تھے، وہ کھاتے پیتے بھی تھے اور زندگی کے سب کاروبار کرتے تھے۔ آنحضرتؐ کی زندگی بھی ویسی ہی ہے۔ پھر اس میں اعتراض کی کیا بات ہے۔

رہا فرمائشی معجزوں کا ظاہر کرنا اور نافرمانوں پر جلد عذاب لے آنا تو بات یہ ہے کہ یہ چیزیں پیغمبر کے اختیار میں نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور اسی کے حکم سے معجزہ پیغمبر کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہر وعدہ لکھا ہوا ہے اور ہر حکم کا ایک وقت مقرر ہے۔ تو ہر پیغمبر کے لئے اس کے وقت کے مناسب احکام، معجزے اور نشانات ظاہر کئے جاتے ہیں۔

اور احکام کے بدلنے میں بھی کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے کیونکہ کائنات میں اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کا ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔ چنانچہ وہ اپنی حکمت و مصلحت کے لحاظ سے تکوینی اور تشریعی احکام میں سے جس کو چاہتا ہے بدل دیتا ہے اور اس کی جگہ دوسرا حکم نافذ فرماتا ہے لیکن اس کے پاس جو ام الکتاب ہے یعنی لوح محفوظ یا علم ازلی اس میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "دنیا میں ہر چیز اسباب سے ہے بعضے اسباب ظاہر ہیں بعضے چھپے ہیں۔ اسباب کی تاثیر کا ایک طبعی اندازہ ہے جب اللہ چاہے اس کی تاثیر اندازہ سے کم یا زیادہ کر دے، جب چاہے ویسی ہی رکھے۔ آدمی کبھی کنکری سے مرتا ہے اور کبھی گولی سے بچتا ہے۔ اور ایک اندازہ ہر چیز کا اللہ کے علم میں ہے جو ہرگز نہیں بدلتا۔ اندازے کو تقدیر کہتے ہیں۔ یہ دو تقدیریں ہوئیں۔ ایک بدلتی ہے اور ایک نہیں بدلتی۔ جو تقدیر بدلتی ہے اس کو معلق اور جو نہیں بدلتی اس کو مبرم کہتے ہیں"۔

(۳) یعنی مکہ کے کافروں کی تباہی اور بربادی کی جو خبر دی گئی ہے اور ان پر دنیا میں عذاب کا جو وعدہ کیا گیا ہے ضروری نہیں کہ ساری باتیں آنحضرتؐ کی زندگی ہی میں ظاہر کر دی جائیں۔ کچھ باتیں آپ کی زندگی میں ظاہر ہوں گی اور کچھ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد ہوں گی۔ بہرحال ان سارے وعدوں کا ایک ایک کر کے پورا ہونا ضروری ہے جلد یا بدیر۔ آپؐ کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں کو پہنچا دیں۔ باقی رہا حساب لینا تو یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور وہ ضرور ان سرکشوں سے ذرہ ذرہ کا حساب لے کر چھوڑے گا ــــ (۴) مکہ والوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا گیا کہ کیا ان کو اپنی بربادی میں کچھ شک ہے؟ کیا ان کو اپنی بربادی کی نشانیاں نظر نہیں آتیں؟ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ مکہ کے اطراف اسلام کا اثر بڑھتا جا رہا ہے کفر کی حالت ٹوٹتی جا رہی ہے اور کفر کی زمین تنگ ہوتی چلی جا رہی ہے کیا اس بات کی نشانی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہے کہ کفر طیا میٹ ہو کر رہے گا اور اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو کوئی روک نہیں سکتا۔ بس وقت کا انتظار ہے۔ وقت آنے پر بہت جلد ان سرکشوں سے حساب چکا لے گا۔

قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ

ان سے پہلے تھے مکر (ب تدبیریں) تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں ہر شخص جو کچھ کر رہا ہے وہ اسے

نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٤٢﴾ وَيَقُوْلُ

جانتا ہے اور عنقریب کافروں کو معلوم ہو جائے گا کہ عاقبت کا گھر کس کے لئے بہتر ہے (١) اور (اے پیغمبر!)

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا

یہ کافر کہتے ہیں کہ تم اللہ کے رسول نہیں ہو (ان سے) کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان

بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿٤٣﴾ ع

اللہ کی گواہی کافی ہے اور اس شخص کی گواہی بھی جس کے پاس کتاب کا علم ہے (٢)

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ (١٤)

آیاتھا ٥٢　　رکوعاتھا ٧

سورہ ابراہیم مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ ۫ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ

الٓر۔ (اے پیغمبر یہ قرآن) ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تم پر اس لئے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے

اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ

اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاؤ جو غالب اور قابل تعریف اللہ کا

الْحَمِيْدِ ۙ ﴿١﴾ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

راستہ ہے (وہ) اللہ (ایسا ہے) کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب

الْاَرْضِ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ ﴿٢﴾

اسی کا ہے (٣) اور ان کافروں کے لئے بڑی خرابی یعنی سخت عذاب ہے

(١) یعنی مکہ کے کافر اور سرکش جو اسلام کی بیخ کنی کے لئے مکر و فریب کر رہے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان سے پہلے بھی سرکشوں نے حق کے خلاف بہت کچھ مکر و فریب کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے فریب کو انہی پر الٹ دیا اور ان کو برباد کر دیا۔ کیونکہ سب کچھ اللہ ہی کے دست قدرت میں ہے۔ وہ بندوں کے سارے اچھے اور بُرے اعمال سے واقف ہے۔ وہ بندوں کے مکر و فریب کو روک بھی سکتا ہے اور الٹ بھی سکتا ہے۔

لہٰذا مکہ کے کافروں کو آگاہ ہونا چاہیئے کہ ان کے مکر و فریب بھی اکارت جائیں گے اور عنقریب ان کو دنیا میں یا آخرت میں معلوم ہو جائے گا کہ انجام بخیر کس کا ہوا۔

(٢) کافروں کے اعتراض کے جواب میں آنحضرتؐ کی صداقت پر دو گواہیوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔

ایک اللہ تعالیٰ کی شہادت ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے کئی نشانات اور معجزات ظاہر فرمائے جن میں قرآن مجید اپنی خوبیوں کے لحاظ سے اگر ایک طرف اپنے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت پیش کرتا ہے تو دوسری طرف آپؐ کی رسالت کا بھی صاف صاف اعلان کرتا ہے۔ پھر سخت ناموافق حالات میں اسلام کا رفتہ رفتہ ترقی کرنا اور اطراف و اکناف میں پھیلنا خود اس کی حفاظت اور آپ کی صداقت کی بڑی واضح دلیل ہے۔

ع ١٢

دوسری گواہی علماء یہود میں سے عبداللہ بن سلام وغیرہ کی پیش کی ہے۔ کیونکہ ان حضرات نے تورات میں آپؐ کی تعریف اور نشانیوں کو دیکھ کر آپؐ کی تصدیق کی اور ایمان لائے اور اس طرح یہ سارے حضرات آپؐ کی صداقت کے گواہ بن گئے۔

(٣) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا یقین دلوں میں پیدا ہونے کے لئے لوگوں کو قرآن مجید کی اہمیت اور خصوصیت پر غور کرنا چاہیئے۔ اس قرآن مجید کی اہمیت کا اس بات سے اندازہ کرو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے، آنحضرتؐ جیسی عظیم المرتبت شخصیت اس کی حامل ہے اور اس کا مقصد بھی نہایت اعلیٰ و ارفع ہے۔ وہ یہ کہ لوگوں کو باطل عقیدوں اور غلط عمل کی تاریکی سے نکال کر صحیح عقیدوں اور صالح عمل کی روشنی میں لایا جائے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہیئے کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کے راستے پر لگا دیا جائے، وہ اللہ جو ساری کائنات کا مالک ہے، جو سب پر غالب ہے اور جس کی حمد کے ترانے گائے جاتے ہیں۔

الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ

جو آخرت کے مقابلہ میں دنیوی زندگی کو پسند کرتے ہیں

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ

اور اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں ایسے لوگ

فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ③ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا

بڑے دور کی گمراہی میں ہیں (۱) اور ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان ہی میں (پیام پہنچانے کیلئے) بھیجا

بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ

تاکہ (اللہ کے احکام) لوگوں سے صاف صاف بیان کرے پھر اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے

وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ④ وَلَقَدْ

اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے (۲) اور بیشک

اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ

ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا (اور حکم دیا) کہ اپنی قوم کو (کفر کی) تاریکی سے نکال کر (ایمان

اِلَى النُّوْرِ ڏ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

کی) روشنی میں لاؤ اور ان کو اللہ کے دن (یعنی تاریخی واقعات) یاد دلاؤ بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے (قدرتی

لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ⑤ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ

نشانیاں ہیں جو صبر اور شکر کرنے والے ہیں (۳) اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ

اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ

اللہ نے تم پر جو احسان کئے ہیں ان کو یاد کرو جب کہ اس نے تم کو فرعون والوں سے

فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ

نجات دی وہ تم کو سخت تکلیفیں دیتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو

(۱) جو لوگ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے اور آنحضرتؐ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ وہ اس دنیا کی زندگی پر فریفتہ ہیں اور آخرت سے بالکل غافل ہیں۔ گمراہی اور سرکشی کی حد یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ ان کی طرح سے دوسرے بھی دنیا کی محبت میں گرفتار ہو کر اللہ تعالیٰ کی محبت سے غافل ہو جائیں اور اس کے راستے سے بھٹک جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دین حق کی تعلیم میں عیب نکالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے سیدھے راستے کو ٹیڑھا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ گمراہی کے راستے پر بہت دور نکل گئے ہیں اور اب ان کے واپس ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔

(۲) ہمیشہ سے ایسا ہی ہوا ہے کہ ہر پیغمبر کے پاس اس کی قومی زبان میں وحی بھیجی گئی ہے تاکہ لوگ اس کو آسانی سے سمجھ سکیں چنانچہ آنحضرتؐ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا کہ قرآن مجید عربی زبان میں نازل کیا گیا۔ صحابہؓ نے اس کو خوب سمجھا اور اس کو لے کر مشرق و مغرب میں پھیل گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عجمیوں کو توفیق عطا فرمائی کہ انھوں نے ادبی اور دینی علوم میں بے مثل مہارت حاصل کر کے اپنے زمانے کے عربوں کو بھی حیرت میں ڈال دیا اور قرآن کے مطالب کو اپنی اپنی زبانوں میں منتقل کر کے پیغام الٰہی ساری دنیا کو سنا دیا۔

پھر ایسا ہوا کہ پیغام الٰہی واضح طور پر سننے اور سمجھنے کے بعد بھی کچھ لوگ گمراہی پر اڑے رہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے گمراہی میں چھوڑ دیا۔ لیکن جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغام سے منہ نہیں موڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ پر لگا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ سب پر غالب ہے۔ اگر چاہتا تو سب کو زبردستی راہ پر لگا دیتا لیکن اس کی حکمت کا تقاضا یوں ہوا کہ انسانوں کو حق و باطل کی دونوں راہیں دکھا دی جائیں اور انتخاب کا مسئلہ انہی پر چھوڑ دیا جائے۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ لوگوں کو گمراہی کی تاریکی سے نکال کر دین حق کی روشنی میں لاؤ اور ان کو "اَيَّامُ اللّٰه" یعنی قوموں کے عروج و زوال کے واقعات سناؤ کیونکہ ان واقعات میں صبر اور شکر کرنے والوں کے لئے بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

قوموں کے عروج و زوال کے واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو قبول کرتے ہیں اور مشکلات کے مقابلے میں ہمت نہیں ہارتے، سچائی کی راہ میں جمے رہتے ہیں اور سعی و عمل سے گھبراتے نہیں، ان کی کامیابی قطعی اور اٹل ہوتی ہے اور ہمیشہ ایسے ہی لوگ فتح و کامرانی سے ہم آغوش ہوئے ہیں۔ لیکن جو لوگ پیغام الٰہی کو رد کر دیتے ہیں اور پیغمبروں سے برسرِ پیکار ہوتے ہیں، وہ دنیا میں ذلیل اور خوار ہوتے ہیں۔

أَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَآءَكُمْ ۚ وَفِى ذَٰلِكُم بَلَآءٌ مِّن
مار ڈالتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے
رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ۝٦ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ
بڑی (سخت) آزمائش تھی (۱) اور جب تمہارے پروردگار نے تم کو جتا دیا تھا کہ اگر شکر کرو گے تو میں
لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِى لَشَدِيدٌ ۝٧ وَ
تم کو اور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو (یاد رکھو کہ) میرا عذاب سخت ہے (۲) اور
قَالَ مُوسَىٰٓ إِن تَكْفُرُوٓا۟ أَنتُمْ وَمَن فِى ٱلْأَرْضِ
موسیٰ نے کہا کہ اگر تم اور جتنے اور لوگ زمین میں بستے ہیں سب کے سب
جَمِيعًا فَإِنَّ ٱللَّهَ لَغَنِىٌّ حَمِيدٌ ۝٨ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا۟
ناشکری کرو تو (یاد رکھو کہ) اللہ بے نیاز (اور) قابل تعریف ہے (۳) کیا تم کو ان لوگوں کے حالات کی خبر
ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ ۛ
نہیں پہنچی جو تم سے پہلے تھے (یعنی) قوم نوح اور قوم عاد اور قوم ثمود
وَٱلَّذِينَ مِنۢ بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا ٱللَّهُ ۚ
اور وہ قومیں جو ان کے بعد ہوئیں جن کا حال اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا
جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ فَرَدُّوٓا۟ أَيْدِيَهُمْ فِىٓ
جب ان کے پاس پیغمبر نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ ان کے مونہوں پر
أَفْوَٰهِهِمْ وَقَالُوٓا۟ إِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ أُرْسِلْتُم بِهِۦ وَإِنَّا
رکھ دیئے (کہ خاموش رہو) اور کہنے لگے کہ ہم تو اس حکم کو نہیں مانتے جو تمہارے ذریعہ بھیجا گیا ہے اور جس دین
لَفِى شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَنَآ إِلَيْهِ مُرِيبٍ ۝٩ قَالَتْ
کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ہم اس سے شبہ میں ہیں کہ تردد میں پڑے ہیں (۴) ان کے پیغمبروں نے

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو پچھلے مصائب اور انعامات یاد دلائے اور کہا کہ دیکھو پہلے تم کس قدر ذلت اور مصیبت میں تھے۔ فرعونیوں نے تم کو غلام بنا رکھا تھا اور تم پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑ رکھے تھے تمہارے لڑکوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور بیٹیوں کو لونڈیاں بنا لیتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر فضل و کرم کیا کہ تم کو فرعونیوں کے پنجے سے نجات دلائی۔ اللہ تعالیٰ کی اس بڑی نعمت کو یاد کر کے اس کا شکر ادا کرو اور اس کی فرماں برداری کرو۔

ع ۲

(۲) اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ جو شخص یا قوم شکر کرتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمتوں کی قدر پہچانتی ہے اور انہیں ٹھیک طور پر کام میں لاتی ہے وہ اس کو اور زیادہ نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ لیکن جو شخص یا قوم کفران نعمت کرتی ہے یعنی نعمت کی قدر نہیں پہچانتی تو وہ محروم اور نامراد ہو کر اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب میں گرفتار ہو جاتی ہے۔

(۳) یعنی اطاعت اور معصیت سے انسانوں ہی کا نفع و نقصان وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی غرض اس میں نہیں ہے۔ اگر روئے زمین کے سب لوگ بھی کفر کریں اللہ تعالیٰ کو نہ مانیں اور اس کے حکم پر نہ چلیں تو اللہ تعالیٰ کی شان میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ وہ بہر حال حمید و محمود یعنی قابل ستائش ہے اور تمہاری اطاعت و معصیت سے بے نیاز ہے۔ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان یوں بیان کیا گیا ہے۔ "اے میرے بندو: اگر تمہارے اگلے اور پچھلے جن و انس سب کے سب اعلیٰ درجے کے پرہیزگار ہو جائیں تو میرے ملک میں کچھ بڑھ نہیں جاتا۔ اور اگر سب مل کر بدترین انسان ہو جائیں تو اس سے میرے ملک میں کچھ کمی نہیں ہوتی"۔

(۴) آنحضرتؐ کی قوم کی عبرت کے لئے چند آیتوں میں گزشتہ پیغمبروں کے ظہور، ان کی قوموں کی کشمکش اور حق و باطل کے نتائج کو مجموعی طور پر بیان فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے اور بہت سی قومیں گزر چکی ہیں۔ جیسے قوم نوح، قوم ہود اور قوم ثمود۔ ان کے حالات تو تم نے سنے ہی ہوں گے۔ لیکن ان کے علاوہ بھی کچھ اور قومیں گزری ہیں جن کے ٹھیک ٹھیک حالات اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کیونکہ تاریخ نے ان کے حالات کو محفوظ نہیں رکھا۔ مختصر یہ کہ ان سب قوموں کے پاس خاص خاص پیغمبر روشن نشانیاں اور معجزات لے کر پہنچے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے احکام سنائے لیکن لوگوں نے پیغمبروں کی باتوں کو لوٹا دیا اور کہنے لگے کہ جس بات کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو یعنی توحید اور عمل صالح اس کی سچائی میں تو ہمیں بڑا شک ہے اور ہمارا دل اس کو نہیں مانتا۔

رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ

کہا (کیا) تم کو اس اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے

يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰٓ

وہ تمہیں بلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہ بخشدے اور ایک مقررہ مدت تک (دنیا کے فائدے

أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ قَالُوٓا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۖ

حاصل کرنے کیلئے) تم کو مہلت دے (۱) انھوں نے کہا کہ تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو

تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا

تم یہ چاہتے ہو کہ جن چیزوں کی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے آئے ہیں ان کی پرستش سے ہم کو روک دو

فَأْتُونَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿١٠﴾ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ

(اچھا) تو کوئی کھلی دلیل لاؤ (یعنی معجزہ دکھاؤ) (۲) ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا کہ بیشک

نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ

ہم تمہارے جیسے آدمی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے (پیغمبر بنا کر)

مِنْ عِبَادِهٖ ۖ وَمَا كَانَ لَنَآ أَنْ نَّأْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ إِلَّا

احسان کرتا ہے اور یہ بات ہمارے اختیار میں نہیں کہ ہم اللہ کے حکم کے بغیر تم کو (تمہاری فرمائش کے مطابق)

بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾

معجزہ دکھائیں اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے

وَمَا لَنَآ أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ۚ

اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ رکھیں حالانکہ اس نے ہم کو (فائدوں کے) راستے دکھائے

وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُونَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

اور جو تکلیف تم ہم کو دیتے ہو ہم اس پر ضرور صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو اللہ ہی پر

(۱) پیغمبروں نے کہا کہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ تم کو اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی توحید کے بارے میں شک ہے۔ دیکھو! اس بات کو تو تم بھی مانتے ہو کہ اس عظیم الشان کائنات کا پیدا کرنے والا اور چلانے والا کوئی ہے جو ساری صفتوں سے متصف ہے بس اسی کا نام 'اللہ' ہے اور وہی تم کو اپنی طرف بلاتا ہے اس نے ہمارے ذریعہ سے اپنا پیغام تمہارے پاس بھیجا ہے۔ دیکھو! اس پیغام کے ماننے میں اس کا کچھ فائدہ نہیں ہے، سراسر تمہارا ہی فائدہ ہے۔ اگر تم اس کے پیغام کو قبول کرلو تو وہ تمہارے قصوروں کو معاف فرمادے گا اور دنیا میں نہایت اطمینان کے ساتھ زندہ رہنے کے لئے بہت دن تک تم کو مہلت دے گا۔

(۲) لوگوں نے پیغمبروں کی رسالت سے انکار کیا اور اپنے شبہات کا یوں اظہار کیا کہ تم تو ہماری طرح کے آدمی ہو، نہ فرشتے ہو نہ جن نہ کوئی اور غیبی مخلوق۔ معمولی انسان کا پیغمبر ہونا کیسے ممکن ہے۔ دوسرے یہ کہ تم ایک نئی تعلیم دے کر ہم کو اپنے باپ دادا کے طریقے سے پھیرنا چاہتے ہو۔ بھلا جن دیوی دیوتاؤں کی پرستش ہمارے بزرگ کرتے چلے آئے ہیں صرف تمہارے کہنے سے ہم ان کو کس طرح چھوڑ سکتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ اگر تم کو پیغمبری کا دعویٰ ہے تو کوئی ایسا معجزہ اور نشان پیش کرو جو ہمارے دلوں کو پھیر دے اور جس کے آگے ہماری گردنیں جھک جائیں۔

الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ ع وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ

بھروسہ رکھنا چاہیئے (۱) اور کافروں نے اپنے پیغمبروں سے کہا (یا تو)

لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى

ہم تم کو اپنے ملک سے نکال باہر کریں گے یا پھر تم ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ تو پروردگار نے

اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ ۙ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ

ان (پیغمبروں) کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ضرور ظالموں کو ہلاک کردیں گے اور ان کے بعد تم کو

الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَ

اس زمین میں آباد کردیں گے یہ اس شخص کے لئے ہے جو (قیامت کے دن) میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے

خَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ

اور وعید کا خوف کرے (۲) اور پیغمبروں نے فتح کی دعا مانگی اور ہر سرکش ضدی

عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾ ۙ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ

نامراد ہوا اس کے پیچھے دوزخ ہے اور اسے پیپ کا پانی پلایا

صَدِيْدٍ ﴿۱٦﴾ ۙ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ

جائے گا وہ اسے گھونٹ گھونٹ کرکے منہ میں لے گا مگر گلے سے نیچے نہیں اتار سکے گا اور ہر طرف سے

الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ

اس پر موت آئے گی مگر وہ مرے گا بھی نہیں اور اس کے

وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ

پیچھے بھی سخت عذاب ہوگا (۳) جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا ان کے اعمال کی

اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ

مثال ایسی ہے جیسے راکھ (کا ڈھیر) کہ آندھی کے دن اس پر زور سے ہوا چلے اور اسے

(۱) پیغمبروں نے لوگوں کے شبہات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ بیشک ہم تمہاری طرح انسان ہیں نہ فرشتے ہیں نہ کوئی اور مخلوق۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل کیا۔ وحی نازل فرمائی اور رسالت کے بلند مرتبے سے سرفراز فرمایا۔ وہ مالک اور مختار ہے کہ جس کو چاہے اپنے فضل سے نوازے۔

رہا کسی معجزہ کا ظاہر کرنا تو یہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ وہ جب چاہتا ہے کوئی معجزہ اور نشان ہمارے ہاتھ پر ظاہر فرما دیتا ہے۔

ع ٦ ۱۴

تم چاہو مانو یا نہ مانو، ہم تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لا چکے ہیں اور ایمان والوں کی طرح اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں اور جب اس نے اپنے فضل سے ہم کو اپنی راہ دکھائی تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اس پر ایمان نہ لائیں اور بھروسہ نہ رکھیں۔ اور دیکھو! اگر تم ہم کو تکلیف پہنچاؤ گے تو ہم صبر کریں گے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں گے۔ امید ہے کہ وہ ہم کو کامیاب کرے گا۔

(۲) لوگوں نے پیغمبروں اور ان کے ساتھیوں پر ظلم و تشدد شروع کیا اور کہا کہ "اب ہم تمہاری باتوں کو برداشت نہیں کرسکتے۔ اب دو باتوں میں سے ایک ہوگی۔ یا تو تم ہمارے ملک سے نکل جاؤ یا پھر اگر یہاں رہنا ہے تو اسی طریقے پر رہو جس طریقے پر ہم سب ہیں اور یہ نئی باتیں جو تم نے حال میں نکالی ہیں ان سب کو چھوڑ دو۔

جب معاملہ یہاں تک پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں اور ان کے ساتھیوں کو اطمینان دلایا اور خوش خبری سنائی کہ گھبراؤ نہیں، ہم ایسا انتظام کریں گے کہ ان ظالموں کو برباد کردیں گے اور اس سرزمین سے ان کو نکال کر تم کو ان کا جانشین بنا دیں گے لیکن شرط یہی ہے کہ آخرت کی زندگی پر یقین رکھنا اور اس بات کو پیشِ نظر رکھنا کہ ایک دن سب کو میرے سامنے کھڑے ہونا ہے اور اعمال کا حساب کتاب دینا ہے۔

(۳) آخرکار وہ وقت آیا جب کہ پیغمبروں نے فتح و کامرانی کے لئے اللہ تعالیٰ سے التجائیں کیں۔ یا یہ کہ کافروں نے تمسخر کے انداز میں عذاب کا مطالبہ کیا تو حق تعالیٰ کی نصرت اس طرح ظاہر ہوئی کہ سارے مغرور اور سرکش لوگ تباہ کردیئے گئے اور پیغمبر اور ان کے ساتھی فتح و کامرانی سے شاد کام ہوئے۔

سرکشوں اور نافرمانوں کے لئے یہ تو دنیا کا عذاب تھا۔ پھر اس کے بعد دوزخ کا عذاب ہوگا جہاں وہ پیاس کی شدت سے جب پانی مانگیں گے تو ان کو پیپ کا سا بدمزہ اور گرم پانی پلایا جائے گا۔ وہ گھونٹ گھونٹ کرکے اس کو پینا چاہیں گے لیکن سخت بدمزہ اور گرم ہونے کی وجہ سے وہ اس کو حلق سے اتار نہ سکیں گے۔ غرض عذاب کی شدت کی وجہ سے ان کو ہر طرف سے موت بڑھتی ہوئی نظر آئے گی لیکن وہاں وہ مر بھی نہ سکیں گے اور اسی طرح سسکتے ہوئے ایک کے بعد دوسرا سخت عذاب بھگتیں گے۔

عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ
اڑا لے جائے (اسی طرح) جو کام وہ کرتے رہے ان میں سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہ آئے گا یہ بڑی
هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
دور کی گمراہی ہے (۱) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو
وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ
حکمت اور مصلحت سے پیدا کیا ہے اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے اور تمہاری جگہ نئی مخلوق
جَدِيْدٍ ﴿۱۹﴾ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ
پیدا کرے اور ایسا کرنا اللہ کے لئے کچھ دشوار نہیں (۲) اور (قیامت کے دن)
جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا
سب لوگ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے تو چھوٹے درجہ کے لوگ سرکشوں سے کہیں گے کہ ہم تو (دنیا میں) تمہارے
لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ
پیچھے چلنے والے تھے تو کیا اب تم اللہ کا کچھ عذاب ہم پر سے
مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ
ہٹا سکتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ اگر اللہ ہم پر (بچاؤ کی) کوئی راہ کھولتا تو ہم بھی تمہیں کوئی راہ دکھا دیتے
ع
عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾
اب تو ہم سب کے حق میں دونوں صورتیں برابر ہیں خواہ ہم پریشان ہوں یا صبر کریں ہم کو کسی طرح چھٹکارا نہیں (۳)
وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ
اور (جب قیامت کے دن) ہر بات کا فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان کہے گا کہ بلاشبہ اللہ نے تم سے
وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ
سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا مگر اسے پورا نہ کیا میرا تم پر

(۱) بہت سے کافروں کو یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ ہم بھی خدا کو مانتے ہیں اور کسی نہ کسی شکل میں اس کی عبادت کرتے ہیں اس کے علاوہ زندگی میں بہت سے نیک کام کرتے ہیں۔ سچ بولتے ہیں، امانتوں کی حفاظت کرتے ہیں، غریبوں کی مدد کرتے ہیں، بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں، ننگوں کو کپڑے پہناتے ہیں۔ اس طرح ان کو دھوکا ہوتا ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ اگر قیامت ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوئے تو یہ سارے نیک اعمال یقیناً ہمارے کام آئیں گے۔

اس آیت میں اس غلط فہمی کو دور فرمایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دین کی عمارت توحید کی بنیاد پر قائم ہے۔ اور فرضی خداؤں کے پوجنے سے صحیح توحید حاصل نہیں ہوتی ہے تو اس زمانے میں جو لوگ آنحضرت خاتم النبیین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور پاکیزہ تعلیم کو چھوڑ کر چند نیکیوں کے پیچھے پڑے ہیں وہ توہم پرستی کا شکار ہیں۔ ان کی نیکیوں کا بدلا دنیا ہی میں ان کو مل جائے گا لیکن آخرت میں وہ سب اعمال بے فائدہ ثابت ہوں گے۔ گویا کہ ایک راکھ کا ڈھیر تھا جس کو آندھی اڑا لے گئی۔ اس وقت وہ خالی ہاتھ ہوں گے اور ان کو معلوم ہوگا کہ وہ بہک کر بہت دور نکل گئے تھے کہ بے بنیاد اعمال پر سہارا کئے بیٹھے تھے۔

(۲) جو لوگ آخرت کی زندگی پر تعجب کرتے ہیں اور اس کو نہیں مانتے ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا اس سے اندازہ کرو کہ اس نے آسمان و زمین کی اس عظیم الشان کائنات کو کس طرح کمال صنعت اور حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے کہ اس کائنات کا کوئی گوشہ حکمت و مصلحت اور نتیجہ و مقصد سے خالی نہیں ہے۔
ع ۳ ۹ ۱۵ اگر تم اس طرح غور کرو تو تم پر حقیقت کھل جائے کہ یقیناً انسان کی پیدائش کا بھی کچھ مقصد ہے اور یہ کہ اس کے اعمال کچھ اثر اور نتیجہ رکھتے ہیں۔

پھر دیکھو کہ جب اللہ تعالیٰ ایسی عظیم الشان کائنات پیدا کرنے پر قادر ہے تو یہ بات بھی اس کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے کہ وہ تم کو روئے زمین سے ہٹا کر دوسرے لوگوں کو کھڑا کر دے۔ پھر تم کیوں اس سے نہیں ڈرتے، کیوں اس کے پیغام کو قبول نہیں کرتے اور کیوں آخرت کی زندگی پر ایمان نہیں لاتے؟

(۳) آخرت کی زندگی برحق ہے اور قیامت کے دن یوں ہوگا کہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوں گے دنیا میں کچھ لوگ سخت سرکش اور مغرور تھے۔ نہ صرف یہ کہ وہ خود گمراہ ہوئے بلکہ انہوں نے دوسروں کو بہکا کر اپنے پیچھے لگایا۔ یہ لوگ بے سمجھے بوجھے چند مغروروں کے پیچھے لگ گئے اور اس خیال خام میں مگن رہے کہ ہمارے پیشوا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا لیں گے لیکن قیامت کے دن ان بیوقوفوں کو سخت مایوسی ہوگی جب یہ پیشوا ان کو صاف صاف جواب دیں گے اور کہیں گے کہ ہم ہی عذاب سے نجات پانے کی کوئی راہ نہیں پاتے ہیں تو تم کو کس طرح نجات دلائیں۔ اب یہ حال ہے کہ چاہیں واویلا کریں یا خاموش رہیں، ہم سب کو عذاب سے نجات نہیں مل سکتی۔

عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ ۚ

کسی طرح کا زور نہ تھا بجز اس کے کہ میں نے تم کو بلایا اور تم نے میرا کہنا مان لیا

فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَ لُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ

تو (آج) مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ ہی کو ملامت کرو نہ تو میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں اور نہ تم

اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ ؕ اِنِّیْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ

میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو اس سے پہلے جو تم نے مجھے اللہ کا شریک بنایا تھا تو میں اس سے بیزاری ظاہر کرتا ہوں

اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿٢٢﴾ وَ اُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

بلاشبہ ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے (١) اور جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

کئے وہ (بہشت کے) باغوں میں داخل کئے جائیں گے ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ﴿٢٣﴾

وہ اپنے پروردگار کے حکم سے ان میں ہمیشہ رہیں گے اور وہاں ان کی (ملاقات کے وقت کی) دعا سلام (ہوگی)

اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کلمۂ طیبہ کی کیسی مثال بیان فرمائی (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے پاکیزہ

طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ﴿٢٤﴾ ۙ

درخت جس کی جڑ (زمین میں) مضبوط ہو اور شاخیں آسمان میں (پھیلی ہوں)

تُؤْتِیْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَیَضْرِبُ اللّٰهُ

اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت پھل دیتا ہو اور اللہ لوگوں کے لئے

الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٥﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ

مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور گندے کلمہ (یعنی کلمۂ کفر و شرک) کی

(١) دنیا میں لوگ شیطان کے بہکانے سے شرک اور نافرمانی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ لوگوں کے دلوں میں اس بات کا یقین پیدا کرنے کے لئے کہ اللہ تعالیٰ کی بات جو پیغمبروں کے واسطے سے آتی ہے سچی ہے اور ماننے کے لائق ہے، اس کے مقابل شیطان کی بات ہے جو بالکل جھوٹ اور فریب ہے، اس آیت میں اس حالت کا نقشہ کھینچا ہے جو قیامت میں پیش آئے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب قیامت کے دن کافروں اور نافرمانوں کے حق میں دوزخ کا فیصلہ سنا دیا جائے گا تو ان کو سخت مایوسی ہوگی اور وہ اِدھر اُدھر دوڑیں گے اپنے پیشواؤں کے پاس جاکر فریاد کریں گے جب وہاں سے صاف جواب ملے گا تو شیطان کے پاس پہنچیں گے اور اس کو ملامت کریں گے کہ تو نے ہم کو بہکا کر تباہ کیا۔ وہ جواب دے گا کہ سنو! حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے واسطے سے تم سے سچا وعدہ کیا تھا جس کو تم نے نہ مانا۔ اور میں نے تو تم کو محض فریب دیا تھا بیشک اس حد تک میرا قصور ہے۔ لیکن اس بات کی ذمہ داری خود تم پر آتی ہے کہ بے سمجھے بوجھے تم میرے فریب میں کیوں آگئے۔ لہٰذا مجھے ملامت کرنا بے سود ہے۔ خود اپنے نفسوں کو ملامت کرو۔ دیکھو! دنیا میں جو تم مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے اور اندھوں کی طرح میرے آگے سر جھکاتے تھے، آج میں اس سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں۔ اب حال یہ ہے کہ نہ میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا ہوں اور نہ تم میرے کچھ کام آسکتے ہو۔ اب تو سب ظالموں کو سخت عذاب بھگتنا ہوگا۔

خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِن فَوْقِ الْأَرْضِ
مثال ناپاک درخت کی سی ہے جو زمین کے اوپر ہی سے اکھیڑ کر پھینک دیا جائے

مَا لَهَا مِن قَرَارٍ ﴿٢٦﴾ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ
اور اس کے لئے ٹھہراؤ نہیں (۱) اللہ ایمان والوں کو پکی بات (یعنی کلمۂ طیبہ کی برکت) سے

الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَيُضِلُّ اللَّهُ
دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ثابت (قدم) رکھتا ہے اور اللہ ظالموں کو گمراہی

الظَّالِمِينَ ۚ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ﴿٢٧﴾ ع أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ
میں چھوڑ دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (۲) (اے پیغمبر) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں

بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿٢٨﴾
دیکھا جنھوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل ڈالا اور اپنی قوم کو تباہی کے گڑھے میں اتارا

جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا ۖ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٢٩﴾ وَجَعَلُوا لِلَّهِ
(یعنی) دوزخ جس میں وہ داخل ہوں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے اور انھوں نے اللہ کے

أَندَادًا لِّيُضِلُّوا عَن سَبِيلِهِ ۗ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ
شریک ٹھہرائے تاکہ (لوگوں کو) اس کے راستہ سے گمراہ کریں (ان سے) کہدو کہ (چند روز) فائدے اٹھالو آخر کار تم کو دوزخ

إِلَى النَّارِ ﴿٣٠﴾ قُل لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ
کی طرف جانا ہے (۳) (اے پیغمبر) میرے ان بندوں سے جو ایمان لائے کہدو کہ نماز پڑھا کریں

وَيُنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِّن قَبْلِ أَن
اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ یا ظاہر خرچ کیا کریں قبل اس کے کہ وہ دن آجائے

يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ ﴿٣١﴾ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ
جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی (کام آئے گی) (۴) اللہ (وہ ہے) جس نے

(۱) کلمۂ توحید اور کلمۂ کفر، سچ اور جھوٹ بلکہ ہر اچھی بات اور بری بات کے فرق کو ظاہر کرنے کے لئے اچھے درخت اور برے درخت کی مثالیں بیان کی ہیں۔ کلمۂ طیبہ کی مثال ایک ایسے درخت کی ہے جس کی جڑیں زمین میں مضبوط جمی ہوں جس کی شاخیں ہری بھری اور خوب بلند ہوں اور جو ہمیشہ پھلوں سے لدا ہوا ہو۔ ایسا درخت بہترین درخت ہوتا ہے، جیسے کھجور کا درخت۔ کلمۂ طیبہ اور کلمۂ حق کا بھی یہی حال ہے۔ اس کی جڑیں انسان کے دل میں مضبوط جمتی ہیں جس کو ہوا و ہوس کا کوئی جھونکا اور شیطانی وسوسوں کی کوئی آندھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتی۔ کلمۂ طیبہ کی شاخیں یعنی اعمال صالحہ بہت بلند ہیں کہ عالم قدس تک پہنچتی ہیں۔ کلمۂ طیبہ کا پھل دنیا میں بھی اچھا ملتا ہے اور آخرت میں بھی اچھا ملے گا۔ رزق میں برکت، دولت و حکومت اور عروج و ترقی اس کے مادی پھل ہیں۔ معرفت الٰہی انوار و تجلیات، علم و عقل اور اخلاق حسنہ اس کے روحانی پھل ہیں۔ پھر آخرت میں جنت کا عیش و آرام اور دیدار الٰہی سے سرفرازی اس کا بہترین پھل ہوگا۔

اس کے مقابلہ میں کلمۂ خبیثہ کی مثال ایک برے درخت کی ہے جس کی جڑ اوپر ہی رکھی ہو کہ ذرا سے جھونکے سے گر جائے اور دنیا سے مٹ جائے۔ یہی حال کلمۂ کفر جھوٹ اور فریب کا ہے کہ انسانی فطرت اس کو قبول نہیں کرتی اور دل میں اس کی جڑیں مضبوط نہیں جمتیں، اور نہ اس سے دل میں نور اور اخلاق میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔

ع ۶/۱۶

(۲) جو لوگ کلمۂ طیبہ کو قبول کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں، جب ان پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹتے ہیں اور ان کو ایسی تکلیفوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے جو ایمان کو ہلادینے والی ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل و کرم سے ان کو ایمان و توحید اور حق و صداقت پر قائم رکھتا ہے۔ اور قبر میں بھی نکیر اور منکر کے سوال کے وقت صحیح جواب دینے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

لیکن جو لوگ کلمۂ طیبہ سے منہ موڑتے ہیں اور دیدہ و دانستہ گمراہ ہوتے ہیں ان کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ وہ مالک و مختار ہے جو چاہے کرے۔

(۳) اس آیت سے کفار اور مشرکین کے پیشوا خاص کر قریش کے سرکش سرداروں کو تنبیہ کرنی مقصود ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ان سرکشوں کی حالت حیرت انگیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو قوم کی سرداری بخشی، اپنے گھر یعنی بیت اللہ کا ان کو مجاور بنایا، انھیں میں سے خاتم النبیین کو منتخب فرمایا اور قرآن مجید کی شکل میں اپنا آخری پیغام ان کے پاس بھیجا۔

لیکن ان بدنصیبوں نے ان نعمتوں کی قدر نہیں پہچانی اور پیغام الٰہی سے منہ موڑ کر کفر و شرک میں مبتلا ہوگئے۔ خود بھی گمراہ ہوئے اور ساری قوم کو بھی گمراہ کیا اور دوزخ کے گڑھے میں اتار دیا۔ ان سے کہدو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ڈھیل دے رکھی ہے چاہو تو اپنی حالت درست کر سکتے ہو۔ ورنہ اگر تم اسی طرح سرکشی پر اڑے رہے تو یاد رکھو کہ چند روزہ دنیا کے مزے اڑانے کے بعد سیدھے دوزخ میں پہنچا دیئے جاؤ گے —— (۴) ان بدبختوں کے مقابلہ میں وہ خوش نصیب لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر پہچانی اس کے پیغام کو قبول کیا اور اس پر ایمان لائے۔ ان کو چاہیئے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہیں اور دین کے راستے پر قدم جمائے رکھیں۔ خاص کر نماز اور زکوٰۃ کی سختی سے پابندی کریں۔ نماز کی بدولت اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہوتا ہے اور اس کے حقوق ادا کرنے کا شعور بیدار ہوتا ہے۔ اور زکوٰۃ کی وجہ سے اللہ کے بندوں کی خدمت ہوتی ہے اور مسلمانوں کا معاشی نظام درست ہوتا ہے۔

اَلسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ

آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے مینہ برسایا پھر اس سے

بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ

تمہارے کھانے کے لئے پھل پیدا کئے اور کشتیوں (اور جہازوں) کو مسخر کیا

لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۝۳۲ وَ

تاکہ وہ اللہ کے حکم سے دریا (اور سمندر) میں چلیں اور نہروں کو بھی تمہارے لئے مسخر کیا اور

سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ

سورج اور چاند کو بھی تمہارے لئے مسخر کیا کہ دونوں ہمیشہ چلتے رہتے ہیں اور تمہارے لئے رات اور دن کو

وَالنَّهَارَ ۝۳۳ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا

بھی مسخر کیا اور جو کچھ تم نے مانگا سب میں سے تم کو عنایت کیا اور اگر اللہ کی نعمتوں کو

نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝۳۴ وَ

گننا چاہو تو گن نہ سکو گے بلاشبہ انسان بڑا ظالم اور ناشکرا ہے (۱) اور

اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ

(اس وقت کو یاد کرو) جب ابراہیم نے کہا اے پروردگار! اس شہر کو امن کی جگہ بنادے اور مجھے اور میری

وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝۳۵ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ

اولاد کو اس بات سے بچا کہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں اے میرے پروردگار! ان بتوں نے

كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ

بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے تو جس شخص نے میرا کہا مانا وہ میرا ہے اور جس نے

عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۶ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ

میری نافرمانی کی تو تُو بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۲) اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی

(۱) اوپر کی آیت میں بیان کیا تھا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا نہیں کرتے اور اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اسی مناسبت سے اس آیت میں چند مادی اور محسوس نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی پروردگاری کا تصور دلایا ہے تاکہ شکرگزاری کا جذبہ ابھرے اور توحید کا نقش لوگوں کے دلوں پر اچھی طرح بیٹھے۔

چنانچہ فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ" تو وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان میں تمہارے لئے گوناگوں فائدے رکھے اور سے مینہ برسایا اور اس سے تمہارے لئے طرح طرح کی چیزیں پیدا کیں جن میں سے کوئی کھانے اور پینے کے کام میں آتی ہے کوئی پہننے اوڑھنے اور بچھانے کے اور کوئی دیگر ضروریات و لوازم زندگی کی سرانجام دہی اور اسباب آرائش کی فراہمی کے لئے مختص ہے۔ نہروں اور سمندروں میں سفر کرنے کے لئے کشتی اور جہاز بنانا سکھایا۔ پھر نہروں کو تمہارے بس میں کر دیا کہ جدھر چاہتے ہو لے جاتے ہو اور ان سے طرح طرح کے کام لیتے ہو۔ آب پاشی کرتے ہو، چکیاں چلاتے ہو، بجلی بنا کر اس سے بکثرت سامان ضرورت و عیش فراہم کرتے ہو۔ پھر چاند اور سورج کو تمہارے فائدے کے لئے ایک خاص چال سے چلایا جس سے رات اور دن پیدا ہوتے ہیں اور بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اگر چاند اور سورج کی چال بگڑ جائے تو دنیا کا انتظام درہم برہم ہو جائے۔ دیکھو یہ سب اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمتیں ہیں جو ہر شخص کو محسوس ہوتی ہیں۔ اور نہی پر کیا منحصر ہے؟ تم نے جو کچھ زبان سے یا حال سے مانگا اور جن چیزوں کی تمہاری زندگی کی بقا کے لئے ضرورت ہوئی، وہ سب اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا فرمائیں۔ غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ کی محسوس اور غیر محسوس نعمتیں اتنی ہیں کہ اگر تم ان کو گننے بیٹھو تو عمریں ختم ہو جائیں اور ان کی گنتی پوری نہ ہو۔

ع ۱۷

لیکن آدمی بڑا ظالم، حق ناشناس اور ناشکرا ہے۔ منعم حقیقی کو نہیں پہچانتا اور اس کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف جھکتا ہے، ان سے مدد مانگتا ہے اور ان کی پرستش کرتا ہے۔ حالانکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس سے مدد مانگی جائے اور اس کی عبادت کی جائے۔ یہی اسلام کے پیغام کا مرکزی نقطہ ہے۔

(۲) اوپر ایک آیت میں اس بات کا ذکر کیا تھا کہ قریش کے سردار بڑے ناشکرگزار ہیں۔ ان کی ناشکرگزاری کو واضح کرنے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چند دعاؤں کا ذکر فرمایا جن کے نتیجے کے طور پر مکہ والے اللہ تعالیٰ کی چند خاص نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہے تھے۔ اس کے علاوہ یہ کہ مکہ والے حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے تھے اور ان کے دین پر ہونے کے مدعی تھے، لیکن وہ شرک میں مبتلا تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کی ان دعاؤں میں بتوں کی مذمت اور بت پرستی سے بچانے کی دعا بھی شامل ہے۔ تاکہ واضح ہو جائے کہ مکہ کے مشرک حضرت ابراہیمؑ کے دین پر نہیں ہیں، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملت ابراہیمی کے سچے پیرو ہیں۔ ... لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی صلبی اولاد میں کوئی مشرک نہیں ہوا۔

مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ
اولاد کو تیرے محترم گھر کے پاس ایسے میدان میں لا بسایا ہے جہاں کھیتی باڑی نہیں
رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيٓ
اے ہمارے پروردگار! تاکہ یہ نماز پڑھیں تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کردے کہ ان کی طرف جھکے رہیں
إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ﴿٣٧﴾ رَبَّنَآ
اور ان کو میووں سے روزی دے تاکہ (تیرا) شکر کریں (۱) اے ہمارے پروردگار
إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ ۗ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِن
بلاشبہ تو سب جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اور اللہ سے کوئی چیز مخفی
شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿٣٨﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي
نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں (ابراہیم نے کہا) اللہ کا شکر ہے جس نے
وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ ۚ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ
مجھے بڑی عمر میں اسمٰعیل اور اسحٰق بخشے بیشک میرا پروردگار دعا کا
الدُّعَآءِ ﴿٣٩﴾ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ وَمِن ذُرِّيَّتِي ۖ
سننے والا ہے (۲) اے میرے پروردگار! مجھ کو (ایسی توفیق عنایت) فرما کہ نماز پڑھتا رہوں اور میری اولاد کو بھی (یہ توفیق بخش)
رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿٤٠﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ
اے ہمارے پروردگار میری دعا قبول فرما اے ہمارے پروردگار! حساب کے دن مجھ کو اور میرے ماں باپ
وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴿٤١﴾ ع ۶ ۱۸ وَلَا تَحْسَبَنَّ
کو اور ایمان والوں کو بخش دینا (اے پیغمبر!) ایسا خیال نہ کرنا
اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُونَ ۬ۥ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ
کہ یہ ظالم جو عمل کر رہے ہیں اللہ ان سے بے خبر ہے وہ ان کو اس دن تک مہلت

(۱) حضرت ابراہیمؑ کے دو فرزند تھے۔ ایک حضرت اسحٰق جن کی اولاد بنی اسرائیل ہیں جو شام کے ملک میں آباد تھے۔ دوسرے حضرت اسمٰعیل جن کی اولاد عرب ہیں۔ لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کو عرب کے چٹیل میدان میں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے وہاں زمزم کا چشمہ جاری کر دیا۔ چشمے کو دیکھ کر قبیلۂ جرہم وہاں ٹھہر گیا۔ اس طرح آج سے ہزاروں سال پہلے اس مقام پر ایک بستی آباد ہو گئی جہاں آج مکہ شریف واقع ہے حضرت اسمٰعیل جب بڑے ہوئے تو قبیلۂ جرہم ہی میں ان کی شادی ہوئی۔ حضرت ابراہیمؑ شام کے ملک سے کبھی کبھی یہاں تشریف لاتے اور دعائیں فرماتے۔ ان دعاؤں کی قبولیت ہی کا اثر ہے کہ ہزاروں برس سے دیکھا جا رہا ہے کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں آدمی ہر سال حج و زیارت کے لئے مکہ شریف میں جمع ہو جاتے ہیں اور سال کے بارہ مہینے مکے کے بازاروں میں ہر قسم کے میوے اور تازہ بتازہ ترکاریاں اس افراط سے ملتی ہیں کہ خدا کی قدرت نظر آتی ہے۔

(۲) دعاؤں کے درمیان میں حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کی صفت علم کی وسعت کا ذکر فرمایا شاید اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ان کا ظاہر اور باطن ایک ہے اور یہ کہ ان کی دعاؤں میں بندگی کا اخلاص ہے۔

پھر حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰق کی پیدائش پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی کیونکہ ان حضرات کی پیدائش بھی دعا کے بعد ہوئی تھی لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہ کے کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی یہاں تک کہ دونوں بوڑھے ہو گئے حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی "رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِينَ" اس کے بعد حضرت ہاجرہ سے حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت سارہ سے حضرت اسحٰق پیدا ہوئے۔

لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿٤٢﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ

دیے رہا ہے جبکہ دہشت کے سبب آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی (اور لوگ) سر اٹھائے ہوئے دوڑ رہے

رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْئِدَتُهُمْ

ہوں گے ان کی نگاہیں ان کی طرف لوٹ نہ سکیں گی اور ان کے دل مارے خوف کے اڑ رہے

هَوَآءٌ ﴿٤٣﴾ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ

ہوں گے (١) اور اے پیغمبر! لوگوں کو اس دن کے آنے سے آگاہ کردو جب ان پر عذاب آجائے گا

فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ

تب ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں تھوڑی سی مدت کے لئے مہلت عطا فرما تاکہ تیری دعوت

دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۗ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ

کو قبول کرلیں اور تیرے پیغمبروں کے پیچھے چلیں (٢) (تو جواب ملے گا) کیا تم پہلے قسمیں نہیں کھایا

قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿٤٤﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ

کرتے تھے کہ ہم کو کسی طرح کا زوال نہ ہوگا حالانکہ تم ان لوگوں کے مکانوں میں رہتے تھے جنھوں نے

ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا

اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا اور تم پر ظاہر ہو گیا تھا کہ ہم نے ان لوگوں کے ساتھ کس طرح معاملہ کیا تھا اور تمھارے سمجھانے کے لئے

لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿٤٥﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ

مثالیں بیان کردی تھیں (٣) اور انھوں نے خفیہ تدبیریں کیں اور ان کی ساری تدبیریں

مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿٤٦﴾

اللہ کے قبضہ میں ہیں اگرچہ ان کی تدبیریں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جائے (٤)

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

تو ایسا خیال نہ کرنا چاہیئے کہ اللہ نے جو اپنے پیغمبروں سے وعدہ کیا ہے اس کے خلاف کرے گا بیشک اللہ

(١) آنحضرتؐ کو مخاطب کرکے لوگوں کو نصیحت فرمائی کہ نافرمانوں کو عیش وعشرت کرتے ہوئے دیکھ کر یہ خیال نہ کرنا کہ اللہ تعالےٰ ان کے اعمال سے واقف نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ بڑا حلیم ہے۔ اس کی عادت یہ ہے کہ نافرمانوں کو جلد عذاب نہیں دیتا بلکہ مہلت دیتا ہے "تاکہ کسی وقت بھی نافرمانیوں سے باز آجائیں اور اپنی اصلاح کرلیں۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک آخری فیصلہ کا دن قیامت ہے اس دن جب ظالم لوگ عذاب الٰہی دیکھیں گے تو ان کا حال یہ ہوگا کہ دہشت کے مارے ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی، اور سر اٹھائے بے تحاشا دوڑے چلے جائیں گے۔ ہوش وحواس باختہ ہوں گے اور ایک ہی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتے ہوں گے اور مارے دہشت اور خوف کے دل اڑے جارہے ہوں گے۔

(٢) جن لوگوں نے پیغام الٰہی سے سرکشی کی تھی اور دنیا میں ظلم وفساد پھیلایا تھا وہ جب قیامت کے دن عذاب الٰہی دیکھیں گے تو نہایت حسرت کے ساتھ عرض کریں گے کہ پروردگار! ہمیں تھوڑے دن کے لئے دنیا میں واپس بھیج دے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اب ہم تیرے پیغام کو قبول کریں گے اور تیرے پیغمبروں کی بات مانیں گے۔

(٣) لیکن اس وقت کوئی آرزو مفید نہ ہوگی اور صاف جواب دے دیا جائے گا کہ تم وہی تو ہو جو دنیا میں قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ اس زندگی کو اور اس کے عیش کو کبھی زوال نہ ہوگا اور ہم کو کسی دوسرے عالم میں جانا نہیں پڑے گا۔ حالانکہ تم کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ جن بستیوں میں تم رہتے تھے، ان میں تم سے پہلے بھی کچھ لوگ ایسے رہ چکے تھے جو اسی طرح سے اپنے نفسوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔ اور تم کو یہ بھی معلوم تھا کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ یہ کہ اللہ تعالےٰ نے تم کو سمجھانے کے لئے الہامی کتابوں میں ان لوگوں کے واقعات کو مثالوں کے طور بیان کردیا تھا۔ پھر بھی تم ظلم اور سرکشی سے باز نہ آئے اب دنیا میں جانے کی آرزو عبث ہے۔

(٤) سب ظالم اپنا اپنا داؤ کھیل چلے اور دین حق کی مخالفت میں جتنی چالیں وہ چل سکتے تھے سب چل چکے۔ اگرچہ ان کے مکر وفریب ایسے بڑے اور خطرناک ہیں کہ ان سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جاتے، لیکن وہ یاد رکھیں کہ ان کے سارے مکر وفریب اللہ تعالےٰ کے علم اور قبضہ میں ہیں۔ وہ ہرگز ان کو کامیاب نہ ہونے دے گا اور حق کی نصرت فرما کر ان کی ساری چالوں کو خاک میں ملادے گا۔

عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ

زبردست (اور) بدلا لینے والا ہے جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور

وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿٤٨﴾ وَتَرَى

آسمان بھی بدل دیئے جائیں گے اور سب اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے جو یکتا اور زبردست ہے اور اس دن تم

الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿٤٩﴾ سَرَابِيلُهُم

گنہگاروں کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں ان کے کرتے گندھک

مِّن قَطِرَانٍ وَتَغْشٰى وُجُوهَهُمُ النَّارُ ﴿٥٠﴾ لِيَجْزِيَ

کے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ لپٹ رہی ہوگی یہ اس لئے کہ

اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيعُ

اللہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلا دے گا بلاشبہ اللہ بہت جلد حساب

الْحِسَابِ ﴿٥١﴾ هٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا

لینے والا ہے (۱) یہ لوگوں کے لئے ایک پیغام ہے اور اس لئے بھیجا گیا ہے کہ ان کو ڈرایا جائے اور تاکہ وہ جان لیں کہ

أَنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٥٢﴾

وہی اکیلا معبود ہے اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں (۲)

آیاتہا ۹۹ — سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ (۱۵) — رکوعاتہا ۶

سورہ حجر (۳) مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الۤرٰ ۚ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُّبِينٍ ﴿١﴾

الرا یہ ایک کامل کتاب اور واضح قرآن کی آیتیں ہیں

(۱) اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ پیغمبروں سے مدد اور کامیابی کے وعدے کئے تھے چنانچہ آنحضرتؐ سے بھی وعدہ فرمایا تھا جو قرآن مجید میں مذکور ہے۔ لوگوں کی نصیحت کے لئے فرمایا کہ یہ وعدہ بالکل سچا ہے ہرگز یہ خیال دل میں نہ لانا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کو پورا نہ کرے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ غالب ہے اور ظالموں سے ضرور انتقام لینے والا ہے۔ البتہ اس کے انتقام کا ایک دن مقرر ہے۔ اس میں ایسا ہوگا کہ آسمان و زمین بدل جائیں گے اور ایک نئے ڈھنگ کا عالم وجود میں آئے گا۔ اس وقت سارے لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے اور دیکھیں گے کہ تنہا اسی کی بادشاہت ہے۔ اس دن مجرموں کا یہ حال ہوگا کہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے، ان کے کرتے گندھک یا رال کے ہوں گے اور جل رہے ہوں گے یہاں تک کہ ان کے چہرے بھی آگ میں لپٹے ہوں گے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلا مل جائے اور سب پر آشکارا ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

(۲) قرآن مجید جس کا ایک حصہ یہ سورت بھی ہے، ایک پیغام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اپنے بندوں کے پاس بھیجا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں۔ اس حقیقت کو جان لیں کہ دین کا مرکزی نقطہ توحید ہے اور عقل سے کام لے کر قرآن کو کلام الٰہی مانیں اور اس سے نصیحت حاصل کریں۔

ع ۱۱ / ۱۹

(۳) مدینہ منورہ اور ملک شام کے درمیان ایک وادی ہے جس کا نام 'حجر' ہے۔ تبوک کو جاتے ہوئے آنحضرتؐ مع لشکر کے وہاں سے گزرے تھے۔ پرانے زمانے میں یہ علاقہ قوم ثمود کا مسکن تھا اور حضرت صالحؑ ان لوگوں کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اس سورت میں اس قوم کو 'اصحاب الحجر' کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ۝٢

کسی وقت کافر لوگ آرزو کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے (۱)

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ

اے پیغمبر تم ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو کہ وہ خوب کھالیں اور مزے اڑالیں اور باطل امیدیں ان کو غفلت میں ڈالے رکھیں عنقریب ان کو

يَعْلَمُونَ ۝٣ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا

معلوم ہو جائے گا (۲) اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی مگر یہ کہ اس کا وقت

كِتَابٌ مَعْلُومٌ ۝٤ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا

لکھا ہوا معین تھا کوئی امت نہ تو اپنے وقت سے آگے بڑھ سکتی ہے اور

يَسْتَأْخِرُونَ ۝٥ وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ

پیچھے رہ سکتی ہے (۳) اور (اے پیغمبر منکرین اسلام) کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے

الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ۝٦ لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلَائِكَةِ

(ہمارے خیال میں) تو دیوانہ ہے اگر سچا ہے تو ہمارے پاس

إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝٧ مَا نُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ

فرشتے کیوں نہیں لے آتا (ان سے کہہ دو کہ) ہم فرشتوں کو فیصلہ ہی کے لئے اتارا

إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِذًا مُنْظَرِينَ ۝٨ إِنَّا نَحْنُ

کرتے ہیں اور (جب فرشتے اتریں گے) اس وقت انہیں مہلت نہ دی جائے گی بلاشبہ ہم ہی نے

نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝٩ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا

قرآن کو نازل کیا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کے نگہبان ہیں (۴) اور بیشک ہم نے تم سے

مِنْ قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْأَوَّلِينَ ۝١٠ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ

پہلے بھی اگلے گروہوں میں پیغمبر بھیجے لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی گروہ میں

(۱) جو لوگ قرآن جیسی کامل اور واضح کتاب کو نہیں مانتے اور اس کے وحی الٰہی ہونے کا انکار کرتے ہیں ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ وہ اس وقت چاہے کتنی ہی سرکشی اور نافرمانی کریں مگر وہ یاد رکھیں کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے جب وہ انتہائی حسرت سے کہیں گے کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے۔ واضح ہو کہ ایسا وقت دنیا میں بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ تاریخ شاہد ہے کہ بہت سے واقعات ایسے آئے کہ اسلام کی کامیابی اور مسلمانوں کی ترقی دیکھ کر کافروں نے بڑی حسرت کا اظہار کیا ہے۔ اور موت کے وقت جب کافر فرشتوں کی سختی اور عذاب کے آثار دیکھتے ہیں تو اس وقت اسلام نہ لانے پر افسوس کرتے ہیں۔ پھر قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد جب کافر دوزخ میں داخل کئے جائیں گے تو وہ وقت بھی کافروں کے لئے بڑی حسرت و ندامت کا ہوگا۔ کافروں کے لئے حسرت کا ایک آخری موقع وہ ہوگا جو ایک روایت حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے جس کو طبرانی نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میری امت کے بہت سے لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہاں رہیں گے پھر جب مشرک ان کو طعنہ دیں گے اور کہیں گے کہ توحید اور ایمان نے تم کو کیا فائدہ پہنچایا جب کہ تم بھی ہمارے ساتھ دوزخ میں پڑے ہو تو اللہ تعالیٰ کسی موحد کو دوزخ میں نہ رکھے گا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

(۲) آنحضرت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جب یہ سرکش کسی طرح پیغام الٰہی کو قبول نہیں کرتے ہیں اور سیدھے راستے پر نہیں آتے ہیں تو پھر تم ان کی فکر نہ کرو اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو کہ کھائیں پئیں دنیا کے مزے لوٹیں اور باطل خواہشات اور آرزوؤں پر پھولے رہیں لیکن عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ ان کو معلوم ہو جائے گا کہ دھوکے میں پڑے ہوئے تھے۔

(۳) سرکشوں اور نافرمانوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ اگر سزا میں تاخیر ہو رہی ہے تو ان کو مغرور نہیں ہونا چاہئے۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہر قوم کی تباہی کا ایک وقت مقرر ہے مقررہ وقت میں ایک پل برابر بھی آگے یا پیچھے نہیں ہو سکتا۔ گزشتہ قوموں کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ وہ سرکشی اور نافرمانی کرتی رہیں یہاں تک کہ جب مقررہ وقت آ پہنچا تو تباہ کر دی گئیں چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ لوط والوں کے ساتھ یہی ہوا۔

(۴) جو لوگ آنحضرت کی رسالت کا انکار کرتے تھے اور گواہی کے لئے قرآن مجید کے ساتھ فرشتوں کے اترنے کا مطالبہ کرتے تھے ان کے جواب میں فرمایا کہ قرآن مجید کے ساتھ فرشتوں کا اترنا بہت آسان ہے لیکن وہ یاد رکھیں کہ اگر اس طرح سے فرشتے آئیں اور یہ لوگ اس وقت بھی ایمان نہ لائیں اور یقینی ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے تو پھر عذاب الٰہی نازل ہو جائے گا اور ان کو بالکل مہلت نہ دی جائے گی۔

پھر قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے فرمایا کہ قرآن مجید کو جو سراپا نصیحت ہے ہم ہی نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

واضح ہو کہ اس آیت میں قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے کے ثبوت میں اس بات کو پیش کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے اور قیامت تک یہ اپنی اصلی حالت میں باقی رہے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کو نازل ہوئے تیرہ سو برس سے زائد ہو چکے ہیں آج ہم اس دعوے کی صداقت کو جس طرح جانچ سکتے ہیں پچھلی آسمانی کتابوں تورات اور انجیل وغیرہ میں سے کوئی کتاب بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ وہ اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہے۔ ساری الہامی کتابوں میں صرف قرآن مجید ہی ہے جو بلا خوف تردید یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ بعینہ اسی حالت میں باقی ہے جس حالت میں آنحضرت پر نازل ہوا تھا۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ قرآن مجید کے دشمنوں کو بھی اس کی تاریخی صحت کا اعتراف ہے چنانچہ مشہور انگریز پادری میور لکھتا ہے: جہاں تک ہماری معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو قرآن کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو۔ نزول قرآن کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ آنحضرت ہی کے زمانے سے سینکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں حضرات اس کی حفاظت و نگہداشت کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔ کاتبوں نے اس کے رسم الخط کی، قاریوں نے تلفظ اور طرز ادا کی اور حافظوں نے

(بقیہ تفسیر صفحہ ۴۶۹) الفاظ اور عبارت کی ایسی حفاظت کی نزول کے وقت سے آج تک ایک شوشہ بھی نہیں بدل سکا۔ یہ قرآن مجید کی صداقت اور اس کے آخری الہامی کتاب ہونے کی تاریخی دلیل ہے۔

رَسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۱﴾ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ

کوئی پیغمبر آیا ہو اور لوگوں نے اس کی ہنسی نہ اڑائی ہو۔ اسی طرح ہم مجرموں کے دلوں میں

فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ

کلام حق کی مخالفت بٹھا دیتے ہیں۔ یہ لوگ قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے اور جو لوگ اس سے پہلے گزر چکے ہیں

سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ

ان کا بھی ایسا ہی طریقہ رہ چکا ہے (۱) اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں

فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ

اور یہ دن کے وقت اس میں چڑھنے بھی لگیں (جب بھی یہی کہیں گے کہ) ہماری نظر بندی

اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ

کردی گئی ہے بلکہ ہم پر جادو کردیا گیا ہے (۲) اور (دیکھو!)

جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَ

ہم نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے اس کو آراستہ کردیا (۳) اور

حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ

ہم نے اس کو ہر شیطان مردود سے محفوظ کردیا ہاں جو چوری سے

السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا

سن بھاگے تو چمکتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے لپکتا ہے (۴) اور (دیکھو!) ہم نے زمین کو پھیلا دیا

وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

اور اس پر پہاڑ رکھ دیئے اور اس میں ہر چیز اندازہ سے

مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ

اگائی اور ہم نے تمہارے لئے اور ان لوگوں کے لئے جن کو تم روزی

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) آنحضرتؐ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپؐ ان لوگوں کے مذاق اڑانے کی پرواہ نہ کیجئے اور اپنا کام کرتے رہیئے۔ ہمیشہ رسولوں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ جو لوگ سرکشی اور نافرمانی کا جرم کرتے رہتے ہیں، ان کے دل سخت اور زنگ آلود ہو جاتے ہیں، ان میں حق کی مخالفت بیٹھ جاتی ہے، پیغمبر اور وحی الٰہی کا مذاق اڑانا ان کو اچھا معلوم ہوتا ہے اور وہ ایمان نہیں لاتے۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ہوتا یہ رہا ہے کہ مغرور اور سرکش لوگ ہلاک ہوئے اور ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں اور ایمان والوں کی مدد فرمائی اور ان کو کامیابی سے سرفراز فرمایا۔

(۲) یعنی ان لوگوں کے غرور اور عناد کا یہ حال ہے کہ فرشتوں کا قرآن مجید کے ساتھ آنا تو الگ رہا، اگر اللہ تعالیٰ آسمان میں دروازہ کھول دے اور یہ لوگ دن دہاڑے آسمان پر چڑھ جائیں اور وہاں عجائبات قدرت دیکھیں، تب بھی ایمان نہیں لائیں گے اور طرح طرح کے حیلے بہانے کریں گے اور کہیں گے کہ ہماری نظر بندی کردی گئی ہے یا ہم پر جادو کردیا گیا ہے جس کی وجہ سے ہم کو ایسا معلوم ہو رہا ہے، ورنہ حقیقت میں ہم آسمان پر نہیں چڑھے ہیں۔

ع ۱

(۳) اوپر کی آیتوں میں آنحضرتؐ کی رسالت کا ذکر تھا۔ اب ان چند آیتوں میں آسمان اور زمین کے عجائبات کا ذکر فرمایا، تاکہ ان چیزوں کی بناوٹ پر غور کرنے سے توحید کا عقیدہ لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جائے۔

پہلے آسمان کے عجائبات کا ذکر فرمایا کہ دیکھو: آسمان کی سادہ اور بے رنگ فضا روشن ستاروں کے ذریعہ کس طرح خوش نما بنادی گئی ہے جس سے دیکھنے والوں کی آنکھوں میں نور اور دلوں میں سرور ہوتا ہے۔ کیا یہ سب کچھ ایسی ہستی کی کاریگری نہیں ہے جو بڑی قدرت و حکمت والی ہے اور جس نے چاہا کہ کائنات میں ہر طرف حسن و جمال کا فیض عام ہو۔

(۴) یعنی شیاطین آسمانوں پر نہیں جا سکتے اور نہ وہاں کے حالات اور خبریں معلوم کرسکتے ہیں اور جو کوئی چھپ کر سننے کے لئے جاتا ہے تو فوراً شہاب مبین یعنی چمکتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے لگتا ہے اور اس کو ہلاک کردیتا ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلے شیاطین آسمانوں پر جایا کرتے تھے اور وہاں کی خبریں کاہنوں سے بیان کردیتے تھے۔ مگر حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے بعد سے صرف چوتھے آسمان تک جانے پاتے تھے۔ اور جب آنحضرتؐ دنیا میں تشریف لائے تو شیاطین کی آمد و رفت بالکل بند کردی گئی۔

لَسۡتُمۡ لَهٗ بِرٰزِقِيۡنَ ۝۲۰ وَاِنۡ مِّنۡ شَيۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا

ہیں دیتے اس میں معیشت کا سامان مہیا کر دیا (۱) اور (دیکھو!) کوئی چیز ایسی نہیں کہ اس کے خزانے

خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ ۝۲۱ وَاَرۡسَلۡنَا

ہمارے پاس نہ ہوں اور ہم ہر چیز کو ایک مقررہ انداز کے مطابق اتارتے ہیں (۲) اور ہم ہی ہوائیں

الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسۡقَيۡنٰكُمُوۡهُ ۚ

چلاتے ہیں جو پانی سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اور ہم ہی آسمان سے پانی برساتے ہیں پھر وہ پانی تم کو پلاتے ہیں

وَمَاۤ اَنۡتُمۡ لَهٗ بِخٰزِنِيۡنَ ۝۲۲ وَاِنَّا لَنَحۡنُ نُحۡیٖ وَ

اور تم اس کا خزانہ نہیں رکھتے (۳) اور ہم ہی جلاتے اور

نُمِيۡتُ وَنَحۡنُ الۡوٰرِثُوۡنَ ۝۲۳ وَلَقَدۡ عَلِمۡنَا

مارتے ہیں اور ہم ہی سب کے وارث (اور مالک) ہیں اور جو لوگ تم سے پہلے

الۡمُسۡتَقۡدِمِيۡنَ مِنۡكُمۡ وَلَقَدۡ عَلِمۡنَا الۡمُسۡتَاۡخِرِيۡنَ ۝۲۴

گزر چکے ہیں ہم کو معلوم ہیں اور جو تمہارے پیچھے آنے والے ہیں ان کو بھی ہم جانتے ہیں

وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحۡشُرُهُمۡ‌ ؕ اِنَّهٗ حَكِيۡمٌ عَلِيۡمٌ ۝۲۵ ع وَلَقَدۡ

اور اے پیغمبر! تمہارا پروردگار ہے جو ان سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا بیشک وہ حکمت والا (اور) علم والا ہے (۴) اور ہم نے

خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ۝۲۶ ۚ

انسان کو کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا جو سڑے ہوئے گارے سے تیار ہوئی تھی

وَالۡجَآنَّ خَلَقۡنٰهُ مِنۡ قَبۡلُ مِنۡ نَّارِ السَّمُوۡمِ ۝۲۷ وَاِذۡ

اور جنوں کو اس سے پہلے لو کی آگ سے پیدا کیا (۵) اور جب

قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ

تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں کھنکھناتی ہوئی مٹی سے

(۱) زمین گیند کی طرح گول ہے لیکن حکمتِ الٰہی نے اس کو اس طرح بنایا ہے کہ فرش کی طرح بچھی ہوئی معلوم ہوتی ہے جس پر زندگی کا کاروبار آسان ہو گیا ہے۔ زمین کی پیٹھ پر اونچے اونچے پہاڑ کھڑے کر دیئے ہیں جن سے طرح طرح کے فائدے ہیں۔ زمین اور پہاڑوں میں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز ایک خاص انداز ے اور تناسب کے ساتھ پیدا فرمائی ہے۔ ہزاروں اقسام کی جڑی بوٹیاں ہیں، پھل پھول ہیں، ہیرے جواہرات اور دوسری معدنیات ہیں، لیکن ان میں سے ہر چیز اپنی شکل، رنگ، خوشبو، مزہ وغیرہ خاصیتوں کے لحاظ سے ایک خاص اندازہ پر اور کانٹے کی تول ہے۔ پھر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں انسانوں اور دیگر جانوروں کی زندگی بسر کرنے کا سامان کس افراط سے پیدا کیا ہے۔ غفلت کا مارا انسان اس پر غور نہیں کرتا کہ یہ بات اس کے اختیار میں کہاں ہے کہ اپنے اور دیگر جانوروں کے لئے زندگی گزارنے کا یہ سارا سامان مہیا کر سکے۔

(۲) نادان انسان کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بس اتنا ہی تھا جتنا کہ پیدا کیا ہے۔ ہرگز نہیں، بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ اس کے پاس ہر چیز کے خزانے بھرے ہوئے ہیں جو کبھی ختم ہی نہیں ہوں گے۔ لیکن اس کے علم میں ہر چیز کا ایک اندازہ ٹھہرا ہوا ہے جس کے موافق اس کی نعمتیں تقسیم ہوتی ہیں۔

(۳) بارش کے انتظام پر غور کرو کہ کیسا عجیب و غریب ہے۔ سمندر سے بھاپ اٹھتی ہے جو پانی کے ذروں سے بوجھل ہو کر بلندی کی طرف چڑھ جاتی ہے۔ پھر بلندی میں ابر کی چادریں بنتی ہیں اور فضا میں پھیل جاتی ہیں۔ پھر وہی چادریں بارش کے قطرے بن بن کر گرنے لگتی ہیں اور زمین کے ایک ایک ذرے کو شاداب کر دیتی ہیں۔ غفلت کا مارا انسان اس نعمت کی قدر نہیں کرتا اور [illegible] غور نہیں کرتا کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت و حکمت سے ایسا انتظام نہ فرمائے تو اس کے پاس کوئی خزانہ کہاں ہے جس سے وہ پانی حاصل کر سکے۔

ع ۲ / ۱۰

(۴) وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو مارتا ہے اور جلاتا ہے۔ ساری کائنات فنا ہو جائے گی، بس وہی اکیلا اپنی صفاتِ کاملہ کے ساتھ ہمیشہ باقی رہے گا۔ اس کا علم بہت وسیع ہے، وہ اگلوں کو بھی جانتا ہے اور پچھلوں کو بھی جانتا ہے۔ یاد رکھو کہ ایک دن ایسا ضرور آنے والا ہے کہ تمہارا پروردگار اعمال کے بدلے کے لئے سارے انسانوں کو اپنے حضور میں جمع کرے گا۔ وہ حکیم و علیم ہے۔ اس کی حکمت نے انسان کے عمل کے لئے بدلا اور نتیجہ ٹھہرا دیا ہے اور انسان کا کوئی عمل اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔

(۵) اس رکوع میں انسان [illegible] اس طرح توحید کے عقیدے کو قبول کرنے کے لئے اس کو ترغیب دی ہے۔ اس آیت میں انسانوں کے باپ آدم [illegible] سخت کشمکش ہے۔

صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ

جو سڑے ہوئے گارے سے تیار ہوئی ہے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں جب میں اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں

فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ

اپنی روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا تو جتنے فرشتے تھے

كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ

سب نے آدم کو سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ اس نے اس بات سے انکار کیا کہ سجدہ کرنے والوں کے

السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ

ساتھ شامل ہو اللہ نے فرمایا اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ سجدہ کرنے والوں میں

السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ

شامل نہ ہوا اس نے کہا کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ایسے بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے کھنکھناتی

مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا

ہوئی مٹی سے بنایا جو سڑے ہوئے گارے سے تیار ہوئی ہے (۱) اللہ نے فرمایا! یہاں سے نکل جا

فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ

کیونکہ تو مردود ہے اور بلاشبہ تجھ پر قیامت تک لعنت

الدِّيْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾

ہے (ابلیس نے) کہا پروردگار! مجھے اس دن تک مہلت دے جب لوگ (مرنے کے بعد) زندہ کیے جائیں گے

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ

اللہ نے فرمایا کہ اچھا تجھے وقت مقررہ (یعنی قیامت) کے دن تک مہلت

الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ

دی جاتی ہے (ابلیس نے) کہا کہ پروردگار! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے تو میں بھی زمین میں

(۱) مفسرین نے لکھا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مٹی کو پانی سے گوندھ کر سڑایا گیا اور خمیر اٹھایا گیا، پھر اس سے آدم کا پتلا بنایا گیا۔ پھر جب خشک ہو کر اور پک کر کھن کھن بجنے لگا اور چند تغیرات کے بعد ایک خاص حالت پر پہنچا تو اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح پھونکی جس سے آدم علیہ السلام کی فضیلت فرشتوں پر اور ساری مخلوق پر ثابت ہو گئی۔ تب فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ فرشتے اشارہ خداوندی کو سمجھ گئے اور انھوں نے آدم علیہ السلام کو سجدۂ تعظیمی کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی اور آدم علیہ السلام کی فضیلت کا اعتراف کیا لیکن ابلیس جو جنوں میں سے تھا، اس نے حکم الٰہی کی تعمیل سے انکار کر دیا۔ وہ حضرت آدمؑ کی حقیقت کو نہ سمجھا اور تکبر کے ساتھ کہنے لگا کہ "میں اس خاک کے پتلے کو ہرگز سجدہ کرنے والا نہیں۔"

فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٩﴾ إِلَّا عِبَادَكَ
لوگوں کے لئے (گناہوں کو) آراستہ کر دکھاؤں گا اور سب کو بہکاؤں گا مگر جو ان میں سے تیرے

مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ﴿٤١﴾
برگزیدہ بندے ہیں (انہیں نہ بہکا سکوں گا) (۱) اللہ نے فرمایا کہ مجھ تک (پہنچنے کا) یہی سیدھا راستہ ہے

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ
(اور فرمایا کہ) واقعی میرے ان بندوں پر تیرا ذرا بھی زور نہ چلے گا صرف انہی پر چلے گا

اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿٤٢﴾ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ
جو گمراہ ہو کر تیرے پیچھے چل پڑیں گے اور ان سب کے لئے جہنم کے عذاب کا

أَجْمَعِينَ ﴿٤٣﴾ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ
وعدہ ہے اس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے سے داخل ہونے کیلئے ان لوگوں

جُزْءٌ مَقْسُومٌ ﴿٤٤﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٤٥﴾
کے الگ الگ گروہ مقرر ہیں (۲) بیشک متقی انسان (اس دن) باغوں اور چشموں (کے عیش و آرام) میں ہوں گے

ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ ﴿٤٦﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ
(ان سے کہا جائے گا کہ) امن و سلامتی کے ساتھ ان باغوں میں داخل ہو جاؤ اور ان کے دلوں میں جو کچھ باہمی رنجشیں ہوں گی ہم ان کو دور

مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ ﴿٤٧﴾ لَا يَمَسُّهُمْ
کر دیں گے (گویا) بھائی بھائی ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوئے ہیں نہ ان کو وہاں کوئی

فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ ﴿٤٨﴾ نَبِّئْ عِبَادِي
تکلیف ہوگی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے (۳) (اے پیغمبر) تم میرے بندوں

أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٤٩﴾ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ
کو آگاہ کر دو کہ میں بڑا بخشنے والا اور مہربان ہوں اور یہ کہ میرا عذاب بھی دردناک

(۱) جب ابلیس نے حکم خداوندی کی تعمیل سے انکار کیا اور بارگاہ الٰہی سے اس کو حکم ہوا کہ یہاں سے (یعنی جنت سے یا آسمان سے) نکل جا اور یہ کہ قیامت تک ہر طرف سے تجھ پر پھٹکار پڑتی رہے گی تو اس نے طویل مہلت کی درخواست کی۔ پھر جب شیطان نے قیامت کے قریب تک رہنے کی خوشخبری سنی تو اس نے نہایت گستاخی سے اللہ تعالیٰ پر گمراہ کرنے کا الزام دھرا اور عرض کیا کہ پروردگار! چونکہ تو نے آدم کی وجہ سے مجھے گمراہ کیا ہے اس لئے میں بھی اولاد آدم کے لئے نظر فریبی اور دلکشی کے سامان فراہم کر کے سب کو خوب بہکاؤں گا۔ اُمید ہے کہ بہت سے میرے جال میں پھنس جائیں گے، البتہ تیرے برگزیدہ بندے میرے قبضے میں نہیں آئیں گے۔

(۲) اس پر بارگاہ خداوندی سے ارشاد ہوا کہ بیشک اخلاص اور بندگی کا راستہ ہی صاف اور سیدھا راستہ ہے جو مجھ تک پہنچتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے مخلص بندوں پر تیرا کچھ بس نہیں چل سکتا۔ البتہ جو لوگ تیرے بہکانے میں آ کر تیرے نقش قدم پر چلیں گے، ان کا ٹھکانا دوزخ ہے
ع ١٩ ٣
جس کے سات دروازے یا سات درجے ہیں جن میں سے ہر ایک کے لئے نافرمانوں کی ایک ایک جماعت مقرر ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے وہ برگزیدہ بندے جو شیطان کے بہکانے میں نہیں آتے بلکہ خواہشات نفسانی پر غالب آ کر کفر و شرک اور دوسرے گناہوں سے بچتے ہیں اور نیک اعمال میں لگے رہتے ہیں، ان کا بدلا یہ ہوگا کہ وہ بہشت کے باغوں میں امن چین اور بے فکری کے ساتھ رہیں گے۔ اگر دنیوی معاملات کی وجہ سے نیک لوگوں کے دلوں میں کچھ رنجشیں رہی ہوں گی تو وہ دور کر دی جائیں گی اور وہ ایک دوسرے کے مقابل آراستہ تختوں پر بیٹھے ہوئے بھائیوں کی طرح صاف دلی کے ساتھ ملیں گے اور باتیں کریں گے، وہاں ان کو کسی طرح کی جسمانی اور روحانی تکلیف نہ ہوگی اور نہ وہاں سے نکلنے کا ڈر ہوگا۔

الْاَلِیْمُ ﴿۵۰﴾ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ ﴿۵۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا

عذاب ہے (۱) اور (اے پیغمبر) ان کو ابراہیم کے مہمانوں کا قصہ سنا دو جب وہ مہمان ابراہیم کے

عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا

پاس آئے تو انھوں نے ابراہیم کو سلام کیا ابراہیم نے کہا کہ ہم کو تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے مہمانوں نے کہا کہ

لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ

ڈرو نہیں ہم تم کو ایک لڑکے کی پیدائش کی خوشخبری سناتے ہیں جو عالم ہوگا ابراہیم نے کہا کیا تم مجھ کو اس حالت میں

عَلٰۤى اَنْ مَّسَّنِیَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾ قَالُوْا

لڑکے کی خوشخبری سناتے ہو جبکہ مجھ پر بڑھاپا آگیا ہے اب کاہے کی خوشخبری دیتے ہو! انھوں نے کہا

بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِیْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَمَنْ

ہم آپ کو سچی خوشخبری دیتے ہیں آپ نا امید نہ ہوں ابراہیم نے کہا میں کیوں

یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾ قَالَ فَمَا

مایوس ہونے لگا اپنے پروردگار کی رحمت سے مایوس ہونا تو گمراہوں کا کام ہے (۲) ابراہیم نے کہا کہ فرشتو!

خَطْبُكُمْ اَیُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ

یہ تو بتاؤ کہ تم جو بھیجے ہوئے آئے ہو تو تمھیں اور کیا کام ہے انھوں نے کہا کہ ہم ایک گنہگار قوم کی طرف

اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ

بھیجے گئے ہیں (کہ انھیں ہلاک کریں) مگر لوط کا خاندان کہ اس کے تمام افراد کو

اَجْمَعِیْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَاۤ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۶۰﴾

ہم بچا لیں گے سوائے ان کی بیوی کے کہ اس کی نسبت ہم نے تجویز کر رکھا ہے کہ وہ ضرور (عذاب کے مقام میں) رہ جانے والوں کا ساتھ دیگی (۳)

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۨالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ

پھر جب وہ فرشتے لوط کے خاندان کے پاس پہنچے تو لوط نے کہا کہ تم لوگ اجنبی

(۱) اوپر کی آیتوں میں انسان اور شیطان کی کشمکش کا ذکر کیا اور دوزخ اور جنت کا نقشہ کھینچا اب اس آیت میں توجہ دلاتا ہے کہ لوگوں کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات رحمت اور غضب دونوں کو پیش نظر رکھیں، پوری کوشش کرکے نیکی کے راستے پر گامزن رہیں اور کمزوریوں پر مایوس نہ ہوں، بلکہ اس کی رحمت سے بخشش کی امید رکھیں۔ البتہ سرکشی اور گستاخی سے بچیں اور اس کے سخت عذاب سے ڈرتے رہیں۔

(۲) اوپر کی آیت کی مناسبت سے ان آیتوں میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کے واقعات بیان کئے ہیں تاکہ لوگ ان سے سبق سیکھیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار رہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہیں۔

حضرت ابراہیمؑ اور ان کی بیوی حضرت سارہ دونوں بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی جب فرشتے مہمانوں کی شکل میں ان کے پاس آئے اور انھوں نے ان کو ایک عالم فاضل اور برگزیدہ فرزند کی خوش خبری دی تو ظاہری اسباب کے پیش نظر حضرت ابراہیمؑ نے تعجب کیا اور خوش خبری کو دوبارہ سننے کے لئے سوال کیا۔ فرشتوں نے زور دیتے ہوئے کہا کہ یہ خوش خبری بالکل سچی ہے اور آپ مایوس نہ ہوں۔ یہ سنتے ہی حضرت ابراہیمؑ نے اپنے پیغمبرانہ ایمان کا یوں اظہار کیا کہ "ظاہری اسباب کے لحاظ سے تھوڑا سا تعجب ہے۔ ورنہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی رحمت سے ہرگز مایوس نہیں ہوں"۔

ع ۱۶

(۳) حضرت ابراہیمؑ کے دریافت کرنے پر فرشتوں نے بیان کیا کہ وہ ایک مجرم قوم یعنی قوم لوطؑ پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ حضرت لوطؑ اور ان کا خاندان محفوظ رہے گا، لیکن اس میں سے بھی ان کی بیوی نہ بچ سکے گی بلکہ تباہ ہونے والوں کے ساتھ تباہ ہو جائے گی۔

مُنكَرُونَ ﴿٦٢﴾ قَالُوا بَلْ جِئْنَاكَ بِمَا كَانُوا فِيهِ

معلوم ہوتے ہو انھوں نے کہا (کہ نہیں) بلکہ ہم آپکے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ

يَمْتَرُونَ ﴿٦٣﴾ وَأَتَيْنَاكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿٦٤﴾

شک کرتے ہیں اور ہم آپ کے پاس یقینی بات (کی خبر) لے کر آئے ہیں اور ہم بالکل سچے ہیں (۱)

فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَاتَّبِعْ أَدْبَارَهُمْ وَلَا

لہٰذا آپ کچھ رات رہے اپنے گھر والوں کو لے کر چلے جائیے اور آپ سب کے پیچھے چلئے اور اس

يَلْتَفِتْ مِنكُمْ أَحَدٌ وَامْضُوا حَيْثُ تُؤْمَرُونَ ﴿٦٥﴾

بات کا خیال رکھئے کہ کوئی مڑ کر نہ دیکھے اور جس جگہ آپ کو جانے کا حکم دیا گیا ہے وہاں چلے جائیے

وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذَٰلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَ هَٰؤُلَاءِ

اور ہم نے لوطؑ کو اس فیصلے سے واقف کر دیا تھا کہ صبح ہوتے ہوتے ان لوگوں

مَقْطُوعٌ مُّصْبِحِينَ ﴿٦٦﴾ وَجَاءَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ

کی جڑ کاٹ دی جائے گی (۲) اور شہر کے لوگ مہمانوں کی خبر سن کر خوشیاں مناتے

يَسْتَبْشِرُونَ ﴿٦٧﴾ قَالَ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُونِ ﴿٦٨﴾

ہوئے لوطؑ کے پاس پہنچے لوطؑ نے کہا کہ یہ میرے مہمان ہیں ان کے بارے میں میری فضیحت نہ کرو

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ ﴿٦٩﴾ قَالُوا أَوَلَمْ نَنْهَكَ

اور اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو انھوں نے کہا کیا ہم نے تم کو دنیا بھر کے لوگوں (کی

عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿٧٠﴾ قَالَ هَٰؤُلَاءِ بَنَاتِي إِن كُنتُمْ

طرفداری) سے منع نہیں کیا تھا لوطؑ نے کہا کہ اگر تم کو کرنا ہی ہے تو یہ میری بیٹیاں موجود ہیں

فَاعِلِينَ ﴿٧١﴾ لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿٧٢﴾

(ان سے نکاح کر لو (۳) (اے محمدؐ) تمھاری جان کی قسم وہ اپنی بدمستی میں کھوئے ہوئے تھے (۴)

(۱) پھر جب وہ فرشتے انسانوں کی شکل میں حضرت لوطؑ کے پاس پہنچے تو انھوں نے فرمایا کہ تم لوگ کچھ اجنبی معلوم ہوتے ہو، کون ہو، کہاں سے آئے ہو اور کیا کام ہے؟ ان لوگوں نے ظاہر کیا کہ وہ فرشتے ہیں اور اس بستی والوں پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں جس کے بارے میں وہ شک کیا کرتے تھے اور جس کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

(۲) پھر حکم الٰہی کے مطابق فرشتوں نے حضرت لوطؑ کو ہدایت کی، آپ اپنے خاندان کو لے کر تھوڑی رات رہے بستی سے نکل جائے۔ آپ سب کے پیچھے رہئے اور دیکھئے کہ آپ کی بیوی کے علاوہ خاندان کا اور کوئی فرد چھوٹ نہ جائے اور نہ کوئی مڑ کر پیچھے دیکھے۔ جو مقام بتا دیا گیا ہے، آپ سب لوگ سیدھے وہیں چلے جائیے۔

فرشتوں نے حضرت لوطؑ کو بستی چھوڑنے کا مشورہ اس لئے دیا تھا کہ اللہ تعالےٰ کا فیصلہ ہو چکا تھا کہ صبح ہوتے ہوتے اس قوم کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔

(۳) جب بدمعاشوں کو خبر لگی تو دوڑتے ہوئے اور خوشیاں مناتے ہوئے حضرت لوطؑ کے مکان پر حملہ آور ہوئے۔ حضرت لوطؑ نے ان کو سمجھایا اور عاجزی سے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں اور مہمانوں کے ساتھ کسی طرح کی بدسلوکی کرنا بہت ہی نامناسب بات ہے۔ پھر یہ کہ اس کام میں اللہ تعالےٰ کی نافرمانی بھی ہے۔ خدا کے لئے اس حرکت سے باز آؤ اور مہمانوں کے آگے مجھے رسوا مت کرو۔ دیکھو! بستی میں بہت سی لڑکیاں ہیں، خود میری لڑکیاں ہیں، اور دوسرے لوگوں کی لڑکیاں ہیں۔ ان سے نکاح کر کے اپنی خواہش پوری کرو۔

اس پر بدمعاشوں نے حضرت لوطؑ کو بڑی گستاخی سے جواب دیا کہ ہم نے پہلے ہی آپ کو آگاہ کر دیا تھا کہ مہمانوں کو مت ٹھہرایا کیجئے۔ آخر آپ نے ساری دنیا کے لوگوں کی ذمہ داری اپنے سر کیوں لے رکھی ہے؟ اب اسی میں خیر ہے کہ مہمانوں کو ہمارے حوالہ کر دیجئے۔

(۴) قاضی عیاضؒ نے لکھا ہے کہ صحابہ، تابعین، ائمہ اور علماء کا اجماع ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے حیاتِ محمدؐ کی قسم کھائی ہے۔ اور ابن جوزی نے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ ذاتِ محمدیؐ سے زیادہ اشرف واکرم اللہ تعالےٰ نے کسی اور کو نہیں پیدا کیا۔ میں نے نہیں سنا کہ سوائے آپ کے اللہ تعالےٰ نے کسی اور کی زندگی کی قسم کھائی ہو۔

فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ ﴿٧٣﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا

آخر کار سورج نکلتے نکلتے ایک ہولناک آواز نے ان کو پکڑ لیا پس ہم نے اس بستی کو (الٹ کر)

سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ ﴿٧٤﴾

نیچے اوپر کر دیا اور ان پر کنکریلے پتھروں کی بارش برسائی

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ﴿٧٥﴾ وَإِنَّهَا

بلاشبہ اس واقعہ میں فراست رکھنے والوں کے لئے کئی نشانیاں ہیں اور قوم لوط کی

لَبِسَبِيلٍ مُّقِيمٍ ﴿٧٦﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾

بستی شاہراہ عام پر واقع ہے بلاشبہ اس بستی کی حالت میں ایمان رکھنے والوں کے لئے بڑی نشانی ہے (۱)

وَإِن كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ لَظَالِمِينَ ﴿٧٨﴾ فَانتَقَمْنَا

اور بلاشبہ بن کے رہنے والے بڑے ظالم تھے تو ان سے بھی ہم نے

مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿٧٩﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ

(نافرمانی کا) بدلا لیا اور یہ دونوں بستیاں کھلے راستہ پر (اب تک موجود) ہیں (۲) اور (اسی طرح وادی)

أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ﴿٨٠﴾ وَآتَيْنَاهُمْ آيَاتِنَا

حجر کے رہنے والوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا اور باوجودیکہ ہم نے ان کو اپنی نشانیاں

فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٨١﴾ وَكَانُوا يَنْحِتُونَ

دیں مگر پھر بھی وہ ان سے روگردانی ہی کرتے رہے اور وہ پہاڑوں کو تراش تراش کر

مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا آمِنِينَ ﴿٨٢﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ

گھر بناتے تھے تاکہ امن و اطمینان سے رہیں مگر صبح ہوتے ہوتے ایک ہولناک

مُصْبِحِينَ ﴿٨٣﴾ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٤﴾

چیخ نے ان کو آ پکڑا اور اپنی حفاظت کی جو تدبیریں کرتے تھے وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئیں (۳)

(۱) لکھا ہے کہ جب قوم لوطؑ کی سرکشی اور بدعملی حد کو پہنچ گئی تو ان پر عذاب نازل ہوا۔ سورج نکلتے وقت ایک سخت آواز آئی جس کی ہیبت سے لوگ مر گئے پھر حضرت جبرئیلؑ نے بستی کو اٹھا کر الٹ دیا اور مٹی کے پکے ہوئے پتھر برسائے۔

قوم لوط کی تباہی کی داستان میں ان لوگوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں جو زندگی کے واقعات پر غور کرتے ہیں اور ان کو سمجھتے ہیں۔ وہ معلوم کر سکتے ہیں کہ سرکشی اور بدعملی کا کیا نتیجہ ہوتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کتنی بڑی قدرت والا ہے۔

پھر دیکھو کہ اس قوم کی بستیاں ایک شاہراہ پر واقع ہیں جن پر آئے دن قافلے گزرتے رہتے ہیں۔ ہر شخص کو ان سے نصیحت حاصل کرنی چاہیئے۔ لیکن ایمان والے ہی ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ دوسرے لوگ تو غفلت میں سرشار ہیں اور ان بستیوں سے یوں ہی گزر جاتے ہیں۔

(۲) اس آیت میں حضرت شعیبؑ کی قوم یعنی مدین والوں کی سرکشی اور اس کے انجام کی طرف اشارہ کیا ہے۔ 'أَيْكَة' بن یعنی گھنے جنگل کو کہتے ہیں۔ شہر مدین کے پاس ایک بن تھا اس لئے مدین والوں کو 'أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ' فرمایا۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ 'أَيْكَة' ایک الگ بستی تھی اور حضرت شعیبؑ مدین اور ایکہ دونوں بستیوں والوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ (سورۂ اعراف کے گیارہویں رکوع میں یہ واقعہ تفصیل سے گزر چکا ہے)۔

(۳) اصحاب حجر سے قوم ثمود مراد ہے جو حجر اور وادی القریٰ میں سکونت رکھتی تھی۔ علامہ ابن جریر نے لکھا ہے کہ مدینہ سے شام کو جاتے ہوئے مسافروں کے قافلے اس علاقہ سے گزرتے ہیں جہاں قوم ثمود رہتی تھی۔ یہ لوگ سنگ تراشی میں بڑے ماہر تھے اور پہاڑوں کو تراش کر بڑے بڑے مضبوط مکانات بناتے تھے جن میں عیش و آرام سے زندگی بسر کرتے تھے۔

اس قوم کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالحؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا جنھوں نے کئی روشن نشانیاں اور خاص کر اونٹنی کا معجزہ دکھایا اور لوگوں کو حق و صداقت کا راستہ بتایا۔ چند لوگوں کے سوا باقی سارے بستی والوں نے حضرت صالحؑ کو جھٹلایا جن کا جھٹلانا سارے پیغمبروں کا جھٹلانا تھا۔ جب لوگوں کی سرکشی اور نافرمانی حد سے بڑھ گئی تو ان پر عذاب نازل ہوا۔ صبح ہوتے ہوتے زمین میں سخت زلزلہ آیا اور آسمان سے ہولناک آواز آئی جس سے سارے سرکش اور مغرور لوگ مر گئے اور اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ ان کے مکانات جو پہاڑی قلعوں جیسے تھے اور ان کے علاوہ دوسری چیزیں جن پر ان کو گھمنڈ تھا یہ سب ان کے کچھ کام نہ آئیں اور عذاب الٰہی کو ان سے نہ ٹال سکیں۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا
اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے کسی مصلحت ہی سے

بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ
بنایا ہے اور بلاشبہ قیامت ضرور آنے والی ہے تو (تم ان لوگوں سے) خوبی کے ساتھ

الْجَمِيْلَ ﴿٨٥﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿٨٦﴾ وَلَقَدْ
درگزر کرو بیشک تمہارا پروردگار ہی سب کا پیدا کرنے والا اور جاننے والا ہے (۱) اور (اے پیغمبر!)

اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿٨٧﴾
ہم نے تم کو سات آیتیں جو نماز میں دہرا کر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم عطا فرمایا ہے

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ
اور تم اپنی آنکھ اٹھا کر بھی (ان چیزوں کی طرف رغبت سے) نہ دیکھو جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو برتنے کیلئے دیں

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾
ہیں اور (ان کی بدراہی کو دیکھ کر) ان پر غم نہ کرو اور مسلمانوں کے ساتھ تواضع کے ساتھ پیش آؤ

وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿٨٩﴾ كَمَآ اَنْزَلْنَا
اور (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ میں (تو بدعملی کے نتائج سے) علانیہ خبردار کرنے والا ہوں (۲) (اے پیغمبر! ہم ان کا فروں پر اسی طرح

عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿٩٠﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿٩١﴾
عذاب نازل کریں گے) جس طرح ہم نے حصے کرنے والوں پر عذاب نازل کیا جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا (۳)

فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٩٢﴾ عَمَّا كَانُوْا
تو تمہارے پروردگار کی قسم! ہم ان سب سے اعمال کی بازپرس کریں گے جو وہ

يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ
کرتے تھے پس جو حکم تم کو ملا ہے وہ (لوگوں کو) سنادو اور مشرکوں کی

(۱) گزشتہ زمانے کی چند سرکش قوموں کا انجام بیان کر کے سورۃ کے خاتمہ پر کلام کا رُخ آنحضرتؐ اور آپؐ کی قوم کی طرف پھیر دیا ہے جس میں آپ کو تسلی اور مکہ والوں کی عبرت کا سامان ہے۔

چنانچہ فرمایا کہ دیکھو! یہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے، یہ سب کچھ ہم نے بغیر مقصد اور مصلحت کے نہیں پیدا کیا ہے۔ یاد رکھو کہ کائنات کا پیدا کرنا کوئی بے نتیجہ کام نہیں ہے، اسی سے سمجھو کہ انسانوں کے اعمال بھی بے مقصد اور بے نتیجہ نہیں ہیں پھر دیکھو کہ اس عالم میں ہر بات کا پورا پورا نتیجہ ظاہر نہیں ہوتا اس لئے نتائج کے ظہور کے لئے ایک خاص وقت مقرر کر دیا ہے جس کا آنا ضروری ہے۔

اے پیغمبر! جب تم حق کا پیغام لوگوں کو سنا چکے تو اب ان سے جھگڑنے کی ضرورت نہیں۔ بہتر ہے کہ ان کی سرکشی اور شرارت سے آزردہ خاطر نہ ہو اور حسن و خوبی کے ساتھ درگزر کرو۔ ہم تمہارے اور ان کے سب کے اعمال کو جانتے ہیں ہر ایک کو اس کے اعمال کا مناسب بدلا دیں گے۔

(۲) سبع مثانی کی تفسیر میں اکثر علماء نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ اس سے سورہ فاتحہ مراد ہے جو نماز میں بار بار دھرائی جاتی ہے اور ویسے بھی لوگ اس کو وظیفہ کے طور پر پڑھتے ہیں۔ اور اسی کو قرآن عظیم بھی فرمایا ہے، کیونکہ قرآن کے بنیادی اور اہم مطالب کا خلاصہ اس میں درج ہے۔

آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ کافروں کے طرز عمل کو نہ دیکھو کہ اس سے تم کو رنج ہوتا ہے۔ یہ دیکھو کہ ہم نے تمہارے ساتھ کس قدر لطف و عنایت کا معاملہ کیا ہے کہ تم کو سات آیتوں والی سورۃ عنایت فرمائی جو بار بار دھرائی جاتی ہے اور جس کو قرآن عظیم کہنا بھی درست ہے۔

جب خود تمہارے پاس اتنی بڑی دولت ہے تو تم کافروں کی طرف نظر اٹھا کر بھی مت دیکھو جن کو ہم نے چند روزہ عیش و عشرت کرنے کے لئے ڈھیل دے رکھی ہے اور نہ ان کے ایمان نہ لانے پر غم کرو۔ ان کے بجائے ان لوگوں کے ساتھ شفقت اور مہربانی کا برتاؤ کرو جو ایمان لاچکے ہیں اور جو تم پر جان نثار کرتے ہیں۔ البتہ تبلیغ کا فرض ادا کرنے کے لئے کافروں کے آگے اعلان کر دو کہ چاہے کوئی مانے یا نہ مانے، میں حق کا راستہ بتادیتا ہوں اور سرکشی کے انجام سے آگاہ کر دیتا ہوں۔

(۳) مقتسمین سے کون لوگ مراد ہیں؟ ابن عباسؓ مجاہد وغیرہ کی رائے ہے کہ اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں جنہوں نے قرآن مجید کے بعض حصوں کو مانا تھا اور بعض سے انکار کر دیا تھا گویا قرآن مجید کے حصے بخرے کر دیئے تھے۔ یا آیت میں قرآن سے تورات اور انجیل مراد ہیں کیونکہ اہل کتاب کے علماء نے تورات اور انجیل کے ٹکڑے کر رکھے تھے، جس حکم کو چاہتے تھے بدل ڈالتے تھے اور عوام کو الٹی سیدھی باتیں سمجھا دیتے تھے۔ بعض حضرات کے نزدیک مقتسمین سے مکہ کے مشرک مراد ہیں جو قرآن مجید کی سورتوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے ایک کہتا 'مائدہ' میں لوں گا اور 'عنکبوت' مجھے دو گا۔ دوسرا کہتا 'آل عمران' میری ہے اور 'بقرہ' تیری۔

الْمُشْرِكِينَ ﴿۹۴﴾ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ﴿۹۵﴾

پرواہ مت کرو بیشک ہم تم کو ان لوگوں (کے شر) سے بچانے کے لئے جو تم سے استہزا کرتے ہیں کافی ہیں

الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۹۶﴾

جو لوگ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود ٹھہراتے ہیں تو عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا (۱)

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ﴿۹۷﴾

اور (اے پیغمبر!) ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے تمہارا دل تنگ ہوتا ہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ

تو تم اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے رہو اور سجدہ کرنے والوں میں شامل رہو اور اپنے پروردگار کی

رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ﴿۹۹﴾

عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ تمہاری موت (کا وقت) آجائے (۲)

آیاتها ۱۲۸ — سُورَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ (۱۶) — رکوعاتها ۱۶

سورۂ نحل (۳) مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

أَتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ

اللہ کا حکم آپہنچا پس تم (اے کافرو!) اس کے لئے جلدی نہ کرو یہ لوگ جو (اللہ کا) شریک ٹھہراتے

عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۱﴾ يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ

ہیں وہ اس سے پاک اور بالاتر ہے (۴) وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے

أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنْذِرُوا

حکم سے فرشتوں کو وحی دے کر بھیجتا ہے کہ لوگوں کو اس حقیقت سے خبردار کردو

(۱) لکھا ہے کہ شروع کے تین سال تک آنحضرتؐ پوشیدہ طور پر خاص خاص لوگوں کو اسلام کی تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی جس میں حکم ہوا کہ علی الاعلان تبلیغ کرو اور مشرکوں کی مخالفت اور استہزا کی کچھ پرواہ مت کرو۔ جو لوگ تمہاری ہنسی اڑاتے ہیں اور ہمارے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں ہم ان کو دیکھ لیں گے اور تمہاری طرف سے ان سے نبٹ لیں گے یقین رکھو کہ عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ حق سے سرکشی کرنے اور اس کا مذاق اڑانے کا انجام کیسا ہوتا ہے۔

(۲) نہایت شفقت آمیز انداز میں آنحضرتؐ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم جانتے ہیں کہ لوگ جو سرکشی کرتے ہیں، تمہارا مذاق اڑاتے ہیں اور تم کو تکلیف دیتے ہیں، اس سے تم آزردہ خاطر ہوتے ہو۔ اس کا علاج یہ ہے کہ جب کوئی فکر لاحق ہو تو عبادت، نماز، تسبیح اور دعا میں مشغول ہو جایا کرو۔ ہمارا ذکر ایسی چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان و سکون حاصل ہوتا ہے اور رنج و غم سے نجات ملتی ہے۔ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ۔

ع ۶ ۲

(۳) یہ سورۃ مکی دور کے آخری زمانے میں نازل ہوئی تھی۔ اس میں توحید، رسالت اور قرآن مجید کی صداقت کے بیان کے علاوہ اس ہجرت کا بھی ذکر ہے جو چند صحابہؓ نے آنحضرتؐ کی اجازت سے ملک حبش کی طرف فرمائی تھی۔

(۴) مکہ والے آنحضرتؐ کی نصیحت کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور عذاب کے لئے جلدی مچایا کرتے تھے۔ اس آیت میں ان لوگوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے اور اس کا وقت بہت قریب ہے۔ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جبکہ ہم اپنے پیغمبر کی مدد کریں گے اور مجاہدین کے ہاتھوں سرکشوں کو سزا ملے گی۔ پھر قیامت میں اور زیادہ سخت سزا ملے گی جس کا آنا بھی یقینی ہے۔ لہٰذا عذاب کے لئے جلدی مچانے میں کوئی فائدہ نہیں دانشمندی اس میں ہے کہ ہمارے رسول کی ہدایت کو مانو اور شرک سے توبہ کر کے توحید اختیار کرو۔

أَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ﴿۲﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس مجھ سے ڈرو (۱) اسی نے آسمانوں

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳﴾ خَلَقَ
اور زمین کو مصلحت سے پیدا کیا اس کی ذات ان کافروں کے شرک سے بلند ہے اسی نے

الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴﴾
انسان کو نطفہ سے پیدا کیا مگر وہ اپنے خالق کے بارے میں علانیہ جھگڑنے لگا (۲)

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ
اور دیکھو اسی نے چوپائے جانور پیدا کئے ان (کی کھال اور اون) میں تمہارے لئے جاڑے کا بچاؤ ہے اور بہت سے فائدے ہیں

وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۵﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ
اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو اور جب شام کو ان جانوروں کو (جنگل سے) چرا کر لاتے ہو اور جب صبح کو (جنگل میں) چرانے لے جاتے ہو

وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ﴿۶﴾ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ
تو ان کی وجہ سے تمہاری رونق ہوتی ہے اور یہی جانور ہیں جو تمہارا بوجھ اٹھا کر ایسے دور دراز شہروں تک لے جاتے ہیں

لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ
کہ وہاں تک محنت شاقہ کے بغیر نہیں پہنچ سکتے تھے بلاشبہ تمہارا پروردگار

لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷﴾ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ
نہایت شفقت والا اور مہربان ہے (۳) اور اسی نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کئے

لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸﴾ وَعَلَى
تاکہ ان سے سواری کا کام لو اور ان میں زینت بھی ہے اور وہ اور چیزیں بھی پیدا کرتا ہے جن کو تم نہیں جانتے (۴) اور سیدھا

اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ
راستہ اللہ تک جا پہنچتا ہے اور بعض راستے ٹیڑھے ہیں اور اگر وہ چاہتا

(۱) توحید کا عقیدہ مذہب کا بنیادی عقیدہ ہے اور اللہ تعالٰی نے فرشتوں میں سے ایک جلیل القدر فرشتے یعنی حضرت جبرائیل کے ذریعے ہر زمانے اور ہر ملک میں اپنے برگزیدہ بندوں پر وحی نازل فرمائی اور ان کو حکم دیا کہ لوگوں کو آگاہ کردو کہ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ لہٰذا اسی سے ڈرو اور شرک سے پرہیز کرو۔

(۲) ذیل کی آیتوں میں توحید کی چند دلیلیں پیش فرمائی ہیں: چنانچہ فرمایا کہ اگر لوگ آسمان اور زمین کی پیدائش پر جو بامقصد اور پرازحکمت ہے اور اس کے نظام پر جو نہایت مستحکم ہے غور کریں تو ان پر یہ حقیقت روشن ہو جائے گی کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا اپنی ذات اور صفات میں یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

دور جانے کی ضرورت نہیں۔ انسان کو چاہئے کہ خود اپنی پیدائش پر غور کرے اور دیکھے کہ شروع میں ایک حقیر اور بے جان نطفہ تھا، لیکن اللہ تعالٰی نے اپنی قدرت سے ایک جیتا جاگتا انسان بنا کر کھڑا کر دیا جو خوب زبان چلاتا ہے اور فصیح و بلیغ تقریریں کرتا ہے بلکہ کبھی کبھی تو غفلت میں پڑ کر اپنے پیدا کرنے والے کے بارے میں بھی کٹ حجتی کرنے لگتا ہے۔

(۳) اللہ تعالٰی نے بھیڑیں، بکریاں، گائیں، بھینسیں اور اونٹ وغیرہ چارپائے پیدا کئے جن سے انسان بہت سے فائدے اٹھاتا ہے۔ ان کی اون سے کمبل اور گرم کپڑے تیار ہوتے ہیں۔ ان کا دودھ پیا جاتا ہے اور گوشت کھایا جاتا ہے۔

دیہات کے رہنے والوں کے لئے مویشیوں کی کثرت ایک طرح کی خوبصورتی اور رونق کا باعث ہوتی ہے۔ صبح کو جانور چرنے نکلتے ہیں اور شام کو جنگل سے واپس آتے ہیں۔ ان کا مالک چوپال میں بیٹھ کر جب یہ پرفضا منظر دیکھتا ہے تو دولت مندی کے فخر سے اس کے دل میں خوشی کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے اور چہرہ چمکنے لگتا ہے۔

مویشیوں سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ بھاری بھاری بوجھ اٹھا کر ایسے دور دراز اور دشوار گزار مقامات تک پہنچاتے ہیں جہاں تنہا آدمی کا پہنچنا بھی مشکل ہوتا ہے۔

اگر انسان بغیر تعصب کے ان باتوں پر غور کرے تو اس پر یہ حقیقت کھل سکتی ہے کہ یہ سارا کارخانہ ایسے پروردگار نے بنایا ہے جو اپنے بندوں پر شفقت رکھنے والا اور رحم و کرم کرنے والا ہے۔ انسان کو چاہئے کہ ایسے پروردگار کی قدر پہچانے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔

(۴) اللہ تعالٰی نے گھوڑے، گدھے اور خچر بھی انسانوں کے فائدے کے لئے پیدا کئے ہیں۔ گھوڑوں وغیرہ پر سوار ہو کر کبھی تو لوگ لمبی لمبی مسافتیں طے کرتے ہیں اور کبھی ان سے آرائش و زیبائش اور نمود و نمائش کا کام لیتے ہیں اور ان کے ذریعے شان و شوکت کا اظہار کرتے ہیں ۔۔۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالٰی بڑی قدرت والا ہے۔ ان چیزوں کے علاوہ اس نے اور بھی بہت سی چیزیں پیدا کیں ہیں اور آئندہ بھی کرے گا جن کو تم نہیں جانتے۔

لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٩﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ

تو تم سب کو ایک راہ دکھا دیتا (۱) وہ ایسا (قادرِ مطلق) ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا

مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ﴿١٠﴾

جس میں سے کچھ تو تمہارے پینے کے کام آتا ہے اور اسی سے درخت (بھی شاداب) ہوتے ہیں جن میں تم (اپنے چارپایوں کو) چرنے چھوڑتے ہو

يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَ

اسی پانی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور

الْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

انگور اگاتا ہے اور ہر طرح کے پھل (پیدا کرتا ہے) ۔ بلاشبہ غور کرنے والوں کے لئے اس میں

لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿١١﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَ

(اللہ کی قدرت کی) بڑی نشانی ہے (۲) اور اسی نے تمہارے لئے رات اور دن اور

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ

سورج اور چاند کو کام میں لگایا اور اسی کے حکم سے ستارے بھی کام میں لگے ہوئے ہیں بلاشبہ

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿١٢﴾ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ

اس میں عقلمندوں کے لئے (اللہ کی قدرت کی بہت سی) نشانیاں ہیں (۳) اور ان چیزوں کو بھی (تمہارے کام

فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

میں لگایا) جن کو اس طرح پیدا کیا کہ ان کے رنگ مختلف ہیں بلاشبہ اس میں نصیحت حاصل کرنے والوں کے

لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿١٣﴾ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ

لئے (اللہ کی قدرت کی بڑی) نشانی ہے (۴) اور وہ ایسا ہے جس نے سمندر کو تمہارے تابع کیا

لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ

تاکہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے زیور نکالو

(۱) جس اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی مادی زندگی کی ضرورتوں کا انتظام کیا ہے، کیا وہ ان کی روحانی زندگی کے انتظام سے غافل رہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ چنانچہ اس نے وحی بھیج کر اسلام کا سیدھا راستہ لوگوں کو بتایا جو سیدھا اس تک پہنچتا ہے۔ لہٰذا لوگوں کو چاہیئے کہ اس راستے کو اختیار کریں اور ٹیڑھے راستوں سے بچیں، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچا سکتے۔ بیشک وہ قدرت رکھتا ہے کہ اگر چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی راستے پر چلاتا اور اس طرح لوگوں میں دین کا اختلاف نہیں ہوتا۔ لیکن اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ انسانوں کو اختیار کی آزادی بخشے اور کسی ایک راستے پر چلنے کے لئے مجبور نہ کرے۔ اس لئے اس نے وحی بھیج کر سیدھا راستہ بتادیا اور اختیار کرنے یا نہ کرنے کا معاملہ خود لوگوں پر چھوڑ دیا۔

ع ۹

(۲) زندگی کے لئے پانی بہت ضروری ہے اس لئے اس کا ذکر فرمایا کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام کیا ہے کہ پانی برستا ہے جو پینے کے کام آتا ہے، اسی سے گھاس اگتی ہے جس کو جانور چرتے ہیں، اسی سے کھیتی اگتی ہے جس سے غلہ نکلتا ہے، اسی سے زیتون، کھجور، انگور اور دوسرے درختوں کے باغوں کی پرورش ہوتی ہے جن سے طرح طرح کے میوے حاصل ہوتے ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بڑی نشانی ہے، لیکن اس سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کرتے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو ایسے نظام میں جکڑ دیا ہے کہ وہ برابر اپنا کام کرتے رہتے ہیں اور ان سے رات اور دن اور اندھیرے اجالے کا فرق نمودار ہوتا ہے۔ دن کے اجالے میں لوگ کاروبار انجام دیتے ہیں اور رات کے اندھیرے میں آرام لیتے ہیں۔ سورج اور چاند کے علاوہ دوسرے ستاروں سے بھی انسان کو مختلف قسم کے فائدے پہنچتے ہیں لیکن ان سب نشانیوں کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے زمین میں بہت سی چیزیں پیدا کیں جو شکل و صورت، رنگ اور مزے میں الگ الگ ہیں، حالانکہ زمین ایک ہی ہے اور ایک ہی پانی سے سیراب ہوتی ہے۔ لیکن اس نشانی سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو نصیحت حاصل کرنے پر آمادہ ہیں۔

حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ
جس کو تم پہنتے ہو اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں دریا میں پانی کو

وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاَلْقٰى
پھاڑتی چلی جاتی ہیں تاکہ اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ اس کا شکر کرو (۱) اور اسی نے

فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا
زمین میں پہاڑ رکھ دیئے کہ کہیں زمین تم کو لے کر جھک نہ جائے اور نہریں اور رستے بنا دیئے

لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَعَلٰمٰتٍ ۚ وَبِالنَّجْمِ هُمْ
تاکہ (آسانی سے) راستہ پاسکو اور اسی نے نشانات بنا دیئے اور لوگ ستاروں سے بھی راستے

يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۚ اَفَلَا
معلوم کرتے ہیں (۲) تو جو (اتنی مخلوقات) پیدا کرے کیا وہ اس کی طرح سے ہے جو کچھ بھی پیدا نہ کر سکے کیا تم

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۚ
(اتنا بھی) نہیں سمجھتے (۳) اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہ سکو گے

اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ
بیشک اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۴) اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو

وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
سب کو اللہ جانتا ہے اور اللہ کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کوئی چیز بھی تو

لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْوَاتٌ
پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں (وہ) مردے ہیں

غَيْرُ اَحْيَاءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾ ع
زندہ نہیں ہیں اور ان کو یہ بھی تو معلوم نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے (۵)

(۱) اللہ تعالیٰ نے ٹھاٹھیں مارنے والے خوفناک سمندر پر بھی انسان کو قابو دیا ہے کہ وہ اس سے کام لیتا ہے۔ تازہ بتازہ مچھلی نکال کر کھاتا ہے، موتی، مونگا اور سیپ نکال کر ان سے زیورات اور دوسری خوش نما چیزیں بناتا ہے۔ بڑے بڑے جہاز سمندر کی خوفناک موجوں کو چیرتے ہوئے اِدھر سے اُدھر پھرتے ہیں جن میں بیٹھ کر لوگ ایک ملک سے دوسرے ملک کو جاتے ہیں اور کاروبار کر کے دولت کماتے ہیں۔ لوگوں کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی قدر پہچانیں اور اس کا شکر ادا کریں۔ لیکن افسوس بہت سے لوگ اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت تو ہے کہ اس نے زمین پر بھاری بھاری پہاڑ کھڑے کر دیئے تاکہ زمین تمہیں لے کر کسی طرف کو جھک نہ پڑے۔ اور اس نے زمین پر پانی کی نہریں بہا دیں۔ اور اس نے خشکی اور تری میں راستے بنا دیئے، تاکہ لوگ ان راستوں پر چل کر اپنی منزل مقصود کو پہنچ سکیں۔ اور اس نے جگہ جگہ پہاڑوں، ٹیلوں اور درختوں کے نشانات مقرر کر دیئے ہیں تاکہ ان کے ذریعے لوگ راستے پہچان سکیں۔ ستارے بھی نشانات کا کام دیتے ہیں چنانچہ جنگلوں، صحراؤں اور سمندروں میں لوگ ستاروں کے ذریعہ سمت اور راستہ معلوم کرتے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے آرام اور فائدے کے لئے یہ سارا کارخانہ بنایا۔ کائنات میں اس کے سوا اور کوئی نہیں جو ایک ذرا سی چیز بھی پیدا کر سکے غور کرنے کی بات یہ ہے کہ کیا وہ جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا اور وہ جو کچھ بھی پیدا نہ کر سکے، دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اور یقیناً نہیں ہو سکتے تو پھر ان لوگوں کی عقلوں کو کیا ہو گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

(۴) اوپر جن نعمتوں کا ذکر کیا، انہیں پر موقوف نہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تو اتنی ہیں کہ اگر گننا چاہو تو تمہاری طاقت سے باہر ہے کہ گن سکو۔ زندگی کا ہر سانس اللہ تعالیٰ کی کسی نہ کسی نعمت کا رہین منت ہے۔ حضرت سعدیؒ نے خوب کہا ہے کہ جو سانس اندر جاتا ہے، زندگی کو بڑھاتا ہے اور جو باہر آتا ہے فرحت پیدا کرتا ہے۔ اس لئے ہر سانس پر دو مرتبہ شکر کرنا ضروری ہے۔

آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ یعنی شرک یا کفرانِ نعمت کے بعد جو شخص توبہ کرے تو اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور رحمت سے سرفراز فرماتا ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ ساری صفات کاملہ سے متصف ہے، ان میں سے دو صفات بہت خاص اور قابل توجہ ہیں۔ علم اور تخلیق۔ اس کی تخلیق کا حال یہ ہے کہ اس نے انسان کو اور عظیم الشان کائنات کو پیدا کیا۔ ان کے علاوہ اور بہت سی چیزیں ایسی پیدا کیں ہیں جن کو انسان جانتا بھی نہیں۔ اور اس کے علم کی وسعت کا اس سے اندازہ کرو کہ وہ ہر ظاہر اور پوشیدہ بات کو جانتا ہے۔

اس کے مقابل میں ان چیزوں کو دیکھو جن کو یہ لوگ معبود بناتے ہیں۔ ان میں نہ علم کی صفت ہے اور نہ پیدا کرنے کی۔ دوسروں کو پیدا کرنا تو الگ رہا، وہ خود ہی پیدائش اور زندگی میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اور ان کے علم کا حال یہ ہے کہ ان کو یہ بھی خبر نہیں کہ قیامت کب ہوگی۔

إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ
تمہارا معبود تو ایک ہی معبود ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے
قُلُوبُهُم مُّنكِرَةٌ وَهُم مُّسْتَكْبِرُونَ ﴿٢٢﴾ لَا جَرَمَ
ان کے دل انکار کرتے ہیں اور وہ متکبر ہیں کچھ شک نہیں کہ
أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ لَا
جو کچھ وہ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں سب کو اللہ جانتا ہے بیشک وہ
يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ ﴿٢٣﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُم مَّاذَا
تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا (۱) اور جب ان (کافروں) سے پوچھا جاتا ہے! تمہارے
أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٢٤﴾ لِيَحْمِلُوا
پروردگار نے کیا اتارا ہے تو کہتے ہیں کہ وہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں نتیجہ اس کہنے کا یہ!
أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۙ وَمِنْ أَوْزَارِ
کہ قیامت کے دن اپنے گناہوں کا پورا پورا بوجھ اٹھائیں گے اور ان لوگوں کے بوجھ کا حصہ (بھی
الَّذِينَ يُضِلُّونَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ﴿٢٥﴾ ع
اٹھائیں گے) جن کو یہ لوگ بلا تحقیق گمراہ کرتے ہیں سن رکھو! کیا ہی برا بوجھ ہے جس کو یہ اٹھا رہے ہیں (۲)
قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُم
بلاشبہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی (ایسی ہی) خفیہ تدبیریں کی تھیں تو اللہ نے ان کا بنا بنایا گھر
مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِن فَوْقِهِمْ وَ
جڑ بنیاد سے ڈھا دیا پھر اوپر سے ان پر چھت آ پڑی اور
أَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ يَوْمَ
(ایسی طرف سے) ان پر عذاب آیا جہاں سے ان کو خیال بھی نہ تھا (۳) پھر قیامت کے دن (بھی)

(۱) اوپر جو دلیلیں بیان کی گئی ہیں، ان پر غور کرنے سے یہ حقیقت بہت آسانی سے کھلتی ہے کہ اکیلا اللہ تعالیٰ ہی عبادت کے لائق ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ لیکن اس حقیقت کا وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو آخرت کی زندگی پر یقین نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونے سے نہیں ڈرتے۔ وہ دنیا کی چند روزہ زندگی پر مغرور ہیں، اس لئے ان کے دل انکارِ حق پر اڑے ہوئے ہیں اور ان کی گردنیں اللہ تعالیٰ کے حضور میں نہیں جھکتیں۔

ان غافلوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، اور یہ کہ وہ ان کے ہر عمل سے واقف ہے، چاہے ظاہر ہو یا پوشیدہ۔ اس نے تھوڑے دن کے لئے ڈھیل دے رکھی ہے۔ یقیناً ایک دن ان کی گرفت کرے گا اور ان کو ان کی بدعملیوں کی پوری پوری سزا دے گا۔

(۲) آنحضرتؐ کی پیغمبری کا ذکر سن کر لوگ اطراف و اکناف سے مکہ آتے اور مشرکوں سے پوچھتے کہ محمدؐ پر جو کلامِ الٰہی نازل ہوا ہے، اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔

وہ بدبخت نہایت حقارت سے جواب دیتے کہ اس میں کیا دھرا ہے۔ یہ تو پچھلے لوگوں کے کچھ قصے کہانیاں ہیں۔ ان بدبختوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ قیامت کے دن ان کو اپنے گناہوں کا پورا پورا بوجھ اٹھانا پڑے گا علاوہ اس کے ان لوگوں کے بوجھ میں سے بھی کچھ بوجھ اٹھانا پڑے گا جن کو یہ کمبخت بے تحقیق باتیں کہہ کر گمراہ کیا کرتے تھے۔ ذرا غور کریں! کیسا بڑا بوجھ ہے جس کو یہ اٹھا رہے ہیں۔

(۳) جس طرح یہ لوگ آنحضرتؐ کے خلاف کوششیں کر رہے ہیں، اسی طرح ان سے پہلے بھی کچھ لوگ اپنے پیغمبروں کے خلاف مکر و فریب کرتے تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک آیا تو ان کے مکر و فریب کا قلعہ جڑ بنیاد سے ڈھا گیا اور وہ سب اس کے نیچے دب کر مر گئے۔ اور آج روئے زمین پر کوئی ان کا نام لینے والا بھی نہیں ہے۔

الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ

اللہ ان کو رسوا کرے گا اور ان سے پوچھے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں

كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

جن کے بارے میں تم جھگڑا کرتے تھے جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا

اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۷﴾

وہ کہیں گے کہ آج کافروں کی رسوائی اور برائی ہے (۱)

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۪

جن کی جانیں فرشتوں نے اس حالت میں نکالی تھیں کہ وہ خود اپنے نفسوں پر ظلم کر رہے تھے

فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى

تو یہ کافر اطاعت ظاہر کریں گے (اور کہیں گے کہ) ہم کوئی برا کام نہیں کرتے تھے (ان سے کہا

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا

جائے گا کہ) ہاں! جو کچھ تم کرتے تھے اس کو یقیناً اللہ خوب جانتا ہے بس اب دوزخ کے

اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى

دروازوں میں داخل ہو جاؤ کہ ہمیشہ اس میں رہو گے غرض یہ کہ تکبر کرنے والوں

الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ

کا برا ٹھکانا ہے (۲) اور جب پرہیزگاروں سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا نازل کیا تو

رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَيْرًا ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا

وہ کہتے ہیں کہ بڑی خیر (و برکت) نازل فرمائی تو دیکھو! جن لوگوں نے نیک کام کئے ان کے لئے اس دنیا میں بھی

حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَلَنِعْمَ دَارُ

بھلائی ہے اور آخرت کا گھر (تو اور بھی) اچھا ہے اور (یقیناً) پرہیزگاروں کا گھر

(۱) پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا اور ان کو شرمندہ کرنے کے لئے ان سے پوچھے گا کہ وہ ہستیاں کہاں ہیں جن کو تم میرا شریک ٹھہرا کر ایمان والوں سے جھگڑتے تھے۔

مزید رسوائی کے لئے اہل علم یعنی پیغمبر اور ایمان والے بھی کہیں گے کہ دیکھا! کفر اور انکار حق کی پاداش میں آج کیسی رسوائی اٹھانا پڑ رہی ہے۔ معلوم ہو گیا کہ ہم جو کچھ کہتے تھے وہی سچ تھا اور تم محض ضد اور جہالت سے حق کا انکار کیا کرتے تھے۔

(۲) کافر اس دن بھی فریب کھیلیں گے اور اپنی بدعملیوں سے صاف انکار کر جائیں گے۔

لیکن ان سے کہا جائے گا کہ آج تمہارا فریب نہیں چلے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے واقف ہے اور تمہارے سارے اعمال اس کے پاس محفوظ ہیں۔ لہذا اپنے اعمال کی پاداش میں اپنے اپنے دروازوں سے دوزخ میں داخل ہو جاؤ جہاں تم کو ہمیشہ رہنا ہے، اور تم جیسے مغروروں کا یہی ٹھکانا ہے۔

الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۰﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ
بہت ہی اچھا ہے (وہ) ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے ان کے نیچے
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ
نہریں بہہ رہی ہوں گی وہاں وہ جو چاہیں گے سب ان کو ملے گا اللہ پرہیزگاروں
يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۱﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ
کو ایسا ہی بدلا دیتا ہے (۱) جن کی روح فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ
طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا
وہ پاک ہوتے ہیں اور فرشتے ان کو السلام علیکم کہتے ہیں تم اپنے (نیک) عمل کے بدلے میں
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ
جنت میں داخل ہو جاؤ (۲) کیا یہ کافر اس بات کے منتظر ہیں کہ فرشتے ان کے پاس
الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ
(روحیں قبض کرنے کے لئے) آئیں یا تمہارے پروردگار کا حکم (عذاب) آپہنچے۔ ایسا ہی ان لوگوں نے
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ
بھی کیا تھا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود
كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا
اپنے اوپر ظلم کرتے تھے تو جیسے کچھ وہ برے کام کرتے تھے ویسے ہی ان کے
عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ
عملوں کے برے نتائج ان کو ملے اور جس عذاب کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے اسی نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا (۳) اور
قَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ
مشرک کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم اس کے سوا کسی چیز کی

(۱) کافروں اور منکروں کے مقابل وہ لوگ ہیں جنھوں نے زندگی میں پرہیزگاری کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ یہ لوگ قرآن مجید کو سرتاپا خیر و برکت سمجھتے ہیں اور اس کی ہدایات پر عمل کرکے اپنی زندگیوں کو سدھارتے ہیں۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ جو لوگ نیک عملی کی راہ اختیار کرتے ہیں، ان کو دنیا میں بھی اچھا بدلا ملتا ہے۔ اور آخرت کی نعمتوں کا تو کچھ پوچھنا ہی نہیں۔ پرہیزگاروں کے لئے آخرت کا گھر بہت اچھا ہوگا۔ وہاں وہ ایسے باغات میں داخل ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہاں ان کی ساری آرزوئیں پوری ہوں گی اور جو چاہیں گے سب ان کو ملے گا۔ یاد رکھو کہ پرہیزگاروں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا ہی انعام مقرر ہے۔

(۲) یہ لوگ وہ ہیں کہ جب فرشتے روح قبض کرنے کے لئے ان کے پاس آتے ہیں تو عقیدے اور عمل کے لحاظ سے ان کو نہایت پاکیزہ پاتے ہیں۔ فرشتے ان کو سلام کرتے ہیں اور خوش خبری سناتے ہیں کہ نیک اعمال کے بدلے میں جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(۳) مکہ کے لوگ آنحضرتؐ کی رسالت پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ قرآن مجید کی بلند تعلیم، آنحضرتؐ کی پاکیزہ زندگی اور دوسری نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں تو یا تو بے جا ضد پر اڑے ہوئے ہیں یا شک میں پڑے ہیں اور اس وقت کا انتظار کر رہے ہیں کہ موت کے فرشتے ان کے سامنے آ کھڑے ہوں یا اللہ تعالیٰ کے حکم سے کوئی عذاب نمودار ہو جائے۔ لیکن وہ یاد رکھیں کہ اس وقت ایمان لانا کچھ مفید نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا حکم جاری ہو کر رہے گا۔

ع ۹ / ۱۰

ایسے لوگوں کو چاہیے کہ تاریخ کی ورق گردانی کریں اور ان لوگوں کا حال معلوم کریں جو اسی طرح سرکشیاں کیا کرتے تھے۔ ان کا انجام یہی ہوا کہ وہ اپنی بدعملیوں کی پاداش میں تباہ کر دیئے گئے اور جس عذاب کا مذاق اڑایا کرتے تھے اسی نے ان کو گھیر کر تباہ کر دیا۔

مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ

پرستش کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا کرتے اور نہ ہم اس کے حکم کے بغیر اپنی طرف سے کسی

مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ

چیز کو حرام ٹھہراتے (اے پیغمبرؐ) اسی طرح ان لوگوں نے بھی کیا تھا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں تو پیغمبروں پر

عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا

سوائے اس کے کہ اللہ کے احکام صاف طور پر پہنچا دیں اور کچھ ذمہ داری نہیں (۱) اور (یہ واقعہ ہے کہ)

فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا

ہم نے ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر (اس بات کے سمجھانے کے لئے) بھیجا (لوگو!) اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں

الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ

(کی پرستش) سے بچو تو ان میں بعض ایسے ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور بعض ایسے ہیں

حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

جن پر گمراہی ثابت ہو گئی تو لوگو! زمین میں چل پھر کر

فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٦﴾ اِنْ

دیکھو کہ (سچائی کو) جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا (۲) (اے پیغمبرؐ!)

تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ

تم ان لوگوں کی ہدایت پانے کے کتنے ہی خواہشمند ہو لیکن جس کو اللہ گمراہ کرتا ہے وہ اس کو ہدایت نہیں دیتا

وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٣٧﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ

اور ایسے لوگوں کا کوئی مددگار بھی نہیں ہوتا (۳) اور یہ لوگ اللہ کی سخت سخت قسمیں کھاتے

اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا

ہیں کہ جو مر جاتا ہے اسے اللہ (قیامت کے دن) قبر سے نہیں اٹھائے گا (کیوں نہیں ضرور ایسا کریگا)

(۱) مشرک اپنے شرک اور بدعملیوں کی تائید میں یہ بے ہودہ عذر پیش کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالےٰ کو شرک اور ہمارے اعمال ناپسند ہیں تو وہ ہم کو روک کیوں نہیں دیتا۔ وہ بڑی قدرت والا ہے۔ اگر وہ چاہتا تو ہم کو اور ہمارے باپ دادا کو شرک اور نافرمانیوں سے روک دیتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ نہیں روکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارا طریقہ اس کو پسند ہے۔

اس کے جواب میں فرمایا کہ اول تو یہ سمجھو کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ پہلے بھی لوگ ایسی بے عقلی کی باتیں کہہ چکے ہیں۔ یہ باتیں محض ضد اور ہٹ دھرمی کی ہیں جن سے سچائی کی دریافت میں کچھ مدد نہیں ملتی ہے۔

پھر یہ دیکھو کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو ارادہ اور اختیار کی آزادی بخشی اور اپنی مرضی سے واقف کرانے کے لئے ہمیشہ پیغمبر بھیجے جنھوں نے اللہ تعالےٰ کی مرضی سے لوگوں کو آگاہ کیا اور صاف صاف بتا دیا کہ کونسی باتیں اللہ تعالےٰ کو پسند ہیں اور کونسی ناپسند۔ پیغمبروں کی صاف صاف تعلیم کے ہوتے ہوئے یہ لوگ کس طرح کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ شرک اور بدعملیوں سے روکنا نہیں چاہتا۔ اور پیغمبر یہ تو کر ہی نہیں سکتے تھے کہ لوگوں کو ایمان اور نیک عمل پر مجبور کر دیتے اور زبردستی ان کو نیک بنا دیتے۔ ان کا کام یہی تھا کہ آگاہ کر دیں اور ماننا یا نہ ماننا لوگوں پر چھوڑ دیں۔

(۲) تاریخ گواہ ہے کہ ہر ملک اور قوم میں اللہ تعالےٰ نے پیغمبر بھیجے جنھوں نے لوگوں کو حکم دیا کہ صرف اللہ تعالےٰ کی عبادت کرو اور بتوں کی پرستش اور شیطان کی پیروی سے بچو۔

پھر یوں ہوا کہ کچھ لوگوں نے پیغام الٰہی کو قبول کر کے ہدایت پائی اور کامیاب ہوئے۔ اور کچھ لوگ گمراہی میں پڑ گئے اور ان کے دلوں پر مہر لگ گئی اور گمراہی کا انجام ان کے سامنے آ گیا۔ زمین میں چل پھر کر دیکھو تو کچھ آنکھیں کھلیں اور معلوم ہو کہ سرکشوں اور نافرمانوں کا انجام کیسا ہوا۔

(۳) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ جیسا ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے ویسا ہی اب بھی ہو گا یعنی کچھ لوگ پیغام الٰہی قبول کر کے پرہیزگار بنیں گے اور کچھ گمراہی میں پڑے رہیں گے ان کی گمراہی پر زیادہ غم نہیں کرنا چاہیئے۔ البتہ لوگوں کو آگاہ کر دینا چاہیئے کہ جو خود گمراہ ہوتا ہے اس کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے توفیق نہیں ملتی، اور پھر وہ یاد رکھے کہ دنیا اور آخرت میں اس کا کوئی مدد کرنے والا نہیں ہوتا۔

عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾

یہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ

(مردوں کا جلانا) اس لئے ضروری ہے) کہ جن باتوں میں لوگ اختلاف کرتے ہیں اللہ اصل حقیقت ان پر

كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ

ظاہر کردے اور اس لئے کہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے (۱) بیشک جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کوئی چیز

اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۰﴾ وَالَّذِيْنَ

پیدا کریں تو بس ہمارا کہنا اتنا ہی ہوتا ہے کہ ہوجا تو وہ ہوجاتی ہے (۲) اور جن لوگوں نے

هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ

ظلم سہنے کے بعد اللہ کے لئے وطن چھوڑا ہم ان کو دنیا

فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا

میں اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا ثواب تو بہت بڑا ہے کاش لوگ اس

يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾

حقیقت کو جان لیتے یہ وہ لوگ ہیں جو صبر کرتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں (۳)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ

اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم سے پہلے بھی آدمیوں ہی کو پیغمبر بنا کر معجزات اور کتابیں دے کر

فَسْـَٔـلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾

بھیجا تھا جن پر ہم وحی بھیجا کرتے تھے اگر تم خود تمہیں یہ بات معلوم نہیں

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ

تو اہل کتاب سے پوچھ لو اور (اے پیغمبر!) اسی طرح ہم نے تم پر بھی یہ قرآن نازل کیا ہے تاکہ

(۱) عرب کے مشرک آخرت کی زندگی کو نہیں مانتے تھے اور قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ اللہ مردوں کو دوبارہ نہیں اٹھائے گا۔

ان کے دلوں میں آخرت کی زندگی کا یقین پیدا کرنے کے لئے فرمایا کہ آخرت کی زندگی تو بالکل برحق ہے لیکن لوگ جانتے نہیں اور جہالت سے اس کا انکار کرتے ہیں۔

دیکھو: ایسا ہونا اس لئے ضروری ہے کہ جن حقیقتوں کا انسان دنیوی زندگی میں فیصلہ نہیں کرسکتا اور اختلافات پیدا ہوتے رہتے ہیں، مثلاً کوئی اللہ تعالےٰ اور آخرت کی زندگی کو مانتا ہے اور کوئی نہیں مانتا، ان کا فیصلہ ہوجائے اور حقیقت سب کے سامنے آجائے اور انکار کرنے والوں پر ان کی غلطی اور گمراہی آشکارا ہوجائے۔

ع ۵ / ۶ / ۱۱

(۲) لوگوں کو دوبارہ زندگی پر اس لئے تعجب ہوتا ہے کہ ان کو اللہ تعالےٰ کی قدرت کا صحیح اندازہ نہیں۔ وہ اسی ترازو سے اس کے کام بھی تولنا چاہتے ہیں جس سے اپنے کام تولا کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کی شان یہ ہے کہ کسی چیز کے ظہور میں لانے کے لئے وہ کسی سروسامان کا محتاج نہیں صرف اس کا ارادہ ہی ہر طرح کا سروسامان، ہر طرح کا مواد اور ہر طرح کی علت ہے۔ جب وہ ارادہ فرماتا ہے کہ ایک چیز ظہور میں آجائے تو بس وہ چیز ظہور میں آجاتی ہے۔

(۳) اس آیت میں ان حضرات کی تعریف ہے جنہوں نے دو جماعتوں میں ملک حبش یعنی ابی سینیا کو ہجرت کی تھی یہ کل اسی بیاسی آدمی تھے جن میں چند عورتیں بھی تھیں۔ پہلی جماعت کے سردار حضرت عثمانؓ تھے اور دوسری جماعت کے سردار حضرت جعفر طیارؓ تھے۔ ان حضرات نے اللہ تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وطن چھوڑا اہل وعیال کو خیرباد کہا، مال وجائداد سے دست بردار ہوئے، سفر کی دشواریاں جھیلیں، لیکن دین حق پر ثابت قدم رہے۔ ان سے اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا کہ ان کو دنیا میں بھی اچھا ٹھکانا عطا فرمائے گا۔ اور آخرت کا بدلا تو اس سے بدرجہا بڑھ کر ہوگا۔

واضح ہو کہ دنیا کے ٹھکانے سے مدینہ شریف مراد ہے کہ آنحضرتؐ کے قیام فرمانے کے بعد سے وہی اسلام کا مرکز قرار پایا۔

لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾

جو احکام لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں ان کو تم اچھی طرح سمجھا دو تاکہ وہ (غور و) فکر کریں (۱)

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ

کیا وہ لوگ جو بری بری تدبیریں کرتے ہیں اس بات سے بے خوف ہیں کہ اللہ

بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا

ان کو زمین میں دھنسا دے یا (ایسی طرف سے) ان پر عذاب آجائے جہاں سے

يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ

ان کو خبر ہی نہ ہو یا ان کو چلتے پھرتے پکڑ لے تو وہ (اللہ کو)

بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ۭ فَاِنَّ رَبَّكُمْ

عاجز نہیں کر سکتے یا پہلے ڈرائے پھر پکڑ لے بلاشبہ تمہارا پروردگار

لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ

بڑا شفقت والا اور مہربان ہے (۲) کیا ان لوگوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی ان چیزوں کو نہیں دیکھا جن کے سائے

يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَاۗىِٕلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ

(کبھی) دائیں سے اور (کبھی) بائیں سے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے ڈھلتے ہیں

وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا

اور وہ عاجزی کرنے والے ہوتے ہیں اور آسمانوں اور زمین میں جتنے جاندار ہیں، سب

فِي الْاَرْضِ مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾

اسی کو سجدہ کرتے ہیں اور فرشتے بھی، اور وہ ذرا تکبر نہیں کرتے

يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں جو ان کے اوپر (غالب) ہے اور جو ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں (۳)

ع ۱۲

(۱) ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے کہ انسانوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے جو انسان ہی تھے، فرشتے نہ تھے۔ اس حقیقت سے یہودیوں اور عیسائیوں کے عالم خوب واقف ہیں۔ لوگوں کو چاہئے کہ ان سے دریافت کریں۔ وہ گزشتہ الہامی اور تاریخی کتابوں کے حوالے سے بتائیں گے کہ کس طرح پچھلی قوموں کی ہدایت کے لئے پیغمبر کتابیں اور معجزات لے کر ظاہر ہوتے رہے۔

بالکل اسی طریقے پر اب اللہ تعالیٰ نے حضرت خاتم النبیینؐ پر قرآن مجید نازل فرمایا ہے جو ساری انسانیت کے لئے ذکر یعنی یاد داشت ہے جس میں گزشتہ پیغمبروں کی صحیح تعلیم محفوظ ہے اور جو مذہب، اخلاق، معاشرت اور معاملات کے بنیادی اصول قیامت تک ساری انسانیت کو یاد دلاتا رہے گا۔ یہ قرآن مجید آنحضرتؐ کے قلب مبارک پر نازل ہوا ہے۔ وہی اس کے معانی اور مطالب کو ٹھیک طور پر سمجھتے ہیں اور اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے وہ اس کے معانی اور مطالب کھول کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں اور سمجھاتے ہیں۔ اب لوگوں کا کام یہ ہے کہ آپ کی بات کو غور سے سنیں اور اس کو مان کر دنیا اور آخرت میں کامیابیاں حاصل کریں۔

(۲) اسلام کے خلاف مکر و فریب کرنے والے طرح طرح کی شرارتوں میں لگے ہوئے تھے اور انجام کی طرف سے غافل تھے۔ ایسے لوگوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ کیا ان کو اس بات کا خطرہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسا دے یا ان پر اچانک کوئی اور عذاب نازل کر دے یا چلتے پھرتے ان کو پکڑ لے یا یہ کرے کہ پہلے آگاہ کر دے اور ڈرا دے پھر کوئی عذاب نازل کرے۔

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا ہے، وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ لیکن وہ بڑا مہربان ہے۔ وہ سرکشوں کو اچانک نہیں پکڑتا، بلکہ مہلت دیتا ہے تاکہ کسی وقت بھی بیدار ہو جائیں اور توبہ کر کے سیدھے راستے پر لگ جائیں۔

(۳) سورج کی روشنی سے ہر چیز کا سایہ زمین پر پڑتا ہے جس کو عربی میں "ظل" کہتے ہیں۔ وہ ہر وقت کے اختلاف سے سایہ کبھی گھٹتا ہے اور کبھی بڑھتا ہے، کبھی دائیں جانب ہٹ جاتا ہے اور کبھی بائیں جانب لیکن سایہ کا گھٹنا بڑھنا ایسے ضابطہ میں جکڑا ہوا ہے کہ اس میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آتا یہی وجہ ہے کہ گھڑیوں کی ایجاد سے پہلے لوگ اسی سے وقت معلوم کیا کرتے تھے۔

چنانچہ اس آیت میں سرکشوں اور نافرمانوں کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ سایہ کو دیکھو کہ وہ قانون الٰہی کے آگے سربسجود ہے۔ بلکہ کائنات کی ہر چیز خواہ وہ جاندار ہو یا بے جان اسی طرح قانون الٰہی کے آگے جھکی ہوئی ہے، یہاں تک کہ فرشتوں کا بھی یہی حال ہے کہ وہ پروردگار عالم سے ڈرتے ہیں اور بے چون و چرا اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ

اور اللہ نے فرمایا کہ (لوگو!) دو دو معبود نہ بناؤ بلاشبہ وہی ایک

وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ

معبود ہے تو مجھی سے ڈرتے رہو اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے

الْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا

سب اسی کا ہے اور لازمی طور پر عبادت اسی کو سزاوار ہے پھر اللہ کے سوا دوسروں سے کیوں ڈرتے ہو؟ (۱) اور جو

بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ

نعمتیں تم کو حاصل ہیں سب اللہ ہی کی طرف سے ہیں پھر جب تم کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو

فَاِلَيْهِ تَجْـَٔــرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا

اس سے فریاد کرتے ہو پھر جب وہ اس تکلیف کو تم سے دور کر دیتا ہے تو اسی وقت

فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ

تم میں سے کچھ لوگ اپنے پروردگار کے ساتھ شریک بنانے لگتے ہیں تاکہ جو (نعمتیں) ہم نے ان کو دی ہیں

اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَجْعَلُوْنَ

ان کی ناشکری کریں تو (اے مشرکو!) چند روز فائدے اٹھالو پھر عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا (۲) اور (دیکھو!) ہم نے ان کو

لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۭ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔــلُنَّ

جو روزی دی ہے اس میں یہ لوگ ان (معبودوں) کا بھی حصہ مقرر کرتے ہیں جن کو یہ جانتے ہی نہیں (اے کافرو!) اللہ کی قسم کہ جو افترا کرتے

عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ

ہو اس کی تم سے ضرور باز پرس ہوگی (۳) اور یہ لوگ اللہ کے لئے تو بیٹیاں تجویز کرتے ہیں (حالانکہ)

سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ

وہ پاک ہے اور اپنے لئے وہ تجویز کرتے ہیں جو ان کو پسند ہے (یعنی بیٹے) اور جب ان لوگوں میں سے کسی کو بیٹی (پیدا ہونے) کی

(۱) جب ساری کائنات کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور ہر چیز اس کے قانون اور حکم کے آگے جھکی ہوئی ہے، تو پھر اس کے ساتھ کسی دوسری ہستی کو شریک کرنا کتنی بڑی جہالت اور گستاخی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آسمان و زمین کا مالک وہی ہے اور عبادت اسی کو سزاوار ہے۔ اسی لئے اس نے حکم دیا ہے کہ "دو معبود مت بناؤ، میری ہی عبادت کرو اور مجھی سے ڈرو"۔ پھر تم کو کیا ہو گیا ہے کہ اس کو چھوڑ کر دوسروں سے ڈرتے ہو اور ان کی عبادت کرتے ہو!

(۲) انسان کو زندگی میں جتنی نعمتیں ملی ہوئی ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی بخشی ہوئی ہیں۔ اس کی ایک فطری دلیل یہ ہے کہ جب آدمی کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اسی سے فریاد کرتا ہے۔ اس حالت سے نصیحت حاصل کرنا چاہیئے اور کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہرانا چاہیئے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بے عقل اور گمراہ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ ان کی تکلیف کو دور کر دیتا ہے تو وہ شرک کرنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں بخشی ہیں ان پر اس کا شکر ادا نہیں کرتے اور اس بات سے نہیں ڈرتے کہ وہ چاہے تو ایک لمحہ میں سب کچھ چھین لے۔ ایسے لوگ تھوڑے دن دنیا کے مزے لوٹیں گے، پھر ان کو اپنے شرک اور کفر کا مزہ معلوم ہو جائے گا۔

(۳) عرب کے مشرک بہت سے دیوتاؤں اور دیویوں کی پرستش کرتے تھے جن کی حقیقت سے بھی وہ واقف نہ تھے ان فرضی معبودوں کے نام پر بھینٹ چڑھاتے اور نذر و نیاز ان کے آگے پیش کرتے، مال و دولت اور زمین کی پیداوار میں ان کے حصے مقرر کرتے اور ان کے نام پر سانڈ چھوڑتے۔

ایسے لوگوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ کیسا بڑا ظلم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمتوں میں دوسروں کے حصے ٹھہراتے ہیں۔ ان افترا پردازیوں کے بارے میں یقیناً ان سے سوال کیا جائے گا۔ اور جب جواب معقول نہ دے سکیں گے تو ان کو عذاب بھگتنا پڑے گا۔

بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾
خوش خبری دی جاتی ہے تو (مارے رنج کے) اس کا چہرہ کالا پڑ جاتا ہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے

يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ
اس خبر کو برا سمجھ کر لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (اور سوچتا ہے) کہ آیا ذلت

عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا
برداشت کرکے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا اس کو زمین میں گاڑ دے سن لو! برا ہے وہ فیصلہ

يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
جو یہ لوگ کرتے ہیں (۱) جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کی

مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ
بری حالت ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان بلند ہے اور وہ غالب (اور)

الْحَكِيْمُ ﴿۶۰﴾ ع وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا
حکمت والا ہے (۲) اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کے سبب پکڑنے لگے تو کسی

تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ
جاندار کو بھی زمین پر نہ چھوڑے لیکن وہ انھیں ایک مقررہ

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا
وقت تک مہلت دیتا ہے پھر جب وہ وقت آجاتا ہے تو لوگ نہ

يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَجْعَلُوْنَ
ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں (۳) اور یہ لوگ اللہ کے لئے

لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ
ایسی چیزیں تجویز کرتے ہیں جن کو خود پسند نہیں کرتے اور اپنی زبان سے جھوٹے دعوے کرتے ہیں کہ (آخرت میں)

(۱) اس آیت میں ان لوگوں کے باطل عقیدے کو رد کیا ہے جو انتہائی بے عقلی سے اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں مانتے تھے۔

لکھا ہے کہ عربوں میں قبیلۂ بنی خزاعہ اور بنی کنانہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ حالانکہ خود عورت کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ نہایت ذلیل اور حقیر مخلوق ہے۔ اگر ان میں سے کوئی اپنے ہاں بیٹی پیدا ہونے کی خبر سن پاتا تو غم کے مارے اس کے چہرہ کا رنگ سیاہ ہو جاتا اور اس کا دل گھٹنے لگتا، شرم کے مارے لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا اور سوچتا کہ ذلت گوارا کرکے بیٹی والا بن جائے یا عزت بچانے کے لئے اسے زندہ زمین میں گاڑ دے۔

ان لوگوں کی بے عقلی صاف ظاہر ہے کہ بیٹی کے باپ بننے میں خود تو اتنے تنگ دل ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے بارے میں بڑے فراخ دل ہیں کہ فرشتوں کو اس کی بیٹیاں مانتے ہیں۔ ایسے بے عقلوں اور ضدیوں سے کیا کہا جائے!

ع ۱۰ ۱۴

(۲) جو لوگ شرک اور نافرمانی میں مبتلا ہیں، وہ وہی ہیں جو آخرت کی زندگی پر ایمان نہیں رکھتے اور بدعملیوں کے انجام سے نہیں ڈرتے۔ یہ لوگ بہت برے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور نقص و عیب کی باتیں اس کی طرف منسوب کرتے ہیں، حالانکہ وہ ہر طرح کے نقص و عیب سے پاک اور بڑی اعلیٰ درجے کی صفتوں کا مالک ہے، مثلاً یہ کہ وہ عزیز و حکیم ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے یہ قانون ٹھہرا دیا ہے کہ وہ ظالموں اور نافرمانوں کو جلد نہیں پکڑتا۔ بلکہ ان کو ڈھیل دیتا ہے تاکہ کسی وقت بھی سنبھل جائیں اور آدمی بن جائیں لیکن جب وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے اور ان کی تباہی کا وقت آپہنچتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا عذاب ایک گھڑی بھر کے لئے بھی آگے یا پیچھے نہیں ہو سکتا۔

لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ
ان کے لئے بھلائی (یعنی نجات) ہے بلاشبہ ان کے لئے (دوزخ کی) آگ ہے اور وہ (دوزخ میں) سب سے
مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ
پہلے بھیجے جائیں گے (۱) (اے پیغمبر!) اللہ کی قسم! ہم نے تم سے پہلی امتوں کی طرف
مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ
پیغمبر بھیجے مگر شیطان نے ان کے اعمال ان کو آراستہ کر دکھائے تو وہی
وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَآ
آج بھی ان لوگوں کا دوست ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے (۲) اور (اے پیغمبر)
اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى
ہم نے یہ کتاب تم پر اسی لئے نازل کی ہے کہ جن باتوں میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں ان کی
اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾
حقیقت تم ان پر واضح کر دو اور (یہ کتاب) ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے (۳)
وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ
اور اللہ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین کو اس کے
بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ
مرنے کے بعد زندہ کر دیا بلاشبہ اس میں (بات) سننے والوں کے لئے (اللہ کی قدرت کی)
يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ
بڑی نشانی ہے (۴) اور (لوگو) بلاشبہ چارپایوں میں تمہارے لئے عبرت ہے کہ
نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ
ان کے پیٹوں کے اندر سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ پیدا کر کے

منزل ۳

(۱) ان لوگوں کی بے عقلی حیرت انگیز ہے کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی باتیں ٹھہراتے ہیں جن کو یہ خود اپنے لئے پسند نہیں کرتے، اور دوسری طرف ان کی زبانوں پر یہ جھوٹا دعوے ہے کہ ان کے لئے ہر حال میں اچھائی ہی اچھائی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے جس میں دوسروں سے پہلے یہ خود پہنچیں گے۔

(۲) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرماتا ہے کہ اے پیغمبر! تم سے پہلے بھی ہم نے مختلف قوموں کے پاس پیغمبر بھیجے تھے لیکن ایسا ہوا کہ شیطان نے ان کو بہکایا اور ان کے اعمال کو ان کی نظروں میں آراستہ کر کے دکھایا اور اس وجہ سے لوگوں نے پیغام الٰہی کو بھلا دیا اور گمراہی میں پڑ گئے۔ اسی طرح آج بھی جو لوگ تمہاری مخالفت کر رہے ہیں، ان کو شیطان نے بہکا رکھا ہے۔ اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ ان سب کو دردناک عذاب بھگتنا پڑے گا۔

(۳) اس آیت میں قرآن مجید کے نازل ہونے کے مقصد کو اور الہامی کتابوں میں اس کے مقام کو واضح فرمایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کے نازل ہونے کے وقت پچھلی الہامی کتابیں اپنی اصلی حالت میں باقی نہیں رہی تھیں اور الٰہی تعلیم خلط ملط ہو گئی تھی لوگوں میں اختلافات پیدا ہو گیا تھا۔ دین کے صحیح عقیدے اور بنیادی احکام کا پتہ چلانا ناممکن ہو گیا تھا۔

ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کی ہدایت کے لئے پیغمبر آخر الزماں پر آخری پیغام یعنی قرآن مجید نازل فرمایا، تاکہ آنحضرتؐ قرآن مجید کی روشنی میں دین کے عقیدوں اور بنیادی احکام کے بارے میں دو ٹوک فیصلہ سنا دیں، جس سے اختلافات دور ہو جائیں اور ساری انسانیت اگر چاہے تو "ایک اللہ"، ایک پیغمبر اور ایک دین پر متفق ہو کر اور خاص رحمت و ہدایت سے سرفراز ہو کر ترقی کی راہ پر گامزن ہو جائے۔ ع ۱۴

(۴) وحی الٰہی باران رحمت کی طرح سے ہے۔ دونوں ایک ہی طرح کام کرتی ہیں۔ اگر باران رحمت مردہ زمین کو زندہ کرتی ہے تو وحی الٰہی مردہ دلوں کو زندہ کرتی ہے لیکن اس سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو نصیحت کان دھر کے سنتے ہیں۔

لَبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ
ہم تم کو پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہوتا ہے (۱) اور (اسی طرح) کھجور اور
النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ
انگور کے میوؤں سے تم لوگ نشہ کی چیزیں اور عمدہ کھانے کی
رِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾
چیزیں بناتے ہو بلاشبہ عقل والوں کے لئے اس میں (اللہ کی قدرت کی بڑی) نشانی ہے (۲)
وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ
اے پیغمبر! تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں اور درختوں میں اور
الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿٦٨﴾
لوگ جو اونچی اونچی ٹٹیاں باندھتے ہیں ان میں چھتے بنائے
ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ
پھر ہر طرح کے پھلوں سے رس چوس چوس کر اپنے پروردگار کے مقرر کئے ہوئے طریقہ پر پوری فرماں برداری کے ساتھ چلتی
رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ
رہے (دیکھو!) اس کے پیٹ سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے (یعنی شہد) جس کے رنگ
اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
طرح طرح کے ہوتے ہیں اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے بلاشبہ غور کرنے والوں کے لئے اس میں
لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۟ۙ
(اللہ کی قدرت کی) بڑی نشانی ہے (۳) اور اے لوگو! اللہ نے تم کو پیدا کیا پھر وہی تم کو موت دیتا ہے
وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ
اور تم میں بعض ایسے ہوتے ہیں جو (بڑھاپے کی) خراب عمر کو پہنچ جاتے ہیں اور (بہت کچھ) جاننے کے بعد

(۱) ذیل کی تین آیتوں میں تین نہایت لذیذ غذاؤں کا ذکر فرما کر ربوبیت کی بخشششوں کی طرف توجہ دلائی ہے اور اس ذات اللہ تعالیٰ کی حکمت، صنعت اور اس کے علیم و قدیر ہونے کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے۔

دیکھو! اللہ تعالیٰ نے چوپائے پیدا کئے بھیڑ، بکری، گائے، بھینس وغیرہ غذا کھاتی ہیں۔ غذا میں اچھے اور برے دونوں حصے ملے جلے ہوتے ہیں۔ مگر اس حکیم و قدیر کا انتظام دیکھو کہ پیٹ میں دونوں حصے الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ خراب حصہ فضلہ کی شکل میں اپنی راہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور غذا کے عمدہ جوہر سے خون بنتا ہے جو گویا میں زندگی اور طاقت بخشتا ہے۔ پھر یہی خون چوپایوں کے تھنوں کی راہ سے لذیذ اور خوش گوار دودھ کی شکل میں نمودار ہوتا ہے جس کو آدمی غٹ غٹ پی جاتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کے پھل اور میوے پیدا کئے ہیں جن میں سے انگور اور کھجور نہایت خوش ذائقہ اور لطیف ہیں۔ ان میں سے کچھ تو ویسے ہی کھالئے جاتے ہیں اور کچھ شراب، شربت اور دوسری چیزیں بنانے کے کام آتے ہیں۔ یہ پھل زمین، کھاد، پانی اور ہوا سے پیدا ہوتے ہیں۔ غور کرو کہ ان کا مادہ، رنگ، شکل، ماہیت، مزہ، بو، قوام، مقدار اور کیفیت اصل میں کیا تھی اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو کیا بنا دیا۔ ناپاک سے پاک، بدمزہ سے خوش مزہ اور بدرنگ سے خوش رنگ بنا دیا لیکن ان باتوں سے وہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

(۳) شہد کی مکھی پر غور کرو کہ کس محنت، جانفشانی اور نظم و ضبط کے ساتھ کام کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت میں یہ بات رکھ دی ہے کہ وہ پہاڑوں، درختوں اور مکانوں کی چھتوں میں اپنا گھر بناتی ہے جس کی کاریگری کو دیکھ کر انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے پھر وہ جنگلوں اور باغوں میں جاتی ہے اور وہاں طرح طرح کے پھلوں اور پھولوں کا رس چوستی ہے پھر اس کو شہد کی شکل میں نکالتی ہے جو نہایت خوش ذائقہ اور لطیف غذا ہے اور جس میں کئی بیماریوں کے لئے شفا کا سامان ہے۔ لیکن ان باتوں سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کرتے ہیں۔

بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿٧٠﴾

ہر چیز سے بے علم ہو جاتے ہیں بلاشبہ اللہ جاننے والا (اور) قدرت والا ہے (۱)

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ

اور اللہ نے رزق میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے

فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ

تو جن لوگوں کو فضیلت دی ہے وہ اپنا رزق اپنے زیر دستوں (یعنی غلاموں اور نوکروں) کو دے

اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ

ڈالنے والے نہیں کہ سب اس میں برابر ہو جائیں کیا پھر بھی یہ لوگ اللہ کی نعمت

يَجْحَدُوْنَ ﴿٧١﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

کا انکار کرتے ہیں (۲) اور اللہ نے تم ہی میں سے تمہارے لئے

اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَ

بیویاں بنائیں اور تمہاری بیویوں سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے

حَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ

پیدا کئے اور کھانے کو تمہیں پاکیزہ چیزیں دیں (۳) تو کیا یہ لوگ بے اصل چیزوں پر

يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَ

اعتقاد رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں اور

يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا

اللہ کے سوا ایسوں کی پرستش کرتے ہیں جو ان کو آسمانوں اور زمین میں سے

مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٧٣﴾

روزی دینے کا ذرا بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ (کسی اور طرح کا) مقدور رکھتے ہیں (۴)

(۱) قدرت کی بہت سی خارجی نشانیاں ذکر فرما کر انسان کو تنبیہ فرمائی کہ خود اپنی حالت پر غور کرے کہ وہ کچھ نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو علم، قدرت، سمع، بصر وغیرہ صفات سے آراستہ کرکے پیدا کیا۔ پھر اس پر موت بھیجی اور زندگی واپس لے لی۔ اور بعض لوگوں کو موت سے پہلے ایسے درجے میں پہنچا دیا کہ ہوش و حواس ٹھکانے نہ رہے، دماغ معطل ہو گیا، جو کچھ جانا بوجھا اور پڑھا لکھا تھا سب بھلا دیا۔ غور کرو! کیا اس سے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ علم وغیرہ ساری صفات کا مالک وہی ہے، جس کو چاہتا ہے اور جس قدر چاہتا ہے، دیتا ہے اور جب چاہتا ہے، چھین لیتا ہے۔

ع ۹
۱۵

(۲) زندگی کا انتظام اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے کہ روزی اور سر و سامان معیشت کے لحاظ سے سب کی حالت یکساں نہیں ہے اور بعض کو بعض پر فضیلت ہے۔ کچھ لوگ مالدار ہیں اور بہت سے غلاموں اور لونڈیوں کے مالک ہیں۔ اس کے برخلاف غلاموں کا حال یہ ہے کہ وہ بھی آدمی ہیں، لیکن ایک پیسہ کے مالک نہیں، ہر بات میں آقا کے محتاج ہیں۔ پھر دیکھو کہ کوئی آقا اس بات کو گوارا نہیں کرتا کہ دولت اور سامان معیشت میں غلاموں کو برابر کا شریک کرے۔ لیکن حیرت کا مقام ہے کہ مشرک اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اس کا شریک اور حصے دار ٹھہراتے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے نوع انسانی کو دو صنفوں میں تقسیم کرکے مرد اور عورت کا جوڑا پیدا کیا، اور ان میں محبت اور الفت کا بیج بو دیا تاکہ ایک دوسرے سے سکون اور اطمینان حاصل کر سکیں۔ پھر بیٹے اور پوتے عطا فرمائے اور خاندانی زندگی کی بنیاد رکھی تاکہ اجتماعی زندگی کی برکتیں اور راحتیں حاصل ہو سکیں پھر غذا کے لئے اچھی اچھی چیزیں پیدا کیں جو نہ صرف مفید ہیں بلکہ خوش گوار، خوش بو اور خوش رنگ بھی ہیں۔

(۴) لیکن لوگ عقل سے کام نہیں لیتے اور ان حقیقتوں پر غور نہیں کرتے۔ وہ وہم و گمان کی باتوں اور باطل معبودوں پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرکے دوسرے معبودوں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں اور ایسوں کو پوجتے ہیں جو کائنات میں کسی بات کی بھی قدرت نہیں رکھتے اور نہ ان کو کچھ روزی پہنچا سکتے ہیں۔

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَ
تو (لوگو!) اللہ کے بارے میں مثال مت گھڑو بلاشبہ اللہ جانتا ہے اور

اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (٧٤) ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا
تم نہیں جانتے (۱) اور اللہ ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک غلام ہے

مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا
جو (بالکل) دوسرے کے اختیار میں ہے اور وہ کسی بات کا اختیار نہیں رکھتا اور دوسرا شخص وہ ہے جس کو ہم نے اپنے فضل سے عمدہ

رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ
روزی عطا کر رکھی ہے اور وہ اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتا ہے کیا یہ دونوں آدمی برابر ہو سکتے ہیں

يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (٧٥)
(ہرگز نہیں) ساری تعریف اللہ ہی کے لئے ہے مگر ان میں سے اکثر (اس حقیقت کو) نہیں جانتے (۲)

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا
اور اللہ ایک اور مثال بیان فرماتا ہے کہ دو آدمی ہیں، ایک ان میں سے گونگا ہے (اور) کسی

يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا
چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور وہ اپنے آقا پر ایک بوجھ ہے۔ وہ جہاں

يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ
اسے بھیجتا ہے کوئی کام درست کر کے نہیں لاتا کیا ایسا شخص اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو لوگوں کو

يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (٧٦) وَلِلّٰهِ
عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے اور وہ خود بھی سیدھے راستہ پر ہے (۳) اور آسمانوں

غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا
اور زمین کی تمام چھپی باتوں کا علم اللہ ہی کو ہے اور (اللہ کے نزدیک) قیامت کا آنا ایسا سمجھو

(۱) مشرکوں کے سردار عوام کو بہکانے کے لئے ایک مثال اپنے دل سے گھڑ کر کہا کرتے تھے کہ اللہ کی مثال ایسی ہے جیسے دنیوی بادشاہ کہ اس تک ہر کس و ناکس کی رسائی نہیں ہوتی، اس لئے بادشاہ اپنے ماتحت عہدہ دار مقرر کر دیتا ہے اور بہت کچھ اختیارات ان کو دے دیتا ہے۔ وہ خود بھی عوام کے کام نکالتے ہیں اور مناسب وقت پر بادشاہ کے پاس سفارش بھی کر دیتے ہیں اس لئے ان کو راضی رکھنا ضروری ہے۔ یہی حال اللہ کا ہے، بلکہ وہ تو سب بادشاہوں سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ اس تک ہماری رسائی نہیں۔ اس نے بزرگوں اور دیوتاؤں کو اختیارات دے رکھے ہیں۔ اس لئے ہم ان کو پوجتے ہیں تاکہ وہ ہم سے راضی رہیں۔

اس آیت میں ہدایت فرماتا ہے کہ اپنی طرف سے اللہ کے لئے مثالیں مت گھڑا کرو۔ تم اس کی شان اور صفات کو نہیں جانتے۔ وہ بادشاہوں کی طرح نہیں ہے کہ اس نے اپنے اختیارات دوسروں کو منتقل کر دیئے ہوں۔ اس کی شان تو یہ ہے کہ ہر چھوٹے سے چھوٹا کام اسی کے علم اور حکم سے ہوتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے لئے تم جو مثال بیان کرتے ہو وہ تو بالکل غلط ہے۔ البتہ اس مثال پر غور کرو اور اس سے نصیحت حاصل کرو۔

فرض کرو دو شخص ہیں۔ ایک وہ ہے جو کسی کا غلام ہے کہ کسی چیز کا مالک نہیں اور نہ کسی طرح کا اختیار رکھتا ہے کہ کسی کو کچھ دے سکے۔ دوسرا شخص وہ ہے جو آزاد ہے، بہت سی چیزوں کا مالک ہے اور اپنی مرضی سے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔

بتاؤ کہ اگر تمہیں کوئی ضرورت پیش آئے تو تم کس کے پاس جاؤ گے؟ اس کے پاس جو کچھ نہیں رکھتا یا اس کے پاس جو مالک و مختار ہے اور جس طرح چاہے اپنا مال خرچ کر سکتا ہے۔ کیا ان دونوں شخصوں میں تم کوئی فرق محسوس نہیں کرو گے؟ اگر کرو گے اور ضرور کرو گے، تو پھر تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اپنی حاجتوں کے لئے ان کے آگے جھکتے ہو جو مخلوق ہیں اور اپنی احتیاجوں میں اللہ تعالیٰ کی بخشش کے محتاج ہیں، اور اس کی طرف سے منہ موڑ لیتے ہو جو سارے کمالات رکھتا ہے، جس کے قبضے میں سب کچھ ہے اور جو بے دریغ دیتا ہے کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ پکڑ سکے۔

ع ۹
۱۶

(۳) مزید وضاحت کے لئے دوسری مثال سنو اور اس سے نصیحت حاصل کرو۔ دو شخص ہیں۔ ایک وہ جو غلام ہونے کے علاوہ گونگا بہرا بھی ہے، کسی کام کا نہیں، آقا پر ایک بوجھ بنا ہوا ہے۔ آقا اس کو جس طرف بھیجتا ہے، کچھ کام ٹھیک کر کے نہیں آتا بلکہ الٹا نقصان ہی کرتا ہے۔ اس کے مقابل دوسرا شخص وہ ہے جو خوب سمجھدار اور ہوشیار ہے، خود بھی سیدھا راستہ چلتا ہے اور دوسروں کو بھی اعتدال کا طریقہ سکھاتا ہے۔ کیا یہ دونوں شخص برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! پھر ان لوگوں کی عقلوں کو کیا ہو گیا ہے کہ پتھر کے بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں!
بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس مثال کے ذریعہ مؤمن اور کافر کا فرق سمجھایا ہے۔

كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ
جیسے آنکھ کا جھپکنا بلکہ (اس سے بھی) جلد تر بیشک اللہ ہر چیز پر

قَدِیْرٌ ﴿۷۷﴾ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا
قادر ہے (۱) اور اللہ ہی نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا کہ تم

تَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ
کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور تم کو کان (دیئے) اور آنکھیں (دیں)

وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ یَرَوْا اِلَى
اور دل (دیئے) تاکہ تم اس کا شکر کرو (۲) کیا ان لوگوں نے پرندوں کو

الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا
نہیں دیکھا جو آسمان کی ہوا میں مسخر ہیں ان کو (اڑتے وقت) اللہ ہی تھامے

اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَاللّٰهُ
رکھتا ہے بلاشبہ ایمان والوں کے لئے اس بات میں (اللہ کی قدرت کی) بہت سی نشانیاں ہیں (۳) اور (دیکھو!)

جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُیُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ
اللہ نے تمہارے لئے گھروں کو رہنے کی جگہ بنایا اور اسی نے چارپاؤں کی کھالوں سے

مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُیُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا یَوْمَ
تمہارے لئے (ایک خاص قسم کے) گھر (یعنی خیمے) بنائے جن کو تم ہلکا جان کر سفر اور

ظَعْنِكُمْ وَیَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَ
حضر میں کام میں لاتے ہو اور ان کی اون اور روؤں اور

اَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِیْنٍ ﴿۸۰﴾
بالوں سے کتنے ہی سامان اور مفید چیزیں بنائیں کہ ایک خاص وقت تک کام دیتی ہیں (۴)

(۱) اللہ تعالیٰ ہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے، کیونکہ جو بڑی بڑی صفات وہ رکھتا ہے، کائنات میں کوئی دوسرا نہیں رکھتا، مثلاً علم اور قدرت میں کوئی اس کے برابر کا نہیں۔ اس کا علم اتنا وسیع ہے کہ وہ آسمان اور زمین کے سارے بھیدوں کو جانتا ہے۔ چنانچہ قیامت کا وقت اسی کے علم میں ہے اور اس کا لانا اسی کی قدرت میں۔ لوگوں کو چاہئے کہ قیامت سے غافل نہ رہیں، کیونکہ جب وہ چاہے گا تو پلک جھپکنے کی دیر بھی نہ ہوگی کہ وہ آجائے گی۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے احسانات کا اندازہ اس سے کرو کہ اس نے تم کو کیسے عجیب و غریب طریقے سے پیدا کیا اور کیسی کیسی قوتیں اور صلاحیتیں تمہارے اندر رکھیں۔ دیکھو! جب تم ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تو کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری پرورش کا انتظام فرمایا اور تمہاری قوتوں کو ابھارا۔ یہاں تک کہ تمہیں دیکھنے کے لئے آنکھیں، سننے کے لئے کان اور سوچنے سمجھنے کے لئے دل دیئے۔ تم کو چاہئے کہ ان نعمتوں کی قدر پہچانو، اللہ تعالیٰ کا شکر کرو اور اس کے سوا کسی اور کو معبود نہ بناؤ۔

(۳) پرندوں کو دیکھو! ان کا بدن بھی اسی طرح گوشت پوست اور ہڈیوں سے بنا ہوا ہے جس طرح انسان کا اور دوسرے جانوروں کا اور زمین کی کشش بھی سب پر یکساں طور پر اثر ڈالتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے پرندوں کو ایک خاص ڈھنگ پر پیدا کیا ہے کہ وہ بے تکلف ہوا میں اڑتے پھرتے ہیں۔ اس میں بصیرت والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ یوں تو ہر شخص پرندوں کو دیکھتا ہے، مگر جو لوگ نور فطرت سے کام لیتے ہیں، وہ مادیات سے بالاتر مسبب الاسباب کو پہچان کر ذات و صفات میں اللہ تعالیٰ کو وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ مانتے ہیں اور اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ آج جو عقل والے ہیں اور قدرت کا قانون معلوم کرکے پرندوں کی طرح خود بھی ہوا میں اڑتے پھرتے ہیں، ان کو چاہئے کہ اللہ پر ایمان لانے میں دوسروں سے پیش پیش رہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ کے احسانات پر غور کرو کہ اس نے تم کو پیدا کرکے یوں ہی نہیں چھوڑ دیا، بلکہ مادی زندگی کو باقی رکھنے اور آسائش کے ساتھ گزارنے کے اسباب بھی فراہم فرمائے۔ مثلاً تم اینٹ پتھر کے مکانات بنا کر ان میں رہتے ہو۔ جانوروں کی کھالوں سے خیمے بناتے ہو جن کو آسانی سے ادھر لئے پھرتے ہو اور جن سے سفر اور حضر دونوں حالتوں میں کام لیتے ہو۔ اونٹوں، بھیڑوں اور بکریوں کے بالوں سے بہت سا سامان بناتے ہو جو ایک خاص وقت تک تمہارے کام آتا ہے۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ
اور اللہ نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں سے تمہارے لئے سایے بنائے اور پہاڑوں میں پناہ
مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ
لینے کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لئے ایسے کرتے بنائے جو گرمی سے تم کو بچاتے ہیں
الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ
اور ایسے کرتے بھی بنائے جو لڑائی میں تم کو بچاتے ہیں اسی طرح اللہ اپنی
نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا
نعمتیں تم کو پوری پوری دیتا ہے تاکہ تم فرماں بردار ہو (۱) پس اے پیغمبر! اگر اس پر بھی
فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ
لوگ روگردانی کریں تو تمہارا کام صرف یہ ہے کہ صاف صاف پیغام حق پہنچا دو۔ یہ اللہ کی نعمتیں پہچانتے
اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع وَيَوْمَ
ہیں پھر بھی ان سے انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر ناشکرے ہیں (۲) اور جس دن ہم
نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ
ہر ایک امت میں سے ایک گواہ (یعنی پیغمبر) اٹھا کھڑا کریں گے پھر نہ تو کافروں کو (بولنے کی) اجازت
كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا
ملے گی اور نہ ان سے توبہ لی جائے گی اور جب ظالم لوگ عذاب اپنے سامنے
الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾
دیکھ لیں گے تو نہ تو ان سے عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت ہی دی جائے گی (۳)
وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا
اور جن لوگوں نے اللہ کے شریک بنائے تھے وہ جب قیامت کے دن اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار!

(۱) اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام فرمایا کہ چیزوں کا سایہ بنایا کہ جن لوگوں کو مکان اور خیمے میسر نہیں، وہ درختوں اور مکانوں کے سایے میں آرام پاتے ہیں پہاڑ بنائے جن میں دھوپ سے اور دشمن سے پناہ ملتی ہے۔ لباس کے ذریعہ آدمی گرمی اور سردی سے بچتا ہے اور زرہیں جنگ میں کام آتی ہیں۔

بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان ان نعمتوں کی قدر پہچانے اور جس اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت اور آسائش کے لئے ایسا سر و سامان مہیا فرمایا ہے، اس کے سامنے سر نیاز خم کر دے۔

(۲) آنحضرت ﷺ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اتنے سمجھانے بجھانے پر بھی اگر یہ لوگ سیدھے راستے پر نہ آئیں تو تم ان کی فکر مت کرو اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ بڑے ضدی ہیں اور ہٹ دھرمی کر رہے ہیں۔ ورنہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو خوب پہچانتے ہیں اس لئے کہ یہ فطرت کی پکار ہے، اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا لیکن یہ ظالم جانتے بوجھتے انکار کرتے ہیں۔ اگر سارے ع انسانوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بہت تھوڑے لوگ تو اللہ تعالیٰ کے پیغام کو مانتے ہیں اور اکثر اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

(۳) لوگ چاہے کتنا ہی انکار کریں لیکن قیامت ضرور آئے گی اور اس دن ایسا ہوگا کہ پیغمبر گواہی دیں گے اور بتائیں گے کہ ان کی امت میں سے کن کن لوگوں نے پیغام حق قبول کیا اور پرہیزگاروں کی طرح زندگی گزاری اور کن کن لوگوں نے سرکشی اور نافرمانی کر کے دنیا میں فساد مچایا۔

دیکھو! اس دن کافروں کو زبان کھولنے یا گواہوں سے جرح کرنے یا جھوٹا عذر پیش کرنے اور توبہ کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

اور جب ظالم لوگ میدان حشر میں لے جا کر کھڑے کئے جائیں گے اور عذاب الٰہی سامنے نمودار ہوگا تو بازپرس ہوگی۔ مہلت کے طالب ہوں گے کہ نیکی کر کے عذاب سے نجات پا سکیں، یا خواہش کریں گے کہ عذاب میں کچھ کمی کر دی جائے لیکن اس دن اس طرح کی کوئی خواہش پوری کی جائے گی۔

هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ
یہی وہ شریک ہیں جن کو ہم تیرے سوا (حاجت روائی کے لئے) پکارا کرتے تھے تو
فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٨٦﴾ وَاَلْقَوْا
وہ شریک ان کی بات (الٹی) انھیں کی طرف پھینک دیں گے (اور کہیں گے) کہ تم جھوٹے ہو اور اس دن سب
اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ۨالسَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا
اللہ کے آگے سر اطاعت جھکا دیں گے اور دنیا میں جو بہتان باندھا کرتے تھے وہ سب
يَفْتَرُوْنَ ﴿٨٧﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ
ان سے جاتے رہیں گے (۱) جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا
اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا
تو ہم ان کو عذاب پر عذاب دیں گے اس لئے کہ وہ فساد
يُفْسِدُوْنَ ﴿٨٨﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا
کیا کرتے تھے اور (اس دن کو یاد کرو) جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہ (یعنی پیغمبر) اٹھا
عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى
کھڑا کریں گے جو ان ہی میں سے ہوگا اور (اے محمدؐ) ہم تم کو ان سب پر گواہ بنا کر
هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ
پیش کریں گے اور ہم نے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا بیان
شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿٨٩﴾ ع
(مفصل) ہے اور جو مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے (۲)
اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي
(مسلمانو!) بیشک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ (ہر معاملہ میں) انصاف کرو اور (سب کے ساتھ) بھلائی کرو اور قرابت داروں کے

(۱) جب مشرکین میدان حشر میں ان انبیاء، اولیاء، اور شیاطین کو دیکھیں گے جن کو وہ دنیا میں پوجا کرتے تھے تو اپنے بچاؤ کے لئے عرض کریں گے کہ "پروردگار! یہ ہیں ہمارے بنائے ہوئے شریک جن کو ہم تیرے سوا پکارا کرتے تھے۔" اس پر وہ انھیں جواب دیں گے کہ "تم جھوٹے ہو" یعنی وہ شرک سے اپنی براءت کا اعلان کریں گے۔ انبیاء اور اولیاء تو دنیا میں بھی شرک اور کفر سے بچنے کی تعلیم دیتے رہے اور قیامت کے دن بھی اسی بات کا اعلان کریں گے۔ لیکن شیطان بھی اس دن اپنے کو بچائے گا اور مشرکوں اور نافرمانوں کے سر الزام دھرے گا اور کہے گا کہ بیشک میرا یہ قصور تھا کہ میں نے تم کو بہکایا لیکن تم نے میرا کہا کیوں مانا؟ اب مجھ کو ملامت نہ کرو بلکہ خود اپنے کو کرو۔
آخرکار سرکشوں اور نافرمانوں کی ساری افتراپردازیاں اور چالاکیاں ہوا ہو جائیں گی اور وہ سب لاجواب ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجز اور مغلوب ہو جائیں گے۔

(۲) آنحضرتؐ کی رسالت کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے فرمایا کہ جب قیامت کے دن ہر پیغمبر اپنی امت کے بارے میں گواہی دے گا تو آنحضرتؐ بھی اپنی امت کے بارے میں گواہی دیں گے کہ کس کس نے پیغام حق قبول کیا اور کس کس نے اس سے منہ موڑا۔
بعض مفسرین نے اس آیت کا مطلب یوں لکھا ہے کہ چونکہ آنحضرتؐ پیغمبر آخرالزماں اور خاتم النبیین ہیں اس لئے آپ سارے پیغمبروں کے حق میں گواہی دیں گے کہ وہ سچے تھے اور یہ کہ انھوں نے پیغام حق ٹھیک ٹھیک طور پر پہنچا دیا تھا چنانچہ اس مضمون کی ایک آیت پارہ ۵ رکوع ۳ میں گزر چکی ہے۔
ع ۱۲
۶
۱۸
آنحضرتؐ کی رسالت کی تائید کے لئے فرمایا وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ الخ یعنی قرآن مجید جس کو آنحضرتؐ پیش فرماتے ہیں ایسی خوبیوں کا حامل ہے کہ ایک حق پرست آدمی کے دل میں یہ یقین پیدا ہوگا کہ بیشک یہ کلام الٰہی ہے اور یہ کہ آنحضرتؐ اللہ کے رسول ہیں۔
واضح ہو کہ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید دین کے عقیدوں اور بنیادی احکام کو واضح کرتا ہے۔

(۱) یہ ایک جامع آیت ہے جس سے عملی زندگی کے سارے اہم پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے اور جس سے قرآن مجید کی جامعیت اور اس کا تبیاناً لکل شیئ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اس آیت کو سن کر حضرت عثمان بن مظعون قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کے قائل ہوئے تھے اور ایمان لائے تھے۔ آیت کے ابتدائی حصے میں تین اصول پر کاربند رہنے کا حکم دیا گیا ہے یعنی عدل، احسان اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا پھر تین باتوں سے منع کیا گیا ہے یعنی فحشاء، منکر اور بغی۔ عدل ایک بہت بڑی اور بنیادی صفت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے ذہن اور طبیعت میں توازن اور انصاف ہو کہ وہ اپنے خیالات، عقیدوں، اعمال، اخلاق، معاملات اور جذبات میں افراط و تفریط اور کمی زیادتی سے بچ کر اعتدال اور انصاف کے راستے پر چلتا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اصل عدل توحید ہے۔ احسان کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل میں خیر خواہی اور حسن سلوک کا جذبہ ہو جس سے آدمی حق ادا کرنے کے بعد لوگوں کو ان کے حق سے زیادہ دے۔ معاملات کے مقام سے ہو کر بخشش اور کرم کا پہلو ملحوظ رکھے۔ مقام احسان کا کمال یہ ہے کہ دل میں عبادت کی کیفیت کے ساتھ عبادت کی کوشش کرے جو حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے۔ اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ۔

عدل اور احسان کے بعد رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے پر زور دیا ہے۔ اس سے دوسروں کے مقابلہ میں رشتہ داروں کے حقوق زیادہ ہیں جتنا رشتہ قریبی ہو گا اتنا ہی اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہو گا۔ رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا کنبہ، پدری دائرہ اندر وہ اہم چیز ہے جس سے معاشرہ کا نظام مستحکم ہوتا ہے۔ فحشاء سے مراد وہ برائیاں ہیں جو انتہائی درجے کی برائیاں مانی گئی ہیں جیسے زنا۔ منکر معروف کی ضد ہے یعنی جس کو معقول اور سنجیدہ لوگ ناپسند کرتے ہیں۔ بغی سے مراد ہے اور شریعت یا معقولیت کی حد سے گزر جانا اور لوگوں پر ظلم و زیادتی کر کے معاشرہ میں فساد برپا کرنا۔

(۲) اوپر کی آیت میں عدل پر کاربند رہنے کی تعلیم دینے کے بعد اس آیت میں خاص طور پر وفائے عہد کی تاکید فرمائی جس کی اہمیت بحیثیت ایک جماعت کے مسلمانوں کے لئے مستقبل قریب یعنی مدنی زندگی میں ظاہر ہونے والی تھی۔ عہد و میثاق کے معاملات میں زیادہ اہم اور نازک معاملہ جماعتوں کے معاہدوں کا ہوتا ہے اور اسی میں ساری جماعت کی آزمائش ہوتی ہے۔ اگر افراد عہد و پیمان میں لاپرواہی کریں تو اس کے نتائج شخصی اعمال کے دائرے میں رہتے ہیں لیکن اگر کوئی جماعت عہد شکنی کرے تو اس سے ساری قوم کا کردار متاثر ہوتا ہے۔ قوم عرب وفائے عہد کو شخصی اخلاق میں بڑی اہمیت دیتے تھے لیکن ان کے نزدیک جماعتی معاہدوں کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ آج ایک قبیلے نے ایک قبیلے سے معاہدہ کیا لیکن کل دیکھا کہ معاہد قبیلہ کا مخالف زیادہ طاقتور ہو گیا ہے تو بے کھٹکے اس کے ساتھ ہو گیا اور معاہد قبیلہ پر حملہ کر دیا۔ لیکن قرآن مجید نے وفائے عہد کا جو معیار قائم کیا ہے وہ اس درجہ بلند اور عالمگیر ہے کہ انسانی اعمال کا کوئی گوشہ بھی اس سے باہر نہیں رہ سکتا۔ وہ کہتا ہے کہ فرد ہو یا جماعت، ذاتی معاملات ہوں یا سیاسی، دوست ہو یا دشمن، امن کی حالت ہو یا جنگ کی، تم کسی حال میں بھی عہد شکنی کا خیال نہ کرو۔ قسم کھا کر عہد کرنا گویا اللہ تعالیٰ کو گواہ اور ضامن ٹھہرانا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اس کے نام کا احترام کرو اور عہد شکنی سے بچو۔

(۳) جو آدمی معاہدہ توڑتا ہے وہ اس عورت کی طرح اپنے عہد و پیمان کو ضائع کرتا ہے جو دن بھر سوت کاتتی ہے پھر شام کو سارا کتا ہوا سوت توڑ کر رکھ دیتی ہے۔ اس طرح دن بھر کی محنت پر پانی پھیر دیتی ہے پھر دیکھو کہ لوگوں کی کیا گمراہی ہے کہ وہ اصلاح کی بجائے قسموں کو آپس میں فساد پھیلانے کا سبب بناتے ہیں یعنی قسمیں کھانے سے معاہدے کا استحکام مقصود نہیں ہوتا بلکہ ہر گروہ کے پیش نظر یہ بات ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح دوسرے گروہ کے مقابلہ میں دنیوی فائدے زیادہ حاصل کرے اور اس پر فخر کرے۔ یہ بات مسلمانوں کی شان کے خلاف ہے۔ ان کو چاہئے کہ حالات کے بدلنے سے ایک جماعت کے کمزور ہونے اور دوسری جماعت کے طاقتور ہونے کا خیال نہ کریں اور عہد و پیمان کا احترام کریں۔ صبر کریں۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور یہ سمجھیں کہ اس وقت ایک سخت آزمائش سے گزر رہے ہیں۔ اگر احکام الٰہی پر جمے رہے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ سازگار حالات پیدا کرے گا۔ اور آخرت کا اجر تو بہرحال یقینی ہے کیونکہ قیامت کے دن سارے اختلافات کی حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔

الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ

حقوق ادا کرو اور بے حیائی کے کاموں اور ناشائستہ حرکتوں اور ظلم و زیادتی سے منع فرماتا ہے

يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا

تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو (۱) اور (مسلمانو!) جب تم آپس میں قول قرار کرو تو

عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ

اللہ کے عہد کو پورا کرو اور قسموں کو پختہ کرنے کے بعد نہ توڑو کیونکہ

قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا

تم اللہ کو اپنا ضامن مقرر کر چکے ہو یقین رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ

تَفْعَلُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا

اس کو جانتا ہے (۲) اور تم اس عورت کی طرح نہ ہو جس نے بڑی محنت سے اپنا سوت کاتا

مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ۭ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا

پھر توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کہ تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد کا سبب

بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِىَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ۭ

بنانے لگو کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھ جائے

اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ۭ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ

یاد رکھو! اللہ تمہیں اس معاملہ میں آزماتا ہے اور جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو

الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

قیامت کے دن اللہ تم پر ان کی اصل حقیقت کو ضرور ظاہر کر دے گا (۳) اور اگر اللہ چاہتا تو

لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ

سب کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے

وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَلَتُسْـَٔــلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾
اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جو کچھ (دنیا میں) عمل کرتے ہو اس کے بارے میں تم سے ضرور پوچھا جائے گا (۱)
وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ
اور (یاد رکھو کہ) اپنے معاملات میں اپنی قسموں کو مکر و فریب کا ذریعہ نہ بناؤ کہ لوگوں کے پاؤں جمنے کے بعد
بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْۗءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ
اکھڑ جائیں اور اس بات کی پاداش ہیں کہ تم نے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا
سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٩٤﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا
تم کو سزا کا مزہ چکھنا پڑے اور تم کو بڑا سخت عذاب ملے (۲) اور اللہ کے
بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَـمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ
عہد کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لو بلاشبہ جو (اجر و ثواب) اللہ کے پاس ہے وہی تمہارے حق میں بہتر
لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٩٥﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ
ہے بشرطیکہ تم اس بات کو سمجھو (یاد رکھو!) جو کچھ تمہارے پاس ہے (ایک نہ ایک دن) ختم ہو جائے گا
وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا
اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا اور جن لوگوں نے صبر کیا تو ہم قیامت کے
اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ مَنْ عَمِلَ
دن ان کے اچھے اعمال کا صلہ ان کو ضرور دیں گے (۳) جو شخص نیک عمل
صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ
کرے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو تو ہم (دنیا میں بھی) اس کو
حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ
ایک اچھی زندگی بسر کرائیں گے اور ان کو (قیامت کے دن بھی) ان کے اچھے اعمال کا

(۱) اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ایک جماعت کر دیتا اور سب کا عقیدہ اور مذہب ایک ہی ہوتا۔ مگر اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ آدمی کو با اختیار پیدا کرے اور ہدایت اور گمراہی کی دونوں راہیں اس پر کھول دے۔ اصل میں ہدایت اور گمراہی اسی کے ہاتھ میں ہے لیکن اپنے ارادہ کو کام میں لا کر دونوں راہوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا خود آدمی کا کام ہے۔ اسی لحاظ سے اس پر ذمہ داری ہے اور قیامت کے دن سب اعمال کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

(۲) مسلمان اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ اگر انھوں نے عہد شکنی کی اور قسموں کو توڑا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ساری مسلم قوم کی ساکھ خراب ہو جائے گی بلکہ لوگ اسلام سے بدظن ہو جائیں گے اور اسلام کو قبول کرنے سے رکنے لگیں گے۔ اسی طرح عہد شکنی کرنے والوں پر یہ الزام عائد ہوگا کہ انھوں نے برا نمونہ پیش کرکے اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا جو بڑا سخت گناہ ہے اور جس کی سزا بھی بڑی سخت ہوگی۔

(۳) کافروں کے بہکانے اور لالچ دلانے سے بعض مسلمان پھسل جاتے ہیں یا مال و دولت اور عزو جاہ کی لالچ سے مسلمان احکام الٰہی کی نافرمانی کر بیٹھتے ہیں۔ ایسے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ اسلام اور اطاعت و فرمانبرداری کا جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا ہے، اس کا احترام کرو اور دنیوی فائدوں اور نفسانی خواہشوں کی خاطر اس کو نہ توڑو۔ کیونکہ دنیوی عیش و آرام ایک دن ختم ہونے والا ہے۔ البتہ آخرت کا ثواب ہمیشہ جاری رہے گا، اس کا نقصان مت کرو۔ ایمان اور نیک عمل کی راہ میں جو مشکلات اور سختیاں پیش آئیں ان کو ہمت کے ساتھ برداشت کرو۔ اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر بھروسہ رکھو کہ وہ صبر کرنے والوں کو بہترین بدلا عطا فرمائے گا۔

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ

صلہ ضرور دیں گے (۱) اور (اے پیغمبر) جب تم قرآن پڑھنا چاہو تو شیطان مردود

بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ

(کے وسوسوں) سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو جو لوگ ایمان والے ہیں

سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾

اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں ان پر شیطان کا کچھ زور نہیں چلتا

اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِیْنَ هُمْ

اس کا زور تو انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اسے اپنا رفیق بناتے ہیں اور اس کے (وسوسوں کے) سبب

بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَاِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍ ۙ

(اللہ کے ساتھ) شریک مقرر کرتے ہیں (۲) اور (اے پیغمبر) جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلتے ہیں

وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ

حالانکہ اللہ جو کچھ نازل فرماتا ہے اسے خوب جانتا ہے تو کافر کہتے ہیں کہ تم تو یوں ہی اپنی طرف سے بنا لاتے ہو

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ

لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (کہ حقیقت حال کیا ہے) (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ اس کو روح القدس

الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِیُثَبِّتَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

تمہارے پروردگار کی طرف سے سچائی کے ساتھ لے کر نازل ہوئے ہیں تاکہ (یہ قرآن) ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے

وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ

اور فرماں برداروں کے لئے تو یہ ہدایت اور بشارت ہے (۳) اور بلاشبہ ہم جانتے ہیں کہ

اَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِیْ

یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) کو تو ایک شخص سکھا دیا کرتا ہے حالانکہ جس شخص کی طرف یہ

(۱) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مذہبی اور اخلاقی حیثیت مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ جو کوئی ایمان لائے اور نیک عملی کی زندگی بسر کرے، اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں پاکیزہ زندگی اور آخرت میں بہترین اجر ملے گا۔

ایماندار آدمی کی دنیوی زندگی نہایت پاکیزہ ہوتی ہے اس کا خیال پاک، عقیدہ پاک، بدن پاک، اور اس کے اخلاق و عادات پاک۔ غرض ظاہر و باطن سب پاک ہوتا ہے اس کے علاوہ یہ کہ ایماندار آدمی حب الٰہی کی شراب سے مست اور یادِ الٰہی میں مشغول رہتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے اور نیک عملی کی راہ پر گامزن رہتا ہے۔ وہ راضی برضائے حق اور قناعت پسند ہوتا ہے۔ اس لئے وہ پرسکون اور مطمئن رہتا ہے اور دنیوی مشکلات سے پریشان نہیں ہوتا۔ اس لحاظ سے بھی ایک ایماندار آدمی کی زندگی پاکیزہ، اچھی اور اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے۔

(۲) قرآن مجید ایمانی علوم اور نیک عملی کی ہدایات کا سرچشمہ ہے جس پر عمل کرنے سے انسان کی زندگی پاکیزہ ہوتی ہے لیکن شیطان جو اولادِ آدم کا قدیمی دشمن ہے اس بات کو گوارا نہیں کرتا کہ آدمی قرآن مجید کی طرف متوجہ ہو اور اس سے

ع ۱۳ ۱۹

ہدایت حاصل کرے۔ اس لئے وہ آدمی کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا رہتا ہے۔

شیطان سے بچنے کی ایک ہی ترکیب ہے۔ وہ یہ کہ آدمی شیطان سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائے۔ اسی لئے حکم ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے آدمی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اس کی پناہ میں آنے کی نیت کرے اور زبان سے بھی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیطان کا زور ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اس کا زور تو ان لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو اپنا دوست بناتے ہیں، اس کے اشاروں پر ناچتے ہیں اور اس کے بہکانے سے شرک، کفر اور نافرمانیوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔

(۳) "نسخ" کے مسئلہ پر تفصیلی بحث سورہ بقرہ کے (۱۳) رکوع میں گزر چکی ہے۔

یہاں اتنا سمجھنا کافی ہے کہ جب کبھی کوئی وقتی اور میعادی حکم بدل کر اس کی جگہ دوسرا حکم نازل کیا جاتا تو منکرین اعتراض کرتے اور آنحضرتؐ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہتے کہ "یہ حکم تو تم نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے"۔

واقعہ یہ ہے کہ اس طرح کا اعتراض کرنے والے لوگ جاہل ہیں جو جہالت اور ضد کی وجہ سے ایسی مہمل باتیں کرتے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن مجید تو پروردگارِ عالم کی طرف سے ایک مقدس فرشتے یعنی حضرت جبریلؑ کے ذریعہ آنحضرتؐ پر نازل ہوا ہے۔ کافر اپنی بدبختی سے اس قرآن مجید سے فائدہ نہیں اٹھاتے ورنہ ایمان والوں کو تو اس سے بڑا فائدہ پہنچتا ہے۔ ان کا ایمان تازہ اور عقیدہ پختہ ہوتا ہے۔ یہ لوگ اس سے ہدایت حاصل کرتے ہیں اور احکام کی تعمیل میں سرگرم ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو قرآن مجید نجات اور سعادت کی خوش خبری سناتا ہے۔

يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ
(تعلیم کی) نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ قرآن تو صاف عربی زبان
مُّبِينٌ ۝١٠٣ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيٰتِ اللّٰهِ ۙ
(میں) ہے (۱) بیشک جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے
لَا يَهْدِيهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝١٠٤ إِنَّمَا
ان کو اللہ ہدایت نہیں دیتا اور (آخرت میں) ان کے لئے دردناک عذاب ہے دل سے
يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ
جھوٹ بنانا تو انھیں لوگوں کا کام ہے جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور
أُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُونَ ۝١٠٥ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ
اصل میں یہی لوگ جھوٹے ہیں (۲) جو کوئی ایمان لانے کے بعد اللہ کے
إِيمَانِهِٓ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ
ساتھ کفر کرے مگر وہ شخص جو کفر پر زبردستی مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو (اس پر کچھ گناہ نہیں)
وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ
لیکن وہ شخص جو دل کھول کر کفر کرے تو ایسوں پر اللہ کا
مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝١٠٦ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمُ
غضب ہے اور ان کو بڑا (سخت) عذاب ہوگا (۳) یہ اس لئے کہ
اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ ۙ وَأَنَّ اللّٰهَ لَا
انھوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں عزیز رکھا اور اس لئے کہ اللہ
يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِينَ ۝١٠٧ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللّٰهُ
کافروں کو ہدایت نہیں دیتا یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے

(۱) مکہ شریف میں کچھ رومی اور ایرانی غلام بھی تھے جن کو فصیح عربی نہیں آتی تھی۔ ان میں سے ایک غلام ایسا بھی تھا جو آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور خود آپؐ بھی کبھی کبھی اس کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ اس غلام کا نام کسی نے بیشؔ کسی نے جعام اور کسی نے ابویسر و لکھا ہے غرض یہ کہ وہ لوگ شرارت سے کہنے لگے کہ فلاں غلام جو کچھ سکھاتا ہے اسی کو محمدؐ اللہ کا کلام کہہ کر پیش کر دیتے ہیں اس اعتراض کا مہمل ہونا خود قرآن مجید ہی سے ظاہر ہے وہ غلام جس کا نام لیا جاتا ہے وہ عجمی ہے جس کی مادری زبان عربی نہیں ہے۔ یونہی ٹوٹی پھوٹی عربی بول کر کام چلاتا ہے۔ اور قرآن مجید کی زبان ایسی فصیح عربی ہے کہ اس کے مقابلے عرب کے سارے شاعر اور ادیب عاجز ہیں۔ ظاہر ہے کہ قرآن مجید جیسی فصیح و بلیغ کتاب کا مصنف ایک عجمی غلام کو بتانا نہایت مہمل بات ہے جس کو منہ سے نکالتے ہوئے ایک عقلمند آدمی یقیناً شرما جائے گا۔

(۲) یعنی بہتان تراشی تو وہ لوگ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو نہیں مانتے اور اس کے کلام پر ایمان نہیں لاتے اور معاملات میں مکر و فریب سے کام چلاتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ آنحضرتؐ نے رسالت سے پہلے بھی کبھی جھوٹ نہیں بولا، کسی کی امانت میں خیانت نہیں کی۔ یہانتک کہ قوم نے آپؐ کو صادق اور امین کا لقب دے رکھا تھا۔ غور کرنے کی بات ہے کہ جب آپؐ نے بندوں کے معاملہ میں جھوٹ نہیں بولا تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیسے غلط بیانی کر سکتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ کافر خود ہی جھوٹے ہیں جو صادقؐ اور امینؐ پر جھوٹ کا الزام لگاتے ہیں۔

(۳) اسلام قبول کرنے کے بعد اس سے پھر جانا اور کافر ہو جانا بڑا گناہ ہے۔ ایسے شخص کو مرتد کہتے ہیں۔ اس کے لئے دنیا میں بھی سزا ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی سخت ہوگا۔
لیکن اگر کسی مسلمان کو مجبور کیا جائے اور ڈرایا جائے تو اس بات کی اجازت ہے کہ جان بچانے کی خاطر کفر کا کلمہ زبان سے نکال دے بشرطیکہ دل اسلام پر مطمئن ہو اور کلمۂ کفر کو خوشی سے نہیں مجبوری کے طور پر صرف زبان سے نکالا ہو۔
اس مقام پر یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ مذکورہ بالا اجازت آسانی کی خاطر ہے۔ ورنہ فضیلت اسی میں ہے کہ آدمی آخر دم تک اسلام پر ثابت قدم رہے اور بڑا درجہ انھیں حضرات کا ہے جو جان کی بازی لگا دیتے ہیں اور کلمۂ کفر زبان سے نکالنا بھی گوارا نہیں کرتے جیسا کہ بعض صحابہؓ کے واقعات تاریخ میں محفوظ ہیں ـــــ لکھا ہے کہ حضرت یاسرؓ اور ان کی بیوی حضرت سمیہؓ مکہ والوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ لیکن ان کے بیٹے حضرت عمارؓ نے کفر کا کلمہ کہہ دیا اور جان بچائی پھر موقع پا کر آنحضرتؐ کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ان کو تسلی دی۔ اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ
دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر مہر کر دی ہے اور یہی ہیں جو
هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ
غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں لامحالہ یہی لوگ آخرت میں
هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ
نقصان اٹھائیں گے (۱) پھر جن لوگوں نے تکلیفیں اٹھانے کے بعد اپنا
بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْ
وطن چھوڑا پھر جہاد کیے اور ثابت قدم رہے بلاشبہ تمہارا پروردگار ان (آزمائشوں)
بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ
کے بعد (ان کو) بخشنے والا (اور ان پر) رحمت کرنے والا ہے (۲) (اس دن کو یاد کرو) جس دن ہر شخص اپنی طرف سے
تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ
جھگڑا کرنے آئے گا (اور دوسروں کو نہ پوچھے گا) اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلا دیا جائے گا
وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ
اور لوگوں پر کسی طرح کا ظلم نہ ہوگا اور (دیکھو!) اللہ ایک بستی (والوں) کی مثال بیان فرماتا ہے کہ وہاں کے لوگ
اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ
ہر طرح امن و اطمینان سے تھے ہر جگہ سے ان کے پاس فراغت سے رزق آتا تھا
مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ
مگر انھوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے بھی ان کاموں کی پاداش میں
الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ
جو وہ کیا کرتے تھے ان کو بھوک اور خوف کا مزہ چکھایا اور ان لوگوں کے پاس

(۱) جو لوگ اسلام اور نیک عملی کی زندگی کو چھوڑ کر کفر اور بدعملی کی زندگی اختیار کرتے ہیں، ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ دنیا کی چند روزہ زندگی اور اس کے عیش و آرام پر فریفتہ ہوتے ہیں اور ان کی نظروں میں آخرت کی زندگی کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔
یہ لوگ آنکھوں سے حق کی نشانیاں نہیں دیکھتے، کانوں سے حق کی آواز نہیں سنتے اور دلوں سے سوچنے سمجھنے کا کام نہیں لیتے۔ گویا ان کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگ ہی آخرت میں گھاٹے میں رہیں گے۔

ع ۱۴ / ۱۰ / ۲۰

(۲) حضرت شاہ عبد القادر صاحب فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ان صحابہؓ کی تعریف ہے جنھوں نے دین کی راہ میں تکلیفیں اٹھائیں۔ جیسے حضرت خباب، حضرت صہیب، حضرت سالم اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان حضرات نے مکہ شریف میں قریش کے سرداروں کے ہاتھوں ناقابل بیان تکلیفیں اٹھائیں۔ پھر موقع پاکر مدینہ شریف کی طرف ہجرت کی اور آنحضرتؐ کے ساتھ جہادوں میں ثابت قدم رہے، تو ایسے حضرات کو خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان، صبر اور جہاد کو قبول فرمایا اور ان کی سابقہ کمزوریوں کو معاف کر دیا اور ان کو اپنی رحمت سے ڈھانک لیا۔

رَسُولٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ

انہی میں سے ایک پیغمبر آیا تو انھوں نے اس کو جھٹلایا اس پر عذاب الٰہی نے ان کو آپکڑا اور وہ خود اپنے

وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿۱۱۳﴾ فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا

اوپر ظلم کرنے والے تھے (۱) (اے مسلمانو!) اللہ نے جو حلال (اور) پاکیزہ رزق عطا فرمایا ہے اسے شوق سے کھاؤ

وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿۱۱۴﴾

اور اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ

بلاشبہ اس نے تم پر حرام کیا ہے مردہ جانور اور خون اور سور کا گوشت

وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ

اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے البتہ جو شخص مجبور ہو جائے (اور حرام چیز کھائے) بشرطیکہ وہ نافرمانی کرنے والا

وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَلَا تَقُولُوا

اور حد سے بڑھ جانے والا نہ ہو تو اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۲) اور یونہی

لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا

جھوٹ جو تمھاری زبان پر آجائے مت کہدیا کرو کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ چیز

حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ

حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھنے لگو بلاشبہ جو لوگ

يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ

اللہ پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں وہ کبھی کامیاب ہونے والے نہیں (یہ) دنیا کا

قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَعَلَى الَّذِينَ

تھوڑا سا فائدہ ہے اور (آخرکار) ان کو دردناک عذاب ہوگا (۳) اور (اے پیغمبر!) ہم نے یہودیوں پہ

(۱) حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس آیت میں مکہ والوں کا حال بیان فرمایا کہ ہزاروں سال سے وہ لوگ بافراغت زندگی بسر کرتے تھے، مکہ میں امن وامان تھا اور غلہ، ترکاریاں اور پھل پھلاری بڑی افراط سے ملتی تھیں۔ مادی نعمتوں کے علاوہ، اللہ تعالیٰ نے روحانی نعمت بھی عطا فرمائی کہ آنحضرتؐ کو پیغمبری سے سرفراز فرمایا۔

لیکن مکہ والوں نے ان ساری نعمتوں کی ناقدری کی، بت پرستی اور عیش پرستی میں ڈوب گئے۔ پھر آنحضرتؐ کے جھٹلانے پر کمر باندھی۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی نعمتیں چھین لیں اور ان پر قحط مسلط کیا جو برابر سات سال تک رہا۔ پھر اسلام کے غلبہ سے مجاہدوں کا خوف ان پر طاری رہنے لگا، اور آخرکار تباہ کردیئے گئے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ مکہ والوں کی تنبیہ کے لئے کسی غیر معین بستی کا ذکر فرمایا ہے۔

(۲) مسلمانوں کو مخاطب کرکے نصیحت فرماتا ہے کہ تم اس بستی والوں کی طرح سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری نہ کرو۔ اگر تم کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے کا دعویٰ ہے تو یاد رکھو کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اور حرام وحلال کا فرق پیش نظر رکھو اور یاد رکھو کہ حسب ذیل چار چیزیں تم پر حرام ہیں:۔ مردار جانور، خون، سور کا گوشت، اور وہ جانور جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے۔

(سورۂ بقرہ کے رکوع (۲۱) میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے)

(۳) حلال اور حرام کا حکم لگانا اللہ تعالیٰ ہی کے شایان شان ہے۔ کیونکہ ساری چیزیں اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں اور وہی ہر چیز کے فائدے اور نقصان کو جانتا ہے۔

لوگوں کو اس کا حق نہیں کہ اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال اور کسی چیز کو حرام ٹھہرا دیں۔ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا الزام لگانا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا الزام لگانے والے کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے صرف تھوڑے دن مزے اڑالیں، پھر ان کو دردناک عذاب بھگتنا پڑے گا۔

هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا
وہ چیزیں حرام کردی تھیں جن کا بیان ہم اس کے پہلے تم سے کر چکے ہیں اور ہم نے
ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ
ان پر ظلم نہیں کیا وہ خود اپنے ہاتھوں اپنے اوپر ظلم کرتے تھے (۱) تو جن لوگوں
رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا
نے نادانی سے برا کام کیا پھر اس کے بعد توبہ کی
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا
اور نیکوکار ہو گئے تو تمہارا پروردگار اس کے بعد ان لوگوں کو ضرور بخشنے والا (اور ان پر)
لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا
رحمت کرنے والا ہے (۲) بیشک ابراہیم لوگوں کے امام اور اللہ کے فرماں بردار تھے
لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ۭ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا
اور اسی کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے اور اس کی نعمتوں کے
لِّاَنْعُمِهٖ ۭ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾
شکرگزار تھے اللہ نے ان کو برگزیدہ کیا تھا اور ان کو دین کے سیدھے راستے پر چلایا تھا
وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ
اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی ہر طرح کی بھلائی دی تھی اور آخرت میں بھی وہ ہمارے
لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ
نیک بندوں میں ہوں گے (۳) (اے پیغمبر) پھر ہم نے تمہارے پاس وحی بھیجی کہ ابراہیم کے طریقے کی
مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾
پیروی کرو جو ایک (خدا) کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے (۴)

(۱) ایمان والوں کو تنبیہ فرماتا ہے کہ تم یہودیوں کے نقش قدم پر نہ چلنا اور حلال و حرام کے معاملہ میں انہوں نے جو بے اعتدالیاں کیں، تم ان میں نہ پھنسنا۔ یہودی حلال و حرام کے بارے میں بہت بے لگام ہو گئے تھے اس لئے ان پر بعض چیزیں بطور سزا کے حرام کی گئی تھیں جن کا ذکر سورۂ انعام رکوع ۱۸ میں ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ حلال و حرام کے معاملے میں بے لگام نہ ہوں اور اپنے کو سزا کا مستحق نہ بنائیں۔

(۲) جو لوگ جہالت، غفلت اور غلبۂ خواہشات کی وجہ سے گناہ کر بیٹھیں لیکن پھر بیدار ہوں، سچے دل سے توبہ کریں اور آئندہ کے لئے اپنا رویہ درست رکھنے کا عزم کریں تو یقین رکھیں کہ پروردگار عالم ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا! کیونکہ اس کی رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ اصلاح کرنے والوں کی گزشتہ لغزشوں کو حرف غلط سمجھ کر صفحۂ اعمالنامہ سے مٹا ڈالے۔

(۳) عرب کے لوگ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد سے تھے اس لئے یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح وہ بھی حضرت ابراہیمؑ کے مذہب اور طریقے پر ہونے کے دعویدار تھے اور آنحضرتؐ سے جھگڑتے تھے، حالانکہ شرک اور بدعملی میں مبتلا تھے۔

اس مناسبت سے حضرت ابراہیمؑ کی پیغمبرانہ صفات کا ذکر فرمایا تاکہ ان کی ملت کے بنیادی نشانات روشن ہو جائیں اور حق پرست لوگ معلوم کر لیں کہ حقیقت میں حضرت ابراہیمؑ کے طریقے پر چلنے والے ان کے فرزند پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ع ۹
۲۱

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک عظیم الشان پیغمبر، لوگوں کے امام اور پیشوا تھے۔ وہ تنہا ایک امت تھے، یعنی اپنی اولوالعزم شخصیت میں ایک جماعت کی قوت اور صفات رکھتے تھے۔ وہ مشرکوں میں سے نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے سچے فرماں بردار تھے اور غیر اللہ سے منہ موڑ کر ہمہ تن اللہ ہی کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے شکرگزار بندے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو منتخب فرمایا اور اسلام اور توحید کا سیدھا راستہ ان کو دکھایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی ان کو خیر و برکت عطا فرمائی تھی کہ عظیم الشان پیغمبر، امام اور پیشوا بنایا، ان کی اولاد خوب پھلی پھولی اور اس میں بڑے بڑے پیغمبر پیدا ہوئے، نیک نامی اور شہرت بخشی کہ آج دنیا کے تین بڑے مذہبوں کے ماننے والے یعنی یہود، نصاریٰ اور مسلمان ان کو اپنا بزرگ و پیشوا مانتے ہیں۔ وہ آخرت میں بھی صالحین کے اس بلند درجے پر فائز ہوں گے جو پیغمبروں کے لئے خاص ہے۔

(۴) آنحضرتؐ ملت ابراہیمی پر ہیں، اس کا ثبوت بالکل آسان ہے۔ حضرت ابراہیم کی صفات جو اوپر کی آیت میں بیان کی گئیں ہیں ان میں بنیادی صفت یہ ہے کہ وہ مشرکوں میں سے نہ تھے بلکہ موحد کامل تھے، چنانچہ دیکھ لو یہ صفت آنحضرتؐ میں بھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ حلال و حرام کے احکام میں بھی یہی حال ہے کہ آپ کا طریقہ ابراہیمی طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے ملت ابراہیمی کو دوبارہ زندہ کیا ہے۔ لہٰذا یہود، نصاریٰ اور عرب کے مشرک اپنے اس دعوے میں جھوٹے ہیں کہ وہ ملت ابراہیمی پر ہیں۔

(۱) یہودیوں نے مسلمانوں پر اعتراض کیا کہ اگر تم لوگ ملت ابراہیمی پر ہو تو پھر تم نے سبت یعنی ہفتہ کے دن کو کیوں چھوڑ دیا ہے جو شریعت ابراہیمی میں قابل احترام دن تھا۔ — آپ کے جواب میں فرمایا کہ ہفتہ کے دن کی تعظیم کا مسئلہ شریعت موسوی کا ہے نہ کہ شریعت ابراہیمی کا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ہفتہ کی تعظیم کا حکم تو باہمی اختلافات کی وجہ سے دیا گیا تھا۔ جب جمعہ کے دن کی تعظیم سے یہودیوں نے انکار کیا اور حضرت موسیٰ سے درخواست کی کہ جمعہ کی بجائے ہفتہ کا دن مقرر کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست کو قبول فرمایا لیکن یہودیوں نے اس دن کی بھی پورے طور پر تعظیم نہیں کی اور حیلے بہانے کر کے اس دن میں مچھلی کا شکار کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے ان پر عذاب نازل ہوا۔

إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ
بیشک ہفتہ کے دن کی تعظیم تو انہی لوگوں پر لازم کی گئی تھی جنہوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا تھا
وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا
اور (اے پیغمبر) بلاشبہ تمہارا پروردگار قیامت کے دن ان کے باہم ان باتوں کا فیصلہ فرما دے گا
فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۲۴﴾ ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ
جن میں وہ اختلاف کرتے تھے (۱) (اے پیغمبر لوگوں کو) دانائی (کی باتوں) اور اچھی نصیحتوں سے
وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ
اپنے پروردگار کی طرف بلاؤ اور بہترین طریقہ سے ان کے ساتھ بحث کرو
إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ
بلاشبہ تمہارا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے جو راستہ سے بھٹک گیا ہے اور وہ ان کو بھی
أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۱۲۵﴾ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا
خوب جانتا ہے جو راستہ پر چلنے والے ہیں (۲) اور (اے مسلمانو) اگر تم بدلا لینا چاہو تو اتنا ہی بدلا لو جتنا تم کو
عُوقِبْتُم بِهِ ۖ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ ﴿۱۲۶﴾
ستایا گیا تھا اور اگر تم صبر کرو تو صبر کرنے والوں کے لئے یہی بہتر ہے (۳)
وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ
اور (اے پیغمبر) صبر کرو اور تمہارا صبر بھی اللہ ہی کی توفیق سے ہے اور ان کے بارے میں غم نہ کرو
وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿۱۲۷﴾ إِنَّ اللَّهَ
اور یہ جو مکر و فریب کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہو بیشک اللہ
مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ﴿۱۲۸﴾ ع
ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو پرہیزگار ہوتے ہیں اور نیکی کرتے ہیں (۴)

(۲) اس آیت میں آنحضرتؐ کو اور آپؐ کے واسطے سے مبلغین اسلام کو دعوت اور تبلیغ کے آداب کی تعلیم دی ہے۔
اسلام کی تبلیغ حکمت اور موعظہ حسنہ کے طریقہ پر ہونی چاہئے۔ حکمت سے مراد یہ ہے کہ ایسا حکیمانہ انداز اختیار کیا جائے جس سے انسانی فطرت کے مطالبات کی تشفی ہو سکے۔ نیز مسائل کے گہرے اور نازک پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے جس سے تیز ذہن اور بلند ذوق رکھنے والوں کے دل مطمئن ہو سکیں۔ موعظہ حسنہ کا مطلب یہ ہے کہ پند و نصیحت کی باتیں ہمدردی اور دلسوزی کے ساتھ اس انداز سے پیش کی جائیں کہ سامعین کے دل پگھل جائیں اور ان پر رقت طاری ہو جائے۔
لیکن اگر مقابل میں ایسے لوگ ہیں جو نہ حکمت کی بات سمجھتے ہیں اور نہ پند و نصیحت کا اثر قبول کرتے ہیں بلکہ بات بات میں حجتیں نکالتے اور کج بحثی کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کے مقابلہ میں بھی گفتگو کا بہتر طریقہ اختیار کرنا چاہئے یعنی محبت، نرمی اور خوش اسلوبی سے مخاطب کو سمجھانے اور قائل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور ایسا طریقہ اور انداز اختیار نہ کیا جائے جس سے مخاطب کا دل دکھے اور حاضرین کے سامنے اس کی توہین ہو۔
(۳) اگر مسلمان طاقتور ہوں اور ان کو موقع ہو کہ وہ دشمنوں سے بدلا لے سکیں تو وہ ایسا کر سکتے ہیں مگر اس بات کا خیال رہے کہ جذبات کے جوش میں اعتدال کا رشتہ ہاتھ سے چھوٹنے پائے اور ظلم و زیادتی کی راہ پر قدم نہ اٹھے۔ دشمن کو اتنی ہی تکلیف پہنچائی جائے جتنی اس نے پہنچائی ہو۔ لیکن اگر مسلمان صبر کریں اور دشمن کی خطاؤں سے درگزر کریں تو یہ صورت بہتر ہے۔ صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے پاس سے بڑا اجر ملے گا اور دشمن پر مسلمانوں کا اخلاقی وزن پڑے گا۔
چنانچہ سیرت پاک کا یہ واقعہ سونے کے حرفوں میں لکھے جانے کے لائق ہے کہ آنحضرتؐ نے فتح مکہ کے وقت قریش کے سرداروں کو آزاد کر دیا اور ان سے کوئی بدلا نہیں لیا۔
ع ۱۶ ۲۲
(۴) سورۃ کی آخری آیتوں میں اپنے محبوب پیغمبر کی تربیت فرماتے ہوئے حکم دیا کہ دین کی راہ میں جو تکلیفیں اور مصیبتیں پہنچیں ان کو برداشت کرو اور یاد رکھو کہ مصیبتوں پر صبر کرنا اسی وقت آسان ہوتا ہے جب آدمی اللہ تعالیٰ کی معیت اور اس کے فضل پر نظر رکھے۔ پھر فرمایا کہ لوگوں کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے غم نہ کھاؤ اور لوگ تمہاری مخالفت میں جو تدبیریں کر رہے ہیں ان کی طرف سے متفکر مت ہو پرہیزگاری اور نیکوکاری کے طریقہ پر گامزن رہو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کو کامیابی عطا فرماتا ہے جو پرہیزگاری اور نیکوکاری کے راستے پر استواری کے ساتھ چلتے رہتے ہیں۔

(۱) اس آیت میں معراج شریف کے واقعہ کے ابتدائی حصہ کا ذکر ہے کہ رات کے وقت آپ مسجد حرام یعنی حرم مکہ سے مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس تشریف لے گئے جہاں مادی یا روحانی ہر طرح کی برکتیں رکھی گئی ہیں۔
اس کے علاوہ سورۃ النجم میں بھی معراج شریف کا بیان ہے جہاں آپ کے سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف لے جانے کا ذکر ہے ـــــ صحیح حدیثوں میں معراج شریف کے واقعہ کی تفصیل مذکور ہے۔ جمہور صحابہ، تابعین اور علماء
کا اتفاق ہے کہ آپ جسم مبارک کے ساتھ بحالت بیداری معراج کی رات حرم مکہ سے براق پر سوار ہو کر مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے جہاں آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ وہاں سے آسمانوں کی طرف عروج فرمایا اور پہلے آسمان پر حضرت آدمؑ

سے ملاقات ہوئی۔ دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سے
تیسرے پر حضرت یوسفؑ چوتھے پر حضرت ادریسؑ پانچویں پر
حضرت ہارونؑ اور چھٹے پر حضرت موسیٰؑ اور ساتویں پر حضرت
ابراہیمؑ سے ملاقات ہوئی۔ وہاں سے آگے بڑھ کر سدرۃ المنتہیٰ
پہنچے جہاں آپ نے عجائبات قدرت کا مشاہدہ فرمایا۔ سدرۃ
المنتہیٰ پر جبریلؑ ٹھہر گئے اور آپ تنہا آگے تشریف لے گئے اور
قرب خاص میں باریاب ہوئے اور آپ کو ہمکلامی کا شرف
بخشا گیا جیسا کہ سورۃ النجم میں ہے فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ
اَوْحٰی یعنی اللہ نے اپنے بندے (محمدؐ) پر وحی فرمائی
جو کچھ فرمانی تھی۔
اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت محمدیہ پر پانچ نمازیں
فرض کی گئیں یعنی پچاس نمازوں کے ثواب کا وعدہ فرمایا گیا۔ سورۃ
بقرہ کی آخری آیتیں تعلیم فرمائی گئیں۔ اور شرک کے سوا دوسرے
سب گناہوں کی بخشش کا امکان ظاہر کیا گیا۔ مختصر یہ کہ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر میں آسمانوں کی سیر کی جنت اور
دوزخ کے حالات کا مشاہدہ فرمایا۔ بارگاہ رب العزت میں ہمکلامی
اور بقول حضرت ابن عباسؓ دیدار الٰہی سے بھی مشرف ہوئے۔
نیز اس سفر میں آپ نے بیت المقدس میں سارے انبیاء
علیہم السلام کی امامت فرمائی اور سارے انبیاء نے نماز میں
آپ کی اقتدا کی۔ اسی سے آپ کا لقب امام الانبیاء ہے۔
صبح کو جب یہ واقعہ آپ نے لوگوں سے بیان کیا تو ابوجہل
وغیرہ نے آپ کا مذاق اڑایا اور حضرت ابوبکرؓ نے تصدیق کی
اسی پر ان کا لقب صدیق ہوا۔
(۲) معراج شریف کے واقعہ میں جس سے آنحضرتؐ کی رسالت
عظمت اور فضیلت ثابت ہوتی مسجد اقصیٰ کا ذکر آیا تھا۔ اس
مناسبت سے حضرت موسیٰؑ کا ذکر فرمایا تاکہ آپؐ کی رسالت کی مزید
تائید ہو جائے۔ پھر یہودیوں اور مسلمانوں کی عبرت کے لئے مسجد
اقصیٰ کے قدیم متولیوں یعنی بنی اسرائیل کی تاریخ کا ایک ورق دہرایا۔
آیت کا مطلب ہے کہ پیغمبروں کا سلسلہ پہلے سے جاری ہے
چنانچہ دیکھو! حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بنایا تھا اور ان کو
ایک کتاب دی تھی جو بنی اسرائیل کے لئے ایک مکمل ہدایت نامہ تھی
جس میں منجملہ اور احکام کے ایک خاص حکم یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا
کسی اور کو اپنا کارساز نہ بناؤ۔

رکوعاتہا ۱۲ (۱۷) آیاتہا ۱۱۱

سُوْرَۃُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مَکِّیَّۃٌ

سورۂ بنی اسرائیل مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے بندے (محمدؐ) کو رات کے وقت مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) سے
اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ
مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے اطراف ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم ان کو اپنی (قدرت کی)
اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝۱ وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ
نشانیاں دکھائیں بلاشبہ وہی سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے (۱) اور ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) دی تھی
وَجَعَلْنٰہُ ھُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ
اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت (نامہ) بنایا تھا (اور حکم دیا تھا) کہ میرے سوا کسی کو
دُوْنِیْ وَکِیْلًا ۝۲ ذُرِّیَّۃَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّہٗ کَانَ
اپنا کارساز نہ ٹھہرانا اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا بلاشبہ وہ
عَبْدًا شَکُوْرًا ۝۳ وَقَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فِی
(یعنی نوح) بڑا ہی شکرگزار بندہ تھا (۲) اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل کو یہ بات
الْکِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَلَتَعْلُنَّ
بتا دی تھی کہ تم دو دفعہ ملک میں فساد مچاؤ گے اور بڑی
عُلُوًّا کَبِیْرًا ۝۴ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىھُمَا بَعَثْنَا عَلَیْکُمْ
سرکشی کرو گے (۳) پس جب پہلے وعدہ کا وقت آیا تو اے بنی اسرائیل ہم نے تم پر اپنے ایسے

منزل ۴

بنی اسرائیل کو اس طرف توجہ دلائی گئی تھی کہ دیکھو! تم ان لوگوں کی اولاد ہو جو حضرت نوحؑ کی کشتی میں سوار ہو کر طوفان کے عذاب سے بچائے گئے تھے۔ اس لئے تم اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو نہ بھولو۔ دیکھو! خود حضرت نوحؑ اللہ تعالیٰ کے بڑے شکرگزار بندے تھے۔ اس لئے تم بھی اپنے بزرگوں کی راہ پر چلو ـــــ (۳) اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے مختلف صحیفوں اور کتابوں میں پہلے سے پیشین گوئی کے طور پر اس حقیقت کو ظاہر فرما دیا تھا کہ بنی اسرائیل ارض فلسطین یعنی ملک شام میں دو مرتبہ کفر و شرک، قتل انبیاء اور فسق و فجور کی تباہ کاری پھیلائیں گے اور حد سے بڑھ کر زیادتی کریں گے ـــــ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ ایسا ہی ہوا اور بنی اسرائیل نافرمانی کی پاداش میں عذاب میں مبتلا ہوئے جس کا ذکر بعد کی آیتوں میں ہے۔

عِبَادًا لَّنَآ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ ؕ
بندوں کو مسلط کردیا جو بڑی سخت لڑائی لڑنے والے تھے پس وہ تمھارے گھروں میں گھس پڑے
وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَیْهِمْ
اور وہ وعدہ پورا ہوکر رہا (۱) پھر ہم نے دوسری بار تم کو ان پر غلبہ دیا
وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِیْرًا ۝
اور مال اور بیٹوں سے تمھاری مدد کی اور تمھاری جماعت زیادہ کردی (۲)
اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۫ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ
اگر تم نے بھلائی کے کام کئے تو اپنے ہی لئے کئے اور اگر برے کام کئے تو وہ بھی اپنے لئے کئے
فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِیَدْخُلُوا
پھر جب دوسرے وعدہ کا وقت آیا (تو پھر ہم نے اپنے بندے بھیجے) تاکہ تمھارے چہرے بگاڑ دیں اور وہ مسجد اقصیٰ میں
الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِیُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا
داخل ہوجائیں جس طرح پہلی مرتبہ وہ داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر قابو پائیں اسے
تَتْبِیْرًا ۝ عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ
برباد کردیں (۳) امید ہے کہ تمھارا پروردگار تم پر رحم کرے اور اگر تم نے پھر وہی حرکتیں کیں تو ہم بھی ویسا ہی
عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا ۝ اِنَّ هٰذَا
سلوک کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے (۴) بلاشبہ یہ
الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ
قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک
الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا ۝
عمل کرتے ہیں خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے

(۱) لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے بعد یہودی دولت اور حکومت کے نشہ میں مست ہوکر فسق وفجور اور ظلم وزیادتی میں مبتلا ہوگئے تھے۔ اس وقت حضرت ارمیاہ پیغمبر تھے۔ انھوں نے یہودیوں کو سمجھایا اور عذاب الٰہی سے ڈرایا، لیکن یہودیوں نے ان کی نصیحت کی کچھ پروا نہیں کی اور گناہوں میں غرق رہے چنانچہ چند ہی روز بعد بابل کے ایک سنگدل اور ظالم بادشاہ بخت نصر نے یہودیوں پر حملہ کیا۔ یروشلم یعنی بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور ہیکل یعنی مسجد اقصیٰ کو ڈھاکر زمین کے برابر کردیا۔ لاکھوں یہودیوں کو قتل کیا اور ستر ہزار کو قید کرکے اپنے ساتھ لے گیا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کا وعدہ پورا ہوا اور یہودیوں کو ان کی سرکشی اور بدعملی کی سزا ملی۔

(۲) پھر تقریباً ایک صدی کے بعد اللہ تعالےٰ نے یہودیوں کو حکومت، دولت اور شان وشوکت سے سرفراز فرمایا۔ ایران کے شہنشاہ نے بابل کی سلطنت کو تباہ کردیا۔ اس طرح یہودیوں کو آزادی نصیب ہوئی اور انھوں نے بیت المقدس کو دوبارہ آباد کیا اور یہودی مذہب اور تہذیب کے آثار کو دوبارہ زندہ کیا اور بڑی شان وشوکت کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔

(۳) جب یہودیوں نے نیک عمل کی راہ اختیار کی تو اس کا فائدہ انھیں کو پہنچا اور جب وہ سرکشی اور نافرمانی پر اتر آئے تو اس کی سزا بھی انھیں کو بھگتنی پڑی۔ چنانچہ جب دوبارہ انھوں نے نافرمانیوں پر کمر باندھی، ملک میں فساد پھیلایا، حضرت یحیٰؑ کو قتل کر ڈالا اور حضرت عیسیٰؑ کے قتل پر آمادہ ہوگئے تو اللہ تعالےٰ نے پھر ایک طاقتور بادشاہ کو ان پر مسلط کردیا۔ لکھا ہے کہ رومیوں کے بادشاہ طیطس (ٹیٹس) نے بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کو اسی طرح برباد کیا جس طرح اس سے پہلے بخت نصر نے کیا تھا۔

(۴) دو مرتبہ عذاب کا مزہ چکھنے کے بعد اب پھر تیسری مرتبہ تمھیں مہلت ملی ہے یعنی اسلام کی دعوت نے رحمت الٰہی کی بخششوں کا دروازہ کھول دیا ہے۔ اگر انکار اور سرکشی سے باز آجاؤ تو تمھارے لئے سعادت اور کامرانی ہے۔ اور اگر تم نے پھر وہی پرانی چال چلی تو یاد رکھو تیسری مرتبہ بھی تم کو اسی طرح سزا بھگتنی پڑے گی جس طرح گزشتہ زمانے میں دو مرتبہ بھگت چکے ہو اور آخرت میں جہنم کا عذاب الگ ہوگا ـــــ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہودیوں نے جس طرح اُس مہلت سے فائدہ نہیں اٹھایا جو حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت انھیں ملی تھی، اسی طرح اسلام کی دعوت سے بھی فائدہ نہیں اٹھایا اور محرومی کی مہر ہمیشہ کے لئے ان کی قسمت پر لگ گئی۔

وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا
اور یہ (بھی بتاتا ہے) کہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار
اَلِيْمًا ۝١٠ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاۗءَهٗ بِالْخَيْرِ ۭ وَ
کر رکھا ہے (۱) اور (دیکھو) انسان جس طرح بھلائی مانگتا ہے اسی طرح (بسا اوقات) برائی بھی مانگنے لگتا ہے اور
كَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝١١ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ
انسان بڑا ہی جلد باز ہے (۲) اور ہم نے رات اور دن کو اپنی قدرت کی نشانیاں بنایا ہے
فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً
ہم نے رات کی نشانی کو تاریک بنایا اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا تاکہ تم اس کے اجالے
لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ
میں اپنے پروردگار کا فضل یعنی روزی تلاش کرو نیز برسوں کی گنتی (اور ہر طرح کا) حساب
الْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۝١٢ وَكُلَّ
معلوم کرو اور ہم نے (قرآن میں) ہر چیز کو خوب تفصیل سے بیان کر دیا ہے (۳) اور ہم نے ہر انسان
اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰۗىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ
کے اعمال کو اس کی گردن سے باندھ دیا ہے اور قیامت کے دن اس کے نامۂ اعمال کی
الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝١٣ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى
کتاب اس کے سامنے رکھیں گے جسے وہ اپنے سامنے کھلا ہوا دیکھے گا (پھر ہم کہیں گے) اپنی کتاب پڑھ آج تو
بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝١٤ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا
خود ہی اپنا حساب لینے کے لئے کافی ہے (۴) جو شخص دنیا میں ہدایت اختیار کرتا ہے تو
يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا
اپنے ہی لئے اختیار کرتا ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے تو گمراہی کا وبال اسی پر پڑے گا

(۱) یعنی اسلام کی دعوت قرآن مجید کی شکل میں ظاہر ہوئی ہے جس کو خاتم الانبیاء پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں۔ یوں تو دوسری الہامی کتابیں، تورات وغیرہ بھی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتی رہی ہیں، لیکن قرآن مجید کی صفت یہ ہے کہ وہ سب سے زیادہ سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے یعنی قرآن مجید کی تعلیمات میں افراط و تفریط نہیں ہے بلکہ کامل درجے کا اعتدال اور توازن ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ زندگی کے جس راستے پر قرآن مجید چلاتا ہے وہ سیدھا منزل مقصود تک پہنچتا ہے۔

ع ۱

قرآن مجید کی یہ بھی صفت ہے کہ جو لوگ اس کی ہدایت قبول کر کے نیک عملی کی زندگی بسر کرتے ہیں، ان کے لئے یہ قرآن دنیا میں کامیابی اور آخرت میں بڑے اجر کی ضمانت دیتا ہے۔ لیکن جو لوگ اس کی ہدایت سے روگردانی کر کے آخرت کی زندگی اور اس کی ذمہ داری سے غافل ہو جائیں، ان کو عذاب الٰہی سے آگاہ کرتا ہے۔

(۲) الہامی کتابوں نے عام طور پر اور قرآن مجید نے خاص طور پر خیر و شر کی دونوں راہوں کو واضح کر دیا ہے دانشمندی کا تقاضا یہ تھا کہ انسان قرآن مجید کی ہدایت کو قبول کر کے خیر اور بھلائی کا طلبگار رہتا، لیکن اس کا یہ حال ہے کہ تعصب اور ضد کے مارے قرآن مجید کو چھوڑ کر اس کی جگہ عذاب الٰہی کو مانگنے لگتا ہے۔ غفلت کا مارا انسان نفسانی خواہشات کے ہیجان کے وقت گناہوں اور برائیوں کی طرف بڑی تیزی سے لپکتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ بعض بیوقوف غصے یا مصیبت کی حالت میں اپنے حق میں یا اپنی اولاد کے حق میں بددعا کرنے لگتے ہیں۔

انسان کی یہ حالت اس وجہ سے ہے کہ وہ جلد باز اور بے صبرا ہے۔ وہ مصیبتوں اور سختیوں پر صبر نہیں کر سکتا اور بھلائی کو چھوڑ کر برائی مانگنے لگتا ہے۔

(۳) یعنی عذاب کے لئے جلدی کرنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ رات اور دن کی طرح سے اللہ تعالیٰ کے پاس ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔ جس طرح کسی کے جلدی کرنے سے رات و دن اپنے خاص وقت سے نہیں ہٹ سکتے، اسی طرح عذاب الٰہی بھی اپنے مقررہ وقت سے آگے یا پیچھے نہیں ہو سکتا۔ اس آیت سے یہ نصیحت بھی حاصل ہوتی ہے کہ رات اور دن کی طرح اچھائی بھی برائی اور برائی دونوں آگے پیچھے آتی جاتی رہتی ہیں۔ ایمان والوں کو چاہیئے کہ مصیبتوں پر صبر کریں اور امید رکھیں کہ جب کامیابی کا سورج نکلے گا تو مصیبتوں کی تاریکی کافور ہو جائے گی۔

(۴) یعنی ہر انسان کی نیکی اور بدی اس کے ساتھ ہے اور دنیا میں نیک یا بد جو کچھ کام کرتا ہے وہ اس کے گلے کا ہار ہے۔ پھر قیامت کے دن ہر شخص کا اعمالنامہ اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا، اپنا اعمال نامہ پڑھ لے، خود ہی اپنا حساب لے لے، دیکھ لے کوئی عمل چھوٹا تو نہیں اور فیصلہ کر لے کہ انجام کیا ہوگا۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ
اور کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور ہم کسی قوم کو عذاب نہیں دیتے
حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۞ ۱۵ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْیَةً
تاوقتیکہ پیغمبر نہ بھیجدیں (۱) اور جب ہمیں منظور ہوتا ہے کسی بستی کو ہلاک کریں تو وہاں کے
اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا فَفَسَقُوْا فِیْهَا فَحَقَّ عَلَیْهَا الْقَوْلُ
خوشحال لوگوں کو (اپنی فرمانبرداری کا) حکم دیتے ہیں پس (جب) وہ اس (بستی) میں نافرمانی کرتے ہیں تو ہمارا عذاب ان پر ثابت ہو جاتا
فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِیْرًا ۞ ۱۶ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ
ہے پس ہم اسے بالکل برباد کر دیتے ہیں اور (دیکھو!) نوح کے بعد ہم نے کتنی ہی
مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰی بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا
امتوں کو ہلاک کر ڈالا اور تمہارا پروردگار اپنے بندوں کے گناہوں کو جاننے والا (اور)
بَصِیْرًا ۞ ۱۷ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ
دیکھنے والا کافی ہے (۲) جو شخص صرف دنیاوی آسودگی کا خواہشمند ہو تو ہم اس میں سے جسے چاہتے ہیں
فِیْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ
اور جتنا چاہتے ہیں جلد دیدیتے ہیں پھر اس کے لئے جہنم کا ٹھکانا مقرر کر رکھا ہے
یَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۞ ۱۸ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ
جس میں وہ مذمت سن کر (اور) مردود ہو کر داخل ہوگا اور جو کوئی آخرت کا طالب ہو اور اس کے لئے
سَعٰی لَهَا سَعْیَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْیُهُمْ
جیسی کچھ کوشش کرنی چاہئیے ویسی کوشش کرے اور وہ مومن بھی ہو تو اس کے لئے ہمیشہ کی کامیابیاں ہیں (۱) ایسے ہی لوگ ہیں
مَّشْكُوْرًا ۞ ۱۹ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ
جن کی کوشش مقبول ہوگی (۳) (اے پیغمبر!) ہم ان کو اور ان کو سب کو تمہارے پروردگار کی بخشش سے مدد دیتے ہیں

(۱) قرآن مجید نے نیکی اور بدی کی دونوں راہیں صاف صاف دکھلادی ہیں۔ اب جس کا جی چاہے سیدھی راہ چلے اور جس کا جی چاہے، برائی کا راستہ اختیار کرے۔ جو شخص نیکی کرے گا اس کا فائدہ اسی کو پہنچے گا اور جو شخص برائی کرے گا اس کا نقصان بھی اسی کو اٹھانا پڑے گا۔ یہ نہیں ہوگا کہ ایک کے گناہوں کی گٹھری دوسرے کے سر پر لاد دی جائے، اور نہ یہ ہوگا کہ بغیر آگاہ کئے لوگوں کو عذاب میں مبتلا کر دیا جائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہر بستی اور قوم میں پیغمبر بھیجے جنہوں نے نیکی اور بدی کی دونوں راہوں سے لوگوں کو آگاہ کر دیا۔ چنانچہ پیغمبروں کی تعلیم سے ایسی فضا پیدا ہو گئی ہے کہ آج کوئی قوم ناواقفیت کا عذر نہیں کر سکتی۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے پاس یہ قاعدہ مقرر ہے کہ وہ بستی والوں کے پاس پیغمبر کے ذریعے سے اپنے احکام بھیجتا ہے۔ لوگ پیغام حق کا انکار کرتے ہیں اور احکام الٰہی کی نافرمانی کرتے ہیں، خاص کر دولتمند اور خوشحال لوگ اس معاملہ میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ لوگ نافرمانیوں اور گناہوں سے ساری بستی کو گندہ کر کے اپنے کو عذاب کا مستحق ٹھہراتے ہیں۔ اب عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے جس سے ساری بستی تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت نوح کے بعد بہت سی بستیاں اسی اصول کے تحت ہلاک کر دی گئیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال سے باخبر ہے اور ان کو دیکھ رہا ہے۔ کوئی بندہ اپنے اعمال کو اس سے نہیں چھپا سکتا۔

(۳) دنیا میں دو طرح کے آدمی ہیں۔ ایک گروہ تو وہ ہے جس کا آخرت پر ایمان نہیں۔ اس کے پیش نظر صرف دنیا ہی ہے اور دنیا ہی کے فائدوں کا وہ طلبگار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ دنیا کے طلبگاروں میں سے جن کے لئے چاہتا ہے اور جتنا چاہتا ہے، ان کو عطا فرماد یتا ہے کہ وہ دنیا کے مزے لوٹتے ہیں۔ لیکن آخرت میں ایسے لوگوں کے لئے جہنم کی آگ ہوگی جس میں وہ بڑی ذلت اور خواری کے ساتھ داخل کئے جائیں گے۔

دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جن کی نظر میں دنیا ہیچ ہے۔ وہ آخرت کے سچے طلبگار ہیں اور اس کے لئے پوری پوری کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ان کی کوشش کی قدر کی جائے گی اور ان کو اس کا اچھا بدلا دیا جائے گا۔

وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا

اور تمہارے پروردگار کی بخشش کسی پر بند نہیں ہے (اے پیغمبر) دیکھو ہم نے ایک کو دوسرے پر

بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ

کس طرح فضیلت بخشی ہے اور بیشک آخرت باعتبار مرتبوں کے اور باعتبار بزرگی کے (دنیا سے) کہیں

تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا

بڑھ کر ہے (۱) اور (یاد رکھو) اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ ٹھہراؤ ورنہ تم مذمت سن کر اور بے کس ہو کر بیٹھ

مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ ع وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ

رہو گے اور (لوگو) تمہارے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور اپنے ماں باپ کے

اِحْسَانًا ۚ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا

ساتھ بھلائی کرو اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہاری زندگی میں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو کسی

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا

بات پر) ان کو اف تک نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو اور ان سے (کچھ کہنا ہو تو)

كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ

ادب سے بات کرو اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہو اور

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ

ان کے حق میں (ہمیشہ یہ) دعا کرتے رہو کہ اے پروردگار جس طرح انھوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما (۲) جو کچھ تمہارے دلوں میں

بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۚ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ

ہے تمہارا پروردگار اس سے واقف ہے اگر تم نیک کردار ہوگے تو بلاشبہ وہ توبہ

لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ

کرنے والوں کو بخشنے والا ہے (۳) اور رشتہ داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو

(۱) یعنی اس دنیا کی زندگی میں پروردگار عالم کی بخشش نیک و بد کسی پر بند نہیں اور یہاں اس کی نعمتوں سے ہر شخص اپنے حصے کے لحاظ سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔

پھر دیکھو کہ اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی تقسیم مساوی نہیں ہے۔ مال و دولت، آل اولاد اور عزت و وجاہت کے لحاظ سے سب لوگ برابر نہیں ہیں۔ اسی سے سمجھو کہ دنیا کے مقابلہ میں آخرت بہتر ہے۔ پھر آخرت میں بھی سب لوگوں کے درجے برابر نہیں ہوں گے۔ لوگوں کو چاہئے کہ جنت کے بلند درجوں کے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

(۲) اس رکوع سے وہ پندرہ آیتیں شروع ہوتی ہیں جن کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ ان میں تورات کی ساری اخلاقی تعلیم درج ہے۔ یعنی ان آیتوں میں وہ بڑے بڑے اصول بیان کئے گئے ہیں جن پر اسلامی معاشرے اور ریاست کی تعمیر ہوئی تھی جو ہجرت کے بعد مدینہ شریف میں آنحضرتؐ کے دست مبارک سے قائم ہونی تھی معراج کے سلسلہ میں ان ہدایات کے ذکر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہی معراج شریف کا پیغام ہے۔

ع ۲

اسلام نے زندگی کا جو تصور پیش کیا ہے اس کا مرکز توحید ہے۔ اس لئے اخلاقی نظام کی بنیاد بھی اسی پر قائم ہے یہی وجہ ہے کہ اس بیان کو بھی توحید کی تعلیم سے شروع فرمایا۔

خاندان کی بنیاد والدین ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے ذکر سے اخلاقی تعلیم کا آغاز فرمایا حقیقت یہ ہے کہ پیدا کرنے اور پالنے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن چونکہ اس کی صفات کا ظہور والدین کے ذریعہ ہوتا ہے، اس لئے ان کے لئے بھی "رَبَّيٰنِيْ" فرمایا۔ اس سے معاشرہ میں والدین کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ان کی خدمت کرو۔ خاص کر جب وہ بوڑھے ہو جائیں تو ان کا اور زیادہ خیال رکھو۔ جب تم بچے تھے تو انھوں نے تم کو پالا تھا۔ اب وہ بوڑھے ہوئے تو تم ان کی خدمت کرو۔ اگر ان کی خدمت میں کچھ تکلیف محسوس کرو تو اس کو برداشت کرو اور ان کے خلاف کوئی سخت لفظ منہ سے نہ نکالو بلکہ عاجزی اور ادب سے ان کے ساتھ پیش آؤ اور ہمیشہ ان کے حق میں دعا کرو۔

(۳) یعنی والدین کی خدمت خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری نیت کو خوب جانتا ہے اور وہ اسی کے لحاظ سے تم کو بدلا دے گا۔ فرض کرو اگر تمہاری نیت اچھی ہے لیکن کسی وقت والدین کی خدمت میں کچھ کوتاہی ہو گئی پھر تم کو اس کا احساس ہوا اور تم نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اس کوتاہی سے توبہ کی تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری کمزوریوں کو معاف کر دے گا۔

وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ
ان کا حق ادا کرو اور فضول خرچی سے مال نہ اڑاؤ کیونکہ فضول خرچی سے مال

كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾
اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے (۱)

وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا
اور اگر تم اپنے پروردگار کی رحمت (یعنی فراخ دستی) کے انتظار میں جس کی تمہیں امید ہو (اور ان مستحقین کی طرف

فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً
توجہ نہ کر سکو تو ان سے نرمی سے بات کہہ دیا کرو (۲) اور نہ تو اپنے ہاتھ کو گردن سے بندھا ہوا (یعنی تنگ)

اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا
کر لو (کہ کسی کو کچھ دو ہی نہیں) اور نہ بالکل کھول دو (کہ سبھی کچھ دے ڈالو) اور انجام یہ ہو کہ ملامت زدہ اور

مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ
درماندہ ہو کر بیٹھ رہو بیشک تمہارا پروردگار جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور جس کی روزی چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے

اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ ع وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ
بیشک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا (اور) دیکھنے والا ہے (۳) اور (لوگو!) اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف

خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ
سے قتل نہ کرو (کیونکہ) ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں بیشک اولاد کا قتل کرنا

كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ
(بڑا) بھاری گناہ ہے (۴) اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ بلاشبہ وہ بڑی ہی بے حیائی کی بات

وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ
اور بری راہ ہے (۵) اور جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو

(۱) اس آیت میں (۴) ہدایات ہیں:۔ (۱) آدمی رشتہ داروں کے حقوق ادا کرے اور ان کو مالی اور اخلاقی مدد پہنچائے۔ سب رشتہ داروں کا حق برابر نہیں ہے۔ رشتہ جتنا قریبی ہوگا اتنا ہی رشتہ دار کا حق زیادہ ہوگا۔ (۲) مسکینوں یعنی محتاجوں کی مدد کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر محتاج رشتہ دار ہو تو اس کا حق مقدم ہے۔ (۳) مسافر بھی ہماری ہمدردی کے مستحق ہیں بشرطیکہ ان کو ضرورت ہو۔ (۴) مال کو فضول برباد نہ کیا جائے یعنی لغو اور بےہودہ کاموں میں صرف نہ کیا جائے اور ضروری کاموں میں خرچ کرتے وقت بھی میانہ روی اور اعتدال کا خیال رکھنا چاہئے۔ مال و دولت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور زندگی کا سہارا ہے۔ لہٰذا اس کو ضائع کرنا شیطانی کام اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہے۔

(۲) ایک آدمی طبیعت کے لحاظ سے بخیل نہیں ہے لیکن فی الحال اس کا ہاتھ خالی ہے۔ مگر آرزو یہ ہے کہ جب کبھی اللہ تعالیٰ ہاتھ کشادہ کرے گا تو ضرور رشتہ داروں اور محتاجوں کی مدد کرے گا۔ تو ایسے شخص کو بھی چاہیے کہ تقاضا کرنے والوں کو جھڑکے نہیں بلکہ ان سے معافی مانگے اور مناسب سمجھے تو آئندہ کسی وقت دینے کا وعدہ کر کے خوش اسلوبی کے ساتھ ان کو رخصت کر دے۔

(۳) خرچ کے بارے میں ہمیشہ اس اصول کو پیش نظر رکھو کہ درمیانی راہ اختیار کرو۔ نہ ہاتھ اتنا تنگ کرو کہ بالکل خرچ ہی نہ کرو اور نہ اتنا کھولو کہ سب خرچ کر ڈالو اور محتاج ہو کر بیٹھ جاؤ۔ لوگ تم کو اس فعل پر ملامت کریں اور تم حسرت و یاس کی تصویر بنے بیٹھے رہو۔

حقیقت یہ ہے کہ روزی کا فراخ یا تنگ ہونا اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت اور اس کے انتظام سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی روزی کا جو انتظام کر رکھا ہے وہ برابر جاری رہے گا اور تمہارا خرچ کرنے یا نہ کرنے سے اس میں کچھ خلل نہیں پڑے گا۔ نہ تو یہ خیال کرو کہ اگر تم خرچ نہ کرو گے تو لوگ بھوکے مر جائیں گے اور نہ یہ غرور کرو کہ تمہاری سخاوت سے ساری دنیا کا دلدر دور ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حال سے اچھی طرح واقف ہے۔ ہر شخص کی حالت کے لحاظ سے وہ اس کی روزی فراخ یا تنگ کرتا ہے۔

(۴) عرب کے بعض قبیلوں میں دستور تھا کہ لوگ اپنی لڑکی کو افلاس کے ڈر سے یا شرم کے مارے قتل کر ڈالتے تھے یا زندہ دفن کر دیتے تھے۔
ع ۳ ۸
اس وحشیانہ اور ظالمانہ رسم کو بند کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ تو تمہاری اولاد تمہارا لخت جگر اور پارۂ جگر ہے۔ شفقت، محبت اور رحم کی مستحق ہے۔ رہا افلاس کا خوف تو یاد رکھو کہ مخلوق کی روزی تمہارے ذمہ نہیں ہے۔ ذرا سوچو کہ خود تم کو کون روزی دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی روزی کا انتظام فرمایا ہے۔ تم کو روزی رسانی کی فکر نہیں کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کے انتظام پر نظر رکھنی چاہیئے۔

(۵) زنا کرنا تو الگ رہا اس کے قریب بھی مت جاؤ یعنی وہ طریقے اور ڈھنگ بھی اختیار نہ کرو جس سے زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو۔ کیونکہ یہ سخت بے حیائی کا کام اور ایک بری راہ ہے۔ اگر کسی معاشرہ میں یہ راہ کھل گئی تو کوئی عورت بھی محفوظ نہیں رہے گی۔ آنحضرتؐ نے ایک شخص کے سامنے زنا کی برائی کو بڑے حکیمانہ انداز میں پیش فرمایا۔ ایک نوجوان نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر زنا کی اجازت چاہی۔ حاضرین اس پر بگڑنے لگے۔ آپؐ نے اس کو اپنے پاس بلایا اور اس سے پوچھا کہ کیا تم یہ حرکت اپنی ماں، بیٹی، بہن، پھوپی اور خالہ کے لئے گوارا کرو گے۔ اس نے عرض کیا حضور! ہرگز نہیں۔ فرمایا اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں وغیرہ کے لئے یہ حرکت پسند نہیں کرتے۔ پھر آپؐ نے اس کے حق میں دعا فرمائی "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهٗ وَطَهِّرْ قَلْبَهٗ وَحَصِّنْ فَرْجَهٗ" (الٰہی اس کے قصور کو معاف فرما، اس کے دل کو پاک کر اور اس کی شرم گاہ کی حفاظت فرما)۔ راوی کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد اس نوجوان کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ کسی عورت کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا۔

اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ

ناحق قتل نہ کرو اور جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے

سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾

تو اس کو چاہیئے کہ قتل (کے قصاص) میں زیادتی نہ کرے بلاشبہ اس کو مدد دی گئی ہے (۱)

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی

اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر ہاں ایسے طریقے پر جو بہتر ہے یہاں تک کہ وہ یتیم

یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ

جوانی کو پہنچ جائے (۲) اور (دیکھو!) عہد کو پورا کرو بلاشبہ عہد کے بارے میں تم سے

مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾ وَاَوْفُوا الْكَیْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ

باز پرس کی جائے گی (۳) اور (دیکھو!) جب تم (کوئی چیز) ناپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھر کر دو اور جب (تول کر دو) تو

الْمُسْتَقِیْمِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴿۳۵﴾ وَلَا تَقْفُ

ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت بہتر ہے (۴) اور جس بات کا

مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ

تم کو علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو (یاد رکھو!) کان اور آنکھ اور دل

كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾ وَلَا تَمْشِ فِی

ان سب کے بارے میں ضرور (تم سے) باز پرس ہوگی (۵) اور زمین پر

الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ

اکڑ کر مت چلو کیونکہ تم زمین کو پھاڑ نہیں سکتے اور نہ پہاڑوں کی

الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَیِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ

لمبائی تک پہنچ سکتے ہو ان سب باتوں کی برائی تمہارے پروردگار کے نزدیک

(۱) عرب قتل اور غارت گری میں بہت بیباک تھے پھر یہ کہ ایک کے عوض ایک ہی کو قتل نہیں کرتے تھے بلکہ تمام کے خاندان اور طرفداروں کی جڑ بنیاد کھود ڈالتے تھے۔ اس آیت میں ان دونوں وحشیانہ حرکتوں سے منع فرمایا۔ قرآن مجید نے انسانی جان کے احترام کرنے کا سبق سکھایا اور ناحق قتل کرنے سے منع فرمایا۔ پھر مقتول کے وارثوں کو نصیحت فرمائی کہ بدلا لینے میں حد سے نہ بڑھیں۔ شریعت کا قانون اور حکومت ان کی پشت پناہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ انتقام کے جذبہ میں آپے سے باہر ہو جائیں اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں کو توڑ ڈالیں جیسا کہ جاہلیت میں لوگ کیا کرتے تھے۔

(۲) عرب یتیموں کا مال اڑانے میں بھی بہت بیباک تھے قرآن نے اس ظالمانہ حرکت سے روکا۔

لیکن بعض صورتوں میں تصرف کرنا ناگزیر ہوتا ہے اس لئے اجازت دی کہ نیک نیتی اور خیر خواہی کے ساتھ یتیم کے مال میں تصرف کر سکتے ہو۔ پھر جب یتیم جوان ہو جائے تو اس کا مال اس کے حوالہ کر دو اور حیلے حوالے کر کے اس کو اپنے قبضے میں روکنے کی کوشش مت کرو۔

(۳) ہر طرح کے عہد و پیمان کو پورا کرنا چاہیئے اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد اور آپس کا قول و قرار سب ایک درجے میں ہیں اور سب کو یکساں طور پر پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ ہر طرح کے عہد و پیمان سے قیامت کے دن باز پرس ہوگی لہٰذا اس دن کی باز پرس سے ڈر کر عہد و پیمان کا احترام کیا کرو۔

(۴) ناپتے وقت کمی کرنا اور ترازو کی ڈنڈی مارنا سخت گناہ ہے اور اس سے لوگوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ پہلے گزر چکا ہے کہ شعیبؑ کی قوم میں یہ عیب تھا اس لئے حکم دیا کہ ناپتے وقت پورا پورا ناپو اور ترازو سیدھی اور باٹ سچے رکھو۔ ناپ تول ٹھیک رکھنا اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہوتا ہے۔ نیک نام تاجر کی تجارت جلد فروغ پاتی ہے۔

(۵) آدمی کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی قوتوں سے کام لے اور مقدور بھر تحقیق کر کے کوئی بات منہ سے نکالے یا کسی کام کے لئے قدم اٹھائے۔ جھوٹی گواہی دینا، غلط تہمت لگانا، سنی سنائی باتوں پر یقین رکھنا، رسم و رواج کی اندھا دھند تقلید کرنا یہ سب باتیں اس آیت کی رو سے منع ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آدمی کو کان، آنکھ، دل، دماغ دیئے ہیں اور ان سے کام لینے کی ذمہ داری اس پر ڈالی ہے یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن ان سب قوتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ ان سے کس طرح کام لیا تھا۔

مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۭ
ناپسند ہے (اے پیغمبر!) یہ ان حکمت کی باتوں میں سے ہیں جو تمہارے پروردگار نے (وحی کے ذریعہ نازل) کی ہیں
وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا
اور (اے انسان!) اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہ بنا ورنہ ملامت سن کر اور (اللہ کی بارگاہ سے) مردود ہو کر جہنم میں
مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ
ڈال دیا جائے گا (۱) (مشرکو!) کیا تمہارے پروردگار نے تم کو تو بیٹوں کے لئے خاص کیا ہے اور خود فرشتوں کو
الْمَلٰۗىِٕكَةِ اِنَاثًا ۭ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ
اپنی بیٹیاں بنایا ہے بلاشبہ تم بڑی (سخت) بات کہتے ہو (۲) اور ہم نے
صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ۭ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا
اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا (اور سمجھایا) تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں مگر اس سے ان کی نفرت اور بڑھتی
نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِـهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا
جاتی ہے (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ اگر اللہ کے ساتھ اور بہت سے معبود ہوتے جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو اس صورت میں
لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ وَ
ضروری تھا کہ وہ عرش کے مالک (یعنی اللہ) کی طرف راستہ ڈھونڈ نکالتے (۳) وہ پاک ہے اور
تَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ
ان ساری باتوں سے جو یہ لوگ اس کی طرف نسبت کرتے ہیں بہت بلند ہے ساتوں آسمان اور زمین اور جو لوگ
السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ
ان میں ہیں سب اس کی تسبیح و تقدیس میں لگے ہوئے ہیں اور (مخلوقات میں سے) جتنی چیزیں ہیں وہ سب اس کی
بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ
تعریف کے ساتھ پاکی بیان کر رہی ہیں مگر تم ان کے پاکی بیان کرنے کو نہیں سمجھتے بلاشبہ وہ بڑا ہی

(۱) اوپر جن باتوں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان کا کرنا اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اور جن باتوں کے نہ کرنے کو کہا ہے ان کا کرنا اس کو ناپسند ہے۔ لہذا جو باتیں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں ان سے بچو اور جو باتیں اس کو پسند ہیں ان کو اختیار کرو۔

غرض یہ کہ یہ سب باتیں حکمت اور دانائی کی باتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے اپنے برگزیدہ بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا ہے۔ بغیر وحی الٰہی کے آدمی ایسی باتیں عقل سے ہرگز معلوم نہیں کر سکتا۔ لوگوں کو چاہیے کہ ان باتوں کو دیکھ کر پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور آپ کی ہدایت کو قبول کریں۔

ع

(۲) اوپر بیان کی ہوئی ہدایات کو توحید کے بیان سے شروع کیا تھا اور اب اسی پر ختم کیا تاکہ معلوم ہو کہ اسلامی تعلیمات کا مرکز توحید خالص ہے۔

بعض لوگ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے حالانکہ وہ خود بیٹیوں کو برا سمجھتے تھے۔ ان کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اپنے لئے بیٹے پسند کرتے ہو اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بناتے ہو۔ یہ کتنی سخت بات ہے جو تم منہ سے نکالتے ہو!

(۳) اگر اللہ تعالیٰ کے شریک اور بھی چند خدا ہوتے جیسا کہ مشرک کہتے ہیں تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ان کی ان بن ہو جاتی اور وہ مقابلہ کے لئے اس خدا پر چڑھ دوڑتے جو صاحب عرش ہے اور خداؤں کی جنگ میں عالم کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ عالم کا نظام بدستور قائم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک ہی خدا ہے جو عرش والا ہے اور اسی کے احکام پر سارا عالم چل رہا ہے۔

(۱) مشرک جو باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ ان سے پاک اور بلند ہے۔ اس کی شان تو یہ ہے کہ آسمان و زمین اور جو فرشتے اور انسان ان میں ہیں، سب اس کی پاکی بیان کرتے ہیں۔
بلکہ کائنات کی ہر چیز اس کی پاکی بیان کرتی ہے اور اس کی حمد کے ترانے گاتی ہے، اگرچہ بہت سے لوگ اس کو سمجھتے نہیں ——— حقیقت یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز اپنی ہستی میں، اپنی بناوٹ میں، اپنی صورت
میں، اپنے افعال و خواص میں مجسم تسبیح ہے۔ اس کے ہر پہلو سے کسی بنانے والے کی صنعت، کسی پرورش کرنے والے کی پرورش اور کسی سرچشمۂ حسن کا حسن نمایاں ہے۔ اس لیے کائنات کی ہر چیز زبان حال سے اللہ تعالیٰ کی

حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ
بردبار (اور) بخشنے والا ہے (۱) (اور اے پیغمبر!) جب تم قرآن پڑھتے ہو تو ہم تم میں
وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ
اور ان لوگوں میں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک پوشیدہ پردہ حائل کر دیتے ہیں اور
جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ
ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں تاکہ قرآن کو سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں گرانی
وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓی
پیدا کر دیتے ہیں اور جب تم قرآن میں اپنے پروردگار یکتا کا ذکر کرتے ہو تو وہ بدک جاتے اور پیٹھ
اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ
پھیر کر بھاگ جاتے ہیں (۲) جب یہ لوگ تمہاری طرف کان لگاتے ہیں تو جس نیت سے
یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓی اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ
یہ سنتے ہیں ہم اسے خوب جانتے ہیں اور جب یہ سرگوشیاں کرتے ہیں (یعنی) جب ظالم کہتے ہیں کہ تم تو
اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا
ایک ایسے شخص کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو کیا گیا ہے (اے پیغمبر) دیکھو انہوں نے تمہارے
لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ﴿۴۸﴾ وَ
لیے کیسی کیسی باتیں بنائی ہیں جس کی وجہ سے گمراہ ہو رہے ہیں اور (حق کا) راستہ نہیں پا سکتے (۳) اور
قَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ
یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم (مر کر بوسیدہ) ہڈیاں اور چورا ہو جائیں گے تو کیا ایسی حالت میں ہم از سر نو
خَلْقًا جَدِیْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِیْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ
اٹھا کر کے جائیں گے (۴) کہہ دو کہ تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا یا

خالقیت اور ربوبیت کا اعلان کر رہی ہے اور اسی کی حمد کے ترانے گا رہی ہے۔

ظاہر ہے کہ فرشتے اور ایمان دار لوگ تو زبان سے بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں۔ لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ دوسری ساری چیزیں بھی اپنی خاص زبان میں اللہ تعالیٰ کی حمد کے ترانے گاتی ہیں مگر عام لوگ اسے سمجھتے نہیں۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور لوگ اس سے ہدایت حاصل کرتے تھے لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو آخرت کی زندگی پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور انجام سے بے خبر تھے۔ یہ لوگ آنحضرتؐ کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ گویا آپؐ کے اور ان لوگوں کے درمیان پردہ پڑا ہوا تھا کہ وہ آپؐ تک پہنچ نہیں سکتے تھے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ تک نہ پہنچ سکیں وہ قرآن مجید کو کیا سنیں گے اور کیا سمجھیں گے۔ چنانچہ وہ خود کہا کرتے تھے کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش کو سچ کر دکھایا۔

ان لوگوں کی شقاوت کا یہ حال ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو بدکتے ہیں اور منہ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں ایسے لوگوں کے راہ راست پر آنے کی کیا امید ہو سکتی ہے؟

(۳) جو لوگ پہلے سے آنحضرتؐ اور قرآن مجید کے متعلق اپنے دلوں میں تعصب اور دشمنی پوشیدہ رکھتے ہیں، وہ جب قرآن مجید کو اور آنحضرتؐ کی گفتگو کو سنتے ہیں تو اچھی نیت سے نہیں سنتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو قرآن مجید کی کوئی صفت اور آنحضرتؐ کی سیرت پاک کی کوئی خوبی نظر نہیں آتی چنانچہ ایسے لوگ آپؐ کی سیرت پاک میں اور قرآن مجید میں عیب نکالنے کے درپے ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو بہکانے کے لئے آپس میں مشورے کر کے کوئی بیہودہ بات بنا شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً آپؐ کے بارے میں کہنے لگتے ہیں کہ ان پر جادو کا اثر ہے جس کی وجہ سے بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذَا الْقَوْلِ۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین اور برگزیدہ ترین

رسول کے بارے میں ایسی بیہودہ باتیں بکیں، وہ کس طرح سیدھی راہ پا سکتے ہیں؟

(۴) آنحضرتؐ اور قرآن مجید کے بارے میں کافروں کے جو شبہات تھے ان کو دور کرنے کے بعد اب اس آیت میں قیامت کے بارے میں کافروں کے شبہ کا ذکر فرمایا۔
کہ کافر قیامت کے آنے پر یقین نہیں رکھتے تھے اور تعجب کرتے تھے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب سارا بدن گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو جائے اور خالی ہڈیاں رہ جائیں تو پھر دوبارہ زندہ کیا جائے۔

خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ ۚ فَسَيَقُولُونَ مَن يُّعِيدُنَا ۖ
کوئی اور چیز جو تمہارے خیال میں سخت ہو (یہ سن کر) وہ کہیں گے کہ ہم کو دوبارہ کون زندہ کرے گا
قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُونَ إِلَيْكَ
تم کہدو کہ وہی جس نے پہلی مرتبہ تم کو پیدا کیا یہ سن کر وہ لوگ (تعجب سے) تمہارے آگے
رُءُوسَهُمْ وَيَقُولُونَ مَتٰى هُوَ ۖ قُلْ عَسٰٓى أَن يَكُونَ
سر ہلائیں گے اور پوچھیں گے کہ ایسا کب ہوگا تم کہدو کہ عجب نہیں کہ اس کا وقت
قَرِيبًا ﴿٥١﴾ يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّونَ
قریب ہو جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پکار کا جواب دو گے اور ایسا
إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٥٢﴾ ع وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي
خیال کرو گے کہ تم دنیا میں بہت کم مدت رہے (۱) اور (اے پیغمبر) میرے (مومن) بندوں سے کہدو کہ لوگوں سے ایسی بات
هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنزَغُ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ الشَّيْطٰنَ
کہا کریں جو بہت پسندیدہ ہو کیونکہ شیطان (بری باتوں سے) لوگوں میں فساد ڈلوا دیتا ہے واقعی شیطان
كَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا ﴿٥٣﴾ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ ۖ
انسان کا کھلا دشمن ہے (لوگو!) تمہارا پروردگار تمہارے حال سے خوب واقف ہے
إِن يَشَأْ يَرْحَمْكُمْ أَوْ إِن يَشَأْ يُعَذِّبْكُمْ ۚ وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ
وہ چاہے تو تم پر رحم کرے یا اگر چاہے تو تمہیں عذاب دے اور (اے پیغمبر) ہم نے تم کو ان کا
عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ﴿٥٤﴾ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَن فِي السَّمٰوٰتِ وَ
ذمہ دار (بنا کر) نہیں بھیجا (۲) اور تمہارا پروردگار ان کے حال سے بخوبی واقف ہے جو آسمانوں اور
الْأَرْضِ ۗ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلٰى بَعْضٍ وَّ
زمین میں ہیں اور یقیناً ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور

(۱) کافروں کا تعجب دور کرنے کے لئے فرمایا کہ سوکھی ہڈیوں کا کیا ذکر ہے، چاہے تم پتھر ہو جاؤ، چاہے لوہا ہو جاؤ یا کوئی اور چیز ہو جاؤ جس میں تمہارے خیال کے لحاظ سے زندگی کا ظہور بہت دشوار معلوم ہوتا ہو، لیکن یقین رکھو کہ پھر بھی تم اٹھائے جاؤ گے۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ کیونکہ وہی دوبارہ اٹھائے گا جس نے پہلی بار پیدا کیا۔ یہ سن کر وہ لاجواب ہو جاتے ہیں اور سر مٹکا کر پوچھتے ہیں کہ آخر قیامت کب آئے گی؟ ان سے کہدو کہ اس کا وقت نہیں بتایا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ بہت قریب ہو۔

آج تو تم قیامت کے دن کا انکار کرتے ہو لیکن یاد رکھو! جب وہ دن آجائے گا اور پکارنے والا فرشتہ پکارے گا تو اس وقت تم کو سرتابی کی مجال نہ ہوگی۔ اس وقت تم زندہ کر دیئے جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے بے اختیار اس کی طرف دوڑو گے۔ آج اس دن کے لئے جلدی مچاتے ہو۔ لیکن اس دن کے ہول سے لرز جاؤ گے اور خیال کرو گے کہ دنیا میں بہت تھوڑے دن رہے۔

ع ۵ ۱۲ ۵

(۲) تبلیغ کے آداب کی تعلیم دیتے ہوئے مسلمانوں کو نصیحت فرماتا ہے کہ مخالفوں سے بحث کرتے وقت سختی نہ کریں اور ایسا طریقہ اختیار نہ کریں جس سے اشتعال پیدا ہو اور مخالف ضد اور ہٹ دھرمی پر اتر آئیں اور اسلام سے دور ہٹ جائیں۔ بات یہ ہے کہ شیطان آدمی کا قدیمی دشمن ہے۔ وہ غصہ دلا کر لوگوں میں فساد کی آگ بھڑکا دیتا ہے اور کام کی باتوں سے لوگوں کو روک دیتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمان کچھ دار وغہ بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں کہ سختی کر کے لوگوں کو جبراً مسلمان بنائیں۔ جب خود آنحضرتؐ ہی ذمہ دار نہیں ہیں تو آپؐ کی امت کے لوگ کیسے ذمہ دار ہو سکتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کے حال سے واقف ہے اس کے علم قدیم میں جن لوگوں کے لئے ہدایت لکھی ہے وہ اس سے ہدایت پا کر اس کے رحم و کرم سے فیض پاتے ہیں۔ اور جن پر گمراہی مسلط ہو چکی ہے وہ اس کے عذاب کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝٥٥ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ

ہم نے داؤد کو زبور عنایت کی (١) (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ (لوگو!) تم نے اللہ کے سوا جن چیزوں کو اپنے

دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝٥٦

خیال میں معبود سمجھ رکھا ہے ان کو پکار کر دیکھو (تم کو معلوم ہو جائے گا کہ) وہ تم سے کوئی تکلیف دور کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ بدلنے کا اختیار رکھتے ہیں

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ

وہ لوگ جن کو یہ مشرک (حاجت روا سمجھ کر) پکارتے ہیں وہ خود اپنے پروردگار کے پاس

الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ

تقرب کا ذریعہ تلاش کرتے ہیں کہ کون اللہ کا زیادہ مقرب (ہوتا) ہے اور وہ اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے

عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝٥٧ وَاِنْ مِّنْ

عذاب سے ڈرتے ہیں فی الحقیقت تمھارے پروردگار کا عذاب بڑے ہی ڈرنے کی چیز ہے (٢) اور

قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا

(نافرمان لوگوں کی) ایسی کوئی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں یا (قیامت کے دن)

عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝٥٨

اس (کے رہنے والوں) کو (دوزخ کا) سخت عذاب نہ دیں یہ بات لوح محفوظ میں لکھی جا چکی ہے (٣)

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا

اور ہم نے نشانیاں بھیجنی اس لئے موقوف کر دیں کہ اگلے لوگوں نے ان کی

الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ

تکذیب کی تھی اور ہم نے ثمود کو اونٹنی دی (جو صالح کی نبوت کی کھلی) نشانی (تھی) لیکن انھوں نے اس پر ظلم کیا

وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝٥٩ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ

اور ہم معجزات اس لئے بھیجا کرتے ہیں کہ لوگ (انکار و بدعملی کے نتائج سے) ڈریں (٤) اور (اے پیغمبر وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم سے کہا کہ

(١) قریش کے رئیسوں اور دولت مندوں کو نبوت کے لئے آنحضرتؐ کے انتخاب پر اعتراض تھا۔ وہ کہتے تھے کہ مکہ اور طائف کے کسی بڑے رئیس اور دولتمند پر قرآن اترتا تو اچھا ہوتا۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ نبوت کا استحقاق کسی مادی طاقت کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کے حال سے واقف ہے اور ہر ایک کی استعداد کو خوب جانتا ہے۔ وہ اپنے علم اور انسان کی استعداد کے لحاظ سے جس کو چاہتا ہے پیغمبر بناتا ہے اور پیغمبروں میں سے جس کو چاہتا ہے دوسروں پر فضیلت بخشتا ہے۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کو بعض باتوں میں دوسروں پر فضیلت بخشی کہ ان کو زبور عنایت فرمائی اور نبوت اور سلطنت سے سرفراز فرمایا۔

چنانچہ اب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل فرمایا اور آپؐ کو امام الانبیاء اور خاتم النبیین بنا کر سب پر فضیلت بخشی۔

(٢) فرشتوں، جنوں، حضرت مسیح اور حضرت عزیرؑ کی عبادت کرنے والوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ جن کو تم نے معبود بنا رکھا ہے، ذرا مصیبت کے وقت ان کو پکار کر دیکھو، تم کو حقیقت حال معلوم ہو جائے گی۔ کیا وہ مصیبت دور کر سکتے ہیں یا اس کو کچھ بدل سکتے ہیں۔ ان کا حال تو یہ ہے کہ وہ خود پروردگار کا قرب تلاش کرتے ہیں اور اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ اعمال صالحہ کو اور اللہ کے کسی مقرب بندے کی دعا کو قرب الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ بنائیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

جب ان کا یہ حال ہے تو تم خود فیصلہ کر لو کہ وہ تمھاری کیا مدد کر سکتے ہیں۔ بلکہ تمھارے عقائد اور اعمال سے تو وہ سخت ناراض ہوتے ہیں۔

(٣) مکہ والوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ یہ قانون لکھا ہوا ہے کہ دنیا کی ہر بستی سخت گناہوں کی پاداش میں قیامت سے پہلے بالکل تباہ کر دی جائے گی یا اگر گناہ چھوٹے درجے کے ہیں تو کسی سخت عذاب میں مبتلا کی جائے گی۔

مولانا تھانویؒ نے آیت کا مطلب یوں لکھا ہے کہ کفار کی ایسی کوئی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کر دیں یا قیامت کے روز اس کے رہنے والوں کو دوزخ کا سخت عذاب نہ دیں۔

(٤) مکہ والوں نے آنحضرتؐ سے چند نشانیوں کے ظاہر کرنے کی فرمائش کی تھی کہ یہ پہاڑ سامنے سے ہٹ جائیں اور میدان میں نہریں جاری ہو جائیں تاکہ ہم کھیتی کر سکیں۔ ہمارے بزرگ جو مر چکے ہیں، ہم سے باتیں کریں اور تمھارے پیغمبر ہونے کا ہم کو یقین دلائیں۔ صفا کی پہاڑی سونے کی ہو جائے ۔۔۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم فرمائشی نشانات اپنے پیغمبر کے ہاتھ پر دکھا سکتے ہیں لیکن ایسا ہوا کہ گزشتہ پیغمبروں سے بھی ان کے لوگوں نے خاص خاص نشانات کی فرمائش کی تھی جو پوری کر دی گئی تھی ۔۔۔ مثلاً ثمود کی قوم کے لئے ایک اونٹنی ظاہر کر دی گئی تھی۔ لیکن لوگوں نے اس کا احترام نہیں کیا۔ اس لئے تباہ کر دیئے گئے ۔۔۔ اب اگر ان لوگوں کی فرمائشیں ہم پوری کر دیں اور یہ ایمان نہ لائیں تو اس کی پاداش میں ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ اس لئے فرمائشی نشانات کا ظاہر نہ ہونا خود ان کے حق میں بہتر ہے کہ مہلت سے فائدہ اٹھائیں۔

رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ

تمہارا پروردگار لوگوں کو گھیرے ہوئے ہے اور وہ دکھاوا جو ہم نے تم کو دکھلایا

اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ؕ

اس کو لوگوں کے لئے آزمائش قرار دیا اور اسی طرح وہ درخت جس کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے (آزمائش بنائے تھا)

وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝۶۰ وَاِذْ قُلْنَا

اور ہم ان لوگوں کو (طرح طرح سے) ڈراتے ہیں لیکن ان کی شرارتوں میں اور زیادتی ہوتی ہے (۱) اور (اس وقت کو یاد کرو)

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ

جبکہ ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے (نہیں کیا) اس نے کہا کیا میں

ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۝۶۱ۚ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ

ایسے شخص کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے اور (طنز کے طور پر) کہنے لگا کہ دیکھ تو یہی ہے جسے تو نے

كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۡ لَىِٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ

مجھ پر فضیلت دی ہے! اگر تو مجھ کو قیامت تک مہلت دے تو میں تھوڑے لوگوں کے سوا

ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۶۲ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ

اس کی تمام اولاد کو اپنے بس میں کرلوں گا (۲) اللہ نے فرمایا (یہاں سے چلا) جا ان میں سے جو کوئی بھی تیری پیروی کرے گا

فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۝۶۳ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ

تو تم سب کی سزا جہنم ہے (اور یہ) پوری سزا (ہے) اور اس کی اولاد میں سے جس کسی کو

اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ

تو اپنی (پرفریب) آواز سنا کر بہکا سکتا ہے بہکا اور اپنے لشکر کے سواروں اور پیادوں سے ان پر

رَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا

حملہ کر اور ان کے مال اور اولاد میں شریک ہو جا اور ان سے وعدے کر (لوگو! یاد رکھو!)

(۱) جب آنحضرتؐ نے معراج کا قصہ لوگوں سے بیان کیا تو ایمان والوں نے آپؐ کی تصدیق کی لیکن کافروں نے آپ کو جھٹلایا۔ اسی طرح جب قرآن میں خبر دی گئی کہ دوزخ والے زقوم کھائیں گے تو ابوجہل وغیرہ نے اس کا مذاق اڑایا کہ دوزخ کی آگ میں زقوم کا درخت کس طرح پیدا ہوگا اور پھل دے گا۔ ادھر فرمائشی نشانات کے ظاہر نہ ہونے پر مخالفوں نے مذاق اڑایا۔

اس لئے آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ تم مخالفوں کے تمسخر اور انکار کی پرواہ مت کرو اور تبلیغ کا کام کئے جاؤ کیونکہ تمہارے پروردگار نے اپنی قدرت سے سب لوگوں کا احاطہ کر رکھا ہے کوئی مخالف تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اور نہ نافرمانی کی سزا سے بچ کر بھاگ سکتا ہے۔ ع ۶

ہم نے معراج کی رات جو نظارہ تم کو دکھایا اور قرآن میں ایک خاص درخت کا جو ذکر کیا، اس میں ان لوگوں کی سخت آزمائش تھی لیکن بہت سے لوگ اس آزمائش میں پورے نہ اترے۔ ہم ان کو نافرمانی کی پاداش سے آگاہ کرتے ہیں لیکن یہ ایسے بدبخت ہیں کہ اور زیادہ سرکشی کرتے ہیں۔ لہٰذا اب ان کی اصلاح کی کچھ امید نہیں۔

(۲) کافروں کی سرکشی اور مخالفت کا ذکر کرکے حضرت آدمؑ اور شیطان کی دشمنی کا واقعہ بیان فرمایا۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ کافروں کے دلوں میں یہ احساس بیدار ہو کہ پیغامِ حق سے ان کی سرکشی شیطان کے بہکانے کی وجہ سے ہے۔ اس احساس کے بیدار ہونے کے بعد ممکن ہے وہ شیطان کے پھندے سے نکلنے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ کے حکم پر سب فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کیا۔ لیکن شیطان کی گردن ان کے آگے نہ جھکی اس نے گستاخی سے کہا کہ کیا میں ایسی مخلوق کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے پھر اس نے بڑی حقارت سے آدمؑ کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہی ہے وہ مخلوق جس کو تو نے مجھ پر فضیلت بخشی ہے۔ یہ تو میرے مقابلہ میں نہایت کمزور ہے اگر تو مجھے قیامت تک رہنے کی مہلت دے تو میں اس کی اولاد کو اپنے قابو میں لاکر خوب بہکاؤں گا اور گمراہ کردوں گا۔ [illegible]

يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿٦٤﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ

شیطان لوگوں سے جو وعدہ کرتا ہے سراسر دھوکا ہے (پھر ابلیس سے فرمایا کہ) جو میرے (سچے) بندے ہیں

عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿٦٥﴾ رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ

ان پر تیرا کچھ زور نہیں چلے گا اور (اے پیغمبر) تمہارا پروردگار کارساز کافی ہے (۱) (اے لوگو) تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے

لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ

لئے سمندر میں کشتیاں (اور جہاز) چلاتا ہے تاکہ تم آسانی سے اس کے فضل سے (روزی) تلاش کرو بلاشبہ وہ تم پر

بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿٦٦﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ

بڑا مہربان ہے اور جب سمندر میں تم کو کسی طرح کی تکلیف پہنچتی ہے تو جن معبودوں کو تم پکارتے ہو وہ سب

تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ

تم سے گم ہو جاتے ہیں مگر صرف ایک اللہ (کی ذات باقی رہ جاتی ہے) پھر جب وہ تم کو بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو تم اس سے منہ پھیر لیتے ہو

وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿٦٧﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ

حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے (۲) پھر کیا تم اس بات سے بے خوف ہو کہ اللہ تمہیں (خشکی کی طرف لے جا کر زمین میں)

الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ

دھنسا دے یا تم پر کوئی ایسی سخت ہوا بھیج دے جو کنکر پتھر برسانے لگے پھر تم کسی کو اپنا

وَكِيْلًا ﴿٦٨﴾ ۙ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى

مددگار نہ پاؤ لوگو! کیا تم اس بات سے بے خوف ہو کہ اللہ تمہیں دوبارہ اسی سمندر میں لے جائے اور (سفر کے

فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ

دوران میں) ہوا کا ایک سخت طوفان بھیج دے اور تمہاری ناشکری کی پاداش میں تمہیں غرق کر دے

ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿٦٩﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا

پھر اس بات پر کوئی ہمارا پیچھا کرنے والا تم کو نہ ملے (۳) اور یقیناً ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی

(۱) بارگاہِ الٰہی سے شیطان پر عتاب ہوا اور حکم ہوا کہ جا جو تیرا جی چاہے کر اور اولادِ آدم کو خوب گمراہ کر لیکن یاد رکھو کہ تم سب گمراہوں اور نافرمانوں کی سزا دوزخ کی آگ ہوگی۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کی گرفت انسان پر کتنی سخت ہے۔ شیطان انسان کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے گویا کہ وہ اس کو آواز دے کر ہر وقت اپنی طرف بلاتا رہتا ہے۔ شیطان بڑی قوت سے اور پورے لشکر کے ساتھ انسان پر حملہ آور ہے۔ انسان اہل و عیال کی محبت میں گرفتار ہے اور مال و دولت کا سخت محتاج ہے۔ انسان کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر شیطان اس کو خوب بہکاتا ہے اور حق کی نافرمانیوں پر اس کو آمادہ کرتا ہے۔

غرض یہ کہ شیطان طرح طرح کے وعدے کر کے اور سبز باغ دکھا کر انسان کو خوب بہکاتا ہے۔ نادان انسان اس کے بہکانے میں آجاتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ اس کے سب وعدے جھوٹے ہوتے ہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہی شیطان کی گرفت میں نہیں آتے وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے کام بناتا ہے اور ان کو شیطان سے محفوظ رکھتا ہے۔

(۲) توحید کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے فرمایا کہ تمہارا پروردگار تو وہ ہے جس نے تم کو دریاؤں اور سمندروں کے سینے پر کشتیاں اور جہاز چلانا سکھایا۔ تاکہ تم تجارتی سامان ایک ملک سے دوسرے ملک کو پہنچاؤ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے روزی کماؤ وہ بڑا رحیم ہے۔ پھر بھی تم اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہو۔

لیکن تمہارا حال یہ ہے کہ جب تم کو سمندر میں طوفان گھیر لیتا ہے تو تم دوسروں کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہو اور اسی سے دعائیں مانگتے ہو۔ پھر جب وہ تم کو طوفان سے نجات دے کر کنارے پر خیر خوبی کے ساتھ پہنچاتا ہے تو تم اس سے منہ پھیر لیتے ہو اور دوسروں کو اس کے شریک ٹھہراتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ناشکرا ہے۔

(۳) یعنی اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہونا سخت نادانی ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ چاہے تو تمہیں زمین میں دھنسا دے یا تم پر پتھر برسانے والی آندھی بھیج دے یا دوبارہ تمہیں سمندر میں لے جائے اور ہوا کا سخت طوفان بھیج کر تم کو غرق کر دے۔ اگر اللہ تعالیٰ تم کو کسی طرح مصیبت میں مبتلا کرے تو کون ہے جو اس کے مقابلہ میں تمہاری مدد کر سکے اور اس سے تمہارا بدلہ لے سکے؟ پھر اس سے کیوں بے خوف ہوتے ہو اور کیوں اس کی نافرمانیاں کرتے ہو؟

(۱) اللہ تعالیٰ نے انسان کو بڑی فضیلت اور بزرگی عطا فرمائی۔ اس کو نہایت اچھی شکل و صورت پر پیدا کر کے علم و عقل کے زیور سے آراستہ کیا جس کے ذریعہ وہ آسمان و زمین کی ساری قوتوں پر قابو رکھتا ہے اور ان سے کام لیتا ہے طرح طرح کی چیزیں ایجاد کر کے خشکی اور سمندر میں لمبے لمبے سفر طے کرتا ہے بلکہ آجکل تو بے تکلف ہوا میں اڑتا پھرتا ہے۔ لذیذ غذائیں کھاتا ہے نفیس کپڑے پہنتا ہے اور نہایت آرام سے زندگی گزارتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے بہت سی چیزوں پر انسان کو فضیلت اور بزرگی عطا فرمائی۔ انسان کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی قدر پہچانے اور اس کے پیغام کو قبول کر کے اس کا فرماں بردار بندہ بن کر رہے۔

بَنِیٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ
اور خشکی اور تری میں ان کو سواری دی اور پاکیزہ چیزیں انھیں
الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا
کھانے کو دیں اور جتنی چیزیں ہم نے پیدا کی ہیں ان میں سے اکثر پر انھیں
تَفْضِیْلًا ۞ ۷۰ یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ
فضیلت دی (۱) (اس دن کو یاد کرو) جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے اس دن جن
اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ یَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا
لوگوں کا اعمالنامہ ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ لوگ (خوش ہو کر) اپنے اعمالنامہ کو پڑھیں گے اور ان پر
یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ۞ ۷۱ وَمَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰی فَهُوَ فِی
تاگے کے برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور جو شخص اس دنیا میں (دیدہ و دانستہ) اندھا رہا وہ آخرت میں بھی
الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا ۞ ۷۲ وَاِنْ كَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَكَ
اندھا ہی رہے گا اور ہدایت کے راستے سے بہت دور بھٹکا ہوا ہوگا (۲) اور (اے پیغمبر) جو وحی ہم نے تمہاری طرف
عَنِ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَهٗ ۖ
بھیجی ہے قریب تھا کہ اس سے یہ لوگ تم کو بہکا دیں تاکہ تم اس کے سوا اور باتیں بنا کر ہماری طرف نسبت کرو
وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِیْلًا ۞ ۷۳ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ
اور اس وقت وہ (خوش ہو کر) تم کو دوست بنا لیتے اور (اے پیغمبر!) اگر ہم تم کو ثابت قدم نہ رکھتے
كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَیْهِمْ شَیْئًا قَلِیْلًا ۞ ۷۴ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ
تو تم کسی قدر ان کی طرف مائل ہو ہی جاتے (۳) اگر ایسا ہوتا (یعنی آپ کے قدم ذرا بھی مائل ہو جاتے) تو اس
الْحَیٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا ۞ ۷۵
وقت ہم تم کو زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی دونا عذاب چکھاتے پھر تم ہمارے مقابلہ میں کسی کو مددگار نہ پاتے (۴)

(۲) اللہ تعالیٰ نے انسان کو بڑی فضیلت اور بزرگی عطا فرمائی۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ دنیا میں کس نے اپنے عمل سے اس فضیلت کو باقی رکھا اور کس نے اپنے ہاتھوں اس کو خاک میں ملا دیا۔

اس بات کا پورا پورا مظاہرہ اس دن ہوگا جس دن لوگ اپنے اپنے پیشواؤں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ نیک لوگ انبیاء اور اولیاء کے ساتھ ہوں گے اور نافرمان لوگ شیطان اور اپنے پیشواؤں کے ساتھ ہوں گے جن کے بہکانے سے یہ لوگ سرکشی اور نافرمانی میں مبتلا ہوئے تھے۔

ع ۷

پھر لوگوں کو ان کے اعمالنامے دیئے جائیں گے۔ ایمان والوں کے اعمالنامے داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ یہ لوگ اپنے اپنے اعمالنامے پڑھیں گے اور یہ دیکھ کر خوش ہوں گے کہ ان کے نیک اعمال سب کے سب اعمالنامے میں درج ہیں جن کا اچھا بدلا ملنے کی ان کو امید ہے۔ ان کے مقابل وہ لوگ ہوں گے جو اس دنیا میں بھی اندھے تھے اور آخرت میں بھی اندھے رہیں گے۔ یعنی جن لوگوں نے دنیا میں پیغام حق دیکھنے سے آنکھیں بند کر لی تھیں اور اس سے منہ موڑ لیا تھا وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہیں گے اور کامیابی کا راستہ ان پر گم ہو جائے گا۔ ان کے اعمالنامے بائیں ہاتھوں میں دے جائیں گے جو ان کے محروم ہونے کی نشانی ہوگی۔

(۳) مکہ والوں کی انتہائی کوشش اس بات کے لئے تھی کہ آنحضرتؐ وحی الٰہی کو ظاہر نہ کریں جس میں ان کے عقائد اور اعمال پر سخت تنقید ہو۔ بلکہ ان کی مرضی کے موافق اس میں رد و بدل کر کے ظاہر کریں تو وہ آپؐ کو دوست بنا لیں گے۔

ظاہر ہے کہ یہ نہایت بیہودہ کوشش تھی جس میں وہ کسی طرح کامیاب نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ آنحضرتؐ پیغام حق کو کسی طرح چھوڑنے والے نہ تھے۔ آپؐ نے قریش کے سرداروں کے سامنے اعلان کر دیا تھا کہ اگر تم ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے میں چاند رکھ دو تب بھی میں اس کام کو چھوڑنے والا نہیں۔ چنانچہ اسی مضمون کو بعد کی آیت میں واضح فرمایا۔

(۴) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبروں کی عصمت اور حفاظت خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے ورنہ مخالفوں کے مکر و فریب اتنے سخت ہوتے ہیں کہ نفس انسانی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور ان کے آگے جھکنے لگتا ہے۔ اسی لئے آنحضرتؐ دعا فرمایا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ لَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ یعنی الٰہی! چشم زدن کی تھوڑی سی مدت کے لئے بھی مجھے میرے نفس کے حوالہ نہ فرما (بلکہ خود اپنی حفاظت میں رکھ) ـــــ چنانچہ مکہ والوں کے مکر و فریب کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی اور آپؐ دین حق پر ثابت قدم رہے۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہی کا اثر تھا کہ آپؐ قریش کے سرداروں کی طرف نہ جھکے آپؐ نے ان کو صاف جواب دیدیا اور آپؐ پیغام حق پہنچانے میں بدستور مصروف رہے یہاں تک کہ آخرکار اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو کامیابی عطا فرمائی۔ یہ صورت حال آپؐ کی صداقت اور محبوبیت کی واضح دلیل ہے۔

(۱) یعنی مکہ والے اس بات کی کوشش میں ہیں کہ پریشان کر کے تم کو مکہ کی سرزمین سے نکال دیں لیکن اگر انھوں نے ایسا کیا تو یاد رکھیں کہ تمھارے پیچھے وہ تھوڑے ہی دن یہاں رہ سکیں گے۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ قریش کے سرداروں کے ظلم و ستم کی وجہ سے آنحضرتؐ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تقریباً ڈیڑھ سال بعد ابو جہل وغیرہ بدر کے میدان میں مارے گئے۔ پھر چند سال بعد مکہ شریف پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔

وَ اِنۡ کَادُوۡا لَیَسۡتَفِزُّوۡنَکَ مِنَ الۡاَرۡضِ لِیُخۡرِجُوۡکَ
اور (اے پیغمبر!) قریب تھا کہ یہ لوگ تمھیں (مکہ کی) زمین سے پھسلا دیں تاکہ تمھیں وہاں سے
مِنۡہَا وَ اِذًا لَّا یَلۡبَثُوۡنَ خِلٰفَکَ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّۃَ
نکال دیں اور اس وقت وہ بھی تمھارے پیچھے کم مدت ہی رہتے اے پیغمبر! تم سے
مَنۡ قَدۡ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَکَ مِنۡ رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا
پہلے جو پیغمبر ہم بھیج چکے ہیں ان سب کے معاملے میں ہمارا ایسا ہی قاعدہ رہا ہے اور تم ہمارے اس قاعدہ میں کوئی
تَحۡوِیۡلًا ﴿۷۷﴾ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ
تبدیلی نہ پاؤ گے (۱) (اے پیغمبر!) آفتاب کے ڈھلنے کے وقت سے رات کے اندھیرے تک نمازیں ادا کیا کرو
وَ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ ؕ اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ کَانَ مَشۡہُوۡدًا ﴿۷۸﴾ وَ
اور فجر کو بھی قرآن (یعنی نماز) پڑھا کرو، بلاشبہ فجر کی تلاوت قرآن کے وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں (۲) اور
مِنَ الَّیۡلِ فَتَہَجَّدۡ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ ٭ۖ عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ
کچھ رات سے تہجد کی نماز پڑھا کرو یہ تمھارے لئے مزید عمل ہے امید ہے کہ تمھارا پروردگار
رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ﴿۷۹﴾ وَ قُلۡ رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ
تم کو مقام محمود میں پہنچائے گا (۳) اور (اے پیغمبر) یوں دعا مانگو کہ اے پروردگار مجھے جہاں کہیں پہنچانا
صِدۡقٍ وَّ اَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّ اجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ
ہو تو سچائی کے ساتھ پہنچا اور جہاں کہیں سے نکالنا ہو تو سچائی کے ساتھ نکال اور اپنے پاس سے ایسی
لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا ﴿۸۰﴾ وَ قُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَ زَہَقَ
قوت عطا فرما جو ہر حال میں مدد دینے والی ہو اور کہہ دو کہ اے لوگو! دیکھو حق ظاہر ہو گیا اور باطل نیست
الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَہُوۡقًا ﴿۸۱﴾ وَ نُنَزِّلُ مِنَ
و نابود ہوا اور بلاشبہ باطل اسی لائق تھا کہ نیست و نابود ہو کر رہے (۴) اور ہم قرآن کے ذریعہ سے

(۲) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ کافروں کے مکر و فریب سے بے پروا ہو کر تم اپنے پروردگار کی طرف متوجہ رہو اور نمازوں میں مشغول رہو۔ مشکلات پر قابو پانے کے لئے قرآن مجید کی ہدایت ہے کہ مسلمان کو چاہئے کہ اپنے اندر برداشت کی قوت پیدا کرے اور نمازوں میں مشغول رہا کرے۔

علما نے لکھا ہے کہ اس آیت میں اجمالی طور پر پانچوں نمازوں کے اوقات بتائے گئے ہیں۔ "لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ" میں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کے اوقات کی طرف اشارہ ہے۔ اور نماز فجر کا ذکر الگ کیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ فجر اور عصر کے وقت دن اور رات کے فرشتوں کا تبادلہ ہوتا ہے۔ دونوں جماعتوں کے فرشتے نماز فجر اور عصر میں حاضر رہتے ہیں، ہمارے اعمال لکھتے ہیں اور بارگاہ رب العزت میں ہمارے حق میں اچھی گواہی دیتے ہیں۔

ع ۸

(۳) پانچوں نمازوں کے علاوہ آنحضرتؐ کو تہجد کی نماز پڑھنے کا بھی حکم تھا جس کی برکت سے مقام محمود کا آپؐ سے وعدہ فرمایا تھا۔

"مقام محمود" سے مراد مقام شفاعت کبریٰ ہے جس کا حدیثوں میں ذکر ہے کہ قیامت کے دن جب کہ کوئی پیغمبر کچھ عرض کرنے کی جرأت نہ کر سکے گا، آنحضرتؐ اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا فرما کر مخلوق کی شفاعت فرمائیں گے۔ اس وقت بڑے سے لے کر چھوٹے تک ہر شخص کی زبان پر آپؐ کی تعریف ہوگی اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے بھی آپؐ پر سلام و رحمت کی بارش ہوگی۔

اس کے علاوہ یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب آنحضرتؐ کی مکی زندگی کے آخری سال گزر رہے تھے مظلومیت اور بے سروسامانی اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ یہاں تک کہ قریش کے سردار آپؐ کے قتل کی تدبیروں میں سرگرم تھے۔ ایسی حالت میں کون امید کر سکتا تھا کہ ان مظلومیتوں میں سے فتح و کامرانی پیدا ہو سکتی ہے۔

ایسے وقت میں وحی الٰہی نے ایسے مقام تک پہنچنے کی خبر دی جو انسان کے لئے عظمت کا آخری مقام ہے یعنی حسن و کمال کا ایسا مقام جہاں پہنچ کر محمودیت کی عالمگیر اور دائمی مرکزیت حاصل ہو جائے گی۔ کوئی عہد ہو، کوئی ملک ہو، کوئی نسل ہو، لیکن کروڑوں انسانوں کے دلوں میں آپ کی ستائش ہوگی۔ ان گنت زبانوں پر آپؐ کی مدح ہوگی اور آپؐ محمدؐ یعنی سرتاسر ممدوح ہوں گے۔ اللھم صل علی محمد صاحب المقام المحمود

منزل ۴

(۴) اس وقت قریش کے سرداروں کے ظلم و تشدد کی وجہ سے آنحضرتؐ کا مکہ میں قیام کرنا دشوار ہو گیا تھا اور مکہ سے ہجرت کرنے کا وقت قریب آ گیا تھا۔ اس لئے آپؐ کی تسلی کے لئے مناسب حال دعا آپؐ کو تلقین فرمائی پھر مزید تسلی کے لئے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں تمھاری کامیابی کا وقت بہت قریب آ گیا ہے۔ اب تم بے دھڑک مخالفوں کے آگے یہ اعلان کر سکتے ہو کہ دیکھو حق ظاہر ہو گیا اور باطل نابود ہوا۔ چنانچہ چند سال کے بعد یہ پیشین گوئی حرف بحرف صادق ہوئی۔ فتح مکہ کے روز آپؐ خانہ کعبہ کے پاس تشریف لے گئے جہاں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ چھڑی سے ہر بت پر ضرب لگاتے جاتے تھے اور زبان مبارک پر یہی آیت جاری تھی۔

الۡقُرۡاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۙ وَلَا يَزِيۡدُ

وہ چیزیں نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے حق

الظّٰلِمِيۡنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿٨٢﴾ وَاِذَاۤ اَنۡعَمۡنَا عَلَى الۡاِنۡسَانِ

میں تو اس سے نقصان ہی زیادہ ہوتا ہے (۱) اور جب ہم انسان کو کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ ہم سے

اَعۡرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوۡسًا ﴿٨٣﴾

منہ پھیر لیتا ہے اور پہلو تہی کرتا ہے اور جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ناامید ہو جاتا ہے (۲)

قُلۡ كُلٌّ يَّعۡمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِمَنۡ

(اے پیغمبر! آپ) کہہ دو کہ ہر انسان اپنے طریقے کے مطابق عمل کرتا ہے پس تمہارا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کہ کون

هُوَ اَهۡدٰى سَبِيۡلًا ﴿٨٤﴾ وَيَسۡئَلُوۡنَكَ عَنِ الرُّوۡحِ ؕ قُلِ

سب سے زیادہ ٹھیک راستہ پر ہے (۳) اور (اے پیغمبر!) یہ لوگ تم سے روح کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو تم

الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّيۡ وَمَاۤ اُوۡتِيۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿٨٥﴾

کہہ دو کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے اور تم کو جو کچھ علم دیا گیا ہے وہ بہت تھوڑا ہے (۴)

وَلَئِنۡ شِئۡنَا لَنَذۡهَبَنَّ بِالَّذِيۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ ثُمَّ لَا

اور (اے پیغمبر!) اگر ہم چاہیں تو جو قرآن ہم نے تمہاری طرف وحی کے ذریعہ بھیجا ہے اسے اٹھا لیں پھر اس کے

تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيۡنَا وَكِيۡلًا ﴿٨٦﴾ اِلَّا رَحۡمَةً مِّنۡ

واپس لانے کے لئے تم ہمارے مقابلہ میں کسی کو مددگار نہ پاؤ مگر یہ محض تمہارے پروردگار کی رحمت ہے (کہ وہ ایسا

رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضۡلَهٗ كَانَ عَلَيۡكَ كَبِيۡرًا ﴿٨٧﴾ قُلۡ لَّئِنِ

نہیں کرتا) (اے پیغمبر!) اس میں کوئی شک نہیں کہ تم پر اس کا بڑا ہی فضل ہے (اے پیغمبر! آپ) کہہ دو کہ اگر

اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰۤى اَنۡ يَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا

تمام انسان اور جن جمع ہو کر اس بات پر آمادہ ہوں کہ اس قرآن کے مانند کوئی کلام

منزل ۴

(۱) حق و باطل کا فیصلہ قرآن مجید کے تعلق سے ہے

قرآن مجید نسخۂ شفا اور سرتا سر رحمت ہے۔ جو لوگ قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں ان کے نفسوں کی ساری بیماریاں دور ہو جاتی ہیں اور دینی اور دنیوی برکتوں کے دروازے ان پر کھل جاتے ہیں۔ یہ لوگ اہل حق ہیں اور آخر کار کامیاب ہوں گے۔

ان کے مقابل وہ لوگ ہیں جو اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں اور قرآن کی تعلیم سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ بلکہ قرآن مجید کا مقابلہ کر کے باطل کا ساتھ دیتے ہیں۔ یہ اہل باطل ہیں۔ اس لئے سخت گھاٹے میں پڑیں گے۔

(۲) اس آیت میں انسان کی اس کمزوری کی طرف توجہ دلائی ہے کہ انسان عیش و آرام میں پڑ کر اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جاتا ہے اور بے خوف ہو کر نافرمانیاں کرنے لگتا ہے۔ اور اگر کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے تو مایوس ہو جاتا ہے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہتا ہے۔

سعادت کا راستہ یہ ہے کہ عیش و آرام میں اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو اور اخلاقی ذمہ داریوں کو نہ بھولے۔ نعمتوں کا شکر کرے اور ان کو ٹھیک طور پر کام میں لائے۔ مصیبت اور آزمائش پر صبر کرے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ رکھ کر مقدور بھر جدوجہد جاری رکھے۔

ع ۹ ۹

(۳) یعنی ہر شخص اپنی اقتضا کے مناسب اختیار سے کام کرے اپنے لئے ایک راستہ بناتا ہے اور اس پر چلتا رہتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال سے خوب واقف ہے وہ جانتا ہے کہ لوگوں میں کون سیدھے راستے پر ہے اور کون ٹیڑھے راستے پر۔ اسی کے لحاظ سے وہ ہر شخص کے ساتھ مناسب سلوک کرے گا۔

(۴) بخاری اور مسلم کی روایت کے مطابق مدینہ کے یہودیوں نے آنحضرتؐ سے سوال کیا تھا کہ روح کی حقیقت کیا ہے۔ لیکن ترمذی اور نسائی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں سے مشورہ کر کے قریش کے سرداروں نے مکہ میں آپ کے سامنے یہ سوال پیش کیا تھا۔

بہرحال اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ روح کی حقیقت معلوم کرنا تم لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ یاد رکھو کہ وہ پروردگار کے حکم سے ہے اور عالم امر سے اس کا تعلق ہے۔

بات یہ ہے کہ انسان کے علم کا دائرہ بہت محدود ہے علم میں اتنی ترقی کرنے کے باوجود انسان مادی کائنات کے علم کے سمندر میں سے چند قطروں سے زیادہ کا دعویٰ نہیں کر سکتا تو پھر ایسی چیزوں کی حقیقت کی تلاش کرنا جو مادیات سے بالاتر اور لطیف تر ہیں عوام کے لئے کس طرح مفید ہو سکتا ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ انبیاء اور اولیا پر نازک باتوں کی حقیقت کھول دی جاتی ہے۔

الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ

بنا لائیں تو ہرگز اس جیسا نہیں بنا سکیں گے اگرچہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا مددگار ہی

ظَهِیْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ

کیوں نہ ہو اور یقیناً ہم نے اس قرآن میں طرح طرح کی مثالیں بار بار بیان کیں

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؗ فَاَبٰۤی اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾

(تاکہ لوگ سمجھیں بوجھیں) لیکن اکثر لوگ انکار کئے بغیر نہ رہے (۱)

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز تم پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ تم ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ

یَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّعِنَبٍ

جاری کردو یا تمہارے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو اور اس کے

فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِیْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ

بیچ میں جگہ جگہ نہریں جاری کرکے دکھا دو یا جیسا تم کہا کرتے ہو

كَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ

ہم پر آسمان کے ٹکڑے لا گراؤ یا اللہ اور اس کے فرشتوں کو ہمارے سامنے لاکر

قَبِیْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ یَكُوْنَ لَكَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰی

کھڑا کردو یا تمہارے پاس ایک عالی شان سنہرا محل ہو یا تم آسمان

فِی السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا

پر چڑھ جاؤ اور ہم تو تمہارے آسمان پر چڑھنے کا بھی یقین نہیں کریں گے یہاں تک کہ تم ہم پر کوئی کتاب

كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا

اتار لاؤ جس کو ہم پڑھ کر جانچ لیں (اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ میرا پروردگار پاک ہے میں تو صرف ایک انسان

(۱) یعنی انسانوں کی ناشکری کا تو تقاضا یہ تھا کہ ان کو پیام ہدایت نہ دیا جاتا بلکہ نازل کیا ہوا قرآن مجید واپس لے لیا جاتا۔ مگر اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔ اس لئے بندوں کی ناقدری کے باوجود اس نے قرآن مجید نازل فرمایا۔ خاص کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم ہے۔ اس لئے آپ کے طفیل سے یہ کلام الٰہی بندوں کو مل گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

قرآن مجید کی شان یہ ہے کہ وہ کلام الٰہی ہے۔ فصاحت و بلاغت اور معانی و مطالب کے لحاظ سے بے نظیر ہے اور بشری طاقت سے باہر ہے۔ اس کا مقام اتنا بلند ہے کہ اگر جن اور انس سب مل کر بھی اس جیسا کلام بنانا چاہیں تو ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔

پھر یہ کہ قرآن مجید میں سارے مفید اور ضروری مضامین مختلف انداز میں دہرا دہرا کر بیان کئے گئے ہیں تاکہ لوگ ان پر غور کریں اور ان کو اچھی طرح سمجھیں لیکن افسوس ہے کہ اس پر بھی اکثر لوگ کفر و انکار ہی پر اڑے ہوئے ہیں۔

رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ ع وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ

اور پیغمبر ہوں (۱) اور جب کبھی اللہ کی ہدایت لوگوں کے پاس آئی تو صرف اسی بات نے لوگوں کو

الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ

ایمان لانے سے روکا کہ وہ (تعجب و حیرت سے) کہنے لگے کیا اللہ نے آدمی کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے (اے پیغمبر!)

لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ

کہہ دو کہ اگر زمین میں (انسانوں کی جگہ) فرشتے بستے ہوتے اور اطمینان سے چلتے پھرتے

لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى

تو ہم ضرور آسمان سے ایک فرشتے کو پیغمبر بنا کر بھیجتے (۲) (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ

بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ

میرے اور تمہارے درمیان اب اللہ ہی گواہ کافی ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کے حال سے واقف ہے

خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ

اور سب کچھ دیکھنے والا ہے (۳) اور جس کسی کو اللہ ہدایت دے وہی راہ راست پر ہے اور جس کسی کو

يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَنَحْشُرُهُمْ

گمراہ کرے تو پھر تم اللہ کے سوا اس کے مددگار نہ پاؤ گے (۴) (اے پیغمبر!) قیامت کے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ

دن ہم ایسے لوگوں کو اوندھے منہ اندھے گونگے بہرے (بنا کر) اٹھائیں گے اور ان کا ٹھکانا

جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ

دوزخ ہوگا جب کبھی (اس کی آگ) بجھنے کو ہوگی تو ہم ان کو (عذاب دینے کیلئے اسے) اور بھڑکا دیں گے یہ ان کی سزا اس لئے ہے کہ

بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا

انھوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا تھا اور یوں کہتے تھے کہ جب ہم (مرنے کے بعد) گل سڑ کر ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں گے

منزل ۴

(۱) عام لوگوں کی یہ کمزوری ہے کہ وہ سچائی کو اصلی رنگ میں دیکھنا نہیں چاہتے بلکہ اچنبھوں اور کرشموں کے پردوں میں اس کو تلاش کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جو آدمی سب سے زیادہ عجیب قسم کی باتیں کر دکھائے، وہی سب سے زیادہ سچائی کی بات بتانے والا ہے۔

چنانچہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مکے کے لوگ بھی آنحضرتؐ سے اسی طرح کی توقع رکھتے تھے۔ وہ کہتے تھے
ع ۹/۱۰
ہم تو جب ہی مانیں گے جب تم ہمیں اس اس طرح کی باتیں کر دکھاؤ: مثلاً مکہ کی ریگستانی زمین میں اچانک ایک نہر پھوٹ نکلے یا آسمان کے ٹکڑے ہم پر گر پڑیں یا اللہ اور اس کے فرشتے ہمارے سامنے آجائیں یا سونے کا ایک محل نمودار ہو جائے یا تم ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ جاؤ اور وہاں سے ایک لکھی لکھائی کتاب لا کر ہمارے ہاتھوں میں پکڑا دو۔

آنحضرتؐ کو حکم ہوا کہ ان مہمل فرمائشوں کے جواب میں کہہ دو کہ میں تو بشر ہوں اور رسول ہوں۔ یعنی میرا دعویٰ صرف اتنا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا پیغمبر ہوں۔ جو باتیں کہ میرے دعوے سے متعلق نہیں ہیں ان کی فرمائش مجھ سے کیوں کرتے ہو؟ رسول ہونے کی حیثیت سے میرا کام یہی ہے کہ پیغام الٰہی تم کو پہنچا دوں۔ تمہارا کام یہ ہے کہ میرے لائے ہوئے پیغام پر غور کرو اور اس سے نصیحت حاصل کرو۔

(۲) ہمیشہ ایسا ہوا ہے کہ جب بھی لوگوں کے پاس پیغام حق آیا تو انھوں نے تعجب کیا اور کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم جیسا ایک آدمی اللہ تعالےٰ کا پیغمبر ہے۔ اس کام کے لئے تو کوئی فرشتہ آنا چاہیئے جس کی ملکوتی طاقت کا ہم پر رعب پڑے اور ہم بے اختیار اس کے آگے جھک جائیں۔

اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے فرمایا کہ اگر زمین میں انسانوں کی جگہ فرشتے بستے ہوتے تو بیشک ان کی ہدایت کے لئے فرشتہ ہی آتا لیکن یہاں تو انسان بستے ہیں۔
النصف
ان کی ہدایت کے لئے ایک انسان ہی ضروری ہے جس میں آدمیت کی ساری طاقتیں موجود ہوں اور جس کی زندگی لوگوں کے لئے نمونہ عمل بن سکے۔

(۳) آنحضرتؐ کو حکم ہوا کہ اگر لوگ اتنا سمجھانے پر بھی نہیں مانتے تو ان سے آخری بات یہ کہہ دو کہ میں تم سے زیادہ حجت نہیں کرتا اور معاملہ کو اللہ تعالےٰ کے حوالے کرتا ہوں میرے اور تمہارے درمیان اس کی گواہی کافی ہے۔ وہ اپنے بندوں کے احوال اور اعمال سے خوب واقف ہے۔ وہ قیامت کے دن میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا۔

(۴) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی توفیق اور دستگیری ہی سے آدمی ہدایت پا سکتا ہے اور منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ کفر، عناد اور سرکشی کی وجہ سے جن بدبختوں کی اللہ تعالےٰ دستگیری نہ فرمائے اور گمراہی میں چھوڑ دے تو کائنات میں کس کو قدرت ہے جو ایسے گمراہوں کو راہ راست پر لگا سکے جو لوگ اتنا سمجھانے پر بھی ایمان نہیں لاتے ہیں ان کا یہی حال ہے۔

ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ﴿۹۸﴾ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ
تو کیا ہم از سر نو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے (۱) (اللہ نے فرمایا کہ) کیا ان لوگوں نے اس بات پر
الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ یَّخْلُقَ
غور نہیں کیا کہ وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس بات پر قادر ہے کہ وہ ان جیسے آدمی دوبارہ
مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَیْبَ فِیْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ
پیدا کر دے اور اس نے ان کے لئے (آخری فیصلہ کی) ایک میعاد مقرر کر رکھی ہے جس میں کوئی شک نہیں لیکن یہ ظالم انکار
اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّیْٓ
کئے بغیر نہیں رہے (۲) (اے پیغمبر! ان سے) کہہ دو کہ اگر میرے پروردگار کی رحمت کے خزانے تمہارے اختیار میں ہوتے
اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾ ع
تو تم ضرور خرچ ہو جانے کے خوف سے ان کو بند رکھتے حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی تنگ دل ہے (۳)
وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ فَسْــَٔلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ
اور ہم نے موسیٰ کو نو کھلی نشانیاں دیں تو اے پیغمبر! بنی اسرائیل سے پوچھو کہ جب موسیٰ ان کے پاس
اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰى
پیغمبر ہو کر آئے تو فرعون نے ان سے کہا کہ موسیٰ! میں خیال کرتا ہوں کہ تم پر
مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ
جادو کر دیا گیا ہے موسیٰ نے جواب دیا کہ تو (دل میں) اتنی بات خوب جانتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کے
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآىِٕرَ ۚ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ
پروردگار نے تمہارے سمجھانے کیلئے یہ معجزے اتارے ہیں (اور اے فرعون تو نے مجھ پر جادو کا خیال کیا ہے تو) میرا خیال ہے کہ تو تباہ
مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ
و ہلاک ہو جائے گا (۴) فرعون نے چاہا تھا کہ بنی اسرائیل کو زمین سے نکال دے تو ہم نے اس کو اور

(۱) منجملہ اور سزاؤں کے ایسے نافرمانوں کی ایک سزا یہ ہوگی کہ ساری خلقت کے آگے رسوا کرنے کے لئے قیامت کے دن ان کو اندھا، گونگا اور بہرا بنا کر اوندھے منہ چلایا جائے گا۔ پھر ان کو دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جائے گا اور آگ بجھنے لگے گی تو اس کو پھر بھڑکایا جائے گا۔

یہ اس بات کی سزا ہوگی کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور آیتوں کو نہیں مانا، قیامت کا اور دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کیا۔

(۲) قیامت اور دوبارہ زندہ ہونے کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی طرف ان کو توجہ دلائی اور فرمایا کہ لوگ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ جس نے آسمان و زمین کی عظیم الشان کائنات پیدا کی کیا وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ ان جیسے لوگ اور پیدا کر دے یا خود ان کو دوبارہ پیدا کر دے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرنے پر ہر وقت قادر ہے لیکن اس نے قیامت کے آنے کا ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ تاخیر سے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ قیامت نہیں آئے گی اور دوبارہ زندگی نہیں ہوگی۔

ع ۱۱

مقام حیرت ہے کہ اتنا سمجھانے پر بھی بہت سے لوگ بے انصافی اور کفر پر اڑے ہوئے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ بڑا کریم ہے۔ اس نے اپنی نعمتوں کے خزانے ساری مخلوق کے لئے کھول رکھے ہیں۔ منجملہ ان کے رسالت بھی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے فضل خاص سے آنحضرتؐ کو خاتم النبیین بنایا اور قرآن مجید جیسی عظیم الشان نعمت عطا فرمائی۔

قریش کے سردار اس پر آنحضرتؐ سے حسد کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم سرداروں میں سے کسی کو رسول بنانا چاہیئے تھا۔ اس آیت میں ان کی غلط فہمی دور کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے اس اعتراض سے معلوم ہوتا ہے کہ تم سخت بخیل ہو۔ یہاں تک کہ اگر پروردگار کی نعمتوں کے خزانے بھی تمہارے قبضے میں ہوتے تو تم اس خیال سے خرچ نہ کرتے کہ کہیں خزانے خالی نہ ہو جائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ تمہارے بخل اور حسد سے کچھ نہیں ہوتا۔ حق تعالیٰ اپنے خزانوں کا مالک ہے۔ وہ اپنے فضل سے جس کو چاہتا ہے نوازتا ہے۔ تم حسد کر کے کچھ اپنا ہی نقصان کر لیتے ہو، اس کے فضل کو نہیں روک سکتے۔

(۴) جس طرح آنحضرتؐ کو قرآن عظیم عطا فرمایا اسی طرح آپؐ سے پہلے حضرت موسیٰؑ کو نو روشن نشانات یعنی معجزات دئے تھے۔ بنی اسرائیل کے علماء ان باتوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی نجات کے لئے حضرت موسیٰؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو اپنا پیغام سنایا اور ایمان کی دعوت دی۔ فرعون نے کہا کہ تم تو بہکی بہکی باتیں کرتے ہو معلوم ہوتا ہے کسی نے تم پر جادو کر دیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا کہ معاذ اللہ! جادو کا کیا ذکر؛ یہ روشن نشانات تو اس نے مجھے عطا فرمائے ہیں جو آسمان و زمین کا پروردگار ہے۔ اگر تیری یہی روش رہی تو یقین جان کہ تو ایک دن تباہ ہو جائے گا۔

(۱) فرعون نے بنی اسرائیل پر بہت مظالم توڑے اور چاہا کہ ان کو تباہ کر دے یا ملک سے نکال دے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی مدد فرمائی اور فرعون اور اس کے لشکر کو بحر قلزم میں غرق کر دیا۔ فرعون سے نجات حاصل کرنے کے بعد بنی اسرائیل کو مصر اور شام میں آزادی سے زندگی بسر کرنے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ اس نعمت کی قدر کرو اور نیک عملی کی زندگی بسر کرو پھر جب قیامت کا وقت آئے گا تو تم سب حساب کے لئے میرے حضور میں جمع کئے جاؤ گے۔

وَ مَنۡ مَّعَهٗ جَمِيۡعًا ۝۱۰۳ وَّقُلۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ لِبَنِيٓ اِسۡرَآءِيۡلَ

جو اس کے ساتھ تھے سب کو (دریا میں) غرق کر دیا اور ہم نے اس کے بعد بنی اسرائیل سے کہا

اسۡكُنُوا الۡاَرۡضَ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ جِئۡنَا بِكُمۡ لَفِيۡفًا ۝۱۰۴

تم اس ملک میں رہو سہو پھر جب آخرت کا وعدہ آ جائے گا تو ہم سب کو جمع کر کے اپنے حضور میں لا حاضر کریں گے (۱)

وَبِالۡحَقِّ اَنۡزَلۡنٰهُ وَبِالۡحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا

اور اے پیغمبر ہم نے اس قرآن کو سچائی کے ساتھ نازل کیا ہے اور سچائی کے ساتھ نازل ہوا ہے اور اے پیغمبر ہم نے تم کو خوشخبری دینے والا اور خبردار

وَّنَذِيۡرًا ۘ ۝۱۰۵ وَقُرۡاٰنًا فَرَقۡنٰهُ لِتَقۡرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى

کرنے والا بنا کر بھیجا ہے (۲) اور ہم نے قرآن کو جزو جزو کر کے (نازل کیا ہے) تاکہ تم لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کر سناؤ

مُكۡثٍ وَّنَزَّلۡنٰهُ تَنۡزِيۡلًا ۝۱۰۶ قُلۡ اٰمِنُوۡا بِهٖۤ اَوۡ لَا تُؤۡمِنُوۡا ؕ

اور یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس کو بتدریج اتارا (۳) (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہہ دو کہ تم قرآن کو مانو یا نہ مانو

اِنَّ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِهٖۤ اِذَا يُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ

(یہ اپنی جگہ حق ہے) لیکن جن لوگوں کو پہلی کتابوں کا علم دیا گیا ہے جب ان کو یہ کلام سنایا جاتا ہے تو

يَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ سُجَّدًا ۙ ۝۱۰۷ وَّيَقُوۡلُوۡنَ سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ

ٹھوڑیوں کے بل بے اختیار سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار پاک ہے

اِنۡ كَانَ وَعۡدُ رَبِّنَا لَمَفۡعُوۡلًا ۝۱۰۸ وَيَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ

بیشک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہو کر رہا اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں

يَبۡكُوۡنَ وَيَزِيۡدُهُمۡ خُشُوۡعًا ۩ ۝۱۰۹ قُلِ ادۡعُوا اللّٰهَ اَوِ

(اور) روتے جاتے ہیں اور اس سے ان کی عاجزی اور زیادہ ہوتی جاتی ہے (۴) (اے پیغمبر) کہہ دو کہ تم (خدا کو) اللہ (کے نام سے) پکارو

ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدۡعُوۡا فَلَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى ۚ

یا رحمٰن (کے نام سے) جس نام سے بھی پکارو اس کے سب نام اچھے ہیں (۵)

(۲) قرآن مجید کی صداقت کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے فرمایا: اس قرآن مجید کو ہم نے حق کے ساتھ نازل کیا ہے اور اسی طرح حق کے ساتھ وہ نازل ہوا ہے یعنی قرآن مجید کا نازل کرنے والا حق تعالیٰ ہے اس کا لانے والا بھی ایک عظیم الشان اور امانت دار فرشتہ ہے۔ اور جس وجود مقدس پر وہ نازل ہوا ہے وہ بھی صادق اور امین ہے۔ پھر یہ قرآن مجید جن عقائد، احکام، واقعات، قصص اور پیشین گوئیوں کو لے کر نازل ہوا ہے وہ سب حق اور درست ہیں۔ قرآن مجید کے نازل ہونے کی وجہ سے آنحضرتؐ کا مقام یہ ہے کہ آپؐ نیک عمل لوگوں کو نیک انجام کی خوشخبری دینے والے اور نافرمانوں کو ان کی بدعملیوں کے نتائج سے آگاہ کرنے والے ہیں۔ آنحضرت کے بعد قیامت تک آپؐ کے سوا یہ مقام کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکتا۔

(۳) قرآن مجید آیتوں اور سورتوں کی صورت میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ لوگ اسے آسانی سے یاد کر سکیں، یاد کئے ہوئے حصے کے معانی اور مطالب پر غور کر سکیں اور ان کو اچھی طرح سمجھ سکیں پھر اپنی زندگی کو ان ہدایات کی روشنی میں درست کر سکیں۔ اس طریقے سے قرآن مجید کے نازل ہونے کا مقصد پورا ہوتا ہے یعنی لوگوں کی زندگیاں پاکیزہ ہوتی ہیں اور ایک صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے جس کے بغیر انسانوں کی اصلاح اور نجات ممکن نہیں۔

(۴) مکے کے لوگ چاہے قرآن مجید کو نہیں مانتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ مذہبی کتابوں اور ان کی پیشین گوئیوں کا علم رکھتے ہیں وہ جب قرآن مجید کو سنتے ہیں تو اس کی صداقت کا یقین کرتے ہیں اور سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سبحان اللہ کیا کلام ہے! اللہ تعالیٰ نے جو حضرت موسیٰ سے وعدہ کیا تھا وہ پورا ہوا اور بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسماعیل میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک نبی اٹھایا جس کے منہ میں اس نے اپنا کلام ڈالا۔ اس احساس سے ان پر رقت طاری ہوتی ہے۔ وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور جوں جوں وہ قرآن مجید سنتے ہیں خشوع کی کیفیت تیز تر ہوتی ہے۔

(۵) عرب کے مشرک لفظ اللہ سے آشنا تھے کیونکہ وہ لفظ معبود مطلق کے لئے اسم ذات کے طور پر بولتے تھے۔ یہ اتفاق تھا لیکن لفظ رحمٰن سے زیادہ واقف نہ تھے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال نہیں کرتے تھے۔ جب آنحضرتؐ کی زبان مبارک سے یا اللہ یا رحمٰن سنا تو کہنے لگے کہ محمدؐ ہم کو تو دو خداؤں کی عبادت سے منع کرتے ہیں اور خود دو خداؤں کا نام لیتے ہیں۔ اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے فرمایا کہ تم اسے اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو بات ایک ہی ہے کیونکہ یہ دونوں نام اسی کے ہیں۔ بلکہ اس کے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں جو اس کے حسن و کمال کو ظاہر کرتے ہیں۔ تم اس کو کسی بھی اچھے نام سے پکار سکتے ہو۔

(۱) مکہ شریف میں مشرکوں کا بہت زور تھا۔ اگر آنحضرتؐ قرآن مجید بلند آواز سے تلاوت فرماتے تو مشرک اس کو سن کر اس کے بھیجنے والے اور لانے والے کی شان میں ناشائستہ الفاظ بکتے تھے جس سے آپ کو اور صحابہؓ کو تکلیف ہوتی تھی۔ اس لئے آپ نے آہستہ پڑھنا شروع کیا — اس آیت میں ہدایت فرمائی کہ نہ بہت بلند آواز سے تلاوت کرنی چاہیئے اور نہ بہت آہستہ کہ نمازی بھی نہ سن سکیں بلکہ ان دونوں راہوں کی درمیانی راہ اختیار کرنی چاہیئے۔

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ

اور اے پیغمبرؐ جب تم نماز میں مشغول ہو تو قرآن کو نہ تو بہت پکار کر پڑھو اور نہ بالکل آہستہ بلکہ ان دونوں کے درمیانی

ذٰلِكَ سَبِيلًا ۝۱۱۰ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ

طریقہ کو اختیار کرو (۱) اور کہدو کہ (لوگو!) ہر طرح کی تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے نہ تو کسی کو اپنا

وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ

بیٹا بنایا اور نہ کوئی اس کی سلطنت میں شریک ہے اور نہ اس وجہ سے کہ وہ عاجز و ناتوان

لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا ۝۱۱۱ ع

ہے کوئی اس کا مددگار ہے اور اس کی بڑائیاں خوب بیان کرو (۲)

رکوعاتہا ۱۲ — (۱۸) سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ — آیاتہا ۱۱۰

سورۂ کہف (۳) مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ

ہر طرح کی تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندہ (محمدؐ) پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں کسی طرح

يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝۱ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيدًا مِّنْ

کی کجی اور پیچیدگی نہیں رکھی (بلکہ) سیدھی (اور سلیس) نازل کی (۴) تاکہ لوگوں کو سخت عذاب سے جو اس کی طرف سے آنے والا

لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصّٰلِحٰتِ

ہے ڈرائے اور جو ایمان والے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں ان کو اس بات کی خوشخبری دے

أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا ۝۲ مَّاكِثِينَ فِيهِ أَبَدًا ۝۳ وَّ

کہ ان کو بڑا عمدہ اجر ملنے والا ہے (یعنی بہشت) جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے (۵) نیز

منزل ۴

(۲) یعنی اللہ تعالےٰ کا ذکر اسماء حسنیٰ کے ساتھ کرنا چاہیئے اس کے علاوہ ان لفظوں کے ساتھ کرنا چاہیئے جن میں توحید کا ذکر ہو جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا سے لے کر وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ تک۔ اور اس کی بڑائی بیان کرنی چاہیئے یعنی اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہنا چاہیئے۔

(۳) حدیثوں میں اس سورت کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ صحیحین میں روایت ہے کہ ایک رات حضرت اُسید بن حضیر صحابی اپنے گھر میں سورۂ کہف پڑھ رہے تھے۔ ان کا گھوڑا قریب ہی بندھا تھا۔ گھوڑا بدکنے لگا۔ حضرت اُسید نے سر اٹھا کر اوپر کو دیکھا تو ابر کی صورت میں ایک نور سایہ کئے ہوئے نظر آیا۔ صبح کو یہ واقعہ آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ فرمایا اس سورت کو پڑھا کرو۔ ابر کا ٹکڑا جو تم نے دیکھا وہ 'سکینہ' تھا (یعنی ایک نور تھا جس سے دل کو سکون اور اطمینان پیدا ہوتا ہے) جو اس سورت کی تلاوت کی برکت سے نازل ہوا تھا۔

ع ۱۲ ۱۱ ۱۲

مسند امام احمد میں روایت ہے کہ جو شخص سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیتیں یاد کرلے وہ فتنۂ دجال سے محفوظ رہے گا۔

نسائی میں روایت ہے کہ جو شخص سورۂ کہف کو جمعہ کے دن پڑھے تو اس کے لئے ایک نور پیدا ہوتا ہے جو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک روشنی دیتا ہے۔

اس سورت کی شان نزول یوں بیان کی گئی ہے کہ قریش کے سرداروں نے آنحضرتؐ کی رسالت کے دعوے کے بارے میں یہودیوں سے مشورہ کیا۔ انھوں نے آپؐ کی آزمائش کے لئے تین سوال بتائے۔ روح کیا ہے؟ اصحاب کہف کا واقعہ کیا تھا اور ذوالقرنین کون تھا؟ روح کے بارے میں سورۂ بنی اسرائیل میں گزر چکا۔ اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے واقعات اس سورۃ میں بیان کئے گئے ہیں۔

(۴) اس آیت میں اللہ تعالےٰ کی توحید آنحضرتؐ کی رسالت اور قرآن مجید کی صفت بیان فرمائی ہے یعنی اللہ تعالےٰ ہی کی تعریف کرنی چاہیئے اور اسی کا شکر ادا کرنا چاہیئے جس نے اپنے خاص بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر آخر الزماں بنایا اور آپؐ پر ایسی کتاب نازل فرمائی جس میں کسی طرح کی کجی نہیں ہے۔ جس کی عبارت نہایت سلیس اور فصیح ہے اور جس کے مضامین نہایت واضح اور سیدھے سادے ہیں جس سے عامی اور عالم سب اپنی اپنی صلاحیت کے لحاظ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں — (۵) قرآن مجید ہدایت کی راہ واضح کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سرکشوں اور نافرمانوں پر جو عذاب الٰہی آنے والا ہوتا ہے اس سے ان کو آگاہ کر دیتا ہے۔ نیز جو لوگ قرآن مجید پر ایمان لاکر نیک عمل کی زندگی گزارتے ہیں، ان کو خوشخبری سناتا ہے کہ ان کو بڑا اچھا بدلا ملے گا جس سے وہ ہمیشہ مستفید ہوتے رہیں گے۔

وَّیُنۡذِرَ الَّذِیۡنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا ﴿۴﴾ مَا لَہُمۡ بِہٖ

اور ان لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے (۱) اس بارے میں انہیں کوئی علم

مِنۡ عِلۡمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِہِمۡ ؕ کَبُرَتۡ کَلِمَۃً تَخۡرُجُ مِنۡ

نہیں اور نہ ان کے باپ دادا کے پاس علم تھا کیسی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے

اَفۡوَاہِہِمۡ ؕ اِنۡ یَّقُوۡلُوۡنَ اِلَّا کَذِبًا ﴿۵﴾ فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ

نکلتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کچھ کہتے ہیں محض جھوٹ ہے (۲) (اے پیغمبر!) اگر یہ لوگ اس کلام

نَّفۡسَکَ عَلٰۤی اٰثَارِہِمۡ اِنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِہٰذَا الۡحَدِیۡثِ

پر ایمان نہ لائیں تو شاید تم ان کے پیچھے رنج و غم کر کے اپنے کو ہلاک

اَسَفًا ﴿۶﴾ اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَی الۡاَرۡضِ زِیۡنَۃً لَّہَا

کر دو گے جو کچھ روئے زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین کی زینت (کا سبب) بنایا ہے

لِنَبۡلُوَہُمۡ اَیُّہُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾ وَاِنَّا لَجٰعِلُوۡنَ مَا

تاکہ ہم لوگوں کو آزمائیں کہ کون اچھے عمل کرنے والا ہے اور پھر ایک دن ہم تمام چیزوں کو جو روئے زمین پر

عَلَیۡہَا صَعِیۡدًا جُرُزًا ؕ﴿۸﴾ اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ

ہیں نیست و نابود کر کے زمین کو چٹیل میدان بنا دیں گے (۲) (اے پیغمبر!) کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ اصحاب

الۡکَہۡفِ وَالرَّقِیۡمِ ۙ کَانُوۡا مِنۡ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾ اِذۡ اَوَی

کہف اور رقیم ہماری قدرت کی نشانیوں میں سے کوئی عجیب نشانی تھے جب چند

الۡفِتۡیَۃُ اِلَی الۡکَہۡفِ فَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ

نوجوان غار میں جا بیٹھے تو دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو اپنی رحمت عطا

رَحۡمَۃً وَّہَیِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾ فَضَرَبۡنَا

فرما اور ہمارے کام میں درستی کے سامان مہیا فرما دے تو ہم نے غار میں

(۱) نیز یہ قرآن مجید ان لوگوں کو ڈراتا ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنا لیا ہے۔ جیسے عیسائی جو حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بتاتے ہیں۔ اسی طرح یہودی حضرت عزیرؑ کے بارے میں اعتقاد رکھتے ہیں۔ عرب کے مشرک فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔

ان سب کو قرآن مجید للکارتا ہے اور کہتا ہے کہ اس عقیدے پر کوئی مضبوط دلیل پیش کرو۔

حقیقت یہ ہے ان میں سے کسی کے پاس بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔ باپ دادا سے جو بات سنتے چلے آئے ہیں اسی کو دُہرا دیتے ہیں۔ حیرت ہے کہ ان کو اتنا احساس بھی نہیں ہوتا کہ اتنی بڑی جھوٹ اور اللہ تعالیٰ کی شان میں اتنی بڑی بات مُنہ سے نکالتے ہیں۔

(۲) آنحضرتؐ کا قلبِ مُبارک انسانیت کی خیر خواہی سے بھرا ہوا تھا یہی وجہ تھی کہ لوگوں کی شقاوت اور محرومی کو دیکھ کر آپ نہایت غمگین ہوتے تھے۔

اس آیت میں آپؐ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگوں کی گمراہی پر زیادہ غم مت کرو ایسا نہ ہو کہ نصیب دشمنان یہ غم تمہاری جان کو نقصان پہنچائے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا کو ہم نے ہر طرح کی زینت سے آراستہ کیا ہے اور اس سے لوگوں کی آزمائش کی ہے۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون اس دنیا کی زینت پر ریجھ کر آخرت سے غافل ہوتا ہے اور کون نیک عملی سے زندگی گزارتا ہے۔ آخرکار ایک دن ہم سب کو نیست و نابود کر کے اس زمین کو چٹیل میدان بنا دیں گے پھر ہر ایک شخص کو اس کے اعمال کا بدلا دیں گے۔

عَلٰۤی اٰذَانِہِمۡ فِی الۡکَہۡفِ سِنِیۡنَ عَدَدًا ﴿ۙ۱۱﴾ ثُمَّ

کئی سال تک ان کے کانوں پر نیند کے پردے ڈال دیئے (یعنی ان کو سلائے رکھا) پھر ہم نے

بَعَثۡنٰہُمۡ لِنَعۡلَمَ اَیُّ الۡحِزۡبَیۡنِ اَحۡصٰی لِمَا لَبِثُوۡۤا

ان کو جگا اٹھایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ جتنی مدت وہ غار میں رہے دونوں جماعتوں میں سے اس کی مقدار کس کو

اَمَدًا ﴿٪۱۲﴾ نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡکَ نَبَاَہُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ اِنَّہُمۡ

خوب یاد ہے (١) (اے پیغمبر) ہم ان کے حالات تم سے صحیح طور پر بیان کرتے ہیں وہ کئی نوجوان تھے

فِتۡیَۃٌ اٰمَنُوۡا بِرَبِّہِمۡ وَ زِدۡنٰہُمۡ ہُدًی ﴿٭ۖ۱۳﴾ وَّ رَبَطۡنَا

جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کو اور زیادہ ہدایت دی تھی اور ان کے دلوں

عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ اِذۡ قَامُوۡا فَقَالُوۡا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ

کو مضبوط کر دیا تھا جب وہ اٹھ کھڑے ہوئے تو کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو آسمانوں اور زمین

وَ الۡاَرۡضِ لَنۡ نَّدۡعُوَا۠ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِلٰـہًا لَّقَدۡ قُلۡنَاۤ

کا پروردگار ہے ہم اس کے سوا کسی اور کو معبود پکارنے والے نہیں (اگر ایسا کیا تو) اس وقت

اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ ہٰۤؤُلَآءِ قَوۡمُنَا اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ

ہم نے بڑی ہی بے جا بات کہی ہماری قوم کے ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا رکھے

اٰلِـہَۃً ؕ لَوۡ لَا یَاۡتُوۡنَ عَلَیۡہِمۡ بِسُلۡطٰنٍۭ بَیِّنٍ ؕ فَمَنۡ

ہیں یہ (اپنے دعوے پر) کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے؟ تو اس سے

اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ﴿ؕ۱۵﴾ وَ اِذِ

بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جو جھوٹ کہہ کر اللہ پر بہتان باندھے اور جب تم نے

اعۡتَزَلۡتُمُوۡہُمۡ وَ مَا یَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰہَ فَاۡوٗۤا اِلَی الۡکَہۡفِ

(ان مشرکوں) سے اور جن کی یہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں ان سے کنارہ کشی اختیار کرلی ہے تو غار میں چل کر پناہ لو

(١) یہاں سے اصحاب کہف کے قصے کا بیان شروع ہوتا ہے۔ 'کہف' غار کو کہتے ہیں اور 'رقیم' پہاڑ کی جائے پناہ کو۔ چونکہ وہ نوجوان پہاڑ کے غار میں جا چھپے تھے اس لئے ان کو 'اصحاب الکہف والرقیم' فرمایا۔ بعض علماء نے کہا کہ 'رقیم' مرقوم یعنی لکھا ہوا کے معنی میں ہے، چونکہ ان لوگوں کے نام پتھر یا سیسے کی تختی پر لکھ کر وہاں رکھے گئے تھے اس لئے ان کو اصحاب الرقیم فرمایا۔ حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت ہے کہ 'رقیم' اس گاؤں کا نام تھا۔

ع ٢
١٣

ان آیتوں میں اصحابِ کہف کے قصے کا خلاصہ بیان فرمایا ہے۔ چند نوجوان تھے جو حق کی خاطر دنیا کے عیش و آرام سے منہ موڑ کر ایک غار میں جا بیٹھے تھے۔ انھوں نے دعا کی تھی کہ پروردگار! تو اپنی خاص رحمت سے ہمیں سرفراز فرما اور ہمارے اس کام میں ہمارے لئے آسانی مہیا فرما۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا کہ برسوں تک وہ لوگ اس غار میں پڑے سوتے رہے۔ پھر ان کو اٹھایا۔ قدرتی بات ہے کہ ان کے سونے کی مدت میں اختلاف ہوا ہوگا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کس جماعت نے اس مدت کا صحیح اندازہ لگایا۔ بعد کے دو رکوع میں اس قصے کے ضروری اجزاء کی تفصیل ہے۔

يَنشُرْ لَكُمْ رَبُّكُم مِّن رَّحْمَتِهِۦ وَيُهَيِّئْ لَكُم مِّنْ

تمہارا پروردگار تمہارے لئے اپنی رحمت وسیع کردے گا اور تمہارے کام میں

أَمْرِكُم مِّرْفَقًا ﴿١٦﴾ وَتَرَى ٱلشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَٰوَرُ

آسانی مہیا کرے گا (۱) اور (اے مخاطب) جب سورج نکلتا ہے تو تم دیکھو گے کہ سورج

عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ ٱلْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ

ان کے غار سے داہنی طرف ہٹا ہوا رہتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو بائیں طرف

ذَاتَ ٱلشِّمَالِ وَهُمْ فِى فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ

کترا کر نکل جاتا ہے اور وہ اس غار کے اندر کشادہ جگہ میں ہیں یہ اللہ کی نشانیوں میں سے

ءَايَٰتِ ٱللَّهِ ۗ مَن يَهْدِ ٱللَّهُ فَهُوَ ٱلْمُهْتَدِ ۖ وَمَن يُضْلِلْ

(ایک نشانی) ہے جس کو اللہ ہدایت دے وہی سیدھے راستہ پر ہے اور جس کو وہ گمراہ کرے

فَلَن تَجِدَ لَهُۥ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿١٧﴾ وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا

تو تم اس کے لئے کوئی کارساز راہ بتانے والا نہ پاؤ گے (۲) اور تم انھیں (دیکھو تو) خیال کرو کہ جاگ رہے

وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ ٱلْيَمِينِ وَذَاتَ

ہیں حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم انھیں دائیں اور بائیں کروٹ بدلاتے

ٱلشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُم بَٰسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِٱلْوَصِيدِ ۚ لَوِ ٱطَّلَعْتَ

ہیں اور ان کا ایک کتا ہے جو چوکھٹ پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے اگر تم انھیں جھانک کر

عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿١٨﴾ وَ

دیکھو تو الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہو اور تم پر ان کے منظر سے دہشت چھا جائے (۳) اور

كَذَٰلِكَ بَعَثْنَٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوا۟ بَيْنَهُمْ ۚ قَالَ قَآئِلٌ

اسی طرح ہم نے ان کو (اپنی قدرت سے) اٹھا کھڑا کیا تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کریں (چنانچہ) ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا

(۱) سلطنتِ روم کے طاقتور شہنشاہوں میں ایک شہنشاہ دقیانوس نام کا تھا جو بڑا ظالم اور بت پرستی میں بڑا سخت تھا۔ لکھا ہے کہ اس کے زمانے میں ایشا، کوچک کے شہر طرطوس میں چند خوش حال نوجوان توحید پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کو قبول فرمایا اور ان کو استقامت، استقلال اور صبر عطا فرمایا۔ خشیت الٰہی سے ان کے دل پُر ہو گئے اور غیر اللہ کا خوف ان کے دلوں سے نکل گیا۔ حق کے مقابلہ میں انھوں نے دقیانوس کی شہنشاہیت کی کچھ پروا نہیں کی اور اس کے سامنے توحید کا نعرۂ مستانہ لگا کر سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ شہنشاہ نے ان کی جرأتِ ایمانی سے متاثر ہو کر ان کو تین دن کی مہلت دی۔

مہلت سے فائدہ اٹھا کر ان سب نے آپس میں مشورہ کیا اور باطل معبودوں کو اور دنیا کے عیش و آرام کو چھوڑ کر پہاڑ کے غار میں جا کر چھپ گئے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھی کہ وہ ان کے کام میں آسانی فرمائے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سلا دیا اور شہنشاہ کے ظلم سے بچا لیا۔

(۲) ابن کثیر نے لکھا ہے کہ غار اندر سے کافی کشادہ ہے جس میں ہوا خوب آتی جاتی ہے لیکن شمال رُخ ہونے کی وجہ سے دھوپ اندر داخل نہیں ہو سکتی، کیونکہ دوپہر سے پہلے دھوپ ان کے دائیں طرف سے ہو کر گزر جاتی ہے اور دوپہر کے بعد بائیں طرف رہتی ہے۔

دیکھو! شرک اور بت پرستی کے ہجوم میں چند اصحابِ کہف کا توحید اور ایمان کی دولت پانا اور پھر دقیانوس کے ظلم سے بچ کر اس آرام دہ غار میں محفوظ ہونا، یقیناً اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ کس طرح اپنے بندوں کو اسبابِ ظاہری کے خلاف راہ راست پر لگایا اور صبر و ثبات بخشا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے اور جس کو گمراہی میں چھوڑ دے، اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

ع ۲ / ۱۴

(۳) مفسرین نے لکھا ہے کہ غالباً ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور سونے کا اثر ان کے جسموں پر زیادہ نمایاں نہیں ہے، اس لئے دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سو رہے ہیں۔ وہ قدرتِ الٰہی سے دائیں بائیں کروٹیں بدلتے ہیں۔ ان کا کتا بازو پھیلائے غار کی چوکھٹ پر پڑا ہوا ہے۔ اور یہ مجموعی حالت کچھ ایسی ہیبتناک ہو گئی ہے کہ اگر آدمی ان کو جھانک کر دیکھے تو ڈر کے مارے منہ پھیر کر بھاگ جائے۔

مولانا تھانوی تحریر فرماتے ہیں:۔ غالباً یہ سب امور ان کے اسباب حفاظت ہیں۔ کیونکہ جس کو آدمی جاگتا ہوا سمجھتا ہے دفعۃً اس کو گزند پہنچانے کا حوصلہ نہیں پڑتا۔ اسی طرح کروٹیں دینے سے ان کا بدن مٹی کے کھا لینے سے محفوظ رہا۔ اسی طرح کتا بھی اجنبی آدمی کو آنے سے روکتا ہے۔ اور اگر وہ سوتا بھی ہوتا ہے تو اجنبی آدمی کے آنے کے وقت اکثر اس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ اور دہلیز پر پڑا رہنا یہ حسب عادت اس جانور کے ہے کہ پہرے کے واسطے اکثر دروازہ پر پڑ جاتا ہے۔ اسی طرح ان کی صورتوں کو ہیبت ناک کر دینا بھی حفاظت کے واسطے ہے کہ ہر شخص کی ہمت وہاں جانے کی نہ ہو۔

مِّنۡهُمۡ كَمۡ لَبِثۡتُمۡ ؕ قَالُوۡا لَبِثۡنَا يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ ؕ
کہ تم (اس غار میں) کتنی مدت رہے انھوں نے کہا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم (پھر جب ٹھیک مدت معلوم
قَالُوۡا رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا لَبِثۡتُمۡ ؕ فَابۡعَثُوۡۤا اَحَدَكُمۡ
نہ ہو سکے تو) کہا جتنی مدت تم غار میں رہے تمہارا پروردگار اس کو بہتر جانتا ہے اچھا اب تم اپنے میں سے
بِوَرِقِكُمۡ هٰذِهٖۤ اِلَى الۡمَدِيۡنَةِ فَلۡيَنۡظُرۡ اَيُّهَاۤ اَزۡكٰى
کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر کو بھیجو کہ وہ (جا کر) دیکھے کہ کونسا کھانا پاکیزہ (یعنی حلال) ہے
طَعَامًا فَلۡيَاۡتِكُمۡ بِرِزۡقٍ مِّنۡهُ وَلۡيَتَلَطَّفۡ وَلَا
تو اس میں سے (بقدر ضرورت) کھانا تمہارے پاس لائے اور سب کام نرمی سے کرے اور کسی کو
يُشۡعِرَنَّ بِكُمۡ اَحَدًا ﴿۱۹﴾ اِنَّهُمۡ اِنۡ يَّظۡهَرُوۡا عَلَيۡكُمۡ
تمہاری خبر نہ ہونے دے اگر لوگوں نے خبر پالی تو (وہ چھوڑنے والے نہیں پکڑ کر) تمہیں سنگسار
يَرۡجُمُوۡكُمۡ اَوۡ يُعِيۡدُوۡكُمۡ فِىۡ مِلَّتِهِمۡ وَلَنۡ تُفۡلِحُوۡۤا اِذًا
کردیں گے یا پھر اپنے مذہب میں تم کو لوٹا لیں گے اگر ایسا ہوا تو پھر تم ہرگز اپنے مقصد میں کامیاب
اَبَدًا ﴿۲۰﴾ وَكَذٰلِكَ اَعۡثَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ لِيَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ وَعۡدَ
نہ ہو سکو گے (۱) اور اسی طرح ہم نے (لوگوں کو) ان (کے حال) سے خبردار کر دیا تاکہ لوگ جان لیں کہ بیشک
اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيۡبَ فِيۡهَا ۚ اِذۡ يَتَنَازَعُوۡنَ
اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت (کے آنے) میں کچھ شک نہیں ہے (۲) (وہ وقت یاد کرو) جبکہ لوگ ان کے
بَيۡنَهُمۡ اَمۡرَهُمۡ فَقَالُوا ابۡنُوۡا عَلَيۡهِمۡ بُنۡيَانًا ؕ رَبُّهُمۡ
بارے میں باہم جھگڑنے لگے تو لوگوں نے کہا کہ اس غار پر ایک عمارت بنا دو (کہ یادگار رہے) ان کا پروردگار
اَعۡلَمُ بِهِمۡ ؕ قَالَ الَّذِيۡنَ غَلَبُوۡا عَلٰٓى اَمۡرِهِمۡ لَنَـتَّخِذَنَّ
ان کا حال بہتر جانتا ہے جو لوگ ان کے معاملہ میں غلبہ رکھتے تھے وہ کہنے لگے کہ ہم ان کے غار پر

(۱) جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اصحاب کہف کو مدت دراز تک بغیر کسی تغیر کے محفوظ رکھا اسی طرح کمال قدرت کے اظہار کے لئے ان کو بیدار کیا۔ بیدار ہونے کے بعد اس سوال پر گفتگو ہوئی کہ کتنی دیر سوئے۔ بعض نے کہا ایک دن یا اس سے کچھ کم کیونکہ لکھا ہے کہ صبح کے پہلے غار میں داخل ہوئے تھے۔ بیدار ہوئے تو پچھلا پہر تھا۔ اس لئے ایک دن یا اس سے کم کا اندازہ قائم کیا لیکن جب سر کے بال اور ناخن بڑھے ہوئے دیکھے تو حیران ہوئے اور بولے کہ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ ہم کتنی دیر سوئے۔

بہرحال وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ شہنشاہ کے آدمی ان کی تلاش میں ہیں لیکن بھوک سے بیتاب تھے۔ اس لئے ایک آدمی (تملیخا) کو دقیانوسی سکہ دے کر بھیجا اور ہدایت کی کہ خاموشی سے شہر میں جائے اور پاکیزہ اور حلال کھانا لے کر اُلٹے پاؤں واپس آجائے۔ کسی سے جھگڑا نہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ شاہی آدمی سن گن پا کر ہم کو گرفتار کرلیں۔ اگر ایسا ہوا تو یا تو وہ ہم کو سنگسار کردیں گے یا اپنے مذہب میں لوٹا لیں گے۔ اور یہ بات ہمارے لئے بڑی تباہی کی ہوگی۔

بہرحال تملیخا شہر میں گئے۔ شہر کی عمارات، طرزِ معاشرت اور مذہبی حالت کو بدلا ہوا دیکھ کر حیران ہوئے۔ ایک دوکان پہ پہنچ کر کھانا خریدا اور سکہ حوالہ کیا۔ دقیانوسی سکہ دیکھ کر دوکاندار حیران ہوا کہ اتنا پرانا سکہ اس شخص کے پاس کہاں سے آیا۔ لوگ جمع ہوگئے۔ آخرکار سرکاری آدمیوں نے تملیخا کو حاکم وقت کے سامنے پیش کیا۔ تملیخا نے سارا واقعہ بیان کیا۔ شہنشاہ نے خود غار کا معائنہ کیا۔ تملیخا اندر گئے اور واپس نہیں آئے۔ یہ واقعات مفسرین نے لکھے ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

(۲) قرآن مجید کا مقصد کہانیاں اور افسانے سُنانا نہیں ہے۔ اس کے پیش نظر تو عقائد اور اعمال کی اصلاح ہے چنانچہ اس آیت میں اصحاب کہف کے قصے کے نتیجے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ لکھا ہے کہ اس زمانے میں ملک میں صحیح عیسائی مذہب پھیلا ہوا تھا اور لوگ عام طور پر دیندار تھے لیکن بعض لوگوں نے موت کے بعد اٹھائے جانے کے مسئلہ پر بحث چھیڑ رکھی تھی اور اپنی رائے سے طرح طرح کی باتیں کہتے تھے۔ شہنشاہ وقت صحیح عقیدہ رکھتا تھا اور چاہتا تھا کہ کوئی ایسی مثال ہاتھ لگے جس کی مدد سے عام لوگوں کو سمجھانے میں آسانی ہو۔

چنانچہ اصحاب کہف کا واقعہ معلوم ہونے پر اس نے کہا کہ یہ تو میرے پروردگار کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے لوگوں نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو ہماری تنبیہ کے لئے ظاہر کیا ہے تاکہ ہم سمجھیں کہ نیند موت کی بہن ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اتنے دن سلانے کے بعد ان لوگوں کو اٹھایا، اسی طرح وہ مردوں کو دوبارہ زندہ کردے گا۔

عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿٢١﴾ سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ
مسجد بنائیں گے (١) بعض لوگ کہیں گے کہ اصحاب کہف تین تھے اور چوتھا ان کا
كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ
کتا تھا اور بعض کہیں گے کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا
رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ
یہ سب اندھیرے میں تیر چلاتے ہیں اور بعض کہیں گے کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا
قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۟ۥ
(اے پیغمبر) کہدو کہ ان کی (صحیح) گنتی تو میرا پروردگار ہی جانتا ہے ان کو جانتے بھی ہیں تو بہت تھوڑے جانتے ہیں
فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ
(اے پیغمبر) تم اصحاب کہف کے بارے میں بجز سرسری گفتگو کے زیادہ بحث نہ کرو اور تم اصحاب کہف کے بارے میں لوگوں میں سے
مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿٢٢﴾ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ
کسی سے کچھ بھی دریافت نہ کرو (٢) اور (اے پیغمبر) کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کرو کہ میں اس کو
ذٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ
کل کر دوں گا ہاں (یوں کہا کرو کہ) (اِن شَاءَ اللہ) اگر اللہ چاہے اور اگر اپنے پروردگار کا نام لینا بھول
اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ
جاؤ تو یاد آنے پر لے لیا کرو اور کہدو کہ امید ہے کہ میرا پروردگار اس سے بھی زیادہ نزدیک ہدایت
مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿٢٤﴾ وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ
کی راہ مجھے دکھادے (٣) اور اصحاب کہف اپنے غار میں نو اوپر تین سو
سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿٢٥﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا
سال (یعنی تین سو نو سال) رہے (اے پیغمبر) تم کہدو کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے

(١) اصحاب کہف کے واقعہ سے اس شہر کے لوگ بہت متاثر ہوئے اور اظہار عقیدت کے طور پر انھوں نے چاہا کہ غار کے پاس کوئی عمارت بنادی جائے تاکہ دروازہ بھی بند ہو جائے اور یادگار بھی قائم رہے۔ قدرتی بات ہے کہ اس بات میں اختلاف ہوا ہوگا کہ کس طرح کی عمارت بنائی جائے۔ لوگوں نے مختلف رائیں ظاہر کی ہوں گی۔ آخر کار با اثر لوگوں کی رائے کے موافق مسجد تعمیر کرنے کی رائے طے پائی تاکہ ایک طرف تو اصحاب کہف کے حق پرست اور دیندار ہونے کا اعلان ہو اور دوسری طرف لوگ وہاں نماز پڑھ کر اور ذکر الٰہی کرکے برکات حاصل کریں۔

(٢) اصحاب کہف کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے۔ کوئی تین کہتا ہے اور کوئی پانچ۔ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ سات ہیں اور آٹھواں کتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی صحیح تعداد تو اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے اور چند لوگ بھی جانتے ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے صحیح علم دیا ہے۔

اصحاب کہف کے معاملہ میں تعداد کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ اسی لئے قرآن مجید نے اس کو ظاہر نہیں کیا اور آنحضرتؐ کو بھی ہدایت فرمائی کہ تعداد کے معاملہ میں مخالفین سے نہ تو سوال کریں اور نہ جھگڑیں۔

ع ٣/١٥ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں بھی ان چند لوگوں میں سے ہوں جو اصحاب کہف کی صحیح تعداد جانتے ہیں یعنی وہ سات تھے۔ حضرت علیؓ سے بھی یہی تعداد مروی ہے۔ اسی لئے مسلمانوں میں اصحاب کہف کی تعداد سات مشہور ہے۔

(٣) قریش کے سرداروں نے یہودیوں سے مشورہ کرکے اصحاب کہف وغیرہ کے متعلق آنحضرتؐ کی آزمائش کی خاطر سوال کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کل بتادوں گا۔ اور انشاءاللہ نہیں فرمایا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ حضرت جبریلؑ پندرہ روز تک نہیں آئے اور آپؐ مشرکین کو سوال کا جواب نہ بتا سکے مشرکین نے مذاق اڑایا۔ آپ کبیدہ خاطر ہوئے۔ آخر کار حضرت جبریلؑ مشرکین کے سوال کا جواب لے کر آئے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ہدایت فرمائی کہ بغیر انشاءاللہ کہے آیندہ کسی کام کے کرنے کا وعدہ نہ کیا کرو۔ اگر بھول جاؤ تو جب یاد آئے کہہ لیا کرو۔ نیز مخالفین سے کہو کہ امید ہے کہ میرا پروردگار اس سے بھی زیادہ کامیابی کی راہ مجھ پر کھول دے گا۔ غالباً اس سے اشارہ غار ثور کی حفاظت کے واقعہ کی طرف ہے جو ہجرت کے وقت پیش آیا تھا۔

لَبِثُوۡا ۚ لَهٗ غَيۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اَبۡصِرۡ بِهٖ وَ
کتنی مدت رہے آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں اسی کے علم میں ہیں وہ کیا خوب دیکھنے والا اور

اَسۡمِعۡ ؕ مَا لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ وَّلِىٍّ ۚ وَّلَا يُشۡرِكُ
کیا خوب سننے والا ہے اس کے سوا لوگوں کا کوئی کارساز نہیں اور نہ وہ اپنے حکم

فِىۡ حُكۡمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ وَاتۡلُ مَاۤ اُوۡحِىَ اِلَيۡكَ مِنۡ
میں کسی کو شریک کرتا ہے (۱) اور (اے پیغمبر) تمہارے پروردگار کے پاس سے جو کتاب تمہاری طرف وحی کے ذریعہ

كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنۡ تَجِدَ مِنۡ
بھیجی جاتی ہے اس کو پڑھتے رہا کرو اللہ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور اس کے سوا تم کہیں

دُوۡنِهٖ مُلۡتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ
پناہ کی جگہ نہ پاؤ گے اور (اے پیغمبر) تم اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھو

يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ يُرِيۡدُوۡنَ
جو صبح و شام اپنے پروردگار کو یاد کرتے ہیں (اور) اسی کی خوشنودی

وَجۡهَهٗ وَلَا تَعۡدُ عَيۡنٰكَ عَنۡهُمۡ ۚ تُرِيۡدُ زِيۡنَةَ الۡحَيٰوةِ
چاہتے ہیں اور دنیوی زینت کے خیال سے تمہاری نگاہیں ان سے نہ ہٹنے

الدُّنۡيَا ۚ وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِكۡرِنَا
پائیں اور اس شخص کا کہنا نہ مانو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی

وَاتَّبَعَ هَوٰٮهُ وَكَانَ اَمۡرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَقُلِ الۡحَـقُّ مِنۡ
نفسانی خواہشات پر چلتا ہے اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا ہے (۲) اور (اے پیغمبر) کہہ دو کہ (لوگو!) حق

رَّبِّكُمۡ ۚ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡيُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡ ۚ
(یعنی قرآن) تمہارے پروردگار کی طرف سے آچکا ہے پس اب جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کافر رہے

(۱) عام طور پر مفسرین اس آیت کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالٰی نے اصحاب کہف کے غار میں ٹھہرنے کی مدت ظاہر فرمائی ہے۔ یعنی شمسی حساب سے تین سو برس اور قمری حساب سے تین سو نو برس۔ لوگ اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں لیکن صحیح وہی ہے جو اللہ تعالٰی بتائے۔ کیونکہ اس کے علم سے کوئی بات بھی باہر نہیں ہے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ اس کی بات مانیں اور اس کی نافرمانی سے ڈریں، کیونکہ ان کے لئے اس کے سوا کوئی کارساز نہیں ہے اور نہ اللہ تعالٰی کے حکم میں اس کا کوئی شریک ہے کہ اس کے حکم کے خلاف ان لوگوں کی طرف داری کرے۔

بعض مفسرین حضرت ابن عباسؓ کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ اس آیت میں لوگوں کے خیال کو ظاہر کیا ہے نہ کہ حقیقت حال کو یعنی لوگ کہتے ہیں کہ تین سو نو برس غار میں ٹھہرے اور حقیقت حال اللہ ہی جانتا ہے۔

(۲) صحابہؓ میں بڑی تعداد غریب اور نادار لوگوں کی تھی اور ان میں چند غلام بھی تھے جیسے حضرت بلالؓ، یاسرؓ، عمارؓ، صہیبؓ اور خبابؓ۔ قریش کے دولتمند اور مغرور سردار ان حضرات کو حقیر سمجھتے تھے اور دربار رسالت میں ان بزرگوں کے ساتھ بیٹھنے سے عار کرتے تھے۔ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے آنحضرتؐ سے خواہش کی تھی کہ اگر ان لوگوں کو محفل سے اٹھا دیا جائے تو پھر ہم بیٹھیں گے اور قرآن مجید غور سے سنیں گے۔

آنحضرتؐ کی تربیت، غریب صحابہؓ کی تسلی اور قریش کے مغرور سرداروں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ اے پیغمبر! تمہارے پاس جو وحی بھیجی جاتی ہے اس کو پڑھ کر لوگوں کو سناؤ، اور قریش کی مخالفت کی پروا مت کرو۔ یہ لوگ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ اللہ نے تمہاری کامیابی کا جو فیصلہ کر لیا ہے اس کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ یاد رکھو کہ تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی اور ٹھکانہ نہیں ہے۔

دیکھو! ان لوگوں کی صحبت میں بیٹھو جو اللہ کے طالب ہیں اور صبح و شام اس کی یاد میں لگے رہتے ہیں۔ ان طالبانِ حق کو چھوڑ کر دولت مند مغروروں کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی مت دیکھو، ان کی دلجوئی کی پروا مت کرو، اور ان کی بات مت مانو۔ ان کے دل یادِ الٰہی سے غافل ہیں۔ یہ لوگ حق کو چھوڑ کر اپنی خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے پڑے ہیں اور ان کا معاملہ حد سے گزر گیا ہے۔ اب ان کے راہِ راست پر آنے کی کوئی امید نہیں۔

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ

ہم نے ظالموں کے لئے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں چاروں طرف سے ان کو گھیر لیں گی

وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ؕ

اور اگر وہ پانی کے لئے فریاد کریں گے تو ایسے کھولتے ہوئے پانی سے ان کی فریادرسی کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح گرم ہوگا جو منہوں کو بھون ڈالے گا

بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٢٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

(دیکھو پینے کے لئے) کیا ہی برا پانی ہے اور (دوزخ بھی) کیا ہی بری جگہ ہے (۱) بیشک جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ

ایمان لائے اور اچھے کام کئے (ان کے لئے کوئی اندیشہ نہیں) بلاشبہ ہم اچھے کام کرنے والوں کا اجر ضائع

عَمَلًا ۚ ﴿٣٠﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِىْ مِنْ

نہیں کرتے ایسے لوگوں کے لئے ہمیشہ رہنے کے (بہشت کے) باغ ہیں جن کے (محلوں کے) نیچے

تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ

نہریں بہہ رہی ہوں گی اور (زینت کے لئے) ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے

وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ

اور وہ باریک اور دبیز ریشمی سبز کپڑے پہنیں گے اور وہاں

مُّتَّكِـئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتْ

(مسند والے) تختوں پر تکیے لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے یہ کیا ہی اچھا بدلا ہے اور (جنت بھی) آرام و آسائش کی

مُرْتَفَقًا ﴿٣١﴾ ع وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا

کیسی عمدہ جگہ ہے (۲) اور (اے پیغمبرؐ) ان لوگوں سے ان دو شخصوں کا حال بیان کرو جن میں سے ایک کو

لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّ

ہم نے انگوروں کے دو باغ دے رکھے تھے اور ان کے اطراف کھجور کے درخت لگا دیئے تھے اور

(۱) اے پیغمبرؐ! لوگوں سے کہدو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے حق کا پیغام آچکا ہے اور ہدایت اور ضلالت کے دونوں راستے واضح ہو چکے ہیں۔ کسی پر جبر نہیں ہے۔ جس کا جی چاہے مانے اور جس کا جی چاہے نہ مانے۔

لیکن یاد رہے کہ جو لوگ اس پیغام حق کو قبول نہ کریں گے ان کا انجام بُرا ہوگا۔ یہ لوگ بڑے ظالم ہیں اور ظالموں کے لئے دوزخ کی آگ تیار کی گئی ہے جس کی قناتیں ان کو چاروں طرف سے گھیر لیں گی۔ اگر وہ فریاد کریں گے اور پانی مانگیں گے تو ان کو ایسا پانی ملے گا جیسے پگھلا ہوا تانبا جو ان کے مونہوں کو جھلس ڈالے گا۔ دیکھو! کیا بُرا پانی ہے اور کیا بُرا ٹھکانا۔

(۲) لیکن جو لوگ پیغام حق کو قبول کرتے ہیں یعنی ایمان لاتے ہیں اور نیک عملی کی زندگی گزارتے ہیں، ان کے نیک اعمال ضائع نہ ہوں گے اور ان کو ان کے اعمال کا بہتر بدلا ملے گا۔ یعنی آخرت میں ان کے لئے باغ ہوں گے جن میں نہریں بہتی ہوں گی اور جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ سونے کے کنگن پہنے، ریشم کے سبز جوڑے زیب تن کئے اور مسند تکیہ لگائے تختوں پر آرام سے بیٹھے ہوں گے۔ دیکھو! کیا خوب بدلا ہے اور کیا خوب آرام گاہ۔

ع ٩ ١٦

جَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿٣٢﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ

ان کے درمیان کھیتی پیدا کردی تھی دونوں باغ کثرت سے

اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا

پھل لاتے تھے اور پیداوار میں کسی طرح کی کمی نہیں ہوتی تھی اور دونوں باغوں کے درمیان ہم نے نہر جاری

نَهَرًا ﴿٣٣﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ

کر رکھی تھی اور (اس طرح) اس شخص کو ان باغوں کی پیداوار ملتی رہتی تھی (۱) تو ایک دن وہ اپنے دوست سے باتیں کرتے کرتے کہنے لگا کہ دیکھو

اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿٣٤﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ

میں تم سے زیادہ مالدار ہوں اور جتھے (اور جماعت) کے لحاظ سے بھی زیادہ عزت والا ہوں پھر وہ (غرور اور اللہ کی ناشکری سے) اپنے نفس پر

وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ

ظلم کرتا ہوا اپنے باغ میں داخل ہوا اور کہنے لگا میں نہیں سمجھتا کہ یہ باغ (میری زندگی میں) کبھی بھی برباد

اَبَدًا ﴿٣٥﴾ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ

ہوگا اور نہ میں خیال کرتا ہوں کہ قیامت ہونے والی ہے اور اگر اپنے پروردگار کی طرف

اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿٣٦﴾ قَالَ

لوٹایا بھی جاؤں تو وہاں ضرور اس سے اچھی جگہ پاؤں گا (۲) تو اس کا

لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ

دوست جس سے یہ مخاطب تھا کہنے لگا کہ کیا تم اس اللہ سے کفر کرتے ہو

خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ

جس نے تم کو (پہلے) مٹی سے پھر نطفے سے پیدا کیا پھر تمہیں پورا

رَجُلًا ﴿٣٧﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ

مرد بنایا لیکن میں تو یقین رکھتا ہوں کہ اللہ ہی میرا پروردگار ہے اور میں اپنے پروردگار کے ساتھ

(۱) قریش کے سردار اپنی دولت اور سرداری پر بڑا گھمنڈ کرتے تھے اور فقیر صحابہؓ کو ذلیل سمجھتے تھے۔ اس قصہ میں سرداران قریش کو تنبیہ فرمائی کہ دنیوی جاہ و حشم اور عیش و نعم پر مغرور نہ ہوں۔ دنیا اور اس کا عیش بے ثبات ہے اور اس پر گھمنڈ کرنا سخت نادانی ہے۔ اسی کے ساتھ فقیر صحابہؓ کو تسلی فرمائی کہ ناداری کا غم نہ کریں اور وقت کا انتظار کریں۔

دو شخص ہیں۔ ان میں سے ایک کے پاس انگور کے دو باغ ہیں جن کے اطراف کھجور کی باڑھ ہے۔ ان کے بیچ میں نہر جاری ہے جس کے کناروں پر کھیت لہلہا رہے ہیں۔ باغوں میں خوب پھل آتے ہیں اور کھیتوں میں غلہ پیدا ہوتا ہے۔ فصل پر مالک کے پاس باغوں اور کھیتوں کی پیداوار کے ڈھیر کے ڈھیر لگ جاتے ہیں۔

(۲) اس شخص کو اپنی دولت اور آل اولاد کا بڑا گھمنڈ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے غافل تھا اور سمجھتا تھا کہ اس کے باغ اور کھیت کبھی تباہ ہی نہیں ہو سکتے۔ دنیوی عیش و آرام کے نشہ سے مست ہو کر قیامت کا بھی انکار کرنے لگا تھا اور خام خیالی سے کہتا تھا کہ اگر میں اپنے پروردگار کے پاس گیا بھی تو اس سے بھی بہتر باغ مجھ کو وہاں ملیں گے۔

بِرَبِّيٓ أَحَدًا ۝٣٨ وَلَوْلَآ إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا

کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا اور (دیکھو!) جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ وہی ہوتا

شَآءَ ٱللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِٱللَّهِ ۚ إِن تَرَنِ أَنَا۠ أَقَلَّ

ہے جو اللہ چاہتا ہے اور اللہ کی مدد کے بغیر کسی میں کچھ قوت نہیں" اگر تم مجھ کو مال اور اولاد میں اپنے سے کمتر

مِنكَ مَالًا وَوَلَدًا ۝٣٩ فَعَسَىٰ رَبِّيٓ أَن يُؤْتِيَنِ

دیکھتے ہو (تو اس پر مغرور نہ ہو) (۱) کیا عجب ہے کہ میرا پروردگار مجھے تمہارے باغ

خَيْرًا مِّن جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ

سے بہتر باغ عطا فرمائے اور تمہارے اس باغ پر آسمان سے ایسی آفت نازل کرے

ٱلسَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا ۝٤٠ أَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا

کہ وہ چٹیل میدان ہو کر رہ جائے یا اس کی نہر کا پانی بالکل نیچے اتر جائے

فَلَن تَسْتَطِيعَ لَهُۥ طَلَبًا ۝٤١ وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِۦ فَأَصْبَحَ

اور تم کسی طرح بھی اس کو (اوپر) نہ لاسکو (۲) اور اس کے باغ کے میووں کو آفت نے آگھیرا تو جو مال

يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلَىٰ مَآ أَنفَقَ فِيهَا وَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ

اس نے اس پر خرچ کیا تھا اس پر (حسرت سے) ہاتھ ملنے لگا اور باغ کا یہ حال ہوا کہ اس کی ٹٹیاں

عُرُوشِهَا وَيَقُولُ يَٰلَيْتَنِى لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّيٓ أَحَدًا ۝٤٢

زمین پر آگریں اور وہ شخص کہنے لگا کہ کاش میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتا

وَلَمْ تَكُن لَّهُۥ فِئَةٌ يَنصُرُونَهُۥ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَمَا

اور (دیکھو! اس وقت) نہ تو اللہ کے سوا کوئی جماعت اس کی مدد کر سکی اور نہ وہ

كَانَ مُنتَصِرًا ۝٤٣ هُنَالِكَ ٱلْوَلَٰيَةُ لِلَّهِ ٱلْحَقِّ ۚ هُوَ

خود بدلا لے سکا یہاں سے (یعنی اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ) سارا اختیار اللہ ہی کے لئے ہے جو برحق ہے وہ

(۱) اس کا ساتھی جو حق پرست اور دیندار تھا، اس نے اس کو سمجھایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ اسی نے تو تم کو اول مٹی سے اور پھر نطفہ سے پیدا کر کے پورا آدمی بنایا۔ میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی میرا پروردگار ہے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا ہوں۔
دیکھو! تم کو اس دولت و ثروت پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ اور جب تم باغ میں گئے تھے تو تم کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے تھا اور یوں کہنا چاہیئے تھا کہ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ یعنی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ظہور میں آیا ہے اور اسی کی توفیق سے میں اس سے فائدہ اٹھانے کی قوت رکھتا ہوں۔ وہ جب چاہے مجھے اس قوت سے محروم کر دے۔

(۲) حق پرست ساتھی نے یہ بھی کہا کہ سنو! تم دیکھتے ہو کہ میرے پاس مال اولاد تم سے کم ہے اور اس وجہ سے تم مجھ کو حقیر سمجھتے ہو۔ لیکن یاد رکھو کہ ایک پل میں کیا سے کیا ہو جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے باغوں سے بہتر باغ مجھے عنایت فرمادے اور تمہارے باغ پر آسمان سے کوئی آفت آجائے جس کی وجہ سے وہ چٹیل میدان بن کر رہ جائے یا اس کا پانی خشک ہو جائے اور تمہاری ساری کوششیں خاک میں مل جائیں۔

خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلَ الْحَيٰوةِ
بہتر ثواب دینے والا اور بہتر بدلا دینے والا ہے (۱) اور (اے پیغمبر ان سے) دنیا کی زندگی کی مثال بیان
الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ
کرو (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے پانی جس کو ہم نے آسمان سے برسایا تو اس کے ساتھ زمین کی روئیدگی مل گئی
الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى
(اور خوب پھلی پھولی) پھر وہ چورا چورا ہو گئی کہ ہوائیں اسے اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز
كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ
پر قدرت رکھتا ہے (دیکھو!) مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی (رونق اور) زینت
الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ
ہیں اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ تمہارے پروردگار کے نزدیک ثواب کے لحاظ سے بہت اچھی ہیں اور
خَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ
امید کے لحاظ سے بہتر ہیں (۲) اور (وہ دن یاد کرو) جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تم زمین کو صاف میدان دیکھو گے اور ہم
وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ وَعُرِضُوْا
سب انسانوں کو جمع کریں گے تو ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے اور سب تمہارے پروردگار کے
عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ
سامنے صف باندھ کر لائے جائیں گے (ہم ان سے کہیں گے کہ) جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح آج تم
اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾
ہمارے سامنے آئے لیکن تم نے تو یہ خیال کر رکھا تھا کہ ہم نے تمہارے لئے (قیامت کا) کوئی وقت مقرر ہی نہیں کیا
وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ
اور لوگوں کے اعمال نامے ان کے سامنے رکھے جائیں گے تو تم گنہگاروں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہوگا

ع ۱۴ / ۱۷

(۱) آخرکار وہی ہوا جو اس حق پرست ساتھی نے پیشین گوئی کی تھی۔ رات کے وقت کسی آسمانی آفت سے سارا باغ تباہ و برباد ہو گیا۔ جب باغ کا مغرور مالک صبح کے وقت وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ سارا باغ تباہ ہو چکا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ کفِ افسوس ملنے لگا اور کہنے لگا کہ کاش میں کسی کو اللہ تعالےٰ کا شریک نہ ٹھہراتا اور اس کے مقابلہ میں سرکشی نہ کرتا۔

دیکھو! اس وقت کوئی ایسی جماعت نہ تھی جو اللہ تعالےٰ کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود اپنی مدد کر سکتا تھا۔

دیکھو! یہاں سے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ حقیقت میں سارا اختیار اللہ ہی کے لئے ہے اور وہی ہے جو اعمال کا بہتر ثواب دینے والا ہے اور اسی کے ہاتھ بہتر انجام ہے۔

(۲) اس مثال سے بھی دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ پیش کیا ہے۔ دنیوی زندگی کی بہار کی مثال ایسی سمجھو کہ خشک اور مُردہ زمین پر بارش برسی جس سے وہ جی اٹھی اور سرسبز و شاداب ہو گئی۔ باغ اور کھیت پھلنے پھولنے لگے، سبزہ لہلہانے لگا اور چاروں طرف بہار کا نقشہ جم گیا۔

لیکن چند ہی روز میں سارا سبزہ زرد پڑ گیا اور پھر بالکل خشک ہو کر جھڑ گیا جس کو ہوا نے اڑا کر اِدھر اُدھر پھیلا دیا۔ اب پھر ساری زمین چٹیل میدان بن گئی۔

یہی حال دنیوی زندگی کا ہے کہ مال و دولت اور آل اولاد کی وجہ سے اس میں رونق اور بہار آتی ہے۔ لیکن چند روز میں ختم ہو جاتی ہے۔ وہی مال و دولت اور آل اولاد انسان کے کام آتی ہے جس کو اس نے اپنے حسنِ عمل سے باقیاتِ صالحات بنا دیا ہے۔ یہی باقیاتِ صالحات یعنی نیک اعمال ہیں جن کا ثواب اللہ تعالےٰ کے پاس سے ملے گا اور جن سے خیر کی توقع وابستہ کرنی چاہیئے۔

مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا
اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے کہ ہائے شامت! یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ

يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا
چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے اور نہ بڑی کو (بڑی ہو یا چھوٹی) سب کو اس نے لکھ رکھا ہے اور جو عمل کئے

مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ ع
ہوں گے ان کو اس میں موجود پائیں گے اور تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرتا (۱)

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا
اور (وہ وقت یاد کرو) جب کہ ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۭ
مگر ابلیس (نے نہ کیا) وہ جنوں میں سے تھا تو اس نے اپنے پروردگار کے حکم کی نافرمانی کی

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ
تو کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو حالانکہ وہ

لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ
تمہارے دشمن ہیں اور یہ ظالموں کے لئے برا بدل ہے (۲) میں نے ان کو نہ تو

خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۠
آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے کے وقت بلایا تھا اور نہ خود ان کے پیدا کرنے کے وقت بلایا

وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾ وَيَوْمَ
اور میں ایسا نہ تھا کہ گمراہ کرنے والوں کو مددگار بناتا (۳) اور جس دن

يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَاۗءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ
اللہ مشرکوں کو حکم دے گا کہ جن کو تم اپنے خیال میں میرا شریک سمجھا کرتے تھے اب ان کو بلاؤ تو وہ ان کو بلائیں گے

منزل ۴

(۱) لوگوں کی تنبیہ کے لئے قیامت کے دن کا ہولناک منظر پیش کیا ہے۔

قیامت کے دن پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔ درخت اور مکانات ٹوٹ پھوٹ جائیں گے، بلند و پست سب برابر ہو جائیں گے اور زمین ایک چٹیل میدان ہو کر رہ جائے گی۔ انسان قبروں سے اٹھ کر اور صف بستہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے جس طرح ننگے بدن، بے بس اور خالی ہاتھ دنیا میں آئے تھے اسی طرح میدان حشر میں جمع ہوں گے۔

اعمال نامے سامنے رکھ دیے جائیں گے مجرم لوگ اپنے سارے اعمال ان میں دیکھ کر گھبرائیں گے اور حیرت سے کہیں گے کہ یہ کیسا عجیب اعمال نامہ ہے؟ کوئی نقل و حرکت ایسی نہیں ہے جو اس میں نہ ہو۔ ہر چھوٹا اور بڑا عمل اس میں لکھا ہوا ہے حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص کے اچھے اور برے عمل اس میں ٹھیک ٹھیک لکھے ہوئے ہوں گے اور پروردگار عالم کی طرف سے کسی کی حق تلفی نہ ہوگی۔

ع ۵ / ۱۸

(۲) سرداران قریش بڑے مغرور اور متکبر تھے۔ اسی وجہ سے وہ فقیر صحابہؓ کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے انکار کرتے تھے۔ ابلیس کا واقعہ ذکر کر کے اس طرف تنبیہ فرماتا ہے کہ جس طرح ابلیس تکبر کر کے مردود ہوا تھا اسی طرح یہ سرداران قریش بھی تکبر کی وجہ سے راہ راست سے منہ موڑ رہے ہیں اور تباہی کے گڑھے میں گر رہے ہیں۔

مقام حیرت ہے کہ یہ لوگ اپنے پروردگار کو چھوڑ کر اور اس کے پیغام سے منہ موڑ کر شیطان اور اس کے کارندوں کی پیروی کر رہے ہیں۔ حالانکہ شیطان اولادِ آدم کا ازلی دشمن ہے۔ یہ لوگ شیطان سے دوستی کر کے خود اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں جس کی ان کو سزا بھگتنی پڑے گی۔

(۳) بہت سے نادان شیطان اور اس کے کارندوں کی ایسی فرمانبرداری کرتے ہیں گویا وہ ان کے کارساز ہیں اور اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں۔ حالانکہ ہرگز ایسا نہیں ہے شیطان اور اس کے کارندوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک اس وقت کہا جا سکتا تھا جب کہ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت یا خود ان کی پیدائش کے وقت ان کو مدد کے لئے بلاتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے اور اس نے ساری مخلوق کو بغیر کسی کی مدد کے پیدا کیا ہے۔ پھر یہ کم عقل کے مارے اتنا نہیں سوچتے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو مدد کے لئے کسی کو بلانا ہی ہوتا تو ان شریروں ہی کو کیوں بلاتا جو لوگوں کو گمراہ کر کے دنیا میں فساد مچاتے ہیں۔ اگر اس کو کام لینا ہی ہوتا تو کسی نیک کردار مخلوق سے کام لیتا۔ یہ اپنی بدکرداری کی وجہ سے اس قابل کب ہیں کہ کسی اچھے کام میں ان کو بلایا جائے۔

فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿٥٢﴾

مگر وہ ان کو کچھ جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک ہلاکت کی جگہ بنادیں گے

وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا

اور گنہگار لوگ دوزخ کو دیکھیں گے تو یقین کرلیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں

وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿٥٣﴾ ع وَلَقَدْ صَرَّفْنَا

اور اس سے بچنے کا کوئی راستہ نہ پائیں گے (١) اور ہم نے اس قرآن میں

فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ

لوگوں کی ہدایت کے لئے ہر طرح کی مثالیں بار بار بیان کی ہیں لیکن

الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿٥٤﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ

انسان بڑا ہی جھگڑالو ہے (٢) اور جب لوگوں کے پاس ہدایت

يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ

آچکی تو ان کو کس چیز نے اس بات سے روکا کہ ایمان لائیں اور اپنے پروردگار سے بخشش مانگیں بجز اس کے

تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿٥٥﴾

کہ انھیں بھی اگلے لوگوں کا سا معاملہ پیش آئے یا عذابِ الٰہی ان کے سامنے آموجود ہو (٣)

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ

اور ہم پیغمبروں کو صرف اس لئے بھیجتے ہیں کہ نیک لوگوں کو نجات کی خوشخبری سنائیں اور بروں کو عذاب سے ڈرائیں

وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا

اور کافر باطل کا سہارا لے کر جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس سے

بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿٥٦﴾

حق کو ڈگمگائیں اور انھوں نے ہماری آیتوں کو اور اس عذاب کو جس سے ان کو ڈرایا جاتا ہے مذاق بنالیا ہے (٤)

منزل ٤

(١) ان بدبختوں کو شیطان دوستی کا مزہ تو قیامت کے دن معلوم ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ ان کو حکم دے گا کہ ذرا ان کو پکارو جن کو تم اپنے خیال میں میرا شریک ٹھہرایا کرتے تھے اور جن کی عبادت کیا کرتے تھے۔

لیکن جب وہ لوگ پکاریں گے تو ان میں سے کوئی بھی جواب نہ دے سکے گا اور نہ مدد کرسکے گا کیونکہ وہاں ان کے درمیان آگ کی خندق حائل کردی جائے گی تاکہ وہ اپنے معبودوں کی مدد سے بالکل مایوس ہوجائیں پھر دوزخ کو سامنے لایا جائے گا۔ اور جب مجرم لوگ دوزخ کو سامنے دیکھیں گے تو اپنے معبودوں کی مدد سے اور بھی مایوس ہوجائیں گے اور ان کو یقین ہوجائے گا کہ اب وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

ع ٧
١٩

(٢) اس قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے وعظ و نصیحت اور حکمت کی باتیں مختلف انداز میں مختلف عنوانات کے تحت اور مختلف مثالوں کے ذریعہ بار بار بیان کی ہیں تاکہ لوگ اچھی طرح سمجھیں اور نصیحت حاصل کریں لیکن اس پر بھی بہت سے لوگ نصیحت حاصل نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول سے جھگڑتے ہیں اور قرآن مجید پر بیہودہ اعتراض کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان بڑا جھگڑالو ہے اور سیدھی بات کو ٹیڑھا بنانا چاہتا ہے۔

(٣) قرآن مجید ساری انسانیت کے لئے حق تعالیٰ کا آخری پیغام ہے اور لوگوں کو راہ راست بتانے والا ہے جس پر چل کر لوگ اپنے پروردگار تک پہنچ سکتے ہیں اور کامیاب زندگی بسر کرسکتے ہیں۔

انسانیت اور عقلیت کا تقاضا تو یہ تھا کہ لوگ قرآن مجید سے ہدایت حاصل کرتے، اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے۔

لیکن افسوس ہے کہ بہت سے لوگ قرآن کی ہدایت کو قبول نہیں کر رہے ہیں بلکہ الٹے اس کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں۔ ان کے حال سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ لوگ اس بات کے انتظار میں ہیں کہ پچھلی سرکش قوموں کی طرح ان کو بھی ہلاک کردیا جائے یا مختلف صورتوں میں عذابِ الٰہی ان کے سامنے آکھڑا ہو۔

(٤) اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے وحی نازل کرتا ہے اور پیغمبروں کو بھیجتا ہے۔ ان کا کام یہ ہے کہ نیک لوگوں کو خوش خبری سناتے ہیں اور نافرمانوں کو ان کے انجام بد سے آگاہ کرتے ہیں لیکن کچھ جاہل لوگ پیغمبروں سے جھگڑتے ہیں، باطل پر اڑتے ہیں، چاہتے ہیں کہ باطل سے حق کو پامال کردیں اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا اور اس کے عذاب کا جس سے انھیں ڈرایا جاتا ہے، مذاق اڑاتے ہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا
اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس کو اس کے پروردگار کے کلام کے ذریعہ نصیحت کی گئی تو اس نے اس سے منہ پھیر لیا
وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
اور جو اعمال اس نے آگے بھیجے ان کو بھول گیا ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دئے ہیں
اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ
کہ اس کو سمجھ نہ سکیں اور کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے (کہ سن نہ سکیں) اور اگر تم ان کو
اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝۵۷ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ
رستے کی طرف بلاؤ تو وہ ہرگز رستے پر نہ آئیں گے (۱) اور تمہارا پروردگار بخشنے والا
ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ
اور رحمت والا ہے اگر وہ ان کے کرتوتوں پر ان کو پکڑنے لگے تو ان پر جھٹ عذاب
الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ
بھیج دے مگر ان کے لئے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے کہ اس سے پہلے کوئی پناہ کی جگہ
مَوْئِلًا ۝۵۸ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَ
نہ پائیں گے اور ان بستیوں (کے رہنے والوں) نے جب ظلم کیا تو ہم نے ان کو تباہ کر دیا اور
جَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۝۵۹ ع وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ
ان کی تباہی کا ایک وقت مقرر کر دیا تھا (۲) اور (وہ واقعہ یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا
لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۝۶۰
کہ جب تک میں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں رکنے والا نہیں خواہ برسوں چلتا رہوں (۳)
فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ
پس جب وہ دونوں دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچے تو اپنی مچھلی بھول گئے تو اس نے

(۱) یہ لوگ بہت بڑے ظالم ہیں۔ روئے زمین پر ان سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں ہے۔ ان کا ظلم یہ ہے کہ کلام الٰہی کے ذریعہ ان کو نصیحت کی جاتی ہے لیکن یہ اس کی قدر نہیں کرتے بلکہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں کمبخت اس بات کا بھی خیال نہیں کرتے کہ کس طرح کے اعمال وہ آگے بھیج رہے ہیں ــــ سرکشی اور استہزاء کی پاداش میں ان کے کانوں میں گرانی پیدا ہو گئی ہے اور ان کے دلوں پر پردے پڑ گئے ہیں کہ کسی بات کو سمجھتے ہی نہیں۔ اب ان کے راہ پانے کی کوئی امید نہیں رہی۔

(۲) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔ اسی لئے ان کو ڈھیل دے رکھی ہے۔ ورنہ اگر وہ ان سرکشوں کو پکڑنا چاہے تو عذاب سے ابھی ان کو ہلاک کر سکتا ہے۔

بات یہ ہے کہ اس کے ہر کام کا ایک مناسب وقت مقرر ہے۔ ان سرکشوں یعنی سرداران قریش کی تباہی کا بھی ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ وقت آئے گا تو کسی طرح یہ اپنی حفاظت نہ کر سکیں گے۔

اگر ان کو یقین نہ آتا ہو تو عاد اور ثمود وغیرہ کی بستیاں ان کے پاس ہیں دیکھیں کس طرح ان کو ڈھیل ملتی رہی اور آخر کار مقررہ وقت پر تباہ کر دی گئیں۔

(۳) مغرور سرداران قریش غریب صحابہؓ کو حقیر اور ذلیل سمجھتے تھے۔ اسی لئے انھوں نے آنحضرتؐ سے درخواست کی تھی کہ ان لوگوں کو ہمارے ساتھ نہ بٹھایا کیجئے۔ چوتھے رکوع کی ایک آیت میں سرداران قریش کی اس مہمل درخواست کو رد کرنے کی ہدایت فرمائی تھی جو اوپر گزر گئی۔ تکبر اور غرور کی مذمت لوگوں کے ذہن نشین کرنے کے لئے دو شخصوں کی مثال، دنیوی زندگی کی بے ثباتی کا حال اور تکبر کی وجہ سے ابلیس کا مردود ہونا بیان فرمایا۔ اب اسی سلسلہ میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا واقعہ بیان فرماتا ہے تاکہ یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ دین اور علم کے سچے طالب تکبر اور غرور نہیں کرتے

ع ۲۰ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے ایک دن نہایت موثر انداز میں وعظ فرمایا۔ حاضرین پر رقت طاری ہو گئی اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ایک شخص نے پوچھا یا نبی اللہ! کیا آپ سے بڑا عالم کوئی اور موجود ہے؟ حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا نہیں۔ یہ بات اگرچہ واقع میں صحیح تھی۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ ایک جلیل القدر پیغمبر اور تورات کے حامل تھے اور معرفت اور قرب الٰہی کے علوم کے ماہر تھے لیکن چونکہ علم کے دوسرے پہلو بھی ہیں اور اس کی کوئی انتہا نہیں ہے اس لئے حضرت موسیٰؑ کو توجہ دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی اور بتایا کہ موسیٰ! ہمارا ایک بندہ ہے جو تم سے بھی بڑا عالم ہے۔ عرض کیا پروردگار! میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ وہ کہاں ملے گا؟ حکم ہوا دو دریاؤں کے سنگم پر اس سے ملاقات ہو سکے گی۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ ایک تلی ہوئی مچھلی لے لو سنگم پر جہاں وہ مچھلی غائب ہو جائے وہیں ملاقات کی جگہ ہے چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے اپنے شاگرد خاص حضرت یوشعؑ بن نون کو جو بعد میں پیغمبر بنائے گئے بطور خادم کے اپنے ساتھ لیا اور چل دیئے۔ حضرت موسیٰؑ نے حضرت یوشعؑ کے سامنے اپنے عزم کا اظہار کیا اور کہا کہ میں برابر چلتا رہوں گا یہاں تک کہ منزل مقصود یعنی سنگم پر پہنچ جاؤں چاہے یونہی چلتے چلتے سالہا سال کیوں نہ گزر جائیں۔

سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا ۝۶۱ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ
دریا میں سرنگ کی طرح اپنا راستہ بنا لیا پھر جب آگے چلے تو موسیٰ نے اپنے

اٰتِنَا غَدَآءَنَا ؗ لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ۝۶۲
خادم سے کہا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ ہم کو اس سفر سے بہت تکان ہو گئی ہے (۱)

قَالَ اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ
اس نے کہا کیا آپ نے (نہیں) دیکھا کہ جب ہم نے پتھر کے پاس آرام کیا تھا تو میں مچھلی (وہیں)

الْحُوْتَ ؗ وَمَآ اَنْسٰىنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ
بھول گیا اور مجھے آپ سے اس کا ذکر کرنا شیطان نے بھلا دیا

وَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ۝۶۳ قَالَ ذٰلِكَ
اور اس مچھلی نے عجب طرح سے دریا میں اپنا راستہ بنا لیا (۲) موسیٰ نے کہا کہ وہی تو وہ

مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ۝۶۴ ۙ فَوَجَدَا
مقام ہے جسے ہم تلاش کرتے تھے تو وہ اپنے پاؤں کے نشان دیکھتے ہوئے لوٹ گئے تو (وہاں)

عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا
انھوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جس کو ہم نے اپنے ہاں سے رحمت دی تھی

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝۶۵ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ
اور اپنے پاس سے علم بخشا تھا (۳) موسیٰ نے ان (یعنی خضر) سے کہا کہ آپ

اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝۶۶
اجازت دیں تو آپ کے ساتھ رہوں بشرطیکہ جو مفید علم آپ کو سکھلایا گیا ہے اس میں سے کچھ مجھ کو بھی سکھا دیں

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ۝۶۷ وَكَیْفَ
خضر نے کہا کہ تم میرے ساتھ رہ کر ہرگز صبر نہ کر سکو گے اور جس بات کی

(۱) چلتے چلتے دونوں حضرات سنگم پر پہنچ گئے۔ حضرت موسیٰؑ ایک پتھر کے پاس سو رہے اور حضرت یوشعؑ دریا سے وضو کرنے لگے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ یکایک مچھلی تڑپ کر زنبیل سے نکلی اور دریا میں جا گری۔ مچھلی عجیب طریقے سے سرنگ بناتی ہوئی چلی گئی اور پانی میں ایک طاق سا کھلا رہ گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت یوشعؑ کو سخت تعجب ہوا اور انھوں نے خیال کیا کہ حضرت موسیٰؑ جاگیں گے تو ان سے یہ ماجرا بیان کردوں گا۔ لیکن حضرت موسیٰؑ اٹھتے ہی روانہ ہو گئے معلوم نہیں حضرت یوشعؑ کس خیال میں تھے کہ مچھلی کا واقعہ حضرت موسیٰؑ سے کہنا بھول گئے۔ کچھ دور جانے کے بعد حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ کھانا لاؤ۔ اس سفر سے ہم تھک گئے۔

(۲) اب حضرت یوشعؑ کو یاد آیا اور حضرت موسیٰؑ سے عرض کیا۔ دیکھئے! جب پتھر کے پاس آپ سو رہے تھے تو (ہما) مچھلی عجیب و غریب طریقے سے پانی میں سرنگ بناتی ہوئی چلی گئی شیطان نے بالکل بھلا دیا ورنہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ وہیں آپ سے کہہ دوں گا۔

(۳) حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ اسی جگہ کی تو ہم کو تلاش تھی۔ چنانچہ دونوں حضرات الٹے پاؤں واپس ہوئے اور سنگم پر اسی جگہ پہنچے جہاں پہلے ٹھہرے تھے۔ وہاں اللہ تعالیٰ کے ایک خاص بندے سے ملاقات ہوئی جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت نازل کی تھی اور جس کو اپنے پاس سے علم عنایت فرمایا تھا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بزرگ حضرت خضر تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے کائنات کے بعض اسرار کا علم دیا تھا جس سے حضرت موسیٰؑ ناواقف تھے۔ بعض حضرات ان کو نبی سمجھتے ہیں۔ لیکن اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ وہ ولی تھے۔

تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا (۶۸) قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ

تمھیں خبر ہی نہیں اس پر کس طرح صبر کر سکتے ہو (۱) موسیٰ نے کہا کہ اللہ نے چاہا

اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا (۶۹) قَالَ

تو آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا خضر نے کہا

فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰٓی اُحْدِثَ

اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہو تو (شرط یہ ہے کہ) مجھ سے کوئی بات نہ پوچھنا جب تک میں خود

لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا (۷۰) ع فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓی اِذَا رَكِبَا فِی

اس کا ذکر تم سے نہ کروں (۲) پھر وہ دونوں چل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ کشتی میں سوار ہوئے

السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ج

تو خضر نے کشتی میں سوراخ کر دیا موسیٰ نے کہا کہ کیا آپ نے کشتی میں اس لئے سوراخ کیا ہے کہ

لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا اِمْرًا (۷۱) قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ

مسافر ڈوب جائیں یہ آپ نے بڑی (خطرناک) بات کی (۳) خضر نے کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم

لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا (۷۲) قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ

میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکو گے موسیٰ نے کہا کہ جو بھول مجھ سے ہو گئی

بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا (۷۳)

اس پر گرفت نہ کیجئے اور میرے معاملہ میں مجھ پر سختی نہ کیجئے (۴)

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ راستہ میں ایک لڑکا ملا تو خضر نے اس کو مار ڈالا موسیٰ نے کہا کیا آپ نے

نَفْسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا نُّكْرًا (۷۴)

ایک بے گناہ کو بغیر جان کے بدلے کے مار ڈالا یہ آپ نے (بڑی) بری بات کی (۵)

(۱) حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ کو سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا اور نام و نشان پوچھا۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنا نام و نشان بتا کر خواہش ظاہر کی کہ مجھے اجازت دیجئے کہ آپ کے ساتھ رہوں اور آپ سے وہ مفید علم سیکھوں جو آپ کو دیا گیا ہے اور مجھے نہیں دیا گیا۔

حضرت خضرؑ نے کہا کہ تم سے صبر نہ ہو سکے گا اور قدم قدم پر مجھ کو ٹوکو گے۔ کیونکہ جو کام میں کروں گا تم کو اس کی حقیقت معلوم نہیں ہوگی اور اپنے ظاہری علم کی بنا پر مجھ کو بار بار ٹوکو گے اور میرے کاموں کو صبر سے نہ دیکھ سکو گے۔

(۲) حضرت موسیٰؑ نے وعدہ کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں صبر و سکون سے آپ کے کاموں کو دیکھتا رہوں گا اور آپ کی ہدایت کے خلاف نہیں کروں گا۔

حضرت خضرؑ نے ان کو ہدایت کی کہ میرے کام کو صبر سے دیکھتے رہو اور مجھ سے سوال مت کرو یہاں تک کہ میں خود تم سے اپنے کام کی مصلحت بیان کروں۔

ع ۹ ۱۱ ۲۱

(۳) عہد و پیمان کے بعد یہ حضرات روانہ ہوئے اور چلتے چلتے دریا کے کنارہ پر پہنچے جہاں ایک کشتی کھڑی تھی کشتی والے حضرت خضرؑ سے واقف تھے اور ان کے معتقد تھے۔ انھوں نے ان حضرات کو کشتی پر سوار کر لیا اور کرایہ بھی نہیں لیا۔ جب کشتی دوسرے کنارہ پر پہنچ گئی تو حضرت خضرؑ نے اس کا ایک تختہ نکال دیا جس سے کشتی میں سوراخ ہو گیا اور اس میں پانی بھر آیا۔

یہ دیکھ کر حضرت موسیٰؑ سے نہیں رہا گیا اور فوراً حضرت خضرؑ کو ٹوکا اور کہا کہ آپ نے کشتی میں سوراخ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ ڈوب جائیں گے۔ یہ تو آپ نے بڑی خطرناک بات کی۔

(۴) حضرت خضرؑ نے کہا کہ میں نے تو تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ تم سے صبر نہ ہو سکے گا اور بار بار مجھ کو ٹوکو گے اس کے علاوہ یہ کہ تم تو مجھ سے عہد کر چکے ہو۔ پھر عہد کے خلاف تم نے کیوں کیا؟

حضرت موسیٰؑ کو عہد و پیمان یاد آیا تو ان کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا اور کہنے لگے کہ بیشک! میں بھول گیا۔ معاف کر دیجئے اور مجھ پر اتنی سختی نہ کیجئے کہ بھول چوک کو بھی معاف نہ کریں۔

(۵) کشتی سے اتر کر یہ حضرات ایک طرف کو چل دیے۔ چلتے چلتے ایک بستی کے قریب پہنچے۔ وہاں چند نوجوان کھیل رہے تھے۔ حضرت خضرؑ نے ایک خوبصورت نوجوان کو بلایا اور اس کو ایک طرف لے جا کر قتل کر ڈالا۔

یہ دیکھ کر حضرت موسیٰؑ سے نہ رہا گیا اور غصے سے کہا کہ ایک بے گناہ نوجوان کو ناحق قتل کر دیا۔ یہ تو آپ نے بہت ہی ناپسندیدہ کام کیا۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ
(حضر نے) کہا، کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ ہرگز

صَبْرًا ﴿٧٥﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا
صبر نہ کرسکو گے (موسیٰ نے) کہا کہ اگر میں اس کے بعد کوئی بات پوچھوں تو مجھے اپنے

تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿٧٦﴾ فَانْطَلَقَا ۫
ساتھ نہ رکھئے (اس صورت میں سمجھا جائے گا کہ) بیشک آپ میری طرف سے عذر کی انتہا کو پہنچ چکے ہیں (۱) پھر دونوں آگے چلے

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨاسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا
یہاں تک کہ جب وہ ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے (اور) ان سے کھانا طلب کیا تو انھوں نے

اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ
مہمانی کرنے سے انکار کردیا پھر انھوں نے وہاں ایک دیوار دیکھی جو گرا چاہتی تھی تو (حضر نے)

يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ
اس کو سیدھا کردیا (اس پر موسیٰ نے) کہا کہ اگر آپ چاہتے تو ان سے محنت کا کچھ

اَجْرًا ﴿٧٧﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ
معاوضہ لیتے (حضر نے) کہا کہ بس اب مجھ میں اور تم میں جدائی (ہے) (ہاں) جن باتوں پر تم

بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٧٨﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ
صبر نہ کرسکے ان کی حقیقت تم کو بتائے دیتا ہوں (۲) وہ جو کشتی تھی،

فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ
تو وہ چند غریب آدمیوں کی تھی جو (اس کے ذریعہ سے) دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے تو میں نے

اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ
چاہا کہ اسے عیب دار کردوں اور (وجہ اس کی یہ تھی کہ) ان کے آگے (کی طرف) ایک بادشاہ تھا جو ہر ایک کشتی کو زبردستی

(۱) جب حضرت موسیٰؑ نے دوبارہ حضرت خضرؑ کو ٹوکا تو انھوں نے حضرت موسیٰؑ کو اپنی نصیحت یاد دلائی کہ میں نے تو پہلے ہی تم سے کہدیا تھا کہ تم سے ضبط نہ ہوسکے گا اور میرے کاموں کو خاموشی سے نہ دیکھ سکو گے۔

دو مرتبہ تجربہ ہونے کے بعد اب حضرت موسیٰؑ کو بھی خیال آیا کہ واقعی ان حضرت کے کام تو بڑے ہی عجیب و غریب ہیں اور صبر و سکون کے ساتھ ان کو دیکھتے رہنا دشوار بلکہ شاید ناممکن ہے۔ اسی لئے اس مرتبہ انھوں نے فیصلہ کن بات کہدی کہ اگر آیندہ آپ کے کام پر اعتراض کروں تو پھر آپ مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھنا کیونکہ تین مرتبہ موقع دینے کے بعد آپ پوری طرح معذور سمجھے جائیں گے اور آپ پر کوئی الزام نہ ہوگا۔

(۲) غرض یہ کہ یہ حضرات پھر چل پڑے اور چلتے چلتے ایک گاؤں میں پہنچے اور یہ امید رکھی کہ گاؤں والوں میں سے کوئی ان کو اپنے ہاں مہمان ٹھہرائے گا اور ان کی خاطر تواضع کرے گا۔ لیکن بالکل خلاف توقع، گاؤں والوں نے ان کو پوچھا تک نہیں۔

اس بے مروتی اور کنجوسی پر ناراض ہونے کی بجائے حضرت خضرؑ نے ان کے ساتھ بھلائی کی۔ یعنی یہ کہ گاؤں کے ایک مکان کی دیوار بالکل ادھر کھڑی تھی اور گرنے کو تھی، حضرت خضرؑ نے ہاتھ کا سہارا دے کر اس کو سیدھا کردیا۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰؑ چپ نہ رہ سکے اور کہنے لگے کہ اگر آپ چاہتے تو اس محنت کا معاوضہ گاؤں والوں سے وصول کرسکتے تھے۔ جب انھوں نے آپ کی مہمانی نہیں کی تو آپ نے ان کا کام مفت کیوں کیا۔

اس پر حضرت خضرؑ نے کہا کہ وعدہ کے مطابق اب تم میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ تم اپنی راہ جاؤ میں اپنی راہ جاتا ہوں۔ البتہ میرے جن کاموں پر تم صبر نہ کرسکے ان کی حقیقت تم کو بتائے دیتا ہوں۔

غَضْبًا ﴿٧٩﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ
چھین لیتا تھا (۱) اور وہ جو لڑکا تھا تو اس کے ماں باپ دونوں ایمان دار تھے تو ہم کو
فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿٨٠﴾ فَاَرَدْنَآ
اندیشہ ہوا کہ (کہیں بڑا ہو کر) سرکشی اور کفر کرکے ان کو عاجز (نہ) کردے تو ہم نے چاہا کہ ان کا
اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨١﴾
پروردگار اس کی جگہ ان کو اور (لڑکا) عطا فرمائے جو پاکیزگی (یعنی نیکوکاری) میں بہتر اور (ماں باپ کے ساتھ) محبت کرنے میں اس سے بڑھ کر ہو (۲)
وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ
اور وہ جو دیوار تھی سو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو شہر میں رہتے تھے اور دیوار
تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ
کے نیچے ان کا خزانہ گڑا ہوا تھا اور ان کا باپ (جو مر گیا تھا) نیک آدمی تھا تو تمہارے پروردگار نے چاہا
اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ
کہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکال لیں یہ تمہارے پروردگار کی
رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ۭ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ
مہربانی تھی اور یہ کام میں نے اپنی طرف سے نہیں کئے یہ ان باتوں کی حقیقت ہے
تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٨٢﴾ ۧ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ
جن پر تم صبر نہ کرسکے (۳) اور (اے پیغمبر) لوگ تم سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں (۴)
قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿٨٣﴾ ۭ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي
(ان سے) کہہ دو کہ میں اس کا کچھ حال تمہیں پڑھ کر سناتا ہوں (اللہ فرماتا ہے کہ) ہم نے اس کو زمین میں
الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿٨٤﴾ ۙ فَاَتْبَعَ
حکومت دی تھی اور اس کو ہر قسم کا (کافی) سامان دیا تھا (چنانچہ) اس نے (ایک دفعہ سفر کا)

ع ۱۲ ‏ ۱۰

(۱) پہلے کشتی کا معاملہ لو۔ وہ چند غریب اور نادار لوگوں کی ہے جس کے سہارے وہ دریا میں محنت مزدوری کرتے ہیں اور اسی پر ان غریبوں کی گزر اوقات ہوتی ہے۔ کشتی والے جس طرف جارہے ہیں اُدھر ایک ظالم بادشاہ ہے۔ اس کا حال یہ ہے کہ جس کسی کی اچھی کشتی پاتا ہے زبردستی چھین لیتا ہے۔ میں نے چاہا کہ کشتی کو عیب دار کردوں تاکہ عیب دار دیکھ کر بادشاہ کے آدمی اس پر ہاتھ نہ ڈالیں اور اس طرح غریب لوگوں کا مال بادشاہ کی دست برد سے محفوظ رہ جائے۔

(۲) اور لڑکے کے معاملہ کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے ماں باپ ایماندار تھے لیکن خود اس کی اٹھان اچھی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضرؑ کو بتا دیا تھا کہ بڑا ہو کر وہ خود بھی ڈوبے گا اور اپنے ماں باپ کو بھی ڈبوئے گا یعنی بیٹے کی محبت میں وہ بھی گمراہ ہوجائیں گے۔ چنانچہ مشیت اور حکمتِ الٰہی کا تقاضا ہوا کہ اس لڑکے کو تو ختم کردیا جائے اور اس کے ماں باپ کو اس کی جگہ دوسری اولاد دی جائے جو دینداری اور محبت کرنے میں اس سے کہیں بہتر ہو۔

(۳) اور دیکھو! دیوار بنانا بھی ایک خاص مصلحت سے تھا۔ بات یہ تھی کہ وہ دیوار دو یتیم لڑکوں کی تھی جس کے نیچے خزانہ دبا ہوا تھا۔ لڑکوں کا باپ بہت نیک تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے چاہا کہ خزانہ اس کے یتیم لڑکوں کو پہنچ جائے۔ اگر دیوار گر جاتی تو خزانہ ظاہر ہوجاتا اور لوگ اس کو اٹھالے جاتے۔ چنانچہ حکمِ الٰہی کی تعمیل میں حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار کو سیدھا اور محفوظ کردیا۔

(۴) قریش مکہ نے یہودیوں کے کہنے سے جو تین سوالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کئے تھے، ان میں ایک سوال ذوالقرنین کے بارے میں بھی تھا۔ چنانچہ اس رکوع میں ذوالقرنین کا کچھ حال بیان فرمایا ہے۔

ذوالقرنین کی تعیین میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ وہ سکندر اعظم یعنی سکندر بن فلپس مقدونی یونانی ہے ابن جریر اور امام رازی کی یہی رائے ہے۔

قدیم مفسرین کہتے ہیں کہ ذوالقرنین حضرت ابراہیمؑ کا ہم عصر تھا۔ وہ سامی نسل کا ایک مردِ صالح اور بڑا عادل بادشاہ تھا۔ بعض حضرات نے اس کا نام بھی سکندر بتایا ہے۔

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے 'قصص القرآن' کی تیسری جلد میں بڑی کاوش، تحقیق، تبحر اور سلیقے سے ایک طویل مضمون سپرد قلم فرمایا ہے جس میں قدماء، متاخرین، مفسرین اور مورخین سب کے اقوال نقل کئے ہیں، پھر تاریخ، یہودی کتب اور آثار قدیمہ کے انکشافات کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ ایران کا مشہور شہنشاہ کیخسرو (جس کو یہودی خورس اور یونانی سائرس کہتے ہیں) ہی وہ شخصیت ہے جس کو قرآن مجید نے 'ذوالقرنین' کے لقب سے یاد کیا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ
سامان کیا (اور مغرب کی طرف چل پڑا) یہاں تک کہ جب سورج کے غروب ہونے کی جگہ پہنچا تو سورج اس کو ایک سیاہ
فِىْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ قُلْنَا يٰذَا
رنگ کے پانی میں ڈوبتا ہوا دکھائی دیا اور اس موقع پر اس نے ایک قوم دیکھی ہم نے کہا اے
الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ
ذوالقرنین (اب تجھے اختیار ہے) تو ان کو سزا دے اور چاہے ان کے بارے میں بھلائی
حُسْنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ
اختیار کرے (ذوالقرنین نے) کہا کہ جو (کفر اور بدعملی کر کے) ظلم کرے گا اسے ہم ضرور سزا دیں گے پھر جب وہ اپنے
اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨٧﴾ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ
پروردگار کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ بھی اسے سخت عذاب دے گا اور جو ایمان لائے گا اور
عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨ الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ
اچھے عمل کرے گا تو اس کے بدلے اسے بھلائی ملے گی اور ہم اپنے معاملہ میں (بھی) اس سے
اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٩﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ
نرم بات کہیں گے (۱) پھر ذوالقرنین نے ایک اور سفر کا سامان کیا اور مشرق کی طرف روانہ ہوا یہاں تک کہ جب سورج نکلنے
الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ
کے موقع پر پہنچا تو دیکھا کہ وہ ایسے لوگوں پر نکلتا ہے جن کے لئے ہم نے سورج سے کوئی
دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿٩٠﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿٩١﴾
آڑ نہیں رکھی یہ قصہ اسی طرح ہے اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ (سامان) تھا ہم کو اس کی پوری خبر ہے (۲)
ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٢﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ
پھر ذوالقرنین نے (ایک اور سفر کا) سامان کیا (اور تیسری مہم پر نکلا) یہاں تک کہ جب (پہاڑوں کی) دیواروں کے درمیان پہنچا تو دیکھا کہ

(۱) ذوالقرنین کو اللہ تعالٰی نے بڑا ملک اور اقتدار عطا فرمایا تھا اور ہر طرح کے ساز و سامان پر قدرت بخشی تھی۔

ایک مرتبہ اس نے بڑے ساز و سامان کے ساتھ مغرب کی طرف سفر کیا اور چلتے چلتے سمندر کے ساحل پر پہنچا جہاں حد نظر تک پانی ہی پانی نظر آتا ہے اور دیکھنے والے کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا سورج سمندر میں ڈوب رہا ہے۔

وہاں جو لوگ آباد تھے وہ سب ذوالقرنین کے زیر اقتدار آ گئے۔ ذوالقرنین جس طرح سے چاہتا ان کے ساتھ سلوک کرتا۔

لیکن چونکہ ذوالقرنین ایک دیندار اور عادل بادشاہ تھا، اس لئے اس نے اعلان کیا کہ جو کفر اور بدعملی کر کے اپنے پر اور دوسروں پر ظلم کرے گا، اس کو ہم بھی سزا دیں گے، پھر جب وہ اللہ تعالٰی کے پاس جائے گا تو وہ بھی اس کو سخت عذاب دے گا۔ لیکن جو ایمان لائے گا اور نیک عملی کی زندگی بسر کرے گا، اس کے لئے آخرت میں اچھا بدلا ہوگا اور ہم بھی دنیا میں اس کے ساتھ نرمی اور خیرخواہی کا سلوک کریں گے۔

(۲) پھر ذوالقرنین سفر کی تیاری کر کے مشرق کی طرف روانہ ہوا اور بہت دور تک چلا گیا۔ وہاں اس نے ایسے وحشی اور خانہ بدوش لوگ دیکھے جو دھوپ سے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہیں جانتے تھے۔

ذوالقرنین کے سفر کے بارے میں اللہ تعالٰی نے جو کچھ فرمایا وہی ٹھیک ہے کیونکہ وہ ذوالقرنین کے حالات سے خوب واقف ہے۔

دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿٩٣﴾ قَالُوْا يٰذَا

ان کے اس طرف کچھ لوگ رہتے ہیں جو (کوئی) بات سمجھ نہیں سکتے ان لوگوں نے (اپنی

الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ

زبان میں) کہا ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج (ہماری) زمین میں (آکر) فساد مچاتے ہیں

فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ

تو کیا ہم آپ کے لئے کچھ مال جمع کردیں اس شرط پر کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک

سَدًّا ﴿٩٤﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ

دیوار بنادیں (۱) ذوالقرنین نے کہا کہ میرے پروردگار نے جو مال میرے قبضہ میں دیا ہے وہ بہت اچھا اور کافی ہے

بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ۭ

مگر تم قوت (بازو) سے میری مدد کرو تو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنادوں گا (اچھا تو) تم لوگ میرے پاس لوہے کی

حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ۭ

چادریں لاؤ (چنانچہ کام شروع ہوا) یہاں تک کہ جب اس نے دونوں پہاڑوں کے درمیان (کی خالی جگہ) کو برابر کردیا تو حکم دیا کہ دھونکو!

حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾

یہاں تک کہ جب دھونک کر آگ (کی طرح لال) کردیا تو حکم دیا کہ اب میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ کہ اس پر انڈیل دوں

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿٩٧﴾

اس کے بعد یاجوج اور ماجوج نہ تو (دیوار) پر چڑھ سکتے تھے اور نہ اس میں نقب لگا سکتے تھے (۲)

قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ

ذوالقرنین نے کہا یہ سب میرے پروردگار کی مہربانی ہے پھر جب میرے پروردگار کا وعدہ آپہنچے گا تو وہ اسے ڈھاکر

دَكَّاۗءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿٩٨﴾ ۭ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ

(زمین کے) برابر کردے گا اور میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہے (۳) اور اس دن ہم (یاجوج و ماجوج کو) چھوڑ دیں گے

منزل ٤

(۱) مغرب اور مشرق کے سفر کے بعد ذوالقرنین کا تیسرا سفر شمال کی طرف ہوا۔ چلتے چلتے وہ ایسے مقام پر پہنچا جو دو پہاڑوں کے بیچ میں تھا۔ وہاں جو لوگ آباد تھے ان کی بولی کچھ اور تھی۔ اس لئے وہ ذوالقرنین کی بات نہیں سمجھتے تھے۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح انھوں نے ذوالقرنین کے سامنے یہ معروضہ پیش کیا کہ یاجوج اور ماجوج ہمارے ملک میں آکر فساد مچاتے اور لوٹ مار کرتے ہیں۔ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار (سد) بنادیں اور اس غرض کے لئے ہم اپنے لوگوں پر لگان لگاکر آپ کی خدمت میں کچھ رقم پیش کردیں گے۔

(۲) ذوالقرنین نے جواب دیا کہ روپیہ پیسہ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت دیا ہے لیکن اگر تم لوگ جسمانی قوت سے میری مدد کرو اور لوہے کی چادریں وغیرہ مہیا کردو تو میں ان کے اور تمہارے درمیان ایک دیوار کھڑی کردوں گا۔ چنانچہ جب سامان مہیا ہوگیا اور دونوں پہاڑوں کے درمیان لوہے کی چادروں سے دیوار اٹھاکر ان کی چوٹیوں کے برابر بلند کردی تو حکم دیا کہ بھٹیاں دھونکو اور دیوار کو خوب گرم کرو۔ جب دیوار آگ کی طرح لال ہوگئی تو پگھلا ہوا تانبا منگاکر اس پر ڈالا گیا۔ تانبا چادروں کی درزوں میں گھس گیا اور ایک ڈھال کی آہنی دیوار کھڑی ہوگئی۔ یہ دیوار اتنی بلند تھی کہ یاجوج ماجوج اس پر چڑھ نہ سکتے تھے اور اتنی مضبوط تھی کہ اس میں نقب بھی نہیں لگا سکتے تھے۔

یاجوج وماجوج واضح ہو کہ یاجوج وماجوج اور سد کی تعیین میں بھی مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے ناظرین کے مطالعہ کے لئے ہم اس مسئلہ میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی تحقیق پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"یاجوج وماجوج کے متعلق جس قدر بحث اس وقت تک کی جاچکی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ کوئی عجیب الخلقت مخلوق نہیں ہیں۔ بلکہ دنیاء انسانی کی عام آبادی کی طرح وہ بھی حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت میں سے ہیں۔ اور یہ یاجوج وماجوج منگولیا (تاتار) کے ان وحشی قبائل کو کہا جاتا رہا ہے جو یورپ اور روس کی اقوام کا منبع اور منشا ہیں۔

سد اگرچہ غیر مہذب قبائل کے تحفظ کی خاطر دنیا کے مختلف حصوں میں ایسی متعدد چھوٹی اور بڑی سد (دیواریں) بنائی گئی ہیں لیکن ایسی سد جو لوہے اور تانبے سے مخلوط دو پہاڑوں کی پھانکوں کے درمیان بنائی گئی ہو خورس (کیخسرو) کی بنائی ہوئی اس سد کے سوا جو کاکیشیا (کوہ قاف) میں پائی جاتی ہے کوئی اور سد دنیا میں اب تک دریافت نہیں ہوئی۔ اس لئے دلائل کی روشنی میں یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ قرآن میں ذوالقرنین کی سد کی جو تفصیلات دی گئی ہیں ان کے پیش نظر خورس ہی ذوالقرنین ہے اور درہ داریال ہی کی سد قرآن کی تفصیلات کے مطابق ہے۔"

(۳) جب ذوالقرنین نے اس حیرت انگیز کام کو دیکھا تو ایک خداپرست انسان کی طرح شکرانہ کے طور پر کہا کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ایسا عظیم الشان کام میرے ہاتھوں پورا ہوگیا ورنہ انسان کی کیا بساط کہ ایسا حیرت انگیز کام انجام دے سکے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ دیوار ایک مدت دراز تک قائم رہے گی اور دنیا کا کوئی حادثہ اس کو نہ گراسکے گا لیکن جب میرے پروردگار کا وعدہ پورا ہوگا اور ایک خاص وقت آئے گا یعنی قیامت کے قریب یہ دیوار ڈھادی جائے گی اور میرے پروردگار کی بات کا پورا ہونا یقینی ہے۔

يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ
کہ (زمین پر پھیل کر) ایک دوسرے میں گھس پڑیں گے اور صور پھونکا جائے گا پھر ہم سب کو جمع
جَمْعًا ﴿٩٩﴾ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ﴿١٠٠﴾
کرلیں گے اور اس روز جہنم کو کافروں کے سامنے لائیں گے
الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا
جن کی آنکھوں پر (دنیا میں) ہماری یاد (یعنی ہماری نشانیوں) سے پردہ پڑا ہوا تھا اور وہ
لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿١٠١﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ
سن بھی نہ سکتے تھے (١) کیا کافر یہ خیال کرتے ہیں کہ مجھ کو چھوڑ کر
يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ
میرے بندوں کو اپنا کارساز بنائیں گے (تو ہم خفا نہیں ہوں گے؟ یاد رکھو) ہم نے ایسے کافروں کی مہمانی کے لئے
لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿١٠٢﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ
دوزخ (کی آگ) تیار کر رکھی ہے (٢) (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ ہم تمہیں ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے لحاظ سے
اَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ
بڑے نقصان میں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں کی ہوئی ساری کوشش برباد ہو گئی اور وہ
يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
سمجھے ہوئے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے
كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا
پروردگار کی آیتوں کا اور اس کے سامنے حاضر ہونے کا انکار کیا تو (اس وجہ سے) ان کے سارے کام اکارت
نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ
گئے اور ہم قیامت کے دن ان کے لئے کچھ بھی وزن قائم نہیں کریں گے (بلکہ) ان کی سزا وہی ہوگی

(١) اس آیت میں اس وقت کا کچھ حال بیان فرمایا جب کہ دیوار ڈھادی جائے گی اور یاجوج ماجوج سمندر کی موجوں کی طرح ایک دوسرے پر آپڑیں گے۔ پھر کچھ دن کے بعد قیامت کا سامان شروع ہوگا۔ پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا جس سے سارا عالم فنا ہو جائے گا پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا جس سے لوگ زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں جمع ہو جائیں گے اس دن دوزخ کو ان کافروں کے سامنے پیش کیا جائے گا جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل تھے اور اس کا ذکر سننا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔

ع ١١ ١٩ ٢

(٢) جو لوگ کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کے بندوں میں سے کسی کو یعنی حضرت عیسیٰ وغیرہ کو اپنا کارساز بناتے ہیں، وہ کس گمان میں پڑے ہیں؟ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا یہ عمل ٹھیک ہے؟ ہرگز نہیں ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ سخت گمراہی ہے اور اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہے۔ ایسے گمراہوں کی مہمانی کے لئے اللہ تعالیٰ نے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ
(یعنی) دوزخ اس لئے کہ انھوں نے کفر کیا تھا اور میری آیتوں اور میرے پیغمبروں کا
هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
مذاق اڑایا تھا (۱) بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے
كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِيْنَ
تو ان کی مہمانی کے لئے بہشت کے باغ ہوں گے ان میں وہ ہمیشہ
فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ
رہیں گے اور وہاں سے کہیں اور جانا نہ چاہیں گے (۲) (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ اگر میرے
مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ
پروردگار کی باتیں لکھنے کے لئے سمندر سیاہی بن جائے تو میرے پروردگار کی باتوں کے تمام ہونے سے پہلے سمندر
كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلْ
ختم ہو جائے گا اگرچہ ہم ویسا ہی ایک اور سمندر اس کی مدد کے لئے لائیں (۳) (اور یہ بھی)
اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ
کہدو کہ میں تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہوں (البتہ) میرے پاس وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (برحق) وہی ایک
اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ
معبود ہے تو جو شخص اپنے پروردگار سے ملنے کی امید رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ
عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ
نیک عمل کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں
رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ ع
کسی کو شریک نہ بنائے (۴)

(۱) پیغام حق کا انکار کرنے والوں کی تنبیہ کے لئے اس آیت میں انسان کی نامرادی کا ایک عبرت خیز نقشہ کھینچا ہے۔ فرماتا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو قیامت کے دن سب سے زیادہ نامراد ہوں گے۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ دنیا میں کی ہوئی ان کی ساری کوششیں اکارت جائیں گی، حالانکہ وہ ہمیشہ یہی سمجھتے رہے کہ وہ اچھے عمل کر رہے ہیں۔

یہ حشر ان لوگوں کا ہوگا جو اپنے پروردگار کی آیتوں سے اور اس کے سامنے حاضر ہونے سے منکر ہوئے۔ لہذا کفر کی نحوست کی وجہ سے ان کے سارے اعمال اکارت جائیں گے اور ہم قیامت کے دن ان کا وزن تسلیم نہ کریں گے۔ یا یہ کہ قیامت کے دن ان کے اعمال کا وزن نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ نیکیوں کا پلہ بالکل خالی ہوگا پھر وزن کی کیا ضرورت۔ چنانچہ ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا کیونکہ انھوں نے کفر کیا تھا اور اللہ تعالےٰ کی کتابوں اور اس کے رسولوں کا مذاق اڑایا تھا۔

(۲) یعنی کافروں کے برخلاف جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ان کی مہمانی کے لئے بہشت کے باغ ہوں گے جن میں ہر طرح کی نعمتیں ان کو ملیں گی اور جن میں سے وہ کبھی نکلنا نہیں چاہیں گے۔

(۳) قریش کے سوالات کا جواب دینے کے بعد سورت کے آخر میں فرمایا کہ جو کچھ تم کو بتایا گیا ہے، وہ تمہاری استعداد اور ضرورت کے لحاظ سے ہے۔ ورنہ یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ کا علم بہت وسیع اور لا محدود ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھو۔ فرض کرو دنیا کے سارے سمندروں کا پانی سیاہی بن جائے اور اتنے ہی سمندر اور اضافہ کئے جائیں پھر پروردگار عالم کی باتیں لکھی جائیں تو یاد رکھو کہ یہ سب سمندر ختم ہو جائیں گے لیکن اس کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ اس مثال سے کچھ اندازہ ہو سکتا ہے کہ پروردگار عالم کا علم کتنا وسیع ہے۔

۱۲ ع ۹ / ۲

(۴) قریش اور یہود آنحضرتؐ کی بشریت پر نظر رکھ کر آپؐ کی رسالت کو نہیں مانتے تھے۔ اسی لئے انھوں نے آپؐ سے سوالات کئے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ آپ جواب نہ دے سکیں گے۔

ان کے سوالات کے جوابات دینے کے بعد آپ کی رسالت کا یقین ان کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے اس آیت میں فرمایا کہ ان سے کہدو کہ تم میری بشریت پر نظر رکھتے ہو لیکن میری امتیازی خصوصیت کو نہیں دیکھتے جس پر ساری بحث کا دارومدار ہے۔ اصل یہ ہے کہ مجھ میں اور تم میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ حق تعالےٰ کا مجھ سے خاص تعلق ہے جس سے تم محروم ہو۔ میرے پاس اس کا پیغام آتا ہے۔ اسی کے بتانے سے میں نے تمہارے سوالات کے جوابات دیئے ہیں۔ اس نے میرے پاس جو پیغام بھیجا ہے اس کا بنیادی مسئلہ توحید ہے۔ لہذا مجھے تم سے یہی کہنا ہے کہ اگر تمہارے دلوں میں اس بات کا یقین ہے کہ ایک دن اللہ تعالےٰ کے حضور میں حاضر ہونا ہے اور اعمال کا جواب دینا ہے تو میری رسالت کو مانو، میری تعلیم کے موافق شرک سے پرہیز کرو اور نیک عمل کی زندگی بسر کرو، یہی نجات کا راستہ ہے۔

آیاتها ۹۸ سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ (۱۹) رکوعاتها ۶

سورہ مریم (۱) مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿۱﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿۲﴾

کہیٰعص (اے پیغمبر یہ) تمہارے پروردگار کی مہربانی کا بیان (ہے جو اس نے) اپنے بندہ زکریا پر (کی تھی)

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿۳﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ وَهَنَ

جب انہوں نے اپنے پروردگار کو دبی آواز سے پکارا (اور) کہا اے میرے پروردگار! بڑھاپے کے

الْعَظْمُ مِنِّىْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ

سبب سے میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور میرے بال سفید ہوگئے ہیں اور اے پروردگار!

بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿۴﴾ وَاِنِّىْ خِفْتُ الْمَوَالِىَ مِنْ

(اس کے پہلے بھی) میں تجھ سے مانگ کر محروم نہیں رہا اور میں اپنے بعد اپنے بھائی بندوں سے ڈرتا

وَّرَآءِىْ وَكَانَتِ امْرَاَتِىْ عَاقِرًا فَهَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ

ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے تو اپنے پاس سے ایک وارث

وَلِيًّا ﴿۵﴾ يَّرِثُنِىْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ

عطا فرما جو میرا اور یعقوب کے خاندان کا وارث بنے اور اے میرے پروردگار!

رَضِيًّا ﴿۶﴾ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨاسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ

اسے پسندیدہ بنا (۲) اے زکریا ہم تم کو ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے اس سے پہلے

لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿۷﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ

ہم نے اس نام کا کوئی شخص نہیں بنایا (۳) زکریا نے کہا اے پروردگار میرے ہاں لڑکا کس طرح ہوگا

(۱) یہ سورۃ مکی ہے۔ اس میں پہلے حضرت زکریا کا واقعہ ہے پھر حضرت مریم کا اسی مناسبت سے سورۃ کا نام رکھا گیا ہے۔ پھر حضرت ابراہیم اور چند دوسرے پیغمبروں کی زندگی کے اہم واقعات مختصر طور پر بیان کئے گئے ہیں۔

اس بات کا سمجھانا مقصود ہے کہ دیکھو! جو لوگ خدا پرست اور نیک عمل ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو کس قدر نوازتا ہے۔

(۲) حضرت زکریا، بنی اسرائیل کے جلیل القدر پیغمبروں میں سے ہیں۔ بخاری شریف میں ہے کہ نجاری (بڑھئی) کا پیشہ کرتے تھے اور محنت سے روزی کماتے تھے۔

حضرت زکریا کے کوئی اولاد نہ تھی کیونکہ ان کی بیوی بانجھ تھیں۔ بڑھاپے میں ان کو خیال آیا کہ ایسا نہ ہو کہ میرے بعد میرے عزیز واقربا، دین حق کو برباد کردیں۔ اس لئے ایک رات بارگاہ ایزدی میں اپنا حال پیش کیا اور نہایت عاجزی سے ایک بیٹے کے لئے دعا کی جو صالح اور مقبول خاص و عام ہو، جو دین حق کا وارث ہو اور اس کی حفاظت کرسکے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریاؑ کی دعا قبول فرمائی اور ان کو خوش خبری بھی سنادی۔ بلکہ پہلے سے نام بھی بتا دیا۔ مطلب یہ تھا کہ لڑکا پیدا ہو تو یحییٰ نام رکھنا۔

حضرت یحییٰ انوکھے ڈھنگ سے یعنی غیر معمولی حالات میں پیدا ہوئے تھے کہ ان کے والد بوڑھے تھے اور ان کی ماں بانجھ تھیں۔ ان کا نام بھی انوکھا تھا ان سے پہلے کسی کا نہیں رکھا گیا تھا۔ ان کی بعض صفات اور عادات بھی انوکھی تھیں کہ نہایت رقیق القلب تھے عبادت الٰہی میں بہت مشغول رہتے تھے اور مادی لذتوں خاص کر عورتوں کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے تھے۔

وَكَانَتِ امْرَاَتِىْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ
حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کے انتہائی درجے کو
عِتِيًّا ﴿٨﴾ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ وَّ
پہنچ گیا ہوں حکم ہوا کہ اسی طرح (ہوگا) تمھارے پروردگار نے فرمایا کہ میرے لئے یہ بات آسان ہے اور
قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ﴿٩﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ
پہلے تم کو پیدا کر چکا ہوں حالانکہ تم کچھ چیز نہ تھے (١) زکریا نے کہا کہ اے پروردگار!
لِّىْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ
میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما۔ اللہ نے فرمایا نشانی یہ ہے کہ تم صحیح وسالم رہتے ہوئے تین رات (دن) لوگوں سے بات
سَوِيًّا ﴿١٠﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ
نہ کرسکوگے پھر زکریا حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے تو ان سے اشارے سے کہا کہ تم لوگ
اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿١١﴾ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَ
صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کرتے رہو (٢) اے یحییٰ! کتاب الٰہی کو مضبوطی سے پکڑو اور ہم نے
اٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿١٢﴾ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ
ان کو لڑکپن ہی میں دانائی بخشی تھی اور اپنے پاس سے نرم دلی اور پاکیزگی عطا فرمائی تھی اور وہ
تَقِيًّا ﴿١٣﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿١٤﴾ وَسَلٰمٌ
پرہیزگار تھے اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے اور سرکش اور نافرمان نہیں تھے اور ان پر اللہ
عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿١٥﴾
کا سلام ہو جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن وہ وفات پائیں گے اور جس دن زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے (٣)
وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘاِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا
اور (اے پیغمبر) کتاب (یعنی قرآن) میں مریم کا بھی ذکر کرو جب وہ گھر والوں سے الگ ہو کر ایک ایسے مکان میں چلی گئیں

(١) جب اللہ تعالےٰ نے حضرت زکریاؑ کی دعا قبول فرمائی اور ان کو انوکھے ڈھنگ کا ایک لڑکا پیدا ہونے کی خوش خبری سنائی تو ان کو یقین آگیا لیکن اطمینان قلب کی خاطر اور خوش خبری کو بار بار سننے کے لئے انھوں نے بارگاہِ الٰہی میں تعجب ظاہر کیا۔

چنانچہ فرشتے نے ان سے کہا کہ یقین رکھو! ضرور ایسا ہوگا۔ بیشک حالات غیر معمولی ہیں لیکن قدرتِ الٰہی کے لئے ایسا کرنا بہت آسان ہے۔ تم خود اپنے کو دیکھو! ایک وقت ایسا تھا کہ تمھارا نام ونشان بھی نہ تھا۔ اللہ تعالےٰ نے تم کو پیدا کیا۔ اگرچہ تم معمولی اسباب کے تحت پیدا ہوئے لیکن کیا اس حالت میں قدرت کا ہاتھ کام نہیں کر رہا تھا؟ یقیناً کر رہا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ اصل سرچشمہ قدرتِ الٰہی ہے۔ وہ کبھی معمولی اسباب کی شکل میں عمل کرتی ہے اور کبھی بغیر اسباب کے کرشمے دکھاتی ہے۔

(٢) حضرت زکریاؑ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ پروردگار! کوئی نشانی ٹھہرا دے جس سے مجھ کو معلوم ہوجائے کہ حمل ٹھہر گیا ہے۔ فرمایا کہ صحیح وتندرست رہتے ہوئے بھی جب تم دیکھو کہ تین رات دن تک لوگوں سے بات چیت نہیں کرسکتے ہو تو سمجھ لینا کہ حمل ٹھہر گیا ہے۔

چنانچہ ایک روز جب حضرت زکریاؑ حسب معمول اپنے حجرے سے نکلے اور لوگوں کے سامنے آئے تو وہ گفتگو نہیں کرسکتے تھے۔ انھوں نے اشارہ سے لوگوں کو بتایا کہ عبادت میں مشغول رہیں اور صبح وشام اللہ تعالےٰ کی پاکی بیان کریں۔

(٣) چنانچہ پیشین گوئی کے مطابق حضرت یحییٰؑ پیدا ہوئے۔ پھر جب وہ ہوشیار ہوئے تو ان کو حکم ہوا کہ کتاب الٰہی یعنی توراۃ کو مضبوط پکڑو۔ خود بھی اس پر عمل کرو اور لوگوں کو بھی اس پر عمل کرنے کی ترغیب دو۔

ع ١٥

حضرت یحییٰ ابھی لڑکے ہی تھے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو علم وحکمت، فہم وفراست، رقت قلب اور پاکیزگی نفس سے آراستہ کیا۔ چنانچہ وہ بڑے پرہیزگار، ماں باپ کے خدمت گزار اور فرماں بردار تھے۔

حضرت یحییٰؑ کا ایمان اور تقویٰ بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوا۔ ان کی عظمت اور مقبولیت کو ظاہر کرنے کے لئے وحی الٰہی نے ان کے حق میں ہمیشہ کے لئے سلام ورحمت کا اعلان فرمایا۔

شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا

جو شرق کی جانب تھا پھر انھوں نے لوگوں کی طرف سے پردہ کر لیا (اس وقت) ہم نے ان کی طرف اپنا

إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾ قَالَتْ إِنِّي

فرشتہ (یعنی جبرئیل) بھیجا تو وہ ان کے سامنے ایک پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا مریم نے کہا کہ میں تجھ سے

أَعُوذُ بِالرَّحْمَٰنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ إِنَّمَا أَنَا

(خدائے) رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو پرہیزگار ہے (تو یہاں سے ہٹ جا) (١) اس نے کہا کہ میں تمھارے

رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ

پروردگار کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں (اور یہاں آیا ہوں) تاکہ تمھیں ایک پاکیزہ لڑکا دوں تو مریم نے (تعجب سے) کہا کہ بھلا میرے

لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾ قَالَ كَذَٰلِكِ

لڑکا کیسے ہوگا حالانکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں اور نہ میں بدکار ہوں (٢) فرشتہ نے کہا کہ اسی طرح ہوگا

قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ

تمھارے پروردگار نے فرمایا کہ یہ بات میرے لئے آسان ہے اور (ہم اسے اسی طرح پیدا کریں گے) تاکہ اسے لوگوں کے لئے اپنی

وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَقْضِيًّا ﴿٢١﴾ فَحَمَلَتْهُ

طرف سے (قدرت کی) ایک نشانی اور باعث رحمت بنادیں اور یہ ایسی بات ہے جس کا ہونا طے پاچکا ہے (٣) تو مریم اس (ہونے والے

فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿٢٢﴾ فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَىٰ

بچہ) کے ساتھ حاملہ ہوگئیں اور اسے لے کر ایک دور جگہ چلی گئیں پھر درد زہ کے مارے کھجور کے درخت

جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَٰذَا وَكُنْتُ

کی طرف آئیں اور کہنے لگیں کہ کاش! میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور ایسی نیست و نابود

نَسْيًا مَنْسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ

ہو جاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ آتی (٤) پھر فرشتے نے ان کو نیچے سے (یعنی نخلستان کے نشیب سے) پکارا (اور کہا) کہ غمگین نہ ہو تمھارے پروردگار نے

(١) اس رکوع میں حضرت مریمؑ کی زندگی کا نہایت اہم واقعہ یعنی حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ حضرت مریمؑ کی پیدائش اور ان کی ابتدائی زندگی کا حال سورۂ آل عمران کے رکوع ۴ میں گزر چکا ہے۔ اسی سورہ کے رکوع ۵ و ۶ میں حضرت عیسیٰؑ کا حال بھی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضرت مریمؑ جوان ہوئیں تو گھر کے لوگوں سے الگ ہو گئیں اور ایک مکان میں چلی گئیں جو بیت المقدس سے مشرق کی جانب تھا۔ پھر جب غسل کرنے کے لئے پردہ کرکے بیٹھیں تو حضرت جبرئیلؑ ایک خوش رو جوان کی شکل میں ان کے سامنے آموجود ہوئے۔ ایک اجنبی مرد کو تنہائی میں دیکھ کر حضرت مریمؑ نے خطرہ محسوس کیا۔ اپنی عفت کو ظاہر کرنے کے لئے انھوں نے اس کے شر سے پناہ مانگی، خدا اور پرہیزگاری کی طرف توجہ دلا کر اس کے روحانی اور اخلاقی جذبات کو بیدار کیا۔

(٢) حضرت جبرئیلؑ نے اطمینان دلاتے ہوئے کہا کہ ڈرو نہیں میں انسان نہیں ہوں بلکہ تمھارے اسی پروردگار کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں جس کی پناہ میں تم آنا چاہتی ہو۔ اور میں اس لئے آیا ہوں کہ تم کو ایک پاکیزہ صورت و سیرت لڑکا دوں۔

حضرت مریمؑ نے اس خبر پر تعجب کرتے ہوئے کہا کہ میرے لڑکا کیسے ہو سکتا ہے جبکہ مجھے کسی مرد نے چھوا تک نہیں، نہ شوہر نے نہ غیر مرد نے کیونکہ میں بدکار نہیں ہوں۔

(٣) حضرت جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ یقین جانو ایسا ضرور ہوگا۔ تمھارے پروردگار نے اس بات کا فیصلہ کر لیا ہے اور ایسا کرنا اس کے لئے بہت آسان ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ تمھارے لڑکے کو اپنی قدرت کی نشانی بنائے اور اس کے ذریعہ لوگوں کو رحمت و محبت کا پیغام دے۔

غور کرو کہ قرآن مجید نے ان دو لفظوں میں کس طرح حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت کی کامل تصویر کھینچ دی ہے۔ ان کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شخصیت قدرت الٰہی کی ایک بڑی نشانی تھی اور ان کے پیام پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سرتاسر محبت و رحمت کا پیغام ہے۔

(٤) مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے حضرت مریمؑ کے منہ میں یا گریبان میں یا آستین میں پھونک ماری جس سے حمل ٹھہر گیا۔ پھر جب وضع حمل کا وقت قریب آیا تو گھر سے دور جنگل میں چلی گئیں۔ اور جب درد زہ کی تکلیف زیادہ ہوئی تو کھجور کے درخت کے تنے کا سہارا لے کر بیٹھ گئیں۔

یہ وقت حضرت مریمؑ پر بڑا ہی سخت تھا۔ درد کی شدت، سخت اضطراب اور بے چینی، ناتجربہ کاری، تنہائی کا عالم، ایسے وقت میں جس سامان کی ضرورت ہوتی ہے اس میں سے کچھ بھی پاس نہیں، سب سے بڑھ کر یہ بدنامی کا خوف، نہ معلوم لوگ کیا کیا باتیں بنائیں گے اور کیسی کیسی بہتان طرازیاں کریں گے۔ اس اضطراب اور بے چینی کے عالم میں بے اختیار پکار اٹھیں کہ کاش میں پہلے ہی مر جاتی اور ایسی نیست و نابود ہو جاتی کہ کوئی مجھے یاد بھی نہ کرتا۔

رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّيٓ إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ
تمہارے نیچے ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ تو
تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي
تم پر تر و تازہ کھجوریں گریں گی تو کھاؤ اور پیو اور آنکھیں
عَيْنًا ۚ فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا ۙ فَقُولِيٓ إِنِّي نَذَرْتُ
ٹھنڈی کرو پھر اگر کسی آدمی کو دیکھو (جو تم سے کچھ پوچھے) تو (اشارہ سے) کہہ دینا کہ میں نے تو اللہ کے لئے
لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾ فَأَتَتْ بِهِ
روزہ کی منت مان رکھی ہے تو آج میں کسی آدمی سے بات نہ کروں گی (۱) پھر مریم اس (لڑکے) کو
قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ ۖ قَالُوا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾
اٹھا کر اپنی قوم کے لوگوں کے پاس آئیں۔ انھوں نے کہا کہ اے مریم یہ تو تو نے بہت برا کام کیا
يٰٓأُخْتَ هٰرُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ
اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں
أُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾ فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ ۖ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ
بدچلن تھی (اس پر) مریم نے اس لڑکے کی طرف اشارہ کیا لوگوں نے کہا بھلا ہم اس گود کے
كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ ۖ آتٰنِيَ الْكِتٰبَ
بچے سے کس طرح بات کریں (۲) بچے نے کہا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی
وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَجَعَلَنِي مُبٰرَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ ۖ وَ
اور نبی بنایا اور اس نے مجھے بابرکت بنایا خواہ میں کہیں ہوں اور
أَوْصٰنِي بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ وَبَرًّا
اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا (کہ) جب تک زندہ ہوں (یہ کام کرتا رہوں) اور (اس نے مجھے)

(۱) حضرت مریمؑ کا اضطراب اور حزن و ملال دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس اپنے خاص فرشتے یعنی جبریلؑ کو بھیجا جنھوں نے ان کو تسلی دی اور یہ خوش خبری سنائی کہ تمہارے نیچے پانی کا چشمہ بہہ نکلا ہے اور کھجور کا درخت تازہ کھجوروں سے لدا ہوا ہے۔ ذرا ہلاؤ تو تازہ کھجوریں ٹپ ٹپ گریں گی۔ اس طرح کھانے پینے کا سامان کر دیا گیا ہے۔ خوب کھاؤ پیو اور بیٹے کی پاکیزہ صورت سے آنکھیں ٹھنڈی کرو۔

رہا بدنامی کا خیال تو اس کا علاج یہ ہے کہ اگر لوگ تمہارے پاس آئیں تو نیت کر لو اور اشارہ سے ان کو سمجھا دو کہ میں نے اللہ کے لئے منت مانی ہے اس لئے آج کسی انسان سے بات نہیں کروں گی۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کے ہاں اس طرح کا روزہ بھی رکھا جاتا ہے کہ آدمی لوگوں سے بات چیت نہ کرے اور ذکر الٰہی کرتا رہے۔

(۲) جب حضرت مریمؑ بچے کو اٹھائے ہوئے لوگوں کے سامنے آئیں تو لوگ اس صورت حال کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ مریم! تو نے تو بڑا ہی غضب ڈھایا! اے ہارون کی بہن! تیرا باپ بھی برا آدمی نہ تھا، تیری ماں بھی بدکار نہ تھی اور تیرا بھائی ہارون بھی اچھا آدمی ہے۔ ایسے اچھے ماں باپ کی بیٹی اور ایسے اچھے آدمی کی بہن ہو کر تو نے ایسا کام کیا اور سارے خاندان کو بدنام کیا۔

لوگوں کے غیظ و غضب کے جواب میں حضرت مریمؑ نے زبان سے تو کچھ نہ کہا، البتہ بچے کی طرف اشارہ کر دیا کہ اسی سے پوچھ لو۔ اس جواب پر لوگ اور بھی طیش میں آئے اور کہنے لگے، لڑکی! تو ہمارا مذاق اڑاتی ہے! ہم اس بچے سے کس طرح بات چیت کر سکتے ہیں جو ابھی ماں کی گود میں پڑا انگوٹھا چوس رہا ہے۔

بِوَالِدَتِي ۘ وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ

اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا (بنایا) اور سرکش و بدبخت نہیں بنایا اور مجھ پر اللہ کی طرف سے سلام

يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾ ذَٰلِكَ

ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں زندہ کرکے اٹھایا جاؤں گا (۱) (لوگو) یہ ہیں

عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿٣٤﴾

مریم کے بیٹے عیسیٰ (اور یہ) سچی بات (ہے) جس میں لوگ شک کرتے ہیں

مَا كَانَ لِلَّهِ أَنْ يَتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ ۖ سُبْحَانَهُ ۚ إِذَا قَضَىٰ

اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے وہ پاک ہے (اس کی شان تو یہ ہے کہ) جب

أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٣٥﴾ وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَ

کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو حکم دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے (۲) اور بیشک اللہ ہی میرا اور

رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٣٦﴾ فَاخْتَلَفَ

تمہارا پروردگار ہے تو اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے مگر (پھر بھی) مختلف

الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ مَشْهَدِ

گروہوں (اس بارے میں) آپس میں اختلاف کیا تو جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے بڑے دن (یعنی قیامت) کے حاضر

يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٣٧﴾ أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا ۖ لَٰكِنِ

ہونے سے بڑی خرابی ہونے والی ہے (۳) جس دن ہمارے سامنے آئیں گے اس دن وہ کیسے کچھ سننے والے اور دیکھنے والے ہو جائیں گے

الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٣٨﴾ وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ

مگر یہ ظالم آج کھلی گمراہی میں ہیں اور (اے پیغمبر) ان لوگوں کو حسرت

الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ

کے دن سے ڈراؤ جب کہ معاملہ کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور (افسوس کہ آج) وہ غفلت میں پڑے ہیں اور وہ

منزل ۴

(۱) یہودی حضرت مریم سے

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے حضرت عیسیٰؑ کو گویائی بخشی اور انھوں نے اپنی والدہ ماجدہ کی عصمت اور اپنی شخصیت کو معجزانہ طور پر ظاہر کر دیا جس سے یہودیوں اور عیسائیوں کے ان باطل عقیدوں کی تردید ہوتی ہے جو انھوں نے بعد کو حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں گھڑ لئے تھے۔

سب سے پہلے انھوں نے فرمایا کہ میں عبداللہ (اللہ کا بندہ) ہوں یعنی خود اللہ یا اس کا بیٹا نہیں ہوں جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں۔ پھر انھوں نے اپنے پیغمبر ہونے کا اعلان کیا اور دوسرے اوصاف بیان کئے جن سے یہودیوں کے عقیدے کی تردید ہو گئی جو حضرت مریمؑ پر ناپاک الزام لگاتے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کو پیغمبر اور اللہ کا برگزیدہ نہیں مانتے۔

(۲) حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کی شخصیت وہ ہے جو گزشتہ آیت میں بیان کئے ہوئے اوصاف سے ظاہر ہوتی ہے ان کے بارے میں سچی اور صحیح بات یہی ہے۔ اس کے سوا عیسائیوں نے جو کچھ گھڑ لیا ہے وہ جہل اور گمراہی ہے۔

عیسائیوں نے جو حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا مانا اس کی بنیاد اس خیال پر ہے کہ انسان کی فطرت میں گناہ ہے۔ پس اس کی نجات کے لئے ضروری ہے کہ کفارہ ہو۔ کفارہ کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ خدا کی صفت رحمت 'ابن اللہ' کی شکل میں اترے اور اپنی قربانی کے خون سے اولاد آدم کا گناہ دھو ڈالے۔

قرآن مجید اس خیال کی تردید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اولاد کی کیا ضرورت ہے۔ اولاد کی ضرورت ہونا محتاج ہونے کی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ ہر قسم کی احتیاج سے پاک ہے۔ اس کے حکم 'کُن' سے ہر چیز ظہور میں آجاتی ہے۔ کفارہ کے بغیر بھی وہ اپنے بندوں کے گناہ معاف کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔

(۳) حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا حال بیان کرنے کے بعد آنحضرتؐ سے فرمایا کہ لوگوں کے سامنے توحید کا اعلان کرو اور کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ ہی میرا، تمہارا اور سارے عالم کا پروردگار ہے، پس اسی کی عبادت کرو۔ اس کو چھوڑ کر حضرت مریمؑ، حضرت عیسیٰؑ یا کسی اور مخلوق کو معبود مت بناؤ یہی دین کا سیدھا راستہ ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے لوگوں کو توحید کا پیغام سنایا اور دین کا سیدھا راستہ بتایا۔ لیکن افسوس کہ بہت سے لوگوں نے آپؐ کی بات نہ مانی اور سیدھا راستہ چھوڑ کر الگ الگ راہوں پر پڑ گئے۔ ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایک بڑا سخت دن آنے والا ہے جب کہ ان لوگوں کے لئے بڑی خرابی ہوگی۔

(۱) آج یہ ظالم سیدھا راستہ چھوڑ کر گمراہی میں پڑے ہیں نہ پیغام الٰہی سنتے ہیں اور نہ حق کی نشانیاں دیکھتے ہیں لیکن جب قیامت کے دن وہ اللہ تعالےٰ کے سامنے حاضر ہوں گے اور ان پر حقیقت حال ظاہر ہوگی تو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھیں گے اور خوب کان لگا کر سنیں گے لیکن اس دن کا دیکھنا اور سننا ان کا کچھ فائدہ نہ دے گا ۔ آج یہ ظالم غفلت میں پڑے ہیں اور ایمان نہیں لاتے ہیں لیکن وہ دن آنے والا ہے جبکہ ان کو پچھتانا پڑے گا۔ یاد رکھو ان کو اسلام کے مقابلہ میں بار بار ناکامیاں ہوں گی جبکہ یہ کف افسوس ملیں گے اور ان کے لئے حسرت و افسوس کا سخت ترین وقت وہ وقت ہوگا جبکہ ہر بات کا فیصلہ کردیا جائے گا اور ان کو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَ
ایمان نہیں لاتے (۱) آخر کار ہم ہی زمین کے اور اس پر بسنے والوں کے وارث (اور مالک) ہوں گے اور
اِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ
یہ سب ہمارے ہی پاس لوٹائے جائیں گے (۲) اور اے پیغمبر کتاب (یعنی قرآن) میں ابراہیم کا بھی ذکر کرو بلاشبہ
كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ
وہ بڑے سچے (تھے اور اللہ کے) پیغمبر تھے جبکہ انھوں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ! تم ایسی
مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَبَتِ
چیزوں کو کیوں پوجتے ہو جو نہ سنتی ہے اور نہ دیکھتی ہے اور نہ تمھارے کچھ کام آسکتی ہے (۳) اے میرے باپ!
اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ
بلاشبہ مجھے ایسا علم ملا ہے جو تمھیں نہیں ملا پس میری پیروی کرو میں تمھیں سیدھے
صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ
راستے پر چلاؤں گا (۴) اے میرے باپ! شیطان کی پوجا مت کرو۔ بلاشبہ شیطان
كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ
(خدائے) رحمٰن کا نافرمان ہے اے میرے باپ! میں ڈرتا ہوں (کہیں ایسا نہ ہو) کہ (خدائے
عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ
رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب تم پر آپڑے تو تم (عذاب میں) شیطان کے ساتھی ہو جاؤ (۵) باپ نے کہا
اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ
اے ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے پھر گیا ہے اگر تو باز نہ آیا تو تجھے سنگسار کردوں گا
لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ
اور ایک مدت (یعنی ہمیشہ) کے لئے مجھ سے دور ہو جا (۶) ابراہیم نے کہا تم پر سلام ہو

(۲) دنیا میں لوگ مال و دولت اور ملک کے وارث بنتے ہیں، اس کے لئے جھگڑتے ہیں اس پر اکڑتے ہیں اور اس کے نشہ میں مست ہو کر اللہ کی زمین میں فساد مچاتے ہیں لیکن قیامت کے دن جبکہ سب اس مالک حقیقی کے سامنے حاضر ہوں گے کسی کو وراثت کے دعوے کی مجال نہ ہوگی۔ اس دن یہ حقیقت کھل جائے گی کہ ساری کائنات کا وارث اور مالک اللہ تعالےٰ ہی ہے۔

ع ۲

(۳) یہودیوں اور عیسائیوں کی ہدایت کے لئے گزشتہ رکوع میں حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا حال بیان فرمایا۔ عرب حضرت ابراہیمؑ کی اولاد تھے اور ان کو اس بات پر بڑا فخر تھا۔ لیکن وہ حضرت ابراہیمؑ کے دین اور طریقہ کو چھوڑ چکے تھے۔ ان کی تنبیہ کے لئے اس رکوع میں حضرت ابراہیمؑ کا حال بیان فرمایا۔

مطلب یہ ہے کہ تم حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہونے پر بڑا فخر کرتے ہو بیشک وہ بہت بڑے آدمی تھے لیکن کسی بڑے آدمی کی اولاد ہونا کچھ فخر کی بات نہیں ہے۔ قابل فخر بات تو یہ ہے کہ تم ان کی پیروی کرو اور اپنے اندر وہ صفات پیدا کرو جو ان میں تھیں۔

حضرت ابراہیمؑ کا حال یہ تھا کہ وہ بڑے صداقت پرست تھے اور اللہ تعالےٰ نے ان کو اپنا پیغمبر بنایا تھا۔ انھوں نے حق کا پیغام لوگوں کو پہنچایا چونکہ ان کا باپ (یا چچا جس کی زیر پرورش وہ تھے) بُت پرست تھا، اس لئے انھوں نے اس کو بھی توحید کا پیغام پہنچایا۔

حضرت ابراہیمؑ نے نفسیاتی انداز میں توحید پر دلیل پیش کی۔ انھوں نے کہا کہ تم لوگ بُتوں کو اس غرض سے پوجتے ہو کہ وہ تمھاری مشکلات دور کریں اور تمھاری احتیاجات پوری کریں۔ یہ مقصد اس وقت پورا ہو سکتا ہے جب کہ بُت تمھاری فریاد سنتے ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ مٹی پتھر کے بُت، سورج، چاند اور درخت وغیرہ جن کو تم پوجتے ہو، نہ تو تمھاری دعائیں سنتے ہیں، نہ تمھارے حالات سے واقف ہیں اور نہ تمھارا کوئی کام نکال سکتے ہیں۔ جب حقیقت حال یہ ہے تو پھر بُتوں کی پوجا سے کیا حاصل؟ دیکھو! یہ مقصد تو اللہ تعالےٰ کی عبادت سے حاصل ہو سکتا ہے جو سنتا ہے، دیکھتا ہے اور پروردگار عالم ہے کہ سب کی احتیاجات پوری کرتا ہے۔ لہٰذا بُت پرستی چھوڑ کر توحید کا راستہ اختیار کرو۔

(۴) علوم اور فنون میں اعتبار پر کام چلتا ہے جس ڈاکٹر یا حکیم کی مہارت پر ہمیں بھروسہ ہوتا ہے بے تامل اپنی جان عزیز اس کے حوالہ کر دیتے ہیں لیکن نیم حکیم کو خطرۂ جان سمجھ کر اس سے دور ہی سے سلام کرتے ہیں جس سائنسداں کے علم سے ہم مرعوب ہوں بے چون و چرا اس کی بات مان لیتے ہیں خواہ ہمارے لحاظ سے کتنی ہی بعید از عقل کیوں نہ ہو۔ اسی اصول کی بنیاد پر پیغمبر کی تقلید ضروری اور قرین عقل ہے۔ کیونکہ اس کے پاس علم براہ راست آتا ہے اور اس کے علم کی صحت کی ضمانت ہوتی ہے۔ اسی نفسیاتی طریقے کو کام میں لاتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ نے اپنے عالم ہونے کا باپ کو یقین دلایا اور کہا کہ میرے پاس جو علم آیا ہے اس سے تم محروم ہو اس لئے دانشمندی کا طریقہ یہ ہے کہ مجھ پر بھروسہ کرو اور میری بات مانو اور یقین رکھو کہ تمھیں سیدھے راستہ پر لے چلوں گا اور منزل مقصود تک پہنچا دوں گا ۔۔۔ (۵) حضرت ابراہیمؑ نے باپ کو یوں بھی سمجھایا کہ حقیقت یہ ہے کہ تم شیطان کے بہکانے سے بُت پرستی کرتے ہو گویا اس کی

(بقیہ تفسیر صفحہ ٥٥٢) عبادت کرتے ہو. حالانکہ شیطان تو خدائے رحمٰن کا نافرمان ہے۔ یاد رکھو! اگر اسی طرح تم شیطان کی پیروی کرتے رہے تو شیطان کے دوست سمجھے جاؤ گے اور اس کے ساتھ تم بھی عذاب الٰہی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ (٦) لیکن باپ نے حضرت ابراہیم کی ایک نہ سنی الٹے ان پر ناراض ہوا اور کہا کہ ابراہیم! معلوم ہوتا ہے کہ تو میرے معبودوں سے برگشتہ ہو گیا ہے۔ یاد رکھو اگر تو ایسی باتوں سے باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کردوں گا۔ اگر اپنی خیر چاہتا ہے تو میرے پاس سے نکل جا اور ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہو جا۔

سَاَسۡتَغۡفِرُ لَكَ رَبِّيۡ‌ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيۡ حَفِيًّا ﴿٤٧﴾ وَاَعۡتَزِلُكُمۡ وَمَا

میں تمہارے لئے اپنے پروردگار سے بخشش مانگوں گا. بلاشبہ وہ مجھ پر مہربان ہے (١) اور میں تم لوگوں سے اور ان

تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَاَدۡعُوۡا رَبِّيۡ‌ ‌ۖ عَسٰٓى اَلَّاۤ اَكُوۡنَ

معبودوں سے جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو (سب سے) کنارہ کرتا ہوں اور (علیحدہ ہو کر اطمینان سے) اپنے پروردگار ہی کو پکاروں گا

بِدُعَآءِ رَبِّيۡ شَقِيًّا ﴿٤٨﴾ فَلَمَّا اعۡتَزَلَهُمۡ وَمَا يَعۡبُدُوۡنَ

امید ہے میں اپنے پروردگار کو پکار کر محروم نہ رہوں گا (٢) پھر جب ابراہیم ان لوگوں سے اور ان معبودوں سے جن کی وہ اللہ کے سوا

مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ‌ ؕ وَكُلًّا

عبادت کرتے تھے علیحدہ ہو گئے تو ہم نے ان کو اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عطا فرمایا اور دونوں

جَعَلۡنَا نَبِيًّا ﴿٤٩﴾ وَوَهَبۡنَا لَهُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِنَا وَجَعَلۡنَا

کو نبی بنایا اور ان سب کو ہم نے اپنی رحمت سے (بہت کچھ) دیا اور (آیندہ

لَهُمۡ لِسَانَ صِدۡقٍ عَلِيًّا ﴿٥٠﴾ ع وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ مُوۡسٰٓى‌ ز

نسلوں میں) ان کا ذکر خیر بلند کیا (٣) اور (اے پیغمبر) اس کتاب (یعنی قرآن) میں موسیٰ کا

اِنَّهٗ كَانَ مُخۡلَصًا وَّكَانَ رَسُوۡلًا نَّبِيًّا ﴿٥١﴾ وَنَادَيۡنٰهُ مِنۡ

بھی ذکر کرو بلاشبہ وہ (ہمارے) برگزیدہ (بندے) اور نبی مرسل تھے اور ہم نے ان کو طور کی

جَانِبِ الطُّوۡرِ الۡاَيۡمَنِ وَقَرَّبۡنٰهُ نَجِيًّا ﴿٥٢﴾ وَوَهَبۡنَا لَهٗ

داہنی جانب سے پکارا اور راز کی باتیں کرنے کے لئے ان کو نزدیک بلایا اور ہم نے اپنی مہربانی سے

مِنۡ رَّحۡمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوۡنَ نَبِيًّا ﴿٥٣﴾ وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ

ان کو ان کے بھائی ہارون کو نبی (بنا کر) عطا کیا (٤) اور (اے پیغمبر) اس کتاب (یعنی قرآن)

اِسۡمٰعِيۡلَ‌ ز اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الۡوَعۡدِ وَكَانَ رَسُوۡلًا نَّبِيًّا‌ ۚ ﴿٥٤﴾

میں اسمٰعیل کا بھی ذکر کرو بلاشبہ وہ وعدے کے سچے اور نبی مرسل تھے

(تفسیر صفحہ ہذا) (١) حضرت ابراہیمؑ نے باپ کی دھمکی کی ذرا پرواہ نہ کی اور ایمانی قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ بہتر ہے میرا سلام قبول کیجئے میں رخصت ہوتا ہوں۔

پھر حضرت ابراہیمؑ نے اپنی محبت اور وفاداری کو ظاہر کیا اور باپ کے گناہوں کو بخشوانے کے لئے دعا کرنے کا وعدہ کیا اور یہ امید ظاہر کی کہ پروردگار عالم اس معاملے میں ان کی دعا قبول فرمائیگا۔

واضح ہو کہ حضرت ابراہیمؑ نے محبت کے تقاضے سے باپ کے لئے بخشش کی دعا کی تھی لیکن جب وحی الٰہی نے ان کو منع کر دیا تو رک گئے۔

(٢) حضرت ابراہیمؑ نے رخصت ہوتے وقت باپ کے سامنے شرک سے بیزاری کا اعلان کیا اور کہا کہ نہ صرف آپ کو چھوڑتا ہوں بلکہ ان معبودوں کو بھی چھوڑتا ہوں جن کو آپ اور آپکے ساتھی اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر پکارتے ہیں۔ اور میں اپنے پروردگار ہی کو پکاروں گا اور اسی کی عبادت کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اس کی عبادت کرکے میں دنیا اور آخرت میں محروم اور ناکام نہیں رہوں گا۔ جس طرح بت پرست محروم رہتے ہیں۔

(٣) حضرت ابراہیمؑ بتوں اور بت پرستوں کو چھوڑ کر یقیناً محروم اور ناکام نہیں رہے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو بہت سی نعمتوں سے نوازا منجملہ ان کے ایک نعمت یہ ہے کہ ان کو حضرت اسحٰقؑ جیسا بیٹا اور حضرت یعقوبؑ جیسا پوتا عنایت فرمایا۔ ان دونوں حضرات کی بزرگی خاص طور پر اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو نبوت کے مرتبے سے سرفراز فرمایا۔

ع ١ ٦

پھر ان تینوں حضرات کے لئے اللہ تعالےٰ کی ایک بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے ان سب کو اپنے اپنے درجے کے لحاظ سے اپنی خاص رحمت سے بڑا حصہ عنایت فرمایا۔ ان کا بول بالا کیا اور لوگوں کی زبانوں پر ان کا ذکر خیر جاری فرمایا چنانچہ آج بھی تین بڑے مذہبوں کے پیرو یعنی یہودی، عیسائی اور مسلمان ان حضرات کو پیغمبر مانتے ہیں اور بڑے احترام سے ان کا نام لیتے ہیں۔ اور مسلمان جب نماز میں آنحضرتؐ پر درود شریف پڑھتے ہیں تو حضرت ابراہیمؑ اور ان کی آل کا ذکر بھی تعظیم سے کرتے ہیں۔

(٤) حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کے سلسلے کے بڑے اولوالعزم پیغمبروں میں سے تھے اور ان کو اللہ تعالےٰ نے نبوت کے ساتھ ساتھ رسالت سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔ جس آدمی کے پاس اللہ تعالےٰ کی طرف سے وحی آئے اس کو 'نبی' کہتے ہیں۔ اور نبیوں میں سے جن کو مستقل کتاب اور مستقل شریعت عطا ہوتی ہے وہ 'رسول' کہلاتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کو ایک مستقل کتاب یعنی توراۃ اور اس کے ذریعہ ایک مستقل شریعت دی گئی تھی۔ اس لئے ان کو 'رسول نبی' فرمایا۔ — حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالےٰ نے یہ نسبت بھی بخشی تھی کہ کوہ طور پر داہنی جانب سے ان کو پکارا، قرب خاص عطا فرمایا اور فرشتہ کے واسطہ کے بغیر ایک خاص انداز میں ان سے کلام فرمایا — حضرت موسیٰؑ نے دعا کی تھی کہ ان کے بڑے بھائی حضرت ہارونؑ کو نبی بنا کر ان کا شریک کار اور مددگار بنا دیا جائے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے یہ دعا قبول فرمائی جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۖ وَكَانَ عِنْدَ
اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور اپنے پروردگار
رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِدْرِيسَ ز إِنَّهٗ
کے نزدیک پسندیدہ تھے (۱) اور (اے پیغمبر) اس کتاب (یعنی قرآن) میں ادریس کو بھی ذکر کرو۔ بلاشبہ
كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ أُولٰٓئِكَ
وہ بڑے سچے (اور) نبی تھے اور ہم نے ان کو بلند مرتبہ تک پہنچایا (۲) یہی وہ لوگ
الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ق
جو ان نبیوں میں سے ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے (یعنی) آدم کی نسل سے اور ان لوگوں کی نسل سے
وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ ز وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرٰهِيمَ وَ
جن کو ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا اور ابراہیم اور یعقوب کی نسل سے اور
إِسْرَآءِيلَ ز وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ط إِذَا تُتْلٰى
(یہ سب حضرات) ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت دی اور برگزیدہ کیا جب ان کے سامنے (خدائے)
عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۩ ﴿۵۸﴾ فَخَلَفَ
رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے (زمین پر) گر جاتے تھے (۳) پھر ان کے بعد
مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا
ایسے ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو کھو دیا (اور برباد کر دیا) اور نفسانی خواہشوں
الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾ إِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ
کے پیچھے لگ گئے پس یہ گمراہی (کے نتیجہ) کو پالیں گے (۴) مگر جس نے توبہ کی اور جو ایمان لایا اور
عَمِلَ صَالِحًا فَأُولٰٓئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ
نیک کام کرتا رہا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کا ذرا بھی نقصان نہیں

(۱) حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے پہلے فرزند تھے۔ حضرت اسمٰعیلؑ ابھی بچے ہی تھے کہ بحکم خداوندی حضرت ابراہیمؑ نے ان کو اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہؑ کو عرب کے ریگستان میں چھوڑ دیا تھا جہاں اللہ تعالیٰ نے زمزم کا چشمہ جاری فرما دیا تھا۔ کچھ دن بعد "بنی جرہم" کا قبیلہ اس طرف آیا اور چشمہ دیکھ کر وہیں آباد ہو گیا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی شادی اسی قبیلہ میں ہوئی۔ آنحضرتؐ حضرت اسمٰعیلؑ ہی کی اولاد سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو نبی اور رسول بنایا تاکہ بنی جرہم کو راہ راست دکھائیں اور ان کو ابراہیمی دین اور شریعت کا پیرو بنائیں ۔۔۔ حضرت اسمٰعیلؑ میں وعدہ پورا کرنے کی صفت بہت نمایاں تھی۔ اس کے بارے میں مفسرین نے بہت سے واقعات لکھے ہیں۔ قرآن مجید میں ان کے ذبح کئے جانے کا جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس میں بھی یہ صفت نمایاں ہے۔ انھوں نے حضرت ابراہیمؑ سے عرض کیا کہ "آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کیجئے۔ انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے"، چنانچہ انھوں نے صابر رہنے کا جو وعدہ کیا تھا اس کو حیرت انگیز طریقہ پر پورا کر دکھایا۔ سارے پیغمبروں کی طرح حضرت اسمٰعیلؑ کا حال یہ تھا کہ وہ سب لوگوں کو اور خاص کر اپنے گھر والوں کو شریعت کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیتے تھے اور خاص کر نماز اور زکوٰۃ کے لئے زیادہ تاکید فرمایا کرتے تھے غرض یہ کہ حضرت اسمٰعیلؑ بہت سی صفات اور خوبیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ تھے۔

(۲) حضرت ادریسؑ بڑے صداقت پرست تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی بنایا تھا اور معرفت اور قرب کے بڑے اونچے مقام پر سرفراز فرمایا تھا۔ حضرت ادریسؑ حضرت نوحؑ سے بھی پہلے گزرے ہیں۔ لکھا ہے کہ حضرت ادریسؑ کئی چیزوں کے موجد ہیں۔ حساب کا علم سب سے پہلے انھوں نے نکالا۔ قلم سے لکھنا شروع کیا۔ کپڑے سینے کا طریقہ نکالا۔ ترازو، اوزان اور پیمانے بنائے۔ اور چند جنگی ہتھیار بھی ایجاد کئے۔

حضرت ادریسؑ کے بارے میں بہت سی عجیب و غریب باتیں مشہور ہیں لیکن ابن کثیر نے ایسی سب روایتوں پر تنقید کی ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

(۳) گزشتہ رکوعوں میں جن دس پیغمبروں کا ذکر ہوا، ظاہر ہے کہ وہ سب حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں، اور حضرت ادریسؑ کے سوا باقی سب ان حضرات کی اولاد بھی ہیں جو حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار تھے۔ ان میں بعض حضرات ابراہیمؑ کی اولاد ہیں جیسے حضرت اسمٰعیلؑ حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ اور بعض اسرائیل یعنی حضرت یعقوبؑ کی نسل سے ہیں جیسے حضرت موسیٰؑ حضرت ہارونؑ حضرت زکریاؑ حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ۔

یہ سب حضرات وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا، راہ راست پر چلنے کی ہدایت کی اور نبوت کے لئے منتخب فرمایا ۔۔۔ باوجود اس بلند مرتبہ کے ان حضرات کا حال یہ تھا کہ بندگی کے مقام کو نہیں بھولے تھے۔ بلکہ اس میں بھی کامل تھے کلام الٰہی کو سن کر ان پر رقت طاری ہو جاتی تھی سجدے میں گر پڑتے تھے، روتے اور گڑگڑاتے تھے، اپنی بندگی اور حق تعالیٰ کی عظمت کا اعتراف کرتے تھے۔ اس آیت پر سجدہ کرنا چاہیئے اور رونا چاہیئے حدیث شریف میں ہے کہ اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بنائے۔

(۴) یعنی ان سارے پیغمبروں نے خدا پرستی اور نیک عملی کی دعوت دی تھی اور اپنے عمل سے لوگوں کے سامنے اعلیٰ نمونہ قائم کیا تھا لیکن افسوس کہ ان بزرگوں کے بعد جو لوگ پیدا ہوئے ان میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے جنھوں نے دین کو پس پشت ڈال دیا، عبادت الٰہی سے غافل ہو گئے اور نماز کو جو بڑی اہم عبادت ہے بھلا دیا اور ضائع کر دیا بہت سے تو ایسے ہیں جو نماز کو فرض ہی نہیں مانتے۔ جو لوگ فرض مانتے ہیں ان میں بہت سے پڑھتے ہی نہیں اور جو پڑھتے ہیں تو ان میں بہت سے ایسے ہیں جو ٹھیک طور پر نہیں پڑھتے غرض یہ کہ یہ سب گمراہ ہیں اور نماز کو ضائع کرنے والے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے درجے کی گمراہی کے لحاظ سے سزا بھگتے گا۔

(١) لیکن اللہ تعالٰی کی جرم سے کسی کو مایوس نہ ہونا چاہیئے اس کی رحمت بہت وسیع ہے اور اس کا دروازہ سب کے لئے کھلا ہوا ہے۔ شرط یہ ہے کہ آدمی کو اپنی کمزوری کا احساس ہو، شرک اور گناہ سے توبہ کرے ایمان لائے اور نیک عمل کی زندگی گزارے۔ ایسے لوگ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ ان کو اطمینان رکھنا چاہیئے کہ ان کی حق تلفی نہ ہوگی اور ان کے ایمان و عمل کا پورا پورا بدلا ان کو دیا جائے گا۔

(٢) یعنی یہ لوگ جنت وغیرہ پر صرف پیغمبروں کے کہنے سے بغیر دیکھے ایمان لائے تھے۔ تو اللہ تعالٰی نے بھی جنت میں ان کے لئے ایسی نعمتیں رکھی ہیں جن کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور کسی کان نے نہیں سنا۔ ایسا یقینی وعدہ فرمایا جس کا پورا ہونا ضروری ہے۔

شَیْـًٔا ﴿٦٠﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨالَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَیْبِ ؕ

کیا جائے گا (١) (یعنی) ہمیشگی کی جنت جس کا (خدائے) رحمٰن نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ کیا ہے

اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا ﴿٦١﴾ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا اِلَّا

بلاشبہ اس کا وعدہ ضرور سامنے آنے والا ہے اس (جنت) میں جنتی سلام کے سوا کوئی بیہودہ کلام

سَلٰمًا ؕ وَ لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا ﴿٦٢﴾ تِلْكَ

نہ سنیں گے اور وہاں صبح و شام ان کا رزق برابر ان کو ملے گا یہی وہ جنت

الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِیًّا ﴿٦٣﴾

ہے جس کا ہم اپنے بندوں میں سے ایسے شخص کو مالک بنائیں گے جو پرہیزگار ہو گا (٢)

وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا وَ مَا

اور ہم (یعنی فرشتے) تمہارے پروردگار کے حکم کے بغیر نہیں اترتے جو کچھ ہمارے سامنے ہے اور جو کچھ

خَلْفَنَا وَ مَا بَیْنَ ذٰلِكَ ۚ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ نَسِیًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ

ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے وہ سب اسی کا ہے اور تمہارا پروردگار بھولنے والا نہیں (٣) (وہی)

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَ اصْطَبِرْ

آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا پروردگار ہے تو اسی کی عبادت کرو اور اسی کی عبادت

لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا ﴿٦٥﴾ ع وَ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ

پر ثابت قدم رہو بھلا تم کوئی اس کا ہم نام جانتے ہو (٤) اور (غافل) انسان کہتا ہے کہ جب

ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَیًّا ﴿٦٦﴾ اَوَ لَا یَذْكُرُ الْاِنْسَانُ

میں مر جاؤں گا تو کیا زندہ کر کے نکالا جاؤں گا؟ کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ ہم نے

اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ یَكُ شَیْـًٔا ﴿٦٧﴾ فَوَ رَبِّكَ

اس کو پہلے بھی تو پیدا کیا تھا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا (٥) تو (اے پیغمبر) تمہارے پروردگار

جنت میں کوئی لغو اور بیہودہ بات نہیں ہوگی بلکہ فرشتوں اور ایمان والوں کے سلام کی صدائیں سنائی دیں گی جنتیوں کو جنت میں صبح و شام روزی ملا کرے گی۔

شاید صبح اور شام اس لئے فرمایا کہ دنیا میں کھانے کے یہی اوقات ہیں۔ ورنہ جنت میں جنتی جب چاہیں گے اور جو چاہیں گے ملے گا۔ جنت کی صبح و شام کی کیفیت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

اللہ تعالٰی نے حضرت آدمؑ اور حضرت حوا کو جنت عطا فرمائی تھی اور ان کو اس کا مالک بنایا تھا۔ وہ دونوں اللہ تعالٰی کے برگزیدہ بندے تھے۔ ان کی اولاد میں سے جو لوگ ان کے طریقے پر چلیں گے اور پرہیزگاری کا راستہ اختیار کریں گے وہ جنت کو میراث میں پائیں گے۔

(٣) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے حضرت جبریلؑ سے خواہش ظاہر فرمائی کہ وہ وحی لے کر جلد جلد آیا کریں۔ اس کا جواب اس آیت میں اس طرح دیا گیا ہے کہ جبریلؑ کہتے ہیں کہ ہم (یعنی فرشتے) پروردگار کے زیر فرمان ہیں اور اسی کے حکم سے اترتے اور وحی پہنچاتے ہیں۔ ہم میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں کہ اپنی خوشی سے وحی لے کر دوڑ جائے۔ زمان و مکان (یعنی ماضی، مستقبل، حال اور آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے) سب کا مالک وہی ہے اور ہر چیز سے واقف ہے۔ وہی بہتر جانتا ہے کہ کس وقت وحی بھیجنا مناسب ہے۔ اس کی بارگاہ میں بھول چوک اور غفلت و نسیان کا گزر نہیں۔

ع ١٥

(٤) جب اللہ تعالٰی ہی آسمان و زمین کا اور جو کچھ ان کے اندر ہے سب کا خالق و مالک اور پروردگار ہے تو ہر انسان کو چاہیئے کہ اسی کی عبادت کرے، ہمیشہ کے لئے اسی کی عبادت پر قائم ہو جائے اور اس کی عبادت کی راہ میں جو کچھ پیش آئے اسے جھیلتا رہے۔ کیا کسی انسان کے علم میں کوئی اور ہستی ایسی ہے جو اس کی ہم نام اور ہم صفت ہو؟ جب اس جیسا کوئی نہیں ہے تو ان لوگوں کی عقلوں کو کیا کہا جائے جو اس پروردگار عالم کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کی پوجا کرتے ہیں۔

منزل ٤

(٥) گزشتہ رکوع میں ایمان والوں کی جزا کا ذکر کیا تھا کہ وہ جنت میں رہیں گے۔ اس کے مقابل اس رکوع میں ان لوگوں کا حال بیان کیا جاتا ہے جو سرے سے آخرت کی زندگی ہی کے منکر ہیں۔ پھر ان کی عبرت کے لئے اس حالت کا نقشہ کھینچا ہے جو آخرت میں ان کو پیش آنے والی ہے ۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ انسان آخرت کی زندگی کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب میں مر کر مٹی میں مل جاؤں گا تو کیا پھر زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا؟ یہ بات بڑی عجیب سی معلوم ہوتی ہے" انسان کے تعجب کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالٰی نے اپنی قدرت کاملہ کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ انسان اپنی پہلی حالت پر غور نہیں کرتا ہم نے اس کو پیدا کیا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔ تو کیا ہم انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا نہیں کر سکتے ہیں؟ یقیناً کر سکتے ہیں۔

لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ
تو قسم ہم ان کو اور ان کے ساتھ سارے شیطانوں کو ضرور اکٹھا کریں گے پھر ان سب کو دوزخ کے گرد اس حالت میں حاضر کریں گے
جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى
کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے پھر ہر گروہ میں سے ان لوگوں کو (چن چن کر) الگ کر لیں گے جو (خدائے) رحمٰن سے
الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا
سخت سرکشی کیا کرتے تھے پھر (دیکھو) ہم ایسے لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو دوزخ میں جانے کے
صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا
زیادہ مستحق ہیں (١) اور (یاد رکھو) تم میں سے کوئی بھی نہیں جو اس پر سے گزرنے والا نہ ہو یہ تمہارے پروردگار پر لازم ہے
مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ
طے شدہ امر ہے پھر ہم ان لوگوں کو نجات دیں گے جو پرہیزگار رہے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے
فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ
بل پڑا چھوڑ دیں گے (٢) اور (دیکھو) جب ان لوگوں کو ہماری واضح آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ
تو جو لوگ منکر ہیں وہ ایمان والوں سے کہتے ہیں کہ (یہ تو بتاؤ کہ) دونوں فریقوں میں سے مکان
مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ
کس کے بہتر اور مجلسیں کس کی اچھی ہیں اور (دیکھو) ہم نے ان سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر دیا
هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿٧٤﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ
جو ساز و سامان اور نمود میں ان سے کہیں اچھی تھیں (٣) (اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ جو لوگ گمراہی میں پڑے
فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ
تو (خدائے) رحمٰن ان کو ڈھیل دیتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ اس بات کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے

(١) یاد رکھو: ایسا ضرور ہو گا کہ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو اٹھا کر حشر کے میدان میں جمع کرے گا۔ اور ان کے ساتھ ان کے شیطانوں کو بھی اکٹھا کرے گا جن کی وہ پیروی کیا کرتے تھے۔ پھر جب دوزخ کو ان کے سامنے لایا جائے گا تو سب کے سب دہشت کے مارے گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔

پھر جو لوگ زیادہ سرکش اور نافرمان رہے ہوں گے ان کو عام لوگوں سے الگ کر لیا جائے گا اور ان کو دوسروں سے پہلے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہے جو سرغنہ ہونے کی وجہ سے دوزخ میں ڈالے جانے کے زیادہ سزاوار ہیں۔

(٢) اللہ تعالیٰ قسم کھا چکا ہے اور فیصلہ کر چکا ہے کہ ہر انسان۔ مؤمن ہو یا کافر، نیک ہو یا بد، ضرور بالضرور دوزخ پر سے گزرے گا یعنی اس راستے سے گزرے گا جس کو عام لوگ 'پل صراط' کہتے ہیں۔ پھر ایمان والے تو اپنے اپنے درجے کے لحاظ سے وہاں سے صحیح سلامت گزر جائیں گے اور گنہگار الجھ کر دوزخ میں گر پڑیں گے۔ پھر ایمان والے گنہگار تو انبیاء اور اولیاء کی شفاعت سے اور خود اللہ تعالیٰ کے فضل سے دوزخ سے نکل جائیں گے۔ لیکن مشرک اور کافر اسی میں پڑے رہیں گے۔

(٣) کافروں کے نزدیک حق اور باطل کا معیار خوش حالی، عیش و آرام اور عزوجاہ ہے۔ یہی وجہ ہے جب قرآن مجید کی وہ آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جن میں مؤمنوں کا اچھا اور کافروں کا برا انجام صاف صاف بیان کیا گیا ہے تو کافر مؤمنوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "ہماری اور تمہاری زندگی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ تم مفلس اور بے سروسامان ہو اور ہمارے مکانات عالی شان اور اعلیٰ درجے کے ساز و سامان سے آراستہ ہیں اور ہماری محفلیں شان و شوکت کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ اسی سے اندازہ کرو کہ کون خدا کا پیارا ہے۔ اگر ہم اس کے پیارے نہ ہوتے تو وہ ہم کو اس طرح برتری کیوں عطا فرماتا۔"

اس غلط دلیل کے جواب میں فرمایا کہ دولت اور اقتدار پر گھمنڈ کرنا اور اس کو مقبولیت کی نشانی سمجھنا سخت غلطی ہے۔ تاریخ کی ورق گردانی کرو۔ تم دیکھو گے کہ دنیا میں کئی قومیں ایسی گزری ہیں جو سامان اور شان و شوکت کی نمود کے لحاظ سے تم سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں لیکن وہ تباہ و برباد ہو گئیں آج ان کا نام لیوا دنیا میں کوئی نہیں۔

إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ

(یعنی) عذاب یا (قیامت کی) گھڑی تو ان کو معلوم ہو گا کہ کس کا مکان

مَّكَانًا وَأَضْعَفُ جُندًا ﴿٧٥﴾ وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا

برا ہے اور کس کا جتھا کمزور ہے (۱) اور جو لوگ ہدایت پر ہیں اُن کو اللہ اور زیادہ

هُدًى ۗ وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا

ہدایت دیتا ہے اور نیکیاں (ہمیشہ) باقی رہنے والی ہیں وہ تمہارے پروردگار کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بہتر ہیں

وَخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾ أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ

اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں (۲) (اے پیغمبر) بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں سے انکار کیا اور کہا کہ (یقینا)

لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا ﴿٧٧﴾ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِندَ

مجھ کو (آخرت میں بھی) مال اور اولاد دی جائے گی کیا اس نے غیب کی خبر پالی ہے یا (خدائے) رحمٰن کے پاس

الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ

(سے کوئی) وعدہ لے لیا ہے ہرگز نہیں (اچھا) یہ جو کچھ کہتا ہے عنقریب ہم اس کو لکھ لیں گے اور

مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾ وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا

اس کے لئے عذاب بہت زیادہ کرتے جائیں گے اور جن چیزوں کا یہ دعویٰ کرتا ہے ان کے ہم ہی وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس

فَرْدًا ﴿٨٠﴾ وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ

تنہا آئے گا (۳) اور (دیکھو) ان لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں تاکہ وہ ان کے لئے (باعث

عِزًّا ﴿٨١﴾ كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ

عزت ہوں ہرگز نہیں! وہ تو (قیامت کے دن) ان کی عبادت سے صاف انکار کر جائیں گے اور (الٹے) ان کے

عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى

مخالف ہو جائیں گے (۴) (اے پیغمبر) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر

ع ۵/۱۷ ۸

---

(۱) اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ اس نے انسان کو فکر و عمل کی آزادی بخشی ہے۔ پھر پیغمبروں کے ذریعہ وہ نیکی اور بدی کی دونوں راہیں واضح کر دیتا ہے۔ اب اس کے بعد جو لوگ جان بوجھ کر گمراہ ہوں اور بدی کا راستہ اختیار کریں، ان کو اللہ تعالیٰ جو رحمٰن ہے، ایک دم سزا نہیں دیتا بلکہ ڈھیل اور مہلت دیتا ہے کہ یہ لوگ کسی وقت ہوشیار ہوں اور اپنی حالت درست کریں۔ قریش مکہ اور دوسرے مغرور کافروں کی تنبیہ کے لئے اس آیت میں فرمایا کہ حق و باطل کا معیار دنیوی دولت و اقتدار اور عیش و آرام نہیں بلکہ ہدایت اور ضلالت ہے۔ لیکن ان مغروروں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کو قانون امہال کے تحت ڈھیل ملی ہوئی ہے۔ اگر یہ اپنی سرکشی اور گمراہی پر اسی طرح اڑے رہے تو پھر یقیناً وہ اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ یا تو دنیا میں پکڑے جائیں گے یا قیامت کے بعد عذاب بھگتیں گے۔ اس وقت ان پر سرکشی اور غرور کی حقیقت کھلے گی اور ان کو پتہ چلے گا کہ دونوں فرقوں میں سے کس کا ٹھکانہ برا ہے اور کس کا جتھا کمزور ہے۔ ان کا یا ایمان والوں کا؟

(۲) گمراہوں کے مقابلہ میں ہدایت یافتہ لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ توفیق الٰہی ہمیشہ ان کے شامل حال ہوتی ہے اور ان کے دل کی روشنی بڑھتی رہتی ہے جس کی بدولت وہ نیک عملی کی راہ پر نہایت استواری کے ساتھ گامزن رہتے ہیں۔

ایمان اور عمل کی یہ نیکیاں ہی حقیقت میں وہ چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہوں گی اور ہمیشہ باقی رہیں گی اور جن کا نہایت اچھا بدلا اس کے پاس سے ملے گا۔

(۳) لکھا ہے کہ حضرت خباب بن ارت لوہار کا کام کرتے تھے۔ ان کی کچھ مزدوری عاص بن وائل کے ذمہ واجب الادا تھی۔ انھوں نے تقاضا کیا تو کہا کہ اسلام سے پھر جاؤ تو مزدوری دیتا ہوں۔ حضرت خباب نے جواب دیا کہ تو مر کر دوبارہ زندہ ہو جائے، جب بھی اسلام سے نہیں پھر سکتا۔ اس پر کہنے لگا کہ اگر میں مر کر دوبارہ زندہ ہونے والا ہوں جیسا کہ تم کہتے ہو تو جبھی میرے پاس آنا اس وقت بھی مجھ کو مال و اولاد وغیرہ سب کچھ ملے گا۔ اسی وقت میں تمہاری مزدوری بھگتا دوں گا۔

اس گستاخانہ اور مغرورانہ دعوے کی تردید کرتے ہوئے اس آیت میں فرمایا کہ کیا اس کو غیب کی کوئی خبر مل گئی ہے یا اس نے خدائے رحمٰن سے کوئی عہد لے لیا ہے جو اس یقین کے ساتھ دعویٰ کر رہا ہے کہ آئندہ زندگی میں اس کو مال و اولاد وغیرہ سب کچھ ملے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ مغرور دولت اور جتھے کے نشے میں ایسا دعویٰ کرتا ہے جو سراسر غلط ہے۔ اس سرکش کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس کا یہ مغرورانہ دعویٰ لکھ لیا گیا ہے اور اس کی سزا میں اس کے لئے عذاب زیادہ کر دیا جائے گا۔ اور یہ مال و اولاد جو اس زندگی میں اس کے پاس ہے اور جس پر وہ مغرور ہے وہ بھی اس سے چھین لیا جائے گا اور وہ تن تنہا اللہ تعالیٰ کے حضور میں جواب دہی کے لئے حاضر ہوگا۔

(۴) یعنی ان سرکشوں کو مال اور جتھے کے علاوہ ان معبودوں کا بھی گھمنڈ ہے جن کو یہ پوجتے ہیں اور جن کی خاطر اللہ تعالیٰ کو جو حقیقی معبود ہے چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ قیامت کے دن ان کے معبود ان کے کام آئیں گے اور اللہ تعالیٰ کے پاس سفارش کر کے ان کو بڑے بڑے درجے دلائیں گے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ان کا خیال خام ہے۔ یہ جھوٹے معبود ان سرکشوں کی مدد تو کیا کریں گے، الٹے ان کو جھٹلائیں گے، ان کے مخالف ہو جائیں گے اور ان کی پوجا ہی کا انکار کر دیں گے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے فرمایا کہ ان سرکشوں نے جان بوجھ کر پیغام الٰہی کو ٹھکرایا اور گمراہی کا راستہ اختیار کیا۔ اب ان کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی رسی ڈھیلی چھوڑ دی ہے اور شیطانوں کو ان کے پیچھے لگا دیا ہے جو ہمیشہ ان کو گمراہی اور بداعمالی پر اکساتے رہتے ہیں۔ ان حالات میں ان کے لئے عذاب کی جلدی کرنے کی ضرورت نہیں۔ مقررہ وقت پر ان کو سزا ملے گی۔ ان کے اعمال ایک ایک کر کے لکھے جا رہے ہیں اور ان کے دن گنے جا رہے ہیں۔ وقت آنے پر سب ان کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے اور ان کو سزا دی جائے گی ـــ (۲) یعنی ان سرکشوں اور مجرموں کو اس دن سزا دی جائے گی جس دن سب انسان اللہ تعالیٰ کے حضور میں جمع ہوں گے۔ ایمان والوں اور پرہیزگاروں کو تو خدائے

الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۖ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ

چھوڑ رکھا ہے کہ وہ انھیں برابر اکساتے رہتے ہیں تو تم ان پر (عذاب کے لئے) جلدی نہ کرو بلاشبہ ہم ان کی گنتی پوری

عَدًّا ﴿٨٤﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَّنَسُوْقُ

کر رہے ہیں (۱) جس دن ہم پرہیزگاروں کو (خدائے) رحمٰن کے حضور میں مہمانوں کی طرح جمع کریں گے اور گنہگاروں کو

الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا

دوزخ کی طرف پیاسے (جانوروں کی طرح) ہانک لے جائیں گے (اس دن) لوگ کسی کی سفارش کا اختیار نہ رکھیں گے مگر ہاں

مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ

وہی جس نے (خدائے) رحمٰن سے عہد لیا ہو (۲) اور (بعض) لوگ کہتے ہیں کہ (خدائے) رحمٰن نے ایک

وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ

بیٹا بنا رکھا ہے (ایسا کہنے والو یہ تو) تم بہت ہی بری بات زبان پر لائے قریب ہے کہ اس (بات) سے

يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾

آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں

اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ

کہ انھوں نے (خدائے) رحمٰن کی طرف بیٹا منسوب کیا (۳) حالانکہ (خدائے) رحمٰن کی شان نہیں کہ کسی کو

وَلَدًا ﴿٩٢﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ

بیٹا بنائے آسمانوں اور زمین میں جتنے بھی ہیں سب بندے بن کر اس کے سامنے آنے

عَبْدًا ﴿٩٣﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿٩٤﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ

والے ہیں (۴) اس نے (اپنی قدرت سے) انھیں گھیر رکھا ہے اور (اپنے علم سے) ایک ایک کو گن رکھا ہے اور قیامت کے دن سب

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اس کے سامنے اکیلے اکیلے حاضر ہوں گے (۵) بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے

رحمٰن کی جنت کی طرف مہمانوں کی طرح عزت کے ساتھ لے جایا جائے گا لیکن سرکشوں کو عذاب کے فرشتے دوزخ کی طرف اس طرح لے جائیں گے جس طرح پیاسے جانوروں کو گھیر کر اور ہانک کر پانی کی طرف لے جایا جاتا ہے۔

اس وقت ان مجرموں کی کوئی سفارش بھی نہ کر سکے گا کیونکہ اس دن شفاعت کا اختیار صرف ان ہی کو ہوگا جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہوگی جیسے انبیاء، اولیاء، صلحاء اور ملائکہ اور یہ حضرات بھی شفاعت انہی لوگوں کی کر سکیں گے جن کے حق میں شفاعت کا وعدہ کیا جا چکا ہے لیکن مشرکوں اور کافروں کے حق میں شفاعت کا وعدہ نہیں کیا گیا ہے۔ اس لئے ان کے لئے کوئی سفارش نہ کر سکے گا۔

وقف لازم

(۳) بعض انسان اتنے گستاخ ہیں کہ وہ پروردگار عالم کی عظمت اور شان کا لحاظ نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ اللہ بیٹا اور بیٹیاں رکھتا ہے۔ جیسے یہودی کہ حضرت عزیرؑ کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو ابن اللہ مانتے ہیں۔ بعض مشرک فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے ہیں۔

حقیقت میں یہ بات اتنی بھاری اور ایسی سخت ہے کہ اگر اس پر آسمان پھٹ جائے، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ڈھے جائیں تو کچھ بعید نہیں۔ مگر ان کمبختوں کے دل ایسے سخت ہو گئے ہیں کہ ایسی بھاری بات منہ سے نکالتے ہیں اور ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا یا بیٹی بنائے۔ ساری کائنات کے ساتھ اس کا تعلق یہ ہے کہ وہ سب کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے اور سب اس کے بندے ہیں۔ لہٰذا جن کو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا بیٹا یا بیٹیاں بتاتے ہیں جیسے حضرت عزیرؑ، حضرت عیسیٰؑ اور فرشتے، وہ سب بھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اس کے سامنے بندگی کا اعتراف کرتے ہیں ـــ جب صورت حال یہ ہے تو اللہ تعالیٰ کے عاجز بندوں کو اس کا بیٹا بتانا ایک بہتان عظیم نہیں تو اور کیا ہے۔ پھر یہ کہ جو ساری کائنات کا خالق اور پروردگار ہے۔ اس کے لئے

منزل ۴

بیٹا بیٹی کی احتیاج ثابت کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ رہا کفارہ کا فلسفہ جس کے لئے عیسائیوں نے ابنیت مسیح کا عقیدہ گھڑا ہے تو وہ اس لئے غلط اور بے ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ خود رحمٰن و رحیم ہے حضرت عیسیٰؑ کی قربانی کے بغیر وہ خود اپنے بندوں کے گناہ بخش سکتا ہے چنانچہ قرآن مجید نے توبہ کا اصول پیش کر کے اس پیچیدہ مسئلہ کو نہایت آسانی سے حل کر دیا ہے ـــ (۵) اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے سب کو گھیر رکھا ہے اور اپنے علم سے سب کو گن رکھا ہے۔ کوئی اس کے علم اور قبضہ قدرت سے باہر نہیں ہے اس لئے کوئی اس کی گرفت سے بچ کر نہیں جا سکتا چنانچہ قیامت کے دن وہ سب کو جمع کرے گا اور اس دن ہر شخص تن تنہا اس کے حضور میں حاضر ہوگا

سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ
(خدائے) رحمٰن ان کیلئے (دلوں میں) محبت پیدا کردے گا (۱) (اے پیغمبر) ہم نے یہ قرآن تمہاری زبان میں آسان کیا ہے تاکہ تم اس کے ذریعے
بِهِ الْمُتَّقِیْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ
پرہیزگاروں کو خوشخبری سنا دو اور جھگڑا کرنے والے لوگوں کو آگاہ کردو اور ان سے پہلے ہم نے بہت سی قوموں کو
مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾
ہلاک کردیا ہے کیا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا کہیں ان کی بھنک سنتے ہو (۲)

سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ (۲۰)

سورہ طٰہٰ (۳) مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

طٰهٰ ﴿۱﴾ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى ﴿۲﴾ اِلَّا تَذْكِرَةً
طٰہٰ (اے محمدؐ) ہم نے تم پر یہ قرآن اس لئے نہیں نازل کیا کہ تم تکلیف اٹھاؤ بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کے لئے
لِّمَنْ یَّخْشٰى ﴿۳﴾ تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ
(نازل کیا ہے) جو (اللہ سے) ڈرتا ہے یہ اس (ذات) کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو
الْعُلٰى ﴿۴﴾ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴿۵﴾ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
پیدا کیا (۴) (وہ خدائے) رحمٰن (ہے) جو عرش پر جلوہ فرما ہوا اور جو کچھ آسمانوں اور زمین
وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا وَ مَا تَحْتَ الثَّرٰى ﴿۶﴾ وَ اِنْ
میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور جو کچھ (گیلی) مٹی کے نیچے ہے سب اسی کا ہے اور اس کے
تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰى ﴿۷﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ
(کوئی ضرورت نہیں کہ) اگر تم پکار کر کوئی بات کہو تو وہ تو چھپے بھید اور نہایت پوشیدہ بات تک کو جانتا ہے (وہ) اللہ (ہے کہ) اس کے سوا

منزل ۴

(۱) اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو پہلے حضرت جبریلؑ کو خبر دیتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو۔ حضرت جبریلؑ آسمانوں میں اس کا اعلان کر دیتے ہیں پھر اس کی محبت زمین پر اترتی ہے اور لوگ اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب عرب کے وحشی مدینہ طیبہ کی تعلیم گاہ سے تربیت پاکر نکلے اور اسلام کے مذہبی، اخلاقی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی اصولوں سے آراستہ ہوکر اطراف کے ملکوں یعنی ایران، شام اور مصر کی جانب روانہ ہوئے تو بعض بعض مقامات پر نوبت یہ کہ جنگ کی نوبت نہ آئی بلکہ لوگوں نے ان کا استقبال کیا، قلعوں کے دروازے کھول دیئے اور خوشدلی سے اطاعت قبول کرلی، کیونکہ عربوں کی فوج ان لوگوں کے لئے نجات دہندہ ثابت ہوئی۔

(۲) قرآن مجید کے نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آنحضرتؐ ایمان والوں اور پرہیزگاروں کو دنیا اور آخرت میں کامیابی کی خوشخبری سنادیں، جیسا کہ اوپر کی آیت میں سنائی۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کا یہ کام بھی ہے کہ سرکشوں، نافرمانوں اور جھگڑالو لوگوں کو انکار اور سرکشی کے نتیجے سے خبردار کردیں۔ چنانچہ فرمایا کہ ان سرکشوں سے پہلے بہت سی قومیں گزر چکی ہیں جن کو عذاب الٰہی نے پاداش عمل میں اس طرح ہلاک کردیا کہ اب ان کا نام و نشان بھی کہیں باقی نہیں۔ لہٰذا اگر یہ لوگ سرکشی سے باز نہ آئے تو وہ دن دور نہیں جبکہ یہ بھی حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے جائیں گے۔

ع ۶ / ۱۶ / ۹

(۳) یہ سورت مکی ہے۔ یہ سورت 'طٰہٰ' کے لفظ سے شروع ہوتی ہے اسی سے اس کا نام سورۂ 'طٰہٰ' ہے۔ اس سورت کے بارے میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے بہنوئی سے اس کے ابتدائی حصے کو سنا جو پہلے سے مسلمان ہوچکے تھے۔ حضرت عمرؓ اس کی فصاحت و بلاغت اور معنویت سے اتنے متاثر ہوئے کہ ان پر ایک کیفیت طاری ہوگئی اور فوراً آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

(۴) قریش کے سردار خود بھی آنحضرتؐ کی رسالت پر ایمان نہیں لاتے اور دوسروں کو بھی روکتے تھے آنحضرتؐ جو رحمۃ للعالمین بناکر بھیجے گئے تھے اپنے وطن والوں کی گمراہی اور ضد کو دیکھ کر بے حد رنجیدہ ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ کہ آپ ذکر الٰہی اور مکالمۂ الٰہیہ کے ذوق و شوق میں دیر تک تہجد کی نماز میں قرآن مجید تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ کافروں میں سے کسی نادان نے اس کا مذاق اڑایا اور کہا کہ قرآن کی وجہ سے تو محمد (صلعم) سخت مصیبت میں پڑ گئے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ پہلے تو لوگوں کے دلوں میں آنحضرتؐ کی رسالت کا یقین پیدا کرنے کے لئے قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے پر زور دیا۔ پھر آپؐ کی تسلی اور کافروں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ قرآن مجید کے نازل کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ لوگوں کے ایمان نہ لانے پر تم رنج کرو اور کثرت تلاوت سے اپنے جسم کو تکلیف میں ڈالو۔ یہ تو لوگوں کی نصیحت کے لئے نازل کیا گیا ہے لیکن اس سے وہی لوگ نصیحت حاصل کریں گے جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور آخرت کے عذاب کا ڈر ہے۔ لہٰذا لوگوں کے ایمان نہ لانے پر تم زیادہ رنجیدہ مت ہو اور آرام کا لحاظ رکھ کر قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو۔

(۱) اوپر کی آیت میں فرمایا تھا کہ قرآن مجید اس کی طرف سے نازل ہوا ہے جو آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس مناسبت سے اللہ تعالیٰ کی چند صفات بیان فرما کر توحید کی تعلیم دی۔ یعنی جس نے قرآن مجید نازل کیا اور جو آسمان و زمین کا مالک ہے اس کی چند اور صفات سنو۔ وہ رحمن ہے اور عرش پر جلوہ فرما ہے۔ یہ اس کی رحمت ہی ہے کہ اس نے بندوں کی ہدایت کے لئے عرش سے قرآن مجید نازل کیا۔ آسمان، زمین اور ساری کائنات کا مالک ہے۔ اس کا علم سب کو محیط ہے اور وہ ظاہر اور پوشیدہ سب کو جانتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ ساری اچھی صفات کا سرچشمہ اسی کی ذات ہے، سارے اچھے نام اسی کے ہیں اور اس کا اسم ذات اللہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہی سارے کمالات اور صفات کا سرچشمہ ہے تو تنہا وہی عبادت کا مستحق ہے اور اس کے سوا کوئی دوسرا ہرگز عبادت کا حقدار نہیں ہو سکتا۔

اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝۸ وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝۹
کوئی معبود نہیں اس کے اچھے (اچھے) نام ہیں (۱) اور (اے پیغمبر) کیا تمھیں موسیٰ (کے واقعہ) کی خبر پہنچی ہے
اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ
جبکہ انھوں نے (مدین سے آتے ہوئے) آگ دیکھی تو اپنے گھر کے لوگوں سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے شاید اس میں
اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝۱۰ فَلَمَّاۤ
سے تمھارے پاس کوئی انگارہ لے آؤں یا آگ کے پاس راستے کا پتہ مجھ کو مل جائے (۲) تو جب موسیٰ
اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ۝۱۱ اِنِّيْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ
آگ کے پاس پہنچے تو (اللہ کی طرف سے) آواز دی گئی اے موسیٰ! میں تمھارا پروردگار ہوں پس تم اپنی جوتیاں اتار دو
اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝۱۲ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ
کیونکہ تم طویٰ کے مقدس میدان میں ہو اور میں نے تم کو (نبوت کیلئے) منتخب کیا ہے تو جو وحی کی جاتی ہے
لِمَا يُوْحٰى ۝۱۳ اِنَّنِيْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ
اسے غور سے سنو (۳) بلاشبہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری ہی عبادت کرو
وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝۱۴ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا
اور میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو بلاشبہ (قیامت کی) گھڑی آنے والی ہے میں چاہتا ہوں اس کو پوشیدہ رکھوں
لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ۝۱۵ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا
تاکہ ہر شخص جو کوشش کرے اس کو اس کا بدلا دیا جائے (۴) تو (دیکھو ایسا نہ ہو کہ) جو شخص اس پر ایمان نہیں رکھتا
مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ۝۱۶ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ
اور اپنی خواہش کے پیچھے چلتا ہے (کہیں) تم کو اس (پر یقین رکھنے) سے روک دے اور تم ہلاک ہو جاؤ اور (اے موسیٰ) یہ تمھارے داہنے ہاتھ
يٰمُوْسٰى ۝۱۷ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا
میں کیا ہے؟ انھوں نے کہا یہ میری لاٹھی ہے میں اس کا سہارا لیتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے

(۲) آنحضرتؐ کی نبوت کے دعوے کی تائید، آپؐ کی تسلی اور مخالفوں کی تنبیہ کے لئے حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی کشمکش کا حال سنایا اور اس کے نتیجے کی طرف توجہ دلائی۔

مصر میں حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ سے ایک قبطی (یعنی فرعون کی قوم کا ایک آدمی) غلطی سے مر گیا تھا۔ ڈر کے مارے حضرت موسیٰؑ مصر سے نکل کھڑے ہوئے اور چلتے چلتے شام کے ملک میں مدین پہنچے۔ وہاں حضرت شعیبؑ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت شعیبؑ نے اپنے پاس ٹھہرنے کی دعوت دی۔ مختصر یہ کہ دونوں میں معاہدہ ہوا اور حضرت موسیٰؑ کئی برس تک مدین میں رہے۔ اسی دوران میں حضرت شعیبؑ کی صاحبزادی سے ان کی شادی ہو گئی۔ جب مقررہ مدت پوری ہو گئی تو بیوی کو ساتھ لے کر مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ بیابان میں رات ہو گئی۔ سردی سخت تھی اور رات اندھیری راستہ بھول گئے۔ اسی پریشانی کے عالم میں کچھ فاصلہ پر آگ جلتی نظر آئی۔ جو حقیقت میں نورِ حق کی تجلی تھی۔ بیوی سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو میں جاتا ہوں آگ لے آؤں گا یا وہاں کوئی آدمی ملا تو اس سے راستہ معلوم کر لوں گا۔

(۳) حضرت موسیٰؑ آگ لینے اور راستہ معلوم کرنے گئے تھے لیکن جب وہاں پہنچے تو وہ چیز ملی جو زندگی کی سب سے بڑی دولت ہے۔ بقول غالب (شعر)

خدا کی دین کا موسیٰؑ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

حضرت موسیٰؑ نے ایک غیبی آواز سنی جس نے اپنا تعارف یوں کرایا۔ "موسیٰ! میں تمھارا پروردگار ہوں" پھر ان کو ان کے مقام سے آگاہ کیا کہ "اس وقت تم طویٰ کے پاک میدان میں ہو۔ اس لئے باادب ہو اور جوتیاں اتار دو۔ اور دیکھو! میں نے تم کو نبوت اور رسالت کے لئے منتخب کیا ہے اس لئے جو کچھ بتاؤں اس کو غور سے سنو"۔

منزل ۴

حضرت موسیٰؑ کئی برس تک حضرت شعیبؑ کی صحبت میں رہے تھے، توحید اور معرفت الٰہی سے سرشار تھے، نزول وحی اور مکالمہ الٰہیہ کے اداشناس تھے غیبی آواز کے سنتے ہی سمجھ گئے کہ کیا مقام ہے اور کس کی آواز ہے۔ فوراً سنبھل گئے، اپنی قسمت پر نازاں ہوئے اور ہمہ تن گوش ہو کر سننے لگے۔ (۴) پیغام نبوت میں سب سے پہلے عقیدہ توحید کی تعلیم دی، کیونکہ یہ عقیدہ مذہب کا سنگ بنیاد ہے اور سارے الہامی مذہبوں میں مشترک ہے۔ پھر عبادت الٰہی پر کاربند رہنے کی تاکید فرمائی، اور خاص طور پر نماز کا ذکر کیا کہ نماز ذکر الٰہی کی نہایت مناسب شکل ہے۔ توحید اور عبادت کی تعلیم کے بعد قیامت کے آنے کا یقین حضرت موسیٰؑ کے دل میں پیدا کیا اور فرمایا کہ منشائے الٰہی یوں ہوا کہ قیامت کے آنے کا وقت لوگوں سے پوشیدہ رکھا جائے تاکہ دنیا کی

عَلٰى غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی (١٨) قَالَ اَلْقِهَا

تے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لئے اور بھی فائدے ہیں اللہ نے فرمایا کہ موسیٰ! اسے

یٰمُوْسٰی (١٩) فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی (٢٠) قَالَ خُذْهَا

(زمین پر) ڈال دو تو انھوں نے ڈال دیا پس اچانک (کیا دیکھتے ہیں کہ) وہ ایک سانپ ہے جو دوڑ رہا ہے اللہ نے فرمایا اس کو پکڑ لو

وَلَا تَخَفْ سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی (٢١) وَاضْمُمْ یَدَكَ

اور ڈرو نہیں ہم اس کو ابھی اس کی پہلی حالت پر کردیں گے (۱) اور (دیکھو!) تم اپنا ہاتھ

اِلٰی جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ اٰیَةً اُخْرٰی (٢٢)

اپنی بغل میں رکھو (پھر نکالو) وہ کسی عیب (اور بیماری) کے بغیر روشن (اور چمکتا دمکتا) نکلے گا (یہ) دوسری نشانی (ہوگی)

لِنُرِیَكَ مِنْ اٰیٰتِنَا الْكُبْرٰی (٢٣) اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ

تاکہ ہم اپنی (قدرت کی) بڑی (بڑی) نشانیاں تم کو دکھائیں (یہ نشانیاں لے کر) فرعون کے پاس جاؤ (اور اس کو نصیحت کرو) کیونکہ

اِنَّهٗ طَغٰی (٢٤) قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ (٢٥) وَیَسِّرْ لِیْٓ

اس نے سرکشی اختیار کی ہے (۲) موسیٰ نے کہا اے پروردگار! (اس کام کیلئے) میرا سینہ کھول دے اور میرا کام میرے لئے

اَمْرِیْ (٢٦) وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ (٢٧) یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ (٢٨)

آسان کردے اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں (۳)

وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ (٢٩) هٰرُوْنَ اَخِی (٣٠)

اور میرے گھر والوں میں سے (ایک کو) میرا وزیر (اور مددگار) بنادے (یعنی) ہارون (کو جو) میرا بھائی (ہے)

اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِیْ (٣١) وَاَشْرِكْهُ فِیْٓ اَمْرِیْ (٣٢) كَیْ نُسَبِّحَكَ

اس سے میری قوت کو مضبوط کر اور اسے میرے کام میں شریک کر تاکہ ہم (دونوں) خوب کثرت سے

كَثِیْرًا (٣٣) وَّنَذْكُرَكَ كَثِیْرًا (٣٤) اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا (٣٥)

تیری پاکی بیان کریں اور خوب کثرت سے تیرا ذکر کریں بلاشبہ تو ہم کو (ہر حال میں) دیکھ رہا ہے (۴)

(بقیہ تفسیر صفحہ ۵۶۰) زندگی میں لوگوں کے اعمال کی آزمائش ہو اور ان کو اپنی حالت سدھارنے کا موقع ملے۔ پھر ایک وقت خاص پر ہر شخص کو اس کے اعمال کا مناسب بدلا دیا جائے۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) حضرت موسیٰؑ کے معجزات میں دو معجزے بہت مشہور ہیں۔ لاٹھی کا سانپ بن جانا اور ہاتھ کا چمکنا۔ دین کی اصولی تعلیم کے بعد یہ دو معجزے عطا فرمانے کی کیفیت بیان فرمائی۔

عصا یعنی لاٹھی کے معجزے کا مظاہرہ کر کے بتایا گیا تاکہ حضرت موسیٰؑ پر اس کی کیفیت پوری طرح واضح ہوجائے اور ان کا ڈر نکل جائے جس کا بشریت کے لحاظ سے امکان تھا۔

(۲) دوسرا معجزہ یہ ہے کہ تم اپنا ہاتھ بغل میں لگا کر نکالو وہ نہایت روشن اور چمکتا دمکتا نظر آئے گا اور یہ کیفیت کسی عیب یا بیماری کی وجہ سے نہ ہوگی بلکہ قدرت الٰہی سے معجزہ کے طور پر ظاہر ہوگی۔

بہرحال ہماری بڑی نشانیوں میں سے دو نشانیاں یہ ہیں۔ ان کو لے کر فرعون کے پاس جاؤ اور اس کو نصیحت کرو کیونکہ وہ بہت سرکش ہوگیا ہے۔

ع ۲۲ / ۱۰

(۳) حضرت موسیٰؑ نے تبلیغ کی ذمہ داریوں اور دشواریوں کو محسوس کر کے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ پروردگار! میرا سینہ کھول دے اور میری ہمت بلند کردے کہ اس راہ کی دشواریوں سے کبیدہ خاطر نہ ہوں اور مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کروں۔ اور پروردگار ایسے اسباب مہیا کردے کہ میرا کام آسان ہوجائے۔

لکھا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی زبان میں لکنت تھی۔ اس لئے دعا کی کہ پروردگار! میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ صفائی سے گفتگو کرسکوں اور لوگوں کو اچھی طرح سمجھا سکوں۔

(۴) حضرت موسیٰؑ نے یہ بھی دعا کی کہ پروردگار! میرے بھائی ہارون کو نبی بنا کر میرا مددگار اور شریک کار بنادے اور ان سے مجھے قوت عطا فرما۔ آخر میں عرض کیا پروردگار! اگر تو نے میرے بھائی کو میرا شریک کار بنادیا تو ہم دونوں مل کر لوگوں کے سامنے تیری پاکی خوب بیان کریں گے اور تیرا نام خوب بلند کریں گے۔ تو ہمارے حال سے خوب واقف ہے۔ امید ہے کہ ہمارا اخلاص دیکھ کر میری التجا قبول فرمائے گا۔

(۱) حضرت موسیٰؑ کی التجا کے جواب میں ارشاد ہوا کہ موسیٰ! تمہاری درخواست قبول کی گئی اور جو کچھ تم نے مانگا وہ سب دیا گیا ہم تو پہلے بھی بے مانگے تم پر احسان کر چکے ہیں — ان آیات سے اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰؑ کو وہ احسانات یاد دلاتا ہے جو اس نے نبوت سے پہلے ان پر کئے تھے تاکہ ان کے دل کو قوت ہو اور وہ سمجھ لیں کہ جب نبوت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنے احسانات کئے اور مصیبتوں سے بچایا تو اب فرعون کے مقابلہ میں تو ضرور میری حفاظت اور مدد فرمائے گا —

قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يٰمُوسٰى ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ

اللہ نے فرمایا اے موسیٰ! تمہاری درخواست منظور کی گئی اور بلاشبہ ہم نے تو ایک دفعہ اور بھی

مَرَّةً أُخْرٰى ﴿٣٧﴾ إِذْ أَوْحَيْنَا إِلٰى أُمِّكَ مَا يُوحٰى ﴿٣٨﴾ أَنِ

تم پر احسان کیا تھا (۱) جبکہ ہم نے تمہاری ماں کو الہام کیا تھا جو تمہیں بتایا جاتا ہے (وہ یہ) کہ

اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ

(یعنی بچہ کو) صندوق میں رکھو اور صندوق کو دریا میں ڈال دے پس دریا صندوق کو کنارے پر

بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي وَعَدُوٌّ لَّهُ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ

ڈال دے گا (پھر) اس کو وہ شخص اٹھالے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور اس کا بھی دشمن ہے اور (اے موسیٰ) میں نے اپنی طرف سے

مَحَبَّةً مِّنِّي ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِي ﴿٣٩﴾ إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ

تم پر محبت ڈال دی (تاکہ لوگ تم پر مہربان ہوں) اور تاکہ میرے سامنے پرورش پاؤ (۲) یہ قصہ اس وقت کا ہے جبکہ تمہاری بہن (فرعون کے ہاں گئی)

هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنٰكَ إِلٰى أُمِّكَ كَيْ

اور کہنے لگی کیا میں تمہیں ایسی عورت کا پتہ دوں جو اسے پالے (اور پرورش کرے) تو (اس تدبیر سے) ہم نے تم کو تمہاری ماں کے پاس پہنچا دیا تاکہ

تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ

اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کھائے (۳) اور (دیکھو!) تم نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا تو ہم نے تم کو غم سے نجات دی

وَفَتَنّٰكَ فُتُونًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ۙ ثُمَّ

اور ہم نے تمہاری کئی بار آزمائش کی پھر تم کئی برس مدین والوں میں رہے پھر

جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوسٰى ﴿٤٠﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي ﴿٤١﴾ اذْهَبْ

اے موسیٰ! تم تقدیر سے (یہاں) آ پہنچے اور میں نے تم کو اپنے (کام کے) لئے منتخب کیا ہے (۴) تو اب تم

أَنْتَ وَأَخُوكَ بِاٰيٰتِي وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي ﴿٤٢﴾ اذْهَبَا إِلٰى

اور تمہارے بھائی دونوں ہماری نشانیاں لے کر (فرعون کے پاس) جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرو تم دونوں فرعون کے پاس

(۲) اس آیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو حضرت موسیٰؑ کی پیدائش کے وقت مصر میں پیش آیا تھا حضرت موسیٰؑ جب پیدا ہوئے تو وہ وقت تھا جبکہ فرعون کے حکم سے بنی اسرائیل کے لڑکے مار ڈالے جاتے تھے۔ اس لئے حضرت موسیٰؑ کی والدہ فکر میں پڑ گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ بچے کو صندوق میں رکھ کر صندوق دریا میں چھوڑ دینا چاہئے چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ صندوق دریا کی ایک شاخ میں بہتا ہوا شاہی باغ میں پہنچ گیا۔ صندوق کھولا گیا۔ تو اس میں ایک بچہ نکلا۔ فرعون کی نیک دل بیوی آسیہ نے اس کو فرعون کے سامنے پیش کر کے اس کو بیٹا بنانے کی اجازت لے لی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچہ ایسا ہنس مکھ تھا کہ جو دیکھتا تھا اس سے محبت کرتا تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں یہ حیرت انگیز انتظام فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ فرعون کے محل میں پرورش پانے لگے جو اللہ تعالیٰ کا دشمن تھا کہ خدائی کا دعویدار تھا اور حضرت موسیٰؑ کا بھی دشمن تھا کہ ان کی رسالت کو نہیں مانتا تھا۔

(۳) حضرت موسیٰؑ کی والدہ لخت جگر کے بارے میں بڑی فکر مند تھیں کہ خدا جانے اس کا کیا حشر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تسکین کا انتظام فرمایا۔ واقعہ یوں ہوا کہ فرعون کے محل میں بہت سی انائیں بلائی گئیں لیکن بچے نے کسی کا دودھ نہیں پیا۔ یہ عجیب و غریب بات شہر میں مشہور ہو گئی۔ حضرت موسیٰؑ کی بہن انجان بن کر شاہی محل میں پہنچی اور اجازت لے کر اپنی ماں کو انا کے نام سے شاہی محل میں لے گئی۔ شاہی محل والے یہ دیکھ کر حیرت میں رہ گئے کہ بچے نے اس انا کا دودھ پی لیا۔ اس طرح حضرت موسیٰؑ کی والدہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور ان کے دل کا غم دور ہوا۔

(۴) یہ واقعہ حضرت موسیٰؑ کی جوانی کا ہے۔ ہوا یوں تھا کہ ایک دن مصر میں دو آدمی لڑ رہے تھے۔ ایک اسرائیلی تھا اور دوسرا قبطی۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰؑ کو دیکھ کر فریاد کی اور امداد چاہی۔ حضرت موسیٰؑ جانتے تھے کہ قبطی اسرائیلیوں پر ظلم کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے اسرائیلی کو مظلوم سمجھ کر اس کی مدد کی اور ظالم یعنی قبطی کے ایک گھونسہ رسید کیا۔ اتفاقی بات کہ قبطی ایک ہی گھونسہ میں ٹھنڈا ہو گیا۔ حضرت موسیٰؑ کو باز پرس کا ڈر ہوا۔ جان بچانے کے لئے مصر سے نکل کھڑے ہوئے اور مدین پہنچ گئے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو باز پرس اور انتقام کے غم سے نجات دی — غرض یہ کہ مدین میں پہنچنے سے آزمائشوں اور پریشانیوں کا دور ختم ہوا اور ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ حضرت شعیبؑ کی صحبت میں چند سال رہ کر دین و اخلاق کی تربیت حاصل کی اور انہی کی صاحبزادی سے شادی کر کے ازدواجی زندگی کے لطف سے بہرہ اندوز ہوئے۔ پھر وہ وقت آیا جو حضرت موسیٰؑ کی تقدیر میں روز ازل سے لکھا جا چکا تھا یعنی آگ لینے کے بہانے طور کے میدان میں پہنچ جانا [illegible]

فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝۴۳ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ

جاؤ کیونکہ وہ سرکش ہو گیا ہے اور (دیکھو) اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا (عذاب الٰہی سے)

يَخْشٰى ۝۴۴ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ

ڈر جائے (۱) دونوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کر بیٹھے یا زیادہ

يَّطْغٰى ۝۴۵ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ۝۴۶ فَاْتِيٰهُ

سرکشی دکھائے ارشاد ہوا کہ ڈرو نہیں بلا شبہ میں تمہارے ساتھ ہوں (سب کچھ) سنتا اور دیکھتا ہوں (۲) (اچھا) تو اس کے

فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۥ وَلَا

پاس جاؤ اور کہو کہ بلا شبہ ہم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے (آئے) ہیں تو تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور انھیں

تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ وَالسَّلٰمُ عَلٰي مَنِ اتَّبَعَ

عذاب نہ دے (۳) ہم تیرے پروردگار کی نشانی لے کر تیرے پاس آئے ہیں اور اس شخص کے لئے سلامتی ہے جو

الْهُدٰى ۝۴۷ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰي مَنْ كَذَّبَ

ہدایت کی بات مانے بلا شبہ ہماری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ عذاب اس شخص پر ہو گا جو (پیغام حق کو) جھٹلائے اور (اس سے)

وَتَوَلّٰى ۝۴۸ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ۝۴۹ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى

منہ پھیرے (۴) (جب وہ فرعون کے پاس گئے تو) اس نے کہا اے موسیٰ تمہارا پروردگار کون ہے؟ انھوں نے کہا ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے

كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۝۵۰ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ۝۵۱

ہر چیز کو اس کی شکل (وصورت) بخشی پھر راہ دکھائی (۵) فرعون نے کہا تو اگلی قوموں کا کیا حال ہے

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ۝۵۲

موسیٰ نے کہا ان کا علم میرے پروردگار کے پاس ایک کتاب میں (لکھا ہوا) ہے میرا پروردگار نہ غلطی کرتا ہے اور نہ بھولتا ہے (۶)

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا

وہ (پروردگار وہ ہے) جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش (کی طرح) بنایا اور اس میں تمہارے لئے راستے نکالے

(۱) جب حضرت موسیٰ کی التجا قبول ہوئی اور حضرت ہارون کو بھی پیغمبری کی نعمت سے سرفراز فرمایا تو اب دونوں کو حکم دیا کہ ہماری یاد میں مشغول ہو، معجزات لے کر فرعون کے پاس جاؤ اور نرمی سے اس کو پیغام حق پہنچاؤ، ممکن ہے نصیحت کی کوئی بات اس کی سمجھ میں آجائے یا ہماری عظمت و جلال کا ذکر سن کر بندگی کی حقیقت پالے اور خدائی کے دعوے سے باز آجائے۔ اس آیت میں تبلیغ کے آداب کی بھی تعلیم دی ہے جو سارے مبلغین کے لئے دستور العمل ہے۔ مبلغین کو چاہئے کہ ذکر الٰہی کثرت سے کیا کریں۔ خاص طور پر تبلیغ کے وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہنا نہایت ضروری ہے کیونکہ اس کی برکت سے مبلغین کو بڑی قوت حاصل ہوتی ہے اور ان کے کام میں آسانیاں پیدا ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ مبلغین کو چاہئے کہ نرمی اور ملائمت سے گفتگو کریں اور شائستہ طریقے سے پیغام حق پہنچائیں۔ لڑنا جھگڑنا اور سخت کلامی کرنا پیغام حق پہنچانے والوں کے شایان شان نہیں۔

(۲) دعوت تبلیغ کا کام یوں بھی بہت دشوار ہے خاص کر فرعون جیسے آدمی کو نصیحت کرنے کی مشکلات تو اور بھی زیادہ ہو جاتی ہیں۔ فرعون ایک سرپھرا انسان تھا، اس کو اپنی بڑائی کا اتنا گھمنڈ تھا کہ خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا تھا۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون جانتے تھے کہ جب ہم فرعون کے سامنے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا ذکر کریں گے تو اس کے تن بدن میں آگ لگ جائے گی اور ایک خونخوار درندہ کی طرح ہم پر جھپٹ پڑے گا معلوم نہیں کیا ہو۔ ہم پر سختی اور زیادتی کرے یا اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرے اور زیادہ سرکشی دکھائے۔ اس لئے دونوں حضرات نے اپنا خطرہ بارگاہ ایزدی میں پیش کیا۔ جواب میں ارشاد ہوا کہ بیشک فرعون ایک سرپھرا انسان ہے اور اس کے مقابلہ میں تم بہت کمزور ہو لیکن تم میرے قاصد اور رسول ہو۔ میری مدد ہر وقت تمہارے شامل حال رہے گی اور فرعون تمہارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا۔ فرعون کا خوف دل سے نکالنے کی یہ ترکیب ہے کہ اس یقین کو اپنے دل میں پرورش کرو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، تمہاری باتیں سنتا ہوں اور تمہارے حالات جانتا ہوں۔

(۳) چونکہ فرعون خدائی کا دعویدار تھا اس لئے سب سے پہلے اس کو یہ یقین دلانا ضروری تھا کہ وہ خود لوگوں کا پروردگار نہیں ہے بلکہ ایک بندہ ہے جو اس کا اور ساری مخلوق کا پروردگار ہے۔ اس کے بعد رسالت کا یقین دلانا ضروری تھا یعنی یہ کہ وہ پروردگار عالم اپنے رسولوں کے ذریعہ سے لوگوں کے پاس پیغام بھیجتا ہے چنانچہ اس نے ہم دونوں کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ یہ دونوں دین کے بنیادی عقیدے ہیں جو سارے مذہبوں میں مشترک ہیں۔ تیسری بات جو فرعون سے کہی گئی وہ وقتی حالات کے لحاظ سے تھی یعنی یہ کہ بنی اسرائیل کو آزاد کر دے، ہم جہاں چاہیں ان کو لے جائیں۔

(۴) یعنی ہم پروردگار عالم کے رسول ہیں اور اپنی تائید کے لئے اس کے عطا کئے ہوئے نشانات اور معجزات بھی رکھتے ہیں جب ضرورت پڑے گی دکھادیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کی وجہ سے ہمارا یہ مقام ہے کہ لوگوں کو ہماری بات ماننی ضروری ہے۔ لہٰذا جو شخص ہماری بات مانے اور ہماری پیروی کرے اس کو ہم یہ خوشخبری سناتے ہیں کہ اس کے لئے آخرت میں سلامتی ہے لیکن جو شخص ہماری بات سے منہ پھیرے اور ہمیں جھٹلائے اس کو عذاب الٰہی سے آگاہ رہنا چاہئے۔

(۵) چونکہ فرعون خدائی کا دعویدار تھا اس لئے پروردگار عالم کا نام سن کر حیرت میں پڑ گیا اور پوچھا کہ پروردگار عالم کون ہے۔ حضرت موسیٰ نے جواب میں فرمایا کہ پروردگار عالم وہ ہے جس نے ہر مخلوق کو اس کی استعداد اور صلاحیت کے مناسب شکل و صورت عطا فرمائی اور معنوی قوتیں اور خاصیتیں بخشیں پھر اس کی زندگی اور بقا کے لئے جن جن خارجی سامانوں کی ضرورت تھی وہ سب اس کے اطراف مہیا کئے اور اس کو اپنی معنوی قوتوں اور خارجی سامانوں سے کام لینے کی راہ سمجھائی۔ انسان کے مرتبے کے لحاظ سے اس کے اندر عقل کا چراغ روشن کیا جس سے وہ پروردگار ... سیدھی اور سچی تھی کہ فرعون اس کا انکار نہ کرسکا۔

(بقیہ تفسیر صفحہ ۵۶۳) لیکن بات ٹالنے کے لئے اس نے ایک سوال کیا اور کہا کہ اگر پروردگار عالم وہی ہے جس کا تم نام لیتے ہو اور اس کے وجود پر واضح دلیلیں موجود ہیں تو گزشتہ لوگوں کے بارے میں تم کیا کہتے ہو۔ ان میں سے بہت سوں نے پروردگار عالم کو کیوں نہ مانا؟ اور ان کا کیا حشر ہوا؟ حضرت موسیٰؑ نے جواب میں فرمایا کہ ان کا علم مجھے نہیں دیا گیا۔ میں تو اتنا ہی جانتا ہوں جتنا اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے۔ ان کا پورا پورا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے جو اس نے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے۔ اس کے علم سے نہ کوئی چیز بچ سکتی ہے اور نہ مٹ سکتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے اشارہ کیا کہ گزشتہ لوگوں نے جو کچھ کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور وہ اس کا نتیجہ دیکھ لیں گے۔ تجھے بھی اپنے عقیدہ اور اعمال کی فکر کرنی چاہیئے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور جن کا نتیجہ ایک روز ضرور سامنے آئیگا۔

نیز اس جواب کے ذریعہ حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو اللہ تعالیٰ کے وسیع اور محیط علم اور اعمال کی جزا و سزا کا تصور بھی دلا دیا۔

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ
اور آسمان سے پانی برسایا (اللہ نے فرمایا) پھر اس پانی سے ہم نے طرح طرح کی پیداوار نکالی (پس
شَتّٰى ﴿۵۴﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ
تم خود بھی) کھاؤ اور اپنے چوپایوں کو بھی چراؤ بلاشبہ ان (باتوں) میں عقل والوں کے لئے
لِّاُولِی النُّهٰى ﴿۵۵﴾ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ
(بہت سی) نشانیاں ہیں (۱) اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے
وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۶﴾ وَلَقَدْ اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا
اور اسی سے دوسری مرتبہ تم کو نکالیں گے (۲) اور بیشک ہم نے فرعون کو اپنی ساری نشانیاں
كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿۵۷﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ
دکھائیں مگر (اس پر بھی) اس نے جھٹلایا اور انکار کیا کہنے لگا اے موسیٰ کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ اپنے
اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ یٰمُوْسٰى ﴿۵۸﴾ فَلَنَاْتِیَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ
جادو (کے زور) سے ہمیں ہمارے ملک سے نکال دو (اچھا) ہم بھی تمہارے مقابل ایسا ہی جادو لائیں گے
فَاجْعَلْ بَیْنَنَا وَبَیْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَاۤ اَنْتَ
تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدہ کا دن مقرر کردو کہ نہ تو ہم اس کے خلاف کریں اور نہ تم
مَكَانًا سُوًى ﴿۵۹﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ یَوْمُ الزِّیْنَةِ وَاَنْ
(اور یہ مقابلہ) ایک ہموار میدان (میں ہوگا) (۳) موسیٰ نے کہا کہ تم لوگوں کے لئے جشن کے دن کا وعدہ ہے اور یہ کہ
یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۶۰﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَیْدَهٗ
اس دن لوگ چاشت کے وقت اکٹھے ہوجائیں (۴) غرض (یہ سن کر) فرعون لوٹ گیا اور اپنے سارے داؤ اکٹھے کئے
ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۱﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَیْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ
پھر (مقابلہ کیلئے میدان میں) آیا موسیٰ نے ان (جادوگروں) سے کہا کہ افسوس تم پر (دیکھو) اللہ (تعالیٰ) پر جھوٹی تہمت

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) آسمان و زمین میں مخلوق کی پرورش کا جو نظام پھیلا ہوا ہے اس کی طرف حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو توجہ دلا کر اللہ تعالیٰ کے پروردگار عالم ہونے کا یقین اس کے دل میں پیدا کیا۔ اس طرح حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کی صفات خالقیت، ہدایت، علم اور ربوبیت کا نقشہ فرعون کے سامنے کھینچ دیا اور اس کے سوال کا نہایت بلیغ اور واضح جواب دیا۔ اس بیان سے ہر زمانے کے لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں بشرطیکہ عقل سے کام لیں اور ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ اسی لئے آیت کے آخر میں فرمایا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى ۔ ع ۲

(۲) اوپر کی آیت میں بتایا تھا کہ پانی کے ذریعے اللہ تعالیٰ زمین سے طرح طرح کی پیداوار نکالتا ہے جس کو انسان اور چوپائے کھاتے ہیں۔ اس مناسبت سے دوسری زندگی کا تصور دلانے کے لئے اس آیت میں فرمایا کہ ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹاتے ہیں پھر اسی سے دوبارہ تم کو اٹھائیں گے۔ واضح ہو کہ آدم کی پیدائش مٹی سے ہوئی تھی۔ اس لحاظ سے ان کے واسطے سے ساری اولادِ آدم کی اصل مٹی قرار پائی۔ پھر یہ کہ انسان کی غذا براہِ راست یا جانوروں کے واسطے سے زمین کی پیداوار ہے جس میں زمین کے اجزا شکل بدل کر نمودار ہوتے ہیں۔ مرنے کے بعد انسان کے جسم کے اجزاء کا براہ راست یا کسی واسطے سے مٹی میں رل مل جانا بھی ایک ایسی بات ہے جس کا ہم مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر شخص کے جسم کے اجزاء ایک جگہ جمع ہو جائیں گے اور اس طرح سارے انسان اسی زمین سے نکل کھڑے ہوں گے۔

(۳) فرعون اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وہ ساری نشانیاں دیکھ کر بھی جو حضرت موسیٰؑ نے اس کو دکھلائیں، نہ مانا اور ان کو جھٹلانے لگا۔ اپنے درباریوں کو حضرت موسیٰؑ کے خلاف بھڑکانے کے لئے اس نے نہایت چالاکی سے موسیٰؑ کی نصیحت اور پیغام حق کی یوں تعبیر کی کہ وہ چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے زور سے فرعون اور اس کی قوم کو مصر کی سرزمین سے نکال باہر کریں اور خود اس پر قابض ہو جائیں۔ پھر اس نے اعلان جنگ کیا اور کہا کہ اچھا! ہم بھی تمہارے مقابلہ میں ایسا ہی جادو مہیا کریں گے۔ مناسب ہے کہ مقابلہ کیلئے کوئی دن اور کھلا میدان مقرر کر دو جہاں دونوں فریق اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کریں اور بہت سے لوگ جمع ہو کر مقابلہ اور اس کا نتیجہ دیکھ سکیں۔

(۴) حضرت موسیٰؑ نے فرعون کا اعلان جنگ بے کھٹکے قبول کر لیا اور جشن کا دن اور چاشت کا وقت مقابلہ کے لئے مقرر کیا کیونکہ جشن کی وجہ سے قصبات اور دیہات سے بھی لوگ آیا کرتے تھے۔ اس طرح نہ صرف شہر والے بلکہ اطراف و اکناف کے لوگ بھی مقابلہ اور اس کا نتیجہ دن کی روشنی میں کھلم کھلا دیکھ لیں اور سب کو پیغام حق پہنچ جائے۔

كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾

مت لگاؤ (ایسا نہ ہو) کہ وہ عذاب بھیجکر تمہیں نیست و نابود کردے اور (یاد رکھو) جس نے جھوٹی تہمت لگائی وہ نامراد ہوا (۱)

فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾ قَالُوْٓا

(یہ سن کر) وہ (جادوگر) اپنے معاملے میں آپس میں جھگڑنے لگے اور چپکے چپکے مشورہ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ

اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ

یہ دونوں جادوگر یہ چاہتے ہیں کہ اپنے جادو (کے زور) سے تم کو تمہارے

اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾

ملک سے نکال باہر کریں اور تمہارے عمدہ طریقے کو مٹا دیں

فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ

تو تم اپنے سارے داؤ اکٹھے کرلو پھر صفیں درست کرکے (مقابلہ میں) آؤ اور (یاد رکھو!) جو آج غالب رہا وہی

اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ

کامیاب ہوا (۲) انھوں نے کہا اے موسیٰ! یا تو تم (پہلے لاٹھی) ڈالو یا ہم (اپنی چیزیں)

اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ

پہلے ڈالتے ہیں موسیٰ نے کہا نہیں بلکہ تم ہی پہلے ڈالو (۳) جب انھوں نے کرتب دکھائے تو ان کے

عِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾

جادو کی وجہ سے اچانک موسیٰ کو ایسا دکھائی دیا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں (سانپوں کی طرح) دوڑ رہی ہیں

فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ

(اس وقت) موسیٰ نے اپنے دل میں (کچھ) خوف محسوس کیا ہم نے کہا ڈرو نہیں

اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ

بلاشبہ تم ہی غالب ہو اور (دیکھو!) جو چیز (یعنی لاٹھی) تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے اسے ڈالدو

(۱) فرعون نے سارے ملک سے بڑے بڑے نامی گرامی جادوگروں کو جمع کیا اور انعام و اکرام کے بڑے بڑے وعدے کرکے ان کو ہمراہ لے کر جشن کے دن میدان میں آموجود ہوا۔

مقابلہ شروع ہونے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو پیغام حق پہنچایا اور کہا کہ کمبختو! کیا غضب کر رہے ہو! ذرا ہوش سے کام لو! میری رسالت اور پیغام حق کا انکار اور مقابلہ کرکے اللہ تعالےٰ پر جھوٹا الزام مت لگاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ اس گناہ کی پاداش میں عذاب الٰہی تم کو اس طرح تباہ کردے کہ تمہارا نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ پر الزام لگانے والے آخرکار ناکام ہوتے ہیں۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جرأت آمیز وعظ سے جادوگروں میں کھلبلی پڑ گئی، ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے اور آپس میں اختلاف کرنے لگے۔ کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ۔ پھر ایک طرف کو ہٹ کر آپس میں مشورہ کیا اور آخرکار وہی کہا جو فرعون نے سکھا دیا تھا کہ یہ دونوں جادوگر ہیں اور چاہتے ہیں کہ جادو کے زور سے تم کو تمہارے وطن سے نکال باہر کریں اور تمہارے عمدہ دین و مذہب اور طور طریق کو ختم کرکے نیا دین اور طریق چلائیں۔ لہٰذا آج کے دن اپنے سارے داؤ گھات اکٹھے کرو اور سب ایک دل ہو کر اور پرا باندھ کر ڈٹ جاؤ۔ یاد رکھو کہ آج کا دن بڑا نازک اور فیصلہ کن ہے۔ جو آج بازی لے گیا وہی کامیاب سمجھا جائے گا۔

(۳) چنانچہ جادوگروں نے حضرت موسیٰ کو موقع دیا کہ اگر چاہیں تو وہ پہلے اپنا کمال دکھائیں۔ لیکن حضرت موسیٰ نے پہل نہیں کی اور ان سے کہا کہ پہلے تم ہی ڈالو اور جو کچھ دکھانا چاہتے ہو دکھاؤ تاکہ تمہارے حوصلے بھی پورے ہو جائیں اور فرعون بھی خوش ہولے۔ پھر فرعون اور ساری قوم دیکھ لے کہ جس جادو پر ان کو گھمنڈ تھا وہ کتنا کمزور ثابت ہوا اور یہ کہ آخرکار حق غالب ہو کر رہا۔

مَاصَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ؕ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ
جو کچھ انھوں نے بنایا ہے اس سب کو وہ نگل جائے گی بلاشبہ جو کچھ انھوں نے بنایا ہے محض جادو کا فریب ہے اور جادوگر کہیں جائے کامیاب نہیں

اَتٰى ﴿٦٩﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ
ہوتا (۱) پھر (ایسا ہوا کہ) جادوگر سجدے میں گر پڑے (اور) کہنے لگے کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر

وَمُوْسٰى ﴿٧٠﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ
ایمان لائے (۲) (فرعون نے) کہا (کیوں!) میری اجازت سے پہلے تم اس پر ایمان لائے بیشک وہ

لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ
تمہارا بڑا (یعنی استاد) ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے تو میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں

وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ
مخالف جانب سے کٹوا دوں گا اور تم کو کھجور کے تنوں پر سولی دوں گا

النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿٧١﴾ قَالُوْا
اور (اس وقت) تم کو معلوم ہوگا کہ ہم دونوں میں کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیر تک رہنے والا ہے (۳) انھوں نے کہا

لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ
کہ ہم ہرگز تجھ کو ترجیح نہیں دیں گے بمقابلہ ان روشن دلیلوں کے جو ہمارے پاس آئی ہیں اور بمقابلہ

فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ
اس ذات کے جس نے ہم کو پیدا کیا تو تجھ کو جو کچھ کرنا ہو کر ڈال بلاشبہ تو صرف اس دنیا کی زندگی ہی

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٧٢﴾ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا
میں کچھ کر سکتا ہے بلاشبہ ہم اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے تاکہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف کردے

وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّ
اور جو تو نے ہم سے زبردستی جادو کرایا ہے (اسے بھی بخش دے) اور اللہ (تعالیٰ) بہتر ہے اور

(۱) چنانچہ جادوگروں نے پہل کی اور اپنے کرتب دکھائے لیکن انھوں نے اس طرح نظر بندی کی کہ لاٹھیاں اور رسیاں دوڑتے ہوئے سانپ معلوم ہونے لگیں۔

یہ دیکھ کر حضرت موسیٰؑ کے دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ اگر میں نے لاٹھی ڈالی اور وہ سانپ بن گئی تو عام لوگ دونوں کو ایک ہی طرح کے کرتب سمجھیں گے اور معجزہ اور جادو میں فرق نہ کرسکیں گے۔

اس خطرہ کو دور کرنے کے لئے وحی الٰہی نے حضرت موسیٰؑ کو اطمینان دلایا کہ ڈرو نہیں تم ہی سربلند اور کامیاب ہوگے۔ بس اتنا کرو کہ تمہارے داہنے ہاتھ میں جو لاٹھی ہے ذرا اس کو میدان میں ڈال دو۔ پھر تماشا دیکھو کیا ہوتا ہے۔ ہوگا یہ کہ تمہاری لاٹھی سانپ بن کر جادوگروں کے سانپوں کو نگل جائے گی کیونکہ یہ جو کچھ ہے جادو کا فریب ہے اور جادوگر چاہے کتنا ہی زور لگائے ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتا۔

(۲) حضرت موسیٰؑ کی کامیابی سے فرعون اور اس کی قوم پر حیرت طاری ہوگئی۔ لیکن جادوگروں نے جس حقیقت کو پایا اس کو کوئی دوسرا نہ پاسکا۔ انھوں نے سمجھ لیا کہ حضرت موسیٰؑ جادوگر نہیں کچھ اور ہی ہیں اور یہ کہ ان کی لاٹھی میں کسی اور کی طاقت کام کر رہی ہے۔ یہ حقیقت کھلتے ہی ان کے دلوں میں ایمان کی روشنی چمکی، ان پر رقت طاری ہوئی اور وہ بے ساختہ سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ ہم اس پروردگار پر ایمان لاتے ہیں جس کی طرف موسیٰؑ اور ہارونؑ دعوت دیتے ہیں۔

(۳) جادوگروں کے اس طرح ایمان کا اعلان کرنے سے فرعون بہت گھبرایا اور ڈرا کہ کہیں مجمع میں سے اور بہت سے لوگ بھی ایمان کا اعلان نہ کر بیٹھیں۔ چنانچہ اس نے اپنی شکست کو چھپانے اور حاضرین کو مرعوب کرنے کے لئے جادوگروں پر اپنے سخت غیظ و غضب کا اظہار کیا اور کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰؑ تمہارا بڑا استاد ہے اور یہ تمہاری ملی بھگت ہے کہ اس طرح مجمع عام کے سامنے موسیٰؑ کی کامیابی کا اعلان کیا۔ اچھا دیکھو تو میں بھی تمہیں کیسا مزہ چکھاتا ہوں۔ تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کٹوا کر تم سب کو سولی پر لٹکوا دوں گا اس وقت تم کو پتہ چلے گا کہ میں زیادہ عذاب دینے والا ہوں یا موسیٰؑ کا پروردگار جس سے موسیٰؑ نے تم کو ڈرایا ہے، نیز یہ کہ ہم دونوں میں سے کس کا عذاب زیادہ مدت تک رہنے والا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی وجہ سے جادوگروں کے دلوں میں بے پناہ طاقت پیدا ہو گئی تھی۔ چنانچہ انھوں نے فرعون کی دھمکیوں کی ذرا پروا نہ کی اور نڈر ہو کر اس کو جواب دیا کہ ہم نے سچائی کی روشن دلیلیں دیکھ لی ہیں اور ہم نے اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان لیا ہے۔ تو نہ تو ہمارا پیدا کرنے والا ہے اور نہ تیرے پاس سچائی کی روشن دلیلیں ہیں اب ہم یہ نہیں کر سکتے کہ اپنے پروردگار کو چھوڑ کر تجھ کو پسند کریں اور تیرا حکم مانیں ہم ہرگز تجھ سے ڈرنے والے نہیں جو جی میں آئے کر ڈال۔ اور تو اس سے زیادہ کر ہی کیا سکتا ہے کہ اس دنیا میں سزا دے۔ اس کے سوا نہ تیرے اختیار میں اور کیا ہے۔ آخرت میں تو تیرا بس چلنے والا نہیں — ہم تو اب صاف صاف اعلان کرتے ہیں کہ ہم اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے ہیں تاکہ وہ ہماری خطائیں بخش دے، خاص کر جادو کی خطا جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا ورنہ ہم اللہ کے رسول کے مقابلہ میں ایسی گستاخی نہیں کرتے۔ ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کے لحاظ سے سب سے بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ نیز آخرت میں اس کی طرف سے جو ثواب و عذاب ملنے والا ہے وہ بھی ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ لہٰذا آخرت میں اس کے پاس سے ثواب حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اس کے عذاب سے ڈرنا چاہئے۔

اَبْقٰى ۝٧٣ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ

ہمیشہ باقی رہنے والا ہے (۱) بلاشبہ جو شخص اپنے پروردگار کے پاس مجرم ہو کر آئے گا تو اس کے لئے

جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝٧٤ وَمَنْ يَّاْتِهٖ

جہنم ہے جس میں وہ نہ مرے گا اور نہ جئے گا اور جو اس کے پاس

مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ

ایمان دار ہو کر آئے گا اور اس نے عمل بھی نیک کئے ہوں گے تو ایسے لوگوں کے لئے اونچے اونچے درجے

الْعُلٰى ۝٧٥ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

ہیں (یعنی) ہمیشہ رہنے کے باغ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ۝٧٦ ع

اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ اس شخص کا بدلا ہے جو (دنیا کی زندگی میں) پاک رہا (۲)

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے بندوں کو راتوں رات نکال لے جاؤ

فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ

اور ان کے لئے سمندر میں (لاٹھی مار کر) خشک راستہ بنا دو پھر تو تم کو (فرعون کے) آپکڑنے کا اندیشہ ہو گا

دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ۝٧٧ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ

اور نہ (ڈوبنے کا) خوف ہو گا پھر فرعون اپنے لشکر کو لے کر ان کے پیچھے چلا

فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ۝٧٨ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ

تو سمندر (کی موجوں) نے ان سب کو جس طرح ڈھانپنا تھا ڈھانک لیا اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ

قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ۝٧٩ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ

کر دیا اور سیدھے راستہ پر نہ ڈالا (۳) اے بنی اسرائیل ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات دی

(۲) یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس عذاب و ثواب کا قاعدہ یہ ہے کہ قیامت کے دن جو شخص اپنے پروردگار کے پاس مجرم، گنہگار اور نافرمان کی حیثیت سے آئے گا تو اس کا ٹھکانا دوزخ میں ہو گا۔ اور وہاں اس کی زندگی ایسی ہو گی کہ اس پر لاکھ درجے موت کو ترجیح دے گا لیکن بدقسمتی سے موت بھی نہیں آئے گی جو اس کو عذاب سے چھٹکارا دلا سکے۔

ع ٢٢ ١٢

اس کے برخلاف جو لوگ اپنے پروردگار کے سامنے اس طرح حاضر ہوں گے کہ وہ ایمان لائے ہوں گے اور انھوں نے نیک عملی کی زندگی گزاری ہو گی تو ان کو اللہ تعالیٰ کے پاس سے بڑے بڑے درجے عطا ہوں گے یعنی ایسے باغ جن میں نہریں جاری ہوں گی اور جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یاد رکھو کہ یہ بدلا ان لوگوں کو ملے گا جو دنیا کی زندگی میں باطل عقیدوں، فاسد خیالات اور بُرے اعمال سے پاک رہے ہوں گے۔

(۳) مقابلہ کے میدان میں جادوگروں کے ایمان کا اعلان کرنے سے حضرت موسیٰؑ کی کامیابی اور فرعون کی شکست آشکارا ہو گئی لیکن پھر بھی فرعون اپنی ضد پر اڑا رہا اور حضرت موسیٰؑ کے پیغام کو ٹھکراتا رہا۔ آخرکار اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو وحی کے ذریعہ حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو لے کر ملک شام کی طرف روانہ ہو جاؤ۔

چنانچہ حکم الٰہی کے مطابق حضرت موسیٰؑ ساری قوم کو لے کر ایک رات مصر سے نکل کھڑے ہوئے راستے میں بحر قلزم آڑے آیا۔ حکم الٰہی کے مطابق حضرت موسیٰؑ نے لاٹھی ماری معجزانہ طور پر پانی پھٹ گیا اور خشک راستے بن گئے جن پر بنی اسرائیل نہایت اطمینان کے ساتھ گزر گئے۔

منزل ۴

جب فرعون کو بنی اسرائیل کی فراری کی اطلاع ملی تو وہ اپنا لشکر جرار لے کر ان کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ فرعون اور اس کے لشکر نے انہی راستوں پر گھوڑے ڈال دیئے جن پر بنی اسرائیل تھوڑی دیر پہلے گزرے تھے لیکن خدا کی قدرت۔ دیکھئے کہ جب فرعون اور اس کا لشکر بیچ سمندر میں پہنچا تو سمندر کی موجوں نے ان سب کو اپنی آغوش میں لے لیا اور ہمیشہ کے لئے سلا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ فرعون نے اپنی قوم کو جس راستے پر لگایا تھا وہ سراسر گمراہی اور تباہی کا راستہ تھا۔ دنیا میں ان کا یہ حشر ہوا اور آخرت میں بھی وہ سب اس کے پیچھے پیچھے دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ

اور تم سے (یعنی تمہارے پیغمبر سے) کوہ طور کی داہنی جانب آنے کا وعدہ کیا

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿٨٠﴾ كُلُوْا مِنْ

اور (وادیٔ تیہہ میں) ہم نے تم پر من اور سلویٰ اتارا اور (حکم دیا کہ) جو

طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ

پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں ان کو کھاؤ اور اس بارے میں حد سے نہ بڑھو ورنہ تم پر میرا

عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ

غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب نازل ہوا بلاشبہ وہ

هَوٰى ﴿٨١﴾ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ

ہلاک ہوگیا اور بلاشبہ میں بخشنے والا ہوں اس شخص کو جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل

صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿٨٢﴾ وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ

کرے پھر (ہمیشہ) سیدھے راستہ پر چلے (۱) اور اے موسیٰ! تم نے اپنی قوم سے آگے چلے آنے میں

يٰمُوْسٰى ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ

کیوں جلدی کی (موسیٰ نے) کہا کہ وہ میرے پیچھے آرہے ہیں اور (اے میرے پروردگار!) میں نے تیرے پاس آنے میں

اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿٨٤﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ

اس لئے جلدی کی کہ تو خوش ہوجائے ارشاد ہوا کہ ہم نے تمہارے بعد تمہاری قوم کو

مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿٨٥﴾ فَرَجَعَ

آزمائش میں ڈال دیا اور سامری نے ان کو گمراہ کردیا (۲) تو موسیٰ غصہ کی

مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ

حالت میں اور افسوس کرتے ہوئے اپنی قوم کے پاس واپس آئے انھوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو!

(۱) اس آیت میں اجمالی طور پر چند احسانات یاد دلا کر بنی اسرائیل کو نافرمانی سے ڈرایا ہے اور فرماں برداری کی ترغیب دی ہے۔

چنانچہ فرمایا کہ ہم نے فرعون جیسے ظالم اور جابر دشمن سے تم کو نجات دی۔ پھر تمھاری رہبری کے لئے موسیٰؑ سے وعدہ کیا کہ طور کی داہنی جانب آؤ تو تورات دیں گے۔ پھر 'تیہہ' کے لق ودق میدان میں تمھارے کھانے کے لئے من وسلویٰ اتارا۔

دیکھو! ان نعمتوں کی قدر پہچانو کھانے پینے کی نعمتوں کو خوب استعمال کرو لیکن اس بارے میں حد سے نہ گزرو۔ نعمتوں کو بے جا مت خرچ کرو اور عیش وعشرت میں پڑ کر سرکشی اور نافرمانی کی راہ اختیار مت کرو۔ اگر تم نے مقررہ حدود کو توڑا تو تم پر میرا عذاب نازل ہوگا اور تم تباہ ہوجاؤ گے لیکن اگر کسی سے غلطی سرزد ہوجائے تو اس کو مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ میں بخشنے والا ہوں بشرطیکہ آدمی گناہ سے توبہ کرے، ایمان لائے، نیک عمل کرے اور سیدھی راہ پر لگ جائے۔

(۲) حضرت موسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ کوہ طور پر آؤ تو بنی اسرائیل کی رہبری کے لئے ایک کتاب دیں گے۔ چند سرداروں کو بھی ساتھ لانے کی اجازت تھی لیکن ذوق وشوق میں حضرت موسیٰؑ جلد روانہ ہوگئے اور تنہا طور پر جا پہنچے۔ حضرت موسیٰؑ کے چلے جانے کے بعد سامری نے بنی اسرائیل کو بت پرستی میں مبتلا کردیا حضرت موسیٰؑ کو اس حال کی کچھ خبر نہیں تھی۔

چنانچہ جب ارشاد ہوا کہ موسیٰؑ! ایسی جلدی کیوں کی کہ قوم کو پیچھے چھوڑ آئے۔ تو جواب میں عرض کیا کہ پروردگار! تیری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جلد چلا آیا اور وہ لوگ بھی میرے پیچھے ہی آرہے ہیں۔

ارشاد ہوا کہ تمھیں ان کی خبر نہیں۔ ان کا حال تو کچھ اور ہی ہوگیا ہے۔ تمھارے چلے آنے کے بعد بنی اسرائیل ایک سخت آزمائش میں پڑ گئے یعنی سامری نے ان کو گمراہ کردیا اور بت پرستی کی راہ پر ڈال دیا۔

اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ۙ اَفَطَالَ

کیا تمہارے پروردگار نے تم سے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟ کیا تم کو یہ مدت

عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ

لمبی معلوم ہوئی یا تم نے چاہا کہ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف

غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿٨٦﴾ قَالُوْا مَآ

سے غضب نازل ہو تو تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا انھوں نے کہا کہ ہم نے

اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا

اپنے اختیار سے تم سے وعدہ خلاف نہیں کیا بلکہ ہم (قبطی) قوم کے زیوروں کا بوجھ

مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى

اٹھائے ہوئے تھے پھر ہم نے اس کو (آگ میں) ڈالدیا پھر اسی طرح سامری نے

السَّامِرِيُّ ﴿٨٧﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ

(بھی) ڈال دیا (۱) پھر (اس نے) ان کے لئے ایک بچھڑا بنا دیا یعنی ایک قالب تھا جس میں سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی

فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۬ۙ فَنَسِيَ ﴿٨٨﴾

تو لوگ کہنے لگے کہ یہ تمہارا معبود ہے اور یہی موسیٰ کا معبود ہے مگر وہ بھول گئے

اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۬ۙ وَّلَا يَمْلِكُ

کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ وہ ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ ان کے نقصان اور

لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿٨٩﴾ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ

نفع کا کچھ اختیار رکھتا ہے (۲) اور ہارون نے پہلے ہی ان سے کہدیا تھا کہ

قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ

لوگو! اس (بچھڑے) سے تو تمہاری آزمائش کی گئی ہے اور تمہارا پروردگار تو (خدائے) رحمٰن ہے

(۱) غرض یہ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے تورات لے کر واپس ہوئے تو بنی اسرائیل کی گمراہی پر سخت ناراض ہوئے اور کہا کہ میں نے تم سے ایک اچھا وعدہ کیا تھا کہ کتاب الٰہی تمہارے لئے لاؤں گا چنانچہ میں گیا اور صرف چالیس دن تم سے دور رہا۔ کیا چالیس دن کی مدت تم پر کڑی گزری اور تم میری واپسی کا انتظار نہ کرسکے۔ یا پھر تم اتنے نڈر ہوگئے کہ جان بوجھ کر تم نے غضب الٰہی کو دعوت دی اور اطاعت و فرمانبرداری کے مجھ سے جو وعدے کئے تھے ان سب کو بھول گئے۔

لوگوں نے جواب دیا کہ اس معاملہ میں سامری کا قصور زیادہ ہے۔ ہمارا قصور صرف اتنا ہے کہ قبطیوں کے زیورات کا بوجھ ہماری گردن پر تھا ہم نے اس کو اتار پھینکا اور سامری نے بھی ایسا ہی کیا۔

واضح ہو کہ اس بات کی توجیہہ میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں کہ قبطیوں کے زیورات بنی اسرائیل کے پاس کس طرح آئے تھے مستعار مانگے تھے یا مال غنیمت کے طور پر ہاتھ لگے تھے۔ بہر حال ان زیورات کو بنی اسرائیل استعمال کرنا نہیں چاہتے تھے اس لئے انھوں نے ان کو اتار پھینکا اور خود سامری نے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر اس نے ان کو پگھلا کر ایک بچھڑا بنا ڈالا۔

(۲) بنی اسرائیل کے جواب کے بعد اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ پھر سامری نے ایک بچھڑے کا ڈھانچہ بنا کر کھڑا کردیا جس میں سے بچھڑے کی سی آواز نکلتی تھی۔ بنی اسرائیل بے وقوفی میں مبتلا ہوگئے اور کہنے لگے کہ یہ ہمارا معبود
ع ١٣ ١٣
ہے اور موسیٰ کا معبود بھی یہی ہے لیکن وہ بھول میں پڑ گئے اور کوہ طور کی طرف چلے گئے، حالانکہ ان کا معبود (یعنی بچھڑا) یہاں موجود ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بچھڑے کو معبود ماننے والوں نے یہ نہ سوچا کہ وہ نہ تو ان کی کسی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ ان کو کچھ نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اگر وہ اس طرح سوچتے تو بچھڑے کے ڈھانچہ کو ہرگز معبود نہیں مانتے۔

فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ

تو میری پیروی کرو اور میرا کہنا مانو انھوں نے کہا کہ جب تک موسیٰ ہمارے

عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿٩١﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا

پاس واپس نہ آئیں ہم اس کی پرستش پر جمے رہیں گے (۱) (پھر موسیٰ نے) کہا اے ہارون جب تم

مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿٩٢﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ

نے لوگوں کو دیکھا تھا کہ لوگ گمراہ ہو گئے ہیں تو تم کو کس چیز نے روکا کہ تم میرے پیچھے نہ آئے تو کیا تم نے میرے

اَمْرِيْ ﴿٩٣﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ

حکم کے خلاف کیا؟ ہارون نے کہا کہ اے میرے ماں جائے (بھائی) میری ڈاڑھی اور میرے سر (کے بالوں) کو نہ پکڑو

اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ

میں تو اس بات سے ڈرا کہ تم یہ (نہ) کہو کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا

وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿٩٤﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾

اور میری بات کا پاس نہ کیا (۲) پھر موسیٰ نے کہا سامری! تیرا کیا حال ہے؟

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً

اس نے کہا میں نے ایسی چیز دیکھی جو اوروں نے نہیں دیکھی تو میں نے بھیجے ہوئے (فرشتے) کے نقش قدم

مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ

کے پیچھے) سے (مٹی کی) ایک مٹھی بھر لی پھر اس کو (قالب میں) ڈال دیا اور مجھے میرے دل نے اسی طرح (یہ بات) میرے لئے

نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ

اچھی کر دکھائی موسیٰ نے کہا کہ جا! تجھ کو دنیا کی زندگی میں یہ (سزا) ہے کہ کہتا پھرے

تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۠ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ

کہ (مجھ کو) ہاتھ نہ لگانا اور تیرے لئے ایک اور وعدہ ہے (یعنی عذاب کا) جو تجھ سے ہرگز نہ ٹلے گا (۳)

(۱) حضرت موسیٰؑ کی واپسی سے پہلے حضرت ہارونؑ نے بنی اسرائیل کو سمجھایا تھا اور کہا تھا کہ اس بچھڑے کی وجہ سے تم برابر بہک گئے ہو اور سخت آزمائش میں پڑ گئے ہو۔ یہ بچھڑے کا ڈھانچہ تمہارا معبود اور خدا کیسے ہو سکتا ہے۔ تمہارا معبود اور پروردگار تو وہ خدائے رحمٰن ہے جس کی پروردگاری اور رحمت سے کائنات کا ذرہ ذرہ فیض پا رہا ہے۔ دیکھو! میں موسیٰ کا جانشین ہوں اور خود بھی نبی ہوں۔ میری پیروی کرو اور میری بات مانو۔ لوگوں نے حضرت ہارونؑ کی نصیحت نہ سنی اور ضد کر کے کہا کہ کچھ بھی ہو، موسیٰؑ کے واپس آنے تک تو ہم اسی بچھڑے کو پوجتے رہیں گے اور یہاں سے ہرگز نہیں ہٹیں گے۔

(۲) حضرت موسیٰؑ کوہ طور کو جاتے وقت حضرت ہارونؑ کو اپنا جانشین مقرر کر گئے تھے اور ان کو نصیحت کر گئے تھے کہ بنی اسرائیل کی پوری پوری نگرانی رکھنا۔ کوہ طور سے واپسی کے بعد حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو بچھڑے کی پرستش میں مبتلا دیکھا تو وہ حضرت ہارون پر غصہ ہوئے، ان کی ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ کر کھینچے اور کہا کہ تم نے بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کو روکا کیوں نہیں، اور اگر ان لوگوں نے تمہاری بات نہیں سنی تھی تو تم کو چاہیئے تھا کہ ان کو چھوڑ دیتے اور باقی لوگوں کو لے کر میرے پاس چلے آتے۔ تم نے سراسر میری ہدایات کے خلاف کام کیا۔

حضرت ہارونؑ نے نرمی کا انداز اختیار کیا اور "ماں جائے" کہہ کر ان کے جوش کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ انھوں نے یہ عذر پیش کیا کہ میں نے اس خیال سے سختی نہیں کی کہ کہیں بنی اسرائیل میں اختلاف اور افتراق نہ ہو جائے۔ نیز یہ کہ تم یہ نہ کہو کہ میری واپسی کا انتظار کیوں نہیں کیا۔

(۳) پھر حضرت موسیٰؑ سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے باز پرس شروع کی کیونکہ اس گمراہی کا بانی وہی تھا۔ اس موقع پر سامری نے جو جواب دیا اس کی تفصیل مفسرین نے یوں بیان کی ہے کہ سمندر کے کنارے پر سامری نے حضرت جبریلؑ کو گھوڑے پر سوار دیکھا جو بنی اسرائیل کی مدد اور فرعون کی تباہی کے لئے بھیجے گئے تھے ان کے گھوڑے کی ٹاپ جہاں پڑتی تھی وہاں فوراً سبزہ نکل آتا تھا۔ سامری نے اس گھوڑے کے نقش قدم کی ایک مٹھی بھر مٹی اٹھا کر اپنے پاس رکھ لی تھی۔ جب اس نے سونے کا بچھڑا بنا کر کھڑا کیا تو اس کو خیال آیا کہ اس مٹی میں حیات بخشی کا اثر ہوگا چنانچہ اس نے وہ مٹی بچھڑے کے ڈھانچے میں ڈال دی جس سے وہ آواز کرنے لگا۔ واللہ اعلم۔

سامری کا جواب سننے کے بعد حضرت موسیٰؑ نے اس کے لئے سزا کا اعلان کیا اور اس کو جماعت سے باہر کر دیا کہ وہ کسی سے تعلق نہ رکھے۔ لکھا ہے کہ سامری اچھوت کی طرح ہو گیا تھا اور کہتا پھرتا تھا "لَا مِسَاسَ" (یعنی مجھ کو کوئی نہ چھوئے) یہ تو دنیا کی سزا ہے۔ اس کے علاوہ آخرت میں بھی عذاب ہوگا جو کسی طرح ٹلنے والا نہیں۔

وَانْظُرْ إِلَىٰ إِلَٰهِكَ الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۖ

اور تو اپنے اس معبود کو دیکھ جس پر تو جم کر بیٹھا ہے

لَنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾ إِنَّمَا إِلَٰهُكُمُ

ہم اس کو جلا ڈالیں گے پھر اس (کی راکھ) کو اڑا کر دریا میں بکھیر دیں گے بلاشبہ تمہارا معبود تو

اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾

وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنے علم سے ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے (۱)

كَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ

(اے پیغمبر) اسی طرح ہم تم سے گزرے ہوئے واقعات کی خبریں بیان کرتے ہیں اور بلاشبہ

آتَيْنَاكَ مِنْ لَدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾ مَنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُ

ہم نے تم کو اپنے پاس سے ایک سرمایۂ نصیحت (یعنی قرآن) عطا فرمایا ہے (۲) جو شخص اس سے منہ پھیرے گا یقیناً وہ قیامت کے

يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وِزْرًا ﴿١٠٠﴾ خَالِدِينَ فِيهِ ۖ وَسَاءَ لَهُمْ

دن گناہ کا بوجھ اٹھائے گا (ایسے لوگ) اس (عذاب) میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بوجھ ان

يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِمْلًا ﴿١٠١﴾ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ ۚ وَنَحْشُرُ

کے لئے قیامت کے دن برا ہوگا جس دن صور پھونکا جائے گا اور اس دن ہم مجرموں

الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿١٠٢﴾ يَتَخَافَتُونَ بَيْنَهُمْ إِنْ

کو اس حال میں جمع کریں گے کہ ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی وہ آپس میں چپکے چپکے کہیں گے کہ تم (پہلی حالت میں)

لَبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ﴿١٠٣﴾ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ إِذْ يَقُولُ

صرف دس ہی دن رہے ہو (اور) ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ کہیں گے جبکہ ان میں سب سے

أَمْثَلُهُمْ طَرِيقَةً إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا ﴿١٠٤﴾ وَيَسْأَلُونَكَ

اچھے طریقے والا (یعنی عقلمند) کہے گا کہ (نہیں بلکہ) صرف ایک ہی دن رہے ہو (۳) اور (اے پیغمبر) لوگ تم سے

(۱) اس کے بعد حضرت موسیٰؑ نے سامری اور اس کے پیروؤں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ ذرا تمہارے اس معبود کو دیکھو جس پر تم جم کر بیٹھے ہو۔ میں اس کو توڑ پھوڑ کر رکھ دوں گا اور جلا کر خاک کر دوں گا۔ پھر اس کی خاک کو دریا میں بہا دوں گا اور وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ بس تمہارے معبود کی حقیقت اتنی ہے۔ ذرا غور تو کرو! کیا ایسی بے طاقت چیز معبود بنانے کے لائق ہے۔ دیکھو! تمہارا سب کا معبود تو وہ اللہ تعالےٰ ہے جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں اور جس کا علم نہایت وسیع ہے، کائنات کی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں چنانچہ تمہارے عقیدے، خیالات اور اعمال بھی اس کے علم میں محفوظ ہیں جن کو وہ ایک دن ظاہر کر دے گا اور ان کے لحاظ سے تم کو بدلا دے گا۔

(۲) حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی کشمکش کا قصہ بیان کرنے کے بعد لوگوں کو آنحضرتؐ کی رسالت کا یقین دلانے کے لئے آپ سے خطاب فرمایا۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰؑ پر اللہ تعالےٰ نے کتاب نازل کی تھی اسی طرح آنحضرتؐ پر بھی ایک کتاب نازل فرمائی ہے یعنی قرآن مجید جو سرتاسر نصیحت اور موعظت ہے۔ اس قرآن مجید میں منجملہ دوسری ہدایات اور احکام کے گزشتہ پیغمبروں اور قوموں کے صحیح صحیح واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں جن سے بھی قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے کا یقین پیدا ہوتا ہے۔

(۳) منکروں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ جب حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید وحی الٰہی ہے اور سرتاسر نصیحت و موعظت ہے تو یہ امر ضروری ہے کہ جو لوگ اس سے منہ پھیریں گے ان کا انجام یہ ہوگا کہ وہ قیامت کے دن بہت بھاری بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوں گے اور اس کی سزا بھگتیں گے جو دائمی ہوگی۔

قیامت کا دن ایسا ہوگا کہ اس دن صور پھونکا جائے گا اور پیغام حق کا انکار کرنے والے اس حالت میں ہوں گے
ع ۵ کہ مارے دہشت اور خوف کے ان کی آنکھیں پھٹ
۱۵
۱۴ جائیں گی اور بے رونق ہو جائیں گی۔ یہ لوگ جو قیامت اور دوبارہ زندگی کا انکار کرتے ہیں اس دن سخت حیرت میں پڑ جائیں گے جب وہ دنیا کی زندگی یا قبر کی مدت یاد کریں گے تو مارے دہشت اور ہول کے وہ ان کو بہت تھوڑی محسوس ہوگی۔ وہ خیال کریں گے کہ شاید دس دن ہوئے۔ لیکن زیادہ عقلمند آدمی وہ ہوگا جو ایک دن یا اس سے بھی کم کا اندازہ کرے گا۔

عَنِ الۡجِبَالِ فَقُلۡ يَنۡسِفُهَا رَبِّيۡ نَسۡفًا ۙ فَيَذَرُهَا

پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں تو (اے نبی) کہدو کہ میرا پروردگار ان کو بالکل اڑا دے گا پھر ان کو (یعنی زمین کو)

قَاعًا صَفۡصَفًا ۙ ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيۡهَا عِوَجًا وَّلَاۤ اَمۡتًا ؕ ﴿۱۰۷﴾

ہموار میدان کردے گا جس میں تم نہ کجی دیکھو گے اور نہ اونچ نیچ (۱)

يَوۡمَئِذٍ يَّتَّبِعُوۡنَ الدَّاعِىَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ

اس دن سب لوگ (ایک خدائی) بلانے والے کے پیچھے ہو لیں گے (اور) اس کے سامنے (کسی کا) ٹیڑھا پن نہ ہو گا اور (خدائے)

الۡاَصۡوَاتُ لِلرَّحۡمٰنِ فَلَا تَسۡمَعُ اِلَّا هَمۡسًا ﴿۱۰۸﴾

رحمٰن کے سامنے ساری آوازیں پست ہو جائیں گی تو تم کھسکھساہٹ کے سوا کوئی آواز نہ سنو گے (۲)

يَوۡمَئِذٍ لَّا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَهُ الرَّحۡمٰنُ

اس دن سفارش کچھ کام نہ دے گی مگر ہاں اس شخص کی (شفاعت کام دے گی) جس کو (خدائے) رحمٰن اجازت دے

وَرَضِىَ لَهٗ قَوۡلًا ﴿۱۰۹﴾ يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا

اور جس کی بات کو پسند فرمائے جو کچھ لوگوں کے سامنے ہے اور جو کچھ پیچھے گزر چکا اللہ سب کچھ جانتا ہے

خَلۡفَهُمۡ وَلَا يُحِيۡطُوۡنَ بِهٖ عِلۡمًا ﴿۱۱۰﴾ وَعَنَتِ الۡوُجُوۡهُ

اور لوگ اپنے علم سے اس کا احاطہ نہیں کرسکتے (۳) اور (اس دن) اس حی و قیوم کے آگے

لِلۡحَىِّ الۡقَيُّوۡمِ ؕ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ حَمَلَ ظُلۡمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنۡ

سارے چہرے جھک جائیں گے اور جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا ہوگا وہ نامراد ہوگا اور جس نے

يَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَا يَخٰفُ

نیک کام کئے ہوں گے اور ایمان دار بھی ہوگا تو اس کو نہ ناانصافی

ظُلۡمًا وَّلَا هَضۡمًا ﴿۱۱۲﴾ وَكَذٰلِكَ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا

کا اندیشہ ہوگا اور نہ نقصان کا (۴) اور (دیکھو) اسی طرح ہم نے اس کو عربی قرآن کرکے نازل کیا ہے

(۱) قیامت کا حال سن کر بعض لوگ آنحضرتؐ سے پوچھتے تھے کہ اس دن پہاڑوں کا کیا حال ہوگا۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ پروردگار عالم کی قدرت کے سامنے پہاڑوں کی کیا حقیقت ہے۔ قیامت کے دن سب پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اڑ جائیں گے اور زمین چٹیل میدان ہو جائے گی کہ اس میں کہیں اونچ نیچ نظر نہ آئے گی۔

(۲) قیامت کے دن لوگوں کا یہ حال ہوگا کہ جب پکارنے والا فرشتہ ان کو پکارے گا تو وہ سب اس کی طرف دوڑیں گے۔ ان کو یہ مجال نہ ہوگی کہ اس کی مخالفت کریں اور اس کے راستے سے انحراف کریں۔

نیز اس دن خدائے رحمٰن کے جلال کی ہیبت سے لوگوں کی آوازیں پست ہو جائیں گی۔ اس دن لوگوں کے قدموں کی کھسکھساہٹ کے سوا اور کوئی آواز سنائی نہیں دے گی۔ اول تو ہیبت کے مارے سب کی زبانیں بند ہوں گی اور اگر کوئی بات کرے گا بھی تو ایسی آواز سے جیسے کوئی کانا پھوسی کرتا ہے۔

(۳) جو لوگ جھوٹے معبودوں کی سفارش پر گھمنڈ کئے بیٹھے ہیں، ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ قیامت کے دن ہر کوئی ہر کسی کی سفارش نہ کر سکے گا۔ اس دن انبیاء، اولیاء، اور صلحاء میں سے وہی شفاعت کر سکیں گے جن کو حق تعالےٰ کی طرف سے لب کشائی کی اجازت ہوگی۔ اور ان حضرات کی شفاعت بھی ان لوگوں کے حق میں مقبول ہوگی جنھوں نے صدق دل سے کلمۂ توحید کہا ہوگا جو مذہب کی بنیادی سچائی ہے اور جو اللہ تعالےٰ کو ساری باتوں سے زیادہ پسند ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ لوگوں کی ساری باتوں کو جانتا ہے اور لوگ اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ لہذا لوگوں کو یہ حق حاصل نہیں کہ اپنی طرف سے شفاعت کا مسئلہ طے کریں۔ سب لوگوں کے عقائد اور اعمال اللہ تعالےٰ کے سامنے ہیں۔ لہذا وہی بہتر جانتا ہے کہ کون شفاعت کا مستحق ہے۔

(۴) قیامت کے دن مالک الملک کے جلال کی ہیبت سے سب لرز رہے ہوں گے اور اس حی و قیوم کے آگے سب سرنگوں ہوں گے۔ جو لوگ دنیا میں پیغام حق کے مقابلہ میں سرکشی دکھایا کرتے تھے، ان کو بھی اس دن سر اٹھانے کی مجال نہ ہوگی۔

اس دن لوگ دو جماعتوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ جن لوگوں نے شرک اور نافرمانی کرکے اپنے اوپر ظلم کیا ہوگا، وہ ناکام اور نامراد ہوں گے۔ لیکن وہ لوگ جنھوں نے ایمان لا کر نیک عملی کی زندگی گزاری ہوگی، وہ بامراد ہوں گے اور ان کو ناانصافی اور حق تلفی کا کوئی ڈر نہ ہوگا۔

وَصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ

اور اس میں طرح طرح سے ڈرانے کی باتیں بیان (کی) ہیں تاکہ لوگ پرہیزگاری اختیار کریں

اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ

یا یہ (قرآن) ان کے لئے کچھ سمجھ پیدا کرے (١) تو (یاد رکھو) اللہ جو حقیقی بادشاہ ہے بڑا عالی شان ہے

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ

اور (اے پیغمبر) قرآن کی وحی تم پر نازل ہو چکنے سے پہلے، تم قرآن (کے پڑھنے) میں جلدی نہ کیا کرو

وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿١١٤﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى

اور یہ دعا مانگا کرو کہ پروردگار مجھے اور زیادہ علم عطا فرما (٢) اور بلاشبہ ہم نے پہلے

اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿١١٥﴾ ع وَ

آدم سے عہد لیا تھا مگر وہ بھول گئے اور ہم نے ان میں عزم نہ پایا (٣) اور

اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ

جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے

اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى ﴿١١٦﴾ فَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ

ابلیس کے (کہ) اس نے انکار کیا پھر ہم نے کہا اے آدم! بلاشبہ یہ تمہارا اور تمہاری

وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿١١٧﴾

بیوی کا دشمن ہے تو کہیں یہ تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوا دے پھر تم تکلیف میں پڑ جاؤ

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿١١٨﴾ ۙ وَاَنَّكَ

بلاشبہ تمہارے لئے جنت میں یہ (آرام) ہے کہ تم اس میں نہ کبھی بھوکے رہو گے اور نہ ننگے ہو گے اور بلاشبہ

لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿١١٩﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ

اس میں تم نہ پیاسے ہو گے اور نہ دھوپ میں تپو گے (٤) پھر شیطان نے ان کے (یعنی آدم کے) دل میں

(١) یعنی جس طرح اوپر کی آیتیں ہم نے نازل کی ہیں اسی طرح پورا قرآن مجید ہم نے اتارا ہے جو فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہے۔ منجملہ اور نصیحتوں کے اس میں ہم نے وعید یعنی نافرمانوں کی سزا کا حال بھی بار بار اور طرح طرح سے بیان کیا ہے تاکہ لوگ سزا سے ڈر کر پرہیزگاری کا راستہ اختیار کریں۔ ممکن ہے کچھ لوگ ایسے ہوں کہ پہلی دفعہ ان پر پورا پورا اثر نہ ہو بلکہ صرف اتنا ہو کہ ان کا مذہبی اور اخلاقی احساس بیدار ہو جائے اور اپنے انجام کے بارے میں کچھ سوچنے لگیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہو کہ آخرکار سیدھے راستے پر لگ جائیں یا ان کو دیکھ کر دوسرے نصیحت حاصل کریں۔

(٢) یعنی یہ قرآن مجید اللہ تعالےٰ نے نازل کیا ہے جو بلند و برتر اور حقیقی بادشاہ ہے اس لئے لوگوں کو چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کریں، اس شاہی فرمان کو سر آنکھوں پر رکھیں اور اس کی زندگی بخش تعلیم سے فائدہ اٹھائیں۔

نزول قرآن مجید کے ذکر کے سلسلہ میں آنحضرتؐ سے خطاب کر کے فرمایا کہ سلسلۂ وحی پورا ہونے سے پہلے جلدی کرنے اور قرآن پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ بھولنے کا خوف

ع ١١ / ١٥

دل میں نہ لاؤ۔ اس کا علاج یہ ہے کہ یہ دعا مانگا کرو۔ رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔ اس دعا کا یہ اثر ہو گا کہ علم میں زیادتی ہو گی نیز جو قرآن مجید نازل ہوا ہے اور جو علم حاصل ہوا ہے۔ وہ پوری طرح محفوظ رہے گا۔

واضح ہو کہ اس آیت سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ علم و عرفان کے کس مقام پر فائز تھے۔ نیز یہ کہ قرآن اپنے ماننے والوں کے دلوں میں علم کی طلب کس قدر شدید دیکھنا چاہتا ہے۔

(٣) نزول قرآن مجید کے ذکر کے سلسلہ میں حضرت آدمؑ کی لغزش اور شیطان کی دشمنی کا ذکر فرمایا۔ مقصود یہ ہے کہ اس بات کی طرف توجہ دلائی جائے کہ شیطان اولادِ آدمؑ کا سخت ترین دشمن ہے اور ہر لمحہ ان کو گمراہ کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے وحی نازل فرمائی، شیطان کے فریب سے آگاہ کیا اور سیدھا راستہ دکھایا۔ لوگوں کو چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کریں اور پیغام حق کو قبول کر کے اپنی نجات کا سامان بہم پہنچائیں۔

(٤) یہاں یہ واقعہ مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ اور اعراف میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ حضرت آدمؑ کی بزرگی کو ظاہر کرنے کے لئے فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کریں سب نے حکم الٰہی کی تعمیل کی لیکن شیطان نے انکار کیا اور اسی وقت سے حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد کا دشمن ہو گیا۔۔۔ پھر ایسا ہوا کہ حضرت آدمؑ اور حضرت حوا کو جنت میں رہنے کی اجازت ملی جہاں وہ دونوں کھانے پینے اور رہنے سہنے کے آرام کے علاوہ روحانی لذتوں اور مسرتوں سے بھی بہرہ اندوز ہوتے تھے۔

الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ

وسوسہ ڈالا (اور) کہا کہ اے آدم! کیا میں تم کو ہمیشگی کا درخت بتاؤں

الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿١٢٠﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ

اور (ایسی) بادشاہی جس کو کبھی زوال نہ ہو چنانچہ ان دونوں نے اس درخت کا

لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ

پھل کھالیا تو ان کے ستر کی چیزیں ان پر کھل گئیں اور وہ جنت کے (درختوں کے)

وَّرَقِ الْجَنَّةِ ز وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿١٢١﴾ ثُمَّ

پتے اپنے اوپر چپکانے لگے (۱) اور آدم نے اپنے پروردگار کے (حکم کے) خلاف کیا سو (وہ) راہ سے بھٹک گئے پھر

اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿١٢٢﴾ قَالَ اهْبِطَا

ان کے پروردگار نے ان کو نوازا اور رحمت سے ان پر توجہ فرمائی اور راہ پر قائم کردیا (۲) (پھر) حکم دیا کہ تم دونوں

مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ

یہاں سے نیچے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو پھر اگر میری طرف سے تمہارے

مِّنِّيْ هُدًى ۵ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿١٢٣﴾

پاس ہدایت پہنچے تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو وہ نہ تو راہ سے بھٹکے گا اور نہ مصیبت میں پڑے گا

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً

اور جو شخص میری نصیحت سے منہ پھیرے گا تو اس کے لئے تنگی کی زندگی

ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ

ہوگی اور قیامت کے دن ہم اس کو اندھا کرکے اٹھائیں گے (۳) وہ کہے گا اے میرے پروردگار!

حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذٰلِكَ

تونے مجھ کو اندھا کرکے کیوں اٹھایا میں تو (دنیا میں اچھا خاصا) دیکھنے والا تھا ارشاد ہوگا ایسا ہی (ہونا چاہئے تھا کیونکہ)

(۱) جنت میں ہر طرح کا آرام تھا لیکن ایک خاص درخت کا پھل کھانے سے منع کردیا گیا تھا شیطان نے اسی راہ سے حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کو بہکایا اور کہا کہ میں ایک ایسا درخت بتاتا ہوں جس کا پھل کھانے سے ہمیشہ شاد و آباد رہو گے اور لازوال بادشاہت ملے گی۔

غرض شیطان نے مکر و فریب کا کچھ ایسا جال بچھایا کہ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ دونوں پھنس گئے اور وہ پھل کھالیا جس کے کھانے سے اللہ تعالیٰ نے ان کو منع کیا تھا۔

اس غلطی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنت کا نورانی لباس اُتر گیا اور بدن کے پوشیدہ حصے ظاہر ہوگئے۔ جب برہنگی سے شرم محسوس ہوئی تو بدن چھپانے کے لئے درختوں کے پتے لپیٹنے لگے۔

(۲) غرض یہ کہ تعمیل حکم خداوندی میں حضرت آدمؑ سے چوک ہوئی، وہ عزم و استقامت کی راہ پر ثابت قدم نہ رہے اور جنت کی زندگی سے بے راہ ہوگئے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر ان کو اپنے فضل سے نوازا کہ شیطان کے تسلط سے بچایا، برگزیدہ کیا، توبہ کی توفیق بخشی، پھر توبہ قبول فرمائی اور ہمیشہ کے لئے سیدھی راہ پر ثابت قدم فرمادیا۔

(۳) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ زمین پر اترو اور وہاں ایک نئی زندگی شروع کرو تم میں دشمنی کا بیج پڑ گیا ہے جو قیامت تک پھل لاتا رہے گا۔

پھر اس آیت میں سعادت اور شقاوت کے اصول سے آگاہ فرمایا۔ واضح ہو کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضرت آدمؑ کو توبہ کی توفیق بخش کر شیطان کے تسلط سے بچالیا، اسی طرح وحی نازل فرماکر اور پیغمبر بھیج کر اولاد آدمؑ کی حفاظت اور رہنمائی کا سامان فرمایا۔

چنانچہ قرآن مجید کی رو سے سعادت اور شقاوت کا یہ اصول ہے کہ جو لوگ وحی الٰہی کی روشنی میں زندگی کی راہ طے کریں گے، وہ نہ تو بھٹکیں گے اور نہ بدبخت اور محروم ہوں گے لیکن جو لوگ پیغام حق سے منہ پھیریں گے ان پر قبر کی زندگی تنگ کردی جائے گی یا دنیا کی زندگی اس طرح تنگ کردی جائے گی کہ مال و دولت اور عیش و آرام کے ہوتے ہوئے بھی دل کے سکون اور اطمینان سے محروم رہیں گے۔ اور پھر آخرت میں اندھے ہوکر اٹھیں گے۔

اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿١٢٦﴾

تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں تو تونے ان کو بھلا دیا تھا اور اسی طرح آج تو بھلا دیا گیا ہے

وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ

اور (دیکھو) اسی طرح ہم ہر اس شخص کو بدلا دیتے ہیں جو حد سے نکل جائے اور اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان نہ لائے

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿١٢٧﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ

اور (یاد رکھو کہ) آخرت کا عذاب بہت سخت اور بہت دیر تک رہنے والا ہے (۱) کیا ان لوگوں کو اس بات سے

كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ

(بھی) ہدایت نہیں ملی کہ ان سے پہلے ہم بہت سی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کے رہنے کی جگہوں میں

مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿١٢٨﴾ ع

یہ چلتے پھرتے ہیں بلاشبہ عقل والوں کے لئے اس میں (بہت سی) نشانیاں ہیں (۲)

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ

اور (اے پیغمبر!) اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک بات پہلے سے ٹھہرا دی گئی ہوتی اور (جزا و سزا کا) وقت مقرر نہ (کر دیا گیا)

اَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿١٢٩﴾ ؕ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ

ہوتا تو ان کو ان پر بھی عذاب لازم ہو جاتا (۳) پس جو کچھ یہ بکواس کرتے ہیں اس پر صبر کرو اور سورج

بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ

نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اپنے پروردگار کی حمد (وثنا) کے ساتھ اس کی تسبیح کیا کرو

وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ

اور رات کی گھڑیوں میں بھی تسبیح کیا کرو اور دن کے اطراف (یعنی دوپہر کے لگ بھگ بھی تسبیح کیا کرو) تاکہ تم

تَرْضٰى ﴿١٣٠﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ

خوش ہو جاؤ (۴) اور زیب و زینت کی ان چیزوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی مت دیکھو جن سے فائدہ اٹھانے کا

(۱) جو لوگ قیامت کے دن اندھے اٹھیں گے وہ تعجب سے عرض کریں گے کہ پروردگار! دنیا میں تو ہم اندھے نہ تھے۔ پھر یہاں کیوں اندھے ہو گئے۔

جواب میں ان سے کہا جائے کہ جب ہماری آیتیں اور نشانیاں تمہارے پاس پہنچی تھیں تو تم نے ان سے آنکھیں بند کر لی تھیں، ان کی طرف توجہ نہیں کی تھی اور ان کو بھولی بسری کر دیا تھا۔ تو دنیا میں تم نے جو ہماری آیتوں کو بھلا دیا تھا، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آج تم کو بھی بھلا دیا گیا ہے اور تم نے جو ہماری آیتوں سے آنکھیں بند کی تھیں، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آج تمہاری آنکھیں بند ہیں۔ یہ تو تمہارے اعمال کا لازمی نتیجہ ہے، اس پر تعجب کیوں کرتے ہو؟ حقیقت میں تمہارا یہ تعجب کرنا قابل تعجب ہے!

آخر میں لوگوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ دیکھو! عقائد اور اعمال میں حد سے گزرنے والوں اور اپنے پروردگار کے پیغام کا انکار کرنے والوں کو اس طرح سزا دی جائے گی۔ اس لئے ابھی سے آگاہ ہو جانا چاہیئے اور آخرت کی سزا سے بچنے کا سامان کرنا چاہیئے، کیونکہ آخرت کا عذاب بڑا ہی سخت اور بہت دیر تک رہنے والا ہے کہ اس کی کہیں انتہا ہی نہیں۔

ع ١٣
١٦

(۲) اگر یہ لوگ آخرت کے عذاب سے نہیں ڈرتے ہیں تو کیا تاریخی واقعات بھی ان کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ گزشتہ زمانے میں کتنی قومیں ایسی گزر چکی ہیں جو پاداشِ عمل میں ہلاک کر دی گئیں۔ خاکِ عاد اور ثمود وغیرہ کے کھنڈرات کو تو یہ لوگ اپنے قدموں سے روندتے ہیں۔ تعجب ہے کہ ان واقعات سے یہ کچھ عبرت حاصل نہیں کرتے، حالانکہ ان واقعات میں عقل والوں کے لئے بڑی بڑی نشانیاں اور عبرتیں پوشیدہ ہیں۔ مگر افسوس کہ یہ لوگ اپنی عقلوں سے کام نہیں لیتے اور جان بوجھ کر تباہی کے گڑھے میں گرتے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکمت نے ایک قانون ٹھہرا دیا ہے کہ پاداشِ عمل کی سزا میں جلد پکڑ نہیں ہوتی بلکہ مہلت اور ڈھیل ملتی رہتی ہے کہ کسی وقت بھی لوگ اپنی حالت درست کریں اور عذاب سے بچ جائیں۔ نیز یہ بات بھی ہے کہ ہر قوم کی تباہی کا ایک خاص وقت مقرر کر دیا ہے اور اعمال کی جزا و سزا کے لئے قیامت کا دن ٹھہرا دیا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر پہلے سے یہ باتیں طے شدہ نہ ہوتیں تو ان لوگوں کی سرکشیاں اور نافرمانیاں اس حد کو پہنچ گئی ہیں کہ ان پر کبھی کا عذاب لازم ہو چکا ہوتا اور روئے زمین کو ان کے وجود سے پاک کر دیا گیا ہوتا۔ (۴) ایمان والوں کی نصیحت کے لئے آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے تین باتیں فرمائیں۔ پہلی یہ کہ اس صورت حال کا علاج یہ ہے کہ مخالفوں کی بدگوئیوں اور ایذاؤں پر صبر کرو اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو اور پانچ وقت کی نمازوں کی پابندی کرو۔ اس بات کا یقین رکھو کہ دنیا اور آخرت میں ایسے نتائج ظاہر ہوں گے جن کو دیکھ کر تم خوش ہو گے ۔۔۔ اس آیت کے معنی کی وضاحت کے لئے سورۂ بقرہ کے رکوع ۵ میں آیت وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ کی تفسیر لاحظہ کی جائے۔

اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ

موقع ہم نے کئی جماعتوں کو دے رکھا ہے تاکہ اس (حال) میں (رکھ کر) ہم ان کو

فِيْهِ ؕ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿١٣١﴾ وَاْمُرْ اَهْلَكَ

آزمائیں اور تمہارے پروردگار کا عطیہ بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے (۱) اور اپنے گھر والوں کو

بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ

نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر جم جاؤ ہم تم سے روزی کے طالب نہیں بلکہ ہم

نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿١٣٢﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا

تمہیں روزی دیتے ہیں اور (بہتر) انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے (۲) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ

يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي

(پیغمبر) اپنے پروردگار کے پاس سے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے (ان سے پوچھو کہ) کیا ان کے پاس اگلی کتابوں

الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٣٣﴾ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ

میں کی روشن نشانی نہیں پہنچی (۳) اور اگر ہم ان کو قرآن (نازل کرنے) سے پہلے کسی عذاب سے

قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا

ہلاک کر ڈالتے تو یہ لوگ ضرور کہتے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہماری طرف ایک پیغمبر کیوں نہیں بھیجا

فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿١٣٤﴾

کہ ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے ہم تیرے کلام (اور احکام) کی پیروی کرتے (اے پیغمبر)

قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ

ان سے کہہ دو کہ (یہاں) ہر ایک انتظار کرنے والا ہے تو تم بھی انتظار کرو عنقریب تم جان لوگے کہ کون سیدھے

اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿١٣٥﴾

راستہ پر ہے اور کون منزل مقصود پر پہنچ گیا (۴)

(۱) دوسری ہدایت یہ ہے کہ یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکوں کی گروہوں کو جو اللہ تعالٰے نے دنیا کا عیش و آرام دے رکھا ہے اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھنا چاہئے کیونکہ اس کے ذریعہ ان کو آزمایا جا رہا ہے۔ لیکن اللہ تعالٰے نے آنحضرتؐ کو اور ایمان والوں کو جو قرآن مجید، ایمان اور پاکیزہ زندگی کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں، اور جو آخرت میں عطا فرمائے گا وہ بدرجہا بہتر ہیں اور اثرات کے اعتبار سے ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔

(۲) تیسری ہدایت یہ ہے کہ خود نماز کی پابندی کرو اور اپنے گھر والوں، ساتھیوں اور پیروی کرنے والوں کو اس کی تاکید کرتے رہو۔ روزی کمانے میں اتنا مشغول نہیں ہونا چاہیئے کہ نماز چھوٹ جائے۔ اللہ تعالٰے بندوں سے روزی نہیں مانگتا بلکہ خود اس نے بندوں کے لئے معاش کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ بندوں کو چاہیئے کہ روزی کمانے میں بھی بندگی اور پرہیزگاری کی راہ پر ثابت قدم رہیں اور بہتر نتیجوں کی امید رکھیں کیونکہ انجام کار پرہیزگاری کے ہاتھ ہے۔

(۳) منکرین آنحضرتؐ پر اعتراض کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ہمارے سامنے اپنے پروردگار کی کوئی نشانی کیوں نہیں پیش کرتے۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ جھوٹے ہیں اور جان بوجھ کر ایک بڑے نشان سے آنکھیں بند کرتے ہیں۔ کیا آنحضرتؐ نے قرآن مجید ان کے سامنے پیش نہیں کیا جو ایک عظیم الشان معجزہ ہے اور جو گزشتہ الہامی کتابوں کی صداقت کا گواہ ہے اور ان کے اصولی مضامین کی حفاظت کرتا ہے۔

(۴) حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں سچائی اور خلوص نہیں ہے۔ بات ٹالنے کے لئے طرح طرح کے بہانے بناتے ہیں۔ قرآن مجید جیسا عظیم الشان نشان ان کے سامنے ہے پھر بھی کہتے ہیں کہ کوئی نشان کیوں نہیں پیش کرتے۔ اور اگر ہم قرآن مجید نہیں نازل کرتے اور اس کے بغیر ہی کفر اور انکار کی سزا میں ان کو پکڑ لیتے ع تو اس وقت دوسرے ڈھنگ سے اعتراض کرتے ١٧ اور کہتے کہ پروردگار! تو نے کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا اور کوئی کتاب کیوں نہیں نازل کی۔ ہم تیری ہدایات کو مان کر تیری خوشنودی حاصل کر لیتے اور اس طرح دنیا کی نظروں میں ذلیل اور رسوا نہیں ہوتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کی ہدایت کے سامان کر دیئے گئے ہیں۔ اگر یہ اب بھی نہ مانیں تو ان سے کہہ دو کہ اب صورت حال یہ ہے کہ ہم بھی انتظار کرتے ہیں اور تم بھی انتظار کرو۔ مستقبل میں جو نتائج ظاہر ہوں گے ان سے یہ حقیقت آشکارا ہو جائے گی کہ کون سیدھے راستہ پر چل کر کامیابی سے ہمکنار ہوا۔

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاۤءِ مَكِّيَّةٌ (۲۱)

سورۂ انبیاء (۱) مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۚ

لوگوں کیلئے (ان کے اعمال کے) حساب (کا وقت) قریب آپہنچا ہے اور وہ (ابھی تک) غفلت میں پڑے (پیغام الٰہی سے) منہ پھیرے ہوئے ہیں (۲)

مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ

ان کے پاس ان کے پروردگار کی طرف سے جو تازہ نصیحت آتی ہے یہ اسے کھیلتے ہوئے

وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝۲ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ڰ

سنتے ہیں (اور) ان کے دل غفلت میں پڑے ہوئے ہیں (۳) اور یہ ظالم لوگ چپکے چپکے سرگوشی

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ

کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ یہ (محمد) تو محض تم جیسے ایک آدمی ہیں پھر کیا تم دیکھتے

السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝۳ قُلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ

بھالتے جادو میں پھنستے ہو (۴) (پیغمبر نے) کہا کہ آسمان و زمین میں جو بات

فِي السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۡ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۴ بَلْ

(بھی) کہی جاتی ہے میرا پروردگار اسے جانتا ہے اور وہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے بلکہ ان

قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۢ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ښ

ظالموں نے کہا کہ (قرآن کی باتیں تو) پریشان خواب ہیں۔ بلکہ محمد نے خود ہی اس کو بنا لیا ہے۔ بلکہ محمد ایک شاعر ہیں

فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝۵ مَآ اٰمَنَتْ

(اچھا یہی ہے) تو ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں جیسے اگلے (پیغمبر نشانیوں کے ساتھ) بھیجے گئے تھے (لیکن) ان سے پہلے

منزل ۴

(۱) یہ سورت بھی مکہ شریف میں نازل ہوئی تھی۔ چونکہ مکہ والے آنحضرتؐ کی رسالت کو نہیں مانتے تھے، اس لئے سورت میں رسالت کے مضمون کے کئی پہلوؤں کو واضح فرمایا ہے اور اس غرض کے لئے چند پیغمبروں کے حالات بیان فرمائے ہیں۔ شاید اسی مناسبت سے سورت کا نام 'سورۂ انبیاء' رکھا گیا ہے۔

(۲) قریش کو بیدار کرنے کے لئے سورت کو اس مضمون سے شروع فرمایا کہ ان کے حساب کا وقت قریب آگیا ہے لیکن تعجب ہے کہ وہ غفلت میں پڑے ہیں اور پیغام حق سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

واضح ہو کہ قیامت کا وقت نہیں بتایا گیا لیکن اس کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے فرمایا کہ بس وہ قریب ہی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرتؐ نے دو انگلیوں کو ملا کر حاضرین کو بتایا اور فرمایا "اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ" (میں اور قیامت ان دونوں کی طرح ہیں) یعنی میرا زمانہ قیامت سے ملا ہوا ہے اور میرے اور قیامت کے درمیان کوئی اور پیغمبر نہیں آئے گا۔

شاید آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہو کہ دنیا میں قریش کی تباہی کا وقت قریب آلگا ہے۔ چنانچہ ہجرت کے بعد رفتہ رفتہ حالات کا رنگ بدلا اور چند ہی برس گزرنے پائے تھے کہ دنیا نے دیکھ لیا کہ قریش کی ساری طاقت پاش پاش ہوگئی اور کعبہ شریف پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے قرآن مجید کی شکل میں ایک تازہ نصیحت اور یاد داشت بھیجی جس کو آنحضرتؐ پڑھ کر سناتے ہیں لیکن یہ کمبخت جی لگا کر نہیں سنتے۔ اس طرح سنتے ہیں کہ دنیا کے عیش و آرام اور کھیل کود میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کے کانوں میں قرآن مجید کے الفاظ پڑتے ہیں لیکن ان کے دل اس کے مفہوم اور مطلب کو سمجھنے سے یکسر غافل ہیں۔

(۴) آنحضرتؐ کی صداقت کی اس سے بڑھ کر اور کیا روشن دلیل ہو سکتی ہے کہ آپؐ کے سخت سے سخت دشمن بھی اس عجیب و غریب کشش اور تاثیر سے انکار نہیں کر سکتے تھے جو آپؐ کی پیغمبرانہ شخصیت اور قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت سے ان کے دل محسوس کرتے تھے لیکن شرارت اور ہٹ دھرمی سے اس کی تعبیر جادو سے کرتے تھے۔

چنانچہ فرمایا کہ قریش کے ظالم اور نا انصاف سردار نے پوشیدہ مشورے کئے اور لوگوں کو بہکانے کے لئے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کوئی خاص بات تو ہے نہیں۔ تمہاری ہی طرح کے ایک آدمی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے انھوں نے جادو سیکھ لیا ہے جبھی تو ان کے کلام میں ایک خاص اثر ہے۔ یاد رکھو! ان کے پاس ہرگز مت جانا۔ ورنہ پھنس ہی جاؤ گے۔

قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنٰهَا ۚ أَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٦﴾

کوئی بستی والے جن کو ہم نے ہلاک کیا ایمان نہیں لائے تو کیا یہ لوگ ایمان لے آئیں گے (۱)

وَمَآ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ إِلَيْهِمْ

اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم سے پہلے آدمیوں ہی کو پیغمبر بنایا تھا جن کے پاس ہم وحی بھیجتے تھے

فَسْـَٔلُوْٓا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٧﴾

تو (اے انکار کرنے والو!) اگر تم یہ بات نہیں جانتے تو اہل کتاب سے پوچھ لو (۲)

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا

اور ہم نے ان پیغمبروں کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ

كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ﴿٨﴾ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَأَنْجَيْنٰهُمْ

ہمیشہ رہنے والے تھے پھر ہم نے ان سے جو وعدہ کیا تھا اس کو سچا کردیا (یعنی) ان کو

وَمَنْ نَّشَآءُ وَأَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٩﴾ لَقَدْ أَنْزَلْنَآ

اور جن کو ہم نے چاہا نجات دی اور حد سے گزر جانے والوں کو ہلاک کر ڈالا (۳) لوگو! ہم نے تمہارے پاس

إِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٠﴾ ع وَكَمْ

ایسی کتاب اتاری ہے جس میں تمہارے لئے نصیحت ہے پھر کیا تم (اتنی بات بھی) نہیں سمجھتے (۴) اور بہت سی

قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّأَنْشَأْنَا

بستیوں کو جہاں کے رہنے والے ظالم (یعنی کافر) تھے ہم نے ہلاک کر ڈالا اور ان کے بعد

بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿١١﴾ فَلَمَّآ أَحَسُّوْا بَأْسَنَآ إِذَا

دوسرے گروہوں کو اٹھا کھڑا کیا پس جب ان ظالموں نے ہمارے عذاب کو

هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿١٢﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا إِلٰى مَآ

آتے دیکھا تو اس سے بھاگنے لگے (ان سے کہا گیا) بھاگو مت اور اپنے عیش و عشرت کی طرف لوٹو

منزل ۴

(۱) سرداران قریش آنحضرت اور قرآن مجید کی سچائی کو محسوس کرتے تھے لیکن محض ضد اور ہٹ دھرمی سے اس کا اعتراف کرنا نہیں چاہتے تھے، اس لئے طرح طرح کی باتیں سنایا کرتے تھے۔ کبھی کہتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کچھ پریشان خواب دیکھتے ہیں جن کو قرآن کی شکل میں پیش کر دیتے ہیں۔ کبھی کہتے کہ یہ اپنی طرف سے کچھ باتیں گھڑ لیتے ہیں اور ان کو وحی الٰہی کہہ کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ کبھی آپؐ کو شاعر بتاتے۔ کبھی بات ٹالنے کے لئے یوں کہتے کہ اچھا! اگر یہ سچے پیغمبر ہیں تو جیسے پہلے پیغمبر نشانیاں اور معجزات دکھایا کرتے تھے، ویسے ہی یہ بھی دکھائیں، جب ہم مانیں گے۔

اللہ تعالےٰ نے معجزات کے مطالبہ کا یہ جواب دیا کہ فرمائشی نشانیاں دیکھ کر گزشتہ زمانے کے لوگ ایمان نہیں لائے اس لئے ہلاک کر دیئے گئے۔ تو اول تو اس بات کا کیا یقین ہے کہ فرمائشی نشانی دیکھ کر یہ لوگ ضرور ایمان لے آئیں گے۔ دوسرے یہ کہ ایمان نہ لانے کی صورت میں ان کی تباہی لازمی ہے۔ کیا یہ لوگ اس صورت حال کے لئے تیار ہیں؟

(۲) قریش کے سردار آنحضرتؐ کی بشریت پر نظر رکھ کر آپؐ کی رسالت کا انکار کیا کرتے تھے اور دوسروں کو بہکایا کرتے تھے۔ اس خیال کی تردید میں فرمایا کہ گزشتہ زمانے کے جتنے پیغمبر گزرے ہیں وہ سب انسان نہیں تھے تو اور کیا تھے۔ بڑا افسوس ہے کہ ایسی موٹی بات بھی تم نہیں جانتے۔ خیر! اب معلوم کرنا کیا مشکل ہے؟ اہل کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں سے تمہارے تعلقات ہیں، ان سے دریافت کر لو۔ وہ اس بات کی تصدیق کریں گے کہ گزشتہ پیغمبر انسان ہی تھے۔

ع ۱

(۳) یعنی گزشتہ پیغمبروں کی یہ خصوصیت نہ تھی کہ وہ کھاتے پیتے نہ ہوں یا یہ کہ وہ ہمیشہ رہنے والے ہوں بلکہ ان کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ پیغام حق کی اشاعت کے لئے کھڑے ہوئے تھے، پھر اپنے وعدے کے مطابق اللہ تعالےٰ نے ان کو اور ان کے سوا جن جن کو بچانا منظور ہوا، سب کو بچا لیا اور ان کے مخالفوں کو جو حق کی مخالفت میں حد سے گزر گئے تھے، تباہ و برباد کر دیا۔

واضح ہو کہ جو لوگ آنحضرتؐ کی اور دین حق کی مخالفت کرتے ہیں ان کو آگاہ ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کی عادت کے مطابق ایک دن ایسا آئے گا کہ حق و باطل کی کشمکش ختم ہوگی اور اہل حق کامیاب اور باطل پرست نامراد ہوں گے۔

(۴) اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے قرآن مجید کی شکل میں ایسی کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر طرح کی نصیحت و موعظت ہے اور جو زندگی کا ایک مکمل دستور العمل ہے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ عقل سے کام لیں اور اس کتاب کے ذریعے اپنی زندگی کو سُدھاریں۔ خاص کر عربوں کو اس کتاب کی زیادہ قدر کرنی چاہیئے کیونکہ یہ ان ہی کی زبان میں ہے، وہی اس کے پہلے مخاطب ہیں اور اس کے طفیل سے دنیا میں ان کا بڑا نام ہونے والا ہے۔

أُتْرِفْتُمْ فِيهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُونَ ﴿۱۳﴾ قَالُوا
اور اپنے مکانوں کی طرف لوٹو شاید وہاں تم سے کچھ دریافت کیا جائے کہنے لگے ہائے
يٰوَيْلَنَآ إِنَّا كُنَّا ظٰلِمِينَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ
ہماری شامت! بیشک ہم ظالم تھے تو (دیکھو) وہ برابر اسی طرح پکارتے
دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيدًا خٰمِدِينَ ﴿۱۵﴾ وَمَا
رہے یہاں تک کہ ہم نے ان کو ایسا کر دیا (جیسے) کٹی ہوئی کھیتی (اور) بجھی ہوئی آگ (۱) اور ہم نے
خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِينَ ﴿۱۶﴾ لَوْ
آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اس کو کچھ کھیل تماشے کے لئے نہیں پیدا کیا اگر ہم
أَرَدْنَآ أَن نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِن لَّدُنَّآ ۖ
کھیل تماشہ بنانا چاہتے تو اپنے پاس سے بنا لیتے
إِن كُنَّا فٰعِلِينَ ﴿۱۷﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى
اگر ہم ایسا کرنے والے ہوتے بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں
الْبٰطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ
تو وہ اس کا سر کچل ڈالتا ہے تو وہ اسی وقت نیست و نابود ہو جاتا ہے اور جو باتیں تم (اللہ کی شان میں) بناتے ہو
مِمَّا تَصِفُونَ ﴿۱۸﴾ وَلَهُ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ
ان سے تمہاری خرابی ہے (۲) اور جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسی کے (مملوک اور بندے) ہیں
وَمَنْ عِندَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ
اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرتابی کرتے ہیں
وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ﴿۱۹﴾ يُسَبِّحُونَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ
اور نہ اکتاتے ہیں وہ رات دن اس کی پاکی بیان کرتے ہیں

(۱) قانون یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کسی ایک قوم کا محتاج نہیں ہے۔ اگر تم پیغام حق کو نہ مانوگے تو تم کو مٹا کر تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو کھڑا کر دیا جائے گا اور منشاء الٰہی پورا ہوگا۔

چنانچہ گزشتہ زمانے میں ایسا ہی ہوا کہ انکار اور سرکشی کی پاداش میں بہت سی قومیں تباہ کر دی گئیں اور ان کی جگہ دوسری قوموں نے لے لی۔

واقعہ یوں ہوا کہ جب انھوں نے عذاب الٰہی آتے دیکھا تو بستیوں سے بھاگنے لگے۔ طنز کے طور پر ان سے کہا گیا کہ بھاگو مت۔ ذرا اپنے عیش و عشرت کی طرف لوٹو جس نے تمھیں اس قدر سرشار کر رکھا تھا' اور اپنے ان ہی محلوں کی طرف پلٹو جن کی پائیداری کا تمھیں غرہ تھا۔ وہاں اب بھی تمھاری ضرورت محسوس کی جا رہی ہے اور تمھارا انتظار ہو رہا ہے۔ مگر اب ان کمبختوں کی آنکھیں کھلیں اور وہ واویلا کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہائے شامت! بیشک! پیغام الٰہی کا انکار کر کے ہم ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔

لیکن عذاب الٰہی نے ان کی فریاد کی کوئی پروا نہیں کی اور ان کو تباہ و برباد کر کے ان کی زندگی کے شعلوں کو ہمیشہ کے لئے بجھا ڈالا۔

(۲) دنیا میں ایسا ہوتا رہتا ہے کہ ایک قوم مٹتی ہے اور اس کی جگہ دوسری قوم اُبھرتی ہے' جیسا کہ اوپر کی آیت میں بیان فرمایا۔ غور کرنا چاہیئے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ ان آیتوں میں اس تغیر اور انقلاب کے سبب کی طرف توجہ دلائی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس عظیم الشان کائنات کو محض کھیل تماشے کے طور پر نہیں بنایا ہے۔ بلاشبہ اگر وہ چاہتا تو اپنی قدرت سے ایک کھیل تماشہ بنا کر کھڑا کر دیتا اور کوئی اس کو اس کام سے روک نہیں سکتا تھا لیکن چونکہ یہ کام اس کی عظمت اور شان کے خلاف تھا اس لئے اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ کائنات کو اس طرح بنایا کہ اس کے پیچھے ایک مقصد ہے اور اس کی ہر چیز میں کچھ نہ کچھ فائدہ ہے حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ خود حق ہے' اس لئے اس کے افعال بھی حق پر مبنی ہیں۔ چنانچہ اس کائنات کی بنیاد بھی حق پر قائم ہے۔

اب صورت حال یہ ہے کہ دنیا کی زندگی کچھ کھیل تماشہ نہیں ہے بلکہ ایک میدان کارزار ہے جس میں حق و باطل کی کشمکش جاری ہے لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ حق کے لئے بقا ہے اور باطل کے لئے فنا۔ ہوتا یہ ہے کہ قدرت حق سے باطل پر ضرب لگاتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ باطل ملیا میٹ ہو جاتا ہے اور حق ہمیشہ کے لئے قائم ہو جاتا ہے ــــ چونکہ وحی الٰہی حق ہے' قرآن مجید حق ہے اور آنحضرتؐ کی رسالت حق ہے اس لئے جو لوگ آنحضرتؐ اور قرآن مجید کی مخالفت پر اڑے ہوئے ہیں ان کو آگاہ ہونا چاہیئے کہ ایک دن حق اس زور سے حملہ آور ہوگا کہ باطل کے سارے قلعے زمین پر آرہیں گے۔

لَا يَفۡتُرُوۡنَ ۲۰ اَمِ اتَّخَذُوۡۤا اٰلِهَةً مِّنَ الۡاَرۡضِ

اور کسی وقت موقوف نہیں کرتے ان لوگوں نے زمین کی مخلوقات میں سے جو معبود بنالئے ہیں کیا وہ ان کو

هُمۡ يُنۡشِرُوۡنَ ۲۱ لَوۡ كَانَ فِيۡهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ

(مرنے کے بعد) زندہ کرسکتے ہیں(۱) اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ

لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا

دونوں درہم برہم ہوجاتے تو جو باتیں یہ لوگ بیان کرتے ہیں ان سے اللہ پاک ہے جو عرش کا (اکیلا)

يَصِفُوۡنَ ۲۲ لَا يُسۡـَٔلُ عَمَّا يَفۡعَلُ وَهُمۡ يُسۡـَٔلُوۡنَ ۲۳

مالک ہے وہ جو کچھ بھی کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں اور (جو کام یہ کرتے ہیں اس کی) ان سے بازپرس ہوگی (۲)

اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ ۚ

کیا ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور معبود بنالئے ہیں؟ (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ (اس بات پر) اپنی دلیل پیش کرو

هٰذَا ذِكۡرُ مَنۡ مَّعِىَ وَذِكۡرُ مَنۡ قَبۡلِىۡ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ

یہ ہے میرے ساتھ والوں کی کتاب (یعنی قرآن) اور (یہ ہیں) مجھ سے پہلے (پیغمبروں) کی کتابیں (یعنی تورات اور انجیل وغیرہ) بلکہ

لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۙ الۡحَـقَّ فَهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ۲۴ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا

بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ حق بات کا یقین نہیں کرتے اور اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور ہم نے تم سے پہلے

مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ

جتنے پیغمبر بھیجے ان سب کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی

اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ ۲۵ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ

معبود نہیں پس (چاہیئے کہ) میری ہی عبادت کرو (۳) اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ (خدائے رحمٰن) اولاد

وَلَدًا سُبۡحٰنَهٗ ؕ بَلۡ عِبَادٌ مُّكۡرَمُوۡنَ ۲۶ لَا يَسۡبِقُوۡنَهٗ

رکھتا ہے (حالانکہ) وہ اس سے پاک ہے بلکہ (جن کو یہ اللہ کی اولاد بتاتے ہیں) وہ اس کے معزز بندے ہیں وہ اس کے آگے بڑھ کر

(۱) حقیقت یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اللہ تعالیٰ ہی کے مملوک اور بندے ہیں۔ جن کو اس حقیقت کا شعور ہے مثلاً فرشتوں کو جو انسانوں کی نسبت سے حق تعالیٰ سے قریب تر ہیں، ان کا حال یہ ہے کہ وہ اس کی بندگی سے نہ تکبر کرتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں۔ رات دن اس کی تسبیح و تقدیس کے ترانے گاتے ہیں، نہ تھکتے ہیں اور نہ تھمتے ہیں۔

جب معصوم اور مقرب فرشتوں کا یہ حال ہے تو خطاکار انسانوں کو کیا ہوگیا ہے کہ پروردگار عالم کی بندگی سے سرتابی کرتے ہیں اور اس کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بناتے ہیں۔ ذرا ان کو غور کرنا چاہیئے کہ زمین کی مخلوقات میں سے جن چیزوں کو انھوں نے معبود بنا رکھا ہے کیا وہ یہ قدرت رکھتے ہیں کہ ان میں جان ڈال دیں اور ان کو اٹھا کھڑا کریں۔ ہرگز نہیں۔ جب ایسا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کس طرح معبود بنائے جاسکتے ہیں جو یہ قدرت رکھتا ہے کہ مرنے کے بعد لوگوں کو اٹھا کھڑا کرے گا اور اعمال کا حساب لے گا۔

(۲) اس آیت میں توحید پر ایک عقلی دلیل پیش کی ہے کہ فرض کرو اگر برابر کی قدرت اور طاقت والے دو خدا ہوتے تو آسمان و زمین کی یہ عظیم الشان کائنات اس طرح نظم اور باقاعدگی کے ساتھ نہیں چل سکتی تھی جس طرح اب ہزاروں لاکھوں برس سے چل رہی ہے۔ کیونکہ کائنات کے انتظام کے بارے میں دونوں خداؤں میں ضرور اختلاف ہوتا ورنہ اتفاق کامل کی صورت میں دوسرے خدا کو ماننا بے ضرورت ہوجاتا ہے۔ اور اختلاف کی صورت میں ظاہر ہے کہ برابر کی قدرت اور طاقت والے دو خداؤں کی زور آزمائی اور رسہ کشی میں نظام درہم برہم ہوکر ساری کائنات تباہ و برباد ہوکر رہ جاتی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ہزاروں لاکھوں برس سے آسمان و زمین کا نظام بدستور قائم ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایک ہی خدا ہے یعنی اللہ تعالیٰ جو عرش اعظم یعنی تخت شاہی کا تنہا مالک ہے اور جو ان باتوں سے پاک ہے جن کو یہ مشرک اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور اس کی یہ شان ہے کہ وہ جو کچھ کرے، اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ برخلاف اس کے سب اس کے آگے جوابدہ ہیں اور وہ سب سے ان کے اعمال کے بارے میں بازپرس کرے گا۔

(۳) اوپر کی آیت میں توحید پر ایک عقلی دلیل پیش کی تھی۔ اب نقلی دلیل پیش فرماتا ہے۔

یعنی جس طرح قرآن مجید میں توحید کی تعلیم ہے، اسی طرح پہلے کی الہامی کتابوں یعنی تورات انجیل وغیرہ میں بھی توحید کا صاف صاف ذکر ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وحی کا سرچشمہ ایک ہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔ اور اس نے سارے پیغمبروں کے پاس یہی وحی بھیجی ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔

اب یہ بات قابل غور ہے کہ جب سارے پیغمبر اور ساری الہامی کتابیں توحید پر متفق ہیں تو کیا یہ بات اس حقیقت کا پتہ نہیں دیتی کہ توحید ہی حق ہے اور شرک باطل ہے۔ افسوس ہے کہ بہت سے لوگ حق بات کو نہیں مانتے اور اس سے منہ پھیر کر چل دیتے ہیں۔

بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهٖ يَعْمَلُونَ ۝٢٧ يَعْلَمُ مَا
بات نہیں کرتے اور اسی کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں اللہ ان کے
بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ
اگلے اور پچھلے احوال کو جانتا ہے اور وہ کسی کی سفارش نہیں کر سکتے مگر ہاں اس
ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُونَ ۝٢٨ وَمَنْ
شخص کی جس سے اللہ خوش ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں اور ان میں سے
يَّقُلْ مِنْهُمْ إِنِّيْٓ إِلٰهٌ مِّنْ دُونِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيهِ
جو کوئی بھی یہ کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو اسے ہم دوزخ کی
جَهَنَّمَ ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِينَ ۝٢٩ أَوَلَمْ يَرَ
سزا دیں گے اور ہم ظالموں کو (ان کے ظلم کی) ایسی ہی سزا دیتے ہیں (۱) کیا کافروں نے
الَّذِينَ كَفَرُوْٓا أَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا
اس بات پر غور نہیں کیا کہ آسمان اور زمین دونوں (ابتدائی حالت میں) ایک دوسرے سے
رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۖ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ
ملے ہوئے تھے پھر ہم نے ان کو الگ الگ کیا اور پانی سے تمام جاندار چیزیں پیدا کیں کیا (ان باتوں کو سن کر) یہ
حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ۝٣٠ وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ
لوگ ایمان نہیں لاتے (۲) اور ہم نے زمین میں پہاڑ رکھ دیئے کہ
أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ ۠ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا
نہیں زمین ان کو لے کر جھک نہ جائے اور ہم نے اس میں کشادہ رستے بنا دیئے
لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ۝٣١ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا
تاکہ وہ (آسانی سے) راستہ پاسکیں اور ہم نے آسمان کو محفوظ

ع ۲ / ۱۹

(۱) عرب کے بعض لوگ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ ان کی تردید میں فرمایا کہ فرشتے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے معزز بندے ہیں۔ ان کے ادب کا یہ حال ہے کہ وہ آگے بڑھ کر اس سے بات نہیں کرتے بلکہ اس کے حکم کے منتظر رہتے ہیں اور اس کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اگلے پچھلے سارے احوال سے واقف ہے۔

اور دیکھو: لوگ ان کی شفاعت پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں، حالانکہ ان کا حال یہ ہے کہ وہ ہر شخص کی شفاعت نہیں کرتے بلکہ صرف اسی شخص کی کرتے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو۔ اور وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال سے لرزاں رہتے ہیں۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ موقع بے موقع ہر شخص کی شفاعت کر بیٹھیں۔

حقیقت یہ ہے کہ فرشتوں نے اپنے بارے میں کوئی گستاخی کی بات نہیں کہی۔ البتہ لوگوں نے جہالت سے ان کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا اور معبود بنایا۔

اور فرض کرو اگر ان میں سے کوئی گستاخی کر کے خود معبود ہونے کا دعوٰی کرے تو یاد رکھو کہ اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جائے گی بلکہ اس کی وہی سزا ہو گی جو اور سب ظالموں اور ناانصافوں کی ہوتی ہے۔ یعنی دوزخ۔ دیکھو! جب اللہ تعالیٰ کے آگے ان کا یہ حال ہے تو وہ اس لائق کہاں ہیں کہ ان کو اس کی بیٹیاں کہا جائے اور اس کے مقابلہ میں اُن کو معبود بنایا جائے۔

(۲) ذیل کی چند آیتوں میں اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جب کائنات کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا تنہا اللہ ہی ہے تو پھر وہی تنہا عبادت کا مستحق ہے اور اس طرح یہ بات ذہن نشین کرائی ہے کہ توحید ایک فطری بات ہے، جس کے سمجھنے اور ماننے میں کوئی ایچ پیچ نہیں ہے۔

اس آیت میں ابتداء آفرینش کے چند مرحلوں کی طرف اشارات کئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آفرینش کے کسی مرحلے میں کچھ ایسی حالت تھی کہ کائنات کی ساری چیزیں ملی جلی تھیں۔ پھر وہ وقت آیا جبکہ آسمان وزمین میں سے ہر ایک کو الگ الگ شکل وصورت عطا ہوئی۔ لیکن پھر بھی گویا آسمان وزمین کا منہ بند تھا۔ پھر ان کا منہ کھلا کہ آسمان سے بارش ہونے لگی اور زمین پر طرح طرح کے پودے اور درخت لہلہانے لگے۔ پانی کی تو یہ اہمیت ہے کہ نباتات اور حیوانات کی زندگی کی نمود اسی سے ہے۔ کائنات کے اس عجیب وغریب نظام کو دیکھنے کے بعد بھی کیا لوگوں کے دل نہیں کھلتے اور ایمان وتوحید کا ولولہ ان میں پیدا نہیں ہوتا؟

مَّحْفُوظًا ۚ وَهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَهُوَ
چھت بنایا مگر یہ لوگ اس کی نشانیوں سے منہ پھیرے ہوئے ہیں اور وہی تو

الَّذِىْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ
ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا

كُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ
کیا یہ سب آسمان میں (اس طرح چلتے ہیں گویا) تیر رہے ہیں (۱) اور (اے پیغمبر) ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کو

قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَا۟ئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿٣٤﴾
ہمیشہ کی زندگی نہیں دی پھر اگر تمہارا انتقال ہو جائے تو کیا یہ لوگ (دنیا میں) ہمیشہ رہیں گے

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ
(یاد رکھو) ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تم کو آزمانے کے لئے مصیبت

وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَاِذَا
وراحت میں مبتلا کرتے ہیں اور تم سب ہمارے ہی پاس لوٹ کر آؤ گے (۲) اور (اے پیغمبر!)

رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ
یہ کافر لوگ جب تم کو دیکھتے ہیں تو بس تمہاری ہنسی اڑانے لگتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ)

اَهٰذَا الَّذِىْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ
کیا یہی وہ شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا (برائی سے) ذکر کیا کرتا ہے حالانکہ ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ یہ خود (خدائے) رحمٰن کے

هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٦﴾ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ
ذکر کا انکار کرتے ہیں (۳) انسان (کچھ ایسا جلد باز ہے کہ گویا) جلد بازی سے بنایا گیا ہے اچھا ہم عنقریب تم کو (اپنی قدرت کی)

اٰيٰتِىْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿٣٧﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا
نشانیاں دکھا دیں گے تو تم اتنی جلدی نہ کرو (۴) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو

(۱) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے آرام اور فائدے کے لئے زمین پر بھاری بھاری پہاڑ کھڑے کر دیئے ہیں تاکہ زمین انھیں لے کر ایک طرف کو جھک نہ پڑے۔ اور اس نے زمین میں کشادہ کشادہ راستے بنا دیئے ہیں تاکہ لوگوں کو چلنے پھرنے میں کسی طرح کی دقت نہ ہو اور ہر شخص نہایت آسانی سے اپنی منزل مقصود کو پہنچ سکے۔

آسمان کو اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ وہ ایک محفوظ اور وسیع چھت کی طرح سے ہمارے سروں پر کھڑا معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو ایسے نظام میں جکڑ دیا ہے کہ ہر ایک اپنے اپنے راستے پر چکر لگا رہا ہے اور ان کی حرکت سے رات اور دن پیدا ہوتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانیاں ہیں لیکن افسوس ہے کہ کچھ لوگ ان سے منہ پھیر لیتے ہیں اور ہدایت حاصل نہیں کرتے۔

(۲) لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کے مخالف آپؐ کے انتقال کی آرزو کیا کرتے تھے۔ ان کے جواب کے لئے فرمایا کہ مرنا پیغمبری کی شان کے خلاف نہیں ہے۔ کوئی بشر ایسا نہیں ہے جو دنیا میں ہمیشہ رہے۔ یہ کمبخت جو آپؐ کے انتقال کے تصور سے خوش ہوتے ہیں تو کیا یہ دنیا میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ضروری ہے۔ پھر دوسرے کی موت پر خوش ہونے سے کیا فائدہ۔

ان کمبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اصل سوال موت کا نہیں، زندگی کا ہے کہ آدمی زندگی کی آزمائشوں سے کس طرح عہدہ برا ہوتا ہے؟ خیر کا سرمایہ جمع کرتا ہے یا شر کا؟ دانشمندی یہ ہے کہ آدمی دوسرے کی موت کی آرزو کرنے کی بجائے خود اپنی زندگی کی خبر لے اور اس کو سدھارے۔ کیونکہ سب کو ایک دن اللہ تعالیٰ کے سامنے جانا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

(۳) قریش کے سردار آنحضرتؐ کو دیکھ کر آپؐ کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور گستاخی سے کہتے تھے کہ کیا یہی وہ حضرت ہیں جو ہمارے معبودوں کا ذکر بُرائی کے ساتھ کرتے ہیں۔

ان گستاخوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ یہ کمبخت اپنے بنائے ہوئے معبودوں پر تنقید سُننا گوارا نہیں کرتے لیکن خود ان کا حال یہ ہے کہ پیغام حق سے منہ موڑے ہوئے ہیں، خدائے رحمٰن کا انکار کرتے ہیں اور اس کے ذکر سے چڑتے ہیں۔ ان کو سوچنا چاہیئے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ خود کا حال قابل تمسخر ہو:

(۴) قریش کے سردار آنحضرتؐ کے ساتھ گستاخی کیا کرتے تھے اور استہزاء کے طور پر عذاب کے لئے جلدی مچایا کرتے تھے۔ بشریت کے تقاضے سے شاید بعض ایمان والوں کے دل میں بھی یہ خیال آیا ہو کہ ان کمبختوں پر جلد عذاب آجائے تو اچھا ہے۔ بہرحال اس آیت میں انسان کی اس کمزوری کی طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ جلد باز ہے اور بعض لوگ بے سوچے سمجھے نتائج کے جلد ظاہر ہونے کی خواہش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حکمت و مصلحت کے لحاظ سے ہر کام کا ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ جلدی نہ مچائیں بلکہ صبر و سکون سے کام لیں اور انتظار کریں۔ ہر کام اپنے وقت پر ظاہر ہو جائے گا۔

الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٣٨﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ
تو بتاؤ کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا کاش! کافروں کو اس وقت کی
كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا
حالت معلوم ہو جائے جب وہ اپنے چہروں سے اور اپنی پیٹھوں سے آگ کو نہ
عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٣٩﴾ بَلْ تَأْتِيْهِمْ
روک سکیں گے اور نہ وہ کہیں سے مدد پا سکیں گے (۱) بلکہ وہ گھڑی ان پر
بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ
اچانک آموجود ہوگی اور انہیں بدحواس کردے گی تو وہ اس کو دفع نہ کر سکیں گے اور نہ ان کو
يُنْظَرُوْنَ ﴿٤٠﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ
مہلت دی جائے گی اور (اے پیغمبر) تم سے پہلے بھی پیغمبروں کی ہنسی اڑائی
قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا
جا چکی ہے تو جو لوگ ہنسی اڑاتے تھے ان کو اسی عذاب نے آگھیرا
بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٤١﴾ قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَ
جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے (۲) (اے پیغمبر ان سے) پوچھو کہ رات میں یا دن میں (خدائے
النَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ۭ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ
رحمٰن کے عذاب سے) تم لوگوں کو کون بچا سکتا ہے بلکہ یہ تو اپنے پروردگار کی یاد سے بالکل
مُّعْرِضُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ۭ
منہ پھیرے ہوئے ہیں کیا ہمارے سوا ان کے کوئی اور معبود ہیں جو ان کو (ہمارے عذاب سے) بچا سکتے ہیں
لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿٤٣﴾
وہ خود اپنی مدد تو کر نہیں سکتے (دوسروں کی کیا مدد کر سکیں گے) اور نہ ہماری طرف سے (کوئی) مدد حاصل کر سکتے ہیں (۳)

(۱) قریش کے سردار قیامت اور عذاب کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر اس کو آنا ہے تو پھر دیر کیوں ہو رہی ہے۔ ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ یہ لوگ نادانی سے قیامت اور عذاب کے لئے جلدی مچا رہے ہیں۔ اگر ان کو عذاب کی ہولناکی کا تصور ٹھیک ٹھیک ہو جاتا تو ہرگز اس کا مطالبہ نہیں کرتے۔ وہ وقت ایسا ہوگا کہ آگ ان لوگوں کو چاروں طرف سے گھیر لے گی اور یہ لوگ نہ تو خود آگ کو اپنے آگے اور پیچھے سے ہٹا سکیں گے اور نہ اس کام میں کوئی اور ان کی مدد کر سکے گا۔ اس وقت عذاب ان پر اچانک آئے گا جس کی وجہ سے ان کے ہوش و حواس اڑ جائیں گے۔ نہ تو وہ اس سے بچ سکیں گے اور نہ ان کو کچھ مہلت ملے گی۔

(۲) آنحضرتؐ اور ایمان والوں کی تسلی کے لئے فرمایا کہ پہلے پیغمبروں کی بھی اسی طرح ہنسی اڑائی گئی تھی لیکن آخر کار یہ ہوا کہ ہنسی اڑانے والوں کو اپنی گستاخی اور بدعملی کی سزا بھگتنی پڑی اور ان کو اسی عذاب نے آگھیرا جس کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے۔

(۳) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نڈر ہو کر سرکشیاں اور نافرمانیاں کیے جا رہے ہیں ان کو ذرا سوچنا چاہئے کہ اگر رات میں یا دن میں اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کرے تو آسمان و زمین میں کون ہے جو ان کو عذاب الٰہی سے بچا سکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ خدائے رحمٰن کی رحمانیت ہی ہے جو ان پر فوری عذاب نازل نہیں ہوتا اور ان کو مہلت پر مہلت ملتی چلی جا رہی ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہ پیغام حق قبول کرتے لیکن پیغام کو قبول کرنا تو الگ رہا یہ تو اس کے ذکر ہی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ کیا یہ لوگ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ ان کے باطل معبود ان کی حفاظت کرتے ہیں اور آئندہ بھی ان کو بچائیں گے۔ یہ ان کا خیال خام ہے۔ ان کے معبود تو ایسے لاچار ہیں کہ اگر کوئی ان کو نقصان پہنچائے تو نہ تو وہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مدد حاصل کر سکتے ہیں۔ غور کرنے کی بات ہے کہ ایسے لاچار معبود اپنے پوجنے والوں کی کیا مدد کریں گے۔

بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ
اصل یہ ہے کہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ داداؤں کو (دنیا کا) خوب سامان دیا یہاں تک کہ اسی حالت میں ان کی بڑی بڑی عمریں گزر گئیں
اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ
کیا یہ لوگ اس بات کو نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آتے ہیں
اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ
تو کیا یہ لوگ غلبہ پانے والے ہیں (۱) (اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ میں تم کو اللہ کے حکم کے مطابق آگاہ کرتا ہوں
وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾
(مگر یہ لوگ بہرے ہیں) اور جب بہروں کو آگاہ کیا جاتا ہے تو وہ آواز کو سنتے ہی نہیں (۲)
وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ
اور (اے پیغمبر) اگر ان کو تمہارے پروردگار کے عذاب کی ذرا سی ہوا بھی لگ جائے تو کہنے لگیں کہ
يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ
ہائے ہماری کمبختی! بیشک ہم ہی ظلم کرنے والے تھے (۳) اور ہم قیامت کے دن انصاف کی
الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ
ترازو کھڑی کریں گے تو کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے گی اور اگر رائی
كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى
کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہوگا تو ہم اس کو حاضر کردیں گے اور ہم حساب
بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ
لینے والے (تنہا) کافی ہیں (۴) اور (دیکھو یہ واقعہ ہے کہ) ہم نے موسیٰ و ہارون کو فرقان (یعنی حق کو باطل سے
الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ
الگ کرنے والی) اور (سرتاپا) روشنی اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت کی چیز (یعنی تورات) عطا فرمائی (وہ پرہیزگار) جو

(۱) ان کی سرکشی اور غفلت کا اصلی سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا کی بہت سی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ اس طرح عیش و عشرت میں کئی صدیاں بیت گئیں' اور اب غفلت ان کی رگ رگ میں رچ گئی ہے۔ اسی لئے کوئی نصیحت ان پر کارگر نہیں ہوتی۔
مگر ان کمبختوں کو آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہیئے کہ اسلام کا اثر روز بروز بڑھتا چلا جا رہا ہے' ان کی سرداریاں ایک ایک کر کے ختم ہو رہی ہیں اور عرب کی سرزمین روز بہ روز ان پر تنگ ہوتی چلی جا رہی ہے۔ کیا اس کھلی حقیقت سے بھی کچھ نصیحت حاصل نہیں کرتے اور اب بھی اس خیال باطل میں مگن ہیں کہ وہ ایمان والوں پر غالب آئیں گے۔

(۲) آنحضرتؐ کا کام یہ ہے کہ وحی الٰہی سے خبر پا کر سرکشی اور بدعملی کے انجام سے لوگوں کو آگاہ فرما دیتے ہیں لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جو جان بوجھ کر بہرے بن جاتے ہیں اور آپؐ کی آواز کو سنتے ہی نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگ آپؐ کی آواز سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

(۳) یہ لوگ بڑے بہادر بنتے ہیں اور عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر عذاب الٰہی کی ہوا بھی ان کو چھو جائے تو یہ ساری شیخی بھول جائیں' چیخنے چلانے لگیں اور کہنے لگیں کہ بیشک سرکشی اور نافرمانی کر کے خود ہم ہی نے ظلم کیا اور اپنے کو تباہی میں ڈالا۔

(۴) سرکشوں اور نافرمانوں کی تنبیہ کے لئے قیامت کے دن کا کچھ حال بیان فرمایا کہ اس دن ترازو کھڑی کی جائے گی جو لوگوں کے اعمال کا وزن ٹھیک اور انصاف کے ساتھ بتائے گی۔ اس دن کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا بلکہ ہر شخص کے اعمال ٹھیک ٹھیک تولے جائیں گے یہاں تک کہ اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی عمل ہوگا تو وہ بھی اس دن حاضر کیا جائے گا اور تولا جائے گا۔ اور اس دن حساب لینے کے لئے خود اللہ تعالیٰ کافی ہوگا اور اس کا فیصلہ آخری ہوگا۔

الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾

بغیر دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں اور وہ قیامت سے بھی ڈرتے رہتے ہیں (۱)

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

اور یہ (قرآن) ایک برکت والی نصیحت ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے تو کیا تم اس کا انکار کرتے ہو (۲)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ

اور اس سے پہلے ہم نے ابراہیم کو ان کی شان کے مناسب سمجھ بوجھ عطا فرمائی تھی اور ہم ان (کے حال)

عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ

سے واقف تھے جبکہ انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ یہ کیا مورتیں ہیں

الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا

جن (کی پرستش) پر تم جمے بیٹھے ہو انھوں نے (جواب میں) کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو

لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ

ان کی پرستش کرتے دیکھا ہے ابراہیم نے کہا کہ تم اور تمہارے باپ دادا بھی

فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ

صریح گمراہی میں پڑے رہے (۳) (اس پر) انھوں نے کہا کہ کیا تم ہمارے پاس سچی بات لے کر

اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ

آئے ہو یا دل لگی کر رہے ہو ابراہیم نے کہا کہ (میں دل لگی نہیں کرتا) بلکہ (کہتا ہوں کہ)

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى

تمہارا پروردگار وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے جس نے ان سب کو پیدا کیا اور میں اس

ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ

حقیقت پر تمہارے سامنے گواہ ہوں (۴) اور (آہستہ سے یہ بھی کہا) اللہ کی قسم جب تم (ان کے پاس سے)

(۱) اوپر کے رکوعوں میں توحید، رسالت، منکروں کے انجام وغیرہ کا ذکر کیا تھا۔ ان باتوں کی تائید کے لئے گزشتہ پیغمبروں کے چند واقعات بیان فرماتا ہے۔

چنانچہ پہلے حضرت موسیٰؑ کی دعوت اور ان کی کتاب توراۃ کا ذکر فرمایا جس کو یہودی اور عیسائی الہامی کتاب مانتے تھے اور جس کے نام سے عربوں کے کان بھی آشنا تھے۔ توراۃ فرقان تھی کہ حق و باطل کو الگ الگ کرکے بتاتی تھی۔ وہ ضیاء تھی کہ اس سے دین حق کی روشنی دنیا میں پھیلی تھی۔ وہ ذکر تھی کہ اس سے نصیحت حاصل ہوتی تھی لیکن اس سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے تھے جن کے دلوں میں پروردگار عالم کی عظمت سمائی ہوئی تھی اور جو قیامت کے دن کی بازپرس سے ڈرتے تھے۔

ع ۴ ۹

(۲) یعنی جس طرح گزشتہ زمانے میں ہم نے توراۃ نازل کی تھی۔ اسی طرح اب ہم نے قرآن نازل کیا ہے جو سرتاسر نصیحت و موعظت ہے اور زندگی کا مکمل دستور العمل ہے۔ سخت حیرت و تعجب ہے کہ ایسی کتاب کی تم قدر نہیں کرتے اور اس کی سچائی کا انکار کرتے ہو۔

(۳) حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے توحید اور حق پرستی کی وہ ہدایت دی تھی جو ان جیسے اولوالعزم پیغمبر کے شایان شان تھی۔ چنانچہ انھوں نے بت پرستی کے خلاف بڑی قوت سے آواز بلند کی اور لوگوں سے کہا کہ یہ پتھر کی مورتیاں جن کو تم اپنے ہاتھ سے گھڑ لیتے ہو کس طرح خدا ہو سکتی ہیں۔ آخر کچھ بیان تو کرو کہ ان میں کیا صفات ہیں جن کی وجہ سے تم ان کی پوجا پر جم کر بیٹھے ہو۔

لوگوں نے جواب دیا کہ ان کی صفات تو کچھ بیان نہیں کر سکتے۔ البتہ یہ جانتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا بتوں کو پوجا کرتے تھے۔ ان کی دیکھا دیکھی ہم بھی پوجتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ جس طرح تم گمراہ ہو اسی طرح تمہارے باپ دادا بھی گمراہ تھے۔

(۴) جب حضرت ابراہیمؑ نے یہ کہا کہ جس طرح تم گمراہ ہو اسی طرح تمہارے باپ دادا بھی گمراہ تھے تو حضرت ابراہیمؑ کے عزم کو دیکھ کر اور باپ دادا کے بارے میں گمراہی کا فیصلہ سن کر لوگوں کا پندار آباء پرستی پاش پاش ہوگیا، وہ حیرت میں پڑ گئے اور اس بات پر سنجیدگی سے سوچنے لگے۔ چنانچہ انھوں نے حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا کہ کیا تم سچی بات پیش کر رہے ہو اور سنجیدگی سے گفتگو کر رہے ہو یا یوں ہی دل لگی کر رہے ہو۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ دل لگی کی کیا بات ہے؟ میں تو سچی بات پیش کر رہا ہوں حقیقت یہ ہے کہ تمہارا پروردگار وہ ہے جو ساری کائنات کا پروردگار ہے اور وہی اس کا پیدا کرنے والا بھی ہے۔ دیکھو! وہی عبادت کا مستحق ہے نہ یہ بے جان مورتیاں جن میں کوئی صفت نہیں۔ اور دیکھو! میں اس سچائی پر یقین رکھتا ہوں اور تم سب کے سامنے اس کا اعلان کرتا ہوں۔

أَصْنَامَكُم بَعْدَ أَن تُوَلُّوا مُدْبِرِينَ (۵۷) فَجَعَلَهُمْ
چلے جاؤ گے تو میں تمہارے ان بتوں کے ساتھ ایک چال چلوں گا چنانچہ (ان کے جانے کے بعد)
جُذَاذًا إِلَّا كَبِيرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ (۵۸)
ابراہیمؑ نے بتوں کو (توڑ پھوڑ کر) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا مگر صرف ایک بڑے بت کو (چھوڑ دیا) کہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں (۱)
قَالُوا مَن فَعَلَ هَٰذَا بِآلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ (۵۹)
(جب لوگوں نے بتوں کو دیکھا تو) کہا ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کس نے کی ہے بلاشبہ وہ بڑا ظالم آدمی ہے
قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ (۶۰) قَالُوا
چند آدمیوں نے کہا کہ ہم نے ایک نوجوان کو (برائی سے) ان کا ذکر کرتے سنا ہے جس کو ابراہیم کہہ کر پکارا جاتا ہے لوگوں نے کہا
فَأْتُوا بِهِ عَلَىٰ أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ (۶۱)
کہ ابراہیم کو سب کے سامنے لاؤ تاکہ لوگ (خود اس کی باتیں سن کر) گواہ رہیں (جب ابراہیمؑ آئے تو)
قَالُوا أَأَنتَ فَعَلْتَ هَٰذَا بِآلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ (۶۲)
لوگوں نے کہا اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟
قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَٰذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِن كَانُوا
ابراہیمؑ نے کہا (کہ نہیں) بلکہ ان میں کے اس بڑے بت نے کیا ہے اگر یہ بت بولتے ہوں تو ان ہی
يَنطِقُونَ (۶۳) فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمْ
سے پوچھ لو (۲) پھر انھوں نے دل میں غور کیا اور آپس میں کہنے لگے کہ بے شک
أَنتُمُ الظَّالِمُونَ (۶۴) ثُمَّ نُكِسُوا عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ لَقَدْ
تم ہی بے انصاف ہو پھر انھوں نے (شرمندہ ہو کر) سر نیچا کر لیا (اس پر بھی ابراہیم سے کہا کہ)
عَلِمْتَ مَا هَٰؤُلَاءِ يَنطِقُونَ (۶۵) قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ
تم جانتے ہو کہ یہ بت بات نہیں کیا کرتے تو ابراہیم نے کہا پھر کیا تم

(۱) جب حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ لوگ معقول بات نہیں سمجھتے ہیں تو کہا اچھا: جب تم یہاں سے چلے جاؤ گے تو میں تمہارے بتوں کے ساتھ ایک چال چلوں گا جس سے ان کے معبود ہونے کی حقیقت تم پر واضح ہو جائے گی لیکن یہ بات انھوں نے آہستہ سے کہی کہ تھوڑے لوگوں نے سنی اور بہت سے لوگوں نے سنی ہی نہیں۔ اور جنھوں نے سنی ان کو بھی خوش عقیدگی کی وجہ سے یہ خیال نہ ہوا کہ واقع میں حضرت ابراہیمؑ کچھ کر گزریں گے۔

بہر حال جشن کے دن جب کہ سب لوگ شہر سے باہر گئے ہوئے تھے حضرت ابراہیمؑ کو کام کرنے کا موقع ملا چنانچہ انھوں نے بت خانے کے بتوں کو توڑ پھوڑ کر برابر کر دیا، صرف بڑے بت کو چھوڑ دیا تاکہ لوگ خیال کریں کہ شاید اسی نے چھوٹے بتوں کی خبر لی ہے، یا حیرت کریں کہ اس کے سامنے بتوں کی درگت بنی لیکن اس نے بھی چھوٹے بتوں کی مدد نہیں کی یا یہ کہ اسی سے بحث کا آغاز کیا جائے جیسا کہ واقع میں حضرت ابراہیمؑ نے کیا۔

(۲) جب پجاری مندر میں آئے اور انھوں نے اپنے خداؤں کی یہ درگت دیکھی تو حیرت میں پڑ گئے اور کہنے لگے کہ وہ کون آدمی ہوگا جس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ گستاخی کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کوئی بڑا ہی ظالم آدمی ہے جو مقدس مورتیوں کے ساتھ ایسی بے ادبی سے پیش آیا۔

جن لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ کی باتیں سنی تھیں انھوں نے ان ہی کا نام لیا چنانچہ وہ مجمع عام میں بلائے گئے۔ اس غرض سے کہ سب لوگ حضرت ابراہیمؑ کے اعتراف جرم کو سن لیں۔ پجاریوں نے ان سے پوچھا کہ کیا تم ہی نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان کو الزام دینے کے لئے برجستہ کہا کہ کیوں یقین نہیں کرتے کہ اس بڑے خدا نے چھوٹے خداؤں کی خبر لی ہے۔ اور تم تو کہتے ہو کہ بت تمہاری التجائیں سنتے ہیں اور ان کا جواب دیتے ہیں۔ تو اس بارے میں بھی ان ہی سے پوچھ لو۔ اگر وہ بول سکتے ہیں تو ٹھیک ٹھیک بتادیں گے کہ ان کی یہ درگت کس نے بنائی ہے اور یہ کہ وہ کیوں اپنا بچاؤ نہ کر سکے۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾

اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہو جو نہ تمھیں کچھ فائدہ دے سکیں اور نہ نقصان پہنچا سکیں

اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا

تف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو کیا تم

تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ

عقل نہیں رکھتے (۱) (تب وہ آپس میں) کہنے لگے کہ اگر تمھیں کچھ کرنا ہے تو اس کو آگ میں جلا دو

اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا

اور اپنے معبودوں کی مدد کرو (جب انھوں نے ابراہیم کو آگ میں ڈالا تو) ہم نے حکم دیا کہ اے آگ

وَّسَلٰمًا عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ ۙ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا

ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم پر (موجب) سلامتی (بن جا) اور (دیکھو) ان لوگوں نے چاہا تھا کہ ابراہیم کے ساتھ

فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾ ۚ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى

ایک چال چلیں لیکن ہم نے انہی کو ناکام کر دیا (۲) اور ابراہیم کو اور (ان کے ساتھ ان کے بھتیجے) لوط کو (دشمنوں سے

الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا

نجات دلا کر) ایک ایسے ملک میں پہنچا دیا جس میں ہم نے لوگوں کے لئے برکتیں رکھی تھیں اور ابراہیم کو ایک

لَهٗٓ اِسْحٰقَ ۭ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا

فرزند اسحاق عطا کیا اور فرزند کے علاوہ پوتا یعقوب (بخشا) اور سب کو ہم نے نیک

صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا

بنایا تھا اور ہم نے ان لوگوں کو پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم سے (لوگوں کو) ہدایت

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ

کیا کرتے تھے اور ہم نے وحی کے ذریعہ ان کو نیک کام کرنے اور نماز پڑھنے

(۱) حضرت ابراہیمؑ کا یہ استدلال ایسا عجیب و غریب اور مؤثر تھا کہ پجاریوں پر سناٹا چھا گیا۔ پھر پجاریوں نے مجمع سے ایک طرف کو ہٹ کر آپس میں مشورہ کیا۔ آخرکار انھوں نے یہی فیصلہ کیا اور کہا کہ بلاشبہ حق اور انصاف سے ہٹنے والے ہم ہی ہیں۔ ٹھیک بات تو وہی ہے جو ابراہیمؑ کہتے ہیں۔

پھر مجبور ہوے کہ جو بات حضرت ابراہیمؑ ان سے کہلوانا چاہتے تھے وہ سر جھکا کر دبی زبان سے کہدیں۔ یعنی یہ کہ ابراہیمؑ! تم تو جانتے ہی ہو کہ یہ بت بولتے ہی نہیں پھر ہم ان سے کیا پوچھیں؟

اب حضرت ابراہیمؑ کو موقع ملا اور مجمع کو خطاب کر کے انھوں نے حق کا اعلان کیا کہ جب بتوں کی درماندگی کا یہ حال ہے تو پھر تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پوجا کرتے ہو جو تم کو نہ نفع پہنچا سکتی ہیں اور نہ نقصان۔ ذرا عقل سے کام لو اور بُت پرستی سے باز آؤ۔

(۲) جب لوگ بحث اور مناظرہ میں ہار گئے تو جیسا کہ جاہلوں اور سرکشوں کا قاعدہ ہے ظلم اور تشدد پر آتر آئے۔ انھوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ اب اپنے معبودوں کی مدد کرو اور ان کی عزت بچاؤ۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ابراہیمؑ کو آگ میں جلا کر ختم کر دو۔ اگر کچھ کرنا ہے تو یہ کام کرو اس کے سوا اپنے معبودوں کی عزت بچانے کا کوئی اور طریقہ نہیں ہے۔ چنانچہ ان ظالموں نے بڑی بیدردی کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ کو بھڑکتے شعلوں میں جھونک دیا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے آگ کو حکم دیا کہ حضرت ابراہیمؑ کے حق میں اس طرح ٹھنڈی ہو جا کہ ان کو ذرا بھی نقصان نہ پہنچے اور وہ صحیح و سلامت رہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اس واقعہ سے لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے کہ ان سرکشوں نے حضرت ابراہیمؑ کو نقصان پہنچانا چاہا لیکن اللہ تعالےٰ نے خود ان ہی کو خسارہ میں ڈال دیا کہ ان کے منصوبے کو خاک میں ملا کر ان کو ذلیل اور رسوا کیا اور ان کی مرضی کے خلاف حضرت ابراہیمؑ کا بول بالا کیا۔

وَ اِیْتَآءَ الزَّکٰوۃِ ۚ وَکَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ ﴿۷۳﴾ وَ لُوْطًا
اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا تھا اور یہ سب ہماری عبادت میں لگے رہتے تھے (۱) اور ہم نے لوط کو
اٰتَیْنٰہُ حُکْمًا وَّعِلْمًا وَّ نَجَّیْنٰہُ مِنَ الْقَرْیَۃِ الَّتِیْ
حکمت اور علم عطا فرمایا تھا اور ان کو اس بستی سے نجات دی تھی جس کے
کَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّہُمْ کَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ
رہنے والے گندے کام کیا کرتے تھے بلاشبہ وہ برے (اور) بدکار
فٰسِقِیْنَ ﴿۷۴﴾ وَاَدْخَلْنٰہُ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّہٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۷۵﴾
لوگ تھے اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کیا بلاشبہ وہ نیک بندوں میں سے تھے (۲)
وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ فَنَجَّیْنٰہُ
اور نوح (کا واقعہ یاد کرو) جب انھوں نے اس سے پہلے ہم کو پکارا تو ہم نے ان کی دعا قبول کی پس ان کو
وَاَہْلَہٗ مِنَ الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ ﴿۷۶﴾ وَ نَصَرْنٰہُ
اور ان کے ساتھیوں کو بڑی مصیبت سے نجات دی اور جو لوگ ہماری
مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہُمْ کَانُوْا
آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے ان کے مقابلہ میں ہم نے ان کی (یعنے نوح کی) مدد کی بلاشبہ وہ برے
قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰہُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۷۷﴾ وَ دَاوٗدَ وَ
لوگ تھے تو ان سب کو ہم نے غرق کردیا (۳) اور داؤد اور سلیمان
سُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْکُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْہِ
(کا واقعہ بھی یاد کرو) جب وہ ایک کھیت کے مقدمہ کا فیصلہ کرنے لگے جس کو رات کے وقت کچھ لوگوں
غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَکُنَّا لِحُکْمِہِمْ شٰہِدِیْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَہَّمْنٰہَا
کی بکریاں چر گئی تھیں اور ہم ان کے فیصلہ کو دیکھ رہے تھے پس ہم نے سلیمان کو

(۱) حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے اور ان پر ایمان لے آئے تھے چنانچہ جب حضرت ابراہیمؑ نے وطن سے ہجرت کی تو حضرت لوطؑ بھی ان کے ساتھ تھے۔ یہ حضرات ملک شام کی طرف چلے گئے جہاں اللہ تعالیٰ نے دینی اور دنیوی ہر طرح کی برکتیں رکھی تھیں۔ اسی ملک میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو اولاد عطا فرمائی یعنی حضرت اسحاق اور ان کے بیٹے حضرت یعقوب جن کی اولاد ملک شام میں پھلی پھولی اور بنی اسرائیل کہلائی۔

ان سب حضرات کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کا سب سے بڑا درجہ عطا فرمایا تھا یعنی ان کو پیغمبر بنایا تھا یہ حضرات لوگوں کو پیغام الٰہی پہنچایا کرتے تھے اور حق کا راستہ بتایا کرتے تھے۔

ع ۵ ۲۵

ان حضرات کے علم کی بنیاد وحی الٰہی تھی منجملہ اور باتوں کے اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو حکم دیا تھا کہ ہر طرح کے نیک کام کیا کریں، نماز پڑھا کریں اور زکوٰۃ دیا کریں۔ چنانچہ یہ سب حضرات اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لگے رہتے تھے اور اس کی خوشنودی کے کام کیا کرتے تھے۔

(۲) حضرت لوطؑ کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بنا کر شہر سدوم اور اس کے اطراف کی بستیوں کی طرف بھیجا تھا شہر سدوم کے لوگ ایک نہایت برے اخلاقی مرض میں مبتلا تھے حضرت لوطؑ نے لوگوں کو سمجھایا لیکن انھوں نے حضرت لوطؑ کی نصیحت کا مذاق اڑایا۔

سرکشی کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تباہ کردیا اور اس طرح حضرت لوطؑ کو ان سرکشوں سے نجات دی۔
(یہ واقعہ سورۂ اعراف کے رکوع ۱۰ میں گزر چکا ہے)

(۳) حضرت نوح بڑے اولوالعزم پیغمبر ہیں اور آدم ثانی کہلاتے ہیں۔ حضرت نوحؑ نے بہت طویل عمر پائی اور ساڑھے نو سو برس تک لوگوں کو ہدایت کرتے رہے۔ آخرکار تنگ آکر بددعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو بچا لیا اور سارے نافرمانوں کو طوفان میں غرق کردیا۔
(ملاحظہ ہو رکوع ۸ سورۂ اعراف)

(۱) حضرت داؤدؑ بنی اسرائیل کے بڑے اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ حضرت سلیمانؑ ان کے صاحبزادے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نبوت اور سلطنت کی دونوں نعمتوں سے نوازا تھا۔ حضرت سلیمانؑ بچپن ہی سے بڑی راست اور دانشمند ... کیا کرتے تھے۔ اس آیت میں جس واقعہ کا ذکر ہے اس کو مفسرین نے یوں بیان کیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت ایک شخص کے کھیت میں جا پڑیں اور اس کو چر گئیں۔ کھیت والے نے حضرت داؤدؑ کے پاس مقدمہ پیش کیا۔ یہ دیکھ کر کہ نقصان کی لاگت کل بکریوں کی قیمت کے برابر ہے۔ حضرت داؤدؑ نے حکم دیا کہ بکریاں کھیت والے کو دے دی جائیں۔ حضرت سلیمانؑ نے جب یہ فیصلہ سُنا تو کہا کہ مناسب یہ ہے کہ بکریاں کھیت والے کے حوالے کی جائیں اور وہ ان سے فائدہ اٹھائے۔ اور بکریوں والے کھیت کی آب پاشی اور دیکھ بھال کریں۔ چند مہینوں کے بعد جب کھیتی اسی طرح لہلہانے لگے جس طرح پہلے تھی تو کھیت اور بکریاں اپنے اپنے مالکوں کو لوٹا دی جائیں۔ قانون اور شریعت کے لحاظ سے حضرت داؤدؑ کا فیصلہ بالکل ٹھیک تھا لیکن حضرت سلیمانؑ کے فیصلہ میں بکریوں والوں کے لئے آسانی تھی اور کھیت والے کا کچھ نقصان نہیں تھا۔ اس لئے حضرت داؤدؑ نے اس کو پسند کیا اور جاری کر دیا۔

سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ؗ وَّسَخَّرْنَا

اس فیصلہ کی پوری سمجھ دی اور یوں تو ہم نے دونوں کو حکم اور علم عطا فرمایا تھا (۱)

مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾

اور پہاڑوں کو داؤد کے تابع کر دیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو (بھی تابع کر دیا تھا) اور ہم ہی ایسا کرنے والے تھے (۲)

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ

اور ہم نے داؤد کو تمہارے لئے لباس (یعنے زرہ بکتر) بنانا سکھایا تھا تاکہ وہ تمہیں (لڑائی میں) ایک دوسرے

بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ

کی زد سے بچائے تو (لوگو!) تم ہماری اس نعمت کا شکر کرو گے (یا نہیں) (۳) اور ہم نے تیز (و تند)

الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ

ہوا کو سلیمان کے تابع کر دیا تھا کہ ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے

بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَمِنَ

برکت دے رکھی تھی اور ہم ہر چیز سے واقف ہیں اور دیوؤں (کی جماعت کو

الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ

بھی ان کے تابع کر دیا تھا کہ ان) میں سے بعض ان کے لئے غوطے مارتے تھے اور اس کے سوا اور کام بھی

ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۲﴾ وَاَيُّوْبَ اِذْ

کرتے تھے اور ہم ان کے نگہبان تھے اور ایوب (کی حالت یاد کرو)

نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ

جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھ کو تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر

الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ

رحم کرنے والا ہے (۴) تو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو جو تکلیف تھی اس کو

(۲) حضرت داؤد بڑے خوش آواز تھے چنانچہ لحن داؤدی ضرب المثل ہے۔ جب آپ بلند آواز سے زبور پڑھتے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے تو ایک سماں بندھ جاتا تھا، شجر وحجر اور چرند وپرند تک وجد میں آجاتے تھے اور حضرت داؤدؑ کے ساتھ تسبیح کرنے لگتے تھے۔

(۳) حضرت داؤدؑ کو اللہ تعالیٰ نے لوہے پر بڑی قدرت دی تھی کہ وہ ان کے ہاتھ میں موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا جس سے وہ آہنی لباس یعنی زرہیں بنایا کرتے تھے جو نہایت نازک اور مضبوط ہوتی تھیں۔ زرہ بکتر خود وغیرہ کی قسم کی چیزیں ہزاروں برس تک لڑائی میں تلوار وغیرہ سے حفاظت کا کام دیتی رہیں۔ اس زمانے میں لوہے سے جس قدر کام لیا جاتا ہے اور باریک سے باریک پن سے لے کر بھاری بھاری مشینیں تک اس سے بنائی جاتی ہیں جو ہر وقت سرگرداں ہیں اور انسان کو آرام دینے والی بیسیوں چیزیں بناتی رہتی ہیں، اس کو دیکھ کر اندازہ کرو کہ لوہا کتنی بڑی نعمت ہے اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے ہاتھوں میں نرم کر دیا ہے۔ کیا اب بھی تمہارے دلوں میں شکر کے جذبات پیدا نہیں ہوتے!

(۴) حضرت ایوبؑ بڑے صابر انسان تھے۔ صبر ایوبی ضرب المثل ہے۔ توراۃ میں حضرت ایوبؑ کے نام سے مستقل صحیفہ ہے جس میں ان کی سرگزشت بڑی تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ قرآن مجید کا اعجاز دیکھئے کہ اس ساری سرگزشت کو دو چھوٹی چھوٹی آیتوں میں بیان کر دیا اور کوئی اہم پہلو چھوٹنے نہیں پایا:۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوبؑ کو ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا تھا۔ مال و دولت، اولاد، مویشی، لونڈی غلام سب ہی کچھ عطا فرمایا تھا۔ حضرت ایوبؑ بڑے آرام سے زندگی بسر کرتے تھے اور ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمایا اور ایک ایک کر کے ساری نعمتیں چھین لیں۔ حضرت ایوبؑ کے لئے اچانک دنیا کچھ سے کچھ ہو گئی۔ مگر صبر و شکر کے سوا ان کی زبان سے کچھ اور نہیں نکلا۔ سب کچھ جا چکا تھا، صرف جسم کی تندرستی باقی رہ گئی تھی اب اس نے بھی جواب دیدیا۔ ان کا سارا جسم آبلوں اور پھوڑوں سے بھر گیا۔ اس پر بھی وہ صبر اور رضا کے مقام سے نہ ہٹے اور بدستور عبادات اور ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ اب حالت یہ ہے کہ جوں جوں درد و تکلیف میں اضافہ ہوتا تھا حضرت ایوبؑ کی رُوح کا یقین اور دل کا صبر اور بھی بڑھتا جاتا تھا اور وہ پروردگار عالم کی حمد وثنا زیادہ جوش کے ساتھ فرماتے تھے۔ اسی حال میں اپنے دکھ کے بارے میں پروردگار

(بقیہ تفسیر صفحہ ۵۸۹) عرض کیا بھی تو اس انداز سے کیا کہ پہلے فرمایا اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ۔ ان تین لفظوں میں درد و مصیبت کی ساری داستان کہدی اور صبر کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ پھر پیرایۂ انداز بیان میں بندگی کا عجز پیش نظر رکھا اور یوں عرض کیا کہ "مجھ پر مصیبت پڑی ہے" یوں نہ کہا کہ "پروردگار! تونے مجھ پر مصیبت ڈالی ہے۔" حضرات انبیاء علیہم السلام اس طرح کی التجاؤں میں بندگی کا عجز اور التجا کا ادب ملحوظ رکھتے ہیں پھر فرمایا "وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ" اس میں اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا بھی ہوگئی اور دست دعا بھی دراز ہوگیا۔

ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ
دور کردیا اور ان کو ان کا خاندان عطا فرمایا اور اتنے ہی اور (بخشے یہ) ہماری طرف سے ایوب کے لئے رحمت

عِنْدِنَا وَذِكْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِسْمٰعِیْلَ وَ
(تھی) اور عبادت کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے (۱) اور اسمٰعیل اور

اِدْرِیْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۸۵﴾
ادریس اور ذوالکفل (کو بھی یاد کرو) یہ سب صبر کرنے والے تھے

وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۶﴾
اور ہم نے انھیں اپنی رحمت میں داخل کیا یقیناً وہ سب نیک بندوں میں سے تھے

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ
اور (اسی طرح) ذوالنون (یونس کا بھی واقعہ یاد کرو) جب وہ غصہ کی حالت میں چلے گئے اور یہ خیال

نَّقْدِرَ عَلَیْهِ فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ
کیا کہ ہم ان کو نہ پکڑیں گے پھر انھوں نے اندھیروں میں (اللہ کو) پکارا کہ (اے پروردگار!)

اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸۷﴾
تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک میں قصور وار ہوں

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ
تو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو غم سے نجات دی اور (دیکھو) ہم ایمان والوں

نُـنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۸﴾ وَزَكَرِیَّاۤ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ
کو اسی طرح نجات دیتے ہیں (۲) اور زکریا (کو یاد کرو) جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا

رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ﴿۸۹﴾
کہ اے میرے پروردگار! مجھے دنیا میں اکیلا نہ چھوڑ اور تو ہی سب سے بہتر وارث ہے

(تفسیر صفحہ ہٰذا) (۱) حضرت ایوبؑ نے رحمت الٰہی کو پکارا تھا چنانچہ رحمت الٰہی جوش میں آئی اور ان کی التجا سن لی گئی۔ لکھا ہے کہ زمین سے ایک چشمہ نکلا جس میں نہا کر حضرت ایوب تندرست ہوگئے۔ مال و دولت، اولاد، مویشی وغیرہ ساری چیزیں پہلے سے بھی زیادہ اللہ تعالےٰ نے عطا فرمائیں۔ تورات کے 'سفر ایوب' میں ہے کہ حضرت ایوبؑ ایک سو چالیس برس تک زندہ رہے اور انھوں نے اپنی نسل کی چار پشتیں اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔

حضرت ایوبؑ کی سرگزشت کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ بندگی اور صبر کا مقام لوگوں پر آشکارا ہوجائے کہ جب کوئی بندہ درد دکھ اور مصیبت میں مبتلا ہو تو وہ حضرت ایوب کے نمونۂ عمل کو پیش نظر رکھ کر صبر کے مقام پر جا رہے، رحمت الٰہی کو پکارے اور امید رکھے کہ رحمت الٰہی ضرور اس کی دستگیری کرے گی۔

(۲) ذوالنون سے مراد حضرت یونس ہیں۔ چونکہ ان کو مچھلی نے نگل لیا تھا، اس لئے 'ذوالنون' فرمایا۔ 'نون' قدیم عربی میں مچھلی کو کہتے ہیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت یونسؑ کو پیغمبر بنا کر نینوا والوں کو ہدایت کے لئے بھیجا۔ لیکن لوگوں نے پیغام حق سے منہ موڑا اور حضرت یونسؑ کا مذاق اڑایا۔ آخر لوگوں کی سرکشی اور نافرمانی سے ناراض ہو کر حضرت یونسؑ نے لوگوں کو آگاہ کیا کہ تین دن کے بعد عذاب آئے گا اس کے بعد حضرت یونسؑ بستی سے نکل گئے اور وحی الٰہی کا انتظار نہیں کیا۔

حضرت یونسؑ کے جانے کے بعد لوگوں نے عذاب کے آثار دیکھے۔ بادشاہ سے لے کر فقیر تک سب کے دل خوف و دہشت سے کانپ اٹھے اور حضرت یونسؑ کو تلاش کرنے لگے۔ وہ نہ ملے۔ عورت، مرد، بچے، جوان، بوڑھے سب بستی سے باہر نکل گئے اور میدان میں جمع ہو کر خوب روئے گڑگڑائے، کفر و شرک سے توبہ کی اور اعلان کیا کہ ہم پیغام حق کو مانتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور مقررہ عذاب کو ٹال دیا۔

اُدھر یہ ہوا کہ حضرت یونسؑ دریا کے کنارے پہنچ کر ایک کشتی میں سوار ہوگئے۔ کشتی نے لنگر اٹھایا اور روانہ ہوگئی۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد طوفانی ہواؤں کے کشتی کو آگھیرا جب ڈگمگانے لگی تو اپنے عقیدے کے مطابق کشتی والے کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے کشتی میں کوئی گنہگار ہے یا کوئی غلام اپنے آقا کے پاس سے بھاگا ہوا کشتی میں ہے۔ جب تک اس کو کشتی سے الگ نہ کیا جائے گا نجات نہیں ہوسکتی۔ حضرت یونسؑ نے کہا مجھے دریا میں پھینک دو۔ قرعہ ڈالا گیا تو وہ بھی ان ہی کے نام پر نکلا۔ آخرکار ملاحوں نے حضرت یونسؑ کو دریا میں پھینک دیا۔ دریا میں گرتے ہی ایک بڑی مچھلی نے ان کو نگل لیا۔ حکم الٰہی سے حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہے اور ان کو اپنی غلطی کا خیال آیا کہ قوم سے ناراض ہو کر بغیر حکم الٰہی کے بستی سے نکل کھڑے ہوئے۔ اپنے قصور کا اعتراف کر کے توبہ کی اور بخشش چاہی۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی چنانچہ مچھلی نے ... کنارے پر ڈال ... حضرت یونسؑ نینوا میں پہنچے لوگوں نے ان کو دیکھ کر

منزل ۴

(بقیہ تفسیر صفحہ ۵۹۰) بڑے جوش سے ان کا استقبال کیا۔ حضرت یونسؑ بھی لوگوں کو راہ راست پر دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ لوگوں کو اس واقعہ سے نصیحت حاصل کرنی چاہیئے۔ مصیبتوں میں اللہ تعالےٰ کو پکارنا چاہیئے اور امید رکھنا چاہیئے کہ وہ ایمان والوں کی التجائیں سنتا ہے اور ان کو مصیبتوں سے نجات دیتا ہے۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) حضرت زکریاؑ کے اولاد نہ تھی۔ بڑھاپے میں اللہ تعالےٰ سے بیٹا مانگا کہ ان کے بعد ان کا جانشین ہو اور رشد و ہدایت کے کام کو چلاتا رہے۔ اللہ تعالےٰ نے دعا قبول فرمائی۔ ان کی بیوی کو جو بانجھ تھیں صحیح و سالم کر دیا اور ان ہی کے پیٹ سے ایک بیٹا دیا جس کا نام بھی وحی کے ذریعے بتا دیا کہ 'یحییٰ' ہوگا (اس کی تفصیل سورۂ مریم کے پہلے رکوع میں ملاحظہ کیجئے)

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ
تو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو (ایک فرزند) یحییٰ عطا کیا اور ان کی بیوی کو اولاد کے
زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَ
قابل بنایا بلاشبہ یہ سب لوگ نیک کاموں میں جلدی کیا کرتے تھے اور
يَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝۹۰
ہم کو امید اور خوف سے پکارا کرتے تھے اور ہمارے آگے عاجزی کیا کرتے تھے (۱)
وَالَّتِىْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا
اور ان (مریم) کو (بھی یاد کرو) جنھوں نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا تو ہم نے ان میں اپنی روح پھونک دی
وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۹۱ اِنَّ هٰذِهٖۤ
اور ان کو اور ان کے بیٹے کو جہان والوں کے لئے نشانی بنا دیا (۲) بلاشبہ یہ ہے تمھارا
اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ ۗ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ۝۹۲
دین (یعنی سب کا) ایک ہی دین اور میں تمھارا پروردگار ہوں تو تم میری ہی عبادت کیا کرو (۳)
وَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ۝۹۳ ع
اور لوگوں نے اپنے دین کو آپس میں (اختلاف کرکے) ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا مگر سب ہمارے ہی پاس لوٹنے والے ہیں
فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ
تو جو نیک کام کرے بشرطیکہ وہ مومن ہو تو اس کی کوشش
لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ۝۹۴ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ
اکارت نہ جائے گی اور ہم اس کو لکھ لیتے ہیں (۴) اور جس بستی (کے رہنے والوں) کو ہم
اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝۹۵ حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ
نے ہلاک کر دیا ان کے لئے ممکن نہیں کہ وہ (دنیا میں) پھر لوٹ کر آئیں یہاں تک کہ جب یاجوج

دیکھو! جن پیغمبروں کا ذکر ہوا ان کا حال یہ تھا کہ بھلائی اور نیکی کے کاموں کی طرف جھپٹتے تھے اور ان میں سرگرم رہتے تھے، اللہ تعالےٰ کے فضل سے امید لگائے ہوئے اور اس کے جلال سے ڈرتے ہوئے اس کو پکارا کرتے تھے اور عجز و نیاز کی پیشانیاں اس کے آگے جھکایا کرتے تھے۔

(۲) یعنی حضرت مریمؑ جو ایک باعصمت بی بی تھیں، اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰؑ جن کی پیدائش ایک معجزانہ انداز میں ہوئی تھی، ان دونوں کو اللہ تعالےٰ نے نشانی کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کیا تھا کہ ذرا بھی عقل ہو تو ان کے حالات کو دیکھ سن کر اللہ تعالےٰ کی کامل اور عظیم قدرت کا یقین کریں (حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے تفصیلی حالات سورۂ آل عمران کے رکوع ۵ و ۶ اور سورۂ مریمؑ کے رکوع ۲ میں ملاحظہ کیجئے)۔

(۳) 'اُمَّۃ' کے معنی ایسی جماعت کے ہیں جس کے سب افراد ایک مقصد پر یقین رکھتے ہوں اور اس جمے ہوئے ہوں مقصد کو پیش نظر رکھ کر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس آیت میں 'اُمَّۃ' سے 'دین' مراد ہے۔

ع ۶/۱۸

مطلب یہ ہے کہ گزشتہ پیغمبروں کی سیرتوں کے جستہ جستہ حالات بیان کئے گئے ہیں ان سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ توحید اور دوسرے اصول دین کی حد تک وہ سب حضرات متفق تھے، سب کا طریقہ اور دین ایک ہی تھا اور سب اپنے اپنے زمانے میں ایک ہی پیام لوگوں کو پہنچاتے رہے۔ رہا فروعی اور تفصیلی مسائل کا اختلاف، تو وہ زمان و مکان کے اختلاف کے لحاظ سے اپنی جگہ بالکل صحیح اور عین رحمت ہے۔ توحید اور دین کے اصول میں سارے پیغمبروں کے متفق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سب کا پروردگار ایک ہی ہے اور اسی نے وحی کے ذریعے سارے پیغمبروں کو دین کی تعلیم دی ہے۔ اس لئے سارے پیغمبروں کی اُصولی تعلیم ایک ہے۔

جب پروردگار ایک ہے، وحی کا سرچشمہ ایک ہے اور دین کی اصولی تعلیم ایک ہے تو اس صورت حال کا واضح نتیجہ یہ ہے کہ لوگوں کو چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ ہی کو معبود مانیں اور اسی کی عبادت کیا کریں۔ یہی دین کا وہ بنیادی اصول ہے جس کی تعلیم سارے پیغمبر دیتے رہے۔

(۴) حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ایک ہی دین کی تعلیم دی تھی لیکن لوگوں نے جہالت اور سرکشی سے اس ایک دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور ہر گروہ نے اپنا اپنا طریقہ اور دین الگ الگ بنا لیا۔ لیکن لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایک دن وہ سب کے سب اللہ تعالےٰ کے پاس حاضر ہوں گے اور اس وقت ہر شخص کو اپنے دین کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ جو شخص ایماندار اور نیک عمل رہا ہوگا اس کی کوشش ضائع نہیں ہوگی اور چھوٹی سے چھوٹی نیکی کا بھی بدلا دیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالےٰ لوگوں کے اعمال سے غافل نہیں ہے اس لئے ایسا انتظام کر دیا ہے کہ لوگوں کے سارے اعمال لکھے جا رہے ہیں

يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝٩٦
اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ (زمین کی) ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے اتر آئیں گے (۱)
وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ
اور (قیامت کا) سچا وعدہ قریب آجائے گا تو اس وقت کافروں کی آنکھیں
اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ
(دہشت سے) پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی (وہ پکار اٹھیں گے کہ) ہائے کم بختی ہماری! ہم اس (ہولناک
غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝٩٧ اِنَّكُمْ وَمَا
گھڑی) سے غفلت میں رہے بلکہ ہم (اپنے حق میں) ظالم تھے (۲) (مشرکو!) یقیناً تم اور وہ
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا
جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو، سب دوزخ کا ایندھن ہوں گے اور تم سب کو
وٰرِدُوْنَ ۝٩٨ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَاۗءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ
اس میں جانا ہوگا اگر یہ (تمہارے معبود سچے) معبود ہوتے تو دوزخ میں نہ جاتے
وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝٩٩ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ
اور (دیکھو!) یہ سب ہمیشہ دوزخ میں (جلتے) رہیں گے (۳) وہاں وہ چلائیں گے اور اس میں کسی کی
فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ۝١٠٠ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا
بات نہ سنیں گے بیشک جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے پہلے بھلائی مقرر
الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰۗىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝١٠١ لَا يَسْمَعُوْنَ
ہو چکی ہے وہ یقیناً دوزخ سے دور رکھے جائیں گے کہ وہاں کی (تکلیفوں کی)
حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ
آہٹ بھی نہ سنیں گے اور وہ اپنی پسند کی نعمتوں میں

(بقیہ تفسیر صفحہ ۵۹۱) اور محفوظ ہیں جو قیامت کے دن ان کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) ایمان داروں اور نیکوں کے مقابل وہ لوگ ہیں جو کفر اور سرکشی کر کے اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھوں میں ڈال دیتے ہیں۔ ایسے لوگ مرنے کے بعد عالم برزخ کی سختیوں کو دیکھ کر خواہش کرتے ہیں کہ ان کو دنیا میں جانے کی اجازت ملے تاکہ نیک اعمال کر سکیں۔ اس وقت فرشتے ان کو جواب دیتے ہیں کہ تقدیر الٰہی کا فیصلہ ہے کہ تمہارا دنیا میں جانا حرام یعنی محال ہے۔ البتہ قیامت کے روز تم کو دوبارہ زندگی ملے گی۔ لیکن اس روز عمل کرنے کا موقع نہیں ہوگا بلکہ دنیا میں جو عمل کئے ہوں گے ان کا حساب دینا ہوگا۔

قیامت کے قریب ہونے کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ یاجوج و ماجوج ٹڈی دل کی طرح سے ٹوٹ پڑیں گے، بلند و پست پر چھا جائیں گے اور ساری دنیا کو تہ و بالا کر ڈالیں گے۔

(۲) اور قیامت کے دن یہ حال ہوگا کہ اس کی ہولناکیوں کو دیکھ کر سرکشوں اور نافرمانوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اپنی غفلت اور لاپروائی پر افسوس کریں گے اور خیال کریں گے کہ کاش اس دن کے لئے کچھ تیاری کرتے تو یہ کم بختی نہ آتی۔ اس وقت ان پر حقیقت حال کھلے گی اور اعتراف کریں گے کہ پیغمبروں نے تو ہم کو پیغام حق ٹھیک ٹھیک پہنچایا تھا لیکن خود ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ پیغام حق کو ٹھکرایا اور پیغمبروں کو جھٹلایا۔

(۳) بت پرست بڑی بڑی امیدوں کے ساتھ بتوں کو پوجتے ہیں۔ قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد بت پرستوں کو اور ان کے ساتھ بتوں اور شیطانوں کو جن کو وہ پوجتے ہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا تاکہ بت پرستوں کی ساری امیدوں پر پانی پھر جائے اور وہ دیکھ لیں کہ ان کے بنائے ہوئے معبود کتنے بے طاقت اور بے اثر ہیں۔

واضح ہو کہ بعض مشرک انبیاء و اولیاء کو بھی پوجتے ہیں۔ لیکن وہ حضرات اس حکم میں داخل نہ ہوں گے کیونکہ وہ اللہ تعالٰی کے مقبول اور محترم بندے ہیں اور لوگوں کے شرک سے بیزار ہیں۔

خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٢﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ
ہمیشہ رہیں گے ان کو (قیامت کے دن کا) بڑا بھاری خوف غمگین نہیں کرے گا اور فرشتے

الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾
ان کو لینے آئیں گے (اور کہیں گے) یہی وہ دن ہے جس کا (انبیاء کی زبانی) تم سے وعدہ کیا گیا تھا (١)

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا
جس دن ہم آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح دستاویزوں کا کاغذ (لپیٹ دیا جاتا ہے اور)

بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا
جس طرح ہم نے (کائنات کو) پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ بھی پیدا کریں گے (یہ) وعدہ ہمارے ذمہ ہے یقیناً ہم

كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿١٠٤﴾ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ
ایسا ضرور کرنے والے ہیں اور ہم نے تورات کے بعد زبور میں لکھ دیا تھا

بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿١٠٥﴾
کہ میرے نیک بندے زمین (کی سلطنت) کے وارث ہوں گے

اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا
بلاشبہ اس بات میں ان لوگوں کے لئے جو عبادت گزار ہیں ایک بڑا ہی پیام ہے (٢) اور (اے محمدؐ) ہم نے تم کو سارے جہان

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ
والوں کے لئے سراسر رحمت بنا کر بھیجا ہے (٣) (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہہ دو کہ بلاشبہ مجھ پر اللہ کی طرف سے یہ وحی کی گئی

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٨﴾
ہے کہ تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے تو (بتاؤ کہ اب بھی) تم اس کے آگے سر جھکاتے ہو (یا نہیں)

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ وَاِنْ
پھر اگر یہ لوگ منہ پھیر لیں تو ان سے کہہ دو کہ میں نے تم سب کو یکساں طور پر خبردار کر دیا ہے (٤) اور میں

(١) جن لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے پہلے سے نیکی لکھ دی ہے اور جو زندگی میں نیکی کی راہ پر قائم رہے وہ یقیناً دوزخ سے بہت دور رہیں گے، اتنی دور کہ دوزخ کے حالات کی بھنک بھی ان کے کانوں میں نہیں پڑے گی۔ وہ جنت میں اپنی خواہش اور پسند کی نعمتوں سے ہمیشہ ہمیشہ لذت اندوز ہوتے رہیں گے ـــــ اور ان لوگوں کو قیامت کی ہولناکیوں کا کچھ خوف نہیں ہوگا، بلکہ فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور ان کو خوشخبری سنائیں گے کہ جن نعمتوں کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا آج تم ان سے سرفراز کئے جاؤ گے ـــــ (٢) اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ زمین پر عدل و انصاف اور امن و امان قائم ہو اور انسان برابر خیر و صلاح میں ترقی کرتا رہے۔ اس لئے جو لوگ ایمان اور عمل صالح کے ذریعے اپنی دینی اور اخلاقی حالت درست کر لیتے ہیں، نیز دوسروں کو درست کرتے اور زمین پر عدل و انصاف پھیلانے کی صلاحیت بھی اپنے میں پیدا کر لیتے ہیں، وہی زمین کی وراثت اور حکومت کے مستحق ہوتے ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں کئی آیتیں ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو حکومت بھی عطا فرماتا ہے۔ یہی طریقہ قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ چنانچہ زبور میں بھی اس کا ذکر ہے۔

اس اعلان سے اچھے اور کامل بندوں کو فتحمندی اور اقبال کا پیغام پہنچانا مقصود ہے، تاکہ وہ خوش ہوں اور دین کی راہ پر ثابت قدم رہیں، اس اجتماعی ذمہ داری کو محسوس کریں اور پُرامید ہو کر اس مقصد کے لئے جدوجہد بھی کریں۔

ایمان والوں سے زمین کی وراثت و حکومت کا وعدہ اس لئے کیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ رحمۃ للعالمین ہیں اور آپؐ کا پیغام ساری انسانیت کے لئے رحمت و برکت کا پیغام ہے۔ پس ضروری ہے کہ صالحین کی حکومت کے ذریعے انسانی شقاوت کا خاتمہ ہو اور اس کی جگہ رحمتِ الٰہی کا سایہ ساری زمین پر چھا جائے۔

(٣) قرآن مجید نے جگہ جگہ آنحضرتؐ کے اوصاف بیان کئے ہیں جن سے آپؐ کی پیغمبرانہ شخصیت نمایاں ہوتی ہے۔ لیکن اس آیت میں جو وصف بیان کیا ہے وہ نہایت جامع اور بڑا معنی خیز ہے۔ مختصر طور پر یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ رَبُّ الْعٰلَمِیْن ہے اور اللہ کے حبیب رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن ہیں۔ آپؐ کا ظہور کسی ایک ملک، کسی ایک قوم اور کسی ایک نسل کے لئے نہیں، بلکہ سارے جہان والوں کے لئے رحمت کا ظہور ہے۔ اپنوں کے لئے تو آپؐ رؤف و رحیم ہیں لیکن غیروں اور جانی دشمنوں پر بھی آپ کی رحمت کا سایہ پڑ رہا ہے۔ آپؐ کے پیغام کے طفیل انسانی عظمت، مساوات، جمہوریت، علم کی عام اشاعت وغیرہ جیسی نعمتیں روئے زمین پر عام ہوئیں اور انسانیت کے لئے ترقی کی نئی راہیں کھلیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ رحمۃ للعٰلمین ہی کا صدقہ ہے کہ لوگ گمراہیوں اور بداعمالیوں میں مبتلا ہیں پھر بھی انھیں عام عذاب سے ہلاک نہیں کیا جاتا بلکہ توبہ کرنے اور درست ہونے کے لئے مہلت دی جا رہی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎ خلق تو جرم کرے اور خدا فضل کرے ٭ حق تو یہ ہے کہ یہ خاطر ہے تمھاری ساری۔

(٤) آنحضرتؐ کا پیغام جو سراسر رحمت و برکت ہے اس کی بنیاد توحید پر ہے۔ اسی لئے آپ کو حکم ہوا کہ لوگوں کے سامنے اعلان کر دو اور کہہ دو کہ مجھے تو وحی کے ذریعے یہ بتایا گیا ہے کہ تم سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔ بتاؤ تم اس بات کو مانتے ہو یا نہیں۔ مانو تو بہت اچھا ہے۔ ورنہ یاد رکھو کہ مجھ پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ میں نے یکساں طور پر خبردار کر دیا ہے اور دونوں باتیں تمھارے سامنے رکھ دی ہیں۔ اسلام کا زندگی بخش پیغام تم کو پہنچا دیا ہے اور انکار و بدعملی کے نتائج سے بھی آگاہ کر دیا ہے۔

أَدْرِيٓ أَقَرِيبٌ أَمْ بَعِيدٌ مَّا تُوعَدُونَ ﴿۱۰۹﴾ إِنَّهُۥ
نہیں جانتا کہ جس بات (یعنی عذاب) کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا وقت قریب ہے یا ابھی دور ہے اللہ اس بات
يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ﴿۱۱۰﴾
کو بھی جانتا ہے جو پکار کر کہی جائے اور اس کو بھی جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو
وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُۥ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ
اور میں نہیں جانتا شاید وہ تمہارے لئے آزمائش ہو اور ایک مدت تک (تم اس سے)
حِينٍ ﴿۱۱۱﴾ قُلَ رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ ۗ وَرَبُّنَا الرَّحْمَٰنُ
فائدہ اٹھاتے رہو (۱) (پیغمبر نے) عرض کیا کہ پروردگار! اب سچائی کے ساتھ فیصلہ کر دے اور (کافرو! کہا کہ لوگو) ہمارا پروردگار
الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿۱۱۲﴾
ہم پر بڑا ہی مہربان ہے جس سے ان باتوں کے مقابلہ میں مدد مانگی جاتی ہے جو تم بنایا کرتے ہو (۲)

سُورَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ (۲۲)

آیاتہا ۷۸ — رکوعاتہا ۱۰

سورۂ حج (۳) مدینہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ
اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ
اے لوگو! اپنے پروردگار (کے عذاب) سے ڈرو بلاشبہ قیامت کے دن کا زلزلہ بڑا ہی
شَيْءٌ عَظِيمٌ ﴿۱﴾ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ
سخت ہوگا جس دن تم اس زلزلہ کو دیکھو گے تو اس دن تمام دودھ پلانے والی
عَمَّآ أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا
عورتیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے

(۱) یعنی میں نے تم کو پیغام پہنچا دیا ہے اور انکار و بدعملی کے نتائج سے آگاہ کر دیا ہے۔ یاد رکھو! اگر تم نے پیغام حق سے انکار کیا اور اللہ کی زمین پر فساد پھیلایا تو اس کی پاداش میں عذاب الٰہی ضرور تم کو گھیرے گا عذاب کا آنا یقینی ہے لیکن میں یہ نہیں بتا سکتا کہ عذاب کا وقت قریب آپہنچا ہے یا ابھی کچھ دور ہے۔

یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ کو تمہاری ساری حرکتیں معلوم ہیں۔ جو باتیں تم زور سے کہتے ہو، ان کو بھی وہ سنتا ہے اور جو کچھ تم اپنے دلوں میں چھپائے پھرتے ہو اس سے بھی وہ خوب واقف ہے۔ اس لئے یقین رکھو کہ ہر حرکت کی تمہیں سزا بھگتنی پڑے گی اور تم اس کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔ البتہ یہ نہیں بتایا جا سکتا کہ تاخیر عذاب میں کیا مصلحت ہے۔ شاید اللہ تعالےٰ چاہتا ہو کہ اس طرح تمہاری آزمائش ہو اور تم کو ایمان لا کر اپنی اصلاح کرنے کا موقع ملے۔ یا اس کو یہ منظور ہو کہ تم دنیا میں رہنے کی مدت پوری کرو اور غفلت میں پڑے رہو۔

ع ۱۹

(۲) آگاہ کر دینے کے بعد بھی جب لوگ انکار اور سرکشی سے باز نہیں آئے تو باذن الٰہی آنحضرتؐ نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ پروردگار! مجھ میں اور میرے مخالفوں میں حق کے ساتھ جلد فیصلہ کر دے۔

پھر آپؐ نے مخالفین کو خطاب کر کے فرمایا کہ ہمارا پروردگار ہم پر بڑا مہربان ہے۔ اس لئے ہم اس کی رحمت پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں اور تمہاری جھوٹی باتوں اور حرکتوں کے مقابلہ میں اسی سے مدد چاہتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ آخرکار وہ ہم کو کامیابی عطا فرمائے گا۔

(۳) سورت کے تیسرے رکوع میں حضرت ابراہیمؑ کا ذکر ہے اور اس بات کا بیان ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے حضرت ابراہیمؑ نے اعلان کیا اور لوگوں کو حج کرنے کے لئے دعوت دی۔ اس مناسبت سے سورت کا نام سورۂ حج ہے۔

وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ

اور تم لوگوں کو ایسی حالت میں دیکھو گے کہ گویا وہ نشہ میں ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے لیکن

عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝۲ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ

اللہ کا عذاب (بڑا ہی) سخت ہے (۱) اور (دیکھو) کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر جانے

فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۝۳

بوجھے جھگڑتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں

كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَ

جس کے بارے میں یہ بات لکھ دی گئی ہے کہ جو کوئی اس کا دوست ہوگا وہ ضرور اس کو گمراہی

يَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝۴ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ

میں ڈال دے گا اور دوزخ کے عذاب کا راستہ دکھائے گا (۲) اے لوگو!

اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ

اگر تم کو (قیامت کے روز) دوبارہ زندہ ہونے میں شک ہو تو (غور کرو کہ) بلاشبہ ہم نے تم کو

مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ

مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کے

مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۭ

لوتھڑے سے (جس کی بناوٹ کبھی) کامل (ہوتی ہے) اور (کبھی) ناقص یہ اس لئے کہ ہم تم پر اپنی قدرت ظاہر کریں

وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَاۤءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى

اور جس نطفہ کو ہم چاہتے ہیں اسے ایک مقررہ مدت تک (عورت کے) رحم میں ٹھہرائے رکھتے ہیں

ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ

پھر بچہ بنا کر تمہیں نکالتے ہیں پھر (تمہاری پرورش کرتے ہیں) تاکہ تم اپنی جوانی کی عمر کو پہنچ جاؤ

(۱) لوگوں کی تنبیہ کے لئے قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر فرمایا کہ قیامت کے زلزلہ کی ہولناکیوں کی وجہ سے لوگوں پر ایسی دہشت طاری ہوگی کہ دودھ پلانے والی مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی اور حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے۔ لوگ ایسے نظر آئیں گے جیسے متوالے ہو گئے ہیں، حالانکہ وہ متوالے نہ ہوں گے بلکہ ہولناکیوں کی شدت کی وجہ سے بدحواس ہو جائیں گے۔

(۲) قیامت کا آنا، لوگوں کا دوبارہ زندہ ہونا، حساب وکتاب اور جزا وسزا یہ سب باتیں برحق ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی سے علم پاکر بیان کی ہیں۔ وحی الٰہی علم ویقین کا ایسا ذریعہ ہے جس میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے، اور اس کے مقابلے میں سارے علم کے ذرائع ہیچ اور بے اصل ہیں لیکن افسوس کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالٰی کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور اس کے بھیجے ہوئے علم کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس علم ویقین کا کوئی سہارا نہیں ہوتا۔ اصل بات یہ ہے کہ ایسے لوگ شیطان کی پیروی کرتے ہیں اور اس کے بہکانے میں آجاتے ہیں۔ اور شیطان کا حال تو سب کو معلوم ہی ہے کہ وہ اپنے دوستوں کو گمراہ کرتا ہے اور سیدھا دوزخ میں پہنچا دیتا ہے۔

(۱) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ ہونے پر ایک نفسیاتی دلیل پیش فرمائی ہے جس پر غور کرنے سے شک دور ہو کر دلوں میں یقین کی روشنی پیدا ہوتی ہے۔
انسان کو اس کے پیدا ہونے، جوان ہونے اور بوڑھا ہونے کے طویل سلسلہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس بیان سے یہ حقیقت بھی ثابت ہوتی ہے کہ زندگی میں تغیر اور تبدل کا قانون جاری ہے۔
انسانی زندگی کا آغاز مٹی سے ہوا، حضرت آدمؑ کا پتلا مٹی سے بنا۔ پھر یہ کہ مٹی پھل پھلاری کی شکل اختیار کرتی ہے جس کو انسان اپنی غذا بناتا ہے۔ غذا سے خون، خون سے نطفہ بنتا ہے۔

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى
اور تم میں کوئی تو ایسا ہوتا ہے کہ (بڑھاپے سے پہلے ہی) مرجاتا ہے اور تم میں کوئی ایسا ہوتا ہے جو نکمی عمر (یعنی بڑھاپے)
اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ
کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے کہ (بہت کچھ) جاننے کے بعد بالکل بے علم ہو جاتا ہے
وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا
اور تم دیکھتے ہو کہ (ایک وقت) زمین سوکھی پڑی ہوتی ہے پھر جب ہم اس پر پانی برسائے
الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ
ہیں تو وہ اچانک لہلہانے اور ابھرنے لگتی ہے اور ہر قسم کی خوشنما جڑی بوٹیاں
بَهِيْجٍ ۝٥ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ
اگاتی ہے (۱) یہ اس سبب سے کہ اللہ ہی حق ہے اور بیشک وہ مردوں
الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٦ وَّاَنَّ السَّاعَةَ
کو زندہ کرتا ہے اور بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ضرور قیامت
اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي
آنے والی ہے جس میں کچھ شک نہیں ہے اور بلاشبہ اللہ سب لوگوں کو جو قبروں میں ہیں
الْقُبُوْرِ ۝٧ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ
جلا اٹھائے گا (۲) اور (دیکھو!) لوگوں میں کوئی آدمی ایسا بھی ہوتا ہے جو بغیر علم کے
بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝٨ ثَانِيَ
اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے (تکبر سے) گردن موڑ کر اللہ کے بارے میں
عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا
جھگڑتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے گمراہ کرے ایسے آدمی کے لئے دنیا میں بھی

نطفہ عورت کے رحم میں پرورش پاتا ہے اور مختلف شکلیں بدل کر تندرست بچہ بن کر پیدا ہوتا ہے، پھر بچے کو دیکھو! بچہ رفتہ رفتہ بڑھتا ہے اور پوری جوانی کو پہنچتا ہے۔ کچھ لوگ جوانی ہی میں سدھار جاتے ہیں۔ جو رہتے ہیں، رفتہ رفتہ بوڑھے اور کمزور ہوتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ سترے بہترے ہو جاتے ہیں، سارے قویٰ جواب دیدیتے ہیں، دل و دماغ بیکار ہو جاتے ہیں، جو کچھ پڑھا لکھا تھا یا دنیا کے تجربے سے سیکھا تھا، سب حافظہ کی تختی سے مٹ جاتا ہے۔

دیکھو! مٹی سے انسان کی پیدائش پر اگر تم تعجب نہیں کرتے، اور یقیناً نہیں کرتے، تو پھر دوبارہ زندگی پر کیوں تعجب کرتے ہو؟ پہلی مرتبہ پیدا کرنا زیادہ تعجب خیز ہے یا دوبارہ زندہ کرنا؟ جو پہلی مرتبہ انسان کو پیدا کر سکتا ہے، وہ دوبارہ زندگی کیوں نہیں بخش سکتا؟

اگر تم غور کرو تو دوبارہ زندہ ہونے کی مثال ہمیشہ تمہارے سامنے سے گزرتی رہتی ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ زمین خشک پڑی ہے جس پر گھاس کا ایک تنکا بھی نظر نہیں آتا۔ پھر جب وقت آتا ہے اور پانی برستا ہے تو اچانک اس پر سبزہ اور جڑی بوٹیاں لہلہانے لگتی ہیں۔ کیا یہ سبزے کی دوبارہ زندگی نہیں ہے؟ بس ایسا ہی معاملہ انسانوں کی دوبارہ زندگی کا بھی سمجھو! جب قیامت کا مقررہ وقت آئے گا تو مٹی سے انسان اسی طرح اٹھ کھڑے ہوں گے جس طرح اس سے سبزہ پھوٹ نکلتا ہے۔

(۲) یعنی عجیب و غریب طریقے سے انسان کا پیدا ہونا، پھر بچپن، جوانی اور بڑھاپے کے مرحلوں سے اس کا گزرنا، اسی طرح بارش سے زمین کا سرسبز ہونا۔ یہ سب حیرت انگیز امور اس لئے ظہور میں آتے ہیں کہ:
(۱) اللہ تعالیٰ حق ہے اور موجود ہے۔ اسی نے اپنی حکمت سے یہ عجیب و غریب نظام قائم کیا ہے اور وہی اس کو چلا رہا ہے۔ (۲) وہ مُردے کو زندگی بخشتا ہے کہ بے جان مٹی سے ایک توانا اور تندرست انسان پیدا کرتا ہے، سبزہ اگاتا ہے اور وحی کے ذریعہ مُردہ دلوں میں جان ڈال دیتا ہے۔ (۳) وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو بے جان مٹی سے انسان پیدا کرتا ہے اس کی قدرت سے کیا چیز بعید ہو سکتی ہے۔
نیز اس بیان سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قیامت ضرور آئے گی کیونکہ یہاں تغیر اور انقلاب کا قانون جاری ہے اور تغیر کے لئے ایک وقت مقرر ہے، پس جس طرح بارش کی گھڑی نباتات کو موت کی حالت سے زندگی کی حالت میں لے آتی ہے، اسی طرح جب قیامت کی گھڑی آئے گی تو انسان قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

(۱) اوپر کی آیت میں 'بعث' یعنی دوبارہ زندہ ہونے پر بڑے مؤثر انداز میں دلیل پیش کی تھی جس کا بہت لوگ انکار کرتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان کے انکار کی بنیاد کیا ہے؟ کیا ان کے پاس علم و یقین کا سہارا ہے؟ کیا عقل کی ہدایت ہے؟ کیا کتاب الٰہی کی روشنی ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ جب ان کا ہاتھ ہر طرح کی دلیل سے خالی ہے تو معلوم ہوا کہ ان کا طریقہ علم و عقل کا نہیں بلکہ جہالت وجدال اور ہٹ دھرمی کا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تکبر اور غرور کے مارے ان کے سر وحی الٰہی کے آگے نہیں جھکتے اور جب وہ وحی الٰہی کو سنتے ہیں تو گردن موڑ کر چل دیتے ہیں، خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی اللہ تعالٰے کے راستے سے بھٹکاتے ہیں۔

خِزْیٌ وَّنُذِیْقُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِیْقِ ⑨
رسوائی ہے اور قیامت کے دن (بھی) ہم اسے جلنے کا عذاب چکھائیں گے
ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ یَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ
(اور اس سے کہا جائے گا کہ اے سرکش!) یہ اس عمل کا بدلا ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھا ہے اور یقیناً اللہ اپنے بندوں پر
لِّلْعَبِیْدِ ⑩ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰی
ظلم کرنے والا نہیں (۱) اور کوئی آدمی ایسا ہے جو اللہ کی عبادت کنارہ پر (کھڑے ہو کر یعنے بے اطمینانی سے)
حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَیْرُ ِۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ
کرتا ہے پس اگر اسے کوئی (دنیوی) فائدہ پہنچ گیا تو اس سے ذرا مطمئن ہو گیا اور اگر اس
اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨ انْقَلَبَ عَلٰی وَجْهِهٖ ۚ۫ خَسِرَ الدُّنْیَا
پر کوئی مصیبت آپڑی تو اپنا منہ پلٹا کر کفر کی حالت پر لوٹ گیا وہ دنیا اور آخرت
وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ⑪ یَدْعُوْا
دونوں کو کھو بیٹھا اور یہی تو صریح نقصان ہے (۲) وہ اللہ کے سوا
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهٗ وَمَا لَا یَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ
ایسی چیز کو (حاجت روائی کے لئے) پکارتا ہے جو نہ تو اس کو نقصان پہنچا سکتی ہے اور نہ نفع دے سکتی ہے یہی تو
هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ ⑫ۚ یَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ
پرلے درجے کی گمراہی ہے (بلکہ) وہ ایسی ہستی کو پکارتا ہے جس کا نقصان اس کے
مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰی وَلَبِئْسَ الْعَشِیْرُ ⑬ اِنَّ
فائدہ سے زیادہ قریب ہے بلاشبہ وہ برا کارساز ہے اور برا ساتھی (۳) بلاشبہ
اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ
جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے انہیں اللہ (بہشت کے ایسے) باغوں میں داخل کرے گا

ایسے لوگوں کا انجام یہ ہوگا کہ ان کو دنیا میں رسوائی اٹھانا پڑے گی اور آخرت میں دوزخ کا عذاب بھگتنا پڑے گا اس وقت ان پر حقیقت کھلے گی کہ یہ عذاب ان کے انکار اور سرکشی کا بدلا ہے' ورنہ اللہ تعالٰے تو ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

(۲) اللہ تعالٰے کے نزدیک وہ ایمان قابل اعتبار و پسندیدہ ہے جس میں خلوص ہو اور جس سے دل میں یقین محکم پیدا ہو۔ لیکن افسوس کہ بعض آدمی اس طرح ایمان لاتے ہیں کہ ان کے دل خلوص اور یقین سے خالی ہوتے ہیں۔ شک اور تذبذب کی وجہ سے ان کا حال ایسا ہوتا ہے کہ گویا کنارے پر کھڑے ہیں۔ اگر آرام اور خوشحالی کی کوئی بات پیش آگئی تو ذرا مطمئن ہو گئے۔ اور اگر کوئی آزمائش آپڑی تو فوراً الٹ گئے۔

ع ۱

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ کچھ لوگ اطراف واکناف سے مدینہ شریف میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیتے اور اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے۔ پھر اگر ان کو کچھ دنیوی فائدے حاصل ہوتے تو خوش ہو کر اسلام کی تعریف کرتے لیکن اگر مصیبت آپڑتی تو اسلام سے نفرت ظاہر کرتے۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ایسے لوگوں کے حق میں فرمایا کہ یہ دنیا اور آخرت دونوں میں نامراد رہے۔ دنیا میں مال واولاد کا نقصان ہوا اور اسلام کی مذمت کرنے کی وجہ سے آخرت بھی خراب ہوئی۔ دیکھو! یہ کھلا نقصان ہے۔ دانشمند آدمی کو چاہیئے کہ ایسی راہ نہ چلے جس سے اس قسم کا نقصان عظیم اٹھانا پڑے۔

(۳) تعجب ہے کہ ان کمبختوں کو اللہ تعالٰے میں اور فرضی معبودوں میں فرق محسوس نہیں ہوتا۔ اللہ تعالٰے تو بڑی قدرت والا ہے اور جو چاہے کر سکتا ہے۔ لیکن یہ لوگ اللہ تعالٰے کو چھوڑ کر جن چیزوں کو پوجتے ہیں اور حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں، ان میں تو کچھ طاقت ہی نہیں ہے۔ وہ اپنے پکارنے والوں کی نہ پکار ہی سن سکتے ہیں اور نہ ان کو کچھ نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ دیکھو! ایسی چیزوں کو پوجنا اور حاجت روائی کے لئے پکارنا پرلے درجے کی گمراہی نہیں تو اور کیا ہے؟ بلکہ یہ بے وقوف تو ایسی چیزوں کو پوجتے اور پکارتے ہیں جن سے کچھ فائدہ پہنچنا تو ان کے خیال کے لحاظ سے بھی بہت دور کی اور شک کی بات ہے کہ پہنچے یا نہ پہنچے لیکن ان کو کارساز سمجھنے اور معبود بنانے کا وبال تو یقینی ہے اور نقد دم پہنچتا ہے۔ جب ایک انسان نے ایک عاجز اور محتاج ہستی کو حاجت روائی کے لئے پکارا تو حاجت پوری ہو یا نہ ہو' لیکن اس کے ایمان اور عقل کا تو جنازہ نکل گیا۔ اس نے سچائی اور حقیقت سے منہ موڑا نجات اور سعادت کی راہ اس پر بند ہو گئی۔ جب حقیقت حال یہ ہے تو یہ فرضی معبود کیسے برے کارساز اور کیسے برے دوست ہوئے! تو جو لوگ حاجت روائی اور بھلائی کی امیدیں ان کو پوجتے اور پکارتے ہیں ان کو ذرا سوچنا چاہیئے کہ کیسوں کو کارساز اور دوست بنا رہے ہیں! انھوں کو یار بنا کر!

تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا
جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی بلاشبہ اللہ جو چاہتا ہے
يُرِيْدُ ۝۱۴ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِى
کرتا ہے جو شخص یہ گمان کرتا ہو کہ اللہ اس کی مدد نہیں کرے گا (نہ)
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ
دنیا میں اور (نہ) آخرت میں تو اس کو چاہیئے کہ آسمان کی طرف ایک رسی تانے
ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ۝۱۵
پھر کاٹ ڈالے پھر دیکھے کہ کیا اس کی تدبیر اس چیز کو دور کرتی ہے جو اسے غصہ میں لارہی ہے (۱)
وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ
اور (دیکھو!) اسی طرح ہم نے اس قرآن کو اتارا ہے (کہ اس میں) کھلی کھلی آیتیں (ہیں) اور یہ (یاد رکھو) کہ اللہ
مَنْ يُّرِيْدُ ۝۱۶ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا
جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے (۲) بلاشبہ جو لوگ مومن ہیں اور جو یہودی ہیں
وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ
اور صابی اور نصاریٰ اور مجوس اور جو مشرک ہیں
اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى
یقیناً اللہ (ان سب میں) قیامت کے دن فیصلہ کردے گا بیشک اللہ ہر
كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ ۝۱۷ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ
چیز سے باخبر ہے (۳) (اے مخاطب!) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ سب
مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ
اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج

(۱) مکہ میں آنحضرتؐ اور قریش کے سرداروں میں سخت کشمکش جاری تھی۔ آنحضرتؐ تھوڑے جاں نثاروں کے ساتھ راہِ حق پر ثابت قدم تھے، قریش کے ہاتھوں تکلیفیں جھیل رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کی مدد پر نظریں لگائے بیٹھے تھے۔ سردارانِ قریش اپنی کثرتِ تعداد اور مادی طاقت کے گھمنڈ میں سرشار تھے اور ایمان والوں کو برباد کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔

چنانچہ سردارانِ قریش کی تنبیہ اور ایمان والوں کی تسلی کے لئے اس آیت کے ذریعے اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کی ضرور مدد کرے گا اور اسلام کا شجرۂ طیبہ ضرور بارآور ہوگا۔ اگر اس بات سے کسی کے دل میں حسد پیدا ہوتا ہو اور غیظ و غضب کی آگ بھڑکتی ہو تو اس کو چاہیئے کہ چھت میں رسی لٹکائے اور اس سے اپنے گلے میں پھندا ڈال کر لٹک جائے، یا ایک رسی آسمان تک تان لے اور اس کے ذریعے آسمان پر چڑھ کر وحیِ الٰہی اور نصرتِ الٰہی کو روکنے کی کوشش کرے پھر دیکھے کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ کیا اس تدبیر سے وحیِ الٰہی اور نصرتِ الٰہی بند ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کے دل میں غیظ و غضب کی آگ بھڑکتی ہے؟

(۲) یعنی جس طرح اوپر کی آیتیں ہیں اسی طرح سارا کلامِ الٰہی یعنی قرآن مجید ہے جس میں کھلی کھلی باتیں، صاف صاف مثالیں اور روشن دلیلیں ہیں۔ یہ قرآن اس لئے نازل کیا ہے کہ لوگ ہدایت حاصل کریں۔ لوگوں کو چاہیئے کہ ہدایت حاصل کرنے کے ارادہ سے قرآن مجید کی طرف متوجہ ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھیں کہ وہ ضرور ہدایت دے گا کیونکہ وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ وہ ان ہی لوگوں کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اس سے ہدایت طلب کرتے ہیں اور حسنِ نیت سے اس کے کلام کا مطالعہ کرتے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کی ہدایت کے لئے قرآن مجید نازل کیا لیکن افسوس کہ تھوڑے لوگ ایمان لائے اور بہت سے اپنے اپنے پُرانے طریقوں پر جمے رہے۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ ایک طرف ایمان والے ہیں اور ان کے مقابل یہود، صابی، نصاریٰ، مجوس یعنی آتش پرست اور مشرک یعنی بت پرست ہیں۔ یہ سب فرقے ایمان والوں سے جھگڑتے رہتے ہیں۔ لیکن دنیا دارالعمل یعنی عمل کرنے کی جگہ ہے اور یہاں آخری فیصلہ نہیں ہوتا۔ البتہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب فرقوں کے درمیان فیصلہ کردے گا۔ وہ سب کے اعمال سے باخبر ہے۔ اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلا دے گا۔ اس دن اللہ تعالیٰ کے فیصلے [illegible]

وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ
اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چار پائے
وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ ۖ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۗ وَ
اور بہت سے انسان بھی اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے اور
مَن يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ
جس کو اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بلاشبہ اللہ جو چاہتا ہے
مَا يَشَاءُ ۩ ﴿۱۸﴾ هَٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ ۖ
کرتا ہے (۱) یہ دو (فریق) ایک دوسرے کے دشمن (ہیں) جنھوں نے اپنے پروردگار (کے بارے) میں جھگڑا کیا (۲)
فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّن نَّارٍ ۖ
تو جنھوں نے کفر کیا ان کے لئے آگ کے کپڑے قطع کئے جائیں گے اور
يُصَبُّ مِن فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ ﴿۱۹﴾ يُصْهَرُ
ان کے سروں پر جلتا (جلتا) پانی ڈالا جائے گا اس سے ان کے
بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ ﴿۲۰﴾ وَلَهُم مَّقَامِعُ
پیٹوں کے اندر کی چیزیں اور کھالیں (سب) گل جائیں گی اور ان کے (مارنے کے) لئے لوہے
مِنْ حَدِيدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَا أَرَادُوا أَن يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ
کے گرز ہوں گے یہ لوگ جب بھی تکلیف سے (بے قرار ہو کر) دوزخ سے نکلنا چاہیں گے
غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿۲۲﴾
تو اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور (ان سے کہا جائے گا کہ) جلنے کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو (۳)
إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے انہیں اللہ (بہشت کے ایسے)

(۱) لوگوں نے مذہب کے معاملہ میں اختلاف کر رکھا ہے اور بہت سے فرقے بنا رکھے ہیں، حالانکہ سب کو متفق ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ آسمان اور زمین کی مخلوق اور سورج، چاند، تارے، پہاڑ، درخت، چوپائے، غرض کہ سب چیزیں اپنے اپنے حال کے مناسب اس کے قانون کے تابع ہیں اور اس طرح اس کے آگے سربسجود ہیں۔ لیکن افسوس کہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے اور عقل و علم رکھتا ہے، اپنے مرتبے کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتا اور اس کے آگے سر نہیں جھکاتا۔ بیشک بہت سے آدمی اللہ تعالیٰ کا پیغام قبول کرتے ہیں اور اس کے حکم پر چلتے ہیں۔ لیکن بہت سے ایسے بھی ہیں جو اس کے پیغام کو نہیں مانتے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ پاداشِ عمل میں جس کو وہ ذلیل کرنا چاہے، اسے کون عزت دے سکتا ہے۔

(۲) آنحضرتؐ کے ظہور سے سارے انسان دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ ایک ایمان والوں کا گروہ ہے اور دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جنھوں نے آپؐ کی رسالت کا انکار کیا جس میں یہود، نصاریٰ وغیرہ کئی فرقے ہیں۔ مگر یہ سب فرقے ایمان والوں کے مقابل صف آراء ہیں اور ان سے دین اسلام اور آنحضرتؐ کے بارے میں جھگڑتے ہیں جن کو ان کے پروردگار نے اپنے فضل سے لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ جب ان دونوں گروہوں کے عقیدے اور اعمال الگ الگ ہیں تو ضروری ہے کہ ان کا انجام بھی الگ الگ ہو۔ چنانچہ بعد کی آیتوں میں دونوں گروہوں کا انجام بیان فرمایا ہے۔

(۳) لوگوں کی تنبیہ کے لئے اس آیت میں حق سے منہ پھیرنے والوں کا انجام بیان فرمایا کہ اعمال کے
ع ۲ حساب و کتاب کے بعد ان لوگوں کو دوزخ میں ڈال
۱۲ دیا جائے گا جہاں یہ طرح طرح کا عذاب بھگتیں گے۔
۹ منجملہ اس کے ایک عذاب یہ ہوگا کہ آگ ان کو اس طرح گھیر لے گی جیسے کپڑے بدن پر لپٹ جاتے ہیں۔ ان کو بھاری بھاری گرزوں سے پیٹا جائے گا اور کھولتا ہوا پانی ان کے سروں پر انڈیلا جائے گا جو سر کی ہڈی پھوڑ کر پیٹ میں اتر جائے گا جس سے ان کے پیٹ کے اندر کی چیزیں یعنی انتڑیاں وغیرہ کٹ کٹ کر باہر نکل پڑیں گی۔ اسی طرح ان کے بدن کی کھال بھی جل کر گر پڑے گی۔ پھر جب دوزخ میں گھٹے گھٹے بیقرار ہو جائیں گے اور گھبرا کر اس سے باہر نکلنا چاہیں گے تو عذاب کے فرشتے ان کو اسی میں دھکیل دیں گے اور ان سے کہیں گے کہ اسی طرح دوزخ کے عذاب کا مزہ ہمیشہ چکھتے رہو۔ (اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے)

(۱) اس آیت میں ایمان والوں کا انجام بیان فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کا انجام یہ ہوگا کہ حساب و کتاب کے بعد ان کو بہشت کے سدا بہار باغوں میں رکھا جائے گا جس میں نہریں بہتی ہوں گی جس کی وجہ سے باغ ہمیشہ سرسبز رہیں گے۔ بخلاف کافروں کے، ایمان والوں کا لباس نرم و نازک ریشم کا ہوگا اور مزید آرائش و زیبائش کے لئے ان کو سونے کے کنگن اور موتیوں کے ہار پہنائے جائیں گے ۔۔۔ (۲) یعنی ایمان والوں کو یہ نعمتیں اس وجہ سے ملیں گی کہ ان لوگوں نے دنیا میں کلمۂ طیبہ یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا تھا اور قرآن مجید کلام الٰہی ہونے پر ایمان لائے تھے۔ نیز اس وجہ سے کہ ان لوگوں نے دنیا میں اسلام قبول کر کے ایسا راستہ اختیار کیا تھا جو اللہ تعالےٰ کا بتایا ہوا راستہ ہے اور جس پر چل کر انسان سیدھا اللہ تعالےٰ تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کو پالیتا ہے جو تنہا ہر طرح کی تعریف و توصیف کا مستحق ہے اور آسمان و زمین میں ہر وقت جس کی حمد و ثنا کی جاتی ہے۔

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا
باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہاں ان کو
مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ؕ وَ لِبَاسُهُمْ فِیْهَا
سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کا لباس
حَرِیْرٌ ﴿۲۳﴾ وَ هُدُوْۤا اِلَى الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚۖ وَ هُدُوْۤا
ریشم کا ہوگا (۱) اور (یہ اس وجہ سے کہ) ان کو (دنیا میں) کلمۂ طیبہ کی طرف ہدایت ہوگئی تھی اور ان کو اس اللہ
اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِیْدِ ﴿۲۴﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
کے راستے کی طرف ہدایت ہوگئی تھی جو تعریف کے قابل ہے (۲) بلاشبہ (ان لوگوں کو سخت عذاب ہوگا) جو کفر کرتے ہیں
وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
اور (دوسروں کو بھی) اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور مسجد حرام سے (بھی روکتے ہیں)
الَّذِیْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨ الْعَاكِفُ فِیْهِ وَ
جس کو ہم نے لوگوں کے لئے (عبادت گاہ) ٹھہرایا ہے (کہ اس میں سب) برابر (ہیں) وہاں کا رہنے والا (بھی) اور
الْبَادِ ؕ وَ مَنْ یُّرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ
باہر سے آنے والا (بھی) اور (یاد رکھو) جو شخص ظلم (اور شرارت) سے اس میں بے دینی کا کوئی کام کرنا چاہے گا تو اس کو ہم
مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۵﴾ وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ
دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے (۳) اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب کہ ہم نے ابراہیم کے لئے خانہ کعبہ
الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْـًٔا وَّ طَهِّرْ بَیْتِیَ
کی جگہ مقرر کردی (اور حکم دیا) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور میرے (اس) گھر کو طواف
لِلطَّآىِٕفِیْنَ وَ الْقَآىِٕمِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾
کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک و صاف رکھو (۴)

(۳) اس آیت سے بیان کا رُخ کفارِ مکہ کی طرف پھر گیا ہے جس میں ان کی مخاصمانہ روش اور اسلام دشمنی کو ظاہر فرمایا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کفارِ مکہ نے اسلام دشمنی میں انتہائی قدم اٹھایا ہے اور جارحانہ روش اختیار کی ہے۔ یعنی صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ خود انھوں نے پیغام الٰہی کا انکار کیا بلکہ وہ دوسروں کو بھی راہِ حق سے محروم کرتے ہیں اور لوگوں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں چنانچہ انھوں نے آنحضرتؐ اور صحابہؓ کو روک دیا جبکہ یہ حضرات عمرہ کرنے کی نیت سے مکہ شریف کو جارہے تھے۔ حالانکہ مسجد حرام سب کے لئے عبادت گاہ مقرر کی گئی ہے جس طرح اس میں مکہ والوں کا حق ہے اسی طرح باہر سے آنے والوں کا بھی حق ہے۔ کسی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس کا دروازہ عبادت کرنے والوں پر بند کردے۔

ان کمبختوں کو آگاہ ہونا چاہیئے کہ مذہبی اور اخلاقی نقطہ نظر سے یہ انتہائی ظلم، بڑی بے دینی اور سخت گمراہی ہے جس کی پاداش میں ان کو دردناک عذاب بھگتنا پڑے گا۔

ع ۳/۱۰

(۴) اوپر کی آیت میں مسجد حرام کا ذکر فرمایا تھا۔ اس مناسبت سے کعبہ شریف کی تعمیر، حج کے طریقہ کا آغاز اور اس کے کچھ احکام بیان فرمائے تاکہ مسجد حرام کی عظمت اور تقدیس کا نقش لوگوں کے دلوں میں تازہ ہو جائے اور قریش اپنی انسانیت سوز حرکتوں پر شرمائیں اور سمجھیں کہ مسجد حرام کی بے حرمتی کر کے واقعی انھوں نے انسانیت پر اور خود اپنے نفسوں پر بڑا ہی ظلم کیا ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ وحی الٰہی کی نشان دہی سے حضرت آدمؑ نے اس مقام پر ایک حجرہ بنایا تھا۔ وہ اس کا طواف کیا کرتے تھے اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ طوفان نوح میں یہ عمارت گر گئی۔ پھر حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا چنانچہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے اسی بنیاد پر کعبہ شریف تعمیر کیا ۔۔۔ حضرت ابراہیمؑ نے جن مقاصد کے پیش نظر کعبہ شریف تعمیر کیا تھا، ان میں سب سے اہم اور بنیادی مقصد یہ تھا کہ کعبہ شریف ہمیشہ کے لئے توحید کا مرکز رہے جہاں صرف اللہ تعالےٰ کی عبادت کی جائے اور اس کو بت پرستی اور مشرکانہ رسموں سے پاک رکھا جائے۔ لیکن افسوس کہ قریش نے اس مقصد عظیم کو ضائع کردیا اور کعبہ شریف میں (۳۶۰) بُت لا کر رکھ دیئے۔ (کعبہ شریف کی تعمیر کا مضمون سورۂ بقرہ رکوع ۱۵ میں تفصیل سے ہے)

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى
اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو۔ لوگ تمھارے پاس دوڑے چلے آئیں گے پیدل (بھی) اور دبلے
كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝٢٧
دبلے اونٹوں پر (بھی جو) دور دراز راستوں سے آئیں گے (١)
لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ
تا کہ لوگ اپنے فائدوں کے لئے حاضر ہو جائیں (٢) اور مقررہ دنوں میں ان چار پاؤں والے
اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ
جانوروں پر (ذبح کرتے وقت) اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو عطا
الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَاۗىِٕسَ الْفَقِيْرَ ۝٢٨ۡ
کئے ہیں تو (دیکھو!) اس (قربانی میں) سے تم خود بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلاؤ (٣)
ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا
پھر چاہیئے کہ لوگ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس قدیم گھر (یعنی خانہ
بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۝٢٩ ذٰلِكَ ۤ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ
کعبہ) کا طواف کریں (ایک بات) یہ (ہوئی) اور جو شخص اللہ کی ٹھہرائی ہوئی قابل احترام چیزوں کی
اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ
تعظیم کرے تو یہ اس کے پروردگار کے نزدیک اس کے حق میں بہتر ہے (٤) اور ان جانوروں کو چھوڑ کر
الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ
جن کا حکم (قرآن میں) پڑھ کر سنا دیا گیا ہے تمام چارپائے تمھارے لئے حلال کئے گئے ہیں پس چاہیئے کہ بتوں کی
مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝٣٠ۙ حُنَفَاۗءَ
ناپاکی سے بچتے رہو اور جھوٹ بات کہنے سے بھی بچتے رہو ایک اللہ کے ہو کر رہنے والے

(١) دوسرا مقصد یہ تھا کہ حج بیت اللہ کا طریقہ جاری کیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا کہ اس مقصد کا اعلان کردو۔

لکھا ہے کہ کعبہ شریف کی تعمیر کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے ایک پہاڑی پر کھڑے ہو کر اعلان کیا اور آواز دی کہ "لوگو! اللہ تعالےٰ نے تم پر اپنے گھر کا حج فرض کیا ہے۔ لہٰذا حج کے لئے آؤ!" یہ آواز حضرت ابراہیمؑ کے مُبارک حلق سے اس خلوص اور جوش کے ساتھ نکلی تھی کہ اس کو سب روحوں نے سُنا اور جس سعید روح کے مقدر میں حج لکھا تھا اس نے لبیک کہا۔ اسی وقت سے حج کا طریقہ جاری ہو گیا۔ اسی دعوت ابراہیمی کا اثر ہے کہ آج بھی لاکھوں پرستاران توحید عشق الٰہی سے بیتاب ہو کر اپنے اپنے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور پیدل یا سواریوں پر، غرض جس طرح بن پڑتا ہے، دور دراز کی مسافت طے کرتے ہوئے والہانہ انداز سے مکہ شریف میں جمع ہو جاتے ہیں۔

(٢) حج سے اصل مقصد تو یہ ہے کہ پرستاران توحید اپنے پروردگار کے حکم کی تعمیل کر کے اس کی خوشنودی حاصل کریں اور اس کے ذکر سے اپنی روحوں کو گرمائیں لیکن پرستاران توحید کے اس اجتماع عظیم میں جو بین الاقوامی نوعیت کا ہوتا ہے، بہت سے دوسرے فائدے بھی ہیں اور اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے اجازت دی ہے کہ لوگ چاہیں تو علمی، تمدنی، سیاسی اور معاشی فائدے بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

(٣) یہاں سے حج کے کچھ احکام کا بیان ہے یعنی حاجیوں کو چاہیئے کہ مقررہ دنوں، یعنی دسویں، گیارہویں اور بارہویں تاریخوں میں قربانی کے جانوروں کو ذبح کرتے وقت اللہ تعالےٰ کا نام لیں یعنی بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ لَكَ وَمِنْكَ کہہ کر ذبح کریں اور ویسے بھی ان دنوں میں اللہ تعالےٰ کا ذکر زیادہ کریں۔ قربانی کے گوشت کا حکم یہ ہے کہ خود بھی کھائیں اور مسکینوں اور محتاجوں کو بھی کھلائیں۔

(٤) یعنی قربانی کے بعد حاجیوں کو چاہیئے کہ احرام اتار ڈالیں، بال اور ناخن کٹوا کر، نہا دھو کر اور دھلے ہوئے کپڑے پہن کر بیت عتیق کعبہ شریف کا طواف کریں۔ یہ طواف زیارت کہلاتا ہے جو فرض ہے۔

اللہ تعالےٰ نے جن چیزوں کو محترم ٹھہرا دیا ہے، مثلاً مسجد حرام، بیت اللہ، صفا، مروہ، عرفات، قربانی کا جانور وغیرہ، ان کی تعظیم کرنا بلکہ سارے احکام الٰہیہ کا ادب کرنا پرستاران توحید کے لئے موجب خیر و برکت ہے جس کی بدولت پروردگار عالم کے پاس سے ان کو بڑا ثواب ملے گا۔

لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ
(اور) اس کے ساتھ شریک نہ کرنے والے (بن کر رہو) (۱) اور جس شخص نے اللہ کے ساتھ کسی کو

فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ
شریک ٹھہرایا تو گویا وہ آسمان سے نیچے گر پڑا پھر اس کو پرندے اچک لے گئے یا

تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾ ذٰلِكَ ۖ
ہوا کے جھونکے نے اس کو کسی دور دراز جگہ لے جا کر پٹک دیا (۲) (ایک بات) یہ

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾
(ہوئی) اور جو شخص اللہ کی ٹھہرائی ہوئی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری کی باتوں میں سے ہے (۳)

لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ
ان چارپائے مویشیوں میں ایک مقررہ وقت تک تمہارے لئے طرح طرح کے فائدے ہیں پھر ان کے

اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾ ع وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا
پہنچنے کی جگہ قدیم گھر (بیت اللہ) ہے (۴) اور ہر ایک امت کے لئے ہم نے قربانی کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے

لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ
تاکہ اللہ نے جو ان کو مویشی چارپائے دیئے ہیں (ان کے ذبح کرتے وقت) وہ ان پر اللہ کا نام

الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ
لیں تو (اے لوگو!) تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے پس اسی کے فرماں بردار بنو (۵)

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ
(اے پیغمبر) عاجزی کرنے والے بندوں کو خوشخبری سنا دو یہ وہ لوگ ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا نام لیا جاتا ہے

وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ
تو ان کے دل لرز اٹھتے ہیں اور ان پر جو مصیبت پڑتی ہے اس پر صبر کرتے ہیں

(۱) یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ کون سے چارپائے حلال ہیں اور کون سے حرام ہیں۔ چارپایہ کا احترام یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے نام پر اس کے گھر میں یعنی کعبہ شریف کے پاس اور اس کے حکم کے مطابق ذبح کیا جائے۔ اس لئے پرستاران توحید کو چاہیئے کہ بتوں کے نام پر اور ان کے استھان پر جانوروں کے ذبح کرنے سے بچیں۔ کیونکہ یہ بات جانور کے احترام کے خلاف ہے۔ علاوہ اس کے یہ کہ ایک جانور کو جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے کسی بت کے نام سے نامزد کرنا اور اس کے استھان پر ذبح کرنا بہت بڑی جھوٹ اور خلاف حقیقت بات ہے۔ اس لئے ایمان والوں کو چاہیئے کہ اس جھوٹ سے اور ہر قسم کی جھوٹ سے بچیں اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ہو کر رہیں اس طرح پر کہ ان کے سارے اعمال شرک سے پاک ہوں۔

(۲) لوگوں کو شرک سے نفرت دلانے کے لئے اس آیت میں ایک مثال پیش فرمائی ہے جس کا ہر شخص تصور کر سکتا ہے۔ فرمایا کہ شرک کو ایسا سمجھو جیسے کوئی آسمان سے گر پڑے۔ ظاہر ہے کہ اس بدنصیب کی ہلاکت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ ہوگا یہ کہ یا تو شکاری پرندے اس کو اچک لیں گے اور اس کی بوٹیاں نوچ ڈالیں گے، یا پھر ہوا اس کو کہیں دور لے جا کر پھینک دے گی۔

مطلب یہ ہے کہ توحید ہی سے انسان اس بلندی پر پہنچ سکتا ہے جس کا اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ سے وہ مستحق ہے۔ پس جس شخص نے شرک کیا، اس نے اپنے کو انسانیت کی بلندی سے گرا کر انتہائی ذلیل کیا اور تباہی کے گڑھے میں ڈال دیا۔

(۳) جس چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام لگ جائے جیسے قربانی کا جانور، تو سمجھو کہ وہ اس کی نشانی ہو گئی۔ یاد رکھو کہ ایسی چیز کی تعظیم کرنا پرہیزگاری کی نشانی ہے ایسی چیزوں کی تعظیم وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سچے عاشق ہوتے ہیں اور جن کے دلوں میں خدا پرستی اور پرہیزگاری کے جذبات موجزن ہوتے ہیں۔

ع ۸ / ۱۱

(۴) چارپائے جانوروں یعنی اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے تابع کیا ہے کہ تم ان سے بہت سے فائدے اٹھاتے ہو۔ ان سے سواری اور بوجھ لادنے کا کام لیتے ہو، ان کا دودھ پیتے ہو اور ان کی اون سے طرح طرح کے کپڑے بناتے ہو جس پر تمہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے لیکن یاد رکھو کہ جب تم ان میں سے کسی کو 'ہدی' بنا، یعنی قربانی کی نیت سے مکہ شریف کی طرف لے جاؤ، تو پھر سوائے شدید ضرورت کے اس سے فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے۔ اب تم پر لازم ہے کہ اس کو کعبہ شریف کے پاس پہنچاؤ اور مقررہ جگہ میں اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان کر دو۔

(۵) ہر دین میں جو قربانی کا طریقہ مقرر کیا گیا تھا تو اس کا منشا یہ تھا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نام پر اور اس کی خوشنودی کے لئے خاص خاص چارپایوں کو ذبح کیا کریں۔ لیکن افسوس کہ لوگوں نے اس طریقے کی ٹھیک ٹھیک پابندی نہیں کی اور بتوں کے نام پر اور ان کے استھانوں پر جانور ذبح کرنے لگے جس سے وہ شرک میں مبتلا ہو گئے۔ اب دین اسلام میں بھی خاص خاص جانوروں کی قربانی کا طریقہ مقرر کیا گیا ہے۔ ایمان والوں کو چاہیئے کہ اس بارے میں پچھلی امتوں کی طرح سے غلطی نہ کریں خدائے واحد ہی کے آگے سر اطاعت خم کریں اور اسی کے نام پر قربانی کیا کریں۔

(۱) اس آیت کے ذریعے سچے اور پکے ایمان والوں کو رضائے الٰہی اور دونوں جہاں میں کامیابی کی خوشخبری سناتے ہوئے ان کی چند صفات ظاہر فرمائی ہیں تاکہ سب مسلمان ان صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں:۔ سچے اور پکے ایمان والوں کی شان یہ ہے کہ (۱) ان کو اپنی بندگی کا پورا پورا شعور ہوتا ہے اس لئے وہ ہمیشہ عاجزی اور نیازمندی سے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے رہتے ہیں۔(۲) جب ان کے آگے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کی عظمت اور بزرگی کی ہیبت سے ان کے دل لرز اٹھتے ہیں۔(۳) دین اور سچائی کی راہ پر ثابت قدم رہتے ہیں اور اس راہ کی مشکلوں و مصیبتوں کو خوشدلی اور خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں۔(۴) نماز کی پابندی کرتے ہیں اور (۵) جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے انہیں بخشی ہیں ان کو اس کی راہ میں اور لوگوں کے فائدے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔

وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٣٥﴾

اور نماز پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں (۱)

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ

اور قربانی کے اونٹوں کو بھی ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں میں سے (ایک نشانی) بنایا ہے اس میں تمہارے

فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ

لئے بہت سے فائدے ہیں تو تم ان کو (ذبح کرتے وقت) قطار میں (کھڑے) کرکے ان پر اللہ کا نام لیا کرو

فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا

پس جب وہ کسی پہلو کے بل گر پڑیں تو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور قناعت سے بیٹھے رہنے

الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ

والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ اسی طرح ہم نے ان جانوں کو تمہارے تابع بنایا

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٣٦﴾ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا

تاکہ تم شکر کرو (۲) اللہ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے

وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۚ

اور نہ خون بلکہ اس کے پاس تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے (۳)

كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا

اسی طرح اللہ نے ان کو تمہارے تابع بنایا تاکہ اس بات کے بدلے کہ اس نے تم کو ہدایت دی ہے

هَدٰىكُمْ ۗ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ

اس کی بڑائی بیان کرو اور (اے پیغمبر) نیکی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو (۴) بلاشبہ اللہ مسلمانوں سے ان کے

عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ

دشمنوں کو ہٹا دے گا بلاشبہ اللہ خیانت کرنے والے اور کفران نعمت کرنے والے کو

(۲) 'بُدن' کا واحد ہے 'بَدَنَۃٌ' یعنی اونٹ مطلب یہ ہے کہ اونٹ بھی جو کعبہ شریف کو لے جائے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نام کی اور اس کے دین کی نشانیوں میں سے ہیں اور اس میں تمہارے لئے بہت سے فائدے ہیں، تو ان کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرنا چاہیئے۔

اونٹ کے ذبح کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اگر بہت سے ہوں تو ان کو ایک قطار میں قبلہ رُخ کھڑا کر دیا جائے، اس طرح پر کہ ہر ایک کا ایک ہاتھ داہنا یا بایاں باندھ دیا جائے۔ پھر سینے پر نیزہ مارا جائے۔ جب اونٹ گر جائے اور سارا خون نکل جائے تب ٹکڑے کاٹ لئے جائیں۔ قربانی کا گوشت خود بھی کھائیں اور محتاجوں کو بھی کھلائیں۔ بعض محتاج قانع ہوتے ہیں یعنی صبر سے بیٹھے رہتے ہیں اور دستِ سوال دراز نہیں کرتے۔ ان کے برخلاف بعض محتاج۔ بے قرار ہوتے ہیں اور مانگتے پھرتے ہیں۔ بہرحال سب کو قربانی کا گوشت کھلانا چاہیئے۔

(۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قربانی کا مقصد ظاہر فرمایا ہے۔ قربانی کرنے والوں کو چاہیئے کہ خدا پرستی اور پرہیزگاری کی روح اپنے اندر پیدا کریں قربانی کے جانور کی طرح سے اپنے مالک حقیقی کے نام پر اور اس کے دین اور اس کی مخلوق کی خدمت کے لئے اپنی جان تک قربانی کرنے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کریں حقیقت میں یہی جذبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت کا شرف حاصل کر سکتا ہے، ورنہ جانوروں کا گوشت اور خون ایسی چیزیں نہیں جو اس کی بارگاہ تک پہنچیں۔

(۴) مشرک بتوں اور دیوتاؤں پر جانور چڑھایا کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو توحید اور اسلام کے سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرمائی، اور جانوروں کو اس طرح پیدا کیا کہ انسانوں کے زیر فرمان ہیں۔ ان نعمتوں کی شکرگزاری کے طور پر مسلمانوں کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کو دنیا میں بلند کریں، جانوروں کو ان کے مالک حقیقی کے نام پر قربان کریں اور ان کو ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیں یعنی بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ لَكَ وَمِنْكَ پڑھ کر ذبح کریں۔

دیکھو! جو لوگ حسن عقیدت اور حسن عمل کے ساتھ مالکِ حقیقی کے احکام کی پیروی کریں ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وحی الٰہی نے ان کو رضائے الٰہی اور دنیا و آخرت میں کامیابی کی خوشخبری سنائی ہے۔

(۱) حج کے احکام بیان کرنے سے پہلے اس سورت کے تیسرے رکوع میں قریش کے اس ظلم کا ذکر کیا تھا کہ قریش کے ایمان والوں کو ان کے فطری حق سے محروم کر رکھا ہے یعنی قریش مسلمانوں کو بیت اللہ تک پہنچنے سے روکتے ہیں اور ان کو حج اور عمرہ نہیں کرنے دیتے ــــ چونکہ مسلمان بیت اللہ کی زیارت کے لئے بیتاب تھے اس لئے ان کو تسلی دیتے ہوئے اس آیت کے ذریعے یہ خوشخبری سنائی کہ عنقریب نصرتِ الٰہی کا ظہور ہوگا اور اللہ تعالےٰ قریش کو مسلمانوں کے راستے سے ہٹا دے گا۔ اس وقت مسلمان پوری آزادی کے ساتھ شوق زیارت کو پورا کر سکیں گے۔

كَفُوْرٍ ﴿٣٨﴾ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ

پسند نہیں کرتا (۱) جن مسلمانوں سے (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے ان کو اجازت دی جاتی ہے (کہ وہ بھی لڑیں) کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے

وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴿٣٩﴾ الَّذِيْنَ

اور بیشک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے یہ وہی مظلوم لوگ ہیں جن کو

اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا

ناحق ان کے گھروں سے نکال دیا گیا (انھوں نے کچھ قصور نہیں کیا) ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا

رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ

معبود اللہ ہے (۲) اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (اپنے اپنے

بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّ

زمانے میں عیسائیوں کے) خلوت خانے اور گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور

مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ

(مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے یہ سب گرائی جا چکی ہوتیں

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ

اور جو شخص اللہ (کے دین) کی مدد کرتا ہے تو اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرتا ہے بیشک اللہ توانا

عَزِيْزٌ ﴿٤٠﴾ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ

(اور) غالب ہے (۳) یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں

اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا

تو (ایسے اچھے کام کریں گے یعنی) نماز پڑھیں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور (لوگوں کو اچھے

بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ

کام کرنے کا حکم دیں گے اور برے کاموں سے منع کریں گے اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے

قریش کو اللہ تعالےٰ نے بیت اللہ کا محافظ بنایا تھا اور اس طرح ان کو ایک بڑی امانت اور نعمت عطا فرمائی تھی لیکن انھوں نے نعمت کی قدر نہیں کی اور امانت میں خیانت کی۔ اس لئے اللہ تعالےٰ ان کو پسند نہیں کرتا اور بیت اللہ کی امانت و نعمت قریش سے چھین کر ایمان والوں کو دینا چاہتا ہے جس کا ظہور عنقریب ہونے والا ہے۔

ع ۵ ۱۲

(۲) روح المعانی میں لکھا ہے کہ یہ پہلی آیت ہے جس کے ذریعے مسلمانوں کو قریش کے مقابل تلوار اٹھانے کی اجازت دی گئی تھی۔

جنگ کی اجازت کے ساتھ ساتھ اس کی وجہ بھی واضح فرما دی کہ قریش کے ظلم کو روکنے کے لئے مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت دینا ضروری ہوا۔

واقعہ یوں ہوا کہ آنحضرتؐ اور آپؐ کے ساتھی مٹھی بھر ایمان والے تیرہ برس تک مکہ شریف میں قریش کے جتھیا ظلم اور تشدد کا نشانہ بنے رہے، یہانتک کہ وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے لیکن مدینہ شریف میں بھی قریش نے ان کو چین سے نہ بیٹھنے دیا اور مدینہ کے یہودیوں اور منافقوں کے ساتھ مل کر سازش کر کے ایمان والوں کو ختم کرنے کی تدبیریں کرتے رہے۔

قریش سے کوئی پوچھے کہ مسلمانوں کا کیا قصور تھا؟ صرف یہ کہ انھوں نے توحید کا اعلان کیا تھا اور چاہتے تھے کہ ملک میں ان کو مذہب کی آزادی ملے کہ وہ اپنے عقیدے کے مطابق صرف اللہ تعالےٰ کی عبادت کیا کریں۔

(۳) حق و باطل اور خیر و شر کی کشمکش دنیا میں ہمیشہ سے جاری ہے اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ باطل پرست اور شر پسند لوگ بہت جلد ظلم اور تشدد پر اتر آتے ہیں۔ وہ تلوار کے زور سے حق اور خیر کو مٹانا چاہتے ہیں اور لوگوں کو جبراً حق و صداقت کے راستے سے روکنا چاہتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے حق پرستوں کو اجازت دی کہ وہ تلوار کا جواب تلوار سے دیں اور آزادی ضمیر کے اصول کی حفاظت کریں جو ہر انسان کا فطری حق ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو باطل پرست ساری دنیا پر چھا جاتے اور حق پرستی کی ساری نشانیوں کو ڈھا دیتے۔ روئے زمین پر نہ کوئی گرجا نظر آتا اور نہ کوئی مسجد جہاں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو بھی اجازت دی کہ حق کی حمایت میں تلوار اٹھائیں اور قریش نے جو ظلم و فساد برپا کر رکھا ہے اس کو روک دیں اور یقین رکھیں کہ نصرتِ الٰہی ضرور ان کا ساتھ دے گی، کیونکہ اللہ تعالےٰ حق کی حمایت کرنے والوں کی ضرور مدد کرتا ہے۔ اور یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ جس کی مدد کرے وہ ضرور کامیاب ہوگا، کیونکہ اللہ تعالےٰ بڑی قوت والا ہے اور سب پر غالب ہے۔

الْأُمُورِ ﴿٤١﴾ وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ

اختیار میں ہے (۱) اور (اے پیغمبر) اگر یہ لوگ تم کو جھٹلاتے ہیں تو (یہ کوئی نئی بات نہیں)

قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودُ ﴿٤٢﴾ وَقَوْمُ

ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد و ثمود (بھی اپنے پیغمبروں کو) جھٹلا چکے ہیں اور ابراہیم کی

إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ ﴿٤٣﴾ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ ۖ وَكُذِّبَ

قوم اور لوط کی قوم اور مدین والے (بھی اپنے پیغمبروں کو جھٹلا چکے ہیں) اور

مُوسَىٰ فَأَمْلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ ۖ

موسیٰ بھی جھٹلائے جا چکے ہیں تو میں (چند روز) کافروں کو مہلت دی پھر ان کو (عذاب میں) پکڑ لیا

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٤٤﴾ فَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ

تو (دیکھ لو کہ) میرا عذاب کیسا سخت تھا (۲) اور بہت سی بستیاں ہیں کہ ہم نے ان کو

أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ

تباہ کر ڈالا کہ وہ نافرمان تھیں تو اب وہ اپنی چھتوں کے بل گری

عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَّشِيدٍ ﴿٤٥﴾

پڑی ہیں اور کتنے کنوئیں بیکار (ہیں) اور کتنے محل ویران (پڑے ہیں)

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ

تو کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں تاکہ ان کے دل (ایسے) ہوتے کہ ان سے

يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۖ فَإِنَّهَا لَا

سمجھ سکتے اور کان (ایسے) ہوتے کہ ان سے سن سکتے بات یہ

تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي

ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں

(۱) اس آیت سے اسلامی حکومت کے اغراض و مقاصد نمایاں طور پر معلوم ہوتے ہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جن مسلمانوں کو قریش کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت دی گئی ہے ان کا حال یہ ہے کہ اگر ان کو اللہ تعالیٰ کی تائید سے ملک میں اقتدار اور حکومت ملے تو وہ اپنے اقتدار کو ظلم و تشدد اور عیش پرستی کے لئے استعمال نہیں کریں گے۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بن کر رہیں گے یعنی نمازیں پڑھیں گے اپنے مال کی زکوٰۃ نکال کر غریبوں اور محتاجوں کی مدد کریں گے، دنیا میں نیکیوں کو پھیلائیں گے اور برائیوں کے راستے بند کریں گے چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے حکومت کا ایسا عادلانہ نظام قائم کیا تھا جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

(۲) آنحضرتؐ کی تسلی اور قریش کی عبرت کے لئے فرمایا کہ گزشتہ زمانے میں بھی ایسی قومیں گزر چکی ہیں جنہوں نے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا اور ان کی نافرمانی کی لیکن جانتے ہو کہ ان کی سرکشی کا انجام کیا ہوا؟ ہوا یہ کہ ان سرکشوں کو خوب ڈھیل دی تاکہ وہ اپنی اصلاح کریں لیکن جب ان کی سرکشی حد سے گزر گئی تو عذاب الٰہی نے ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالا۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے کا انجام کیا ہوا؟

فِي الصُّدُورِ ﴿٤٦﴾ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ

وہ اندھے ہوتے ہیں (۱) اور (اے پیغمبرؐ) یہ لوگ تم سے عذاب کے لئے جلدی

وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ ۚ وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ

کرتے ہیں حالانکہ اللہ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا اور بیشک تمہارے پروردگار کے

رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ ﴿٤٧﴾ وَكَأَيِّنْ

نزدیک ایک دن تمہارے حساب کے رو سے ہزار برس کے برابر ہے (۲) اور بہت سی

مِنْ قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ

بستیاں ہیں جن کو میں نے مہلت دی اور وہ نافرمان تھیں پھر میں نے ان کو

أَخَذْتُهَا ۚ وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿٤٨﴾ قُلْ يَا أَيُّهَا

(عذاب میں) پکڑ لیا اور (سب ہی کو) میری طرف لوٹ کر آنا ہے (۳) (اے پیغمبرؐ!) کہدو کہ اے

النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿٤٩﴾ فَالَّذِينَ

لوگو میں تم کو (اللہ کے عذاب سے) کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں تو جو لوگ

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ

ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے بخشش ہے اور عزت

كَرِيمٌ ﴿٥٠﴾ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ

کی روزی اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں میں (اپنے باطل خیال سے ہمیں) عاجز

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿٥١﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ

کرنے کی کوشش کی' وہ دوزخی ہیں (۴) اور (اے پیغمبرؐ!) ہم نے تم سے پہلے

قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى

کوئی رسول اور نبی ایسا نہیں بھیجا جس کے ساتھ یہ معاملہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اس نے کوئی آیت پڑھ کر (لوگوں کو) سنائی تو شیطان نے اس کے پڑھنے میں

(۱) اس آیت میں انسان کی غفلت کی کیسی سچی اور عبرت خیز تصویر کھینچی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بعض آدمی گزشتہ قوموں کے عروج و زوال کے واقعات کو کانوں سے سنتے ہیں اور ان کے کھنڈرات کو آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے کچھ سنا ہی نہیں اور دیکھا ہی نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ان کی آنکھیں اندھی نہیں ہیں بلکہ ان کے دل اندھے ہو گئے ہیں اور ان کی بصیرت جاتی رہی ہے۔ جن لوگوں کے دلوں کا یہ حال ہو ان سے کیا اُمید کی جاسکتی ہے کہ وہ دوسروں کے حالات سے عبرت حاصل کریں گے۔

(۲) جو لوگ از راہ تمسخر عذاب کے لئے جلدی مچایا کرتے تھے ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ یہ بات یقینی ہے کہ عذاب آئے گا لیکن اپنے وقت پر آئے گا یعنی قیامت کے دن حساب کتاب ہوگا اور ضرور سرکشوں کو سزا ملے گی۔ یاد رکھو! قیامت کا دن بڑا ہولناک دن ہوگا اور ہولناکیوں کی وجہ سے دنیا کے ایک ہزار برس کے برابر معلوم ہوگا۔ لہذا دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی اس دن سے ڈرے نہ یہ کہ اس کے لئے جلدی مچائے۔

ع ۱۰ / ۱۳

یا یہ کہ آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے واضح فرمایا کہ جس حساب سے کائنات کا وسیع نظام چل رہا ہے اس کا دن تمہارے دن کے لحاظ سے بہت مختلف ہے۔ یوں سمجھو کہ جب تمہارے ایک ہزار برس گزرتے ہیں تو اس حساب سے صرف ایک دن ہوتا ہے۔ لیکن جو لوگ عذاب کے لئے جلدی مچاتے ہیں' وہ کائنات کے اس راز کو نہیں جانتے اور اپنے دنوں کے لحاظ سے شمار کر کے سمجھتے ہیں کہ عذاب میں بہت تاخیر ہو گئی۔

(۳) جو لوگ عذاب کے لئے جلدی مچاتے تھے ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ تاریخ کی ورق گردانی کرو اور زمین میں چل پھر کر دیکھو! تم کو معلوم ہوگا کہ بہت سی بستیوں والے ایسے گزرے ہیں جن کو کافی ڈھیل ملی اور اللہ تعالےٰ نے ان کو اپنے حالات درست کرنے کا موقع دیا لیکن جب انھوں نے مہلت سے فائدہ نہیں اٹھایا اور برابر سرکشی اور نافرمانی کرتے رہے تو اللہ تعالےٰ نے ان کے ظلم و فساد کی پاداش میں ان کو پکڑ کر ہلاک کر ڈالا اور وہ کہیں بھاگ نہ سکے۔ یاد رکھو! کوئی ظالم اللہ تعالےٰ کی گرفت سے بچ نہ سکے گا اور ہر ایک اس کے سامنے حاضر ہوگا۔

(۴) آنحضرتؐ کا کام یہ ہے کہ پیغام حق لوگوں کو پہنچا دیں اور ان کو آگاہ کر دیں۔ پھر جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عملی کی راہ اختیار کریں' ان کی کمزوریاں معاف کر دی جائیں گی اور ان کو جنت میں رکھا جائے گا جہاں ان کو باعزت طریقے پر عمدہ اور لذیذ کھانے اور میوے ملیں گے اور دیدار حق نصیب ہوگا۔ لیکن جو لوگ پیغام حق کا مقابلہ کریں اور اس کو ناکام کرنے کی کوشش کریں' وہ خود دنیا میں ناکام ہوں گے اور آخرت میں دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي
لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا   پھر آخر کار اللہ نے شیطانی وسوسہ کو

الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
دور   اور اپنی آیتوں کو مضبوط کردیا   اللہ (سب کے حال سے) واقف (اور)

حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً
حکمت والا ہے (یہ اس لئے کیا) تاکہ اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسوں کو

لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۭ
ایسے لوگوں کے لئے آزمائش کا سبب بنادے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں

وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَّلِيَعْلَمَ
اور بیشک یہ ظالم پرلے درجے کی مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں   اور تاکہ جن

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ
لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ جان لیں کہ وہ (یعنی قرآن) تمہارے پروردگار

فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ
کی طرف سے حق ہے تو اس پر ایمان لائیں اور ان کے دل اللہ کی طرف جھک جائیں اور بیشک

لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾
جو لوگ ایمان لائے اللہ ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت کرتا ہے (۱)

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ
اور جو لوگ کافر ہیں وہ تو قرآن کی طرف سے ہمیشہ شک میں پڑے رہیں گے

حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ
یہاں تک کہ ان پر اچانک قیامت آپہنچے   یا ان پر نامبارک دن کا

(۱) اوپر کی آیت میں ان لوگوں کا انجام بیان فرمایا تھا جو پیغام حق کا مقابلہ کرتے ہیں اور اس کی اشاعت کو روکتے ہیں۔ اس مناسبت سے اس آیت کے ذریعے آنحضرت اور ایمان والوں کی تسلی اور ہمت افزائی کے لئے واضح فرمایا کہ راہ کی دشواریوں سے شکستہ خاطر نہ ہوں، کیونکہ اس زندگی میں حق و باطل کی کشمکش ناگزیر ہے۔ خوشخبری اور اطمینان کی بات یہ ہے کہ آخر کار وہی کامیاب ہوں گے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ یہی ہوتا آیا ہے کہ جب کوئی نبی یا رسول پیغام حق پہنچاتا ہے، اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور لوگوں کی اصلاح کی تمنا لے کر کھڑا ہوتا ہے تو شیطان بہت سے لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک و شبہات ڈالتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ پیغام حق کا انکار کر بیٹھتے ہیں بلکہ اس کا مقابلہ کرتے ہیں، طرح طرح سے فتنے اٹھاتے ہیں اور آمادۂ پیکار ہوجاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ محکم آیتیں اور غیبی مدد نازل فرما کر شیطانی وسوسوں، فتنوں اور طاقتوں کا قلع قمع کردیتا ہے اور حق و صداقت اور اپنی نشانیوں کو مضبوط بنیادوں پر قائم فرما دیتا ہے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کے حالات سے باخبر ہے اور جانتا ہے کہ کون پیغام حق کو بسر و چشم تسلیم کرے گا اور کون شیطانی وسوسوں کا شکار ہو کر اس کے مقابلہ میں فتنے اٹھائے گا۔ مگر اس طریقے سے نزول آیات میں بہت سی حکمتیں ہیں منجملہ ان کے ایک حکمت یہ ہے کہ اس طرح لوگوں کی آزمائش ہوتی ہے اور اپنے علم و عمل سے لوگوں کو اپنی زندگیاں بنانے کا موقع ملتا ہے۔

بات یہ ہے کہ جن کے دلوں میں روگ ہوتا ہے وہ شیطان کے بہکانے میں آکر انکار اور ظلم پر آمادہ ہوجاتے ہیں اور مخالفت میں بہت دور نکل جاتے ہیں لیکن جو علم و عقل سے کام لیتے ہیں ان کے دل ایمان سے روشن ہو کر پیغام حق کے آگے جھک جاتے ہیں۔ یاد رکھو! جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے پیغام کو قبول کرتے ہیں تائید الٰہی ان کے شامل حال ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ زندگی کے سارے معاملات میں سیدھے راستے پر چلتے رہتے ہیں۔

يَوْمٍ عَقِيْمٍ ۝ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۭ يَحْكُمُ

عذاب آپڑے اس روز بادشاہی اللہ ہی کی ہوگی (اور) وہ لوگوں کے

بَيْنَهُمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ

درمیان فیصلہ کردے گا تو جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام بھی کیے وہ آرام و آسائش

جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

کے باغوں میں ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا

فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ع وَالَّذِيْنَ

ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا (۱) اور جن لوگوں

هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا

نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر وہ مارے گئے یا مر گئے ان کو

لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ

اللہ آخرت میں اچھی روزی دے گا اور یقیناً اللہ سب سے

خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ

بہتر روزی دینے والا ہے وہ ان کو ایسے مقام میں داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے

وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ

اور بیشک اللہ سب کے حال سے واقف اور بردبار ہے (۲) (ایک بات) یہ (ہوئی) اور جو شخص

عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ

دشمن کو (بدلے میں) اتنی ہی سزا دے جتنی اس کو تکلیف دی گئی تھی پھر دشمن کی طرف سے اس پر (دوبارہ)

لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ ذٰلِكَ

زیادتی کی جائے تو اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا بلاشبہ اللہ معاف کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے (۳) یہ اس سبب سے

(۱) جن لوگوں کی آنکھوں پر کفر کے پردے پڑے ہوے ہیں ان کو آیات الٰہی اور قرآن مجید کی روشنی نظر نہیں آتی اور ان کے دلوں پر شکوک اور شبہات کا اندھیرا چھایا رہتا ہے، وہ اسی وقت ایمان لائیں گے جب مقررہ گھڑی یعنی قیامت اچانک ان کو آگھیرے یا وہ عذاب آجائے جس سے بچنے کی صورت نہیں۔

اور دیکھو! قیامت کا دن ایسا ہوگا کہ اس دن حقیقت حال ظاہر ہوجائے گی۔ بادشاہت صرف اللہ ہی کے لئے ہوگی اور جو لوگ دنیا میں بڑے بڑے بادشاہ رہ چکے تھے، ان کو اس دن بادشاہت کے دعوے کی مجال نہ ہوگی۔ اس لئے اس دن تنہا اللہ تعالےٰ لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور اس کا فیصلہ آخری ہوگا۔

پھر جن لوگوں نے ایمان اور عمل صالح کا طریقہ اختیار کیا ہوگا، وہ باغوں میں رہیں گے جہاں ہر طرح کی نعمتیں ان کو میسر ہوں گی۔ ع ۹ ۱۴

اور جن لوگوں نے پیغام حق کا انکار کیا ہوگا اور اللہ تعالےٰ کی آیتوں کو جھٹلایا ہوگا، ان کو ایسا عذاب بھگتنا پڑے گا جس سے ان کی بڑی توہین ہوگی۔

(۲) جن لوگوں نے اللہ تعالےٰ کی راہ میں اپنا گھر بار چھوڑا پھر یا تو وہ جہاد میں شہید ہوگئے یا معمولی طریقے سے مر گئے۔ یاد رکھو! وہ ناکام نہیں ہیں۔ اگرچہ وہ دنیا میں فتح و کامرانی کے ثمرات سے مستفید نہیں ہوے، لیکن آخرت میں ان کو بڑا ثواب ملے گا۔ وہاں ان کو بہترین نعمتیں عطا ہوں گی اور ایسی جگہوں میں رکھا جائے گا جن کو وہ پسند کریں گے۔ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کے حالات سے خوب واقف ہے۔ دین کی راہ میں ان کی قربانیوں کی قدر کرتا ہے اور اگر بتقاضائے بشریت ان سے کچھ کمزوریاں صادر ہوتی ہیں تو اپنے فضل سے ان کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔

(۳) اس سے پہلے مسلمانوں کو اجازت دی تھی کہ وہ قریش کے مقابل تلوار اٹھا سکتے ہیں اور ان سے بدلا لے سکتے ہیں اس سلسلہ میں یہ بات واضح فرمائی کہ اگر ظالم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے اور مزید ظلم کرے تو مظلوم کو یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالےٰ اس کی مدد فرمائیگا۔ یعنی مظلوم کو اجازت ہے کہ وہ پھر بدلا لے اور اللہ تعالےٰ کی مدد پر بھروسہ رکھے۔ اور اگر بدلا لینے میں کچھ زیادتی ہوجائے تو یقین رکھے کہ اللہ تعالےٰ اس کو درگزر فرمادے گا۔

بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ
کہ اللہ (بڑا قادر ہے وہی) رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں
فِى الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٦١﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ
داخل کرتا ہے اور بیشک اللہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے (۱) یہ اس وجہ سے کہ
اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ
اللہ ہی برحق ہے اور یہ کافر اللہ کو چھوڑ کر جن معبودوں کی پرستش کرتے ہیں وہ
الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٦٢﴾ اَلَمْ تَرَ
باطل ہیں اور بلاشبہ اللہ بلند و برتر (اور سب سے) بڑا ہے (۲) کیا تم نے
اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ
نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے تو زمین سرسبز و شاداب
مُخْضَرَّةً ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿٦٣﴾ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ
ہو جاتی ہے بلاشبہ اللہ بڑا مہربان اور سب باتوں کی خبر رکھنے والا ہے آسمانوں اور زمین میں
وَمَا فِى الْاَرْضِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿٦٤﴾ ع
جو کچھ ہے سب اسی کا ہے اور بلاشبہ اللہ ہی بے نیاز اور ہر طرح کی تعریف کے لائق ہے (۳)
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جتنی چیزیں زمین میں ہیں ان سب کو اللہ نے تمہارے تابع کر رکھا ہے اور کشتیوں کو
تَجْرِيْ فِى الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۭ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ
(بھی) جو اسی کے حکم سے دریا میں چلتی ہیں اور وہی آسمان کو تھامے ہوئے ہے
عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ
کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اس کے حکم سے (گر سکتا ہے) بیشک اللہ لوگوں پر بڑی شفقت رکھنے والا

(۱) یعنی اس بات پر تعجب نہیں کرنا چاہیئے کہ ایک دم حالات بدل جائیں اور وہ قوم جو آج کمزور اور مظلوم ہے کل کو طاقتور اور کامیاب ہو جائے۔ حالات کا بدلنا اللہ تعالےٰ کی قدرت میں ہے اور تم روز اس کا مشاہدہ کرتے رہتے ہو۔ دیکھو! اللہ تعالےٰ کس طرح حالات کو بدلتا رہتا ہے اور رات اور دن کو گھٹاتا بڑھاتا رہتا ہے۔ اسی سمجھو کہ وہ قوموں کے حالات کو بھی بدل سکتا ہے۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ظالم کو بھی دیکھتا ہے اور مظلوم کی فریاد کو بھی سنتا ہے۔ اس لئے اس بات پر تعجب نہ کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ مظلوم کی مدد کر کے اس کو ظالم پر کامیاب کرا دے۔

(۲) مسلمان اللہ تعالےٰ کو حق سمجھتے ہیں، اس پر ایمان لاتے ہیں، اسی کی عبادت کرتے ہیں اور اسی کی مدد پر بھروسہ کر کے اس کے دین کی حفاظت کے لئے جہاد کرتے ہیں ان کے برخلاف کافر اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارتے ہیں اور ان کی مدد کی اُمید رکھتے ہیں۔

اس لئے اللہ تعالےٰ ایمان والوں کی مدد کر کے ان کو کامیابی عطا فرماتا ہے تاکہ یہ بات پوری طرح روشن ہو جائے کہ اللہ تعالےٰ ہی حق ہے اور کافر
ع ٧ جن کو پکارتے ہیں وہ بالکل باطل ہیں۔
١٥ نیز بلندی اور کبریائی اللہ تعالےٰ ہی کے لئے ہے پس ضروری ہے کہ ایمان والے کامیاب ہوں تاکہ ان کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ کا نام بلند ہو اور اس کی عظمت و کبریائی آشکارا ہو جائے۔

(۳) انقلاب حال کی ایک اور مثال پر غور کرو۔ تم دیکھتے ہو کہ زمین خشک پڑی ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ پانی برساتا ہے جس سے زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اور اس پر سبزہ، درخت، جڑی بوٹیاں اور کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں۔ دیکھو! اسی طرح وہ مظلوم اور کمزور قوم کو اٹھا کر غالب اور حاکم بنا سکتا ہے۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر بات سے واقف ہے اور اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ اس لئے مظلوموں کی مدد فرماتا ہے۔

رَّحِيْمٌ ﴿٦٥﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ
(اور) مہربان ہے (۱) اور (لوگو!) وہی ہے جس نے تم کو زندگی بخشی پھر وہ تم کو موت دیتا ہے پھر
يُحْيِيْكُمْ ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿٦٦﴾ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا
(قیامت کے دن) تم کو زندہ کرے گا بیشک انسان بڑا ناشکرا ہے (۲) ہم نے ہر ایک امت کے لئے ایک
مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى
شریعت مقرر کر دی ہے جس پر وہ لوگ چلتے ہیں (اے پیغمبر!) ان لوگوں کو چاہئے کہ وہ تم سے اس امر میں جھگڑا نہ کریں
رَبِّكَ ۭ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٦٧﴾ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ
(اے پیغمبر!) لوگوں کو اپنے پروردگار کی طرف بلاتے رہو بلاشبہ تم سیدھے راستہ پر ہو اور اگر تم سے بھی یہ لوگ تمہارے ساتھ جھگڑا کریں
فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ
تو ان سے کہدو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے بخوبی واقف ہے قیامت کے دن اللہ تم میں ان
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ
باتوں کا فیصلہ کردے گا جن میں تم آپس میں اختلاف کرتے ہو (۳) کیا تم نہیں جانتے
اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ
کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اللہ اس سے واقف ہے بلاشبہ یہ (سب کچھ)
فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿٧٠﴾ وَيَعْبُدُوْنَ
کتاب میں (لکھا ہوا) ہے بلاشبہ اللہ کے لئے یہ سب آسان ہے (۴) اور یہ لوگ اللہ کے
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا
سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کی اس نے کوئی سند نہیں اتاری اور نہ
لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿٧١﴾ وَاِذَا
ان کے پاس اس کی کوئی علمی دلیل ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں اور جب

(۱) حقیقت یہ ہے کہ آسمان اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ بے نیاز ہے اور ہر طرح کی تعریف اور ستائش کا مستحق ہے کیونکہ اس کی ذات اپنے آپ ہر طرح کے کمالات اور خوبیوں سے متصف ہے۔

بے نیازی کے ساتھ وہ اپنے بندوں پر نہایت شفقت اور رحم کرنے والا ہے۔ چنانچہ دیکھو کہ اس نے زمین کی ساری قوتوں کو تمہارے کام پر لگا دیا ہے۔ اور سمندر کو بھی تمہارے تابع فرمان کر دیا ہے کہ اس کی پیٹھ پر کشتیاں اور جہاز دوڑتے پھرتے ہیں۔ اور اس نے آسمان کو اور اس کی فضا میں جو کچھ ہے ان سب کو اس طرح بنایا ہے کہ زمین پر نہیں گر پڑتے۔ البتہ جب اس کا حکم ہوگا تو اس وقت آسمان و زمین تہ و بالا ہو جائیں گے اور قیامت آجائے گی۔

(۲) نیز دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان بھی ہے کہ اس نے تم کو پیدا کیا، پھر موت آتی ہے اور پھر قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے گا تاکہ تم نئی زندگی کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ۔ لیکن افسوس کہ انسان ناشکرا ہے چنانچہ دیکھو کہ بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کی گوناگوں نعمتوں کی قدر نہیں کرتے اور اس کے پیغام کو نہیں مانتے۔

(۳) اصل دین سارے پیغمبروں کی تعلیم میں ایک ہی رہا ہے جس کی بنیاد توحید پر ہے۔ البتہ عبادت کے طور طریقے مختلف رہے ہیں۔ کیونکہ ہر عہد اور ہر قوم کی حالت یکساں نہ تھی۔ جس کی جیسی حالت تھی اس کے مناسب ایک طریقہ اسے دے دیا گیا۔ اس لئے لوگوں کو چاہئے کہ اصل دین کو دیکھیں اور آنحضرت ﷺ سے نہ جھگڑیں کیونکہ آپ پروردگار عالم کی طرف بلاتے ہیں اور یہی تو سیدھا راستہ ہے۔

اس پر بھی جو لوگ آپ سے جھگڑتے ہیں، ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سارے اعمال سے باخبر ہے اور قیامت کے دن حقیقت حال آشکارا کر دے گا اور ان باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں لوگ جھگڑتے ہیں۔

(۴) یعنی ان لوگوں کو اس بات پر تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو جانتا ہے۔ اس کے علم کی تو یہ شان ہے کہ اس میں آسمان اور زمین کی ساری چیزیں سمائی ہوئی ہیں۔ پھر اسی علم کے موافق ساری باتوں کو لوح محفوظ میں اور سب لوگوں کے اعمال کو ان کے اعمال ناموں میں لکھ بھی دیا ہے۔ اسی کے لحاظ سے قیامت کے دن ہر بات کا فیصلہ فرمادے گا۔ اور یاد رکھو کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی اللہ تعالیٰ کے لئے دشوار نہیں ہے۔ اس کے حکم سے ہر بات نہایت آسانی سے انجام پا جاتی ہے۔

تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ

ان کو ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو (ان کی شکلیں بگڑ جاتی ہیں) تم کافروں کے چہروں پر

كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ۭ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ

ناراضگی (کے آثار) دیکھتے ہو قریب ہے کہ یہ ان لوگوں پر حملہ کر بیٹھیں جو ان کو ہماری آیتیں

عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۭ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ

پڑھ کر سناتے ہیں (اے پیغمبر!) کہدو کہ کیا میں تم کو اس سے بھی زیادہ بری چیز کی خبر دوں؟

اَلنَّارُ ۭ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٧٢﴾ ع

وہ دوزخ کی آگ ہے جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کیا ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے (١)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ

اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اسے غور سے سنو! (وہ یہ ہے کہ) جن

الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا

معبودوں کو تم اللہ کے سوا (اپنی حاجت روائی کیلئے) پکارتے ہو (ان کی بے بسی کا حال یہ ہے کہ) وہ ایک مکھی کو

وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ

بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ اس کے لئے وہ سب کے سب جمع ہو جائیں اور (وہ تو ایسے عاجز ہیں کہ) اگر ان سے مکھی کچھ

شَيْـــًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ

چھین لے جائے تو وہ اس سے چھڑا نہیں سکتے طالب اور مطلوب (یعنی عابد و معبود دونوں) حقیر

وَالْمَطْلُوْبُ ﴿٧٣﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اور کمزور ہیں (٢) (افسوس کہ) انھوں نے اللہ کی جیسی قدر و عظمت کرنی چاہیئے تھی نہیں کی بلاشبہ اللہ

لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿٧٤﴾ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ رُسُلًا

توانا (اور) غالب ہے (٣) اللہ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے مقرر کر لیتا ہے

(١) جن لوگوں کے دلوں پر کفر کی تاریکی چھائی ہوئی ہے، ان کا حال یہ ہے کہ جب انھیں قرآن مجید کی صاف صاف آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، ان کے دلوں میں سخت غصہ پیدا ہوتا ہے جس کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہو جاتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید سُنانے والوں پر حملہ کر بیٹھیں گے۔

ان کمبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس سے بھی زیادہ ناگوار چیز ہے یعنی دوزخ کی آگ جس کا اللہ تعالےٰ نے کافروں سے وعدہ فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

ذرا سوچ کر فیصلہ کریں کہ ان دونوں صورتوں میں سے کون سی صورت وہ گوارا کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید کا سننا یا دوزخ کی آگ؟

ع ٩ ٨ ١٦

(٢) شرک سے نفرت دلانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں ایک عبرت انگیز بات بیان فرمائی ہے جس کو غور سے سُنا جائے:-

دیکھو! اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر جن بتوں کو تم پوجتے اور پکارتے ہو ان کا حال تو یہ ہے کہ وہ سب جمع ہو کر بھی ایک مکھی جیسی حقیر چیز کو بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ پیدا کرنا تو بہت بڑی بات ہے، ان میں تو اتنی بھی سکت نہیں ہے کہ اگر ایک مکھی ان سے کچھ چھین لے تو اس چیز کو اس سے واپس لے سکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مکھی بھی کمزور، مکھی سے زیادہ یہ فرضی بُت کمزور اور ان بتوں سے بڑھ کر ان کے یہ پوجنے والے کمزور ہیں جنھوں نے ایسی حقیر اور کمزور چیزوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔

(٣) حقیقت یہ ہے کہ ان کمبخت مشرکوں نے اللہ تعالےٰ کی ایسی قدر نہیں پہچانی جیسی ان کو پہچاننی چاہیئے تھی اور اس کے شایانِ شان اس کی تعظیم نہیں کی۔ اگر اس کا بلند مرتبہ پہچانتے تو پتھر کے بتوں کو اور اس کی مخلوق کو اس کا شریک کیوں ٹھہراتے۔ اللہ تعالےٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ بڑی طاقت اور قدرت والا ہے اور ہر چیز پر غالب ہے۔ لہٰذا تنہا وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اسی کو حاجت روائی کے لئے پکارا جائے۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے لوگوں کی ہدایت کا سامان کیا۔ فرشتوں میں سے چند فرشتوں کا خاص کر حضرت جبرئیلؑ کا انتخاب فرمایا اور ان کے ذریعے مختلف زمانوں اور ملکوں میں برگزیدہ انسانوں کے پاس اپنا پیغام بھیجا کہ لوگوں کو پہنچا دیں چنانچہ ہر ایک ملک میں رسولوں اور نبیوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں کو پہنچایا لیکن افسوس کہ بہت سے لوگوں نے پیغمبروں کی بات نہ مانی اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی اس کے پیغمبروں کی اور اس کے پیغام کی ناقدری کی ۔ یاد رکھو: اللہ تعالیٰ پیغمبروں کی اور ان کا انکار کرنے والوں کی غرض سب کی باتیں سنتا ہے اور سب کو دیکھتا ہے۔ اس لئے وہ لوگوں کے اگلے پچھلے سب حالات سے باخبر ہے۔ نیز اس کی یہ شان ہے کہ آخر کار سب کام اسی کی طرف لوٹتے ہیں۔ چنانچہ وہ قیامت کے دن سب کاموں کا فیصلہ کرے گا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلا دے گا۔

وَمِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝٧٥ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ

اور انسانوں میں سے بھی بیشک اللہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے وہ ان کے اگلے اور

اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝٧٦

پچھلے سب حالات جانتا ہے اور تمام کام اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں (۱)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ

اے ایمان والو! (اللہ کی جناب میں) رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو

وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝٧٧ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ

اور نیکی کرتے رہو تاکہ کامیاب رہو (۲) اور اللہ (کی راہ) میں خوب کوشش کرو جیسا کہ

جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ

کوشش کرنے کا حق ہے اس نے تم کو برگزیدہ کیا اور تم پر دین (کے احکام) میں کسی قسم کی

مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ

تنگی نہیں کی (اسی لئے تمہارے لئے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا) (۳) اسی نے اگلی کتابوں

الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ

میں تمہارا نام مسلم رکھا اور اس (قرآن) میں بھی (وہی نام رکھا) تاکہ رسول تم پر

شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ ښ

گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہ ہو (۴)

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا

تو نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ ہی کو مضبوط

بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝٧٨

پکڑے رہو وہی تمہارا کارساز ہے تو کیا ہی اچھا کارساز ہے اور کیا ہی اچھا مددگار (۵)

(۲) سورت کے ختم پر مسلمانوں کو سرگرم عمل رہنے کی نصیحت فرمائی کہ ایمان والو! اگر تمہارے دلوں میں یہ آرزو ہے کہ دنیا اور آخرت میں کامیاب اور بامراد ہو تو اس کی ایک ہی ترکیب ہے۔ وہ یہ کہ اپنے پروردگار سے اپنا رشتہ جوڑو، اسی کی طرف متوجہ رہو اور اسی کی بندگی میں لگے رہو۔ اسی کے آگے جھکو اور اسی کے حضور میں اپنی پیشانیاں خاک پر رکھو۔ غرض رات دن نیکیوں اور بھلائیوں کے کرنے میں سرگرم رہو۔

(۳) یہ سورت کی آخری آیت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے بلند مقام اور ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ فرمایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی ذمہ داریاں بہت بھاری ہیں۔ ان کے پورا کرنے کے لئے ان کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پوری پوری کوشش کریں۔ پہلے نفس و شیطان سے لڑ کر اپنے کو پورا پورا مسلمان بنائیں پھر جان و مال اور زبان و قلم سے جہاد کر کے پیغام حق کو دوسروں تک پہنچائیں اور ساری دنیا کو اسلام کی روشنی دکھائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کا مقام بہت بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی توفیق عطا فرمائی، "رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" کی امت بنایا اور ساری دنیا میں اپنا پیغام پھیلانے کے لئے منتخب فرمایا۔

یاد رکھو: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو دین دیا ہے وہ وہی دین ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین تھا جن کو عرب، یہودی اور عیسائی سب مانتے ہیں۔ اس دین کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ نہایت سادہ اور آسان ہے اور اس میں کسی طرح کی تنگی نہیں ہے۔

(۴) مسلمانوں کی فضیلت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ کتابوں میں بھی اور قرآن مجید میں بھی ان کا لقب "مسلم" رکھا یعنی اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار اور اطاعت گزار بندے۔

ع ۱۰
۱۷

نیز یہ کہ مسلمان آنحضرتؐ سے دین سیکھ کر ساری دنیا کے استاد بنیں۔ یا یہ کہ قیامت کے دن دوسری امتوں کے خلاف گواہی دیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ قیامت کے دن

جب دوسری امتیں اپنے اپنے پیغمبروں کے بارے میں کہیں گی کہ انھوں نے ان کو پیغام حق نہیں پہنچایا تو سب پیغمبر امت محمدیہ کو بطور گواہ پیش کریں گے۔ چنانچہ امت محمدیہ پیغمبروں کے حق میں گواہی دے گی اور کہے گی کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس بات کی خبر دی اور کتاب الٰہی یعنی قرآن مجید نے آپ کی تصدیق کی۔

(۵) مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے لقب اور فضل و شرف کی لاج رکھیں اور ان بھاری ذمہ داریوں کو اٹھانے کے لئے اپنے کو تیار کریں۔ اور اس غرض کے لئے ان کو چاہیئے کہ نماز کی پابندی کریں، زکوٰۃ ادا کریں اور اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑیں یعنی اسی کی طرف متوجہ رہیں، اپنی حاجت روائی کے لئے اسی کو پکاریں، اسی پر بھروسہ رکھیں اور اسی کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کریں، کیونکہ وہ بڑا ہی اچھا کارساز ہے اور بڑا ہی اچھا مددگار۔

اٰیَاتُهَا | (۲۳) سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوْعَاتُهَا ۶

سورۂ مومنون مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ
بیشک وہ ایمان والے کامیاب ہوئے جو اپنی نمازوں میں
خٰشِعُوْنَ ۝۲ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝۳ وَ
خشوع کرتے ہیں (۱) اور جو بیہودہ باتوں سے منہ پھیرتے ہیں (۲) اور
الَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝۴ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ
جو زکوٰۃ دیتے ہیں (۳) اور جو اپنی شرمگاہوں کی
حٰفِظُوْنَ ۝۵ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ
حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے یا (شرعی) باندیوں کے کہ
فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝۶ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ
(اس صورت میں) ان کو ملامت نہیں ہاں جو اس کے علاوہ (اور جگہ شہوت رانی کے) خواہشمند ہوں
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۷ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ
تو وہ (اللہ کی مقرر کی ہوئی) حد سے نکل جانے والے ہیں (۴) اور جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کی نگہداشت
رٰعُوْنَ ۝۸ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۹
کرتے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں (۵)
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ
ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں (یعنی) جو فردوس کے وارث ہوں گے

(۱) سورت کی ابتدائی سات آیتوں میں چند صفات بیان کر کے ایمان والوں کو خوشخبری سنائی کہ جو ایمان والے اپنے اندر مذکورہ صفات پیدا کرلیں گے وہ یقیناً کامیاب ہوں گے کامیاب ہونے والے مومنوں کی سب سے پہلی صفت یہ ہے کہ وہ نماز خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ جب نماز پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اپنی بندگی کا شعور ہو تو دل پر عجز و نیاز کی ایک کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اسی کیفیت کو عربی میں خشوع کہتے ہیں اور جب دل پر خشوع کی کیفیت طاری ہو تو یقیناً اس کا اثر نمازی کی ظاہر حالت پر بھی پڑتا ہے اور وہ عجز و نیاز کا پتلا بن کر حق تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوتا ہے۔ ایسی نماز مرتبۂ 'احسان' کی عبادت ہے جو حدیث شریف کی رو سے کمال ایمان کا درجہ ہے جس کو یوں بیان فرمایا ہے کہ 'اس طرح عبادت کرو گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اس کو نہ دیکھتے ہو تو وہ تم کو ضرور دیکھ رہا ہے۔'

(۲) ایمان والوں کی یہ نشانی ہے کہ وہ اپنے وقت اور صلاحیتوں کو ضائع نہیں کرتے۔ فرائض اور ضروریات کے پورا کرنے کے بعد بھی وہ بے کار اور فضول باتوں اور کاموں میں اپنا وقت نہیں کھوتے۔ وہ ہمیشہ مفید کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ اور اپنی صلاحیتوں سے خود کو اور دوسروں کو فائدہ پہنچاتے رہتے ہیں۔

(۳) ایمان والے اپنے مال میں سے مقررہ زکوٰۃ بھی ہمیشہ ادا کرتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی غریبوں اور محتاجوں کی مدد کرتے رہتے ہیں۔

بعض مفسرین نے 'زکوٰۃ' کو تزکیہ نفس کے معنی میں لیا ہے، جیسے سورۂ 'والشمس' میں ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا (یعنی وہ شخص کامیاب ہوا جس نے اپنے نفس کو پاک کیا)

(۴) ایمان والے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور زنا اور لواطت میں مبتلا نہیں ہوتے۔ اس معاملہ میں وہ احکام الٰہی کی پوری پوری پابندی کرتے ہیں، اپنی بیویوں اور باندیوں کے سوا کسی اور کے ساتھ ہم بستر نہیں ہوتے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ایسا کرنے والے مقررہ حدود سے تجاوز کرنے والوں میں شمار کئے جاتے ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کا عتاب ہوتا ہے۔ (۵) ایمان والے امانت میں خیانت نہیں کرتے اور امانتیں بے کم و کاست ان کے مالکوں کو لوٹا دیتے ہیں۔ اسی طرح وہ اپنے قول و قرار کا پاس رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد و پیمان کو بھی مقدور بھر پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور لوگوں سے کئے ہوئے وعدوں کو بھی نہیں توڑتے۔ وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یعنی شرائط و آداب اور پابندی کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں۔

(۱) جو ایمان والے اپنے کو مذکورہ بالا صفات سے آراستہ کریں وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں گے اور اس کے صلہ میں جنت پائیں گے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور حواؑ کو جنت میں رکھا تھا اور ان کو اس کا مالک بنایا تھا۔ پھر وہ دنیا میں بھیجے گئے جہاں انھوں نے پرہیزگاری کا راستہ اختیار کیا جس کی بدولت وہ جنت کے مستحق ٹھہرے۔ ان کی اولاد میں سے جو لوگ ان کے نقش قدم پر چلیں گے اور ایمان لا کر نیک اعمال کرتے رہیں گے وہ گویا وارث کی حیثیت سے جنت کے حقدار ہوں گے۔

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝١١ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ

(اور) اس میں ہمیشہ رہیں گے (۱) اور بلا شبہ ہم نے انسان کو مٹی کے

سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝١٢ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ

خلاصہ سے پیدا کیا پھر ہم نے اس کو ایک محفوظ جگہ (یعنی ماں کے رحم) میں نطفہ

مَّكِيْنٍ ۝١٣ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا

بنا کر رکھا پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنایا پھر لوتھڑے کو

الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ

گوشت کا ٹکڑا بنایا پھر گوشت کے ٹکڑے کو ہڈیاں بنایا پھر ہڈیوں پر گوشت (و پوست)

لَحْمًا ۖ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ

چڑھایا پھر ہم نے اس کو ایک اور ہی صورت میں بنایا پس برکت (وعظمت) والا ہے وہ اللہ جو سب سے بہتر

الْخٰلِقِيْنَ ۝١٤ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝١٥ ثُمَّ اِنَّكُمْ

پیدا کرنے والا ہے (۲) پھر اس کے بعد تم ضرور مرو گے پھر قیامت کے دن تم

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝١٦ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ

(زندہ کر کے) اٹھائے جاؤ گے (۳) اور بلا شبہ ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے

وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ۝١٧ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۢ

اور ہم مخلوق سے بے خبر نہیں ہیں (۴) اور ہم نے آسمان سے ایک اندازہ کے ساتھ پانی

بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ڰ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ

برسایا پھر اس کو زمین میں ٹھہرا دیا اور یقیناً ہم اس کے لے جانے پر

لَقٰدِرُوْنَ ۝١٨ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ

قادر ہیں پھر ہم نے اس پانی سے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغ

(۲) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انسان کی پیدائش کا ذکر کر کے اس کو اپنی قدرت کاملہ کی طرف توجہ دلائی ہے اور اس طرح توحید پر ایک نفسیاتی دلیل پیش کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ اپنی پیدائش کے عجیب و غریب حال پر غور کرے کہ مٹی کے خلاصہ سے اس کا آغاز ہوا۔ آدم کا پتلا مٹی سے بنایا گیا۔ اس کے علاوہ یہ کہ مٹی پھل پھلاری اور سبزی کی شکل اختیار کرتی ہے جو انسان کی غذا ہے۔ غذا سے خون بنتا ہے اور خون سے نطفہ۔ پھر نطفہ عورت کے رحم میں ٹھہرتا ہے اور وہاں وہ کئی حالتوں سے گزرتا ہے۔ نطفہ سے علقہ یعنی جما ہوا خون اور علقہ سے مضغہ یعنی گوشت کا لوتھڑا بنتا ہے۔ پھر اس میں ہڈی بنتی ہے۔ پھر اس میں جان پڑتی ہے اور انسانی شکل و صورت کا نقش مکمل ہو جاتا ہے۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے مٹی سے انسان کا کیسا حسین و جمیل نقش تیار کر دیا۔ کیا اس سے بہتر کوئی پیدا کرنے والا ہے؟ اگر نہیں ہے، اور یقیناً نہیں ہے، تو پھر لوگوں کی عقلوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ دوسری چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

(۳) اوپر کی آیت میں پہلی پیدائش کا ذکر کر کے اس آیت میں دوسری زندگی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ عجیب و غریب طور پر پہلی مرتبہ انسان کو پیدا کرتا ہے، پھر مارتا ہے، تو اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ قیامت کے دن دوبارہ لوگوں کو زندہ کر کے اٹھا کھڑا کرے۔ تعجب ہے کہ لوگ اتنی سی بات نہیں سمجھتے اور دوبارہ زندہ ہونے کے مسئلہ پر بے وجہ حجتیں کرتے ہیں۔

(۴) اوپر کی آیت میں انسان کی پیدائش کا ذکر کر کے اس آیت میں وسیع کائنات یعنی سات آسمانوں یا سات راستوں کے بنانے کا ذکر فرمایا جس پر سات سیارے حیرت انگیز طریقے سے چکر لگا رہے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ یعنی ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان اور کائنات کو بے جانے بوجھے پیدا کر دیا ہو یا یہ کہ پیدا کر کے اس طرح چھوڑ دیا ہو کہ اس کو کچھ خبر نہ ہو کہ کائنات کس طرح چل رہی ہے اور دنیا میں انسان کیا کیا کارگزاریاں کر رہا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم بہت وسیع ہے اور ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ پیدائش سے پہلے بھی کائنات اسی کے علم میں تھی پھر اسی کے علم و قدرت سے پیدا ہوئی اور پیدائش کے بعد بھی کائنات کا ذرہ ذرہ اسی کے علم و قدرت میں ہے اور اسی کی ربوبیت سے پرورش پا رہا ہے۔

وَّ اَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ
پیدا کئے جن میں تمہارے لئے بکثرت میوے ہوتے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو اور
شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ
وہ درخت بھی (ہم نے پیدا کیا) جو طور سینا میں پیدا ہوتا ہے جو اگتا ہے تیل لئے ہوئے اور کھانے والوں
لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا
کے لئے سالن لئے ہوئے (۱) اور بیشک تمہارے لئے چارپایوں میں بھی غور کرنے کا موقع ہے کہ جو ان کے پیٹوں میں ہے اس سے
فِىْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا
ہم تمہیں (دودھ) پلاتے ہیں اور تمہارے لئے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو
تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ
تم کھاتے ہو اور ان پر اور کشتیوں پر سوار ہوتے ہو (۲) اور بلاشبہ ہم نے
اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا
نوح کو ان کی قوم کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا تو انھوں نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے
لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ
سوا تمہارا کوئی معبود نہیں پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟ (۳) تو نوح کی قوم کے کافر
كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ
سرداروں نے (عوام سے) کہا کہ یہ تو تمہاری ہی طرح کا ایک آدمی ہے یہ تم پر
اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۖۚ مَّا
بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے اور اگر اللہ کو (رسول بھیجنا) منظور ہوتا تو فرشتوں کو بھیجتا، ہم نے
سَمِعْنَا بِهٰذَا فِىْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ
یہ بات اپنے اگلے باپ دادوں میں کبھی سنی نہیں یہ ایک آدمی ہے

ع ۲۲

(۱) پیدائش کے ذکر کے بعد انسان کی پرورش کے سامان کا ذکر فرمایا اور اس طرح صفت ربوبیت کی طرف توجہ دلائی، تاکہ اس راہ سے انسان کے دل پر توحید کا نقش جم جائے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ اللہ تعالٰی نے زمین پر انسان کی پرورش کا کیا کچھ انتظام کر رکھا ہے۔ دیکھو! ایک اندازہ کے مطابق آسمان سے پانی برستا ہے جس کو زمین جذب کر لیتی ہے۔ اگر اللہ تعالٰی چاہتا تو ایک قطرہ بھی زمین میں جذب نہیں ہوتا اور سب بہہ کر چلا جاتا۔

پانی زمین میں جذب ہوتا ہے۔ اس کی مدد سے زمین کی قوت نشو و نما زور پکڑتی ہے اور طرح طرح کے میووں کے باغ اور دانوں کے کھیت زمین کی پشت پر لہلہانے لگتے ہیں جس میں سے بہت سی چیزوں کو انسان اپنی غذا بناتا ہے۔

منجملہ بہت سے درختوں کے زیتون کا درخت ایک خصوصیت رکھتا ہے جو برکت والے طور کے پہاڑ پر کثرت سے اگتا ہے۔ اس کا تیل نہایت صاف اور لطیف ہوتا ہے۔ عرب کے ملک میں اس کی بڑی قدر ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ اس کو سالن کی طرح کھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سی بیماریوں میں اس کو دوا کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

(۲) اس کے علاوہ دیکھو کہ اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے چارپائے پیدا کئے ہیں جن میں تمہارے لئے بہت فائدے ہیں۔ بعض چارپایوں کا گوشت کھایا جاتا ہے، بعض کا دودھ کام آتا ہے اور بعض چارپایوں پر سوار ہوتے ہو اور بوجھ لادتے ہو، اسی طرح اللہ تعالٰی نے دریاؤں اور سمندروں کو تمہارے قابو میں کر دیا ہے کہ کشتیوں میں بیٹھ کر پانی پر دوڑتے پھرتے ہو۔

(۳) اوپر کی آیتوں میں قدرت کی نشانیاں بیان فرما کر توحید کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اب یہاں سے گزشتہ پیغمبروں کے واقعات کا بیان شروع فرمایا۔ اس بات کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنا مقصود ہے کہ جس طرح اللہ تعالٰی نے بندوں کی مادی پرورش کا انتظام کیا ہے، اسی طرح پیغمبروں کے ذریعے ان کی روحانی تربیت کا بھی انتظام فرمایا ہے۔ نیز گزشتہ پیغمبروں کے واقعات سے توحید کی بھی تائید ہوتی ہے، اس طرح کہ سارے پیغمبروں نے اس پر زور دیا ہے۔ چنانچہ حضرت نوحؑ نے سب سے پہلے اپنی قوم کو اسی بات کی ہدایت کی اور فرمایا کہ لوگو! ایک اللہ تعالٰی ہی کی عبادت کرو۔ کیونکہ کائنات میں اس کے سوا کوئی اور عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ کیا تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ شرک کی پاداش میں تمہاری دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہو جائیں۔

بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ
جس کو جنون ہو گیا ہے تو اس کے بارے میں کچھ مدت انتظار کرو (۱) (جب یہاں تک نوبت پہنچی تو) نوح نے کہا کہ
بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿٢٦﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ
میرے پروردگار! میری مدد فرما کیونکہ ان لوگوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔ پس ہم نے ان کی دعا قبول کی اور) ان کے پاس وحی بھیجی کہ ہمارے سامنے
بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ
اور ہمارے حکم سے ایک کشتی بناؤ پھر جب ہمارے عذاب کا حکم آ پہنچے اور تنور (سے پانی) ابلنے لگے تو سب قسم کے
فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ
جانوروں) میں سے جوڑا جوڑا (یعنی نر اور مادہ) دو دو کشتی میں بٹھالو اور اپنے گھر والوں کو بھی (سوار کرلو) سوا ان کے جن کی نسبت
عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ
ان میں سے (غرق ہونے کا) حکم پہلے صادر ہو چکا ہے اور (سن لو کہ) ظالموں کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا
اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ
وہ ضرور ڈبوئے جائیں گے (۲) پھر جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں
عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ
بیٹھ جاؤ تو یوں کہنا کہ سب تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جس نے ظالموں سے
الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٨﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ
ہم کو نجات دی اور یہ دعا کرنا کہ اے میرے پروردگار! مجھے برکت والی جگہ اتار اور تو سب سے
خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿٢٩﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا
بہتر اتارنے والا ہے (۳) بیشک اس (واقعہ) میں بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم (اپنے بندوں کی)
لَمُبْتَلِيْنَ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿٣١﴾
آزماتے ہیں پھر ان لوگوں کے بعد ہم نے ایک اور گروہ پیدا کیا

(۱) حضرت نوحؑ کے پیغام سے لوگوں میں ہلچل مچ گئی۔ سرداروں نے محسوس کیا کہ اگر عوام نے اس پیغام کو مان لیا تو ان کی سرداری خاک میں مل جائے گی۔ اس لئے انہوں نے عوام کو بہکایا سب سے پہلے تو حضرت نوحؑ کی پیغمبری میں شک ڈالا اور کہا کہ اس شخص میں تو کوئی خاص بات ہے نہیں۔ یہ تو تمہاری طرح کا ایک انسان ہے۔ معلوم ہوتا ہے سرداری کا شوق ہوا ہے۔ اپنی پیغمبری منوا کر ساری قوم سے تعظیم کرانا چاہتا ہے۔ موٹی سی بات ہے کہ اگر خدا کو پیغمبر بھیجنا مقصود ہوتا تو کسی فرشتے کو بھیجتا۔

پھر توحید کے بارے میں کہا کہ بالکل نئی بات ہے۔ ہم نے تو اپنے باپ دادا سے ایسی بات سنی نہیں۔ پھر کہا معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو کچھ جنون ہو گیا ہے جو پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے اور مقدس دیوتاؤں کو چھوڑنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کا علاج یہی ہے کہ انتظار کرو اور تماشا دیکھو۔ یا تو اسی دیوانگی میں مر جائے گا یا اگر اس کا دماغ صحیح ہو گیا تو یہ دیوانی باتیں کہنا چھوڑ دے گا۔

(۲) حضرت نوحؑ نہایت صبر آزما حالات میں ساڑھے نو سو برس تک لوگوں کو سمجھاتے رہے لیکن جب وہ لوگوں سے مایوس ہو گئے تو بارگاہ الٰہی میں مدد کے لئے دعا کی۔

ان کی دعا قبول ہوئی اور وحی کے ذریعے ان کو حکم ہوا کہ ایک کشتی تیار کر کے رکھ لو۔ پھر جب عذاب کا وقت آئے اور پانی کا طوفان شروع ہو تو اس میں سوار ہو جانا، پرندوں اور جانوروں میں سے ایک ایک جوڑا لے لینا اور اپنے اہل و عیال کو بھی سوار کر لینا۔ البتہ ان کو چھوڑ دینا جن کی تباہی کا پہلے سے فیصلہ ہو چکا ہے اور ان سب ظالموں کے بارے میں سعی و سفارش نہ کرنا کیونکہ ان کے غرق کئے جانے کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہے۔

(۳) وحی الٰہی نے حضرت نوحؑ کو یہ بھی ہدایت کی کہ اس موقع پر شکر کریں اور آئندہ کے لئے دعا کریں۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں اطمینان سے بیٹھ جاؤ تو یوں کہنا کہ سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم کو ظالم لوگوں سے الگ رکھا اور عذاب سے بچا لیا۔ پروردگار! طوفان ختم ہو جانے کے بعد ہم کو اچھی جگہ ٹھہرانا اور ہم پر برکتیں نازل فرمانا۔ تیرا خوانِ کرم سب سے زیادہ وسیع ہے۔

فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

پھر انہی میں سے ان میں ایک پیغمبر بھیجا (جس نے ان سے کہا) کہ تم لوگ اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا

مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ

اور کوئی معبود نہیں تو کیا تم (شرک سے) ڈرتے نہیں (۱) اور ان کی قوم کے

قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ

سردار جو کافر تھے اور آخرت کے آنے کو بھی جھٹلاتے تھے اور ان کو ہم نے

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ

دنیا کی زندگی میں عیش دے رکھا تھا، کہنے لگے کہ یہ تو تم ہی جیسا ایک آدمی ہے جو کھانا تم

مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ

کھاتے ہو وہی یہ بھی کھاتا ہے اور جو پانی تم پیتے ہو وہی یہ بھی پیتا ہے اور اگر تم نے

اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ

اپنے ہی جیسے آدمی کا کہا مان لیا تو اس صورت میں تم نقصان اٹھاؤ گے (۲) کیا یہ پیغمبر

اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾

تم سے کہتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی ہو جاؤ گے اور ہڈیوں کے سوا کچھ نہ رہے گا تو دوبارہ زندہ کر کے نکالے جاؤ گے

هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا

جس بات کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے (بہت) بعید (اور بہت) بعید ہے بس زندگی تو یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے

الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا

کہ (اسی میں) ہم مرتے اور جیتے ہیں اور ہم پھر نہیں اٹھائے جائیں گے یہ تو ایسا

رَجُلُ ۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾

شخص ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے اور ہم ہرگز اس (کی بات) کو ماننے والے نہیں (۳)

(۱) اکثر مفسرین کے نزدیک یہ واقعہ قوم ہودؑ کا ہے کیونکہ سورۂ اعراف اور سورۂ ہود میں قوم نوحؑ کے بعد قوم ہودؑ کا ذکر ہے۔ لیکن آگے چل کر فرمایا کہ یہ قوم 'صیحۃ' یعنی ہولناک آواز سے ہلاک ہو گئی۔ اس بیان کو دیکھ کر بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ قوم ثمود کا واقعہ ہے۔ کیونکہ سورۂ ہودؑ میں قوم ثمود کا ہولناک آواز سے ہلاک ہونا بیان فرمایا ہے۔

بہر حال قوم نوحؑ کے بعد ایک اور قوم زمین کے ایک خاص حصے میں آباد ہوئی اور پھلی پھولی اللہ تعالیٰ نے ان ہی میں سے ایک بزرگ ہستی کو رسول بنایا۔ انھوں نے اپنی قوم کو سب سے پہلے وہی نصیحت کی جو ان کے پیش رو حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو کی تھی، یعنی یہ کہ شرک اور بت پرستی کی تباہ کاریوں سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو، کیونکہ کائنات میں اس کے سوا کوئی اور عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

ع ۲/۱۰

(۲) قوم کے سردار عیش و عشرت میں مگن تھے اور اسی وجہ سے اللہ اور رسول اور آخرت کی زندگی اور اعمال کے حساب کتاب کا انکار کرتے تھے۔ انھوں نے عوام کو بہکانے کے لئے پیغمبر کے بارے میں گستاخی کی اور کہا کہ یہ تو کوئی فرشتہ یا دیوتا نہیں ہے بلکہ تمھاری طرح ایک آدمی ہے جو کھاتا پیتا ہے اور معمولی طریقے پر زندگی بسر کرتا ہے۔ اگر تم نے اس کی بات مانی تو یاد رکھو کہ باپ دادا کے طریقے سے ہٹ جاؤ گے اور بڑے گھاٹے میں پڑ جاؤ گے۔

(۳) سرداروں نے عوام سے یہ بھی کہا کہ یہ شخص دوبارہ زندگی کے بارے میں جس بات کا تم کو یقین دلاتا ہے وہ تو بڑی عجیب و غریب ہے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب آدمی کا گوشت پوست گل کر مٹی میں مل جائے تو مٹی اور ہڈیوں سے پھر آدمی بن کر اٹھ کھڑا ہو۔

ہم تو یہی جانتے ہیں کہ بس اسی دنیا کی زندگی ہے جہاں لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ کوئی مرتا ہے اور کوئی پیدا ہوتا ہے۔ بس اس کے سوا کوئی اور زندگی نہیں ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس شخص نے اللہ پر ایک بہتان باندھا ہے اور ہم ہرگز اس کی بات ماننے والے نہیں۔

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي بِمَا كَذَّبُوْنِ (٣٩) قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ
پیغمبر نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! میری مدد فرما کیونکہ انھوں نے مجھے جھٹلایا ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ (ذرا صبر کرو)

لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ (٤٠) فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ
یہ تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے کئے پر پشیمان ہوں گے چنانچہ ہمارے سچے وعدہ کے مطابق ان کو ایک سخت آواز نے آپکڑا پس ہم نے ان کو خس و

غُثَآءً فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (٤١) ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ
خاشاک کی طرح پامال کردیا پس ظالموں پر اللہ کی لعنت (١) پھر ان کے بعد ہم نے

بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ (٤٢) مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا
اور بہت سی امتیں پیدا کیں کوئی امت اپنے وقت مقررہ سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے

وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ (٤٣) ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا كُلَّمَا
اور نہ اس سے پیچھے رہ سکتی ہے پھر ہم نے پے درپے اپنے پیغمبر بھیجے جب کسی

جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا
امت کے پاس اس کا پیغمبر آیا تو اس نے اسے جھٹلایا تو ہم نے بھی (ہلاک کرکے) بعض کو بعض کے پیچھے لگادیا

وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ (٤٤) ثُمَّ
اور ان کے افسانے بنادیئے پس ایمان نہ لانے والوں پر اللہ کی لعنت (٢) پھر

اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ
ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیاں اور واضح دلیل دے کر

مُّبِيْنٍ (٤٥) اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا
فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تو انھوں نے تکبر کیا اور وہ سرکش لوگ

عَالِيْنَ (٤٦) فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا
تھے چنانچہ انھوں نے (آپس میں) کہا کہ کیا ہم اپنی طرح کے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان کی قوم کے لوگ ہمارے

(١) پیغمبر نے جب دیکھا کہ لوگ کسی طرح مانتے ہی نہیں ہیں اور سیدھی راہ پر آتے ہی نہیں تو بارگاہِ الٰہی میں دعا کی اور نافرمانوں کے خلاف مدد چاہی۔
اللہ تعالےٰ نے ان کی التجا قبول فرمائی اور وحی کے ذریعے ان کو بتایا کہ عنقریب عذاب آئے گا اور یہ لوگ اپنے کئے پر پشیمان ہوں گے۔
چنانچہ ایک سخت آواز ہوئی جس کی ہول سے سرکش ہلاک ہوگئے اور دنیا سے ایسے نیست و نابود ہوئے جیسے سیلاب سے کوڑا کرکٹ بہہ جاتا ہے۔
دیکھو! کس طرح یہ لوگ ایک آن میں تباہ ہوگئے اور رحمتِ حق سے دور ہوگئے۔ اس واقعہ سے لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے اور حق تعالےٰ کی نافرمانی سے بچنا چاہیئے۔
(٢) اس قوم کے بعد اور بہت سی قومیں اپنے اپنے زمانوں اور اپنے اپنے ملکوں میں ابھریں اور پھلی پھولیں پھر اپنے اپنے مقررہ وقت پر نیست و نابود ہوگئیں۔ ہر قوم کے لئے دنیا میں رہنے کی جو مدت علمِ الٰہی میں مقرر ہوگئی ہے اس کو وہ ضرور پورا کرتی ہے اور پھر اپنے مقررہ وقت پر ختم ہوجاتی ہے۔ کوئی قوم اپنے مقررہ وقت سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ پیچھے رہ سکتی ہے۔
غرض یہ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے ہر قوم میں پیغمبر بھیجے۔ مختلف قوموں کی مذہبی تاریخ کا مطالعہ کرو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا دنیا میں پیغمبروں کا تانتا بندھا رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ ہر قوم نے اپنے پیغمبر کو جھٹلایا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے عذاب نازل کیا اور ایک قوم کو دوسری کے بعد ٹھکانے لگادیا۔
دیکھو! یہ ساری قومیں پیغامِ الٰہی کو نہ ماننے کی وجہ سے رحمتِ الٰہی سے دور ہوگئیں۔

(۱) پھر بہت سے پیغمبروں کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو روشن نشانیاں اور کھلی دلیل دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا لیکن حکومت اور دولت کے نشہ میں مست ہو کر وہ سب کے سب
بڑے مغرور ہو گئے تھے چنانچہ انھوں نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کے مقابلہ میں سرکشی دکھائی اور کہا کہ ان دونوں کی قوم یعنی بنی اسرائیل تو ہماری ماتحت ہے اور غلاموں کی طرح ہماری خدمت گزاری کرتی
ہے۔ ایسی قوم کے افراد پر ہم کس طرح ایمان لا سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان دونوں میں کوئی خاص بات نہیں ہے ہماری طرح کے آدمی ہیں۔ پھر ہم ان کو کس طرح خدا کا رسول مان سکتے ہیں — غرض یہ کہ فرعون اور

عٰبِدُوْنَ ﴿٤٧﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿٤٨﴾
خدمت گار ہیں غرض ان لوگوں نے موسیٰ اور ہارون کو جھٹلایا تو ہلاک کر دیئے گئے (۱)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَ
اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو اس غرض سے کتاب دی کہ وہ (لوگ) اس سے ہدایت پائیں اور

جَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ
ہم نے مریم کے بیٹے (عیسیٰ) اور ان کی ماں کو (اپنی قدرت کی) نشانی بنایا اور ان کو ایک بلند جگہ پر پناہ دی جہاں

ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿٥٠﴾ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ
ٹھہرنے کا موقع تھا اور پانی جاری تھا (۲)۔ اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں

الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿٥١﴾
کھاؤ اور نیک عمل کرو جو کچھ تم کرتے ہو میں اس سے بخوبی واقف ہوں (۳)

وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿٥٢﴾
اور یہ تمہاری جماعت (دین کے اعتبار سے) ایک ہی جماعت ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں پس تم مجھ سے ڈرو

فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ
مگر لوگوں نے اپنے دین کو متفرق کر کے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا (اب) جو (دین) جس گروہ کے پاس ہے وہ اسی سے

فَرِحُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٥٤﴾ اَيَحْسَبُوْنَ
خوش ہے (۴) تو (اے پیغمبر!) ان لوگوں کو ان کی غفلت میں ایک خاص وقت تک چھوڑ دو کیا یہ لوگ ایسا

اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿٥٥﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي
خیال کرتے ہیں کہ ہم جو مال اور اولاد سے ان کی مدد کئے چلے جاتے ہیں (تو اس کے یہ معنی ہیں کہ) ان کو فائدے پہنچانے میں ہم

الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ
جلدی کر رہے ہیں (ہرگز نہیں) بلکہ یہ لوگ (اصل بات کو) سمجھتے نہیں (۵) بیشک جو لوگ اپنے پروردگار کے

اس کے سرداروں نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو جھٹلایا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عذاب الٰہی نے سب کو تباہ کر دیا۔

(۲) فرعونیوں کو ہلاک کر کے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو آزادی بخشی اور حضرت موسیٰؑ کو تورات عطا فرمائی تاکہ بنی اسرائیل اس سے ہدایت اور روشنی حاصل کر سکیں۔ پھر حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے بہت سے پیغمبر بھیجے اور آخر میں حضرت عیسیٰؑ کو بھیجا۔

حضرت عیسیٰؑ معجزانہ طریقے سے پیدا ہوئے۔ اس طرح ان کو اور ان کی والدہ حضرت مریمؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کی نشانی کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کیا لیکن افسوس کہ بہت سے لوگوں نے ان کو نہ مانا۔

ع ۱۸
۳

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں نجومیوں نے ہیرودوس بادشاہ کو خبر دی۔ چنانچہ وہ ان کا دشمن ہو گیا۔ حضرت مریمؑ ان کو لے کر مصر چلی گئیں۔ مصر کی سرسبز اور شاداب زمین میں حضرت عیسیٰؑ نے پرورش پائی۔ ہیرودوس کے مرنے کے بعد حضرات فلسطین واپس آئے۔ آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

(۳) جس طرح سارے پیغمبروں کو توحید کی تعلیم دی گئی تھی اسی طرح سب کو یہ حکم بھی دیا گیا تھا کہ پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو چنانچہ سارے پیغمبر خود بھی ان باتوں پر عمل پیرا رہے اور اپنی اپنی امتوں کو بھی ان باتوں کی نصیحت کرتے رہے۔

واضح ہو کہ اس آیت کی رو سے جو لوگ حلال و پاکیزہ چیزوں سے بھی پرہیز کرتے ہیں اور فاقہ کشی کر کے بدن کو تنگ اور جسمانی قوتوں کو مضمحل کرتے ہیں اور اس کو خدا پرستی سمجھتے ہیں وہ غلط راہ پر ہیں۔ رہبانیت اور زہد خشک کی تعلیم کسی پیغمبر کو بھی نہیں دی گئی۔ قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ اور حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔ البتہ اپنی طاقت سے دنیا میں فساد مت پھیلاؤ بلکہ اپنی ساری صلاحیتوں کو نیکی کے کاموں میں خرچ کرو۔

(۴) دین کے بنیادی اصول بتا کر پیغمبروں سے یہ بھی فرمایا تھا کہ تمہارا دین کا ایک ہی طریقہ اور ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں، لہٰذا مجھ ہی سے ڈرو اور میرے ہی

منزل ۴

احکام کی تعمیل کرو۔ سارے پیغمبروں نے یہ تعلیم اپنی اپنی امتوں کو پہنچا دی تھی۔ لوگوں کو چاہیئے تھا کہ پیغمبروں کی ہدایات پر عمل کرتے اور دین کی متفقہ باتوں کو مضبوطی سے پکڑتے لیکن افسوس کہ انھوں نے ان ہدایات کو بھلا دیا اور اصولی باتوں میں بھی اختلافات کھڑے کر کے دین حق کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے گروہ بن گئے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ کسی کو صحیح بات معلوم ہی نہیں۔ ہر گروہ اپنے ہی طریقے کو حق سمجھتا ہے اسی کو پکڑے بیٹھا ہے اور اسی پر خوش ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آنحضرتؐ کے ذریعے حقیقت حال سے واقف فرمایا لیکن افسوس کہ لوگ مانتے نہیں اور آپ سے جھگڑتے ہیں۔ (۵) کفر کے

رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝۵۷ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝۵۸
خوف سے ڈرتے ہیں اور جو اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ۝۵۹ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ
اور جو اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) جو کچھ دیتے
اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝۶۰
ہیں اور (اس پر بھی) ان کے دل اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے
اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ۝۶۱ وَلَا
یہی لوگ نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی ان کے لئے آگے نکل جاتے ہیں (۱) اور ہم
نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ
کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو سچ سچ (سچ) بتا دے گی
بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۶۲ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ
اور لوگ (اطمینان رکھیں) کسی طرح ان کی حق تلفی نہیں ہوگی (۲) مگر ان کے دل اس (دین) کی طرف سے غفلت میں
هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ۝۶۳
پڑے ہوئے ہیں اور اس کے سوا ان لوگوں کے اور اعمال بھی ہیں جن کو یہ کرتے رہتے ہیں (۳)
حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْئَرُوْنَ ۝۶۴
(یہ ان اعمال سے باز آنے والے نہیں) یہاں تک کہ جب ہم ان میں سے خوش حال لوگوں کو پکڑیں گے تو یہ اس وقت تلملا اٹھیں گے
لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ۝۶۵ قَدْ كَانَتْ
(اس وقت ہم ان سے کہیں گے کہ) آج مت تلملاؤ تم کو ہم سے کسی طرح کی مدد نہیں ملے گی بیشک میری آیتیں تم کو
اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ۝۶۶
پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو تم تکبر کرتے ہوئے قرآن کا مشغلہ بناتے ہوئے

منزل ۴

(بقیہ تفسیر صفحہ ۶۱۹) باوجود جب کافر اپنے پاس مال و دولت کی فراوانی دیکھتے تو اس پر مغرور ہوتے اور کہتے کہ ہم تو اللہ کے محبوب ہیں۔

ان کی تنبیہ کے لئے اس آیت میں فرمایا کہ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان سے خوش ہیں اور ان پر اپنی رحمت کی بارش کر رہے ہیں۔ ہرگز نہیں حقیقت یہ ہے کہ ہم نے ان کو ڈھیل دے رکھی ہے اور آزمائش میں ڈال رکھا ہے۔ اگر راہ راست پر آجائیں تو ٹھیک ہے، ورنہ یاد رکھیں کہ وہ اپنی شقاوت کا پیمانہ بھر رہے ہیں۔ لیکن افسوس کہ یہ کمبخت غفلت میں پڑے ہیں اور حقیقت حال کو سمجھتے نہیں۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) منکروں کی تنبیہ کے لئے اس آیت میں اچھے لوگوں کا ذکر فرمایا۔ اس سے منکروں پر یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ صرف مال و دولت کی کثرت آدمی کو اللہ تعالےٰ کا محبوب نہیں بناتی، بلکہ ایمان اور نیک اعمال سے آدمی انسان بھی بنتا ہے اور ایسے ہی آدمی کو اللہ تعالےٰ بھی پسند فرماتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے میں وہ اوصاف پیدا کرتے ہیں جو اس آیت میں بیان کئے گئے ہیں درحقیقت وہی لوگ نیکیوں کی طرف دوڑتے ہیں اور وہی اس بات کی امید کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان سے خوش ہو اور ان پر برکتیں نازل فرمائے، نہ کہ کافر جو اللہ تعالےٰ کی طرف جھکتے ہی نہیں اور نیکیوں کی طرف لپکتے ہی نہیں۔

(۲) بہت سے لوگ نادانی سے خیال کرتے ہیں کہ مذہبی احکام بہت سخت ہیں اور ان کی تعمیل آدمی کے لئے بہت دشوار ہے۔ اس آیت میں وہ اصول بیان فرمایا ہے جس سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کی فطرت اور صلاحیت کو جانتا ہے اور وہ ان پر مہربان بھی ہے۔ اس لئے اس نے جو احکام نازل کئے ہیں وہ انسانی فطرت کے مطابق ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے ان احکام کی تعمیل انسانی فطرت پر بار نہیں ہے۔ ورنہ اللہ تعالےٰ کسی نفس پر خلاف فطرت احکام کا بوجھ نہیں ڈالتا اور نہیں چاہتا کہ بندوں پر کسی طرح کا ظلم کیا جائے۔ اسی لئے اس نے لوگوں کے اعمال کے لکھے جانے کا انتظام فرمایا ہے تاکہ قیامت کے دن لوگوں کے ٹھیک ٹھیک اعمال ان کے سامنے پیش کر دیئے جائیں اور ان کو پورا پورا بدلا دیا جائے اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہ کیا جائے۔

(۳) اوپر کی آیت میں جو اوصاف بیان کئے گئے تھے وہ ایمان والوں کے تھے لیکن کافروں کے اعمال ایسے نہیں ہیں۔ وہ اس دین اور طریقے سے غفلت اور شک میں ہیں۔ اور اس عمل کے علاوہ ان کے کچھ دوسرے اعمال بھی ہیں جن کی بنیاد سرکشی اور نافرمانی پر ہے۔ غرض ان کے سارے اعمال ایسے ہیں جو ان کو دوزخ کی طرف کھینچے لئے جا رہے ہیں۔

(۱) مال داراور با اثر لوگ حق کی مخالفت میں پیش پیش ہوتے ہیں، اس لئے خاص طور پر ان کا ذکر کیا، اگرچہ عذاب کی زد میں تو سب ہی آتے ہیں ــــ چنانچہ فرمایا کہ ان لوگوں کے حال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسی طرح غفلت، جہالت اور شک میں پڑے رہیں گے یہاں تک کہ جب ان میں سے خوش حال اور عیش پرست لوگوں کو دنیا میں یا آخرت میں عذاب آ پکڑے گا تو اس وقت یہ چلّائیں گے اور فریاد کریں گے. فرشتوں کے ذریعے سے کہا جائے گا کہ آج فریاد کرتے ہو. یاد رکھو! آج تم کو ہماری گرفت سے کوئی نہیں چھڑا سکتا. یاد کرو تمہارا کیا حال تھا، جب تم کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو تم الٹے پاؤں بھاگ جاتے تھے، تکبر کرتے تھے، قرآن اور پیغمبرؐ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں بناتے تھے اور بیہودہ بکواس کرتے تھے. آج اس کا مزہ چکھو!

(۲) حقیقت یہ ہے کہ انکار کرنے والوں نے قرآن مجید کے بارے میں غور و فکر ہی نہیں کیا. سنتے ہی بھڑک اٹھے اور انکار کر بیٹھے. اگر ٹھنڈے دل سے اس کے بارے میں غور و فکر کرتے تو انکار کی جگہ ایمان اور تصدیق سے ان کے سینے بھر جاتے.

ذرا سوچیں تو کہ اس سے بھڑکنے کی کیا بات ہے، کیا قرآن مجید کا وحی الٰہی ہونا کوئی عجیب و غریب یا انکار کے قابل بات ہے؟ کیا اس سے پہلے لوگوں نے وحی الٰہی کا نام نہیں سنا اور کیا مختلف قوموں اور ملکوں میں پیغمبروں نے اللہ کا کلام لوگوں کو نہیں سنایا؟

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح تورات اور انجیل وغیرہ آسمانی کتابیں مانی جاتی ہیں، اسی طرح قرآن مجید بھی وحی الٰہی ہے. پھر اس سے انکار کیوں کیا جائے؟

کیا انکار کی یہ وجہ ہے کہ یہ لوگ اپنے پیغمبر یعنی آنحضرتؐ کو جانتے پہچانتے ہیں.

آپؐ کے اخلاق و عادات سے سب لوگ واقف ہیں. آپؐ کی صداقت و امانت ہر ایک پر روشن ہے. جب سب لوگ آپؐ کی صداقت و امانت کی گواہی دیتے ہیں تو پھر آپؐ کو پیغمبر نہ ماننے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

(۳) مکہ کے لوگ آنحضرتؐ کو (نعوذ باللہ) دیوانہ کہتے تھے اور اس وجہ سے آپؐ کو پیغمبر نہیں مانتے تھے.

یہ بات یقیناً غلط ہے. آنحضرتؐ نے قرآن مجید کی شکل میں جو حق و صداقت کا پیغام اور حکیمانہ کلام پیش کیا ہے، اسی سے کہنے والوں کے اس الزام کی تردید ہوتی ہے. حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید تو آپؐ کے پیغمبر ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے. لیکن اس کا کیا علاج کہ بہت سے لوگ حق و صداقت ہی سے نفرت کرتے ہیں، اور اس کو بڑی عقلمندی سمجھتے ہیں.

(۴) مکہ کے کافر قرآن مجید کی پیروی نہیں کرتے تھے بلکہ الٹا یہ چاہتے تھے کہ قرآن مجید ان کی مرضی کے مطابق نازل ہوا کرے ــــ اس خیال کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ خیال بالکل مہمل ہے. اللہ تعالیٰ حق ہے اور اس کا کلام بھی حق ہے جو بدلتا نہیں اور لوگوں کے خیالات تو مختلف ہوتے ہیں اور بدلتے رہتے ہیں. پھر ان لوگوں کی خواہشات کے مطابق کیسے ہو سکتا ہے. دوسرے یہ کہ اگر حق و صداقت لوگوں کی خواہشات اور خیالات کی پیروی کرے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ کائنات کا سارا نظام

مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا

بیہودہ بکتے ہوئے الٹے پاؤں پھر جاتے تھے (۱) کیا ان لوگوں نے اس کلام میں غور

الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾

نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے اگلے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی

اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَمْ

یا یہ اپنے پیغمبر کو جانتے پہچانتے نہیں تو (اس وجہ سے) ان کو نہیں مانتے (۲) یا یہ

يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ

کہتے ہیں کہ اس کو جنون ہے (ہرگز نہیں) بلکہ یہ رسول تو ان کے پاس حق بات لے کر آئے ہیں لیکن ان میں سے

لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ

اکثر لوگ حق کو ناپسند کرتے ہیں (۳) اور اگر حق ان کی خواہشوں کے موافق رہے تو آسمان اور زمین

السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ

اور جو ان میں ہیں سب درہم برہم ہو جائیں بلکہ ہم نے ان کے پاس ان کی نصیحت (کی کتاب)

فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧١﴾ ۭ اَمْ تَسْـَٔـلُهُمْ خَرْجًا

پہنچا دی ہے مگر وہ اپنی (کتاب) نصیحت سے منہ پھیر رہے ہیں (۴) یا اے پیغمبرؐ تم ان سے (تبلیغ کے صلے میں)

فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ڰ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَاِنَّكَ

کچھ اجرت مانگتے ہو تو تمہارے پروردگار کا اجر بہتر ہے اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے اور تم ان کو

لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ

سیدھے راستے کی طرف بلاتے ہو اور جو لوگ

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَلَوْ

آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ اس راستہ سے الگ ہو رہے ہیں (۵) اور اگر

منزل ۴

درہم برہم ہو جائے گا. اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بندوں پر کرم کیا اور ان کی ہدایت کے لئے قرآن مجید نازل کیا جو سراسر نصیحت ہے لیکن کچھ لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ نصیحت اور بھلائی کی بات ہی سے منہ پھیر لیتے ہیں

(۵) حقیقت یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے انکار اور تکذیب کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے. آپؐ کی صداقت اور امانت اور آپؐ کے پیغمبرانہ اخلاق کے سب قائل ہیں، جو کلام آپؐ پیش کرتے ہیں، اس کی فصاحت و بلاغت اور اس کے اعلیٰ مضامین نے سب کو حیرت میں ڈال رکھا ہے، آپؐ ہدایت کے بدلے میں لوگوں سے کچھ معاوضہ بھی نہیں مانگتے ہیں، آپؐ جس راستے کی طرف بلاتے ہیں، وہ نہایت سیدھا راستہ ہے. چنانچہ عقل سلیم اور سچائی کی طلب رکھنے والے سب لوگ آپؐ پر ایمان لاتے ہیں. لیکن جن کو سچائی کی طلب اور آخرت کے سدھارنے کی فکر نہیں وہ آپؐ کے راستے سے بچنے اور دور بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں.

رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ

ہم ان کے حال پر رحم کریں اور جو تکلیفیں ان کو پہنچ رہی ہیں ان کو دور کر دیں تو یہ (ایسے بدہیں کہ) اپنی سرکشی پر اڑے رہیں

يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا

(اور) بھٹکتے (پھریں) اور ہم نے ان کو عذاب میں پکڑا پھر بھی وہ اپنے پروردگار کے سامنے

لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٧٦﴾ حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا

نہیں جھکے اور وہ عاجزی کرتے ہی نہیں (۱) یہانتک کہ جب ہم نے ان پر سخت عذاب کا دروازہ

عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿٧٧﴾ع وَهُوَ

کھول دیا تو وہ اس میں بالکل ناامید ہو گئے (۲) اور وہی

الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا

(اللہ) ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے (مگر) تم لوگ

مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٨﴾ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ

بہت ہی کم شکر کرتے ہو اور وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلا دیا اور (قیامت کے دن) اسی

اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ

کی طرف جمع ہو کر جاؤ گے (۳) اور وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے اور رات

اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٨٠﴾ بَلْ قَالُوْا

اور دن کا بدلنا اسی کا کام ہے کیا تم (اتنی بات بھی) نہیں سمجھتے (یہ لوگ کوئی نئی بات نہیں کہتے) بلکہ وہی بات کہتے

مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿٨١﴾ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا

ہیں جو اگلے (منکر) کہتے تھے (۴) (یعنی یوں) کہتے ہیں کہ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے

وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿٨٢﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا

تو کیا پھر ہم (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے یہ وعدہ تو ہم سے اور ہم سے پہلے ہمارے باپ

(۱) مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت میں عذاب سے وہ سخت قحط مراد ہے جس میں مکہ والے سات برس تک مبتلا رہے۔ مصیبت کی سختی سے گھبرا کر انھوں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں فریاد کی اور دعا کے طالب ہوئے۔ چنانچہ آپؐ نے ان سرکشوں پر بھی رحم فرمایا اور بارگاہ رب العزت میں دعا فرمائی جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ اس طرح آپؐ کی دعا کی برکت سے مکہ والوں کو قحط کی سختی سے نجات ملی لیکن اس پر بھی وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے نہیں گڑگڑائے اور بدستور سرکشی اور شرارتیں کرتے رہے۔

(۲) یعنی جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قریش کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت دی، جنگوں کا دروازہ کھلا اور قریش نے شکست پر شکست اٹھائی تو حیران ہو کر رہ گئے۔

بعض مفسرین نے آخرت کا عذاب مراد لیا ہے۔ کہ ہر کافر کی موت کے لئے عذاب کا دروازہ کھل جاتا ہے، نجات کی امید ٹوٹ جاتی ہے اور وہ بالکل مایوس اور حیرت زدہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ ع

(۳) اللہ تعالیٰ نے انسان پر کتنا بڑا انعام فرمایا کہ اس کو دیکھنے کے لئے آنکھیں، سننے کے لئے کان اور سوچنے سمجھنے کے لئے دل عطا فرمایا۔ لوگوں کو چاہئے تھا کہ اس عظیم الشان نعمت کا شکر ادا کرتے لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ اس کا شکر ادا نہیں کرتے یعنی اس کے کلام کو دھیان سے نہیں سنتے، اس کی قدرت کی نشانیوں کو غور سے نہیں دیکھتے اور اس کی باتوں کے بارے میں دل و دماغ کی قوتوں سے کچھ سوچتے سمجھتے نہیں۔

معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تم کو پیدا کر کے زمین پر پھیلایا ہے، پھر مرنے کے بعد وہی تم سب کو اٹھا کر اپنے پاس جمع کرے گا اور تمھارے اعمال تمھارے سامنے رکھ دے گا۔ اس وقت واضح ہوگا کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی قوتوں سے ٹھیک کام نہیں لیا تھا ان کا کیا انجام ہوا۔

(۴) آدمی کو چاہئے کہ عقل سے کام لے اور اس کی آنکھوں کے سامنے جو حالات گزر رہے ہیں، ان پر غور کر کے ان سے کچھ نصیحت حاصل کرے۔ ہر شخص دیکھتا ہے کہ انسان اور دوسرے جانور پیدا ہوتے ہیں اور مر جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہر شخص کا مشاہدہ ہے کہ رات اور دن آگے پیچھے آتے جاتے رہتے ہیں۔ نیز یہ کہ کبھی رات بڑی ہوتی ہے، دن چھوٹا ہوتا ہے۔ اور کبھی دن بڑا ہوتا ہے، رات چھوٹی ہوتی ہے۔
اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ زندگی میں تغیر اور انقلاب حال کا قانون جاری ہے یعنی اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی ہوگی لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ اس طرح نہیں سوچتے اور آخرت کی زندگی کے بارے میں وہی کہتے ہیں جو ان کے باپ دادا کہہ گئے ہیں۔

هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ
دادا سے بھی ہو چکا ہے یہ تو صرف اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں (۱) (اے پیغمبر!
لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ
ان سے) پوچھو کہ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ زمین اور جو اس کے اندر ہے (یہ سب) کس کا ہے تو یہ ضرور یہی کہیں گے کہ (یہ سب
لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ
کچھ) اللہ کا ہے) تو ان سے کہو پھر تم کیوں غور نہیں کرتے (اے پیغمبر! ان سے) پوچھو کہ سات آسمانوں
وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا
اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ یہ ضرور کہیں گے کہ یہ بھی اللہ ہی کا ہے. تو ان سے کہو کہ پھر تم اس سے
تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ
کیوں نہیں ڈرتے ان سے پوچھو کہ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے
وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ
اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا یہ ضرور کہیں گے کہ (یہ سب صفتیں بھی) اللہ ہی کی ہیں
قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ
تو ان سے کہو کہ پھر تم پر کہاں سے جادو پڑ جاتا ہے (۲) حقیقت یہ ہے کہ ہم نے ان کے پاس حق بات پہنچا دی ہے اور بیشک
لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ
یہ جھوٹے ہیں اللہ نے نہ تو کسی کو بیٹا بنایا اور نہ اس کے ساتھ کوئی
مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ
اور معبود ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی مخلوقات کو لے کر الگ ہو جاتا اور ایک دوسرے پر
عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ
چڑھائی کرتا اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ (اس کے بارے میں) بیان کرتے ہیں (۳) وہ پوشیدہ اور ظاہر کا

(۱) یعنی یہ لوگ دوبارہ زندہ ہونے پر یقین نہیں کرتے اور تعجب سے پوچھتے ہیں کہ جب ہم مر کر مٹی میں مل جائیں گے اور ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی تو کیا پھر ہم زندہ ہو کر اٹھیں گے؟ وہ کہتے ہیں کہ ایسی باتیں ہمارے باپ دادا سے بھی کہی گئی تھیں. وہی پرانی باتیں ہم کو بھی سنائی جا رہی ہیں. ہم کو تو ان باتوں میں کچھ سچائی معلوم نہیں ہوتی.

(۲) مکہ کے لوگ اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے لیکن توحید اور آخرت کی زندگی کے قائل نہ تھے. ان آیتوں میں سوال وجواب کے ذریعے توحید اور آخرت کی زندگی کا یقین ان کے دلوں میں پیدا کیا گیا ہے.

مطلب یہ ہے کہ تم مانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمان و زمین اور عرش عظیم کا مالک اور پروردگار ہے، ساری کائنات پر اسی کا حکم چلتا ہے، وہ سب پر غالب ہے کہ جس کو چاہتا ہے پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا. جب تم ان سب باتوں کو مانتے ہو تو پھر عقل سے کام کیوں نہیں لیتے، ان باتوں سے کیوں نصیحت نہیں حاصل کرتے، جو پیغام حق تمہارے پاس آیا ہے، اسے کیوں نہیں مانتے اور پاگلوں کی سی حرکتیں کیوں کرتے ہو؟

(۳) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے قرآن مجید نازل فرمایا جو سراسر حق وصداقت کی تعلیم دیتا ہے. لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ اس کی تعلیم کو نہیں مانتے اور چند جھوٹے، غلط اور مشرکانہ خیالات کی پیروی کرتے ہیں.

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ کوئی اس کی خدائی میں شریک ہے. اگر کئی خدا ہوتے تو یقیناً ہر خدا اپنی مخلوق اور رعایا کو لے کر الگ ہو جاتا اور اپنی سلطنت قائم کرتا. پھر جیسا کہ بادشاہ کرتے رہتے ہیں، ایک خدا اپنی جمعیت لے کر دوسرے خدا کے ملک پر چڑھ دوڑتا اور غلبہ پانے کی کوشش کرتا نتیجہ کیا ہوتا؟ خداؤں کی جنگ کی وجہ سے عالم کا نظام تباہ وبرباد ہو جاتا.

لیکن جب یہ بات واضح ہے کہ عالم کا نظام قائم ہے تو معلوم ہوا کہ ایک ہی خدا اور ایک ہی معبود ہے اسی کا نام 'اللہ' ہے. وہ ان باتوں سے پاک ہے جن کو مشرک اس کی طرف منسوب کرتے ہیں. اس کی شان یہ ہے کہ وہ ظاہر اور پوشیدہ ہر بات کو جانتا ہے. وہ مشرکوں کے شرک سے اور ان کے ٹھہرائے ہوئے معبودوں سے سب سے بلند وبرتر ہے.

(۱) سرکشوں اور نافرمانوں سے کہا گیا تھا کہ ان پر دنیا میں بھی عذاب آئے گا۔ لیکن اس سے آنحضرتؐ اور آپؐ کے ساتھی محفوظ رہیں گے۔ اس لئے آنحضرتؐ کو اور آپؐ کے واسطے سے ہر مومن کو حکم دیا کہ یہ دعا مانگا کریں کہ اگر میری موجودگی میں وہ عذاب آئے تو پروردگار! مجھے اس سے بچا لینا۔

وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۹۲ قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ

جاننے والا ہے اور وہ لوگوں کے شرک سے بلند (و برتر) ہے (اے پیغمبر یوں) دعا کرو کہ اے میرے پروردگار! اگر تو مجھے وہ (عذاب)

مَا يُوْعَدُوْنَ ۝۹۳ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۹۴

دکھائے جس کا ان سے وعدہ کیا ہے تو اے میرے پروردگار! ان ظالم لوگوں میں مجھ کو شامل نہ کرنا (۱)

وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ۝۹۵ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ

اور (اے پیغمبر) ہم اس بات پر قادر ہیں کہ جس عذاب کا ان سے وعدہ کر رہے ہیں تم کو دکھا کر ان پر نازل کریں (اگر کوئی تمہارے ساتھ

هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ۝۹۶ وَ

برائی کرے تو) برائی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کرو جو بہت ہی اچھا ہو جو کچھ یہ لوگ بیان کرتے ہیں ہم اس سے خوب واقف ہیں (۲) اور

قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝۹۷ وَاَعُوْذُ

(اے پیغمبر یوں) دعا کرو کہ اے میرے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے پروردگار! اس بات سے بھی تیری

بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۝۹۸ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ

پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آ موجود ہوں (۳) (یہ لوگ ماننے والے نہیں) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے گی

قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝۹۹ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ

تو کہے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھے پھر دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ جس (دنیا) کو چھوڑ آیا ہوں اس میں نیک عمل کروں

كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ

ہرگز نہیں یہ ایک ایسی بات ہے جسے وہ صرف زبان سے کہتا ہے اور ان لوگوں کے پیچھے ایک عالم برزخ ہے

بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝۱۰۰ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ

(جہاں ان کو) اس دن تک (رہنا ہوگا جبکہ) دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے (۴) پھر جب صور پھونکا جائے گا

فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَاۗءَلُوْنَ ۝۱۰۱ فَمَنْ

تو اس دن نہ تو ان میں رشتے ناتے رہیں گے اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے (۵) تو جن کے

(۲) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ تمہارے سامنے دنیا ہی میں ان لوگوں کو پوری پوری سزا دیدیں لیکن کسی مصلحت سے انہیں ڈھیل دے رکھی ہے۔ بہرحال جو کچھ ہونا ہے اپنے وقت پر ہوگا۔ تم صبر و سکون کے ساتھ تبلیغ کا کام کرتے رہو۔ وہ تمہارے ساتھ جو بدسلوکیاں کرتے ہیں، ان پر صبر کرو اور بھلائی کے ساتھ اور اچھے طریقے سے ان کی مدافعت کرتے رہو۔ وہ تمہاری شان میں جو گستاخیاں اور بکواس کرتے ہیں، سب سے ہم باخبر ہیں۔ وقت آنے پر ان کو ان سب بدعملیوں کی سزا دی جائے گی۔

ع ۵ ۱۵

(۳) دین کی تبلیغ اور قوم کی اصلاح کا کام نہایت دشوار کام ہے۔ ایک مشکل یہ ہے کہ شیطان مبلغین کے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے۔ کبھی دشواریوں کا تصور دلا کر پست ہمت کرتا ہے اور کبھی غصہ دلا کر لڑائی جھگڑا کھڑا کر دیتا تاکہ تبلیغ کا کام رک جائے۔

اس لئے اس آیت میں آنحضرتؐ کے واسطے سے مبلغین اور مصلحین کو ہدایت فرمائی کہ شیطانوں سے ہوشیار رہیں، ان سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائیں اور اس آیت کو دعا کے طور پر پڑھا کریں۔

(۴) یعنی ان لوگوں کا حال ایسا ہی رہے گا، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک کے سامنے موت آکھڑی ہوگی اور عذاب کے آثار دیکھے گا تو گھبرا کر عرض کرے گا کہ پروردگار! مجھے پھر دنیا میں بھیج دے تاکہ پچھلی زندگی میں جو کوتاہیاں ہوئیں، ان کی تلافی کے لئے نیک اعمال کر سکوں۔

اس خیال کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ مرنے کے پیچھے پھر کوئی دنیا میں واپس نہیں جا سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک بات ہے جس کو وہ کہتا ہے لیکن وہ ہرگز پوری ہونے والی نہیں۔ فرض کرو اگر اس کو دنیا میں واپس بھی کر دیا جائے تو وہ نیک اعمال نہیں کرے گا بلکہ پھر غفلت اور بدعملی میں مبتلا ہو جائے گا۔

اس کمبخت کو معلوم ہونا چاہیئے کہ دنیا میں واپس جانا کیسا، اس کو تو آگے بڑھنا ہے اور عالم برزخ میں داخل ہونا ہے جہاں دنیا والوں سے بالکل آڑ میں ہوگا اور قیامت تک پڑا افسوس کرتا رہے گا۔

(۵) عالم برزخ کی زندگی اس وقت ختم ہوگی جب کہ صور پھونکا جائے گا اور لوگ اٹھ اٹھ کر حشر کے میدان میں جمع ہوں گے۔ اس وقت نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ ہر شخص کو اپنی جان کی فکر پڑی ہوگی اور کوئی کسی کی مدد نہ کر سکے گا۔ نہ بیٹا باپ کے کام آئے گا، نہ باپ بیٹے کے، نہ بھائی بھائی کے، نہ بیوی شوہر کے، نہ شوہر بیوی کے۔ ہر شخص کو اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔

ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَنْ

(نیک عملوں کے) بوجھ بھاری ہوں گے وہی کامیاب ہونے والے ہیں اور جن کے

خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا

(عملوں کے) بوجھ ہلکے ہوں گے وہ لوگ ایسے ہیں جنھوں نے اپنے نفسوں کو نقصان

اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ

میں ڈالا وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے دوزخ کی آگ ان کے چہروں کو

النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى

جھلس دے گی اور دوزخ میں ان کے منہ بگڑے ہوں گے (۱) کیا تم کو میری آیتیں پڑھ کر نہیں سنائی

عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ

جاتی تھیں (ضرور سنائی جاتی تھیں) تو تم ان کو (سن کر) جھٹلاتے تھے وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم پر ہماری

عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا

بدبختی غالب ہوگئی اور بیشک ہم گمراہ لوگ تھے اے ہمارے پروردگار! ہم کو

مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا

یہاں سے نکال دے پھر اگر ہم ایسا کریں تو بلاشبہ ہم ظالم ہوں گے (۲) (اللہ فرمائے گا کہ) اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے

وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ

رہو اور مجھ سے بات مت کرو میرے بندوں میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو دعا کیا کرتا

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ

تھا کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے تو تو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بڑھ کر

الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ

رحم کرنے والا ہے تو تم ان سے تمسخر کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے پیچھے تم میری یاد بھی

(۱) اس دن لوگوں کے اعمال تولے جائیں گے جن کے نیک اعمال کا پلہ بھاری ہوگا وہ کامیاب ہوں گے لیکن جن کے نیک اعمال کا پلہ ہلکا ہوگا وہ نقصان اٹھائیں گے اور دوزخ میں ڈالے جائیں گے جہاں آگ ان کے چہروں کو جھلس ڈالے گی اور اس وجہ سے ان کی شکلیں بگڑ جائیں گی۔

اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے۔

(۲) آنحضرتؐ لوگوں کو قرآن مجید کی آیتیں پڑھ کر سناتے تھے۔ ان میں قیامت، دوسری زندگی، حساب کتاب اور جزا وسزا کا ذکر ہوتا تو یہ لوگ ان باتوں پر یقین نہیں کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

قیامت کے دن جب یہ سب باتیں سامنے آجائیں گی تو طعنے کے طور پر ان سے کہا جائے گا کہ دنیا میں تم قرآن مجید کو جھٹلاتے تھے، اب بتاؤ کہ وہ جھوٹا تھا یا تم۔

ظاہر ہے کہ اب ان کو اعتراف کرنا ہی پڑے گا۔ چنانچہ وہ عرض کریں گے کہ پروردگار! بیشک بدبختی نے ہمیں گھیر لیا تھا اور ہم گمراہ ہوگئے تھے۔ اب ہمیں دوزخ سے نکال دے ہم ایسی حرکت نہیں کریں گے۔ اگر کریں تو جو چاہے سزا دینا۔

ذِكْرِیْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿١١٠﴾ اِنِّیْ جَزَیْتُهُمُ
بھول گئے اور تم (ہمیشہ) ان سے ہنسی کیا کرتے تھے آج میں نے ان کو

الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿١١١﴾ قٰلَ كَمْ
ان کے صبر کا بدلا دیا کہ وہ کامیاب ہوئے (۱) (پھر اللہ دوزخیوں

لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِیْنَ ﴿١١٢﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ
سے) پوچھے گا کہ تم زمین میں کتنے برس رہے وہ کہیں گے کہ ہم ایک روز یا ایک

بَعْضَ یَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّیْنَ ﴿١١٣﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا
روز سے بھی کم رہے شمار کرنے والوں سے پوچھ (اس پر اللہ) فرمائے گا کہ بیشک تم زمین میں تھوڑی مدت رہے

لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١١٤﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ
اے کاش تم جانتے ہوتے (۲) کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یوں ہی بے فائدہ

عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿١١٥﴾ فَتَعٰلَی اللّٰهُ الْمَلِكُ
(خالی از حکمت) پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آؤ گے یاد رکھو! اللہ بلند و برتر ہے جو حقیقی

الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ ﴿١١٦﴾ وَمَنْ
بادشاہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہی) عرش بزرگ کا مالک ہے اور جو شخص

یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا
اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو (حاجت روائی کے لئے) پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل (یا سند) نہیں تو اس کا

حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿١١٧﴾ وَقُلْ
حساب اس کے پروردگار کے پاس ہوگا بلاشبہ کافر کامیاب نہیں ہوں گے (۳) اور (اے پیغمبر!)

رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿١١٨﴾ ع
دعا کرو کہ اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے (۴)

(۱) یعنی دوزخیوں کو اس عرض معروض پر جھڑک دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ بس! چپ رہو اور دوزخ میں ذلت و خواری کے ساتھ پڑے رہو۔ پھر اس بات پر زور دینے کے لئے کہ یقیناً وہ عذاب کے سزاوار ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ان کی ایک خاص شرارت اور بدعملی یاد دلائے گا کہ دیکھو! دنیا میں کچھ میرے بندے ایسے تھے جو ایمان لا کر مجھ سے بخشش اور رحم کی دعا مانگا کرتے تھے۔ تم ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور ان پر ہنسا کرتے تھے اور ان حرکتوں کے وقت تم مجھ کو بھی بھول جاتے تھے۔ سمجھتے تھے کہ تمہاری بدعملیوں کو کوئی دیکھنے والا ہی نہیں۔ چونکہ یہ لوگ تمہاری حرکتوں پر صبر کرتے تھے اور ایمان و تقوے کی راہ پر جمے رہتے تھے، اس لئے آج میں نے ان کو ان کے اعمال کا اچھا بدلا دیا ہے۔ دنیا میں تم ان پر ہنسا کرتے تھے لیکن دیکھو! آج وہی کامیاب ہیں۔

(۲) سرکش اور نافرمان لوگ دنیا کی زندگی پر فریفتہ ہوتے ہیں اسی کو ہمیشہ کی زندگی سمجھتے ہیں، اس کے مقابلہ میں آخرت کی زندگی کا یا تو انکار کرتے ہیں یا اس کی طرف سے سخت غفلت میں رہتے ہیں۔ پیغمبر اس بارے میں ان کو لاکھ سمجھاتے ہیں لیکن وہ ایک نہیں سنتے۔

قیامت کے دن جب سب باتیں طے ہو جائیں گی اور حقیقتیں کھل جائیں گی تو اس وقت دوزخیوں کو قائل کرنے کے لئے ان سے پوچھا جائے گا کہ ذرا دنیا کی اس زندگی کو یاد کرو جس پر تم فریفتہ تھے اور جس کو ہمیشہ کی زندگی سمجھتے تھے۔ ذرا غور کر کے بتاؤ کہ وہاں کتنے برس ٹھہرے تھے؟ پھر جب وہ دنیا کی زندگی کے بہت تھوڑی ہونے کا اقرار کریں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ اب یہ اقرار کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ کاش اس حقیقت کو تم دنیا میں سمجھتے اور اس کے مطابق عمل کرتے!

واضح ہو کہ ان واقعات کو اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ لوگ سرکشی سے باز آئیں اور نصیحت حاصل کر کے اچھے آدمی بن جائیں۔

(۳) یعنی کیا ان واقعات کے سننے کے بعد بھی تم لوگوں کے دلوں میں یہ یقین پیدا نہیں ہوتا کہ انسان کی زندگی با مقصد ہے اور یہ کہ ایک دن انسان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کو یہ بات دل میں ٹھانی چاہئے (جو اوپر کے بیانات سے ثابت ہو چکی ہے) کہ اللہ تعالیٰ کی شان بہت بڑی ہے۔ ایسی باتیں اس کی طرف منسوب نہیں کرنی چاہئیں جو اس کی شان کے خلاف ہوں۔ وہی حقیقی بادشاہ ہے۔ اس کا حکم سب پر چلتا ہے۔ وہ قیامت کے دن سب کو اپنے حضور میں حاضر کر کے ان کے اعمال کا فیصلہ کر دے گا۔ وہی عزت والے عرش کا مالک ہے۔ چونکہ وہ ایسی صفات والا ہے، اس لئے تنہا وہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تو جو شخص اس حقیقت کے خلاف عقیدہ رکھے گا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو بھی حاجت روائی کے لئے پکارے گا تو اللہ تعالیٰ جو پروردگار عالم ہے اس سے حساب لے کر اس کو سزا دے گا۔ یاد رکھو کہ منکر اور سرکش لوگ اس کے پاس کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

(۴) سورت کے ختم پر آنحضرتؐ کو اور آپؐ کے واسطے سے سب مسلمانوں کو دعا سکھائی ہے چھوٹی سی دعا ہے آسانی سے یاد ہو سکتی ہے۔ لفظ 'قل' چھوڑ کر اس دعا کو اکثر پڑھنا چاہیئے۔

ع ٦ / ٦

سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ (٢٤)

سورہ نور (١) مدینہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ

یہ ایک سورت ہے جس کو ہم نے نازل کیا اور (اس کے احکام کو) فرض کیا اور اس میں صاف صاف آیتیں نازل کیں

لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝١ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ

تاکہ تم نصیحت حاصل کرو (٢) بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد (جب ان کی بدکاری ثابت ہو جائے)

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ

تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو (سو) سو درّے مارو اور اللہ کے دین (کے حکم کی تعمیل) میں تم کو ان کے

فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ

حال پر ذرا بھی ترس نہ آنا چاہیئے اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو

وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٢ اَلزَّانِيْ

اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر رہنا چاہیئے (٣) بدکار مرد

لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ

نکاح نہیں کرتا مگر بدکار عورت یا مشرک عورت سے اور بدکار عورت کو بھی بدکار مرد یا مشرک کے سوا

اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٣

کوئی اور نکاح میں نہیں لاتا اور یہ ایمان والوں پر حرام ہے (٤)

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ

اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور اس پر چار گواہ

(١) یہ سورت مدنی ہے۔ اس کا چوتھا رکوع اس آیت سے شروع ہوا ہے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اسی مناسبت سے اس کا نام سُوْرَةُ النُّوْرِ ہے۔

(٢) اس سورت میں مرد اور عورت کے ناجائز تعلقات کے بارے میں چند احکام ہیں۔ بدکاری کرنے والوں اور اس کی تہمت لگانے والوں کی سزا کا ذکر ہے۔ اس سلسلہ میں واقعۂ 'افک' بھی بیان کیا گیا ہے جس کا تعلق ام المؤمنین حضرت عائشہ رضؓ کی ذات اقدس سے تھا حضرت عائشہ کا پاک دامن ہونا ظاہر فرمایا ہے اور مسلمانوں کو اہم ہدایات دی ہیں۔

ان احکام اور ہدایات پر زور دینے کے لئے سورت کا آغاز اس آیت سے فرمایا، تاکہ مسلمان آگاہ ہوں اور اس بارے میں جن لوگوں سے غلطی ہوئی تھی، وہ توبہ کریں اور آنحضرتؐ کی ازواجِ مطہرات کے بارے میں اپنے خیال و زبان کو پاک رکھیں۔

(٣) اس آیت میں جو سزا بیان کی گئی ہے، وہ اس کی ہے جو شادی شدہ نہ ہو یا وہ جس کا نکاح تو ہو گیا ہو لیکن میاں بیوی ہم بستر نہ ہوئے ہوں۔ شادی شدہ مرد کو 'مُحْصِنْ' کہتے ہیں۔ اگر مُحْصِنْ پر بدکاری کا جرم ثابت ہو جائے تو اس کی سزا 'رجم' یعنی سنگسار کرنا ہے جس کا ذکر سورۂ مائدہ کے رکوع ٦ میں گزر چکا ہے۔

اس آیت میں بہ حیثیت مجموعی مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ بدکاری کرنے والوں پر ترس نہ کھائیں اور جرم ثابت ہونے کے بعد سزا کے جاری کرنے میں کسی طرح کی سستی یا نرمی نہ کریں۔ نیز یہ کہ مجرموں کو مجمع عام میں سزا دی جائے تاکہ ان کی رسوائی دیکھ کر لوگ عبرت حاصل کریں اور اس فعل قبیح سے بچیں۔

(٤) اس آیت کے ذریعے لوگوں کو زنا کی برائی کا تصور دلایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس فعل سے انسان کی شرافت اور معقولیت بری طرح مجروح ہوتی ہے۔ جو مرد اور عورتیں اس فعل کے عادی ہوں، اسلامی معاشرے میں ان کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ شریف اور معقول لوگ ان سے رشتہ جوڑنا پسند نہیں کرتے۔ وہ اس لائق ہوتے ہیں کہ ان ہی جیسا کوئی مرد یا عورت بلکہ مشرک یا مشرکہ ان سے رشتہ جوڑے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے اس فعل کی برائی کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے یہ تعبیر اختیار کی فعل کو مسلمانوں پر حرام کیا ہے، تاکہ مسلمانوں کی شرافت اور عزت محفوظ رہے ۔۔۔ واضح ہو کہ اس آیت میں حکم نہیں ہے بلکہ اس فعل کی برائی کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے یہ تعبیر اختیار کی گئی ہے۔ اس لئے اس آیت سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ مشرکہ یا مشرک سے کسی مسلمان کا نکاح ہو سکتا ہے۔

شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ
نہ پیش کرسکیں تو ایسے لوگوں کو اسّی درے مارو اور (آئندہ) کبھی ان کی
شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٤﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ
گواہی قبول نہ کرو اور یہ لوگ خود فاسق ہیں ہاں جو اس کے
تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
بعد توبہ کرلیں اور اپنی حالت درست کرلیں تو اللہ بخشنے والا (اور)
رَّحِيْمٌ ﴿٥﴾ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ
مہربان ہے (۱) اور جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس بجز ان کے
شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ
اور کوئی گواہ نہ ہوں تو ان میں سے ہر ایک کی شہادت یہ ہے کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر
بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٦﴾ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ
(کہے) کہ بلاشبہ وہ سچا ہے اور پانچویں دفعہ یوں (کہے) کہ
اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٧﴾ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا
اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو اور عورت سے سزا
الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ
اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بیشک وہ مرد
الْكٰذِبِيْنَ ﴿٨﴾ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ
جھوٹا ہے اور پانچویں بار یوں کہے کہ اگر وہ سچا ہو تو اس
كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٩﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
(عورت) پر اللہ کا غضب (نازل ہو) (۲) اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی

(۱) اس آیت میں حدِ قذف یعنی زنا کی تہمت کی سزا بیان کی گئی ہے اگر کوئی مرد یا عورت کسی پاکدامن مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگائے تو پہلے اس سے چار گواہ طلب کئے جائیں گے۔ اگر گواہی باقاعدہ ہوئی اور حاکم اس سے مطمئن ہوگیا تو ظاہر ہے کہ مجرم کو مقررہ سزا دی جائے گی۔ لیکن اگر تہمت لگانے والا چار گواہ قاعدہ کے موافق نہ پیش کرسکے تو اس کو اسّی دُرے لگائے جائیں گے اور آئندہ معاملات میں اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی اور آخرت میں بھی اس پر عذاب ہوگا۔ ہاں، اگر توبہ کرلے اور اپنی حالت درست کرلے تو اسے بخشش کی امید رکھنی چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا اور مہربان ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر بدکاری کی تہمت لگائے تو حاکم پہلے اس سے چار گواہ طلب کرے۔ اگر وہ گواہ پیش کردے اور حاکم ان سے مطمئن ہوجائے تو عورت پر جرم ثابت ہوجائے گا اور اس کو بدکاری کی سزا دی جائے گی۔

لیکن اگر شوہر گواہ نہ پیش کرسکے یا حاکم کی نظر میں گواہی اطمینان بخش نہ ہو تو وہ قسم کھا کر چار مرتبہ یوں کہے کہ وہ اپنے بیان میں سچا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار پڑے۔

اگر وہ اس طرح قسم کھانے سے انکار کرے تو اس کو 'حدِ قذف' یعنی تہمت لگانے کی سزا دی جائے گی لیکن اگر وہ مقررہ الفاظ میں قسم کھالے تو پھر حاکم عورت کو حکم دے کہ وہ بھی چار مرتبہ قسم کھا کر کہے کہ اس کا شوہر اس پر تہمت لگانے میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر وہ سچا ہو تو اس عورت پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو۔ اگر عورت مرد کی تصدیق کردے تو اس پر بدکاری کا جرم ثابت ہوجائے گا لیکن اگر مرد کی طرح وہ بھی مذکورہ الفاظ میں قسم کھائے تو 'لعان' پورا ہوگیا اور اب وہ دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے نہیں رہ سکتے۔ مرد کو چاہیئے کہ طلاق دیدے۔ اگر وہ طلاق نہ دے تو حاکم تفریق کا اعلان کردے گا اور اس کا یہ اعلان طلاق بائن کے حکم میں ہوگا۔

وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ (١٠) اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ

نہ ہوتی اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا اور حکمت والا ہے (تو تم بڑی مصیبت میں پھنس جاتے) جن لوگوں نے بہتان باندھا (یعنی

بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۭ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ بَلْ هُوَ

جھوٹی تہمت لگائی)(١) وہ تم ہی میں سے ایک (چھوٹا سا) گروہ ہے۔ تم اس بہتان کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں

خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ

(انجام کے اعتبار سے) بہتر ہے۔ بہتان باندھنے والوں میں سے جس شخص نے جتنا گناہ کمایا اس کو اتنی ہی سزا ہوگی

وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (١١)

اور جس شخص نے ان میں سے اس بہتان کا بڑا بوجھ اٹھایا اس کو بڑا عذاب ہوگا (٢)

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ

(مسلمانو!) جب تم نے ایسی بات سنی تھی تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان

خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ (١٢) لَوْلَا جَآءُوْ

نہ کیا اور (کیوں نہ) کہا کہ یہ صریح بہتان ہے یہ (تہمت لگانے والے)

عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ

اپنے بیان کے ثبوت میں چار گواہ کیوں نہ لائے پھر جب یہ گواہ نہ لا سکے

فَاُولٰۗىِٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ (١٣) وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ

تو اللہ کے نزدیک یہی جھوٹے ہیں اور اگر دنیا و آخرت

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ

میں تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس شغل میں تم منہمک تھے

اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (١٤) ۖ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ

اس کی وجہ سے تم پر بڑا (سخت) عذاب نازل ہوتا (٣) جب تم باتوں (ان بات) ایک دوسرے کے ساتھ ذکر کرتے

ع ١

(١) ذیل کی چند آیتوں میں اس بہتان کے بارے میں ہدایات دی گئی ہیں جو منافقوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی ذات اقدس پر لگایا تھا۔ ان آیتوں سے حضرت عائشہؓ کی بڑی فضیلت معلوم ہوتی ہے لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ اس پر بڑا فخر فرماتی تھیں اور اللہ تعالٰی کا شکر کرتی تھیں کہ اس نے ان کی عفت و طہارت کا ذکر قرآن مجید میں ہمیشہ کے لئے محفوظ فرما دیا۔ یہ واقعہ خود حضرت عائشہؓ کی زبانی بڑی تفصیل کے ساتھ بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث و تواریخ میں مذکور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۶ھ میں آنحضرتؐ مع مجاہدین کے غزوۂ بنی مصطلق سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ بھی ہمراہ تھیں۔ ان کی سواری کا اونٹ علیحدہ تھا جس پر ہودہ رکھ دیا جاتا تھا۔

ایک رات قافلہ ٹھہرا ہوا تھا حضرت عائشہؓ قضائے حاجت کے لئے پڑاؤ سے دور گئیں۔ وہاں ان کے گلے کا ہار گر گیا۔ اس کے تلاش کرنے میں دیر ہو گئی۔ ادھر یہ ہوا کہ رات ہی کے وقت آنحضرتؐ نے کوچ کا حکم دیدیا جمال نے یہ خیال کر کے کہ حضرت عائشہؓ ہودے کے اندر ہیں، ہودہ اٹھا کر اونٹ پر باندھ دیا اور نکیل پکڑ کر چل دیا جب حضرت عائشہؓ ضرورت سے فارغ ہو کر ٹھکانے پر آئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ قافلہ روانہ ہو کر دور نکل گیا ہے۔ سخت پریشان ہوئیں۔ سوچا کہ کیا کرنا چاہیے؟ یہ بات خیال میں آئی کہ اسی جگہ ٹھہرنا مناسب ہے۔ لوگ تلاش کرتے ہوئے یہیں پہنچیں گے۔ چنانچہ وہیں بیٹھ گئیں۔ نیند کا غلبہ ہوا اور آنکھ لگ گئی۔

حضرت صفوانؓ گری پڑی چیز کی دیکھ بھال کے لئے قافلہ کے پیچھے تھے۔ جب وہ صبح پڑاؤ پر پہنچے تو دور سے دیکھا کہ کوئی آدمی سو رہا ہے۔ قریب پہنچے تو پہچانا کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ ہیں۔ حیران ہو کر اور بلند آواز سے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا آواز سن کر حضرت عائشہؓ کی آنکھ کھل گئی۔ حضرت صفوانؓ نے کچھ بات نہیں کی۔ اونٹ کو بٹھایا اور خود اتر گئے۔ حضرت عائشہؓ سوار ہو گئیں۔ حضرت صفوان نکیل پکڑ کر روانہ ہو گئے اور تیز تیز چل کر دوپہر کے وقت قافلہ میں پہنچ گئے۔ بات صرف اتنی تھی لیکن منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی کو موقع ملا اس نے ناپاک بات منہ سے نکالی۔ دوسرے منافقوں نے اس بات کو خوب اچھالا۔ مخلص مسلمانوں میں سے بھی بعض حضرات منافقوں کے بہکانے میں آ گئے۔ مہینہ بھر تک لوگوں میں یہی چرچا ہوتا رہا۔ آنحضرتؐ کو اطلاع ہوئی۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے تو کچھ نہ فرمایا لیکن ان سے کشیدہ رہنے لگے حضرت مسطح کی ماں نے حضرت عائشہؓ سے اس بہتان کا ذکر کیا۔ اب وہ سمجھیں کہ آنحضرتؐ کے کشیدہ رہنے کی کیا وجہ تھی۔ صدمہ کے مارے حضرت عائشہؓ ہر وقت روتی رہتی تھیں۔ روتے روتے بہت نڈھال ہو گئیں اور بیمار پڑ گئیں۔

ایک مہینہ گزر گیا اور بات کا کچھ تصفیہ نہیں ہوا۔ حضرت عائشہؓ اجازت لے کر میکے چلی گئیں۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت اسامہؓ سے مشورہ کر کے معاملہ کی تحقیق فرمائی۔ یہی معلوم ہوا کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کا دامن پاک ہے۔

آخر ایک روز آنحضرتؐ حضرت عائشہؓ کے پاس ان کے میکے تشریف لے گئے اس وقت آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے اس واقعہ کا ذکر فرمایا۔ حضرت عائشہؓ نے روتے روتے جواب دیا اللہ تعالٰی جانتا ہے کہ میرا دامن پاک ہے لیکن لوگ کیسے یقین کریں گے۔ اس لئے میں یہی کہتی ہوں فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰي مَا تَصِفُوْنَ یہ کہا اور روتے ہوئے اپنے بستر پر پڑ گئیں۔۔۔ اتنے میں یہ چند آیتیں نازل ہوئیں اور وحی الٰہی نے حضرت عائشہؓ کے بری ہونے کا اعلان کیا۔۔۔ آنحضرتؐ کا چہرۂ مبارک خوشی سے چمکنے لگا۔ آپ نے حضرت عائشہؓ کو مبارکباد دی اور یہ آیتیں سنائیں۔

(٢) منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے یہ طوفان اٹھایا تھا اور چند مخلص مسلمان بھی ناسمجھی سے اس میں شریک ہو گئے تھے۔ مردوں میں حضرت حسان اور حضرت مسطح اور عورتوں میں حضرت حمنہؓ نے اس بات کا زیادہ چرچا کیا تھا۔۔۔ لیکن تمام صحابہؓ آنحضرتؐ کے تعلق کی وجہ سے سخت رنجیدہ تھے۔ خاص کر حضرت عائشہؓ اور خود آنحضرتؐ کے قلب نازک کی کیفیت تو بیان سے باہر ہے۔ حضرت صفوان کو اپنی شخصی

وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ
اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تم کو کچھ بھی علم نہ تھا اور اس کو ایک معمولی
هَيِّنًا ۖۗ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿١٥﴾ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ
بات سمجھتے تھے حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بڑی (سخت) بات تھی اور جب تم نے اس کو سنا تو یوں کیوں
قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا
نہ کہہ دیا کہ ایسی بات کو زبان پر لانا ہم کو سزاوار نہیں (اے اللہ!) تو پاک ہے یہ تو
بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿١٦﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا
بڑا بہتان ہے (مسلمانو!) اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم ایمان رکھتے ہو
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ
تو پھر کبھی ایسا کام نہ کرنا اور اللہ تمہارے (سمجھانے کے) لئے اپنے احکام صاف صاف بیان فرماتا ہے اور اللہ
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ
جاننے والا (اور) حکمت والا ہے (١) بیشک جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں
فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ
میں بے حیائی پھیلے ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ
اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت
عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٠﴾ يٰٓاَيُّهَا
نہ ہوتی اور (یہ بات نہ ہوتی) کہ اللہ بڑی شفقت رکھنے والا (اور) مہربان ہے (تو تم مصیبت میں پڑ جاتے) (٢) اے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ
ایمان والو! شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو اور جو شخص شیطان کے

منزل ٤

(بقیہ تفسیر صفحہ ٦٢٩) بدنامی کے علاوہ اس بات کا سخت صدمہ تھا کہ آنحضرت ان سے بدگمان ہو گئے۔

چنانچہ ان سب حضرات کی تسلی کے لئے فرمایا کہ درحقیقت اس بات میں تمہارے لئے کچھ برائی اور نقصان نہیں ہے بلکہ بھلائی اور خیر ہے ظاہر ہے کہ جن جن حضرات کو آنحضرت کی محبت کی وجہ سے اس ناگفتہ بہ واقعہ سے صدمہ پہنچا وہ یقیناً ثواب کے مستحق ہوئے۔ اور حضرت عائشہؓ کی خوش قسمتی کا کیا پوچھنا کہ ان کی طہارت کے اعلان کے لئے وحی نازل ہوئی اور ان کا ذکر خیر قیامت تک کے لئے قرآن مجید میں محفوظ ہو گیا۔ اس ضمن میں حضرت صفوانؓ کے اخلاق کی بلندی کا بھی اعلان ہو گیا۔

البتہ ان لوگوں کا نقصان ضرور ہوا جنھوں نے اس میں حصہ لیا سب سے زیادہ عذاب و لعنت کا مستحق تو عبداللہ بن اُبی ہوا جس نے اس ناپاک بات کو منہ سے نکالا اس کے سوا دوسرے لوگوں نے بھی اپنے اپنے حصہ کے مطابق گناہ کمایا۔

(٣) جن مسلمانوں نے ناسمجھی سے اس کام میں حصہ لیا تھا ان کی نصیحت کے لئے فرمایا کہ ان کو چاہیئے تھا کہ منافقوں کے بہکانے میں نہ آتے ایمان والوں کے ساتھ اچھا گمان رکھتے اور یہ کہہ کر منافقوں کی زبان بند کرتے کہ یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔

چونکہ بہتان لگانے والے قاعدہ کے موافق چار گواہ پیش نہ کر سکے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہوئے اور سزا کے قابل ٹھہرے حقیقت یہ ہے کہ یہ بڑا بھاری جرم تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان حضرات کی توبہ قبول فرمائی اور ان کی لغزشوں کو معاف کر دیا اور ان کو دنیا اور آخرت کے عذاب سے بچا لیا۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (١) حقیقت یہ ہے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بھاری تھی لیکن غفلت سے ان لوگوں نے اس کو ہلکا سمجھا اور بغیر تحقیق کئے ہوئے اس کو زبان سے بولتے پھرے۔

جب انھوں نے منافقوں کے منہ سے اس بات کو سنا تو ان کو چاہیئے تھا کہ ان کو یہ جواب دیتے کہ معاذاللہ! ہم ہرگز ایسی بات زبان سے نہیں نکالیں گے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔

بہرحال ان مسلمانوں سے غلطی ہو گئی۔ اب اس سے توبہ کرنا چاہیئے اور آئندہ پھر ایسی ناشائستہ حرکت نہ کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی ہدایت کے لئے صاف صاف آیتیں بیان فرماتا ہے نصیحت بھی فرماتا ہے اور غلطیوں پر تنبیہ بھی فرماتا ہے وہ سب کچھ جانتا ہے اور ہر کام کو حکمت کے ساتھ کرتا ہے۔

ع ٨

(٢) اس طوفان کے اٹھانے والے منافق ہیں۔ وہ مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کی جماعت میں برائیاں پھیلیں اور جھگڑے پیدا ہوں۔ ایسے لوگوں کو دنیا و آخرت میں عذاب ہوگا ـــ مسلمان ان لوگوں کو نہیں سمجھتے لیکن اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان سے ہوشیار رہیں اس معاملہ میں جو چند مسلمان منافقوں کے بہکانے میں آگئے انھوں نے سخت غلطی کی۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے معاف نہ کر دیتا تو اس غلطی کے نتائج بہت برے ہوتے۔

خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَوْلَا
قدم بہ قدم چلے گا تو شیطان اس کو بے حیائی اور برے کام ہی کرنے کو کہے گا اور اگر تم پر
فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ
اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی پاک
اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ
نہ ہوتا مگر اللہ جسے چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے اور اللہ سننے والا (اور) جاننے
عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ
والا ہے (۱) اور جو لوگ تم میں (دینی) فضیلت والے اور (دنیوی) وسعت والے ہیں وہ اس بات کی قسم نہ
يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ
کھائیں کہ رشتہ داروں اور محتاجوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ
سَبِيْلِ اللّٰهِ ۠ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ
خرچ نہیں دیں گے بلکہ (چاہیئے کہ) ان کا قصور بخشدیں اور درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ
يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
اللہ تم کو بخش دے اور اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۲) بیشک جو لوگ
يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا
پاکدامن (اور برے کاموں سے) بے خبر ایماندار عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں
وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ
لعنت ہے اور ان کو بڑا عذاب ہوگا جس دن ان کی زبانیں اور
اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾
ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان سب کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے

(۱) مسلمانوں کو چاہیئے کہ شیطان اور اس کے کارندوں سے ہوشیار رہیں۔ یہ سب کے سب اس فکر میں رہتے ہیں کہ کسی طرح مسلمانوں کو برائیوں میں مبتلا کر دیں۔ چنانچہ اس واقعہ میں شیطان اور منافقوں نے مل کر بعض مسلمانوں کو غلط راہ پر ڈال دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ شیطان، اولادِ آدم کا سخت دشمن ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو کوئی شخص بھی پاکباز نہیں ہو سکتا تھا۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں اور اس سے دعا کریں کہ وہ ان کو اپنی پناہ میں لے لے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کی دعائیں سنتا ہے اور سب کے حال سے واقف ہے۔

(۲) حضرت مسطح رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں میں تھے جو منافقوں کے بہکانے میں آگئے تھے۔ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے اور نادار تھے اس لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو مالی مدد دیا کرتے تھے۔ اس واقعہ کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے ناراض ہو گئے اور قسم کھا بیٹھے کہ آئندہ ان کی مدد نہ کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم توڑ ڈالی اور کفارہ دیا۔ اور بدستور حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی مدد کرتے رہے۔ بلکہ لکھا ہے کہ اس واقعہ کے بعد ان کے ساتھ پہلے سے بھی زیادہ بہتر سلوک کرنے لگے تھے۔ اس آیت سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ

اس دن اللہ ان کو (ان کے اعمال کا) واجبی بدلا پورا پورا دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بیشک اللہ

هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ

برحق ہے اور (حق کو) ظاہر کرنے والا ہے (۱) ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لائق ہیں اور ناپاک مرد ناپاک

لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ

عورتوں کے لائق ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لائق ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لائق ہیں

اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ

یہ (پاک لوگ) ان (بدلوگوں) کی باتوں سے بری ہیں ان کے لئے بخشش اور عزت کی

كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ

روزی ہے (۲) اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں داخل

بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ

نہ ہوا کرو جب تک کہ ان سے اجازت حاصل (نہ) کرلو اور ان کے رہنے والوں کو سلام (نہ) کرلو! یہ تمہارے

خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ

حق میں بہتر ہے (ہم یہ نصیحت اس لئے کرتے ہیں) تاکہ تم یاد رکھو! پس اگر تم گھر میں کسی کو نہ پاؤ

اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ

تو بھی گھر میں داخل نہ ہو جب تک کہ تم کو اجازت (نہ) دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ (اس وقت

لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا

موقع نہیں) لوٹ جاؤ تو (بلا تامل) لوٹ جاؤ یہ (لوٹ جانا) تمہارے لئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام تم کرتے ہو

تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا

اللہ سب جانتا ہے (لیکن) اس بات میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم ایسے گھروں

(۱) بھولی بھالی، نیک اور پاکدامن ایمان والی عورتوں پر تہمت لگانا گناہ ہے۔ اور آنحضرتؐ کی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایسا ناپاک خیال کرنا تو بہت ہی سنگین جرم ہے۔

ایسے لوگوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہوگی اور قیامت کے دن بڑا عذاب ہوگا جب کہ ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور پاؤں ان کی بداعمالیوں کو ظاہر کریں گے۔ اس دن ان کی بداعمالیوں کا ان کو پورا پورا بدلا ملے گا اور ان پر یہ حقیقت آشکارا ہو جائیگی کہ اللہ تعالےٰ سچا ہے جس نے ساری باتیں صاف صاف بیان کردی تھیں۔

ع ۳ ۶ ۹

(۲) ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لائق ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لائق ہیں۔ اسی طرح پاکباز عورتیں پاکباز مردوں کے لائق ہیں اور پاکباز مرد پاکباز عورتوں کے لائق ہیں۔ اور جب کہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آنحضرتؐ پاکبازوں کے سردار ہیں تو پھر آپؐ کی زوجۂ مطہرہؓ پر کیسے شبہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح حضرت صفوانؓ بھی ایک پاکباز صحابی ہیں۔ غرض کہ یہ دونوں حضرات ان باتوں سے بری ہیں جو منافق ان کے بارے میں بکتے پھرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ منافقوں کی تہمت کی وجہ سے ان حضرات کا کچھ نقصان نہیں ہوتا بلکہ ان کی لغزشیں معاف ہو جاتی ہیں اور آخرت میں اللہ تعالےٰ ان کو باعزت روزی سے نوازے گا۔

(١) اوپر کی آیتوں میں بدکاری کی برائی اور اس کی سزا نیز بدکاری کی تہمت کی برائی اور اس کی سزا بیان فرمائی تھی۔ اس مناسبت سے آئندہ کئی آیتوں میں معاشرت کے ایسے آداب اور شائستہ طریقے بیان فرمائے ہیں جن کی رعایت کرنے سے معاشرہ بدکاری سے محفوظ رہ سکتا ہے ـــ مسلمان کو چاہیئے کہ جس گھر میں دوسرے لوگ رہتے ہوں، اس میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لے لے۔ اجازت لینے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ گھر والوں کو بلند آواز سے سلام کرے۔ اگر کوئی جواب نہ آئے اور یہ معلوم ہو کہ گھر میں کوئی نہیں ہے، تب بھی گھر میں نہیں جانا چاہیئے۔ اور اگر داخل ہونے کی اجازت نہ ملے تو چاہیئے کہ برا نہ مانے اور واپس ہو جائے۔

بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا

میں جاؤ جس میں کوئی نہ رہتا ہو (اور) ان میں تمہارا کچھ سامان ہو اور اللہ سب جانتا ہے جو کچھ

تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ۝٢٩ قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا

تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو (١) (اے پیغمبر) ایمان والوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں

مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ

نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے بڑی پاکیزگی کی

لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۝٣٠ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ

بات ہے بلاشبہ جو کام یہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر ہے اور ایمان والی عورتوں سے

يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ

کہہ دو کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ

اور اپنی زینت (کے مقامات) کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہو (٢) اور اپنی اوڑھنیاں

بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ

اپنے سینوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں

إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ

مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپوں پر یا اپنے شوہروں کے باپوں پر یا

أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ

اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا

بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ

اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر یا اپنی بہنوں کے بیٹوں پر یا اپنی (میل جول کی) عورتوں پر یا

لیکن وہ مکان جس میں کوئی رہتا نہ ہو بلکہ اس میں عام طور پر لوگ آتے جاتے رہتے ہوں جیسے مدرسہ، خانقاہ، سرائے وغیرہ، اور وہاں تمہارا کچھ سامان رکھا ہو تو بیشک اس مکان میں جانے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر اور پوشیدہ سارے اعمال سے واقف ہے۔ اس لئے کوئی کام اس کی مرضی کے خلاف مت کرو۔

(٢) بدکاری کا دروازہ بند کرنے کے لئے مسلمان مردوں اور عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور نامحرموں کو نہ دیکھا کریں کیونکہ شہوت کی نظر سے دیکھنا ہی بدکاری کا دروازہ ہے۔ اگر آدمی اپنی نظر کو قابو میں کرلے تو شرمگاہ کی حفاظت خود بخود ہو جاتی ہے۔

اس عام ہدایت کے بعد خاص طور پر مسلمان عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے جسم کی زینت اور زیبائش کو نامحرموں کی نظروں سے چھپائے رکھیں، البتہ جو زینت و زیبائش ناگزیر طور پر ظاہر ہو یا کرنا پڑے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

واضح ہو کہ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کی تفسیر مولانا شبیر احمد صاحب مرحوم نے حسب ذیل الفاظ میں تحریر فرمائی ہے: خلاصہ مطلب یہ ہے کہ عورت کو کسی قسم کی خلقی یا کسبی زیبائش کا اظہار بجز محارم کے جن کا ذکر آگے آتا ہے، کسی کے سامنے جائز نہیں۔ ہاں جس قدر زیبائش کا ظہور ناگزیر ہے اور اس کے ظہور کو بسبب عدم قدرت یا ضرورت کے روک نہیں سکتی، اس کے بمجبوری یا بضرورت کھلا رکھنے میں مضائقہ نہیں (بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو) حدیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ چہرہ اور کفین (ہتھیلیاں) اِلَّا مَا ظَهَرَ میں داخل ہیں۔ کیونکہ بہت سی ضروریات دینی و دنیوی ان کے کھلا رکھنے پر مجبور کرتی ہیں۔ ان کے چھپانے کا مطلقاً حکم دیا جائے تو عورتوں کے لئے کاروبار میں سخت تنگی اور دشواری پیش آئے گی۔ آگے فقہاء نے "قَدَمَیْن" کو بھی انہی اعضاء پر قیاس کیا ہے۔ اور جب یہ اعضاء مستثنیٰ ہوئے تو ان کے متعلقات مثلاً انگوٹھی، چھلا یا مہندی، کاجل وغیرہ کو بھی استثناء میں داخل ماننا پڑے گا۔ لیکن واضح رہے کہ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے صرف عورتوں کو بضرورت ان کے کھلا رکھنے کی اجازت ہوئی۔ نامحرم مردوں کو اجازت نہیں دی گئی کہ وہ آنکھیں لڑایا کریں اور ان اعضا کا نظارہ کیا کریں۔ شاید اسی لئے اس اجازت سے پیشتر ہی حق تعالیٰ نے "غَضِّ بَصَر" کا حکم مومنین کو سنا دیا ہے ـــ معلوم ہوا کہ ایک طرف سے کسی عضو کے کھولنے کی اجازت اس کو مستلزم نہیں کہ دوسری طرف سے اس کو دیکھنا بھی جائز ہو۔ آخر محرم جن کے لئے پردہ کا حکم نہیں، اسی آیت بالا میں عورتوں کو ان کی طرف دیکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ نیز یاد رکھنا چاہیئے کہ

مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ

اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈی غلاموں) پر یا گھر کے لگے ہوئے ایسے خدمت کرنے والوں پر جو (عورتوں سے)

مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ

کچھ غرض نہیں رکھتے یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے

النِّسَآءِ ص وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ

واقف نہ ہوں (۱) اور وہ اپنے پیروں کو (زور سے زمین پر) نہ ماریں کہ (لوگوں کو) ان کا پوشیدہ زیور

زِيْنَتِهِنَّ ط وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ

معلوم ہو جائے اور اے ایمان والو! تم سب اللہ کی طرف رجوع کرو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ

تاکہ تم کامیاب ہو اور تم میں (جو مرد اور عورت) بغیر نکاح (ہوں ان) کا نکاح کر دو اور تمہارے

مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ط اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ

غلاموں اور باندیوں میں سے جو نیک ہوں ان کا بھی (نکاح کر دو) اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ ان کو

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ

اپنے فضل سے خوشحال کر دے گا اور اللہ (بڑی) وسعت (والا اور) جاننے والا ہے (۲) اور جن کو نکاح کا مقدور

الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ

نہ ہو وہ اپنے آپ کو پاک دامن رکھیں یہاں تک کہ ان کو اللہ اپنے فضل سے

فَضْلِهٖ ط وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ

خوشحال کر دے (۳) اور جو غلام اور باندیاں مکاتب ہونا چاہیں تو ان کو

اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ق وَّاٰتُوْهُمْ

مکاتب بنا دو اگر تم ان میں (صلاحیت اور) بھلائی دیکھو اور اللہ کے اس

(بقیہ تفسیر صفحہ ۶۳۳) ان آیات میں محض ستر کا مسئلہ بیان ہوا ہے، نہ اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ اپنے گھر کے اندر ہو یا باہر عورت کو کس حصہ بدن کا کس کے سامنے کن حالات میں کھلا رکھنا جائز ہے۔ باقی مسئلہ حجاب یعنی شریعت نے اس کو کن حالات میں گھر سے باہر نکلنے اور سیر و سیاحت کرنے کی اجازت دی، یہاں مذکور نہیں۔ اس کی کچھ تفصیل انشاء اللہ سورۂ احزاب میں آئے گی۔ ... ہم نے فتنہ کا خوف نہ ہونے کی جو شرط بڑھائی، وہ دوسرے دلائل اور قواعد شرعیہ سے ماخوذ ہے جو ادنیٰ تامل اور مراجعت نصوص سے دریافت ہو سکتی ہیں۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) مذکورہ بالا آیات کا مطلب مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے یوں تحریر فرمایا ہے: "مرد کو شہوت کے ساتھ کسی کی طرف قصداً نظر کرنا جائز نہیں بجز زوجہ اور مملوکہ کے۔ اور بلا شہوت نظر کرنے میں تفصیل ہے کہ محارم کے وجہ اور راس اور صدر اور ساقین اور عضدین اور ذراع اور کفین و قدمین کی طرف نظر جائز ہے۔ اور غیر محارم کی وجہ اور کفین اور بروایتے قدمین بھی دیکھنا جائز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ اعضاء داخل ستر نہیں۔ اور یہ مطلب نہیں کہ بلا ضرورت عورت کا بے پردہ پھرنا اور مردوں کا اس کو نظارہ کرنا درست ہے۔ بلا ضرورت اور خوف فتنہ کے وقت چہرہ چھپانا بھی واجب ہے۔"

(۲) 'اَیَامٰی' 'اَیِّم' کی جمع ہے۔ اَیِّم اس مرد یا عورت کو کہتے ہیں جس کی شادی نہ ہوئی ہو یا شادی ہونے کے بعد طلاق یا شریک مقابل کے مرجانے کی وجہ سے بے جوڑے کے ہو۔

معاشرہ کو بدکاری کی لعنت سے پاک رکھنے کی ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ جوان مرد اور عورتیں بے وجہ بغیر شادی کے نہ رہیں۔ سرپرستوں کو اور مسلمانوں میں ارباب حل و عقد کو چاہیے کہ اس بات کا خیال رکھیں۔ جوان مردوں اور عورتوں کی شادیاں کرانے کا انتظام جلد کریں۔ غلاموں اور باندیوں کو بھی بے وجہ شادی سے محروم نہ رکھا جائے۔

محض مفلسی کے خوف کے مارے شادی سے گریز کرنا مناسب نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ شادی ہی کو اللہ تعالیٰ کشائش رزق کا سبب بنا دے، مثلاً یہ کہ سسرال والوں کی ہمدردی اور مدد سے معاش کی نئی راہیں کھل جائیں۔

آدمی کو چاہیے کہ جدوجہد کرے اور اللہ تعالیٰ سے کشائش کی امید رکھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کشائش کرنے والا اور لوگوں کے حال کا جاننے والا ہے۔

(۳) البتہ جو لوگ ایسے ہوں کہ تنگی معاش کی وجہ سے ان کو بیویاں ہی نہ مل سکیں، ان کو صبر کرنا چاہیے اور پاکدامن رہنا چاہیے۔ امید ہے کہ پاکدامنی اور پرہیزگاری کے طفیل سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان پر معاش کی راہیں کھول دے اور اس قابل بنا دے کہ ان کو بیویاں مل جائیں۔

(۱) قرآن مجید میں غلاموں اور باندیوں کو آزاد کرنے کے مختلف طریقے بتائے گئے ہیں چنانچہ اس آیت میں جو طریقہ بیان کیا گیا ہے اس کا نام 'مکاتبت' ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ آقا اور غلام کے درمیان ایک معاہدہ طے پا جائے اور لکھ لیا جائے کہ غلام محنت مزدوری یا نوکری کر کے ایک مقررہ رقم آقا کو ادا کردے گا اور آزاد ہو جائے گا۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ اگر کوئی غلام یا باندی اس طرح کی خواہش کرے تو اس کو قبول کر لو۔ صرف یہ دیکھو کہ آزاد ہونا اس کے حق میں بہتر ہے یا نہیں۔ اگر دیکھو کہ اس میں کھانے کمانے کی اور شائستہ طریقے پر زندگی بسر کرنے کی صلاحیت ہے تو پھر ضرور اس کو آزاد ہونے کا موقع دو۔ بلکہ دوسرے لوگ جن کو اللہ تعالےٰ نے کافی مال عطا فرمایا ہے' اس کی مالی مدد کریں۔ اگر خود آقا خوش حال ہے اور مقررہ رقم کا کچھ حصہ معاف کر سکتا ہے تو ضرور معاف کر دے۔

مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ

مال میں سے ان کو بھی دو جو اس نے تم کو بخشا ہے (۱) اور اپنی باندیوں کو بدکاری کرنے پر مت

عَلَي الْبِغَاۗءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ

مجبور کرو اگر وہ پاکدامن رہنا چاہیں محض اس لئے کہ دنیوی زندگی کا کچھ فائدہ تم کو

الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ

حاصل ہو جائے اور جو شخص ان کو مجبور کرے تو ان (بیچاریوں) کے مجبور کئے جانے کے بعد اللہ (ان کے لئے)

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ

بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۲) اور ہم نے تمہاری طرف کھلے کھلے احکام اتارے ہیں

وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً

اور جو لوگ تم سے پہلے گزر چکے ہیں ان کی خبریں اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت

لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾ ع اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ مَثَلُ

(کی باتیں بھیجی ہیں) اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے (۳) اس کے نور کی

نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۭ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ۭ

مثال ایسی ہے کہ گویا ایک طاق ہے جس میں ایک چراغ ہے اور چراغ ایک (شیشے کی) قندیل میں ہے

اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ

(اور) قندیل (ایسی صاف شفاف ہے) گویا چمکتا ہوا تارہ۔ وہ چراغ ایک مبارک درخت (یعنی)

زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْۗءُ وَلَوْ

زیتون (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے جو نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تیل خود بخود

لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۭ نُوْرٌ عَلٰي نُوْرٍ ۭ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ

روشن ہو جائے گا اگرچہ اس کو آگ نہ چھوئے۔ نور پر نور ہے (۴) اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت

(۲) عرب میں بعض لوگ اپنی باندیوں سے بدکاری کا پیشہ کرایا کرتے تھے چنانچہ لکھا ہے کہ عبداللہ بن ابی جو منافقوں کا سردار تھا' اس کے پاس چند باندیاں تھیں جن کو اس نے آمدنی کا ذریعہ بنا رکھا تھا۔ ان میں سے کچھ مسلمان ہو گئیں تو انھوں نے اس ذلیل کام سے انکار کیا۔ ابن ابی نے ان پر زیادہ سختی کی اور ان کو مجبور کیا۔ ان باندیوں نے یہ صورت حال آنحضرتؐ کے سامنے پیش کی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت کے آخر میں ان باندیوں کی تسلی کے لئے فرمایا کہ جب وہ مجبور ہیں تو اللہ تعالےٰ سے بخشش کی امید رکھیں کیونکہ وہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

(۳) اللہ تعالےٰ کی ذات ہی سارے صفات اور کمالات کا سرچشمہ ہے۔ اس کی صفات میں سے ایک صفت 'نور' بھی ہے۔ اسی طرح اس کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ایک
ع ۸ ۱۰
اسم پاک بھی 'نور' ہے۔ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے یعنی فرشتے' سورج' چاند' ستارے غرض سب کے سب اسی کے نور کے پرتو سے جگمگا رہے ہیں۔ اور ایمان والوں کو بھی اسی سے ہدایت اور روشنی ملتی ہے۔

آنحضرتؐ نورِ الٰہی کے سب سے بڑھ کر عارف تھے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ آپ جب رات کی تاریکی میں بیدار ہوتے تو اللہ تعالےٰ کو "اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کہہ کر یاد فرماتے تھے۔ نیز آپؐ کی دعاؤں میں سے ایک خاص دعا تھی جس میں آپؐ اپنے کان' آنکھ' دل' گوشت' خون اور بال میں اللہ تعالےٰ سے نور طلب کر کے دعا کو اس طرح ختم فرماتے ہے' اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ نُوْرًا۔

(۴) مفسرین نے اس تمثیل کی کئی طرح توجیہ کی ہے۔ ایک مناسب اور آسانی سے سمجھ میں آنے والی توجیہ یہ ہے کہ یہ اس نورِ الٰہی کی تمثیل ہے جس سے ایماندار کا دل روشن ہوتا ہے۔ ایمان اور اسلام کا نورِ الٰہی ہونا ذیل کی آیت سے

صاف معلوم ہوتا ہے" اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰي نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ "۔۔ تمثیل کی مختصر طور پر تشریح یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے اور ایمان لانے سے آدمی کو نورِ الٰہی کا جو خصوصی حصہ ملتا ہے اس کی مثال ایسی سمجھو کہ ایماندار کا سینہ ایک طاق ہے جس میں ستارہ کی طرح چمکدار شیشہ کی قندیل ہے یعنی دل جس میں ہدایت اور ایمان کا چراغ روشن ہے۔ اس چراغ کو معتدل اور مبارک زیتون کے درخت سے تیل مل رہا ہے جو اتنا صاف اور لطیف ہے کہ بغیر آگ بتائے ہی روشن ہوا چاہتا ہے یعنی ایماندار آدمی کے سینہ میں قلبِ سلیم تھا

يَشَآءُ ؕ وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ

دیتا ہے اور لوگوں (کی ہدایت) کے لئے اللہ (اس طرح) مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ ہر چیز

شَیْءٍ عَلِیْمٌ (٣٥) فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ

کا جاننے والا ہے جن گھروں (یعنی مسجدوں کے بارے) میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کی تعظیم کی جائے

فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ (٣٦)

اور ان میں اس کا نام لیا جائے ان میں ایسے لوگ صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ

جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت

اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ

غافل کرتی ہے اور نہ (خرید و) فروخت وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں (دہشت

فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ (٣٧) لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا

کے مارے) دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی تاکہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلا

عَمِلُوْا وَ یَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ

دے اور اپنے فضل سے زیادہ بھی عطا فرمائے اور اللہ جس کو چاہتا ہے

یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (٣٨) وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ

بے حساب رزق دیتا ہے (ا) اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال (کی مثال

كَسَرَابٍۭ بِقِیْعَةٍ یَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَهٗ

ایسی ہے) جیسے ایک چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت کہ پیاسا آدمی دور سے اسے پانی سمجھے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آئے

لَمْ یَجِدْهُ شَیْئًا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ

تو اسے کچھ بھی نہ پائے اور اللہ ہی کو اپنے پاس پائے تو وہ اس کا حساب پورا پورا چکا دے

(بقیہ تفسیر صفحہ ٦٣٥) جس میں ایمان قبول کرنے کی صلاحیت پوری پوری موجود تھی۔ جوں ہی وحی الٰہی یعنی قرآن مجید کی آگ نے اس کو چھوا، فوراً بھڑک اٹھا جس سے نورٌ علیٰ نور کا عالم ہو گیا۔

(تفسیر صفحہ ہٰذا) (ا) ایمان کے ذریعے جن لوگوں کے دل نور الٰہی سے روشن ہو جاتے ہیں ان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ مسجدوں میں پائے جاتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے، ان کو پاک صاف رکھا جائے اور ان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے۔

جن ایمان والوں کے دل مسجدوں میں لگتے ہیں وہ وہاں صبح اور شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ ان کے شوقِ عبادت کا یہ حال ہوتا ہے کہ کاروبار اور خرید و فروخت کی مصروفیت ان کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی ہے۔ نیز یہ لوگ اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن دہشت کے مارے دل الٹ پلٹ ہو جائیں گے اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

اس طرح نیک اعمال کرنے والوں کو یہ خوشخبری سنائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے نیک اعمال کا پورا پورا بدلا دے گا بلکہ اپنے فضل سے اور زیادہ عطا فرمائے گا۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے اور اس کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۳۹ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ

اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے (۱) یا (کافروں کے اعمال کی مثال ایسی ہے) جیسے گہرے سمندر

يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ

میں اندھیرے کہ اس کو موج نے ڈھانک لیا ہو، اس موج کے اوپر دوسری موج ہو

ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ

اور اس کے اوپر بادل (غرض) اوپر تلے بہت سے اندھیرے کہ جب وہ اپنا ہاتھ نکالے تو کچھ

يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ

نہ دیکھ سکے — اور جس کو اللہ روشنی نہ دے اس کو (کہیں بھی) روشنی نہیں

مِنْ نُّوْرٍ ۝۴۰ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

(مل سکتی) (۲) (اے مخاطب!) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں (سب)

وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ

اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور پرندے بھی (جو) پر پھیلائے (اڑتے پھرتے ہیں) سب اپنی (اپنی) دعا اور تسبیح (کا طریقہ)

تَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝۴۱ وَلِلّٰهِ مُلْكُ

جانتے ہیں اور یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں سب کو اللہ جانتا ہے — اور آسمانوں اور زمین کی

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝۴۲ اَلَمْ تَرَ

بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے — اور اللہ ہی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے (۳) کیا تم نے نہیں

اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ

دیکھا کہ اللہ ہی بادل کو چلاتا ہے پھر اس (کے ٹکڑوں) کو آپس میں ملا دیتا ہے پھر ان کو تہ بہ تہ کر دیتا

رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ

ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ بادل سے بارش نکلتی ہے — اور آسمانوں میں

(۱) کافروں کی تنبیہ کے لئے اس آیت میں دو مثالیں پیش کی ہیں۔ بعض کافر اپنے اپنے خیالات کے لحاظ سے اخلاقی نیکیاں کرتے ہیں اور ثواب کی امید رکھتے ہیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے تو ایمان نہ ہونے کی وجہ سے اپنے اعمال کا ثواب کچھ بھی نہ پائیں گے اور اللہ تعالیٰ کو پائیں گے جو ان کے اعمال کا حساب بہت جلد بیباق کر دے گا کیونکہ اس کو حساب لیتے دیر نہیں لگتی۔ ان لوگوں کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے چٹیل میدان میں سراب جس کو دور سے دیکھ کر پیاسا پانی سمجھتا ہے لیکن جب قریب پہنچتا ہے تو وہاں پانی نہیں پاتا اور تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو جاتا ہے۔

(۲) جن کافروں نے اپنے ضمیر کو بالکل ہی مردہ کر دیا ہے، جو نیکی اور بدی کا شعور ہی نہیں رکھتے اور جو کفر، ظلم اور گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، ان کا حال یہ ہے کہ وہ اوپر تلے بہت سے اندھیروں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ گویا وہ سمندر کی تہ میں ہیں جس میں مسلسل طوفانی موجیں اٹھ رہی ہیں۔ اس پر گھٹا ٹوپ بادل چھایا ہوا ہے۔ تہ بہ تہ اندھیروں کا یہ عالم ہے کہ آدمی کو اپنا ہاتھ تک سجھائی نہیں دیتا۔

ع ۵ / ۱۱

حقیقت یہ ہے کہ آسمان و زمین اللہ کے نور سے منور ہیں پیغمبر اسلام اور قرآن مجید بھی اس کا نور ہیں لیکن افسوس کہ ان کمبختوں نے اللہ کے نور سے آنکھیں بند کر لیں اور اس طرح توفیق الٰہی سے محروم ہو گئے۔ اب ان کے پاس نور آئے تو کہاں سے آئے۔

(۳) جو لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے اور اس کی پاکی بیان کرنے سے ناک بھوں چڑھاتے ہیں ان کی تنبیہ کے لئے ان کو اس حقیقت حال سے واقف کرایا کہ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کے رہنے والے زبان سے یا حال سے اسکی پاکی بیان کرتے ہیں، یہاں تک کہ پرندے بھی جو پر پھیلائے ہوئے فضا میں اڑتے پھرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز کو اپنی حالت کے لحاظ سے اپنے مخلوق ہونے کا احساس ہوتا ہے، وہ اپنے خالق اور پروردگار کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور اپنی حالت سے اور اپنی خاص زبان میں اس کی بندگی اور تسبیح کرتی ہے مگر افسوس کہ بہت سے انسان جان بوجھ کر اس سے انکار اور اعراض کرتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ جو کچھ وہ کرتے ہیں، اس سے اللہ تعالیٰ واقف ہے اور وہ ایک دن ان کو سزا دے گا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ہرگز نہیں بچ سکیں گے، کیونکہ آسمانوں اور زمین میں اسی کا اقتدار ہے اور سب لوگوں کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ (ص ۵۱۳ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیے)

السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ
جو (اولوں کے) پہاڑ ہیں ان سے اولے برساتا ہے پھر ان کو جس پر چاہتا
مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ
ہے گراتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ان کو ہٹا رکھتا ہے اس (بادل) کی بجلی (ایسی تیز ہے کہ اس) کی
يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ؕ ﴿٤٣﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ
روشنی قریب ہے کہ آنکھوں (کی بینائی) کو اچک لے جائے اللہ رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ﴿٤٤﴾ وَاللّٰهُ
بلاشبہ اس میں آنکھوں والوں کے لئے بڑی عبرت ہے (١) اور اللہ نے
خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى
ہر چلنے پھرنے والے جانور کو پانی سے پیدا کیا پھر ان میں کوئی ایسا ہے جو پیٹ کے بل
بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ
چلتا ہے اور ان میں کوئی ایسا ہے جو دو پاؤں پر چلتا ہے اور ان میں کوئی
مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى
ایسا ہے جو چار پاؤں پر چلتا ہے اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بلاشبہ اللہ ہر
كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤٥﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ
چیز پر قادر ہے بلاشبہ ہم نے واضح آیتیں نازل کی ہیں اور اللہ
يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤٦﴾ وَيَقُوْلُوْنَ
جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے (٢) اور یہ (منافق) کہتے
اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ
ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لائے اور (ان کا) حکم مانا پھر اس کے بعد ان میں کا ایک

(١) اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اندازہ اس سے کرو کہ اس نے یہ انتظام کر رکھا ہے کہ بادل کے ٹکڑے اٹھتے ہیں پھر وہ سب مل کر اوپر تلے جم جاتے ہیں پھر ان میں سے پانی برستا ہے۔ کبھی بادلوں میں پانی جم جاتا ہے گویا اولوں کے پہاڑ بن گئے ہیں اور ان سے اولے گرتے ہیں جن سے بعض لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے اور بعض کو نہیں پہنچتا۔ بادل میں بجلی بھی چمکتی ہے بعض وقت بجلی اتنی تیز ہوتی ہے کہ اس سے دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ رات اور دن آگے پیچھے آتے جاتے رہتے ہیں اور بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی رات چھوٹی ہوتی ہے اور دن بڑا ہوتا ہے اور کبھی دن چھوٹا ہوتا ہے اور رات بڑی ہوتی ہے۔ یہ باتیں ایسی ہیں کہ اگر آدمی غور کرے تو ان سے بڑی نصیحت حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن افسوس کہ لوگ ان باتوں پر ٹھنڈے دل سے غور ہی نہیں کرتے۔

(٢) چھوٹے اور بڑے حیوان جو زمین پر چلتے پھرتے ہیں سب پانی سے یا نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ دیکھو کہ ان کو کتنی مختلف شکلوں پر پیدا کیا۔ کوئی اپنے پیٹ کے بل گھسٹتا ہے، کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے اور کوئی چار پاؤں پر دوڑتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو لوگوں کی ہدایت کے لئے ہر طرح کی نشانیاں پیش کی ہیں لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ ان نشانیوں کو دیکھتے ہیں اور گزر جاتے ہیں گویا انھوں نے کچھ دیکھا ہی نہیں۔ البتہ کچھ لوگ آیاتِ کائنات اور آیاتِ قرآن سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ خاص طور پر مدد فرماتا ہے۔

مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَ

گروہ پھر جاتا ہے اور یہ لوگ ایمان والے نہیں (۱) اور

اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا

جب یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کردیں تو ان میں

فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ

کا ایک گروہ منہ پھیر لیتا ہے اور اگر ان کا حق (کسی پر) ہو تو رسول کے پاس

يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ ؕ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ

گردن جھکائے چلے آتے ہیں (۲) کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا یہ

ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ

شک میں ہیں یا ان کو اس بات کا خوف ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے حق میں ظلم کریں گے

بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ

بلکہ یہ خود ہی ظالم ہیں (۳) بلاشبہ ایمان والوں کی بات

الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ

تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ رسول ان میں فیصلہ کردیں

يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾

تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے (حکم) سنا اور مانا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں (۴)

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے اور اللہ سے ڈرے اور (اس کی مخالفت سے) بچے تو ایسے ہی لوگ

هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ

مراد کو پہنچنے والے ہیں اور (اے پیغمبر) یہ لوگ اللہ کی سخت سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ

(۱) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی روشن نشانیوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے، ان میں منافق بھی ہیں۔ بظاہر تو یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں اور زبان سے کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور ان کے احکام کو مانتے ہیں لیکن جب عمل اور آزمائش کا وقت آتا ہے تو پھر جاتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری نہیں کرتے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ مومن ہی نہیں ہیں۔ دنیا کے فائدے حاصل کرنے کے لئے صرف زبان سے ایمان اور اطاعت کا اقرار کرلیتے ہیں اور دل سے نہیں مانتے۔

(۲) منافقوں کے اعمال سے ان کا نفاق ظاہر ہوجاتا ہے مثلاً اگر ایک منافق کے ذمے کسی کا کچھ حق ہے اور وہ شخص خواہش کرتا ہے کہ آنحضرتؐ کے پاس مقدمہ پیش کرکے اپنا حق وصول کرے، تو منافق ہرگز اس پر راضی نہیں ہوتا اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلوتہی کرجاتا ہے، حالانکہ وہ زبان سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کا دعویٰ کرتا پھرتا ہے۔

لیکن اگر اس کا حق کسی دوسرے شخص پر ہو تو گردن جھکائے فیصلے کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوجاتا ہے۔

(۳) یعنی منافق جو اس طرح کی حرکت کرتے ہیں، اس کا کیا سبب ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان کے دلوں میں ایک طرح کا مرض ہے کہ زبان سے تو آنحضرتؐ کی اطاعت کا اعلان کرتے ہیں لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ نیز ان بدبختوں کو آنحضرتؐ کی نبوت کے بارے میں شک ہے۔ اگر یہ پکے ایمان والے ہوتے تو ہرگز ایسی حرکت نہیں کرتے۔ اگر ان کمبختوں کو یہ خیال ہو کہ آنحضرتؐ ان کے حق میں ناانصافی کریں گے تو یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ آپؐ کا عدل و انصاف اظہر من الشمس ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کمبخت خود ہی بڑے ظالم ہیں کہ دوسروں کو ان کا حق دینا نہیں چاہتے اور اس خوف سے کہ آنحضرتؐ عدل و انصاف کریں گے اور ان سے حقدار کا حق دلائیں گے، یہ آپؐ کے پاس مقدمہ لے جانے سے کتراتے ہیں۔

(۴) اوپر کی آیت میں منافقوں کا طرز عمل بیان کیا تھا۔ اس آیت میں سچے ایمان والوں کا حال ظاہر فرمایا ہے، تاکہ ایمان اور نفاق کا فرق نمایاں ہوجائے اور مخلص و منافق کو جانچنے کا ایک ضابطہ معلوم ہوجائے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ مخلص ایمان والوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ کسی معاملہ میں ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم اور آنحضرتؐ کے فیصلہ کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ دنیوی نفع و نقصان کا خیال کئے بغیر اس کو گوش ہوش سے سنتے ہیں اور اس کی تعمیل میں لگ جاتے ہیں۔

یاد رکھو کہ اصول بھی یہی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کی اطاعت کریں اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر پرہیزگاری کی راہ اختیار کریں تو یقیناً وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب رہیں گے۔

لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ

اگر تم ان کو حکم دو تو وہ (گھر بار چھوڑ کر) نکل کھڑے ہوں (ان سے) کہہ دو کہ قسمیں مت کھاؤ دستور کے موافق فرماں برداری

مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ

(درکار ہے) بلاشبہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اللہ باخبر ہے (۱) (اے پیغمبر!

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا

ان سے) کہہ دو کہ اللہ کی فرماں برداری کرو اور رسول کی بھی فرماں برداری کرو پھر اگر تم روگردانی کرو تو جان لو کہ رسول کے ذمہ

عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ

وہ ہے جو ان پر لازم کیا گیا ہے (یعنی تبلیغ) اور تمہارے ذمہ وہ ہے جس کا بار تم پر رکھا گیا ہے اور اگر تم ان کی فرماں برداری کرو

تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾

تو سیدھا راستہ پا لو گے اور رسول کے ذمہ تو صاف طور پر احکام کا پہنچا دینا ہے (۲)

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور جو لوگ تم میں سے ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ وعدہ فرماتا ہے

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ

کہ وہ ضرور ان کو زمین پر حکومت عطا فرمائے گا جس طرح ان سے پہلے (نیک) لوگوں کو حکومت

قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ

دی تھی اور ان کے دین کو جسے اس نے پسند کیا ہے مستحکم کر دے گا

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا

اور خوف کے بعد ان (کے خوف) کو امن سے بدل دے گا وہ لوگ میری عبادت کریں گے اور

يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ

میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے اور اس کے بعد جو ناشکری کرے گا تو ایسے ہی لوگ

(۱) یہ بھی منافقوں کا حال ہے کہ وہ آنحضرتؐ کو اپنی وفاداری کا یقین دلاتے ہیں اور اللہ کی قسمیں کھا کر آپؐ سے عرض کرتے ہیں کہ اگر آپؐ حکم فرمائیں تو ابھی سارا مال آپؐ کے سامنے لا کر ڈال دیں اور گھر بار چھوڑ کر جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوں۔

ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ قسمیں کھانے اور بڑے بڑے دعوے کرنے کی ضرورت نہیں تمہاری گزشتہ زندگی سب پر روشن ہے۔ تم نے ہمیشہ دعوے کئے لیکن وقت پر خاموشی سے کھسک گئے۔ یاد رکھو کہ ان باتوں سے تم سخت نقصان اٹھاؤ گے کیونکہ اللہ تعالےٰ تمہارے سارے اعمال سے باخبر ہے اور وقت آنے پر وہ تم کو ان بدعملیوں کی پوری پوری سزا دے گا۔

(۲) اسی سلسلہ میں منافقوں کی نصیحت کے لئے فرمایا کہ اگر اپنی خیر چاہتے ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے احکام کی تعمیل کرو جو آنحضرتؐ تم کو سنا رہے ہیں۔ یاد رکھو کہ آنحضرتؐ نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے اور احکام الٰہی تم کو پہنچا دیئے ہیں۔ اب اگر تم اعراض کرو تو اس کا وبال تم ہی کو بھگتنا پڑے گا۔ اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو تو یقیناً تم ہدایت پاؤ گے اور دنیا و آخرت میں کامیاب ہو گے۔

هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۵۵ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

نافرمان ہیں (۱) اور (ایمان والو!) نماز کی پابندی کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۵۶ لَا تَحْسَبَنَّ

اور اللہ کے رسول کی فرماں برداری کرو تاکہ تم پر (اللہ کی) رحمت (نازل) ہو (اے مخاطب!) یہ خیال نہ کرنا

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ

کہ کافر زمین پر (کہیں بھاگ کر) ہم کو عاجز کر دیں گے اور (یاد رکھو کہ) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے

وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۵۷ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ

اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے اے ایمان والو! تمہارے ہاتھ کا مال

الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ

(یعنی غلام لونڈیاں) اور جو لڑکے تم میں سے بالغ نہیں ہوئے تین مرتبہ (یعنی تین وقتوں میں)

ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۭ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ

تم سے اجازت لیا کریں، صبح کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے وقت جب تم

ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاۗءِ ڜ ثَلٰثُ

اپنے کپڑے اتار دیتے ہو اور عشا کی نماز کے بعد، (یہ) تین (وقت) تمہارے

عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۭ

پردے کے ہیں ان وقتوں کے سوا نہ تم پر کچھ گناہ ہے اور نہ ان پر

طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ كَذٰلِكَ

(کیونکہ کام کاج کے لئے) تم ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے رہتے ہو اس طرح اللہ تم سے

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۵۸

اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے (۲)

(۱) جب آنحضرتؐ مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو صورت حال یہ تھی کہ سارا جزیرۂ عرب آپؐ کا اور آپؐ کی جماعت کا دشمن تھا۔ قریش نے سارے ملک میں آگ لگا رکھی تھی یہانتک کہ مدینہ میں بھی یہودیوں اور منافقوں کو مخالفت پر آمادہ کر دیا تھا۔ مسلمان نہایت خوف کی حالت میں تھے کیونکہ ہر وقت دشمن کی یورش کا خطرہ تھا۔ ایسے وقت میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں مسلمانوں کو روشن مستقبل کی امید دلائی کہ حکومت ملے گی، دین اسلام مستحکم ہوگا اور خوف امن سے بدل جائے گا۔

تاریخ گواہ ہے کہ یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ سارا جزیرۂ عرب آنحضرتؐ کے زیر فرمان آگیا۔ اور دشمن نیست و نابود ہوگئے۔ پھر خلفاءِ راشدین کے زمانے میں عظیم الشان اسلامی سلطنت قائم ہوئی جس کا اثر کئی سو برس تک رہا۔

یہ وعدہ قیامت تک کے لئے ہے یعنی جب کبھی مسلمان
ع ۱۴ عمل صالح میں استوار ہوں گے اور منظم ہوکر اسلام کے انفرادی اور اجتماعی احکام پر عمل کریں گے، یقیناً ان کو عظمت و شوکت سے سرفراز فرمایا جائے گا۔

آیت کے آخری حصہ میں مسلمانوں کو سخت تنبیہ ہے کہ اگر مذکورہ انعامات کے بعد ناشکری کریں گے اور عیش و عشرت میں پڑکر اسلام کے احکام سے غفلت برتیں گے تو پھر یاد رکھیں کہ ان کا شمار نافرمانوں میں ہوگا جو انعامات کے مستحق نہیں ہوتے۔

اس آیت کی روشنی میں مسلمان اپنے اعمال کا جائزہ لیں تو آج بھی حالت بدل سکتی ہے۔

(۲) عام طور پر تین وقت یعنی نمازِ عشاء کے بعد، نمازِ فجر سے پہلے اور دوپہر تنہائی اور خلوت کے خیال کئے جاتے ہیں۔ ان وقتوں میں آدمی بقدر ضرورت کپڑے اپنے بدن پر رکھتا ہے اور زائد کپڑے اتار دیتا ہے۔ میاں بیوی بھی ان ہی اوقات میں آزادی اور بے تکلفی سے ملتے ہیں۔

اس لئے ان وقتوں کو پردے کے اوقات قرار دیا اور حکم دیا کہ غلاموں اور باندیوں کو اور نابالغ لڑکوں کو چاہئے کہ وہ ان اوقات میں بغیر اجازت کے تنہائی کے مقامات میں داخل نہ ہوا کریں، کیونکہ یہ تین وقت لوگوں کے لئے پردے کے ہیں۔

لیکن ان وقتوں کے علاوہ اور وقتوں میں ان کو اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ ہر وقت آنے جانے والے ہیں۔ اگر سب وقتوں میں ان پر اجازت کی پابندی لگادی جائے تو لوگ تکلیف میں پڑ جائیں گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی سہولت کا لحاظ کرکے پردے کے احکام دیئے ہیں۔ وہ ہر بات کا جاننے والا ہے اور اس کے احکام میں بڑی حکمت ہوتی ہے۔

وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا
اور جب تمہارے لڑکے بالغ ہوجائیں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینی چاہیے
كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ
جس طرح ان سے اگلے لوگ اجازت لیتے رہے ہیں اس طرح اللہ تم سے اپنے احکام
اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٥٩﴾ وَالْقَوَاعِدُ
صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے (۱) اور بڑی بوڑھی
مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ
عورتیں جن کو کسی کے نکاح (میں آنے) کی امید نہ رہی ہو، ان کو البتہ اس بات
جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ ۖ
میں گناہ نہیں کہ اپنے (زائد) کپڑے اتار رکھیں بشرطیکہ اپنی زینت (کے مقامات) کو ظاہر نہ کریں
وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَهُنَّ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٦٠﴾
اور اگر اس سے بھی بچیں تو ان کے حق میں بہتر ہے اور اللہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے (۲)
لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ
نہ تو اندھے آدمی کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے آدمی کے لئے کچھ مضائقہ ہے
وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَلَا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ
اور نہ بیمار کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ خود تمہارے لئے کچھ مضائقہ ہے
أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ آبَائِكُمْ
اس بات میں کہ اپنے گھروں سے کھانا کھاؤ یا اپنے باپوں کے گھروں سے
أَوْ بُيُوتِ أُمَّهَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوتِ
یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے

(۱) یعنی جب لڑکے جوان ہوجائیں تو پھر ان کو بھی اسی طرح اجازت لینی چاہیئے جس طرح ان کے بڑے لیتے ہیں جن کا حکم اسی سورت کے رکوع ۴ میں بیان کیا گیا ہے۔

یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ نے پردے کے احکام صاف صاف بیان کردیئے ہیں تاکہ مسلمانوں کا معاشرہ پاک رہے۔ وہ ہر بات کا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ ان احکام میں بھی بڑی حکمت ہے۔

(۲) اگر بڑی بوڑھی عورتیں جن کو کسی کے نکاح میں آنے کی کچھ امید نہ رہی ہو، گھر میں اور باہر نکلتے وقت اپنے زائد کپڑے جیسے چادر یا برقع غیر محرم لوگوں کے سامنے اتار رکھیں تو کوئی ہرج نہیں ہے، بشرطیکہ زینت کے مقامات جن کے چھپانے کا حکم رکوع ۴ میں دیا گیا ہے ان کو غیر محرموں کے سامنے ظاہر نہ کریں۔ لیکن اگر اس سے بھی بچیں تو اچھی بات ہے۔

یاد رکھو کہ اگر تم پردہ میں کچھ کرو گے تو یہ خیال نہ کرنا کہ اللہ تعالےٰ سے چھپا لوگے۔ وہ سب سنتا ہے اور جانتا ہے۔

اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ

گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپیوں کے گھروں سے

اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ

یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی

مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ

کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہوں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے (اور اس میں بھی) تمہارے لئے کچھ مضائقہ نہیں کہ

اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ

سب مل کر کھانا کھاؤ یا الگ الگ تو جب گھروں میں داخل ہو

بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ

تو اپنے (لوگوں) کو سلام کرلیا کرو (جو ایک) دعائے (خیر ہے) اللہ کی

عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ

طرف سے (تعلیم کی گئی) برکت والی (اور) عمدہ اسی طرح اللہ تم سے

لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۟ۧ ﴿٦١﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ

اپنے احکام بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو (۱) بلاشبہ (سچے) ایمان والے تو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ

وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور جب کبھی ایسے کام کے لئے رسول (اللہ) کے

عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ

ساتھ ہوتے ہیں جو جمع ہو کر کرنے کا ہوتا ہے تو ان کے پاس سے نہیں جاتے جب تک کہ ان سے اجازت (نہ لے لیں)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ

(اے پیغمبر!) جو لوگ تم سے اجازت طلب کر کے جاتے ہیں وہی لوگ ہیں جو

(۱) اس آیت کے ذریعے کھانے پینے کے بارے میں چند غلط فہمیوں کو دور کیا گیا ہے۔

اسلام سے پہلے تندرست اور خوش حال لوگ اندھے، لنگڑے، لولے غریب معذوروں کو اپنے ساتھ کھانے پر بٹھانے سے پرہیز کرتے تھے۔ اس کے برخلاف بعض صحابہ معذور محتاجوں پر ترس کھا کر کسی معذور کو اپنے کسی رشتہ دار یا بے تکلف دوست کے ہاں لے جاتے تھے اور اپنے ساتھ کھانا کھلاتے تھے۔

اس طریقے کو بعض صحابہ نے تقویٰ اور اخلاق کے خلاف سمجھا۔ بعض حضرات نے کہا کہ انصاف اور مساوات کے نقطۂ نظر سے ہم ان معذوروں کے حقوق ادا نہیں کر سکیں گے اس لئے ان کو ساتھ کھلانا مناسب نہیں۔

ادھر ان معذوروں میں سے بھی بعض حضرات نے جن کا احساس نازک تھا، خیال کیا کہ بن بلائے مہمان بن کر جانا کچھ اچھی بات نہیں۔ دوسرے یہ کہ ممکن ہے کہ ہماری وجہ سے صحیح اور تندرست حضرات کو تکلیف ہوتی ہو اور وہ ہمارے ساتھ کھانا دل میں برا سمجھتے ہوں۔

ع ۱۴ اس کے علاوہ بعض بلند حوصلہ حضرات کے بارے میں لکھا ہے کہ جب تک کوئی مہمان ان کے ساتھ نہ ہوتا وہ کھانا نہیں کھاتے تھے۔ اسی طرح بعض حضرات کی احتیاط کا یہ حال تھا کہ اگر کسی کا مال ان کی نگرانی میں ہوتا اور مالک کی طرف سے ضرورت کے لائق استعمال کرنے کی اجازت بھی ہوتی، تب بھی وہ حضرات تکلیف اٹھاتے لیکن اس مال میں سے کچھ نہیں لیتے تھے۔

چونکہ ان سب صورتوں میں ایک طرح کا غلو تھا اور حد سے زیادہ احتیاط تھی اس لئے اس آیت کے ذریعے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ اس قسم کے معاملات میں زیادہ سختی کر کے تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں۔

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ
اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں تو جب یہ لوگ کسی کام کے لئے (جانے کی)

شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ
تم سے اجازت مانگیں تو ان میں سے جس کو چاہو اجازت دیدو اور ان کے لئے

لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾ لَا
اللہ سے بخشش مانگو بلاشبہ اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۱) اے ایمان والو

تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ
رسول (اللہ) کے بلانے کو ایسا خیال مت کرو جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے

بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ
ہو (۲) بلاشبہ اللہ تم میں سے ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو (دوسرے کی) آڑ لے کر

مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ
(رسول اللہ کی مجلس سے) چل دیتے ہیں تو جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس بات سے

اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ
ڈرنا چاہیئے کہ ان پر کوئی آفت آپڑے یا کوئی دردناک عذاب نازل

اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ
ہو جائے (۳) دیکھو! جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے جس

يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ
حال پر تم ہو وہ اسے (خوب) جانتا ہے اور جس دن لوگ اس کی طرف لوٹائے جائیں گے

فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾ ع ۹
تو وہ ان کو بتا دے گا جو کچھ انھوں نے (دنیا میں) کیا تھا اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے (۴)

(۱) ایک مرتبہ جب قریش مدینہ پر چڑھ کر آئے تو آنحضرتؐ نے مدینہ کے چاروں طرف خندق کھودنے کا حکم دیا۔ صحابہؓ نہایت جفاکشی اور محنت سے خندق کھودنے میں لگے ہوئے تھے۔ خود آنحضرتؐ بھی بنفس نفیس سب کے ساتھ کام میں مشغول تھے۔ منافق بھی حاضر تھے لیکن نہایت بددلی کے ساتھ۔ اس موقع پر اگر صحابہ میں سے کسی صاحب کو کوئی ضرورت پیش آتی تو آپ سے اجازت لے کر چلے جاتے اور کام کرکے واپس آجاتے لیکن منافق بھاگنے کا بہانہ ڈھونڈتے تھے۔ ان میں سے کسی کو موقع ملتا تو نظر بچا کر بغیر اجازت کے چل دیتا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کے اس طرزِ عمل کی تعریف فرمائی۔ پھر فرمایا کہ آنحضرتؐ کی مرضی کو مقدم سمجھیں، اور اگر شدید ضرورت کی وجہ سے کسی کام کے لئے جائیں تو اس کو بھی ایک طرح کی کمزوری سمجھیں اور آپؐ سے درخواست کریں کہ آپؐ ان کے حق میں دعائے مغفرت فرمائیں۔

(۲) اس سے صحابہؓ کو ہدایت فرمائی کہ آنحضرتؐ کے بلانے پر لبیک کہنا اور آپؐ کے حکم کی تعمیل کرنا واجب ہے۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ آپؐ کی اجازت کے بغیر آپؐ کی مجلس سے اور مقررہ کام سے ہرگز نہیں جانا چاہیئے۔

نیز اس کا بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ آپؐ سے خطاب کرتے وقت کوئی معمولی لفظ زبان سے نہ نکالیں بلکہ 'یا رسول اللہ'، اور 'یا نبی اللہ' جیسے تعظیم کے لقب سے آپؐ کو مخاطب کیا کریں۔

(۳) منافقوں کے طرزِ عمل پر تنبیہ کرنے کی غرض سے فرمایا کہ جو لوگ آنحضرتؐ کی اجازت کے بغیر دوسروں کی آڑ لے کر چپکے سے چل دیتے ہیں ان کے حال سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے۔ حقیقت میں یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور آنحضرتؐ کے حکم کی مخالفت کر رہے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ عمل ان کے حق میں بہت خطرناک ہے۔ ممکن ہے کہ اس عمل کی پاداش میں ان پر دنیا میں کوئی آفت آپڑے یا آخرت میں دردناک عذاب ان کو پہنچ جائے۔

ع ۹ ۱۵

(۴) یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ کر نہیں بھاگ سکتے۔ کیونکہ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے، سب اسی کے قبضہ میں ہے۔ نیز وہ کائنات کی ہر بات کا جاننے والا ہے۔ یہ لوگ آج جو کارگزاریاں کر رہے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ واقف ہے اور سب اس کے پاس محفوظ ہیں۔ جس دن ساری مخلوق حساب کتاب کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوگی اس دن وہ ان کے اعمال ان کے سامنے رکھ دے گا اور ان کا ٹھیک ٹھیک بدلا دے گا۔ لہٰذا ان لوگوں کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اور آنحضرتؐ کے احکام کی خلاف ورزی سے بچیں۔

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ (٢٥)

رکوعاتہا ٦ — آیاتہا ٧٧

سورۂ فرقان مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ

وہ (ذات بڑی) بابرکت ہے جس نے اپنے (خاص) بندے پر فرقان (یعنی قرآن) نازل فرمایا

لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝١ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

تا کہ سارے جہانوں کیلئے ڈرانے والا ہو (١) (وہ ذات) وہ (ہے) جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے

وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ

اور جس نے (کسی کو) بیٹا نہیں بنایا اور جس کا بادشاہی میں کوئی شریک نہیں

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝٢ وَاتَّخَذُوْا مِنْ

اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور پھر اس کو ایک خاص اندازے پر رکھا اور لوگوں نے اس کے سوا اور

دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا

معبود بنا لیئے ہیں جو کسی چیز کو بھی پیدا نہیں کرسکتے اور خود پیدا کئے گئے ہیں اور وہ

يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ

اپنے نقصان اور نفع کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ موت ان کے اختیار

مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۝٣ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

میں ہے اور نہ زندگی اور نہ (دوبارہ) اٹھنا (٣) اور کافر کہتے ہیں کہ یہ (قرآن)

اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ اِۨفْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ

ایک جھوٹ ہے جس کو اس شخص نے گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے

(١) 'تَبٰرَكَ' برکت والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر طرح کی خیر و خوبی اور کمالات کا سرچشمہ ہے۔

'اَلْفُرْقَان' یعنی قرآن مجید جو حق و باطل کو صاف صاف بیان کرکے ان میں فیصلہ کر دیتا ہے۔

'عَبْدُهٗ' یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کے ایک خاص اور نہایت برگزیدہ بندے ہیں۔

اس آیت میں توحید کا بیان اس طرح شروع فرمایا کہ اس کے ساتھ قرآن مجید کا وحی الٰہی ہونا اور آنحضرتؐ کی رسالت کا یقین بھی لوگوں کے دلوں میں جانشیں ہو جائے۔

چنانچہ فرمایا کہ وہ ذات بڑی بابرکت ہے جس نے قرآن مجید جیسی بابرکت اور حق و باطل میں فیصلہ کرنے والی کتاب نازل فرمائی۔ یہ کتاب جن پر نازل ہوئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ آنحضرتؐ کے ذریعے حق کا پیغام سارے عالم کو پہنچ جائے اور سب لوگ باطل پرستی کے تباہ کن نتیجوں سے آگاہ ہو جائیں۔

(٢) اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ آسمان و زمین اور ساری کائنات کا مالک ہے۔ اس نے کسی کو بیٹا بیٹی نہیں بنایا۔ وہ تنہا ساری کائنات کا مالک ہے اور اس کے ملک میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ کائنات کی ہر چیز کو اس نے پیدا کیا ہے اور ہر چیز کے کاموں اور افعال و خواص کے لئے ایک اندازہ ٹھہرا دیا ہے جس کے مطابق ہر چیز اپنا اپنا مقررہ کام انجام دے رہی ہے۔

اس وجہ سے تنہا حق تعالیٰ ہی عبادت کا مستحق ہے لیکن افسوس کہ بہت سے لوگوں نے حق تعالیٰ کے سوا اور بہت سے معبود بنا لئے ہیں جن کی وہ پوجا کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ مجبور ایسے ہیں کہ انھوں نے ذرا سی چیز کو بھی پیدا نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی مخلوق ہیں۔ وہ اپنے نفع نقصان کے بھی مالک نہیں ہیں۔ نہ وہ کسی کو مار سکتے ہیں، نہ جلا سکتے ہیں اور نہ قیامت کے دن زندہ کرکے اٹھا سکتے ہیں۔ ایسی چیزوں کو معبود بنانا سراسر بے عقلی نہیں تو کیا ہے؟

اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝٤ وَقَالُوْٓا
اس میں اس کی مدد کی ہے تو یہ لوگ (خود) ظلم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے، اور یہ لوگ کہتے ہیں
اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ
کہ یہ (قرآن) تو پہلے لوگوں کے قصے ہیں جن کو اس شخص نے لکھوا لیا ہے پھر وہی صبح اور شام اس کو
بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝٥ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ
پڑھ پڑھ کر سنائے جاتے ہیں (۱) (اے پیغمبر! ان سے) کہدو کہ اس (قرآن) کو اس نے نازل فرمایا ہے
٦ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا
جو آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے بلاشبہ وہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۲)
وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ
اور (کافر یہ بھی) کہتے ہیں کہ یہ کیسا پیغمبر ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں
فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ
چلتا پھرتا ہے اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا کہ اس کے ساتھ
نَذِيْرًا ۝٧ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ
(وہ لوگوں کو) ڈراتا یا اس کی طرف (آسمان سے) خزانہ اتارا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہوتا کہ
يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا
اس میں سے کھایا کرتا اور (یہ) ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایک ایسے شخص کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو
مَّسْحُوْرًا ۝٨ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا
کیا گیا ہے (۳) (اے پیغمبر!) دیکھو یہ تمہارے بارے میں کیسی کیسی عجیب عجیب باتیں بیان کرتے ہیں
فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝٩ تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ
تو یہ گمراہ ہو گئے اور راستہ نہیں پا سکتے (۴) وہ (اللہ بہت) بابرکت ہے جو اگر چاہے

(۱) قریش آنحضرتؐ اور قرآن مجید کے بارے میں طرح طرح کی بیہودہ باتیں بنایا کرتے تھے۔ کبھی کہتے کہ قرآن مجید کو آپؐ ہی نے گھڑ لیا ہے، کبھی کہتے کہ قرآن مجید کے بنانے میں آپؐ نے دوسروں سے مدد لی ہے۔ کبھی کہتے کہ قرآن مجید پچھلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جن کو آپؐ نے لکھوا لیا ہے، ان ہی کو لوگ صبح اور شام پڑھتے رہتے ہیں۔

یہ سب الزامات بے جا اور سراسر جھوٹ ہیں ان کا مختصر اور جامع جواب بعد کی آیت میں ہے۔

(۲) اگر آدمی ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر انصاف کی نظر سے قرآن مجید کا مطالعہ کرے تو اس پر خود بخود یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ یہ کسی انسان کا بنایا ہوا نہیں ہے۔ قرآن مجید میں جو زندگی کے حقائق بیان کئے گئے ہیں اور کائنات کے راز کھولے گئے ہیں، ان کو دیکھ کر انصاف پسند اور عقلمند آدمی کو یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا ہے جو کائنات کے رازہائے سربستہ سے خوب واقف ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے قرآن مجید لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے۔ لیکن لوگ ضد اور جہالت سے اس کو جھٹلاتے ہیں۔ یہ لوگ اس بات کے مستحق ہیں کہ فوراً ہلاک کر دیئے جائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے ان کو ڈھیل دے رکھی ہے۔

(۳) قریش آنحضرتؐ کی ذات اقدس کے بارے میں یہ بھی کہتے تھے کہ یہ اللہ کے رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان میں کوئی بات بڑائی کی نہیں ہے جس کی وجہ سے ہم ان کو رسول مانیں۔ یہ معمولی آدمیوں کی طرح کھاتے پیتے ہیں اور بازاروں میں پھرتے ہیں۔ کیا اچھا ہوتا کہ ایک فرشتہ ان کے ساتھ رہتا جو لوگوں کو ان کی رسالت کا یقین دلا دیا کرتا، ان کے پاس بہت بڑا خزانہ ہوتا جس کو بے دریغ لٹایا کرتے۔ اس طرح لوگ ان کی دولت سے مرعوب ہو کر اور لالچ میں آ کر ان کو پیغمبر مان لیتے۔ یا ان کے پاس انگوروں، کھجوروں اور دوسرے میووں کا باغ ہوتا جس میں یہ آرام سے رہتے اور خوب کھاتے پیتے۔ بعض ظالم یہ بھی کہتے تھے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ان پر کسی نے جادو کر دیا ہے جس کی وجہ سے بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ (نَعُوْذُ بِاللّٰہ)

ع ۱
۹
۱۶

(۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان بیہودہ اعتراضات سے آنحضرتؐ کی رسالت کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا جو طرح طرح کی مضبوط دلیلوں سے ثابت ہے۔ البتہ اعتراضات کرنے والے خود اپنا ہی نقصان کر لیتے ہیں کہ محض ضد اور ہٹ دھرمی سے اللہ تعالیٰ کے سچے رسول کا انکار کر کے راہ حق سے منہ موڑتے ہیں اور گمراہ ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے راہ راست پر آنے کی کیا امید کی جا سکتی ہے؟

جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تو تم کو اس سے اچھی (چیزیں) دیدے (یعنی) بہت سے باغ جن کے نیچے نہریں
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝۱۰ بَلْ كَذَّبُوْا
بہہ رہی ہوں اور تمہارے لئے بہت سے محل بنادے (۱) بلکہ یہ تو قیامت ہی کو
بِالسَّاعَةِ ۣ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝۱۱
جھٹلاتے ہیں اور ہم نے قیامت کے جھٹلانے والوں کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے
اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا
جب وہ ان کو دور سے دیکھے گی تو یہ لوگ اس کے جوش اور غرانے (کی آواز) کو
وَّزَفِيْرًا ۝۱۲ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ
سنیں گے اور جب یہ لوگ دوزخ کی کسی تنگ جگہ میں (زنجیروں میں) جکڑ کر ڈال دیئے جائیں گے
دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝۱۳ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا
تو وہاں موت کو پکاریں گے (ان سے کہا جائے گا کہ) آج ایک ہی موت کو نہ پکارو
وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝۱۴ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ
بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو (۲) (اے پیغمبر ان سے) کہو کہ بھلا (بتاؤ تو) یہ (دوزخ) بہتر ہے یا
الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاۗءً وَّ
ہمیشہ کی جنت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ان (کے عملوں) کا بدلا اور
مَصِيْرًا ۝۱۵ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ۭ كَانَ عَلٰي
ٹھکانا ہوگا ان کو وہاں وہ سب کچھ ملے گا جو وہ چاہیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ وعدہ تمہارے
رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ۝۱۶ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ
پروردگار کے ذمے ہے اور قابل درخواست ہے (۳) اور جس دن (خدا) ان کو اور ان معبودوں کو جنہیں یہ اللہ کے سوا

(۱) قریش کے اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت بہت بڑی ہے اور اس کے خزانے میں کچھ کمی نہیں ہے۔ یہ لوگ ایک ہی باغ مانگتے ہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس سے بہتر کئی باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور عالیشان محل آنحضرتؐ کو دنیا میں بھی عطا فرما دے لیکن چونکہ اس قسم کی چیزیں آنحضرتؐ کے لئے ضروری نہیں تھیں اس لئے ان کو اہمیت نہیں دی گئی۔

(۲) یہ لوگ جو آنحضرتؐ کی رسالت کے ثبوت کے لئے طرح طرح کے مطالبات کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ واقع میں یہ لوگ حق کے طالب ہیں بلکہ محض ضد، ہٹ دھرمی اور شرارت سے اعتراضات اور مطالبات پیش کرتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ قیامت کے دن پر حساب کتاب اور اعمال کی جزا و سزا پر ہی ایمان نہیں رکھتے۔ اس لئے رسالت کے بارے میں بے پروا ہیں۔

ان کمبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ قیامت کا انکار کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ دوزخ کا حال یہ ہوگا کہ وہ ان لوگوں کو دور سے دیکھتے ہی شدت غیظ و غضب سے جوش مارے گی جس کی آواز دور سے سنیں گے۔ پھر جب ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں جکڑ کر دوزخ کی کسی تنگ جگہ میں ڈال دیا جائے گا تو تکلیف کی شدت سے یہ لوگ موت کو پکاریں گے تاکہ مر کر مصیبتوں سے چھوٹ جائیں۔ طنز کے طور پر ان سے کہا جائے گا کہ ایک موت کافی نہیں ہوگی۔ ہزاروں مرتبہ موت مانگو کیونکہ مصیبتیں شدید اور بے انتہا ہیں۔

(۳) دوزخ کا حال سن لیا۔ اب جنت کا حال سنو اور تصفیہ کرو کہ دونوں میں سے کونسی جگہ بہتر ہے اور غور کرو کہ تم اپنے عمل سے کس کی تیاری کر رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جنت کا وعدہ کیا ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور پرہیزگاری کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو چاہیں گے پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ وعدہ اپنے ذمہ لیا ہے اور پرہیزگار لوگ اس کی تمنا اور دعا کرتے ہیں۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِیْ

پوجتے ہیں جمع کرے گا پھر ان معبودوں سے پوچھے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو

هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿١٧﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ

گمراہ کیا تھا یا یہ خود ہی گمراہ ہو گئے تھے وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے

مَا كَانَ يَنْۢبَغِیْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ

ہمیں یہ سزاوار نہ تھا کہ تیرے سوا دوسروں کو کارساز بناتے

مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى

لیکن تو نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو (دنیا کے) فائدے دیئے یہاں تک کہ

نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿١٨﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ

وہ تیری یاد بھلا بیٹھے اور یہ ہلاک ہونے والے لوگ تھے (۱) پھر (اللہ کافروں سے فرمائے گا کہ) انھوں

بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ

نے تمہاری بات میں تم کو جھٹلا دیا تو تم نہ خود عذاب کو ٹال سکتے ہو اور نہ (کسی سے) مدد لے سکتے ہو اور جو شخص

يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿١٩﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا

تم میں ظالم ہوگا ہم اسے بڑے عذاب کا مزہ چکھائیں گے (۲) اور (اے پیغمبر) ہم نے

قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ

تم سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے سب کھانا

الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ ۗ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ

کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے اور ہم نے تم میں سے بعض کو

لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿٢٠﴾ ع ٢ ١٧

بعض کے لئے آزمائش بنایا ہے کیا تم صبر کرو گے اور تمہارا پروردگار دیکھنے والا ہے (۳)

(۱) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب لوگوں کو جمع کرے گا اور مشرکوں کو رسوا کرنے کے لئے ان کے بنائے ہوئے معبودوں سے پوچھے گا کہ کیا تم نے ان لوگوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود ہی بہک گئے تھے۔

مشرکوں کے بنائے ہوئے معبودوں میں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے بھی ہیں جیسے حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام یقیناً یہ حضرات مشرکوں کے شرک سے بیزار ہیں۔

چنانچہ اس موقع پر بھی یہ حضرات اپنے عقیدۂ توحید کو ظاہر کریں گے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کریں گے کہ ہماری کیا مجال تھی کہ تیرے سوا کسی اور کو کارساز بناتے۔ ہم نے ان کو نہیں بہکایا بلکہ یہ خود ہی گمراہ ہوئے۔

ان کے گمراہ ہونے کا ایک سبب یہ ہوا کہ تو نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو جو دنیا کی نعمتیں عطا فرمائیں ان کی انھوں نے قدر نہیں کی اور تیرا شکر ادا نہیں کیا بلکہ عیش و عشرت اور دنیا کی لذتوں میں ایسے غرق ہوئے کہ تیری یاد کو بھی بھلا دیا اور شرک میں مبتلا ہو کر اور تیری نافرمانیاں کرکے اپنے ہاتھوں تباہی اور بربادی کا سامان کیا۔

(۲) ان حضرات کے جواب کے بعد اللہ تعالیٰ مشرکوں سے فرمائے گا کہ دیکھو! جن معبودوں پر تم بھروسہ کئے بیٹھے تھے انھوں نے تو تمہارے خلاف بیان دیا اور تم کو جھوٹا ٹھہرا دیا۔ اب تم پر جرم پورے طور سے ثابت ہو گیا۔ اب نہ تو تم خود عذاب کو ٹال سکتے ہو اور نہ کوئی اور تمہاری مدد کر سکتا ہے۔ یاد رکھو! جس جس نے شرک کیا تھا آج اس کو سخت عذاب بھگتنا پڑے گا۔

(۳) اس آیت میں پہلے تو آنحضرتؐ کی رسالت کے بارے میں گزشتہ اعتراضات میں سے ایک اعتراض کا اس طرح جواب دیا کہ دنیوی تعلقات مثلاً کھانا پینا اور کام کاج کے لئے بازاروں میں آنا جانا، پیغمبری کے خلاف نہیں ہے۔ گزشتہ پیغمبروں کے حالات کا مطالعہ کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے پیغمبر بھیجے وہ سب کے سب کھاتے پیتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے لہٰذا یہ اعتراض بالکل بے بنیاد ہے

اس جواب کے بعد آنحضرتؐ اور مسلمانوں کی تسلی کے لئے فرمایا کہ صورت حال کچھ ایسی ہے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ کے لئے آزمائش کا سبب بنا ہوا ہے پیغمبروں کے ذریعہ لوگوں کی آزمائش ہوتی ہے کہ دیکھیں کون ایمان لاتا ہے اور کون انکار کرکے تباہ ہوتا ہے اسی طرح کافروں کے ہاتھوں پیغمبروں اور ایمان والوں کی آزمائش ہے۔ ایمان والوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ صبر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کے اعمال اور حالات سے واقف ہے [illegible]

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا

اور جو لوگ ہم سے ملنے کی (یعنی قیامت کے دن ہمارے سامنے حاضر ہونے کی) امید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس

الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ

فرشتے کیوں نہیں آتے یا ہم اپنے پروردگار کو (کیوں نہیں) دیکھ لیتے بیشک یہ لوگ اپنے دلوں میں اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھ رہے

وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿٢١﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى

ہیں اور بڑے سرکش ہو رہے ہیں (۱) جس دن یہ لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن مجرموں

يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٢٢﴾ وَقَدِمْنَآ

کے لئے کوئی خوشی کی بات نہیں ہوگی اور وہ کہیں گے کہ کوئی آڑ کھڑی کر دی جائے اور جو کام انھوں نے

اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿٢٣﴾ اَصْحٰبُ

(دنیا میں) کئے تھے ہم ان کی طرف متوجہ ہوں گے پھر ان کو نیست و نابود کر کے پراگندہ غبار (کی طرح) کر دیں گے (۲) (البتہ) اس

الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿٢٤﴾ وَيَوْمَ

دن جنت والوں کا ٹھکانا بھی بہتر ہوگا اور آرام کی جگہ بھی خوب ہوگی (۳) اور جس دن

تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿٢٥﴾

آسمان ایک بادل پر سے پھٹ جائے گا اور فرشتے (میدان حشر کی طرف) کثرت سے اتریں گے

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى

اس دن حقیقی حکومت (خدائے) رحمٰن ہی کی ہوگی اور وہ دن کافروں پر

الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿٢٦﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ

(بڑا) سخت ہوگا (۴) اور جس دن ظالم (کافر حسرت سے) اپنے دونوں ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کھائے گا

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾ يٰوَيْلَتٰى

(اور) کہے گا کہ اے کاش میں نے (اللہ کے) رسول کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا ہائے شامت!

منزل ٤

(۱) کافروں میں سے بعض لوگ ایسے بھی تھے جو قیامت کا یقین اور اللہ تعالےٰ کے سامنے حاضر ہونے کی امید نہیں رکھتے تھے۔ اور جزاء و سزا سے بے فکر ہو کر جو چاہتے تھے بکتے پھرتے تھے چنانچہ وہ آنحضرتؐ کی رسالت کا انکار کرتے ہوئے کہتے تھے کہ ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ خود ہمارے پاس فرشتے آئیں اور اللہ تعالےٰ کا پیغام پہنچائیں بلکہ اللہ تعالےٰ خود ہمارے سامنے آئے، ہم سے باتیں کرے اور اپنے رسول کی تصدیق کرے۔

اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ یہ مطالبہ نہایت گستاخانہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے کو بہت بڑا خیال کرتے ہیں اور اس لائق سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس بھی اسی طرح فرشتے آیا کریں جس طرح آنحضرتؐ کے پاس آتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ آنحضرتؐ سے حسد کرتے ہیں اور خود رسول بننے کی خواہش کرتے ہیں۔ نیز اللہ تعالےٰ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس طرح کے مطالبات میں انتہائی سرکشی ہے جس کا انجام نہایت بُرا ہوگا۔

(۲) یہ لوگ فرشتوں کے نازل ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں تو ان کمبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایک دن ضرور فرشتے ان کے سامنے آئیں گے اور یہ فرشتوں کو دیکھیں گے یعنی موت کے وقت یا قیامت کے دن لیکن اس دن فرشتوں کو دیکھ کر ان کو کچھ خوشی نہیں ہوگی کیونکہ وہ عذاب کے فرشتے ہوں گے جن کو دیکھ کر وہ گھبرا جائیں گے، ان سے پناہ مانگیں گے اور کہیں گے کہ کاش ان کے اور ہمارے درمیان کوئی آڑ کھڑی کر دی جائے تاکہ یہ ہم تک نہ پہنچ سکیں۔ پھر وہ دیکھیں گے کہ اللہ تعالےٰ ان کے اعمال کی طرف متوجہ ہوگا جن کے بارے میں وہ بڑا گھمنڈ رکھتے تھے۔ چونکہ وہ اعمال ایمان اور اخلاص سے خالی ہوں گے، اس لئے وہ نیست و نابود کر دیئے جائیں گے اور ان لوگوں کو ان سے کچھ فائدہ نہیں پہنچے گا۔

(۳) سرکشوں اور کافروں کے برخلاف ایمان دار نیک عمل والوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ جنت میں ہوں گے جہاں ان کو ان کے پروردگار کی طرف سے ہر طرح کی نعمتیں عطا ہوں گی جن میں وہ نہایت عیش و آرام اور سکون و اطمینان سے رہیں گے۔

(۴) لکھا ہے کہ جب سب لوگ حشر کے میدان میں جمع ہو جائیں گے تو آسمان پھٹے گا اور اس میں سے ایک نورانی بادل سا نمودار ہوگا جس پر حق تعالےٰ کی خاص تجلی ہوگی اور جس کے اطراف بڑی کثرت سے فرشتے ہوں گے جو تسبیح کرتے ہوں گے۔ یہ حساب کتاب کا وقت ہوگا۔ اس وقت لوگوں پر یہ حقیقت آشکارا ہوگی کہ اللہ تعالےٰ ہی مالک اور حاکم ہے اور بادشاہی اسی کو سزاوار ہے۔ دنیا میں جو لوگ حکومت اور بادشاہی کے دعوے کیا کرتے تھے وہ سب جھوٹے تھے۔ یہ وقت کافروں اور سرکشوں پر بہت سخت ہوگا کیونکہ اس وقت ان کی ساری سرکشیاں اور بدعملیاں ان کے سامنے رکھ دی جائیں گی اور اس وقت ان کو عذاب الٰہی سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

(۱) مفسرین نے لکھا ہے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آنحضرتؐ کو ایک خاص محفل میں آنے کی دعوت دی۔ آپؐ نے فرمایا! "تم اسلام قبول کرو، میں دعوت قبول کرتا ہوں،" عقبہ نے کلمہ پڑھ لیا۔ اس واقعہ کی خبر عقبہ کے ایک بڑے گہرے دوست ابی بن خلف کو ہوئی۔ وہ عقبہ پر غصہ ہوا عقبہ نے کہا "میں نے محمدؐ کی خاطر یونہی کلمہ پڑھ لیا تھا" دل سے اسلام نہیں لایا تھا"۔
اس آیت میں اسی طرح کے آدمی کا حال بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے روز جب حقیقت حال معلوم ہوگی تو وہ سخت افسوس کرے گا، حسرت کے مارے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا کہ کاش میں دنیا میں اللہ کے رسولؐ کی بات سنتا اور فلاں دوست کے بہکانے میں نہ آتا جس نے مجھے نصیحت اور نیکی کے راستے سے روک دیا جس کی طرف رسول بلا رہے تھے۔ حقیقت میں یہ ساری شرارت شیطان کی ہے جو انسان کو بہکاتا ہے اور پھر مصیبت میں چھوڑ کر چل دیتا ہے۔

يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ
اے کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا میرے پاس نصیحت آنے کے بعد اس
الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ
(کمبخت) نے مجھ کو (اس سے) گمراہ کر دیا اور شیطان انسان کو وقت پر دغا دینے
خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا
والا ہے (۱) اور پیغمبر نے کہا اے میرے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو
هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ
(جو کہ واجب العمل ہے) بالکل چھوڑ رکھا ہے اور اسی طرح ہم نے مجرموں میں سے
عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾
ہر پیغمبر کے دشمن بنائے اور (اے پیغمبر) تمہارا پروردگار ہدایت دینے اور مدد کرنے کو کافی ہے (۲)
وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً
اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ
وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ
اتارا گیا (اے پیغمبر) اسی طرح (تدریجاً اس لئے نازل کیا) تاکہ اس سے تمہارے دل کو قوت دیں اور اسی لئے ہم نے اس کو
تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ
ٹھہر ٹھہر کر پڑھ سنایا (۳) اور یہ لوگ تمہارے پاس جو (اعتراض کی) بات لاتے ہیں تو ہم تمہارے پاس اس کا ٹھیک اور نہایت
تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾ ؕ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى
واضح جواب بھیج دیتے ہیں (یہ وہ لوگ ہیں) جو اپنے مونہوں کے بل دوزخ کی طرف جمع کئے
جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ
جائیں گے ان لوگوں کا ٹھکانا برا ہے اور یہ راستہ سے بہت بہکے ہوئے ہیں (۴) اور بلاشبہ

(۲) قریش، ضد اور جہالت سے آنحضرتؐ اور قرآن مجید کے ساتھ سرکشیاں اور گستاخیاں کرتے تھے۔ قریش کی جہالت اور قرآن مجید جیسی عظیم الشان کتاب کی ناقدری دیکھ کر آنحضرتؐ کا قلب مبارک بھر آیا اور اپنا درد دل بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا۔
آپؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے کہ کچھ لوگ پیغمبروں کی دشمنی اور مخالفت میں کھڑے ہوگئے اور دین کے کام میں رکاوٹیں ڈالنے لگے۔ تم اپنا کام کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور مدد پر بھروسہ رکھو۔ وہ ہدایت اور مدد کے لئے کافی ہے۔
واضح ہو کہ اس آیت سے مسلمانوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہیئے اور قرآن مجید کی طرف سے جو غفلت کر رہے ہیں اس سے ڈرنا چاہیئے۔
(۳) قریش کہتے تھے کہ اگر قرآن اللہ کی طرف سے ہے تو پھر پورا قرآن ایک مرتبہ نازل ہونا چاہیئے تھا جس طرح توراۃ حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی معلوم ہوتا ہے چونکہ محمدؐ ایک دم پورا قرآن نہیں بنا سکتے، اس لئے تھوڑا تھوڑا بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ مع
اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تھوڑا تھوڑا قرآن مجید نازل کرنے میں کئی مصلحتیں ہیں۔ ان میں سے ایک مصلحت یہ ہے کہ اس سے آنحضرتؐ کے قلب مبارک کو تسلی اور قوت حاصل ہوتی ہے۔
بار بار کلام الٰہی نازل ہونے سے اللہ تعالیٰ کے قرب اور معیت کا شعور بار بار تازہ ہوتا رہتا ہے، جو آنحضرتؐ کے قلب مبارک کی قوت کا اصلی سرچشمہ ہے۔
ع ۱۴
مخالفین نئے نئے اعتراضات پیش کرتے ہیں اور نئی نئی دشواریاں کھڑی کرتے ہیں، ہر وقت آیات اترتی ہیں جن سے آنحضرتؐ کو ہر ہر تائید اور قوت حاصل ہوتی ہے۔

(۴) جب قریش آنحضرتؐ یا قرآن مجید پر کوئی اعتراض کرتے یا آنحضرتؐ کی شان اقدس میں گستاخانہ مثال بیان کرتے تو غیرت حق جوش میں آتی، وحی الٰہی نازل ہوتی اور ان کی بیہودگیوں کا ٹھیک ٹھیک اور نہایت واضح جواب دیدیا جاتا۔
اگر آدمی ٹھنڈے دل سے غور کرے تو اس سے یقین پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ آپؐ کے ساتھ ہے اور ہر وقت آپؐ کی مدد فرما رہا ہے — ایسی قوی اور روشن دلیلوں کے باوجود بھی جو لوگ [illegible] بہکے ہوئے ہیں۔

اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ

ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) دی اور ان کے بھائی ہارون کو مددگار بنا کر ان کے

وَزِيْرًا ﴿٣٥﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

ساتھ کیا پھر حکم دیا کہ دونوں ان لوگوں کے پاس جاؤ جنھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا

بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿٣٦﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا

ہے (جب وہ لوگ سیدھے راستے پر نہ آئے) تو ہم نے ان کو بالکل ہلاک کر دیا اور نوح کی قوم نے بھی جب پیغمبروں

الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا

کو جھٹلایا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور لوگوں کے لئے نشانی بنا دیا اور ہم نے

لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٣٧﴾ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَاَصْحٰبَ

ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے اور عاد اور ثمود اور کنویں

الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿٣٨﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ

والوں کو اور ان کے درمیان بہت سی قوموں کو بھی (ہم نے ہلاک کر دیا) اور سب کے (سمجھانے کے) لئے ہم نے

الْاَمْثَالَ ؗ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ

مثالیں بیان کیں اور (نہ ماننے پر) ہم نے سب کو برباد کر دیا (۱) اور یہ (قریش) اس بستی پر بھی گزرے

الَّتِيْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ

ہیں جس پر بری طرح پتھر برسائے گئے تھے پس کیا انھوں نے اسے دیکھا نہیں (یقیناً دیکھا) لیکن

كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿٤٠﴾ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ

یہ لوگ تو (دوبارہ) اٹھنے کی امید ہی نہیں رکھتے (۲) اور (اے پیغمبر) جب یہ لوگ تمھیں دیکھتے ہیں تو تمھاری

اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿٤١﴾ اِنْ كَادَ

ہنسی اڑاتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) کیا یہی وہ شخص ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے اس شخص نے

(۱) ان آیتوں میں گزشتہ چند قوموں کے حالات قریش کو سنائے ہیں جو نافرمانی اور سرکشی کی پاداش میں تباہ کر دی گئیں۔

چنانچہ فرمایا کہ ہم نے موسیٰؑ کو کتاب یعنی تورات عطا فرمائی اور ان کے بھائی ہارون کو ان کا وزیر اور مددگار بنایا۔ ان دونوں کو فرعون اور اس کی قوم کے پاس نبی بنا کر بھیجا۔ فرعون ایسا تھا کہ وہ توحید کی ساری نشانیوں کو جھٹلا کر اور گزشتہ پیغمبروں کی ساری ہدایا کو پس پشت ڈال کر خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا تھا جب فرعون اور اس کی قوم نے حق کی نشانیوں کو جھٹلایا تو وہ سب کے سب تباہ کر دیئے گئے۔

اسی طرح جب نوحؑ کی قوم نے نوحؑ کو جھٹلایا تو گویا اس نے ہمارے سارے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ ہم نے ان سب کو ایک ہولناک طوفان میں غرق کر دیا اور ان کو ایک نشانی بنا دیا تاکہ لوگ ان سے عبرت حاصل کریں۔

یاد رکھو کہ ظالموں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اسی طرح ہم نے قوم عاد و ثمود کو اور کنویں والوں کو اور ان کے درمیان اور بہت سی قوموں کو تباہ کر دیا۔

پہلے ہم نے سب کو خوب سمجھایا لیکن جب انھوں نے سرکشی کی تو پاداش عمل میں سب کو تہس نہس کر دیا۔

(۲) یعنی قریش، قوم لوط کی بستیوں کے کھنڈروں پر بھی گزرتے ہیں جو ملک شام کے راستے میں پڑتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ یہ عبرت کی نگاہ سے ان کھنڈروں کو نہیں دیکھتے۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ زندگی کے انجام کی فکر ہی نہیں کرتے اور اس بات کا یقین ہی نہیں رکھتے کہ مرنے کے بعد پھر اٹھیں گے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دیں گے۔ اس وجہ سے یہ کسی واقعہ سے بھی عبرت اور نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

(۱) قریش آنحضرتؐ کے ساتھ نہایت گستاخی سے پیش آتے تھے کبھی آپ کا مذاق اڑاتے تھے۔ کہتے تھے "کیا یہی بزرگ ہیں جن کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے بستی میں بڑے بڑے رئیس موجود ہیں ان میں سے کوئی رسول بنایا جاتا تو ایک بات تھی ـــــ یقیناً یہ رسول تو نہیں ہیں مگر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان کی باتوں میں جادو کا سا اثر ہے۔ وہ تو ہم ہی تھے جو جمے رہے ورنہ انھوں نے تو ہم کو ہمارے معبودوں سے ہٹانے کے لئے اور ہم کو گمراہ کرنے کے لئے بڑا زور لگایا تھا" ـــــ اس بیہودہ بات کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ آج یہ کمبخت اپنے کو راہ راست پر اور ہمارے رسولؐ کو گمراہ بتاتے ہیں لیکن قیامت کے دن جب یہ عذاب الٰہی کو دیکھیں گے تو ان کو معلوم ہوگا کہ کون گمراہ تھا۔

لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ
توہم کو ہمارے معبودوں سے ہٹا ہی دیا ہوتا اگر ہم (مضبوطی سے) ان پر قائم نہ رہتے (اللہ تعالےٰ فرماتا ہے)
يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾
اور (مرنے کے بعد) جلد ہی ان کو معلوم ہو جائے گا جب عذاب دیکھیں گے کہ (سیدھے) راستے سے بھٹکا ہوا کون ہے (۱)
اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ
(اے پیغمبرؐ) کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے کیا تم اس کے ذمہ دار بن سکتے
وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ
ہو یا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں (ہرگز نہیں)
اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾ اَلَمْ تَرَ
یہ تو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں (۲) (اے مخاطب!)
اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ
کیا تم نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کو نہیں دیکھا کہ اس نے کس طرح سائے کو دراز کر دیا ہے۔ اگر وہ چاہتا تو اس کو ٹھہرا رکھتا
ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا
پھر ہم نے سورج کو اس کا رہنما بنایا پھر ہم نے اس کو آہستہ آہستہ
قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا
اپنی طرف سمیٹ لیا (۳) اور وہی تو ہے جس نے رات کو تمہارے لئے پردہ (کا وقت)
وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ
اور نیند کو آرام (کا ذریعہ) بنایا اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت ٹھہرایا (۴) اور وہی تو ہے جو باران رحمت
اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ
سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے (جو بارش کی) خوشخبری (دیتی ہیں) اور ہم آسمان سے

(۲) کافروں کی تنبیہ اور آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ ان لوگوں میں حق پرستی نہیں اور سچائی کی طلب نہیں۔ یہ نفس کے بندے ہیں اور خواہشات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ جدھر نفس لے جاتا ہے ادھر ہی اندھوں کی طرح دوڑے چلے جاتے ہیں۔

یوں تو یہ انسان نظر آتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ چوپائے ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔ چوپائے تو اپنے مالک کو پہچانتے ہیں اور اس کا حکم مانتے ہیں۔ یہ بدبخت اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے کی طرف جھکتے ہی نہیں، اور نہ اس کا حکم مانتے ہیں۔ ان بدبختوں نے دیکھنے، سننے اور سوچنے سمجھنے کی طاقتوں کو بیکار کر رکھا ہے اور اپنے نفع و نقصان کی بات کو بھی نہیں سمجھتے۔

ع ۴ | ۱ | ۲
ایسے لوگوں کے درست ہونے کی کیا امید ہو سکتی ہے اور ایسے لوگوں کو راہ راست پر لانے کی کون ذمہ داری لے سکتا ہے۔

(۳) ان چند آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کی نشانیوں اور اپنی نعمتوں کی طرف توجہ دلائی ہے جو ہر وقت انسان کے پیش نظر رہتی ہیں۔ اگر انسان ان نشانیوں اور نعمتوں پر ٹھنڈے دل سے غور کرے تو اللہ تعالےٰ کی ہستی اور توحید کا یقین دل میں پیدا ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمت سے سورج کو روشن بنایا اور اس کے نکلنے اور ڈوبنے کا نظام قائم فرمایا۔ جب سورج مشرق سے نکلتا ہے تو اس کی روشنی ہر چیز پر پڑتی ہے اور مقابل جہت میں اس کا سایہ بنتا ہے۔ صبح کے وقت سایہ لمبا ہوتا ہے۔ پھر جوں جوں سورج چڑھتا جاتا ہے اس کے مقابل سایہ گھٹتا جاتا ہے، یہاں تک کہ ٹھیک دوپہر کو ہر چیز کا سایہ اس کی جڑ میں آ لگتا ہے۔ پھر دوپہر کے بعد سایہ مخالف جہت میں بڑھتا ہے یہاں تک کہ شام کے وقت بالکل غائب ہو جاتا ہے۔

منزل ۴

دنیا کی زندگی کو بھی اسی طرح سمجھو کہ پہلے کچھ نہ تھا۔ اللہ تعالےٰ نے کائنات کو نور وجود بخشا۔ پھر جب دنیا کی مدت پوری ہو جائے گی تو اللہ تعالےٰ اس کو اپنی طرف سمیٹ لے گا۔ نیز اس بات پر بھی غور کرو کہ اگر اللہ تعالےٰ آفتاب رسالت کو ظاہر نہ فرماتا تو حق و صداقت کا راستہ کسی کو نظر نہ آتا ـــــ (۴) اللہ تعالےٰ نے رات اور دن کا نظام قائم کیا۔ رات میں دنیا پر تاریکی چھا جاتی ہے جس میں لوگ سوتے ہیں اور آرام لیتے ہیں اور دن میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور کاروبار کرتے ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالےٰ کی بڑی نعمت ہے۔

السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿٤٨﴾ لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا وَّ نُسْقِیَهٗ

پانی برساتے ہیں جو پاک کرنے والا ہے تاکہ ہم اس کے ذریعے سے مردہ زمین میں جان ڈالیں

مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّ اَنَاسِیَّ كَثِیْرًا ﴿٤٩﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ

اور اپنی مخلوق میں سے بہت سے چوپایوں اور آدمیوں کو اس پانی سے سیراب کریں (۱) اور ہم پانی کو (بقدر مصلحت) لوگوں کے

بَیْنَهُمْ لِیَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰۤی اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٥٠﴾ وَلَوْ

درمیان تقسیم کرتے ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں تو (چاہیئے تھا کہ اس کا حق ادا کرتے لیکن) اکثر لوگوں نے بغیر ناشکری کے نہ رہا (۲) اور

شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا ﴿٥١﴾ ۖ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ

(اے پیغمبر) اگر ہم چاہتے تو (تمہارے سوا) ہر بستی میں ایک ایک ڈرانے والا (پیغمبر) بھیج دیتے تو (اس نعمت کے شکر یہ میں) تم کافروں کا

وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِیْرًا ﴿٥٢﴾ وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ

کہنا مانو اور قرآن کے ذریعے زور و شور سے ان کا مقابلہ کرو (۳) اور وہی تو ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا

هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا

(جن میں سے) ایک کا پانی میٹھا ہے پیاس بجھانے والا اور دوسرے کا کھاری چھاتی جلانے والا اور دونوں کے درمیان

بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٥٣﴾ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ

ایک پردہ (رکھ دیا) اور مضبوط اوٹ بنا دی (۴) اور وہی تو ہے جس نے پانی (یعنی نطفے) سے

بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴿٥٤﴾ وَ

آدمی کو پیدا کیا پھر اس کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا اور تمہارا پروردگار ہر بات پر قادر ہے اور

یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُهُمْ وَلَا یَضُرُّهُمْ ؕ وَكَانَ

یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی پرستش کرتے ہیں جو ان کو نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان اور

الْكَافِرُ عَلٰی رَبِّهٖ ظَهِیْرًا ﴿٥٥﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ

کافر اپنے پروردگار کا مخالف ہے (۵) اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم کو خوشخبری سنانے والا اور

(۱) اللہ تعالیٰ نے بارش کا نظام قائم فرمایا کہ پہلے موسمی ہوائیں چلتی ہیں جو بارش کی خوشخبری لاتی ہیں پھر پانی برستا ہے جو خود بھی پاک وصاف ہوتا ہے اور دوسری چیزوں کو بھی پاک وصاف کرتا ہے۔ بارش کے پانی سے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے اور اس پر کھیت اور باغ لہلہانے لگتے ہیں۔ نیز بارش سے تالابوں اور کنوؤں میں پانی جمع ہوتا ہے جس کو جانور اور آدمی پیتے ہیں اور کام میں لاتے ہیں۔

(۲) نیز اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام فرمایا ہے کہ بارش ہر جگہ اور ہر ملک میں یکساں طور پر نہیں ہوتی۔ کہیں کم، کہیں زیادہ، کہیں جلد، کہیں دیر سے پانی برستا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکیم اور قادر ہے۔ اس نے بڑی حکمت سے پانی کی تقسیم کا انتظام فرمایا ہے کہ ہر جگہ کی ضرورت کے لائق مناسب وقت پر اور مناسب مقدار میں بارش ہوتی ہے۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ لوگ قدرت کے ان انتظامات سے نصیحت حاصل کرتے، اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہوتے اور اس کے پیغام کو مانتے۔ لیکن افسوس کہ بہت سے لوگوں نے ناشکری اور انکار پر کمر باندھ رکھی ہے۔

واضح ہو کہ بعض مفسرین نے "صَرَّفْنٰهُ" کی ضمیر کا مرجع قرآن مجید کو قرار دے کر آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے:۔ "اور بلاشبہ ہم نے اس (قرآن کی آیتوں) کو طرح طرح سے ان لوگوں میں بیان کیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔"

(۳) آنحضرت ؐ کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو آج بھی ہر بستی میں ایک ایک پیغمبر بھیجتے لیکن حکمت و مصلحت اسی میں ہے کہ ساری دنیا ایک ہی آفتابِ رسالت سے روشنی حاصل کرے۔

اسی لئے ہم نے پیغمبر آخر الزماں کو حکم دیا کہ لوگوں کی دشمنی اور مخالفت کی پروا نہ کرو اور قرآن کی ہدایات سے مدد لے کر پوری قوت اور ہمت کے ساتھ مخالفوں کا مقابلہ کرو اور ساری دنیا کو قرآن کی تعلیم پہنچا دو۔

(۴) مفسرین نے کئی طرح اس آیت کی توجیہ کی ہے۔ مولانا تھانوی ؒ تحریر فرماتے ہیں:۔ "مراد ان دو دریاؤں سے وہ مواقع ہیں جہاں شیریں ندیاں اور نہریں بہتے بہتے سمندر میں آگرتی ہیں۔ وہاں باوجود اس کے کہ اوپر سے دونوں کا سطح ایک معلوم ہوتا ہے لیکن قدرت الٰہیہ سے ان میں ایک ایسی حد فاصل ہے کہ ملتقی (ملنے کی جگہ) کے ایک جانب سے پانی لیا جائے تو شیریں اور دوسری جانب سے جو کہ جانب اول سے بالکل قریب ہے، پانی لیا جائے تو تلخ۔ چنانچہ بنگال میں بھی ایسا موقع موجود ہے۔ کما فی الحاشیہ۔"

(۵) اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ اس نے حقیر پانی کے ایک قطرے سے کیسا قوی اور خوبصورت انسان بنا کر کھڑا کر دیا۔ پھر شادی بیاہ کا رشتہ قائم کر کے نسب اور نسل کا سلسلہ چلایا۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی بڑی قدرت معلوم ہوتی ہے اور یہ صورتِ حال انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت بھی ہے لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ ایسی بڑی قدرت و نعمت والے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسے معبودوں کو پوجتے ہیں جو ان کو نہ کچھ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ کچھ نقصان۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ وہ راہ راست پر آئیں گے۔

(۱) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اگر لوگ ایمان نہ لائیں تو زیادہ فکر مت کرو تمہارا کام تو یہ ہے کہ ایمان لانے والوں کو جنت کی خوشخبری سنا دو اور انکار کرنے والوں کو بدعملی کے نتائج سے آگاہ کر دو۔ نیز اعلان کر دو کہ میں تبلیغ کے کام پر تم سے کچھ اجرت یا انعام نہیں چاہتا۔ میری سب سے بڑی آرزو اور کامیابی یہ ہے کہ لوگ میرے پیغام کو قبول کر کے اپنے پروردگار کے بتائے ہوئے راستے کو اختیار کریں۔

(۲) آنحضرتؐ کی شان عبدیت اور محبوبیت کو ظاہر کرنے کے لئے آپؐ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم تبلیغ کا کام کرتے رہو اور اس حیّ قیوم پر بھروسہ رکھو جس کو کبھی فنا نہیں۔ اور اسی کی تسبیح، حمد و ثنا کرتے رہو۔

نَذِيرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ

ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے (لوگو! آپ) کہہ دیں کہ میں تم سے اس (تبلیغ کے کام) پر کچھ اجرت نہیں مانگتا ہاں جو شخص چاہے

اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ

اپنے پروردگار کی طرف (جانے کا) راستہ اختیار کرے (۱) اور اس (اللہ) زندہ پر بھروسہ رکھو جو

لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۭ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَا ﴿۵۸﴾

کبھی نہیں مرے گا اور اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح (پاکی بیان) کرو اور وہ (اللہ) اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی طور پر خبردار ہے (۲)

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ

وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں

اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ

پیدا کیا پھر وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا وہ رحمٰن (بڑا مہربان) ہے اس کی شان کسی جاننے

خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا

والے سے پوچھو (۳) اور جب ان (کافروں) سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو (تو) کہتے ہیں اور

الرَّحْمٰنُ ۤ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾ السجدۃ تَبٰرَكَ

رحمٰن کیا ہے کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کو سجدہ کرنے کے لئے تم ہم کو حکم دیتے ہو (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اور اسی بات سے اور زیادہ بدکتے ہیں (۴) بہت بابرکت

الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ

وہ (اللہ) جس نے آسمانوں میں برج (یعنی بڑے بڑے ستارے) بنائے اور اس میں ایک چراغ (یعنی آفتاب) اور

قَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً

نورانی چاند بنایا اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا

لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ

(اور یہ دلائل) اس شخص کے لئے (ہیں) جو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہے (۵) اور (خدائے) رحمٰن کے (خاص) بندے

جو لوگ تمہاری مخالفت کر رہے ہیں ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو۔ وہ اپنے بندوں کی بدعملیوں سے باخبر ہے۔ وقت آنے پر ان کو سمجھ لے گا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہی ساری کائنات کا مالک و حاکم ہے۔ اس نے ساری کائنات کو چھ دن یا چھ ہزار سال میں کمال حکمت سے پیدا کیا۔ عرش پر جلوہ فرما ہے اور ساری کائنات اس کے زیر اقتدار ہے۔

مع

وہ رحمٰن ہے اور اس کی بڑی شان ہے۔ اس کی شان تو کسی جاننے والے ہی سے پوچھنا چاہیے یعنی لوگوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی شان کی بابت آنحضرتؐ سے پوچھیں، کیونکہ وہی اللہ تعالیٰ کی شان کے سب سے بڑے جاننے والے ہیں اور عرفان حق کے سب سے بڑھ کر راز دار ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک اسم مبارک رحمٰن بھی ہے۔ روح المعانی میں لکھا ہے کہ یا تو یہ بات تھی کہ عربوں میں یہ اسم مبارک زیادہ مشہور نہ تھا یا یہ جان بوجھ کر قریش اس سے لاعلمی ظاہر کرتے تھے۔

ع ۱۶ ۴ — السجدۃ ۷

بہرحال قریش کی سرکشی اور گستاخی اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ جب آنحضرتؐ ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کو 'رحمٰن' کے نام سے یاد فرماتے اور ان سے کہتے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو بے حیائی سے پوچھتے کہ 'رحمٰن' کون ہے؟ کیا ہم ایسے بیوقوف ہیں کہ بے جانے بوجھے محض تمہارے کہنے سے سر جھکا دیں۔

چاہیے تو یہ تھا کہ اسم مبارک 'رحمٰن' سنتے ہی جوش بندگی سے ان کی گردنیں جھک جاتیں لیکن افسوس کہ ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ان کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں اور وہ رحمٰن کا نام سن کر اور زیادہ نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔

(۵) قریش کے انکار کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی بڑی شان ہے اور اس کی رحمت کا فیض عام ہے۔ وہی تو ہے جس نے بڑے بڑے روشن ستارے بنائے اور ان میں سورج اور چاند کو زیادہ روشن کیا جن سے دنیا والوں کو بہت سے فائدے پہنچتے ہیں — اور وہی ہے جس نے رات اور دن کا نظام اس طرح قائم کیا کہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے جاتے رہتے ہیں۔ اس نظام میں لوگوں کے لئے بڑی آسانی ہے کہ دن میں کام کاج کرتے ہیں اور رات میں آرام لیتے ہیں — لیکن یہ بیانات ضدی اور سرکش لوگوں پر کچھ اثر نہیں کرتے۔ ان سے تو وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جن کے دلوں میں نصیحت پذیری اور شکر گزاری کے جذبات موجزن ہوتے ہیں۔ حقیقت میں ایسے ہی لوگ خدائے رحمٰن کے پیارے بندے ہیں جن کے اوصاف بعد کی آیتوں میں بیان کئے گئے ہیں۔

منزل ۴

الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ

وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے جاہلانہ

الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝٦٣ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ

گفتگو کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ سلام (۱) اور جو راتوں کو اپنے پروردگار کے آگے

سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝٦٤ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا

سجدہ اور قیام (یعنی نماز) میں گزارتے ہیں (۲) اور جو یوں دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم سے

عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝٦٥ اِنَّهَا سَآءَتْ

دوزخ کے عذاب کو دور رکھ بلاشبہ اس کا عذاب (نافرمانوں کے لئے) لازم ہو جانے والا ہے اور بلاشبہ دوزخ برا

مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝٦٦ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا

ٹھکانا اور برا مقام ہے (۳) اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں

وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝٦٧ وَالَّذِيْنَ لَا

اور نہ تنگی کرتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ (نہ ضرورت سے زیادہ اور نہ کم) (۴) اور جو اللہ کے ساتھ کسی

يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ

دوسرے معبود کو (حاجت روائی کے لئے) نہیں پکارتے اور جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام فرمایا ہے اس کو

حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ

قتل نہیں کرتے مگر حق پر اور جو بدکاری نہیں کرتے اور جو ایسے کام کرے گا تو سخت سزا

اَثَامًا ۝٦٨ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ

پائے گا کہ قیامت کے دن اس کو دونا عذاب ہوگا اور اس عذاب میں ہمیشہ

فِيْهٖ مُهَانًا ۝٦٩ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا

ذلیل (و خوار) رہے گا مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک کام کرے

(۱) ذیل کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے نیک اور اچھے بندوں کے چند اوصاف بیان کئے ہیں تاکہ دوسرے لوگ ان اوصاف کو اختیار کر کے اچھے آدمی بن جائیں۔

نیک لوگوں کو اپنی بندگی کا پورا پورا احساس ہوتا ہے اس لئے ان میں غرور اور تکبر نہیں ہوتا بلکہ تواضع، فروتنی اور خاکساری کا ایک خاص رنگ ان کے سارے اعمال و افعال پر چھایا ہوا رہتا ہے۔ اس کا اثر ان کی چال ڈھال پر بھی پڑتا ہے۔ اسی طرح ان کی باتوں میں بھی سختی نہیں ہوتی چنانچہ اگر کوئی شخص جہالت اور بدتمیزی سے ان کے ساتھ پیش آئے تو سختی سے اس کا جواب نہیں دیتے اور لڑائی جھگڑا نہیں نکالتے بلکہ کوئی نرم بات کہہ کر اور دور ہی سے سلام کر کے چل دیتے ہیں۔

(۲) رات کے وقت جب کہ بہت سے لوگ میٹھی نیند کے مزے لوٹتے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ گناہوں اور بیہودہ کاموں میں غرق ہوتے ہیں تو اللہ کے بندے نماز میں مشغول رہتے ہیں یعنی تہجد کی نماز پڑھتے ہیں اور پچھلی رات میں ذکر الٰہی کرتے ہیں۔

(۳) وہ لوگ عبادت اور نیکیاں کرنے کے بعد بھی بے فکر نہیں ہوتے۔ وہ جانتے ہیں کہ شیطان انسان کا بڑا سخت دشمن ہے اور وہ انسان کو ایسے کاموں کے کرنے پر اکساتا رہتا ہے جو دوزخ میں لے جانے والے ہیں جو بہت بری جگہ ہے اور جس کا عذاب نہایت تکلیف دینے والا ہے چنانچہ وہ نفس کو قابو میں رکھنے کے لئے دوزخ کے عذاب کو پیش نظر رکھتے ہیں اور اس سے محفوظ رہنے کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں ایک صفت یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ نہ فضول خرچ ہوتے ہیں اور نہ کنجوس بلکہ سوچ سمجھ کر آمدنی اور خرچ کا مناسب طریقے سے انتظام کرتے ہیں اور ایک درمیانی راستہ اختیار کرتے ہیں جس میں نہ فضول خرچی ہوتی ہے اور نہ کنجوسی۔

واضح ہو کہ اسلامی نقطۂ نظر سے ناجائز کاموں میں روپیہ خرچ کرنا یقیناً اسراف ہے۔ اس کے علاوہ نام و نمود کی خاطر رسم و رواج کی معمولی معمولی باتوں میں حیثیت سے زیادہ مال و دولت لٹانا بھی اسراف اور تباہی کا باعث ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ
تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ
(اور) مہربان ہے (۱) اور جو کوئی توبہ کرے اور نیک کام کرے تو بلاشبہ وہ اللہ کی طرف
اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا
رجوع کرتا ہے (۲) اور اللہ کے خاص بندے وہ ہیں جو جھوٹے کاموں میں شریک نہیں ہوتے اور جب اتفاقاً بیہودہ
بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ
مشغلوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو سنجیدگی کے ساتھ گزر جاتے ہیں (۳) اور وہ لوگ کہ جب ان کو اپنے پروردگار کی آیتیں سنا کر نصیحت کی جاتی ہے
لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ
تو اندھے بہرے ہو کر ان پر نہیں گرتے (بلکہ دل لگا کر سنتے ہیں اور نصیحت حاصل کرتے ہیں) (۴) اور وہ جو دعا مانگتے ہیں کہ اے
رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ
ہمارے پروردگار! تم کو ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما
اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ
اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا (۵) ایسے لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے (جنت کے)
بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿۷۵﴾ خٰلِدِيْنَ
بالاخانے دیئے جائیں گے اور وہاں ان کو (فرشتوں کے ذریعے) دعا اور سلام پہنچے گا وہ اس میں ہمیشہ
فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ
رہیں گے وہ بہت اچھا ٹھکانا اور بہت اچھا مقام ہے (۶) (اے پیغمبر!ان سے) کہہ دو کہ میرا پروردگار تمہاری
لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾ ع
کچھ پروا نہیں کرتا اگر تم اس کو نہ پکارو تم نے اس کے کلام کو جھٹلایا ہے تو عنقریب جھٹلانا تمہارے لئے وبال (جان) ہوگا (۷)

(۱) شرک سب سے بڑا گناہ ہے اور اس کی وجہ سے آدمی رحمت حق سے بہت دور ہو جاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے شرک نہیں کرتے۔ نہ وہ بدکاری کرتے ہیں اور نہ ناحق کسی کی جان لیتے ہیں البتہ جن حالات میں شریعت اجازت دیتی ہے ان میں کسی کی جان لینا روا رکھتے ہیں۔ چونکہ شرک کا ذکر آیا تھا اس مناسبت سے اس سے نفرت دلانے کے لئے اس کی ہولناک سزا کا ذکر فرمایا کہ جو شخص شرک، بدکاری اور ناحق قتل کرے تو اس کو سخت عذاب بھگتنا پڑے گا اور اس کے لئے دم بدم عذاب زیادہ ہوتا رہے گا جس میں وہ ہمیشہ پڑا رہے گا۔ مگر لوگوں کو رحمت حق سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ اگر کوئی شخص شرک سے توبہ کرے اور ایمان لا کر نیک عمل کی راہ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔
بعض مفسرین نے برائیوں کو نیکیوں سے بدلنے کا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے گزشتہ زمانے کے سارے گناہ معاف فرما دے گا اور آئندہ کے لئے توفیق عطا فرمائے گا کہ وہ نیک عمل کرتے رہیں گے جو ان کے اعمالنامہ میں لکھے جائیں گے۔

(۲) یعنی ایمان والوں کو بے فکر نہ رہنا چاہیئے۔ ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ آدمی حق تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے لیکن اگر کوئی لغزش ہو جائے تو فوراً توبہ کرنی چاہیئے اور برائی کو چھوڑ کر نیکی اختیار کرنا چاہیئے۔ اگر توبہ میں اخلاص اور صداقت ہے تو پھر توبہ کرنے والے کو امید رکھنی چاہیئے کہ بارگاہ الٰہی میں اس کی توبہ کو حسن قبول حاصل ہوگا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے نیک بندے صداقت پرست ہوتے ہیں اس لئے وہ نہ جھوٹ بولتے ہیں نہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں اور نہ کسی کے ساتھ مکر و فریب کرتے ہیں۔ نیز وہ فضول اور لغو مشغلوں میں حصہ نہیں لیتے۔ اگر اتفاقاً کوئی ایسی بات پیش آجاتی ہے تو اس میں شریک نہیں ہوتے بلکہ وہاں سے متانت اور سنجیدگی کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔

(۴) یعنی جب ان کو قرآن مجید کی آیتیں سنا کر اور قدرت الٰہی کی نشانیوں کی طرف توجہ دلا کر نصیحت کی جاتی ہے تو وہ مشرکوں کی طرح گم سم نہیں کھڑے رہتے بلکہ پوری توجہ کے ساتھ ان چیزوں پر غور و فکر کرتے ہیں اور ان سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

(۵) یعنی اللہ کے نیک بندوں کی یہ کوشش رہتی ہے کہ ان کے اہل و عیال بھی نیک اور دیندار بن جائیں۔ چنانچہ وہ اس بات کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے ہیں۔
ع ۶
نیز ان کو اپنی ترقی کی بھی فکر لگی رہتی ہے۔ وہ کوشش کرتے ہیں کہ ان کی زندگی دوسروں کے لئے نمونہ ہو اور وہ پرہیزگاروں کے پیشوا بن جائیں۔

(٦) جو لوگ مذکورہ صفات سے متصف ہوں گے اور نیکی اور پرہیزگاری کی راہ پر اپنے کو ثابت قدم رکھیں گے ان کو اللہ تعالیٰ جنت میں بلند درجے اور عالیشان محل عطا فرمائے گا۔ ان کی عزت افزائی کے لئے فرشتے ان کے پاس آئیں گے ان کو سلام کریں گے اور دعائیں دیں گے۔ (۷) سورت کے آخر میں آنحضرت کو حکم دیا کہ قریش کو آگاہ کر دو کہ تمہاری ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا۔ لیکن اگر تم اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہ ہو ایمان نہ لاؤ اور اس کی عبادت نہ کرو تو پھر یاد رکھو کہ اس کو تمہاری کچھ پروا نہیں ہے۔ تم جب تمہارے طرز عمل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ تم نے پیغام حق کو جھٹلا دیا تو اب یاد رکھو کہ عذاب لازم ہو گیا۔ عنقریب تم پر دنیا میں بعنی جنگ کی صورت میں عذاب آئے گا۔ پھر آخرت میں دوزخ کا عذاب ہوگا جس سے کوئی تم کو نہیں بچا سکے گا۔

سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ مَكِّيَّةٌ (٢٦)

سورۂ شعراء مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

طٰسٓمٓ ۞ ١ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞ ٢ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ

طسم یہ واضح کتاب (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں (اے پیغمبر!) شاید تم اپنی جان

نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۞ ٣ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ

ہلاک کر دو گے اس وجہ سے کہ لوگ ایمان نہیں لاتے اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے

مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۞ ٤

ایک بڑی نشانی نازل کر دیں پھر ان کی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں (١)

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ

اور ان کے پاس (خدائے) رحمٰن کی کوئی نئی نصیحت نہیں آتی مگر یہ اس سے

مُعْرِضِيْنَ ۞ ٥ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ

اعراض کرتے ہیں (٢) پس انھوں نے (دین حق کو) جھٹلایا ہے تو عنقریب ان کو اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی

يَسْتَهْزِءُوْنَ ۞ ٦ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا

جس کی یہ ہنسی اڑاتے تھے (٣) کیا انھوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں کس قدر

فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۞ ٧ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا

عمدہ عمدہ قسم کی بوٹیاں اگائی ہیں بلاشبہ اس میں ایک بڑی نشانی ہے مگر

كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۞ ٨ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ

ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں اور بلاشبہ تمہارا پروردگار ہی غالب

(١) آنحضرتؐ کا قلب مبارک انسانیت کی ہمدردی اور خیر خواہی سے پُر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ لوگوں کی گمراہی اور ان کے دین و اخلاق کی بربادی دیکھ کر آپؐ کو سخت دکھ ہوتا تھا۔

چنانچہ آپؐ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اس بات کا زیادہ غم نہ کرو۔ دیکھو! اگر ہم چاہیں تو تمہاری خاطر سے ان بدبختوں پر کوئی ایسی آفت نازل کر دیں جس کے آگے ان کی گردنیں جھک جائیں اور یہ ماننے پر مجبور ہو جائیں۔

لیکن ہم نے ان کو ڈھیل دے رکھی ہے کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ یہ خود ہی سوچ سمجھ کر اپنے اختیار سے ایمان لائیں اور دین حق قبول کر کے دنیا اور آخرت کو کامیاب بنائیں۔

(٢) ان بدبختوں کا حال تو یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کی ہدایت کے لئے تازہ بہ تازہ آیتیں نازل فرماتا ہے تو یہ ان کو دھیان سے سنتے نہیں بلکہ ان سے منہ پھیر کر چل دیتے ہیں۔ ایسے سرکشوں کے لئے دل دکھانے سے کیا حاصل؟

(٣) یہ بدبخت تو ایسے سرکش ہیں کہ کلام الٰہی کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس کو جھوٹا بتاتے ہیں۔ اگر انھوں نے اپنا رویہ نہ بدلا تو یاد رکھیں کہ عنقریب عذاب آئے گا اور اسی وقت ان کو اس بات کی حقیقت معلوم ہو گی کہ کلام الٰہی کو جھٹلانا اور اس کا مذاق اڑانا کیسا ہوتا ہے؟

الرَّحِيْمُ ۝٩ وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ
(اور) مہربان ہے (۱) اور (وہ وقت یاد کرو) جبکہ تمہارے پروردگار نے موسیٰ کو پکارا (اور حکم دیا) کہ ظالم قوم
الظّٰلِمِيْنَ ۝١٠ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ۝١١ قَالَ رَبِّ
کے پاس جاؤ یعنی فرعون کی قوم کے پاس (جاؤ) کیا وہ (ہمارے غضب سے) ڈرتے نہیں موسیٰ نے کہا اے میرے پروردگار!
اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝١٢ؕ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا
میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے اور میرا دل تنگ ہوتا ہے اور میری
يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ۝١٣ وَلَهُمْ عَلَيَّ
زبان رکتی ہے تو ہارون کے پاس حکم بھیج (کہ وہ میرا ساتھ دیں) اور میرے ذمے ان کا ایک
ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝١٤ۚ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا
جرم بھی ہے تو مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ مجھے مار ہی ڈالیں گے (۲) ارشاد ہوا ہرگز نہیں تم دونوں ہماری
بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ۝١٥ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ
نشانیاں لے کر جاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں (اور سب کچھ) سنتے ہیں تو تم فرعون کے پاس جاؤ اور کہو کہ
اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١٦ۙ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ
ہم سارے جہان کے پروردگار کے رسول ہیں (اور ہمارا مطالبہ یہ ہے) کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ
اِسْرَاۗءِيْلَ ۝١٧ؕ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ
بھیج دو (۳) فرعون نے کہا کیا ہم نے تم کو بچپن میں نہیں پالا اور تم نے
فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ۝١٨ۙ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ
برسوں ہمارے ہاں عمر بسر (نہیں) کی اور تم نے وہ کام کیا جو کیا (یعنی قبطی کو
فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝١٩ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا
قتل کیا) اور تم بڑے ناشکرے ہو (۴) موسیٰ نے کہا ہاں وہ حرکت مجھ سے ناگہاں سرزد ہو گئی اور میں

منزل ۵

(۱) یہ لوگ ایسے بدبخت ہیں کہ ضد اور عداوت کے مارے انھوں نے قدرت کی ان نشانیوں سے بھی آنکھیں بند کر رکھی ہیں جن پر عقل وخرد اس کی شہادت موجود ہے۔ اگر یہ دیکھتے اور غور کرتے کہ بے جان مٹی سے کیسی عجیب وغریب اور رنگ برنگ کی جڑی بوٹیاں اگتی ہیں، تو یقیناً یہ بات ان کی سمجھ میں آتی کہ بیشک کائنات کا کوئی پروردگار ہے اور وہ صفات اور کمالات میں یکتا ہے۔

ع ۱ ۹ د

لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ قدرت کی نشانیوں پر غور ہی نہیں کرتے اور محض ہٹ دھرمی سے ایمان نہیں لاتے۔ ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ بڑی قدرت والا اور غالب ہے اگر چاہے تو ایک لمحے میں ان کو ہلاک کر ڈالے لیکن وہ رحیم بھی ہے اس لئے ان بدبختوں کو ڈھیل دے رکھی ہے جس پر ان کو مغرور نہیں ہونا چاہیئے۔

(۲) منکروں اور سرکشوں کی تنبیہ کے لئے آئندہ رکوعوں میں چند سرکش قوموں کے حالات بیان فرماتے ہیں جو سرکشی کی پاداش میں ہلاک کر دی گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو پیغمبر بنایا اور ان کو حکم دیا کہ فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ جنھوں نے ظلم اور فساد پر کمر باندھ رکھی ہے۔ دیکھو! وہ دولت کے نشے میں ایسے مست ہیں کہ عذاب الٰہی سے نہیں ڈرتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ فرعون بڑا مغرور بادشاہ ہے اور وہ خود خدائی کا دعویدار ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ سے فرعون کی قوم کا ایک آدمی مر گیا تھا۔ اس وجہ سے بھی وہ فرعون کے سامنے جاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ ایک بات یہ بھی تھی کہ ان کی زبان میں لکنت تھی اور وہ گفتگو صاف نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے انھوں نے اپنے بڑے بھائی حضرت ہارونؑ کی پیغمبری کے لئے بارگاہ الٰہی میں درخواست کی۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی درخواست منظور فرمائی اور ان کا خوف دور کرنے کے لئے اپنی معیت اور تائید کا یقین دلایا۔

چنانچہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ فرعون کے پاس پہنچے اور کہا کہ پروردگار عالم نے ہم کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو غلامی سے آزاد کرو اور ان کو ہمارے ساتھ بھیج دو۔

(۴) حضرت موسیٰؑ نے بچپن میں فرعون کے محل میں پرورش پائی تھی۔ اس واقعہ کی تفصیل سورہ طٰہٰ کے رکوع ۲ کے حاشیہ پر گزر چکی ہے۔ پھر جوانی میں حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ سے ایک قبطی مر گیا تھا۔ فرعون نے حقارت کی نظر سے ان دونوں واقعوں کا ذکر کیا۔ گویا اس نے کہا کہ تم میرے مقابلے میں ایک حقیر آدمی ہو۔ اس لئے کہ میرے پروردہ ہو۔ پھر یہ کہ تم مجرم ہو۔ میرے احسانات کو بھول گئے اور آج میرے سامنے پیغمبری کا دعویٰ کرتے ہو اور بنی اسرائیل کو آزاد کرنے کا مجھ سے مطالبہ کرتے ہو۔ تمہاری حیثیت دیکھو اور یہ دعویٰ دیکھو!

مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿٢٠﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ
غلطی ہو گئی تھی پھر جب مجھے تم سے ڈر لگا تو میں تمھارے ہاں سے بھاگ گیا پھر
لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢١﴾ وَتِلْكَ
اللہ نے مجھے حکم بخشا اور مجھے پیغمبروں میں شامل کیا اور (اے فرعون کیا)
نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٢٢﴾ قَالَ
یہی نعمت ہے جس کا تو مجھ پر بڑا احسان رکھتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے (١) فرعون نے
فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ
کہا اور رب العالمین کیا ہے؟ موسیٰ نے کہا کہ وہ آسمانوں اور زمین
وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿٢٤﴾ قَالَ لِمَنْ
اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا پروردگار ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو (تو یہ پتہ کافی ہے) اس پر فرعون نے اپنے اطراف
حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ
بیٹھے ہوئے درباریوں سے کہا کیا تم سنتے نہیں (٢) موسیٰ نے کہا کہ وہ تمھارا اور تمھارے اگلے باپ داداؤں کا
الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٦﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ
پروردگار ہے فرعون نے کہا کہ بلاشبہ یہ پیغمبر جو تمھاری طرف بھیجا گیا ہے
لَمَجْنُوْنٌ ﴿٢٧﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ
دیوانہ ہے (٣) موسیٰ نے کہا کہ وہ مشرق و مغرب اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کا پروردگار ہے
اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالَ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ
اگر تم عقل رکھتے ہو (تو اس کو مان لو) فرعون نے کہا کہ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا
لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿٢٩﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ
تو میں تمھیں قید کردوں گا (٤) موسیٰ نے کہا کہ اگرچہ میں تیرے پاس کوئی روشن دلیل لاؤں

(١) حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو جواب دیا کہ میں نے قبطی کو قصداً نہیں مارا تھا۔ غلطی سے مر گیا تھا جو قابل معافی ہے۔ اور بیشک اس وقت مجھ کو تم لوگوں سے خوف ہوا تھا اسی لئے میں تمھارے ملک سے بھاگ گیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل کیا اور مجھ کو پیغمبر بنا کر تمھارے پاس بھیجا۔ غور سے دیکھو تو یہ صورت حال تو میری سچائی کی دلیل ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی تائید نہ ہوتی تو میں کس طرح بے خوف ہو کر تمھارے سامنے حاضر ہو سکتا تھا۔

اور وہ جو تم نے میری پرورش کا ذکر کیا، اس کے ساتھ ذرا اس بات پر بھی تو غور کرو کہ تم نے ساری قوم بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے اور تمھارے حکم سے بنی اسرائیل کے ہزاروں بچے قتل کر دیئے گئے۔

(٢) فرعون حضرت موسیٰؑ کی کھری کھری باتوں سے شرمایا اور بات کاٹ کر اس نے 'رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ' کے بارے میں سوال کیا۔

حضرت موسیٰؑ نے جواب میں 'رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ' کی تھوڑی سی وضاحت کی اور اس طرح فرعون کو اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کی طرف توجہ دلائی جس سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کا یقین پیدا ہو سکتا ہے۔

لیکن فرعون نے حضرت موسیٰؑ کا مذاق اڑایا اور اپنے درباریوں سے کہا سنتے ہو، کیسا مہمل جواب ہے؟

(٣) حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اس کی ربوبیت کو تم اپنی پرورش میں اور اپنے باپ دادا کی پرورش میں بھی محسوس کر سکتے ہو۔

فرعون نے حضرت موسیٰؑ کی بات ٹالنے کے لئے پھر اپنے درباریوں سے کہا کہ یہ شخص تو کوئی دیوانہ معلوم ہوتا ہے کہ مہمل جواب دیتا ہے اور ایک ہی بات کو بار بار کہے جاتا ہے۔

(٤) حضرت موسیٰؑ نے کائنات میں ربوبیت کے خاص مظاہر یعنی مشرق و مغرب کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ اگر غور کرو اور عقل سے کام لو تو یہ باتیں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کے لئے کافی ہیں۔

اس پر فرعون جھلا گیا اور گفتگو بند کر کے حضرت موسیٰؑ کو دھمکانے لگا کہ اگر میرے سوا کسی اور پروردگار کا نام لیا تو یاد رکھنا جیل میں سڑا دوں گا۔

مُّبِيْنٍ ﴿٣٠﴾ قَالَ فَأْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٣١﴾
(تب بھی مانے گا) فرعون نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو وہ دلیل پیش کرو

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿٣٢﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ
تب موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈالدی تو اچانک وہ ایک نمایاں اژدھا بن گیا پھر انھوں نے اپنا ہاتھ باہر نکالا

فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿٣٣﴾ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ
تو وہ اچانک دیکھنے والوں کے لئے چمکتا ہوا ہو گیا (۱) فرعون نے اپنے اطراف بیٹھے ہوئے سرداروں سے کہا

هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿٣٤﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ
یہ تو بڑا جادوگر ہے چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمھارے ملک سے

بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ
نکالدے تو تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ درباریوں نے کہا کہ آپ اس کو اور اس کے بھائی کو کچھ مہلت دیجئے

فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿٣٦﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿٣٧﴾
اور شہروں میں نقیبوں کو بھیجد یجئے تاکہ وہ سب ماہر جادوگروں کو جمع کر کے آپ کے پاس لائیں (۲)

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٣٨﴾ وَّقِيْلَ
غرض جادوگر ایک مقررہ دن کے خاص وقت پر جمع ہوئے اور لوگوں سے

لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿٣٩﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ
کہا گیا کہ کیا تم جمع ہو گے؟ (یعنی جمع ہو جاؤ) تاکہ ہم جادوگروں کی پیروی کریں

اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿٤٠﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا
اگر وہ غالب رہیں (۳) پھر جب جادوگر آئے تو انھوں نے

لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿٤١﴾
فرعون سے کہا کہ اگر ہم موسیٰ پر غالب آگئے تو کیا ہم کو کوئی بڑا صلہ ملے گا

(۱) پھر حضرت موسیٰؑ نے فرعون اور اس کے درباریوں کو معجزے دکھائے۔ جونہی انھوں نے لاٹھی زمین پر ڈالی ایک اژدہا دوڑنے لگا۔ پھر انھوں نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ خوب چمک رہا ہے۔

ع ۲

(۲) ان معجزوں کو دیکھ کر سب حیرت میں پڑ گئے لیکن فرعون نے درباریوں کو بہکانے کے لئے حضرت موسیٰؑ پر جادوگر ہونے کا الزام لگایا اور کہا کہ یہ شخص اپنے جادو کے زور سے تم کو ملک سے نکالنا چاہتا ہے۔ اب بتاؤ تمھارا کیا مشورہ ہے؟

درباریوں نے یہ مشورہ دیا کہ اس کو اور اس کے بھائی کو کچھ دن کے لئے مہلت دیدی جائے اور ملک میں نقیب بھیجدئے جائیں جو سارے ملک سے بڑے بڑے ماہر جادوگروں کو بلا لائیں۔ پھر ایک دن سب کے سامنے مقابلہ ہو۔

(۳) غرض یہ کہ جشن کے دن چاشت کے وقت سارے ملک کے بڑے بڑے ماہر جادوگر مقابلے کے لئے جمع ہو گئے۔

سرکاری طور پر سب لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا گیا۔ چونکہ فرعون اور اس کے سرداروں کو جادوگروں کی کامیابی کا یقین تھا، اس لئے انھوں نے عوام پر ظاہر کیا کہ جب ہم سب جادوگروں کی کامیابی اپنے آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو انہی کی پیروی کریں گے یعنی اپنے قدیم طریقے پر قائم رہیں گے اور موسیٰؑ کے بہکانے میں نہ آئیں گے۔

قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٤٢﴾ قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ

فرعون نے کہا ہاں ضرور اور (اس کے علاوہ) اس صورت میں تم ہمارے مقربین میں داخل ہو جاؤ گے (۱) موسیٰ نے جادوگروں سے کہا کہ

أَلْقُوا مَا أَنتُم مُّلْقُونَ ﴿٤٣﴾ فَأَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ

جو کچھ تم کو ڈالنا ہو (میدان میں) ڈالو تو انھوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں (میدان میں) ڈالیں

وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ﴿٤٤﴾ فَأَلْقَىٰ

اور کہنے لگے کہ فرعون کے اقبال کی قسم بیشک ہم ہی غالب رہیں گے پھر موسیٰ نے

مُوسَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿٤٥﴾ فَأُلْقِيَ

اپنی لاٹھی ڈالی تو اچانک (اژدہا بن کر) ان چیزوں کو جو جادوگروں نے بنائی تھیں نگلنے لگی (۲) تب سب

السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ ﴿٤٦﴾ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٧﴾

جادوگر (بے اختیار) سجدے میں گر پڑے (اور) کہنے لگے کہ ہم سارے جہان کے پروردگار پر ایمان لائے

رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿٤٨﴾ قَالَ آمَنتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ

جو موسیٰ اور ہارون کا پروردگار ہے (۳) فرعون نے کہا کیا تم موسیٰ پر ایمان لائے اس سے پہلے کہ میں

آذَنَ لَكُمْ ۖ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ

تم کو اجازت دوں بیشک یہ (موسیٰ) تمہارا بڑا (استاد) ہے جس نے تم کو جادو سکھایا

فَلَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۚ لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم مِّنْ

تو عنقریب اس کا (انجام) معلوم کر لو گے (پہلے تو) میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں

خِلَافٍ وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٩﴾ قَالُوا لَا ضَيْرَ ۖ

کاٹ دوں گا اور (پھر) تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا (۴) انھوں نے کہا کہ کچھ حرج نہیں

إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنقَلِبُونَ ﴿٥٠﴾ إِنَّا نَطْمَعُ أَن يَغْفِرَ لَنَا

بیشک ہم اپنے پروردگار کے پاس لوٹ جانے والے ہیں ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہماری خطاؤں کو

(۱) جب جادوگر فرعون کے سامنے آئے تو سب سے پہلے انھوں نے اپنے انعام کی فکر کی اور فرعون سے عرض کیا کہ اگر ہم کامیاب رہے تو ہم کو کیا صلہ ملے گا؟

فرعون نے جواب دیا کہ یقیناً تم کو بہت کچھ انعام واکرام سے سرفراز کیا جائے گا اور تم ہمارے مقربین میں شامل کئے جاؤ گے۔

واضح ہو کہ اس سے پیغمبر اور غیر پیغمبر کا فرق معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر دین کی اشاعت کا کام حکم الٰہی کی تعمیل میں کرتے ہیں اور لوگوں سے کچھ معاوضہ نہیں مانگتے۔ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا۔

(۲) جب حضرت موسیٰ اور جادوگر مقابلہ کے لئے میدان میں اترے تو حضرت موسیٰ نے خود پہل نہیں کی بلکہ جادوگروں کو موقع دیا کہ وہ اپنا حوصلہ پورا کریں۔

چنانچہ فرعون کے اقبال کی قسم کھا کر جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں میدان میں ڈالیں اور لوگوں کی نظربندی کر دی جس کی وجہ سے لوگوں نے یہ دیکھا کہ میدان میں سانپ دوڑتے پھر رہے ہیں۔

جب جادوگر اپنا کمال دکھا چکے تو حضرت موسیٰ نے اپنی لاٹھی میدان میں ڈال دی۔ لوگوں نے دیکھا کہ ایک اژدہا نمودار ہوا اور جادوگروں کے سانپوں کو ایک ایک کر کے نگلنے لگا۔

(۳) یہ حیرت انگیز معاملہ دیکھ کر جادوگروں کے دل میں روشنی پیدا ہوئی اور ان کو یقین ہو گیا کہ حضرت موسیٰ جادوگر نہیں، اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

چنانچہ وہ سب کے سب بے اختیار سجدے میں گر پڑے اور اعلان کیا کہ ہم اس پروردگار عالم پر ایمان لاتے ہیں جس کی طرف حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون بلا رہے ہیں۔

(۴) فرعون کو اور اس کے سرداروں کو جادوگروں پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اسی لئے انھوں نے اعلان کیا تھا کہ ہم جادوگروں کی پیروی کریں گے۔

جادوگروں کے اس طرح ایمان کا اعلان کرنے سے فرعون ڈرا کہ کہیں دوسرے لوگ بھی اس سے متاثر ہو جائیں اور ایمان کا اعلان کر بیٹھیں۔

چنانچہ لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے اس نے جادوگروں کو دھمکایا اور کہا کہ میرے حکم کے بغیر تم نے کس طرح ایمان کا اعلان کیا معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ تمہارا استاد ہے اور تم سب نے سازش کر رکھی ہے ــــ یاد رکھو کہ اس حرکت کا تم کو خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ پہلے تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹے جائیں گے پھر تم کو سولی پر لٹکا دیا جائے گا۔ اس وقت تم پچھتاؤ گے۔

(۱) ایمان لانے سے اور پیغمبر یعنی حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ہونے سے جادوگروں کے دلوں میں بڑی قوت اور ہمت پیدا ہوگئی تھی چنانچہ انھوں نے فرعون کی دھمکیوں کی ذرا پروانہ کی اور بلند حوصلگی سے اس کو جواب دیا کہ ہم موت سے نہیں ڈرتے ہم مر کر ہم اپنے پروردگار کے پاس پہنچ جائیں گے۔ امید ہے کہ وہ ہماری خطاؤں کو معاف کردے گا کیونکہ ہم مرعوب نہیں ہوئے اور اس مجمع میں سب سے پہلے ہم نے ایمان قبول کرنے کا اعلان کیا۔

رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥١﴾ وَاَوْحَيْنَآ

معاف کردے گا اس وجہ سے کہ ہم (اس موقع پر) سب سے پہلے ایمان لائے ہیں (۱) اور ہم نے موسیٰ کے

اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿٥٢﴾

پاس وحی بھیجی (اور حکم دیا) کہ رات کے وقت ہمارے بندوں کو لے کر نکل جاؤ یقیناً تمہارا تعاقب کیا جائے گا (۲)

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَاۗىِٕنِ حٰشِرِيْنَ ﴿٥٣﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ

پس فرعون نے شہروں میں نقیب روانہ کئے (اور کہا کہ) بلاشبہ یہ لوگ

لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿٥٤﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَاۗىِٕظُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَ

تھوڑی سی جماعت ہے اور انھوں نے ہم کو بہت غصہ دلایا ہے اور

اِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ

ہم مسلح جمعیت (اور باقاعدہ فوج) ہیں (۳) (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) غرض ہم نے ان (فرعونیوں) کو باغوں اور

عُيُوْنٍ ﴿٥٧﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٥٨﴾ كَذٰلِكَ ۭ وَ

چشموں سے اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے نکال باہر کیا (ان کے ساتھ ہم نے) ایسا (کیا) اور

اَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿٥٩﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿٦٠﴾

بنی اسرائیل کو ان چیزوں کا وارث بنایا (۴) غرض سورج نکلتے وقت فرعونی بنی اسرائیل کے پیچھے جا لیا

فَلَمَّا تَرَاۗءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿٦١﴾

پھر جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے کہ یقیناً ہم تو پکڑ لئے گئے

قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٦٢﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى

موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں کیونکہ میرا پروردگار میرے ساتھ ہے وہ مجھے راستہ بتائے گا (۵) پھر ہم نے موسیٰ کو

مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ

حکم دیا کہ تم اپنی لاٹھی دریا پر مارو (پھر جب موسیٰ نے لاٹھی ماری) تو دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا

(۲) جادوگروں کے ایمان قبول کرنے سے حضرت موسیٰؑ کو بڑی کامیابی ہوئی اور حق نہایت واضح طور پر نمایاں ہوگیا لیکن مغرور فرعون اور اس کے درباری اپنی گمراہی پر اڑے رہے، بلکہ حضرت موسیٰؑ پر اور بنی اسرائیل پر اور زیادہ مظالم توڑنے لگے۔

آخرکار جب فرعونیوں نے سرکشیوں اور مظالم سے اپنی ہلاکت کے اسباب تیار کرلئے تو حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر نکل جاؤ اور فرعون تمہارا تعاقب کرے گا لیکن کچھ فکر نہ کرنا، ہم پہرہ رکھنا۔

(۳) چنانچہ حضرت موسیٰؑ راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل گئے۔ دوسرے دن جب فرعون کو اس واقعہ کی خبر لگی تو اس نے ملک میں اعلان کرایا کہ بنی اسرائیل ایک چھوٹی سی جماعت ہے لیکن اس نے ہم کو ستا رکھا ہے بنی اسرائیل کے مقابلہ میں ہماری جماعت بڑی طاقتور ہے اور ہر طرح کے ساز و سامان سے آراستہ ہے۔ لہٰذا کوئی وجہ نہیں ہم بنی اسرائیل کا تعاقب نہ کریں اور ان کو سزا نہ دیں۔

(۴) اس طرح غصہ دلاکر فرعون نے اپنی رعایا کو مشتعل کیا اور ایک بڑا لشکر لے کر اپنے خیال میں بنی اسرائیل کو سزا دینے کے لئے مصر سے نکلا۔

لیکن درحقیقت حق تعالیٰ کا یہ فیصلہ صادر ہوچکا تھا کہ فرعون، اس کے درباری اور لشکر والے سب کے سب اس طرح اپنے عالیشان محلات، مال و دولت اور سرسبز باغات کو چھوڑ کر نکل جائیں گے اور بنی اسرائیل کو ان سب چیزوں کا وارث بنایا جائے گا۔

(۵) چنانچہ فرعون بڑی تیزی سے بنی اسرائیل کے تعاقب میں روانہ ہوا اور ایک دن سورج نکلتے وقت ان کے قریب جا پہنچا۔

جب بنی اسرائیل نے فرعون کے جرار لشکر کو دیکھا تو گھبرا گئے اور حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ اب ہم تو ختم ہوگئے، سامنے بحر قلزم ہے اور پیچھے فرعون کا لشکر جرار۔

حضرت موسیٰؑ نے پیغمبرانہ عزم کے ساتھ کہا کہ ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں تم کو لے کر نکلا ہوں۔ مجھے کامل یقین ہے کہ وہ میری مدد کرے گا اور فرعون سے بچانے کی کوئی راہ نکالے گا۔

فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿٦٣﴾ وَأَزْلَفْنَا ثَمَّ الْآخَرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَ
(یوں) ہو گیا (کہ) گویا بڑا پہاڑ (ہے) اور ہم نے دوسرے فریق کو بھی اس موقع کے قریب پہنچا دیا اور
أَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ أَجْمَعِيْنَ ﴿٦٥﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا
موسیٰ کو اور ان کے ساتھ والوں کو سب کو بچا لیا پھر دوسروں کو
الْآخَرِيْنَ ﴿٦٦﴾ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ
غرق کر دیا (۱) یقیناً اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے اور (باوجود اس کے) ان میں کے اکثر لوگ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٦٧﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٦٨﴾ وَاتْلُ
ایمان لانے والے نہیں اور بلاشبہ تمہارا پروردگار ہی غالب (اور) مہربان ہے (۲) اور (اے پیغمبر!)
عَلَيْهِمْ نَبَاَ إِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٠﴾
ان لوگوں کو ابراہیم کا قصہ پڑھ کر سنا دو جبکہ انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم کس چیز کو پوجتے ہو
قَالُوْا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿٧١﴾ قَالَ هَلْ
انھوں نے کہا ہم بتوں کو پوجتے ہیں اور ان ہی کی عبادت پر جمے بیٹھے ہیں ابراہیم نے کہا کہ جب تم
يَسْمَعُوْنَكُمْ إِذْ تَدْعُوْنَ ﴿٧٢﴾ أَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ أَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿٧٣﴾
ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری آواز سنتے ہیں یا تمہیں کچھ فائدہ پہنچاتے ہیں یا نقصان پہنچاتے ہیں
قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٤﴾ قَالَ
انھوں نے کہا نہیں بلکہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا ہے (۳) ابراہیم نے کہا کہ
أَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٥﴾ أَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ
بھلا تم نے ان کو دیکھا بھی جن کی تم عبادت کیا کرتے ہو تم بھی اور تمہارے
الْأَقْدَمُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ إِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٧﴾
اگلے باپ دادا بھی یقیناً وہ میرے دشمن ہیں مگر ہاں سارے جہان کا پروردگار (کہ وہ میرا دوست ہے) (۴)

ع ۱۷ ۸

(۱) حضرت موسیٰؑ کے یقین اور توکل کے مطابق وحی الٰہی نازل ہوئی اور فرعون سے نجات کی راہ بتائی گئی چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے بحر قلزم پر لاٹھی ماری معجزانہ طور پر سمندر کا پانی پھٹ گیا اور پہاڑ کی طرح سے پانی کی دیواریں کھڑی ہو گئیں۔ اس طرح بحر قلزم میں کئی راستے بن گئے جن پر چل کر بنی اسرائیل نہایت حفاظت کے ساتھ دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔

اسی وقت فرعون بھی بحر قلزم کے کنارے پہنچا۔ اس نے بے سوچے سمجھے بنی اسرائیل کے پیچھے لشکر ڈال دیا۔ جب فرعون اور اس کے لشکر کے لوگ بیچ سمندر میں پہنچ گئے تو حکم الٰہی سے سمندر کا پانی موجیں مارتا ہوا مل گیا۔ اس طرح اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو بچا لیا اور فرعون اور اس کے ساتھیوں کو غرق کر دیا۔

(۲) یعنی حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی کشمکش کا جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس میں لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔ لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ ایسے عبرت خیز واقعات سے بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے اور ایمان نہیں لاتے۔

ان کمبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ غالب ہے اس کے فیصلے کو کوئی نہیں روک سکتا۔ اگر چاہے تو ان کو فوراً ہلاک کر دے۔ لیکن اس نے اپنے رحم و کرم سے سرکشوں کو ڈھیل دے رکھی ہے۔ اس پر ان کو مغرور نہ ہونا چاہیئے۔

(۳) حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے گفتگو کی اور سوال و جواب کے ذریعے ان کو بت پرستی سے نفرت دلائی اور توحید کی تعلیم دی۔

حضرت ابراہیمؑ نے بتوں کے بارے میں پوچھا کہ کیا وہ تمہاری باتیں اور دعائیں سنتے ہیں۔ یا وہ اس بات کی قدرت رکھتے ہیں کہ تم کو کچھ نفع یا نقصان پہنچا سکیں لوگوں نے جواب دیا کہ ہم تو بتوں کو صرف اس وجہ سے پوجتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی پوجا کرتے دیکھا ہے۔

(۴) حضرت ابراہیمؑ نے سمجھایا کہ یہ معاملہ ایسا نہیں ہے کہ آدمی آنکھیں بند کر کے اپنے باپ دادا کی تقلید کیا کرے۔ اللہ تعالےٰ نے عقل دی ہے۔ آدمی کو چاہیئے کہ عقل سے کام لے اور سوچے کہ یہ بت عبادت کے لائق ہیں بھی یا نہیں۔

میری سمجھ میں تو یہ بات آئی ہے اور یہی میرا عقیدہ ہے کہ بت میرے دشمن ہیں اور ان کی پوجا کرنا سخت نقصان دہ ہے۔ البتہ عبادت کا مستحق وہ ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے اور وہی میرا دوست، کارساز اور مددگار ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ

جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی مجھے راستہ دکھاتا ہے اور وہ جو مجھ کو کھلاتا ہے اور

یَسْقِیْنِ ﴿۷۹﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِیْ

پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفا بخشتا ہے اور وہ جو

یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ

مجھے مارے گا پھر زندہ کرے گا اور وہ جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت

خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۸۲﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ

کے دن میرے گناہ بخشے گا (۱) (میں دعا کرتا ہوں کہ) اے میرے پروردگار! مجھ کو حکمت عطا فرما اور مجھے

بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی

نیک لوگوں میں شامل فرما (۲) اور پچھلے لوگوں میں میرا ذکر خیر

الْاٰخِرِیْنَ ﴿۸۴﴾ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ﴿۸۵﴾

جاری رکھ (۳) اور مجھ کو جنت النعیم کے وارثوں میں شامل فرما

وَاغْفِرْ لِاَبِیْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ

اور میرے باپ کو بخش دے کہ وہ گمراہوں میں سے ہے (۴) اور جس دن سب زندہ کر کے اٹھائے

یُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا

اس دن مجھ کو رسوا نہ کرنا اس دن نہ مال ہی فائدہ دے سکے گا اور نہ بیٹے ہاں جو

مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ

شخص اللہ کے پاس پاک دل لے کر آئے گا (وہ نجات پائے گا) (۵) اور (اس دن) جنت پرہیزگاروں کے

لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۹۰﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ ﴿۹۱﴾ وَقِیْلَ لَهُمْ

قریب کر دی جائے گی اور دوزخ گمراہوں کے سامنے لائی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا

(۱) پھر حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کے چند صفات اور کمالات بیان فرمائے اور اس طرح لوگوں کو سمجھایا کہ عبادت کی مستحق تو وہی ذات ہو سکتی ہے جس میں صفات اور کمالات ہوں یعنی اللہ تعالیٰ نہ کہ بت وغیرہ جو خود ہی محتاج ہیں۔

چنانچہ فرمایا کہ سارے جہان کا پروردگار وہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا، وہی زندگی کے ہر پہلو میں میری رہنمائی کرتا ہے، وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے، اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفا بخشتا ہے۔ وہی وقت پر مجھے موت دے گا۔ پھر قیامت کے دن زندہ کر کے اٹھائے گا۔ مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن وہی میری لغزشوں کو معاف فرما دے گا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کرتے کرتے حضرت ابراہیمؑ پر حضوری کا غلبہ ہوا، کیفیت طاری ہو گئی اور دعائیں کرنے لگے۔

فرمایا کہ پروردگار: علم و حکمت میں زیادہ کمال عنایت فرما اور صالحین کے جس گروہ سے میرا تعلق ہے یعنی انبیاء ان کی شان کے لائق مراتب قرب عطا فرما اور ان کی معیت اور صحبت سے سرفراز فرما۔

(۳) اس دعا کی قبولیت کا نمایاں اثر یہ ہے کہ کروڑوں انسان یعنی یہودی، عیسائی اور مسلمان حضرت ابراہیمؑ کا نام عزت و احترام سے لیتے ہیں۔ خاص کر مسلمان تو درود شریف پڑھتے وقت كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ، اور كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ کا اضافہ کر کے ہر نماز میں حضرت ابراہیمؑ کا ذکر خیر تازہ کرتے ہیں۔

(۴) جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے لئے جنت کی دعا کی تو باپ یاد آ گیا جو کافر تھا۔ اس کی ہدایت اور مغفرت کے لئے بھی دعا کی۔ لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ باپ کی ہدایت اور مغفرت کے لئے دعا کیا کرتے تھے۔ جب وہ کفر پر مر گیا تو پھر ہدایت کا کوئی موقع نہیں رہا۔ (ملاحظہ ہو حاشیہ ۱ صفحہ ۳٦٦ سورۂ توبہ رکوع ۱۴)۔

(۵) جب حضرت ابراہیمؑ نے یہ دعا کی کہ پروردگار! قیامت کے دن مجھ کو رسوا نہ کرنا، تو اس مناسبت سے قیامت کے دن کا کچھ حال بھی بیان فرما دیا تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں اور ایمان و عمل صالح کی راہ پر گامزن ہو کر اپنے کو قیامت کے دن کی رسوائی سے بچائیں۔

فرمایا کہ قیامت کا دن ایسا ہو گا کہ اس دن مال و دولت اور اولاد وغیرہ کوئی کام نہ آئے گا۔ اس دن صرف وہی لوگ کامیاب ہوں گے جو قلب سلیم لے کر حاضر ہوں گے یعنی ایسا دل جو کفر و نفاق اور دوسری برائیوں سے پاک ہو گا اور جو خالص اور کامل ایمان کے نور سے روشن ہو گا۔

أَيْنَمَا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٩٢﴾ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ هَلْ يَنصُرُونَكُمْ

کہ جن معبودوں کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے وہ کہاں ہیں کیا وہ تمھاری مدد کر سکتے ہیں

أَوْ يَنتَصِرُونَ ﴿٩٣﴾ فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ ﴿٩٤﴾ وَجُنُودُ

یا اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں (۱) تو وہ (بت) اور (ان کے پوجنے والے) گمراہ اور ابلیس کا لشکر سب کے سب

إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ ﴿٩٥﴾ قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ﴿٩٦﴾

اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے کافر دوزخ میں (بتوں سے) جھگڑتے ہوئے کہیں گے کہ

تَاللَّهِ إِن كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٩٧﴾ إِذْ نُسَوِّيكُم بِرَبِّ

اللہ کی قسم ہم تو صریح گمراہی میں تھے جبکہ تمھیں سارے جہان کے پروردگار کے برابر

الْعَالَمِينَ ﴿٩٨﴾ وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا الْمُجْرِمُونَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا

ٹھہراتے تھے اور ہم کو تو ان بڑے مجرموں نے گمراہ کیا تو (آج) نہ کوئی

مِن شَافِعِينَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ أَنَّ لَنَا

ہمارا سفارش کرنے والا ہے اور نہ مخلص دوست کاش ہمیں دنیا میں

كَرَّةً فَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٢﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ

پھر جانا ہوتا، تو ہم مومنوں میں سے ہو جاتے (۲) بیشک اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے

وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ

اور (باوجود اس کے) ان کافروں میں اکثر ایمان لانے والے نہیں اور بلاشبہ تمھارا پروردگار غالب (اور)

الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٠٥﴾ إِذْ قَالَ

مہربان ہے (۳) نوح کی قوم نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان سے

لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٠٦﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ

ان کے قومی بھائی نوح نے کہا کہ کیا تم (اللہ سے) نہیں ڈرتے میں تمھارے لئے امانت دار

(۱) قیامت کے دن جنت پرہیزگاروں کے قریب کر دی جائے گی تاکہ وہ خوش ہوں کہ ان کے ایمان اور عمل صالح کو اللہ تعالےٰ نے قبول فرمایا۔ اسی طرح دوزخ گمراہوں اور سرکشوں کے سامنے لائی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا کہ اللہ تعالےٰ کے سوا تم جن بتوں کو پوجتے تھے وہ کہاں ہیں؟ کیا آج وہ تمھاری مدد کر سکتے ہیں؟ وہ تمھاری مدد کیا کریں گے، وہ تو خود اپنا ہی بچاؤ نہیں کر سکتے۔

(۲) مشرکوں کا انجام یہ ہوگا کہ حساب کتاب کے بعد بُت، ان کے پوجنے والے اور ابلیس کا سارا لشکر غرض سب کے سب اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے اس وقت حقیقت حال کھلے گی اور مشرک بتوں اور اپنے باطل معبودوں سے کہیں گے کہ بیشک ہم سخت گمراہی میں تھے کہ تم کو پروردگار عالم کے برابر ٹھہراتے تھے۔ نیز ہم سے یہ بھی غلطی ہوئی کہ ہم نے شیطانوں اور بڑے گمراہوں کا کہا مانا جنھوں نے ہم کو بہکایا اور گمراہ کیا۔
لیکن آج ہم بالکل بے یار و مددگار ہیں۔ نہ کوئی سفارش کرنے والا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حضور میں ہماری سفارش کر کے ہم کو عذاب سے چھڑا دے اور نہ کوئی مخلص دوست ہے کہ کچھ ہمدردی کر کے تسلی دے۔
کاش ہم کو دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جاتا تو ہم پکے ایماندار بن کر رہتے۔

(۳) یعنی حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ میں بُت پرستی کی مذمت اور توحید کے دلائل ہیں، نیز قیامت کے حالات اور بُت پرستوں کے انجام کا ذکر ہے، یہ سب بیانات ایسے ہیں کہ عقلمند آدمی ان سے عبرت اور نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ عقل سے کام نہیں لیتے اور ایمان نہیں لاتے۔ ع ٥ ٢٦ ٩
ان کمبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ غالب ہے اگر وہ چاہے تو فوراً ان کو ہلاک کر دے۔ لیکن اس نے اپنے رحم و کرم سے نافرمانوں کو ڈھیل دے رکھی ہے جس پر انھیں مغرور نہ ہونا چاہیئے۔

اَمِيْنٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٠٨﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ

پیغمبر ہوں — تو اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو — اور میں اس کام پر تم سے اجرت

مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا

نہیں مانگتا — میرا صلہ تو (خدائے) رب العالمین کے ذمے ہے — تو اللہ سے

اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١١٠﴾ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ

ڈرو (اور) میری پیروی کرو — (١) لوگوں نے کہا کیا ہم تم کو مان لیں اس حال میں کہ تمہاری پیروی کرنے والے

الْاَرْذَلُوْنَ ﴿١١١﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٢﴾

تو ذلیل لوگ ہیں — (٢) نوح نے کہا کہ مجھے کیا بحث اس (پیشہ) سے جو وہ کرتے ہیں

اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰي رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَمَآ اَنَا

ان کا حساب میرے پروردگار کے ذمے ہے کاش کہ تم سمجھتے — اور میں ایمان والوں کو

بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٤﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوْا

اپنے پاس سے دور کرنے والا نہیں — میں تو صاف طور پر ایک ڈرانے والا ہوں — (٣) ان لوگوں نے کہا

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿١١٦﴾

کہ اے نوح! اگر تم باز نہ آؤ گے تو سنگسار کر دیئے جاؤ گے (٤)

قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿١١٧﴾ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ

نوح نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! بیشک میری قوم نے مجھے جھٹلایا ہے تو تو میرے اور ان کے درمیان ایک کھلا

فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٨﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ

فیصلہ فرما دے اور مجھے اور جو ایماندار میرے ساتھ ہیں ان کو نجات دے (٥) تو ہم نے ان کو

وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١١٩﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ

اور جو ان کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں سوار تھے سب کو بچا لیا — پھر اس کے بعد باقی لوگوں کو

منزل ٥

(١) حضرت نوح علیہ السلام کی قوم بھی بڑی سرکش تھی۔ اس نے حضرت نوحؑ کو جھٹلایا گویا سارے پیغمبروں کو جھٹلایا۔

حضرت نوحؑ نے اپنے لوگوں سے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور نہایت امانت داری کے ساتھ تم کو پیغام حق پہنچا رہا ہوں۔ پھر یہ کہ اس کام پر میں تم سے کچھ معاوضہ بھی نہیں مانگتا ہوں۔ مجھے جو کچھ صلہ ملنے والا ہے وہ میرے پروردگار کے پاس سے ملے گا۔ اس صورت میں عقلمندی کی بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری بات مانو۔

(٢) چند غریب لوگ حضرت نوحؑ پر ایمان لا چکے تھے جو اکثر ان کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ خوش حال اور مغرور سرداروں نے حضرت نوحؑ پر یہ اعتراض کیا کہ جو لوگ تم پر ایمان لائے ہیں اور تمہارے ساتھ رہتے ہیں وہ ہمارے مقابلہ میں ذلیل اور کم حیثیت لوگ ہیں جن کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہم گوارا نہیں کر سکتے۔

دوسرے یہ کہ معلوم نہیں وہ کس نیت اور مصلحت سے تمہارے ساتھ ہو گئے ہیں۔ اگر ہمیں اپنے ساتھ لینا چاہتے ہو تو ان لوگوں کو اپنے پاس سے نکال دو۔

(٣) حضرت نوحؑ نے جواب دیا کہ مجھے ان کے پیشے اور کام سے کیا بحث؟ ایمان کے معاملے میں پیشے اور کام کو کچھ دخل نہیں اور نیت کا حال تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے وہ ان سے حساب لے گا۔

لیکن تم جو یہ چاہتے ہو کہ تمہاری خاطر میں ان کو نکال دوں، یہ میں ہرگز نہیں کروں گا، چاہے تم ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔ میں نے تم کو کفر اور بدعملی کے انجام سے آگاہ کر دیا۔ میں اپنے فرض سے سبکدوش ہو گیا۔ آگے تم اپنے عمل کے ذمہ دار ہو۔

(٤) وہ لوگ بڑے مغرور اور سرکش تھے۔ حضرت نوحؑ کے سمجھانے کا ان پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ نصیحت حاصل کرنے کے بجائے حضرت نوحؑ کو دھمکانے لگے۔ انہوں نے کہا کہ نوح! اپنی زبان بند کرو اور ہمیں نصیحت کرنا چھوڑ دو۔ اگر تم ہمیں نصیحت کرنے سے باز نہ آئے تو یاد رکھو کہ ہم تم کو سنگسار کر کے ہلاک کر دیں گے۔

(٥) لکھا ہے کہ صرف چند افراد حضرت نوحؑ پر ایمان لائے۔ باقی ساری قوم ساڑھے نو سو برس تک ان سے الجھتی رہی اور ان پر اور ان کے ساتھیوں پر طرح طرح کے مظالم توڑتی رہی۔

آخر جب ان لوگوں کے ایمان لانے کی کوئی امید نہ رہی تو حضرت نوحؑ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ پروردگار! اب میرے اور ان سرکشوں کے درمیان ایسا فیصلہ فرما دے جس سے حق و باطل کا فرق نمایاں ہو جائے یعنی کوئی عذاب نازل فرما، ان بدبختوں کو ہلاک کر دے اور مجھے اور میرے ساتھیوں کو بچا لے۔

الْبَاقِينَ ﴿۱۲۰﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم
ڈبو دیا (۱) بلاشبہ اس میں بڑی عبرت ہے اور (باوجود اس کے) ان میں بہت سے
مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۲۱﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۲۲﴾ كَذَّبَتْ
ایمان لانے والے نہیں اور بلاشبہ تمہارا پروردگار ہی غالب (اور) مہربان ہے (۲) (اور قوم)
عَادٌ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۲۳﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا
عاد نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان کے (قومی) بھائی ہود نے کہا کیا تم (اللہ سے)
تَتَّقُونَ ﴿۱۲۴﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۱۲۵﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَ
نہیں ڈرتے بلاشبہ میں تمہارے لئے امانت دار پیغمبر ہوں تو اللہ سے ڈرو اور
أَطِيعُونِ ﴿۱۲۶﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ
میری پیروی کرو اور میں اس کام پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا میرا صلہ تو (خدائے)
إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۲۷﴾ أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً
رب العالمین کے ذمے ہے (۳) کیا تم ہر اونچے مقام پر یادگار (کے طور پر عمارت) بناتے ہو
تَعْبَثُونَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ﴿۱۲۹﴾
(اور) فضول کام کرتے ہو اور بڑے بڑے محل بناتے ہو جیسے تم کو دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے
وَإِذَا بَطَشْتُم بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَ
اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو ظالم بن کر پکڑتے ہو تو اللہ سے ڈرو اور
أَطِيعُونِ ﴿۱۳۱﴾ وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُم بِمَا تَعْلَمُونَ ﴿۱۳۲﴾
میری پیروی کرو (۴) اور اس اللہ سے ڈرو جس نے تم کو ان چیزوں سے مدد دی جن کو تم جانتے ہو
أَمَدَّكُم بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ ﴿۱۳۳﴾ وَجَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿۱۳۴﴾ إِنِّي
اس نے تمہیں چارپایوں اور بیٹوں اور باغوں اور چشموں سے مدد دی مجھے

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی دعا قبول فرمائی اور ان کو حکم دیا کہ ایک کشتی بناؤ۔ چنانچہ حضرت نوحؑ نے کشتی بنائی اور اس میں سب ایمان والوں کو سوار کر لیا پھر پانی کا ہولناک طوفان اٹھا جس میں سارے کفر کرنے والوں کا بیڑا غرق ہو گیا۔ حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھی کشتی میں سلامت رہے۔

ع ۶ ۱۸

(۲) یعنی حضرت نوحؑ اور ان کی قوم کی سرکشی اور ہلاکت کا جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس میں عقلمندوں کے لئے بڑی عبرت کا سامان ہے لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ عقل سے کام نہیں لیتے اور نصیحت نہیں حاصل کرتے۔ ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے اور ہر بات پر قادر ہے۔ اگر چاہے تو ان کو فوراً ہلاک کر دے لیکن اس نے اپنے رحم و کرم سے ان نافرمانوں کو ڈھیل دے رکھی ہے جو ان کے حق میں رحمت ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی ہدایت کے لئے حضرت ہودؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ انھوں نے لوگوں کو نصیحت کی اور کہا کہ دیکھو! میں تمھیں نہایت امانت و صداقت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتا ہوں۔ نیز یہ کہ میں اس کام پر تم سے کوئی صلہ بھی نہیں مانگتا۔ امید ہے کہ میرا پروردگار میری خدمت کو قبول فرما کر مجھ کو نوازے گا۔

تم کو میری نصیحت یہ ہے کہ پروردگار عالم کی نافرمانی سے ڈرو اور اس کا پیغام قبول کرو جو میں تم کو پہنچا رہا ہوں۔

(۴) حضرت ہودؑ نے لوگوں کو ان کی چند برائیوں کی طرف توجہ دلائی اور کہا کہ دیکھو! تم یادگار کے طور پر بڑے اونچے اونچے منار بناتے ہو جس میں فضول دولت، محنت اور وقت صرف ہوتا ہے۔ اسی طرح عالیشان محل ضرورت سے زیادہ تکلفات اور نزاکتوں سے تعمیر کرتے ہو گویا تم کو ہمیشہ دنیا میں رہنا ہے اور ان محلات میں عیش کرنا ہے۔

ایک اور بڑی برائی تم میں یہ ہے کہ تم غریبوں اور کمزوروں پر بڑے مظالم توڑتے ہو۔

دیکھو! یہ باتیں اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ تمہارے حق میں اچھا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کر کے نیک اور اچھے آدمی بن جاؤ۔

اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٣٥﴾ قَالُوْا سَوَآءٌ
تمہارے بارے میں بڑے (سخت) دن کے عذاب کا خوف ہے (۱) لوگوں نے کہا کہ
عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿١٣٦﴾ اِنْ هٰذَآ
خواہ تم ہمیں نصیحت کرو یا نہ کرو ہمارے لئے یکساں ہے بیشک یہ اگلے
اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿١٣٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ
لوگوں کی عادت (اور رسم) ہے اور ہم پر کوئی عذاب نہیں آئے گا تو ان لوگوں نے ہود کو جھٹلایا
فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ
تو ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا (۲) بیشک اس میں لوگوں کے لئے عبرت ہے اور (باوجود اس کے) ان میں بہت سے
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٤٠﴾ كَذَّبَتْ
ایمان لانے والے نہیں اور بلاشبہ تمہارا پروردگار ہی غالب (اور) مہربان ہے (۳) (اور قوم)
ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٤١﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا
ثمود نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا جب کہ ان سے ان کے (قومی) بھائی صالح نے کہا کہ کیا تم
تَتَّقُوْنَ ﴿١٤٢﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ
(اللہ سے) نہیں ڈرتے؟ میں تمہارے لئے امانت دار پیغمبر ہوں تو اللہ سے ڈرو اور
اَطِيْعُوْنِ ﴿١٤٤﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ
میری پیروی کرو۔ اور میں اس کام پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا میرا
اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٤٥﴾ اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا
صلہ تو (خدائے) رب العالمین کے ذمے ہے (۴) کیا جو چیزیں (تمہیں) یہاں میسر ہیں ان میں
هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿١٤٦﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٤٧﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّ
تم بے خوف چھوڑ دیئے جاؤ گے (یعنی) باغوں اور چشموں میں اور کھیتوں اور

(۱) حضرت ہودؑ نے لوگوں کی شکرگزاری کے جذبہ کو ابھارا اور کہا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے تم کو کیسی کیسی نعمتوں سے نوازا ہے۔ مال و دولت، مویشی، اولاد، باغات، چشمے۔ غرض سب طرح کی نعمتیں اس نے تم کو بخشی ہیں۔ انسانیت اور شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان مان کر اس کے پیغام کو قبول کرو۔
دیکھو! میں تمہیں آگاہ کئے دیتا ہوں کہ اگر تم سرکشی اور نافرمانی پر اڑے رہے تو ایک نہ ایک دن عذاب الٰہی تم کو ہلاک کردے گا۔

(۲) لوگوں نے حضرت ہودؑ کی بات نہیں سُنی اور کہا کہ ہم تمہاری نصیحت کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ اور یہ تو ایک پرانا طریقہ ہے کہ ہر زمانے میں کچھ لوگ پیغمبری کا دعویٰ کرکے عوام پر اپنا اثر جماتے ہیں اور لوگوں کو عذاب سے ڈراتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ہم پر ہرگز عذاب نہیں آئے گا۔

ع ۱۸ جب اس طرح قوم عاد نے حضرت ہودؑ کو جھٹلایا اور پیغام سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ہولناک آندھی بھیج کر سب نافرمانوں کو ہلاک کردیا۔

(۳) حضرت ہودؑ اور ان کی قوم کی تباہی کا جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس میں عقلمندوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔ لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ عقل سے کام نہیں لیتے اور پیغام حق کو نہیں مانتے۔ ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے اور ہر چیز پر قادر ہے اگر وہ چاہے تو ان کو فوراً ہلاک کردے۔ لیکن اس نے اپنے رحم و کرم سے ان سرکشوں کو ڈھیل دے رکھی ہے جو ان کے حق میں رحمت ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے حضرت صالحؑ کو قوم ثمود کے پاس پیغمبر بنا کر بھیجا۔ انھوں نے لوگوں سے کہا کہ دیکھو! میں نہایت امانت داری کے ساتھ تم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سناتا ہوں۔ نیز یہ کہ میں اس کام پر تم سے کسی صلے کا امیدوار نہیں ہوں۔ اس کام کا صلہ تو میرا پروردگار ہی مجھ کو عطا فرمائے گا۔
تم کو میری نصیحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرو اور میری اطاعت کرکے نیک اور اچھے آدمی بن جاؤ۔

نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿١٤٨﴾ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا

ان کھجوروں میں جن کے خوشے نرم و نازک ہوتے ہیں اور تکلف سے پہاڑوں میں تراش تراش کر گھر

فٰرِهِيْنَ ﴿١٤٩﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٥٠﴾ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ

بناتے ہو تو اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو اور حد سے تجاوز کرنے والوں کی

الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٥١﴾ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا

پیروی مت کرو (یعنی وہ) جو ملک میں فساد کرتے ہیں اور

يُصْلِحُوْنَ ﴿١٥٢﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٥٣﴾ مَآ اَنْتَ

اصلاح نہیں کرتے (۱) لوگوں نے کہا بیشک تم پر جادو کر دیا گیا ہے (اور) تم بھی

اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٥٤﴾

ہماری طرح کے ایک آدمی ہو تو اگر تم سچے ہو تو کوئی نشانی (یعنی معجزہ) پیش کرو (۲)

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿١٥٥﴾

صالح نے کہا (دیکھو) یہ اونٹنی ہے (ایک دن) اس کے لئے پانی پینے کی باری ہے اور ایک خاص دن تمہارے پانی پینے کی باری

وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥٦﴾

اور اس کو کوئی تکلیف نہ دینا ورنہ تم کو ایک بڑے (سخت) دن کا عذاب آ پکڑے گا (۳)

فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿١٥٧﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۗ

تو انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں پھر وہ اپنے کئے پر پشیمان ہوئے پھر ان کو عذاب نے آ پکڑا (۴)

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۗ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٥٨﴾ وَ

بلاشبہ اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے اور (باوجود اس کے) ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں اور

اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٥٩﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ

بیشک تمہارا پروردگار ہی غالب (اور) مہربان ہے (۵) (اور) لوط کی قوم نے (بھی)

(۱) حضرت صالحؑ نے مغرور سرداروں اور امیروں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے تم کو سرسبز کھیت، باغ اور پرتکلف محلات عطا فرمائے ہیں جن میں تم عیش و آرام سے رہتے ہو اور اتراتے ہو۔ کیا تم کو اس خیال خام نے غفلت میں ڈال رکھا ہے کہ تم اس عیش و آرام کی زندگی میں ہمیشہ رہو گے اور کبھی اس سے نکالے نہ جاؤ گے؟ دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرو اور میری اطاعت کر کے نیک اور اچھے آدمی بن جاؤ۔

پھر حضرت صالحؑ نے عام لوگوں سے کہا کہ دیکھو! ان متکبر سرداروں کے نقش قدم پر مت چلو۔ ان سرکشوں کا حال یہ ہے کہ یہ اپنی بدعملیوں سے اللہ تعالیٰ کی مقررہ حدوں کو توڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی زمین پر فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح کا کوئی کام نہیں کرتے۔

(۲) سرکش اور مغرور سرداروں نے حضرت صالحؑ کو جھٹلایا اور کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے جو رسالت کا دعویٰ کرتے ہو ورنہ تم میں فضیلت کی کوئی بات نہیں ہے تم بھی ہماری طرح ایک آدمی ہو۔ پھر ہم تم کو کس طرح اللہ کا رسول مانیں اگر واقعی سچے پیغمبر ہو تو اللہ سے درخواست کرو اور کوئی ایسی نشانی پیش کرو جس سے ہم سب کو تمہارے رسول ہونے کا یقین ہو جائے۔

(۳) مفسرین نے لکھا ہے کہ لوگوں نے حضرت صالحؑ سے فرمائش کی کہ چٹان سے ایک حاملہ اونٹنی نکال دو۔ چنانچہ حضرت صالحؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور لوگوں کی فرمائش کے مطابق ایک بڑے ڈیل ڈول کی اونٹنی چٹان سے نکال دی۔ حضرت صالحؑ نے اونٹنی کو لوگوں کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے، اس کا احترام کرو اور اس کے پانی پینے کے لئے ایک خاص دن مقرر کر دو کہ اس دن تمہارے مویشی پانی پر نہ جائیں۔ یاد رکھو! اگر تم نے اس کو کوئی تکلیف پہنچائی تو پھر تم کو عذاب الٰہی ہلاک کر ڈالے گا۔

ع ۱۹ / ۱۲

(۴) لوگوں نے حضرت صالحؑ کی نصیحت نہ سنی اور نڈر ہو کر اونٹنی کی بے حرمتی کی کہ چند بدمعاشوں نے مل کر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں پھر اس کو مار ڈالا

لکھا ہے کہ حضرت صالحؑ کی پیشین گوئی کے مطابق عذاب آیا۔ زمین میں سخت زلزلہ ہوا اور آسمان سے سخت ہولناک آواز آئی جس سے سارے سرکش اور مغرور لوگ مر گئے اور اپنے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ ۳۸۶ رکوع ۱۰ سورہ اعراف)

(۵) حضرت صالحؑ اور ان کی قوم کا جو واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس میں عقلمندوں کے لئے بڑی عبرت ہے لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ ایسے عبرت انگیز واقعات سے بھی نصیحت نہیں حاصل کرتے اور ایمان نہیں لاتے۔ ان سرکشوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر چاہے تو ان بدبختوں کو فوراً ہلاک کر دے لیکن اس نے اپنے رحم و کرم سے ان کو ڈھیل دے رکھی ہے جو ان کے حق میں بڑی رحمت ہے۔

الْمُرْسَلِيْنَ ١٦٠ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ١٦١

پیغمبروں کو جھٹلایا ۔ جب کہ ان سے ان کے (قومی) بھائی لوط نے کہا کہ کیا تم (اللہ سے) نہیں ڈرتے؟

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ١٦٢ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ١٦٣

میں تمہارے لئے امانت دار پیغمبر ہوں ۔ تو تم اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ

اور میں اس کام پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا ۔ میرا صلہ تو (خدائے) رب العالمین

الْعٰلَمِیْنَ ١٦٤ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ ١٦٥ وَ

کے ذمے ہے ۔ (۱) کیا تم دنیا جہان والوں میں سے مردوں (یعنی لڑکوں) پر مائل ہوتے ہو اور

تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ

تمہارے پروردگار نے جو تمہارے لئے بیویاں پیدا کی ہیں ان کو چھوڑ دیتے ہو حقیقت یہ ہے کہ تم حد سے

قَوْمٌ عٰدُوْنَ ١٦٦ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ

گزر جانے والے لوگ ہو ۔ ان لوگوں نے کہا اے لوط! اگر تم باز نہ آؤ گے تو شہر سے نکال

الْمُخْرَجِیْنَ ١٦٧ قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ ١٦٨ رَبِّ

دیئے جاؤ گے ۔ (۲) لوط نے کہا کہ میں تمہارے اس کام سے سخت بیزار ہوں ۔ اے میرے پروردگار

نَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ١٦٩ فَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِیْنَ ١٧٠

مجھ کو اور میرے گھر والوں کو ان کے اس کام (کے وبال) سے نجات دے ۔ (۳) تو ہم نے لوط کو اور ان کے گھر والوں کو سب کو نجات دی

اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ١٧١ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ١٧٢ وَ

سوائے ایک بڑھیا کے (کہ وہ) پیچھے رہ جانے والوں میں (رہ گئی) ۔ پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا ۔ اور

اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ١٧٣ اِنَّ

ان پر (پتھر) مینہ برسایا تو جو مینہ ان (لوگوں) پر برسا جن کو عذاب سے ڈرایا گیا تھا برا تھا ۔ (۴) بیشک

(۱) حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ اور ان کے ساتھ بابل سے ہجرت کر گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی نبی بنایا اور شہر سدوم اور اس کے اطراف کی بستیوں کی طرف بھیجا۔

حضرت لوطؑ نے لوگوں سے کہا کہ میں تم کو نہایت امانت داری کے ساتھ پروردگار عالم کا پیغام سناتا ہوں اور اس کام پر تم سے کچھ صلہ بھی نہیں مانگتا۔ البتہ اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ میری خدمت قبول فرمائے گا اور مجھ کو صلہ سے نوازے گا۔ میری نصیحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرو اور اس کا پیغام قبول کرو جو میں تم کو پہنچاتا ہوں۔

(۲) لکھا ہے کہ سدوم والے ایک نہایت بُرے اخلاقی مرض میں مبتلا تھے۔ چنانچہ حضرت لوطؑ نے ان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہاری فطرت پر تعجب ہوتا ہے کہ تم لوگ عورتوں کو چھوڑ کر لڑکوں کی طرف رغبت کرتے ہو۔ یاد رکھو کہ تم اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہو اور آدمیت کی حد سے بھی گزر گئے ہو۔

لیکن ان بدبختوں نے حضرت لوطؑ کی نصیحت کی پروا نہ کی بلکہ الٹے ان کو دھمکایا اور کہا کہ لوط! بس اپنی زبان بند کرو۔ یاد رکھو کہ اگر وعظ و نصیحت سے باز نہ آئے تو ہم تم کو شہر سے نکال باہر کریں گے۔

(۳) حضرت لوطؑ نے جواب دیا کہ چاہے تم مانو یا نہ مانو میں تمہاری اس حرکت سے بیزار ہوں۔

چنانچہ حضرت لوطؑ برابر لوگوں کو نصیحت کرتے رہے لیکن جب راہ پر آنے کی کوئی امید نہ رہی تو بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ پروردگار! میں ان بدبختوں کے عمل سے سخت بیزار ہوں لیکن یہ سرکش کسی طرح باز ہی نہیں آتے۔ اب اگر ان کی بدعملی کی وجہ سے کوئی عذاب آئے تو تو مجھے اور میرے ساتھیوں کو اس سے محفوظ رکھنا۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے حضرت لوطؑ کی دعا قبول فرمائی اور عذاب بھیج کر سب نافرمانوں کو ہلاک کر دیا۔ حضرت لوطؑ اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا البتہ ان کی بیوی جو نافرمان تھی اور ناپاکوں کے ساتھ ملی ہوئی تھی وہ بھی عذاب میں ہلاک ہو گئی۔

لکھا ہے کہ ان کی بستیاں الٹ دی گئیں اور اوپر سے پتھر برسائے گئے۔

لوگوں کو چاہیئے کہ غور کریں کہ ان سرکشوں کا کیا انجام ہوا جن کو عذاب سے ڈرایا گیا تھا۔

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧٤﴾ وَاِنَّ

اس واقعہ میں بھی بڑی عبرت ہے اور (اس کے باوجود) ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں اور بیشک

رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٧٥﴾ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ

تمہارا پروردگار ہی غالب (اور) مہربان ہے اور ایکہ (یعنی بن) کے رہنے والوں نے بھی

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧٦﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾

پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان سے شعیب نے کہا کہ کیا تم (اللہ سے) نہیں ڈرتے۔

اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٧٩﴾

میں تمہارے لئے امانت دار پیغمبر ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو

وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ

اور میں اس کام پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا میرا صلہ تو (خدائے) رب العالمین

الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٠﴾ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿١٨١﴾

کے ذمے ہے (١) (دیکھو) تم لوگ پیمانہ پورا بھرا کرو اور کسی کے حق کا نقصان نہ کیا کرو

وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿١٨٢﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

اور ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں

اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿١٨٣﴾ وَ

کم نہ دیا کرو اور ملک میں فساد کرتے نہ پھرو اور

اتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٨٤﴾ قَالُوْآ

اس اللہ سے ڈرو جس نے تمہیں اور اگلی خلقت کو پیدا کیا (٢) ان لوگوں

اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٨٥﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

نے کہا کہ تم پر جادو کر دیا گیا ہے اور تم ہماری طرح کے ایک آدمی ہو

(١) اس رکوع میں حضرت شعیبؑ کی قوم یعنی
مدین والوں کا حال بیان فرمایا ہے۔ 'اَيْكَة' بن یعنی
گھنے جنگل کو کہتے ہیں۔ شہر مدین کے پاس ایک بن تھا اسی لئے
مدین والوں کو 'اَصْحَابُ الْاَيْكَة' فرمایا۔ بعض مفسرین
٩ کا کہنا ہے کہ 'اَيْكَة' ایک الگ بستی تھی اور حضرت
ع ١٦ شعیبؑ مدین اور ایکہ دونوں بستیوں والوں کی طرف
١٣ پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔

بہرحال حضرت شعیبؑ نے لوگوں کو نصیحت کی
اور فرمایا کہ میں نہایت امانت و صداقت کے ساتھ تم کو
اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتا ہوں اور اس کام پر کچھ صلہ
بھی تم سے نہیں مانگتا۔ امید ہے کہ اس کام کا صلہ تو
میرا پروردگار ہی مجھ کو عطا فرمائے گا۔

تم کو میری نصیحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے
ڈرو اور اس کا پیغام قبول کر کے نیک اور اچھے آدمی بن جاؤ۔

(٢) حضرت شعیبؑ کی قوم میں بت پرستی کے علاوہ
ایک یہ عیب بھی تھا کہ وہ ناپ تول میں کمی بیشی کرتے تھے۔
لوگوں کو دیتے تھے تو کم دیتے تھے اور جب خود لیتے تو زیادہ سے
زیادہ لینے کی کوشش کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ان لوگوں
میں یہ برائی بھی تھی کہ وہ ڈاکے ڈالتے تھے اور قافلوں کے
راستوں میں بیٹھ کر مسافروں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔

اس لئے حضرت شعیبؑ نے ان کو نصیحت کرتے
ہوئے فرمایا کہ ناپتے وقت پیمانہ پورا بھر دیا کرو اور تولتے
وقت ترازو سیدھی رکھا کرو، نہ ڈنڈی مارو اور نہ باٹوں
میں فرق کرو۔ لوگوں کا حق نہ مارو اور اللہ کی زمین پر فساد
مچاتے نہ پھرو۔

حقیقت یہ ہے کہ تمہارے دل اللہ کے ڈر سے خالی
ہیں۔ اگر اپنی اخلاقی حالت درست کرنا چاہتے ہو تو اس کا
طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کا ڈر اپنے
دلوں میں پیدا کرو، وہ اللہ جو تمہارا اور اگلی پچھلی ساری
خلقت کا پیدا کرنے والا ہے۔

(۱) لوگوں نے حضرت شعیبؑ کی نصیحت سُنی اور کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے تم پر جادو کر دیا ہے جس کی وجہ سے تم نبوت کا دعویٰ کرتے ہو۔ ہم کو تو تم میں کوئی خاص بات نظر نہیں آتی تم ہمارے ہی طرح کے ایک آدمی ہو ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اچھا اگر سچے رسول ہو تو آسمان کا ایک ٹکڑا ہم پر گرا دو یا کوئی عذاب نازل کر دو ۔ حضرت شعیبؑ نے ان سرکشوں کو جواب دیا کہ عذاب نازل کرنا میرا کام نہیں۔ میرا کام تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام تم کو پہنچا دوں اور نافرمانی کے انجام سے آگاہ کر دوں۔ یاد رکھو کہ میں اپنا فرض ادا کر چکا۔ اب تمہارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔ وہ تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے۔ اگر تمہارے اعمال ایسے ہی رہے تو یقیناً ایک نہ ایک دن ضرور عذاب آئے گا۔

وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿١٨٦﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا
اور ہمارا خیال ہے کہ تم جھوٹے آدمی ہو اگر سچے ہو تو ہم پر

مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٨٧﴾ قَالَ رَبِّيْٓ
آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دو شعیبؑ نے کہا کہ جو کام تم کرتے

اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ
ہو میرا پروردگار اس سے خوب واقف ہے (۱) تو ان لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا پس ان کو سائبان والے دن کے

يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٨٩﴾ اِنَّ
عذاب نے آپکڑا بلاشبہ وہ بڑے سخت دن کا عذاب تھا (۲) بلاشبہ

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٠﴾
اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے اور (باوجود اس کے) ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٩١﴾ وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ
اور بیشک تمہارا پروردگار ہی غالب (اور) مہربان ہے (۳) اور (اے پیغمبر) یہ قرآن پروردگار عالم

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿١٩٣﴾ عَلٰي
کا نازل کیا ہوا ہے اس کو تمہارے دل پر روح الامین نے صاف

قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ
عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم ڈرانے والوں میں سے

مُّبِيْنٍ ﴿١٩٥﴾ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٩٦﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ
ہو جاؤ (۴) اور اس کا ذکر پہلی امتوں کی (آسمانی) کتابوں میں (بھی) ہے کیا ان لوگوں کے لئے

لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰۗؤُا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿١٩٧﴾ وَلَوْ
یہ بات دلیل نہیں ہے کہ اس (پیشین گوئی) کو علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں (۵) اور اگر

(۲) جب لوگوں نے حضرت شعیبؑ کو جھٹلایا تو آخرکار ایک دن وہ عذاب آگیا جس کا وہ مطالبہ کیا کرتے تھے۔ اس وقت ان کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کو جھٹلانا اور عذاب کا مطالبہ کرنا کیسا ہوتا ہے۔

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس قوم پر کئی طرح کا عذاب آیا تھا۔ ایک خوفناک بادل اٹھا اور سائبان کی طرح بستی پر چھا گیا جس میں سے آگ برسی، زمین میں سخت زلزلہ ہوا اور آسمان سے ہولناک آواز آئی، نتیجہ یہ ہوا کہ سارے نافرمان ہلاک ہو گئے۔

(۳) قریش کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ اس واقعہ میں عقلمندوں کے لئے بڑی عبرت کا سامان ہے لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ ایسے عبرت انگیز واقعات سے بھی نصیحت نہیں حاصل کرتے اور ایمان نہیں لاتے۔

ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے اور ہر بات پر قادر ہے۔ اگر وہ چاہے تو ان کو فوراً ہلاک کر دے۔ لیکن اس نے اپنے رحم و کرم سے ان نافرمانوں کو ڈھیل دے رکھی ہے جو ان کے حق میں رحمت ہے۔ اگر ان میں ذرا بھی عقل ہے تو اس موقع سے فائدہ اٹھائیں گے، ورنہ یاد رکھیں کہ پھر ان کا بھی وہی حشر ہو گا جو اگلے نافرمانوں کا ہوا۔

ع ١٦/١٤

(۴) سورت کے شروع میں یہ بیان فرمایا تھا کہ قرآن مجید ایک واضح کتاب ہے اور اس میں لوگوں کے لئے نصیحت ہے لیکن قریش اس سے اعراض کرتے ہیں اور اس کو جھٹلاتے ہیں، پھر قریش کی عبرت کے لئے چند گزشتہ قوموں کا حال بیان فرمایا۔

اب سورت کے آخری رکوع میں قرآن مجید کی صداقت کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کی غرض سے فرمایا کہ یہ قرآن مجید جس کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں، کسی اور کا بنایا ہوا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا ہے جو سارے عالم کا پروردگار ہے۔ اور اس کو ایک نہایت معتبر اور امانت دار فرشتے یعنی حضرت جبریلؑ نے واضح اور فصیح و بلیغ عربی زبان میں یعنی معنی اور الفاظ دونوں کو آنحضرتؐ کے قلب مبارک پر نازل کیا ہے۔

اور اس کے نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آنحضرتؐ بھی گزشتہ پیغمبروں کی طرح لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سنا دیں اور نافرمانی کے انجام سے آگاہ کر دیں۔

(۵) قرآن مجید اور آنحضرتؐ کی صداقت کی ایک مضبوط عقلی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید کا اور آپؐ کا ذکر گزشتہ الہامی کتابوں اور صحیفوں میں موجود ہے۔ یہ آنحضرتؐ کا معجزہ ہے کہ تحریف کے باوجود بھی تورات و انجیل اور دوسری الہامی کتابوں میں آپؐ کے بارے میں گزشتہ پیغمبروں کی بشارتیں کافی حد تک باقی ہیں ـــــ تورات میں نبی آخر الزماں کی بشارت اور نشانیاں لکھی ہیں۔ یہودی علماء اس بشارت کو پڑھ پڑھ کر لوگوں کو سناتے تھے نبی آخر الزماں کے اوصاف بیان کیا کرتے تھے اور مشرکوں پر فتح پانے کے لئے نبی آخر الزماں کے ظہور کے لئے دعائیں کیا کرتے تھے ـــــ یہی وجہ تھی کہ یہودی علماء

نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ۝١٩٨ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا
(بالفرض) اگر ہم اس (قرآن) کو کسی عجمی (یعنی غیر عرب) پر نازل کرتے ' پھر وہ (عجمی) اسے ان (لوگوں) کے سامنے
كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۝١٩٩ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ
پڑھ بھی دیتا تب بھی یہ لوگ اس کو نہ مانتے (۱) اسی طرح ہم نے اس (ایمان نہ لانے) کو نافرمانوں کے دلوں میں
الْمُجْرِمِيْنَ ۝٢٠٠ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ
ڈال رکھا ہے یہ لوگ اس (قرآن) پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ دردناک عذاب
الْاَلِيْمَ ۝٢٠١ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝٢٠٢
نہ دیکھ لیں جو اچانک ان کے سامنے آکھڑا ہوگا اور انہیں (پہلے سے) خبر بھی نہ ہوئی ہوگی
فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ۝٢٠٣ اَفَبِعَذَابِنَا
تو اس وقت کہیں گے کہ کیا (کسی طرح) ہم کو مہلت مل سکتی ہے (۲) کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کے لئے
يَسْتَعْجِلُوْنَ ۝٢٠٤ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ۝٢٠٥ ثُمَّ
جلدی مچا رہے ہیں بھلا دیکھو تو اگر ہم ان کو برسوں فائدے دیتے رہیں پھر ان پر
جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝٢٠٦ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا
وہ عذاب آپڑے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو جو فائدے یہ اٹھاتے رہے ہیں ان کے
يُمَتَّعُوْنَ ۝٢٠٧ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ۝٢٠٨
کس کام آئیں گے اور (دیکھو) جتنی بستیاں ہم نے (عذاب سے) ہلاک کیں ان سب میں (عذاب سے) ڈرانے والے (پیغمبر پہلے) بھیج دیتے تھے تاکہ
ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝٢٠٩ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ۝٢١٠
نصیحت کردیں (جب نہ مانے تو عذاب نازل ہوا) اور ہم ظالم نہ تھے اور اس (قرآن) کو (جیسا یہ خیال کرتے ہیں) شیطان لے کر نہیں آئے
وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝٢١١ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ
اور نہ یہ کام ان کو سزاوار ہے اور نہ وہ اس کو کرسکتے ہیں (کیونکہ) وہ تو (آسمانی باتوں کے) سننے (کے مقامات) سے

(بقیہ تفسیر صفحہ ۶۷۲) آنحضرتؐ کو اور قرآن مجید کو اچھی طرح پہچانتے تھے. چنانچہ چند حق پرست علما، جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ نے صاف صاف اعتراف کیا اور آنحضرتؐ کو ان پیشین گوئیوں کا مصداق پاکر ایمان بھی لے آئے.

دوسرے لوگ بھی نبی آخرالزماں کو پہچان تو گئے لیکن حسد اور عناد کی وجہ سے حق بات کو ظاہر نہ کرسکے یا خاص صحبتوں میں ظاہر کیا اور ایمان نہ لائے. چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مدینہ کے بعض یہودی علما، خود تو ایمان نہیں لائے لیکن انھوں نے ان مسلمانوں سے جو ان کے دوست یا رشتہ دار تھے، کہا کہ بیشک محمدؐ سچے نبی ہیں، ان کا دین حق ہے اور تم اس پر ثابت قدم رہو.

اسی طرح انجیل میں بھی کئی پیشین گوئیاں ہیں. خاص کر یوحنا کی انجیل میں ایک پیشین گوئی نہایت واضح اور اہم ہے. حضرت عیسیٰؑ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ: تمہارے لئے میرا جانا ہی بہتر ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو 'فارقلیط' تمہارے پاس نہ آئے گا. پس اگر میں جاؤں تو اس کو تمہارے پاس بھیج دوں گا" علماء نے لکھا ہے کہ 'فارقلیط' یونانی لفظ ہے جس کے معنی ہیں تعریف کیا گیا یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم).

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) قرآن مجید فصیح عربی میں نازل ہوا اور خود آنحضرتؐ بھی فصحائے عرب کے سرتاج تھے. مخالفوں میں سے بعض لوگ کہتے تھے کہ آپؐ خود ہی قرآن مجید بنا لیتے ہیں.

اس خیال کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ فرض کرو اگر قرآن مجید کسی ایسے شخص پر نازل کیا جاتا جو عربی زبان سے بالکل ناواقف ہوتا اور وہ نہایت اچھی طرح قرآن مجید کو پڑھ کر لوگوں کو سناتا، تب بھی
ع ۹ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے، کیونکہ یہ لوگ محض ضد اور ہٹ دھرمی سے اعتراض کرتے ہیں. ایسے لوگ ہر وقت کچھ نہ کچھ اعتراض نکال سکتے ہیں.

(۲) ان لوگوں نے بڑا سخت جرم کیا ہے کہ حق کے ساتھ عداوت اور دشمنی کی راہ اختیار کی ہے. اس وجہ سے ان کے دل بڑے سخت ہوگئے ہیں اور کفر و انکار ان کے دلوں میں بیٹھ گیا ہے. ان کے اس حال سے معلوم ہوتا ہے کہ اب یہ لوگ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے. البتہ اس وقت ایمان لائیں گے جب مرتے وقت یا آخرت میں دردناک عذاب کو سامنے دیکھیں گے. لیکن اس وقت ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا.

لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿٢١٢﴾ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ

دور رکھے گئے ہیں (۱) اور تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کی عبادت نہ کرو ورنہ تم بھی

مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿٢١٣﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿٢١٤﴾

عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے اور (اے پیغمبر سب سے پہلے) اپنے قریبی رشتہ داروں کو (اللہ کے) عذاب سے ڈراؤ (۲)

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢١٥﴾

اور جو ایمان والے تمہارے پیرو ہو گئے ہیں ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ

فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢١٦﴾ وَتَوَكَّلْ

پھر اگر یہ لوگ تمہارا کہنا نہ مانیں تو ان سے صاف کہہ دو کہ میں تمہارے اعمال سے بے تعلق ہوں اور تم (خدائے) غالب

عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿٢١٧﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٢١٨﴾ وَ

(اور) مہربان پر بھروسہ رکھو کہ جب تم تہجد کی نماز میں کھڑے ہوتے ہو تو وہ تم کو دیکھتا ہے نیز نمازیوں

تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿٢١٩﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٢٢٠﴾ هَلْ

کے ساتھ تمہاری نشست و برخاست کو بھی دیکھتا ہے بیشک وہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے (۳) (اے پیغمبر

اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ

لوگوں سے کہو) کیا میں تم کو بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں (یاد رکھو) وہ ہر جھوٹے گنہگار پر

اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿٢٢٣﴾

اترتے ہیں جو سنی سنائی بات (اس کے کان میں) لا کر ڈالتے ہیں اور وہ اکثر جھوٹے ہیں (۴)

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿٢٢٤﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ

اور شاعروں کی پیروی تو گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان

وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿٢٢٥﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٢٢٦﴾

میں سرگرداں رہتے ہیں اور (زبان سے) ایسی باتیں کہتے ہیں جو خود نہیں کرتے (۵)

منزل ۵

(۱) عرب میں کاہن ہوتے تھے جن کے بارے میں لوگوں کا خیال تھا کہ جن یا شیطان ان کو کچھ غیب کی خبریں بتا جاتے ہیں۔ مکہ کے کافر (نعوذ باللہ) آنحضرتؐ کے بارے میں بھی ایسا ہی خیال کرنے لگے۔ اس آیت میں اس مہمل خیال کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ شیطانوں کے کام کو قرآن مجید سے کیا نسبت؟ شیطان تو برائیوں کا راستہ بتاتے ہیں اور لوگوں میں شر و فساد پھیلاتے ہیں لیکن قرآن مجید کو دیکھو کہ وہ سراسر نور و ہدایت اور خیر و برکت ہے۔ اس کی تعلیم سے ایسے خدا پرست اور اعلیٰ اخلاق کے انسان تیار ہوتے ہیں جیسے صحابہؓ ہیں۔

غور کرنے کی بات ہے کہ بھلا شیطان قرآن مجید جیسا کلام کس طرح بنا سکتے ہیں۔ قرآن مجید تو وحی الٰہی ہے اور وحی الٰہی تک شیطانوں کی پہنچ کہاں؟ مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلے شیطان آسمانوں کی طرف چڑھ کر وہاں کی کچھ خبریں اڑا لاتے تھے اور کاہنوں کو پہنچا دیتے تھے لیکن قرآن مجید کی حفاظت کی خاطر فرشتوں کے سخت پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں اور شیطانوں کی آمد و رفت بند کر دی گئی ہے۔

(۲) قرآن مجید کی صداقت کے بارے میں واضح اور مضبوط دلیل پیش کرنے کے بعد لوگوں کو سنانے کے لئے آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اب قرآن مجید کی تعلیم پر ثابت قدم رہو جس کا مرکز توحید ہے۔ اس کا پیغام سارے جہان والوں کو پہنچا دو اور سب سے پہلے اپنے قریب کے رشتہ داروں کو آگاہ کر دو۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ کوہ صفا پر چڑھ گئے اور قریش کے مختلف خاندانوں کو نام بنام پکارا جب لوگ جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں خبر دوں کہ پہاڑ کے پیچھے دشمن کا لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات کو سچ جانو گے؟ لوگوں نے کہا ہاں بیشک، کیونکہ ہمارا تجربہ یہی ہے کہ آپؐ سچ بولتے ہیں پھر آپؐ نے فرمایا کہ حق کا پیغام قبول کرو۔ اگر نہ مانو گے تو تم پر بڑی آفت آئے گی۔ یہ سن کر ابولہب نے گستاخی سے کہا کیا یہی بات کہنے کو تو نے بلایا تھا غرض سب سردار ناراض ہو کر چلے گئے۔

(۳) جو لوگ ایمان قبول کر کے تمہارے ساتھ ہو جائیں ان کی دلجوئی کرو اور ان کے ساتھ مہربانی اور شفقت کا برتاؤ کرو لیکن جو لوگ تمہاری بات نہ مانیں اور پیغام حق کا انکار کریں ان کی پروا مت کرو اور ان کے اعمال سے بیزاری کا اعلان کر دو۔ پیغام حق لوگوں کو پہنچاتے رہو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔ کوئی تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ جو غالب اور مہربان ہے اس کی تائید اور مہربانی تمہارے حال پر ہے۔ وہ جانتا ہے کہ تم کس ذوق و شوق کے ساتھ اس کی عبادت اور خوشنودی کے کاموں میں لگے رہتے ہو۔ بلاشبہ وہ سب کی باتوں کو سنتا ہے اور سب کے حالات کو جانتا ہے۔

(۴) اس آیت میں آنحضرتؐ کی پاکیزہ سیرت کو پیش کر کے مکہ والوں کے اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جھوٹے، بدکار اور بدچلن لوگ ہی شیطانوں سے دوستی رکھتے ہیں اور ان کی باتوں پر کان لگاتے ہیں اور ان کے حوالے سے جھوٹی باتیں عام لوگوں کو بتاتے ہیں۔ لیکن آنحضرتؐ تو متقیوں کے سردار ہیں اور آپؐ کی صداقت اور امانت کا سکہ سارے مکہ والوں کے دلوں پر بیٹھا ہوا ہے جنہوں نے آپؐ کو صادق اور امین کا لقب دے رکھا ہے۔ (۵) قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اور معجزانہ تاثیر دیکھ کر مکہ والوں نے کہا کہ (نعوذ باللہ) آنحضرتؐ شاعر ہیں۔ ان آیتوں میں بی

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ

مگر ہاں جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے اور انھوں نے (اپنے اشعار میں) کثرت سے

كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ

اللہ کا ذکر کیا اور ان پر ظلم ہونے کے بعد انھوں نے بدلا لیا (تو کوئی مضائقہ نہیں) (۱) اور جنھوں نے لوگوں پر

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۲۲۷ ع

ظلم کیا ان کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے (۲)

(۲۷) سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ

رکوعاتہا ۷ ۔۔۔ آیاتہا ۹۳

سورۂ نمل مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

طٰسٓ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۱

طٰس۔ یہ قرآن اور واضح کتاب کی آیتیں ہیں اور ایمان والوں کے

هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۲ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

لئے (موجب) ہدایت اور خوشخبری ہیں۔ جو نماز کی پابندی کرتے ہیں

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۳ اِنَّ

اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر (پورا پورا) یقین رکھتے ہیں (۳) بلاشبہ

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے اعمال ان کے لئے خوشنما بنا دیئے ہیں تو وہ (حق سے دور)

يَعْمَهُوْنَ ۴ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ

بھٹکتے پھرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو بری طرح عذاب ہوگا اور وہ

(بقیہ تفسیر صفحہ ۶۷۴) اور شاعر کا فرق ظاہر کر کے اس الزام کا جواب دیا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ شاعر کا ساتھ دینے والے اور اس کو اپنا رہنما سمجھنے والے ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے دلوں میں نیکی اور راست بازی کی طلب نہیں ہوتی اور بے کار باتوں میں وقت ضائع کرتے ہیں۔ لیکن نبی کے ساتھی راست باز اور پرہیزگار لوگ ہوتے ہیں جیسے صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم ہیں۔

دوسری بات یہ کہ شاعر تخیلات کی وادیوں میں سرگرداں رہتے ہیں۔ اگر کسی کی مدح پر اترے تو آسمان و زمین کے قلابے ملا دیئے اور اگر کسی کی برائی شروع کی تو سارے جہان کے عیب اس میں جمع کر دیئے۔ اس کے برخلاف آنحضرتؐ کی تعلیم کو دیکھو کہ اس میں زندگی کے حقائق اور اصول بیان کئے گئے ہیں۔

ع ۱۱ / ۱۵
تیسری بات یہ کہ شاعر يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ کا مصداق ہوتے ہیں لیکن آنحضرتؐ کی سیرت پاک آپ کی تعلیم کا کامل نمونہ ہے۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) حضرت حسانؓ اور چند دوسرے صحابہ آنحضرتؐ کے حکم سے اشعار کہتے تھے جن میں اچھی باتیں بیان کرتے تھے آپؐ کی پیغمبرانہ سیرت کی مدح کرتے تھے اور کفار مکہ کے ان اشعار کا جواب دیتے تھے جن میں وہ آپ کی ہجو کرتے تھے اور آپؐ پر جھوٹے الزامات لگاتے تھے۔

ایسے حضرات کے اطمینان کے لئے فرمایا کہ اگر کوئی ایماندار اور پرہیزگار آدمی اشعار کہے جن میں اللہ تعالےٰ کی حمد یا انبیاء اور اولیاء کی تعریف یا زندگی کی اچھی باتیں بیان کرے یا ظلم کرنے والوں کا جواب دے کر اپنی مدافعت کرے تو ایسے شاعر اور ان کی شاعری قابل مذمت نہیں ہے۔

(۲) کافروں اور ظالموں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ جو لوگ دوسروں پر کسی طرح کا ظلم کریں مثلاً ناحق کسی کی مذمت کریں جیسے کفار مکہ آنحضرتؐ کی ہجو سے اپنی زبانوں کو ناپاک کیا کرتے ہیں، ایسے ظالموں کو عنقریب معلوم ہوگا کہ ظلم اور بدگوئی کی وجہ سے ان کا کیا حشر ہوا اور وہ کیسی جگہ میں ڈال دیئے گئے۔

(۳) قرآن مجید اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے جو ایک واضح کتاب ہے جس کے مضامین دل میں اتر جانے والے ہیں۔ یہ قرآن مجید ایمانداروں کے لئے سرچشمۂ ہدایت اور سراپا رحمت ہے۔ یہ لوگ اس سے ہدایت حاصل کر کے نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں یعنی بدنی اور مالی دونوں طرح کی عبادتیں ادا کرتے ہیں۔ وہ اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد آخرت کی زندگی بھی ہے جہاں اعمال کا حساب کتاب ہوگا اور جزا یا سزا ملے گی۔ اسی لئے وہ دنیا کی زندگی کو کام میں لا کر نیک اعمال کرتے ہیں۔

فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝۵ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ

آخرت میں بھی بہت نقصان اٹھانے والے ہوں گے اور (اے پیغمبر!) تم کو قرآن (خدائے)

مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۝۶ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ

علیم و حکیم کی طرف سے عطا کیا جا رہا ہے (۱) (اور وہ وقت یاد کرو) جبکہ موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ

اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ۭ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ

میں نے آگ دیکھی ہے میں وہاں جا کر (راستہ کا پتہ) لاتا ہوں یا (ہو سکے تو) ایک سلگتا ہوا

بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝۷ فَلَمَّا جَاۗءَهَا

انگار تمہارے پاس لاتا ہوں تاکہ تم (آگ سلگاؤ اور) تاپو (۲) پس جب موسیٰ آگ کے پاس پہنچے

نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَ

تو ان کو آواز آئی کہ بابرکت ہے وہ جو آگ میں ہے اور وہ بھی جو اس کے آس پاس ہے اور

سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۸ يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ

پاک ہے وہ اللہ جو سارے جہان کا پروردگار ہے اے موسیٰ! میں ہی اللہ ہوں

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۹ۙ وَاَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ

غالب (اور) حکمت والا اور (اے موسیٰ) تم اپنی لاٹھی (زمین پر) ڈال دو (۳) تو جب (موسیٰ نے لاٹھی ڈالی تو) دیکھا کہ لاٹھی

كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰى

اس طرح ہل رہی ہے گویا وہ زندہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (ارشاد ہوا) اے موسیٰ!

لَا تَخَفْ ۣ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝۱۰ۖ اِلَّا

ڈرو نہیں ہمارے حضور میں پہنچ کر پیغمبر ڈرا نہیں کرتے (۴) مگر ہاں

مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْۗءٍ فَاِنِّىْ غَفُوْرٌ

جس سے کوئی قصور ہو جائے اور پھر وہ اس قصور کے بعد اس کے بدلے نیکی کرنے لگے تو بیشک میں بخشنے والا

(۱) آنحضرتؐ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ لوگ اپنی بدبختی سے چاہے قرآن مجید کو کلام الٰہی تسلیم نہ کریں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن مجید خدائے حکیم و علیم کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے بس تم ان کے انکار سے آزردہ نہ ہو اور جہاں تک ہو سکے ان کی اصلاح کی کوشش کرتے رہو۔

(۲) حضرت موسیٰؑ مدین سے مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ حاملہ بیوی بھی ہمراہ تھیں۔ اندھیری رات میں راستہ بھول گئے۔ سردی کی شدت سے آگ کی سخت ضرورت ہوئی، حضرت موسیٰؑ ادھر اُدھر دیکھنے لگے۔ اسی پریشانی کے عالم میں دُور سے آگ نظر آئی۔ حضرت موسیٰؑ نے بیوی سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو، میں جا کر راستہ کا پتہ معلوم کروں گا اور اگر وہاں کوئی آدمی نہ ملا تو آگ لے آؤں گا تاکہ تاپ کر سردی کی رات کاٹیں۔

(۳) جب حضرت موسیٰؑ آگ کے پاس پہنچے تو شرف ہم کلامی اور نبوت سے سرفراز کئے گئے۔ آواز آئی کہ جو آگ کے اندر ہے اور جو اس کے اطراف ہے سب بابرکت ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ اللہ جو سارے جہان کا پروردگار ہے مکان، جہت، جسم، صورت وغیرہ سے پاک ہے۔

سنو! میں ہی اللہ ہوں، غالب اور حکمت والا۔ میں تم کو نبوت اور معجزات سے سرفراز کرنا چاہتا ہوں تو اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دو۔ پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔

(۴) حضرت موسیٰؑ نے لاٹھی زمین پر ڈالی تو کیا دیکھتے ہیں کہ لکڑی غائب ہے اور ایک سانپ زمین پر دوڑ رہا ہے چونکہ حضرت موسیٰؑ کو ایسا واقعہ کبھی پیش نہیں آیا تھا۔ بہ تقاضائے بشریت ڈر گئے اور پیٹھ پھیر کر بھاگے۔

بارگاہ الٰہی سے ارشاد ہوا کہ موسیٰؑ! ڈرو نہیں، ہمارے حضور میں آنے والے اور رسالت کے مرتبہ سے سرفراز ہونے والے، ایسی چیزوں سے ڈرتے نہیں ہیں۔

رَّحِيمٌ ﴿۱۱﴾ وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ
(اور) مہربان ہوں (۱) اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو اور پھر نکالو تو وہ بلا کسی عیب کے سفید (اور چمکدار)
مِنْ غَيْرِ سُوءٍ ۖ فِي تِسْعِ آيَاتٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ ۚ
نکلے گا (یہ دو معجزے ان) نو معجزوں میں (سے) ہیں جن کے ساتھ تم کو (فرعون) اور اس کی قوم کی طرف (بھیجا
إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿۱۲﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا
جاتا ہے) کیونکہ وہ نافرمان لوگ ہیں (۲) غرض جب ان لوگوں کے پاس ہمارے روشن
مُبْصِرَةً قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿۱۳﴾ وَجَحَدُوا بِهَا
معجزے پہنچے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے اور بے انصافی اور غرور سے ان
وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا ۚ فَانظُرْ كَيْفَ
معجزوں کا انکار کر بیٹھے حالانکہ ان کے دل ان معجزوں کا یقین کر چکے تھے تو (اے پیغمبر!) دیکھو
كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ
ان مفسدوں کا کیسا (برا) انجام ہوا (۳) اور ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم
وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا ۖ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا
عطا فرمایا تھا اور ان دونوں نے کہا کہ ہر طرح کی تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے
عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۵﴾ وَوَرِثَ
ہم کو اپنے بہت سے ایماندار بندوں پر فضیلت دی (۴) اور (داؤد کے انتقال کے بعد)
سُلَيْمَانُ دَاوُودَ ۖ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ
سلیمان داؤد کے جانشین ہوئے اور سلیمان نے کہا کہ لوگو! ہم کو اللہ کی طرف سے پرندوں کی بولی سمجھنے کی تعلیم دی گئی ہے
وَأُوتِينَا مِن كُلِّ شَيْءٍ ۖ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ ﴿۱۶﴾
اور ہر چیز عنایت فرمائی گئی ہے بیشک یہ اللہ کا کھلا فضل ہے

(۱) اس آیت میں توبہ کا اصول بیان فرمایا ہے کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیے جس شخص سے کوئی قصور ہو جائے پھر وہ توبہ کرکے اپنی اصلاح کرلے تو اس کو بخشش کی امید رکھنی چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

(۲) دوسرا معجزہ یہ ہے کہ تم اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالو پھر نکالو تو وہ بلا کسی عیب یا مرض کے سفید چمکتا ہوا لوگوں کو نظر آئے گا۔

یہ دو نشانات منجملہ نو نشانات کے ہیں۔ ان کو لے کر فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ اور ان کو برائیوں سے منع کرو کیونکہ وہ سخت برائیوں میں مبتلا ہیں۔

واضح ہو کہ حضرت موسیٰؑ کو نو نشانات دیئے گئے تھے جن کا بیان ص پر سورۂ اعراف میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

(۳) جب حضرت موسیٰؑ ان معجزات اور نشانات کو لے کر فرعون اور اس کی قوم کے پاس گئے تو انھوں نے الٰہی نشانات کو جھٹلایا اور کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔

ع ۱۴ / ۱۶

حقیقت یہ ہے کہ ان کے دلوں میں اس بات کا یقین پیدا ہو چکا تھا کہ حضرت موسیٰؑ سچے پیغمبر ہیں۔ لیکن محض ظلم اور تکبر کی راہ سے انھوں نے ضمیر کی آواز کو دبایا اور حق کا انکار کیا۔

مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ پیغام حق کا انکار کرنے والوں اور دنیا میں فساد مچانے والوں کا کیا انجام ہوا۔ بحر قلزم کی موجوں نے سب کو ہڑپ کر لیا اور آج ان کا کوئی نام لیوا بھی نہیں ہے۔

(۴) حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ بنی اسرائیل کے بڑے مرتبے کے انبیاء میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں حضرات کو دین، شریعت اور دنیا کے انتظام کا بڑا علم عطا فرمایا تھا۔ دونوں حضرات اس عطیۂ الٰہی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرتے تھے جیسا کہ ایماندار اور مخلص بندوں کا طریقہ ہے۔

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ

اور سلیمان کے لئے جنوں اور انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے اور ان کو جماعتوں میں

فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ

تقسیم کیا جاتا تھا (۱) یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کے ایک میدان میں پہنچے تو ایک

نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ

چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور

سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ

اس کا لشکر تم کو کچل ڈالے اور ان کو اس کی خبر بھی نہ ہو تو سلیمان اس

ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ

چیونٹی کی بات سن کر مسکرا کر ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ جو احسانات

نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ

مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں ان احسانات کا شکر ادا کروں اور (زندگی بھر) ایسے عمل

صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ

کرتا رہوں جس کو تو پسند کرے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَاۤ اَرَى

شامل فرما (۲) اور (ایک دفعہ) سلیمان نے پرندوں کا جائزہ لیا اور ہدہد کو نہ پایا تو کہنے لگے کیا سبب ہے کہ

الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿۲۰﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا

ہدہد نظر نہیں آتا کیا کہیں غائب ہو گیا ہے میں اسے سخت سزا دوں گا یا اس کو

اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۱﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ

ذبح کر ڈالوں گا یا وہ میرے سامنے (غیر حاضری کی) کوئی معقول وجہ پیش کرے (۳) پھر تھوڑی دیر بعد

(۱) حضرت داؤدؑ کے بعد ان کے بیٹے حضرت سلیمانؑ ان کے جانشین ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عظیم الشان سلطنت اور کئی معجزے عطا فرمائے تھے۔ ایک معجزہ یہ تھا کہ حضرت سلیمانؑ پرندوں اور چیونٹیوں وغیرہ کی بولی سمجھ لیتے تھے۔ ان کے لشکر میں جن، انسان، پرند اور دوسرے جانور بھی حسب ضرورت شامل رہتے تھے جب لشکر روانہ ہوتا تو اس کو مختلف گروہوں میں تقسیم کیا جاتا تھا، بے ترتیب چلنے والوں کی روک تھام کی جاتی تھی اور پورا پورا نظم وضبط باقی رکھا جاتا تھا۔

(۲) ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ کے لشکر کا گزر ایک ایسے مقام پر ہوا جہاں چیونٹیوں کی بستی تھی۔ ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں سے کہا کہ اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ لشکر والے تم کو بے خیالی سے پیس ڈالیں۔ حضرت سلیمانؑ کو اللہ تعالیٰ نے معجزہ دیا تھا۔ وہ سمجھ گئے اور چیونٹی کی ہوشیاری پر مسکرائے۔ نیز اس بات پر مسرور ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معجزہ عنایت فرمایا کہ وہ چیونٹی کی بات کو سمجھ گئے۔ اس نعمت کے ساتھ دوسرے احسانات بھی یاد آگئے اور جذبۂ شکر جوش میں آیا اور زبان شکر یوں گویا ہوئی کہ پروردگارا مجھے توفیق عطا فرما کہ میں ان گوناگوں نعمتوں کو یاد کرکے ہمیشہ شکر ادا کرتا رہوں جو تو نے مجھ کو اور میرے والدین کو عطا فرمائی ہیں۔ مجھ کو ایسے نیک اعمال کی توفیق عطا فرما جن سے تیری خوشنودی حاصل کر سکوں۔ اور اپنے فضل سے مجھ کو اعلیٰ درجے کے نیک بندوں یعنی انبیاء کی جماعت میں داخل رکھ اور ان کی صحبت ومعیت عنایت فرما۔

(۳) حضرت سلیمانؑ کے پاس تین قسم کے لشکر تھے آدمیوں کا، جنوں کا اور پرندوں کا۔ حضرت سلیمانؑ جنوں اور پرندوں سے بھی کام لیتے تھے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ہُدہُد بڑا ہوشیار پرندہ ہے۔ وہ نامہ بری کا کام کرتا ہے، یہ بھی معلوم کر لیتا ہے کہ کس جگہ پانی قریب ہے اور آسانی سے نکالا جا سکتا ہے۔ اس لئے اس سے پانی کے کھوج لگانے کا کام لیا جاتا ہے۔

ایک روز حضرت سلیمانؑ نے پرندوں کی فوج کا جائزہ لیا تو ہدہد کو اپنی جگہ پر نہ پایا۔ تعجب کیا کہ بغیر اجازت کیسے چلا گیا۔ فرمایا کہ اگر اس نے اپنی غیر حاضری کا کوئی معقول عذر نہ پیش کیا تو اس کو سخت سزا دی جائے گی بلکہ ممکن ہے ذبح کر دیا جائے۔

بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۢ
حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے ایک ایسی چیز معلوم ہوئی ہے جس کی آپ کو خبر نہیں اور میں آپ کے پاس شہر سبا سے

بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ۝۲۲ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ
ایک یقینی خبر لایا ہوں میں نے ایک عورت کو دیکھا ہے کہ وہ وہاں کے لوگوں پر بادشاہت کرتی ہے

مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ۝۲۳ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا
اور اسے ہر چیز میسر ہے اور اس کے پاس ایک بڑا (قیمتی) تخت ہے لیکن میں نے دیکھا ہے کہ وہ عورت اور اس کی قوم

يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ
اللہ کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی

اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝۲۴ اَلَّا
نظر میں آراستہ کر رکھا ہے اور ان کو حق کے راستے سے روک دیا ہے اس لئے وہ حق کے راستہ پر نہیں چلتے اور اس

يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اللہ کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو نکالتا ہے

وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝۲۵ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
اور تمہارے پوشیدہ اور ظاہر اعمال سے واقف ہے (1) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝۲۶ ۩ قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ
وہی عرش عظیم کا مالک ہے سلیمان نے کہا ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو

مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۲۷ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ
جھوٹا ہے (پھر ایک خط لکھا اور کہا کہ) میرا یہ خط لے جا اور اسے ان کی طرف ڈال دے

ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ۝۲۸ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا
پھر وہاں سے ہٹ جا اور دیکھتا رہ کہ وہ لوگ آپس میں کیا سوال جواب کرتے ہیں (۲) (ہدہد نے خط ملکہ سبا کو پہنچایا) تو اس نے

(۱) تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ہدہد آگیا اور اس نے اپنی غیر حاضری کا یہ عذر پیش کیا کہ میں کام پر گیا ہوا تھا اور ایک ایسی بات کی خبر لایا ہوں جس کا اب تک آپ کو علم نہیں ہے۔ پھر اس نے ملکہ سبا اور اس کی قوم کا حال بیان کیا جو یمن کے مشرق میں آباد تھی۔ مفسرین نے ملکہ سبا کا نام بلقیس لکھا ہے جو غالباً اسرائیلی روایت سے لیا گیا ہے۔

ہدہد نے کہا کہ قوم سبا پر ایک عورت حکمران ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کا ساز و سامان عطا کیا ہے۔ وہ ایک عظیم الشان تخت کی مالک ہے جو نہایت بیش قیمت جواہرات سے مرصع ہے۔ لیکن شیطان نے ان لوگوں کو بہکا رکھا ہے کہ وہ سورج کی پوجا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمان و زمین کے پوشیدہ خزانے ظاہر کرتا ہے اور جو لوگوں کے ظاہر اور پوشیدہ اعمال کو جانتا ہے۔

(۲) ہدہد کا بیان سن کر حضرت سلیمانؑ نے اس کی سچائی معلوم کرنی چاہی اور بلقیس کے نام ایک خط لکھ کر اس کو دیا اور ہدایت کی کہ خط دے کر ذرا ہٹ جانا اور ان کی گفتگو سننا کہ وہ لوگ اس خط پر کیا خیالات ظاہر کرتے ہیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ ہدہد اس خط کو چونچ میں پکڑ کر اڑا اور لوگوں کی نظروں سے بچ کر محل میں پہنچا اور خط کو بلقیس کی گود میں ڈال دیا۔

الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٩﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ

کہا کہ اے دربار والو! میرے پاس ایک خط پہنچا ہے جو واجب الاحترام ہے وہ سلیمان کی طرف سے آیا ہے

وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٣٠﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ

اور (مضمون) یہ ہے (اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے (اس کے بعد) کہ مجھ سے سرکشی نہ کرو اور (فرماں بردار بن کر) میرے

مُسْلِمِيْنَ ﴿٣١﴾ ع قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا

پاس چلے آؤ (ملکہ سبا نے خط سنا کر) کہا کہ اے اہل دربار! اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو جب تک تم

كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿٣٢﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا

میرے پاس موجود نہ ہو میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی (١) (درباریوں نے) کہا کہ ہم بڑے

قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا

طاقتور ہیں اور بڑے لڑنے والے ہیں اور (آئندہ) آپ کو اختیار ہے آپ جو کچھ حکم دیں اس کے بھلے برے پر

تَاْمُرِيْنَ ﴿٣٣﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا

اچھی طرح غور کرلیں (٢) (ملکہ سبا نے) کہا کہ جب بادشاہ کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ کر دیتے ہیں

وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٤﴾

اور وہاں کے عزت والوں کو ذلیل کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے

وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ

اور میں ان لوگوں کے پاس کچھ تحفے بھیجتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا

الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ

جواب لاتے ہیں (٣) پھر جب (قاصد) سلیمان کے پاس پہنچا تو سلیمان نے کہا کیا تم مجھے مال سے مدد دینا چاہتے ہو

فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ

تو یاد رکھو کہ) اللہ نے جو کچھ مجھ کو دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمھیں دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ اپنے تحفے پر

(١) بلقیس نے خط پڑھا اور بہت متاثر ہوئی پھر اس نے درباریوں کو جمع کر کے خط ان کو سنایا اور اس کے مضمون سے واقف کرایا۔ حضرت سلیمانؑ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد نہایت مختصر اور بلیغ انداز میں ملکہ سبا اور اس کے سرداروں کو بلکہ سارے اہل ملک کو اطاعت اور اسلام کی دعوت دی تھی۔

ملکہ نے اہل دربار سے رائے دریافت کی اور کہا کہ تم جانتے ہو کہ میں تمھارے مشورے کے بغیر کوئی اہم فیصلہ نہیں کرتی ہوں۔ ع ٢ ١٧

(٢) اطاعت کا نام سُن کر درباریوں کے حاکمانہ غرور کو ٹھیس لگی اور وہ جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ انھوں نے ملکہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم طاقتور اور جنگجو لوگ ہیں۔ صرف ایک خط سے ڈر کر کیوں اطاعت قبول کریں۔ ہمارا مشورہ جنگ کرنے کا ہے۔ پھر آپ جو حکم دیں، ہم دل و جان سے اس کی تعمیل کے لئے حاضر ہیں۔ ہماری درخواست یہ ہے کہ آپ اچھی طرح غور کر کے حکم صادر فرمائیں۔

(٣) ملکہ زیادہ تجربہ کار اور عقلمند تھی۔ اس نے درباریوں کے جوش کو ٹھنڈا کیا اور ان کو سمجھایا کہ بیشک ہم طاقتور اور بہادر ہیں۔ لیکن فوراً ہی اعلان جنگ کرنا مناسب نہیں۔ اگر سلیمانؑ ہم سے زیادہ طاقتور ہیں تو پھر جانتے ہو کہ جنگ کا نتیجہ کیا ہوگا۔ بادشاہوں کا دستور یہ ہے کہ جب وہ کسی بستی میں فاتحانہ غلبہ کے ساتھ داخل ہوتے ہیں تو اس بستی کو برباد اور اس کے باعزت شہریوں کو ذلیل وخوار کر دیتے ہیں۔

اس لئے مناسب ہے کہ ہم پہلے سلیمانؑ کے پاس بیش بہا تحفے روانہ کریں اور دیکھیں کہ سلیمانؑ جواب میں کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔ اس کے بعد ہم زیادہ صحیح رائے قائم کر سکیں گے۔

(۱) چنانچہ ملکہ سبا نے نہایت بیش بہا تحفے ایک خاص قاصد کے ہمراہ حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں روانہ کئے۔ تحفوں کی طویل فہرست مفسرین نے لکھی ہے۔ اس مختصر تفسیر میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ — غرض جب قاصد نے تحفے حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں پیش کئے تو انھوں نے جواب میں فرمایا کہ تم نے اور تمہاری ملکہ نے میرے پیغام کا مطلب غلط سمجھا کیا تم چاہتے ہو کہ ان تحفوں کے ذریعے مجھ کو پھسلاؤ۔ تم دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو جو دین اور دنیا کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہ تمہارے تحفوں سے بدرجہا بہتر ہیں۔ ان تحفوں سے تم خوش ہوتے ہو لیکن میرے نزدیک تو یہ بالکل ہیچ ہیں۔ لہٰذا ان کو واپس لے جاؤ اور اپنی ملکہ سے کہہ دو کہ اگر ہمارے حکم کی تعمیل نہ کی گئی تو ہم ایسے لشکر جرار کے ساتھ حملہ آور ہوں گے جس کا تم مقابلہ نہ کرسکو گے۔ پھر تم کو ذلیل و رسوا کر کے شہر سے نکال دیا جائے گا۔

تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ

تم ہی خوش ہوتے ہوگے تم (اس کو لے کر) واپس جاؤ ہم ان پر ایسے لشکر سے حملہ کریں گے جن کے مقابلہ کی

لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

ان میں طاقت نہ ہوگی اور ہم ان کو وہاں سے بے عزت کر کے نکال باہر کریں گے اور وہ ذلیل ہوں گے (۱)

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ

سلیمان نے کہا کہ اے دربار والو! تم میں کوئی ایسا بھی ہے جو قبل اس کے کہ وہ لوگ فرماں بردار ہو کر ہمارے پاس

يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ

آئیں ملکہ کا تخت میرے پاس لے آئے (۲) تو ایک قوی ہیکل جن نے عرض کیا کہ آپ کے دربار برخاست

بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ

کرنے سے پہلے میں تخت کو حاضر کردوں گا اور (گو وہ بہت بھاری ہے مگر) اس کے لانے کی طاقت رکھتا ہوں

اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ

اور امانت دار ہوں ایک شخص جس کو کتاب (الٰہی) کا علم تھا کہنے لگا کہ میں آپ کی آنکھ

بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا

جھپکنے سے پہلے (پہلے) تخت کو آپ کے پاس لا سکتا ہوں (۳) چنانچہ اس نے تخت کو حاضر کردیا تو جب سلیمان

عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ڣ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ

نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرے پروردگار کا فضل ہے تاکہ وہ میری آزمائش کرے کہ میں شکر کرتا ہوں یا

اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ

ناشکری کرتا ہوں اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے فائدے کے لئے کرتا ہے اور جو ناشکری

كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾ قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا

کرتا ہے تو میرا پروردگار بے نیاز (اور) کرم کرنے والا ہے (۴) سلیمان نے کہا کہ ملکہ کی (عقل کی) آزمائش کے لئے اس کے تخت کی صورت بدل دو

(۲) قاصد تحفے لے کر واپس ہوئے اور انھوں نے ملکہ سبا کو حضرت سلیمانؑ کے جواب، ان کی عظمت و شوکت اور ان کے پیغمبرانہ خیالات اور اخلاق سے واقف کرایا۔ ملکہ نے درباریوں سے مشورہ کر کے حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر ہونے کا فیصلہ کیا اور شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ روانہ ہوئی۔

حضرت سلیمانؑ کو جب علم ہوا کہ ملکہ سبا خدمت میں حاضر ہونے کی نیت سے روانہ ہو چکی ہے تو انھوں نے اپنے اہل دربار سے کہا کہ تم میں کون یہ طاقت رکھتا ہے کہ ملکہ سبا کے یہاں پہنچنے سے پہلے اس کے شاہی تخت کو میرے سامنے حاضر کردے۔

غالباً یہ وہی تخت ہے جس کی تعریف ہُدہُد نے اپنے پہلے بیان میں کی تھی کہ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ اس تخت کے منگوانے سے شاید یہ مقصود ہوگا کہ ملکہ سبا اس معجزے کو دیکھ کر حضرت سلیمانؑ کی نبوت کی قائل ہو جائے اور سمجھ لے کہ حضرت سلیمانؑ کا مقصد ملک گیری نہیں، دعوت ایمان و اسلام ہے۔

(۳) یہ سن کر ایک قوی ہیکل جن نے کہا آپ کا دربار برخاست ہونے سے پہلے میں اس کو حاضر کرسکتا ہوں میں کافی طاقتور ہوں کہ اس کو اٹھا کر لا سکتا ہوں اور امانت دار بھی ہوں کہ اس کے جواہرات میں کسی قسم کی خیانت نہ کروں گا۔

لیکن حضرت سلیمانؑ کے صحابی اور وزیر آصف بن برخیا کو اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتابوں اور اسماء الٰہیہ کا علم عطا کیا تھا نیز وہ اسم اعظم کی تاثیر اور قوت سے واقف تھے اور اس کے عامل تھے۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں چشم زدن میں حاضر کرسکتا ہوں۔

(۴) چنانچہ حضرت سلیمانؑ نے ملکہ سبا کے جواہر دار تخت شاہی کو اپنے سامنے رکھا ہوا دیکھا تو بجائے فخر کرنے

بارگاہ الٰہی میں عجز و نیاز کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ بھی میرے پروردگار کی مہربانیوں میں سے ایک مہربانی ہے کہ اس نے مجھے ایسے ایسے باکمال رفیق عطا فرمائے ہیں۔ اس میں میری آزمائش ہے کہ میں ان نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہوں یا نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے تو اس میں اسی کا نفع ہوتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بندوں کے شکر اور ناشکری سے بے نیاز ہے۔ البتہ ان ہی کے فائدے کے لئے ان کو نصیحت کرتا ہے کیونکہ وہ رحیم و کریم بھی ہے۔

نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾

تاکہ ہم دیکھیں کہ وہ پہچانتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہے جو سمجھ نہیں رکھتے

فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ

پھر جب ملکہ دربار میں حاضر ہوئی تو اس سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کا تخت بھی ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا کہ یہ تو گویا وہی

هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾

ہے اور ہم کو اس سے پہلے ہی (سلیمان کی عظمت کا) علم ہو گیا تھا اور ہم فرماں بردار ہیں (۱)

وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا

(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اور اس کو غیر اللہ کی عبادت نے (ایمان لانے سے) روک رکھا تھا (اور)

كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ

وہ کافروں میں سے تھی (۲) (پھر) اس سے کہا گیا کہ محل میں چلیے جب اس نے

فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ

اس (کے فرش) کو دیکھا تو اسے پانی (کا حوض) سمجھا اور (کپڑا اٹھا کر) اپنی پنڈلیاں کھول دیں سلیمان نے کہا

اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ

یہ ایسا محل ہے جس کے فرش پر شیشے جڑے ہوئے ہیں (اس وقت ملکہ متنبہ ہوئی اور) عرض کیا کہ میرے پروردگار میں نے

نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾ ع

اپنے اوپر ظلم کیا اب میں سلیمان کے ساتھ (ان کے طریقے پر) اللہ رب العالمین پر ایمان لاتی ہوں (۳)

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا

اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے (قومی) بھائی صالح کو پیغمبر بنا کر بھیجا (تو انھوں نے کہا کہ

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾

تم اللہ کی عبادت کرو مگر ان میں دو فریق ہو گئے (جو آپس میں) جھگڑنے لگے

(۱) حضرت سلیمانؑ کا مقصد یہ تھا کہ ملکۂ سبا کے شاہانہ غرور کو توڑیں، اس کو اپنی نبوت کا یقین دلائیں اور اس کو آفتاب پرستی سے نفرت دلا کر توحید کی طرف متوجہ کریں۔

ان حقائق کو اس لطیف پیرائے سے سمجھانے کی کوشش کی کہ ملکہ کا شاہانہ تخت معجزانہ طور پر اپنے دربار میں منگوا لیا اور اس کی شکل و صورت میں کچھ تبدیلی کر کے ملکہ سے سوال کیا کہ دیکھو! کیا تمہارا تخت اسی طرح کا ہے۔

ملکۂ سبا تخت کو دیکھ کر سخت حیران ہوئی اور عرض کیا کہ یہ تو گویا میرا ہی تخت ہے۔ پھر اس نے اپنی مرعوبیت کو ظاہر کرنے کے لئے کہا کہ ہم تو پہلے ہی سے آپ کی شان و شوکت کو تسلیم کرتے ہیں اور آپ کی اطاعت قبول کر کے خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔

(۲) اس واقعہ سے ملکۂ سبا حضرت سلیمانؑ کی شاہانہ عظمت اور قدرت سے متاثر ہوئی لیکن ابھی تک اس کا ذہن توحید کی طرف منتقل نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کا سبب یہ تھا کہ ملکۂ سبا نے ایک کافر قوم میں پرورش پائی تھی اور برسوں سے حقیقت یعنی اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر مظہر یعنی آفتاب پرستی میں مبتلا تھی۔

واضح ہو کہ بعض مفسرین نے اس آیت کا مطلب دوسرے طریقے سے بیان کیا ہے۔ اس لحاظ سے ترجمہ یوں ہو گا:۔ اور وہ جو اللہ کے سوا (سورج کی) پرستش کرتی تھی، سلیمان نے اس کو اس سے منع کیا (اور اس سے پہلے تو) وہ کافروں میں سے تھی۔

ع ۳ ۱۴ ۱۸ (۳) اس لئے حضرت سلیمانؑ نے ملکۂ سبا کو شیش محل میں دعوت دی۔ محل کے صحن میں صاف و شفاف شیشے کا فرش تھا جس کے نیچے پانی بھرا تھا۔ ملکہ نے خیال کیا کہ پانی میں سے ہو کر گزرنا ہے اس لئے اس نے پائنچے چڑھا لئے جس سے پنڈلیاں کھل گئیں۔

یہ دیکھ کر حضرت سلیمانؑ نے اس کو آگاہ کیا کہ یہ محل اور اس کا صحن شیشے سے بنایا گیا ہے۔

اب ملکہ حضرت سلیمانؑ کے لطیف اشارے کو سمجھی اور اپنی نادانی پر نادم ہوئی کہ وہ سخت فریب میں مبتلا رہی اور حقیقت کو چھوڑ کر مظاہر یعنی آفتاب اور دوسرے ستاروں کی پرستش کرتی رہی۔

جب ملکہ پر حقیقت کھلی تو وہ بے ساختہ پکار اٹھی کہ اب میں پوری طرح حضرت سلیمانؑ کے ساتھ ہوتی ہوں اور جس طرح وہ ایمان لائے ہیں اسی طرح پروردگار عالم پر ایمان لاتی ہوں اور اس کی بارگاہ میں سر اطاعت خم کرتی ہوں۔

قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ
صالح نے کہا کہ اے میری قوم! تم بھلائی سے پہلے برائی کے لئے کیوں جلدی
الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٤٦﴾ قَالُوا
کرتے ہو (اور) اللہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے؟ تاکہ تم پر رحم کیا جائے (۱) ان لوگوں
اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۚ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ
نے کہا کہ تم اور تمہارے ساتھ والوں کو ہم منحوس سمجھتے ہیں۔ صالح نے کہا کہ تمہاری نحوست (کا سبب) اللہ کے علم میں ہے
بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ
بلکہ تم ایسے لوگ ہو جن کی آزمائش کی جاتی ہے (۲) اور اس شہر میں
تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿٤٨﴾
نو شخص تھے جو ملک میں فساد کیا کرتے تھے اور اصلاح سے کام نہیں لیتے تھے
قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ
انہوں نے کہا کہ آپس میں خدا کی قسم کھاؤ کہ ہم رات کو اس پر اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے پھر
لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا
اس کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم تو ان کے گھر والوں کی ہلاکت کے موقع پر موجود ہی نہ تھے اور ہم
لَصٰدِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ
سچ کہتے ہیں (۳) اور (یہ مشورہ کرکے) انہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی اور ہم نے بھی ایک خفیہ تدبیر کی اور ان کو
لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٠﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا
کچھ خبر نہ ہوئی تو (اے پیغمبر!) دیکھ لو کہ ان کی شرارت کا کیا انجام ہوا کہ ہم نے
دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥١﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً
ان کو اور ان کی قوم سب کو ہلاک کر ڈالا اب ان کے یہ گھر ان کے ظلم کے سبب سے

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت صالحؑ کو قوم ثمود کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا۔ انہوں نے لوگوں کو تعلیم دی کہ بتوں کی پوجا چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

حضرت صالحؑ کی تبلیغ سے تھوڑے لوگ ایمان لائے اور بہت سے اپنی گمراہی پر اڑے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دو جماعتیں ہو گئیں اور کافر ایمان والوں سے جھگڑنے لگے۔

جب حضرت صالحؑ نے کافروں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا تو سرکشی سے عذاب کا مطالبہ کرنے لگے۔

حضرت صالحؑ نے سمجھایا کہ بھلائی سے پہلے برائی کیوں مانگتے ہو۔ ایمان قبول کر کے بھلائی حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہو امید ہے کہ وہ تم پر رحم کرے گا۔

(۲) لوگوں نے سرکشی اور گستاخی سے کہا کہ ہم تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں جب سے تم نے یہ طریقہ نکالا ہے اور تمہاری جماعت پیدا ہوئی ہے ہم پر طرح طرح کی مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں اور گھر گھر جھگڑے ہو رہے ہیں۔

حضرت صالحؑ نے جواب دیا کہ جھگڑوں کا سبب پیغام حق سے تمہارا انکار کرنا ہے۔ اگر تم سب پیغام حق کو قبول کر لو تو کوئی جھگڑا نہ ہو۔ پھر تم جو سرکشیاں اور گستاخیاں کرتے ہو ان سب سے اللہ تعالیٰ واقف ہے۔ انہی کی وجہ سے تم پر مصیبتیں اور آفتیں نازل ہوتی ہیں۔

(۳) بستی میں نو آدمی سرغنہ تھے جو لوگوں کو بہکا کر اپنے ساتھ کر لیتے تھے اور ملک میں فساد مچاتے پھرتے تھے۔ ان بدبختوں نے آپس میں عہد کیا کہ ایک رات حضرت صالحؑ کے گھر پر حملہ کر کے سب کو ختم کر دو۔ پھر اگر کوئی پوچھے گا تو کہہ دیں گے کہ سچ کہتے ہیں کہ ہم تو مقام واردات پر موجود ہی نہ تھے۔

مکہ میں بھی نو سرغنہ تھے جو آنحضرتؐ اور صحابہؓ کے جانی دشمن تھے اور اسلام کی بیخ کنی کے لئے سازشیں کیا کرتے تھے چنانچہ دارالندوہ میں جمع ہو کر قریش نے مشورہ کیا تھا کہ کئی قبیلوں کے نوجوان آنحضرتؐ کے مکان کے اطراف رات میں چھپ جائیں اور جب آپؐ حسب عادت خانۂ کعبہ کو جانے کے لئے باہر نکلیں تو سب نوجوان مل کر حملہ کر دیں تاکہ کسی ایک قبیلہ پر ذمہ داری نہ آئے۔

بِمَا ظَلَمُوْا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٥٢﴾

خالی پڑے ہیں بلاشبہ اس واقعہ میں دانشمندوں کے لئے بڑی عبرت ہے

وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٥٣﴾ وَلُوْطًا

اور جو لوگ ایمان لائے اور پرہیزگار رہے ان کو ہم نے نجات دی (١) اور لوطؑ کا واقعہ

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿٥٤﴾

یاد کرو جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم بے حیائی کے کام کرتے ہو حالانکہ تم سمجھدار ہو

اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَاۗءِ ۭ

کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر لذت کے لئے مردوں کی طرف مائل ہوتے ہو حقیقت

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿٥٥﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ

یہ ہے کہ تم جہالت (کا کام) کرتے ہو تو لوطؑ کی قوم کا اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا

اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ

وہ کہنے لگے کہ لوطؑ کے لوگوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو یہ لوگ

يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ قَدَّرْنٰهَا

پاک بنتے ہیں (٢) تو (نتیجہ یہ ہوا کہ) ہم نے لوطؑ کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا سوائے لوطؑ کی بیوی کے کہ اس کی نسبت ہم نے مقرر

مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَاۗءَ

کر رکھا تھا کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگی اور ہم نے ان پر مینہ برسایا تو یہ بہت برا تھا وہ مینہ جو ان لوگوں پر برسا

مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٥٨﴾ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰي

جن کو ہمارے عذاب سے ڈرایا گیا تھا (٣) (اے پیغمبرؐ) کہہ دو کہ ہر طرح کی تعریف اللہ کے لئے ہے اور اس کے ان بندوں

عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۭ اٰۗللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٩﴾

پر سلام ہے جن کو اس نے منتخب کیا۔ تو کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جن کو یہ (اس کا) شریک ٹھہراتے ہیں (٤)

(١) یہ بدبخت حضرت صالحؑ اور ان کے گھر والوں کے خلاف خفیہ سازش کر رہے تھے۔ لیکن نہیں سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا غیبی ہاتھ خود ان کی تباہی کے لئے کام کر رہا ہے۔ لکھا ہے کہ جب وہ بدبخت اپنے منصوبے کے مطابق حضرت صالحؑ کے گھر پر حملہ کرنے کے لئے جا رہے تھے تو راستے میں پہاڑ سے ایک بڑا پتھر ان پر آ پڑا جس سے وہ ہلاک ہو گئے۔ پھر ساری قوم بھی ہلاک کر دی گئی جس کا ذکر سورۂ اعراف کے رکوع ١٠ میں گزر چکا ہے۔

قریش اس قوم کے کھنڈروں پر گزرتے ہیں۔ اگر وہ کچھ علم و عقل رکھتے ہیں تو ان کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے اور سوچنا چاہیئے کہ ظالموں اور نافرمانوں کا کیا حشر ہوا اور ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح عذاب سے محفوظ رکھا جو حضرت صالحؑ کی پیروی میں ایمان لا کر پرہیزگاری کی راہ پر گامزن تھے۔

(٢) حضرت لوطؑ کی قوم ایک نہایت مکروہ اور شرمناک فعل میں مبتلا تھی۔ حضرت لوطؑ نے ان کو سمجھایا اور اس بدفعلی سے باز رہنے کے لئے نصیحت کی۔

لیکن وہ لوگ بڑے بے شرم اور سرکش تھے۔ حضرت لوطؑ کی نصیحت کا ان پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ بلکہ وہ بدبخت حضرت لوطؑ اور ان کے ساتھیوں پر ناراض ہوئے اور آپس میں کہا کہ جب یہ لوگ بڑے پاک بنتے ہیں تو ان سب کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو۔

(٣) یہ بدبخت تو حضرت لوطؑ اور ان کے ساتھیوں کو بستی سے باہر نکالنے کا منصوبہ سوچ رہے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پتھروں کا مینہ برسا کر سب نافرمانوں کو ہلاک کر دیا اور حضرت لوطؑ اور ان کے ساتھیوں کو بچا لیا، البتہ حضرت لوطؑ کی بیوی بھی ہلاک ہو گئی کیونکہ وہ نافرمانوں سے ساز باز رکھتی تھی اور حضرت لوطؑ پر ایمان نہیں لائی تھی۔ اس واقعہ میں بھی قریش کے لئے بڑی عبرت ہے۔

ع ٤
١٩

(٤) گزشتہ چار رکوعوں میں جو چند پیغمبروں کے حالات بیان کئے گئے ہیں، ان کا تعلق رسالت کے مضمون سے تھا۔ اب اس رکوع سے توحید کا مضمون شروع ہوتا ہے۔

اس رکوع کے آغاز سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تقریر و تحریر کو حمد و ثنا اور صلوٰۃ و سلام سے شروع کرنا ایک مناسب اور شائستہ طریقہ ہے۔

اَمَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَاَنۡزَلَ لَكُمۡ مِّنَ
بھلا کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لئے آسمان
السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنۡۢبَتۡنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهۡجَةٍ ۚ
سے پانی برسایا پھر ہم نے اس سے بارونق باغ اگائے
مَا كَانَ لَكُمۡ اَنۡ تُنۡۢبِتُوۡا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ
تمہارے لئے ممکن نہ تھا کہ ان (باغوں) کے درختوں کو اگاتے۔ تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے
بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ يَّعۡدِلُوۡنَ ﴿۶۰﴾ اَمَّنۡ جَعَلَ الۡاَرۡضَ قَرَارًا
(ہرگز نہیں) بلکہ یہی لوگ راستہ سے ہٹے ہوئے ہیں (۱) بھلا کس نے زمین کو ٹھہرنے کے لائق بنایا
وَّجَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنۡهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِىَ وَجَعَلَ
اور اس کے درمیان نہریں بنائیں اور اس کے (ٹھہرانے کے) لئے پہاڑ بنائے اور دو
بَيۡنَ الۡبَحۡرَيۡنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا
دریاؤں کے بیچ میں حد فاصل بنائی تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے (ہرگز نہیں) بلکہ ان میں اکثر
يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶۱﴾ اَمَّنۡ يُّجِيۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكۡشِفُ
سمجھ نہیں رکھتے (۲) بھلا کون ہے جو بے قرار کی التجا سنتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے اور اس کی مصیبت
السُّوۡٓءَ وَيَجۡعَلُكُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ
کو دور کرتا ہے اور تم کو زمین میں (اگلوں کا) جانشین بناتا ہے تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے (ہرگز نہیں)
قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۶۲﴾ اَمَّنۡ يَّهۡدِيۡكُمۡ فِىۡ
مگر تم لوگ بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو (۳) بھلا کون ہے جو تم کو جنگل اور دریا کی تاریکیوں
ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ وَمَنۡ يُّرۡسِلُ الرِّيٰحَ بُشۡرًاۢ
میں رستہ بتاتا ہے اور کون ہے جو ہواؤں کو اپنی باران رحمت سے پہلے خوشخبری

(۱) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور ربوبیت کی طرف توجہ دلا کر توحید پر دلیل پیش فرمائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس بات کو تو مشرک بھی مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ساری کائنات کو پیدا کیا اور بادلوں سے پانی برسایا جس سے سرسبز اور بارونق اور کھیت لہلہاتے ہیں۔ مغرور اور ناشکرا انسان اس حقیقت پر غور نہیں کرتا کہ یہ بات اس کے بس کی کب ہے کہ درخت اگا کر اپنی پرورش کا سامان کر سکے۔

جب یہ بات یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا اور پالنے والا نہیں تو پھر اس کے سوا کون معبود ہونے کا مستحق ہو سکتا ہے لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اس روشن دلیل کے ہوتے ہوئے بھی توحید کے سیدھے راستے کو چھوڑ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

(۲) وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے زمین کو ایسا پھیلا ہوا بنایا کہ اس پر انسان اور دوسرے حیوانات آرام سے رہ سکتے ہیں۔ پھر زمین میں نہریں جاری کیں اور زمین پر پہاڑ کھڑے کئے جس میں طرح طرح کے فائدے ہیں۔ اور میٹھے پانی اور کھاری پانی والے دریاؤں کے بیچ میں ایک طرح کی آڑ بنا دی کہ دونوں الگ الگ ہیں۔ ایسے کام اللہ تعالیٰ کے سوا کون کر سکتا ہے اور اس بنیاد پر معبود ہونے کا مستحق ہو سکتا ہے؟ یقیناً کوئی نہیں۔ علم اور عقل کی بات تو یہی ہے۔ اب جو لوگ شرک کرتے ہیں ان کے لئے سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ وہ نادانی اور ناسمجھی میں مبتلا ہیں۔

(۳) توحید کی ایک روشن دلیل یہ بھی ہے کہ جب لوگ مصیبت میں پھنستے ہیں تو بے قرار ہو کر اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور اس سے دعائیں مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی دیکھو کہ وہ مشرکوں اور گناہ گاروں کی بھی دعائیں قبول کرتا ہے اور ان کی تکلیفیں دور کرتا ہے۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام کیا ہے کہ لوگ اپنے اپنے بزرگوں کے جانشین ہوتے ہیں اور ان کے مال کے وارث بن کر عیش و آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں اور اتراتے ہیں۔

یہ بھی توحید کی روشن دلیلیں ہیں لیکن افسوس کہ لوگ ان باتوں پر غور نہیں کرتے اور توجہ دلانے کے بعد بھی نصیحت نہیں حاصل کرتے۔

بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ

دینے والی بنا کر بھیجتا ہے تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے (ہرگز نہیں) اللہ ان کے

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۶۳ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ

شرک سے بلند و برتر ہے (۱) بھلا کون ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور

مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ

کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے (ہرگز نہیں)

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۶۴ قُلْ لَّا

(اے پیغمبر ان سے) کہو کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو (۲) (اور یہ بھی) کہو کہ

يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ

جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں ہیں ان میں سے کوئی بھی غیب کی باتیں نہیں جانتا مگر اللہ (جانتا ہے)

وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۶۵ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي

اور لوگ نہیں جانتے کہ کب (زندہ کرکے) اٹھائے جائیں گے (۳) بلکہ آخرت (کے بارے) میں ان کا علم ختم کر

الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ۶۶

رہ گیا ہے بلکہ وہ اس کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں بلکہ وہ اس سے اندھے بنے ہوئے ہیں (۴)

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا

اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر

لَمُخْرَجُوْنَ ۶۷ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ

(قبروں سے) نکالے جائیں گے اس کا تو ہم سے اور ہمارے باپ دادا سے پہلے سے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے

اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۶۸ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

یہ بے سند باتیں ہیں جو اگلے لوگوں سے نقل ہوتی چلی آئی ہیں (اے پیغمبر ان سے) کہو کہ زمین میں چل پھر کر

(۱) وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے روشن ستارے بنائے جن سے لوگ خشکی اور دریا کے سفروں میں کام لیتے ہیں اور رات کی تاریکی میں راستے دیکھتے ہیں۔

اور وہی ہے جس نے یہ انتظام کیا ہے کہ باران رحمت سے پہلے ہوائیں چلتی ہیں جن سے لوگ بارش کی آمد کی خبر معلوم کرکے خوشیاں مناتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کس میں قدرت ہے جو ایسے انتظامات کر سکے اور معبود ہونے کا مستحق ٹھہر سکے؟ کوئی نہیں۔ سخت حیرت ہے کہ اس کے باوجود بھی لوگ شرک کرتے ہیں لیکن شرک سے لوگ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ تو ان کے شرک سے بلند و برتر ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے پہلی مرتبہ ساری کائنات کو پیدا کیا اور وہ دوبارہ بھی پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ دوسری پیدائش یقیناً پہلی پیدائش سے آسان ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین میں ایسے اسباب پیدا کئے ہیں جن کے ذریعے لوگوں کو روزی ملتی رہتی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی میں قدرت نہیں جو ایسے انتظامات کر سکے۔ پھر اس کے سوا کون معبود ہونے کا مستحق ہو سکتا ہے!

لیکن افسوس کہ ایسی روشن دلیلوں کے باوجود بھی لوگ شرک کرتے ہیں اور اس پر کوئی دلیل نہیں پیش کر سکتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعوے میں سچے نہیں ہیں۔ اگر سچے ہوتے تو فوراً دلیل پیش کر دیتے۔

ع ۵

(۳) یعنی اللہ تعالیٰ کا علم بہت وسیع ہے اور کائنات کے ذرہ ذرہ کو محیط ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ کائنات میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اس طرح کے علم کا دعوےٰ کر سکے۔ انسان کا علم بھی بہت محدود ہے۔ مثلاً دیکھو کہ لوگوں کو یہ بھی خبر نہیں کہ قیامت کب آئے گی اور وہ کب زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے۔

اس سے یہ نتیجہ نکالنا بہت آسان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے علم میں یکتا ہے تو پھر معبود ہونے میں بھی وہی یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

(۴) بیشک قیامت کے آنے کا ٹھیک وقت کوئی نہیں جانتا۔ تاہم قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق ایماندار آدمی اس کے آنے پر یقین رکھتے ہیں۔ لیکن کافروں کو تو اس کا علم ہی نہیں۔ ان کی عقلیں اس بارے میں تھک کر رہ گئیں۔ آنحضرتؐ نے جو خبر دی اس کا انہوں نے یقین نہیں کیا اور شک میں پڑ گئے۔ بلکہ ہٹ دھرمی سے قیامت کی دلیلوں اور نشانیوں کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں اور جان بوجھ کر اندھے بن گئے۔

فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ وَلَا تَحْزَنْ
دیکھو کہ مجرموں کا انجام کیسا ہوا (۱) اور ان کے حال پر

عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَيَقُوْلُوْنَ
غم نہ کرو اور ان کے مکرو فریب سے تنگ دل نہ ہو (۲) اور یہ لوگ

مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٧١﴾ قُلْ عَسٰٓى اَنْ
کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا (ان سے) کہدو کہ جس

يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَاِنَّ
عذاب کے لئے تم جلدی کر رہے ہو شاید اس میں سے کچھ تمہارے نزدیک آپہنچا ہو (۳) اور بلاشبہ

رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا
تمہارا پروردگار لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ

يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا
شکر نہیں کرتے (۴) اور بلاشبہ جو باتیں ان کے سینوں میں پوشیدہ ہیں اور جو کام وہ ظاہر کرتے ہیں ان (سب) کو تمہارا

يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ
پروردگار جانتا ہے اور آسمان اور زمین میں ایسی کوئی پوشیدہ چیز نہیں ہے جو روشن

كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٥﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ
کتاب میں نہ لکھی ہو (۵) بلاشبہ یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے اکثر

اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٧٦﴾ وَاِنَّهٗ لَهُدًى
ان باتوں کو بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور بلاشبہ یہ (قرآن)

وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ
مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے (۶) بلاشبہ تمہارا پروردگار (قیامت کے روز) ان لوگوں میں اپنے حکم سے فیصلہ کردے گا

منزل ۵

(۱) مکہ کے کافر قیامت کے قائل نہ تھے اور قرآن مجید میں جو قیامت کے آنے کی خبر دی گئی ہے اس کا مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ اس کا تو ہمارے بزرگوں سے بھی وعدہ کیا گیا تھا لیکن آج تک وہ وعدہ پورا نہ ہوا اور نہ کوئی مردہ دوبارہ زندہ ہو کر اٹھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کچھ بے سند باتیں ہیں جو اعتبار کے قابل نہیں ۔۔۔ ان کمبختوں کو سمجھانے کے لئے فرمایا کہ دانشمندی کا راستہ یہی ہے کہ پیغمبر اور وحی الٰہی کے آگے گردن جھکا دو اور ان کی خبر پر ایمان لے آؤ۔ ورنہ یاد رکھو کہ سرکشی کی پاداش میں تم کو سخت سزا بھگتنا پڑے گی۔ اگر تم کو یقین نہ آتا ہو تو زمین میں چل پھر کر دیکھو اور معلوم کرو کہ سرکشوں اور نافرمانوں کا کیا انجام ہوا۔

(۲) لوگوں کی گمراہی اور تباہی دیکھ کر آنحضرتؐ کا قلب مبارک بہت دکھتا تھا۔

آپ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اگر لوگ سمجھانے بجھانے کے بعد بھی نہ مانیں تو پھر صبر کرو اور ان کمبختوں پر دل نہ دکھاؤ۔ نیز اسلام کی تباہی کے لئے یہ بدبخت جو مکر و فریب کر رہے ہیں، اس کی بھی زیادہ فکر مت کرو۔ مخالفتوں کی پروا کئے بغیر تبلیغ اور ہدایت کا کام کرتے رہو اور دشمنوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو۔ وہ تمہاری حفاظت کرے گا اور اسلام کے کام کو آگے بڑھائے گا۔

(۳) کفار عذاب کے لئے جلدی مچایا کرتے تھے ان کے جواب میں فرمایا کہ یقین رکھو کہ عذاب کا وعدہ ضرور پورا ہوگا اور کیا عجب ہے کہ عذاب کا کچھ حصہ تمہارے قریب ہی آلگا ہو۔

شاید اس سے اشارہ بدر کی جنگ کی طرف ہو جو قریش کے لئے گویا دنیوی سزا کی پہلی قسط تھی۔

(۴) عذاب کے لئے جلدی مچانے والوں کو دوسرے انداز سے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ عذاب کی تاخیر میں تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سمجھنی چاہیئے اس کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر اپنی اصلاح کرنی چاہیئے۔ لیکن ان بدبختوں کی بے عقلی انتہا کو پہنچ گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی کو نہیں سمجھتے اور اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ سرکشی سے اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔

(۵) عذاب کے آنے میں جو تاخیر ہو رہی ہے اس سے یہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ان کی بدعملیوں کی کسی کو خبر نہیں ہے اور ان کو سزا ہی نہ ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سارے اعمال کو جانتا ہے چاہے وہ چھپا کر کرتے ہوں یا ظاہر طور پر کرتے ہوں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو ہر بات کو لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے۔ یہاں تک کہ آسمان اور زمین میں کوئی ایسی ظاہر اور پوشیدہ بات نہیں ہے جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔

غرض یہ کہ ان حالات میں یہ سمجھنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں کہ نافرمان لوگ یوں ہی چھوڑ دیئے جائیں گے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہر بات کا مناسب وقت مقرر ہے۔ وقت آنے پر دنیا میں بھی ان کو طرح طرح کی مصیبتیں بھگتنی پڑیں گی پھر برزخ اور آخرت میں بھی سخت عذاب ہوگا ۔۔۔ (۶) لوح محفوظ کے علوم میں سے اللہ تعالیٰ زندگی کے اصول اور شریعت کے قانون کو وقتاً فوقتاً الہامی کتابوں کے ذریعے نازل فرماتا رہا ہے۔ مثلاً بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے یکے بعد دیگرے تورات اور انجیل نازل فرمائیں لیکن بنی اسرائیل نے تورات اور انجیل کو بدل ڈالا، ان کی صحیح تعلیم کو گم کر دیا اور آپس میں شدید اختلافات پیدا کر دیئے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل فرمایا جو ان باتوں کو صحیح صحیح بیان کرتا ہے جن کے بارے میں بنی اسرائیل نے اختلافات کھڑے کر رکھے تھے۔

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿٧٨﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ
اور وہ غالب (اور) جاننے والا ہے تو تم اللہ پر بھروسہ رکھو بلاشبہ تم صریح حق

الْمُبِينِ ﴿٧٩﴾ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ
پر ہو (۱) بیشک تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو آواز سنا سکتے ہو

إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٨٠﴾ وَمَا أَنْتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَنْ
جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر چلے جائیں اور نہ تم اندھوں کو گمراہی سے (نکال کر) راستہ

ضَلَالَتِهِمْ ۖ إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ
دکھا سکتے ہو تم تو ان ہی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں اور فرماں بردار

مُسْلِمُونَ ﴿٨١﴾ وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ
ہو جاتے ہیں (۲) اور جب ان کے بارے میں (عذاب کا) وعدہ پورا ہوگا تو ہم ان کے لئے زمین میں سے

دَابَّةً مِنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا
ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا۔ اس لئے کہ لوگ ہماری آیتوں پر ایمان

لَا يُوقِنُونَ ﴿٨٢﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا
نہیں لاتے تھے (۳) اور جس دن ہم ہر امت میں سے اس گروہ کو جمع کریں گے جو ہماری

مِمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿٨٣﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُو
آیتوں کو جھٹلاتے تھے پھر ان کی جماعت بندی ہوگی یہاں تک کہ جب سب آجائیں گے

قَالَ أَكَذَّبْتُمْ بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّا
تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلا دیا تھا حالانکہ تم نے اپنے علم سے ان پر احاطہ تو کیا ہی نہ تھا

ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨٤﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا
بھلا تم کیا کرتے تھے اور ان کے ظلم کے سبب ان کے حق میں (عذاب کا) وعدہ

(بقیہ تفسیر صفحہ ۶۸۷) قرآن مجید کی صداقت کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے علماء میں سے حق پرست حضرات ایمان لاکر اپنی دنیا اور آخرت کو سنوارتے ہیں۔ حقیقت میں ایسے ہی لوگوں کے حق میں قرآن مجید سرتاسر ہدایت اور رحمت ثابت ہوتا ہے۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ لوگوں کی مخالفت کی پرواہ مت کرو اور یقین رکھو کہ وقت آنے پر اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے ان کے درمیان فیصلہ صادر فرمائے گا۔ وہ سب کے حالات سے باخبر ہے اور سب پر غالب ہے کہ اس کے فیصلے کو کوئی نہیں روک سکتا۔

جب تم حق و صداقت کے صاف اور کھلے راستے پر ہو تو پھر لوگ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ بس اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو اور تبلیغ کا کام کرتے رہو۔

(۲) یعنی تمہاری نصیحت سے ان بدنصیبوں کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے جو مُردوں کی طرح بے حس ہیں، جو بہرے ہیں کہ کلامِ حق نہیں سنتے اور پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں اور جو اندھے ہیں کہ ان کو اپنی گمراہی نظر نہیں آتی۔

بلاشبہ تمہاری باتوں سے وہ لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو ایمان لاکر اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندے بن جاتے ہیں۔

ع ۶/۱۶ ۲

(۳) یعنی یہ لوگ آج قیامت کے آنے کا یقین نہیں کرتے ہیں لیکن جب قیامت قریب ہوگی تو اس وقت عجیب و غریب حالات رونما ہوں گے۔ اسی وقت ایک دابۃ الارض نکلے گا اور کہے گا کہ لوگ قیامت پر ایمان نہیں لاتے تھے لیکن اب قیامت قریب آگئی ہے اور اس کی نشانیاں ظاہر ہوگئی ہیں چنانچہ میں بھی ایک نشانی ہوں۔ اس کی باتیں سن کر لوگ قیامت کے آنے کا یقین کریں گے لیکن اس وقت کا ایمان کچھ مفید نہ ہوگا۔

واضح ہو کہ دابۃ الارض کی شکل و صورت اور اس کے احوال کے بارے میں بہت سے اقوال لکھے ہیں جو ابن کثیر اور روح المعانی میں مطالعہ کئے جا سکتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جانور کوہ صفا سے نکلے گا اور اس کے نکلنے کا وقت وہی ہوگا جبکہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ واللہ اعلم۔

(۱) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر امت کے کافروں اور سرکشوں میں سے ہر قسم کے گناہ گاروں کو الگ الگ گروہوں میں اکٹھا کرے گا۔ پھر ان سے پوچھے گا کہ کیا تمہارا کام یہی تھا کہ بغیر سوچے سمجھے ہماری آیتوں کو جھٹلا دیتے تھے۔ بتاؤ! اس کے سوا کیا کرتے تھے۔ یعنی کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ ایسا نہیں کرتے تھے۔
لیکن الزام ثابت ہو جانے کی وجہ سے اس وقت کافر لاجواب ہو جائیں گے کہ کچھ بول ہی نہ سکیں گے اور اپنے کو بری ثابت کرنے کے لئے کوئی عذر پیش نہ کر سکیں گے۔

ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝۸۵ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا
پورا ہو کر رہے گا تو وہ بول بھی نہ سکیں گے (۱) کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات کو
الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
اس لئے بنایا ہے کہ اس میں وہ آرام کریں اور دن کو روشن بنایا بلاشبہ اس میں
لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۸۶ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ
یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں (۲) اور جس دن صور پھونکا جائے گا
فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ
تو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ سب گھبرا اٹھیں گے مگر وہ جسے اللہ چاہے
شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ۝۸۷ وَتَرَى
(نہیں گھبرائے گا) اور سب اس کے پاس عاجز ہو کر چلے آئیں گے (۳) اور (اے مخاطب)
الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ
تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو تو ان کو اپنی جگہ ٹھہرا ہوا سمجھتے ہو مگر وہ ایسے اڑتے پھریں گے جیسے بادل۔ یہ اللہ کی کاریگری
اللّٰهِ الَّذِيْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ۝۸۸
ہے جس نے ہر چیز کو (مناسب طریقے پر) مضبوط بنایا ہے جو کچھ تم کرتے ہو یقیناً اللہ اس سے باخبر ہے (۴)
مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ
جو شخص نیکی لے کر آئے گا اس کے لئے اس سے بہتر بدلا ہوگا اور ایسے لوگ
فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ۝۸۹ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ
اس روز گھبراہٹ سے بے خوف رہیں گے اور جو شخص برائی لے کر آئے گا تو ایسے لوگ اوندھے منہ
وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۹۰
(دوزخ کی) آگ میں ڈال دیئے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا کہ) تم کو تو ان ہی اعمال کا بدلا ملے گا جو تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے (۵)

(۲) ان بدبختوں نے غور و فکر سے کام ہی نہیں لیا۔ اگر ذرا سوچتے تو کائنات میں بہت سی ایسی نشانیاں موجود ہیں جن سے دوسری زندگی پر دلیل قائم کی جا سکتی ہے۔ مثال کے طور پر رات اور دن پر ذرا غور کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے رات کو ایسا بنایا کہ اس میں لوگ سوتے ہیں اور آرام کرتے ہیں گویا مردہ ہو جاتے ہیں۔ اور دن کو ایسا بنایا کہ وہ سورج کی وجہ سے روشن ہو جاتا ہے اور لوگ اس میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں دیکھتے بھالتے ہیں اور کام کاج کرتے ہیں۔ اسی طرح سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی لوگوں کو دوبارہ اٹھا کھڑا کرے گا۔

(۳) مفسرین نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت اسرافیل علیہ السلام پہلی مرتبہ صور پھونکیں گے تو سارا عالم تہ و بالا ہو جائے گا اور اس کیفیت کو دیکھ کر سب لوگ گھبرا جائیں گے۔ مگر جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت نہیں گھبرائیں گے لیکن آخر کار بحکم الٰہی سارا عالم فنا ہو جائے گا۔ پھر جب دوسری مرتبہ صور پھونکیں گے تو ایک نیا عالم ظاہر ہوگا اور سب لوگ زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہو جائیں گے۔

(۴) آج پہاڑوں کو دیکھ کر لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ ایسے مضبوط جمے ہوئے ہیں کہ کبھی اپنی جگہ سے ٹلیں گے ہی نہیں۔ لیکن جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا اور سارا عالم تہ و بالا ہوگا تو بھاری بھرکم پہاڑ بادلوں کی طرح ہوا میں اڑتے پھریں گے۔
اگر تم عقل رکھتے ہو تو سمجھو کہ ان واقعات سے اللہ تعالیٰ کی صنعت اور قدرت کاملہ کا اظہار ہوتا ہے۔ کائنات پر غور سے نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو نہایت مناسب اور مستحکم بنایا ہے۔ جب اس عالم کی عمر پوری ہو جائے گی تو اس کو فنا کر دے گا پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا تاکہ ہر چیز اپنے کمال کو پہنچ جائے اور تم کو تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلا مل سکے۔ یاد رکھو! جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے۔

(۵) ان آیتوں میں جزا اور سزا کی تھوڑی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے ان کو ان کے اعمال سے بہت بہتر اور زیادہ بدلا ملے گا۔ یعنی ایک نیکی کا بدلا کم سے کم دس گنا ہوگا، اور ان حضرات کو دوزخ کے عذاب کا کچھ ڈر نہ ہوگا ـــــ لیکن جو لوگ شرک اور دوسرے گناہوں میں مبتلا رہیں گے وہ اوندھے منہ دوزخ کی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے۔ اور اس میں ان پر کچھ زیادتی نہ ہوگی بلکہ جیسے ان کے عمل تھے ویسا ہی بدلا ان کے سامنے آجائے گا۔

إِنَّمَآ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي
(اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ) مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ اس شہر (مکہ) کے مالک کی عبادت کیا کروں جس نے اس کو
حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۖ وَّأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ
محترم بنایا ہے اور سب چیزیں اسی کی (ملک) ہیں اور مجھ کو یہ بھی حکم ہوا ہے کہ میں اس کا فرماں بردار
الْمُسْلِمِينَ ﴿٩١﴾ وَأَنْ أَتْلُوَا الْقُرْآنَ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا
رہوں، اور یہ کہ قرآن پڑھ کر سناؤں۔ پس جو شخص راہ راست اختیار کرتا ہے
يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَآ أَنَا مِنَ
تو اپنے ہی فائدہ کے لئے اختیار کرتا ہے اور جو شخص گمراہ رہے تو (اس سے) کہہ دو کہ میں تو صرف ڈرانے والے
الْمُنذِرِينَ ﴿٩٢﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ
پیغمبروں میں سے ہوں (۱) اور (یہ بھی) کہہ دو کہ ہر طرح کی تعریف اللہ کے لئے ہے۔ وہ عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھائے گا
فَتَعْرِفُونَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾
تو تم ان کو پہچان لوگے اور تمہارا پروردگار ان کاموں سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو (۲)

سُورَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ (٢٨)

آياتها ٨٨ — ركوعاتها ٩

سورہ قصص مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

طسٓمٓ ﴿١﴾ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ﴿٢﴾ نَتْلُوا عَلَيْكَ
طسم یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں (اے پیغمبر!) ہم تم کو
مِن نَّبَإِ مُوسَىٰ وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٣﴾
موسیٰ اور فرعون کے کچھ حالات ایمان والوں (کی ہدایت) کے لئے صحیح صحیح سناتے ہیں (۳)

(۱) سورت میں رسالت، توحید اور جزا و سزا کے مضامین بیان کئے تھے۔ اس آیت میں ان مضامین کا خلاصہ ذکر فرمایا اور آنحضرتؐ کو حکم دیا کہ تم اپنے طرز عمل سے لوگوں کو آگاہ کر دو اور کہہ دو کہ میں حکم الٰہی کا پابند ہوں اور اسی کے مطابق زندگی گزارتا ہوں۔ چنانچہ میں ساری کائنات کے مالک اور اس محترم شہر یعنی مکہ کے پروردگار کی عبادت اور اطاعت پر جما ہوا ہوں۔ اور تم کو بھی قرآن مجید سناتا ہوں اور حکم الٰہی سے آگاہ کرتا ہوں۔ اب جو شخص سیدھا راستہ اختیار کرے گا تو اسی کا بھلا ہوگا۔ اور جو شخص گمراہ ہوگا تو اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور مجھ پر کچھ ذمہ داری نہیں، کیونکہ میں کھلے طور پر لوگوں کو آگاہ کر چکا۔

(۲) مکہ والے آنحضرتؐ کی رسالت کو نہیں مانتے تھے اور برابر مخالفت کئے جا رہے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بتا دیا تھا کہ آخرکار اسلام کی فتح ہوگی اور مخالف مغلوب ہو جائیں گے جس کا آپؐ کو پورا پورا یقین تھا۔

ع ۱۱ ۷

چنانچہ اس آیت میں آپؐ کو حکم دیا کہ اپنا عزم ظاہر کرنے کے لئے مخالفوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرو اور اس کا شکر ادا کرو اور ان سے کہہ دو کہ مجھے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے اور اس بات کا پورا پورا یقین ہے کہ عنقریب ایسے واقعات ظاہر ہوں گے جن کو دیکھ کر تم میری رسالت کو ماننے پر مجبور ہو گے۔ یاد رکھو! تم کو اپنے کرتوت کی سزا بھگتنی پڑے گی، کیونکہ جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے۔

(۳) قرآن مجید ایک نہایت واضح کتاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے۔ اس میں گزشتہ قوموں کے بہت سے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ فی الحال حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا واقعہ ٹھیک ٹھیک بیان کیا جاتا ہے۔ اس واقعہ سے وہ لوگ نصیحت حاصل کر سکتے ہیں جن کے دلوں میں ایمان کی روشنی ہے۔ نیز مسلمان جو مکہ والوں کے ہاتھوں ظلم اٹھا رہے تھے وہ بھی اس واقعہ سے سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کی طرح وہ بھی مکہ والوں کے مقابلہ میں کامیاب ہوں گے۔

ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا
بلاشبہ فرعون نے سرزمین (مصر) میں بہت سر اٹھا رکھا تھا اور وہاں کے رہنے والوں نے الگ الگ گروہ
شیعا یستضعف طائفۃ منھم یذبح ابناءھم و
قرار دیے تھے ان میں سے ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو (اس قدر) کمزور کر دیا تھا کہ ان کے لڑکوں کو ذبح کرتا تھا اور
یستحی نساءھم انہ کان من المفسدین ۴ ونرید
ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا بلاشبہ وہ مفسدوں میں سے تھا (۱) اور ہم چاہتے تھے کہ
ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم
جو لوگ ملک میں کمزور کر دیے گئے تھے ان پر احسان کریں اور ان کو (دین میں)
ائمۃ ونجعلھم الوارثین ۵ ونمکن لھم فی الارض
پیشوا بنادیں اور ان کو (سلطنت کا) وارث کریں اور اس ملک میں ان کو جما دیں
ونری فرعون وھامان وجنودھما منھم ما
اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر کو وہ چیز دکھا دیں جس سے وہ
کانوا یحذرون ۶ واوحینا الی ام موسی ان
ڈرتے تھے (۲) اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ ان کو
ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم ولا
دودھ پلاؤ پھر جب تم کو ان کے بارے میں کچھ خوف ہو تو ان کو (صندوق میں رکھ کر) دریا میں
تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من
ڈال دینا اور نہ خوف کرنا اور نہ رنج کرنا کیونکہ ہم پھر ان کو تمہارے پاس پہنچا دیں گے اور (اپنے وقت پر)
المرسلین ۷ فالتقطہ ال فرعون لیکون لھم
ان کو پیغمبر بنادیں گے (۳) تو فرعون کے لوگوں نے اس (بچے) کو اٹھا لیا اس لئے کہ (نتیجہ یہ ہونا تھا کہ) وہ ان کا

(۱) فرعون بڑا مغرور اور ظالم بادشاہ تھا اس نے سرزمین مصر میں فساد برپا کر رکھا تھا۔ بنی اسرائیل کو جو پیغمبروں کی نسل سے تھے، کمزور اور ذلیل کر رکھا تھا۔ ان میں جو لڑکے پیدا ہوتے ان کو قتل کروا دیتا تھا، البتہ لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ فرعون نے ایک خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر نجومیوں نے یہ بتائی تھی کہ بنی اسرائیل کے ایک نوجوان کے ہاتھ اس کی سلطنت تباہ ہوگی۔ اس ڈر سے فرعون نے بنی اسرائیل کے نومولود لڑکوں کو قتل کر ڈالنے کا حکم دیا تھا۔

(۲) فرعون اپنی سلطنت کی حفاظت کی تدبیروں میں لگا ہوا تھا، لیکن قدرت کا ہاتھ اس کے خلاف کام کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ بنی اسرائیل کے سر پر دین اور دنیا کی سرداری کا تاج رکھا جائے، ان کو سرزمین مصر کا مالک بنایا جائے اور فرعون اور اس کے وزیر ہامان اور ان کے عظیم الشان لشکر کو وہ تباہی اور بربادی دکھا دی جائے جس سے وہ ڈر رہے تھے۔

(۳) حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو اللہ تعالیٰ نے الہام کیا یا خواب میں یہ ترکیب بتا دی کہ جب فرعون کے جاسوسوں کا خوف ہو تو بچے کو صندوق میں بند کر کے بے کھٹکے دریا میں چھوڑ دینا ہم اس کی حفاظت کریں گے اور اس کو رسالت کے مرتبے سے سرفراز فرمائیں گے۔

عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۭ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا

دشمن اور ان کے لئے غم (کا سبب) ہو۔ بلاشبہ فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر والے چوک

خٰطِـِٕيْنَ ۸ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ

گئے (۱) اور فرعون کی بیوی (آسیہ) نے (فرعون سے) کہا یہ بچہ میری اور تمہاری آنکھوں کی

وَلَكَ ۭ لَا تَقْتُلُوْهُ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا

ٹھنڈک ہے اس کو قتل مت کرو۔ عجب نہیں کہ یہ (بڑا ہو کر ہم کو) کچھ فائدہ پہنچائے یا ہم اس کو بیٹا بنا لیں

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۹ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ۭ

اور وہ (اپنے انجام سے) بے خبر تھے (۲) اور (ادھر یہ قصہ ہوا کہ) موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہو گیا

اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰي قَلْبِهَا

قریب تھا کہ وہ موسیٰ کا حال (سب پر) ظاہر کر دیتیں اگر ہم ان کے دل کو مضبوط نہ کر دیتے

لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۱۰ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۫

غرض یہ تھی کہ وہ ہمارے وعدہ پر یقین کئے بیٹھی رہیں (۳) اور موسیٰ کی ماں نے موسیٰ کی بہن سے کہا کہ ذرا بچے کے پیچھے

فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۱۱ وَ

پیچھے چلی جا۔ چنانچہ وہ (گئی اور) اسے دور سے دیکھتی رہی اور ان لوگوں کو کچھ خبر نہ تھی اور

حَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ

ہم نے پہلے ہی سے موسیٰ پر (دائیوں کے) دودھ حرام کر دیئے تھے تو اس کی بہن نے (فرعون کے لوگوں سے) کہا کہ

اَدُلُّكُمْ عَلٰٓي اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ

کیا میں تم کو ایسے گھر والوں کا پتہ دوں جو تمہارے لئے اس بچہ کو پالیں اور اس کی خیر خواہی

لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۱۲ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ

(سے پرورش) کریں تو ہم نے (اس طریقے سے) موسیٰ کو ان کی ماں کے پاس واپس پہنچا دیا تاکہ ان کی

(۱) چنانچہ حضرت موسیٰؑ کی والدہ کئی دن تک ان کو دودھ پلاتی رہیں۔ پھر جب ان کو خطرہ پیدا ہوا کہ راز فاش ہو جائے گا تو انھوں نے حسب ہدایت حضرت موسیٰؑ کو صندوق میں رکھ کر اس کو دریائے نیل میں چھوڑ دیا۔ دریا کی ایک شاخ شاہی باغ میں جاتی تھی۔ صندوق بہتا ہوا باغ میں پہنچ گیا۔ لوگوں نے صندوق کو اٹھا لیا اور فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کے سامنے پیش کیا۔ صندوق کھولا گیا۔ خوبصورت بچے کو دیکھ کر حضرت آسیہ کو اس پر بہت پیار آیا اور انھوں نے بچے کو پرورش کرنے کی فرعون سے اجازت لے لی۔

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ جاری ہوا۔ فرعون، اس کا وزیر ہامان اور ان کے مشیر اس موقع پر چوک گئے اور اس بات کو نہ سمجھ سکے کہ یہ بچہ بڑا ہو کر ان کی تباہی کا باعث ہوگا۔

(۲) شاہی محل میں حضرت موسیٰؑ کے پرورش پانے کا اصلی سبب یہ ہوا کہ فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے اصرار کیا اور کہا کہ اس کو مت قتل کراؤ۔ ہمارے کوئی اولاد نہیں ہے۔ اسی سے آنکھیں ٹھنڈی کریں گے اور دل بہلائیں گے۔ بڑا ہو کر ہمارے کچھ کام آئے گا اور اگر مناسب ہوا تو اس کو بیٹا بنا لیں گے۔

چنانچہ فرعون اور اس کے درباری راضی ہو گئے اور حقیقت حال کو نہ سمجھ سکے کہ اس بچے کے پالنے کا انجام کیا ہوگا۔

(۳) حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے دل کڑا کر کے بچے کو دریا میں ڈال تو دیا لیکن ماں کی مامتا کہاں چین لینے دیتی تھی سخت بیقراری میں یہ حالت ہو گئی کہ راز فاش ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا وعدہ یاد دلایا کہ ہم بچے کو تمہارے پاس پہنچا دیں گے۔ اس وعدے کے یاد آنے سے ان کا دل مضبوط ہوا اور ان کا سینہ ایمان و یقین سے بھر گیا۔ تب کہیں جا کر ان کو تسلی ہوئی اور راز فاش ہونے سے بچ گیا۔

عَيۡنُهَا وَلَا تَحۡزَنَ وَلِتَعۡلَمَ اَنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ

آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کھائیں اور معلوم کریں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے

وَّلٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳﴾ ع وَلَمَّا بَلَغَ

لیکن اکثر لوگ (یہ باتیں) نہیں جانتے (۱) اور جب موسیٰ (پرورش پاکر)

اَشُدَّهٗ وَاسۡتَوٰٓى اٰتَيۡنٰهُ حُكۡمًا وَّعِلۡمًا ؕ وَكَذٰلِكَ

جوانی کی عمر کو پہنچے اور بھرپور (جوان) ہوگئے تو ہم نے ان کو حکمت و علم عطا کیا اور ہم نیکوکاروں

نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۴﴾ وَدَخَلَ الۡمَدِيۡنَةَ عَلٰى حِيۡنِ

کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں (۲) اور (ایک دن) موسیٰ ایسے وقت شہر میں داخل ہوئے کہ لوگ (دوپہر کو)

غَفۡلَةٍ مِّنۡ اَهۡلِهَا فَوَجَدَ فِيۡهَا رَجُلَيۡنِ يَقۡتَتِلٰنِ

بے خبر (گھروں میں پڑے سو رہے) تھے تو انھوں نے وہاں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا

هٰذَا مِنۡ شِيۡعَتِهٖ وَهٰذَا مِنۡ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسۡتَغَاثَهُ

ایک تو ان کی قوم (بنی اسرائیل) میں کا تھا اور دوسرا ان کے دشمنوں (یعنی فرعونیوں) میں کا پس جو شخص ان کی قوم میں

الَّذِىۡ مِنۡ شِيۡعَتِهٖ عَلَى الَّذِىۡ مِنۡ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ

سے تھا اس نے دوسرے شخص کے مقابلے میں جو موسیٰ کے دشمنوں میں سے تھا موسیٰ سے مدد طلب کی تو انھوں نے اس کو

مُوۡسٰى فَقَضٰى عَلَيۡهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنۡ عَمَلِ الشَّيۡطٰنِ ؕ

ایک گھونسا مارا اور وہیں اس کا کام تمام کر دیا (۳) پھر کہنے لگے یہ تو شیطانی حرکت ہوئی بلاشبہ شیطان

اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِىۡ

آدمی کا دشمن اور اس کو علانیہ گمراہ کرنے والا ہے موسیٰ اس وقت عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا

فَاغۡفِرۡ لِىۡ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۶﴾

پس مجھے معاف فرمادے تو اللہ نے ان کو معاف کر دیا کیونکہ وہ (بڑا) بخشنے والا (اور) مہربان ہے

(۱) پھر بھی حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے اپنی بیٹی کو حکم دیا کہ بچے کے پیچھے پیچھے جاؤ اور اس کے حال کا کھوج لگاؤ۔ چنانچہ وہ شاہی محل میں پہنچیں اور انجان بن کر سب حالات دیکھتی رہیں۔ وہاں انھوں نے یہ دیکھا کہ شاہانہ پیمانے پر بچے کی پرورش کا انتظام کیا گیا ہے لیکن عجیب و غریب بات یہ ہے کہ بچہ کسی انا کا دودھ نہیں پیتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی بہن نے دیکھا کہ موقع اچھا ہے۔ فوراً ترکیب سے دودھ پلانے کے لئے اپنی ماں کو بلانے کی اجازت لے لی چنانچہ حضرت موسیٰؑ کی والدہ بلائی گئیں اور جب انھوں نے بچے کو چھاتی سے لگایا تو جھٹ اس نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ پھر وہ اجازت لے کر بچے کو اپنے گھر لے آئیں۔ اس طرح حضرت موسیٰؑ کی والدہ کا غم دور ہوا اور ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے جو ان سے وعدہ کیا تھا وہ پورا ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تو ضرور پورا ہوتا ہے، البتہ ہر بات کا ایک وقت مقرر ہے۔ بہت سے لوگ اس حکمت کو سمجھتے نہیں، صبر نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین نہیں لاتے۔

ع ۱۴

(۲) جب حضرت موسیٰؑ فرعون کے محل میں پرورش پاکر بڑے ہوئے اور بھرپور جوانی کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے پہلے ہی ان کو علم و حکمت سے حصہ وافر عطا فرمایا۔ وہ بچپن ہی سے نیکوکار تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نیک عمل کرنے والوں کی قدر فرماتا ہے اور دنیا ہی میں ان کو یہ بدلا دیتا ہے کہ ان کے علم و عمل میں برابر ترقی ہوتی رہتی ہے۔

بعد کی آیت میں حضرت موسیٰؑ کی جوانی کا ایک واقعہ بیان فرمایا تاکہ اس سے ان کی خدا پرستی اور پرہیزگاری کی شہادت لوگوں کے سامنے آجائے۔

(۳) جب حضرت موسیٰؑ جوان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عقل سلیم عطا فرمائی۔ فرعون اور اس کی قوم کے شرک اور ظلم سے نفرت کرتے تھے اور بنی اسرائیل کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے۔ وہ لوگ بھی ان کو اپنا ہمدرد سمجھتے تھے۔

ایک روز حضرت موسیٰؑ دوپہر یا رات کے وقت جبکہ لوگ غافل پڑے سو رہے تھے، شہر مصر میں داخل ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک اسرائیلی اور ایک قبطی آپس میں لڑ رہے ہیں۔ اسرائیلی نے دیکھتے ہی حضرت موسیٰؑ کو مدد کے لئے پکارا۔ حضرت موسیٰؑ کو محسوس ہوا کہ قبطی کی زیادتی ہے۔ وہ پہلے سے بھی قبطیوں کے مظالم سے واقف تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے قبطی کو سمجھایا۔ لکھا ہے کہ قبطی نے حضرت موسیٰؑ کے ساتھ بھی گستاخی کی۔ ان کو غصہ آیا اور انھوں نے ایک گھونسا رسید کیا۔ حضرت موسیٰؑ بڑے طاقتور تھے۔ ایک گھونسے میں قبطی نے دم توڑ دیا۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ فَلَنۡ اَكُوۡنَ ظَهِيۡرًا

(پھر) موسیٰ نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! تو نے مجھ پر مہربانی فرمائی ہے تو میں (آئندہ) کبھی مجرموں کا

لِّلۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿١٧﴾ فَاَصۡبَحَ فِى الۡمَدِيۡنَةِ خَآئِفًا

مددگار نہ بنوں گا (۱) پھر (اگلے دن) موسیٰ صبح کے وقت ڈرتے ڈرتے شہر میں داخل ہوئے

يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِى اسۡتَنۡصَرَهٗ بِالۡاَمۡسِ يَسۡتَصۡرِخُهٗ

کہ دیکھیں (کیا ہوتا ہے) تو ناگہاں کیا دیکھتے ہیں کہ وہی شخص جس نے کل ان سے مدد طلب کی تھی آج پھر ان کو پکار رہا ہے

قَالَ لَهٗ مُوۡسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِىٌّ مُّبِيۡنٌ ﴿١٨﴾ فَلَمَّآ اَنۡ اَرَادَ

تو موسیٰ نے اس سے کہا کہ بلاشبہ تو تو صریح گمراہی میں ہے (۲) پھر جب موسیٰ نے ارادہ کیا کہ

اَنۡ يَّبۡطِشَ بِالَّذِىۡ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوۡسٰٓى

اس شخص کو جو ان دونوں کا دشمن تھا پکڑ لیں تو وہ (یعنی موسیٰ کی قوم کا آدمی) کہنے لگا کہ جس طرح تم نے

اَتُرِيۡدُ اَنۡ تَقۡتُلَنِىۡ كَمَا قَتَلۡتَ نَفۡسًۢا بِالۡاَمۡسِ ۖ

کل ایک شخص کو مار ڈالا تھا اسی طرح چاہتے ہو کہ مجھے بھی مار ڈالو

اِنۡ تُرِيۡدُ اِلَّاۤ اَنۡ تَكُوۡنَ جَبَّارًا فِى الۡاَرۡضِ

تم تو یہی چاہتے ہو کہ ملک میں ظلم و ستم کرتے پھرو

وَمَا تُرِيۡدُ اَنۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡمُصۡلِحِيۡنَ ﴿١٩﴾ وَجَآءَ رَجُلٌ

اور یہ نہیں چاہتے کہ نیکوکاروں میں ہو (۳) اور اتنے میں ایک

مِّنۡ اَقۡصَا الۡمَدِيۡنَةِ يَسۡعٰى ۟ قَالَ يٰمُوۡسٰٓى اِنَّ الۡمَلَاَ

شخص شہر کے پرلے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ اے موسیٰ! دربار والے تمہارے متعلق

يَاۡتَمِرُوۡنَ بِكَ لِيَقۡتُلُوۡكَ فَاخۡرُجۡ اِنِّىۡ لَكَ مِنَ

آپس میں مشورہ کر رہے ہیں کہ تم کو قتل کر دیں تو تم شہر سے نکل جاؤ میں تمہاری

(۱) حضرت موسیٰؑ کو یہ خیال نہ تھا کہ قبطی ایک ہی ...ونے میں ٹھنڈا ہو جائے گا۔ قبطی کو مرا ہوا دیکھ کر بہت ...برائے۔ ایک تو فرعون کی باز پرس کا ڈر ہوا لیکن اس سے ...ی بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے گھبرائے اور سمجھے کہ یہ تو شیطانی کام ہوا۔

اگرچہ یہ قتل ایک اتفاقی واردات تھی لیکن چونکہ پیغمبر ہونے والے تھے اس لئے چھوٹی سی لغزش پر بھی نادم ہوئے اور بارگاہِ رب العزت میں عرض کیا کہ پروردگار! مجھ سے قصور ہوا معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا، کیونکہ وہ بخشش کرنے والا اور مہربان ہے۔

پھر جب حضرت موسیٰؑ کو بذریعہ الہام بخشش کی اطلاع ہوئی تو ان کا جذبۂ پرہیزگاری اور جوش میں آیا اور شکرگزاری کے طور پر عہد کیا کہ اپنی طاقتوں اور صلاحیتوں کو برائی کے کام میں اور بروں کی تائید میں کبھی صرف نہ کروں گا۔

(۲) صبح کو حضرت موسیٰؑ ڈرتے ڈرتے شہر میں گئے کہ دیکھے کیا ہوتا ہے اور کل کے واقعہ قتل پر فرعون کیا حکم دیتا ہے۔ ناگہاں کیا دیکھتے ہیں کہ وہی اسرائیلی آج پھر ایک قبطی سے لڑ رہا ہے اور حضرت موسیٰؑ کو مدد کے لئے پکار رہا ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے اس کو ڈانٹا اور کہا کہ تو بڑا ہی برا آدمی ہے کہ آئے دن لوگوں سے الجھتا ہے اور مجھ کو لڑوا دیتا ہے۔

(۳) پھر حضرت موسیٰؑ نے قبطی پر ہاتھ ڈالنا چاہا جو ان کا اور اسرائیلی دونوں کا دشمن تھا لیکن اسرائیلی نے خیال کیا کہ شاید اسی کو پکڑنا چاہتے ہیں۔ اس خیال کے آتے ہی وہ چلایا اور کہا کہ کیا کل کی طرح آج میرا خون کرنا چاہتے ہو۔

لوگ قبطی کے قاتل کے تلاش میں تھے۔ اسرائیلی کے منہ سے یہ بات سن کر سمجھ گئے کہ حضرت موسیٰؑ ہی قاتل ہیں اور فرعون کو خبر پہنچا دی۔ فرعون پہلے ہی حضرت موسیٰؑ سے خطرہ محسوس کرتا تھا۔ واقعہ سن کر اس کو یقین ہو گیا۔ درباریوں سے مشورہ کر کے حضرت موسیٰؑ کے قتل کا حکم دے دیا۔

النّٰصِحِيْنَ ۝۲۰ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ
خیر خواہی کر رہا ہوں پس (یہ سن کر) موسیٰ وہاں سے ڈرتے ڈرتے نکل کھڑے ہوئے کہ دیکھیں (کیا ہوتا ہے اور) دعا کرنے لگے کہ
نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۲۱ ع وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ
اے پروردگار! مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے اور جب موسیٰ نے مدین کی طرف رخ کیا
قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝۲۲ وَلَمَّا
تو کہنے لگے امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھا راستہ بتائے گا (۱) اور جب
وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ
مدین کے پانی (یعنی کوئیں) پر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں لوگوں کا ایک مجمع (اپنے چارپایوں کو)
يَسْقُوْنَ ۫ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ
پانی پلا رہے ہیں اور ان لوگوں سے ایک طرف دو عورتوں کو دیکھا کہ وہ (اپنی بکریوں کو) روکے کھڑی ہیں
قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ۫ سکتة
موسیٰ نے (ان سے) پوچھا کہ تمہارا کیا مقصد ہے وہ بولیں کہ جب تک چرواہے (اپنے جانوروں کو) لے نہ جائیں ہم پانی نہیں پلاتے
وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ۝۲۳ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى
اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں تو (یہ سن کر) موسیٰ نے ان کے لئے (پانی کھینچ کر بکریوں کو) پلا دیا پھر وہاں سے
الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ
ہٹ کر سائے میں جا بیٹھے اور کہنے لگے کہ اے پروردگار! اس وقت جو نعمت بھی تو میری طرف نازل کرے میں اس کا
فَقِيْرٌ ۝۲۴ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۡ قَالَتْ
محتاج ہوں (۲) (تھوڑی دیر کے بعد) ان دونوں میں سے ایک عورت شرم کے ساتھ چلتی ہوئی موسیٰ کے پاس آئی (اور) کہنے
اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۭ
لگی کہ میرے والد بلاتے ہیں تاکہ تم نے جو ہمارے لئے پانی پلایا ہے اس کی اجرت تم کو دیں

(۱) ایک نیک دل شخص کو جو حضرت موسیٰؑ سے عقیدت رکھتا تھا، فرعون کا یہ ارادہ معلوم ہوا۔ وہ شہر کے پرلے سرے سے دوڑتا ہوا حضرت موسیٰؑ کے پاس پہنچا، ان کو اس بات کی خبر کی اور مشورہ دیا کہ فوراً شہر سے نکل جاؤ۔

ع ۲

چنانچہ حضرت موسیٰؑ ڈرتے ڈرتے شہر سے نکل کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ پروردگار مجھے ان ظالموں کے پنجے سے نجات دے۔

حضرت موسیٰؑ راستے سے واقف نہ تھے اور نہیں جانتے تھے کہ کہاں جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے الہام سے ایک راستے پر ہو لئے اور کہا کہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے سیدھے راستے پر لگائے گا۔ یہ راستہ شہر مدین کو جاتا تھا۔

(۲) چنانچہ جب حضرت موسیٰؑ مدین کے کنویں پر پہنچے تو دیکھا کہ بہت سے لوگ اپنے چارپایوں کو پانی پلا رہے ہیں اور ایک طرف دو لڑکیاں اپنے چارپایوں کو لئے الگ کھڑی ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے ان کا حال پوچھا انھوں نے کہا کہ ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں اور گھر میں کوئی دوسرا مرد نہیں ہے اس لئے خود ہم ہی کو کام کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ہم انتظار کرتے ہیں کہ جب سب چرواہے اپنے اپنے چارپایوں کو پانی پلا کر چلے جاتے ہیں، تب ہم اپنے چارپایوں کو پانی پلاتے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ لڑکیوں کی شرم و حیا سے سمجھے کہ ان کا تعلق کسی شریف خاندان سے ہے۔ ان کی مدد کے لئے آمادہ ہو گئے اور کنویں سے ڈول کھینچ کر ان کے چارپایوں کو پانی پلا دیا۔

لڑکیاں اپنے چارپایوں کو لے کر چلی گئیں اور حضرت موسیٰؑ ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ کئی روز سے کچھ کھایا نہ تھا سخت بھوکے تھے۔ لوگوں سے کچھ فریاد نہ کی البتہ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ پروردگار! جو خیر و برکت تو اس وقت نازل فرمائے میں اس کا محتاج ہوں۔

مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا

تمہارے پروردگار کی طرف سے (ہیں. ان کو لے کر) فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف (جاؤ) بلاشبہ وہ

قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٣٢﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ

نافرمان لوگ ہیں (۱) موسیٰ نے عرض کیا اے پروردگار: میں نے ان میں کے ایک شخص کو

نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿٣٣﴾ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ

مار ڈالا ہے تو میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے اور میرے بھائی ہارون کی زبان

اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ؗ

مجھ سے زیادہ فصیح ہے تو ان کو میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج کہ وہ میری تصدیق کریں

اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿٣٤﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ

میں ڈرتا ہوں کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے (۲) (اللہ نے) فرمایا کہ ہم تمہارے بھائی سے تمہارے بازو کو

بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ

مضبوط کر دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ دیں گے پس ہماری نشانیوں کے سبب سے وہ لوگ

اِلَيْكُمَا ۚۛ بِاٰيٰتِنَآ ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿٣٥﴾

تم تک نہ پہنچ سکیں گے (یقیناً) تم دونوں اور تمہارے پیرو غالب رہو گے (۳)

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا

پھر جب ہماری کھلی نشانیاں لے کر موسیٰ ان لوگوں کے پاس آئے تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو

هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ

ایک جادو ہے جس کو یہ شخص خود بنا لایا ہے اور یہ (باتیں) ہم نے اپنے اگلے باپ

اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٦﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ

دادوں سے (کبھی) سنی نہیں (۴) اور موسیٰ نے کہا کہ میرا پروردگار اس شخص کو

منزل ۵

(۱) پھر حکم ہوا کہ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو، پھر نکالو. وہ بغیر کسی مرض کے چمکتا ہوا ہوگا. اور خوف دور کرنے کے لئے بازووں کو سمیٹ لو.

'عصا' اور 'ید بیضاء' دو معجزے ہیں جن کو لے کر فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ اور اپنی رسالت کی تائید کے لئے ان کے سامنے پیش کرو' وہ لوگ بڑے سرکش اور نافرمان ہیں۔

واضح ہو کہ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ کا مطلب حضرت مولانا تھانوی نے اس طرح تحریر فرمایا ہے: "اور اگر مثل انقلاب عصا کے اس معجزہ سے بھی طبعاً خوف اور حیرت پیدا ہو تو خوف رفع کرنے کے واسطے اپنا وہ ہاتھ پھر اپنے گریبان اور بغل سے بدستور سابق ملا لینا تاکہ وہ پھر اصلی حالت پر ہو جائے اور پھر تو طبعی خوف بھی نہ ہوا کرے"۔ واللہ اعلم۔

(۲) حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ پروردگار: میرے ہاتھ سے قبطیوں کا ایک آدمی مر گیا تھا. مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ لوگ دیکھتے ہی مجھے پکڑ کر قتل نہ کر دیں. دوسرے یہ کہ میرے بھائی ہارون کی زبان زیادہ صاف اور رواں ہے، تو میری یہ درخواست ہے کہ ان کو بھی رسالت کے مرتبے سے سرفراز فرما کر میرے ساتھ کر دے، تاکہ جب فرعون اور اس کے درباری میری تکذیب کریں تو ہارون اپنی فصیح تقریروں سے میری تصدیق اور تائید کریں

(۳) حضرت موسیٰ کی درخواست منظور کی گئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اچھا، ہم تمہارے بھائی ہارون کو تمہارا قوت بازو بنا دیں گے اور ہماری نشانیوں کی برکت ایسا ہوگا کہ دشمن پر تمہارا رعب پڑے گا یقین رکھو کہ فرعون اور اس کے سرداروں کو ہرگز تم پر دسترس نہ ہوگی اور تم اور تمہارے ساتھی ان لوگوں پر غالب رہو گے۔

(۴) حضرت موسیٰ نبوت سے سرفراز ہو کر مصر پہنچے اور حضرت ہارون کو ساتھ لے کر دربار میں گئے. فرعون اور اس کے درباریوں کو توحید کا پیغام سنایا اور معجزات دکھائے. لیکن ان کمبختوں نے ان کو جھٹلایا اور کہا کہ یہ تو محض جادو ہے جس کو موسیٰ نے خود بنا کر خدا کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

اس کے علاوہ یہ کہ جو باتیں موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی سارے عالم کا پروردگار ہے، اسی نے سب کو پیدا کیا اور ایک دن فنا کر دے گا. پھر سارے انسانوں کو زندہ کر کے اٹھائے گا اور سب سے اعمال کا حساب لے گا. اور یہ کہ اسی نے ان دونوں بھائیوں کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور معجزات دیئے ہیں، وغیرہ وغیرہ. یہ سب باتیں انوکھی اور نئی ہیں، ایسی باتیں ہم نے اپنے باپ دادا سے کبھی نہیں سنیں محض موسیٰ اور ہارون کے کہنے سے ان عجیب و غریب باتوں کو ہم کس طرح مان سکتے ہیں۔

بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ
خوب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا ہے اور جس کے لئے
لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾
آخرت کا گھر ہے بلاشبہ ظالم لوگ کامیاب نہیں ہوں گے (۱)
وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ
اور فرعون نے کہا کہ اے اہل دربار! مجھ کو تو اپنے سوا تمہارا کوئی خدا معلوم
اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ
نہیں ہوتا تو اے ہامان! میرے لئے مٹی (کی اینٹوں) پر آگ جلا پھر (ان اینٹوں سے)
لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ
میرے لئے ایک محل تیار کر تاکہ (اس پر چڑھ کر) موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں اور بلاشبہ
لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ
میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں (۲) اور فرعون اور اس کے لشکر والے ناحق
فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا
زمین میں تکبر (اور غرور) کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ وہ ہمارے پاس لوٹ کر
يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ
نہیں آئیں گے پس ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا اور دریا میں ڈال دیا
فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَ
تو دیکھو کہ ظالموں کا کیسا (برا) انجام ہوا (۳) اور
جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ
ہم نے ان کو پیشوا بنایا تھا کہ وہ (لوگوں کو) دوزخ کی طرف بلاتے تھے اور قیامت کے دن ان کو

(۱) جب حضرت موسیٰ نے دیکھا کہ فرعون اور اس کے درباری کسی طرح مانتے ہی نہیں اور ہٹ دھرمی کر رہے ہیں تو انھوں نے ان کو آگاہ کیا اور کہا کہ دیکھو! تم میری بات نہیں مانتے ہو اور مجھ کو جھوٹا سمجھتے ہو لیکن میں اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں، کیونکہ وہی خوب جانتا ہے کہ کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کس کا انجام بہتر ہوگا۔ لیکن میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک ضابطہ مقرر ہے کہ حق وانصاف سے منہ پھیرنے والے اور ناحق باتوں پر ضد کرنے والے ہرگز کامیاب نہیں ہوتے۔ اب تم اپنے طرز عمل کو دیکھو اور خود سمجھ لو کہ تمہارا شمار کس گروہ میں ہے۔

(۲) حضرت موسیٰ کی تنبیہ سے فرعون کو ڈر ہوا کہ کہیں لوگ ان کی بات نہ مان لیں۔ چنانچہ پہلے اس نے اہل دربار کے سامنے اپنے یقین کا اعادہ کیا اور کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ میرے سوا تمہارا کوئی اور معبود ہے۔ لہٰذا تم بھی اسی عقیدہ پر ثابت قدم رہو۔

پھر اس نے عوام کو دھوکا دینے کے لئے کہا کہ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ موسیٰ جھوٹے ہیں۔ پھر بھی سب کے اطمینان کے لئے میں ہامان کو حکم دیتا ہوں کہ ایک اونچا محل تعمیر کرائے۔ میں اس پر چڑھ کر دیکھوں گا کہ موسیٰ جس خدا کی خبر دیتے ہیں وہ آسمان پر موجود ہے یا نہیں۔

(۳) غرض فرعون اور اس کے سرداروں نے سرکشی کی، اللہ تعالیٰ کے رسول کی توہین کی، غرور وتکبر کی وجہ سے پیغام حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اللہ کی زمین کو ظلم و فساد سے بھر دیا اور ایسے نڈر ہوئے کہ گویا ان کو اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہی نہیں ہے۔

آخرکار اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت کی اور دریائے نیل میں ان کا بیڑا غرق کر دیا تاکہ ان ظالموں کا انجام دیکھ کر دوسرے لوگ عبرت حاصل کریں۔

اس آیت میں واضح فرمایا کہ فرعون اور اس کے سرداروں کے تکبر اور سرکشی کی اصل وجہ یہ تھی کہ ان کو اس بات کا یقین ہی نہ تھا کہ ایک دن ان کو حق تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور اعمال کا حساب کتاب دینا ہے۔ آدمی آخرت کے حساب کتاب کو پیش نظر رکھے تو بہت سے گناہوں سے بچ سکتا ہے۔

لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ
(نہیں سے) مدد نہ ملے گی اور ہم نے اس دنیا میں (بھی) ان کے پیچھے لعنت لگا دی
وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا
اور قیامت کے دن (بھی) وہ بدحال لوگوں میں ہوں گے (۱) اور اگلی امتوں کے
مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ
ہلاک کرنے کے بعد ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی
الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ
جو لوگوں کے لئے (موجب) بصیرت اور ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ اس سے
يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ
نصیحت حاصل کریں (۲) اور (اے محمدؐ) تم (کوہ طور کی) مغربی جانب موجود نہ تھے جبکہ ہم نے
قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾
موسیٰ کے پاس حکم بھیجا تھا اور نہ تم (اس واقعہ کے) دیکھنے والوں میں تھے
وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا
لیکن ہم نے موسیٰ کے بعد کئی امتیں پیدا کیں پھر ان پر زمانہ دراز گزر گیا اور نہ
كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ
تم مدین والوں میں رہنے تھے کہ ان کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر
اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ
سنایا کرتے لیکن ہم (ہمیشہ) رسول بھیجتے رہے اور نہ تم طور کے
بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ
کنارے تھے جبکہ ہم نے (موسیٰ کو) آواز دی۔ لیکن تمہارے پروردگار کی رحمت سے

(۱) فرعون اور اس کے سردار خود بھی گمراہ تھے اور دوسروں کو بھی راہ حق سے بہکایا کرتے تھے۔ اسی لئے آخرت میں ان کا یہ حال ہوگا کہ ان کو دوزخیوں کا پیشوا بنا کر سب کو دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔

ع

فرعون اور اس کے سرداروں نے عوام کو بہکا کر اپنے ساتھ لے رکھا تھا، ان کی طاقت پر بڑا گھمنڈ کرتے تھے اور انہی کے ذریعے بنی اسرائیل پر ظلم توڑتے تھے۔ قیامت کے دن اگرچہ فرعون اور اس کے سردار گمراہ عوام کے پیشوا ہوں گے، لیکن اس دن وہ عوام ان کی کچھ بھی مدد نہ کر سکیں گے۔

غرض یہ کہ فرعون اور اس کے ساتھیوں نے اپنے ہاتھوں اپنی زندگی برباد کی۔ دنیا میں بھی تباہ ہوئے اور لوگ ان پر لعنت بھیجتے ہیں اور آخرت میں بھی ان کا حال بُرا ہوگا۔

(۲) یعنی آنحضرتؐ کی رسالت پر لوگوں کو تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ تو ٹھیک قانون قدرت کے مطابق ہے۔ دیکھو! جب گزشتہ پیغمبروں کی تعلیم دنیا سے ناپید ہوگئی تو اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰؑ کو پیغمبر بنایا اور ان کو تورات عطا فرمائی جس سے لوگ ہدایت اور نصیحت حاصل کرتے تھے۔ قریش ان باتوں کو یہودیوں سے سنتے ہیں اور حضرت موسیٰؑ اور تورات کی عزت کرتے ہیں۔

بالکل اسی طرح جب اصلی تورات اور انجیل وغیرہ دنیا سے غائب ہوگئیں، ان کی تعلیمات کو بھی لوگوں نے بھلا دیا اور دنیا خدائی رہنمائی کے لئے تڑپنے لگی تو اللہ تعالےٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر آخر الزماں بنا کر بھیجا۔ آپؐ پر قرآن مجید نازل فرمایا تاکہ ساری دنیا آپؐ کی تعلیم اور نمونے سے ہدایت حاصل کرے اور سیدھی راہ پر چل کر دونوں جہاں میں کامیاب اور بامراد ہو۔

(۱) سرداران قریش قرآن مجید کو وحی الٰہی نہیں مانتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ خود آنحضرتؐ کا بنایا ہوا کلام ہے — ان آیتوں میں اس مہمل خیال کی تردید فرمائی ہے اور تاریخی واقعات کے بیان کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے — خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں تاریخی واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت موسیٰؑ کی سرگزشت کو لو جو گزشتہ چند رکوعوں میں بیان کی گئی ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ تورات اور تاریخ کے عالم نہ تھے اور نہ اہل کتاب کے عالموں کی صحبت میں رہے تھے۔ اب غور کے قابل سوال یہ ہے کہ پھر آپؐ کو حضرت موسیٰؑ کی سرگزشت کا علم کیسے ہوا۔

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ

(تم پیغمبر بنائے گئے) تاکہ ان لوگوں کو ڈراؤ جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا

قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝٤٦ وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ

(پیغمبر) نہیں آیا کیا عجب ہے کہ وہ نصیحت حاصل کریں (۱) اور (اے پیغمبر ہم نے تم کو اس لئے رسول بنایا ہے کہ

مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا

ایسا نہ ہو کہ ان اعمال کے سبب جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں ان پر کوئی مصیبت آپڑے تو کہنے لگیں کہ اے پروردگار!

لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ

تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیرے احکام کی پیروی کرتے اور

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٤٧ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا

ایمان والوں میں ہوتے (۲) پس جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آپہنچا

قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ۭ اَوَلَمْ

تو کہنے لگے کہ جیسی چیزیں موسیٰ کو ملی تھیں ویسی اس (پیغمبر) کو کیوں نہیں ملیں (اللہ نے

يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ

فرمایا کہ) کیا جو موسیٰ کو دیا گیا تھا اس کا انھوں نے انکار نہیں کیا ان لوگوں نے کہا کہ دونوں

تَظٰهَرَا ۣ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ۝٤٨ قُلْ فَاْتُوْا

جادو ہیں ایک دوسرے کے موافق اور وہ لوگ (یہ بھی) کہتے ہیں کہ ہم ان دونوں کو نہیں مانتے (۳) (اے پیغمبر ان سے) کہو کہ

بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ

اللہ کے پاس سے کوئی اور کتاب لے آؤ جو ان دونوں (کتابوں) سے بڑھ کر ہدایت بخشنے والی ہو

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٤٩ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ

میں بھی اسکی پیروی کروں گا اگر سچے ہو (تو ضرور لاؤ) (۴) پھر اگر یہ لوگ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو

عقل و علم رکھنے والوں کا جواب تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اپنے کلام کو اپنے برگزیدہ بندوں پر نازل فرماتا رہا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ پر تورات نازل فرمائی۔ پھر جب ایک طویل مدت گزر گئی۔ بہت سی قومیں بیت گئیں، کتاب الٰہی کا صحیح علم مفقود ہو گیا اور دنیا ہدایت الٰہی کے لئے تڑپنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فضل فرمایا اور آنحضرتؐ پر اپنا کلام نازل کیا تاکہ عرب جن میں حضرت اسمٰعیلؑ کے بعد سے کوئی پیغمبر پیدا نہیں ہوا تھا، پیغام حق سنیں، نافرمانی کے نتائج سے آگاہ ہوں اور خود ہدایت حاصل کر کے سارے عالم کو پیغام حق پہنچائیں اور سچائی کا راستہ دکھائیں۔

(۲) اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی کھلی کھلی غلطیوں اور گمراہیوں کی بنا پر ان کو عذاب میں مبتلا کرتا تو بھی ٹھیک ہی ہوتا لیکن اس وقت وہ یوں کہتے کہ اللہ نے ہمارے پاس کوئی رسول نہیں بھیجا۔ اگر ہمارے پاس کوئی رسول آتا اور ہم کو احکام الٰہی پہنچاتا تو دیکھتے کہ ہم ایسے اعلیٰ درجے کے مسلمان اور فرماں بردار ہوتے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے اور ہر ملک میں پیغمبر بھیجے اور اب نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے عالم کے لئے پیغمبر بنایا تاکہ حق پرست لوگ ہدایت حاصل کریں اور نافرمانوں کو عذر کرنے کا کوئی موقع ہاتھ نہ آئے۔

(۳) لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور آپ پر اپنا کلام اتارا تو طرح طرح کے بہانے بناتے ہیں اور آپؐ پر اور قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتے۔

لکھا ہے کہ قریش حضرت موسیٰؑ کے معجزات کا ذکر سن کر کہنے لگے کہ اگر ایسے معجزے محمد (صلعم) کے پاس بھی ہوتے تو ہم ان پر ایمان لے آتے۔

اس کے بعد پھر جب یہودیوں سے پوچھا اور تورات کے بعض احکام قرآن مجید کے احکام کے موافق اور ان کی اپنی مرضی کے خلاف معلوم ہوئے، مثلاً بت پرستی شرک ہے، قیامت برحق ہے، جو جانور اللہ تعالیٰ کے نام پر نہ ذبح کیا جائے وہ مردار ہے اور عرب میں ایک نبی آخر الزماں ظاہر ہوں گے وغیرہ وغیرہ تو کہنے لگے کہ تورات اور قرآن دونوں جادو ہیں جو ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں، اس لئے ہم دونوں کو نہیں مانتے۔

(۴) آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جب یہ لوگ تورات اور قرآن مجید کو الہامی کتاب نہیں مانتے تو اب فیصلہ کن بات یہ ہے کہ ان سے کہو کہ اچھا: تم کوئی الہامی کتاب پیش کرو جو ان دونوں سے بہتر طریقے پر لوگوں کو زندگی کا سیدھا راستہ بتانے والی ہو — اور میں تمہاری طرح سے ضدی اور ہٹ دھرم نہیں ہوں۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے پاس سے کوئی کتاب لے آئے اور تم نے

أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَآءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ
کہ یہ لوگ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت
هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَا
کے بغیر اپنی خواہش کے پیچھے چلے بلا شبہ اللہ ظالم
يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ۝ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ
لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا (۱) اور ہم پے درپے ان لوگوں کے پاس (اپنا)
الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ الَّذِينَ آتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ
کلام بھیجتے رہے تاکہ یہ نصیحت حاصل کریں جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب
مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ
دی وہ اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں اور جب قرآن ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے
قَالُوٓا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ إِنَّا كُنَّا مِنْ
تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے بیشک وہ ہمارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے بلاشبہ ہم تو اس سے
قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ۝ أُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا
پہلے کے فرماں بردار ہیں (۲) ان لوگوں کو دوہرا بدلا دیا جائے گا کیونکہ ان لوگوں نے
صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا
صبر کیا (۳) اور یہ لوگ برائی کو بھلائی کے ذریعہ دور کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے
رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا
ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھیر
عَنْهُ وَقَالُوا لَنَآ أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۫ سَلٰمٌ
لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال تم کو سلام

ع ۸

(بقیہ تفسیر صفحہ ۷۰۱) اس کا بہتر ہونا ثابت کر دیا تو میں اس کو مان لوں گا۔

اب جبکہ تم قرآن مجید کے جواب میں کوئی الہامی کتاب نہیں پیش کرتے ہو تو انصاف کی بات یہ ہے کہ حق کے معاملہ میں ضد اور ہٹ دھرمی مت کرو اور قرآن مجید کو مان کر اور اس کے احکام پر عمل کرکے دونوں جہاں کی نعمتیں حاصل کرو۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) یعنی اگر یہ لوگ ایسی سیدھی اور فیصلہ کن بات کو نہ مانیں تو پھر ان کی طرف سے صبر کر لینا چاہیئے اور سمجھنا چاہیئے کہ حقیقت میں یہ لوگ حق و صداقت کے طالب اور منصف مزاج نہیں ہیں محض ضدی اور ہٹ دھرم ہیں اور خواہشات اور توہمات کے بندے ہیں۔

یاد رکھو: یہ انتہائی گمراہی کی بات ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی بات کو چھوڑ کر خواہشات اور توہمات کی پیروی کرے۔ ایسے ظالم اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

(۲) عرب کے مشرکین قرآن مجید کو کلام الٰہی نہیں مانتے تھے۔ اس کی سچائی کا یقین ان کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے ان چند نیک دل اہل کتاب کا حال سنایا جو ایمان لا چکے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ وحی الٰہی کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے اور وحی کی سچائی کی نشانی یہ ہے کہ ایک وحی دوسری وحی کی تصدیق کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ اہل کتاب میں جو منصف مزاج اور حق گو ہیں وہ جب قرآن کو سنتے ہیں تو اس پر ایمان لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یقیناً یہ ہمارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے اور جب تورات و انجیل میں ہم اس کی بشارت پڑھتے تھے تو اسی وقت سے ہم تو اس کو مانتے تھے اور اس کے منتظر تھے۔ آج اس کو پا لیا اور دیکھ لیا۔

(۳) ان حضرات کو دوہرا ثواب ملے گا، کیوں کہ انھوں نے پہلے بھی استقامت دکھائی کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان لائے۔ نیز کتاب الٰہی کی بشارت کے مطابق آنحضرتؐ اور قرآن مجید پر اجمالی ایمان رکھا اور ان کے ظہور کے منتظر رہے۔

پھر جب قرآن مجید نازل ہوا اور آنحضرتؐ نے اپنی رسالت کا اعلان کیا تو بے تامل ایمان لائے اور احکام الٰہی کی پابندی میں لگ گئے۔

اس طرح ان حضرات نے دونوں دفعہ استقامت دکھائی دونوں موقعوں سے فائدہ اٹھایا اور دوگنے ثواب کے مستحق ہوئے۔

عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿٥٥﴾ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ

ہم جاہلوں سے الجھنا نہیں چاہتے (۱) اے پیغمبر! تم جس کو چاہو ہدایت

اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ

نہیں کر سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ

اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿٥٦﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى

ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے (۲) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ (اے محمدؐ!) اگر ہم تمہارے

مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ

ساتھ ہو کر (قرآن کی) ہدایت پر چلیں تو اپنے ملک سے نکال دیئے جائیں گے (اللہ نے فرمایا کہ) کیا ہم نے ان کو امن امان والے

حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ

حرم میں جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے میوے ہمارے ہاں سے (لوگوں کی)

رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٥٧﴾

روزی کے لئے پہنچائے جاتے ہیں لیکن ان میں اکثر (اس بات کو) نہیں جانتے (۳)

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ

اور ہم نے بہت سی بستیوں (والوں) کو ہلاک کر ڈالا جو اپنے سامان عیش پر اتراتے تھے

فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ

سو (دیکھو!) یہ ان کے گھر (اجڑے پڑے) ہیں جو ان کے بعد آباد نہ ہوئے مگر تھوڑی دیر کے لئے

وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿٥٨﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ

اور آخر کار ہم ہی ان کے سامان کے مالک ہوئے (۴) اور (اے پیغمبر!) تمہارا پروردگار بستیوں کو ہلاک

الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ

نہیں کرتا جب تک کہ ان کے صدر مقام میں کوئی پیغمبر نہ بھیجے جو ان کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر

(۱) ان حضرات کی چند خوبیاں یہ ہیں:-

(۱) اگر کوئی ان کے ساتھ برائی کرے تو یہ درگزر سے کام لیتے ہیں اور دل بڑا کرکے برائی کے جواب میں بھلائی سے پیش آتے ہیں۔

(۲) اللہ تعالےٰ نے جو مال و دولت ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے زکوٰۃ دیتے ہیں، رشتہ داروں میں سے جو حقدار ہیں ان کا حق ادا کرتے ہیں، دوسرے غریبوں کی بھی مدد کرتے ہیں اور قومی کاموں میں بھی حصہ لیتے ہیں۔

(۳) جب کوئی شخص ان سے لغو اور بیہودہ بات کہتا ہے تو دور ہی سے سلام کرکے اس سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں، اس سے الجھتے نہیں اور جہالت کی باتوں میں مبتلا نہیں ہوتے۔

(۲) عربوں کی گمراہی دیکھ کر آنحضرتؐ کو بہت دکھ ہوتا تھا، خاص کر جب قریب کے رشتہ دار ایمان نہیں لاتے تو آپؐ سخت بےچینی محسوس فرماتے تھے۔

اللہ تعالےٰ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا کام یہ ہے کہ لوگوں کو پیغام حق پہنچا دو اور راہ حق دکھا دو، باقی رہا دل کو پھیرنا، ایمان کی توفیق دینا اور سیدھے راستے پر چلانا یہ اللہ تعالےٰ کا کام ہے اور وہی جانتا ہے کہ کون ہدایت پانے والا ہے۔ تم پیغام حق پہنچا دو۔ اس پر بھی اگر کوئی نہ مانے تو صبر کرو۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

(۳) مکہ کے بعض سرداروں نے آنحضرتؐ سے کہا کہ اگر ہم ایمان لے آئیں تو سارے قبائل عرب ہمارے دشمن ہو جائیں گے اور ہم کو وطن سے نکال دیں گے بلکہ جزیرۂ عرب میں ہمارا رہنا مشکل ہو جائے گا۔

اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان کے لئے حرم مکہ میں امن و امان کے ساتھ رہنے کا انتظام کر دیا ہے جہاں ہر طرح کے پھل پھلاری چاروں طرف سے کھنچے چلے آتے ہیں۔ ذرا ان کو سوچنا چاہیئے کہ جب اللہ تعالےٰ نے شرک و کفر کے باوجود ان کو امن و امان اور آسائش کے ساتھ رکھا ہے تو ایمان لانے کے بعد وہ ان کو کیوں نہ نوازے گا۔ لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ ان باتوں کو سمجھتے نہیں اور وہمی باتوں میں پھنس کر ایمان سے گریز کرتے ہیں۔

منزل ٥

(۴) قریش کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ حقیقت میں ڈرنے کی چیز اللہ تعالےٰ کا عذاب ہے نہ کہ عربوں کی دشمنی۔ تاریخی حالات کا مطالعہ کرو تو معلوم ہو کہ جب قوموں نے عیش پرستی میں پڑ کر سرکشی اور نافرمانی کی راہ اختیار کی تو عذاب الٰہی نے ان کو نیست و نابود کر دیا۔ قوم عاد و ثمود کی بستیوں کو دیکھو کیسی ویران پڑی ہیں۔ کوئی ان میں رہنے والا نہیں۔ ہاں کبھی کبھار کوئی مسافر تھوڑی دیر کے لئے وہاں نظر آ جاتا ہے، ورنہ وہ لوگ ایسے نیست و نابود ہوئے کہ کوئی ان کا وارث بھی نہیں رہا۔ ہمیشہ رہے نام اللہ کا۔

اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَ اَهْلُهَا
سناتے ۔ اور ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کرتے مگر اس حال میں کہ وہاں کے باشندے
ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ
ظالم ہوں (۱) اور (اے لوگو!) جو کچھ تم کو دیا گیا ہے وہ دنیا کی زندگی کا فائدہ اور
الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ
اس کی زینت ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا
کیا تم (اتنی بات بھی) نہیں سمجھتے (۲) بھلا جس شخص سے ہم نے کوئی اچھا وعدہ کیا
فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
اور وہ یقیناً اس کو پانے والا ہے کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کو ہم نے دنیا کی زندگی کا فائدہ دیا
ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ
پھر وہ قیامت کے دن ان لوگوں میں ہوگا جو (گرفتار کرکے) ہمارے سامنے لائے جائیں گے (۳) اور جس روز اللہ کافروں کو پکارے گا
فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾
اور کہے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کا تمہیں دعویٰ تھا
قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ
(تو) جن لوگوں پر (عذاب کا) حکم ثابت ہو چکا ہوگا وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! یہ وہ
الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ
لوگ ہیں جن کو ہم نے گمراہ کیا تھا اور جس طرح ہم خود گمراہ ہوئے تھے اسی طرح ان کو گمراہ کیا تھا اور ہم تیری طرف متوجہ
اِلَيْكَ ۡ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا
ہو کر ان سے بیزار ہوتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) یہ ہمیں نہیں پوجتے تھے (۴) اور کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو

منزل ۵

(۱) اللہ تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ پہلے کسی مرکزی مقام میں پیغمبر بھیجتا ہے جو سب کو پیغام حق پہنچاتا ہے پھر نافرمانوں کو کافی مہلت دیتا ہے اور پیغمبر کے ذریعے بار بار نصیحت کرتا ہے تاکہ لوگ سرکشی سے باز آجائیں۔ لیکن جب لوگوں کی سرکشی حد کو پہنچ جاتی ہے اور ان کے درست ہونے کی کوئی امید نہیں رہتی تو پھر اس کا عذاب نافرمانوں کو ہلاک کر ڈالتا ہے۔

قریش کو معلوم ہونا چاہئے کہ مبارک شہر مکہ ساری دنیا کا مرکزی مقام ہے۔ وہاں پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپؐ نے سارے جزیرۂ عرب بلکہ سارے عالم کو پیغام حق پہنچا دیا لیکن آپؐ کے پہلے مخاطب قریش ہیں جن کو کافی مہلت دی جا چکی ہے۔ اب اگر وہ راہ راست پر نہ آئے تو ان کا انجام معلوم ہے۔

(۲) جو لوگ مال و دولت پر مغرور ہو کر عیش و عشرت میں پڑ جاتے ہیں اور ایمان و عمل صالح سے گریز کرتے ہیں، ان کی نصیحت کے لئے فرمایا کہ مال و دولت پر غرور و تکبر کرنا دانشمندی نہیں ہے۔ یہ تو چند روزہ زندگی گزارنے کا سامان اور دنیا کی بہار ہے۔

ع ۶/۹

حقیقت میں محبت کرنے کے لائق تو وہ نعمتیں ہیں جو آخرت میں ایماندار اور پرہیزگار لوگوں کو ملیں گی جو دنیوی نعمتوں سے بدرجہا بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہوں گی۔ تعجب ہے کہ لوگ ایسی صاف بات نہیں سمجھتے اور آخرت کی نعمتوں کے طلبگار نہیں بنتے۔

(۳) مؤمن اور کافر میں انجام کے اعتبار سے بہت فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمن سے بڑی بڑی نعمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جو یقیناً پورا ہوگا۔ اس کے برخلاف کافر کا یہ حال ہے کہ اگرچہ دنیا میں اس کو بہت مال و دولت اور عیش و آرام ملے لیکن قیامت کے دن گرفتار کر لیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کیا جائے گا پھر اس سے باز پرس ہوگی اور وہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

ذرا سوچو کہ کیا یہ دونوں برابر ہیں۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ کفر اور نافرمانی سے باز نہیں آتے۔

(۴) مشرکوں کی تنبیہ کے لئے ان کو توجہ دلائی کہ آج وہ جن شیاطین کی سفارش کے بھروسہ پر بیٹھے ہیں قیامت کے دن وہ کانوں پر ہاتھ رکھ کر ان سے دست بردار ہو جائیں گے اور بارگاہ رب العزت میں عرض کریں گے کہ پروردگار! بیشک ہم سے یہ قصور ہوا کہ ہم نے ان لوگوں کو بہکایا جس طرح ہم سے یہ بیوقوفی ہوئی کہ ہم خود گمراہ ہوئے اسی طرح ہم سے یہ بھی غلطی ہوئی کہ ہم نے ان لوگوں کو بہکایا۔ لیکن ہم نے ان پر جبر نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ہماری پیروی نہیں کرتے تھے بلکہ خود اپنی خواہشات کو پوجتے تھے۔ اس لئے آج ہم ان سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔

شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَاَوُا
بلاؤ تو وہ ان کو پکاریں گے پس وہ ان کو جواب نہ دے سکیں گے اور وہ عذاب
الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ۝ وَيَوْمَ
کو دیکھ لیں گے تو اس وقت تمنا کریں گے کہ کاش وہ ہدایت پائے ہوئے ہوتے (۱) اور جس دن
يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ۝
اللہ ان کو پکارے گا اور کہے گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا
فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُونَ ۝
تو اس دن ان سے باتیں نہ بن پڑیں گی اور وہ آپس میں پوچھ کچھ نہ کر سکیں گے
فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ
پس جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے تو امید ہے کہ وہ
يَّكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ۝ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ
کامیاب ہونے والوں میں ہو (۲) اور اے پیغمبر تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا
وَيَخْتَارُ ۭ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ
ہے برگزیدہ کرتا ہے ان لوگوں کو کچھ بھی اختیار نہیں ہے یہ لوگ جو شرک
وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ
کرتے ہیں اللہ اس سے پاک اور برتر ہے اور تمہارا پروردگار جانتا ہے جو یہ اپنے
صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ
سینوں میں چھپاتے ہیں اور جو کچھ یہ ظاہر کرتے ہیں (۳) اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں
لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ
دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے اور اسی کی حکومت ہے

(۱) جب شیاطین اس طرح بیزاری کا اعلان کر دیں گے تو مشرکوں کو لاجواب اور شرمندہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ان کو حکم دے گا کہ ان کو پکارو جن کو تم اپنے زعم باطل میں ہمارا شریک سمجھتے تھے۔

چنانچہ مشرک گھبرا کر شیطانوں کو مدد کے لئے پکاریں گے لیکن اس دن شیاطین خود ہی مصیبت میں مبتلا ہوں گے اور اپنی گمراہیوں کے نتیجوں کو دیکھ کر گھبرا رہے ہوں گے وہ دوسروں کی کیا مدد کر سکیں گے۔

جب اس طرح مشرکوں کی گمراہی آشکارا ہو جائے گی اور وہ عذاب کو سامنے دیکھ لیں گے تو تمنا کریں گے کہ کاش انھوں نے راہ ہدایت اختیار کی ہوتی۔

(۲) یعنی رسالت کے بارے میں بھی سوال ہوگا اور مشرکوں اور کافروں سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ ہم نے تمہاری ہدایت کے لئے رسول بھیجے تھے جنھوں نے ہمارا پیغام تم کو پہنچا دیا تھا۔ بتاؤ کہ تم نے ان کو کیا جواب دیا تھا اور ان کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟

اس سوال پر مشرک اور کافر دم بخود ہو جائیں گے اور ان سے کوئی جواب نہ بن پڑے گا۔ وہ ایسے بدحواس ہوں گے کہ آپس میں بھی پوچھ گچھ نہ کر سکیں گے۔

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ قیامت کے دن مشرک اور کافر نامراد ہوں گے لیکن جو لوگ دنیا میں ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ فضل الٰہی سے کامیاب ہوں گے۔

(۳) توحید کی دلیل کے طور پر اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی چند صفات بیان کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ اس بیان سے سرداران قریش کے اس اعتراض کا جواب بھی ہو گیا کہ مکہ اور طائف کے سرداروں اور دولت مندوں میں سے کسی کو رسالت ملنی چاہیئے تھی۔

ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ مختار مطلق ہے۔ جو چاہے اور جس طرح چاہے پیدا کرے، جو چاہے حکم دے اور جس کو چاہے رسالت سے سرفراز فرمائے۔ جس طرح ان لوگوں کو پیدا کرنے کا اختیار نہیں ہے، اسی طرح رسالت کے بارے میں بھی انتخاب اور رائے دینے کا ان کو کوئی حق نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شرک بے سند بات ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور بلند و برتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم بہت وسیع ہے۔ وہ ان باتوں کو بھی جانتا ہے جن کو لوگ چھپاتے ہیں اور ان کو بھی جن کو ظاہر کرتے ہیں۔

وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ
اور اسی کی طرف تم سب لوٹ کر جاؤ گے (۱) (اے پیغمبر ان سے) کہو بھلا دیکھو تو اگر اللہ تمہارے اوپر
الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ
ہمیشہ قیامت تک رات کو باقی رکھے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے
يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ
جو تمہارے لئے روشنی لائے تو کیا تم سنتے نہیں؟ (اور) کہو بھلا دیکھو تو
اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ
اگر اللہ ہمیشہ قیامت تک تمہارے اوپر دن کو باقی
الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ
رکھے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہارے لئے رات لائے
تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ
جس میں تم آرام کرو پس کیا تم دیکھتے نہیں (۲) اور اسی نے اپنی رحمت سے
جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ
تمہارے لئے رات اور دن دونوں بنائے تاکہ تم رات میں آرام کرو اور
لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَ
(دن میں) اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو (۳) اور
يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ
جس دن وہ ان کافروں کو پکارے گا اور کہے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کا
كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا
تمہیں دعویٰ تھا؟ اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ نکالیں گے

(۱) اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ پر آدمی ٹھنڈے دل سے غور کرے تو یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ تنہا وہی عبادت کا مستحق ہے۔ کیونکہ دنیا اور آخرت میں جو تعریف بھی ہو حقیقت میں اسی کی تعریف ہے۔ کائنات میں اسی کا حکم چلتا ہے اور آخر کار سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

(۲) جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کو پوجتے ہیں کیا وہ اس فرق کو محسوس نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا ہے اور ان کے فرضی معبود کچھ بھی طاقت نہیں رکھتے۔

فرض کرو اگر اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لئے تاریک رات کو حاوی یا مسلط کر دے تو کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کر کے لوگوں کے لئے روشنی کا انتظام کر سکے۔ کیا لوگ ان باتوں کو سنتے نہیں؟

اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ ایسا انتظام قائم کر دے کہ ہم پر ہمیشہ دن ہی دن رہا کرے تو کس میں اتنی قدرت ہے کہ اس نظام کو بدل کر رات لائے جس میں لوگ آرام کر سکیں۔ کیا لوگ قدرت الٰہی کی ان نشانیوں کو دیکھتے نہیں۔

(۳) لوگوں کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر غور کریں اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے اپنے فضل سے دن بھی بنایا اور رات بھی بنائی تاکہ دن میں کاروبار اور محنت کر کے روزی تلاش کریں جس کے ذرائع اس نے اپنے فضل سے زمین میں بہت سے پیدا کر رکھے ہیں اور دن بھر محنت کرنے کے بعد کھا پی کر رات میں آرام کریں۔

فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَ

پھر (اس وقت) ہم کہیں گے کہ اپنی دلیل پیش کرو تو وہ جان لیں گے کہ سچ بات اللہ ہی کی ہے اور

ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝٧٥ اِنَّ قَارُوْنَ

جو کچھ وہ افترا کیا کرتے تھے ان سے جاتا رہے گا (۱) بلاشبہ قارون موسیٰ کی

كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۪ وَ

قوم میں سے تھا تو وہ (کثرت مال کی وجہ سے) لوگوں پر زیادتی کرنے لگا اور

اٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ

ہم نے اسے خزانے دیے تھے کہ ان کی کنجیاں (اٹھاتے وقت) ایک طاقتور

بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا

جماعت کو (بھی) تھکا دیتی تھیں اس کی قوم نے کہا کہ

تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝٧٦ وَابْتَغِ

(اس مال و دولت پر) مت اترا کیونکہ اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا (۲) اور جو مال

فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ

اللہ نے تجھ کو دیا ہے اس سے آخرت کی بھلائی طلب کر اور دنیا

نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ اَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ

سے اپنا حصہ نہ بھول اور جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی اسی طرح تو بھی لوگوں کے

اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

ساتھ بھلائی کر اور ملک میں فساد پھیلانے کا ارادہ مت کر کیونکہ اللہ

لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝٧٧ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰي عِلْمٍ

فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا (۳) قارون نے کہا کہ یہ مال تو مجھے میرے علم (و ہنر) کی وجہ سے

---

(۱) مشرکوں کو رسوا کرنے کے لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو پکارے گا اور فرمائے گا کہ وہ معبود کہاں ہیں جن کو تم اپنے زعم باطل میں ہمارے شریک سمجھتے تھے۔

پھر ہر امت کے پیغمبر اور مبلغین پیش ہوں گے اور سرکشوں اور نافرمانوں کے خلاف گواہی دیں گے کہ دنیا میں ان کو پیغام پہنچایا گیا تھا لیکن انھوں نے اس کو نہیں مانا اور پیغام پہنچانے والوں کا مذاق اڑایا۔

پھر اللہ تعالیٰ نافرمانوں سے فرمائے گا کہ بتاؤ تم نے کس بنیاد پر پیغام حق کو رد کیا تھا اور کس سند کی رو سے شرک کو جائز سمجھا تھا۔ ع ۱۵ ۱۰

ظاہر ہے کہ یہ لوگ اپنی گمراہی پر کوئی دلیل پیش نہیں کر سکیں گے۔ ان پر حقیقت آشکارا ہو جائے گی اور وہ سمجھ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی بات جو پیغمبروں اور مبلغین کے ذریعے ان کو پہنچی تھی وہی ٹھیک تھی اور ان کی گھڑی ہوئی باتیں سب غلط اور باطل تھیں۔

(۲) اس رکوع میں قارون کی دولت مندی اس کی سرکشی اور تباہی کا واقعہ سنایا جاتا ہے تاکہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ قارون حضرت موسیٰ کا چچیرا بھائی تھا لیکن وہ بدبخت فرعون کا طرفدار تھا۔ اس لئے فرعون نے اس کو بڑا عہدہ اور اقتدار دے رکھا تھا۔

فرعونی اقتدار کے سہارے قارون نے اتنی دولت جمع کر لی تھی کہ اس کی کنجیاں اٹھانا ایک طاقتور جماعت کے لئے بھی مشکل تھا۔ حضرت موسیٰ نے اس کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا۔ قوم کے دوسرے لوگوں نے بھی سمجھایا اور کہا کہ دولت اور عیش و آرام پر گھمنڈ اور تکبر مت کر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند نہیں فرماتا لیکن اس بدبخت نے ایک نہ سنی، سرکشی دکھائی اور غرور و تکبر کا مظاہرہ کرتا رہا۔

(۳) قوم کے نیک لوگوں نے قارون کو یہ بھی نصیحت کی کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے جو مال و دولت دے رکھا ہے، اس کو اس طرح خرچ کر کہ اس سے تیری آخرت درست ہو۔ بیشک دنیا کا حصہ یعنی اپنے کھانے پینے وغیرہ کی ضروریات بھی پوری کر مگر دوسروں کی ضروریات کو نہ بھول اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کر کے دوسرے لوگوں کے ساتھ احسان کر۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کر کے ملک میں فساد مچانا مت پھر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فساد مچانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

عِندِي ۚ أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِن

ملا ہے (اللہ نے فرمایا) کیا اس کو معلوم نہیں کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی

قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً

قوموں کو ہلاک کر دیا جو اس سے قوت میں سخت

وَأَكْثَرُ جَمْعًا ۚ وَلَا يُسْأَلُ عَن ذُنُوبِهِمُ

اور جمعیت میں بہت زیادہ تھیں اور گنہ گاروں سے ان کے گناہوں کے بارے میں

الْمُجْرِمُونَ ﴿٧٨﴾ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ ۖ

پوچھا نہ جائے گا (۱) پھر (ایک دن) قارون (بڑی) آرائش (اور ٹھاٹھ) سے اپنی قوم کے سامنے نکلا

قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَا لَيْتَ

جو لوگ دنیا کی زندگی کے طالب تھے وہ کہنے لگے کہ جیسا (مال و متاع) قارون کو

لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ

ملا ہے کاش (ویسا ہی) ہم کو بھی ملے بلاشبہ وہ بڑا صاحب

عَظِيمٍ ﴿٧٩﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ

نصیب ہے اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے افسوس تم پر!

ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا

ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے لئے (جو) ثواب اللہ کے ہاں تیار ہے وہ اس سے

يُلَقَّاهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ﴿٨٠﴾ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ

کہیں بہتر ہے اور وہ انہی کو ملتا ہے جو صبر کرنے والے ہیں (۲) پس ہم نے قارون کو اور اس کے گھر کو

الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِن فِئَةٍ يَنصُرُونَهُ

زمین میں دھنسا دیا۔ (تو) اللہ کے سوا کوئی جماعت

(۱) قارون نے ان نصیحتوں پر کان نہیں دھرا اور نہایت گستاخی سے جواب دیا کہ یہ سب مال و دولت تو میں نے خود اپنی لیاقت، ہنرمندی اور دانشمندی سے کمایا ہے۔ مجھ پر کسی کا احسان نہیں ہے۔ میں کیوں کسی کا شکر ادا کروں اور لوگوں کے مشورے سے اپنے مال کو لٹا دوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ افسوس! اس کمبخت نے دولت کے نشے میں مست ہو کر تاریخ کے عبرت خیز واقعات کو بھی بھلا دیا۔ کیا اس نے نہیں دیکھا کہ بڑی بڑی طاقتور اور شان و شوکت والی قومیں سرکشی اور نافرمانی کی پاداش میں صفحۂ ہستی سے مٹادی گئیں اور ان کو اتنی بھی مہلت نہ دی گئی کہ ان کے جرموں کی تحقیق کی جاتی۔

(۲) ایک دن قارون بڑی شان و شوکت سے باہر نکلا۔ جو لوگ مال و دولت اور دنیا کے عیش و آرام پر فریفتہ تھے ان کے منہ میں پانی بھر آیا اور وہ بڑی حسرت سے کہنے لگے کہ قارون بڑا ہی خوش قسمت ہے کہ اتنی بڑی دولت کا مالک ہے اور ایسے عیش و آرام سے زندگی بسر کرتا ہے۔ کاش ہم بھی اسی کی طرح خوش قسمت ہوتے۔

لیکن جو علم و عقل رکھتے تھے انہوں نے ان دنیا پرستوں کو سمجھایا اور کہا کہ تمہاری باتیں سن کر سخت افسوس ہوتا ہے۔ ارے بے وقوفو! اس جھوٹی شان و شوکت میں رکھا کیا ہے جو اس پر مرتے ہو۔ اس کے مقابلہ میں ذرا ان نعمتوں کا تصور کرو جو اللہ کی طرف سے ایمان والوں اور پرہیزگاروں کو ملیں گی۔ البتہ ان نعمتوں سے وہی سرفراز ہونے والے ہیں جو دنیا میں صبر و ضبط سے کام لیتے ہیں، برائیوں سے بچتے ہیں اور پرہیزگاری کی راہ پر گامزن رہتے ہیں۔

(۱) مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ نے زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے قارون کو سختی سے حکم دیا تو وہ بدبخت سخت طیش میں آیا اور حضرت موسیٰؑ کو بدنام کرنے کے درپے ہوگیا۔ اس نے بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰؑ کے خلاف بھڑکایا اور کہا کہ یہ زکوٰۃ کے بہانے تمہاری دولت چھیننا چاہتے ہیں۔
پھر اس نے ایک فاحشہ عورت کو کچھ روپیہ دینے کا وعدہ کیا اور کہا کہ کسی دن بھرے مجمع میں حضرت موسیٰؑ پر زنا کی تہمت لگا دینا چنانچہ ایک روز اس عورت نے ایسا ہی کیا حضرت موسیٰؑ نے جھوٹے

الزام پر اس عورت کو ڈانٹا اور کہا کہ کیا تو اس پر اللہ تعالےٰ کی قسم کھا سکتی ہے۔ جو حضرت موسیٰؑ کی پیغمبرانہ للکار سن کر عورت ڈر گئی اور اس نے سچ سچ کہہ دیا کہ قارون نے اس کو لالچ دے کر بہکایا تھا۔
جب حضرت موسیٰؑ نے دیکھا کہ قارون کی سرکشی حد سے بڑھ گئی ہے تو انھوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ اس پر یہ عذاب نازل ہوا کہ وہ اور اس کا محل مع خزانے اور ساز و سامان کے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ عذاب الٰہی سے نہ وہ خود بچ سکا اور نہ اس کا جتھا اس کی مدد کرسکا۔
(۲) جو لوگ کل تک قارون کو خوش نصیب سمجھ رہے تھے اور اس جیسے بننے کی آرزو کر رہے تھے، آج اس کی تباہی دیکھ کر کانوں پر ہاتھ دھرنے لگے اور پناہ مانگنے لگے۔ کہنے لگے کہ مال و دولت کی زیادتی آدمی کی مقبولیت کی نشانی نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر شخص کے حال سے خوب واقف ہے۔ وہ حکمت و مصلحت کے لحاظ سے جس کے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔
ع ۱۱
بیشک ہم نے غلطی کی جو قارون کے جیسے بننے کی آرزو کی۔ وہ تو اللہ تعالےٰ نے ہمارے حال پر رحم فرمایا کہ ہماری گرفت نہیں فرمائی۔ ورنہ ہم بھی قارون کی طرح تباہ کر دیئے جاتے۔ بیشک ناشکری کرنے والے ہرگز کامیاب نہیں ہوتے۔
(۳) دنیا کی شان و شوکت اور اس کے عیش و آرام پر ریجھنے والوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ اس کا طالب بنے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ آخرت میں وہی لوگ کامیاب ہوں گے جو دنیا میں غرور و تکبر نہیں کرتے اور اللہ کی زمین پر فساد نہیں پھیلاتے، بلکہ لوگوں کے ساتھ انکسار اور تواضع سے پیش آتے ہیں، اپنے نفس کی اصلاح کر کے پرہیزگاری کی راہ اختیار کرتے ہیں اور اپنے نیک اعمال سے دنیا میں روشنی پھیلاتے ہیں۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿٨١﴾
اس کی مدد کرسکی اور نہ وہ خود ہی اپنے کو بچا سکا (۱)
وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ
اور وہ لوگ جو کل اس کے مرتبہ کی تمنا کرتے تھے
يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
کہنے لگے کہ ہائے شامت! اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے
يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ
چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے اگر اللہ ہم پر احسان
اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۖ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ
نہ کرتا تو ہمیں بھی زمین میں دھنسا دیتا ہائے شامت! کافر کامیاب
الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٢﴾ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ
نہیں ہوتے (۲) یہ (جو) آخرت کا گھر (ہے) ہم نے اسے ان لوگوں کے لئے
لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ
تیار کر رکھا ہے جو ملک میں تکبر اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے
وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٨٣﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ
اور (اچھا) انجام تو پرہیزگاروں ہی کا ہے (۳) اور جو شخص نیکی لے کر آئے گا اس کے لئے
خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى
اس سے بہتر (بدلا) ہوگا اور جو برائی لے کر آئے گا تو جن لوگوں نے
الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٨٤﴾
برے کام کئے ان کو بدلا بھی اتنا ہی ملے گا جتنا انھوں نے کیا تھا (۴)

(۴) اللہ تعالےٰ نے نیکی اور بدی کی جزا و سزا کا ایک قانون ٹھہرا دیا ہے جس سے اس کی رحمت و شفقت کا اظہار ہوتا ہے یعنی نیک حضرات کو ان کی نیکیوں سے بہت زیادہ ثواب ملے گا جس کی کم سے کم مقدار دس گنی بیان کی گئی ہے۔ لیکن بدوں کو اتنی ہی سزا ملے گی جتنی ان کی بدیاں ہوں گی ——— حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: ——— "نیکی پر وعدہ دیا نیکی کا، وہ یقیناً ملنا ہے۔ برائی پر برائی کا وعدہ نہیں فرمایا کہ ضرور مل کر رہے گی کیونکہ ممکن ہے معاف ہو جائے۔ ہاں یہ فرما دیا کہ اپنے کئے سے زیادہ سزا نہیں ملتی۔"

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی
(اے پیغمبر) جس اللہ نے تم پر قرآن (کے احکام) کو فرض کیا ہے، وہ تمہیں (تمہارے) اصلی وطن (یعنی مکہ) میں
مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی
پہنچا دے گا تم (لوگوں سے) کہہ دو کہ میرا پروردگار اس شخص کو بھی جانتا ہے جو ہدایت لے کر آیا ہے
وَمَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۸۵﴾ وَمَا كُنْتَ
اور (اس کو بھی) جو صریح گمراہی میں (مبتلا) ہے (۱) اور (دیکھو) تم اس بات کی
تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤی اِلَیْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ
توقع نہیں رکھتے تھے کہ تم پر یہ کتاب نازل کی جائے گی مگر محض تمہارے پروردگار کی
رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا
مہربانی سے (نازل کی گئی) پس تم ہرگز کافروں کے مددگار نہ ہو اور جب
یَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَیْكَ
اللہ کے احکام تم پر نازل ہو چکے تو ایسا نہ ہو کہ یہ کافر تم کو ان احکام سے روک دیں
وَادْعُ اِلٰی رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۸۷﴾
اور تم (بدستور لوگوں کو) اللہ (کے دین) کی طرف بلاتے رہو اور مشرکوں میں (شامل) نہ ہو (۲)
وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟
اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارو اس کے سوا کوئی معبود نہیں
كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ
(اس لئے کہ) سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں بجز اس کی ذات کے اسی کی حکومت ہے
وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾
اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے (۳)

منزل ۵

(۱) یہ آیت ہجرت سے کچھ پہلے نازل ہوئی اور اس کے ذریعے آنحضرت ﷺ کو تسلی دی کہ جس اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت سے سرفراز کیا، آپ پر قرآن جیسی عظیم الشان کتاب نازل فرمائی اور اس کے احکام کی تعمیل آپ پر فرض کی، وہ یقیناً آئندہ بھی آپ کی مدد کرے گا اور آپ کو وطن میں پہنچائے گا۔

آنحضرت کو تسلی دینے کے ساتھ ساتھ سرداران قریش کو جو آگاہ فرمایا کہ جہاں تک سمجھانے بجھانے کا حق تھا وہ آنحضرت نے پورا کر دیا۔ اب معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔ وہ بہتر جانتا ہے کہ کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کون صریح گمراہی پر اڑا ہوا ہے۔ اب اس کے فیصلے کا انتظار کرو۔

چنانچہ ہجرت کے آٹھویں برس جو فیصلہ الٰہی صادر ہوا اس کو ساری دنیا نے دیکھ لیا اور وہ قیامت تک کے لئے تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہو گیا کہ رمضان ۸ ہجری میں آنحضرت دس ہزار قدسیوں کے لشکر کے ساتھ فاتح کی حیثیت سے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور وہاں اسلام کا پرچم نصب فرمایا۔

(۲) سرداران قریش طرح طرح کی ترکیبوں سے آنحضرت کو اسلام اور اس کی تبلیغ سے باز رکھنے کی کوشش کرتے تھے کبھی لالچ دیتے تھے اور کبھی ڈراتے دھمکاتے تھے۔

ان آیتوں میں پہلے تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت پر اپنا احسان ظاہر فرمایا کہ بغیر کسی امید کے محض اپنے فضل سے اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب نازل فرمائی اور آپ کو نبی آخر الزماں بنایا پھر آپ کو نصیحت فرمائی کہ مشرکوں کا ساتھ نہ دیں اور ان کی مدد نہ کریں۔ اس سے سرداران قریش کو مایوس کرنا اور ان پر یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ ان کی کوششیں بے فائدہ ہیں۔ آنحضرت مشرکوں اور نافرمانوں میں ان کا ساتھ نہیں دیں گے اور ان کی مدد نہیں کریں گے کیونکہ آپ پر وحی الٰہی نازل ہو رہی ہے اور آپ اسی کی روشنی میں توحید اور حق پرستی کی راہ پر نہایت استقامت کے ساتھ گامزن ہیں۔

نیز مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ وہ آنحضرت کے نقش قدم پر چلیں اور مشرکوں کے لالچ یا ڈرانے سے ان کی طرف نہ جھکیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ یاد رکھو کہ تنہا اللہ تعالیٰ ہی عبادت کا مستحق ہے کیونکہ ساری چیزیں فنا ہونے والی ہیں بس اسی کی ذات باقی رہنے والی ہے۔ دنیا اور آخرت میں اسی کی حکومت ہے اور سب لوگ اسی کے پاس لوٹ کر جائیں گے اور اپنے اپنے اعمال کا حساب دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر آدمی ٹھنڈے دل سے غور کرے تو اس کا دل ہی گواہی دے گا کہ بیشک تنہا وہی عبادت کا مستحق ہے۔

رکوعاتہا ۷ — سُورَةُ الْعَنْكَبُوتِ مَكِّيَّةٌ (۲۹) — آیاتہا ۶۹

سورۂ عنکبوت مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ۝۱ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا
الم کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ (صرف) اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ

اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝۲ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ
ہم ایمان لے آئے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا اور بلاشبہ ہم نے ان لوگوں کو آزمایا تھا

مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا
جو ان سے پہلے گزر چکے تو اللہ ان کو ضرور معلوم کرے گا جو (ایمان میں) سچے ہیں

وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝۳ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ
اور ان کو بھی معلوم کرے گا جو جھوٹے ہیں (۱) کیا وہ لوگ جو برے کام

يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا
کرتے ہیں یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ وہ ہم سے (بچ کر) نکل بھاگیں گے جو حکم یہ لگاتے ہیں

يَحْكُمُوْنَ ۝۴ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ
بہت برا ہے (۲) جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہو تو (اس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ)

اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۵
اللہ کا (مقرر کیا ہوا) وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے (۳)

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
اور جو شخص (اللہ کی راہ میں) محنت کرتا ہے تو وہ اپنے ہی (فائدے) کے لئے محنت کرتا ہے بلاشبہ اللہ

(۱) مکہ شریف میں صحابہؓ سرداران قریش کے ہاتھوں ناقابل برداشت تکلیفیں اٹھا رہے تھے۔ ان کی تسلی اور ہمت افزائی کے لئے فرمایا کہ ایمانداروں کی آزمائش ضروری ہے۔ ہمیشہ یہی ہوتا چلا آیا ہے۔ گزشتہ پیغمبروں پر جو لوگ ایمان لائے تھے ان کی بھی طرح طرح سے آزمائش کی گئی تھی۔

آزمائش کا مقصد یہ ہے کہ سچے اور جھوٹے الگ الگ پہچان لئے جائیں۔ سچے ایمان والے مصیبتیں برداشت کرتے ہیں اور حق و صداقت کی راہ سے نہیں ہٹتے لیکن منافق اور جھوٹے لوگ میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔

بخاری شریف میں ہے کہ ایک روز آنحضرتؐ کعبہ شریف کی دیوار سے تکیہ لگائے تشریف فرما تھے۔ بعض صحابہؓ نے قریش کے مظالم کی شکایت کی اور عرض کیا کہ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ کوئی غیبی مدد نازل فرمائے اور ہم کو قریش کی شرارتوں سے نجات ملے۔

آپؐ کے چہرۂ مبارک پر غصے کے آثار ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ گزشتہ زمانے میں ایمانداروں کو بڑی سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ کسی کو زمین میں گڑھا کھود کر گاڑ دیا گیا اور پھر آرا چلا کر دو ٹکڑے کر دیئے گئے۔ کسی کے بدن میں لوہے کی کنگھیاں پھرا کر چمڑا اور گوشت ادھیڑ دیا لیکن ایسی ایسی مصیبتیں بھی ان حضرات کو راہ حق سے نہ پھیر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم یہ دین ضرور پھیلے گا اور صنعاء سے حضر موت تک مسافر امن و اطمینان سے چلا جائے گا۔ لیکن تم جلدی کرتے ہو۔

(۲) سرداران قریش کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ ان کی شرارتوں اور نافرمانیوں سے اللہ تعالیٰ واقف ہے۔ وقت آنے پر ان کو بڑی سخت سزا دے گا۔

ان کی غفلت سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید وہ یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ کر نکل بھاگیں گے۔ ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ اگر واقعی انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے تو ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ بڑی جہالت کا فیصلہ ہے۔ ان کے جاہلانہ فیصلوں سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔

(۳) مسلمان کافروں کے ہاتھوں مصیبتیں جھیل رہے ہیں اور اس امید پر جی رہے ہیں کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔

ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ضرور پورا ہوگا اور مقررہ وقت ضرور آئے گا۔ اس وقت ان کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کا دیدار نصیب ہوگا۔ جس سے دنیا کی مصیبتوں کی ساری کلفت دھل جائے گی اور ہمیشہ کی خوشی اور کامیابی حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سب کی باتیں سنتا ہے اور سب کے حال سے واقف ہے۔

لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿٦﴾ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

توجہان والوں سے بے نیاز ہے (١) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک

الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ

عمل کرتے رہے ہم ان کے گناہوں کو ان سے دور کر دیں گے اور ان کو ان کے

اَحْسَنَ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿٧﴾ وَوَصَّیْنَا

اعمال کا بہت اچھا بدلا دیں گے (٢) اور ہم نے انسان کو

الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ

اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور (اے مخاطب!) اگر تجھے تیرے ماں باپ

لِتُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا

اس امر پر مجبور کریں کہ تو میرے ساتھ اس کو شریک بنا جس کا تجھے علم نہیں تو

تُطِعْهُمَا ؕ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

توان کا کہنا مان دار نہ کرنا (لوگو!) تم سب کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے تو جو کچھ تم کرتے تھے میں تمہیں اس سے

تَعْمَلُوْنَ ﴿٨﴾ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

آگاہ کر دوں گا (٣) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے

لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِی الصّٰلِحِیْنَ ﴿٩﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ

ان کو ہم نیک لوگوں میں داخل کریں گے اور بعض لوگ ایسے ہیں جو

یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ

کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب ان کو اللہ (کے راستے) میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لوگوں کی

النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَىِٕنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ

تکلیف دینے کو (ایسا) سمجھتے ہیں جیسے اللہ کا عذاب اور (اے پیغمبر) اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے مدد پہنچے

(١) اللہ تعالیٰ کی ذات ساری مخلوق سے بے نیاز ہے۔ لوگوں کے ایمان لانے سے اس کا کچھ فائدہ نہیں اور ان کے کفر سے اس کا کچھ نقصان نہیں۔

جو شخص ایمان لائے گا، نیکیاں کرے گا اور راہ حق میں مصیبتیں جھیلے گا تو اس کا ہی فائدہ ہوگا دنیا بھی درست ہوگی اور آخرت میں اجر عظیم پائے گا۔ پس کون عقلمند ہے جو آخرت کے اجر عظیم کے لئے دنیا کی تکلیفیں اٹھانا گوارا نہیں کرے گا؟

(٢) اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال سے بے نیاز ہے لیکن اس نے اپنے فضل سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان کے گناہ معاف فرمائے گا اور ان کو ان کے اعمال کا بہتر سے بہتر بدلا دے گا۔

حضرت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:۔ بعضے گناہ جیسے کفر و شرک تو ایمان سے زائل ہو جاتے ہیں اور بعضے گناہ توبہ سے کہ اعمال صالحہ میں داخل ہے، اور بعضے گناہ صرف حسنات سے اور بعضے گناہ محض فضل سے معاف ہو جائیں گے اور کوئی گناہ بعد قدرے سزا کے۔

(٣) حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص جب ایمان لائے تو ان کی ماں نے ان کو دھمکی دی اور کہا کہ جب تک تم اسلام سے نہیں پھرو گے میں کچھ نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی۔

اس آیت میں ہدایت فرمائی کہ بیشک ماں باپ کی فرمانبرداری ضروری ہے۔ لیکن شرک، کفر اور گناہ کے معاملہ میں ان کی اطاعت ضروری نہیں۔

بیشک دنیا میں ماں باپ سے زیادہ کسی کا حق نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا حق سب سے بڑھ کر ہے۔ حدیث شریف ہے لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ یعنی اللہ تعالیٰ کی معصیت کی راہ میں کسی مخلوق کی فرمانبرداری جائز نہیں۔

لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۚ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا
تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے۔ کیا اللہ اس سے واقف نہیں جو لوگوں کے
فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ ﴿۱۰﴾ وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ
دلوں میں ہے (یقیناً واقف ہے) (۱) اور اللہ ان لوگوں کو ضرور معلوم کرے گا جو (سچے)
آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ ﴿۱۱﴾ وَقَالَ الَّذِينَ
ایمان والے ہیں اور منافقوں کو بھی معلوم کرکے رہے گا (۲) اور جو لوگ
كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ
کافر ہیں وہ ایمان والوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے طریقے کی پیروی کرو اور ہم تمہارے گناہ
خَطَايَاكُمْ ۖ وَمَا هُمْ بِحَامِلِينَ مِنْ خَطَايَاهُمْ مِنْ
اٹھالیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں کا کچھ بھی بوجھ اٹھانے والے
شَيْءٍ ۖ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۱۲﴾ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَ
نہیں بلاشبہ یہ لوگ جھوٹے ہیں اور یہ لوگ اپنے (گناہوں کا) بوجھ بھی اٹھائیں گے اور
أَثْقَالًا مَعَ أَثْقَالِهِمْ ۖ وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
اپنے بوجھوں کے ساتھ اور لوگوں کے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور جو بہتان یہ باندھتے رہے ان کی قیامت کے روز
عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۱۳﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ
ان سے ضرور پرسش ہوگی (۳) اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف پیغمبر
قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا
بنا کر بھیجا تو وہ ان میں پچاس برس کم (ایک) ہزار برس رہے
فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿۱۴﴾ فَأَنْجَيْنَاهُ
پھر ان لوگوں کو طوفان نے آپکڑا اور وہ (بڑے) ظالم لوگ تھے تو ہم نے نوح کو

(۱) کچھ لوگ منافق ہوتے ہیں یعنی زبان سے ایمان کا اقرار کرتے ہیں لیکن دل میں کفر چھپاتے ہیں۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ جب راہ حق میں ان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا جاتے ہیں اور جس طرح آدمی عذاب الٰہی سے ڈر کر اعمال بد سے توبہ کرتا ہے اسی طرح یہ لوگ آزمائش سے گھبرا کر اسلام سے روگردانی کرتے ہیں، گویا انھوں نے کوئی برا کام کیا تھا۔

لیکن اگر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی نصرت پہنچے اور کسی طرح کی کامیابی حاصل ہو تو کامیابی میں حصہ بٹانے کے لئے یہ لوگ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاچکے ہیں اور ہر حال میں تمہارا ساتھ دے رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ یہ کمبخت اتنا خیال نہیں کرتے کہ ان کا معاملہ کس سے ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھپ سکتی ہے۔ اس کی شان تو یہ ہے کہ سارے جہان والے جو کچھ اپنے سینوں میں چھپائے پھرتے ہیں، وہ ان سب سے واقف ہے۔

(۲) یعنی اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ سب کے ظاہر اور پوشیدہ حالات سے واقف ہے لیکن اس نے ایسا انتظام کیا ہے کہ دنیا میں لوگوں کو آزمائش میں ڈالتا ہے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ کون سچے اور پکے ایمان والے ہیں کہ سخت سے سخت آزمائشوں میں بھی اسلام پر ثابت قدم رہتے ہیں، اور کون ایسے ہیں جو محض زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے تھے۔ لیکن ان کے دلوں میں کفر چھپا ہوا تھا کہ آزمائش سے گھبرا کر اسلام سے دست بردار ہونے کو تیار ہو جاتے ہیں۔

ع ۱۲ (۳) کافر مسلمانوں کو دین حق سے ہٹانے کے لئے طرح طرح کی کوششیں کرتے ہیں کبھی دھمکاتے ہیں، کبھی لالچ دیتے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ اگر تمھیں یہ خیال ہو کہ خدا کے ہاں پوچھ گچھ ہوگی تو اطمینان رکھو، وہاں بھی ہم جواب دے لیں گے، تمھارے گناہوں کو اٹھالیں گے اور تمھیں نجات دلادیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بالکل جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ ہرگز مسلمانوں کے گناہوں کو نہیں اٹھاسکتے اور ان کو نہیں بچاسکتے۔

البتہ قیامت کے دن یہ ہوگا کہ کافر اپنے کفر کی سزا بھگتیں گے۔ نیز انھوں نے جو دوسروں کو بہکایا ہے اس کی سزا بھی ان کو بھگتنی پڑے گی۔ اس طرح ان کمبختوں کو دوہرا عذاب ہوگا۔ پھر یہ مسلمانوں کو کیا بچاسکیں گے۔

وَ اَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾
اور کشتی والوں کو نجات دی اور کشتی کو جہان والوں کے لئے نشانی بنا دیا (۱)
وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ
اور (ہم نے) ابراہیمؑ کو (بھیجا) جبکہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا
یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو تم تو
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ
اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہو اور طوفان باندھتے
اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا
ہو (۲) جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ
يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ
تم کو روزی دینے کا اختیار نہیں رکھتے پس اللہ ہی کے ہاں سے روزی طلب کرو
وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ
اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے اور (ابراہیم
اِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا
نے یہ بھی کہا کہ) اگر تم مجھ کو جھٹلاؤ تو (یہ کوئی نئی بات نہیں) تم سے پہلے بھی بہت سی امتوں نے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا ہے اور
عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا
پیغمبر کے ذمہ صاف طور پر پیغام حق پہنچا دینے کے سوا اور کچھ نہیں (۳) کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ
كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ
اللہ کس طرح پہلی بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر وہی اسے (دوبارہ) پیدا کرے گا بلاشبہ

(۱) آئندہ چند رکوعوں میں گزشتہ پیغمبروں حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ وغیرہ اور ان کی قوموں کی کشمکش کا حال بیان فرمایا ہے۔ تاکہ یہ حقیقت ذہن نشین ہو جائے کہ حق و باطل کی کشمکش ہمیشہ سے جاری ہے اور ہمیشہ نتیجہ ایک رہا ہے یعنی یہ کہ آخرکار اہل حق کامیاب ہوئے اور فساد کرنے والے صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے۔

حضرت نوحؑ ایک طویل مدت تک لوگوں کو وعظ و نصیحت سناتے رہے۔ لیکن وہ لوگ بڑے سرکش تھے۔ انھوں نے حضرت نوحؑ کی نصیحت کا کوئی اثر قبول نہیں کیا۔

جب ان سرکشوں کا زور و ظلم حد سے گزر گیا تو اللہ تعالٰی نے طوفان کا عذاب بھیج کر سب ظالموں کو تباہ کر دیا حضرت نوحؑ اور جو لوگ کشتی میں ان کے ساتھ تھے سب کو بچا لیا۔ اس طرح کشتی کا یہ واقعہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک نشانی بن گیا کہ لوگ اس کو سن کر عبرت حاصل کریں اور سرکشی سے باز آئیں۔

(۲) حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کو نصیحت کی اور کہا کہ بھائیو! بت پرستی چھوڑ دو۔ صرف اللہ تعالٰی کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو۔ اگر عقل رکھتے ہو تو سمجھو کہ عبادت کا یہ طریقہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ بتوں کی پرستش کی رسم تمہاری اور تمہارے باپ دادا کی من گھڑت ہے۔ دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ من گھڑت باتوں کو چھوڑ کر توحید کی رسی کو مضبوط پکڑ لو۔

(۳) حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کے لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم بتوں کو اس خیال سے پوجتے ہو کہ وہ تمہاری حاجتیں پوری کرتے ہیں اور تمہیں روزی دیتے ہیں تو یہ خیال بالکل غلط ہے۔ بتوں کے ہاتھ میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ ساری چیزوں کا مالک اللہ تعالٰی ہے اور روزی بھی اسی کی بارگاہ سے تقسیم ہوتی ہے۔ لہذا تم کو چاہئے کہ اسی سے روزی مانگو، اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر ادا کرو۔ یاد رکھو کہ تم سب کو ایک دن اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

آخر میں حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کے لوگوں کو آگاہ کیا کہ اگر تم مجھ کو جھٹلاؤ گے تو میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔ نصیحت کرنا اور سمجھانا میرا کام تھا۔ سو میں کر چکا۔ نہ مانو گے تو اس کی سزا بھگتو گے جیسے گزشتہ زمانے میں حق کا انکار کرنے والے بھگت چکے ہیں

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

یہ اللہ کے نزدیک بہت آسان ہے (اے پیغمبر! ان سے) کہدو کہ ملک میں چلو پھرو

فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ

اور دیکھو کہ اس نے کس طرح مخلوق کو پہلی بار پیدا کیا پھر اللہ ہی دوبارہ بھی پیدا

الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ ۚ

کرے گا بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۱)

يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ

وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے اور تم اسی کی

تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا

طرف لوٹائے جاؤ گے اور تم اس کو نہ زمین میں عاجز کرسکتے ہو اور نہ

فِي السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا

آسمان میں اور اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ

نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾ ۧ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ

مددگار (۲) اور جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا اور اس سے ملنے (یعنی قیامت) کا انکار کیا

اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

وہ میری رحمت سے ناامید ہوئے اور ان کو دردناک

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ

عذاب ہوگا (۳) پس اس کے سوا ابراہیم کی قوم کا کچھ جواب نہ تھا کہ انھوں نے

قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ

(آپس میں) کہا کہ ابراہیم کو قتل کردو یا اس کو جلادو پس اللہ نے ان کو آگ سے بچالیا

(۱) توحید اور آخرت کی زندگی کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کی طرف توجہ دلائی کہ دیکھو اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا جبکہ تم کچھ بھی نہ تھے۔ پھر اسی سے آخرت کی زندگی بھی سمجھ لو، کیونکہ جس اللہ تعالیٰ نے پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے اس کو دوبارہ پیدا کرنا تو اور بھی آسان ہوگا۔

زمین میں چل پھر کر ساری کائنات میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور خالقیت کا مشاہدہ کرو کہ کس طرح اس نے ایسی عظیم الشان کائنات کو پہلی مرتبہ بغیر کسی نمونے کے بنا کر کھڑا کر دیا۔ پس جس طرح اس نے پہلی مرتبہ بنایا دوبارہ بھی بنا سکتا ہے، کیونکہ وہ ہر چیز پر اب بھی قادر ہے جیسے پہلے تھا۔

(۲) اللہ تعالیٰ لوگوں کو دوبارہ زندگی بخشے گا اور ان سے ان کے اعمال کا حساب لے گا پھر ہر شخص کے اعمال کے لحاظ سے جس کو چاہے گا عذاب دے گا اور جس کو چاہے گا اپنے فضل سے نوازے گا۔

ع ۹ / ۱۴ سب لوگوں کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اگر کوئی یہ چاہے کہ زمین میں گھس کر یا آسمان پر اڑ کر اس کی گرفت سے بچ جائے تو یہ ہرگز ممکن نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی کسی کا دوست اور مددگار نہ بن سکے گا۔

(۳) لیکن جن لوگوں نے پیغام حق کا انکار کیا اور آخرت کی زندگی پر ایمان نہ لا کر اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید نہ رکھی انھوں نے رحمت حق کے دروازے اپنے اوپر بند کرلئے۔ وہ یقیناً آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہوں گے اور ان کو دردناک عذاب ہوگا۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٢٤﴾ وَقَالَ

بلاشبہ اس واقعہ میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں (۱) اور ابراہیم نے کہا

إِنَّمَا اتَّخَذْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا

کہ تم جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو پکڑے بیٹھے ہو

مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

تو بس یہ دنیا کی زندگی میں باہم دوستی کے لئے (ہے) پھر قیامت کے دن

يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا

تم میں ایک دوسرے (کی دوستی) کا انکار کرے گا اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجے گا

وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٢٥﴾

اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور کوئی تمہارا مددگار نہ ہوگا (۲)

فَآمَنَ لَهُ لُوطٌ ۘ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ

پس (ایک) لوط ان پر ایمان لائے اور ابراہیم نے کہا کہ میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت

رَبِّي ۖ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢٦﴾ وَوَهَبْنَا

کرنے والا ہوں بلاشبہ وہ غالب (اور) حکمت والا ہے (۳) اور ہم نے ابراہیم کو

لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ

اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عنایت کیا اور ان کی اولاد میں

النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا ۖ

نبوت اور کتاب مقرر کر دی اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی ان کا صلہ دیا

وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٢٧﴾ وَ

اور بلاشبہ وہ آخرت میں بھی نیک بندوں میں ہوں گے (۴) اور

(۱) جب لوگ حضرت ابراہیمؑ کی باتوں سے لاجواب ہوگئے تو بجائے ایمان لانے کے الٹے ان کے دشمن ہوگئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ یا تو اس شخص کو قتل کر دو یا آگ میں ڈال کر جلا دو۔

چنانچہ بہتوں نے ایک دن بہت سی لکڑیوں کا ڈھیر لگا کر آگ روشن کی اور حضرت ابراہیمؑ کو پکڑ کر اس میں ڈال دیا لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے آگ کو ٹھنڈا کر دیا اور اپنے خلیل کو بچا لیا۔

اس واقعہ میں ایمان والوں کے لئے بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ ان پر یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ کس طرح اللہ تعالےٰ اپنے دوستوں کو بچا لیتا ہے۔ نیز یہ کہ ہر چیز کی تاثیر اللہ کے حکم سے ہے۔ اس کا حکم نہ ہو تو آگ بھی نہیں جلا سکتی۔

(۲) حضرت ابراہیمؑ نے لوگوں کو بت پرستی سے نفرت دلانے کے لئے فرمایا کہ دیکھو! یہ جو تم نے بتوں کو معبود بنا رکھا ہے تو اس پر عقل و علم کی کوئی دلیل تو تمہارے پاس ہے نہیں محض باپ دادا کی محبت اور اندھی تقلید میں مبتلا ہو اور بت پرستی کو ایک قومی نشان بنا رکھا ہے جس پر سب متحد ہو اور جس کی حفاظت کے لئے ایک دوسرے کی تائید کرتے ہو۔

لیکن یاد رکھو کہ قیامت کے دن تمہاری محبت اور دوستی کا یہ رشتہ پارہ پارہ ہو جائے گا اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہے گا اور لعنت بھیجے گا۔ آخر کار تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور اس وقت کوئی تمہاری مدد نہ کر سکے گا

(۳) اس قدر سمجھانے کے بعد بھی ساری قوم میں سے صرف ایک شخص یعنی حضرت لوطؑ ایمان لائے۔

لکھا ہے کہ حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے۔ یہ حضرات بابل میں رہتے تھے۔ جب قوم نے حضرت ابراہیمؑ کو وطن سے نکال دیا تو وحی الٰہی کے اشارے پر وہ اپنی بیوی اور حضرت لوطؑ کے ہمراہ بابل سے نکل کھڑے ہوئے اور پھرتے پھراتے فلسطین کے ایک گاؤں میں جا ٹھہرے۔ واضح ہو کہ بعد کے حالات دوسرے مقامات پر ذکر کئے گئے ہیں۔

(۴) اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو بڑی بڑی نعمتوں سے نوازا حضرت اسحاقؑ جیسے بیٹے اور حضرت یعقوبؑ جیسے پوتے عطا فرمائے جن سے بنی اسرائیل جیسی عظیم الشان قوم معرض ہستی پر ظاہر ہوئی۔ پھر اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں نبوت اور رسالت کا سلسلہ قائم رکھا۔
غرض یہ کہ اس طرح اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو دنیا کی عزت اور نیک نامی بھی عطا فرمائی اور آخرت میں بھی وہ اپنی شان کے لائق اعلیٰ درجے کے نیکوں میں شامل ہیں گے۔

لُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ ز
(ہم نے لوط کو (بھیجا) جب کہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو
مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِينَ ۝٢٨
کہ تم سے پہلے جہان والوں میں سے کسی نے ایسا کام نہیں کیا
أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ ۵ لا
کیا تم (لذت کے ارادے سے) مردوں (یعنی لڑکوں) کی طرف مائل ہوتے ہو اور (مسافروں پر) ڈاکے ڈالتے ہو
وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنْكَرَ ۖ فَمَا كَانَ
اور تم اپنی مجلس میں نامعقول حرکت کرتے ہو (۱) پس ان کی قوم کا
جَوَابَ قَوْمِهٖٓ إِلَّآ أَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ
جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انھوں نے (لوط سے) کہا کہ اگر تم سچے ہو تو
اللّٰهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِينَ ۝٢٩ قَالَ رَبِّ
ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ لوط نے دعا کی کہ اے میرے
انْصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ ۝٣٠ ع وَلَمَّا
پروردگار! ان مفسد لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما (۲) اور جب
جَآءَتْ رُسُلُنَآ إِبْرٰهِيمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوٓا
ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر آئے تو انھوں نے کہا کہ
إِنَّا مُهْلِكُوٓا أَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ج إِنَّ
ہم اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے والے ہیں کیونکہ
أَهْلَهَا كَانُوا ظٰلِمِينَ ۝٣١ قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا ۚ
اس کے رہنے والے بڑے ظالم ہیں (۳) ابراہیم نے کہا کہ اس بستی میں تو لوط بھی ہیں

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت لوطؑ کو بھی مستقل پیغمبر بنایا اور ان کو سدوم اور اس کے اطراف کی بستیوں کی طرف ہدایت کرنے کے لئے بھیجا۔ انھوں نے لوگوں سے کہا کہ افسوس ہے تم پر کہ تم ایسی بے شرمی کی بات کرتے ہو جس کو تم سے پہلے آج تک دنیا میں کسی نے نہیں کیا تھا۔ تم عورتوں کو چھوڑ کر لڑکوں کی طرف رغبت کرتے ہو، قافلوں کو لوٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں نہایت بیہودہ حرکتیں کرتے ہو۔

(۲) لوگوں نے حضرت لوطؑ کی نصیحتوں پر کچھ دھیان نہیں دیا بلکہ اور گستاخ ہو کر کہنے لگے کہ اگر تم سچے ہو تو عذاب لے آؤ۔

حضرت لوطؑ نے جب دیکھا کہ لوگ کسی طرح راہ راست پر آتے ہی نہیں ہیں اور ان کو ستاتے ہیں، تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ پروردگار! ان کمبختوں نے تیری زمین پر بڑا فساد مچا رکھا ہے اور مجھے بھی ستا رکھا ہے۔ میری مدد فرما اور دنیا کو ان سے پاک کردے۔

ع ١

(۳) لوطؑ کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجا۔ وہ پہلے حضرت ابراہیمؑ کے پاس پہنچے اور ان کو بڑھاپے میں بیٹے کی خوشخبری سُنائی۔

پھر کہا کہ ہم اس بستی والوں کو ہلاک کردیں گے، کیونکہ انھوں نے بڑے ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے۔

قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۚ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَ
فرشتوں نے کہا کہ جو لوگ اس بستی میں رہتے ہیں ہم ان کو خوب جانتے ہیں ہم لوط کو اور ان کے متعلقین کو

اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۚ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾
بچالیں گے سوائے ان کی بیوی کے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگی (۱)

وَ لَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ
اور جب ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) لوط کے پاس آئے تو ان کی وجہ سے لوط ناخوش

وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا
اور تنگ دل ہوئے اور فرشتوں نے کہا کہ نہ خوف کیجئے اور نہ

تَحْزَنْ ۟ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَ اَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ
غم کیجئے ہم آپ کو اور آپ کے متعلقین کو بچالیں گے سوائے آپ کی بیوی کے کہ

كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰۤى اَهْلِ
وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگی ہم اس بستی والوں پر

هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا
آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں کیونکہ وہ بدکاری

يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ
کرتے رہے ہیں (۲) اور بلاشبہ ہم نے اس بستی کے کچھ واضح نشان (اب تک) باقی رکھے ہیں ان لوگوں (کی عبرت)

يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ
کے لئے جو عقل رکھتے ہیں (۳) ہم نے مدین کی طرف ان کے (قومی) بھائی شعیب کو بھیجا

فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا
تو انھوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اور پچھلے دن (یعنی قیامت) کے آنے کی امید رکھو اور

(۱) یہ سن کر حضرت ابراہیم گھبرا گئے اور فرشتوں سے فرمایا کہ اس بستی میں لوط بھی رہتے ہیں۔
فرشتوں نے ان کو تسلی دی اور کہا کہ ہم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ بستی میں کون کون رہتا ہے۔ ہم حضرت لوط کو اور ان کے ساتھ والوں کو بچالیں گے۔ البتہ ان کی بیوی کو نہیں بچائیں گے۔ کیونکہ اس کے لئے اللہ تعالٰی کا یہ فیصلہ ہوچکا ہے کہ وہ نافرمانوں کے ساتھ ہلاک ہوگی۔

(۲) پھر جب عذاب کے فرشتے لوط کے پاس پہنچے تو ان کو دیکھ کر لوط ناخوش ہوئے اور ان سے کھنچنے لگے۔
فرشتوں نے ان کو تسلی دی اور کہا کہ اندیشہ نہ کیجئے۔ ہم آپ کو اور آپ کے ساتھ والوں کو بچالیں گے۔ البتہ آپ کی بیوی نہ بچ سکے گی کیونکہ اس کے بارے میں اللہ تعالٰی کا یہ فیصلہ ہوچکا ہے کہ وہ ہلاک ہونے والوں کے ساتھ تباہ ہوگی۔
ہم اس بستی والوں پر آسمان سے عذاب نازل کریں گے کیونکہ یہ بڑے بدکار ہیں اور انھوں نے لوگوں کو ایک نہایت بری راہ پر ڈالا ہے۔

(۳) اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ دیکھو! ان لوگوں کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے ہم نے اس بستی کو تباہ کردیا جس کے نشانات اب بھی باقی ہیں کہ لوگ ان کو دیکھیں اور اپنی عقلوں سے کام لے کر عبرت و نصیحت حاصل کریں۔

تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿٣٦﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَأَخَذَتْهُمُ
زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو پس لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا تو ان کو زلزلے
الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٣٧﴾ وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۠
عذاب نے آپکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے (۱) اور عاد اور ثمود کو بھی (ہم نے
وَ قَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَ زَيَّنَ
ہلاک کر دیا) چنانچہ (اے مکہ والو) ان کے (ویران) گھروں سے ان کا حال تم پر روشن ہے اور شیطان نے
لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ
ان کے لئے ان کے اعمال کو آراستہ کر دیا تھا اور ان کو سیدھے راستہ
السَّبِيْلِ وَ كَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿٣٨﴾ وَ قَارُوْنَ
سے روک دیا تھا حالانکہ وہ بڑے ہوشیار لوگ تھے (۲) اور قارون
وَفِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ ۫ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى
اور فرعون اور ہامان کو بھی (ہم نے ہلاک کر دیا) اور بلاشبہ ان کے پاس موسیٰ کھلی
بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا
نشانیاں لے کر آئے لیکن انھوں نے زمین میں سرکشی کی اور وہ (ہمارے) قابو سے
سٰبِقِيْنَ ﴿٣٩﴾ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ
نکل جانے والے نہ تھے (۳) تو ہم نے سب کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا پس ان میں کچھ تو ایسے تھے
اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ
جن پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا اور ان میں کچھ ایسے تھے جن کو چنگھاڑ
الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ
نے آپکڑا اور ان میں کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا

(۱) اور مدین والوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیبؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ انھوں نے نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ لوگو! اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو۔ آخرت کی زندگی پر ایمان لاؤ، پرہیزگاری کی راہ اختیار کرو اور اللہ کی زمین پر فساد مچاتے مت پھرو۔
لیکن جب لوگوں نے حضرت شعیبؑ کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھیجا۔ ایک سخت زلزلہ آیا اور سب کے سب گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

(۲) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عاد اور ثمود کو بھی ان کی سرکشی کی وجہ سے ہلاک کر ڈالا جن کے کھنڈروں کو دیکھ کر سرداران قریش عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔
حقیقت یہ ہے کہ عاد اور ثمود کے لوگ عقلمند تھے اور دنیا کے کاموں میں بڑے ہوشیار تھے۔ لیکن شیطان کے بہکانے میں آکر راستے سے بھٹک گئے اور اپنی آخرت خراب کر بیٹھے۔

(۳) اسی طرح قارون، فرعون اور ہامان کی سرگزشت بھی بڑی عبرت انگیز ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام معجزات اور سچائی کی بہت سی نشانیاں لے کر ان کے پاس پہنچے۔ لیکن کمبختوں نے تکبر کیا، اپنے کو بڑا سمجھا اور پیغام حق کے ماننے سے انکار کر دیا۔ آخر کار جب عذاب آیا تو وہ اس سے بچ کر کہیں بھاگ نہ سکے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ

اور ان میں کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے غرق کر دیا اور اللہ کی شان نہیں کہ ان پر ظلم کرتا

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾ مَثَلُ

لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے (۱) جن

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ

لوگوں نے اللہ کے سوا (اوروں کو) کارساز بنا رکھا ہے ان کی مثال

الْعَنْكَبُوْتِ ۚۖ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ

مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک طرح کا گھر بناتی ہے اور بلاشبہ تمام گھروں سے کمزور

لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ

مکڑی کا گھر ہے کاش یہ (اس بات کو) جانتے (۲) بلاشبہ اللہ

يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ

اس چیز کو جانتا ہے جس کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ

اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے (۳) اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے

نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾

سمجھانے کے لئے بیان کرتے ہیں اور انہیں جاننے والے ہی سمجھتے ہیں

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ

اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے بلاشبہ

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ ع ۴ ۱۶

اس میں ایمان والوں کے لئے بڑی نشانی ہے (۴)

(۱) جن قوموں کے حالات اوپر بیان کئے گئے ہیں وہ سب اپنے اپنے گناہوں کی پاداش میں تباہ کر دی گئیں۔

ان پر مختلف قسم کے عذاب آئے۔ قوم عاد سخت آندھی اور پتھراؤ سے ہلاک ہوئی۔ قوم ثمود کو ایک ہولناک چیخ نے آپکڑا۔ قارون مع اپنے خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ فرعون اور ہامان دریائے نیل کی موجوں کے نذر ہو گئے۔

دیکھو! اللہ تعالےٰ کی شان اس سے بلند ہے کہ وہ کسی پر ظلم کرے۔ ان لوگوں نے خود ہی اپنے نفسوں پر ظلم کیا اور ایسے عمل کئے جن کی وجہ سے ان پر عذاب آیا اور وہ ہلاک ہو گئے۔

(۲) مکڑی اپنے اطراف جالا تنتی ہے اور اسے اپنی حفاظت کا سامان کرتی ہے۔ کہنے کو تو یہ بھی گھر ہے۔ لیکن کتنا کمزور کہ ذرا سی پھونک سے اڑ جاتا ہے۔

بس ایسا ہی حال ان لوگوں کا ہے جو اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود اور کارساز بناتے ہیں جو ان کے کچھ بھی کام نہیں آسکتے کیونکہ وہ کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے۔ کاش یہ کمبخت اس حقیقت کو سمجھ کر شرک سے باز رہتے۔

(۳) لیکن ان کے نہ جاننے اور نہ ماننے سے حقیقت نہیں بدلتی۔ بلاشبہ حقیقت یہی ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کا علم یہی ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالےٰ کے سوا جن جن چیزوں کو پوجتے ہیں وہ سب کمزور اور ضعیف ہیں اور کچھ بھی قدرت نہیں رکھتیں۔ اور ان کے مقابلہ میں اللہ تعالےٰ کو دیکھو کہ اس کی شان یہ ہے کہ وہ بڑا زبردست ہے اور بڑی حکمت والا ہے۔

(۴) اللہ تعالےٰ اپنے علم کو قرآن مجید کے ذریعے ظاہر فرماتا ہے اور لوگوں کو سمجھانے کے لئے طرح طرح کی مثالیں بیان فرماتا ہے لیکن ان سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ وہ نہ بے وقوف اور جاہل لوگ۔ تو الٹے مثالوں ہی پر اعتراض کرنے لگتے ہیں اور گمراہی میں پڑ جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی شان یہ ہے کہ اس نے آسمان و زمین کو بڑی حکمت سے بنایا ہے۔ ہر چیز میں کچھ نہ کچھ حکمت ہے۔ مکھی اور مچھر جیسی حقیر چیزوں میں بھی کئی طرح کے فائدے ہیں منجملہ ان کے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ایسی حقیر چیزیں مشرکوں کے معبودوں کی کمزوری بیان کرنے کے لئے مثال دینے کو کام آتی ہیں۔ مگر اللہ تعالےٰ کی باتوں سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جن کے دلوں میں ایمان کا چراغ روشن ہے۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ
(اے محمدؐ) جو کتاب وحی (کے ذریعے) تمہاری طرف بھیجی گئی ہے اس کو پڑھا کرو اور نماز کی پابندی رکھو بیشک
الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ
نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے اور اللہ کی یاد بہت بڑی
اَكْبَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝۴۵ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ
چیز ہے اور (لوگو!) جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے (۱) اور (مسلمانو!) اہل کتاب سے جھگڑا
الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ ڰ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
مت کرو مگر ایسے طریقہ سے جو نہایت اچھا ہو ہاں جو ان میں سے زیادتی کریں (تو ان کے ساتھ اسی طرح
مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ
برتاؤ کر سکتے ہو) اور (ان سے) کہہ دو کہ جو کتاب ہم پر اتری اور جو کتابیں تم پر اتریں ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں
وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝۴۶ وَ
اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم تو اسی کے فرماں بردار ہیں (۲) اور
كَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ
(اے محمدؐ!) اسی طرح ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف نازل کی ہے تو ہم نے جن لوگوں کو (اس سے پہلے) کتاب دی تھی وہ
يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ
اس کتاب پر ایمان لے آتے ہیں اور ان (مشرک) لوگوں میں سے بھی بعض (ایسے منصف) ہیں جو اس کتاب پر ایمان لے آتے ہیں اور ہماری آیتوں سے
بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ۝۴۷ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ
وہی انکار کرتے ہیں جو (ضدی) کافر ہیں (۳) اور (اے محمدؐ!) تم اس سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتے
مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝۴۸
ہوتے تھے اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے ایسا ہوتا تو اہل باطل ضرور شک کرتے

(۱) حکم الٰہی کی تعمیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے فرماتے تھے اور نماز بھی بڑے ذوق و شوق کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ ایک مشہور حدیث شریف میں آپ نے فرمایا وَقُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ (یعنی نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے)۔ — اس سے آپ کے قلب مبارک کو قوت اور تسکین بھی حاصل ہوتی تھی، نیز قرآن مجید کی تبلیغ اور احکام شریعت کی تعلیم کا فرض بھی ادا ہوتا تھا۔ صحابہؓ آپ کو دیکھ کر نماز کا طریقہ سیکھتے تھے — احکام اسلام میں نماز کی بہت اہمیت ہے اس لئے قرآن اور حدیث میں اس کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ سلبی انداز میں نماز کا فائدہ یہ بیان فرمایا کہ اس کی وجہ سے آدمی برائیوں اور گناہوں سے بچتا ہے۔ روحانی طور پر بھی نماز آدمی کے دل پر اثر کرتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی کبھی نمازی کا ضمیر خود بیدار ہوتا ہے اور اس کو آگاہ کرتا ہے کہ مسلمان کی ساری زندگی نماز ہے اور اس طرح نمازی میں گناہوں سے بچنے کے عزم کو ابھارتا ہے۔

روایت ہے کہ ایک انصاری نوجوان پانچوں وقت آنحضرتؐ کے ساتھ نماز ادا کیا کرتے تھے۔ لیکن بعض گناہوں میں بھی مبتلا رہتے تھے۔ بعض صحابہؓ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ عنقریب نماز اس کو گناہوں سے روک دے گی۔ لکھا ہے کہ ایسا ہی ہوا کہ چند روز کے بعد اس نوجوان نے ساری بری عادتوں سے توبہ کر لی۔

نماز کا ایجابی فائدہ یہ ہے کہ وہ ذکر الٰہی ہے جیسا کہ سورۂ طٰہٰ میں فرمایا اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ساری عبادات کی روح ذکر الٰہی ہے اور اسی سے بندے کے دل کو حقیقی سکون اور ابدی سرور حاصل ہوتا ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو یاد فرماتا ہے۔

البتہ کامیابی کی شرط یہ ہے کہ بندے خلوص اور سچائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل اور اس کی یاد کیا کریں۔

(۲) یعنی یہودیوں اور عیسائیوں سے زیادہ جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں۔ مشرکوں کے مقابلہ میں ان سے گفتگو کرنا اور اسلام کے مطالبات ان کو سمجھانا زیادہ آسان ہے، اس لئے کہ وہ وحی الٰہی کو جانتے اور مانتے ہیں اور ان کی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کا اور توحید کا ذکر ہے۔ بخلاف مشرکوں کے کہ وہ وحی الٰہی کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور توحید سے بھی ان کے کان بالکل ناآشنا نہیں ہیں۔

لہٰذا یہودیوں اور عیسائیوں کو اس طرح سمجھانا چاہیئے اور ان سے یوں کہنا چاہیئے کہ ہمارا حال تو یہ ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ ہم اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ پر تورات اور حضرت عیسیٰؑ پر انجیل نازل ہوئی تھی۔ اسی طرح جس اللہ تعالیٰ کو تم معبود مانتے ہو ہم بھی اس کو معبود مانتے ہیں اور اسی کی فرماں برداری کرتے ہیں۔ پھر تم ہم سے کیوں جھگڑتے ہو؟

(۳) ہماری طرف سے جھگڑا نہیں ہے۔ بلکہ تمہاری طرف سے ہے کہ تم قرآن مجید کو نہیں مانتے۔ حالانکہ یہ بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے جس طرح تورات اور انجیل ہوئی تھیں پھر تم اس کو کیوں نہیں مانتے؟ — دیکھو: قرآن مجید کی سچائی کی ایک نشانی یہ ہے کہ اہل کتاب کے بعض عالم اس پر ایمان لاتے ہیں اور مکہ والوں میں سے بھی بعض حضرات اس کو مان چکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انصاف پسند حضرات تو قرآن مجید کو مانتے ہیں۔ صرف وہی لوگ جھگڑا کرتے ہیں جنھوں نے انکار پر کمر باندھ رکھی ہے۔

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ
بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں (اور) جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے ان کے سینوں میں (محفوظ) ہیں
وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۝٤٩ وَقَالُوْا لَوْلَآ
اور ہماری آیتوں سے وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو ظالم ہیں (۱) اور کافر کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر)
اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ
پر اس کے پروردگار کی طرف سے نشانیاں کیوں نہیں نازل ہوئیں (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ نشانیاں تو
عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٥٠ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ
اللہ کے پاس ہیں اور میں تو کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں (اللہ فرماتا ہے) کیا ان لوگوں کیلئے کافی
اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
نہیں ہے کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے بلاشبہ اس میں
لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝٥١ ع قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ
ایمان والوں کے لئے رحمت اور نصیحت ہے (۲) (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ میرے
بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
اور تمہارے درمیان اللہ گواہ کافی ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کو جانتا ہے
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ
اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور اللہ سے انکار کیا وہی نقصان
الْخٰسِرُوْنَ ۝٥٢ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَآ
اٹھانے والے ہیں (۳) اور یہ لوگ تم سے عذاب کے لئے جلدی کر رہے ہیں اور اگر ایک
اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً
وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر عذاب آ بھی گیا ہوتا اور وہ ان پر ضرور ناگہاں آ رہے گا

(۱) مکہ کے لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے کسی استاد سے کوئی کتاب نہیں پڑھی اور نہ کبھی قلم ہاتھ میں پکڑا۔ اگر ایسا ہوتا تو کچھ شبہ کرنے کی گنجائش بھی تھی کہ خود ہی قرآن مجید بنا لیتے ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس قرآن مجید کو اللہ تعالٰے نے نازل فرمایا ہے جو عالموں، حافظوں اور قاریوں کے سینوں میں محفوظ ہے اور قیامت تک سینہ بسینہ منتقل ہوتا رہے گا۔

یہ خود اس کی سچائی کی ایک بڑی نشانی ہے کیونکہ کوئی الہامی کتاب اس طرح سینوں میں محفوظ نہیں ہے۔

انصاف پسند حضرات تو ان نشانیوں کو دیکھ کر سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ البتہ جن لوگوں نے ظلم و زیادتی پر کمر باندھ رکھی ہے، وہی جھگڑتے ہیں۔

(۲) کافر کہتے ہیں کہ اس پیغمبر (صلعم) کی تائید کے لئے اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں آتی۔

آنحضرتؐ کو حکم دیا کہ ان ہٹ دھرم لوگوں سے کہدو کہ نشانیاں نازل کرنا اللہ تعالٰے کے اختیار میں ہے جب چاہے اور جس طرح کی چاہے نشانیاں نازل فرمائے میرا کام یہ ہے کہ میں نافرمانی کے نتائج سے تم کو آگاہ کر دوں۔

ع ۵

پھر فرمایا کہ اگر واقعی ان کے دلوں میں نشانی کی طلب ہے تو کیا نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالٰے نے ایک روشن کتاب نازل فرمائی جو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہے اور جس پر ایمان لا کر لوگ نصیحت حاصل کر رہے ہیں اور رحمت الٰہی سے بہرہ اندوز ہو رہے ہیں۔ کیا آنحضرتؐ کی سچائی کی یہ نشانی کافی نہیں ہے؟

(۳) جو لوگ قرآن مجید جیسی کتاب کو رسالت کی سچائی کی نشانی نہ سمجھیں ان کو اس دنیا میں کوئی نشانی بھی مطمئن نہیں کر سکتی۔ ایسے لوگوں کا معاملہ اللہ تعالٰے پر چھوڑ دو اور ان سے کہدو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالٰے کی گواہی کافی ہے، کیونکہ وہ میرے اور تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے۔ وہ عنقریب ایسے واقعات سامنے لائے گا جن سے اس کی گواہی بالکل منظر عام پر آ جائے گی اور حق و باطل میں فیصلہ ہو جائے گا۔

یاد رکھو کہ اس کا فیصلہ یہی ہوگا کہ حق پرست کامیاب رہیں گے اور باطل پرست نقصان اٹھائیں گے۔

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ

اور ان کو معلوم بھی نہ ہوگا (۱) (دیکھو!) یہ لوگ تم سے عذاب کے لئے جلدی کر رہے ہیں اور بلاشبہ

جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ

دوزخ کافروں کو گھیر لینے والی ہے جس دن عذاب ان کو

مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا

اوپر سے اور نیچے سے ڈھانک لے گا اور (اللہ) فرمائے گا جو کام تم کیا

مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ

کرتے تھے (اب) ان کا مزہ چکھو (۲) اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو (آگاہ رہو کہ) میری

اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ۝ كُلُّ نَفْسٍ

زمین فراخ ہے تو میری ہی عبادت کرو ہر شخص موت کا

ذَاۗىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۣ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

مزہ چکھنے والا ہے پھر تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے (۳) اور جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ

اور نیک عمل کرتے رہے ہم ان کو بہشت کے بالاخانوں میں جگہ دیں گے جن کے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝

نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے (نیک) عمل کرنے والوں کا (یہ) کیا ہی خوب بدلا ہے

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَكَاَيِّنْ

جو صبر کرتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں (۴) اور بہت سے جانور

مِّنْ دَاۗبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ڰ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ڮ

ایسے ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے اللہ ہی ان کو رزق دیتا ہے اور تم کو بھی

(۱) کافر کہتے تھے کہ اگر ہم نافرمان ہیں تو ہم پر عذاب کیوں نہیں آجاتا۔

ان کے جواب میں فرمایا کہ علم الٰہی میں عذاب کا ایک وقت مقرر ہے اور ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے یقیناً تم عذاب کے مستحق ہو اور تم پر عذاب آجاتا، لیکن تاخیر صرف اس وجہ سے ہے کہ مقررہ وقت نہیں آیا ہے۔ یاد رکھو کہ عذاب الٰہی اچانک آئے گا کہ تم کو خبر بھی نہ ہوگی۔

واضح ہو کہ غالباً اس سے دنیا کا عذاب مراد ہے جو جنگ بدر اور فتح مکہ کی صورت میں اچانک قریش پر آیا اور آخرت کے عذاب کا ذکر بعد کی آیت میں ہے۔

(۲) یہ لوگ عذاب کے لئے جلدی مچاتے ہیں اور کمبخت نہیں سمجھتے کہ عذاب تو ان کو گھیرے ہوئے ہے۔ ان کی سرکشی اور نافرمانیوں نے ان کے لئے دوزخ کی آگ تیار کر رکھی ہے جو قیامت کے دن ان کو گھیر لے گی۔ اس وقت ان کو رسوا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ عذاب کے لئے جلدی مچایا کرتے تھے اب اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھو۔

(۳) مکہ میں قریش ایمان والوں پر طرح طرح کے مظالم توڑتے تھے۔ آخر کو ہجرت کرنے کی اجازت دی گئی۔ چونکہ وطن اور رشتہ داروں کا چھوڑنا انسان پر شاق گزرتا ہے، نیز ہجرت سے معاش کے ذرائع بھی درہم برہم ہوجاتے ہیں، اس لئے مسلمانوں کو صبر اور توکل کی ترغیب دی۔

چنانچہ فرمایا کہ مسلمانو! جب مذہب اور ضمیر کی آزادی سلب ہوگئی ہے اور تم اپنی مرضی کے مطابق اپنے پروردگار کے احکام کی تعمیل نہیں کرسکتے تو یاد رکھو کہ اللہ کی زمین تنگ نہیں ہے۔ جہاں مناسب سمجھو نکل جاؤ۔

وطن اور رشتہ داروں کے چھوٹنے کی پروا مت کرو۔ آج نہیں تو کل یہ سب چھوٹنے والے ہیں۔ ایک دن موت آئے گی اور سب کچھ چھوٹ جائے گا۔

(۴) ایماندار اور نیک عمل کرنے والوں کا ثواب اللہ تعالیٰ کے پاس یہ ہوگا کہ وہ بہشت کے باغوں میں بالاخانوں پر نہایت آرام سے رہیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

یہ ثواب اس وجہ سے ہوگا کہ انھوں نے کافروں کے ہاتھوں طرح طرح کی مصیبتیں جھیلیں، اپنے پروردگار کی راہ میں فاقے کئے، وطن سے بے وطن ہوئے، رشتہ داروں کو چھوڑا، لیکن حرف شکایت زبان پر نہ لائے۔ ہمیشہ صبر سے کام لیا اور اپنے پروردگار کی رحمت پر بھروسہ رکھا۔

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٠﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ
اور وہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے (۱) اور اگر تم ان سے پوچھو کہ وہ کون ہے جس نے
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ
آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جس نے سورج اور چاند کو کام میں لگایا تو وہ لوگ یہی کہیں گے کہ
اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
وہ اللہ نے تو پھر یہ کدھر الٹے چلے جا رہے ہیں اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے
يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ
روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے بلاشبہ اللہ ہر چیز کو
عَلِيْمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
جانتا ہے (۲) اور اگر تم ان سے پوچھو کہ وہ کون ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا
فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ
پھر اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا تو وہ لوگ یہی کہیں گے کہ وہ بھی اللہ ہی ہے
قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَمَا
تم (آپ) کہہ دو کہ ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے لیکن ان میں اکثر نہیں سمجھتے (۳) اور یہ
هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ
دنیا کی زندگی تو سوائے کھیل کود کے کچھ نہیں اور ہمیشہ کی زندگی
الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٤﴾ فَاِذَا
(کا مقام) تو آخرت کا گھر ہے کاش یہ لوگ جانتے (۴) پھر جب
رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۥ فَلَمَّا
یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارتے ہیں پھر جب

(۱) ہجرت کرنے سے معاش کے ذرائع درہم برہم ہو جاتے ہیں اور آدمی کو پریشانی لاحق ہوتی ہے۔

اس طرف سے اطمینان دلانے کے لئے ایک مثال پیش فرمائی کہ دیکھو جانور اپنی روزی اپنے اوپر اٹھا کر نہیں پھرتے پھر بھی وہ اپنا پیٹ بھر لیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ روزی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ہجرت کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ وہ سب کی باتیں سنتا ہے اور سب کا حال جانتا ہے۔ وہ اپنی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کیسے بے یارو مددگار چھوڑ دے گا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے رازق ہونے کا بیان اس طرح فرمایا کہ اس سے توحید بھی ثابت ہو جائے اور مشرکوں کو قائل کیا جا سکے۔

چنانچہ فرمایا کہ اگر تم ان مشرکوں سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور سورج، چاند وغیرہ کو کس نے مسخر کیا تو یقیناً وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے کیا۔ تو ان سے کہو کہ پھر تم کدھر بہکے جا رہے ہو اور اس کو چھوڑ کر دوسروں کی پوجا پاٹ کیوں کرتے ہو۔

بہرحال یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ساری کائنات کو پیدا کیا جس میں معاش کے اسباب و ذرائع بھی ہیں البتہ سب کو روزی یکساں حالت میں نہیں پہنچتی۔ حکمت اور مصلحت کے لحاظ سے کسی کے لئے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور کسی پر تنگ۔ کیونکہ وہی بہتر جانتا ہے کہ کس کو کتنی روزی ملنی چاہیئے۔

ع ۱۲ ۲

(۳) اسی طرح بارش کے حیرت انگیز انتظام اور اس کے فائدوں کی طرف ان لوگوں کو توجہ دلاؤ اور ان سے پوچھو کہ آخر کون ہے جو مقررہ وقت پر آسمان سے پانی برساتا ہے اور اس سے مردہ زمین کو سرسبز و شاداب کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ یہی جواب دیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ پھر ان سے کہو الحمدللہ کہ تم نے اس بات کا تو اقرار کیا۔ اب ذرا آگے سوچو کہ پھر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون عبادت کا مستحق ہو سکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ عقل سے کام نہیں لیتے اور سیدھی طرح نہیں سوچتے۔

(۴) لوگوں کی گمراہی کا بڑا سبب یہ ہے کہ وہ دنیا کی زندگی پر ریجھے ہوئے ہیں اور اس کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ حالانکہ دنیا کی زندگی اگر اس سے صحیح طور پر کام نہ لیا جائے تو محض کھیل کود ہے۔ اس کے مقابلہ میں اصلی اور دائمی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ آخرت کی زندگی ہی اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی فکر کی جائے اور زیادہ اہتمام کر کے اس کے لئے تیاری کی جائے۔ کاش لوگ یہ حقیقت کو سمجھتے اور دنیا کی زندگی سے کام لے کر اپنی آخرت کو سنوارتے۔

نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۝٦٥ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ

وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو یکایک شرک کرنے لگتے ہیں تاکہ جو کچھ ہم نے ان کو بخشا ہے اس کی ناشکری کریں

وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝٦٦ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا

اور فائدے اٹھاتے رہیں تو عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا (۱) کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو

حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ

امن والا بنایا ہے اور ان کے آس پاس سے لوگ اچک لئے جاتے ہیں کیا یہ لوگ باطل کو

يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ۝٦٧ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ

مانتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا

افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ۭ

جو اللہ پر جھوٹ افترا کرے یا جب حق اس کے پاس آئے تو اس کو جھٹلا دے

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝٦٨ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا

کیا کافروں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے (۲) اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں

فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝٦٩ ع

اٹھاتے ہیں ہم ضرور ان کو اپنے راستے دکھا دیں گے اور بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے (۳)

اٰيَاتُهَا ٦٠ — سُوْرَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ (٣٠) — رُكُوْعَاتُهَا ٦

سورۂ روم مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ۝١ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝٢ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

الم رومی مغلوب ہو گئے نزدیک کے ملک میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد

(۱) اس آیت سے مشرکوں کی غفلت، تلون مزاجی اور احسان فراموشی کو ظاہر فرمایا ہے کہ ان کا یہ حال ہے کہ جب وہ دریا کا سفر کرتے ہیں اور کشتی طوفان میں آجاتی ہے تو وہ اپنے بنائے ہوئے معبودوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور بڑے خلوص کے ساتھ اسی سے دعائیں مانگتے ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو صحیح سلامت کنارے پر پہنچا دیتا ہے تو پھر اس کو بھول کر باطل معبودوں کو پوجنے لگتے ہیں۔ اس طرح وہ کمبخت اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں مگر اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔ لیکن ان کمبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ عنقریب اس احسان فراموشی کا مزہ معلوم ہو جائے گا۔

(۲) قریش پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان کیا کم ہے کہ سارے جزیرۂ عرب میں بدامنی پھیلی ہوئی ہے۔ ہر طرف مار پیٹ اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے لیکن مکہ والوں کی طرف کوئی شخص آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا ہے۔ باشندگان مکہ اللہ تعالیٰ کے گھر کے طفیل امن و امان سے رہتے ہیں۔

لیکن افسوس کہ قریش باطل معبودوں کی پوجا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کو نہیں مانتے اور اس کی عبادت نہیں کرتے۔

ع ۶ ۲ حقیقت یہ ہے کہ احسان فراموشی بڑا ظلم ہے لیکن اس سے بھی بڑا ظلم یہ ہے کہ آدمی شرک کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف وہ باتیں منسوب کرے جو اس کی شان کے خلاف ہیں یا پیغام حق پر غور نہ کرے اور سنتے ہی اس کو جھٹلا دے۔ قریش ان سب طرح کے ظلموں کے مرتکب ہیں۔ پھر کیا ان کو معلوم نہیں کہ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

(۳) مشرکوں اور احسان فراموشوں کے برخلاف کچھ اللہ کے بندے ایسے ہیں جو ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طلب میں ریاضتیں اور جد و جہد کرتے ہیں اور اس کے دین کے راستے میں مشقتیں اٹھاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نوازتا ہے اور ان کے لئے اپنی جنت، خوشنودی اور معرفت کی راہیں کھول دیتا ہے۔ یقین رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ مخلص حضرات کے ساتھ ہے اور ان کی مدد فرماتا ہے۔

غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ۝ فِي بِضْعِ سِنِينَ ۗ لِلَّهِ الْأَمْرُ
عنقریب غالب ہوں گے (یعنی) چند ہی سال میں پہلے بھی اللہ ہی

مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ ۚ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ۝
کا حکم تھا اور بعد میں بھی (اسی کا حکم ہے) اور اُس دن مسلمان اللہ کی مدد سے

بِنَصْرِ اللَّهِ ۚ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ
خوش ہوں گے وہ جس کو چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ غالب (اور)

الرَّحِيمُ ۝ وَعْدَ اللَّهِ ۖ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ وَلَٰكِنَّ
مہربان ہے (یہ) اللہ کا وعدہ (ہے) اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن

أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِنَ
اکثر لوگ نہیں جانتے (۱) یہ تو دنیا کی ظاہری زندگی کو

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ ۝ أَوَلَمْ
جانتے ہیں اور آخرت (کی طرف) سے غافل ہیں (۲) کیا انہوں نے

يَتَفَكَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ ۗ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَ
اپنے دلوں میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور

الْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُسَمًّى ۗ وَ
جو کچھ ان دونوں کے اندر ہے اس کو سچائی کے ساتھ اور ایک مقررہ وقت تک کے لئے پیدا کیا ہے اور

إِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ لَكَافِرُونَ ۝
بلاشبہ بہت سے لوگ اپنے پروردگار سے ملنے کا انکار کرتے ہیں (۳)

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ
کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے

(۱) عرب کے مشرق اور مغرب میں دو بڑی تاریخی سلطنتیں تھیں جو برسوں سے آپس میں ٹکراتی رہتی تھیں۔ مشرق میں آتش پرست ایرانی تھے اور مغرب میں عیسائی مذہب کے پیرو رومی۔

آنحضرتؐ کی بعثت کو تقریباً پانچ سال گزرے تھے کہ ملک عرب کے قریب یعنی شام کی سرحد پر ایک خوں ریز جنگ ہوئی جس میں رومیوں نے ایرانیوں کے ہاتھوں شکست فاش کھائی اور ظاہری اسباب کو دیکھتے یہ خیال کیا جانے لگا کہ رومی ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئے۔

ادھر مکہ میں آنحضرتؐ اور قریش میں کشمکش جاری تھی۔ ایرانیوں کی فتح کو قریش نے اپنے لئے فال نیک خیال کیا۔ کیونکہ آتش پرست ہونے کی وجہ سے ایرانیوں کو اپنا ہم مذہب سمجھتے تھے۔ اور اہل کتاب ہونے کی وجہ سے رومیوں کو مسلمانوں کا دوست خیال کرتے تھے۔ چنانچہ ایک شخص نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ ہوشیار ہو جاؤ! اب ہم بھی تم کو اسی طرح مٹا دیں گے جس طرح ایرانیوں نے رومیوں کو ختم کر دیا۔

ایسے نازک وقت میں قرآن مجید نے اعلان کیا کہ اگرچہ اس وقت رومی مغلوب ہو گئے ہیں لیکن یاد رکھو کہ نو برس کے اندر اندر وہ غالب ہو جائیں گے۔ اس وقت مسلمان اللہ تعالیٰ کی مدد سے خوش ہوں گے۔ اس پیشین گوئی کی بنا پر حضرت ابوبکرؓ نے اُبی بن خلف سے ایک سو اونٹوں پر شرط باندھ لی۔

الغرض لوگ بے چینی کے ساتھ واقعات کا مشاہدہ کرنے لگے۔ ادھر آنحضرتؐ اور قریش میں کشمکش جاری رہی اور ادھر ایرانیوں سے بدلا لینے کے لئے رومی بڑے پیمانے پر فوجی تیاریاں کرنے لگے۔

آخر کار ٹھیک جنگ بدر کے دن جبکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمان قریش پر کامیاب ہونے کی خوشیاں منا رہے تھے یہ خبر آئی کہ رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے۔ اسی طرح بدر کے دن اس پیشین گوئی کے پورے ہونے سے مسلمانوں کو دوہری خوشی ہوئی اور قریش پر دوہری مار پڑی۔

(۲) کافر اس طرح کی پیشین گوئیوں پر یقین نہیں لاتے کیونکہ وہ دنیا کی ظاہری زندگی ہی کو سمجھتے ہیں اور آخرت سے بالکل غافل ہیں۔ اس لئے ان کے دل ظاہری اسباب کے خلاف کسی بات پر یقین کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔ اگر ان کو آخرت کا یقین ہوتا تو سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت بہت بڑی ہے اور وہ ظاہری اسباب کے نہ ہوتے ہوئے بھی کسی قوم کو فتحمند کر سکتا ہے۔ (۳) کیا یہ لوگ اپنی عقلوں سے کام نہیں لیتے اور اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان کائنات کو کسی مصلحت ہی سے پیدا کیا ہے اور اس کے لئے ایک مدت مقرر کر دی ہے جب وہ مدت پوری ہو جائے گی تو اس کو نیست و نابود کر کے ایک دوسرا عالم پیدا کرے گا اور سب لوگ حساب کتاب کے لئے اس کے سامنے حاضر ہوں گے۔ تعجب ہے کہ بہت سے لوگ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً
ان کا انجام کیسا ہوا وہ ان سے قوت میں کہیں زیادہ تھے
وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ
اور انھوں نے زمین کو خوب جوتا تھا اور اس کو اس سے زیادہ آباد کیا تھا جتنا انھوں نے اس کو آباد کیا ہے اور
جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ
ان کے پاس ان کے پیغمبر نشانیاں لے کر آئے تھے تو اللہ ایسا نہیں کہ ان پر ظلم کرتا
وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۹ ؕ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ
لیکن وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے (۱) پھر جن لوگوں نے
الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰۤى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ
برائی کی ان کا انجام بھی برا ہوا اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور
كَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۱۰ ؑ اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ
ان کی ہنسی اڑاتے تھے (۲) اللہ ہی خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کریگا
ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۱۱ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ
پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور جس دن قیامت ہوگی اس دن گنہگار
الْمُجْرِمُوْنَ ۱۲ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا
ناامید ہو جائیں گے اور ان کے (بنائے ہوئے) شریکوں میں سے کوئی ان کا سفارشی نہ ہوگا
وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۱۳ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ
اور وہ اپنے (بنائے ہوئے) شریکوں سے بیزار ہو جائیں گے (۳) اور جس دن قیامت ہوگی اس دن لوگ
يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ۱۴ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الگ الگ گروہ ہو جائیں گے تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل

(۱) یہ لوگ دنیا میں چل پھر کر دیکھتے اور آثارِ قدیمہ کا مشاہدہ کرتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ ان سے پہلے دنیا میں بڑی بڑی طاقتور قومیں پیدا ہوئیں جنھوں نے دنیا کو خوب آباد کیا اور بڑا شاندار تمدن پیدا کیا۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے تکبر کیا اور پیغامِ حق کے ماننے سے انکار کر دیا۔ سرکشی اور انکار کی پاداش میں عذابِ الٰہی نے ان کو تباہ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ کسی پر ظلم کرے۔ بہت سے لوگ سرکشی اور نافرمانی کر کے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں اور دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھاتے ہیں۔

(۲) حقیقت یہ ہے کہ برائی کا نتیجہ برائی ہی ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں اور اس کی نشانیوں کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا۔ اس سرکشی کا نتیجہ یہی ہونا تھا کہ صفحۂ ہستی سے ان کا نام و نشان مٹا دیا گیا۔

ع ۱۰ ۴

(۳) اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اسی نے عظیم الشان کائنات کو پیدا کیا۔ اس بات کو مشرک بھی مانتے ہیں۔ اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا وہ دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے، کیونکہ دوبارہ پیدا کرنا اور بھی آسان ہے۔ اس لئے یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ مخلوق کو پیدا کرے گا اور سب لوگ اس کے سامنے حاضر ہوں گے۔

اس دن سرکش اور نافرمان لوگ نجات سے ناامید ہو کر حیرت میں پڑ جائیں گے۔ وہ اپنے فرضی معبودوں سے سفارش کے طالب ہوں گے لیکن جب دیکھیں گے کہ ان کے بنائے ہوئے شریکوں میں سے کوئی بھی ان کی سفارش نہیں کر سکتا تو وہ مایوس ہو کر ان شریکوں کا انکار کر دیں گے، لیکن اس وقت کا انکار کچھ مفید نہ ہوگا۔

الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِیْ رَوْضَةٍ یُّحْبَرُوْنَ ۱۵ وَاَمَّا الَّذِیْنَ

کرتے رہے وہ (بہشت کے) باغ میں خوش حال ہوں گے اور جنہوں نے

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِی

کفر کیا اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کے آنے کو جھٹلایا تو وہ عذاب

الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ۱۶ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَ

میں گرفتار ہوں گے (۱) تو شام کے وقت اور صبح کے

حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ۱۷ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ

وقت اللہ کی تسبیح کیا کرو اور تمام آسمانوں اور زمین میں اسی کی

الْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ ۱۸ یُخْرِجُ الْحَیَّ

تعریف ہے اور تیسرے پہر بھی اور دوپہر کے وقت بھی (۲) وہی جاندار کو

مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِ

بے جان سے نکالتا ہے اور (وہی) بے جان کو جاندار سے نکالتا ہے اور (وہی)

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۱۹ وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ

زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم بھی نکالے جاؤ گے (۳) اور اس کی (قدرت کی)

اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۲۰

نشانیوں میں سے (ایک نشانی) یہ ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر تم آدمی بن کر (جابجا) پھیل رہے ہو

وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا

اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے (ایک نشانی) یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں

لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ

تاکہ ان کی طرف مائل ہو کر سکون حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی بلاشبہ

(۱) قیامت کے دن لوگ الگ الگ گروہوں میں کر دیئے جائیں گے۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو اللہ تعالیٰ بڑی بڑی نعمتوں سے نوازے گا اور بہشت کے باغوں میں داخل کرے گا جہاں وہ بڑے عیش و آرام سے رہیں گے۔

لیکن جن لوگوں نے پیغام حق کا انکار کیا، اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو اور قیامت کو جھٹلایا وہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔

(۲) مومنوں اور کافروں کے نتائج الگ الگ معلوم ہونے کے بعد عقل مند آدمی یہی فیصلہ کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے اور صبح، دوپہر، سہ پہر اور شام کے اوقات میں اسی کی پاکی بیان کرنی چاہیئے، کیونکہ کائنات کی ہر چیز زبان حال و قال سے اسی کی حمد و ثنا کرتی رہتی ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت میں پانچوں نمازوں کے اوقات بیان کئے گئے ہیں اور نماز کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ نماز تسبیح، حمد و ثنا اور ذکر الٰہی کی جامع اور کامل شکل ہے جس میں زبان، دل، سر اور ہاتھ، پاؤں سبھی اعضا یاد الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔

ع ۹

(۳) ذیل کی چند آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی چند صفات کی طرف توجہ دلائی ہے تاکہ اس کے معبود برحق ہونے کا یقین پیدا ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ مثلاً نطفے کو انسان سے اور انسان کو نطفے سے، پرندوں کو انڈے سے اور انڈے کو پرندے سے، مومن کو کافر سے اور کافر کو مومن سے پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح جب زمین خشک ہو کر مردہ ہو جاتی ہے تو باران رحمت سے اس کو سرسبز و شاداب کر دیتا ہے۔ الغرض دیکھو کہ ہر طرح کی موت و حیات کا رشتہ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ پھر تم کو زندہ کر کے قبروں سے اٹھا کھڑا کرنا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ

اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو (غور و) فکر کرتے ہیں (۱) اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ

آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ

بلاشبہ اس میں دانشمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں (۲) اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے

بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ

تمہارا رات اور دن میں سونا اور اس کے فضل کا تلاش کرنا سننے والوں کے لئے

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ

یقیناً اس میں (بہت سی) نشانیاں ہیں (۳) اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے (ایک نشانی)

الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ

یہ ہے کہ تم کو خوف اور امید دلانے کے لئے بجلی دکھاتا ہے اور آسمان سے پانی برساتا ہے پھر زمین کو

بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

اس کے مرجانے کے بعد زندہ (یعنی سرسبز) کر دیتا ہے بلاشبہ عقلمندوں کے لئے اس میں

لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَ

بہت سی نشانیاں ہیں (۴) اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے (ایک نشانی) یہ ہے کہ آسمان اور

الْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ

زمین اس کے حکم سے قائم ہیں پھر جب وہ تم کو ایک بار بلائے گا تو تم

الْاَرْضِ ۖ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي

جھٹ (زمین میں سے) نکل پڑو گے اور آسمانوں اور

(۱) اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا پھر انہی سے ان کا جوڑا پیدا کیا جس سے ایک طرح کا چین اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ اور عورت و مرد میں پیار اور محبت کا ایک خاص تعلق رکھ دیا جس سے خاندان کی بنیاد پڑی اور انسانی نسل کے بڑھنے اور پھیلنے کا ایک سبب ہو گیا۔ جو لوگ کائنات میں غور و فکر کرتے ہیں ان کے لئے ان واقعات میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

(۲) دانشمندوں کے غور و فکر کے لئے قدرت الٰہی کا ایک عجیب و غریب کرشمہ یہ ہے کہ نسل انسانی آدم و حوا سے شروع ہوئی۔ اس لحاظ سے سارے انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہوئے لیکن کوئی کالا، کوئی گورا، کوئی زرد اور کوئی سرخ۔ اسی طرح ہزاروں زبانیں دنیا میں بولی جاتی ہیں۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کی بات نہیں سمجھ پاتا۔ بس یہی حال ہے کہ

ع۔ زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم

(۳) اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ لوگ رات کو پڑ کر ایسے سوتے ہیں کہ گویا مردہ ہو گئے ہیں۔ پھر دن میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور روزی کے لئے ایسی جد و جہد کرتے ہیں اور ایسا شور مچاتے ہیں کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ کون اللہ کے بندے ہیں جو ایسے انہماک اور شور میں نصیحت کی باتوں پر کان دھرنے کے لئے آمادہ ہوں گے؟

(۴) بجلیاں کوندتی ہیں تو لوگ ان سے ڈرتے ہیں کہ گر کر جلا نہ ڈالیں۔ لیکن اس ڈر کے ساتھ ساتھ تھوڑی امید بھی لگی ہوتی ہے کہ اب باران رحمت آئے گی اور مردہ زمین کو سرسبز و شاداب کر دے گی۔ چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔
اسی سے عقلمند آدمی کو سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو دوبارہ اٹھا کر کھڑا کرے گا۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَهُوَ الَّذِيْ

زمین میں جتنے ہیں سب اسی کے (بندے) ہیں اور سب اسی کے فرماں بردار ہیں (۱) اور وہی ہے جو خلقت کو

يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ

پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے پھر وہی اسے دوبارہ پیدا کریگا اور یہ اس کو بہت آسان ہے اور

الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

آسمانوں اور زمین میں اسی کی شان سب سے بلند ہے اور وہ غالب (اور)

الْحَكِيْمُ ﴿٢٧﴾ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ

حکمت والا ہے (۲) اللہ تمہارے لئے تمہارے ہی حال کی ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ بھلا جن (لونڈی غلاموں) کے

مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ

تم مالک ہو کیا وہ اس (مال) میں جو ہم نے تم کو عطا فرمایا ہے تمہارے شریک ہیں پھر تم (اور وہ) اس میں برابر ہو

فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ

(اور کیا) تم ان سے اس طرح خوف کرتے ہو جس طرح اپنوں سے کرتے ہو

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾ بَلِ اتَّبَعَ

اسی طرح ہم سمجھداروں کے لئے اپنی آیتیں صاف صاف بیان کرتے ہیں (۳) بلکہ جو

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ

ظالم ہیں وہ بے سمجھے اپنی خواہشوں کے پیچھے چلتے ہیں تو جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو

اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٩﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ

کون ہدایت دے سکتا ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں (۴) تو تم یک سو ہو کر اپنا رخ (اللہ کے)

لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ

دین کی طرف سیدھا رکھو (یعنی) اللہ کی (بنائی ہوئی) فطرت پر جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے

(۱) آسمان و زمین کے نظام کو دیکھو کیسا مضبوط اور مستحکم ہے. ہر چیز اپنی مقررہ جگہ قائم ہے اور اپنا کام کر رہی ہے لیکن جب وہ چاہے گا تو سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور ہر چیز فنا ہو جائے گی. پھر حکم دے گا تو ایک نیا عالم پیدا ہوگا اور لوگ اٹھ کر دوڑتے ہوئے اس کے حضور میں حاضر ہو جائیں گے۔

بات یہ ہے کہ کائنات کی ساری چیزیں اسی کی مخلوق ہیں، اس لئے وہی ان کا مالک ہے. پھر کس کی مجال ہے کہ اس کے حکم سے سرتابی کرے۔

(۲) جب اوپر کے بیانات سے اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت اور حکمت کا علم ہوا تو اب سوچو کہ کیا آسمان و زمین میں کوئی اس جیسا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ آسمان و زمین میں اسی کی شان سب سے بلند اور نرالی ہے۔ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ یعنی آسمان و زمین میں اسی کی بڑائی ہے۔

ع ٣ ٨ ٦

(۳) شرک کا باطل ہونا ذہن نشین کرنے کے لئے خود لوگوں کی ایک حالت کو مثال کے طور پر پیش کیا ہے. مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنے لونڈی غلاموں کو جو تمہارے ہی جیسے انسان ہیں، اپنے برابر نہیں سمجھتے اور اپنے مال میں ان کو تصرف کا حق نہیں دیتے جیسے تم اپنے بھائی بندوں کو دیتے ہو تو پھر تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی ادنیٰ مخلوق کو اس کا شریک و سہیم ٹھیراتے ہو حالانکہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ سے جو نسبت ہے وہ اس سے بدرجہا کم ہے جو غلام کو اپنے آقا سے ہے، کیونکہ دونوں ہی انسان ہیں۔

(۴) جو لوگ اتنا سمجھانے پر بھی نہیں سمجھتے وہ بڑے ظالم ہیں. اپنی عقلوں سے کام نہیں لیتے اور نصیحت کی باتوں پر کان نہیں دھرتے بلکہ بے سمجھے بوجھے اپنی خواہشات اور باطل خیالات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

یہ کمبخت ضد اور سرکشی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور توفیق خیر سے محروم ہو گئے. پھر اب ان کو کہاں سے ہدایت مل سکتی ہے اور کون ان کی مدد کر کے ان کو عذاب الٰہی سے چھڑا سکتا ہے۔

عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ
(قائم رہو) اللہ کی بنائی ہوئی (فطرت) میں تبدیلی نہیں یہی سیدھا دین ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۰ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ
لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (۱) (اے ایمان والو!) اسی (اللہ) کی طرف

وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۳۱
رجوع کئے رہو اور اسی سے ڈرتے رہو اور نماز پڑھتے رہو اور مشرکوں میں سے نہ ہو

مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ
جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور بہت سے گروہ ہو گئے ہر ایک گروہ اس سے

بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۳۲ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا
خوش ہے جو اس کے پاس ہے (۲) اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار

رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً
کو پکارتے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں پھر جب وہ ان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتا ہے تو ان

اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝۳۳ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ
میں سے ایک فریق اپنے پروردگار سے شرک کرنے لگتا ہے تاکہ جو ہم نے ان کو بخشا ہے اس کی

اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۳۴ اَمْ اَنْزَلْنَا
ناشکری کریں تو (خیر چند روز) فائدے اٹھالو عنقریب تم (اس کا انجام) معلوم کرلوگے (۳) کیا ہم نے ان پر ایسی

عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ۝۳۵
دلیل نازل کی ہے جو ان کو اللہ کے ساتھ شرک کرنا بتاتی ہے

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ
اور جب ہم لوگوں کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر ان کے عملوں کے سبب

(۱) اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر اور باہر ایسی نشانیاں رکھی ہیں کہ اگر انسان کو بھٹکایا نہ جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے اقرار اور توحید کے عقیدے کے سوا کسی دوسری بات کی طرف مائل ہی نہ ہو۔

اسی لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔

"عہد الست" کے ذریعے اسی بات کا اقرار لیا پھر اس کی یاد دہانی کے لئے پیغمبر بھیجے اور ان باتوں کو سمجھنے کے لئے انسان میں عقل کا چراغ روشن کیا۔

اسلام دینِ فطرت ہے۔ اسی پر اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کو پیدا کیا ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی دین فطرت پر قائم رہے اور اسی کی طرف ساری دنیا کو دعوت دیتے رہے۔ یہی زندگی کا سیدھا راستہ ہے۔ لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ ان باتوں کو جاننے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔

(۲) جس دین فطرت پر آنحضرت ﷺ قائم رہے اسی پر قائم رہنے کی ایمان والوں کو تاکید کی گئی ہے۔

یعنی یہ کہ مسلمان سب سے منہ پھیر کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں اور اسی سے ڈریں۔ نمازوں کی پابندی کریں اور مشرکوں کا طریقہ اختیار نہ کریں۔ کیونکہ انھوں نے دین فطرت کو چھوڑ کر بہت سے فرقے اور طریقے بنا لئے اور اب یہ حال ہو گیا ہے کہ ہر گروہ اپنے ہی طریقے کو حق سمجھے ہوئے ہے اور اسی پر خوش ہے چاہے وہ کتنا ہی مہمل کیوں نہ ہو۔

(۳) توحید کا دین فطرت ہونا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آدمی پر کوئی بپتا پڑتی ہے اور سارے اسباب ظاہری سے مایوس ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کو پکار کر اس سے مدد کا طالب ہوتا ہے۔ فطرت کا تقاضا ہے کہ اس وقت سارے جھوٹے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور ایک اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کا سہارا باقی رہتا ہے۔

لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ اس فطری تقاضے سے بہت جلد منہ پھیر لیتے ہیں اور جونہی مصیبت دور ہوئی، اللہ تعالیٰ کو بھول کر دیوی دیوتاؤں کے پیچھے ہو لیتے ہیں گویا اللہ تعالیٰ نے ان پر کبھی کوئی احسان کیا ہی نہ تھا۔

یہ کمبخت دنیا میں تھوڑے دن اور مزے لوٹ لیں پھر ان کو شرک اور احسان فراموشی کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

(۱) مشرک، بے دین اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ کرنے والے لوگوں کا یہ حال ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان پر نعمتوں کے دروازے کھولتا ہے اور روزی میں فراخی بخشتا ہے تو یہ لوگ پھولے نہیں سماتے عیش و آرام میں پڑ کر مست ہو جاتے ہیں، نیکی اور پرہیزگاری کے راستے سے منہ موڑ کر گناہوں میں ڈوب جاتے ہیں۔
لیکن اگر سرکشی اور نافرمانی کی پاداش میں ان پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو بالکل مایوس ہو جاتے ہیں اور دل چھوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں۔
غرض یہ کہ اس طرح کے لوگ کسی حال میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور پرہیزگاری کی راہ اختیار نہیں کرتے۔

سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾
جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں ان کو کچھ نقصان پہنچے تو ناامید ہو کر رہ جاتے ہیں (۱)
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ
کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاٰتِ
بلاشبہ اس میں ایمان والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں (۲) تو قرابت دار
ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ
کو اس کا حق دو اور مسکین کو اور مسافر کو بھی (دو) یہ ان لوگوں
خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
کے حق میں بہتر ہے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور ایسے ہی لوگ کامیاب
الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ
ہونے والے ہیں (۳) اور جو تم سود دیتے ہو تاکہ لوگوں کے مال میں
النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ
زیادتی ہو تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو تم زکوٰۃ دیتے ہو (اور) اس سے
تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَللّٰهُ
اللہ کی خوشنودی چاہتے ہو تو ایسے ہی لوگ (اللہ کے پاس اپنے مال کو بڑھانے والے ہیں) (۴) وہ اللہ
الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ
ہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو رزق دیا پھر تمھیں موت دے گا پھر تم کو زندہ کرے گا
هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ
کیا تمھارے شریکوں میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ کر سکے

(۲) یہ کمبخت اتنی بات نہیں سمجھتے اور اس حقیقت پر یقین نہیں رکھتے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ حکمت اور مصلحت کے لحاظ سے جس کے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ ایمان والے ہی اس بات کو سمجھتے اور مانتے ہیں، اسی لئے وہ نہ تو خوش حالی میں اتراتے ہیں اور نہ مشکلات کے وقت اللہ تعالیٰ سے مایوس ہوتے ہیں بلکہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور اس کے احکام کی تعمیل میں لگے رہتے ہیں۔
(۳) جب اس بات کا یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا مالک ہے اور روزی کا گھٹانا بڑھانا اسی کے ہاتھ میں ہے، نیز اس یقین کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کے دیدار کی طلب بھی آدمی کے دل میں پیدا ہوئی تو پھر دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی بخیل نہ بنے اور نیک کاموں میں مال خرچ کرنے سے ہاتھ نہ روکے بلکہ چاہئے کہ اپنے رشتہ داروں کے حقوق ادا کرے اور مسافروں اور محتاجوں کی بھی خبرگیری کرے۔
واضح ہو کہ آدمی کے اپنے رشتہ دار امداد کے زیادہ مستحق ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنے محتاج رشتہ دار کی مدد کرتا ہے اس کو دوہرا ثواب ملتا ہے۔
(۴) لالچی لوگ سودی لین دین کرتے ہیں اور اس سے اپنے مال کو بڑھاتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مال نہیں بڑھ رہا ہے اور اس میں کچھ برکت نہیں ہے، سودی مال کا بڑھنا ایسا ہے جیسے بیماری سے آدمی کا بدن پھول جائے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ کوئی آفت آتی ہے اور سارا مال تباہ ہو جاتا ہے۔ اور آخرت میں تو ایسا مال آدمی کے گلے کا ہار ہو جائے گا۔
اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے جو زکوٰۃ دی جاتی ہے اس سے برکت ہوتی ہے اور بڑا ثواب بھی ملتا ہے جو لوگ خلوص نیت سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں حقیقت میں وہ اپنے مال کو بڑھاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک کھجور جو نیک نیتی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوئی ایماندار آدمی دیتا ہے، وہ قیامت کے دن اُحد پہاڑ کے برابر ہوگی ـــــ بعض مفسرین نے آیت کا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ جو مال اس نیت سے دیا جائے کہ پھر اس سے زیادہ واپس مل جائے جیسے شادی وغیرہ کی رسموں میں دینے لینے کا رواج ہے، تو اس نیت سے مال دینا اچھا نہیں۔

شَيْءٍ ۚ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع ظَهَرَ الْفَسَادُ
وہ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے (۱) خشکی اور تری میں
فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ
لوگوں کے اعمال کے سبب سے فساد پھیل گیا ہے تاکہ اللہ ان کو
بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ سِيْرُوْا
ان کے اعمال کا مزہ چکھائے عجب نہیں کہ وہ باز آجائیں (۲) (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ
فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ
زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ جو لوگ (تم سے) پہلے ہوئے ہیں ان کا کیسا
مِنْ قَبْلُ ۭ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ
انجام ہوا ان میں زیادہ تر مشرک تھے تو تم اپنا رخ سیدھے
لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ
دین کی طرف رکھو قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس کو اللہ کی طرف سے رد ہونا
مِنَ اللّٰهِ يَوْمَىِٕذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ
نہیں اس دن سب لوگ جدا جدا ہو جائیں گے (۳) جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال
كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾
اسی پر ہوگا اور جس نے نیک عمل کیا تو ایسے لوگ اپنے ہی لئے آرام گاہ درست کرتے ہیں
لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا
جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو اللہ اپنے فضل سے بدلا دے گا بیشک وہ
يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيٰحَ مُبَشِّرٰتٍ
کافروں کو دوست نہیں رکھتا اور اللہ کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے (ایک نشانی) یہ ہے کہ وہ خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے

(۱) اللہ تعالےٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ پیدا کرتا ہے پھر اپنی مخلوق کو رزق دیتا ہے اور پالتا ہے۔ پھر ایک مدت تک دنیا میں رکھ کر مارتا ہے۔ پھر قیامت کے دن سب کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھا کھڑا کرے گا۔ ع ۱۳

مشرک ذرا سوچیں کہ جن چیزوں کو وہ اللہ تعالےٰ کا شریک بناتے ہیں، ان میں بھی یہ صفات ہیں؟ اگر نہیں ہیں، اور یقیناً نہیں ہیں، تو پھر ایسی بے کمال چیزیں اللہ تعالےٰ کے مقابلے میں کس طرح لائی جاسکتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ لوگ شرک کر کے اپنا ہی نقصان کرتے ہیں، ورنہ اللہ تعالےٰ تو ان کے شرک سے پاک اور بلند و برتر ہے۔

(۲) جب دنیا میں شرک، ظلم، گناہوں اور نافرمانیوں کی زیادتی ہوتی ہے تو قدرت کی طرف سے لوگوں کی پکڑ ہوتی ہے کبھی قحط، کبھی طوفان اور کبھی مہلک بیماریوں اور خوفناک جنگوں کی صورت میں عذاب آتا ہے اور ساری دنیا تہ و بالا ہو جاتی ہے۔

اگرچہ اللہ تعالےٰ غفور رحیم ہے اور بہت سی نافرمانیوں سے درگزر فرماتا ہے، اس کے علاوہ یہ کہ آخری فیصلے کے لئے اس نے قیامت کا دن مقرر کر رکھا ہے، پھر بھی کبھی کبھی دنیا میں لوگوں کو ان کی بعض نافرمانیوں کا مزہ چکھاتا ہے تاکہ لوگ مصیبتوں سے گھبرا کر نافرمانیوں سے بچیں اور اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کر کے پرہیزگاری کا راستہ اختیار کریں۔

(۳) ساری دنیا میں فساد پھیل گیا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے بندوں پر رحم فرمایا کہ آنحضرتؐ کو پیغمبر آخر الزماں بنایا اور آپؐ کو دین کا سیدھا راستہ دکھایا۔ آپؐ زندگی بھر اس 'دین قیم' یعنی اسلام پر قائم رہے اور لوگوں کو اس کی طرف بلاتے رہے۔

اسلام قیامت تک باقی رہے گا۔ جو لوگ چاہیں قیامت کے آنے سے پہلے پہلے اسلام کو قبول کر کے آنحضرتؐ کی پیروی کر کے اپنی نجات کا سامان کرلیں۔ ورنہ قیامت کے دن ہر بات کا فیصلہ ہوگا اور اچھے اور برے لوگ الگ الگ گروہوں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

وَلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا

تاکہ تم کو اپنی رحمت کا مزہ چکھائے اور تاکہ اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور تاکہ تم

مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا

اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو (۱) اور (اے پیغمبر!) ہم نے

مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا

تم سے پہلے بھی ان کی قوموں کی طرف پیغمبر بھیجے اور وہ ان کے پاس نشانیاں لے کر آئے تو جن لوگوں نے

مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ۭ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٧﴾

نافرمانیاں کیں ہم نے ان سے انتقام لے کر چھوڑا اور ایمان والوں کی مدد ہم پر لازم ہے (۲)

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ

وہ اللہ ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں پھر اللہ اس کو

فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ

جس طرح چاہتا ہے آسمان پر پھیلا دیتا ہے اور اس کو تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے

يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

بیچ میں سے بارش نکلنے لگتی ہے پھر جب وہ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے

مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ

بارش پہنچا دیتا ہے تو بس وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں اور پیشتر تو وہ بارش

قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿٤٩﴾ فَانْظُرْ

ہونے سے پہلے نا امید ہو رہے تھے (۳) (تو اے دیکھنے والے!)

اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ

اللہ کی رحمت کے آثار کو دیکھ کہ وہ کس طرح زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کر دیتا ہے

(۱) اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ موسمی ہوائیں چلتی ہیں جو بارش کی آمد آمد کی خبر لاتی ہیں۔ پھر باران رحمت سے دنیا فیض یاب ہوتی ہے۔

ہواؤں کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ سمندروں اور دریاؤں میں بادبانی جہاز اور کشتیاں چلتی ہیں جو تجارتی سامان کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام اس لئے فرمایا ہے کہ لوگ خوب روزی کمائیں، آرام سے زندگی بسر کریں اور اس نعمت پر اس کا شکر ادا کریں۔

(۲) سرداران قریش کی تنبیہ اور ایمان والوں کی تسلی کے لئے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی ہم نے مختلف قوموں میں پیغمبر بھیجے تھے۔ پھر جب ہمارے پیغمبر روشن نشانیاں لے کر اپنی اپنی قوم کے پاس پہنچے تو بہت سے لوگوں نے سرکشی کی اور ہمارے پیغمبروں کو جھٹلایا۔

جانتے ہو کہ نتیجہ کیا ہوا؟ ہم نے دنیا ہی میں نافرمانوں سے بدلا لے لیا اور ان کو تباہ کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے یہ بات اپنے ذمے لی ہے اور ایمان والوں سے وعدہ کیا ہے کہ ہم ان کی ضرور مدد کریں گے۔

واضح ہو کہ اس زمانے کے مسلمان بھی اس آیت سے نصیحت اور تسلی حاصل کریں اللہ تعالیٰ کے وعدے پر بھروسہ رکھیں اور سچے مسلمان بن جائیں، پھر دیکھیں کہ قدرت کی طرف سے کیا کیا کرشمے ظاہر ہوتے ہیں۔

(۳) جو لوگ حالات کی ناسازگاری دیکھ کر اسلام اور مسلمانوں کی ترقی سے مایوس ہوتے ہوں ان کو چاہیئے کہ اس منظر کو پیش نظر رکھیں کہ ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ زمین خشک ہو کر مردہ ہو جاتی ہے اور لوگ اس کی سرسبزی سے مایوس ہو جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے اچانک مانسونی ہوائیں چلتی ہیں، گھٹائیں اٹھتی ہیں، بادل جھوم جھوم کے آتے ہیں پانی برستا ہے مردہ زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اور لوگ خوشیاں منانے لگتے ہیں، اگرچہ وہ بارش سے پہلے بالکل مایوس ہو گئے تھے۔

إِنَّ ذَٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتَىٰ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٥٠﴾
بلاشبہ وہ مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے (۱)
وَلَئِنْ أَرْسَلْنَا رِيحًا فَرَأَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوا مِن بَعْدِهِ
اور اگر ہم (ان پر ایسی) ہوا بھیجیں کہ وہ (اس کے سبب) کھیتی کو دیکھیں کہ زرد ہو گئی ہے تو اس کے بعد ناشکری
يَكْفُرُونَ ﴿٥١﴾ فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ
کرنے لگ جائیں (۲) تو (اے پیغمبر) تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو آواز سنا سکتے ہو
إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٥٢﴾ وَمَا أَنتَ بِهَادِ الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ
جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر چلے جائیں اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے (نکال کر) راہ راست پر لا سکتے ہو
إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ ﴿٥٣﴾ اللَّهُ
تم تو انہی لوگوں کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں اور فرماں بردار ہو جاتے ہیں (۳) وہ اللہ
الَّذِي خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضَعْفٍ
ہی تو ہے جس نے تم کو (ابتدا میں) کمزوری کی حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد قوت
قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً ۚ يَخْلُقُ
دی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا وہ جو چاہتا
مَا يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ﴿٥٤﴾ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ
ہے پیدا کرتا ہے اور وہ علم والا (اور) قدرت والا ہے (۴) اور جس دن قیامت برپا ہو گی تو اس دن
يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ ۚ كَذَٰلِكَ
گنہگار قسمیں کھائیں گے کہ وہ (ایک) گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے اسی طرح وہ
كَانُوا يُؤْفَكُونَ ﴿٥٥﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ
(دنیا میں بھی) الٹے جاتے تھے (۵) اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا تھا وہ کہیں گے

(۱) جس طرح باران رحمت سے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے اور لہلہانے لگتی ہے اسی طرح سمجھو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی مردوں کو زندہ کر کے اٹھا کھڑا کرے گا کیونکہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

(۲) لوگوں کی احسان فراموشی دیکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ کوئی ایسی ہوا چلا دے جس سے ان کی ہری بھری کھیتیاں مرجھا جائیں اور زرد پڑ جائیں تو فوراً سارے احسانات کو بھلا کر اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنے لگتے ہیں اور بعض گستاخ تو شکوے شکایت کے نامناسب الفاظ زبان پر لاتے ہیں۔

ایمان والوں کو چاہیئے کہ آزمائش کے وقت صبر سے کام لیں، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں اور اس سے خیر کی امید رکھیں۔

(۳) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ جو لوگ اتنا سمجھانے بجھانے پر بھی سیدھے راستہ پر نہیں آئیں ان کو چھوڑ دو اور ان کے حال پر صبر کرو۔

اصل بات یہ ہے کہ نصیحت سے ان بدنصیبوں کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے جو مردوں کی طرح بے حس ہیں، جو بہرے ہیں کلام الٰہی نہیں سنتے اور پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں، اور جو اندھے ہیں کہ ان کو اپنی کھلی گمراہی بھی نظر نہیں آتی۔

ہاں وعظ و نصیحت سے وہ پاک باطن حضرات فائدہ اٹھاتے ہیں جو کلام الٰہی توجہ سے سنتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو سمجھتے ہیں اور ایمان لا کر اس کے فرمان بردار بندے بن جاتے ہیں۔

ع ۱۲/۸

(۴) انسان خود اپنے حال پر غور کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کرے کہ جب وہ پیدا ہوتا ہے تو کس قدر کمزور اور ناتوان ہوتا ہے۔ پھر جوں جوں بڑھتا ہے، اس کی قوت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ بھرپور جوانی میں بڑا زور آور ہو جاتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ انحطاط ہوتا ہے اور بڑھاپے کی عمر کو پہنچ کر پھر اتنا ہی کمزور ہو جاتا ہے جتنا بچپن میں تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس طرح مناسب سمجھتا ہے انسان کو مختلف حالات سے گزارتا ہے۔ کیونکہ وہی سب کے حال کو جانتا ہے اور جو چاہتا ہے اس کے کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ غور کرو کہ ایسے قدرت والے کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

(۵) جو سرکش اور نافرمان لوگ آج قیامت کو جھٹلاتے ہیں اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں، جب ان کے سر پر قیامت آ کھڑی ہوگی تو اس کی ہولناکیوں کو دیکھ کر گھبرائیں گے اور قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ قیامت تو بڑی جلد آ گئی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پچھلا سارا زمانہ بس ایک گھڑی سے زیادہ نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس طرح قیامت کے بارے میں اس وقت واقع کے خلاف کہیں گے اس سے اندازہ کر لو کہ اسی طرح دنیا میں بھی الٹی باتیں کیا کرتے تھے اور محض ضد سے قیامت کو جھٹلاتے تھے۔ واضح ہو کہ ان لوگوں کو قیامت کے جلد آنے کا احساس اسی طرح ہوگا جس طرح پھانسی پانے والے کو ہوتا ہے کہ اگر اس کو یہ معلوم ہو کہ مثلاً ایک مہینے کے بعد پھانسی دی جائے گی تو جب مقررہ دن آئے گا تو اس کو یہ احساس ہوگا کہ مصیبت کی گھڑی بہت جلد آ کھڑی ہوئی۔

لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ز فَهٰذَا يَوْمُ
کہ اللہ کے لکھے (ہوئے فیصلہ) کے مطابق تم قیامت تک رہے ہو اور یہ قیامت ہی کا
الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ
دن ہے لیکن تم اس کا یقین ہی نہیں کرتے تھے تو اس روز ظالم لوگوں کو ان کا عذر
ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ
کچھ فائدہ نہ دے گا اور نہ ان سے توبہ قبول کی جائے گی (۱) اور یقیناً ہم نے لوگوں کے سمجھانے کے لئے
فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ط وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ
اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بیان کر دی ہیں اور اگر تم ان کے سامنے کوئی نشانی پیش کرو
لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ
تو یہ کافر کہہ دیں گے کہ تم تو جھوٹے ہو (۲) اسی طرح
يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ
اللہ ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے جو سمجھتے ہیں تو اے پیغمبر! صبر کرو
وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع
بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے دیکھو جو لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے وہ تمہیں برداشتہ خاطر نہ کر دیں (۳)

آیاتها ۳۴ — سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ (۳۱) — رکوعاتها ۴

سورۂ لقمان مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ هُدًى وَّ
الم یہ حکمت سے بھری ہوئی کتاب کی آیتیں ہیں (جو) نیک کام

(۱) جب یہ لوگ اس طرح واقع کے خلاف قسمیں کھا کھا کر بیان کریں گے تو جن لوگوں کو قیامت کے بارے میں صحیح علم تھا اور جو قیامت پر ایمان لا چکے تھے، وہ ان لوگوں کو جواب دیں گے کہ تم دھوکے میں پڑے ہوئے اور غلط کہتے ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ لوح محفوظ میں تمہارے ٹھیرنے کی جو مدت لکھی تھی تم نے اس کو پورا کیا اور تم قیامت تک رہے۔ اب وہ قیامت آ گئی جس کو تم نہیں جانتے تھے اور جس کا انکار کرتے تھے۔

الغرض ان ظالموں کا کوئی عذر قبول نہ ہوگا اور نہ ان کو اس بات کا موقع دیا جائے گا کہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیں۔

(۲) قیامت کے دن یہ لوگ بہت گھبرائیں گے اور طرح طرح کے عذر کریں گے لیکن آج جو ان کے سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ طرح طرح کی مثالیں بیان فرما رہا ہے اور کھلی کھلی نشانیاں اپنے رسول کے ذریعے ان کو دکھا رہا ہے تو یہ کمبخت ان کو نہیں مانتے اور اللہ کے رسولؐ سے اور ایمان والوں سے کہتے ہیں کہ تم سب مل کر جھوٹ بنا لائے ہو۔

ع ۶

(۳) آنحضرتؐ اور ایمان والوں کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اس طرح جو لوگ ہزار بار سمجھانے پر بھی نہیں مانتے اور محض ضد اور ہٹ دھرمی سے کلام الٰہی کا انکار کرتے ہیں ان کے دل سخت ہو جاتے ہیں گویا ان پر مہریں لگ گئیں اور حق بات کے ماننے کی صلاحیت بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔ یہ انسان کی انتہائی شقاوت اور بدنصیبی ہے۔

جب ان لوگوں کا یہ حال ہو گیا ہے تو تم ان کی طرف سے صبر کرو، ان بے ایمانوں کی طرف سے چاہے کیسی ہی ناگوار بات پیش آئے اس کو برداشت کرو اور اللہ تعالیٰ کے وعدے پر بھروسہ رکھو۔ یقیناً اہل حق کامیاب ہوں گے۔

رَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝۳ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ
رنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت (ہیں) جو نماز کی پابندی کرتے

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴
اور زکوٰۃ دیتے اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
یہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی کامیاب

الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ
ہونے والے ہیں (۱) اور لوگوں میں کوئی آدمی ایسا ہے جو بیہودہ حکایتوں

الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ
کو خریدتا ہے تاکہ بغیر جانے لوگوں کو اللہ کے راستہ سے گمراہ کرے

وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۶
اور اس کی ہنسی اڑائے یہی لوگ ہیں جن کے لئے ذلت کا عذاب تیار ہے

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ
اور جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو تکبر سے منہ پھیر لیتا ہے گویا اس نے

يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ
ان کو سنا ہی نہیں گویا اس کے کانوں میں ثقل (یعنی بہرا پن) ہے تو اس کو درد ناک عذاب کی خوشخبری

اَلِيْمٍ ۝۷ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ
سنا دو (۲) بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کے لئے

جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝۸ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ
نعمت کے باغ ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اللہ کا وعدہ سچا ہے

(۱) ان آیتوں میں قرآن مجید کی تعریف ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ایمان والوں کی صفات بھی بیان کی گئی ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے کہ یہ آیتیں اس کتاب کی ہیں جس کے مضامین سرتاسر حکمت سے پُر ہیں۔ یہ کتاب ان حضرات کے لئے سرمایۂ ہدایت و رحمت ہے جو صحیح فطرت کے مطابق نیکی اور پرہیزگاری کی راہ اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ یہ حضرات نماز کی پابندی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو مال و دولت ان کو بخشا ہے، اس میں سے زکوٰۃ و صدقات دیتے ہیں اور محتاجوں کی مدد کرتے ہیں۔ نیز آخرت کی زندگی پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے پروردگار کے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر ہیں اور یہی لوگ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہونے والے ہیں۔

واضح ہو کہ سورۂ بقرہ کے شروع کی چند آیتوں کا مضمون بھی یہی ہے۔ اُن آیتوں کی تشریح ملاحظہ کی جائے۔ وہاں پرہیزگارانہ زندگی کا مختصر خاکہ پیش کیا گیا ہے۔

(۲) اوپر ان حضرات کا ذکر تھا جو نیکوکار ہیں اور قرآن مجید پر ایمان لا کر اور عمل کر کے اپنی زندگیوں کو سدھارتے ہیں اور دنیا و آخرت میں کامیاب ہوتے ہیں۔

ان کے مقابل ان آیتوں میں ان کمبختوں کا بیان ہے جو قرآن مجید سے اعراض کرتے ہیں، خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور لہو و لعب میں لگا کر دوسروں کو بھی راہ حق سے پھیرتے ہیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ نضر بن حارث ایک سرکش سردار تھا۔ وہ تجارت کی غرض سے ایران کی طرف جایا کرتا تھا۔ وہاں سے قصے کہانیوں کی کتابیں خرید کر لاتا تھا اور مکہ والوں سے کہتا تھا کہ محمد (صلعم) تم کو عاد و ثمود کے قصے سناتے ہیں۔ میرے پاس آؤ اور رستم و اسفندیار کے قصے سنو۔

نیز اس نے ایک گانے والی لونڈی خریدی تھی۔ جو شخص اسلام کی طرف مائل ہوتا اس کو لونڈی کے پاس پہنچا دیتا جو اس کو خوب کھلاتی پلاتی اور گانا سناتی۔ پھر اس شخص سے کہتا کہ دیکھو یہ اس سے اچھا ہے جس کی طرف محمد (صلعم) بلاتے ہیں کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو اور اپنی جان قربان کرو۔ اس طرح وہ کمبخت قرآن مجید کے سننے سے روکتا تھا۔ ان آیتوں میں اس طرح کے کاموں کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝٩ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ
اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے (۱) اسی نے آسمانوں کو ستون کے بغیر پیدا کیا (جیسا کہ)
تَرَوْنَهَا وَأَلْقٰى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ
تم دیکھتے ہو۔ اور زمین پر پہاڑ (بنا کر) رکھ دیئے تاکہ وہ تم کو لے کر جھک نہ جائے
وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ ۚ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ
اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیئے اور ہم ہی نے آسمان سے پانی برسایا
مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ۝١٠ هٰذَا خَلْقُ
پھر (اس سے) زمین میں قسم قسم کی نفیس چیزیں اگائیں یہ اللہ کی بنائی ہوئی
اللّٰهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ۚ بَلِ
چیزیں ہیں تو مجھے دکھاؤ کہ اللہ کے سوا جو (جھوٹے معبود) ہیں انھوں نے کیا پیدا کیا بلکہ یہ
الظّٰلِمُونَ فِي ضَلٰلٍ مُبِينٍ ۝١١ وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمٰنَ
ظالم ہی صریح گمراہی میں ہیں (۲) اور ہم نے لقمان کو حکمت عطا
الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۚ وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ
فرمائی (اور ان سے کہا) کہ اللہ کا شکر ادا کرو اور جو کوئی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے تو اپنے ہی فائدہ کے لئے
لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝١٢ وَإِذْ
شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ بے نیاز (اور) تعریف کے لائق ہے (۳) اور (یاد کرو)
قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ
جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا بیٹا! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک
بِاللّٰهِ ۖ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝١٣ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ
نہ ٹھہرانا بلا شبہ شرک بڑا بھاری ظلم ہے (۴) اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ

ع ۱۰

(۱) جو لوگ نضر بن حارث کی طرح سرکش نہیں ہیں بلکہ ایمان لاتے ہیں اور اس طرح اپنی زندگیوں کو سدھارتے ہیں ان کو آخرت میں بہشت کے باغ ملیں گے جو طرح طرح کی نعمتوں سے آراستہ ہوں گے اور جن میں وہ حضرات عیش کریں گے۔
یاد رکھو! یہ اللہ تعالیٰ کا سچا اور پکا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔ وہ اپنے وعدوں کو قدرت اور حکمت سے پورا کرے گا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اس نے آسمانوں کو پیدا کیا اور ان کو ایسے قانون میں جکڑ دیا کہ وہ بغیر ستونوں کے ٹھہرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسی نے زمین کو فرش کی طرح بچھا دیا اور اس پر جگہ جگہ پہاڑ کھڑے کر دیئے کہ وہ ہلے نہیں۔ اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے پھر ان کے کھانے پینے کے لئے آسمان سے پانی برسایا اور اس سے طرح طرح کے خوشنما درخت اور پودے اگائے۔
اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی عظیم الشان کائنات تو یہ تمہارے سامنے ہے۔ اب ذرا ان کی بنائی ہوئی چیزوں کے کچھ نمونے پیش کرو جن کو تم نے معبود بنا رکھا ہے۔ اگر نہیں پیش کر سکتے تو ذرا سوچو کہ بے کمال چیزوں کو معبود بنانا کہاں کی عقلمندی ہے اور آخر اس سے کیا فائدہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنی عقلوں پر ظلم کر رکھا ہے کہ ان سے سوچنے سمجھنے کا کام نہیں لیتے اور صریح گمراہی میں پڑے بھٹک رہے ہیں۔

(۳) اکثر مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت لقمان نبی نہیں تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں ایک پرہیزگار مؤمن تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے بڑی حکمت اور دانائی عطا فرمائی تھی۔
لوگوں کی تعلیم کے لئے اس رکوع میں حضرت لقمان کی چند نصیحتیں ذکر فرمائی ہیں جن میں بنیادی نصیحت توحید کے بارے میں ہے۔
پہلے خود حضرت لقمان کے مرتبے کو ظاہر کرنے کے لئے فرمایا کہ ہم نے ان کو حکمت سکھائی تھی کہ جو جو نعمتیں تم کو عطا کی گئی ہیں جن میں حکمت و دانائی بھی ہے ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ یاد رکھو کہ شکر کرنے سے خود ہی کو فائدہ پہنچتا ہے۔ نعمت اور ثواب میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور ناشکری کرنے سے اپنا ہی نقصان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہمارے شکر کا محتاج نہیں ہے۔ وہ بے نیاز ہے، خود ہی سارے صفاتِ کمال سے متصف ہے اور ہر طرح کی حمد و ثنا کا سزاوار ہے ــــ

(۴) حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے سب سے پہلے شرک کی مذمت ظاہر کی اور کہا کہ بیٹا شرک نہ کرنا۔ بلا شبہ شرک بڑا ظلم ہے۔ مشرک اللہ تعالیٰ کے بارے میں ظلم کرتا ہے کہ اس کی ایک حقیر مخلوق کو اس کے برابر ٹھہراتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنے نفس پر بھی ظلم کرتا ہے کہ درخت اور پتھر جیسی حقیر چیزوں کے آگے گرتا ہے اور ان کی پوجا کرتا ہے اور ان سے دعائیں مانگتا ہے، حالانکہ ساری مخلوق میں وہ خود سب سے اشرف و افضل ہے۔

بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ

باپ کے بارے میں تاکید کی کہ اس کی ماں نے تکلیف پر تکلیف اٹھا کر اس کو اپنے پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا

فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿١٤﴾

دودھ چھوٹتا ہے (تو اس کو حکم دیا) کہ میرا بھی شکر ادا کر اور اپنے ماں باپ کا بھی (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے (۱)

وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ

اور اگر تیرے ماں باپ تجھے اس بات پر مجبور کریں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرا جس کا

بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۖ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ

تجھے علم نہیں تو تو ان کا کہنا نہ ماننا اور (ہاں) دنیا (کے کاموں) میں ان کا اچھی طرح ساتھ دینا

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ

اور جو شخص میری طرف رجوع کرے اس کے راستہ پر چلنا (۲) پھر تم کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے

فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾ يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِن تَكُ

تو جو کام تم کرتے رہے ان سے میں تم کو آگاہ کر دوں گا (لقمان نے یہ بھی کہا کہ) بیٹا! اگر کوئی عمل

مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُن فِي صَخْرَةٍ أَوْ

رائی کے دانے کے برابر بھی (چھوٹا) ہو پھر وہ کسی پتھر کے اندر یا آسمانوں میں یا

فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ ۚ إِنَّ

زمین میں چھپا ہو تو اللہ اس کو قیامت کے دن حاضر کر دے گا بلاشبہ

اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿١٦﴾ يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ

اللہ باریک بیں اور باخبر ہے (۳) بیٹا! نماز کی پابندی کر اور لوگوں کو اچھے کاموں کے

بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ

کرنے کا حکم دے اور بری باتوں سے روک اور جو مصیبت تجھ پر پڑے اس پر صبر کر

(۱) حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو توحید کی نصیحت کی لیکن ماں باپ کا حق نہیں بتایا۔ ان کی نصیحت کے پیچھے اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام میں ماں باپ کے بارے میں نصیحت فرمائی اور خاص طور پر ماں کے احسان کا ذکر کیا کہ وہ بیچاری مصیبت پر مصیبت جھیل کر بچے کو پیٹ میں رکھتی ہے۔ پھر وضع حمل کے بعد دو برس تک دودھ پلاتی اور بڑا ہونے تک بڑی بڑی مشقتیں اٹھا کر اس کی پرورش کرتی ہے۔

آدمی کو چاہیئے کہ ماں باپ کے احسانات کو یاد رکھے اور اللہ تعالےٰ کے شکر کے بعد ان کا شکر بھی ادا کرے۔

(۲) ماں باپ کا احسان ماننا اور ان کی خدمت کرنی ضروری ہے۔ لیکن اگر وہ شرک اور گناہ کرنے پر مجبور کریں تو اس بارے میں ان کی فرماں برداری نہیں کرنی چاہیئے، کیونکہ اللہ تعالےٰ کا حق ماں باپ سے بھی بڑھ کر ہے۔ البتہ دنیا کی زندگی میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا رہے۔

آدمی کو چاہیئے کہ شرک اور نافرمانی کی طرف بلانے والوں کا کہنا نہ مانے بلکہ ان حضرات کی پیروی کرے جو اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور پرہیزگاری کی راہ پر گامزن ہیں۔

(۳) حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو اللہ تعالےٰ کے وسیع علم اور قدرت کا تصور دلایا اور عمل کی ذمہ داری کی طرف متوجہ کیا کہ اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی چھوٹا ہو، پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا آسمان و زمین میں کہیں بھی چھپا ہوا ہو، یقیناً اللہ تعالےٰ اس سے واقف ہے اور قیامت کے دن اس کو لا حاضر کرے گا، کیونکہ وہ باریک بین ہے اور ہر بات سے باخبر ہے۔

اس لئے آدمی کو چاہیئے کہ اپنے عمل کی نگرانی کرے اور ہمیشہ ایسے کام کرے جن کا اثر اور نتیجہ دنیا اور آخرت میں اچھا ہو۔

إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿١٧﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ

بلاشبہ یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے (۱) اور لوگوں کے سامنے (غرور سے)

لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ

اپنے گال مت پھلا اور زمین پر اترا کر مت چل بیشک اللہ

لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿١٨﴾ وَاقْصِدْ فِي

اترانے والے (اور) فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا (۲) اور اپنی چال میں

مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنْكَرَ

اعتدال رکھ اور اپنی آواز پست رکھ بلاشبہ آوازوں میں

الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ﴿١٩﴾ أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ

سب سے بری آواز گدھے کی ہے (۳) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں

سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ

اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اللہ نے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے

وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً ۗ وَمِنَ

اور تم پر اپنی ظاہری اور پوشیدہ نعمتیں پوری کردی ہیں اور بعض

النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى

لوگ ایسے ہیں جو بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے

وَلَا كِتَابٍ مُنِيرٍ ﴿٢٠﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا

اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں (۴) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو (کتاب) اللہ نے نازل کی

أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ

ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے

منزل ۵

---

(۱) نماز پڑھنے سے آدمی بہت اچھا ہو جاتا ہے لیکن تنہا ایک یا چند افراد کا اچھا اور نیک ہونا کافی نہیں۔ معاشرہ میں زیادہ سے زیادہ افراد اچھے اور نیک ہونے چاہئیں۔

اس لئے ہر آدمی کا فرض ہے کہ خود نیک بن کر دوسروں کو بھی اچھی باتوں کی ترغیب دے اور بری باتوں سے مقدور بھر روکے۔

آدمی کو چاہیئے کہ زندگی میں صبر و ضبط کی عادت ڈالے، مصیبتوں کا مردانہ وار مقابلہ کرے، اللہ تعالیٰ سے خیر کی امید رکھے اور نیکی کے راستے پر ثابت قدم رہے۔ لیکن اس کام کے لئے بڑی ہمت اور اخلاقی طاقت کی ضرورت ہے جو بہت کم لوگوں میں ہوتی ہے۔

(۲) یعنی غرور مت کر اور حقارت سے لوگوں کی طرف مت دیکھ اور اللہ کی زمین پر اترا کر اور اکڑ کر مت چل۔ تکبر کرنے والے، اترانے والے اور شیخی خورے کو اللہ تعالیٰ بھی پسند نہیں فرماتا اور لوگ بھی اس کی قدر نہیں کرتے سامنے نہیں تو دل میں ضرور برا کہتے ہیں۔

ع ۲
۸
۱۱

(۳) آدمی کو چاہیئے کہ نہ بہت اکڑے اور نہ لوگوں کے سامنے اپنے کو گرائے۔ بلکہ چلنے میں ایسا انداز اختیار کرے جس میں اعتدال اور سنجیدگی کی شان ہو۔

اسی طرح بولتے وقت بھی اعتدال اور سنجیدگی کا لحاظ رکھے۔ بے ضرورت حلق پھاڑ کر بات نہ کرے۔ اور اس بات کا خیال رکھے کہ اس کی آواز گدھے کی آواز کی طرح نہ ہو جائے۔

(۴) حضرت لقمان کی نصیحت ختم ہو گئی۔ اب توحید کا عقیدہ دل نشین کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ لوگوں کو اپنی نعمتوں کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

یہ بات سب پر روشن ہے اور سب ہی اس کو محسوس کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی ساری قوتوں اور صلاحیتوں کو انسان کے کام میں لگا رکھا ہے اور اپنی ظاہری اور پوشیدہ نعمتوں کو وقف عام فرما دیا ہے۔ حضرت سعدیؒ نے خوب کہا ہے:۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند … تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار … شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

لیکن بہت سے لوگ ایسے سرکش ہیں کہ ایسی کھلی حقیقت کو بھی نہیں مانتے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہیں حالانکہ ان کے پاس نہ کوئی علمی اصول ہے، نہ کسی ہادی برحق کی ہدایت اور نہ کسی آسمانی کتاب کی روشنی۔

أَبَآءَنَا ۚ أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوهُمْ إِلٰى عَذَابِ
(اللہ فرماتا ہے) کیا اگر شیطان ان کے بڑوں کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو تب بھی (یہ انہی کی پیروی
السَّعِيرِ ﴿۲۱﴾ وَمَن يُسْلِمْ وَجْهَهُۥٓ إِلَى اللّٰهِ وَهُوَ
کریں گے (۱) اور جو شخص اپنا رُخ اللہ کی طرف کر دے اور وہ
مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ وَإِلَى
نیکوکار بھی ہو تو اس نے ایک مضبوط حلقہ تھام لیا اور سب کاموں
اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿۲۲﴾ وَمَن كَفَرَ فَلَا يَحْزُنكَ
کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے (۲) اور جو شخص کفر کرے تو (اے پیغمبر) اس کا کفر تمہیں رنجیدہ
كُفْرُهُۥٓ ۚ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوٓا ۚ إِنَّ اللّٰهَ
نہ کرے ان کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے پھر جو کام وہ کیا کرتے تھے ہم ان کو جتا دیں گے بیشک اللہ
عَلِيمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ
دلوں کی باتوں سے واقف ہے ہم ان کو تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے پھر ہم انہیں ایک سخت
إِلٰى عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿۲۴﴾ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ
عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے (۳) اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور
السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ
زمین کو کس نے پیدا کیا تو بول اٹھیں گے کہ اللہ نے (اے پیغمبر ان سے) کہو کہ ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے
بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۵﴾ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَ
لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (سب)
الْأَرْضِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيدُ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ أَنَّ
اللہ ہی کا ہے بلاشبہ اللہ بے نیاز اور تعریف کے لائق ہے (۴) اور اگر یوں ہو کہ

(۱) جب ان سرکشوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کتاب اور ہدایت نازل فرمائی ہے اس کو مانو اور اس کی پیروی کرو تو ہٹ دھرمی سے کہتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔

ان کی عقلوں پر افسوس کہ یہ اتنی بات بھی نہیں سوچتے کہ ان کے باپ دادا کو تو شیطان دوزخ کے ہولناک گڑھے کی طرف لے جا رہا ہے۔ کیا یہ اب بھی ان ہی کی پیروی کریں گے!

(۲) جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا اور اپنا سر نیاز اس کے آگے جھکا دے پھر خلوص نیت کے ساتھ نیکی کی راہ پر گامزن ہو تو سمجھ لو کہ اس نے ایک مضبوط زنجیر کا حلقہ تھام لیا ہے کہ اب اس کو دنیا اور آخرت میں گرنے اور نقصان اٹھانے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اس کا انجام بخیر کرے گا کیونکہ آخر سب کام اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

(۳) آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں کے کفر و انکار سے غمگین مت ہو۔ جب تم نے پیغام حق ان کو پہنچا دیا ہے تو اب تم پر کچھ ذمہ داری نہیں ہے۔ لوگوں کے انکار کی ذمہ داری خود ان ہی پر ہے۔ آخر وہ ایک دن ہمارے پاس آئیں گے۔ سارا کیا دھرا ان کے آگے رکھ دیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو لوگوں کے دلوں کے بھید تک کو جانتا ہے۔ لوگ اپنا کوئی عمل اس سے چھپا نہ سکیں گے۔ ایسے لوگوں کو تھوڑے دن دنیا میں عیش ہے، پھر سخت عذاب میں گھسیٹ لئے جائیں گے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے خالق کائنات ہونے کا اقرار بالکل فطری ہے۔ مشرک بھی اس بات کو مانتے ہیں۔ اگر ان سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا کون ہے تو یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

پھر ان سے کہو کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تم نے اس بات کو تو مان لیا۔ ذرا عقل سے کام لو تو سیدھی بات یہی ہے کہ جب پیدا کرنے میں اس کا کوئی شریک نہیں تو پھر معبود ہونے میں بھی کوئی شریک نہیں ہو سکتا عقل کی بات تو یہی ہے لیکن بہت سے لوگ اس طرح سوچتے سمجھتے نہیں اور شرک کئے چلے جا رہے ہیں۔

حقیقت یہی ہے کہ جب آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا وہی ہے تو ساری کائنات کا مالک بھی وہی ہے ساری کائنات اپنی ہستی اور بقاء میں اسی کی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ وہ سب سے بے نیاز ہے کیونکہ خود ہی سارے صفات اور کمالات سے متصف ہے۔

مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ

زمین میں جتنے درخت ہیں (سب کے سب) قلم ہوں اور سمندر (کا تمام پانی) سیاہی ہو (اور) اس کے

بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ

بعد سات سمندر اور (سیاہی ہو جائیں) تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں بیشک

اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا

اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے (۱) تمہارا پیدا کرنا اور جلا اٹھانا (اللہ کے نزدیک) ایک شخص

كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ

(کے پیدا کرنے اور جلا اٹھانے) کی طرح ہے بلاشبہ اللہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے (۲) (اے مخاطب!) کیا تم

اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِی النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّيْلِ وَ

نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور وہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور

سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِیْۤ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی

اسی نے سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے ہر ایک وقت مقررہ تک چلتا رہے گا

وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ

اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے یہ اس لئے کہ اللہ ہی

هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَ

حق ہے اور جن کو یہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں وہ باطل ہیں اور

اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ

یہ کہ اللہ ہی برتر (اور) بزرگ ہے (۳) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ

تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ

اللہ ہی کے فضل سے کشتیاں دریا میں چلتی ہیں تاکہ وہ تم کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائے

(۱) مختصر انداز میں اللہ تعالیٰ کے صفات اور کمالات کا تصور اس طرح کرو کہ اگر روئے زمین کے سارے درختوں سے قلم تیار کئے جائیں اور سمندروں کے پانی کو سیاہی کے طور پر استعمال کیا جائے، بلکہ سات سمندر اور ملائے جائیں پھر ان سے اللہ تعالیٰ کے صفات و کمالات اور اس کی حمد و ثنا لکھی جائے تو یقین رکھو کہ سارے سمندر خشک ہو جائیں گے، سارے قلم گھس گھس کر ختم ہو جائیں گے اور سارے لکھنے والوں کے ہاتھ شل ہو جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ کی صفات میں دو صفتیں بہت جامع ہیں ایک قدرت اور دوسرے علم و حکمت۔ ان صفات کو پیش نظر رکھو تو بہت سے مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔

(۲) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے واقف نہیں ہیں، وہ انسانوں کے دوبارہ زندہ ہونے پر تعجب کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب انسانوں کا پہلی بار پیدا کرنا اور پھر دوبارہ پیدا کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص کا پیدا کرنا۔ اس کی شان یہ ہے کہ جوں ہی اس نے کسی چیز کا ارادہ فرمایا فوراً وہ چیز موجود ہو گئی۔

نیز اس کے لئے سب کے اعمال کا حساب کتاب لینا بھی آسان ہے کیونکہ وہ سب کی باتیں سنتا ہے اور سب کا حال جانتا ہے۔

(۳) کیا لوگ اللہ تعالیٰ کے اس انتظام کو نہیں دیکھتے کہ وہ ایک مقررہ ضابطہ کے مطابق رات اور دن کو گھٹاتا بڑھاتا رہتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی رات کا کچھ حصہ دن میں شامل ہو جاتا ہے اور کبھی دن کا کچھ حصہ رات میں داخل ہو جاتا ہے۔

ع ۳ ۱۱ ۱۲

نیز اس نے سورج اور چاند کو بھی ایک ضابطہ میں جکڑ دیا ہے کہ وہ قیامت تک اپنے اپنے دائرہ میں متحرک رہیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان بھی ہے کہ وہ لوگوں کے اعمال سے باخبر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ان سب صفات پر غور کرنے سے کیا یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور لوگ اس کے سوا جن چیزوں کی پوجا کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی سب سے بلند اور برتر ہے۔ جب حقیقت یہ ہے تو پھر اس کے سوا کون عبادت کا مستحق ہو سکتا ہے؟

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿٣١﴾ وَإِذَا

بلاشبہ اس میں ہر صبر کرنے والے (اور) شکر کرنے والے کے لئے نشانیاں ہیں (۱) اور جب

غَشِيَهُم مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ

(سمندر کی) موجیں سائبانوں کی طرح ان لوگوں کو گھیر لیتی ہیں تو وہ خالص اعتقاد کے ساتھ

لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّىٰهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ

اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو ان میں بعض اعتدال پر قائم رہتے ہیں

وَمَا يَجْحَدُ بِـَٔايَٰتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ ﴿٣٢﴾ يَٰٓأَيُّهَا

اور ہماری نشانیوں سے وہی شخص انکار کرتا ہے جو عہد شکن اور ناشکرا ہے (۲) اے

النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِي

لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو اور اس دن سے (بھی ڈرو) جس میں نہ تو کوئی

وَالِدٌ عَن وَلَدِهِۦ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن

باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ

وَالِدِهِۦ شَيْـًٔا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ

کام آئے گا بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے پس دنیا کی زندگی تم کو

الْحَيَوٰةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ﴿٣٣﴾

دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دغاباز (شیطان) تم کو اللہ کے بارے میں کسی طرح کا فریب دے (۳)

إِنَّ اللَّهَ عِندَهُۥ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ

بلاشبہ اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ

اور وہی جانتا ہے جو (حاملہ) کے پیٹ میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا

(۱) نیز یہ بھی دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام فرمایا ہے کہ بھاری بھاری جہاز طوفانی سمندروں کے سینوں کو چیرتے ہوئے چلے جاتے ہیں اور مسافروں کو اور تجارتی سامان کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل کرتے ہیں۔

دریا کے سفر میں صبر اور شکر دونوں کے موقعے پیش آتے ہیں۔ طوفان کے وقت صبر اور برداشت کی ضرورت پڑتی ہے اور جب جہاز صحیح سلامت کنارے پر جا لگے تو اللہ کے نیک بندے سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں۔

(۲) لوگوں کا یہ حال ہے کہ جب خوفناک موجیں جہاز کو اپنے دامن میں چھپا لیتی ہیں تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسی کو گڑگڑا کر پکارتے ہیں اور اس سے رحم و کرم کی التجا کرتے ہیں۔

لیکن جوں ہی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جہاز کو صحیح سلامت کنارے پر پہنچا دیتا ہے تو بہت تھوڑے اس حال پر قائم رہتے ہیں جو طوفان کے وقت تھا۔ ورنہ اکثر اللہ تعالیٰ کے احسانات کو بھلا کر بتوں کو پکارنے لگتے ہیں۔ ایسی حرکتیں وہی لوگ کرتے ہیں جو عہد شکن اور ناشکرے ہیں۔

(۳) بہرحال قرآن مجید کا پیغام یہی ہے کہ وہ لوگوں سے پکار پکار کر کہتا ہے کہ لوگو! اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو اس کی عظمت و جلال کو پیش نظر رکھو اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرو۔

ہمیشہ قیامت کے تصور کو پیش نظر رکھو، کیونکہ اس ڈر کر نفس کو قابو میں رکھنا آسان ہوتا ہے۔ قیامت کا دن ایسا سخت ہوگا کہ اس دن نفسی نفسی کا بازار گرم ہوگا اور کوئی کسی دوسرے کے کچھ کام نہ آسکے گا، یہاں تک کہ باپ بیٹے کی اور بیٹا باپ کی کچھ مدد نہ کر سکے گا۔

یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت کا دن ضرور آنے والا ہے۔ آدمی دنیا کے چند روز عیش میں پڑ کر اور شیطان کے بہکانے میں آکر قیامت سے غافل ہو جاتا ہے۔ اگر آدمی اپنی بھلائی چاہتا ہے تو شیطان دغاباز کے فریب سے بچے اور اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کر کے شیطان پر غالب آجائے۔

مَاذَا تَكۡسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌۢ بِاَیِّ

کہ وہ کل کیا عمل کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس

اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ﴿۳۴﴾

زمین میں مرے گا بلاشبہ اللہ ہی جاننے والا (اور) باخبر ہے (۱)

سُوۡرَةُ السَّجۡدَةِ مَكِّیَّةٌ (۳۲)

اٰیاتها ۳۰ رکوعاتها ۳

سورہ سجدہ مکہ میں نازل ہوئی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تَنۡزِیۡلُ الۡكِتٰبِ لَا رَیۡبَ فِیۡهِ مِنۡ رَّبِّ

الم اس بات میں کچھ شک نہیں کہ اس کتاب کا نازل کیا جانا سارے جہان کے پروردگار کی

الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲﴾ اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىهُ ۚ بَلۡ هُوَ الۡحَقُّ مِنۡ

طرف سے ہے کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس کو اپنے دل سے بنا لیا ہے (ہرگز نہیں) بلکہ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے

رَّبِّكَ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اَتٰىهُمۡ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ

برحق ہے تاکہ تم (اس کے ذریعہ) ان لوگوں کو ڈراؤ جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا

لَعَلَّهُمۡ یَهۡتَدُوۡنَ ﴿۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

کیا عجب ہے کہ وہ ہدایت پائیں (۲) وہ اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں

وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَهُمَا فِیۡ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی

اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان دونوں کے درمیان ہیں چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر

عَلَی الۡعَرۡشِ ؕ مَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیۡعٍ ؕ

جلوہ فرما ہوا (لوگو!) اس کے سوا نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ سفارش کرنے والا

منزل ۵

(۱) روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت ؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ بتاؤ قیامت کب آئے گی۔ اور میں نے زمین میں بیج ڈالا ہے، بتاؤ بارش کب ہوگی۔ اور میری عورت حاملہ ہے بتاؤ اس کے لڑکا پیدا ہوگا یا لڑکی۔ اور بتاؤ کہ میں کل کیا کام کروں گا اور یہ کہ میں کس زمین میں جا کر مروں گا؟

اس کے جواب کے لئے یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا کہ یہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا علم اللہ تعالےٰ کے سوا اور کسی کو نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کائنات کو
ع ۴ ۱۴ پیدا کیا ہے اور حکمت اور مصلحت کے لحاظ سے اس کا انتظام ٹھہرایا ہے۔ اس لحاظ سے ہر چیز اپنے مقررہ وقت پر ہوتی ہے۔ قیامت کب ہوگی، بارش کب آئے گی، فلاں شخص کہاں اور کب مرے گا وغیرہ۔ یہ باتیں عالم کے کلی انتظام سے متعلق ہیں۔ عام لوگوں کو ان باتوں کے علم سے کوئی فائدہ نہیں۔ جو بات لوگوں کے لئے فائدہ مند ہے وہ یہ ہے کہ وحی الٰہی نے خدا پرستی اور پرہیزگاری کا جو ضابطہ مقرر کر دیا ہے اس پر عمل کر کے اپنی زندگی کو کامیاب بنائیں۔

(۲) مکہ کے اطراف کے لوگ جب مکہ آتے اور آنحضرت کی رسالت کے بارے میں شہر والوں سے پوچھتے تو کفار قریش کہتے کہ بس ایک کتاب ہے جس کو محمد (صلعم) خود ہی بنا لیتے ہیں اور اس کو کلام الٰہی کہہ کر لوگوں کو سناتے اور بہکاتے ہیں۔

ان کمبختوں کی تنبیہ اور آنحضرت ؐ کی رسالت کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے فرمایا کہ اس بات میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ کتاب پروردگار عالم کی طرف سے آنحضرت ؐ پر نازل ہوئی ہے۔

جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اس کو آنحضرت ؐ نے بنا لیا ہے وہ کمبخت یہ نہیں سوچتے کہ پہلے تو یہ حقیقت سب جانتے ہیں کہ آپ پڑھے لکھے نہیں ہیں دوسرے یہ کہ عرب کا ماحول ایسا ہے کہ اس میں عیش پرست شاعر تو پیدا ہو سکتا ہے لیکن ایک معلم اخلاق اور مصلح انسانیت کی تربیت کا کوئی انتظام نہیں ہے۔

اگر لوگ قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اور اس کے مضامین کی حکمت و معنویت پر غور کریں تو ان پر حقیقت آشکارا ہو جائے کہ پروردگار عالم نے اپنے فضل سے قرآن مجید آنحضرت ؐ پر نازل فرمایا ہے تاکہ آپ عربوں کو پیغام حق سنائیں جن میں شاعر تو بہت پیدا ہوئے لیکن کوئی پیغمبر پیدا نہیں ہوا۔ غور کریں تو اس میں عربوں کے لئے بڑی فضیلت ہے کہ وہ وحی الٰہی کے پہلے مخاطب بنائے گئے۔ ان کو چاہیئے کہ خود ہدایت حاصل کریں اور پھر سارے عالم کو پیغام حق پہنچائیں۔

اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝۴ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ
کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے (۱) وہ آسمان سے لے کر زمین تک کے ہر کام کا

اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ
انتظام کرتا ہے پھر ہر کام اسی کے حضور میں ایک ایسے دن پہنچ جائے گا

مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝۵ ذٰلِكَ
جس کی مقدار تمھاری گنتی کے لحاظ سے ہزار برس ہوگی (۲) وہی

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۶ الَّذِيْۤ
پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا (اور) غالب (اور) رحم کرنے والا ہے (۳) جس نے

اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ
جو چیز بنائی خوب بنائی اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے

مِنْ طِيْنٍ ۝۷ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ
شروع کیا پھر اس کی نسل (انسانی جسم کے) خلاصے (یعنی نطفہ کے) حقیر پانی

مَّهِيْنٍ ۝۸ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ
سے بنائی پھر اس کے اعضا درست کئے اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمھارے

لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۹
کان اور آنکھیں اور دل بنائے مگر تم بہت کم شکر کرتے ہو (۴)

وَقَالُوْۤا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ
اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم زمین میں ملیا میٹ ہو جائیں گے تو کیا ہم نئے سرے سے

جَدِيْدٍ ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝۱۰ قُلْ
(پھر) پیدا ہوں گے بلکہ یہ لوگ اپنے پروردگار سے ملنے کے منکر ہیں (اے پیغمبر ان سے) کہہ دو

منزل ۵

(۱) جس پروردگار عالم کی طرف سے یہ قرآن مجید نازل ہوا ہے اس کی صفت سنو اور اس کی شان دیکھو کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمان و زمین اور ساری کائنات کو صرف چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا۔ یاد رکھو کہ اس کے حکم کے بغیر نہ تمھاری کوئی مدد کر سکتا ہے اور نہ سفارش۔ افسوس ہے کہ یہ حقیقت جاننے کے بعد بھی تم کچھ نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

واضح ہو کہ سورۂ اعراف میں اسی مضمون کی ایک آیت گزر چکی ہے۔ صفحہ ( ) میں اس کی تشریح ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے کائنات کو پیدا کیا اور عرش سے لے کر فرش تک ساری کائنات کا انتظام بھی وہی کرتا ہے۔ پھر قیامت کے دن جس کی مقدار ہمارے حساب سے ایک ہزار برس کی ہوگی، اس دنیا کا انتظام برخاست ہو کر سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کریں گے اور اس کے حضور میں پیش ہوں گے۔

واضح ہو کہ اس آیت کا مطلب یوں بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہزار سال کے انتظام کے احکام فرشتوں کو دیتا ہے اور یہ ہزار سال عالم بالا کے حساب سے ایک دن ہوتا ہے۔ جب یہ بات پوری ہو جاتی ہے تو پھر آئندہ ایک ہزار سال کے لئے احکام فرشتوں کو مل جاتے ہیں۔ اسی طرح قیامت تک ہوتا رہے گا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو پیدا کیا ہے اور عرش سے لے کر فرش تک وہی سب کا انتظام کرتا ہے۔ یہ بات اس کے لئے بہت آسان ہے کیونکہ اس کا علم بہت وسیع ہے اور وہ ہر ظاہر اور پوشیدہ بات کو جانتا ہے۔ نیز یہ کہ وہ سب پر غالب ہے اور اس کا حکم سب پر چلتا ہے۔

غالب ہونے کے ساتھ ساتھ وہ رحیم بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے ہر حکم میں بندوں کے لئے رحمت کا پہلو ہوتا ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت کا تقاضا یہ ہوا کہ اس نے کائنات کی جو چیز بنائی خوب بنائی۔ کائنات میں سب سے مکمل مخلوق انسان ہے۔ انسان خود اپنی تخلیق پر غور کرے کہ اس کا آغاز مٹی سے ہوا یعنی آدم کا پتلا مٹی سے بنایا۔ پھر انسانوں کی پیدائش کا سلسلہ اس حقیر پانی سے رکھا جو انسانی جسم کا خلاصہ ہے۔ اس کی قدرت دیکھو کہ اس حقیر پانی کی پرورش کر کے اس سے ایک توانا انسان بنا کر کھڑا کر دیا۔ پھر اس میں اپنی روح پھونک کر اس کو کمالات سے بھر دیا کہ اس میں سننے، دیکھنے اور سوچنے سمجھنے کی قوتیں جاگ اٹھیں ـــــ افسوس کہ غافل انسان اس طرح نہیں سوچتا اور اللہ تعالیٰ کا حق نہیں پہچانتا اور اس کی دی ہوئی قوتوں کا صحیح استعمال نہیں کرتا۔

يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ
کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے پھر تم
اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ⑪ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ
اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے (۱) اور (اے پیغمبر!) تم تعجب کرو گے جب دیکھو گے کہ گنہگار
نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا
اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکائے ہوں گے (اور کہیں گے کہ) اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا
وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ⑫ وَلَوْ
اور سن لیا پس تو ہم کو (دنیا میں) واپس بھیج دے تاکہ ہم نیک عمل کریں بیشک ہم یقین کرنے والے ہیں (۲) اور اگر
شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ
ہمیں منظور ہوتا تو ہم ہر شخص کو اس کی ہدایت عنایت کرتے لیکن میری طرف سے
الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ
یہ بات قرار پا چکی ہے کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے
اَجْمَعِیْنَ ⑬ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ
بھر دوں گا (۳) تو (اللہ کافروں سے فرمائے گا کہ) اب عذاب کے مزے چکھو اس لئے کہ تم نے اس دن کے آنے کو بھلا دیا تھا
اِنَّا نَسِیْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ
آج ہم نے بھی تم کو بھلا دیا اور جو کام تم کرتے تھے ان کی سزا میں ہمیشہ کے عذاب کے
تَعْمَلُوْنَ ⑭ اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا
مزے چکھتے رہو (۴) بلاشبہ ہماری آیتوں پر تو وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان آیتوں کے ذریعہ نصیحت
بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ
کی جاتی ہے تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ

(۱) بعض لوگ تعجب سے کہتے ہیں کہ جب ہم مٹی میں رل مل جائیں گے تو کیا پھر از سر نو زندہ کئے جائیں گے۔

یہ لوگ دوبارہ زندہ ہونے میں شک کرتے ہیں بلکہ اس کے منکر ہی ہیں۔

ایسے لوگوں سے کہو کہ بیشک تمہارا بدن مٹی میں رل مل جاتا ہے لیکن جان تو وہ فرشتہ لے جاتا ہے جو اس کام کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ اب غور کرو کہ تمہارا دوبارہ پیدا ہونا اور اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا کیا مشکل ہے۔

ع ١١
١٤

(۲) کافروں کی تنبیہ کے لئے قیامت کا ایک ہولناک منظر پیش کیا ہے کہ جب یہ مجرم اپنے پروردگار کے حضور میں سر جھکائے حاضر ہوں گے تو کہیں گے کہ پروردگار! ہمارے کان اور آنکھیں کھل گئیں اور ہم نے دیکھ لیا کہ پیغمبر جو کچھ کہتے تھے وہی حق ہے۔ اب ہم تیری سب باتوں پر یقین کرتے ہیں۔ ہم کو دنیا میں پھر بھیج دے۔ ہم ضرور نیک عمل کریں گے اور اچھے آدمی بن کر رہیں گے۔

(۳) ان کو جواب دیا جائے گا کہ اب تمہارا دوبارہ دنیا میں جانا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اول تو اس بات کا کیا یقین ہے کہ تم پھر سرکشی نہ کرو گے۔

دوسرے یہ کہ یہ بات ہمارے ازلی فیصلہ کے خلاف ہے۔ دیکھو: اگر ہمیں سارے انسانوں کو ہدایت پر رکھنا منظور ہوتا تو ہم ضرور ایسا کر سکتے تھے لیکن ہم نے لوگوں کو مجبور نہیں کیا بلکہ ان کو آزادی بخشی کہ جو راستہ چاہیں سوچ سمجھ کر اختیار کریں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگ راہ حق سے بھٹک گئے اور انھوں نے اپنے کو دوزخ کا مستحق ٹھہرا لیا۔ اب ان پر فیصلہ الٰہی ضرور جاری ہوگا۔

(۴) دیکھو: جس طرح تم نے ہمارے پیغام کو بھلا یا تھا اور اس دن کو بھلایا تھا، اسی طرح آج ہم بھی تم کو بھلا دیتے ہیں اور اپنی رحمت سے دور کر دیتے ہیں۔

اب اپنے کرتوتوں کی پاداش میں ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو۔

لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۩ ﴿١٥﴾ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ
تکبر نہیں کرتے ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں (اور)
يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ز وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿١٦﴾
وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں
فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ج
کوئی شخص کو خبر نہیں کہ ایسے لوگوں کے لئے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے
جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٧﴾ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا
یہ ان اعمال کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے (۱) بھلا جو شخص مومن ہو کیا وہ اس
كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ط لَا يَسْتَوٗنَ ﴿١٨﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو نافرمان ہو وہ برابر نہیں ہو سکتے جو لوگ ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ز نُزُلًاۢ بِمَا
اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لئے (ہمیشہ) رہنے کے باغ ہیں یہ مہمانی ان کاموں کا
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ
صلہ ہے جو وہ کرتے تھے اور جنہوں نے نافرمانی کی ان کا ٹھکانا
النَّارُ ط كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا
دوزخ ہے اور جب کبھی چاہیں گے کہ اس میں سے نکل بھاگیں تو پھر اسی میں لوٹائے جائیں گے
وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ
اور ان سے کہا جائے گا کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھوٹ سمجھتے تھے اس کے
تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى
مزے چکھو (۲) اور بلاشبہ ہم ان کو قیامت کے بڑے عذاب کے سوا (دنیا کے)

(۱) سرکشوں اور نافرمانوں کے مقابلے میں ایمان والوں کا حال یہ ہے کہ جب وہ قرآن مجید کی آیتیں سنتے ہیں تو ان پر رقت طاری ہوتی ہے اور وہ اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد وثنا کرتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے ہیں۔

اندھیری راتوں میں نرم نرم بستر چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، تہجد کی نماز پڑھتے ہیں، اپنے پروردگار کو یاد کرتے ہیں، اس کے عذاب سے ڈرتے بھی ہیں اور اس کی رحمت کی امید بھی رکھتے ہیں۔ جو مال اللہ تعالیٰ نے ان کو بخشا ہے اس میں سے نیک کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔

ایسے مخلص اور نیک بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو جو نعمتیں چھپا رکھی ہیں ان کو کون جان سکتا ہے مختصر یہ کہ وہ نعمتیں ایسی ہوں گی کہ ان کے دیکھنے ہی سے آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔

(۲) ایمان دار اور بے ایمان برابر نہیں ہو سکتے اور دونوں کا انجام ایک سا نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہو تو بڑا اندھیر ہو جائے۔ یاد رکھو کہ خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں ہے۔

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے بہشت کے باغوں میں ان کو ٹھیرایا جائے گا اور وہاں طرح طرح کی نعمتوں سے ان کی مہمان نوازی کی جائے گی۔

اور جن لوگوں نے پیغام حق سے سرکشی کی ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ جب وہ اس میں سے نکل بھاگنے کی کوشش کریں گے تو فرشتے ان کو پکڑ کر اسی میں ڈال دیں گے اور ان سے کہیں گے کہ بھاگتے کیوں ہو؟ جس عذاب کو تم جھٹلاتے تھے اس کا مزہ چکھو۔

دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَنْ
تھوڑے عذاب کا بھی مزہ چکھائیں گے شاید وہ ہماری طرف رجوع کریں اور اس شخص سے
اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ
بڑھ کر ظالم کون ہوگا جس کو اس کے پروردگار کی آیتوں کے ذریعہ نصیحت کی جائے تو وہ ان سے منہ پھیر لے
اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿٢٢﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى
ہم گنہگاروں سے ضرور بدلا لینے والے ہیں (۱) اور بیشک ہم نے موسیٰ کو
الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ
کتاب دی تو تم اس کے ملنے میں کچھ شک نہ کرو اور ہم نے اس کتاب کو
هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٢٣﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً
بنی اسرائیل کے لئے (موجب) ہدایت بنایا اور ان میں سے ہم نے پیشوا بنائے تھے
يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا
جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے جب وہ صبر کرتے تھے اور ہماری آیتوں پر
يُوْقِنُوْنَ ﴿٢٤﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
یقین رکھتے تھے (اے پیغمبر) بلاشبہ تمہارا پروردگار ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے
فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٢٥﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ
ان میں قیامت کے دن فیصلہ کردے گا (۲) کیا ان کو اس بات سے ہدایت نہیں
اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ
ہوئی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کردیا جن کے رہنے کے مقامات میں
مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٢٦﴾
یہ لوگ چلتے پھرتے ہیں بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں تو کیا یہ لوگ سنتے نہیں (۳)

(۱) کافروں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ آخرت کے سخت عذاب کے علاوہ دنیا میں بھی قحط، بیماری، قتل و غارت وغیرہ طرح طرح کے عذابوں کا مزہ ان کو چکھایا جائے گا تاکہ سرکشی سے باز آئیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ بڑے ہی ظالم اور ناانصاف ہیں کہ ان کا پروردگار ہدایت کے لئے اپنا پیغام بھیجتا ہے اور رسولؐ اس کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں، لیکن یہ بدنصیب اس سے اعراض کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے منہ موڑ کر اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں۔

ع ٢ ١١ ١٥

جب ان کا ظلم اتنا نمایاں اور سخت ہے تو پھر کیوں خدا کے عذاب کا کوڑا حرکت میں نہ آئے اور ان سے انتقام نہ لے؟

(۲) آنحضرتؐ اور ایمان والوں کی تسلی کے لئے فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر تورات نازل کی تھی جو بنی اسرائیل کے لئے سراسر ہدایت تھی، اسی طرح آنحضرتؐ پر بھی قرآن مجید نازل فرمایا ہے جس سے ایمان والے ہدایت اور روشنی حاصل کرتے ہیں۔

اور جس طرح بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے دین کے بڑے بڑے پیشوا پیدا کئے جو صبر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کی طرف لوگوں کو بلاتے تھے، اسی طرح مسلمانوں میں بھی اللہ تعالیٰ بڑے بڑے امام اور پیشوا پیدا کرے گا جو مخلوقِ خدا کو سچائی اور نیکی کا راستہ دکھائیں گے۔

لیکن جو لوگ اختلاف کھڑا کریں گے اور دینِ حق کو چھوڑ کر اپنا راستہ الگ نکالیں گے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان باتوں کا فیصلہ فرمادے گا جن میں یہ لوگ اختلاف کرتے تھے۔

(۳) آخری فیصلہ تو قیامت کے دن ہوگا لیکن اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے سرکشوں کو سزائیں دی ہیں جن کے کھنڈرات پر سے عربوں کے قافلے گزرتے ہیں۔ تعجب ہے کہ یہ لوگ ان کے کھنڈرات کو دیکھ کر اور ان کے حالات کو سن کر عبرت نہیں حاصل کرتے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ

کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم خشک زمین کی طرف پانی پہنچاتے ہیں

فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ

پھر اس کے ذریعہ سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جس میں سے ان کے چوپائے بھی کھاتے ہیں اور وہ خود بھی کھاتے ہیں

اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ

تو کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں اور یہ لوگ (ایمان والوں سے) کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو (بتاؤ کہ) یہ

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ

فیصلہ کب ہوگا (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ فیصلے کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا کچھ

كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعْرِضْ

فائدہ نہ دے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی تو ان سے

عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

منہ پھیر لو اور انتظار کرو یہ بھی انتظار کر رہے ہیں (۱)

سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ (۳۳)

آیاتہا ۷۳ — رکوعاتہا ۹

سورۂ احزاب (۲) مدینہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ؕ

اے پیغمبر! اللہ سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ ماننا

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱﴾ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ

بیشک اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے اور اس حکم کی پیروی کرنا جو تمہارے پروردگار کی طرف سے

(۱) قریش قیامت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ آخر وہ فیصلہ کا دن کب آئے گا اس کے آنے میں دیر کیوں ہو رہی ہے؟ ان کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بختو! اس دن کے لئے جلدی مت کرو۔ وہ دن ضرور آئے گا۔ اور جب تم اس دن کو دیکھو گے تو ایمان لاؤ گے۔ لیکن اس دن کا ایمان لانا کچھ فائدہ نہ دے گا اور نہ مجرموں کو مہلت دی جائے گی۔

سورت کے آخر میں آنحضرتؐ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ان کی باتوں کی پروا مت کرو اور خدائی فیصلہ کا انتظار کرو۔ آخر وہ بھی تو اپنے خیال میں فیصلے کا انتظار کر رہے ہیں۔ معلوم ہو جائے گا کہ انجام کس کے حق میں بہتر ہوا۔

(۲) سورت کے دوسرے اور تیسرے رکوع میں جنگِ احزاب کے چند واقعات کا ذکر ہے، اسی سے اس کا نام سورۂ احزاب ہے۔ احزاب 'حزب' کی جمع ہے جس کے معنی جماعت کے ہیں۔ اس جنگ میں بہت سی جماعتیں مدینہ پر حملہ آور ہوئی تھیں۔

جنگِ احزاب یا جنگِ خندق کا مختصر بیان یہ ہے۔ مدینہ سے مشرقی جانب یہودیوں کا ایک طاقتور قبیلہ آباد تھا جس کا نام بنی نضیر تھا۔ ان کا ایک قلعہ بھی تھا۔ شروع میں آنحضرتؐ نے ان سے صلح کی اور جنگ نہ کرنے کا عہد کیا۔ لیکن یہ لوگ چھپ چھپ کر مکہ کے قریش سے ملتے تھے اور مسلمانوں کے خلاف تدبیریں کرتے تھے۔ آخر کار آنحضرتؐ نے موقع پا کر ان کو مدینہ سے نکال دیا۔

ع ۳ ۸ ۱۶
مدینے سے نکلنے کے بعد ان کے سرداروں نے سارے عرب میں آگ لگا دی اور قریش اور دوسرے قبائل عرب کو جمع کر کے تقریباً بارہ ہزار لشکر کے ساتھ مدینہ کا رُخ کیا۔

آنحضرتؐ کے ساتھ صرف تین ہزار کی جمعیت تھی جس میں منافق بھی تھے۔ آپؐ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمانؓ فارسی نے مدینہ کے اطراف خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ فوراً کام شروع ہو گیا جس میں صحابہؓ کے ساتھ ساتھ خود آنحضرتؐ بھی برابر کے شریک تھے۔ اس موقع پر یہ نوبت بھی آئی کہ آپؐ کو اپنے شکمِ مبارک پر تین پتھر باندھنے پڑے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے دشمن کے پہنچنے سے پہلے خندق تیار ہو گئی۔ عورتوں اور بچوں کو چند مضبوط مکانوں میں محفوظ کر دیا گیا اور سارے صحابہؓ دشمن کو روکنے کے لئے خندق پر سینہ سپر ہو گئے۔ دشمن نے بار بار کوشش کی اور تیر اندازی کر کے مسلمانوں کو خندق سے پیچھے ہٹانا چاہا لیکن ادھر سے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا گیا۔ ایک جگہ خندق کی چوڑائی کم تھی۔ ایک دن دشمن نے اس طرف حملہ کیا اور عمرو بن عبدوُدّ جو قریش کا سب سے بڑا بہادر آدمی تھا، گھوڑا کدا کر اس پار ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے بڑھ کر ذوالفقار کا ہاتھ مارا جس سے وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

الغرض تقریباً ایک مہینے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک رات ایسی سخت آندھی چلی کہ دشمن کے خیمے اکھڑ گئے۔ گھوڑے رسیاں تڑا کر بھاگ گئے اور لشکر میں سخت افراتفری مچ گئی۔ آخر کار مایوس اور رسوا ہو کر حملہ آوروں نے محاصرہ اٹھا دیا اور غصے سے دانت پیستے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بغیر سخت کشت و خون کے کامیابی عطا فرمائی۔

مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ ②

تمہاری طرف وحی کے ذریعہ بھیجا جاتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو بلاشبہ اللہ اس سے باخبر ہے

وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ③ مَا جَعَلَ

اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ ہی کارساز کافی ہے (۱) اللہ نے

اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ

کسی شخص کے پہلو میں دو دل نہیں رکھے اور نہ تمہاری

اَزْوَاجَكُمُ الّٰۗـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا

عورتوں کو جن کو تم ماں کہہ بیٹھتے ہو تمہاری مائیں بنایا اور نہ

جَعَلَ اَدْعِيَاۗءَكُمْ اَبْنَاۗءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ

تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے (اصلی) بیٹے بنایا یہ سب تمہارے منہ کی باتیں

بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ④

ہیں اور اللہ سچی بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے (۲)

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَاۗىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ

(اے ایمان والو) اپنے منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپوں کے نام سے پکارا کرو کہ اللہ کے نزدیک پورے انصاف کی بات یہی ہے اگر

لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ

تم ان کے باپوں کے نام نہ جانتے ہو تو وہ دین میں تمہارے بھائی اور دوست ہیں

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا

اور جو بات تم سے غلطی سے ہو گئی ہو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں اور لیکن جو دل کے

تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑤

ارادے سے کرو (اس پر بازپرس ہوگی) اور اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۳)

(۱) سرداران قریش اور منافق آنحضرتؐ کے بڑے سخت دشمن تھے طرح طرح کی ترکیبیں کرکے آپؐ کو اسلام اور اس کی تبلیغ سے روکنا چاہتے تھے کبھی لالچ دیتے تھے اور کبھی ڈراتے تھے۔

ان آیتوں سے آنحضرتؐ کے قلب مبارک کو تسلی اور قوت حاصل ہوئی۔ نیز سرداران قریش اور منافقوں پر واضح ہوگیا کہ آنحضرتؐ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں اور آپؐ ایک انچ بھی اپنے مقام سے نہیں ہٹیں گے۔

(۲) حضرت زیدؓ بن حارثہ حضرت خدیجہؓ کے غلام تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے ان کو آنحضرتؐ کو دے دیا تھا۔ آپؐ نے ان کو آزاد کردیا اور متبنیٰ بنالیا۔ پھر آپؐ نے حضرت زیدؓ کا نکاح حضرت زینبؓ سے کردیا تھا جو آپؐ کی پھوپی زاد بہن تھیں۔ پھر حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی۔ تو خود آنحضرتؐ نے ان سے نکاح کرلیا۔ اس پر منافق اور بعض دوسرے لوگ باتیں بنانے لگے کہ اپنے متبنیٰ کی بیوی سے نکاح کرلیا۔

جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو ماں کہدیا تو وہ اس کی بیوی نہیں رہتی تھی۔ اسی طرح اگر کسی کو بیٹا کہدیا تو وہ حقیقی بیٹے کے برابر سمجھا جاتا تھا۔

قرآن مجید نے ان دونوں باتوں کو تسلیم نہیں کیا۔ بیوی کو ماں کہنے کا حکم سورۂ تحریم میں ہے۔ منہ بولے بیٹے کا حکم یہاں یوں بیان فرمایا کہ جس طرح ایک آدمی کے سینے میں دو دل نہیں ہوتے اسی طرح کسی کو بیٹا بولنے سے وہ بیٹا نہیں ہوجاتا۔

(۳) عربوں میں یہ بھی رواج تھا کہ لے پالک کو اصلی باپ کی طرف نسبت بھی نہیں کرتے تھے۔ مثلاً حضرت زیدؓ کو زیدؓ بن حارثہ نہیں بلکہ زیدؓ بن محمد (صلعم) کہتے تھے۔

قرآن مجید نے اس کو بھی منع فرمایا اور حکم دیا کہ انصاف کی بات یہ ہے کہ لے پالک کو اس کے اصلی باپ کی طرف نسبت کرکے پکارو۔ مثلاً زیدؓ بن حارثہ کہو۔

اور اگر اصلی باپ کا نام معلوم نہ ہو تو بھائی اور دوست کہو۔ جان بوجھ کر حکم کی خلاف ورزی نہ کرو۔ باقی بھول چوک ہوجائے تو اللہ تعالیٰ سے معافی کی امید رکھو کیونکہ وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَ
پیغمبر مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور

اَزۡوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمۡ ؕ وَ اُولُوا الۡاَرۡحَامِ بَعۡضُہُمۡ اَوۡلٰی
پیغمبر کی بیویاں ان کی مائیں ہیں (۱) اور رشتہ دار اللہ کی کتاب کی رو سے

بِبَعۡضٍ فِیۡ کِتٰبِ اللّٰہِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُہٰجِرِیۡنَ
بہ نسبت مسلمانوں اور مہاجروں کے آپس میں زیادہ حق رکھتے ہیں

اِلَّاۤ اَنۡ تَفۡعَلُوۡۤا اِلٰۤی اَوۡلِیٰٓئِکُمۡ مَّعۡرُوۡفًا ؕ کَانَ ذٰلِکَ
مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ احسان کرنا چاہو یہ حکم اللہ کی

فِی الۡکِتٰبِ مَسۡطُوۡرًا ﴿۶﴾ وَ اِذۡ اَخَذۡنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ
کتاب میں لکھا ہوا ہے (۲) اور (اس وقت کو یاد کرو) جبکہ ہم نے پیغمبروں سے

مِیۡثَاقَہُمۡ وَ مِنۡکَ وَ مِنۡ نُّوۡحٍ وَّ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ مُوۡسٰی
ان کا عہد لیا اور تم سے بھی اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ

وَ عِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ ۪ وَ اَخَذۡنَا مِنۡہُمۡ مِّیۡثَاقًا غَلِیۡظًا ۙ﴿۷﴾
اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے بھی اور ہم نے عہد بھی ان سے پکا لیا

لِّیَسۡـَٔلَ الصّٰدِقِیۡنَ عَنۡ صِدۡقِہِمۡ ۚ وَ اَعَدَّ لِلۡکٰفِرِیۡنَ
تاکہ اللہ سچ بولنے والوں سے ان کی سچائی کے بارے میں دریافت کرے اور اس نے کافروں کے لئے

عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿۸﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ
دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے (۳) اے ایمان والو! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے

عَلَیۡکُمۡ اِذۡ جَآءَتۡکُمۡ جُنُوۡدٌ فَاَرۡسَلۡنَا عَلَیۡہِمۡ رِیۡحًا
اس وقت کی جبکہ فوجیں تم پر (حملہ کرنے کو) آئیں تو ہم نے ان پر ہوا بھیجی

(۱) آنحضرت سے ایمان ملا، اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل ہوئی، دنیا اور آخرت کی کامیابی ملی۔ اس لئے ایمانداروں کے جان و مال میں آپ کا حق خود ان کے اپنے نفسوں سے بھی زیادہ ہے اور وہ اپنی جان و مال آپ پر قربان کرتے ہیں۔

اس مشہور حدیث شریف سے اس آیت کی تفسیر ہوتی ہے کہ آپ نے ایمان والوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ بیٹے اور سب آدمیوں بلکہ خود اس کی جان سے بھی بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

چونکہ آپ روحانی باپ ہیں، اس لئے آپ کی ازواج مطہرات ایمان والوں کی مائیں ہیں۔

(۲) مدینہ شریف میں مہاجرین بے سر و سامان تھے اس لئے آنحضرت نے مہاجرین اور انصار میں بھائی چارہ کرا دیا تھا یہاں تک کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے تھے۔

پھر کچھ مدت کے بعد جب مہاجرین کے رشتہ دار بڑی تعداد میں مسلمان ہو گئے تو حکم دیا کہ آدمی کے اپنے رشتہ دار وراثت کے زیادہ حقدار ہیں۔ ہاں اگر کوئی اپنے بھائی کے ساتھ سلوک کرنا چاہے تو وصیت کے ذریعے کر سکتا ہے۔ یاد رکھو کہ قرآن مجید میں اب یہی حکم جاری رہے گا اور تورات میں یا لوح محفوظ میں یہی حکم لکھا ہوا تھا۔

(۳) پیغمبروں کی عظمت لوگوں کے دل نشین کرنے کے لئے ان کے کام کی اہمیت بیان فرماتا ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ نے عہد لیا اور ان پر یہ ذمہ داری رکھی کہ مصیبتیں جھیل کر اور جان جوکھوں میں ڈال کر پیغام حق لوگوں کو پہنچائیں اور آپس میں ایک دوسرے کی تائید کریں۔

ع ۸ / ۱۷

پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ پیغمبروں نے پیغام حق ٹھیک ٹھیک پہنچایا یا نہیں، اور کس کس نے سچائی کا پیغام قبول کیا اور کس کس نے انکار کیا۔ پھر پیغمبروں اور ان کی لائی ہوئی سچائی کے ماننے والوں کو ان کے ایمان و عمل کا اچھا بدلا ملے گا اور انکار کرنے والوں کو ان کی سرکشی کی سزا بھگتنا پڑے گی۔

وَّجُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرًا ۚ﴿۹﴾
اور ایسے لشکر (نازل کئے) جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے اور جو کام تم کرتے تھے اللہ ان کو دیکھ رہا تھا (۱)
اِذۡ جَآءُوۡكُمۡ مِّنۡ فَوۡقِكُمۡ وَمِنۡ اَسۡفَلَ مِنۡكُمۡ وَاِذۡ
جب وہ تمہارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر چڑھ آئے اور جب
زَاغَتِ الۡاَبۡصَارُ وَبَلَغَتِ الۡقُلُوۡبُ الۡحَـنَـاجِرَ وَتَظُنُّوۡنَ
آنکھیں پھر گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ کے بارے میں
بِاللّٰهِ الظُّنُوۡنَا ﴿۱۰﴾ هُنَالِكَ ابۡتُلِىَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَزُلۡزِلُوۡا
طرح طرح کے گمان کرنے لگے اس وقت ایمان والے آزمائش میں ڈالے گئے اور سخت طور
زِلۡزَالًا شَدِيۡدًا ﴿۱۱﴾ وَاِذۡ يَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ
پر ہلائے گئے (۲) اور جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں
فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗۤ
بیماری تھی کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول نے تو ہم سے محض دھوکے کا
اِلَّا غُرُوۡرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذۡ قَالَتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ يٰۤاَهۡلَ
وعدہ کیا تھا (۳) اور جب ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ اے
يَثۡرِبَ لَا مُقَامَ لَـكُمۡ فَارۡجِعُوۡا ۚ وَيَسۡتَاۡذِنُ فَرِيۡقٌ
مدینہ والو! یہاں تمہارے ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں (بہتر یہ ہے کہ) تم لوٹ جاؤ اور ان میں سے ایک
مِّنۡهُمُ النَّبِىَّ يَقُوۡلُوۡنَ اِنَّ بُيُوۡتَنَا عَوۡرَةٌ ۛؕ وَمَا هِىَ
گروہ نے پیغمبر سے اجازت مانگی اور کہا کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں حالانکہ وہ کھلے
بِعَوۡرَةٍ ۛۚ اِنۡ يُّرِيۡدُوۡنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ وَلَوۡ دُخِلَتۡ
نہیں تھے وہ صرف بھاگنا چاہتے تھے (۴) اور اگر مدینہ کے

(۱) اس رکوع سے جنگ احزاب کا ذکر شروع ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنا احسان عظیم یاد دلایا ہے کہ جب عرب اور یہودی مل کر بارہ ہزار کا لشکر جمع کر کے مدینہ پر چڑھ آئے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ آج اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ کر دیں گے تو ایسے نازک وقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ ظاہر میں ایک سخت آندھی بھیجی جس سے کفار کے خیمے اکھڑ گئے اور لشکر پریشان ہو گئے، اور پوشیدہ طور پر فرشتوں کو بھیجا جن کو کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

اس وقت مسلمانوں نے ہمت اور جوانمردی کے جو جو کام کئے ان سب کو اللہ تعالیٰ نے دیکھا اور پسند فرمایا۔ اسی لئے اس نے غیبی مدد بھی بھیجی۔

(۲) عربوں اور یہودیوں کے قبیلے ہر طرف سے زغہ کر کے مدینہ پر چڑھ آئے تھے، بلندی کی طرف سے بھی اور نشیب کی طرف سے بھی حملہ آوروں کی کثرت دیکھ کر لوگوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور کلیجے منہ کو آ لگے۔ دہشت کے مارے مسلمانوں کے دلوں میں بھی طرح طرح کے خطرات پیدا ہونے لگے۔ الغرض اس دن مسلمان سخت آزمائش میں ڈالے گئے تھے اور بڑے زور سے جھنجوڑے گئے تھے۔

(۳) خندق کھودتے وقت کدال لگنے سے کئی بار آگ کا شرارہ نکلا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس آگ کی روشنی میں مجھ کو فارس اور روم و شام کے محل دکھائے گئے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح ہو جائیں گے۔

جب دشمن کی کثرت کی خبر آئی تو منافق اس پیشین گوئی کا مذاق اڑانے لگے کہ دشمن کے نرغے میں ہیں۔ کل تک کی خبر نہیں کہ کیا ہوتا ہے۔ فارس و روم کی فتح کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ یہ دھوکا نہیں تو اور کیا ہے؟

(۴) مخلص مسلمان سر ہتھیلیوں پر رکھ کر میدان میں ڈٹے ہوئے تھے۔ ان کو ڈرانے کے لئے بعض منافق کہنے لگے کہ یہاں ٹھہرنے کا موقع نہیں ہے۔ یہاں ٹھہرنا موت کے مع منہ میں جانا ہے۔ اسی میں خیر ہے کہ اپنے اپنے گھروں کو بھاگ کر چھپ جاؤ۔

اور بعض منافق بے غیرت بن کر آنحضرتؐ سے گھر جانے کی اجازت مانگتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں۔ ان میں صرف عورتیں اور بچے ہیں۔ کوئی مرد ان کی حفاظت کے لئے نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ چور یا دشمن گھس پڑیں اور لوٹ لے جائیں۔
لیکن حقیقت یہ تھی کہ ان کے گھر غیر محفوظ نہ تھے بلکہ وہ بے ایمان میدان جنگ سے بھاگنے کا بہانہ ڈھونڈ رہے تھے۔

عَلَيْهِم مِّنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا

اطراف سے ان پر کوئی آ گھسے پھر ان سے فساد کرنے کے لئے کہا جائے تو (فوراً) لڑائی کرنے

وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا ۝ وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا

لگیں اور گھروں میں بہت کم ٹھہریں حالانکہ یہی لوگ پہلے اللہ سے عہد

اللَّهَ مِن قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ

کرچکے تھے کہ پیٹھ نہیں پھیریں گے اور اللہ سے جو عہد کیا جاتا ہے اس کی

مَسْئُولًا ۝ قُل لَّن يَنفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُم مِّنَ

ضرور پرسش ہوگی (۱) (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ اگر تم مرنے یا مارے جانے سے بھاگتے ہو تو بھاگنا

الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَّا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝

تم کو فائدہ نہ دے گا اور اس وقت تم بہت ہی کم فائدہ اٹھاؤ گے (۲)

قُلْ مَن ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُم مِّنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ

(اے پیغمبر ان سے یہ بھی) کہدو کہ اگر اللہ تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو کون تم کو اس سے

سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۚ وَلَا يَجِدُونَ لَهُم مِّن

بچا سکتا ہے یا اگر تم پر مہربانی کرنی چاہے (تو کون اس کو روک سکتا ہے) اور یہ لوگ

دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ

اللہ کے سوا کسی کو نہ اپنا دوست پائیں گے اور نہ مددگار　اللہ تم میں سے ان لوگوں کو بھی جانتا

الْمُعَوِّقِينَ مِنكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا ۖ

ہے جو (دوسروں کو) منع کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس چلے آؤ (۳)

وَلَا يَأْتُونَ الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۖ

اور لڑائی میں بہت کم حاضر ہوتے ہیں (اور) تمہارے بارے میں بخل کرتے ہیں

(۱) اسلام کی مدد کرنے اور کافروں سے لڑنے میں تو ان منافقوں کا یہ حال ہے لیکن اگر مدینہ کے اطراف سے دشمن ٹوٹ پڑے اور ان منافقوں سے فساد برپا کرنے اور مسلمانوں سے لڑنے کے لئے کہے تو یہ بے ایمان فوراً آمادہ ہو جائیں گے اور فساد کی آگ میں کود پڑیں گے۔

حالانکہ جنگ احد کے بعد ان مکاروں نے وعدہ کیا تھا کہ اگر اب کافروں سے مقابلہ کی نوبت آئی تو ہم پیٹھ نہ دکھائیں گے اور مسلمانوں کے ساتھ ہو کر خوب جنگ کریں گے لیکن آج ان کے وعدے کی حقیقت معلوم ہو گئی۔ یہ بے ایمان خوب سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا جائے اس کی بازپرس ہوگی۔

(۲) موت کا فلسفہ سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ موت سے بھاگنا کچھ دانشمندی نہیں ہے۔ اگر موت کا وقت نہیں آیا ہے تو اس سے ڈرنا فضول ہے۔ دیکھتے نہیں کہ ہزاروں آدمی تلواریں اور گولیاں کھا کر بھی میدان جنگ سے زندہ واپس ہوتے ہیں لیکن اگر وقت آگیا ہے تو کہیں بھی جا کر چھپو بچ نہیں سکتے۔ میدان جنگ میں نہ مرے تو کیا قیامت تک زندہ رہنا کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ تھوڑے دن مزے اڑانے کے بعد پھر سب کے لئے وہی راستہ ہے۔

(۳) علاوہ اس کے یہ کہ اللہ تعالیٰ کو سمجھو اور اس کی قدرت سے غافل مت ہو۔ اگر وہ تم کو نقصان پہنچانا چاہے تو کون ہے جو اس سے تم کو بچا سکے۔ اور اگر وہ تم پر مہربانی کرے تو کون ہے جو تم کو اس کی رحمت سے محروم کر سکے۔

یاد رکھو کہ اس کے سوا تمہارا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ہے۔ ذرا سوچو تو کہ اس کے پیغمبر کا ساتھ چھوڑ کر کس کے پاس پناہ لوگے۔

ایک صحابیؓ کسی ضرورت سے گھر گئے وہاں دیکھا کہ ان کا بھائی بیٹھا عمدہ کھانا کھا رہا ہے۔ ان صحابی نے دیکھتے ہی کہا کہ افسوس تم پر کہ آنحضرتؐ تو بھوکے پیاسے میدان جنگ میں ہیں اور تم گھر میں بیٹھے مزے کر رہے ہو۔ اس نے گستاخی سے جواب دیا کہ تم بھی میرے ساتھ گھر میں بیٹھو اور مزے کرو۔ وہاں جا کر اپنی جان کو کیوں مصیبت میں ڈالتے ہو۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس کے ذریعے پست ہمت اور گستاخ لوگوں کو تنبیہ کی گئی۔

فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ تَدُوْرُ

پھر جب خوف کا وقت آئے تو تم ان کو دیکھو گے کہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں (اور) ان

اَعْیُنُهُمْ كَالَّذِیْ یُغْشٰی عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا

کی آنکھیں اس طرح پھر رہی ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو پھر جب

ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَی

خوف جاتا رہے تو مال پر حرص کرتے ہوئے تیز زبانوں سے تمہارے بارے میں زبان درازی

الْخَیْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ یُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ

کریں یہ لوگ (حقیقت میں) ایمان نہیں لائے تھے تو اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿١٩﴾ یَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ

اور یہ اللہ کے نزدیک بہت آسان ہے (۱) یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ کافروں کی فوجیں

یَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ یَّاْتِ الْاَحْزَابُ یَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ

نہیں گئیں اگر فوجیں آجائیں تو تمنا کریں کہ کاش (وہ)

بَادُوْنَ فِی الْاَعْرَابِ یَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ وَلَوْ

دیہاتیوں میں جا رہتے اور تمہاری خبریں پوچھا کرتے اور اگر

كَانُوْا فِیْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِیْلًا ﴿٢٠﴾ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ

تم میں رہیں تب بھی بہت کم لڑیں (۲) بیشک تمہارے لئے

فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَ

رسول اللہ (کے عمل) میں ایک اچھا نمونہ موجود ہے (یعنی) اس شخص کے لئے جو اللہ (سے ملنے) اور

الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا ﴿٢١﴾ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ

قیامت (کے آنے) کی امید رکھتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو (۳) اور جب ایمان والوں نے (کافروں کی)

(۱) ان منافقوں کا یہ حال ہے کہ یہ جنگ کے میدان میں بہت کم آتے ہیں اور مسلمانوں کی خیر خواہی نہیں کرتے۔ جب جنگ کا خطرہ دیکھتے ہیں تو ان پر موت کی سی بیہوشی طاری ہونے لگتی ہے۔

لیکن جب خطرہ ٹل جاتا ہے اور مسلمانوں کو فتح ہوتی ہے تو بڑھ بڑھ کر باتیں کرتے ہیں، اپنے جھوٹے کارناموں کے قصے سناتے ہیں اور مال غنیمت میں بڑے حصے کے دعویدار بنتے ہیں۔

یہ بے ایمان اپنے منہ چاہے کتنی ہی تعریف کرلیں لیکن اللہ تعالٰی کے نزدیک ان کی کوئی قدر نہیں۔ کیونکہ ان کے دلوں میں ایمان نہیں تھا۔ اس لئے اللہ تعالٰی نے ان کے اعمال کو بے کار کر دیا اور ان کمبختوں کی کچھ پروا نہیں کی۔

(۲) اللہ تعالٰی کے فضل سے حملہ آور فوجیں مایوس اور ناکام ہو کر چلی گئیں۔ لیکن یہ بزدل دہشت کے مارے مرے جاتے ہیں اور کسی طرح یقین ہی نہیں لاتے۔

اور فرض کرو اگر فوجیں پھر حملہ کر دیں تو یہ ڈرپوک خواہش کریں گے کہ مدینہ میں بھی نہ ٹھہریں بلکہ کسی گاؤں میں جا رہیں اور دور سے بیٹھے بیٹھے لڑائی کا اور مسلمانوں کا حال پوچھتے رہیں۔

اور اگر مدینہ میں اور مسلمانوں کے ساتھ رہیں تب بھی بڑی مجبوری سے لڑائی میں شریک ہوں۔

ع ٢ / ١٢ / ١٨

(۳) ہر معاملہ میں آنحضرتؐ کا عمل لوگوں کے لئے نمونہ ہے لیکن اس بات کو ماننے والے اور اس پر عمل کرنے والے وہی لوگ ہیں جو قیامت کا اور اللہ تعالٰی کے سامنے حاضر ہونے کا یقین رکھتے ہیں اور بہت کثرت سے اللہ تعالٰی کا ذکر کرتے ہیں۔

ان کمبخت منافقوں کو چاہئے تھا کہ اس وقت بھی آپؐ کے نمونے کی پیروی کرتے اور آپؐ کے ساتھ جنگ میں ثابت قدم رہتے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ ان کمبختوں کے دل ایمان اور حُبِّ رسولؐ سے خالی ہیں۔

الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ
تو جوں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور
صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا
اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس سے ان کے ایمان اور اطاعت میں
وَّتَسْلِيْمًا (٢٢) مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا
اور ترقی ہو گئی (١) اور ایمان والوں میں کتنے لوگ ایسے ہیں کہ جو
عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ
عہد انھوں نے اللہ سے کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا تو ان میں بعض ایسے ہیں جنھوں نے اپنی نذر پوری کر دی اور بعض ایسے
مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (٢٣) لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ
ہیں جو انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے اپنے عہد کو ذرا بھی نہ بدلا (٢) یہ واقعہ اس لئے ہوا تاکہ اللہ
الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ
سچوں کو ان کی سچائی کا بدلا دے اور منافقوں کو چاہے تو عذاب دے
اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (٢٤)
یا چاہے تو ان کو توبہ کی توفیق دے بلاشبہ اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (٣)
وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَ
اور جو کافر تھے ان کو اللہ نے غصہ میں بھرا ہوا واپس کر دیا کہ وہ کچھ بھلائی حاصل نہ کر سکے اور
كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا (٢٥)
جنگ میں اللہ ایمان والوں کی طرف سے خود ہی کافی ہوا اور اللہ بڑی قوت والا (اور) زبردست ہے (٤)
وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
اور اہل کتاب میں سے جنھوں نے (کافروں کی) مدد کی تھی ان کو ان کے

(١) ان منافقوں کے برخلاف مخلص ایمان والوں کا حال یہ ہے کہ جب وہ دشمن کے حملہ آور ہونے کی خبر سنتے ہیں تو نہ پریشان ہوتے ہیں اور نہ ہمت ہارتے ہیں۔ بلکہ ان کے دلوں میں جوش وفاداری اور شوق شہادت تیز تر ہوتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ تو وہی آزمائش ہے جس کی ہم کو پہلے سے خبر دے دی گئی تھی اور جس میں حصہ لینے والوں کے لئے جنت کا وعدہ کیا گیا تھا یقیناً اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کا وعدہ سچا ہے۔

(٢) منافقوں کا یہ حال ہے کہ انھوں نے جو عہد کیا تھا وہ اس پر قائم نہ رہ سکے اور میدان جنگ سے جان چرا کر بھاگ گئے لیکن پکے ایمان والے اپنے عہد پر قائم ہیں ان میں کچھ حضرات تو ایسے ہیں جنھوں نے اپنا عہد پورا کر دیا یعنی جہاد میں شہید ہو گئے۔ جیسے حضرت انسؓ حضرت مصعبؓ بلکہ سارے شہداء بدر و احد۔

اور کچھ حضرات ایسے ہیں جو اپنے عہد پر قائم ہیں اور شوق شہادت سینوں میں لئے پھرتے ہیں کہ کاش جہاد میں شہید ہوں۔

(٣) اس جنگ کی بہت سی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ اس آزمائش میں پرکھ کر سچے اور جھوٹے الگ الگ نمایاں ہو جائیں اور سچے اور پکے ایمان والوں کو اللہ تعالےٰ ان کی قربانیوں کا اچھا بدلا دے اور منافقوں کو چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو توبہ قبول کر کے معاف کر دے۔ بلاشبہ اللہ تعالےٰ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

مطلب یہ ہے کہ منافق جیسے سخت مجرموں کے لئے بھی اللہ تعالےٰ کی بخشش کے دروازے بند نہیں ہیں۔ اگر یہ کمبخت اب بھی توبہ کر لیں اور سچے مسلمان بن جائیں تو ان کی نجات ہو سکتی ہے۔

(٤) قریش اور دوسرے قبائل عرب جو اطراف سے آکر جمع ہوئے تھے ان کا یہ حال ہوا کہ وہ غصے سے دانت پیستے ہوئے واپس ہو گئے نہ فتح نصیب ہوئی اور نہ کچھ مال ہاتھ آیا۔ بلکہ الٹی رسوائی ہوئی اور نقصان بھی ہوا کہ ان کا ایک نامور شہسوار عمرو بن عبدود حضرت علیؓ کے ہاتھ سے جہنم رسید ہوا۔

اس جنگ میں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کی اس طرح مدد فرمائی کہ ان کو جنگ نہیں کرنی پڑی دشمن مرعوب ہوا اور میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اللہ تعالےٰ قوت والا اور غلبہ والا ہے۔ کائنات کی ہر چیز اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ وہ جس چیز سے چاہے جس طرح کام لے چنانچہ اس موقع پر اس نے آندھی سے یہ کام لیا کہ دشمن پریشان ہو کر بھاگ گیا اور مسلمان جنگ کی مصیبت سے محفوظ رہے۔

مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا
قلعوں سے اتار دیا اور ان کے دلوں میں دہشت ڈالدی تو کچھ لوگوں کو
تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿٢٦﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ
تم نے قتل کیا اور کچھ لوگوں کو تم نے قید کیا اور اللہ نے ان کی زمین
وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ
اور ان کے گھروں اور ان کے مال اور اس زمین کا جس میں تم نے پاؤں بھی نہ رکھا تھا تم کو مالک بنادیا اور اللہ
عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿٢٧﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ
ہر چیز پر قادر ہے (۱) (اے پیغمبر!) اپنی بیویوں سے کہدو کہ
اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ
اگر تم دنیوی زندگی (کا عیش) اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں
اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿٢٨﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ
کچھ مال دوں اور اچھی طرح سے رخصت کردوں اور اگر تم
تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ
اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کی طلبگار ہو تو جو تم میں نیکی
اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٢٩﴾ يٰنِسَاۗءَ النَّبِيِّ
کرنے والی ہیں ان کے لئے اللہ نے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے (۲) اے پیغمبر کی بیویو!
مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا
تم میں سے جو کوئی کھلی ناشائستہ حرکت کرے گی اس کو
الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿٣٠﴾
دونی سزا دی جائے گی اور یہ بات اللہ پر آسان ہے

(۱) اس آیت میں بنی قریظہ کے یہودیوں کی عبرتناک تباہی کا ذکر فرمایا ہے۔ آنحضرتؐ نے اس قبیلہ سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا تھا لیکن دوسرے لوگوں کے بہکانے سے معاہدہ توڑ کر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک ہو گئے اور حملہ آوروں کی واپسی کے بعد اپنے محفوظ قلعہ میں بند ہو کر بیٹھ گئے۔

لیکن حکم الٰہی کی تعمیل میں آنحضرتؐ نے بنی قریظہ کے قلعہ پر فوج کشی فرمائی بیس پچیس دن کے محاصرے کے بعد یہودیوں نے اس شرط پر قلعہ کھول دیا کہ حضرت سعدؓ بن معاذ حکم بنائے جائیں چنانچہ انھوں نے تورات کے حکم کے مطابق معاہدہ توڑنے کی سزا یہودیوں پر جاری کردی۔ اس طرح ان کے بہت سے جوان جوان آدمی قتل کردئے گئے عورتیں اور بچے گرفتار ہوئے زمین اور مال و متاع مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ الغرض معاہدہ توڑنے کی وجہ سے بنی قریظہ کا یہ عبرتناک حشر ہوا۔

ع ٧
١٩

(۲) آنحضرتؐ مال غنیمت کا بڑا حصہ صحابہؓ میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ آپؐ کا اپنا جو حصہ ہوتا اس میں سے مسکینوں، بیواؤں اور یتیموں کی مدد فرماتے تھے۔ اس لئے آپؐ اور آپؐ کی ازواج مطہراتؓ بڑی تنگی سے زندگی بسر فرماتے تھے۔

فتوحات کی وجہ سے صحابہؓ کی مالی حالت اچھی ہوگئی تھی اور ان کے اہل و عیال اچھی طرح کھاتے پیتے تھے اور نسبتاً آرام کی زندگی بسر کرتے تھے۔

یہ دیکھ کر ازواج مطہراتؓ کو خیال آیا اور آپؐ کی خدمت میں مطالبات پیش کئے۔ ازواج مطہراتؓ کی زبان سے اس قسم کی باتیں سن کر آپؐ کے قلب مبارک کو بہت تکلیف ہوئی اور آپؐ نے ازواج مطہراتؓ سے ملنا جلنا ترک فرما دیا۔ ایک مہینہ اسی طرح گزرا صحابۂ خاص کر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ متفکر ہوئے۔ آخر ایک مہینے کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ایک روز خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور نہایت ادب سے اس مسئلہ پر گفتگو کی۔

اس موقع پر آیتیں نازل ہوئیں اور ازواج مطہراتؓ کو فہمائش کی گئی۔ آپؐ نے حکم الٰہی سب کو سنا دیا۔ ازواج مطہراتؓ نے اللہ کے رسول و حبیبؐ کی صحبت اور رفاقت کو دنیا کے عیش و عشرت پر ترجیح دی اور ساری عمر فقر و فاقے سے گزارنے کا عزم اور عہد فرمایا۔ اللہ تعالےٰ ان سے راضی ہوا اور ساری مسلمان عورتوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا
اور جو کوئی تم میں سے اللہ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی اور نیک عمل کرے گی
نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿٣١﴾
تو ہم اس کو اس (کے نیک اعمال) کا دونا ثواب دیں گے اور ہم نے اس کے لئے عمدہ روزی تیار کر رکھی ہے (۱)
يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ
اے نبی کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر
اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ
تم پرہیزگار ہو تو (نامحرم مرد سے) بات کرنے میں نرمی نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے
فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿٣٢﴾ ۚ وَ
وہ (کچھ اور) آرزو (نہ) کرنے لگے اور دستور کے موافق بات کرو (۲) اور
قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ
اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور (اس طرح) زینت دکھاتی نہ پھرو (جس طرح) اگلی جاہلیت
الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ
کے زمانے میں دکھاتی تھیں اور نماز پڑھتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ
رسول کی فرماں برداری کرتی رہو اے (نبی کے) اہل بیت! بلاشبہ اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی
الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿٣٣﴾ ۚ وَاذْكُرْنَ
(کا میل کچیل) دور کر دے اور تمہیں بالکل پاک و صاف کر دے (۳) اور تمہارے گھروں میں
مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ
جو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور جو حکمت (کی باتیں سنائی جاتی ہیں) انہیں یاد رکھو

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کی وجہ سے آپ کی ازواج مطہرات کا مقام بہت نازک ہے۔

ع۔ جن کے رتبے ہیں سوا ان کی سوا مشکل ہے۔

ان کا عمل آنحضرت کی ذات اقدس کو متاثر کرتا ہے۔ اگر خدانخواستہ ان میں سے کسی سے کوئی لغزش ہو جائے تو اس سے آنحضرت کے قلب مبارک کو سخت تکلیف پہنچے لیکن ازواج مطہرات کے نیک اعمال اور اعلیٰ اخلاق اسلام کا نام روشن کریں اور آنحضرت کے لئے موجب مسرت ہوں۔ اسی لئے ان کے اعمال کا اجر دہرا ہے۔

(۲) اگر ایک طرف آنحضرت کی ازواج مطہرات کے درجے بہت بلند ہیں تو دوسری طرف ان کا مقام بھی بہت نازک ہے۔ ان کے اعمال و اخلاق آنحضرت کی سیرت پاک کے آئینہ دار ہیں اور خاص کر عورتوں کے لئے نمونہ ہیں۔ اس لئے ان سے پرہیزگاری کے بہت بلند معیار کی توقع بالکل بجا ہے۔ اس وقت کے حالات اور امہات المومنین کے مقام کے لحاظ سے اکثر ایسے مواقع پیش آتے تھے کہ غیر مردوں کو ان سے باتیں کرنا ضروری ہوتا تھا۔ ان لوگوں میں منافقین بھی تھے جن کی نیتوں کا کچھ بھروسہ نہ تھا۔ اس لئے امہات المومنین کو ہدایت فرمائی کہ غیر مردوں سے باتیں کرتے وقت ایسا سنجیدہ اور باوقار انداز اختیار کریں جس سے کسی ناپاک کو بدنیتی کرنے کی ہمت نہ ہو۔ نیز باتیں بھی معقول اور کھری کھری ہوں۔

(۳) اسلام سے پہلے عربوں میں عورتوں پر کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ وہ کھلے بندوں اپنے حسن و جمال اور آرائش کا مظاہرہ کرتی پھرتی تھیں اور اس بے حیائی پر نازاں ہوتی تھیں۔

اسلام نے اس حیا سوز طریقہ کی روک تھام کی اور امہات المومنین کو حکم دیا کہ اس جاہلانہ رسم کو بند کریں۔ بلکہ بے ضرورت گھروں سے بھی نہ نکلیں اور اگر ناگزیر ضرورت کی وجہ سے باہر نکلیں تو پردے کے مقررہ آداب کا لحاظ رکھیں۔ حسن و جمال کے مظاہرے کا خیال چھوڑ کر نماز اور زکوٰۃ پر دھیان دیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کو اپنا شعار بنائیں۔

امہات المومنین کو جو تاکیدی احکام دیئے گئے ہیں ان کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے حبیب کے گھر والے پرہیزگاری اور پاکیزگی کے اعلیٰ معیار پر ہوں تاکہ ان کے اخلاق ساری انسانیت کے لئے نمونہ ہوں اور اس طرح اس کے حبیب کا نام نامی بلند ہو اور اسلام کی سچائی کے سامنے ساری انسانیت سر تسلیم خم کر دے۔

إِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ﴿٣٤﴾ ۞ إِنَّ الْمُسْلِمِينَ
بلاشبہ اللہ باریک بیں اور باخبر ہے (١) مسلمان مرد
وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِينَ
اور مسلمان عورتیں اور ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں اور فرماں بردار مرد
وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِينَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِينَ
اور فرماں بردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد
وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِينَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ
اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد
وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِينَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِينَ
اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت
فُرُوجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيرًا
کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد
وَّالذّٰكِرٰتِ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا
اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں بلاشبہ ان کے لئے اللہ نے بخشش اور اجر عظیم تیار
عَظِيمًا ﴿٣٥﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ
کر رکھا ہے (٢) اور کسی ایمان دار مرد اور ایمان دار عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ
وَرَسُولُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَ
اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دیدیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور
مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِينًا ﴿٣٦﴾ ؕ
جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ کھلی گمراہی میں پڑا (٣)

(١) آنحضرتؐ کے تعلق کی وجہ سے امہات المومنین کو جو امتیازی مقام حاصل ہے وہ بہت قابل قدر ہے لہٰذا امہات المومنین کو چاہیئے کہ ان کے گھروں میں جو کلام الٰہی کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور جن احکام الٰہی کا چرچا ہوتا ہے ان کو یاد رکھیں ان پر عمل کر کے اپنی زندگی کو پاکیزہ بنائیں اور دوسروں کو ان کی تعلیم دیں۔ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ظاہر اور پوشیدہ بات کا جاننے والا ہے اور سب کے اعمال اس کے سامنے ہیں۔ اس لئے جو کچھ کریں اچھی نیت کے ساتھ کریں۔

(٢) اوپر کی آیتوں میں آنحضرتؐ کی ازواج مطہراتؓ کا ذکر کیا گیا اور ان کو چند تاکیدی احکام دیئے گئے۔ یہ دیکھ کر صحابیات میں سے بعض بیبیوں کو خیال ہوا کہ امہات المومنین کا ذکر تو قرآن مجید میں آگیا لیکن عام ایمان والی عورتوں کا ذکر نہیں آیا۔ ع ١

اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کا بھی ذکر ہے۔ اس آیت کے ذریعے واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان اور پرہیزگاری کے معاملے میں عورت اور مرد کا کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ راستہ سب کے لئے کھلا ہوا ہے۔ مرد ہوں یا عورتیں جو بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کریں، ایمان لائیں، بندگی کا حق ادا کرنے پر کمربستہ رہیں، سچائی پر قائم رہیں اور سچ بولیں، دین کے راستے میں جو مصیبتیں پیش آئیں ان کو ہمت کے ساتھ برداشت کریں، تکبر نہ کریں اور نماز میں خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کریں، زکوٰۃ اور خیرات دیں، روزے رکھیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کریں ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی بخشش کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور یقیناً ان کو ان کے ایمان اور عمل صالح کا بڑا ثواب ملے گا۔

(٣) ان آیتوں میں حضرت زیدؓ بن حارثہ اور حضرت زینبؓ کے نکاح اور طلاق کا ذکر ہے۔ پھر اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زینبؓ کو آنحضرتؐ کے نکاح میں دیدیا اور عربوں کی رسم کے خلاف اس بات کا اعلان کر دیا کہ طلاق اور عدت کے بعد آدمی اپنے لے پالک کی منکوحہ سے نکاح کر سکتا ہے۔

حضرت زیدؓ بن حارثہ ایک شریف خاندان سے تھے۔ بچپن میں ان کو کوئی ظالم پکڑ لایا اور مکہ میں بیچ گیا۔ حضرت خدیجہؓ نے ان کو آنحضرتؐ کو دیدیا۔ ان کے والد، چچا اور بھائی کو ان کا حال معلوم ہوا۔ وہ لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، واقعہ بیان کیا اور ان کو لے جانا چاہا۔ آپؐ نے بھی ان کو اجازت دیدی۔ لیکن انھوں نے خود جانے سے انکار کر دیا اور آپؐ کی خدمت میں رہنا پسند کیا۔ آنحضرتؐ نے ان کو آزاد کر دیا اور منہ بولا بیٹا بنا لیا۔ پھر اس خیال سے کہ حضرت زیدؓ غلام نہیں ہیں، بلکہ شریف خاندان سے ہیں، اپنی پھوپی زاد بہن حضرت زینبؓ سے ان کا نکاح کرنا چاہا لیکن چونکہ ان پر غلامی کا داغ لگ چکا تھا، خود زینبؓ اور ان کے بھائی راضی نہیں ہوئے۔ اس آیت کے بعد راضی ہو گئے اور نکاح ہو گیا۔ شاید اس نکاح سے دنیا کو مساوات کا سبق سکھانا منظور تھا۔ واللہ اعلم۔

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ

اور (اے پیغمبر) اس وقت کو یاد کرو جبکہ تم اس شخص سے جس پر اللہ نے احسان کیا اور تم نے بھی احسان کیا

أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي

یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور تم اپنے دل میں وہ بات

نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ج وَاللَّهُ

پوشیدہ رکھتے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تم لوگوں (کے طعن) سے ڈرتے تھے حالانکہ اللہ ہی

أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ ط فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا

اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو (۱) پھر جب زید نے اس سے معاملہ پورا کر دیا (یعنی طلاق دیدی)

زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي

تو ہم نے تم سے اس کا نکاح کر دیا تاکہ مسلمانوں کے لئے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے ساتھ (نکاح کرنے

أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ط وَكَانَ

کے بارے میں) کچھ تنگی نہ رہے، جبکہ وہ ان سے معاملہ پورا کر دیں (یعنی طلاق دے دیں) اور اللہ کا

أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ﴿٣٧﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا

یہ حکم ہونے والا ہی تھا (۲) اور پیغمبر پر اس کام میں کچھ مضائقہ نہیں جو اللہ نے ان کے لئے

فَرَضَ اللَّهُ لَهُ ط سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ

مقرر کر دیا ہے اور جو پیغمبر پہلے گزر چکے ہیں ان میں بھی اللہ کا یہی دستور

قَبْلُ ط وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا ﴿٣٨﴾ الَّذِينَ

رہا ہے اور اللہ کا حکم تو (پہلے سے) تجویز کیا ہوا ہوتا ہے (یہ سب پیغمبر ایسے تھے) جو

يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ

اللہ کے پیغاموں کو (جوں کے توں) لوگوں تک پہنچاتے تھے اور (اس بارے میں) اللہ سے ڈرتے تھے اور اس کے سوا

(۱) حضرت زیدؓ اور حضرت زینبؓ میں نباہ نہیں ہوا اور دونوں کا مزاج نہ مل سکا۔ جب کبھی جھگڑا ہوتا حضرت زیدؓ آنحضرتؐ کی خدمت میں شکایت کرتے اور طلاق دینے کا ارادہ ظاہر کرتے۔ آنحضرتؐ ان کو سمجھاتے اور طلاق دینے سے روکتے کہ طلاق سے حضرت زینبؓ کی اور دل شکنی ہوگی۔

آنحضرتؐ کے اصرار پر حضرت زینبؓ نے نکاح قبول کیا تھا۔ میاں بیوی میں نااتفاقی دیکھ کر آپؐ کو اس بات کی فکر ہوئی کہ اگر طلاق ہو جائے تو ان کی اور ان کے خاندان والوں کی دلجوئی کس طرح کی جا سکتی ہے۔ تب آپؐ کو یہ خیال آیا کہ دلجوئی کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپؐ خود حضرت زینبؓ کو اپنے نکاح میں قبول فرمائیں لیکن چونکہ یہ بات عربوں کی رسم کے خلاف تھی اس لئے ایک طرح کا ڈر دل میں پیدا ہوا کہ منافق بدزبانی کریں گے۔

آنحضرتؐ کو توجہ دلائی گئی کہ پیغمبر کا کام یہ ہے کہ احکام الٰہی کے جاری کرنے میں لوگوں کی پسند و ناپسند کا خیال نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کو پیش نظر رکھے۔

(۲) آخر جب تلخی بہت بڑھ گئی اور دونوں میں نباہ ناممکن ہو گیا تو حضرت زیدؓ نے طلاق دیدی۔

پھر جب عدت گزر گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت زینبؓ کو آنحضرتؐ کے نکاح میں دے دیا اور ایک بیہودہ رسم کے توڑنے میں خود اپنے محبوب پیغمبرؐ کا نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کیا تاکہ ہمیشہ کے لئے یہ عقدہ ختم ہو جائے۔ مسلمان اس طریقے کو بری نظر سے نہ دیکھیں اور جب کبھی ضرورت پیش ہو تو اس طرح کے نکاح سے کچھ تنگی اور شرم محسوس نہ کریں۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کا فیصلہ جاری ہوا اور آنحضرتؐ کے عمل کے ذریعے ایک بیہودہ رسم کے ختم ہونے کا دنیا کے سامنے اعلان ہو گیا۔

(۱) آنحضرتؐ کی تسلی اور لوگوں کی آگاہی کے لئے فرمایا کہ پیغمبر جو کام اللہ کے حکم کی بنا پر کرتے ہیں اس میں ان پر کوئی الزام نہیں ہے۔ گزشتہ پیغمبروں کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کا یہی دستور رہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو جو فیصلے فرما چکا ہے وہ ضرور جاری ہوتے ہیں پیغمبروں پر کوئی الزام نہیں۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں کو پہنچاتے ہیں اور ہمیشہ اسی سے ڈرتے ہیں اس کے سوا اور کسی سے نہیں ڈرتے۔ یہ لوگوں کی بدنصیبی ہے کہ پیغمبروں کی شان میں گستاخیاں کرکے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔ چنانچہ اس نکاح کے بارے میں بھی جو کمبخت آنحضرتؐ کی شان اقدس میں بدزبانی کرتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے سارے اعمال اللہ کے پاس محفوظ ہیں اور وہ ایک دن ان سے پورا پورا حساب لے گا۔

اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۳۹ مَا كَانَ
کسی اور سے نہیں ڈرتے تھے اور اللہ حساب لینے والا کافی ہے (۱) محمدؐ
مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ
تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول
وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۴۰ ع
اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے (۲)
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝۴۱
اے ایمان والو! اللہ کو خوب کثرت سے یاد کیا کرو
وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۴۲ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ
اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرتے رہا کرو (۳) وہی تو ہے جو تم پر رحمت
عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ
بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تاکہ تم کو اندھیروں سے نکال کر
اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝۴۳ تَحِيَّتُهُمْ
روشنی کی طرف لے آئے اور اللہ ایمان والوں پر رحم کرنے والا ہے اور جس روز
يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ۝۴۴
وہ اللہ سے ملیں گے تو ان کا تحفہ سلام ہوگا اور اللہ نے ان کے لئے عمدہ صلہ تیار کر رکھا ہے (۴)
يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ
اے پیغمبر! بالیقین ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر
نَذِيْرًا ۝۴۵ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝۴۶
بھیجا ہے اور (سب کو) اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن چراغ (بنایا ہے) (۵)

(۲) آنحضرتؐ نے اگرچہ پیار اور محبت سے حضرت زید بن حارثہؓ کو بیٹا کہہ دیا تو وہ آپؐ کے بیٹے تھوڑے ہی بن گئے جتنے لوگ آپؐ کے ذاتی سے وابستہ ہیں آپؐ ان میں سے کسی کے بھی باپ نہیں ہیں۔ آپؐ کی شان تو یہ ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اس شان کے رسول ہیں کہ آپؐ پر رسالت ختم ہو گئی اور آپؐ کی بعثت سے سلسلۂ رسالت پر مہر لگ گئی۔ آپؐ کے بعد اب کوئی پیغمبر نہیں بنایا جائے گا کیونکہ آپؐ کے مقدس ہاتھوں سے دین کی عمارت مکمل ہو گئی اور اب کسی نئے پیغمبر کے آنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی۔ آپؐ کی رسالت اور آپؐ کا دین قیامت تک رہے گا اور علماء اس کی خدمت کرتے رہیں گے۔

ع ۲

(۳) یوں تو سب لوگ اللہ تعالیٰ کی پروردگاری سے فیض پا رہے ہیں، اس لئے سب کا فرض ہے کہ اس کا شکر ادا کریں اور اس کو یاد کیا کریں لیکن اس معاملہ میں ایمان والوں کی ذمہ داری اور بھی زیادہ ہے کیونکہ ایمان لا کر انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے عہد کو تازہ اور مضبوط کر لیا ہے۔ اس لئے ان کو چاہیے کہ اپنے ایمان کی قدر پہچانیں۔ اپنے عہد اور ذمہ داری کو یاد رکھیں، اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں اس کے احکام کی تعمیل کریں اور بہت کثرت سے اس کا ذکر کریں۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے صبح و شام غرض ہر حال میں اور ہر وقت دل اور زبان سے اس کی تسبیح و تقدیس کرتے رہیں۔

(۴) ایمان والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اپنی رحمت خاص کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہے اور اس کے فرشتے بھی ان کے لئے بخشش اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ اسی خاص رحمت ہی کا نتیجہ ہے کہ ایمان والے گمراہی اور نافرمانی کی تاریکی سے بچ کر ہدایت الٰہی کی روشنی میں نیکی اور پرہیزگاری کے راستے پر اطمینان کے ساتھ چلتے رہتے ہیں۔ آخرت میں بھی اس رحمت کا ظہور ہوگا کہ ایمان والوں کی عزت بڑھانے کے لئے خود اللہ تعالیٰ ان کو مخاطب کرکے "السلام علیکم" فرمائے گا۔ نیز رحمت کے فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور ان کو سلام کریں گے۔ ایمان والوں کو معلوم ہونا چاہیے اور اطمینان رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان اور عمل صالح کا بہت اچھا بدلا تیار کر رکھا ہے۔

منزل ۵

(۵) ایمان والوں کو جو دولت ملی ہے وہ ان کی ذاتی محنت کا نتیجہ نہیں بلکہ آنحضرتؐ کے طفیل سے ہے ... آنحضرتؐ کی فضیلت بیان فرمائی تاکہ آپؐ کی عظمت لوگوں کے دلوں پر نقش ہو جائے اور آپؐ کے دامن مبارک سے وابستہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص سے فیض پانے کا جذبہ ان کے دلوں میں ابھرے۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿٤٧﴾
اور ایمان والوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے
وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ
اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ ماننا اور ان کی طرف سے جو تکلیف پہنچے اس کا خیال نہ کرو اور اللہ پر
عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿٤٨﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
بھروسہ رکھو اور اللہ ہی کارساز کافی ہے (۱) اے ایمان والو!
اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ
جب تم ایمان والی عورتوں سے نکاح کرکے پھر ان کو ہاتھ لگانے (یعنی ان کے
مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ
پاس جانے) سے پہلے طلاق دیدو تو تمہارے لئے (طلاق کے سبب سے) ان پر کچھ عدت (واجب)
عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا
نہیں کہ اس کا شمار کرو تو ان کو کچھ (مال) متاع دیدو اور خوبی کے ساتھ رخصت
جَمِيْلًا ﴿٤٩﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ
کردو (۲) اے پیغمبر! ہم نے تمہارے لئے تمہاری وہ بیویاں حلال کردی ہیں جن کو تم نے
اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ
ان کے مہر دیدیئے ہیں اور تمہاری لونڈیاں جو اللہ نے تم کو (مال غنیمت میں)
عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَ
دلوائی ہیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور تمہاری پھوپیوں کی بیٹیاں اور تمہارے ماموؤں کی بیٹیاں اور تمہاری
بَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً
خالاؤں کی بیٹیاں جو تمہارے ساتھ ہجرت کرکے آئی ہیں (سب حلال ہیں) اور کوئی ایماندار عورت

(بقیہ تفسیر صفحہ ۷۶۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے نبی اور رسول ہیں۔ آپ کی شان یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی وحدانیت کے ماننے والے دنیا میں اس کا اعلان کرنے والے اور گواہ ہیں۔ نیز یہ کہ قیامت کے دن جب مختلف امتوں سے ان کے اعمال کی اور پیغمبروں سے تبلیغ کی باز پرس ہوگی اور کافر انکار کریں گے کہ ہمارے پاس کوئی پیغمبر نہیں آیا اور آنحضرتؐ کی امت گواہی دے گی کہ بیشک پیغمبروں نے اپنی اپنی امتوں کو پیغام الٰہی سنایا تو آپ اپنی امت کی تائید کے لئے گواہی دیں گے کہ بیشک ان کا بیان ٹھیک ہے اور آپ کی گواہی پر فیصلہ ہو جائے گا۔

آپ ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی جنت کی بشارت سناتے ہیں' اور نافرمانوں کو اس کے عذاب سے آگاہ فرماتے ہیں۔

آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوگوں کو اس کے دین کی طرف بلاتے ہیں۔

آپ اپنے پیغام' کمالات اور اخلاق عالیہ کے اعتبار سے ایک روشن چراغ اور آفتاب رسالت ہیں جس کے طلوع ہونے کے بعد کسی اور روشنی کی ضرورت نہیں رہی اور جس سے قیامت تک ساری انسانیت روشنی حاصل کرتی رہے گی۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) ایمان والے آنحضرتؐ کے اطاعت گزار اور وفادار تھے۔ مگر کافر اور منافق آپ کے سخت دشمن تھے اور اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ کسی طرح آنحضرتؐ کو دین حق اور اس کی تبلیغ سے روک دیں۔ ایمان والوں کی دلجوئی کے لئے اس آیت میں آنحضرتؐ کو ہدایت فرمائی کہ ایمان والوں کو ہمارے فضل وکرم کی خوشخبری سنادو' لیکن کافروں اور منافقوں سے ہوشیار رہو کیونکہ وہ تم کو دین حق اور اس کی تبلیغ سے روکنا چاہتے ہیں۔ تم اپنا کام کرتے رہو' ان کی تکلیفوں اور ایذاؤں پر صبر کرو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔ وہ کارساز کافی ہے۔ وہ دشمنوں کو سمجھ لے گا اور آخر کار تم کو کامیاب کرے گا۔

(۲) جو شخص کسی مسلمان یا یہودی یا نصرانی عورت سے نکاح کرے پھر صحبت یا خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دیدے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر نکاح کے وقت مہر مقرر ہو چکا تھا تو آدھا مہر دیدے۔ لیکن اگر مہر نہیں بندھا تھا تو حیثیت کے لائق جوڑا دے کر خوبی کے ساتھ عورت کو رخصت کردے اور

ان دونوں صورتوں میں عورت پر عدت کرنا ضروری نہیں ہے۔ اگر چاہے تو طلاق کے بعد ہی نکاح کرسکتی ہے۔

اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ

اگر وہ اپنے کو پیغمبر کو بخش دے (یعنی بغیر مہر کے نکاح میں آنا چاہے) بشرطیکہ پیغمبر بھی اس سے

یَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ

نکاح کرنا چاہیں (وہ بھی حلال ہے۔ یہ اجازت) خاص تمہارے لئے ہے سب مسلمانوں کو نہیں (۱)

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَیْهِمْ فِیْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ

بلاشبہ ہم کو معلوم ہے جو کچھ ہم نے ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں

اَیْمَانُهُمْ لِكَیْلَا یَكُوْنَ عَلَیْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا

ٹھہرادیا ہے (یہ حکم اس لئے (دیا گیا ہے) کہ تم پر کسی طرح کی تنگی نہ رہے اور اللہ بخشنے والا (اور)

رَّحِیْمًا ۝ تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ

مہربان ہے (۲) (اور تم کو یہ بھی اختیار ہے کہ) جس بیوی کو چاہو دور رکھو اور جسے چاہو اپنے

تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ ؕ

پاس رکھو اور جس کو تم نے دور کر دیا ہے اگر اس کو پھر اپنے پاس طلب کر لو تو تمہارے لئے کچھ مضائقہ نہیں

ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ وَلَا یَحْزَنَّ وَیَرْضَیْنَ

یہ (اجازت) اس لئے ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غمگین نہ ہوں اور تم جو کچھ

بِمَاۤ اٰتَیْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ

ان کو دو اسے لے کر سب خوش رہیں اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اسے خوب جانتا ہے

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا ۝ لَا یَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ

اور اللہ جاننے والا (اور) بردبار ہے (۳) (اے پیغمبر!) ان کے سوا اور عورتیں تمہارے لئے

بَعْدُ وَلَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ

حلال نہیں ہیں اور نہ یہ کہ ان بیویوں کو چھوڑ کر ان کی جگہ اور بیویاں کرلو خواہ ان کا حسن

منزل ۵

(۱) اس آیت کے ذریعے آنحضرتؐ کو ازواج مطہرات کے بارے میں ایک خصوصی اجازت دی گئی ہے یعنی یہ کہ عام مسلمانوں کو تو چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں رکھنے کی اجازت نہیں ہے لیکن آپؐ کو چار سے زیادہ کی اجازت ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ جو ازواج تمہارے نکاح میں ہیں اور ان کو مہر دے چکے ہو وہ سب تمہارے لئے جائز ہیں۔ اور وہ عورتیں بھی جائز ہیں جو مال غنیمت میں تمہارے حصے میں آئی ہیں۔ نیز تمہارے دادھیال اور ننھیال کے رشتہ داروں میں سے جو بیبیاں اسلام قبول کر کے ہجرت کر چکی ہیں اگر ضرورت اور مصلحت ہو تو ان میں سے بھی کسی سے نکاح کر سکتے ہو۔ اسی طرح وہ ایماندار بی بی جو صحبت نبوی سے سرشار ہو اور تمہاری خدمت کو سعادت دارین سمجھ کر بغیر مہر کے تمہارے نکاح میں آنا چاہے اگر وہ مناسب سمجھو تو اس کو بھی قبول کر سکتے ہو۔

واضح ہو کہ جو شخص آنحضرتؐ کی سیرت پاک کا مطالعہ بغیر تعصب کے کرے گا وہ یقیناً آپؐ کی بے نظیر عفت اور پاکیزگی کا قائل ہوگا۔ آپؐ نے عنفوان شباب کا زمانہ نہایت پاکبازی سے گزارا اور ۲۵ سال کی عمر تک بغیر شادی کے رہے۔ ۲۵ سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ سے شادی ہوئی جو بیوہ تھیں اور آپؐ سے ۱۵ سال بڑی تھیں۔ آپؐ نے حضرت خدیجہؓ کے ساتھ پچیس چھبیس برس تک نہایت اطمینان کے ساتھ خلوص داری کی زندگی بسر کی اور ان کے سوا کسی اور کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا جب حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوا تو آپؐ کی عمر شریف پچاس سال سے زائد ہو چکی تھی۔ اس وقت حضرت سودہؓ سے نکاح کیا جو خود بھی پچاس کو پہنچ گئی تھیں حضرت سودہؓ شادی شدہ تھیں اور مکہ میں رہتی تھیں۔ اپنی پسند سے اسلام قبول کیا اور شوہر کو بھی ترغیب دے کر مسلمان بنایا پھر میاں بیوی دونو ہجرت کرنے والوں کے ساتھ حبشہ کو چلے گئے۔ وہاں ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا اور بے سہارا رہ گئیں چنانچہ آپؐ نے خود ان سے نکاح کر کے ان کو سہارا دیا اور ان کی دلجوئی فرمائی۔

پھر آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا جن میں انوار نبوت سے فیض حاصل کرنے کی غیر معمولی صلاحیت تھی حضرت عائشہؓ کی سیرت کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ انھوں نے آنحضرتؐ کے قریب رہ کر آپؐ سے وہ علمی فیض حاصل کیا جو اس تعلق کے بغیر ہرگز حاصل نہیں کیا جا سکتا تھا اور تھا اور پھر آنحضرتؐ کے وصال کے بعد تقریباً پچاس سال تک علم نبوت کو خلق خدا تک پہنچاتی رہیں۔ حضرت عائشہؓ تنہا ایسی زوجہ مطہرہ ہیں جو کنواری تھیں۔ ورنہ دوسری ساری ازواج مطہرات بیوہ تھیں اور سہارے کی محتاج تھیں بعض صورتوں میں ازواجی تعلقات سیاسی پیچیدگیاں سلجھانے میں بھی مفید ہوئے جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

ان مصلحتوں کے علاوہ یہ تاریخی حقیقت بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ آنحضرتؐ ایسی محنت طلب اور مجاہدانہ زندگی بسر فرماتے تھے کہ اس میں عیش و عشرت کا تو کیا ذکر معمولی آرام بھی آپؐ کو میسر نہ تھا۔

دیکھئے: آنحضرتؐ کا دن اس طرح گزرتا ہے کہ ایک لمحے کی بھی فرصت نہیں ہے تبلیغ کی خاطر قبیلے قبیلے اور گاؤں گاؤں سفر فرماتے ہیں مسلمانوں کو تعلیم دیتے ہیں اور ان کی تربیت فرماتے ہیں سیاسی گتھیاں سلجھاتے ہیں اور جنگی انتظامات فرماتے ہیں پچھلی رات یاد الٰہی میں گزرتی ہے۔ تہجد کی نماز اتنی طویل فرماتے ہیں کہ قدم مبارک ورم کر جاتے ہیں۔ دولت جمع کرنے سے سخت نفرت ہے۔ اپنے حصے کا مال غنیمت بھی یتیموں بیواؤں اور محتاجوں میں تقسیم فرما دیتے ہیں۔ روزے پر روزہ رکھتے ہیں اور ضرورت پڑتی ہے تو پیٹ پر پتھر باندھ کر خندق کھودتے ہیں۔ ازواج مطہرات بھی خود اختیاری فقر و فاقے میں آپؐ کے ساتھ شریک ہیں۔ ان کے گھروں میں کئی کئی روز تک چولھا نہیں جلتا۔

(بقیہ تفسیر صفحہ ٧٦٢) آنحضرتؐ کی مقدس زندگی کا یہ مختصر خاکہ ہے۔ ذرا سوچئے کہ وہ کون انسان ہوگا جس کو اس مجاہدانہ زندگی میں عیش و آرام نظر آتا ہوگا۔ پنڈت سندر لال جی نے "حضرت محمدؐ" کے عنوان سے جو چھوٹی سی کتاب اردو اور ہندی رسم خط میں لکھی ہے اس میں اس مسئلہ پر بھی بحث کی ہے اور ان لوگوں کی عقلوں پر اظہار افسوس کیا ہے جو ازواج مطہرات کے تعلق سے آنحضرتؐ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔

(۲) آنحضرتؐ کے لئے ازواج مطہرات کے بارے میں جو خصوصی احکام ہیں وہ دوسرے مسلمانوں کے لئے نہیں ہیں۔ ان کو چار بیویوں سے زیادہ کی اجازت نہیں، اور نہ بغیر مہر کے اجازت ہے۔ اگر کوئی بغیر مہر کے نکاح کرے تو مہر مثل دینا پڑتا ہے۔ اسی طرح لونڈیوں کے بارے میں بھی آپؐ کے لئے کچھ خصوصی احکام ہیں۔

یہ خصوصی احکام اس لئے دیئے ہیں تاکہ احکام الٰہی کی تبلیغ میں کچھ رکاوٹ نہ ہو اور اگر کسی وقت آپ دیکھیں کہ کسی بی بی کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی دینی یا قومی مصلحت ہے تو ازواج کے معاملہ میں زیادہ پابندیوں کی وجہ سے آپؐ کو کچھ دقت پیش نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربان ہے اس نے اپنی مہربانی سے آنحضرتؐ کے لئے رعایت بھی اور خصوصی احکام نازل فرمائے۔

ع ٦ / ٢

(۳) جن مردوں کے پاس کئی بیویاں ہوں ان کے لئے ضروری ہے کہ ہر ایک بیوی کی باری مقرر کریں لیکن اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کے حق میں رعایت فرمائی اور آپ کو آزادی بخش دی تاکہ دین کے کام میں حرج نہ ہو۔ ازواج مطہرات صبر اور قناعت کو اپنا شعار بنائیں، دربار رسالت سے جو کچھ ملے اس کو بسر و چشم قبول کریں اور اس پر خوش رہیں، پوری توجہ کے ساتھ آنحضرتؐ کی خدمت کریں اور دین کے کام میں آپؐ کا ہاتھ بٹائیں۔ سب مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کی باتوں سے بھی واقف ہے، کیونکہ وہ ہر بات کا جاننے والا ہے اور حلیم بھی ہے کہ لوگوں کی کمزوریوں پر جلد گرفت نہیں فرماتا۔

حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى

تم کو کیسا ہی اچھا لگے مگر وہ جو تمھارے ہاتھ کا مال ہے (یعنی لونڈیوں کے بارے میں تم کو اختیار ہے) اور اللہ ہر

كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا

چیز پر نگہبان ہے (۱) اے ایمان والو! پیغمبر کے

تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى

گھروں میں (بغیر بلائے) مت جایا کرو مگر یہ کہ تمھیں کھانے کے لئے اجازت

طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ

دی جائے اس طرح کہ اس کے پکنے کا انتظار نہ کرنا پڑے لیکن جب تمھیں بلایا جائے

فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ

تو جاؤ اور جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر

لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ

مت بیٹھا کرو یہ بات پیغمبر کو تکلیف دیتی ہے اور وہ تمھارا

مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ

لحاظ کرتے ہیں اور اللہ حق (بات کہنے) سے نہیں شرماتا اور جب پیغمبر کی بیویوں سے کوئی

مَتَاعًا فَسْــَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ

چیز مانگو تو پردے کے باہر (کھڑے رہ کر) مانگو یہ تمھارے دلوں کے لئے اور ان کے

لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا

دلوں کے لئے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے (۲) اور تمھیں یہ سزاوار نہیں کہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ

رسول اللہ کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ ان کی بیویوں سے ان کے بعد کبھی نکاح کرو

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) یعنی اوپر کی آیت "يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ الخ" میں جن جن عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دی گئی ہے، ان کے علاوہ اور عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں اور نہ موجودہ ازواج مطہرات میں سے کسی کو طلاق دے کر ان کی جگہ دوسری عورت سے نکاح کرنا درست ہے، اگرچہ کوئی عورت کیسی ہی خوبصورت ہو۔ البتہ جو عورت ملک میں آجائے وہ حلال ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر بات پر نگہبان ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اس کی طرف متوجہ رہے اور اس کے احکام کی نگہبانی کرے۔

(۲) حضرت زینبؓ سے نکاح کرنے کے بعد آنحضرتؐ نے صحابہؓ کو ولیمہ کی دعوت دی۔ بہت سے حضرات نے کھانا کھایا اور چلے گئے لیکن تین حضرات بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ آنحضرتؐ اٹھ کر حجرۂ مبارک سے باہر تشریف لے گئے لیکن وہ حضرات اس اشارے کو نہیں سمجھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپؐ تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ تینوں صحابی بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ آپؐ پھر باہر تشریف لے گئے۔ آخر کار کافی دیر کے بعد وہ حضرات چلے گئے۔ پھر آپؐ حجرۂ مبارک میں تشریف لائے اور دروازے پر پردہ لٹکا دیا۔ ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ کو اس بات سے بہت تکلیف ہوئی لیکن لحاظ کے مارے کسی سے کچھ نہیں فرمایا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور صحابہؓ کو ادب سکھایا اور پردہ کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اگرچہ اس آیت کی شان نزول خاص ہے لیکن حکم عام ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ بغیر اجازت کے لوگوں کے گھروں میں نہ گھسیں اور بے بلائے دعوت میں نہ جائیں۔ کھانے سے پہلے میزبان کے گھر میں جاکر برتنوں کو تکتے

(بقیہ تفسیر صفحہ ۷۶۳) نہ بیٹھیں اور کھانے کے بعد دیر تک بیٹھ کر گپ شپ نہ کریں جب گھر میں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے کھڑے ہو کر مانگیں۔ عورتوں اور مردوں دونوں کے دلوں کو پاکیزہ رکھنے کے لئے یہ طریقہ بہت مناسب ہے۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس بات کا خیال رکھیں کہ ان کی کسی حرکت سے آنحضرتؐ کے قلب مبارک کو کچھ بھی تکلیف نہ پہنچے۔ نیز آنحضرتؐ کا پورا پورا ادب ملحوظ رکھیں اور آپؐ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح کرنے کا خیال بھی نہ کریں۔ یہ بات اللہ تعالےٰ کے نزدیک بڑی بھاری ہے۔

إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمًا ۝ إِنْ تُبْدُوا شَيْئًا

بلاشبہ یہ اللہ کے نزدیک بڑا (گناہ) ہے (۱) اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو

أَوْ تُخْفُوهُ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ لَا

یا اس کو چھپاؤ تو (یاد رکھو) کہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے (پیغمبر کی)

جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ وَلَا

بیویوں پر اپنے باپوں سے (پردہ نہ کرنے میں) کوئی گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں سے اور نہ

إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ

بھائیوں سے اور نہ اپنے بھتیجوں سے اور نہ اپنے

أَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَائِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ

بھانجوں سے اور نہ اپنی عورتوں سے اور نہ اپنی لونڈیوں سے (اے پیغمبر کی بیویو!)

وَاتَّقِينَ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۝

اللہ سے ڈرتی رہو بیشک اللہ ہر چیز پر حاضر (وناظر) ہے (۲)

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

بیشک اللہ اور فرشتے پیغمبر پر رحمت بھیجتے ہیں تو اے ایمان والو!

آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ

تم بھی پیغمبر پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو (۳) بیشک جو لوگ

يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ

اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں

الْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا ۝ وَالَّذِينَ

لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ

چونکہ آنحضرتؐ کی ازواج مطہرات مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ماؤں کی طرح عزت واحترام کی مستحق ہیں۔ کون انسان ہوگا جو ماؤں کے ساتھ اس قسم کا خیال کرے گا۔ پھر یہ بات بھی ظاہر ہے کہ بیوی بنانے کی صورت میں ان بیبیوں کا احترام ملحوظ نہ رہ سکے گا اور نہ وہ علم دین کی اشاعت کی خدمت یکسوئی کے ساتھ انجام دے سکیں گی۔

تاریخ گواہ ہے کہ آنحضرتؐ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے اپنے شایان شان پاکیزہ زندگی بسر کی اور جب تک زندہ رہیں شریعت کے اس علم کو جو ان کو براہ راست آنحضرتؐ سے حاصل ہوا تھا اپنی اپنی استعداد کے لائق مخلوق خدا میں پھیلاتی رہیں۔ اشاعت علم میں حضرت عائشہؓ کا مقام سب سے ممتاز اور بلند رہا ہے۔

(۲) اوپر کی آیت میں امہات المومنین کو اور ان کے واسطے سے سارے مسلمان عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم دیا تھا اب اس آیت میں واضح فرمایا کہ باپ اور بیٹے وغیرہ سے پردہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہرحال پرہیزگاری کو اپنا مقصد بنائیں اور مقصد یہ کوشش کریں کہ کوئی بات احکام الٰہی کے خلاف نہ ہو۔ اگر آدمی اس حقیقت کو پیش نظر رکھے کہ اللہ تعالےٰ حاضر وناظر ہے اور اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے تو امید ہے کہ پرہیزگاری کے خلاف قدم نہیں اٹھے گا۔

پردے کے احکام کا ذکر سورہ نور کے چوتھے رکوع میں بھی گزر چکا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ (۶۳۳)

(۳) اوپر کے بیانات اور احکام سے آنحضرتؐ کی عظمت ذہن نشین ہوتی ہے۔ اس آیت سے خاص طور پر آپؐ کی شان محبوبیت نمایاں ہے کہ اللہ تعالےٰ خود آپؐ پر اپنی خاص رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے بھی دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ بھی بارگاہ ایزدی میں آپؐ پر نزول رحمت کے لئے دعا کیا کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ ساری انسانیت پر آنحضرتؐ کا احسان عظیم ہے کہ آپؐ نے سب کو پیغام حق سنایا۔ لیکن چونکہ مسلمان آپؐ کے پیغام کو تسلیم کر کے معرفت حق اور دین کا سیدھا راستہ پا چکے ہیں اس لئے ان پر آپؐ کا حق زیادہ ہے۔ آپؐ کے طفیل سے جو نعمت عظمیٰ مسلمانوں کو ملی حقیقت یہ ہے کہ اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اس کا بہترین طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ مسلمان دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ آپؐ پر اپنی رحمت خاص نازل فرمائے نماز میں التحیات کے بعد درود شریف پڑھتے ہیں۔ اور حدیثوں میں درود شریف پڑھنے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے مسند امام احمد میں ہے کہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے جو

(بقیہ تفسیر صفحہ ۷۶۴) فرمایا کہ جو کوئی مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اس شخص پر اللہ تعالیٰ دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔ دیکھئے یہ بھی رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کا طفیل ہے کہ آپؐ پر درود بھیجنا خود ہمارے لئے رحمت و برکت کا موجب ہوتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى حَبِيْبِكَ وَنَبِيِّكَ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اٰمِين

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) حضرت زینبؓ سے نکاح کے بارے میں منافق آنحضرتؐ کی شان میں زبان درازی کرتے تھے۔ ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ یاد رکھو آنحضرتؐ کو تکلیف دینا اللہ تعالیٰ کو تکلیف دینا اور ناراض کرنا ہے۔ ایسے کمبختوں پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی پھٹکار پڑتی ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔

اسی طرح جو لوگ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں پر جھوٹا الزام لگائیں اور ناحق ان کو بدنام کریں وہ بھی بڑے گنہگار ہیں اور سزا کے مستحق ہیں۔

(۲) مدینہ شریف میں منافقوں اور یہودیوں کا زور تھا۔ آنحضرتؐ کی ازواج مطہرات، صاحبزادیاں اور دوسری مسلمان مستورات جب قضاء حاجت کے لئے بستی سے باہر جاتیں تو بعض بدمعاش منافق کسی آنے جانے والی خاتون کو چھیڑ چھاڑ کرتے۔ اگر کوئی ٹوکتا تو بہانہ کرتے اور کہتے کہ ہم نے تو لونڈی باندی سمجھا تھا۔

اس آیت کے ذریعے حکم دیا کہ شریف زادیاں جب ضرورت کے لئے باہر نکلیں تو چاہیئے کہ چادر اوڑھ لیں اور گھونگٹ نکال لیں تاکہ معلوم ہو کہ وہ شریف زادیاں ہیں، باندیاں نہیں ہیں اور اس طرح وہ بدمعاشوں کی چھیڑ چھاڑ سے محفوظ رہ سکیں اپنے کو چھپانے کی مقدور بھر کوشش کریں۔ اور اگر نادانستہ طور پر کوئی کمی رہ جائے تو امید رکھیں کہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔

(۳) منافق اور یہودی طرح طرح کی شرارتیں کرتے تھے۔ اس آیت میں ان کی دو شرارتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک یہ کہ بدمعاش مسلمان عورتوں کو بری نظر سے دیکھتے ہیں اور چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں۔ دوسرے شہر میں بری خبریں اڑایا کرتے ہیں یعنی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غلط غلط خبریں مشہور کرتے ہیں اور اسی طرح مسلمانوں کو ڈراتے رہتے ہیں۔

يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا

ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو بغیر اس کے کہ انھوں نے کچھ کیا ہو ایذا دیتے ہیں

فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝٥٨ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ

تو بیشک وہ بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر اٹھاتے ہیں (۱) اے پیغمبر!

قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ

اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور ایمان والی عورتوں سے کہدو کہ (باہر نکلیں تو) اپنی

عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ

چادریں اپنے (منہ) پر (اسے) نیچے لٹکا لیا کریں یہ امر ان کے لئے موجب شناخت (وامتیاز) ہوگا

فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝٥٩ لَىِٕنْ

تو ان کو ایذا نہ دی جائے گی اور اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۲) اگر منافق

لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور جو مدینہ میں بری بری خبریں اڑایا کرتے ہیں

وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا

(اپنی حرکتوں سے) باز نہ آئیں گے تو ہم تم کو ان پر مسلط کردیں گے پھر یہ لوگ

يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝٦٠ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا

تمہارے پاس مدینہ میں بہت کم رہنے پائیں گے (اور وہ بھی) پھٹکارے ہوئے جہاں

ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝٦١ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي

پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور مار ڈالے جائیں گے جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں

الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝٦٢

ان میں بھی اللہ کی یہی عادت رہی ہے اور اللہ کے دستور میں تم کسی طرح کی تبدیلی نہ پاؤ گے (۳)

ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ اگر یہ کمبخت اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے تو عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ اور مسلمانوں کی مدد فرمائے گا اور ان کے ہاتھوں یہ کمبخت ذلیل و خوار ہوں گے، شہر سے نکالے جائیں گے اور قتل کئے جائیں گے۔

گزشتہ قوموں کی تاریخ کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا یہی دستور رہا ہے کہ جو دین حق کی مخالفت کرتے ہیں، وہ خود مٹ جاتے ہیں۔

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا

لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں (تو ان سے) کہدو کہ اس کا علم

عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ

اللہ ہی کے پاس ہے اور تمھیں کیا معلوم کہ شاید قیامت قریب ہی

قَرِيْبًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ

آگئی ہو (۱) بلاشبہ اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے جہنم کی آگ تیار

سَعِيْرًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا

کر رکھی ہے اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (وہاں) وہ کوئی دوست پائیں گے

وَّلَا نَصِيْرًا ۝ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ

اور نہ مددگار جس دن ان کے چہرے (دوزخ کی) آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے تو وہ کہیں گے کہ

يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ وَقَالُوْا

اے کاش! ہم اللہ کی فرماں برداری کرتے اور اس کے رسول کا حکم مانتے اور کہیں گے کہ

رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاۗءَنَا فَاَضَلُّوْنَا

اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور بزرگوں کا کہنا مانا تو انھوں نے ہم کو راستے سے

السَّبِيْلَا ۝ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ

گمراہ کردیا اے ہمارے پروردگار! ان کو دردناک عذاب دے

وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور ان پر بڑی لعنت کر (۲) اے ایمان والو!

لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا

تم ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جنھوں نے موسیٰ کو ایذا دی تو اللہ نے موسیٰ کو بری

(۱) جو لوگ قیامت کا انکار کیا کرتے تھے اور اس کا مذاق اڑاتے ہوئے پوچھتے تھے کہ آخر وہ کب آئے گی، ان کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے کیا عجب ہے کہ قریب ہی آگئی ہو۔ دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی اس کا مذاق نہ اڑائے بلکہ اس کو قریب سمجھ کر اس دن کے لئے تیاری میں لگ جائے اور اپنے عقیدہ اور عمل کو درست کرے۔

(۲) ان آیتوں میں آخرت کے بعض ہولناک واقعات کا ذکر فرمایا تاکہ کافر اور منافق ذکر قیامت کے انکار اور استہزاء سے باز آئیں اور اسلام قبول کرکے اچھے انسان بن جائیں۔

چنانچہ فرمایا کہ جو لوگ پیغام حق کا انکار کرتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت ہوتی ہے اور آخرت میں ان کو ہمیشہ سخت عذاب میں رہنا پڑے گا۔ وہاں کوئی ان کا دوست اور مددگار نہ ہوگا۔ وہاں ان کو دوزخ کی آگ میں منہ کے بل ڈال کر گھسیٹا جائے گا اور ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ ہوں گے۔

جب اس طرح عذاب بھگتیں گے تو اپنی نافرمانیوں پر افسوس کریں گے کہ کاش ہم دنیا میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرماں بردار رہے ہوتے۔

اس وقت ان کو اپنے پیشواؤں پر بہت غصہ آئے گا اور وہ عرض کریں گے کہ پروردگار: حقیقت یہ ہے کہ ان کمبختوں نے ہم کو گمراہ کیا۔ اس لئے ان کو دو گنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت بھیج۔

قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝ ٦٩ يٰٓاَيُّهَا

ثابت کردیا اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے معزز تھے (۱) اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ ٧٠

ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو

يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ

اللہ (اس کے صلہ میں) تمہارے اعمال سنوار دے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ ٧١

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گا تو یقیناً وہ بڑی کامیابی پائے گا (۲)

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ

بلاشبہ ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا

الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا

تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے

وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ ٧٢

اور انسان نے اس کو اٹھا لیا بلاشبہ وہ ظالم اور جاہل ہے

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ

تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں

وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ

اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور اللہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں پر (رحمت سے) متوجہ ہو

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ٧٣

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۳)

ع ۵ / ۹

(۱) منافق اور یہودی آنحضرتؐ کو طرح طرح سے تکلیفیں دیتے تھے اور مسلمانوں کو بھی بہکا کر اپنے ساتھ لینا چاہتے تھے۔ یہودیوں کی مناسبت سے حضرت موسیٰؑ کا ذکر کیا اور مسلمانوں کو آگاہ کیا کہ کہیں تم منافقوں اور یہودیوں کے بہکانے میں مت آجانا۔ اپنے پیغمبرؐ کے ساتھ کوئی ایسی ناشائستہ حرکت نہ کر بیٹھنا جس سے آپؐ کے قلب مبارک کو دکھ پہنچے۔ یہودیوں کا حال تو یہ ہے کہ یہ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ بھی گستاخیاں کرتے رہے ہیں اور ان کو تکلیفیں دیتے رہے ہیں ۔۔۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں لوگ ننگے نہایا کرتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ لوگوں کے ساتھ نہیں نہاتے تھے اور تنہا ایسی جگہ نہاتے تھے جہاں کوئی ان کو نہ دیکھ سکے لوگ کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے موسیٰؑ کو برص ہے یا ان کے پوشیدہ اعضاء میں کوئی بیماری ہے جس کی وجہ سے وہ سب کے سامنے نہیں نہاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک معجزانہ طریقے پر حضرت موسیٰؑ کی برأت ثابت کی۔ ایک دن حضرت موسیٰؑ نہانے لگے تو کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ پتھر کپڑوں کے ساتھ جانے لگا۔ حضرت موسیٰؑ کچھ غصے اور کچھ گھبراہٹ میں اسی حالت میں پتھر کے پیچھے دوڑے۔ پتھر ایسی جگہ جا کر ٹھہر گیا جہاں چند لوگ موجود تھے۔ حضرت موسیٰؑ بھی وہیں پہنچے اور کپڑے اٹھا کر پہن لئے۔ بہرحال لوگوں نے حضرت موسیٰؑ کو دیکھ لیا کہ صحیح سالم ہیں اور ان کا الزام غلط ہے۔

(۲) ایمان والوں کو چاہیئے کہ منافقوں اور یہودیوں کے بہکانے میں نہ آئیں بلکہ آنحضرتؐ نے جو پرہیزگاری کا راستہ بتایا ہے اس کو اختیار کریں اور منافقوں کی طرح اللہ کے نیک بندوں پر جھوٹے الزام نہ لگائیں بلکہ سیدھی اور سچی بات کہیں اگر وہ پرہیزگار اور سچے بننے کا عزم کریں گے تو یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا اور ان کی لغزشوں سے درگزر کرے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہی میں انسان کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

(۳) قرآن مجید نے نہایت واضح الفاظ میں اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے لیکن اس عظمت اور بزرگی کی وجہ سے اس پر ذمے داری بھی بہت بڑی عائد ہوتی ہے۔ ع

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

اس آیت کے ذریعے انسان کو اس کی بھاری ذمے داری کی طرف توجہ دلائی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی ذات صفات اور کمالات سے محروم ہے اسی لئے اس کو ظالم و جاہل کہا کہ اس میں نہ عدل ہے نہ علم۔ لیکن اس میں کمالات حاصل کرنے کی پوری پوری استعداد موجود ہے۔ ایسی استعداد آسمان و زمین وغیرہ میں نہیں ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ بنایا اور صفات کمال عطا فرمائے، جن میں علم و عقل اور ارادہ اور اختیار بھی شامل ہیں۔ علم و عقل کی روشنی میں انسان اچھے اور برے میں تمیز کرسکتا ہے اور اپنے ارادہ و اختیار سے کسی ایک کو منتخب کرسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ انسان کو مکلف بنایا گیا، اس کے لئے احکام بھیجے گئے اور اس سے اطاعت کا مطالبہ کیا گیا۔ استعداد نہ ہونے کی وجہ سے آسمان و زمین وغیرہ کو نہ صفات کمال مل سکے اور نہ احکام دیئے گئے۔ الغرض امانت الٰہیہ کو نہ آسمان و زمین اٹھا سکے اور نہ پہاڑ، صرف انسان نے اٹھایا ؎

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید ۔ قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند ۔۔۔ انسان کو چاہیئے کہ امانت کے شعور کو بیدار رکھے اور اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ امانت کی اہمیت کو دلنشین کرنے کے لئے

(بقیہ تفسیر صفحہ ۷۶۷) آنحضرتؐ نے بھی فرمایا لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ یعنی ایمان کا اعتبار اور اس کا وزن امانت کے احساس پر موقوف ہے۔ جیسا امانت کا احساس ہوگا ویسا ہی ایمان و عمل بھی ہوگا۔

اب جو لوگ اس ذمے داری کو پورا نہ کریں گے اور پیغام حق سے سرکشی کریں گے جیسے مشرک اور منافق، وہ سزا بھگتیں گے۔ لیکن جو لوگ امانت کا احساس کر کے احکام الٰہی کے مطابق زندگی بسر کریں گے ان کی کمزوریاں معاف کی جائیں گی اور ان کو رحمت سے نوازا جائے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اس آیت کے مضمون کو حضرت امجد حیدر آبادی نے اپنے خاص انداز میں یوں ادا کیا ہے۔ رباعی

اس سینہ میں کائنات رکھ لی میں نے
کیا ذکر صفات ذات رکھ لی میں نے
ظالم سہی، جاہل سہی، نادان سہی
سب کچھ سہی پر بات رکھ لی میں نے

سُوْرَةُ سَبَا مَكِّيَّةٌ (۳۴)

سورۂ سبا (۱) مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جس کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝۱

اور آخرت میں بھی اسی کی تعریف ہے اور وہ حکمت والا (اور) باخبر ہے

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا

جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اس میں سے نکلتا ہے اور جو

يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِيْمُ

آسمان سے اترتا ہے اور جو اس پر چڑھتا ہے سب اس کو معلوم ہے اور وہ مہربان (اور)

الْغَفُوْرُ ۝۲ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ

بخشنے والا ہے (۲) اور کافر کہتے ہیں کہ ہم پر (قیامت کی) گھڑی نہیں آئے گی

قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ

(اے پیغمبرؐ) کہہ دو کیوں نہیں (آئے گی) میرے پروردگار کی قسم وہ تم پر ضرور آ کر رہے گی (وہ پروردگار) غیب کا جاننے والا (ہے اور)

عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ

ذرہ بھر چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور کوئی چیز

اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۳

اس سے چھوٹی یا بڑی نہیں مگر روشن کتاب میں لکھی ہوئی ہے (۳)

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) اس سورت کا نام سبا ہے جو ایک قوم کا نام تھا۔ یہ قوم ملک یمن میں رہتی تھی، بڑی خوش حال تھی اور عظیم الشان تمدن کی مالک تھی۔ پہلی یا دوسری صدی عیسوی میں تباہ ہو گئی، لیکن اس کے کھنڈر اب بھی باقی ہیں۔ قریش سردی کے موسم میں تجارت کی غرض سے یمن جایا کرتے تھے اور قوم سبا کی نشانیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ اس لئے قوم سبا کے عروج و زوال کے حالات سنا کر قریش کو توجہ دلائی کہ عبرت حاصل کریں اور پیغام حق کے انکار سے باز آئیں۔

(۲) اس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی چند صفات بیان کر کے توحید کا عقیدہ دلنشیں کیا گیا ہے یعنی دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ہی ہر طرح کی حمد و ثنا اور تعریف و توصیف کا مستحق ہے جو تنہا ساری کائنات کا خالق و مالک ہے، اور جو ہر چیز سے باخبر ہے اور کائنات کو بڑی حکمت سے چلا رہا ہے۔

اس کے علم کا یہ حال ہے کہ جو چیزیں زمین کے اندر چلی جاتی ہیں جیسے بارش کا پانی اور کیڑے مکوڑے وغیرہ اور جو چیزیں زمین کے اندر سے نکلتی ہیں جیسے نباتات اور معدنیات اور جو چیزیں آسمان سے اترتی ہیں جیسے بارش، وحی، فرشتے اور جو چیزیں آسمان کی طرف چڑھتی ہیں جیسے عمل، دعا، روح وغیرہ غرض سب چھوٹی بڑی اور ظاہر و پوشیدہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال کو بھی جانتا ہے لیکن بد عمل پر جلد گرفت نہیں فرماتا بلکہ اپنی رحمت سے لوگوں کی بہت سی کمزوریاں بخش دیتا ہے — (۳) جو لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں ان کو یہ بات جتا دینا چاہیئے کہ آنحضرتؐ اس کی خبر دے رہے ہیں اور پروردگار عالم کی قسم کھا کر یقین کامل کے ساتھ اس کو بیان کر رہے ہیں۔ آپؐ کی صداقت و دیانت کا یہ عالم ہے کہ آپ کو قوم کی طرف سے صادق اور امین کا لقب مل چکا ہے۔ آپؐ کی بات کا انکار کرنا ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے — اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو قیامت کی خبر دی ہے اور اسی کے حکم سے قیامت آئے گی۔ وہ غیب کا جاننے والا ہے اور کائنات کے ذرے ذرے سے واقف ہے۔ لہٰذا وہی قیامت کا وقت بھی جانتا ہے اور قیامت کے دن لوگوں کے بکھرے ہوئے ذرات کو جمع کر کے ان کو دوبارہ زندہ کر دینا بھی اس کے لئے کچھ مشکل کام نہیں ہے۔

لِّيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُم

اس لئے کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو بدلا دے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے

مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٤﴾ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا

بخشش اور عمدہ روزی ہے اور جنہوں نے ہماری آیتوں (کے بارے) میں

مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رِّجْزٍ أَلِيمٌ ﴿٥﴾

کوشش کی (کہ ہمیں) ہرا دیں ان کے لئے سخت درد دینے والا عذاب ہے (۱)

وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ

اور جن لوگوں کو (آسمانی کتابوں کا) علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ جو (قرآن) تمہارے پروردگار کی طرف سے

مِن رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ وَيَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ

تم پر نازل ہوا ہے وہ حق ہے اور وہ (خدا) اس (خدا) کا رستہ بتاتا ہے جو غالب (اور)

الْحَمِيدِ ﴿٦﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ

لائق تعریف ہے (۲) اور کافر کہتے ہیں کہ کیا ہم تم کو ایسا آدمی بتائیں جو تم کو یہ

رَجُلٍ يُنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّكُمْ لَفِي

خبر دیتا ہے کہ جب تم (مر کر) بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو (قیامت کے دن) ضرور تم

خَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿٧﴾ أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَم بِهِ جِنَّةٌ ۗ

نئے سرے سے پیدا ہو گے یا تو اس شخص نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے یا اسے جنون ہے

بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ

(اللہ فرماتا ہے) بات یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ سخت آفت اور پرلے درجے کی گمراہی میں

الْبَعِيدِ ﴿٨﴾ أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُم

(مبتلا) ہیں (۳) کیا یہ لوگ اس چیز کی طرف نہیں دیکھتے جو ان کے آگے اور پیچھے ہے

(۱) یعنی قیامت کا آنا اس لئے ضروری ہے کہ لوگوں کو ان کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک بدلا مل جائے جو دنیا میں ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ بخشش اور جنت کی نعمتوں سے مستفید ہوں۔ اور جنھوں نے پیغام حق کا انکار کیا، اللہ تعالیٰ کی باتوں کو جھٹلایا اور ان کا مقابلہ کرنے میں دوڑ دھوپ کرتے رہے، وہ اپنی بدعملی کی سزا میں سخت دردناک عذاب بھگتیں۔

(۲) یعنی اگرچہ بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں یعنی قرآن مجید کی مخالفت کرتے ہیں لیکن جو لوگ عقل و علم رکھتے ہیں یعنی صحابہؓ یا اہل کتاب کے علماء میں سے وہ حضرات جو انصاف پسند ہیں، جانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ یہ قرآن مجید جو پروردگار عالم نے آنحضرتؐ پر نازل فرمایا ہے بالکل برحق ہے اور اس راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے جس پر چل کر انسان خدائے غالب و محمود کی مرضی اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

(۳) قریش آنحضرتؐ کا اور دوبارہ زندہ ہونے کا مذاق اڑاتے تھے اور آپس میں کہتے تھے کہ اس شخص کو دیکھو جو کہتا ہے کہ جب تم گل سڑ کر بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو پھر نئے جنم میں اٹھو گے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو اس شخص نے خدا پر جھوٹا الزام لگایا ہے اور یا دیوانہ ہو گیا ہے۔

قریش کی اس بکواس کا اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا کہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ کا صادق اور امین ہونا اور صحیح دماغ ہونا اظہر من الشمس ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خود قریش ہی کی عقل ماری گئی ہے کہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، پرلے درجے کی گمراہی میں مبتلا ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کو مجنوں سمجھتے ہیں۔

مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ

یعنی آسمان اور زمین اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں

اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

یا ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیں بلاشبہ اس میں ہر بندے کے لئے

لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا

بڑی نشانی ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرے (۱) اور بیشک ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بزرگی

فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ

بخشی تھی (ہم نے حکم دیا کہ) اے پہاڑو! داؤد کے ساتھ تسبیح پڑھو اور پرندوں کو بھی (حکم دیا) اور ان کے لئے

الْحَدِيْدَ ۝ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا

لوہے کو نرم کر دیا (اور یہ حکم دیا) کہ کشادہ زرہیں بناؤ اور کڑیوں کو اندازے سے جوڑو اور تم سب لوگ

صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ

نیک عمل کرو جو کچھ تم کرتے ہو بلاشبہ میں اس کو دیکھتا ہوں (۲) اور سلیمان کیلئے ہم نے ہوا کو مسخر کر دیا

غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ

اس (ہوا) کی صبح کی منزل ایک مہینے کی ہوتی اور شام کی منزل بھی ایک مہینے کی ہوتی اور ہم نے ان کے لئے تانبے کا چشمہ

الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ

بہا دیا تھا (۳) اور جنوں میں بعض ایسے تھے جو ان کے پروردگار کے حکم سے ان کے آگے کام کرتے تھے

وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝

اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم سے پھرے گا اس کو ہم دوزخ کے عذاب (کا مزہ) چکھائیں گے

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ

وہ (جن) سلیمان کے لئے وہ چیزیں بناتے تھے جو وہ چاہتے تھے یعنی بڑی بڑی عمارتیں اور مجسمے اور لگن

ع ۹

(۱) قریش دوبارہ زندہ ہونے پر تعجب کرتے تھے کہ جب آدمی گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گا تو پھر کس طرح جسم کے بکھرے ہوئے ذرات جمع ہوں گے اور ان سے جسم بنے گا پھر کس طرح اس میں جان پڑے گی۔ قریش کے تعجب کو دور کرنے کے لئے ان کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ آسمان و زمین کو نہیں دیکھتے جو ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ قریش خود بھی مانتے ہیں کہ یہ عظیم الشان آسمان و زمین اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں۔ کیا اس سے ان کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اندازہ نہیں ہوتا کہ جس نے پہلی مرتبہ بنایا اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے — یہ کمبخت ڈرتے نہیں کہ آسمان و زمین سب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اگر چاہے تو ان کمبختوں کو زمین میں دھنسا دے یا آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا کر ان کو نیست و نابود کر دے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں تو کائنات میں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں لیکن ان سے وہی بندے فائدہ اٹھاتے ہیں جو اس کی طلب رکھتے ہیں، اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس کی نشانیوں میں غور و فکر کرتے ہیں۔

اسی مناسبت سے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کا ذکر فرمایا کہ وہ ان بندوں میں سے تھے جو اللہ تعالیٰ کی طلب رکھتے تھے اور اسی کی طرف متوجہ رہتے تھے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بڑی بڑی نعمتوں سے نوازا تھا۔ نبوت کے ساتھ عظیم الشان سلطنت بھی عطا فرمائی تھی۔ حضرت داؤد بڑے خوش آواز تھے۔ لحن داؤدی ضرب المثل ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت داؤدؑ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس میں بہت مصروف رہتے تھے۔ اور جب خوش الحانی سے تسبیح و تہلیل کرتے یا زبور تلاوت فرماتے تو ان کے وجد آفریں نغموں سے نہ صرف انسان بلکہ وحوش و طیور بھی وجد میں آجاتے اور ان کے گرد جمع ہو کر سریلی آواز سے حضرت داؤدؑ کی ہمنوائی کرتے اور پہاڑ بھی ان کا ساتھ دیتے۔

حضرت داؤدؑ نے دعا کی تھی کہ پروردگار! میرے لئے ہاتھ کی کمائی آسان کر دے کہ بیت المال پر اپنی روزی کا بوجھ نہ ڈالوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں لوہا نرم کر دیا اور ان کو کشادہ اور عمدہ زرہیں بنانے کا حکم دیا۔

لکھا ہے کہ حضرت داؤدؑ پہلے شخص تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت بخشی تھی کہ انھوں نے ایسی زرہیں ایجاد کیں جو باریک اور نازک زنجیروں سے بنائی جاتی تھیں جو مضبوط ہونے کے ساتھ ساتھ ہلکی بھی ہوتی تھیں۔ حضرت داؤدؑ اور ان کے ساتھ والوں کو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا تھا کہ سلطنت کے کاروبار اور صنعت و حرفت کے دلچسپ مشغلے میں پڑ کر غافل مت ہو جانا۔ پرہیزگاری کی راہ پر قائم رہنا اور نیک عمل کرتے رہنا۔ اس بات کو پیش نظر رکھنا کہ میں تمھارے اعمال کو دیکھ رہا ہوں۔

(۳) حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے تھے اور ان کے جانشین ہوئے تھے۔ حضرت سلیمانؑ کی سلطنت اور شان و شوکت حضرت داؤدؑ سے بھی بڑھ گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو بھی بعض ایسی نعمتیں عطا فرمائی تھیں جو ان کی زندگی کا طرۂ امتیاز تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو ان کے لئے مسخر فرما دیا تھا چنانچہ حضرت سلیمانؑ جب چاہتے ہوا ان کے تخت کو اڑا کر لے جاتی اور صبح کو ایک مہینے کی مسافت اور شام کو ایک مہینے کی مسافت طے کر لیتی — جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کے لئے لوہا نرم فرما دیا جس کی وجہ سے انھوں نے لوہے کی صنعت کو ترقی دی تھی اسی طرح حضرت سلیمان کو پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے عنایت فرمائے تھے۔ تانبے سے برتن وغیرہ بنائے جاتے ہوں گے اور شاید عظیم الشان عمارتوں کی تعمیر میں بھی اس سے کام لیا جاتا ہو۔

كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ
(ایسے بڑے) جیسے تالاب اور دیگیں جو ایک ہی جگہ جمی رہتی تھیں　اے داؤد کی اولاد! (میرا) شکر کرو

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝۱۳ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ
اور میرے بندوں میں شکر گزار تھوڑے ہیں (۱) پھر جب ہم نے ان کے لئے موت کا حکم

الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰي مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَاۗبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ
صادر کر دیا تو جنوں کو کسی چیز سے ان کا نامعلوم نہ ہوا مگر گھن کے کیڑے سے جو ان کے عصا کو

مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا
کھاتا رہا　پھر جب سلیمان گر پڑے تب جنوں کو معلوم ہوا (اور کہنے لگے)

يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝۱۴ۭ
کہ اگر وہ غیب جانتے تو ہرگز ذلیل کرنے والے عذاب میں مبتلا نہ رہتے (۲)

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ
بلاشبہ سبا (والوں) کے لئے ان کی بستی میں (ہماری قدرت کی) ایک نشانی تھی (یعنی) دو باغ تھے دائیں

يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ڛ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ
اور بائیں (ہم نے ان سے کہا تھا کہ) اپنے پروردگار کا (دیا ہوا) رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو

بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ۝۱۵ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا
(کہ رہنے کو) عمدہ شہر ہے اور بخشنے والا پروردگار (۳) تو انھوں نے (ہمارے حکم سے) اعراض کیا

عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ
تو ہم نے ان پر سخت سیلاب بھیج دیا　اور ان کے ان دونوں باغوں کے بدلے میں

ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ۝۱۶
ایسے دو باغ دیئے جن میں بدمزہ میوے تھے اور جھاؤ (کے درخت) اور قدرے قلیل بیری (کے درخت)

(۱) حضرت سلیمانؑ کی حکومت کی بڑی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ نہ صرف انسان بلکہ جن بھی ان کے تابع فرمان تھے اور ان کے لئے عظیم الشان عمارتیں، مجسمے، بڑے بڑے لگن اور بھاری بھاری دیگیں تیار کرتے تھے لکھا ہے کہ مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس کی بڑی بڑی عمارتیں بھی جنوں ہی نے بنائی تھیں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد سے فرمایا تھا کہ میری ان عظیم الشان نعمتوں کا شکر ادا کرو لیکن افسوس کہ بہت کم بندے شکر کرتے ہیں۔

(۲) اس آیت میں حضرت سلیمانؑ کے انتقال کے واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ کی موت کا وقت آیا تو انھوں نے خیال کیا کہ کہیں جن، بیت المقدس کی تعمیر کے کام کو ادھورا نہ چھوڑ دیں۔ اس لئے انھوں نے یہ تدبیر کی کہ جنوں سے شیشے کا ایک حجرہ بنوایا اور خود اس کے اندر بند ہو گئے۔ لاٹھی کے سہارے کھڑے ہو کر عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے اسی حالت میں موت کے فرشتے نے ان کی رُوح قبض کر لی۔ لیکن کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے جن بھی بدستور کام کرتے رہے اور بیت المقدس کی تعمیر کا کام پورا ہو گیا۔ سال بھر گزرنے کے بعد گھن لگنے کی وجہ سے لکڑی گری اور حضرت سلیمانؑ کا مقدس جسم بھی زمین پر آ رہا۔ اب لوگوں کو ان کی وفات کا علم ہوا جنوں نے بہت افسوس کیا اور ان پر یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ غیب نہیں جانتے۔ اگر جانتے ہوتے تو حضرت سلیمانؑ کے انتقال کے بعد فوراً اپنی جان چھڑا کر بھاگ جاتے اور اس تکلیف دہ کام کی مصیبت نہ جھیلتے۔

(۳) سبا ایک شخص کا نام یا لقب تھا جو بڑا بہادر اور حوصلہ مند تھا۔ اسی کے نام سے قوم مشہور ہوئی، اس نے زبردست فتوحات کر کے ملک یمن میں ایک حکومت بنائی تھی۔ یہ قوم بڑی خوش حال اور متمدن تھی۔ اس کے عروج کا زمانہ سنہ ۱۱۰۰ ق م بتایا جاتا ہے۔ بلقیس بھی اسی قوم کی ملکہ تھی جو حضرت سلیمانؑ کے دربار میں حاضر ہوئی تھی۔ اس کا ذکر سورۂ نمل میں گزر چکا ہے۔

لکھا ہے کہ ملک کی خوش حالی کا خاص سبب یہ تھا کہ ان لوگوں نے کئی بند بنا رکھے تھے جن میں ندی نالوں کا پانی جمع ہو جاتا تھا۔ ایک بہت بڑا بند "سد مارب" تھا۔ اس بند سے نہریں نکال کر حیرت انگیز طریقے پر آب پاشی کا انتظام کیا گیا تھا جس کی وجہ سے کئی ہزار مربع میل زمین پر کھیت اور باغ لہلہاتے تھے۔ اسی کیفیت کو ظاہر کرنے کے لئے فرمایا "جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ" یعنی دائیں اور بائیں میلوں تک باغوں کا سلسلہ چلا گیا تھا۔ حکومت کا پایۂ تخت شہر مارب تھا جو ایک سرسبز اور طرح طرح کے خوشبودار درختوں سے بھرے ہوئے پہاڑ پر واقع تھا اور "بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ" کا مصداق تھا۔

(۱) غرض یہ کہ سبا والوں کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا تھا اور وہ نہایت عیش و آرام سے زندگی بسر کرتے تھے ــــ لیکن ان کمبختوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کی اور اس کا شکر ادا نہیں کیا۔ شکر گزاری، نیکی اور پرہیزگاری کے راستے سے منہ موڑ کر شرک و کفر اور طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا ہو گئے ــــ آخر عذاب الٰہی نے آ پکڑا۔ بند ٹوٹا اور سارا ملک تباہ ہو گیا کھیت اور باغات سب بہ گئے پھر جب پانی خشک ہوا تو منظر ہی کچھ اور تھا۔ جہاں پہلے نفیس میووں کے درخت لہلہاتے تھے، اب وہاں بدمزہ اور کسیلے پھلوں کی جھاڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ ان میں زیادہ سے زیادہ مزے والے اگر کوئی پھل تھے تو وہ بیر تھے جن کی جھاڑیاں بھی دوسرے پھلوں کے مقابلہ میں کم تھیں۔

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ۝١٧

یہ ہم نے ان کی ناشکری کا بدلا دیا اور ہم ناشکروں ہی کو سزا دیتے ہیں (۱)

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا

اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جن میں برکت رکھی تھی بہت سے گاؤں آباد کر رکھے تھے

قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ۭ سِيْرُوْا فِيْهَا

جو (سامنے) نظر آتے تھے اور ہم نے ان میں آمد و رفت کا اندازہ مقرر کر دیا تھا (اور ان سے کہا کہ)

لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ۝١٨ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ

ان میں رات اور دن بے خوف (وخطر) چلا کرو تو کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے سفر

اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ

دراز کر دے اور انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو ہم نے (انہیں نیست و نابود کر کے) ان کے افسانے بنا دیئے

وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ

اور انہیں بالکل تتر بتر کر دیا بیشک اس قصہ میں ہر صابر و شاکر کے لئے

صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝١٩ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ

بہت سی نشانیاں ہیں (۲) اور بلاشبہ شیطان نے ان کے بارے میں اپنا خیال سچ کر دکھایا

فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٢٠ وَمَا كَانَ لَهٗ

کہ وہ اس کے پیچھے چل پڑے مگر ایمان والوں کا گروہ (شیطان کے پیچھے نہیں گیا) (۳) اور اس کا

عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ

ان پر کچھ زور نہ تھا مگر ہمارا مقصود یہ تھا کہ جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں

مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ۭ وَرَبُّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝٢١ ع

ان کو ان لوگوں سے ممتاز کر دیں جو اس کے بارے میں شک میں ہیں اور (اے پیغمبر!) تمہارا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے (۴)

قوم سبا کی تباہی کا واقعہ قریش کو سنا کر فرمایا کہ دیکھو! یہ کفر و نافرمانی کی سزا ہے۔ اور ناشکرے اور نافرمان ہی اس طرح کی سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔

(۲) یمن سے شام تک تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بستیاں تھیں مسافروں کو نہ تو ڈاکوؤں کا ڈر تھا اور نہ سفر میں کچھ تکلیف ہوتی تھی۔ ہر جگہ کھانے پینے کو افراط سے ملتا تھا اور ٹھہرنے کا بھی آرام تھا۔

سبا کے لوگ تجارت پیشہ تھے اور ان کے قافلے رات دن شام کا سفر کرتے تھے اور نہایت اطمینان اور آرام سے آتے جاتے تھے۔ سفر کیا تھا، سیر و تفریح تھی کہ ہنستے کھیلتے گئے اور لوٹ آئے۔

لیکن وہ لوگ خوش حالی اور عیش و آرام سے مست ہو گئے۔ انہوں نے نعمت الٰہی کی ناقدری کی اور زبان حال سے یا قال سے کہا کہ سفر کا مزہ تو جب ہے کہ منزل دور دراز ہے، راستہ ویران اور دہشت ناک ہے، ڈاکوؤں کا خطرہ ہے، ہر وقت چوکنا رہنا پڑتا ہے، کبھی فاقے سے ہیں، کبھی پانی کے لئے تڑپ رہے ہیں اور منزل کے انتظار و اشتیاق میں تیزی سے قدم اٹھاتے چلے جا رہے ہیں۔

یہ بڑی ناشکری تھی، جیسے بنی اسرائیل نے من و سلویٰ سے اکتا کر پیاز اور لہسن مانگا تھا۔ اس ناشکری کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ملک کو ویران اور قوم کو تتر بتر کر دیا۔ کچھ لوگ تباہ ہو گئے اور کچھ ادھر اُدھر چلے گئے۔ قوم سبا کا وہ عظیم الشان تمدن افسانہ ہو کر رہ گیا۔

لوگوں کو چاہئے کہ اس قوم کے حالات سے عبرت حاصل کریں۔ خوش حالی میں اللہ تعالیٰ کا شکر کریں اور مصیبت کے وقت صبر سے کام لیں، اپنی کمزوریوں کو دور کریں اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں۔

(۳) اس آیت میں شیطان کے اس عزم اور قول کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو سورۂ بنی اسرائیل میں مذکور ہے۔ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا (یعنی میں تھوڑے لوگوں کے سوا ساری اولاد آدم کو اپنے قابو میں کر لوں گا)

مطلب یہ ہے کہ سبا والوں کی طرح جو لوگ بھی شیطان کی پیروی کرتے ہیں، وہ وہی لوگ ہیں جو شیطان کے گمان کو سچا کر دکھاتے ہیں۔ البتہ چند اللہ کے بندے ایسے ہیں جو ڈٹ کر شیطان کا مقابلہ کرتے ہیں اور اس کے داؤ سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ایمان لا کر نیک اور شائستہ انسان بن جاتے ہیں ــــ (۴) یعنی شیطان کو انسان پر جو قابو حاصل ہوا ہے کہ وہ ان کو بہکاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا یہ اقتضا ہوا کہ انسان کو مجبور نہ بنایا جائے بلکہ اس کو آزادی بخشی جائے کہ اپنے اختیار سے جو چاہے کرے ــــ چنانچہ اس نے انسان کے آگے نیکی اور بدی کی دونوں راہیں کھول دیں کہ

(بقیہ تفسیر صفحہ ۷۷۲) دیکھیں کون آخرت پر ایمان لاکر اپنی زندگی کو سدھارتا ہے اور کون انجام سے بے خبر ہوکر زندگی کی دلچسپیوں میں گم ہوجاتا ہے ـــ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے اور کائنات میں جو کچھ بھی ہوتا ہے سب اس کے علم میں ہے۔ ہر شخص کو بھی چاہیئے کہ اپنے اعمال کی نگرانی کرے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ
(اے نبی) کہدو کہ جن کو تم اللہ کے سوا معبود خیال کرتے ہو ان کو بلاؤ وہ آسمانوں
مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ
اور زمین میں ذرہ بھر چیز کے (بھی) مالک نہیں ہیں اور نہ ان میں
فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾
ان کی شرکت ہے اور نہ ان میں سے اللہ کا کوئی مددگار ہے (۱)
وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰۤى
اور اللہ کے پاس کسی کے لئے سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لئے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے یہانتک کہ
اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ
جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوجاتی ہے تو (آپس میں) پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا
قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ
وہ کہتے ہیں کہ حق فرمایا اور وہ بلند و بزرگ ہے (۲) (اے پیغمبر! ان سے) پوچھو کہ تم کو
مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى
آسمانوں اور زمین سے کون رزق دیتا ہے کہو کہ اللہ، اور ہم یا تم (یا تو) سیدھے
هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا
راستہ پر ہیں یا کھلی گمراہی میں (۳) (اے نبی) کہدو نہ ہمارے گناہوں کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا
وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ
اور نہ تمہارے اعمال کے بارے میں ہم سے پوچھا جائے گا (اے نبی) کہدو کہ ہمارا پروردگار ہم کو جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان
بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ
انصاف کے ساتھ فیصلہ کردے گا اور وہی خوب فیصلہ کرنے والا (اور) جاننے والا ہے (۴) (اے نبی) کہو کہ مجھے ان چیزوں کو دکھاؤ

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) شرک سے نفرت دلانے کے لئے فرمایا کہ مشرکوں کو چاہیئے کہ کسی آڑے وقت میں ان کو پکاریں جن کو انھوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر معبود بنا رکھا ہے۔ پھر دیکھیں کہ وہ ان کے کیا کام آتے ہیں؟ سوچنے کی بات یہ ہے کہ باطل معبود لوگوں کے کس طرح کام آسکتے ہیں جبکہ ان میں کچھ بھی قدرت نہیں ہے۔ ان کا حال تو یہ ہے کہ وہ آسمان و زمین میں ایک ذرہ بھر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں، نہ آسمان و زمین کے بنانے میں وہ اللہ تعالیٰ کے شریک تھے اور نہ ان کے انتظام میں وہ اس کے مددگار ہیں۔

(۲) مشرک معبودانِ باطل کو اس خیال سے پوجتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کی سفارش کریں گے۔ ایسے لوگوں کے خیال کو صحیح کرنے کے لئے فرمایا کہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے آگے سفارش کرنے کا مسئلہ بہت نازک ہے۔ اس کے آگے اسی کی سفارش ہوسکتی ہے جس کے حق میں اجازت ہو۔ اور وہی سفارش کرسکتا ہے جس کو اس کی بارگاہ سے اجازت ملے۔

بعض لوگ فرشتوں کو پوجتے ہیں اور ان کی شفاعت پر بھروسہ کئے بیٹھے ہیں۔ اس آیت میں بعض مقرب فرشتوں کا حال بیان فرمایا تاکہ ان کے پوجنے والے آگاہ ہوجائیں۔

اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم مقرب فرشتوں پر اترتا ہے تو وہ ہیبتِ الٰہی سے تھرا جاتے ہیں اور تسبیح پڑھتے ہوئے جھک جاتے ہیں۔ پھر جب حکم اتر چکتا ہے اور فرشتوں کے دلوں کا خوف دور ہوجاتا ہے تو وہ جاننے کے باوجود ادباً ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار کا کیا حکم ہوا۔ پھر کہتے ہیں کہ جو حکم ہے وہ برحق ہے پھر اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور کائنات میں اس کو جاری کردیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حکمِ الٰہی نازل ہونے کے وقت مقرب فرشتوں پر جو ہیبت طاری ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا احساس ہے۔

جو لوگ فرشتوں کی شفاعت پر بھروسہ کئے بیٹھے ہیں ان کو چاہیئے کہ اس بیان سے نصیحت حاصل کریں اور اپنے عقیدے کو درست کریں۔

(۳) آسمان سے پانی برستا ہے، زمین سے غلہ اور پھل پھلاری پیدا ہوتے ہیں پھر سورج کی گرمی سے پکتے ہیں جن کو آدمی اپنی غذا بناتا ہے۔ مشرک بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ یہ انتظام اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے ـــ مشرکوں کو چاہیئے کہ ذرا غور کریں کہ کون گمراہ ہے اور کون ہدایت پر ہے۔ اگر انصاف سے کام لیں تو نتیجہ صاف ظاہر ہے لیکن افسوس کہ وہ اس طرح نہیں سوچتے۔

(۴) یعنی مشرکوں سے کہدو کہ اگر تم ہماری نصیحت نہیں مانتے تو یہ آخری بات سن رکھو کہ ہر شخص کو اپنے اپنے اعمال کا جواب دینا ہوگا۔ ایک دن ہم سب اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ اس وقت وہ انصاف کے ساتھ فیصلہ صادر فرمادے گا۔ وہ ہر بات کا جاننے والا اور خوب فیصلہ کرنے والا ہے ـــ ہم کو تو اس کے علم اور فیصلے پر بھروسہ ہے۔ اب تم اپنی فکر کرو اور سوچو کہ تم کو کس کے علم پر بھروسہ ہے؟ نیز یہ

اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾

جن کو تم نے اللہ کا شریک بنا کر اس کے ساتھ ملا رکھا ہے۔ ہرگز (کوئی اس کا شریک) نہیں بلکہ وہی اللہ (اکیلا) غالب (اور) حکمت والا ہے (۱)

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

اور (اے محمدؐ!) ہم نے تم کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا

لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (۲) اور کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو (بتاؤ)

الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ

کہ یہ (قیامت کا) وعدہ کب (پورا) ہوگا (ان سے) کہہ دو کہ تم سے ایک دن کا

يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾

وعدہ ہے جس سے نہ ایک گھڑی پیچھے رہ سکو گے اور نہ آگے بڑھ سکو گے (۳)

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا

اور کافر کہتے ہیں کہ ہم نہ تو اس قرآن کو مانیں گے اور نہ

بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ

ان کتابوں کو جو ان سے پہلے کی ہیں اور کاش تم ان ظالموں کو اس وقت دیکھو جب

مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ

یہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے (اور) ایک دوسرے سے رد و کد کر رہے

الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا

ہوں گے جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے وہ سرکشوں سے کہیں گے کہ

لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا

اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہو جاتے (۴) سرکش لوگ

منزل ۵

(بقیہ تفسیر صفحہ ۔۔۔) مذہب کے بارے میں بغیر صحیح علم کے عقیدہ رکھنے کا انجام کیا ہوگا؟

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) مشرکوں سے پوچھو کہ ذرا ان معبودانِ باطل کو ہمارے سامنے بھی تو لاؤ جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا رکھا ہے۔ ہم بھی تو دیکھیں کہ ان میں کیا کیا گن ہیں۔

یقین ہے کہ وہ ہرگز کوئی ایسی ہستی پیش نہیں کر سکتے۔ بس ایسی ذات تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ جو سارے صفات کمال سے متصف ہے' جو غالب اور حکمت والا ہے' لہٰذا اسی پر ایمان لانا چاہیئے۔

(۲) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اگر لوگ تمہاری بات نہیں مانتے ہیں تو نہ مانیں' ہم نے تو تم کو ساری انسانیت کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ تم نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کی خوشخبری سنا دو اور نافرمانوں کو ان کے انجام سے آگاہ کر دو۔ لیکن افسوس کہ اکثر لوگ تمہارے مقام کو نہیں پہچانتے اور بے سمجھے بوجھے تمہاری رسالت کا انکار کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ اس آیت کے ذریعے صاف صاف الفاظ میں اعلان فرمایا کہ آنحضرتؐ ساری انسانیت کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں' یہ بھی ختم نبوت کی دلیل ہے۔

ع ۹ / ۹

(۳) مکہ کے لوگ قیامت اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے تھے اور اس کا مذاق اڑانے کے لئے پوچھتے تھے کہ اگر واقعی آنے والی ہے تو کب آئے گی اور اس کے آنے میں دیر کیوں ہو رہی ہے؟

ان کمبختوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ قیامت کا مذاق اڑانا بہت خطرناک بات ہے کیونکہ وہ ضرور آئے گی اور یقین رکھو کہ اس کا وقت بھی مقرر ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ قیامت اپنے مقررہ وقت پر ہوگی اور تم اس کو ایک گھڑی بھی آگے یا پیچھے نہ کر سکو گے۔ دانشمندی کا تقاضا ہے کہ اس کا وقت معلوم کرنے کی فکر نہ کرو بلکہ اس کے آنے پر یقین رکھ کر اس دن کے لئے تیاری کرو یعنی اپنا عقیدہ اور عمل درست کر کے اچھے آدمی بن جاؤ۔

(۴) قریش کی بڑی بدبختی یہ تھی کہ وہ کسی الہامی کتاب کو بھی نہیں مانتے تھے' نہ قرآن مجید کو اور نہ تورات و انجیل کو' یہی وجہ تھی کہ وہ قیامت اور حساب کتاب کا بھی یقین نہیں کرتے تھے۔

ان کی تنبیہ کے لئے قیامت کا ایک منظر پیش فرمایا تاکہ الہامی کتابوں کی سچائی اور قیامت کے آنے کا یقین ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے ـــــ مطلب یہ ہے کہ الہامی کتابیں سچی ہیں اور قیامت کا آنا یقینی ہے۔ قریش اور ان جیسے لوگ آج الہامی کتابوں اور قیامت کا انکار کرتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ لیکن قیامت کے دن حقیقت آشکارا ہونے کی وجہ سے وہ ایسی باتیں نہ کر سکیں گے بلکہ آپس میں ایک دوسرے پر الزام دھریں گے ـــــ عام لوگ ان لوگوں سے کہیں گے جو دنیا میں بڑے بنتے تھے اور عوام کو بہکاتے تھے کہ تمہاری وجہ سے ہم گمراہ ہوئے' اگر تم نہ ہوتے تو ہم بھی ایمان لے آتے اور آج مایوس اور رسوا نہ ہوتے۔

لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى
کمزوروں سے کہیں گے کہ کیا ہم نے تم کو ہدایت سے روکا تھا جبکہ وہ تمہارے
بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَقَالَ
پاس آچکی تھی (ہرگز نہیں) بلکہ تم ہی گنہگار تھے (۱) اور کمزور
الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ
لوگ سرکشوں سے کہیں گے (نہیں) بلکہ تمہارے رات دن کے مکر (و فریب)
وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ
نے (ہمیں روکا تھا) جب تم ہم سے کہتے تھے کہ ہم اللہ کا انکار کریں اور اس کے شریک
اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ
ٹھہرائیں (۲) اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو دل میں پشیمان ہوں گے
وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ
اور ہم کافروں کی گردنوں میں زنجیریں ڈال دیں گے (او) انھیں
يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ
اسی کے موافق سزا دی جائے گی جو وہ کیا کرتے تھے (۳) اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا
مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ
نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ جو چیز تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس
كٰفِرُوْنَ ﴿٣٤﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا
کے منکر ہیں اور کہنے لگے کہ ہم بہت سا مال اور اولاد رکھتے ہیں اور ہم کو
نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿٣٥﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ
عذاب نہیں ہوگا (ان سے) کہدو کہ میرا پروردگار جس کے لئے چاہتا ہے

(۱) بڑے لوگ عوام کے سر الزام دھریں گے اور کہیں گے کہ ہم نے تم پر زبردستی تو نہیں کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت تمہارے پاس آچکی تھی۔ اگر تم چاہتے تو اس کو قبول کرلیتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم خود ہی مجرم ہو اور بے وجہ ہمارے سر الزام دھرتے ہو۔

(۲) کمزور عوام پیشواؤں کی تردید کریں گے اور کہیں گے کہ تم ہمیں بہکانے کے لئے رات دن مکر و فریب کرتے رہتے تھے۔ کبھی ڈراتے تھے، کبھی لالچ دیتے تھے۔ ہمیشہ ہم سے یہی کہتے تھے کہ ہرگز پیغمبر کی بات نہ ماننا، ایک خدا کے قائل نہ ہونا، ضرور شرک کرنا اور بہت سے خداؤں کو ماننا۔

(۳) یہ لوگ جب عذاب کو سامنے دیکھیں گے تو اگرچہ ظاہر میں ایک دوسرے کو الزام دیں گے لیکن اپنے اپنے گناہوں کو یاد کرکے دل ہی دل میں سب کے سب نادم ہوں گے۔ پیشوا محسوس کریں گے کہ واقعی انھوں نے نادان عوام کو بہکایا تھا اس لئے وہ مجرم ہیں۔ اسی طرح عوام محسوس کریں گے کہ سچی بات یہ ہے کہ انھوں نے اپنی عقلوں سے کام نہیں لیا اور پیشواؤں کے فریب میں آگئے۔ اس لئے ان کا عذر معقول نہیں ہے۔

بہرحال پیشوا اور عوام دونوں خود محسوس کریں گے کہ وہ اپنی اپنی جگہ مجرم ہیں اور کوئی عذاب سے نہیں بچ سکتا۔ چنانچہ ان کی گردنوں میں طوق اور ہاتھ پاؤں میں زنجیریں ڈال کر لے جایا جائے گا، سب کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ تمہارے ہی اعمال کا بدلا ہے جو تم دنیا میں کرتے رہے تھے۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾

روزی کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (۱)

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ

اور تمہارا مال اور تمہاری اولاد ایسی چیز نہیں جو تم کو درجہ میں

عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ز فَاُولٰٓئِكَ

ہمارا مقرب بنا دے ہاں (ہمارا مقرب وہ ہے) جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے پس ایسے ہی لوگوں

لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

کو ان کے اعمال کے سبب دوگنا بدلا ملے گا اور وہ بالاخانوں میں بے خوف (بیٹھے) ہوں گے

وَالَّذِیْنَ يَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ

اور جو لوگ ہماری آیتوں میں کوشش کرتے ہیں کہ (ہمیں) ہرا دیں وہ عذاب میں

مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ

حاضر کئے جائیں گے (۲) (اے پیغمبر!ان سے) کہہ دو کہ میرا پروردگار اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا

مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ط وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ

ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے اور تم جو چیز خرچ کرو گے (اس کی راہ میں) خرچ کرتے ہو تو وہ (تمہیں) اس کا

يُخْلِفُهٗ ج وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا

عوض دیتا ہے اور وہ بہتر رزق دینے والا ہے (۳) اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا

ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾

پھر وہ فرشتوں سے فرمائے گا کہ کیا یہ لوگ تم کو پوجا کرتے تھے؟

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ج بَلْ كَانُوْا

وہ کہیں گے تو پاک ہے تو ہی ہمارا کارساز ہے نہ یہ بلکہ یہ لوگ

(۱) سرداران قریش دولت و اقتدار کے نشے سے مست ہو کر آنحضرت کی مخالفت کرتے تھے، خود بھی ایمان نہیں لاتے تھے اور نادان عوام کو سیدھے راستے پر نہیں آنے دیتے تھے۔ اس سے آپ کے قلب مبارک کو دکھ ہوتا تھا۔

آپ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ ہمیشہ ایسا ہی ہو رہا ہے کہ اللہ کے رسول کی مخالفت میں وہی لوگ پیش پیش رہتے ہیں جو بستی میں خوش حال اور صاحب اقتدار ہوتے ہیں۔ وہ لوگ سرکشی اور جہالت سے یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم کو اللہ نے مال و دولت اور آل اولاد عوام کی نسبت سے زیادہ دی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ہم سے خوش ہے اور ہم کو آخرت میں عذاب نہیں ہوگا۔

ع ۶/۱۰

یہ خیال غلط ہے۔ رزق کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اپنی حکمت اور مصلحت کے لحاظ سے وہ جس کے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ بہت سے نیک آدمی تنگی سے گزارتے ہیں اور بہت سے بدمعاش مزے اڑاتے ہیں لیکن لوگ اللہ تعالیٰ کی حکمت کو سمجھتے نہیں اور غلط نتیجہ نکالتے ہیں۔

(۲) یعنی محض مال و دولت کی کثرت ایسی چیز نہیں ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون تو یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائیں، نیک عمل کریں، اپنے مال کو نیک کاموں میں خرچ کریں اور اپنی اولاد کو تعلیم و تربیت دے کر ان کو اچھے آدمی بنائیں، تو ایسے لوگوں کے درجے بلند ہوں گے، ان کو ان کے استحقاق سے زیادہ بدلا ملے گا اور وہ جنت کے بالاخانوں میں بے فکری سے رہیں گے۔

ان کے برخلاف جو بدبخت اللہ تعالیٰ کے پیغام کی مخالفت میں کوشاں رہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ کے رسول کو ہرا دیں اور اس کے پیغام کو مقبول نہ ہونے دیں تو ایسے لوگوں کو پکڑ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

(۳) معلوم ہونا چاہیئے کہ رزق کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وہ جس کے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

نیز یہ کہ جب ایماندار لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کا بدلا دیتا ہے۔ جب یہ حقیقت ہے تو پھر ایماندار آدمی کو چاہیئے کہ وہ مال و دولت کو مقصود نہ بنائے اور نہ اس کو جمع کر کے رکھے۔ بلکہ چاہیئے کہ مال کے خرچ کرنے میں فراخ دلی سے کام لے۔ اپنے اور متعلقین کی ضروریات پر خرچ کرے۔ رشتہ داروں کے حقوق ادا کرے، یتیموں، بیواؤں اور محتاجوں کو دے اور دوسرے نیک کاموں میں خرچ کرے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھے کہ وہ روزی میں فراخی فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾ فَالْيَوْمَ لَا

جنوں کو پوجا کرتے تھے ۔ ان میں سے اکثر انہی کو مانتے تھے (۱) تو (اللہ فرمائے گا کہ)

يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۗ وَنَقُوْلُ

آج تم میں سے کوئی کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا اور ہم

لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا

ظالموں سے کہیں گے کہ آگ کے عذاب کا مزہ چکھو جس کو تم جھوٹ

تُكَذِّبُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا

سمجھتے تھے (۲) اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو (پیغمبر کے بارے میں)

هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ

کہتے ہیں کہ ایک ایسا شخص ہے جو چاہتا ہے کہ جن چیزوں کو تمہارے باپ دادا پوجا کرتے تھے

اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۗ

ان سے تم کو روک دے اور (یہ بھی) کہتے ہیں کہ (قرآن) محض جھوٹ ہے جو (اپنی طرف سے) بنا لیا گیا ہے

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ

اور کافروں کے پاس جب حق آیا تو اس کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ تو

اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤٣﴾ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا

کھلا جادو ہے (۳) اور ہم نے نہ تو ان (مشرکوں) کو کتابیں دیں جن کو یہ پڑھتے ہوں

وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿٤٤﴾ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ

اور نہ تم سے پہلے ان کی طرف ہم نے کوئی ڈرانے والا بھیجا (۴) اور جو لوگ ان سے پہلے تھے

مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ

انہوں نے بھی (پیغمبروں کو) جھٹلایا اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا تھا یہ اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے تو انھوں نے میرے پیغمبروں کو جھٹلایا

(۱) بعض عرب فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بتاتے تھے اور ان کی مورتیاں پوجتے تھے۔ ان کی تنبیہ کے لئے قیامت کا ایک منظر پیش فرمایا۔ قیامت کے دن مشرکوں کو ذلیل اور لاجواب کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے سوال فرمائے گا کہ کیا یہ مشرک تم کو پوجتے تھے۔

فرشتے شرک کے ذکر سے کانپ اٹھیں گے اور جواب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے۔ پھر عرض کریں گے کہ ہم تو تجھ کو اپنا کارساز مانتے ہیں اور تیری خوشنودی کے طلبگار رہتے ہیں۔ ہمیں ان مشرکوں اور ان کے کاموں سے کیا واسطہ۔ حقیقت میں یہ بدبخت شیطانوں کے بہکانے میں آکر شرک کیا کرتے تھے۔ گویا یہ ان ہی کو پوجتے تھے۔ ان میں اکثر شیطانوں ہی کو مانتے تھے نہ کہ ہم کو۔

(۲) جب فرشتے بارگاہِ رب العزت میں عجز و نیاز ظاہر کریں گے تو مشرکوں کو لاجواب کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ دیکھو جن کو تم پوجتے تھے اور جن کی شفاعت پر بھروسہ رکھتے تھے ان کا حال یہ ہے۔ اب واضح ہو گیا کہ تم سب کے سب کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے اور آپس میں ایک دوسرے کو نہ کچھ نفع پہنچا سکتے ہو اور نہ کچھ نقصان۔

پھر اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو دوزخ میں ڈلوا دے گا اور ان سے فرمائے گا کہ اب اس عذاب کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

(۳) جب آنحضرتؐ اللہ تعالیٰ کی آیتیں یعنی قرآن مجید پڑھ کر لوگوں کو سناتے تو وہ بدبخت آپؐ کا مذاق اڑاتے اور آپس میں کہتے کہ یہ شخص نبی یا رسول کچھ نہیں۔ بس ایک معمولی آدمی ہے اور چاہتا ہے کہ تم کو ان بتوں کی عبادت سے روک دے جن کو تمھارے باپ دادا پوجا کرتے تھے اور اپنا فرماں بردار بنا لے۔

اور قرآن مجید کے بارے میں کہتے کہ محض جھوٹ ہے جس کو اس شخص نے اپنی طرف سے بنا لیا ہے۔ اور جب دیکھتے کہ قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت سے لوگ متاثر ہوتے ہیں تو کہتے کہ یہ تو کھلا جادو ہے جس سے بعض لوگ متاثر ہوتے ہیں اور بے اختیار ہو کر اس کو مان لیتے ہیں۔

(۴) یعنی قریش محض جہالت اور عناد سے آنحضرتؐ اور قرآن مجید کا انکار کرتے ہیں۔ اگر وہ ٹھنڈے دل سے غور کرتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ آنحضرتؐ کی ذات اقدس اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمتیں ہیں۔ قرآن مجید سے پہلے عربوں پر کوئی آسمانی کتاب نازل نہیں ہوئی تھی۔ اسی طرح حضرت اسمٰعیلؑ کے بعد ان میں کوئی نبی یا رسول بھی پیدا نہیں ہوا تھا ــــ دانشمندی کی بات یہ تھی کہ قریش آنحضرتؐ اور قرآن مجید کی قدر پہچانتے اور اسلام کی دعوت کو قبول کر کے اپنی زندگیوں کو سنوارتے پھر اس روشنی کو ساری دنیا میں پھیلاتے۔

(۱) عربوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ آنحضرتؐ اور قرآن مجید کا انکار کرنے کے بعد بے فکر ہو کر نہ بیٹھیں۔ ذرا گزشتہ قوموں کے حالات کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ بہت سی قومیں ایسی تھیں جن کو اللہ تعالٰے نے اتنی دولت اور شان و شوکت عطا فرمائی تھی کہ عربوں کو اس کا دسواں حصہ بھی نہیں ملا لیکن جب انھوں نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا اور پیغام حق کے قبول کرنے سے انکار کیا تو اس کا کیا انجام ہوا۔

(۲) قریش آنحضرتؐ کی رسالت کو نہیں مانتے تھے اور (نعوذ باللہ) آپؐ کو مجنوں بتاتے تھے ــــ اس آیت میں ایک نفسیاتی انداز سے آنحضرتؐ کی رسالت کا یقین دلوں میں پیدا کیا ہے۔

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿٤٥﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ

تو (دیکھو) میرا عذاب (ان پر) کیسا (سخت) ہوا (۱) (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم

تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ

اللہ کے لئے دو دو ایک ایک کھڑے ہو جاؤ پھر غور کرو کہ تمہارے اس رفیق کو

مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ

کچھ بھی جنون نہیں۔ وہ تو تم کو ایک سخت عذاب آنے سے پہلے ڈرانے والے

شَدِيْدٍ ﴿٤٦﴾ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ

ہیں (۲) (اور یہ بھی) کہدو کہ اگر میں نے تم سے کچھ صلہ مانگا ہو تو وہ تم ہی کو مبارک۔ میرا

اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿٤٧﴾ قُلْ

صلہ تو صرف اللہ ہی کے ذمے ہے اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے (۳) (اور یہ بھی)

اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿٤٨﴾ قُلْ جَاۗءَ الْحَقُّ

کہدو کہ میرا پروردگار حق اتارتا ہے۔ وہ غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے کہدو کہ حق آپہنچا اور باطل

وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴿٤٩﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ

(برباد ہو گیا اور وہ) نہ پہلی بار پیدا کرے اور نہ دوبارہ پیدا کرے (۴) (اور ان سے) کہدو کہ اگر میں گمراہ ہوں

فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰي نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ

تو میری گمراہی کا نقصان مجھی کو ہے اور اگر ہدایت پر ہوں تو یہ اس کے سبب سے جو میرا پروردگار

اِلَيَّ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿٥٠﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا

میری طرف وحی بھیجتا ہے۔ بیشک وہ سننے والا (اور اپنے بندوں کے) قریب ہے (۵) اور (اے پیغمبر) کاش تم ان کو اس وقت دیکھو جب وہ گھبرا جائیں

فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿٥١﴾ ۙ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ

تو (عذاب سے) بچ نہ سکیں گے اور نزدیک ہی سے پکڑ لئے جائیں گے (۶) اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لے آئے

مطلب یہ ہے کہ تعصب و عناد کو دل سے نکال دو اور اچھی نیت کے ساتھ اللہ کا نام لے کر اٹھ کھڑے ہو۔ پھر دو دو، چار چار مل کر مشورہ کرو یا چاہو تو الگ الگ بیٹھ کر خوب غور کرو اور سوچو۔ آنحضرتؐ ساری عمر تمہارے رفیق اور ساتھی رہے ہیں۔ آپؐ کے حالات سے تم اچھی طرح واقف ہو اور آپؐ کو صادق اور امین کا لقب دے چکے ہو۔ یاد کرو: اس وقت تم میں سے کسی نے آپ کو مجنون کہا تھا؟

ع ۵ ۹ ۱۱

پھر اس بات کو بھی دیکھو کہ آنحضرتؐ جو تعلیم تمہارے سامنے پیش کر رہے ہیں وہ عقائد، اخلاق اور معاملات کے لحاظ سے کتنی پاکیزہ اور بلند ہے۔ انصاف سے کہو کہ ایسی تعلیم کوئی مجنون پیش کر سکتا ہے؟ پھر کیا بات ہے جو آپؐ کو مجنون بتاتے ہو؟ غور کرو: کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم خود ہی مجنون ہو؟ اگر اس طرح سوچو تو یقین ہے کہ یہ حقیقت تمہارے دلوں میں اتر جائے گی کہ آنحضرت لوگوں کو اللہ تعالٰے کا پیغام پہنچاتے ہیں اور انکار و سرکشی کی پاداش سے آگاہ فرماتے ہیں۔

(۳) یعنی تم خود اس بات کے گواہ ہو کہ تبلیغ کے کام کے معاوضہ میں میں نے آج تک تم سے کچھ اجرت نہیں مانگی۔ میں تو اپنے اللہ کی خوشنودی کے لئے تبلیغ کے کام میں تکلیفیں اٹھا رہا ہوں اور اسی سے ثواب کی امید رکھتا ہوں۔ مجھے اس بات کا پورا پورا یقین ہے کہ ہر چیز اللہ تعالٰے کے سامنے ہے اور وہ سب کے حال سے باخبر ہے۔ وہ میری نیت اور کام کو بھی دیکھ رہا ہے۔

واضح ہو کہ اگر لوگ سمجھیں تو یہ بھی آنحضرتؐ کی سچائی کا ایک بڑا ثبوت ہے۔

(۴) اوپر کی آیت میں آنحضرتؐ کی رسالت کی دلیل پیش کرنے کے بعد اس آیت میں فرمایا کہ لوگوں کے سامنے اعلان کر دو کہ آسمان سے حق بڑی قوت سے اتر رہا ہے اور باطل کو دھکیل رہا ہے۔ باطل کے قدم اکھڑ چکے ہیں اور اب وہ حق کے سامنے ہرگز نہیں ٹک سکتا۔

یعنی روشن دلیلوں سے حق باطل پر غالب آگیا ہے۔ اور وہ دن بھی قریب آ گیا ہے جبکہ تلوار سے بھی غلبہ حق کا اعلان ہو جائے گا۔

لکھا ہے کہ فتح مکہ کے روز آنحضرتؐ کی زبان مبارک پر یہ آیت اور سورۂ بنی اسرائیل کی وہ آیت جو اس کے ہم مضمون ہے، دونوں جاری تھیں گویا آپ اس پیشین گوئی کے سچے ہونے کا اعلان فرما رہے تھے۔

(۵) آنحضرتؐ کی رسالت کا انکار کرنے والوں کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ (نعوذ باللہ) آنحضرتؐ گمراہ ہیں تو یقیناً تمہارا یہ خیال باطل ہے۔ کیونکہ آپؐ گمراہی کے برے انجام سے بخوبی واقف ہیں اور ظاہر بات ہے کہ ایک معقول اور سنجیدہ آدمی گمراہی کے خطرناک انجام سے واقف ہوتے ہوئے کس طرح اس میں پڑ سکتا ہے ــــ حقیقت یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے بارے میں اس کے سوا کچھ کہنے کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ

وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝٥٢ وَّقَدْ

اور (اب اتنی) دور سے (ایمان تک) ان کی پہنچ کہاں ہوسکتی ہے اور پہلے تو

كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ

اس سے انکار کرتے رہے اور بغیر دیکھے دور ہی سے (گمان کے) تیر چلاتے

بَعِيْدٍ ۝٥٣ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ

رہے اور اب ان میں اور ان چیزوں میں جن کی خواہش کرتے ہیں آڑ کھڑی کردی گئی جیسا کہ پہلے

بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ۝٥٤

ان کے ہم مشرب لوگوں کے ساتھ کیا گیا وہ بھی شک میں پڑے تھے جس نے ان کو الجھن میں ڈال رکھا تھا (١)

(٣٥) سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَّكِّيَّةٌ

رکوعاتها ٥ — آیاتها ٤٥

سورۂ فاطر مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ

ہر طرح تعریف اللہ کے لئے ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے (اور) فرشتوں کو قاصد بنانے والا

رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ

ہے جن کے دو دو تین تین اور چار چار پر ہیں وہ پیدائش میں

فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝١

جس قدر چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے (٢)

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ

اللہ جو اپنی رحمت کا دروازہ لوگوں کے لئے کھولے تو کوئی اس کو بند کرنے والا نہیں

(بقیہ تفسیر صفحہ ٧٧٨) آپؐ راہ ہدایت پر ہیں۔ اور یہ ہدایت آپؐ کو وحی کے ذریعے پروردگار عالم کی طرف سے ملی ہے جو آپؐ سے بہت قریب ہے، جو آپ پر بہت مہربان ہے اور آپؐ کی دعاؤں کو سنتا ہے ۔۔۔ جب یہ بات یقینی ہے کہ آنحضرتؐ اس راہ ہدایت پر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر کھولی ہے، تو پھر نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ جو لوگ آپؐ کا انکار کر رہے ہیں وہی گمراہ ہیں۔

(٦) منکرین دنیا میں جیسی چاہیں باتیں بنالیں مگر جب آخرت میں وہ عذاب کو دیکھیں گے تو بہت گھبرائیں گے اور عذاب سے بچنے کی کوشش کریں گے۔ ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس دن وہ بھاگ نہ سکیں گے اور بہت آسانی سے گرفتار کرلئے جائیں گے۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (١) جو لوگ آج ضد اور جہالت سے آنحضرتؐ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں، یہ جب قیامت کے دن آپؐ کا اعزاز اور مقام بلند دیکھیں گے تو اس وقت کہیں گے کہ اب ہم بھی ایمان لاتے ہیں۔

ع ٦ ٩ ١٢

لیکن اس وقت ان بدبختوں کو ایمان نہیں مل سکے گا کیونکہ وہ موقع دور نکل چکا ہوگا جبکہ ایمان حاصل ہوسکتا تھا یعنی دنیا میں ایمان لاتے تو مقبول ہوتا۔ مگر یہ بدبخت دنیا میں تو آنحضرتؐ کا انکار کرتے رہے اور بہت دور بیٹھے اٹکل کے تیر چلاتے رہے۔

اس ضد، جہالت اور انکار کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس دن ان کی خواہشات پوری نہ کی جائیں گی جیسا ان سے پہلے لوگوں کی نہ کی گئیں جو ان ہی کی طرح خطرناک شک اور جہالت میں پڑے تھے۔

(٢) توحید کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کے چند صفات کی طرف توجہ دلائی، اور حمد سے سورت کو شروع فرمایا۔

چنانچہ ارشاد ہوا کہ ہر طرح کی حمد وستائش کا سزاوار اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ کیونکہ اسی نے آسمان وزمین کو ایسے اچھے طریقے پر پیدا کیا، حالانکہ پہلے سے کوئی نمونہ موجود نہ تھا۔ نیز اسی نے فرشتوں کو پیدا کیا اور ان کو قاصد بنایا کہ وہ وحی الٰہی پیغمبروں کے پاس پہنچاتے ہیں اور بعض فرشتے احکام الٰہی مادی اور روحانی کائنات میں جاری کرتے ہیں۔

فرشتوں کے بازو یا پر ہوتے ہیں لیکن ان کی حقیقت اللہ اور اس کے رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں فرشتے بھی ہیں، ان میں سے بعض کے دو دو، بعض کے تین تین، بعض کے چار چار بازو ہوتے ہیں۔ اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ مناسب سمجھتا ہے اس سے بھی زیادہ عطا فرماتا ہے کیونکہ وہ ہر بات پر قادر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت جبریلؑ کے چھ سو بازو (یا پر) ہیں۔

وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ

اور جو بند کرے تو اس کے بعد کوئی اس کو کھولنے والا نہیں اور وہ

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ

غالب (اور) حکمت والا ہے (۱) لوگو! اللہ کے جو تم پر احسانات ہیں

عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ

ان کو یاد کرو کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق (اور رازق) ہے جو تم کو آسمان اور

السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝۳

زمین سے رزق دے سکے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں الٹے جارہے ہو (۲)

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ

اور (اے پیغمبر!) اگر یہ لوگ تم کو جھٹلائیں تو تم سے پہلے بھی پیغمبر جھٹلائے گئے ہیں

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۴ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ

اور (سب) کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے (۳) لوگو! اللہ کا وعدہ

اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٚ وَلَا

سچا ہے تو تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ

يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝۵ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ

(وہ شیطان) فریب دینے والا تمہیں فریب دے بلاشبہ شیطان تمہارا دشمن ہے

فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا

تو تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو وہ تو اپنے (پیروؤں کے) گروہ کو (اپنی طرف) اس لئے بلاتا ہے کہ

مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۶ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ

وہ دوزخی ہوجائیں جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے سخت عذاب

(۱) اللہ تعالےٰ ایسی بڑی قدرت والا ہے کہ اگر وہ اپنے بندوں کے لئے مادی اور روحانی رحمت کا دروازہ کھولنا چاہے تو کائنات میں کوئی نہیں جو اس کو بند کرسکے۔ اور اگر بند کرنا چاہے تو کوئی اس کو کھول نہیں سکتا۔ وہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اپنی حکمت کے موافق جس بات کا فیصلہ کرلے اس کو کرگزرتا ہے۔

(۲) اللہ تعالےٰ کے صفات اور اس کی نعمتوں پر غور کرو کیا تم دیکھتے نہیں کہ اس نے آسمان وزمین میں ایسا عظیم الشان انتظام کر رکھا ہے جس کے ذریعے تم کو روزی ملتی ہے اور تمہاری بقا کا سامان ہوتا ہے۔ سوچو کہ کائنات میں اس کے سوا کون ہے جو ایسا انتظام کرسکے۔ ظاہر ہے کہ کوئی نہیں۔ اس علم کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کرو پھر تم کدھر پھرے جاتے ہو؟

(۳) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اگر لوگ ایسی روشن دلیلوں کو بھی نہ مانیں اور تم کو جھٹلائیں تو صبر کرو۔ تم سے پہلے بھی لوگوں نے پیغمبروں کو اسی طرح جھٹلایا ہے۔ ایسے سرکشوں کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دو۔ ایک دن سب کام اسی کی طرف لوٹائیں گے۔ اس دن وہ فیصلہ فرمادے گا۔

شَدِيْدٌ ۥ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ
ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لئے بخشش

وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۷ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ
اور بڑا ثواب ہے (۱) بھلا جس شخص کو اس کے برے اعمال آراستہ کرکے دکھائے جائیں اور وہ

حَسَنًا ۥ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ
ان کو عمدہ سمجھنے لگے (۲) کیا وہ ایماندار آدمی کے برابر ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں) بیشک اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو

مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۥ
چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے تو (اے پیغمبر!) ان بدبختوں پر افسوس کرکے تمہاری جان نہ جاتی رہے

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۸ وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ
جو کچھ وہ کرتے ہیں بلاشبہ اللہ اسے جانتا ہے (۳) اور اللہ ہی تو ہے جو ہوائیں

الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ
چلاتا ہے پھر وہ بادل کو اٹھاتی ہیں پھر ہم اس کو ایک بے جان شہر کی طرف چلاتے ہیں

فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۥ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝۹
پھر اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کر دیتے ہیں، اسی طرح (قیامت میں) آدمیوں کا جی اٹھنا ہے (۴)

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۥ اِلَيْهِ
جو شخص عزت کا طلبگار ہے تو (وہ یاد رکھے کہ) سب عزت اللہ ہی کے لئے ہے اسی کی طرف

يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۥ
پاکیزہ کلام چڑھتا ہے اور نیک کام اس کو بلند کرتا ہے

وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۥ
اور جو لوگ (دین کے خلاف) بری تدبیریں کرتے ہیں ان کو سخت عذاب ہوگا

منزل ۵

(۱) آنحضرتؐ کو تسلی دینے کے بعد لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگو! یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بالکل سچا ہے اور قیامت ضرور آنے والی ہے۔ اس لئے اس کی تیاری کرو اور غفلت میں مت پڑو۔ دنیا کی زندگی اور شیطان سے ہوشیار رہو۔ ایسا نہ ہو کہ دنیا کے عیش و نشاط میں پڑ کر اور شیطان کے فریب میں پھنس کر اللہ تعالیٰ کو اور اس کے احکام کو بھول جاؤ — تم جانتے ہو کہ شیطان تمہارا پرانا دشمن ہے اور ہمیشہ تمہیں بہکانے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ تمہاری نجات اسی میں ہے کہ اس کو دشمن سمجھو اور اس کے فریب میں نہ آؤ۔ وہ بہکا کر اپنے ساتھ دوسروں کو بھی دوزخ میں لے جانا چاہتا ہے۔

شیطان سے اس لئے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ جو لوگ اس کے بہکانے میں آکر اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جائیں گے اور کفر و نافرمانی پر کمر باندھ لیں گے ان کو سخت عذاب بھگتنا پڑے گا۔ لیکن جو شیطان کو اپنا دشمن سمجھیں گے اور اس کی مخالفت کرکے ایمان لائیں گے اور نیک بن کر زندگی گزاریں گے ان کی کمزوریاں معاف کی جائیں گی اور ان کو بڑا اچھا بدلا دیا جائے گا۔

ع ۱/۱۲

(۲) کافر اور مومن کے الگ الگ انجام پر تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔ ان دونوں کے نقطۂ نظر میں بڑا فرق ہے اس لئے ان کا انجام بھی الگ الگ ہے۔ کافر کا حال یہ ہے کہ شیطان اس کے باطل عقیدوں اور برے اعمال کو اس کے سامنے اچھا کرکے پیش کرتا ہے اور وہ فریب میں آکر ان کو اچھا سمجھنے لگتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کافر میں اچھے اور برے کی تمیز باقی نہیں رہتی اس لئے وہ اپنی زندگی کو باطل عقیدوں اور غلط اعمال سے پاک نہیں کر سکتا اور اس کا انجام بھی برا ہوگا۔

اس کے برخلاف ایماندار آدمی کا دل و دماغ ایمان کے نور سے روشن ہوتا ہے اور وہ نیک و بد اور اچھے اور برے میں تمیز کرتا ہے، اپنے عقیدوں کو صحیح اور اپنے اعمال کو درست کرتا ہے، اس لئے اس کا انجام بھی اچھا ہوگا۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے فرمایا کہ جب اتنا سمجھانے پر بھی لوگ سیدھے راستے پر نہ آئیں تو تم ان کی گمراہی اور تباہی پر غم مت کرو۔

حقیقت یہ ہے کہ ہدایت اور ضلالت کا سررشتہ اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ جب شیطان کے بہکانے سے ان لوگوں کی عقل ماری گئی اور ان بدبختوں نے سرکشی پر کمر باندھ لی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو گمراہی میں چھوڑ دیا۔ کیونکہ اس کا قانون یہی ہے کہ جو سرکشی اور نافرمانی اختیار کرے اس کو اسی حالت میں چھوڑ دیتا ہے اور جو سیدھے راستہ پر چلنا چاہے اس کو ہدایت دیتا ہے۔

الغرض اس صورت حال پر صبر کرو اور ان بدبختوں کے پیچھے اپنی جان مت گھلاؤ۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے واقف ہے۔ وہ خود قیامت کے دن ان سے حساب لے گا —

(۴) اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اس کے حکم سے ہوائیں بادلوں کو اٹھاتی ہیں اور ادھر ادھر لے جاتی ہیں۔ بادل ایسی زمین پر پہنچتے ہیں جو سخت گرمی سے خشک ہو کر مردہ ہو گئی تھی اور اس پر ایک پودا بھی نہ تھا۔ پھر پانی برستا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے بعد زمین پودوں اور گھاس پات سے لہلہانے لگتی ہے — جو لوگ مرنے کے بعد زندہ ہونے میں تعجب کرتے ہیں ان کو اس صورتِ حال پر غور کرنا چاہیئے اور سمجھنا چاہیئے کہ جس طرح زمین سے پودے اور درخت نکل پڑتے ہیں اسی طرح ایک دن اس سے آدمی بھی اٹھ کھڑے ہوں گے۔

(۱) عزت اور بڑائی حاصل کرنے کا جذبہ انسان میں فطری ہے۔ مشرک بھی یقین رکھتے تھے کہ بتوں کے پوجنے سے خدا کے ہاں عزت ملے گی۔ جب مسلمان کمزور تھے تو بعض لوگ ان کے مقابلے میں سرداران قریش سے دوستی کرکے ان کی نظروں میں عزت حاصل کرنا زیادہ مناسب سمجھتے تھے۔

وَمَكْرُ أُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ﴿١٠﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ
اور ان کی تدبیریں بے کار ہو جائیں گی (۱) اور اللہ ہی نے تم کو مٹی سے پیدا کیا
ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ
پھر نطفے سے پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا اور کوئی عورت
مِنْ أُنْثٰى وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ
نہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ جنتی ہے مگر (یہ سب کچھ) اس کے علم سے (ہوتا ہے) اور نہ کسی عمر والے کی عمر زیادہ
مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ إِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ
کی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر سب کچھ کتاب میں لکھا ہوا ہے
إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿١١﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ
بلاشبہ یہ اللہ کے لئے آسان ہے (۲) اور دو دریا برابر نہیں ہیں (بلکہ)
هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ
ایک میٹھا پیاس بجھانے والا ہے جس کا پینا بھی آسان ہے اور یہ دوسرا کھاری
أُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَأْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ
کڑوا اور تم ہر ایک (دریا) سے (مچھلیاں نکال کر ان کا) تازہ گوشت کھاتے ہو اور نیز زیور (یعنی موتی)
حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ
نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو اور تم دریا میں کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں
لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٢﴾
تاکہ تم اس کا فضل (یعنی روزی) تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو (۳)
يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ
وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور وہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے

ایسے لوگوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ اگر تمہارے دلوں میں عزت حاصل کرنے کی خواہش ہے تو سنو کہ عزت و عظمت کا سرچشمہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس کسی کو عزت اور بڑائی ملی ہے اسی کی بارگاہ سے ملی ہے۔

لیکن یاد رکھو کہ اس کی بارگاہ میں عزت پانے کا ذریعہ پاکیزہ کلام اور اچھا کام ہے یعنی کلمۂ طیب پڑھو، اس پر دل سے یقین رکھو، قرآن پڑھو، اللہ کو یاد کرو اور نیک عمل کرو تو دنیا آخرت کی ساری عزتیں تمہارے قدم لیں گی۔

لیکن جو لوگ اللہ کے رسولؐ اور اس کے دین کا مقابلہ کریں گے اور ان کے خلاف تدبیریں سوچیں گے جیسا کہ سرداران قریش نے کیا، تو وہ یاد رکھیں کہ اللہ کی تدبیر کے مقابلے میں ان کی تدبیریں خاک میں مل جائیں گی اور دنیا و آخرت میں ان کو سخت عذاب بھگتنا پڑے گا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی قدرت پر غور کرو کہ اس نے آدمؑ کا پتلا مٹی سے بنایا پھر نطفے سے پیدائش کا سلسلہ قائم کیا اور مرد و عورت کا جوڑا بنایا تاکہ قیامت تک آدمؑ و حواؑ کی نسل چلتی رہے اور زمین آباد رہے۔

اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت کا اس سے اندازہ کرو کہ حاملہ عورت کے پیٹ میں حمل پر جو جو تغیرات گزرتے ہیں وہ سب اسی کے علم سے ہوتے ہیں۔

اسی طرح یہ بات کہ آدمی بڑا ہوگا اور چھوٹی یا بڑی عمر پائے گا اور اس پر کیا کیا حالات گزریں گے یہ سب کچھ بھی اس کے علم میں ہے اور اس نے پہلے ہی سے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت پر تعجب مت کرو اور اس کو اپنے علم کی طرح محدود نہ سمجھو۔ اس کا علم ذاتی ہے اور بہت وسیع ہے۔ وہ کائنات کی ہر چھوٹی بڑی اور ظاہر و پوشیدہ چیز سے واقف ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ دریاؤں میں دو طرح کا پانی بہتا ہے۔ دریاؤں کا پانی میٹھا اور خوشگوار ہوتا ہے جس کو پیتے ہیں تو پیاس بجھتی ہے۔ لیکن سمندروں اور بعض کنوؤں کا پانی کھارا اور بدمزہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سمندروں اور دریاؤں میں انسان کے لئے بہت سے فائدے رکھے ہیں۔ ان سے تازہ تازہ مچھلیاں پکڑ کر کھاتے ہیں اور موتی نکال کر ان سے زیور بناتے ہیں اور زیب و زینت کا سامان کرتے ہیں ـــ بھاری بھاری جہاز سمندر کے سینے چیرتے ہوئے چلتے ہیں جن کے ذریعے لوگ سفر کرتے ہیں اور تجارت کا سامان ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل ہوتا ہے۔ اس تجارت سے لوگ ہزاروں روپے کماتے اور اپنی معاشی حالت بہتر کرتے ہیں۔ لوگوں کو چاہیئے کہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ
اور اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا ہے ہر ایک مقررہ وقت تک چلتا
مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ
رہے گا یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے اسی کی بادشاہی ہے اور اللہ کے سوا جن
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝١٣
(معبودوں) کو تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں (۱)
اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاۗءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا
اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں اور اگر سن بھی لیں تو
اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ
تمہاری بات نہ مانیں اور قیامت کے دن تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے
وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝١٤ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ
اور (اے مخاطب) تجھ کو (خدائے) باخبر کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا (۲) اے لوگو! تم سب
الْفُقَرَاۗءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝١٥
اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز اور تعریف کے لائق ہے
اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝١٦ وَمَا
اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے اور ایک نئی مخلوق پیدا کر دے اور یہ
ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝١٧ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ
بات اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں (۳) اور کوئی شخص کسی دوسرے کے (گناہوں) کا بوجھ
اُخْرٰى ۭ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا
نہیں اٹھائے گا اگر کوئی بوجھ میں دبا ہوا اپنا بوجھ اٹھانے کو (کسی کو) بلائے

(۱) اللہ تعالیٰ نے ایسا نظام مقرر فرمایا ہے کہ رات اور دن ایک دوسرے کے پیچھے آتے جاتے رہتے ہیں کبھی دن بڑا، رات چھوٹی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رات کی کچھ گھڑیاں دن میں مل گئیں، اور کبھی رات بڑی، دن چھوٹا گویا دن کا کچھ حصہ رات میں شامل ہو گیا۔

اسی نے سورج اور چاند کو بنایا اور دن کا نظام ایسا ٹھہرایا کہ وہ چکر لگا رہے ہیں اور قیامت تک ایسے ہی چلتے رہیں گے۔

غرض اوپر کی آیات میں جس ذات کی صفات بیان ہوئیں وہی اللہ تعالیٰ ہے جو تمہارا پروردگار ہے اور سارے جہان کی حکومت اور بادشاہت اسی کے لئے ہے۔ اور اس کے سوا تم جن فرضی معبودوں کو پوجتے ہو وہ تو ذرہ برابر کسی چیز کے بھی مالک نہیں۔

(۲) ان کا حال تو یہ ہے کہ ان میں سننے اور بولنے کی کوئی صفت ہی نہیں ہے۔ اگر یقین نہ آتا ہو تو ذرا مصیبت کے وقت ان کو پکار کر دیکھو۔ کیا وہ تمہاری پکار سنیں گے؟ ہرگز نہیں! اگر فرض کرو سن بھی لیں جیسا کہ تم سمجھتے ہو، تو جواب نہ دیں اور تمہاری مدد نہ کریں۔ مدد کرنا کیسا، وہ تو قیامت کے روز تمہارے شرک سے بیزاری کا اعلان کریں گے اور تمہارے خلاف گواہ بن جائیں گے۔

ع

یاد رکھو! یہ اس کا بیان ہے جو کائنات کی ہر بات سے واقف ہے اور واقف کار کے برابر کس کا بیان ہو سکتا ہے؟

(۳) لوگو! اگر تم ذرا غور و فکر کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ تم سب کے سب اپنی ہر ایک بات اور ہر ایک کام میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو۔

اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور کسی بات میں بھی کسی کا محتاج نہیں ہے، کیونکہ وہ خود سارے صفاتِ کمال سے متصف ہے اور ہر حال میں سزاوار حمد و ثنا ہے۔

اس نے جو تمہارے پاس پیغام بھیجا اور تم کو دینِ اسلام کی تعلیم دی تو اس میں بھی تمہاری ضرورت کی تکمیل ہے اور تمہارا فائدہ ہے، اللہ تعالیٰ کا کچھ فائدہ نہیں۔

اگر تم اس کا پیغام قبول نہ کرو گے تو اس میں سراسر تمہارا ہی نقصان ہے۔ وہ تو ایسا بے نیاز ہے کہ اگر چاہے تو تم کو صفحۂ ہستی سے مٹا دے اور تمہاری جگہ کوئی دوسری مخلوق پیدا کر دے اور یہ کام اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے۔ اس لئے دانشمندی کا تقاضا یہی ہے کہ اس کا شکر ادا کرو اور اس کا پیغام قبول کر کے اپنی دنیا اور آخرت درست کر لو۔

لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ

تو وہ اس میں سے کچھ نہ اٹھائے گا اگرچہ وہ (اس کا) قربت دار ہی (کیوں نہ) ہو (اے پیغمبر!) تم ایسے

الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا

لوگوں کو ڈرا سکتے ہو جو بغیر دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور نماز کی

الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ

پابندی کرتے ہیں اور جو شخص پاک ہوتا ہے تو اپنے ہی لئے پاک ہوتا ہے

وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝۱۸ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى

اور (سب کو) اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (۱) اور اندھا اور آنکھوں والا

وَالْبَصِيْرُ ۝۱۹ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝۲۰ وَلَا

برابر نہیں اور نہ تاریکی اور روشنی اور نہ

الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝۲۱ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ

چھاؤں اور دھوپ اور نہ زندے اور مردے

وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ

برابر ہو سکتے ہیں بیشک اللہ جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے اور (اے پیغمبر!)

اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝۲۲ اِنْ اَنْتَ اِلَّا

تم ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں (مدفون) ہیں تم تو صرف ایک ڈرانے والے

نَذِيْرٌ ۝۲۳ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ؕ وَاِنْ

ہو بیشک ہم نے تم کو (دین) حق دے کر خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہے اور کوئی

مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝۲۴ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ

امت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو (۲) اور اگر یہ لوگ تمہیں جھٹلائیں تو جو لوگ

(۱) جو لوگ پیغامِ حق کا انکار کر کے سرکشی اور نافرمانی کرتے ہیں ان کو قیامت سے بے خوف نہ ہونا چاہیئے قیامت کے دن نفسی نفسی پڑی ہوگی اور کوئی شخص کسی دوسرے کے کام نہ آسکے گا۔

اس دن کوئی شخص دوسرے کے گناہوں کا بوجھ اپنے سر نہ لے سکے گا۔ اگر کوئی گنہگار اپنے کسی قریبی رشتہ دار کو بھی مدد کے لئے آواز دے گا اور چاہے گا کہ وہ اس کے گناہوں کا بوجھ اٹھالے، تب بھی وہ نہ اٹھا سکے گا اور اس کی کچھ مدد نہ کر سکے گا۔

اس دن وہی لوگ نجات پائیں گے جنھوں نے اللہ کے رسول کی بات سنی، اللہ تعالےٰ سے ڈرے اور نماز کی پابندی کر کے اپنی زندگی کو پاکیزہ کر لیا۔

یاد رکھو کہ جو شخص ایمان اور نیک عمل سے اپنی زندگی کو پاکیزہ کرتا ہے تو اس کا فائدہ اسی کو ملے گا۔ یقین رکھو کہ سب کو ایک دن اللہ تعالےٰ کے حضور میں حاضر ہونا ہے اور اپنے اعمال کا بدلا پانا ہے۔

(۲) اس آیت میں مومن اور کافر کی حالت کا مقابلہ کر کے دونوں کے فرق کو واضح فرمایا۔

مومن کے دل کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں، وہ ایمان کی روشنی میں زندگی کا راستہ طے کر کے جنت کے سایہ میں پہنچ جاتا ہے۔ غور کرو! کیا وہ سرکش کافر مومن کے برابر ہو سکتا ہے جو اندھے کی طرح توہمات کی اندھیریوں میں بھٹکتا ہوا دوزخ میں گر جاتا ہے۔

بلکہ مومن زندہ ہے اور کافر مردہ کہ گویا حق کی آواز سنتا ہی نہیں۔ مردوں کو اللہ تعالےٰ ہی چاہے تو سنائے، باقی رسول کا کام نہیں کہ وہ قبروں میں پڑے ہوئے مردوں کو پیغامِ حق پہنچائے۔ اس طرح کے لوگوں سے ہدایت پانے کی کیا امید کی جا سکتی ہے؟

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ
ان سے پہلے گزر چکے ہیں وہ بھی جھٹلا چکے ہیں ان کے پاس ان کے پیغمبر
بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ
کھلی نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے پھر میں نے
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿٢٦﴾ اَلَمْ تَرَ
کافروں کو پکڑ لیا تو (دیکھو) میرا عذاب کیسا سخت ہوا (۱) (اے مخاطب) کیا
اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ
تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعے
ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ۭ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ
مختلف رنگوں کے میوے پیدا کئے اور (اسی طرح) پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں
بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿٢٧﴾
(بعض) سفید اور (بعض) سرخ کہ ان کے بھی رنگ مختلف ہیں اور بعض بہت گہرے سیاہ
وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ
اور (اسی طرح) آدمیوں اور جانوروں اور چارپایوں کے بھی مختلف رنگ
كَذٰلِكَ ۭ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰۗؤُا ۭ
ہیں بیشک اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں
اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿٢٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ
بیشک اللہ غالب (اور) بخشنے والا ہے (۲) بیشک جو لوگ اللہ کی کتاب
كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
پڑھتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے

(۱) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ ہم نے تم کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ تمہارا کام یہ ہے کہ ایمانداروں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور جنت کی خوشخبری سناؤ اور سرکشوں کو ان کے خطرناک انجام سے آگاہ کرو۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ پیغمبروں یا ان کے جانشینوں کے ذریعے ہر قوم کو آگاہ کیا جا چکا ہے۔ اب کسی قوم کو عذر کرنے کا موقع نہیں ہے۔

ع ٣ ١٢/١٥
اگر یہ لوگ تم کو جھٹلائیں تو صبر کرو۔ گزشتہ قوموں کے پاس بھی پیغمبر معجزات اور چھوٹی بڑی کتابیں لے کر گئے۔ لیکن ان میں سے بہت سے لوگوں نے ان کو جھٹلایا جن کو عذاب نے تباہ کر دیا۔ ان کے حالات کا مطالعہ کرو اور دیکھو کہ انکار کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نیرنگی دیکھو کہ آسمان سے ایک ہی طرح کا پانی برستا ہے لیکن زمین سے جو پھل پھول نکلتے ہیں وہ رنگ برنگ کے ہوتے ہیں جن کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

اسی طرح پہاڑوں کے حصے بھی مختلف رنگ کے ہوتے ہیں، کوئی سفید، کوئی سرخ اور کوئی کالا بھجنگ۔

جس طرح جمادات اور نباتات مختلف رنگ کے ہوتے ہیں، اسی طرح آدمی اور جانور بھی رنگ برنگ کے نظر آتے ہیں۔ یہ سب اس کی قدرت و عظمت کی نشانیاں ہیں۔

لیکن جو بندے ان حالات پر غور کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت کو پہچانتے ہیں وہی اس سے ڈرتے ہیں۔ ورنہ غافلوں اور جاہلوں کو تو اس کی عظمت کا کچھ احساس ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ غالب ہے، لہٰذا اس کے مقابلے میں سرکشی نہیں کرنی چاہیئے لیکن اگر لغزش ہو جائے تو مایوس نہ ہو اور اس سے امید عفو و کرم رکھے کیونکہ وہ بخشنے والا بھی ہے۔

بعد کی آیت میں ان علماء کی پہچان بتائی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرۡجُوۡنَ تِجَارَةً لَّنۡ تَبُوۡرَ ﴿٢٩﴾
پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت (کے فائدے) کی امید رکھتے ہیں جو کبھی برباد نہ ہوگی (١)

لِيُوَفِّيَهُمۡ اُجُوۡرَهُمۡ وَيَزِيۡدَهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّهٗ
تاکہ اللہ ان کو ان کی اجرتیں پوری پوری دے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ بھی دے بلاشبہ وہ

غَفُوۡرٌ شَكُوۡرٌ ﴿٣٠﴾ وَالَّذِىۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ مِنَ
بڑا بخشنے والا (اور) قدردان ہے (٢) اور (اے پیغمبرؐ) یہ کتاب جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی

الۡكِتٰبِ هُوَ الۡحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ ؕ
ہے برحق ہے (اور) ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے آچکی ہیں

اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيۡرٌۢ بَصِيۡرٌ ﴿٣١﴾ ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا
بلاشبہ اللہ اپنے بندوں سے باخبر ہے اور (ان کے حالات کو) دیکھ رہا ہے (٣) پھر ہم نے ان لوگوں کو

الۡكِتٰبَ الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا ۚ فَمِنۡهُمۡ
کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا تو کچھ تو ان میں

ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ ۚ وَمِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ۚ وَمِنۡهُمۡ سَابِقٌۢ
اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور کچھ متوسط درجے کے ہیں اور کچھ اللہ کے حکم سے

بِالۡخَيۡرٰتِ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَضۡلُ الۡكَبِيۡرُ ﴿٣٢﴾
نیکیوں میں آگے نکل جانے والے ہیں یہی بڑی بزرگی ہے (٤)

جَنّٰتُ عَدۡنٍ يَّدۡخُلُوۡنَهَا يُحَلَّوۡنَ فِيۡهَا مِنۡ
(ان لوگوں کے لئے) ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے وہاں ان کو

اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ وَّلُـؤۡلُـؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمۡ فِيۡهَا حَرِيۡرٌ ﴿٣٣﴾
سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا

(١) جو لوگ کتاب الٰہی یعنی قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور اس کے علوم سے اپنے دلوں کو روشن کرتے ہیں، نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بخشی ہیں ان کو پوشیدہ اور ظاہر مخلوق خدا کے فائدے کے لئے خرچ کرتے ہیں، یاد رکھو کہ یہ لوگ ایسی تجارت کرتے ہیں جس میں گھاٹے کا خطرہ نہیں اور جس کا فائدہ یقینی ہے۔

(٢) وعدے کے مطابق اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ان کے ایمان اور عمل کا پورا پورا بدلا دے گا، بلکہ استحقاق سے زیادہ عطا فرمائے گا۔ ان کی کمزوریوں کو بخش دے گا اور ان کی نیکیوں کی قدر فرمائے گا اور ان کو استحقاق سے زیادہ ثواب عطا فرمائے گا۔

(٣) اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ پر جو قرآن مجید نازل فرمایا ہے وہ بالکل برحق ہے، اس میں کوئی شک وشبہ کی بات نہیں۔

اس کی سچائی کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ یہ پہلی کتابوں یعنی توراۃ اور انجیل کی تصدیق کرتا ہے اور اصل کے لحاظ سے ان کو بھی آسمانی کتابیں مانتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حال سے واقف ہے۔ حالات کے لحاظ سے ایک وقت اس نے توراۃ نازل فرمائی، پھر انجیل اتاری۔ اب آخر زمانے میں حالات اور ضروریات کے لحاظ سے قرآن مجید نازل فرمایا۔

(٤) قرآن مجید آنحضرتؐ پر نازل ہوا، پھر ساری امت محمدیہؐ اس کی وارث بنائی گئی جو مجموعی حیثیت سے دوسری امتوں سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک برگزیدہ امت ہے۔

امت محمدیہؐ میں تین گروہ ہیں:۔

(١) وہ جو گناہوں اور نافرمانیوں میں مبتلا رہتے ہیں اور اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

(٢) وہ جو میانہ رو ہیں یعنی عمل کے لحاظ سے انھوں نے اپنی زندگیوں کو متوسط حال پر رکھا ہے نہ اعلیٰ درجے کے اور نہ بہت خراب۔

(٣) وہ جو اللہ کے فضل اور اس کی مدد سے بڑھ بڑھ کر نیکیاں کرتے ہیں اور اعلیٰ مدارج طے کرتے رہتے ہیں۔ یاد رکھو کہ تیسری جماعت کا مقام بہت فضیلت اور بزرگی کا ہے۔ ہر مومن کو اسی مقام کی کوشش کرنی چاہیئے۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ
اور (اس وقت) وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم دور کیا

اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۨ ﴿٣٤﴾ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا
بیشک ہمارا پروردگار بخشنے والا (اور) قدردان ہے جس نے ہم کو اپنے فضل سے

دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا
ہمیشہ کے گھر میں لا اتارا جہاں ہم کو نہ رنج پہنچے گا

نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿٣٥﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اور نہ ہمیں تکان ہی ہوگی (١) اور (اس کے برخلاف) جو لوگ کافر

لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا
ہیں ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے (وہاں) ان کو نہ موت آئے گی کہ مر جائیں

وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ
اور نہ اس کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا ہم ہر کافر کو

نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿٣٦﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ
ایسی ہی سزا دیتے ہیں اور وہ لوگ اس دوزخ میں چلائیں گے کہ

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا
اے ہمارے پروردگار! ہم کو (دوزخ سے) نکال لے ہم نیک عمل کیا کریں گے برخلاف (ان کاموں کے جو ہم) پہلے

نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ
کیا کرتے تھے (٢) (ہم ان کو جواب دیں گے) کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا حاصل کر لیتا

جَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿٣٧﴾ ع
اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا تھا تو اب (عذاب کے) مزے چکھو۔ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں (٣)

(١) یہ حضرات بہشت کے باغات میں نہایت عیش و آرام سے رہیں گے۔ آرائش کی بعض وہ چیزیں جو دنیا میں ان کے لئے حرام تھیں جیسے سونا اور ریشم اور جن سے وہ دنیا میں بچتے رہے، وہ سب چیزیں بہشت میں ان کے لئے مہیا کر دی جائیں گی۔

جب وہ بہشت میں گوناگوں نعمتوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہم کو ہمیشہ کے غم سے نجات بخشی۔ نہ دنیا کے بکھیڑوں کا غم اور نہ آخرت کا کھٹکا۔ اس نے اپنے فضل سے ہماری کمزوریوں کو معاف کیا اور از راہِ قدردانی ایمان اور عمل صالح کو قبول فرما کر ہمیں ایسی جگہ لا اتارا جہاں محنت اور تکان کا تصور بھی نہیں ہے

(٢) ان کے برخلاف جن لوگوں نے پیغام حق کا انکار کیا اور نافرمانیوں میں زندگی گزاری، وہ دہکتی ہوئی دوزخ میں ڈالے جائیں گے جہاں ان کو نہ موت ہی آئے گی کہ مر کر عذاب سے چھٹکارا پائیں اور نہ عذاب ہی کچھ کم کیا جائے گا۔

عذاب کی سختی سے گھبرا کر وہ لوگ چلائیں گے اور بارگاہ رب العزت میں عرض کریں گے کہ پروردگار! ہم کو یہاں سے نکال کر پھر دنیا میں پہنچا دے۔ پکا وعدہ کرتے ہیں کہ اب ہم دنیا میں ویسے کام نہیں کریں گے جیسے پہلے کرتے تھے۔ بلکہ خوب اچھے اچھے کام کریں گے اور تیرے فرماں بردار بن کر رہیں گے۔

(٣) ان کو جواب دیا جائے گا کہ اب دنیا میں واپس جانے کی آرزو کرنا بیکار ہے۔ ایسی آرزو ہرگز پوری نہیں کی جائے گی۔

دیکھو! تم دنیا میں کافی مدت رہے۔ پھر پیغمبر اور ان کے جانشین تم میں پیدا ہوئے جنہوں نے تم کو آگاہ کیا اور خوب سمجھایا بعض حالات بھی ایسے رونما ہوئے جو تمہارے کان کھولنے کے لئے کافی تھے۔ الغرض تمہارے لئے بہت کافی موقع تھا کہ اگر تم چاہتے تو نصیحت حاصل کر سکتے تھے اور اپنے اعمال کو درست کر سکتے تھے۔ لیکن جب تم نے وہ موقع کھو دیا تو اب تمہارے لئے کوئی عذر نہیں ہے۔ اب اپنے کرتوت کا مزہ چکھو۔ اب کوئی تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔

ع ١١ ١٦

إِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ إِنَّهٗ

بلاشبہ اللہ ہی آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے بیشک وہ

عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ

دلوں کے بھید دل تک سے واقف ہے وہی تو ہے جس نے زمین میں تم کو

خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ۚ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۖ

(اگلے لوگوں کا) جانشین بنایا تو جس نے کفر کیا اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا

وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا

اور کافروں کے لئے ان کا کفر ان کے پروردگار کے نزدیک ناراضی ہی بڑھنے کا سبب

مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾

ہوتا ہے اور کافروں کے لئے ان کا کفر نقصان ہی زیادہ کرتا ہے (۱)

قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ

(اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ بھلا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا جن کو تم اللہ کے سوا

دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ

پکارتے ہو؟ مجھے دکھاؤ کہ انھوں نے زمین سے کونسی چیز پیدا کی

اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ

یا بتاؤ کہ آسمانوں میں ان کی شرکت ہے یا ہم نے ان کو کتاب دی ہے جس کی وہ سند

عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ

رکھتے ہیں (ان میں سے کوئی بات بھی نہیں) بلکہ ظالم جو ایک دوسرے کو وعدہ دیتے ہیں

بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

وہ محض دھوکا ہے (۲) بلاشبہ اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے

(۱) اللہ تعالیٰ کا علم بہت وسیع ہے۔ وہ آسمان و زمین کی ساری پوشیدہ باتوں سے واقف ہے اور لوگوں نے اپنے سینوں میں جو راز چھپا رکھے ہیں ان کو بھی جانتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کے گوناگوں احسانات کو بھی یاد کرو ایک بہت بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے تم کو زمین پر آباد کیا سلطنت و حکومت کا ڈھنگ سکھایا اور پچھلوں کو اگلوں کا جانشین بنایا۔

آدمی کے لئے بھلائی اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے صفاتِ کمال اور گوناگوں احسانات کو یاد کرکے اس کے پیغام کو قبول کرے، اس کا فرماں بردار بندہ بن کر رہے اور اس کی زمین پر امن و امان قائم کرے۔

ورنہ جو لوگ پیغامِ حق کا انکار کرکے اللہ کی زمین پر فساد برپا کریں گے ان کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ ان سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا اور وہ دنیا و آخرت میں سخت نقصان اٹھائیں گے۔

(۲) مشرکوں کو لاجواب کرنے کے لئے فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ آخر تم نے ان بتوں میں ایسا کیا کمال دیکھا ہے جو تم ان کے اس قدر گرویدہ ہو اور انھیں اللہ تعالیٰ کا ہمسر بنا رکھا ہے۔ ذرا بتاؤ کہ انھوں نے زمین کا کونسا حصہ بنایا ہے یا یہ کہ آسمانوں کے بنانے اور تھامنے میں ان کی کچھ شرکت ہے۔

اگر یہ بات نہیں تو کیا پھر تمھارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے جس کی سند پر شرک کرتے ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ مشرکوں کا دعویٰ نہ عقل سے ثابت ہے اور نہ نقل سے۔ بلکہ یہ ظالم محض فریب میں پھنسے ہوئے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کو سبز باغ دکھاتے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ یہ معبود دنیا میں مصیبتیں دور کرتے ہیں اور قیامت کے دن بارگاہ رب العزت میں سفارش کرکے ہم کو بچالیں گے۔

أَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ
کہ وہ اپنی جگہ سے ٹل نہ جائیں اور اگر (بالفرض) ٹل جائیں تو اللہ کے سوا کوئی ایسا نہیں جو ان کو
مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ إِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿٤١﴾ وَأَقْسَمُوْا
تھام سکے بلاشبہ وہ بردبار (اور) بخشنے والا ہے (۱) اور یہ کفار
بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ
(قریش) بڑی بڑی قسمیں کھاتے تھے کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آئے تو یہ ضرور
أَهْدٰى مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ
ہر ایک امت سے بڑھ کر ہدایت پر ہوں مگر جب ان کے پاس ڈرانے والا (پیغمبر) آیا
مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُوْرًا ﴿٤٢﴾ ۙ اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ
تو اس سے ان کو نفرت ہی بڑھی (اور انھوں نے) ملک میں غرور کرنا اور بری بری تدبیریں کرنا
السَّيِّئِ ؕ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهٖ ؕ
(اختیار کیا) اور بری تدبیر کا وبال اس کے کرنے والے ہی پر پڑتا ہے
فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ
تو کیا یہ لوگ اگلے لوگوں کی روش ہی کا انتظار کر رہے ہیں؟ اور تم اللہ کے دستور میں
لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿٤٣﴾
ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے اور تم اللہ کے دستور کو ہرگز ٹلتا ہوا نہ دیکھو گے (۲)
أَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ
اور کیا یہ لوگ زمین پر چلے پھرے نہیں تاکہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے
عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا أَشَدَّ مِنْهُمْ
پہلے تھے ان کا انجام کیا ہوا حالانکہ وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ

(۱) باطل معبودوں کو نہ تو اس بات کی قدرت ہے کہ وہ آسمان و زمین کو پیدا کر سکیں اور نہ اس بات کی کہ ان کو موجودہ حالت پر رکھ سکیں۔

یہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسا نظام قائم فرمایا ہے کہ زمین، چاند وغیرہ میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے ٹل نہیں سکتا۔

اگر فرض کرو ان میں سے کوئی اپنی جگہ سے ٹل جائے تو پھر اس کے سوا کون ہے جو اس کو روک سکے چنانچہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان و زمین کا نظام درہم برہم ہوگا تو کوئی اس کو روک نہ سکے گا۔

لوگوں کے اعمال تو ایسے ہیں کہ آسمان و زمین کا نظام ابھی درہم برہم کر دیا جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ بردبار اور بخشنے والا ہے۔ اس نے لوگوں کو موقع دیا کہ توبہ کر کے اپنے گناہ بخشوالیں۔

(۲) لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے قریش اس بات کی آرزو کرتے تھے کہ ان میں کوئی پیغمبر پیدا ہو اور قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ اگر ہم میں نبی پیدا ہو تو ہم سب سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے اور پیغمبر کی رفاقت اور احکام الٰہی کی اطاعت میں سب سے بڑھ کر ہوں گے۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو پیغمبر بنایا اور آپ نے قریش کے آگے اپنا دعویٰ پیش کیا تو اپنا وعدہ بھول گئے اور غرور و تکبر کی وجہ سے آپ ﷺ سے نفرت کرنے لگے۔ نہ صرف نفرت بلکہ آپ ﷺ کے خلاف بری بری تدبیریں کرنے لگے اور آپ ﷺ کی جان کے درپے ہو گئے۔

ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا مکر و فریب انہی پر الٹ جائے گا اور انہی کو تباہ کر دے گا اگر قریش اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو گزشتہ قوموں کی طرح یہ بھی تباہ کر دیئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا یہی دستور ہے جس میں کسی طرح تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔

(۱) قریش کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی زمین میں چلتے پھرتے ہیں اور عاد و ثمود کے کھنڈروں پر گزرتے ہیں جو ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر طاقتور تھے لیکن سرکشی کی پاداش میں تباہ کردیئے گئے اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان کی قوت و شوکت کچھ بھی کام نہ آئی ــــ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرگزرتا ہے اور آسمان و زمین میں کوئی طاقت ایسی نہیں جو اس کو عاجز کرسکے. وہ علیم و قدیر ہے. علم سے اپنے ارادے کے نافذ کرنے کے مناسب طریقے جانتا ہے اور قدرت سے اپنے ارادے کو نافذ کردیتا ہے، کوئی اس کو روک نہیں سکتا ــــ (۲) سرکش اور نافرمان لوگ تاخیر عذاب سے دھوکے میں پڑ جاتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ایک خاص مصلحت ہے.
حقیقت یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی نافرمانیوں پر فوراً گرفت فرمائے تو زمین ویران ہوجائے اور اس پر کوئی چلنے پھرنے والا بھی نہ رہے. اس لئے کہ اکثر لوگ نافرمان ہیں، وہ سب تباہ کردیئے جائیں. نیک اور فرماں بردار تو بہت تھوڑے ہیں، ان کو بھی کسی طرح اٹھالیا جائے. ظاہر ہے کہ انسان ہی کے لئے سب کچھ ہے. جب وہی دنیا میں نہ رہا تو پھر جانور وغیرہ کس کے کام آئیں گے؟
لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے لوگوں کو ڈھیل دے رکھی ہے اور حساب کتاب کے لئے قیامت کا دن ٹھہرا رکھا ہے، تاکہ لوگوں کو مہلت ملے اور توبہ کرکے اپنی اصلاح کرلیں. پھر جب وہ دن آئے گا تو وہ اپنے بندوں کو آپ دیکھ لے گا، کیونکہ وہ سب کے حال سے باخبر ہے.

قُوَّةً ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ
تھے اور اللہ ایسا نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی اس کو
وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ۝۴۴ وَلَوْ
عاجز کرسکے بلاشبہ وہ علم والا (اور) قدرت والا ہے (۱) اور اگر
يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى
اللہ لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب پکڑنے لگے تو روئے زمین پر ایک
ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ
چلنے پھرنے والا بھی نہ چھوڑے لیکن وہ ان کو ایک مقررہ وقت تک ڈھیل
مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ
دے رہا ہے پھر جب ان کا مقررہ وقت آجائے گا تو (ان کے اعمال کا بدلا دے گا) بلاشبہ اللہ
بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۝۴۵ ع
اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے (۲)

(۳۶) سُوْرَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ
سورۂ یٰسٓ (۳) مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰسٓ ۝۱ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝۲ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۳ عَلٰى
یٰسٓ، قسم ہے قرآن کی جو حکمت سے بھرا ہوا ہے (اے محمدؐ) بلاشبہ تم پیغمبروں میں سے ہو (اور)
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۴ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝۵ لِتُنْذِرَ قَوْمًا
سیدھے راستہ پر (ہو) (یہ قرآن اللہ) غالب (اور) مہربان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے (۴) تاکہ تم ان لوگوں کو ڈراؤ

(۳) یہ سورت مکہ شریف میں نازل ہوئی اور اس کا نام یٰسٓ ہے. اس کے کئی معنی بیان کئے گئے ہیں. ایک روایت ہے کہ آنحضرتؐ کے مبارک ناموں میں سے ایک مبارک نام "یٰسٓ" بھی ہے.
اس سورت کے بہت سے فضائل ہیں. حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن مجید کا دل 'یٰسٓ' ہے.
جو شخص اس سورت کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور اس کو اتنا ثواب عطا فرماتا ہے کہ گویا اس نے پورا قرآن مجید دس مرتبہ تلاوت کیا.
جو حاجتمند اس سورت کو چاشت کے وقت پڑھے اور اپنے مطلب کے لئے دعا مانگے تو قوی امید ہے کہ اس کی دعا قبول ہوگی.
جو مسلمان حالت نزع میں ہو اور اس کے پاس یہ سورت تلاوت کی جائے تو نزع کی تکلیف کم ہوجاتی ہے اور اس کی جان آسانی سے نکلتی ہے.
(۴) سرداران قریش آنحضرتؐ کو اللہ کا رسول اور قرآن مجید کو اس کا کلام نہیں مانتے تھے. لوگوں کے دلوں میں آنحضرتؐ کی رسالت کا یقین پیدا کرنے کے لئے قرآن مجید کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیشک آنحضرتؐ اس کے رسول ہیں.
قرآن حکیم کی قسم کھانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ خود قرآن مجید آنحضرتؐ کی رسالت کا گواہ ہے. کیونکہ آنحضرتؐ نے کسی کے سامنے زانوئے ادب تہ نہیں کیا لیکن قرآن مجید جیسی عظیم الشان کتاب پیش فرمائی جو فصاحت و بلاغت میں بے نظیر ہے اور جو حکمت و دانائی کے مضامین سے پُر ہے. اس کی یہ شان ہے کہ اس جیسی ایک آیت بھی فصحائے عرب نہ بنا سکے جن کو اپنی زباندانی پر ناز تھا، دوسروں کا تو کیا ذکر ہے ــــ اس کی وجہ یہی ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے جو غالب ہے کہ اس کے آگے سب عاجز ہیں. اور جو رحیم ہے کہ بندوں پر رحم کرکے ان کی ہدایت کے لئے قرآن مجید نازل فرمایا ہے. اس سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں.

مَآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ⑥ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ

جن کے باپ دادا کو نہیں ڈرایا گیا تھا تو یہ لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں یقیناً ان میں سے اکثر لوگوں پر

عَلٰٓی اَکْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ⑦ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ

(اللہ کی) بات ثابت ہو چکی ہے تو یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے (۱) بیشک ہم نے ان کی

اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ⑧

گردنوں میں طوق ڈال رکھے ہیں پس وہ ٹھوڑیوں تک پھنسے ہوئے ہیں اور ان کے سر اوپر کو اٹھ رہے ہیں

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ

اور ہم نے ان کے آگے بھی دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے

سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ⑨ وَسَوَآءٌ عَلَیْهِمْ

بھی پھر ان کو (اوپر سے) ڈھانک دیا تو وہ دیکھ نہیں سکتے اور (اے پیغمبرؐ) ان کے حق میں

ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ⑩ اِنَّمَا تُنْذِرُ

دونوں باتیں برابر ہیں تم ان کو (عذاب الٰہی سے) ڈراؤ یا نہ ڈراؤ ایمان نہیں لائیں گے (۲) تم تو صرف اسی شخص کو

مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ

ڈرا سکتے ہو جو نصیحت پر چلے اور بغیر دیکھے (خدائے) رحمٰن سے ڈرے تو اس کو بخشش اور عمدہ بدلے

وَّاَجْرٍ كَرِیْمٍ ⑪ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا

کی خوشخبری سنا دو (۳) بیشک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور جو اعمال وہ آگے بھیج چکے اور جو نشان پیچھے

وَاٰثَارَهُمْ ۟ؕ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ⑫ وَاضْرِبْ

چھوڑ گئے (سب کو) ہم لکھتے ہیں اور ہر چیز کو ہم نے روشن کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھ رکھا ہے (۴) اور (اے پیغمبرؐ!)

لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْیَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ⑬

ان لوگوں سے گاؤں والوں کا قصہ بیان کرو جب ان کے پاس کئی پیغمبر آئے

ع ١
١٢
١٨

(۱) یوں تو آنحضرتؐ ساری انسانیت کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں لیکن آپؐ کا پہلا کام یہ تھا کہ عربوں کو بیدار کریں جن میں صدیوں سے کوئی پیغمبر پیدا نہیں ہوا تھا، جو سخت غفلت و جہالت میں پڑے تھے، شرک و بت پرستی و فسق و فجور میں مبتلا تھے، جن کی زندگی کا کوئی مقصد نہ تھا اور جن کی صلاحیتوں کو آئے دن کی خانہ جنگیوں نے تباہ کر رکھا تھا ـــ لیکن شروع شروع میں مغرور اور جاہل سرداران قریش نے آنحضرتؐ کی سخت مخالفت کی جس کی وجہ سے آپؐ کو سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا چونکہ قریش کی جہالت اور گمراہی سے آنحضرتؐ کے قلب سلیم کو دکھ ہوتا تھا اس لئے آپؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ ان کی گمراہی پر غم مت کرو اور ان کی طرف سے صبر کرلو کیونکہ ان کی جہالت، سرکشی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ صادر ہو چکا ہے کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

بعد کی آیتوں میں قریش کی جہالت اور سرکشی کو دو مثالوں کے ذریعے واضح فرمایا ہے۔

(۲) جب آنحضرتؐ نے مکہ میں سرداران قریش کو اسلام کا حیات بخش پیغام سنایا تو انھوں نے آپؐ کا مذاق اڑایا اور غور و فکر کئے بغیر آپؐ کے پیغام کو رد کر دیا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ قریش صدیوں سے نسلی غرور، باپ دادا کی تقلید اور جاہلانہ رسم و رواج میں جکڑے ہوئے تھے، گویا ان کی گردنوں میں اوپر تلے اتنے طوق پڑے تھے کہ ان کے سر پیچھے کو الٹ ہو گئے تھے اور وہ راستہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔

یا وہ اندھی تقلید اور رسم و رواج کی دیواروں اور سیاہ پردوں میں اس طرح گھرے ہوئے تھے کہ ان کو کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔

ظاہر ہے کہ جو لوگ اس طرح جہالت میں پھنسے ہوں وہ وعظ و نصیحت سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے اور قیامت تک ظاہر ہونے والے واقعات کو وہ پہلے سے جانتا ہے اور ان کو لکھ رکھا ہے اس لئے فرمایا کہ تم ان کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

واضح ہو کہ سورہ بقرہ کے پہلے رکوع میں اسی مضمون کی ایک آیت ہے۔ اس کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوتا ہے، جو نصیحت کو کان لگا کر سنتے ہیں اور آپؐ کے بتائے ہوئے رستے پر چلتے ہیں۔ ایسے حضرات کو آنحضرتؐ رضائے الٰہی اور جنت کی خوشخبری سناتے ہیں۔

(۴) لوگوں کو اس بات میں شک نہیں کرنا چاہیئے کہ ان کو ان کے اچھے اور برے اعمال کا بدلا ضرور ملے گا کیونکہ یہ بات یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک دن ضرور مردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا اور یہ کہ جس نے سب کے اچھے اور برے اعمال لکھ رکھے ہیں جن کو وہ آگے بھیج چکے ہیں، نیز وہ اعمال بھی لکھ رکھے ہیں جن کے اچھے یا برے اثرات پیچھے رہ جاتے ہیں۔ یاد رکھو کہ لوح محفوظ میں تو پہلے ہی سے ہر بات لکھی ہوئی ہے۔ غرض کہ آدمی کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور قیامت کے دن حساب لے کر اس کا اچھا یا برا بدلا ضرور دے گا۔

اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَیْهِمُ اثْنَیْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ
(یعنی) جب ہم نے ان کے پاس دو پیغمبر بھیجے تو انھوں نے ان کو جھٹلایا پھر ہم نے تیسرا (پیغمبر) بھیج کر دونوں کو قوت دی تو انھوں

فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَیْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا
نے (بستی والوں سے) کہا کہ ہم تمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ تم تو ہماری طرح محض

بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ ۙ اِنْ
(معمولی) آدمی ہو اور (خدائے) رحمٰن نے کوئی چیز بھی نازل نہیں کی تم

اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّآ اِلَیْكُمْ
محض جھوٹ بولتے ہو (۱) (پیغمبروں نے) کہا ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف (پیغمبر بنا کر)

لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّا
بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمے تو صرف واضح طور پر پیغام پہنچا دینا ہے لوگوں نے کہا کہ ہم تو

تَطَیَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَیَمَسَّنَّكُمْ
تم کو منحوس سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آؤ گے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور تم کو ہماری

مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَئِنْ
طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی پیغمبروں نے کہا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ہی ساتھ لگی ہوئی ہے کیا اس لئے کہ نحوست

ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا
سمجھتے ہو کہ) تم کو نصیحت کی گئی بلکہ تم حد سے نکل جانے والے لوگ ہو (۲) اور شہر کے اس کنارے سے

الْمَدِیْنَةِ رَجُلٌ یَّسْعٰی قَالَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۰﴾
ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ اے میری قوم (کے لوگو!) پیغمبروں کی راہ پر چلو

اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾
اور ایسے لوگوں کی راہ پر چلو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے ہیں اور وہ خود سیدھے راستہ پر ہیں (۳)

(۱) ایمان والوں کی بشارت اور منکرین کی عبرت کے لئے اس رکوع میں ایک چھوٹا سا واقعہ بیان فرمایا ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ شہر انطاکیہ کا واقعہ ہے۔ لیکن ابن کثیر نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی یقین سے نہیں کہی جا سکتی کہ یہ حضرات پیغمبر تھے یا مبلغ تھے چنانچہ کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواری تھے۔ واللہ اعلم۔

بہرحال ایک بستی میں پہلے دو حضرات پہنچے۔ لوگوں نے ان کی بات نہ مانی۔ پھر ان کی تائید کے لئے تیسرے صاحب پہنچے۔ تینوں حضرات نے بستی والوں سے کہا کہ ہم کوئی اپنی بات تم سے نہیں منواتے ہیں۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آئے ہیں اور وہی تم کو سناتے ہیں۔ لہٰذا تم کو ماننا چاہیئے۔

لیکن لوگوں نے سب کو جھٹلایا اور کہا کہ تم میں کوئی خاص بات نہیں ہے تم تو ہماری ہی طرح کے ایک آدمی ہو۔ ہمیں یقین ہے کہ اللہ نے کوئی پیغام نہیں بھیجا۔ تم جھوٹ بولتے ہو اور اللہ پر تہمت لگاتے ہو۔

(۲) ان حضرات نے ان لوگوں کو اپنی سچائی کا یقین دلایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہم سچے ہیں۔ اب تم نہ مانو تو ہم پر کوئی الزام نہیں۔ ہمارا کام یہی تھا کہ ہم نے تم کو آگاہ کر دیا اور پیغام حق پہنچا دیا۔ اب اگر کوئی عذاب آئے تو ہم اس کے ذمے دار نہیں ہیں۔

لیکن ان بدبختوں نے گستاخی کی اور کہا کہ تم تو بڑے منحوس لوگ ہو (نعوذ باللہ) تمہارے آنے سے ہم پر طرح طرح کی مصیبتیں ٹوٹ پڑیں اور آپس میں اختلاف ہو گیا۔ تم سے پہلے ہم مزے میں تھے۔ بس اب اسی میں خیر ہے کہ اپنا وعظ بند کر دو۔ ورنہ ہمارے ہاتھ سے سخت تکلیف اٹھاؤ گے۔ بلکہ سنگسار کر دیئے جاؤ گے۔

ان حضرات نے جواب دیا کہ تمہارے اعمال بد نحوست کا سبب ہیں۔ اگر تم پیغام حق قبول کر لیتے تو کوئی مصیبت نہ آتی تمہاری سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ تم ہم سے اس لئے ناراض ہوئے کہ ہم نے تم کو نصیحت کی اور سیدھا راستہ دکھایا تم بڑے ظالم ہو اور حد انسانیت سے بھی گزر گئے ہو۔ اسی وجہ سے تباہی آئی۔

(۳) لکھا ہے کہ حبیب نام کا ایک خدا پرست شخص تھا جو شہر سے دور عبادت میں مشغول رہتا تھا جب اس کو اس جھگڑے کا علم ہوا تو اس سے نہ رہا گیا۔ دوڑتا ہوا آیا اور لوگوں کو سمجھانے لگا کہ دانشمندی کی بات یہی ہے کہ پیغام حق پہنچانے والوں کی بات مان لو۔ ان کی سچائی کی نشانی یہ ہے کہ تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتے اور محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور تمہاری بھلائی کے لئے کام کرتے ہیں۔ پھر یہ کہ خود بھی سیدھے رستے پر ہیں۔ اچھے خیالات اور پاکیزہ اخلاق سے آراستہ ہیں یعنی جو کچھ تم کو تعلیم دیتے ہیں اس پر خود بھی عمل کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ان کی سچائی کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟

وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ

اور میرے پاس کونسا عذر ہے کہ میں اس (معبود) کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے

ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا

کیا میں اللہ کو چھوڑ کر ایسے (فرضی) معبودوں کو اختیار کروں کہ اگر رحمٰن مجھے مصیبت پہنچانا چاہے تو

تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ (۲۳) اِنِّیْۤ اِذًا

ان کی سفارش مجھے کچھ کام نہ دے اور نہ وہ مجھے مصیبت سے چھڑا سکیں اگر میں ایسا کروں تو

لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (۲۴) اِنِّیْۤ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ (۲۵)

بیشک کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا بیشک میں تمہارے پروردگار پر ایمان لایا ہوں تو میری بات سن رکھو (۱)

قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ (۲۶) بِمَا

(جب وہ شہید کر دیا گیا تو) ارشاد ہوا کہ جنت میں داخل ہو جا۔ اسنے کہا کاش میری قوم کو خبر ہو کہ میرے

غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ (۲۷) وَمَاۤ اَنْزَلْنَا

پروردگار نے مجھے بخش دیا اور مجھے عزت والوں میں شامل کر دیا (۲) اور ہم نے اس (شہید)

عَلٰی قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا

کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے (فرشتوں کا) کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہم کو اتارنے کی

مُنْزِلِیْنَ (۲۸) اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ

ضرورت تھی (بلکہ) صرف ایک سخت آواز (چیخ کی) تھی تو ناگہاں وہ اس سے

خٰمِدُوْنَ (۲۹) یٰحَسْرَةً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ

بجھ کر (بے نام ہو کر) رہ گئے (۳) افسوس (ایسے) بندوں کے حال پر کہ ان کے پاس کوئی پیغمبر

رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ (۳۰) اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا

نہیں آیا جس کی انھوں نے ہنسی نہ اڑائی ہو کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی

---

(۱) یہ بھی اسی نیک مرد کا مقولہ ہے جو شہر کے پرے کنارے سے بھاگتا ہوا آیا تھا۔ پہلے اس نے لوگوں کو مشورہ دیا تھا کہ پیغمبروں کی پیروی کرو۔ اب وہ توحید پر عقلی دلیل پیش کرتا ہے اور اپنے اوپر رکھ کر لوگوں سے کہتا ہے کہ ظاہر بات یہی ہے کہ وہی عبادت کا مستحق ہے جس نے تم کو اور ساری کائنات کو پیدا کیا اور ایک دن تم سب اس کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔

پھر اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھو کہ اللہ تعالےٰ کے سوا جو تمھارے معبود ہیں وہ تو کچھ قدرت ہی نہیں رکھتے۔ اگر اللہ تعالےٰ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو وہ نہ شفاعت کر سکتے ہیں اور نہ چھڑا سکتے ہیں۔ اس حقیقت کو جانتے ہوئے ان فرضی معبودوں کی پرستش کرنا کھلی گمراہی نہیں تو اور کیا ہے؟

پھر اس نے سب لوگوں کو سنا کر اپنے ایمان کا اعلان کیا تاکہ پیغمبر گواہ رہیں اور کافر ایک مومن کی قوتِ ایمان کو دیکھ لیں۔

(۲) لکھا ہے کہ وہ بدبخت لوگ اس کی نصیحت سے بھی متاثر نہیں ہوئے۔ بلکہ الٹے اس پر غصے ہوئے اور ظالموں نے اس کو شہید کر ڈالا۔

اللہ تعالےٰ نے اس کے ایمان اور اس کی جراٴت تبلیغ کو قبول فرمایا اور فوراً ہی اس کو جنت میں داخل فرما دیا۔ اس وقت اس کو یہ احساس ہوا کہ کاش میری قوم کو معلوم ہو جاتا کہ ایمان کی بدولت اللہ تعالےٰ نے مجھے بخش دیا اور جنت میں نہایت عزت و احترام کے ساتھ داخل فرمایا۔ شاید یہ سن کر ان بدبختوں کو ایمان لانے کی ترغیب ہوتی۔

(۳) جب ان بدبختوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور نصیحت کرنے والے کو شہید کر ڈالا تو انھوں نے اپنے عمل سے عذابِ الٰہی کو دعوت دی چنانچہ وہ سب کے سب ہلاک کر دیئے گئے لیکن ان کے ہلاک کرنے کے لئے فرشتوں کی فوج بھیجنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ بس فرشتے نے ایک ڈانٹ چلائی یا ہیبتناک چیخ ماری اور وہ سب ٹھنڈے ہو گئے۔

قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٣١﴾ وَاِنْ

امتوں کو ہلاک کردیا کہ وہ (پھر) ان کی طرف (دنیا میں) لوٹ کر نہیں آئیں گے اور سب

كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ

کے سب ہمارے روبرو حاضر کئے جائیں گے (١) اور ان کے لئے (ہماری قدرت کی) نشانی

الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ

مردہ زمین ہے کہ ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس سے غلہ نکالا تو لوگ اس میں سے

يَاْكُلُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ

کھاتے ہیں اور (نیز) ہم نے زمین میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کئے

وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿٣٤﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ

اور اس میں چشمے جاری کئے تاکہ لوگ باغ کے پھل کھائیں

وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۖ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ

اور اس (پھل اور غلہ) کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا تو کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے (٢) پاک ہے وہ جس نے

خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ

سب چیزوں کے جوڑے بنائے نباتات کے بھی اور خود آدمیوں کے بھی اور ان چیزوں کے بھی

وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ

جن کو لوگ نہیں جانتے (٣) اور ان کیلئے (ہماری قدرت کی) نشانی رات ہے کہ اس سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں

فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۚ

تو اس وقت ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے اور (ہماری قدرت کی ایک نشانی) سورج ہے کہ وہ اپنے مقررہ راستہ پر چلتا رہتا ہے

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٣٨﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ

یہ (اللہ) غالب اور دانا کا ٹھہرایا ہوا اندازہ ہے اور چاند کی بھی ہم نے منزلیں مقرر کردیں

(١) لوگوں کی سرکشی اور گمراہی پر افسوس ہے کہ جب ان کے پاس کوئی پیغمبر آتا ہے اور ان کو سیدھا راستہ بتاتا ہے تو وہ اس کی قدر نہیں کرتے بلکہ الٹے اس کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ سنتے اور دیکھتے ہیں کہ کفر اور سرکشی کی پاداش میں کتنی قومیں ہلاک کردی گئیں اور پھر وہ دنیا میں واپس نہیں آئیں اور نہ آئیں گی۔ بلکہ وہ اور یہ سب کے سب ایک دن پروردگار عالم کے حضور میں حاضر ہوں گے اور اپنے اپنے اعمال کا جواب دیں گے۔

ع ٢ ٢

(٢) اوپر کی آیتوں میں گزشتہ قوموں کے حالات بیان کرکے لوگوں کو غفلت سے بیدار کیا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کی طرف توجہ دلائی اور احسانات کا ذکر فرمایا تاکہ لوگ اس کی قدرت کا تصور کرکے اور اس کے احسانات کو مان کر اس کے آگے جھکیں اور اس کا پیغام قبول کریں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ زمین مردہ پڑی ہوتی ہے پھر اللہ تعالیٰ پانی برساتا ہے جس سے زمین جی اٹھتی ہے۔ زمین پر ندی نالے بہ نکلتے ہیں اور اس پر کھیت اور طرح طرح کے میووں کے باغ لہلہانے لگتے ہیں۔ غلے اور میووں کو لوگ کھاتے ہیں اور قوت حاصل کرتے ہیں۔

لوگوں کو اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ یہ نعمتیں وہ خود پیدا نہیں کرسکتے ہیں۔ اگرچہ وہ ہل چلاتے ہیں، بیج ڈالتے ہیں، پودے لگاتے ہیں لیکن انگور یا کھجور کا ایک دانہ بھی پیدا نہیں کرسکتے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے درخت پھلوں سے لد جاتے ہیں۔ کیا ان باتوں پر غور کرنے کے بعد بھی لوگوں کے دلوں میں شکر کا جذبہ بیدار نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے آگے ان کی گردنیں نہیں جھکتیں۔

(٣) مشرک اللہ تعالیٰ کے لئے جوڑا یا مد مقابل مانتے ہیں۔ ان کی تردید کے لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے اور جوڑے اور مقابل سے پاک ہے۔ البتہ اس نے مخلوق میں جوڑے بنائے ہیں۔ نباتات میں، خود انسانوں میں اور ان چیزوں میں جن کو انسان جانتا بھی نہیں اللہ تعالیٰ نے تو جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں۔

بعض مفسرین 'ازواج' سے نر اور مادہ مراد لیتے ہیں آج کل کے سائنس داں بھی یہی کہتے ہیں کہ درختوں میں بھی نر اور مادہ کا جوڑا ہوتا ہے۔

متضاد یا مماثل چیزوں کو بھی 'ازواج' کہہ سکتے ہیں۔ متضاد جیسے مرد، عورت 'نر و مادہ' رات دن' اندھیرا اُجالا' سیاہ سفید' کھٹا میٹھا وغیرہ۔ اور مماثل جیسے ایک شکل و صورت کے دو جانور اور ایک سے رنگ اور مزے کے پھل وغیرہ۔

حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ

یہاں تک کہ (گھٹتے گھٹتے) ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی (۱) نہ سورج کی مجال ہے کہ

اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ

چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے آگے بڑھ سکتی ہے اور سب

فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ

اپنے اپنے دائرہ میں تیر رہے ہیں (۲) اور ان کے لئے (ہماری قدرت کی) ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو

فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا

بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا اور ہم نے ان کے لئے کشتی ہی جیسی ایسی ہی چیزیں پیدا کیں جن پر وہ

يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا

سوار ہوتے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو انھیں غرق کر دیں پھر نہ تو کوئی ان کا فریاد رس ہو اور نہ

هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾

وہ بچائے جائیں مگر یہ ہماری مہربانی ہے اور ان کو ایک وقت تک فائدہ پہنچانا (منظور) ہے (۳)

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم لوگ اس (عذاب) سے ڈرو جو تمھارے آگے اور تمھارے پیچھے ہے

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ

تاکہ تم پر رحم کیا جائے (تو وہ پروا نہیں کرتے) اور ان کے پاس ان کے پروردگار کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ایسی

رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ

نہیں آتی کہ وہ اس سے منہ نہ پھیر لیتے ہوں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ

اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

اللہ نے جو تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو تو کافر ایمان والوں سے یوں کہتے ہیں

(۱) اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ وہ دن کی نورانی چادر کھینچ لیتا ہے تو سارے عالم پر رات چھا جاتی ہے اور سب لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔

اس کے وسیع علم اور کائنات پر غلبہ کا اس سے اندازہ کرو کہ اس نے سورج اور چاند کو ایک نظام میں جکڑ دیا ہے۔ سورج اپنے مقررہ راستہ پر چلتا رہتا ہے اور جو ٹھکانا اس کے لئے ٹھہرا دیا گیا ہے اس پر پہنچتا ہے۔ پھر وہاں سے نیا چکر شروع کرتا ہے۔ قیامت تک اسی طرح چلتا رہے گا۔ چاند کا بھی یہی حال ہے کہ اس کے لئے اٹھائیس منزلیں مقرر کر دی گئی ہیں جہاں سے وہ گزرتا ہے۔ پہلی رات کو باریک سا نمودار ہوتا ہے اور بڑھتے بڑھتے چودھویں رات میں پورا روشن ہو جاتا ہے۔ پھر گھٹنے لگتا ہے اور اٹھائیسویں رات میں باریک ہو کر غائب ہو جاتا ہے۔ اس نظام میں کبھی فرق نہیں پڑتا، اس لئے کہ یہ اس ہستی کا ٹھہرایا ہوا اندازہ ہے جس کا علم بہت وسیع اور صحیح ہے اور جو زبردست ہے کہ اس کے نظام کو کوئی توڑ نہیں سکتا۔

(۲) الغرض سورج اور چاند کی حرکت کا جو نظام اللہ تعالیٰ نے ٹھہرا دیا ہے اس میں بال برابر بھی فرق نہیں آتا۔ دونوں اپنے اپنے مدار پر مقررہ رفتار کے ساتھ چل رہے ہیں۔ نہ سورج کی یہ مجال ہے کہ چاند کی سلطنت یعنی رات میں قدم رکھ سکے اور نہ رات بڑھ کر دن کے حدود میں داخل ہو سکتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر ایک اپنا کام انجام دیتا ہے، دوسرے کے کام میں دخل نہیں دیتا۔

(۳) حضرت نوحؑ کے زمانے میں طوفان آیا جس میں سارے سرکش غرق ہو گئے لیکن جو ایماندار حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں تھے وہ بچ گئے اور انہی کی نسل سے دنیا آباد ہوئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو کشتیاں اور جہاز بنانا سکھایا جن سے آج تک لوگ کام لیتے ہیں اور قیامت تک لیتے رہیں گے۔ نیز یہ کہ اونٹ اور گھوڑے وغیرہ پیدا کئے جن پر لوگ سوار ہوتے ہیں۔

بہرحال لوگ کشتیوں اور جہازوں میں بیٹھ کر طوفانی سمندروں میں گزرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کو غرق کر دے تو کون ان کی فریاد سنے اور ان کو بچائے؟ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جہاز چلتے پھرتے ہیں تاکہ لوگ ایک مقررہ وقت تک زندہ رہ کر دنیا کا فائدہ اٹھائیں۔

اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ

کہ کیا ہم ایسے لوگوں کو کھانا کھلائیں جن کو اگر اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا تم تو صریح

ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝۴۷ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ

غلطی میں (پڑے) ہو (۱) اور یہ لوگ کہتے ہیں یہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝۴۸ مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً

تم سچے ہو (تو بتاؤ) یہ تو ایک سخت آواز کے منتظر ہیں جو ان کو اس حال میں

تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ یَخِصِّمُوْنَ ۝۴۹ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَةً

آپکڑے گی جب وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے پھر وہ نہ تو وصیت کر سکیں گے

وَّلَاۤ اِلٰۤی اَهْلِهِمْ یَرْجِعُوْنَ ۝۵۰ وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا

اور نہ اپنے گھر والوں میں واپس جا سکیں گے (۲) اور جس وقت صور پھونکا جائے گا تو نا گہاں

هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ ۝۵۱ قَالُوْا

لوگ قبروں سے نکل نکل کر اپنے پروردگار کی طرف دوڑیں گے کہیں گے کہ

یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜٚ هٰذَا مَا وَعَدَ

ہائے ہماری کمبختی! ہم کو ہماری خوابگاہوں (یعنی قبروں) سے کس نے اٹھا دیا یہ وہی قیامت ہے جس کا

الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝۵۲ اِنْ كَانَتْ اِلَّا

(خدائے) رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا (۳) صرف ایک زور کی آواز

صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝۵۳

ہوگی جس سے یکایک سب جمع ہو کر ہمارے پاس حاضر کر دیئے جائیں گے

فَالْیَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا

پھر آج کسی شخص پر ذرا بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور تم کو بس ان ہی کاموں کا بدلا دیا جائے گا جو

(۱) کافر بڑے سرکش ہیں۔ جب ان کو ان کی بداعمالیوں کی سزا سے ڈرایا جاتا ہے تو پروا نہیں کرتے۔

یہ تو ایسے سرکش ہیں کہ جب کوئی نشانی یا آیت ان کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

اسی طرح جب ان کو کسی نیک کام کے لئے کہا جاتا ہے تو اس کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ مثلاً اگر ایماندار کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرو اور محتاجوں کو دو۔ تو نہایت گستاخی کے ساتھ اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم تو گمراہ ہو کہ ہم سے خرچ کرنے کو کہتے ہو، حالانکہ تم اللہ تعالےٰ کو رازق مانتے ہو اور اس پر ایمان رکھتے ہو۔ وہ خود ان محتاجوں کے کھانے پینے کا انتظام کیوں نہیں کر دیتا؟

(۲) کافر قیامت کا بھی مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آخر وہ کب آئے گی۔ اگر تم سچے ہو تو اس کے آنے میں دیر کیوں ہو رہی ہے؟

ع ۱۸ ۳

ان بدبختوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ قیامت یقیناً آئے گی۔ یاد رکھو کہ تم جھگڑتے ہی رہو گے اور وہ آجائے گی۔ بس صور کی ایک ہولناک آواز ہوگی جس سے قیامت برپا ہو جائے گی۔ آسمان و زمین تلپٹ ہو جائیں گے اور سب لوگ مر جائیں گے۔ کسی کو اتنی مہلت بھی نہ ہوگی کہ مرنے سے پہلے کچھ وصیت کر جائے یا جو باہر ہے وہ گھر واپس ہو جائے۔

(۳) پھر جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب کے سب زندہ ہو جائیں گے اور یکایک قبروں سے نکل کر حشر کے میدان کی طرف دوڑیں گے۔ یہ بدبخت وہاں کا ہولناک منظر دیکھ کر کہیں گے کہ ہمیں قبروں سے کس نے اٹھا دیا۔ یہاں سے تو وہیں اچھے تھے کہ اتنا ہولناک منظر نہ تھا اور عذاب بھی کم تھا۔

فرشتے جواب دیں گے کہ بدبختو! آنکھیں کھولو! یہ وہی قیامت ہے جس کا اللہ تعالےٰ نے پیغمبروں کے ذریعے وعدہ کیا تھا۔ دیکھو! پیغمبر سچ کہتے تھے، لیکن تم ان کو جھٹلاتے تھے۔

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ
تم کیا کرتے تھے بیشک جنت والے آج اپنے

شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى
مشغلوں میں خوش ہوں گے وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں (آراستہ) تختوں پر

الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ
تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے ان کے لئے وہاں (ہر طرح کے) میوے ہوں گے اور جو کچھ مانگیں گے

مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾ وَامْتَازُوا
ان کو ملے گا (ان کو) رحم کرنے والے پروردگار کی طرف سے سلام کہا جائے گا (۱) اور (گنہگارو) آج

الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ
ہم نہیں کہتے تھے مجرمو! آج (ایمان والوں سے) الگ ہو جاؤ! اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تم کو

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ
تاکید نہیں کر دی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا بلاشبہ وہ تمہارا کھلا

مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾
دشمن ہے اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے

وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۚ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا
اور اس نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا تھا تو کیا تم سمجھتے

تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾
نہ تھے یہی وہ دوزخ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا

اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ
(تو) جو تم کفر کرتے رہے ہو اس کے بدلے میں آج اس میں داخل ہو جاؤ (۲) آج ہم ان کے مونہوں پر

(۱) الغرض دوسری مرتبہ جب صور پھونکا جائے گا تو سب کے سب اٹھ کھڑے ہوں گے اور حساب کتاب کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔

یاد رکھو کہ آج کسی شخص پر ظلم نہیں ہوگا۔ نہ کسی کے نیک اعمال ضائع ہوں گے اور نہ کسی کو اس کے گناہوں سے زیادہ سزا دی جائے گی۔ بلکہ لوگوں کو ان کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک بدلا دیا جائے گا۔

آج ان لوگوں کے مزے ہوں گے جو دنیا میں ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔ وہ جنت کی نعمتوں میں مشغول ہوں گے۔ وہ اور ان کی بیویاں درختوں کے سائے میں آراستہ تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ طرح طرح کے میوے ان کے سامنے ہوں گے، بلکہ جس نعمت کی خواہش کریں گے فوراً حاضر کی جائے گی۔ وہاں منہ مانگی مراد ملے گی اور من مانی زندگی ہوگی۔ اس عیش و آرام کے علاوہ سب سے بڑی نعمت یہ ہوگی کہ پروردگار عالم فرشتوں کے ذریعے یا بذات خود اہل جنت کو سلام سے معزز و مشرف فرمائے گا۔

(۲) سرکشوں اور نافرمانوں پر اللہ تعالیٰ کا عتاب ہوگا۔ ان کو حکم ہوگا کہ تم جنت والوں سے الگ ہو جاؤ، تم ان کے ساتھ نہیں رہ سکتے تمہارا ٹھکانا الگ ہے۔

دیکھو! کیا پیغمبروں کے ذریعے تم کو اس بات سے آگاہ نہیں کیا گیا تھا کہ میری اطاعت و عبادت کرنا کہ سیدھا راستہ یہی ہے۔ اور شیطان کی اطاعت نہ کرنا۔ وہ تمہارا سخت دشمن ہے۔ تم کو بہکائے گا اور اپنے ساتھ تم کو بھی دوزخ میں لے مرے گا۔

سرکش اور نافرمان قوموں کے واقعات اور ان کا انجام بیان کر کے تم کو اچھی طرح آگاہ کر دیا گیا تھا۔ لیکن افسوس کہ تم نے کسی بات سے فائدہ نہیں اٹھایا اور عقل سے بالکل کام نہیں لیا۔

اب یہ دوزخ سامنے ہے۔ اپنے کرتوت کی سزا میں اس میں جاؤ اور عذاب بھگتو۔

عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ

مہر لگادیں گے ۲ اور جو کچھ یہ کرتے رہے تھے ان کے ہاتھ ہم سے بیان کردیں گے اور ان کے پاؤں

بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى

(اس کی) گواہی دیں گے (۱) اور اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کو مٹادیں

اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿٦٦﴾ وَلَوْ

(اور ان کو اندھا کردیں) پھر وہ راستہ کی طرف دوڑیں تو کہاں دیکھ سکیں اور اگر

نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا

ہم چاہیں تو ان کی جگہ پر ان کی صورتیں بدل دیں تو وہاں سے وہ نہ آگے

مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي

جاسکیں اور نہ پیچھے لوٹ سکیں اور جس کو ہم بڑی عمر دیتے ہیں اسے خلقت میں اوندھا

الْخَلْقِ ۖ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ

کردیتے ہیں تو کیا لوگ سمجھتے نہیں (۲) اور ہم نے (اپنے) پیغمبر کو شعر نہیں سکھایا اور وہ ان کے لئے شایاں

لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿٦٩﴾ لِّيُنْذِرَ

بھی نہیں وہ تو محض نصیحت اور روشن قرآن ہے تاکہ ایسے شخص کو

مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٠﴾ اَوَلَمْ

ڈرائے جو زندہ ہو اور کافروں پر حجت ثابت ہو جائے (۳) کیا ان لوگوں

يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا

نے نہیں دیکھا کہ جو چیزیں ہم نے ان کے لئے اپنے ہاتھوں سے بنائیں ان میں سے ہم نے ان کے لئے چارپائے

فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿٧١﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ

پیدا کئے کہ یہ ان کے مالک ہیں اور ہم نے ان چارپایوں کو ان کے قابو میں کردیا تو ان میں سے بعض تو ان کی سواریاں ہیں

(۱) قیامت کے دن حساب کتاب کے وقت مشرک کہیں گے کہ ہم تو مشرک نہ تھے۔ اس وقت مشرکوں اور گناہ گاروں کے مونہوں پر مہر لگادی جائے گی اور ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضائے بدن جن کے ذریعے گناہ کرتے تھے بول اٹھیں گے اور گواہی دیں گے۔ اب مشرک اور گناہ گار لاجواب ہوجائیں گے اور ان پر فرد جرم لگادی جائے گی۔

واضح ہو کہ آدمی اس منظر کو پیش نظر رکھے تو بہت سے گناہوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے آنکھ وغیرہ اعضاء عطا فرمائے ہیں اور ان میں قوتیں رکھی ہیں۔ یہ بڑی نعمتیں ہیں ان کا شکر یہ ہے کہ آدمی ان قوتوں سے اچھے اچھے کام لے۔

لیکن کافر اور مشرک نہ آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں کو دیکھتے ہیں، نہ کانوں سے اس کا پیغام سنتے ہیں اور نہ عقل سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ بدبخت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے نہیں کہ اگر وہ چاہے تو ان کو اندھا کردے پھر وہ راستہ بھی نہ دیکھ سکیں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اگر وہ چاہے تو ان کی شکل وصورت بدل دے اور سب قوتیں چھین لے کہ یہ اپاہج ہوجائیں اور بالکل چل پھر ہی نہ سکیں۔

ع ۴ / ۲

اور آدمی کو بالکل اپاہج کردینا اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے۔ دیکھو! بوڑھے آدمی کا کیا حال ہوتا ہے؟ قد جھک جاتا ہے، کمر ٹیڑھی ہوجاتی ہے، ہاتھ پاؤں تھرتھرانے لگتے ہیں، سننے، دیکھنے اور سوچنے سمجھنے کی قوتیں کمزور پڑجاتی ہیں اور آدمی بچوں کی طرح ناتوان اور کمزور ہوجاتا ہے۔ لوگوں کو چاہئے کہ اس حالت پر غور کریں، اس کو سمجھیں اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی قوتوں سے صحیح کام لیں اور پیغام حق کو قبول کریں۔

(۳) قریش قرآن مجید کو کلام الٰہی تو نہیں مانتے تھے لیکن اس کی فصاحت وبلاغت سے بے حد متاثر ہوتے تھے۔ اس لئے اس کو (نعوذ باللہ) سحر یا شعر اور آنحضرتؐ کو ساحر یا شاعر کہتے تھے۔

اس آیت میں قریش کی تردید کرتے ہوئے شعر اور قرآن مجید کے فرق کی طرف توجہ دلائی ہے۔

سب جانتے ہیں کہ عام طور پر شعر میں خیالی اور وہمی مضامین ہوتے ہیں جو مبالغہ آمیز انداز میں بیان کئے جاتے ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو شعر کی تعلیم نہیں دی کیونکہ یہ بات آپ کی شان کے خلاف ہے۔ آپؐ کو تو قرآن مجید سکھایا ہے جو سراسر نصیحت، حکمت اور موعظت ہے اور جس میں زندگی کے حقائق اور اصول بیان کئے گئے ہیں۔ نیز قرآن مجید کا مقصد بھی بڑا عظیم الشان ہے یعنی یہ کہ جن لوگوں کے دلوں میں کچھ زندگی ہے اور حق وصداقت کی طلب ہے وہ آگاہ ہوں اور نصیحت حاصل کرکے اپنی زندگی کو درست کریں۔ اور جن کے دل مردہ ہیں، ان پر حجت قائم ہوجائے اور وہ قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکیں کہ ان کے پاس پیغام حق نہیں پہنچا اور ان کو نصیحت نہیں کی گئی۔

وَمِنْهَا يَأْكُلُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ
اور بعض کو وہ کھاتے ہیں اور چارپایوں میں ان کے لئے (بہت سے) فائدے ہیں اور پینے کی چیزیں (یعنی دودھ)
اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً
تو کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے (۱) اور ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنائے رکھے ہیں کہ
لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٧٤﴾ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ
شاید (ان سے) ان کو مدد پہنچے (لیکن) وہ ان کی مدد نہیں کر سکیں گے اور وہ ان لوگوں کے حق میں
لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا
(مخالف) لشکر ہو جائیں گے جو (قیامت کے دن) حاضر کئے جائیں گے (۲) تو (اے پیغمبر) ان لوگوں کی باتیں تمہیں غمگین نہ کریں۔ ہم
نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٦﴾ اَوَلَمْ يَرَ
جانتے ہیں جو کچھ یہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں کیا انسان نے
الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ
نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا تو وہ (تڑاہوکر) علانیہ جھگڑالو
مُّبِيْنٌ ﴿٧٧﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ
بن گیا اور ہمارے بارے میں مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا لینے لگا کہ جب ہڈیاں
الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْۤ اَنْشَاَهَاۤ
بوسیدہ ہو جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا (اے پیغمبر) کہہ دو کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے ان کو
اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ۙ ﴿٧٩﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ
پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ سب طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے (۳) وہ (ایسا قادر ہے) جو
مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿٨٠﴾
ہرے درخت سے تمہارے لئے آگ پیدا کر دیتا ہے پھر تم اس سے اور آگ سلگاتے ہو

(۱) توحید کا یقین دل میں پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات یاد دلائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے احسانات بے حساب ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ اس نے اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری وغیرہ چوپائے پیدا کئے اور انسان کو ان کا مالک بنا دیا۔ یہ سب چھوٹے بڑے جانور انسان کے تابع ہیں اور اس کے قبضے میں ہیں۔ انسان ان میں سے بعض سے سواری کا کام لیتا ہے اور بعض کو کھاتا ہے۔ ان جانوروں کے بال، کھالیں اور ہڈیاں بھی انسان کے کام آتی ہیں۔ گائے، بھینس وغیرہ کے تھنوں کو اللہ تعالیٰ نے دودھ سے بھر دیا ہے جس کو انسان پی کر قوت حاصل کرتا ہے۔ تعجب ہے کہ بہت سے لوگ ان احسانات پر اللہ تعالیٰ کا شکر نہیں کرتے اور اس کی توحید کو نہیں مانتے۔

(۲) بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کو پوجتے ہیں اور یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ ان کی مدد کریں گے۔

لیکن مشرک یاد رکھیں کہ ان کے بنائے ہوئے باطل معبود قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے ہرگز ان کی مدد نہ کر سکیں گے بلکہ الٹے ان کے خلاف بیان دیں گے اور ان کو گرفتار کرا دیں گے۔

(۳) جو لوگ قیامت اور دوبارہ زندگی کا انکار کرتے تھے ان کو سمجھانے کے لئے فرمایا کہ انسان کو اپنی پہلی پیدائش پر غور کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک حقیر قطرے سے طاقتور انسان بنا دیا اور اس کو سننے، دیکھنے، سمجھنے اور بولنے کی صلاحیتوں سے آراستہ کیا۔

افسوس کہ انسان اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے اور اپنے پیدا کرنے والے ہی سے جھگڑتا ہے اور اس کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ ہڈیاں جب گل سڑ جائیں گی تو انہیں کون زندہ کرے گا؟

اگر انسان اپنی پہلی پیدائش پر غور کرے تو اس کو اس سوال کا جواب آسانی سے مل جائے۔ ظاہر بات ہے کہ جس اللہ تعالیٰ نے پہلی مرتبہ انسان کو پیدا کیا جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا، وہی دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ ہر طرح پیدا کرنا جانتا ہے، پہلی مرتبہ بھی اور دوبارہ بھی۔

(۱) اگر اللہ تعالےٰ کی قدرت اور صنعت تخلیق کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو تو اس درخت کو دیکھو جس کی ہری شاخوں سے وہ آگ پیدا کر دیتا ہے پھر تم اس سے اور آگ سلگاتے ہو۔
لکھا ہے کہ عرب میں دو درخت تھے جن کی ہری شاخوں کے رگڑنے سے بھی آگ پیدا ہو جاتی تھی۔ ہمارے ملک میں بانس کے درخت کے متعلق بھی یہ مشہور ہے ۔۔۔ تم اس بات پر بھی غور کرو
کہ جس اللہ تعالےٰ نے یہ عظیم الشان کائنات پیدا کی اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ انسان جیسی چھوٹی سی مخلوق کو دوبارہ پیدا کر دے۔ وہ اپنے علم اور صفت تخلیق سے ہر طرح پیدا کر سکتا ہے۔
یاد رکھو: اللہ تعالےٰ کو کسی چھوٹی یا بڑی چیز کے پیدا کرنے میں کچھ دشواری نہیں ہوتی۔ اس کی شان یہ ہے کہ جب کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کو حکم دیتا ہے کہ ہو جا، بس وہ لباس وجود سے آراستہ ہو جاتی ہے۔ ذرا سوچو کہ ایسی قدرت والے کے لئے بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈالنا کیا مشکل ہے۔

اَوَلَيْسَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى
بھلا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ ان
اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ بَلٰى ۚ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ
جیسے آدمیوں کو (دوبارہ) پیدا کر دے کیوں نہیں! (ضرور کر سکتا ہے) وہ تو بڑا پیدا کرنے والا اور خوب جاننے والا ہے اس کی شان یہ ہے کہ
اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ
جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا، بس وہ ہو جاتی ہے (۱) پس پاک ہے
الَّذِىْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَىْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾
جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے

آیاتها ۱۸۲ — (۳۷) سُوْرَةُ الصّٰٓفّٰتِ مَكِّيَّةٌ — رکوعاتها ۵

سورۂ صٰفّٰت مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ
قسم ہے صف باندھنے والوں کی قطار ہو کر پھر ڈانٹنے والوں کی جھڑک کر پھر ذکر (یعنی قرآن)
ذِكْرًا ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
پڑھنے والوں کی کہ بیشک تمہارا پروردگار ایک ہی ہے (۲) جو آسمانوں اور زمین کا اور جو چیزیں ان دونوں کے
وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿۵﴾ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا
درمیان ہیں (سب کا) پروردگار ہے اور سورج کے طلوع ہونے کے مقامات کا بھی پروردگار ہے۔ بلاشبہ ہم ہی نے آسمان دنیا کو
بِزِيْنَةِ ِۨ الْكَوَاكِبِ ﴿۶﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿۷﴾
ستاروں کی زینت سے آراستہ کیا اور ہر سرکش شیطان سے اس کی حفاظت کی (۳)

(۲) اس آیت میں جن کی قسم کھائی ہے ان سے یا تو فرشتے مراد ہیں جو احکام الٰہی کے سننے کے لئے اپنے اپنے مقام پر صف بستہ ادب سے کھڑے ہوتے ہیں، پھر جب شیطان خبریں سننے کے لئے اوپر چڑھتے ہیں تو ان کو جھڑکتے ہیں اور مار بھگاتے ہیں، پھر جب کوئی حکم ان پر اترتا ہے تو اس کو یاد کرتے ہیں یا اللہ تعالےٰ کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے ہیں۔

ع ۵ / ۱۶

یا ان ایمان والوں کی طرف اشارہ ہے جو نمازوں میں صفیں باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں، پھر اپنے نفسوں کو لعنت ملامت کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی برے اعمال سے روکتے ہیں، پھر قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔
یا مجاہدوں کی قسم کھائی ہے جو میدان جنگ میں پرے جما کر کھڑے ہوتے ہیں، پھر دشمنوں کو للکارتے ہیں اور گھوڑوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں پھر قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے ہیں۔
مشرکوں کے دلوں میں توحید کا یقین پیدا کرنے کے لئے اس آیت میں فرشتوں کی یا ایمان والوں کی قسم کھا کر کلام کو پرزور کیا اور ان کو گواہ کے طور پر پیش کیا کہ وہ توحید پر یقین رکھتے ہیں اور اس کی گواہی دیتے ہیں۔ فرشتے مقدس مخلوق ہیں اور ایمان والے بھی پاکیزہ انسان ہیں۔ فرشتوں کا حال سن کر اور ایمان والوں کا حال دیکھ کر مشرکوں کو اپنی غلطی کا احساس ہونا چاہیئے اور اس حقیقت پر ایمان لانا چاہیئے کہ اکیلا اللہ تعالےٰ ہی معبود برحق ہے۔
لیکن افسوس ان کے حال پر کہ نصیحت حاصل کرنے کے بجائے وہ ایمان والوں سے عداوت رکھتے ہیں اور فرشتوں کو (نعوذ باللہ) اللہ تعالےٰ کی بیٹیاں کہتے ہیں اور ان کی پرستش کرتے ہیں۔

(۳) اللہ تعالےٰ جس پر ایمان لانے کے لئے دعوت دی جا رہی ہے اس کی شان یہ ہے کہ وہی ساری کائنات کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے۔ اور مشرق کا مالک بھی وہی ہے جہاں سے سورج، چاند اور دوسرے ستارے اپنے اپنے مقامات سے طلوع ہو کر ساری دنیا کو روشن کرتے ہیں ۔۔۔ اس کی قدرت کا کہاں تک بیان ہو! اسی نے کروڑوں ستارے پیدا کئے جن سے آسمان کی زینت اور زیبائش ہے۔
ان ستاروں سے اور بھی کام لئے جاتے ہیں مثلاً یہ کہ ان کے ذریعے شیطانوں سے آسمان کی حفاظت کی جاتی ہے۔

لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ

(کہ وہ) شیاطین عالمِ بالا کی طرف کان نہ لگا سکیں اور بھگانے کے لئے ہر طرف سے ان پر انگارے

جَانِبٍ ۸ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۹ اِلَّا مَنْ

پھینکے جاتے ہیں اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہوگا مگر ہاں جو کوئی

خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۱۰ فَاسْتَفْتِهِمْ

چوری سے کچھ بھاگنا چاہتا ہے تو دہکتا ہوا انگارا اس کے پیچھے لگتا ہے (۱) تو اے پیغمبر ان سے پوچھو کہ

اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِیْنٍ

کیا ان کا پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا ان چیزوں کا جن کو ہم نے پیدا کیا بلاشبہ ہم ہی نے ان کو چپکتی مٹی سے پیدا

لَّازِبٍ ۱۱ بَلْ عَجِبْتَ وَیَسْخَرُوْنَ ۱۲ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا

کیا ہے (۲) ہاں تم تو ان کی حالت پر تعجب کرتے ہو اور یہ تمسخر کرتے ہیں اور جب ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو

یَذْكُرُوْنَ ۱۳ وَاِذَا رَاَوْا اٰیَةً یَّسْتَسْخِرُوْنَ ۱۴ وَقَالُوْۤا اِنْ

نصیحت نہیں مانتے اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اس کی ہنسی اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ

هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۱۵ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا

تو صریح جادو ہے (اور کہتے ہیں) بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے

ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۱۶ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۱۷ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ

تو کیا ہم (پھر زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے اور ہمارے اگلے باپ دادا بھی (اٹھائے جائیں گے)؟ (۳) (اے پیغمبر) کہہ دو کہ ہاں! (ضرور)

دٰخِرُوْنَ ۱۸ فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ یَنْظُرُوْنَ ۱۹

اٹھائے جاؤ گے اور تم ذلیل ہو گے وہ تو ایک زور کی آواز ہوگی اور یہ یکایک (زندہ ہو کر) دیکھنے لگیں گے

وَقَالُوْا یٰوَیْلَنَا هٰذَا یَوْمُ الدِّیْنِ ۲۰ هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ

اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کمبختی! یہ تو روزِ جزا ہے (اور ارشاد ہوگا کہ ہاں) یہ وہی فیصلہ کا دن ہے

(۱) اللہ تعالٰی نے ایسا انتظام فرمایا ہے کہ شیطان وحی الٰہی اور فرشتوں کی باتیں نہیں سن سکتے۔ اگر سننے کے ارادے سے اُدھر جاتے ہیں تو فرشتے مار بھگاتے ہیں۔ یہ ذلت اور عذاب تو دنیا کا ہے۔ پھر آخرت میں ان کے لئے دوزخ کا دائمی عذاب ہوگا۔

شیطانوں کی بھاگ دوڑ میں کبھی کوئی شیطان ایک آدھ بات اچک لے جاتا ہے تو ایک دہکتا ہوا انگارا اس کا پیچھا کرتا ہے اور اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔

(۲) جو لوگ دوبارہ زندگی کا انکار کرتے ہیں ان کو یہ سوچنا چاہیئے کہ جس اللہ تعالٰی نے آسمان و زمین اور سورج چاند وغیرہ ایسی بڑی بڑی چیزیں پیدا کیں ہیں اس کے لئے انسان جیسی چھوٹی مخلوق کا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے خاص کر جبکہ اس نے پہلی مرتبہ بھی اس کو ایک حقیر چکنی مٹی سے پیدا کیا ہے۔

(۳) ان آیتوں میں منکرین کو ان کی چار گمراہیوں کی طرف توجہ دلائی ہے:۔

ایک یہ کہ یہ لوگ حق کی نشانیاں دیکھ کر اور وعظ و نصیحت سن کر بھی ایمان نہیں لاتے۔ اور آپ کا اور قرآن مجید کا مذاق اڑاتے ہیں عقلمندوں کے لئے یہ بات قابلِ حیرت ہے۔

دوسرے یہ کہ جب ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو اسے قبول نہیں کرتے بلکہ غرور اور تکبر کرتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ جب وہ آنحضرتؐ اور قرآن مجید کی صداقت کا کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اس کی ہنسی اڑاتے ہیں۔

چوتھے یہ کہ قیامت اور دوبارہ زندگی پر ایمان نہیں لاتے اور یہی کہے چلے جاتے ہیں کہ جب ہڈیاں گل سڑ جائیں گی تو کیا ہم اور ہمارے باپ دادا دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔

الَّذِیْ کُنْتُمْ بِهٖ تُکَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ ع اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا
جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے (۱) (فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) ظالموں کو اور ان کے

وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
ساتھیوں کو جمع کرلو اور ان کو بھی جن کی اللہ کے سوا یہ پرستش کرتے تھے

فَاهْدُوْهُمْ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ
پھر ان سب کو جہنم کا راستہ بتا دو اور ان کو ٹھہراؤ کہ ان سے کچھ

مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَکُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ الْیَوْمَ
پوچھنا ہے (ان سے کہا جائے گا کہ) تم کو کیا ہوا کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے بلکہ آج تو وہ

مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾
فرماں بردار ہیں (۲) اور وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کرکے آپس میں سوال (وجواب) کریں گے

قَالُوْٓا اِنَّکُمْ کُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْیَمِیْنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا بَلْ
اور کہیں گے کہ تم ہی تو ہمارے دائیں (اور بائیں) سے آتے تھے وہ کہیں گے بلکہ

لَّمْ تَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۹﴾ وَمَا کَانَ لَنَا عَلَیْکُمْ مِّنْ
تم ہی ایمان لانے والے نہ تھے اور ہمارا تم پر کچھ زور

سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ کُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِیْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَیْنَا قَوْلُ
نہ تھا بلکہ تم خود ہی سرکش لوگ تھے تو ہم سب ہی پر ہمارے پروردگار کی بات

رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغْوَیْنٰکُمْ اِنَّا کُنَّا غٰوِیْنَ ﴿۳۲﴾
پوری ہوگئی اب ہم مزے چکھیں گے ہم نے تم کو بھی گمراہ کیا (اور) ہم خود بھی گمراہ تھے (۳)

فَاِنَّهُمْ یَوْمَئِذٍ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِکُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا کَذٰلِكَ
پس یقیناً وہ اس دن عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے بلاشبہ ہم

ع ۲۱ ۵

(۱) یعنی یہ بات یقینی ہے کہ تم اور تمہارے باپ دادا ضرور زندہ کرکے اٹھائے جاؤ گے
دیکھو! تمہارا زندہ ہونا کوئی بڑی مہم نہیں ہے۔ صور پھونکا جائے گا جس سے ایک للکار ہوگی اور بس لوگ قبروں سے اٹھ کر کھڑے ہو جائیں گے۔ منکرین حیرت سے دیکھنے لگیں گے کہ یہ کیا ہوگیا پھر سمجھ کر کہیں گے کہ ہائے شامت! یہ تو وہی فیصلے کا دن ہے۔ ان کو قائل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ بیشک یہ وہی فیصلے کا دن ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ اب دیکھو! وہ آگیا۔

(۲) پھر فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ان ظالموں کو جنھوں نے لوگوں کو بہکایا، اور ان کے ساتھیوں کو نیز ان بتوں اور شیطانوں کو جن کو یہ لوگ پوجتے تھے، غرض سب کو جمع کرلو اور دوزخ کا راستہ بتاؤ۔
پھر حکم ہوگا کہ اچھا ذرا ان کو روکو کہ ان سے کچھ پوچھنا ہے۔ چنانچہ رسوا کرنے کے لئے ان سے پوچھا جائے گا کہ آج تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ حالانکہ دنیا میں کہا کرتے تھے کہ ہم ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ آج سب کے سب سر جھکائے کھڑے ہیں جیسے بڑے فرماں بردار ہیں۔

(۳) پھر وہ لوگ آپس میں سوال وجواب کریں گے۔ عام لوگ جو دوسروں کے بہکانے سے گمراہ ہوئے تھے وہ سرداروں اور پیشواؤں پر غصے ہوں گے اور کہیں گے کہ تم ہی ہم پر چڑھ چڑھ کر آتے تھے، ہاتھ پکڑ پکڑ کر ہمیں گھسیٹتے تھے اور اپنے ساتھ گمراہی کے راستے پر چلاتے تھے۔ تم ہی نے ہمیں ہلاکت میں ڈالا۔
اس وقت مغرور سرداروں کے سروں سے سرداری کا نشہ کافور ہو جائے گا، وہ جواب دیں گے کہ تم پر ہمارا کچھ زور نہ تھا تم خود ہی ایمان نہ لائے اور گمراہ ہوئے۔ بیشک خود جس گمراہی میں مبتلا تھے اسی کی طرف ہم نے تم کو بلایا، لیکن تم نے خود عقل سے کام کیوں نہیں لیا اور کیوں بے سمجھے بوجھے ہمارے پیچھے ہو لئے۔ بہرحال جو کچھ ہونا تھا ہوا۔ اب ہم سب پر اللہ تعالیٰ کی بات پوری ہوگئی اور اب ہم سب کو اپنے کرتوت کا مزہ چکھنا ہے۔

نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ
گناہ گاروں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں (۱) بلاشبہ وہ ایسے سرکش تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی
اِلَّا اللّٰهُ ۙ یَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ یَقُوْلُوْنَ اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا
معبود نہیں تو وہ تکبر کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کیا ہم ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے اپنے معبودوں
لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَ صَدَّقَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۳۷﴾
کو چھوڑ دیں گے (۲) (اللہ فرماتا ہے نہیں) بلکہ وہ سچا دین لے کر آئے ہیں اور پہلے پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہیں (۳)
اِنَّكُمْ لَذَآىِٕقُوا الْعَذَابِ الْاَلِیْمِ ﴿۳۸﴾ وَ مَا تُجْزَوْنَ
بلاشبہ تم سب کو دردناک عذاب کا مزہ چکھنا پڑے گا اور تم کو اسی کا بدلا
اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾
ملے گا جو تم کرتے تھے ہاں مگر جو اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں
اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَ هُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾
یہی لوگ ہیں جن کے لئے روزی مقرر ہے (یعنی) میوے اور وہ لوگ بڑی عزت سے آرام کے
فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۴۴﴾ یُطَافُ
باغوں میں (آراستہ) تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے (۴) ان میں
عَلَیْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ﴿۴۵﴾ بَیْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ﴿۴۶﴾
شراب لطیف کے جام کا دور چلے گا (جو) سفید (ہوگی اور) پینے والوں کو لذت دے گی
لَا فِیْهَا غَوْلٌ وَّ لَا هُمْ عَنْهَا یُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ عِنْدَهُمْ
نہ اس سے دردسر ہوگا اور نہ وہ اس کے پینے سے بہکیں گے اور ان کے پاس
قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِیْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَیْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾
نیچی نگاہ رکھنے والی (اور) بڑی آنکھوں والی (حوریں) ہوں گی گویا وہ محفوظ انڈے ہیں (۵)

(۱) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب یہ سب کے سب اپنے اپنے اعمال کے لحاظ سے عذاب میں شریک ہوں گے جس طرح سرکشی اور گمراہی میں شریک تھے۔

یہ بدبخت بڑے سرکش اور مجرم ہیں اور اسی بنا پر سزا کے مستحق ہیں۔ ان کی سرکشی کا حال بعد کی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

(۲) ان کمبختوں کی سرکشی یہ تھی کہ یہ نہ تو توحید کا یقین کرتے تھے اور نہ آنحضرتؐ کو سچا رسول مانتے تھے۔ جب آنحضرتؐ ان کو توحید کی طرف دعوت دیتے تھے تو یہ کمبخت تکبر اور غرور کے مارے توحید کا انکار کرتے تھے اور آنحضرتؐ کی شان میں گستاخیاں کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ (نعوذ باللہ) یہ تو ایک دیوانہ ہے اور شاعروں کی طرح محض خیالی باتیں کرتا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک مجنون شاعر کی باتوں میں آکر ہم اپنے ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں۔

(۳) یعنی ان مغروروں کا الزام بالکل غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آنحضرتؐ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور ایک سچا دین لے کر آئے ہیں جس کا بنیادی اصول توحید ہے۔ آنحضرتؐ کی سچائی کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ آپؐ سارے رسولوں کی تصدیق فرماتے ہیں اور بنیادی اصول کی حد تک ان کی تعلیمات کو مانتے ہیں۔

(۴) چونکہ آنحضرتؐ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور دین حق لے کر آئے ہیں تو جو لوگ غرور و تکبر کی وجہ سے پیغام حق کا انکار کریں گے اور آنحضرتؐ کی شان میں گستاخیاں کریں گے ان کو اپنے کرتوت کی پاداش میں دردناک عذاب بھگتنا ہوگا۔

لیکن جو حضرات آنحضرتؐ کی بات مان کر پیغام حق کو قبول کریں گے اور اس کے احکام کی تعمیل کریں گے ان کو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں سے نوازے گا۔

ان کا بڑا اعزاز و اکرام ہوگا۔ وہ باغوں میں سایہ دار درختوں کے نیچے آراستہ تختوں پر ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے ہوں گے۔

(۵) وہاں ان کے لئے طرح طرح کے لذیذ ترین میوے ہوں گے۔ ان میں شراب کا دور چلے گا جس کے چشمے اُبلتے ہوں گے۔ وہ شراب کڑوی اور بدمزہ نہ ہوگی بلکہ دودھ سے زیادہ صاف شفاف اور شہد سے زیادہ شیریں ہوگی اس سے نہ دردسر ہوگا اور نہ ہوش و حواس مختل ہوں گے — جنتیوں کی دل چسپی کے لئے حیادار اور خوبصورت عورتیں ہوں گی جن کو صفائی میں شتر مرغ کے انڈوں سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جو پروں کے نیچے چھپے ہوئے ہوں اور جن پر داغ دھبا اور گرد و غبار کا نام تک نہ ہو۔

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ
پھر وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال و جواب کریں گے ان میں
قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِيْنٌ ﴿۵۱﴾ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ
ایک کہنے والا کہے گا کہ دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا جو کہتا تھا کہ بھلا تو بھی ان لوگوں
لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا
پر یقین رکھنے والوں میں سے ہے کہ جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا
ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾
ہم کو بدلا ملے گا پھر کہے گا کیا تم اس کو جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو (۱)
فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ
تو وہ شخص جھانکے گا تو وہ اس کو دوزخ کے بیچ میں دیکھے گا (اور) کہے گا کہ اللہ کی قسم
كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ
تو مجھے ہلاک ہی کر چکا تھا اور اگر میرے پروردگار کی مہربانی نہ ہوتی تو میں بھی ان میں ہوتا
الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا
جو (عذاب میں) حاضر کئے گئے ہیں. کیا (یہ بات صحیح نہیں کہ) ہم آئندہ نہیں مریں گے ہاں پہلی بار جو مرنا تھا
الْاُوْلٰی وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ
(سو مر چکے) اور ہمیں عذاب بھی نہ ہوگا بیشک یہ بڑی کامیابی
الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَذٰلِكَ
ہے ایسی کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیئے (۲) بھلا یہ
خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً
(مہمانی) اچھی ہے یا تھوہر کا درخت ہم نے اس کو ظالموں کے لئے موجب امتحان

(۱) جنت میں بے تکلف دوست مل کر بیٹھیں گے اور بات چیت کریں گے۔ ایک شخص کہے گا کہ دنیا میں میرا ایک ملنے والا تھا جو مجھ سے کہتا تھا کہ کیا تو بھی ان لوگوں میں سے ہے جو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جب ہم مر جائیں گے اور ہماری ہڈیاں سڑ گل جائیں گی تو پھر ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور اپنے اعمال کا بدلا پائیں گے۔ یقیناً آج وہ بدبخت دوزخ میں ہوگا۔ آؤ ذرا اس کو جھانک کر دیکھیں کہ کس حال میں ہے۔

(۲) پھر جب وہ جنتی جھانکے گا اور اپنے اس ساتھی کو دوزخ میں پڑا ہوا پائے گا تو کہے گا کہ بدبخت: تو تو اپنے ساتھ مجھ کو بھی لے ڈوبا تھا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ اس نے مجھ کو تیرے شر سے بچایا اور ایمان پر ثابت قدم رکھا، ورنہ میں بھی تیرے ساتھ گرفتار عذاب ہوتا۔

پھر وہ جوش مسرت سے اپنے ساتھیوں سے کہے گا کہ دیکھو بس ایک موت تھی جو ہم پر آ چکی۔ اب موت نہیں آئے گی اور ہم ہمیشہ ان نعمتوں میں رہیں گے۔ بیشک یہ بڑی کامیابی ہے اور اسی لائق ہے کہ لوگ اس کے لئے جدوجہد کریں۔

لِلظّٰلِمِيْنَ ۝٦٣ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۝٦٤

بنایا ہے وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑ میں اُگے گا

طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ۝٦٥ فَاِنَّهُمْ

اس کے خوشے ایسے ہوں گے جیسے شیطانوں کے سر (۱) تو وہ اسی

لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝٦٦ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ

میں سے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے پھر اس کے اوپر

عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ۝٦٧ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى

ان کو کھولتا ہوا پانی (پیپ میں) ملا کر دیا جائے گا پھر ان کا آخری ٹھکانا

الْجَحِيْمِ ۝٦٨ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ۝٦٩ فَهُمْ

دوزخ (میں) ہوگا (۲) انھوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا تو وہ

عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ۝٧٠ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ

ان ہی کے پیچھے دوڑے چلے جاتے ہیں اور بیشک ان سے پہلے اگلے لوگ بھی بہت سے

الْاَوَّلِيْنَ ۝٧١ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝٧٢ فَانْظُرْ

گمراہ ہو گئے تھے اور ہم نے ان میں ڈرانے والے پیغمبر بھیجے تھے تو دیکھ لو کہ

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝٧٣ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ

ان کا کیسا برا انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا تھا ہاں مگر جو اللہ کے برگزیدہ بندے تھے

الْمُخْلَصِيْنَ ۝٧٤ وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ۝٧٥

(ان کا انجام اچھا ہوا) (۳) اور ہم کو نوح نے پکارا تو (دیکھ لو کہ) ہم کیسے اچھے فریاد سننے والے ہیں

وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝٧٦ وَجَعَلْنَا

اور ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بڑی مصیبت سے نجات دی اور ہم نے انہی کی

(۱) اوپر اہلِ جنت کی مہمانی کا ذکر تھا، اب دوزخیوں کے کھانے کا کچھ حال بیان فرمایا تاکہ لوگ دونوں کا مقابلہ کرکے نصیحت حاصل کریں۔

دوزخ میں ایک درخت ہوگا جس کا نام 'زقوم' فرمایا جس کا پھل کھانے میں نہایت بدمزہ، کڑوا اور بدبودار کہ حلق سے نہ اترے، اور صورت میں سانپ کے پھن کی طرح کہ دیکھ کر ڈر لگے۔

یہ درخت کافروں کے لئے سخت آزمائش کا سبب بن گیا کہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ کوئی کہتا کہ آگ میں درخت کیسے اُگے گا۔ اور کوئی کہتا کہ فلاں ملک میں کھجور پر مکھن لگا کر کھاتے ہیں، اسی کو زقوم کہتے ہیں۔ پھر کھجور اور مکھن منگا کر اپنے دوستوں کے ساتھ کھاتا اور کہتا کہ یہ تو بڑے مزے کی چیز ہے۔ اگر یہی ہمیں دیا گیا تو بڑے مزے کی مہمانی ہوگی۔

واضح ہو کہ یہ بات مشہور ہے کہ ایک کیڑا جس کا نام سمند ہے، آگ میں پیدا ہوتا ہے اور وہیں زندہ رہتا ہے۔ نیز آج کل بعض پودوں کو گرم جگہ میں رکھا جاتا ہے۔ تب وہ سرسبز رہتے ہیں۔ تو جو لوگ شجرۃ الزقوم پر تعجب کرتے تھے وہ خود ہی بیوقوف تھے۔

(۲) جب وہ زخمی بھوک سے بیتاب ہوں گے تو یہی زقوم کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے جس کے کھانے سے سخت پیاس لگے گی۔ جب بیقرار ہوکر پانی مانگیں گے تو کھولتا ہوا پانی پیپ میں ملا کر دیا جائے گا۔ پھر یہ نہیں کہ اس پر مصیبتوں کا خاتمہ ہو جائے، بلکہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے جہاں ان کو طرح طرح کا عذاب ہوگا۔

(۳) ان ظالموں کا جرم یہ تھا کہ انھوں نے اللہ کے رسولؐ کی پیروی نہیں کی بلکہ انھوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہی کی حالت میں پایا اور بے سوچے سمجھے انہی کے نقشِ قدم پر دوڑنے لگے۔

ع ٣

دیکھو! گزشتہ قوموں میں بھی بہت سے لوگ گمراہ ہوئے اور انھوں نے اپنے پیغمبروں کی مخالفت کی جس کی پاداش میں تباہ کر دیئے گئے۔ تاریخ کا مطالعہ کرو تو تم کو معلوم ہو کہ ان سرکشوں کا کیسا انجام ہوا۔

لیکن جن حضرات نے پیغامِ حق قبول کیا اور اپنے پیغمبر کی پیروی کی وہ عذاب سے محفوظ رہے۔ چنانچہ آئندہ رکوعوں میں جو چند واقعات پیش کئے گئے ہیں ان سے یہ حقیقت نمایاں ہے۔

ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾
اولاد کو باقی رہنے دیا اور پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا

سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾
سارے جہان والوں میں نوح پر سلام ہو بلاشبہ ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا
بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے پھر ہم نے دوسرے لوگوں (یعنی کافروں)

الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾ وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ
کو غرق کر دیا (۱) اور بلاشبہ نوح کی پیروی کرنے والوں میں ابراہیم بھی تھے جب وہ اپنے

رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا
پروردگار کی طرف پاک دل لے کر متوجہ ہوئے (۲) جب انھوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے پوچھا کہ تم کن چیزوں

تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾
کی پرستش کرتے ہو کیا جھوٹ (بناکر) اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کے طالب ہو

فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾
بھلا پروردگار عالم کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ (۳) تو ابراہیم نے ستاروں کی طرف ایک نظر کی

فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى
اور کہا کہ میں تو بیمار ہوں (۴) تب وہ ان سے پیٹھ پھیر کر لوٹ گئے پھر ابراہیم ان کے

اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾
معبودوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ تم کھاتے کیوں نہیں؟ تمھیں کیا ہوا کہ بولتے نہیں

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًۢا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾
پھر ان کو داہنے ہاتھ سے مارنے (اور توڑنے) لگے پھر لوگ ابراہیم کے پاس دوڑے ہوئے آئے

(۱) حضرت نوحؑ کو آدم ثانی کہا جاتا ہے. ان کو بڑی طویل عمر عطا ہوئی تھی چنانچہ وہ ساڑھے نوسو برس تک اپنی قوم کو نصیحت کرتے رہے اور لوگوں کی مخالفتوں اور گستاخیوں پر صبر کرتے رہے جب لوگوں کی سرکشی اور نافرمانی حد سے گزر گئی اور ان کے راہ راست پر آنے کی کوئی امید نہ رہی تو حضرت نوحؑ نے دعا کی کہ پروردگار! میں مغلوب ہوں پس میری مدد فرما. اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد سنی ان کو اور ان کے گھر والوں اور ساتھیوں کو دشمنوں سے اور طوفان سے بچا لیا اور تنہا انہی کی اولاد کو دنیا میں باقی رکھا ــــ لکھا ہے کہ کفار تو طوفان میں غرق ہو گئے اور کشتی میں جو ایمان والے تھے ان کی نسل بھی نہیں چلی بس اب دنیا میں جتنے آدمی ہیں سب حضرت نوحؑ کے تین بیٹوں حام، سام اور یافث کی نسل سے ہیں.

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کے ایمان کو قبول فرمایا اور ان کو ان کے ایمان و احسان کا یہ صلہ دیا کہ ان کا نام دنیا میں بلند کیا. چنانچہ دیکھو کہ آج کروڑوں مسلمان ان کا نام عزت سے لیتے ہیں اور ان کے لئے سلامتی کی دعا کرتے ہیں یعنی ان کے نام کے ساتھ علیہ السلام کہتے ہیں. اس کے مقابلے میں سرکشوں کا انجام دیکھو کہ وہ سب کے سب طوفان میں غرق کر دیئے گئے.

(۲) حضرت ابراہیمؑ بھی حضرت نوحؑ کے طریقے پر تھے. کیونکہ سارے انبیاء علیہ السلام دین کی اصولی باتوں یعنی توحید، رسالت، قیامت، دوبارہ زندگی، حساب کتاب وغیرہ پر متفق ہیں.

حضرت ابراہیمؑ کی یہ صفت بیان فرمائی کہ وہ قلب سلیم لے کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے تھے. مطلب یہ کہ پیدائشی طور پر ان کا دل راہ راست پر تھا یعنی حضرت ابراہیمؑ قوم کے باطل عقیدوں اور غلط رسم و رواج کو پسند نہیں کرتے تھے بلکہ ان سے سخت نفرت کرتے تھے. چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب سلیم پر وحی نازل فرمائی.

(۳) حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے بلکہ ساری قوم سے شرک کے معاملے میں بحث شروع کی اور کہا کہ تم کن واہیات چیزوں کی پرستش کرتے ہو. کیا یہ کوئی عقل کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تم نے جھوٹے معبود بنا رکھے ہیں. اچھا بتاؤ کہ پروردگار عالم کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے. کیا وہ کائنات کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا نہیں؟ اگر ہے اور یقیناً ہے، جیسا کہ تم بھی مانتے ہو، تو پھر اس کی عبادت سے کیوں انکار ہے؟

(۴) غرض حضرت ابراہیمؑ شرک کے بارے میں لوگوں سے بحث کرکے ان کو توحید کی طرف دعوت دیتے رہتے تھے. ایک تہوار آیا اور لوگ تہوار منانے کے لئے شہر سے

قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿٩٥﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا

ابراہیم نے کہا کیا تم ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہو جن کو خود تراشتے ہو اللہ نے تمہیں بھی پیدا کیا اور تمہاری ان بنائی ہوئی

تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِی الْجَحِيْمِ ﴿٩٧﴾

چیزوں کو بھی (۱) وہ لوگ آپس میں کہنے لگے کہ ابراہیم کیلئے ایک آتش خانہ بناؤ اور اس کو دہکتی آگ میں ڈال دو

فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَقَالَ اِنِّیْ

غرض انہوں نے ابراہیم کے ساتھ برائی کرنی چاہی اور ہم نے انہی کو زیر کر دیا (۲) اور ابراہیم نے کہا میں اپنے

ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٩٩﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ

پروردگار کی طرف جانے والا ہوں وہ مجھے راستہ دکھائے گا ابراہیم نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے ایک فرزند

الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠٠﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَمَّا بَلَغَ

عطا فرما جو نیکوں میں سے ہو تو ہم نے ان کو ایک بردبار لڑکے کی خوشخبری دی (۳) پس جب وہ لڑکا

مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ يٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ

ان کے ساتھ دوڑنے کی عمر کو پہنچا تو ابراہیم نے کہا بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں

اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ يٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ز

ذبح کر رہا ہوں تو تم سوچو کہ تمہاری کیا رائے ہے انہوں نے کہا کہ ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے

سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ فَلَمَّآ

آپ بلا تامل کیجئے انشاء اللہ آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے پھر جب دونوں نے

اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿١٠٣﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ

اللہ کے حکم کو تسلیم کر لیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا اور ذبح کرنے لگے تو ہم نے ان کو پکارا کہ اے ابراہیم! تم نے

صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٠٥﴾

خواب کو سچا کر دکھایا ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں

(۱) غرض لوگ حضرت ابراہیم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اب حضرت ابراہیمؑ کو موقع ملا اور بت خانے میں جا گھسے۔ پہلے تو بتوں کا مذاق اڑانے کے لئے ان سے مخاطب ہو کر بولے کہ چڑھاوے تو بہت سے تمہارے سامنے رکھے ہیں لیکن کیا بات ہے کہ تم کھاتے نہیں اور نہ کچھ منہ سے بولتے ہو۔ پھر بڑے بت کے سوا سب کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا اور کلہاڑی اس کے گلے میں ڈال کر چل دیئے۔

جب لوگ بت خانے میں آئے اور بتوں کا یہ حال دیکھا تو سمجھ گئے اور دوڑے ہوئے حضرت کے پاس پہنچے اور غصے ہو کر ان سے پوچھا۔

حضرت ابراہیمؑ نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور شرک سے نفرت دلانے کے لئے ان سے کہا کہ ذرا سوچو تو کہ تم انہی بتوں کو پوجتے ہو جن کو تم اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو، حالانکہ اللہ تعالےٰ نے تم کو اور تمہاری بنائی ہوئی چیزوں کو سب کو پیدا کیا ہے۔ لہٰذا وہی عبادت کا مستحق ہے نہ کہ بے جان بت۔

(۲) جب لوگ حضرت ابراہیمؑ کی دلیل کا جواب نہ دے سکے تو جھنجھلا کر کہنے لگے کہ اس کا علاج یہی ہے کہ ایک بڑا آتش خانہ بنا کر اس میں اس کو ڈال دو اور اس کا قصہ ہی ختم کر دو اور اس طرح اپنے معبودوں کی عزت بچاؤ ورنہ ڈر ہے کہ عوام اس کے کہنے میں آ کر ہمارے معبودوں کو چھوڑ بیٹھیں گے۔

لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ کو نقصان پہنچانا چاہا تھا لیکن اللہ تعالےٰ نے ان کو محفوظ رکھا اور آگ کو حکم دیا کہ ان کے لئے گلزار ہو جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خود ان لوگوں کو ہی نیچا دیکھنا پڑا کیونکہ عوام کو معلوم ہو گیا کہ حضرت ابراہیمؑ ہی حق پر تھے۔

(۳) جب قوم کے راہ پر آنے سے مایوسی ہوئی اور باپ نے بھی گھر سے نکال دیا تو حضرت ابراہیم نے اللہ کے بھروسے پر وطن چھوڑ دیا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی مدد فرمائی اور ان کو شام کے ملک میں پہنچا دیا جو دنیا کا بہترین خطہ ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے نیک فرزند کے لئے دعا کی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے دعا قبول فرمائی اور فرزند عطا فرمایا۔

واضح ہو کہ اس فرزند سے حضرت اسمٰعیلؑ مراد ہیں۔ کیونکہ حضرت اسحاقؑ کی ولادت کا حال اسی رکوع کے آخر میں الگ مذکور ہے۔ قربانی کا واقعہ بھی حضرت اسمٰعیلؑ ہی کے ساتھ پیش آیا تھا۔ اکثر علماء کا یہی قول ہے۔ واللہ اعلم۔

إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِينُ ﴿١٠٦﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ
بلاشبہ یہ بڑا امتحان تھا (۱) اور ہم نے اس لڑکے کے فدیے میں (ابراہیم کو)
عَظِيمٍ ﴿١٠٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِينَ ﴿١٠٨﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى
ایک بڑا ذبیحہ دیا (۲) اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا ابراہیم پر سلام
إِبْرٰهِيمَ ﴿١٠٩﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١١٠﴾ إِنَّهُ مِنْ
ہو نیکوکاروں کو ہم اسی طرح بدلا دیا کرتے ہیں بیشک وہ ہمارے
عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١١﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِإِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ
ایماندار بندوں میں سے تھے (۳) اور ہم نے ان کو اسحاق کی خوشخبری بھی دی (وہ) نبی (اور) نیکوکاروں
الصّٰلِحِينَ ﴿١١٢﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى إِسْحٰقَ ۭ وَمِنْ
میں سے ہوں گے اور ہم نے ابراہیم اور اسحاق پر برکتیں نازل کیں اور ان دونوں کی
ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِينٌ ﴿١١٣﴾ ع وَلَقَدْ مَنَنَّا
اولاد میں سے نیکوکار بھی ہیں اور اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والے بھی (۴) اور ہم نے موسیٰ اور
عَلٰى مُوسٰى وَهٰرُونَ ﴿١١٤﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ
ہارون پر بھی احسان کیا اور ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو بڑی مصیبت
الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿١١٥﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوا هُمُ الْغٰلِبِينَ ﴿١١٦﴾ وَ
سے نجات دی اور ہم نے ان سب کی (فرعون کے مقابلے میں) مدد کی تو وہی غالب آئے اور
اٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِينَ ﴿١١٧﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ
ہم نے ان دونوں کو واضح کتاب دی اور ان کو سیدھا راستہ
الْمُسْتَقِيمَ ﴿١١٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِينَ ﴿١١٩﴾ سَلٰمٌ عَلٰى
دکھایا اور پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا موسیٰ اور

(۱) جب حضرت اسمٰعیلؑ بڑے ہوئے اور پدر بزرگوار کے ساتھ باہر آنے جانے لگے تو حضرت ابراہیمؑ نے مسلسل تین رات خواب میں دیکھا کہ بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ چونکہ انبیاء کا خواب سچا ہوتا ہے، سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بیٹے کو اس کے نام پر قربان کر دو۔

حضرت ابراہیمؑ اپنی جگہ تعمیل حکم کے لئے تیار ہو گئے لیکن اس خیال سے بیٹے سے پوچھا کہ اگر راضی ہو تو بہتر ورنہ کوئی تدبیر کی جائے۔ لیکن حضرت اسمٰعیلؑ خوشی خوشی اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان ہونے کو تیار ہو گئے اور عرض کیا کہ ابا جان! آپ ضرور حکم کی تعمیل کیجئے اور میری طرف سے مطمئن رہئے۔ آپ انشاء اللہ تعالیٰ مجھے صابر پائیں گے۔

پھر جب باپ بیٹے دونوں پروردگار عالم کے حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہو گئے اور حضرت ابراہیمؑ نے آنکھوں پر پٹی باندھ کر اور اکلوتے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا کر چھری چلا دی تو غیب سے آواز آئی کہ ابراہیم! اکلوتے بیٹے کو ذبح کرانا مقصود نہیں صرف تمہارا امتحان منظور تھا، جس میں تم کامیاب رہے اور تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ اسی طرح ہم اپنے خاص بندوں کو آزماتے ہیں اور ان کے درجے بلند کرتے ہیں۔

(۲) کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے کے لئے بڑی کوشش کی، مگر قدرتِ الٰہی
ع ۲ ۲۹
سے چھری نے کام نہ دیا۔ آخر چھری زور سے چلاتے چلاتے یکایک ایسا معلوم ہوا کہ گویا گلا کٹ گیا اور خون بہنے لگا۔ حضرت ابراہیمؑ نے آنکھوں سے پٹی ہٹائی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک دنبا ذبح کیا ہوا پڑا ہے اور حضرت اسمٰعیل صحیح سالم پاس کھڑے ہیں۔ یہ دنبا حضرت جبرئیلؑ جنت سے لائے تھے۔ اسی کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ۔

(۳) جب حضرت ابراہیمؑ نے اس بات کا ثبوت دے دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ایماندار اور اطاعت گزار بندے تھے تو بارگاہ رب العزت سے ان کے ایمان و اسلام کی قدر افزائی فرمائی گئی اور دنیا ہی میں ان کو صلہ ملا کہ بعد کی نسلیں ان کا نام عزت سے لیتی ہیں اور ان پر سلام بھیجتی ہیں۔ ان پر اور ہمارے نبی محمدؐ پر ہزار در ہزار درود و سلام۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ پر یہ احسان بھی کیا کہ ان کو ایک اور فرزند عطا فرمایا یعنی حضرت اسحاقؑ جو اعلیٰ درجے کے نیکوکاروں میں سے تھے اور نبوت کے مرتبے سے سرفراز کئے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسحاقؑ کی اولاد میں بڑی برکت عطا فرمائی کہ ان کی اولاد دنیا میں بہت پھیلی اور اس میں بہت انبیاء پیدا ہوئے۔ مگر ان حضرات کی اولاد میں دونوں ہی طرح کے لوگ ہیں۔ اچھے اور نیک بھی ہیں جن سے بزرگوں کا نام روشن ہے اور ایسے بھی ہیں جو راستہ بھٹک گئے اور تباہ ہو گئے۔

مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢١﴾
ہارون پر سلام ہو بیشک ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں

اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٢﴾ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ
وہ دونوں ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے (۱) اور بلاشبہ الیاس بھی

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اَتَدْعُوْنَ
پیغمبروں میں سے تھے جب کہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم ڈرتے نہیں؟ کیا تم بعل کو پکارتے (اور

بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿١٢٥﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَ
پوجتے) ہو اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑ دیتے ہو (یعنی) اللہ کو جو تمہارا اور تمہارے

رَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٢٦﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٢٧﴾
اگلے باپ دادا کا پروردگار ہے تو لوگوں نے الیاس کو جھٹلایا تو وہ (دوزخ میں) حاضر کئے جائیں گے

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٢٩﴾
مگر ہاں اللہ کے خاص بندے (دوزخ میں نہ جائیں گے) اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿١٣٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣١﴾
الیاس پر سلام ہو ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٢﴾ وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ
بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے (۲) اور لوط بھی پیغمبروں

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٣﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٣٤﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي
میں سے تھے جب ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو سب کو نجات دی مگر ایک بڑھیا کہ پیچھے

الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٣٥﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٣٦﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ
رہ جانے والوں میں تھی پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا (۳) اور (اے اہل مکہ) بیشک تم ان کے مقامات) پر

(۱) حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ پر بھی اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے احسانات کئے کہ ان کو نبوت اور کمالات سے مشرف فرمایا۔ ان کو اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی کی تکلیف سے نجات بخشی۔ فرعون کے مقابلے میں ان کی مدد کی کہ فرعون کو اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا اور بنی اسرائیل کو فتح عطا فرمائی اور ان کو فرعونیوں کے مال و دولت کا وارث بنایا۔

پھر حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو ایک روشن کتاب یعنی توراۃ عطا فرمائی جس میں مذہب کے واضح احکام تھے۔ ان کو توفیق عطا فرمائی کہ وہ زندگی بھر راہ ہدایت پر ثابت قدم رہے۔ پھر ان کے ایمان و عمل کا ان کو یہ صلہ دیا کہ بعد کی نسلیں ان پر سلام بھیجتی ہیں۔

(۲) حضرت الیاسؑ بنی اسرائیل کے پیغمبر ہیں اور حضرت ہارونؑ کی اولاد سے ہیں۔ ان کو الیاسین بھی کہا گیا ہے۔ حضرت الیاسؑ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے اور شہر بعلبک ان کا مرکز تھا۔

بعل ایک مشہور بت تھا جس کی پرستش کی جاتی تھی شہر بعلبک اسی کے نام سے منسوب تھا۔ شام کے لوگوں کا یہ بہت محبوب دیوتا تھا۔ حضرت الیاسؑ کی قوم بھی دوسرے دیوتاؤں کے ساتھ خصوصیت سے اس بت کی پرستش کرتی تھی۔

حضرت الیاسؑ نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی اور بت پرستی کے انجام سے ڈرایا لیکن صرف چند نیک بندوں نے حضرت الیاسؑ کا پیغام قبول کیا باقی قوم نے ان کو جھٹلایا جس کی سزا دوزخ میں بھگتیں گے۔ حضرت الیاسؑ کو اللہ تعالیٰ نے یہ صلہ دیا کہ بعد کی نسلیں ان پر سلام بھیجتی ہیں۔

(۳) حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے اور ان کے ساتھ ہجرت کر کے ملک شام میں بس گئے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی نبی بنایا اور سدوم والوں کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ سدوم والے ایک بے حیائی میں مبتلا تھے۔ حضرت لوطؑ نے ان کو سمجھایا۔ جب لوگوں نے نہ مانا اور حضرت لوطؑ کا مذاق اڑایا تو اللہ تعالیٰ نے ساری قوم کو ہلاک کر دیا لیکن حضرت لوطؑ اور ان کے ساتھیوں کو محفوظ رکھا، البتہ ان کی بیوی نہ بچی جو نافرمان تھی اور سرکشوں سے ملی ہوئی تھی۔

مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ

(کبھی) صبح کو اور (کبھی) رات کو گزرتے ہو کیا تم نہیں سمجھتے اور یونس بھی پیغمبروں

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ

میں سے تھے جبکہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں پہنچے تو قرعہ ڈلوایا پس خطاوار

مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾

ٹھہرے (اور دریا میں ڈال دیئے گئے) پس مچھلی ان کو (ثابت) نگل گئی اور وہ (اپنے کو) ملامت کرتے تھے

فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ

پھر اگر وہ (اس وقت) تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو اس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے

اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾

جس دن دوبارہ زندہ کئے جائیں گے پھر ہم نے ان کو ایک فراخ میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار تھے

وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ

اور ہم نے (سایہ کے لئے) ان پر ایک بیل دار درخت (یعنی کدو) اگایا اور ہم نے ان کو ایک لاکھ

اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى

یا اس سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا پھر وہ لوگ ایمان لائے تو ہم نے ان کو ایک عرصہ تک

حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾

فائدہ پہنچایا (۱) تو (اے پیغمبر) ان سے پوچھو کہ بھلا تمہارے پروردگار کے لئے تو بیٹیاں ہیں اور ان کے لئے بیٹے

اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾

یا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا اور وہ (ان کے بنتے کے وقت) دیکھ رہے تھے

اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ

دیکھو یہ اپنی جھوٹ بنائی بات کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) اللہ صاحب اولاد ہے

ع ۵ ۸

(۱) حضرت یونسؑ نینوی والوں کی ہدایت کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے، مگر لوگوں نے پیغام حق کی پروا نہ کی اور برابر شرک اور نافرمانیوں میں ڈوبے رہے آخر حضرت یونسؑ نے اعلان کیا کہ تین روز کے بعد عذاب آئے گا اور ناراض ہو کر بستی سے نکل گئے۔

دریا کے کنارے پہنچے اور کشتی میں سوار ہو گئے کشتی نے لنگر اٹھایا تھوڑی دور جانے کے بعد کشتی طوفان میں گھر کر ڈگمگانے لگی۔ لوگوں نے اپنے عقیدے کے مطابق کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے۔ جب تک اس کو کشتی سے جدا نہ کیا جائے گا نجات مشکل ہے۔ قرعہ ڈالا تو حضرت یونسؑ کا نام نکلا حضرت یونسؑ کو بھی خیال آیا کہ وہ وحی الٰہی کا انتظار کئے بغیر چل دیئے تھے چنانچہ لوگوں نے حضرت یونسؑ کو دریا میں ڈال دیا اور حکم الٰہی سے ایک مچھلی نے ان کو نگل لیا۔

حضرت یونسؑ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اپنے قصور کا اعتراف کیا اور توبہ کی۔

چنانچہ ان کی توبہ قبول ہوئی اور مچھلی نے ان کو کنارے پر پھینک دیا لیکن وہ بہت کمزور تھے اٹھ (چل پھر) بھی نہیں سکتے تھے حکم الٰہی سے ان کے پاس کدو کی بیل نکل آئی جس نے ان پر سایہ کر دیا۔

نینوی والوں کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔ حضرت یونسؑ کے چلے جانے کے بعد جب عذاب کے آثار نمودار ہوئے تو بادشاہ سے لے کر رعایا تک سب کانپ اٹھے اور حضرت یونسؑ کو تلاش کرنے لگے کہ ان کے ہاتھ پر ایمان قبول کریں۔ جب وہ نہ ملے تو سب کے سب گھروں سے نکل کر میدان میں جمع ہو گئے اور گریہ وزاری کر کے توبہ کی اور ایمان کا اعلان کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان پر سے عذاب ٹل گیا۔ پھر حضرت یونسؑ حکم الٰہی سے شہر میں آئے لوگوں نے جب ان کو دیکھا تو بے حد خوشی کا اظہار کیا اور ان کی رہنمائی قبول کر کے ایک مدت تک امن و امان سے دنیا میں رہے۔

(۱) ... ان کا یہ بیان نقل ہوتا ہے ... سب حضرات فرشتوں ... آپ ان سے پوچھئے کہ کیا یہ مشرکین بعض ...
... کہتے تھے کہ (نعوذ باللہ) فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں ... اسی طرح ان بدبختوں نے فرشتوں اور اللہ تعالیٰ کا رشتہ جوڑ رکھا تھا۔
... یہ ... کیسی اندھی بات ہے؟

وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ (۱۵۲) أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ (۱۵۳)

اور یقیناً وہ جھوٹے ہیں (۱) کیا اس نے بیٹوں کے مقابلے بیٹیوں کو پسند کیا

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ (۱۵۴) أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (۱۵۵) أَمْ لَكُمْ سُلْطَانٌ

تم کو کیا ہو گیا ہے تم کیسا فیصلہ کرتے ہو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے کیا تمہارے پاس کوئی

مُبِينٌ (۱۵۶) فَأْتُوا بِكِتَابِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (۱۵۷) وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَ

کھلی سند ہے تو اگر تم سچے ہو تو اپنی کتاب پیش کرو (۲) اور انہوں نے اللہ اور

بَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۚ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ (۱۵۸)

جنوں کے درمیان رشتہ قرار دیا حالانکہ جنات جانتے ہیں کہ وہ عذاب میں حاضر کئے جانے والے ہیں

سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ (۱۵۹) إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ (۱۶۰)

یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں اللہ اس سے پاک ہے مگر اللہ کے مخلص بندے (عذاب سے محفوظ رہیں گے) (۳)

فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ (۱۶۱) مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ (۱۶۲)

سو تم اور تمہارے سارے معبود اللہ کے خلاف کسی کو بہکا نہیں سکتے

إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ (۱۶۳) وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُومٌ (۱۶۴)

مگر اس کو جو دوزخ میں جانے والا ہے (۴) اور (فرشتے کہتے ہیں) ہم میں سے ہر ایک کا مقام مقرر ہے

وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ (۱۶۵) وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ (۱۶۶) وَإِنْ

اور ہم صف باندھے رہتے ہیں اور ہم اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں (۵) اور یہ

كَانُوا لَيَقُولُونَ (۱۶۷) لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِنَ الْأَوَّلِينَ (۱۶۸) لَكُنَّا

لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس اگلوں کی (کتاب کی طرح) کوئی نصیحت (کی کتاب) آتی تو ہم

عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ (۱۶۹) فَكَفَرُوا بِهِ ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ (۱۷۰)

اللہ کے برگزیدہ بندے ہو جاتے لیکن اس (قرآن) سے کفر کرتے ہیں تو عنقریب ان کو اس کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا (۶)

پہلے تو یہی خیال غلط ہے کہ فرشتے عورتیں ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا تو اس وقت کیا یہ بدبخت وہاں موجود تھے اور دیکھ رہے تھے جو اس قسم کی بات کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان بدبختوں کا سب سے بڑا دعویٰ ہی بے بنیاد اور جھوٹ ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ صاحب اولاد ہے۔

(۲) کیسا عجیب و غریب فیصلہ ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیٹوں کے مقابلے میں بیٹیاں پسند کیں۔ یہ بدبخت کچھ سوچتے سمجھتے ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی باتیں بکتے ہیں۔

آخر اس غلط عقیدے کی دلیل کیا ہے؟ اگر کسی الہامی کتاب کی نص ہے تو وہ کتاب پیش کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بالکل جھوٹے ہیں۔ تو اس غلط عقیدے پر کوئی ... کسی الہامی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

(۳) ان بدبخت مشرکوں نے اللہ تعالیٰ میں اور جنات میں رشتہ جوڑ رکھا ہے۔ حالانکہ جنات کا یقین ہے کہ ان میں جو مجرم اور نافرمان ہیں وہ مجرموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے ... اللہ تعالیٰ کی شان میں وہ باتیں ... اللہ اس سے پاک ہے ... اللہ تعالیٰ کے مخلص اور فرمانبردار بندے ... تھے۔

(۴) ... قریش لوگوں کے سامنے اپنے معبودوں کی ... بیان کرتے ... تھے۔

ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ تم اور تمہارے معبود سب مل کر بھی کسی کو راہ حق سے نہیں پھیر سکتے، البتہ وہی لوگ گمراہ ہوں گے جن کے بارے میں پہلے سے یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ دوزخ میں جائیں گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سرداران قریش کی انتہائی کوششوں کے باوجود نیک فطرت حضرات ایک ایک کر کے آنحضرت ﷺ کے مقدس گروہ میں شامل ہوتے رہے۔

(۵) بدبخت مشرک فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے ہیں اور ان کو پوجتے ہیں حالانکہ وہ خود اپنے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں ... ہر ایک کا ایک ... مقام ہے ... اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے ... صف بستہ ... رہتے ہیں اور ہم اس کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہتے ہیں۔ (۶) آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے ... اور ان کی کتابوں کا ذکر سنتے تو کہتے کہ اگر ہمارے پاس بھی اسی طرح کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم ایمان لا کر اور نیک عمل کر کے اللہ کے مخلص بندے بن جاتے ... لیکن جب آنحضرت ﷺ ... اللہ تعالیٰ نے ... قرآن مجید نازل فرمایا تو یہ بدبخت اپنا وعدہ بھول گئے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ﴿١٧١﴾ إِنَّهُمْ لَهُمُ

اور ہمارے (خاص بندوں یعنی) پیغمبروں کے لئے ہمارا یہ وعدہ پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے کہ بیشک وہی

الْمَنْصُورُونَ ﴿١٧٢﴾ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ﴿١٧٣﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ

غالب کئے جائیں گے اور ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے تو (اے پیغمبر) ایک وقت تک

حَتَّىٰ حِينٍ ﴿١٧٤﴾ وَأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿١٧٥﴾ أَفَبِعَذَابِنَا

ان سے منہ پھیرے رہو اور انہیں دیکھتے رہو یہ بھی عنقریب (کفر کا انجام) دیکھ لیں گے (۱) کیا یہ لوگ ہمارے عذاب

يَسْتَعْجِلُونَ ﴿١٧٦﴾ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ

کے لئے جلدی کر رہے ہیں مگر جب وہ ان کے میدان میں اتر آئے گا تو جن کو ڈر سنایا گیا تھا

الْمُنْذَرِينَ ﴿١٧٧﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿١٧٨﴾ وَأَبْصِرْ فَسَوْفَ

ان کے لئے برا دن ہوگا اور ایک وقت تک ان سے منہ پھیرے رہو اور انہیں دیکھتے رہو یہ بھی عنقریب (کفر کا

يُبْصِرُونَ ﴿١٧٩﴾ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿١٨٠﴾

انجام) دیکھ لیں گے (۲) تمہارا پروردگار جو بڑی عزت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ (کافر) بیان کرتے ہیں

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ﴿١٨١﴾ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٨٢﴾

اور پیغمبروں پر سلام ہو اور ہر طرح کی تعریف اللہ کیلئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے (۳)

آیاتها ۸۸ — سُورَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ (۳۸) — رکوعاتها ۵

سورۂ ص مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

صٓ ۚ وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ ﴿١﴾ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي

ص (اے محمد!) قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے بھرا ہوا ہے (کہ تم حق پر ہو) بلکہ (خود) یہ کافر (ہی) تعصب اور حق کی

(بقیہ تفسیر صفحہ ۸۱۱) سرکشی کرنے لگے۔ وہ یاد رکھیں کہ عنقریب وہ اس سرکشی کا خمیازہ بھگتیں گے۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) آنحضرتؐ اور ایمان والوں کی تسلی کے لئے فرمایا کہ ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں اور ان کے ساتھ والوں کے لئے یہ وعدہ پہلے ہی سے لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے کہ یقیناً ان کی مدد کی جائے گی۔ اور یاد رکھو کہ ہمارا ہی لشکر ہمیشہ غالب رہتا ہے۔

پھر آنحضرتؐ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ جب یہ حقیقت ہے تو چند روز تک صبر کرو اور ان کی مخالفت اور ایذا رسانی کی پرواہ مت کرو اور انہیں دیکھتے رہو۔ عنقریب وہ بھی دیکھ لیں گے کہ ان کی سرکشی کا انجام کیا ہوتا ہے۔

(۲) سرکش قریش کہا کرتے تھے کہ اگر عذاب آنا ہے تو دیر کیا ہے؟

ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ یہ بدبخت گستاخی کرتے ہیں اور عذاب کے لئے جلدی مچاتے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ جب عذاب آئے گا تو وہ دن ان کے لئے برا ہوگا اور عذاب کسی کے ٹالے نہ ٹلے گا، کیونکہ ان کو پہلے سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔

آنحضرتؐ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ جب ان بدبختوں پر عذاب آنا یقینی ہے تو پھر تم تھوڑے دن ان کی مخالفتوں کو صبر کے ساتھ برداشت کرو اور نتیجے کے منتظر رہو۔ وہ بھی عنقریب دیکھ لیں گے کہ ان کا انجام کیا ہوا۔ ع ۱۴ ۹

(۳) توحید اور رسالت کے مضمون پر سورت کو ختم فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے پاک ہے جو مشرک اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ سارے کمالات اسی کے لئے ہیں۔ وہی سارے عالم کا پروردگار ہے۔

اس کی پروردگاری کا تقاضا ہے کہ وہ لوگوں کی ہدایت کے لئے رسول بھیجتا ہے جن پر اس کا سلام آتا ہے۔ لہٰذا جو لوگ اس کے طالب ہیں ان کو چاہئے کہ اس کے رسولؐ کی پیروی کریں۔

واضح ہو کہ حدیث شریف میں نماز اور محفل کے ختم پر ان آیتوں کے پڑھنے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

(۱) قریش آنحضرتؐ کی رسالت کا انکار کرتے تھے۔ ان کو آپؐ کی رسالت کا یقین دلانے کے لئے اس آیت میں قرآن مجید کو گواہ کے طور پر پیش فرمایا ہے ــ مطلب یہ ہے کہ اگر قریش ٹھنڈے دل سے قرآن مجید کا مطالعہ کریں اور یہ بات دیکھیں کہ وہ کیسی عظیم الشان کتاب ہے جو سراسر نصیحت اور عظمت کے مضامین سے پُر ہے تو پھر ان کو اس بات کا یقین آجائے کہ آنحضرتؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں لیکن افسوس کہ قریش اس حقیقت پر ٹھنڈے دل سے غور نہیں کرتے بلکہ جاہلانہ غرور و تکبر اور بغض و عداوت میں پڑے ہوئے ہیں۔

عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۝٢ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ

مخالفت میں ہیں ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر دیا تو وہ (عذاب کے وقت)

فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۝٣ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ

فریاد کرنے لگے اور وہ چھٹکارا پانے کا وقت نہ تھا اور انھوں نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس

مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۫ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝٤

انہی میں سے ایک ڈرانے والا آیا اور کافروں نے کہا کہ یہ شخص تو جادوگر (اور) جھوٹا ہے

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝٥

کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا واقعی یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے (۱)

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓي اٰلِهَتِكُمْ ۚ

اور ان کافروں کے رئیس (یہ کہتے ہوئے) اٹھ کھڑے ہوئے کہ (یہاں سے) چلو اور اپنے معبودوں (کی پرستش) پر قائم رہو

اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ۝٦ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ

یقیناً اس بات میں اس کی کوئی (ذاتی) غرض ہے ہم نے یہ بات پچھلے دین میں کبھی نہیں

الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝٧ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ

سنی یہ تو بالکل بنائی ہوئی بات ہے (۲) کیا ہم سب میں سے اسی شخص پر نصیحت (یعنی

مِنْۢ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا

وحی) نازل کی گئی ہے (اللہ نے فرمایا کہ بلکہ کافر (تو) میری وحی کی طرف سے شک میں ہیں۔ بلکہ انھوں نے ابھی تک میرے

يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝٨ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَاۗىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ

عذاب کا مزہ نہیں چکھا ہے (۳) (اے پیغمبر) کیا ان کے پاس تمھارے پروردگار کی رحمت کے خزانے ہیں

الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۝٩ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

جو غالب (اور) بہت بخشنے والا ہے یا آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے ان (سب) پر

ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مخالفت حق کی پاداش میں ان سے پہلے بہت سی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں۔ وہ عذاب کے وقت فریاد کرنے لگے لیکن ان کو چھٹکارا نہ ملا، کیونکہ وقت گزر چکا تھا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ ابوطالب کی بیماری میں چند سرداران قریش ان کے پاس آئے، ادھر آنحضرتؐ بھی تشریف لائے۔ سرداران قریش نے ابوطالب سے آپؐ کی شکایت کی۔ ابوطالب نے آپؐ سے پوچھا کہ بھتیجے! تم قوم سے کیا چاہتے ہو؟ آپؐ نے فرمایا صرف ایک بات، جس کی بدولت عرب ان کا فرماں بردار ہو جائے اور عجم ان کے آگے جزیہ پیش کرنے لگے۔ سرداران قریش نے خوش ہو کر پوچھا وہ کیا بات ہے؟ آپؐ نے فرمایا ایک کلمہ یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ یہ سُن کر قریش ناراض ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ دیکھو! سارے خداؤں کو مٹا کر صرف ایک خدا رہنے دیا! کیسی عجیب بات ہے؟

اسی پر سورت کی چند ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں۔

(۲) سرداران قریش یہ کہتے ہوئے محفل سے اٹھ کھڑے ہوئے کہ یہاں سے چلو اور اپنے معبودوں کی پرستش پر قائم رہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں محمد (صلعم) کی کوئی ذاتی غرض ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اس بہانے سے ہم سب کو غلام بنالیں اور خود حاکم بن کر بیٹھ جائیں۔

دوسرے یہ کہ توحید کا ذکر ہم نے اپنے باپ دادا سے نہیں سُنا اور نہ نصاریٰ یعنی عیسائیوں سے سُنا۔ آخر وہ بھی تو آسمانی کتاب رکھتے ہیں لیکن تین خدا مانتے ہیں۔ ایک خدا کی طرف وہ بھی نہیں بلاتے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ تو محمد (صلعم) ہی کی گھڑی ہوئی بات ہے۔

(۳) سرداران قریش نے یہ بھی کہا کہ ہم میں بڑے بڑے سردار اور بڑے بڑے دولت مند ہیں۔ آخر محمد (صلعم) میں کیا خصوصیت ہے کہ اللہ نے سب کو چھوڑ کر انہی کو پسند کیا اور ان پر کتاب اتاری۔

سرداران قریش کے ان بیہودہ اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان بدبختوں کے اعتراضات کچھ نہیں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ رسالت ہی کو نہیں مانتے یعنی آنحضرتؐ کی رسالت سے ان کا انکار اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ سرا شخص ہوتا تو ایمان لے آتے بلکہ ان کو نفس وحی میں شک ہے۔ یہ نادان کہتے ہیں کہ بشر رسول نہیں ہو سکتا ــ معلوم ہونا چاہیئے کہ وحی کے بارے میں ان کو سمجھانے کے لئے کئی بار دلائل پیش کئے گئے ہیں لیکن یہ بدبخت ضد اور انکار سے باز نہیں آتے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان بدبختوں نے عذاب کا مزہ نہیں چکھا ورنہ عقل ٹھکانے آجاتی۔

وَمَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ ⑩ جُنْدٌ مَا هُنَالِكَ

انہی کی حکومت ہے (اگر ایسا ہے) تو چاہیئے کہ رسیاں تان کر آسمان پر چڑھ جائیں (۱) یہاں شکست کھائے ہوئے

مَهْزُومٌ مِنَ الْأَحْزَابِ ⑪ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ

گروہوں میں سے یہ بھی ایک گروہ ہے (۲) ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور میخوں والا

وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ⑫ وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ

فرعون بھی (پیغمبروں کو) جھٹلا چکے ہیں اور ثمود اور لوط کی قوم اور بن کے رہنے والے بھی

لْئَيْكَةِ ۚ أُولَٰئِكَ الْأَحْزَابُ ⑬ إِنْ كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ

(جھٹلا چکے ہیں) یہی وہ گروہ ہیں ان سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو میرا

الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ⑭ وَمَا يَنْظُرُ هَٰؤُلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً

عذاب (ان پر) واقع ہو گیا (۳) اور یہ لوگ تو بس ایک زور کی چیخ کے منتظر

وَاحِدَةً مَا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ⑮ وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا

ہیں جو دم نہ لے گی اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پروردگار ہم کو ہمارا حصہ

قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ⑯ اصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ

حساب کے دن سے پہلے ہی دیدے (اے پیغمبر) تم ان کی باتوں پر صبر کرو

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُودَ ذَا الْأَيْدِ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ⑰ إِنَّا سَخَّرْنَا

اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کرو جو (بڑی) قوت والے تھے اور بیشک وہ ہماری طرف رجوع کرنے والے تھے ہم نے پہاڑوں کو ان کے

الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ⑱ وَالطَّيْرَ

زیر فرمان کر رکھا تھا جو صبح و شام ان کے ساتھ ہماری تسبیح کیا کرتے تھے اور پرندوں کو بھی

مَحْشُورَةً ۖ كُلٌّ لَهُ أَوَّابٌ ⑲ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ

جو تسبیح کے وقت داؤد کے پاس جمع ہو جاتے تھے سب ان کے فرمانبردار تھے اور ہم نے ان کی سلطنت کو بڑی قوت دی تھی اور ان کو حکمت

(۱) اللہ تعالیٰ ہی آسمان و زمین کا مالک ہے اور کائنات کے سارے خزانے اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ وہ سب پر غالب ہے اور بڑا بخشنے والا ہے۔ جس کو چاہے وہ رسالت سے سرفراز کرے۔ کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔

کیا یہ بدبخت اسی کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہیں جو رسالت کے معاملے میں روک ٹوک کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد (صلعم) کو رسول کیوں بنایا، ہم میں سے کسی کو کیوں منتخب نہیں کیا۔

اگر ان کو آسمان و زمین کے انتظام میں کچھ دخل ہے تو رسیاں تان کر یا سیڑھیاں لگا کر آسمان پر چڑھ جائیں اور وہاں کے انتظام کو اپنے ہاتھ میں لے لیں اور وحی کو روک دیں۔ جب یہ ایسا نہیں کر سکتے تو پھر کس منہ سے اللہ تعالیٰ کے انتظام و انتخاب میں دخل دیتے ہیں۔

ع ۱۴

(۲) آنحضرت کی تسلی کے لئے فرمایا کہ قریش کی مخالفت کی پروا نہ کرنی چاہیئے۔ وہ ایک [illegible] جماعت ہے جس طرح گزشتہ زمانے میں سرکشوں کی جماعتیں حق کے مقابلے میں پسپا ہو گئیں اسی طرح یہ قریش کی جماعت بھی شکست کھا جائے گی۔

(۳) گزشتہ زمانے میں [illegible] مخالفت کی ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ [illegible] ثمود، قوم لوط، [illegible] فرعون جو لوگوں کو میخیں [illegible] تا تھا۔

غرض یہ جماعتیں تھیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلا کر عذاب کو دعوت دی چنانچہ وہ سب کی سب مختلف طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دی گئیں۔

انہی کی طرح قریش بھی اللہ تعالیٰ کے رسول کی مخالفت کر رہے ہیں۔ لہٰذا ان کا حشر بھی ویسا ہی ہوگا۔

چنانچہ جنگ بدر وغیرہ میں قریش کی قوت ٹوٹ گئی۔

اَلْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ

علم فرمائی تھی اور فیصلہ کن خطاب کی قوت بخشی تھی (۱) اور (اے پیغمبر) کیا تم کو ان اہل مقدمہ کی خبر پہنچی ہے جو

تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا

دیوار پھاند کر عبادت خانے میں داخل ہوئے جب وہ داؤد کے پاس آئے تو داؤد ان سے گھبرائے انھوں نے کہا کہ

لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا

خوف نہ کیجئے ہم دونوں کا ایک مقدمہ ہے کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو آپ ہم میں انصاف کے ساتھ

بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَآ

فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے اور ہم کو سیدھا راستہ دکھا دیجئے (۲) بات یہ ہے کہ یہ میرا

اَخِيْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۫

بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے

فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ

یہ کہتا ہے کہ وہ بھی میرے حوالے کر دے اور بات چیت میں مجھ کو دباتا ہے (۳) داؤد نے کہا کہ یہ جو تیری دنبی

بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ

مانگتا ہے کہ اپنی دنبیوں میں ملا لے بیشک تجھ پر ظلم کرتا ہے اور اکثر شریک ایک دوسرے پر

لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

زیادتی ہی کیا کرتے ہیں مگر ہاں جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے

وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۭ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ

اور ایسے لوگ بہت کم ہیں اور داؤد نے خیال کیا کہ (اس واقعہ سے) ہم نے ان کو آزمایا ہے تو انھوں نے اپنے پروردگار سے

وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾ السجدة فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ

بخشش مانگی اور سجدے میں گر پڑے اور (ہماری طرف) رجوع کیا تو ہم نے ان کو وہ معاف کر دیا اور بیشک ان کے لئے

(۱) سرکش اور مغرور قریش کو تنبیہ کرنے کے بعد آنحضرت کی تسلی کے لئے آپ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ ان کی گستاخیوں اور بیہودگیوں پر صبر کرو اور انتظار کرو۔ دیکھو پردہ غیب سے کیا نمودار ہوتا ہے۔ گزشتہ پیغمبروں کے حالات یاد کرو اور قریش کو سناؤ شاید وہ نصیحت حاصل کریں۔

اس کے بعد چند پیغمبروں کا حال بیان فرمایا۔

حضرت داؤد علیہ السلام بڑے طاقتور تھے اور ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو ان کا تابع کر دیا تھا کہ جب وہ صبح و شام خوش الحانی سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے تو پہاڑ بھی تسبیح کرتے تھے اور پرندے ان کے گرد جمع ہو کر ان کا ساتھ دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کو ایک طاقتور اور مستحکم سلطنت عطا فرمائی تھی۔ نیز ان کو بڑی حکمت اور دانائی بخشی تھی کہ وہ معاملات کا فیصلہ بڑی خوبی سے کرتے تھے۔

(۲) لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ہفتے میں سے ایک روز عبادت کے لئے خاص کر رکھا تھا۔ اس روز نہ سلطنت کا کام انجام دیتے تھے اور نہ اپنے گھر والوں سے ملتے تھے۔ ایک روز حسب معمول عبادت میں مشغول تھے کہ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ دو شخص دیوار پھاند کر عبادت خانے میں گھس آئے۔ حضرت داؤد کو سخت حیرت ہوئی اور وہ کچھ گھبرا گئے کہ پہرے داروں کی نظر سے بچ کر اور دیواریں پھاند کر آنے والے آخر کون ہیں اور ان کا مقصد کیا ہے۔

اتنے میں ان آنے والوں میں سے ایک شخص بولا کہ خوف مت کیجئے۔ ہم دو فریق ہیں۔ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ آپ انصاف کے ساتھ فیصلہ کیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے اور ہماری صحیح رہنمائی فرمائیے۔

پھر اس نے دوسرے کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے اور اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے اب یہ میری دنبی بھی مانگتا ہے اور مشکل یہ ہے کہ یہ بڑا ہوشیار اور باتونی ہے۔ بات چیت میں مجھے دبا تا ہے۔

(۳) حضرت داؤد علیہ السلام نے حسب ضابطہ انصاف کے ساتھ فیصلہ فرما دیا۔ پھر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ شخص جو تیری ایک دنبی کو چھین کر اپنی دنبیوں میں ملانا چاہتا ہے تو بیشک یہ تجھ پر ظلم و زیادتی کرتا ہے۔ اور یہ کمزوری بہت عام ہے کہ اکثر شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں جو انصاف کے خلاف ہے۔ ہاں وہ لوگ ایسا نہیں کرتے جو ایمان لا کر پرہیزگار بن گئے ہیں لیکن افسوس کہ دنیا میں ایسے منصف مزاج لوگوں کی بہت کمی ہے۔

عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ
ہمارے ہاں قرب اور اچھا ٹھکانا ہے (۱) اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں
خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ
بادشاہ بنایا تو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرو اور اپنی نفسانی خواہش کی
الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ
پیروی مت کرو (اگر ایسا کرو گے) تو وہ تمہیں اللہ کے راستہ سے بھٹکا دیگی بیشک جو لوگ اللہ کے
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ
راستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہوگا کہ انھوں نے حساب کے دن کو
الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاۗءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا
بھلا دیا تھا (۲) اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو چیزیں ان کے درمیان ہیں ان کو خالی از حکمت
بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا
نہیں پیدا کیا۔ یہ (یعنی خالی از حکمت ہونا) ان لوگوں کا گمان ہے جو کافر ہیں تو کافروں کے لئے (آخرت میں) بڑی
مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
خرابی ہے یعنی دوزخ (۳) ہاں تو کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے برابر کردیں گے
كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾
جو (کفر و نافرمانی کرکے) دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہیں۔ یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کردیں گے (۴)
كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا
(یہ) بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے تم پر اس لئے نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل عقل نصیحت
الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ
حاصل کریں (۵) اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا وہ بہت اچھے بندے (تھے اور) اللہ کی طرف رجوع

ع ۱۲ / ۲

(۱) اس آزمائش کی توجیہ مختلف طریقوں سے کی گئی ہے اسرائیلی روایات میں ایک شخص کی بیوی کا واقعہ لکھا ہے کہ اس کو دیکھ کر حضرت داؤدؑ عاشق ہو گئے اور اس کو حاصل کرنے کے لئے یہ تدبیر کی کہ اس کے شوہر کو جہاد پر بھیج دیا جہاں وہ مر گیا پھر اس سے شادی کر لی پھر جب اس غلطی کا احساس ہوا تو حضرت داؤدؑ نے توبہ کی ۔۔۔ لیکن اس روایت کو ابن کثیر اور امام رازی وغیرہ جیسے محقق مفسرین نے غلط اور بے اصل کہا ہے چنانچہ محققین نے اس آیت کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کے مطابق کی ہے جو مشہور محدث حاکمؒ نے اپنی کتاب مستدرک میں نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت داؤدؑ نے جناب باری میں فخریہ انداز میں عرض کیا کہ پروردگار دن اور رات میں ایک گھڑی بھی ایسی نہیں گزرتی کہ داؤد یا آل داؤد میں سے کوئی شخص ایک لمحے کے لئے بھی تیری تسبیح و تہلیل میں مشغول نہ رہتا ہو۔

اللہ تعالیٰ کو اپنے مقرب پیغمبر کا یہ فخریہ انداز پسند نہ آیا۔ وحی بھیجی کہ اے داؤد! یہ جو کچھ بھی ہے ہمارے فضل و کرم سے ہے اچھا ایک روز ہم تمھیں آزمائش میں ڈالیں گے حضرت داؤدؑ نے عرض کیا کہ پروردگار! پہلے سے مجھے مطلع فرما دینا چنانچہ اس روز ان دو شخصوں کے اچانک عبادت خانے میں داخل ہونے سے حضرت داؤد علیہ السلام آزمائش میں پڑ گئے اور تھوڑی دیر کے لئے عبادت ترک کرنا پڑی۔

چنانچہ اس واقعہ سے حضرت داؤد کو احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی آزمائش کی گئی ہے۔ انھوں نے توبہ کی اور معافی چاہی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو شرف قبولیت سے نوازا بلکہ ان کے اس عمل کو پسند فرما کر ان کے بلند مراتب اور حسن انجام کا اظہار فرمایا۔

(۲) حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت اور سلطنت دونوں سے نوازا تھا۔ لوگوں میں عدل و انصاف قائم کرنا بہت ضروری بھی ہے اور بہت مشکل بھی۔ اس لئے حاکموں اور بادشاہوں کی تنبیہ کے لئے حضرت داؤدؑ کو مخاطب کرکے نصیحت فرمائی کہ داؤد! یاد رکھو کہ ہم نے تم کو دنیا کی بادشاہت اور حکومت بھی بخشی ہے۔ تمھارا فرض ہے کہ لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرو۔

یاد رکھو کہ ہرگز نفس کی پیروی نہ کرنا ورنہ راہ حق سے بھٹک جاؤ گے۔ جو لوگ راہ حق سے پھرتے ہیں ان کو سخت عذاب ہوگا کیونکہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے تھے۔

واضح ہو کہ اگر آدمی قیامت کے حساب کو یاد کرتا رہے تو امید ہے کہ بہت سے مواقع پر لغزش سے محفوظ رہے گا۔

(۳) اس عظیم الشان کائنات اور اس کے عجیب و غریب انتظام کو اگر عقلمند آدمی غور سے دیکھے تو یہی فیصلہ کرے گا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے یونہی پیدا نہیں کیا ہے، بلکہ اس میں بہت سی حکمتیں ہیں اور اس کا ایک نتیجہ ظاہر ہونے والا ہے۔ لہٰذا انسان کو اپنے اعمال پر نظر رکھنی چاہیئے۔

لیکن افسوس ہے ان لوگوں کی عقلوں پر جو یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ عظیم الشان کائنات بے کار پیدا کی گئی ہے اور انسان کی زندگی بے مقصد اور بے نتیجہ ہے۔ بس یونہی آسمان و زمین، انسان و حیوان وغیرہ پیدا ہو گئے ہیں۔ انسان کچھ دن یہاں رہے گا پھر کچھ نہیں۔ نہ دوسری زندگی ہے اور نہ حساب کتاب ہے ۔۔۔ یاد رکھو کہ ایک دن آنے والا ہے جب ایسے منکرین کی بڑی خرابی ہوگی یعنی وہ بدبخت دوزخ میں عذاب بھگتیں گے۔

(۴) خیر و شر کی تمیز انسان کی فطرت میں ہے اسی لئے ہر انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ کچھ کام اچھے ہیں اور کچھ برے۔ پھر ظاہر بات ہے کہ اچھے کام کا نتیجہ بھی اچھا ہونا چاہیئے اور برے کام کا برا ۔۔۔ اسی سے سمجھ میں آتا ہے کہ دوسری زندگی اور اعمال کا حساب کتاب ضروری ہے۔ تاکہ ہر شخص کو اپنے اپنے اعمال کا پورا پورا بدلا مل سکے ورنہ یہ ہوگا کہ نیک اور بد میں کوئی فرق نہ ہو یا دونوں ایک ہی سا بدلا پائیں۔ اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے عدل و حکمت کے بھی خلاف ہے اور انسان کی عقل بھی اس کو تسلیم نہیں کرتی ۔۔۔ (۵) جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو پھر اس کتاب یعنی قرآن مجید کے حق ماننے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں اچھے اور برے اعمال اور ان کے نتائج صاف صاف بیان کئے گئے ہیں تاکہ لوگ عقل سے کام لیں، قرآن مجید کی آیات میں غور کریں اور ان سے نصیحت حاصل کریں۔

أَوَّابٌ ﴿٣٠﴾ إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿٣١﴾

کرنے والے تھے (چنانچہ ان کا یہ قصہ یاد کرو) جبکہ سہ پہر کے وقت اصیل اور عمدہ گھوڑے ان کے سامنے پیش کئے گئے

فَقَالَ إِنِّيْٓ أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى

تو کہنے لگے کہ میں اس مال کی محبت میں پڑ کر اپنے پروردگار کی یاد سے غافل ہو گیا۔ یہاں تک کہ

تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿٣٢﴾ وقفة رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ

آفتاب پردۂ مغرب میں چھپ گیا پھر انہوں نے حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو میرے پاس لاؤ اور ان کی ٹانگوں اور گردنوں پر (تلوار سے)

وَالْأَعْنَاقِ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَأَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ

صفایا کرنا شروع کیا (۱) اور یقیناً ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا

جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ﴿٣٤﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا

پھر وہ (ہماری طرف) رجوع کیا (اور) دعا کی کہ اے پروردگار میری بخشش فرما اور مجھ کو ایسی سلطنت عطا فرما کہ

يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾ فَسَخَّرْنَا

میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو بلاشبہ تو بڑا عطا فرمانے والا ہے (۲) تو ہم نے ہوا کو

لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِأَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ أَصَابَ ﴿٣٦﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ

ان کے تابع کر دیا کہ جہاں وہ جانا چاہتے تو ان کے حکم سے نرمی سے چلتی اور جنات کو بھی ان کا تابع کر دیا

كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿٣٧﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿٣٨﴾

یعنی عمارتیں بنانے والے اور غوطہ مارنے والے اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے (۳)

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٩﴾ وَإِنَّ

(اور فرمایا) یہ ہماری بخشش ہے (چاہو) تو احسان کر دو (چاہو تو) رکھ چھوڑو (تم سے) کچھ حساب نہیں۔ اور بلاشبہ

لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٤٠﴾ ع وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ أَيُّوْبَ م

ان کے لئے ہمارے ہاں خاص قرب اور اچھا ٹھکانا ہے (۴) اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو

ع ۱۴ / ۱۲

(۱) اوپر حضرت داؤدؑ کا ذکر تھا ان پر اللہ تعالیٰ نے ایک احسان یہ کیا کہ ان کو حضرت سلیمانؑ جیسے فرزند رشید عطا فرمائے، جو باپ کی طرح بڑے نیک بندے تھے اور ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ان کا ایک واقعہ قابل ذکر ہے:— حضرت سلیمانؑ ایک عظیم الشان سلطنت کے مالک تھے ان کے پاس گھوڑے بھی بہت اچھے اچھے تھے۔ ایک دن اصیل اور تیز رفتار گھوڑوں کا معائنہ کرنے لگے۔ اتفاق سے معائنے میں ایسے مشغول ہوئے کہ عصر کی نماز نہ پڑھ سکے جب سورج غروب ہو گیا تو خیال آیا، سخت قلق ہوا اور فرمایا کہ بلاشبہ میں پروردگار کے ذکر سے غافل ہو کر مال کی محبت میں لگ گیا پھر حکم دیا کہ گھوڑے واپس لائے جائیں جب گھوڑے آئے تو اس غم و غصہ میں تلوار لے کر ان کی پنڈلیوں اور گردنوں کا صفایا کرنا شروع کر دیا۔

واضح ہو کہ اس آیت کا مطلب دوسرے طریقے سے بھی بیان کیا گیا ہے بلاحظہ ہو قصص القرآن جلد دوم صفحہ ۱۱۱ تا ۱۱۴۔

(۲) حدیث شریف میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے لشکر کے سردار جہاد میں کچھ پہلو تہی کرنے لگے تھے۔ اس پر حضرت سلیمانؑ نے ناراض ہو کر قسم کھائی کہ ایک رات میں اپنی ستر (یا سو) بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ان سب سے لڑکے پیدا ہوں گے جو خوشی خوشی جہاد کریں گے۔ لیکن حضرت سلیمانؑ نے ان شاء اللہ تعالیٰ نہیں کہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کی چنانچہ قسم پوری نہیں ہوئی اور صرف ایک بیوی کے پیٹ سے ادھورا بچہ پیدا ہوا جس کو دایہ نے حضرت سلیمانؑ کے سامنے تخت پر ڈال دیا۔

یہ دیکھ کر حضرت سلیمانؑ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے توبہ کی اور بخشش چاہی۔ پھر دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو ایسی عظیم الشان سلطنت عطا فرما کہ میرے زمانے میں میرے سوا کسی کو میسر نہ ہو۔ بلاشبہ تو بڑا دینے والا ہے۔ ایسی سلطنت دینا تیرے لئے کچھ دشوار نہیں۔

واضح ہو کہ حضرت سلیمانؑ نے یہ دعا غالباً اس غرض سے کی ہوگی کہ سرکشوں اور نافرمانوں کو زیر کرنے میں آسانی ہو اور دین حق دور دور تک پھیل سکے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کی دعا قبول فرمائی کہ ہوا کو ان کے لئے مسخر کر دیا جو ان کے حکم سے نرم نرم اور تیز رفتار سے چلتی تھی اور ان کے تخت کو اڑائے ہوئے پھرتی تھی اسی طرح جنات کو بھی ان کے زیر فرمان کر دیا جو ان کے لئے بڑی بڑی عمارتیں بناتے تھے اور سمندر میں غوطے مار کر موتی نکالتے تھے۔ اور بہت سے سرکش اور نافرمان جنات کو زنجیروں میں جکڑ کر قید کر رکھا تھا تاکہ لوگوں کو تکلیف نہ دیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو بے مثال اقتدار اور بے پایاں دولت دے کر کامل اختیار بھی بخش دیا تھا اور اجازت دی تھی کہ چاہو کسی کو دو اور چاہو نہ دو۔ حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے اس آیت کا مطلب اس طرح بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ پر ایسے عظیم الشان احسانات کئے اور یہاں تک فرمایا کہ اس بے انتہا دولت و ثروت کے خرچ کرنے میں تم سے کوئی باز پرس بھی نہیں ہے۔ مگر ان تمام باتوں کے باوجود حضرت سلیمانؑ اس دولت کو امانت الٰہی سمجھ کر مخلوق خدا کے آرام کے لئے صرف کرتے تھے اور ٹوکریاں بنا کر اپنا ذاتی خرچ چلاتے تھے۔ چنانچہ ان کی فرماں برداری اور خدمت خلق کی قدر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے لئے ہمارے پاس بلند مرتبہ اور اچھا ٹھکانا ہے۔

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ۝۴۱

جب کہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا (اور عرض کیا) کہ شیطان نے مجھ کو ایذا اور تکلیف پہنچا رکھی ہے

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ۝۴۲ وَ

(ہم نے کہا کہ زمین پر) اپنا پاؤں مارو (دیکھو) یہ (چشمہ نکل آیا) نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو (شیریں) ہے اور

وَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى

ہم نے ان کو اہل (وعیال) اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بخشے (یہ) ہماری طرف سے رحمت اور عقل والوں

لِاُولِی الْاَلْبَابِ ۝۴۳ وَخُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ

کے لئے نصیحت تھی (۱) اور اپنے ہاتھ میں جھاڑو لو اور اس سے مارو

وَلَا تَحْنَثْ ۗ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۚ نِعْمَ الْعَبْدُ ۚ اِنَّهٗۤ

اور قسم نہ توڑو بیشک ہم نے ان کو صابر پایا وہ اچھے بندے تھے (اور) اللہ کی طرف رجوع

اَوَّابٌ ۝۴۴ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ اُولِی

کرنے والے تھے (۲) اور ہمارے بندے ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو جو قوت والے

الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ ۝۴۵ اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى

اور صاحب نظر تھے ہم نے ان کو ایک خاص صفت (یعنی آخرت کے گھر کی یاد) سے

الدَّارِ ۝۴۶ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ ۝۴۷

ممتاز کیا تھا اور بیشک وہ ہمارے نزدیک منتخب اور اچھے لوگوں میں سے تھے

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْیَارِ ۝۴۸

اور اسمٰعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو بھی یاد کرو اور وہ سب اچھے لوگوں میں سے تھے

هٰذَا ذِكْرٌ ۚ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝۴۹ جَنّٰتِ

یہ ایک نصیحت ہے اور پرہیزگاروں کے لئے (آخرت میں) اچھا ٹھکانا ہے (یعنی) ہمیشہ رہنے کے

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے مال دولت اور اہل وعیال میں بڑی برکت عطا فرمائی تھی چنانچہ وہ نہایت بے فکری سے زندگی بسر فرماتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش فرمائی۔ مال ومتاع برباد ہوا، اہل وعیال ہلاک ہوئے اور جسم کو سخت روگ لگ گیا۔

اس پر بھی انہوں نے صبر کیا اور جناب باری میں کوئی شکایت نہیں کی۔ بلکہ نہایت ادب کے ساتھ اپنا حال زار اس طرح عرض کیا کہ پروردگار شیطان نے مجھ کو ایذا اور تکلیف میں ڈال دیا ہے۔

جب حضرت ایوبؑ آزمائش میں پورے اترے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ساری تکلیفیں دور فرمادیں۔ حکم دیا کہ زمین پر ٹھوکر مارو۔ چنانچہ حضرت ایوبؑ نے ارشاد کی تعمیل کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے ایک چشمہ جاری کیا جس سے انہوں نے غسل کیا اور پانی پیا تو وہ بھلے چنگے ہوگئے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کے مال ودولت اور اہل وعیال میں پہلے سے بھی زیادہ برکت عطا فرمائی۔

حضرت ایوبؑ کے واقعے کے ذکر کرنے سے مقصد یہ ہے کہ لوگ نصیحت حاصل کریں اور حضرت ایوبؑ کی طرح مصیبتوں میں صبر وتحمل سے کام لیں اور اللہ تعالیٰ سے خیر کی امید رکھیں۔ واضح ہو کہ یہ واقعہ سورۂ انبیاء میں بھی گزر چکا ہے۔ دیکھئے صفحہ ۵۸۹

(۲) تفسیروں میں لکھا ہے کہ حضرت ایوبؑ کی بیماری کے زمانے میں ان کی بیوی کے علاوہ کوئی اور ان کا غمگسار نہ تھا۔ ایک دن وہ حضرت سے جدا ہوئیں تو شیطان طبیب کے بھیس میں ان کے سامنے آیا۔ انہوں نے اس کو طبیب سمجھ کر علاج کی درخواست کی۔ اس نے کہا اس شرط سے علاج کروں گا کہ اگر ان کو آرام ہوجائے تو یوں کہنا کہ تو نے ان کو شفا دی، اور کچھ نذرانہ نہیں مانگتا۔ انہوں نے گھر جا کر حضرت ایوبؑ سے ذکر کیا۔ وہ سمجھ گئے اور فرمایا کہ وہ تو شیطان تھا۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو شفا دے تو میں تجھ کو سو قمچیاں ماروں گا۔ جب حضرت ایوبؑ تندرست ہوئے تو قسم پوری کرنے کا سوال پیش آیا۔ ایک طرف رفیقۂ حیات کی انتہائی وفاداری کا خیال تھا اور دوسری طرف قسم پوری کرنے کا سوال۔ اللہ تعالیٰ نے تدبیر بتائی کہ سو تنکوں کا ایک گٹھا بنالیں اور اس سے بیوی کو ماریں اس طرح قسم پوری ہوجائے گی۔

واضح ہو کہ علماء نے لکھا ہے کہ شرعی احکام میں ایسے حیلے جن کا مقصد ... سے بچنے کی غرض سے حیلہ کرنا جائز نہیں ہے۔

(۱) اللہ پاک نے آیتوں میں چند برگزیدہ پیغمبروں کے صفات اور فضائل بیان فرمائے تاکہ لوگ ان سے نصیحت حاصل کریں اور وہ صفات پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے بعد پرہیزگاروں کے اچھے انجام اور بدکاروں کے برے انجام کا ذکر فرمایا۔

پرہیزگاروں کا انجام بہت اچھا ہوگا۔ بہشت کے باغوں میں ان کے عالیشان محل ہوں گے جن کے دروازے ان کے لئے کھلے رہیں گے۔ وہ باغوں میں تکیے لگائے آرام سے بیٹھے ہوں گے۔ عمدہ عمدہ میوے اور لذیذ پینے کی چیزیں خادموں کو حکم دے کر منگوائیں گے۔ نیز جنتیوں کے لئے بیبیاں خوبصورت اور ہم عمر ہوں گی یعنی حوریں ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے جنتیوں کو پیغام بھیجے گا کہ دیکھو ہمارا وعدہ پورا ہوگیا اور یہ وہ نعمتیں ہیں جن کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ نعمتیں بھی [illegible] ایسی نعمتیں ہیں کہ کبھی ختم نہ ہوں گی اور تم ہمیشہ ان سے لطف اندوز ہوتے رہو گے۔

۲ یہ نعمتیں تو پرہیزگاروں کے لئے ہیں [illegible] ان کا حال تم سن چکے اب نافرمانوں کا حال سنو۔ سرکشوں اور نافرمانوں کا ٹھکانا دوزخ ہوگا جو بہت برا ٹھکانا ہے۔ جب بہت پیاس سے بیتاب ہوکر پینے کو کھولتا ہوا پانی اور پیپ ان کو دی جائے گی [illegible] اسی طرح کے اور بھی بہت سے عذاب ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان سے محفوظ رکھے

۳ جب سرکش و نافرمان لوگ گروہ در گروہ دوزخ کی طرف لائے جائیں گے [illegible] کا گروہ ہوگا۔ اس کے بعد عوام ہوں گے جو [illegible] سرداروں کے پیچھے چلتے تھے [illegible] دوزخ میں گھس رہے ہیں ان پر خدا کی مار یہ بھی دوزخ ہی میں آتے ہیں۔

پیروی کرنے والے ان کو جواب دیں گے کہ تم ہی پر خدا کی مار کیونکہ تم ہی نے ہم کو بہکایا اور اس مصیبت میں مبتلا کیا۔ اب یہ دوزخ ہم سب کے سامنے ہے جو بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

پھر وہ لوگ بارگاہ رب العزت میں عرض کریں گے کہ پروردگار جو لوگ ہم پر یہ مصیبت لائے ہیں ان کو دونا عذاب دے۔

عَدۡنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الۡاَبۡوَابُ ۝٥٠ مُتَّكِـئِيۡنَ فِيۡهَا يَدۡعُوۡنَ
باغ، جن کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوں گے ۔ ان میں تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور وہاں
فِيۡهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيۡرَةٍ وَّشَرَابٍ ۝٥١ وَعِنۡدَهُمۡ قٰصِرٰتُ
(کھانے کے لیے) بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں منگوائیں گے ۔ اور ان کے پاس نیچی نگاہ والیاں
الطَّرۡفِ اَتۡرَابٌ ۝٥٢ هٰذَا مَا تُوۡعَدُوۡنَ لِيَوۡمِ الۡحِسَابِ ۝٥٣ اِنَّ
اور ہم عمر عورتیں ہوں گی (۱) ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہ نعمت ہے جس کا حساب کے دن کیلئے تم سے وعدہ کیا جاتا تھا بیشک
هٰذَا لَرِزۡقُنَا مَا لَهٗ مِنۡ نَّفَادٍ ۝٥٤ هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِيۡنَ
یہ ہماری عطا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی ۔ یہ نعمتیں تو فرماں برداروں کیلئے ہیں اور سرکشوں کے لئے
لَشَرَّ مَاٰبٍ ۝٥٥ جَهَنَّمَ ۚ يَصۡلَوۡنَهَا ۚ فَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ۝٥٦ هٰذَا ۙ
برا ٹھکانا ہے ۔ یعنی دوزخ جس میں وہ داخل ہوں گے اور وہ بری جگہ ہے ۔ یہ کھولتا ہوا
فَلۡيَذُوۡقُوۡهُ حَمِيۡمٌ وَّغَسَّاقٌ ۝٥٧ وَّاٰخَرُ مِنۡ شَكۡلِهٖۤ اَزۡوَاجٌ ۝٥٨
گرم پانی اور پیپ ہے اب اس کے مزے چکھیں ۔ اور اسی طرح کے اور بہت سے عذاب ہوں گے (۲)
هٰذَا فَوۡجٌ مُّقۡتَحِمٌ مَّعَكُمۡ ۚ لَا مَرۡحَبًۢا بِهِمۡ ؕ اِنَّهُمۡ صَالُوا
یہ ایک فوج ہے جو تمہارے ساتھ داخل ہوگی ۔ ان پر خدا کی مار یہ بھی دوزخ میں
النَّارِ ۝٥٩ قَالُوۡا بَلۡ اَنۡتُمۡ لَا مَرۡحَبًۢا بِكُمۡ ؕ اَنۡتُمۡ قَدَّمۡتُمُوۡهُ
آتے ہیں ۔ (پیچھے آنے والے انہیں) کہیں گے کہ بلکہ تم ہی پر خدا کی مار تم ہی تو یہ (بلا) ہمارے سامنے
لَنَا ۚ فَبِئۡسَ الۡقَرَارُ ۝٦٠ قَالُوۡا رَبَّنَا مَنۡ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا
لائے تو یہ برا ٹھکانا ہے ۔ (پھر وہ اللہ تعالیٰ سے) کہیں گے کہ اے پروردگار جو اس کو ہمارے سامنے لایا ہے
فَزِدۡهُ عَذَابًا ضِعۡفًا فِى النَّارِ ۝٦١ وَقَالُوۡا مَا لَنَا لَا نَرٰى
اس کو دوزخ میں دونا عذاب دے (۳) اور وہ لوگ کہیں گے کیا بات ہے کہ ہم (یہاں)

رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْأَشْرَارِ ﴿٦٢﴾ أَتَّخَذْنَاهُمْ سِخْرِيًّا

ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جن کو بُروں میں شمار کرتے تھے کیا ہم ان سے (ناحق) ٹھٹھا کرتے

أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْأَبْصَارُ ﴿٦٣﴾ إِنَّ ذَٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ

یا ہماری آنکھیں ان سے پھر گئی ہیں (۱) بلاشبہ یہ (یعنی) اہل دوزخ کا جھگڑنا برحق

أَهْلِ النَّارِ ﴿٦٤﴾ قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ ۖ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا

ہے (اے پیغمبر) ان سے کہدو کہ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا

جو یکتا (اور) غالب ہے جو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے

بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ نَبَأٌ عَظِيمٌ ﴿٦٧﴾ أَنتُمْ

سب کا پروردگار ہے غالب (اور) بخشنے والا (۲) کہدو کہ یہ ایک بڑی خبر ہے جس سے تم

عَنْهُ مُعْرِضُونَ ﴿٦٨﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ

بے پروا ہو رہے ہو مجھ کو عالم بالا (یعنی فرشتوں) کی کچھ خبر نہ تھی جب وہ (آدم کی پیدائش

إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٦٩﴾ إِن يُوحَىٰ إِلَيَّ إِلَّا أَنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ

کے بارے میں) بحث کرتے تھے میری طرف تو یہی وحی کی جاتی ہے کہ میں کھلم کھلا

مُّبِينٌ ﴿٧٠﴾ إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن

ڈرانے والا ہوں (۳) جب کہ تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا

طِينٍ ﴿٧١﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا

ہوں پھر جب میں اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے آگے

لَهُ سَاجِدِينَ ﴿٧٢﴾ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٧٣﴾ إِلَّا

سجدے میں گر پڑنا (جب اللہ نے اس کو بنایا) تو سارے کے سارے فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا مگر

ع ۴ ۱۳

(۱) مشرک اور کافر دنیا میں ایمان والوں کا مذاق اڑاتے تھے اور ان کو گمراہ اور شریر سمجھتے تھے۔ لیکن جب وہ دوزخ میں وہ ایمان والوں کو نہ پائیں گے تو حیرت سے کہیں گے کیا بات ہے کہ وہ لوگ دوزخ میں نظر نہیں آتے جن کو ہم بہت برا خیال کرتے تھے۔ کیا ہم ناحق ان کی ہنسی اڑاتے تھے اور حقیقت میں وہ اس لائق نہ تھے کہ دوزخ میں آتے یا یہ کہ وہ یہیں کہیں ہیں لیکن ہماری نظریں ان کو نہیں دیکھ سکتیں۔ غرض یہ کہ ایمان والوں کو دوزخ میں نہ دیکھ کر کافروں کی حسرت میں اور اضافہ ہوگا۔

(۲) توحید اور آنحضرتؐ کی رسالت کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے آپؐ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس بات کا اعلان کردو کہ یہ بات سچی ہے اور سرکشوں کو عذاب ہونا یقینی ہے۔ میں اس عذاب سے تم کو ڈراتا ہوں اور آگاہ کرتا ہوں۔

اس عذاب سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ میرا پیغام قبول کرو اور اس بنیادی سچائی کو مانو کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کی شان یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر غالب ہے۔ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے سب کا مالک بھی وہی ہے۔ وہ زبردست بھی ہے کہ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اپنے بندوں کی لغزشوں کو معاف کرنے والا بھی ہے۔

(۳) یعنی قیامت اور عذاب کی خبر جو وحی کے ذریعے دی گئی ہے یا خود وحی اور قرآن مجید کے نازل ہونے کی خبر یقیناً ایک بہت بڑی اور اہم خبر ہے۔ لوگوں کو چاہئے تھا کہ اس کو کان لگا کر سنتے۔ اس کو سمجھتے اور پرکھتے۔ لیکن افسوس کہ لوگ اس کو معمولی بات سمجھ کر اس سے اعراض کرتے ہیں۔

آنحضرتؐ کبھی کبھی ایسی باتوں کے بارے میں بھی خبر دیتے ہیں جن پر ملاء اعلیٰ یعنی بارگاہ رب العزت کے مقرب فرشتوں میں گفتگو ہوتی ہے جیسے حضرت آدمؑ کی پیدائش کے بارے میں جو گفتگو ہوئی اس کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ سوچنا چاہئے کہ آخر یہ باتیں آپؐ کو کس طرح معلوم ہوتی ہیں؟ اور وحی کے سوا آپ کے پاس کیا ذریعہ ہے؟

اس طرح غور کریں تو یہ حقیقت آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ آنحضرتؐ اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں اور یہ کہ آپ جن جن باتوں کی خبریں دیتے ہیں وہ سب سچی ہیں۔

إِبْلِيسَ ۖ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿٧٤﴾ قَالَ يَا إِبْلِيسُ
ابلیس نے کہ وہ غرور میں آگیا اور کافروں میں سے ہو گیا (۱) (اللہ نے) فرمایا کہ اے ابلیس!
مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۖ أَسْتَكْبَرْتَ
جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اس کے آگے سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے منع کیا۔ کیا تو غرور میں آگیا
أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِينَ ﴿٧٥﴾ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ ۖ خَلَقْتَنِي مِنْ
یا تو اونچے درجے والوں میں سے ہے؟ ابلیس نے کہا کہ میں آدم سے بہتر ہوں تو نے مجھ کو آگ سے
نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ﴿٧٦﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ
پیدا کیا اور اسے مٹی سے بنایا (ارشاد ہوا) تو یہاں سے نکل جا تو مردود
رَجِيمٌ ﴿٧٧﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٧٨﴾
ہے اور تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت ہے (۲)
قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٧٩﴾ قَالَ فَإِنَّكَ
ابلیس نے کہا کہ پروردگار! مجھے اس روز (یعنی قیامت) تک مہلت دے کہ لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے (ارشاد ہوا) تجھ کو
مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿٨٠﴾ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٨١﴾ قَالَ
اس روز تک مہلت دی جاتی ہے جس کا وقت مقرر ہے ابلیس نے کہا
فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٢﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ
کہ مجھے تیری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کروں گا سوائے ان لوگوں کے جو تیرے منتخب
الْمُخْلَصِينَ ﴿٨٣﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ ﴿٨٤﴾ لَأَمْلَأَنَّ
کئے ہوئے بندے ہیں (ارشاد ہوا کہ) سچ ہے اور میں بھی سچ کہتا ہوں کہ میں تجھ سے
جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَا
اور جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے سب سے دوزخ کو بھر دوں گا (۳) (اے پیغمبر) کہہ دو

(۱) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی پیدائش کا ارادہ کیا تو اس سے فرشتوں کو آگاہ فرمایا اور حکم دیا کہ جب میں اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی رُوح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔ چنانچہ سب فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کیا اور ان کی تعظیم بجا لائے۔ مگر ابلیس نے غرور اور تکبر کیا اور حضرت آدمؑ کی تعظیم بجا لانے اور ان کی بزرگی ماننے سے انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک نافرمان ٹھہرا۔

(۲) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سے باز پرس فرمائی کہ ابلیس! تو نے اس کو سجدہ کیوں نہیں کیا جس کو میں نے خاص توجہ سے بنایا پھر اس کو سجدہ کرنے کا حکم بھی دیا۔ کیا تصنع کرتا ہے اور جان بوجھ کر بڑا بنتا ہے یا واقع میں تو اپنے کو بہت بڑا سمجھتا ہے۔

ابلیس نے گستاخی سے جواب دیا کہ یقیناً میں اس سے بہتر ہوں۔ کیونکہ تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے بنایا۔ پھر اس کو سجدہ کیوں کروں؟

اس گستاخی اور نافرمانی کی پاداش میں ابلیس پر اللہ تعالیٰ کا عتاب ہوا اور حکم ہوا کہ یہاں سے نکل جا۔ تو مردود ہو گیا اور قیامت تک تجھ پر میری پھٹکار پڑتی رہے گی۔

(۳) اس پر ابلیس کو حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد پر غصہ آیا اور اس نے قیامت تک رہنے کی مہلت مانگی۔ پھر جب اس کو منہ مانگی مراد مل گئی تو اس نے اپنے غصے کا اعلان کیا اور اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم کھا کر عہد کیا کہ میں آدم سے بدلا لوں گا اور ان کی اولاد کو گمراہ کروں گا سوائے ان کے جو تیرے برگزیدہ بندے ہوں گے کہ وہ میرے شر سے محفوظ رہیں گے۔

ارشاد ہوا کہ تیرا کہنا ٹھیک ہے۔ اچھا میری بات بھی سن رکھ۔ اور تو تو جانتا ہی ہے کہ میری بات سچ ہی ہوتی ہے۔ یقیناً میں تجھ سے اور اولاد آدم میں سے جو تیرا ساتھ دیں گے ان سب سے دوزخ کو بھر دوں گا۔

أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ۝ إِنْ
کہ میں اس تبلیغ کا تم سے معاوضہ نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔ یہ (قرآن) تو
هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ۝ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ ۝
اہل عالم کے لئے ایک نصیحت ہے اور تم کو اس کی حقیقت تھوڑی مدت کے بعد معلوم ہو جائے گی (۱)

(۳۹) سُورَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ

آیاتها ۷۵ — رکوعاتها ۸

سورۂ زمر مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

تَنزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ إِنَّا أَنزَلْنَا
اس کتاب کا نازل کرنا اللہ غالب اور حکمت والے کی طرف سے ہے بلاشبہ ہم نے یہ کتاب
إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ
تمہاری طرف سچائی کے ساتھ نازل کی ہے تو تم خالص اعتقاد کر کے اللہ کی عبادت کرتے
الدِّينَ ۝ أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۚ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا
رہو (یاد رکھو کہ) خالص عبادت اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے (۲) اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور
مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ
کارساز بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں تاکہ ہم کو اللہ کا مقرب
زُلْفَىٰ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ
بنا دیں (تو) بلاشبہ اللہ ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں
إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ۝ لَّوْ أَرَادَ
بلاشبہ اللہ اس شخص کو جو جھوٹا (اور) ناشکرا ہے کبھی ہدایت نہیں دیتا (۳) اگر اللہ

(۱) سورت کے خاتمہ پر آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ لوگوں کو آگاہ کر دو اور ان سے کہدو کہ میری سچائی کی ایک کھلی دلیل یہ ہے کہ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں، نیکی اور راست بازی کا راستہ بتاتا ہوں لیکن تم جانتے ہو کہ اس کام کے معاوضے میں تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا اور نہ تکلف و تصنع سے کام لیتا ہوں۔ مجھ پر کلام الٰہی نازل ہوتا ہے جو سراسر نصیحت ہے۔ وہی تم کو سناتا ہوں۔ اگر آج تم اس کو نہیں مانو گے تو یاد رکھو کہ ایک دن آنے والا ہے جب کہ حقیقت آشکارا ہو جائے گی اور قرآن مجید کی ایک ایک بات سچ ثابت ہو گی اس وقت تمہاری آنکھیں کھلیں گی۔ ع ۵ ۱۴

(۲) یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اس میں توحید کے مضمون پر زور دیا گیا ہے اور اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

سورت کے آغاز میں اس بات کا یقین دلایا کہ آنحضرتؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور توحید کا جو پیغام آپؐ پہنچا رہے ہیں اس پر وحی الٰہی کی مہر تصدیق ثبت ہے۔

ارشاد فرمایا کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ وہ اللہ جو ہر چیز پر غالب ہے، جس کے ارادے اور حکم کو کوئی نہیں روک سکتا۔ اس لئے یقین رکھنا چاہیئے کہ قریش دین حق کی اشاعت کو نہیں روک سکیں گے۔ نیز اللہ تعالیٰ حکیم بھی ہے اور اس نے جو احکام نازل کئے ہیں وہ سراسر حکمت پر مبنی ہیں۔

پھر آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ہم نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے۔ اس کی تعلیم کا مرکزی نقطہ توحید ہے۔ لہٰذا تم خود بھی توحید پر جمے رہو اور لوگوں کو بھی اس کی طرف بلاتے رہو۔

(۳) مشرک اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو کارساز بناتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی پرستش اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہماری عبادتوں، نیازوں اور دعاؤں کو خدا کے حضور میں پیش کر دیں، اس کے سامنے ہماری سفارش کریں اور ہم کو اس کے پاس بڑے بڑے درجے دلائیں۔

اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ مہمل بات اور بہانہ ہے جو ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ وہ یاد رکھیں کہ انھوں نے ضد اور ہٹ دھرمی سے جو اختلاف کھڑا کر رکھا ہے ایک دن اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ فرما دے گا۔ اس دن ان کو اپنی ہٹ دھرمی کی حقیقت معلوم ہو گی۔

ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایسے جھوٹ بولنے والے اور سرکشی کرنے والے توفیق الٰہی سے محروم ہی رہتے ہیں۔

اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ
کسی کو اپنا بیٹا بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا انتخاب کر لیتا
سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وہ پاک ہے وہی تو اللہ ہے جو یکتا (اور) غالب ہے (۱) اس نے آسمانوں اور
وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ
زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا (اور) وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو
النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ
رات پر لپیٹتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے، ہر ایک
يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ⑤ خَلَقَكُمْ
مقررہ وقت تک چلتا رہے گا دیکھو! وہی غالب (اور) بخشنے والا ہے (۲) اسی نے تم کو
مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ
ایک شخص (یعنی آدم) سے پیدا کیا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور اسی نے تمہارے لئے
لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ
چارپایوں میں سے آٹھ جوڑے بنائے وہی تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ
اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ
میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر تین اندھیروں میں بناتا ہے
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى
یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے اور اسی کی سلطنت ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر تم کہاں
تُصْرَفُوْنَ ⑥ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۫ قف
پھرے جاتے ہو (۳) (لوگو!) اگر تم کفر کرو تو یقیناً اللہ تم سے بے نیاز ہے

(۱) اس آیت سے ان لوگوں کی تردید مقصود ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد منسوب کرتے تھے۔ جیسے یہودی، عیسائی اور عرب کے وہ قبائل جو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بتاتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارے باطل خیال کے موافق اللہ تعالیٰ کسی کو بیٹا بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے کسی کو منتخب کرتا کیونکہ اس کے سوا جو کچھ ہے سب اسی کی مخلوق ہے۔ مگر ظاہر بات ہے کہ خالق اور مخلوق میں وہ رشتہ نہیں جو باپ اور بیٹے میں ہوتا ہے۔

یا مطلب ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بیٹا بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے خود ہی کسی کو منتخب فرما لیتا۔ تمہارے انتخاب پر نہیں چلتا کہ تم اس کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ ایسی باتوں سے پاک ہے۔ وہ اللہ ہے جو یکتا اور غالب ہے سب پر اس کا اقتدار اور غلبہ ہے کیونکہ سب اس کی مخلوق ہیں نہ کہ اولاد۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اس نے اپنی حکمت بالغہ سے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ اس کی قدرت کا یہ کرشمہ تم دیکھتے ہو کہ رات اور دن ایک دوسرے کے پیچھے آتے جاتے رہتے ہیں اور اس نظام میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سورج نکلتا ہے تو رات اپنی سیاہ چادر لپیٹ کر چل دیتی ہے اور جب ڈوبتا ہے تو دن اپنی نورانی چادر لپیٹ لیتا ہے اور رات اپنی سیاہ چادر تان دیتی ہے۔ اس کی قدرت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے سورج اور چاند کو تمہارے کام پر لگا رکھا ہے۔ اور یہ نظام ایک مقررہ وقت تک اسی طرح قائم رہے گا کیونکہ یہ اللہ زبردست قدرت والے نے قائم کیا ہے۔ لوگوں کی گستاخیاں اور شرارتیں تو ایسی ہیں کہ سب نظام درہم برہم کر دیا جائے لیکن وہ بڑا درگزر کرنے والا ہے۔ اسی لئے اس نے ڈھیل دے رکھی ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے پہلے تن واحد یعنی حضرت آدمؑ کو پیدا کیا پھر ان کی بائیں پسلی سے ان کا جوڑا یعنی حضرت حواؑ کو نکالا۔ پھر ان سے پیدائش کا سلسلہ شروع ہوا اور کروڑوں انسان پیدا ہو کر زمین پر پھیل گئے۔ پھر تمہارے فائدے اور آرام کے لئے آٹھ نر و مادہ چارپائے پیدا کئے یعنی اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری۔ کہ ان کا دودھ پیتے ہو، گوشت کھاتے ہو اور ہڈی اور چمڑے سے بہت سی چیزیں بناتے ہو۔

تم ذرا اپنی پیدائش پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے کیسا عجیب و غریب نظام قائم کیا ہے۔ پہلے نطفہ ہوتا ہے، پھر جما ہوا خون بنتا ہے، پھر لوتھڑا ہوتا ہے، اس میں ہڈیاں بنتی ہیں پھر ان سب پر گوشت منڈھا جاتا ہے۔ اور یہ سب تبدیلیاں تین تین تاریکیوں کے اندر ہوتی ہیں، پیٹ کی تاریکی، رحم کی تاریکی اور اس جھلی کی تاریکی جو بچے پر لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ سارے صفات اسی کے ہیں جس کا نام "اللہ" ہے۔ وہی تمہارا پروردگار ہے اور سارے عالم پر اسی کی سلطنت و حکومت ہے۔ کیا اب بھی یہ بات تمہارے دل میں نہیں اتری کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں؟ غور تو کرو: تم کہاں پھرے چلے جا رہے ہو کہ ایسی روشن دلیلوں کے ہوتے ہوئے توحید کا انکار کرتے ہو۔

وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ؕ

اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو تو اس کو تمھارے لئے پسند کرتا ہے

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ

اور کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا پھر تم کو اپنے پروردگار کی

مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ

طرف لوٹنا ہے تم جو کچھ کرتے رہے وہ تم کو بتادے گا یقیناً وہ تو دلوں کے

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ

بھیدوں تک سے آگاہ ہے (۱) اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار

دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ

کو پکارتا ہے (اور) اسی کی طرف رجوع ہوتا ہے پھر جب وہ اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت دیتا ہے

نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْۤا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ

تو جس کام کے لئے پہلے اس کو پکارتا تھا اسے بھول جاتا ہے اور اللہ کا شریک

اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ

بنانے لگتا ہے تاکہ (لوگوں کو) اس کے راستہ سے گمراہ کرے (اے پیغمبر! ان سے) کہہ دو کہ اپنے کفر سے تھوڑا سا

قَلِيْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۝ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ

فائدہ اٹھالے بلاشبہ تو دوزخیوں میں سے ہے (۲) بھلا جو شخص رات کے اوقات میں

اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا

سجدہ و قیام (یعنی نماز) کی حالت میں عبادت کرتا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے پروردگار کی

رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ

رحمت کی امید رکھتا ہے (کیا وہ مشرک کے برابر ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں) کہو کہ بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے

(۱) تم کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے ان صفات اور انعامات پر غور کرو اور اس کا پیغام قبول کرکے اس کے فرماں بردار بندے بن جاؤ۔

لیکن اگر تم ناشکری اور نافرمانی کرو تو یاد رکھو کہ اس کا کچھ نقصان نہیں، کیونکہ وہ بے نیاز ہے، کسی بات میں بھی تمہارا محتاج نہیں۔ البتہ اس کو یہ بات پسند نہیں کہ اس کے بندے اس کی ناشکری اور نافرمانی کرکے اپنی دنیا و آخرت خراب کریں۔ اسی وجہ سے وہ تمھارے لئے اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے شکرگزار بندے بن کر رہو۔

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ اندھیر نہیں کہ ایک کا بوجھ دوسرے کے سر ڈال دیا جائے۔ بلکہ ہر شخص کو اپنا بوجھ خود اٹھانا پڑے گا۔ تم سب کے سب لوٹ کر اسی کے پاس جاؤ گے اور وہ تم کو تمھارے اعمال سے آگاہ فرمادے گا کیونکہ وہ دلوں کے چھپے ہوئے بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔

(۲) اس آیت کے ذریعے کافروں کی ناشکرگزاری اور خدا فراموشی کو ظاہر فرمایا ہے کہ جب انسان مصیبت میں پھنستا ہے تو گھبرا کر اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے اس کو پکارتا ہے اور اس سے دعائیں مانگتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مصیبت دور ہو جاتی ہے اور آرام و آسائش کی نعمت ملتی ہے تو عیش میں پڑ کر اس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس سے گھبرا کر اللہ تعالیٰ کو پکار اٹھا اور اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کو جھوٹے معبودوں کی بخشش سمجھ کر ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتا ہے۔ غضب یہ کہ دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ ایسے سرکش کو آگاہ کردو کہ تھوڑے دن کفر و نافرمانی کی بہار لوٹ لے آخر تجھ کو دوزخ میں جانا ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٩﴾ قُلْ
دونوں برابر ہو سکتے ہیں بلاشبہ عقلمند لوگ ہی نصیحت مانتے ہیں (١) آپ پیغمبر
يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا
ان سے کہہ دو کہ اے میرے ایمان والے بندو! تم اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو جو لوگ اس دنیا میں
فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا
نیکی کرتے ہیں ان کے لئے بھلائی ہے اور اللہ کی زمین کشادہ ہے جو لوگ
يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿١٠﴾ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ
صبر کرنے والے ہیں بلاشبہ ان کو ان کا ثواب بے حساب ملے گا (٢) کہہ دو کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ
اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿١١﴾ وَاُمِرْتُ
اللہ کی اس طرح عبادت کروں کہ عبادت کو اسی کے لئے خالص رکھوں اور مجھ کو یہ بھی حکم
لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٢﴾ قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ
ہوا ہے کہ میں سب سے اول (اللہ کا) فرماں بردار بنوں (یہ بھی) کہہ دو کہ اگر میں اپنے پروردگار کا حکم
عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٣﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ
نہ مانوں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے کہہ دو کہ میں تو اللہ ہی کی عبادت
مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ﴿١٤﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ۭ
اس طرح کرتا ہوں کہ عبادت کو اسی کیلئے خالص رکھتا ہوں تو تم اس کے سوا جس کی چاہو پرستش کرو
قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ
کہہ دو کہ نقصان اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جنھوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿١٥﴾ لَهُمْ
والوں کو نقصان میں ڈالا یاد رکھو! یہی کھلا نقصان ہے (٣) ان کے

(١) مومن اور کافر کے فرق کو واضح کرنے کے لئے فرمایا کہ جو بندہ رات کا عیش و آرام قربان کرکے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوتا ہے، کبھی دست بستہ کھڑے ہو کر قرآن مجید کی آیتیں تلاوت کرتا ہے، کبھی سجدے میں گر کر اس کی حمد و ثنا کرتا ہے اور گڑگڑا کر اس سے دعائیں مانگتا ہے، کبھی آخرت کے خوف سے لرزتا ہے اور کبھی اس کے
ع ٩
فضل و کرم سے آس لگاتا ہے، کیا یہ نیک بندہ اور وہ
١٥
سرکش انسان، دونوں برابر ہو سکتے ہیں جس کا ذکر اوپر کی آیت میں کیا گیا ہے؛

اگر یہ فرق تمہاری سمجھ میں نہیں آتا تو یہ بتاؤ کہ کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، پھر کیوں شرک و نافرمانی سے باز نہیں آتے؛ لیکن ایسی باتوں سے وہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

(٢) آنحضرت ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ یہ پیغام بھیجتا ہے کہ اے میرے ایماندار بندو! اپنے پروردگار سے ڈرو اور پرہیزگار بن کر رہو کیونکہ جو لوگ اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لئے اچھا بدلا ہے جو آخرت میں تو ضرور ملے گا لیکن کبھی اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اپنے نیک بندوں کو نعمتوں سے نوازتا ہے اور دنیا میں نیک آدمی کے لئے یہ نعمت کیا کم ہے کہ اس کے دل کو سکون حاصل رہے۔

اور اگر تمہارے وطن کا یہ حال ہو کہ وہاں پرہیزگار بن کر رہنا ناممکن ہو تو یاد رکھو اللہ کی زمین تنگ نہیں ہے کہیں مناسب مقام پر منتقل ہو جاؤ۔ ترک وطن کرنے میں یقیناً مصیبتوں کا سامنا کرنا ہوگا تو صبر اور برداشت سے کام لو اور یقین رکھو کہ ایمان اور نیکی کی راہ میں صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر ملے گا۔

(٣) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تم لوگوں کے سامنے اپنے عقیدے اور عمل کا اعلان کر دو کہ مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں عبادت کو شرک سے خالص کرکے صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کروں اور یہ کہ سب سے اول مسلمان بنوں۔

چنانچہ میں نافرمانی کی صورت میں عذاب سے ڈرتا ہوں، سب سے اول مسلمان بنوں اور اطاعت و فرماں برداری میں سرگرم رہتا ہوں۔ آگاہ رہو کہ میں تو کمال اخلاص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتا ہوں اور تم کو اختیار ہے، چاہو جس کی عبادت کرو، میں تمہیں مجبور نہیں کرتا۔ البتہ اس بات کو یاد رکھو کہ وہ لوگ بڑا ہی نقصان اٹھائیں گے جو قیامت کے دن اپنے کو اور اپنے متعلقین کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ نہ رکھ سکیں گے۔ غور کرو: اس سے بڑھ کر کیا نقصان ہوگا۔

مِّن فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِن تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۚ ذَٰلِكَ
اوپر آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے بھی آگ کے فرش ہوں گے یہ (وہی عذاب)
يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِ عِبَادَهُ ۚ يَا عِبَادِ فَاتَّقُونِ ﴿١٦﴾ وَالَّذِينَ
ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے تو اے میرے بندو! مجھ سے ڈرتے رہو (۱) اور جنھوں نے
اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَن يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ
شیطان کی عبادت سے پرہیز کیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا
لَهُمُ الْبُشْرَىٰ ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿١٧﴾ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ
ان کے لئے خوشخبری ہے تو میرے بندوں کو خوشخبری سنا دو جو کلام (الٰہی) کو سنتے ہیں
الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ
پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی
وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿١٨﴾ أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ
اور یہی لوگ عقل والے ہیں (۲) بھلا جس شخص پر عذاب کی بات
الْعَذَابِ أَفَأَنتَ تُنقِذُ مَن فِي النَّارِ ﴿١٩﴾ لَٰكِنِ الَّذِينَ
ثابت ہوچکی تو کیا تم ایسے شخص کو نجات دے سکتے ہو جو دوزخ میں ہے لیکن جو لوگ اپنے
اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّن فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِي
پروردگار سے ڈرتے رہے ان کے لئے جنت میں اونچے اونچے محل ہیں جن کے اوپر بالاخانے ہیں جن کے
مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَعْدَ اللَّهِ ۖ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَادَ ﴿٢٠﴾
نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (یاد رکھو کہ) اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا (۳)
أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے پھر چشمے بنا کر اس کو زمین میں

(۱) دوزخ کا عذاب بڑا سخت ہوگا۔ نیچے آگ کا فرش ہوگا اور اوپر سے بھی آگ کے شعلے ان کو گھیرے ہوئے ہوں گے۔ اسی عذاب سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اور آنحضرتؐ کے ذریعے آگاہ کرتا ہے۔ یہ اس کی بڑی مہربانی ہے کہ اس نے پہلے سے آگاہ کر دیا اور نہایت شفقت آمیز انداز میں یہ پیغام بھیجا کہ "اے میرے بندو! مجھ سے ڈرو" یعنی اس کے عذاب سے ڈرو اور اس کا پیغام قبول کرکے پرہیزگاری کا راستہ اختیار کرو۔

(۲) یعنی جو لوگ شیطان کی نافرمانی کریں گے اور اس سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں گے وہ خوشخبری کے مستحق ہیں۔ لہٰذا ان کو خوشخبری سنا دو۔ ان کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ وہ کلام الٰہی کو کان لگا کر سنتے ہیں اور اس کی اچھی اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت ملی کیوں کہ انھوں نے عقل سے کام لیا۔ کلام الٰہی کو غور سے سنا اور اس کے پیغام کو سمجھنے کی کوشش کی۔

(۳) جن لوگوں پر ان کی سرکشیوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے عذاب الٰہی کا وعدہ ثابت ہوچکا ان کو تو کوئی شخص عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرے، ایمان لائے اور پرہیزگار بن کر رہے ان کے لئے جنت میں عالیشان ن تیار ہیں جن میں کئی کئی منزلیں ہیں اور جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ اس وعدے پر پورا پورا یقین رکھنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيجُ
جاری کرتا ہے پھر اسی سے کھیتی اگاتا ہے جس کے طرح طرح کے رنگ ہوتے ہیں پھر وہ خشک ہو جاتی ہے
فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ۭ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى
تو تم اس کو دیکھتے ہو کہ زرد (ہو گئی ہے) پھر اس کو چورا چورا کر دیتا ہے بلاشبہ اس میں عقلمند دل
لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝۲۱ أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْإِسْلَامِ
کے لئے نصیحت ہے (۱) بھلا جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا اور وہ اپنے پروردگار کی
فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ
طرف سے روشنی پر ہے (تو کیا وہ سخت دل کافر کے برابر ہو سکتا ہے) تو ان کے لئے خرابی ہے جن کے دل اللہ کی یاد سے
ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ أُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۲۲ اَللّٰهُ نَزَّلَ
سخت ہو رہے ہیں اور یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں (۲) اللہ نے نہایت
أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ
اچھا کلام نازل فرمایا (یعنی) کتاب (جس کی آیتیں آپس میں) ملتی جلتی (ہیں اور) بار بار دہرائی جاتی (ہیں)
جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ
جس سے ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر
إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ
اللہ کی یاد کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں یہ اللہ کی ہدایت ہے اس کے ذریعہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے
وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝۲۳ أَفَمَنْ يَّتَّقِيْ
اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں (۳) بھلا جو شخص قیامت کے
بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ
دن اپنے منہ پر عذاب کو لیتا ہے (کیا وہ جنتی کے برابر ہو سکتا ہے؟) اور ان ظالموں سے کہا جائے گا

منزل ۶

(۱) آدمی یہ منظر ہمیشہ دیکھتا رہتا ہے کہ آسمان سے پانی برستا ہے جس سے چشمے ابل پڑتے ہیں۔ پھر اس پانی کے ذریعے زمین سرسبز ہو جاتی ہے اور اس پر طرح طرح کے کھیت لہلہانے لگتے ہیں۔ پھر تھوڑے دن کے بعد کھیتی خشک ہو کر بالکل زرد پڑ جاتی ہے اور چورا چورا ہو کر فنا ہو جاتی ہے۔

عقلمند آدمی اس منظر سے نصیحت حاصل کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہی حال دنیا کی زندگی کا ہے کہ اس کی بہار عارضی ہے آخر سب کو فنا ہے۔ یہ سمجھ کر وہ دنیا کی بہار سے دھوکے میں نہیں پڑتے اور نیکی کی راہ اختیار کر کے آخرت کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

(۲) کون عقلمند ہوگا جو مومن اور کافر کو برابر
ع ۱۲ / ۱۶ سمجھے گا۔ مومن کا حال یہ ہے کہ وہ نصیحت کی بات کان لگا کر سنتا ہے، توفیق الٰہی اس کے شامل حال ہوتی ہے، اس کا سینہ کھل جاتا ہے، اسلام اس کے دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے اور وہ نور الٰہی کی روشنی میں پرہیزگاری کے راستے پر اڑا چلا جاتا ہے۔

اس کے برخلاف کافر کا دل سخت ہوتا ہے، جو کلام الٰہی سے کچھ اثر نہیں لیتا اور یاد الٰہی کے لئے نرم نہیں ہوتا۔ یہ کمبخت کھلی گمراہی میں پڑا رہتا ہے لیکن اس کو کچھ خیال ہی نہیں آتا۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ قیامت کے روز اس کمبخت کی بڑی خرابی ہوگی۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے اپنا کلام نازل فرمایا جو نہایت عمدہ ہے کہ دنیا کا کوئی کلام اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ وہ ایک کتاب کی شکل میں ہے۔ جس کی آیتیں صحت اور فصاحت و بلاغت میں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور سب اعلیٰ درجے پر ہیں۔ اسی طرح اس کے مضامین میں اختلاف اور تضاد نہیں ہے بلکہ بہت سی آیتوں کے مضامین اس طرح ملتے جلتے ہیں کہ ایک سے دوسرے کی تفسیر و تشریح ہو جاتی ہے۔

نیز اس کی آیتیں نماز میں بار بار تلاوت کی جاتی ہیں یا یہ مطلب ہے کہ بہت سے تاریخی واقعات اور حکمت و موعظت کے مضامین مختلف انداز میں بار بار بیان کئے گئے ہیں تاکہ لوگ ان کی اہمیت کو سمجھیں، ان پر غور کریں اور ان سے نصیحت حاصل کریں۔

اس کتاب کی صفت یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، وہ جب اس کو پڑھتے ہیں یا سنتے ہیں تو ان پر جلال الٰہی کا رعب طاری ہو جاتا ہے، ان کے بدن کانپ اٹھتے ہیں اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کے دل یاد الٰہی کی طرف جھک جاتے ہیں ـــ جن پر قرآن مجید سے یہ کیفیت طاری ہو تو سمجھو کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ جس کو چاہتا ہے منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔ اور جس بدبخت کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں چھوڑ دے تو آسمان و زمین میں کون ہے جو اس کو راہ راست پر لا سکے۔

ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

کہ جو کچھ تم کرتے رہے تھے اس کے مزے چکھو (۱) جو لوگ ان سے پہلے تھے انھوں نے بھی (پیغمبروں کو) جھٹلایا تو

فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ

ان پر اس طرح عذاب آیا کہ ان کو خبر ہی نہ ہوئی پھر ان کو اللہ نے

الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ

دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا

کاش وہ (اس بات کو) جانتے (۲) اور ہم نے لوگوں (کے سمجھانے) کے لئے اس

الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُرْاٰنًا

قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں (یہ) عربی قرآن

عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ

(بھی ہم نے نازل کیا ہے) جس میں کچھ بھی کجی نہیں تاکہ وہ پرہیزگار بنیں (۳) اللہ نے ایک

اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَاۤءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا

مثال بیان فرمائی ہے کہ ایک شخص (غلام) ہے جس میں کئی آدمی شریک ہیں جو ضدی (اور بدخلق) ہیں اور ایک شخص

سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ

جو پورا ایک ہی آدمی کا (غلام) ہے کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں (ہرگز نہیں) ہر طرح کی تعریف اللہ کے لئے ہے بلکہ

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾

ان میں کے اکثر لوگ نہیں جانتے (۴) (اے پیغمبر!) تم بھی ایک دن فات پاؤ گے اور یہ بھی (ضرور) مریں گے

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾

پھر تم سب قیامت کے دن اپنے پروردگار کے سامنے جھگڑو گے (اس وقت فیصلہ کر دیا جائے گا) (۵)

(۱) مشرکوں اور کافروں پر عذاب کی سختی کا یہ عالم ہوگا کہ ان کے ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے ہوں گے اور عذاب کے تھپیڑے سیدھے ان کے چہروں پر پڑیں گے اور ان ظالموں سے کہا جائے گا کہ جو اعمال تم نے کئے تھے ان کا مزہ چکھو — غور کرو کہ کیا یہ بدبخت اور ایماندار برابر ہو سکتے ہیں جو جنت میں عیش کر رہے ہوں گے۔ افسوس ہے کہ لوگ ان حالات کو سن کر بھی عبرت حاصل نہیں کرتے

(۲) مخالفین اسلام کو اپنی بداعمالیوں کے نتائج سے بے خوف نہ رہنا چاہئے۔ ان کو غور کرنا چاہیے کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے پیغام الٰہی کو جھٹلایا تھا، ان کا کیا حشر ہوا؟ ان کو عذاب الٰہی نے اچانک آ پکڑا تو دیکھو کہ انھوں نے دنیا ہی میں رسوائی کا مزہ چکھ لیا اور آخرت کے عذاب کا تو پوچھنا ہی کیا ہے، وہ تو بہت بڑا ہے۔

کاش یہ بدبخت ان حالات پر غور کر کے عبرت حاصل کریں اور پیغام حق کی مخالفت سے باز آجائیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے لوگوں کی ہدایت کے لئے قرآن مجید نازل فرمایا اور اس میں طرح طرح کی مثالیں بیان کیں تاکہ لوگ سمجھیں اور نصیحت حاصل کریں

یہ قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا ہے جو عربوں کی مادری اور محبوب زبان ہے۔ اس کی عبارت فصیح و بلیغ ہے اور اس کے مضامین صاف اور واضح ہیں۔ اگر لوگ چاہیں تو اس کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں اور اس کی ہدایات کے موافق اپنے عقیدے اور اعمال کو درست کر کے نیک اور اچھے انسان بن سکتے ہیں۔

(۴) اس آیت میں موحد اور مشرک کے فرق کو ایک مثال کے ذریعے سمجھایا ہے۔

ایک غلام یا نوکر میں کئی لوگ شریک ہیں جن میں سے ہر شخص سخت بدخو اور ضدی ہے۔ چاہتا ہے کہ غلام ہر وقت اسی کی خدمت میں رہے اور دوسرے شریک کا کچھ کام نہ کرے۔ ظاہر ہے کہ غلام بڑی مصیبت میں ہوگا۔

اس کے برخلاف ایک غلام تنہا ایک شخص کا خدمت گزار ہے۔ اس کو کچھ پریشانی نہیں ہوگی۔

اس مثال سے موحد اور مشرک کا فرق بھی سمجھو کہ مشرک کا خیال کئی طرف بٹا رہتا ہے اور وہ بہت سے خداؤں کو منانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے جو ناممکن ہے۔ لیکن موحد صرف اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھتا ہے، اسی کی فرماں برداری کرتا ہے اور اسی کی مرضی کا طالب رہتا ہے۔

ع ۳ / ۱

آیت کے آخر میں فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یعنی یہ مثال ایسی صحیح اور واضح ہے کہ مشرک بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنی چاہئے اور اس کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ مشکل مضامین کو کیسی اچھی طرح سمجھا دیتا ہے لیکن افسوس کہ اس پر بھی بہت سے لوگ نہیں سمجھتے اور راہ راست پر نہیں آتے — (۵) آنحضرت ﷺ اور ایمان والوں کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اگر یہ بدبخت واضح مثالوں اور روشن دلیلوں کو بھی نہ مانیں اور راہ راست پر نہ آئیں تو صبر کرو اور ان کمبختوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ آخر تو ایک دن یہ کمبخت بھی مریں گے پھر یہ اور تم سب کے سب پروردگار عالم کے حضور میں حاضر ہو گے اور اپنے اپنے جھگڑے اس کے سامنے پیش کرو گے۔ اس وقت سب باتوں کا آخری فیصلہ ہو جائے گا جس سے یہ کمبخت بھی سرتابی نہ کر سکیں گے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ
تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ بولے اور جب سچی بات اس کے پاس پہنچے تو اس کو
جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْ
جھٹلائے کیا جہنم میں ایسے کافروں کا ٹھکانا نہ ہوگا اور جو سچی
جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾
بات لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی تو یہی لوگ پرہیزگار ہیں
لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾
وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس سب کچھ ہے۔ نیکوکاروں کا یہی صلہ ہے
لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ
تاکہ اللہ ان سے ان کے برے عملوں کو جو انھوں نے کئے دور کردے اور نیک کاموں
اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَلَيْسَ اللّٰهُ
کے بدلے میں جو وہ کرتے رہے ان کو ثواب دے (۱) کیا اللہ
بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ
اپنے بندوں کو کافی نہیں۔ اور (اے پیغمبر) یہ لوگ تم کو اللہ کے سوا دوسروں سے ڈراتے ہیں
وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ
اور جس کو اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جس کو اللہ ہدایت دے
فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾
اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں کیا اللہ غالب (اور) بدلا لینے والا نہیں (۲)
وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
اور اگر (اے پیغمبر) اکرم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے

(۱) مشرک اور کافر اللہ تعالٰی کے بارے میں جھوٹ بولتے ہیں یعنی اس کا شریک ٹھہراتے ہیں اور اس کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جو اس کی شان کے خلاف ہیں۔ نیز یہ بدبخت قرآن مجید کو جھٹلاتے ہیں جو ایک سچی کتاب ہے۔ ظاہر ہے کہ ان بدبختوں سے بڑھ کر کون ظالم اور بے انصاف ہو سکتا ہے اور ان کا ٹھکانا دوزخ کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

ان کے برخلاف وہ حضرات ہیں جو حق و صداقت کے پرستار ہیں، جو ہمیشہ سچ بولتے ہیں، جو وحی الٰہی کی سچائی لاتے ہیں اور اس کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور جو اس سچائی کو مانتے ہیں۔ یہ سب کے سب حضرات اللہ تعالٰی سے ڈرنے والے اور پرہیزگار ہیں۔

ان حضرات کی حق پرستی، پرہیزگاری اور نیکی کی اللہ تعالٰی قدر فرمائے گا اور ان کی دلی مرادیں پوری کرے گا نیز ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے گا اور ان کو ان کے نیک اعمال کا بہتر سے بہتر بدلا دے گا۔

(۲) جب سرداران قریش قرآن مجید کی ایسی آیتیں سنتے جن میں شرک کی تردید اور باطل معبودوں کی مذمت کی گئی ہے تو آنحضرتؐ کو ڈراتے اور کہتے کہ ہمارے معبود تم کو نقصان پہنچا دیں گے اور پاگل بنا دیں گے۔

اس آیت کے ذریعے ان بدبختوں کو آگاہ کیا کہ آنحضرتؐ اللہ تعالٰی کے محبوب اور برگزیدہ بندے ہیں اور آپؐ کو اس کی حمایت حاصل ہے۔ اللہ تعالٰی کے مقابلے میں وہ باطل معبود کیا کر سکتے ہیں جن سے یہ ڈراتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان بدبختوں کی اسی طرح کی باتوں کی وجہ سے ان پر گمراہی مسلط ہو گئی ہے اور ہدایت کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ کیا یہ بدبخت اس بات کو نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالٰی زبردست ہے اور نافرمانوں سے انتقام لینے والا ہے۔

لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ

تو یقیناً وہ کہیں گے کہ اللہ نے (ان سے) کہو یہ تو بتاؤ کہ اگر اللہ مجھ کو کوئی تکلیف دینا

اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ

چاہے تو کیا وہ معبود جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اس تکلیف کو دور کر سکتے ہیں

اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ

یا اگر وہ مجھ پر مہربانی کرنی چاہے تو کیا وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں کہہ دو کہ

حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝۳۸ قُلْ يٰقَوْمِ

مجھے اللہ ہی کافی ہے۔ بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں (۱) اور یہ بھی کہہ دو کہ اے میری قوم

اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۳۹ مَنْ

تم اپنی جگہ عمل کیے جاؤ میں (اپنی جگہ) عمل کیے جاتا ہوں۔ پس عنقریب تم جان لو گے کہ وہ کون شخص ہے جس پر

يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝۴۰ اِنَّآ

(دنیا میں) عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کرے گا اور (مرنے کے بعد) اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا (۲) بلاشبہ

اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى

ہم نے تم پر یہ کتاب لوگوں (کی ہدایت) کے لئے سچائی کے ساتھ نازل کی تو جو شخص ہدایت پائے تو اپنے

فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ

(بھلے کے) لئے اور جو گمراہ ہو تو گمراہی کا وبال اسی پر پڑے گا اور (اے پیغمبر!) تم

عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝۴۱ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَ

ان کے ذمہ دار نہیں ہو (۳) اللہ لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں قبض کر لیتا ہے اور

الَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ

جو مرے نہیں (ان کی روحیں) سوتے میں (قبض کر لیتا ہے) پھر ان روحوں کو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم کر چکا ہے

(۱) اللہ تعالیٰ کی زبردست قدرت کے تو مشرک بھی قائل ہیں اور اس بات کو مانتے ہیں کہ اس عظیم الشان کائنات کو اسی نے بنایا ہے۔

پھر ان احمقوں کو سوچنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں باطل معبودوں کی کیا حقیقت ہے جب کہ ان کا حال یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف پہنچانا چاہے تو یہ باطل معبود اس کو دور نہیں کر سکتے اور اگر کسی کو رحمت سے نوازے تو یہ اس کو روک نہیں سکتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تو یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ ہی کو کافی سمجھتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور دنیا کے سارے اچھے لوگ بھی جن کا توکل مشہور ہے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جیسے حضرت ہودؑ اور حضرت ابراہیمؑ وغیرہ جن کے توکل کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔

(۲) یعنی اگر یہ لوگ اتنا سمجھانے بجھانے پر بھی گمراہی پر اڑے رہیں تو صبر کرو اور ان سے کہہ دو کہ تم اپنے راستے پر چلتے رہو، میں بھی اپنے طریقے پر کام کرتا رہتا ہوں۔ عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کون کامیاب رہا اور کس پر دنیا میں رسوا کرنے والا عذاب اور آخرت میں ہمیشہ کا عذاب نازل ہوا۔

(۳) اس بات کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہے اور آنحضرتؐ اس کے رسول ہیں، آپؐ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ہم نے یہ کتاب حق و صداقت کے ساتھ تم پر نازل کی ہے تاکہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اب جو کوئی اس کو مان کر اور اس کی ہدایات پر عمل کر کے سیدھے راستے پر چلے گا تو اسی کا فائدہ ہوگا کہ دنیا اور آخرت میں کامیاب رہے گا، لیکن جو شخص اس سے منہ موڑے گا تو گمراہ ہوگا اور نقصان اٹھائے گا۔ گمراہی کی ذمہ داری خود ان لوگوں پر ہے جو گمراہ ہوتے ہیں، نہ کہ تم پر۔

ع

وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
اور دوسری روحوں کو ایک مقررہ وقت تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے بلا شبہ اس میں ان لوگوں کے لئے جو غور و

لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۴۲ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاۗءَ ۭ
فکر کرتے ہیں (اسکی قدرت کی) نشانیاں ہیں (۱) کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور سفارشی بنالئے ہیں (ان سے)

قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْــــًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۝۴۳ قُلْ لِّلّٰهِ
کہو کہ اگرچہ وہ کسی چیز کا بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ کچھ سمجھتے ہوں (اور ان سے) کہدو کہ

الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ
سفارش تو تمام تر اللہ کے اختیار میں ہے۔ تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کے لئے ہے پھر تم

اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۴۴ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ
اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے (۲) اور جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر

قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ
ایمان نہیں رکھتے ان کے دل متنفر ہو جاتے ہیں اور جب اس کے سوا

الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝۴۵ قُلِ اللّٰهُمَّ
اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ اسی وقت خوش ہو جاتے ہیں (۳) کہو کہ اے اللہ! (اے)

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ
آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے (اور) پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے تو ہی

تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۴۶
اپنے بندوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں (۴)

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا
اور اگر ظالموں کے پاس دنیا بھر کی دولت ہو

(۱) جس شخص کی زندگی ختم ہو چکی ہے اور موت کا وقت آگیا ہے، اس کی روح اللہ تعالیٰ پوری طرح قبض کر لیتا ہے۔ لیکن سونے والے کی روح پوری طرح قبض نہیں کرتا، اس لئے زندگی باقی رہتی ہے مگر اس کے ہوش و حواس معطل ہو جاتے ہیں اور وہ نیم مردہ ہو کر پڑ جاتا ہے۔ پھر اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور کام کاج کرنے لگتا ہے۔

اس حالت پر لوگوں کو غور کرنا چاہیئے۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ لوگوں کی روحیں اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اگر چاہے تو کسی کی روح نیند ہی میں قبض کرلے اور وہ سوتا ہی رہ جائے چنانچہ کبھی کبھی ایسے واقعات سننے میں آتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ جس طرح بے ہوش پڑا سونے والا آدمی اچانک اٹھ کھڑا ہوتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم سے مُردے بھی اٹھ کھڑے ہوں گے۔ لہٰذا اس حالت پر غور کر کے دوبارہ زندہ ہونے پر یقین رکھنا چاہیئے۔

(۲) مشرک اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر فرضی معبودوں کو پوجتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں سفارش کر دیں گے۔

ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ بت نہ تو کچھ قدرت و اختیار رکھتے ہیں اور نہ سمجھ بوجھ۔ حقیقت یہ ہے کہ سفارش کا اختیار تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ بغیر اس کی اجازت کے کوئی سفارش نہیں کر سکتا، اور سفارش بھی اسی کی کر سکتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہو اور جس کے حق میں سفارش کی اجازت دے۔

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ آسمان و زمین آج بھی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور قیامت کے دن بھی وہی سب کا مالک ہوگا اور تم سب کے سب اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔ پھر اس کی اجازت اور خوشنودی کے بغیر کون کسی کی سفارش کر سکتا ہے!

(۳) مشرکوں کے دلوں میں شرک ایسا سرایت کر گیا ہے کہ جب ان کے سامنے تنہا اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس کی صفات بیان کئے جاتے ہیں تو ان کے دل مرجھا جاتے ہیں، کیونکہ یہ بدبخت نہ تو توحید پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ اس بات کو مانتے ہیں کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ لیکن جب ان کے فرضی معبودوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو بہت خوش ہوتے ہیں اور جوشِ عقیدت سے اُچھلنے کودنے لگتے ہیں۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا تلقین فرمائی۔ مطلب یہ ہے کہ جب لوگ توحید جیسی سیدھی سادی بات کو نہ مانیں اور آپ کی نصیحت کو قبول نہ کریں تو آپ فکر نہ کریں اور ان بدبختوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔ وہ سب کے اعمال سے واقف ہے۔ ایک دن ان سب باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں یہ لوگ جھگڑتے ہیں۔

وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ

اور اس کے ساتھ اسی قدر اور ہو تو قیامت کے دن سخت عذاب سے چھٹکارا پانے کے لئے وہ سب کچھ

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا

دے ڈالیں (لیکن وہ قبول نہ ہوگا) اور ان کو اللہ کی طرف سے وہ معاملہ پیش آجائے گا جس کا ان کو

يَحْتَسِبُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ

گمان بھی نہ تھا اور (اس وقت) ان کے لئے ان کے برے اعمال ظاہر ہو جائیں گے اور جس

بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٤٨﴾ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ

عذاب کی وہ ہنسی اڑاتے تھے وہ ان کو آگھیرے گا (۱) پس جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے

ضُرٌّ دَعَانَا ؗ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ

تو وہ ہم کو پکارتا ہے پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے نعمت بخشتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھے

اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

میرے علم کی وجہ سے ملی ہے (ہرگز نہیں) بلکہ یہ تو ایک آزمائش ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٩﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى

نہیں جانتے (۲) جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے بھی یہی کہا تھا جب ہمارا عذاب آیا تو

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٥٠﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ

ان کے اعمال ان کے کچھ کام نہ آئے. اور ان پر ان کے اعمال کا وبال پڑ گیا

وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ

اور (یاد رکھیں کہ) ان لوگوں میں سے جو ظلم کرتے رہے ان پر بھی ان کے اعمال کا وبال عنقریب پڑے گا

وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٥١﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

اور وہ ہمیں عاجز نہیں کر سکتے (۳) کیا یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو

(۱) جس دن لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ سنایا جائے گا اس دن مشرکوں اور کافروں کا برا حال ہوگا. فرض کیجئے اگر اس دن ان کے پاس روئے زمین کی کل دولت ہو بلکہ اس سے دوگنی ہو تو یقیناً یہ اس دن کے سخت عذاب سے جان چھڑانے کے لئے وہ ساری دولت دینے پر آمادہ ہو جائیں گے.

لیکن یاد رکھیں کہ اس دن ان سے کوئی معاوضہ قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ وہ ہولناک عذاب ان کے سامنے آئیں گے جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ گزرے تھے کیونکہ وہ آخرت پر یقین نہیں رکھتے تھے اور اگر یقین رکھتے تھے تو جنت کے مدعی تھے.

غرض یہ کہ ان کے سارے برے اعمال ایک ایک کر کے ان کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے اور جس عذاب کا مذاق اڑایا کرتے تھے وہی ان کو آگھیرے گا.

(۲) انسان کی یہ عادت ہے کہ جب اس پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور اس کو پکارتا ہے. کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یاد انسان کی فطرت میں ہے. لیکن جب اللہ تعالیٰ اس کی دعا سن لیتا ہے اور اس کو اپنی نعمت سے نوازتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ یہ تو مجھے اپنی عقل اور تدبیر سے حاصل ہوئی ہے حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنی نعمت سے نوازتا ہے تو اس کی آزمائش کرتا ہے کہ دیکھے کون اس کا احسان مانتا اور شکر کرتا ہے اور کون ناشکر بنتا ہے. لیکن بہت سے لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کر کے اپنا نقصان کر لیتے ہیں.

(۳) اللہ تعالیٰ کے احسانات کی قدر نہ کرنا اور اپنی عقل و تدبیر پر بھروسہ کرنا بڑی زیادتی ہے. فرعون اور قارون وغیرہ نے بھی ایسی ہی باتیں کہی تھیں اور اپنی عقل و تدبیر پر گھمنڈ کر کے پیغام حق کا انکار کر بیٹھے تھے. اللہ تعالیٰ نے ان کو برباد کر دیا اور ان کی دولت و سلطنت ان کے کچھ کام نہ آئی.

فرعون وغیرہ کے واقعات سے قریش کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے. یاد رکھیں کہ اگر وہ ظلم و زیادتی سے باز نہیں آئے تو دنیا اور آخرت میں ان کو اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنی پڑے گی اور وہ عذاب الٰہی کو کسی طرح ٹال نہ سکیں گے.

لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ

کشادہ کردیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کردیتا ہے۔ اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں بلاشبہ ان کے لئے اس میں (بہت سی)

يُّؤۡمِنُوۡنَ ۝٥٢ قُلۡ يٰعِبَادِىَ الَّذِيۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ

نشانیاں ہیں (۱) (اے پیغمبر میری طرف سے لوگوں کو) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے

لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ

اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بلاشبہ اللہ سب گناہوں کو بخش دیتا

جَمِيۡعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ۝٥٣ وَاَنِيۡبُوۡۤا اِلٰى

ہے بلاشبہ وہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۲) اور تم اپنے پروردگار کی طرف

رَبِّكُمۡ وَاَسۡلِمُوۡا لَهٗ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَكُمُ الۡعَذَابُ

رجوع کرو اور اس کے فرماں بردار ہو جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے پھر (اس وقت کسی کی طرف سے)

ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ ۝٥٤ وَاتَّبِعُوۡۤا اَحۡسَنَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ

تمہاری مدد نہ کی جائے گی اور اس عمدہ چیز (یعنی کتاب) کی پیروی کرو جو تمہارے پروردگار کی جانب سے

مِّنۡ رَّبِّكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَكُمُ الۡعَذَابُ بَغۡتَةً وَّ

تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آئے اور تم کو خبر بھی نہ ہو اور

اَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ۝٥٥ اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ يّٰحَسۡرَتٰى عَلٰى

(۳) (ایسا نہ ہو کہ اس وقت) کوئی متنفس کہنے لگے کہ ہائے افسوس اس پر کہ میں نے

مَا فَرَّطْتُّ فِىۡ جَنۡۢبِ اللّٰهِ وَاِنۡ كُنۡتُ لَمِنَ السّٰخِرِيۡنَ ۝٥٦

اللہ کے حق (کے ادا کرنے) میں کوتاہی کی اور میں تو ہنسی ہی اڑاتا رہا تھا

اَوۡ تَقُوۡلَ لَوۡ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰٮنِىۡ لَـكُنۡتُ مِنَ الۡمُتَّقِيۡنَ ۝٥٧

یا یہ کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھ کو ہدایت دیتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں ہوتا

(۱) جو لوگ اپنی عقل و تدبیر پر گھمنڈ کرکے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتے ہیں ان کو چاہیئے کہ دنیا میں لوگوں کا حال دیکھ کر نصیحت حاصل کریں۔ دیکھا جاتا ہے کہ دو شخصوں کے پاس ایک سا سرمایہ، ایک سا سلیقہ اور تجربہ ہے اور دونوں اپنی عقل و تدبیر کا پورا زور لگا کر روزی کمانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک پر روزی کشادہ ہوتی ہے، دوسرے پر تنگ۔

ع ۵
۲

اسی طرح دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے بدمعاش اور بیوقوف مزے اڑاتے ہیں اور اہل علم اور نیک لوگ تنگی ترشی سے بسر کرتے ہیں۔

اس سے سمجھنا چاہیئے کہ حقیقت یہ ہے کہ روزی کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ جس کے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کردیتا ہے اور جس کے لئے مناسب جانتا ہے تنگ کردیتا ہے۔ مگر ایسی نصیحتوں پر ایمان والے ہی غور کرتے ہیں اور ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

(۲) مشرکوں میں سے بعض لوگوں کے دلوں میں اسلام کا حق ہونا ظاہر ہوا لیکن قرآن مجید کی بعض آیتوں میں مشرکوں اور سرکشوں کے لئے جو سخت عذاب کا ذکر کیا گیا ہے اس کو دیکھ کر انھوں نے مایوسی کا اظہار کیا اور کہا کہ اب ایمان لانے کے بعد بھی ہماری نجات تو نہیں ہوگی اور پچھلے گناہوں کی سزا تو ہم کو بھگتنا ہی پڑے گی۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کی تسلی فرمائی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ کسی بندے کو اس کے رحم و کرم سے مایوس نہ ہونا چاہیئے وہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ خاص کر اسلام قبول کرنے والوں کے تو پچھلے سارے گناہ، یہاں تک کہ شرک اور کفر بھی معاف فرما دیتا ہے۔ اس کی شان یہ ہے کہ وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

(۳) جب تمہارا پروردگار غفور و رحیم ہے تو پھر کیوں جھجکتے ہو۔ بتوں اور باطل معبودوں سے منہ موڑ کر اس کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرماں بردار بن جاؤ۔ اگر دیر کی اور عذاب آگیا تو پھر کہیں سے بھی تم کو مدد نہ مل سکے گی۔

دیکھو! عذاب آنے سے پہلے ہوشیار ہو جاؤ اور تمہارے پروردگار کی طرف سے جو بہترین کلام یعنی قرآن مجید نازل کیا گیا ہے، اس پر ایمان لاؤ اور اس کی ہدایات پر عمل کرکے اپنی زندگی کو پاک کرو۔ ورنہ یاد رکھو کہ سرکشی اور انکار کی صورت میں عذاب الٰہی اچانک نازل ہو جائے گا کہ تم کو خبر بھی نہ ہوگی۔

أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ

یا جب عذاب کو دیکھے تو کہے کہ اگر مجھے پھر ایک دفعہ دنیا میں جانا ہو تو میں نیکوکاروں

مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝۵۸ بَلَىٰ قَدْ جَاءَتْكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا

میں سے ہو جاؤں (۱) (اللہ فرمائے گا) کیوں نہیں میری آیتیں تیرے پاس پہنچیں مگر تو نے ان کو جھٹلایا

وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۝۵۹ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى

اور تکبر کیا اور کافروں میں شامل رہا (۲) اور جن لوگوں نے اللہ پر

الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ ۚ أَلَيْسَ فِي

جھوٹ باندھا تم قیامت کے دن دیکھو گے کہ ان کے چہرے کالے ہوں گے کیا تکبر

جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْمُتَكَبِّرِينَ ۝۶۰ وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا

کرنے والوں کا ٹھکانا دوزخ میں نہیں ہوگا اور جو پرہیزگار ہیں ان کی کامیابی کے سبب اللہ

بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝۶۱ اللَّهُ

ان کو دوزخ سے نجات دے گا نہ تو ان کو کوئی مصیبت پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے (۳) اللہ ہی

خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ۝۶۲ لَهُ

ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے اسی کے

مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ

پاس آسمانوں اور زمین (کے خزانوں) کی کنجیاں ہیں اور جنھوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا

أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝۶۳ قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَأْمُرُونِّي

وہی نقصان اٹھانے والے ہیں (۴) (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ اے جاہلو! تو کیا تم مجھ کو

أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ ۝۶۴ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ

غیر اللہ کی عبادت کرنے کو کہتے ہو اور (اے محمد) تمہاری طرف اور ان پیغمبروں کی طرف جو

(۱) یعنی حشر کے میدان میں جب مشرک اور کافر عذاب کو دیکھیں گے تو ان کی آنکھیں کھلیں گی اور ان میں سے کوئی کہے گا ہائے افسوس! میں نے اللہ تعالیٰ کے معاملے میں بڑی غفلت اور کوتاہی کی اور اس کے پیغام اور رسولؐ کا مذاق اڑاتا رہا۔

کوئی یہ عذر لنگ پیش کرے گا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دیتا تو آج میں بھی پرہیزگاروں میں ہوتا۔ کوئی یہ بیہودہ تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں پھر جانا ہو جائے تو بڑا نیکوکار بن کر رہوں گا۔

(۲) جو کافر قیامت کے دن یہ عذر لنگ پیش کرے گا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو ہدایت دیتا تو میں بھی پرہیزگار بن جاتا۔ اس کو اللہ تعالیٰ جواب دے گا کہ تو غلط کہتا ہے۔ میں نے اپنے رسولؐ کے ذریعے تیرے پاس اپنا کلام بھیجا لیکن تو نے اس کو جھٹلایا، سرکشی کی اور ہمیشہ کفر و انکار کرتا رہا۔

(۳) یاد رکھو کہ جو لوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں یعنی اس کا شریک ٹھہراتے ہیں اور اس کے رسولؐ اور کلام کو جھٹلاتے ہیں، اس جھوٹ کی پاداش میں ان کے دل سیاہ ہو جاتے ہیں اور قیامت کے دن یہ سیاہی ان کے چہروں پر ظاہر ہو جائے گی اور تکبر و غرور کی پاداش میں ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔

برخلاف ان ظالموں کے جو حضرات پیغام حق قبول کر کے پرہیزگاری کی راہ اختیار کرتے ہیں وہ کامیاب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔ وہ جنت میں رہیں گے جہاں ان کو نہ کچھ تکلیف پہنچے گی اور نہ کسی طرح کا غم ہوگا۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ پھر سب کی حفاظت بھی وہی کرتا ہے۔ آسمان و زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں بھی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور ساری کائنات اسی کے زیر تصرف ہے۔ ع ۱۱ / ۳

جو لوگ ایسے اوصاف والے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے پیغام کو مانتے ہیں ان کی کامیابی یقینی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو بدبخت اس سے منہ پھیرتے ہیں اور اس کے پیغام کا انکار کرتے ہیں ان کو نقصان سے کون بچا سکتا ہے؟

(۱) سرداران قریش آنحضرتؐ کو شرک کی طرف بلاتے تھے اور اُمید رکھتے تھے کہ آپ (نعوذ باللہ) ان کے کہنے میں آجائیں گے۔ ان بدبختوں کو مایوس کرنے کے لئے فرمایا کہ یہ بڑی جہالت اور نادانی کی بات ہے کہ آنحضرتؐ سے ایسی توقع رکھی جائے۔ آپ سے یہ اُمید رکھنا کہ آپ وحی الٰہی کے خلاف کریں گے ایک دیوانگی ہے۔ آپ کو توحید پر کامل یقین ہے اور آپ کسی طرح اس سے نہیں پھر سکتے کیونکہ گزشتہ سارے پیغمبروں کی طرح آپ کو بھی وحی الٰہی نے یہ خبر پہنچائی ہے کہ شرک سے آدمی کے سارے عمل اکارت جاتے ہیں اور آدمی بڑے نقصان میں پڑ جاتا ہے۔ اس لئے آدمی کو چاہئے کہ تنہا اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرے اور دل سے اس کا شکر گزار بندہ بن کر رہے۔ ایسی واضح حقیقت ہوتے ہوئے آنحضرتؐ کس طرح توحید کو چھوڑ سکتے ہیں۔ تو مشرکوں کا آپؐ سے ایسی اُمید رکھنا ان کے دماغ کا خلل ہے۔

مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ

تم سے پہلے ہو چکے ہیں یہی وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم نقصان اٹھانے والوں

مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٦﴾

میں سے ہو جاؤ گے (شرک مت کرو) بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے شکر گزار رہو۔ (۱)

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ

اور انھوں نے اللہ کی جیسی قدر کرنی چاہیے تھی نہیں کی اور قیامت کے دن تمام زمین اس کی

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۗ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى

مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے وہ لوگوں کے شرک سے

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي

پاک اور برتر ہے (۲) اور جب صور پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں میں ہیں اور

السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ

جو زمین میں ہیں سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر وہ جس کو اللہ چاہے۔ پھر

نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَاَشْرَقَتِ

دوسری دفعہ صور پھونکا جائے گا تو فوراً سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے (۳) اور زمین اپنے

الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ

پروردگار کے نور سے چمک اٹھے گی اور (ہر ایک کا) اعمال نامہ (اس کے آگے) رکھ دیا جائے گا اور پیغمبر اور دوسرے گواہ

وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾

حاضر کئے جائیں گے اور لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٠﴾

اور جس شخص نے جو عمل کیا ہوگا اس کو اس کا پورا پورا بدلا مل جائے گا اور جو کچھ یہ کرتے ہیں اللہ اس سے خوب واقف ہے (۴)

(۲) مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کی اور اس کی عظمت کا اتنا بھی خیال نہیں رکھا جتنا ایک بندے کو رکھنا چاہیئے تھا اگر اس کے مرتبہ کو تھوڑا سا بھی پہچانتے تو ہرگز شرک کرنے کی جرأت نہ کرتے۔

ان بدبخت مشرکوں کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کی نشانیاں دنیا میں تو نظر نہیں آتیں لیکن قیامت کے دن ان کی آنکھیں کھلیں گی جب کہ ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی سب آسمان کاغذ کی طرح لپٹے ہوئے اس کے ہاتھ میں ہوں گے اور اس کے آگے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوگی۔

مشرکوں کو سوچنا چاہیئے کہ ایسی عظمت و جلال والے اللہ تعالیٰ کا کون شریک ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بدبختوں کے شرک سے پاک اور بلند و برتر ہے۔

(۳) مفسرین نے لکھا ہے کہ دو مرتبہ صور پھونکا جائے گا پہلی مرتبہ جب صور پھونکا جائے گا تو اس کی دہشت سے سارے آسمان و زمین والوں کے ہوش اڑ جائیں گے پھر زندہ تو مر جائیں گے اور جو مر چکے تھے ان کی روحیں بیہوش ہو جائیں گی مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ بیہوش نہ ہوگا یعنی انبیاء اور شہدا یا جبرئیل، میکائیل، عزرائیل، اسرافیل اور حاملین عرش الٰہی۔ غالب ایسا شروع میں ہوگا۔ بعد میں ان پر بھی فنا طاری ہو جائے گی اور حق تعالیٰ کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ۔

پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو بیہوشوں کو ہوش آجائے گا اور مردے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں گے۔

ع

(۴) جب سب زندہ ہو کر حشر کے میدان میں جمع ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنی شان بے مثالی سے جلوہ فرمائے گا۔ اس وقت حق تعالیٰ کی تجلی اور نور بے کیف سے محشر کی زمین جگمگا اٹھے گی حساب کا دفتر کھلے گا۔ سب کے اعمال نامے ان کے آگے رکھ دیئے جائیں گے۔ انبیاء علیہم السلام اور دوسرے گواہ یعنی فرشتے، اُمتِ محمدیہ، انسان کے ہاتھ پاؤں سب حاضر ہوں گے اور گواہی دیں گے۔ معتبر گواہوں کی گواہی کے مطابق ہر شخص کو منصفانہ فیصلہ سنا دیا جائے گا۔ کسی پر کسی طرح کا ظلم نہ ہوگا اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلا دیا جائے گا۔ یاد رکھو کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے لئے بہت آسان ہے کیونکہ وہ سب کے اعمال سے واقف ہے اور اس نے ان کو محفوظ کر رکھا ہے۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا

اور (قیامت کے دن) کافر گروہ گروہ بنا کر دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہ دوزخ کے پاس پہنچ جائیں

فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ

تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور دوزخ کے داروغہ ان سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں

مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ

آئے تھے جو تم کو تمہارے پروردگار کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے تھے اور اسی دن کے پیش آنے

يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ

سے ڈراتے تھے کافر کہیں گے کہ کیوں نہیں (پیغمبر آئے تھے) لیکن (ہم نے ان کا کہنا نہ مانا پس) عذاب کا حکم

عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ۝ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

کافروں پر ثابت ہو کر رہا (پھر ان سے) کہا جائے گا کہ دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ (اور) ہمیشہ

فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ

اس میں رہو پس (دیکھو!) سرکشوں کا (کیسا) برا ٹھکانا ہے (۱) اور جو لوگ اپنے پروردگار

اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا وَفُتِحَتْ

سے ڈرتے رہے تھے ان کو گروہ گروہ بنا کر جنت کی طرف لے جایا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ جنت کے پاس پہنچ جائیں گے اور اس کے

اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ

دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جنت کے داروغہ ان سے کہیں گے کہ السلام علیکم تم بہت اچھے رہے

فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا

تو اب اس جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ (۲) اور وہ لوگ (داخل ہو کر) کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ

وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ

سچا کر دکھایا اور ہم کو اس زمین کا وارث بنایا کہ بہشت میں جہاں چاہیں رہیں

(۱) جب حساب کتاب ہو جائے گا اور لوگوں کے بارے میں جنت یا دوزخ کا فیصلہ سنا دیا جائے گا تو کافروں کو ان کے کفر اور برے اعمال کے لحاظ سے الگ الگ گروہوں میں کھڑا کر دیا جائے گا۔ پھر ان سب گروہوں کو بڑی ذلت اور خواری کے ساتھ دوزخ کی طرف ہانکا جائے گا جب چلتے چلتے دوزخ تک پہنچیں گے تو دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

اس وقت دوزخ کے محافظ فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں آئے تھے جو تمہاری ہی طرح کے انسان تھے اور جن سے فائدہ اٹھانا تمہارے لئے بہت آسان تھا۔ کیا انہوں نے تم کو تمہارے پروردگار کے کلام کی آیتیں پڑھ پڑھ کر نہیں سنائی تھیں کیا انہوں نے تم کو اس دن کے پیش آنے سے نہیں ڈرایا تھا؟

کافر اعتراف کریں گے اور کہیں گے کہ بیشک پیغمبر ہمارے پاس آئے تھے اور انہوں نے اس دن کے پیش آنے سے ڈرایا تھا لیکن ہماری بدبختی کہ ہم نے ان کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے جو عذاب کی سزا مقرر کر رکھی ہے وہ ہم پر ثابت ہو گئی۔

جب اس طرح کافر اپنے کفر کا اعتراف کر لیں گے تو فرشتے ان سے کہیں گے کہ دوزخ میں چلو جہاں تم کو ہمیشہ رہنا ہے۔ دیکھو! پیغام حق کے ماننے سے تکبر اور غرور کرنے والوں کا کیسا برا ٹھکانا ہے!

(۲) کفر کی طرح ایمان اور تقوے کے بھی بہت درجے ہیں چنانچہ متقی حضرات کو بھی ان کے تقوے کے لحاظ سے الگ الگ جماعتوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ پھر ان سب حضرات کو بڑی عزت کے ساتھ جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا جب جنت تک پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھلے ہوئے پائیں گے اور فرشتے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ ان کو سلام کریں گے مبارکباد دیں گے اور کہیں گے بسم اللہ جنت میں تشریف لے چلیے اور ہمیشہ اس میں آرام سے رہیئے۔

نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝٧٤ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ

(غرض نیک) عمل کرنے والوں کا (کیسا) اچھا بدلا ہے (۱) اور تم فرشتوں کو دیکھو گے

حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ

کہ عرش کے گرد حلقہ باندھے کھڑے ہوں گے اور اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہوں گے

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ

اور ان لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ ہر طرح کی تعریف اللہ کے لئے ہے جو

الْعٰلَمِيْنَ ۝٧٥

سارے جہان کا پروردگار ہے (۲)

(۴۰) سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ

سورۂ مومن (۳) مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝٢

حٰمٓ یہ کتاب اللہ کی طرف سے اتاری گئی ہے جو زبردست (اور ہر چیز کا) جاننے والا ہے

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِى

جو گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے (اور) سخت عذاب دینے والا (اور)

الطَّوْلِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝٣ مَا

صاحب کرم ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے اللہ کی

يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ

آیتوں میں وہی لوگ جھگڑتے ہیں جو کافر ہیں تو ان لوگوں کا شہروں میں

(۱) جب متقی حضرات جنت میں داخل ہوں گے اور اپنے اپنے مقامات عالیہ دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے پیغمبروں کے ذریعے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ سب پورا کر دیا اور ہم کو جنت کا مالک بنا دیا کہ خوب سیر کریں اور اپنے عزیزوں اور دوستوں سے ملنے کے لئے جہاں چاہیں جائیں۔ دیکھو نیک عمل کرنے والوں کا کیسا اچھا بدلا ہے:

(۲) مختصر یہ کہ جب حشر کے میدان میں حساب کتاب کے لئے اللہ تعالیٰ نزول اجلال فرمائے گا تو فرشتے عرش الٰہی کے گرداگرد حلقہ باندھے پروردگار کی تسبیح اور حمد و ثنا کرتے ہوں گے۔

ع ۸

ایسے عالم میں حساب کتاب شروع ہوگا اور سارے بندوں کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اس وقت ہر طرف سے بڑے جوش و خروش کے ساتھ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" کا نعرہ بلند ہوگا یعنی سب طرح کی تعریف اس اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے اور جس نے سب کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرمایا۔ پھر اسی نعرۂ تحسین و تعریف پر حشر کا دربار برخاست ہو جائے گا۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

(۳) اس سورت کے چوتھے رکوع میں اس مرد مؤمن کا واقعہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی حمایت کے لئے فرعون کے مقابلے میں کھڑا ہو گیا تھا۔ اسی سے سورت کا نام 'مؤمن' رکھا گیا ہے۔ اس کا نام 'غافر' بھی ہے۔

یہاں سے سورۂ احقاف تک مسلسل سات سورتیں 'حم' سے شروع ہوتی ہیں۔

تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝۴ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ

چلنا پھرنا تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے (۱) اور ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور ان کے بعد

وَّالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ ۖ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ

دوسرے گروہوں نے (دین حق کو) جھٹلایا اور ہر امت نے اپنے پیغمبر کو گرفتار

لِيَأْخُذُوهُ ۖ وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ

کرنے کا ارادہ کیا اور ناحق کے جھگڑے نکالے تاکہ اس باطل سے (دین) حق کو مغلوب کر دیں

فَأَخَذْتُهُمْ ۖ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝۵ وَكَذَٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ

تو (آخر) ہم نے ان کو (عذاب میں) پکڑ لیا تو دیکھو میرا عذاب کیسا (سخت) ہوا اور اسی طرح کافروں کے بارے

رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ۝۶

میں تمہارے پروردگار کا یہ قول پورا ہو چکا کہ وہ دوزخی ہیں (۲)

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ

(دیکھو!) جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرداگرد (حلقہ باندھے ہوئے) ہیں وہ سب اپنے

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ

پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے بخشش مانگتے

آمَنُوا ۖ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ

رہتے ہیں کہ اے پروردگار! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے تو جن

لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ

لوگوں نے توبہ کی اور تیرے راستہ پر چلے ان کو بخش دے اور ان کو دوزخ کے عذاب سے

الْجَحِيمِ ۝۷ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي

بچا لے اے ہمارے پروردگار! ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں داخل کر جن کا تو نے

(۱) قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے فرمایا کہ یہ کتاب اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے جو سب پر غالب ہے، ہر بات کا علم رکھتا ہے، اپنے بندوں کے گناہوں کو بخشتا ہے، ان کی توبہ قبول کرتا ہے، جو سخت عذاب دینے والا اور بڑی قدرت والا ہے. کائنات میں اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، سب لوگوں کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور ایک دن اس کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات پر غور کر کے اچھے بندے تو اس کی آیتوں اور نشانیوں میں جھگڑا نہیں کرتے لیکن یہ لوگ ایسے ہیں جنھوں نے کفر و انکار پر کمر باندھ رکھی ہے ایسے ہی لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور نشانیوں میں ناحق جھگڑا کرتے ہیں۔

ان کو اللہ تعالیٰ نے ڈھیل دے رکھی ہے کہ ادھر ادھر پھرتے ہیں، کاروبار میں خوب نفع کماتے ہیں اور آرام سے زندگی گزارتے ہیں. ان کی اس حالت سے دھوکا نہ کھانا چاہیئے آخر کار ان کا بھی انجام وہی ہوگا جو دوسرے سرکشوں کا ہوا۔

(۲) ان سے پہلے بھی سرکش قومیں گزر چکی ہیں. حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اور اس کے بعد بہت سی دوسری قوموں نے پیغام حق کو جھٹلایا اور ہر قوم کے سرغنہ لوگوں نے چاہا کہ اپنے رسول کو پکڑ کر ستائیں بلکہ بس چلے تو قتل کر دیں. باطل عقیدوں اور جھوٹے ڈھکوسلوں کا سہارا لے کر کھڑے ہو گئے اور چاہا کہ اپنے ملک میں دین حق کے قدم نہ جمنے دیں اور اس کو نیست نابود کر دیں. لیکن وہ بدبخت اللہ کے رسول کو کیا پکڑتے اللہ نے خود ان کو عذاب میں پکڑ کر تباہ کر دیا. دیکھو! ان کا کیا انجام ہوا؟ ان کے کھنڈر اب بھی باقی ہیں جن کو لوگ دیکھتے ہیں اور عبرت حاصل کرتے ہیں۔

دیکھو! جس طرح پیغمبروں کے اعلان کے موافق سرکشوں پر دنیا میں تباہی آئی، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی یقیناً پورا ہوگا کہ کافر دوزخ میں عذاب بھگتیں گے. واضح ہو کہ اس سے آنحضرت اور ایمان والوں کی تسلی مقصود ہے کہ آخر کار تمہارے مخالف بھی تباہ و برباد ہوں گے۔

وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَ
ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے ماں باپ اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں ان کو بھی

ذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۸ وَقِهِمُ
(جنت میں داخل فرما) بلاشبہ تو ہی زبردست (اور) حکمت والا ہے (۱) اور ان کو (قیامت کے

السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ
دن ہر طرح کی) تکلیفوں سے بچا اور جس کو تو اس دن تکلیفوں سے بچالے تو بیشک تو نے اس پر بڑا رحم فرمایا

وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اور یہی بڑی کامیابی ہے (۲) بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا ان سے قیامت کے

يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ
دن پکار کر کہا جائے گا کہ جتنی تم کو (اس وقت) اپنے سے نفرت ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ کو تم سے نفرت ہوتی تھی

اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ۝۱۰ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا
جب تم کو ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم اس سے انکار کرتے تھے (۳) وہ لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار

اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا
تو نے ہم کو دو دفعہ موت دی اور دو دفعہ زندگی بخشی تو اب ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں

فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝۱۱ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا
تو کیا (دوزخ سے) نکلنے کی کوئی سبیل ہے (اللہ فرمائے گا کہ نہیں اور) یہ اس لئے کہ جب

دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ
تنہا اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کر دیتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شرک کیا جاتا تھا تو تم اس پر یقین لاتے تھے

فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ۝۱۲ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ
تو فیصلہ اللہ ہی کا ہے جو عالی شان اور بڑے رتبہ والا ہے (۴) وہی تو ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے

(۱) ایمانداروں کی فضیلت اور بزرگی ظاہر کرنے کے لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے یعنی عرش عظیم کو اٹھانے والے فرشتے اور دوسرے فرشتے جو عرش کے اطراف جمع رہتے ہیں، جن کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان رکھتے ہیں اور ہر وقت اس کی تسبیح اور حمد و ثنا میں مشغول رہتے ہیں، یہ سب ایمانداروں کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ پروردگار! تیرا علم اور تیری رحمت ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے پس جن کے بارے میں تو جانتا ہے کہ انھوں نے شرک اور گناہوں سے توبہ کرلی ہے اور تیرے بتائے ہوئے راستے پر عمل رہے ہیں، ان سے جو کبھی کبھی خطائیں ہوتی ہیں، ان کو اپنے فضل و کرم سے معاف فرمادے۔ ان کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ اور ان کو جنت میں داخل فرما جیسا کہ تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔ نیز ان کے ماں باپ، ان کی بیویوں اور اولاد میں سے بھی جو نیک ہوں، ان کو بھی جنت کے بلند مقامات میں ان ہی کے ساتھ داخل فرما اگر حکمت کے تحت تو ایسا کرے تو کوئی تجھ کو روک نہیں سکتا، کیونکہ تو زبردست ہے۔

(۲) یعنی قیامت کے دن ایمان والوں کو ہر قسم کی پریشانی اور گھبراہٹ سے بھی محفوظ رکھ قیامت کی پریشانیوں سے وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم فرمائے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کے لئے یہی بڑی کامیابی ہے کہ اس کا انجام بخیر ہو اور قیامت کے دن چھوٹے بڑے عذاب سے محفوظ رہے۔

ع ۴ ۶

(۳) کافر دوزخ کا ہولناک عذاب دیکھ کر اپنے کفر و شرک اختیار کرنے پر سخت افسوس کریں گے اور خود اپنے سے نفرت کا اظہار کریں گے یہاں تک کہ غصے کے مارے انگلیاں کاٹ کاٹ کھائیں گے۔

اس وقت دوزخ کے فرشتے ان کو پکار کر کہیں گے کہ دیکھو! جب دنیا میں پیغمبر تم کو ایمان کی طرف بلاتے تھے تو تم نہیں مانتے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ تم سے اس سے زیادہ بیزار تھا اور نفرت کرتا تھا جتنا آج تم خود اپنے سے نفرت کرتے ہو۔ دنیا میں تم نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا، اس کی سزا یہ ہے کہ آج تم خود اپنے سے بیزار ہو اور اپنی بوٹیاں کاٹے کھاتے ہو۔ اس وقت عقل سے کام نہیں لیا۔ اب افسوس و حسرت سے کیا ہوتا ہے؟

(۴) پھر کافر جناب باری میں عرض کریں گے کہ پروردگار! پہلے ہم مُردہ تھے، تو نے ہم کو زندگی بخشی، پھر موت دی اور اب دوبارہ زندہ کرکے اٹھایا۔ اب ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ہم نے سخت غلطی کی تھی کہ دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرکے طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا رہے تھے۔ اب ہماری یہ درخواست ہے کہ دوزخ سے نکال کر دنیا میں بھیج دے۔ ہم تیرے فرماں بردار بندے بن کر رہیں گے۔ کیا دوزخ سے نکلنے کی کوئی صورت ہے! ـــــ جواب دیا جائے گا کہ یہ درخواست بے موقع اور مہمل ہے۔ دوزخ سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں اور اب تم کو ہمیشہ کے لئے یہیں رہنا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے کائنات کی بنیادی بات یعنی توحید سے منہ موڑا۔ جب پیغمبروں اور ایمان والوں نے تم کو توحید کی طرف دعوت دی تو تم نے انکار کیا اور اس کو جھٹلایا لیکن جب کسی شیطان نے شرک کی طرف بلایا تو تم نے جھٹ اس کو مان لیا۔ اس لئے خدائے بزرگ و برتر کی عدالت سے تمہارے حق میں یہ حکم ہوا ہے اس کے حکم کو کون ٹال سکتا ہے؟

(۱) حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی عظمت اور قدرت کی نشانیاں کائنات میں بہت سی ہیں اور ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ ایک رزق ہی کو دیکھو کہ اللہ تعالےٰ نے کس طرح اس کا انتظام کیا ہے کہ ایک خاص موسم میں پانی برستا ہے جس سے طرح طرح کا غلہ اور میوہ پیدا ہوتا ہے جس کو آدمی اور جانور غذا کے طور پر کھاتے ہیں یقیناً یہ عجیب و غریب انتظام اللہ تعالےٰ کی عظیم الشان قدرت پر دلالت کرتا ہے لیکن ایسی باتوں سے وہی آدمی نصیحت حاصل کر سکتا ہے جو اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو اور اس کی نشانیوں پر غور کرے ــــ جب اللہ تعالےٰ کی قدرت اور عظمت کی بے شمار نشانیاں موجود ہیں تو لوگوں کو چاہئے کہ ان پر غور کریں، شرک سے توبہ کریں، اللہ ہی کی عبادت کریں اور اسی کو پکاریں بعض لوگ شرک اور کفر میں اتنے سخت ہیں کہ توحید کے ذکر سے ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ لیکن حق پرستوں کو چاہیئے کہ کافروں کی ناراضی کی پروا کئے بغیر دنیا میں توحید کا ڈنکا بجاتے پھریں۔

وَيُنَزِّلُ لَكُم مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ۚ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا
اور تم پر آسمان سے رزق اتارتا ہے اور صرف وہی شخص نصیحت قبول کرتا ہے جو (اللہ کی طرف)
مَن يُّنِيبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ
رجوع کرے تو تم خالص اعتقاد کے ساتھ اللہ کو پکارو اگرچہ
وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ ﴿۱۴﴾ رَفِيعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ
(اس سے) کافر برا مانیں (۱) (وہ) بلند درجوں والا اور عرش کا مالک ہے
يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَن يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ
وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی بھیجتا ہے
لِيُنذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُم بٰرِزُونَ ۚ لَا
تاکہ (پیغمبر لوگوں کو) ملنے کے دن (یعنی قیامت) سے ڈرائے جس دن وہ نکل کھڑے ہوں گے ان کی
يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۚ لِّمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلّٰهِ
کوئی بات اللہ پر پوشیدہ نہیں (۲) (اللہ فرمائے گا کہ) آج کے دن کس کی بادشاہت ہے (پھر خود ہی جواب دے گا کہ)
الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۚ
اللہ کی بادشاہت ہے جو یکتا اور غالب ہے آج کے دن ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلا دیا جائے گا
لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾ وَاَنذِرْهُمْ
اور کسی پر ظلم نہ ہوگا بلاشبہ اللہ جلد حساب لینے والا ہے اور (اے پیغمبر!) ان لوگوں کو قریب
يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِينَ ۚ
آنے والے دن سے ڈراؤ جس وقت دل منہ کو آرہے ہوں گے (اور) غم سے گھٹے ہوئے (ہوں گے۔
مَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَّلَا شَفِيعٍ يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾
اس وقت) ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات قبول کی جائے (۳)

(۲) اللہ تعالےٰ کی شان یہ ہے کہ وہ عرش کا مالک ہے اور بلند درجوں والا ہے جس کے چاہتا ہے درجے بلند کر دیتا ہے اور اس کے پاس روح الامین کے ذریعے وحی بھیجتا ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں اس نے آنحضرتؐ کو منتخب فرمایا اور آپؐ پر قرآن مجید نازل کیا تاکہ آپؐ لوگوں کو اس دن کے آنے سے آگاہ کر دیں جس دن لوگ قبروں سے نکل کر کھلے میدان میں اللہ تعالےٰ کے حضور میں جمع ہوں گے اور اپنے اعمال اپنے سامنے پائیں گے۔ لوگوں کو آگاہ ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ ظاہر اور پوشیدہ سب کا جاننے والا ہے اور لوگوں کی کوئی بات بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ قیامت کے دن لوگوں کے سارے اعمال ان کے سامنے رکھ دے گا۔

(۳) حقیقت میں آج بھی ساری کائنات اور اللہ تعالےٰ ہی کی حکومت ہے لیکن دنیا کا انتظام اللہ تعالےٰ نے اس طرح فرمایا ہے کہ یہاں بعض بعض انسان بھی حکومت اور بادشاہت کا اختیار رکھتے ہیں۔ فرعون جیسے سرکش تو اس ظاہری اور عارضی اختیار پر ایسے مغرور ہوتے ہیں کہ خدائی کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں۔

لیکن قیامت کے دن کچھ اور ہی عالم ہوگا اور حکومت کا ذرا سا اختیار بھی کسی کو نہ ہوگا۔ اس وقت اللہ تعالےٰ پوچھے گا کہ آج کس کی حکومت اور بادشاہت ہے؟ دنیا میں جو بڑی بڑی سلطنتوں کے مالک تھے وہ بھی خالی ہاتھ ہوں گے اور کچھ دعویٰ نہ کر سکیں گے۔ جب کہیں سے جواب نہ آئے گا تو خود فرمائے گا کہ آج یہ حقیقت بے نقاب ہو گئی کہ حکومت تنہا اللہ کی ہے جس کا حکم سب پر چلتا ہے اور اس کے آگے کوئی سر نہیں اٹھا سکتا۔ لیکن افسوس کہ دنیا میں بہت سے لوگ اس حقیقت کو نہیں مانتے تھے۔ آج ہر شخص کو اس کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک بدلا ملے گا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ بلاشبہ اللہ تعالےٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرنا چاہیئے جو جلد آنے والا ہے۔ وہ دن بڑا سخت ہوگا۔ اس دن لوگوں کے دل غم سے گھٹ گھٹ جائیں گے اور خوف و دہشت کے مارے کلیجے منہ کو آجائیں گے۔

جن لوگوں نے شرک اور کفر کر کے اپنے پر ظلم کیا تھا ان کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا کہ اس کی سفارش لازمی طور پر سنی جائے، اس لیے کہ اللہ تعالےٰ کے حکم کے بغیر کوئی کسی کی سفارش نہ کر سکے گا۔

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ وَاللّٰهُ
وہ (اللہ) آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور جو (باتیں) سینوں میں پوشیدہ ہیں ان کو بھی (جانتا ہے) اور اللہ
يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا
ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرتا ہے اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ
يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ ع
بھی فیصلہ نہیں کر سکتے بلاشبہ اللہ ہی سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے (۱)
اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
کیا یہ ملک میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے
الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ
تھے ان کا انجام کیسا ہوا وہ لوگ قوت میں اور نشانات میں جو زمین پر
قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ
چھوڑ گئے ہیں ان سے کہیں بڑھ کر تھے تو اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا
وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
اور ان کو اللہ (کے عذاب) سے کوئی بچانے والا نہ تھا یہ اس لئے کہ
كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ
ان کے پاس پیغمبر کھلی دلیلیں لے کر آتے رہے تو انھوں نے انکار کیا پھر اللہ نے ان کو
اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا
پکڑ لیا بلاشبہ وہ بڑی قدرت والا (اور) سخت عذاب دینے والا ہے (۲) اور ہم نے
مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ
موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور روشن دلیل دے کر فرعون

(۱) اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے
وہ ان باتوں کو بھی جانتا ہے جن کو لوگوں نے اپنے سینوں
میں چھپا رکھا ہے اور جو کسی نے لوگوں کی نظر بچا کر
کسی پر نگاہ ڈالی تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے۔
چونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال کو اور ان کی نیتوں
کو خوب جانتا ہے اس لئے اس کا فیصلہ یقیناً برحق
ہوگا۔ اور لوگوں نے جو باطل معبود بنا رکھے ہیں وہ کیا خاک
فیصلہ کریں گے۔ وہ تو کچھ جانتے ہی نہیں۔
یہ تو اس معبود برحق ہی کی شان ہے کہ وہ ہر بات کا
علم رکھتا ہے۔ وہ سب کچھ سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔
(۲) جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت
کر رہے تھے ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ ان کو چاہئے
کہ دنیا میں چل پھر کر گزشتہ قوموں کے حالات اور ان
کی یادگاروں کا مشاہدہ کر کے ان سے عبرت حاصل کریں۔
حالانکہ وہ لوگ قوت اور شان و شوکت میں ان سے
بہت بڑھ چڑھ کر تھے اور انھوں نے عظیم الشان یادگاریں
دنیا میں قائم کی تھیں جن میں سے بہت سی اب تک
باقی ہیں لیکن جب انھوں نے سرکشی اور نافرمانی
کی اور اللہ تعالیٰ کے اصولوں کو جھٹلایا تو ان پر عذاب
آیا جس سے نہ وہ خود بچ سکے اور نہ کوئی دوسرا ان کی مدد
کر سکا۔ اللہ تعالیٰ بڑی قوت اور قدرت والا ہے۔ اس
کی پکڑ سے کون بچ سکتا ہے۔

وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝۲۴ فَلَمَّا
اور ہامان اور قارون کی طرف بھیجا تو انھوں نے کہا کہ یہ (تو) جادوگر (اور) بڑا جھوٹا ہے (۱) غرض جب موسیٰ
جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ
ان لوگوں کے پاس ہماری طرف سے دین حق لے کر پہنچے تو کہنے لگے کہ جو لوگ موسیٰ کے ساتھ (اللہ پر)
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ۭ وَمَا كَيْدُ
ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کرو اور ان کی بیٹیوں کو رہنے دو اور کافروں کی
الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝۲۵ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ
تدبیر محض بے کار ہوتی ہے (۲) اور فرعون نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو کہ موسیٰ کو
اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ
قتل کر دوں اور وہ اپنے پروردگار کو پکارے مجھے ڈر ہے کہ وہ تمھارے
يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۝۲۶
دین کو بدل ڈالے گا یا ملک میں فساد برپا کرے گا (۳)
وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ
اور موسیٰ نے کہا کہ میں ہر ایسے متکبر سے جو حساب کے دن (یعنی قیامت) پر ایمان
مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝۲۷ وَقَالَ رَجُلٌ
نہیں لاتا اپنے اور تمھارے پروردگار کی پناہ لے چکا ہوں (۴) اور فرعون کے لوگوں میں سے
مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ
ایک ایمان دار شخص نے جو اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتا تھا، کہا کہ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا
رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور وہ تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے

(۱) گزشتہ قوموں میں سے فرعون اور اس کی قوم کے حال پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو معجزات اور روشن نشانیاں دے کر فرعون کے پاس بھیجا۔ فرعون مصر کا بادشاہ تھا، ہامان اس کا وزیر تھا اور قارون ایک بڑا دولت مند شخص تھا چونکہ ملک کے سربرآوردہ لوگ ہی پیغمبروں کی مخالفت میں پیش پیش ہوتے ہیں، اس لئے خصوصیت کے ساتھ فرعون، ہامان اور قارون کا ذکر فرمایا۔

ان تینوں نے حضرت موسیٰؑ کو جھٹلایا اور معجزات کے لحاظ سے ان کو جادوگر کہا، کیونکہ مصر میں جادوگروں کا بہت زور تھا جو بہت حیرت انگیز کرتب دکھایا کرتے تھے۔

(۲) فرعون نے جب دیکھا کہ عوام میں سے کچھ لوگ حضرت موسیٰؑ پر ایمان لا چکے ہیں جن میں بنی اسرائیل کے لوگ زیادہ تھے اور ان کی جمعیت بڑھتی جا رہی ہے تو اس نے ہامان وغیرہ سے مشورہ کیا اور مشورہ کے بعد یہ حکم جاری کیا کہ جو لوگ موسیٰؑ پر ایمان لائیں اور اس کا ساتھ دیں ان کے لڑکوں کو قتل کر ڈالا جائے۔ البتہ لڑکیوں کو چھوڑ دیا جائے کہ فرعون اور اس کے سرداروں کے کام آئیں گی۔

فرعون نے یہ تدبیر اس خیال سے کی تھی کہ حضرت موسیٰؑ کے ساتھی طاقتور نہ ہونے پائیں۔ لیکن چونکہ حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل تھی، اس لئے فرعون کا داؤ اکارت گیا اور وہ تباہی سے نہ بچ سکا۔

(۳) ایک دن فرعون بہت طیش میں آیا اور کہا لاؤ میں خود موسیٰؑ کو قتل کر ڈالتا ہوں۔ اس کو چاہیئے کہ اپنے پروردگار کو مدد کے لئے بلا لے۔ دیکھوں تو کون اس کو میرے ہاتھ سے بچا سکتا ہے۔

ع ۷

حضرت موسیٰؑ کے قتل کے فیصلے کو صحیح ثابت کرنے کے لئے فرعون نے ان پر الزام لگایا اور کہا کہ تم لوگ حقیقت حال کو نہیں سمجھ رہے ہو مجھ کو یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ یہ شخص بڑا خطرناک ہے۔ ایک طرف تو یہ کوئی دینی تعلیم پھیلا کر تمھارے دین اور مذہب کو بدل دے گا اور تمھارے باپ دادا کے طریقوں کو تم سے چھڑا دے گا۔ اور دوسری طرف سیاسی حیثیت سے لوگوں کو بہکا کر فساد مچائے گا اور تم سے یعنی قبطیوں سے سلطنت چھین لے گا اس لئے اس کو قتل کرنا بہت ضروری ہے۔

(۴) جب حضرت موسیٰؑ کو معلوم ہوا کہ فرعون غرور اور تکبر میں حد سے بڑھ گیا ہے اور انتہائی سرپر آمادہ ہے تو انھوں نے عزم اور توکل کا اظہار کیا جو پیغمبروں کے شایان شان ہے۔ فرمایا کہ میں بڑے سے بڑے متکبر کی بھی پروا نہیں کرتا۔ میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہوں اور اپنے کو اسی کی پناہ میں دیتا ہوں مجھے کامل یقین ہے کہ وہ مجھے فرعون کی شرارت سے بچائے گا۔ اگر بدبخت فرعون قیامت اور حساب کتاب پر یقین رکھتا تو اس طرح ظلم اور شرارت پر آمادہ نہ ہوتا۔ کاش وہ اب بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرے، حساب کتاب پر ایمان لائے اور سرکشی سے باز آجائے۔

مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ

روشن نشانیاں لے کر آیا ہے اور (فرض کرو) اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا

وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ؕ

اور اگر (کہیں) وہ سچا ہوا تو جس (عذاب) کی وہ پیشین گوئی کر رہا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ ضرور تم پر واقع ہو کر رہے گا

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ يٰقَوْمِ

بلاشبہ اللہ ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزر جانے والا (اور) بہت جھوٹ بولنے والا ہو اے میری قوم

لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ

کے لوگو! آج تمہاری بادشاہت ہے اور تم ہی ملک میں غالب ہو لیکن اگر ہم پر

يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ

اللہ کا عذاب آیا تو کون ہماری مدد کرے گا (۱) فرعون نے کہا کہ

مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ

میں تمہیں وہی بات سمجھاتا ہوں جو مجھے سوجھی ہے اور وہی راہ بتاتا ہوں جس میں

الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ

بھلائی ہے (۲) اور اس مومن نے کہا کہ اے میری قوم! مجھے تمہاری نسبت

عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ

اور امتوں کے سے برے دن کا اندیشہ ہے جیسا نوح کی قوم

نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا

اور عاد اور ثمود اور جو لوگ ان کے پیچھے گزرے ہیں ان کا حال ہوا تھا اور

اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ

اللہ تو بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا (۳) اور اے میری قوم! مجھے تمہاری نسبت

(۱) فرعون کے خاندان میں سے ایک صاحب حضرت موسیٰ پر ایمان لا چکے تھے لیکن ابھی تک اس حال کو چھپا رکھا تھا۔ انھوں نے جب دیکھا کہ فرعون نے حضرت موسیٰ کے قتل کا ارادہ کیا ہے تو بیتاب ہو کر حضرت موسیٰ کی حمایت کے لئے کھڑے ہو گئے اور نہایت معقول انداز میں فرعون اور اس کے درباریوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ذرا سوچو تو کہ کیا صرف اس وجہ سے ایک شخص کو قتل کرنا مناسب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پروردگار مانتا ہے اور توحید کا قائل ہے۔ اور اس نے اپنے دعوے پر بہت سے واضح نشان اور معجزات بھی پیش کر دیئے ہیں جن سے تم حیرت میں پڑ گئے اور انکار نہ کر سکے۔

دیکھو! اگر وہ نبوت کے دعوے میں جھوٹا ہے اور اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ ڈھیل نہ دے گا اور اس کی وجہ سے لوگوں کو آزمائش میں نہ ڈالے گا۔ لیکن اگر وہ سچا ہے تو پھر یاد رکھو کہ جس عذاب سے وہ ڈراتا ہے اس کا کچھ حصہ ضرور تم کو آ گھیرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ جھوٹ بولنے والے اور حد سے بڑھ جانے والے کو کامیاب نہیں کرتا۔

لوگو! آج تو تم کو سلطنت اور حکومت کا بڑا گھمنڈ ہے لیکن میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ یہ دھوکا ہے۔ یاد رکھو! اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے اور اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو اس سے تم کو کوئی نہیں بچا سکے گا۔

(۲) فرعون اس تقریر کا کوئی معقول جواب دے سکا تاہم درباریوں کے آگے شرمندگی سے بچنے کے لئے کہا کہ میں جس بات کو ٹھیک سمجھا ہوں اس کو میں نے تمہارے آگے پیش کر دیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ میں تمہیں ٹھیک مشورہ دے رہا ہوں اور سیدھے راستے پر لے چل رہا ہوں۔

(۳) جب مرد مومن نے دیکھا کہ فرعون معقول انداز سے بات نہیں سمجھتا ہے اور اپنے ارادے سے باز نہیں آتا ہے تو انھوں نے اس کو اور اس کے درباریوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا اور کہا کہ اگر تم لوگ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تم پر بھی اسی طرح عذاب نہ آ جائے جس طرح گزشتہ سرکش قوموں پر آیا تھا یعنی قوم نوحؑ، عاد، ثمود اور قوم لوطؑ وغیرہ۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا لیکن جب لوگ سرکشی اور نافرمانیوں میں حد سے گزر جاتے ہیں اور اللہ کی زمین پر فساد مچاتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ روئے زمین کو ان سے پاک کر دیتا ہے۔

عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۳۲ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ

اس دن کا اندیشہ ہے جس میں کثرت سے ندائیں ہوں گی جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے (اس دن) تم کو اللہ (کے عذاب)

مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ

سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا

هَادٍ ۳۳ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا

نہیں (۱) اور اس سے پہلے یوسف بھی تمہارے پاس نشانیاں لے کر آئے تھے تو تم ہمیشہ

زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ۖ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ

اس دین کی طرف سے جو وہ تمہارے پاس لائے تھے شک میں رہے یہاں تک کہ جب وہ فوت ہوگئے تو تم کہنے لگے کہ

لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ

اللہ اس کے بعد کسی رسول کو نہیں بھیجے گا (۲) اسی طرح اللہ اس شخص کو گمراہ کر دیتا ہے

مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۳۴ ۨ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ

جو حد سے نکل جانے والا (اور) شک کرنے والا ہو جو لوگ بغیر اس کے کہ ان کے پاس

اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَ

کوئی سند آئی ہو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہوں ان کا جھگڑا کرنا اللہ کے نزدیک اور

عِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ قَلْبِ

ایمان والوں کے نزدیک سخت ناپسند ہے اسی طرح اللہ ہر متکبر سرکش کے دل پر

مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۳۵ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ

مہر لگا دیتا ہے (۳) اور فرعون نے کہا کہ اے ہامان! میرے لئے ایک (اونچا) محل

صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۳۶ ۙ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ

بنا دے تاکہ میں (اس پر چڑھ کر) راستوں پر پہنچ جاؤں (یعنی) آسمانوں کے راستوں پر

(۱) یعنی دنیا کے عذاب کے علاوہ میں تم کو قیامت کے دن سے بھی آگاہ کرتا ہوں۔ اس دن بڑی سخت چیخ پکار ہوگی۔ صور پھونکا جائے گا۔ لوگوں کو حساب کتاب کے لئے بلایا جائے گا' اہل اعراف' اہل جنت اور اہل دوزخ آپس میں ایک دوسرے کو پکاریں گے۔ غرض بڑا سخت دن ہوگا اور سرکشوں کو دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔ اس وقت تم کو عذابِ الٰہی سے کوئی نہ بچا سکے گا۔

بہرحال میں نے تم کو ہر طریقے سے سمجھایا لیکن اگر تم نہ مانو تو سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے بھی فیصلہ فرما لیا ہے کہ تم کو سرکشی اور نافرمانیوں میں پڑا رہنے دے۔ بھلا ایسے لوگوں کو کون راستے پر لا سکتا ہے؟

(۲) اس سے پہلے تمہارے باپ دادا کے پاس اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو معجزات اور روشن نشان دے کر بھیجا تھا' لیکن جس پیغام کو وہ لائے تھے تمہارے باپ دادا اس میں شک کرنے لگے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو اٹھا لیا تو خوش ہوئے اور حماقت سے کہنے لگے کہ اچھا ہوا۔ اب یہ قصہ ہی ختم ہو جائے گا جب ایک پیغمبر کو کامیابی نہیں ہوئی تو اللہ دوسرے پیغمبر کو ہرگز نہیں بھیجے گا۔

دیکھو! اپنے باپ دادا کی طرح تم نے بھی شرارت پر کمر باندھ رکھی ہے اور انہی کی طرح اللہ تعالیٰ کے سچے رسول کو جھٹلا رہے ہو۔ ذرا سوچو کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔

(۳) دیکھو! جو لوگ دین حق میں شک کریں اور کفر و سرکشی میں حد سے گزر جائیں' ان کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔

ان بدبختوں کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور نشانیوں کے بارے میں ناحق کے جھگڑے نکالتے ہیں اور بے دلیل حجت کرتے ہیں۔ یہ کج بحثی کوئی معقول طریقہ نہیں ہے۔ اسی لئے یہ طریقہ نہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور نہ ایمان داروں کو۔ یاد رکھو کہ جو لوگ غرور و تکبر کی وجہ سے پیغام حق کے آگے سر نہ جھکائیں اور انتہائی سرکشی سے اس کا مقابلہ کریں' آخرکار ان کے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے اور سچائی کے قبول کرنے کی صلاحیت جاتی رہتی ہے۔

فَاَطَّلِعَ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّىْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ

اور پھر موسیٰ کے خدا کو جھانک (کر دیکھ) لوں اور بلاشبہ میں تو موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں اور اسی طرح

زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا

فرعون کو اس کے برے اعمال اچھے کرکے دکھلائے گئے تھے اور وہ سیدھے راستہ سے روک دیا گیا تھا اور

كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِىْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ الَّذِىْۤ اٰمَنَ

فرعون کی (ہر) تدبیر غارت ہوئی (۱) اور جو شخص ایمان لاچکا تھا اس نے کہا کہ

يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا

اے میری قوم! میری پیروی کرو۔ میں تمہیں بھلائی کا راستہ دکھاؤں گا اے میری قوم: یہ دنیا کی

هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ز وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِىَ دَارُ

زندگی تو محض (چندروزہ) فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور بلاشبہ آخرت ہی ہمیشہ رہنے کا

الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ

گھر ہے جو برے کام کرے گا اس کو بدلا بھی ویسا ہی ملے گا

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ

اور جو نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور وہ ایماندار بھی ہوگا

فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ

تو ایسے لوگ بہشت میں داخل کئے جائیں گے (اور) وہاں ان کو بے حساب رزق

حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَيٰقَوْمِ مَا لِىْۤ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ

ملے گا (۲) اور اے میری قوم! میرا کیا حال ہے کہ میں تو تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور

تَدْعُوْنَنِىْۤ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِىْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ

تم مجھے (دوزخ کی) آگ کی طرف بلاتے ہو تم مجھے اس بات کی طرف بلاتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ

(۱) فرعون مردِ مؤمن کی یہ تقریر سننے کے بعد بھی سرکشی سے باز نہیں آیا اور گستاخی سے کہا کہ اے ہامان! ایک بہت اونچا محل بنواؤ تاکہ میں اس پر چڑھ کر آسمان تک پہنچوں اور جس خدا کا موسیٰ نام لیتا ہے اس کو دیکھوں۔ میرا تو خیال ہے کہ موسیٰ جھوٹا ہے اور میرے سوا تمہارا پروردگار کوئی اور نہیں ہے۔

ع ۴/۱۰

ارشاد ہوتا ہے کہ اس گستاخ کی باتوں پر غور کرکے اندازہ کرو کہ اس کی سرکشی اور گستاخی کس حد تک پہنچ گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کا دل ایسا سیاہ ہوگیا ہے کہ اس کو اپنی بدکرداریاں ہی اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے وہ سیدھے راستے سے محروم ہوگیا اور اللہ کے رسول کا مقابلہ کرنے لگا۔ اگرچہ اس نے حضرت موسیٰؑ کے خلاف بہت سی تدبیریں کیں، لیکن اللہ تعالےٰ نے اس کی ہر تدبیر کو بے کار کردیا اور خود اسی کو تباہ کردیا۔

(۲) فرعون کی تردید کرتے ہوئے مردِ مؤمن نے پھر درباریوں کو مخاطب کرکے کہا کہ بھائیو! بھلائی کا راستہ وہ نہیں ہے جس کی طرف فرعون بلاتا ہے بلکہ میرے پیچھے آؤ۔ میں تم کو بھلائی کا راستہ دکھاتا ہوں۔

سنو! سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس حقیقت کو تسلیم کرو کہ دنیا کی زندگی عارضی اور چندروزہ ہے اور ہمیشہ رہنے کی جگہ آخرت ہے۔

نیز یہ کہ آخرت میں لوگوں کے اعمال دیکھے جائیں گے اور اس اصول کے مطابق فیصلہ ہوگا کہ جس نے کوئی برا کام کیا تو اس کو ویسا ہی بدلا ملے گا اور جس نے نیک کام کئے بشرطیکہ وہ ایماندار بھی ہو، خواہ مرد ہو یا عورت، تو ایسے لوگوں کو جنت میں رکھا جائے گا جہاں ان کے لئے بیشمار نعمتیں مہیا ہونگی۔

النصف

وَ اُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ؗ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ
کفر کروں اور اس چیز کو اس کا شریک بناؤں جس کا مجھے کچھ بھی علم نہیں اور میں تمہیں (خدائے) غالب
اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ
اور بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں (۱) یقینی بات ہے کہ جس (کی عبادت) کی طرف تم مجھے
اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي
بلاتے ہو جس کا بلاوا کہیں بھی نہیں نہ دنیا میں اور نہ آخرت
الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ
میں اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ ہم (سب) کو اللہ کی طرف لوٹنا ہے اور یہ کہ حد سے نکل جانے والے
هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَ
ہی دوزخی ہیں (۲) پس عنقریب یاد کرو گے جو میں تم سے کہتا ہوں اور
اُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾
میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں بلاشبہ اللہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے (۳)
فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ
غرض اللہ نے اس (مومن) کو ان لوگوں کی مضر تدبیروں سے محفوظ رکھا اور فرعون والوں کو
فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ ۚ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا
برے عذاب نے آگھیرا (یعنی) آگ کہ وہ لوگ صبح و شام اس کے
غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا
سامنے لائے جاتے ہیں۔ اور جس دن قیامت برپا ہوگی (حکم ہوگا کہ) فرعون والوں
اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ
کو سخت عذاب میں داخل کرو (۴) اور جب کافر دوزخ میں آپس میں

(۱) بھائیو! بڑی حیرت کی بات ہے کہ میں تو تم کو نجات اور کامیابی کے راستے کی طرف دعوت دیتا ہوں اور تم مجھ کو ایسی بات کرنے کو کہتے ہو جس کا انجام دوزخ ہے یعنی تم چاہتے ہو کہ میں توحید قبول نہ کروں اور شرک میں مبتلا رہوں جس کی تائید میں میرے پاس کوئی عقلی اور نقلی دلیل نہیں ہے۔

الغرض یہ بات سوچنے کے قابل ہے کہ تم تو مجھے بے جان اور بے اختیار بتوں کی طرف بلاتے ہو اور میں تمہیں اس اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں جو نہایت زبردست اور بڑا بخشنے والا ہے۔ تم کیسے سرکش ہو کہ نہ تو تمہارے دلوں میں اس کے عذاب کا خوف پیدا ہوتا ہے اور نہ اس کی بخشش کی تمنا بیدار ہوتی ہے۔

(۲) دیکھو! جن بتوں کی طرف تم مجھے بلاتے ہو وہ تو بالکل بے جان اور بے اختیار ہیں۔ وہ خود تو کسی کو اپنی طرف بلاتے نہیں۔ تم ناحق کا شور مچاتے ہو، ان کے معبود ہونے کا اعلان کرتے ہو اور لوگوں کو ان کی طرف بلاتے ہو۔ مگر ذرا سوچو کہ بے جان اور بے اختیار بتوں کی طرف بلانا کہاں کی عقلمندی ہے؟

دیکھو! تم سب کو لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے اور اپنے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ پھر جو لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہوں گے وہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔

(۳) دیکھو! میں تو تم کو اچھی طرح سمجھا چکا۔ اب اگر تم نصیحت قبول نہ کرو تو اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں۔ لیکن اب بھی میں اس بات سے آگاہ کئے دیتا ہوں کہ عنقریب ایک دن ایسا آئے گا جب تم میری بات یاد کرو گے اور پچھتاؤ گے۔

اور میں تو اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ وہ ہم سب کے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ اگر تم مجھ کو نقصان پہنچانا چاہو گے تو یقین ہے کہ وہ میری حفاظت فرمائے گا۔

(۴) چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت موسیٰؑ اور فرعون میں ایک مدت تک کشمکش ہوتی رہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور ان کے ساتھیوں کو جن میں وہ مرد مؤمن بھی تھے، بچا لیا اور فرعون اور اس کی قوم کو سمندر میں غرق کر دیا۔

اس کے علاوہ ان بدبختوں پر قبر میں بھی عذاب ہوتا ہے کہ ان کو صبح و شام ان کا دوزخ کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ پھر قیامت کے بعد ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جہاں وہ طرح طرح کا سخت عذاب بھگتیں گے۔

فَيَقُولُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا

جھگڑیں گے تو کمزور لوگ سرکشوں سے کہیں گے کہ ہم تو

لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا

تمہارے تابع تھے تو کیا تم دوزخ کے عذاب کا کچھ حصہ ہم سے دور

مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ

کر سکتے ہو (۱) بڑے لوگ کہیں گے کہ ہم سب ہی دوزخ میں

فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ

ہیں بلاشبہ اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا (۲) اور اس کے

الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ

بعد جتنے لوگ دوزخ میں ہوں گے وہ دوزخ کے داروغوں سے (درخواست کے طور پر) کہیں گے کہ تم ہی اپنے

يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ

پروردگار سے دعا کرو کہ کسی دن تو ہم سے عذاب ہلکا کر دے داروغہ کہیں گے کہ کیا

تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ

تمہارے پاس تمہارے پیغمبر معجزات لے کر نہیں آتے تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں

قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾

پھر داروغہ کہیں گے کہ تب تو تم ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا تو محض بے اثر ہے (۳)

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ

بلاشبہ ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد

الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ

کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (یعنی قیامت کو بھی) (۴) جس دن ظالموں کو

(۱) دوزخ میں کافر آپس میں جھگڑیں گے۔ جو لوگ کمزور اور معمولی درجے کے تھے، وہ سرداروں اور پیشواؤں سے کہیں گے کہ تم نے ہم کو بہکا کر کفر و شرک میں مبتلا رکھا اور ایمان سے روکا۔ وہاں تم بڑے بنتے تھے، ہم پر رعب ڈالا کرتے تھے اور ہمیں اپنے پیچھے چلنے پر مجبور کیا کرتے تھے۔ کیا آج تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اس عذاب کا کچھ حصہ ہم سے دور کر دو۔

(۲) پیشوا نہایت مایوسی کے انداز میں جواب دیں گے کہ آج تو ہم اور تم سب کے سب دوزخ میں پڑے عذاب بھگت رہے ہیں۔ ہم خود اپنے کو نہیں بچا سکتے تو تمہاری کیا مدد کر سکیں گے۔

اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ فرما چکا ہے۔ ہمارے اعمال کے لحاظ سے ہمارے حق میں دوزخ کا فیصلہ ہوا ہے۔ اب اس فیصلے کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ اب ہم سب کو عذاب بھگتنا ہی ہوگا۔

(۳) پھر یہ لوگ دوزخ کے نگران فرشتوں سے کہیں گے کہ ذرا تم ہی مہربانی کر کے اپنے پروردگار سے عرض کرو کہ زیادہ نہیں تو ایک دن ہی عذاب ہم سے ہلکا کر دیا جائے۔

فرشتے کافروں سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ کے رسول معجزات اور روشن نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے۔

کافر کہیں گے کہ یقیناً آئے تھے لیکن ہم نے ان کی بات نہ مانی۔ اس پر فرشتے کہیں گے کہ پھر تو ہم تمہارے لئے دعا نہیں کر سکتے کیونکہ نافرمانوں کے لئے دعا اور سفارش کی ہم کو اجازت نہیں۔ اگر چاہو تو تم خود ہی بارگاہِ الٰہی میں عرض کرو۔ لیکن

ع ۵ ۱۴

یاد رکھو کہ آج کے دن نجات کے لئے کافروں کی دعا ہرگز قبول نہ ہوگی۔ الغرض اس دن کافروں کو کہیں سے بھی اُمید کی کرن نظر نہ آئے گی۔

(۴) آنحضرتؐ اور ایمان والوں کی تسلی کے لئے فرمایا کہ ہمارا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے کہ حق و باطل کی کشمکش میں ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی دنیا میں بھی مدد کرتے ہیں اور ان کے مقصد میں ان کو کامیابی عطا فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے قصے سے ظاہر ہوا۔

نیز ہم وعدہ کرتے ہیں کہ قیامت کے دن جبکہ لوگوں کے اعمال کا حساب کتاب ہوگا اور معتبر گواہوں کی گواہی پر ہر بات کا فیصلہ ہوگا، اس دن بھی ہم ان کی عزت افزائی فرمائیں گے۔

الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ
ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی اور ان کے لئے لعنت ہوگی اور ان کے لئے
سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى
(اس عالم میں) برا ٹھکانا ہوگا (۱) اور ہم نے موسیٰ کو ہدایت (یعنی تورات) دی
وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَّ
اور بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا جو عقل والوں
ذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ
کے لئے ہدایت اور نصیحت تھی (۲) تو (اے پیغمبرؐ) تم صبر کرو بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے
وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَ
اور اپنی کوتاہی کی معافی مانگو اور صبح و شام اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح
الْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ
کرتے رہو (۳) بلاشبہ جو لوگ بلا کسی دلیل کے جوان کے پاس آئی ہو اللہ کی
بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ
آیتوں میں جھگڑتے ہیں ان کے دلوں میں بڑائی (اور ایک محال آرزو) ہے
مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ
جس کو وہ پہنچنے والے نہیں۔ تو (اے پیغمبرؐ) تم اللہ کی پناہ مانگو بلاشبہ وہ سننے والا (اور)
الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ
دیکھنے والا ہے (۴) یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا بہ نسبت آدمیوں کے پیدا کرنے کے
النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمَا
بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اور

(۱) قیامت کے دن ایمان والوں کی بڑی عزت افزائی ہوگی لیکن جن بدبختوں نے پیغام حق کا انکار کرکے خود ہی اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہوگا، ان کی بڑی رسوائی ہوگی۔ اس دن وہ لاکھ عذر کریں لیکن کوئی عذر نہ سنا جائے گا۔ ان پر ہر طرف سے لعنت پڑے گی اور آخرکار ان کو برے گھر یعنی دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو رسول بنایا تھا اور ان کو تورات عطا فرمائی تھی۔ پھر ان کی قوم کے لوگ اس کتاب کے وارث ہوے۔ جو لوگ عقلمند تھے انھوں نے اس کتاب سے ہدایت اور نصیحت حاصل کی اور کامیاب رہے۔

اسی طرح اب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول آخر الزماں بنایا اور قرآن مجید عطا فرمایا۔ عقلمند لوگ اس سے ہدایت اور نصیحت حاصل کرکے دنیا اور آخرت میں کامیاب اور سرفراز ہوں گے۔

(۳) آنحضرتؐ کو مخاطب کرکے ایمانداروں کو نصیحت فرمائی کہ مخالفوں کے ہاتھوں جو تکلیفیں پہنچیں ان پر صبر کرو۔ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور تمھاری کامیابی یقینی ہے۔

نیز اپنی لغزشوں اور کوتاہیوں کی معافی مانگو اور صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد و ثنا کیا کرو تاکہ تمھاری روحوں کو پاکیزگی اور دلوں کو قوت حاصل ہو۔

واضح ہو کہ علماء نے لکھا ہے کہ انسان کی لغزش اس کے مرتبے کے لحاظ سے سمجھی جاتی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ لوگو! گناہوں سے معافی مانگا کرو۔ میں بھی رات دن میں سو مرتبہ استغفار پڑھتا ہوں۔

اس حدیث شریف کے مفہوم کو حضرت سعدیؒ نے یوں ادا کیا ہے۔

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش عذر بہ درگاہ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش کس نہ تواند کہ بجا آورد

(۴) جو لوگ ناحق اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دماغ میں غرور و تکبر بھرا ہوا ہے۔ حق کے آگے ان کے سر نہیں جھکتے اور اللہ کے رسولؐ کی پیروی میں ان کے قدم نہیں اٹھتے۔ ان کی آرزو ہے کہ وہ بڑے بن جائیں لیکن وہ یاد رکھیں کہ ہرگز ان کی یہ آرزو پوری نہیں ہوگی۔ ایک دن آئے گا جبکہ ان کے غرور کا سر ٹوٹے گا اور ان کو آنحضرتؐ کے آگے سر اطاعت خم کرنا ہوگا۔ اگر انکار کریں گے تو شکست کھائیں گے اور ذلیل ہوں گے۔ آیت کے آخر میں آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اطمینان رکھو اور اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہو۔ وہ تمھاری دعا سنے گا اور تم کو ان بدبختوں کے شر سے محفوظ رکھے گا کیونکہ وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۙ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں اور نہ ایمان والے نیکوکار اور
الصَّالِحَاتِ وَلَا الْمُسِيءُ ۚ قَلِيلًا مَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾
بدکار برابر ہیں حقیقت یہ ہے کہ تم بہت کم غور (و فکر) کرتے ہو
إِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ
یقیناً قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں ہے لیکن اکثر
النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٩﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي
لوگ نہیں مانتے (۱) اور تمہارے پروردگار نے فرمادیا ہے کہ مجھ کو پکارو میں
أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي
تمہاری درخواست قبول کروں گا بلاشبہ جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں
سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ
وہ عنقریب ذلیل ہوکر دوزخ میں داخل ہوں گے (۲) اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے
اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَذُو
رات بنائی تاکہ اس میں آرام کرو اور دن کو روشن بنایا تاکہ اس میں کام کرو بلاشبہ اللہ لوگوں
فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٦١﴾
پر فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے (۳)
ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ
یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں
فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿٦٢﴾ كَذَٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِينَ كَانُوا
پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو؟ اسی طرح وہ لوگ بھی پھر گئے تھے جو اللہ کی

(۱) جو لوگ انسانوں کے دوبارہ پیدا کئے جانے پر تعجب کرتے ہیں، ان کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی عظیم الشان کائنات پر غور کریں جس میں سورج، چاند، زمین اور دوسرے بڑے بڑے ستارے پڑے چکر لگا رہے ہیں جس کے مقابلے میں انسان بہت چھوٹی سی چیز ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جس نے اتنی بڑی بڑی چیزوں کو بنایا اس کے لئے انسان کا پہلی بار یا دوسری بار پیدا کرنا کیا مشکل ہے؛ لیکن تعجب ہے کہ بہت سے لوگ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔

ایسے لوگوں کے لئے سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ وہ اندھے ہیں، آنکھوں کے بھی اور عقل کے بھی؛ نہ آنکھوں سے قدرت کی نشانیوں کو دیکھتے ہیں اور نہ عقل سے ان کو سمجھتے ہیں۔ کافروں کا یہی حال ہے؟

ان کے برخلاف جو لوگ ایمان لاکر پرہیزگارانہ زندگی بسر کرتے ہیں، ان کے صاحب بصیرت ہونے میں کون شک کرسکتا ہے۔ پھر بتاؤ کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہوسکتے ہیں۔ اگر نہیں ہوسکتے تو پھر ایماندار اور کافر کیسے برابر ہوں گے؛ یقیناً دونوں کے اعمال کا بدلا الگ الگ ہوگا۔ پس سمجھو کہ اسی بات کے تصفیہ کے لئے قیامت اور حساب کتاب ہونا ضروری ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ بہت سے لوگ ایسی معقول بات کو بھی نہیں مانتے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرنا سخت غرور و تکبر کی علامت ہے، گویا اس شخص کو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے سے انکار ہے، نعوذ باللہ من ذالک، اسی لئے اس کی سزا بھی بہت سخت ہے۔

ع ۶/ ۱۱

اسی طرح اللہ تعالیٰ سے دعا نہ مانگنا بھی تکبر کی نشانی ہے۔ جس شخص کو بندگی کا پورا پورا احساس ہوگا فوراً اس کا سر سجدے کے لئے جھک جائے گا اور اس کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ مجھ سے دعا کرو، میں قبول کروں گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی دعاؤں کو اپنی حکمت اور مصلحت کے لحاظ سے قبول فرماتا ہے۔ دعا کے قبول ہونے کی کئی شرطیں ہیں جن کا ذکر حدیث میں ہے۔ لیکن دعا کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ خود ایک عبادت ہے۔ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ۔ اس لئے دعا کرنے والا ثواب کا ضرور مستحق ہوتا ہے۔

(۳) توحید کا عقیدہ دل نشین کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی نشانیوں کی طرف متوجہ فرماتا ہے۔

رات اور دن کے حالات پر غور کرو۔ رات میں ہر طرف سناٹا چھا جاتا ہے۔ انسان، حیوان، پرند بلکہ سائنس داں تو کہتے ہیں کہ درخت بھی آرام کرتے ہیں اور تکان اتارتے ہیں ــــ اس کے برخلاف دن سورج کی روشنی سے جگمگا اٹھتا ہے اور اس میں کاروبار کا ہنگامہ برپا ہوجاتا ہے ــــ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے کہ ہر طرح سے ان کے فائدے اور آرام کا لحاظ رکھتا ہے۔ لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ اس کی نعمتوں کا شکر نہیں ادا کرتے اور اس پر ایمان نہیں لاتے بلکہ دوسروں کو معبود بناتے ہیں۔

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿٦٣﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ
آیتوں کا انکار کرتے تھے (۱) اللہ ہی تو ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے
الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ
ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہاری صورتیں بنائیں اور صورتیں بھی
صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ
اچھی بنائیں اور تم کو پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے
فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
تو بابرکت ہے اللہ جو سارے جہان کا پروردگار ہے وہ ہمیشہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں
فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ
تو اس کو اس طرح پکارو کہ عبادت کو اسی کے لئے خالص رکھو۔ ہر طرح کی تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے
الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٥﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ
جہان کا پروردگار ہے (۲) (اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ مجھے اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ۡ وَ
ان کی پرستش کروں جبکہ میرے پروردگار (کی طرف) سے کھلی دلیلیں آچکی ہیں اور
اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِيْ
مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ پروردگار عالم ہی کا فرماں بردار رہوں (۳) وہی تو ہے
خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ
جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے
ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ
پھر تم کو بچہ (بنا کر ماں کے پیٹ سے) نکالتا ہے پھر (پرورش کرتا ہے) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو

(۱) اس بات کو تو مشرک بھی مانتے ہیں کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن توحید کو نہیں مانتے اور اللہ تعالیٰ سے پھر جاتے ہیں۔ اسی طرح ان سے پہلے بھی لوگ گمراہ ہوئے تھے کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا اور اس کے پیغام کا انکار کیا تھا۔ اگر اس کی نشانیوں پر غور کرتے اور اس کے پیغام کو مانتے تو سیدھے راستے پر لگ جاتے۔

(۲) انسان زمین و آسمان کو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو ایسا بنایا کہ گول ہونے کے باوجود اتنی وسیع ہے کہ اس پر بے شمار مخلوق رہتی ہے، اور آسمان کو چھت کی طرح کھڑا کر دیا۔

پھر انسان اپنے کو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی شکل و صورت سب سے اچھی بنائی اور اس کے کھانے کے لئے پاکیزہ اور عمدہ عمدہ چیزیں پیدا کیں۔ یہ اس کی ربوبیت کا فیضان ہے۔ وہ بڑی برکت والا ہے اور سارے عالم کا پروردگار ہے۔

وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا کیونکہ حیات اس کی ذاتی صفت ہے۔ یہ بات کسی دوسرے میں نہیں ہے۔ اس لئے وہی عبادت کا مستحق ہے۔ لہٰذا اسی کو پکارو اور اسی کی عبادت کرو اور یوں کہو کہ ہر طرح کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔

(۳) لکھا ہے کہ ایک مرتبہ شعبہ اور ولید نے آنحضرت ؐ سے گفتگو کی اور کہا کہ اپنے دعوے سے باز آجاؤ اور پھر سے باپ دادا کا دین اختیار کر لو۔

ان کو مایوس کرنے کے لئے آنحضرت ؐ کو حکم فرمایا کہ ان بدبختوں سے کہہ دو کہ میرے پاس روشن نشانیاں آچکی ہیں اور مجھ کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان باطل معبودوں کی پرستش کروں جن کو تم پوجتے ہو۔ اور مجھ کو یہ حکم ملا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کا فرماں بردار رہوں جو سارے عالم کا پروردگار ہے۔

ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ
پھر (زندہ رکھتا ہے) تاکہ تم بوڑھے ہو جاؤ اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو اس سے پہلے ہی اٹھا لئے جاتے ہیں اور

قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾
(بعض کی موت میں تاخیر ہوتی ہے) تاکہ تم ایک مقررہ مدت کو پہنچ جاؤ اور تاکہ تم سمجھو

هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا
وہی تو ہے جو جلاتا اور مارتا ہے پھر جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کی

يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٦٨﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ
نسبت فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے (۱) کیا تم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جو

يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿٦٩﴾ الَّذِيْنَ
اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں وہ کہاں پھرے جاتے ہیں جن لوگوں نے

كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۫ فَسَوْفَ
کتاب کو اور جو کچھ ہم نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا اس کو جھٹلایا تو وہ عنقریب

يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٠﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ
(اس کا انجام) معلوم کر لیں گے (۲) جبکہ ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی اور وہ گھسیٹے ہوئے

يُسْحَبُوْنَ ﴿٧١﴾ فِي الْحَمِيْمِ ڏ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿٧٢﴾
پانی میں ڈالنے کے لئے گھسیٹے جائیں گے پھر آگ میں جھونک دیئے جائیں گے

ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٣﴾
پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ وہ (معبود) کہاں ہیں جن کو تم اللہ کے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا
سوا شریک ٹھہراتے تھے وہ کہیں گے کہ وہ تو ہم سے گم ہو گئے بلکہ ہم تو اس سے پہلے کسی کی پرستش ہی

(۱) انسان کو چاہئے کہ اس بات پر غور کرے کہ کس طرح اللہ تعالے نے حضرت آدم کا پتلا مٹی سے بنایا، پھر انسان کی پیدائش کا سلسلہ نطفے سے قائم کیا۔ نطفے سے خون کا لوتھڑا بنتا ہے۔ پھر کئی تغیرات ہو کر جیتا جاگتا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ بچہ رفتہ رفتہ بڑھتا ہے یہاں تک کہ پورا جوان ہو جاتا ہے۔ پھر انحطاط شروع ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ بڑھاپا اپنا رنگ جماتا جاتا ہے۔ بعض لوگ بوڑھے ہونے سے پہلے ہی چل دیتے ہیں۔ بہرحال ہر شخص اپنی مقررہ مدت پوری کرتا ہے۔

ع ۸ ۱۲

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالے ہی پیدا کرتا ہے، ترقی اور تنزل کے مدارج طے کراتا ہے اور آخرکار موت بھیج دیتا ہے۔ وہی دوبارہ بھی پیدا کر دے گا۔ اس کے لئے پیدا کرنا کچھ بھی مشکل نہیں ہے کیونکہ اس کی شان یہ ہے کہ جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس کو حکم دیتا ہے کہ ہو جا، بس وہ موجود ہو جاتی ہے۔

(۲) مشرکوں اور کافروں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ ان بدبختوں کو سوچنا چاہئے کہ اللہ تعالے کی نشانیوں میں ناحق کے جھگڑے نکال کر راہ حق سے کہاں پھرے جاتے ہیں۔

یہ بدبخت اللہ تعالے کی نازل کی ہوئی کتاب یعنی قرآن مجید کا انکار کرتے ہیں اور ان کتابوں، احکام اور معجزات کا بھی انکار کرتے ہیں جو گزشتہ پیغمبروں کو دیئے گئے تھے۔ عنقریب ان بدبختوں کو اس انکار کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

مِن قَبۡلُ شَيۡـًٔا ۚ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۷۴﴾

ہیں کرتے تھے (۱) اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے

ذٰلِكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَفۡرَحُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ

یہ (عذاب) اس وجہ سے ہے کہ تم دنیا میں ناحق خوشیاں مناتے تھے

وَبِمَا كُنۡتُمۡ تَمۡرَحُوۡنَ ﴿۷۵﴾ اُدۡخُلُوۡۤا اَبۡوَابَ جَهَنَّمَ

اور اس وجہ سے ہے کہ تم اتراتے تھے اب دوزخ کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ

خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ۚ فَبِئۡسَ مَثۡوَى الۡمُتَكَبِّرِيۡنَ ﴿۷۶﴾

ہمیشہ اسی میں رہو گے تو متکبروں کا (کیا ہی) برا ٹھکانا ہے (۲)

فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعۡضَ

تو (اے پیغمبر) صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے پھر جس (عذاب) کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں اس میں سے کچھ

الَّذِىۡ نَعِدُهُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيۡنَا يُرۡجَعُوۡنَ ﴿۷۷﴾

تھوڑا سا (عذاب) اگر ہم تم کو دکھلا دیں یا (اس کے پہلے ہی) ہم تم کو اٹھا لیں (ہر حالت میں) وہ ہماری طرف لوٹائے جائیں گے (۳)

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلًا مِّنۡ قَبۡلِكَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَصَصۡنَا

اور بلاشبہ ہم نے تم سے پہلے (بہت سے) پیغمبر بھیجے ان میں کچھ تو ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے تم سے بیان

عَلَيۡكَ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ ؕ وَمَا كَانَ

کردیئے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات بیان نہیں کئے اور کسی پیغمبر کو یہ

لِرَسُوۡلٍ اَنۡ يَّاۡتِىَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ

اختیار نہ تھا کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی معجزہ لاتا پھر جب اللہ کا

اَمۡرُ اللّٰهِ قُضِىَ بِالۡحَـقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ﴿۷۸﴾

حکم آپہنچا تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا گیا اور اس وقت اہل باطل نقصان میں پڑ گئے (۴)

(۱) قیامت کے دن ان بدبختوں کو ان کے انکار کا انجام معلوم ہوجائے گا کہ فرشتے ان کی گردنوں میں طوق و زنجیریں ڈال کر گھسیٹتے ہوئے ان کو کھولتے پانی میں ڈالیں گے پھر دوزخ میں جھونک دیں گے۔ پھر طنز کے طور پر ان سے کہیں گے کہ وہ معبود کہاں ہیں جن کو تم اللہ تعالےٰ کا شریک ٹھہراتے تھے اب ان کو پکارو تاکہ تمہاری مدد کریں۔

دوزخی جواب دیں گے کہ وہ تو غائب ہوگئے نظر ہی نہیں آتے کس کو پکاریں؟

پھر کہیں گے بلکہ ہم تو ان کو پوجتے ہی نہ تھے یعنی جھوٹ بولیں گے اور شرک سے انکار کر جائیں گے بعض مفسرین نے اس کا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ جب قیامت کے دن حقیقت حال کھل جائے گی اور باطل معبود کسی کام نہ آئیں گے تو کہیں گے کہ اب معلوم ہوا کہ ان کو پوجنا بیکار تھا۔

(۲) پھر فرشتوں کے ذریعے اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ یہ عذاب اس بات کی سزا ہے کہ تم دنیا میں پیغام حق کا انکار کرکے اتراتے تھے' بہت خوشیاں مناتے تھے اور سمجھتے تھے کہ تم سے کبھی باز پرس ہی نہ ہوگی پس اب دوزخ میں جاؤ جہاں تم کو ہمیشہ رہنا ہے۔ دیکھو! وہ کیسا برا ٹھکانا ہے؟

(۳) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ دین حق کی تبلیغ و اشاعت کے راستے میں تم کو اور تمہارے وفادار ساتھیوں کو جو تکلیفیں پہنچیں' ان پر صبر کرو' نیز یقین رکھو کہ دین حق کو کامیابی ہوگی اور مخالف شکست کھائیں گے اور سزا پائیں گے۔ ہاں یہ ضروری نہیں کہ تمہارے سامنے ہی ان کو سزا دی جائے گی۔ ہوسکتا ہے کہ تھوڑا سا عذاب تمہارے سامنے ہی ان پر نازل ہوجائے۔ چنانچہ جنگ بدر اور فتح مکہ کے روز سرداران قریش کو تھوڑی سی سزا ملی۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان پر عذاب نازل کرنے سے پہلے ہی ہم تم کو اٹھالیں۔ بہرحال وہ ہم سے بچ کر بھاگ نہیں سکتے ہیں کیونکہ آخرکار ان کو لوٹ کر ہمارے ہی پاس آنا ہے اور سزا پانا ہے۔

(۴) آنحضرتؐ سے پہلے بہت سے پیغمبر آئے تھے لیکن سب کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔ البتہ بعض پیغمبروں کے نام اور حالات کہیں اجمال کے ساتھ اور کہیں تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے ہیں تاکہ لوگ خاص کر عرب ان کے حالات سے نصیحت حاصل کریں۔

ع ۱۰ / ۱۲

جو بدبخت معجزات دکھانے کے لئے فرمائشیں کرتے رہتے ہیں' ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ گزشتہ پیغمبروں میں سے کسی کو بھی یہ اختیار نہ تھا کہ اللہ تعالےٰ کے حکم کے بغیر کوئی معجزہ یا نشانی پیش کرسکے۔

بہرحال سب رسول پیغام حق لوگوں کو پہنچاتے رہے لیکن جب لوگوں کی سرکشی اور نافرمانی حد سے بڑھ گئی تو حق و باطل کی جنگ کا فیصلہ کردیا گیا اور باطل پرست تباہ و برباد ہوگئے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا

اللہ ہی تو ہے جس نے تمھارے لئے چارپائے بنائے تاکہ تم ان میں سے کسی پر سوار ہو

وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۟ ٧٩ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَ

اور تم ان میں سے بعض کو کھاتے ہو اور تمھارے لئے ان میں اور بھی فائدے ہیں اور

لِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَ عَلَیْهَا

(ان کو) اس نے (پیدا کیا) کہ ان پر (سوار ہو کر منزل) مقصود کو پہنچ جاؤ جو تمھارے دلوں میں ہو اور ان پر

وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ؕ ٨٠ وَ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ ۖۗ

اور کشتیوں پر تم سوار ہوتے ہو اور اللہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے

فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ۟ ٨١ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا

تو تم اس کی کن کن نشانیوں کا انکار کرو گے (۱) کیا یہ لوگ زمین میں

فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ

چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیسا

مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَ اَشَدَّ قُوَّةً وَّ

ہوا (حالانکہ) وہ لوگ ان سے زیادہ تھے اور قوت اور نشانیوں میں (بھی) جو

اٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

ملک میں چھوڑ گئے بڑھے ہوئے تھے پس جو کچھ وہ کرتے تھے ان کے کچھ

یَكْسِبُوْنَ ۟ ٨٢ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ

کام نہ آیا (۲) غرض جب ان کے پیغمبر ان کے پاس کھلی دلیلیں لے کر آئے

فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ

تو جو علم ان کے پاس تھا اس پر وہ اترانے لگے اور جس عذاب کی وہ

---

(۱) اللہ تعالیٰ کے احسانات پر غور کرو۔ اس نے چارپائے جانور پیدا کئے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ بعض چارپایوں کا گوشت کھاتے ہو۔ نیز ان کے چمڑے، بال اور اون سے بہت سی کام کی چیزیں بناتے ہو۔ تجارت یا دوسرے کسی مقصد کے لئے چارپایوں پر سوار ہو کر جاتے ہو۔ خشکی میں چارپایوں پر سوار ہوتے ہو اور دریاؤں اور سمندروں میں کشتیوں اور جہازوں میں بیٹھ کر سفر کرتے ہو۔

یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں جو کائنات میں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ نشانیاں اللہ تعالیٰ تم کو دکھاتا ہے تاکہ تم اس کو پہچانو لیکن افسوس کہ تم اس کی نشانیوں کا انکار کرتے ہو۔ سوچو تو آخر کس کس نشانی کا انکار کرو گے؟ آخر سرکشی اور انکار کی کوئی حد بھی ہے؟

(۲) ان سرکشوں اور نافرمانوں کو عبرت کے لئے گزشتہ سرکش قوموں کے حالات کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ وہ لوگ مال و دولت میں ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھے اور انھوں نے عالیشان عمارتوں کی شکل میں زمین پر بہت سے نشانات بھی چھوڑے جو اب تک ان کی یادگار کے طور پر باقی ہیں۔

لیکن ان کی سرکشی کی پاداش میں جب ان پر عذاب الٰہی آیا تو مال و دولت اور حکومت و سلطنت میں سے کوئی چیز بھی ان کے کام نہ آئی اور عذاب الٰہی کو ان پر سے نہ ٹال سکی۔

مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا

ہنسی اڑایا کرتے تھے اسی نے ان کو گھیر لیا ۔ پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ

تو کہنے لگے کہ ہم خدائے واحد پر ایمان لائے اور ان سب چیزوں سے منکر ہوئے جن کو اس کا

مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا

شریک ٹھہراتے تھے ۔ لیکن جب ہمارا عذاب دیکھ چکے تو اس وقت ان کے ایمان نے ان کو کچھ

رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ

بھی فائدہ نہیں دیا ۔ یہی اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے

وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ ع

اور اس وقت کافر نقصان میں پڑ گئے (۱)

(۴۱) سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ

اٰیاتہا ۵۴ رکوعاتہا ۶

سورہ حم سجدہ مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۲﴾ كِتٰبٌ

حم ۔ یہ کتاب خدائے رحمٰن و رحیم کی طرف سے نازل کی گئی ہے ۔ ایسی کتاب

فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾

جس کی آیتیں واضح ہیں یعنی ایسا قرآن جو عربی زبان میں ہے ان لوگوں (کی ہدایت) کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا

جو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا ہے (۲) لیکن ان میں سے اکثر نے اس سے منہ پھیر لیا پس وہ

(۱) ان بدبختوں کی سب سے بڑی گمراہی یہ تھی کہ ان کو اپنے اور اپنے باپ دادا کے مادی علوم، باطل عقیدے اور رسم و رواج کا بڑا غرور تھا اور ان چیزوں پر بڑے اتراتے تھے۔ چنانچہ جب اللہ تعالےٰ کے پیغمبر وحی لے کر ان کے پاس آئے اور ان کو پیغام حق پہنچایا تو ان بدبختوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی اور اپنی جھوٹی باتوں کے مقابلہ میں علم حق کا انکار کر دیا اور عذاب الٰہی کا مذاق اڑایا۔ آخرکار ان کو اسی عذاب نے آگھیرا جس کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ عذاب آتا دیکھ کر ان بدبختوں کی آنکھیں کھلیں اور گھبرا کر کہنے لگے کہ اب ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں، اس کی توحید کا اقرار کرتے ہیں اور ان سب معبودان باطل کا انکار کرتے ہیں جن کو اس کا شریک ٹھہراتے تھے۔

لیکن ایسے وقت کا ایمان قبول نہیں ہوتا۔ اللہ تعالےٰ کا یہی طریقہ ہے جو ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔ کیونکہ عذاب آتا دیکھنے کے بعد جو ایمان ہو وہ مجبوری کا ایمان ہوا، آدمی کے اختیار اور پسند سے نہیں ہوا، اخلاص اور صداقت سے نہیں ہوا، ڈر سے ہوا، مصلحت وقت سے ہوا، جان بچانے کے خیال سے ہوا۔ اس طرح کا ایمان قبول نہیں ہوتا اور انکار کرنے والے نقصان اٹھاتے ہیں۔

ع ۹ ۱۴

(۲) قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے آغاز سورت میں فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ تو اللہ تعالےٰ کی بڑی مہربانی ہے کہ اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے اس نے وحی بھیجی یعنی قرآن مجید نازل فرمایا جس کی آیتیں، مضامین اور احکام صاف اور واضح ہیں۔ پھر یہ کہ اس کو فصیح عربی زبان میں نازل کیا تاکہ عرب آسانی سے سمجھ کر اس کو اپنا رہنما بنائیں پھر اس کو دوسری قوموں تک پہنچائیں۔

ظاہر ہے کہ اس سے وہی لوگ فائدہ اٹھائیں گے جو علم و عقل رکھتے ہیں اور انجام کی فکر کرتے ہیں۔ ورنہ جہالت، ضد اور غفلت میں ڈوبے ہوئے تو کسی بات سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ تاہم قرآن مجید نے دونوں کی رعایت رکھی ہے، یعنی ایمان لانے والوں کو رضائے الٰہی اور جنت کی خوشخبری سناتا ہے اور سرکشی کرنے والوں کو برے انجام سے آگاہ کرتا ہے۔

يَسْمَعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا
سنتے ہی نہیں اور وہ کہنے لگے کہ جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس سے
تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا
ہمارے دل پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ یعنی بہرا پن ہے اور ہمارے
وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝ قُلْ
اور تمہارے درمیان پردہ ہے تو تم (اپنا) کام کرو، ہم (اپنا) کام کرتے ہیں (۱) اے پیغمبر
اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ
ان سے کہدو کہ میں تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہوں (البتہ) میرے پاس وحی آتی ہے کہ تمہارا
اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ
معبود ایک ہی معبود ہے تو سیدھے اسی کی طرف متوجہ رہو
وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ
اور اسی سے بخشش مانگو (۲) اور مشرکوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو
لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ
زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کا انکار
كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
کرتے ہیں بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل
الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ ع قُلْ
کرتے رہے ان کے لئے ایسا ثواب ہے جو کبھی ختم ہی نہ ہوگا (۳) اے پیغمبر
اَىِٕنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ
ان سے کہو کیا اس اللہ سے انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں

(۱) لیکن سخت افسوس کی بات ہے کہ بہت سے لوگ قرآن مجید سے منہ پھیر لیتے ہیں بلکہ اس کو سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔ ان بدبختوں کی سرکشی اور ضد کا یہ حال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہیں کہ تمہاری بات ہمارے دلوں میں اترتی ہی نہیں، ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگے ہیں کہ تمہاری بات ہم سنتے ہی نہیں۔ غرض یہ کہ ہمارے اور تمہارے درمیان موٹے موٹے پردے حائل ہیں، اس لئے ہمیں نصیحت کرنا بیکار ہے۔ ہم اپنے راستے پر جمے رہیں گے اور اپنا کام کرتے رہیں گے، تمہارا جی چاہے سو کرو۔

(۲) ان بدبختوں کی تنبیہ کے لئے آنحضرتؐ کو حکم دیا کہ یوں کہہ دو کہ چاہے تم مانو یا نہ مانو میں پیغام حق تم کو پہنچاتا رہوں گا۔ اگرچہ میں بھی ایک بشر ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھ کو منتخب فرمایا ہے اور وہ وحی کے ذریعے میرے پاس اپنا پیغام بھیجتا ہے جس کی بنیادی تعلیم توحید ہے۔

لہٰذا اب بھی میں تم کو پیغام حق پہنچاتا ہوں کہ سارے باطل معبودوں سے منہ پھیر لو، صرف اللہ تعالیٰ کی طرف منہ کرو۔ اسی کے بتائے ہوئے راستے پر سیدھے چلتے رہو اور اسی سے گناہوں کی معافی مانگتے رہو۔

(۳) ان سرکشوں کا انجام تباہی اور بربادی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے جن کا حال یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرائیں، زکوٰۃ و خیرات سے اس کے بندوں کی خدمت نہ کریں اور انجام سے غافل ہو کر آخرت کی زندگی کا انکار کریں۔
ع ۱ ۸ ۱۵

ان کے برخلاف جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کرتے رہیں، وہ آرام سے رہیں گے اور ان کے ایمان اور عمل صالح کا ثواب ان کو ہمیشہ ملتا رہے گا۔

يَوْمَيْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ
پیدا کیا اور تم بتوں کو اس کا مدمقابل بناتے ہو وہی تو سارے
الْعٰلَمِيْنَ ۝۹ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ
جہان کا پروردگار ہے (۱) اور اسی نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ
فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا
بنائے اور اس میں برکت رکھی اور اس میں لوگوں کی روزی ٹھہرائی (یہ سب کچھ
فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝
چار دن میں (ہوا) پورے (چار دن) پوچھنے والوں کے لئے (۲)
ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِىَ دُخَانٌ
پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں تھا
فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ
تو اس نے اس کو اور زمین کو حکم دیا کہ دونوں آؤ (خواہ) خوشی سے خواہ
كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ۝
ناخوشی سے انھوں نے کہا کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں (۳)
فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ
پھر اس نے دو دن میں سات آسمان بنائے اور
اَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا ۭ وَ زَيَّنَّا
ہر آسمان میں اس کے مناسب (فرشتوں کو) حکم بھیجدیا اور ہم نے
السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَ حِفْظًا ۭ
آسمان دنیا کو چراغوں (یعنی ستاروں) سے زینت دی اور (شیطانوں سے) محفوظ رکھا

(۱) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرتے ہیں کیا وہ کائنات کو نہیں دیکھتے اور اس کی پیدائش پر غور نہیں کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سارا نظام اللہ تعالیٰ ہی نے بنایا ہے، اس لئے تنہا وہی عبادت کا مستحق ہے اس کا شریک کون ہو سکتا ہے؟ وہ تو سارے عالم کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے۔

لکھا ہے کہ یہودیوں نے آسمان و زمین کی پیدائش کے بارے میں آنحضرتؐ سے سوال کیا تھا۔ ان کے جواب کے لئے یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں آسمان و زمین کی پیدائش کا حال ذرا تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ان آیتوں میں جو 'دن' کا ذکر ہے، ظاہر ہے کہ اس سے وہ دن مُراد نہیں ہو سکتا جو سورج یا زمین کی حرکت سے معین ہوتا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ شاید اس سے وقت کی اتنی مقدار مراد ہو جتنی دن کی ہوتی ہے۔ یا وہ دن مراد ہو جس کی مقدار کے بارے میں فرمایا کہ ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ واللہ اعلم

(۲) پہلے دو دن میں زمین بنی پھر دو دن میں اس سے متعلق دوسری چیزیں تیار ہوئیں یعنی زمین پر پہاڑ بنے اور زمین کے اندر بہت سی ایسی چیزیں رکھی گئیں جو انسانوں کے کام آتی ہیں جیسے مختلف قسم کی دھاتیں اور قسم قسم کے میوے دار درخت اور طرح طرح کے غلے کے درخت کہ یہ سب زمین ہی سے نکلتے ہیں۔ نیز زمین پر رہنے والوں کے لئے الگ الگ قسم کی غذائیں ٹھہرا دیں کہ مثلاً کسی ملک میں چاول زیادہ کھایا جاتا ہے اور کسی میں گیہوں۔ غرض یہ سب کام چار دن میں ہوا۔ اس میں پوچھنے والوں کے لئے پورا جواب ہے۔

بعض حضرات نے 'سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ' کا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ سب کے لئے برابر کا موقع ہے جو چاہے اپنے علم اور اپنی محنت سے زمین کی دولت سے فائدہ اٹھائے۔

(۳) پھر اللہ تعالیٰ آسمان کے بنانے کی طرف متوجہ ہوا اور اس وقت اس کا مادہ ایسا تھا جیسے دھواں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو حکم دیا کہ ایک نظام میں وابستہ ہو جاؤ، خوشی سے یا جبر سے۔ ان سب نے بسر و چشم فرمان خداوندی کی تعمیل کی اور کائنات کا نظام قائم ہو گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی مخلوق اپنے پیدا کرنے والے کے حکم سے سرتابی نہیں کرتی۔ سب سے پہلے شیطان نے حکم خداوندی سے سرتابی کی اور پھر اولادِ آدم کو یہ راستہ بتایا۔

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾ فَاِنْ

یہ اللہ کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے جو غالب اور علم والا ہے (۱) پھر اگر یہ لوگ

اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ

منہ پھیر لیں تو (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ میں تم کو کڑک (کے عذاب) سے ڈراتا ہوں جیسے

صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ

عاد و ثمود پر کڑاکا آیا تھا جب ان کے پاس پیغمبر ان کے آگے

مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا

اور پیچھے سے آئے (اور کہا) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت

اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً

نہ کرو کہنے لگے کہ اگر ہمارا پروردگار چاہتا تو فرشتے اتار دیتا

فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا

تو تم جو کچھ دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے (۲) پھر جو

عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ

عاد کے لوگ تھے وہ دنیا میں ناحق تکبر کرنے لگے اور

قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ

کہنے لگے کہ ہم سے بڑھ کر قوت میں کون ہے؟ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ

اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ

جس نے ان کو پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بہت بڑھ کر ہے

وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

اور وہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے رہے تو ہم نے بھی ان پر

(۱) پھر دو دن میں سات آسمان بنائے اور آسمانوں کے انتظام کے احکام جاری کر دیئے اور ہر آسمان کے مناسب جو کام تھا وہ وہاں کے فرشتوں کو بتا دیا کہ اس کے مطابق انتظام کرتے ہیں۔
اور آسمان دنیا کو ستاروں سے روشن کیا کہ رات کو چراغوں کی طرح جگمگاتے ہیں۔ اور فرشتوں کے پہرے مقرر کر دیئے تاکہ شیطانوں سے محفوظ رہے۔
انسان دیکھتا ہے کہ یہ نظام قائم ہے اور تقدیر الٰہی کے مطابق بدستور قائم رہے گا۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس کو بدل سکے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے صحیح اندازے کے مطابق ہے جو ہر بات کا جاننے والا ہے اور سب پر غالب ہے۔

(۲) یعنی اگر قریش ایسی واضح دلیلیں پیش کرنے اور سمجھانے بجھانے کے باوجود بھی سرکشی سے باز نہ آئیں اور پیغام حق سے اعراض کریں تو ان بدبختوں کو آگاہ کر دو کہ پھر تم بھی اسی طرح کے کڑاکے کے عذاب کے لئے تیار ہو جاؤ جس طرح کا عذاب عاد اور ثمود پر آیا تھا۔
عاد اور ثمود کے پاس ان کے پیغمبر پہنچے اور انہوں نے ان کو ہر طرح سے سمجھایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت اور فرماں برداری مت کرو۔
لیکن ان بدبختوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور کہا کہ اگر اللہ کو رسول بھیجنا منظور ہوتا تو اس کام کے لئے فرشتوں کو بھیجتا، تم کو کیوں بھیجتا۔ لہٰذا ہم ہرگز تمہارے پیغام کو سچا نہیں مانیں گے۔

رِيحًا صَرْصَرًا فِيٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيقَهُمْ

نحوست کے دنوں میں زور کی ہوا چلائی تاکہ ان کو دنیا کی زندگی میں

عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ

ذلت کے عذاب کا مزہ چکھا دیں اور آخرت کا عذاب

الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَاَمَّا

تو بہت رسوا کرنے والا ہے اور اس روز ان کو کوئی مدد نہ ملے گی (۱) اور جو

ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى

ثمود تھے ان کو ہم نے سیدھا راستہ دکھا دیا تھا مگر انہوں نے ہدایت کے مقابلہ میں اندھا رہنا پسند کیا

فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا

تو ان کے اعمال کی سزا میں کڑک نے ان کو آپکڑا (جس میں ان کے لئے)

يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا

ذلت کا عذاب (تھا) اور جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے ان کو

يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى

ہم نے بچا لیا (۲) اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف چلائے

النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا مَا

جائیں گے تو ان کو گروہ گروہ کیا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ

جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ

اس کے پاس پہنچیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں

وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ

اور ان کے چمڑے ان کے خلاف ان کے اعمال کی گواہی دیں گے اور وہ اپنے چمڑوں سے کہیں گے کہ

(۱) حضرت ہودؑ نے عاد کے لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا تو ان سرکشوں نے بڑا تکبر کیا اور کہا کہ ہم سے بڑھ کر کون طاقتور ہے جو ہم کو سزا دے سکے۔

ان بدبختوں نے یہ نہیں سوچا کہ اللہ تعالےٰ بہت بڑی قدرت والا ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ اس سے بچ کر کہاں جا سکتے ہیں؟

بہرحال جب عاد کے لوگوں نے بہت سرکشی کی اور پیغام حق کا انکار کیا تو اللہ تعالےٰ نے ان پر سخت آندھی کا عذاب بھیجا جو کئی دن تک ان پر مسلط رہا۔

اس طرح انہوں نے دنیا کی رسوائی کا مزہ چکھا۔ اور آخرت کا عذاب اس سے بھی زیادہ رسوا کرنے والا ہوگا اور وہاں ان کی کوئی مدد نہ کر سکے گا۔

(۲) ثمود کے لوگوں کو حضرت صالحؑ نے پیغام حق پہنچایا اور سیدھا راستہ بتایا لیکن ان بدبختوں نے پیغام حق قبول کرنے سے انکار کیا اور ہدایت کی روشنی کے مقابلے میں گمراہی کی تاریکی میں رہنا پسند کیا۔

ع ۱۶/۱۰

پھر جب ان لوگوں کی سرکشی انتہا کو پہنچ گئی تو ان پر رسوا کرنے والا عذاب آیا یعنی سخت آواز آئی جس سے ان کے دل دہل گئے اور وہ ہلاک ہو گئے۔

لیکن اس عذاب سے اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کو بچا لیا جو حضرت صالحؑ کے ساتھ ہو گئے تھے اور ایمان لا کر نیک عمل کرنے لگے تھے۔

لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۭ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ

تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی وہ کہیں گے کہ ہم کو اسی اللہ نے گویا کیا جس نے

اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ

ہر (گویا) چیز کو گویائی دی (اور) اسی نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا اور

اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۲۱ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ

اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے (۱) اور تم (گناہ کرتے وقت اس بات کے خوف سے) تو (دنیا میں) پردہ نہیں کرتے

يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا

تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے چمڑے

جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ

تمہارے خلاف گواہی دیں گے بلکہ تم یہ خیال کرتے تھے کہ اللہ کو تمہارے

كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۲۲ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ

بہت سے عملوں کی خبر ہی نہیں ہے اور تمہارے اسی خیال نے جو تم

ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ

اپنے پروردگار کے بارے میں رکھتے تھے تم کو ہلاک کیا پس (اس حالت میں) تم نقصان

الْخٰسِرِيْنَ ۝۲۳ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ

اٹھانے والوں میں ہوگئے (اس حالت میں) اگر وہ صبر کریں تب بھی دوزخ ہی ان کا ٹھکانا ہے

وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ۝۲۴

اور اگر وہ عذر کرنا چاہیں گے تو وہ بھی قبول نہ ہوگا (۲)

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاۗءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ

اور ہم نے (دنیا میں) شیطانوں کو ان کا ہم نشین مقرر کر دیا تھا تو انھوں نے ان کے اگلے

(۱) جن لوگوں نے پیغام حق کا انکار کر کے اپنا رشتہ اللہ تعالیٰ سے توڑا اور اس کے دشمن بن گئے ان کو قیامت کے دن فرشتے گروہ گروہ کر کے اور جگہ جگہ روکتے ہوئے حشر کے میدان میں دوزخ کے قریب لاکر اکٹھا کریں گے اور حساب کتاب شروع ہوگا۔

پھر جب وہ اپنے گناہوں کا انکار کریں گے تو ان کے ہاتھ پاؤں وغیرہ کو حکم ہوگا کہ گواہی دیں۔ چنانچہ سارے اعضا جن سے گناہ کئے تھے بول اٹھیں گے اور کافروں کے بیانات کے خلاف گواہی دیں گے۔ یہ دیکھ کر کافر ہکا بکا ہو جائے گا اور اپنے اعضا سے کہے گا کہ تم نے کیوں گواہی دی۔

اعضا جواب دیں گے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے بولنے کا حکم دیا تھا اور گویائی بخشی تھی۔ اس کی قدرت کا یہ عالم ہے کہ جس چیز کو چاہے گویائی بخشدے۔ اس کی قدرت کا اس سے اندازہ نہیں کرتے کہ اس نے تم کو پہلی مرتبہ دنیا میں پیدا کیا۔ پھر دوبارہ بھی پیدا کر دیا کہ تم سب اسی کے پاس لوٹ کر چلے آئے۔

(۲) پھر فرشتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ گناہ کرتے وقت تمہیں اس کا تو ڈر نہ تھا کہ تمہارے کان اور آنکھیں وغیرہ ہمارے خلاف گواہی دیں گے لیکن تم اللہ تعالیٰ سے چھپاتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے اعمال کو نہیں جانتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جہالت سے تم نے اپنے پروردگار کے بارے میں یہ غلط خیال کر رکھا تھا۔ اسی گمان نے تم کو تباہ کیا کہ آج تم نقصان میں پڑ گئے۔

اب چاہے صبر کرو یا نہ کرو، یہ دوزخ تمہارا ٹھکانا ہے۔ اب اگر توبہ کرو گے اور معافی مانگو گے تو کچھ شنوائی نہ ہوگی اور اگر چاہو گے کہ خوشامد کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کر لو تو اس میں بھی ناکام رہو گے۔ توبہ کرنے اور معافی مانگنے کا وقت گزر گیا جس کی تم نے قدر نہیں کی۔

أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ

اور پچھلے اعمال ان کو آراستہ کر دکھائے اور ان کے حق میں ان لوگوں کے ساتھ اللہ کا قول

فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ

(یعنی عذاب کا وعدہ) پورا ہو گیا جو ان سے پہلے جن اور انسان (کفار)

وَالْإِنسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ﴿٢٥﴾ وَقَالَ

گزرے ہیں بلاشبہ وہ سب نقصان میں رہے (۱) اور

الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا

کافر کہتے ہیں کہ اس قرآن کو سنا ہی نہ کرو اور (جب

فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ﴿٢٦﴾ فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

پڑھنے لگیں تو) شور مچایا کرو تاکہ تم غالب رہو تو ہم بھی کافروں کو سخت عذاب

عَذَابًا شَدِيدًا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا

کا مزہ چکھائیں گے اور ان کے برے عملوں کی جو وہ کرتے تھے سزا

يَعْمَلُونَ ﴿٢٧﴾ ذَٰلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ النَّارُ ۖ

دیں گے یہ اللہ کے دشمنوں کی سزا ہے (یعنی) دوزخ (کی) آگ

لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ ۖ جَزَاءً بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا

ان کے لئے اسی میں ہمیشہ کا گھر ہے یہ اس کی سزا ہے کہ ہماری آیتوں سے

يَجْحَدُونَ ﴿٢٨﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرِنَا

انکار کرتے تھے (۲) اور کافر کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! جنوں اور

الَّذَيْنِ أَضَلَّانَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ

انسانوں میں سے جن لوگوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا ان کو ہمیں دکھا دے ہم ان کو اپنے

(۱) کافروں کا حال یہ ہے کہ سرکشی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ان پر شیطان مسلط ہو گیا ہے جو ان کی نفسانی خواہشات کو اکسا کر ان کے اگلے پچھلے اعمال کو دلفریب بنا کر ان کے آگے پیش کرتا رہتا ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے سرکش جن و انسان عذاب الٰہی کے سزاوار تھے، اسی طرح یہ بدبخت بھی عذاب کے مستحق ٹھہرے اور ان کے حق میں بھی عذاب کا وعدہ پورا ہوا۔ بلاشبہ یہ سب نقصان اٹھانے والے ہیں۔

ع ۳ ۱۷

(۲) آنحضرتؐ لوگوں کو قرآن مجید پڑھ کر سنایا کرتے تھے جس سے پاکیزہ فطرت لوگ متاثر ہوتے تھے۔ یہ دیکھ کر سرکش سرداران قریش پیچ و تاب کھاتے تھے اور جب آنحضرتؐ قرآن مجید تلاوت فرماتے تو شور کرتے اور گڑبڑ مچاتے تاکہ لوگ کلام الٰہی کو نہ سن پائیں۔ یہ مغرور سرداران قریش کی انتہائی شقاوت تھی کہ خود بھی کلام الٰہی کو نہیں سنتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کے سننے سے روکتے تھے۔

ان مغروروں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ ایسے سرکشوں کو ان کے برے اعمال کی سزا میں ہم سخت عذاب یعنی دوزخ میں آگ کا عذاب دیں گے۔ یہ آگ کا عذاب ان بدبختوں کی سزا ہوگی جنہوں نے سرکشی اور نافرمانی کر کے اپنے کو اللہ تعالیٰ کا دشمن بنا لیا۔ یہ بدبخت دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا اور اس کے پیغام کا ناحق انکار کرتے تھے۔

أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ ﴿٢٩﴾ إِنَّ

پاؤں تلے (روند) ڈالیں تاکہ وہ نہایت ذلیل ہوں بلاشبہ

الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر (اس پر) ثابت قدم رہے ان پر فرشتے

عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَ

اتریں گے (اور کہیں گے) کہ نہ خوف کرو اور نہ رنجیدہ ہو اور

أَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾ نَحْنُ

جنت (کے ملنے) پر خوشی ہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا (اور) ہم دنیا

أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ

کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی تمہارے رفیق رہیں گے

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا

اور جس چیز کو تمہارا جی چاہے جنت میں تمہارے لئے موجود ہے اور نیز تمہارے لئے

مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴿٣٢﴾ وَ

اس میں جو مانگو گے موجود ہے یہ اللہ بخشنے والے مہربان کی طرف سے تمہاری مہمانی ہے (۱) اور

مَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَ عَمِلَ

اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل

صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٣٣﴾ وَلَا تَسْتَوِي

کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں (۲) اور بھلائی

الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

اور برائی برابر نہیں ہو سکتی تم (مخالف کو) ایسے طریقے سے جواب دو جو بہت اچھا ہو

(۱) گزشتہ چند آیتوں میں کافروں کی بداعمالیوں کا اور ان کے انجام بد کا ذکر کیا تھا بمقابلے کے لئے ان آیتوں میں ایمان والوں کا ان کے نیک اعمال اور نیک انجام کا تذکرہ فرماتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ پر ایمان لاکر اس پر قائم رہے یعنی خلوص اور سچائی کے ساتھ ایمان لائے اور ساری مشکلات کا مقابلہ کرکے زندگی بھر اس پر جمے رہے، نیز مقدور بھر کوشش کرکے اسلام کے احکام پر عمل پیرا رہے، ایسے حضرات کے پاس رحمت کے فرشتے موت کے وقت، پھر قبروں میں پھر قیامت کے دن قبروں سے اُٹھتے وقت آئیں گے اور ان کو تسلی دیں گے کہ اب کسی بات کا خوف اور رنج مت کرو، نہ دنیا کے چھوٹنے کا رنج کرو اور نہ آئندہ کسی آفت کے پیش آنے کا خوف دل میں لاؤ۔ اب تمہارے لئے ہمیشہ کا عیش و آرام ہے، یعنی جنت کی زندگی جس کا وعدہ انبیاء کی زبانی کیا گیا تھا۔

اور ہم تو دنیا میں بھی تمہارے رفیق تھے کہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے تمہارے پاس آتے تھے، اچھی باتوں کا خیال تمہارے دلوں میں ڈالتے تھے، مصیبت کے وقت تمہارے دلوں کو تھامتے تھے اور بہت سی آفتوں سے تم کو بچاتے تھے۔ نیز آخرت میں بھی تمہارا ساتھ دیں گے کہ تمہیں جنت میں پہنچائیں گے۔

ع ٧ ١٨

یاد رکھو کہ جنت میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا یا جو چیز تم مانگو گے، یقیناً تم کو ملے گی، کیونکہ وہاں تم اس اللہ تعالےٰ کے مہمان ہوگے جو بڑی بخشش والا اور بڑا مہربان ہے۔ بھلا اس کے مہمانوں کو تکلیف کیوں ہونے لگی؟

(۲) جاہل اور مغرور سرداران قریش آنحضرتؐ کو، صحابہؓ کو اور تبلیغ کے کام کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

ان بدبختوں کو سمجھانے کے لئے فرمایا کہ اگر تعصب، حسد اور بغض کو دل سے نکال کر انصاف سے غور کرو تو تم کو معلوم ہو کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر اور کیا اچھا کام ہو سکتا ہے کہ آدمی اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے، اسی کا فرماں بردار بندہ بن کر رہے اور دوسروں کو بھی اللہ تعالےٰ کی طرف بلائے اور پرہیزگارانہ زندگی کا راستہ دکھائے۔

مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۭ ذٰلِكَ

اوپر آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے بھی آگ کے فرش ہوں گے یہ (وہی عذاب)

يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ۭ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ (۱۶) وَالَّذِيْنَ

ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے تو اے میرے بندو! مجھ سے ڈرتے رہو (۱) اور جنہوں نے

اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ

شیطان کی عبادت سے پرہیز کیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا

لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ (۱۷) الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ

ان کے لئے خوشخبری ہے تو میرے بندوں کو خوشخبری سنا دو جو کلام (الٰہی) کو سنتے ہیں

الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ

پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی

وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۱۸) اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ

اور وہی لوگ عقل والے ہیں (۲) بھلا جس شخص پر عذاب کی بات

الْعَذَابِ ۭ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ (۱۹) لٰكِنِ الَّذِيْنَ

ثابت ہو چکی تو کیا تم ایسے شخص کو نجات دلا سکتے ہو جو دوزخ میں ہے لیکن جو لوگ اپنے

اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ

پروردگار سے ڈرتے رہے ان کے لئے جنت میں اونچے اونچے محل ہیں جن کے اوپر بالاخانے ہیں جن کے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ڛ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ (۲۰)

نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (یاد رکھو یہ) اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا (۳)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے پھر چشمے بنا کر اس کو زمین میں

(۱) دوزخ کا عذاب بڑا سخت ہوگا۔ نیچے آگ کا فرش ہوگا اور اوپر سے بھی آگ کے شعلے ان کو گھیرے ہوئے ہوں گے۔ اسی عذاب سے اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اور آنحضرتؐ کے ذریعے آگاہ کرتا ہے۔ یہ اس کی بڑی مہربانی ہے کہ اس نے پہلے سے آگاہ کر دیا اور نہایت شفقت آمیز انداز میں یہ پیغام بھیجا کہ "اے میرے بندو! مجھ سے ڈرو" یعنی اس کے عذاب سے ڈرو اور اس کا پیغام قبول کر کے پرہیزگاری کا راستہ اختیار کرو۔

(۲) یعنی جو لوگ شیطان کی نافرمانی کریں گے اور اس سے بچ کر اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ رہیں گے وہ خوشخبری کے مستحق ہیں۔ لہٰذا ان کو خوشخبری سنا دو۔ ان کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ وہ کلام الٰہی کو کان لگا کر سنتے ہیں اور اس کی اچھی اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہدایت ملی کیوں کہ انہوں نے عقل سے کام لیا۔ کلام الٰہی کو غور سے سنا اور اس کے پیغام کو سمجھنے کی کوشش کی۔

(۳) جن لوگوں پر ان کی سرکشیوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے عذاب الٰہی کا وعدہ ثابت ہو چکا' ان کو تو کوئی شخص عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرے' ایمان لائے اور پرہیزگار بن کر رہے ان کے لئے جنت میں عالیشان تیار ہیں جن میں کئی کئی منزلیں ہیں اور جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ اس وعدے پر پورا پورا یقین رکھنا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے جو کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

خَاشِعَةً فَإِذَآ أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ
(یعنی خشک) دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو تر و تازہ ہو جاتی ہے اور ابھرتی

وَرَبَتْ ۚ إِنَّ الَّذِىٓ أَحْيَاهَا لَمُحْىِ الْمَوْتَىٰٓ ۚ إِنَّهُۥ
ہے (اس سے ثابت ہوا کہ) جس نے زمین کو زندہ کیا ہے وہی مردوں کو زندہ کرے گا بلاشبہ

عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ
وہ ہر چیز پر قادر ہے (۱) بلاشبہ جو لوگ ہماری آیتوں میں کجروی

فِىٓ ءَايَٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَآ ۗ أَفَمَن يُلْقَىٰ فِى
کرتے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہے بھلا جو شخص دوزخ میں ڈالا

النَّارِ خَيْرٌ أَم مَّن يَأْتِىٓ ءَامِنًا يَوْمَ الْقِيَٰمَةِ ۚ
جائے وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن (وامان) سے آئے؟

اعْمَلُوا۟ مَا شِئْتُمْ ۖ إِنَّهُۥ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٤٠﴾ إِنَّ
(تو خیر) جو چاہو کرو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے (۲) بلاشبہ

الَّذِينَ كَفَرُوا۟ بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۖ وَإِنَّهُۥ
جو لوگ اس (مجموعۂ) نصیحت (یعنی قرآن) کا انکار کرتے ہیں جب وہ ان کے پاس آیا بلاشبہ

لَكِتَٰبٌ عَزِيزٌ ﴿٤١﴾ لَّا يَأْتِيهِ الْبَٰطِلُ مِنۢ بَيْنِ
یہ (قرآن) بڑی با وقعت کتاب ہے جس میں جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا

يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِۦ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ
ہے اور نہ پیچھے سے۔ یہ اس (اللہ) کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو حکمت والا (اور)

حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ مَّا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ
خوبیوں والا ہے (۳) (اے پیغمبر!) تم سے وہی باتیں کہی جاتی ہیں جو تم سے پہلے پیغمبروں سے

(۱) تم دیکھتے ہو کہ زمین خشک اور بے جان سی پڑی ہوتی ہے پھر جب اللہ تعالےٰ کے حکم سے پانی برستا ہے تو اچانک سرسبز اور شاداب ہو جاتی ہے۔

کبھی تم نے اس عجیب و غریب انقلاب حال پر غور کیا ہے؟ بس اسی سے سمجھو کہ اللہ تعالےٰ بڑی قدرت والا ہے جس طرح پانی سے زمین کو سرسبز کر دیتا ہے اسی طرح وحی کی بارش بھیج کر دلوں کو زندگی بخشتا ہے اور قیامت کے دن مُردوں کو اٹھا کھڑا کرے گا۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ اس کی عظیم الشان قدرت کے لئے یہ سب باتیں آسان ہیں۔

(۲) جو لوگ ایمانداروں کے سمجھانے سے بھی نہ سمجھیں اور قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر خود بھی سیدھے راستے پر نہ آئیں بلکہ کلام الٰہی کی آیتوں میں ناحق کے شبہات پیدا کریں اور سیدھے سادے مطلب کو چھوڑ کر ٹیڑھی باتیں نکالیں، ایسے بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کی ساری گمراہیوں سے اللہ تعالےٰ واقف ہے اور وہ اپنی کوئی حرکت بھی اس سے نہیں چھپا سکتے۔

ان گمراہیوں کا انجام یہ ہوگا کہ یہ بدبخت دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ ان کو سوچنا چاہیئے کہ جو شخص دوزخ میں ڈالا جائے وہ بہتر ہے یا وہ جو اپنے ایمان اور نیک اعمال کی وجہ سے قیامت کے دن عذاب سے محفوظ رہے اور اس کا ٹھکانا جنت ہو۔

ان بدبختوں کو ہر طرح سمجھا دیا گیا۔ اب ان کو اختیار ہے جو چاہیں کریں۔ لیکن یاد رکھیں کہ اللہ تعالےٰ ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور قیامت کے دن ان سے بازپرس کرے گا۔ اس وقت کیا جواب دیں گے؟

(۳) جو بدبخت قرآن مجید کو جھٹلاتے ہیں اور اس کو کلام الٰہی نہیں مانتے ان ہی کی عقلوں میں خرابی ہے قرآن مجید کے کمال میں تو کسی طرح کی کمی نہیں۔ وہ ایک محکم، باوقعت اور باعزت کتاب ہے جس میں کسی پہلو سے بھی باطل اور جھوٹ راہ نہیں پا سکتا، کیونکہ وہ اس اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے جو علم و حکمت والا ہے اور اپنی ذات، صفات اور افعال کے لحاظ سے حمد و ثنا کا سزاوار ہے۔ اس لئے قرآن مجید علم و حکمت اور حق و صداقت سے پُر ہے۔ جس شخص کو اس میں باطل نظر آئے تو سمجھو کہ یہ اسی کی عقل و نظر کا کھوٹ ہے۔

مِنْ قَبْلِكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ

کہی گئی تھیں بلاشبہ تمہارا پروردگار بخشنے والا بھی ہے اور سخت عذاب دینے

اَلِيْمٍ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا

والا بھی (۱) اور اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان کا قرآن بناتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیتیں (ہماری زبان میں)

فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ۭ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ۭ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ

کیوں صاف صاف بیان نہیں کی گئیں کیا خوب! کہ قرآن تو عجمی اور (رسول) عربی (اے پیغمبر) کہہ دو کہ جو لوگ ایمان

اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاۗءٌ ۭ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ

لائے ہیں ان کے لئے یہ (قرآن) ہدایت اور شفا ہے (۲) اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے

اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُنَادَوْنَ

کانوں میں بوجھ (یعنی بہرا پن) ہے اور یہ ان کے حق میں اندھے پن کا سبب ہے (گویا) ان لوگوں کو دور سے بلایا جا رہا

مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿٤٤﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

ہے (کہ بالکل سنتے ہی نہیں) (۳) اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں

ع ۱۲ ۵ ۱۹

فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ

اختلاف کیا گیا اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک بات پہلے سے ٹھہر چکی ہوتی

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿٤٥﴾

تو ان میں فیصلہ کر دیا جاتا اور یہ لوگ اس قرآن سے شک میں پڑے الجھ رہے ہیں

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۭ

جو نیک کام کرے تو اپنے ہی فائدہ کے لئے اور جو برے کام کرے تو اس کا وبال اسی پر پڑے گا

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٤٦﴾

اور تمہارا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں (۴)

(۱) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ جس طرح یہ قریش تمہارے ساتھ گستاخیاں کرتے ہیں اسی طرح گزشتہ پیغمبروں کے ساتھ بھی لوگوں نے شرارتیں کی ہیں پس جس طرح گزشتہ رسولوں نے صبر کیا اسی طرح تم بھی صبر کرو اور پیغام الٰہی لوگوں کو پہنچاتے رہو — نیک بخت لوگ ایمان لاکر پروردگار عالم کی بخشش اور رحمت سے فیضیاب ہوں گے اور جو بدبخت ہیں وہ سرکشی اور نافرمانی کرکے اپنے کو عذاب کا مستحق ٹھہرائیں گے کیونکہ تمہارا پروردگار بخشنے والا بھی ہے اور دردناک عذاب دینے والا بھی — (۲) سرداران قریش قرآن مجید اور آنحضرتؐ کے بارے میں ناحق کی حجتیں نکالا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان میں سے کسی نے کہا کہ اگر قرآن کسی عجمی زبان میں ہوتا تو اس کا معجزہ ہونا زیادہ واضح ہوتا کہ ایک عرب (یعنی آنحضرتؐ) عجمی زبان میں بات کرتا ہے۔

اس مہمل اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ اگر قرآن مجید عجمی زبان میں نازل ہوتا تو یہ شیطان اس وقت یوں کہتے کہ کیا خوب! رسول اور اس کی قوم کے لوگ تو عرب ہیں اور پیغام الٰہی نازل ہو رہا ہے عجمی زبان میں! بھلا ہم میں اس کو سمجھے گا کون اور کون اس سے فائدہ اٹھائے گا؟

اصل بات یہ ہے کہ جن بدبختوں کے دلوں میں کھوٹ ہے وہ تو ہمیشہ قرآن مجید پر اعتراض کرتے رہیں گے۔ ہاں جس شخص کو نیک نیتی کے ساتھ قرآن مجید کا کمال معلوم کرنا ہو تو وہ آئے اور دیکھے کہ جو لوگ قرآن مجید پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں، ان کے لئے قرآن مجید سراپا ہدایت اور شفا ثابت ہوتا ہے۔ ان کو عقیدے اور عمل کی گمراہیوں سے بچاکر سیدھے راستے پر لاتا ہے اور روحانی اور اخلاقی بیماریوں سے شفا بخشتا ہے۔ آج بھی ہر شخص کے لئے موقع ہے کہ خود اپنے پر تجربہ کرکے قرآن مجید کے اثر کو آزما دیکھے۔

(۳) اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے کمال میں تو کچھ شک نہیں ہے۔ البتہ خود انہی کے کانوں میں ڈاٹ ہیں اور انہی کی بینائی جاتی رہی ہے جو بدبخت اس کی ناقدری کرتے ہیں اور اس پر ایمان نہیں لاتے۔ جیسے چمگادڑ سورج کو نہیں دیکھ سکتی۔ لیکن اس سے سورج کے کمال میں کچھ کمی نہیں آئی، بلکہ خود ہی اندھے پن میں ضرب المثل بن گئی۔

ان بدبختوں کو قرآن مجید سنایا جا رہا ہے لیکن یہ اس کو سنتے ہی نہیں یا سنتے ہیں تو اس پر غور نہیں کرتے اور اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کو دور سے آواز دی جائے۔ اسی طرح یہ بدبخت بھی حق و صداقت سے بہت دور پڑے ہیں کہ کلام الٰہی سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

(۴) آنحضرتؐ اور ایمان والوں کی تسلی کے لئے فرمایا کہ حضرت موسیٰ کو بھی کتاب دی گئی تھی۔ لوگوں نے اس میں بھی اختلاف کیا، کسی نے مانا اور کسی نے نہ مانا۔ لیکن یہ بات اللہ تعالیٰ کے پاس پہلے سے ٹھہر چکی ہے کہ دنیا میں نافرمانوں کو ڈھیل دی جائے گی اور آخری فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو دنیا ہی میں فیصلہ کر دیا جاتا اور سرکشوں کو فوراً سزا دی جاتی۔

اسی طرح قریش بھی قرآن مجید کے بارے میں شک میں پڑے الجھ رہے ہیں۔ حالانکہ شک کرنے اور الجھنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ صاف اور سیدھی بات ہے کہ جو شخص نیکی اور بھلائی کرے گا اس کا فائدہ اسی کو پہنچے گا اور جو شخص برے کام کرے گا نقصان اٹھائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ ہر شخص کے عمل کا بدلا اس کو مل جائے گا۔ قرآن مجید کی ساری تعلیم اسی اصول پر ہے۔ یہ ایک صاف سیدھی بات ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں۔ پھر عقلمند آدمی کو قرآن مجید کے ماننے میں شک اور الجھن کیوں ہو؟

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۭ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ

قیامت کے علم کا حوالہ اسی (اللہ) کی طرف دیا جاتا ہے اور نہ تو پھل اپنے خول

مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ

میں سے نکلتے ہیں اور نہ کوئی عورت حاملہ ہوتی ہے اور نہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب کچھ اس کے علم سے ہوتا ہے (۱)

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا

اور جس روز اللہ مشرکوں کو پکارے گا کہ میرے شریک کہاں ہیں وہ کہیں گے کہ ہم تجھ سے عرض کرتے ہیں کہ ہم میں اب کوئی اس

مِنْ شَهِيْدٍ ﴿٤٧﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ

کا اقرار کرنے والا نہیں اور جن جن کو یہ لوگ پہلے (اللہ کے سوا) پکارتے تھے وہ سب ان سے غائب

قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿٤٨﴾ لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ

ہو جائیں گے اور وہ سمجھ لیں گے کہ ان کے لئے کہیں بھاگنے کی جگہ نہیں (۲) انسان بھلائی مانگنے سے

مِنْ دُعَاۗءِ الْخَيْرِ ۡ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿٤٩﴾

نہیں تھکتا اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو نا امید ہو جاتا ہے (اور) آس توڑ بیٹھتا ہے

وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّاۗءَ مَسَّتْهُ

اور اگر تکلیف پہنچنے کے بعد ہم اس کو اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں

لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَاۗىِٕمَةً ۙ وَّلَىِٕنْ

تو کہتا ہے کہ یہ تو میرا حق ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت آنے والی ہے اور (فرض کرو) اگر میں اپنے

رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ

پروردگار کی طرف لوٹایا بھی گیا تو میرے لئے اس کے پاس بھی بھلائی ہے تو ہم ان منکروں کو ان کے

كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿٥٠﴾

اعمال ضرور بتا دیں گے اور ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے (۳)

(۱) قیامت کا مذاق اڑانے کے لئے قریش پوچھا کرتے تھے کہ آخر وہ قیامت جس سے ہم کو ڈرایا جاتا ہے کب آئے گی؟ ان کو آگاہ کرنے کے لئے فرمایا کہ قیامت کے آنے کا ٹھیک ٹھیک وقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اور اس بات پر تعجب مت کرو۔ بہت سی اور باتیں بھی ایسی ہیں کہ تم نہیں جانتے اور وہ جانتا ہے میوے اور دانے جو خوشوں سے نکلتے ہیں، ان سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اسی طرح کونی عورت اور مادہ جو حاملہ ہوتی ہے اور بچہ جنتی ہے اس سے بھی اللہ تعالیٰ واقف ہوتا ہے تم اس میں سے کچھ بھی نہیں جانتے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کا علم بہت وسیع ہے اور ہر چیز کو محیط ہے۔ تم اس کے علم کی وسعت کا پورا پورا اندازہ بھی نہیں کر سکتے پس انسان کی نجات کا راستہ یہی ہے کہ اس کے پیغام کو مانے اور اس پر عمل کرے۔

(۲) مشرکوں کی تنبیہ کے لئے قیامت کا ایک منظر پیش کیا کہ شاید اس سے عبرت حاصل کریں اور راہِ راست پر آجائیں۔ مشرکوں کو قائل کرنے کے لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ بتاؤ! آج وہ کہاں ہیں جن کو تم میرا شریک ٹھہراتے تھے؟ کیا آج وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں۔

اس وقت حقیقت دیکھ کر ان کے دلوں سے شرک کا خیال کافور ہو جائے گا اور وہ عرض کریں گے کہ پروردگار! تو جانتا ہے کہ آج ہم میں سے کوئی شرک کا اقرار کرنے والا نہیں ہے۔ آج تو ہم سب توحید کے قائل ہیں۔

جن کو مشرک دنیا میں پکارا کرتے تھے وہ سب ان کے سامنے سے غائب ہو جائیں گے اور ان کی کچھ مدد نہ کر سکیں گے۔ اس وقت مشرکوں کی سمجھ میں آئے گا کہ وہ عذاب سے نہیں چھوٹ سکتے۔

(۳) اس آیت میں واضح فرمایا کہ انسان بہت بے صبر اور ناشکرا ہے۔ یہ حالت کم و بیش سب کی ہے لیکن اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی وجہ سے نفس کی تربیت ہوتی ہے اور ایمانداروں میں یہ کیفیت کم ہو جاتی ہے لیکن کافروں میں یہ کیفیت بہت شدید ہوتی ہے۔ اس کا دل مال و دولت اور عزّ و جاہ سے نہیں بھرتا۔ اس کا بس چلے تو دنیا کی ساری دولت اپنے گھر میں بھر لے۔

اس حرص کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر کبھی کوئی مصیبت آ پڑتی ہے اور مال و دولت یا عزت و جاہ میں کچھ کمی ہو جاتی ہے تو بہت مایوس اور رنجیدہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے غفلت اور اسباب پر بھروسہ کرنے کی نشانی ہے۔

پھر اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی مصیبت دور کر دیتا ہے تو گزشتہ حالت کو بھول جاتا ہے، غرور اور تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سب کچھ تو مجھ کو اپنی تدبیر اور لیاقت کی وجہ سے ملا ہے ــــ عیش و عشرت کے نشے میں ایسا مست ہوتا ہے کہ قیامت کا انکار کر بیٹھتا ہے۔ اور اگر کبھی نشے کی ترنگ میں قیامت کا خیال آتا بھی ہے تو کہتا ہے کہ فرض کرو اگر میں خدا کے پاس گیا تو وہاں بھی میرے لئے تو اچھا ہی اچھا ہوگا۔ خدا نے یہاں بھی مجھ کو عیش کا موقع دیا اور وہاں بھی آرام سے رکھے گا ــــ لیکن یہ اس کا خیال خام ہے۔ آخرت میں تو اس کے ساتھ یہ سلوک کیا جائے گا کہ اس کے اعمال اس کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے اور اس کو سخت عذاب کا مزہ چکھنا پڑے گا۔

وَإِذَآ أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَٰنِ أَعْرَضَ وَنَا بِجَانِبِهِۦ وَإِذَا
اور جب ہم انسان کو کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ ہم سے منہ پھیر لیتا ہے اور پہلو پھیر کر چل دیتا ہے اور جب
مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَآءٍ عَرِيضٍ ﴿۵۱﴾ قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِن كَانَ
اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے (۱) (اے پیغمبر! ان سے) کہو بھلا دیکھو تو اگر یہ (قرآن)
مِنْ عِندِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُم بِهِۦ مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ
اللہ کے ہاں سے آیا ہو پھر تم اس کا انکار کرو تو اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو حق کی
فِى شِقَاقٍۭ بَعِيدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِيهِمْ ءَايَٰتِنَا فِى الْءَافَاقِ وَفِىٓ
مخالفت میں دور نکل جائے (۲) عنقریب ان کو اطراف عالم میں بھی اور خود ان کی جانوں میں بھی اپنی
أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ
قدرت کی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ (قرآن) حق ہے (۳) کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ
بِرَبِّكَ أَنَّهُۥ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ شَهِيدٌ ﴿۵۳﴾ أَلَآ إِنَّهُمْ فِى
تمہارا پروردگار ہر چیز پر گواہ ہے (۴) دیکھو یہ لوگ اپنے
مِرْيَةٍ مِّن لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ۗ أَلَآ إِنَّهُۥ بِكُلِّ شَىْءٍ مُّحِيطٌۢ ﴿۵۴﴾
پروردگار کے ملنے (یعنی قیامت کے آنے) سے شک میں ہیں سن رکھو کہ وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے (۵)

سُورَةُ الشُّورَىٰ مَكِّيَّةٌ (۴۲)

آیاتہا ۵۳ — رکوعاتہا ۵

سورہ شوریٰ مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حمٓ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ كَذَٰلِكَ يُوحِىٓ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ
حم عسق (اے پیغمبر!) اسی طرح اللہ جو غالب اور حکمت والا ہے

منزل ۶

(۱) اگر اللہ تعالےٰ انسان کو نعمتوں سے نوازتا ہے تو اس کا شکر نہیں کرتا بلکہ تکبر کرتا ہے اور اس سے منہ پھیر کر چل دیتا ہے۔ لیکن اگر کسی مصیبت میں پھنستا ہے اور ظاہری اسباب سے مایوس ہو جاتا ہے تو پھر اللہ تعالےٰ کی طرف جھکتا ہے، اس کے آگے گڑگڑاتا ہے اور اس سے لمبی چوڑی دعائیں مانگتا ہے اس بدبخت کو اتنا خیال نہیں آتا کہ آج کس منہ سے اللہ تعالےٰ سے دعا مانگوں جبکہ کل تک میں اس سے اعراض کرتا رہا۔ آج تو عہد کروں کہ اس کی نعمتوں کو پیش نظر رکھوں گا اور اس کا شکر گزار رہوں گا۔

(۲) آنحضرتؐ صادق اور امین ہیں اور قرآن مجید کو بڑی قوت کے ساتھ پیش کر رہے ہیں اور اس کے کلام الٰہی ہونے کا طرح طرح سے یقین دلا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ کہ بہت سے سنجیدہ اور معقول حضرات اس کی ہدایات پر عمل کر کے اپنی زندگیوں کو سدھار چکے ہیں۔ ان حالات میں منکرین کو سوچنا چاہیئے کہ اگر قرآن مجید وحی الٰہی ہو تو انکار اور اختلاف کرنے والوں کا کیا مقام ہوگا۔ اس سے بڑھ کر کیا گمراہی ہوگی کہ آدمی پیغام الٰہی اور حق و صداقت کا انکار کرے اور اس سے منہ پھیر کر چلا جائے۔

(۳) اس آیت کے ذریعے ایک پیشین گوئی فرمائی کہ عنقریب قریش کے اطراف میں بلکہ خود ان کے اندر اور ان کی بستی میں ایسے حالات ظاہر ہوں گے جن سے ثابت ہو جائے گا کہ قرآن مجید حق ہے اور آنحضرتؐ اللہ تعالےٰ کے سچے رسول ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ یہ پیشین گوئی پوری ہوئی جنگ بدر میں سرداران قریش نے بڑی شکست کھائی اور فتح مکہ کے دن تو ان کی قوت کا بالکل ہی خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد سارا عرب آنحضرتؐ کے آگے جھک گیا۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ خلفاء اور سلاطین کے زمانے میں اسلام ساری دنیا میں پھیل گیا۔

ع ۶
۱۰

اس آیت کا مطلب یوں بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر انسان غور کرے تو عظیم الشان کائنات کی پیدائش اور اس کے حیرت انگیز نظام میں تو کیا، دور کیوں جایئے خود انسان کے اپنے جسم و جان کے عجیب و غریب نظام میں، اللہ تعالےٰ کی عظیم الشان قدرت اور کمالات کی ایسی نشانیاں ہیں جن سے اس حقیقت کا یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی حق و باقی ہے اور اس کے سوا ساری چیزیں باطل، ناپائیدار اور فانی ہیں۔

(۴) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ تمہارے لئے یہ بات کافی ہے کہ تمہارا پروردگار یہ بات پر گواہ ہے اور وہ اپنی گواہی سے ہر سچائی کو ثابت کرتا ہے یقین رکھو کہ وہ تمہاری صداقت کو بھی اپنے قول و عمل سے ثابت کر رہا ہے اور کرے گا۔

(۵) یہ لوگ قیامت کا اور اللہ تعالےٰ کے سامنے حاضر ہونے کا انکار کرتے ہیں ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ اس میں شک کرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے علم اور قدرت سے ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے فنا ہونے کے بعد بھی کوئی چیز اس کے علم اور قبضۂ قدرت سے باہر نہیں جاتی۔ اسی لئے وہ جب چاہے گا حکم دے گا اور لوگ زندہ ہو کر اس کے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔

مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ③ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

تمہاری طرف اور تم سے پہلے پیغمبروں کی طرف وحی بھیجتا رہا ہے (۱) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ④ تَكَادُ

زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور وہی بلند (و برتر اور) عظمت والا ہے قریب ہے کہ

السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ

آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ

پاکی بیان کرتے ہیں اور زمین والوں کے لئے بخشش مانگتے ہیں سن رکھو کہ

اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ⑤ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ

اللہ ہی بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۲) اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں

دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ

کو کارساز بنا رکھا ہے ان کی اللہ دیکھ بھال رہا ہے اور (اے پیغمبر!) تم ان پر

بِوَكِيْلٍ ⑥ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا

داروغہ نہیں ہو (۳) اور اسی طرح ہم نے تمہارے پاس عربی قرآن بھیجا ہے

لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ

تاکہ تم مکہ کے رہنے والوں کو جو اس کے اس پاس رہتے ہیں (عذاب الہیٰ) ڈراؤ اور انہیں قیامت کے دن سے بھی

لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ⑦ وَلَوْ

ڈراؤ جس کے آنے میں کچھ شک نہیں ہے (اس دن) ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں (۴) اور اگر

شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ

اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت (یعنی ایک ہی دین پر) کر دیتا لیکن وہ جس کو چاہتا ہے

منزل ۶

(۱) قریش قرآن مجید کو وحی الہٰی نہیں مانتے تھے اور اس کی سچائی میں طرح طرح کے شبہات نکالا کرتے تھے۔ اس لئے قرآن مجید کے وحی الہٰی ہونے کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے سورت کے آغاز ہی میں اس بات کا ذکر فرمایا ــــ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔ وہ اپنی حکمت کے لحاظ سے کسی بندے کو منتخب کر لیتا ہے اور اس کے پاس اپنا کلام اور پیغام بھیجتا ہے۔ کسی کی کیا مجال ہے کہ اس کو روک سکے۔

چنانچہ جس طرح گزشتہ زمانے میں بہت سے حضرات پر اپنا کلام اتارا تھا اسی طرح اس زمانے میں آنحضرتؐ کو منتخب فرمایا اور آپؐ پر اپنا کلام نازل کیا۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

(۲) جو بدبخت کلام الٰہی کا انکار کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت سے غافل ہیں۔ اس کی شان یہ ہے کہ ساری کائنات کو اسی نے پیدا کیا اور وہی اس کا مالک ہے۔ وہ بلند و برتر ہے اور عظیم الشان ہے۔

کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے جلال سے یا فرشتوں کی کثرت سے یا ان کی تسبیح کے اثر سے آسمان پھٹ پڑیں۔ حدیث میں ہے کہ آسمان چرچراتا ہے اور اس کو چرچرانا ضروری ہے کیونکہ آسمان پر چار انگل جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں کوئی فرشتہ سجدے میں سر رکھے نہ ہو۔ (ترمذی)

فرشتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ زمین والوں کے لئے ہدایت اور مغفرت کی دعا کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے اور ان کے گناہوں کو بخشنے والا ہے۔

(۳) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کو کارساز بنا رکھا ہے اور انہی سے دعائیں مانگتے ہیں ان بدبختوں کی یہ حرکت اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اس نے ان کے سارے برے اعمال کو محفوظ کر رکھا ہے۔ وقت آنے پر ان سے باز پرس کرے گا ان بدبختوں کی سرکشی اور نافرمانی سے تم رنجیدہ مت ہو کیونکہ تم ان کے اعمال کے ذمہ دار نہیں ہو۔

(۴) قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آنحضرتؐ پہلے اُم القُریٰ یعنی مرکزی شہر مکہ کے باشندوں کو پھر اس کے اطراف کے لوگوں کو پیغام پہنچا دیں اور قیامت کے دن سے آگاہ کر دیں تاکہ عقیدے اور عمل کی اصلاح کر کے اس دن کے حساب کتاب کے لئے تیار ہو جائیں۔

قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس دن سب لوگ پروردگار عالم کے حضور میں جمع ہو جائیں گے اور حساب کتاب ہوگا۔ پھر لوگ دو جماعتوں میں تقسیم ہوں گے۔ نیک حضرات کو جنت میں پہنچا دیا جائے گا اور نافرمانوں کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

واضح ہو کہ تاریخ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ اسلام کی اشاعت اسی ترتیب سے ہوئی کہ آنحضرتؐ نے پہلے مکہ والوں کو پیغام حق سنایا۔ پھر اس کے اطراف کے عربوں کو تبلیغ فرمائی چنانچہ آپؐ کے وصال سے پہلے سارے جزیرۂ عرب پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا تھا۔ پھر خلفاء، سلاطین اور مبلغین کے ہاتھوں اسلام کا پیغام ساری دنیا کو پہنچ گیا۔

مَنۡ يَّشَآءُ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوۡنَ مَا لَهُمۡ مِّنۡ وَّلِىٍّ

اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور (قیامت کے دن) ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا

وَّلَا نَصِيۡرٍ ۝ اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ

اور نہ مددگار (۱) کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے کارساز قرار دے رکھے ہیں تو (یاد رکھو کہ) اللہ

هُوَ الۡوَلِىُّ وَهُوَ يُحۡىِ الۡمَوۡتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ

ہی کارساز ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر چیز پر

قَدِيۡرٌ ۝ وَمَا اخۡتَلَفۡتُمۡ فِيۡهِ مِنۡ شَىۡءٍ فَحُكۡمُهٗۤ اِلَى

قادر ہے (۲) اور تم جس بات میں اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے

اللّٰهِ ؕ ذٰ لِكُمُ اللّٰهُ رَبِّىۡ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ ۖ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ ۝

سپرد ہے یہی اللہ میرا پروردگار ہے میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں (۳)

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ جَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡ

وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اسی نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس

اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا وَّمِنَ الۡاَنۡعَامِ اَزۡوَاجًا ۚ

کے جوڑے بنائے اور (اسی طرح) چارپایوں کے بھی جوڑے بنائے

يَذۡرَؤُكُمۡ فِيۡهِ ؕ لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيۡعُ

(اور اسی طرح) وہ تم کو پھیلاتا رہتا ہے کوئی چیز اس کی مثل نہیں اور وہی سننے والا (اور)

الۡبَصِيۡرُ ۝١١ لَهٗ مَقَالِيۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ يَبۡسُطُ

دیکھنے والا ہے آسمانوں اور زمین (کے خزانوں) کی کنجیاں اسی کے قبضہ میں ہیں وہ جس کے لئے

الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىۡءٍ

چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے بلاشبہ وہ ہر چیز کا

(۱) اللہ تعالٰی بڑی قدرت والا ہے۔ اگر وہ چاہتا تو انسان کی فطرت اس طرح کی بناتا کہ سب لوگ ایماندار ہوتے اور اللہ تعالٰی کے فرماں بردار رہتے جس طرح سارے حیوانات، نباتات، سورج، چاند وغیرہ ہیں کہ وہ قانونِ قدرت سے بال برابر بھی سرتابی نہیں کر سکتے ہیں۔

لیکن اللہ تعالٰی نے انسان کو ارادے اور اختیار کی آزادی بخشی، وحی نازل کر کے سیدھے راستے کی ہدایت فرمائی اور رحمت کے دروازے کھول دیئے۔

اس صورتِ حال کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ الگ الگ راہوں پر پڑ گئے۔ جن لوگوں نے پیغامِ حق کی طرف توجہ کی اور ٹھنڈے دل سے اس پر غور کیا، توفیقِ الٰہی ان کے شاملِ حال ہوئی اور وہ لوگ مشیتِ الٰہی کے مطابق ایمان اور عملِ صالح سے مشرف ہو کر رحمتِ الٰہی میں داخل ہوئے۔

ع ۹ ۲

لیکن جن بدبختوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا، پیغامِ حق کو ٹھکرایا اور اللہ کے رسولوں کا مقابلہ کیا وہ عذابِ الٰہی کے مستحق ٹھہرے۔ ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب ان پر عذاب آئے گا تو کائنات میں کوئی ان کا دوست اور مددگار نہ ہوگا کہ ان کو عذابِ الٰہی سے بچا سکے۔

(۲) یعنی اللہ تعالٰی کو چھوڑ کر دوسروں کو کارساز اور مددگار بنانا کھلی بے عقلی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالٰی ہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو کارساز اور مددگار بنایا جائے، کیونکہ وہ مردہ کو زندہ کر سکتا ہے اور اس کے سوا ہر بات پر بھی قادر ہے۔ بخلاف اس کے اللہ تعالٰی کے سوا جن کو مشرک کارساز بناتے ہیں، وہ تو بالکل عاجز ہیں۔ وہ کسی کا کیا کام نکال سکتے ہیں؟

(۳) آنحضرتؐ کو حکم دیا کہ لوگوں کے سامنے اعلان کر دو کہ توحید اور رسالت وغیرہ کو سمجھانے کے لئے میں نے واضح دلیلیں تمہارے سامنے پیش کر دی ہیں۔ اس پر بھی اگر تم نہ مانو اور ناحق اختلاف کرو تو میں صبر کرتا ہوں اور اس معاملہ کو اللہ تعالٰی کے حوالے کرتا ہوں۔ یقین ہے کہ ایک دن وہ اس معاملے کا فیصلہ فرما دے گا اور حق کو اس طرح کر دے گا کہ پھر تم کو اختلاف کی گنجائش نہ رہے گی۔ میں اسی کو اپنا اور سارے عالم کا پروردگار مانتا ہوں اور ہر معاملے میں اسی پر بھروسا کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اسی نے آسمان و زمین کو پیدا کیا، انسانوں میں مرد و عورت کا جوڑا بنایا، اسی طرح چوپایوں میں بھی نر و مادہ کا جوڑا رکھا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان اور چوپائے زمین پر بڑی کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں — اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی ذات، صفات اور افعال میں یکتا ہے۔ کائنات میں اس جیسا کوئی نہیں ہے۔ وہ ہر بات کو سنتا اور دیکھتا ہے — آسمان و زمین کے خزانوں کی کنجیاں اسی کے قبضے میں ہیں۔ اسی کے خزانے سے سب کو روزی ملتی ہے لیکن حکمت اور مصلحت کے لحاظ سے جس کے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ وہ ہر بات سے بخوبی واقف ہے چنانچہ وہ جانتا ہے کہ کس کے لئے روزی کشادہ کرنا مناسب ہے اور کس کے لئے تنگ کرنا قرین مصلحت ہے۔

عَلِيمٌ ﴿١٢﴾ شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِۦ نُوحًا

جاننے والا ہے (۱) اللہ نے تمہارے واسطے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا

وَالَّذِىٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِۦٓ إِبْرَٰهِيمَ

اور جس کو ہم نے (اے محمدؐ) تمہارے پاس وحی کے ذریعے بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم کو

وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰٓ أَنْ أَقِيمُوا۟ الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا۟

اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا

فِيهِ ۚ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۚ

(۲) مشرکوں کو وہ بات گراں گزرتی ہے جس کی طرف تم ان کو بلاتے ہو

اللَّهُ يَجْتَبِىٓ إِلَيْهِ مَن يَشَآءُ وَيَهْدِىٓ إِلَيْهِ مَن

اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف برگزیدہ کر لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اسے اپنے تک

يُنِيبُ ﴿١٣﴾ وَمَا تَفَرَّقُوٓا۟ إِلَّا مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ

رسائی دیتا ہے (۳) اور یہ لوگ جو الگ الگ ہوئے ہیں تو علم (حق) آچکنے کے بعد آپس کی ضد

الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ

سے (ہوئے ہیں) اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک مقررہ وقت تک کے لئے (مہلت دینے کی)

إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِىَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا۟

بات نہ ٹھہر چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا (۴) اور جو لوگ ان کے بعد کتاب (الٰہی) کے

الْكِتَٰبَ مِنۢ بَعْدِهِمْ لَفِى شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ﴿١٤﴾ فَلِذَٰلِكَ

وارث ہوئے بلاشبہ وہ اس کی طرف سے شک میں پڑے الجھ رہے ہیں (۵) تو (اے محمدؐ) اسی (دین)

فَادْعُ ۖ وَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ ۖ وَقُلْ

کی طرف (لوگوں کو) بلاتے رہنا اور جیسا تم کو حکم ہوا ہے اسی پر قائم رہنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اور (ان سے) کہہ دو

(۲) لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سب سے پہلے صاحب شریعت رسول ہیں۔
اس آیت کے ذریعے واضح طور پر اعلان فرمایا کہ توحید، رسالت، آخرت کی زندگی اور دین کے چند اور اصول سب پیغمبروں کی تعلیم میں مشترک رہے ہیں۔ البتہ عبادت کے طریقوں اور معاملات کے فروعی احکام میں اختلاف ہوتا رہا ہے۔
بڑے بڑے انبیاء مثلاً حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو دیکھو کہ دین کے اصول میں سب متفق ہیں۔
یہ حقیقت آنحضرتؐ کی سچائی کی بہت بڑی دلیل ہے یعنی یہ کہ آپؐ کی وحی کا سرچشمہ بھی وہی ہے جو گزشتہ اولو العزم پیغمبروں کا تھا۔ پھر جو لوگ ان حضرات کی وحی پر ایمان رکھتے ہیں وہ آنحضرتؐ کی وحی سے کیوں منہ موڑتے ہیں؟

(۳) عرب خاص کر قریش اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہیں اور انہی کے مذہب پر ہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ ان پر آنحضرتؐ کی تعلیم جس کی بنیاد توحید پر ہے، بڑی شاق گزرتی ہے اور وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرت ابراہیمؑ کی تعلیم بھی یہی تھی، کیونکہ وہ اپنے زمانے کے موحد اعظم تھے
لیکن کچھ حضرات ایسے بھی ہیں جو پیغام حق قبول کر کے اپنی دنیا اور آخرت سنوارتے ہیں۔ اس پر تعجب نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و مصلحت کے لحاظ سے جس کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے اور اس کی طلب میں جد و جہد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو بھی راہ راست پر لگاتا ہے اور کامیاب کرتا ہے۔

(۴) گزشتہ پیغمبروں کی قوموں کو کتابیں دینے کے بعد حکم دیا تھا کہ دین پر قائم رہنا اور اصول احکام میں اختلاف کر کے ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جانا۔ لیکن ان لوگوں نے اس حکم کی تعمیل نہ کی اور اختلاف کر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔
سخت تعجب کی بات یہ ہے کہ ان لوگوں کے پاس صحیح علم آچکا تھا اور ان کو سیدھا راستہ معلوم ہو گیا تھا جس میں شک اور اختلاف کی گنجائش نہ تھی مگر یہ لوگ مال و دولت اور عزو جاہ کی محبت میں مبتلا ہو گئے اور آپس کے حسد و عناد کی وجہ سے دین میں بھی اختلاف کھڑا کر دیا اور الگ الگ فرقے بن گئے — یہ جرم سخت تھا کہ اس کی پاداش میں وہ لوگ فوراً ہلاک کر دیئے جاتے لیکن اس وجہ سے ان کو فوراً ہلاک نہیں کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس پہلے یہ بات طے ہو چکی تھی کہ نافرمانوں کو پے در پے ڈھیل دی جائے گی اور آخری فیصلہ قیامت کے دن ہو گا — (۵) یعنی باپ دادا کے اختلافات کی وجہ سے بعد کی آنے والی نسلیں بھی کتاب اللہ کے صحیح راستہ

اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ
کہ میں ہر اس کتاب پر ایمان لاتا ہوں جو اللہ نے نازل فرمائی ہے اور مجھ کو حکم ہوا ہے کہ تم میں انصاف
بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ
کروں اللہ ہی ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے
لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَ اِلَيْهِ
ہم میں اور تم میں کچھ بحث (و تکرار) نہیں اللہ ہی ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف
الْمَصِيْرُ ⑮ وَ الَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ
لوٹ کر جانا ہے (۱) اور جو لوگ اللہ (کے دین کے بارے) میں جھگڑے نکالتے ہیں بعد اس کے کہ اسے
مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ
(ایمان والوں نے) مان لیا ہے ان لوگوں کی حجت ان کے پروردگار کے نزدیک باطل ہے
وَ عَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ⑯ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ
اور ان پر اللہ کا غضب (ہوگا) اور ان کے لئے سخت عذاب ہوگا (۲) اللہ ہی تو ہے جس نے
اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَ الْمِيْزَانَ ؕ وَ مَا يُدْرِيْكَ
سچائی کے ساتھ کتاب اور (عدل انصاف کی) ترازو نازل فرمائی اور تم کو کیا معلوم
لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ⑰ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا
شاید قیامت قریب ہی آپہنچی ہو (۳) اور جو لوگ اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ
يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَ
اس کے لئے جلدی کر رہے ہیں اور جو ایماندار ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور
يَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي
جانتے ہیں کہ وہ (بر) حق ہے یاد رکھو کہ جو لوگ قیامت کے بارے میں

(بقیہ تفسیر صفحہ) معلوم نہ کر سکیں اور شک اور الجھن میں پڑ گئیں۔

غالباً اس سے آنحضرتؐ کے زمانے کے یہود اور نصاریٰ مراد ہیں کہ تورات اور انجیل میں تحریف ہو جانے کی وجہ سے ان کے بہت سے فرقے ہو گئے تھے اور دین کی اصولی باتوں پر بھی اتفاق نہیں کر سکتے تھے۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) جب لوگوں نے اختلافات کے طوفان برپا کر کے دین حق کو گم کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے قرآن مجید نازل فرمایا جس کی وجہ سے سارے اختلافات ختم ہو گئے اور دین حق واضح ہو گیا۔

اسی لئے آنحضرتؐ کو حکم دیا کہ تم خود بھی اس دین پر قائم رہو اور لوگوں کو بھی اس کی طرف بلاتے رہو اور نافرمانوں کی گمراہیوں اور خواہشات کی پروا مت کرو۔ نیز اعلان کر دو کہ اللہ تعالیٰ نے جو کتابیں نازل فرمائی ہیں میں ان سب پر ایمان لاتا ہوں۔ یقین رکھو کہ تم نے دین کے بارے میں جو اختلافات کھڑے کر رکھے ہیں، ان میں وحی کے ذریعے انصاف کے ساتھ فیصلہ کر کے میں حق بات کو واضح کرتا ہوں۔ تم کو چاہیئے کہ میرے فیصلے کو مانو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا سب کا پروردگار ہے ہم سب کو چاہیئے کہ اس کے فیصلے کے آگے گردن جھکا دیں۔

دیکھو: میں نے تم کو سیدھا راستہ دکھا دیا ہے۔ لیکن اگر تم میری بات نہ مانو تو میں تم سے جھگڑا نہیں کرتا۔ لیکن یاد رکھو کہ ایک دن ہم سب اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے اور اپنے اپنے اعمال کا بدلا پائیں گے۔

(۲) یہ حقیقت ہے کہ بہت سے سنجیدہ اور عقلمند حضرات قرآن مجید پر ایمان لا چکے ہیں اور اس کی ہدایت پر عمل کر کے اپنی زندگیوں کو سنوار چکے ہیں۔

اس صورت حال کے بعد ان کی حجت کا باطل ہونا بالکل نمایاں ہو جاتا ہے جو قرآن مجید کی سچائی کا برابر انکار کئے چلے جا رہے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ محض ضد اور ہٹ دھرمی کے سوا اور کچھ نہیں ہے جس کی پاداش میں ان کو سخت عذاب ہوگا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے لوگوں کی ہدایت کے لئے ایک سچی کتاب یعنی قرآن مجید نازل فرمایا اور میزان یعنی ترازو بھی اتاری تاکہ لوگ چیزوں کو پورا پورا تولیں اور معاملات میں عدل و انصاف کو پیش نظر رکھیں۔

نیز خود قرآن مجید حق و باطل کے فرق کے لئے ایک ترازو اور کسوٹی ہے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ آج ہی اپنے اعمال کو قرآن مجید کی ترازو میں تول کر دیکھ لیں اور ٹھیک کر لیں کیونکہ قیامت کا وقت مقرر نہیں ہے کیا معلوم وہ قریب ہی آگئی ہو۔ اس دن ترازو کھڑی کی جائے گی اور لوگوں کے اعمال تولے جائیں گے۔

السَّاعَةِ لَفِي ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ۱۸ اَللّٰهُ لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ
جھگڑتے ہیں وہ گمراہی میں دور (جا پڑے) ہیں (۱) اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ جس کو چاہتا
مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۱۹ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ
ہے روزی دیتا ہے اور وہ قوت والا (اور) غالب ہے جو شخص آخرت کی
حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ
کھیتی چاہے ہم اس کے لئے اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا
حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ
طالب ہو تو ہم اس کو اس میں سے دیں گے اور اس کا آخرت میں کچھ حصہ
نَّصِيْبٍ ۲۰ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ
نہ ہوگا (۲) کیا ان کے (خیال میں اللہ کے سوا) ایسے شریک ہیں جنھوں نے ان کے لئے وہ دین مقرر کیا ہے
مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ
جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا اور اگر فیصلے (کے دن) کا وعدہ نہ ہوتا تو ان میں فیصلہ
بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۲۱ تَرَى
کر دیا جاتا اور بلاشبہ ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے (۳) تم
الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۭ وَ
دیکھو گے کہ ظالم اپنے اعمال (کے وبال) سے ڈرتے ہوں گے اور وہ ان پر پڑ کر رہے گا اور
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ
جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ بہشت کے باغوں میں ہوں گے وہ
مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۲۲
جس چیز کو چاہیں گے ان کے پروردگار کے ہاں ان کو ملے گی۔ یہی بڑا انعام ہے (۴)

(۱) جو لوگ قیامت پر یقین نہیں رکھتے وہ سرکشی کی راہ سے اس کے لئے جلدی مچاتے ہیں لیکن جو حضرات اس پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس کا آنا یقینی ہے اور اس دن اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ جو بدبخت قیامت کے آنے میں شک کرتے ہیں وہ گمراہی میں بہت دور نکل گئے ہیں جس کی سزا بھگتیں گے۔

(۲) جو لوگ آخرت کی زندگی پر اور اعمال کے حساب پر یقین رکھتے ہیں اور پرہیزگاری کا راستہ اختیار کر کے
ع ۲ ۱۰
اپنی زندگیوں کو سنوارتے ہیں ان کو آخرت میں خوب ثواب ملے گا۔ ایک نیکی کا دس گنا ثواب بلکہ سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ کا وعدہ کیا گیا ہے۔

لیکن جو لوگ آخرت کی زندگی کا یقین نہیں رکھتے بلکہ محض دنیوی عیش و آرام کے لئے جدوجہد کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے فیض سے دنیا کے فائدے مل جائیں گے لیکن وہ بدبخت آخرت کے فائدوں سے محروم رہیں گے کیونکہ انھوں نے آخرت کا انکار کر کے خود ہی اپنے پر وہاں کے فائدوں کا دروازہ بند کر لیا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے ذریعے دین داری کا راستہ بتایا ہے کیونکہ سب لوگ اسی کے بندے ہیں۔ اس لئے اسی کو اس بات کا حق پہنچتا ہے کہ لوگوں کے لئے شریعت یعنی حرام اور حلال کا قانون مقرر کرے۔ مشرکوں نے اپنے دل سے جو اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہرا رکھے ہیں ان کو تو کسی طرح یہ حق نہیں پہنچتا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لئے قانون مقرر کریں۔ پھر مشرکوں کی عقلوں کو کیا ہو گیا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کو چھوڑ کر الگ الگ دین اختیار کر رکھے ہیں جن کے ثبوت کے لئے ان کے پاس کوئی سند نہیں ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلے کے لئے قیامت کا دن مقرر نہ ہو گیا ہوتا تو ان بدبختوں کے حق میں آخری فیصلہ دنیا ہی میں صادر کر دیا گیا ہوتا۔ بہرحال ان ظالموں کو آخرت میں بڑا دردناک عذاب ہوگا۔

(۴) یہ ظالم آج تو آخرت کے عذاب سے نہیں ڈرتے لیکن قیامت کے دن جب اپنے برے اعمال کے وبال کو سامنے پائیں گے تو تم دیکھو گے کہ یہ بدبخت اس سے ڈرتے ہوں گے اور وہ ضرور ان پر پڑ کر رہے گا کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا۔

لیکن ان بدبختوں کے برخلاف جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کا حال یہ ہوگا کہ وہ بہشت کے باغوں میں آرام سے رہیں گے۔ وہاں جس چیز کی خواہش کریں گے ان کے پروردگار کی طرف سے ان کو ملے گی۔
دیکھو یہ بڑی فضیلت اور بزرگی کی بات ہے کہ پروردگار عالم کی خوشنودی حاصل ہو اور ہر طرح کی نعمتیں ملیں۔ اس بزرگی کے مقابلے میں دنیا کی بڑائی کی کیا حقیقت ہے؟

ذٰلِكَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
یہی وہ (انعام) ہے جس کی اللہ ان بندوں کو خوش خبری دیتا ہے جو ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے
الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ
ہیں (اے پیغمبر! ان سے) کہہ دو کہ میں اس کام کا صلہ تم سے نہیں مانگتا بجز رشتہ داری کی
فِی الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا ؕ
محبت کے (۱) اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا اس کے لئے ہم اس میں اور خوبی زیادہ کر دیں گے
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ
بیشک اللہ بخشنے والا (اور) قدردان ہے کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے
فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ وَیَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَ
(اے پیغمبر!) اگر اللہ چاہے تو تمہارے دل پر مہر لگا دے اور اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور
یُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾
اپنی باتوں سے حق کو ثابت کرتا ہے بیشک وہ دلوں کی باتوں کو جانتا ہے (۲)
وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْا عَنِ
اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کے گناہ
السَّیِّاٰتِ وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ
معاف کرتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب جانتا ہے اور ان لوگوں کی دعا قبول کرتا ہے
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ
جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ ثواب دیتا ہے
وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ
اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے (۳) اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لئے رزق میں

(۱) سرداران قریش اسلام کے پیغام سے بہت بھڑک گئے تھے۔ وہ آنحضرتؐ کو سخت ایذائیں دیتے تھے بلکہ جنگ و جدال پر آمادہ ہو گئے تھے۔

ان کے جاہلانہ جوش کو ٹھنڈا کرنے کے لئے آنحضرتؐ کو حکم ہوا کہ قریش کو حق قرابت یاد دلاؤ یعنی ان سے یوں کہو کہ میں جو تم کو دین و دنیا کی کامیابی کا راستہ بتاتا ہوں اس پر تو تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگتا۔ صرف اتنا چاہتا ہوں کہ باہمی قرابت کا خیال کر کے زیادہ جوش میں نہ آؤ، نہ بھڑکو اور نہ مجھے ستاؤ بلکہ مجھے موقع دو کہ آزادی کے ساتھ پیغام حق لوگوں کو پہنچاؤں۔ تم خود بھی سنو اور دوسروں کو بھی سننے دو۔ صبر و سکون کے ساتھ خود بھی غور کرو اور دوسروں کو بھی غور کرنے دو۔ کیونکہ یہ دین اور حق کا معاملہ ہے۔ اس میں غصے سے کام نہیں چلتا۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے اس آیت کا جو مطلب لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آنحضرتؐ مدینے میں تشریف لائے تو آپ کی مالی حالت کو دیکھ کر انصارؓ نے عرض کیا کہ اجازت ہو تو ہم سب مل کر حضورؐ کی خدمت میں کچھ مال حاضر کریں۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ انصارؓ سے کہہ دو کہ پیغام حق پہنچانے پر تو میں تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگتا مگر چاہتا ہوں کہ کنبے والوں سے دوستی کرو یعنی مکے کے لوگ جو دین کے واسطے سب کچھ چھوڑ کر آئے ہیں ان سے محبت کرو اور ان کی مدد کرو۔

(۲) سرداران قریش جہالت اور ضد سے کہتے تھے کہ آنحضرتؐ (نعوذ باللہ) جھوٹ بولتے ہیں اور اپنی طرف سے کلام بنا کر اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ کلام الٰہی ہے۔

اس بیہودہ اعتراض کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر محمدؐ جھوٹ بولتے تو ہم ان کے دل کو بند ہی کر دیتے پھر وہ قرآن مجید جیسا فصیح و بلیغ کلام ہرگز نہیں سنا سکتے۔

کیونکہ اللہ تعالےٰ کی عادت ہے کہ وہ باطل کو ملیا میٹ کر دیتا ہے اور حق کو ثابت کر دکھاتا ہے۔ اب جبکہ آنحضرتؐ کی زبانِ فیض ترجمان پر مسلسل قرآن مجید جاری ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ سچے ہیں اور کلام الٰہی سنا رہے ہیں۔

(۳) اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ اس نے ان کی ہدایت کے لئے اپنا کلام نازل فرمایا اور توبہ کا دروازہ کھلا رکھا۔ جو شخص سچے دل سے توبہ کرے اس کی توبہ قبول کرتا ہے اور پچھلے سب گناہوں کو معاف کر دیتا ہے حالانکہ لوگوں کے سارے اعمال کو جانتا ہے۔

جو لوگ ایمان لا کر نیک عمل کرتے ہیں اور اس سے دعائیں مانگتے ہیں ان کے اعمال کو اور ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتا ہے اور اپنے فضل سے ان کے نیک اعمال کا اس سے کہیں زیادہ بدلا دیتا ہے جس کے وہ عام ضابطے کے لحاظ سے مستحق ہیں ـــ لیکن جو بدبخت اس کے پیغام کا انکار کرتے ہیں وہ اپنے کو سخت عذاب کا مستحق بنا لیتے ہیں۔

لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ
فراخی کردیتا تو وہ زمین میں فساد کرنے لگتے لیکن وہ جس قدر چاہتا ہے اندازے کے ساتھ نازل کرتا ہے
اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٢٧﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ
بلاشبہ وہ اپنے بندوں کو جاننے والا (اور) دیکھنے والا ہے (۱) اور وہی تو ہے جو لوگوں کے ناامید
مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِيُّ
ہوجانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت کو پھیلاتا ہے اور وہی کارساز (اور)
الْحَمِيْدُ ﴿٢٨﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ
تعریف کے لائق ہے (۲) اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور ان جانداروں کا
فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ
جو اس نے ان میں پھیلا رکھے ہیں اور وہ جب چاہے ان کے جمع کرنے پر
قَدِيْرٌ ﴿٢٩﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ
قادر ہے اور جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے تو وہ تمہارے اعمال کا نتیجہ
اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٠﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي
ہے اور وہ بہت سے گناہ معاف کردیتا ہے اور تم زمین میں اللہ کو عاجز نہیں
الْاَرْضِ ۚۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٣١﴾
کرسکتے اور اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار (۳)
وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٣٢﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ
اور اسی کی نشانیوں میں سے سمندر میں جہاز ہیں (ایسے اونچے) جیسے پہاڑ اگر اللہ چاہے تو ہوا کو
الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
ٹھہرا دے پس جہاز سمندر کی سطح پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں بلاشبہ صبر (اور) شکر کرنے والوں کے لئے ان

(۱) دنیا کا موجودہ معاشی نظام اس طرح کا ہے کہ کچھ لوگ دولت مند ہیں اور بہت سے غریب لوگ جہالت سے اس کی وجہ یہ نہ سمجھیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالےٰ کے خزانے میں کچھ کمی ہے۔ اگر وہ چاہتا تو سب کو دولت مند بنا دیتا لیکن چونکہ عام طور پر لوگوں میں حرص زیادہ ہے اور ضبط کم، یعنی وہ اپنے جذبات کو قابو میں نہیں رکھ سکتے ہیں، اس لئے دولت اور عیش پرستی کے نشے سے لوگوں کے سر پھر جاتے، ہر شخص فرعون بے سامان بن جاتا اور کوئی کسی کی بات نہیں سنتا اور نہ کسی سے دبتا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ لوگوں میں جھگڑے اس سے بھی زیادہ ہوتے جتنے آج کل ہوتے ہیں اور ساری دنیا میں اودھم مچ جاتا۔ اس مصلحت سے سب کو دولت مند نہیں بنایا۔

(۲) اللہ تعالےٰ کی بخشش کا کرشمہ دیکھو کہ جب لوگ ظاہری حالات کے لحاظ سے بالکل مایوس ہوجاتے ہیں تو وہ اپنے فضل سے بارش بھیج دیتا ہے جس سے زمین سرسبز ہوجاتی ہے اور اس کی رحمت کے آثار اور برکات نمایاں ہوجاتے ہیں۔ وہ کارساز ہے کہ اپنے بندوں کے کام نکالتا ہے اور اس لئے حمد و ثنا کا مستحق ہے۔ بندوں کو چاہیے کہ اسی سے اپنی مرادیں مانگیں، اس کا شکر ادا کریں اور اس کی حمد و ثنا کے نغمے گائیں۔

ع ۴

(۳) انبیاء اور اولیاء کے علاوہ عام لوگوں پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو اس کا سبب خود ان کی لغزشیں اور کمزوریاں ہوتی ہیں۔ بہت سی کمزوریاں تو اللہ تعالےٰ معاف فرما دیتا ہے۔ لیکن بعض پر گرفت کرکے ان کو کسی مصیبت میں مبتلا کردیتا ہے تاکہ وہ آگاہ ہوں، اللہ تعالےٰ کے آگے گڑگڑائیں اور توبہ کرکے اپنی اصلاح کرلیں۔
یاد رکھو کہ اگر اللہ تعالےٰ تمہاری گرفت کرنا چاہے تو تم اس سے بچ نہیں سکتے اور نہ اس کے مقابلے میں کوئی دوسرا تمہاری مدد کرسکتا ہے۔

لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ
(باتوں) میں (قدرت کی) نشانیاں ہیں یا ان کے اعمال کے سبب ان (جہازوں) کو تباہ کر دے اور بہت سے
عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۴﴾ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ؕ مَا
قصور معاف کر دے (۱) اور (یہ اس لئے کرتا ہے کہ) جو لوگ ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں وہ جان لیں کہ ان
لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۵﴾ فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ
کے لئے بھاگنے کی جگہ نہیں پس جو کچھ تمھیں دیا گیا ہے وہ دنیا کی زندگی کا ساز و سامان
الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى
ہے اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر اور پائیدار ہے (یعنی) ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور اپنے
رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ
پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں اور جو لوگ بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے
وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ
پرہیز کرتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں اور جو لوگ
اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ
اپنے پروردگار کا حکم مانتے ہیں اور نماز کے پابند ہیں اور ان کا ہر کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے
وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ
اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر زیادتی ہو تو وہ (صرف برابر کا)
هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا
بدلا لیتے ہیں (۲) اور برائی کا بدلا تو اسی طرح کی برائی ہے مگر جو درگزر کرے
وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَ
اور اصلاح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے بلاشبہ وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا (۳) اور

(۱) یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ لوگ بڑے بڑے جہاز بناتے ہیں جو سمندر کی سطح پر پہاڑوں کی طرح کھڑے نظر آتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوا حرکت میں آتی ہے جس سے بادبانی جہاز چلتے ہیں۔ ہوا بھی اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ اگر وہ حکم دے تو ہوا ٹھہر جائے اور جہاز سمندر کے سطح پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔ لوگوں کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر کریں اور مصیبتوں پر صبر سے کام لیں۔
اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو بعض جہاز والوں کے گناہوں کے سبب جہاز کو غرق کر دے اور بعض کے گناہوں کو معاف فرما دے۔ وہ ہر بات پر قادر ہے۔ حکمت اور مصلحت کے لحاظ سے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔

(۲) یعنی اگر دنیا میں عیش و عشرت کے سامان کسی کو مل بھی جائیں تو اس پر بہت زیادہ خوش نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ دنیوی ساز و سامان چند روز کا ہے۔ ہاں آخرت کی نعمتیں اس لائق ہیں کہ آدمی ان کے ملنے پر خوش ہو کیونکہ وہ دنیاوی نعمتوں سے بہت بہتر ہیں اور ہمیشہ رہنے والی ہیں۔
لیکن آخرت کی نعمتیں انہی لوگوں کو ملیں گی جو ایمان لائیں اور اپنے میں وہ اوصاف پیدا کریں جو ان آیتوں میں بیان کئے گئے ہیں۔
یعنی اپنے پروردگار پر بھروسا رکھیں، بڑے بڑے گناہوں خاص کر بیحیائی کی باتوں سے بچیں، غصے کو ضبط کریں اور معاف کر دیں، اپنے پروردگار کے احکام کی تعمیل میں لگے رہیں، نماز کی پابندی کریں، سارے اہم کاموں میں جن کے بارے میں شریعت کا صریح حکم نہ ہو، مشورہ کریں، اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے کار خیر میں اور غریبوں کے فائدے کے لئے خرچ کریں، جب ان پر کوئی ظلم و زیادتی کرے، اگر مناسب سمجھیں تو مناسب طریقے سے اور شریعت کے حکم کے مطابق برابر کا بدلا لیں یعنی بدلا لینے میں ظلم و زیادتی نہ کریں۔

(۳) ان آیتوں میں بدلے کا قاعدہ بتایا ہے کہ جس شخص پر کوئی ظلم و زیادتی ہو تو اس کو بدلا لینے کی اجازت ہے، مگر شرط یہ ہے کہ بدلا برابر کا ہو، یعنی بدلا لیتے وقت خود زیادتی نہ کر بیٹھے۔
لیکن اگر ظالم کو معاف کر دے بلکہ اس سے معاملے کی صفائی کر لے اور جھگڑا ختم کر دے تو یہ بات بہت اچھی ہے اور ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا ثواب ملے گا۔

لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾
جس پر ظلم ہوا ہو اور وہ اس کے بعد انتقام لے تو ایسے لوگوں پر کچھ الزام نہیں ہے
اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي
بلاشبہ الزام تو ان ہی پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق
الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ وَلَمَنْ
فساد پھیلاتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو دردناک عذاب ہوگا (۱) اور جو
صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَمَنْ يُّضْلِلِ
صبر کرے اور معاف کر دے تو البتہ یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے (۲) اور جس شخص کو اللہ گمراہ
اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا
کرے تو اس کے بعد اس کا کوئی کارساز نہیں اور تم ظالموں کو دیکھو گے کہ جب
رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾ وَ
وہ (دوزخ کا) عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے کہ کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی سبیل ہے اور
تَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ
تم ان کو دیکھو گے کہ وہ دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے ذلت کے مارے جھکے ہوئے چھپی (اور نیچی) نگاہ
مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ
سے دیکھ رہے ہوں گے (۳) اور ایمان والے کہیں گے کہ بلاشبہ (بڑا) نقصان اٹھانے والے
الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ
تو وہ ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نقصان میں ڈالا یاد رکھو کہ
الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ
ظالم ہمیشہ عذاب میں رہیں گے اور ان کے کوئی دوست

(۱) یعنی اس شخص پر کچھ الزام نہیں ہے جس پر ظلم ہوا ہو اور وہ بدلا لینے لگے۔ البتہ وہ لوگ قابل الزام اور قابل سزا ہیں جو مخلوق خدا پر ظلم کرتے ہیں، دنیا میں اودھم مچاتے ہیں اور دنیا کے امن کو برباد کرتے ہیں۔

ع ۱۴ ۵

(۲) یعنی ظلم و زیادتی کو معاف کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت پسندیدہ ہے۔ لیکن یہ کام بہت مشکل بھی ہے۔ ظلم سہنا، تکلیفیں برداشت کرنا اور پھر ظالم کو معاف کرنا، یہ کام وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے بڑے دل اور بڑے حوصلے ہیں۔

(۳) جن بدبختوں کو سرکشی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گمراہی میں چھوڑ دے تو ان کا دنیا میں کوئی کارساز نہیں کہ ان کو سیدھے راستے پر لے آئے۔ اور آخرت میں ان بدبختوں کا بُرا حال ہوگا۔ جب قیامت کے دن عذاب ان کے سامنے لایا جائے گا تو تم دیکھو گے کہ وہ بہت گھبرائیں گے اور نہایت حسرت سے کہیں گے کہ کیا دنیا میں واپس جانے کی کوئی صورت ہے تاکہ وہاں جا کر اچھے آدمی بن کر رہیں اور عذاب سے بچ جائیں۔ لیکن ان کی یہ آرزو پوری نہ ہوگی۔
اور جب یہ بدبخت دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے تو ذلت اور شرم کے مارے سر جھکائے اور نظریں نیچی کئے ہوئے ہوں گے۔

أَوْلِيَاءَ يَنْصُرُونَهُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
نہ ہوں گے کہ اللہ کے سوا ان کو مدد دے سکیں اور جس کو اللہ گمراہ کرے
فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيلٍ ﴿٤٦﴾ اِسْتَجِيبُوا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ
اس کے لئے کوئی راستہ نہیں (۱) (لوگو!) تم اپنے پروردگار کا حکم مانو اس سے پہلے کہ وہ
أَنْ يَّأْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۚ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ
دن آئے جس کو اللہ کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا اس دن تمہارے لئے نہ کوئی
يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيرٍ ﴿٤٧﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوا فَمَا
پناہ کی جگہ ہوگی اور نہ تم گناہوں کا انکار کر سکو گے (۲) پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو (اے پیغمبر!)
اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۗ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ۗ وَ
ہم نے تم کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے تمہارا کام تو صرف (احکام کا) پہنچا دینا ہے اور
اِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ
جب ہم انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو اس سے خوش ہو جاتا ہے اور اگر ان کو
تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُورٌ ﴿٤٨﴾
ان ہی کے اعمال کے سبب کوئی سختی پہنچتی ہے (تو سب احسانوں کو بھول جاتا ہے) بلاشبہ انسان بڑا ناشکرا ہے (۳)
لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۭ يَهَبُ
آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لئے ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو
لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُورَ ﴿٤٩﴾ اَوْ
چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے یا ان کو
يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيمًا ۭ اِنَّهٗ
بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے بیشک وہ

(۱) مشرکوں اور کافروں کو اس حال میں دیکھ کر ایماندار لوگ اپنی کامیابی پر اللہ تعالےٰ کا شکر کریں گے اور ان بدبختوں کو ملامت کرنے کے لئے کہیں گے کہ بڑے ٹوٹے میں وہی لوگ ہیں جو آج کے دن خود بھی تباہ ہوئے اور اپنے اہل وعیال کو بھی تباہ کیا۔

غرض یہ کہ یہ ظالم ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار رہیں گے اور وہاں ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا جو اللہ تعالےٰ کے مقابلے میں ان کی مدد کرکے ان کو عذاب سے چھڑا سکے حقیقت یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالےٰ کی تائید حاصل نہ ہو اس کے لئے کوئی راستہ ہی نہیں۔ وہ نہ دنیا میں ہدایت پا سکتا ہے اور نہ آخرت میں نجات کا منہ دیکھ سکتا ہے۔

(۲) لوگوں کو چاہیئے کہ قیامت کے آنے کا یقین رکھیں، اس کے ہولناک عذاب کا ذکر سن کر نصیحت حاصل کریں اور اس کے آنے سے پہلے پروردگار عالم کا پیغام قبول کرکے اپنی زندگیوں کو درست کریں۔ ورنہ اس دن نافرمانو کے لئے کوئی پناہ کی جگہ نہ ہوگی، نہ وہ کہیں چھپ سکیں گے اور نہ اپنے گناہوں کا انکار کر سکیں گے۔

(۳) آنحضرت ﷺ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اتنا سمجھانے کے بعد بھی اگر لوگ نہ مانیں تو تم فکر نہ کرو۔ تم لوگوں کے نگہبان اور ان کے اعمال کے ذمہ دار نہیں ہو۔ لوگ خود اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں۔ تمہارا کام یہ ہے کہ پیغام حق لوگوں کو پہنچاتے رہو اور لوگوں کی گمراہی پر غم نہ کرو۔

ان بدبختوں کا کہاں تک غم کرو گے۔ ان جیسے انسان میں تو بہت سی خرابیاں ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ کہ جب ہم اس پر مہربانی فرماتے ہیں اور اس کو نعمتوں سے نوازتے ہیں تو وہ اتراتا ہے اور تکبر کرتا ہے۔ اور اگر اس کے کرتوتوں کی وجہ سے اس پر کوئی آفت آتی ہے تو گھبراتا ہے اور مایوس ہو جاتا ہے۔ ہماری نعمتوں کی طرف توجہ کرکے ہمارا شکر نہیں کرتا اور ہماری طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝٥٠ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ

بڑا جاننے والا اور قدرت والا ہے (۱) اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر (تین طریق سے یا تو)

مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا

الہام (کے ذریعے) یا پردہ کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیجدے کہ وہ اللہ کے حکم سے جو اللہ چاہے پیغام

يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝٥١ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

پہنچائے بلاشبہ وہ (بڑا) عالی شان (اور) حکمت والا ہے (۲) اور (اے پیغمبر!) اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف

رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ

وحی (یعنی قرآن) بھیجا تم کو یہ خبر نہ تھی کہ کتاب (اللہ) کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان (کا انتہائی کمال) کیا چیز ہے

وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ

لیکن ہم نے اس (قرآن) کو ایک نور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور

اِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝٥٢ۙ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا

اس میں شک نہیں کہ تم سیدھا راستہ دکھاتے ہو (یعنی) اس اللہ کا راستہ کہ سب اسی کا ہے جو

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ۝٥٣

آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے دیکھو! سب کام اللہ ہی کی طرف رجوع ہوں گے (۳)

(۴۳) سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ

رکوعاتها ۷ — آیاتها ۸۹

سورۂ زخرف مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ۝١ۚ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝٢ۙ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا

حم قسم ہے اس واضح کتاب کی بیشک ہم نے اس کو عربی (زبان کا) قرآن بنایا ہے

منزل ٦

(۱) اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا مالک ہے کیونکہ اسی نے سب کو پیدا کیا ہے۔ وہی سب کا مالک و مختار ہے۔ جو چاہے پیدا کرے۔ جو چاہے کسی کو دے اور جو چاہے نہ دے۔ اس سے کوئی پوچھ نہیں سکتا۔ دیکھو! کسی کو صرف بیٹیاں دیتا ہے، کسی کو صرف بیٹے، کسی کو بیٹا بیٹی دونوں اور کسی کو کچھ بھی نہیں دیتا بالکل بانجھ کر دیتا ہے۔

بات یہ ہے کہ وہ ہر شخص کی حالت کو جانتا ہے، اسی کے مناسب اس کو نعمتیں دیتا ہے۔ نیز وہ بڑی قدرت والا ہے، جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے، اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

(۲) اس آیت میں واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو کسی بندے کے پاس وحی اور الہام بھیجتا ہے اس کے تین طریقے ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ بات دل میں ڈال دیتا ہے، جاگتے میں یا خواب میں۔ حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ (۲) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنتا ہے لیکن دیدار نہیں کرتا۔ گویا پردے کے پیچھے سے آواز سنتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے کوہِ طور پر اسی طرح کلام الٰہی سنا تھا۔ (۳) تیسرا طریقہ یہ ہے کہ فرشتہ آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام سناتا ہے کبھی اصلی شکل میں اور کبھی آدمی کی شکل میں۔

آنحضرتؐ نے خود بھی واضح فرمایا ہے کہ آپؐ پر وحی کس طرح نازل ہوتی تھی جو بخاری شریف وغیرہ میں ہے۔

(۳) جس طرح اللہ تعالیٰ نے گزشتہ انبیاء پر وحی نازل فرمائی اسی طرح آنحضرتؐ پر بھی اپنا کلام یعنی قرآن مجید نازل فرمایا۔ جس سے مُردہ قوموں میں جان پڑ گئی اور دنیا میں مذہبی اور اخلاقی زندگی تازہ ہو گئی۔

ع ۵ ۱

جو بدبخت آنحضرتؐ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں وہ اس بات پر غور کریں کہ قرآن مجید نازل ہونے سے پہلے تو ایمان اور اخلاق کے بارے میں آپؐ ایسی حکیمانہ اور اعلیٰ درجے کی باتیں نہیں بیان کرتے تھے، اگرچہ آپؐ پہلے بھی حق پرست تھے اور ایمان و اخلاق کے سیدھے راستے پر تھے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی وحی اور روشنی ہے جس سے بہت سے اللہ کے بندے ہدایت حاصل کرتے ہیں۔

خدا کی اس شمع کو ہاتھ میں لے کر آنحضرتؐ دنیا کو سیدھے راستے کی طرف بلا رہے ہیں، یعنی اس راستے کی طرف جس پر چل کر آدمی اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے —— تعجب ہے کہ پھر بھی لوگ آپؐ کی ہدایت کو قبول نہیں کرتے۔ ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کریں گے اور اسی کی بارگاہ سے سب باتوں کا فیصلہ ہوگا۔ اسی لئے دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی آج ہی سے اپنے انجام کی فکر کرلے، ورنہ قیامت کے دن کفِ افسوس ملنا پڑے گا اور کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝٣ وَإِنَّهُۥ فِىٓ أُمِّ ٱلْكِتَٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِىٌّ

تاکہ تم سمجھو اور یہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے (اور) بڑے مرتبہ کی (اور) حکمت سے بھری

حَكِيمٌ ۝٤ أَفَنَضْرِبُ عَنكُمُ ٱلذِّكْرَ صَفْحًا أَن كُنتُمْ قَوْمًا

ہوئی ہے (۱) کیا اس لئے کہ تم حد سے نکلے ہوئے لوگ ہو، ہم تم کو نصیحت کرنے سے

مُّسْرِفِينَ ۝٥ وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِن نَّبِىٍّ فِى ٱلْأَوَّلِينَ ۝٦ وَمَا

باز رہیں گے؟ اور ہم نے پہلے لوگوں میں بھی بہت سے پیغمبر بھیجے تھے اور کوئی

يَأْتِيهِم مِّن نَّبِىٍّ إِلَّا كَانُوا۟ بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ ۝٧ فَأَهْلَكْنَآ

پیغمبر ان کے پاس نہیں آیا جس کے ساتھ انھوں نے تمسخر (نہ) کیا ہو پھر ہم نے ان لوگوں کو

أَشَدَّ مِنْهُم بَطْشًا وَمَضَىٰ مَثَلُ ٱلْأَوَّلِينَ ۝٨ وَلَئِن

جو ان سے زیادہ زور والے تھے ہلاک کر ڈالا اور پہلے لوگوں کی (یہ) حالت گزر گئی (۲) اور اگر تم

سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ

ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ کہیں گے کہ ان کو (اللہ) غالب

ٱلْعَزِيزُ ٱلْعَلِيمُ ۝٩ ٱلَّذِى جَعَلَ لَكُمُ ٱلْأَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ

(اور) علم والے نے پیدا کیا ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا بنا دیا اور جس نے تمہارے لئے

لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝١٠ وَٱلَّذِى نَزَّلَ مِنَ

اس میں راستے بنائے تاکہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو اور جس نے ایک اندازے کے

ٱلسَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَأَنشَرْنَا بِهِۦ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذَٰلِكَ

ساتھ آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس سے مردہ شہر کو زندہ کیا اسی طرح تم (زندہ کر کے)

تُخْرَجُونَ ۝١١ وَٱلَّذِى خَلَقَ ٱلْأَزْوَٰجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ

قبروں سے نکالے جاؤ گے (۳) اور جس نے سب چیزوں کے جوڑے بنائے اور تمہارے لئے

(۱) قرآن مجید ایک واضح اور بلند پایہ کتاب ہے اور اس لائق ہے کہ اس کی قسم کھائی جائے۔
اللہ تعالٰی نے اس کو فصیح و بلیغ عربی زبان میں نازل فرمایا ہے تاکہ سب سے پہلے وہ خود اس کو پڑھیں، اس پر غور کریں اور اس کو سمجھیں، پھر دوسروں کو سمجھائیں۔
اس مقدس کتاب کی عظمت کا اس سے اندازہ کرو کہ یہ اللہ تعالٰی کے پاس لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ نیز فصیح و بلیغ زبان اور حکیمانہ مضامین اور ہدایات کی وجہ سے نہایت بلند پایہ ہے اور اس لائق ہے کہ لوگ اس کو غور سے پڑھیں اور سمجھیں۔ قرآن مجید اپنی صداقت کی خود ہی دلیل ہے
ع آفتاب آمد دلیل آفتاب۔

(۲) قرآن مجید کلام الٰہی ہے اور دین و دنیا کی کامیابی کا راستہ بتاتا ہے۔ تعجب ہے کہ لوگ اس کو نہیں مانتے اور اس کے جھٹلانے میں حد سے گزر جاتے ہیں۔
لیکن ان جاہلوں کے جھٹلانے کی وجہ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وحی الٰہی بند کر دی جائے، کیونکہ اللہ کے کچھ نیک بندے تو اس سے ہدایت حاصل کرتے ہی ہیں۔
پچھلے زمانے میں بھی ایسا ہی ہوا کہ سرکش لوگ پیغمبروں کو جھٹلاتے رہے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالٰی برابر ضرورت کے وقت قوموں میں پیغمبر بھیجتا رہا۔ جو لوگ آنحضرتؐ کو جھٹلاتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ انکار اور تکذیب کی پاداش میں بہت سے ایسے سرکش ہلاک کر دیئے گئے جو زور و قوت میں ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھے۔ پھر یہ بدبخت کس چیز پر تکبر کرتے ہیں۔

(۳) یعنی اس بات کو تو مشرک بھی مانتے ہیں کہ ساری کائنات کا پیدا کرنے والا اللہ تعالٰی ہی ہے۔ وہ بڑا زبردست ہے اور ہر بات کا علم رکھتا ہے۔ اس نے زمین کو اس طرح بنایا ہے کہ باوجود گول ہونے کے فرش کی طرح پھیلی ہوئی ہے جس پر لوگ آرام سے رہتے ہیں۔ اور زمین پر راستے بنے ہوئے ہیں جن کے ذریعے لوگ اپنی اپنی منزل مقصود پر پہنچتے ہیں۔ اللہ تعالٰی ہی آسمان سے پانی برساتا ہے جس سے مُردہ زمین جی اٹھتی ہے۔ بس اسی سے سمجھو کہ اللہ تعالٰی جب چاہے گا مُردوں کو زندہ کر کے قبروں سے نکالے گا۔

لَكُم مِّنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوُوا عَلَىٰ

کشتیاں اور چارپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ تم ان کی

ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ

پیٹھ پر چڑھ بیٹھو پھر جب اس پر بیٹھ جاؤ تو اپنے پروردگار کی نعمت کو یاد کرو

وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ

اور کہو کہ وہ ذات پاک ہے جس نے اس کو ہمارے تابع کر دیا اور ہم تو ایسے نہ تھے جو اس کو

مُقْرِنِينَ ﴿۱۳﴾ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ ﴿۱۴﴾ وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ

قابو میں کر لیتے اور بلاشبہ ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (۱) اور ان لوگوں نے اس کے بندوں میں سے

عِبَادِهِ جُزْءًا ۚ إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ﴿۱۵﴾ أَمِ اتَّخَذَ

اس کے لئے اولاد ٹھہرائی ہے بلاشبہ انسان صریح ناشکرا ہے (۲) کیا اللہ نے اپنی

مِمَّا يَخْلُقُ بَنَاتٍ وَأَصْفَاكُم بِالْبَنِينَ ﴿۱۶﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم

مخلوقات میں سے (اپنے لئے تو) بیٹیاں کیں اور تم کو چن کر بیٹے دیئے حالانکہ جب ان میں سے کسی کو اس کی خوشخبری

بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ

دی جاتی ہے جو اس نے (خدائے) رحمٰن کے لئے بیان کی ہے تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ دل میں

كَظِيمٌ ﴿۱۷﴾ أَوَمَن يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ

گھٹنے لگتا ہے کیا وہ جو زیوروں میں پرورش پائے اور جھگڑے کے وقت بات نہ کر سکے

غَيْرُ مُبِينٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَٰنِ

(اللہ کی بیٹی ہو سکتی ہے؟) (۳) اور ان لوگوں نے فرشتوں کو کہ وہ بھی اللہ کے بندے ہیں عورتیں قرار دے

إِنَاثًا ۚ أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ ۚ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ ﴿۱۹﴾

رکھا ہے۔ کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت کو جو دیکھے! ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جاتا ہے اور (قیامت میں) ان سے باز پرس ہوگی (۴)

(۱) اللہ تعالیٰ نے قسم قسم کی چیزیں پیدا کیں اور انسانوں اور حیوانوں میں نر اور مادہ کے جوڑے بنائے تاکہ نسل چلتی رہے۔

اسی نے کشتیاں بنانا سکھایا اور چارپائے پیدا کئے تاکہ لوگ ان پر سوار ہو کر دُور دُور کا سفر کریں۔

لوگوں کو چاہیئے کہ جب کسی سواری پر سوار ہوں تو اللہ تعالیٰ کے احسان کو یاد کریں اور اس کا شکر ادا کرتے ہوئے یوں کہیں کہ وہ ذات پاک ہے جس نے ان سب سواریوں کو ہمارے تابع کر دیا ورنہ ہم میں تو اتنی طاقت نہ تھی کہ ان کو اپنے قابو میں کر سکتے اور ان سے کام لے سکتے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے صفات کو دیکھ کر اور اس کے احسانات پر غور کر کے چاہیئے تھا کہ انسان اس کا شکر ادا کرتا اور توحید کا قائل ہوتا اور اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرتا۔

لیکن وہ بدبخت تو الٹا شرک اور ناشکری میں مبتلا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے بعض کو اس کی اولاد تجویز کر بیٹھا۔

ع ١٥

(۳) جاہل انسان نے یہ خیال نہیں کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو اولاد بنانا ہی منظور ہوتا تو یہ کیوں کرتا کہ اپنے لئے بیٹیاں رکھے اور لوگوں کو بیٹے عطا فرمائے۔ حالانکہ خود ان بدبختوں کا یہ حال ہے کہ یہ بیٹیوں کو نہایت بُرا سمجھتے ہیں اور اگر ان میں سے کسی کو بیٹی ہونے کی خوش خبری دی جاتی ہے جس کو اس نے اللہ تعالیٰ کے لئے تجویز کر رکھا ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے گھٹنے لگتا ہے۔

ذرا ٹھنڈے دل سے سوچو کہ اللہ تعالیٰ اس کمزور مخلوق کو اپنے لئے کیوں پسند کرتا جو ہر وقت جسم کی آرائش کی فکر میں رہتی ہے اور جو گفتگو میں بھی بہت کمزور ہے۔

(۴) ان بدبختوں نے فرشتوں کو بھی عورتیں سمجھ رکھا ہے، حالانکہ وہ نہ عورت ہیں نہ مرد۔ وہ تو اور ہی قسم کی مخلوق ہیں اور خدائے رحمٰن کے فرماں بردار بندے ہیں۔

یہ بدبخت جو فرشتوں کو عورتیں بتاتے ہیں تو ان کے پاس کیا دلیل ہے؟ کیا یہ ان کے بنائے جانے کے وقت کھڑے دیکھ رہے تھے جو یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ وہ عورتیں ہیں۔

یہ بدبخت یاد رکھیں کہ ان کی گواہی اللہ تعالیٰ کے پاس لکھ لی گئی ہے اور قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ ایسی بات مُنہ سے کیوں نکالی اور کس سند سے؟

وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَٰنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ ۗ مَا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ
اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم ان کو نہ پوجتے ان کو اس کی کچھ تحقیق
عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿٢٠﴾ أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا مِّن قَبْلِهِ
نہیں یہ تو سب اٹکل پر دوڑ رہے ہیں (۱) کیا ہم نے ان کو اس (قرآن) سے پہلے کوئی کتاب دے رکھی ہے
فَهُم بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ ﴿٢١﴾ بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ
کہ یہ اس سے استدلال پیش کرتے ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ داداؤں کو ایک طریقہ پر
أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّهْتَدُونَ ﴿٢٢﴾ وَكَذَٰلِكَ مَا أَرْسَلْنَا
پایا ہے اور ہم ان ہی کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں (۲) اور اسی طرح (اے پیغمبر) ہم نے تم سے
مِن قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا
پہلے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ ہم نے
وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ ﴿٢٣﴾ قَالَ
اپنے باپ داداؤں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم ان ہی کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں پیغمبر نے کہا
أَوَلَوْ جِئْتُكُم بِأَهْدَىٰ مِمَّا وَجَدتُّمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ ۖ قَالُوا
کہ کیا تم میری پیروی نہ کرو گے اگرچہ میں تمہارے پاس ایسا دین لایا ہوں کہ اس سے زیادہ اچھا راستہ دکھاتا ہے جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے
إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ ﴿٢٤﴾ فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۖ فَانظُرْ
انھوں نے کہا کہ جو (دین) تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے تو ہم نے ان سے انتقام لیا تو دیکھ لو
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿٢٥﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ
کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا (۳) اور (وہ وقت یاد کرو) جبکہ ابراہیم نے
لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿٢٦﴾ إِلَّا الَّذِي
اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ جن چیزوں کو تم پوجتے ہو میں ان سے بیزار ہوں مگر ہاں جس نے

(۱) یہ بدبخت اپنے پر سے الزام ٹالنے کے لئے کہتے ہیں کہ اگر خدا چاہتا تو ہم فرشتوں کی عبادت نہیں کرتے۔ جب اس کی مشیت ہے تو ہم پر کیا الزام؟ دوسرے یہ کہ اس سے معلوم ہوا کہ وہ ہمارے اس کام سے خوش ہے۔

اس مہمل دلیل کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ مشیت الٰہی کی آڑ لے کر اپنے پر سے الزام ٹالنا اور مشیت الٰہی کے ساتھ رضائے الٰہی کو لازم سمجھنا بڑی جہالت کی بات ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان بدبختوں کو ان مسائل کے بارے میں کچھ علم تو ہے نہیں، یوں ہی اٹکل کے گھوڑے دوڑاتے ہیں اور غلط استدلال کرتے ہیں۔

(۲) اگر اللہ تعالیٰ شرک سے راضی ہوتا تو ضرور اپنی کتابوں میں اس کا حکم دیتا۔ تو ان بدبختوں کو چاہیئے کہ قرآن مجید سے پہلے کی کوئی الہامی کتاب پیش کریں جس سے ان کا دعویٰ ثابت ہو سکے۔

لیکن ان بدبختوں کے پاس کوئی الہامی کتاب تو ہے نہیں جس سے شرک کو ثابت کر سکیں۔

بس لے دے کے ان کے پاس یہ لغو دلیل ہے کہ ہمارے باپ دادا کا یہی طریقہ تھا ہم انہی کی پیروی کرتے ہیں۔

(۳) ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کسی بستی میں پیغمبر کو بھیجا اور انھوں نے لوگوں کو پیغام حق سنایا تو وہاں کے مال دار اور خوش حال لوگوں نے سب سے پہلے پیغمبر کی مخالفت کی اور کہا کہ ہم تو اپنے باپ دادا کے طریقے کی پیروی کریں گے۔

پیغمبر نے کہا کہ میں تمھیں ایک سیدھا راستہ بتاتا ہوں جو تمھارے باپ دادا کے طریقے سے بہت اچھا ہے۔ کیا پھر بھی تم لکیر کے فقیر بنے رہو گے؟ اس پر بھی وہ سرکش راہ راست پر نہیں آئے اور کہنے لگے کہ ہم تو تمھارا پیغام کو نہیں مانتے۔

جب ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لیا اور ان کو ہلاک کر دیا۔ لوگوں کو چاہیئے کہ ان کے انجام سے عبرت حاصل کریں۔

(۱) عرب شرک کی تائید میں اپنے باپ دادا کے طریقے کو پیش کرتے تھے۔ ان کو حضرت ابراہیمؑ کا حال سُنا کر تنبیہ فرمائی کہ دیکھو حضرت ابراہیمؑ نے دین کے معاملے میں باپ دادا کی پیروی نہیں کی تھی بلکہ اپنے باپ اور اپنی قوم سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ میں تمھارے بتوں سے بیزار ہوں اور اس اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھ کو پیدا کیا ہے اسی سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے ہمیشہ سیدھے راستے پر رکھے گا۔

فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي
جو کو پیدا کیا تو وہی سیدھا راستہ دکھائے گا اور یہی بات ابراہیم اپنی اولاد میں پیچھے چھوڑ گئے
عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ
تاکہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع رہیں (۱) بلکہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو دنیا کا خوب سامان دیا
حَتّٰى جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُبِينٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ
یہاں تک کہ ان کے پاس دین حق اور صاف صاف بیان کرنے والا پیغمبر آپہنچا (۲) اور جب ان کے پاس حق (یعنی قرآن) آیا
قَالُوا هٰذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ ﴿۳۰﴾ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ
تو کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کو نہیں مانتے اور انھوں نے کہا کہ یہ قرآن
هٰذَا الْقُرْآنُ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ ﴿۳۱﴾ أَهُمْ
ان دونوں بستیوں (یعنی مکہ اور طائف) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا (۳) کیا یہ
يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ
لوگ تمھارے پروردگار کی رحمت کو بانٹتے ہیں ہم نے ان میں ان کی روزی کو دنیا کی زندگی میں
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ
تقسیم کیا ہے اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کئے ہیں
لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِمَّا
تاکہ ایک دوسرے سے خدمت لے (اور عالم کا انتظام قائم رہے) اور جو کچھ (مال و دولت) یہ جمع کر رہے ہیں تمھارے پروردگار کی
يَجْمَعُونَ ﴿۳۲﴾ وَلَوْلَا أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَجَعَلْنَا
رحمت اس سے کہیں بہتر ہے (۴) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقہ پر ہو جائیں گے تو جو لوگ اللہ کے ساتھ
لِمَنْ يَكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقُفًا مِنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ
کفر کرتے ہیں ہم ان کے گھروں کی چھتوں کو چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں (بھی)

پھر حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو بھی اسی عقیدے کی وصیت کی تاکہ توحید کا صحیح عقیدہ ہمیشہ ان کی نسل میں باقی رہے اور موحدین کو دیکھ کر مشرک راہِ راست کی طرف پلٹتے رہیں۔

لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی وصیت کے مطابق صدیوں تک عربوں میں بھی توحید باقی رہی۔ لیکن آنحضرتؐ کے زمانے سے کچھ پہلے ایک شخص کے بہکانے سے ان میں بُت پرستی کا رواج ہو گیا۔

(۲) افسوس کہ انہی لوگوں نے اور ان کے باپ دادا نے حضرت ابراہیمؑ کی وصیت کو بھلا دیا اور اللہ تعالےٰ نے جو نعمت اور آسائش عطا فرمائی تھی اس میں پڑ کر سیدھے راستے سے بھٹک گئے اور گمراہوں کی پیروی کرنے لگے یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرتؐ پر دین حق نازل فرمایا اور آپؐ کو پیغمبر آخر الزماں بنایا تاکہ آپؐ لوگوں کو احکام الٰہی صاف صاف سُنا دیں۔

(۳) لیکن جب آنحضرتؐ نے لوگوں کو پیغام حق یعنی قرآن مجید سُنایا تو انھوں نے اس کا انکار کیا اور کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے۔

سرداران قریش نے آنحضرتؐ کی شان میں بھی گستاخی کی اور کہا کہ یہ تو ایک معمولی آدمی ہیں، نہ بڑے دولت مند ہیں اور نہ قبیلے کے سردار ہیں۔ مکہ اور طائف کی بستیوں میں بڑے بڑے دولت مند سردار موجود ہیں۔ ہماری رائے تو یہ ہے کہ اگر قرآن کو اترنا ہی تھا تو ان بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر اترا ہوتا تاکہ اس کی وجاہت اور اثر سے لوگ قرآن کو مان لیتے۔

(۴) یعنی مغرور سرداران قریش چاہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کے مشورے سے اور ان کی پسند کے لائق نبی بنایا کرے، گویا نبوت اور رسالت کی تقسیم کا کام اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ ان کے ہاتھ میں تو روزی کی تقسیم کا کام بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ ساری مخلوق کی مصلحت کو کیا جانیں، اللہ تعالےٰ اپنی مخلوق کے حالات سے واقف ہے اور ہر چیز کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے چنانچہ اس نے حکمت و مصلحت کے لحاظ سے روزی کی تقسیم فرمائی ہے کہ کسی کو زیادہ روزی دی ہے اور کسی کو کم، کسی کو بڑا بنایا اور کسی کو چھوٹا تاکہ آپس میں احتیاج باقی رہے اور دنیا کا کام کاج چلتا رہے ـــــ نبوت اور رسالت کا مرتبہ تو اس مال و دولت سے کہیں اعلیٰ و ارفع ہے جس کو یہ نادان سمیٹتے پھرتے ہیں۔ جب مخلوق کی ایک مادی ضرورت یعنی روزی کا انتظام ان کے مشورے سے نہیں ہوا تو پھر نبوت و رسالت کی تقسیم کس طرح ان کے سپرد کی جا سکتی ہے؟

عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ۝٣٣ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا

جس پر وہ چڑھتے ۔ اور ان کے گھروں کے دروازے بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ

يَتَّكِـُٔوْنَ ۝٣٤ وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ

لگا کر بیٹھتے۔ اور (ایسی ہی چیزیں) سونے کی بھی (۱) اور یہ سب دنیا کی زندگی کا تھوڑا سا سامان

الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝٣٥ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ

ہے اور آخرت تمہارے پروردگار کے ہاں پرہیزگاروں کے لئے ہے (۲) اور جو کوئی رحمٰن کی یاد سے

ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝٣٦ وَاِنَّهُمْ

آنکھیں بند کرلے تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی ہوجاتا ہے ۔ اور شیطان

لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝٣٧

ان کو راستے سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ سیدھے راستہ پر ہیں

حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ

یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو (اپنے شیطان سے) کہے گا کاش مجھ میں اور تجھ میں مشرق اور مغرب کا فاصلہ ہوتا

فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ۝٣٨ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ

پس تو برا ساتھی ہے (۳) اور جب (دنیا میں) تم ظلم کرتے رہے تو آج یہ بات تمہیں فائدہ نہیں دے سکتی کہ تم

فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۝٣٩ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي

سب عذاب میں شریک ہو (۴) (اے پیغمبر!) کیا تم بہرے کو سنا سکتے ہو یا اندھے کو راستہ

الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٤٠ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ

دکھا سکتے ہو اور جو صریح گمراہی میں ہو اسے راستہ پر لا سکتے ہو (۵) پس (اے پیغمبر!) اگر ہم تم کو

بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ۝٤١ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ

(وفات دے کر) اٹھالیں تو ہم ان لوگوں سے ضرور انتقام لیں گے ۔ یا تم کو (تمہاری زندگی ہی میں) وہ (عذاب) دکھادیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے

منزل ٦

(۱) نادان سرداران قریش مال و دولت کو بہت بڑی چیز سمجھتے ہیں اور انہوں نے اسی کو نبوت و رسالت کا معیار قرار دے رکھا ہے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کے مال و دولت کی کچھ بھی وقعت نہیں ہے۔ اگر ایک خاص مصلحت پیش نظر نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافروں کو اتنی دولت دیتا کہ ان کے گھروں کی چھتیں، زینے، تخت اور دروازے وغیرہ سب چاندی سونے کے ہوتے لیکن اس صورت میں کفر میں کشش زیادہ ہوجاتی اور بہت سے لوگ جو مال و دولت کے حریص ہوتے ہیں، کفر کی راہ اختیار کرتے، اس لئے ایسا نہیں کیا گیا۔

(۲) لیکن یاد رکھو کہ یہ زیب و زینت تو صرف دنیا کی زندگی کا سامان ہے جو بس یہیں رہ جائے گا۔

ع ۱۰ ۹

آخرت میں جو چیز کام آئے گی وہ خدا پرستی اور پرہیزگاری ہے چنانچہ آخرت میں پرہیزگار لوگ ہی آرام سے رہیں گے۔

(۳) جو شخص جان بوجھ کر قرآن مجید سے جو وحی الٰہی ہے اور سراسر نصیحت ہے، اندھا بن جائے اور اعراض کرنے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک شیطان مسلط ہوجاتا ہے جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے۔

شیطان ان سرکشوں کو ہر وقت بہکاتے ہیں اور راہ حق سے روکتے ہیں لیکن یہ جاہل سمجھتے ہیں کہ ہم سیدھے راستے پر چل رہے ہیں۔

دنیا میں تو آدمی شیطان کی میٹھی میٹھی باتوں سے دلچسپی لیتا ہے اور اس کی صحبت کو پسند کرتا ہے لیکن قیامت کے دن جب حقیقت حال کھل جائے گی تو اس سے کہے گا کہ تو بہت برا ساتھی ہے۔ کاش تو مجھ سے دور ہوتا اور تیری میری دوستی نہ ہوتی۔

(۴) کافر شیطانوں کو دوزخ میں دیکھ کر کہیں گے کہ انہوں نے ہم کو دوزخ میں ڈلوایا تھا لیکن خوب ہوا کہ یہ بھی نہ بچے۔ ہمارے ساتھ دوزخ میں ڈالے گئے۔

فرشتے ان سے کہیں گے کہ اس سے تم کو کیا فائدہ ہے کہ تم سب عذاب میں مبتلا ہو۔ شیطانوں کے دوزخ میں ہونے سے تمہاری تکلیف میں کچھ کمی نہیں ہوجائے گی۔

(۵) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اگر یہ لوگ ایمان نہ لائیں اور سیدھا راستہ اختیار نہ کریں تو تم ان کی تباہی پر غم نہ کرو۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ بدبخت بڑے ضدی اور سرکش ہیں۔ کلام الٰہی سے نفرت کرتے ہیں، اس کو غور سے سنتے ہی نہیں اور نہ راہ حق کو آنکھیں کھول کر دیکھتے ہیں۔ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں اور اس پر ضد کر رہے ہیں۔ ایسے سرکش اور ضدی گمراہوں کو کون راہ راست پر لا سکتا ہے؟

فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ۝۴۲ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ

ہم ان پر قابو رکھتے ہیں پس تمہاری طرف جو وحی کی گئی ہے اس کو مضبوط پکڑے رہو

اِنَّكَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۴۳ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ

بیشک تم سیدھے راستہ پر ہو (۱) اور بیشک یہ (قرآن) تمہارے لئے اور تمہاری قوم کیلئے نصیحت ہے

وَسَوْفَ تُسْـَٔـلُوْنَ ۝۴۴ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ

اور (لوگو!) تم سے عنقریب پرسش ہوگی (۲) اور (اے محمدؐ!) ہم نے جو اپنے پیغمبر تم سے پہلے بھیجے ہیں ان کا

رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۝۴۵ وَ

حال پوچھو کیا ہم نے رحمٰن کے سوا اور معبود بنائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے (۳) اور

لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰي بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ

بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس بھیجا تو انھوں نے کہا

اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۴۶ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ

کہ میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا ہوں پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو وہ

مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ۝۴۷ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ

ان نشانیوں سے ہنسی کرنے لگے اور جو نشانی ہم ان کو دکھاتے تھے وہ دوسری سے بڑی

اُخْتِهَا ۡ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۴۸ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ

ہوتی تھی اور ہم نے ان کو عذاب میں پکڑا تاکہ وہ باز آجائیں (۴) اور وہ کہنے لگے کہ اے

السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ۝۴۹

جادوگر اس عہد کے مطابق جو تیرے پروردگار نے تجھ سے کر رکھا ہے اس سے ہمارے لئے دعا کر ہم ضرور راہ پر آجائیں گے

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ۝۵۰ وَنَادٰي

پھر جب ہم نے ان سے عذاب کو دور کر دیا تو وہ عہد شکنی کرنے لگے (۵) اور فرعون نے

(۱) ان سرکشوں کی تنبیہ کے لئے آنحضرتؐ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ ان کی سخت سرکشی اور کھلی گمراہی کی وجہ سے ان بدبختوں کو ضرور سزا بھگتنی پڑے گی۔ ہاں اس کا وقت نہیں بتایا جاسکتا۔ ہوسکتا ہے کہ تمہاری زندگی ہی میں جنگ اور قحط وغیرہ کی شکل میں ان پر عذاب آئے یا تمہاری وفات کے بعد ہم جس طرح چاہیں ان کو سزا دیں ــــ بہرحال تم ان کے انجام کی فکر نہ کرو اور وحی کے ذریعے جو احکام تم کو دیئے جارہے ہیں ان پر مضبوطی سے جمے رہو کیونکہ اس بات میں شک نہیں ہے کہ تم سیدھے راستے پر ہو ــــ (۲) عربوں کی زبان میں قرآن مجید نازل ہوا۔ وہی سب سے پہلے اس کے مخاطب ٹھہرے لہٰذا ان پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

اس لئے ان کی تنبیہ کے لئے آنحضرتؐ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ دیکھو! یہ قرآن مجید تمہارے اور تمہاری قوم والوں کے لئے بڑے شرف اور فخر کا سبب ہے کہ کلام الٰہی کے مخاطب ٹھہرے اور انسانی زندگی کا مکمل دستور العمل تمہاری زبان میں نازل ہوا۔ اس لئے چاہیئے کہ اس سے نصیحت حاصل کرکے اس کا حق ادا کرو۔ ورنہ یاد رکھو کہ قیامت کے دن اس کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے کلام الٰہی کی کیا قدر کی اور کس طرح اس کا حق ادا کیا۔

(۳) یعنی اس دعوے کا ثبوت کہ آنحضرتؐ سیدھے راستے پر ہیں، یہ ہے کہ آپؐ کی تعلیم کے بنیادی اُصول بھی وہی ہیں جو گزشتہ پیغمبروں کے تھے۔ اگر کسی کو اس بات میں شبہ ہو تو وہ گزشتہ پیغمبروں کی کتابوں کی ورق گردانی کرکے دیکھے کہ کیا ان میں توحید کی تعلیم نہیں ہے اور کیا ان میں لکھا ہے کہ خدائے رحمٰن کے سوا دوسری چیزوں کی بھی عبادت کی جاسکتی ہے۔

ع ۱۰

اس حقیقت کی وضاحت کے لئے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم کا ذکر فرمایا۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا چنانچہ وہ مصر پہنچے اور فرعون کے بھرے دربار میں جاکر اعلان کیا اور کہا کہ میں پروردگار عالم کی طرف سے پیغام لے کر آیا ہوں۔ اس پیغام کو سنو اور میری پیروی کرو۔

پھر جب حضرت موسیٰؑ نے اپنی رسالت کے ثبوت کے لئے معجزات پیش کئے جن کو دیکھ کر فرعون اور اس کے درباری حیرت میں پڑ گئے تو وہ بدبخت ایمان تو نہ لائے اُلٹے حضرت موسیٰؑ کا اور ان کے معجزات کا مذاق اڑانے لگے۔ اور ان نشانیوں کی کیفیت یہ تھی کہ ایک سے ایک بڑھ کر تھی اور ان میں تکلیف کا پہلو بھی تھا۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ شاید تکلیف سے گھبرا کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوں مشہور ہے کہ مصیبت میں خدا یاد آتا ہے۔

(۵) پہلے تو ان بدبختوں نے حضرت موسیٰؑ کا اور ان کے معجزات کا مذاق اڑایا۔ لیکن جب قحط اور بیماری وغیرہ میں مبتلا ہوئے تو گھبرا گئے اور حضرت موسیٰؑ کی خوشامد کرنے لگے۔ انھوں نے کہا کہ اے جادوگر! ہم تمہارا کہنا مان لیں گے اور سیدھے راستے پر آجائیں گے۔ ذرا ہمارے لئے دعا کرو اور اس مصیبت کو دور کرادو، جیسا کہ تمہارے پروردگار نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ اگر ہم ٹھیک ہوجائیں گے تو وہ مصیبت کو دور کردے گا۔
لیکن وہ بڑے سرکش تھے۔ حضرت موسیٰؑ کی دعا سے جب مصیبت دور ہوتی تو وہ بدبخت اپنا وعدہ پورا نہ کرتے اور پھر شرارتیں کرنے لگتے۔

فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ

اپنی قوم سے پکار کر کہا کہ اے میری قوم: کیا مصر کی حکومت میرے ہاتھ میں نہیں ہے اور یہ نہریں جو

الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٥١﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ

میرے (محلوں کے) نیچے بہہ رہی ہیں (میری نہیں ہیں) کیا تم دیکھتے نہیں بیشک میں اس

مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿٥٢﴾ فَلَوْلَآ

شخص سے بہتر ہوں جو کچھ عزت نہیں رکھتا اور صاف گفتگو بھی نہیں کر سکتا تو اس کے سونے کے

اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ

کنگن کیوں نہ ڈالے گئے یا (یہ ہوتا کہ) فرشتے جمع ہو کر اس کے ساتھ

مُقْتَرِنِيْنَ ﴿٥٣﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا

آتے غرض اس نے اپنی قوم کو بے وقوف بنایا تو انھوں نے اس کی بات مان لی بیشک وہ نافرمان

فٰسِقِيْنَ ﴿٥٤﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ

لوگ تھے (۱) پھر جب انھوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان سب کو

اَجْمَعِيْنَ ﴿٥٥﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿٥٦﴾ وَلَمَّا

غرق کر دیا اور ان کو گئے گزرے کر دیا اور پچھلوں کے لئے عبرت بنا دیا (۲) اور جب

ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿٥٧﴾ وَقَالُوْٓا ءَ

مریم کے بیٹے (عیسیٰ) کا حال بیان کیا گیا تو تمہاری قوم کے لوگ (خوشی کے مارے) اس سے چلانے لگے اور انھوں نے کہا

اٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ

کہ بھلا ہمارے معبود اچھے ہیں یا عیسیٰ (۳) (اے پیغمبر!) انھوں نے جو عیسیٰ کی مثال تم سے بیان کی ہے تو صرف جھگڑنے کے لئے بلکہ یہ لوگ

قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿٥٨﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ

جھگڑالو ہی ہیں عیسیٰ تو صرف ہمارے ایک بندے ہیں جن پر ہم نے احسان کیا تھا اور ان کو ہم نے

(۱) غالباً اس خیال سے کہ عام لوگ حضرت موسیٰؑ کے معجزات کو دیکھ کر ان پر ایمان نہ لے آئیں، فرعون نے قوم میں اعلان کرایا کیا تم نہیں دیکھتے کہ مصر کی عظیم الشان سلطنت پر میرا کامل اقتدار ہے۔ میں نے عالیشان محلات بنوائے اور ملک میں نہریں جاری کرائیں۔

میرے مقابلے میں ذرا موسیٰؑ کو دیکھو، نہ مال و دولت نہ حکومت، بلکہ گفتگو بھی صاف نہیں کر سکتے۔ تم ہی فیصلہ کرو کہ میں بہتر ہوں یا وہ؟

اور اگر موسیٰؑ اپنے کو رسول خدا بتاتے ہیں تو خدا کی طرف سے ان کو سونے اور جواہرات کے کنگن کیوں نہیں پہنائے گئے یا ان کے جلو میں فرشتے پرا باندھ کر کیوں نہیں چلتے جیسا کہ بادشاہوں کے نمائندوں کا دستور ہے؟

غرض اس طرح کی باتیں کر کے فرعون نے اپنی قوم کو بیوقوف بنا لیا اور وہ لوگ اس کے کہنے میں آ گئے۔ وہ لوگ کچھ پہلے سے بھی بدکار اور گمراہ تھے۔

(۲) غرض جب فرعون اور اس کے سرداروں نے بہت سرکشی کی، پیغام حق کو ٹھکرایا اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا تو ان بدبختوں پر عذاب الٰہی نازل ہوا اور سب کے سب دریا میں غرق ہو گئے۔

دیکھو: فرعون اور اس کی قوم کے لوگ اس طرح ہلاک ہو کر گئے گزرے ہو گئے اور ان کا واقعہ آنے والی نسلوں کے لئے
ع ۱۱
ایک نظیر بن گیا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے لوگ اس کا ذکر کرتے ہیں اور اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔

(۳) قرآن مجید میں ایک جگہ مشرکین کو خطاب کر کے فرمایا ہے "اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ" یعنی تم اور وہ چیزیں جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو سب دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔

اس پر ایک شخص بولا کہ اے محمدؐ! اس آیت سے تو عیسیٰؑ اور فرشتوں کا بھی دوزخ میں جانا ثابت ہوتا ہے کیونکہ نصاریٰ عیسیٰؑ کو اور بعض لوگ فرشتوں کو پوجتے ہیں، حالانکہ تم عیسیٰؑ کو اور ان کی ماں کو عزت کے ساتھ یاد کرتے ہو۔

اس پر سرداران قریش نے قہقہہ لگایا، تالیاں بجائیں اور کہا کہ محمدؐ کو لاجواب کر دیا۔

مَثَلًا لِّبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ ﴿٥٩﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنكُم
بنی اسرائیل کے لئے ایک نشانی بنایا تھا ۔ اگر ہم چاہتے تو ہم تم سے فرشتوں کو

مَّلَٰٓئِكَةً فِي ٱلْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴿٦٠﴾ وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا
پیدا کردیتے جو تمہاری جگہ زمین میں رہتے (۱) اور (اے پیغمبر ان سے کہدو کہ) عیسیٰ تو قیامت کی ایک نشانی ہیں

تَمْتَرُنَّ بِهَا وَٱتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ
تو تم قیامت میں شک نہ کرو اور میرے پیچھے چلو۔ یہی سیدھا راستہ ہے اور کہیں شیطان تم کو اس سیدھے راستے

ٱلشَّيْطَٰنُ ۖ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٢﴾ وَلَمَّا جَآءَ عِيسَىٰ بِٱلْبَيِّنَٰتِ
سے روک نہ دے بلاشبہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (۲) اور جب عیسیٰ نشانیاں لے کر آئے تو انھوں نے (اپنی قوم سے)

قَالَ قَدْ جِئْتُكُم بِٱلْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُم بَعْضَ ٱلَّذِي
کہا کہ میں تمہارے پاس حکمت (کی باتیں) لے کر آیا ہوں اور اس واسطے (آیا ہوں) کہ تمہارے لئے بعض باتیں صاف صاف

تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿٦٣﴾ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ رَبِّي
بیان کردوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو بلاشبہ اللہ ہی میرا اور تمہارا

وَرَبُّكُمْ فَٱعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦٤﴾ فَٱخْتَلَفَ
پروردگار ہے پس اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے تو مختلف گروہوں نے

ٱلْأَحْزَابُ مِنۢ بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ مِنْ عَذَابِ
(اس بارے میں) آپس میں اختلاف کیا پس ایک درد دینے والے دن کے عذاب سے ظالموں کی

يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٦٥﴾ هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا ٱلسَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً
بڑی خرابی ہے (۳) یہ لوگ صرف اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ قیامت ناگہاں ان پر آموجود ہو

وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٦﴾ ٱلْأَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ
اور ان کو خبر تک نہ ہو اس دن دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے

(۱) حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے جو حضرت عیسیٰؑ کی مثال بیان کی ہے تو اس سے مقصود محض جھگڑا کرنا ہے۔ کیونکہ ان کی عادت ہی یہ ہے کہ بے کار جھگڑے کی باتیں نکالتے رہتے ہیں اور صحیح علم حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں صحیح علم یہ ہے کہ اور بندوں کی طرح وہ بھی ایک بندہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے رسول بنایا تھا۔ اور ان کو بغیر باپ کے پیدا کرکے بنی اسرائیل کے لئے اپنی قدرت کا ایک نمونہ بنایا تھا تاکہ لوگ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس طرح پیدا کرنا بھی کچھ مشکل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ تو اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب امور پر قادر ہے اگر وہ چاہتا تو تم سے فرشتے پیدا کردیتا جو تمہاری جگہ زمین پر رہا کرتے۔

اس آیت کا مطلب یوں بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو زمین پر تمہارے بدلے فرشتوں کو رکھتا۔

(۲) جب حضرت عیسیٰؑ ظاہر ہوں گے تو ان کا آنا قیامت کی نشانی ہوگا اور لوگ سمجھیں گے کہ اب قیامت قریب ہے۔

پس یقین رکھو کہ قیامت ضرور آئے گی اور میں جو راستہ تم کو بتارہا ہوں وہی سیدھا راستہ ہے۔ لہٰذا میری پیروی کرو اور شیطان سے ہوشیار رہو، ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو بہکا کر سیدھے راستے سے بھٹکا دے تم جانتے ہی ہو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

(۳) جب حضرت عیسیٰؑ نے کھلے نشان اور معجزات بنی اسرائیل کو دکھائے اور کہا کہ دیکھو! میں پروردگار عالم کی طرف سے دانائی اور حکمت کی باتیں تمہارے پاس لے کر آیا ہوں، مقصد یہ ہے کہ تمہارے اختلافات دور کرکے تم کو ایک دین پر جمع کردوں۔ دانشمندی کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری پیروی کرو، میں تم کو سیدھے راستے پر لگاتا ہوں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا سیدھا راستہ ہوسکتا ہے کہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں کیونکہ وہی ہمارا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے۔

لیکن ان بدبختوں نے حضرت عیسیٰؑ کی نصیحت نہیں سنی اور آپس میں اختلاف کرکے الگ الگ فرقے ہوگئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں تباہ ہوئے اور آخرت میں بھی ان ظالموں کو قیامت کے دن سخت عذاب ہوگا۔

عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٧﴾ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ

مگر پرہیزگار کہ آپس میں دوست رہیں گے (۱) (ہم ان سے کہیں گے کہ) اے میرے بندو! آج تمھیں نہ کچھ خوف ہے اور نہ

اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿٦٩﴾

تم غمگین ہوگے (یعنی) وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور فرماں بردار تھے (ان سے کہا جائے گا کہ)

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ

تم اور تمھاری بیویاں عزت اور احترام کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ ان کے پاس

عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا

سونے کی رکابیاں اور گلاس لائے جائیں گے اور وہاں ان کو وہ

تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٧١﴾

چیزیں ملیں گی جن کو ان کا جی چاہے گا اور جن سے آنکھوں کو لذت ہوگی اور (اے جنت والو!) تم یہاں ہمیشہ رہو گے

وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ

اور یہ جنت جس کے تم مالک کر دیئے گئے ہو، تمھارے نیک اعمال کا صلہ ہے (اور) تمھارے لئے

فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٣﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ

اس میں بہت سے میوے ہیں جن کو تم کھاؤ گے (۲) بیشک نافرمان

عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿٧٤﴾ ۚ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ

دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے وہ عذاب ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اس میں

مُبْلِسُوْنَ ﴿٧٥﴾ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٧٦﴾

مایوس ہو کر پڑے رہیں گے اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے (۳)

وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۗ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿٧٧﴾

اور وہ (دوزخ کے داروغہ کو) پکاریں گے کہ اے مالک تیرا پروردگار ہم کو موت دے کر ہمارا کام تمام کر دے وہ جواب دیگا کہ بیشک تم اسی میں ہمیشہ رہو گے (۴)

منزل ۶

(۱) جو بدبخت ایسے کھلے کھلے نشانات دیکھنے کے بعد بھی قیامت کو نہیں مانتے اور راہ راست پر نہیں آتے آخر وہ کس چیز کے منتظر ہیں. بس ایک ہی بات رہ گئی ہے کہ قیامت اچانک ان کے سروں پر آپڑے. تب مانیں گے. لیکن اس وقت کا ماننا کچھ فائدہ نہیں دے گا.

ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ دن بڑا سخت ہوگا. اس دنیا کی ساری دوستیاں ختم ہو جائیں گی. ایک دوست دوسرے دوست سے دُور بھاگے گا اور ڈرے گا کہ کہیں اس کی وجہ سے میں نہ پکڑا جاؤں.

ع ۱۱ / ۱۲

البتہ ان لوگوں کی دوستی نہیں ٹوٹے گی جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر پرہیزگاری کے راستے پر قائم رہے اور جنھوں نے اللہ کے تعلق سے دوستی کی تھی.

(۲) 'متقین' سے وہ حضرات مُراد ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر ایمان لاتے ہیں اور مقدور بھر کوشش کر کے احکام الٰہی کی تعمیل کرتے ہیں. قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو یہ عزت بخشے گا کہ ان کی تسلی کے لئے ان سے فرمائے گا کہ آج سے تم کو خوف اور غم کی کسی بات سے سابقہ نہیں پڑے گا. تم اور تمھاری ایماندار بیویاں خوش خوش جنت میں داخل ہو جاؤ جہاں تمھاری بہت عزت کی جائے گی.

غلمان سونے کی رکابیوں اور گلاسوں میں کھانے پینے کی چیزیں جنت والوں کے آگے پیش کریں گے. ان کو وہاں وہ سب چیزیں ملیں گی جن کو جی چاہے گا اور جن سے آنکھیں لطف اٹھائیں گی. ان سے کہا جائے گا کہ تم یہاں ہمیشہ رہو گے اور یہ جنت جو تمھارے باپ آدمؑ کی میراث ہے، تمھارے ایمان اور نیک اعمال کے بدلے میں تم کو ملی ہے' یہاں خوب کھاؤ پیو اور آرام سے رہو.

(۳) جن لوگوں نے شرک اور کفر کیا ہوگا اور نافرمانیاں کی ہوں گی، وہ دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے. دوزخ کا عذاب نہ ملتوی ہوگا اور نہ کم ہوگا' یہاں تک کہ دوزخی مایوس ہو جائیں گے کہ اس سے نکلنے کی کوئی سبیل نہیں ہے.

یہ جو کچھ سزا ملے گی ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے ہوگی' اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ زیادتی نہ ہوگی. کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیج کر حق و باطل سے آگاہ کر دیا تھا لیکن ان بدبختوں نے پیغمبروں کا اور پیغام حق کا انکار کیا اور جان بوجھ کر سرکشی کی اور نافرمانیوں میں مبتلا رہے. یہ ان ہی بداعمالیوں کی سزا ہوگی. اس کو کون ظلم کہہ سکتا ہے!

(۴) آخرکار دوزخی دوزخ کے داروغہ 'مالک' کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ ایک دم عذاب دے کر ہمارا کام تمام کر دے. یہ حالت تو ہمارے لئے بالکل ناقابل برداشت ہے کہ ہم نہ مرتے ہیں اور نہ جیتے ہیں. 'مالک' جواب دے گا کہ یہ تمنا فضول ہے. اب تم ہمیشہ اسی حالت میں رہو گے' نہ دوزخ سے نکل سکو گے اور نہ عذاب ہی کچھ کم ہوگا.

لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝۷۸

(لوگو!) ہم نے دین حق تمہارے پاس پہنچایا لیکن تم میں سے اکثر اس دین حق سے نفرت کرتے ہیں (۱)

اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ۝۷۹ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ

کیا انہوں نے (مشورہ کرکے) کوئی بات ٹھہرائی ہے تو (یاد رکھیں کہ) ہم بھی کچھ ٹھہرانے والے ہیں کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور

سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ۭ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ۝۸۰ قُلْ اِنْ

سرگوشیوں کو نہیں سنتے ہاں (ضرور سنتے ہیں) اور ہمارے فرشتے (جو) ان کے پاس (ہیں) لکھ (بھی) لیتے ہیں (۲) (اے پیغمبر!) ان سے کہہ

كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ڰ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۝۸۱ سُبْحٰنَ رَبِّ

کہ اگر (بفرض محال) اللہ کے کوئی اولاد ہو تو (سب سے) پہلے میں (اس کی) عبادت کرنے والا ہوں آسمانوں اور زمین کا

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝۸۲ فَذَرْهُمْ

مالک اور عرش کا مالک ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ (اس کی نسبت) بیان کرتے ہیں (۳) پس (اے پیغمبر!)

يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝۸۳

ان کو چھوڑ دو کہ بحث کریں اور کھیل لیں یہاں تک کہ اس دن کو پالیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے (۴)

وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَاۗءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ

اور وہی ہے جو آسمانوں میں بھی قابل عبادت ہے اور زمین میں بھی قابل عبادت ہے اور وہی حکمت و

الْعَلِيْمُ ۝۸۴ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

علم والا ہے (۵) اور وہ بہت بابرکت ہے جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کی

بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۸۵

بادشاہت ہے اور اسی کو قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا

اور جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ سفارش کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے ہاں

(۱) مکہ والوں سے فرمایا کہ ہم نے سچا دین پیغمبر آخرالزماں کے ذریعے تمہارے پاس بھیجا لیکن افسوس کہ تم میں سے بہت سے حق و صداقت سے نفرت کرتے ہیں۔ یاد رکھو کہ یہ بات تمہارے لئے بہت ہی تباہ کرنے والی ہے۔ انسانیت اور معقولیت کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی حق و صداقت کو پہچانے اور اس کے آگے سر نیاز خم کر دے۔

(۲) سرداران قریش آنحضرتؐ اور اسلام کے خلاف دوڑ دھوپ کرتے رہتے تھے۔ آئے دن چھپ چھپ کر مشورے کرتے اور تدبیریں سوچتے تھے کہ کسی طرح اسلام کے قدم عرب کی سرزمین میں نہ جمنے پائیں۔

اس آیت میں آنحضرتؐ کی تسلی اور سرداران قریش کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان خفیہ تدبیروں سے واقف نہیں ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے مقرر کئے ہوئے فرشتے ان کے سب خفیہ مشورے لکھتے ہیں۔ اچھا! یہ منہ در جو چاہیں تدبیریں کریں۔ ہم بھی اپنے پیغمبر کی حفاظت اور اپنے دین کی ترقی کے لئے تدبیریں کرتے ہیں دیکھیں کون کامیاب ہوتا ہے؟

(۳) مطلب یہ ہے کہ مجھے تمہاری طرح سے حق بات کے ماننے سے انکار نہیں ہے۔ مجھے تو اپنی جگہ یقین ہے کہ اللہ تعالٰی کے اولاد نہیں ہے لیکن اگر بفرض محال تم اس بات کو ثابت کر دو کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالٰی کے اولاد ہے اور عبادت کی مستحق ہے تو پھر میں اس کو مان لوں گا اور اس کی عبادت بھی کروں گا۔

مگر مجھے یقین ہے کہ تم ہرگز اس کو ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ یہ بات بالکل غلط اور مہمل ہے۔ اللہ تعالٰی تو آسمان و زمین اور عرش عظیم کا مالک ہے اور وہ ان باتوں سے پاک ہے جن کی مشرک اس کی طرف نسبت کرتے ہیں۔

(۴) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ ان کے انکار اور کفر پر غم نہ کھاؤ اور ان کو چھوڑ دو کہ کھیل کود اور دنیا کے مزوں میں غافل پڑے رہیں۔ آخر وہ دن ضرور آئے گا جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے اس دن یہ بدبخت اپنی بیہودہ بکواس اور شرارت کا مزہ چکھ لیں گے۔

(۵) بہت سے لوگ غفلت اور جہالت سے آسمان کی چیزوں یعنی فرشتوں، سورج اور چاند وغیرہ کو پوجتے ہیں اور زمین کی چیزوں یعنی بت، دریا اور درخت وغیرہ کو بھی پوجتے رہیں۔

ان بیوقوفوں کو سمجھنا چاہیئے کہ آسمان اور زمین کی چیزوں میں سے کوئی چیز بھی پوجنے کے لائق نہیں ہے۔ آسمان و زمین میں تنہا اللہ تعالٰی ہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے کیونکہ وہ علم و حکمت والا ہے، دوسرا کوئی علم و حکمت میں اس کا شریک نہیں ہے

مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ

وہ (سفارش کر سکیں گے) جو حق بات کا اقرار کریں اور وہ (اسے) جانتے بھی ہوں (۱) اور اگر تم ان سے پوچھو کہ ان کو

خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ ۝ وَقِيلِهِ يَا رَبِّ إِنَّ

پیدا کیا؟ تو کہہ دیں گے کہ اللہ نے تو پھر یہ کہاں بہکے جاتے ہیں قسم ہے رسول کے اس کہنے کی

هَٰؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ ط

کہ اے پروردگار! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو (اے پیغمبر) ان سے منہ پھیر لو اور کہہ دو کہ (اچھا) سلام ہے

فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝ ع

عنقریب ان کو (انجام) معلوم ہو جائے گا (۲)

ع ۲۲ ۱۳

سُورَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ (۴۴)

رکوعاتها ۳ — آیاتها ۵۹

سورہ دخان مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حمٓ ۝ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ

حٰم قسم ہے اس واضح کتاب کی کہ ہم نے اس کو (لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر) ایک برکت والی

مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ ۝ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ

رات میں اتارا ہے (۳) ہم آگاہ کرنے والے ہیں (اور) اسی رات میں ہر حکمت والا معاملہ

حَكِيمٍ ۝ أَمْرًا مِنْ عِنْدِنَا إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ۝

ہمارے ہاں سے حکم ہو کر طے کیا جاتا ہے (۴) بیشک ہم ہی پیغمبر بھیجنے والے ہیں

رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ رَبِّ

(یہ) تمہارے پروردگار کی رحمت ہے بلاشبہ وہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے (۵) جو آسمانوں

---

(۱) جو لوگ بتوں اور شیطان وغیرہ کو پوجتے ہیں وہ جہالت سے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ قیامت کے دن ان کی سفارش کریں گے۔ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے، کیونکہ بتوں اور شیطانوں کو سفارش کا بالکل اختیار نہیں ہے۔ سفارش کا قاعدہ یہ ہے کہ ایماندار اور نیک لوگ ایمانداروں ہی کے حق میں بشرط اجازت سفارش کر سکیں گے کافروں اور سرکشوں کی حمایت کرنے والا تو کوئی بھی نہ ہوگا۔

(۲) قریش کے تکبر اور انکار سے آنحضرتؐ کے قلب مبارک کو بڑا دکھ ہوتا تھا اور آپ بارگاہِ ایزدی میں فریاد اور دعا کیا کرتے تھے۔ آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ ہم تمہاری درد بھری التجا کو سنتے ہیں۔ قریش کو پیغام حق پہنچا دو اور ان کی مخالفت پر صبر کرو۔ اگر وہ جھگڑا کریں تو ان سے اعراض کرو عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ پیغام حق ٹھکرانے کا انجام کیا ہوتا ہے۔

(۳) اکثر مفسرین کے نزدیک لَیْلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ سے شب قدر مراد ہے کیونکہ قرآن مجید میں دوسری جگہ واضح طور پر فرمایا ہے کہ ہم نے اس کو شب قدر میں نازل کیا ہے لیکن بعض مفسرین بعض روایات کی بنا پر لَیْلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ سے شعبان کی پندرھویں رات مراد لیتے ہیں۔ اس کا مطلب یوں بیان کیا گیا ہے کہ شب قدر میں پہلی مرتبہ حضرت جبرئیلؑ آنحضرتؐ کے پاس قرآن مجید کی چند آیتیں لے کر آئے۔ یا یہ کہ شب قدر میں پورا قرآن مجید لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارا گیا پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔

(۴) اس مبارک رات کی خصوصیت یہ ہے کہ انسانوں کے معاملات یعنی پیدائش، موت اور رزق وغیرہ کے متعلق سال بھر میں جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے اس کے بارے میں پرحکمت اور اٹل فیصلے بارگاہ ایزدی سے متعلقہ فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں۔

(۵) یعنی اللہ تعالیٰ بندوں کے حالات جانتا ہے اور ان کی التجائیں سنتا ہے۔ وہ بندوں کی ہدایت کے لئے ہمیشہ پیغمبر بھیجتا رہا ہے چنانچہ اس زمانے میں اس نے اپنے فضل سے آنحضرتؐ کو خاتم النبیین بنایا اور آپ پر قرآن مجید نازل فرمایا۔ لوگوں کو چاہیئے کہ قرآن مجید کی قدر کریں اور اس پر ایمان لا کر ہدایت حاصل کریں۔

مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ

وہ (سفارش کر سکیں گے) جنہوں نے حق بات کا اقرار کیا اور وہ (اسے) تصدیق (بھی) کرتے تھے (۱) اور اگر تم ان سے پوچھو کہ کس نے ان کو

خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ

پیدا کیا؟ تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے تو پھر یہ کہاں پھرے جاتے ہیں قسم ہے رسول کے اس کہنے کی

هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ؕ

کہ اے پروردگار! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو (اے پیغمبر) تم ان سے منہ پھیر لو اور کہہ دو کہ اچھا سلام ہے

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ ع

عنقریب ان کو (انجام) معلوم ہو جائے گا (۲)

ایاتہا ۵۹ (۴۴) سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ رکوعاتہا ۳

سورۂ دخان مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ

حٰم قسم ہے اس واضح کتاب کی کہ بلاشبہ ہم نے اس کو (لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر) ایک برکت والی

مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿۳﴾ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ

رات میں اتارا ہے (۳) ہم آگاہ کرنے والے ہیں (اور) اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ

حَكِيْمٍ ﴿۴﴾ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۵﴾

ہمارے ہاں سے حکم ہو کر طے کیا جاتا ہے (۴) بیشک ہم پیغمبر بھیجنے والے ہیں

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶﴾ رَبِّ

(یہ) تمہارے پروردگار کی رحمت (کی وجہ سے ہے) بلاشبہ وہی سننے والا (اور) جاننے والا ہے (۵) جو آسمانوں

منزل ۶

(۱) جو لوگ بتوں اور شیطان وغیرہ کو پوجتے ہیں وہ جہالت سے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ قیامت کے دن ان کی سفارش کریں گے۔

ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے، کیونکہ بتوں اور شیطانوں کو سفارش کا بالکل اختیار نہیں ہے۔

سفارش کا قاعدہ یہ ہے کہ ایماندار اور نیک لوگ ایمانداروں ہی کے حق میں بشرط اجازت سفارش کر سکیں گے کافروں اور سرکشوں کی حمایت کرنے والا تو کوئی بھی نہ ہوگا۔

(۲) قریش کے تکبر اور انکار سے آنحضرتؐ کے قلب مبارک کو بڑا دکھ ہوتا تھا اور آپؐ بارگاہ ایزدی میں فریاد اور دعا کیا کرتے تھے۔

آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ ہم تمہاری دردبھری التجا کو سنتے ہیں۔ قریش کو پیغام حق پہنچا دو اور ان کی مخالفت پر صبر کرو۔ اگر وہ جھگڑا کریں تو ان سے اعراض کرو عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ پیغام حق ٹھکرانے کا انجام کیا ہوتا ہے۔

ع ۲۲ ۱۴

(۳) اکثر مفسرین کے نزدیک لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ سے شب قدر مراد ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں دوسری جگہ واضح طور پر فرمایا ہے کہ ہم نے اس کو شب قدر میں نازل کیا ہے، لیکن بعض مفسرین بعض روایات کی بناء پر لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ سے شعبان کی پندرھویں رات مراد لیتے ہیں۔

مع ۱۴

اس کا مطلب یوں بیان کیا گیا ہے کہ شب قدر میں پہلی مرتبہ حضرت جبرئیلؑ آنحضرتؐ کے پاس قرآن مجید کی چند آیتیں لے کر آئے۔ یا یہ کہ شب قدر میں پورا قرآن مجید لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتار اگیا پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔

(۴) اس مبارک رات کی خصوصیت ہے کہ انسانوں کے معاملات یعنی پیدائش، موت اور رزق وغیرہ کے متعلق سال بھر میں جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے اس کے بارے میں پرحکمت اور اٹل فیصلے بارگاہ ایزدی سے متعلقہ فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں۔

(۵) یعنی اللہ تعالےٰ بندوں کے حالات جانتا ہے اور ان کی التجائیں سنتا ہے۔ وہ بندوں کی ہدایت کے لئے ہمیشہ پیغمبر بھیجتا رہا ہے چنانچہ اس زمانے میں اس نے اپنے فضل سے آنحضرتؐ کو خاتم النبیین بنایا اور آپؐ پر قرآن مجید نازل فرمایا۔ لوگوں کو چاہیئے کہ قرآن مجید کی قدر کریں اور اس پر ایمان لا کر ہدایت حاصل کریں۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝

اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کا مالک ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ

اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی جِلاتا ہے اور (وہی) مارتا ہے وہی تمہارا اور تمہارے اگلے باپ داداؤں کا

الْاَوَّلِيْنَ ۝ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۝ فَارْتَقِبْ يَوْمَ

پروردگار ہے بلکہ وہ شک میں (پڑے) کھیل رہے ہیں (۱) تو (اے پیغمبرؐ) اس دن کا

تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۰ يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا

انتظار کرو کہ آسمان سے صریح دھواں نکلے گا جو لوگوں پر چھا جائے گا یہ

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۝

دردناک عذاب ہوگا (اس وقت لوگ کہیں گے کہ) اے پروردگار! ہم سے اس عذاب کو دور کر ہم ایمان لاتے ہیں

اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۳ ثُمَّ

(اس وقت) ان کو (اس سے) کہاں نصیحت ہوتی ہے حالانکہ ان کے پاس پیغمبر آ چکے جنہوں نے (احکامِ الٰہی) صاف صاف بیان کئے پھر ان

تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۝۱۴ اِنَّا كَاشِفُوا

لوگوں نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے کہ (یہ تو) پڑھایا ہوا (اور) دیوانہ ہے بلاشبہ ہم تھوڑے دن

الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ۝۱۵ يَوْمَ نَبْطِشُ

عذاب ٹال دیتے ہیں (مگر) تم پھر کفر کرنے لگو گے (۲) جس دن ہم بڑی سخت

الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۝۱۶ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ

پکڑ پکڑیں گے تو اس دن ہم ضرور انتقام لیں گے اور ان سے پہلے ہم نے

قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ۝۱۷ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ

فرعون کی قوم کی آزمائش کی اور ان کے پاس ایک باعزت پیغمبر آئے (جنہوں نے) یہ (کہا) کہ

(۱) اللہ تعالیٰ جس نے اپنے فضل سے قرآن مجید نازل کیا اور آنحضرتؐ کو پیغمبر آخر الزماں بنایا، وہی سارے آسمان و زمین کا مالک ہے۔

لوگوں کو چاہیئے کہ ان باتوں پر غور کر کے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کریں۔ اسی میں یہ قدرت ہے کہ وہ لوگوں کو پیدا کرتا ہے اور مارتا ہے، وہی اگلے پچھلے سب لوگوں کا پروردگار ہے۔

لیکن افسوس کہ بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر غور نہیں کرتے اور قرآن مجید اور توحید کی طرف سے شک میں پڑے ہیں۔

(۲) حضرت ابن مسعودؓ سے اس آیت کی تفسیر اس طرح منقول ہے کہ قریش کی سرکشی اور نافرمانیوں کی وجہ سے آنحضرتؐ نے بددعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان پر بھی ایسا قحط بھیجے جیسا حضرت یوسفؑ کے زمانے میں مصر والوں پر پڑا تھا چنانچہ مکہ والوں پر سخت قحط پڑا۔ ایک طرف تو بارش رک گئی۔ اور دوسری طرف یہ ہوا کہ یمامہ سے غلہ آنا بند ہو گیا۔ یمامہ میں غلہ بہت پیدا ہوتا تھا اور مکہ کے بازار میں آ کر بکتا تھا۔ لیکن اسی زمانے میں وہاں کے سردار جن کا نام حضرت ثمامہؓ تھا، ایمان لے آئے اور انہوں نے مکہ والوں کو غلہ بھیجنا بند کر دیا۔ لکھا ہے کہ قحط سات برس تک رہا مکہ والے بلبلا اٹھے اور مُردار تک کھانے لگے۔ ضعف اور گرمی کی شدت کی وجہ سے زمین اور آسمان کے درمیان لوگوں کو ایک دُھواں سا نظر آتا تھا۔

قحط کی مصیبت سے تنگ آ کر حضرت ابوسفیانؓ نے (جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے) آپؐ سے فریاد کی اور دعا کے لئے التجا کی۔ چنانچہ آپؐ نے از راہِ رحم و کرم دعا فرمائی اور حضرت ثمامہؓ کو بھی غلہ بھیجنے کے لئے تحریر فرمایا۔ چنانچہ آپؐ کی دعا سے بارش ہوئی اور اُدھر حضرت ثمامہؓ نے بھی بہت سا غلہ بھیجا۔ اس طرح آنحضرتؐ کے طفیل سے مکہ والوں کو سخت قحط سے نجات ملی لیکن وہ سرکش پھر بھی ایمان نہیں لائے اور برابر آپؐ کی مخالفت کرتے رہے۔

واضح ہو کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق اس آیت میں 'دخان' سے وہ دھواں مُراد ہے جو قیامت کے قریب ظاہر ہوگا جس سے کافر بیہوش ہو جائیں گے۔

عِبَادَ اللّٰهِ ۖ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝۱۸ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا

اللہ کے بندوں (یعنی بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کر دو میں تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں۔ اور یہ کہ اللہ کے مقابلہ میں

عَلَی اللّٰهِ ۚ اِنِّیْۤ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۝۱۹ وَاِنِّیْ عُذْتُ

سرکشی نہ کرو میں تمہارے پاس کھلی دلیل لے کر آیا ہوں (۱) اور میں اس بات سے کہ تم مجھے

بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ۝۲۰ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ

سنگسار کرو اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں اور اگر مجھ پر ایمان نہیں لاتے

فَاعْتَزِلُوْنِ ۝۲۱ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ۝۲۲

تو مجھ سے الگ ہو جاؤ (۲) پھر موسیٰ نے اپنے پروردگار کو پکارا! (اور کہا) کہ یہ نافرمان لوگ ہیں

فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۝۲۳ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ

تو ہم نے حکم دیا کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے کر چلے جاؤ بیشک تمہارا تعاقب کیا جائے گا اور دریا کو سکون کی حالت میں

رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ۝۲۴ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ

چھوڑ جاؤ بیشک (تمہارے بعد) ان کا لشکر ڈبو دیا جائے گا (۳) وہ لوگ بہت سے باغ اور چشمے

وَّعُیُوْنٍ ۝۲۵ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِیْمٍ ۝۲۶ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا

چھوڑ گئے اور کھیتیاں اور نفیس مکان اور آرام کی چیزیں جن میں

فِیْهَا فٰكِهِیْنَ ۝۲۷ كَذٰلِكَ ۣ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ۝۲۸

وہ عیش کیا کرتے تھے اسی طرح (ہوا) اور ہم نے دوسرے لوگوں کو ان کا مالک بنا دیا

فَمَا بَكَتْ عَلَیْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا

پھر ان کی بربادی پر نہ آسمان رویا اور نہ زمین اور نہ انہیں مہلت

مُنْظَرِیْنَ ۝۲۹ وَلَقَدْ نَجَّیْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنَ

دی گئی (۴) اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے

(۱) عربوں کو حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا قصہ سنایا کہ ان سے بہت پہلے فرعون اور اس کی قوم کی آزمائش کی گئی تھی۔

حضرت موسیٰؑ ایک باعزت رسول تھے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرعون اور اس کی قوم کے پاس پہنچے اور کہا کہ تم نے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں یعنی بنی اسرائیل کو اپنے پاس غلامی کی حالت میں قید کر رکھا ہے تو ان کو رہا کر کے میرے حوالے کر دو۔

اور دیکھو! اگر تم کو میری رسالت میں شک ہو تو میں کھلی دلیل یعنی معجزات لے کر آیا ہوں۔ ان کو دیکھو اور ایمان لاؤ۔

(۲) حضرت موسیٰؑ نے یہ بھی کہا کہ میں تمہارے ستانے اور سنگسار کرنے سے ڈرتا نہیں میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہوں اور اپنے کو اس کی حفاظت میں دیتا ہوں امید ہے کہ وہ میری حفاظت فرمائے گا۔

اگر تم میری رسالت نہ مانو اور مجھ پر ایمان نہ لاؤ تو مجھ سے الگ ہو جاؤ، مجھ کو تکلیف مت دو اور مجھے اپنے کام سے مت روکو۔

(۳) لیکن ان بدبختوں نے حضرت موسیٰؑ کا کہنا نہ مانا اور برابر سرکشی کرتے رہے۔ تب حضرت موسیٰؑ نے دعا کی اور فرمایا کہ پروردگار! یہ بڑے سخت مجرم لوگ ہیں کہ سرکشی سے باز نہیں آتے۔ اب ان میں اور مجھ میں فیصلہ فرمادے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی دعا قبول فرمائی اور ہدایت دی کہ بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات نکل جاؤ۔ یاد رکھو کہ فرعون اور اس کے سردار تمہارا پیچھا کریں گے۔ ڈرنا نہیں۔ بنی اسرائیل کو لے کر دریا میں سے گزر جانا اور دریا کو ٹھہرا ہوا اور پایاب چھوڑ دینا۔ فرعون اور اس کے لوگ تمہارے پیچھے دریا میں آئیں گے اور غرق ہو جائیں گے۔

ع ۲۹ / ۱۴

(۴) چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دریا ٹھہر گیا، حضرت موسیٰؑ اور ان کے ساتھی نکل گئے۔ ان کے پیچھے فرعون اپنا لشکر لے کر آیا۔ دیکھا کہ پانی ٹھہرا ہوا ہے اور راستے بنے ہوئے ہیں، فرعون نے گھوڑا ڈالا اس کے پیچھے سب گھس گئے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانی موجیں مارتا ہوا مل گیا اور سب کے سب غرق ہو گئے۔

دیکھو! فرعون اور اس کے لشکر والے کتنے باغ، چشمے، کھیتیاں، عمدہ عمدہ مکانات اور عمدہ عمدہ سامان جس کے ذریعہ وہ عیش کرتے تھے، سب چھوڑ کر چلے گئے اور بنی اسرائیل ان کے وارث ہو گئے۔
ان بدبختوں پر کوئی نہیں رویا، نہ آسمان اور نہ زمین کو ان سے فائدہ کیا تھا جو روتے۔ البتہ ایماندار آدمی کے مرنے پر روتے ہیں۔

الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿٣٠﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ كَانَ عَالِيًا
عذاب سے نجات دی (یعنی) فرعون سے بیشک وہ سرکش تھا (اور)

مِنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنَهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى
حد سے بڑھ گیا تھا اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی رو سے دنیا جہان والوں

الْعَلَمِينَ ﴿٣٢﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا
پر فوقیت دی تھی اور ان کو ایسی نشانیاں دی تھیں جن میں صریح آزمائش

مُّبِيْنٌ ﴿٣٣﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿٣٤﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا
تھی (۱) یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں صرف پہلی دفعہ

الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴿٣٥﴾ فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ
(یعنی ایک بار) مرنا ہے اور پھر ہم کو اٹھنا نہیں پس اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٣٦﴾ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَّ
کو (زندہ کر کے) لاؤ بھلا یہ اچھے ہیں یا تبع کی قوم اور

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا
وہ لوگ جو ان سے پہلے گزر چکے ہم نے ان (سب) کو ہلاک کر دیا بلاشبہ وہ

مُجْرِمِيْنَ ﴿٣٧﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا
نافرمان تھے (۲) اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں

بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿٣٨﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ
میں ہے کھیل نہیں بنایا بلکہ ہم نے ان دونوں کو کسی حکمت ہی سے بنایا ہے لیکن

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ
اکثر لوگ نہیں جانتے (۳) بیشک فیصلہ کا دن ان سب کا وقت

(۱) دیکھو! اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی کے عذاب سے کس طرح نجات بخشی۔ حقیقت یہ ہے کہ فرعون بڑا سرکش تھا اور حد سے گزر گیا تھا۔ اس لئے تباہ کر دیا گیا۔

باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے حال سے اچھی طرح واقف تھا، لیکن اس نے دانستہ ان کو اس زمانے کے لوگوں میں سے منتخب کیا، بڑی خصوصیات دیں اور ایسے نشان دیئے جن کے ذریعے ان کو بڑی مدد ملی، جیسے من وسلوٰی وغیرہ۔

(۲) یعنی مکے والے کوئی نصیحت نہیں مانتے، قیامت کے قائل نہیں ہوتے اور یہی کہتے ہیں کہ بس ہمیں ایک دفعہ مرنا ہے پھر اس کے بعد کچھ نہیں، کیونکہ ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے اور اگر تم سچے ہو تو اس کے ثبوت کے لئے ہمارے باپ دادا کو اسی وقت ہمارے سامنے اٹھا کھڑا کرو۔

ان کو سمجھانے کے لئے فرمایا کہ کیا یہ بدبخت یمن کے بادشاہ تبّع کی قوم اور عاد وثمود وغیرہ سے بہتر اور قوت وشوکت میں بڑھ کر ہیں جو سرکشی اور نافرمانی کی پاداش میں ہلاک کر دی گئیں۔ اگر یہ ان سے بہتر نہیں ہیں تو پھر ان کو اُن کی تباہی سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے اور عذاب الٰہی سے ڈرنا چاہیئے۔

(۳) لوگوں کو چاہیئے کہ آسمان وزمین کے عظیم الشان کارخانے کو دیکھیں اور سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کھیل تماشہ نہیں بنایا ہے۔ بلکہ بڑی حکمت اور مصلحت سے بنایا ہے۔ اس پر غور کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اس سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ نیز یہ کہ حکمت کا تقاضا ہے کہ لوگ اپنے اپنے اعمال کا پورا پورا بدلا پائیں۔

أَجْمَعِينَ ﴿٤٠﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَن مَّوْلًى شَيْئًا

مقرر ہے جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا

وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٤١﴾ إِلَّا مَن رَّحِمَ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ

اور نہ ان کو مدد ملے گی مگر ہاں جس پر اللہ رحم فرمائے بیشک

هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٤٢﴾ إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ﴿٤٣﴾ طَعَامُ

وہ غالب اور مہربان ہے (۱) بیشک تھوہر کا درخت مجرم (یعنی کافر) کا

الْأَثِيمِ ﴿٤٤﴾ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ﴿٤٥﴾ كَغَلْيِ

کھانا ہوگا جیسے پگھلا ہوا تانبا جو پیٹوں میں ایسا کھولے گا جس طرح گرم پانی

الْحَمِيمِ ﴿٤٦﴾ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ

کھولتا ہے (ہم فرشتوں کو حکم دیں گے کہ) اس کو پکڑو پھر گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ لے جاؤ پھر

صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ﴿٤٨﴾ ذُقْ

اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب ڈالو (اور اس سے کہو کہ اب) مزہ چکھ

إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ﴿٤٩﴾ إِنَّ هَٰذَا مَا كُنتُم

بلاشبہ تو بڑا معزز اور مکرم ہے بلاشبہ یہ وہی دوزخ ہے

بِهِ تَمْتَرُونَ ﴿٥٠﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿٥١﴾

جس میں تم شک کیا کرتے تھے (۲) بلاشبہ اللہ سے ڈرنے والے امن (چین) کی جگہ میں ہوں گے

فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٢﴾ يَلْبَسُونَ مِن سُندُسٍ

(یعنی) باغوں اور چشموں میں (اور) وہ ریشم کا باریک اور دبیز لباس

وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٥٣﴾ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ

پہن کر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے اسی طرح (ہوگا) اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا بیاہ

(۱) لوگوں کو یقین کرنا چاہیئے کہ قیامت ضرور آئے گی اس دن سب لوگ اللہ تعالےٰ کے حضور میں جمع ہوں گے اور ان کے اعمال کا فیصلہ کیا جائے گا۔

وہ دن ایسا سخت ہوگا کہ کوئی رشتہ دار اور دوست بھی آدمی کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی کسی کی مدد کرسکے گا۔ ہاں جس شخص پر اللہ تعالےٰ رحم فرمائے اور اس کے حق میں کسی نبی یا ولی کی سفارش سُن لے تو اس کو اس طرح کی مدد مل سکتی ہے۔

ع ۲ ۱۳ ۱۵

مع ۱۴

(۲) بڑے مجرم یعنی بڑے کٹر مشرک اور کافر کو دوزخ میں طرح طرح کا عذاب ہوگا۔ منجملہ اس کے ایک یہ کہ اس کو کھانے کے لئے تھوہر دیا جائے گا جو سخت کڑوا، بدمزہ اور بدبودار ہوگا جس کا کھانا ایک عذاب ہوگا وہ پگھلے ہوئے تانبے (یا تیل کی تلچھٹ) کی طرح ہوگا اور پیٹ میں ایسا کھولے گا جیسے سخت گرم پانی کھولتا ہے۔

پھر فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس بدبخت کو گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ لے جاؤ اور اس کے سر پر کھولتا ہوا پانی چھوڑ کر اس کو عذاب دو پھر اس سے کہو کہ لے اپنے کرتوت کا مزہ چکھ اور دیکھ کہ کیسی اچھی طرح تیری عزت ہو رہی ہے۔ تو دنیا میں اپنے کو بڑا باعزت سمجھتا تھا اور پیغام حق کے قبول کرنے میں اپنی توہین خیال کرتا تھا۔ قیامت اور دوزخ کے عذاب کو نہیں مانتا تھا اور پیغمبر کی باتوں میں شک کرتا تھا۔ دیکھ آج ان کی بات سچ نکلی یا تیری؟

عِيۡنٍ ﴿۵۴﴾ يَدۡعُوۡنَ فِيۡهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيۡنَ ﴿۵۵﴾

(اور) گوری (بڑی آنکھوں والی) عورتیں ان کی بیویاں کردیں گے ۔ وہ وہاں اطمینان سے ہر قسم کے میوے منگائیں گے (اور کھائیں گے)

لَا يَذُوۡقُوۡنَ فِيۡهَا الۡمَوۡتَ اِلَّا الۡمَوۡتَةَ الۡاُوۡلٰى ۚ وَ

وہاں وہ بجز اس موت کے جو دنیا میں آچکی تھی اور موت کا مزہ نہیں چکھیں گے اور

وَقٰهُمۡ عَذَابَ الۡجَحِيۡمِ ﴿۵۶﴾ فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ ذٰلِكَ

اللہ ان کو دوزخ کے عذاب سے بچائے گا (یہ سب کچھ) تمہارے پروردگار کے فضل سے (ہوگا) ۔ یہی

هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۵۷﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمۡ

بڑی کامیابی ہے (۱) تو ہم نے اس قرآن کو تمہاری زبان عربی میں آسان کردیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت

يَتَذَكَّرُوۡنَ ﴿۵۸﴾ فَارۡتَقِبۡ اِنَّهُمۡ مُّرۡتَقِبُوۡنَ ﴿۵۹﴾

حاصل کریں (اگر یہ لوگ نہ مانیں) تو تم انتظار کرو یہ بھی انتظار کر رہے ہیں (۲)

آیاتہا ۳۷ (۴۵) سُوۡرَةُ الۡجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ رکوعاتہا ۴

سورہ جاثیہ مکہ میں نازل ہوئی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِى

حٰمٓ یہ کتاب اللہ کی طرف سے اتاری گئی ہے جو زبردست (اور) حکمت والا ہے بلاشبہ

السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰيٰتٍ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۳﴾ وَفِىۡ خَلۡقِكُمۡ

آسمانوں اور زمین میں ایمان والوں کے لئے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں اور تمہاری پیدائش میں بھی

وَمَا يَبُثُّ مِنۡ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ ﴿۴﴾

اور جانوروں میں بھی جن کو اللہ (زمین میں) پھیلاتا ہے یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں (۳)

(۱) لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرے، ایمان لائے اور پرہیزگاری کے راستے پر چلتے رہے وہ بڑی اچھی جگہ میں نہایت آرام سے رہیں گے یعنی بہشت کے باغوں میں رہیں گے جن میں نہریں بہتی ہوں گی۔ وہ باغوں میں باریک اور موٹے ریشم کا لباس پہنے تختوں پر دوستوں کی طرح آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ بڑی بڑی آنکھوں والی گوری گوری عورتوں سے ان کے جوڑے ملا دیئے جائیں گے۔ وہ نہایت اطمینان سے ہر قسم کے میوے منگائیں گے اور کھائیں گے وہاں ان کو موت نہیں آئے گی اور ہمیشہ اسی عیش و آرام میں رہیں گے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوگا کہ ان کے ایمان اور عمل کو قبول فرما کر اس کا بہترین بدلا عطا فرمائے گا۔ دیکھو! انسان کے لئے یہی بڑی کامیابی ہے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ اس کے لئے کوشش کریں۔

(۲) قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی زبان عربی میں نازل فرمایا تاکہ عرب اس کو آسانی سے سمجھ کر اس سے نصیحت حاصل کرسکیں، کیونکہ قرآن مجید کے پہلے مخاطب عرب تھے جن کی مادری زبان عربی تھی۔ سورت کے ختم پر آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اگر یہ لوگ ایمان نہ لائیں اور شرارتوں سے باز نہ آئیں تو ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو، کچھ دن انتظار کرو اور دیکھو کہ ان کی سرکشی کا انجام کیا ہوتا ہے۔ یہ بدبخت بھی انتظار میں ہیں اور تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن عنقریب وہ دیکھیں گے کہ کون کامیاب ہوتا ہے۔

ع ۳
۱۷
۱۶

(۳) اس بات میں کچھ شک نہیں ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو بڑا زبردست ہے اور بڑی حکمت والا ہے۔

اگر آدمی انصاف کرے اور ماننا چاہے تو اس کی زبردست قدرت اور حکمت کا مشاہدہ آسمان و زمین کی چیزوں میں کرسکتا ہے۔ یہ عظیم الشان کارخانہ اور اس کا مضبوط نظام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کسی زبردست قادر اور حکیم نے اس کو بنایا ہے اور وہی اس کو چلا رہا ہے۔

اگر آدمی خود اپنی پیدائش اور جسم و روح کے نظام پر غور کرے تو اس سے بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کا یقین پیدا ہوسکتا ہے۔

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ

اور رات اور دن کے آگے اور پیچھے آنے جانے میں بھی اور وہ جو اللہ نے آسمان سے

السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

(مادہ) رزق نازل فرمایا پھر اس سے زمین کو اس کے مردہ (یعنی خشک) ہو جانے کے بعد زندہ (یعنی سرسبز) کیا

وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ تِلْكَ

اس میں بھی اور ہواؤں کے بدلنے میں بھی عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں (۱) (اے پیغمبر!)

اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ

یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو صحیح طور پر ہم تم کو پڑھ کر سناتے ہیں تو یہ اللہ اور اس کی آیتوں کے

بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ

بعد کس بات پر ایمان لائیں گے (۲) اور ہر جھوٹے گنہگار کی بڑی خرابی

اَثِيْمٍ ۝ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ

ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں کو جو اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں سنتا ہے پھر (بھی) اپنی سرکشی سے

مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ

(کفر پر) قائم رہتا ہے گویا کہ اس نے ان کو سنا ہی نہیں تو ایسے شخص کو دردناک عذاب کی خوشخبری

اَلِيْمٍ ۝ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئَا ۨ اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۚ

سنا دو (۳) اور جب ہماری کچھ آیتیں اسے معلوم ہوتی ہیں تو ان کی ہنسی اڑاتا ہے

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ۭ مِنْ وَّرَآئِهِمْ

ایسے لوگوں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے ان کے آگے دوزخ ہے

جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا

اور (اس وقت) نہ تو ان کے وہ اعمال کچھ کام آئیں گے جو دنیا میں انھوں نے کئے تھے اور نہ

(۱) اگر آدمی عقل سے کام لے اور انصاف کرے تو دیکھے گا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسا مضبوط نظام قائم کیا ہے کہ رات اور دن ایک دوسرے کے آگے پیچھے آتے جاتے رہتے ہیں ایک مناسب وقت پر پانی برستا ہے جس سے مردہ زمین میں جان پڑ جاتی ہے اور اس پر کھیت اور باغ لہلہانے لگتے ہیں جن سے آدمی کو غلہ اور پھل پھلاری ملتا ہے۔

اسی طرح یہ دیکھنا چاہیئے کہ خاص خاص وقت پر مختلف سمتوں میں ہوائیں چلتی ہیں جن کی مدد سے کشتیاں اور جہاز چلتے ہیں اور دوسرے کام انجام پاتے ہیں۔

(۲) یہ بات یقینی ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرتؐ پر نازل ہوا ہے لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ اس بات کو نہیں مانتے۔ وہ بدبخت ذرا سوچیں تو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے کلام سے بڑھ کر کیا چیز ہوگی جس پر وہ ایمان لائیں گے؟

(۳) قیامت ضرور آئے گی اور اس دن اس بدبخت کی بڑی خرابی ہوگی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹا الزام لگاتا ہے اور جب آپؐ اس کو قرآن مجید کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں تو تکبر اور غرور کی وجہ سے منہ پھیر لیتا ہے اور گمراہی پر اڑا رہتا ہے۔ ایسے مغرور کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس کو بڑا دردناک عذاب ہوگا۔

مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ
وہی کام آئیں گے جن کو انھوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا رکھا تھا اور ان کے لئے بڑا عذاب
عَظِيْمٌ ۝ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ
تیار ہے یہ قرآن سرتاپا ہدایت (کی کتاب) ہے اور جو لوگ اپنے پروردگار کی آیتوں کا
رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝ اَللّٰهُ
انکار کرتے ہیں ان کو سخت تکلیف دینے والا عذاب ہوگا (۱) وہ اللہ ہی
الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ
تو ہے جس نے دریا کو تمہارے کام میں لگایا تاکہ اس کے حکم سے
فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ
اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کے فضل سے (روزی) تلاش کرو اور تاکہ تم
تَشْكُرُوْنَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
شکر کرو (۲) اور (اسی طرح) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ
فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
زمین میں ہے سب کو اپنے (حکم) سے تمہارے کام میں لگا دیا جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لئے اس میں
لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا
(اس کی قدرت کی) نشانیاں ہیں (اے پیغمبر) ایمان والوں سے کہہ دو کہ جو اللہ کے
لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا
(معرکے ہوئے) دنوں کی امید نہیں رکھتے ان سے درگزر کریں تاکہ اللہ ان لوگوں کو
بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا
ان کے اعمال کا بدلا دے جو کوئی نیک کام کرے

(۱) یہ بدبخت ایسا ہے کہ جب کلام الٰہی کی آیتیں سنتا ہے تو تکبر سے منہ پھیر لیتا ہے اور جن آیتوں کی خبر پاتا ہے تو ان کی بھی ہنسی اڑاتا ہے۔

ایسے بدبختوں کو دوزخ میں دردناک اور ذلت آمیز عذاب ہوگا۔ ان بدبختوں کو کوئی عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے گا۔ نہ تو ان کے اعمال ان کے کچھ کام آئیں گے اور نہ وہ معبود ہی کام آئیں گے جن کو انھوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا رکھا تھا

ع ۱۱ / ۱۷

غرض یہ کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہے اور ایک ہدایت نامہ ہے، تو جو بدبخت اس کا انکار کریں گے اور اس کی ہدایت سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے ان کو سخت دردناک عذاب ہوگا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرو کہ اس نے اپنی قدرت سے سمندروں کو اس طرح تمہارے بس میں کر دیا ہے کہ تم ان میں کشتیاں اور جہاز چلاتے ہو، تجارت کا مال لاتے لے جاتے ہو، سمندروں میں سے مچھلیاں وغیرہ پکڑ کر اور موتی وغیرہ نکال کر اپنے کام میں لاتے ہو۔ ان احسانات پر غور کرو۔ اس کا شکر ادا کرو اور اس کے پیغام اور احکام کو مانو۔

سمندروں پر ہی کیا موقوف ہے، اس نے تو آسمان و زمین کی ساری کائنات کو تمہارے کام پر لگا رکھا ہے اور تمہارا خدمت گزار بنا رکھا ہے۔ لیکن ان باتوں سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو ان میں غور و فکر کرتے ہیں۔

فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۖ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ
تو اپنے ہی فائدے کیلئے اور جو برے کام کرے تو اس کا وبال اسی پر پڑے گا پھر تم اپنے پروردگار کی طرف
تُرْجَعُوْنَ ﴿١٥﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
لوٹائے جاؤ گے (۱) اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور
الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ
حکومت اور نبوت بخشی تھی اور ہم نے ان کو پاکیزہ چیزیں کھانے کو
الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ
دی تھیں اور ان کو جہان والوں پر فضیلت دی تھی اور ہم نے ان کو دین کے
بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْ ۢ بَعْدِ
بارے میں کھلی کھلی دلیلیں عنایت کی تھیں تو انھوں نے جو اختلاف کیا تو علم
مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًا ۢ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ
آچکنے کے بعد آپس کی ضد سے کیا بیشک تمھارا پروردگار
يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ
قیامت کے دن ان میں ان باتوں کا فیصلہ کردے گا جن میں وہ اختلاف
يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١٧﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ
کرتے تھے (۲) پھر (اے پیغمبر!) ہم نے تم کو دین کے کھلے راستہ پر قائم کردیا
فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٨﴾
پس تم اسی پر چلتے رہو اور ان لوگوں کی خواہشوں پر نہ چلو جو کچھ نہیں جانتے
اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ وَاِنَّ
یہ لوگ اللہ کے مقابلے میں تمھارے کچھ کام نہ آئیں گے اور بیشک

(۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں بھی حق و باطل کا فیصلہ ہوتا ہے یعنی اہل حق کامیاب اور سرفراز ہوتے ہیں اور اہل باطل تباہ کردیئے جاتے ہیں۔ جن دنوں میں ایسے عبرت ناک واقعات ہوتے ہیں ان کو قرآن مجید میں "اَیَّامُ اللّٰہ" کہا گیا ہے۔

اس آیت میں ایمان والوں کو ہدایت فرماتا ہے کہ کافروں سے درگزر کرو جو غافل ہیں اور تاریخ کے عبرت ناک واقعات سے بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں قانون یہ ہے کہ جو شخص نیکی کرے گا تو خود اسی کو اس کا فائدہ پہنچے گا اور جو برائی کرے گا تو نقصان اٹھائے گا۔ پھر سب لوگ ایک دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوں گے اور اپنے اپنے اعمال کا بدلا پائیں گے۔ اس لئے ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنے اعمال کو دیکھے دوسرے کے پیچھے نہ پڑے۔ البتہ نصیحت کرنا اور سمجھانا آدمی کے فرائض میں سے ہے۔

(۲) یعنی رسالت کوئی انوکھی بات نہیں ہے جس پر قریش تعجب کرتے ہیں۔ گزشتہ زمانے میں بہت سے پیغمبر ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر بنی اسرائیل کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں بہت سے پیغمبر بنائے، ان کو کتاب یعنی تورات دی، علم و حکمت اور سلطنت و حکومت بھی بخشی۔
اور کھانے پینے کی نعمتیں بھی افراط سے عطا فرمائیں۔ غرض یہ کہ روحانی اور مادی نعمتیں اس کثرت سے ان کو عطا فرمائی تھیں کہ اپنے زمانے میں دنیا میں وہی سب سے بڑھ کر تھے۔
لیکن افسوس کہ بنی اسرائیل نے ان نعمتوں کی قدر نہیں کی، کتاب الٰہی میں جو صحیح علم تھا اس پر قائم نہیں رہے، دنیا پرستی اور آپس کی ضد کی وجہ سے چھوٹی چھوٹی باتوں میں اختلاف کرکے بہت سے فرقے بن گئے جن کا فیصلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمادے گا۔

الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَ اللّٰهُ وَلِيُّ
ظالم ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور اللہ پرہیزگاروں کا
الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًى
دوست ہے (۱) یہ قرآن لوگوں کے لئے دانائی کی باتیں ہیں
وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ
اور جو لوگ یقین رکھتے ہیں ان کے لئے ہدایت اور رحمت ہے (۲) جو لوگ برے کام کرتے ہیں
اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ
کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو
اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ
ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان کا جینا اور مرنا
وَ مَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ خَلَقَ اللّٰهُ
یکساں ہوجائے یہ جو حکم لگاتے ہیں برا ہے اور اللہ نے آسمانوں
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ لِتُجْزٰى كُلُّ
اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا اور تاکہ ہر شخص اپنے
نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ اَفَرَءَيْتَ
اعمال کا بدلا پائے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا (۳) بھلا تم نے اس
مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ
شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے اور اللہ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کردیا ہے
وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ
اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی ہے اور اس کی آنکھوں پر

(۱) آنحضرتؐ کو خطاب کرکے فرمایا کہ جب بنی اسرائیل نے دین میں ایسا سخت اختلاف برپا کردیا تو ہم نے تم پر وحی نازل کی اور دین کا صاف اور کھلا راستہ تم کو دکھایا۔ اب تمہارا اور تمہاری امت کا کام یہ ہے کہ اسی راستے پر چلو اور دوسروں کے خیالات اور خواہشات کی پیروی مت کرو۔

مشرکوں اور نافرمانوں کی پیروی میں سراسر نقصان ہی ہے۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کی کچھ مدد نہ کرسکیں گے۔

سرکش اور کافر آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں ان سے ایماندار آدمی کی کس طرح دوستی ہوسکتی ہے؟ ایماندار لوگ تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، اسی کو اپنا کارساز اور مددگار مانتے ہیں اور اسی کے احکام کی پیروی کرتے ہیں۔

(۲) قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہے اس کے مضامین بڑے بصیرت افروز اور پرحکمت ہیں۔ اس لئے
ع ۱۰ ۱۸ یہ سب لوگوں کے لئے سراسر ہدایت اور روشنی ہے جس کا جی چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔ اور جو اللہ کے بندے اس کو مانتے ہیں اور اس پر ایمان لاکر اس کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں، ان کے حق میں تو خصوصی طور پر رحمت اور برکت ہے۔

(۳) یعنی جو لوگ قیامت کا انکار کرکے کفر، شرک اور گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں، وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ نیک اور بد دونوں کا جینا اور مرنا ایک طرح کا ہوگا۔ دونوں میں کسی طرح کا فرق نہیں ہوگا، نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان جاہلوں کا یہ خیال بالکل لغو اور مہمل ہے۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور اس نے آسمان و زمین کو حکمت کے ساتھ بنایا ہے۔ اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ کسی پر ظلم نہ ہو اور نیک و بد کا انجام الگ الگ ہو۔ اسی سے سمجھو کہ قیامت اور حساب کتاب کا ہونا ضروری ہے۔

غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا
پردہ ڈال دیا ہے تو (اب) اللہ کے (گمراہ کرنے کے) بعد کون ہے جو اسے ہدایت کرے گا کیا تم
تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَ قَالُوْا مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا
نصیحت حاصل نہیں کرتے (١) اور انھوں نے کہا کہ ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کی
الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا وَ مَا یُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ
ہے کہ (یہیں) مرتے اور جیتے ہیں اور ہم کو صرف زمانے کی گردش سے موت آتی ہے
وَ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا
اور ان کو اس کا کچھ علم نہیں وہ محض اٹکل پر چل
یَظُنُّوْنَ ﴿٢٤﴾ وَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ
رہے ہیں اور جب ان کے سامنے ہماری صاف صاف آیتیں
مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا
پڑھی جاتی ہیں تو ان کی یہی حجت ہوتی ہے کہ اگر
بِاٰبَآىِٕنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللّٰهُ
سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کرکے لے آؤ (٢) (اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ
یُحْیِیْكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یَجْمَعُكُمْ اِلٰی یَوْمِ
اللہ ہی تم کو زندگی بخشتا ہے پھر (جب چاہے گا) تم کو موت دے گا پھر قیامت کے روز جس کے آنے میں
الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
کچھ شک نہیں وہی تم کو جمع کرے گا لیکن اکثر لوگ
لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ ع وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ
نہیں جانتے (٣) اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے

(١) جو شخص اپنی خواہش نفسانی کا غلام ہو جائے، اسی کے پورا کرنے میں لگا رہے، اسی کو معبود بنالے اور جاننے بوجھنے کے باوجود حق سے منہ پھیر لے، تو اس کو اللہ تعالےٰ بھی گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے، اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دیتا ہے اور اس کی آنکھوں پر پردے ڈال دیتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ حق وصداقت کے قبول کرنے سے بالکل محروم ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے بدبخت کو پھر کون سیدھے راستے پر لا سکتا ہے؟

لوگوں کو چاہیئے کہ اس بدبخت کے حال پر غور کریں اور اپنے کو اس سے بچائیں۔

(٢) جو لوگ اللہ تعالےٰ کے وجود کے قائل نہیں اور آخرت کو بھی نہیں مانتے، وہ دہریہ کہلاتے ہیں۔ وہ بیوقوفی سے دعوے کرتے ہیں کہ بس یہی دنیا کی زندگی ہے، پھر اس کے بعد کچھ نہیں۔ وہ بدبخت کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) خدا بھی کوئی چیز نہیں۔ یہ سارا کارخانہ زمانے کی گردش سے چل رہا ہے۔ اسی سے لوگ اس عالم میں پیدا ہوتے ہیں اور مرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد نہ کوئی زندگی ہے اور نہ اعمال کا حساب کتاب۔

ان بدبختوں کو سمجھانے کے لئے فرمایا کہ ان کو کچھ علم تو ہے نہیں، بس یوں ہی اٹکل کے تیر چلاتے ہیں۔

ان بدبختوں کو سمجھانے کے لئے قرآن مجید کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جن پر غور کرنے سے اللہ تعالےٰ کے وجود کا اور آخرت کی زندگی کا یقین پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ بدبخت ٹھنڈے دل سے ان پر غور نہیں کرتے اور کٹ حجتی کے طور پر کہتے ہیں اچھا! اگر یہ بات سچ ہے تو اسی وقت ہمارے باپ دادا کو زندہ کرکے ہمارے سامنے لا کھڑا کرو۔

ع ٣ / ١٩
(٣) اس بارے میں صحیح علم یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی تم کو پیدا کرتا ہے نہ کہ زمانہ۔ پھر وہی مارتا ہے۔ پھر وہی قیامت کے دن تم سب کو زندہ کرکے حشر کے میدان میں جمع کر دے گا۔ اس بات میں کچھ شک نہیں ہے لیکن بہت سے لوگ اس کو نہیں سمجھتے اور نہیں مانتے۔

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُونَ ﴿۲۷﴾

اور جس روز قیامت ہوگی اس روز اہل باطل نقصان اٹھائیں گے (۱)

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۚ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰى

اور تم ہر فرقہ کو دیکھو گے کہ (مارے خوف کے) گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوگا اور ہر فرقہ اپنے نامۂ اعمال (کے حساب)

اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۲۸﴾

کی طرف بلایا جائے گا اور (ان سے کہا جائے گا کہ) جو کچھ تم کرتے رہے ہو آج تم کو اس کا بدلا دیا جائے گا

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا

یہ ہماری کتاب تمہارے اعمال ٹھیک ٹھیک بتاتی ہے بلاشبہ

كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۲۹﴾ فَاَمَّا

جو کچھ تم کیا کرتے تھے ہم لکھواتے جاتے تھے (۲) تو جو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ

لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کا پروردگار

رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۰﴾

انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا یہی صریح کامیابی ہے

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى

اور جنہوں نے کفر کیا (ان سے کہا جائے گا کہ) کیا ہماری آیتیں تم کو پڑھ کر نہیں سنائی

عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

جاتی تھیں؟ مگر تم نے تکبر کیا اور تم نافرمان لوگ تھے (۳)

وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ

اور جب تم سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں

(۱) آسمان اور زمین سب کا اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے اور سب پر اسی کا حکم چلتا ہے پس اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ مُردوں کو زندہ کردے۔

اس لئے اس بات کا یقین رکھنا چاہیئے کہ قیامت ضرور آئے گی اور جب قیامت آئے گی تو ظاہر بات ہے کہ اس دن ان لوگوں کو بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا جو اس کا انکار کرکے باطل عقیدوں پر اڑے رہے۔

(۲) قیامت کے دن لوگ اپنے اپنے اعمال کے لحاظ سے مختلف فرقوں میں ہوں گے اور ہر فرقہ خوف اور دہشت کے مارے گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوگا۔ ہر جماعت کے لوگوں کو اپنے اپنے نامۂ اعمال کے حساب کتاب کے لئے بُلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جو کچھ عمل تم دنیا میں کرتے رہے ہو آج تم کو اس کا بدلا مل جائے گا۔ اور یہ دیکھو! ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس میں تمہارے سارے اعمال لکھے ہوئے ہیں۔ یہ تمہارے اعمال ٹھیک ٹھیک بتاتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ تم کرتے تھے ہم فرشتوں کے ذریعے لکھواتے جاتے تھے۔ یہ وہی کتاب ہے یعنی نامۂ اعمال جس کی رو سے تمہارے متعلق فیصلہ صادر ہوگا۔

(۳) پھر جو حضرات ایمان لاکر نیک عمل کرتے رہے ہوں گے ان کو ان کا پروردگار اپنی رحمت میں اور بہشت کے باغوں میں داخل کرے گا جہاں وہ ہمیشہ آرام سے رہیں گے اور یہ انسان کے لئے بہت بڑی کامیابی ہے۔

لیکن جو بدبخت پیغام حق کا انکار کرتے رہے ہوں گے ان سے فرشتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جب ہمارے رسولؐ تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر سُناتے تھے تو تم غرور اور تکبر کے مارے ان سے اعراض کرتے تھے اور تم تو ہمیشہ کے مجرم تھے۔

لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ ۙ إِنْ
کچھ شک نہیں تو تم کہا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا چیز ہے' ایک
نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ ﴿۳۲﴾ وَبَدَا لَهُمْ
خیال سا تو ہم کو بھی ہوتا ہے اور ہم اس کا یقین کرنے والے نہیں ہیں اور (قیامت کے دن)
سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوا بِهِ
ان کے اعمال کی برائیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی اور جس عذاب کی وہ ہنسی اڑاتے تھے
يَسْتَهْزِئُونَ ﴿۳۳﴾ وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنْسَاكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ
وہ ان کو آگھیرے گا (۱) اور ان سے کہا جائے گا کہ جس طرح تم نے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا
لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ
اسی طرح آج ہم تمھیں بھلا دیں گے اور اب تمھارا ٹھکانا دوزخ ہے اور تمھارا کوئی
نَّاصِرِينَ ﴿۳۴﴾ ذَٰلِكُمْ بِأَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَ
مددگار نہیں یہ اس لئے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کی ہنسی اڑائی تھی اور
غَرَّتْكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا
دنیا کی زندگی نے تم کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا تو آج نہ وہ دوزخ سے نکالے جائیں گے
وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿۳۵﴾ فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَ
اور نہ ان کی توبہ قبول ہوگی (۲) پس اللہ ہی کو ہر طرح کی تعریف (سزاوار) ہے جو آسمانوں اور
رَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي
زمین کا پروردگار ہے (اور وہی) سارے جہان کا پروردگار ہے اور آسمانوں اور زمین میں
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۳۷﴾ ع
اسی کی بڑائی ہے اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے (۳)

(۱) اور جب تم سے پیغمبر اور ایمان والے کہتے تھے کہ یقین جانو کہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت ضرور آنے والی ہے تو تم سرکشی سے اس کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہاں سننے سنانے سے اس کا کچھ خیال سا تو پیدا ہوتا ہے لیکن اس کا یقین نہیں آتا۔

غرض یہ کہ قیامت کے دن ان کے سارے برے اعمال ان کے سامنے رکھدیئے جائیں گے اور جس عذاب کی وہ ہنسی اڑاتے تھے وہی ان کو گھیر لے گا۔

(۲) اور فرشتوں کے ذریعے اللہ تعالےٰ ان سے فرمائے گا کہ جس طرح تم نے قیامت کے دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا' اس پر ایمان نہیں لاتے تھے اور اس کے لئے تیاری نہیں کرتے تھے' اسی طرح آج ہم تم کو بھلائے دیتے ہیں اور تم کو رحمت سے دور کر دیتے ہیں۔ اب تم ہمیشہ دوزخ میں پڑے رہوگے اور کوئی تمھاری مدد نہیں کرے گا۔

یہ عذاب اس وجہ سے ہے کہ تم نے اللہ تعالےٰ کی آیتوں کا مذاق اڑایا تھا اور دنیا کے عیش و آرام میں پڑ کر آخرت کو بھول گئے تھے۔ غرض یہ کہ یہ بدبخت نہ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور نہ ان کی توبہ قبول ہوگی۔

(۳) یاد رکھو کہ ہر طرح کی تعریف اللہ تعالےٰ ہی کو سزاوار ہے جو آسمان و زمین یعنی سارے جہان کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے۔ اور آسمان و زمین میں بڑائی کا مستحق بھی وہی ہے۔ وہی غالب اور حکمت والا ہے۔

آدمی کو چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کی ان صفات کا تصور کر کے توحید کا عقیدہ رکھے اور ان الفاظ میں اس کی حمد و ثنا اور بڑائی بیان کیا کرے۔

ع ۴ / ۱۱ / ۲۰

(۳۵) رکوعاتہا ۴ سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ (۴۶) آیاتہا ۳۵

سورۂ احقاف مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ۝۱ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝۲

حم یہ کتاب اللہ غالب (اور) حکمت والے کی طرف سے نازل کی گئی ہے

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ

ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے حکمت کے ساتھ اور ایک

وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا

مقررہ وقت تک کے لئے پیدا کیا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے وہ اس سے

مُعْرِضُوْنَ ۝۳ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

منہ پھیر لیتے ہیں (۱) (اے پیغمبر ان سے) کہو کہ بھلا دیکھو تو جن چیزوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو (ذرا)

اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي

مجھے بھی تو دکھاؤ کہ انھوں نے زمین میں کونسی چیز پیدا کی ہے یا آسمانوں میں ان کی

السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ

شرکت ہے اگر سچے ہو تو اس (قرآن) سے پہلے کی کوئی کتاب میرے پاس لاؤ یا (پیغمبروں کے) علم میں سے کچھ

عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۴ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا

منقول چلا آتا ہو (تو اسے پیش کرو) (۲) اور اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہو سکتا ہے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

جو اللہ کے سوا ایسے کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے

(۱) لوگوں کو یقین کرنا چاہیئے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے جس کا حکم سب پر غالب ہے اور جو بڑی حکمت والا ہے۔

لہذا جاننا چاہیئے کہ قرآن مجید میں جو مضامین بیان کئے گئے ہیں، وہ بڑے حکیمانہ ہیں۔ اس کا ایک اہم مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو بڑی حکمت کے ساتھ اور خاص مقصد سے ایک مقررہ مدت کے لئے پیدا کیا ہے۔ لہذا یہ سارا کارخانہ ایک خاص وقت پر ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔ اسی کا نام قیامت ہے۔ اس کے بعد پھر نئی زندگی شروع ہوگی۔

لوگوں کو چاہیئے کہ قیامت کے ہونے کا یقین رکھیں اور آخرت کی زندگی کی تیاری کریں لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں اور جب تنبیہ کے لئے ان کو قرآن مجید سنایا جاتا ہے تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ عبادت کا اس لئے مستحق ہے کہ وہی آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا اور انتظام کرنے والا ہے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کی پرستش کرتے ہیں وہ بتائیں کہ ان کے معبودوں نے زمین کا کونسا ٹکڑا بنایا ہے یا آسمان کے بنانے اور انتظام میں ان کی کچھ شرکت ہے؟

اگر مشرک یہ ثابت نہ کر سکیں تو پھر کوئی الہامی کتاب پیش کریں یا کوئی یقینی خبر بیان کریں جو نقل ہوتی چلی آئی ہو اور جس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہو۔ جب مشرکوں کے پاس نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی دلیل تو پھر کس بنیاد پر ان کی بات مانی جائے۔

وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا

اور ان کو ان کے پکارنے کی بھی خبر نہ ہو اور جب سب لوگ جمع کئے جائیں گے تو وہ

لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى

ان کے دشمن ہوجائیں گے اور وہ ان کی عبادت ہی سے انکار کر بیٹھیں گے (۱) اور جب ان کے

عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا

سامنے ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کافر لوگ حق کے بارے میں جب وہ ان کے پاس

جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ

آچکا کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے کیا یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس قرآن کو اپنی طرف سے بنالیا ہے

قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ هُوَ

(اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ اگر میں نے اس کو اپنی طرف سے بنایا ہے تو تم اللہ کے سامنے میرے (بچاؤ) کیلئے کچھ اختیار نہیں رکھتے (۲) وہ اس

اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَ

گفتگو کو خوب جانتا ہے جو تم قرآن کے بارے میں کرتے ہو وہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ کافی

بَيْنَكُمْ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا

ہے اور وہی بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۳) (اے پیغمبر ان سے) کہو کہ میں کوئی نیا پیغمبر نہیں

مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ؕ

آیا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس وحی آتی ہے اور میں تو صرف صاف صاف ڈرانے والا ہوں (۴)

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَ

(اے پیغمبر ان سے) کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر یہ (قرآن) اللہ کی طرف سے ہو اور تم نے اس کا انکار کیا اور

منزل ۶

(۱) تعجب ہے کہ مشرک بدبخت اس بات کو نہیں سمجھتے کہ کھلی گمراہی نہیں تو اور کیا ہے کہ وہ ایسے معبودوں کو پکارتے ہیں جو ان کی پکار سے غافل ہیں اور وہ قیامت تک بھی ان کی پکار کا جواب نہیں دے سکیں گے اور ان کی کچھ مدد نہ کرسکیں گے۔

ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ قیامت کے دن جب سب لوگ اللہ تعالےٰ کے سامنے حاضر ہوں گے تو ان کے باطل معبود ان کے دشمن ہوجائیں گے بلکہ یہانتک کہدیں گے کہ یہ ہمیں پوجتے ہی نہ تھے، یہ تو اپنی خواہشات کے پیچھے پڑے تھے۔ مشرک ذرا عقل سے کام لیں اور سوچیں کہ ایسے باطل معبودوں کو پوجنے اور پکارنے سے کیا فائدہ جو مصیبت کے وقت کام نہ آسکیں۔

(۲) قرآن مجید کے عجیب و غریب اثر کا قریش بھی انکار نہیں کرسکتے تھے۔ البتہ سرکشی اور جہالت سے پہ کہتے تھے کہ یہ تو جادو ہے۔

اس کے علاوہ قریش یہ بھی کہتے کہ (نعوذ باللہ) قرآن کو آنحضرتؐ خود بنالیتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کردیتے ہیں۔

اس مہمل اور لغو اعتراض کا جواب دینے کے لئے آنحضرتؐ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ ان بدبختوں سے یوں کہو کہ اگر بفرض محال میں نے قرآن مجید اپنی طرف سے بنالیا ہے تو تم لوگ مجھ کو اللہ تعالےٰ کی گرفت سے ذرا بھی نہیں بچا سکتے۔ مطلب یہ ہے کہ میں تو اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہوں اور کسی معاملہ میں بھی غلط بیانی نہیں کرتا کیا میں تم پر بھروسہ کرکے (نعوذ باللہ) اللہ تعالےٰ پر اتنا بڑا جھوٹ بول سکتا ہوں جب کہ میں جانتا ہوں کہ اگر میں اللہ تعالےٰ کو ناراض کردوں تو کائنات کی کوئی طاقت بھی مجھے اس کی گرفت سے نہیں بچا سکتی ہے۔

(۳) یعنی جب یہ بات واضح ہے کہ میں نے اللہ تعالےٰ پر افترا نہیں کیا اور تم مجھ کو جھٹلاتے ہو تو پھر سمجھ لو کہ تمہارا انجام کیا ہوگا۔ یاد رکھو کہ میرے خلاف میں جو جو باتیں تم بناتے ہو ان سب سے اللہ تعالےٰ خوب واقف ہے۔ میں اس معاملے کو اسی کے سپرد کرتا ہوں میرے اور تمہارے درمیان اسی کی گواہی کو کافی سمجھتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ وہ دنیا اور آخرت میں میری تائید کرکے میری سچائی کو ثابت کردے گا۔

دیکھو! اب بھی عقل سے کام لو اور اس کی جناب میں توبہ کرو، یقین رکھو کہ وہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

(۴) یعنی میں کوئی نیا اور انوکھا رسول نہیں ہوں مجھ سے پہلے بھی مختلف ملکوں اور قوموں میں رسول آئے ہیں اور بہت سے لوگوں نے ان کو سچا مانا ہے۔ ان حضرات کی طرح میں بھی اللہ تعالےٰ کا بھیجا ہوا ایک رسول ہوں اور اسی کا پیغام تم کو پہنچاتا ہوں۔ میں انجام کا خیال نہیں کرتا اور نہ تفصیل کے ساتھ یہ بتا سکتا ہوں کہ دنیا اور آخرت میں ہمیں کن حالات سے گزرنا پڑے گا۔ البتہ یہ بات واضح طور پر بتا دیتا ہوں کہ میں تو وحی الٰہی کی پیروی کرتا ہوں۔ اب تم آگاہ ہوجاؤ اور سوچ لو کہ وحی الٰہی کے انکار کا انجام کیا ہوگا۔

شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ
بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اسی طرح کی ایک (کتاب) کی گواہی دے چکا اور ایمان لے آیا اور تم نے سرکشی کی
وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰
(تو تمہارے ظالم ہونے میں کیا شک ہے) بلاشبہ اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا (۱)
وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا
اور کافر ایمان والوں کی نسبت کہتے ہیں کہ اگر یہ دین کچھ بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف
سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ
ہم سے پہلے نہ دوڑ پڑتے اور جب ان لوگوں نے اس قرآن سے ہدایت نہیں پائی تو عنقریب کہیں گے کہ یہ
اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۝۱۱ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ
تو ایک پرانا جھوٹ ہے اور اس (قرآن) سے پہلے موسیٰ کی کتاب تھی (جو لوگوں کے لئے) رہنما اور رحمت تھی
وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ
اور یہ کتاب اس کی تصدیق کرنے والی (اور) عربی زبان میں ہے تاکہ ظالموں کو
ظَلَمُوْا ڰ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۲ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ
ڈرائے اور نیکوکاروں کو خوشخبری سنائے (۲) بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے
ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۱۳
پھر وہ اس پر قائم رہے تو ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے
اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا
یہی لوگ جنت والے ہیں کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (یہ) اس کا بدلا (ہوگا) جو وہ لوگ
يَعْمَلُوْنَ ۝۱۴ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۭ
(دنیا میں) کرتے تھے (۳) اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا

(۱) قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے پر بہت سی دلیلیں پیش کی گئی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں چند حضرات نے بھی اس کی گواہی دی اور تصدیق کی۔

آنحضرتؐ اور قرآن مجید کی صداقت پر بنی اسرائیل میں سے سب سے بڑے گواہ تو خود حضرت موسیٰؑ ہیں جن کی پیشین گوئی اب تک بھی تورات میں موجود ہے۔ کتاب استثناء کے باب ۱۸ میں ہے کہ "حضرت موسیٰؑ نے فرمایا مجھ سے پروردگار نے فرمایا کہ میں ان کے لئے ان میں سے تجھ سا ایک نبی اٹھاؤں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں

ع ۱۰ / ۱

ڈالوں گا تو وہ ان سے بیان کرے گا جو کچھ میں اس کو تعلیم دوں گا۔"

پھر کئی علماءِ یہود نے بھی اس بات کی گواہی دی کہ تورات میں آنحضرتؐ کی پیشین گوئی درج ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلام نے اس حقیقت کو ظاہر کیا اور ایمان لائے۔

اتنی بڑی اور واضح گواہیوں کے بعد بھی جو لوگ محض تکبر اور غرور کی وجہ سے آنحضرتؐ اور قرآن مجید کا انکار کریں تو وہ سمجھ لیں کہ اس سے بڑھ کر ظلم اور گناہ کیا ہوگا اور ایسے ظالموں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کس طرح ہدایت مل سکتی ہے۔

(۲) بعض لونڈیاں اور غلام بھی اسلام سے مشرف ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر سرداران قریش نے تکبر کیا اور کہا کہ اگر اسلام میں کوئی بہتری ہوتی تو ہم جیسے شریف اور عقلمند لوگ اس کو قبول کرتے اور ان حقیر لوگوں کو آگے نہیں بڑھنے دیتے۔

افسوس ہے کہ ان بدبختوں نے قرآن مجید سے ہدایت حاصل نہیں کی، الٹے اس کے بارے میں بیہودہ باتیں بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو پرانا جھوٹ ہے۔

کاش یہ بدبخت اس بات پر غور کرتے کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر تورات نازل فرمائی تھی۔ نیک حضرات اس کی پیروی کرکے رحمت و برکت حاصل کرتے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن مجید عربی زبان میں نازل فرمایا ہے جو تورات کی تصدیق کرتا ہے۔ ظالموں کو ان کے انجام سے آگاہ کرتا ہے اور نیک حضرات کو جنت کی خوشخبری سناتا ہے۔

(۳) جن کو قرآن مجید رضائے الٰہی اور جنت کی خوشخبری سناتا ہے وہ وہ حضرات ہیں جو اللہ تعالیٰ کو اپنا پروردگار مانتے ہیں، اس پر ایمان لاتے ہیں پھر ایمان پر ثابت قدم رہتے ہیں اور احکام الٰہی کے مطابق زندگی گزارتے ہیں ایسے لوگوں کو دنیا اور آخرت میں کسی بات کا خوف اور غم نہیں ہوگا اور ان کے ایمان اور نیک اعمال کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ان کو جنت عطا فرمائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اس مضمون کی ایک آیت چوبیسویں پارے کے آخر میں گزر چکی ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ (۸۶۱)

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَ
کہ اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا اس کا پیٹ میں رہنا اور اس کا
فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ
دودھ چھڑانا تیس مہینے (میں ہوتا ہے) (۱) یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچتا ہے اور
اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ
چالیس برس کو پہنچتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ تو نے جو احسان
الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰى وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ
مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں ان کا شکر گزار ہوں اور یہ کہ میں نیک کام
صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚؕ اِنِّیْ
کروں جن کو تو پسند کرے اور میری اولاد میں بھی میرے لئے صلاحیت پیدا کر میں
تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝۱۵ اُولٰٓئِكَ
تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرماں برداروں میں ہوں (۲) یہی لوگ
الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ
ہیں جن کے نیک اعمال ہم قبول کریں گے اور ان کے گناہوں سے
سَیِّاٰتِهِمْ فِیْۤ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ
ہم درگزر کریں گے (اور یہی) جنت والوں میں (ہوں گے) یہ سچا وعدہ ہے جو
كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ۝۱۶ وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ
ان سے کیا جاتا تھا (۳) اور جس شخص نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تف ہے تم پر
اَتَعِدٰنِنِیْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ ۚ
کیا تم مجھے یہ بتاتے ہو کہ میں زمین سے نکالا جاؤں گا حالانکہ بہت سے لوگ مجھ سے پہلے گزر چکے

(۱) قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کے حق کے ساتھ ساتھ بندوں کے حقوق ادا کرنے پر بھی زور دیا گیا ہے اور بندوں میں ماں باپ کا حق سب سے زیادہ ہے۔

چنانچہ فرمایا کہ ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ احسان کرے۔ کیونکہ وہ آدمی کی پیدائش اور پرورش کا سبب بنتے ہیں۔ خاص کر ماں کہ وہ بیچاری بڑی تکلیف سے حمل کا بوجھ اٹھاتی ہے پھر جان جوکھوں میں ڈال کر جنتی ہے پھر دودھ پلاتی ہے اور بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر پرورش کرتی ہے۔ اسی طرح باپ بھی اپنا آرام قربان کر کے روپیہ کماتا ہے اور اولاد کی پرورش کا انتظام کرتا ہے۔

واضح ہو کہ اس آیت میں بچے کے حمل اور دودھ چھوڑنے کی مدت جو تیس مہینے یعنی اڑھائی برس بیان کی گئی ہے اس کا مطلب حنفی فقہا کے نزدیک یہ ہے کہ چھ مہینے کم سے کم حمل کا زمانہ ہے اور دو برس دودھ پلانے کی مدت ہے۔ واللہ اعلم بمرادہ۔

(۲) یعنی نیک اور سعادت مند آدمی جب جوان ہوتا ہے اور پختہ عمر کو پہنچتا ہے تو وہ اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اس کی گوناگوں نعمتوں کو محسوس کرتا ہے اور اس طرح دعا کرتا ہے کہ پروردگار! مجھے اس بات کی توفیق عطا فرما کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں جن کے واسطے سے میں نے بھی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھایا ہے۔

اور مجھ کو اس بات کی بھی توفیق عطا فرما کہ میں ہمیشہ تیری پسند کے کام کیا کروں۔ اور میری اولاد کے حق میں بھی نیکی اور پرہیزگاری مقدر فرما جو میرے لئے باعث مسرت ہو۔ لکھا ہے کہ صحابہؓ میں حضرت ابوبکرؓ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ خود، ان کے ماں باپ اور ان کی اولاد سب کے سب اسلام سے مشرف ہوئے۔

(۳) اللہ تعالےٰ وعدہ فرماتا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کے نیک اعمال قبول فرمائے گا اور ان کی لغزشوں کو معاف کر کے ان کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ کا یہ وعدہ سچا ہے جو ضرور پورا ہوگا۔

وَهُمَا يَسْتَغِيثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ
اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے تھے (اور لڑکے سے کہتے تھے) کمبخت ایمان لا بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے
فَيَقُولُ مَا هٰذَآ إِلَّآ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٧﴾ أُولٰٓئِكَ
تو وہ کہنے لگا کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں (۱) یہ وہ لوگ
الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ
ہیں کہ ان کے حق میں بھی ان لوگوں کے ساتھ اللہ کا قول پورا ہو کر رہا جو ان سے پہلے
مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خٰسِرِينَ ﴿١٨﴾ وَلِكُلٍّ
جن اور انسان گزر چکے ہیں بیشک یہ نقصان اٹھانے والے تھے اور سب کو
دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوا ۖ وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا
ان کے اعمال کے لحاظ سے درجے ملیں گے اور غرض یہ ہے کہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلا دے گا اور ان پر
يُظْلَمُونَ ﴿١٩﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ ۖ
ظلم نہیں کیا جائے گا (۲) اور جس دن کافر دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے (تو ان سے کہا جائے گا کہ)
أَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ
تم اپنے حصہ کی نعمتیں اپنی دنیوی زندگی میں لے چکے اور ان سے فائدہ
بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ
اٹھا چکے پس آج تمھیں ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی بسبب اس کے کہ تم
تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ
زمین میں ناحق سرکشی کرتے تھے اور بسبب اس کے کہ تم
تَفْسُقُونَ ﴿٢٠﴾ وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ ۖ إِذْ أَنذَرَ قَوْمَهُ
بدکار تھے (۳) اور (اے پیغمبر) عاد کے بھائی (ہود) کو یاد کرو جب انھوں نے اپنی قوم کو سرزمین

(۱) کوئی شخص ایسا ہوتا ہے کہ جب اس کے ماں باپ اس سے کہتے ہیں کہ ارے کمبخت! ایمان لا اور قیامت پر یقین رکھ، اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت ضرور آئے گی، تو وہ نافرمانی کرتا ہے اور گستاخی سے جواب دیتا ہے کہ تف ہے تم پر! تم مجھ سے کہتے ہو کہ میں دوبارہ زندہ کرکے اٹھایا جاؤں گا حالانکہ بہت سی قومیں گزر چکی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی آج تک زندہ نہیں ہوا۔ یہ باتیں کہانیوں کی طرح پرانے زمانے سے اسی طرح نقل ہوتی چلی آئی ہیں۔ ان میں سچائی کچھ بھی نہیں ہے۔

(۲) جو لوگ اس طرح اللہ تعالیٰ کے حکم کا بھی انکار کریں اور ماں باپ کی بھی نافرمانی کریں، وہ یاد رکھیں کہ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ضرور پورا ہوگا اور جس طرح ان سے پہلے نافرمان لوگ ہلاک ہوئے اسی طرح یہ بدبخت بھی تباہ ہوں گے اور نقصان اٹھائیں گے۔

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کسی پر ظلم نہ ہوگا، ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلا ملے گا اور جنت اور دوزخ میں بھی اپنے اپنے اعمال کے لحاظ سے ہر شخص کا درجہ مقرر ہوگا۔

(۳) جب کافروں کو دوزخ کے سامنے لایا جائے گا تو ان کو لاجواب اور ذلیل کرنے کے لئے ان سے کہا جائے گا کہ تم آخرت پر تو یقین ہی نہیں رکھتے تھے اور نہ تم کو اعمال کا بدلا پانے کی امید تھی۔ اور جو نیک کام تم نے کئے تھے ان کا بدلا تم کو دنیا میں مال و دولت، عزت و جاہ اور اولاد کی شکل میں مل گیا تھا اور تم نے وہاں مزے اڑا لئے تھے۔ تو آج تمھارے لئے ثواب تو کچھ بھی نہیں ہے
ع ۲ ۱۰ ۲
بلکہ ذلیل اور رسوا کرنے والا عذاب تیار ہے۔ کیونکہ تم غرور و تکبر سے ملک میں اکڑے پھرتے تھے اور سرکشی اور نافرمانی کرتے تھے۔

بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ
احقاف میں (عذاب الٰہی سے) ڈرایا اور ان سے پہلے اور پیچھے بھی بہت سے ڈرانے والے (پیغمبر) گزر چکے ہیں
خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ
(اور کہا) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو مجھے تمہارے بارے میں بڑے دن کے
يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝٢١ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا
عذاب کا ڈر ہے (۱) وہ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو تو اگر تم
بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝٢٢ قَالَ اِنَّمَا
سچے ہو تو جس عذاب کا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو اسے ہم پر لے آؤ ہود نے کہا کہ (اس کا)
الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ڮ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ
علم تو اللہ ہی کو ہے اور میں جو احکام دے کر بھیجا گیا ہوں وہ تمہیں پہنچا رہا ہوں لیکن میں
اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝٢٣ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ
دیکھتا ہوں کہ تم نادانی کرتے ہو (۲) پھر جب انہوں نے عذاب کو دیکھا کہ بادل ان کی وادیوں
اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا
کی طرف آ رہا ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسے گا۔ (نہیں) بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے
اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٢٤ تُدَمِّرُ كُلَّ
جس کے لئے تم جلدی کرتے تھے (یعنی) ہوا جس میں دردناک عذاب ہے وہ ہر چیز کو اپنے
شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ
پروردگار کے حکم سے برباد کر دیتی ہے چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ بجز ان کے مکانوں کے اور کچھ نہ دکھائی دیتا تھا
كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝٢٥ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ
اسی طرح ہم گنہگاروں کو سزا دیتے ہیں (۳) اور بیشک ہم نے عاد کو ان باتوں میں

(۱) احقاف، حقف کی جمع ہے اور حقف ریت کے بڑے ٹیلے کو کہتے ہیں۔ لکھا ہے کہ یمن کے شمال مغرب میں ریگستان کے کنارے پر ریت کے لمبے لمبے ٹیلے تھے اسی لئے اس علاقے کو احقاف کے نام سے یاد فرمایا۔ اسی علاقے میں قوم عاد کی بستیاں تھیں۔

آنحضرتؐ کو حکم ہوا کہ تنبیہ کے لئے سرداران قریش کو قوم عاد کا قصہ سناؤ جو سرزمین احقاف میں رہتے تھے اور جن کو حضرت ہودؑ نے پیغام حق سنایا جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سے ایک رسول تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ہودؑ سے پہلے بھی رسول گزر چکے تھے اور ان کے بعد بھی مختلف قوموں میں مختلف رسول آئے۔ اس لئے رسالت کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ نیز یہ کہ سب رسولوں کی بنیادی تعلیم بھی ایک ہی ہے۔

بہرحال حضرت ہودؑ نے اپنی قوم کو سب سے پہلے توحید کی طرف بلایا اور آگاہ کیا کہ اگر تم شرک سے توبہ کر کے توحید اختیار نہ کرو گے تو ایک دن بڑے سخت عذاب میں مبتلا ہو گے۔

(۲) لیکن ان بدبختوں نے حضرت ہودؑ کی نصیحت کو نہ مانا اور گستاخی سے کہا کہ ہم تمہاری وجہ سے اپنے بتوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اور جو تم ہمیں عذاب سے ڈراتے ہو تو یاد رکھو کہ ہم تم کو سچا نہیں سمجھتے۔ اور اگر تم سچے ہو تو ابھی ہم پر عذاب لے آؤ۔

اس سرکشی اور گستاخی کے جواب میں حضرت ہودؑ نے ان بدبختوں سے کہا کہ عذاب کا اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے اور وہی جانتا ہے کہ عذاب کب آئے گا۔ میں تو وہ پیغام تم کو پہنچائے دیتا ہوں جو میرے سپرد کیا گیا ہے، چاہے مانو یا نہ مانو۔ لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ تم پیغام حق کے ساتھ بڑی جہالت سے پیش آ رہے ہو جس کا انجام اچھا نہیں ہو گا۔

(۳) چنانچہ ایک دن قوم عاد نے دیکھا کہ ایک سیاہ بادل ان کی بستی کی طرف آ رہا ہے تو بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ اب خوب بارش ہو گی اور ندی نالے سب بھر جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے یا حضرت ہودؑ نے ان بدبختوں سے کہا کہ یہ بادل نہیں ہے جیسا تم سمجھتے ہو بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کے لئے تم جلدی مچاتے تھے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ سات رات اور آٹھ دن تک سخت آندھی چلی جس میں آدمی اور جانور اڑے اڑے پھرتے تھے۔ قوم عاد کے سرکش اور نافرمان لوگ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ ان کے مکانات کے سوا اور کچھ باقی نہیں رہا۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں سرکشی کرنے والے مجرموں کا کیا انجام ہوا؟

فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا

قدرت دی تھی جن میں تم کو قدرت نہیں دی اور انھیں کان اور

وَّاَبْصَارًا وَّ اَفْئِدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ

آنکھیں اور دل دیئے تھے تو نہ ان کے کان ان کے کچھ کام آئے اور نہ

اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْئِدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا

ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل اس لئے کہ

يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور جس عذاب کی وہ ہنسی اڑاتے تھے اس نے

يَسْتَهْزِءُوْنَ ۞ ۲۶ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى

ان کو آگھیرا (۱) اور تمھارے آس پاس کی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا

وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۞ ۲۷ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ

اور ہم نے بار بار اپنی نشانیاں ظاہر کردیں تاکہ وہ (ہماری طرف) رجوع کریں تو جن کو ان لوگوں نے

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ بَلْ

تقرب حاصل کرنے کے لئے اللہ کے سوا اپنا معبود بنا لیا تھا انھوں نے کیوں ان کی مدد نہیں کی بلکہ وہ

ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۞ ۲۸

ان کے سامنے سے گم ہو گئے اور یہ ان کا جھوٹ تھا اور یہی وہ افترا کرتے تھے (۲)

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ

اور (وہ وقت یاد کرو) جبکہ ہم نے بہت سے جنوں کو تمھاری طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سننے لگے تھے

فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى

تو جب وہ وہاں حاضر ہوئے تو آپس میں کہنے لگے کہ خاموش رہو پھر جب قرآن (کا پڑھنا) ختم ہو چکا تو وہ اپنی قوم کی طرف

---

(۱) مغرور سرداران قریش کو مخاطب کرکے فرمایا کہ قوم عاد کے لوگ تم سے بہت بڑھ چڑھ کر تھے اور ہم نے جتنی طاقت اور دولت ان کو عطا کی تھی اتنی تم کو نہیں دی پھر تم کس بات پر غرور کرتے ہو؟

دیکھو! ہم نے قوم عاد کے لوگوں کو کان دیئے تھے کہ نصیحت کی باتیں سنیں، آنکھیں دی تھیں کہ ہماری قدرت کی نشانیاں دیکھیں اور دل دیئے تھے کہ سوچیں سمجھیں۔ لیکن ان بدبختوں نے کسی سے کام نہیں لیا اور ہمارے پیغام کا انکار کیا۔ آخر ان کو اس عذاب نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے اور ان کی جسمانی اور دماغی کوئی طاقت ان کو عذاب سے نہ بچا سکی۔

ع ۲

(۲) یعنی جب مشرکوں پر عذاب آیا تو وہ باطل معبود بھی ان کے کچھ کام نہ آسکے جن کی وہ پرستش کیا کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کو بڑے بڑے درجے دلائیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بت وغیرہ کو معبود بنانا اور ان سے امیدیں رکھنا بالکل جھوٹی بات ہے اور مشرکوں کی من گھڑت ہے۔

قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا

واپس ہوگئے کہ (عذاب الٰہی سے) ان کو ڈرائیں (۱) وہ کہنے لگے کہ اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی

اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں ان کی

يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَآ

تصدیق کرتی ہے (اور دین) حق اور سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتی ہے (۲) اے ہماری قوم!

اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ

اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا

وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ

اور تم کو دردناک عذاب سے محفوظ رکھے گا اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات کو قبول نہ کرے گا

فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ

تو وہ زمین میں (اللہ کو) عاجز نہیں کرسکتا اور نہ اللہ کے سوا کوئی اس کا

اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ

کارساز ہوگا۔ یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں (۳) کیا ان لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ

جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں

بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّـحْيِۦ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓي اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ

وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کردے کیوں نہیں بلاشبہ وہ ہر چیز پر

قَدِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَي النَّارِ ۭ اَلَيْسَ

قادر ہے (۴) اور جس روز کافر دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے (ان سے کہا جائے گا کہ) کیا یہ حق

(۱) مفسرین نے لکھا ہے کہ آنحضرتؐ سے پہلے جن آسمان کی طرف جاتے تھے اور وہاں کی کچھ خبریں معلوم کرلیا کرتے تھے لیکن آنحضرتؐ کی وحی کی حفاظت کی غرض سے آسمانوں پر فرشتوں کے سخت پہرے بٹھا دیئے گئے اور اگر کوئی جن اس طرف جاتا تو 'شہاب' مار کر بھگا دیا جاتا یا ہلاک کردیا جاتا۔ اس پر جنوں کو خیال ہوا کہ آخر کیا بات ہے جو ایسا سخت انتظام کیا گیا ہے۔

اتفاق ایسا ہوا کہ جنوں کا ایک گروہ 'بطن نخلہ' پر سے گزرا جہاں اس وقت آنحضرتؐ چند صحابہؓ کے ساتھ فجر کی نماز ادا فرما رہے تھے۔ جنوں کا یہ گروہ وہاں ٹھہر گیا انھوں نے خاموش ہوکر بہت غور سے قرآن مجید سُنا اور اس سے بہت متاثر ہوئے۔ پھر وہ اپنی قوم میں واپس ہوئے اس کو اس واقعہ سے مطلع کیا اور اسلام کا پیغام پہنچایا جس کا ذکر بعد کی آیت میں ہے۔

(۲) بنی اسرائیل کے پاس سب سے بڑی اور تفصیلی کتاب توراۃ تھی اور غالباً حضرت سلیمانؑ کے زمانے سے جن بھی اس سے واقف تھے۔

اس لئے جب یہ جن قرآن مجید سُن کر اپنی قوم کے پاس واپس گئے تو کہا کہ لوگو: حضرت موسیٰؑ کی کتاب کے بعد ایک اور کتاب اللہ تعالےٰ نے نازل فرمائی ہے جس کو ہم سُن کر آئے ہیں جو گزشتہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، حق کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور زندگی کا سیدھا راستہ بتاتی ہے۔

(۳) پھر انھوں نے اپنی قوم کو اسلام کی طرف دعوت دی اور کہا کہ لوگو: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو مانو جو تم کو اللہ تعالےٰ کی طرف بلاتے ہیں اور ان کی رسالت کو تسلیم کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالےٰ تمہارے پچھلے سارے گناہوں کو معاف فرمادے گا اور تم کو دوزخ کے عذاب سے بچائے گا۔

لیکن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان نہیں لائیں گے تو وہ یاد رکھیں کہ دنیا میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں وہ چھپ کر اللہ تعالےٰ کے عذاب سے بچ جائیں گے اور نہ کوئی دوسرا ان کو بچا سکے گا۔

(۴) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آسمان و زمین کی عظیم الشان کائنات کو پیدا کیا اور اس کام سے اس کو کچھ تکان نہیں ہوئی۔ یہودیوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ آسمان و زمین کے پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ تھک گیا تھا اور اس نے آرام لیا۔

کیا لوگ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ اتنی بڑی قدرت والے اللہ تعالےٰ کے لئے مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا کچھ مشکل نہیں اللہ تعالےٰ کی قدرت تو اتنی بڑی ہے کہ وہ ہر بات پر قادر ہے۔

هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ

نہیں ہے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں ہمارے پروردگار کی قسم (یہ حق ہے) ارشاد ہوگا کہ کفر کے بدلے میں

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا

عذاب کے مزے چکھو (۱) پس (اے پیغمبر!) تم صبر کرو جس طرح اور

الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ كَاَنَّهُمْ

بلند ہمت پیغمبر صبر کرتے رہے ہیں اور ان کے (عذاب کے) لئے جلدی نہ کرو جس دن وہ اس

يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً

عذاب کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو (خیال کریں گے کہ) گویا (دنیا میں) صرف گھڑی بھر

مِّنْ نَّهَارٍ ۭ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع

دن (کے برابر) رہے تھے (یہ قرآن) ایک پیغام ہے تو وہی ہلاک ہوں گے جو نافرمان ہیں (۲)

سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَدَنِيَّةٌ (۴۷)

آیاتہا ۳۸ — رکوعاتہا ۴

سورۂ محمد مدینہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۱﴾ وَ

جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسروں کو) اللہ کے راستہ سے روکا تو اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے اور

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور جو کچھ محمد پر نازل ہوا اس پر بھی ایمان لائے

وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ

اور وہ ان کے پروردگار کی طرف سے حق ہے تو اللہ نے ان سے ان کے گناہ معاف کر دیئے اور ان کی حالت

(۱) یعنی کافر آج تو دوزخ کا انکار کرتے ہیں لیکن قیامت کے دن جب ان کو دوزخ کے سامنے لایا جائے گا تو ان سے کہا جائے گا کہ اب بتاؤ؟ کہ دوزخ اور اس کا عذاب برحق ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس وقت یہ بدبخت اس کا انکار نہ کر سکیں گے اور کہیں گے پروردگار کی قسم یہ تو بالکل برحق ہے، پھر ان سے کہا جائے گا کہ اب اس عذاب کا مزہ چکھو، کیونکہ تم اس کا انکار کرتے تھے۔

(۲) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ جب یہ بات یقینی ہے کہ اگرچہ منکروں کو فی الحال ڈھیل دی جا رہی ہے لیکن وقت آنے پر ان کو سزا دی جائے گی تو پھر ان کی سزا کے بارے میں جلدی کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ذرا صبر کرو جیسے دوسرے اولوالعزم پیغمبر منکروں کے مقابلے میں صبر کرتے رہے ہیں۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ یہ بدبخت منکر بھی گستاخی سے عذاب کے لئے جلدی مچاتے ہیں۔ ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جس دن یہ عذاب کو دیکھیں گے تو دنیا کی زندگی کو یا برزخ میں رہنے کی مدت کو ایک گھڑی کے برابر خیال کریں گے جیسا کہ قاعدہ ہے کہ آدمی مصیبت کے وقت عیش و آرام کے زمانے کو بہت کم سمجھتا ہے۔

ع ۹

(۱) بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ خود بھی پیغام حق کا انکار کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس سے روکتے ہیں جیسے سرداران قریش میں ابوجہل اور عتبہ وغیرہ کا ڈھنگ تھا کہ لوگوں کو اسلام سے روکنے کے لئے ہر طرح کی کوشش کیا کرتے تھے۔ ایسے لوگ بدترین قسم کے کافر ہیں اور ان کی سزا یہ ہے کہ ان کے نیک کام بھی اکارت ہو جائیں گے۔ ان کے برخلاف وہ حضرات ہیں جو ایمان لاتے ہیں اور اس کلام حق کو مانتے ہیں جو پروردگار عالم کی طرف سے آنحضرتؐ پر نازل ہوا ہے۔ قرآن مجید کی ہدایت کے مطابق نیک کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے حضرات کے پچھلے گناہ معاف کر دے گا اور دنیا میں بھی ان کی حالت درست کرے گا اور آخرت میں بھی ان کو جنت میں بڑے درجے عطا فرمائے گا۔

بَالَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ

درست کردی (۱) یہ اس لئے کہ جنہوں نے کفر کیا انھوں نے جھوٹی بات کی پیروی کی اور جو ایمان

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ

لائے انھوں نے اس حق کی پیروی کی جو ان کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا) اسی طرح اللہ لوگوں سے

لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ

ان کے حالات بیان فرماتا ہے (۲) تو (اے مسلمانو!) جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو جائے تو ان کی گردنیں

الرِّقَابِ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۤ ۙ فَاِمَّا

اڑا دو یہاں تک کہ جب ان کو خوب قتل کر چکو تو (جو زندہ پکڑے جائیں ان کو) مضبوط جکڑ دو پھر اس کے

مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاۗءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ڃ

بعد یا تو احسان رکھ چھوڑ دو یا کچھ مال لے لو یہاں تک کہ لڑائی والے اپنے ہتھیار رکھ دیں (۳)

ذٰلِكَ ڔ وَلَوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟

یہی (حکم ہے) اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے انتقام لے لیتا۔ لیکن اس نے چاہا کہ تم میں سے

بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۭ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

بعض کو بعض کے ساتھ آزمائے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے

فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ وَ

تو اللہ ہرگز ان کے عملوں کو ضائع نہیں کرے گا (بلکہ ان کو منزل مقصود تک پہنچائے گا اور ان کی حالت درست کرے گا اور

يُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

ان کو بہشت میں داخل کرے گا جس کی پہچان ان کو بتا دی ہے (۴) اے ایمان والو!

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ وَالَّذِيْنَ

اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا (۵) اور جو لوگ

(۲) یعنی یہ جو ایمان والوں کی خوش حالی اور کافروں کی بدحالی بیان کی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کافر غلط راستے پر چلے اور ایمان والوں نے صحیح راستہ اختیار کیا۔ اس راستے کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ یہ راستہ قرآن مجید کے ذریعے معلوم ہوا ہے جو پروردگار عالم نے نازل فرمایا ہے۔

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اچھے اور برے سب حالات بیان فرماتا ہے تاکہ لوگ عبرت اور نصیحت حاصل کریں۔

(۳) اس آیت میں جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں حق و باطل کی جنگ جاری ہے اور باطل کا زور توڑنے کے لئے ضروری ہے اہل حق بھی قوت کا استعمال کریں۔

لہذا مسلمانوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ جب کافروں سے جنگ ہو تو پوری قوت سے لڑو اور دشمنوں کی گردنیں مار کر ان کو قتل کر ڈالو۔

مع ۱۲

پھر جب سخت خوں ریزی کے بعد دشمن مغلوب ہو جائیں تو ان میں جو ہاتھ آئیں ان کو قید کر لو اور خوب باندھ کر رکھو۔ اب یا تو فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دو یا مناسب سمجھو تو یوں ہی رہا کر دو، شاید تمہارے احسان کا خیال کر کے وہ متاثر ہوں اور اسلام قبول کریں۔

یاد رکھو کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ دشمن ہتھیار لے کر جنگ کرنے لگیں لیکن اگر وہ جنگ نہ کریں بلکہ مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لیں اور معاہدہ کر لیں تو پھر ان کو قتل کرنا یا قید کرنا جائز نہیں ہے۔

واضح ہو کہ جنگی قیدیوں کے بارے میں تفصیلی احکام فقہ کی کتابوں میں دیکھنے چاہئیں۔

(۴) یعنی جہاد کا حکم کسی مصلحت سے دیا گیا ہے ورنہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو کسی اور طرح کافروں کو تباہ کر دیتا جیسے عاد و ثمود کو ہلاک کر دیا۔ مصلحت یہ ہے کہ مسلمانوں اور کافروں دونوں کا حال واضح ہو جائے کہ کتنے مسلمان اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان و مال قربان کرتے ہیں اور کتنے کافر ان واقعات سے آگاہ ہو کر سیدھے راستے پر آتے ہیں۔

منزل ۶

اس لئے جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جائیں ان کو یقین رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ ان کو منزل مقصود تک پہنچائے گا۔ آخرت میں ان کو اچھی طرح رکھے گا اور ان کو جنت میں داخل کرے گا جس کا حال پیغمبروں کے ذریعے بیان کر دیا گیا ہے، یا یہ کہ ہر مسلمان اپنے ذوق سے پہچان لے گا کہ جنت میں اس کا مقام کونسا ہے۔

(۵) مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر وہ جان و مال سے اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کریں گے تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی مدد فرمائے گا کہ وہ دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہیں گے اور آخر کار کامیاب ہوں گے۔

كَفَرُوا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ﴿۸﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ
کافر ہیں ان کے لئے ہلاکت ہے اور اللہ ان کے اعمال کو برباد کردے گا یہ اس لئے کہ اللہ نے

كَرِهُوا مَا أَنزَلَ اللّٰهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴿۹﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا
جو کچھ نازل فرمایا اس کو انھوں نے ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال اکارت کردیئے تو کیا یہ لوگ

فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن
ملک میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کہ جو کافر ان سے پہلے تھے ان کا کیسا

قَبْلِهِمْ ۚ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۖ وَلِلْكٰفِرِينَ أَمْثَالُهَا ﴿۱۰﴾ ذٰلِكَ
انجام ہوا اللہ نے انھیں ہلاک کردیا اور ان کافروں کے لئے بھی اسی طرح کی سزائیں ہیں (۱) یہ اس

ع
بِأَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكٰفِرِينَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿۱۱﴾
سبب سے کہ اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے اور بلاشبہ کافروں کا کوئی کارساز نہیں

إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ
جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے بلاشبہ اللہ ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا

تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ
جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور جو کافر ہیں وہ (دنیا میں) فائدہ اٹھاتے ہیں

وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعٰمُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾ وَكَأَيِّن
اور (اس طرح) کھاتے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے (۲) اور (اے پیغمبرؐ)

مِّن قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّن قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ
بہت سی بستیاں جو تمہاری اس بستی سے (زور و) قوت میں کہیں بڑھ کر تھیں جس (کے باشندوں) نے تمہیں (اس سے) نکال دیا

أَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾ أَفَمَن كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّن
ان کو ہم نے تباہ کردیا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوا (۳) پس وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے کھلی دلیل پر ہو

(۱) مسلمانوں کے برخلاف کافر اللہ تعالیٰ کی مدد سے محروم رہیں گے اور ان کے اعمال اکارت جائیں گے۔

کافروں کی تباہی کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو پیغام ان کے پاس بھیجا تھا، اس کو انھوں نے ناپسند کیا اور غرور و تکبر کرکے اس کا انکار کیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے اعمال کو اکارت اور ان کی کوششوں کو رائیگاں کردیا۔

ان بدبختوں کو چاہیئے کہ دنیا میں چل پھر کر دیکھیں کہ کس طرح نافرمان قوموں کو اللہ تعالیٰ نے تباہ کردیا۔ اگر یہ بدبخت اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے تو یقین رکھیں کہ ان کے لئے بھی اسی طرح کی تباہی مقدر ہوچکی ہے۔

(۲) یعنی مومن اور کافر کے انجام میں اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ مومن کا کارساز اللہ تعالیٰ ہے اور کافر کا کارساز کائنات میں کوئی نہیں ہے۔ ع ۱۱ ۵

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو واضح فرمادیا ہے کہ وہ ایماندار حضرات کو بہشت کے باغوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہتی ہوں گی۔ اور کافر آخرت میں اس نعمت سے محروم رہیں گے۔ وہ صرف دنیا میں عیش کریں گے اور جانوروں کی طرح کھا پی کر زندگی گزاریں گے۔ پھر آخرت میں ان کا ٹھکانا دوزخ میں ہوگا۔

(۳) سرداران قریش نے ظلم و زیادتی کرکے آنحضرتؐ کو اور آپؐ کے مقدس ساتھیوں کو اپنی بستی یعنی مکہ سے نکالا اور سمجھے کہ وہ کامیاب ہوگئے۔

ان بدبختوں کو خیال کرنا چاہیئے کہ گزشتہ زمانے میں ان سے بڑھ کر طاقتور لوگ تھے جنھوں نے بڑی شان سے اپنی بستیوں کو آباد کر رکھا تھا لیکن سرکشی کی پاداش میں ان کی بستیاں تباہ کردی گئیں اور کائنات میں کوئی ان کی مدد نہ کرسکا۔

رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ۝۱۴ مَثَلُ

کیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے بُرے اعمال اس کو آراستہ کر کے دکھائے گئے ہیں اور جو اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں (۱) اس جنت کی

الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ

حالت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں ایسے (عمدہ) پانی کی نہریں ہیں جو بُو کرنے والا

اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ

نہیں اور (اس میں) دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہیں بدلا اور شراب کی نہریں ہیں

خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ڬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ

جو پینے والوں کے لئے (سراسر) لذت ہے اور صاف شہد کی نہریں (بھی) ہیں

وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ

اور وہاں ان کے لئے ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے پروردگار کی طرف سے بخشش ہے (کیا یہ پرہیزگار) ان کی طرح

كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ

(ہو سکتے) ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور جن کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ ان کی انتڑیوں کے

اَمْعَآءَهُمْ ۝۱۵ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا

ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا (۲) اور (اے پیغمبر) ان لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو تمہاری طرف کان لگائے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب تمہارے

مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۣ

پاس سے نکل کر چلے جاتے ہیں تو جن کو (دین کا) علم دیا گیا ہے ان سے کہتے ہیں کہ پیغمبر نے ابھی کیا کہا تھا

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ۝۱۶

یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر کر دی ہے اور وہ اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں (۳)

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ۝۱۷ فَهَلْ

اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں ان کو اللہ اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور پرہیزگاری (کی توفیق) دیتا ہے (۴) تو یہ لوگ

(۱) ایک طرف تو وہ حضرات ہیں جن کے پاس ایک مضبوط دلیل یعنی قرآن مجید ہے جس کو پروردگار عالم نے مخلوق کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے۔ اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو اپنے باطل خیالات اور خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور جہالت سے اپنے بُرے اعمال کو اچھا سمجھتے ہیں۔

عقلمند آدمی کو سوچنا چاہیئے کہ کیا یہ دونوں گروہ مرتبے اور انجام کے اعتبار سے برابر ہو سکتے ہیں؟

(۲) جس جنت کا اللہ تعالےٰ نے پرہیزگار حضرات سے وعدہ فرمایا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ وہاں بہت سی نہریں پانی کی ہیں جس کی بُو میں کچھ بھی تغیر نہیں ہوا، اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جس کا ذائقہ ذرا بھی نہیں بدلا اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں جو دنیا کی شراب کی طرح کڑوی اور بدمزہ نہیں بلکہ پینے والوں کو خوب مزے دار معلوم ہوگی اور بہت سی نہریں شہد کی ہیں جو میل کچیل سے پاک صاف ہے۔

ان چیزوں کے علاوہ وہاں ان کے لئے عمدہ عمدہ میوے بھی ہوں گے اور جنت میں داخل ہونے سے پہلے ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے گناہوں کی بخشش کا اعلان کر دیا جائے گا۔

یہ پرہیزگاروں کا انجام ہے۔ غور کرو کہ کیا ایسے حضرات ان بدبختوں کے برابر ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جس سے ان کی آنتیں کٹ کٹ کر گر جائیں گی۔

(۳) اس آیت میں منافقوں کا حال بیان فرمایا ہے جو اپنے کو مسلمان کہتے تھے لیکن دلوں میں کفر چھپائے ہوئے تھے جس کا اثر یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے اٹھ کر جب باہر جاتے تو آپ کی باتوں کا مذاق اڑاتے اور صحابہؓ سے کہتے کہ کیوں جی ابھی انہوں نے کیا کہا تھا۔

ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کی اس گستاخی کی سزا میں ان کے دلوں پر مہر لگ گئی اور ہدایت کے راستے بند ہو گئے۔ اب وہ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں جس کا انجام کھلی گمراہی ہے۔

(۴) جو حضرات ایمان لاتے ہیں اور آنحضرتؐ کی نصیحتوں کو خلوص و احترام کے ساتھ سنتے ہیں، اللہ تعالےٰ ان کو اور زیادہ ہدایت عطا فرماتا ہے اور پرہیزگار بننے کی توفیق بخشتا ہے کہ وہ روز بروز پرہیزگاری میں ترقی کرتے رہتے ہیں۔

يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ
بس قیامت ہی کے منتظر ہیں کہ وہ ان پر اچانک آپڑے تو اس کی علامتیں تو
اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ۞۱۸ فَاعْلَمْ
آچکی ہیں تو جب قیامت ان (کے سر) پر آپڑے گی تو اس وقت ان کو نصیحت حاصل کرنا کہاں (مفید ہوگا) (۱) تو (اے پیغمبر!)
اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ
یقین رکھو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور تم اپنی خطا کی معافی مانگتے رہو اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان
وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ۞۱۹ ع وَ
عورتوں کے لئے بھی (بخشش مانگو) اور اللہ تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی خبر رکھتا ہے (۲) اور
يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ
جو لوگ ایمان لائے وہ کہتے ہیں کہ کوئی (نئی) سورت کیوں نہ نازل کی گئی پھر جب واضح معنی کی کوئی
سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ
سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں جہاد کا ذکر کیا جاتا ہے تو (اے پیغمبر!) تم ان لوگوں کو دیکھتے ہو
فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ
جن کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے کہ تمہاری طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے وہ شخص دیکھتا ہے جس پر
مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۞۲۰ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۣ
موت کی بیہوشی طاری ہو تو ان کی (بڑی) خرابی ہے (۳) (مناسب کام تو) فرماں برداری اور اچھی بات (کہنا) ہے
فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۣ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۞۲۱
پھر جب (جہاد کی) بات پختہ ہو جائے تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچے رہیں تو ان کے لئے بہتر ہو (۴)
فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ
تو تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو ملک میں خرابی کرنے لگو

(۱) یعنی کافروں اور منافقوں کو ہر طرح نصیحت کی گئی، گزشتہ قوموں کے عبرتناک واقعات بھی سنائے گئے اور جنت و دوزخ کے حالات بھی بیان کئے گئے۔ پھر یہ کہ قیامت کی کئی نشانیاں بھی ظاہر ہو گئیں، لیکن یہ بدبخت کسی طرح مانتے ہی نہیں۔ ان کی سرکشی سے معلوم ہوتا ہے کہ بس اب یہ اسی بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ قیامت اچانک آ کھڑی ہو۔ تو یاد رکھیں کہ قیامت آنے کے بعد ایمان لانا اور نصیحت حاصل کرنا ان کو کچھ فائدہ نہیں دے گا۔

واضح ہو کہ قیامت کے قریب ہونے کی بہت سی نشانیاں حدیثوں میں بیان کی گئیں ہیں سب سے بڑی نشانی خود آنحضرتؐ کی بعثت ہے۔ ایک روز آپؐ نے اپنے دست مبارک کی دو انگلیاں یعنی شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی حاضرین کے سامنے کیں اور ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ" یعنی میں اور قیامت اس طرح پاس پاس ہیں۔

(۲) امت کی تعلیم کے لئے آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جب قیامت کا آنا اور حساب کتاب ہونا یقینی ہے تو اپنے ایمان و عمل پر نظر رکھو، توحید کے عقیدے پر مضبوطی سے جمے رہو، ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہو اور اس سے اپنی کوتاہیوں کی، نیز ایماندار مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی بخشش مانگتے رہو۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر حال اور ہر عمل سے واقف ہے۔ واضح ہو کہ آنحضرتؐ معصوم تھے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپؐ بندگی کے سب سے بلند مرتبے پر بھی فائز تھے۔ لہٰذا بندگی کے اظہار کے لئے، نیز امت کے سامنے عملی نمونہ پیش کرنے کی غرض سے آپؐ بھی رات دن میں سو مرتبہ استغفار فرمایا کرتے تھے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ غالباً وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ کا یہی مطلب ہے۔

اور علماء نے یوں بھی لکھا ہے کہ بعض ایسے معاملات میں جن کے بارے میں وحی الٰہی کی کوئی ہدایت نہیں ہوتی تھی آنحضرتؐ اپنے اجتہاد اور صحابہؓ کے مشورے سے ایک مناسب رائے قائم فرماتے تھے بعض خاص معاملات میں ایسا بھی ہوا کہ آپؐ کے فیصلے کے بعد وحی نازل ہوئی اور اس معاملہ کے دوسرے پہلو کی طرف توجہ دلائی گئی۔

اگرچہ یہ صورت حال آپؐ کی معصومیت کے خلاف نہیں ہے لیکن اس پر بھی پروردگار عالم سے بخشش طلب کرنا آپؐ کے شایان شان ہے اور بلند سے بلند تر مراتب قرب حاصل کرنے کی تمنا کو ظاہر کرتا ہے۔ ایسے ہی موقعوں کے لئے کہا گیا ہے۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ۔

(۳) ان آیتوں میں منافقوں کی مذمت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سچے اور پکے ایماندار لوگ تو اس بات کی تمنا کرتے ہیں کہ کوئی سورت نازل ہو تو اس کے احکام پر عمل کر کے سعادت اور رضائے الٰہی حاصل کریں ــــ لیکن منافقوں کا یہ حال ہے کہ جب جہاد کا حکم نازل ہوتا ہے تو گھبرا جاتے ہیں اور خوف و دہشت کے مارے آنحضرتؐ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے ان پر موت کی بیہوشی طاری ہو۔ تو یہ بدبخت یاد رکھیں کہ عنقریب ان کی بڑی خرابی ہونے والی ہے۔

(۴) زبانی باتوں سے کچھ نہیں ہوتا، اچھا کام تو یہ ہے کہ سچے دل سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں خیر خواہی کی باتیں کہیں۔ پھر یہ کہ جب جہاد کرنے کا فیصلہ ہو جائے اور مجاہدین تیار ہو کر نکل کھڑے ہوں تو اگر یہ بدبخت اس وقت اپنی سچائی کا عملی طور پر ثبوت دیں تو ان کے حق میں بہتر ہے۔

وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ
اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو (۱) یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی
فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ
پھر ان (کے کانوں) کو بہرا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے
اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ
یا (ان کے) دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں جو لوگ پیٹھ دے کر پھر گئے اس کے بعد کہ ان کے لئے
مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَ
(راہ) ہدایت ظاہر ہو گئی ان کے لئے شیطان نے (ان کے کاموں کو) پسندیدہ کر دکھایا ہے اور
اَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ
ان کو ڈھیل دے رکھی ہے یہ اس سبب سے ہے کہ انھوں نے ان لوگوں سے جو اللہ کی نازل کی ہوئی
اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾
کتاب سے بیزار ہیں کہا کہ بعض کاموں میں ہم تمھاری بات مانیں گے اور اللہ ان کے پوشیدہ مشوروں کو جانتا ہے (۲)
فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ
تو اس وقت ان کا کیا حال ہو گا جب فرشتے ان کی جان نکالیں گے اور ان کے مونہوں اور
اَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ
پیٹھوں پر ماریں گے یہ اس سبب سے کہ انھوں نے اس چیز کی پیروی کی جس سے اللہ ناخوش ہے اور
كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ
اس کی خوشی کو برا سمجھا تو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا کیا وہ لوگ جن کے
فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ
دلوں میں بیماری ہے یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ اللہ ان کے کینوں کو ظاہر نہیں کرے گا اور اگر

(۱) یعنی اگر لوگوں کو اقتدار ملے تو ان سے یہی توقع ہے کہ ظلم و زیادتی کریں گے اور آپس میں ایک دوسرے کے حقوق تلف کریں گے۔ کیونکہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ حکومت ہاتھ میں آتے ہی جاہ و مال کی حرص بڑھ جاتی ہے اور اقتدار کے نشے سے مست ہو کر آدمی عدل و انصاف کے راستے سے ہٹ جاتا ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ جب ان کو اقتدار ملے تو اس غلطی میں مبتلا نہ ہوں۔

واضح ہو کہ بعض مفسرین نے تَوَلَّيْتُمْ کو تَوَلِّیْ سے مشتق مانا ہے جس کے معنی ہیں اعراض کرنا اور آیت کا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ اگر لوگ جہاد سے جان چرائیں جیسا کہ منافق کرتے ہیں تو دنیا میں فساد کرنے والوں کا زور ہو گا جو ظلم زیادتی کریں گے اور لوگوں کے حقوق تلف کریں گے۔ یا یہ کہ منافق مشرکین مکہ سے مل کر فساد مچائیں گے اور مسلمانوں کے خلاف کارروائیاں کریں گے جو ان کے رشتہ دار ہی ہیں۔

(۲) یعنی یہ منافق راہ حق واضح ہونے کے بعد بھی جو پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے ہیں اور جہاد سے جان چرا رہے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو شیطان نے دھوکا دیا ہے اور یہ بات ان کے دل میں ڈال دی ہے کہ جہاد میں شریک نہ ہونے سے عمر دراز ہو گی۔

نیز یہ اس وجہ سے ہے کہ منافقوں نے سرداران یہود سے جو وحی الٰہی یعنی قرآن مجید سے نفرت کرتے ہیں، یہ وعدہ کیا ہے کہ ہم تمھاری بات مانیں گے اور تمھارے کہنے پر چلیں گے۔

ع ۳ ۹

ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ چھپ چھپ کر اسلام کے خلاف جو کام کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب سے واقف ہے اور وقت آنے پر ان کو سزا دے گا۔ چنانچہ بعد کی آیت میں ایک سزا کا ذکر فرمایا ہے۔

نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۭ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ

ہم چاہیں تو (اے پیغمبر) تم کو وہ لوگ دکھا دیں پس تم ان کو ان کے چہروں ہی سے پہچان لو اور بلاشبہ تم ان کو ان کی گفتگو کے انداز ہی سے

الْقَوْلِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ۝۳۰ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ

پہچان لوگے (۱) اور اللہ تم سب کے اعمال کو جانتا ہے اور ضرور ہم تمہاری آزمائش کریں گے تاکہ تم میں سے

الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ۝۳۱

جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو معلوم کریں اور تمہارے حالات جانچ لیں (۲)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَاۗقُّوا

بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا اور پیغمبر کی

الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا

مخالفت کی اس کے بعد کہ ان پر سیدھا راستہ ظاہر ہو گیا تھا وہ اللہ کا کچھ بھی نہیں

اللّٰهَ شَيْــــًٔا ۭ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ۝۳۲ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

بگاڑ سکیں گے اور وہ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا (۳) اے ایمان والو!

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۝۳۳

اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ ہونے دو (۴)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا

بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکتے رہے (اور) پھر

وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۝۳۴ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا

کافر ہی مر گئے تو اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا تو (اے مسلمانو!) تم ہمت ہارو اور (دشمن کو)

اِلَى السَّلْمِ ڰ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ڰ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ

صلح کی طرف مت بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز تمہارے اعمال کو

(۱) یعنی کیا منافق یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے نفاق اور بغض و حسد کو ظاہر نہیں کر سکتا؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سارے خیالات اور ساری حرکتوں سے واقف ہے، اگر وہ چاہے تو آنحضرتؐ کو ان کا پورا پورا پتہ بتا دے اور ان میں سے ہر ایک کے حلیہ سے آگاہ کر دے تاکہ آپؐ چہرہ دیکھ کر ہی ان کو پہچان لیں۔ اور طرز گفتگو سے تو آپؐ اب بھی منافقوں کو پہچان لیتے ہیں۔

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو منافقوں کے ناموں اور حالات سے پورے طور پر مطلع فرما دیا تھا کیونکہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بعض موقعوں پر آپؐ نے منافقوں کو نام بنام پکارا تھا۔

(۲) یوں تو اللہ تعالیٰ سب کے اعمال سے واقف ہے اور جانتا ہے کہ کون مخلص مسلمان ہے اور کون منافق ہے۔ لیکن وہ چاہتا ہے کہ لوگوں کی آزمائش کرے۔ چنانچہ جنگ کے وقت یہ بات آشکارا ہو جاتی ہے کہ کون اللہ تعالیٰ کی راہ میں مصیبتیں جھیل کر پوری قوت سے جہاد کرتا ہے اور کون منہ چھپا کر بھاگ جاتا ہے۔

(۳) یعنی اسلام کی سچائی کی عقلی اور نقلی سب طرح کی دلیلیں پیش کر دی گئی ہیں، یہاں تک کہ اسلام کی سچائی ثابت ہو گئی ہے اور اس کا راستہ سب پر روشن ہو گیا ہے۔

اس پر بھی جو لوگ ضد، تعصب اور تکبر کی وجہ سے کفر پر اڑے ہوئے ہیں، آنحضرتؐ کی مخالفت کر رہے ہیں اور اسلام کے مٹانے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں تو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ بدبخت اپنا ہی نقصان کریں گے اللہ تعالیٰ، اس کے رسولؐ اور اس کے دین کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی ساری کوششوں کو اکارت کر دے گا۔

(۴) مسلمانوں کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام نیز آنحضرتؐ کے فرمان کی تعمیل کرتے رہیں اور ایسے طریقوں سے بچیں جن سے اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔

واضح ہو کہ مرتد ہونے سے سارے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اس کے علاوہ یہ کہ اگر لوگوں کے دکھلانے کے لئے کوئی نیک کام کیا جائے تو وہ بھی اکارت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر آدمی خیرات کر کے احسان جتائے اور فقیر کو تکلیف دے تو اس کا ثواب نہیں ملتا۔

(۱) جب جنگ شروع ہو جائے تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ پوری قوت اور ہمت کے ساتھ جنگ کریں اور کسی طرح کی سستی اور کمزوری نہ دکھائیں نیز یہ کہ جنگ کی مشکلات سے گھبرا کر دشمن کو صلح کی دعوت نہ دیں۔ ہاں اگر کسی فائدے کے پیش نظر صلح کی جائے تو حرج نہیں ہے ۔ جب صورت حال یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کر رہے ہیں اور اس کے دین کی حفاظت کی خاطر سختیاں جھیل رہے ہیں تو پھر ان کو یقین رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے ضرور وہ ان کی کوششوں کو دنیا اور آخرت میں رائیگاں نہیں ہونے دے گا ۔ (۲) دانشمند آدمی کا کام نہیں کہ اس عارضی زندگی کی محبت میں پھنس کر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان و مال قربان کرنے سے پیچھے ہٹے۔

أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٥﴾ إِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۚ وَإِنْ

ضائع نہ کرے گا (۱) دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشہ ہے اور اگر تم

تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ أُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْأَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ ﴿٣٦﴾

ایمان لاؤ گے اور پرہیزگاری کرو گے تو وہ تم کو تمہارا اجر دے گا اور تم سے تمہارا مال طلب نہیں کرے گا

إِنْ يَّسْأَلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ ﴿٣٧﴾

اور اگر وہ تم سے تمہارا مال طلب کرے اور تمہیں تنگ کرے تو تم بخل کرنے لگو اور وہ تمہاری ناگواری ظاہر کر دے (۲)

هٰٓأَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ

دیکھو تم وہ لوگ ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلائے جاتے ہو

فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ

تو تم میں سے کوئی بخل کرنے لگتا ہے اور جو بخل کرتا ہے تو وہ خود اپنے آپ سے بخل

نَّفْسِهٖ ۚ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا

کرتا ہے اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو اور اگر تم منہ پھیر دو گے

يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا أَمْثَالَكُمْ ﴿٣٨﴾

تو وہ تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے

آیاتها ۲۹ — (۴۸) سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ — رکوعاتها ۴

سورۂ فتح (۳) مدینہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ﴿١﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ

(اے پیغمبر) بیشک ہم نے تم کو ایک کھلی فتح دی (۴) تاکہ اللہ تمہاری سب اگلی پچھلی خطائیں

یاد رکھو کہ اگر تم ایمان اور پرہیزگاری کا راستہ اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ تم کو بہت اچھا بدلا دے گا اور تم سے سارا مال نہیں طلب کرے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ دین کے راستے میں مال خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے لیکن وہ تمہارے ہی فائدے کے لئے ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم سے سارے مال کا مطالبہ کر سکتا ہے کیونکہ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ سب اسی کا ہے لیکن باوجود اس کے اللہ تعالیٰ تمہیں تکلیف میں ڈالنا نہیں چاہتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر سارے مال کا مطالبہ کرے تو تم کو ناگوار گزرے گا اور تم میں سے اکثر بخل کریں گے۔

(۳) اس سورت میں صلح حدیبیہ کے واقعات کا ذکر ہے جن کا مختصر بیان یہ ہے:۔

۶ھ میں آنحضرتؐ نے خواب دیکھا کہ آپؐ اور آپ کے صحابہؓ مکہ گئے عمرہ ادا کیا، پھر کسی نے سر منڈوایا اور کسی نے بال کترائے۔ آپؐ نے یہ خواب صحابہؓ کے سامنے بیان فرمایا۔ اگرچہ آپؐ نے کوئی وقت متعین نہیں فرمایا تھا لیکن شدت شوق کی وجہ سے بہت سے صحابہؓ کو یہ خیال ہوا کہ اسی سال عمرہ کریں گے۔ پھر ایسا ہوا کہ آنحضرتؐ نے عمرہ کا قصد فرمایا اور تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہؓ کے ساتھ مکہ کا ارادہ فرمایا اور ہدی یعنی قربانی کے جانور بھی ساتھ لئے۔

جب سرداران قریش کو اس کی خبر پہنچی تو انھوں نے لشکر جمع کر کے مقابلہ کا ارادہ کیا۔ آنحضرتؐ مکہ کے قریب مقام حدیبیہ میں ٹھہرے اور ایک قاصد کے ذریعے سرداران قریش سے کہلوایا کہ ہم لڑنے کیلئے نہیں بلکہ عمرے کی نیت سے آ رہے ہیں۔ جب قاصد واپس نہیں آیا تو آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا۔ حضرت عثمانؓ کو بھی قریش نے روک لیا۔ ادھر یہ خبر مشہور ہو گئی کہ وہ شہید کر دیئے گئے۔ آنحضرتؐ نے صحابہؓ سے جہاد کی بیعت لی۔ بیعت کی خبر سن کر قریش نے حضرت عثمانؓ کو واپس بھیج دیا۔

ع ۱۰ / ۸

پھر چند سرداران قریش صلح کے لئے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دس سال کے لئے صلح کرنے پر آمادگی ظاہر کی لیکن اس شرط پر کہ اس سال واپس چلے جایئے اور آئندہ سال عمرے کے لئے آیئے۔ پھر جب صلح نامہ لکھا جانے لگا تو اس پر بھی جھگڑا کھڑا کیا۔ کہا کہ 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' نہیں لکھی جائے صرف باسمک اللّٰھم لکھا جائے۔ اسی طرح اس بات پر حجت کی کہ آنحضرتؐ اپنے نام نامی کے ساتھ 'رسول اللہ' نہ لکھیں ۔ ان جاہلانہ باتوں پر صحابہؓ جوش میں آ گئے اور تلوار سے فیصلہ کرنے پر آمادہ ہو گئے لیکن آخر کار سب نے آنحضرتؐ کے حکم کے آگے سر جھکا دیا چنانچہ صلحنامہ مکمل ہو گیا اور آنحضرتؐ اور صحابہؓ نے حدیبیہ ہی میں قربانی کے جانوروں کو ذبح کیا اور کسی نے سر منڈوا کر اور کسی نے بال کترو اکر احرام کھول دیا اور مدینہ واپس ہو گئے۔

(۴) بظاہر یہ حدیبیہ کی صلح دب کر کی گئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو 'فتح مبین' فرمایا جس کی حقیقت غور کرنے سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ صورت حال یہ تھی کہ سرداران قریش آئے دن مدینہ شریف پر حملے کرتے رہتے تھے۔ اس وجہ سے مسلمانوں کی ساری توجہ اور قوت مدافعت کے انتظام میں صرف ہوتی تھی۔ حدیبیہ کی صلح کے بعد قریش کی طرف سے اطمینان ہو گیا اور آنحضرتؐ نے دوسری اہم باتوں کی طرف توجہ فرمائی

(بقیہ تفسیر صفحہ) چنانچہ اس صلح کے چند ہی مہینے بعد یہودیوں کا ایک مضبوط قلعہ یعنی خیبر فتح ہو گیا اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ تبلیغ اسلام پر بھی اس صلح کا بہت اچھا اثر ہوا اور تھوڑی سی مدت میں مسلمانوں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ حضرت خالدؓ بن ولید اور عمروؓ بن عاص جیسے نامور سپہ سالار بھی اُسی زمانے میں اسلام سے مشرف ہوئے۔ چنانچہ دو سال بعد یعنی ۸ھ میں جب آنحضرتؐ نے مکہ تشریف کی طرف کوچ فرمایا تو اس وقت دس ہزار مقدس صحابہؓ آپ کے ہم رکاب تھے اور سرداران قریش ایسے مرعوب ہوئے کہ بہت جلد انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ پھر فتح مکہ کے بعد چاروں طرف سے قبائل عرب اُمڈ پڑے اور سارے جزیرۂ عرب پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ غرض یہ کہ صلح حدیبیہ سے بہت بڑی بڑی کامیابی کے دروازے کھل گئے۔ اس لئے اس کو 'فتح مبین' فرمایا۔

مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكَ وَيَهۡدِيَكَ

معاف فرمادے اور تم پر اپنا احسان پورا کردے اور تم کو

صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا ۝٢ وَّيَنۡصُرَكَ اللّٰهُ نَصۡرًا عَزِيۡزًا ۝٣ هُوَ

سیدھی راہ چلائے اور اللہ تمہاری زبردست مدد کرے (۱) وہی

الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ السَّكِيۡنَةَ فِىۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ لِيَزۡدَادُوۡۤا

تو ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں تسلی نازل فرمائی تاکہ ان کے (پہلے)

اِيۡمَانًا مَّعَ اِيۡمَانِهِمۡ ؕ وَلِلّٰهِ جُنُوۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ

ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو (۲) اور آسمانوں اور زمین کے سب لشکر اللہ ہی کے ہیں

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ۝٤ لِّيُدۡخِلَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ

اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے (۳) (اور اطمینان) اس لئے نازل فرمایا) کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو

جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا وَ

ایسی بہشت میں داخل کرے جن کے (درختوں کے) نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور

يُكَفِّرَ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنۡدَ اللّٰهِ فَوۡزًا

اللہ ان سے ان کے گناہوں کو دور کردے اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی

عَظِيۡمًا ۝٥ وَّيُعَذِّبَ الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتِ

ہے (۴) اور (اس لئے کہ) اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں

وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ وَالۡمُشۡرِكٰتِ الظَّآنِّيۡنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوۡءِ ؕ

اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ کے حق میں برے برے خیالات رکھتے ہیں

عَلَيۡهِمۡ دَآئِرَةُ السَّوۡءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ وَلَعَنَهُمۡ

ان ہی پر مصیبت کا پھیر پڑے اور اللہ ان پر غضب ہوا اور اس نے ان پر لعنت کی

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) اس بات سے بھی صلح حدیبیہ کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو کئی انعامات کی بشارت سے سرفراز فرمایا۔

آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے یعنی آپؐ کے معصوم ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو رسالت کے مرتبے سے سرفراز فرما کر جو آپؐ پر انعام عظیم فرمایا ہے اس کی تکمیل کا وقت آگیا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپؐ کو ہمیشہ دین کے سیدھے راستے پر چلائے گا آپؐ کی مدد کرے گا اور آپ کے دین کو غلبہ عطا فرمائے گا جس سے کھلے طور پر آپؐ کی رسالت ثابت ہو جائے گی۔

(۲) اس آیت میں ان نعمتوں کا ذکر ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو سرفراز فرمایا تھا جو صلح حدیبیہ کے وقت آپؐ کے ساتھ تھے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کے دلوں کو اطمینان اور سکون سے بھر دیا جس کی بدولت ایک طرف تو انھوں نے جہاد کے لئے بیعت کی اور دوسری طرف آنحضرتؐ کی مرضی کو سمجھ کر سرداران قریش کی بیجا ضد کو برداشت کیا اور ناگوار شرائطِ صلح پر صبر کیا۔ اس صبر و تحمل کی برکت سے ان کا ایمان زیادہ قوی ہو گیا اور ان کے ایمانی درجوں میں ترقی ہو گئی۔

(۳) یعنی یہ خیال نہ کرنا کہ ہم جہاد کی بیعت کر چکے تھے، اگر صلح نہ ہوتی تو قریش کا صفایا کر دیتے۔

حقیقت یہ ہے کہ آسمان و زمین کے سب لشکر اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہیں۔ وہ چاہے تو کسی چیز سے بھی کام لے کر قریش کو ہلاک کر سکتا ہے۔ ایماندار آدمی کا کام یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی فرمانبرداری کرے اور یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہر بات سے واقف ہے اور اس کے حکم میں حکمت و مصلحت ہوتی ہے

(۴) سورت کی ابتدائی آیتوں میں انعامات الٰہیہ کا ذکر دیکھ کر صحابہؓ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں مبارک باد پیش کی اور عرض کیا کہ حضور! ہمارے لئے کیا ہے؟ چنانچہ صحابہؓ کی تسلی کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ جو ایماندار مرد اور عورتیں صلح حدیبیہ کے وقت آنحضرتؐ کے ساتھ تھے ان کو خوش خبری ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کی کمزوریوں کو معاف فرمائے گا اور ان کو بہشت کے باغوں میں داخل کرے گا جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ
اور ان کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور وہ بری جگہ ہے اور آسمانوں اور

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ اِنَّآ
زمین کے سب لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے (۱) (اے پیغمبر)

اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ
ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ پر اور اس کے

رَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ
رسول پر ایمان لاؤ اور اس (کے دین) کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو اور صبح اور شام اس کی تسبیح

اَصِيْلًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ
کرتے رہو (اے پیغمبر!) جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ
اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پھر جو شخص (بیعت کو) توڑ ڈالے تو توڑنے کا نقصان

عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ
اسی کو ہوگا اور جو کوئی اس بات کو پورا کرے جس کا عہد اس نے اللہ سے کیا ہے تو عنقریب اللہ

اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ
اس کو بڑا ثواب دے گا (۲) جو دیہاتی لوگ پیچھے رہ گئے وہ عنقریب تم سے کہیں گے کہ ہم کو ہمارے

شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ
مال اور اہل و عیال نے روک لیا تھا تو آپ ہمارے لئے اللہ سے بخشش طلب کیجئے یہ لوگ اپنی زبان

بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ
سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں (ان سے) کہہ دو کہ وہ کون ہے جو اللہ کے سامنے

(۱) ایمان والوں کے برخلاف منافقوں اور مشرکوں کو عذاب ہوگا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ برا گمان رکھتے ہیں۔ اس کے پیغام کو نہیں مانتے اور اس کے وعدوں پر بھروسا نہیں رکھتے۔ جب آنحضرتؐ اور صحابہؓ عمرہ کرنے کی نیت سے روانہ ہوئے تو منافقوں نے خیال کیا تھا کہ ضرور لڑائی ہوگی اور یہ سب کے سب قریش کے ہاتھوں ختم ہو جائیں گے۔ (نعوذ باللہ)

ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان ہی پر برا وقت آئے گا اور زمانے کی گردش ان کو تباہ کر ڈالے گی۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا اور لعنت ہوگی اور اس نے ان کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے جو بہت برا ٹھکانا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آسمان و زمین کا سب لشکر اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ وہ جب چاہے ان بدبختوں کو ہلاک کر ڈالے لیکن کسی مصلحت کی وجہ سے اس نے ان کو ڈھیل دے رکھی ہے۔

(۲) اس آیت میں بیعت رضوان کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر آئندہ رکوع میں تفصیل سے کیا گیا ہے۔ یعنی اس بیعت کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے۔ اس وقت جن حضرات نے آنحضرتؐ کے دست مبارک پر جہاد کی بیعت کی ہے، گویا انھوں نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی اور اس سے عہد کیا ہے۔

یاد رکھو کہ اگر کوئی اس عہد کے خلاف کرے گا تو وہ خود ہی نقصان اٹھائے گا اور جو شخص اس عہد کو پورا کرے گا جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے تو وہ عنقریب بڑا ثواب پائے گا۔

النصف

ع ۱
۱۰
۹

لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ

تمہارے لئے کسی بات کا کچھ اختیار رکھتا ہو اگر اللہ تم کو نقصان پہنچانا چاہے یا تمہیں فائدہ پہنچانے کا

بِكُمْ نَفْعًا ۭ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝۱۱ بَلْ

ارادہ فرمائے بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے واقف ہے (۱) بلکہ

ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى

تم نے خیال کیا کہ رسول اور ایمان والے اپنے گھروں کو

اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ

کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے اور یہ بات تمہارے دلوں کو اچھی معلوم ہوئی تھی اور تم نے برے

ظَنَّ السَّوْءِ ښ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ۝۱۲ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ

برے گمان کئے اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے (۲) اور جو شخص اللہ پر اور اس

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ۝۱۳

کے رسول پر ایمان نہ لائے تو ہم نے (ایسے) کافروں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَ

اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے وہ جسے چاہے بخشے اور

يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۱۴ سَيَقُوْلُ

جسے چاہے عذاب دے اور اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۳) جب تم لوگ

الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا

غنیمتیں لینے چلو گے تو جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ کہیں گے کہ ہمیں اجازت دو کہ

ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۭ

تمہارے ساتھ چلیں یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے قول کو بدل دیں

(۱) جب آنحضرتؐ عمرہ کی نیت سے روانہ ہوئے تو تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہؓ آپؐ کے ہمرکاب تھے۔ اس وقت دیہات کے عربوں نے آپؐ کے ساتھ چلنے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ لوگ زندہ واپس نہیں آئیں گے۔ اس آیت میں انہی کا ذکر ہے۔

ان بدبختوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو پہلے ہی سے مطلع فرمایا کہ جب تم واپس مدینہ پہنچو گے تو یہ تمہارے پاس آکر بہانے کریں گے اور کہیں گے کہ گھر کے کام کاج کی وجہ سے ہم مجبور ہو گئے، ورنہ شریک ہونے کا پکا ارادہ کر لیا تھا۔ لہٰذا اب ان مجبوریوں کا لحاظ کر کے ہمارے لئے بخشش کی دعا فرمائیے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ بدبخت جھوٹے ہیں اور زبان سے ایسی باتیں کہہ رہے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں، یعنی نہ تو انہوں نے تمہارے ساتھ روانہ ہونے کا ارادہ کیا تھا، نہ ان کو کوئی عذر تھا اور نہ یہ بدبخت دعائے مغفرت کے دل سے طالب ہیں۔

ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ نفع و نقصان کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر یہ اپنے گھروں میں ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو کچھ نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس سے بچ سکتے ہیں، یا اگر وہ ان کو کسی طرح نفع پہنچانا چاہے تو اسے کون روک سکتا ہے۔

اب بہانے کرنے سے کچھ نہیں ہوتا حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ اس بات سے بھی واقف ہے، اور اس نے آنحضرتؐ کو مطلع فرما دیا ہے کہ تم نے یہ خیال کیا تھا کہ رسول اور ایمان والے جو کہ جا رہے ہیں ان میں سے کوئی بھی لوٹ کر گھر واپس نہیں آئے گا۔

نفاق اور عداوت کی وجہ سے یہ بات تم کو اچھی معلوم ہوتی تھی اور تم چاہتے تھے کہ ایسا ہو جائے۔ یہ بہت برا خیال تھا اور اس کی وجہ سے تم تباہی کے سزاوار ٹھہرے۔

(۳) اگر اب بھی ایمان لے آؤ اور اپنا طرز عمل ٹھیک کر لو تو اچھا ہے۔ ورنہ یاد رکھو کہ سرکشی اور انکار کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے دوزخ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آسمان و زمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ جس کو چاہے بخشے اور جس کو چاہے اس کے اعمال کی پاداش میں سزا دے۔ بندوں کو چاہیئے کہ اس سے مایوس نہ ہوں اور اس کی مغفرت و رحمت کے امیدوار رہیں۔ وہ بڑا بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ
(اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے اسی طرح اللہ نے پہلے سے فرما دیا ہے

فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۭ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ
پھر وہ لوگ کہیں گے (کہ اللہ نے نہیں فرمایا) بلکہ تم حسد کرتے ہو بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ خود

اِلَّا قَلِيْلًا ۝١٥ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ
بہت کم سمجھتے ہیں (١) (اے پیغمبر) جو دیہاتی پیچھے رہ گئے تھے ان سے کہدو کہ تم عنقریب ایک سخت جنگجو

اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ
قوم کے (ساتھ لڑائی کے) لئے بلائے جاؤ گے ان سے (یا تو) تم جنگ کرتے رہو گے یا وہ اسلام لے آئیں گے

فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا
تو اگر تم اطاعت کرو گے تو تم کو اللہ اچھا بدلا دے گا اور اگر تم منہ پھیر لو گے

كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝١٦
جیسے پہلی دفعہ پھیرا تھا تو وہ تم کو دردناک عذاب دے گا (٢)

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى
نہ تو اندھے پر کچھ گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کچھ گناہ ہے اور نہ بیمار

الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ
پر کچھ گناہ ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو اللہ اس کو

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ
ایسی بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور جو منہ پھیرے گا

يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝١٧ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ
تو اللہ اسے دردناک عذاب دے گا (٣) (اے پیغمبر) اللہ ایمان والوں سے

(١) حدیبیہ سے واپس ہو کر آنحضرتؐ یہودیوں کی سرکوبی کے لئے قلعہ خیبر کی طرف روانہ ہوئے لیکن اس سفر میں آپؐ نے صرف انہی حضرات کو ساتھ لیا جو حدیبیہ میں آپؐ کے ہمرکاب تھے اور جنہوں نے وہاں بیعت کی تھی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو پہلے سے مطلع فرمایا کہ پیچھے رہ جانے والے یعنی منافق وغیرہ جو ڈر کے مارے مکہ کے سفر میں آپؐ کے ہمرکاب نہیں ہوئے تھے مال غنیمت کی لالچ میں آکر اس وقت کہیں گے کہ ہم کو بھی ساتھ لے چلو اور چاہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان بدل جائے اور وہ خیبر کے معرکہ میں شرکت کریں۔

ان بدبختوں کو ہرگز ساتھ نہ لینا اور ان سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو پہلے سے مطلع فرما دیا ہے کہ تم ہم پر حسد کرنے کا الزام لگاؤ گے۔ حالانکہ تم خود بیوقوف ہو جو ایسی باتیں کرتے ہو۔

(٢) ان دیہاتی لوگوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ اگر واقعی تم کو جہاد کا شوق ہے تو آئندہ بہت سے موقعے پیش آنے والے ہیں۔ مسلمانوں کو بڑی طاقتور قوموں یعنی ایرانیوں اور رومیوں سے مقابلہ کرنا ہے اور یہاں تک جنگ کرنی ہے کہ وہ لوگ اسلام لے آئیں یا مغلوب ہو کر مسلمانوں کی اطاعت قبول کریں۔ اس وقت تمہارے ایمان اور شوق جہاد کا امتحان ہوگا۔ اگر تم اطاعت کرو گے اور سچے دل سے جہاد میں شریک ہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو بہت اچھا بدلا دے گا۔ لیکن اگر تم نے اس وقت بھی جہاد سے روگردانی کی جیسا کہ مکہ کے سفر میں بہانہ کر کے پیچھے رہ گئے، تو یاد رکھو کہ دنیا اور آخرت میں سخت عذاب بھگتنا پڑے گا۔

(٣) یعنی معذور لوگ جیسے اندھے، لنگڑے اور بیمار اگر جہاد میں شریک نہ ہوں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔

لیکن جن لوگوں کو کوئی عذر نہیں ہے ان سب کے لئے یہی قانون ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا تو ان کو اللہ تعالیٰ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہتی ہوں گی۔ اور جو نافرمانی کرے گا تو اس کو دردناک عذاب دے گا۔

الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا
خوش ہوا جب کہ وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے اور جو خلوص ان کے
فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا
دلوں میں تھا اس کو اللہ جانتا تھا (اس وقت) اللہ نے ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انھیں قریب میں ایک فتح
قَرِيبًا ﴿١٨﴾ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا
عنایت کی اور بہت سی غنیمتیں بھی جو انھوں نے حاصل کیں اور اللہ غالب (اور)
حَكِيمًا ﴿١٩﴾ وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا
حکمت والا ہے (۱) اور اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے کہ تم ان کو حاصل کرو گے
فَعَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ
پس یہ (خیبر کی غنیمت تو) تم کو جلدی دے دی اور (حدیبیہ میں) لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے
وَلِتَكُونَ آيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا
غرض یہ تھی کہ ایمان والوں کے لئے اللہ کی قدرت کا ایک نمونہ ہو جائے اور اللہ تم کو سیدھے راستہ
مُسْتَقِيمًا ﴿٢٠﴾ وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ
پر چلائے (۲) اور ایک فتح اور ہے جس پر تم نے قابو نہیں پایا وہ اللہ کی قدرت میں
بِهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ﴿٢١﴾ وَلَوْ قَاتَلَكُمُ
ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۳) اور اگر کافر تم سے
الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا
لڑتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے پھر وہ کسی کو نہ دوست پاتے اور نہ
نَصِيرًا ﴿٢٢﴾ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَنْ
مددگار یہی اللہ کا دستور ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے اور تم

(۱) اس آیت میں بیعت رضوان کا ذکر ہے جس کا واقعہ یوں ہوا تھا کہ آنحضرتؐ نے حدیبیہ سے حضرت عثمانؓ کو سرداران قریش کے پاس پیغام دے کر روانہ کیا۔ حضرت عثمانؓ مکہ میں روک لئے گئے اور حدیبیہ میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ سرداران قریش نے ان کو شہید کر ڈالا۔ اس خبر پر صحابہؓ میں بہت جوش پھیل گیا اور آنحضرتؐ نے ان سے عہد لیا۔ آپؐ ایک کیکر کے درخت کے سایے میں تشریف فرما ہوئے اور صحابہؓ نے ایک ایک کر کے آپؐ کے دست مبارک پر بیعت کی اور عہد کیا کہ میدان جنگ سے منہ نہیں پھیریں گے اور آخر دم تک جہاد کرتے رہیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کے ساتھ خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے ان کے خلوص، ایثار اور عزم کو دیکھا اور ان کو مزید اطمینان عطا فرمایا اور اس واقعہ کے چند ہی مہینے بعد یہودیوں کے مضبوط قلعہ پر فتح عطا فرمائی جہاں ان حضرات کو بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔ اپنے فرمانبردار بندوں کو بڑی حکمت کے ساتھ غلبہ عطا فرماتا ہے۔

(۲) یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بیشمار غنیمتیں مقرر فرمادی ہیں، ان میں سے ایک قسط یہ سردست عطا فرمائی کہ یہودیوں کو مرعوب کردیا اور دست درازی کرنے سے ان کو باز رکھا تاکہ فتح حاصل ہو اور غنیمت ہاتھ آئے۔

اس میں ایک یہ مصلحت بھی پیش نظر تھی کہ یہ واقعہ ایک نمونہ بن جائے اور ایمان والے سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے وعدے پورے کرتا ہے اور اپنے فرمانبردار بندوں کی مدد فرماتا ہے۔ اس علم و یقین سے ایمان والوں میں اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ ابھرے گا اور وہ ہمیشہ سیدھی راہ پر رہیں گے۔

(۳) فتح خیبر کے علاوہ ایک اور بڑی فتح بھی تمہارے لئے مقدر کردی گئی ہے جس پر فی الحال تم قابو نہ پاسکے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وقت آنے پر وہ بھی تم کو عطا فرمائے گا۔

تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ
اللہ کے دستور میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے (۱) اور وہی تو ہے جس نے مکہ کے

اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ
قریب ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے اس کے بعد

بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
کہ تم کو اللہ نے ان پر قابو دے دیا تھا اور اللہ تمہارے کاموں کو

بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ
دیکھ رہا تھا (۲) یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روک دیا اور قربانی کے جانور

الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۭ وَلَوْلَا
کو اس کے حلال ہونے کی جگہ پہنچنے سے روک دیا کہ وہ (جہاں تھا وہیں) رک گیا اور اگر کچھ

رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَاۗءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ
مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں (مکہ میں) نہ ہوتیں، جنھیں تم جانتے نہ تھے (اور لڑائی ہوتی)

اَنْ تَطَــــُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ
تو تم انھیں پامال کر ڈالتے پھر تم پر ان کے قتل کے سبب سے نادانستہ گناہ آجاتا

لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا
(تو سب قصہ طے کر دیا جاتا لیکن ایسا اس لئے نہیں کیا گیا) تاکہ اللہ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے (۳)

لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ
اگر (مسلمان) الگ ہوئے ہوتے تو بلاشبہ ہم کافروں کو دردناک عذاب دیتے جب

جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ
کافروں نے اپنے دلوں میں ضد کی اور ضد بھی

(۱) یعنی تمہارے عزم وہمت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کرنے کا فیصلہ فرما لیا تھا۔ اس لئے یہ بات یقینی تھی کہ اگر مکہ والے جنگ کرتے تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے اور کوئی ان کی مدد نہیں کر سکتا۔

یاد رکھو کہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کا یہی دستور رہا ہے کہ جب حق وباطل کا فیصلہ کن مقابلہ ہوتا ہے تو اہلِ حق کامیاب ہوتے ہیں اور باطل پرست نامراد رہتے ہیں۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے دستور میں کسی طرح کا تغیر وتبدل نہیں ہوتا۔ اس لئے اہلِ حق کو چاہیئے کہ اپنے راستے پر جمے رہیں اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے امیدوار رہیں۔

(۲) سرداران قریش نے خفیہ طور پر ایک مسلح جماعت کو روانہ کیا تھا چنانچہ یہ جماعت حدیبیہ پہنچ گئی تھی اور اس تاک میں تھی کہ (نعوذ باللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا جائے۔

اس جماعت کو صحابہؓ نے دیکھ لیا اور گرفتار کر کے آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپؐ نے ان کو معاف کر کے رہا فرما دیا۔

یہ واقعہ صلح کی گفتگو سے پہلے کا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور مصلحت سے اس موقع پر مکہ کے قریب جنگ نہ ہونے دی۔ ورنہ تم نے مکہ والوں کی جماعت کو گرفتار کر لیا تھا، اگر چاہتے تو ان کو قتل کر ڈالتے اور قریش سے جنگ چھڑ جاتی لیکن مصلحت اسی میں تھی اس موقع پر جنگ نہ ہو، بلکہ صلح ہو اور اس کے گوناگوں فائدوں سے مسلمان مستفید ہوں۔

(۳) مکہ والوں کا جرم یہ تھا کہ انھوں نے پیغامِ حق کا انکار کیا اور جب آنحضرتؐ اور صحابہؓ عمرہ کرنے کے لئے گئے تو ان کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا اور 'ہدی' یعنی قربانی کے جانوروں کو بھی جو زائرین کے ساتھ تھے حدیبیہ میں روک دیا اور اس مقام تک نہیں جانے دیا جو ان کے ذبح کئے جانے کے لئے مقرر ہے۔

اس سخت جرم کی وجہ سے مکہ والے اس کے سزاوار تھے کہ جہاد کر کے ان کو تباہ وبرباد کر دیا جاتا لیکن اس وقت مکہ میں کچھ لوگ تھے جو پوشیدہ طور پر اسلام لا چکے تھے، مگر ان کو صحابہؓ بھی اچھی طرح نہیں پہچانتے تھے۔ اگر مکہ والوں پر جہاد کیا جاتا تو یہ مسلمان بھی پس جاتے اور صحابہؓ کو اس کی خبر بھی نہ ہوتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان سب پر رحم فرمایا اور جہاد کا حکم نہیں دیا۔ پھر دو برس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس طرح مکہ فتح کرا یا کہ گویا جنگ ہوئی ہی نہیں۔

الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى

جاہلیت کی' تو اللہ نے اپنے پیغمبر اور ایمان والوں پر اپنی طرف سے اطمینان

الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا

نازل فرمایا اور ان کو پرہیزگاری کی بات پر قائم رکھا اور وہ اسی کے مستحق اور

وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۲۶ لَقَدْ صَدَقَ

اہل تھے اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے (۱) بیشک اللہ نے اپنے

اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

رسول کو سچا خواب دکھایا جو واقعے کے مطابق ہے کہ اللہ نے چاہا تو تم لوگ مسجد حرام میں

اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ

امن وامان کے ساتھ ضرور داخل ہوگے اور وہاں اپنے سروں کو منڈواؤ گے اور (بال) کترواؤ گے اور (کافروں کا)

لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ

بالکل خوف نہ کروگے (۲) جو بات تم نہیں جانتے تھے اس کو اللہ جانتا تھا تو اس نے اس سے پہلے ہی

ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۲۷ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى

قریب میں ایک فتح عنایت کی (۳) وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت (کی کتاب)

وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے اور اللہ گواہ

شَهِيْدًا ۲۸ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ

کافی ہے (۴) محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو (صحابہ) ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں سخت

عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ

ہیں اور آپس میں (ایک دوسرے پر) مہربان ہیں (اے مخاطب) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (خدا کے آگے) جھکے ہوئے سربسجود ہیں اور اللہ کا فضل

(۱) مکہ والوں کا دوسرا سنگین جرم یہ تھا کہ انھوں نے آنحضرتؐ کے مقابلے میں سخت جاہلانہ طریقے پر ضد کی۔ اس بات پر ضد کی کہ صلحنامہ کا آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے نہ کیا جائے اور نہ آنحضرتؐ کے اسم مبارک کے ساتھ 'رسول اللہ' لکھا جائے۔

اس جاہلانہ ضد پر صحابہؓ میں بڑا جوش پھیل گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کے قلب مبارک کو اطمینان اور سکون سے پر کر دیا جس کی بدولت آپؐ نے سرداران قریش کی اس جہالت پر صبر کیا۔ اور صحابہؓ کو بھی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی کہ انھوں نے آنحضرتؐ کے حکم کی تعمیل کی اور ضبط و تحمل سے کام لیا۔ صحابہؓ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ توحید کے پہلے علم بردار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو توحید، تقویٰ اور اطاعت رسولؐ کے لئے چن لیا تھا۔ وہ اس کے اہل تھے اور انھوں نے اس کا پورا پورا حق ادا کیا۔ یہ بات علم الٰہی میں پہلے سے مقدر ہو چکی تھی جو پوری ہوئی۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْه۔

ع ۳ ۹ ۱۱

(۲) سورت کے آغاز میں لکھا جا چکا ہے کہ آنحضرتؐ نے خواب دیکھا تھا کہ آپؐ صحابہؓ کے ساتھ مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ کیا۔ شوق زیارت کی وجہ سے بعض صحابہؓ نے یہ خیال کیا کہ اسی سال عمرہ کریں گے لیکن جب صلح کر کے حدیبیہ سے واپس ہوئے تو ان حضرات نے اس بارے میں عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال ایسا ہوگا؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا تو اطمینان رکھو، ضرور ایسا ہوگا۔

چنانچہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بھی یقین دلایا کہ آنحضرتؐ کا خواب سچا ہے اور تم ضرور امن و امان کے ساتھ مکہ میں داخل ہوگے، عمرہ کروگے، پھر سر منڈوا کر یا بال کتروا کر احرام اتاروگے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کا علم وسیع ہے۔ وہ بہت سی ایسی باتیں جانتا ہے جن کو تم نہیں جانتے۔ اگرچہ اس سال تم عمرہ نہ کر سکے اور صلح کر کے حدیبیہ سے واپس ہوگئے لیکن یاد رکھو کہ اس صلح میں بہت سی مصلحتیں ہیں جن کو تم نہیں جانتے۔

تمھاری تسلی کے لئے اللہ تعالیٰ نے سردست ایک کامیابی تمھارے حق میں مقدر فرما دی یعنی بہت جلد خیبر فتح ہو جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا — (۴) آنحضرتؐ اللہ تعالیٰ کے سچے رسولؐ ہیں۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور دین حق عطا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ اس دین کو سارے ادیان پر غلبہ عطا فرمائے گا۔ اور اس کی گواہی کافی ہے — واضح ہو کہ حجت اور دلیل کے اعتبار سے تو اسلام سارے مذاہب پر ہمیشہ غالب رہا اور رہے گا۔ اس کے علاوہ سیاسی اعتبار سے بھی مسلمان تقریباً ایک ہزار سال تک دنیا پر غالب رہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ وہ وقت آئے گا جبکہ ساری دنیا پر اسلام چھا جائے گا۔

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ز سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ
اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں سجدہ کے اثر سے ان کے چہروں پر نشان

اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ڔ وَمَثَلُهُمْ
نمایاں ہیں ان کے یہی اوصاف تورات میں ہیں اور یہی اوصاف

فِي الْاِنْجِيْلِ ڗ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ
انجیل میں ہیں (۱) (انکی حالت) مثل کھیتی کے ہے جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اس کو مضبوط کیا پھر وہ اور

فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ
موٹی ہوگئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کا

الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
دل جلائے اللہ نے ان (صحابہ) سے جو کہ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے

مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ۲۹ ع
بخشش اور بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے (۲)

رکوعاتہا ۲ — سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ (۴۹) — اٰیاتہا ۱۸

سورۂ حجرات مدینہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) سے پہلے تم سبقت مت کیا کرو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ۱ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اور اللہ سے ڈرتے رہو بلاشبہ اللہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے (۳) اے

منزل ۶

(۱) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کے اوصاف بیان فرمائے ہیں جو آنحضرتؐ کی صحبت اور تربیت سے ان میں پیدا ہوئے تھے۔ (۱) صحابہؓ کافروں کے مقابلہ میں جبکہ دین کا معاملہ ہو، بڑی شدت اور قوت کا مظاہرہ کرتے ہیں جیساکہ حدیبیہ میں جہاد کے لئے بیعت کرکے انہوں نے اپنی قوت وشجاعت کا ثبوت دیا ہے۔ اور یہ حضرات آپس میں محبت، مہربانی اور نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ (۲) ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں سرگرم رہتے ہیں، نمازیں کثرت سے پڑھتے ہیں جب دیکھو رکوع اور سجدے میں پڑے نظر آتے ہیں۔ سجدوں کے نشانات ان کے چہروں پر چمکتے ہیں اور خشوع وخضوع کے اثر سے ان کے چہرے نورانی نظر آتے ہیں۔ (۳) تورات اور انجیل میں جہاں آنحضرتؐ کے ظہور کی پیشین گوئیاں درج ہیں وہیں آپ کے صحابہؓ کے اوصاف بھی لکھے ہیں۔

(۲) اس آیت میں حضرات صحابہؓ کی ترقی کو ایک مثال کے ذریعے ظاہر فرمایا ہے۔ یعنی کھیتی کو دیکھو کہ پہلے زمین سے ایک باریک اور کمزور ریشہ سا نکلتا ہے پھر وہ رفتہ رفتہ بڑھتا ہے اور موٹا ہوتا ہے یہاں تک کہ بڑے بڑے درخت کھیت میں لہلہانے لگتے ہیں جن کو دیکھ کر کسان خوش ہوتا ہے کہ اس کی محنت ٹھکانے لگی۔

اسی طرح حضرات صحابہؓ کا حال تھا کہ شروع میں وہ تعداد میں بھی کم تھے اور ساز وسامان کے لحاظ سے بھی بہت کمزور تھے۔ پھر رفتہ رفتہ ان کی قوت بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ فتح مکہ کے وقت دس ہزار صحابہؓ آنحضرتؐ کے ہمرکاب تھے جن کو دیکھ کر کافر غصے اور حسد مارے جلنے لگے۔ پھر خلفاء راشدین کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان سلطنت قائم فرمادی۔

ع ۴ / ۱۲

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہؓ کی قربانیوں کو قبول فرماکر دنیا میں بھی ان کو کامیابی عطا فرمائی اور آخرت کے لئے بھی ان سے وعدہ فرمایا کہ ان کے ایمان اور عمل صالح کو قبول فرماکر ان کو بخشش اور اجر عظیم سے سرفراز فرمائے گا۔

مسلمانوں کو بھی چاہیئے کہ حضرات صحابہؓ کے نمونے پر چلیں اور دنیا وآخرت کی کامیابیاں حاصل کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ان سب کے لئے ہے جو ایمان اور عمل صالح میں پورے اتریں۔

(۳) ان آیتوں کی شان نزول یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ قبیلۂ بنی تمیم سے کچھ لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مجلس نبوی میں اس امر کے متعلق گفتگو ہوئی کہ ان کا حاکم کس کو بنایا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ قعقاع بن معبد کو امیر بنا دیجئے لیکن حضرت عمرؓ نے اقرع بن حابس کا نام لیا۔ اس پر دونوں حضرات میں گفتگو تیز ہوگئی اور آنحضرتؐ کے حضور میں دونوں حضرات کی آوازیں بلند ہوگئیں۔

اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور صحابہؓ کو ادب سکھایا کہ آنحضرتؐ کی مجلس میں گفتگو کرنے میں آپ سے پیش دستی نہ کرنی چاہیئے بلکہ انتظار کرنا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ یاد رکھو کہ آپ کے سامنے بڑھ بڑھ کر گفتگو کرنا تقوے کے خلاف ہے، اس لئے آپ کی دل سے تعظیم کرو کہ یہی تقوے کی بنیاد ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری باتوں کو سنتا ہے اور تمہارے حالات کو جانتا ہے۔

(۱) جب آنحضرتؐ کے حضور میں بات کرو تو اس طرح چیخ کر اور بلند آواز سے مت کرو جیسے آپس میں بے تکلف دوستوں سے کرتے ہو بلکہ نہایت ادب اور انتہائی تعظیم کے ساتھ نرم لہجہ میں اور دبی آواز سے معروضہ پیش کرو۔ آنحضرتؐ کے حضور میں گفتگو کرتے وقت ہمیشہ اس بات کا خیال رکھو کہ کسی طرح بے ادبی نہ ہونے پائے۔ اس لئے کہ اگر تمہاری بے ادبی سے آپؐ کے قلب مبارک میں ناگواری کا کوئی احساس پیدا ہو گیا تو یاد رکھو کہ اس کی سزا بڑی سخت ہو گی یعنی تمہارے سارے اعمال اکارت ہو جائیں گے اور تم کو خبر بھی نہ ہو گی۔

اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا
ایمان والو! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کیا کرو اور جس طرح
تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ
آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ
اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ
تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو (۱) بلاشبہ جو لوگ اللہ کے
اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ
رسول کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں اللہ نے ان کے دل تقوے کے
اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝
لئے خاص کر لئے ہیں ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے (۲)
اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاۗءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا
(اے پیغمبر!) جو لوگ تم کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں اکثر
يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ
عقل نہیں رکھتے اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم خود نکل کر ان کے پاس آتے تو یہ ان
خَيْرًا لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
کے لئے بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۳) اے ایمان والو!
اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا
اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (ایسا نہ ہو) کہ کسی
قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝
قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے (۴)

(۲) آنحضرتؐ سے گفتگو کرتے وقت آواز کو پست کرنے کی ترغیب دینے کے لئے فرمایا کہ جو لوگ آنحضرتؐ کے حضور میں اپنی آوازوں کو پست کرتے ہیں وہ تقوٰی کے بڑے درجے پر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقوے کے لئے خاص کر لیا ہے اور ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

لکھا ہے کہ ان ہدایات کے بعد حضرات صحابہؓ اس بارے میں بہت احتیاط کرنے لگے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! قسم ہے کہ اب مرتے دم تک آپؐ سے اس طرح گفتگو کروں گا جس طرح کوئی کسی سے سرگوشی کرتا ہو۔ اور حضرت عمرؓ اتنی پست آواز سے بات کرنے لگے تھے کہ بعض اوقات آپؐ کو پوچھنا پڑتا تھا کہ کیا کہہ رہے ہو۔ حضرت ثابتؓ بن قیس کی آواز بہت بلند تھی۔ یہ ہدایات سن کر بہت ڈرے اور روئے۔ پھر آنحضرتؐ نے ان کو اطمینان دلایا کہ پیدائشی حالت پر غم کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳) قبیلۂ بنی تمیم کے لوگ خادم خدمت ہوئے۔ آپؐ اس وقت حجرۂ مبارک میں تشریف فرما تھے۔ وہ دیہات سے آئے تھے اور آداب نبوت سے واقف نہ تھے۔ حجرۂ مبارک کے دروازہ کے پاس کھڑے ہو کر زور زور سے پکارنے لگے جیسے بے تکلف دوست کو نام لے کر پکارتے ہیں۔

یہ طریقہ آداب رسالت کے بالکل خلاف تھا۔ اس لئے ادب سکھایا کہ ان کو چاہیئے تھا کہ انتظار کرتے اور آپؐ کو کسی خادم کے ذریعے اطلاع کراتے۔ پھر جب آپؐ باہر تشریف لاتے اور ان کی طرف توجہ فرماتے تو اپنا حال عرض کرتے۔ خیر! اب توبہ کریں اور مغفرت طلب کریں۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

(۴) قبیلہ بنی مصطلق سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے آنحضرتؐ نے ولیدؓ بن عقبہ کو مقرر فرمایا۔ ولید میں اور قبیلۂ بنی مصطلق میں جاہلیت کے زمانے میں دشمنی تھی جب ولید پہنچے تو بنی مصطلق کے لوگ ان کو آنحضرتؐ کا قاصد سمجھ کر ان کے استقبال کے لئے باہر آئے۔ ولید کو شک ہوا اور واپس ہو گئے اور آنحضرتؐ کو اطلاع دی کہ بنی مصطلق کے لوگ مخالف ہو گئے اور مجھے قتل کرنا چاہتے تھے ___ اتنے میں بنی مصطلق کے کچھ لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حقیقت حال سے مطلع کیا۔ پھر آنحضرتؐ نے حضرت خالدؓ کو تحقیق کے لئے روانہ کیا۔ انھوں نے بھی واپس آ کر آپؐ کو اطمینان دلایا ___ اس پر آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ بغیر تحقیق کے کسی کی خبر کا یقین نہ کیا کریں۔
آیت کا مطلب یہ ہے کہ چاہے خبر دینے والے پر جھوٹ بولنے کا شبہ نہ ہو جیسے کہ ولید بن عقبہ پر نہ تھا، لیکن پھر بھی بغیر تحقیق کے اعتبار نہ کیا کرو۔ اور اگر خبر دینے والا کہیں شریر اور جھوٹا آدمی ہو تو اس کی بات کی تحقیق کرنا تو نہایت ضروری ہے کیونکہ بغیر تحقیق اس کی بات کا یقین کرنے میں یہ خطرہ ہے کہ غلط فہمی سے تم کسی قوم پر حملہ کر دو اور اس کو نقصان پہنچا دو۔ پھر جب حقیقت حال معلوم ہو تو تم کو پچھتانا پڑے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ

اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں اگر بہت سی باتوں میں وہ تمہارا کہا مان لیا

مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ

کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ (۱) لیکن اللہ نے تم کو ایمان کی محبت دی

وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ

اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کردیا اور کفر اور فسق اور نافرمانی سے تم کو

وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ ٧ فَضْلًا مِّنَ

نفرت دی ۲ ایسے لوگ اللہ کے فضل اور احسان سے ہدایت کی

اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ ٨ وَاِنْ طَاۗىِٕفَتٰنِ

راہ پر ہیں اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے (۲) اور اگر مسلمانوں میں سے

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ

دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو اے مسلمانو! تم ان میں صلح کرادو پھر اگر ان میں کا

اِحْدٰىهُمَا عَلَي الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى

ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ

تَفِيْۗءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَاۗءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا

وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے پھر جب رجوع کرے تو دونوں فریق میں برابری کے ساتھ

بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ ٩

صلح کرادیا کرو اور انصاف کو ملحوظ رکھو بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا

مسلمان تو آپس میں سب بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادیا کرو اور اللہ سے

(۱) آنحضرتؐ کا مقام یہ ہے کہ ہر دینی اور دنیوی معاملے میں آپؐ کی اطاعت کی جائے۔ کیونکہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اس کے احکام کو پہنچانے والے ہیں۔

اگر آنحضرتؐ تمہاری خبر یا تمہارے مشورے اور رائے پر عمل نہ کریں تو اس پر بُرا نہ مانو اور اس بات کی فکر نہ کرو کہ سارے معاملات میں تمہاری ہی بات مانی جائے۔ اسی میں فائدہ ہے کہ سب آنحضرتؐ کی اطاعت کرو۔ ورنہ ہر شخص اپنی بات اور اپنے مشورے پر اصرار کرے گا اور سب کا کام خراب ہو جائے گا۔

(۲) اس بات پر شکر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی ہے جس کی وجہ سے تم کفر، گناہ اور نافرمانی سے نفرت کرتے ہو۔

ایسے ہی لوگ سیدھے راستے پر ہیں جن کے دلوں میں ایمان کی محبت اچھی طرح بیٹھ گئی ہے اور جو ہر معاملہ میں خوشی خوشی آنحضرتؐ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور اپنی رائے پر اصرار نہیں کرتے ان حضرات پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل اور احسان ہے کہ ان کو ایمان اور اطاعت کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کی صلاحیتوں کو جانتا ہے جو اس نے بڑی حکمت کے ساتھ اس شخص کی فطرت میں رکھی ہیں۔

اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ

ڈرتے رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے (۱) اے ایمان والو! نہ تو مردوں کو مردوں

قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا

پر ہنسنا چاہیئے کیا عجب ہے کہ (جن پر وہ ہنستے ہیں) وہ ان (ہنسنے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ

نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا

عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیئے کیا عجب ہے کہ (جن پر وہ ہنستی ہیں) وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ

تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ

ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے نام سے پکارو ایمان لانے کے بعد

الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ

گناہ کا نام ہی برا ہے اور جو ان حرکتوں سے باز نہ آئیں تو وہی

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا

ظالم ہیں (۲) اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو

مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا

کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے تجسس میں نہ رہا کرو

يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ

اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے

اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

بھائی کا گوشت کھائے اس سے تم ضرور نفرت کرو گے (۳) اور اللہ سے ڈرتے رہو بلاشبہ اللہ

تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ

توبہ قبول کرنے والا (اور) مہربان ہے اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے

ع ۱ / ۱۰ / ۲۱۳

(۱) لکھا ہے کہ ایک مرتبہ انصار کے دو قبیلوں یعنی اوس اور خزرج میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور اس کی روشنی میں آنحضرتؐ نے باہم تصفیہ فرما دیا۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب مسلمانوں کے دو گروہوں میں لڑائی ہو جائے تو دوسرے مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان میں صلح کرا دیں پھر اگر انتہائی کوشش کے باوجود صلح نہ ہو سکے اور ایک گروہ زیادتی کر کے لڑائی جاری رکھے تو سب مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس کے خلاف جنگ کریں یہاں تک کہ وہ لڑائی سے باز آ جائے۔

پھر جنگ ختم ہونے کے بعد دونوں گروہوں کے اختلاف کا تصفیہ انصاف کے ساتھ کرا دینا چاہیئے۔ کیونکہ مسلمان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ان میں صلح اور بھائی چارہ رہنا چاہیئے نہ کہ اختلاف اور لڑائی اور سب کو چاہیئے کہ پرہیزگاری کی راہ اختیار کریں اور ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی نہ کریں۔ اگر سب پرہیزگاری کی راہ اختیار کریں گے تو یقین رکھیں کہ رحمت حق سب کی دستگیری کرے گی۔

مولانا تھانویؒ اس آیت کی تفسیر لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ یہ سب احکام جب ہیں کہ مسلمانوں کا کوئی امام موجود ہو۔

(۲) جن باتوں کی وجہ سے آپس میں نفرت اور عداوت پیدا ہوتی ہے اور لڑائی جھگڑا کھڑا ہوتا ہے، ان سے مسلمانوں کو منع کرتے ہوئے فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے کی ہنسی اڑاؤ اور توہین نہ کرو۔ ایک دوسرے کو طعنہ نہ دو اور نہ برے برے نام لے کر پکارو۔ یہ باتیں گناہ کی ہیں اور ایماندار آدمی کے شایان شان نہیں کہ اس پر گناہ کا الزام لگے۔ خاص کر عورتوں کو ان ہدایات کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیئے۔ جو لوگ ان حرکتوں سے باز نہیں آئیں گے وہ ظلم کرنے والے اور حقوق العباد کے تلف کرنے والے ہوں گے۔

(۳) بدگمانی کرنا بھی بہت بری عادت ہے اس سے اختلاف بڑھتا ہے۔ اس لئے اس سے منع فرمایا۔ اس سے بدگمانی بڑھتی ہے کہ آدمی اپنے مخالف کی ٹوہ میں رہے اور چھپ چھپ کر اس کا حال معلوم کرے۔ اس لئے اس سے بھی مسلمانوں کو بچنا چاہیئے۔

غیبت کرنا بھی بہت بری عادت ہے۔ مسلمانوں کو غیبت سے نفرت دلانے کے لئے فرمایا کہ غیبت کرنا ایسا ہے جیسے کوئی اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت نوچ نوچ کر کھائے۔ کون مسلمان ہے جو اس کو گوارا کرے گا؟

مسلمانوں کو چاہیئے کہ بغیر معقول اور شرعی وجہ کے بدگمانی تجسس اور غیبت سے پرہیز کریں۔

وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْاؕ

پیدا کیا اور تم کو (مختلف) قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ

بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم سب میں عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو بلاشبہ اللہ جاننے والا (اور)

خَبِیْرٌ ۱۳ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّاؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا

باخبر ہے (۱) دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ان سے کہدو کہ تم ایمان نہیں لائے

وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ

بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لائے اور ابھی تک تو ایمان تمہارے دلوں میں

فِیْ قُلُوْبِكُمْؕ وَ اِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا

داخل ہی نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کروگے تو

یَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْـًٔاؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہ کرے گا بلاشبہ اللہ بخشنے والا (اور)

رَّحِیْمٌ ۱۴ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ

مہربان ہے (۲) ایمان والے تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر

رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ

ایمان لائے پھر شک نہیں کیا اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۱۵ قُلْ

جہاد کیا یہی لوگ سچے مسلمان ہیں (۳) (اے نبی) کہو

اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِیْنِكُمْؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

کہ کیا تم اللہ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو اور اللہ تو جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

(۱) بزرگی اور بڑائی کے بارے میں لوگوں کا تصور بالکل غلط ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جس شخص کا تعلق اعلیٰ ذات اور خاندان سے ہے وہی بڑا ہے۔

اس خیال کے نتائج انسانی معاشرہ پر بہت برے ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ نسب کی حقیقت تو بس اتنی ہے کہ سب انسان آدمؑ اور حواؑ کی اولاد ہیں اور اس لحاظ سے سب برابر ہیں۔ رہا قوموں، قبیلوں اور خاندانوں کا فرق تو اس لئے رکھا گیا ہے کہ جب کبھی ضرورت پڑے تو تعارف اور شناخت کے لئے کام آئے۔ یہ غلط ہے کہ محض نسل اور ذات کو بڑائی کا سبب قرار دے کر اس پر بے جا فخر کیا جائے اور دوسروں کو حقیر اور ذلیل سمجھا جائے۔ بڑائی اور اللہ تعالیٰ کے پاس عزت تو اس شخص کے لئے ہے جو اپنے عقیدے اور عمل کو درست کرکے پرہیزگاری کی راہ اختیار کرے۔ اور اس بات کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ حقیقت میں کون پرہیزگار ہے۔

(۲) لکھا ہے کہ قبیلۂ بنی اسد کے لوگ جو ابھی ایمان میں کمزور تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے کو پختہ اور کامل ایمانداروں کے برابر ظاہر کرنے لگے۔

ان کی تنبیہ کے لئے یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ کامل ایمان کا دعویٰ مت کرو، تم لوگ تو ابھی ابھی دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے ہو اور مسلمانوں کے ساتھ فقط نماز روزہ میں شریک ہو جاتے ہو۔ ابھی تمہارے ایمان کی آزمائش نہیں ہوئی جس سے معلوم ہو کہ تمہارا ایمان کامل ہے۔ آئندہ آزمائش کے وقت اگر تم لوگ بھی احکام کی تعمیل کروگے اور مشکلوں میں ثابت قدم رہوگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کے ثواب میں کچھ کمی نہیں فرمائے گا کیونکہ وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

بعض مفسرین کی رائے ہے کہ یہ آیتیں قبیلۂ جہینہ مزینہ کے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھیں جو منافق تھے۔ واللہ اعلم۔

(۳) یعنی سچے اور پکے مسلمان تو وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں، پھر ہمیشہ اس پر جمے رہتے ہیں، احکام الٰہی کی تعمیل میں سرگرم رہتے ہیں اور جان و مال سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں۔ سچے اور پکے مسلمانوں کی یہی نشانی ہے کہ دین کے راستے میں قربانی دینے سے پیچھے نہیں ہٹتے۔

وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۶ يَمُنُّوْنَ

اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے (۱) (اے پیغمبر) یہ لوگ

عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ

تم پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں ان سے کہہ دو کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ رکھو

بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ

بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے اس نے تم کو ایمان کا راستہ دکھایا بشرطیکہ

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۷ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ

تم سچے مسلمان ہو (۲) بلاشبہ اللہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں

وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۸ ع

کو جانتا ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے

(آیاتھا ۴۵) (۵۰) سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ (رکوعاتھا ۳)

سورۂ قٓ مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝۱ بَلْ عَجِبُوْا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ

قٓ قسم ہے قرآن مجید کی (کہ محمد اللہ کے رسول ہیں) بلکہ ان لوگوں نے تعجب کیا کہ انہی میں سے ایک ڈرانے والا پیغمبر

مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝۲ ءَاِذَا

ان کے پاس آیا تو کافر کہنے لگے کہ یہ ایک عجیب بات ہے بھلا جب ہم

مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۝۳ قَدْ عَلِمْنَا

مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے (تو کیا پھر زندہ ہوں گے) یہ تو (عقل سے) بعید ہے (۳) ہم ان کے

(۱) یعنی بڑھ بڑھ کر کامل ایمان کا دعویٰ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کے حالات سے واقف ہے اور وہ ہر بات کو جانتا ہے۔ اگر حقیقت میں تمہارے دلوں میں کامل ایمان ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ تمہارے ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۲) لکھا ہے کہ بنی اسد کے لوگوں نے آنحضرتؐ پر احسان جتایا تھا اور کہا تھا کہ حضور! قریش نے آپ کے مقابلے میں تلوار اٹھائی لیکن ہم نے بغیر لڑے بھڑے اسلام قبول کر لیا۔ اس لئے ہمارا احسان مانئے۔

ع ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ جو لوگ سچے دل سے اسلام قبول کرتے ہیں وہ کسی پر احسان نہیں رکھتے بلکہ اللہ تعالیٰ کا احسان مانتے اور اس کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ایمان اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائی۔

(۳) یہ قرآن مجید اتنا عظیم الشان ہے کہ اس کی قسم کھائی جا سکتی ہے نیز یہ اپنی فصاحت و بلاغت اور اسرار و معارف کی بدولت آنحضرتؐ کی رسالت پر گواہ ہے۔ لیکن مقام حیرت ہے کہ قریش اور دوسرے کافر آپؐ کی رسالت کے دعوے کو عجیب و غریب بتاتے ہیں۔ اور آنحضرتؐ جو یہ خبر دیتے ہیں کہ مرنے کے بعد لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اس پر بھی کافر تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بات تو عقل سے بہت بعید معلوم ہوتی ہے کہ مٹی میں مل مل جانے کے بعد آدمی پھر زندہ ہو جائے۔

مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝۴
ان اجزاء کو جانتے ہیں جن کو مٹی کھا کھا کر کم کرتی ہے اور ہمارے پاس وہ کتاب ہے جس میں (سب کچھ) موجود ہے (۱)
بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝۵
بلکہ (عجیب بات یہ ہے کہ) جب ان کے پاس (دین) حق آیا تو انہوں نے اس کو جھٹلا یا غرض وہ ایک الجھی ہوئی حالت میں ہیں
اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا
کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا (اونچا اور بڑا) بنایا اور (ستاروں سے) اس کو آراستہ کیا
وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝۶ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا
اور اس میں کہیں شگاف نہیں ہے اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس میں
فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝۷
پہاڑوں کو جما دیا اور اس میں ہر قسم کی خوش نما چیزیں اگائیں
تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝۸ وَنَزَّلْنَا مِنَ
(جو ذریعہ ہے) بینائی اور دانائی (کا) ہر رجوع ہونے والے بندے کے لئے اور ہم نے آسمان سے
السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۝۹
برکت والا پانی برسایا پھر اس سے باغ اگائے اور کھیتی کا غلہ اگایا
وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝۱۰ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَ
اور لمبی لمبی کھجوریں جن کے خوشے تہہ بتہہ ہوتے ہیں یہ سب کچھ بندوں کو روزی دینے کیلئے کیا ہے اور
اَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝۱۱ كَذَّبَتْ
اس پانی سے ہم نے مردہ شہر کو زندہ کیا اسی طرح (قبروں سے) نکلنا ہوگا (۲) ان سے
قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ۝۱۲ وَعَادٌ وَّ
پہلے نوح کی قوم اور کنویں والے اور ثمود اور عاد اور

(۱) کافروں کو دوبارہ زندہ ہونے پر تعجب نہ کرنا چاہیئے بلکہ یوں سوچنا چاہیئے کہ مرنے سے روح تو فنا ہوتی نہیں، صرف جسم فنا ہوتا ہے اور اس کے اجزاء مٹی میں رل مل جاتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالٰے جانتا ہے کہ وہ کہاں کہاں پڑے ہیں اور وہ اس بات پر قادر ہے کہ ان سب اجزاء کو جمع کر کے جسم کا ڈھانچا کھڑا کر دے اور اس میں دوبارہ جان ڈال دے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالٰے کا علم قدیم ہے اور اس نے کائنات کا سب حال ایک کتاب میں لکھ دیا ہے جس کو لوح محفوظ کہتے ہیں۔

(۲) آنحضرتؐ کی رسالت بھی برحق ہے اور دوبارہ زندہ ہونا بھی برحق ہے۔ مگر بہت سے لوگ ان باتوں کو نہیں مانتے اور طرح طرح کے شبہات میں پڑے الجھ رہے ہیں۔

ان کو چاہیئے کہ کائنات پر ایک نظر ڈالیں اور اس سے اللہ تعالٰے کی قدرت کاملہ کا کچھ اندازہ کریں۔

اللہ تعالٰے نے آسمان کو ایسا بنایا ہے کہ بغیر کسی خرابی کے لاکھوں برس سے کھڑا ہے اور اس کو جگمگاتے ستاروں سے آراستہ کیا ہے۔

زمین کو بھی اسی نے بنایا اور اس کو فرش کی طرح پھیلا دیا اس پر بڑے بڑے پہاڑ کھڑے کئے اور اس میں طرح طرح کی خوش نما اور رونق دار چیزیں پیدا کیں۔ ان چیزوں سے وہ لوگ کانی بصیرت اور معرفت حاصل کر سکتے ہیں جو مادیات کی حد بندیوں سے نکل کر اللہ تعالٰے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس کی معرفت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

اور اللہ تعالٰے نے یہ انتظام فرمایا ہے کہ آسمان سے پانی برستا ہے جس کی مدد سے زمین پر میووں کے باغ اور غلے کے کھیت لہلہاتے ہیں اور کھجور کے لمبے لمبے درخت اگتے ہیں جن میں تہہ بتہہ خوشے لگتے ہیں۔ یہ سب انتظام اس لئے ہے کہ لوگوں کو اچھی اچھی چیزیں کھانے کے لئے مل سکیں۔

دیکھو! جس طرح پانی سے خشک زمین سرسبز ہو جاتی ہے، اسی طرح جب اللہ تعالٰے کا حکم ہوگا تو مردے زمین سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

فِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ﴿١٣﴾ وَّأَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۚ كُلٌّ

فرعون اور لوط کے بھائی اور بن کے رہنے والے اور تبع کی قوم نے جھٹلایا (غرض) ان

كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ ﴿١٤﴾ أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ ۚ بَلْ

سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو میرا عذاب پورا ہو کر رہا کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں (ہرگز نہیں) بلکہ

هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿١٥﴾ ع وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ

یہ از سر نو پیدا کرنے کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے

وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ

اور جو خیالات اس کے دل میں گزرتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس کے

الْوَرِيدِ ﴿١٦﴾ إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ

قریب ہیں (١) جب (انسان کوئی کام کرتا ہے تو) دو لکھنے والے جو دائیں اور بائیں بیٹھتے ہیں

الشِّمَالِ قَعِيدٌ ﴿١٧﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ

لکھ لیتے ہیں کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس

عَتِيدٌ ﴿١٨﴾ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ

تیار رہتا ہے (٢) اور موت کی سختی قریب آپہنچی (جو) برحق (ہے) (اے انسان) یہی وہ چیز ہے

مِنْهُ تَحِيدُ ﴿١٩﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ۚ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيدِ ﴿٢٠﴾

جس سے تو بھاگتا تھا اور صور پھونکا جائے گا یہی (عذاب کی) وعید کا دن ہوگا

وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَّشَهِيدٌ ﴿٢١﴾ لَقَدْ كُنْتَ

اور ہر شخص (اس طرح ہمارے سامنے) آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک چلانے والا ہوگا اور ایک گواہی دینے والا (ہم کہیں گے کہ)

فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ

تو اس سے غافل تھا اب ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھا دیا تو آج تیری نگاہ

ع ١ ١٥ ١٥

(١) یہ حقیقت سب جانتے اور مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے سب کو پیدا کیا ہے اور یہ بات کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا کہ پیدا کرنے کے بعد وہ تھک گیا ہے۔ پھر دوسری پیدائش کے بارے میں بعض لوگ کیوں شک میں پڑے ہیں؟
حقیقت یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے اور وہ اس کے سب حال سے خوب واقف ہے یہاں تک کہ انسان کے دل میں جو خیالات ہوتے ہیں ان کو بھی جانتا ہے۔ اور اس صورت حال پر تعجب نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو انسان کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔ خالق ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انسان سے اتنا قریب ہے کہ خود انسان بھی اپنے نفس سے اتنا قریب نہیں ہے۔

(٢) یوں تو اللہ تعالیٰ انسان کے ہر ارادے اور عمل سے واقف ہے لیکن اس نے یہ انتظام فرمایا ہے کہ ہر شخص کے ساتھ دائیں بائیں دو فرشتے رہتے ہیں جو اس کی ہر حرکت کی نگرانی کرتے ہیں اور جب وہ کوئی بات بولتا ہے یا عمل کرتا ہے تو اس کو لکھ لیتے ہیں۔ دائیں جانب کا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں جانب کا برائیاں۔

(۱) موت کا آنا برحق ہے. آدمی کتنی ہی کوشش کرے لیکن اس سے بچ نہیں سکتا.
اسی طرح قیامت کا آنا بھی برحق ہے کہ پہلے صور سے سارا عالم فنا ہو جائے گا اور دوسرے صور سے پھر لوگ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور حشر کے میدان میں حساب کتاب کے لئے جمع ہوں گے.
اس روز ہر شخص حشر کے میدان کی طرف اس طرح آئے گا
کہ اس کے ساتھ فرشتے ہوں گے. ایک اس کو اپنے ہمراہ لائے گا
اور دوسرا اس کے اعمال کا گواہ ہوگا.

الْيَوْمَ حَدِيدٌ ﴿۲۲﴾ وَقَالَ قَرِينُهُ هٰذَا مَا لَدَيَّ
بڑی تیز ہے اور اس کا ہمنشین (فرشتہ) کہے گا کہ یہ اس کا اعمال نامہ میرے پاس
عَتِيدٌ ﴿۲۳﴾ أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ﴿۲۴﴾
حاضر ہے (۱) (حکم ہوگا کہ) ہر سرکش ناشکرے کو جہنم میں ڈال دو جو مال میں بخل کرنے والا
مَنَّاعٍ لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُرِيبٍ ﴿۲۵﴾ الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ
حد سے بڑھنے والا شبہے نکالنے والا تھا جس نے اللہ کے ساتھ اور معبود مقرر
إِلٰهًا آخَرَ فَأَلْقِيَاهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ﴿۲۶﴾ قَالَ قَرِينُهُ
کر رکھے تھے تو اس کو سخت عذاب میں ڈال دو (۲) اس کا ساتھی (شیطان) کہے گا
رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ وَلٰكِنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ﴿۲۷﴾
کہ پروردگار! میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی راستے سے بھٹکا ہوا تھا (۳)
قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ بِالْوَعِيدِ ﴿۲۸﴾
(اللہ) فرمائے گا کہ ہمارے سامنے مت جھگڑو اور میں تو پہلے ہی تمہارے پاس (عذاب کی) وعید بھیج چکا تھا
مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ﴿۲۹﴾ يَوْمَ
میرے ہاں بات بدلا نہیں کرتی اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں (۴) جس دن
نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ﴿۳۰﴾
ہم دوزخ سے پوچھیں گے کہ کیا تو بھر گئی وہ کہے گی کیا اور بھی ہے؟ (۵)
وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ﴿۳۱﴾ هٰذَا مَا
اور جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی کہ (مطلق) دور نہ ہوگی یہی وہ چیز ہے جس کا
تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ﴿۳۲﴾ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ
تم سے وعدہ کیا جاتا تھا یعنی ہر رجوع کرنے والے پابندی کرنے والے سے جو (خدائے) رحمٰن سے بغیر دیکھے

پھر جب لوگ حشر کے میدان میں جمع ہو جائیں گے تو ان میں جو کافر ہوگا اس سے کہا جائے گا کہ تو غفلت میں پڑا تھا، سرکشی اور جہالت سے اس دن کو نہیں مانتا تھا. اب غفلت کا پردہ ہٹ گیا اور آج ہر چیز کو اچھی طرح دیکھ سکتا ہے اور یقین کر سکتا ہے کہ پیغمبر جو خبریں دیا کرتے تھے وہ سب سچی ہیں.

پھر فرشتہ اس کا اعمال نامہ پیش کر کے کہے گا کہ دیکھو اس کا روزنامچہ حاضر ہے کہ اس نے دنیا میں جو کچھ کیا ہے وہ سب اس میں موجود ہے.

(۲) پھر بارگاہِ ایزدی سے ان دونوں فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ان کو دوزخ میں ڈال دو کیونکہ ان بدبختوں نے ضد اور سرکشی سے حق کا انکار کیا، دوسروں کو بھی ایمان لانے اور نیک کام کرنے سے روکا، حد سے زیادہ سرکشی اور شرارت کی، دینِ حق میں شک و شبہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرایا اور معبود بنایا. یقیناً ایسے سرکش سخت عذاب کے مستحق ہیں لہٰذا ان کو دوزخ میں ڈال دو.

ع ۲ ۱۴ ۱۶
(۳) حدیث شریف میں ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان رہتا ہے. فرشتہ نیک کاموں کی ترغیب دیتا ہے اور شیطان برائیوں پر اکساتا ہے.

اس آیت میں 'قرین' سے وہی شیطان مراد ہے جو حشر کے میدان میں بھی موجود ہوگا. جب کوئی کافر خود کو بچانے کے لئے اپنے ساتھی شیطان پر الزام لگائے گا تو وہ عرض کرے گا کہ پروردگار! میں نے اس پر کچھ زبردستی نہیں کی. بس ذرا بہکایا کہ یہ پھسل پڑا اور گمراہی میں دور تک بہتا چلا گیا. لہٰذا اس کی نافرمانیوں کا میں ذمہ دار نہیں ہوں.

(۴) بارگاہِ ایزدی سے حکم ہوگا کہ ہمارے حضور میں جھگڑا مت کرو. ہم نے پیغمبروں کے ذریعے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ برائی پر اکسانے والا اور برائی کرنے والا دونوں گناہگار ہیں. یاد رکھو کہ ہماری بات ہرگز نہیں بدل سکتی۔ چونکہ تم دونوں مجرم ہو، اس لئے دونوں کو اپنے عمل کی سزا بھگتنی پڑے گی اور کسی پر ظلم نہیں ہوگا.

(۵) کافروں کو دوزخ کی ہولناکی کا تصور دلانے کے لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دوزخ سے پوچھے گا کہ کیا تیرا پیٹ بھر گیا، دوزخ عرض کرے گی کہ نہیں، بلکہ کچھ اور چاہیے.
حدیث شریف میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھ دے گا، وہ دب جائے گی، سمٹ جائے گی اور عرض کرے گی کہ بس، بس، اب میں بھر گئی.

بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۝۳۳ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ
ڈرتا رہا اور رجوع ہونے والا دل لے کر آیا ان جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ یہ ہمیشہ

يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝۳۴ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۝۳۵
رہنے کا دن ہے اس بہشت میں ان کو سب کچھ ملے گا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس اور بھی بہت کچھ ہے (۱)

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ
اور ہم نے ان سے پہلے کئی امتوں کے لوگوں کو ہلاک کر ڈالا جو قوت میں ان سے بہت

بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ۝۳۶ اِنَّ
زیادہ تھے اور تمام شہروں کو چھانتے پھرتے تھے کیا کہیں بھاگنے کی جگہ ہے بلاشبہ

فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى
اس میں اس شخص کے لئے بڑی نصیحت ہے جو دل رکھتا ہو یا متوجہ ہو کر

السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝۳۷ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ
نصیحت کی طرف کان لگاتا ہو (۲) اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو

الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا
اور جو کچھ ان میں ہے سب کو چھ دن میں پیدا کیا اور ہم کو کچھ تکان

مِنْ لُّغُوْبٍ ۝۳۸ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ
نہیں ہوئی تو اے پیغمبر! جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور سورج نکلنے سے پہلے اور

رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝۳۹ وَ
سورج ڈوبنے سے پہلے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کیا کرو اور

مِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝۴۰ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ
رات کے بعض اوقات میں بھی اور نماز کے بعد بھی اس کی تسبیح کیا کرو (۳) اور سنو کہ جس روز

(۱) قیامت کے دن جنت نیک لوگوں کے سامنے لائی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا کہ خوش ہو، یہی وہ جنت ہے جس کا پیغمبروں کے ذریعے تم سے وعدہ کیا گیا تھا کہ اس میں ایسے لوگ داخل ہوں گے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور اس کے احکام کی پابندی کرتے رہے، بے دیکھے اس سے ڈرے اور پاک و صاف دل لے کر اس کے حضور میں حاضر ہوے۔

چونکہ تم لوگ ان صفات سے متصف ہو اس لئے سلامتی اور اطمینان کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔ یاد رکھو کہ آج کے دن جو کچھ ملے گا وہ ہمیشہ کے لئے ملے گا۔ جنت کی زندگی ایسی ہوگی کہ اس میں جنتیوں کی ساری خواہشیں پوری کی جائیں گی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسی نعمتیں بھی دی جائیں گی جو ان کے خیال میں بھی نہ ہوں گی۔

(۲) جو لوگ آنحضرتؐ کا اور اسلام کا انکار کر رہے ہیں ان کو چاہیئے کہ تاریخ کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ گزشتہ زمانے میں کتنی قومیں سرکشی اور نافرمانی کی پاداش میں ہلاک کر دی گئیں، حالانکہ وہ زور و قوت میں ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں اور انھوں نے تجارت کی خاطر دنیا کے شہروں کو چھان مارا تھا۔

لیکن ان واقعات سے وہی شخص نصیحت حاصل کر سکتا ہے جس کے سینے میں حساس دل ہو کہ سوچے سمجھے یا وہ شخص جو دوسرے کی بات دل لگا کر سُنے اور اس پر غور و فکر کرے۔

(۳) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ کافروں کے انکار اور ان کی گستاخانہ باتوں پر صبر کرو۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے پروردگار کی یاد میں لگے رہو اور خاص طور پر صبح و شام اور رات میں اس کی حمد و ثنا اور تسبیح بیان کیا کرو۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت میں پانچوں نمازوں کی طرف اشارہ ہے۔ قبل طلوع الشمس سے نماز فجر، قبل الغروب سے نماز ظہر اور عصر اور من اللیل سے مغرب اور عشاء کی نمازیں مُراد ہیں۔

اور اَدْبَارَ السُّجُوْدِ سے اس طرف اشارہ ہے کہ نماز کے بعد تسبیح و تہلیل کرنا چاہیئے۔ اور فرض نماز کے بعد جو سنتیں اور نفلیں پڑھی جاتی ہیں، وہ بھی اسی میں داخل ہیں۔

يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿٤١﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ
پکارنے والا پاس ہی سے پکارے گا اور جس روز سب لوگ یقیناً اس چیخ کو
بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿٤٢﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَ نُمِيْتُ
سن لیں گے (اور قبروں سے) نکلنے کا یہی دن ہوگا بلاشبہ ہم ہی جلاتے اور ہم ہی مارتے ہیں
وَ اِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿٤٣﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ
اور ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے جس دن زمین مردوں سے پھٹ جائے گی (اور وہ) جھٹ پٹ
سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿٤٤﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا
(نکل کھڑے ہوں گے) یہ جمع کرنا ہمارے لئے آسان ہے (١) یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس کو
يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ
ہم جانتے ہیں اور (اے پیغمبر!) تم ان پر جبر کرنے والے نہیں پس جو ہماری (عذاب کی) وعید سے ڈرے اس کو قرآن
مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿٤٥﴾ ع
کے ذریعہ نصیحت کرتے رہو

(٥١) سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ

آیاتہا ٦٠ — رکوعاتہا ٣

سورہ ذاریات مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ﴿١﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ﴿٢﴾ فَالْجٰرِيٰتِ
قسم ہے ان ہواؤں کی جو غبار اڑاتی ہیں پھر (پانی کا) بوجھ اٹھاتی ہیں پھر آہستہ آہستہ
يُسْرًا ﴿٣﴾ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ﴿٤﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ
چلتی ہیں پھر حکم کے موافق تقسیم کرتی ہیں کہ جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے

(١) ہر شخص کو یہ بات کان لگا کر سننا چاہیئے کہ قیامت ضرور آئے گی۔ اس دن پکارنے والا فرشتہ (یعنی حضرت اسرافیلؑ) صور پھونک کر پکارے گا جس کی آواز سب سنیں گے گویا قریب ہی سے پکار رہا ہے۔ اور صور کی آواز سنتے ہی سب قبروں سے نکل پڑیں گے۔
اس خبر پر تعجب نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالے ہی پیدا کرتا ہے، اسی کے حکم سے موت آتی ہے اور وہی جب چاہے گا اپنے پاس بلائے گا۔ اس کے حکم سے زمین پھٹے گی اور لوگ اٹھ کر دوڑتے ہوئے حشر کے میدان کی طرف چلے آئیں گے۔ یقین رکھو کہ اس طرح لوگوں کو جمع کرنا اللہ تعالےٰ کے لئے بہت آسان ہے۔

ع ٣ ١٦ ١٧

لَصَادِقٌ ﴿۵﴾ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ

وہ سچا ہے اور (اعمال کی) جزا (وسزا) ضرور ہونے والی ہے (۱) قسم ہے آسمان کی جس میں

الْحُبُكِ ﴿۷﴾ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ﴿۸﴾ يُّؤْفَكُ عَنْهُ

راستے ہیں کہ (اے اہل مکہ) تم مختلف گفتگو میں پڑے ہو اس سے وہی باز رہتا ہے

مَنْ اُفِكَ ﴿۹﴾ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ

جو پھیرا گیا ہو (۲) اٹکل دوڑانے والے غارت ہو جائیں جو غفلت میں پڑے

غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَسْئَلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۲﴾

بھولے ہوئے ہیں پوچھتے ہیں کہ جزا (وسزا) کا دن کب ہوگا

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا

جس دن ان کو آگ میں عذاب دیا جائے گا (اور ان سے کہا جائے گا کہ) اپنی شرارت کا مزہ چکھو۔ یہ وہی

الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ

ہے جس کے لئے تم جلدی مچایا کرتے تھے (۳) بلاشبہ پرہیزگار بہشتوں اور

جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۵﴾ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ

چشموں میں (عیش کر رہے) ہوں گے اور جو جو نعمتیں ان کا پروردگار ان کو دیتا ہے ان کو لے رہے ہوں گے بیشک

كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶﴾ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ

وہ اس سے پہلے (دنیا میں) نیکوکار تھے وہ رات کے تھوڑے سے حصہ

مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَفِيْٓ

میں سوتے تھے اور سحر کے وقت استغفار کرتے تھے اور ان کے

اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ

مال میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے دونوں کا حق تھا (۴) اور یقین کرنے والوں کیلئے زمین میں بہت سی

(۱) قدرت الٰہی کا یہ انتظام ہے کہ سمندروں سے جو بخارات اٹھتے ہیں ان کو ہوائیں لے لیتی ہیں اور اڑا کر اوپر کی طرف لے جاتی ہیں، پھر وہ جم کر بادل کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جو پانی سے بھرے ہوتے ہیں، پھر ہوائیں آہستہ آہستہ چلتی ہیں اور بادلوں کو ادھر سے ادھر اڑائے پھرتی ہیں اور ایک انتظام کے مطابق تقسیم کرتی ہیں اور جگہ جگہ پانی برساتی ہیں جس سے خشک زمین جی اٹھتی ہے۔

اگر آدمی، ہواؤں اور بارش کے نظام پر ٹھنڈے دل سے غور کرے تو اس بات کا یقین پیدا ہو سکتا ہے کہ وحی الٰہی نے جو خبر دی ہے وہ ٹھیک ہے، یعنی یہ کہ قیامت آئے گی، اس کے بعد پھر زندگی کا ظہور ہوگا، مردے اٹھیں گے اور لوگوں کے اعمال کا حساب کتاب ہوگا۔

واضح ہو کہ بعض مفسرین نے 'الذّٰریٰتِ' سے ہوائیں، 'الْحٰمِلٰتِ' سے بادل، 'الْجٰرِیٰتِ' سے کشتیاں اور 'الْمُقَسِّمٰتِ' سے وہ فرشتے مراد لئے ہیں جو بارش اور رزق وغیرہ حکم الٰہی کے مطابق تقسیم کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۲) رات کے وقت آدمی دیکھتا ہے کہ کروڑوں ستارے آسمان پر چمکتے ہیں اور سیارے اپنے اپنے راستوں پر چلتے ہیں۔ اس منظر سے آدمی حیرت میں پڑ جاتا ہے اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا یقین پیدا ہوتا ہے۔

اس عظیم الشان آسمان کی قسم کھا کر فرمایا کہ لوگوں نے قرآن مجید، قیامت اور آخرت کی بات میں بے وجہ جھگڑے ڈال رکھے ہیں۔ ایسی باتیں وہی کرتا ہے جو سخت بدبخت ہو اور ایمان سے بالکل محروم کر دیا گیا ہو۔ ورنہ عظیم الشان آسمان کی بناوٹ اور اس کا عجیب و غریب نظام قرآن مجید کی سچائی، قیامت کے آنے اور آخرت کی زندگی پر گواہ ہے۔

(۳) یہ بدبخت محض اٹکل سے باتیں بناتے ہیں اور قیامت کا انکار کرتے ہیں، اور دنیا کے عیش و آرام کی وجہ سے قیامت کی طرف سے غفلت میں پڑے ہیں اور اس کا مذاق اڑانے کے لئے پوچھتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی اور اعمال کا حساب کتاب کب ہوگا۔

دیکھو! آج تو یہ بدبخت قیامت کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ لیکن اس وقت ان کو حقیقت معلوم ہوگی جب کہ قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد ان بدبختوں کو دوزخ میں عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ اب اپنی شرارت کا مزہ چکھو۔ یہ وہی ہے جس کا تم شرارت سے انکار کرتے تھے اور مذاق اڑاتے تھے۔

(۴) لیکن جو لوگ ایمان لائے اور پرہیزگار بن کر رہے وہ بہشت کے باغوں اور چشموں میں آرام سے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نعمتیں ان کو عطا ہوں گی، ان کو شکر کے ساتھ قبول کریں گے — یہ سب کچھ اس کا بدلا ہوگا کہ یہ لوگ دنیا میں نیکوکار اور پرہیزگار بن کر رہے تھے۔ ان کے خاص اعمال یہ تھے کہ رات کا زیادہ حصہ عبادت میں گزارتے تھے اور اس قدر عبادت پر بھی مغرور نہیں ہوتے تھے بلکہ پچھلی رات میں عرض کرتے تھے کہ پروردگار! عبادت میں جو کوتاہی رہ گئی ہو اس کو اپنے فضل سے معاف فرما دے — اس کے ساتھ ساتھ اپنا مال بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تھے کہ مانگنے والے اور نہ مانگنے والے دونوں کو دیا کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ گویا ان کے مال میں غریبوں کا کچھ حق ہے۔

لِلْمُوْقِنِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَفِی
نشانیاں ہیں اور تمہارے نفسوں میں (نشانیاں ہیں) تو کیا تم نہیں دیکھتے ؟ (۱) اور تمہارا

السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ
رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے (سب کا معین وقت) آسمان میں ہے تو آسمانوں اور زمین کے مالک کی قسم

وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ هَلْ
یہ بات (اسی طرح) برحق ہے جس طرح تم باتیں کرتے ہو (۲) کیا

اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا
تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے جب وہ ان کے

عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾
پاس آئے تو انھوں نے سلام کیا ابراہیمؑ نے (بھی جواب میں) کہا سلام (اور خیال کیا کہ) اجنبی لوگ ہیں

فَرَاغَ اِلٰٓی اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَیْهِمْ
پھر اپنے گھر والوں کے پاس گئے اور ایک (تلا ہوا) موٹا بچھڑا لائے پھر اس کو ان کے آگے رکھدیا

قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً ؕ قَالُوْا لَا
اور کہنے لگے کہ آپ کھاتے کیوں نہیں ؟ پھر دل میں ان سے خوف محسوس کیا فرشتوں نے کہا

تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ
ڈرو مت اور ان کو ایک دانشمند لڑکے کی خوشخبری سنائی پھر ابراہیمؑ کی بیوی چلاتی ہوئی

صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا
آئیں اور اپنا منہ پیٹ کر کہنے لگیں کہ (ایک تو) بڑھیا (دوسرے) بانجھ فرشتوں نے کہا

كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۰﴾
کہ تمہارے پروردگار نے ایسا ہی فرمایا ہے بلاشبہ وہ حکمت والا (اور) جاننے والا ہے (۳)

(۱) ضد اور ہٹ دھرمی کا تو کوئی علاج نہیں لیکن اگر آدمی حق بات پر یقین کرنے کے لئے آمادہ ہو تو آسمان و زمین میں بلکہ خود انسان کے اندر ایسی نشانیاں ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا وجود اس کی وحدانیت، آخرت کی زندگی قیامت اور حساب کتاب وغیرہ سب کچھ ثابت ہو سکتا ہے۔ لیکن شرط یہی ہے کہ آدمی آنکھیں کھول کر ان نشانیوں کو دیکھے اور ان پر غور کر کے صحیح نتیجے نکالے۔

(۲) یعنی تمہارا رزق، اس کی مقدار اور اس کے اسباب اسی طرح قیامت کا آنا بلکہ سارے معاملات آسمان پر لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں اور وہیں سے ہر بات کا حکم اپنے اپنے وقت پر اترتا ہے۔ لہٰذا جس طرح تم کو اپنے بولنے پر یقین ہے اسی طرح اس بات کا بھی یقین کرو کہ رزق تم کو ضرور پہنچے گا، قیامت ضرور آئے گی، حساب کتاب ہوگا، برے لوگ دوزخ میں اور نیک حضرات جنت میں جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے سارے وعدے پورے ہوں گے۔

ع ۱ ۲۲ ۱۸

(۳) حضرت ابراہیمؑ بڑے مہمان نواز تھے۔ ایک مرتبہ آدمیوں کی صورت میں چند فرشتے ان کے پاس آئے اور ان کو سلام کیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے سلام کا جواب دیا لیکن دل میں کہا کہ اجنبی لوگ ہیں۔ پھر گھر میں گئے اور بچھڑے کا تلا ہوا گوشت لاکر مہمانوں کے سامنے رکھدیا۔ مہمانوں نے کھانے پر ہاتھ نہیں ڈالا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابراہیمؑ کو تعجب ہوا اور کچھ ڈر بھی لگا۔ مہمانوں نے اپنی حقیقت ظاہر کردی، حضرت ابراہیمؑ کو اطمینان دلایا اور خوشخبری سنائی کہ بیٹا ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نبوت سے سرفراز فرمائے گا۔ حضرت سارہؓ قریب ہی کھڑی تھیں۔ انھوں نے یہ بات سنی تو پلٹیں، حیرت کے مارے اپنا منہ لپیٹ لیا اور کہنے لگیں کہ ایک تو بڑھیا اور دوسرے بانجھ پھر میرے بیٹا کیسے ہوگا؟

فرشتوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح فیصلہ فرمایا ہے۔ یہ کام اس کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ وہ ہر بات کا جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٣١﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ
(ابراہیم نے) کہا کہ فرشتو! تمہارا کیا مقصد ہے؟ (فرشتوں نے) کہا کہ
اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣٢﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ
ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ان پر کھنگر کے پتھر برسائیں جن پر
طِيْنٍ ﴿٣٣﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣٤﴾ فَاَخْرَجْنَا
حد سے بڑھ جانے والوں کے لئے تمہارے پروردگار کے ہاں سے نشان کردیئے گئے ہیں (۱) تو وہاں
مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٣٥﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ
جتنے ایمان والے تھے ان کو ہم نے نکال لیا اور اس میں ایک گھر کے سوا
بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٣٦﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ
مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا اور ہم نے اس واقعہ میں (ہمیشہ کے لئے) ایسے لوگوں کے واسطے عبرت
يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٣٧﴾ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ
رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں (۲) اور موسیٰ (کے قصہ) میں (بھی عبرت ہے) جبکہ ہم نے ان کو
اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ
فرعون کی طرف کھلی ہوئی دلیل (یعنی معجزہ) دے کر بھیجا تو اس نے اپنی قوت (کے گھمنڈ) پر منہ موڑ لیا اور کہنے
سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿٣٩﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي
لگا کہ یہ تو جادوگر ہے یا دیوانہ تو ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا پھر ان کو دریا میں پھینک دیا اور
الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿٤٠﴾ وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ
فرعون نے کام ہی ملامت کا کیا تھا (۳) اور عاد (کے قصہ) میں (بھی عبرت ہے) جبکہ ہم نے ان پر نامبارک
الْعَقِيْمَ ﴿٤١﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ
ہوا چلائی وہ جس چیز پر چلتی اس کو ریزہ ریزہ کئے بغیر

(۱) حضرت ابراہیمؑ نے فرشتوں کی حالت سے کچھ اندازہ لگایا اور سمجھا کہ اولاد کی خوشخبری کے علاوہ ان کا کچھ اور کام بھی ہے۔
چنانچہ انھوں نے فرشتوں سے پوچھا کہ تمہارا اور کیا مقصد ہے۔ فرشتوں نے جواب دیا کہ ہم ایک مجرم قوم یعنی قوم لوطؑ کو سزا دینے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اور اس سزا کی صورت یہ ہوگی کہ ان بدکاروں پر سخت مٹی کی کنکریاں برسائیں گے جن پر غیب سے کچھ نشانات لگے ہوں گے تاکہ معلوم ہو کہ معمولی کنکریاں نہیں بلکہ عذاب الٰہی کی کنکریاں ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہر کنکری پر ایک بدکار کا نام لکھا ہوگا۔
واضح ہو کہ ان آیتوں میں سدوم کی بستیوں کی تباہی کا ذکر ہے۔ یہ واقعہ سورۂ ہود (پارہ ۱۲) میں کچھ تفصیل سے گذر چکا ہے۔

(۲) یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے مطلب یہ ہے کہ ان بستیوں میں جو ایمان والے تھے تباہی سے پہلے ان کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دیا۔ اور وہاں ایمان والوں کا بس ایک ہی گھر تھا یعنی حضرت لوطؑ کا گھر اس میں بھی ان کی بیوی کو چھوڑ دیا گیا کیونکہ وہ بستی کے بدکاروں سے ملی ہوئی تھی۔
پھر ان بستیوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ ان تباہ شدہ بستیوں کے نشانات اب بھی موجود ہیں جن کو دیکھ کر لوگ عبرت حاصل کرسکتے ہیں اور اپنی حالت درست کرسکتے ہیں لیکن وہی لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں گے جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو اور اس کے عذاب سے بچنا چاہیں۔

(۳) یعنی حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے واقعے میں بھی عقلمندوں کے لئے عبرت کا سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو معجزات اور کھلی نشانیاں دے کر فرعون کے پاس بھیجا۔ جب حضرت موسیٰؑ نے اس کو پیغام حق پہنچایا تو اپنی سلطنت و قوت کے گھمنڈ پر اس بدبخت نے پیغام حق کا انکار کیا اور حضرت موسیٰؑ کے بارے میں کہا کہ یا تو یہ شخص جادوگر ہے اور یا دیوانہ ہے جو اپنے کو پیغمبر کہتا ہے چونکہ فرعون نے بہت سرکشی کی اور قابل ملامت کام کیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کے لشکر کو دریا میں غرق کر دیا۔

كَالرَّمِيمِ ﴿۴۲﴾ وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ ﴿۴۳﴾

نہیں چھوڑتی اور قوم ثمود (کے قصے) میں (بھی عبرت ہے) جبکہ ان سے کہا گیا کہ ایک وقت تک فائدہ اٹھا لو

فَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ وَهُمْ يَنظُرُونَ ﴿۴۴﴾

تو انھوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی تو ان کو کڑک نے آپکڑا اور وہ دیکھ رہے تھے

فَمَا اسْتَطَاعُوا مِن قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُنتَصِرِينَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ

پھر وہ نہ تو کھڑے ہی ہو سکے اور نہ ہم سے بدلا لے سکے اور اس سے پہلے

نُوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿۴۶﴾ وَالسَّمَاءَ

نوح کی قوم کو بھی ہم ہلاک کر چکے تھے بیشک وہ نافرمان لوگ تھے (۱) اور ہم ہی نے آسمانوں کو

بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ﴿۴۷﴾ وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا

اپنی قدرت سے بنایا اور ہم کو سب طرح کی قدرت ہے اور ہم ہی نے زمین کو فرش (کے طور پر) بچھایا

فَنِعْمَ الْمَاهِدُونَ ﴿۴۸﴾ وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ

تو (دیکھو) ہم کیا خوب بچھانے والے ہیں (۲) اور ہر چیز کی ہم نے دو دو قسمیں بنائیں

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ ۖ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ

تاکہ تم نصیحت حاصل کرو تو لوگو! تم اللہ کی طرف دوڑو بیشک میں اس کی طرف سے تم کو

نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۖ إِنِّي لَكُم

کھلا ڈرانے والا ہوں اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہ بناؤ بیشک میں اس کی

مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۵۱﴾ كَذَٰلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم

طرف سے تم کو کھلا ڈرانے والا ہوں (۳) اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو

مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿۵۲﴾ أَتَوَاصَوْا بِهِ ۚ بَلْ

پیغمبر آیا اس کو انھوں نے جادوگر یا دیوانہ کہا۔ کیا یہ لوگ ایک دوسرے کو اس بات کی وصیت کرتے آئے ہیں (نہیں) بلکہ

(۱) قوم عاد کے واقعے میں بھی بڑی عبرت ہے، حضرت ہودؑ نے ان کو نصیحت کی لیکن جب ان لوگوں کی سرکشی اور نافرمانی حد سے گذر گئی تو ان کو عذاب الٰہی نے آگھیرا یعنی ایک سخت آندھی چلی جو خیر و برکت سے بالکل خالی تھی اور جس چیز پر گزری اس کو چورا چورا کر ڈالا چنانچہ اس نے سرکش قوم عاد کو بھی تباہ و برباد کر ڈالا۔

اسی طرح قوم ثمود کا حال بھی قابل عبرت ہے۔ حضرت صالحؑ نے ان لوگوں کو آگاہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے کافی مہلت دی کہ سیدھے راستے پر آجائیں لیکن جب انھوں نے پیغام حق کا انکار کیا اور سرکشی سے باز نہ آئے تو دیکھتے ہی دیکھتے ایک ہولناک کڑک نے ان کو ہلاک کر دیا۔ زور و قوت اور تکبر و غرور کچھ کام نہ آیا۔ بدبخت بدلا تو کیا لیتے ان سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ گرنے کے بعد اٹھ کھڑے ہوتے۔

ع ۲ ۲۳ ۱

ان قوموں سے پہلے حضرت نوح کی قوم کے لوگ بھی سرکشی اور نافرمانی میں حد سے گزر گئے تھے چنانچہ وہ بھی ہلاک کر دیئے گئے۔ ان سب قوموں کے واقعات عقلمند لوگوں کے لئے قابل عبرت ہیں۔

(۲) گزشتہ قوموں کی تباہی کا حال بیان کرنے کے بعد اپنی قدرت کاملہ کی طرف متوجہ کرنے کے لئے فرمایا کہ ہم ہی نے اس عظیم الشان آسمان کو اپنی قدرت سے بنا کر کھڑا کر دیا۔ ہماری قدرت تو بہت بڑی ہے۔ اگر چاہیں تو اس سے بھی زیادہ عظیم الشان کائنات بنا کر کھڑی کر دیں اور تمھیں کیا معلوم کہ ہم نے کیا کیا پیدا کر رکھا ہے۔

اور دیکھو: ہم نے زمین کو ایسا بنایا ہے کہ وہ فرش کی طرح بچھی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور اس پر لوگ آرام سے رہتے ہیں اور چلتے پھرتے ہیں۔

(۳) یعنی ہر چیز میں نر اور مادہ کا جوڑا ہے جیسا کہ آج کل بھی سائنسداں مانتے ہیں۔ یا یہ کہ بعض چیزیں بعض چیزوں کے مقابل اور ضد ہیں جیسے آسمان و زمین، رات اور دن، سفید و سیاہ، خوبصورت اور بدصورت، مرد اور عورت وغیرہ۔

- جب یہ بات یقینی ہے کہ آسمان و زمین اور دوسری چیزیں بغیر کسی کی شرکت کے اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کی ہیں تو پھر لوگوں کے لئے اس کے سوا اور کیا چارۂ کار ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہوں اور توحید کو مانیں، ورنہ اگر شرک کیا تو آنحضرتؐ نے کھلے طریقے پر آگاہ فرما دیا ہے کہ اس کا نتیجہ بہت برا ہوگا۔

هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّ ذَكِّرْ

یہ سرکش لوگ ہیں (۱) تو (اے پیغمبر) ان سے اعراض کرو تم پر کوئی الزام نہیں اور (لوگوں کو)

فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ

نصیحت کرتے رہو بلاشبہ نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے (۲) اور میں نے جنوں اور انسانوں

وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ

کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں اور میں ان سے رزق کا طالب نہیں ہوں اور نہ

اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ

چاہتا ہوں کہ مجھے (کھانا) کھلائیں بلاشبہ اللہ ہی سب کو رزق پہنچانے والا قوت والا (اور)

الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ

توانا ہے (۳) تو ان ظالموں کے لئے عذاب کی باری مقرر ہے جس طرح ان کے ساتھیوں کی باری

اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

مقرر تھی تو ان کو چاہیئے کہ مجھ سے (عذاب کے لئے) جلدی نہ کریں غرض ان کافروں کے لئے اس دن (کے آنے)

مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾

سے بڑی خرابی ہوگی جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے (۴)

(۵۲) سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ

رکوعاتہا ۲ — آیاتہا ۴۹

سورۂ طور مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالطُّوْرِ ﴿۱﴾ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ﴿۲﴾ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ﴿۳﴾

قسم ہے (کوہ) طور کی اور اس کتاب کی جو کشادہ ورقوں میں لکھی ہوئی ہے

---

(۱) یعنی سرکش اور نافرمان قوموں کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے کہ انھوں نے اپنے اپنے پیغمبروں کے بارے میں یہی کہا کہ جادوگر ہے یا اس کو جنون ہوگیا ہے جو ہماری طرح کا آدمی ہو کر پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

یہ بات سرکش لوگوں میں اس طرح مشترک ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانے کے لوگ اپنے پیچھے آنے والوں کو اس کی وصیت کر جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ بھی اپنے پیغمبر کے بارے میں یہی کہتے ہیں کہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے (نعوذ باللہ)۔

(۲) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اگر سرداران قریش سیدھے راستے پر نہ آئیں تو زیادہ فکر مت کرو، کیونکہ تم پر کچھ الزام نہیں ہے۔ تمہارا کام نصیحت کرنا ہے اور نصیحت سے وہی لوگ فائدہ اٹھائیں گے جن کے دل میں ایمان کی طلب ہے اور وہ بھی جو ایمان لاچکے ہیں اور پرہیزگاری میں ترقی کرنا چاہتے ہیں۔

(۳) انسان اشرف مخلوقات ہے۔ وہ دوسری مخلوق پر حکومت کرتا ہے اور ان سے کام لیتا ہے۔ لیکن وہ کبھی یہ نہیں سوچتا کہ خود اس کی پیدائش کا مقصد کیا ہے۔

غافل انسان کو آگاہ کیا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ اس کی پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے یعنی اللہ تعالےٰ کو پہچانے، اس کے احکام کو مانے اور اسی کی عبادت کرے۔

ع ۳

پھر غافل انسان کو یہ بات بھی سوچنا چاہیئے کہ عبادت سے اسی کا فائدہ ہے۔ اللہ تعالےٰ کا تو کچھ فائدہ ہے نہیں وہ تو بے نیاز ہے۔ اس کو کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ وہ ایسا مالک نہیں ہے جیسا کہ مشرک بتوں کے بارے میں خیال کرتے ہیں کہ وہ کھانا مانگتے ہیں، چنانچہ وہ اپنے بتوں کے سامنے کھانا پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ تو ساری مخلوق کو روزی دیتا ہے اور بڑی قوت والا ہے۔ وہ احتیاج اور سوال سے بے نیاز ہے۔

(۴) سرداران قریش ہنسی اڑانے کی نیت سے عذاب کے لئے جلدی مچایا کرتے تھے۔ ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ ان شریروں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کی سزا علم الٰہی میں مقرر ہو چکی ہے جس طرح ان کے ہم مشرب جو پہلے گزر چکے ہیں ان کی سزا مقرر تھی۔ لہٰذا ان کو چاہیئے کہ سزا کے لئے جلدی نہ مچائیں، بلکہ اس سے ڈریں کیونکہ وہ دن ان کافروں کے لئے بڑی تباہی کا ہوگا۔

وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ﴿۴﴾ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ ﴿۵﴾ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ ﴿۶﴾
اور قسم ہے آباد گھر کی اور اونچی چھت کی اور ابلتے ہوئے دریا کی
إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ ﴿۸﴾
بلاشبہ تمہارے پروردگار کا عذاب واقع ہو کر رہے گا کوئی اس کو روک نہیں سکتا (۱)
يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا ﴿۹﴾ وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴿۱۰﴾
(یہ اس روز ہوگا) جس روز آسمان لرزنے لگے گا اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے
فَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۱﴾ الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ
تو اس روز جھٹلانے والوں کے لئے بڑی خرابی ہوگی جو جھٹلانے کے مشغلہ میں پڑے
يَلْعَبُونَ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يُدَعُّونَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿۱۳﴾ هَٰذِهِ
کھیل رہے ہیں (۲) جس روز ان کو دوزخ کی آگ کی طرف دھکیل دھکیل کر لے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا کہ)
النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿۱۴﴾ أَفَسِحْرٌ هَٰذَا أَمْ أَنْتُمْ
یہی وہ آگ ہے جس کو تم جھوٹ جانتے تھے تو کیا یہ جادو ہے یا تم کو
لَا تُبْصِرُونَ ﴿۱۵﴾ اصْلَوْهَا فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا سَوَاءٌ
نظر نہیں آتا اس میں داخل ہو جاؤ اور صبر کرو یا نہ کرو تمہارے لئے
عَلَيْكُمْ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۶﴾ إِنَّ
یکساں ہے جو کام تم کیا کرتے تھے یہ انہی کا بدلا تم کو مل رہا ہے (۳) بلاشبہ
الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ ﴿۱۷﴾ فَاكِهِينَ بِمَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ
پرہیزگار لوگ باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے جو کچھ ان کے پروردگار نے ان کو بخشا اس کی وجہ سے خوشحال ہوں گے
وَوَقَاهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا
اور ان کے پروردگار نے ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا لیا (ان سے کہا جائے گا کہ) اپنے اعمال کے بدلے میں مزے سے

(۱) طور یعنی: وہ پہاڑ جس پر حضرت موسیٰ مکالمۂ حق سے مشرف ہوئے۔ کتاب مسطور سے یا تو لوح محفوظ مراد ہے یا تورات یا قرآن مجید یا اعمال نامہ۔ بیت معمور: خانہ کعبہ کی سیدھ میں ساتویں آسمان پر ہے جس کا فرشتے طواف کرتے ہیں۔ سقف مرفوع سے آسمان مراد ہے۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ عظیم الشان چیزیں اس بات پر گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا پیغام برحق ہے۔ تو جو لوگ پیغام حق کا انکار کریں گے ان کو ضرور عذاب ہوگا جو کسی کے ٹالے نہ ٹل سکے گا۔

(۲) قیامت کے دن پہلے صور سے کائنات الٹ پلٹ ہو جائے گی، آسمان کانپنے لگیں گے، پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے اور روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔ اس دن لوگوں کی بڑی تباہی ہوگی جو پیغام حق کا انکار کرتے ہیں: قیامت کو جھٹلاتے ہیں اور باطل خیالات میں پڑے کھیل رہے ہیں۔

(۳) قیامت کے دن بدبخت کافروں کو دوزخ کے سامنے لے جایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ دیکھو! یہ وہی دوزخ کی آگ ہے جس سے پیغمبر تم کو ڈراتے تھے لیکن تم غرور اور سرکشی سے اس کو نہیں مانتے تھے۔ وحی الٰہی کو تم جادو اور پیغمبروں کو جادوگر کہتے تھے۔ اب بتاؤ کہ کیا یہ سچ مچ دوزخ نہیں ہے یا محض جادو اور دھوکا ہے یا اب بھی تم کو کچھ دکھائی نہیں پڑتا جس طرح دنیا میں تم اندھے تھے اور پیغمبروں کی سچائی تم کو نظر نہیں آتی تھی۔

اچھا: اب اس دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ اگر واویلا کرو گے تو کوئی تمہاری مدد نہیں کرے گا اور اگر عذاب کو برداشت کرو گے تب بھی تم کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ بہرحال ہمیشہ تم کو اسی میں رہنا ہے۔ دیکھو! یہ کچھ ظلم نہیں ہے بلکہ تمہارے اعمال کی واجبی سزا ہے۔

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَ

کھاؤ اور پیو برابر برابر بچھے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اور

زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ

بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ہم ان کا بیاہ کر دیں گے (۱) اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی

ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ

(راہ) ایمان میں ان کے پیچھے چلی ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے درجے تک پہنچا دیں گے اور ان کے

مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿۲۱﴾

اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے ہر شخص اپنے اعمال میں پھنسا ہوا ہے (۲)

وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾ يَتَنَازَعُوْنَ

اور جس طرح کے میوے اور گوشت کو ان کا جی چاہے گا ہم لگاتار ان کو عطا کریں گے وہ وہاں ایک دوسرے سے

فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَيَطُوْفُ

جام شراب جھپٹ لیا کریں گے جس سے نہ بیہودہ بکواس ہوگی اور نہ گناہ کی بات اور نوجوان خدمتگار

عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾ وَاَقْبَلَ

ان کے آس پاس پھریں گے (جو ایسے ہوں گے) جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی اور ایک دوسرے

بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَاۗءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا

کی طرف متوجہ ہو کر آپس میں گفتگو کریں گے (اور) کہیں گے کہ اس سے پہلے

قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا

ہم اپنے گھر میں (یعنی دنیا میں) (انجام سے) ڈرتے رہتے تھے تو اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں

عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ

دوزخ کے عذاب سے بچا لیا ہم اس سے پہلے اس سے دعائیں کیا کرتے تھے بےشک وہ احسان کرنے والا

(۱) یعنی کافر دوزخ میں عذاب بھگتیں گے لیکن ایمان والے اور پرہیزگار حضرات کو اللہ تعالیٰ دوزخ سے محفوظ رکھے گا بلکہ وہ بہشت کے باغوں میں نہایت عیش و آرام سے رہیں گے اور وہاں ان کو اللہ تعالیٰ جو نعمتیں عطا فرمائے گا ان سے لذت اندوز ہوں گے۔

وہاں ان سے کہا جائے گا کہ خوب مزے سے کھاؤ پیو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ایمان اور نیک اعمال کو قبول کر کے ان کا یہ بدلا عطا فرمایا ہے۔

جنتی حضرات کی مجلس اس طرح ہوگی برابر برابر بچھے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے باتیں کریں گے اور ان حضرات کی خوش طبعی کا یہ سامان بھی ہوگا کہ بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ان کے ساتھ رہیں گی۔

(۲) اعلیٰ درجے کے ایمان والوں کی اس طرح بھی عزت افزائی کی جائے گی کہ ان کی خاطر سے جنت میں ان کی اولاد کو بھی انہی کے ساتھ رکھا جائے گا اگرچہ ان کے اعمال بزرگوں کے برابر نہ ہوں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ بھی ایماندار ہوں اور بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے رہے ہوں۔

عام قانون تو یہی ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں رہن ہے اور نیک اعمال کے بدلے میں انہی کے لحاظ سے مقررہ ثواب پانے کا مستحق ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس کے چاہے درجے بلند کر دے۔ اس سے اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور نہ اس میں کسی کی حق تلفی ہے۔

الرَّحِيمُ ﴿٢٨﴾ فَذَكِّرْ فَمَا أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا
(اور) مہربان ہے (۱) تو (اے پیغمبر) تم (لوگوں کو) نصیحت کرتے رہو تم اپنے پروردگار کے فضل سے نہ تو کاہن ہو اور نہ

مَجْنُونٍ ﴿٢٩﴾ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ ﴿٣٠﴾
مجنون (۲) کیا کافر کہتے ہیں کہ یہ (تو) ایک شاعر ہیں (اور) ہم ان کے بارے میں گردش زمانہ (یعنی موت) کا انتظار کر رہے ہیں؟

قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ﴿٣١﴾ أَمْ
تو (ان سے) کہہ دو کہ تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں (۳) کیا

تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَٰذَا ۚ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿٣٢﴾ أَمْ
ان کی عقلیں ان کو یہی سکھاتی ہیں یا یہ لوگ بڑے شریر ہیں (۴) کیا

يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ ۚ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٣﴾ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ
یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے قرآن خود بنا لیا ہے (نہیں) بلکہ یہ ایمان نہیں لاتے پس اگر یہ سچے ہیں

مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٣٤﴾ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ
تو اسی طرح کا کوئی کلام بنا لائیں (۵) کیا یہ کسی کے پیدا کئے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں یا

هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿٣٥﴾ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَل لَّا
یہ خود اپنے خالق ہیں؟ یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ بلکہ یہ لوگ

يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ
یقین نہیں کرتے (۶) کیا ان کے پاس تمہارے پروردگار کے خزانے ہیں یا یہ

الْمُصَيْطِرُونَ ﴿٣٧﴾ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ ۖ فَلْيَأْتِ
(کہیں کے) داروغہ ہیں؟ کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر (چڑھ کر آسمان سے باتیں) سن آتے ہیں

مُسْتَمِعُهُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ
تو ان میں کا جو سن آتا ہو وہ کھلی دلیل پیش کرے (۷) کیا اللہ کی تو بیٹیاں اور تمہارے

ع ۲ / ۲۸

(۱) جنتی حضرات آراستہ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھ کر مختلف قسم کی باتیں کریں گے. باتوں باتوں میں یہ بھی کہیں گے کہ بھائی! ہم تو دنیا میں ڈرتے رہتے تھے کہ دیکھئے کیا انجام ہو؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے بڑا کرم فرمایا کہ ہم کو دوزخ کی جھلسنے والی لو بھی نہ لگنے دی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے بھی تھے لیکن اس کے رحم و کرم سے اُمید لگا کر اس سے دعائیں بھی مانگتے تھے کہ دوزخ سے محفوظ رکھنا اور جنت عطا فرمانا آج دیکھ لیا کہ اس نے اپنے رحم و کرم سے ہماری التجائیں قبول فرمائیں. ہم کس زبان سے اس کا شکر ادا کریں؟ —— (۲) عرب میں کاہن ہوتے تھے اور کاہن کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ کوئی ناپاک رُوح یا جن اس کے تابع ہے جس کے ذریعے اس کو غیب کی خبریں معلوم ہوتی رہتی ہیں۔

مغرور سرداران قریش آنحضرتؐ کی رسالت کو نہیں مانتے تھے اور گستاخی سے آپؐ کی شان اقدس میں کہتے تھے کہ (نعوذ باللہ) کاہن یا دیوانے ہیں۔

چنانچہ اس آیت میں آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے اور لوگوں کو آپؐ کی رسالت کا یقین دلانے کے لئے فرمایا کہ یقین رکھو کہ نہ تم کاہن ہو اور نہ دیوانے، بلکہ رسول ہو. سرداران قریش کی بکواس کی پرواہ مت کرو اور رسالت کا فرض انجام دیتے رہو یعنی لوگوں کو پیغام حق پہنچاتے رہو اور نصیحت کرتے رہو۔

(۳) سرداران قریش آنحضرتؐ کی شان اقدس میں یہ بھی کہتے تھے کہ (نعوذ باللہ) آپؐ شاعر ہیں اور جس طرح بہت سے شاعر دنیا سے چلے گئے اسی طرح یہ بھی گزر جائیں گے. پھر ان کا اور ان کے دین کا کوئی نام بھی نہ لے گا۔

آنحضرتؐ سے فرمایا کہ ان بدبختوں سے کہو کہ اچھا! تم بھی انتظار کرو اور میں بھی کرتا ہوں مطلب یہ ہے کہ چند روز انتظار کرو معلوم ہو جائے گا کہ اس کشمکش کا انجام کیا ہوتا ہے چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ مغرور سرداران قریش نیست و نابود ہو گئے اور اسلام ساری دنیا میں پھیل گیا۔

(۴) مغرور سرداران قریش اپنے کو بڑا عقلمند سمجھتے تھے. ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ کیا یہی عقلمندی ہے کہ رسول اور شاعر میں فرق نہیں کر سکتے. جو لوگ عقلمند ہیں انھوں نے تو آپؐ کے پیغمبرانہ اخلاق اور قرآن مجید کی معجزانہ فصاحت و بلاغت کو دیکھ کر سمجھ لیا کہ آپؐ پیغمبر ہیں اور آپؐ پر ایمان لے آئے. حقیقت یہ ہے کہ یہ بدبخت بھی سمجھتے ہیں کہ آنحضرتؐ اللہ کے رسول ہیں اس لئے کہ عقل کا فیصلہ اس کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا. لیکن یہ ظالم محض سرکشی اور ضد سے آپؐ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں۔

(۵) مغرور سرداران قریش کہتے تھے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں نازل ہوتا بلکہ آنحضرتؐ خود بنا لیتے ہیں یا کسی سے بنوا لیتے ہیں۔

اس نامعقول اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ یہ بدبخت ایمان لانا ہی نہیں چاہتے. اس لئے طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں. ورنہ اگر یہ لوگ حق کے طالب ہوں اور ایمان لانا چاہیں تو اس بات کا کافی ثبوت موجود ہے کہ قرآن مجید وحی الٰہی ہے —— ذرا اس بات پر غور کریں کہ یہ خود اہل زبان ہیں اور فصاحت و بلاغت کا بڑا دعویٰ کرتے ہیں. اگر قرآن مجید کسی انسان کا بنایا ہوا ہے، جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں، تو پھر یہ خود ایسا کلام بنا کر پیش کر دیں —— (۶) یعنی جو لوگ قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے کا انکار کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہیں ہے. اگر وہ یہ سمجھتے ہیں تو پھر بتائیں کہ ان کا اور ساری کائنات کا پیدا کرنے والا کون ہے. کیا وہ بغیر کسی خالق کے پیدا ہو گئے یا وہ خود اپنے آپ خالق ہیں یا یہ کہ آسمان و زمین کو انھوں نے پیدا کیا ہے. حقیقت یہ ہے کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی صحیح نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کا اور ساری کائنات کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے. یہ بدبخت خود بھی اپنے

الْبَنُوْنَ ﴿٣٩﴾ اَمْ تَسْــَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٠﴾

بیٹے؟ (اے پیغمبر!) کیا تم ان سے اجرت مانگتے ہو کہ ان پر تاوان کا بوجھ پڑ رہا ہے (۱)

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٤١﴾ اَمْ يُرِيْدُوْنَ

کیا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے کہ اسے لکھ لیتے ہیں (۲) کیا یہ لوگ کوئی داؤ کرنا چاہتے

كَيْدًا ۖ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ

ہیں تو (یاد رکھو) کافر خود داؤ میں آنے والے ہیں (۳) کیا ان کے لئے اللہ کے سوا

غَيْرُ اللّٰهِ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٤٣﴾ وَاِنْ يَّرَوْا

اور کوئی معبود ہے اللہ ان کے شرک سے پاک ہے اور اگر یہ آسمان

كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿٤٤﴾

(سے عذاب) کا کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھیں تو کہیں کہ یہ گاڑھا بادل ہے (۴)

فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿٤٥﴾

تو (اے پیغمبر!) ان کو چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ اس دن کو دیکھ لیں جس میں ان کے ہوش اڑ جائیں گے

يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْــًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٤٦﴾

جس دن نہ تو ان کا کوئی داؤ ان کے کام آئے گا اور نہ کہیں سے ان کو مدد ملے گی

وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

اور ظالموں کے لئے اس کے سوا اور عذاب بھی ہے لیکن ان کے اکثر

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا

نہیں جانتے (۵) اور (اے پیغمبر!) تم اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر کئے رہو تم ہماری

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٤٨﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ

حفاظت میں ہو اور جب اٹھا کرو تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کیا کرو اور رات کے بعض اوقات میں بھی

(بقیہ تفسیر صفحہ ۹۴۲) دلوں میں اس حقیقت کو سمجھتے ہیں لیکن محض سرکشی اور ضد سے آنحضرتؐ کی بات پر ایمان نہیں لاتے۔

(۷) مغرور سرداران قریش آنحضرتؐ کی رسالت کا انکار کرتے ہوئے یہ بھی کہتے تھے کہ اگر وحی الٰہی آنا ہی تھی تو مکے اور طائف کے سرداروں میں سے کسی نامور سردار کے پاس آتی۔ اس مہمل اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ کیا اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت کے خزانے ان لوگوں کے قبضے میں دے رکھے ہیں یا یہ کہ یہ بدبخت خود مالک اور حاکم بن بیٹھے ہیں کہ جسے چاہیں پیغمبر بنائیں۔

یا ان بدبختوں کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس کے ذریعے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں، وہاں کی باتیں سن آتے ہیں اور آنحضرتؐ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں۔ اگر واقعی ان میں سے کوئی آسمان کی باتیں سن کر آیا ہے تو دلیل کے ساتھ پیش کرے۔

(تفسیر صفحہ ہٰذا) (۱) یعنی کیا یہ لوگ اس وجہ سے ایمان نہیں لاتے کہ آنحضرتؐ ان سے تبلیغ اسلام پر کوئی بہت بڑا معاوضہ طلب کرتے ہیں جس کے بوجھ کے نیچے یہ دبے ہوئے ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں ہے کیونکہ اللہ کے رسول تو لوگوں سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے وہ تو یہ اعلان کرتے ہیں مَآ اَسْــَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ یعنی میں تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگتا۔ میرے کام کا ثواب تو اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے مجھ کو عطا فرمائے گا۔

(۲) یعنی جب یہ حقیقت ہے کہ ان بدبختوں کے پاس تو کوئی غیب کی خبر آتی نہیں، تو پھر یہ آنحضرتؐ پر کیوں ایمان نہیں لاتے اور آپؐ کی باتوں کو کیوں نہیں مانتے جبکہ آپؐ وحی الٰہی سے خبر پا کر قیامت اور آخرت کے بارے میں صحیح صحیح حالات ان کو بتاتے ہیں۔

(۳) سرداران قریش اپنی اکثریت اور قوت کے نشے میں مست تھے اور مکر و فریب اور خفیہ تدبیریں کرکے حق کو نیست و نابود کرنا چاہتے تھے۔ ان مغروروں کو آگاہ کرنے کے لئے فرمایا کہ وہ ہرگز کامیاب نہیں ہوں گے بلکہ ان کا مکر و فریب انہی پر الٹ دیا جائے گا اور وہ خود ہی برباد ہو جائیں گے چنانچہ جنگ بدر میں ابوجہل وغیرہ ہلاک ہو گئے۔

(۴) حقیقت یہ ہے کہ ان بدبختوں کے ایمان نہ لانے کی وجہ محض ان کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے اور ان کی ضد اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ اگر ان کے سروں پر آسمان کا ٹکڑا ابھی گرا دیا جائے جیسا کہ یہ فرمائش کرتے ہیں، تو یہ ضد کے مارے اس کو دیکھ کر بھی نہیں مانیں گے اور کہیں گے کہ یہ تو ایک بادل کا ٹکڑا ہے۔ (۵) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ جب ان بدبختوں کی ضد اور ہٹ دھرمی کا یہ حال ہے تو پھر ان کے ایمان لانے کی کیا توقع ہو سکتی ہے اس لئے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور انتظار کرو ایک دن آنے والا ہے یعنی قیامت، جبکہ یہ بدبخت ایک ہولناک کڑک سے بیہوش ہو جائیں گے اس دن نہ تو ان کا مکر و فریب ہی ان کے کچھ کام آئے گا اور نہ ان کو کہیں سے کچھ مدد مل سکے گی بلکہ ان ظالموں کے لئے تو آخرت کے عذاب سے پہلے بھی طرح طرح کا عذاب ہے یعنی قحط، بیماری اور قتل وغیرہ لیکن افسوس ہے کہ ان میں سے اکثر ان باتوں کو جانتے اور مانتے نہیں۔

وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ۝۴۹
اور ستاروں کے ڈوبنے کے بعد بھی

رکوعاتها ۳ سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ (۵۳) آیاتها ۶۲
سورۂ نجم مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝۱ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝۲ وَمَا
قسم ہے تارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے کہ تمہارے رفیق (یعنی محمدؐ) نہ بھٹکے اور نہ غلط راستہ چلے اور نہ
يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝۴ عَلَّمَهٗ
وہ اپنی خواہش سے کہتے ہیں ان کا کہنا تو وحی ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے (۱) ان کو اس نے
شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝۵ ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى ۝۶ وَهُوَ بِالْاُفُقِ
تعلیم دی جو نہایت قوت والا (اور) زور آور ہے پھر وہ سیدھا ہوا اور وہ آسمان کے اونچے
الْاَعْلٰى ۝۷ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝۸ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ
کنارے پر تھا پھر اور زیادہ قریب ہوا تو دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا یا اس سے
اَدْنٰى ۝۹ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝۱۰ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ
بھی کم پھر اللہ نے اپنے بندے (محمدؐ) کی طرف وحی بھیجی جو کچھ کہ بھیجی (۲) جو کچھ انھوں نے دیکھا اس کو ان کے دل نے
مَا رَاٰى ۝۱۱ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝۱۲ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً
جھوٹ نہ جانا کیا جو کچھ انھوں نے دیکھا تم اس کے بارے میں ان سے جھگڑتے ہو اور انھوں نے اس کو ایک اور دفعہ بھی
اُخْرٰى ۝۱۳ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝۱۴ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝۱۵
دیکھا ہے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے

(۱) اَلنَّجْمِ کے کئی معنی بیان کئے گئے ہیں. اکثر مفسرین نے اس سے عام ستارہ مُراد لیا ہے ـ مطلب یہ ہے کہ جس طرح ستارہ طلوع سے غروب تک ایک مقررہ راستہ پر چلتا ہے اِدھر اُدھر نہیں ہٹتا' اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی سیدھے راستہ پر ہیں. دیکھو وہ تمہارے ساتھ ہی مکہ میں رہتے ہیں. تم ان کی پاکیزہ زندگی سے واقف ہو. ان کے بلند اخلاق کو دیکھ کر تم نے خود ہی ان کو صادق اور امین کا لقب دیا تھا. پھر اب کیا ہو گیا جو تم ان کو گمراہ بتاتے ہو حالانکہ وہ کوئی بات بھی اپنی خواہش سے نہیں کہتے. ان کے پاس وحی آتی ہے' اس کو تمہارے آگے پیش کر دیتے ہیں یا اس کی روشنی میں ہدایات دیتے ہیں.

(۲) عام طور پر مفسرین ان آیتوں کا مطلب اس طرح بیان کرتے ہیں کہ سرداران قریش وحی کی سچائی کو نہیں مانتے تھے اور اس کے بارے میں طرح طرح کی باتیں بناتے تھے' اس لئے وحی لانے والے یعنی حضرت جبریلؑ کے صفات اور کمالات بیان فرمائے اور بتایا کہ وہ بڑے طاقتور ہیں اور ہر طرح قابل اعتبار ہیں.

ع ۲/۲۱/۴

نیز یہ کہ آنحضرتؐ نے ان کو اصلی صورت میں بھی دیکھا ہے. لہٰذا وحی کے بارے میں کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے.

لکھا ہے کہ حضرت جبریلؑ پہلی مرتبہ اپنی اصلی صورت میں کوہ حرا کے پاس مشرقی افق پر آنحضرتؐ کو نظر آئے. آپؐ نے ان کو دیکھا کہ کرسی پر سیدھے بیٹھے ہیں. ان کے بازو چھ سو ہیں اور دوسرے کنارے تک پھیلے ہوئے ہیں. یہ غیر معمولی منظر دیکھ کر آپ گھبرا گئے. پھر جبریلؑ تسلی کے لئے انسانی صورت میں آپؐ کے پاس آئے اور بہت قریب ہو گئے. پھر اس وقت اللہ نے جبریلؑ کے ذریعہ وحی بھیجی. لکھا ہے کہ سورۂ مُدَّثِّر کی ابتدائی آیتیں اسی وقت نازل ہوئی تھیں.

واضح ہو کہ حضرت حسن بصریؒ کے نزدیک اِسْتَوٰى وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا اور وہ بلند ترین مرتبے پر ہے.

اور دَنٰى فَتَدَلّٰى کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے نہایت قریب ہوئے اور ہم کلامی سے مشرف ہوئے جیسا کہ معراج شریف کی حدیث میں آتا ہے کہ جب آپؐ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے تشریف لے گئے تو حق تعالیٰ کی طرف سے آواز آتی تھی اُدْنُ يَا مُحَمَّدُ اُدْنُ يَا مُحَمَّدُ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ دَنٰى فَتَدَلّٰى کی ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہیں. اسی طرح حضرت انس بن مالکؓ سے بھی روایت ہے کہ انھوں نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ وَدَنَا الْجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّةِ فَتَدَلّٰى حَتّٰى كَانَ مِنْهُ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى. مطلب یہ ہے کہ ربُّ العزت آنحضرتؐ سے قریب ہوا اور بہت قریب ہوا پھر آپ کو ہم کلامی کا شرف بخشا اور کون بتا سکتا ہے کہ اس وقت حقائق و معارف کے کیا کیا عظیم الشان رازہائے سربستہ آپؐ پر کھولے گئے. واضح ہو کہ اس مقام پر قرب الٰہی کا مطلب اسی طرح سمجھنا چاہیے جس طرح مشہور حدیث شریف میں سمجھا جاتا ہے مَنْ تَقَرَّبَ مِنِّيْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا (الحدیث) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے' میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں.

إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ ⑯ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ⑰

جبکہ اس سدرۃ المنتہیٰ پر چھا رہا تھا جو کچھ چھا رہا تھا   ان کی نگاہ نہ تو بہکی اور نہ (حد سے) آگے بڑھی

لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ⑱ أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ

انھوں نے اپنے پروردگار کی (قدرت کی) بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں (۱) بھلا تم نے لات

وَالْعُزَّىٰ ⑲ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ ⑳ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ

اور عزیٰ   اور تیسرے مناۃ (کے حال) پر غور کیا ہے کیا تمھارے لئے تو بیٹے (تجویز) ہوں اور اللہ

الْأُنْثَىٰ ㉑ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ ㉒ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ

کے لئے بیٹیاں   یہ تقسیم تو بہت ہی بے ڈھنگی ہے (۲) یہ تو صرف نام ہی نام ہیں

سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ

جو تم اور تمھارے باپ دادا نے گھڑ لئے ہیں   اللہ نے تو ان کی کوئی سند نازل

سُلْطَانٍ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ۖ

نہیں کی   یہ لوگ محض گمان اور خواہشات نفسانی کے پیچھے چل رہے ہیں

وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَىٰ ㉓ أَمْ لِلْإِنْسَانِ

حالانکہ ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے (۳) کیا انسان جس چیز کی آرزو کرتا

مَا تَمَنَّىٰ ㉔ فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ㉕ وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ

ہے وہ اسے ضرور ملتی ہے؟   پس آخرت اور دنیا تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے   اور آسمانوں میں بہت

فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ

سے فرشتے ہیں جن کی   سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی مگر بعد اس کے کہ

يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ ㉖ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

اللہ جس کے لئے چاہے اجازت بخشے اور سفارش پسند کرے (۴) بیشک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے

(۱) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریلؑ کو اچھی طرح دیکھا اور آپ کے قلب مبارک نے آنکھ کو نہیں جھٹلایا بلکہ اس کی تصدیق کی۔ تعجب ہے کہ لوگ وحی کے بارے میں آنحضرتؐ سے جھگڑتے ہیں اور اس میں طرح طرح کے شبہات نکالتے ہیں۔ لکھا ہے کہ معراج کی رات آنحضرتؐ نے حضرت جبریلؑ کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دوسری مرتبہ اصلی صورت میں دیکھا تھا۔ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر بیری کا درخت ہے جس کی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی۔ دونوں عالموں کے درمیان گویا وہ ایک سرحدی چوکی ہے۔ احکام الٰہی پہلے سدرۃ المنتہیٰ پر نازل ہوتے ہیں پھر وہاں سے فرشتے ان کو لیتے ہیں اور حسب ہدایت اس عالم پر جاری کرتے ہیں۔ اسی طرح لوگوں کے اعمال فرشتے وہاں تک لے جاتے ہیں۔

معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ پر بڑی بہار تھی۔ اس پر انوارِ الٰہی کی بارش ہو رہی تھی اور فرشتے سنہری پروانوں کی طرح اس پر ہجوم کئے ہوئے تھے۔ الغرض اس رات آنحضرتؐ نے بڑے بڑے عجائبات قدرت دیکھے اور جو کچھ دیکھا اس کو نگاہ بھر دیکھا جس میں کسی طرح شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

واضح ہو کہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انس بن مالکؓ مَا یَرٰی اور رَاٰہُ کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ معراج کی رات آنحضرتؐ دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے۔

تطبیق مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب حیدر آبادی "تفسیر قادری" میں تحریر فرماتے ہیں، رویت کے باب میں دو قول جو مذکور ہوئے، فقیر کی رائے میں اس کو اختلاف پر محمول نہ کیا جائے بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ

حضرت جبریلؑ کو دیکھنا جو مروی ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت اور سیاق کلام باری کے بھی مطابق ہے، اس کے انکار کی ضرورت نہیں، آنحضرتؐ نے بیشک جبریلؑ کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا، یہ شرف بجائے خود امتیازی شان رکھتا ہے کہ دوسرے انبیاء و رسل علی نبینا و علیہم السلام کو یہ شرف حاصل نہ تھا مگر وہاں جو کچھ مشاہدہ فرمایا اس کو رویت جبریلؑ پر حصر نہ کیا جائے۔ جبریلؑ کو بھی دیکھا اور آیات کبریٰ، جنت، دوزخ، سدرۃ المنتہیٰ، رفرف، عرش اعظم، بیت المعمور، انبیاء و رسل اولوالعزم، لامکان اور وراء الوراء وغیرہ وغیرہ بھی مشاہدہ مبارک میں آئے اور اس کے علاوہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ کے دیدار با انوار سے بھی مشرف و ممتاز ہوئے۔ یہی مذہب اہل حق (اہل السنۃ والجماعت) کا ہے۔"

ع ۵ / ۲۵

مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے اس طرح تطبیق دی ہے:

"معلوم ہوا کہ خداوند قدوس کی تجلیات و انوار متفاوت ہیں بعض انوار قاہرہ للبصر ہیں بعض نہیں، اور رویت رب فی الجملہ دونوں پر صادق آتی ہے۔ اور اسی لئے کہا جا سکتا ہے کہ جس درجہ کی رویت مومنین کو آخرت میں نصیب ہوگی جبکہ نگاہیں تیز کر دی جائیں گی جو اس تجلی کو برداشت کر سکیں گی وہ دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔ ہاں ایک خاص درجہ کی رویت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں ابن عباسؓ کی روایت کے موافق میسر ہوئی اور اس خصوصیت میں کوئی بشر آپ کا شریک و سہیم نہیں نیز الٰہی انوار و تجلیات کے تفاوت و تنوع پر نظر کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ حضرت عائشہؓ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں شاید وہ نفی ایک درجہ میں کرتی ہوں اور یہ اثبات دوسرے درجہ میں کر رہے ہوں۔" واللہ اعلم ۔۔۔ (۲) اوپر کی آیتوں میں رسالت کا بیان تھا۔ ان آیتوں میں توحید کا ذکر ہے۔ لات، منات اور عزیٰ عربوں کے مشہور بت تھے جن کی خاص خاص قبیلے پوجا کرتے تھے۔ لکھا ہے کہ عرب فرشتوں کو بلکہ ان تینوں دیویوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں مانتے تھے ۔۔۔ شرک سے نفرت دلانے کے لئے فرمایا کہ ذرا اس بات پر تو غور کرو کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان مورتیوں کی کیا

منزل ۷

(بقیہ تفسیر صفحہ ۹۴۵) حقیقت ہے. کیا یہ بات تمہاری سمجھ میں آتی ہے کہ حیّ و قیوم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بے جان بتوں کی پوجا کی جائے ۔ اسی طرح اس بات پر بھی غور کرو کہ تم اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ
کے طرف بیٹیاں منسوب کرتے ہو. یہ کیسی بھونڈی اور بے عقلی کی تقسیم ہے ۔ (۳) یعنی بتوں کو پوجنا اور ان سے دعائیں مانگنا نہایت بے عقلی کی بات ہے کیونکہ ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہے. خالی نام ہی نام جو
مشرکوں نے ٹھہرا رکھے ہیں. نہ تو ان ناموں کے نیچے کچھ حقیقت ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی سچائی کے بارے میں کوئی سند نازل ہوئی ہے ۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ زندگی کا صحیح راستہ بتانے والی ایک

بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿٢٧﴾ وَمَا
وہ فرشتوں کو (اللہ کی) لڑکیوں کے نام سے نامزد کرتے ہیں حالانکہ
لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ
ان کو اس کی کچھ خبر نہیں وہ صرف گمانوں پر چلتے ہیں اور بلاشبہ گمان
لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ﴿٢٨﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۥ
یقین کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں آتا (۱) پس (اے پیغمبر) تم اس شخص کی طرف سے منہ پھیر لو
عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ
جو ہماری نصیحت سے منہ پھیرے اور صرف دنیا کی زندگی کا خواہاں ہو ان لوگوں کے
مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ
علم کی یہی انتہا ہے اور بلاشبہ تمہارا پروردگار اس کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کے راستہ سے
سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿٣٠﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
بھٹک گیا اور اس سے بھی خوب واقف ہے جو راستہ پر چلا (۲) اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین
وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا
میں ہے سب اللہ ہی کا ہے (انجام کار یہ ہے) کہ جن لوگوں نے برے کام کئے ان کو ان کے اعمال کا برا بدلا دے
وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿٣١﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ
اور جنہوں نے اچھے کام کئے ان کو اچھا بدلا دے (وہ لوگ ایسے ہیں) جو بڑے گناہوں سے
كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ
اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں مگر چھوٹے گناہ (ان سے ہو جاتے ہیں) بلاشبہ تمہارا پروردگار بڑی بخشش
الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ
والا ہے (۳) وہ تم کو اس وقت سے خوب جانتا ہے جبکہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور جب

کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس آچکی ہے لیکن یہ بدبخت اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور اپنے باطل خیالات اور خواہشات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

(۴) مشرکوں کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ یہ بت قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کی شفاعت کریں گے اور ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا لیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی ساری آرزوئیں پوری نہیں ہو سکتیں کیونکہ اس کا اختیار تو بہت محدود ہے. دنیا اور آخرت کی ساری باتوں کا اختیار تو تنہا اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے۔

اور ان بے جان بتوں کی کیا حقیقت ہے؟ اللہ تعالیٰ کے سامنے تو آسمانوں کے رہنے والے فرشتے بھی بغیر اجازت کے زبان نہیں کھول سکتے. ہاں شفاعت کا قاعدہ یہ ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اس کے حق میں شفاعت کی جا سکتی ہے اور شفاعت بھی وہ شخص کر سکتا ہے جس کو اجازت ملے. ظاہر ہے کہ نہ تو مشرکوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہے اور نہ بتوں کو اس نے شفاعت کرنے کا اختیار دیا ہے۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) یعنی جو لوگ آخرت کے حساب کتاب سے بے فکر ہو کر پیغام حق کا انکار کریں وہی ایسی گستاخی کر سکتے ہیں کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہیں. ورنہ آخرت سے ڈرنے والا آدمی ایسی سخت بات ہرگز منہ سے نہیں نکال سکتا. حقیقت یہ ہے کہ ان بدبختوں کے پاس کوئی عقلی دلیل یا آسمانی سند نہیں ہے. یہ محض ان کی اٹکل پچو باتیں اور باطل خیالات ہیں جو حق یعنی توحید کے مقابلے میں کچھ کام نہیں دے سکتے اور نہ اس کو غلط ثابت کر سکتے ہیں۔

(۲) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ ان بدبختوں کی گمراہی اور تباہی پر غمگین ہونے سے کچھ فائدہ نہیں. ان کا حال تو یہ ہے کہ یہ ذکر حق اور آخرت سے غافل ہیں، دنیا کی زندگی پر فریفتہ ہیں اور دنیا کے عیش و آرام ہی کو زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں. ان کے علم کی حد بس اتنی ہی ہے. یہ کوتاہ دنیا کی زندگی سے پرے کچھ دیکھتے ہی نہیں اور جب بتایا جاتا ہے تو اس کو بھی سننا اور سمجھنا نہیں چاہتے. ایسے کوتاہ نظر، سرکش اور ہٹ دھرم لوگوں سے راہ پر آنے کی کیا توقع کی جا سکتی ہے. بس ان کے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرو. وہ سب کے حال سے واقف ہے گمراہوں کو بھی جانتا ہے اور سیدھی راہ چلنے والوں سے بھی باخبر ہے. ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلا دے گا ۔ (۳) اللہ تعالیٰ لوگوں کے احوال اور اعمال سے واقف ہے اور وہی آسمان و زمین کی ساری چیزوں کا مالک ہے. لہٰذا وہ اس بات پر قدرت رکھتا ہے کہ لوگوں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلا دے چنانچہ برے کام کرنے والوں کو برا بدلا دے گا اور نیک کام کرنے والوں کو بہت اچھا بدلا عطا فرمائے گا. یاد رکھو کہ اس انعام کے وہ حضرات مستحق ہوں گے جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے رہیں گے. ان کے چھوٹے چھوٹے گناہوں پر اللہ تعالیٰ گرفت نہیں فرمائے گا کیونکہ اس کی بخشش کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِىْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ
تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے تو اپنے آپ کو مقدس مت جتاؤ وہ

اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى (٣٢) اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ تَوَلّٰى (٣٣) وَاَعْطٰى قَلِيْلًا
اس کو خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہے (۱) بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے منہ پھیر لیا اور تھوڑا مال دیا

وَّاَكْدٰى (٣٤) اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى (٣٥) اَمْ لَمْ
پھر ہاتھ روک لیا کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے کہ اس کو دیکھ رہا ہے کیا اس کو ان

يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى (٣٦) وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰۤى (٣٧) اَلَّا
مضامین کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں اور جو ابراہیم (کے صحیفوں میں ہیں) جو (اللہ کے) وفادار رہے (۵)

تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (٣٨) وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا
یہ کہ کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یہ کہ انسان کو وہی ملے گا جس کی وہ

مَا سَعٰى (٣٩) وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى (٤٠) ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ
کوشش کرے اور اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی پھر اس کو پورا پورا بدلا

الْاَوْفٰى (٤١) وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى (٤٢) وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ
دیا جائے گا اور یہ کہ سب کو تمہارے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے (۲) اور یہ کہ وہی ہنساتا اور

اَبْكٰى (٤٣) وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا (٤٤) وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ
رلاتا ہے اور یہ کہ وہی مارتا اور جلاتا ہے اور یہ کہ وہی نر اور مادہ دو قسم

الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى (٤٥) مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى (٤٦) وَاَنَّ عَلَيْهِ
(کے جاندار) پیدا کرتا ہے (یعنی) نطفے سے جو (رحم میں) ڈالا جاتا ہے اور یہ کہ دوبارہ پیدا کرنا

النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى (٤٧) وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى (٤٨) وَاَنَّهٗ هُوَ
(حسب وعدہ) اسی کے ذمہ ہے (۳) اور یہ کہ وہی دولت مند بناتا اور مفلس کرتا ہے اور یہ کہ وہی

منزل ۷

(۱) مسلمان کو مناسب نہیں کہ اپنی پرہیزگاری پر گھمنڈ کرے اور لوگوں کے سامنے اس کا اعلان کرتا پھرے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے حال سے خوب واقف ہے۔ وہ انسان کو اس وقت سے جانتا ہے جبکہ حضرت آدمؑ کو اور ان کے واسطے سے سارے انسانوں کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر جب آدمی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اس کے حال سے بھی اللہ تعالیٰ واقف ہوتا ہے۔ لہٰذا وہی خوب جانتا ہے کہ کون سچا پرہیزگار ہے۔

(۲) لکھا ہے کہ عذاب الٰہی سے ڈر کر ولید بن مغیرہ نے
ع اسلام قبول کیا۔ اس کے مشرک دوست نے اس کو ملامت کی۔ ولید نے کہا کہ میں عذاب الٰہی سے ڈرتا ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ مجھ کو کچھ مال دے دو تو میں تمہارے سارے گناہ اپنے سر لے لوں گا۔ ولید نے اس کو کچھ دینے کا وعدہ کیا۔ پھر اس میں سے تھوڑا سا دیا۔ اس نے اور مانگا۔ دونوں میں جھگڑا ہوا۔ غرض ولید نے جتنا وعدہ کیا تھا اتنا نہیں دیا۔ تھوڑا سا دیا اور باقی کے لئے کاغذ لکھ دیا اور اطمینان سے بیٹھ گیا کہ تھوڑا سا مال دینے سے جان بچ گئی۔

اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں دین کے چند اصول بیان فرما کر ولید جیسے گمراہوں کو نصیحت فرمائی۔

اس سلسلے میں یہ بھی ظاہر فرمایا کہ یہ اصول اور ہدایتیں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے صحیفوں میں بھی تھیں تاکہ وہ لوگ توجہ سے سنیں جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کی عظمت کو مانتے ہیں۔ وہ اصول اور ہدایتیں حسب ذیل ہیں:-

یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ مجرم کے گناہ کوئی دوسرا اپنے سر لے لے اور مجرم بری ہو جائے، یعنی جو گناہ کرے گا وہی اس کی سزا بھگتے گا۔ اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص کے نیک اعمال دوسرا لے اڑے اس لئے ہر شخص کو اپنے اعمال پر نظر رکھنی چاہیئے اور یہ سمجھنا چاہیئے کہ جو کچھ اس نے عمل کر کے کمایا ہے وہی اس کا ہے۔

ہر شخص نے دنیا میں کوشش کر کے جو جو عمل کئے ہیں وہ سب اس کے آگے رکھ دیئے جائیں گے پھر اس کو اپنے اچھے اور برے اعمال کا پورا پورا بدلا دیا جائے گا سب لوگ آخر کار لوٹ کر اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جائیں گے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص بچ کر کہیں اور نکل جائے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب نہ دے۔

(۳) انسان پر جتنے احوال گزرتے ہیں، ان کا سبب ظہور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ وہی ہنساتا اور رلاتا ہے، وہی جلاتا اور مارتا ہے، اسی نے نر اور مادہ کی دو قسموں کو ایک قطرہ سے پیدا کیا ہے۔ جب یہ حقیقت ہے کہ سب کچھ اسی نے پیدا کیا ہے تو پھر لوگ اس بات کے ماننے سے کیوں رکتے ہیں کہ وہ دوبارہ بھی پیدا کر دے گا۔

رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾ وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى ﴿۵۰﴾ وَثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ

شعریٰ ستارے کا مالک ہے (۱) اور یہ کہ اسی نے عاد اولیٰ کو ہلاک کیا اور ثمود کو بھی غرض ان میں سے کسی کو

اَبْقٰى ﴿۵۱﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَ

باقی نہ چھوڑا اور ان سے پہلے قوم نوح کو بھی (ہلاک کیا) بلاشبہ وہ لوگ بڑے ظالم اور بڑے

اَطْغٰى ﴿۵۲﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾

سرکش تھے اور اسی نے الٹی ہوئی بستیوں کو دے پٹکا پھر ان پر چھایا، جو چھایا

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾ هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾

تو (اے انسان) تو اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت پر جھگڑے گا (۲) یہ (محمدؐ) اگلے ڈرسنانے والوں میں سے ایک ڈرسنانے والے ہیں

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾

آنے والی یعنی قیامت) قریب آپہنچی اللہ کے سوا کوئی اس کو ٹالنے والا نہیں (۳)

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾

(اے کافرو!) کیا تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں

وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾ ۩

اور تم غفلت میں پڑے ہو پس اللہ کے آگے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو (۴)

آیاتہا ۵۵ — (۵۴) سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ — رکوعاتہا ۳

سورۂ قمر مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿۱﴾ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً

قیامت قریب آپہنچی اور چاند شق ہو گیا (۵) اور اگر کافر کوئی نشانی دیکھتے ہیں

(۱) شِعریٰ ایک بڑا روشن ستارہ ہے۔ عربوں کے بعض قبیلے اس کی تاثیر کے قائل تھے اور اس کی پوجا کیا کرتے تھے۔ ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ شِعریٰ میں کچھ تاثیر نہیں ہے۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی سب کا پروردگار ہے۔ شعریٰ کا خالق اور پروردگار وہی ہے۔ لہٰذا اسی کی عبادت کرو اور اسی سے دعائیں مانگو۔

(۲) اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا ہے اور سرکش لوگ اس کی گرفت سے نہیں بچ سکتے۔ دیکھو! اسی نے عاد وثمود کو ہلاک کیا اور حضرت نوحؑ کی قوم کو بھی فنا کے گھاٹ اتار دیا کیونکہ وہ لوگ بڑے ظالم اور بڑے سرکش تھے۔ اور اسی نے حضرت لوطؑ کی قوم کی بستیوں کو الٹ دیا اور اوپر سے پتھر برسائے جس سے ساری قوم ہلاک ہو گئی۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اس نے نافرمان قوموں کو تباہ کر ڈالا۔ یا یہ مطلب ہے کہ ان واقعات کو بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے آگاہ کیا۔ انسان کو چاہیئے کہ اس نعمت کی قدر کرے اور اس نصیحت سے فائدہ اٹھائے۔

(۳) لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آنحضرتؐ بھی اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سے ایک رسول ہیں اور جس طرح گزشتہ رسولوں نے اپنی اپنی قوم کو آگاہ کیا، اسی طرح آنحضرتؐ بھی سارے عالم کو پیغام حق پہنچاتے ہیں اور نافرمانی کی صورت میں عذاب الٰہی سے ڈراتے ہیں۔

ع ۳ — سجدہ

یاد رکھو کہ قیامت قریب ہے۔ وہ ضرور آئے گی اور کسی کے ٹالے نہ ٹلے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں فیصلہ فرما دیا ہے کہ وہ ضرور آئے گی۔

(۴) حیرت ہے کہ جب لوگوں کو قرآن مجید سنایا جاتا ہے اور قیامت کے آنے کی خبر دی جاتی ہے تو وہ اس پر تعجب کرتے ہیں اور ہنستے ہیں۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ بڑے متکبر اور سرکش ہیں۔

اگر ان کو اپنی بندگی کا احساس ہوتا تو قیامت کا ذکر سن کر روتے، اللہ تعالیٰ کے آگے سجدے میں گر پڑتے اور اس کی عبادت اور بندگی میں الگ جاتے۔

(۵) شق قمر کے معجزے کا بیان حدیثوں میں تفصیل سے لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک رات آنحضرتؐ مقام منیٰ میں تشریف فرما تھے۔ اس وقت وہاں مکہ والوں کا مجمع تھا۔ سرداران قریش میں سے ابوجہل وغیرہ نے آپؐ سے معجزہ طلب کیا۔ چاند سروں پر چمک رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا چاند کو دیکھو۔ لوگوں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو چاند کے دو ٹکڑے نظر آئے۔ ایک ٹکڑا پہاڑ پر تھا اور دوسرا اس سے ہٹا ہوا تھا۔ جب لوگوں نے اچھی طرح دیکھ لیا تو پھر دونوں ٹکڑے مل گئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ گواہ رہو۔

بیہقی کی روایت میں ہے کہ اطراف سے آنے والے مسافروں سے شق قمر کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے بھی اس کی تصدیق کی۔

يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿٢﴾ وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا
تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک ہمیشہ کا جادو ہے اور انھوں نے جھٹلایا اور اپنی
أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴿٣﴾ وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّنَ
خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام کا وقت مقرر ہے (۱) اور ان لوگوں کے پاس گزشتہ
الْأَنبَاءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ ﴿٤﴾ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ
قوموں کی خبریں پہنچ چکی ہیں جن میں عبرت ہے اور کامل دانائی بھی۔ لیکن ڈرانا ان کو کچھ فائدہ
النُّذُرُ ﴿٥﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ ﴿٦﴾
نہیں دیتا تو (اے پیغمبر) تم بھی ان کی کچھ پرواہ مت کرو (۲) جس دن بلانے والا ان کو ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا
خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ
تو آنکھیں نیچی کئے ہوئے قبروں سے نکل پڑیں گے گویا بکھری
جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ﴿٧﴾ مُّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ يَقُولُ الْكَافِرُونَ
ہوئی ٹڈیاں ہیں (اور) بلانے والے کی طرف دوڑتے ہوں گے کافر کہیں گے کہ
هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿٨﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا
یہ دن بڑا سخت ہے (۳) ان لوگوں سے پہلے نوح کی قوم نے بھی تکذیب کی یعنی انھوں نے ہمارے بندے
عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ﴿٩﴾ فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي
نوح کو جھٹلایا اور کہا کہ یہ دیوانہ ہے اور نوح کو دھمکی دی گئی تو نوح نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ
مَغْلُوبٌ فَانتَصِرْ ﴿١٠﴾ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿١١﴾
میں عاجز ہو گیا ہوں تو انتقام لے (۴) پس ہم نے زور کی بارش سے آسمان کے دہانے کھول دیئے
وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَىٰ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿١٢﴾
اور زمین میں چشمے جاری کر دیئے تو پانی ایک کام کے لئے جو مقرر ہو چکا تھا جمع ہو گیا

(۱) شق قمر آنحضرتؐ کی صداقت کی دلیل ہے نیز یہ کہ قیامت کی ایک نشانی ہے کہ اس وقت بھی اسی طرح سب چیزیں ٹوٹ پھوٹ جائیں گی لیکن مغرور سرداران قریش اس پر بھی ایمان نہیں لاتے اور کہتے ہیں کہ محمدؐ نے جادو کر دیا ہے اور گزشتہ زمانے میں بھی ایسے جادوگر پیدا ہوئے لیکن پھر مٹ گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ بدبخت اپنے تمام خیالات اور خواہشات کے پیچھے پڑے ہیں اور پیغام حق کو جھٹلا رہے ہیں۔ ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جس طرح علم الٰہی میں ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے، اسی طرح ان کی ہلاکت کا وقت بھی ٹھہر چکا ہے جو کسی کے ٹلائے نہیں ٹلے گا۔

(۲) قرآن مجید میں گزشتہ سرکش قوموں کی تباہی کے حالات بیان کئے گئے ہیں جن میں لوگوں کے لئے کافی تنبیہ اور عبرت کا سامان ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید ایک حکمت و دانائی کی کتاب ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ بعض لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ ان کا حال یہ ہے کہ ان پر بڑی سے بڑی تنبیہ بھی کارگر نہیں ہوتی۔

آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جب ان بدبختوں کا یہ حال ہے تو پھر تم بھی ان کی پرواہ مت کرو اور ان کی طرف سے منہ پھیر لو۔ وہ وقت آنے والا ہے جبکہ یہ بدبخت اپنے اعمال کی سزا بھگتیں گے۔

(۳) کافروں کی تنبیہ کے لئے قیامت کا حال بیان فرمایا ہے کہ اس دن جب صور پھونکا جائے گا اور فرشتہ ان کو حساب کتاب کے لئے میدان حشر کی طرف بلائے گا تو قبروں سے اٹھ کر ٹڈی دل کی طرح پھیل جائیں گے اور بلانے والے کی آواز کی طرف دوڑیں گے۔ اس وقت شرم اور ذلت سے ان کی آنکھیں نیچی ہوں گی اور اپنے اعمال کو دیکھ کر گھبرائیں گے اور کہیں گے کہ یہ دن تو بڑا سخت ہے۔ اب بچنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

(۴) یعنی قیامت کا عذاب تو پیچھے آئے گا بہت سے سرکش لوگ تو دنیا میں بھی سزا بھگت چکے ہیں۔

سنو: حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو پیغام حق پہنچایا۔ لیکن ان بدبختوں نے ان کو جھڑک دیا اور کہا کہ مجنون ہے جو رسالت کا دعویٰ کرتا ہے۔

حضرت نوحؑ نے بہت صبر کیا۔ آخر کار بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ پروردگار! یہ بدبخت تو کسی طرح مانتے ہی نہیں۔ میں تو ان سے عاجز آگیا۔ اب تو ہی ان بدبختوں کو دیکھ لے۔

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿١٣﴾ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا جَزَآءً

اور ہم نے نوح کو تختوں اور میخوں والی (ایک کشتی) پر سوار کیا وہ ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی تھی (یہ) اس شخص کے انتقام کے لئے

لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿١٥﴾

کیا گیا جس کی بے قدری کی گئی تھی (۱) اور ہم نے اس واقعہ کو عبرت کے لئے رہنے دیا تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿١٦﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ

پھر (دیکھ لو کہ) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کردیا ہے

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿١٧﴾ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿١٨﴾

تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے (۲) عاد نے (بھی اپنے پیغمبر کی) تکذیب کی تو دیکھ لو کہ میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾

ہم نے ان پر ایک تیز ہوا بھیجی ایسے دن میں جس کی نحوست جاری رہی وہ لوگوں کو

تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿٢٠﴾ فَكَيْفَ كَانَ

اس طرح اکھاڑ اکھاڑ کر پھینکتی تھی گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں (۳) تو (دیکھ لو کہ) میرا عذاب

عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٢١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ

اور ڈرانا کیسا ہوا اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کردیا ہے تو کیا کوئی نصیحت

مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا

حاصل کرنے والا ہے ثمود نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی اور کہا کہ بھلا ایک آدمی جو ہم ہی میں سے ہے

وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿٢٤﴾ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ

ہم اس کی پیروی کریں؟ اگر ایسا ہو تو ہم تو گمراہی اور دیوانگی میں پڑ جائیں گے کیا ہم سب میں سے اسی پر

عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿٢٥﴾ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا

وحی نازل ہوئی ہے (نہیں) بلکہ یہ جھوٹا اور خود پسند ہے (۴) ان کو کل ہی معلوم ہوجائے گا

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی فریاد سنی اور آسمان و زمین کو حکم دیا چنانچہ پانی اس قدر ٹوٹ کر برسا کہ گویا آسمان کے دہانے کھل گئے اور زمین سے چشمے اُبل پڑے پھر اوپر اور نیچے کا پانی مل کر اس سرکش قوم کے عذاب کے لئے جمع ہوگیا جو پہلے سے مقدر ہوچکا تھا اور جو کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتا تھا۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس طوفان سے حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھیوں کو بچالیا۔ وہ سب حضرات ایک کشتی میں بیٹھے رہے جو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں طوفانی موجوں پر تیرتی رہی جبکہ ساری قوم غرق ہوگئی۔

دیکھو: اس قوم کی تباہی اس وجہ سے ہوئی کہ اس نے اللہ کے رسول کی ناقدری کی اور اس کے پیغام کا انکار کیا۔

(۲) یعنی اس سرکش قوم کی تباہی کا واقعہ لوگوں کی زبانوں پر اور تاریخ میں ہمیشہ باقی ہے تاکہ جو نصیحت حاصل کرنا چاہے وہ اس سے نصیحت حاصل کرے۔

لوگوں کو چاہیئے کہ اس واقعہ سے نصیحت حاصل کریں اور دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب کیسا ہولناک ہوتا ہے اور اس نے جو عذاب سے ڈرایا تھا اور فرمایا تھا کہ سرکشی کی صورت میں عذاب آئے گا تو اس کا یہ فرمانا کتنا سچا نکلا۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو سب کے لئے اور خاص کر عربوں کے لئے کتنا آسان کیا ہے لیکن افسوس ہے کہ لوگ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

(۳) اسی طرح قوم عاد کا واقعہ بھی قابل عبرت ہے۔ حضرت ہودؑ نے اپنے لوگوں کو پیغام حق سنایا لیکن ان بدبختوں نے اس کو قبول نہیں کیا۔ پھر جب ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو ایک دن ان پر عذاب آیا۔

ع ۱ / ۲۲ / ۸

اور وہ دن ان کے لئے بڑا منحوس تھا۔ سخت آندھی چلی جس نے لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پھینک دیا۔ قوم عاد کے بڑے بڑے قد آور جوان اس طرح زمین پر پڑے تھے جس طرح کھجور کے موٹے موٹے تنے اکھڑے پڑے ہوں۔

(۴) ثمود کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالحؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا لیکن ان بدبختوں نے حضرت صالحؑ کو جھٹلایا گویا انھوں نے سارے پیغمبروں کو جھٹلایا، کیونکہ وہ سب کے سب ایک ہی سلسلہ کے ہیں اور راہ حق دکھاتے ہیں۔

ان بدبختوں نے حضرت صالحؑ کی رسالت کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ کیا ہم ایک معمولی آدمی کی پیروی کریں یعنی نہ تو یہ فرشتہ ہے اور نہ کوئی بڑا سردار ہے۔ پھر ہم اس کی پیروی کس طرح کریں۔ ایک معمولی آدمی کی پیروی کرنا گمراہی اور پاگل پن ہے۔

ظاہر بات ہے کہ ہم میں بڑے بڑے سردار ہیں۔ کیا ان سب کو چھوڑ کر بس اسی کے پاس خدا نے وحی بھیجی ہے؟ ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ یہ جھوٹا ہے اور پیغمبری کا دعویٰ کرکے بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے۔

مَنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ﴿٢٦﴾ إِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ
کہ کون جھوٹا اور خود پسند ہے (اے صالح!) ہم ان کی آزمائش کے لئے اونٹنی بھیجنے والے ہیں

فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾ وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ
تو تم ان کو دیکھتے رہو اور صبر کرو اور ان کو آگاہ کردو کہ ان کے درمیان پانی کی باری مقرر کردی گئی ہے

كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿٢٨﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾
ہر باری والے کو اپنی باری پر حاضر ہونا چاہیئے (۱) تو انہوں نے اپنے رفیق کو بلایا اور اس نے (اونٹنی کو) پکڑ کر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً
سو (دیکھ لو کہ) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا ہم نے ان پر عذاب کے لئے ایک چیخ بھیجی تو وہ ایسے ہوگئے

وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ
جیسے باڑ والے کی سوکھی (اور ٹوٹی) ہوئی باڑ (۲) اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے

لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٣٢﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ ﴿٣٣﴾
کے لئے آسان کردیا ہے تو کوئی ہے کہ نصیحت حاصل کرے؟ لوط کی قوم نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ ۖ نَّجَّيْنَاهُم بِسَحَرٍ ﴿٣٤﴾
ہم نے ان پر پتھروں کا مینہ برسایا بجز لوط کے گھر والوں کے کہ ہم نے اپنی جانب سے فضل کرکے ان کو

نِّعْمَةً مِّنْ عِندِنَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي مَن شَكَرَ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ
پچھلی رات ہی سے بچا لیا شکر کرنے والوں کو ہم ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں (۳) اور لوط نے

أَنذَرَهُم بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَن
ان کو ہماری پکڑ سے ڈرایا بھی تھا مگر انہوں نے ڈرانے میں شک کیا اور لوط سے ان کے مہمانوں کو لے لینا

ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ
چاہا تو ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں (اور کہا کہ) لو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو اور ان پر

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت صالحؑ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ عنقریب ان بدبختوں کو معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا اور شیخی خور ہے۔

ان بدبختوں کی آزمائش کے لئے ہم ایک اونٹنی بھیجیں گے تم ذرا صبر کرو اور ان کو آگاہ کردو۔ چنانچہ حضرت صالحؑ نے لوگوں کو ہدایت کردی کہ اونٹنی ایک نشانی ہے۔ اس کا احترام کرو اور پانی کے لئے باری مقرر کرو۔ اس کی باری کے دن تمہارے اونٹ پانی کے لئے نہ جایا کریں۔

(۲) لوگوں نے حضرت صالحؑ کی ہدایت کی پروا نہیں کی اور اونٹنی کا احترام ملحوظ نہ رکھا بلکہ اس کو ہلاک کرنے کا مشورہ کیا۔ لکھا ہے کہ قیدار نامی ایک بدمعاش نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اس کے ساتھیوں نے حملہ کرکے اس کو مار ڈالا۔

جب ان لوگوں کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو عذاب الٰہی نے ان کو گھیر لیا۔ زمین میں سخت زلزلہ ہوا اور آسمان سے ہولناک آواز آئی جس سے سب کے سب ہلاک ہوگئے جس طرح کھیت کی باڑ گر کر چورا چورا ہو جاتی ہے۔

(۳) حضرت لوطؑ کی قوم نے بھی اپنے پیغمبر کو جھٹلایا اور اس طرح گویا سارے پیغمبروں کا انکار کیا۔

سرکشی کی پاداش میں ان پر عذاب آیا۔ سخت ہوا چلی جس نے کنکر پتھر برسائے اور نافرمانوں کو ہلاک کردیا۔ پھر وہ بستیاں الٹ دی گئیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت لوطؑ اور ان کے گھر والوں کو اس عذاب سے بچالیا۔ وہ سب حضرات پچھلی رات میں بستی سے نکل گئے اور اس طرح ہلاک ہونے سے محفوظ رہے۔

یہ حضرت لوطؑ اور ان کے ساتھیوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان تھا۔ یاد رکھو کہ ایمان والوں اور شکر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔

صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ۝۳۸ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَ

صبح سویرے ہی اٹل عذاب آ نازل ہوا (۱) تو (ہم نے کہا کہ لو) میرے عذاب اور ڈرانے

نُذُرِ ۝۳۹ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۴۰ ع

کا مزہ چکھو اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کردیا ہے تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۝۴۱ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا

اور فرعون کی قوم کے پاس بھی ڈرانے والے (پیغمبر) پہنچے تو انھوں نے ہماری ساری نشانیوں کو جھٹلایا

فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ۝۴۲ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ

تو ہم نے ان کو اس طرح پکڑ لیا جس طرح ایک قوی اور زبردست پکڑتا ہے (۲) (اے اہل عرب!) کیا تم میں جو کافر ہیں وہ ان

اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِی الزُّبُرِ ۝۴۳ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ

لوگوں سے بہتر ہیں یا تمھارے لئے گذشتہ کتابوں میں معافی لکھدی گئی ہے کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری ایسی جماعت

جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝۴۴ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝۴۵ بَلِ السَّاعَةُ

ہے جو غالب ہی رہے گی عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے (۳) بلکہ ان کے وعدہ کا وقت

مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۝۴۶ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِیْ

تو قیامت ہے اور قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے بلاشبہ یہ مجرمین (یعنی) کفار

ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝۴۷ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ

بڑی گمراہی اور دیوانگی میں ہیں جس روز یہ لوگ اپنے موہنوں کے بل دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے (ان سے کہا جائے گا)

ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝۴۸ اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝۴۹ وَمَا

اب آگ کا مزہ چکھو (۴) بلاشبہ ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا اور ہمارا

اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۝۵۰ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ

حکم تو ایکبار کی ایسا ہوتا ہے جیسا آنکھ کا جھپکنا (۵) اور ہم تمھارے ہم طریقہ لوگوں کو

منزل ۷

(۱) حضرت لوطؑ نے لوگوں کو عذاب الٰہی سے آگاہ کیا لیکن ان بدبختوں نے ان کی بات کا اعتبار نہیں کیا اور ان سے جھگڑا کرنے لگے۔

جب فرشتے خوبصورت لڑکوں کی صورت میں حضرت لوطؑ کے پاس مہمان بن کر آئے تو وہ بدمعاش دوڑے ہوئے آئے اور حضرت لوطؑ سے کہنے لگے کہ ان کو ہمارے حوالے کردو۔

اس پر حضرت لوطؑ گھبرا گئے لیکن حضرت جبرائیلؑ نے ان کو اطمینان دلایا اور اپنا پر مار کر ان بدمعاشوں کو اندھا کردیا اور بڑے عذاب سے پہلے اس مصیبت میں مبتلا کردیا۔ پھر صبح سویرے ان بدبختوں کی بستیاں اُلٹ دیں اور ان پر پتھر برسا کر سب سرکشوں کو ہمیشہ کے لئے ہلاک کردیا۔

ع ۲ ۱۸ ۹

(۲) فرعون اور اس کی قوم کے پاس بھی اللہ تعالےٰ کے رسول یعنی حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ پہنچے اور انھوں نے معجزات دکھائے لیکن فرعون اور اس کے درباریوں نے حضرت موسیٰؑ کو اور ان کے معجزات کو جھٹلایا۔ اس کی پاداش میں اللہ تعالےٰ نے فرعون اور اس کی ساری قوم کی سخت گرفت کی جس سے وہ بدبخت بچ نہ سکے یعنی ان سب کو دریا میں غرق کردیا۔ بھلا اللہ زبردست کی گرفت سے کون بچ سکتا ہے؟

(۳) گزشتہ سرکش قوموں کا انجام سُنا کر مغرور سرداران قریش کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ گزشتہ سرکش قوموں کے مقابلے میں کیا ان کافروں میں کچھ فضیلت ہے جو یہ انکار اور کفر کی سزا سے بچ جائیں گے۔ یا ان کو کوئی معافی نامہ لکھدیا گیا ہے یا یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی جمعیت بہت طاقتور ہے جس کو کوئی مغلوب نہیں کرسکتا۔

ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ عنقریب وہ دن آنے والا ہے جب ان کی جمعیت شکست کھا جائیگی اور یہ سب کے سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

چنانچہ چند سال بعد ہی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور جنگ بدر اور احزاب میں کافروں کی طاقتور فوجیں شکست کھا کر بھاگ گئیں۔

(۴) یعنی دنیا کی مصیبت تو معمولی ہے۔ ان بدبختوں پر اصل مصیبت تو اس وقت ٹوٹے گی جب قیامت ان کے سر پر آ کھڑی ہوگی اور وہ گھڑی ان کے لئے بڑی سخت ہوگی۔

یہ بدبخت بڑی غلطی اور غفلت میں ہیں جو قیامت کا انکار کررہے ہیں۔ ان کے سروں میں ایک سودائے خام ہے یہ سودا ان کے دماغوں سے اس وقت نکلے گا جب موہنوں کے بل دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے اور طنز کے طور پر ان سے کہا جائے گا کہ لو: اس آگ کا مزہ چکھو۔

(۵) یعنی قیامت کی تاخیر سے دھوکا نہ کھانا چاہیئے! اس کی تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے علم میں ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔ قیامت کا وقت نہیں آیا ہے اس لئے تاخیر ہو رہی ہے جب اس کا وقت آئے گا تو فوراً ظاہر ہوجائے گی کیونکہ اللہ تعالےٰ کو کوئی کام کرتے دیر نہیں لگتی۔ وہ جس کام کو کرنا چاہتا ہے تو پلک جھپکنے کی مدت میں بلکہ اس سے بھی جلد کر دیتا ہے۔

أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٥١﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي

ہلاک کر چکے ہیں تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے اور جو کچھ انہوں نے کیا ان کے اعمال ناموں میں

الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي

(درج) ہے اور ہر چھوٹا اور بڑا کام لکھ دیا گیا ہے (۱) بلاشبہ پرہیزگار لوگ

جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ﴿٥٤﴾ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾ ع ۱۵

باغوں اور نہروں میں ہوں گے پاک مقام میں قدرت والے بادشاہ کی بارگاہ میں (۲)

سُورَةُ الرَّحْمَٰنِ مَدَنِيَّةٌ ۵۵

آیاتہا ۷۸ — رکوعاتہا ۳

سورۂ رحمٰن مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الرَّحْمَٰنُ ﴿١﴾ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ﴿٢﴾ خَلَقَ الْإِنسَانَ ﴿٣﴾ عَلَّمَهُ

(خدائے) رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی اس نے انسان کو پیدا کیا پھر اس کو

الْبَيَانَ ﴿٤﴾ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴿٥﴾ وَالنَّجْمُ وَ

گویائی سکھائی (۳) سورج اور چاند ایک مقررہ حساب سے چل رہے ہیں (بیل) بوٹیاں اور تنے دار

الشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ﴿٦﴾ وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ﴿٧﴾

درخت (اللہ کو) سجدہ کر رہے ہیں (۴) اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور اسی نے ترازو قائم کی

أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ﴿٨﴾ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا

تاکہ تم تولنے میں (کمی و) بیشی نہ کرو اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور

تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ﴿٩﴾ وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ﴿١٠﴾

تول کم نہ کرو (۵) اور اس نے مخلوق کے لئے زمین بچھائی

منزل

(۱) اگر کافر یہ سمجھتے ہوں کہ ان کا طریقہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے تو ان جاہلوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کی طرح عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ تباہ و برباد کر چکا ہے اور ان کی ہلاکت کے واقعات قرآن مجید میں بیان کر دیئے ہیں مگر افسوس کہ کوئی نصیحت حاصل نہیں کرتا۔

ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کے چھوٹے اور بڑے سارے کام ان کے اعمال ناموں میں لکھ لئے جاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے اور ان کو ان کا بدلا ملے گا۔

(۲) اوپر کی آیتوں میں کافروں کا حال بیان کیا تھا۔ اب پرہیزگاروں کے بارے میں فرماتا ہے کہ وہ بہشت کے باغوں میں نہایت آرام سے رہیں گے۔ اور وہاں ان کو حق تعالیٰ کا قرب بھی حاصل ہوگا جو بندے کے لئے سب سے بڑی نعمت ہے۔

(۳) اس سورت میں بہت سی نعمتوں کا ذکر کرکے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت 'رحمانیت' کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ چونکہ لوگ قرآن مجید کو وحی الٰہی نہیں مانتے تھے، حالانکہ وہ سب سے بڑی نعمت ہے، اس لئے پہلے اس کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ 'رحمان' ہے۔ لہذا اس نے انسان پر رحم کرکے قرآن مجید نازل فرمایا جو علم و حکمت سے پُر ہے تاکہ انسان اس کی ہدایتوں پر عمل کرکے دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کرے۔

انسان پر اللہ تعالیٰ کا ایک بڑا احسان یہ بھی ہے کہ اس نے اس کو پیدا کیا اور اس میں بہت سی صلاحیتیں رکھیں منجملہ ان کے بیان کی صلاحیت بھی ہے جس کے ذریعے سے وہ اپنے خیالات کو دوسروں پر ظاہر کر سکتا ہے۔

لوگوں کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی ان دو بڑی نعمتوں کی قدر کریں اور ان کا شکر ادا کریں یعنی قرآن مجید پر ایمان لائیں، اس کے پیغام کو سمجھیں اور تحریر و تقریر کے ذریعے اس کو دوسروں تک پہنچائیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کی حرکت کا ایک نظام مقرر فرما دیا ہے جس کے مطابق وہ نکلتے اور ڈوبتے ہیں۔ سورج اور چاند کے اثرات سے زمین والوں کو بے انتہا فائدے پہنچتے ہیں۔

اسی طرح زمین پر پھیلی ہوئی بیلیں اور چھوٹے بڑے درخت سب اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے قانون کے ماتحت اگتے ہیں جن سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی بنیاد عدل و انصاف پر رکھی ہے اور لوگوں کو بھی حکم دیا ہے کہ ہر معاملے میں عدل و انصاف پر قائم رہیں۔ ترازو بھی اسی غرض سے بنائی گئی ہے کہ لین دین میں عدل و انصاف قائم رہے اور ہر شخص کو اپنا حق پورا پورا مل جائے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت ہے۔

فِيهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ﴿١١﴾ وَالْحَبُّ ذُو
(اور) اس میں میوے اور کھجور کے درخت ہیں جن کے خوشوں پر غلاف ہوتے ہیں اور اناج جس کے ساتھ
الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ﴿١٢﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿١٣﴾
بھس ہوتا ہے اور خوشبودار پھول تو (اے جن و انس) تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۱)
خَلَقَ الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿١٤﴾ وَخَلَقَ الْجَانَّ
اسی نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی مٹی سے بنایا اور جنات کو
مِن مَّارِجٍ مِّن نَّارٍ ﴿١٥﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿١٦﴾ رَبُّ
آگ کے شعلے سے پیدا کیا تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے وہ دونوں
الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿١٧﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿١٨﴾
مشرقوں اور دونوں مغربوں کا مالک ہے تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے
مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ﴿٢٠﴾
اسی نے دو دریا جاری کئے جو آپس میں ملتے ہیں دونوں میں ایک آڑ ہے کہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتے
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٢١﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ
تو (اے جن و انس) تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۲) دونوں دریاؤں سے موتی
وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٢٣﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ
اور مونگے نکلتے ہیں تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے اور جہاز بھی اسی کے
الْمُنشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ﴿٢٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا
ہیں جو دریا میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے ہیں تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو
تُكَذِّبَانِ ﴿٢٥﴾ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ
جھٹلاؤ گے (۳) جو کچھ زمین پر ہے سب فنا ہو جائے گا اور تمہارے پروردگار کی ذات باقی رہے گی

(۱) اللہ تعالیٰ نے زمین بنائی تاکہ لوگ اس پر آرام سے رہ سکیں. لوگوں کے فائدے کے لئے زمین میں طرح طرح کے میوے پیدا ہوتے ہیں، کھجور کے درخت لگتے ہیں جن میں کھجوروں کے خوشے غلاف میں لپٹے ہوئے نکلتے ہیں. زمین سے غلہ بھی پیدا ہوتا ہے جس کے ساتھ بھوسا بھی ہوتا ہے. غلہ تو آدمی کھاتے ہیں اور بھوسے سے جانور اپنا پیٹ بھر لیتے ہیں. میوے اور غلے کے علاوہ خوبصورت اور خوشبودار پھول بھی زمین سے نکلتے ہیں جن سے لوگ لطف حاصل کرتے ہیں. اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کی قدرت کی نشانیاں بے شمار ہیں. جنوں اور انسانوں پر فرض ہے کہ ان کو مانیں اور ان کا شکر ادا کریں. کس کی ہمت ہے کہ ان نعمتوں میں سے کسی ایک نعمت کا بھی انکار کر سکے. واضح ہو کہ "آلاء" کا واحد اِلیٰ ہے جس کے معنیٰ نعمت کے بھی ہیں اور نشانی کے بھی. اس سورت میں فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ کو اکتیس مرتبہ دہرایا ہے جو ایک ادبی خوبی ہے. اہل علم جانتے ہیں کہ عربی، فارسی اور اردو نظم میں اس کی مثالیں بہت ہیں۔

(۲) اس کا مطلب یوں بیان کیا گیا ہے کہ جہاں دریا سمندر میں گرتا ہے وہاں بظاہر دونوں مل جاتے ہیں لیکن قدرت الٰہی دیکھو کہ دونوں کا پانی الگ الگ رہتا ہے۔ گویا بیچ میں ایک پردہ ہے جو دونوں کو ملنے نہیں دیتا۔ (ملاحظہ ہو نشان — صفحہ ۶۵۳ سورۃ الفرقان) یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بڑی نشانی ہے. نیز اس میں نعمت کا پہلو بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میٹھے پانی کو کھاری سے الگ رکھا جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں. کون اس نعمت اور نشانی کا انکار کر سکتا ہے؟

(۳) سمندر کی تہ میں سے مونگا اور موتی نکلتے ہیں جو زینت کے لئے بھی استعمال کئے جاتے ہیں اور دواؤں میں بھی ڈالے جاتے ہیں۔ اور سمندر کی پیٹھ پر بڑے بڑے جہاز چلتے ہیں جو دور سے پہاڑ معلوم ہوتے ہیں۔ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بھی ہیں اور ان سے اس کی عظیم الشان قدرت کا اندازہ بھی ہوتا ہے کہ اس نے سمندر کی تہ میں انسان کے لئے کیا کیا عجیب غریب چیزیں پیدا کیں ہیں اور انسان کو یہ قوت عطا کی ہے کہ ان چیزوں کو سمندر کی تہ میں سے نکال لاتا ہے اور کشتیوں اور جہازوں کو اس کی سطح پر دوڑاتا پھرتا ہے. انسان کس طرح ان نعمتوں اور نشانیوں کا انکار کر سکتا ہے.

الرکوع ۲ ع ۱۱ ۲۵

ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾
جو صاحب جلال و عظمت ہے تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۱)

يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿٢٩﴾
آسمان و زمین والے سب اسی سے مانگتے ہیں وہ ہر روز ایک کام میں ہے

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٠﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿٣١﴾
تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۲) اے دونوں جماعتو! ہم عنقریب تمہاری طرف متوجہ ہوں گے

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٢﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ
تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۳) اے گروہ انس و جن!!

اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ
اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ

وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿٣٣﴾ فَبِاَيِّ
تو (ہم بھی دیکھیں) نکل جاؤ۔ مگر بغیر زور کے تم نہیں نکل سکتے تو تم دونوں اپنے

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٤﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ
پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۴) تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا

نَّارٍ ڏ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿٣٥﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
جائے گا تو پھر تم مقابلہ نہ کرسکو گے تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں

تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاۗءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً
کو جھٹلاؤ گے (۵) پھر جب آسمان پھٹ کر تل چھٹ کی طرح لال ہو جائے گا

كَالدِّهَانِ ﴿٣٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٨﴾ فَيَوْمَىِٕذٍ
(تو وہ کیسا ہولناک دن ہوگا) تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے اس روز

(۱) زمین و آسمان کی ساری مخلوق فنا ہو جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ اس سے اس کی عظمت و بزرگی نمایاں ہوتی ہے۔ یہ علم اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے جو قرآن مجید کے ذریعے ظاہر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کا کون انکار کر سکتا ہے؟

(۲) اللہ تعالیٰ کی عظمت اس سے بھی نمایاں ہے کہ آسمان و زمین کی ساری مخلوق اس کی محتاج ہے، زبانِ حال و قال سے اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتی ہے اور اس سے اپنی ضرورتیں پوری کرنے کی التجا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر آن ان کی طرف متوجہ ہے اور اپنے فضل و کرم سے سب کی ضرورتیں پوری کرتا ہے جنوں اور انسانوں میں کون ہے جو اس کے فضل و کرم کا احسان مند نہیں۔

(۳) عنقریب وہ وقت آئے گا جبکہ اللہ تعالیٰ حساب کتاب لینے کے لئے جنوں اور انسانوں کی جماعتوں کی طرف توجہ فرمائے گا اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلا دے گا۔ اس وقت نیک بندے اپنے ایمان اور نیک اعمال کا اچھا بدلا پا کر خوش ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے۔

(۴) قیامت ضرور آئے گی اور اس دن حساب کتاب ضرور ہوگا جنوں اور انسانوں میں سے کسی کی یہ مجال نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سلطنت سے نکل بھاگے اور حساب کتاب سے بچ جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور سب اس کے سامنے عاجز اور کمزور ہیں۔

اس حقیقت کا علم جو قرآن مجید کے ذریعے ظاہر کیا گیا ہے، اپنی جگہ بہت بڑی نعمت ہے۔ کون ہے جو اس کا انکار کر سکے؟

(۵) قیامت کے دن کے ہولناک واقعات اور دوزخ کے حالات قرآن مجید میں بیان کر دیئے گئے ہیں تاکہ لوگ ہدایت حاصل کریں۔ یہ بھی بڑی نعمت ہے۔

لکھا ہے کہ قیامت کے دن کافروں اور نافرمانوں پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا جائے گا جو ان کو گھیر لے گا۔ یہ بدبخت اس کو دور نہ کر سکیں گے۔

لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿٣٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا
نہ تو کسی انسان سے اس کے گناہوں کے بارے میں پرسش کیجائیگی اور نہ کسی جن سے (١) تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی

تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٠﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ
نعمتوں کو جھٹلاؤ گے گناہگار اپنے چہرے ہی سے پہچان لئے جائیں گے پھر ان کے پیشانی کے بال اور پاؤں

وَالْاَقْدَامِ ﴿٤١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٢﴾ هٰذِهٖ
پکڑ لئے جائیں گے تو (اے جن و انس) تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (اور کہا جائے گا)

جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا
یہی وہ دوزخ ہے جسے گنہگار جھٹلاتے تھے (٢) وہ دوزخ اور کھولتے ہوئے گرم

وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿٤٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٥﴾
پانی کے درمیان ادھر سے ادھر پھرتے رہیں گے تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿٤٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا
اور جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اس کیلئے دو باغ ہوں گے تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں

تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٧﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿٤٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٩﴾
کو جھٹلاؤ گے (٣) وہ دونوں باغ بہت سی شاخوں والے ہوں گے تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿٥٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥١﴾
ان میں دو چشمے بہہ رہے ہوں گے تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿٥٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا
ان میں سب میوے دو دو قسم کے ہوں گے تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں

تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٣﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰي فُرُشٍۢ بَطَاۤىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ
کو جھٹلاؤ گے اہل جنت ایسے بچھونوں پر جن کے استر اطلس کے ہیں تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے

(١) یعنی قیامت کے دن معلوم کرنے کی غرض سے لوگوں سے سوال نہ ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے سارے اعمال سے واقف ہے۔ بلکہ حساب کتاب اس لئے لیا جائے گا تاکہ لوگ آگاہ ہو جائیں، ان کے برے اعمال ان کے سامنے آجائیں، وہ ان کا انکار نہ کر سکیں اور ان پر واضح ہو جائے کہ حقیقت میں وہ مجرم ہیں۔

(٢) مجرموں کے چہرے سیاہ اور ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی۔ ان کا حلیہ دیکھ کر فرشتے ان کو پہچان لیں گے۔ پھر کسی کے سر کے بال اور کسی کی ٹانگیں پکڑ لیں گے اور گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیں گے۔ پھر ان کو طعنہ دینے کے لئے کہیں گے کہ یہ وہی دوزخ ہے جس کا مجرم انکار کرتے تھے۔ وہاں ان بدبختوں کو کبھی آگ کا اور کبھی گرم پانی کا عذاب ہوگا۔ لوگوں کو چاہیئے کہ دوزخ کے عذاب کا ذکر سن کر آگاہ ہوں اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

ع ٢
٢٠
١٢

(٣) جو لوگ ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے اور اعمال کا حساب دینے سے ڈر کر برائیوں سے بچتے رہے اور نیک اعمال کرتے رہے، ان میں سے ہر ایک کے لئے دو دو باغ ہوں گے جن کے درختوں کی شاخیں ہری بھری، سایہ دار اور میوے سے لدی ہونگی۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ان چند آیتوں میں جن جنتوں اور نعمتوں کا ذکر ہے، ان سے مقربین خاص اور کامل پرہیزگار حضرات سرفراز ہوں گے۔ اور عام ایمان والوں کو جو نعمتیں ملیں گی ان کا ذکر "وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ" سے ہے۔

وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿٥٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٥﴾

اور دونوں باغوں کے میوے نزدیک ہوں گے تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۱)

فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا

ان میں نیچی نگاہ والی حوریں ہوں گی جن کو اہل جنت سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہوگا اور نہ

جَآنٌّ ﴿٥٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٧﴾ كَاَنَّهُنَّ

کسی جن نے تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے گویا وہ

الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٥٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٩﴾

یاقوت اور مرجان ہیں تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۲)

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿٦٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

بھلا احسان کا بدلا احسان کے سوا کچھ اور بھی ہو سکتا ہے؟ تو تم دونوں اپنے پروردگار کی

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦١﴾ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿٦٢﴾

کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۳) ان دونوں کے علاوہ دو باغ اور ہوں گے

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٣﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿٦٤﴾ فَبِاَيِّ

تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے وہ دونوں باغ گہرے سبز ہوں گے تو تم دونوں

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٥﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿٦٦﴾

اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان دونوں باغوں میں دو چشمے ابل رہے ہوں گے

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٧﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ

تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان میں میوے اور کھجوریں

وَّرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٩﴾ فِيْهِنَّ

اور انار ہوں گے تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ان میں

(۱) یہ حضرات تکیہ لگائے ایسے فرش پر بیٹھے ہوں گے جس کا استر دبیز ریشم کا ہوگا۔
قاعدہ ہے کہ ابرا استر سے بہتر ہوتا ہے۔ جب استر دبیز ریشم کا ہوا تو خیال کرو کہ ابرا کس قدر نفیس کپڑے کا ہوگا۔
اور وہاں پھل بہت نزدیک ہوں گے کہ کھڑے، بیٹھے، لیٹے غرض ہر حالت میں نہایت آسانی سے ہاتھ آجائیں گے۔
ایسی ایسی نعمتوں کا کون انکار کر سکتا ہے؟

(۲) ان حضرات کی دل بستگی کے لئے نہایت حسین و جمیل حوریں اور عورتیں ہوں گی، جو اپنی نظروں کو شرم و حیا سے نیچی رکھتی ہوں گی اور جن کو جنتیوں کے سوا نہ کسی انسان نے اور نہ کسی جن نے ہاتھ لگایا ہوگا۔ ان کے چہروں کے رنگ کی صفائی کے لحاظ سے کہا جاسکتا ہے کہ گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔ غور کرو کہ پرہیزگاروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا کیا نعمتیں تیار فرمائی ہیں۔

(۳) یعنی ان حضرات نے نیک عمل کئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو قبول فرما کر ان کو بدلا بھی کیسا اچھا عنایت فرمایا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے۔
حدیث شریف میں تین مراتب یعنی ایمان، اسلام اور احسان کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوا کہ 'احسان' سب سے بلند مرتبہ ہے۔ اس آیت میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

فِيهِنَّ خَيْرَٰتٌ حِسَانٌ ۝۷۰ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝۷۱ حُورٌ

نیک سیرت اور خوبصورت عورتیں ہوں گی تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے یعنی حوریں

مَّقْصُورَٰتٌ فِى ٱلْخِيَامِ ۝۷۲ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝۷۳

جو خیموں میں رہتی ہوں گی تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝۷۴ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ

ان کو (اہل جنت سے) پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہوگا اور نہ کسی جن نے. تو تم دونوں اپنے پروردگار کی

رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝۷۵ مُتَّكِـِٔينَ عَلَىٰ رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَ

کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۱) (اہل جنت) سبز قالینوں اور نادر نفیس مسندوں پر

عَبْقَرِىٍّ حِسَانٍ ۝۷۶ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝۷۷

تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے تو تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

تَبَٰرَكَ ٱسْمُ رَبِّكَ ذِى ٱلْجَلَٰلِ وَٱلْإِكْرَامِ ۝۷۸

اے پیغمبر! تمہارے پروردگار کا نام بابرکت ہے جو صاحب جلال وعظمت ہے (۲)

آیاتہا ۹۶ (۵۶) سُورَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ رکوعاتہا ۳

سورۂ واقعہ مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِذَا وَقَعَتِ ٱلْوَاقِعَةُ ۝۱ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝۲

جب قیامت ہوگی جس کے واقع ہونے میں کچھ جھوٹ نہیں ہے

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝۳ إِذَا رُجَّتِ ٱلْأَرْضُ رَجًّا ۝۴ وَبُسَّتِ

تو وہ پست اور بلند کردے گی (۳) جبکہ زمین سخت زلزلہ سے لرزنے لگے گی اور پہاڑ

---

(۱) لکھا ہے کہ "وَمِن دُونِهِمَا جَنَّتَانِ" سے جن دو جنتوں کا ذکر ہے وہ پہلی دو جنتوں سے کم درجے کی ہیں اور عام ایمان والوں کے لئے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اوپر کی آیتوں میں جن دو باغوں کا ذکر ہوا ان کے سوا اور دو باغ ہوں گے جو نہایت سرسبز ہوں گے، ان میں دو چشمے اُبلتے ہوں گے، ان میں کھجور، انار اور دوسرے طرح طرح کے میوے ہوں گے۔

اہل جنت کی دلچسپی کے لئے وہاں خوبصورت اور اچھی سیرت والی عورتیں ہوں گی یعنی حوریں جو خیموں میں رہیں گی اور جن کو اہل جنت سے پہلے کسی انسان یا جن نے نہیں چھوا ہوگا۔ پروردگار عالم کی ان نعمتوں میں سے کس نعمت کا انکار کیا جاسکتا ہے؟

(۲) اللہ تعالےٰ عظمت وبزرگی والا ہے اور اس کا نام بہت بابرکت ہے، جس کے لینے سے آدمی کو ایسی بڑی بڑی نعمتیں ملتی ہیں جن کا ذکر اوپر کی آیتوں میں کیا گیا ہے۔

ع ۳۲ ۱۲

لہٰذا لوگوں کو چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہوں، اس کے پیغام کو مانیں، اس کے مُبارک نام کا خوب ذکر کریں اور اس کے احکام کی تعمیل کیا کریں۔ دنیا اور آخرت میں کامیابی کا یہی ذریعہ ہے۔

(۳) قیامت ضرور ہوگی اور یقین رکھو کہ اس کے واقع ہونے میں کوئی خلاف نہیں ہے۔ پھر جب وہ واقع ہوگی تو بعض لوگوں کو اونچا کردے گی اور بعض کو نیچا۔ جو لوگ دنیا میں غرور وتکبر سے اکڑتے تھے اور اپنے کو بڑا سمجھ کر پیغام حق کا انکار کرتے تھے، قیامت کے دن ان کا سارا غرور کافور ہوجائے گا اور بڑی ذلت کی حالت میں دوزخ میں ڈھکیل دیئے جائیں گے۔

لیکن جو حضرات ایمان لائے تھے اور احکام الٰہی کی تعمیل کرکے تواضع اور خاکساری کے ساتھ زندگی گزارتے تھے اور جن کو دنیا وار حقیر سمجھتے تھے، وہ اپنے اپنے ایمان وعمل کے لحاظ سے جنت میں اونچے اونچے درجے پائیں گے۔

الْجِبَالُ بَسًّا ۝۵ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۝۶ وَّكُنْتُمْ

ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پھر وہ غبار ہو کر اڑنے لگیں گے تو تم

أَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝۷ فَأَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ أَصْحٰبُ

تین قسم ہو جاؤ گے تو داہنی طرف والے (سبحان اللہ!) داہنی طرف والے

الْمَيْمَنَةِ ۝۸ وَأَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۙ مَآ أَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۝۹

کیا ہی اچھے ہیں اور بائیں طرف والے (افسوس!) بائیں طرف والے کیا ہی بدنصیب ہیں

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝۱۰ أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝۱۱ فِيْ

اور آگے نکل جانے والے سب سے آگے ہیں یہی لوگ (اللہ کے ساتھ) خاص قرب رکھنے والے ہیں یہ لوگ

جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۱۲ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ ۝۱۳ وَقَلِيْلٌ مِّنَ

نعمت کے باغوں میں ہوں گے (۱) وہ اگلے لوگوں میں بہت سے ہوں گے اور پچھلے لوگوں

الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۴ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝۱۵ مُّتَّكِـِٔيْنَ عَلَيْهَا

میں سے تھوڑے (۲) وہ جڑاؤ تختوں پر آمنے سامنے تکیہ لگائے

مُتَقٰبِلِيْنَ ۝۱۶ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝۱۷

(بیٹھے) ہوں گے نوجوان لڑکے جو ہمیشہ (ایک حالت پر) رہیں گے (خدمت کیلئے) ان کے آس پاس پھریں گے

بِأَكْوَابٍ وَّأَبَارِيْقَ ۙ وَكَأْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝۱۸ لَّا

آبخورے اور آفتابے اور صاف شراب کے جام (لئے ہوں گے) اس سے

يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۝۱۹ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا

نہ تو سر میں درد ہوگا اور نہ بے ہوش ہوں گے (۳) اور میوے جس طرح کے

يَتَخَيَّرُوْنَ ۝۲۰ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝۲۱ وَحُوْرٌ

ان کو پسند ہوں اور پرندوں کا گوشت جس طرح کا ان کا جی چاہے اور بڑی بڑی

(۱) قیامت کے دن لوگ تین جماعتوں میں تقسیم ہو جائیں گے:۔ (۱) داہنے ہاتھ والے یعنی عام مومنین جن کے اعمال نامے داہنے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے اور جو عرش الٰہی کی داہنی جانب کھڑے ہوں گے۔ یہ خوش قسمت حضرات ہیں جو جنت میں بڑے عیش و آرام سے رہیں گے۔

(۲) بائیں ہاتھ والے یعنی کافر جن کے اعمال نامے بائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے اور جو عرش الٰہی کی بائیں جانب کھڑے ہوں گے یہ بدقسمت اور منحوس لوگ ہیں جو دوزخ میں عذاب بھگتیں گے۔

(۳) مقربین یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء، اولیاء جو رضاء الٰہی کی طلب اور نیک اعمال کی جد و جہد میں عام مومنین سے پیش پیش رہے۔ یہ حضرات قرب خاص میں نہایت بلند مقامات سے سرفراز ہوں گے۔

(۲) یعنی امت محمدیہ کے اگلوں میں مقربین حضرات کی تعداد زیادہ ہے اور پچھلوں میں کم ہے۔ یا یہ ایک عام اصول ہے کیونکہ ہر امت کا یہی حال ہوا کہ اس کے اگلوں میں پیغمبر کی تعلیم و تربیت کا اثر تازہ رہا جس کی وجہ سے ان میں جتنے کاملین اور مقربین پیدا ہوئے اتنے پچھلوں میں نہ ہو سکے۔

(۳) یہ حضرات ایک دوسرے کے مقابل جڑاؤ تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ خوبصورت لڑکے پاکیزہ شراب سے بھرے ہوئے جگ، گلاس اور پیالے لئے پھریں گے اور ان حضرات کو پیش کریں گے۔ وہ شراب ایسی پاکیزہ اور لطیف ہوگی کہ اس سے نہ تو دردِ سر ہوگا اور نہ ہوش و حواس گم ہوں گے۔

عِينٌ ۝٢٢ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ۝٢٣ جَزَاءً بِمَا كَانُوا
آنکھوں والی حوریں جیسے پوشیدہ رکھے ہوئے موتی یہ ان کے اعمال کا بدلا ہے جو وہ
يَعْمَلُونَ ۝٢٤ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ۝٢٥ إِلَّا
کرتے تھے (۱) وہاں نہ بیہودہ بات سنیں گے اور نہ گالی گلوچ بس
قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ۝٢٦ وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ ۚ مَا أَصْحَابُ
ہر طرف سے سلام ہی سلام کی آوازائے گی (۲) اور داہنی طرف والے (سبحان اللہ) داہنی طرف والے کیا ہی
الْيَمِينِ ۝٢٧ فِي سِدْرٍ مَخْضُودٍ ۝٢٨ وَطَلْحٍ مَنْضُودٍ ۝٢٩
اچھے ہیں (یعنی) بے کانٹے کی بیریوں اور تہ بہ تہ کیلوں
وَظِلٍّ مَمْدُودٍ ۝٣٠ وَمَاءٍ مَسْكُوبٍ ۝٣١ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ۝٣٢
اور لمبے لمبے سایوں اور بہتے ہوئے پانی اور بہت سے میووں میں
لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ ۝٣٣ وَفُرُشٍ مَرْفُوعَةٍ ۝٣٤ إِنَّا
جو نہ کبھی ختم ہوں اور نہ ان سے کوئی روکے (۳) اور اونچے اونچے فرشوں پر ہوں گے بلاشبہ
أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً ۝٣٥ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ۝٣٦ عُرُبًا
ہم نے حوروں کو ایسا پیدا کیا کہ ان کو کنواریاں بنایا شوہروں کی محبوب
أَتْرَابًا ۝٣٧ لِأَصْحَابِ الْيَمِينِ ۝٣٨ ثُلَّةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ ۝٣٩
اور ہم عمر یہ سب چیزیں داہنی طرف والوں کے لئے ہیں بہت سے اگلے لوگوں میں سے ہیں
وَثُلَّةٌ مِنَ الْآخِرِينَ ۝٤٠ وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ ۚ مَا
اور بہت سے پچھلوں میں سے (۴) بائیں طرف والے (افسوس) بائیں
أَصْحَابُ الشِّمَالِ ۝٤١ فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ ۝٤٢ وَظِلٍّ
طرف والے کیا ہی بدنصیب ہیں وہ لوگ آگ میں اور کھولتے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے

(۱) یعنی ہر طرح کے عمدہ عمدہ میوے ان کے لئے مہیا ہوں گے جو چاہیں گے پسند کر کے کھائیں گے۔ نیز پرندوں کا تازہ بہ تازہ گوشت جب چاہیں گے حاضر کیا جائے گا۔

اس کے علاوہ ان کی دلچسپی کے لئے بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی جو ایسی صاف ستھری اور پاکیزہ ہوں گی جیسے موتی جس کو بڑی حفاظت سے رکھا گیا ہو۔ اور یہ سب کچھ ان کے ایمان اور نیک اعمال کا بدلا ہوگا۔

(۲) جنت میں بیہودہ اور لغو باتیں نہیں ہوں گی۔ نہ کوئی جھوٹ بولے گا، نہ کسی کو طعنے دے گا اور نہ کسی پر کوئی تہمت لگائے گا۔ بلکہ ہر طرف سے سلام سلام کی آوازیں آئیں گی جنتی آپس میں ایک دوسرے کو اور فرشتے جنتیوں کو سلام کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی جنتیوں کو سلام پہنچے گا جو ان کے حق میں سب سے بڑھ کر اعزاز اور مسرت کا باعث ہوگا۔

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جنت میں کسی طرح کی تکلیف اور پریشانی نہیں ہوگی بلکہ ہر طرف امن و سلامتی کا دور دورہ ہوگا۔ حافظ شیرازیؒ نے اسی مفہوم کو شعر میں ادا کیا ہے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد ۔ کسے را با کسے کارے نباشد

(۳) اصحاب یمین بھی بڑے خوش قسمت ہوں گے جو نہایت آرام سے جنت میں رہیں گے لیکن ان کی جنت مقربین کی جنت کے مقابلے میں کمتر ہوگی۔ ان کی جنت میں بغیر کانٹے کے بیری کے درخت ہوں گے، خوب کثرت سے کیلے ہوں گے۔ دور دور تک پھیلا ہوا سایہ ہوگا اور پانی کے چشمے بہتے ہوں گے۔

ع ۱
۲۸
۱۴

غرض جنت میں خوب کثرت سے میوہ ہوگا جو نہ کبھی ختم ہوگا اور نہ جس کے حاصل کرنے میں کچھ روک ٹوک ہوگی۔

(۴) یعنی اہل جنت کی دلچسپی کے لئے جو حوریں اور عورتیں ہوں گی ان کی پیدائش اس طرح ہوگی کہ وہ ہمیشہ جوان رہیں گی، ہم عمر ہوں گی اور ان کے حسن و جمال اور ناز و انداز میں بڑی دلکشی ہوگی۔

یہ سب نعمتیں اصحاب یمین کے لئے ہوں گی جو ہمیشہ بڑی تعداد میں رہے، اگلوں میں بھی بکثرت تھے اور پچھلوں میں بھی بہت ہوں گے۔

مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ﴿٤٤﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا

سایہ میں (ہوں گے) جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ فرحت بخش وہ لوگ اس کے قبل (یعنی دنیا میں)

قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ

بڑی خوش حالی میں رہتے تھے اور بڑے بھاری گناہ پر اڑے

الْعَظِيْمِ ﴿٤٦﴾ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا

ہوئے تھے (۱) اور یوں کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہوکر

وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿٤٧﴾ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿٤٨﴾

رہ گئے تو کیا (پھر) ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی زندہ کئے جائیں گے (۲)

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٩﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى

اے پیغمبر! تم کہدو کہ بیشک سب اگلے اور پچھلے ایک مقررہ دن میں

مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٥٠﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ

جمع کئے جائیں گے پھر تم اے گمراہو (اور)

الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿٥١﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿٥٢﴾

جھٹلانے والو! تھوہر کا درخت کھاؤ گے اور

فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ

اسی سے پیٹ بھرو گے پھر اس پر کھولتا ہوا پانی

الْحَمِيْمِ ﴿٥٤﴾ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿٥٥﴾ هٰذَا نُزُلُهُمْ

پینا ہوگا اور پیوگے بھی تو اس طرح جس طرح پیاسے اونٹ پیتے ہیں (غرض) ان لوگوں کی قیامت

يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿٥٦﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿٥٧﴾

کے دن یہ دعوت ہوگی (۳) ہم نے تم کو (پہلی بار بھی) تو پیدا کیا ہے تو پھر تم (دوبارہ اٹھنے کو) کیوں سچ نہیں سمجھتے

(۱) 'اصحاب الشمال' یعنی بائیں ہاتھ والوں کی بدبختی کا کیا پوچھنا؟ وہ آگ کی لپٹ اور کھولتے پانی میں جھلستے ہوں گے اور سیاہ دھویں کے سایہ میں گھٹتے ہوں گے جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ فرحت بخش اور نہ ان کو اس سے کچھ عزت ملے گی۔

یہ بدبخت دنیا میں بڑے خوش حال تھے اور غرور وتکبر کے مارے بڑے گناہ یعنی شرک وکفر میں مبتلا تھے جس کی پاداش میں آج یہ دردناک عذاب بھگت رہے ہیں۔

(۲) یہ بدبخت قیامت کا بھی انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جب ہم مر کر مٹی میں مل جائیں گے اور ہماری ہڈیاں رہ جائیں گی تو کیا پھر زندہ کئے جائیں گے اور اسی طرح گزرے ہوئے ہمارے باپ دادا بھی زندہ کئے جائیں گے؟ یہ بات تو بہت عجیب سی معلوم ہوتی ہے۔

(۳) ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ ایک دن آنے والا ہے جبکہ اگلے پچھلے سب زندہ ہوکر جمع ہوں گے اور اپنے اپنے اعمال کا حساب دیں گے۔

پھر جن بدبختوں نے وحی الٰہی کو جھٹلایا ہوگا اور گمراہ رہے ہوں گے، وہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے جہاں وہ تھوہر سے اپنا پیٹ بھریں گے اور کھولتا ہوا پانی اس طرح بے تحاشا پئیں گے جس طرح پیاسے اونٹ پیتے ہیں جس سے ان کی آنتیں کٹ کٹ کر گر جائیں گی۔ دیکھو! قیامت کے دن اس طرح ان بدبختوں کی مہمانی ہوگی۔

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿٥٨﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ

بھلا بتاؤ تو جو تم (عورتوں کے رحم میں) منی پہنچاتے ہو اس کو تم (آدمی) بناتے ہو یا ہم

الْخٰلِقُوْنَ ﴿٥٩﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ

بناتے ہیں؟ (۱) ہم نے تم میں مرنا ٹھہرا دیا ہے اور ہم اس بات

بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٦٠﴾ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ

سے عاجز نہیں کہ تمہاری طرح کے اور لوگ تمہاری جگہ لے آئیں اور تم کو ایسی جگہ پیدا کریں

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا

جس کو تم نہیں جانتے اور تم پہلی پیدائش کو جانتے ہو پھر تم کیوں نصیحت

تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿٦٣﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ

حاصل نہیں کرتے (۲) بھلا بتاؤ کہ جو تم بوتے ہو کیا تم اسے اگاتے ہو

اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا

یا ہم اگاتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اس پیداوار کو چورا چورا کر دیں

فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿٦٥﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ بَلْ نَحْنُ

تو تم باتیں بناتے رہ جاؤ کہ ہم تو تاوانی میں پھنس گئے بلکہ ہم تو بالکل ہی

مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٦٧﴾ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿٦٨﴾ ءَاَنْتُمْ

محروم رہ گئے (۳) بھلا بتاؤ کہ جو پانی تم پیتے ہو اس کو

اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿٦٩﴾ لَوْ نَشَآءُ

بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برساتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو

جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ

اس کو کھاری کر دیں پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے (۴) بھلا بتاؤ کہ جو آگ

(۱) ان آیتوں میں چند تصرفات الٰہیہ کا ذکر فرمایا ہے تاکہ لوگ توحید کو مانیں اور یقین کریں کہ قیامت کا آنا اور لوگوں کا دوبارہ زندہ ہونا برحق ہے۔

غور کرنا چاہیئے کہ منی کے قطرے سے حسین و جمیل انسان کون بناتا ہے۔ ہم خود بناتے ہیں یا اللہ تعالیٰ؟ جب یہ بات سب لوگ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ساری کائنات کا پیدا کرنے والا ہے تو پھر توحید کو کیوں نہیں مانتے اور قیامت کے آنے پر کیوں یقین نہیں رکھتے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا پھر ان کے لئے موت بھی ٹھہرا دی۔ اس سے ثابت ہوا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور اس کی گرفت سے بچ کر کہیں نہیں بھاگ سکتے۔

اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اگر وہ چاہے تو تم کو کسی اور جہان میں لے جائے اور تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو یا دوسری طرح کی مخلوق کو پیدا کر دے۔

بہرحال جب تم اس بات کو مانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی نے پہلی مرتبہ ساری کائنات کو اور تم کو پیدا کیا ہے تو پھر تم کیوں اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے اور دوبارہ پیدا ہونے پر ایمان نہیں لاتے۔

(۳) آدمی زمین میں بیج ڈالتا ہے لیکن وہ کھیتی نہیں اگا سکتا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بیج کو زمین میں پرورش فرماتا ہے پھر اس سے کھیتی اگاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قادر ہے کہ اگر وہ چاہے تو کھیتی کو چورا چورا کر دے کہ لوگ اس سے فائدہ نہ اٹھا سکیں اور کہیں کہ افسوس ہم نقصان میں پڑ گئے، بلکہ بالکل ہی محروم ہو گئے۔

(۴) لوگ پانی کو پیتے ہیں اور نہانے اور دھونے کے کام میں بھی لاتے ہیں۔ لیکن وہ اس کو بنا نہیں سکتے اور نہ بادل سے اتار سکتے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے اس طرح کا نظام مقرر کیا ہے کہ اپنے وقت پر بادلوں سے خوب پانی برستا ہے۔ اور وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ اگر چاہے تو پانی کو کھاری اور بدمزہ بنا دے کہ لوگ اس کو پی نہ سکیں تعجب ہے کہ اس حقیقت کو جاننے کے بعد بھی لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے اور اس کے پیغام کو نہیں مانتے۔

اَلَّتِیْ تُوْرُوْنَ ﴿٧١﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ
تم سلگاتے ہو کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم پیدا
الْمُنْشِئُوْنَ ﴿٧٢﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا
کرتے ہیں ہم نے اسے یاد دلانے اور مسافروں کے برتنے کو
لِّلْمُقْوِیْنَ ﴿٧٣﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ﴿٧٤﴾ فَلَآ اُقْسِمُ
بنایا ہے تو تم اپنے پروردگار کے نام کی تسبیح کیا کرو جو سب سے بڑا ہے (۱) تو ہمیں ستاروں
بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿٧٥﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ ﴿٧٦﴾
کے چھپنے کی قسم کھاتا ہوں اور اگر تم غور کرو تو یہ ایک بڑی قسم ہے
اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌ ﴿٧٧﴾ فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿٧٨﴾ لَّا یَمَسُّهٗٓ
کہ یہ باعزت قرآن ہے (جو) محفوظ کتاب میں (لکھا ہوا ہے) اس کو وہی ہاتھ
اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿٧٩﴾ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿٨٠﴾
لگاتے ہیں جو پاک ہیں پروردگار عالم کی طرف سے اتارا گیا ہے
اَفَبِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿٨١﴾ وَتَجْعَلُوْنَ
کیا تم اس کلام (پر ایمان لانے) میں سستی کرتے ہو اور تکذیب
رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ
کو اپنی غذا بناتے ہو (۲) بھلا جس وقت روح حلق
الْحُلْقُوْمَ ﴿٨٣﴾ وَاَنْتُمْ حِیْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ
تک پہنچتی ہے اور تم اس وقت (کی حالت) کو دیکھا کرتے ہو اور ہم اس مرنے والے
اِلَیْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ
سے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم کو نظر نہیں آتے پس اگر تم کسی کے

(۱) درخت کی لکڑی سے آگ نکلتی ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں. خاص کر مسافروں اور جنگلوں میں بسنے والے لوگوں کو آگ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے. لکھا ہے کہ جنگل میں بعض درخت ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے رگڑنے سے خود بخود آگ نکلنے لگتی ہے. یہ بات آدمی کے بس کی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے یہ نظام مقرر کر رکھا ہے لوگوں کو چاہیئے کہ اس صورت حال کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر ایمان لائیں. نیز اس کو دوزخ کی آگ کا نمونہ سمجھ کر نصیحت حاصل کریں. اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں اس کی عظمت و جلال پر ایمان لا کر اس کے آگے جھکیں اور اس کے مبارک نام کی پاکی بیان کریں۔

ع ٢ ١٠ ٢٦ ١٥

(۲) یعنی ستاروں کے ڈوبنے کی قسم یا ان کی منزلوں کی قسم یا قرآن کی آیتوں کی قسم جو تھوڑی تھوڑی نازل ہوتی ہیں۔

بہرحال قرآن مجید کی عظمت کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ایک بڑی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ یہ ایک باعزت قرآن ہے جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے جس کو پاک فرشتے ہی ہاتھ لگاتے ہیں اور ان ہی میں سے ایک بڑے امانت دار فرشتے حضرت جبرئیلؑ کے ذریعے پروردگار عالم کے حکم سے اور اس کی طرف سے آنحضرتؐ پر نازل ہوتا ہے۔

ان لوگوں کی عقلوں پر حیرت ہے جو ایسی مقدس اور باعزت کتاب پر ایمان لانے میں سستی اور کاہلی کرتے ہیں اور اس کے جھٹلانے کو انھوں نے اپنی غذا بنا رکھا ہے کہ جوں ہی کوئی آیت نازل ہوئی اور بے سوچے سمجھے انھوں نے اس کو جھٹلا دیا۔

غَيْرَ مَدِينِينَ ﴿٨٦﴾ تَرْجِعُونَهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٨٧﴾

بس میں نہیں ہو تو اگر سچے ہو تو روح کو کیوں نہیں لوٹا لیتے (۱)

فَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٨٨﴾ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ

پھر اگر وہ (اللہ کے) مقربوں میں سے ہے تو (اس کے لئے) آرام اور فراغت کی روزی

وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ﴿٨٩﴾ وَأَمَّا إِن كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿٩٠﴾

اور نعمت کا باغ ہے اور اگر وہ دائیں ہاتھ والوں میں سے ہے تو (کہا جائے گا)

فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿٩١﴾ وَأَمَّا إِن كَانَ

کہ تجھ پر داہنے ہاتھ والوں کی طرف سے سلام اور اگر وہ جھٹلانے

مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ ﴿٩٢﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ ﴿٩٣﴾

والے گمراہوں میں سے ہے تو اس کے لئے کھولتے پانی کی مہمانی

وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ ﴿٩٤﴾ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ ﴿٩٥﴾

اور دوزخ میں داخل کیا جانا ہے (۲) بیشک یہ جو کچھ مذکور ہوا یقینی بات ہے

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٩٦﴾

تو تم اپنے پروردگار کی تسبیح کرتے رہو جو بزرگ و برتر ہے (۳)

سُورَةُ الْحَدِيدِ مَدَنِيَّةٌ (۵۷)

سورۂ حدید مدینہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ

جو چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں اور وہ غالب (اور)

(۱) کافروں کی تنبیہ کے لئے ان کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تم جو قرآن مجید کا، قیامت کا اور دوبارہ زندہ ہونے کا بے دھڑک انکار کرتے ہو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کے بندے ہی نہیں ہو اور تم کو مر کر اس کے آگے جانا ہی نہیں ہے۔

اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو کسی مرنے والے کو مرنے سے بچا لو جبکہ تمہارا کوئی رشتہ دار یا عزیز مرتا ہوتا ہے اور تم اس کے پاس بیٹھے حسرت سے اس کی حالت زار دیکھتے ہو۔ اس وقت تم اس پر ترس کھاتے ہو لیکن اس کی مدد نہیں کرسکتے کیونکہ تمہارے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ قریب ہوتا ہے اور وہ اس کے قبضۂ قدرت میں ہوتا ہے، اگرچہ تم کو یہ کیفیت نظر نہیں آتی۔

(۲) اس سے معلوم ہوا کہ تم بے بس ہو اور یہ کہ ساری روحیں اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہیں لہٰذا یقین رکھو کہ قیامت ہوگی اور سب کے اعمال کا حساب ہوگا۔ پھر جو لوگ مقربین میں سے ہوں گے ان کے لئے ہر طرح کی راحت اور جنت نعیم ہوگی۔ اور اصحاب یمین بھی امن و سلامتی کے ساتھ جنت میں رہیں گے۔ ۳ ع ۲۲ ۱۶

لیکن جو بدبخت پیغام حق کو جھٹلا کر گمراہ رہے ہوں گے ان کی مہمانی دوزخ کی آگ اور کھولتے ہوئے پانی سے کی جائے گی۔

(۳) یعنی جو کچھ بیان کیا گیا ہے اور جس کی خبر قرآن مجید نے دی ہے، وہ برحق اور یقینی ہے۔ کافروں کے جھٹلانے سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔

لہٰذا تم اپنے پروردگار کی طرف متوجہ رہو اور اس کی تسبیح اور حمد و ثنا میں لگے رہو یہی کامیابی کا سیدھا، سچا اور یقینی راستہ ہے۔

الْحَكِيمُ ﴿١﴾ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ
حکمت والا ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے
وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢﴾ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ
اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وہی اوّل ہے اور وہی آخر
وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٣﴾ هُوَ
اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے (۱) وہی
الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ
ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر
اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا
عرش بریں پر جلوہ فرما ہوا وہ سب کچھ جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو
يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ
اس سے نکلتا ہے اور جو آسمانوں سے اترتا ہے اور جو اس کی طرف چڑھتا ہے
وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو
بَصِيرٌ ﴿٤﴾ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَإِلَى اللّٰهِ
دیکھ رہا ہے (۲) آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے اور سب امور اللہ ہی کی
تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٥﴾ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ
طرف لوٹائے جاتے ہیں وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور وہی دن کو رات میں داخل
فِي اللَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٦﴾ آمِنُوا بِاللّٰهِ
کرتا ہے اور وہ دلوں کے بھیدوں تک سے واقف ہے (۳) تم اللہ پر اور اس کے

(۱) اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ آسمان و زمین کی ساری چیزیں اس کی تسبیح بیان کرتی ہیں اگرچہ لوگ ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ وہ ہر چیز پر غالب ہے اور اس کے سارے کام حکمت و مصلحت سے ہوتے ہیں۔

آسمان و زمین اسی کی ملک ہیں اور سب پر اسی کا حکم چلتا ہے۔ پیدا کرنا اور مارنا بھی اسی کا کام ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہی سب سے اوّل ہے، یعنی وہ موجود تھا اور اس کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ وہی سب سے آخر ہے یعنی سب چیزیں فنا ہو جائیں گی اور وہ باقی رہے گا۔ وہی ظاہر ہے، کیونکہ وجود اور ظہور حقیقت میں اسی کا ہے۔ اور اس کے ظہور کے ساتھ ساتھ وہ باطن بھی ہے کہ اس کی ذات و صفات کی حقیقت ایک عقل و ادرک کی رسائی نہیں، لیکن وہ ہر چیز کی حقیقت کو جانتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی ساری کائنات کو دفعۃً پیدا نہیں فرمایا۔ اگر وہ چاہتا تو ایسا بھی کر سکتا تھا بلکہ اس کو چھ دن میں پیدا کیا۔ اس دن کی مقدار اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ پھر اس نے عرش کا قصد فرمایا اور کائنات کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ ساری کائنات کے حال سے خوب واقف ہے:

جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے جیسے بارش اور بیج وغیرہ اور جو کچھ زمین سے نکلتا ہے جیسے درخت وغیرہ اس کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اسی طرح جو کچھ آسمان سے اترتا ہے یعنی وحی اور فرشتے اور جو کچھ اوپر چڑھتا جیسے اعمال اور دعائیں ان سب سے بھی اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے۔

اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں اور جس حال میں تم ہو۔ اور وہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

(۳) آسمان اور زمین سب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور سب پر اسی کا حکم چلتا ہے اور سارے کام آغاز اور انجام کے لحاظ سے اسی کی طرف لوٹتے ہیں۔

اس نے رات اور دن کا انتظام اس طرح فرمایا ہے کہ کبھی دن بڑا ہو جاتا ہے اور کبھی رات۔ یاد رکھو کہ وہ سینوں میں چھپے ہوئے بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔

وَرَسُولِهِ وَأَنفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُم مُّسْتَخْلَفِينَ فِيهِ ۖ

رسول پر ایمان لاؤ اور جس مال میں اس نے تم کو جانشین بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو

فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَأَنفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ ۝

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور (مال) خرچ کرتے رہے ان کے لئے بڑا ثواب ہے (۱)

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۙ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ

اور تم کیسے لوگ ہو کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ اس کے پیغمبر (محمدؐ) تمھیں بلا رہے ہیں

لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِن كُنتُم

تاکہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ اور وہ خود تم سے اس کا عہد لے چکا ہے اگر تم

مُّؤْمِنِينَ ۝ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ

مانو (۲) وہی تو ہے جو اپنے بندے (محمدؐ) پر واضح آیتیں نازل کرتا ہے

لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ

تاکہ تم کو اندھیریوں سے نکال کر روشنی میں لائے اور بلاشبہ اللہ

بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ

تم پر شفقت کرنے والا (اور) مہربان ہے (۳) اور تم کو کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں

اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِي

کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کی وراثت اللہ ہی کے لئے ہے جس شخص نے تم میں سے

مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ

فتح سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ (اور جس نے یہ کام پیچھے کئے وہ) برابر نہیں ان کا درجہ

أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ

ان لوگوں سے بڑھ کر ہے جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور جہاد کیا

منزل ۷

(۱) یعنی اللہ تعالیٰ کے صفات اور کمالات پر غور کرکے اس پر ایمان لاؤ۔ نیز آنحضرتؐ کی رسالت پر بھی ایمان لاؤ۔ کیونکہ آپ ہی اللہ تعالیٰ کا پیغام سنانے والے اور ایمان کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔

آنحضرتؐ پر ایمان لاکر تبلیغ اسلام میں آپ کی مدد کرو اور اس کام کے لئے دل کھول کر مال خرچ کرو۔ یاد رکھو کہ مال و دولت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے لیکن اس نے اپنے فضل سے تم کو مال و دولت عطا فرمایا اور اس کے خرچ کرنے کا اختیار دیا۔ لہٰذا اس کے حکم کے مطابق اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دل کھول کر خرچ کرو۔

اس کے علاوہ یہ بھی یاد رکھو کہ یہ مال و دولت ہمیشہ تمھارے پاس رہنے والا نہیں۔ کل تک تمھارے باپ دادا اس کے مالک تھے اور تمھاری آنکھیں بند ہوتے پیچھے تمھاری اولاد اس پر قبضہ کرے گی۔ تمھارا مال تو وہی ہے جو تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے، کیونکہ اس کے بدلے میں تم کو بڑا ثواب ملے گا۔

(۲) لوگوں کو ذرا عقل سے کام لینا چاہیئے اور سوچنا چاہیئے کہ آخر ایمان لانے سے کیا چیز مانع ہے جبکہ آنحضرتؐ اللہ تعالیٰ کا پیغام سنا رہے ہیں اور پروردگار عالم کی طرف بلا رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ لوگ اس نعمت کی قدر نہیں کرتے اور آنحضرتؐ کا احسان نہیں مانتے۔

نیز یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت تو وہی ہے جس کا عالم ارواح میں بنی آدم اقرار کر چکے ہیں اور جس کا اثر اب بھی وہ اپنی فطرت میں محسوس کرتے ہیں۔

اگر لوگ ان حقیقتوں پر غور کریں تو کونسی چیز ان کو ایمان لانے سے روک سکتی ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی مہربانی دیکھو کہ وہ آنحضرتؐ پر جو اس کے مقدس ترین بندے ہیں، قرآن مجید کی واضح آیتیں اور کھلی دلیلیں نازل فرماتا ہے تاکہ لوگوں کو شرک اور گناہوں کے اندھیرے سے نکال کر ایمان اور نیک اعمال کی روشنی میں لا کھڑا کرے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت شفقت کرنے والا اور مہربان ہے لیکن افسوس کہ بہت سے بندے اللہ تعالیٰ کی مہربانی کی قدر نہیں کرتے اور ایمان نہیں لاتے۔

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰىؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿١٠﴾

اور اللہ نے سب سے بھلائی (یعنی ثواب) کا وعدہ کیا ہے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ ان سے باخبر ہے (۱)

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَ

کون ہے جو اللہ کو اچھی طرح قرض کے طور پر دے پھر اللہ اس کے لئے اس کو دگنا کر دے اور

لَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿١١﴾ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ

اس کے لئے باعزت ثواب ہے (۲) جس دن تم مومن مردوں اور مومن عورتوں کو

يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ

دیکھو گے کہ ان کے ایمان کا نور ان کے آگے آگے اور داہنی طرف چل رہا ہے (تو ان سے کہا جائے گا کہ) تم کو بشارت

جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاؕ ذٰلِكَ

ہو کہ آج (تمہارے لئے) ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں تم ہمیشہ رہو گے یہی

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٢﴾ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ

بڑی کامیابی ہے (۳) جس دن یہ منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْۚ قِيْلَ

والوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرو ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں تو ان سے

ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًاؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ

کہا جائے گا کہ پیچھے کو لوٹ جاؤ اور وہاں نور تلاش کرو (۴) پھر ان کے بیچ میں ایک دیوار کھڑی

لَّهٗ بَابٌؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ

کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا اس کے اندرونی جانب رحمت ہوگی اور بیرونی

الْعَذَابُ ﴿١٣﴾ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْؕ قَالُوْا بَلٰى

جانب عذاب ہوگا (۵) منافق ایمان والوں کو پکاریں گے کہ کیا ہم (دنیا میں) تمہارے ساتھ نہ تھے وہ کہیں گے کیوں نہیں

(۱) ایمان لانے کی ترغیب دینے کے بعد تبلیغ اسلام کی راہ میں مال و دولت خرچ کرنے کی ترغیب دینے کے لئے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ آسمان و زمین کا اور جو کچھ ان کے اندر ہے سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ لوگوں کا قبضہ محض عارضی اور چند روز کے لئے ہے جو ایک دن ختم ہو جائے گا۔ اس لئے دانشمندی اور ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی بخل نہ کرے اور اپنے ارادے سے راہ خدا میں مال و دولت خرچ کرے

ع ١٠
١٧

پھر یہ کہ فتح مکہ سے پہلے کی حالت زیادہ سختی اور مشکل کی تھی۔ اس وقت جن حضرات نے جان و مال سے اسلام کی خدمت کی ان کے بڑے درجے ہیں۔ لیکن محروم کوئی بھی نہیں ہوگا۔ دین کی راہ میں قربانی دینے کا ثواب سبھی کو ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال سے باخبر ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے راستے میں اور دین کی اشاعت و تبلیغ کے لئے مال و دولت خرچ کرنا ایسا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیا ہے جس کی واپسی میں کسی طرح کا شائبہ شبہ نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو دوچند کرے گا اور خوب بڑھائے گا۔ دنیا میں بھی اس کا فائدہ ملتا ہے کہ دین کی کامیابی کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں اور آخرت میں تو ہمیشہ رہنے والی باعزت ثواب یعنی جنت سے سرفرازی ہوگی۔

(۳) لکھا ہے کہ جب لوگ پل صراط پر سے گزریں گے سخت اندھیرا ہوگا۔ اس وقت ایمان کی روشنی ایمان والوں کے آگے اور داہنی طرف ہوگی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پل صراط کا راستہ خوب روشن ہوگا اور ایمان والے بے فکری سے گزر جائیں گے۔

اس وقت ان کو فرشتے خوشخبری سنائیں گے کہ تمہارے لئے بہشت کے باغ تیار ہیں جن میں تم ہمیشہ رہو گے اور جہاں ہر طرح کا آرام ہوگا۔ انسان کے لئے یہی بہت بڑی کامیابی ہے کہ پروردگار عالم اس سے خوش ہو اور ہمیشہ کا آرام ملے۔

(۴) ایماندار مرد اور عورتیں تو ایمان کی روشنی میں پل صراط پر دوڑتے ہوئے چلے جائیں گے لیکن منافق مرد اور عورتیں ایمان کی روشنی سے محروم ہوں گے۔ وہ ایمان والوں سے کہیں گے کہ ذرا ٹھہرو۔ ہم بھی تمہاری روشنی سے فائدہ اٹھائیں۔

اس وقت ان بدبختوں کو جواب دیا جائے گا کہ پیچھے پھر کر دیکھو اور روشنی حاصل کرو۔ یعنی جب دنیا میں ایمان کی روشنی تقسیم ہو رہی تھی تو تم نے اس کو قبول نہیں کیا۔ اب اندھیرے میں مرو۔ یہاں تمہارے لئے روشنی کہاں؟

(۵) پھر ایمان والے جنت میں چلے جائیں گے اور منافق اور کافر دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔ اور ایک دیوار دونوں کے بیچ میں کھڑی کردی جائے گی۔ غالباً یہ وہی دیوار ہے جس کو اعراف کہتے ہیں۔ اس کے اندر کی طرف رحمت یعنی جنت ہوگی جہاں ایمان دار حضرات آرام سے ہوں گے اور باہر کی جانب دوزخ ہوگی جس میں منافق اور کافر عذاب بھگت رہے ہوں گے۔

وَلٰکِنَّکُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَکُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ
لیکن تم نے خود اپنے کو بلا میں ڈالا اور تم انتظار میں رہے اور اسلام میں شک کیا اور جھوٹی
وَغَرَّتْکُمُ الْاَمَانِیُّ حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّکُمْ بِاللّٰهِ
آرزوؤں نے تم کو دھوکا دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور اللہ کے بارے میں تم کو شیطان دغاباز نے
الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْیَوْمَ لَا یُؤْخَذُ مِنْکُمْ فِدْیَةٌ وَّلَا مِنَ
دھوکے میں ڈال دیا تو آج تم سے معاوضہ نہیں لیا جائے گا اور نہ کافروں سے
الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىکُمُ النَّارُ ؕ هِیَ مَوْلٰىکُمْ ؕ وَبِئْسَ
لیا جائے گا تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ وہی تمہاری رفیق ہے اور وہ برا
الْمَصِیْرُ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ
ٹھکانا ہے (۱) کیا ایمان والوں کے لئے (ابھی تک) اس بات کا وقت نہیں آیا کہ
لِذِکْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ
اللہ کی یاد سے اور جو دین حق ان کے لئے نازل ہوا ہے اس سے ان کے دل نرم ہو جائیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں
اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ
جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر ان پر طویل زمانہ گزر گیا اور ان کے دل سخت
قُلُوْبُهُمْ ؕ وَکَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ
ہو گئے اور ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں (۲) جان رکھو کہ اللہ ہی
یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَکُمُ الْاٰیٰتِ
زمین کو اس کے خشک ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے ہم نے اپنی نشانیاں تم سے صاف صاف
لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ
بیان کر دی ہیں تاکہ تم سمجھو بیشک خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں

(۱) منافق دوزخ میں سے ایمانداروں کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ دنیا میں ہم تمہارے ساتھ تھے اور نماز روزہ وغیرہ بہت سے احکام پر عمل کرتے تھے۔ پھر آج کیوں ہم کو جنت میں اپنے ساتھ نہیں رکھتے؟

ایماندار حضرات ان کو جواب دیں گے کہ بیشک تم دنیا میں ظاہری طور پر ہمارے ساتھ تھے لیکن تم نے نفاق اختیار کرکے اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا۔ تم ایمان کے بارے میں شک کرتے تھے اور اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ تمہاری آرزو پوری ہوگی اور اسلام مغلوب ہو جائے گا شیطان کے دھوکے میں پھنس کر اللہ تعالیٰ کو بھول گئے۔ تم اسی حال میں تھے کہ موت نے آدبوچا۔ اب اس نفاق کی سزا بھگتو۔

پھر فرض کرو کہ اگر آج تم اور کھلے کافر عذاب سے بچنے کے لئے کچھ معاوضہ دینا چاہو تو وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا بس اب تم سب کا ٹھکانا تو دوزخ ہی ہے جو بہت برا ٹھکانا ہے اور وہی تمہارا رفیق ہے۔ اس کے سوا کوئی یہاں تم کو رفیق اور دوست نہیں ملے گا۔

(۲) سچے اور پکے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی کا دل نرم ہو اور قرآن مجید سے نصیحت حاصل کرنے کی صلاحیت باقی رہے۔

اس لئے مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے دلوں کو دیکھیں کہ آیا ذکر الٰہی اور قرآن مجید کی تلاوت کے وقت ان میں خشوع خضوع پیدا ہوتا ہے یا نہیں اور اس کا کچھ اثر ہوتا ہے یا نہیں۔

نیز مسلمانوں کو چاہیئے کہ اہل کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ کی حالت سے عبرت حاصل کریں اور ان کے نقش قدم پر نہ چلیں۔

اہل کتاب کا حال یہ ہوا کہ مدت دراز تک دنیا کے عیش و آرام اور خواہشات میں پڑنے کی وجہ سے ان کے دل سخت ہو گئے جن پر قرآن مجید کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ان میں سے بہت سے کفر اور نافرمانی میں مبتلا ہیں۔

وَأَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ
اور جنہوں نے اللہ کو اچھی طرح قرض دیا تو وہ ان کے لئے دونا کر دیا جائے گا اور ان کے لئے
أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿۱۸﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ
باعزت بدلا ہے (۱) اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے
أُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ
وہی اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں
لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا
ان کے لئے ان کے اعمال کا بدلا ہوگا اور ان کے ایمان کا نور اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری
بِآيٰتِنَآ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَحِيمِ ﴿۱۹﴾ اِعْلَمُوٓا أَنَّمَا
آیتوں کو جھٹلایا وہی دوزخی ہیں (۲) جان رکھو کہ
الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِينَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ
دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت اور آرائش اور باہم ایک دوسرے
بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوٰلِ وَالْأَوْلَادِ ۖ كَمَثَلِ
پر فخر کرنا اور مال اور اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ خواہش کرنا ہے اس کی مثال
غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرٰىهُ
ایسی ہے جیسے بارش کہ اس کی پیداوار (یعنی کھیتی) کاشتکار کو بھلی معلوم ہوتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو تو اس
مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطٰمًا ۖ وَفِي الْآخِرَةِ
کو زرد دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں
عَذَابٌ شَدِيدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوٰنٌ ۚ
سخت عذاب ہے اور ایمان والوں کے لئے اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے

(۱) جو ایماندار مرد اور عورتیں اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں، وہ گویا اللہ تعالیٰ کو قرض دیتے ہیں۔ لہٰذا ان کو امید رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے مال کو ضائع نہ کرے گا بلکہ اس کو دگنا کر کے واپس کرے گا اور ان کو باعزت ثواب یعنی بہشت کے باغ عطا فرمائے گا۔

ع ۲ ۹ ۱۸

(۲) جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے بھیجے ہوئے سب رسولوں پر کامل ایمان رکھتے ہیں اور اعلیٰ درجے پر اسلام کے احکام پر عمل کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں، یعنی اعلیٰ درجے کے سچے اور پکے مسلمان ہیں اور اپنی سچائی اور راستبازی کی وجہ سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے دوسرے لوگوں کے حال کی گواہی دیں گے۔ وہ لوگ دنیا میں ایمان لائے تھے یا نہیں۔ ان حضرات کو اپنے اپنے درجے کے لحاظ سے ثواب اور نور ملے گا۔

لیکن جن لوگوں نے دین حق کا انکار کیا اور اس کو جھٹلایا وہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ⑳

اور دنیا کی زندگی تو محض دھوکے کا اسباب ہے (۱)

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ

(اے لوگو!) تم اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور ایسی جنت کی طرف لپکو

عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ

جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کی وسعت کے برابر ہے جو ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے

اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ

جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہے عنایت

يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ㉑ مَآ اَصَابَ مِنْ

فرمائے اور اللہ بڑے فضل والا ہے (۲) کوئی مصیبت

مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ

ملک پر اور خود تم پر نہیں پڑتی مگر وہ

كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ

کتاب میں لکھی ہوئی ہے قبل اس کے کہ ہم اس کو دنیا میں پیدا کریں بلاشبہ یہ کام اللہ کے لئے

يَسِيْرٌ ㉒ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا

آسان ہے تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے اس پر رنج نہ کرو اور جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے

بِمَآ اٰتٰىكُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ㉓

اس پر اترایا نہ کرو اللہ کسی اترانے والے شیخی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ

جو خود بھی بخل کریں اور لوگوں کو بھی بخل سکھائیں

(۱) جو لوگ دنیا کی زندگی پر فریفتہ ہو کر آخرت سے غافل رہتے ہیں ان کی نصیحت کے لئے فرمایا کہ دنیا کی زندگی تو بس یہ ہے کہ آدمی بچپن میں کھیل کود پسند کرتا ہے۔ جوانی کو دنیا کی زینت اور دلچسپیاں اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں پھر مال و دولت، اولاد اور جتھے کی فکر ہوتی ہے اور لوگ ایک دوسرے سے بڑھ کر مال و دولت جمع کرنے، بڑا خاندان اور مضبوط جتھا بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ ان لوگوں کی زندگی کا بس یہی مقصود اور ماحصل ہوتا ہے۔

اس طرح کی زندگی کی مثال یوں سمجھو کہ بارش سے کھیتی لہلہاتی ہے جس کو دیکھ کر کسان خوش ہوتا ہے۔ پھر تھوڑے دن کے بعد مرجھا جاتی ہے اور زرد پڑ جاتی ہے جس کو آدمی، جانور روند کر چورا چورا کر دیتے ہیں۔

اسی طرح دنیا کی زندگی بھی اچانک ختم ہو جاتی ہے اور آدمی دوسرے ہی جہان میں پہنچ جاتا ہے۔ وہاں دو حال ہیں۔ دوزخ کا سخت عذاب یا جنت کا آرام اور اللہ تعالے کی بخشش اور اس کی خوشنودی۔ غرض یہ کہ اس لحاظ سے دنیا کی زندگی محض دھوکا ہے۔

(۲) جب یہ بات یقینی ہے کہ دنیا کی زندگی ایک دن ختم ہونے والی ہے تو عقلمند آدمی کو چاہیئے کہ اس پر فریفتہ نہ ہو بلکہ ایمان اور عمل صالح کی طرف لپکے اور خود کو ایمان اور عمل صالح سے آراستہ کرے جس کے نتیجے میں وہ اللہ تعالے کی مغفرت اور اس کی جنت کا مستحق ہو جس کی وسعت کا تصور کرنا مشکل ہے۔ آسمان اور زمین بھی اس میں سما سکتے ہیں۔

یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو اللہ تعالے پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے احکام کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔

یاد رکھو کہ یہ اللہ تعالے کا فضل ہوگا کہ وہ بندے کے ایمان اور عمل صالح کو قبول فرما کر اس کو جنت عطا فرمائے گا۔ اور بڑے فضل والا ہے اور اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾

اور جو شخص روگردانی کرے تو اللہ بے نیاز اور سزاوارِ حمد (و ثنا) ہے (۱)

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ

بیشک ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل

الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ

کیں اور ترازو تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں (۲)

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ

اور لوہا پیدا کیا اس میں لوگوں کے لئے سخت لڑائی (کا سامان) ہے اور

مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ

فائدے بھی ہیں اور تاکہ اللہ ان لوگوں کو معلوم کرے جو بغیر دیکھے اللہ اور اس کے پیغمبروں

بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا

کی مدد کرتے ہیں بلاشبہ اللہ قوی (اور) غالب ہے (۳) اور ہم نے نوح اور

نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ

ابراہیم کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا اور ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب (کے سلسلہ) کو (جاری)

وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾

رکھا تو بعض ان میں سے ہدایت پر ہیں اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں (۴)

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى

پھر ان کے پیچھے انہی کے قدموں پر (اور) پیغمبر بھیجے اور ان کے پیچھے مریم کے

ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۵ وَجَعَلْنَا فِيْ

بیٹے عیسیٰ کو بھیجا اور ان کو انجیل عنایت کی اور جن لوگوں نے ان کی

(۱) جس طرح بہت سے لوگ عیش و آرام میں پڑ کر اللہ تعالیٰ سے اور آخرت سے غافل ہو جاتے ہیں اسی طرح مصیبت سے بے حد بیتاب ہوتے ہیں اور صبر نہیں کرتے۔

اس لئے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں کو چاہیئے کہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے اور بہت وسیع ہے۔ دنیا میں جو مصیبت آتی ہے، چاہے وہ عام مصیبت ہو یا شخصی، اس کو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے جس کا ظاہر ہونا اپنے وقت پر ضروری ہے۔

لہٰذا جب آدمی کسی فائدے سے محروم ہو تو حد سے زیادہ بےچینی کا اظہار نہ کرے بلکہ صبر کرے اور دل کو یوں سمجھائے کہ تقدیر الٰہی میں جو لکھا تھا پورا ہوا۔ اور جب اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا فرمائے تو اس پر اترائے نہیں اور بیجا غرور نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ اترانے والوں اور شیخی مارنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اکثر دولت مندوں میں یہ عیب ہوتا ہے کہ باتیں تو بہت بڑی بڑی کرتے ہیں لیکن نیک کام میں خرچ کرتے ہوئے ان کو موت آتی ہے خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر وہ احکام الٰہی سے منہ موڑیں گے تو اپنا ہی نقصان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور ہر حال میں مستحق حمد و ثنا ہے۔

ع ۳ ۶ ۱۹

(۲) نبوت اور رسالت کوئی نئی چیز نہیں ہے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے پیغمبر بھیجے ہیں پیغمبروں پر وحی نازل فرمائی اور ان کو کتاب عنایت کی اور میزان یعنی ترازو بنانا سکھایا یا انصاف کی تعلیم دی تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں اور بندوں کے معاملات میں عدل و انصاف کریں اور آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کریں تاکہ دنیا میں امن و امان قائم رہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے لوہا پیدا کیا جو ایک سخت دھات ہے اس سے ہتھیار اور بہت سے آلات بنائے جاتے ہیں۔

ایمان والوں کو بھی چاہیئے کہ لوہے کی قدر کریں اور اس سے ہتھیار بنائیں۔ کیونکہ جب شر پسند لوگ دنیا میں فساد برپا کرتے ہیں اور دین حق کو زور وقت سے مٹانا چاہتے ہیں، تو اس وقت ایمان والوں کو بھی تلوار اٹھانا پڑتی ہے اور اس وقت اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون غیب کی باتوں پر ایمان لا کر اللہ کے دین کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے، اور کون جان چرا کر بھاگ جاتا ہے؟ یاد رکھو کہ تمہارے درجے بلند کرنے کے لئے یہ طریقہ رکھا گیا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری مدد کی ضرورت نہیں وہ تو خود ہی بڑی قوت والا ہے اور ہر چیز پر غالب ہے۔

(۴) حضرت نوحؑ آدم ثانی ہیں اور بہت بڑے پیغمبر ہیں۔ ان کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کی اولاد میں بھی نبوت کا سلسلہ جاری رکھا لیکن ان کی تعلیم سے تھوڑے لوگوں نے فائدہ اٹھایا یعنی ہدایت حاصل کی اور بہت سے گمراہ اور نافرمان رہے۔

قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَرَهْبَانِیَّةَ ۨ
پیروی کی ان کے دلوں میں شفقت اور مہربانی ڈال دی (۱) اور رہبانیت (کا طریقہ)

ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَیْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ
انھوں نے خود نکال لیا ہم نے ان کو اس کا حکم نہیں دیا تھا مگر انھوں نے (اپنے خیال میں) اللہ کی خوشنودی

اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَا ۚ فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ
حاصل کرنے کیلئے (خود ہی ایسا کر لیا تھا) پھر جیسا اس کو نباہنا چاہیے تھا نباہ بھی نہ سکے جو لوگ ان میں ایمان لائے ان کو ہم نے

اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾
(ان کے ایمان و عمل صالح کا) ثواب دیا اور بہت سے ان میں نافرمان ہیں (۲)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ
اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ

یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا
وہ تمھیں اپنی رحمت سے دوگنا ثواب عطا فرمائے گا اور تمھارے لئے روشنی کر دے گا

تَمْشُوْنَ بِهٖ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۸﴾ۙ
جس میں تم چلو گے اور تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۳)

لِّئَلَّا یَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ
(یہ دولت تم کو اس لئے عطا فرمائے گا) تاکہ اہل کتاب جان لیں کہ وہ اللہ کے فضل پر کچھ بھی

مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ
قدرت نہیں رکھتے اور یہ کہ فضل اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے

مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۹﴾ع
دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے (۴)

منزل ۷

(۱) ان حضرات کے بعد بھی پیغمبر آتے رہے جو اپنے پیش رو حضرات یعنی حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے نقش قدم پر چلتے رہے چنانچہ بنی اسرائیل میں بہت سے پیغمبر ہوئے اور آخر میں عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بنا کر بھیجا اور ان کو انجیل عطا فرمائی۔

جو لوگ حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائے تھے، وہ بڑے نرم دل تھے اور لوگوں کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرتے تھے۔

غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم میں جہاد کا حکم نہ تھا، صرف اخلاقی ہدایات تھیں اور لوگوں کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرنے پر بہت زور دیا گیا تھا۔

(۲) لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد جب بادشاہ اور دولتمند لوگ عیش پرستی میں پڑ کر نافرمانیاں کرنے لگے تو مذہبی پیشواؤں نے ان پر تنقید کی اور ان کو نافرمانیوں سے روکا۔ ان بدبختوں نے دولتمندی اور عیش پرستی کے نشہ میں مذہبی پیشواؤں کی نصیحت نہیں سنی بلکہ الٹے ان کے دشمن ہو گئے اور ان کو ستانے لگے۔

یہ دیکھ کر بعض عیسائی عالموں نے رہبانیت کا طریقہ نکالا یعنی دنیوی تعلقات اور کاروبار کو بالکل چھوڑ کر خانقاہوں اور پہاڑوں میں گوشہ نشین ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم نہیں دیا تھا مگر انھوں نے یہ طریقہ اس غرض سے نکالا کہ عیش پرست اور نافرمان لوگوں سے دور رہ کر اپنے دین و اخلاق کو بچا لیں اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہ کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔

لیکن بعد کے مذہبی لوگ اس طریقہ کو اچھی طرح نباہ نہ سکے اور اس کو غلط استعمال کرنے لگے جس سے عیسائیوں میں بہت سی برائیاں پیدا ہو گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیوں میں بہت تھوڑے لوگ سیدھے راستے پر رہے اور آنحضرتؐ پر ایمان لائے جن کو اللہ تعالیٰ ثواب دے گا اور ان میں بہت سے نافرمان رہے اور آنحضرتؐ پر بھی ایمان نہیں لائے۔

(۳) تفسیر جلالین میں ہے کہ اس آیت میں عیسائیوں سے خطاب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو عیسائی پہلے بھی سیدھے راستے پر رہے، پھر آنحضرتؐ پر بھی ایمان لائے تو ان کو دگنا ثواب ملے گا اور اللہ تعالیٰ ان کو ایمان کا ایسا نور عطا فرمائے گا کہ دنیا میں بھی اور پل صراط پر بھی اس کی روشنی میں چلیں گے اور ان کے گناہوں کو بخش دے گا۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر بڑا مہربان ہے اور ان کے گناہوں کو بخشنے والا ہے۔

ع ۴ ۲۰

(۴) اہل کتاب یعنی یہودی یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور ان کے سوا کسی اور قوم کو اللہ تعالیٰ رسالت اور دینی فضیلت نہیں عطا فرمائے گا۔ اس آیت میں یہودیوں کو سمجھانے کے لئے فرمایا کہ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنے فضل سے نوازے چنانچہ اس نے بنی اسمٰعیل میں پیغمبر آخر الزماں حضرت محمدؐ کو پیدا کیا اور آپ پر ایمان لانے والوں سے وعدہ فرمایا کہ ان کو دنیا اور آخرت میں بڑی فضیلت اور کامیابی عطا فرمائے گا۔

رکوعاتہا ٣ (٥٨) سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ آیاتہا ٢٢

سورۂ مجادلہ مدینہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا

بیشک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو تم سے اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑتی اور (اپنے رنج و غم کی)

وَتَشْتَكِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ

اللہ سے شکایت کرتی تھی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا بلاشبہ

اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ

وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے (۱) جو لوگ تم میں سے اپنی بیویوں سے

مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ

ظہار کرتے ہیں، وہ ان کی مائیں نہیں ہو جاتیں ان کی مائیں تو وہی

اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا

ہیں جنھوں نے ان کو جنا اور وہ لوگ نامعقول اور جھوٹی

مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ②

بات کہتے ہیں اور یقیناً اللہ معاف کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے (۲)

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ

اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اس بات سے

لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ

جو کہہ چکے ہیں رجوع کرنا چاہیں تو آپس میں ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا (ضروری) ہے

(۱) ان چند آیتوں میں ظہار کا حکم اور اس کا کفارہ بیان فرمایا ہے۔ لکھا ہے کہ اسلام سے پہلے عربوں میں یہ طریقہ تھا کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی سے یوں کہہ دیتا کہ "تو میری ماں ہے یا تو مجھ پر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ" تو اس کہنے سے عورت پر طلاق ہو جاتی تھی۔

ان آیتوں کی شان نزول یہ ہے کہ ایک بار حضرت اوسؓ بن صامت نے اپنی بیوی خولہؓ بنت ثعلبہ سے غصے میں ظہار کے الفاظ کہہ دیئے۔

خولہؓ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں معاملہ پیش کیا۔ اس وقت تک ظہار کے بارے میں کوئی حکم نہیں نازل ہوا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تو اپنے شوہر پر حرام ہو گئی۔ طلاق کے تصور سے خولہؓ بہت بے چین ہوئیں۔ سخت پریشانی کے عالم میں کبھی آنحضرتؐ سے طلاق کے بارے میں گفتگو کرتیں اور کبھی اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتیں کہ اگر بچوں کو شوہر کے پاس چھوڑ دوں تو بچے بغیر ماں کے کیسے رہیں گے اور اگر ان کو اپنے پاس رکھوں تو کھلاؤں گی کیا؟ اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

(۲) یعنی اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے ظہار کے الفاظ کہے تو حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کہنے سے وہ اس کی ماں نہیں ہو جاتی۔ ظاہر بات ہے کہ آدمی کی ماں تو وہی ہے جس کے پیٹ سے وہ پیدا ہوا ہے۔

البتہ یہ نہایت بیہودہ اور ناشائستہ بلکہ بالکل جھوٹ بات ہے۔ اس لئے گناہ ضرور ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔ اس نے اپنے فضل سے یہ رعایت رکھی ہے کہ اگر آدمی توبہ کر لے اور کفارہ دیدے تو اس کا گناہ معاف ہو جائے گا۔

ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۳

(اے ایمان والو!) اس حکم سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ

پھر جس کو غلام نہ ملے تو وہ ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے لگاتار

قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ

دو مہینے کے روزے رکھے پس جس کو اس کی بھی طاقت نہ ہو اسے ساٹھ مسکینوں کو

مِسْكِيْنًا ۚ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَتِلْكَ

کھانا کھلانا چاہیے (۱) یہ حکم اس لئے ہے کہ تم اللہ کے اور اس کے رسول کے فرماں بردار ہو جاؤ یہ اللہ کی مقرر

حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۴ اِنَّ

کی ہوئی حدیں ہیں اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے (۲) جو لوگ اللہ

الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ

اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ اسی طرح ذلیل ہوں گے جس طرح

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَ

ان سے پہلے لوگ ذلیل ہوئے اور ہم نے کھلی کھلی آیتیں نازل کی ہیں اور

لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۵ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ

کافروں کے لئے ذلت کا عذاب ہوگا جس دن اللہ سب کو زندہ کرکے

جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۚ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ

اٹھائے گا (اور) جو کام وہ کرتے رہے ان کو بتائے گا کیونکہ اللہ نے اس کو محفوظ رکھا ہے اور یہ لوگ اس

وَنَسُوْهُ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۶ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ

کو بھول گئے ہیں اور اللہ ہر چیز پر مطلع ہے (۳) (اے مخاطب!) کیا تم کو معلوم نہیں

منزل ۷

(۱) حکم یہ ہے کہ ظہار سے طلاق نہیں ہوتی لیکن کفارہ ادا کرنے سے پہلے شوہر بیوی سے ہم بستر نہ ہو بلکہ بوس کنار سے بھی پرہیز کرے۔ شوہر کو چاہیے کہ توبہ کرے اور کفارہ دے۔ یعنی ایک غلام یا باندی آزاد کرے، اگر یہ نہ ہو سکے تو لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے۔

واضح ہو کہ حنفی فقہ میں ظہار کی تعریف یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو اپنی ماں، بہن، بیٹی وغیرہ کے بدن کے کسی ایسے حصے سے تشبیہ دے جس کی طرف دیکھنا حرام ہے، جیسے پیٹ، پیٹھ، ران وغیرہ، مثلاً یوں کہے اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ یعنی تو مجھ پر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ

(۲) یعنی یہ احکام اور حدود ایمان والوں کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ انہی سے امید ہے کہ وہ اپنے ایمان کا احترام کریں گے اور شریعت کے احکام پر عمل کر کے پورے مسلمان بن کر زندگی گزاریں گے۔

ورنہ کافر تو اللہ تعالیٰ کی توحید اور آنحضرت کی رسالت ہی کے منکر ہیں۔ ان بدبختوں کو اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدود کی پروا کہاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آخرت میں ان کو دردناک عذاب ہوگا۔

(۳) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسولؐ کے احکام کی مخالفت کرتے ہیں وہ بدبخت دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوں گے جیسے ان سے پہلے نافرمان لوگ ذلیل و خوار ہوئے اور آخرت میں بھی ان کو سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صاف صاف دلیلیں نازل فرما کر پوری طرح سمجھا دیا اور اعمال کے نتائج سے آگاہ کر دیا۔ اس کے بعد بھی جو بدبخت ضد کے مارے پیغام حق کا انکار کریں گے، وہ یقیناً سخت سزا پائیں گے۔

ع ۱

ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایک دن اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا اور ان کے سارے اعمال سے ان کو آگاہ کر دے گا۔ اگرچہ وہ اپنے اعمال کو بھولے ہوئے ہیں یا جان بوجھ کر ان سے غفلت برتتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے پاس وہ سب کے سب محفوظ ہیں کیونکہ وہ ہر چیز کا دیکھنے والا اور ہر بات کا جاننے والا ہے۔

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَا يَكُوْنُ مِنْ

کہ جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ کو سب معلوم ہے کہیں تین آدمیوں کی سرگوشی

نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ

نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ (اللہ) نہ ہو اور نہ پانچ آدمیوں کی سرگوشی ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو

وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ

اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ مگر ان کے ساتھ ہوتا ہے

اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

خواہ وہ کہیں ہوں پھر جو جو کام یہ کرتے رہے ہیں قیامت کے دن وہ ان کو بتائے گا بیشک اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۞ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى

ہر چیز کا جاننے والا ہے (۱) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشی سے منع کیا گیا تھا

ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ

پھر بھی وہی کام کرنے لگے جن سے ان کو منع کیا گیا اور وہ گناہ اور ظلم اور رسول کی

وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۫ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ

نافرمانیوں کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور (اے پیغمبر!) جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو تم کو ایسے لفظ سے سلام

بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا

کرتے ہیں جس سے اللہ نے تم کو سلام نہیں کیا اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ (اگر یہ واقعی پیغمبر ہیں تو) جو کچھ ہم کہتے ہیں

اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ

اللہ ہمیں اس کی سزا کیوں نہیں دیتا ان کے لئے دوزخ کافی ہے اس میں یہ لوگ ضرور داخل ہوں گے اور وہ برا

الْمَصِيْرُ ۞ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا

ٹھکانا ہے (۲) اے ایمان والو! جب تم سرگوشی کرنے لگو تو

(۱) اس آیت کی شان نزول یوں بیان کی گئی ہے کہ اگرچہ مسلمانوں اور یہودیوں میں صلح تھی پھر بھی یہودی شرارت سے باز نہیں آتے تھے۔ جب چار، پانچ مسلمانوں کو بیٹھا دیکھتے یا کسی مسلمان کو اپنی مجلس کے سامنے سے گزرتا ہوا پاتے تو ایک دوسرے کے کان میں باتیں کرنے لگتے اور مسلمان کی طرف آنکھ اور ابرو سے اشارہ کرتے۔ اس حرکت سے مسلمانوں کو بدگمانی ہوتی کہ معلوم نہیں کیا مشورہ کر رہے ہیں۔

اس پر یہودیوں کو تنبیہ کرنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتایا کہ اللہ تعالےٰ تو آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب کو جانتا ہے۔ بلکہ اس کی تو یہ شان ہے کہ جب تم میں سے تین آدمی مشورہ کرتے بیٹھتے ہیں تو وہ خود چوتھا ہوتا ہے اور جب پانچ مشورہ کرتے ہیں تو وہ چھٹا ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ مشورہ کرنے والے کم ہوں یا زیادہ، وہ ضرور ان کے ساتھ ہوتا ہے، خواہ وہ کہیں ہوں اور کسی حال پہ ہوں۔ پھر قیامت کے دن ان کو ان کے اعمال سے آگاہ کردے گا کیونکہ وہ ہر چیز اور ہر بات کو اچھی طرح جانتا ہے۔

(۲) منافق بھی یہود کے نقش قدم پر تھے۔ وہ بھی مسلمانوں کو ستانے اور تکلیف دینے کے لئے آپس میں مشورے کرتے تھے۔ منافقوں کی ان حرکتوں سے آنحضرتؐ کو بھی تکلیف ہوتی تھی جس کا گناہ ان بدبختوں کے سر ہوتا تھا۔ ان حرکتوں سے ان کو بار بار منع کیا جاتا تھا لیکن وہ بدبخت مانتے ہی نہ تھے۔

اسی طرح منافق اور یہود جب آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ کی جگہ دبی زبان سے السام علیک کہتے۔ سام کے معنی ہیں موت۔ اس طرح وہ بدبخت آنحضرتؐ کو بددعا دیتے اور بے حیائی سے اپنے دلوں میں کہتے کہ اگر یہ رسول ہیں تو خدا ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا۔

ان بدبختوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ جلدی نہ کریں ضرور، وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے، جو بہت برا ٹھکانا ہے۔

تتناجوا بالاثم والعدوان ومعصيت الرسول

گناہ اور زیادتی اور پیغمبر کی نافرمانی کی سرگوشیاں نہ کرو اور نیکی

وتناجوا بالبر والتقوى ۚ واتقوا الله الذي

اور پرہیزگاری کی باتوں کی سرگوشی کرو اور اللہ سے ڈرو جس کے پاس

اليه تحشرون ۝۹ انما النجوى من الشيطن

تم سب جمع کئے جاؤ گے (۱) ایسی سرگوشی محض شیطان کی طرف سے ہے

ليحزن الذين امنوا وليس بضارهم شيا الا

جو اس لئے کی جاتی ہے کہ مسلمانوں کو رنج میں ڈالے اور وہ (شیطان) اللہ کے حکم کے بغیر مسلمانوں کو کچھ نقصان

باذن الله ۚ وعلى الله فليتوكل المؤمنون ۝۱۰ يايها

نہیں پہنچا سکتا اور ایمان والوں کو چاہیئے کہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں (۲) اے

الذين امنوا اذا قيل لكم تفسحوا في المجلس

ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں جگہ کھول دو

فافسحوا يفسح الله لكم ۚ واذا قيل انشزوا

تو جگہ کھول دیا کرو اللہ تم کو جنت میں کھلی جگہ دے گا اور جب (کسی ضرورت سے) یہ کہا جائے کہ

فانشزوا يرفع الله الذين امنوا منكم ۙ والذين

اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جو اہل علم ہیں

اوتوا العلم درجت ۚ والله بما تعملون خبير ۝۱۱

اللہ ان کے درجے بلند کرے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے (۳)

يايها الذين امنوا اذا ناجيتم الرسول فقدموا

اے ایمان والو! جب تم پیغمبر سے سرگوشی کرنے کا ارادہ کیا کرو تو اپنی

(۱) یعنی مسلمانوں کو چاہیئے کہ منافقوں اور یہودیوں کے نقش قدم پر نہ چلیں۔ ایسی باتوں کا مشورہ نہ کریں جس میں گناہ ہو اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف ہو۔

اچھے کاموں کے لئے اور لوگوں کی خیر خواہی کے لئے مشورہ کرنا چاہیئے اور اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہنا چاہیئے کیونکہ دوبارہ زندہ ہو کر اسی کے سامنے حاضر ہونا ہے اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔

(۲) یعنی یہود اور منافق جو مسلمانوں کو دیکھ کر کانا پھوسی کرتے ہیں تو حقیقت میں شیطان ان کو بہکا کر یہ کام کراتا ہے تاکہ مسلمانوں کو رنج و غم اور پریشانی میں مبتلا کر دے۔

لیکن مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ شیطان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے اور وہ بغیر حکم الٰہی کے مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، کیونکہ ہر بات کا اختیار اللہ تعالےٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ پر بھروسہ رکھیں اور مخالفت کرنے والوں سے نہ ڈریں۔

(۳) جب صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے تو ان میں سے ہر شخص کی یہی آرزو ہوتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ دیر تک بیٹھ کر فیض حاصل کرے۔ اس سے کبھی کبھی محفل میں تنگی ہو جاتی اور پیچھے آنے والوں کو بیٹھنے کی جگہ نہیں ملتی۔

اس لئے مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے مجلس کے آداب سکھائے کہ اس معاملہ میں صدر مجلس کے حکم کی تعمیل کریں اور دوسروں کو جگہ دیں بلکہ ضرورت ہو تو مجلس سے اٹھ جائیں۔

اس بات پر برا نہ مانیں اور تکبر نہ کریں۔ یہ بات تواضع اور انکساری کی ہے۔ خاص کر علماء کو اس طرح کی باتوں کا زیادہ لحاظ رکھنا چاہیئے۔ جو لوگ اللہ تعالےٰ کے لئے تواضع اور انکساری کریں گے، اللہ تعالےٰ ان کے درجے بلند کرے گا۔ اور اللہ تعالےٰ تو لوگوں کے اعمال سے باخبر ہے۔

بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ
اس سرگوشی سے پہلے (مساکین کو) کچھ خیرات دے دیا کرو یہ تمہارے لئے بہت بہتر اور پاکیزگی

اَطْهَرُ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾
کی بات ہے پھر اگر تم کو خیرات دینے کی قدرت نہ ہو تو اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۱)

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۚ
کیا تم یہ سن کر ڈر گئے کہ پیغمبر سے سرگوشی کرنے سے پہلے خیرات دیدیا کرو

فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
تو جب تم نے اس کی تعمیل نہ کی اور اللہ نے تمہیں معاف کر دیا تو نماز پڑھو

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ
اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا
اس سے خبردار ہے (۲) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے ایک ایسی قوم کو دوست بنا رکھا

غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۚ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَ
ہے جن پر اللہ کا غضب ہوا ہے یہ لوگ نہ تم میں ہیں اور نہ ان میں اور

يَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ
جان بوجھ کر جھوٹی بات پر قسمیں کھاتے ہیں اللہ نے ان لوگوں کے لئے

عَذَابًا شَدِيْدًا ۚ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾
سخت عذاب تیار کر رکھا ہے بیشک جو کچھ یہ کرتے ہیں بہت برا ہے (۳)

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
انہوں نے اپنی قسموں کو (اپنے بچاؤ کی) سپر بنا رکھا ہے پھر لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روک دیا ہے

(۱) لکھا ہے کہ منافق اپنی بڑائی جتانے کے لئے بے ضرورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشیاں کرتے تھے۔ اس سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی لیکن آپ مروت کی وجہ سے کچھ نہ فرماتے۔

کبھی کبھی بعض مسلمان بھی قریب بیٹھ کر دیر تک آپ سے گفتگو کرتے رہتے اور اس کا خیال نہیں کرتے کہ اس سے آپ کو تکلیف ہوگی یا دوسرے لوگوں کو استفادہ کا موقع نہیں ملے گا۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا کہ جب آنحضرتؐ سے سرگوشی کرنا ہو تو پہلے غریبوں کو کچھ صدقہ وخیرات دے دیا کرو۔ اس سے غریبوں کا فائدہ ہوگا اور صدقہ دینے والے کا نفس پاکیزہ ہوگا۔

لیکن جو شخص صدقے کی مقدرت نہ رکھتا ہو تو امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

(۲) اس حکم کو اللہ تعالیٰ نے جلد ہی اٹھا لیا اور فرمایا کہ ہم نے معاف کر دیا لیکن نماز، زکوٰۃ وغیرہ تو فرض احکام ہیں ان کی پابندی ضرور رکھو اور مقدور بھر کوشش کرکے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے احکام کی تعمیل ضرور کرتے رہو۔ اس بات کا خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے۔

(۳) یعنی منافقوں کا حال یہ ہے کہ انہوں نے یہودیوں سے دوستی کر رکھی ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ منافق نہ ادھر ہیں نہ ادھر، نہ مسلمانوں میں ان کا شمار ہے اور نہ یہود میں۔

یہ بدبخت مسلمانوں کے راز یہود سے کہہ دیتے ہیں اور جب ان کو تنبیہ کی جاتی ہے تو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا بچاؤ کرتے ہیں۔

ان حرکتوں کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، کیونکہ ان کے اعمال بہت برے ہیں۔

فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿۱۶﴾ لَّن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ
تو ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے اللہ کے (عذاب کے) سامنے نہ تو ان کا مال ہی کچھ کام آئے گا
وَلَآ أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْـًٔا ۚ أُولَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ
اور نہ اولاد (ہی کچھ فائدہ دے گی) یہ لوگ دوزخی
النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿۱۷﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ
ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جس دن اللہ سب کو زندہ کرکے
جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُۥ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ ۖ وَيَحْسَبُونَ
اٹھائے گا تو جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اسی طرح اللہ کے سامنے قسمیں کھائیں گے اور خیال کرتے ہیں کہ
أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ الْكَٰذِبُونَ ﴿۱۸﴾
وہ ٹھیک بات پر ہیں سب دار یہ لوگ جھوٹے ہیں (۱)
اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَٰنُ فَأَنسَىٰهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۚ أُولَٰٓئِكَ
شیطان نے ان کو قابو میں کرلیا ہے اور ان کو اللہ کی یاد بھلا دی ہے یہ
حِزْبُ الشَّيْطَٰنِ ۚ أَلَآ إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَٰنِ هُمُ الْخَٰسِرُونَ ﴿۱۹﴾
شیطان کا گروہ ہے یاد رکھو کہ شیطان کا گروہ ضرور نقصان اٹھانے والا ہے (۲)
إِنَّ الَّذِينَ يُحَآدُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ أُولَٰٓئِكَ فِي
بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ترین لوگوں
الْأَذَلِّينَ ﴿۲۰﴾ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا۠ وَرُسُلِيٓ ۚ إِنَّ اللَّهَ
میں سے ہیں اللہ نے یہ بات لکھ دی ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے بلاشبہ اللہ
قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿۲۱﴾ لَّا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
قوت والا (اور) غالب ہے (۳) جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو اللہ اور اس کے رسول کے

(۱) ان بدبختوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے نام کی کچھ قدر ہی نہیں ہے۔ جبھی تو یہ اللہ کے نام کی قسموں کو ڈھال بناتے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اپنی جان بچاتے ہیں۔

یہ بدبخت خود بھی ایمان نہیں لاتے اور دوسروں کو بھی اس سے روکتے ہیں۔ اس لئے ان کو سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔

معلوم ہوتا ہے کہ جب قیامت کے دن یہ سب کے سب دوبارہ زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے تو اس وقت بھی جھوٹی قسمیں کھائیں گے جیسے آج مسلمانوں کے سامنے کھاتے ہیں۔

یہ بدبخت سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے ہوشیار ہیں اور بہت اچھی تدبیر کر رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بڑے جھوٹے ہیں۔

(۲) یعنی حقیقت یہ ہے کہ ان بدبخت منافقوں پر شیطان نے پورا پورا قبضہ جما لیا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بالکل غافل کر دیا ہے اور اس کی یاد کو بالکل بھلا دیا ہے۔ یہ ایک شیطانی گروہ ہے۔ اور یاد رکھو کہ شیطانی گروہ ضرور ناکام ہوگا اور نقصان اٹھائے گا۔

(۳) جو بدبخت اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں اور دین حق کو مٹانا چاہتے ہیں، وہ ضرور ایک دن ذلیل اور ناکام ہوں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے جو پہلے سے لکھ دیا گیا ہے کہ وہ اور اس کے رسول کامیاب ہوں گے اور دین حق ساری دنیا میں پھیل جائے گا۔

يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ
دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے۔ اگرچہ وہ ان کے باپ

اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ
یا بیٹے یا بھائی یا خاندان کے لوگ ہوں یہ وہ لوگ ہیں جن کے

فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ
دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے اور اپنے فیض سے ان کی مدد کی ہے (۱) اور وہ ان کو ایسی

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ
جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ ان

اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ
سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے یہ اللہ کا گروہ ہے یاد رکھو اللہ ہی کا

حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝٢٢ ع
گروہ کامیاب ہونے والا ہے (۲)

(٥٩) سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ

رکوعاتها ٣ — آیاتها ٢٤

سورہ حشر مدینہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ
جو چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں اور وہ

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝١ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ
غالب (اور) حکمت والا ہے وہی تو ہے جس نے اہل کتاب میں سے جو کافر ہیں ان کو

(۱) ان آیات میں صحابہؓ کی تعریف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کو جما دیا تھا اور روح القدس (یا اپنے خاص نور) کے فیضان سے ان کی تائید فرمائی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان حضرات نے ایمان کی خاطر اپنے ماں باپ، اپنی اولاد، اپنے بھائیوں اور دوسرے رشتہ داروں کو چھوڑ دیا تھا اور ان کی محبت کو دلوں سے نکال دیا تھا بلکہ جب مکہ والے حملہ آور ہوئے تو صحابہؓ میں سے کسی نے اپنے بھائی کو قتل کیا اور کسی نے اپنے ماموں کو اور کسی نے کسی رشتہ دار کو۔ غرض یہ کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے مقابلے میں ان حضرات نے اور کسی کی پروا نہیں کی۔

ع ٩/٣

(۲) قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد اللہ تعالیٰ ان حضرات کو بہشت کے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

ان حضرات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لئے سب سے ناراض ہوئے اور دین حق کی راہ میں جتنی مشکلات آئیں ان کو انھوں نے خوشی خوشی برداشت کیا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی ان سے راضی ہوا، اس نے ان کا نام "حزب اللہ" رکھا اور اعلان فرمایا کہ یہی لوگ آخرکار کامیاب ہوں گے۔ دنیا میں ان حضرات کی کامیابی تو تاریخ میں محفوظ ہے اور آخرت کی کامیابی بھی وعدۂ الٰہی کے مطابق یقینی ہے۔

اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ
پہلی بار اکٹھا کرکے ان کو گھروں سے نکال دیا (١) (مسلمانو!) تمہارا گمان

اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ
بھی نہ تھا کہ وہ کبھی اپنے گھروں سے نکلیں گے اور خود ان لوگوں نے بھی یہ گمان کر رکھا تھا کہ ان کے قلعے ان کو اللہ کے عذاب سے بچا لیں گے

فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۗ وَقَذَفَ فِيْ
تو ان پر اللہ (کا عذاب) ایسی جگہ سے پہنچا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں

قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي
رعب ڈال دیا کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں

الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ٢ وَلَوْلَآ اَنْ
سے اجاڑنے لگے تو اے عقلمندو! (اس حالت کو دیکھ کر) عبرت حاصل کرو (٢) اور اگر اللہ ان کے

كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ
بارے میں جلاوطن کرنا نہ لکھ چکا ہوتا تو ان کو دنیا میں بھی عذاب دے دیتا اور آخرت

فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ٣ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا
میں ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے یہ اس لئے کہ انھوں نے اللہ اور اس

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
کے رسول کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرے تو اللہ سخت عذاب

الْعِقَابِ ٤ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا
دینے والا ہے (٣) (اے ایمان والو!) کھجور کے جو درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو اپنی جڑوں پر

قَاۗىِٕمَةً عَلٰٓي اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ٥
کھڑا رہنے دیا تو وہ اللہ کے حکم سے تھا اور تاکہ وہ کافروں کو ذلیل کرے (٤)

منزل ٧

(١) مدینہ شریف کے اطراف میں یہودیوں کے کئی قبیلے آباد تھے جو بڑے دولت مند اور طاقتور تھے اور ان کے پاس کئی مضبوط قلعے تھے — جب آنحضرتؐ ہجرت کرکے مدینہ شریف تشریف لائے تو آپؐ نے یہودیوں کے سب قبیلوں سے معاہدے کر لئے۔ یہودیوں کا ایک قبیلہ بنی نضیر مدینہ شریف کی مشرقی جانب دو تین میل کے فاصلے پر آباد تھا۔ انھوں نے بھی آنحضرتؐ سے معاہدہ کیا تھا کہ آپؐ کے دشمنوں کا ساتھ نہیں دیں گے لیکن انھوں نے خفیہ طور پر معاہدے کی خلاف ورزی شروع کی۔ ان کا ایک سردار کعب بن اشرف چالیس سواروں کے ساتھ مکہ معظمہ گیا اور سرداران قریش سے مدد کرنے کا معاہدہ کیا — ایک دن آنحضرتؐ بنی نضیر کے قبیلے میں کسی ضروری کام سے گئے۔ انھوں نے آپؐ کو ایک جگہ بٹھا دیا اور خفیہ طور پر مشورہ کیا کہ ایک بڑا پتھر گرا کر آپؐ کو شہید کر دیا جائے۔

غرض ان حرکات کی وجہ سے آنحضرتؐ نے بنی نضیر کو حکم دیا کہ تم نے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے۔ لہٰذا تم کو دس دن کی مہلت ہے۔ تم وطن چھوڑ کر کسی طرف نکل جاؤ۔

منافقوں نے بنی نضیر کے سرداروں کو بہکایا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ تم کو مسلمانوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

آخرکار آنحضرتؐ نے صحابہؓ کا لشکر لے کر بنی نضیر پر حملہ کیا۔ وہ لوگ ڈر گئے اور قلعے میں بند ہو کر بیٹھ گئے۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ ان کے باغوں کے درخت کاٹ ڈالے جائیں اور جلا دیئے جائیں۔ چنانچہ کچھ درخت کاٹے اور جلائے گئے۔

اکیس ٢١ روز کے محاصرے کے بعد یہودیوں نے شکست تسلیم کر لی اور قلعہ سے باہر نکل آئے۔ آنحضرتؐ نے فیصلہ فرمایا کہ ہتھیار کے سوا جو سامان لے جا سکتے ہو لے کر وطن سے نکل جاؤ۔ چنانچہ وہ لوگ حسد اور غصے کے مارے خود اپنے گھروں کو ویران کر کے چلے گئے۔

یہ اول حشر یعنی پہلی جلاوطنی تھی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں یہودیوں کو حکم دیا کہ جزیرۂ عرب سے نکل جائیں۔ یہ ان کی دوسری جلاوطنی تھی۔

(٢) یہودیوں کی طاقت دیکھ کر مسلمان یہی سمجھتے تھے کہ مدینہ سے ان کا نکالنا بہت دشوار کام ہے۔ اور خود یہود بھی اپنی دولت اور طاقت کے نشہ میں مست تھے اور یقین رکھتے تھے کہ ان کے مضبوط قلعے ہمیشہ ان کی حفاظت کریں گے اور ان کو کوئی ان سے نہ نکال سکے گا۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ وہ اچانک تباہ و برباد ہو گئے۔ منافقوں نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ مسلمانوں کا رعب کچھ اس طرح پڑا کہ انھوں نے ہمت ہار دی اور ذلت کے ساتھ ملک سے نکلنا گوارا کیا۔ حسد اور غصے کے مارے خود اپنے گھروں کو ویران کرنے لگے۔ یہ منظر بھی بڑا عبرت ناک تھا اور اب بھی ان واقعات کو پڑھ کر عقلمند لوگ عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

(٣) بنی نضیر والوں کے لئے جلاوطنی کی سزا مقدر ہو چکی تھی۔ وہ جاری ہوئی لیکن اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو ان پر دنیا میں کوئی اور عذاب آتا مثلاً بنی قریظہ کی طرح یہ بھی قتل کر دیئے جاتے۔ یاد رکھو کہ یہ تخفیف تو دنیا کے عذاب کی حد تک ہے۔ آخرت میں تو دوزخ کا عذاب ان بدبختوں کو بھگتنا ہی ہوگا — یہ سزا اس وجہ سے ہے کہ ان بدبختوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی اور پیغام حق کے ماننے سے انکار کیا۔ ظاہر بات ہے کہ جو بندہ اپنے پروردگار کے پیغام سے انکار کرے اس کو سخت عذاب ہونا چاہیئے — (٤) جب بنی نضیر قلعہ میں بند ہو کر بیٹھ رہے تو آنحضرتؐ نے ان کا محاصرہ کر لیا اور حکم دیا کہ ان کے باغوں کے درخت کاٹ

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ

اور جو مال اللہ نے اپنے پیغمبر کو ان لوگوں سے دلوایا تو اس کے لئے نہ تم نے

مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ

گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس کسی پر

عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٦ مَآ

چاہتا ہے مسلط کردیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے جو مال

اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ

اللہ نے اپنے پیغمبر کو بستیوں والوں سے دلوایا ہے تو وہ اللہ اور پیغمبر

وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ

اور (ان کے) قرابت داروں اور یتیموں اور غریبوں اور مسافروں کے لئے ہے

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ

تاکہ جو لوگ تم میں دولت مند ہیں یہ مال ان ہی میں نہ گھومتا رہے اور جو کچھ تم کو

الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا

پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو منع کریں اس سے رک جاؤ اور اللہ سے

اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝٧ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ

ڈرتے رہو بلاشبہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے (۱) اور ان حاجتمند مہاجرین کا (بالخصوص)

الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ

حق ہے جو اپنے گھروں اور مال سے نکالے گئے وہ اللہ کے

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ

فضل اور اس کی خوشنودی کے طلبگار ہیں اور اللہ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں

(بقیہ تفسیر صفحہ ۹۸۰) ڈالے جائیں اور جلا دیئے جائیں چنانچہ کچھ درخت کاٹ ڈالے گئے اور کچھ چھوڑ دیئے گئے۔

یہ دیکھ کر یہودیوں نے آنحضرتؐ پر اعتراض کیا کہ باغوں اور کھیتوں کو برباد کرنا تو فساد کی بات ہے۔

اس آیت میں جواب کے طور پر ارشاد فرمایا کہ یہ سب کچھ حکمِ الٰہی کے تحت ہوا ہے جو قرین مصلحت ہے یعنی یہ کہ اس سے کافر مغلوب اور ذلیل ہو جائیں گے۔

تفسیر صفحہ ہذا) (۱) کافروں کا مال جہاد کے بعد ہاتھ لگے وہ غنیمت ہے، اور اس کا حکم دسویں پارے کے شروع میں بیان کیا گیا ہے۔ ان آیتوں میں 'فئے' کا حکم بیان فرمایا ہے، یعنی جو مال بغیر جہاد کے ملے وہ 'فئے' ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ وہ مال آنحضرتؐ، آپ کے قریبی رشتہ داروں، یتیموں، محتاجوں، مسافروں اور مسلمانوں کی عام ضروریات پر خرچ ہوگا۔

یہ مصارف اس لئے بتادیئے گئے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ صرف مالدار لوگ اس مال پر قابض ہو جائیں اور بے چارے محتاج لوگ محروم رہیں۔

یاد رکھو کہ آنحضرتؐ جس طرح مال و دولت کی تقسیم فرمادیں اس کو بسر و چشم قبول کرو اور اس پر اعتراض مت کرو۔ آنحضرتؐ کے کاموں پر اعتراض کرنا تقوے کے خلاف ہے اور اس سے آدمی عذابِ الٰہی کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

لکھا ہے کہ قبیلہ بنی نضیر کے یہودی جو زمینات اور باغات چھوڑ گئے تھے وہ 'فئے' کے طور پر آنحضرتؐ کے زیر تصرف تھے۔ آپؐ انہی کی آمدنی میں سے اپنے ازواج مطہرات کے اخراجات کا انتظام فرماتے تھے، اپنے قریبی رشتہ داروں یعنی حضرت عباسؓ وغیرہ کو بھی عطا فرماتے تھے، غریب مہاجرین اور انصار کی مدد فرماتے تھے اور مسلمانوں کی عام ضروریات پر خرچ فرماتے تھے۔

باغ فدک اور خیبر کی کچھ زمینات کی آمدنی بھی آنحضرتؐ اسی طرح خرچ اور تقسیم فرماتے تھے۔

آنحضرتؐ کے بعد صحابہؓ نے یہ تصفیہ فرمایا کہ یہ سب زمینات و باغات بیت المال کی ملک ہیں۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝٨ وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ

یہی لوگ سچے ہیں (۱) اور (ان لوگوں کا بھی حق ہے) جو مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر

الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ

(یعنی مدینہ) میں مقیم اور ایمان میں (مستقل) رہے اور جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں

وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ

اور جو کچھ ان کو دیا گیا اس سے اپنے سینوں میں کچھ تنگی نہیں پاتے اور

يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ

ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود ان کو فاقہ ہو

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝٩

اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں (۲)

وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا

اور (ان کا بھی حق ہے) جو ان کے بعد آئے (اور جو) دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم کو بخش دے

وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ

اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ایمان والوں کی طرف سے

فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ

ہمارے دلوں میں کینہ نہ پیدا ہونے دے اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفیق

رَّحِيْمٌ ۝١٠ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ

(اور) مہربان ہے (۳) کیا تم نے ان منافقوں کو نہیں دیکھا جو

لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ

اہل کتاب میں سے اپنے کافر بھائیوں سے کہتے ہیں کہ اگر

(۱) مطلب یہ ہے کہ "فے" کے مال سے سب محتاجوں کی مدد کی جائے لیکن خاص طور پر ان غریب مہاجرین کا ضرور لحاظ رکھا جائے جو مکہ والوں کے ظلم و ستم کی وجہ سے اپنا مال اور وطن چھوڑ کر چلے آئے۔ اس ترک وطن سے مال و دولت کمانا ان کی غرض نہ تھی بلکہ مقصود یہ تھا کہ ایمان کے راستے پر ثابت قدم رہ کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں اور آنحضرتؐ کا ساتھ دے کر دین حق کی مدد کریں اور اس کو دوسروں تک پہنچائیں۔ یہی حضرات سچے اور پکے مسلمان ہیں۔

(۲) اس آیت میں حضرات انصارؓ کی تعریف ہے اور تاکید ہے کہ ان کا بھی ضرور لحاظ رکھا جائے اور "فے" کے مال سے ان کی بھی مدد کی جائے۔

ان حضرات کے صفات یہ ہیں کہ مدینہ شریف میں رہتے ہوئے اور مہاجرین کے آنے سے پہلے ہی انھوں نے اسلام قبول کیا اور اس پر ثابت قدم رہے۔ پھر جب حضرات مہاجرین مدینہ شریف آئے تو ان سے محبت کی اور ان کا استقبال کیا۔ اگر آنحضرتؐ امداد کے طور پر مہاجرین کو کچھ دیتے ہیں تو یہ حضرات ان سے حسد نہیں کرتے بلکہ اپنے نفسوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اور خود تنگی اور سختی برداشت کر کے ان کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔

یاد رکھو کہ یہ حضرات اور ان کے سوا جو لوگ بھی بخل سے محفوظ رہیں، وہ بڑے کامیاب ہیں۔

(۳) یعنی مہاجرینؓ اور انصارؓ کے علاوہ، وہ مسلمان بھی "فے" کے مال سے امداد کے مستحق ہیں جو ان حضرات کے بعد اسلام میں داخل ہوئے یا پیدا ہوئے اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔

ع ۱

یہ لوگ ایسے اچھے ہیں کہ اپنے پیش رو مسلمانوں کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں بلکہ یوں دعا کیا کرتے ہیں کہ پروردگار ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے اور ہمارے ان بھائیوں کے گناہوں کو بھی بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ایمان والوں کی طرف سے ہمارے دلوں میں بغض و حسد نہ رکھ بیشک تو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

واضح ہو کہ آج کل کے مسلمانوں کو اس آیت سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے اور اپنے بھائیوں کی طرف سے دل صاف رکھنا چاہیے۔

أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا
تم کو (مدینہ سے) نکالا گیا تو ہم بھی ضرور تمھارے ساتھ نکل جائیں گے اور تمھارے بارے میں ہم کسی کا کہنا نہ
أَبَدًا ۙ وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۙ وَاللَّهُ يَشْهَدُ
مانیں گے اور اگر تم سے لڑائی ہوئی تو ہم ضرور تمھاری مدد کریں گے اور اللہ گواہ ہے
إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١١﴾ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ ۚ
کہ یہ جھوٹے ہیں اگر اہل کتاب نکالے گئے تو یہ منافق ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے
وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُوَلُّنَّ
اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر ان کی مدد کریں گے بھی تو پیٹھ پھیر کر بھاگ
الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ﴿١٢﴾ لَأَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً
جائیں گے پھر ان کو (کہیں سے بھی) مدد نہ ملے گی (١) (مسلمانو!) تمھارا خوف ان کے
فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا
دلوں میں اللہ سے بھی بڑھ کر ہے یہ اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں
يَفْقَهُونَ ﴿١٣﴾ لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى
جو نہیں سمجھتے یہ سب مل کر بھی تم سے (سامنے) نہیں لڑ سکیں گے مگر بستیوں کے قلعوں
مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ ۚ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ ۚ
میں چھپ کر یا دیواروں کی آڑ میں ان کی لڑائی آپس میں بڑی سخت ہے
تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ
تم خیال کرتے ہو کہ یہ اکٹھے ہیں حالانکہ ان کے دل الگ الگ ہیں یہ اس لئے کہ یہ لوگ
لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٤﴾ كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ۖ ذَاقُوا
عقل نہیں رکھتے (٢) ان کا حال ان لوگوں کا سا ہے جو ان سے کچھ پہلے اپنے کاموں کے

(١) منافقین یعنی عبداللہ بن ابی وغیرہ نے قبیلۂ بنی نضیر کے یہودیوں سے کہلا بھیجا تھا کہ گھبراؤ نہیں اور اپنے کو تنہا نہ سمجھو۔ یقین رکھو کہ ہم سب تمھارے ساتھ ہیں اگر تم کو وطن سے نکالا گیا تو ہم بھی تمھارا ساتھ دیں گے اور مسلمانوں نے تم سے جنگ کی تو ہم ضرور تمھاری مدد کریں گے۔

مسلمانوں کے اطمینان کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ بدبخت منافق بالکل جھوٹے ہیں اور زبان سے جو کچھ کہتے ہیں وہ ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ یقین رکھو کہ یہ ہرگز یہودیوں کے ساتھ وطن سے نہیں نکلیں گے اور نہ جنگ میں ان کی مدد کریں گے۔ اور فرض کرو اگر انھوں نے یہودیوں کی مدد کی بھی اور جنگ میں شریک ہوئے تو میدان میں ٹھہر نہ سکیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ منافقوں کے بھاگنے کے بعد یہودی بے یار و مددگار رہ جائیں گے اور مغلوب ہو جائیں گے۔

(٢) مسلمانوں کی تسلی کے لئے فرمایا کہ منافق ایسے جاہل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو نہیں سمجھتے اور اس سے ڈر کر ایمان نہیں لاتے۔ بلکہ اس کے مقابلے میں تم سے زیادہ ڈرتے ہیں۔ اسی لئے نفاق کی راہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ بظاہر منافق اور یہود آپس میں دوست معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں ان کے دل ملے ہوئے نہیں ہیں اور وہ ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ یہ سب مل کر بھی کھلے میدان میں تمھارے مقابلے میں نہیں آتے۔ قلعے میں بند ہو کر یا خندق وغیرہ میں چھپ کر لڑتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دین کی عقل نہیں رکھتے اور ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ان کے دل کمزور ہیں۔

وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ

وبال کا مزہ چکھ چکے ہیں اور (آخرت میں) ان کیلئے دردناک عذاب ہے (۱) (منافقوں کی) مثال شیطان کی سی ہے

اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ

جبکہ وہ انسان سے کہتا ہے کہ کافر ہو جا پھر جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میرا تجھ سے کچھ

مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ

واسطہ نہیں میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا پروردگار ہے تو دونوں کا انجام یہ ہوا

اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا

کہ دونوں دوزخ میں (ڈالے گئے) وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ظالموں کی یہی

الظّٰلِمِيْنَ ۞ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ

سزا ہے (۲) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص دیکھے کہ

نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اس نے کل (قیامت) کے لئے کیا بھیجا ہے اللہ سے ڈرو بیشک جو کچھ تم

خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۞ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ

کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے اور ان لوگوں کی طرح مت ہو جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا

فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۞ لَا

تو اللہ نے انھیں ایسا کر دیا کہ خود اپنے کو بھول گئے یہی نافرمان ہیں (۳)

يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ

دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے (یاد رکھو کہ)

الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۞ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰي

جنت والے ہی کامیاب ہونے والے ہیں (۴) اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر

(۱) بنی نضیر اور منافقوں کی حالت کو ایک ایک مثال کے ذریعے واضح فرمایا ہے۔
بنی نضیر کے یہودیوں کا حال تو ان لوگوں کا سا ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے گزرے ہیں اور جو دنیا میں اپنے کرتوت کا مزہ چکھ چکے اور ان کو آخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔
لکھا ہے کہ اس سے بنی قینقاع کے یہودیوں کی طرف اشارہ ہے۔ جنگ بدر کے بعد قبیلہ بنی قینقاع کے یہودیوں نے معاہدہ کے خلاف جنگ کی لیکن نصرت الٰہی سے جلد ہی مغلوب ہو گئے اور مدینہ چھوڑ کر چلے گئے۔

یہی حال قبیلۂ بنی نضیر کا ہوا کہ ان کو بھی اپنا وطن چھوڑنا پڑا اور آخرت کا عذاب الگ رہا۔

(۲) اور منافقوں کا حال شیطان کا سا ہے جو آدمی کو بہکا کر کفر اور نافرمانی کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔ پھر اپنے کو بری کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے بیشک بہکایا لیکن تو نے میرا کہنا کیوں مانا۔ کفر اور نافرمانی کا وبال تجھی پر پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ دونوں ظالم ہیں اور سزا کے مستحق ہیں اور ہمیشہ کے لئے دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

یہی حال منافقوں کا ہے کہ انھوں نے بنی نضیر کے یہودیوں کو بہکایا اور مدد کرنے کا وعدہ کیا لیکن وقت پر گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ بہرحال دونوں سزا کے مستحق ہیں۔ کیونکہ دونوں ظالم ہیں۔

(۳) مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تم نے سرکشوں اور نافرمانوں کا حال سن لیا تو اب اس سے عبرت حاصل کرو اور جہاں تک ہو سکے نیک کام کر کے آخرت کا توشہ مہیا کرو۔ اس بات کو پیش نظر رکھو کہ کل قیامت آنے والی ہے اور اس دن نیک اعمال ہی کام آئیں گے۔

اور جب گناہ کرنے کے لئے شیطان بہکائے تو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس سے بچو اور یہ خیال کرو کہ تم جو کچھ عمل کرتے ہو اس سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے اور قیامت کے دن حساب لے گا۔

اور ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل اور اس کے احکام سے بے پرواہ ہے۔ اس غفلت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو خود اپنی فکر نہیں رہی اور نافرمانیوں میں مبتلا ہو کر اپنی عاقبت خراب کر بیٹھے۔

(۴) یعنی اس حقیقت پر یقین رکھنا چاہیے کہ اچھے اور برے لوگوں کا انجام ایک سا نہیں ہوگا۔ برے لوگ دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور اچھے لوگ بہشت کے باغوں میں عیش و آرام سے رہیں گے اور کامیاب ہوں گے۔ اس حقیقت کے پیش نظر آدمی کو چاہیے کہ اپنے کو ایمان اور عمل صالح سے آراستہ کرے اور اہل جنت کے گروہ میں شامل ہونے کی کوشش کرے۔

جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ
نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا
اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ
اور یہ مثالیں ہم لوگوں (کے نفع) کے لئے بیان کرتے
لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢١﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ
ہیں تاکہ وہ سوچیں (١) وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی
اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ
معبود نہیں وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے وہ بیحد مہربان
الرَّحِيْمُ ﴿٢٢﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ
نہایت رحم والا ہے وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے
الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ
پاک ہے (تمام عیبوں سے بری ہے) امن دینے والا نگہبانی کرنے والا غالب زبردست
الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٢٣﴾ هُوَ اللّٰهُ
بڑی عظمت والا ہے اللہ ان لوگوں کے شرک سے پاک ہے وہی اللہ
الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ
پیدا کرنے والا ٹھیک ٹھیک بنانے والا صورت بنانے والا ہے اس کے اچھے اچھے نام ہیں
يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ
جو چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسی کی تسبیح کرتی ہیں وہی غالب (اور)
الْحَكِيْمُ ﴿٢٤﴾ ع
حکمت والا ہے (٢)

(١) قرآن مجید ہی ایسی کتاب ہے جو جنت کا راستہ بتاتی ہے۔ لیکن اس سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جن کے دل اس سے متاثر ہوں۔ مگر افسوس ہے کہ بہت سے لوگوں کے دل ایسے سخت ہیں کہ وہ قرآن مجید سے کچھ اثر نہیں لیتے، حالانکہ اس کی عظمت کا یہ حال ہے کہ اگر اس کو پہاڑ پر اتارا جاتا تو وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا۔

یہ ایک مثال ہے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ اس پر غور کرکے نصیحت حاصل کریں اور اپنے دلوں کی اصلاح کریں تاکہ وہ قرآن مجید سے اثر قبول کرنے لگیں۔

(٢) توحید کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی چند صفات بیان فرمائی ہیں۔

چنانچہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس کا علم اتنا وسیع ہے کہ وہ ظاہر اور پوشیدہ سب کو جانتا ہے۔ وہ بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ وہ بادشاہ ہے اور ساری کائنات کا مالک ہے۔ وہ سارے عیبوں سے پاک ہے۔ وہ اپنے بندوں کو سلامتی اور امن بخشنے والا ہے اور ان کا نگہبان ہے۔ وہ غالب اور زبردست ہے اور بڑی عظمت والا ہے۔ وہ ان باتوں سے پاک ہے جو مشرک اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ وہ پیدا کرنے والا، ایجاد کرنے والا اور مخلوق کو خاص شکل و صورت دینے والا ہے۔ سارے اچھے صفات اور نام اسی کے ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں اس کی پاکی بیان کرتی ہیں۔ وہ غالب اور حکمت والا ہے۔ لہٰذا لوگوں کو چاہیئے کہ اسی کی عبادت کریں۔

ع ٣ ٦

آیاتها ١٣ (٦٠) سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ رکوعاتها ٢

سورۂ ممتحنہ مدینہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ

اے ایمان والو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ

اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا

ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو حالانکہ تمہارے پاس جو

بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ

دین حق آچکا ہے وہ اس کے منکر ہیں وہ رسول کو اور تم کو وطن سے نکالتے ہیں اس

اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۭ اِنْ كُنْتُمْ

بناء پر کہ تم اللہ پر ایمان لائے جو تمہارا پروردگار ہے اگر تم میری راہ میں لڑنے

خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ

اور میری خوشنودی طلب کرنے کے لئے گھروں سے نکلے ہو (پھر بھی) تم ان سے

تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ڰ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ

چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو حالانکہ مجھ کو سب چیزوں کا علم ہے جو کچھ تم چھپ کر کرتے ہو

وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ

اور جو کچھ علانیہ کرتے ہو (١) اور جو کوئی تم میں سے ایسا کرے وہ سیدھے راستہ

سَوَآءَ السَّبِيْلِ ① اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ

سے بھٹک گیا اور اگر یہ کافر تم پر قدرت پالیں تو تمہارے

منزل

(١) مکہ والوں سے حدیبیہ کے مقام پر جو صلح ہوئی تھی وہ دس برس کے لئے تھی لیکن ابھی دو برس بھی نہیں گزرے تھے کہ سرداران قریش نے صلح توڑ دی۔

ان حالات کو دیکھ کر آنحضرتؐ نے سرداران قریش پر فوج کشی کا ارادہ فرمایا لیکن اس کو راز میں رکھا اور خبروں کو باہر لے جانے سے منع فرمادیا تاکہ سرداران قریش بے خبر رہیں اور مقابلے کی تیاری نہ کرسکیں۔ مقصد یہ تھا کہ بغیر کشت و خون کے مکہ فتح ہو جائے۔

لیکن مہاجرین میں سے ایک صحابی یعنی حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے ایک خط کے ذریعے مکہ والوں پر یہ راز فاش کردیا۔ آنحضرتؐ کو وحی کے ذریعے اطلاع ہوگئی۔ آپؐ نے حضرت علیؓ اور دوسرے چند صحابہؓ کو حکم دیا کہ جاؤ اور دیکھو کہ مکہ کے راستے میں فلاں مقام پر ایک عورت ملے گی جو مکہ جارہی ہے۔ اس کے پاس ایک پوشیدہ خط ہے وہ اس سے لے لو۔

چنانچہ یہ حضرات بڑی تیزی سے پہنچے اور اس عورت کو پکڑ لیا۔ اس نے خط چھپا رکھا تھا۔ بڑی مشکل سے نکال کر حضرتؐ کے حوالے کیا۔

آنحضرتؐ نے حاطبؓ کو بلا کر دریافت کیا۔ انھوں نے جواب میں عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! میں نے اسلام نہیں چھوڑا ہے۔ میرے اہل و عیال مکہ میں ہیں۔ یہ خط میں نے اس خیال سے لکھا کہ سرداران قریش میرا احسان مان کر میرے اہل و عیال کو تکلیف نہ دیں۔ اور اس سے اسلام کو اور مسلمانوں کو کچھ نقصان نہیں پہنچے گا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے آپؐ سے جو فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور پورا ہوگا۔

آنحضرتؐ نے حاطب کا قصور معاف فرمادیا اور فرمایا کہ یہ بدری مجاہد ہے اور اللہ تعالےٰ نے مجاہدین کے سارے قصور معاف فرمادیئے ہیں۔

اس تعلق سے ان آیتوں میں مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ اللہ کے، اس کے دین کے اور خود مسلمانوں کے دشمنوں سے دوستی نہ رکھیں۔ سرداران قریش کا قصور تو بہت سخت ہے کہ انھوں نے پیغام حق کا انکار کیا آنحضرتؐ کو اور مسلمانوں کو مکہ سے نکالا۔ ایسے سخت دشمنوں سے دوستی کرنا نہ ایک مسلمان کو زیب دیتا ہے اور نہ قرین مصلحت ہے۔ مسلمانوں کو یہ سوچنا چاہیئے کہ جب وہ اللہ تعالےٰ کے راستے میں جہاد کرنے کو نکلے ہیں اور اللہ تعالےٰ کو راضی کرنے کے لئے انھوں نے سرداران قریش کو ناراض کیا ہے تو پھر ان کو راضی کرنے کی کوشش کرنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے۔

اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ
دشمن ہو جائیں اور ایذا کے لئے تم پر اپنے ہاتھ بھی چلائیں اور اپنی زبانیں
بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝٢ لَنْ تَنْفَعَكُمْ
بھی اور وہ چاہتے ہیں کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ (۱) قیامت کے دن
اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ
نہ تمہارے رشتہ دار کام آئیں گے اور نہ تمہاری اولاد اللہ تمہارے درمیان
بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝٣ قَدْ كَانَتْ
فیصلہ کردے گا اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھتا ہے (۲) (مسلمانو!) ابراہیم
لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ
میں اور ان لوگوں میں جو ان کے ساتھ تھے تمہارے لئے ایک عمدہ نمونہ ہے
اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا
جب انھوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ ہم تم سے اور ان بتوں سے جن کو تم
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا
اللہ کے سوا پوجتے ہو بیزار ہیں ہم تم کو نہیں مانتے اور
بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى
جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ ہم میں اور تم میں ہمیشہ کھلی
تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ
عداوت اور دشمنی رہے گی (۳) ہاں ابراہیم نے اپنے باپ سے یہ کہا تھا کہ میں تمہارے لئے
لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ
ضرور بخشش طلب کروں گا اور میں اللہ کے سامنے تمہارے بارے میں کسی چیز کا کچھ

(۱) یعنی مکہ والے بھروسہ کے قابل نہیں ہیں۔ وہ اب بھی تمہارے دشمن ہی ہیں۔ اگر وہ تم پر قابو پا جائیں تو تمھیں ان کی دوستی کا حال معلوم ہو جائے۔ وہ ہر طرح سے تم کو تکلیف پہنچائیں گے تم پر دست درازی کریں گے اور زبان سے تم کو برا کہیں گے بلکہ اس بات کی کوشش کریں گے کہ تم اسلام چھوڑ کر پھر کافر بن جاؤ۔

مع ١٦
(۲) حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے اہل وعیال کی محبت میں مسلمانوں کا راز فاش کیا تھا۔ اس مناسبت سے تنبیہ کے لئے فرمایا کہ اہل وعیال، رشتہ داروں اور دوستوں کی محبت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے احکام کی خلاف ورزی کرنا دانشمندی نہیں ہے۔ کیونکہ قیامت کے دن اہل وعیال، رشتہ دار اور دوست کچھ کام نہ آئیں گے۔ اس دن سب تعلقات ٹوٹ جائیں گے اور رشتہ دار اور دوست الگ الگ ہو جائیں گے۔ اس دن اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا۔ یاد رکھو کہ اس دن تمہارے اعمال کام آئیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

(۳) حضرت ابراہیمؑ اور ان کے ساتھیوں کے طرز عمل کو پیش نظر رکھو اور اس سے نصیحت حاصل کرو۔ دیکھو ان سب نے اپنی اپنی قوم کے لوگوں سے کہا تھا کہ ہم تم سے بیزار ہیں اور تمہارے ان معبودوں سے بھی بیزار ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا تم پوجتے ہو۔ ہم تمہارے طریقے کو نہیں مانتے۔ ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض ہے۔ ہاں جب تم ایک اللہ پر ایمان لے آؤ گے تو پھر ہم میں اور تم میں دوستی ہو جائے گی۔

مِنْ شَيْءٍ ۚ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ

اختیار نہیں رکھتا (۱) اے پروردگار تجھ ہی پر ہمارا بھروسہ ہے اور تیری ہی طرف ہم رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف

الْمَصِيرُ ۝٤ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا

ہمیں لوٹ کر آنا ہے اے ہمارے پروردگار! ہم کو کافروں کا تختۂ مشق نہ بنا

وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝٥ لَقَدْ

اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے بیشک تو غالب اور حکمت والا ہے بیشک

كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ

ان لوگوں میں تمہارے لئے (یعنی) ایسے شخص کے لئے اچھا نمونہ ہے جو اللہ پر اور آخرت

وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۚ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ

پر یقین رکھتا ہو اور جو منہ پھیر لے تو اللہ بھی بے نیاز اور سزاوار

الْحَمِيدُ ۝٦ عَسَى اللَّهُ أَن يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ

حمد (وثنا) ہے (۲) امید ہے کہ اللہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمہاری

عَادَيْتُم مِّنْهُم مَّوَدَّةً ۚ وَاللَّهُ قَدِيرٌ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ

عداوت ہے دوستی کر دے اور اللہ کو بڑی قدرت ہے اور اللہ بخشنے والا (اور)

رَّحِيمٌ ۝٧ لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ

مہربان ہے (۳) اللہ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے

فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ

منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے

وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝٨ إِنَّمَا

گھروں سے نہیں نکالا بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے (۴) اللہ

(۱) البتہ حضرت ابراہیم نے وطن چھوڑتے وقت اپنے باپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہارے لئے مغفرت کی دعا کیا کروں گا یعنی اس بات کی دعا کیا کروں گا کہ تم ایمان قبول کر لو اور اس وجہ سے تمہارے گناہ معاف ہو جائیں۔ اور کہا تھا کہ میں صرف دعا کر سکتا ہوں، اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ مجھے کچھ اختیار نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے اس کی مرضی کے خلاف تم کو کچھ دلا سکوں۔ (ملاحظہ ہو سورۂ توبہ صفحہ ۳۶۷ حاشیہ ۱)۔

(۲) یعنی حضرت ابراہیمؑ اور ان کے ساتھیوں کے نقش قدم پر وہی لوگ چلیں گے جو آخرت کی زندگی پر اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو شخص اس نصیحت سے منہ موڑے اور حضرت ابراہیمؑ کے راستے کو چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی پروا نہیں۔ وہ اپنا ہی نقصان کرے گا، اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، کیونکہ وہ مخلوق سے بے نیاز ہے، خود سارے کمالات سے متصف ہے اور سزاوار حمد و ثنا ہے۔

ع ۱

(۳) مہاجرین کی تسلی کے لئے فرمایا کہ مکہ میں جو تمہارے رشتہ دار ہیں ان سے قطع تعلق ہمیشہ کے لئے نہیں ہے یہ تھوڑے دن کی بات ہے۔ اس وقت جو حکم دیا گیا ہے صبر کر کے اس پر عمل کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھو اس کی بڑی قدرت ہے۔ وہ چاہے تو آج جن سے تمہاری دشمنی ہے، کل ان سے دوستی ہو جائے۔ چنانچہ فتح مکہ کے روز سارے مکہ والے مسلمان ہو گئے اور پھر ان سے دوستی ہو گئی۔

(۴) یعنی کافروں میں جو لوگ ایسے ہیں کہ وہ اسلام کی وجہ سے تم سے لڑتے نہیں اور تم کو وطن سے نہیں نکالتے ہیں بلکہ تمہارے ساتھ مہربانی اور انسانیت کا سلوک کرتے ہیں، تو ان سے قطع تعلق کرنا اچھا نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو جس طرح وہ تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں۔ انصاف کا تقاضا یہی ہے اور اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَ

ان ہی لوگوں کے ساتھ تم کو دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی اور

اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَ ظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ

تم کو تمھارے گھروں سے نکالا اور تمھارے نکالنے میں اوروں کی مدد کی

اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۹

اور جو لوگ ایسے لوگوں سے دوستی کریں گے تو وہی ظالم ہیں (۱)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ

اے ایمان والو! جب تمھارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کرکے آئیں

فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ

تو ان کی آزمائش کرلو اللہ تو ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے تو اگر تم کو معلوم ہو جائے

مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ

کہ وہ ایمان والیاں ہیں تو ان کو کافروں کے پاس واپس نہ لوٹاؤ نہ یہ عورتیں ان کافروں کے لئے

لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ

حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کے لئے حلال ہیں (۲) اور جو کچھ ان کافروں نے (ان پر) خرچ کیا ہو

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ

وہ ان کو دے دو اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم ان سے نکاح کرلو جب تم ان کو ان کے

اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْئَلُوْا مَآ

مہر دے دو (۳) اور تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو اور جو کچھ تم نے (ان عورتوں پر) خرچ کیا

اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ

ہو وہ ان سے طلب کرلو اور جو کچھ انھوں نے خرچ کیا ہو وہ تم سے طلب کرلیں یہ اللہ کا حکم ہے

(۱) ان کافروں کے ساتھ دوستی کرنے سے اللہ تعالےٰ منع فرماتا ہے جو اسلام کی وجہ سے تم سے لڑتے ہیں اور جنھوں نے تم کو وطن سے نکال دیا۔ نیز جو لوگ تمھارے دشمنوں کے ساتھ دوستی کریں اور تم کو وطن سے نکالنے میں ان کی مدد کریں ان سے بھی دوستی نہیں کرنی چاہیئے۔

یاد رکھو کہ جو مسلمان ایسے کٹر کافروں کے ساتھ دوستی کرے گا، وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک ظالم اور گناہگار ہوگا۔

(۲) صلح حدیبیہ کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ تھی کہ اگر مکہ والوں کا کوئی آدمی مسلمان ہو کر مدینہ چلا آئے تو اس کو واپس کر دیا جائے۔ آنحضرتؐ نے اس شرط کو قبول فرمالیا تھا اور کئی مردوں کو واپس کر دیا تھا۔ لیکن دشواری اس وقت پیش آئی جبکہ چند عورتیں بھی مسلمان ہو کر چلی آئیں۔ ان کا واپس کرنا ایک نازک مسئلہ تھا۔

چنانچہ اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں اور حکم دیا کہ پہلے ایسی عورتوں کی آزمائش کرلو کہ واقعی مسلمان ہیں یا جاسوس بن کر آئی ہیں۔ دلوں کا حال تو اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے لیکن ظاہری حالات کے لحاظ سے امتحان کرلینا چاہیئے۔ اگر آزمائش کے بعد معلوم ہو کہ واقعی وہ مسلمان ہیں تو ان کو کافروں کے پاس واپس مت کرو۔ نہ یہ عورتیں ان کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ مرد اُن کے لئے حلال ہیں۔

(۳) اگر یہ عورت شوہر والی ہے تو مسلمانوں پر ضروری ہے کہ اس کے کافر شوہر نے مہر کی جو رقم اس کو دی تھی، وہ اس کو واپس کر دیں۔ جو مسلمان اس سے نکاح کرے، وہ دے۔ ورنہ بیت المال سے ادا کی جائے۔ یہ مسلمان شوہر اس عورت کو بھی مہر دے گا جیسا کہ شریعت کا عام حکم ہے۔

يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٠﴾ وَإِنْ فَاتَكُمْ
وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے (۱) اور اگر تمہاری بیویوں میں سے
شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا
کچھ عورتیں تمہارے ہاتھ سے نکل کر کافروں کے پاس چلی جائیں پھر تمہاری باری آئے تو جن کی
الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَا أَنْفَقُوْا ۚ وَاتَّقُوا
بیویاں چلی گئی ہیں ان کو اتنا دے دو جتنا انھوں نے خرچ کیا تھا اور
اللّٰهَ الَّذِيْٓ أَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿١١﴾ يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا
اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان لائے ہو (۲) اے پیغمبر! جب تمہارے پاس
جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى أَنْ لَّا يُشْرِكْنَ
ایمان والی عورتیں اس غرض سے آئیں کہ وہ تم سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو
بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ
شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو
أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ أَيْدِيْهِنَّ
قتل کریں گی اور نہ بہتان کی اولاد لائیں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے
وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَ
درمیان بنائیں اور نہ کسی نیک کام میں تمہاری نافرمانی کریں گی تو (اے پیغمبر) تم ان سے بیعت
اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢﴾ يٰٓأَيُّهَا
لے لو اور ان کے لئے اللہ سے بخشش مانگو بلاشبہ اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۳) اے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا
ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ نے غضب فرمایا ہے وہ آخرت سے

(۱) اگر مرد مسلمان ہو جائے اور عورت کافر رہے تو نکاح ٹوٹ جائے گا۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ کافروں سے اس رقم کا مطالبہ کریں جو اس عورت کے مسلمان مرد نے اس کو ادا کی تھی۔ جس طرح کافروں کو حق ہے کہ مسلمانوں سے اس رقم کو مانگیں جو اس کے کافر شوہر نے اس کو مہر کے طور پر دی تھی۔

یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ وہ جو مصلحت سمجھتا ہے حکم نافذ فرماتا ہے۔ اس کے سب کام علم و حکمت کے مطابق ہوتے ہیں۔

(۲) اگر کسی مسلمان کی بیوی کافروں کے پاس رہ جائے اور وہ اس کا حق مہر جو اس نے عورت کو دے دیا تھا، واپس نہ کریں، تو کسی کافر کی جو عورت مسلمان ہو کر مل گئی ہے اس کا مہر کافروں کو ادا کرنے کے بجائے اس مسلمان کو دے دیا جائے جس کا حق مارا گیا ہے۔ ہاں اس کا حق ادا کرنے کے بعد اگر کچھ بچ رہے تو وہ کافروں کو واپس کر دینا چاہیئے۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں جس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے احکام کی تعمیل کرتے رہیں۔

(۳) اوپر کی آیت میں حکم دیا تھا کہ جو عورتیں کافروں کے ملک سے بھاگ کر چلی آئیں اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کریں ان کے بارے میں تحقیق کر لیا کرو کہ حقیقت میں مسلمان ہیں یا نہیں۔

اس آیت میں بتایا کہ ان عورتوں سے کہا جائے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اقرار کریں کہ وہ شرک نہیں کریں گی، نہ چوری کریں گی، نہ زنا کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، نہ شوہر پر ناجائز اولاد کا بہتان تراشیں گی اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کریں گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ جب ان باتوں کا اقرار کر لیں تو ان سے بیعت لے لو یعنی پکا عہد لے لو اور ان کے حق میں دعا کرو کہ اگر ان سے احکام اسلام کی تعمیل میں کچھ کوتاہی ہو تو آپ کی دعا کی برکت سے معاف کر دی جائے۔ اللہ تعالیٰ تو گناہوں کا بخشنے والا ہے اور اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿١٣﴾ ع

ایسے ناامید ہو گئے ہیں جیسے کافر قبر والوں (یعنی مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے) سے ناامید ہو گئے ہیں (۱)

سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ (۶۱)

آیاتها ۱۴ — رکوعاتها ۲

سورۂ صف مدینہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں سب اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں اور وہ غالب (اور)

الْحَكِيْمُ ﴿١﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا

حکمت والا ہے اے ایمان والو! ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جو

تَفْعَلُوْنَ ﴿٢﴾ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا

کرتے نہیں اللہ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو

تَفْعَلُوْنَ ﴿٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ

کرو نہیں بلاشبہ اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے راستے میں اس طرح

سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴿٤﴾ وَاِذْ

مل کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں (۲) اور (وہ وقت

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ

یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! مجھے کیوں ایذا دیتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ

اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۭ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ

میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں پھر جب وہ پھر گئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو

(۱) مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ یہودیوں سے دوستی نہ رکھیں، کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے۔ پھر مسلمان ان سے کس طرح دوستی کر سکتے ہیں۔

ع ۲ / ۸

اس کے علاوہ یہ کہ ان کا یہ حال ہے کہ جس طرح کافر اپنے مُردوں کی طرف سے مایوس ہو گئے ہیں کہ جو مر گیا بس وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان سے دُور ہو گیا، کیونکہ ان کو قیامت کا اور آخرت کی زندگی کا یقین نہیں ہے، اسی طرح یہود بھی آخرت کے ثواب سے مایوس ہو گئے ہیں، کیونکہ وہ آخرت کی سچائی کو خوب سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان کو یقین ہے کہ آخرت میں ان کو اس انکار کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

بعض مفسرین نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جس طرح کافر قبر کا حال دیکھ کر اپنی نجات سے مایوس ہو جاتا ہے، اسی طرح یہودی بھی اپنی نجات سے مایوس ہیں۔

(۲) ایک جگہ چند صحابہؓ جمع تھے۔ کہنے لگے کہ اگر ہم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا کام سب سے زیادہ پسند ہے تو ہم وہی کریں۔

بحیثیت مجموعی صحابہؓ نے دین کے لئے بے مثال جانی اور مالی قربانیاں دی تھیں لیکن کبھی کبھی بعض حضرات سے کوتاہیاں بھی سرزد ہوئیں۔ جیسے جنگ احد میں بعض حضرات کی غفلت سے فتح شکست سے بدل گئی۔

اس لحاظ سے ان آیتوں میں تنبیہ فرمائی کہ بڑی بڑی باتیں کرنا اچھا نہیں۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بری ہے کہ آدمی منہ سے ایسی بات نکالے جس کو کر نہ سکے۔ جو دعویٰ کرو سوچ سمجھ کر کرو۔

اگر اللہ تعالیٰ کی پسند اور خوشنودی کا کام کرنا چاہتے ہو تو سنو کہ اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ بہت پسند ہیں جو جہاد کے لئے دشمنوں کے مقابلے میں سیسے کی دیوار کی طرح کھڑے ہو جاتے ہیں، مارتے ہیں اور مرتے ہیں لیکن قدم پیچھے نہیں ہٹاتے۔

بعد کی آیتوں میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی قوم کا حال مسلمانوں کی نصیحت کے لئے بیان فرمایا ہے۔

قُلُوبَهُمْ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ وَإِذْ
پھیر دیا اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا (۱) اور (وہ وقت
قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ
بھی یاد کرو) جبکہ مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہارے پاس اللہ کا
اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ
بھیجا ہوا آیا ہوں اور جو کتاب مجھ سے پہلے آچکی ہے (یعنی) تورات اس کی تصدیق کرتا ہوں
وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ۖ
اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا ان کی بشارت سناتا ہوں
فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝ وَمَنْ
پھر جب وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو انھوں نے کہدیا کہ یہ تو کھلا جادو ہے (۲) اور اس
أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ
شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اس کو اسلام کی
إِلَى الْإِسْلَامِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝
طرف بلایا جارہا ہو اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا (۳)
يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ ۚ وَاللَّهُ
یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (یعنی دین اسلام) کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھادیں حالانکہ اللہ اپنے
مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ
نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا اگرچہ کافر (کیسے ہی) ناخوش ہوں وہ (اللہ ایسا ہے) جس نے اپنے پیغمبر کو
رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى
ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اسے (باقی) تمام دینوں پر

(۱) بنی اسرائیل بڑے سرکش اور نافرمان تھے اور بات بات میں حضرت موسیٰ سے ضد کرتے تھے اور ان کو ستاتے تھے۔ حضرت موسیٰ نے سمجھانے کے لئے ان سے کہا کہ تعجب ہے کہ تم جانتے اور مانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، پھر بھی تم مجھے ستاتے ہو اور میری نافرمانی کرتے ہو۔ یہ بات تو دانشمندی کے بالکل خلاف ہے۔

لیکن بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کی نصیحت نہ مانی اور برابر نافرمانیاں کرتے رہے جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا اور ان کو گمراہی میں چھوڑ دیا کیونکہ جب آدمی گمراہی اور نافرمانی پر ضد کرتا ہے تو وہ خود ہی اپنے پر ہدایت کا دروازہ بند کرلیتا ہے۔

(۲) بنی اسرائیل کا ایک بہت بڑا قصور یہ ہے کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ کی سچائی کا انکار کیا۔ حضرت عیسیٰ نے بنی اسرائیل پر صاف صاف الفاظ میں واضح کیا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں، اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور جس طرح تم اس کو مانتے ہو میں بھی مانتا ہوں اور اس پر عمل کرتا ہوں اور خوش خبری سناتا ہوں کہ میرے بعد ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام نامی احمد ہوگا۔

حضرت عیسیٰ نے بنی اسرائیل کو معجزات بھی دکھلائے لیکن انھوں نے ان کو نہ مانا اور کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔

(۳) پھر حضرت عیسیٰ کی بشارت کے مطابق جب آنحضرت کا ظہور ہوا اور آپ نے اپنی رسالت کا اعلان فرمایا اور معجزات دکھائے تو ان کا بھی بنی اسرائیل نے انکار کیا اور ان کو بھی جادو بتایا۔

بنی اسرائیل کی حالت قابل افسوس ہے کہ آنحضرت ان کو اسلام کی طرف بلاتے ہیں جس کے ماننے میں دنیا و آخرت کی کامیابی کی ضمانت ہے، لیکن یہ بدبخت آپ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں اور دین اسلام کو نہیں مانتے۔ ان سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا؟ اور جو خود اپنے نفس پر ظلم کرے اس کو اللہ تعالیٰ بھی ہدایت نہیں دیتا۔

الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۹ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

غالب کرے اگرچہ مشرک (کیسے ہی) ناخوش ہوں (۱) اے ایمان والو!

هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۱۰

کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو آخرت کے دردناک عذاب سے بچالے

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ

(وہ یہ ہے کہ) تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور

اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ

تَعْلَمُوْنَ ۱۱ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ

رکھتے ہو (جب ایسا کروگے تو) اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو جنت کے ایسے باغوں میں

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ

داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں (داخل کرے گا) جو ہمیشہ

جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۱۲ وَاُخْرٰى

رہنے والے باغوں میں ہوں گے یہ بڑی کامیابی ہے اور (اس کے علاوہ) ایک اور

تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ

چیز جس کو تم بہت چاہتے ہو (یعنی) اللہ کی مدد اور جلدی فتحیابی اور (اے پیغمبر) ایمان والوں کو (اس کی)

الْمُؤْمِنِيْنَ ۱۳ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ

خوشخبری سنادو (۲) اے ایمان والو! اللہ کے (دین کے) مددگار ہو جاؤ

كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ

جس طرح عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کہ کون ہے جو اللہ کی طرف (بلانے میں)

(۱) کافروں کی تنبیہ اور مسلمانوں کی تسلی کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بنی اسرائیل اور دوسرے کافر بدبخت چاہتے ہیں کہ اسلام کی شمع کو جس کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کے ہاتھوں روشن کیا ہے پھونکیں مار مار کر بجھا دیں۔ لیکن ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ طے فرمادیا ہے اور اس کا اعلان بھی فرمادیا ہے کہ وہ اپنے نور کو ضرور مکمل کرے گا، اگرچہ کافر اس کو کتنا ہی ناپسند کریں۔

ع ۹ / ۹

اس نے اپنے رسول آنحضرتؐ کو قرآن مجید اور دین حق یعنی اسلام دے کر بھیجا ہے اور وہ اس کو سارے دینوں پر غالب کرے گا اگرچہ مشرک اس کو ناپسند کریں۔

(۲) ان آیتوں میں جہاد کی فضیلت بیان کرکے مسلمانوں کو ترغیب دی کہ وہ جان و مال کو راہ حق میں قربان کرکے دنیا میں عزت و حکومت اور آخرت میں جنت و قرب حق حاصل کریں۔

ارشاد ہوا کہ مسلمانو! سنو: تم کو ایسی تجارت بتائیں جس میں نقصان کا اندیشہ ہی نہیں ہے۔ وہ یہ کہ ایمان پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہ کر جان و مال کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان کرو اور اس سرمایہ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کردو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے سرمایہ کو خوب بڑھائے گا۔ تمہاری خطائیں معاف فرمائے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جہاں تم نہایت عیش و آرام کے ساتھ ہمیشہ رہو گے۔ یاد رکھو کہ انسان کے لئے یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

اس کے علاوہ دنیا میں بھی تمہاری مدد کرے گا اور دشمنوں کے مقابلے میں تم کو کامیابی عطا فرمائے گا جس کو تم بہت پسند کرتے ہو۔

اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ
میرا مددگار ہو حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں تو بنی اسرائیل
طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا
میں سے ایک گروہ ایمان لے آیا اور ایک گروہ کافر رہا تو ہم نے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿١٤﴾ ع
ایمان لانے والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد دی اور وہ غالب ہو گئے (١)

سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ (٦٢)

اٰیاتها ١١ — رکوعاتها ٢

سورۂ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ الْمَلِكِ
جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں سب اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو بادشاہ حقیقی
الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿١﴾ هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى
(عیبوں سے) پاک زبردست (اور) حکمت والا ہے وہی تو ہے جس نے (عرب کے) ان پڑھ لوگوں میں
الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ
ان ہی میں سے ایک پیغمبر (یعنی محمدؐ) کو بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ
اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے
لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ
صریح گمراہی میں تھے اور ان ہی پیغمبرؐ کو ان میں سے دوسروں کے لیے بھی بھیجا ہے جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے

(١) حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کی مثال پیش کر کے مسلمانوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ بھی اسی طرح آنحضرتؐ کا ساتھ دیں اور دین حق کی مدد کریں۔

ع ٥/٢ ١٠

لکھا ہے کہ یہودیوں کی سرکشی اور ایذا رسانی سے تنگ آکر حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ لوگو! اللہ کی راہ میں میرا مددگار کون ہوتا ہے۔ تو بارہ حضرات نے مدد کا وعدہ کیا تھا۔ یہ حواری کہلاتے ہیں چنانچہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد ان حضرات نے بڑی بڑی قربانیاں دے کر سچے عیسائی مذہب کی تبلیغ کی۔ اس پر تھوڑے لوگ ایمان لائے اور بہت سے کافر رہے۔ غرض مذہبی تفریق پر عداوت بڑھی اور خانہ جنگیاں ہوئیں۔ لیکن آخر کار اللہ تعالیٰ کی مدد سے اہلِ حق غالب رہے اور عیسائی مذہب دنیا میں پھیل گیا۔

پھر جو حق پرست عیسائی تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور ہر طرح سے دشمنوں پر غالب رہے۔

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (۳) ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ
اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (۴) مَثَلُ
عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے (۱) جن لوگوں

الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ
کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا تھا پھر انھوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی مثال اس

الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ
گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں پیٹھ پر لادے پھرے جو لوگ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
ان کی مثال بری ہے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت

الظّٰلِمِيْنَ (۵) قُلْ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ
نہیں دیتا (۲) (اے پیغمبر! ان سے) کہدو کہ اے یہود! اگر تم کو یہ دعویٰ ہو کہ تمام لوگوں میں سے

اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ
صرف تم ہی اللہ کے دوست ہو تو موت کی آرزو کرو

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۶) وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا ۢ بِمَا
اگر (اپنے دعوے میں) سچے ہو اور یہ ان اعمال کے سبب جو یہ کر چکے ہیں

قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ (۷) قُلْ
ہرگز موت کی آرزو نہیں کریں گے اور اللہ ظالموں سے خوب واقف ہے (۳) (اے پیغمبر!

اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ
ان سے) کہدو کہ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو یقیناً وہ تمہارے پاس آکر رہے گی

منزل ۷

(۱) اس آیت میں آنحضرت کی صفات اور آپ کے پیغام کا ذکر فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرو اور اس کی تسبیح و تقدیس بیان کرو جو آسمان و زمین کا مالک ہے۔ اس کی حکمت و مصلحت دیکھو کہ اس نے "امیین" یعنی عربوں میں نبی آخرالزمان حضرت مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ عرب ان پڑھ اور جاہل لوگ تھے۔ وہ دین ابراہیمی کو کھو بیٹھے تھے۔ ان کے پاس نہ کوئی آسمانی کتاب تھی اور نہ شریعت۔ وہ بت پرستی، گناہ اور جہالت میں مبتلا تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اُن میں آنحضرت کو پیدا کیا اور آپ پر قرآن مجید نازل فرمایا۔ آپ نے جاہل عربوں کو کتاب الٰہی کی تعلیم دی اور ان پر شریعت کے اسرار کھولے۔ آپ کی مقدس تعلیم اور صحبت کی برکت سے عربوں کے عقیدے اور اخلاق پاکیزہ ہوگئے، ان میں علم و معرفت کے دریا بہنے لگے اور ساری دنیا کے معلم بن گئے۔

اور آنحضرت کی تعلیم سے نہ صرف عرب مستفید ہوئے بلکہ آخرین یعنی دوسری قومیں جیسے ایرانی، ہندی اور چینی وغیرہ بھی اسی طرح فیضیاب ہوئیں اور ہوتی رہیں گی یعنی آنحضرت کی رسالت ساری اولادِ آدم کے لئے ہے اور آپ کا فیض قیامت تک جاری رہے گا۔

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ وہ جس شخص کو اور جس قوم کو چاہے اپنے فضل سے نوازے۔ یہودیوں کو یہ دعویٰ کرنے کا حق نہیں کہ بنی اسرائیل کے سوا کوئی اور قوم فضل الٰہی کی مستحق نہیں ہو سکتی۔

(۲) مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس عظیم الشان نعمت الٰہی کی قدر کریں اور قرآن مجید کی تعلیم پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی کوشش کریں۔

یہودیوں کی حالت سے عبرت حاصل کریں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان کتاب یعنی تورات عطا فرمائی تھی۔ ان بدبختوں نے تورات کی تعلیم کو پس پشت ڈال دیا اور اس ذمہ داری کو پورا نہیں کیا۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے "چارپایہ بر دکتابے چند"۔ اگر گدھے پر چند کتابیں لاد دی جائیں تو کیا فائدہ یہی حال یہود کا ہے کہ تورات کو اٹھائے پھرے لیکن اس کی تعلیم کی موافق اپنے عقیدے اور اخلاق کو درست نہیں کیا۔ تورات میں آنحضرت کے ظہور کی نشانیاں بھی لکھی تھیں۔ یہودیوں نے ان کو بھی جان بوجھ بدل دیا اور آنحضرت کی رسالت کا انکار کردیا۔ ایسی ظالم قوم کو کس طرح ہدایت حاصل ہو سکتی ہے؟

(۳) یہودی دعوے کرتے تھے کہ ساری اولادِ آدم میں ہم ہی اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے برابر کسی قوم کو نہیں چاہتا۔ ان سے فرمایا کہ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو تو موت کی آرزو کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی تو یہ شان ہے کہ وہ جلد سے جلد دوسرے عالم میں پہنچ کر وہاں کی نعمتوں اور اللہ تعالیٰ کے

ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ
پھر تم اس اللہ کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے پھر جو کام
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا
تم کرتے رہے ہو وہ سب تم کو بتا دے گا (۱) اے ایمان والو!
اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا
جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد (یعنی خطبہ اور نماز)
اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ
کے لئے جلدی کرو اور خرید و فروخت ترک کر دو یہ تمہارے لئے بہتر
اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ
ہے اگر تم سمجھو (۲) پھر جب نماز (جمعہ) پوری ہو جائے
فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ
تو زمین پر چلو پھرو اور اللہ کا فضل (یعنی روزی) تلاش کرو
وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝
اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو (۳)
وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْۤا اِلَیْهَا وَ
اور (بعض کا یہ حال ہے کہ) جب سودا بکتا یا تماشہ ہوتا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور
تَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ مِّنَ
تمہیں کھڑا چھوڑ جاتے ہیں (اے پیغمبر!) کہدو کہ جو چیز اللہ کے پاس ہے وہ
اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝
تماشہ اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے (۴)

(بقیہ تفسیر صفحہ ۹۹۵) قرب سے مستفید ہونا چاہتے ہیں. لیکن یقین ہے کہ یہ بدبخت موت کی آرزو نہیں کریں گے کیونکہ انھوں نے جو نافرمانیاں کیں ہیں، ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں جانے سے اور ان کا حساب دینے سے ڈرتے ہیں.

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) یہودیوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ تم موت سے چاہے کتنے ہی بھاگو لیکن اس سے بچ نہیں سکتے. ایک دن ضرور ایسا آئے گا کہ موت تم کو دبوچ لے گی، پھر تم اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب باتوں کو جانتا ہے، پھر وہ تمہارے اعمال کو تمہارے سامنے رکھدے گا اور تم سے ان کا حساب لے گا. اس کے لئے تیار رہو.

ع ۱ / ۱۱

(۲) جمعہ کی نماز کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں سے معلوم کرنی چاہیئے. خطبہ نماز جمعہ کی شرط ہے. اگر خطبہ نہ پڑھا جائے تو نماز جمعہ صحیح نہ ہوگی. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صرف ایک اذان دی جاتی تھی جبکہ آپ منبر پر تشریف فرما ہوتے تھے. حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں صحابہؓ کے مشورے اور اجماع سے لوگوں کی اطلاع اور سہولت کی خاطر پہلی اذان شروع کی گئی. فقہ کا حکم ہے کہ پہلی اذان کے بعد کاروبار بند کر کے مسجد کی طرف روانہ ہوجانا چاہیئے.

(۳) یعنی نماز جمعہ کے بعد اگر ضرورت ہو تو کاروبار اور روزی کمانے میں لگ جاؤ لیکن اس حال میں بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہو. کامیابی کا یہی طریقہ ہے کہ آدمی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کے احکام کے مطابق زندگی گزارے.

ع ۲ / ۲ / ۱۲

(۴) اس آیت کی شان نزول میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ جمعہ کا خطبہ فرما رہے تھے اتفاق سے اسی وقت ایک قافلہ غلہ لے کر مدینہ شریف میں آیا. اور اعلان کی غرض سے اس کے ساتھ دف یا نقارہ بج رہا تھا. اس زمانے میں غلہ کی کمی تھی اور لوگ پریشان تھے. قافلے کے آنے کی خبر معلوم کر کے بہت سے لوگ اٹھ کر چلے گئے. صرف بارہ صحابہؓ آپؐ کے سامنے حاضر رہے جن میں حضرات خلفاء راشدین بھی تھے ـــــ اس غفلت کی طرف توجہ دلانے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ جمعہ کا خطبہ بڑا اہم ہے اور اس کے بہت برکات ہیں. کاروبار اور کھیل کو دا س کے مقابلے میں ہیچ ہیں. رہا رزق کا معاملہ تو یاد رکھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے. اگر تم اس کے فرماں بردار رہے تو وہ تمہارے لئے رزق کے بہت سے دروازے کھول سکتا ہے.

رکوعاتہا ۲ | (۶۳) سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ | آیاتہا ۱۱

سورۂ منافقون مدینہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ

(اے پیغمبر!) جب تمہارے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول

اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ

ہیں اللہ جانتا ہے کہ بیشک تم اس کے رسول ہو اور اللہ

يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴿۱﴾ اِتَّخَذُوْٓا

گواہی دیتا ہے کہ منافق (اپنے بیان میں) جھوٹے ہیں (۱) ان لوگوں نے اپنی

اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ

قسموں کو (اپنی جان و مال بچانے کیلئے) ڈھال بنا رکھا ہے اور یہ لوگ دوسروں کو بھی اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں ان

سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ

کے یہ کام بہت برے ہیں یہ اس لئے کہ یہ لوگ ایمان لائے پھر

كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۳﴾ وَاِذَا

کافر ہو گئے تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی تو اب وہ کچھ سمجھتے ہی نہیں (۲) اور جب

رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ

تم ان کو دیکھتے ہو تو تم کو ان کا قد و قامت خوشنما معلوم ہوتا ہے اور جب وہ بات کریں تو تم توجہ سے ان کی باتیں

لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ

سننے لگتے ہو گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں جو دیوار کے سہارے کھڑی کر دی گئی ہیں (بزدل ایسے ہیں کہ) ہر زور کی آواز کو

(۱) منافق دل سے تو ایمان نہیں لاتے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھ کر ایمان کے بڑے بڑے دعوے کرتے اور کہتے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔

ان کا نفاق اور جھوٹ ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بات تو اپنی جگہ ٹھیک ہے کہ آپؐ سچے رسول ہیں لیکن ان بدبخت منافقوں کے دلوں میں اس بات کا یقین نہیں ہے، محض زبان سے کہتے ہیں۔ اس لئے یہ بدبخت جھوٹے ہیں۔

(۲) بڑی بڑی قسمیں کھا کھا کر لوگوں کے سامنے اپنا ایماندار ہونا ظاہر کرتے ہیں، حالانکہ ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہے۔ گویا ان بدبختوں نے قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے جن کی آڑ لے کر اپنی جان و مال کو مسلمانوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ظاہری اسلام کی وجہ ان کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کیا جاتا ہے۔

ان بدبختوں کا ایک بڑا گناہ یہ بھی ہے کہ یہ اپنے عمل اور باتوں سے دوسروں کو بہکاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔

ان کے یہ عمل بہت برے ہیں۔ لیکن ان بدبختوں کو ان کی برائی کا احساس نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے سامنے تو ایمان ظاہر کرتے ہیں اور اپنے لوگوں کے پاس جا کر کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ اس نفاق کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے اور اچھے برے کی تمیز جاتی رہی ہے۔

صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۚ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۚ قَاتَلَهُمُ
سمجھتے ہیں کہ ان پر (بلا آئی ہے) یہ تمہارے دشمن ہیں تم ان سے ہوشیار رہو اللہ ان کو ہلاک
اللّٰهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٤﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا
کرے یہ کہاں پھرے جارہے ہیں (۱) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ
يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ
رسول اللہ تمہارے لئے بخشش مانگیں تو اپنے سروں کو پھیر لیتے ہیں اور تم ان کو
يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ﴿٥﴾ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ
دیکھو گے کہ تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں (جب ان کے کفر کی یہ حالت ہے تو)
أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ
ان کے حق میں برابر ہے کہ تم ان کے لئے مغفرت چاہو یا نہ چاہو اللہ ہرگز
اللّٰهُ لَهُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٦﴾
ان کو نہ بخشے گا بیشک اللہ ایسے نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا (۲)
هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِنْدَ
یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس رہتے ہیں ان پر
رَسُولِ اللّٰهِ حَتَّىٰ يَنْفَضُّوا ۗ وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ
کچھ خرچ نہ کرو یہاں تک کہ یہ (خود بخود) بھاگ جائیں حالانکہ آسمانوں اور زمین کے
وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ﴿٧﴾ يَقُولُونَ
سارے خزانے اللہ ہی کے ہیں لیکن منافق نہیں سمجھتے (۳) یہ لوگ کہتے
لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا
ہیں کہ اگر ہم لوٹ کر مدینے گئے تو عزت والے ذلیل لوگوں کو وہاں سے نکال

منزل

(۱) ان کے جسم خوب موٹے تازے اور شاندار ہیں اور باتیں بھی خوب لچھے دار کرتے ہیں۔ آدمی ان کی صورت اور باتوں سے بڑا مرعوب ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ ان کے دلوں میں ایمان واخلاص نہیں ہے اس لئے ایسے بیکار ہیں جیسے لکڑی جو بیکار ہونے کی وجہ سے دیوار کے سہارے کھڑی کردی جاتی ہے۔

نفاق کی وجہ سے بزدل ہوگئے ہیں اور ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ برے اعمال کی وجہ سے کوئی آفت آپڑے۔

منافقوں کا حال بیان کرنے کے بعد آنحضرتؐ کو آگاہ فرمایا کہ یہ بڑے خطرناک دشمن ہیں ان سے ہوشیار رہنا اور ان کا اعتبار نہ کرنا۔

خدا ان کو غارت کرے۔ کیسے بدنصیب ہیں کہ دین حق کی روشنی پانے کے بعد اس سے پھرے جاتے ہیں۔

(۲) ان کے تکبر کا یہ حال ہے کہ جب مسلمان ان سے کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی خدمت میں چلو اور توبہ کرلو حضور خود بھی معاف فرمادیں گے اور تمہارے گناہوں کی بخشش کے لئے بھی بارگاہ ایزدی میں دعا فرمائیں گے۔ تو غرور و تکبر کے مارے گردن پھیر کر چل دیتے ہیں۔

ان حرکتوں کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے اعلان فرمایا کہ چاہے آنحضرتؐ ان کے لئے دعا کریں یا نہ کریں اللہ تعالےٰ ان بدبختوں کو ہرگز معاف نہیں فرمائے گا اور نہ ان بدکاروں کو راہ راست کی توفیق دے گا۔

ان کا معاملہ حد سے گزر چکا ہے۔ اب یہ بدبخت کسی رعایت کے مستحق نہیں ہیں۔

(۳) لکھا ہے کہ ایک غزوے میں ایک مہاجر اور ایک انصاری میں جھگڑا ہوگیا۔ دونوں نے اپنی اپنی جماعت کو مدد کے لئے پکارا اور ایک اچھا خاصہ ہنگامہ ہوگیا۔

منافقوں کا سردار عبداللہ بن اُبی بھی وہاں موجود تھا۔ مہاجرین پر بہت بگڑا اور انصار سے کہنے لگا تم ہی نے پناہ دے کر ان لوگوں کو سر پر چڑھایا ہے۔ ذرا اپنی مدد روک لو خود تمہارا شہر چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

حضرت زیدؓ بن ارقم نے یہ باتیں سنیں اور جاکر آنحضرتؐ سے عرض کردیں۔ آپؐ نے عبداللہ بن اُبی کو بلایا اور پوچھا۔ وہ صاف انکار کرگیا۔ حضرت زیدؓ آنحضرتؐ اور صحابہؓ کے آگے شرمندہ ہوئے ـــــ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن کے ذریعے عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھیوں کو تنبیہ فرمائی کہ یہ بدبخت یہ بات نہیں سمجھتے کہ آسمان اور زمین کے سارے خزانے اللہ تعالےٰ کے قبضے میں ہیں۔ وہ جس کو چاہے رزق دے۔ اور جس کو چاہے نہ دے۔ اگر یہ لوگ مہاجرین کی اعانت بند کریں تو اللہ تعالےٰ ان کے لئے کہیں اور سے رزق کا سامان فرمادے گا۔ یہ بدبخت اتنی بات نہیں سمجھتے اور بیہودہ باتیں منہ سے نکالتے ہیں۔

الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ

باہر کردیں گے حالانکہ عزت اللہ کی اور اس کے رسول کی اور ایمان والوں کی ہے لیکن

الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۸ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

منافق نہیں جانتے (۱) اے ایمان والو!

لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ

تمہارا مال اور تمہاری اولاد تم کو

ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ

اللہ کی یاد سے غافل نہ کردے اور جو ایسا کرے گا تو ایسے ہی لوگ

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۹ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ

نقصان اٹھانے والے ہیں (۲) اور جو مال ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس سے

مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ

پہلے خرچ کرلو کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے اور اس وقت (حسرت سے) کہنے لگے کہ

رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ

اے میرے پروردگار! تو نے مجھے اور تھوڑی سی مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کرلیتا

وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۱۰ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ

اور نیک بندوں میں سے ہوجاتا اور جب کسی شخص کی

اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا

موت آجاتی ہے تو اللہ اس کو مہلت نہیں دیتا اور اللہ کو تمہارے سب کاموں

تَعْمَلُوْنَ ۱۱

کی خبر ہے (۳)

(۱) منافق اپنے کو عزت دار اور حضرات مہاجرین کو ذلیل سمجھتے تھے۔ اسی لئے عبداللہ بن ابی نے غصے میں یہ بھی کہا تھا کہ جب ہم اس سفر سے واپس ہوں گے تو عزت دار لوگ ذلیلوں کو مدینہ سے نکال باہر کریں گے۔

ان بدبختوں کی تنبیہ اور مسلمانوں کی تسلی کے لئے فرمایا
ع ۱ ۸ کہ حقیقت میں عزت تو اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور ایمان
۱۳ والوں کے لئے ہے لیکن منافق جہالت سے اس بات کو
سمجھتے نہیں اور بیہودہ باتیں بکتے ہیں۔

(۲) کافر اور منافق دنیا کی محبت میں پڑکر دین حق کا انکار کر بیٹھے تھے۔ اس لئے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا کہ منافقوں اور کافروں کے نقش قدم پر مت چلنا اور مال اور اولاد کی محبت میں اتنے نہ ڈوب جانا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے احکام کی تعمیل سے غافل ہو جاؤ۔ یاد رکھو کہ مال اور اولاد کی شدید اور مبالغہ آمیز محبت سے دنیا اور آخرت دونوں میں پریشانی اور نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

(۳) مال اور اولاد کی شدید محبت کی وجہ سے آدمی اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے رکتا ہے اس لئے فرمایا کہ موت آنے سے پہلے اللہ کے راستے میں خوب خرچ کرو ایسا نہ ہو کہ موت آجائے اور تم موت کے قریب آرزو کرو اور کہو کہ اگر ہم کو تھوڑی ڈھیل مل جائے تو خوب صدقہ خیرات کریں اور نیک بن کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں۔

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہر شخص کی موت کا وقت مقرر ہے اور جب وہ وقت آجاتا ہے تو پھر کسی شخص کو مہلت نہیں ملتی۔

ع ۲ ۳ اس لئے موت سے پہلے جتنے بھی نیک عمل کر سکتے
۱۴ ہو کر ڈالو کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر
ہے اور ان کا حساب لے گا۔

آیاتها ١٨ — رکوعاتها ٢

(٦٤) سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ

سورۂ تغابن مدینہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ

جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں سب اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں اسی کی بادشاہی ہے

وَلَهُ الْحَمْدُ ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ١ هُوَ الَّذِيْ

اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وہی تو ہے جس نے

خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا

تم کو پیدا کیا پھر تم میں کوئی کافر ہے اور کوئی مؤمن اور جو کچھ تم کرتے ہو

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ٢ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ

اللہ اس کو دیکھتا ہے (١) اسی نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر پیدا کیا

وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ٣

اور اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور صورتیں بھی کیسی اچھی بنائیں اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے (٢)

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب جانتا ہے جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو کچھ تم کھلم کھلا

وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ٤ اَلَمْ

کرتے ہو اس سے بھی واقف ہے اور اللہ دلوں تک کی باتوں کا جاننے والا ہے (٣) کیا تم کو

يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۡ فَذَاقُوْا وَبَالَ

ان لوگوں کے حال کی خبر نہیں پہنچی جو پہلے کافر ہوئے تو انہوں نے اپنے کاموں کے وبال

(١) یعنی اللہ تعالٰی کی یہ شان ہے کہ آسمان و زمین کی ساری چیزیں اس کی تسبیح کرتی ہیں۔ ساری کائنات میں اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کا حکم چلتا ہے۔ وہی حمد و ثنا کا مستحق ہے۔ وہ بڑی قدرت والا ہے، جو چاہے کر سکتا ہے۔

اسی نے تم کو پیدا کیا۔ تمہارا فرض تھا کہ سب کے سب اس کو پہچانتے اور اس کے پیغام کو مان کر اس کے فرماں بردار بندے بنتے لیکن افسوس کہ تم میں کچھ مؤمن ہیں کچھ کافر۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالٰی تمہارے اعمال سے باخبر ہے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک بدلا دے گا۔

(٢) اللہ تعالٰی نے آسمان و زمین کو یعنی ساری کائنات کو حکمت کے ساتھ اس طرح پیدا کیا ہے کہ اس میں لوگوں کے لئے فائدے ہیں۔

ساری مخلوق میں انسان کی شکل و صورت سب سے اچھی بنائی اور دماغی قوتوں کے لحاظ سے بھی انسان کو سب سے بہتر بنایا۔

لیکن اس دنیا کی زندگی ایک مقررہ مدت کے لئے ہے۔ آخرکار سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہوگا۔

(٣) آسمان و زمین میں جو کچھ ہے یا جو کچھ ہوتا ہے، اللہ تعالٰی سب کو جانتا ہے۔ اور تم لوگ جو کام چھپ کر کرتے ہو یا علانیہ کرتے ہو، ان سب سے بھی اللہ تعالٰی باخبر ہے بلکہ تمہارے سینوں میں جو خیالات چھپے ہوئے ہیں، وہ بھی اللہ تعالٰی پر روشن ہیں۔

اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٥ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ

کا مزہ چکھا اور ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب ہے یہ اس لئے کہ ان کے پاس پیغمبر

تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ؗ

کھلی نشانیاں لے کر آئے تو انھوں نے کہا کہ کیا کوئی بشر ہمیں ہدایت دے سکتا ہے

فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝٦

پس انھوں نے کفر کیا اور منہ پھیر لیا اور اللہ نے بھی ان کی کچھ پرواہ نہیں کی اور اللہ بے نیاز اور تعریف کے لائق ہے (١)

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ

جو لوگ کافر ہیں وہ یقین کرتے ہیں کہ وہ ہرگز دوبارہ نہ اٹھائے جائیں گے (ان سے) کہدو کہ کیوں نہیں میرے پروردگار کی

لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ

قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم نے کیا ہے تم کو جتلا دیا جائے گا اور یہ بات اللہ کے لئے بہت

يَسِيْرٌ ۝٧ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ

آسان ہے (٢) تو اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور (یعنی قرآن) پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝٨ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ

اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے (٣) جس دن وہ تم کو جمع ہونے کے دن اکٹھا کرے گا

ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا

وہ ہار جیت کا دن ہوگا اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے

يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

وہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دے گا اور اس کو بہشت کے باغوں میں داخل کرے گا

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ

جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی

(١) مکہ والوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ گزشتہ قوموں کی تاریخ کا مطالعہ کرو اور دیکھو کہ کس طرح انھوں نے دنیا میں اپنے بُرے اعمال کی سزا کا مزہ چکھا۔ اور آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

ان کا سب سے بڑا گناہ یہ تھا کہ جب ان کے پاس اللہ کے رسول آئے اور انھوں نے اپنی سچائی کی روشن دلیلیں بھی پیش کیں، تب بھی ان بدبختوں نے نہ مانا اور کہا کہ ہماری طرح کا ایک آدمی کس طرح ہمارا رہنما بن سکتا ہے۔ کوئی فرشتہ ہوتا تو بیشک ہم اس کی پیروی کرتے۔

جب ان بدبختوں نے پیغامِ حق کا انکار کیا اور اس سے منہ پھیر لیا تو اللہ تعالےٰ نے بھی ان کی پرواہ نہیں کی اس کو کسی مخلوق کی کیا پرواہ ہے۔ وہ بے نیاز اور ستودہ صفات ہے۔

(٢) یعنی یہ لوگ قیامت کا اور دوبارہ زندہ ہونے کا بھی انکار کرتے ہیں۔

یاد رکھو کہ ان کے انکار سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔ قیامت ضرور ہوگی اور تم لوگ دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے، پھر تمھارے اعمال تمھارے آگے رکھ دیئے جائیں گے۔ یقین رکھو کہ یہ بات تمھارے لئے دشوار ہے لیکن اللہ تعالےٰ کے لئے بہت آسان ہے۔ اس لئے اس پر تعجب مت کرو۔

(٣) یعنی سرکشی اور نافرمانی چھوڑ کر اللہ تعالےٰ پر ایمان لاؤ۔ اللہ تعالےٰ کو پہچاننے کا ذریعہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ پر ایمان لاؤ جو اللہ تعالےٰ کے سچے رسول ہیں اور قرآن مجید پر بھی ایمان لاؤ جو اللہ تعالےٰ کا کلام اور نور ہے جو آنحضرتؐ پر نازل ہوتا ہے۔ یقین رکھو کہ اللہ تعالےٰ تمھارے اعمال سے باخبر ہے اور قیامت کے دن تم کو ان کا ٹھیک ٹھیک بدلا دے گا۔

الْعَظِيمُ ﴿۹﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ

کامیابی ہے (۱) اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ایسے ہی

أَصْحَابُ النَّارِ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿۱۰﴾ مَا

لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے وہ بہت برا ٹھکانا ہے (۲) کوئی

أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَمَن يُؤْمِن

مصیبت نازل نہیں ہوتی مگر اللہ کے حکم سے اور جو شخص اللہ پر ایمان

بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۱۱﴾ وَأَطِيعُوا

لاتا ہے وہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے (۳) اور اللہ کی اطاعت

اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَىٰ

کرو اور اس کے رسول کی بھی اطاعت کرو پس اگر تم منہ پھیر دوگے تو ہمارے پیغمبر کے

رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۱۲﴾ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَعَلَى اللَّهِ

ذمہ صاف صاف پیغام پہنچا دینا ہے اللہ (ایسا ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور ایمان

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۳﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ

والوں کو چاہیئے کہ وہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں (۴) اے ایمان والو! بیشک

مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ ۚ

تمہاری بیویوں میں سے اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں تو تم ان سے ہوشیار رہو

وَإِن تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ

اور اگر تم ان کو معاف کردو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بھی بخشنے والا (اور)

رَّحِيمٌ ﴿۱۴﴾ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ

رحم کرنے والا ہے (۵) بلاشبہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد آزمائش کی چیز ہے

(۱) قیامت کا دن سب کے جمع ہونے کا دن ہوگا اور اس دن لوگوں کی ہار جیت کا فیصلہ ہوگا۔ جیتنے والے لوگ وہ ہوں گے جنھوں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاکر نیک عمل کئے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے گناہ بخش دے گا اور ان کو سرسبز باغوں میں داخل کرے گا جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ انسان کے لئے یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

(۲) وہ لوگ ہارنے والے ہوں گے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کا انکار کر کے نافرمانیوں اور شرارتوں میں زندگی گزاری ہوگی یہ لوگ دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ یاد رکھو کہ دوزخ بہت برا ٹھکانا ہے۔

(۳) مصیبت پر صبر کرنا چاہیئے اور یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی سے آئی ہے۔ اور اس کی رضا کے آگے سر جھکا دینا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان اور بھروسہ ہو تو ہدایت کے دروازے کھلتے ہیں اور صبر کی توفیق ہوتی ہے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم صبر کرتے ہو یا نہیں۔

(۴) مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اور آنحضرتؐ کی فرماں برداری کرتے رہو۔ اگر اس سے روگردانی کی تو وہی نقصان اٹھائیں گے آنحضرتؐ کا کچھ نقصان نہیں ہوگا، کیونکہ آپؐ تو احکامِ الٰہی لوگوں کو اچھی طرح پہنچا چکے۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ توحید پر قائم رہیں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔ یہی نجات کا راستہ ہے۔

(۵) آدمی بیوی بچوں کی محبت میں دیوانہ ہوتا ہے اور بسا اوقات ان کی خاطر شریعت کے احکام کی نافرمانی کرتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو واقعی بیوی بچے آدمی کے بڑے دشمن ہیں ان سے بہت ہوشیار رہنا چاہیئے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر بیوی بچوں سے کوئی قصور ہوجائے تو ان پر حد سے زیادہ سختی کرنے لگو۔ اس سے گھر برباد ہوجائے گا۔

اس لئے مسلمانوں کو چاہیئے کہ بیوی بچوں سے درگزر کریں اور امید رکھیں کہ اللہ تعالیٰ بھی ان کی خطاؤں کو بخش دے گا۔

وَاللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿١٥﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ
اور اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے تو جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرو
وَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ
اور سنو اور اطاعت کرو اور اس کی راہ میں خرچ کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے
وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٦﴾
اور جو شخص نفس کے بخل سے محفوظ رہا تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں
اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ
اگر تم اللہ کو اچھی طرح قرض دو گے تو وہ اس کو تمہارے لئے بڑھائے گا اور
یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿١٧﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ
تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ قدردان اور بردبار ہے وہ پوشیدہ اور ظاہر سب کا
وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿١٨﴾ ع
جاننے والا ہے اور غالب (اور) حکمت والا ہے (۱)

اٰیاتھا ١٢ — سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِیَّةٌ (٦٥) — رکوعاتھا ٢

سورۂ طلاق مدینہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ
اے پیغمبر (مسلمانوں سے کہدو کہ) جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کو عدت (یعنی حیض)
لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ
سے پہلے (یعنی طہر میں) طلاق دو اور تم عدت کو یاد رکھو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا پروردگار ہے

(۱) بیوی بچوں اور مال و دولت کے بارے میں یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ ان چیزوں میں انسان کی بڑی آزمائش ہے۔ بیوی بچوں کے حقوق بھی تلف نہ ہونے چاہئیں اور نہ یہ ہو کہ بیوی بچوں کی محبت کی وجہ سے آدمی احکام الٰہی کو پس پشت ڈال دے۔

اس لئے مسلمانوں کو چاہیئے کہ مقدور بھر کوشش کرکے فرماں برداری اور پرہیزگاری کے راستے پر قائم رہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرتے رہیں بخل سے بچنا بڑی کامیابی ہے۔

ع ٢ / ٨ / ١٦

اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو مال خرچ ہوا، یوں سمجھو وہ اللہ تعالیٰ کو قرض دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو خوب بڑھائے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑا قدردان ہے کہ نیک اعمال کو قبول فرماتا ہے اور بردبار ہے کہ گناہوں پر جلد گرفت نہیں فرماتا۔ وہ پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے۔ اس لئے سب کے اعمال سے باخبر ہے اور حکمت کے موافق ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلا دے گا، وہ سب پر غالب ہے کہ اعمال کو محفوظ کرنے سے اور ان کا بدلا دینے سے کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ

ان عورتوں کو ان کے (رہنے کے) گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ عورتیں خود نکلیں

اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ

ہاں اگر وہ صریح بے حیائی کریں (تو اور بات ہے) (۱) اور یہ اللہ کی مقرر

حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ

کی ہوئی حدیں ہیں اور جو شخص اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا تو وہ اپنے

ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ

آپ پر ظلم کرے گا (اے طلاق دینے والے) تجھے کیا معلوم شاید اللہ اس کے

بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا (١) فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ

بعد کوئی سبیل پیدا کردے (۲) پس جب وہ اپنی عدت گزرنے کے

فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ

قریب پہنچیں تو یا تو ان کو دستور کے موافق نکاح میں رہنے دو یا دستور کے موافق چھوڑ دو

وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا

اور اپنے میں سے دو معتبر گواہ کرلو اور (اے گواہو!) اللہ کے لئے

الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ

گواہی ٹھیک ٹھیک دو ان باتوں سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ

آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے (۳) اور جو اللہ سے ڈرے گا

اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (٢) وَّيَرْزُقْهُ مِنْ

تو اللہ اس کے لئے (مشکلات سے) نجات کی شکل نکال دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے

(۱) اس سورت میں طلاق اور عدت کے ضروری احکام بیان فرمائے ہیں۔ سورۂ بقرہ میں بھی چند احکام بیان کئے گئے ہیں۔

طلاق کے معاملہ میں اسلامی نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس کو ’ابغض المباحات‘ فرمایا ہے یعنی جائز تو ہے لیکن ناگوار ہے خوش گوار نہیں ہے مطلب یہ ہے عورت اور مرد دونوں کو نباہنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ معمولی معمولی باتوں پر طلاق دینا اور مانگنا اچھی بات نہیں۔ بہرحال اگر طلاق ناگزیر ہو جائے تو اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جب عورت طہر یعنی پاکی کی حالت میں ہو اور اس طہر میں صحبت نہ کی ہو اس وقت طلاق دیں۔ اور عدت کو ٹھیک ٹھیک یاد رکھیں اور کمی زیادتی کرنے میں اللہ تعالےٰ سے ڈریں۔

مرد کو چاہیئے کہ عدت کے زمانے میں عورت کو گھر سے نہ نکالے اور نہ عورت کو چاہیئے کہ اپنے آپ ضد کرکے چلی جائے۔ ہاں اگر کوئی عورت سخت بے حیائی کا کام کرے تو بیشک اس وقت مرد کو حق ہے کہ عورت کو گھر سے نکال دے۔

(۲) کبھی آدمی غصے میں طلاق دے دیتا ہے لیکن جب غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور طلاق کی وجہ سے گھر کی بربادی کا نقشہ سامنے آتا ہے تو پھر آدمی کو افسوس ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ طلاق کو واپس لے لے۔

اسی مصلحت سے طلاق کا یہ طریقہ مقرر کیا گیا ہے اور عورت کو گھر میں رکھنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ رجوع کرنے کا موقع باقی رہے اور گھر تباہ ہونے سے بچ جائے۔

(ملاحظہ ہو سورۂ بقرہ ـــــــ)

(۳) یعنی جب طلاق رجعی میں عدت پوری ہونے کو آئے تو اس وقت مرد کو آخری فیصلہ کرنا چاہیئے اگر صلح ہو سکتی ہے تو رجوع کرکے صلح کرلے اور بیوی کے ساتھ اچھی طرح سلوک کرے لیکن اگر عورت کو الگ کرنا ہی مناسب ہے تو پھر خوش اسلوبی کے ساتھ الگ کردے۔ کسی صورت میں انصاف اور اخلاق کا خون نہ کرے ـــــ مناسب ہے کہ رجوع یا طلاق جو کچھ بھی ہو اس پر دو عادل مسلمانوں کو گواہ بنالو تاکہ باہم اختلاف نہ ہو۔

گواہوں کو ہدایت ہے کہ جب ضرورت ہو تو خاص اللہ کے لئے ٹھیک ٹھیک گواہی دیں اور غلط بیانی کرکے انصاف کا خون نہ کریں۔

ان احکام پر وہی لوگ عمل کریں گے جو اللہ تعالےٰ پر اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ ایک دن اللہ تعالےٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور اعمال کا حساب دینا ہے۔

حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ

رزق دے گا جہاں سے گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا

فَهُوَ حَسْبُهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۚ قَدْ جَعَلَ

تو اللہ اس کے لئے کافی ہو گا بیشک اللہ اپنے کام کو جس طرح چاہے پورا کر کے رہتا ہے اللہ نے ہر

اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝٣ وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ

چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے (۱) اور تمہاری وہ عورتیں جو

الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ

حیض سے ناامید ہو چکی ہیں اگر تم کو (ان کی عدت کے بارے میں) شبہ ہو تو ان کی

ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ۚ وَاُولَاتُ

عدت تین مہینے ہیں اور اسی طرح جن کو ابھی حیض نہیں آیا ان کی عدت بھی یہی ہے اور

الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ

حمل والی عورتوں کی عدت بچہ جننے تک ہے

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝٤

اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے کام میں آسانی پیدا کرے گا

ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ

یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا ہے اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا

يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ۝٥

وہ اس سے اس کے گناہ دور کر دے گا اور اس کو بڑا ثواب عطا فرمائے گا (۲)

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ

اور عدت گزارنے والی عورتوں کو اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں

(۱) مسلمانوں کی ہدایت کے لئے یہ ایک زریں اصول بیان فرمایا ہے جو ہر حال میں کارآمد ہے۔

مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو چاہیئے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈر کر احکامِ الٰہی کی پابندی کرے۔ دنیوی نقصان اور مشکلات کی پروا نہ کرے۔ اگر آدمی پرہیزگاری کے راستے پر مضبوطی کے ساتھ قدم جمائے رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی نہ کوئی راہ کھول دے گا۔

بسا اوقات معاش کی تنگی سے ڈر کر آدمی پرہیزگاری کی راہ کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ پرہیزگار آدمی کو اللہ تعالیٰ ایسی راہ سے روزی پہنچاتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہو۔

اس پر تعجب نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ جو آدمی اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور غیب سے اس کے لئے راہ کھول دیتا ہے۔ بھلا اللہ تعالیٰ جس کام کو کرنا چاہے تو اس کو کون روک سکتا ہے۔ لیکن مسلمان کو یہ بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہر کام کا ایک اندازہ اور وقت مقرر ہے۔ اس لئے صبر کرے اور گھبرائے نہیں۔

(۲) جو عورتیں بوڑھی ہو جائیں اور ایام کے حساب سے ان کی عدت کی مدت شمار کرنے میں شک اور دشواری ہو تو ایسی صورت میں تین مہینے عدت کی مدت شمار کرنی چاہیئے اور یہی حکم ان لڑکیوں کے بارے میں بھی ہے جو ابھی کم عمر ہیں۔

اگر کسی ایسی لڑکی کا نکاح ہو جائے اور اتفاق سے طلاق بھی ہو جائے تو اس کی عدت کی مدت بھی تین مہینے ہو گی۔

اور حاملہ عورت، چاہے اس کو طلاق ہو یا اس کا شوہر مر جائے دونوں صورتوں میں اس کی عدت وضعِ حمل تک ہے۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ پرہیزگاری کے راستے پر جمے رہیں، اگرچہ دشواریاں پیش آئیں۔ آخر کار اللہ تعالیٰ مشکلات کو دور کر دے گا۔

طلاق اور عدت کے بارے میں جو احکام دیئے گئے ہیں ان پر نیک نیتی کے ساتھ عمل کریں۔ پرہیزگاروں کا یہی طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے گناہ معاف فرماتا ہے اور ان کے درجے بلند کرتا ہے۔

وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ؕ
تم رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کے لئے (مکان کے بارے میں) تکلیف نہ پہنچاؤ
وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ
اور اگر وہ حمل والی ہوں تو بچہ جننے تک
حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ
ان کو (کھانے پینے کا) خرچ دیتے رہو پھر اگر وہ بچہ کو تمہارے
فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۚ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ ۚ
کہنے سے دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو (۱) اور (اجرت کے بارے میں) باہم مناسب طور پر مشورہ کرلیا کرو
وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗ أُخْرٰى ۞٦ لِيُنْفِقْ
اور اگر تم باہم ضد (اور نااتفاقی) کرو گے تو اس کی خاطر کوئی اور عورت دودھ پلائے گی اور وسعت والے
ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ
کو اپنی وسعت کے موافق بچہ پر خرچ کرنا چاہیئے اور جس کے رزق میں تنگی ہو تو جتنا
رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ
اللہ نے اس کو دیا ہے اس کے موافق خرچ کرے اللہ کسی شخص کو تکلیف
اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ
نہیں دیتا مگر اسی قدر جتنا اس نے اس کو دے رکھا ہے اللہ عنقریب تنگی کے بعد
عُسْرٍ يُسْرًا ۞٧ وَكَأَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ
کشائش بخشے گا (۲) اور بہت سی بستیوں (کے رہنے والوں) نے اپنے پروردگار اور اس
أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا
کے پیغمبروں کے احکام سے سرکشی کی تو ہم نے ان کو سخت حساب میں پکڑ لیا

(۱) شوہر پر یا اگر وہ مر گیا ہے تو اس کے وارثوں پر ضروری ہے کہ عدت گزارنے والی عورت کے لئے اپنی حیثیت کے لائق مکان اور کھانے کپڑے کا انتظام کریں اور بے وجہ اس بے چاری کو تنگ نہ کریں۔

اور اگر عورت حاملہ ہے تو وضع حمل تک اس کے لئے مکان اور نفقے کا انتظام کرنا ضروری ہے پھر وضع حمل کے بعد اگر عورت خوشی سے دودھ پلانے پر راضی ہو جائے تو مرد کو چاہیئے کہ اس کو دودھ پلانے کی اجرت بھی دے۔

(۲) مرد اور عورت دونوں کو چاہیئے کہ دستور کے موافق مناسب اُجرت طے کریں اور ایک دوسرے کو تنگ نہ کریں۔

اور اگر آپس کی ضد سے دودھ پلانے کی اُجرت طے نہ ہو سکے تو مرد کو چاہیئے کہ کسی دوسری عورت کو مقرر کرلے مگر مقدور بھر کوشش کرنی چاہیئے کہ ماں ہی بچے کو دودھ پلائے، کیونکہ یہ بات بچے کے حق میں زیادہ مناسب ہے۔

بچے کے خرچ کے بارے میں مرد کو چاہیئے کہ تنگ دلی سے پیش نہ آئے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے خوشحالی عطا فرمائی ہے تو بچے پر دل کھول کر خرچ کرے۔ لیکن اگر تنگی ہے تو اپنی حیثیت کے لائق خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ مقدور سے زیادہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ اور اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھنی چاہیئے کہ وہ خوش حالی عطا فرمائے گا۔

ع ١/١٧

وَّ عَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝۸ فَذَاقَتْ وَبَالَ

اور ہم نے ان کو بڑی بھاری سزا دی تو انھوں نے اپنے کاموں کی سزا

اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝۹ اَعَدَّ

کا مزہ چکھ لیا اور ان کا انجام نقصان ہی ہوا (۱) اللہ نے

اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے تو اے عقلمندو! جو ایمان

يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۛ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ

لائے ہو اللہ سے ڈرو اللہ نے تمہارے پاس ایک

اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝۱۰ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ

نصیحت نامہ بھیجا (اور) ایک پیغمبر بھی بھیجا جو تم کو اللہ کی واضح آیتیں

اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ

کرتے رہے ان کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے آئیں

وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا

اور جو شخص ایمان لے آئے گا اور اچھے عمل کرے گا

يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

تو اللہ اس کو بہشت کے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ

وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے بیشک اللہ نے انھیں عمدہ

مع (۱) مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرنا چاہیئے اور گزشتہ قوموں کے حالات سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے جنھوں نے پیغمبروں کے مقابلے میں سرکشی کی اور احکام الٰہی کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت کی' ان کا سخت حساب لیا اور ان کو ایسی سزا دی جو کبھی دیکھی نہ سنی چنانچہ ان بدبختوں نے دنیا ہی میں اپنے کرتوت کا مزہ چکھ لیا اور جو کاروبار کیا تھا' اس میں سخت نقصان اٹھایا۔

لَهٗ رِزْقًا ۝١١ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ
روزی بخشی ہے (۱) اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان
سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۭ يَتَنَزَّلُ
پیدا کئے اور اُنہی کی طرح زمین بھی اور ان سب میں (اللہ کے)
الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ
احکام نازل ہوتے رہتے ہیں تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ ہر چیز
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ڏ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ
پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ اپنے علم سے ہر چیز کو احاطہ
شَيْءٍ عِلْمًا ۝١٢
کئے ہوئے ہے

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ (۶۶)

رکوعاتها ۲ — آیاتها ۱۲

سورۂ تحریم مدینہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ
اے پیغمبر! جو چیز اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہے اسے کیوں اپنے پر حرام کرتے
لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ
ہو کیا اس سے اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو؟ اور اللہ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝١ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ
بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۲) اللہ نے تمہارے لئے قسموں کا کھولنا

منزل

(۱) گزشتہ نافرمان قوموں کے عبرتناک واقعات پڑھ کر لوگوں کو عقل سے کام لینا چاہیئے، خاص کر مسلمانوں کو تو ضرور نصیحت حاصل کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ نے جو احسان عظیم فرمایا ہے اس کی قدر کرنی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو رسالت سے سرفراز فرمایا اور قرآن مجید کی شکل میں ایک نصیحت نامہ آپؐ کو عطا فرمایا جس کی واضح آیات آپؐ لوگوں کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں۔

جو لوگ آنحضرتؐ پر اور قرآن مجید پر ایمان لاتے ہیں وہ کفر و شرک اور گناہوں کے اندھیروں سے نکل کر ایمان اور عمل صالح کی روشنی میں آجاتے ہیں۔

اور ان حضرات سے اللہ تعالیٰ نے آخرت کی کامیابی کا بھی وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان کو سرسبز باغوں میں داخل کرے گا، جہاں وہ ہمیشہ اعلیٰ درجے کی نعمتوں سے لطف اٹھاتے رہیں گے۔

ع ۲ ۱۸

(۲) ان آیتوں کی شان نزول بخاری شریف میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ آنحضرتؐ عصر کی نماز کے بعد ازواج مطہرات کے حجروں میں تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دن آپؐ حضرت زینبؓ کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ حضرت زینبؓ نے شہد پیش کیا۔ آپؐ نے نوش فرمایا اور آپؐ حضرت زینبؓ کے حجرے میں دیر تک ٹھہرے رہے۔ پھر کئی روز تک آپ کا یہی معمول رہا۔ اس پر حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے باہم مشورہ کرکے ایک تدبیر کی اور آپؐ سے عرض کیا کہ حضور! آپؐ کے دہن مبارک سے 'مغافیر' (ایک طرح کا گوند) کی بو آتی ہے۔ غرض آپؐ نے عہد فرمالیا کہ اب زینب کے پاس شہد نہیں کھاؤں گا۔ اور اس خیال سے کہ مبادا حضرت زینبؓ کو رنج ہوگا حضرت حفصہؓ کو منع فرمایا کہ یہ بات کسی سے مت کہنا لیکن حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ کو اس کی خبر کردی۔

بعض مفسرین نے شان نزول حضرت ماریہ قبطیہ کے تعلق سے بیان کی ہے کہ حضرت حفصہؓ کے اصرار پر اور ان کی خوشنودی کے لئے آنحضرتؐ نے عہد فرمالیا تھا کہ حضرت ماریہ قبطیہ کے پاس تشریف نہ لے جائیں گے — واضح ہو کہ حضرت ماریہ قبطیہ آنحضرتؐ کی حرم تھیں جن کو مصر کے بادشاہ نے آپؐ کی خدمت کے لئے تحفہ پیش کیا تھا۔ انہی کے بطن سے حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے تھے جن کا بچپن ہی میں انتقال ہوگیا تھا — بہرحال اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو توجہ دلائی کہ محض زوجہ مطہرہ کی خوشنودی کے لئے ایک حلال چیز کو چھوڑنے کا عہد کرکے تکلیف اٹھانا کچھ ضروری نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربان ہے! اس نے اپنی مہربانی سے آگاہ فرمادیا۔

تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ
(بہ ادائے کفارہ) مقرر کر دیا ہے اور اللہ ہی تمہارا کارساز ہے اور وہی

الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝۲ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى
جاننے والا (اور) حکمت والا ہے (۱) اور جب کہ پیغمبر نے اپنی ایک

بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ
بیوی سے ایک بات چپکے سے کہی پھر جب اس بیوی نے وہ (دوسروں کو) بتا دی

اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ
اور اللہ نے پیغمبر پر وہ بات ظاہر کر دی تو پیغمبر نے اس بیوی کو وہ بات کچھ بتائی

عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ
اور کچھ نہ بتائی تو جب آپ نے وہ بات اس بیوی کو بتائی تو اس نے کہا کہ تم کو یہ بات

اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۭ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝۳
کس نے بتائی؟ انہوں نے کہا کہ مجھے اس نے بتائی جو ہر بات کا جاننے والا (اور) باخبر ہے (۲)

اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ
اگر تم دونوں اللہ کے آگے توبہ کرو تو (بہتر ہے کیونکہ) تمہارے دل جھک گئے ہیں

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ
اور اگر اسی طرح پیغمبر کے مقابلہ میں تم دونوں کاروائیاں کرتی رہیں تو (یاد رکھو کہ) اللہ پیغمبر کا رفیق ہے

وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ
اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے علاوہ اور فرشتے بھی ان

ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝۴ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ
کے مددگار ہیں (۳) اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عنقریب ان کا پروردگار ان کو

(۱) کسی حلال چیز کو چھوڑنے کا عہد کرنا اگر کسی ضرورت اور مصلحت سے ہو تو گناہ نہیں ہے۔ لیکن چونکہ آنحضرتؐ نے قسم کھائی تھی اور اس بارے میں مسلمانوں کو نصیحت کرنی منظور تھی، اس لئے سب مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ایسی صورت میں تمہیں تکلیف سے بچانے کے لئے اللہ تعالٰی نے اپنی حکمت سے یہ طریقہ بتا دیا ہے کہ قسم توڑ کر کفارہ دے دو۔

(۲) جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو آنحضرتؐ حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا۔ لیکن از راہِ اخلاق و مہربانی اس بات کے صرف ایک حصے کا ذکر فرمایا اور باقی حصے سے چشم پوشی فرمائی تاکہ حضرت حفصہؓ کو زیادہ رنج نہ ہو۔ حضرت حفصہؓ حیرت میں پڑ گئیں اور عرض کیا کہ حضور آپؐ کو کس نے خبر دی فرمایا نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ۔

(۳) دونوں ازواج مطہرات کو آگاہ فرمایا کہ تمہارے دل اعتدال کے راستے سے ہٹ گئے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ توبہ کرو۔ لیکن اگر تم توبہ نہ کرو گی اور اسی طرح آنحضرتؐ کو خانگی معاملات میں ستاتی رہو گی، تو یاد رکھو کہ اللہ تعالٰی کو تمہاری کچھ پروا نہیں ہے۔ آنحضرتؐ کا کارساز تو خود اللہ تعالٰی ہے۔ اور اس کے حکم سے حضرت جبریلؑ، دوسرے فرشتے اور نیک مسلمان سب کے سب اپنی اپنی حیثیت اور کام کے لائق آپؐ کے معاون اور خدمت گزار ہیں۔

أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ
تمہارے بدلے میں تم سے اچھی بیویاں عنایت کرے گا جو مسلمان ہوں گی ایماندار
قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ
فرماں بردار توبہ کرنے والی عبادت گزار روزہ دار بیاہی ہوئی بھی
وَّأَبْكَارًا ۝ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا قُوٓا
اور کنواری بھی (۱) اے ایمان والو! اپنے
أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَّقُودُهَا النَّاسُ
آپ کو اور اپنی اولاد کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی
وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ
اور پتھر ہوں گے جس پر تند خو سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں
لَّا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا
اللہ نے ان کو جو حکم دیا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے
يُؤْمَرُونَ ۝ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا
اسے بجالاتے ہیں (۲) اے کافرو! آج بہانے مت
الْيَوْمَ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝
بناؤ جو عمل تم کیا کرتے تھے اسی کا بدلا تم کو دیا جائے گا (۳)
يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا تُوبُوٓا إِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً
اے ایمان والو! اللہ کے آگے سچی توبہ
نَّصُوحًا ۖ عَسٰى رَبُّكُمْ أَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ
کرو امید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے

(۱) ازواج مطہرات کو کسی بات کا غرور نہیں کرنا چاہیئے اور نہ سمجھنا چاہیئے کہ آنحضرتؐ ان کے محتاج ہیں۔ اگر آنحضرتؐ موجودہ ازواج مطہرات کو طلاق دیدیں تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے ان سے بہتر ازواج مطہرات آپؐ کو مل سکتی ہیں جو قرآن مجید کی تعلیم کے لحاظ سے اعلیٰ صفات سے متصف ہوں یعنی پکی مسلمان، سچی ایماندار اور فرماں بردار ہوں، توبہ کرنے والی عبادت گزار، اور روزہ رکھنے والی ہوں، ان میں کچھ بیوہ ہوں اور کچھ کنواری۔

(۲) مسلمانوں کو چاہیئے کہ خود بھی احکام الٰہی کی فرماں برداری کریں اور اپنے بال بچوں کو بھی سمجھا کر یا سختی کرکے ان کا پابند بنائیں۔ یہی طریقہ ہے جس کے ذریعے آدمی دوزخ کی آگ سے بچ سکتا ہے۔ یاد رکھو کہ دوزخ کا عذاب بہت سخت ہوگا۔ آدمی اور پتھر یعنی بُت اس کا ایندھن ہوں گے۔ اور اس پر جو فرشتے مقرر ہیں وہ بھی بہت سخت مزاج اور طاقتور ہیں، کسی کی رعایت نہیں کرتے اور احکام الٰہی کی نافرمانی تو کہاں ان کی تعمیل میں سستی اور دیر بھی نہیں کرتے۔

ع

(۳) یعنی دوزخ کے فرشتے کافروں اور مشرکوں کو پکڑ کر بلا رعایت دوزخ میں ڈال دیں گے اور کہیں گے آج تمہارا کوئی عذر نہیں سنا جائے گا۔ دنیا میں تم کو اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا لیکن تم نہ مانے اور کفر اور نافرمانیاں کرتے رہے، لہٰذا آج اپنے بُرے اعمال کی سزا بھگتو۔

سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
گناہ معاف کردے گا اور تم کو بہشت کے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ
نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی (۱) جس دن اللہ اپنے پیغمبر (صلعم) کو

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى
اور جو ایمان والے ان کے ساتھ ہیں ان کو رسوا نہیں کرے گا ان کا نور ان کے سامنے

بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ
اور ان کے داہنی جانب دوڑتا ہوگا اور وہ یوں دعا کرتے ہوں گے

رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ
کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے نور کو ہمارے لئے کامل کردے اور ہمیں بخشدے

اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ يٰاَيُّهَا
بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے (۲) اے

النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ
پیغمبر! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر

عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝
سختی کرو اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ
اللہ نے کافروں کے لئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی (۳)

وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ
مثال بیان فرمائی وہ دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے گھر میں

(۱) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کوئی معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے کہ اگر کسی مسلمان سے چھوٹا یا بڑا گناہ ہوجائے تو اس پر پشیمان ہو، اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی چاہے اور عہد کرے کہ پھر اس کام کو نہیں کرے گا یہی تَوْبَةً نَّصُوْحًا یعنی سچی اور حقیقی توبہ ہے۔

سچی توبہ کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کے گناہ معاف فرمادے گا اور ان کو جنت میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہہ رہی ہوں گی۔

(۲) یعنی قیامت کے دن آنحضرت کے طفیل ایمان والے بھی رسوا نہیں ہوں گے بلکہ ان کے ساتھ بڑے اعزاز واکرام کا سلوک کیا جائے گا۔

ان کے اعزاز واکرام کا ایک طریقہ یہ ہوگا کہ ایمان اور عمل صالح کا نور ان کے آگے اور دائیں بائیں دوڑتا ہوگا جس کی روشنی میں وہ پل صراط پر بے کھٹکے چلیں گے جبکہ کافر اور منافق روشنی سے محروم ہوں گے۔

وہ حضرات اپنے نور کو دیکھ کر بہت خوش ہوں گے اور دعا کریں گے کہ پروردگار! اس نور کو مکمل فرما اور ہماری خطاؤں کو معاف فرما۔ تو تو ہر بات پر قادر ہے۔

(۳) اوپر کی آیت میں مسلمانوں کو سچی توبہ کی طرف توجہ دلا کر آخرت میں ان کے درجات کا ذکر کیا تھا۔

ان کے مقابلے میں اس آیت کے ذریعے کافروں اور منافقوں کی حالت پیش فرمائی ہے۔

یعنی دنیا میں ان کا حال یہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان ان پر خوب سختی کریں گے اور جہاد کریں گے اور آخرت میں ان کا ٹھکانا دوزخ میں ہوگا جو بہت بری اور تکلیف دہ جگہ ہے۔

عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا

تھیں ان دو عورتوں نے ان دو بندوں کی خیانت کی تو وہ دونوں نیک بندے

عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا

اللہ کے مقابلہ میں ان کے ذرا بھی کام نہ آسکے ان دو عورتوں کو حکم دیا گیا کہ اور

النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

جانے والوں کے ساتھ تم بھی دوزخ میں جاؤ (۱) اور ایمان والوں کے لئے اللہ نے

لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ

ایک مثال فرعون کی بیوی کی بیان فرمائی جبکہ اس نے

رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ

اللہ سے التجا کی کہ اے میرے پروردگار! میرے لئے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا

وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ

اور مجھے فرعون اور اس کے اعمال سے محفوظ رکھ اور ظالم لوگوں (کے ہاتھوں)

الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ

سے مجھے نجات دے (۲) اور دوسری مثال عمران کی بیٹی مریم کی ہے جس

اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا

نے اپنے ناموس کو محفوظ رکھا پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی

وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ

اور اس نے اپنے پروردگار کے کلام اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ

مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝

فرماں برداروں میں سے تھیں (۳)

(۱) سورت کے شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو نصیحت فرمائی تھی۔ اب ان آیتوں میں سب عورتوں کی عبرت کے لئے دو طرح کی عورتوں کی مثالیں پیش فرمائی ہیں۔

حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کا حال کافروں کے لئے قابل عبرت ہے کہ وہ دو پیغمبروں کے گھروں میں تھیں۔ لیکن انھوں نے اپنے شوہروں کی خیانت کی اور پوشیدہ طور پر کافروں سے ملی رہیں تو ان کے شوہر جو اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر تھے، ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکے اور سب کافروں کے ساتھ ان کو دوزخ میں ڈال دیا گیا۔

(۲) ایمان والوں کی تسلی کے لئے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کی مثال بیان فرمائی۔ وہ فرعون جیسے سرکش کی بیوی تھیں۔ لیکن وہ اس کے ظلم اور تشدد سے نہیں ڈریں اور حضرت موسیٰؑ کی تصدیق کرکے ایماندار بن گئیں۔

جب فرعون نے ان کو سخت سخت سزائیں دیں تو انھوں نے صبر کیا اور ایمان پر ثابت قدم رہیں۔ لکھا ہے کہ سزا کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کا محل جو جنت میں ملے گا، دکھا دیا جس سے ان کو تسلی ہوگئی اور وہ اس کے لئے دعائیں کرنے لگیں کہ پروردگار! مجھے جنت میں اپنے پاس ایک گھر عطا فرما اور فرعون اور اس کی قوم کے ظلم وستم سے نجات دے۔

(۳) دوسری مثال حضرت مریمؑ کی ہے جو باعصمت رہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بے شوہر کے ان کو بیٹا عطا فرمایا۔ حضرت مریمؑ اپنے پروردگار کے کلام اور اس کی کتابوں کی تصدیق کرتی تھیں اور ہر وقت عبادت میں مشغول رہتی تھیں۔

ع ٢ ٢٠

اسی طرح سب عورتوں کو حضرت آسیہ اور حضرت مریمؑ کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے۔

سُورَةُ المُلْكِ مَكِّيَّةٌ (۶۷)

سورۂ ملک مکہ میں نازل ہوئی

رکوعاتہا ۲ — آیاتہا ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
بہت بابرکت ہے وہ (اللہ) جس کے قبضہ میں (دونوں جہان کی) بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر
قَدِيْرُ ۙ ۝۱ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ
قادر ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ کون تم
اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ ۝۲ الَّذِيْ خَلَقَ
میں سے نیک عمل کرتا ہے اور وہ غالب اور بخشنے والا ہے (۱) جس نے تہہ بتہہ
سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ
سات آسمان بنائے تو (خدائے) رحمٰن کی اس صنعت میں کچھ نقص
تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝۳ ثُمَّ
نہ دیکھے گا پھر آنکھ اٹھا کر دیکھ بھلا تجھ کو (آسمان میں) کوئی شگاف نظر آتا ہے؟ پھر
ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا
دوبارہ (اچھی طرح) دیکھ (نتیجہ یہ ہوگا کہ) ہر بار نظر ناکام ہو کر اور تھک کر تیرے پاس
وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝۴ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَ
لوٹ آئے گی (۲) اور ہم نے قریب کے آسمان کو (ستاروں کے) چراغوں سے زینت دی اور
جَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝۵
ان کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بنایا اور ہم نے ان کے لئے دہکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے (۳)

(۱) توحید کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ذکر فرمایا ہے۔
اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی بابرکت ہے کہ ساری کائنات اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور سب پر اسی کا حکم چلتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔
اس کی قدرت کے مظاہر میں سے ایک مظہر یہ ہے کہ اس نے موت و حیات کا سلسلہ قائم کیا تاکہ تمہاری آزمائش ہو سکے کہ کون اچھے عمل کرتا ہے۔ اس عالم کی زندگی میں انسان کو عمل کرنے کا موقع ملتا ہے اور موت کی وجہ سے وہ دوسرے عالم میں پہنچ کر اپنے اعمال کا بدلا پاتا ہے۔
وہ غالب بھی ہے کہ اس کی گرفت سے کوئی نہیں بچ سکتا اور بخشنے والا بھی ہے کہ توبہ کرنے پر بندوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

(۲) اس کی قدرت کاملہ کو دیکھو کہ اس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے جن میں کوئی نقص نہیں۔ ایک بار نہیں، بار بار نظر اٹھا کر غور سے دیکھو، تمہاری نظر تھک کر رہ جائے گی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی عیب نہیں نکال سکے گی۔

(۳) رات کے وقت ستاروں کے چراغوں سے آسمان جگمگا اٹھتا ہے جو دیکھنے والوں کو بھلا معلوم ہوتا ہے، ان ستاروں سے بہت سے فائدے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ کہ جب شیطان آسمان کی خبریں سننے کے لئے اوپر چڑھتے ہیں تو فرشتے ان کو انگارے مار مار کر بھگاتے ہیں۔ یاد رکھو کہ شیطانوں کے لئے آخرت میں آگ کا عذاب تیار ہے۔

وَلِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ
اور جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا ان کے لئے بھی دوزخ کا عذاب ہے اور وہ بری
الْمَصِیْرُ ۝ اِذَآ اُلْقُوْا فِیْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا وَّهِیَ
جگہ ہے جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کا چیخنا چلانا سنیں گے اور وہ جوش مار
تَفُوْرُ ۝ تَكَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ ؕ كُلَّمَآ اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ
رہی ہوگی گویا مارے جوش کے پھٹ پڑے گی (۱) جب اس میں کافروں کا کوئی گروہ ڈالا جائے گا
سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى
تو دوزخ کے داروغہ ان سے پوچھیں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا وہ کہیں گے کیوں نہیں
قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ ۙ۬ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ
بیشک ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا لیکن ہم نے اس کو جھٹلایا اور ہم نے کہا کہ اللہ نے تو کوئی
مِنْ شَیْءٍ ۚۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ كَبِیْرٍ ۝ وَقَالُوْا
چیز نہیں اتاری تم تو سراسر بڑی گمراہی میں پڑے ہو اور منکر (فرشتوں سے)
لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۝۱۰
کہیں گے کہ اگر ہم پیغمبروں کی بات سنتے یا سمجھتے تو (آج) ہم دوزخیوں میں نہ ہوتے
فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۝۱۱ اِنَّ
پس وہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے تو دوزخیوں پر لعنت ہے (۲) بیشک
الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ
جو لوگ بغیر دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر
كَبِیْرٌ ۝ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ
(مقرر) ہے (۳) اور تم لوگ خواہ چھپا کر بات کہو یا پکار کر (اس کو سب خبر ہے) بلا شبہ وہ دلوں کے

(۱) ساری کائنات میں اللہ تعالے کی قدرت کی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں لیکن بہت سے لوگ ایسے ہیں جو ان نشانیوں کو دیکھ کر اپنے پروردگار پر ایمان نہیں لاتے اور اس کے پیغام کو نہیں مانتے۔

ایسے سرکشوں کو دوزخ کا عذاب ہوگا جو بہت بری اور تکلیف دہ جگہ ہے۔ یہ لوگ دوزخ کی خوفناک دہاڑ سنیں گے۔ اس وقت اس میں جوش و خروش ہوگا۔ ایسا معلوم ہوگا کہ مارے غیظ و غضب کے پھٹ پڑے گی۔

(۲) یعنی دوزخیوں کو رسوا اور شرمندہ کرنے کے لئے دوزخ کے داروغہ ان سے پوچھیں گے کہ کیا دنیا میں تمہارے پاس اللہ تعالے کے رسول نہیں آئے تھے اور انھوں نے تم کو عذاب الہٰی سے نہیں ڈرایا تھا؟

وہ جواب دیں گے کہ بیشک ہمارے پاس پیغمبر آئے تھے اور انھوں نے ہم کو آگاہ کیا تھا لیکن ہم نے جہالت اور سرکشی سے ان کو جھٹلایا اور الٹا انہی کو گمراہ بتایا۔

کاش اگر ہم ان حضرات کی بات سنتے اور سمجھتے تو آج اس عذاب میں نہیں پھنستے۔

اس طرح وہ بدبخت اپنے قصور کا اعتراف کریں گے لیکن بے وقت کے اعتراف سے کیا فائدہ، اب یہ بدبخت جنت سے دور ہی رہیں گے۔

(۳) لیکن جو لوگ اللہ تعالے سے ڈریں گے، حالانکہ انھوں نے اس کو دیکھا نہیں اور اس کے پیغام کو مان کر پرہیزگاری کے ساتھ زندگی بسر کریں گے، اللہ تعالے ان کے گناہ بھی معاف فرمائے گا اور ان کے ایمان و اعمال صالحہ کا بڑا ثواب بھی ان کو عطا فرمائے گا۔

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿١٣﴾ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ
بھیدوں کو جانتا ہے بھلا جس نے پیدا کیا، کیا وہ (تمہارے حالات کو) نہیں جانتا وہ باریک بیں (اور)
الْخَبِيْرُ ﴿١٤﴾ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا
باخبر ہے (۱) وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو تابع کر دیا تو تم اس کے راستوں پر
فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ﴿١٥﴾
چلو پھرو اور اللہ کا (دیا ہوا) رزق کھاؤ اور (یاد رکھو کہ قبروں سے) اٹھ کر اسی کے پاس جانا ہے (۲)
ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا
کیا تم اس سے بے خوف ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے تو اس وقت زمین
هِیَ تَمُوْرُ ﴿١٦﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ
لرزنے لگے کیا تم اس سے بے خوف ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر تند ہوا چلا دے
حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿١٧﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ
تو تم عنقریب جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا
مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿١٨﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ
تھا تو دیکھ لو کہ ان پر میرا عذاب کیسا ہوا (۳) کیا انھوں نے اپنے سروں پر اڑتے جانوروں کو
فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ؔؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ
نہیں دیکھا جو پروں کو پھیلائے رہتے ہیں اور سمیٹ بھی لیتے ہیں یاد رکھو کہ (خدائے) رحمٰن کے سوا ان کو کوئی تھامنے والا
اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِيْرٌ ﴿١٩﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ
نہیں بلاشبہ وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے (۴) بھلا ایسا کون ہے جو تمہارا لشکر بن کر
يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ
(خدائے) رحمٰن کے مقابلہ میں تمہاری مدد کر سکے کافر تو محض دھوکے میں

منزل ۷

(۱) اللہ تعالیٰ کے علم کا یہ حال ہے کہ تم چاہے چھپ کر کوئی کام کرو یا علانیہ کرو، وہ اس سے واقف ہے بلکہ وہ تو تمہارے ان خیالات کو بھی جانتا ہے جو تمہارے سینوں میں چھپے رہتے ہیں۔

اس پر تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو تمہارا اور تمہارے سارے صفات و افعال کا پیدا کرنے والا ہے۔ بھلا خالق سے مخلوق کس طرح چھپ سکتی ہے۔ اگر خالق مخلوق کو جانے نہیں تو پیدا کس طرح کرے؟ اس لئے یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ باریک بیں ہے اور تمہاری ہر بات سے باخبر ہے۔

ع ۱

(۲) اللہ تعالیٰ کے اس انعام کو یاد کرو کہ اس نے زمین کو اس طرح بنایا ہے کہ وہ فرش کی طرح تمہارے قدموں کے نیچے بچھی ہوئی ہے اور تمہارے تابع ہے۔ تم جس طرح چاہو اس سے کام لے سکتے ہو۔ اس پر چلتے ہو اور باغ، درکھیت لگاتے ہو جن سے تم کو روزی ملتی ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھ کر تم کو یہ یقین پیدا نہیں ہوتا کہ جس نے تم کو پیدا کیا ہے اور طرح طرح کے انعامات بخشے ہیں، اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔

(۳) سرکشوں اور نافرمانوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ کیا تم لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب سے نہیں ڈرتے۔ اگر وہ چاہے تو زمین میں سخت زلزلہ آئے اور تم اس میں دھنسا دیئے جاؤ، جس طرح قارون دھنسا دیا گیا۔

یا اگر وہ چاہے تو تم پر سخت ہوا چلے جس میں کنکر پتھر ہوں اور اس کی وجہ سے تم ذرا سی دیر میں ہلاک ہو جاؤ اور اس وقت تم کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کا ڈرانا کیسا تھا جس کا تم مذاق اڑاتے تھے۔

گزشتہ قوموں کے حالات کا مطالعہ کرو اور دیکھو کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کا انکار کیا، وہ کس طرح عذاب الٰہی سے تباہ کر دیئے گئے اور ان کا کیا انجام ہوا۔

(۴) تم دیکھتے ہو کہ چھوٹے اور بڑے پرندے ہوا میں اڑتے پھرتے ہیں۔ وہ کبھی پروں کو پھیلا دیتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں لیکن زمین پر گرتے نہیں، بتاؤ کہ خدائے رحمٰن کے سوا کون ہے جس نے ان کو ہوا میں روک رکھا ہے۔ بیشک وہ ہر چیز کے حال سے باخبر ہے اور اس کے حسب حال اس کی زندگی کا انتظام فرماتا ہے۔

غُرُوْرٍ ﴿٢٠﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ
ہیں　بھلا ایسا کون ہے کہ اگر اللہ اپنا رزق بند کرلے تو وہ تم کو روزی دے
بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ﴿٢١﴾ اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰی
لیکن یہ لوگ سرکشی اور دینِ حق سے بھاگنے پر اڑے ہوئے ہیں (١) بھلا جو شخص منہ کے بل گرتا ہوا
وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤى اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿٢٢﴾
چل رہا ہو وہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ شخص جو سیدھے راستہ پر چل رہا ہو (٢)
قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ
(اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ وہ اللہ وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تم کو کان اور آنکھیں اور
وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٢٣﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْ
دل دیئے　مگر تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو　(٣) (اے پیغمبر ان سے) کہدو وہ اللہ ہی ہے
ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰی
جس نے تم کو روئے زمین میں پھیلایا اور اسی کے پاس تم جمع کئے جاؤ گے　اور کافر کہتے ہیں کہ اگر
هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿٢٥﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ
تم سچے ہو تو بتاؤ کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ اس کا علم تو
عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿٢٦﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً
اللہ ہی کو ہے　اور میں تو صاف صاف ڈرانے والا ہوں　پھر جب وہ وعدۂ عذاب کو قریب
سِیْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ قِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ
آتا ہوا دیکھیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے　اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے
كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿٢٧﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ
جس کو تم مانگا کرتے تھے　(٤) (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھ کو اور میرے

(١) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانیاں دیکھ کر بھی کفر کرتے ہیں اور اس کے پیغام کو نہیں مانتے وہ بتائیں کہ ان کے پاس کونسا لشکر ہے جو خدائے رحمٰن کے مقابلے میں ان کی مدد کر سکتا ہے۔ کافر محض دھوکے میں پڑے ہیں۔

اگر اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی معبود باطل ان کی مدد کر سکتا ہے تو کیا اس میں یہ قدرت ہے کہ لوگوں کی روزی کا انتظام کردے جبکہ اللہ تعالیٰ ان کی روزی بند کرلے۔

حقیقت یہ ہے کہ کافر خود بھی سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی ان کی مدد نہیں کر سکتا، لیکن محض سرکشی اور عناد سے توحید کا انکار کرتے ہیں۔

(٢) مومن اور کافر کا فرق سمجھانے کے لئے فرمایا کہ ظاہر بات ہے کہ جو شخص ہموار راستے پر سیدھا چلے گا وہی کامیاب ہوگا اور منزل مقصود پر پہنچے گا۔ برخلاف اس کے جو شخص ٹھوکریں کھاتا ہوا اور منہ کے بل گرتا پڑتا چلے گا اس کے منزل مقصود پر پہنچنے کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

(٣) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر غور کرو کہ اس نے تم کو پیدا کیا، سننے کو کان دیئے، دیکھنے کو آنکھیں دیں اور سوچنے سمجھنے کے لئے دل عطا فرمایا لیکن افسوس کہ بہت کم لوگ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس کی فرماں برداری کرتے ہیں۔

(٤) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے سب کو پیدا کرکے زمین پر بسایا ہے اور پھر سب کے سب اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔

یہ بات بہت واضح ہے۔ لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ اس حقیقت کو نہیں مانتے اور اس کا مذاق اڑانے کے لئے پوچھتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی۔ اگر قیامت کا آنا برحق ہے تو اس میں دیر کیوں ہو رہی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان بدبختوں سے کہدو کہ قیامت کا ٹھیک ٹھیک وقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ میرا کام تو صرف اتنا ہے کہ قیامت کے آنے سے اور سرکشی کی سزا سے تم کو آگاہ کردوں ـــــ پھر فرمایا کہ جب قیامت کو آتا ہوا دیکھیں گے تو اس وقت یہ بدبخت کافر گھبرائیں گے اور خوف کے مارے ان کے چہرے بگڑ جائیں گے۔ اسی وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جس کا تم مطالبہ کیا کرتے تھے۔ اب ڈرتے کیوں ہو؟

وَمَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ
ساتھیوں کو ہلاک کردے یا ہم پر مہربانی کرے تو کون ہے جو کافروں کو دکھ دینے والے عذاب سے

اَلِیْمٍ ۞ ۲۸ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَیْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ
پناہ دے (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ وہ خدائے رحمٰن ہے جس پر ہم ایمان لائے ہیں اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۞ ۲۹ قُلْ اَرَءَیْتُمْ
تو عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کون کھلی گمراہی میں ہے (۱) (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ دیکھو تو

اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ ۞ ۳۰ ع
اگر تمہارا پانی (جو کنوؤں میں ہے) نیچے اتر کر غائب ہو جائے تو بتاؤ وہ کون ہے جو تمہارے لئے میٹھے پانی کا چشمہ بہا لائے (۲)

سُوْرَةُ الْقَلَمِ مَكِّیَّةٌ (۶۸)

آیاتہا ۵۲ — رکوعاتہا ۲

سورہ قلم مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۞ ۱ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ
ن۔ قسم ہے قلم کی اور اس کی جو (اس سے فرشتے) لکھتے ہیں کہ (اے پیغمبر) تم اپنے پروردگار کے فضل سے

بِمَجْنُوْنٍ ۞ ۲ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ۞ ۳ وَاِنَّكَ
دیوانے نہیں ہو اور تمہیں ایسا اجر ملنے والا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا اور بیشک

لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۞ ۴ فَسَتُبْصِرُ وَیُبْصِرُوْنَ ۞ ۵ بِاَیِّیْكُمُ
تم اخلاق کے اعلیٰ پیمانہ پر ہو (۳) تو عنقریب تم بھی دیکھ لوگے اور یہ (کافر) بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون

الْمَفْتُوْنُ ۞ ۶ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ
دیوانہ ہے بیشک تمہارا پروردگار اس کو بھی خوب جانتا ہے جو سیدھے راستہ سے بھٹک گیا

منزل

(۱) جب سرداران قریش قرآن مجید کی دلیلوں کے آگے لاجواب ہوتے تو جھنجلا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی آرزو کرتے۔

ان بدبختوں کے جواب کے لئے آنحضرتؐ سے فرمایا کہ ان سے کہدو کہ میں اور میرے ساتھی حق کے راستے میں جدوجہد کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس راہ میں ہماری جانیں قربان ہو جائیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم کو دنیا میں بھی کامیابی عطا فرمائے جیسا کہ اس نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔ بہرحال جو صورت بھی ہو ہم خوشی خوشی اس کے لئے تیار ہیں۔ لیکن تم یہ بتاؤ کہ ہمارے ساتھ جو معاملہ بھی اللہ تعالیٰ کرے، اس سے تم کو کیا فائدہ؟ کفر و سرکشی کی پاداش میں تم کو جو عذاب ہونے والا ہے، اس سے تم کو کون بچائے گا۔

ع ۲ ۱۶

ہم تو خدائے رحمٰن پر ایمان لاتے ہیں اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اس لئے ہم کو یقین ہے کہ دنیا اور آخرت میں ہم کامیاب رہیں گے۔ یاد رکھو کہ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ دونوں فریق میں سے کون کھلی گمراہی میں پڑا ہے۔

(۲) اگر کافروں کو یہ امید ہو کہ ان کے باطل معبود اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان کی مدد کریں گے تو ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ ان سے کہو کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے پانی جیسی نعمت تم کو دے رکھی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب پانی زمین میں نیچے اتر جائے تو بتاؤ کہ پھر کون ہے جو ایسا پاکیزہ اور شیریں پانی تم کو دے سکے۔

(۳) سرداران قریش آنحضرتؐ کی رسالت پر ایمان نہیں لاتے تھے اور سرکشی سے آپؐ کو شاعر اور دیوانہ بتاتے تھے (نعوذ باللہ)۔

اس مہمل الزام کی تردید کے لئے اور آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے آپؐ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپؐ ان لوگوں کی بکواس سے رنجیدہ نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپؐ مجنون نہیں ہیں۔ آپؐ کا مستقبل بڑا شاندار ہے۔ آپؐ کی تعلیم سے انسانیت کو جو فیض پہنچے گا، اس کا اجر و ثواب آپؐ کو ہمیشہ ملتا رہے گا جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ اور دنیا میں بھی آپؐ کا نام نامی روشن ہوگا۔ آپؐ کو کسی پاگل کے مجنون کہنے کا غم نہ ہونا چاہیے کیونکہ آپؐ صاحب "خلق عظیم" ہیں۔ آپؐ کا خلق عظیم انسانیت کے لئے معیار اور نمونہ ہے جس کے طفیل سے کروڑوں انسانوں کی زندگیاں سدھر گئیں اور قیامت تک سدھرتی رہیں گی۔ آپؐ کو دیوانہ کہنے والا خود اپنی دیوانگی کا اعلان کرتا ہے۔

وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿٧﴾ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٨﴾ وَدُّوْا
اور وہ اس کو بھی خوب جانتا ہے جو سیدھے راستہ پر چل رہا ہے (۱) تو تم جھٹلانے والوں کا کہنا نہ ماننا وہ چاہتے
لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ﴿٩﴾ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ﴿١٠﴾
ہیں کہ تم نرمی کرو تو وہ بھی نرمی کریں (۲) اور (اے پیغمبر!) تم کسی ایسے شخص کا کہنا نہ ماننا جو بہت قسمیں کھانے والا
هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ﴿١١﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿١٢﴾
اور بے وقعت ہے طعنے دینے والا چغلیاں کھانے والا نیک کاموں سے روکنے والا حد سے گزرنے والا گنہگار ہو
عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴿١٣﴾ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿١٤﴾
سخت مزاج اور اس کے علاوہ بدنام بھی ہو اس سبب سے کہ مال اور بیٹے رکھتا ہے
اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٥﴾
جب اس کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو اگلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں
سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿١٦﴾ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ
ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے (۳) ہم نے ان لوگوں کی اسی طرح آزمائش کی جس طرح
اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿١٧﴾ وَلَا
باغ والوں کی آزمائش کی تھی جبکہ انھوں نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ صبح ہوتے ہوتے ہم اس کا میوہ توڑ لیں گے اور
يَسْتَثْنُوْنَ ﴿١٨﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ
انھوں نے ان شاء اللہ نہ کہا (۴) پس ابھی وہ سو ہی رہے تھے کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے راتوں رات اس پر
نَآئِمُوْنَ ﴿١٩﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿٢٠﴾ فَتَنَادَوْا
ایک آفت پھر گئی تو وہ ایسا ہو گیا جیسے کٹا ہوا کھیت پھر صبح ہوتے انھوں
مُصْبِحِيْنَ ﴿٢١﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
نے ایک دوسرے کو بلایا کہ سویرے ہی سویرے کھیت میں جا پہنچو اگر تم پھل توڑنے کا

(۱) یعنی عنقریب حق و باطل کی کشمکش کا فیصلہ ہوگا۔ اس وقت حقیقت آشکارا ہوگی اور سب کو معلوم ہو جائے گا کہ فریقین میں سے کون دیوانہ تھا۔ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ سب کے حال سے باخبر ہے۔ ان کو بھی جانتا ہے جو گمراہ ہیں اور ان سے بھی واقف ہے جو سیدھے راستے پر چل رہے ہیں۔ جب وقت آئے گا تو اسی علم کے مطابق فیصلہ فرما دے گا جس سے حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔

(۲) لکھا ہے کہ سرداران قریش نے آنحضرتؐ سے خواہش کی تھی کہ آپ ہمارے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دیں تو ہم بھی آپؐ کے ساتھ سختی نہیں کریں گے۔ ان کو مایوس کرنے کے لئے آنحضرتؐ کو حکم دیا کہ جو بدبخت دین حق کو جھٹلاتے ہیں، ان کی بات نہ ماننا اور ان کی رو رعایت نہ کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ دین کی اصولی باتوں خاص کر توحید کے بارے میں کسی کی رعایت نہیں ہو سکتی۔ جس کا جی چاہے مانے اور جس کا جی نہ چاہے نہ مانے۔ آنحضرتؐ اپنے اصول سے ذرا بھی نہ ہٹیں گے۔

(۳) لکھا ہے کہ ولید بن مغیرہ سرداران قریش میں سے تھا اور بڑا کٹر کافر تھا۔ اس میں یہ سب عیب موجود تھے۔ اس کے باوجود اس بدبخت کو اپنے مال اور خاندان پر بڑا گھمنڈ تھا اور غرور کی وجہ سے قرآن مجید کو جھٹلاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ تو اگلے لوگوں کی کہانیاں اور بے سند باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ غرور اور سرکشی کی پاداش میں ذلت اور رسوائی کے لئے ہم اس کی ناک پر ایک داغ لگا دیں گے۔ لکھا ہے کہ جنگ بدر میں اس کی ناک پر ایک زخم لگا تھا جو داغ بن گیا تھا۔ اور ہو سکتا ہے کہ قیامت میں بھی اس کی ناک پر داغ لگایا جائے۔

(۴) سرداران قریش کی عبرت کے لئے ان آیتوں میں ان لوگوں کا حال بیان فرمایا ہے جنھوں نے مال و دولت کی محبت میں بخل کر کے نافرمانی کی اور اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ان کی دولت کو تباہ کر دیا۔ لکھا ہے کہ ملک یمن میں ایک دولت مند اور نیک شخص تھا جب اس کے باغ کی پیداوار تیار ہوتی تو فقیر فقرا جمع ہو جاتے اور وہ شخص ان میں پھل اور غلہ تقسیم کرتا۔ اس سے اس کے باغ کی پیداوار میں برکت تھی۔ اس کے بعد اس کے بیٹوں نے بخل کیا اور کہا کہ جو کچھ فقراء کو دیا جاتا ہے اگر وہ بھی ہمارے ہی گھروں میں رہے تو اچھا ہے چنانچہ انھوں نے یہ طے کیا کہ صبح سویرے جا کر پھل توڑ کر لے آئیں گے اور فقیروں کو خبر بھی نہ ہوگی۔

صٰرِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَنْ لَّا

ارادہ ہے تو وہ چل پڑے اور آپس میں وہ چپکے چپکے کہتے جاتے تھے کہ آج

يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿۲۴﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ

یہاں تمہارے پاس کوئی فقیر نہ آنے پائے اور لپکتے ہوئے چلے (یہ سمجھ کر) کہ وہ

قٰدِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَاۗلُّوْنَ ﴿۲۶﴾ بَلْ

اس پر قادر ہیں پھر جب انھوں نے باغ کو دیکھا (کہ ویران ہے) تو کہنے لگے کہ ہم راستہ بھول گئے (نہیں) بلکہ

نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ

ہم بدنصیب ہیں (۱) تو ان میں جو (سب سے) اچھا آدمی تھا وہ کہنے لگا کہ کیوں میں نے تم سے

لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

نہ کہا تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے (تو سب توبہ کے طور پر) کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار پاک ہے بےشک ہم قصوروار ہیں

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوْا

پھر آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے کہ

يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا

ہائے (افسوس) ہم ہی حد سے بڑھ گئے تھے (سب مل کر توبہ کرو) امید ہے کہ ہمارا پروردگار اس کے بدلے میں ہمیں اس سے بہتر

مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ

باغ عنایت کرے ہم اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرتے ہیں (۲) دیکھو عذاب یوں ہوتا ہے

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّ

اور آخرت کا عذاب اس سے کہیں بڑھ کر ہے کاش کہ یہ لوگ جانتے (۳) بلاشبہ

لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۳۴﴾ اَفَنَجْعَلُ

پرہیزگاروں کے لئے ان کے پروردگار کے پاس نعمت کے باغ ہیں کیا ہم فرمانبرداروں کو

(۱) ان بھائیوں نے تو یہ مشورہ کیا اور انشاءاللہ بھی نہیں کہا لیکن ادھر رات میں جب کہ وہ سب سوتے پڑے تھے سخت گرم ہوا چلی یا کوئی اور آفت آئی جس سے سارا باغ تباہ ہوگیا اور ایسا ہوگیا جیسے کٹا ہوا کھیت۔

مشورے کے مطابق یہ سب بھائی صبح سویرے اٹھے اور باغ کی طرف چلے۔ راستے میں چپکے چپکے باتیں کرتے تھے کہ آج کوئی فقیر تمہارے پاس نہیں آنے پائے گا۔ اور اپنے خیال میں یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ خیرات کو روکنے پر قادر ہیں۔

مگر جب وہاں پہنچے تو معاملہ ہی کچھ اور تھا۔ باغ کو نہ پایا۔ پہلے تو سمجھے کہ راستہ بھول گئے ہیں۔ پھر سوچ کر بولے کہ راستہ تو نہیں بھولے ہماری قسمت ہی پھوٹ گئی۔

(۲) ان میں ایک اچھا اور عقلمند بھائی تھا اس نے کہا کہ میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ اللہ کا شکر کرو اور بخل مت کرو نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔

خیر۔ اب بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو اور اس سے گناہ کی بخشش چاہو۔

پھر سب نے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کی اور اپنے گناہ کا اعتراف کیا۔

پھر جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے، ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ آخر کار انھوں نے محسوس کیا کہ سبھی سے زیادتی ہوئی ہے، کسی ایک ہی کو الزام دینا ٹھیک نہیں۔

سب نے مل کر توبہ کی اور کہا کہ امید ہے کہ پروردگار ہمارے گناہوں کو معاف کرکے اس سے بہتر باغ اس کے بدلے میں عطا فرمائے گا۔ تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بھائیوں کی توبہ قبول فرمائی اور اس سے بہتر باغ ان کو عطا فرمایا۔

(۳) یعنی اہل مکہ کو ان بھائیوں کے حال سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ اگر اللہ تعالیٰ عذاب دینا چاہے تو اس طرح عذاب دیتا ہے۔ اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی بڑا ہے۔ کاش یہ لوگ اس بات کو سمجھتے اور نصیحت حاصل کرتے۔

(۱) یعنی جو بندے سرکش اور نافرمان ہیں ان کو دوزخ کا عذاب ہوگا۔ لیکن جو بندے اپنے پروردگار سے ڈر کر اس کی اطاعت و فرماں برداری کریں گے، وہ جنت میں نہایت
عیش و آرام سے رہیں گے ۔ یہ فیصلہ بالکل قرینِ عقل و انصاف ہے، کیونکہ فرماں بردار اور نافرمان برابر نہیں ہو سکتے۔ لیکن تعجب ہے کہ کافر سرکشی اور نافرمانی کے باوجود چاہتے ہیں
کہ ان کو بھی آخرت میں عیش و آرام ملے۔

الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ كَیْفَ
نافرمانوں کے برابر کر دیں گے تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسے

تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٦﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِیْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿٣٧﴾ اِنَّ
فیصلے کرتے ہو! کیا تمھارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم یہ پڑھتے ہو کہ جو

لَكُمْ فِیْهِ لَمَا تَخَیَّرُوْنَ ﴿٣٨﴾ اَمْ لَكُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا
چیز تم پسند کرو گے وہ تم کو ضرور ملے گی یا تم نے ہم سے قسمیں لے رکھیں ہیں

بَالِغَةٌ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٩﴾
جو قیامت کے دن تک چلی جائیں گی کہ جس چیز کا تم حکم کرو گے وہ تمھارے لئے حاضر کی جائے گی

سَلْهُمْ اَیُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِیْمٌ ﴿٤٠﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ
ان سے پوچھو کہ ان میں سے اس کا کون ذمہ لیتا ہے کیا ان کے ٹھہرائے ہوئے کچھ شریک (خدائی) ہیں

فَلْیَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ﴿٤١﴾
تو ان کو چاہیئے کہ اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو پیش کریں اگر وہ سچے ہیں (۱)

یَوْمَ یُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّیُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ
جس دن ساق کی تجلی فرمائی جائے گی اور سجدہ کے لئے لوگوں کو بلایا جائے گا

فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ﴿٤٢﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ
تو وہ سجدہ نہ کر سکیں گے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھا رہی

ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا یُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ
ہوگی حالانکہ دنیا میں ان کو سجدہ کے لئے بلایا جاتا تھا جبکہ وہ

وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَذَرْنِیْ وَمَنْ یُّكَذِّبُ بِهٰذَا
صحیح و سالم تھے (۲) تو (اے پیغمبر!) مجھ کو اور جو اس کلام کو جھٹلاتے ہیں

کافروں کا یہ فیصلہ یقیناً خلافِ عقل ہے۔ اچھا ان سے پوچھو کہ اس فیصلہ کی کوئی نقلی دلیل بتاؤ کیا تمھارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے جس میں لکھا ہوا ہے کہ آخرت میں جو تم چاہو گے وہ ملے گا۔ یا تم نے اللہ تعالیٰ سے ایسی قسمیں لے رکھی ہیں جو قیامت تک باقی رہیں گی کہ آخرت میں وہی ہوگا جو تم نے فیصلہ کیا ہے اور جو کچھ تم مانگو گے وہی تم کو دیا جائے گا۔ اگر تم کو اس بات کا یقین ہے تو بتاؤ کہ کون اس بات کا ذمہ لیتا ہے کہ جو کچھ تم نے سوچ رکھا ہے وہ ضرور تم کو ملے گا۔ کیا جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہو وہ اس بات کا ذمہ لیتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ان کو سامنے لاؤ اور دیکھو کہ قیامت کے دن وہ کس طرح تمھاری مدد کر سکیں گے۔

مع ۱۵

بعد کی آیت میں قیامت کا کچھ حال بیان کیا ہے تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں۔

(۲) ایک حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے میدان میں اللہ تعالیٰ اپنی 'ساق' ظاہر فرمائے گا۔ اس تجلی کو دیکھ کر سچے ایماندار لوگ تو سجدے میں گر پڑیں گے لیکن جو لوگ دنیا میں ریا اور نفاق سے سجدہ کرتے تھے ان کی کمریں تختہ ہو جائیں گی اور وہ بدبخت سجدہ نہ کر سکیں گے۔ اس آیت میں کافروں کا ذکر ہے کہ وہ بھی سجدہ نہ کر سکیں گے۔ شرمندگی سے ان کی نظریں نیچی ہوں گی اور ان کے چہروں پر ذلت چھائی ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہوگی کہ دنیا میں جبکہ وہ بدبخت اچھے خاصے تھے ان کو حکم دیا جاتا تھا کہ ایمان لا کر عبادت کرو اور سجدے میں گر دو تو اس وقت تکبر کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے

منزل

تھے اور سجدہ نہیں کرتے تھے۔ اس کی سزا میں قیامت کے دن ایسا کر دیا جائے گا کہ وہ چاہیں گے بھی تو سجدہ نہ کر سکیں گے اور سب کے آگے ان کی سخت رسوائی ہوگی۔
واضح ہو کہ 'ساق' پنڈلی کو کہتے ہیں لیکن قرآن مجید اور حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کے لئے جو 'ساق' کا لفظ آیا ہے تو اس پر ایمان لانا چاہیئے اور اس کی کیفیت کے بارے میں سوال
نہ کرنا چاہیئے۔ اہل سنت و جماعت کا یہی مسلک ہے۔ قرآن مجید میں اس طرح کے الفاظ چند اور بھی ہیں۔ وجه الله، 'ید الله' وغیرہ ایسے سب الفاظ متشابہات میں داخل ہیں۔

الْحَدِیْثِ ۭ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَ

چھوڑ دو ہم ان کو آہستہ آہستہ (جہنم کی طرف) لے جا رہے ہیں اس طور پر کہ ان کو خبر ہی نہیں اور

اُمْلِیْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ﴿٤٥﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا

میں ان کو مہلت دیتا ہوں بیشک میری تدبیر مضبوط ہے (١) کیا تم ان سے کچھ معاوضہ مانگتے ہو

فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٦﴾ۚ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ

کہ ان پر تاوان کا بوجھ پڑ رہا ہے کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے

فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿٤٧﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ

کہ اس کو لکھتے جاتے ہیں (٢) تو (اے پیغمبرؐ) اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر کئے رہو اور مچھلی والے

كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰی وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿٤٨﴾ؕ لَوْلَآ

(یعنی یونسؑ) کی طرح مت ہو جبکہ انہوں نے (اللہ کو) پکارا اور وہ غم (و غصہ) میں بھرے ہوئے تھے اگر

اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ

ان کے پروردگار کی مہربانی ان کی دستگیری نہ کرتی تو وہ چٹیل میدان میں ڈال دیئے جاتے اور ان کا حال

مَذْمُوْمٌ ﴿٤٩﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿٥٠﴾

ابتر ہو جاتا پھر ان کے پروردگار نے ان کو برگزیدہ کر کے نیکوکاروں میں شامل کر لیا (٣)

وَاِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ

اور کافر جب قرآن سنتے ہیں تو (شدت عداوت سے) ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ تم کو اپنی

لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٥١﴾ م

نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے اور کہتے ہیں کہ یہ دیوانہ ہے

وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿٥٢﴾ ع

حالانکہ یہ قرآن تمام جہان والوں کے واسطے نصیحت ہے (٤)

ع ١٩ ۲ / ۴

(١) کافروں کی تنبیہ کے لئے آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان کے کفر و انکار پر رنج مت کرو، پیغام حق پہنچا دو اور ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ ہم خود ان بدبختوں سے نبٹ لیں گے جو قرآن مجید کو جھٹلاتے ہیں۔ کفر و انکار کی وجہ سے یہ بدبخت آہستہ آہستہ دوزخ کی طرف چل رہے ہیں لیکن غفلت میں پڑے ہیں ان کو خبر ہی نہیں ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے ان کو ڈھیل دے رکھی ہے۔ یاد رکھو کہ ہماری تدبیر پوشیدہ اور بڑی مضبوط ہے۔ یہ بدبخت اس کو سمجھ ہی نہیں سکتے کاٹ تو کیا کریں گے؟

(٢) یعنی ان بدبختوں کے کفر و انکار پر سخت حیرت ہے۔ اب کوئی پوچھے آخر پیغام حق سے انکار کی کیا وجہ ہے۔ کیا آنحضرتؐ کچھ روپیہ پیسہ طلب کرتے ہیں جس کا دینا ان پر گراں گزرتا ہے؟ کیا خود ان پر وحی آتی ہے جو ان کے پاس لکھی ہوئی ہے اور اس وجہ سے یہ قرآن مجید سے بے نیاز ہیں؟ جب ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ محض ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔ یہ بدبخت انکار کر رہے ہیں جس کی کوئی وقعت نہیں اور نہ دنیا میں اس کا کوئی علاج ہے۔

(٣) آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ لوگوں کے کفر و انکار پر زیادہ رنجیدہ مت ہو اور جس طرح مچھلی والے یعنی حضرت یونسؑ نے کیا تھا ایسا مت کرو۔

حضرت یونسؑ کا قصہ سورۂ انبیاء رکوع (٦) اور سورۂ والصّٰفّٰت رکوع (٥) میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔ اس آیت میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

حضرت یونسؑ قوم کے کفر کی وجہ سے غصے میں بھر گئے تھے۔ قوم کے لئے بددعا کی اور عذاب کا مقررہ وقت بتا کر بستی سے چلے گئے۔ کشتی میں سوار ہوئے۔ دریا میں پھینک دیئے گئے۔ مچھلی نے نگل لیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور توبہ کی۔ توبہ قبول ہوئی اور مچھلی نے کنارہ پر پھینک دیا۔ پھر فضل الٰہی نے دستگیری کی۔ وہاں کدو کی بیل کے سایہ میں ٹھہر کر تندرست ہوئے اور وہاں سے بستی میں پہنچے جہاں لوگوں نے ان کا استقبال کیا۔ اگر فضل الٰہی شامل حال نہ ہوتا تو وہیں خستہ حالت میں پڑے رہتے۔ غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کی توبہ قبول کی۔ ان کو برگزیدہ کیا اور اعلیٰ درجے کے نیکوں میں شامل فرمایا۔

(٤) یعنی جب آنحضرتؐ لوگوں کو قرآن مجید پڑھ کر سناتے ہیں تو کٹر کافر غصے میں بھر جاتے ہیں اور آپؐ کو گھور گھور کر دیکھتے ہیں اور زبان سے بھی آپؐ کو مجنون بتاتے ہیں۔ ان کی نظروں سے سخت غیظ و غضب ٹپکتا ہے گویا وہ چاہتے ہیں کہ آپؐ کو سیدھے راستے سے ہٹا دیں اور ہو سکے تو نقصان پہنچا دیں۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید تو سارے جہان کے لئے ایک نصیحت نامہ ہے۔ ایسے نصیحت آمیز اور حکیمانہ مضامین مجنون آدمی کی زبان سے کہاں نکل سکتے ہیں۔ جو نیک فطرت حضرات قرآن مجید کو ٹھنڈے دل سے سنتے ہیں اور اس کے مضامین پر غور کرتے ہیں، وہ اس سے نصیحت حاصل کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو کامیاب بناتے ہیں۔

سُوۡرَةُ الۡحَاۤقَّةِ مَكِّيَّةٌ (٦٩)

اٰیاتھا ٥٢ — رکوعاتھا ٢

سورۂ حاقہ مکہ میں نازل ہوئی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلۡحَاۤقَّةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الۡحَاۤقَّةُ ۚ﴿۲﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡحَاۤقَّةُ ؕ﴿۳﴾

وہ ہونے والی وہ ہونے والی کیا ہے اور تم کو معلوم ہے کہ کیا ہے وہ ہونے والی (۱)

كَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ وَعَادٌۢ بِالۡقَارِعَةِ ﴿۴﴾ فَاَمَّا ثَمُوۡدُ

ثمود اور عاد نے اس کھڑکھڑانے والی چیز (یعنی قیامت) کو جھٹلایا تو ثمود ایک زور کی

فَاُهۡلِكُوۡا بِالطَّاغِيَةِ ﴿۵﴾ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهۡلِكُوۡا بِرِيۡحٍ

آواز سے ہلاک کر دیئے گئے اور عاد جو تھے وہ ایک سخت سرکش آندھی

صَرۡصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَيۡهِمۡ سَبۡعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ

سے تباہ کر دیئے گئے اللہ نے اس کو سات رات اور آٹھ دن مسلسل ان پر

اَيَّامٍ ۙ حُسُوۡمًا ۙ فَتَرَى الۡقَوۡمَ فِيۡهَا صَرۡعٰى ۙ كَاَنَّهُمۡ

مسلط کیا تھا تو (اے مخاطب!) تو اس آندھی میں ان کو اس طرح مرے پڑے دیکھتا

اَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِيَةٍ ۚ﴿۷﴾ فَهَلۡ تَرٰى لَهُمۡ مِّنۡۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾

جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے بھلا تو ان میں سے کسی کو باقی دیکھتا ہے (۲)

وَجَآءَ فِرۡعَوۡنُ وَمَنۡ قَبۡلَهٗ وَالۡمُؤۡتَفِكٰتُ بِالۡخَاطِئَةِ ۚ﴿۹﴾

اور فرعون اور جو لوگ اس سے پہلے تھے اور جو الٹی ہوئی بستیوں میں رہتے تھے ان سب نے گناہ کے کام کئے

فَعَصَوۡا رَسُوۡلَ رَبِّهِمۡ فَاَخَذَهُمۡ اَخۡذَةً رَّابِيَةً ﴿۱۰﴾ اِنَّا لَمَّا

انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغمبر کی نافرمانی کی تو اللہ نے بھی ان کو بہت سخت پکڑا (۳) جب پانی کا

(۱) قیامت برحق ہے اور ضرور آنے والی ہے! اور جب وہ آئے گی تو حق و باطل میں فیصلہ کر دے گی۔ جو لوگ آج اس بارے میں جھگڑا کرتے ہیں، اس دن نہ کر سکیں گے۔

یاد رکھو کہ قیامت کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ وہ نہایت ہیبتناک اور تباہ کرنے والا واقعہ ہے۔ اس کی ہیبتناکی کا تصور کرنا آدمی کے لئے مشکل ہے۔

بعد کی آیتوں میں ان قوموں کا ذکر فرمایا ہے جو قیامت کا انکار کرنے کی وجہ سے تباہ و برباد کر دی گئیں، تاکہ لوگ عبرت حاصل کر کے قیامت کے انکار سے باز آجائیں۔

(۲) عاد اور ثمود کی قوموں نے قیامت کا انکار کیا، وہ قیامت جو اس کائنات کی ہر چیز کو کھڑکھڑا دے گی اور توڑ پھوڑ ڈالے گی۔ تم جانتے ہو کہ ان بدبختوں کا انجام کیا ہوا؟

ثمود کی قوم پر سخت زلزلہ آیا اور ایک خوفناک کڑک ہوئی، جس کی ہیبت سے سارے نافرمان ہلاک ہو گئے۔

اور عاد کے لوگ ایک سخت آندھی سے ہلاک ہو گئے جو ان بدبختوں پر مسلسل سات رات اور آٹھ دن تک مسلط رہی تھی۔ آندھی نے بڑے بڑے قدر آور جوانوں کو اٹھا اٹھا کر پٹک دیا اور وہ زمین پر ایسے پڑے تھے جیسے کھجور کے کھوکھلے تنے۔ کیا ان بدبختوں میں سے کوئی بچا ہوا تم کو نظر آتا ہے؟ پھر ان کے حال سے کیوں عبرت نہیں حاصل کرتے؟

(۳) یعنی عاد و ثمود کے علاوہ فرعون کی قوم نے اور اس سے پہلے چند دوسری قوموں نے اور لوط کی قوم نے جس کی بستیاں الٹ دی گئیں، غرض ان سب نے بھی بڑی بڑی نافرمانیاں کیں اور اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بڑی سختی سے پکڑا اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کون بچ سکتا ہے؟

طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ﴿۱۱﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ

طوفان آیا تو ہم نے تم کو چلتی کشتی میں سوار کیا تاکہ اس کو تمہارے لئے یادگار

تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ

بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں (۱) تو جب صور میں ایک بار

نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ

پھونک ماری جائے گی اور زمین اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) اٹھائے جائیں گے

فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ

پھر وہ ایک ہی دفعہ ریزہ ریزہ کردیئے جائیں گے تو اس روز ہونے والی چیز

الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾

ہو پڑے گی اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اس دن کمزور ہوگا

وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۭ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ

اور فرشتے اس کے کناروں پر اتر آئیں گے اور تمہارے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ

يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ

فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے (۲) اس روز تم سب لوگ اللہ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے اور تمہاری کوئی

خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ

بات پوشیدہ نہ ہوگی تو جس کا اعمال نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ (دوسروں سے)

هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿۱۹﴾ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ

کہے گا کہ لیجیے میرا اعمال نامہ پڑھو مجھ کو یقین تھا کہ میرا حساب پیش

حِسَابِيَهْ ﴿۲۰﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿۲۱﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿۲۲﴾

آنے والا ہے غرض وہ پسندیدہ عیش (یعنی) بہشت بریں میں ہوگا

(۱) جب حضرت نوحؑ کے زمانے میں سخت طوفان آیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو ایک کشتی میں بچا لیا جن کی اولاد میں وہ سب لوگ ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے جو قرآن مجید کے مخاطب ہیں، تاکہ یہ لوگ اس واقعہ کو یاد رکھیں اور اللہ تعالیٰ کا احسان مانیں کہ اس نے ان کے بزرگوں کو غرق ہونے سے محفوظ رکھا تھا۔

(۲) قیامت کا آغاز اس سے ہوگا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ایک صور پھونکیں گے جس سے زمین اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے اور ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ اور آسمان جو آج بڑا مضبوط معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی شگاف نہیں ہے، اس دن پھٹ جائے گا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور فرشتے اس کے کناروں پر آجائیں گے۔

پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا اور مردے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ پھر میدان حشر آراستہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ عرش پر جلوہ فرمائے گا جس کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ
جس کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے (اور حکم ہوگا) خوب مزے سے کھاؤ پیو ان اعمال کے صلے میں
فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ
جو تم گزشتہ دنوں میں کئے تھے (١) اور جس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں
بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿٢٥﴾ وَلَمْ
دیا جائے گا تو وہ کہے گا کہ اے کاش! مجھ کو میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا اور مجھ کو
اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾
خبر بھی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے کیا اچھا ہوتا کہ موت میرا کام تمام کر چکی ہوتی
مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ﴿٢٨﴾ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿٢٩﴾
آج میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا میری سلطنت بھی مجھ سے جاتی رہی (٢)
خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿٣١﴾ ثُمَّ فِيْ
(فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) اسے پکڑ لو اور طوق پہنا دو پھر دوزخ میں ڈال دو پھر ایک
سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿٣٢﴾ اِنَّهٗ
ایسی زنجیر میں جس کا ناپ ستر گز ہے اس کو جکڑ دو (٣) یہ نہ
كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿٣٣﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى
اللہ بزرگ و برتر پر ایمان لاتا تھا اور نہ فقیروں کے کھانا
طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿٣٤﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿٣٥﴾
کھلانے کی لوگوں کو ترغیب دیتا تھا تو آج اس شخص کا کوئی دوست ہے اور
وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿٣٦﴾ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا
نہ کھانے کے لئے کوئی چیز نصیب ہے سوائے پیپ کے جس کو گنہگاروں کے سوا

(١) پھر سب لوگ اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہوں گے اور ان کے سب اعمال ظاہر ہو جائیں گے۔

جس کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا وہ بڑا خوش نصیب ہوگا۔ وہ خوش ہو کر اپنا اعمال نامہ لوگوں کے سامنے پیش کرے گا اور کہے گا کہ لو میرا اعمال نامہ پڑھو۔ مجھے یقین تھا کہ ایک دن میرا حساب پیش ہونے والا ہے اور اس وجہ سے میں نافرمانیوں سے بچتا رہا۔ آج دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرا حساب صاف ہے۔

ایسے لوگ پسندیدہ زندگی گزاریں گے یعنی اونچے اونچے باغوں میں رہیں گے جس کے میوے بہت قریب ہوں گے اور آسانی سے حاصل ہو سکیں گے۔ ان سے کہا جائے گا کہ دنیا میں تم نے جو نیک کام کئے تھے ان کے بدلے میں آج خوب کھاؤ پیو۔

(٢) لیکن جس کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ بڑا بد نصیب ہوگا اور کہے گا کہ کاش: میرا اعمال نامہ مجھ کو نہ دیا جاتا اور مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میرے اعمال کیا کیا ہیں۔ کاش: موت میرا خاتمہ کر دیتی اور اس سیاہ اعمال نامے کو دیکھنے کے لئے میں زندہ نہ ہوتا۔ افسوس کہ آج مال و دولت بھی میرے کچھ کام نہیں آ رہی ہے اور نہ میری کوئی دلیل ہی چلتی ہے۔

(٣) پھر بارگاہ الٰہی سے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس بدبخت کو پکڑ کر اس کی گردن میں طوق ڈالو اور اس کو دوزخ میں پھینک دو اور اس کو لمبی اور مضبوط زنجیروں میں جکڑ دو تاکہ عذاب کی تکلیف سہتا رہے اور تڑپ بھی نہ سکے۔

(١) اس سرکش کا قصور یہ تھا کہ یہ رسولوں کی تعلیم کے موافق اللہ تعالےٰ پر ایمان نہیں لاتا تھا اور نہ بندوں کے حقوق ادا کرتا تھا۔ نہ خود کبھی فقیروں اور محتاجوں کی خدمت کی اور نہ دوسروں کو اس کام کی ترغیب دی ـــ جب اس بدنصیب نے دنیا میں پیغام حق کو تسلیم نہیں کیا اور اللہ تعالےٰ کو دوست نہیں بنایا تو آخرت میں کون اس کا دوست ہوسکتا ہے جو اس کی مدد کرے اور اس کو اچھے اچھے کھانے کھلائے۔ دوزخیوں کے زخموں کی پیپ اس کو کھانے کو ملے گی جو اس کی طرح کے سب بڑے بڑے گناہگاروں کو کھانا پڑے گی اور جس کو کھا کر وہ بھی تکلیف محسوس کریں گے۔

الْخَاطِئُونَ ﴿٣٧﴾ فَلَآ أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ ﴿٣٨﴾ وَمَا لَا

اور کوئی نہ کھائے گا (١) تو مجھے ان چیزوں کی قسم ہے جن کو تم دیکھتے ہو اور ان کی بھی جن کو

تُبْصِرُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿٤٠﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ

تم نہیں دیکھتے یہ (قرآن) ایک بزرگ فرشتہ کا لایا ہوا ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام

شَاعِرٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ﴿٤١﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ

نہیں ہے مگر تم بہت ہی کم ایمان لاتے ہو اور نہ کسی کاہن کا کلام ہے

قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٤٢﴾ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٣﴾

مگر تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو (یہ تو) پروردگار عالم کا نازل کیا ہوا ہے (٢)

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ﴿٤٤﴾ لَأَخَذْنَا مِنْهُ

اور اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی جھوٹ بات بنا لاتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ

بِالْيَمِينِ ﴿٤٥﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ﴿٤٦﴾ فَمَا مِنكُم

پکڑ لیتے پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے پھر تم میں سے

مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ﴿٤٧﴾ وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ

کوئی نہیں اس سے روکنے والا نہ ہوتا (٣) اور یہ قرآن تو پرہیزگاروں کے لئے

لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٤٨﴾ وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنكُم مُّكَذِّبِينَ ﴿٤٩﴾

ایک نصیحت ہے اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض لوگ اس کو جھٹلانے والے ہیں

وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٥٠﴾ وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ ﴿٥١﴾

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کافروں کے لئے موجب حسرت ہوگا اور بیشک یہ (قرآن) یقیناً برحق ہے

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٥٢﴾

تو اے پیغمبر! تم اپنے پروردگار کی تسبیح کرتے رہو جو بزرگ و برتر ہے (٤)

ع ١

(٢) دو طرح کی چیزیں ہیں۔ ایک وہ جن کو ہم اپنے حواس سے معلوم کرسکتے ہیں جیسے سورج، چاند، پہاڑ، دریا وغیرہ۔ دوسری چیزیں وہ ہیں جو حواس کی گرفت میں نہیں آتیں بلکہ عقل سے معلوم ہوتی ہیں۔ قرآن مجید میں دونوں قسم کی چیزوں کا ذکر ہے اور اس میں غیبی چیزوں پر ایمان لانے کا حکم ہے۔ جیسے فرشتے، قیامت، حساب کتاب، دوزخ جنت وغیرہ۔ اس لئے دونوں طرح کی چیزوں کی قسم کھائی۔ مقصود یہ ہے کہ اسی سے سمجھ لو کہ قرآن مجید اللہ تعالےٰ کا کلام ہے۔ اگر انسان کا کلام ہوتا تو اس میں غیبی باتوں کا ذکر اتنی صحت کے ساتھ نہ ہوتا۔

چنانچہ فرمایا کہ یہ نہ کسی شاعر کا کلام ہے اور نہ کاہن کا بلکہ اللہ تعالےٰ کا کلام ہے جو ایک باعزت فرشتے یعنی حضرت جبریلؑ کے ذریعے اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ ترین بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ تعجب ہے کہ بعض لوگ قرآن مجید اور شاعر و کاہن کے کلام میں فرق محسوس نہیں کرتے۔ قرآن مجید میں جو مذہبی، روحانی، اخلاقی اور معاشرتی اصول بیان کئے گئے ہیں، ان تک شاعروں اور کاہنوں کی رسائی کہاں؟ افسوس ہے کہ لوگ غور نہیں کرتے اور ایمان نہیں لاتے۔

(٣) قاعدہ ہے کہ جلاد کے داہنے ہاتھ میں تلوار ہوتی ہے اور وہ بائیں ہاتھ سے مجرم کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اسکی گردن مارتا ہے۔ تنبیہ کے لئے آیت میں اسی ہیبت ناک منظر کو پیش کیا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ اگر کوئی رسول وحی الٰہی میں کچھ اضافی الفاظ اپنی طرف سے ملا دے یا خود ایک فصیح و بلیغ کلام بنا کر اس کو اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کردے تو اس پر اللہ تعالےٰ کا سخت غضب ہو اور وہ ہلاک کر دیا جائے اور کائنات میں کوئی اس کو اللہ تعالےٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکے۔ مگر دنیا دیکھتی ہے کہ آنحضرتؐ کو تائید ایزدی حاصل ہے اور آپؐ کا کام روز بروز ترقی پر ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید اللہ تعالےٰ کا کلام ہے اور یہ کہ آنحضرتؐ نے اس میں اپنی طرف سے کچھ نہیں ملایا ہے۔

ع ١٥

(٤) یعنی قرآن مجید سراسر ایک نصیحت کی کتاب ہے لیکن اس سے وہی نصیحت حاصل کرتے ہیں جن کے دل میں اللہ تعالےٰ کا ڈر ہو اور جو پاکیزہ زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں ـــ لیکن جو بدبخت ایسے نہیں ہیں وہ قرآن مجید کی قدر نہیں کرتے اور اس کو جھٹلاتے ہیں۔ ان بدبختوں کو اللہ تعالےٰ جانتا ہے اور وقت آنے پر ان کو سزا دے گا۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ قیامت کے دن یہ لوگ اپنے کفر د

(۷۰) سُورَۃُ المَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ

سورہ معارج مکہ میں نازل ہوئی

رکوعاتہا ۲ — آیاتہا ۴۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍۙ ﴿۱﴾ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ

ایک مانگنے والے نے اس عذاب کے واقع ہونے کی درخواست کی جو کافروں پر واقع ہوگا اور جسے کوئی

دَافِعٌۙ ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِؕ ﴿۳﴾ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ

روکنے والا نہیں وہ اللہ کی طرف سے ہوگا جو آسمانوں کا مالک ہے جو اوپر تلے ہیں جس کی طرف فرشتے اور (اہل ایمان کی)

وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ

روحیں چڑھتی ہیں (اور) وہ عذاب ایسے دن ہوگا جس کا اندازہ (دنیا کے) پچاس ہزار سال کے

سَنَةٍۚ ﴿۴﴾ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ

برابر ہے (۱) تو اے پیغمبر تم (ان کی مخالفت پر) اچھی طرح صبر کرو یہ لوگ اس دن کو دور خیال

بَعِيْدًاۙ ﴿۶﴾ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًاؕ ﴿۷﴾ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ﴿۸﴾

کرتے ہیں اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں اس روز آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِۙ ﴿۹﴾ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًاۚ ﴿۱۰﴾

اور پہاڑ (دھنکی ہوئی) رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے اور کوئی دوست کسی دوست کا پرسان حال نہ ہوگا (حالانکہ) ایک

يُّبَصَّرُوْنَهُمْؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِىْ مِنْ عَذَابِ

دوسرے کو سامنے دیکھ رہے ہوں گے (۲) (اس روز) گنہگار یہ خواہش کرے گا کہ کسی طرح اس دن کے عذاب کے بدلے میں

يَوْمِئِذٍۢ بِبَنِيْهِۙ ﴿۱۱﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِۙ ﴿۱۲﴾ وَفَصِيْلَتِهِ

(سب کچھ) دے دے (یعنی) اپنے بیٹے اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی اور اپنا خاندان

(بقیہ تفسیر صفحہ ۱۰۲۵) انکار پر پچھتائیں گے اور کہیں گے کہ افسوس ہم نے کیوں قرآن مجید کا انکار کیا۔

جب یہ بات یقینی ہے کہ قرآن مجید برحق ہے تو پھر آدمی کو چاہیئے کہ اس پر ایمان لائے اور جس کا یہ کلام ہے اس کی حمد و ثنا کرے۔ یہی نجات کا راستہ ہے۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرداران قریش کو عذاب الٰہی سے ڈراتے تھے تو ان میں سے کوئی سرکش اس کا مذاق اڑاتا تھا کہ اے اللہ! اگر محمدؐ سچے ہیں تو ہم پر جلد عذاب بھیج دے۔

جواب میں فرمایا کہ اس بدبخت کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جس عذاب کو وہ مانگ رہا ہے وہ یقینی ہے اور کوئی اس کو روک نہیں سکتا کیونکہ وہ عذاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والا ہے جس کی شان یہ ہے کہ وہ بزرگ و برتر ہے اور آسمان کا مالک ہے۔ فرشتے اور ایمانداروں کی روحیں اس کی بارگاہ میں اپنے اپنے مرتبہ پر پہنچتی ہیں۔

قیامت کا دن بہت طویل ہوگا۔ جب پہلی بار صور پھونکا جائے گا اور دنیا فنا ہونے لگے گی اس وقت قیامت کا آغاز ہوگا پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا اور نیا عالم ظہور میں آئے گا۔ پھر حساب کتاب ہوگا پھر فیصلے کے بعد جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔ ان سب واقعات میں پچاس ہزار برس صرف ہوں گے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایماندار آدمی کو اتنی طویل مدت بس اتنی معلوم ہوگی جتنی دیر میں فرض نماز پڑھ لیتا ہے۔

(۲) آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ آپ صبر کیجئے اور ان بدبختوں کے کہنے کی کچھ پروا مت کیجئے۔ یہ بدبخت اپنی جہالت سے قیامت کو دور سمجھتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ بہت قریب آگئی ہے۔

جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو دنیا فنا ہونے لگے گی۔ آسمان پگھلے ہوئے تانبے یا تیل کی تلچھٹ کی طرح ہو جائے گا اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح اڑتے پھریں گے۔ ہر شخص اپنی مصیبت میں مبتلا ہوگا اور دوست یا رشتہ دار کی خبر نہ لے سکے گا اگرچہ لوگ ایک دوسرے کے حال کو دیکھتے ہوں گے۔

الَّتِي تُؤْوِيهِ ﴿١٣﴾ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنجِيهِ ﴿١٤﴾

جس میں وہ رہتا تھا اور جتنے آدمی زمین پر ہیں (غرض) سب (کچھ) دیدے اور خود کو عذاب سے چھڑا لے

كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ﴿١٥﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ ﴿١٦﴾ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ

ہرگز ایسا نہ ہوگا وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے کھال ادھیڑ ڈالنے والی ان لوگوں کو اپنی طرف بلائے گی جنہوں نے

وَتَوَلَّىٰ ﴿١٧﴾ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ﴿١٨﴾ إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿١٩﴾

دین حق سے منہ پھیر لیا اور دولت جمع کی اور اس کو بند رکھا (۱) بلاشبہ انسان کم ہمت پیدا ہوا ہے

إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿٢٠﴾ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿٢١﴾

جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب آسائش حاصل ہوتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے (۲)

إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿٢٢﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿٢٣﴾

سوائے ان کے جو نماز پڑھتے ہیں جو اپنی نمازوں کا التزام کرتے ہیں

وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ لِّلسَّائِلِ

اور جن کے مال میں حصہ مقرر ہے مانگنے والے کا

وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٢٦﴾

اور نہ مانگنے والے کا اور جو روز جزاء کو سچ سمجھتے ہیں

وَالَّذِينَ هُم مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ﴿٢٧﴾ إِنَّ عَذَابَ

اور جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں بلاشبہ ان کے پروردگار

رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ

کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت

حَافِظُونَ ﴿٢٩﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ

کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے کہ ان کے پاس جانے

(۱) اس دن ہر مجرم دل سے چاہے گا کہ کاش اس ہولناک دن کے عذاب سے رہائی پانے کے لئے کوئی صورت نکل آئے۔ وہ اس کے لئے بھی تیار ہوگا کہ اپنے بیٹوں کو، اپنی بیوی کو، اپنے بھائی کو، اپنے قبیلے کو جس میں وہ پناہ لیتا تھا بلکہ زمین پر بسنے والے سارے انسانوں کو فدیہ کے طور پر دے کر اپنی جان کو عذاب الٰہی سے بچا سکے۔

لیکن اس دن کوئی فدیہ قبول نہ ہوگا اور مجرم کو دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ وہ آگ بڑی تیزی سے بھڑکتی ہوگی، جسموں کی کھال تک نکال ڈالے گی۔ ان تمام نافرمانوں کو اپنی طرف کھینچ لے گی جنہوں نے دنیا میں دین حق اور اعمال صالحہ سے منہ پھیرا ہوگا اور روپیہ سمیٹ سمیٹ کر جمع کیا ہوگا۔

(۲) یعنی انسان بڑا کم ہمت ہے۔ نہ مصیبت کو برداشت کر سکتا ہے اور نہ خوشی کو سہار سکتا ہے۔ بیماری، تنگدستی یا اور کوئی مصیبت آئے تو گھبرا اٹھتا ہے۔ اگر دولت ملتی ہے تو ہاتھ روک لیتا ہے۔ رشتہ داروں کے حقوق ادا نہیں کرتا اور محتاجوں کی مدد نہیں کرتا۔

أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ

سے ان پر کوئی ملامت نہیں (۱) اور جو لوگ ان کے سوا خواہش

ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ

کریں وہی لوگ حد سے نکل جانے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور

وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ

معاہدوں کا لحاظ رکھنے والے ہیں اور جو اپنی گواہیوں کو ٹھیک ٹھیک

قَائِمُونَ ﴿٣٣﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾

ادا کرتے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں

أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُكْرَمُونَ ﴿٣٥﴾ فَمَالِ الَّذِينَ

پس ایسے لوگ بہشتوں میں عزت سے داخل ہوں گے (۲) تو (اے پیغمبر) ان کافروں کو کیا ہوا

كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ ﴿٣٦﴾ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ

ہے کہ (ان مضامین کی تکذیب کے لئے) تمہاری طرف دائیں اور بائیں سے جماعتیں بن بن کر دوڑے چلے

عِزِينَ ﴿٣٧﴾ أَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ أَنْ يُدْخَلَ جَنَّةَ

آتے ہیں کیا ان میں سے ہر شخص یہ امید رکھتا ہے کہ اسے نعمت کے باغوں میں داخل

نَعِيمٍ ﴿٣٨﴾ كَلَّا ۖ إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِمَّا يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾ فَلَا

کیا جائے گا ہرگز نہیں (۳) ہم نے ان کو اس چیز سے پیدا کیا ہے جسے وہ جانتے ہیں ہمیں

أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ إِنَّا لَقَادِرُونَ ﴿٤٠﴾ عَلَىٰ

مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم کہ ہم اس بات پر قادر ہیں کہ ان

أَنْ نُبَدِّلَ خَيْرًا مِنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿٤١﴾

سے بہتر لوگ ان کی جگہ لے آئیں اور ہم عاجز نہیں ہیں (۴)

(۱) یعنی نیک اور اچھے بندوں میں حسب ذیل صفات ہوتے ہیں:-
وہ پابندی سے اور دل لگا کر نماز پڑھتے ہیں وہ اپنے مال میں سے مانگنے والوں کو بھی دیتے ہیں اور جو شرم کے مارے خاموش رہے اور نہ مانگے اس کو بھی دیتے ہیں۔
قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈر کر گناہوں سے بچتے ہیں۔ کیونکہ پروردگار عالم کا عذاب ایسی چیز نہیں کہ انسان اس کی طرف سے بے فکر ہو بیٹھے۔
وہ لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور سوائے اپنی بیویوں اور باندیوں کے کسی اور عورت پر ہاتھ نہیں ڈالتے اور حدود الٰہی کو نہیں توڑتے۔
(۲) وہ لوگ امانت کی پوری پوری حفاظت کرتے ہیں اور مالک کو لوٹا دیتے ہیں۔ اسی طرح وہ اپنی بات کا بھی لحاظ رکھتے ہیں اور جو عہد یا وعدہ کیا ہے اس کو پورا کرتے ہیں۔

ع ۲۵

وہ لوگ گواہیاں بھی ٹھیک ٹھیک دیتے ہیں اور اس میں کسی کی رعایت نہیں کرتے۔
وہ لوگ نماز کی پوری پوری حفاظت کرتے ہیں اور نماز کی حفاظت کرنے ہی سے ان میں یہ صفات پیدا ہوتے ہیں۔
یہ حضرات جنت میں بڑے اعزاز کے ساتھ داخل کئے جائیں گے۔
(۳) کبھی سرداران قریش گروہ گروہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دین کی ہنسی اڑاتے اور غریب مسلمانوں کو حقارت کی نظر سے دیکھ کر کہتے کہ اگر یہ لوگ جنت میں جائیں گے تو ہم ان سے پہلے جائیں گے۔ ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ یہ بدبخت کلام الٰہی کا اور دین حق کا مذاق اڑاتے ہیں پھر بھی یہ امید رکھتے ہیں کہ جنت میں جائیں گے۔
ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا جنت کا مستحق تو وہی ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ (۴) تعجب ہے کہ کافر قیامت کا کس طرح انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود بھی جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو ایک حقیر نطفے سے پیدا کیا ہے۔
پھر اس پر بھی غور کریں کہ اگر اللہ تعالےٰ چاہے تو ان کو ہٹا کر ان کی جگہ دوسرے لوگ پیدا کر دے جو ان سے بہتر ہوں۔
اس سے اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ کا اندازہ کر کے ان کو چاہیئے کہ قیامت کا انکار نہ کریں۔

فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ

تو (اے پیغمبر) ان کو باطل میں پڑے رہنے دو اور کھیل لینے دو۔ یہاں تک کہ جس دن کا ان سے وعدہ

الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٤٢﴾ يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا

کیا جاتا ہے وہ ان کے سامنے آموجود ہو وہ اس دن قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے گویا کہ وہ

كَأَنَّهُمْ إِلٰى نُصُبٍ يُوفِضُونَ ﴿٤٣﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ

کسی مقررہ نشانہ کی طرف دوڑتے ہیں ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿٤٤﴾

ان کے چہروں پر ذلت چھائی ہوئی۔ یہی وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا (١)

(٧١) سُورَةُ نُوحٍ مَكِّيَّةٌ

آیاتها ٢٨ — رکوعاتها ٢

سورۂ نوح مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلٰى قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ

ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا کہ اپنی قوم کو (کفر کے وبال سے) ڈرا دو قبل اس کے کہ

أَنْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١﴾ قَالَ يٰقَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ

ان پر دردناک عذاب آئے انھوں نے کہا کہ اے میری قوم! میں تمھارے لئے کھلے طور پر

مُبِينٌ ﴿٢﴾ أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ﴿٣﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ

ڈرانے والا ہوں (اور کہتا ہوں) کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہنا مانو تو وہ تمھارے گناہ

مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلٰى أَجَلٍ مُسَمًّى إِنَّ أَجَلَ اللّٰهِ

بخش دے گا اور تم کو ایک مقررہ وقت تک مہلت دے گا جب اللہ کا مقرر کیا ہوا

ع ٢ ٩

(١) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تم نے ان کو دین حق پہنچا دیا۔ اب ان کو چھوڑ دو کہ خوب کھیلیں کودیں اور غفلت میں پڑے رہیں، یہاں تک کہ قیامت آجائے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

اس دن یہ بڑی تیزی کے ساتھ قبروں سے نکل کر میدان حشر کی طرف دوڑیں گے۔ جیسے لوگ ایک مقررہ حد یا نشان کی طرف دوڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس دن شرم کے مارے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان کے چہروں پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی یہی قیامت کا دن ہوگا جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ لیکن یہ بدبخت نہیں مانتے تھے۔

إِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝٤ قَالَ رَبِّ إِنِّي

وقت آجائے گا تو وہ نہیں ٹلے گا، کاش کہ تم سمجھو (۱) (جب لوگوں نے نہیں مانا تو) نوح

دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَّنَهَارًا ۝٥ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيٓ إِلَّا

نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! میں اپنی قوم کو رات دن (دین حق کی طرف) بلاتا رہا لیکن میرے بلانے پر وہ (دین سے) اور زیادہ بھاگتے

فِرَارًا ۝٦ وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوٓا

رہے اور جب کبھی میں نے ان کو (دین کی طرف) بلایا تاکہ (توبہ کریں اور) تو ان کو معاف فرمائے

أَصَابِعَهُمْ فِيٓ ءَاذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا

تو انھوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور کپڑے اوڑھ لئے اور اڑ گئے

وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝٧ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝٨

اور اکڑ کر بیٹھ گئے پھر بھی میں نے ان کو کھلے طور پر بلایا

ثُمَّ إِنِّيٓ أَعْلَنْتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ۝٩ فَقُلْتُ

اور ظاہر اور پوشیدہ ہر طرح سمجھاتا رہا میں نے کہا کہ

اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝١٠ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ

اپنے پروردگار سے معافی مانگو کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے وہ تم پر آسمان سے مینہ

مِّدْرَارًا ۝١١ وَّيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ

برسائے گا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمھیں باغ عطا کرے گا

جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ أَنْهٰرًا ۝١٢ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ

اور ان میں تمھارے لئے نہریں بہادے گا (۲) تم کو کیا ہوا ہے کہ اللہ کی عظمت کا اعتقاد

وَقَارًا ۝١٣ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۝١٤ أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ

نہیں رکھتے حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح سے بنایا کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے

(۱) حضرت نوحؑ کو اللہ تعالےٰ نے پیغمبر بنا کر بھیجا۔ انھوں نے اپنی قوم کو پیغام حق پہنچایا اور کہا کہ لوگو! میں تمھیں آگاہ کرتا ہوں۔ بت پرستی چھوڑ کر اللہ تعالےٰ کی عبادت کرو۔ اللہ تعالےٰ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو۔ اگر تم نے میرا کہا مانا تو اللہ تعالےٰ تمھارے گناہوں کو معاف فرمادے گا اور تم کو عذاب سے ہلاک نہ کرے گا بلکہ تمھاری مقررہ عمر تک تم کو دنیا میں رہنے دے گا۔

لیکن اگر تم نے میرا کہا نہ مانا اور ایمان نہ لائے تو پھر اپنے وقت پر عذاب آئے گا اور کسی کے ٹالے نہ ٹلے گا۔ کاش تم میری نصیحت کو سمجھو اور ایمان لے آؤ۔

(۲) جب حضرت نوحؑ برسوں تک قوم کو نصیحت کرتے رہے اور سوائے چند لوگوں کے کسی نے توجہ نہ کی تو بارگاہِ خداوندی میں عرض کی کہ پروردگار! میں نے نصیحت کرنے اور سمجھانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، میں نے رات دن ان کو نصیحت کی مگر ان لوگوں نے میری بات نہ مانی بلکہ اس کو سننا بھی گوارا نہ کیا کان بند کرلئے اور کپڑے اوڑھ لئے اور برابر کفر پر جمے رہے اور تکبر کرتے رہے۔

اس پر بھی میں نے اپنا کام بند نہیں کیا اور جب آخرت کے نفع پر ان کی توجہ نہ دیکھی تو ان کو ایمان کے دنیوی فائدے سمجھائے اور کہا کہ تمھارا پروردگار بڑا بخشنے والا ہے۔ اگر تم ایمان لاکر اس سے گناہوں کی بخشش مانگو گے تو وہ خوب بارش برسائے گا اور مال واولاد زیادہ دے گا اور سرسبز باغ عطا فرمائے گا۔

اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۙ ﴿١٥﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا

کس طرح سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے اور ان میں چاند کو روشن بنایا

وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿١٦﴾ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

اور آفتاب کو چراغ (کی طرح) بنایا اور اللہ نے تم کو زمین سے ایک خاص طور پر پیدا

نَبَاتًا ۙ ﴿١٧﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿١٨﴾

کیا پھر تم کو اسی میں لوٹا دے گا اور اسی سے تم کو نکال کھڑا کرے گا

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۙ ﴿١٩﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا

اور اللہ ہی نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنایا تاکہ اس کے بڑے بڑے کشادہ

سُبُلًا فِجَاجًا ۧ ﴿٢٠﴾ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا

راستوں پر چلو پھرو (۱) (جب لوگوں نے نصیحت قبول نہیں کی تو) نوح نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار!

مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ۚ ﴿٢١﴾ وَمَكَرُوْا

یہ لوگ میرے کہنے پر نہیں چلے اور ایسوں کی پیروی کی جن کو ان کے مال اور اولاد نے نقصان ہی زیادہ پہنچایا اور وہ بڑی

مَكْرًا كُبَّارًا ۚ ﴿٢٢﴾ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا

بڑی چالیں چلے اور کہنے لگے کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور

تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ

وَدّ اور سُوَاع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو بھی ہرگز

وَنَسْرًا ۚ ﴿٢٣﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ

نہ چھوڑنا (اور اے پروردگار) انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا تو تو ان

الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿٢٤﴾ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا

ظالموں کو اور زیادہ گمراہ کردے (۲) آخر وہ اپنے گناہوں کے سبب غرق کردیئے گئے

(۱) تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالےٰ کی عظمت کو نہیں مانتے۔ حالانکہ اسی نے تم کو مختلف حالتوں سے گزار کر تندرست انسان بنایا۔

پھر دیکھو کہ اس نے کیسے عجیب و غریب سات آسمان اوپر تلے بنائے اور ان میں روشن چاند اور چراغ کی طرح چمکتا ہوا سورج بنایا۔

اور دیکھو کہ اللہ تعالےٰ نے تم کو زمین سے پیدا کیا پھر تم کو مار کر اسی میں لوٹا دے گا پھر قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے اسی سے نکالے گا۔

اور اس پر بھی غور کرو کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے آرام کے لئے زمین کو اس طرح بنایا کہ وہ فرش کی طرح بچھی ہوئی ہے اور اس میں کشادہ رستے بنے ہوئے ہیں جن میں تم چلتے ہو۔

ع ١ ٢٠ ٩

(۲) پھر حضرت نوحؑ نے قوم کی شکایت کرتے ہوئے عرض کی کہ پروردگار! ان لوگوں نے میری بات نہ سنی اور اپنے سرداروں کی پیروی کی جو مال و اولاد کے گھمنڈ میں تھے لیکن ان چیزوں سے کچھ فائدہ نہ پہنچا، بلکہ نقصان ہی پہنچا۔

ان مغرور سرداروں نے دینِ حق کے خلاف بڑی بڑی تدبیریں کیں، اور اپنے متبعین سے کہا کہ اپنے بتوں یعنی ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ غرض یہ کہ ان مغرور سرداروں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا۔ پروردگار! یہ ظالم اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کی گمراہی میں اور اضافہ ہو تاکہ یہ سخت سے سخت سزا پائیں۔

فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ۬ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

پھر آگ میں ڈال دیئے گئے تو انھوں نے اللہ کے سوا اور کسی کو اپنا مددگار

اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ

نہ پایا (۱) پھر نوح نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! جتنے کافر زمین پر ہیں

مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا

ان میں سے ایک کو بھی رہنے والا مت چھوڑ اگر تو ان کو رہنے دے گا تو وہ تیرے بندوں کو

عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ

گمراہ کردیں گے اور ان سے جو اولاد ہوگی وہ بھی بدکار اور کافر ہی ہوگی (پھر نوح نے دعا کی کہ) اے میرے پروردگار!

وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ

مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو ایمان لاکر میرے گھر میں آئے اس کو اور تمام ایمان والے مردوں اور ایمان والی

وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾ ع

عورتوں کو بخش دے اور ظالموں کے لئے اور زیادہ تباہی بڑھا (۲)

رکوعاتہا ۲ (۷۲) سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ آیاتہا ۲۸

سورۂ جن مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا

(اے پیغمبر لوگوں سے) کہدو کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں میں سے ایک جماعت نے اس کتاب کو سنا تو کہنے لگے کہ ہم نے

سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ

ایک عجیب قرآن سنا ہے جو بھلائی کا راستہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بدبخت لوگ جن کی شکایت حضرت نوحؑ نے کی، اپنے گناہوں کی وجہ سے طوفان میں غرق کردیئے گئے اور دوزخ کی آگ میں ڈال دیئے گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان کی کوئی مدد نہ کرسکا، نہ وہ مغرور سردار مدد کرسکے جن کی یہ پیروی کرتے تھے اور نہ وہ بت جن کو یہ پوجتے تھے۔

(۲) حضرت نوحؑ نے قوم کے لئے بددعا کی اور کہا کہ پروردگار! ان سرکشوں میں سے ایک گھر والے کو بھی زمین پر مت چھوڑ۔ اگر یہ زمین پر رہیں گے تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور اپنی اولاد کے ذریعے کافروں اور فاجروں کی تعداد بڑھائیں گے۔

الرکوع ۲ ۸ ۱۰

پھر حضرت نوحؑ نے ایمان داروں کے لئے دعا کی اور کہا کہ پروردگار! مجھے اور میرے ماں باپ کو بخش دے اور جو شخص ایمان لاکر میرے گھر میں پناہ لے اس کو بھی بخش دے۔ بلکہ پروردگار! سب ایمان دار مردوں اور عورتوں کی خطاؤں سے درگزر فرما لیکن ان ظالم کافروں کو تباہ کرکے ان سے ... کردے۔

وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ﴿٢﴾ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا
اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہ بنائیں گے اور یہ کہ ہمارے پروردگار کی بڑی شان ہے
مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ﴿٣﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ
اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا اور نہ اولاد (١) اور یہ کہ ہم میں سے جو بے وقوف ہیں
سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ﴿٤﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ
وہ اللہ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی باتیں کہتے ہیں اور ہمارا یہ خیال تھا کہ انسان
الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿٥﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ
اور جن اللہ کی نسبت جھوٹ نہیں بولتے (٢) اور یہ کہ بعض بنی آدم
الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴿٦﴾
بعض جنات کی پناہ لیتے تھے اس سے ان کی سرکشی اور بڑھ گئی تھی (٣)
وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ﴿٧﴾
اور جس طرح تم خیال کرتے ہو اسی طرح انھوں نے بھی خیال کر رکھا تھا کہ اللہ کسی کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا
وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا
اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اس کو مضبوط چوکی داروں اور شعلوں سے بھرا
وَّشُهُبًا ﴿٨﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ
ہوا پایا اور یہ کہ پہلے ہم وہاں بہت سے مقامات میں (خبریں) سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے
فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿٩﴾ وَّاَنَّا لَا
لیکن اب کوئی سننا چاہے تو اپنے لئے شعلہ تیار پائے (٤) اور یہ کہ ہمیں معلوم
نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ
نہیں اس سے زمین والوں کے حق میں برائی مقصود ہے یا ان کے پروردگار نے ان کے حق میں

منزل ٧

(١) مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک روز آنحضرت ؐ چند صحابہؓ کے ساتھ 'بطن نخلہ' میں فجر کی نماز ادا فرما رہے تھے۔ اس وقت جنوں کا ایک گروہ وہاں سے گزرا اور وہ قرآن مجید سے متاثر ہوئے اور ایمان لائے۔ پھر وہ اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے اور دوسرے جنوں کو اس کی خبر کی۔

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی تفصیل سے وحی کے ذریعہ مطلع فرمایا۔

ارشاد ہوتا ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے آنحضرت ؐ سے قرآن مجید سنا تو کہا کہ یہ تو ایک عجیب کتاب ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ رشد و ہدایت کا خزانہ ہے۔ لہذا ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے اور اس کے لئے بیوی اور بیٹا بھی نہیں مانتے۔

(٢) بیشک ہم میں کچھ نادان لوگ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور اس کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جو اس کی شان کے خلاف ہیں۔

ہم اب تک یہ سمجھتے تھے کہ انسان اور جن اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کی جرأت نہیں کریں گے۔ اسی خیال سے ہم لوگوں کی باتیں مانا کرتے تھے لیکن اب قرآن مجید سے معلوم ہوا کہ وہ سب کچھ لغو ہے اور اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اس لئے ہم نے ان سب باتوں کو چھوڑ دیا اور قرآن مجید کی تعلیم کو مانا۔

(٣) اسلام سے پہلے عرب لوگ جنوں کے نام کی نیاز دلاتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ ان کے ذریعہ کاہنوں کو غیب کی خبریں معلوم ہوتی رہتی ہیں۔

اس کے علاوہ یہ کہ جب کسی وادی میں جا کر ٹھہرتے تو یوں کہتے کہ اس وادی کا جو جن سردار ہے ہم اس کی پناہ میں آتے ہیں تاکہ وہ اپنے ماتحت شریر جنوں سے ہمیں محفوظ رکھے۔

ان باتوں کی وجہ سے جن اپنے کو بہت بڑا سمجھنے لگے تھے اور ان کو بہت غرور ہو گیا تھا قرآن مجید نے ان خیالات کو عربوں کے دماغ سے نکالا اور ان کو توحید کا سبق سکھایا۔ (٤) یعنی اب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ؐ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ خبریں معلوم کرنے کے لئے آسمان کی طرف گئے تو دیکھا کہ وہاں فرشتوں کے سخت پہرے لگے ہوئے ہیں اور آگ کے شعلے تیار ہیں۔
ورنہ پہلے سخت انتظام نہ تھا ہم گھات میں بیٹھ کر آسمان کی کچھ خبریں سن آتے تھے۔ مگر اب اتنا سخت پہرہ ہے کہ اگر کوئی جاتا ہے تو آگ کا شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔

رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝١٠ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ
بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے اور یہ کہ ہم میں کچھ نیک ہیں اور کچھ اور طرح کے ہیں
كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ۝١١ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ
اور ہم مختلف طریقوں پر تھے اور ہم نے سمجھ لیا ہے کہ زمین کے کسی حصہ میں (جاکر) اللہ
فِى الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۝١٢ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا
کو ہرا نہیں سکتے اور نہ بھاگ کر ہی اس کو ہرا سکتے ہو (١) اور ہم نے جب یہ ہدایت نامہ
الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ
سن لیا تو اس پر ایمان لے آئے تو جو شخص اپنے پروردگار پر ایمان لائے گا تو اس کو نہ نقصان
بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۝١٣ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا
کا خوف ہوگا اور نہ ظلم کا اور یہ کہ ہم میں بعض مسلمان (ہو گئے) ہیں اور بعض
الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝١٤
نافرمان ہیں جو مسلمان ہوئے وہ سیدھے راستہ پر چلے
وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝١٥ وَّاَنْ
اور جو نافرمان رہے وہ دوزخ کا ایندھن بنے (٢) اور (اے پیغمبر!)
لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۝١٦
یہ (بھی) ان سے کہدو) کہ اگر یہ لوگ سیدھے راستہ پر ہوتے تو ہم ان کو بافراط پانی دیتے
لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ
تاکہ اس سے ان کی آزمائش کریں اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے منہ پھیرے گا وہ اس کو سخت
عَذَابًا صَعَدًا ۝١٧ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ
عذاب میں داخل کرے گا (٣) اور یہ کہ مسجدیں تو اللہ ہی کے لئے ہیں تو تم اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت

(١) یعنی یہ بات تو یقینی ہے کہ آنحضرتؐ رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور آپؐ پر کلام الٰہی نازل ہوتا ہے جو سراسر رشد و ہدایت ہے۔
لیکن یہ معلوم نہیں کہ زمین والے اس پیغام کو قبول کرکے ہدایت حاصل کریں گے یا سرکشی اور نافرمانی کی پاداش میں ہلاک کر دیئے جائیں جیسے گزشتہ قومیں ہلاک کر دی گئیں۔
آج سے پہلے ہم مختلف گروہوں اور فرقوں میں تقسیم تھے۔ کچھ لوگ نیک تھے اور کچھ دوسرے طریقے پر تھے۔
لیکن قرآن مجید کے بعد ایمان اور نیکی کا راستہ واضح ہو گیا ہے۔ اب جو کوئی اس کی ہدایت کو نہ مانے گا تو اس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ سے بچ کر بھاگنے کی کوئی جگہ آسمان و زمین میں نہیں ہے۔
(٢) جب ہم نے آنحضرتؐ کی زبان مبارک سے قرآن مجید سُنا تو اس پر ایمان لے آئے۔ ہمیں یقین ہے کہ جو شخص اپنے پروردگار پر ایمان لائے اور اس کا پیغام قبول کرے تو اس کو نقصان اور ظلم کا کچھ ڈر نہیں۔
بہرحال اب صورت حال یہ ہے کہ ہم میں سے کچھ لوگ تو فرماں بردار ہو گئے ہیں اور کچھ اب بھی نافرمانی پر اڑے ہوئے ہیں۔
یاد رکھو کہ جنھوں نے اسلام قبول کیا وہ سیدھے راستے پر لگ گئے اور جنھوں نے نافرمانی کی وہ دوزخ کا کُندا بنیں گے۔
(٣) لکھا ہے کہ سرکشی کی وجہ سے مکہ والے سخت قحط میں مبتلا ہو گئے تھے۔ ان کی تنبیہ کے لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ سیدھے راستہ پر ہوتے تو ہم ان کے لئے خوب پانی برساتے اور ان کے باغوں اور کھیتوں کو خوب سیراب کرتے۔ اس میں بھی ان کی آزمائش ہوتی کہ نعمتیں پاکر شکر اور فرماں برداری کرتے ہیں یا مغرور ہو کر نافرمانیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور جو شخص اللہ تعالےٰ کی یاد سے مُنہ موڑے تو وہ یاد رکھے کہ اللہ تعالےٰ اس کو سخت عذاب میں ڈالے گا۔

اَحَدًا ۝۱۸ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ

کرو ۔ (۱) اور جب اللہ کے بندے (یعنی محمدؐ) اس کی عبادت کو کھڑے ہوتے ہیں تو کافر ان کے گرد ہجوم

عَلَيْهِ لِبَدًا ۝۱۹ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ

کر لیتے ہیں ۔ (اے پیغمبرؐ) کہدو کہ میں تو اپنے پروردگار ہی کی عبادت کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں

اَحَدًا ۝۲۰ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝۲۱

ٹھہراتا ۔ (۲) (اور یہ بھی) کہدو کہ میں تمہارے حق میں نقصان اور نفع کا کچھ اختیار نہیں رکھتا

قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ڏ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ

(اور یہ بھی) کہدو کہ اللہ (کے عذاب) سے مجھے کوئی پناہ نہیں دے سکتا اور میں اس کے سوا کہیں

دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝۲۲ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ۭ وَ

جائے پناہ نہیں دیکھتا ۔ ہاں اللہ کی طرف سے (احکام) اور اس کے پیغام کا پہنچا دینا ہی میرے ذمے ہے اور

مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو ایسوں کے لئے دوزخ کی آگ ہے ۔ وہ اس میں

فِيْهَآ اَبَدًا ۝۲۳ حَتّٰٓي اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ

ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ۔ (۳) یہاں تک کہ جب یہ لوگ وہ دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ

اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ۝۲۴ قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ

کس کے مددگار کمزور ہیں اور (کس کی) تعداد کم ہے ۔ (۴) (اے پیغمبرؐ) کہدو کہ میں نہیں جانتا کہ

اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ۝۲۵

آیا وہ (دن) قریب ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یا میرے پروردگار نے اس کی مدت دراز کر دی ہے

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰي غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝۲۶ اِلَّا

وہی غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے ۔ اور وہ کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا ۔ ہاں

(۱) مسجدیں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے ہیں ان میں اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرنی چاہیئے۔ لیکن مکہ والوں پر افسوس ہے کہ انھوں نے خانہ کعبہ میں (۳۶۰) بُت بٹھا رکھے ہیں۔

بعض مفسرین نے آیت کا مطلب یوں بیان کیا ہے: کہ سجدے کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ لہٰذا اس کے سوا کسی اور کو سجدہ نہ کرنا چاہیئے۔ جو سر پروردگار عالم کے آگے جھکے وہ کسی دوسرے کے آگے کیسے جھک سکتا ہے؟

ع ۱۹ / ۱۱

(۲) یعنی جب آنحضرتؐ قرآن مجید تلاوت فرماتے ہیں تو کافر بھیڑ لگا کر آپؐ کے پاس کھڑے ہو جاتے ہیں، تعجب، عداوت اور نفرت کی نظر سے آپؐ کو گھور گھور کر دیکھتے ہیں۔

ان کے جواب کے لئے فرمایا کہ ان سے کہدو کہ میں تو اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔ سوچو کہ اس میں کونسی بات ہے جس کی وجہ سے عداوت اور نفرت کی جائے۔

(۳) کامل توحید کا سبق سکھانے کے لئے آنحضرتؐ کو حکم دیا کہ یوں اعلان کر دو کہ ہر بات کا اختیار اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ میں تم کو نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہوں ورنہ نقصان۔ میں تو خود ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہوں۔ فرض کرو اگر مجھ سے کوئی قصور ہو جائے تو کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں مجھ کو پناہ دے گا۔ میں تو یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے۔

میں اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا جو پیغام میرے پاس آتا ہے اس کو لوگوں تک پہنچا دوں اور اس میں مجھ سے کوئی کوتاہی نہ ہو۔ تمہارا فرض یہ ہے کہ میری بات مانو کیونکہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ پڑا رہے گا۔

(۴) سرداران قریش کو اپنے مال اور جتھے پر بڑا گھمنڈ تھا اور غریب مسلمانوں کو حقیر اور بے یار و مددگار سمجھتے تھے۔

ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ آج یہ بدبخت سمجھانے سے سمجھتے نہیں۔ لیکن جب ان پر وہ عذاب آجائے گا جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو اس وقت ان کی عقل ٹھیک ہوگی اور معلوم ہوگا کہ حقیقت میں کون کمزور اور بے یار و مددگار ہے۔

مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ

اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو مطلع کردیتا ہے پس اس کے آگے اور

يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿٢٧﴾ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ

پیچھے محافظ فرشتے مقرر کردیتا ہے تاکہ وہ جان لے کہ انھوں نے اپنے

اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى

پروردگار کے پیغام بحفاظت پہنچا دیئے ہیں اور اس نے ان کے سارے حالات کا احاطہ کر رکھا ہے

كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿٢٨﴾ ع

اور ساری چیزوں کو گن رکھا ہے (١)

(٧٣) سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ

آیاتها ٢٠ — رکوعاتها ٢

سورہ مزمل مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿١﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٢﴾ نِّصْفَهٗٓ

اے (محمدؐ!) چادر اوڑھنے والے! رات کو (نماز میں) کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات یعنی آدھی رات

اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ﴿٣﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ

(کہ اس میں آرام کرو) یا نصف سے کسی قدر کم کردو یا اس سے کچھ بڑھا دو (٢) اور قرآن کو

الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ﴿٤﴾ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿٥﴾

خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو (٣) بلاشبہ ہم تم پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے (۴)

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ﴿٦﴾

بیشک رات کا اٹھنا نفس کو سخت پامال کرتا ہے اور اس وقت بات خوب ٹھیک نکلتی ہے (٥)

منزل ٧

(١) قیامت کا مذاق اڑانے کے لئے کافر پوچھتے تھے کہ وہ کب آئے گی؛ وہ نزدیک ہے یا دور؟ — ان کے جواب کے لئے آنحضرتؐ کو حکم دیا کہ ان بدبختوں سے کہہ دو کہ قیامت کا ٹھیک ٹھیک وقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ کیونکہ وہی غیب کا جاننے والا ہے۔ وہ غیب پر سب کو مطلع نہیں کرتا۔ ہاں اپنے کسی برگزیدہ رسول کو جس قدر چاہتا ہے وحی بھیج کر مطلع فرما دیتا ہے اور محافظ فرشتوں کے ذریعہ اس کی حفاظت فرماتا ہے تاکہ یہ بات واضح ہوجائے کہ وحی الٰہی حفاظت کے ساتھ رسولؐ تک پہنچی اور رسولؐ نے لوگوں کو پہنچا دی۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ان محافظ فرشتوں کے حالات سے پوری طرح واقف ہے اور اس کے علم میں ہر چیز کی گنتی ہے۔ اس لئے اس بات کا اطمینان ہے کہ وحی الٰہی ہر طرح محفوظ ہے۔ نہ فرشتوں نے اس میں کمی بیشی کی ہے اور نہ شیطان نے اس میں کچھ ملایا ہے۔

ع ٩/١٢

(٢) جب آنحضرتؐ پر وحی نازل ہوئی اور آپؐ رسالت کی بھاری ذمہ داریوں سے واقف ہوئے تو آپ کچھ گھبرا گئے اور گھبرا کر حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ مجھے کپڑا اڑھا دو۔ چنانچہ حضرت خدیجہؓ نے کپڑا اڑھا دیا۔

رُوح المعانی میں ہے کہ جب قریش آنحضرتؐ کو مجنون، شاعر اور ساحر کے مکروہ ناموں سے پکارنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ازراہِ شفقت 'مزمل' اور 'مدثر' کے پیارے القاب سے یاد فرمایا۔ جیسے ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو جو مٹی پر لیٹے ہوئے تھے تو 'ابو تراب' کہہ کر پکارا۔

تفسیر احمدی میں ہے کہ اس آیت میں تہجد کی نماز کا حکم ہے جو ابتدائی زمانے میں سب پر فرض تھی۔ البتہ وقت کی مقدار میں آزادی تھی۔ آدھی رات، یا ایک تہائی رات یا دو تہائی رات۔ اس کے بعد فرضیت منسوخ ہوگئی۔ لیکن اس کی فضیلت بہت ہے۔

(٣) اس آیت میں حکم ہے کہ قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھے یعنی حرفوں کے مخارج اور صفات کا لحاظ رکھ کر اور ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف پڑھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تجوید سیکھنا ضروری ہے۔

(۴) اس سے قرآن مجید اور تبلیغ کے کام کی طرف اشارہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب آنحضرتؐ پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ سختی اور تکلیف محسوس فرماتے تھے۔ سخت سردی کے موسم میں بھی آپؐ پسینے پسینے ہوجاتے تھے۔ کبھی آپؐ اونٹنی پر سوار ہوتے اور اس وقت وحی نازل ہوتی تو اونٹنی بھی گردن ڈال دیتی تھی — اس کے علاوہ قرآن مجید کو دوسروں تک پہنچانا اور اس کی تبلیغ کرنا بھی سخت دشوار کام ہے۔ سیرت پاک کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغ کے کام میں آنحضرتؐ کو کتنی دشواریاں پیش آئی تھیں — ان امور کے پیش نظر تہجد کی نماز اور پچھلی رات کی عبادت کا حکم دیا تاکہ اس سے نفس کی تربیت ہو اور نفس و روح میں قوت پیدا ہو جس کی بدولت تبلیغ کے کام کی دشواریاں اور سختیاں برداشت ہوسکیں — (٥) میٹھی نیند سے اٹھنا کچھ آسان کام نہیں۔ بڑی ریاضت اور سخت نفس کشی کا

اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝۷ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ
بلاشبہ دن میں تم کو بہت کام رہتا ہے ۔ اور تم اپنے پروردگار کا نام یاد کرتے رہو
وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝۸ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ
اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اسی کی طرف متوجہ رہو (۱) وہی مشرق اور مغرب کا مالک ہے اس کے سوا
اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝۹ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ
کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بناؤ اور جو (دل آزار) باتیں یہ لوگ کہتے ہیں
وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝۱۰ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي
ان پر صبر کرو اور اچھے طریقے سے ان سے کنارہ کش رہو (۲) اور مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو جو دولتمند
النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝۱۱ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۝۱۲
ہیں چھوڑ دو اور ان کو تھوڑی سی مہلت دو بیشک ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے
وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ۝۱۳ يَوْمَ تَرْجُفُ
اور ایسا کھانا ہے جو گلے میں پھنس جائے گا اور دردناک عذاب ہے جس روز زمین اور
الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ۝۱۴
پہاڑ لرزنے لگیں گے اور پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے ریت کے بھر بھرے ٹیلے (۳)
اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ
(اے اہل مکہ) بیشک ہم نے تمہارے پاس ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر قیامت کے روز گواہ ہوں گے جس طرح
اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝۱۵ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ
ہم نے فرعون کے پاس ایک رسول کو بھیجا تھا تو فرعون نے اس رسول کا کہنا نہ مانا
فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ۝۱۶ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ
تو ہم نے اس کو بڑے وبال میں پکڑ لیا (۴) تو اگر تم بھی ہمارے رسول کو نہ مانو گے

(بقیہ تفسیر صفحہ ۱۰۳۶) کام ہے۔ اس سے نفس خوب پامال ہوتا ہے اور روندا جاتا ہے۔

پچھلی رات میں دنیا پر خاموشی طاری ہوتی ہے اور نیز حدیث شریف کے بیان کے مطابق آسمان دنیا میں حق تعالیٰ کی تجلی خاص ہوتی ہے۔ اس لئے آدمی کو بڑا روحانی سکون حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت جو بات نکلتی ہے دل سے نکلتی ہے اور ظاہر ہے کہ جو بات دل سے نکلتی وہ اثر بھی خوب کرتی ہے۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) آپ کا سارا دن تبلیغ کے کام میں صرف ہوتا تھا، اگرچہ وہ بھی عبادت ہے لیکن پھر بھی دن میں اتنا سکون اور اطمینان نہیں ہو سکتا جتنا رات میں ہوتا ہے۔ اس لئے خاص طور پر رات میں نماز اور عبادت کا حکم دیا۔

نیز فرمایا کہ دن میں بھی زبان اور دل سے ذکر الٰہی جاری رکھو اور اسی کی طرف متوجہ رہو یعنی سب تعلقات پر اسی کا تعلق غالب رکھو اور سب کام کاج کرتے ہوئے بھی اسی کی طرف متوجہ رہو۔

(۲) اللہ تعالیٰ ہی سارے جہان کا پروردگار ہے اور اس کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں اس لئے اسی پر بھروسہ رکھو اور اسی کو کارساز بناؤ۔ اور کافر جو گستاخیاں کرتے ہیں ان پر صبر کرو اور ان بدبختوں سے تعلقات توڑ لو لیکن ان کی خیر خواہی نصیحت اور ہدایت کا ضرور خیال رکھو

(۳) یعنی یہ بدبخت دولت اور اقتدار کے گھمنڈ میں پیغام حق کو جھٹلا رہے ہیں۔ ان کو کچھ دن مہلت دو۔ پھر ہم خود ان سے نبٹ لیں گے۔ ہم نے ان بدبختوں کے لئے دوزخ کی آگ، بیڑیاں اور ایسا کھانا جو گلے میں پھنس کر رہ جائے اور کئی طرح کا دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ان بدبختوں کو یہ عذاب قیامت کے دن ہوگا اور وہ دن ایسا ہولناک ہوگا کہ اس میں زمین اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں گے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ریت کے ٹیلوں کی طرح نرم ہو جائیں گے۔

(۴) لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یاد رکھو کہ قیامت کے دن یہ رسول گواہی دیں گے کہ کس نے پیغام حق قبول کیا اور کس نے اس کا انکار کیا اور انہی کی گواہی پر فیصلہ ہوگا۔

یاد رکھو کہ جس طرح حضرت موسیٰؑ کو کتاب اور شریعت دے کر فرعون کے پاس بھیجا تھا اسی طرح ایک عظیم الشان کتاب یعنی قرآن مجید اور مستقل شریعت دے کر ہم نے آنحضرتؐ کو تمہاری طرف بھیجا ہے۔

اگر تم نے اس نعمت عظمیٰ کی قدر نہ کی تو پھر یاد رکھو کہ جو حشر فرعون اور اس کی قوم کا ہوا تھا وہی تمہارا بھی ہوگا۔

يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ۝١٧ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ

تو اس دن سے کیونکر بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور جس سے آسمان پھٹ

بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ۝١٨ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ

جائے گا یہ اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا بلاشبہ یہ قرآن تو نصیحت ہے تو جس کا جی

شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝١٩ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ ع ۱۹/۱۳

چاہے اپنے پروردگار تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرلے (۱) بلاشبہ تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے

تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَ

کہ تم اور تمہارے ساتھ کے لوگ کبھی دو تہائی رات کے قریب اور آدھی رات اور کبھی تہائی

طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَ

رات (نماز میں) کھڑے ہوتے ہو اور رات اور دن کا پورا اندازہ اللہ ہی

النَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا

کر سکتا ہے اللہ کو معلوم ہے کہ تم اس بات کو نبھا نہ سکو گے تو اس نے تمہارے حال پر عنایت کی تو جتنا قرآن

مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ

آسانی سے پڑھا جا سکے اتنا پڑھ لیا کرو (۲) اس نے جانا کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوں گے

وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ

اور بعض اللہ کے فضل (یعنی معاش) کی تلاش میں ملک میں سفر

اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا

کریں گے اور بعض اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے تو جتنا آسانی سے

مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

قرآن پڑھا جا سکے اتنا پڑھ لیا کرو اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو

(۱) کفر اور سرکشی کی صورت میں تم قیامت کے دن کس طرح بے خوف ہو سکتے ہو جس کی شدت اور طوالت سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور آسمان پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔

یاد رکھو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو ضرور پورا ہو کر رہے گا۔

یاد رکھو کہ قرآن مجید کے ذریعے نصیحت کردی گئی ہے۔ اب جس کا جی چاہے نصیحت قبول کر کے اپنے پروردگار تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرے اور جس کا جی چاہے کفر کر کے اپنے کو تباہ و برباد کرلے۔

(۲) لکھا ہے کہ جب تہجد کی نماز فرض ہوئی تو آنحضرتؐ اور صحابہؓ بڑے ذوق و شوق سے اس کو ادا کرنے لگے لیکن چونکہ اس وقت گھڑی ایجاد نہیں ہوئی تھی اس لئے بعض صحابہؓ رات رات بھر نماز پڑھتے رہتے تھے جس سے ان کے پاؤں سوجھ جاتے اس آیت میں آنحضرتؐ اور حضرات صحابہؓ کے اس عمل کی تعریف فرمائی پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کی مقدار ایک اندازے سے مقرر کی ہے لیکن تمہیں وقت کا اندازہ نہ ہونے سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تم پر بڑی مہربانی فرمائی اور فرمایا کہ تم اس کو ہمیشہ پوری طرح نبھا نہ سکو گے اس لئے اب جس کو اٹھنے کی توفیق ہو وہ جتنی نماز اور اس میں جتنا قرآن چاہے پڑھ لے۔ اب اس اُمت کے حق میں نماز تہجد نہ فرض ہے نہ وقت کی یا مقدار تلاوت کی کوئی قید ہے۔

وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ

اور اللہ کو اچھی طرح (یعنی اخلاص سے) قرض دو اور جو نیک عمل تم اپنے لئے آگے

مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ

بھیجو گے اس کو اللہ کے ہاں پہنچکر اس سے اچھا اور ثواب میں بڑا پاؤ گے

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٠﴾ ع ۲/۱۴

اور اللہ سے بخشش مانگتے رہو بلاشبہ اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے (۱)

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ (۷۴)

ایاتہا ۵۶ — رکوعاتہا ۲

سورۂ مدثر مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿١﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ﴿٢﴾ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴿٣﴾

اے (محمدؐ) کپڑا اوڑھنے والے اٹھو اور (لوگوں کو عذاب سے) ڈراؤ اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کرو

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿٤﴾ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴿٥﴾ وَلَا تَمْنُنْ

اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو اور ناپاکی سے دور رہو اور اس نیت سے احسان نہ کرو

تَسْتَكْثِرُ ﴿٦﴾ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ﴿٧﴾ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ﴿٨﴾

کہ اس سے زیادہ کے طالب ہو اور اپنے پروردگار کے لئے صبر کرو (۲) پھر جب صور پھونکا جائے گا

فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ﴿٩﴾ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ

تو وہ دن مشکل کا دن ہوگا (یعنی) کافروں پر آسان

يَسِيْرٍ ﴿١٠﴾ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ﴿١١﴾ وَّجَعَلْتُ

نہ ہوگا (۳) ہمیں اور اس شخص کو چھوڑ دو جس کو میں نے اکیلا پیدا کیا اور اس کو

---

(۱) اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں بیمار بھی ہوں گے اور کچھ لوگ تلاش معاش کے لئے دُور دُور کا سفر کریں گے اور تم میں مجاہدین بھی ہوں گے جو اللہ کی راہ میں لڑیں گے۔ چونکہ ان حالات میں تہجد کی نماز کی پابندی دشوار ہوگی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں تخفیف فرمادی اور تہجد کی نماز کو فرض نہ رکھا۔ البتہ فرض نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ ادا کیا کرو اور اچھی نیت کے ساتھ نیک کام کرتے رہو اور ہو سکے تو حاجت مند لوگوں کو قرض حسنہ دو۔

یاد رکھو کہ جو نیک اعمال تم پہلے سے اللہ تعالیٰ کے پاس بھیجو گے وہ اس کے پاس محفوظ رہیں گے اور جب وہاں پہنچو گے تو بہتر حالت میں اور بڑے ثواب کے ساتھ تم کو ملیں گے۔

اور نیک اعمال کے بجالانے میں انتہائی کوشش کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے اپنی خطاؤں کی بخشش مانگا کرو۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

واضح ہو کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ لوگو: اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی بخشش مانگا کرو۔ میں بھی دن رات میں ستر مرتبہ استغفار پڑھتا ہوں۔

(۲) 'اَلْمُدَّثِّرُ' کے بھی وہی معنی ہیں جو 'اَلْمُزَّمِّلُ' کے ہیں۔ اس سورت کی ابتدائی آیتیں آغاز رسالت کے زمانے میں نازل ہوئی تھیں اور باقی حصہ بہت دن بعد نازل ہوا۔

لکھا ہے کہ سب سے پہلے سورۂ اِقْرَاْ کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں۔ پھر کسی حکمت کی وجہ سے چند روز وحی بند رہی جس سے آنحضرتؐ بہت فکر مند ہوئے۔

پھر ایک روز آپ بستی سے باہر ایک کھلے میدان سے گزر رہے تھے کہ اچانک آپؐ نے ایک آواز سُنی۔ ذرا نظر اٹھا کر اوپر کو دیکھا تو حضرت جبرئیلؑ اپنی اصلی شکل میں کرسی پر بیٹھے نظر آئے۔ اس سے پہلے آپؐ نے حضرت جبرئیلؑ کو اصلی شکل میں نہیں دیکھا تھا۔ اس عجیب و غریب منظر سے آپؐ کچھ گھبرائے اور گھر آکر کپڑا اوڑھ کر لیٹ گئے۔

اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ آپ کو ہمت دلائی اور تبلیغ کی ذمہ داری کی طرف متوجہ کیا۔

ارشاد ہوا کہ اٹھو، پیغام حق لوگوں کو پہنچاؤ اور کفر و انکار کے بُرے انجام سے ڈراؤ۔

اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کرو اور اسی کے نام کو بلند کرو۔ کیونکہ یہی دین کا اصلی کام ہے۔ اور بتوں کی گندگی سے دُور رہو جیسے اب تک دور رہے اور اپنے کپڑوں اور بدن کو ظاہری نجاست سے بھی پاک رکھو۔ کیونکہ پروردگار کی بڑائی بیان کرنے والوں کو ظاہری اور باطنی ہر طرح کی نجاست سے پاک رہنا چاہیئے۔ لوگوں پر اس نیت سے احسان مت کرو کہ پھر اس سے زیادہ ان سے وصول کرو گے۔ تبلیغ کے بدلے میں لوگوں سے کسی چیز کی تمنا مت کرو۔ اور تبلیغ کے راستے میں جو مصیبتیں پہنچیں، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرکے اور اس کی خوشنودی کے لئے ان کو برداشت کرو۔ (۳) یعنی پیغام حق لوگوں کو پہنچا دو اور یہ بھی سُنا دو کہ جو ایمان نہ لائے گا اس کو قیامت کے دن بڑی مصیبت کا

لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ⑫ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ⑬ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ
بہت سا مال دیا اور (ہر وقت اس کے پاس) حاضر ہونے والے بیٹے (دیئے) اور ہر طرح کا سامان اس کے
تَمْهِيْدًا ⑭ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ⑮ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ
لئے مہیا کر دیا پھر بھی خواہش کرتا ہے کہ میں اس کو اور زیادہ دوں ہرگز نہیں۔ یہ ہماری
كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ⑯ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ⑰ اِنَّهٗ
آیتوں کا دشمن رہا ہے عنقریب میں اسے سخت چڑھائی پر چڑھاؤں گا (۱) اس نے
فَكَّرَ وَقَدَّرَ ⑱ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ⑲ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ
غور (وفکر) کیا اور ایک تجویز کی وہ ہلاک ہو کہ اس نے کیسی تجویز کی پھر وہ ہلاک ہو کہ اس نے کیسی
قَدَّرَ ⑳ ثُمَّ نَظَرَ ㉑ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ㉒ ثُمَّ اَدْبَرَ وَ
تجویز کی پھر اس نے دیکھا پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنایا پھر پیٹھ پھیر کر چلا گیا اور
اسْتَكْبَرَ ㉓ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ㉔ اِنْ
تکبر کیا پھر کہنے لگا کہ یہ تو جادو ہے جو اوروں سے منقول ہے یہ
هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ㉕ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ㉖ وَمَآ
(اللہ کا کلام نہیں بلکہ) آدمی کا کلام ہے (۲) میں عنقریب اسے دوزخ میں داخل کروں گا اور تم کیا سمجھے
اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ㉗ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ㉘ لَوَّاحَةٌ
خبر بھی ہے کہ دوزخ کیا چیز ہے وہ آگ ہے کہ نہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی اور بدن کو جھلس کر
لِّلْبَشَرِ ㉙ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ㉚ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ
سیاہ کر دے گی اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں اور ہم نے دوزخ کے نگہبان
النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۪ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا
فرشتے ہی بنائے ہیں اور ان کی گنتی کافروں کی

(بقیہ تفسیر صفحہ ۱۰۳۹) سامنا ہوگا۔ اس دن صور پھونکا جائے گا جس سے ساری کائنات فنا ہو جائے گی۔ پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا اور سب لوگ زندہ ہو کر میدان حشر میں حساب کتاب کے لئے جمع ہوں گے۔ وہ دن کافروں کے لئے بڑا سخت ہوگا اور ان بدبختوں کے لئے سختی میں کسی طرح کمی نہ ہوگی۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) ولید بن مغیرہ قریش کا ایک بڑا مغرور سردار تھا۔ مال و دولت، کثرت اولاد اور سرداری کی شان کے لحاظ سے یکتا مانا جاتا تھا۔

اس کی تنبیہ کے لئے یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ ارشاد ہوا کہ ہم کو اور اس بدبخت کو چھوڑ دو جو ماں کے پیٹ سے اکیلا پیدا ہوا تھا۔ پھر ہم نے اس کو بہت سا مال دیا اور بہت سے بیٹے دیئے جو ہر وقت باپ کے ساتھ رہتے ہیں اور اس کی شان بڑھاتے ہیں اور ہر طرح ساز و سامان عنایت کیا اس پر بھی ہمارا شکر ادا نہیں کرتا اور چاہتا ہے کہ اس کی دولت میں اضافہ ہی ہوتا رہے اور آخرت میں بھی اس کو نعمتیں ملیں۔

ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ وہ بڑا مغرور اور نافرمان ہے۔ اس کو آخرت میں بڑا سخت عذاب ہوگا۔ صعود نام کے پہاڑ پر چڑھایا جائے گا اور گرایا جائے گا۔

(۲) ایک روز ولید بن مغیرہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس کو قرآن مجید پڑھ کر سنایا، اس سے ولید کچھ متاثر ہوا۔ مگر جب ابوجہل کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ بہت گھبرایا اور اس نے سرداران قریش سے کہا کہ اگر ولید مسلمان ہو گیا تو ہماری بڑی خرابی ہوگی۔

غرض جب سرداران قریش جمع ہوئے اور آنحضرتؐ کے بارے میں گفتگو کرنے لگے کسی نے کہا آپؐ شاعر ہیں کسی نے کہا کاہن ہیں۔ ولید نے کہا میں خوب سمجھتا ہوں کہ شعر کیسا ہوتا ہے اور میں نے کاہنوں کی باتیں بھی سنی ہیں۔ محمدؐ جو قرآن پڑھتے ہیں وہ نہ شعر ہے اور نہ کاہن کی بڑ ہے۔

آخر لوگوں نے ولید سے پوچھا کہ تیری کیا رائے ہے۔ سوچ ساچ کر منہ بنا کر اور متکبرانہ انداز میں اس نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن جادو ہے جس سے باپ بیٹے میں، بھائی بھائی میں، درمیاں بیوی میں تفریق ہو جاتی ہے۔ ان آیتوں میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

آزمائش کے لئے مقرر کی (اور) تاکہ اہل کتاب یقین

الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ

کریں اور مومنوں کا ایمان اور زیادہ ہو اور اہل کتاب

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ

اور ایمان والے شک نہ لائیں اور اس لئے کہ جن لوگوں کے

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ

دلوں میں بیماری ہے اور (جو) کافر ہیں وہ کہیں کہ اس مثال کے بیان کرنے سے اللہ کا

بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ

کیا مقصد ہے (۱) اسی طرح اللہ جس کسی کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور

يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا

جس کسی کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں

هُوَ ؕ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۳۱ كَلَّا وَالْقَمَرِ ۳۲

جانتا اور یہ بنی آدم کے لئے نصیحت ہے (۲) بالتحقیق قسم ہے چاند کی

وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۳۳ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ۳۴ اِنَّهَا لَاِحْدَى

اور رات کی جب جانے لگے اور صبح کی جب روشن ہو جائے بلاشبہ دوزخ ایک بہت بڑی

الْكُبَرِ ۳۵ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ۳۶ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ

(آفت) ہے بنی آدم کے لئے موجب خوف ہے (یعنی) اس شخص کے لئے جو تم میں سے آگے

يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ۳۷ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۳۸

بڑھنا چاہے یا پیچھے رہنا چاہے (۳) ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گرو ہے

---

(۱) دوزخ کے انتظام کے لئے جو فرشتے مقرر ہیں ان پر انیس داروغہ یا سردار ہیں اور سب سے بڑے سردار کا نام مالک ہے ۔ سرداران قریش نے اس تعداد کا مذاق اڑایا۔ ابوجہل نے کہا کہ فرشتے تو انیس ہی ہوں گے اور تمہاری تعداد بہت زیادہ ہے۔ کیا تم میں سے دس دس آدمی بھی ایک ایک فرشتے کو کافی نہ ہوں گے ۔ ان بدبختوں کی تنبیہ کے لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ دوزخ کے نگران تو فرشتے ہیں اور بیچارہ انسان فرشتے کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔

باقی انیس کی تعداد میں بہت سی مصلحتیں ہیں جن کو تم نہیں سمجھتے اور اسی وجہ سے یہ تعداد کافروں کی آزمائش کا سبب بن گئی ہے کہ وہ بدبخت اس کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ لیکن اہل کتاب تو اس کا یقین کرتے ہیں، کیونکہ غالباً ان کی کتابوں میں بھی اس تعداد کا ذکر ہے۔ اور جب ایمان والے اس تعداد کا ذکر قرآن مجید میں سنتے ہیں تو اس کو مان لیتے ہیں اور اس سے ان کے ایمان میں اور زیادتی اور قوت ہوتی ہے۔

بہرحال اہل کتاب اور ایمان والے تو قرآن مجید کے اس بیان پر کچھ شک نہیں کرتے۔ لیکن بدبخت منافق اور کافر اس میں شک کرتے ہیں، اس کا مذاق اُڑاتے ہیں اور از راہ انکار پوچھتے ہیں کہ اس سے کیا غرض ہے؟

(۲) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ دیکھو قرآن مجید کے ایک بیان کا انکار کر کے بدبخت لوگ گمراہ ہو گئے اور جن لوگوں نے اس کو مانا وہ سیدھے راستے پر رہے۔ اللہ تعالےٰ جس کو چاہے گمراہ کرے اور جس کو چاہے سیدھے راستے پر رکھے

ع ۲۱ ۱۵

کارکنان دوزخ کے سرداروں کی تعداد جو انیس بیان کی گئی ہے، اس میں کئی حکمتیں ہیں جن کو لوگ نہیں سمجھتے۔ درحقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے لشکر بے شمار ہیں جن کی تعداد اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

کافر فرشتوں کی تعداد کے بارے میں الجھتے ہیں اور اصل مقصد کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ دوزخ کے حالات کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ لوگ نصیحت حاصل کر کے سیدھا راستہ اختیار کریں۔

(۳) دوزخ کے عذاب سے ڈرانے کے لئے بڑھنے گھٹنے والے چاند، تاریک رات اور روشن صبح کی قسم کھائی جو اللہ تعالےٰ کی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں اور جن کے حال پر غور کرنے سے قیامت کا یقین پیدا ہو سکتا ہے ۔ فرمایا کہ دوزخ بڑی آفت ہے اور اس سے سارے بنی آدم کو ڈرنا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ نے لوگوں کو آگاہ کر دیا ہے۔ اب جس کا جی چاہے نیکی اور جنت کی طرف قدم بڑھائے اور جس کا جی چاہے نافرمانی کر کے پیچھے رہ جائے اور دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنائے۔

إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ﴿٣٩﴾ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٤٠﴾ عَنِ
مگر داہنی طرف والے (نیک لوگ) کہ وہ بہشت کے باغوں میں (ہوں گے اور) گنہگاروں سے
الْمُجْرِمِينَ ﴿٤١﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوا لَمْ
پوچھتے ہوں گے کہ تم دوزخ میں کیوں پڑے (۱) وہ کہیں گے کہ ہم
نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿٤٣﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴿٤٤﴾
نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے
وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ﴿٤٥﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ
اور بیہودہ بحث کرنے والوں کے ساتھ ہم بیہودہ فضول بحثیں کیا کرتے تھے اور ہم روز جزا کو (ہمیشہ)
بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٤٦﴾ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ﴿٤٧﴾ فَمَا
جھٹلایا کرتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی تو (اس
تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ﴿٤٨﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ
حال میں) سفارش کرنے والوں کی سفارش ان کو کچھ نفع نہ دے گی (۲) تو ان کو کیا ہوا ہے کہ نصیحت سے
التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿٤٩﴾ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ
روگرداں ہو رہے ہیں گویا وہ وحشی گدھے ہیں جو شیر سے ڈر کر بھاگے
مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ أَنْ
جا رہے ہیں (۳) بلکہ ان میں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ
يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾ كَلَّا ۖ بَلْ لَا يَخَافُونَ
اس کے پاس کھلی ہوئی کتاب آئے ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ یہ لوگ آخرت کے عذاب سے
الْآخِرَةَ ﴿٥٣﴾ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرَهُ ﴿٥٥﴾
نہیں ڈرتے (۴) کچھ شک نہیں کہ یہ نصیحت ہے تو جو چاہے اسے یاد رکھے

(۱) ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گرو ہے، جو جیسا عمل کرے گا ویسا بدلا پائے گا۔ جو لوگ حشر کے میدان میں عرش کی داہنی جانب کھڑے کئے گئے اور جن کے داہنے ہاتھ میں اعمالنامہ دیا گیا، وہ بہشت کے باغوں میں رہیں گے اور دوزخ والوں سے پوچھیں گے کہ تم کس وجہ سے دوزخ میں ڈالے گئے۔

(۲) وہ بدبخت اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے اور کہیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور محتاجوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے، جو لوگ دین کے بارے میں فضول باتیں کرتے تھے ان کے ساتھ ہم بھی بیہودہ بحثوں میں لگے رہتے تھے اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہم کو قیامت کے آنے کا یقین نہیں تھا۔ ہم اسی حال میں تھے کہ موت نے ہم کو آگھیرا پھر ہم نے اپنی آنکھوں سے وہ سب کچھ دیکھ لیا جس کا ہم انکار کرتے تھے۔

اللہ تعالے نے فرمایا کہ قیامت کے دن ان بدبختوں کی کوئی شفاعت نہیں کرے گا اور اگر کرے گا بھی تو مقبول نہیں ہوگی۔

(۳) یعنی کافروں کے حال پر حیرت ہے کہ دوزخ والوں کا حال سننے کے بعد بھی عبرت حاصل نہیں کرتے اور قرآن مجید کی نصیحت سے منہ پھیرتے ہیں اور اس سے ایسے بھاگتے ہیں جیسے وحشی گدھے شیر کی صورت دیکھ کر بھاگتے ہیں۔

(۴) ایک مرتبہ سرداران قریش میں سے کسی مغرور نے کہا کہ محمدؐ! اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو اور چاہتے ہو کہ ہم تمہاری پیروی کریں تو ایسا انتظام کرو کہ ہم میں سے ہر ایک کے پاس خدا کی طرف سے ایک کھلا خط آئے جس میں تمہاری پیروی کرنے کا حکم لکھا ہو۔

اس بیہودہ درخواست کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ ان بدبختوں میں اس کی اہلیت نہیں ہے کہ ان پر وحی بھیجی جائے اور نہ اس کی ضرورت ہے، اگر آدمی کے دل میں آخرت کا اور حساب کتاب کا ڈر ہو تو قرآن مجید نصیحت کے لئے کافی ہے لیکن حیرت تو یہ ہے کہ ان بدبختوں کے دلوں میں آخرت کا اور وہاں کے حساب کتاب کا ڈر ہی نہیں ہے۔

وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ ۚ هُوَ أَهْلُ ٱلتَّقْوَىٰ

اور وہ یاد بھی اسی وقت رکھیں گے کہ جب اللہ چاہے وہی ڈرانے کے لائق

وَأَهْلُ ٱلْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾

اور بخشش کا مالک ہے (١)

سُورَةُ ٱلْقِيَٰمَةِ مَكِّيَّةٌ (٧٥)

سورۂ قیامت مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

لَآ أُقْسِمُ بِيَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ ﴿١﴾ وَلَآ أُقْسِمُ بِٱلنَّفْسِ

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر

ٱللَّوَّامَةِ ﴿٢﴾ أَيَحْسَبُ ٱلْإِنسَٰنُ أَلَّن نَّجْمَعَ عِظَامَهُۥ ﴿٣﴾

ملامت کرے (٢) (کہ سب لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے) کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی (بکھری ہوئی) ہڈیاں جمع نہیں کریں گے

بَلَىٰ قَٰدِرِينَ عَلَىٰٓ أَن نُّسَوِّىَ بَنَانَهُۥ ﴿٤﴾ بَلْ يُرِيدُ

ہم ضرور جمع کریں گے ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پور پور تک کو درست کردیں بلکہ انسان چاہتا ہے کہ

ٱلْإِنسَٰنُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُۥ ﴿٥﴾ يَسْـَٔلُ أَيَّانَ يَوْمُ ٱلْقِيَٰمَةِ ﴿٦﴾

اپنی آئندہ زندگی میں بھی نافرمانی کرتا رہے وہ پوچھتا ہے کہ بھلا قیامت کا دن کب ہوگا (٣)

فَإِذَا بَرِقَ ٱلْبَصَرُ ﴿٧﴾ وَخَسَفَ ٱلْقَمَرُ ﴿٨﴾ وَجُمِعَ ٱلشَّمْسُ

پھر جب آنکھیں چندھیا جائیں گی اور چاند بے نور ہو جائے گا اور سورج اور چاند جمع کردیئے

وَٱلْقَمَرُ ﴿٩﴾ يَقُولُ ٱلْإِنسَٰنُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ ٱلْمَفَرُّ ﴿١٠﴾

جائیں گے اسی دن انسان کہے گا کہ اب کدھر بھاگوں؟

---

(١) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے لوگوں کی ہدایت کے لئے قرآن مجید نازل فرمایا ہے جو سراسر نصیحت ہے۔ اب جس کا جی چاہے اس سے نصیحت حاصل کر کے اپنی زندگی کو درست کرلے۔ قرآن مجید کے سراسر نصیحت ہونے کے باوجود بھی جو بہت سے لوگ گمراہی میں پڑے ہیں تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ ان کے بارے میں مشیت الٰہی کا یہی فیصلہ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کوئی نصیحت حاصل نہیں کرسکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کا چاہنا یا نہ چاہنا بہت سی حکمتوں پر موقوف ہوتا ہے جس کو وہی خوب جانتا ہے۔

بہرحال بندہ ہونے کے لحاظ سے آدمی کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر کر نیک اعمال میں لگا رہے اور کوشش کے باوجود بھی جو خطائیں ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگا کرے کیونکہ وہی اس لائق ہے کہ اس کے عذاب سے خوف کیا جائے اور وہی اس لائق ہے کہ اس سے بخشش مانگی جائے۔

ع ٢ ٢٥ ١٦

(٢) لوگوں کو دوبارہ زندگی کا یقین دلانے کے لئے قیامت اور نفس لوامہ کی قسم کھائی۔ قیامت ایک نہایت اہم دن ہے، اس کا آنا یقینی ہے اور دوبارہ زندگی کا ظہور بھی اسی دن ہوگا۔ اسی طرح 'لوامہ' ہونا نفس کی ایک اچھی صفت ہے۔ کیونکہ نفس لوامہ ہی نصیحت حاصل کرنے کی طرف مائل رہتا ہے۔ غالباً اسی مناسبت کی وجہ سے قیامت اور نفس لوامہ کی قسم کھائی ہے۔

واضح ہو کہ نفس کی تین حالتیں ہیں اور ان کے لحاظ سے اس کے تین نام ہو گئے ہیں۔ نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ۔ جب نفس پر خواہشات کا غلبہ ہو اور وہ برائیوں کی طرف اکساتا رہے تو اس حالت میں اس کا نام 'نفس امارہ' ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ إِنَّ ٱلنَّفْسَ لَأَمَّارَةٌۢ بِٱلسُّوٓءِ۔ اور جب غفلت کا پردہ چاک ہو اور نفس کو اپنی کمزوریوں اور برائیوں کا احساس پیدا ہو اور برائی سے نفرت کر کے نیکی کی طرف مائل ہو تو اس وقت اس کا نام 'نفس لوامہ' ہے۔ یہ نفس کی اچھی حالت ہے۔ اسی سے نفس تیسری حالت کی طرف ترقی کرتا ہے اور وہ نفس مطمئنہ بن جاتا ہے۔ یعنی اس کو خیر سے محبت ہو جاتی ہے اور نیکیاں کرنے میں سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ قیامت کے دن ایسے نفس کو اللہ تعالیٰ خطاب کر کے فرمائے گا۔ يَٰٓأَيَّتُهَا ٱلنَّفْسُ ٱلْمُطْمَئِنَّةُ ٱرْجِعِىٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَٱدْخُلِى فِى عِبَٰدِى وَٱدْخُلِى جَنَّتِى۔ (سورۃ الفجر) —

(٣) آدمی دوبارہ زندگی پر حیرت کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ جب اس کی ہڈیاں فنا ہو کر مٹی میں مل جائیں گی تو ہم ان کو جمع نہ کرسکیں گے — اس بیوقوف کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم تو اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کا پور پور درست کردیں — حقیقت یہ ہے کہ ایسا آدمی سخت غفلت میں پڑا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ آئندہ زندگی میں بھی اسی طرح شرارتیں اور برائیاں کرتا رہے۔ اسی لئے گستاخی کرتا ہے اور قیامت کا مذاق اڑاتے ہوئے پوچھتا ہے کہ آخر قیامت کب آئے گی۔

كَلَّا لَا وَزَرَ ۝۱۱ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨ الْمُسْتَقَرُّ ۝۱۲

(ارشاد ہوگا کہ) کہیں پناہ کی جگہ نہیں (۱) اس روز صرف تمہارے پروردگار ہی کے پاس ٹھکانا ہوگا

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ ۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝۱۳ بَلِ

اس دن انسان کو بتا دیا جائے گا کہ اس نے کیا آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا بلکہ

الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۝۱۴ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝۱۵

انسان آپ اپنا گواہ ہے اگرچہ کتنے ہی حیلے (حوالے) کرتا ہے (۲)

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝۱۶ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ

(اے پیغمبر) وحی کے ختم ہونے سے پہلے اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کرو کہ اس کو جلد یاد کرلو بلاشبہ اس کا جمع کرنا اور پڑھانا

وَقُرْاٰنَهٗ ۝۱۷ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝۱۸ ثُمَّ اِنَّ

ہمارے ذمے ہے تو جب ہم اس کو (فرشتے کی زبانی) پڑھا کریں تو تم (اس کو سنا کرو پھر) اسی طرح پڑھا کرو پھر اس کا بیان

عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝۱۹ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝۲۰ وَتَذَرُوْنَ

کردینا بھی ہمارے ذمے ہے (۳) (لوگو قیامت کے بارے میں جیسا تم سمجھ رہے ہو) ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم دنیا کو چاہتے ہو اور آخرت

الْاٰخِرَةَ ۝۲۱ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝۲۲ اِلٰى رَبِّهَا

کو چھوڑتے ہو اس دن بہت سے چہرے ترو تازہ ہوں گے اور اپنے پروردگار کے

نَاظِرَةٌ ۝۲۳ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ ۢ بَاسِرَةٌ ۝۲۴ تَظُنُّ اَنْ

محو دیدار ہوں گے اور اس دن بہت سے چہرے اداس ہوں گے خیال کریں گے کہ

يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝۲۵ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝۲۶

ان پر مصیبت واقع ہونے والی ہے (۴) دیکھو جب جان گلے تک پہنچ جائے اور لوگ کہیں کہ

وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۝۲۷ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝۲۸ وَ

(اس وقت) کون جھاڑ پھونک کرنے والا ہے اور اس جان بلب نے سمجھا کہ اب سب سے جدائی ہے اور

(۱) جو بدبخت قیامت کا یقین نہیں کرتا اور گستاخی سے پوچھتا ہے کہ قیامت کب آئے گی اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس دن آنکھیں چندھیا جائیں گی، چاند بے نور ہوجائے گا اور سورج اور چاند جمع کردیئے جائیں گے یعنی نظام شمسی درہم برہم ہوجائے گا، اس وقت بدبخت کافر کی غفلت کا پردہ چاک ہوگا، وہ گھبرائے گا اور پوچھے گا کہ اب کدھر بھاگوں؟ اس وقت پردہ غیب سے آواز آئے گی کہ آج تو ہرگز نہیں بھاگ سکتا۔ آج تیرے لئے کہیں پناہ کی جگہ نہیں۔

(۲) حقیقت یہ ہے کہ اس دن پروردگار عالم ہی کے پاس سب کا ٹھکانا ہوگا اور سب کو اسی کے سامنے حاضر ہونا ہوگا۔

اس وقت انسان کے اگلے پچھلے سب کام اس کے آگے رکھ دیئے جائیں گے۔

بلکہ انسان تو خود ہی اپنے اعمال سے واقف ہے وہ خوب سمجھتا ہے کہ اس کے اعمال کیسے ہیں، اگرچہ لوگوں کے سامنے اقرار نہیں کرتا، حیلے حوالے پیش کرتا ہے اور بہانے تراشتا ہے۔

(۳) نزول وحی کے ابتدائی زمانے میں آنحضرتؐ کا یہ طریقہ تھا کہ حضرت جبریلؑ کے ساتھ ساتھ خود بھی جلد جلد پڑھتے جاتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی لفظ ذہن میں نہ رہے اس میں آپؐ کو تکلیف ہوتی تھی۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت فرمائی کہ مشقت اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ وحی نازل ہوتے وقت غور سے سنو اور ہمہ تن اس طرف متوجہ رہو۔ یاد رکھو کہ وحی کو تمہارے قلب میں جمع کرنا اس کی فہم عطا فرمانا اور اس کو تمہاری زبان سے ادا کرانا یہ سب ہمارے ذمے ہے کیونکہ ہم نے تم کو پیغمبر بنایا ہے۔

(۴) یعنی انسان کی طبیعت میں جلد بازی ہے۔ وہ دنیا کو اس لئے پسند کرتا ہے کہ یہاں نتیجہ جلد معلوم ہوجاتا ہے اور آخرت کے نتائج میں چونکہ دیر ہے اس لئے اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

حالانکہ آخرت کا نتیجہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ آخرت میں کچھ چہرے ترو تازہ ہوں گے اور اپنے پروردگار کے دیدار میں محو ہوں گے۔ یہ ان لوگوں کے چہرے ہوں گے جو دنیا میں ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔
اور جو بدبخت کافر رہے ان کے چہرے بے رونق ہوں گے کیونکہ ان کو یقین ہوگا کہ ان پر بڑی مصیبت پڑنے والی ہے جو ان کی کمر توڑ دے گی۔

اَلتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ اِلٰی رَبِّكَ یَوْمَىِٕذِ
پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے اس دن تجھ کو اپنے پروردگار کی طرف

الْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ﴿٣١﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی ﴿٣٢﴾
چلنا ہے (١) تو اس نے نہ تو اللہ کے رسول کی تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا

ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰۤی اَهْلِهٖ یَتَمَطّٰی ﴿٣٣﴾ اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی ﴿٣٤﴾ ثُمَّ اَوْلٰی
پھر اپنے گھر والوں کے پاس اکڑتا ہوا چل دیا خرابی ہے تیرے لئے خرابی پھر خرابی ہے

لَكَ فَاَوْلٰی ﴿٣٥﴾ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًی ﴿٣٦﴾
تیرے لئے خرابی (٢) کیا انسان خیال کرتا ہے کہ وہ یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا

اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی ﴿٣٧﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً
کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا جو رحم میں ڈالی جاتی ہے پھر لوتھڑا ہوا پھر (اللہ نے)

فَخَلَقَ فَسَوّٰی ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَ
اس کو (انسان) بنایا پھر (اس کے اعضاء) درست کئے پھر اس کی دو قسمیں بنائیں (ایک) مرد اور

الْاُنْثٰی ﴿٣٩﴾ اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰی ﴿٤٠﴾
(ایک) عورت کیا اس کو اس بات پر قدرت نہیں کہ مردوں کو زندہ کر دے (٣)

(٧٦) سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَكِّيَّةٌ
رکوعاتہا ٢ — آیاتہا ٣١

سورہ دہر مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ
بیشک انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے جب کہ وہ کوئی

---

(١) یعنی قیامت کو دور نہ سمجھو۔ اس کی پہلی منزل تو موت ہے۔ گویا موت قیامت کا نمونہ ہے۔

جب جان ہنسلی تک آپہنچے اور لوگ ڈاکٹر، طبیب اور جھاڑ پھونک کرنے والے کی تلاش میں دوڑنے لگیں لیکن مریض کو مایوسی ہو جائے اور وہ یقین کرے کہ اب دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آپہنچا، اور جان کنی کی تکلیف سے مریض کی پنڈلی سے پنڈلی لپٹنے لگے۔ بس اس دن پروردگار کی طرف روانگی ہے یعنی اسی دن سے سفر آخرت کی تیاری شروع ہو جاتی ہے۔

ع ١ ١٧

(٢) قیامت کے دن کافر کی بڑی کمبختی ہوگی کیونکہ اس نے نہ خیرات دی اور نہ نماز پڑھی۔ بلکہ پیغام حق کو جھٹلایا اور اس سے منہ موڑ کر چل دیا۔ اتنا ہی نہیں، بلکہ گھر والوں میں جا کر اکڑنے لگا اور اترانے لگا کہ گویا کوئی قابل فخر کام کر کے آیا ہے۔ اس دن اس سے کہا جائے گا کہ بدبخت آج تیری تباہی پر تباہی ہے۔

(٣) کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا اور اس پر ایمان و عمل کی کوئی ذمہ داری نہ ہوگی اور نہ اس سے اس کے اعمال کا حساب کتاب لیا جائے گا۔ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔

ع ٢ ١٨

انسان کی سخت نادانی ہے کہ وہ دوبارہ زندہ ہونے پر تعجب کرتا ہے۔ وہ اپنی حقیقت پر غور کرے کہ منی کا ایک قطرہ عورت کے رحم میں ٹپکا، پھر اس سے خون کا لوتھڑا بنا، پھر کئی مرحلوں سے گزرنے کے بعد تندرست انسان بنا۔ پھر انسان کی دو قسمیں بنائیں مرد اور عورت کہ ہر ایک کے فرائض اور ذمہ داریاں الگ الگ ہیں۔

وہ اللہ تعالےٰ جس نے اپنی قدرت کاملہ سے انسان کو اس طرح پیدا کیا ہے کیا اس بات پر قادر نہیں ہے کہ اس کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے؟ کون عقلمند ہے جو دوبارہ زندگی میں شبہ کر سکتا ہے؟

شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝١ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ

قابلِ ذکر چیز نہ تھا بلاشبہ ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے

اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا ۝٢ اِنَّا هَدَيْنٰهُ

پیدا کیا تاکہ اس کو آزمائیں تو ہم نے اس کو سنتا اور دیکھتا بنایا (١) بلاشبہ ہم نے

السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝٣ اِنَّآ اَعْتَدْنَا

اس کو سیدھا راستہ دکھایا (اب وہ) خواہ شکر گزار ہو یا ناشکرا رہے بلاشبہ ہم نے

لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ۝٤ اِنَّ الْاَبْرَارَ

کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق اور دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے (٢) بلاشبہ نیک لوگ

يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝٥ عَيْنًا يَّشْرَبُ

وہ جام پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی یہ ایک چشمہ ہے جس میں سے

بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝٦ يُوْفُوْنَ

اللہ کے خاص بندے پئیں گے اور جس کو وہ (خاص بندے) جہاں چاہیں گے بہالے جائیں گے (٣) یہ لوگ

بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝٧ وَ

نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی پھیل رہی ہوگی اور

يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا

یہ لوگ محض اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا

وَّاَسِيْرًا ۝٨ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ

کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم تم کو خالص اللہ کے لئے کھلاتے ہیں نہ تم سے عوض کے خواستگار ہیں

جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝٩ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا

اور نہ شکر گزاری کے ہم کو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر ہے

(١) یعنی انسان کو چاہیئے کہ اپنی پیدائش پر غور کرے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اندازہ لگائے۔ ایک وقت ایسا تھا کہ انسان کوئی قابلِ ذکر چیز نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی پیدائش کا انتظام فرمایا۔ مختلف مرحلوں سے گزر کر نطفہ بنا جو مختلف غذاؤں اور اخلاط کا نچوڑ ہے یا مرد اور عورت کا پانی مل کر نطفہ تیار ہوا جس سے مختلف درجے طے کر کے پورا انسان بنا جس میں دیکھنے، سننے اور سوچنے سمجھنے کی قوتیں پوشیدہ ہیں۔

انسان میں یہ قوتیں رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ شریعت کے احکام دے کر اس کی آزمائش کی جائے کہ دیکھیں کون ان قوتوں سے صحیح کام لے کر فرماں برداری کرتا ہے اور کون ان کا غلط استعمال کر کے احکام سے روگردانی کرتا ہے۔

(٢) بہرحال اللہ تعالیٰ نے انسان کو پہلے دیکھنے، سننے اور سوچنے سمجھنے کی توفیق دے کر پھر وحی نازل فرما کر سیدھا راستہ بتا دیا۔ چاہیئے تھا کہ سب انسان عقل سے کام لے کر سیدھے راستے پر چلتے۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ انسانوں کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ شکر گزار رہا اور دوسرے گروہ نے ناشکری کی اور سیدھے راستے سے منہ موڑ لیا۔ ایسے کافروں کے لئے آخرت میں زنجیریں، طوق اور دوزخ کی آگ تیار ہے۔

(٣) جو لوگ دنیا میں شکر گزار اور نیک رہے ہوں گے وہ جنت میں بڑے عیش و آرام سے رہیں گے۔ وہاں وہ ایسی شراب کے جام پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی جس سے شراب کی لذت اور خوشبو دوبالا ہو جائے گی۔

کافور جنت میں ایک چشمہ ہوگا جس کا پانی نہایت صاف ٹھنڈا اور لذیذ ہوگا اور جس سے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے لذت اندوز ہوں گے اور جس سے جدھر چاہیں گے نہریں نکالیں گے۔

درمنثور میں ہے کہ اہلِ جنت کے ہاتھوں میں سونے کی چھڑیاں ہوں گی۔ وہ چھڑیوں سے جس طرف اشارہ کر دیں گے اسی طرف نہریں بہنے لگیں گی۔

عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝١٠ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ
جو نہایت اداس اور بہت سخت ہوگا (۱) تو اللہ ان کو اس دن کی سختی سے بچا لے گا

وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝١١ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا
اور تازگی اور مسرت عطا فرمائے گا اور ان کے صبر کے بدلے ان کو بہشت کے باغ

جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝١٢ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا
اور ریشم کا لباس عطا فرمائے گا ان میں وہ تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے وہاں نہ

يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۝١٣ وَدَانِيَةً
وہ دھوپ کی (تیزی) دیکھیں گے اور نہ سردی کی (شدت) اور درختوں کے

عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ۝١٤ وَ
سائے ان پر جھک جھک پڑیں گے اور ان کے میوے بہت قریب کر دیئے جائیں گے (۲) اور

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ
(خدام) چاندی کے برتن لئے ہوئے ان کے ارد گرد پھریں گے اور شیشے کے

كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ۝١٥ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا
صاف (شفاف) گلاس اور شیشے بھی چاندی کے جو ٹھیک اندازہ کے مطابق

تَقْدِيْرًا ۝١٦ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا
بنائے جائیں گے (۳) اور وہاں انھیں وہ جام پلایا جائے گا جس میں سونٹھ کی

زَنْجَبِيْلًا ۝١٧ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝١٨ وَ
آمیزش ہوگی یہ بہشت میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل ہے (۴) ان

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ
کے پاس لڑکے آتے جاتے ہوں گے جو ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہیں گے جب تم انھیں دیکھو

(۱) شکر گزاروں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جو منت مان لیں اور جو عہد زبان سے کریں اس میں فرق نہیں آنے دیتے اور اس دن کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں مصیبت ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی — پھر رحم دل ایسے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور زبان حال وقال سے یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم کسی دنیوی غرض سے نہیں کھلاتے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے تم کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم تو اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے لوگوں کے چہرے بگڑے ہوئے ہوں گے۔

موضح القرآن میں اس آیت کی شان نزول اس طرح لکھی ہے:۔ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے گھر تشریف لائے دیکھا کہ حضرت حسینؓ بیمار تھے۔ آنحضرتؐ نے ان کے ماں باپ سے فرمایا کہ منت مانو تو اللہ تعالیٰ تمہارے فرزند کو صحت بخشے۔ انھوں نے منت مانی کہ ہم تین روزے اللہ تعالیٰ کی نذر رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حسینؓ کو صحت دی۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور حضرت علیؓ نے روزے رکھے شام کو تھوڑے سے جَو کے آٹے کی روٹی پکائی جو مزدوری سے میسر آئے تھے۔ روزہ کھول کر چاہا کہ نوش فرمائیں کہ اتنے میں ایک فقیر نے آکر پکارا۔ دونوں حضرات نے اپنا اپنا حصہ اس فقیر کو دے دیا اور خود کچھ نہ کھایا۔ پھر دوسرے روز شام کو کھانے کے وقت ایک یتیم نے آکر کھانا مانگا۔ جو کھانا تھا اس کو دے دیا اور بغیر کھانا کھائے تیسرے روز بھی روزہ رکھا۔ تیسرے روز شام کو ایک قیدی چھوٹ آیا اور اس نے کھانا مانگا۔ جو کچھ کھانا تھا اس کو دے دیا اور تیسرے روز بھی دونوں حضرات بھوکے رہے۔ ان کی تعریف میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(۲) یعنی ان حضرات کے ایمان اور اخلاص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا اور ان کے چہروں کو تازگی اور دلوں کو سرور بخشے گا۔ اور انھوں نے دنیا میں جو تکلیفیں اٹھائی تھیں اور احکام الٰہی کی تعمیل میں جو صبر و برداشت سے کام لیا تھا اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ان کو بہشت کے باغ عطا فرمائے گا جہاں وہ ریشمی لباس پہنے تختوں پر تکیہ لگائے آرام سے بیٹھے ہوں گے۔ وہاں کا موسم معتدل ہوگا، نہ کڑاکے کی سردی اور نہ چلچلاتی دھوپ۔ درختوں کی شاخیں ان پر جھکی ہوں گی جن میں میووں کے گچھے اس طرح لٹک رہے ہوں گے کہ اہل جنت نہایت آسانی سے ان کو بیٹھے بیٹھے توڑ سکیں گے — (۳) اہل جنت کے سامنے کھانے پینے کے جو برتن اور گلاس وغیرہ پیش کئے جائیں گے وہ چاندی کے ہوں گے۔ لیکن ایسے صاف شفاف اور چمکدار کہ معلوم ہوگا کہ شیشے کے بنے ہوئے ہیں۔ اور ان میں کھانے پینے کی جو چیزیں بھری جائیں گی وہ ٹھیک ٹھیک اندازے کے موافق ہوں گی نہ کم نہ زیادہ — (۴) ان حضرات کو جنت میں ایسی شراب کے جام بھی پیش کئے جائیں گے جس میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی۔ زنجبیل سونٹھ کو کہتے

حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ
تو خیال کرو کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں اور بہشت میں جہاں آنکھ اٹھاؤ کے تو کثرت سے

نَعِیْمًا وَّمُلْكًا كَبِیْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ
نعمت اور عظیم الشان سلطنت دیکھو گے (۱) ان کے جسموں پر باریک اور موٹے

خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ز وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ج وَسَقٰىهُمْ
ریشمی کپڑے ہوں گے اور انھیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا پروردگار

رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ
ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا (اور ان سے کہا جائے گا کہ) یہ تمھارا صلہ ہے اور

كَانَ سَعْیُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ ع اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ
تمھاری کوشش (اللہ کے ہاں) مقبول ہوئی (۲) (اے پیغمبر!) بلاشبہ ہم نے تم پر یہ قرآن تھوڑا

الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلًا ﴿۲۳﴾ ج فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ
تھوڑا کرکے اتارا ہے تو تم اپنے پروردگار کے حکم کا صبر سے انتظار کرو اور کسی بدعمل

مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ ج وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً
اور ناشکرے کا کہنا نہ مانو (۳) اور صبح و شام اپنے پروردگار کا نام

وَّاَصِیْلًا ﴿۲۵﴾ ج وَمِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ
لیتے رہو اور رات کو بڑی دیر تک اس کے آگے

لَیْلًا طَوِیْلًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَ
سجدے کرو (۴) بیشک یہ لوگ دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور

یَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ یَوْمًا ثَقِیْلًا ﴿۲۷﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ
قیامت کو پس پشت ڈال دیتے ہیں جو بڑا بھاری دن ہے ہم نے ان کو پیدا کیا

(بقیہ تفسیر صفحہ ۱۰۴۷) ہیں جو گرم ہوتی ہے اور جس کے پینے سے بدن میں ایک طرح کی چستی معلوم ہوتی ہے کسی مناسبت سے جنت کے ایک خاص چشمہ کو زنجبیل کا چشمہ فرمایا۔ اس کا نام سلسبیل ہے۔

سلسبیل کے معنی ہیں لطیف اور خوشگوار۔

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) یعنی جنت کی جو نعمتیں اوپر بیان کی گئی ہیں بس انہی پر منحصر نہیں ہے۔ ان کے علاوہ بھی اور سیکڑوں ہزاروں نعمتیں وہاں موجود ہوں گی اسی طرح اس دنیا میں رہ کر جنت کی وسعت کا ٹھیک ٹھیک تصور کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ بس یوں سمجھو کہ ایک بہت وسیع سلطنت ہوگی جو ایک ایک جنتی کو ملے گی۔

(۲) اہل جنت کو جو لباس عطا ہوگا وہ باریک اور موٹے سبز ریشم کا ہوگا یعنی مختلف اوقات میں مختلف قسم کا لباس دیا جائے گا۔

اسی طرح چاندی سونے کے کنگن اور دوسرا زیور بھی عطا ہوگا کہ حسب مرضی استعمال کریں گے۔

ع ۱ ۲۲ ۱۹

اور ان سب نعمتوں سے بڑھ کر یہ نعمت ہوگی کہ ان کا پروردگار ان کو ایسی شراب کا جام پلائے گا جو نہایت پاکیزہ، لطیف اور خوشگوار ہوگی۔

اہل جنت کی عزت افزائی اور خوشنودی کے لئے اس وقت اعلان کیا جائے گا کہ تمھاری کوشش مقبول ہوئی اور بارگاہِ الہٰی سے یہ تمھارے اعمال کا بدلا عطا ہوا ہے۔

(۳) عتبہ اور ولید وغیرہ آنحضرتؐ کو دنیوی چیزوں کا لالچ دے کر تبلیغ سے روکنا چاہتے تھے۔

چنانچہ آپؐ کی تقویت اور تسلی کے لئے فرمایا کہ ہم تم پر تھوڑا تھوڑا کرکے قرآن مجید نازل کرتے ہیں۔ اس کی تلاوت سے روشنی، قوت اور ہدایت حاصل کرو اور لوگوں کو بھی پڑھ کر سناؤ۔

اگر لوگ نہ مانیں تو صبر کرو اور اپنے پروردگار کے حکم کا انتظار کرو اور ایسے شریروں کی باتوں پر کان نہ لگاؤ جو گنہگار اور کافر ہیں۔ وہ بدبخت تم کو بھی راہِ حق سے

پھیرنا چاہتے ہیں ـــــ (۴) یعنی ساری پریشانیوں کا علاج یہ ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگے رہو۔ خاص کر صبح و شام اس کی یاد کیا کرو اور رات میں دیر تک اس کی تسبیح بیان کیا کرو، کیونکہ وہ وقت سکون اور اطمینان کا ہوتا ہے۔

لکھا ہے کہ اس آیت میں پانچوں نمازوں کے اوقات کی طرف اشارہ ہے اور ان کی تاکید ہے۔ اور تہجد کی نماز کی بھی تاکید ہے جس کی بڑی فضیلت ہے۔

وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ
اور ان کے جوڑ بند مضبوط کئے اور اگر ہم چاہیں تو ان کے بدلے ان ہی کی طرح اور لوگوں
تَبْدِيْلًا ﴿۲۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ
کو لے آئیں (۱) بلاشبہ یہ ایک نصیحت ہے تو جو شخص چاہے
اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۲۹﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ
اپنے پروردگار کی طرف راستہ اختیار کرے اور بغیر اللہ کے چاہے تم لوگ
اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۳۰﴾
کوئی بات نہیں چاہ سکتے بلاشبہ اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے
يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ
جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے اور اس نے ظالموں کے لئے
اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۱﴾ ع
دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے (۲)

اٰیاتہا ۵۰ (۷۷) سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ رکوعاتہا ۲

سورۂ مرسلات مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿۲﴾
قسم ہے ان ہواؤں کی جو نرم نرم چلتی ہیں پھر قسم ہے ان ہواؤں کی جو زور سے چلتی ہیں
وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿۳﴾ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿۴﴾
اور قسم ہے ان ہواؤں کی جو بادلوں کو پھیلا دیتی ہیں پھر ان ہواؤں کی جو بادلوں کو پھاڑ کر جدا کر دیتی ہیں

(۱) یعنی جو بدبخت قرآن مجید کی ہدایت کو قبول نہیں کرتے، ان کا حال یہ ہے کہ وہ اس دنیا سے بہت محبت کرتے ہیں، کیونکہ اس کے فائدے جلد سامنے آجاتے ہیں۔ اور دنیا کی محبت کی وجہ سے اس دن سے غافل ہیں جو بہت بھاری اور دشوار ہوگا۔ یہ بدبخت اس دن کے آنے کا یقین ہی نہیں رکھتے۔

ان کو سوچنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ ہی نے ان کو پیدا کیا اور ان کے جوڑ بند کو درست کیا۔ وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ ان کے مرنے کے بعد پھر ان کو زندہ کردے یا یہ کہ ان کو تباہ کرکے ان کی جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے جو ان کی طرح سرکش اور نافرمان نہ ہوں۔

ع ۲ ۹ ۲۰

(۲) یعنی دین کے بارے میں کسی پر جبر نہیں ہے، قرآن مجید کے ذریعے نصیحت کردی گئی ہے۔ اب جس کا جی چاہے اپنے پروردگار کی طرف چلنے کا اور اس تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرلے۔

لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کی مشیت کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی مشیت بندے کی مشیت پر غالب ہے۔ اس لئے کہ وہ علیم و حکیم ہے۔ لہٰذا وہ اپنے علم و حکمت کے موافق جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرکے اس کو ہدایت اور جنت سے سرفراز فرماتا ہے۔

اور جو لوگ سخت ظلم کی راہ اختیار کرتے ہیں ان کے لئے اس کے پاس دردناک عذاب تیار ہے۔

(۱) بعض وقت ہوا نرم نرم چلتی ہے جو خوشگوار اور مفید ہوتی ہے۔ اور کبھی تیز تیز چلتی ہے اور آندھی بن کر بستیوں کو تباہ کر دیتی ہے۔
بارش کے موسم میں ہوا بادلوں کو اٹھا کر فضا میں پھیلا دیتی ہے. پھر پانی برسنے کے بعد ان کو پھاڑ کر ادھر ادھر منتشر کر دیتی ہے۔

فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۙ ۝۵ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۙ ۝۶

پھر ان فرشتوں کی قسم جو وحی لاتے ہیں تاکہ عذر (رفع) کیا جائے یا ڈر سنا دیا جائے

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝۷ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۙ ۝۸

کہ تم سے جو وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا (۱) پس جب ستارے ماند پڑ جائیں گے

وَاِذَا السَّمَاۗءُ فُرِجَتْ ۙ ۝۹ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۙ ۝۱۰

اور جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب پہاڑ اڑے اڑے پھریں گے

وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۭ ۝۱۱ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۭ ۝۱۲

اور جب سب پیغمبر وقت معین پر جمع کیے جائیں گے (۲) کس دن کے واسطے ان امور میں دیر ہو رہی ہے

لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝۱۳ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۭ ۝۱۴

فیصلہ کے دن کے لئے اور تمہیں کیا خبر کہ فیصلہ کا دن کیا ہے

وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۵ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۭ ۝۱۶

اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہے (۳) کیا ہم نے پہلے لوگوں کو ہلاک نہیں کر ڈالا

ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۷ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ

پھر ہم ان پچھلوں کو بھی (عذاب میں) ان پہلوں کے پیچھے بھیجدیتے ہیں ہم گنہگاروں کے ساتھ ایسا ہی

بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۸ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۹ اَلَمْ

کیا کرتے ہیں اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہے (۴) کیا ہم نے

نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّاۗءٍ مَّهِيْنٍ ۙ ۝۲۰ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ

تم کو حقیر پانی سے نہیں پیدا کیا پہلے اس کو ایک محفوظ جگہ میں

مَّكِيْنٍ ۙ ۝۲۱ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۙ ۝۲۲ فَقَدَرْنَا ڰ فَنِعْمَ

رکھا ایک معین وقت تک پھر اندازہ مقرر کیا اور ہم کیا ہی خوب اندازہ

فرشتے وحی لاتے ہیں جس کے ذریعہ کافروں پر حجت پوری ہو جاتی ہے اور ان کو عذر کرنے کا موقع نہیں رہتا، لیکن جن حضرات کے دلوں میں اللہ تعالےٰ کا ڈر ہے وہ وحی الٰہی سے نصیحت قبول کرکے ایمان لاتے ہیں۔

بعض مفسرین نے 'الملقیات' سے بھی ہوائیں مُراد لی ہیں کیونکہ وحی کی آواز لوگوں کے کانوں تک ہوا کے ذریعہ ہی پہنچتی ہے۔

بہرحال مختلف قسم کی ہواؤں کی اور وحی لانے والے فرشتوں کی قسم کھائی جو اللہ تعالےٰ کی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں اور پرزور انداز میں فرمایا کہ قیامت، حساب کتاب اور جزا و سزا کا جو وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے وہ ضرور پورا ہوگا، اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

(۲) یعنی قیامت کے دن ستارے ماند پڑ جائیں گے آسمان پھٹ جائے گا اور اس میں جھروکے سے بن جائیں گے اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ کر ہوا میں اڑے اڑے پھریں گے اور سارے پیغمبر معین وقت پر جمع ہو جائیں گے یعنی اپنی اپنی امت کو ساتھ لے کر حساب کتاب کے لئے پروردگار عالم کے حضور میں پیش ہوں گے۔

(۳) کفار پیغمبروں کا انکار کرتے ہیں اور جب ان کو قیامت اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا جاتا ہے تو اس کا بھی انکار کرتے ہیں اور مذاق اڑاتے ہیں۔

کافروں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ ان کے معاملہ کا آج ہی تصفیہ کر دیا جاتا لیکن کسی حکمت سے اللہ تعالےٰ نے اس کو فیصلہ کے دن یعنی قیامت کے لئے اٹھا رکھا ہے۔ یاد رکھو کہ قیامت کا دن بہت سخت اور ہولناک ہوگا۔ جو بدبخت وحی کو، رسولوں کو، قیامت اور حساب کتاب کو جھٹلاتے ہیں، ان کی بڑی خرابی ہوگی ـــ (۴) کفار کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ تاریخ مطالعہ کرکے معلوم کرو کہ گزشتہ زمانے میں ہم نے کتنے سرکشوں کو ہلاک کر دیا۔ پھر ان کے پیچھے دوسرے سرکشوں کو بھیجتے رہے اور ایک کے بعد دوسری قوم تباہ ہوتی رہی۔ مجرموں اور سرکشوں کے ساتھ ہمارا یہی دستور ہے۔ اس لئے جو بدبخت پیغمبر آخرالزماں کو جھٹلا رہے ہیں وہ بھی عذاب سے نہ بچ سکیں گے اور ان کی بڑی خرابی ہوگی۔

الْقٰدِرُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٤﴾ اَلَمْ

مقرر کرنے والے ہیں اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہے (۱) کیا

نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿٢٥﴾ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿٢٦﴾

ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کی سمیٹنے والی نہیں بنایا

وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً

اور اس پر اونچے اونچے پہاڑ رکھ دیئے اور ہم نے تم کو میٹھا پانی

فُرَاتًا ﴿٢٧﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٨﴾ اِنْطَلِقُوْٓا

پلایا اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہے (۲) تم اس عذاب

اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى

کی طرف چلو جس کو تم جھٹلاتے تھے یعنی اس سایہ کی

ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿٣٠﴾ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ

طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں نہ ٹھنڈا سایہ ہوگا اور نہ گرمی سے

مِنَ اللَّهَبِ ﴿٣١﴾ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾

نجات دے گا وہ ایسے انگارے برسائے گا جیسے بڑے محل

كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٤﴾

گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہے (۳)

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿٣٦﴾

یہ وہ دن ہے کہ لوگ لب تک نہ ہلا سکیں گے اور نہ ان کو اجازت دی جائے گی کہ عذر کر سکیں

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٧﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ

اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہے (۴) یہی فیصلہ کا دن ہے

(۱) یعنی اپنی پیدائش کی حالت پر غور کر کے ہماری قدرت کا اندازہ کرو کہ حقیر پانی کے ایک قطرے سے تمہاری پیدائش کی ابتدا ہوئی۔ اس کو ہم نے ایک مقررہ مدت یعنی نو مہینے تک عورت کے رحم میں محفوظ رکھا اور ایک اندازہ کے مطابق پرورش کر کے تندرست انسان بنایا۔ کیا اس پر غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ہم دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہیں؟ اس پر بھی جو بدبخت دوبارہ زندگی کو جھٹلاتے ہیں' ان کی قیامت کے دن بڑی خرابی ہوگی۔

(۲) اگر تم کو اپنی پیدائش پر غور کرنے کی فرصت نہیں ملتی تو کیا اتنی چوڑی چکلی زمین بھی نظر نہیں آتی۔ کیا ہم نے اس کو زندوں اور مردوں سب کا سمیٹنے والا نہیں بنایا کہ زندہ اس پر بستے ہیں اور مردہ اس میں دفن ہو جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ غور کرو کہ ہم نے زمین پر کیسے اونچے اونچے پہاڑ کھڑے کر دیئے ہیں جس سے طرح طرح کے فائدے ہیں، اور میٹھے پانی کے چشمے بہا دیئے۔

یاد رکھو کہ جو لوگ ہماری ان نعمتوں کا شکر نہیں کرتے اور ہمارے پیغام کو جھٹلاتے ہیں' قیامت کے دن ان کی بڑی خرابی ہوگی۔

(۳) لکھا ہے کہ حشر کے میدان میں جب سب لوگ جمع ہوں گے تو ایماندار حضرات تو عرش الٰہی کے سائے میں کھڑے ہوں گے لیکن بدبخت کافروں کے لئے دوزخ سے ایک دھواں نکلے گا اور پھٹ کر تین شاخوں میں ہو جائے گا اور ہر کافر کو تین طرف سے گھیر لے گا۔ وہ سایہ برائے نام ہوگا کیونکہ اس میں گرمی سے نجات نہیں ملے گی۔ وہ دھواں نہایت گرم ہوگا اور انگارے برسائے گا جیسے بڑے بڑے محل اور زرد اونٹ۔ جو لوگ دنیا میں اس عذاب کو جھٹلایا کرتے تھے' ان بدبختوں کی بڑی خرابی ہوگی۔

(۴) حشر کے میدان میں بعض مقام ایسے ہوں گے کہ کافر بالکل بات نہ کر سکیں گے اور نہ اپنے اعمال کا کچھ عذر پیش کر سکیں گے کیونکہ واقع میں کوئی عذر ہی نہ ہوگا۔ اس لئے ان کو عذر پیش کرنے کی اجازت ہی نہ ہوگی۔ بس اس دن حق کو جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔

جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ
(جس میں) ہم نے تم کو اور اگلے لوگوں کو جمع کیا ہے اگر تمہارے پاس کوئی داؤ ہو تو مجھ پر

فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۰﴾ اِنَّ
آزما دیکھو اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہے (۱) بلاشبہ

الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا
پرہیزگار لوگ سایوں اور چشموں میں ہوں گے اور ان میووں میں جو ان کو

يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ
مرغوب ہوں (ان سے کہا جائے گا) جو نیک عمل تم کرتے رہے ان کے بدلے میں مزے سے

تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾
کھاؤ اور پیو ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا
اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہے (۲) (اے جھٹلانے والو!) تم دنیا میں کسی قدر کھا لو

قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ
اور فائدہ اٹھا لو بلاشبہ تم مجرم ہو اس دن جھٹلانے والوں کی

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا
بڑی خرابی ہے (۳) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (اللہ کے آگے) جھکو تو وہ

يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَبِاَيِّ
نہیں جھکتے اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہے اب اس کے

حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع
بعد یہ کونسی بات پر ایمان لائیں گے (۴)

(۱) جو بدبخت قیامت کو جھٹلاتے تھے اور اس بات کا انکار کرتے تھے کہ اس دن سارے جھگڑوں کا دوٹوک فیصلہ کردیا جائے گا، ان کو رسوا کرنے کے لئے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ فیصلہ کا دن جس کو تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔ کیا آج بھی تم اس کو جھٹلا سکتے ہو؟ دیکھو آج ہم نے تم کو اور تم سے اگلے لوگوں کو ایک جگہ جمع کردیا ہے جس کا تم یقین نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی تدبیر کرکے ہماری گرفت سے نکل سکتے ہو تو اس کو آزما دیکھو۔ یاد رکھو کہ ان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی اور اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔

ع ۱ ۲۱

(۲) جو لوگ دنیا میں ایمان لائے اور پرہیزگار بن کر رہے آخرت میں ان کا بڑا اچھا حال ہوگا۔ وہ چشموں کے کنارے ٹھنڈے سایوں میں رہیں گے اور جو میوے ان کو پسند ہوں گے وہ کھانے کو ملیں گے۔ عزت افزائی کے لئے ان سے کہا جائے گا کہ خوب کھاؤ پیو اور عیش کرو۔ یہ ان نیک اعمال کا بدلا ہے جو تم دنیا میں کرتے رہے تھے۔ دیکھو کہ نیک اعمال کرنے والوں کو ہم ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں۔ لیکن جو بدبخت دینِ حق کو جھٹلاتے رہے اس دن ان کی بڑی خرابی ہوگی۔

(۳) تنبیہ کے لئے کافروں کو خطاب کرکے فرمایا کہ بس دنیا میں تھوڑا سا کھا پی لو۔ آخرت میں تو تم کو کچھ آرام ملنے والا نہیں کیونکہ تم سرکش اور مجرم ہو۔ یاد رکھو کہ اس دن پیغامِ حق کو جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔

(۴) جب ان بدبختوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکو یعنی پیغامِ حق کو قبول کرو، ایمان لاؤ اور احکامِ الٰہی کی فرماں برداری کرو، تو نہیں جھکتے اور تکبر کرتے ہیں۔ یہ کتنا بڑا جرم ہے۔ ایسے سرکشوں کے لئے قیامت کے دن بڑی خرابی ہوگی اور یہ بدبخت اس دن پچھتائیں گے کہ کیوں پیغامِ حق کو قبول نہیں کیا اور احکامِ الٰہی کے آگے گردن نہیں جھکائی اگر اس دن سر جھکاتے تو آج سربلند ہوتے۔

ع ۲ ۱۰ ۲۲

سورت کے ختم پر فرمایا کہ سمجھانے بجھانے کی انتہا ہوگئی۔ قرآن مجید کلامِ الٰہی ہے، فصاحت اور بلاغت اور تاثیر کے لحاظ سے بے نظیر ہے۔ جو بدبخت اس کو نہیں مانتے تو وہ کس کتاب پر ایمان لائیں گے؟ کیا اس سے بہتر بھی کوئی اور کتاب آسمان سے نازل ہوگی؟ مطلب یہ ہے کہ اب ان بدبختوں کے ایمان لانے کی کوئی توقع نہیں رہی۔ یہ تو اسی طرح پیغامِ حق کو جھٹلاتے ہوئے مریں گے اور آخرت میں سخت سزا پائیں گے۔

(۱) یہ سورت مکہ معظمہ میں نازل ہوئی۔ اس میں قیامت کے دن کا ذکر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے دنیا کی زندگی بہت اہم ہے اور اس زندگی میں انسان جو کچھ کرتا ہے اس کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلدُّنیَا مَزرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ یعنی آخرت کی نسبت سے دنیا ایک کھیت کی طرح ہے۔ انسان جیسا یہاں بوئے گا ویسا ہی آخرت میں کاٹے گا۔ پیدا کرنے والے نے انسان کی فطرت کچھ اس طرح بنائی ہے کہ ہر شخص کو اچھے اور برے کی تمیز ہے اور ہر شخص کے دل میں یہ یقین چھپا ہوا ہے کہ اس کا ہر عمل کچھ نہ کچھ اثر اور نتیجہ رکھتا ہے اور یہ کہ اچھے عمل کا نتیجہ اچھا ہوتا ہے اور برے عمل کا نتیجہ برا۔ اسی فطری بات پر ایمان لانے اور اس کے مطابق عمل کرنے کا انسان سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ اور اسی فطری بات کا نام مذہبی زبان میں عمل کا بدلا یا اس کی جزا و سزا ہے۔ انسانی عمل کی جزا و سزا کا عقیدہ مذہب کی جان ہے اور مذہب کی ساری عمارت اسی عقیدہ کی بنیاد پر کھڑی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی اعمال کی جزا و سزا کا تصور سارے مذہبوں میں پایا جاتا ہے۔ البتہ ہر مذہب میں جزا و سزا کی شکل اور نوعیت مختلف ہے۔

اسلام کا عقیدہ ہے کہ ایک دن کائنات کا نظام ٹوٹ جائے گا اور ساری دنیا تلپٹ ہو جائے گی پھر نئے رنگ سے زندگی شروع ہوگی۔ سب لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور حشر کے میدان میں جمع ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ حشر کے میدان میں تجلی فرمائے گا۔ لوگوں کے اعمال کا دفتر کھولا جائے گا۔ دنیا میں لوگوں نے جو کچھ کیا ہے وہ سب ان کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ حساب کتاب ہوگا۔ پھر لوگوں کو ان کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک بدلا دیا جائے گا۔ نیک کام کرنے والوں کو جنت میں رکھا جائے گا جہاں وہ نہایت عیش و آرام سے رہیں گے اور اپنے اپنے درجے کے مطابق حق تعالیٰ کے قرب اور دیدار سے حصہ پائیں گے۔ اس کے برخلاف بد اعمالوں کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جہاں وہ طرح طرح کا عذاب بھگتیں گے اور حق تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہیں گے۔ اسلام کی زبان میں اس دن کا نام یَوْمُ الْقِیٰمَۃ یعنی قیامت کا دن اور یَوْمُ الدِّیْن یعنی بدلے اور جزا و سزا کا دن ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ والوں کو دین اسلام سمجھایا تو آپ نے شروع ہی میں ان کو جزا و سزا کے عقیدہ سے آگاہ فرمایا۔ مکہ والوں نے اس بات پر سخت حیرت کی اور اس بارے میں طرح طرح کی باتیں بنانے لگے۔ کبھی تعجب سے کہتے کہ جسم اور ہڈیوں کے سڑ جانے کے بعد زندگی کیسے ہوگی۔ اور کبھی مذاق اڑانے کی نیت سے پوچھتے کہ وہ دن کب آئے گا؟ وہ دن آ کیوں نہیں جاتا؟ دیر کیوں ہو رہی ہے؟ وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ مکی سورتوں میں قیامت کا ذکر کثرت سے پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس سورت میں بھی اللہ تعالیٰ نے قیامت کے کئی پہلوؤں کو واضح فرمایا ہے جس سے انسان کے دل میں قیامت کا یقین پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ردّ نہ کرے، اپنی اٹکل نہ چلائے اور اللہ تعالیٰ کی بات کو کان دھر کے سنے۔

رکوعاتها ۲ (۷۸) سُوْرَةُ النَّبَا مَكِّيَّةٌ آیاتها ۴۰

سورۂ نبا (۱) مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝۱ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝۲ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ

یہ لوگ کس چیز کی نسبت پوچھتے ہیں؟ کیا اس بڑے واقعہ کی نسبت جس (کے ہونے یا نہ ہونے) میں وہ

مُخْتَلِفُوْنَ ۝۳ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۴ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۵ اَلَمْ نَجْعَلِ

اختلاف کرتے ہیں ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیے عنقریب یہ لوگ جان لیں گے پھر (سنو) ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیے عنقریب یہ لوگ جان لیں گے (۲) (دیکھو) کیا ہم نے

الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝۶ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝۷ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝۸

زمین کو فرش اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا (بیشک بنایا) اور (دیکھو) ہم نے تم کو جوڑے جوڑے پیدا کیا

وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝۹ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝۱۰ وَّجَعَلْنَا

اور ہم نے تمہارے لئے نیند کو آرام کا سبب بنایا اور ہم نے رات کو پردہ بنایا اور ہم نے

النَّهَارَ مَعَاشًا ۝۱۱ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝۱۲ وَّ

دن کو روزی (کمانے کا وقت) بنایا اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے اور

جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝۱۳ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً

ہم نے (آفتاب کو) روشن چراغ بنایا اور ہم نے پانی بھرے بادلوں سے زور کا

ثَجَّاجًا ۝۱۴ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۝۱۵ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝۱۶

مینھ برسایا تاکہ ہم اس کے ذریعہ سے غلہ اور (طرح طرح کی) سبزی اور گھنے باغ (زمین سے) نکالیں (۳)

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۝۱۷ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ

بیشک فیصلہ کا دن مقرر ہے جس دن صور پھونکا جائے گا

منزل ۷

(۲) ان آیتوں میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اصل میں ان لوگوں کی حالت حیرت کے قابل ہے جو قیامت کے بارے میں پوچھ گچھ کرتے اور اس کے ہونے پر تعجب کرتے ہیں۔ قیامت کا واقعہ کائنات کا بہت بڑا واقعہ ہے۔ اتنے بڑے اور یقینی واقعہ کے ہونے پر تعجب کرنا اور اس کے بارے میں طرح طرح کی باتیں بنانا خود حیرت کے قابل ہے۔ قیامت کا دن بالکل یقینی ہے۔ اگر وہ آج اس کو نہیں مانتے تو نہ مانیں لیکن بہت جلد وہ اس کو آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ اس وقت وہ اس کا انکار کس طرح کریں گے؟ ——— (۳) قیامت کا یقین دلوں میں پیدا کرنے کے لئے ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کائنات کی بڑی بڑی چیزوں کا ذکر فرمایا ہے جن میں خود انسان بھی ہے! اور اس طرح لوگوں کو اپنی بے انتہا قدرت کی طرف متوجہ کیا ہے۔

فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ﴿١٨﴾ وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ﴿١٩﴾
اور تم لوگ گروہ گروہ آحاضر ہوگے اور آسمان کھولا جائے گا اور اس میں دروازے ہو جائیں گے
وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ
اور پہاڑ چلائے جائیں گے اور پھر وہ ریت ہو کر رہ جائیں گے بیشک دوزخ گھات میں
مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِلطَّاغِينَ مَآبًا ﴿٢٢﴾ لَابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ﴿٢٣﴾
لگی ہے (اور وہی) سرکشوں کا ٹھکانا ہے جس میں وہ مدتوں پڑے رہیں گے
لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾
وہ وہاں (کسی طرح کی) ٹھنڈک کا مزہ نہیں چکھیں گے۔ گرم پانی اور پیپ کے سوا ان کو کچھ پینے کو نہیں ملے گا (اور یہ ان کے
جَزَاءً وِفَاقًا ﴿٢٦﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَكَذَّبُوا
اعمال کا) پورا پورا بدلا ہے کیوں کہ یہ لوگ (آخرت کے) حساب کی امید نہیں رکھتے تھے اور ہماری آیتوں کو
بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿٢٩﴾
(بڑی بے باکی سے) جھٹلاتے تھے اور ہم نے ہر چیز کو قلمبند کر رکھا ہے
فَذُوقُوا فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ
تو (اس دن ہم ان سے کہیں گے کہ) اب اپنے کئے کا مزہ چکھو اور ہم تمہارے لئے عذاب ہی بڑھاتے جائیں گے (۱) بیشک پرہیزگاروں کے لئے آخرت میں
مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ﴿٣٢﴾ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَ
بڑی کامیابی ہوگی (یعنی رہنے کے لئے) باغ اور (کھانے کے لئے) انگور اور (دل بہلانے کو) نوجوان ہم عمر عورتیں اور
كَأْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ﴿٣٥﴾ جَزَاءً
(پینے کے لئے شراب طہور کے) چھلکتے جام یہ لوگ وہاں نہ تو (کسی طرح کی) بیہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ (اے پیغمبر) یہ تمہارے
مِنْ رَبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ﴿٣٦﴾ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا
انعام ہے جو ان کے اعمال کے بدلے میں تمہارے پروردگار کی طرف سے ان کو ملے گا (۲) وہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ

(۱) یعنی جب حساب و کتاب ختم ہو جائے گا اور ہر بات کا فیصلہ ہو جائے گا تو جو لوگ دنیوی لذتوں پر فریفتہ ہو کر حق تعالیٰ سے باغی ہو گئے تھے اور اس دن کو بھول بیٹھے تھے ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جو ان کی تاک میں لگی ہوگی۔ دوزخ ہی ان کا ٹھکانا ہوگا جہاں وہ برس دو برس نہیں بلکہ مدتوں اور قرنوں پڑے رہیں گے۔ افسوس! دنیا میں تو چند روز مزے اڑائے تھے لیکن اس کے بدلے ہزاروں برس عذاب بھگتنا پڑے گا۔ یاد رکھو دوزخ کا عذاب کوئی معمولی نہیں ہوگا۔ دوزخ میں دوزخیوں کو کسی طرح کی ٹھنڈک میسر نہیں آئے گی۔ نہ بدن کی ٹھنڈک، نہ روح کی ٹھنڈک، نہ دل کی ٹھنڈک، نہ آنکھوں کی ٹھنڈک، یہاں تک کہ ان کو پینے کے لئے ٹھنڈا پانی بھی نہ ملے گا۔ کھولتے پانی اور پیپ کے سوا ان کو کچھ بھی نہ دیا جائے گا۔ یہ سب کچھ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلا ہوگا۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ اس غفلت میں پڑے تھے کہ ان کے اعمال کے بارے میں پوچھ گچھ نہ ہوگی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ہماری نشانیوں کو جھٹلاتے تھے اور گناہوں میں بے باک تھے لیکن واقعہ یوں تھا کہ ہم نے ان کے سارے اعمال کو محفوظ کر رکھا تھا چنانچہ رتی رتی کا حساب لے کر ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور پھر ان سے کہا جائے گا کہ اب تم اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھو۔ دیکھو جس طرح دنیا میں تم سرکشی اور بدی میں دم بدم بڑھتے جاتے تھے اسی طرح اب تمہارے لئے لمحہ بہ لمحہ عذاب زیادہ ہوتا رہے گا۔ (نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ جَہَنَّم)۔

(۲) اوپر کی آیتوں میں نافرمانوں کی سزا کا ذکر تھا۔ اب ان آیتوں میں ایمان والوں اور فرماں برداروں کی جزا کا بیان ہے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈریں اور فرماں برداری کی طرف رغبت کریں۔ فرماتا ہے کہ جو لوگ متقی ہیں اور جنھوں نے اللہ کی مرضی اور اس کے احکام کے مطابق زندگی گزاری ان کی جزا یہ ہوگی کہ وہ نہایت آرام سے باغوں میں رہیں گے، میوے کھائیں گے، نوجوان اور ہم عمر عورتوں سے دل بہلائیں گے، پاکیزہ شراب کے چھلکتے جام پئیں گے۔ لیکن یہ لوگ نہ تو بیہودہ بکواس کریں گے اور نہ جھوٹ بولیں گے۔

ع ۱ ۳۰

یاد رکھو جنت والوں کو یہ نعمتیں جو ملیں گی وہ محض اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اس کے فضل سے ملیں گی۔ واضح ہو کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ انسان کو پوری پوری کوشش کرنی چاہیئے اور نیک عمل کی زندگی گزارنی چاہیئے لیکن اس پر مغرور نہ ہونا چاہیئے اور نہ یہ خیال کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ پر اس کا کچھ حق ثابت ہو گیا ہے کہ وہ لازمی طور پر اس کو جنت میں رکھے اور نعمتیں عطا فرمائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے جائے گا۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ حضور! آپ بھی؟ فرمایا بیشک میں بھی۔ واضح ہو کہ تقوے کے معنی لغت میں بچنے اور پرہیز کرنے کے ہیں اور شریعت میں تقوے کے دو جز ہیں۔ ایک عقیدہ اور دوسرے عمل۔ لہٰذا شریعت میں متقی اس شخص کو کہتے ہیں جو غلط عقیدوں اور برے کاموں کو چھوڑ کر صحیح عقیدوں اور نیک اعمال کو اختیار کرے۔ قرآن مجید اور حدیث شریف میں ان سب باتوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید اور حدیث شریف ایک متقی انسان کے لئے زندگی کا دستور العمل ہے۔

(۱) یعنی اللہ تعالیٰ جو آسمان و زمین اور دوسری ساری چیزوں کا مالک ہے قیامت کے دن حشر کے میدان میں تجلّی فرمائے گا۔ انسان اور فرشتے صف بستہ، ادب، عاجزی اور انکساری سے کھڑے ہوں گے اور اس کے جلال کی ہیبت سے لرز رہے ہوں گے۔ کسی کو زبان ہلانے کی مجال نہ ہوگی۔ اس وقت ہر شخص اپنی فکر میں مبتلا ہوگا اور نفسی نفسی پکارتا ہوگا لیکن انتہائی ہیبت و جلال کے ساتھ ساتھ اس وقت رحمٰن کی رحمانیت کا ظہور بھی ہوگا اور اس دن صرف وہی شخص بات کر سکے گا جس کو وہ رحمٰن اپنے فضل سے بولنے کی اجازت دے۔ اور جس کو بولنے کی اجازت ہوگی وہ نہایت ادب کے ساتھ ٹھیک ٹھیک گفتگو کرے گا اور شفاعت کر سکے گا۔

بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ

ان کے اندر ہے سب کا مالک (اور) بڑا مہربان ہے (قیامت کے دن) لوگ رعب کے مارے اس سے بات تک نہیں کر سکیں گے جس دن جبرئیل (اور دوسرے)

وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ

فرشتے (اس کے حضور میں) صف باندھے کھڑے ہوں گے کسی کو بات کرنے کی اجازت نہ ہوگی مگر وہی شخص بول سکے گا جس کو (خدائے) رحمٰن اجازت دے

وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ

اور وہ بات بھی ٹھیک کہے (۱) یہ دن برحق ہے تو جو کوئی چاہے اپنے پروردگار کے پاس اپنا ٹھکانا

مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚۖ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ

بنالے (لوگو!) ہم نے تم کو اس عذاب سے آگاہ کر دیا ہے جو عنقریب آنے والا ہے اس دن ہر شخص ان اعمال کو جو اس نے آگے بھیجے ہیں

يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِىْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾ ع

دیکھ لے گا اور کافر (حسرت سے) کہے گا کاش میں مٹی ہوتا (۲)

آیاتہا ۴۶ (۷۹) سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ رکوعاتہا ۲

سورہ نازعات مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ

قسم ہے ان فرشتوں کی جو ڈوب کر سختی سے جان نکالتے ہیں اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو آسانی سے جان نکالتے ہیں گویا گرہ کھول دیتے ہیں اور قسم ہے ان فرشتوں

سَبْحًا ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ﴿۵﴾ يَوْمَ

کی جو آسمان و زمین کے درمیان تیرتے پھرتے ہیں پھر ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں پھر دنیا کے کاموں کا انتظام کرتے ہیں (کہ قیامت آنے والی ہے) (۳) جس دن

تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿۶﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿۷﴾ قُلُوْبٌ

زمین میں ایک زلزلہ آئے گا اور اس کے بعد اور زلزلہ آئے گا اس دن لوگوں کے دل

(۲) قیامت برحق ہے اور اس کا آنا یقینی ہے۔ اس دن حق تعالیٰ کی پناہ اور ٹھکانے کے سوا کوئی پناہ اور ٹھکانا نہیں ہوگا۔ تو چاہیئے کہ اپنے پروردگار کے پاس ٹھکانا بنانے کی تیاری کرے۔ ایمان اور پرہیزگاری کا راستہ ایسا راستہ ہے جس پر چلنے سے انسان حق تعالیٰ کے قرب اور جوارِ رحمت میں پہنچ جاتا ہے۔ ایمان والے اس دنیا ہی میں حق تعالیٰ کو اپنا ٹھکانا بنا لیتے ہیں اس طرح کہ وہ اس کی یاد میں محو رہتے ہیں۔

"دل بہ یار دست بہ کار"

ان کے دلوں کو اسی سے تسکین ہوتی ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

لیکن جو شخص اس دن کے لئے تیاری نہیں کرے گا اس کو سخت عذاب بھگتنا پڑے گا۔ اسی لئے اللہ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ تم کو اس دن کے عذاب سے اچھی طرح آگاہ کر دیا ہے اور خوب جتا دیا ہے کہ قیامت کا آنا یقینی ہے اور اس کو بہت قریب سمجھو۔ اس دن وہ سارے اعمال ہر شخص کے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے جو اس نے آگے بھیجے تھے جس شخص نے دنیا میں حق تعالیٰ کے پیغام کو نہیں مانا اور اپنی زندگی کو نہیں سنوارا وہ اپنے اعمال اور عذابِ الٰہی کو دیکھ کر نہایت افسوس کرے گا اور کہے گا کاش میں انسان نہ ہوتا مٹی ہوتا اور اس عذاب میں مبتلا نہ ہوتا۔

ع ۱۰ ۲

(۳) انکار کرنے والوں کے دلوں میں قیامت کا یقین پیدا کرنے کے لئے ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کی قسمیں کھائی ہیں جو کافروں کی جان بڑی سختی سے اور مسلمانوں کی جان بڑی آسانی سے نکالتے ہیں گویا گرہ کھول دیتے ہیں۔ پھر یہ فرشتے روحوں کو لے کر ایسی تیزی اور آسانی سے جاتے ہیں گویا وہ پانی میں تیر رہے ہیں۔ پھر ان روحوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہوتا ہے اس کی تعمیل میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر ان روحوں کے لئے ثواب یا عذاب کا انتظام کرتے ہیں۔

اس بیان میں اس طرف اشارہ ہے کہ جان نکالنے والے فرشتوں کا کام قیامت کے ہونے پر ایک کھلی شہادت ہے اور اگر آدمی ان فرشتوں کے کام پر غور کرے تو اس کے دل میں قیامت کا یقین پیدا ہو سکتا ہے۔

منزل ۷

انسانوں کا مرنا اور فنا ہونا فطرت کا ایک ایسا یقینی عمل ہے جس سے انکار کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ نہ صرف اپنے ہم جنسوں کو بلکہ کائنات کی دوسری بہت سی چیزوں کو بھی انسان اپنے سامنے مٹتا اور فنا ہوتا دیکھتا ہے جب انسانوں کے افراد اور کائنات کی دوسری اشیاء آئے دن مٹتی رہتی ہیں اور اس پر انسان کو تعجب نہیں ہوتا تو انسان کو اس بات پر بھی حیرت نہ ہونی چاہیئے کہ ایک دن ساری کائنات فنا ہو جائے گی جس طرح فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسانوں اور دوسری چیزوں کو فنا کرتے رہتے ہیں اسی طرح ایک جلیل القدر فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک صور پھونکے گا جس سے ساری کائنات تلپٹ ہو جائے گی۔ واضح ہو کہ ان آیتوں کے پڑھنے سے مومن اور کافر کی موت کا نقشہ الگ الگ پیش نظر ہو جاتا ہے۔ کافر کا دل دنیا کی زندگی اور اس کے عیش و آرام میں اٹکا ہوا ہوتا ہے۔ وہ موت کے تصور سے ڈرتا ہے۔ اس زندگی کو چھوڑتے

يَوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۝٨ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝٩ يَقُوْلُوْنَ

دھڑک رہے ہوں گے اور (مارے خوف کے) نظریں نیچی ہوں گی یہ (لوگ) کہتے ہیں

ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝١٠ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝١١

کہ کیا ہم (مرکر) پہلی حالت کی طرف پھر لوٹائے جائیں گے (اور کیا ایسا ہوگا) جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے

قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝١٢ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝١٣

وہ کہتے ہیں کہ اگر ایسا ہوا تو یہ لوٹنا ہمارے لئے بڑا نقصان دہ ہوگا تو (دیاد رکھیں کہ) بیشک وہ (قیامت تو) ایک ڈانٹ (یعنی ہیبتناک آواز) ہوگی

فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝١٤ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝١٥

اور وہ سب کے سب (حشر کے) میدان میں آکر جمع ہو جائیں گے (اے پیغمبر) کیا تمھارے پاس موسیٰ کا واقعہ پہنچا ہے

اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝١٦ اِذْهَبْ اِلٰى

جبکہ ان کے پروردگار نے ان کو طویٰ نام کے پاک میدان میں پکارا (اور حکم دیا کہ) تم فرعون کے پاس

فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝١٧ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰى اَنْ تَزَكّٰى ۝١٨ وَ

جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے اس سے کہو کہ کیا تو چاہتا ہے کہ تو پاک ہو جائے اور میں تجھ کو

اَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۝١٩ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۝٢٠

تیرے پروردگار کا راستہ بتاؤں تاکہ تیرے دل میں اس کا ڈر پیدا ہو غرض موسیٰ نے اس کو بڑی نشانی دکھائی

فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۝٢١ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۝٢٢ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝٢٣

مگر اس نے جھٹلایا اور نہ مانا پھر اپنی جگہ لوٹ گیا اور موسیٰ کے خلاف تدبیریں کرنے لگا چنانچہ اس نے لوگوں کو جمع کیا اور منادی کرائی

فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝٢٤ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ

اور کہا کہ میں تمھارا بڑا پروردگار ہوں تو اللہ نے اس کو دنیا اور آخرت دونوں کے عذاب

وَالْاُوْلٰى ۝٢٥ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝٢٦ ع

میں پکڑ لیا (۱) جو شخص خدا سے ڈرتا ہے اس کے لئے اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے

منزل ۷

(بقیہ تفسیر صفحہ ۱۰۵۵) اس کا دل پھٹتا ہے۔ اس کی روح اس مادی جسم کو چھوڑنا نہیں چاہتی اس لئے موت کے فرشتے اس کی روح کو نہایت سختی سے کھینچ کر نکالتے ہیں۔ اس کے برخلاف مومن آخرت پر یقین رکھتا ہے اور اس کی روح اپنے پروردگار کی مشتاق ہوتی ہے اس لئے وہ ہنستے کھیلتے موت کا استقبال کرتا ہے روح کے جسم سے نکلتے وقت ایسی آسانی ہوتی ہے گویا کہ موت کے فرشتہ نے اس کا بند کھول دیا ہے اور وہ عالم آخرت کی طرف خوشی خوشی پرواز کرنے لگتی ہے۔

وقف لازم

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور آپ کی کسی بات کو نہیں مانتے تھے۔ چنانچہ وہ قیامت کے بھی منکر تھے۔ اسی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ ذکر فرمایا۔ قریش کو یہ نصیحت کرنی مقصود ہے کہ تم محمد کی رسالت پر ایمان نہیں لاتے اور محمد جو قیامت کے عقیدہ کو بار بار پیش کر رہے ہیں تم اس کو بھی نہیں مانتے تو یہ نہایت بے عقلی کی بات ہے۔

دیکھو! موسیٰ اور فرعون کا قصہ تم کو معلوم ہے۔ اس قصہ پر غور کرو۔ محمد کا اور تمھارا معاملہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا موسیٰ اور فرعون کا۔ ہم نے موسیٰ کو فرعون کے پاس بھیجا۔ موسیٰ نے اس کو سمجھایا اور اپنی سچائی کی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔ لیکن فرعون نے سرکشی کی اور خود کو لوگوں سے "پروردگار" کہلایا آخر اس کا حشر کیا ہوا۔ ہم نے اس کو سخت سزا دی موسیٰ کے مقابلہ میں اس کو شکست دی اور آخرت میں اس کو سخت عذاب میں مبتلا کریں گے۔

ٹھیک اسی طرح ہم نے محمد کو پیغمبر بنا کر تمھارے پاس بھیجا ہے وہ تم کو خوب سمجھا رہے ہیں اور اپنی سچائی کی بڑی بڑی نشانیاں دکھا رہے ہیں لیکن تم ہو کہ اپنی بے جا ضد پر اڑے ہوئے ہو۔ یاد رکھو! وہ دن دور نہیں کہ تمھارا بھی ویسا ہی حشر ہوگا جیسا فرعون کا ہوا۔

ع ۱ ۲۶ ۲

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا
(لوگو!) تمہارا پیدا کرنا مشکل ہے یا آسمان کا؟ (اللہ نے) اس کو بنایا (اس طرح سے کہ) اس کی چھت کو اونچا کیا
فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ
اور اسے درست بنایا اور اسی کی رات کو تاریک کیا اور دن کو دھوپ نکالی اور اس کے
بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾
بعد زمین کو پھیلایا اور اس میں سے اس کا پانی اور چارہ نکالا
وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾ فَاِذَا
اور پہاڑوں کو اس پر قائم کیا (یہ سب کچھ) تمہارے لئے اور تمہارے چارپایوں کے فائدے کے لئے (کیا) (۱) تو (یاد رکھو!)
جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ
جب وہ بڑی آفت آئے گی تو انسان نے (دنیا میں) جو کچھ کیا ہوگا اس دن اس کو
مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾
یاد کرے گا اور دوزخ سب دیکھنے والوں کے سامنے کردی جائے گی تو جس نے سرکشی کی
وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ وَ
اور دنیا کی زندگی کو آخرت پر مقدم کیا تو دوزخ اس کا ٹھکانا ہے اور
اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾
جو شخص اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈرتا اور اپنے نفس کو خواہشوں سے روکتا رہا
فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ
تو اس کا ٹھکانا جنت ہے (۲) (اے پیغمبر، یہ لوگ) تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ
مُرْسٰىهَا ﴿۴۲﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰى رَبِّكَ
وہ کب واقع ہوگی؟ تو اس کے بیان کرنے سے تمہارا کیا تعلق ہے؟ اس (کے علم) کی انتہا تمہارے

(۱) قریش اس بات پر تعجب ظاہر کرتے تھے کہ انسان دوبارہ کس طرح زندہ ہوسکے گا۔ ان آیتوں میں ایسے لوگوں کو خود انسان کی پیدائش اور کائنات کی دوسری بڑی بڑی چیزوں کی پیدائش کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ اگر تمہیں دوبارہ زندہ ہونے پر تعجب ہے تو اس عظیم الشان کائنات کو غور سے دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل قدرت سے بلند آسمان بنایا اور وسیع فضا بنائی جس میں ستاروں کے بڑے بڑے نظام پیدا کئے پھر رات کو تاریک اور دن کو روشن بنایا پھر اس نے زمین کو فرش کی طرح بچھایا اور اس پر پہاڑوں کو کھڑا کر دیا۔ پھر پانی برسا کر زمین سے طرح طرح کے پھل پھلاری اور پودے نکالے تاکہ تم خود بھی ان سے لطف اٹھاسکو اور تمہارے جانور بھی اس سے فائدہ اٹھاسکیں۔ کائنات پر غور کرنے سے تم پر یہ بات واضح ہوجائے گی کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اتنی بڑی ہے کہ انسان اس کا کچھ اندازہ نہیں کرسکتا ہے۔

اب ذرا سوچو کہ جب اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی کائنات بنائی تو اس کے لئے انسان جیسی چھوٹی مخلوق کا پہلی مرتبہ پیدا کرنا یا مُردوں کو دوبارہ زندہ کرکے اٹھا کھڑا کردینا کیا مشکل ہے۔

(۲) یعنی آسمان و زمین کا یہ عجیب و غریب کارخانہ ہم نے اپنی قدرت سے بنایا۔ زمین پر تم کو بسایا اور اس سے غلہ اور طرح طرح کے میوے نکال کر تمہاری روزی کا انتظام کیا۔ لیکن یاد رکھو کہ یہ کارخانہ ہمیشہ قائم رہنے والا نہیں جب وہ بڑا حادثہ آموجود ہوگا تو یہ سب کارخانہ تہ و بالا ہوجائے گا۔ پھر ایک نئی زندگی شروع ہوگی۔ اس دن انسان کی آنکھیں کھلیں گی اور وہ یاد کرے گا کہ اس نے اس دنیا کی زندگی میں کیا کیا تھا۔ اس دن جہنم اس طرح سے سامنے لائی جائے گی کہ ہر شخص اس کو دیکھ سکے گا۔ جو لوگ اس دنیا کی زندگی میں اس سے غافل رہ کر دنیا کی لذتوں میں ڈوبے رہتے ہیں وہ لوگ بھی اس دن دوزخ کو کھلم کھلا دیکھ لیں گے۔ وہ دوزخ انہی لوگوں کا ٹھکانا ہوگی جنہوں نے اپنے مالک کے احکام سے سرکشی کی تھی اور دنیا کی زندگی پر فریفتہ ہوکر آخرت کو بالکل بھول گئے تھے۔ لیکن جو لوگ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے، جنہوں نے اپنے نفس کو خواہشات سے روکا اور اپنے ظاہر و باطن کو پاکیزہ رکھا ایسے لوگوں کو جنت میں رکھا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ عیش و آرام سے رہیں گے۔

مُنْتَهٰهَا ﴿٤٤﴾ إِنَّمَآ أَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ﴿٤٥﴾ كَأَنَّهُمْ

پروردگار ہی کی طرف ہے ۔ تم اس شخص کو ڈرانے والے ہو جو اس سے ڈرتا ہے ۔ جس دن یہ اس کو

يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوٓا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحٰهَا ﴿٤٦﴾

دیکھیں گے تو (ان کو ایسا معلوم ہوگا کہ) وہ صرف ایک شام یا ایک صبح (دنیا میں) ٹھہرے تھے (۱)

(۸۰) سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ

آیاتها ۴۲ رکوعها ۱

سورۂ عبس (۲) مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ﴿١﴾ أَنْ جَآءَهُ الْأَعْمٰى ﴿٢﴾ وَمَا يُدْرِيكَ

پیغمبر ترش رو ہوئے اور منہ پھیر بیٹھے ۔ اس بات پر کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا ۔ اور (اے پیغمبر) تم کو کیا خبر

لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ﴿٣﴾ أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ﴿٤﴾ أَمَّا مَنِ

شاید وہ (تمہاری توجہ سے) سنور جاتا ۔ یا کوئی نصیحت کی بات سنتا تو وہ اس کو فائدہ دیتی ۔ لیکن وہ شخص جو (دین سے)

اسْتَغْنٰى ﴿٥﴾ فَأَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ﴿٦﴾ وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا

بے پروائی کرتا ہے ۔ تو تم اس کی طرف توجہ کرتے ہو ۔ حالانکہ اگر وہ نہ سنورے تو تم پر کچھ

يَزَّكّٰى ﴿٧﴾ وَأَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ﴿٨﴾ وَهُوَ يَخْشٰى ﴿٩﴾ فَأَنْتَ

الزام نہیں ۔ اور وہ شخص جو تمہارے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے ۔ اور اللہ سے ڈرتا بھی ہے ۔ تو تم اس سے

عَنْهُ تَلَهّٰى ﴿١٠﴾ كَلَّآ إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿١١﴾ فَمَنْ شَآءَ

بے توجہی برتتے ہو ۔ (۳) دیکھو یہ قرآن تو ایک نصیحت ہے ۔ تو جو شخص چاہے (اسے) یاد رکھے اور

ذَكَرَهٗ ﴿١٢﴾ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿١٣﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿١٤﴾

قبول کرے ۔ (یہ قرآن) قابل تعظیم ورقوں میں (لکھا) ہے ۔ جو بلند مقام پر رکھے ہوئے (اور) پاک ہیں

ع ۲

منزل ۷

(۱) ان آیتوں میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن اصل میں قریش کو سمجھانا مقصود ہے مطلب یہ ہے کہ قیامت کے آنے کا وقت بتانا پیغمبر کا کام نہیں۔ اس کا وقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ پیغمبر کا کام تو یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ کا حکم سنائے اور اس کے عذاب سے ڈرائے۔ جن لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے وہ پیغمبر کی نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن جو لوگ نافرمانیوں میں بے باک ہیں اور جن کے دل اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے ڈر سے خالی ہوگئے ہیں وہ بدبخت پیغمبر سے کٹ حجتی کرتے اور آپ کی باتوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ آج تو یہ بدبخت قیامت کا مذاق اڑاتے ہیں لیکن جب قیامت اچانک آجائے گی تو ان کے ہوش و حواس ٹھکانے نہیں رہیں گے۔ اس وقت ان کو اتنا بھی یاد نہ رہے گا کہ وہ دنیا میں کتنی مدت رہے۔ بدحواسی کے عالم میں جب دنیا کی زندگی اور اس کا عیش و آرام یاد آئے گا تو دنیا کی زندگی ان کو بہت مختصر معلوم ہوگی اور خیال کریں گے کہ شاید وہ دنیا میں صرف اتنی ہی دیر ٹھہرے جتنی ایک صبح یا شام ہوتی ہے۔

(۲) یہ سورۃ بھی مکہ معظمہ میں نازل ہوئی۔ اس سورۃ کی ابتدائی آیتوں کا شان نزول یوں بیان کیا گیا ہے کہ قریش کے چند سردار حاضر خدمت ہیں اور دربار رسالت گرم ہے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اسلام کے بنیادی اصول سمجھا رہے ہیں اور منصب رسالت کے بارے میں ان کے شبہات کو دور فرما رہے ہیں گفتگو اپنے کمال پر ہے۔ آپؐ اس توقع کے ساتھ گفتگو میں مصروف ہیں کہ اگر یہ سرداران قریش بات سمجھ لیں اور ایمان قبول کرلیں تو عامۃ الناس کے قبول ایمان میں کوئی امر مانع نہ ہوگا۔ اتنے میں ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہؓ بن ام مکتوم آتے ہیں۔ آنحضرتؐ کو مخاطب کرکے قرآن مجید کی ایک خاص آیت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپؐ ان کی طرف توجہ نہیں فرماتے۔ وہ دوبارہ سہ بارہ سوال کرتے ہیں۔ یہ مداخلت آپؐ کے قلب مبارک پر گراں گزرتی ہے اور پیشانی مبارک پر شکن پڑجاتی ہے زبان مبارک بدستور مصروف گفتگو رہتی ہے۔ حضرت عبداللہؓ دل شکستہ اور مایوس ہوکر خاموش ہوجاتے ہیں تھوڑی دیر کے بعد گفتگو ختم ہوجاتی ہے۔ اور سرداران قریش چلے جاتے ہیں۔ اتنے میں یہ آیتیں نازل ہوتی ہیں۔

(۳) ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر کو ایک خاص انداز میں توجہ دلائی ہے۔ گویا یوں فرمایا کہ دیکھو سرداران قریش اور عبداللہ بن ام مکتوم میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ سرداران قریش کو اللہ تعالیٰ کا کلام سننے کی پروا ہی نہیں ہے۔ غرور و تکبر کا بھوت ابھی تک ان کے سروں سے نہیں اترا ہے تم ان کو بہت کچھ نصیحت کرچکے تمہارا فرض ادا ہوگیا۔ ان کے برخلاف عبداللہ بن ام مکتوم اسلام سے مشرف ہوچکے ہیں ان کا دل خشیت الٰہی سے لبریز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کو سننے اور سیکھنے کا شوق ان کے سینہ میں موجزن ہے۔ دیکھو تم نے سرداران قریش کے ساتھ اتنا وقت صرف کیا۔ وہ بدبخت اس سے مطلق نہیں ہے۔ اگر تم عبداللہ کی طرف توجہ کرتے اور ان کو اللہ تعالیٰ کا کلام سکھاتے تو وہ اس سے بہت کچھ فائدہ اٹھاتے اور اپنی زندگی کو سنوارتے۔ لہٰذا ایسے مخلص طالبوں کی طرف متوجہ ہونا اور ان کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھنا زیادہ مفید ہے۔ اس واقعہ سے یہ حقیقت بے نقاب ہوتی ہے کہ آنحضرتؐ کی ذاتی غرض کچھ بھی نہ تھی۔ ایک طرف انسانوں سے بے حد محبت اور ان کی خیرخواہی کا پاک جذبہ آپؐ کے قلب مبارک میں موجزن تھا اور دوسری طرف نہایت خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری پیش نظر تھی چنانچہ لکھا ہے کہ اس واقعہ کے بعد جب کبھی عبداللہ بن ام مکتوم آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپؐ نہایت خلوص اور فراخ ظرفی سے ان کو خوش آمدید کہتے اور فرماتے مَرْحَبًا بِمَنْ عَاتَبَنِيْ فِيْهِ رَبِّيْ (اس بھائی کو خوش آمدید کہتا ہوں جس کے بارے میں میرے پروردگار نے مجھ پر عتاب فرمایا) اللہ تعالیٰ کے عبد کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی کہاں سے ایسی بے نفسی لائے جو اس طرح کا مظاہرہ کرسکے۔

بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿١٥﴾ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ﴿١٦﴾ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ

ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں جو بزرگ (اور) نیک ہیں (۱) ہلاک ہو انسان وہ کیسا

اَكْفَرَهٗ ﴿١٧﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿١٨﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ

ناشکرا ہے (وہ دیکھتا نہیں کہ) اللہ نے اس کو کس چیز سے پیدا کیا نطفہ سے پیدا کیا پھر اس (کی ہر چیز)

خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿١٩﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ

کا اندازہ مقرر کیا پھر اس کے لئے راستہ آسان کردیا پھر اس کو موت دی

فَاَقْبَرَهٗ ﴿٢١﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿٢٢﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ

پھر قبر میں پہنچا دیا پھر جب چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کردے گا کچھ شک نہیں کہ اللہ نے انسان کو جو حکم دیا تھا اس نے اس کی

اَمَرَهٗ ﴿٢٣﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ ﴿٢٤﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ

تعمیل نہیں کی (۲) تو انسان کو چاہیئے کہ اپنی غذا پر غور کرے کہ ہم نے خوب پانی

صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا

برسایا پھر ہم نے زمین کو پھاڑا پھر ہم نے اس میں (بہت کچھ) اگایا

حَبًّا ﴿٢٧﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَّحَدَآئِقَ

(یعنی) غلہ اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور گھنے

غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿٣١﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾

باغ اور میوے اور چارہ (یہ سب کچھ ہم نے) تمہارے لئے اور تمہارے چارپایوں کے لئے (اگایا) (۳)

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿٣٣﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ

پھر جس وقت کان پھاڑنے والا قیامت کا شور برپا ہوگا اس دن انسان اپنے

اَخِيْهِ ﴿٣٤﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ

بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے (دور) بھاگے گا اس دن ان میں سے

منزل ۷

(۱) یعنی قرآن مجید کوئی ایسا کلام نہیں ہے جو خواہی نخواہی لوگوں کو سنایا جائے اور زبردستی ان سے منوایا جائے یا یہ کہ اس کے سنانے میں خود اللہ تعالیٰ کا یا اس کے رسول کا کچھ فائدہ ہے بلکہ یہ تو سرتا سر نصیحت اور موعظت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے لوگوں کی ہدایت کے لئے اپنے پاس سے بھیجا ہے اور اللہ کے رسول اس کے حکم کی تعمیل میں اور انسانوں کی خیر خواہی کے جذبہ سے متاثر ہو کر کلام الٰہی لوگوں کو سناتے ہیں۔ ہر شخص کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائے۔ تو اگر سرداران قریش جیسے مغرور لوگ اس کلام سے اعراض کرتے ہیں اور اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو وہی گھاٹے میں رہیں گے۔ شاید یہ بخت اس باطل خیال میں ہوں گے کہ ان کی بے توجہی سے قرآن مجید کا مرتبہ کچھ کم ہو جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور متکلم کی طرح عظمت اور بزرگی کا حامل ہے۔ (کَلَامُ الْمُلُوْكِ مُلُوْكُ الْكَلَامِ) یہ قرآن مجید باعزت، بلند مرتبہ اور پاک صحیفوں میں محفوظ ہے۔ اس کے لکھنے والے معزز اور نیک ہیں۔ آسمانوں میں نورانی فرشتے اس کو لوح محفوظ سے نقل کرتے ہیں اور زمین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند مقدس صحابی آپؐ کے فرمانے کے مطابق اس کو نہایت احتیاط سے لکھ لیتے ہیں۔

(۲) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے قرآن نازل فرمایا اور انسان کے لئے ہدایت اور پرہیزگاری کا راستہ کھول دیا۔ لیکن انسان کیسا ناشکرا ہے کہ وہ اللہ کے رسول کے ساتھ غرور اور تکبر سے پیش آتا ہے اور اس کے کلام کو سننے سے نفرت کرتا ہے۔ انسان اس بات پر غور نہیں کرتا کہ آج جس اللہ کے سامنے وہ اکڑ رہا ہے اور جس کلام سے وہ منہ پھیر رہا ہے وہ کس طرح اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پانی کے ایک حقیر قطرہ سے انسان کی پیدائش کا آغاز کیا اور ماں کے پیٹ میں درجہ بدرجہ اس کو کئی حالتوں سے گزارا۔ اس کا جسم اور اس کے ہاتھ پاؤں ایک تناسب و اندازے سے بنا کر اس کو ایک اچھی صورت عطا فرمائی پھر اس کو اس عالم میں پیدا کیا اور زندگی کی راہیں اس پر آسان کردیں۔ وہی انسان کو مارتا ہے اور قبر میں رکھتا ہے پھر جب چاہے گا اس کو اٹھائے گا۔ سخت حیرت کی بات ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ جس کے قبضۂ قدرت میں انسان کے وجود کا دروازہ ہے اور جو انسان کی زندگی کو سینکڑوں حالتوں سے گزارتا رہتا ہے ایسے قدرت والے کے سامنے انسان گردن اکڑاتا ہے اور اس کا کلام سننے سے اعراض کرتا ہے۔ افسوس ہے کہ انسان اس طرح نہیں سوچتا اور اپنے پروردگار کا جو حق ادا کرنا چاہیے وہ ادا نہیں کرتا۔

(۳) اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ انسان اپنی پیدائش اور زندگی کے تغیرات پر غور کرے۔ اب ان آیتوں میں اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ زندگی اور بقا کے لئے اس نے کس طرح انتظام کیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ انسان اپنی غذا کو دیکھے کہ ہم کس طرح اس کو تیار کرتے ہیں۔ ہم خوب پانی برساتے ہیں۔ پھر زمین کو پھاڑتے ہیں جس سے پودے باہر نکلتے ہیں۔ پھر لہلہاتے کھیت اور گھنے باغ کھڑے ہوتے ہیں۔ کھیتوں میں اناج کے دانے تیار ہوتے ہیں اور باغوں میں طرح طرح کے میوے مثلاً انگور، زیتون، کھجور اور ترکاریاں لگتی ہیں۔ اس کے علاوہ گھاس اور چارہ بھی ہم اگاتے ہیں تاکہ انسان کی خدمت کرنے والے چوپائے بھی اپنا پیٹ بھر سکیں۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کے اس حیرت انگیز انتظام پر غور کرے اور انصاف سے کام لے تو اس کے دل میں احسان مندی، شکرگزاری، ایمان اور تسلیم کا جذبہ ابھرے گا اور وہ انکار اور کفر سے باز رہے گا۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ

ہر ایک کو (اپنی جان کی) ایسی فکر لگی ہوگی کہ وہی اس کے لئے کافی ہوگی اس دن کچھ چہرے

مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَوُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ

چمکتے ہنستے (اور) خوش ہوں گے اور کچھ چہرے اس دن

عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ

ایسے ہوں گے جن پر گرد پڑی ہوگی اور سیاہی چھا رہی ہوگی یہ لوگ وہ ہوں گے (جو دنیا میں)

الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾

کافر (اور) بدکار تھے (۱)

آیاتہا ۲۹ (۸۱) سُوْرَةُ التَّكْوِيرِ مَكِّيَّةٌ رکوعہا ۱

سورۂ تکویر مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿۱﴾ وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ ﴿۲﴾ وَإِذَا الْجِبَالُ

جب آفتاب لپیٹ دیا جائے گا اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے اور جب پہاڑ چلائے

سُيِّرَتْ ﴿۳﴾ وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿۴﴾ وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ﴿۵﴾

جائیں گے اور جب دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں بے کار چھوٹی پھریں گی اور جب وحشی جانور (مارے گھبراہٹ کے) جمع ہو جائیں گے

وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿۶﴾ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ﴿۷﴾ وَإِذَا

اور جب دریا بھڑکا دئے جائیں گے (۲) اور جب ایک قسم کے لوگ اکٹھے کئے جائیں گے اور جب زندہ دفن

الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ﴿۸﴾ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ ﴿۹﴾ وَإِذَا الصُّحُفُ

کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور پر قتل کی گئی اور جب اعمال نامے

(۱) یعنی قیامت کا دن بڑا ہولناک ہوگا۔ اس دن ہر انسان نفسی نفسی پکارتا ہوگا۔ دنیا میں تو آدمی بیوی اور اولاد کے لئے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھاتا ہے اور ان کی آسائش کا کام مہیا کرتا ہے۔ لیکن قیامت کا دن ایسا سخت ہوگا کہ انسان کسی کی مدد نہ کر سکے گا یہاں تک کہ بیوی اور اولاد سے بھی دور بھاگے گا۔ جب بیوی بچوں کے ساتھ آدمی کا یہ حال ہوگا تو دوسرے رشتہ داروں اور دوستوں کی کسی کو کیا پرواہ ہوگی۔ غرض کہ اس وقت ہر شخص اپنے حال میں مبتلا ہوگا اور دوسروں کی فکر کرنے کی اس کو فرصت ہی نہ ہوگی۔

لیکن اس وقت بھی ایمان والوں اور کافروں میں فرق ہوگا۔ ایمان والے خوش ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے دنیا میں نیک کاموں کے لئے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائی تھیں اور مصیبتیں جھیلیں تھیں قیامت کے دن ایسے لوگوں کے چہرے ایمان اور نیک اعمال کے نور سے چمکتے ہوں گے اس کے برخلاف کافروں اور بدکاروں کے چہروں پر گناہوں کی پھٹکار اور سیاہی چھائی ہوئی ہوگی۔

ع ۱ / ۴۲ / ۵

(۲) اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں قیامت کا ایک ہولناک نقشہ کھینچا ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں اس کا یقین پیدا ہو اور اس دن سے ڈر کر اس زندگی میں نیک عمل کا راستہ اختیار کریں۔ اس دن کائنات کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ سورج کی روشنی جاتی رہے گی اور ستارے بے نور ہو جائیں گے۔ زمین میں زلزلہ پیدا ہوگا جس سے بھاری بھرکم پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے اور روئی کے گالوں کی طرح ادھر ادھر اڑتے پھریں گے۔ دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں جو عربوں کے نزدیک بہت قابل قدر ہوتی ہیں اور جن کی خاص طور پر دیکھ بھال کی جاتی ہے وہ بھی ادھر ادھر ماری ماری پھریں گی اور کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہ ہوگا۔ وحشی اور جنگلی جانور گھبراہٹ کے مارے بستیوں میں آجائیں گے اور انسان کے پاس پناہ لیں گے۔ سمندر اور دریا ابل پڑیں گے یا یہ کہ آتش فشاں مادوں کے ملنے سے سمندر اور دریا تنور کی طرح بھڑک اٹھیں گے۔

نُشِرَتْ ﴿١٠﴾ وَإِذَا السَّمَاۤءُ كُشِطَتْ ﴿١١﴾ وَإِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ﴿١٢﴾

کھولے جائیں گے اور جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے گی اور جب دوزخ کی آگ بھڑکائی جائے گی

وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ﴿١٣﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ أَحْضَرَتْ ﴿١٤﴾ فَلَاۤ

اور جب جنت قریب لائی جائے گی تو اس وقت ہر شخص جان لے گا کہ وہ اپنے ساتھ کیا لے کر آیا ہے (۱) پس میں قسم کھاتا

أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿١٥﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿١٦﴾ وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ﴿١٧﴾

ہوں ان ستاروں کی جو چلتے چلتے پیچھے ہٹنے لگتے ہیں اور جو سیدھے بھی چلتے ہیں (اور کبھی) غائب ہو جاتے ہیں اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے

وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ﴿١٨﴾ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿١٩﴾ ذِيْ

اور صبح کی جب وہ نکلنے لگے کہ بیشک یہ (قرآن) ایک باعزت فرشتہ کا (لایا ہوا) کلام ہے (جو)

قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿٢٠﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِيْنٍ ﴿٢١﴾

قوت والا اور عرش والے کے پاس بڑے مرتبہ والا ہے وہاں وہ سردار (اور) امانت دار ہے (۲)

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿٢٣﴾

اور (لوگو!) تمہارے ساتھی (محمدؐ) مجنون نہیں ہیں انھوں نے اس فرشتہ کو آسمان کے صاف کنارہ پر دیکھا

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴿٢٤﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ

اور یہ پیغمبر غیب کی باتیں بتانے میں بخیل نہیں ہیں (۳) اور یہ قرآن شیطان مردود کا کلام

رَّجِيْمٍ ﴿٢٥﴾ فَأَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿٢٦﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٧﴾

نہیں ہے تو تم کدھر جارہے ہو یہ قرآن تو تمام جہان والوں کے لئے ایک نصیحت (نامہ) ہے

لِمَنْ شَاۤءَ مِنْكُمْ أَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿٢٨﴾ وَمَا تَشَاۤءُوْنَ إِلَّاۤ

(خاص کر) اس شخص کے لئے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے اور تم کچھ نہیں چاہ سکتے جب تک

أَنْ يَّشَاۤءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٩﴾

اللہ رب العالمین نہ چاہے (۴)

(۱) مفسرین نے لکھا ہے کہ اوپر بیان کئے ہوئے چھ ہولناک واقعات پہلی دفعہ صور پھونکے جانے پر ظاہر ہوں گے اور ساری کائنات الٹ پلٹ ہو جائے گی پھر جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو کائنات کی بساط نئے سرے سے بچھائی جائے گی۔ اس وقت کے حالات میں سے حسب ذیل چھ حالتیں خاص ہیں:۔ ہر طرح کے لوگوں کو علیحدہ علیحدہ جماعتوں میں اکٹھا کیا جائے گا یعنی کافروں کی علیحدہ جماعت ہوگی اور ایمان والوں کی علیحدہ۔ پھر ان میں بھی اپنے اپنے درجوں کے لحاظ سے الگ الگ گروہ بنا دی جائیں گی جو لڑکیاں زندہ دفن کی گئی تھیں ان سے پوچھا جائے گا کہ وہ کیوں زندہ دفن کی گئی تھیں اور ان کے قاتلوں کو سزا دی جائے گی۔ لوگوں کے اعمال نامے کھولے جائیں گے۔ آسمان کی کھال کھینچ جائے گی۔ یعنی اس کا پردہ ہٹا دیا جائے گا اور عالم بالا کی چیزیں نظر آنے لگیں گی۔ دوزخ میں آگ بھڑکائی جائے گی اور جنت سامنے لائی جائے گی۔ ہر شخص جان لے گا کہ وہ دنیا سے اچھے یا برے عملوں کا کیا توشہ ساتھ لے کر آیا ہے اور اس کے لحاظ سے وہ جزا یا سزا پائے گا۔

(۲) اوپر کی آیتوں میں قیامت کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ انسانی عقل سے نہیں بتایا جا سکتا اس کی خبر قرآن مجید نے دی ہے جو وحی الٰہی ہے اور حضرت جبریلؑ کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے اس مناسبت سے قرآن مجید حضرت جبریلؑ اور آنحضرتؐ کے صفات بیان فرماتا تاکہ انکار کرنے والوں کے دلوں میں اس چیز کا یقین پیدا ہو جائے۔ تاکید کرنے اور زور دینے کی غرض سے اس بیان کو ستاروں کی قسموں سے شروع فرمایا۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ ستاروں کا مختلف انداز پر حرکت کرنا، رات کا کائنات پر چھانا اور صبح کا ساری کائنات کو روشن کرنا یہ سب کے سب اس قادر مطلق کی قدرت کے کرشمے ہیں اور اس کے مقرر کئے ہوئے نظام کے مطابق ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ غور کے قابل یہ امر ہے کہ جس طرح مادیات پر اس قادر مطلق کا حکم چلتا ہے اسی طرح روحانیات پر بھی اس کا حکم چلتا ہے۔ وہ جب مناسب سمجھتا ہے فرشتہ کو حکم دیتا ہے اور اپنے کسی بندے کے پاس وحی بھیجتا ہے۔ جس طرح سیاروں کی حرکات اور رات و دن کی نمود پر تم کو حیرت نہیں ہوتی، اسی طرح فرشتہ کے 'وحی' لانے پر بھی تعجب نہ کرنا چاہیے۔

(۳) مطلب یہ ہے کہ محمدؐ تو تمہارے ساتھی اور رفیق ہیں وہ چالیس برس تک تمہارے ساتھ رہ چکے ہیں۔ تم ان کے اخلاق سے خوب واقف ہو تم ہی نے ان کو صادق و امین کا لقب دے رکھا تھا۔ تم ان کی عقلمندی اور دانائی کا لوہا مانتے تھے۔ ان سے مشورے لیتے تھے اور ان کے فیصلوں کے سامنے جھک جاتے تھے پھر آج ان کو مجنون کہتے تمھیں شرم نہیں آتی؟ اسی طرح تم یہ شبہ نہیں کر سکتے کہ خدا جانے محمدؐ جبریلؑ کو پہچانتے ہیں یا نہیں، کیونکہ محمدؐ نے جبریلؑ کو نمایاں طور پر دیکھا ہے اور وہ ان کو اچھی طرح پہچانتے ہیں پھر دیکھو محمدؐ پر کاہن ہونے کا شبہ کرنا بھی عقلمندی کے خلاف ہے کیونکہ کہاں ہمارے رسول محمدؐ اور کہاں تمہارے کاہن۔

ع ۲۹ ۶

(۴) آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اس حقیقت کو ظاہر فرمایا کہ مشیت اور اختیار کا اصلی سرچشمہ تمہاری ذات نہیں ہے بلکہ اسی کی ذات ہے۔ اگر وہ نہ چاہے تو انسان کچھ بھی نہ کر سکے لیکن وہ رب العالمین ہے۔ اس کی پروردگاری کے طفیل سے انسان 'وحی' کی روشنی سے زندگی کا راستہ دیکھ رہا ہے اور اچھے برے میں تمیز کر رہا ہے۔ بڑی ناقدری ہوگی اگر وہ ان نعمتوں سے پورا پورا فائدہ نہ اٹھائے یعنی اختیار کا استعمال سمجھ بوجھ سے کام لے کر اور صحیح طریقہ پر نہ کرے اور وحی الٰہی سے لاپروائی برتے۔

سُورَةُ الْإِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ (٨٢)

آیاتہا ١٩ — رکوعہا ١

سورۂ انفطار مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝١ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝٢ وَاِذَا الْبِحَارُ

جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب تارے جھڑ جائیں گے اور جب دریا (ادھر ادھر)

فُجِّرَتْ ۝٣ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝٤ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ

بہہ جائیں گے اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی (یعنی ان میں سے مردے اٹھ کھڑے ہوں گے) (اس وقت) ہر شخص جان لے گا کہ اس نے اپنے آگے کیا بھیجا

وَاَخَّرَتْ ۝٥ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝٦

اور پیچھے کیا چھوڑا تھا (١) اے انسان تجھ کو اپنے کرم کرنے والے پروردگار کے بارے میں کس چیز نے فریب دے رکھا ہے

الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝٧ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ

جس نے تجھے پیدا کیا اور ٹھیک ٹھیک بنایا اور اعتدال پر رکھا اور جس صورت میں چاہا تیرے اعضا کو

رَكَّبَكَ ۝٨ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝٩ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ

جوڑ دیا (٢) مگر (افسوس کہ) تم قیامت کے دن کو جھٹلاتے ہو حالانکہ تم پر نگہبان

لَحٰفِظِيْنَ ۝١٠ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝١١ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝١٢

فرشتے مقرر ہیں جو باعزت ہیں اور تمہارے اعمال کو لکھنے والے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝١٣ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝١٤

بیشک نیک لوگ عیش و آرام میں ہوں گے اور برے لوگ دوزخ میں

يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝١٥ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ۝١٦

وہ قیامت کے دن اس میں داخل ہوں گے اور وہ اس سے باہر نہیں نکل سکیں گے (٣)

(١) ان آیتوں میں بھی قیامت کے دن کا ہولناک نقشہ کھینچا ہے۔ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن دنیا کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ آسمان پھٹ جائے گا اور ستارے جھڑ جائیں گے اور سارے دریا ابل پڑیں گے اور ان کا پانی مل جائے گا اور زمین کے اندر چھپی ہوئی چیزیں باہر نکل پڑیں گی اور مردے قبروں سے باہر نکل پڑیں گے پھر ان ہولناک واقعات کے بعد وہ وقت آئے گا جب انسان کے سامنے اس کے سارے اعمال پیش کر دیئے جائیں گے اس زندگی میں جو نیک کام اس نے کئے تھے اور جن گناہوں سے وہ بچتا رہا تھا، جو کام اس نے ابتدائی عمر میں کئے تھے اور جو کام آخری عمر میں کئے تھے سب اس کے سامنے آجائیں گے اور سب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔

(٢) یعنی انسان کی حالت بڑی حیرت انگیز ہے کہ وہ اس اللہ تعالیٰ کے پیغام سے منہ موڑتا ہے جو اس کا پروردگار ہے اور جو بڑا کریم ہے کہ ہر طرح اس پر مہربان ہے۔ اس کی پروردگاری اور کریمی کی ایک شان یہ ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کیا، اس کے ہاتھ پاؤں درست بنائے اس کے مزاج میں اعتدال رکھا پھر اپنی مشیت کے مطابق اس کو انسانی صورت عطا فرمائی۔

انسان کو تو یہ چاہیئے تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پروردگاری اور کریمی پر نظر کر کے اس کے آگے جھک جاتا اور اس کے پیغام کو قبول کر کے اس کے احکام کی بسر و چشم تعمیل کرتا۔

(٣) یعنی تم قیامت کو جھٹلاتے ہو اور اعمال کی جزا و سزا سے غافل ہو حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے فرشتے (کراماً کاتبین) تمہارے اعمال کی نگرانی کر رہے ہیں۔ جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس کو جانتے اور اس کو لکھ لیتے ہیں۔ قیامت کے دن تمہارے کئے سب اعمال تمہارے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے۔ جن لوگوں نے اچھے عمل کئے ہوں گے وہ آرام کے ساتھ جنت میں رکھے جائیں گے۔ اور جو گناہ گار ہوں گے ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جس سے وہ نکل کر بھاگ نہ سکیں گے۔ دنیا میں آدمی حیلہ بہانہ کر کے جیل خانے کے محافظوں کو رشوت دے کر جیل سے نکل سکتا ہے لیکن دوزخ کا جیل خانہ ایسا ہو گا کہ وہاں یہ طریقے کام نہ دے سکیں گے اور دوزخی دوزخ سے نہیں نکل سکیں گے۔

وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا يَوۡمُ الدِّيۡنِ ۞ ۱۷ ثُمَّ مَآ اَدۡرٰىكَ مَا يَوۡمُ

اور تم کو کچھ معلوم ہے کہ وہ روز جزا کیا ہے ہم پھر کہتے ہیں کہ تم کو کچھ معلوم ہے کہ روز جزا

الدِّيۡنِ ۞ ۱۸ يَوۡمَ لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَيۡـًٔا ؕ وَالۡاَمۡرُ

کیا ہے وہ ایسا دن ہے کہ اس دن کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے معاملہ میں کچھ اختیار نہیں رکھے گا اور اس دن حکومت

يَوۡمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۞ ۱۹ ع

(تمام تر) اللہ ہی کی ہوگی (۱)

سُوۡرَةُ الۡمُطَفِّفِيۡنَ مَكِّيَّةٌ (۸۳)

آیاتہا ۳۶ — رکوعہا ۱

سورۂ تطفیف مکہ میں نازل ہوئی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ ۞ ۱ الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی بڑی خرابی ہے کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا

يَسۡتَوۡفُوۡنَ ۞ ۲ وَاِذَا كَالُوۡهُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَ ۞ ۳

لیتے ہیں اور جب لوگوں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں

اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ ۞ ۴ لِيَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ۞ ۵

کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے ہولناک دن میں زندہ کئے جائیں گے

يَّوۡمَ يَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۞ ۶ كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ

جس دن سب لوگ پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے (۲) سن رکھو کہ گناہ گاروں کا

الۡفُجَّارِ لَفِىۡ سِجِّيۡنٍ ۞ ۷ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا سِجِّيۡنٌ ۞ ۸ كِتٰبٌ

اعمال نامہ سجین میں رہے گا اور تم کو کچھ معلوم ہے کہ سجین کیا چیز ہے وہ ایک لکھا ہوا

(۱) یعنی اے غافل انسان تو نے کبھی اس بات پر بھی غور کیا کہ قیامت کا دن کیسا ہوگا؟

یاد رکھ: وہ دن بڑا سخت اور ہولناک ہوگا۔ ہر شخص اپنی مصیبت میں مبتلا ہوگا اور دوسرے کے کچھ کام نہ آسکے گا۔ دنیا میں انسان اختیار کا مالک ہے اور اپنے اختیار کو کام میں لاکر ایک انسان دوسرے انسان کی مصیبت ہلکی کر دیتا ہے۔ لیکن قیامت کے دن ایسا نہ ہوسکے گا کیونکہ وہ دن فیصلہ کا دن ہوگا اس دن کسی کو کچھ اختیار نہ ہوگا۔ اس دن سب اختیار اللہ تعالیٰ ہی کا ہوگا اور اسی کا حکم چلے گا۔

ع ۱۹

(۲) اکثر مفسرین کی رائے کے مطابق یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ لیکن بعض حضرات اس کو مدنی بتلاتے ہیں واضح ہو کہ یہ برائی تو دنیا کی سبھی قوموں میں رائج ہے لیکن اکثر قومیں لین دین میں سچی اور دیانت دار نہیں ہوتیں۔ مجملہ اور برائیوں کے ایک یہ عیب اکثر ملکوں میں دیکھا جاتا ہے کہ وہاں کے لوگ ناپ تول میں کمی زیادتی کرتے ہیں۔ قرآن اس عادت کو انسانی معاملات کے لئے سخت نقصان دہ سمجھتا ہے اور بڑی سختی سے لوگوں کو اس سے منع کرتا ہے۔

چنانچہ اس سورۃ کی ابتدائی آیتوں میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں کی خرابی اور تباہی ہوگی جو ناپ تول میں کمی بیشی کرتے ہیں۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ جب وہ دوسروں سے مال لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور اپنے حق میں ذرا سی کمی بھی گوارا نہیں کرتے بلکہ کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح زیادہ مل جائے۔ لیکن جب وہ دوسروں کو دیتے ہیں تو ناپتے وقت بڑی چالاکی سے پیمانہ کم بھرتے ہیں اور تولتے وقت نظر بچا کر ڈنڈی مار دیتے ہیں۔ ان لوگوں کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اعمال کی جزاء و سزا کے قائل نہیں ہیں اور اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ ایک دن ان کو دوبارہ اٹھا کر کھڑا کیا جائے گا۔ وہ دن بڑا ہولناک ہوگا۔ اس دن سارے انسان رب العالمین کے سامنے حاضر ہوں گے اور اپنے کئے کی جزاء و سزا پائیں گے جس کا ذکر بعد کی آیتوں میں ہے۔

مَّرْقُومٌ ﴿٩﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٠﴾ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ
دفتر ہے اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہے جو قیامت کے دن
بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿١١﴾ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿١٢﴾
کو جھٹلاتے ہیں اور قیامت کو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے بڑھنے والا اور گناہ گار ہے
إِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾ كَلَّا
جب اس کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو اگلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں (۱) نہیں بلکہ
بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوبِهِمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٤﴾ كَلَّآ
بات یہ ہے کہ ان کے دلوں پر ان کی بداعمالیوں کا زنگ چڑھ گیا ہے یاد رکھو!
إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ إِنَّهُمْ
یہ لوگ اس دن اپنے پروردگار کے دیدار سے روک دیئے جائیں گے پھر یقیناً یہ لوگ
لَصَالُوا الْجَحِيمِ ﴿١٦﴾ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهٖ
دوزخ میں ڈالے جائیں گے پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ دوزخ جس کو تم
تُكَذِّبُونَ ﴿١٧﴾ كَلَّآ إِنَّ كِتٰبَ الْأَبْرَارِ لَفِي
جھٹلاتے تھے (۲) یہ بھی (سن رکھو) کہ نیک لوگوں کا اعمال نامہ
عِلِّيِّينَ ﴿١٨﴾ وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّونَ ﴿١٩﴾ كِتٰبٌ
علیین میں رہے گا اور تم کو کچھ معلوم ہے کہ علیین کیا ہے وہ ایک لکھا ہوا
مَّرْقُومٌ ﴿٢٠﴾ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ﴿٢١﴾ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي
دفتر ہے جس کو مقرب فرشتے (شوق) سے دیکھتے ہیں بیشک نیک لوگ (بڑے ہی) آرام
نَعِيمٍ ﴿٢٢﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ﴿٢٣﴾ تَعْرِفُ فِي
میں ہوں گے تختوں پر بیٹھے (جنت کے عجائبات) دیکھتے ہوں گے عیش و آرام کی تازگی

(۱) یعنی ہرگز ایسا نہ ہوگا جیسا تم خیال کرتے ہو کہ نہ قیامت ہوگی اور نہ جزا و سزا۔ بلکہ یاد رکھو کہ قیامت ضرور ہوگی اور لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا و سزا بھی ضرور ملے گی۔ کافروں اور گناہ گاروں کے اعمال نامے سجین میں محفوظ رکھے جاتے ہیں اور مرنے کے بعد ان کی روحوں کو بھی وہیں بند کر دیا جاتا ہے۔ اس دن ان لوگوں کی بڑی تباہی ہوگی جو قیامت اور جزا و سزا کو جھٹلاتے تھے اور اس وجہ سے گناہوں کے کرنے میں بے باک تھے۔ قیامت کا وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو حد سے بڑھ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے عدل و انصاف پر یقین نہیں رکھتا اور بڑی بے باکی سے گناہ اور نافرمانی کرتا چلا جاتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب اس کو قرآن کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور نصیحت کی باتیں سمجھائی جاتی ہیں تو غرور سے کہتا ہے کہ یہ تو اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ ایسی فرسودہ کہانیوں سے میں ڈرنے والا نہیں۔

(۲) یعنی جو لوگ قیامت کو جھٹلاتے ہیں اور قرآن کی باتوں کو قصے کہانیاں بتاتے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ بداعمالیوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے۔ ان کے دلوں کے آئینے صاف نہیں ہیں اور اس لئے ان کے دلوں پر قرآن کی باتیں اثر نہیں کرتیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کی بداعمالیوں کی سزا میں وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہیں گے حالانکہ ایمان لانے والے اور نیک عمل کرنے والے اس کے دیدار سے مشرف ہوں گے۔ نہ صرف یہ بلکہ ان بدکاروں کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور مذاق اڑانے کے لئے ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی دوزخ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿٢٤﴾ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ
ان کے چہروں میں تم صاف دیکھ سکو گے مہر لگی ہوئی خالص شراب ان کو پلائی

مَّخْتُومٍ ﴿٢٥﴾ خِتَامُهُ مِسْكٌ ۚ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ
جائے گی جس کی مہر مشک کی ہو گی (نعمتوں کے شائقین) کو چاہیے کہ

الْمُتَنَافِسُونَ ﴿٢٦﴾ وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ ﴿٢٧﴾ عَيْنًا يَشْرَبُ
اسی سے رغبت کریں اور اس شراب میں تسنیم کے پانی کی آمیزش ہو گی (تسنیم جنت میں) ایک چشمہ ہے جس

بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ﴿٢٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ
میں سے خاص کر مقرب لوگ پئیں گے (۱) بیشک گناہ گار (دنیا میں) ایمان

الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ﴿٢٩﴾ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ﴿٣٠﴾
داروں پر ہنستے تھے اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو (تمسخر کے طور پر) آپس میں آنکھ ملاتے تھے

وَإِذَا انقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿٣١﴾ وَإِذَا رَأَوْهُمْ
اور جب اپنے اہل وعیال کے پاس لوٹتے تو وہاں مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے اور جب ان مسلمانوں کو دیکھتے

قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿٣٢﴾ وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ
تو کہتے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو گمراہ ہو گئے ہیں حالانکہ وہ ان پر نگرانی کرنے والے بنا کر

حَافِظِينَ ﴿٣٣﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ
نہیں بھیجے گئے تو آج قیامت کے دن ایمان والے کفار پر

يَضْحَكُونَ ﴿٣٤﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ﴿٣٥﴾ هَلْ ثُوِّبَ
ہنسیں گے تختوں پر بیٹھے ان کا حال دیکھیں گے (آپس میں کہیں گے کہ)

الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾
اب تو کافروں کو اپنے کئے کا پورا پورا بدلا مل گیا (۲)

ع ۱ / ۳۶ / ۸

(۱) اوپر کی آیتوں میں منکروں اور بدکاروں کا حال بیان کیا گیا تھا. اب مقابلہ اور ترغیب کے لئے ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کی کیفیت بیان فرماتا ہے. ارشاد ہوتا ہے کہ منکروں کے برخلاف مومنوں اور نیکوکاروں کے اعمال ناموں اور ان کی پاکیزہ روحوں کو "علیین" میں رکھا جاتا ہے. بارگاہ الٰہی کے مقرب اور معزز فرشتے ان کے اعمال ناموں کو شوق سے دیکھتے ہیں. آخرت میں ان کو ان کے نیک اعمال کا نہایت اچھا بدلا ملے گا. وہ ہر طرح کی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے اور بڑے عیش و آرام سے زندگی گزاریں گے. آراستہ اور پرتکلف تختوں پر بیٹھے جنت کے عجائبات کی سیر کریں گے. نعمت، خوش حالی اور عیش و آرام کی زندگی کے آثار ان کے چہروں سے ظاہر ہوں گے. بشاشت، تازگی اور رونق ان کے چہروں سے نمایاں ہوگی. نہایت لطیف اور روح افزا شراب کے جام ان کو پیش کئے جائیں گے. شراب اتنی لطیف، خوشبودار اور خالص ہوگی کہ بوتلوں پر مشک کی مہریں لگی ہوں گی جس کی وجہ سے شراب معطر ہوگی اور جس جگہ وہ بوتلیں رکھی ہوں گی وہاں کی فضا بھی خوشبو سے مہک اٹھے گی.

دیکھو! لوگ دنیا کی نعمتوں اور اس کے عیش و آرام پر مرتے ہیں. دنیا کی نعمتوں کا حال یہ ہے کہ اول تو وہ سب ملتی نہیں اور اگر ملیں بھی تو دنیا کی زندگی چند روزہ ہے. حقیقت یہ ہے کہ جنت کی شراب، وہاں کا عیش و آرام اور وہاں کی نعمتیں ہی اس لائق ہیں کہ لوگ ان میں رغبت کریں اور ان کے حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی کوشش کریں. آخر میں فرمایا کہ ان ابرار (نیک لوگوں) کو "تسنیم" کے چشمہ کا پانی بھی دیا جائے گا تاکہ وہ شراب میں ملائیں جس سے اس کی لطافت اور خوشبو دوبالا ہو جائے گی.

مفسرین نے لکھا ہے کہ تسنیم جنت میں ایک چشمہ ہے جو مقربین کے لئے خاص ہے لیکن ابرار کو بھی اس میں سے تھوڑا پانی دیا جائے گا تاکہ وہ بھی اس سے لطف اٹھا سکیں اور لوگوں پر ان کے اعزاز و اکرام کا اظہار بھی ہو جائے.

(۲) کافر دنیا میں ایمان والوں کے بارے میں جو خیال کرتے ہیں اور ان کے ساتھ جو سلوک کرتے ہیں اس بات کو ان آیتوں میں ذکر فرمایا ہے. پھر واضح فرمایا ہے کہ آخرت میں ایمان والے کافروں کو کس نظر سے دیکھیں گے.

ارشاد ہوتا ہے کہ دنیا میں مغرور کافر، غریب ایمان والوں پر ہنستے تھے اور جب وہ ان کے پاس ہو کر گزرتے تھے تو ان کی طرف آنکھ مارتے تھے اور ان کو حقیر سمجھتے تھے. جب اپنے گھروں کو جاتے تو وہاں بھی غریب مسلمانوں کا ذکر حقارت سے کرتے، ان کا مذاق اڑاتے اور کہتے کہ یہ لوگ بہک گئے ہیں. اپنے باپ دادا کا قدیم دین چھوڑ کر ایک نیا مذہب اختیار کر بیٹھے ہیں جو سراسر دانشمندی اور قومی روایات کے خلاف ہے لیکن آخرت میں حالت بالکل الٹ جائے گی. وہاں کافر دوزخ میں پڑے ہوں گے اور ایمان والے بڑی عزت کے ساتھ آراستہ اور پرتکلف مسہریوں میں بیٹھے جنت کی نعمتوں میں بڑے آرام سے ہوں گے، اور اپنی خوش حالی اور کافروں کی بدحالی دیکھ رہے ہوں گے. کافروں پر افسوس کے ساتھ ہنستے ہوں گے کہ دیکھو ان احمقوں نے دنیا کی فانی لذتوں پر فریفتہ ہو کر اپنی آخرت کو کس طرح خراب کر لیا. حقیقت میں کافروں کے کرتوتوں کا یہی پورا پورا بدلا ہے کہ ان کی حالت مضحکہ خیز ہے اور ایمان والے ان کی نادانی پر ہنستے ہیں.

رکوعہا ۱ — سُورَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ (۸۴) — اٰیاتہا ۲۵

سورۂ انشقاق مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴿۱﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿۲﴾ وَاِذَا

جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے پروردگار کے حکم کی تعمیل کرے گا اور وہ اسی لائق ہے اور جب

الْاَرْضُ مُدَّتْ ﴿۳﴾ وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَتَخَلَّتْ ﴿۴﴾ وَاَذِنَتْ

زمین کھینچ دی جائے گی اور جو کچھ اس کے اندر ہے وہ اس کو باہر ڈال دے گی اور بالکل خالی ہو جائے گی اور اپنے پروردگار کے حکم

لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿۵﴾ یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ

کی تعمیل کرے گی اور وہ اسی لائق ہے (جب ایسا ہوگا تو قیامت قائم ہو جائے گی) اے انسان تو سخت محنت کرتا ہوا اپنے پروردگار کی طرف چلا جا رہا ہے پھر ایک

كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ ﴿۶﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ﴿۷﴾

دن اس سے جا ملے گا اور اپنے اعمال کا بدلہ پائے گا (۱) پس جس کا اعمال نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا

فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ﴿۸﴾ وَّیَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ

اس سے آسانی سے حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے گھر والوں میں خوش

مَسْرُوْرًا ﴿۹﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ﴿۱۰﴾ فَسَوْفَ

خوش آئے گا (۲) اور جس کا اعمال نامہ پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا تو وہ

یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ﴿۱۱﴾ وَّیَصْلٰى سَعِیْرًا ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ

موت کو پکارے گا اور دوزخ میں داخل ہوگا وہ اپنے اہل و عیال میں (بہت)

مَسْرُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ﴿۱۴﴾ بَلٰۤى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ

خوش رہا کرتا تھا وہ خیال کرتا تھا کہ اس کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا نہیں ہے (مگر) یقیناً (ایسا ہونا تھا) کیونکہ اس کا پروردگار

(۱) قیامت کا یقین دلاتے ہوئے اور اس کے لئے تیاری پر آمادہ کرتے ہوئے انسان کو آگاہ فرمایا کہ دنیا کی زندگی سر تا سر جد و جہد، کشمکش اور مشقت ہے۔ یہاں کوئی بے کار نہیں ہے۔ ہر شخص حرکت اور عمل کے چکر میں گرفتار ہے۔ ہر شخص نے اپنے لئے زندگی کا ایک راستہ پسند کر لیا ہے اور بڑی مستعدی سے اس پر چلا جا رہا ہے۔ ایک شخص ہے جو خیر، نیکی اور پرہیزگاری سے محبت کرتا ہے اور زندگی میں ایک روشن شاہراہ پر گامزن ہے۔ اس کے برخلاف ایک دوسرا شخص برائیوں کے راستہ پر سرپٹ دوڑا چلا جا رہا ہے لیکن ان سب کی جد و جہد اور کشمکش کی انتہا ایک ہی مقام پر ہوگی۔ آخر کار یہ سب اپنے مالک کی طرف لوٹیں گے اور اس کے سامنے حاضر ہوں گے، پھر اپنی جد و جہد کی جزا و سزا پائیں گے۔

(۲) یعنی قیامت کے دن اس جد و جہد کا نتیجہ نکلے گا۔ ہر شخص کا اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ نیک اور پاکباز آدمی کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ یہ ایک اچھی علامت اور نیک فال ہوگی۔ ایسے شخص سے حساب کتاب نہایت آسانی سے لیا جائے گا۔ بات بات پر گرفت نہ ہوگی۔ سرسری حساب لے کر چھوڑ دیا جائے گا۔ ایسا شخص اپنے گھر والوں، رشتہ داروں اور یار دوستوں میں نہایت خوش خوش جاملے گا اور جنت میں نہایت آرام سے رہے گا۔

(١) اس آیت میں دوسری قسم کے انسان کا حال بیان کیا ہے. فرماتا ہے کہ اس کا اعمال نامہ پیٹھ کے پیچھے سے اور بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا. وہ اپنے اعمال نامے کو دیکھ کر واویلا کرے گا اور موت کو پکارے گا لیکن اب موت کہاں اور عذاب کیسا؟ اب تو اس بدبخت کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا کیونکہ وہ دنیا کے نشہ میں مگن تھا اور اقتدار کو دنیا میں فساد مچانے میں صرف کرتا تھا. ان بداعمالیوں پر اپنے خاندان والوں کے سامنے اکڑتا اور بڑا خوش ہوتا تھا. وہ بدبخت یہ سمجھے ہوئے تھا کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس جانا اور اعمال کا حساب دینا ہی نہیں ہے. لیکن واقعہ یوں تھا کہ اس کا پروردگار اس کی ساری حالت کو دیکھ رہا تھا اور اس کے سارے اعمال کو فرشتوں کے ذریعہ محفوظ کر رہا تھا.

بِهٖ بَصِیْرًا ﴿١٥﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿١٦﴾ وَالَّیْلِ وَمَا
اس کو دیکھ رہا تھا (١) میں قسم کھاتا ہوں شفق کی اور رات کی اور اس چیز کی جس کو رات
وَسَقَ ﴿١٧﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿١٨﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿١٩﴾
اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے اور قسم کھاتا ہوں چاند کی جب وہ پورا روشن ہو جائے کہ تم کو درجہ بدرجہ ایک حالت سے دوسری حالت پر پہنچنا ہے (٢)
فَمَا لَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَاِذَا قُرِئَ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنُ
پھر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایمان نہیں لاتے اور جب ان کے روبرو قرآن پڑھا جائے
لَا یَسْجُدُوْنَ ﴿٢١﴾ ۩ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَاللّٰهُ
تو وہ سجدہ نہیں کرتے بلکہ یہ کافر الٹے اس کو جھٹلاتے ہیں اور جو کچھ یہ اپنے دلوں
اَعْلَمُ بِمَا یُوْعُوْنَ ﴿٢٣﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿٢٤﴾ اِلَّا
میں چھپائے رکھتے ہیں اس کو اللہ خوب جانتا ہے (٣) تو اے پیغمبر ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو مگر وہ
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿٢٥﴾
لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لئے ثواب ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّیَّةٌ (٨٥)

اٰیاتها ٢٢ — رکوعها ١

سورہ بروج مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿١﴾ وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿٢﴾ وَشَاهِدٍ
قسم ہے برجوں والے آسمان کی اور اس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے (یعنی قیامت کی) اور قسم ہے حاضر ہونے والے کی
وَّمَشْهُوْدٍ ﴿٣﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴿٤﴾ النَّارِ ذَاتِ
اور اس کی جس کے پاس حاضر ہوں (٤) کہ خندق والے (یعنی) بہت سے ایندھن کی آگ والے

(٢) ان آیتوں میں اس بات کو واضح فرمایا ہے کہ انسانی زندگی صرف اس عالم تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا دائرہ بہت وسیع ہے. اس عالم کے بعد بھی ہوگی. ہر عالم میں انسان پر مختلف حالات اور کیفیات طاری ہوتی رہتی ہیں. مثال کے طور پر رات کو دیکھو! ہر شام آسمان پر لال لال شفق پھولتی ہے پھر رات کی تاریکی رفتہ رفتہ بڑھتی ہے یہاں تک کہ تاریکی بہت سخت ہو جاتی ہے. پھر چاند کے نکلنے سے تاریکی کافور ہو جاتی ہے اور سارا عالم جگمگانے لگتا ہے. خود چاند کو دیکھو کہ وہ کس طرح ہر رات اپنی شکل بدلتا رہتا ہے. بالکل اسی طرح انسانی زندگی کو بھی سمجھو کہ وہ مختلف حالات سے گزرتی اور درجہ بدرجہ آگے بڑھتی ہے یہاں تک کہ بدر کامل کی طرح کمال کے درجے کو پہنچتی ہے. ظاہر ہے کہ اس عالم میں انسانی زندگی کمال کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتی. اس لئے اس عالم کے بعد ایک دوسرے عالم میں انسانی زندگی کے باقی رہنے اور مختلف حالات سے گزر کر کمال کے درجہ تک پہنچنے کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے.

ع ٢٥/١ ٩

(٣) یعنی قرآن کی بات ماننا تو درکنار وہ ایسے سخت دل ہیں کہ جب ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا جاتا ہے تو وہ اس کا احترام تک نہیں کرتے اور اس کے سامنے جھکتے تک نہیں بلکہ غرور اور تکبر سے الٹے اس کو جھٹلاتے ہیں. ان مغروروں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جو کچھ وہ زبان سے بکتے ہیں اور جو کچھ انھوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھا ہے سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور قیامت کے دن یہ سب ان کے سامنے رکھ دیا جائے گا.

(٤) واضح ہو کہ قریش کے سردار اسلام کی ترقی سے سخت پیچ و تاب کھاتے تھے اور اسلام قبول کرنے والوں پر بڑی بڑی سختیاں کرتے تھے. خاص کر صحابہ میں سے وہ لوگ جو غریب اور کمزور تھے یا کسی کافر کے زرخرید غلام تھے قریش کے سخت ترین ظلم و ستم کا شکار تھے جیسے حضرت بلال، عمار، یاسر اور ان کی والدہ وغیرہ.

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیوں کی قسم کھا کے اور ان چیزوں کو بطور گواہ کے پیش کر کے قریش کو ڈرایا اور ان کو نصیحت فرمائی کہ ایمان والوں پر ظلم و ستم کرنے سے باز رہیں. عبرت کے لئے خندق والوں کی طرف ان کو توجہ دلائی. اس کے ساتھ ساتھ صحابہؓ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو! گھبراؤ نہیں. تھوڑے دن صبر کرو. قریش کی سختیاں برداشت کرو. سچے ایمان والوں کی یہی نشانی ہے کہ وہ راہ حق میں مصیبتیں جھیلتے ہیں اور اُف تک نہیں کرتے. مثال کے طور پر ان غریب ایمان والوں کو دیکھو جنھوں نے خندق والوں کے ہاتھوں جلنا گوارا کیا لیکن اللہ تعالیٰ کو اور اس کے راستہ کو نہیں چھوڑا.

الْوَقُودِ ۝٥ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۝٦ وَّهُمْ عَلٰى مَا
ہلاک کردیئے گئے جب وہ اس کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور جو ظلم (و ستم) ایمان والوں

يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ۝٧ وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّآ
پر کررہے تھے اس کو سامنے دیکھ رہے تھے (۱) اور ان کو ایمان والوں میں یہی

أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝٨ الَّذِي لَهُ مُلْكُ
عیب نظر آیا کہ وہ اللہ پر ایمان لائے جو غالب اور تعریف کے لائق ہے (اور) وہ جس کی بادشاہت

السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝٩ إِنَّ
آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز سے (خوب) واقف ہے (۲) بیشک

الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ
جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیفیں دیں پھر توبہ نہ کی ان کے لئے

عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝١٠ إِنَّ الَّذِينَ
جہنم میں (طرح طرح کا) عذاب ہوگا اور (خاص کر) جلنے کا عذاب بھی ہوگا بیشک جو لوگ

اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لئے بہشت کے باغ ہیں جن کے نیچے بہ رہی

الْأَنْهٰرُ ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ۝١١ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ
ہیں نہریں یہ بڑی کامیابی ہے (اے پیغمبر) بیشک تمہارے پروردگار کی پکڑ

لَشَدِيدٌ ۝١٢ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ۝١٣ وَهُوَ الْغَفُورُ
بہت سخت ہے وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ زندہ کرے گا اور وہ بخشنے والا

الْوَدُودُ ۝١٤ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۝١٥ فَعَّالٌ لِّمَا
محبت کرنے والا ہے عرش کا مالک (اور) بڑی شان والا ہے جو چاہتا ہے کر گزرتا

(۱) اصحاب الاخدود (خندق والوں) کا واقعہ تفسیروں میں یوں لکھا ہے کہ پرانے زمانے میں ذونواس نامی ایک بادشاہ تھا۔ اس کے دربار میں ایک کاہن تھا جو جادو اور نجوم وغیرہ کا بڑا ماہر تھا۔ جب وہ بوڑھا ہوا تو اس نے ایک ذہین اور ہونہار لڑکے کو اپنا علم سکھانا شروع کیا تاکہ وہ اس کا جانشین بن سکے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا کہیں اس لڑکے کی ایک راہب سے ملاقات ہوئی جو اس وقت کے لحاظ سے دین حق پر تھا اور ایک خدا پرست عیسائی تھا۔ اس نے لڑکے کو توحید، خدا پرستی اور اخلاق کی تعلیم دی۔ لڑکا سچے دل سے ایمان لے آیا اور خفیہ طور پر اس سے خدا پرستی کی تعلیم حاصل کرنے لگا۔ اس نوجوان سے کچھ کرامتیں ظاہر ہوئیں اور سارے شہر میں اس کی شہرت ہوگئی۔ ہوتے ہوتے بادشاہ کو خبر ہوئی۔ نوجوان کو بلایا اور اس سے گفتگو کی۔ اللہ تعالیٰ کا نام اور توحید کا ذکر سن کر بادشاہ نہایت غضبناک ہوا اور نوجوان کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کرنے کا حکم دیا۔ اس موقع پر بھی نوجوان سے کرامت ظاہر ہوئی اللہ تعالیٰ نے اس کو تو بچا لیا اور جو لوگ اس کو گرفتار کر کے لے گئے تھے ان سب کو تباہ کردیا۔ یہ دیکھ کر بادشاہ اور بھی طیش میں آیا اور حکم دیا کہ اس کو دریا میں ڈبو دیا جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر بھی نوجوان کی حفاظت فرمائی اور بادشاہ کے آدمیوں کو دریا میں غرق کردیا۔ اب نوجوان نے خود ایک تدبیر بتائی اور کہا کہ بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ (اس اللہ کے نام پر جو اس لڑکے کا پروردگار ہے) کہہ کر مجھے تیر مارو، میں مر جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور نوجوان اپنے پروردگار کے نام پر فدا ہوگیا۔ یہ منظر ہزاروں مردوں اور عورتوں نے دیکھا۔ اس عجیب غریب منظر کو دیکھ کر لوگوں کے دلوں میں جذبۂ ایمانی نے جوش کیا اور سب کے سب ایک زبان ہو کر بول اٹھے "اٰمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ" (ہم سب اس لڑکے کے پروردگار پر ایمان لاتے ہیں) بادشاہ بوکھلا گیا۔ دیوانگی کے عالم میں حکم دیا کہ بڑی بڑی خندقیں کھودی جائیں اور ان میں بہت سا ایندھن ڈال کر آگ خوب روشن کی جائے، پھر ان سارے مردوں اور عورتوں کو جو اللہ کا نام لیتے اور اس کا کلمہ پڑھتے ہیں دہکتی آگ میں ڈال کر بھسم کر دیا جائے۔

ان آیتوں میں خندق والوں کے ظلم و ستم کا نقشہ کھینچا ہے کہ وہ سنگ دل خندق کے اطراف بڑے غرور اور تکبر سے بیٹھے، ایمان والے مردوں اور عورتوں کے دہکتی آگ میں جھلنے کا تماشہ دیکھتے تھے اور ان کو احساس تک نہیں ہوتا تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور کس کے ساتھ کر رہے ہیں۔

(۲) یعنی کوئی ان عقل کے دشمنوں سے پوچھے کہ آخر ان غریب ایمان والوں کا گناہ کیا ہے جو تم ان کو اس ظالمانہ طریقہ سے آگ میں جلا رہے ہو! تم نے اپنی بے وقوفی سے ان کی اس بات کو قصور سمجھ رکھا ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ کون اللہ! وہ اللہ جو بڑا زبردست اور سب پر غالب ہے اور ساری مخلوق جس کی حمد و ثنا کرتی ہے۔ وہ اللہ جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور ساری کائنات جس کے زیر نگیں ہے۔ تمہاری عقلوں پر افسوس ہے کہ تم نے اس بات کو قصور قرار دیا ہے جو زندگی کی سب سے بڑی اور بنیادی حقیقت ہے جو بات انسانیت کا کمال اور جمال ہے اس بات کو تم نے خطا اور قصور سمجھ رکھا ہے۔ تمہارے غلط سمجھنے سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ایمان والے حق پر ہیں اور تم غلطی پر۔ انتظار کرو! وقت آنے پر حقیقت سامنے آئے گی، تم کو اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑے گا اور اس کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

يُرِيدُ ﴿۱۶﴾ هَلْ أَتٰىكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ﴿۱۸﴾

ہے (۱) (اے پیغمبر!) کیا تم کو لشکروں (یعنی) فرعون وثمود کا حال معلوم ہے (۲)

بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ﴿۱۹﴾ وَاللّٰهُ مِنْ وَرَآئِهِم

مگر یہ کافر قرآن کے جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں اور اللہ ان کو سب طرف سے گھیرے ہوئے ہے

مُحِيطٌ ﴿۲۰﴾ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيدٌ ﴿۲۱﴾ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ﴿۲۲﴾

(یہ کوئی معمولی کتاب نہیں) بلکہ یہ باعظمت قرآن ہے جو لوح محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے (۳)

سُورَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ (۸۶)

آیاتہا ۱۷ — رکوعہا ۱

سورہ طارق مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ﴿۱﴾ وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ﴿۲﴾ النَّجْمُ

قسم ہے آسمان کی اور رات میں آنے والے کی اور تم کو کچھ معلوم ہے کہ رات میں آنے والا کیا ہے (وہ) چمکتا ہوا

الثَّاقِبُ ﴿۳﴾ إِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿۴﴾ فَلْيَنْظُرِ

تارہ ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جس پر (ہماری طرف سے) کوئی فرشتہ نگہبان نہ ہو (۴) انسان کو چاہیے کہ

الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿۵﴾ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ﴿۶﴾ يَخْرُجُ مِنْ

وہ غور کرے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے وہ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو (مرد کی) پیٹھ اور (عورت کی)

بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ﴿۷﴾ إِنَّهُ عَلٰى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ﴿۸﴾

پسلیوں سے نکلتا ہے (تو اس سے ثابت ہوا کہ) اللہ انسان کے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے (۵)

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ﴿۹﴾ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ﴿۱۰﴾ وَالسَّمَآءِ

جس دن لوگوں کے بھید جانچے جائیں گے پھر اس دن انسان میں نہ خود (مدافعت کی) طاقت ہوگی اور نہ اسے کوئی مددگار ملے گا قسم ہے آسمان کی

منزل ۷

(۱) یعنی اللہ تعالیٰ کی پکڑ بہت سخت ہے اور اس کو اپنی مخلوق پر بڑی قدرت حاصل ہے۔ اسی نے لوگوں کو پیدا کیا اور وہی ان کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ اس لئے کافروں کو چاہیئے کہ اللہ کے عذاب سے ڈریں۔ اسی طرح ایمان والوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بہت محبت کرنے والا ہے۔ اگر ان سے کچھ غلطیاں ہوں گی تو وہ ان کو معاف کر دے گا۔ اور محبت کی وجہ سے ان کے ایمان قبول فرمائے گا اور ان کی کوششوں کے مقابلہ میں ان کو زیادہ ثواب دے گا۔ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا اس سے اندازہ کرو کہ وہ عرش عظیم کا مالک اور بڑی شان والا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔

(۲) یعنی قریش کے لئے خندق والوں کے علاوہ فرعون اور ثمود کی قوم کا حال بھی قابل توجہ اور قابل عبرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کو بڑی عزت بخشی تھی اور ہر طرح کی نعمت کے دروازے ان پر کھول دیئے تھے لیکن ان بدبختوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کی۔ اس کے رسولوں کو جھٹلایا اور اس کے پیغام کو ٹھکرایا۔ پھر ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ و برباد کر ڈالا۔

ع ۲۲ ۱۰

(۳) یعنی قریش کو ہر طرح سے سمجھایا جا رہا ہے۔ گزشتہ قوموں کے واقعات ان کے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں تاکہ عبرت حاصل کریں لیکن وہ تو اور ضد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو جھٹلاتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح سے ان کو گھیرے ہوئے ہے۔ وہ اس سے بچ کر نہیں جا سکتے۔ وقت آنے پر ان کو بڑی سختی سے پکڑے گا شاید یہ بے وقوف یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے جھٹلانے سے قرآن کی عزت اور عظمت کچھ کم ہو جائے گی حقیقت یہ ہے کہ قرآن خود اپنی جگہ نہایت عظمت و بزرگی والا ہے۔ اس کی عظمت کا کیا پوچھنا۔ وہ کلام الٰہی ہے اور لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

(۴) یعنی کافر اس دھوکے میں نہ رہیں کہ پیدا کرنے والے نے ان کو پیدا کر کے یوں ہی چھوڑ دیا ہے اور ان کے اعمال کے بارے میں ان سے بازپرس نہ ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی انسان پیدا ہوتا ہے تو اس پر ایک محافظ نگہبان اور نگران مقرر کر دیا جاتا ہے۔ یہ محافظ زندگی بھر اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ جو کچھ عمل کرتا ہے اس کو اپنے پاس محفوظ کر لیتا ہے۔ قیامت کے دن حساب کتاب کے وقت اس کے اعمال (ریکارڈ) کو اس کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ یاد رکھو کہ کائنات کا خالق بہت بڑی قدرت والا ہے۔ دیکھو اس نے اپنی قدرت اور حکمت سے ایسا نظام بنایا ہے کہ یہ عظیم الشان آسمان بغیر سہارے اور ستون کے کھڑا ہے۔ اسی طرح اتنے بڑے بڑے روشن ستارے اپنی اپنی جگہ قائم اور محفوظ ہیں اگرچہ دن میں چھپے رہتے ہیں لیکن رات میں پھر اپنی جگہ چمکنے لگتے ہیں۔ تو کیا انسانی اعمال کا محفوظ کرنا اس کی قدرت اور حکمت سے کچھ بعید ہو سکتا ہے واضح ہو کہ جدید ایجادات کے طفیل سے ایک مادی مثال ہمارے سامنے آگئی ہے۔ مشین کے ذریعہ ایک شخص کے گانے یا اس کی تقریر کو محفوظ کر لیا جاتا ہے اور اس کا ریکارڈ بھر لیا جاتا ہے۔ پھر جب یہ ریکارڈ گراموفون پر لگایا جاتا ہے تو ہوبہو وہی آواز اس میں سے نکلنے لگتی ہے۔ اسی طرح ٹیپ ریکارڈ مشین بھی یہی کام انجام دیتی ہے۔

(۵) یعنی یہ حقیقت سب جانتے اور مانتے ہیں کہ انسان کی پیدائش منی کے ایک قطرہ سے ہے جو انسانی جسم کا جوہر ہے اور مرد وعورت کے ملنے کے وقت انسانی جسم سے نکلتی ہے۔ اس حقیقت پر غور کرنے سے انسان کا تعجب اور شبہ دور ہو سکتا ہے کیونکہ اس کو یہ سبق ملتا ہے کہ پہلی مرتبہ ایک حقیر نطفہ سے انسان کا پیدا کرنا زیادہ حیرت انگیز ہے۔ اللہ تعالیٰ جب پہلی مرتبہ انسان کے پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے تو انسان کو دوبارہ زندگی بخشنا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔

(۱) قرآن کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور ایک فیصلہ کن کلام ہے۔ اسی طرح آخرت کی زندگی کے متعلق جو بات قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے وہ بھی ایک محکم قطعی اور اٹل بات ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ آسمان سے بارش ہوتی ہے، زمین اس کو جذب کرتی ہے پھر پھٹتی ہے اور اس میں سے طرح طرح کے پودے نکلتے ہیں جو زمین آج تک بے جان پڑی تھی اس پر ہرے ہرے پودے لہلہانے لگتے ہیں اور نئی زندگی کی بہار سے دیکھنے والوں کی آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ وحی کی روحانی بارش برسا کر زمین والوں کے لئے خیر و برکت کا سامان مہیا فرماتا ہے۔ جو چاہے اس سے فائدہ اٹھا کر نئی زندگی پا سکتا ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم سے قیامت کے

ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ

جس سے بارش ہوتی ہے اور قسم ہے زمین کی جو بیج نکلنے کے وقت پھٹ جاتی ہے کہ بیشک یہ قرآن حق و باطل میں

فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾

فیصلہ کرنے والا ہے اور وہ ہنسی مذاق کی بات نہیں ہے یہ لوگ اپنی تدبیروں میں لگے ہوئے ہیں

وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾

اور میں بھی اپنی تدبیر کر رہا ہوں تو (اے پیغمبر) ان کافروں کو مہلت دو (اور) تھوڑے دن چھوڑ دو (۱)

آیاتہا ۱۹ (۸۷) سُوْرَةُ الْاَعْلٰى مَكِّيَّةٌ رکوعہا ۱

سورۂ اعلیٰ مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴿۱﴾ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۲﴾ وَالَّذِيْ

(اے پیغمبر) اپنے بلند و برتر پروردگار کے نام کی پاکی بیان کرو (۲) جس نے (ہر چیز کو) پیدا کیا اور بہت ٹھیک پیدا کیا اور جس نے (ہر ایک چیز کا)

قَدَّرَ فَهَدٰى ﴿۳﴾ وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ﴿۴﴾ فَجَعَلَهٗ غُثَاۗءً

اندازہ ٹھہرایا پھر اس کو ہدایت کی اور جس نے زمین سے چارہ نکالا پھر اس کو (سکھا کر) کالا کوڑا

اَحْوٰى ﴿۵﴾ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ﴿۶﴾ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ

کر دیا (۳) (اے پیغمبر) ہم تم کو قرآن اس طرح پڑھائیں گے کہ تم اس کو نہ بھولو گے مگر جس قدر اللہ چاہے بیشک

يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ﴿۷﴾ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ﴿۸﴾ فَذَكِّرْ

وہ ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے اور ہم تم کو آسان طریقے کی توفیق دیں گے (۳) پس تم لوگوں کو

اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ﴿۹﴾ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴿۱۰﴾ وَ

نصیحت کرتے رہو اگر نصیحت فائدہ دے (۴) جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ نصیحت حاصل کرے گا اور

دن بھی نئی زندگی شروع ہوگی۔ یہ بات سچی قطعی اور اٹل ہے اور اس کے ماننے میں وہی شک کر سکتا ہے جس نے ضد اور ہٹ سے اپنی عقل کو بےکار رکھا ہو۔

مکہ والوں کا حال یہی ہے کہ قرآن سے نئی زندگی حاصل کرنے کے بجائے الٹے اسے جھٹلاتے ہیں اور اس کے پیغام کی اشاعت کو روکنے کے لئے منصوبے بناتے اور سازشیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو ڈھیل دے رکھی ہے۔ اگر وہ اس مہلت سے فائدہ اٹھائیں اور توبہ کر کے اپنے رویہ کو ٹھیک کر لیں تو ان کے حق میں اچھا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ بھی اپنی تدبیر میں لگا ہوا ہے۔ عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر غالب رہتی ہے یا ان کا مکر و فریب۔ ع ۱ / ۱۷

(۲) یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔ مکہ کا ماحول سخت مشرکانہ تھا اس لئے مسلمانوں کو توحید کا سبق سکھاتے ہوئے اس سورۃ کی پہلی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے پیغمبر اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ پاکیزہ ناموں سے یاد کرو۔ نہ تو اس کو کسی ایسے نام سے یاد کرو جو پاکیزگی کے خلاف ہو اور نہ اس کے مقدس نام کو کسی انسان یا مخلوق میں سے کسی اور ہستی کے لئے استعمال کرو جیسا مشرک کیا کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے۔

(۳) انسان کو صورت کے لحاظ سے احسن اور فطرت کے لحاظ سے اکمل بنایا۔ اس کی ہدایت کے لئے حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل فرمایا جو وحی الٰہی کی اعلیٰ اور اکمل صورت ہے۔ آپ اپنی اس ذمہ داری کو بڑی شدت سے محسوس فرماتے تھے کہ قرآن مجید نہایت احتیاط کے ساتھ محفوظ کیا جائے اور اس کا ایک لفظ بھی نہ بھلایا جائے۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ جب حضرت جبرئیلؑ وحی لاتے اور قرآن مجید کی آیتیں آپؐ کو سناتے تو آپؐ ان آیتوں کو حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ ساتھ پڑھنے لگتے اور اسی وقت ان کو یاد کرنے کی کوشش فرماتے۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اطمینان دلایا اور فرمایا کہ اس بارے میں فکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہم خود تمہارے معلم ہیں ہم تم کو اس طرح پڑھائیں گے کہ تم کبھی بھولو گے ہی نہیں۔ ہم قرآن مجید کا نقش تمہارے پاک سینہ پر اس طرح بٹھائیں گے کہ پھر کبھی نہیں مٹے گا بلکہ ہم دین کی راہ سے ساری مشکلات کو ہٹا دیں گے۔

تمہارے کام کو آسان کر دیں گے اور تمہیں کامیابی تک پہنچا دیں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے آپؐ کو سارا قرآن یاد تھا جس کو آپؐ نمازوں میں اور دوسرے اوقات میں پڑھا کرتے تھے۔ آپؐ کے علاوہ کئی صحابی بھی قرآن کے حافظ تھے۔ آپؐ کے طفیل سے آپ کی امت میں آج بھی ہزاروں لاکھوں حافظ ہیں۔ یہ قرآن مجید کا ایسا معجزہ ہے جو کسی دوسری الہامی کتاب کو نصیب نہیں۔ (۴) یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمدؐ ہم نے تم کو قرآن سکھایا اور علم و معرفت سے تمہارا سینہ روشن ہو گیا تو تم کو چاہیئے کہ قرآن دوسروں کو بھی سناؤ اور نصیحت کرو اور جو روشنی تم کو ملی ہے وہ دوسروں کو بھی دکھاؤ کیونکہ نصیحت کرنا یوں بھی ایک اخلاقی فریضہ اور اچھی بات ہے۔ اور تم تو رسول ہو تمہاری زندگی کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو دین نیکی اور نجات کا راستہ دکھاؤ اگرچہ سب لوگ قرآن سے فائدہ نہیں اٹھاتے لیکن کچھ لوگ تو ضرور اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

يَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿١١﴾ الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ﴿١٢﴾ ثُمَّ

جو بدبخت ہے وہ اس سے گریز کرے گا جو بڑی (سخت) آگ میں پڑے گا پھر وہاں

لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿١٣﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿١٤﴾ وَ

اس کو نہ موت ہی آئے گی اور نہ (آرام سے) جینا نصیب ہوگا (۱) بیشک وہ شخص کامیاب ہوا جو (شرک اور گناہوں سے) پاک رہا اور

ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿١٥﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿١٦﴾

جو اپنے پروردگار کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا (۲) مگر (اے کافرو!) تم دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہو

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿١٧﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٨﴾

حالانکہ آخرت کی زندگی بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے (۳) یقیناً یہ (مضمون) اگلی کتابوں میں (بھی) ہے

صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿١٩﴾ ع

(یعنی) ابراہیم اور موسیٰ کی کتابوں میں

(اٰیاتها ۲۶) سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ (۸۸) (رکوعها ۱)

سورۂ غاشیہ مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ﴿١﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ﴿٢﴾

(اے پیغمبر) کیا تمہارے پاس چھا جانے والی (قیامت) کی خبر پہنچی ہے اس دن بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿٣﴾ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴿٤﴾ تُسْقٰى مِنْ

محنت کرنے والے تھکے ہوئے دہکتی آگ میں پڑیں گے انھیں ایک گرم چشمہ سے

عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ﴿٥﴾ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ﴿٦﴾ لَّا يُسْمِنُ

(پانی) پلایا جائے گا ان کو کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا مگر ایک کانٹے دار جھاڑی جس کے کھانے سے

(۱) یاد رکھو! جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے نیکی اور بدی میں تمیز کرتا ہے اور اپنی نجات کی فکر کرتا ہے وہ تو قرآن کو دھیان سے سنتا ہے اور اس سے نصیحت حاصل کرتا ہے لیکن جو بدبخت اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی عقل سے کام نہیں لیتا اور اپنے انجام کی فکر نہیں کرتا وہ قرآن سے منہ پھیر لیتا ہے اور اس سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اس بدبخت کا انجام بُرا ہوگا۔ وہ دوزخ کی بڑی آگ میں ڈالا جائے گا۔ وہاں کی زندگی ایسی ہوگی جس پر وہ موت کو ترجیح دے گا۔ لیکن وہاں موت بھی نہیں آئے گی۔

(۲) یعنی قرآن مجید سے جو شخص نصیحت حاصل کرتا ہے وہ کامیاب اور بامراد ہوتا ہے کیونکہ وہ غلط عقیدوں اور برے اعمال سے اپنے نفس کو پاک کر کے صحیح عقیدوں اور اچھے اعمال سے اس کو آراستہ کر لیتا ہے۔ اپنے پروردگار سے دل لگاتا ہے اور اس کی یاد میں لگا رہتا ہے۔ اسی کی عبادت کرتا ہے۔ خاص کر نماز کو پابندی سے پڑھتا ہے۔

ع ۱۹/۱۲

(۳) جو لوگ قرآن مجید سے نصیحت حاصل نہیں کرتے ان کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تمہاری بنیادی کمزوری یہ ہے کہ تم دنیا کی پست اور فانی زندگی پر فریفتہ ہو کر اس کو آخرت پر ترجیح دیتے ہو اور اس کے حاصل کرنے کے لئے اپنی ساری قوتوں اور صلاحیتوں کو صرف کر ڈالتے ہو یہی وجہ ہے کہ تمہارے دل قرآن مجید کا کوئی اثر قبول نہیں کرتے کیونکہ قرآن مجید دنیا پر فریفتہ ہونے سے روکتا ہے، نیکی اور پرہیزگاری کا راستہ بتاتا ہے اور آخرت کی تیاری پر آمادہ کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آخرت دنیا سے ہزاروں درجے بہتر ہے اور اس فانی دنیا کے مقابلہ میں ہمیشہ رہنے والی ہے۔ لہٰذا وہی اس بات کی مستحق ہے کہ اس کو دنیا پر ترجیح دی جائے اور دنیا کو اس کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا جائے۔

وَلَا يُغْنِي مِن جُوعٍ ۝٧ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝٨

نہ بدن ہی موٹا ہوگا اور نہ بھوک ہی بند ہوگی (۱) اس دن بہت سے چہرے شاداں ہوں گے

لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝٩ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝١٠ لَّا تَسْمَعُ فِيهَا

(اور) اپنے نیک کاموں کی بدولت خوش ہوں گے اور بہشت بریں میں ہوں گے جہاں وہ کوئی بے ہودہ بات نہیں

لَاغِيَةً ۝١١ فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝١٢ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ۝١٣

سنیں گے اس میں چشمے بہہ رہے ہوں گے وہاں اونچے اونچے تخت بچھے ہوئے

وَأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ۝١٤ وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ۝١٥ وَزَرَابِيُّ

اور آبخورے (قرینے سے) رکھے ہوئے ہوں گے اور گاؤ تکیے برابر برابر لگے ہوئے اور قالین بچھے

مَبْثُوثَةٌ ۝١٦ أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝١٧ وَ

ہوئے ہوں گے (۲) کیا یہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح (عجیب طور پر) پیدا کیا گیا ہے اور

إِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝١٨ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ

آسمان کی طرف (نظر نہیں کرتے کہ) اسے کتنا بلند کیا گیا ہے اور پہاڑوں کی طرف (نہیں دیکھتے کہ) کس طرح کھڑے

نُصِبَتْ ۝١٩ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝٢٠ فَذَكِّرْ إِنَّمَا

کئے گئے ہیں اور زمین کو (نہیں دیکھتے کہ وہ) کس طرح بچھائی گئی ہے (۳) تو (اے پیغمبر) تم لوگوں کو نصیحت

أَنتَ مُذَكِّرٌ ۝٢١ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ۝٢٢ إِلَّا مَن

کرتے رہو کہ تم نصیحت کرنے والے ہو تم ان پر داروغہ کی طرح مسلط نہیں ہو (۴) لیکن جو (تمہاری نصیحت سے)

تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ۝٢٣ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ۝٢٤ إِنَّ

منہ موڑے اور اس کو نہ مانے تو اللہ اس کو بڑا عذاب دے گا یقیناً ان

إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ۝٢٥ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم ۝٢٦

سب کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے پھر ان سے حساب لینا ہمارا کام ہے

منزل ۷

(۱) ان آیتوں میں منکروں اور بدکاروں کی حالت کا نقشہ کھینچا ہے فرماتا ہے کہ جس دن وہ چھا جانے والا واقعہ ہوگا تو لوگوں کے اعمال کا حساب کتاب لیا جائے گا۔ پھر ان کے لحاظ سے لوگوں کو جزا و سزا ملے گی۔ اس دن اللہ تعالیٰ کے پیغام کا انکار کرنے والے بڑے ذلیل اور رسوا ہوں گے۔ خوف، دہشت، مصیبت اور تکلیف کی وجہ سے ان کے چہرے تھکے ماندے اترے ہوئے اور بے رونق ہوں گے۔ یہ لوگ اپنے اعمال کی سزا کی وجہ سے دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔ گرمی کی شدت سے وہاں ان کو سخت پیاس لگے گی۔ بیتاب ہو کر پانی مانگیں گے لیکن پانی جو دیا جائے گا وہ کھولتا ہوا ہوگا جس کا پینا محال ہوگا۔ کھانے کو ایک کانٹے دار جھاڑی دی جائے گی جو اول تو کھائی نہ جاسکے گی اور اگر کسی طرح اس کو نگل بھی لے گا تو نہ اس سے بھوک بند ہوگی اور نہ وہ کھانے والے کو موٹا کر سکے گی۔

(۲) ان آیتوں میں ایمان والوں اور پرہیزگاروں کی حالت کا نقشہ کھینچا ہے۔ فرماتا ہے کہ اس دن ایمان والوں اور پرہیزگاروں کے چہرے تر و تازہ اور بشاش ہوں گے۔ دنیا میں انھوں نے جو نیک عمل کئے تھے اور راہ حق میں جو کوششیں کی تھیں ان کی جزا اپنے پروردگار سے پاکر نہایت خوش ہوں گے۔ اونچے مقامات پر پُرفضا باغوں میں رہیں گے جہاں وہ کسی قسم کی بیہودہ اور ناگوار باتیں نہیں سنیں گے۔ ان باغوں میں ہر طرف چشمے جاری ہوں گے جن سے باغوں کا لطف دوبالا ہوگا۔ باغوں میں ہر طرف شاندار تخت رکھے ہوں گے جن پر قالین بچھے ہوں گے اور گاؤ تکیے قرینے سے لگے ہوں گے۔ ان کے پاس خوبصورت پیالے قرینے سے رکھے ہوں گے کہ جب چاہیں شراب طہور کے جام اڑائیں۔

(۳) اگر کسی کو قیامت، جزا و سزا اور دوزخ، جنت کے حالات سن کر تعجب ہوتا ہو اور ان چیزوں پر ایمان لانے سے کسی کا دل ہچکچاتا ہو تو اس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کائنات اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں سے خالی نہیں ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی بے انتہا قدرت اور حیرت انگیز حکمت کا گواہ ہے۔ اگر کسی کو قدرت کی چھوٹی نشانیاں دکھائی نہیں دیتیں تو کیا اس کو لمبا تڑنگا اونٹ، بلند آسمان، کھڑے ہوئے پہاڑ اور پھیلی ہوئی زمین بھی نظر نہیں آتی؟

اگر انسان ٹھنڈے دل سے ان عجیب و غریب نشانیوں پر غور کرے تو قوی اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا قدرت کا یقین اس کے دل میں اُبھرے گا، اس کو قیامت، جزا و سزا اور دوزخ و جنت کے حالات سُن کر تعجب نہ ہوگا اور قرآن مجید کی تعلیم کو بے تامل قبول کرے گا۔

(۴) واقعہ یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک دل میں انسانیت کی خیر خواہی کا جذبہ بڑی قوت سے موجزن تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اسلام کے انسانیت پرور اور حیات بخش پیغام کو اللہ کے بندوں تک پہنچانے میں جان توڑ کوشش فرماتے تھے اور جب یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تھے تو آپ کو ان کی بے عقلی اور گمراہی پر بڑا دکھ ہوتا تھا اور آپ بے چین ہو جاتے تھے۔ ع ۱۳ / ۲۶۹ / ۱۲

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے پیغمبر: قرآن کی صورت میں جو وعظ و نصیحت کی باتیں ہم تمہارے پاس بھیج رہے ہیں تم ان کو دوسروں تک پہنچا دو۔ بس تمہارا کام اتنا ہی ہے۔ ہم نے تم کو داروغہ بنا کر نہیں بھیجا ہے۔ یعنی تم پر یہ ذمہ داری نہیں ڈالی ہے کہ تم ان کو زبردستی مسلمان بناؤ۔ سمجھانا تمہارے ذمہ ہے، عقل سے کام لینا خود ان کے ذمہ اور دلوں کو پھیرنا ہمارے ہاتھ میں ہے۔

آیاتہا ۳۰ — رکوعہا ۱

سُوْرَۃُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ (۸۹)

سورہ فجر مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْفَجْرِ ۝۱ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝۲ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا

قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور قسم ہے جفت اور طاق کی اور قسم ہے رات کی جب چلنے لگے

يَسْرِ ۝۴ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝۵ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ

(اے منکرو! تم ضرور سزا ہوگی) کیا ان چیزوں میں عقلمند کے لئے معتبر قسم ہے؟ (یقیناً ہے) (۱) (اے پیغمبر!) کیا تم نے نہیں دیکھا

فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝۶ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝۷ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ

کہ تمہارے پروردگار نے عاد ارم کے ساتھ کیا معاملہ کیا جو بڑے قد آور تھے اس جیسی کوئی اور قوم

مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝۸ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝۹

دنیا میں پیدا نہیں کی گئی اور (تمہارے پروردگار نے) ثمود کے ساتھ کیا کیا جنہوں نے وادی (قریٰ) میں پتھر تراش کر گھر بنا رکھے تھے

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝۱۰ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝۱۱

اور میخوں والے فرعون کے ساتھ (کیا کیا) ان سبھوں نے ملکوں میں سر اٹھا رکھا تھا

فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۝۱۲ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ

اور ان میں بڑا فساد مچا رکھا تھا تو تمہارے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا

عَذَابٍ ۝۱۳ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝۱۴ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا

برسایا بیشک تمہارا پروردگار (نافرمانوں کی) گھات میں رہتا ہے (۲) لیکن انسان کا عجب حال ہے کہ جب اس کا

مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۝۱۵

پروردگار (اس طرح) اس کو آزماتا ہے کہ اس کو عزت دیتا اور نعمت بخشتا ہے تو وہ (خوش ہوکر) کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے عزت بخشی

منزل ۷

(۱) اس آیت میں پانچ چیزوں کی قسم کھائی ہے فجر: جمہور کے نزدیک فجر سے مراد صبح ہے کیونکہ یہ بھی قیامت کا ایک نمونہ ہے۔ رات کو سناٹا چھایا ہوا ہوتا ہے، انسان حیوان چرند پرند سب پر نیند چھائی ہوتی ہے جو موت کے مشابہ ہے بلکہ یوں کہیئے کہ ایک طرح کی موت ہے پھر صبح نمودار ہوتے ہی ایک نئی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ انسان اور حیوان نیند سے بیدار ہو جاتے ہیں اور اپنے اپنے کاروبار میں لگ جاتے ہیں۔ پرندے چہکنے لگتے ہیں غرض ہر طرف ایک شور برپا ہو جاتا ہے جو قیامت کے شور سے کم نہیں ۔ بعض مفسرین نے فجر سے محرم کے مہینے کی پہلی فجر مراد لی ہے جو آغاز سال کا پہلا دن ہے۔ اور بعض مفسرین نے یَوْمُ النحر یعنی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کی صبح مراد لی ہے۔ لیالِ عشر سے ذی الحجہ کی دس راتیں مراد ہیں جو بڑی متبرک ہیں اور جن میں حاجی لوگ عبادت اور حج کی تیاری اور اس کی ادائی میں مصروف رہتے ہیں۔

بعض مفسرین نے رمضان کی آخری دس راتیں مراد لی ہیں جن میں شب قدر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان راتوں میں عبادت کرنے اور اعتکاف میں بیٹھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ بعض مفسرین نے محرم کے مہینے کی پہلی دس راتیں مراد لی ہیں کیونکہ حدیثوں میں دسویں تاریخ کا روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ بہرحال ان راتوں کی اللہ نے قسم کھائی ہے جو ایک خاص فضیلت اور عظمت رکھتی ہیں۔ شفع کے معنی جفت یعنی جوڑا اور وتر سے مراد طاق یعنی اکیلا۔ حق تعالیٰ وتر یعنی یکتا اور اکیلا ہے کہ کوئی اس کا شریک نہیں اور شفع سے مراد ساری مخلوق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے جیسے فرمایا وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ۔ سب کے آخر میں لَیل یعنی رات کی قسم کھائی ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بڑی نشانی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عقل و بصیرت والوں کے لئے یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بڑی نشانیاں ہیں اور اس امر پر بڑی قوی اور معتبر شہادت پیش کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے کارخانہ کو بیکار نہیں پیدا کیا ہے اور یہ کہ انسان کے اعمال رائگاں اور بے کار نہ ہوں گے۔ اس لئے یہ یقین کرنا چاہیئے کہ اعمال کا حساب و کتاب ضرور ہوگا اور ان کا بدلا ضرور ملے گا۔

(۲) ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے عاد، ثمود اور فرعون کے تاریخی واقعات کو پیش کیا ہے تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں اور نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور پیغام الٰہی یعنی قرآن مجید کے انکار سے باز آئیں۔ فرماتا ہے کہ ان لوگوں کے حالات کا غور سے مطالعہ کرو اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کس کس طرح سے نوازا، قد آور بنایا اور غیر معمولی قوت دی، زمین کے زرخیز خطوں کا مالک بنایا اور بے انتہا دولت بخشی، زبردست اور مستحکم سلطنت عطا فرمائی۔ لیکن انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہ کی۔ دولت، قوت اور سلطنت کے نشہ میں ایسے مست ہوئے کہ اپنے مالک تک کو بھلا بیٹھے، اللہ کے پیغام کو پس پشت ڈال دیا اور اس کے نبیوں کو جھٹلایا۔ سرکشی، تکبر، ظلم و ستم اور بد اخلاقی سے اللہ کی زمین پر خوب اودھم مچایا اور فساد برپا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر ان پر فضل کیا اور ان کو ڈھیل دی تاکہ وہ بداعمالیوں سے باز آئیں اور اپنی اصلاح کریں لیکن جب انہوں نے اللہ کی نعمت کی ناشکری کی تو اللہ نے اپنے عذاب کا کوڑا ان پر برسایا اور صفحۂ ہستی سے ان کو نیست و نابود کر دیا۔ غرور اور تکبر کے مارے بدبخت یہ سمجھنے لگے تھے کہ زمین کے وہی مالک اور مختار ہیں، ان کی بداعمالیوں کو دیکھنے والا اور ان سے بازپرس کرنے والا ہی کوئی نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ بندوں کے احوال اور اعمال کا نگران ہے اور ان کی ہر حرکت سے واقف ہے۔ البتہ بداعمالوں کو جلد نہیں پکڑتا۔ غافل لوگ اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ اس کو کچھ خبر ہی نہیں ہے اور من مانی کرتے رہتے ہیں لیکن جب وہ پکڑتا ہے تو آنکھیں کھلتی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اوپر بھی کوئی ہے۔

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ

اور جب وہ اسے (دوسری طرح پر) آزماتا ہے (یعنی) اس پر روزی تنگ کر دیتا ہے تو شکایت کرتا اور کہتا پھرتا ہے کہ میرے

اَهَانَنِ ۚ (۱۶) كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۙ (۱۷) وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ

پروردگار نے مجھے ذلیل کر دیا (۱) ہرگز ایسا نہیں بلکہ (تمہارا قصور یہ ہے کہ) تم یتیموں کی خاطر نہیں کرتے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ایک

عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۙ (۱۸) وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۙ (۱۹)

دوسرے کو ترغیب نہیں دیتے اور وراثت کا مال سمیٹ سمیٹ کر کھا جاتے ہو

وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۭ (۲۰) كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا

اور مال سے بیحد محبت رکھتے ہو (۲) سن رکھو! جب زمین توڑ پھوڑ کر ریزہ ریزہ کر دی

دَكًّا ۙ (۲۱) وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ (۲۲) وَجِايْٓءَ يَوْمَىِٕذٍۢ

جائے گی اور تمہارا پروردگار رونق افروز ہوگا اور فرشتے صف باندھ کر آموجود ہوں گے اور جس دن دوزخ

بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۭ (۲۳)

حاضر کی جائے گی جس دن انسان غفلت سے چونکے گا لیکن اس وقت چونکنا کیا فائدہ دے گا؟

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۚ (۲۴) فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُعَذِّبُ

اس دن وہ کہے گا کاش میں نے اپنی اس زندگی کے لئے کچھ نیک اعمال آگے بھیجے ہوتے اس دن اللہ گنہگاروں کو ایسی سزا دے گا کہ

عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۙ (۲۵) وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ۭ (۲۶) يٰٓاَيَّتُهَا

ان جیسی سزا کسی نے نہ دی ہوگی اور ان کو اس طرح جکڑے گا کہ ان جیسا کسی نے نہ جکڑا ہوگا (۳) (اور مومن کی روح سے

النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ۤ (۲۷) ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۚ (۲۸)

کہا جائے گا کہ) اے مطمئن روح! اپنے پروردگار کی طرف چل تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی

فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۙ (۲۹) وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۧ (۳۰)

(اور اللہ اس سے فرمائے گا کہ) میرے خاص بندوں میں شامل اور میری جنت میں داخل ہو جا (۴)

منزل ۷

(۱) اوپر کی آیتوں میں عبرت کے لئے چند نافرمانوں کا ذکر کیا تھا۔ سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے اب عام انداز میں نافرمان انسان کے ایک خاص نقطۂ نظر کا ذکر فرماتا ہے۔ یہ نقطۂ نظر رکھنے سے افراد اور قوموں کا وہی حشر ہوتا ہے جو عاد، ثمود اور فرعون کا ہوا ــــ ارشاد فرماتا ہے کہ انسان کا یہ حال ہے کہ جب اللہ تعالیٰ جو اس کا پروردگار ہے زندگی میں اس کو خوش حالی اور راحت و آرام دیتا ہے تو وہ پھولے نہیں سماتا اور ڈینگیں مارنے لگتا ہے۔ سمجھتا ہے کہ میں اللہ کا نہایت مقبول بندہ ہوں جبھی تو اس نے دوسروں کے مقابلہ میں مجھے یہ عزت بخشی ہے۔ یہ خیال آتے ہی تکبر اور غرور سے اس کی گردن اکڑ جاتی ہے اور وہ ایک ایسا انسان بنتا ہے جس سے انسانیت کو شرم آتی ہے۔

اور بخلاف اس کے اگر اللہ تعالیٰ اس پر روزی تنگ کر دیتا ہے تو نہایت رنجیدہ ہو کر کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے میری بڑی توہین کی۔ یہ خیال آتے ہی اس پر سخت مایوسی طاری ہوتی ہے اور وہ ایک ناکارہ انسان بن کر رہ جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی نظر صرف دنیا کی زندگی پر لگی ہوئی ہے اور آخرت اس کی نظروں سے اوجھل ہے۔ اسی لئے وہ زندگی کی تنگی کو عزت و ذلت اور مقبولیت اور نامقبولیت کا معیار سمجھتا ہے۔ حالانکہ واقعہ ایسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبولیت اور نامقبولیت کا معیار ایمان، اخلاص اور نیک اعمال ہیں۔

(۲) یعنی یہ نقطۂ نظر رکھنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمہارے دل خدا کے خوف اور انسانی ہمدردی کے جذبہ سے بالکل خالی ہو جاتے ہیں۔ تم یتیموں کی عزت اور ان کی دیکھ بھال نہیں کرتے۔ مسکینوں کو کھانا کھلانا اور ان کی خدمت کرنا تو الگ رہا، تم دوسروں کو بھی ایسے کاموں کی ترغیب نہیں دیتے۔ میراث کے مال سے حق داروں کو محروم کر کے سارے کا سارا مال خود ہی ہڑپ کر لینا چاہتے ہو۔ ان سب بداعمالیوں کی جڑ یہ ہے کہ تم مال و دولت پر فریفتہ ہو اور اس کی محبت میں دیوانے ہو۔ یتیموں اور مسکینوں کو محروم کر کے مال جمع کرنا اپنا دین و ایمان سمجھتے ہو اور حق داروں کا حصہ مار کر بہت سا مال جمع کرنا اور ناجائز طریقوں سے روز بروز اس کی زیادتی کی فکر میں رہنا بڑی کامیابی خیال کرتے ہو۔

(۳) یعنی آج انسان مال و دولت کے نشہ میں مست ہے اور بداعمالیوں میں ڈوبا ہوا ہے اور اللہ و رسولؐ کی باتوں پر کان نہیں دھرتا۔ لیکن جب قیامت ہوگی اور اللہ تعالیٰ حشر کے میدان میں جلوہ فرما ہوگا اور فرشتے انتظامات کے لئے آموجود ہوں گے اور جہنم سامنے لائی جائے گی اور حقیقت حال کھل جائے گی تو اس وقت انسان کی عقل ٹھکانے لگے گی

ع ۳۰ ۱۴

اور وہ سوچے گا اور دل میں کہے گا کہ کاش میں دنیا کی زندگی میں کچھ نیکیاں کرتا جو آج میرے کام آتیں۔ لیکن اس دن سوچنا افسوس کرنا اور پچھتانا کچھ کام نہ دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دن مجرموں اور ظالموں کو ایسا سخت عذاب دے گا اور ایسی قید و بند میں رکھے گا کہ جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا ــــ (۴) لیکن جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرا، اس کی یاد میں لگا رہا اس سے فرشتے کہیں گے کہ تو اپنے پروردگار کی طرف چل جس کی یاد سے تجھ کو دنیا میں سکون حاصل ہوتا تھا۔ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ اس اعزاز کے ساتھ فرشتے اس کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں لے جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو ہم کلامی کا شرف بخشے گا اور فرمائے گا کہ میرے مقبول بندوں میں شامل ہو جا اور میری بخشی ہوئی جنت میں عیش و آرام سے رہ۔

(انّا نما ۲۰) (رکوعہا ۱)

سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ (۹۰)

سورۂ بلد مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۱﴾ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۲﴾ وَ

(اے پیغمبرؐ) میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی اور تم اس شہر میں رہتے ہو اور قسم کھاتا ہوں

وَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ﴿۴﴾

باپ (یعنی آدمؑ) اور اس کی اولاد کی کہ بیشک ہم نے انسان کو محنت (و مشقت کی حالت) میں (رہنے والا) بنایا ہے (۱)

اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ﴿۵﴾ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا

کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال خرچ

لُّبَدًا ﴿۶﴾ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۷﴾ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ

کیا ہے کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں (۲) کیا ہم نے اس کو

عَيْنَيْنِ ﴿۸﴾ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ﴿۹﴾ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴿۱۰﴾

دو آنکھیں اور زبان اور ہونٹ نہیں دیے (بیشک دیے) اور پھر اس کو (خیر و شر کے) دونوں راستے بھی دکھا دیے (۳)

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾

تو وہ دین کی گھاٹی سے ہو کر نہ گزرا اور تم کو کچھ معلوم ہے کہ گھاٹی کیا ہے (گھاٹی سے مراد یہ ہے کہ)

فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا

کسی کی گردن (غلامی یا قرض کے پھندے سے) چھڑانا یا بھوک کے دن رشتہ دار

ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ

یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو کھانا کھلانا (۴) (اس کو چاہیئے تھا یہ کام اختیار کرتا) اور پھر ان

(۱) اس آیت میں بَلَد سے مُراد شہر مکہ ہے جو جغرافیائی حیثیت سے ایک مرکزی مقام ہے اور تاریخی حیثیت سے بھی اس مقام کو اہمیت ہے کیونکہ حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام سے اس کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ نیز خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی جگہ ہے اور یہاں وہ مقدس گھر ہے جس کو بیت اللہ (اللہ کا گھر) کہا جاتا ہے۔
وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ کے مفسرین نے دو طرح سے معنی بیان کئے ہیں ایک یہ کہ آپؐ اس شہر میں تشریف فرما ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ آیت بطور پیشین گوئی کے ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتادیا کہ اگرچہ آپؐ اس شہر میں دشمنوں کے ہاتھوں تکلیفیں اٹھا رہے ہیں لیکن ایک وقت وہ آنے والا ہے کہ آپ فاتح کی حیثیت سے اس شہر میں داخل ہوں گے اور اس وقت اس شہر میں جنگ کی اجازت دی جائے گی۔ چنانچہ فتح مکہ کے دن ایسا ہی ہوا کہ آپؐ دس ہزار صحابہؓ کے ساتھ اس شہر میں داخل ہوئے اور مکہ والوں میں سے جن لوگوں نے آپؐ سے مقابلہ کیا ان کو قتل کیا گیا۔ جن کی تعداد بہت کم تھی۔ پھر قیامت تک کے لئے اس شہر کی حرمت کا اعلان کر دیا گیا۔
آیت میں وَالِدٍ سے مُراد حضرت آدمؑ اور وَمَا وَلَدَ سے مُراد ان کی اولاد ہے۔ شہر مکہ، حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد کی قسم کھا کر انسانی زندگی کی کیفیت بیان فرمائی کہ وہ محنت، مشقت اور جد وجہد کا دوسرا نام ہے۔ یہ حقیقت خود انسان کی اپنی زندگی سے روشن ہے۔ ہم میں سے کون نہیں جانتا کہ پیدائش سے لے کر مرنے تک ہر شخص عورت ہو یا مرد، چھوٹا ہو یا بڑا، امیر ہو یا غریب عالم ہو یا جاہل، طرح طرح کی تکلیفیں اور مصیبتیں جھیلتا ہے۔ سید موجودات، سرور انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے مقدس صحابہؓ نے مکہ میں جس طرح زندگی گزاری وہ اس آیت کی واضح اور مسلم تفسیر ہے۔

(۲) یعنی انسان کو اپنی زندگی کی کیفیت دیکھ کر اس سے نصیحت حاصل کرنا چاہیئے تھا اور اپنی محتاجی کو دیکھ کر خدا کے سامنے جھک جانا چاہیئے تھا۔ لیکن اس کی غفلت حیرت انگیز ہے۔ باوجود اپنی احتیاج کے وہ تکبر اور غرور کے ساتھ اللہ کے رسول کا مقابلہ کرتا ہے اور اللہ کے دین کے خلاف کوششوں میں مال خرچ کرتا ہے۔ گویا وہ سمجھتا ہے کہ اس سے بڑا کوئی نہیں ہے اور اس کے اعمال کو کوئی دیکھنے والا نہیں ہے، حالانکہ اللہ تعالےٰ اس پر قادر ہے اور وہ اس کے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس نے کس کام میں روپیہ خرچ کیا ہے۔ قیامت کے دن اس پر ظاہر فرما دے گا۔

(۳) یعنی جس اللہ نے انسان کو پیدا کیا، دیکھنے کے لئے اس کو دو آنکھیں دیں اور گفتگو کے لئے اس کو زبان اور دو ہونٹ دیئے، پھر خیر و شر کا راستہ اس کو اچھی طرح سمجھایا، کیا وہ اللہ انسان کے اعمال کو نہیں دیکھ رہا ہے اور کیا وہ اس پر قادر نہیں رکھتا کہ اس کو بداعمالیوں کی سزا دے سکے یقیناً دے سکتا ہے۔ لیکن انسان اپنے پیدا کرنے والے کی طرف سے غفلت میں پڑا ہوا ہے۔ (۴) اللہ تعالےٰ نے انسان کو آنکھیں دی تھیں اور خیر و شر کا راستہ سمجھایا تھا۔ انسان کو چاہیئے تھا کہ آنکھوں سے کام لیتا اور خیر و شر کے راستہ کو دیکھتا اور محنت کرکے نیک عمل کی گھاٹی پر چڑھتا یعنی غلاموں کو آزاد کرتا اور قرض داروں کو قرض کے بوجھ سے نجات دلاتا، مسکینوں اور یتیموں کو کھانا کھلاتا اور ان کی مدد کرتا۔ یہ کام تھے جو انسان کو کرنے چاہیئے تھے۔ لیکن انسان ہے کہ اللہ کے رسول کی دشمنی اور اس کے دین کی مخالفت میں لگا ہوا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اپنی گمراہی اور بدعملی پر فخر کرتا ہے۔

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿١٧﴾

لوگوں میں سے ہوتا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو صبر کی ہدایت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (لوگوں پر) رحم کرنے کی نصیحت کرتے رہے

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ﴿١٨﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا

یہی لوگ مبارک (اور خوش نصیب) ہیں اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا

هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ﴿١٩﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُؤْصَدَةٌ ﴿٢٠﴾

وہ منحوس (اور بدبخت) ہیں یہ لوگ آگ میں بند کر دیئے جائیں گے (۱)

(۹۱) سُورَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ

آیاتها ۱۵ — رکوعها ۱

سورہ شمس مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا ﴿١﴾ وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا ﴿٢﴾ وَالنَّهَارِ إِذَا

قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی اور قسم ہے چاند کی جب وہ سورج کے پیچھے آئے اور قسم ہے دن کی جب وہ سورج کو

جَلَّاهَا ﴿٣﴾ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَاهَا ﴿٤﴾ وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا ﴿٥﴾

نمایاں کر دے اور قسم ہے رات کی جب وہ سورج کو ڈھانک لے اور قسم ہے آسمان کی اور اس ذات کی جس نے اس کو بنایا

وَالْأَرْضِ وَمَا طَحَاهَا ﴿٦﴾ وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ﴿٧﴾ فَأَلْهَمَهَا

اور قسم ہے زمین کی اور اس ذات کی جس نے اس کو پھیلایا اور قسم ہے نفس کی اور اس ذات کی جس نے اسے درست بنایا پھر اس کو بدی

فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ﴿٨﴾ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ﴿٩﴾ وَقَدْ خَابَ

اور نیکی کی سمجھ بوجھ دی (۲) بیشک وہ شخص کامیاب ہوا جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور وہ شخص ناکام رہا جس نے اس

مَنْ دَسَّاهَا ﴿١٠﴾ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا ﴿١١﴾ إِذِ انْبَعَثَ

کو گناہوں میں دبا دیا (۳) (قوم) ثمود نے سرکشی کے سبب سے (اپنے پیغمبر کو) جھٹلایا جب ان میں کا سب سے

(۱) یعنی جو لوگ ایمان لانے کے بعد نیک عمل کا راستہ اختیار کریں، غلاموں کو آزاد کریں، قرض داروں کو قرض سے نجات دلائیں، یتیموں اور مسکینوں کی مدد کریں اور دوسرے لوگوں کو بھی صبر کرنے اور مخلوق خدا پر رحم کرنے کی نصیحت کریں، یہ لوگ قیامت کے دن خوش نصیب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے عرش کے دائیں جانب ادب کے ساتھ کھڑے رہیں گے اور ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے۔ لیکن جو بدبخت اللہ کے دین کو نہ مانیں اور زندگی میں نیک کام نہ کریں وہ بڑی ذلت کے ساتھ عرش کے بائیں جانب کھڑے کئے جائیں گے اور ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ پھر حساب و کتاب کے بعد ان کو دوزخ میں بند کر دیا جائے گا۔

ع ۱ / ۲۰ / ۱۵

(۲) فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا۔

شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے موضح القرآن میں اس آیت کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے:۔

"پھر خبر دی اس نفس کو گناہوں اور برائیوں اس کے کی اور ڈرنے کی اس کو اور بچنا گناہوں سے اس کو یعنی سب کچھ جتا دیا اور سمجھا دیا اس نفس کو یعنی عقل دی نیکی بدی معلوم کرنے کی۔"

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں عقل اور سمجھ بوجھ کا چراغ روشن کیا جس سے وہ نیکی بدی، اچھائی برائی، بدکرداری اور پرہیزگاری کے پہچاننے میں مدد لیتا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے نیکی بدی کو واضح فرما دیا۔ عقل کے ساتھ ساتھ ارادہ اور اختیار کی نعمت بھی بخشی تاکہ سوچ سمجھ کر اور جان بوجھ کر کوئی ایک راستہ اختیار کرے۔

(۳) ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تاکید اور شہادت کے طور پر کئی قسمیں کھا کر انسانی فطرت کی خصوصیت اور اس کا امتیاز ظاہر فرمایا، پھر سعادت و شقاوت، کامیابی و ناکامیابی کے راستے واضح فرما دیئے۔

کامیابی کا راستہ یہ ہے کہ انسان نفس کا تزکیہ کرے، یعنی عقل کو حکمتِ الٰہی کا اور جذبات کو حکمِ الٰہی کا پابند رکھے۔

اور ناکامی کا راستہ یہ ہے کہ انسان نتائج سے بے پرواہ ہو جائے اور جذبات کو بے لگام کر کے اپنی فطری صلاحیتوں کو ملیامیٹ کر دے۔

(۱) قوم ثمود کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا صرف چند پاک باطن بزرگ حضرت صالحؑ پر ایمان لائے لیکن ساری قوم گمراہی اور ان کی نافرمانی کرتی رہی۔ لوگوں نے پیغمبر سے ایک معجزہ کی خواہش کی چنانچہ ان کی دعا سے پتھر میں سے ایک گابھن اونٹنی نکلی اور اس نے بچہ جنا حضرت صالحؑ نے لوگوں کو ہدایت کی کہ یہ اونٹنی ایک معجزہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہے اس لئے اس کا احترام کرو اور اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ اس اونٹنی کے پانی پینے کے لئے ایک خاص دن مقرر کر دیا تھا اس دن وہ تنہا پانی پیتی تھی اور بستی والوں کے جانور دوسرے دنوں میں پانی پیتے تھے بستی میں قیدار نامی ایک شخص بڑا شریر تھا اس نے چند لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر فساد کی ٹھانی۔ بالآخر قیدار نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور سب نے حملہ کر کے اس کو ہلاک کر دیا پھر ان شریروں نے حضرت صالحؑ کا مذاق اڑایا حضرتؑ نے سمجھایا کہ توبہ کرو اور ایمان لاؤ۔ بدبختوں نے ایک نہ سنی اور الٹے حضرتؑ کو قتل کرنے پر تل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالحؑ اور ان کے ساتھیوں کی حفاظت فرمائی اور سخت زلزلہ اور کڑک سے ساری قوم کو تباہ کر ڈالا۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس نے حکمت کے تحت اس بدبخت اور نافرمان قوم کو تباہ کر دیا اور اس کی تباہی کی ذرا پروا نہیں کی۔

أَشْقَاهَا ﴿١٢﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا ﴿١٣﴾

بڑا بدبخت اٹھا تو اللہ کے پیغمبر (صالح) نے لوگوں سے کہا کہ دیکھو اللہ کی اونٹنی کو اور اس کے پانی پینے کی باری کو (نہ چھیڑو)

فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُم

لیکن انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو اللہ نے ان کے گناہ کے سبب ان پر عذاب نازل کیا

بِذَنبِهِمْ فَسَوَّاهَا ﴿١٤﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا ﴿١٥﴾

اور (ہلاک کر کے) سب کو برابر کر دیا اور اللہ کو ان کے انجام کی پروا نہیں (۱)

سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ (٩٢)

آیاتها ٢١ — رکوعها ١

سورۂ لیل مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ﴿١﴾ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ ﴿٢﴾ وَمَا خَلَقَ

قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے اور قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہو جائے اور قسم ہے اس ذات کی

الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ﴿٣﴾ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ﴿٤﴾ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ

جس نے نر و مادہ کو پیدا کیا کہ بیشک تمہاری کوششیں مختلف ہیں (۲) تو جس نے (اللہ کی راہ میں مال) دیا اور

وَاتَّقَىٰ ﴿٥﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ﴿٦﴾ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ﴿٧﴾ وَ

پرہیزگاری اختیار کیا اور اچھی بات (یعنی کلمۂ توحید) کو سچ جانا تو اس کے لئے ہم بہت جلد آرام کی جگہ (یعنی جنت حاصل کرنا) آسان کر دیں گے اور

أَمَّا مَن بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ﴿٨﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ﴿٩﴾ فَسَنُيَسِّرُهُ

جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پروائی کی اور اچھی بات (کلمۂ توحید) کو جھٹلایا تو ہم اس کو تکلیف کی جگہ

لِلْعُسْرَىٰ ﴿١٠﴾ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ ﴿١١﴾

(یعنی دوزخ میں بہت جلد) پہنچا دیں گے اور جب وہ دوزخ میں جا گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا (۳)

(۲) زندگی کے میدان میں ہر حیثیت سے اور خاص کر مذہبی اور اخلاقی لحاظ سے انسان کی سعی اور کوشش الگ الگ ہوتی ہے جس طرح رات دن سے مختلف ہے اور نر مادہ سے الگ ہے۔ بالکل اسی طرح ایک شخص کی کوشش دوسرے شخص کی کوشش سے الگ ہے اس کا قدرتی اثر یہ ہے کہ انسانی اعمال کے نتائج بھی الگ الگ ہیں۔ دیکھو ہر سبب کا ایک نتیجہ ہے۔ کانٹے بو کر پھول کی توقع رکھنا دانشمندوں کا شیوہ نہیں۔ رات تاریک ہے اس کی کیفیات الگ ہیں۔ دن روشن ہے اس کے کاروبار جدا ہیں۔ نر کا مزاج ایک طرح کا ہے اس کے اعمال بھی اسی طرح کے ہیں۔ مادہ کی طبیعت دوسرے رنگ کی ہے اس کے فرائض بھی اسی ڈھنگ پر ہیں یہی تنوع قدرت انسانی اعمال میں جزا اور سزا کے الگ الگ نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ع ١٥

(۳) جب انسان کی کوشش اور اس کے اعمال مختلف ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ زندگی کی دو راہیں ہو گئی ہیں۔ ایک اس شخص کی راہ ہے جو اچھی بات یعنی توحید اور اسلام کی تعلیم کی تصدیق کرتا ہے اور اس کو مانتا ہے، پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمتوں کو اس کی راہ میں اور اس کی مخلوق کے فائدہ کے لئے خرچ کرتا ہے ایسے آدمیوں کی اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے، نیک اعمال کی توفیق دیتا ہے اور نیکی کی راہ پر چلنا اس کے لئے آسان کر دیتا ہے پھر مرنے کے بعد قبر اور برزخ کی مشکلات بھی اس پر آسان ہو جائیں گی۔ قیامت کے دن اس کو کچھ گھبراہٹ نہیں ہوگی اور اس کو عرش کے سایہ میں جگہ ملے گی پھر حساب و کتاب کے بعد جنت اور قرب الٰہی کی راہ بھی اس پر آسان کر دی جائے گی۔ دوسری راہ اس شخص کی ہے جو اپنی ضد سے اسلامی تعلیم جیسی اچھی بات کو نہیں مانتا اور اس کو جھٹلاتا ہے اور اپنے نفس کی اصلاح کی پروا نہیں کرتا۔ مال و دولت کو سمیٹ سمیٹ کر رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کو اللہ کی مخلوق کی خدمت کے لئے خرچ نہیں کرتا۔ ایسے شخص کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور اس کو بداعمالی میں مزہ ملتا ہے۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ اسی راستے پر چلاتا ہے جس پر چلنا اس نے پسند کیا ہے۔ حساب و کتاب کے بعد پھر اس کو جہنم میں پہنچا دے گا۔ اور جب وہ اس ہلاکت کے گڑھے میں گرے گا تو اس کا جمع کیا ہوا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا۔

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ⑫ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ⑬

بیشک راستہ بتانا ہمارا کام ہے اور آخرت اور دنیا دونوں ہمارے قبضہ میں ہیں

فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ⑭ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ⑮

تو لوگو! میں نے تم کو دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا دیا ہے (۱) اس میں وہی داخل ہوگا جو بدبخت ہے

الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ⑯ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ⑰ الَّذِي

جس نے (دین کو) جھٹلایا اور اس سے منہ پھیرا اور اس آگ سے وہ پرہیزگار دور رکھا جائے گا جو (اللہ کی راہ میں)

يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ⑱ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن

اپنا مال خرچ کرتا ہے تاکہ پاکیزگی حاصل کرے اور اس پر کسی کا احسان نہیں ہے کہ اس کا

نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ⑲ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ⑳

بدلا اتارنا مقصود ہو بلکہ اس کو تو اپنے بلند و برتر پروردگار کی خوشنودی مطلوب ہے

وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ㉑

اور وہ عنقریب خوش ہو جائے گا (۲)

آیاتها ۱۱ (۹۳) سُورَةُ الضُّحَىٰ مَكِّيَّةٌ رکوعها ۱

سورۂ ضحیٰ مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالضُّحَىٰ ① وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ ② مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ ③ وَ

قسم ہے دن کی روشنی کی اور قسم ہے رات کی جبکہ وہ چھا جائے (اے پیغمبر) تمہارے پروردگار نے نہ تمہیں چھوڑا اور نہ وہ تم سے ناراض ہوا (۳) اور

لَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ ④ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ

یقیناً آخرت تمہارے لئے پہلی حالت (یعنی دنیا) سے کہیں بہتر ہے اور یقیناً تمہارا پروردگار عنقریب تمہیں اتنا کچھ

(۱) یعنی دنیا و آخرت دونوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ چاہے تو کیا نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس کی یہ عادت ہے کہ زندگی کے جو اصول اور قاعدے اس نے مقرر کر دیئے ہیں ان کے لحاظ سے فیصلے صادر فرماتا ہے چنانچہ نیکی اور بدی کی راہ پر چلنے کے لئے وہ کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ البتہ نیکی اور بدی کی دونوں راہیں اپنے پیغمبروں اور اپنی کتابوں کے ذریعہ واضح کر دیتا ہے۔ جہنم کے عذاب سے ڈرا دیتا ہے۔ پھر جو شخص اپنے ارادہ اور اختیار سے جو راہ پسند کرے اس پر چلنا اس کے لئے آسان کر دیتا ہے اور مقصد تک اس کو پہنچا دیتا ہے۔

(۲) یعنی جو شخص اللہ کے پیغام کو جھٹلائے گا' اس سے منہ موڑے گا اور اپنے نفس کی اصلاح نہیں کرے گا' وہ بدبخت جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا۔ لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کے پیغام کو قبول کرے گا' ایمان لائے گا' پاکیزہ زندگی گزارے گا' اور کسی کا بدلا اتارنے کے لئے نہیں بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے مال و دولت کو خدا کی مخلوق کی خدمت میں اور نیک کاموں میں خرچ کرے گا وہ اس آگ سے محفوظ رہے گا بلکہ جنت اور قرب خاص کی اتنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا جائے گا کہ وہ خوش ہو جائے گا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیتوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دینی خدمات کی طرف اشارہ ہے جن کے بارے میں حدیث شریف بھی آئی ہے اور جن کے ذکر سے تاریخ بھی بھری پڑی ہے۔

ع ۱ ۲۱ ۱۷

(۳) مفسرین نے لکھا ہے کہ نبوت کے شروع زمانہ میں کئی روز تک حضرت جبرئیلؑ وحی نہیں لائے اس پر کچھ مشرکوں کو موقع ہاتھ آیا اور وہ طعنہ تشنیع دینے لگے اور خوش ہو کر کہنے لگے کہ اے لو! محمدؐ کو اس کے خدا نے چھوڑ دیا۔ غرض ایک تو وحی نہ آنے کا غم' اس پر مخالفوں کے طعنے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر اس بات کا بڑا اثر ہوا۔ اس موقع پر یہ سورت نازل ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے سورت کی ابتدائی آیتوں میں روز روشن اور تاریک رات کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمدؐ! اطمینان رکھو نہ تو ہم نے تم کو چھوڑا ہے اور نہ ہم تم سے ناراض ہیں۔ تمہارے دشمن بغض حسد کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں تو تم ان کے کہنے کی پرواہ مت کرو۔ دیکھو! صبح کے وقت سورج نکلتا ہے اور ساری کائنات کو روشن کر دیتا ہے پھر اسی کائنات پر رات کا اندھیرا چھا جاتا ہے۔ رات کے اندھیرے میں کوئی شخص یہ خیال نہیں کرتا کہ پھر سورج نہ نکلے گا۔ اس کے علاوہ دیکھو کہ رات میں لوگ میٹھی نیند سوتے ہیں اور دن بھر کی محنت اور مشقت سے آرام پاتے ہیں۔ اسی طرح ہم وحی کی روشنی کو کچھ دن کے لئے بند کر دیتے ہیں تاکہ تم کو آرام مل جائے اور تمہارے دل میں وحی کا بوجھ اٹھانے کی طاقت پیدا ہو جائے۔

فَتَرْضٰى ۝۵ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝۶ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا
دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے (۱) کیا اس نے تمھیں یتیم پا کر جگہ نہیں دی (بیشک دی) اور راستے سے ناواقف پایا تو (سیدھا)
فَهَدٰى ۝۷ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝۸ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا
راستہ دکھایا اور اس نے تمھیں نادار پایا تو مالدار بنا دیا (۲) تو تم (شکریہ میں) یتیم پر
تَقْهَرْ ۝۹ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝۱۰ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ
سختی نہ کرو اور مانگنے والے کو نہ جھڑکو اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کا
فَحَدِّثْ ۝۱۱
ذکر کرتے رہا کرو (۳)

سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَكِّيَّةٌ (۹۴)

آیاتھا ۸ — رکوعھا ۱

سورۂ انشراح مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝۱ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝۲
(اے پیغمبر) کیا ہم نے تمھارا سینہ تمھارے لئے نہیں کھول دیا (یقیناً کھول دیا) اور تم پر سے وہ بوجھ (بھی) اتار دیا
الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝۳ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝۴ فَاِنَّ
جس نے تمھاری پیٹھ جھکا دی تھی اور ہم نے تمھارا ذکر بلند کیا (۴) بیشک
مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۵ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۶ فَاِذَا
مشکل کے ساتھ آسانی ہے بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے (۵) تو جب تم (تبلیغ کے
فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝۷ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝۸ ع
کاموں سے) فارغ ہوا کرو تو (عبادت میں) محنت کیا کرو اور اپنے پروردگار کی طرف (پورے طور پر) توجہ کیا کرو (۶)

(۱) چند روز وحی کا سلسلہ مسدود رہا تو تمھارے دشمن بے سبب تمھارے بارے میں ایسی ویسی باتیں بکتے ہیں۔ تمھاری حالت کو نہیں جانتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمھاری حالت ہر لمحہ ترقی پر ہے۔ تمھاری زندگی کا ہر آنے والا لمحہ پچھلے لمحہ سے بہتر ہے اور یہ ترقی اس وجہ سے ہے کہ ہم نے تم پر بخشش کی ہے۔ اور آئندہ کے لئے ہم وعدہ کرتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ ہم تم کو دنیا اور آخرت میں اتنی نعمتیں دیں گے کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔
(۲) ان آیتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے تین پہلو پیش کر کے اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے کہ آپ کی پاک زندگی ہر لمحہ ترقی پر ہے۔ (۱) آنحضرت یتیم پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے دادا عبدالمطلب نے اپنے مرحوم بیٹے کی یادگار سمجھ کر بڑی محبت سے آپ کی پرورش کی۔ دادا کے انتقال کے بعد آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی پرورش اپنے ذمہ لی اور آپ نے لئے تکلیفیں اٹھائیں اور آخر وقت تک آپ کا ساتھ دیتے رہے۔ (۲) جب آپ جوان ہوئے تو ذریعۂ معاش کی فکر ہوئی کیونکہ ابوطالب کی مالی حالت اچھی نہ تھی اللہ تعالیٰ نے تجارت کی راہ آپ پر کھول دی۔ مکہ کی ایک مالدار بی بی حضرت خدیجہؓ کو آپ کی طرف متوجہ کر دیا پھر ان کو آپ کی شریک حیات بنا دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو تنگی کے بعد فراخی عطا فرمائی۔ اور آپ کو غنی (مالدار) بنا دیا۔ (۳) جب آپ چالیس برس کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی بھیجی۔ قرآن مجید نازل فرمایا۔ خاتم النبیین کے بلند ترین مرتبہ سے سرفراز فرما کر ساری انسانیت کی ہدایت کے لئے آپ کو اپنا رسول منتخب فرمایا۔

ع ۱۱ ۱۸

(۳) موقع کی مناسبت سے ان آیتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطے سے ساری انسانیت کو تین باتوں کی ہدایت فرمائی ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ محمدؐ! تم نے یتیمی کے دن کاٹے ہیں تم جانتے ہو کہ یتیمی کی چوٹ کیسی ہوتی ہے۔ اس لئے یتیم کے ساتھ سختی نہ کرنا اور اس کی حق تلفی نہ کرنا۔ ہم نے تم کو یتیم بنا کر یتیمی کی اہمیت اور قدر بڑھا دی۔ لوگ جب یتیموں کو دیکھیں گے تو تمھیں یاد کریں گے۔ وہ تمھارا نمونہ اور ہدایت یاد کر کے یتیم کے حقوق کی حفاظت میں زیادہ کوشش کریں گے۔

دوسری بات یہ کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہے اور خوش حال بنایا ہے ان کو چاہیئے کہ اس کی نعمت کی قدر کریں اور ان کا شکریہ ادا کریں۔ اس کے شکریہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ غریبوں اور محتاجوں کی حتی المقدور مدد کریں اور گنجائش نہ ہو تو نرمی کے ساتھ ان سے معافی چاہ لیں۔

تیسری بات یہ یاد رکھو کہ ہم نے تم کو طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا ان کا شکریہ ہے کہ لوگوں کے سامنے اس بات کا اظہار کرو کہ یہ نعمتیں تم کو ہماری نوازش سے ملی ہیں۔

ع ۸ ۱۹

(۴) یہ سورت اس زمانہ میں نازل ہوئی جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانباز صحابہؓ پر ہر طرف سے مشکلات کا ہجوم تھا آپ اور آپ کے چند ساتھی ایک طرف تھے اور سارا شہر دوسری طرف بلکہ دادی ساری دنیا اس بات پر تلی ہوئی تھی کہ اسلام کا درخت مکہ کی سرزمین میں جڑ پکڑنے نہ پائے مشکلات اور مخالفتوں کے سخت ہجوم میں جب کہ ظاہری طور پر تسکین و تشفی کا کوئی سامان نہ تھا یہ سورۃ نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسکین آپ کے بلند مقام کا اعلان اور آئندہ کے لئے پیشین گوئی تھی۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تین انعامات کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اے محمدؐ! ہم نے تم پر بڑا انعام کیا ہے کہ تمھارا سینہ اپنی معرفت کے لئے کھول دیا اس کو علم و حکمت سے بھر دیا اور وحی کے نور سے روشن کر دیا۔ اور دیکھو: ہم نے تمھیں ہمت دی اور تمھارا حوصلہ بڑا کر دیا جس کی وجہ سے مخالفتوں اور تکلیفوں کو صبر و سکون کے ساتھ سہتے ہوئے رسالت کی ذمہ داری کا بوجھ اٹھانا تمھارے لئے آسان ہو گیا۔ پھر دیکھو: ہم نے تم پر یہ احسان کیا کہ تمھارے نام کو بڑی شہرت اور بلندی عطا فرمائی۔ فرش سے عرش تک تمھارا ذکر بلند کیا۔ واضح ہو کہ کلمۂ طیبہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے حبیب کا نام بھی رکھا ہے

(بقیہ تفسیر صفحہ ۱۰۷۹) جو اذان میں، اقامت میں، التحیات میں اور خطبہ میں لازمی طور پر لیا جاتا ہے۔ آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں مسلمان ہیں اور مسجدیں ہیں۔ ہر مسجد میں دن میں پانچ وقت اذان دی جاتی ہے۔ اذان میں مسجد کے بلند میناروں سے جس نام کی پکار اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ فضا میں گونجتی ہے وہ آپ ہی کا سچا اور اچھا نام ہے۔ کروڑوں مسلمان نمازوں میں آپ پر درود پڑھتے ہیں ـــ (۵) اسلام کی اشاعت کے کام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے وفادار ساتھی سخت مصیبتیں جھیل رہے تھے۔ ان سب بزرگوں کو خوشخبری سنائی جاتی ہے اور قانون الٰہی سے واقف کرایا جاتا ہے کہ سختی کے ساتھ راحت ہے جس طرح رات کی تاریکی کے بعد صبح کی روشنی ضرور نمودار ہوتی ہے۔ اسی طرح سختی اور دشواری کے بعد کامیابی اور آسائش لگی ہوئی ہے۔ اس لئے تم سب کو چاہیئے کہ ہمت اور جوانمردی کے ساتھ راہ حق میں سختیاں جھیلتے رہو اور قربانیاں دیتے رہو۔ یقین رکھو عنقریب کامیابی کا سورج طلوع ہوگا جس سے تمہاری کلفتیں کافور ہو جائیں گے ـــ (۶) اے محمدؐ! اسلام کی اشاعت کے کام پر ہم نے تم کو مقرر کیا ہے۔ یہ کام خود بہت بڑی عبادت ہے اور اس پر ہماری بڑی خوشنودی ہے۔ لہٰذا جتنا ہو سکے اس کام میں وقت صرف کرو۔ لیکن جب اس کام سے فرصت ہو تو پوری طرح ہماری طرف متوجہ ہو جاؤ اور ہماری یاد میں لگ جاؤ۔

سُورَةُ التِّينِ مَكِّيَّةٌ (۹۵) آياتها ۸ رکوعها ۱

سورۂ تین مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۝١ وَطُورِ سِينِينَ ۝٢ وَهَٰذَا الْبَلَدِ

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی اور اس امن والے

الْأَمِينِ ۝٣ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ

شہر (مکہ) کی یقیناً ہم نے انسان کو نہایت اچھی صورت پر

تَقْوِيمٍ ۝٤ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝٥ إِلَّا الَّذِينَ

پیدا کیا (۱) پھر ہم نے اس کو سب سے نیچے پھینک دیا مگر جو لوگ

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝٦ فَمَا

ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لئے اس قدر ثواب ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا (۲) پھر (اے آدمی)

يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ ۝٧ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ ۝٨

اس کے بعد تجھ کو قیامت کے بارے میں کون جھٹلا سکتا ہے کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے (ضرور ہے) (۳)

سُورَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ (۹۶) آياتها ۱۹ رکوعها ۱

سورۂ علق مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ

(اے محمدؐ) اپنے پروردگار کے نام سے پڑھو جس نے (سارے عالم کو) پیدا کیا (اور) جس نے انسان کو خون کی لوتھڑے سے

(تفسیر صفحہ ہذا) (۱) تین انجیر کو کہتے ہیں اور زیتون بھی ایک پھل ہے ان کے درخت ملک عرب اور شام میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ یہ بہت فائدہ والے درخت ہیں لوگ ان کے پھل یوں بھی کھاتے ہیں اور دوا کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں انجیر اور زیتون کی خوبیوں اور ان کے فائدوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی قسمیں کھائی ہیں۔ طورِ سینین یا سینا وہ مشہور پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی فرمائی تھی اور حضرت موسیٰؑ سے کلام فرمایا تھا اور ان کو توراۃ کی تختیاں عطا فرمائی تھیں۔

بَلَدِ الْأَمِينِ سے شہر مکہ مراد ہے جہاں وہ کعبہ ہے جو اللہ کے گھر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جہاں رسول امی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے جہاں آپ کو خاتم النبیین کے بلند ترین مرتبہ پر فائز فرمایا گیا اور جہاں سے آپ نے توحید کے پیغام کی اشاعت شروع فرمائی۔ چونکہ ان مقامات کو بڑے بڑے اولو العزم انبیاء کی زندگیوں سے خاص تعلق رہا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان مقامات کی قسمیں کھائیں اور ان کو گواہی میں پیش کر کے فرمایا لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نہایت موزوں سانچے میں ڈھالا ہے۔ اس کی ظاہری شکل و صورت کو مناسب اور موزوں بنایا ہے اور اس کے اندر بڑی بڑی قوتیں رکھی ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنی روح اس میں پھونک کر اس کی صلاحیت اور اس کے مقام کو بے انتہا بلند کیا ہے اور اس کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔

ع ۲۰

(۲) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو انسان کو نہایت اچھی حالت پر پیدا کیا لیکن کچھ لوگ نادانی سے اس صحیح فطرت کو خراب کر لیتے ہیں اور جانوروں کے درجے سے بھی کمتر درجے میں اپنے کو گرا لیتے ہیں لیکن جو لوگ انسانیت کے مقام پر رہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اور نیک عملی کی زندگی گزارتے ہیں ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کے ایمان اور عمل صالح کا اتنا بڑا ثواب عطا فرمائے گا جس کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔

(۳) گذشتہ آیتوں سے یہ نتیجہ صاف طور پر نکلتا ہے کہ زندگی میں جزا و سزا کا قانون ضرور ہونا چاہیئے یعنی جیسا درخت ویسا پھل اور جیسا عمل ویسا بدلا۔ اس بیان کو سمجھنے کے بعد کونسا انسان ہوگا جو جزا و سزا کے قانون کا انکار کرے گا اور اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح احسن الخالقین ہے اس طرح وہ احکم الحاکمین بھی ہے۔ دنیا کے یہ چھوٹے اور مجازی حاکم تو اپنی حکومتیں بغیر کسی انتظام اور قانون کے چلا نہیں سکتے پھر کوئی انسان یہ بات کیسے مان سکتا ہے کہ اس احکم الحاکمین نے اپنی عظیم الشان سلطنت کے لئے کوئی قانون نہ بنایا ہوگا اور انسان کی جد و جہد کے لئے جزا و سزا کا انتظام نہ کیا ہوگا۔

(۱) یہ پانچ آیتیں قرآنِ مجید کی وہ آیتیں ہیں جو سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں۔ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں آغازِ وحی کا تفصیلی بیان ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب عمر شریف کم و بیش چالیس کو پہنچی تو آپ کو اچھے اور سچے خواب نظر آنے لگے۔ خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ دن کی روشنی کی طرح واقعہ بن کر سامنے آجاتا۔ پھر آپ کی طبیعت میں ایک تبدیلی ہوئی۔ آپ اہل و عیال اور یار دوستوں سے الگ ہو کر تنہائی میں رہنا پسند فرمانے لگے۔ مکہ شریف کی آبادی سے دور حِرَاء نام کا ایک پہاڑ ہے۔ جس میں ایک غار ہے۔ آپ تھوڑا توشہ اور پانی لے کر چلے جاتے اور اس غار میں کئی کئی روز تک قیام فرماتے۔

وہاں آپ کائنات کے پیدا کرنے والے اور پالنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ فرماتے اس کو یاد کرتے اپنا دکھا دل اس کے سامنے رکھتے اور اس سے دعائیں مانگتے۔

ایک روز آپ غار میں بیٹھے یادِ الٰہی میں مصروف تھے کہ اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آیا۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام ظاہر ہوئے اور آپ سے کہا "اِقْرَءْ" یعنی پڑھو۔ آپ نے فرمایا "مَا اَنَا بِقَارِی" میں پڑھنا نہیں جانتا۔ حضرت جبریلؑ نے آپ کو پکڑ کر خوب دبایا اور چھوڑ دیا اور پہلی مرتبہ کی طرح پڑھنے کو کہا۔ آپ نے وہی جواب دیا۔ فرشتے نے آپ کو پھر دبایا اور چھوڑ دیا اور پڑھنے کو کہا۔ آپ نے اس مرتبہ بھی وہی جواب دیا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ تیسری مرتبہ فرشتے نے بہت زور سے دبایا پھر چھوڑ دیا۔ اور اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ سے مَالَمْ يَعْلَمْ تک پانچ آیتیں آپ کو پڑھائیں جو اس سورت کی ابتدائی آیتیں ہیں ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ اپنے پروردگار کے نام سے پڑھو۔

مطلب یہ ہے کہ جو تمہارا پروردگار ہے وہی تمہیں پڑھا رہا ہے جس نے آج تک یتیمی اور بے سروسامانی کی حالت میں تمہاری حفاظت اور پرورش کی اسی کی پروردگاری کا تقاضا ہے کہ تمہارا سینہ علم و حکمت سے بھر دیا جائے۔ اگرچہ تم اُمّی ہو یعنی رسمی طور پر پڑھے لکھے نہیں ہو لیکن وہ بڑی قدرت والا ہے اور اس کی قدرت کے لئے یہ بات کچھ مشکل نہیں ہے کہ ایک بے پڑھے لکھے آدمی کے دل میں علم و حکمت کے چشمے پھوٹ نکلیں اور وہ ساری انسانیت کا پیشوا اور رہنما اور نجات دہندہ بن جائے۔ اس کی قدرت کا حیرت انگیز نمونہ تمہارے سامنے ہے۔ دیکھو اس نے کیسا عظیم الشان کارخانہ عالم بنایا اور اس میں خون کے ایک لوتھڑے سے چلتا پھرتا سنتا دیکھتا سوچتا سمجھتا ایک انسان بنا کر کھڑا کر دیا۔ پھر دیکھو! اس نے اپنے فضل و کرم سے انسان کو زیورِ علم سے آراستہ کیا اور اس میں یہ صلاحیت رکھی کہ وہ اپنے علم کو قلم کے ذریعہ بھی ظاہر کر سکے لیکن اگر وہ چاہتا ہے تو بغیر قلم کے بھی اپنے کسی بندے کی زبان سے علم و حکمت کے دریا جاری کر دیتا ہے۔ چنانچہ اے مُحَمَّدؐ! اسی مقصد کے پیشِ نظر آج سے تمہاری تعلیم کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے اور پہلا سبق پڑھایا جا رہا ہے۔

عَلَقٍ ۝٢ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝٣ الَّذِىْ

پیدا کیا (اے محمدؐ) پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے

عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝٥

قلم کے ذریعہ علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا (۱)

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝٦ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝٧

مگر حقیقت یہ ہے کہ انسان سرکشی کرنے لگتا ہے جبکہ وہ اپنے کو مالدار (اور بے پروا) پاتا ہے

اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝٨ اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يَنْهٰى ۝٩

(اے پیغمبر) بیشک (سب کو) تمہارے پروردگار ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے کیا تم نے اس شخص کو دیکھا کہ جب ہمارا ایک

عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝١٠ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۝١١

بندہ نماز پڑھتا ہے تو وہ اسے منع کرتا ہے دیکھو تو سہی! اگر وہ ہدایت پر ہوتا

اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝١٢ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝١٣

یا لوگوں کو پرہیزگاری کی نصیحت کرتا (تو کیا اچھا ہوتا) دیکھو اگر اس نے (دینِ حق کو) جھٹلایا اور اس سے منہ موڑا

اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۝١٤ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ۬

تو کیا اس نے یہ نہ جانا کہ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے دیکھو اگر وہ اپنی بداعمالیوں سے باز نہ آیا

لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۝١٥ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝١٦

تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے وہ پیشانی جو جھوٹی اور خطاکار ہے

فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۝١٧ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝١٨ كَلَّا ۭ لَا

تو اس کو چاہیے کہ اپنے ہم نشینوں کو بلائے ہم بھی دوزخ کے فرشتوں کو بلائیں گے دیکھو! (اے پیغمبرؐ) اس کا کہنا

تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝١٩

نہ مانو اور نماز پڑھتے رہو اور قرب حاصل کرتے رہو

ع ۱ ۱۹ ۲۱

منزل ۷

واضح ہو کہ ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے نزدیک علم کی بڑی اہمیت ہے۔ علم سے کائنات کے بھید کھلتے ہیں۔ علم سے انسان اپنے مالک کو پہچانتا ہے اور اس کی مرضی معلوم کرتا ہے۔ علم بڑی طاقت ہے۔ علم کے ذریعہ انسان فطرت کی دوسری چیزوں پر حکومت کرتا اور ان سے کام لیتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ خود بھی علم حاصل کریں اور علم کے پھیلانے میں زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔

(۱) اس سورۃ کی پہلی آیت میں "قرآن مجید" کی اس فضیلت کو ذہن نشین کرانا مقصود یہ ہے کہ جس رات وہ نازل ہوا وہ رات ایک خاص اور ممتاز رات ہے۔ وہ بڑی قدر و عزت شان اور برکت والی ہے۔ واضح ہو کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے جس کو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بندوں کے لئے عام کیا ہے۔ اس سے دین کی بھلائی اور دنیا کی ترقی کی ساری راہیں کھل جاتی ہیں۔ اس لئے شب قدر کی سب سے بڑی فضیلت تو یہی ہے کہ اس میں قرآن مجید نازل ہوا۔ مسلمان جو شب قدر مناتے ہیں گویا وہ قرآن مجید نازل ہونے کی یادگار مناتے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید

(۹۷) سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ

(اٰیاتُھا ۵) (رکوعُھا ۱)

سورۂ قدر مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝۱ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝۲

بیشک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں اتارا (۱) (اے پیغمبر) تم کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیا ہے؟

لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝۳ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ

شب قدر (خیر و برکت میں) ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس (رات) میں فرشتے اور روح (الامین) اپنے پروردگار کے

فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝۴ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝۵

حکم سے ہر کام (کے انتظام) کیلئے (زمین پر اترتے) ہیں (وہ رات سراپا امن و سلامتی ہے (اور وہ رات) صبح ہونے تک (اسی برکتوں کے ساتھ رہتی ہے) (۲)

(۹۸) سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ

(اٰیاتُھا ۸) (رکوعُھا ۱)

سورۂ بینہ مدینہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ

اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو کافر تھے وہ اپنے کفر سے باز آنے والے نہ تھے

حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝۱ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝۲

جب تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل نہ آتی (یعنی) اللہ کے رسول (محمدؐ) جو پاک اوراق ان کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں

فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝۳ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

جن میں درست (اور مستحکم) مضامین ہیں (۳) اور اہل کتاب نے جو (دین میں) اختلاف کیا

منزل ۷

لَيْلَةُ الْقَدْرِ (شب قدر) میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا میں ایک خاص مقام پر اتارا گیا جس کا نام "بیت المعمور" ہے پھر تئیس برس کی مدت میں تھوڑا تھوڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اسی طرح شب قدر کے بارے میں لکھا ہے کہ رمضان شریف کے آخری دہے کی طاق راتوں میں خاص کر ستائیسویں رات میں اس کو تلاش کرنا چاہیئے۔

(۲) شب قدر کی اور فضیلت یہ ہے کہ وہ ایسی خاص رات ہے جس میں عبادت اور نیک کام کرنے کا ثواب ہزاروں مہینوں کی عبادت کے ثواب سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اس رات اللہ کی خاص تجلی ہوتی ہے۔ روح القدس یعنی حضرت جبرئیلؑ ہزاروں لاکھوں فرشتوں کو ساتھ لے کر زمین پر آتے ہیں۔ ہر بات کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم لاتے ہیں اور بے حساب خیر و برکت کے خزانے بندوں کے لئے عام کرتے ہیں۔ اس نورانی فضا سے ایمان والوں کے ایمان تازہ ہوتے ہیں اور وہ یاد الٰہی میں لگ جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں عبادت اور یاد الٰہی کرنے والوں پر انوار کی بارش ہوتی ہے اور ان کے دلوں میں لذت و سرور اور امن و سکون کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے۔ نورانیت، خیر و برکت اور امن و سلامتی کا فیض فجر طلوع ہونے تک پروردگار کی طرف سے یوں ہی جاری رہتا ہے۔

ع ۱ / ۲۲

(۳) اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بَیِّنَہ یعنی رسالت کی روشن دلیل کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش فرمایا ہے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی صحیح فطرت پر پیدا کیا تھا کہ وحی نازل ہونے سے پہلے بھی آپ توحید، سچائی اور نیکی کے راستے پر قائم تھے۔ آپ کے پاکیزہ عادات، بلند اخلاق اور دانشمندی کا سکہ سارے مکہ والوں کے دلوں پر بیٹھا ہوا تھا۔ سارے مکہ والے آپ کو صادق اور امین کے لقب سے یاد کرتے تھے اور آپ کی ذات پر پورا پورا بھروسہ رکھتے تھے۔ ادھر یہود اور نصاریٰ اپنی مذہبی کتابوں کی پیشین گوئیوں کی وجہ سے نبی آخر الزماں کے آنے کے منتظر تھے۔ یہ صورت حال تھی جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت کے مرتبہ پر سرفراز فرمایا۔ آپ پر قرآن مجید نازل کیا جو علم و حکمت کا سرچشمہ ہے اور جسے آپ پڑھ پڑھ کر لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔ اس قرآن مجید کی صفت یہ ہے کہ اس کی ہر سورت ایک پاکیزہ صحیفہ ہے اس کے مضامین درست اور محکم ہیں اور اس میں گذشتہ الہامی کتابوں کی وہ ساری تعلیم محفوظ ہے جو درست اور باقی رکھنے کے لائق ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے مذہبی گروہ جیسے یہود و نصاریٰ اور مشرکین حق کے راستہ سے بھٹکے ہوئے تھے۔ ان کی گمراہی اتنی سخت اور ان کا کفر اتنا شدید تھا کہ کسی حکیم، کسی فلسفی یا کسی رہنما کی تدبیر اور رہبری سے ان کی اصلاح نہیں ہو سکتی تھی۔ ان کی اصلاح کے لئے ایک عظیم الشان رسولؐ کی ضرورت تھی جو بَیِّنَہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل فرمایا اور لوگوں کی ہدایت اور اصلاح کے لئے آپ کو رسول بنا کر بھیجا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاکیزہ سیرت اور قرآن مجید کے ساتھ حق و صداقت کی ایسی روشن اور کھلی دلیل ہیں جس میں شک و شبہ کی کچھ گنجائش ہی نہیں۔

إِلَّا مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ ٱلْبَيِّنَةُ ۝٤ وَمَآ أُمِرُوٓا۟
وہ کھلی دلیل آنے کے بعد کیا (۱) حالانکہ ان کو حکم
إِلَّا لِيَعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ
تو یہی ہوا تھا کہ یکسو ہو کر خالص نیت کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں
وَيُقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ ۚ وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلْقَيِّمَةِ ۝٥
اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور یہی سچا اور پختہ دین ہے (جو پیغمبر نے ان کو سکھایا)
إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ وَٱلْمُشْرِكِينَ
اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو کافر ہیں وہ
فِى نَارِ جَهَنَّمَ خَٰلِدِينَ فِيهَآ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ
دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی لوگ مخلوق میں سب سے
ٱلْبَرِيَّةِ ۝٦ إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ
بدتر ہیں (۲) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے
أُو۟لَٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ ٱلْبَرِيَّةِ ۝٧ جَزَآؤُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ
وہ مخلوق میں سب سے بہتر ہیں ان کا بدلہ ان کے پروردگار کے پاس
جَنَّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ
ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ
فِيهَآ أَبَدًا ۖ رَّضِىَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ
رہیں گے اللہ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے یہ صلہ اس کے لئے
لِمَنْ خَشِىَ رَبَّهُۥ ۝٨
ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے (۳)

(۱) یعنی حیرت اور افسوس کی بات یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ جو علم و فہم رکھتے ہیں اور نبیوں کی تعلیمات سے واقف ہیں۔ انھوں نے بیّنۃ آنے کے بعد اختلاف کیا۔ کچھ نیک لوگوں نے تو بیشک اس کو قبول کیا۔ لیکن ان میں سے اکثر نے اس روشن دلیل کے ماننے سے انکار کیا۔ حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاکیزہ سیرت اور قرآن مجید کے ساتھ ایک ایسی روشن دلیل ہیں جس میں کچھ شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ لیکن ان لوگوں کا اختلاف محض ضد اور تعصب سے ہے جو بالکل بے بنیاد ہے۔

(۲) تعجب ہے کہ ان لوگوں نے قرآن مجید کی ہدایت سے منہ موڑا۔ قرآن کی تعلیم تو نہایت سیدھی سادی اور فطرت کے مطابق ہے اور ہر دین کی پسندیدہ تعلیم ہے۔ قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ لوگ سب طرف سے کٹ کر صرف اللہ کے ہو لیں اور اسی کی عبادت کریں جیسا حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ تھا اور یہ حکم دیتا ہے کہ لوگ نمازیں پڑھیں اور جو مال و دولت والے ہیں وہ اپنے مال میں سے غریبوں اور محتاجوں کا حق ادا کریں۔
یہ تعلیم تو ایسی نہیں ہے کہ کوئی عقلمند اور صحیح فطرت رکھنے والا انسان اس سے منہ موڑے۔ لیکن جن بدبختوں نے اس سے منہ موڑا چاہے وہ اہل کتاب میں سے ہوں یا مشرکین میں سے وہ بدترین اور ذلیل ترین مخلوق ہیں۔ وہ اپنی سرکشی اور بداعمالیوں کا نتیجہ بھی دیکھ لیں گے کہ وہ ایک دن دوزخ میں ڈالے جائیں گے جس میں وہ ہمیشہ پڑے رہیں گے

(۳) یعنی جن سچے اور حق پرست لوگوں نے قرآن مجید کی تعلیم کو قبول کیا، ایمان لائے اور نیک عمل کی زندگی گزاری اللہ تعالیٰ کے اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کئے وہ مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ ان کے ایمان اور نیک اعمال کے بدلے میں ان کو بہشت کے باغوں میں رکھا جائے گا اور جنت سے بھی بڑھ کر نعمت ان کے لئے یہ ہو گی کہ ان کا پروردگار ان سے راضی ہو گا۔ ان کو یہ خوشخبری سنائی جائے گی کہ جس طرح تم دنیا میں اپنے پروردگار سے راضی رہے یعنی اس کے پیام کو قبول کیا اور دین حق کی خاطر مصیبتیں جھیلیں، اسی طرح تمہارا پروردگار آج تمہاری خدمتوں کو قبول کرتا ہے اور اپنی خوشنودی کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ بلند مقام ان بندوں کا حصہ ہو گا جو دنیا میں اپنے پروردگار کی ناراضی سے ڈرتے رہے ہیں۔

ع ۸
۲۳

سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ (٩٩)

آیاتہا ٨ — رکوعہا ١

سورۂ زلزال مدینہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝١ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ
جب زمین بڑے زور کے زلزلے سے ہلا دی جائے گی اور زمین اپنے اندر کا سب بوجھ باہر
اَثْقَالَهَا ۝٢ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝٣ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ
نکال پھینکے گی اور (یہ حالت دیکھ کر) انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہوگیا ہے اس دن وہ اپنے سب واقعات
اَخْبَارَهَا ۝٤ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝٥ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ
بیان کردے گی اس لئے کہ اس کو تمہارے پروردگار کا یہی حکم ہوگا (١) اس دن لوگ مختلف ٹکڑیوں میں
اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝٦ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
لوٹیں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو
خَيْرًا يَّرَهٗ ۝٧ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝٨
دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے (بھی وہاں) دیکھ لے گا (٢)

سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ (١٠٠)

آیاتہا ١١ — رکوعہا ١

سورۂ عادیات مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝١ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝٢ فَالْمُغِيْرٰتِ
قسم ہے ان (گھوڑوں) کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں پھر (پتھروں پر) ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں پھر صبح سویرے (دشمن پر)

(١) آئے دن چھوٹے بڑے زلزلے زمین کے مختلف حصوں میں آتے رہتے ہیں اور ان کا اثر بھی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ گویا ہر روز زلزلے کے وقت ایک چھوٹی سی قیامت برپا ہوجاتی ہے۔

اس سورۃ میں اللہ تعالےٰ نے اس ہولناک زلزلے کا ذکر فرمایا ہے جو قیامت کا پیش خیمہ ہوگا تاکہ لوگ اس کا کچھ تصور قائم کرسکیں اور اس سے ڈر کر اس دن کے لئے کچھ تیاری کرسکیں۔ اس دن کائنات کا سارا انظام ٹوٹ جائے گا اس میں نہایت سخت زلزلہ ہوگا جس سے زمین ہل جائے گی زمین کے اندر کی چیزیں جیسے سونا چاندی دبے ہوئے خزانے، گڑے مُردے وغیرہ سب باہر نکل پڑیں گے۔ وہ ساری چیزیں جس کے لئے لوگ لڑتے مرتے رہتے ہیں اس دن بڑی بے قدری سے پڑی ہوں گی۔ کوئی ان کو آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا۔ اس وقت دنیا کی چیزوں کی محبت اور ان کی لالچ کی حقیقت کھلے گی۔ اس ہولناک اور خلاف عادت بات کو دیکھ کر انسان گھبرائے گا اور حیرت سے پکار اٹھے گا کہ زمین کو آخر ہو کیا گیا ہے۔ اس دن ایک بڑی حیرت کی بات یہ ہوگی کہ زمین اللہ تعالےٰ کے حکم سے انسانوں کے سارے اعمال کو ظاہر کردے گی جن کو اس نے محفوظ (ریکارڈ) کر رکھا ہے۔ اس طرح ہر انسان کا کچا چٹھا اس کے سامنے آجائے گا۔

ع ٨/٢٤

(٢) اس دن لوگ اپنے اپنے عقیدوں اور اعمال کے لحاظ سے مختلف گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک ایک طرح کا عقیدہ رکھنے والوں اور عمل کرنے والوں کا گروہ حشر کے میدان میں الگ الگ کھڑا ہوگا اور اپنے اپنے اعمال دیکھے گا۔ پھر جنتیوں اور دوزخیوں کے گروہ الگ الگ اپنے اپنے ٹھکانے جائیں گے اور اپنے اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائیں گے۔

واضح ہو کہ اسلام میں انسانی عمل کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ قرآن مجید کا اصول یہ ہے کہ انسان کا کوئی عمل اور اس کی کوئی حرکت ضائع اور برباد نہیں ہوتی۔ اسی لئے قرآن مجید اس بات پر بہت زور دیتا ہے کہ انسان اپنے عمل کی قدر و قیمت کو پہچانے اور اس سے غافل نہ رہے کیونکہ قیامت کے دن ہر شخص کا چھوٹے سے چھوٹا عمل چاہے وہ اچھا ہو یا برا اس کے سامنے رکھدیا جائے گا۔

صُبْحًا ۝۳ فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا ۝۴ فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا ۝۵

دھاوا کرتے ہیں پھر اس وقت گرد و غبار اڑاتے ہیں پھر (دشمن کی) فوج میں جا گھستے ہیں

إِنَّ الْإِنسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۝۶ وَإِنَّهُ عَلَىٰ

بیشک انسان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے اور اس پر وہ

ذَٰلِكَ لَشَهِيدٌ ۝۷ وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ۝۸

خود گواہ ہے (۱) اور وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے (۲)

أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ ۝۹ وَحُصِّلَ

تو کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا جب (مردے) قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور جو کچھ لوگوں کے دلوں

مَا فِي الصُّدُورِ ۝۱۰ إِنَّ رَبَّهُم بِهِمْ يَوْمَئِذٍ

میں ہے وہ ظاہر کر دیا جائے گا بیشک اس دن ان کا پروردگار ان کے حالات سے

لَّخَبِيرٌ ۝۱۱

خوب واقف ہوگا (۳)

ع ۱۱ ۲۵

(۱۰۱) سُورَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ

رکوعہا ۱ — آیاتہا ۱۱

سورہ قارعہ مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الْقَارِعَةُ ۝۱ مَا الْقَارِعَةُ ۝۲ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳

وہ کھڑکھڑا دینے والی (یعنی قیامت) وہ کھڑکھڑا دینے والی کیا ہے اور تم کو معلوم ہے کہ وہ کھڑکھڑا دینے والی کیا ہے

يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۝۴ وَتَكُونُ

جس دن لوگ ایسے ہو جائیں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے اور پہاڑ ایسے

(۱) ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی ناشکری اور سرکشی پر اس کو توجہ دلائی ہے اور اس کی عبرت کے لئے مجاہدین کے گھوڑوں کی جدوجہد، وفاداری اور جاں نثاری کو اس کے سامنے پیش کیا ہے۔ گھوڑے کا حال یہ ہے کہ ایک بے زبان جانور ہے اور عقل و شعور میں انسان سے بہت کم ہے لیکن پھر بھی وہ اپنے مالک کا شکرگزار رہتا ہے۔ سوار کا اشارہ سمجھتا ہے اور اس کے حکم پر چلتا ہے۔ خاص کر جنگ اور جہاد میں گھوڑوں کو دیکھو کہ وہ کس طرح سواروں کے اشارہ پر بے تحاشہ دوڑتے ہیں۔ گرد و غبار اڑاتے اور ٹاپوں سے بجلیاں گراتے صبح کے وقت دشمن پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اور گھمسان کے معرکوں میں بے دھڑک گھس جاتے ہیں۔ تلوار کی بجلیوں سے وہ نہیں جھجکتے گولیوں کی بوچھاڑ سے وہ نہیں ڈرتے۔ بس وہ مالک کے حکم پر جان نثار کرنے میں اپنی زندگی جانتے ہیں۔

اس کے برخلاف انسان کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو نہایت اچھی صورت پر پیدا کیا اور علم و عقل کی نہایت اعلیٰ قوتیں اس کے اندر رکھیں جن سے ساری مخلوق سے اشرف اور افضل ہونے کا مرتبہ اس کو ملا۔ پھر آسمان، زمین، چاند، سورج، ہوا، بادل اور چرند پرند اس کی خدمت کے لئے پیدا کئے۔ غرض یہ کہ انسان ساری مخلوق پر حکومت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمتوں سے اپنی عمر دراز میں پوری کرتا ہے۔

لیکن افسوس کہ انسان بڑا ناشکرا ہے وہ بے زبان گھوڑے سے بھی گیا گزرا ہے۔ گھوڑا تو اپنے مالک کے حکم پر جان لڑا دیتا ہے۔ مگر انسان سے یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ معمولی طریقہ سے اللہ تعالیٰ کا احسان مانے اور کم سے کم زبان ہی سے اس کا شکر ادا کرے انسان کی ہٹ دھرمی اور نالائقی کی حد یہ ہے کہ جانوروں کی وفاداری اور اس کی اپنی ناشکری پر اس کا ضمیر پکار پکار کر اس کو متنبہ کر رہا ہے لیکن وہ ایک نہیں سنتا بلکہ شکرگزاری اور ناشکرگزاری کے اس منظر کو انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے لیکن ایسا سخت دل ہے کہ ٹس سے مس نہیں ہوتا۔

(۲) یعنی انسان کی نالائقی اور ناشکری کا اصل سبب یہ ہے کہ مال و دولت کی محبت اس کے دل میں رچ گئی ہے۔ مال و دولت کی بے حد محبت نے انسان کو اس کے مالک اور پروردگار سے بھی غافل کر دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ ناشکرا بن گیا ہے۔

(۳) انسان کی ناشکری، گمراہی اور غفلت کی حد یہ ہے کہ وہ اس خیال سے بھی نہیں چونکتا کہ وہ دن آنے والا ہے جبکہ مردے قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور لوگوں نے جو جو غلط عقیدے اور خیالات دلوں میں چھپا رکھے تھے وہ سب کھول کر رکھ دیئے جائیں گے۔ لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سب کو آج بھی جانتا ہے لیکن اس روز وہ اپنے علم کو لوگوں پر ظاہر فرمائے گا اور ہر شخص کا اعمال نامہ اس کے سامنے کھول کر رکھ دے گا کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہوگی اس دن مال و دولت کی محبت ان ناشکروں اور بخیلوں کے کیا کام آئے گی۔ اس کا علاج ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ اس آنے والے دن کا علم و یقین آج ہی دل میں بٹھانا چاہیئے اور اس دن کے حساب کتاب سے ڈر کر اللہ تعالیٰ کا شکرگزار اور فرماں بردار بندہ بن جانا چاہیئے۔

الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝۵ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ

ہوجائیں گے جیسے دھنکی ہوئی رنگ برنگ کی اون تو (اس دن) جس کے اعمال کا

مَوَازِينُهُ ۝۶ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۷ وَأَمَّا مَنْ

پلہ بھاری ہوگا وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا اور جس کے

خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝۸ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝۹ وَمَا أَدْرَاكَ

اعمال کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا اور تم کو کچھ معلوم ہے

مَا هِيَهْ ۝۱۰ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝۱۱ ع

ہاویہ کیا ہے! وہ ایک دہکتی آگ ہے (۱)

سُورَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ (۱۰۲)

آیاتہا ۸ — رکوعہا ۱

سورۂ تکاثر مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ۝۱ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝۲ كَلَّا سَوْفَ

(لوگو! مال کی) زیادتی کی حرص نے تم کو غفلت میں رکھا یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے (۲) (دیکھو یہ حرص) ہرگز (اچھی) نہیں

تَعْلَمُونَ ۝۳ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝۴ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ

تم بہت جلد جان لوگے پھر (یہ حرص) ہرگز (اچھی) نہیں تم بہت جلد (حقیقت کو) جان لوگے (دیکھو یہ بات) ہرگز (اچھی) نہیں اگر تم (اس

عِلْمَ الْيَقِينِ ۝۵ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۝۶ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا

حقیقت کو) یقین کے ساتھ جان لیتے (تو غفلت نہ کرتے) تم ضرور دوزخ کو دیکھوگے پھر تم ضرور اس کو یقین کی

عَيْنَ الْيَقِينِ ۝۷ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝۸ ع

آنکھ سے دیکھوگے پھر اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا (۳)

(۱) دنیا کی زندگی میں پھولوں کے ساتھ کانٹے بھی ہیں۔ ہر شخص کی زندگی میں آئے دن ایسے حادثات پیش آتے ہیں جو انسان کو جھنجوڑ دیتے ہیں۔ اگر انسان ذرا بھی عقل سے کام لے تو ان حادثات سے نصیحت حاصل کرسکتا ہے اور اپنی زندگی کو سدھار سکتا ہے۔ جو لوگ آج نصیحت حاصل نہیں کرتے انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ ایک دن وہ بڑا حادثہ پیش آئے گا جس کی دہشت سے انسان کے دل دہل جائیں گے۔ اس دن ساری کائنات الٹ پلٹ ہوجائے گی اور انسانی جماعت کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ لوگ اس دن سہمے ہوئے پتنگوں کی طرح تتر بتر ہوجائیں گے۔ انسان کی کیا حقیقت ہے بڑے بڑے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہل جائیں گے اور ایسے اڑتے پھریں گے جیسے دھنکی ہوئی اون۔ اس دن انسان کے کیا ہتا بکام آئے گا اور نہ پہاڑوں کا وزن۔ اس دن صرف انسان کے اعمال کے وزن کا اعتبار ہوگا جس شخص نے ایمان اور نیک اعمال سے اپنے پلے کو بھاری کیا ہوگا اس کو وہاں پسندیدہ زندگی ملے گی۔ یعنی جو کچھ اس کی فطرت چاہے گی وہی اس کو ملے گا۔ آنکھ جیسا دلچسپ منظر دیکھنا چاہے گی وہ سامنے آجائے گا۔ کان جیسی شیریں آواز سننا چاہیں گے وہی آواز سنائی دے گی۔ روح کو اللہ کا دیدار نصیب ہوگا کیونکہ اسی سے اس کی تسکین ہوگی۔ بخلاف اس کے جس شخص کے اعمال ایمان اور اخلاص کی روح سے خالی ہوں گے اس کا پلہ ہلکا ہوگا۔ اس دن ایسے آدمی کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا جہاں وہ آگ میں جلے گا۔

ع ۱/۲۶

(۲) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالٰے نے اپنے فضل و کرم سے اس بات کا انتظام فرمایا ہے کہ انسان اس دنیا میں زیادہ سے زیادہ آرام سے زندگی بسر کرے چنانچہ اس نے انسان کو طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا اور وہ ساری چیزیں پیدا کیں جن کی انسان کو ضرورت ہے۔ چاہیے تھا کہ انسان ان نعمتوں کو اللہ تعالٰے کی مرضی اور اس کے حکم کے مطابق کام میں لائے اور دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کرے لیکن انسان ان نعمتوں کے بارے میں غلطی کرتا ہے وہ دنیا کی زندگی اور یہاں کے عیش و آرام ہی کو اصل مقصود بنا لیتا ہے اور اللہ تعالٰے اور آخرت کی زندگی سے غافل ہوجاتا ہے عام طور پر انسان ساری قوتوں اور کوششوں کو اس بات کے لئے خرچ کرتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ مقدار میں مال و دولت اور بڑی سے بڑی تعداد میں آل اولاد، عزیز و اقارب اور یار دوست اس کے گرد جمع ہوجائیں ان کی حرص اتنی شدید ہوتی ہے کہ لوگ ان کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے اور آگے بڑھ جانے کی جان توڑ کوشش کرتے ہیں۔ اس کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ ساری عمر اسی فکر کے نذر ہوجاتی ہے اور دنیا ... کوئی بڑا کام انجام نہیں دے سکتا آخر کار ... آجاتا ہے ... اور دنیا ... حسرت ... اس کو قبر کے تاریک گڑھے میں بہ ... دیتے ہیں۔

ع ۲/۲۷

(۳) ان آیتوں میں اللہ تعالٰے نے غافل انسان کو تنبیہ فرمائی کہ مال و دولت اور آل اولاد کی کثرت ہی زندگی کا اصل مقصود نہیں ہے۔ یہ بات اگر تم آج جان لو اور مان لو تو بہت اچھا ہے، ورنہ موت کے وقت تو تم ... بات کا ضرور یقین کروگے اور قیامت کے دن جبکہ دوزخ تمہارے سامنے لاکر کھڑی کردی جائے گی تو اس وقت تم اس حقیقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے۔ اور اس دن نعمتوں کے بارے میں بھی تم سے پوچھا جائے گا کہ کیا ان کو اللہ کی مرضی اور اس کے حکم کے مطابق خرچ کیا تھا یا نہیں۔

(۱) اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی کامیابی اور ناکامیابی کا زرین اصول بیان کیا ہے اور اس بات کو واضح فرمایا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جو حقیقت میں کامیاب کہلانے کے مستحق ہیں۔ شروع میں اللہ تعالیٰ نے عصر یعنی زمانہ کی قسم کھائی ہے اس کو گواہی میں پیش کیا ہے اور لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کیا ہے کیونکہ قرآن مجید کی نظر میں صحیح تاریخ انسانی اعمال کی سچی یادداشت ہے جس کے مطالعہ سے انسان پر کامیابی اور ناکامیابی کی دونوں راہیں روشن ہوجاتی ہیں اور انسان زندگی میں اپنے لئے صحیح راستہ منتخب کرسکتا ہے۔

عصر سے مراد عصر کی نماز کا وقت بھی لیا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ عصر کا وقت دن کے ختم ہونے کا اعلان کرتا ہے اور انسان کو چونکاتا ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عصر کی قسم کھا کر غافل انسان کو آگاہ کیا کہ وہ سراسر نقصان اور گھاٹے میں پڑے گا کیونکہ اس کی عمر برابر گھٹ رہی ہے اور جو گھڑی گزر گئی پھر اس کے لوٹنے کی امید نہیں۔ لیکن انسان ہے کہ غفلت میں پڑا زندگی کی قیمتی گھڑیوں کو ضائع کر رہا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا نقصان ہوسکتا ہے۔

(۲) جس نقصان اور خسارہ کا اوپر کی آیت میں ذکر کیا گیا ہے اس سے محفوظ رہنے والے اور دنیا اور آخرت میں کامیاب ہونے والے انسان وہ ہیں جو اپنی عمر کے ایک لمحہ کو بھی ضائع نہیں کرتے اور زندگی میں ان چار باتوں کو مانتے اور برتتے ہیں۔

ع ۲
(۱) ایمان۔ (۲) عمل صالح۔ (۳) حق کی تبلیغ۔ (۴) صبر کی تلقین۔
۲۸ (۱) جو شخص اللہ تعالیٰ کو مانے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا رسول جانے۔ قرآن مجید اور اس کے سارے احکام کی سچائی پر یقین رکھے وہ مومن یعنی ایمان دار ہے۔

(۲) کامیاب زندگی کے لئے ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی ضروری ہے۔ ایمان اور یقین کا اثر انسان کی عملی زندگی میں ظاہر ہونا چاہیئے۔

(۳) مومن کا بہت بڑا کام یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح کی شکل میں جس حق و صداقت کو اس نے پایا ہے اس کو اپنے پاس چھپا نہ رکھے، بلکہ جہاں تک ہوسکے اس کو دوسروں تک پہنچائے۔

(۴) حق و صداقت کے ماننے اس پر جمے رہنے اور اس کو پھیلانے کی راہ میں بڑی بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ مومن کا فرض ہے کہ [illegible] اس راہ کی ساری مشکلات کو برداشت کرے اور دوسرے بھائیوں کو بھی برداشت کی نصیحت کرتا اور ترغیب دے۔

(۳) اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے [illegible] کمینہ اخلاق اور ان کی سزا کا ذکر فرمایا ہے۔ مال [illegible] محبت انسان [illegible] اس کا پہلا [illegible] آدمی میں ایک بہت بڑا عیب یہ ہوتا ہے کہ وہ دولت کے نشہ میں مست ہو کر بڑا مغرور بن جاتا ہے۔ دوسرے لوگوں کو چاہے
۲۹
وہ کتنے ہی اچھے کیوں نہ ہوں حقیر سمجھتا ہے اور ان کے عیب نکالتا ہے کبھی سامنے طعنے دے کر کسی شریف آدمی کا دل دکھاتا ہے اور کبھی پیٹھ پیچھے کسی کی غیبت کرکے اس کو لوگوں کی نظروں میں

سُورَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ (۱۰۳)

آیاتہا ۳ — رکوعہا ۱

سورہ عصر مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْعَصْرِ ۝١ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝٢ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا
قسم ہے عصر کی یقیناً انسان نقصان میں ہے (۱) مگر وہ لوگ جو ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝٣
اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں ایک دوسرے کو حق پر قائم رہنے کی تاکید کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کرتے رہے (وہ نقصان میں نہیں ہیں) (۲)

سُورَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ (۱۰۴)

آیاتہا ۹ — رکوعہا ۱

سورہ ہمزہ مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝١ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۝٢ يَحْسَبُ
ہر طعنہ دینے والے اور غیبت کرنے والے کی بڑی خرابی ہے جس نے مال جمع کیا اور اس کو گن گن کر رکھا وہ خیال کرتا ہے کہ
أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۝٣ كَلَّا لَيُنبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝٤ وَمَا
اس کا مال اس کو ہمیشہ رکھے گا (۳) (ایسا) ہرگز نہیں ہے وہ ضرور حطمہ میں ڈالا جائے گا (اے پیغمبر!)
أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝٥ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ۝٦ الَّتِي تَطَّلِعُ
تم کو کچھ معلوم ہے کہ حطمہ کیا ہے وہ اللہ کی سلگائی ہوئی آگ ہے جو
عَلَى الْأَفْئِدَةِ ۝٧ إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ ۝٨ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝٩
پہنچ جائے گی وہ (آگ) لمبے لمبے ستون (کی شکل) میں ان کو گھیرے ہوئے ہوگی (۴)

تبارک

ذلیل کرتا ہے۔ اس قسم کے کمینہ اخلاق سے لوگوں میں محبت کم ہوجاتی ہے اور دشمنی اور نفرت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ زر پرست آدمی کی ذہنیت یہ ہوتی ہے کہ وہ دولت ہی کو زندگی کا مقصود بنا لیتا ہے۔ اس کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس خیال میں مگن ہے کہ دولت اللہ کے مقرر کئے ہوئے قانون کو بھی بدل ڈالے گی یعنی نہ کبھی بوڑھا ہوگا اور نہ کبھی اس کو موت آئے گی بلکہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہے گا۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اس قسم کے اخلاق سے اپنے دامن کو پاک رکھیں۔ (۴) اوپر کی آیتوں میں زر پرستوں کی ذہنیت کا ذکر کیا گیا تھا۔ اب ان آیتوں میں تنبیہ کے لئے ان کی سزا کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ ان کا حشر یہ ہوگا کہ وہ آگ میں ڈالے جائیں گے۔ اس آگ کے بلند شعلے ستونوں کی شکل میں ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہوں گے کہ وہ نکل نہ سکیں اور اس میں پڑے جلتے رہیں۔

سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ (۱۰۵)
آیاتہا ۵ رکوعہا ۱
سورۂ فیل مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝۱ اَلَمْ يَجْعَلْ
(اے پیغمبر) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا کیا اس نے ان کی تدبیر

كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝۲ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝۳
بیکار نہیں کر دی (یقیناً کر دی) اور ان پر غول کے غول پرندے بھیجے

تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝۴ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝۵
جو ان پر پتھر کی کنکریاں پھینکتے تھے آخر اللہ نے ان کو کھائے ہوئے بھس کی طرح (تباہ) کر دیا (۱)

سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَكِّيَّةٌ (۱۰۶)
آیاتہا ۴ رکوعہا ۱
سورۂ قریش مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝۱ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝۲
چونکہ (اللہ نے) قریش کو مانوس کیا (یعنی) جاڑے اور گرمی (میں تجارت) کے سفر سے مانوس رکھا

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝۳ الَّذِيْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ
تو اس نعمت کے شکریہ میں ان کو چاہیئے کہ اس گھر (خانہ کعبہ) کے پروردگار کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانا

جُوْعٍ ۙ۬ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝۴
دیا اور خوف سے امن بخشا (۲)

منزل ۷

(۱) اس سورہ میں اصحاب فیل یعنی ہاتھیوں والوں کے واقعہ کی طرف اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے یمن کے ملک پر ابرہہ نام کا ایک عیسائی بادشاہ حکومت کرتا تھا اس نے دیکھا کہ خانہ کعبہ کو سارے عرب میں مقبولیت حاصل ہے اور ہر سال سارے عربستان سے لوگ اس کی زیارت کے لئے جمع ہوتے ہیں. اس کو حسد پیدا ہوا چنانچہ اس نے یمن کے مشہور شہر صنعا میں ایک عالیشان کلیسا (گرجا) بنایا اور اسے اعلیٰ درجے کے ساز و سامان سے آراستہ کیا اور سارے ملک عرب کے لوگوں کو اس کلیسا کی زیارت کا حکم دیا. اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں کہ سرزمین عرب میں خانہ کعبہ کا کوئی مقابل کھڑا ہو. چنانچہ ہوا یہ کہ عربوں کا ایک قافلہ کلیسا کے پاس میدان میں آکر ٹھہرا. قافلہ والوں نے اپنی ضرورت کے لئے آگ جلائی کھانا پکایا اور کھا پی کر روانہ ہو گئے. قدرت الٰہی دیکھئے کہ آگ کی کچھ چنگاریاں ہوا سے اڑ کر کلیسا میں جا پڑیں اور ساری عمارت کو جلا کر ڈھیر کر دیا.

ابرہہ کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ سخت برہم ہوا. مکہ کے عربوں سے بدلہ لینے کے ارادہ سے ایک بڑا لشکر لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا اور کعبہ کو ڈھانے کے ارادہ سے ہاتھی بھی ساتھ لے لئے اور مکہ کے قریب جا پہنچا. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب قریش کے سردار اور کعبہ شریف کے متولی تھے. ابرہہ کے لشکر والے عبد المطلب کے اونٹ پکڑ لے گئے. عبد المطلب ابرہہ کے پاس پہنچے. ابرہہ نے عزت سے بٹھایا اور آنے کا سبب پوچھا. آپ نے کہا کہ تمہارے لشکر والے میرے اونٹ پکڑ لائے ہیں واپس دلا دو. ابرہہ نے طنز کرتے ہوئے کہا کہ تمہیں اونٹوں کی فکر ہے اور کعبہ کی فکر نہیں جو کل ڈھائے جانے والا ہے حالانکہ تم اس کے متولی ہو. آپ نے جواب دیا کہ اونٹ میرے ہیں اس لئے میں ان کی فکر کرتا ہوں اور کعبہ جس کا گھر ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا.

ع ۱ ۵ ۳۰

ابرہہ نے ان کی بات کی کوئی پرواہ نہیں کی اور لشکر کو مکہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اور کعبہ ڈھانے کے لئے ہاتھیوں کو سامنے رکھا اتنے میں سمندر کی طرف سے ایک خاص قسم کے پرند نمودار ہوئے جن کے پنجوں اور چونچوں میں کنکریاں تھیں. پرندوں کی یہ فوج ابرہہ کے لشکر کی طرف بڑھی اور اس پر کنکریاں برسانے لگی. قدرت الٰہی دیکھئے کہ یہ کنکریاں بندوق کی گولیوں سے بھی زیادہ کام کرتی تھیں. جس شخص یا ہاتھی یا اونٹ کو ایک کنکری لگتی وہ اس کے بدن کو چھید کر پار نکل جاتی. اس طرح سارا لشکر تباہ ہو گیا. یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پچاس دن پہلے کا ہے چنانچہ اس سورہ کے نازل ہونے کے وقت مکہ والوں میں بہت سے ایسے لوگ زندہ تھے جنہوں نے اس واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا.

(۲) قریش عرب کے ایک طاقتور اور با اثر قبیلہ کا نام ہے. خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے چاروں خلیفہ اور دوسرے چند بڑے بڑے صحابہ اسی قبیلہ سے ہیں. یہ قبیلہ مکہ میں آباد تھا اور خانہ کعبہ کی خدمت بھی اسی قبیلہ کے سپرد تھی جس کی وجہ سے سارے عرب قریش کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے. قریش کا پیشہ تجارت تھا اور وہ سال میں دو مرتبہ تجارت کے لئے سفر کیا کرتے تھے. سردیوں میں یمن کی طرف جاتے تھے اور گرمیوں میں شام کا سفر کیا کرتے تھے. خانہ کعبہ کے خادم ہونے کی وجہ سے سارے عرب والے ان کی بڑی عزت کرتے تھے چنانچہ ان تجارتی سفروں سے قریش بڑا فائدہ اٹھاتے تھے اس کے علاوہ قریش کو یہ فضیلت بھی حاصل تھی کہ وہ نہایت امن چین اور عزت کے ساتھ مکہ شریف میں رہا کرتے تھے. حالانکہ مکہ کے اطراف چوری ڈکیتی اور مار پیٹ کا بازار گرم رہتا تھا لیکن کعبہ کے خیال سے قریش پر کوئی ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تھا. اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے قریش کو توجہ دلائی اور فرمایا کہ دیکھو اس گھر کے فیض سے تم کو کتنی بڑی عزت اور فضیلت حاصل ہے کہ آسانی سے تجارت کرتے ہو خوب دولت کماتے ہو اور امن چین کے ساتھ پیٹ بھر کر کھاتے ہو نہ چوروں کا کھٹکا نہ لوٹ مار کا ڈر. انسانیت اور بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کو یاد کرو اور اس پروردگار کی عبادت کرو جس کے نام پر یہ گھر بنایا گیا ہے اور جس نے تم کو یہ عزت اور شہرت بخشی ہے.

ع ۱ ۲ ۳۱

(۱) اس سورۃ میں اللہ تعالےٰ نے ان چند مذہبی اور اخلاقی برائیوں کا ذکر کیا ہے جو قریش کے سرداروں میں سے عاص بن وائل اور ولید بن مغیرہ میں اور مدینہ کے منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول میں خاص طور پر پائی جاتی تھیں لیکن قرآن مجید کا فیض عام ہے اور اس سورۃ سے ان سب لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہیئے جن میں یہ بُرائیاں پائی جائیں، چاہے وہ کسی زمانے کے اور کسی ملک کے ہوں۔ ان آیتوں میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص کہ جزا و سزا کے قانون کو نہیں مانتا یا مذہب اسلام ہی کا سرے سے انکار کرتا ہے اس کی عقل پر حیرت ہے۔ دیکھو جزا و سزا کے قانون کو جھٹلانے اور دین اسلام کے انکار کی وجہ سے اس شخص پر کیسی پھٹکار پڑی ہے کہ اس کا دل سیاہ اور سخت ہو گیا ہے۔ وہ ظالم یتیم پر بھی ترس نہیں کھاتا اور اس کی مدد نہیں کرتا بلکہ دھکے دے کر اس کو نکال دیتا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ایسا سخت دل اور بے رحم ہے کہ دوسروں کو بھی یتیم کے ساتھ ہمدردی کرنے کی ترغیب نہیں دیتا۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنھوں نے زبان سے تو اسلام ظاہر کیا تھا لیکن ان کے دل ایمان سے خالی تھے جیسے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی۔ یہ لوگ نمازوں سے غافل رہتے تھے کبھی پڑھتے اور کبھی نہیں پڑھتے۔ پڑھتے بھی تو نہایت بے دلی اور بے توجہی کے ساتھ۔ نفاق میں ایسے ڈوبے ہوئے تھے کہ جو کام کرتے لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتے۔ اس کے ساتھ ساتھ بخیل اور بے رحم بلا کے تھے۔ زکوٰۃ دینا تو بڑی بات ہے، یہ کم بخت تو معمولی برتنے کی چیزیں بھی لوگوں کو مستعار نہیں دیتے تھے۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت قاسمؓ کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا۔ یہ دیکھ کر دشمن بہت خوش ہوئے۔ عاص بن وائل نے بہت گستاخی کی اور طعنہ دیتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مُحَمَّدٌ تو اَبْتَر ہے۔ اس کے کوئی بیٹا تو ہے نہیں جس سے اس کا نام چلے۔ بس جو کچھ ہے اس کی زندگی تک ہے۔ اس کے بعد اس کا نام لینے والا بھی کوئی نہ ہوگا۔ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور خوشخبری کے لئے اور دشمنوں کی تنبیہ کے لئے یہ سورت نازل فرمائی جس میں چھوٹی چھوٹی تین آیتیں ہیں۔

واضح ہو کہ کَوْثَر کا لفظ کثرت و زیادتی کو ظاہر کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نعمتیں اور برکتیں عطا فرمائی ہیں وہ اتنی زیادہ ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ کَوْثَر سے مُراد خَیْرِ کَثِیْر ہے یعنی زندگی کی ہر خیر اور بھلائی بہت زیادہ مقدار میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرتؐ کو عطا فرمائی ہے۔ اس خیر کثیر میں وہ حوضِ کوثر بھی شامل ہے جو محشر یا جنت میں آنحضرتؐ کو عطا ہوگا جس کے پانی سے آپؐ اپنے دست مبارک سے اپنی اُمت کو سیراب فرمائیں گے۔

ع ۷/۲۲

دوسری آیت میں اللہ تعالےٰ نے تاکید فرمائی کہ اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھا کرو اور قربانی دیا کرو جب اللہ تعالےٰ نے اتنی بڑی نعمت عطا فرمائی ہے تو اس کے شکریہ میں چاہیئے کہ اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھا کرو اور اسی کے نام پر قربانی دیا کرو۔ آخری آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خوشخبری ہے اور آپؐ کے دشمن کے لئے تنبیہ۔ فرماتا ہے کہ اے پیغمبر! اطمینان رکھو! تم ہرگز بے نام و نشان نہیں ہوں گے بلکہ وہ بدبخت جو آپؐ سے دشمنی رکھتا ہے اور آپؐ کو اَبْتَر کہتا ہے وہی اَبْتَر (یعنی بے نام و نشان) ہوگا۔

ع ۱/۳۲

آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ آنحضرتؐ کے دشمن بے نام و نشان ہیں، ان کا کوئی نام لیوا بھی نہیں ہے۔ اس کے برخلاف دیکھو کہ جس کو اَبْتَر کہا گیا تھا وہی ناموروں کا سرتاج ہے۔ اس کے نام لیوا ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کی سیرت پاک لکھ کر شائع کرتے ہیں، اور دن رات میں پانچ پانچ مرتبہ یعنی اذانوں میں اللہ تعالےٰ کے نام کے ساتھ اسؐ کے نام کو بھی بلند کرتے ہیں۔

سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ (۱۰۷)

آیاتہا ۷ — رکوعہا ۱

سورہ ماعون مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

أَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝١ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ

(اے پیغمبر) کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو جزا (وسزا) کو جھٹلاتا ہے یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے

الْيَتِيْمَ ۝٢ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝٣ فَوَيْلٌ

دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کے لئے (لوگوں کو) ترغیب نہیں دیتا (۱) ایسے نمازیوں

لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝٤ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝٥

کی بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں

الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝٦ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝٧

جو ریاکاری کرتے ہیں اور برتنے کی چیزیں لوگوں کو (مستعار) نہیں دیتے (۲)

سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ (۱۰۸)

آیاتہا ۳ — رکوعہا ۱

سورہ کوثر مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝١ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝٢

(اے محمدؐ) ہم نے تم کو کوثر عطا فرمائی ہے تو (اس کے شکریہ میں) اپنے پروردگار کی نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝٣

یقیناً تمہارا دشمن ہی بے نام و نشان رہے گا (۳)

آیاتها ۶ — سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ (۱۰۹) — رکوعها ۱

سورۂ کافرون مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝۱ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۲ وَلَآ

(اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ اے کافرو! نہ میں ان (بتوں) کو پوجتا ہوں جن کو تم پوجتے ہو اور نہ تم اس

اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۳ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝۴ وَلَآ

(اللہ) کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور (دیکھو آئندہ بھی) میں ان (بتوں) کی عبادت کرنے والا نہیں جن کو تم پوجتے ہو اور

اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۵ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝۶

تم اس (اللہ) کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین (۱)

آیاتها ۳ — سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۰) — رکوعها ۱

سورۂ نصر مدینہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝۱ وَرَاَيْتَ النَّاسَ

(اے پیغمبر) جب اللہ کی مدد آ جائے اور (مکہ) فتح ہو جائے اور تم دیکھ لو کہ لوگ

يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝۲ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ

اللہ کے دین میں گروہ کے گروہ داخل ہو رہے ہیں تو تم اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی

رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝۳

پاکی بیان کرو اور اس سے مغفرت مانگو بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے (۲)

منزل ۷

(۱) جب قریش کے سرداروں نے دیکھا کہ اسلام کا قدم روز بروز آگے بڑھ رہا ہے اور محمد ﷺ کسی طرح تبلیغ کے کام سے باز نہیں آتے، نہ مال و دولت کی لالچ میں پھنستے ہیں اور نہ جان و مال کے نقصان سے ڈرتے ہیں تو انھوں نے اپنے خیال میں صلح کی ایک نہایت مناسب صورت پیش کی۔ آنحضرت ﷺ کے پاس کہلا بھیجا کہ اچھا! ایک سال تم ہمارے معبودوں کی پوجا کرو اور ایک سال ہم تمہارے معبود کی عبادت کریں۔ اس طرح سے ہمارا تمہارا اختلاف ختم ہو جائے گا۔ اس پیغام کے جواب میں یہ سورۃ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے پیغمبر: ان کافروں کو صاف جواب دو اور اعلان کر دو کہ دین کے بنیادی اصول اور خاص کر توحید کے معاملہ میں کوئی صلح نہیں ہو سکتی۔ میں توحید خالص کے مقام سے بال برابر بھی نہیں ہٹ سکتا اور ایک لمحہ کے لئے بھی شرک نہیں کر سکتا۔ تم دیکھتے ہو کہ میں بتوں کو نہیں پوجتا ہوں اور آئندہ کے لئے بھی بڑے عزم کے ساتھ اعلان کرتا ہوں کہ میں ہرگز بتوں کو پوجنے والا نہیں۔ اور تمہارا یہ حال ہے کہ تم بتوں کے ساتھ چمٹے ہوئے ہو اور کسی طرح ان کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ ساری عمر بتوں کو پوجتے رہے اور آئندہ بھی ان کے پوجنے پر تلے ہوئے ہو۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ میرا اور تمہارا راستہ ایک نہیں۔ تمہارا دین الگ اور میرا دین الگ۔ میں اللہ تعالیٰ پر یقین رکھ کر توحید خالص پر جما ہوا ہوں اور بھروسہ رکھتا ہوں کہ وہ مجھے کامیابی عطا فرمائے گا۔ واضح ہو کہ سورۂ کوثر میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوشخبری سنائی تھی کہ تمہارا لگایا ہوا اسلام کا پودا خوب پھلے پھولے گا اور تمہارے دشمن تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

ع ۱ ۶ ۲۴

اب اس سورۃ میں حکم دیا کہ کافروں سے بالکل الگ ہو جاؤ اور دین کے معاملہ میں ان سے بے تعلق ہونے کا اعلان کر دو۔ اب فیصلہ کا وقت قریب ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے مکہ والوں میں اس بات کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان کے بعد ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا جس سے کافروں سے پوری پوری بے تعلقی اور علیحدگی ظاہر ہو گئی۔ مدینہ شریف میں اللہ والوں کی جماعت کا مرکز قائم ہو گیا جہاں نصرت الٰہی کا ظہور ہوا۔

(۲) اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے یہ خوشخبری سنائی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ کی مدد سے بڑی فتح حاصل ہو گی یعنی قریش کی مخالفت کا خاتمہ ہو کر مکہ فتح ہو جائے گا۔ فتح مکہ سے بہت سی کامیابیوں کا دروازہ کھل جائے گا اور عرب کے لوگ گروہ در گروہ اللہ کے دین میں داخل ہوں گے اور جب یہ وقت آ جائے تو پہلے سے بھی زیادہ اللہ کی طرف متوجہ ہو جانا، اس کی تسبیح اور حمد و ثنا میں مشغول رہنا اور اس سے بخشش مانگنا۔

ع ۱ ۳ ۲۵

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ۸ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار صحابہ کے لشکر کے ساتھ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ فتح مکہ کے بعد عربوں کے دلوں کی گرہیں کھل گئیں اور لوگ بڑھ بڑھ کر اسلام قبول کرنے لگے۔ چند ہی مہینوں میں سارے جزیرۂ عرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دینی اور دنیوی حکومت قائم ہو گئی اور آپ کی بعثت کا مقصد پورا ہوا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس سورۃ سے یہ اشارہ سمجھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آگیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اس سورۃ میں جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل میں آنحضرت ﷺ تسبیح، حمد و ثنا اور استغفار میں پہلے سے بھی زیادہ مشغول رہنے لگے تھے۔ اس سورۃ میں یہی تعلیم ہے کہ جب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائے تو ان کو چاہیئے کہ آرام طلبی، غرور اور شیخی میں مبتلا نہ ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں، کامیابی کے شکریہ میں اس کی حمد و ثنا کریں، اپنی کمزوریوں کی اس سے بخشش چاہیں اور نیک اعمال کی سرگرمیاں پر زور طریقہ پر جاری کریں۔

سُوْرَةُ اللَّهَبِ مَكِّيَّةٌ (١١١)

آیاتہا ٥ — رکوعہا ١

سورۂ لہب مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ① مَآ اَغْنٰى عَنْهُ

ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گیا نہ تو اس کا مال اس کے

مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ② سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ③

کام آیا اور نہ اس کی کمائی وہ بہت جلد شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا

وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ④ فِيْ جِيْدِهَا

اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں لادکر لاتی ہے اس کے گلے میں کھجور کی

حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ⑤

چھال کی رسی ہوگی (١)

سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ (١١٢)

آیاتہا ٤ — رکوعہا ١

سورۂ اخلاص مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ① اَللّٰهُ الصَّمَدُ ② لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ

اے پیغمبر (لوگوں سے) کہدو کہ وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس کے (کوئی) اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی

يُوْلَدْ ③ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ④

اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے (٢)

منزل

(١) اس سورۃ کا شان نزول یہ ہے کہ جب رسول اکرمؐ پر یہ آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ نازل ہوئی جس میں اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو حکم دیا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اسلام کا پیغام پہنچاؤ اور نافرمانی کرنے والوں کو عذاب الٰہی سے ڈراؤ تو آنحضرتؐ نے قریش کے سارے قبیلوں کو جمع کیا اور کوہ صفا پر چڑھ کر سب کو اسلام کا پیغام پہنچایا اور نافرمانی کرنے والوں کو خدا کے عذاب سے ڈرایا خاص کر اپنے قریبی رشتہ داروں کو نام لے لے کر نصیحت فرمائی یہ گفتگو سن کر ابولہب غصہ میں آیا اور کہا کہ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا (سارے دن تیرے لئے تباہی ہو کیا تو نے اسی لئے ہمیں جمع کیا تھا) ابولہب کی اس ناشائستہ گفتگو کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے یہ چھوٹی سی سورت نازل فرمائی اور جن الفاظ میں اس نے آنحضرتؐ کے ساتھ گستاخی کی تھی، جواب کے طور پر انہی الفاظ میں ابولہب اور اس کی بیوی کی تباہی کا اعلان فرمایا۔ ابولہب آنحضرتؐ کا سگا چچا تھا قریش کے سرداروں میں سے تھا اور بڑا دولت مند تھا۔ اس کو آنحضرتؐ اور اسلام کے کام سے سخت نفرت تھی جب اس کو عذاب الٰہی سے ڈرایا جاتا تو غرور سے کہتا کہ یہ سب جھوٹی باتیں ہیں۔ اگر عذاب آیا بھی تو میرے پاس مال اور اولاد بہت ہے۔ ان دونوں کے ذریعہ میں عذاب سے بچ جاؤں گا۔ اسی طرح اس کی بیوی ام جمیل بھی آنحضرتؐ سے سخت عداوت رکھتی تھی اور اسلام کی مخالفت میں اپنے شوہر کی ہر طرح مدد کرتی تھی۔ اس سورۃ کی پیشین گوئی حرف بحرف صحیح نکلی اور سارے مکہ والوں نے ابولہب اور اس کی بیوی کو نہایت ذلت اور رسوائی کے ساتھ دنیا میں تباہ ہوتے دیکھ لیا۔ لکھا ہے کہ ابولہب جنگ بدر کے ساتویں روز سخت زہریلی بیماری میں مبتلا ہوا اور تین دن سخت تکلیف اٹھا کر بے کسی کی حالت میں مر گیا۔ اس کا مال اور اس کے بیٹے جن پر اس کو بڑا ناز تھا اس کے کچھ کام نہ آئے۔ یہ تو دنیا کا عذاب تھا اور آخرت کا عذاب الگ رہا جہاں وہ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جلتا رہے گا۔

ع ١ ٥ ٢٦

اس کی بیوی کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ شوہر کے مرجانے کے بعد محتاجی کی حالت میں اس کو زندگی بسر کرنی پڑی۔ ایک روز جنگل سے لکڑیوں کا گٹھا سر پر رکھ کر لا رہی تھی کھجور کی بٹی ہوئی رسی گلے میں پڑی تھی۔ ٹھوکر کھا کر گری، رسی گلے میں پھنس گئی جس سے وہ مر گئی۔ دنیا میں اس کا یہ حشر ہوا اور آخرت میں بھی اپنے شوہر کے ساتھ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جلے گی۔

(٢) اس سورۃ کا نام سورۂ اخلاص ہے۔ اس لئے کہ اس میں توحید خالص کی تعلیم ہے۔ اس سورۃ کا شان نزول یوں بیان کیا گیا ہے کہ بعض کافروں نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ اللہ کیسا ہے اور اس کی کیا صفات ہیں۔ اس کے جواب میں یہ مبارک سورۃ نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ جو لوگ پوچھ رہے ہیں ان سے کہہ دو وہ اللہ جس کے بارے میں تم نے پوچھا ہے اس کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ ایک ہے یعنی اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے اس جیسا کوئی نہیں۔ وہ صَمَد ہے یعنی بے نیاز ہے۔ اپنی ذات و صفات میں وہ کسی کا محتاج نہیں اور ساری مخلوق اس کی محتاج ہے۔ وہی ساری کائنات کی چھوٹی بڑی ضرورتوں کو پوری کرتا ہے۔

ع ١ ٤ ٢٧

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ (نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا) یعنی وہ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔ اللہ تعالےٰ کا تعلق کائنات اور اس کی چیزوں سے یہ ہے کہ وہ خالق ہے اور ساری کائنات اس کی مخلوق یعنی اللہ تعالےٰ کو کسی بندہ سے وہ نسبت نہیں بنانا چاہیئے جو ماں باپ اور اولاد میں ہوتی ہے۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ یعنی اس کا مقابل اور اس کے برابر کا کوئی نہیں ہے کیونکہ ساری کائنات اس کی مخلوق ہے اور مخلوق اور خالق کا کیا مقابلہ۔ کوئی انسان کتنا ہی پاکیزہ ہو جائے بہرحال وہ بندہ ہی رہتا ہے۔ اللہ کے برابر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ غرض اس چھوٹی سی سورت میں خالص اور کامل توحید کا سبق سکھایا گیا ہے اور اللہ تعالےٰ کی ایسی چار صفتیں بیان کی گئی ہیں جس سے صحیح توحید کا تصور قائم رہتا ہے اور دنیا کی قوموں نے اللہ تعالےٰ کے بارے میں جو مشرکانہ اور جاہلانہ تصورات پھیلا رکھے ہیں ان سب کی تردید ہو جاتی ہے۔

(۱) واضح ہو کہ مخلوق میں جو شر اور برائی کا پہلو ہے اس سے بچنے کی انسان کو فطری طور پر فکر ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپؐ کے طفیل سے مسلمانوں کو تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ رَبُّ الْفَلَق ہے یعنی وہ ایسا پروردگار ہے جو رات کی سیاہ چادر کو پھاڑ کر صبح نکالتا ہے اور سارے عالم کو تاریکی سے بچا لیتا ہے۔ اس لئے اگر انسان اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو، اس پر بھروسہ کرے اور اس کی پناہ میں آجائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی حفاظت کا سامان مہیا ہوگا اور اس کو عملی تدبیر اختیار کرنے کی توفیق بھی ہوگی پھر اس کا انتظام بھی کیا جائے گا کہ انسان شر سے بچنے کیلئے جو تدبیر اختیار کرے اس میں اثر پیدا ہو اور اس کا نتیجہ نما ظر خواہ نکلے
ساری مخلوق کے شر کا ذکر کرنے کے بعد تین شر کا خاص طور پر ذکر فرمایا۔ غالباً اس وجہ سے کہ ان چیزوں سے عام طور پر لوگوں کو زیادہ تکلیف پہنچتی ہے۔

(۱) تاریکی میں بڑا شر ہے۔ رات کی تاریکی میں درندے اور سانپ اور بچھو وغیرہ اپنے بلوں سے باہر آجاتے ہیں چور، بدمعاش، لٹیرے اور ڈاکو ہر طرف پھیل پڑتے ہیں اور لوگوں کو تکلیف دیتے ہیں جادوگر بھی رات کی تاریکی کو اپنے کام کے لئے مناسب وقت خیال کرتے ہیں۔ رات کی تاریکی میں گناہ کے خیالات کا بھی بڑا زور ہوتا، اسی شر کے توڑ کے لئے شریعت نے تہجد کی نماز رکھی ہے جو بہت سخت ہے لیکن اثر بھی بڑا تیز اور گہرا کرتی ہے۔

(۲) جادو کے اثر سے بھی پناہ مانگنی چاہیئے۔ تجربہ سے ثابت ہے کہ جادو کا اثر ہوتا ہے اور جس شخص پر جادو کیا جاتا ہے وہ تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس بیان میں عورتوں کا ذکر شاید اس وجہ سے فرمایا کہ جادو، ٹونے، ٹوٹکے یا مسمریزم کے عملیات سے مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کو کچھ زیادہ لگاؤ ہوتا ہے۔

ع ۱ ۵ ۳۸

(۳) حسد کرنے والوں سے بھی پناہ مانگی چاہیئے۔ حسد یہ ہے کہ آدمی دوسرے شخص کی نعمت، ترقی اور بھلائی کو دیکھ کر جلے اور اس کے ذلیل اور تباہ ہونے کی آرزو کرے۔ ورنہ اگر آدمی دوسرے کے کمال کو دیکھ کر خود بھی باکمال بننے کی خواہش اور کوشش کرے تو یہ بات معیوب نہیں بلکہ شریعت اور عقل دونوں کی رو سے پسندیدہ ہے۔

(سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۳) — اٰيَاتُهَا ۵ — رُكُوْعُهَا ۱
سورۂ فلق مدینہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿۲﴾ وَ
(اے پیغمبرؐ یوں) کہو کہ میں صبح کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں ہر اس چیز کی برائی سے جو اس نے پیدا کی اور
مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿۳﴾ وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي
(خاص کر) اندھیری رات کی برائی سے جب چھا جائے اور گرہوں پر (پڑھ پڑھ کر) پھونکنے والی عورتوں کی
الْعُقَدِ ﴿۴﴾ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾
برائی سے اور حسد کرنے والے کی برائی سے جب وہ حسد کرے (۱)

سُوْرَةُ النَّاسِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۴) — اٰيَاتُهَا ۶ — رُكُوْعُهَا ۱
سورۂ ناس مدینہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ﴿۲﴾ اِلٰهِ
(اے پیغمبرؐ یوں) کہو کہ میں لوگوں کے پروردگار کی، لوگوں کے بادشاہ (اور) لوگوں کے معبود کی
النَّاسِ ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ﴿۴﴾ الَّذِيْ
پناہ مانگتا ہوں (اس) وسوسہ ڈالنے والے (اور) پیچھے ہٹ جانے والے کی برائی سے جو لوگوں کے
يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ﴿۶﴾
دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا آدمیوں میں سے (۲)

(۲) سورۂ فلق میں ظاہری برائیوں سے بچنے کی تعلیم دی تھی اور اس سے بچنے کا طریقہ بتایا تھا۔
اس سورۃ میں باطن یعنی دل کی برائیوں سے بچنے کی ہدایت اور اس کا طریقہ بتایا گیا ہے شیطان انسان کا قدیمی دشمن ہے اور وہ اس کے دم کے ساتھ لگا ہوا ہے۔
حدیث شریف میں ہے کہ شیطان انسان کے خون کے ساتھ اس کی رگوں میں دوڑتا پھرتا ہے شیطان انسان کے دل میں برا خیال ڈالتا رہتا ہے جس کو وسوسہ کہتے ہیں شیطان بڑا مکار بھی ہے۔ وہ انسان کے دل میں وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے اور دبک جاتا ہے تاکہ انسان کو یہ محسوس بھی نہ ہو کہ کوئی اس کو بہکا رہا ہے۔ اور شیطان ہی پر کیا موقوف ہے بہت سے انسان بھی شیطان صفت ہوتے ہیں ان سے بھی بچنا چاہیئے۔

ع ۱ ۶ ۳۹

واضح ہو کہ شیطانی وسوسوں کی کوئی حد نہیں ہے۔ وسوسہ کی وجہ سے آدمی گناہ کر بیٹھتا ہے۔ بعض وقت شیطان وسوسہ ڈال کر آدمی کو نیک کام سے روک دیتا ہے یا نیک کام میں ریا اور دکھاوا شامل کر دیتا ہے۔ سب سے بڑا وسوسہ وہ ہے جس کی وجہ سے آدمی کا دل کائنات کے مالک اور پروردگار کی عبادت کی طرف مائل نہ ہو سکے۔ غرض یہ کہ ہر قسم کے شیطانی وسوسوں سے بچنے کی ترکیب ایک ہی ہے۔ وہ یہ کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائے۔ اس کی پناہ میں آنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اس کو ساری کائنات کا پروردگار مانے اور اس کے آگے اپنی ضروریات کو پیش کرے۔ اسی کو ساری کائنات کا بادشاہ جانے اور اس کے احکام کی تعمیل کرے۔ اس کو ساری کائنات کا پروردگار اور بادشاہ ماننے کی نشانی یہ ہے کہ اسی کو اپنا معبود بنائے اور دینی اور دنیوی کاموں میں اسی سے مدد مانگے۔

دُعَاءِ خَتْمِ الْقُرْاٰنِ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۙ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ ۙ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۙ
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا بِكُلِّ حَرْفٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ حَلَاوَةً وَّ
بِكُلِّ جُزْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ جَزَآءً اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا بِالْاَلِفِ اُلْفَةً وَّبِالْبَآءِ بَرَكَةً وَّبِالتَّآءِ تَوْبَةً وَّبِالثَّآءِ ثَوَابًا
وَّبِالْجِيْمِ جَمَالًا وَّبِالْحَآءِ حِكْمَةً وَّبِالْخَآءِ خَيْرًا وَّبِالدَّالِ دَلِيْلًا وَّبِالذَّالِ ذَكَآءً وَّبِالرَّآءِ رَحْمَةً وَّبِالزَّآءِ
زَكٰوةً وَّبِالسِّيْنِ سَعَادَةً وَّبِالشِّيْنِ شِفَآءً وَّبِالصَّادِ صِدْقًا وَّبِالضَّادِ ضِيَآءً وَّبِالطَّآءِ طَرَاوَةً
وَّبِالظَّآءِ ظَفَرًا وَّبِالْعَيْنِ عِلْمًا وَّبِالْغَيْنِ غِنًى وَّبِالْفَآءِ فَلَاحًا وَّبِالْقَافِ قُرْبَةً وَّبِالْكَافِ
كَرَامَةً وَّبِاللَّامِ لُطْفًا وَّبِالْمِيْمِ مَوْعِظَةً وَّبِالنُّوْنِ نُوْرًا وَّبِالْوَاوِ وُصْلَةً وَّبِالْهَآءِ هِدَايَةً
وَّبِالْيَآءِ يَقِيْنًا اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ ○ وَارْفَعْنَا بِالْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ○ وَتَقَبَّلْ
مِنَّا قِرَآءَتَنَا وَتَجَاوَزْ عَنَّا مَا كَانَ فِيْ تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ مِنْ خَطَاٍ اَوْ نِسْيَانٍ اَوْ تَحْرِيْفِ كَلِمَةٍ
عَنْ مَّوَاضِعِهَا اَوْ تَقْدِيْمٍ اَوْ تَاْخِيْرٍ اَوْ زِيَادَةٍ اَوْ نُقْصَانٍ اَوْ تَاْوِيْلٍ عَلٰى غَيْرِ مَآ اَنْزَلْتَهٗ
عَلَيْهِ اَوْ رَيْبٍ اَوْ شَكٍّ اَوْ سَهْوٍ اَوْ سُوْٓءِ اِلْحَانٍ اَوْ تَعْجِيْلٍ عِنْدَ تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ اَوْ كَسَلٍ اَوْ
سُرْعَةٍ اَوْ زَيْغِ لِسَانٍ اَوْ وَقْفٍ بِغَيْرِ وُقُوْفٍ اَوْ اِدْغَامٍ بِغَيْرِ مُدْغَمٍ اَوْ اِظْهَارٍ بِغَيْرِ بَيَانٍ اَوْ
مَدٍّ اَوْ تَشْدِيْدٍ اَوْ هَمْزَةٍ اَوْ جَزْمٍ اَوْ اِعْرَابٍ بِغَيْرِ مَا كَتَبَهٗ اَوْ قِلَّةِ رَغْبَةٍ وَّرَهْبَةٍ عِنْدَ
اٰيَاتِ الرَّحْمَةِ وَاٰيَاتِ الْعَذَابِ فَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا وَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ○ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا
بِالْقُرْاٰنِ وَزَيِّنْ اَخْلَاقَنَا بِالْقُرْاٰنِ وَنَجِّنَا مِنَ النَّارِ بِالْقُرْاٰنِ وَاَدْخِلْنَا فِي الْجَنَّةِ بِالْقُرْاٰنِ
اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ الْقُرْاٰنَ لَنَا فِي الدُّنْيَا قَرِيْنًا وَّفِي الْقَبْرِ مُؤْنِسًا وَّعَلَى الصِّرَاطِ نُوْرًا وَّفِي الْجَنَّةِ
رَفِيْقًا وَّمِنَ النَّارِ سِتْرًا وَّحِجَابًا وَّاِلَى الْخَيْرَاتِ كُلِّهَا دَلِيْلًا فَاكْتُبْنَا عَلَى التَّمَامِ وَارْزُقْنَا
اَدَآءً بِالْقَلْبِ وَاللِّسَانِ وَحُبَّ الْخَيْرِ وَالسَّعَادَةِ وَالْبِشَارَةِ مِنَ الْاِيْمَانِ ○ وَصَلَّى اللّٰهُ
تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا

صداقت نامہ

الرحیم اکیڈمی کراچی کا طبع شدہ قرآن پاک
"عام فہم ترجمہ و تفسیر" کے عربی متن کو نہایت
غور و خوض سے پڑھا۔

تصدیق کی جاتی ہے کہ مذکورہ قرآن پاک مترجم کے
متن قرآن میں اعراب (زیر زبر پیش جزم وغیرہ)
کی کوئی غلطی نہیں ہے

فقط

31/11/2006

(مولانا حافظ) محمد ایوب بندھانی
ریسرچ اینڈ رجسٹریشن آفیسر اوقاف سندھ
حیدرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

عرضِ مترجم

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ انسانیت کی نجات اور عالم کا امن وچین صرف پیامِ الٰہی اور اُسوۂ رسالت پناہی کی اتباع میں مضمر ہے۔ خصوصاً اُمّتِ مسلمہ کی صلاح وفلاح کا مدار تو انہی دو پر ہے۔

جب تک مسلمان قرآنِ مجید کی تعلیمات اور شارعِ اسلام کے اقوال پر عمل پیرا رہے۔ اقبال وبخت نے اُن کا دامن نہ چھوڑا اور وہ ہر جگہ سرفراز وسرخ رُو رہے۔

تاریخ بھی شاہد ہے کہ عرب کے صحرا نوردوں نے پیامِ الٰہی کو اپنا رہنما بنایا تو خلافتِ ارضی انھیں حاصل ہوئی وتمام عالم کے سرتاج بن گئے۔ پھر ایک زمانہ آیا کہ دنیوی شوکت اور عیش وعشرت میں پڑکر مسلمانوں نے قرآنی تعلیمات سے غفلت ولاپروائی برتی جس کی وجہ سے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ کی گرفت سست پڑگئی اور قوتِ ایمانی میں ضعف اور جوشِ عمل میں اضمحلال رونما ہوگیا۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ جو کل تک دنیا پر غالب تھے آج دنیا اُن پر غالب ہے بلکہ دنیا کی اس نامرادی کے ساتھ ساتھ خدانخواستہ آخرت کی ناکامی کا خطرہ بھی لاحق ہوگیا ہے۔

انہی اسبابِ ترقی و وجوہِ تنزّل پر نظر کرتے ہوئے اس خادمِ علم نے مصمّم ارادہ کیا کہ قرآن مجید کا عام فہم ترجمہ وتفسیر تیار کرے جس سے بالعموم ایسے حضرات جو عربی داں نہیں، فیضیاب ہوسکیں۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ مسبّب الاسبابی کو دیکھئے کہ اُسی زمانہ میں یعنی آج سے تقریباً پینتیس سال پہلے کی بات ہے کہ ریاست حیدرآباد دکن کے ریڈیو اسٹیشن سے ہر جمعہ کو صبح میں تلاوتِ قرآن مجید مع ترجمہ ومختصر تفسیر نشر کرنے کی مُبارک خدمت خاکسار کے سپرد ہوئی۔ یہ مبارک کام آٹھ سال تک چلتا رہا۔ پھر خاص حالات میں سُوْرَۂ یٰسٓ کے ختم پر یہ کام بند کردیا گیا۔

حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس عاجز بندہ کے کام کو شرفِ قبولیت بخشا۔ سارے ہندوستان سے تعریف وتوصیف اور اظہارِ پسندیدگی کے خطوط حیدرآباد ریڈیو اسٹیشن کے دفتر میں وصول ہوتے رہتے تھے۔ نہ صرف عربی لہجہ اور خوش الحانی کو سراہا جاتا تھا بلکہ ترجمہ وتفسیر کے سادہ اور عام فہم ہونے پر بھی اظہار خوشنودی کیا جاتا تھا۔

نشرگاہ حیدرآباد سے قرأت و تفسیر کا سلسلہ بند ہونے کے بعد احباب اور شائقین کا اصرار تھا کہ نشر کردہ ترجمہ و تفسیر کو شائع کردیا جائے چنانچہ مسلسل چھ (۶) سال کی محنت شاقہ کے بعد بفضلہ تعالیٰ پورا قرآن مجید مع عام فہم ترجمہ و مختصر تفسیر ۱۳۷۲ھ میں طبع و شائع کرنے کی سعادت حاصل کی

بحمد اللہ قرآن مجید مع عام فہم ترجمہ و مختصر نہایت مقبول خاص و عام ہوا چنانچہ حیدرآباد و اضلاع کی اکثر مساجد میں اس کا درس جاری ہے۔ اس کے علاوہ جامعہ نظامیہ و دیگر مدارس عربی میں بھی داخل نصاب ہے۔

چونکہ پہلی اشاعت میں قرآن مجید کم تعداد میں طبع ہوا تھا اس لئے تھوڑے ہی عرصہ میں تمام جلدیں ہدیہ ہو چکیں لیکن شائقین قرآن کا مطالبہ برابر جاری رہا اور چوطرف سے اس کی مانگ بڑھتی رہی اس لئے شائقین کے شدید اصرار کے پیش نظر اللہ کا نام لے کر دوسرے ایڈیشن کی تیاری کا کام شروع کردیا چنانچہ مسلسل تین سال کی انتہائی مشقت و جانفشانی کے بعد دوسرا ایڈیشن اعلیٰ پیمانہ پر شائع ہو رہا ہے۔

عربی اردو ہر دو خط نہایت حسین و جمیل، کاغذ سفید اور چکنا، زمین سبز، صحت کا بطور خاص اہتمام غرض ان خصوصیات کے ساتھ شائقین قرآن کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

بطور شکر گذاری کے یہ بات ظاہر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ نظر ثانی اور صحت کے کام میں میرے کرم فرما مولانا احمد حسین خاں صاحب (مولوی فاضل و ایم۔ اے۔ استاذ عربی نظام کالج حیدرآباد دکن) نے اپنا بہت سا وقت صرف کرکے اور محنت اٹھاکر میرا ہاتھ بٹایا اور میرے کام کو ہلکا کردیا میں تہہ دل سے صاحب موصوف کا ممنون ہوں۔

حق تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ جس طرح اس نے اس وقت ایک عاجز بندے کی کمزور آواز کو ریڈیو کے ذریعہ دور دراز گھروں تک پہنچایا تھا، اس طرح آج بھی اس مبارک تحفہ کو اپنے بندوں کے ہاتھوں میں پہنچانے کا انتظام اور اس سے فائدہ اٹھانے کی طرف ان کے دلوں کو متوجہ فرمائے گا۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

قاری محمد عبد الباری اورنگ آبادی

قاری نشرگاہ حیدرآباد دکن و خطیب جامع مسجد سکندرآباد

یکم رمضان ۱۳۹۳ ہجری

قرآنِ مجید

مع

عام فہم ترجمہ و مختصر تفسیر پر

رائے گرامی

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

محترم المقام جناب مولانا قاری عبدالباری صاحب زید مجدہٗ کی تفسیر کہیں کہیں سے احقر نے دیکھی۔ تفسیر نہایت عام فہم اور سادہ اور سلیس زبان میں ہے جس سے استفادہ عوام و خواص دونوں کے لئے سہل و آسان ہو گیا ہے۔ حق تعالیٰ نے ممدوح کو خدمتِ قرآن کی جو توفیق عطا فرمائی اس پر وہ تبریک و تہنیتہ کے مستحق ہیں۔ حق تعالیٰ اس تفسیر کو تشنگانِ علم کے لئے سیرابی کا سبب بنائے۔

اور مسلمانوں کے لئے اس خدمت کو نافع فرمائے۔ اگر مستفیدین کو کوئی اشکال پیش آئے تو وہ مؤلف ممدوح کی طرف رجوع کر کے اسے حل کر لیں خود بخود رائے نہ قائم فرمائیں۔ اس سے استفادہ میں سہولت اور بصیرت پیدا ہوگی۔

حق تعالیٰ اس مبارک تفسیر کو قبول فرمائے۔ آمین

محمد طیب

حضرت مولانا مفتی رحیم الدین صاحب شیخ التفسیر جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن کی رائے

حامداً و مصلیاً

الحمد للہ والمنۃ کہ قرآن مجید مع عام فہم ترجمہ و مختصر تفسیر ، اسم با مسمّٰی ہے جو فاضل مترجم و مفسر عزیزی محبّی مولوی قاری محمد عبدالباری زید فضلہ و مجدہ ، استاذ عربی جامعہ نظامیہ و قاری نشر گاہ حیدرآباد دکن کی گوناگوں خداداد صلاحیتوں کا آئینہ ، ترجمہ و تفسیر کی ممکن الحصول صوری و معنوی خوبیوں کا خزینہ ، اور سالہا سال کی عمیق مساعی جمیلہ اور کامیاب کوششوں کا گنجینہ ہے ۔ یہ انمول جواہر جیسے جیسے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتے گئے مؤلف عزیز کی مہربانی سے راقم کے حق میں بھی وقتاً فوقتاً نور افزائے بصارت و بصیرت ہوتے رہے تا آنکہ بفضل الٰہی اکمال و اتمام کی بشارت نصیب ہوئی ۔ حضرت الشیخ شیخ الکل علامہ فہامہ مولانا فضیلت جنگ نور اللہ مرقدہ ، کا ارشاد گرامی حسب حال ہے

حبذا اے چشم کز تو دیدنیہا دیدہ ام　　مرحبا اے گوش کز تو مژدہا بشنیدہ ام

کاغذ اعلیٰ ، طباعت نفیس ، زبان شیریں و سلیس عام فہم ، تقریر شگفتہ و دلچسپ پُر از معلومات ، قیل و قال سے اجتناب ، اختصار ملحوظ ، صحت و احتیاط کا بطور خاص اہتمام ، کم از کم یہ چند محاسن ایسے ہیں جو ترجمہ و تفسیر ہذا کی خصوصیات میں شمار کئے جا سکتے ہیں ۔

عنایات الٰہی اور فضل لامتناہی ہے ۔ خدمت قرآن کریم کی توفیق جو مؤلف موصوف کو نصیب ہوئی زہے قسمت ۔ جو لائق صد تبریک و تہنیت ہے ۔

دعا ہے کہ حق جل و علا اس مبارک تالیف کو قبول تام مرحمت فرمائے اور مقبول خاص و عام بنائے ۔ اور اس کا بہترین صلہ دارین میں عطا فرمائے جو ہر دو جہان میں مؤلف ممدوح کے کام آئے آمین ثم آمین

جلوہ مفت است دیدنی دارد　　بدل و جاں خریدنی دارد

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہ سیدنا محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

محمد رحیم الدین شیخ التفسیر

حضرت مولانا مفتی سید محمود صاحب شیخ الجامعۃ النظامیہ وخطیب مکہ مسجد حیدرآباد دکن کی رائے

مولوی قاری محمد عبدالباری صاحب کی ہستی محتاج تعارف نہیں۔ جنہوں نے حیدرآباد دکن کے ریڈیو اسٹیشن سے ایک عرصہ تک قرآن مجید کی تلاوت مع ترجمہ و تفسیر نشر کرکے عام مقبولیت حاصل کی۔

دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ قاری صاحب موصوف نے بڑی محنت سے نشر کردہ ترجمہ و تفسیر میں کافی اضافہ فرماکر زیورِ طبع سے آراستہ فرمادیا ہے۔

موصوف نے ترجمہ میں بڑی محنت کی ہے۔ ترجمہ اس قدر سلیس اور عام فہم ہے کہ ہر اردو داں آسانی سے قرآن کے مضمون سے واقف ہوسکتا ہے اور حاشیہ پر مختصر تفسیر معنی خیز اور بصیرت افروز درج فرمائی ہے کہ جس کے پڑھنے سے نہ صرف ربط آیات پر روشنی پڑتی ہے بلکہ قرآن کا مضمون آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ قاری صاحب کو اس بے لوث خدمت کا دارین میں اجر جزیل عطا فرمائے اور مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ اس تفسیر کو پڑھ کر نفع دارین حاصل کریں۔

وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

سید محمود کان اللہ

شیخ الجامعۃ النظامیہ

حضرت مولانا حکیم محمد حسین صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن کی رائے

ایک زمانہ تھا کہ الحاج مولوی قاری محمد عبدالباری صاحب نشرگاہ حیدرآباد دکن سے ہر جمعہ کو صبح کے وقت تلاوتِ قرآنِ مجید مع ترجمہ و تفسیر نشر فرماتے تھے۔ یہ مبارک کام مسلسل آٹھ سال تک چلتا رہا پھر خاص حالات میں سورۂ یٰسٓ کے ختم پر بند کر دیا گیا مَا شَآءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَآءْ لَمْ یَکُنْ اُس وقت ترجمہ و تفسیر کا جو نہج قاری صاحب موصوف نے اختیار کیا تھا، حق تعالیٰ نے اسے قبولِ عام بخشا ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

لِحَمْدِ اللّٰہِ وَتَوْفِیْقِہٖ کہ نشرگاہ سے یہ کام بند ہونے کے باوجود قاری صاحب نے قرآنی خدمت میں کسی طرح کی کوتاہی نہ کی چنانچہ ایک سال کے اندر اندر قاری صاحب نے بقیہ سات پارے مع ترجمہ و تفسیر مکمل کر لئے اور محض شائقین کے شدید اصرار پر انتہائی مشقت و جانفشانی سے چھ سال کی مدت میں پورا قرآنِ مجید طبع و شائع فرما دیا جَزَاہُ اللّٰہُ خَیْرَ الْجَزَآءِ

میں نے قاری صاحب کے عام فہم ترجمہ و مختصر تفسیر قرآن کا مطالعہ کیا موصوف نے اس ترجمہ و تفسیر میں بڑی محنت کی اور اس امر کو پیشِ نظر رکھا ہے کہ شائقین آسانی سے قرآن کو سمجھ لیں نیز ترجمہ و تفسیر کو اختلافات سے پاک و صاف رکھا اور اس بارے میں مستند علماء اہلِ سنت و جماعت کی تفاسیر سے استفادہ کرتے ہوئے ان کے نقشِ قدم پر چلے ہیں تاکہ امتِ مسلمہ کو بیش از بیش فائدہ پہنچے یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ ایک مسلمان کیلئے قرآنِ مجید کی اشاعت سے بڑھ کر اور کوئی دینی خدمت و سعادت نہیں ہے نیز یہ امر کسی حجت و دلیل کا محتاج نہیں ہے کہ موجودہ زمانہ میں نوجوان نسل کے ذہنی، قلبی و اخلاقی امراض کے دفعیہ کیلئے قرآن اور صرف قرآن نسخۂ شفا ہے

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ

اللہ تعالیٰ قاری صاحب موصوف کی ان کوششوں کو قبول فرمائے اور ان کو دارین میں اجرِ جزیل عطا فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے استفادہ کی توفیق دے۔ آمین

محمد حسین۔ شیخ الحدیث

جناب مولوی محمد یوسف الدین صاحب ایم۔ اے پی ایچ ڈی ریڈر شعبۂ مذہب و ثقافت (اسلامک سکشن) جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن کی رائے

قاری محمد عبدالباری صاحب کی خوش الحان قراءت سے حیدرآباد کا بچہ بچہ واقف ہے۔ قاری صاحب کی خوش الحانی کی وہ شہرت ہوئی کہ ان کی قراءت کو ہندوستان اور پاکستان ہی نہیں بلکہ بیرون ہند، انڈونیشیا، سنگاپور اور ملایا میں بھی لوگ حیدرآباد ریڈیو سے قاری صاحب کی قراءت سن کر سر دھنتے تھے۔ حیدرآباد ریڈیو سے ہر جمعہ قراءت کے علاوہ قاری صاحب آسان سلیس زبان میں قرآنِ پاک کا ترجمہ و تفسیر بھی سنایا کرتے تھے۔ حیدرآباد پر فوجی کارروائی کے بعد حیدرآباد ریڈیو سے ان کی قراءت، ترجمہ و تفسیر کا پروگرام بھی منقطع ہو گیا لیکن شائقین کا شوق برابر جاری رہا کہ کم از کم ان کا ترجمہ و تفسیر آواز کی بجائے کتاب کی شکل میں منتقل ہو جائے۔

چنانچہ ان تمام حیدرآباد اور بیرون حیدرآباد کے دوست احباب کے تقاضوں سے وہ سینہ سے سفینہ میں اس ترجمہ تفسیر کو لے آئے ہیں۔ قرآن پاک کے عربی متن کے علاوہ ترجمہ و تفسیر بھی ظاہری حیثیت سے خوشنما سلیقہ سے طبع ہوا ہے۔ ترجمہ ہے، تشریح ہے اور شانِ نزول ہے۔

مجھے یقین ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کے ہر مسلم گھرانہ نیز بیرون ہند جہاں جہاں اُردو بولی جاتی ہے، یہ ترجمہ و تفسیر ذوق و شوق سے پڑھا جائے گا اور مسلمان اس کو سمجھ پڑھ کر بہرہ یاب بلند ہوں گے۔

محمد یوسف الدین
ریڈر شعبۂ مذہب و ثقافت (اسلامک سکشن)
جامعۂ عثمانیہ

مولانا محمد منیر الدین صاحب شیخ الادب جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن کی رائے

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد الذی لا نبی بعدہٗ

امّا بعد، واضح باد کہ جناب قاری محمد عبد الباری صاحب اورنگ آبادی مولوی فاضل و سابق استاذ عربی جامعہ نظامیہ نے جس قرآن مجید کو مع عام فہم ترجمہ و مختصر تفسیر بزبان اردو زیور طبع سے آراستہ فرما کر شائع فرمایا ہے، میں نے اس کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ ایک اظہر من الشمس حقیقت ہے کہ مولوی صاحب (کثّر اللہ فینا امثالہ) نے اپنی کمالِ استعداد اور غیر معمولی کاوش سے اردو داں طبقہ پر بلا امتیاز رنگ و نسل ایک احسان عظیم فرمایا اور اس کے ذریعہ ایک ایسی عظیم البرکۃ علمی خدمت انجام دی ہے کہ اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔

اللہ عزّوجل کی جناب میں دست بدعا ہوں کہ قاری صاحب ممدوح کی عمر و درجاتِ عالیہ میں روز افزوں ترقی عطا فرمائے اور اسی طرح ہمیشہ مفید علمی خدمات انجام دینے کے اسباب و مواقع مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ فقط

محمد منیر الدین
شیخ الادب جامعہ نظامیہ

حضرت مولانا محمد علی صاحب سابق استاذ دینیات جامعہ عثمانیہ و خطیب جامع مسجد سکندر آباد کی رائے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْد ۔ میرے محترم دوست جناب مولانا قاری عبد الباری صاحب نے قرآنِ کریم کا بامحاورہ اردو ترجمہ اور اس کے عام فہم تفسیری نوٹ لکھ کر قرآن فہمی کی راہیں آسان کر دیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مقبولِ عام ہوتا جا رہا ہے۔

میں نے اس کو مختلف مقامات سے دیکھا۔ مجھے کوئی بات ایسی محسوس نہیں ہوئی جو سلف صالحین کے مسلک اور اہلِ سنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف ہو۔ میرا اندازہ ہے کہ ترجمہ و ترجمانی میں جناب قاری صاحب نے قابلِ اعتماد ماخذوں کو سامنے رکھا ہے اور اس سلسلہ میں کافی محنت برداشت کی ہے۔ قاری صاحب کی یہ کوشش قابلِ ستائش اور لائقِ مبارکباد ہے۔

زبان کی حد تک میرا تصور ہے کہ الفاظ شستہ، اسلوبِ بیان دلپذیر، اردو معیاری ہے اس پر کاغذ اور کتابت اور طباعت کا حسن نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ جناب قاری صاحب ممدوح کو دنیا اور آخرت میں اس کا اجرِ جزیل عطا فرمائے اور مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ اس سے علمی و عملی استفادہ کریں آمین۔

محمد علی عفی عنہ

حضرت مولانا محمد عبدالحمید صاحب سابق ناظم جامعہ نظامیہ حال استاذ العقائد والکلام کی رائے

حدیث ۔ خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ ترجمہ ۔ تم میں بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کو سیکھے اور اس کو سکھائے

قرآن مجید، خدائے قدوس کا آخری پیغام ہے جس میں معاشی، معادی ہر جزو کل کی واضح ہدایت ہے۔ اس پیغام ربانی کے بغیر نہ حقیقی امن و امان قائم ہو سکتا ہے نہ واقعی نجات مل سکتی ہے اِنَّ اللّٰهَ یَرْفَعُ بِهٖ قَوْمًا وَّیَضَعُ بِهٖ اٰخَرِیْنَ (مسلم) قرآن ہی کی وجہ سے ایک قوم اوج کمال پر پہنچتی ہے تو اسی کو پس پشت ڈالنے کی وجہ سے قعر مذلت میں گرتی ہے خصوصاً اس کو ماننے والوں پر اس کی تلاوت اس کا فہم اور اس کے احکام پر عمل ضروری ہے۔ حکیم مطلق نے عالم کی ہدایت کیلئے سرزمین عرب کا انتخاب فرمایا۔ اہل عرب چونکہ قرآن عظیم کے اولین مخاطب تھے اس لئے انہی کی زبان میں اس کتاب منیر کو نازل کیا گیا۔ جس کی روشنی اکناف عالم میں پھیل گئی عام اہل عجم کی تفہیم کیلئے مقامی زبانوں میں اس کا ترجمہ کیا گیا اور کیا جاتا رہیگا۔ ہندوستان میں اردو داں طبقہ کیلئے ترجمہ قرآن کی مختلف کوششیں کی گئیں ابتداءً ہر لفظ کے تحت ترجمہ کا التزام کیا گیا تاکہ عربی لفظ کا اردو ترجمہ معلوم ہو جائے مگر اس سے نفس مطلب سمجھ میں نہیں آسکتا تھا اس لئے ترجمہ میں اس کے بعد مطلب خیزی کا لحاظ کیا جاتا رہا اس وقت تک قرآن مجید کے متعدد ترجمے ہو چکے ہیں مگر محبی مولوی قاری محمد عبدالباری صاحب فاضل (نظامیہ) حیدرآباد دکن لائق مبارکباد ہیں کہ فاضل موصوف نے نہایت سلیس ترجمہ و مختصر واضح تفسیر مکمل فرمالی ۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ عربی محاورات کو سلیس آسان اردو روزمرہ محاورات میں اس طرح ادا کیا گیا ہے کہ ہر اردو داں آسانی سے قرآن کے مضمون کو بیک نظر سمجھ لیتا ہے ۔ پھر جہاں جہاں ضرورت تھی حاشیہ میں اس کا سادہ عام فہم خلاصہ دیدیا گیا ہے۔ سب سے زیادہ قابل قدر یہ بات ہے کہ موصوف نے مختلف فیہ مسائل میں اہل حق کے مذہب کو بطور خاص ملحوظ رکھا ہے۔ نہ اس میں افراط ہے نہ تفریط جَزَاهُ اللّٰهُ خَیْرَ الْجَزَاءِ ۔

فرزندان اسلام کو چاہیئے کہ اس تفسیر کو حاصل کر کے اس سے بیش از بیش معاشی معادی فوائد سے بہرہ اندوز ہوں۔

ع صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے۔ فقط محمد عبدالحمید سابق ناظم جامعہ نظامیہ

حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب بخاری پرنسپل جمالیہ عربی کالج (مدراس) کی رائے

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولانا قاری محمد عبدالباری صاحب استاذ عربی جامعہ نظامیہ و قاری نشر گاہ حیدرآباد، ہندوستان کے نہایت ممتاز اور نامور قراء میں گنے جاتے ہیں۔ فن قرأت آپ نے بڑی محنت اور مستعدی سے مدینہ منورہ میں سیکھا اور عربی لہجے میں قرآن مجید اس والہانہ انداز سے پڑھتے ہیں کہ گویا اللہ پاک نے اپنے کلام کی عظمت اور اس کے جلال کو آپ کے حلقوم میں بھر دیا ہے۔

آپ کا عام فہم ترجمۂ قرآن مجید اور تفسیر اردو زبان میں ایک مایۂ ناز ادبی سرمایہ ہے۔ وہ جس محنت، عرق ریزی اور کاوش کا نتیجہ ہے اس کو وہی شخص جان سکتا ہے اور اندازہ لگا سکتا ہے جس نے اس میدان میں خامہ فرسائی کی ہو۔

میں نے آپ کے ترجمہ اور تفسیر کا غور سے مطالعہ کیا ہے اور بلا مبالغہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے ترجمہ اور تفسیر کا حق ادا کیا ہے۔ اردو نہایت بامحاورہ، شستہ اور طرز بیان نہایت شگفتہ اور دل آویز ہے۔ بعض اہم مقامات جو ترجمے میں نہیں آسکے ہیں ان کو مختصر اور نہایت مفید طریقے پر حاشیہ میں تفسیر کے طور پر درج کر دیا گیا ہے۔ طول مُمِل سے اور مختلف فیہ مسائل سے احتراز برتا گیا ہے اور جہاں جس بات پر زور دینا ہو اس کو خاص انداز میں بیان کیا ہے۔

میں آپ کی اس سعی جمیل پر آپ کی خدمت میں ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرتا ہوں۔ اس قرآن مجید کی طباعت میں بہترین کاغذ، رنگ کا انتخاب، طباعت اور اس کی صحت کا اہتمام غرض کہ انسانی جستجو کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو آپ کی نظر سے اوجھل رہا ہو۔ ع ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں۔

آخر میں میری دلی دعا ہے کہ رب العزت اپنے کلام کی خدمت کی برکت سے محبی و مکرمی مولانا قاری محمد عبدالباری صاحب کی کوششوں کو ہر طرح بارآور کرے اور آپ کی سعی مشکور ہو اور اس سے برادران اسلام کو قرآن خوانی اور قرآن فہمی کا ذوق عطا ہو۔ آمین بجاہ سید المرسلین وآلہ الطاہرین واصحابہ اجمعین۔

خادم الاسلام

سید عبدالوہاب بخاری

عالیجناب نواب لیاقت جنگ بہادر صدر المہام فینانس و امورِ مذہبی حیدرآباد دکن کی رائے

محترم المقام الحاج مولانا قاری محمد عبدالباری صاحب کے قرآن مجید مع عام فہم ترجمہ و مختصر تفسیر سے متعلق ملک کے جید علماء و فضلاء نے جن حقیقت افروز رایوں کا اظہار فرمایا ہے مجھے اُن سے لفظ بلفظ اتفاق ہے۔

میں مولانا موصوف کو تقریباً ربع صدی سے جانتا ہوں آپ ایک بہت بڑے قاری ہیں فن تجوید و قرأت کی ترویج میں جو بیش بہا خدمات آپ نے انجام دی ہیں اس کا نتیجہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ملک کے گوشہ گوشہ میں اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے، اور آپ کے بیشمار تلامذہ کی قرأت سے آج اہلِ ملک مستفید ہو رہے ہیں۔

جس وقت موصوف گاہ گاہ حیدرآباد آتے ہر جمعہ کو بعد تلاوت قرآن مجید اس کا ترجمہ و تفسیر بیان فرماتے تھے تو آپ کا طرز بیان اس قدر دل نشین ہوتا تھا کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کا ایک جذبہ دل میں پیدا ہوتا تھا، اسی سے متاثر ہو کر میں نے قرآن کا ترجمہ و تفسیر پڑھنا شروع کیا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ آج قرآن کے مطالب اور معانی سمجھنے کی تھوڑی بہت صلاحیت پیدا ہو گئی ہے قاری صاحب کا شائع کردہ قرآن مجید مع عام فہم ترجمہ و تفسیر، کئی خصوصیات کا حامل ہے۔ قرآن مجید کا خط واضح ہے اور حروف پر اعراب سلیقے سے لگائے گئے ہیں جس سے مبتدیوں کو پڑھنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے۔ ترجمہ نہایت سلیس اور بامحاورہ ہے حاشیہ پر جو تفسیر درج ہے اس میں آیتوں کے مطالب کو صحت اور حسن و خوبی کے ساتھ اور عام فہم انداز میں واضح فرمایا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کے عام فہم ترجمہ و تفسیر قرآن کو لوگ خود پڑھیں گے اور دوسروں کو بھی پڑھنے کی ترغیب دیں گے۔

اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو ان کی محنت کا صلہ اور اجر عطا فرمائے۔ آمین

لیاقت جنگ

سابق وزیر فینانس و امور مذہبی

حیدرآباد دکن

حضرت مولانا میر فضل اللہ صاحب صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کی رائے

حامداً و مصلیاً

جناب الحاج مولوی قاری عبدالباری صاحب کے ترجمہ و تفسیر قرآن کے مطالعہ کا مجھے شرف حاصل ہوا ہے اس لئے چند باتیں ناظرین کی خدمت میں پیش ہیں۔

(۱) قاری صاحب نے ترجمہ میں بہت محنت اٹھائی ہے۔ ترجمہ عام فہم اور سلیس ہے اس کی قدر وہی کر سکتا ہے جس نے اتنی محنت کی ہو۔

(۲) عام مفسرین سے ہٹ کر کوئی بات نئی اپج کے شوق میں قاری صاحب نے نہیں پیش کی جس سے مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوتا۔

(۳) قاری صاحب نے اپنے پورے ترجمہ و تفسیر میں عوام کا بڑا خیال رکھا ہے مشکل مسئلوں اور فقہ کے اختلاف میں اپنا دامن نہیں الجھایا۔

ہندوستان میں چونکہ کثرت حنفیوں کی ہے اور جناب قاری صاحب بھی اسی مسلک کے پابند ہیں اس لئے دوسرے مسلک کے بیان کرنے سے احتیاط برتی ہے راجح مسلک ہی آسان لفظوں میں بیان کر دیا ہے۔ قاری صاحب اپنی نیک نیتی کے اجر کے مستحق ہیں میں قاری صاحب کی ہمت کی داد دیتا ہوں کہ انہوں نے اس ترجمہ و تفسیر کی اشاعت میں بڑی جانفشانی اٹھائی و خود سختیاں جھیل کر بڑی مالی قربانی پیش کی اللہ تعالیٰ ان کی محنت اور قربانی کو قبول فرمائے۔

مجھے توقع ہے کہ مسلمان ذوق و شوق سے قاری صاحب کی اس محنت کی قدر کریں گے اور اس ترجمہ و تفسیر سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے اس سلسلہ میں مالی قربانی سے کوتاہی نہ کریں گے۔

وفقنا اللہ ایانا و المسلمین۔ آمین

فضل اللہ عفا اللہ
صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ

حضرت مولانا قاری سید کلیم اللہ حسینی صاحب صدر شعبہ فارسی جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کی رائے

مولوی قاری محمد عبدالباری صاحب زیدت فیوضہ، جب حیدرآباد دکن کے لاسلکی اسٹیشن سے قرات کلام اللہ پڑھتے اور اس کی تفسیر بیان کرتے تو لوگ اس کو اشتیاق و توجہ سے سنا کرتے تھے۔ اسی زمانہ سے سامعین کی خواہش تھی کہ تفسیر کو طبع بھی کرادیا جائے۔

چنانچہ قاری صاحب موصوف نے محنت شاقہ برداشت کر کے سابقہ تفسیر میں کافی اضافہ سے اس کو مفید تر بنا دیا۔ زبان کی سلاست اور شگفتگی تفسیر بہت قابل قدر ہے اگر بچوں اور مبتدیوں کو بھی یہ قرآن مع ترجمہ و تفسیر پڑھایا جائے تو اس کا معتدبہ فائدہ [illegible] کی توقع ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قاری صاحب [illegible] کی سعی مشکور فرمائے، اجر عطا کرے اور عوام کو اس سے استفادہ کی توفیق دے۔ [illegible]

سید کلیم اللہ حسینی
صدر شعبہ فارسی جامعہ عثمانیہ

جناب ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب صدر شعبۂ فلسفہ جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن کی رائے

مولانا قاری عبدالباری صاحب نے قرآن کریم کے ترجمے اور تفسیر سے وقت کی ایک اہم ضرورت کی تکمیل کی ہے مغربی تعلیم یافتہ نوجوان قرآن کریم کی ایک مختصر اور مستند تشریح کی ضرورت ایک عرصے سے محسوس کر رہے تھے جس سے وہ تھوڑے وقت میں اس کی بنیادی انقلاب انگیز دعوت کو سمجھ سکیں اور اس پر تدبر کر سکیں میری رائے میں مولانا نے یہ کام خوبی سے کیا ہے، اختلافات سے اپنا دامن بچا کر انھوں نے اختصار کے ساتھ لیکن واضح طور پر آیاتِ قرآنیہ کی تشریح کر دی ہے، اور کم فرصت مگر ذہین طبقے کے لئے نوعِ انسان کے ان پیامِ آخرین کے ان تمام مرکزی تصورات کو پیش کر دیا ہے جن میں نہ شک کی گنجائش ہے اور نہ جو شرمندۂ تاویل ہیں ۔

مولانا کی تفسیر کی خوبی ان کا اختصار ہے۔ اور "اَلْاِخْتِصَارُ مَرْضِیُ الْاَخْیَارِ" مسلّم ہے اور "اَلْاِطَالَۃُ تُفْضِیْ اِلَی الْمَلَالَۃِ" آج کل کی نفسیات کا کامل اظہار!

اسی اصول کے پیشِ نظر انھوں نے بساطِ اطناب کو طے کر رکھا اور طریقۂ خیر الکلام کو اختیار کیا ہے

مجھے امید ہے کہ جس طرح ان کی آواز راحتِ دلِ محزوں ہوتی ہے ان کے رشحاتِ قلم بھی اربابِ ذوق و دھنو کی فرحت کا باعث ہوں گے ۔

بات ان کی نہیں، حق تعالیٰ کی ہے کہ حق تعالیٰ ہی کے کلام کو انھوں نے پیش کیا ہے۔

میری دعا ہے کہ یہ تفسیر ع بہر شفائے اہلِ جہاں مستدام باد ۔

میر ولی الدین

صدر شعبۂ فلسفہ جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد

جناب ڈاکٹر یوسف حسین خاں صاحب سابق صدر شعبۂ تاریخ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کی رائے

میں نے جناب قاری محمد عبدالباری صاحب کے ترجمہ و تفسیر قرآن کو پڑھا اور اس سے استفادہ کیا۔ ترجمہ عام فہم اور سلیس ہے۔ اس ترجمہ و تفسیر میں عوام کی ضرورت کو بڑی خوبی سے پیش نظر رکھا گیا ہے تاکہ انہیں قرآن کے سمجھنے میں دقت نہ ہو۔ میں قاری صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے اس ترجمہ و تفسیر سے مسلمانوں کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ انہوں نے حتی المقدور مختلف فیہ مسائل میں اپنے آپ کو کہیں نہیں الجھایا اور اپنے بیان میں بڑی احتیاط ملحوظ رکھی ہے۔ مجھے پوری امید ہے کہ مسلمان نوجوان اس ترجمہ و تفسیر کو پڑھ کر پورا فائدہ اٹھائیں گے اور اچھے مسلمان بننے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ قاری صاحب کو ان کی محنت کا اجر عطا فرمائے۔ فقط

یوسف حسین خاں

تذکرہ قاریان ہند، عماد القراء جناب مرزا بسم اللہ بیگ صاحب بی اے مقری قرأت عشرۃ

طبع میر محمد آرام باغ کراچی ۳۴ حصہ دوئم

الحاج قاری عبدالباری وطن حیدر آباد جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل ولادت ۱۳۲۰ھ ۔ ۱۳۴۳ھ میں حج کیا، تجوید قاری روشن علی سے سیکھی، حج کے بعد قرائے حجاز سے بھی استفادہ کیا، مختلف لہجوں سے واقف ہیں ایک روایت کے جاننے والے ہیں، حیدر آباد ریڈیو سے ایک عرصہ تک قرآن شریف سناتے رہے، خوش الحان ہونے کی وجہ سے عوام میں بہت مقبول ہیں۔ آپ ایک عرصہ تک عابد روڈ کی مسجد میں بھی تجوید کا درس دیتے رہے، سکندر آباد کی جامع مسجد کے امام ہیں۔

نام کتاب	قرآن مجید، عام فہم ترجمہ اور مختصر تفسیر
مترجم و مفسر	مولانا قاری محمد عبدالباری اورنگ آبادی
ناشر	ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن غضنفر
مؤسس و مدیر :	الرحیم اکیڈمی، اے ۷/۷ اکرام آباد، لیاقت آباد، کراچی۔
رجسٹریشن	R&R.OAUQ(97)118
ٹیلیفون	۴۹۱۳۹۱۶
مطبع	قریشی آرٹ پرنٹنگ پریس ناظم آباد کراچی
سن طباعت	۱۴۲۷ھ بمطابق ۲۰۰۶ء
تعداد	۱۱۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

اللہ تعالیٰ شانہ کا یہ فضل عظیم ہے کہ اس نے پاکستان میں پہلی بار حضرت مولانا قاری محمد عبدالباری اورنگ آبادی کا عام فہم ترجمہ اور مختصر تفسیر جو کہ اس صدی کا نادر و نایاب تحفہ ہے شائع کرنے کی سعادت الرحیم اکیڈمی کو بخشی۔

یہ ترجمہ وتفسیر علماء کرام ومفسرین ومحدثین عظام کا مصدّقہ ہے، نیز اکابر علماء نے اس ترجمہ وتفسیر کی زبان و سلاست، حسن بیان، عام فہم ومختصر اور جاذب نظر ہونے کی تائید وتصدیق کی ہے۔

یہ بھی ہمارے والدین مرحومین کی دعائے صبح گاہی کی قبولیت کی دلیل ہے کہ ان کے فرزند اول برادر معظم محقق العصر مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کو ولادت (ولادت ۱۳۳۳ھ وفات ۱۴۲۰ھ) اردو زبان میں پہلی بار لغات القرآن تالیف کرنے کی توفیق عطا فرمائی جس کے لاتعداد ایڈیشنوں نے ہند و پاک میں شائع ہوکر قبولیت عام حاصل کی اور فرزند آخر کو اپنے کلام مجید کا آسان ترجمہ اور مختصر تفسیر، حسن طباعت کے ساتھ شائع کرنے کی توفیق نصیب فرمائی، ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

اللہ رب العزت سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اسے بھی شرف قبولیت بخشے، اور امت مسلمہ کو اس سے پورا فائدہ حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین! اور مجھے میرے والدین واخوان واولاد واقرباء واحباء ومعاونین کو اس کار خیر کا اجر وثواب اپنے شایان دنیا وآخرت میں عطا فرمائے آمین

روز قیامت ہر کسی در دست گیرد نامہء   من نیز حاضر می شوم تفسیر قرآن در بغل

ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن غفنفر عفا اللہ عنہ ۲۵/۱۱ ۱۴۲۷ھ
مدیر الرحیم اکیڈمی، کراچی پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم	احمد صلی اللہ علیہ وسلم	حامد صلی اللہ علیہ وسلم	محمود صلی اللہ علیہ وسلم	قاسم صلی اللہ علیہ وسلم	عاقب صلی اللہ علیہ وسلم
فاتح صلی اللہ علیہ وسلم	شاہد صلی اللہ علیہ وسلم	حاشر صلی اللہ علیہ وسلم	رشید صلی اللہ علیہ وسلم	مشہود صلی اللہ علیہ وسلم	بشیر صلی اللہ علیہ وسلم
نذیر صلی اللہ علیہ وسلم	داع صلی اللہ علیہ وسلم	شاف صلی اللہ علیہ وسلم	ہاد صلی اللہ علیہ وسلم	مہد صلی اللہ علیہ وسلم	ماح صلی اللہ علیہ وسلم
منج صلی اللہ علیہ وسلم	ناہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول صلی اللہ علیہ وسلم	نبی صلی اللہ علیہ وسلم	امی صلی اللہ علیہ وسلم	تہامی صلی اللہ علیہ وسلم
ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم	ابطحی صلی اللہ علیہ وسلم	عزیز صلی اللہ علیہ وسلم	حریص علیکم صلی اللہ علیہ وسلم	رؤف صلی اللہ علیہ وسلم	رحیم صلی اللہ علیہ وسلم
طٰہٰ صلی اللہ علیہ وسلم	مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	طس صلی اللہ علیہ وسلم	مرتضیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	حم صلی اللہ علیہ وسلم	مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
یس صلی اللہ علیہ وسلم	اولی صلی اللہ علیہ وسلم	مزمل صلی اللہ علیہ وسلم	ولی صلی اللہ علیہ وسلم	مدثر صلی اللہ علیہ وسلم	متین صلی اللہ علیہ وسلم
مصدق صلی اللہ علیہ وسلم	طیب صلی اللہ علیہ وسلم	ناصر صلی اللہ علیہ وسلم	منصور صلی اللہ علیہ وسلم	مصباح صلی اللہ علیہ وسلم	امر صلی اللہ علیہ وسلم

حجازی	نزاری	قرشی	مضری	نبی التوبۃ	حافظ
کامل	صادق	امین	عبداللہ	کلیم اللہ	حبیب اللہ
نجی اللہ	صفی اللہ	خاتم الانبیاء	حسیب	مجیب	شکور
مقتصد	رسول الرحمۃ	قوی	حفی	مامون	معلوم
حق	مبین	مطیع	رسول الراحۃ	اول	آخر
ظاہر	باطن	نبی الرحمۃ	یتیم	کریم	حکیم
خاتم الرسل	سید	سراج	منیر	محترم	مکرم
مبشر	مذکر	مطہر	قریب	خلیل	مدعو
جواد	خاتم	عادل	شہیر	شہید	رسول الملاحم